درسِ قرآن

پہلی منزل

(سورۃ الفاتحہ ۔ البقرہ ۔ آلِ عمران ۔ النسآء)

پہلے سوا پانچ پارے

مُرتّبہ

درس قرآن بورڈ

شائع کردہ

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگس ۱۰۶ میکلوڈ روڈ لاہور

درسِ قرآن بورڈ

ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور نے درسِ قرآن مجید کی پہلی منزل کی ترتیب و تدوین کے لیے مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا اور اس کے زیرِ اہتمام یہ منزل چھپ کر تیار ہوئی:

(۱) مولانا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی

سابق پروفیسر و صدر شعبہ اسلامیات - اسلامیہ کالج۔ ریلوے روڈ، لاہور

(۲) مولانا حافظ مرغوب احمد صاحب توفیق

مولوی فاضل، منشی فاضل ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل سابق پروفیسر و صدر شعبہ اسلامیات و عربی ڈھاکہ یونیورسٹی

(۳) حاجی عبدالواحد صاحب ایم۔ اے

سابق انسپکٹر آف سکولز

(۴) حافظ نذر احمد صاحب

سابق لیکچرار علوم اسلامی۔ اسلامیہ کالج۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

سرٹیفکیٹ: میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔
اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی
کمی بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

محمد رمضان

مولوی محمد رمضان چاہ میراں لاہور۔

فہرست مضامین

درسِ قرآن بورڈ	
فہرستِ مضامین	
پیش لفظ	
فہرستِ مضامین و آیات (منزلِ اوّل)	
فہرستِ الفاظ (منزلِ اوّل)	
فہرستِ اسماء و اعلام (منزلِ اوّل)	
پارہ اوّل	۳
پارہ دُوم	۱۶۷
پارہ سُوم	۳۲۲
پارہ چہارم	۴۲۱
پارہ پنجم	۵۲۹
پارہ ششم	۶۱۹
سُورۂ فاتحہ	۱
سُورۃ البقرہ	۱۳
سُورۃ آلِ عمران	۳۵۸
سُورۃ النساء	۵۰۵

پیش لفظ

قوم کی ایک اہم ضرورت کے پیش نظر ۱۹۵۴ء کے اواخر میں ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ آسان عبارت اور عام فہم زبان میں قرآن پاک کے سمجھانے کا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو درس قرآن کی صورت میں ہو اور ہر روز کے لئے علیحدہ علیحدہ اسباق پر مشتمل ہو جو گھر بیٹھے بٹھائے ہر شخص تک پہنچ جائے۔

اللہ کے فضل سے ۱۶ مئی ۱۹۵۵ء کو پندرہ روزہ "درس قرآن" کی ابتدا ہوگئی اور ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء تک کسی ایک دن کی تاخیر کے بغیر بلا ناغہ ہر ماہ کی یکم اور سولہ کو شائع ہوتا رہا ہے اور اس طرح سبقاً سبقاً پورے قرآن حکیم کے درس شائع ہو چکے ہیں۔

درس قرآن کی اشاعت نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ کلام اللہ مشکل نہیں آسان ہے جیسا کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ یقیناً ہم نے سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی غور کرنے والا۔

پہلی منزل دو سال کے عرصہ میں درس قرآن پہلی منزل تک پہنچ گیا مگر مختلف اوقات میں آئندہ کے ہر خریدار اور قاری کی بجا طور پر یہی خواہش رہی کہ ادارہ اصلاح و تبلیغ اسے سبقاً سبقاً بصورتِ درس شائع کرے پھر یہ درس ایک جلد کی صورت میں بھی محفوظ ہو جائیں۔ اسی دوران میں ملک کے ہر گوشے سے اسی بات کے تقاضے ہوئے۔ ان حالات میں یہ ضروری ہو گیا کہ پہلی منزل نظرِ ثانی کے بعد ایک جلد میں شائع کی جائے تاکہ ہر پندرھویں دن شائع ہونے والے سارے اوراق ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ چنانچہ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنایا گیا جس کے نتیجہ میں پہلی منزل آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح پورے قرآنِ حکیم کے درسوں کو سات منزلوں میں چھپوا دیا ہے اور یہ سلسلہ کتابی صورت میں بھی مکمل ہو گیا ہے۔

ہمارا مقصد "درس قرآن" کی اشاعت سے ہمارا ایک مقصد تو یہ ہے کہ کلام اللہ سمجھنے کی اجتماعی کوشش کی جائے۔ مزید براں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر گھر قرآنی سکول بن جائے۔

اس کی عملی صورت یہ ہے کہ ہر روز کوئی خواندہ فرد باقی افرادِ خانہ کو مطبوعہ درس کا ایک صفحہ ان کی مادری زبان میں صرف پانچ منٹ کے اندر پڑھ کر باقاعدگی سے سنا دیا کرے۔

ہر کارخانے، فیکٹری، دفتر، مدرسے، کالج، مسجد اور ادارہ میں کارکنوں اور طلبہ کو مطبوعہ درس مستقل طور پر سنانے کا اہتمام کیا جائے۔ ہر فردِ ملت قرآن مجید کا متعلم، معلم اور مبلغ بن جائے کہ قرآن حکیم کا درس اس کے ہاتھ میں ہو وہ خود پڑھے، دوسروں کو پڑھائے اور غیروں تک پہنچائے۔

ہم نے ابتدا سے ہی کوشش کی ہے کہ یہ اسباق ایسی عام فہم اور سادہ زبان میں پیش کریں کہ بچے اور معمولی خواندہ بھی اسے سمجھ سکیں۔

آپ کا تعاون ان مقاصد کے حصول کے لئے ہم ہر فردِ ملت کا تعاون اور خصوصی اشتراکِ عمل چاہتے ہیں۔ یہ کام جس قدر ضروری ہے۔ اسی قدر توجہ طلب ہے۔ اگر آپ اسے انتہائی مفید اور ضروری کام سمجھتے ہیں تو اپنا عملی تعاون پیش کیجئے۔

درس قرآن ہر گھر تک پہنچانے میں ہماری مدد کیجئے۔

اپنے احباب، اعزہ، رفقائے کار اور افراد کو مستقل خریدار بنایئے۔

پڑھے لکھے مناسب اشخاص کے پتے ہمیں بھیجئے۔

ناظم

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگس ۱۰۶ میکلوڈ روڈ لاہور

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۷	منافقوں کی بے بسی	۱۹
۳۸	منافقوں کا تذبذب	۲۰
۳۹	منافقوں کو وعید	۲۰
۴۰	عبادت کا مطالبہ	۲۱
۴۱	شرک کی ممانعت	۲۲
۴۲	کلام اللہ کی سچائی کا دعویٰ	۲۳
۴۳	کلام اللہ کا چیلنج	
۴۴	مخالفین کی بے بسی	۲۴
۴۵	نیکوکار مومنوں کو خوشخبری	۲۵
۴۶	جنت کی نعمتیں	۲۵
۴۷	قرآن مجید کی مثالیں	۲۶
۴۸	مثالوں کا اثر اور نتیجہ	۲۶
۴۹	ہدایت اور گمراہی	۲۶
۵۰	گمراہ کون ہوتے ہیں ؟	۲۷
۵۱	اللہ کا انکار کیسے ؟	۲۸
۵۲	اللہ کی نشانیاں	۲۹
۵۳	تیسرے رکوع پر ایک نظر	
۵۴	انسان کا مقام	۳۰
۵۵	خلیفۃ اللہ	۳۰
۵۶	فرشتوں کی گذارش	۳۰
۵۷	فرشتوں کو جواب	۳۰
۵۸	علم کی برتری	۳۱
۵۹	آدمؑ کا فرشتوں سے مقابلہ	۳۱-۳۲
۶۰	علم کی فتح	۳۳
۶۱	فرشتوں کا سجدہ	۳۴
۶۲	حضرت آدمؑ جنت میں	۳۵
۶۳	شجرِ ممنوعہ	۳۵

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۶۴	حضرت آدمؑ کی لغزش	۳۶
۶۵	جنت سے نکلنا	۳۶
۶۶	حضرت آدمؑ کی توبہ	۳۷
۶۷	وحی کی ضرورت	۳۸
۶۸	منکرین وحی کا انجام	۳۹
۶۹	بنی اسرائیل	۴۰
۷۰	بنی اسرائیل پر انعاماتِ خداوندی	۴۰
۷۱	دعوتِ قرآن	۴۱
۷۲	آیاتِ الٰہی کا مول	۴۱
۷۳	حق کو چھپانے کی ممانعت	۴۲
۷۴	نماز۔ زکوٰۃ اور اتحاد	۴۳
۷۵	دیگراں را نصیحت خود را فضیحت	۴۴
۷۶	صبر اور نماز سے مدد	۴۵
۷۷	آخرت کا تصور	۴۶
۷۸	بنی اسرائیل کی فضیلت	۴۷
۷۹	قیامت کے دن کیا کام آئے گا	۴۸
۸۰	بنی اسرائیل پر مصائب	۴۹
۸۱	فرعون کی غرقابی	۵۰
۸۲	بچھڑے کی پوجا	۵۱
۸۳	معافی کا اعلان	۵۲
۸۴	کتاب اور فرقان	۵۳
۸۵	شرک کی سزا	۵۴
۸۶	بنی اسرائیل کی ایک اور گستاخی	۵۵
۸۷	موت کے بعد زندگی	۵۶
۸۸	من و سلویٰ	۵۷
۸۹	بنی اسرائیل کی شہری زندگی	۵۸
۹۰	تحریف کلام الٰہی کی سزا	۵۹

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۹۱	بارہ چشمے	۶۰
۹۲	بنی اسرائیل کی بے صبری	۶۱
۹۳	یہود پر غضبِ الٰہی	۶۱
۹۴	اللہ کے غضب کا سبب	۶۱
۹۵	ایمان اور عمل صالح کا اجر	۶۲
۹۶	کوہ طور کا بلند ہونا	۶۳
۹۷	قانون سے منہ موڑنے کی سزا	۶۴
۹۸	صورتیں مسخ ہونا	۶۵
۹۹	سرمایۂ عبرت	۶۶
۱۰۰	ذبحِ گاؤ کا حکم	۶۷
۱۰۱	اللہ کے حکم میں حجت بازی (ا)	۶۸
۱۰۲	اللہ کے حکم میں حجت بازی (ب)	۶۹
۱۰۳	اللہ کے حکم میں حجت بازی (ج)	۷۱-۷۰
۱۰۴	مُردے کا زندہ ہونا	۷۳-۷۲
۱۰۵	یہود کی تنگ دلی	۷۴
۱۰۶	کلام اللہ میں تحریف	۷۵
۱۰۷	یہود کی منافقت	۷۷-۷۶
۱۰۸	جھوٹی آرزوئیں	۷۹-۷۸
۱۰۹	جنت کے ٹھیکیدار	۸۰
۱۱۰	جنت اور دوزخ	۸۲-۸۱
۱۱۱	میثاق بنی اسرائیل	۸۳
۱۱۲	خون ریزی اور جلا وطنی	۸۴
۱۱۳	عہد شکنی اور نافرمانی	۸۵
۱۱۴	صرف بعض احکام کی اطاعت	۸۵
۱۱۵	آخرت کے بدلے دُنیا	۸۶
۱۱۶	حضرت مسیح کی آمد	۸۷
۱۱۷	نفس پرستی اور قتلِ انبیاء	۸۷
۱۱۸	بنی اسرائیل کا تعصب	۸۸
۱۱۹	جان بُوجھ کر کفر	۸۹
۱۲۰	ضد اور تعصب کا نتیجہ	۹۰
۱۲۱	دعوتِ ایمان کا انکار	۹۱
۱۲۲	گوسالہ پرستی	۹۳-۹۲
۱۲۳	موت کی تمنا	۹۴
۱۲۴	لمبی عمر کی حرص	۹۶-۹۵
۱۲۵	حضرت جبرائیل کی دُشمنی	۹۸-۹۷
۱۲۶	یہود کی عہد شکنی	۱۰۰-۹۹
۱۲۷	کتاب اللہ کی مخالفت	۱۰۱
۱۲۸	جادُو کے عمل	۱۰۲
۱۲۹	ہاروت و ماروت	۱۰۲
۱۳۰	سفلی عملیات کی خرابیاں	۱۰۲
۱۳۱	گھاٹے والا سودا	۱۰۳-۱۰۲
۱۳۲	الفاظ کا غلط استعمال	۱۰۴
۱۳۳	کفار کا تعصب	۱۰۵
۱۳۴	آیات کی تنسیخ	۱۰۷-۱۰۶
۱۳۵	نبی سے سوالات	۱۰۸
۱۳۶	کفار کا حسد	۱۰۹
۱۳۷	آخرت کا توشہ	۱۱۰
۱۳۸	جنت کا مستحق کون ہے؟	۱۱۲-۱۱۱
۱۳۹	مذہبی گروہ بندیاں	۱۱۳
۱۴۰	مساجد کو ویران کرنے والے	۱۱۴
۱۴۱	ہر طرف اللہ ہی کا جلوہ ہے	۱۱۵
۱۴۲	اللہ کی کوئی اولاد نہیں	۱۱۶
۱۴۳	کُن فیکون	۱۱۷
۱۴۴	واضح دلائل	۱۱۸

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۴۵	نبی کریمؐ کی ذمہ داریاں	۱۱۹
۱۴۶	یہود و نصاریٰ کی خواہش	۱۲۰
۱۴۷	کتب سابقہ میں تائید	۱۲۱
۱۴۸	یوم آخرت میں گرفت	۱۲۲-۱۲۳
۱۴۹	حضرت ابراہیمؑ کی قیادت و امامت	۱۲۴
۱۵۰	امامت کی وراثت	۱۲۴
۱۵۱	خانہ کعبہ کی اہمیت	۱۲۵
۱۵۲	حج کے مراسم	۱۲۵
۱۵۳	مکہ۔ امن والا شہر	۱۲۶
۱۵۴	اُمتِ مسلمہ کے لیے دُعا	۱۲۷-۱۲۸
۱۵۵	آنحضرتؐ کی چار خصوصیات	۱۲۹
۱۵۶	دینِ ابراہیمی	۱۳۰
۱۵۷	حضرت ابراہیمؑ کی وصیت	۱۳۱-۱۳۲
۱۵۸	حضرت یعقوبؑ کی وصیت	۱۳۳
۱۵۹	اپنے ہی عمل کام آئیں گے	۱۳۴
۱۶۰	ملتِ ابراہیمی	۱۳۵
۱۶۱	تمام نبیوں پر ایمان	۱۳۶
۱۶۲	اللہ کافی ہے	۱۳۷
۱۶۳	اللہ کا رنگ	۱۳۸-۱۳۹
۱۶۴	کتمانِ حق	۱۴۰
۱۶۵	اپنے اعمال ہی کام آئیں گے	۱۴۱
۱۶۶	پارۂ اوّل کے اسباق کا خلاصہ	
	پارۂ سَیَقُول (۲)	
۱۶۷	مسلمانوں کا قبلہ	۱۴۲
۱۶۸	میانہ روا اور اعتدال پر در اُمّت	۱۴۳
۱۶۹	تبدیلی قبلہ کی حکمت	۱۴۳
۱۷۰	ایمان ضائع نہیں ہوتا	۱۴۳
۱۷۱	رسول اللہ کی آرزو	۱۴۴
۱۷۲	خانہ کعبہ قبلہ ہوگیا	۱۴۴
۱۷۳	اہلِ کتاب کی ہٹ دھرمی	۱۴۵
۱۷۴	اہلِ کتاب اور پیغمبرِ اسلام	۱۴۶-۱۴۷
۱۷۵	نیکی میں سبقت	۱۴۸
۱۷۶	خانہ کعبہ اور اتمامِ حجت	۱۴۹-۱۵۰
۱۷۷	آنحضرتؐ کی خصوصیات	۱۵۱
۱۷۸	ذکر و شکر	۱۵۲
۱۷۹	صبر و نماز	۱۵۳
۱۸۰	شہید زندۂ جاوید ہوتا ہے	۱۵۴
۱۸۱	امتحان و آزمائش	۱۵۵
۱۸۲	صبر کرنے والوں کی سیرت	۱۵۶
۱۸۳	صبر کرنے والوں کا صِلہ	۱۵۷
۱۸۴	حج کے مراسم	۱۵۸
۱۸۵	اللہ کی لعنت	۱۵۹
۱۸۶	توبہ کی شرائط	۱۶۰
۱۸۷	کفر کی موت	۱۶۱-۱۶۲
۱۸۸	اللہ ایک ہے	۱۶۳
۱۸۹	اللہ کے نشانات	۱۶۴
۱۹۰	غیر اللہ سے محبت	۱۶۵
۱۹۱	تمام قوت اللہ کے لیے ہے	۱۶۵
۱۹۲	مشرکوں کی بے بسی	۱۶۶-۱۶۷
۱۹۳	حلال و طیّب غذا	۱۶۸
۱۹۴	بُرائی اور بے حیائی	۱۶۹
۱۹۵	اندھی تقلید	۱۷۰
۱۹۶	اندھی تقلید کی مثال	۱۷۱

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۱۹۷	حرام غذائیں	۱۷۳-۱۷۲
۱۹۸	مجبوری کی صورتیں	۱۷۳
۱۹۹	بُرے عالموں کی سزا	۱۷۴
۲۰۰	مزید سزائیں	۱۷۴
۲۰۱	گھاٹے والا سودا	۱۷۶-۱۷۵
۲۰۲	اصل نیکی (۱) اچھے عقائد	۱۷۷
۲۰۳	" (۲) اچھے معاملات	۱۷۷
۲۰۴	" (۳) صلوٰۃ وزکوٰۃ	۱۷۷
۲۰۵	" (۴) ایفائے عہد	۱۷۷
۲۰۶	" (۵) صبر و ثبات	۱۷۷
۲۰۷	قتل کا بدلہ (قصاص)	۱۷۸
۲۰۸	" " (معروف و احسان)	۱۷۸
۲۰۹	قصاص میں زندگی ہے	۱۷۹
۲۱۰	وصیت	۱۸۰
۲۱۱	وصیت میں تبدیلی	۱۸۲-۱۸۱
۲۱۲	روزوں کا حکم	۱۸۳
۲۱۳	مریض اور مسافر کو رعایت	۱۸۳
۲۱۴	مجبوری کا فدیہ	۱۸۳
۲۱۵	روزہ کی برکتیں	۱۸۴
۲۱۶	رمضان کی فضیلت	۱۸۵
۲۱۷	قرآن مجید کی خصوصیات	۱۸۵
۲۱۸	روزہ کی فرضیت	۱۸۵
۲۱۹	اللہ آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں	۱۸۵
۲۲۰	روزہ کے دوسرے مقاصد	۱۸۵
۲۲۱	دُعا	۱۸۶
۲۲۲	دُعا کی دو شرطیں	۱۸۶
۲۲۳	میاں بیوی کا تعلق	۱۸۷

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۲۲۴	مباشرت کا مقصود	۱۸۷
۲۲۵	روزہ کے اوقات	۱۸۷
۲۲۶	اعتکاف کے احکام	۱۸۷
۲۲۷	حدُود اللہ	۱۸۷
۲۲۸	ناحق مال	۱۸۸
۲۲۹	رشوت	۱۸۸
۲۳۰	چاند کا حساب	۱۸۹
۲۳۱	جاہلیت کی ایک رسم	۱۸۹
۲۳۲	اللہ کی راہ میں جنگ	۱۹۰
۲۳۳	جنگ اور جلاوطنی	۱۹۱
۲۳۴	فتنہ قتل سے بدتر ہے	۱۹۱
۲۳۵	خانہ کعبہ کا احترام	۱۹۲-۱۹۱
۲۳۶	قتال کی حدِ آخر	۱۹۳
۲۳۷	حُرمت والے مہینے	۱۹۴
۲۳۸	اللہ متقیوں کے ساتھ ہے	۱۹۴
۲۳۹	انفاق فی سبیل اللہ	۱۹۵
۲۴۰	قتال و جہاد کے احکام	۱۹۵
۲۴۱	حج	۱۹۶
۲۴۲	حج و عمرہ کے چند احکام	۱۹۶
۲۴۳	سر منڈانا	۱۹۶
۲۴۴	حج اور عمرہ کی قربانی	۱۹۶
۲۴۵	حکمِ قربانی کی وضاحت	۱۹۶
۲۴۶	زمانۂ حج اور اخلاقی حدُود	۱۹۷
۲۴۷	حج کا زادِ راہ	۱۹۷
۲۴۸	دُنیاوی فائدے	۱۹۸
۲۴۹	عرفات اور مشعرِ حرام	۱۹۸
۲۵۰	ذکر و عبادت	۱۹۸

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۲۵۱	مساوات کا حکم	۱۹۹
۲۵۲	مناسکِ حج کے بعد	۱۹۹
۲۵۳	دُنیا کے طلب گار	۲۰۰
۲۵۴	دُنیا اور آخرت کے طالب	۲۰۱
۲۵۵	محاسبۂ اعمال	۲۰۲
۲۵۶	حج کے ایام	۲۰۳
۲۵۷	نیکی ہی اصل تقویٰ ہے	۲۰۳
۲۵۸	قسمیں کھانے والے جھگڑالو	۲۰۴
۲۵۹	مفسدہ پردازی	۲۰۵
۲۶۰	جھوٹا وقار	۲۰۶
۲۶۱	اللہ کی رضا چاہنے والا	۲۰۷
۲۶۲	اسلام میں پُورے پورے داخل ہو جاؤ	۲۰۸
۲۶۳	دانستہ غلطی نہ کرو	۲۰۹
۲۶۴	غیر معقول مطالبہ	۲۱۰
۲۶۵	بنی اسرائیل سے عبرت	۲۱۱
۲۶۶	مومنوں کا مذاق نہ اُڑاؤ	۲۱۲
۲۶۷	اُمّتِ واحدہ	۲۱۳
۲۶۸	مذہبی اختلاف	۲۱۳
۲۶۹	آزمائش کی گھڑی	۲۱۴
۲۷۰	کہاں خرچ کریں	۲۱۵
۲۷۱	جنگ کا حکم	۲۱۶
۲۷۲	انسان کی پسند و ناپسند	۲۱۶
۲۷۳	ماہِ حرام میں جنگ	۲۱۷
۲۷۴	کافروں کی روش	۲۱۷
۲۷۵	کافروں کی کوششیں	۲۱۷
۲۷۶	مرتد کی سزا	۲۱۷
۲۷۷	ایمان، ہجرت اور جہاد	۲۱۸

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۲۷۸	شراب اور جوا	۲۱۹
۲۷۹	شراب اور جُوئے کے بارہ میں حکم	۲۱۹
۲۸۰	مالی قربانیوں کا معیار	۲۱۹
۲۸۱	غور و فکر کی بات	۲۱۹
۲۸۲	یتیموں کی اصلاح	۲۲۰
۲۸۳	یتیموں کے بارے میں احکام	۲۲۰
۲۸۴	مشرکہ سے نکاح	۲۲۱
۲۸۵	مسلمان لونڈی کا درجہ	۲۲۱
۲۸۶	مشرک مرد سے نکاح	۲۲۱
۲۸۷	حیض کی حقیقت	۲۲۲
۲۸۸	حیض کے بعد	۲۲۲
۲۸۹	بیوی کا درجہ	۲۲۳
۲۹۰	آئندہ کی فکر	۲۲۳
۲۹۱	قسموں کا غلط استعمال	۲۲۴
۲۹۲	غلط قسمیں	۲۲۵
۲۹۳	طلاق کی ابتدا	۲۲۶-۲۲۷
۲۹۴	عِدّت	۲۲۸
۲۹۵	رجعت اور میاں بیوی کے حقوق	۲۲۸
۲۹۶	رجعی طلاق	۲۲۹
۲۹۷	خُلع	۲۲۹
۲۹۸	رجُوع کی صورت	۲۳۰
۲۹۹	حلالہ	۲۳۰
۳۰۰	بیویوں کے ساتھ برتاؤ	۲۳۱
۳۰۱	احکامِ الٰہی کا مذاق	۲۳۱
۳۰۲	عورت کی رضا	۲۳۲
۳۰۳	دُودھ پلانے کی مدّت	۲۳۳
۳۰۴	دُودھ پلانے کے دیگر قانون	۲۳۳

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۳۰۵	عِدّت	۲۳۴
۳۰۶	نکاحِ ثانی کا نامہ و پیام	۲۳۵
۳۰۷	چھونے سے پہلے طلاق	۲۳۶
۳۰۸	طلاق اور مہر	۲۳۷
۳۰۹	نمازوں کی پابندی	۲۳۸/۲۳۹
۳۱۰	بیوہ کے لیے وصیت	۲۴۰/۲۴۲
۳۱۱	موت سے نہ بھاگو	۲۴۳
۳۱۲	قرضِ حسنہ	۲۴۴/۲۴۵
۳۱۳	حضرت طالوت کا قصہ	۲۴۶
۳۱۴	سپہ سالار کا انتخاب	۲۴۷
۳۱۵	سپہ سالار کی خصوصیات	۲۴۷
۳۱۶	تابوت سکینہ	۲۴۸
۳۱۷	مجاہدوں کی آزمائش	۲۴۹
۳۱۸	ہار جیت قلت و کثرت پر موقوف نہیں	۲۴۹
۳۱۹	صبر و استقامت	۲۵۰/۲۵۱
۳۲۰	گذشتہ نشانیاں	۲۵۲
۳۲۱	دوسرے پارہ کے اسباق کا خلاصہ	
	پارہ تلک الرسل (۳)	
۳۲۲	رسولوں کے درجات	۲۵۳
۳۲۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۲۵۳
۳۲۴	اللہ کی راہ میں خرچ	۲۵۴
۳۲۵	آیت الکرسی	۲۵۵
۳۲۶	آیت الکرسی کی تشریح	۲۵۵
۳۲۷	دین میں جبر نہیں	۲۵۶
۳۲۸	ہدایت اور گمراہی	۲۵۶/۲۵۷
۳۲۹	حضرت ابراہیمؑ اور نمرود	۲۵۸

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۳۳۰	اُجڑی بستی کی مثال	۲۵۹
۳۳۱	سابقہ مثال کی وضاحت	
۳۳۲	مُردوں کو زندہ کرنا	۲۶۰
۳۳۳	حضرت ابراہیمؑ کا ایک واقعہ	
۳۳۴	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال	۲۶۱/۲۶۲
۳۳۵	خیرات ضائع نہ کرو	۲۶۳/۲۶۴
۳۳۶	خیرات ضائع کرنے کی مثال	۲۶۴
۳۳۷	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ایک اور مثال	۲۶۵
۳۳۸	ریاکاری سے خرچ کرنے کی مثال	۲۶۶
۳۳۹	اللہ کی راہ میں اچھی چیز دو	۲۶۷
۳۴۰	اللہ کے وعدے اور انعام	۲۶۸/۲۶۹
۳۴۱	خیرات کیسے کی جائے	۲۷۰/۲۷۱
۳۴۲	خیرات کا پورا پورا اجر	۲۷۲
۳۴۳	خیرات کے مستحق	۲۷۳
۳۴۴	خیرات کا اجر	۲۷۴
۳۴۵	سُود حرام ہے	۲۷۵
۳۴۶	سُود کی بُرائیاں	
۳۴۷	سُود اور خیرات کا موازنہ	۲۷۶/۲۷۷
۳۴۸	سُود لینا چھوڑ دو	۲۷۸/۲۷۹
۳۴۹	تنگدست سے رعایت	۲۸۰/۲۸۱
۳۵۰	لکھت پڑھت	۲۸۲
۳۵۱	گواہی	۲۸۲
۳۵۲	گواہی کے احکام	۲۸۲
۳۵۳	رہن کی ہدایات	۲۸۳
۳۵۴	اللہ محاسبہ فرمائے گا	۲۸۴
۳۵۵	اجزائے ایمان	۲۸۵
۳۵۶	دُعائیں	۲۸۶

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۵۷	سورۂ بقرہ پر ایک نظر	
	سورۂ آلِ عمران	
۳۵۸	سورۃ کا تعارف	
۳۵۹	اللہ تعالیٰ کی صفات	۱-۲
۳۶۰	قرآن مجید اور کتب سابقہ	۳-۴
۳۶۱	غلط عقیدوں کی تردید	۵-۶
۳۶۲	آیات کی دو قسمیں	۷
۳۶۳	محکمات و متشابہات	
۳۶۴	دو دعائیں	۸-۹
۳۶۵	ایک تنبیہ	۱۰-۱۲
۳۶۶	اللہ تعالیٰ کی نصرت	۱۳
۳۶۷	فانی اشیاء سے محبت	۱۴
۳۶۸	متقیوں کے لیے اجر	۱۵
۳۶۹	متقین کی صفات	۱۶-۱۷
۳۷۰	الوہیتِ خداوندی کی گواہی	۱۸
۳۷۱	اصلی دین ـــــ اسلام	
۳۷۲	اختلاف کی وجہ	۱۹
۳۷۳	نبی کا فرض محض تبلیغ ہے	۲۰
۳۷۴	کافروں کی کرتوت	۲۱-۲۲
۳۷۵	عیسائیوں کا جھوٹا عقیدہ	۲۳-۲۴
۳۷۶	آخرت کا انجام	۲۵
۳۷۷	اللہ تعالیٰ کا اختیار و قدرت	۲۶
۳۷۸	قدرت خداوندی	۲۷
۳۷۹	کافروں سے دوستی	۲۸
۳۸۰	کافروں کی پشیمانی	۲۹-۳۰
۳۸۱	حضرت رسولِ اکرمؐ کی پیروی	۳۱-۳۲

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۸۲	انبیاء کا سلسلہ	۳۳-۳۴
۳۸۳	حضرت مریمؑ کی پیدائش	۳۵-۳۶
۳۸۴	حضرت مریمؑ کی پرورش	۳۷
۳۸۵	حضرت زکریاؑ کی دعا	۳۸-۳۹
۳۸۶	حضرت یحییٰؑ کی پیدائش	۴۰-۴۱
۳۸۷	حضرت مریمؑ کا درجہ	۴۲-۴۳
۳۸۸	حضرت مریمؑ کی کفالت	۴۴
۳۸۹	حضرت مسیحؑ کی بشارت	۴۵-۴۶
۳۹۰	بن باپ کے بیٹا	۴۷
۳۹۱	حضرت عیسیٰؑ کے معجزے	۴۸-۴۹
۳۹۲	حضرت مسیحؑ کی تعلیم	۵۰-۵۱
۳۹۳	حضرت عیسیٰؑ کے حواری	۵۲-۵۴
۳۹۴	حضرت عیسیٰؑ سے اللہ کے وعدے	۵۵-۵۶
۳۹۵	نیکوکار لوگوں کا اجر	۵۷
۳۹۶	حضرت عیسیٰؑ کی مثال	۵۸-۶۰
۳۹۷	مباہلہ	۶۱
۳۹۸	قصص الحق	۶۲-۶۳
۳۹۹	دعوتِ اتحاد	۶۴
۴۰۰	اہلِ کتاب کو تنبیہ	۶۵-۶۶
۴۰۱	حضرت ابراہیمؑ کا مسلک	۶۷-۶۸
۴۰۲	گمراہ کن اہلِ کتاب	۶۹-۷۱
۴۰۳	منافق اہلِ کتاب	۷۲
۴۰۴	اہلِ کتاب کا حسد	۷۳-۷۴
۴۰۵	خائن اہلِ کتاب	۷۵-۷۶
۴۰۶	حریصوں کی سزا	۷۷
۴۰۷	اہلِ کتاب کی دھوکہ دہی	۷۸
۴۰۸	یہ نبی کا کام نہیں	۷۹

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۴۰۹	نبی کی تعلیم	۷۹-۸۰
۴۱۰	انبیاء کا عہد	۸۱
۴۱۱	عہد شکن	۸۲
۴۱۲	دینِ حق کی مخالفت	۸۳
۴۱۳	انبیاء کا سلسلہ	۸۴
۴۱۴	اسلام کے سوا	۸۵
۴۱۵	محرومِ ہدایت	۸۶
۴۱۶	ظالموں پر لعنت	۸۷-۸۸
۴۱۷	توبہ اور اصلاح	۸۹
۴۱۸	ناقابلِ قبول توبہ	۹۰
۴۱۹	فدیہ ہرگز قبول نہ ہوگا	۹۱
۴۲۰	گناہ کی سزا	۹۱
	پارہ لن تنالوا (۴)	
۴۲۱	قربانی کا معیار	۹۲
۴۲۲	بنی اسرائیل میں حلال و حرام	۹۳
۴۲۳	اللہ پر بہتان	۹۳-۹۴
۴۲۴	ملتِ ابراہیمی کا اتباع	۹۵
۴۲۵	اولین عبادت گاہ ــــ خانہ کعبہ	۹۶-۹۷
۴۲۶	بیت اللہ کا حج	۹۷
۴۲۷	اہلِ کتاب کا انکار	۹۸-۹۹
۴۲۸	اہلِ کتاب کا کہنا نہ مانو	۱۰۰
۴۲۹	رسول اللہ کی موجودگی	۱۰۱
۴۳۰	اسلام پر زندگی، اسلام پر موت	۱۰۲
۴۳۱	اعتصام بحبل اللہ	۱۰۳
۴۳۲	اخوت ــــ احسانِ خداوندی	۱۰۳
۴۳۳	اصلاحی جماعت کے فرائض	۱۰۴

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۴۳۴	فرقہ بندی	۱۰۵
۴۳۵	بدکردار ــــ سیاہ چہرے	۱۰۶
۴۳۶	نیک کردار ــــ نورانی چہرے	۱۰۷
۴۳۷	قرآنی آیات برحق ہیں	۱۰۸-۱۰۹
۴۳۸	خیرِ امت	۱۱۰
۴۳۹	اہلِ کتاب کو نصیحت	۱۱۰-۱۱۱
۴۴۰	اہلِ کتاب پر عذابِ الٰہی	۱۱۲
۴۴۱	عذابِ الٰہی کے اسباب	۱۱۲
۴۴۲	سب اہلِ کتاب برابر نہیں	۱۱۳
۴۴۳	اللہ والوں کی مزید خصوصیات	۱۱۴-۱۱۵
۴۴۴	اللہ کے ہاں بچاؤ	۱۱۶
۴۴۵	کفار کا انفاقِ مال	۱۱۷
۴۴۶	بیگانے رازدار	۱۱۸
۴۴۷	اہلِ کتاب کی دوستی	۱۱۹
۴۴۸	اہلِ کتاب کا حسد	۱۲۰
۴۴۹	غزوۂ احد ــــ میدانِ جنگ کا منصوبہ	۱۲۱
۴۵۰	غزوۂ احد ــــ جنگ کا نقشہ	۱۲۲
۴۵۱	بدر کی جیت	۱۲۳
۴۵۲	فرشتوں کی مدد	۱۲۴-۱۲۵
۴۵۳	غیبی امداد کا مقصود	۱۲۶-۱۲۷
۴۵۴	اللہ کا اختیار	۱۲۸-۱۲۹
۴۵۵	سود کی ممانعت	۱۳۰
۴۵۶	سود خوروں کی سزا	۱۳۱-۱۳۳
۴۵۷	متقین کی صفات	۱۳۴-۱۳۵
۴۵۸	متقین کی خصوصیات اور اجر	۱۳۶
۴۵۹	درسِ عبرت	۱۳۷-۱۳۸
۴۶۰	مسلمانوں کا غلبہ	۱۳۹

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۴۶۱	گردش ایام	۱۴۰
۴۶۲	آزمائش و امتحان	۱۴۱-۱۴۰
۴۶۳	جنت کے داخلہ کی شرط	۱۴۳-۱۴۲
۴۶۴	حضرت محمد رسول خدا ہیں	۱۴۴
۴۶۵	رسول خدا کی رحلت	۱۴۴
۴۶۶	دنیا اور آخرت کا بدلہ	۱۴۵
۴۶۷	حضرات انبیاء اور ان کے ساتھی	۱۴۶
۴۶۸	اللہ والوں کی دعا	۱۴۸-۱۴۷
۴۶۹	کافروں کا کہا نہ مانو	۱۵۰-۱۴۹
۴۷۰	اسلام کا رعب	۱۵۱
۴۷۱	مسلمانوں کی آزمائش	۱۵۲
۴۷۲	رسول کی نافرمانی کا نتیجہ	۱۵۳
۴۷۳	اللہ تعالیٰ کی رحمت	۱۵۴
۴۷۴	منافقانہ وسوسے	۱۵۴
۴۷۵	منافقوں کی منافقت	۱۵۴
۴۷۶	آزمائش الٰہی کا مقصود	۱۵۵-۱۵۴
۴۷۷	منافقوں کی چالیں	۱۵۶
۴۷۸	موت و حیات کا مسئلہ	۱۵۸-۱۵۶
۴۷۹	آنحضرتؐ کی نرم خوئی	۱۵۹
۴۸۰	نصرت الٰہی	۱۶۰
۴۸۱	نبی کی شان	۱۶۲-۱۶۱
۴۸۲	رسول اللہ کے خصائص	۱۶۴
۴۸۳	ابتلا کا شکوہ	۱۶۵
۴۸۴	آزمائش کا مقصود	۱۶۷-۱۶۶
۴۸۵	منافقوں کی حیلہ سازی	۱۶۸-۱۶۷
۴۸۶	شہدا زندہ ہیں	۱۷۱-۱۶۹
۴۸۷	ہیبت کی بجائے ایمان	۱۷۳-۱۷۲

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۴۸۸	اللہ کا فضل	۱۷۴
۴۸۹	شیطان کا ڈراوا	۱۷۶-۱۷۵
۴۹۰	ایمان کے بدلے کفر	۱۷۸-۱۷۷
۴۹۱	حکمت خداوندی	۱۷۹
۴۹۲	بخل کا انجام	۱۸۰
۴۹۳	یہودیوں کی گستاخی	۱۸۲-۱۸۱
۴۹۴	یہودیوں کی کٹ حجتی	۱۸۴-۱۸۳
۴۹۵	موت کا مزہ	۱۸۵
۴۹۶	جان و مال کی آزمائش	۱۸۶
۴۹۷	اہل کتاب کا عہد	۱۸۷
۴۹۸	خوش فہمیاں	۱۸۹-۱۸۸
۴۹۹	آیات الٰہی میں غور و فکر	۱۹۱-۱۹۰
۵۰۰	داعی کی پکار	۱۹۳-۱۹۲
۵۰۱	نیکوکاروں کا اجر	۱۹۵-۱۹۴
۵۰۲	کفار کی خوشحالی	۱۹۸-۱۹۶
۵۰۳	اصول کامرانی	۲۰۰-۱۹۹
۵۰۴	سورہ آل عمران پر ایک نظر	
	سورۃ النساء	
۵۰۵	سورۃ النساء کا خلاصہ	
۵۰۶	انسان کی پیدائش	۱
۵۰۷	یتیموں کا مال	۲
۵۰۸	تعدد ازدواج	۳
۵۰۹	حق مہر	۵-۴
۵۱۰	یتیموں کی تربیت	۶
۵۱۱	میراث اور ترکہ کے حصہ دار	۷
۵۱۲	تقسیم میراث میں نرمی	۸

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۵۱۳	یتیم کو اپنی اولاد پر قیاس کرو	۹-۱۰
۵۱۴	مرد و عورت کے حصّوں کا تناسب	۱۱
۵۱۵	والدین کا حصّہ	۱۱
۵۱۶	میاں بیوی کا حصّہ	۱۲
۵۱۷	کلالہ کا حصّہ	۱۲
۵۱۸	وصیّت اور قرض	۱۲
۵۱۹	حدود اللہ	۱۳-۱۴
۵۲۰	بدکار عورتوں کی سزا	۱۵
۵۲۱	بدکار مردوں کی سزا	۱۶
۵۲۲	توبہ	۱۷
۵۲۳	جھوٹی توبہ	۱۸
۵۲۴	مجرموں سے سلوک	۱۹
۵۲۵	مہر کی ادائیگی	۲۰-۲۱
۵۲۶	ماؤں کا احترام	۲۲
۵۲۷	محرم عورتیں	۲۳
۵۲۸	دوسری محرم عورتیں	۲۳
	پارہ والمحصنٰت ۵	
۵۲۹	نکاح کی شرائط	۲۴
۵۳۰	مہر اور باہمی رضامندی	۲۴
۵۳۱	لونڈیوں سے نکاح	۲۵
۵۳۲	لونڈی سے نکاح کی شرائط	۲۵
۵۳۳	اللہ کیا چاہتا ہے؟	۲۶-۲۸
۵۳۴	مسلمان کی جان و مال	۲۹-۳۰
۵۳۵	کبائر سے گریز	۳۱
۵۳۶	حسد	۳۲
۵۳۷	وارثوں کا تقرر	۳۳

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۵۳۸	مردوں کو عورتوں پر فضیلت	۳۴
۵۳۹	سرکش عورتوں کی اصلاح	۳۴
۵۴۰	مصالحت اور ثالثی	۳۵
۵۴۱	حقوق العباد	۳۶
۵۴۲	ریاکار بخیل	۳۷-۳۸
۵۴۳	ریاکار بخیل غور کریں	۳۹-۴۰
۵۴۴	قیامت کے دن کفار کی حسرت	۴۱-۴۲
۵۴۵	نشہ اور نماز	۴۳
۵۴۶	تیمم	۴۳
۵۴۷	یہودیوں کا ارادۂ بد	۴۴-۴۵
۵۴۸	یہودیوں کی چالاکیاں	۴۶
۵۴۹	بہتر طریقہ	۴۶
۵۵۰	یہود کو دعوتِ ایمان	۴۷
۵۵۱	شرک کی بخشش نہیں	۴۸
۵۵۲	جھوٹ اور بہتان	۴۹-۵۰
۵۵۳	طاغوت اور بتوں کے فرمانبردار	۵۱-۵۲
۵۵۴	یہودیوں کی محرومی	۵۳-۵۴
۵۵۵	دوزخ کا عذاب	۵۵-۵۶
۵۵۶	جنّت کی نعمتیں	۵۷
۵۵۷	امانتیں اور عدل و انصاف	۵۸
۵۵۸	واجب الاطاعت کون؟	۵۹
۵۵۹	اختلاف کی صورت میں فیصلہ	۵۹
۵۶۰	آنحضرتؐ کا فیصلہ	۶۰
۵۶۱	آنحضرتؐ کے فیصلے کے بعد	۶۱-۶۲
۵۶۲	صحیح طرزِ عمل	۶۳-۶۴
۵۶۳	ایمان کی کسوٹی	۶۵
۵۶۴	شرعی احکام مشکل نہیں	۶۶-۶۸

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۵۶۵	اللہ کے انعام یافتہ بندے	۶۹-۷۰
۵۶۶	جہاد کے لیے تیار رہو	۷۱-۷۲
۵۶۷	جہاد اور اس کا اجر	۷۳-۷۴
۵۶۸	مظلوموں کی مدد میں جہاد	۷۵
۵۶۹	مومن اور کافر کی جنگ	۷۶
۵۷۰	لڑائی سے ڈرنے والے	۷۷
۵۷۱	موت سے بچنا ممکن نہیں	۷۷
۵۷۲	شامتِ اعمال	۷۸-۷۹
۵۷۳	رسول اللہ کی اطاعت	۸۰
۵۷۴	رسول کے خلاف سازشیں	۸۱
۵۷۵	صداقتِ قرآن کی دلیل	۸۲
۵۷۶	بے تحقیق افواہیں	۸۳
۵۷۷	جہاد اور اس کی ترغیب	۸۴-۸۵
۵۷۸	نیکی کا بدلہ	۸۶-۸۷
۵۷۹	ایمان کا معیار	۸۸-۸۹
۵۸۰	منافقوں سے جنگ	۸۹-۹۰
۵۸۱	صلح شکنوں سے جنگ	۹۰-۹۱
۵۸۲	نادانستہ قتلِ مسلم کی سزا	۹۱
۵۸۳	قتلِ عمد کی سزا	۹۲-۹۳
۵۸۴	جہاد میں قتل کے اندر احتیاط	۹۴
۵۸۵	مجاہدوں کے درجات	۹۵-۹۶
۵۸۶	مظلوموں کے لیے ہجرت	۹۷-۹۹
۵۸۷	مہاجر فی سبیل اللہ	۱۰۰
۵۸۸	سفر میں نمازِ قصر	۱۰۱
۵۸۹	نمازِ خوف	۱۰۲
۵۹۰	احتیاط ضروری ہے	۱۰۲
۵۹۱	نماز کے سوا ذکرِ الٰہی	۱۰۴

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۵۹۲	دشمن کو ڈھیل نہ دو	۱۰۴
۵۹۳	طرفداری کے بغیر انصاف	۱۰۵-۱۰۶
۵۹۴	مجرم کی کوئی حمایت نہیں	۱۰۷-۱۰۸
۵۹۵	استغفار	۱۰۹-۱۱۰
۵۹۶	بہتان اور تہمت	۱۱۱-۱۱۲
۵۹۷	آنحضرتؐ کی شان	۱۱۳
۵۹۸	سرگوشی	۱۱۴
۵۹۹	رسول اللہ کے مخالفین	۱۱۵
۶۰۰	شرک ناقابلِ معافی ہے	۱۱۶
۶۰۱	مشرکوں کا شرک	۱۱۷-۱۱۹
۶۰۲	شیطان کے ہتھکنڈے	۱۱۹-۱۲۱
۶۰۳	اللہ کا سچا وعدہ	۱۲۲
۶۰۴	آرزو پر فیصلے نہیں ہوتے	۱۲۳-۱۲۴
۶۰۵	اسلام اور ملتِ ابراہیمی	۱۲۵-۱۲۶
۶۰۶	قیامِ عدل	۱۲۷
۶۰۷	بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک	۱۲۸
۶۰۸	بیویوں میں عدل شرط ہے	۱۲۹-۱۳۰
۶۰۹	خوفِ خدا	۱۳۱-۱۳۲
۶۱۰	اللہ سب سے بے نیاز ہے	۱۳۳-۱۳۴
۶۱۱	بے لاگ گواہی	۱۳۵
۶۱۲	اہلِ ایمان سے مطالبۂ ایمان	۱۳۶
۶۱۳	ڈھل مل یقین منافق	۱۳۷-۱۳۹
۶۱۴	بری مجالس کا بائیکاٹ	۱۴۰
۶۱۵	منافقوں کی دوزخی مثال	۱۴۱
۶۱۶	منافقوں کی پہچان	۱۴۲-۱۴۳
۶۱۷	کفار کی دوستی	۱۴۴-۱۴۵
۶۱۸	نجات کی راہ	۱۴۶-۱۴۷

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
	پارہ لایحب اللہ (۶)	
۶۱۹	اصلاح کا طریق	۱۴۹-۱۴۸
۶۲۰	مکمل کفر	۱۵۱-۱۵۰
۶۲۱	اہلِ ایمان کے درجات	۱۵۲
۶۲۲	اہلِ کتاب کے سوال	۱۵۳
۶۲۳	یہود کی زیادتیاں	۱۵۴
۶۲۴	یہود کی بداعمالیاں	۱۵۵
۶۲۵	حضرت عیسیٰؑ سے یہود کا سلوک	۱۵۷-۱۵۶
۶۲۶	حیات و مماتِ مسیحؑ	۱۵۹-۱۵۸
۶۲۷	یہودیوں پر سختی	۱۶۱-۱۶۰
۶۲۸	اجرِ عظیم	۱۶۲
۶۲۹	اللہ کی وحی	۱۶۴-۱۶۳
۶۳۰	اللہ کی شہادت	۱۶۶-۱۶۵
۶۳۱	کفار کے لیے جہنم	۱۶۹-۱۶۸
۶۳۲	آخری رسول کی آمد	۱۷۰
۶۳۳	اہلِ کتاب کو نصیحت	۱۷۱
۶۳۴	اللہ کی بندگی کا اقرار	۱۷۲
۶۳۵	ایمان و عمل کی جزا	۱۷۳
۶۳۶	اللہ کی سند	۱۷۵-۱۷۴
۶۳۷	میراث کے باقی حکم	۱۷۶
۶۳۸	سورۂ النسا پر ایک نظر	

فہرست الفاظ منزل اوّل

(سُورۃ الفاتحہ۔ البقرہ۔ آلِ عمران۔ النساء)

صرف وُہ الفاظ جن کی تشریح حل لغات کے طور پر درسِ قرآن میں کی گئی ہے۔

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
الف		اجر	۶۳۵	اسلم	۱۵۷	اللہ	۲/۳
اللہ	۲-۴	اجل مسمًّی	۳۵۰	اسماء	۵۸	الاسلام	۳۷۱
اخوۃ	۲۲	اجلھن	۳۴۲-۳۰۰	اسمٰعیل	۱۵۲	الحمد	۴
آدم	۳۸۲	اجورھن	۵۳۰	اشتراء	۳۳/۴۹۰	الّذین اتبعوا	۱۹۲
آذوھما	۵۲۱	احاطت بہ	۱۱۰	اشکروالی	۱۷۸	الّذین کفروا	۱۳۳/۵۶۹
آل عمران	۳۸۲	احسان	۲۹۶	اشھرالحرام	۲۳۷/۲۴۹	الّذین امنوا	۵۶۹
آل فرعون	۸۰	احسنوا	۲۳۹	اصحٰب	۶۸	الّذین ھاجروا	۲۷۷
آیت اللہ	۹۴	احصروا	۳۴۳	اصحٰب النّار	۶۸	الّذین جاھدوا	۲۷۷
آیت بیّنٰت	۱۲۶	ادّٰرءتم	۱۰۴	اصحٰب السّبت	۵۵۰	الّذین یقاتلونکم	۲۳۲
آیۃ الکرسی	۳۲۵/۳۲۶	اذا	۵۷۰	اصطفٰک	۳۸۷	الّذی حاجّ	۳۲۹
ابنِ مریم	۳۲۳	اذیً	۲۸۷	اضطر	۱۹۸	الّذی مرّ	۳۳۰
ابتلٰی	۱۴۹	اذکرونی	۱۷۸	اضعافًا	۴۵۵	الٓمّٓ	۱۵
ابتغوا ماکتب اللہ	۳۲۴	اذن	۲۶۸	اضللن	۶۰۱	الم تر	۳۱۱
ابراھیم	۱۴۹	ازل	۶۴	اعتدوا	۹۸	الٰہ	
ابلیس	۶۱	ازواج مطھرۃ	۵۵۶	اعتزلوا	۲۸۷/۵۸۱	امام	۱۴۹
اتّباعٌ بالمعروف	۲۰۸	ازواج	۳۰۲	اعتصام	۴۳۱	امانت	۵۵۷
اتخذ	۱۴۲	اسباط	۱۶۱	اعلون	۴۶۰	امانۃ	۱۰۸
اتّخذنا ھزوا	۱۰۰	اسجدوا	۶۱	افضتم	۲۴۹	امّۃ واحدۃ	۲۶۷
اتقاء	۴۰/۹۶	اسحٰق	۱۵۸	اقتلوا	۲۲۳	امۃ مسلمۃ	۱۵۴
اتّقوا اللہ	۲۲۸	استعینوا	۷۶/۱۷۹	اقتلوا انفسکم	۸۵	امرءۃ عمران	۳۸۳
اثم	۱۱۳/۲۷۹	استمتاع	۵۳۰	اقسط	۳۵۲	امنا	۱۵۱
اثنتا عشر عینا	۹۱	السّلم	۵۸۱	اقوم	۳۵۲	اُم الکتاب	۳۶۲

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
امنین	۶۰۱	بدیع	۱۴۳	تراضوا	۳۰۲	الجٰھلین	۱۰۰
امیّین	۳۶۳	بِر	۲۰۲-۷۵	تسبیح (نسبح)	۵۶	جنبًا	۵۴۵
انداد	۴۱	بروج مشیّدہ	۵۷۱	تشکرون	۲۲۰-۸۳	جنّۃ	۶۲
انظرنا	۱۳۲	برھان	۴۳۶	تعتدوا	۲۳۲	جنّت	۵۵۶
انفاق	۳۰	بسطۃ	۳۱۵	تطمعون	۱۰۶	جنوب (واحد جنب)	۵۹۱
اوحینا	۶۲۹	بشیر	۱۴۵	تطوع	۲۱۴	ح	
اوّل بیت	۴۲۵	بعث	۲۶۷	تقویٰ (تتقون)	۹۶	حافظوا	۳۰۹
اولیاء	۴۸۹	بغیًا	۲۶۸	تکبّروا اللہ	۲۲۰	حبل اللہ	۴۳۱
اولوا العلم	۳۷۰	بکر	۱۰۱	تکتموا	۴۳	حبل من اللہ	۴۴۰
اولی القربیٰ	۵۱۲	بکم	۳۵	تُکلّف	۵۷۷	حبل من النّاس	۴۴۰
اھبطوا	۸۷-۶۵	بیت	۵۷۴	تکملوا العدّۃ	۲۲۰	حج	۱۸۴، ۲۲۱
اھل الکتاب	۱۳۳	البیت	۱۵۱	تلاوت	۱۷۴	حدود اللہ	۲۳۶، ۵۱۹
اھلہ	۲۳۰	بیّنات	۸۵-۱۱۶	تلبسوا	۴۳	حرثٍ	۲۵۹، ۲۸۹
ایام	۴۶۱		۳۲۳	تمتع	۲۴۴	حرج	۵۶۳
ایامًا معدودۃ	۱۰۹	بیّنات من الھدیٰ	۲۱۷	تنسیخ	۱۳۴	حروف مقطعات	۵
ایقان	۲۲	بنی اسرائیل	۴۹-۷۰	تنکح	۲۹۸	حزن	۴۷-۳۴۱
ایلاء	۲۹۳	ت		تنکیل	۵۷۷	〃	۴۶۰
اِیمان	۱۸-۹۵	تاب	۴۶	توّابین	۲۸۸	حسد	۳۶
اَیمان	۵۳۷	تابوا	۱۸۶	توبہ	۴۴-۳۱۷	حسنۃ	۲۵۴، ۵۶۳
ب		تابوت سکینۃ	۳۱۶	تولّٰی	۲۵۹	حطۃ	۵۹
بابل	۱۲۹	تتقون (اتقاء)	۹۶	ث		خطأً	۴۸۹
باطل	۲۸۸	تجارۃ حاضرۃ	۳۵۲	ثقفتموا	۵۸۱	حفیظ	۵۶۲
باشروھن	۲۳۴	تحریر	۵۸۲	ثلثۃ قروء	۲۹۴	حق تلاوتہ	۱۴۰
بالحق	۱۴۵	تحریف (یحرفونہ)	۱۰۶	ج		حکیم	۲۶۳
بحر	۸۱	تحیّۃ	۵۷۸	جالوت	۳۱۸	حکمۃ	۱۵۵، ۳۳۰
بدر	۴۵۱	تخافون	۲۲۴	جبریل	۱۲۵	حنیف	۱۶۰، ۲۰۱
بدل	۹۰	تدلوا	۲۲۹	جہر	۶۱۹	حلال	۱۹۳

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
حلالہ	۲۹۹	داؤد	۳۱۹	رضاعۃ	۵۲۰-۳۰۳	سلم	۳۶۲
حنیف	۱۹۰-۴۴۴	دِیَۃ	۵۸۲	رفث	۲۲۳	سلویٰ	۸۸
	۴۰۱	دَین	۳۵۰	رقاب	۲۰۳	سلیمٰن	۱۲۸
حواریون	۳۹۳	دِین	۶-۳۲۷	رقبہ	۵۸۲	سماءٌ	۳۶
حوبًا	۵۰۷		۲۳۹	رکوع	۷۴	سوٓھنّ	۵۲
الحی	۳۲۵	دین اللہ	۴۱۲	رمضان	۲۱۶	سیئۃ	۵۷۲
حین البأس	۲۰۶	ذ		روح القدس	۳۲۳	ش	
خ		ذالک	۲۴۵-۱۴	رھن	۳۵۳	شبہ	۴۲۵
خالد	۴۰۳	ذریّۃ	۱۵۰	ز		شجرۃ	۵۹۳-۲۳
خلدون	۴۹	ذکر	۲۵۰-۱۷۸	زکریا	۳۸۴	شحّ	۶۰۷
ختم	۳۵	ذکراللہ	۵۹۱	زکوٰۃ	۷۴	شرک	۵۵۱
خدع	۴۱۹-۲۸	ذلۃ	۹۳	زللتم	۲۶۳	شعائر	۱۸۴
خسرین	۹۷	ذوالقربیٰ	۲۰۳	زیغ	۳۶۴	شفاعت (یشفع)	۳۲۵
خسارہ	۹۷	ر		س		شکر (شکردن)	۸۳
خشوع	۷۹	راسخ	۹۲۸	سارسبیلا	۵۲۶	(اشکردلی)	۱۷۸
خصیم	۵۹۳	راعنا	۱۳۲	سبت	۹۸	شھداء	۱۲۸-۴۲
خطوٰت	۲۶۲	رب	۴	سبع سمٰوٰت	۵۲	شھد اللہ	۳۷۰
خلع	۲۹۷	ربّانی	۴۰۹	سجدہ	۶۱	شھید	۵۴۳
خلیفہ	۵۴	ربوا	۲۴۵	سجن	۴۳۳	شہرالحرام	۲۳۷/۲۷۳
خمر	۲۷۸	رحمٰن	۵-۲	سحر	۱۲۹	شھرین	۵۸۲
خوت	۲۴۴-۹۷	رحیم	۵-۲	سریع الحساب	۲۵۵	شیٰطین	۹۴-۳۲
خیر	۲۱۰-۳۳۳	رجز	۹۰	سعۃ	۵۸۷		۱۲۸
	۲۷۰	رجعت	۲۹۶-۲۹۵	سعی فی الارض	۲۵۹	ص	
خیرکثیر	۳۳۰	رزق	۳۲۴-۲۰	سفہاء	۱۷۷-۳۱	صابرین	۲۰۶
خیرامّۃ	۴۳۸	رسل	۳۲۳	سفک	۱۱۲	صاعقۃ	۴۲۳
خیرات	۱۷۵	رسول	۱۲۷	سُکاریٰ	۵۴۵	صالحین	۵۶۵
د		رشد	۳۲۷	سُلطان	۴۱۷-۴۷۰	صابئین	۹۵

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
صبر	۷۶-۱۷۹	طیبًا	۱۹۳	غشاوۃ	۲۵	قبلہ	۱۰۱
صبغۃ اللہ	۱۶۳	ظ		غشی	۴۷۳	قتل (یقتلون)	۹۲
صدقات	۵۰۹	ظالم	۶۳	غضب	۴۴۰	قتلیٰ	۲۰۶
صدیقین	۵۶۵	ظلمات	۳۲۹-۳۴	غلف	۶۲۳-۱۱۸	قدموا لانفسکم	۲۹۰
الصّعفہ	۸۶	ظن	۷۷	غیّ	۳۲۷	قربان	۳۹۳
صفا و مروہ	۱۸۴	ع		غیب	۱۸	قرض حسنہ	۳۱۲
صلوٰۃ	۱۹	عاد	۱۹۸	ف		قروء	۲۹۳
صلوات	۱۸۳	عاکف	۲۲۶-۱۵۲	فاحشہ	۵۲۰	قریب	۲۲۱
صلوٰۃ الوسطیٰ	۳۰۹	عالمین	۸۰-۴	فارض	۱۰۱	قریہ	۸۹
صم	۳۵	عبد	۴۰۸	فاسق	۴۹	قصاص	۲۰۷
صیام	۳۱۲	عبادت	۴۰۰-۷	فتنۃ	۱۳۰	قصر (نماز)	۵۱۱
ض		عدل	۷۹	فجر	۲۲۵	قصص الحق	۳۹۸
ضال		عدّت	۲۹۳/۳۰۵	فحشاء	۱۹۴	قفینا	۱۱۶
ضالّین	۲۵۰-۱۱	عدوان (اعتدوا)	۱۱۳-۹۰	فدیہ (افتدا)	۴۱۹	قوامون	۵۳۰
ضرب	۵۸۴	عصا	۹۱	فرقان	۴۸/۲۱۶	قول معروف	۳۲۵/۵۱۲
ضربت علی	۴۴۳-۹۳	عطرضۃ	۳۹۱	فرقنا بکم البحر	۸۱	قیوم	۳۲۵
ضلوا	۶۳۰	عرفات	۲۴۹	فسق	۹۰	ک	
ط		عفو	۲۸۰	فقراء	۳۴۰	کاظمین الغیظ	۲۵۷
طاغوت	۳۲۸/۵۵۳	علی حبّہ	۲۰۳	فضل	۲۳۰/۵۹۴	کافۃ	۳۰۲
طالوت	۳۱۴	عمرہ	۲۴۳-۱۸۴	فضلنا	۲۲۲	کبائر	۵۳۵
طائف	۱۵۲	عمل صالح	۴۵	فضیلت	۷۰	الکتب	۶
طائفتین	۴۵۰	عمی	۳۵	فلاح	۳۲	کتب اللہ	۱۲۷
طبع	۶۲۴	عوان	۱۰۱	فوتی	۴۷	کتب علیکم	۲۰۶/۵۴۰
طغیان	۳۲	عہد	۷۰۰-۵۰	فی سبیل اللہ	۱۸۰/۲۳۲	کرسی	۳۱۵
طلاق	۲۹۳	عیسیٰ	۱۱۶/۳۶۹	ق		کفر (کفروا)	۲۴
طواف	۱۸۴	غ		قاتلوا	۲۳۲/۲۳۶	(یکفرون)	۹۴
طور	۹۶	غرور	۶۰۲	قانت	۱۲۳/۳۰۹	(الذین کفروا)	۲۲

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
کلمة	۳۸۹	منطهرین	۲۰۸	مصیبة	۱۸۲		۶۲۴
کلمٰت	۶۶	متعمّدًا	۵۸۳	مطلقٰت	۲۹۴	میقات	۲۴۵
کلالہ	۶۲۷-۵۱۷	متعوهنّ	۳۰۷	معدودات	۲۵۲	ن	
کلمٰ اللہ	۲۲۹	منقین	۴۰-۱۰	معروف	۲۹۶	الناس	۴۰
کن فیکون	۱۴۳	مثل	۴۲-۳۴	مغانم	۵۸۴	نجوٰی	۵۹۰
ل		مثل دیگر	۴۴۵	مغفرة	۳۳۵	نذر	۳۴۱
لا اکراہ	۳۲۷	متابہ	۱۵۱	مغضوب	۱۱	نذیر	۱۴۵
لا تلقوا بایدیکم	۲۳۹	محراب	۳۸۴	مفلحون	۲۳	نوری اللہ	۸۶
لا تشکفون	۱۱۲	محسن	۰۹	مقام ابراهیم	۱۵۱	نسبّح	۵۶
لاهم ینصرون	۱۱۵	محصنات	۵۲۹/۵۳۱	مقتا	۵۲۶	نسک	۲۴۳
لباس	۲۲۳	محیض	۲۸۷	مکر	۳۹۳	نشوز	۶۰۷
لحم الخنزیر	۱۹۷	مُحیط	۳۷	ملٰئکة	۶۳۴-۵۴	نصارٰی	۹۵
لعلّ	۴۰	محکمات	۳۶۲	ملّة	۱۴۶	نعمتی	۷۰
لعنت	۱۱۸	مرسلین	۳۲۰	ملّة ابراهیم	۴۳۴-۱۶۰	نقدس	۵۶
لعنون	۱۸۵	مریم	۱۱۶	ملکین	۱۲۹	نقیر	۶۰۴
لغو	۲۹۲	مسّ	۳۰۷	مَن	۴۸۲	نکاح	۲۹۸
للہ	۲۴۳	مسجد	۱۴۰	من وسلوٰی	۸۸	نکالًا	۹۹
لئلا	۶۳۰	مسکنة	۹۳	منذرین	۲۶۷	ننسخ	۱۳۴
لیل	۲۲۵	مسلمًا	۴۰۱	مناسك	۲۵۲	النهر	۳۱۷
م		مسلمین	۱۵۴	منافق	۵۷۹-۲۶	و	
ما اهل بہ	۱۹۷	مسیح	۳۸۹	منهم	۱۵۵	والدات	۳۰۳
مالك	۶	مسجد الحرام	۱۷۱/۲۳۵	مواقیت	۲۳۰	وادث	۳۰۴
مالك الملك	۳۷۷	مشرکین	۱۳۳	موسیٰ	۸۲	وجهه	۱۴۱-۱۳۸
مباهله	۳۹۷	مشعر الحرام	۲۴۹	مهتدون	۱۸۳	وراء ظهورهم	۱۲۷
مبشرین	۲۶۷	مصدق	۳۶۰	مهین	۴۹۰/۵۹۰	وسطا	۱۶۸
متاع الغرور	۴۹۵	مصر	۹۲	میتة	۱۹۷	وصیة	۳۱۰-۲۱۰
متشابه	۳۶۲	مصلحون	۳۰	میثاق	۱۱۱-۴۹۷	وقع	۵۸۷

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
دلی	۳۲۸	یتربصن	۲۹۴-۳۰۵	یستجیبوالی	۲۱۲	یکفرون	۹۴
دھن	۴۶۰	یتعدّ	۵۱۹	یُضٰعفہ	۳۱۲	ینفقون	۲۰
ھ		یتلوا علیھم	۱۵۵	یطوف	۱۸۴	یوم	۷۹
ھادوا	۹۵	یتیم	۲۸۲	یطیقونہ	۲۱۴	یوم	۶
ھبوط	۶۵-۶۷	یحاجوکم	۱۰۷	یظنّون	۷۷	یوم	۳۲۴
ھدایت	۹	یحذرون	۱۰۶	یعقوب	۱۵۷	یوم التقی الجمعٰن	۴۰۴
ھُدًی	۲۱۷	یرغب	۱۵۶	یعلمھم الکتٰب	۱۵۵		
ھُدٰی	۳۴۲	یرفع	۱۵۴	یعمھون	۳۲	یوصیکم	۵۱۴
ھٰذہ الشجرۃ	۶۳	یزکیھم	۱۵۵	یفسقون	۹۰	یوقنون	۲۲
ھنیئًا مریئًا	۵۰۹	یسارعون	۴۸۹	یقتلون	۹۴	یؤمنون	۱۸
ی		یستفتحون	۱۱۹	یقیمون	۱۹	یؤمنوا بی	۲۲۲
یتامٰی	۵۰۷	یستفتون	۶۰۶	یکسب	۵۹۶	یؤلون	۲۹۳

میں نے اس پہلی منزل درس قرآن کے متن کو حرفاً حرفاً پڑھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اس کے متن میں کوئی غلطی نہیں ہے

محمد اقبال عفی عنہ

مدرس شعبہ تجوید۔ مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندی گراں

لاہور

فہرست اسماء و اعلام منزل اوّل

(سورۃ الفاتحہ۔ البقرہ۔ آلِ عمران اور النساء میں استعمال شدہ اسماء)

مع نام سورت و نمبر آیت

آدمؑ: البقرہ ۳۱-۳۲-۳۴
۳۵-۳۷
آلِ عمران ۳۳
آلِ ابراہیمؑ: آلِ عمران-۳۳
آلِ عمران: " " -۳۴
آلِ فرعون: البقرہ-۴۹-۵۰
آلِ عمران-۱۱
ابراہیمؑ: البقرہ-۳۴-۱۲۴
۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۳۰
۱۴۰-۲۵۸-۲۶۰
آلِ عمران-۶۷-۶۸
۸۴-۹۵-۹۷
النساء-۱۶۳
ابلیس: البقرہ-۳۲
اسحٰقؑ: البقرہ-۱۴۰
آلِ عمران-۸۴
اسلام: آلِ عمران-۱۹-۸۵
اسمٰعیلؑ: البقرہ-۱۳۷-۱۴۰
آلِ عمران-۸۴
النساء-۱۶۳
امراۃ عمران: آلِ عمران-۳۵
انجیل: آلِ عمران-۸۴
ایوبؑ: النساء-۱۶۳

بابل: البقرہ-۱۰۲
بدر: آلِ عمران-۱۲۳
بکّہ (مکّہ): آلِ عمران-۹۶
توراۃ: " -۴۸-۵۰-۹۳
جالوت: البقرہ-۲۴۹-۲۵۰
۲۵۱
جبریلؑ: البقرہ-۹۷-۹۸
حج: " -۱۸۹-۱۹۶-۱۹۷
حواری: آلِ عمران-۵۲
خنزیر: البقرہ-۱۷۳
داؤدؑ: النساء-۱۶۳
رمضان: البقرہ-۱۸۵
روح القدس: البقرہ-۸۷-۲۵۳
زبور: النساء-۱۶۳
زکریاؑ: آلِ عمران-۳۷-۳۸
سلیمانؑ: البقرہ-۱۰۲
النساء-۱۶۳
شیاطین: البقرہ-۱۰۲-۱۶۸
صابئین: " -۶۲
صفا: " -۱۵۸
طالوت: " -۲۴۷-۲۴۹
طور: " -۶۳-۹۳
النساء-۱۵۴

عرفات: البقرہ-۱۹۸
عمران: آلِ عمران-۳۵
عیسیٰؑ: البقرہ-۸۷-۲۵۳
آلِ عمران-۴۵-۵۲
۵۵-۵۹
۸۴
النساء-۱۵۷-۱۶۳
۱۷۱-۱۷۲
فرقان: البقرہ-۱۸۵
آلِ عمران-۴
قرآن: البقرہ-۱۸۵
النساء-۸۲
ماروت: البقرہ-۱۰۲
محمدؐ: آلِ عمران-۱۴۴
مروہ: البقرہ-۱۵۸
مریمؑ: آلِ عمران-۳۶-۳۷
۴۳-۴۵
مسٰجد: البقرہ-۱۸۷
مسجد الحرام: البقرہ-۱۹۱-۱۹۶
۲۱۷
مسیحؑ: (دیکھو عیسیٰؑ)
مشعر الحرام: البقرہ-۱۹۸
مقامِ ابراہیمؑ: " -۱۲۵

موسیٰؑ: البقرہ-۵۱-۵۳-۵۴
۵۵-۶۰-۶۱-۶۷
۸۷-۹۲-۲۴۸
النساء-۱۵۳-۱۶۴
آلِ عمران-۸۴
میکٰیل (میکائیل): البقرہ-۹۸
نصاریٰ: البقرہ-۶۲-۱۱۳
۱۲۰ ۱۳۵
۱۴۰
نوحؑ: آلِ عمران-۳۳
النساء-۱۶۳
ہاروت: البقرہ-۱۰۲
ہارونؑ: " -۲۴۸
النساء-۱۶۳
یحییٰؑ: آلِ عمران-۳۹
یعقوبؑ: البقرہ-۱۴۰
آلِ عمران-۸۴
النساء-۱۶۳
یونسؑ: النساء-۱۶۳
یہودی: البقرہ-۶۲-۱۱۱
(ھادوا-یہودی): ۱۱۳-۱۲۰
النساء-۴۶
۱۶۰

تعوّذ

اَعُوْذُ - بِاللّٰہِ - مِنَ - الشَّیْطٰنِ - الرَّجِیْمِ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی سے شیطان مردود میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق وُہ بھی ہے جسے شیطان کہتے ہیں۔ وُہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ جب فرشتوں اور آدم علیہ السلام میں مُقابلہ ہُوا۔ اور حضرت آدمؑ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وُہ سب کے سب آدمؑ کے آگے جھک جائیں۔ چنانچہ اُن سب نے اُنہیں سجدہ کیا۔ مگر شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ اس کے اندر تکبّر کی بیماری تھی۔ جب اس سے جواب طلبی کی گئی۔ تو اُس نے کہا۔ مُجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔ اس لئے میں اس سے بہتر ہوں۔ آگ مٹی کے آگے کیسے جُھک سکتی ہے؟ شیطان کو اسی تکبّر کی بنا پر ہمیشہ کے لئے مرُدود قرار دے دیا گیا اور قیامت تک کے لئے اس پر لعنت کی گئی۔

اب شیطان نے اپنی اس ذلّت کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ کسی نہ کسی طریقہ سے حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی حوّا کو جنّت سے نکلوا دیا۔ اور اُس نے اِس بات کا اعلان کر دیا۔ کہ مَیں قیامت تک آدمؑ کی اولاد کو صحیح راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ شیطان ہمارا مستقل دُشمن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حُکم دیا کہ اس طرح اللہ کے حضُور میں دُعا کریں۔ "اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہُوں شیطان کے وسوسوں سے۔ اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہُوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آئے۔"

حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان تمہارے رگ و ریشہ میں اس طرح اثر کرتا ہے۔ جس طرح کہ خُون تمام جسم میں دوڑتا ہے۔ شیطان آدمی کو دیکھتا ہے۔ مگر آدمی شیطان کو نہیں دیکھ سکتا۔ نہ اس کے حملہ سے آسانی کے ساتھ بچاؤ کر سکتا ہے۔ اس لئے ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وُہ شیطان کے اثر سے پناہ مانگے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ تلاوت کی ابتداء میں

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

پڑھا جائے۔ تاکہ خدائے بزرگ و برتر ہمیں اپنی پناہ میں لے لے اور اس نیک کام میں شیطان کو بہکانے اور پھسلانے کا موقع نہ ملے۔ آیات کی غلط تاویل سے معنوں کی حقیقت بدل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی گمراہیوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اللہ کے نام کے ساتھ جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الرَّحِیْمِ	الرَّحْمٰنِ	اللّٰہِ	اِسْمِ	بِ
نہایت رحم کرنے والا	بہت مہربان	اللہ	نام	ساتھ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے تین نام بیان کئے گئے ہیں۔ اَللّٰہُ ۔ رَحْمٰنٌ ۔ رَحِیْمٌ

اَللّٰہُ : ایسا نام ہے جو صرف اسی کی ذات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کسی اور کو اس نام سے نہیں پکارا جاتا۔ اسے اسم ذات کہتے ہیں۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ زمین بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور آسمان بھی۔ دریا، پہاڑ، نباتات، جمادات، چاند، سورج غرض ہر چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اسی کی قدرت سے چاند اور ستارے روشن ہوتے ہیں۔ پرندے اسی کے حکم سے اڑتے ہیں۔ وہی بارش برساتا ہے۔ اور ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے۔

رَحْمٰنٌ : (بہت مہربان) اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ یہ اس کی رحمت عامہ کا اظہار ہے۔ کہ وہ سب پر یکساں رحم فرماتا ہے۔ اس کی ہوا، بارش اور دوسری مہربانیاں نیک و بد پر یکساں ہوتی ہیں اور وہ بن مانگے ہم پر بے شمار انعام فرماتا ہے۔

رَحِیْمٌ : (نہایت رحم کرنے والا) یہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا صفاتی نام ہے۔ اور اس کی خاص رحمت کا اظہار ہے۔ وہ اپنے بندوں پر خصوصی انعام فرماتا ہے۔ ایک نیکی کے بدلے میں ستر بلند درجے بخشتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کام شروع کرتے تو اس سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ لیا کرتے تھے۔

جب ہم اس کا نام لے کر کسی کام میں ہاتھ ڈالیں گے۔ تو گویا ہم یہ کہیں گے۔ کہ میرا دل بالکل پاک ہے۔ میری نیت میں پورا پورا خلوص ہے۔ میرا مقصد اعلیٰ ہے۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں اور شرک سے پوری طرح بیزار ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے۔ تو ہمیں اسی کی رحمت پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔ اور ڈرپوک بن کر پیچھے نہ ہٹنا چاہیئے۔ جب ہم اس طرح اللہ کی رحمت پر توکل کریں گے۔ تو ہر کام میں یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ اگر کسی کام کے شروع کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ تو اس کام میں خدا کی برکت شامل نہ ہوگی۔ اور اس سے دل کو اطمینان حاصل نہ ہوگا۔

ہم درس قرآن کی ابتداء اسی کے نام سے کرتے ہیں۔ اس کی مدد یقیناً ہمارے ساتھ ہوگی اور ہم اپنی زندگی میں کامیاب ہوں گے۔

سورۂ فاتحہ ـــــ تعارف

سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورۃ ہے۔ ہم اس سے متعلق چند ضروری باتیں بیان کرتے ہیں۔
یہ مکی سورۃ ہے فاتحہ کے معنی ہیں ابتدا کرنے والی۔ یہ سورۃ قرآن مجید کے شروع میں آئی ہے۔ اس لئے اسے الفاتحہ کہتے ہیں۔ گویا یہ قرآن مجید کا دیباچہ ہے۔ اس کا نام آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود تجویز فرمایا۔ اس کے اور بھی کئی نام ہیں۔ مثلاً سُورَۃ الشفاء کہ اس کی تاثیر سے رُوحانی اور جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے۔ اُمّ القرآن کہ یہ قرآن کی اصل ہے اور قرآن مجید کے سب علوم اس میں جمع ہیں۔ تعلیم المسئلہ کہ اس میں خدا تعالیٰ نے بندوں کو سوال کرنا سکھایا ہے۔ السبع المثانی کہ اس کی سات آئتیں ہیں اور وُہ بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ الحمد کہ اس میں خدا کی خوبیوں کا بیان ہے۔ اسی طرح الکافیہ، الکنز، الاساس اور الصلوٰۃ وغیرہ بھی اس کے نام ہیں جن سے اس سورۃ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔
اس سورۃ کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہے کہ یہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ الفاظ کے اعتبار سے گو مختصر ہے مگر مضامین اور معانی کے لحاظ سے گویا دریا کوزہ میں بند ہے۔
اگر ہم قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کرنا چاہیں تو یوں کہیں گے کہ قرآن کریم میں تین مضمون بیان کئے گئے ہیں اور ان کا بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا یہ کہ زمین و آسمان اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ وُہ واحد ہے اور تمام چیزوں کی وہی نگہبانی اور پرورش کرتا ہے۔ دُوسرا مضمون یہ ہے کہ ہر انسان اپنے کاموں کا خود ذمہ دار ہے۔ اور قیامت کے روز تمام لوگوں کو اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ جہاں کاموں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ اور انہی کے مطابق جزا اور سزا دی جائے گی۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ دُنیا کے ہر مُلک اور ہر قوم میں اللہ کی طرف سے رسُول بھیجے گئے ہیں۔ جو لوگوں کو سیدھی اور غلط راہ میں فرق بتلاتے رہے اور نیکی کی ہدایت کرتے رہے۔ قرآن مجید کے یہ تینوں مضامین سورۂ فاتحہ میں چند جملوں کے اندر بیان کر دیئے گئے ہیں۔
جناب ابی سعد بن معلیؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ دیکھو میں تمہیں مسجد سے باہر جانے سے پیشتر قرآن کی ایک اہم سورۃ بتاؤں گا۔ آپ میرا ہاتھ پکڑ کر چلے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ وُہ سورۃ الحمد ہے جس کی سات آئتیں ہیں اور وُہ بہت بڑا ورد ہے۔ جو مجھ کو عطا ہُوا ہے۔ جناب عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریلؑ حاضر تھے۔ کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہُوا اور کہا کہ یا رسُول اللہ مژدہ ہو کہ آپؐ کو خُدا نے دو نور عطا فرمائے۔ جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔ ایک سورۃ الفاتحہ اور دُوسرا سورۃ البقرہ۔
آپ نے دیکھا کہ یہ سورۃ کس قدر فضیلت والی ہے۔ گویا سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اس سورۃ کو خاص توجہ اور غور کے ساتھ پڑھنے، سمجھنے اور دُوسروں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اللہ ہم سب کو توفیق بخشے۔

رَبُّ العالمین

اَلْحَمْدُ - لِلّٰهِ - رَبِّ - الْعٰلَمِیْنَ ۝۱　　اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱

تمام خوبیاں　اللہ کے لئے　رب　تمام جہانوں　کا　　تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اس آیت میں چند لفظ آئے ہیں۔ پہلے آپ اُن کا مطلب سمجھ لیجئے۔

اَلْحَمْدُ (ال: تمام حمد: تعریفیں اور خوبیاں) عربی زبان میں ال تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ تمام، خاص اور جو یہاں پہلے (تمام) معنوں میں آیا ہے۔ حمد سے مُراد تعریف اور خوبی ہے۔ جو مدح اور شکر سے بلند تر ہے۔

اَللّٰهُ: خُدا کا اسم ذات ہے۔ کسی اور کے لئے اس کا استعمال نہیں ہو سکتا۔ نہ کبھی خدا کے سوا کسی اور کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ یہ کسی اور لفظ سے نہیں بنا۔ یہ نام اُس کی ذات پاک کے لئے مخصُوص ہے۔

رب: سے مُراد وُہ ذات پاک ہے۔ جس نے سب چیزوں کو وجُود عطا کیا۔ پھر ایک حال سے دُوسری حالت کی طرف ترقی دی۔ یہاں تک کہ درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔

عَالَمِیْنَ: سے مُراد ہے تمام خلقت۔ تمام موجودات۔ تمام جماعتیں اور تمام جہان۔ عالمین کا واحد عالَم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پہچان کرائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے۔ کہ حمد و ثنا درحقیقت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر کوئی حاکم انصاف کرتا ہے۔ تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ نے صفتِ عدل اس کے اندر رکھ دی ہے۔ کسی کے ہاتھ میں اگر شفا ہے۔ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اسے یہ کمال عطا کر دیا ہے۔ کوئی حسین اور خوبصورت ہے یا کسی کی عادت پاکیزہ ہے تو اس کے لئے بھی صفت و ستائش کی اصلی حق دار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ یہ اسی کا عطیہ ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ اسلام کا خُدا کسی مخصُوص نسل، کسی مخصُوص قوم یا قبیلہ کا خُدا نہیں۔ اسلام سے قبل جتنے مذہب موجُود تھے۔ وُہ اس وسیع تصور سے واقف نہ تھے۔ ہر قوم خدا کو صرف اپنا خُدا سمجھتی تھی۔ گویا خدا کی حیثیت محض قومی خُدا کی رہ گئی تھی۔ بنی اسرائیل جیسی توحید پرست قوم بھی اسے صرف اپنا خدا سمجھتی تھی۔ مگر قرآن نے ان تمام غلط عقیدوں کو مٹا دیا اور بتایا۔ کہ اس کائنات کے ہر ذرہ اور ہر چیز کا خدا ایک ہی ہے۔

ہمیں اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے۔ کہ ہم تمام انسانوں کی خدمت کریں۔ انسانوں کے علاوہ حیوانات سے بھی ہمدردی رکھیں کسی کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔

ہمارا تصور محدُود نہیں۔ بلکہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہمارا اللہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ وُہ صرف انسانوں کا نہیں۔ بلکہ ساری مخلوق کا پروردگار ہے۔ صرف اس دُنیا کا نہیں۔ بلکہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

رحمٰن و رحیم

الرَّحْمٰنِ ۔ الرَّحِيْمِ ۲　　الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۲

جو رحم کرنے والا　جو بڑا مہربان　　جو نہایت رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے ۔

رَحْمٰن ۔ یعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے ۔ انسان جب دُنیا میں آتا ہے ۔ تو وُہ جسمانی اور رُوحانی بلاؤں میں گرفتار ہوتا ہے ۔ اُسے سینکڑوں چیزوں کی ضرُورت پڑتی ہے ۔ اس دُنیا میں مومن و کافر بُرے بھلے سب بستے ہیں ۔ اور سب کو اُس کی رحمت کی ضرُورت ہے ۔ اس لئے اللہ نے اپنی صفت رحمان بتائی ۔ یعنی وُہ بلا تمیز ہر شخص پر اپنی رحمت برساتا ہے ۔ کسی کو اپنے انعامات سے محرُوم نہیں کرتا اور بن مانگے انعام واکرام فرماتا ہے ۔

رَحِیْم ۔ یعنی بڑا مہربان ۔ اس لفظ سے اُس نے یہ بتایا ۔ کہ اللہ لوگوں کو اُن کے حق سے بہت زیادہ دیتا ہے ۔ جو اس کے احکام کی پیروی کریں گے ۔ اُن پر خاص انعامات فرمائے گا ۔ اس نام کو آخر میں لانے سے ہمیں یہ بھی بتا دیا کہ اس دُنیا کے بعد ایک دُوسری دُنیا آئے گی ۔ اور جب ہم یہاں سے کُوچ کر کے اگلے جہان میں جائیں گے ۔ تو ہمارے ایمان اور عمل کے لحاظ سے ہم پر اللہ کی خاص رحمت کا ظہور ہو گا ۔ رحمانیت اس کی صفتِ عام ہے اور رحیمیت اس کی صفتِ خاص ہے ۔

رَحْمٰن ہونے کی صُورت میں اس نے ہماری ہر حاجت کو پُورا کرنے کا سامان کر دیا ۔ زمین و آسمان پیدا کئے ۔ سُورج ، چاند اور ستارے بنائے ۔ دریا اور سمُندر بہائے ۔ جنگل پھیلائے اور پہاڑ کھڑے کئے ۔ نباتات ، جمادات اور حیوانات پیدا کئے ۔ اپنی رحمت کا سایہ والدین کے دِل پر ڈالا ۔ کہ وُہ اولاد سے بے غرض اور دِلی محبّت کرتے ہیں ۔ اولاد کو ہر طرح کا آرام پہنچاتے ہیں ۔ اللہ کے یہ انعام مُسلمان اور کافر سب پر یکساں ہیں ۔ نیک اور بد کی کوئی تمیز نہیں ۔

رَحِیْم ہونے کی صُورت میں ہمارے نیک کاموں کا اجر زیادہ سے زیادہ دیتا ہے ۔ اور اس دُنیا کے بعد بھی ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے گا ۔ اور جنّت کا وارث بنائے گا ۔ وُہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے بڑے بڑے نتائج پیدا کرتا ہے ۔ معمُولی معمُولی نیکیوں کا اجر زیادہ سے زیادہ دے گا ۔

اللہ کی ان صفتوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے ۔ کہ ہم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ محبّت اور شفقت سے پیش آئیں ۔ اُن کی جو ضرُورت ہم پُوری کر سکتے ہوں ۔ اُن کی مدد کریں ۔ اور اُن کی لغزشوں سے درگُذر کریں ۔ تاکہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا اظہار ہو ۔ اور اُس کی مخلوق راحت حاصل کرے ۔

جزا و سزا

مٰلِكِ - يَوْمِ - الدِّيْنِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳

مالک دن بدلہ وُہ بدلہ کے دن کا مالک ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ وُہ بدلہ کی گھڑی کا مالک ہے۔ آپ ان لفظوں کے معنے سمجھ لیجئے۔

مالک: اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ کوئی حاکم یا قاضی کیسے ہی وسیع اختیارات رکھتا ہو۔ بہرحال اُس کے اختیارات محدُود ہی ہوتے ہیں۔ اور وُہ مجرم کو قانون کے مُطابق سزا دینے پر مجبُور ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مالک کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جسے پُورے پُورے اختیارات حاصل ہیں۔ چاہے تو وُہ مجرم کو بخش دے۔ چاہے تو سزا دے۔ اُس پر کوئی حاکم نہیں۔

دِین: اس کے لفظی معنی جزا اور بدلہ کے ہیں۔ اور قیامت کو روزِ جزا اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ وُہ حساب اور بدلہ کا دن ہوگا روزِ جزا کا مالک ہونے سے مُراد یہ ہے۔ کہ اُس روز اس کی صفتِ مالکیت کو بڑے سے بڑا مُنکر اور کافر بھی دیکھ لے گا۔ اور کوئی حساب کتاب اور جزا و سزا سے بھاگ نہیں سکے گا۔

دُنیا میں جس قدر نبی آئے۔ وُہ سب کے سب لوگوں کو بتاتے رہے۔ کہ ہر انسان اپنے کاموں کا خود ہی ذمّہ دار ہے۔ اور ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب اس سے اس کے کاموں کے بارے میں پُوچھا جائے گا۔ اور ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے گا۔ یہ بدلہ اگرچہ دُنیا میں بھی ملتا ہے۔ مگر پُورا پُورا قیامت کو ہی ملے گا۔ جبکہ زمین اور آسمان کی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ تمام لوگ اللہ کے دربار میں جمع ہوں گے۔ اُس روز اسی کی بادشاہت ہوگی۔ وُہ لوگوں کے اچھے کاموں پر ثواب اور بُرے کاموں پر عذاب دے گا۔ اُس روز کسی کو طاقت نہ ہوگی کہ اُس کے فیصلہ کی نافرمانی کر سکے۔ یا اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ یا مُجرم کو زبردستی چُھڑا لے جائے۔ یا کچھ معاوضہ دے کر نجات حاصل کر لے۔

جو شخص اُس روز سُرخرو ٹھیرا۔ وُہ بہت خوش قسمت ہوگا۔ وُہ عالیشان باغات اور محلوں میں آباد ہوگا۔ اُس کے لئے قسم قسم کے میوے شہد اور دُودھ کی نہریں ہوں گی۔ اس کے برعکس اس روز جو شخص ناکام رہا۔ وُہ بہت بدنصیب ہوگا۔ دوزخ کی آگ کے شعلوں میں جھونکا جائے گا۔

اُس دن کی پریشانی اور عذاب سے بچنے کے لئے ہمیں اس دُنیا میں تیاری کرنی چاہیئے۔ ہمیشہ ایسے کام کریں۔ جن کا حکم خدا اور اُس کے رسُول نے ہمیں دیا ہے۔ تاکہ قیامت کے روز ہمیں شرمساری نہ ہو۔ جہنم کے ہولناک عذاب سے نجات حاصل ہو۔ اور جنّت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل ہوں۔

عبادت

اِیَّاكَ ۔ نَعْبُدُ

صرف تیری ہم عبادت کرتے ہیں

اِیَّاكَ نَعْبُدُ

ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں

ہم اللہ کی چار صفتیں پڑھ چکے ہیں ۔ وُہ تمام جہانوں کا رب ہے ۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اپنی ترقی اسی کی مدد سے پاتی ہے ۔ وہی ہر ایک کی ضرورتوں کا پُورا کرنے والا ہے ۔ وُہ بے حد مہربان ہے ۔ اپنی رحمت سے ہر شخص کی ضرورتیں پُوری کرتا ہے ۔ ہر قسم کی مشکلات دُور کرتا ہے ۔ وُہ رحیم بھی ہے ۔ جو شخص اُس کے حکم مانے اور اس کے بتلائے ہُوئے قانون کے مُطابق عمل کرے ۔ وُہ اُسے اچھا بدلہ دیتا ہے ۔ اور اس دُنیا سے کُوچ کرنے کے بعد اُسے دُوسری دُنیا میں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا ۔ وُہ بدلہ کی گھڑی کا مالک بھی ہے ۔ اس دُنیا میں بھی ہمارے کاموں کے نتیجے پیدا کرتا ہے ۔ اور اُن کا بدلہ دیتا ہے ۔ اور قیامت کے بعد بھی ہمارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دے گا ۔ اچھے کاموں کی جزا اور بُرے کاموں کی سزا دے گا ۔

اللہ کی یہ صفات بیان کر کے اس آیت میں اب بندوں کو اُن کا فرض بتایا گیا ہے ۔ کہ وُہ صُبح و شام سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے صرف اسی ایک اللہ کی اطاعت اور بندگی میں مصرُوف رہیں ۔ ہر وقت اسی کو پُکاریں ۔ مُصیبت کی گھڑی میں اُسی سے فریاد کریں ۔ اور آرام و سکون کے وقت اُسی کا شکر ادا کریں ۔ تمام جھُوٹے معبودوں سے ہٹ کر صرف اسی کی عبادت کریں ۔

عبادت کے معنی بندگی ۔ اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں ۔ اور اس سے مُراد نہایت درجہ کی عاجزی اور انتہائی انکساری ہے ۔ جو کسی کی تعظیم کے لئے عمل میں آئے ۔ گویا ہر حرکت کرتے وقت انسان اللہ کی عبادت میں لگا رہے ۔ اسلام نے عبادت سے صرف پرستش اور بندگی مُراد نہیں لی ۔ بلکہ عبادت میں بندگی کے علاوہ کامل اطاعت اور فرمانبرداری کو شامل کیا ۔ مقصد یہ ہے کہ انسان ہر کام اللہ کے حُکموں کے مُطابق کرے ۔ اور کوئی بات اُس کی مرضی کے خلاف نہ کرے ۔

اِیَّاكَ نَعْبُدُ (ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور آئندہ بھی تیری ہی اطاعت کریں گے) ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں ۔ کہ اس میں کسی اور کو شریک نہ کریں گے ۔

تمام انسان حضرت آدم ؑ کی اولاد ہیں ۔ کِس میں یہ طاقت ہے کہ وُہ اپنے آپ کو خدا کہلا سکے اور کسی کو اپنی بندگی پر مجبُور کرئے یا کسی انسان کے لئے یہ کب جائز ہے کہ وُہ خدا کے سوا کسی اور کے حکموں کو مانے یا اپنی مرضی پر چلے ۔ ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں اس کے حکموں کے مقابلہ میں کسی کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ۔

انسان کی دستگیری

وَ - اِیَّاکَ - نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۴﴾
اور تیری ہی ہم مدد طلب کرتے ہیں ۔

وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۴﴾
اور ہم تیری ہی مدد طلب کرتے ہیں ۔

انسان جب اللہ کو اپنا رب مہربان اور مالک تسلیم کرتا ہے ۔ اور اپنی عاجزی اور بندگی کا اقرار کرتا ہے ۔ تو اب بندے کے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ۔ کہ وُہ اپنی ہر ضرورت کے وقت اسی کو یاد کرے ۔ اور اپنے ہر کام میں کامیابی کے لئے اور ہر مصیبت میں بچاؤ کے لئے اور ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اسی آقا کو پکارے ۔

وُہ اپنی کتاب میں جا بجا یہ وعدہ کرتا ہے ۔ کہ اگر انسان پوری طرح خدا کا فرمانبردار ہو کر رہے ۔ تو خدا کبھی اُسے نامراد اور ناکام نہیں لوٹائے گا ۔ اللہ تمام کائنات کی ہر قسم کی مخلوق کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے ۔ بھوکوں کو روزی پہنچاتا ہے ۔ بیماروں کو شفا بخشتا ہے ۔ یتیموں اور مسکینوں کی نگرانی کرتا ہے ۔ دن رات کھلے ہاتھوں اپنی رحمت لٹاتا ہے ۔ لیکن پھر بھی اس کی رحمت میں کوئی کمی نہیں آتی ۔ اگر زمین و آسمان کے بسنے والے سب اپنی اپنی آرزوؤں کا اظہار اپنے اپنے طور پر اسی کے سامنے کرتے ہیں ۔ اور خدا ان سب کو پورا کرتا ہے ۔ پھر بھی اس کے خزانے میں اتنی کمی نہیں ہوتی ۔ جتنی ایک بڑے سمندر میں ایک سوئی ڈبو کر باہر نکال لینے سے ہو سکتی ہے ۔ ہم میں کوئی شخص کتنا بھی امیر ہو ۔ وُہ اس قدر دولت تقسیم نہیں کر سکتا ۔ اور اگر جرأت کرے بھی ۔ تو اس کا خزانہ پل بھر میں ختم ہو جائے گا ۔ اور آخر کار وُہ بھی خدا ہی سے مانگنے پر مجبور ہو گا ۔

اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ، عربی میں سادہ طور پر اس مطلب کے ادا کرنے کے لئے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں ۔ نَسۡتَعِیۡنُکَ کہا جاتا ہے ۔ لیکن اللہ ربُّ العزت نے معنی میں خاص زور اور تاکید پیدا کرنے کے لئے اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ فرمایا ۔ اب اس کے معنی یہ ہو گئے کہ ہم سب کو چھوڑ کر تجھی سے مدد مانگتے ہیں ۔

انسان کی بے بسی اور بے چارگی کا تقاضا ہے ۔ کہ وُہ کسی ضرورت کے لئے خدا کے سوا کسی اور سے مدد نہ مانگے ۔ ہر امتحان میں اسی کا سہارا ڈھونڈے ۔ ہر مصیبت میں نجات اسی سے طلب کرے ۔ ہر مہم میں کامیابی کے لئے اسی کو پکارے ۔ اس کے سوا کون ہے جو اس کے دردِ دل کا درماں بن سکے ۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس بات کا وعدہ کرے کہ وُہ کبھی کسی سے نہیں مانگے گا ۔ اس پر تمام صحابہ نے عہد کیا کہ وُہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگیں گے چنانچہ ان صحابہؓ نے زندگی بھر کسی سے کچھ نہیں مانگا ۔ بعض لوگوں نے یہاں تک کیا کہ اگر سواری پر بیٹھے ہوئے چابک گر جاتا تو کسی سے چابک اٹھا کر دینے کو نہ کہتے ۔ بلکہ خود اُترتے اور چابک اُٹھاتے ۔

یہ ہے ہمارے بزرگوں کا عمل ۔ ہم بھی اسی راہ پر چل کر اپنی دُنیا اور آخرت کو کامیاب بنا سکتے ہیں ۔

سیدھا راستہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥

تو ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے

اِهْدِ - نَا - الصِّرَاطَ - الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥

تو ہدایت دے ہم کو　راستہ　سیدھا

ہم نے اللہ کو اپنا رب، مالک اور مہربان تسلیم کر کے اس کے ساتھ اقرار کیا۔ کہ ہم صرف اسی کی اطاعت اور بندگی کریں گے۔ اور اسی سے ہر وقت مدد مانگیں گے۔ اب ہماری یہ آرزو ہے۔ کہ ہمارا آقا ہماری رہنمائی کرے اور ہم بھولے سے بھی کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھیں۔ جو اس کی ناراضگی کا سبب ہو۔ اس کے لئے ہمیں ایسی راہ کی ضرورت ہے۔ جس پر چل کر ہم اُس کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ اور جو ہمیں بالکل سیدھا اُسی تک پہنچا دے۔

اِهْدِ (ہدایت دے) ہدایت عربی زبان کا ایک بڑا جامع لفظ ہے۔ اس کے معنی میں کئی باتیں شامل ہیں۔ (۱) راستہ دکھانا۔ (۲) راستہ پر چلانا۔ (۳) منزلِ مقصود پر پہنچا دینا۔ یعنی دُعا یہ ہے۔ کہ ہمیں اگر راستہ معلوم نہ ہو۔ تو وُہ دکھا دے۔ اور جو راستہ کا علم رکھتے ہیں۔ انہیں اُس پر چلنے کی توفیق بخش۔ اور جب نیک راستہ پر چل رہے ہیں۔ تو اس پر قائم رکھ۔ تاکہ اپنی کامیابی کی منزل کو پالیں اور راستہ ہی میں نہ رہ جائیں۔

یہ راہ ہم اپنے علم اور اپنی عقل سے دریافت نہیں کر سکتے۔ چونکہ علم محدود ہے اور عقل ناقص ہے۔ اس لئے ہم اسی سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے علم کی بنا پر ہمیں ایسی راہ بتا دے۔ جس میں کوئی کمی نہ ہو۔ کوئی اُونچ نیچ نہ ہو۔ کہیں ٹھوکر لگنے کا ڈر نہ ہو۔ زندگی کا مکمل دستور العمل ہو۔ زندگی کے ہر گوشہ اور ہر شعبہ میں ہدایت کا ایک مکمل قاعدہ ہو۔

یہ دُعا ہم جمع کے صیغے میں اس لئے کرتے ہیں۔ تاکہ ہر شخص کا ذاتی تعلق پُوری امت سے قائم رہے۔ عبادت کرتے ہیں تو ہم سب۔ مدد مانگتے ہیں تو ہم سب۔ ہدایت کی درخواست کرتے ہیں تو ہم سب۔ مِل جُل کر رہنے کی ایسی تعلیم اسلام کے سوا کہیں اور نہیں پائی جاتی۔

یہ دُعا کس قدر جامع اور مکمل ہے۔ "اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔" کون سا ایسا وقت ہے۔ جب انسان کو صحیح راہ اور درست طریقہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کھانا پینا، لکھنا، پڑھنا، چلنا پھرنا، خرید و فروخت، حکومت و سلطنت کے کام، عدالت اور مُقدمات کے فیصلے۔ غرض زندگی کا ایسا کون سا مسئلہ ہے۔ جس میں انسان کو صحیح رہنمائی درکار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا ہر نماز میں مقرر کر دی۔ تاکہ صبح و شام اور رات دِن ہر وقت انسان زندگی کے معاملات میں اللہ سے رہنمائی اور اور توفیقِ عمل طلب کرتا رہے۔

ہر مذہب نے اپنے ماننے والوں کو دُعا تلقین کی ہے۔ مگر کوئی روٹی مانگتا ہے۔ کوئی طاقت کے لئے دُعا کرتا ہے۔ کوئی دِل کی روشنی چاہتا ہے۔ کوئی گناہوں کی معافی کے لئے دُعا کرتا ہے۔ ہمارے پرور دگار نے ہمیں ایک جامع اور مکمل دُعا بتلائی کہ ہر دم ہر کام میں صحیح اور درست راہ معلوم کرنے اور اس پر چلنے اور قائم رہنے کی دُعا کرو۔

انعام پانے والوں کا راستہ

صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ صِرَاطَ - الَّذِيۡنَ - اَنۡعَمۡتَ - عَلَىٰ - هِمۡ ۙ۬

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ راستہ ان لوگوں کا تو نے انعام کیا پر وہ

اس سے پہلی آیت میں ہم نے اللہ سے دُعا کی تھی۔ کہ وُہ ہمیں سیدھی راہ دکھائے۔ اب سیدھی راہ کی مزید تشریح اس آیت میں کی گئی ہے۔ مکمل تعلیم اور ہدایت کی ساری باتیں قرآن مجید میں آگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان ہدایتوں کے عملی نمونے بھی انسانوں میں کثرت سے بھیج دیئے۔ تاکہ ان کی پاکیزہ زندگی سامنے رکھ کر صراطِ مستقیم پر چلنا ہمیں اور زیادہ آسان ہو جائے۔ چنانچہ ہمیں دُعا بتلائی۔ کہ وُہ ہمیں ایسے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلائے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمائے۔ ان انعام یافتہ لوگوں کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ نساء کی آیت ۶۹ میں موجود ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے "اُن لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح اور ان کی رفاقت کیسی اچھی ہے۔" (۴ : ۶۹)

نبی : اس برگزیدہ شخصیت کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے چُن لیا ہو۔ نبی کی تعلیم میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔ وُہ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہوتا ہے۔ بے شمار انبیاء کی زندگی کے واقعات قرآن مجید میں کثرت سے بیان ہُوئے ہیں۔ نبیوں کی اس پاکیزہ جماعت کے سب سے بڑے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کی مبارک سیرت کی ایک ایک بات محفوظ ہے۔ اور ہر بات کی پیروی ہماری زندگی میں کامیابی اور آخرت میں نجات کا باعث ہے۔

صدیق : انبیاء کے بعد دُوسرے درجہ پر ہیں۔ یہ لوگ نبیوں کی تعلیمات کے ذریعے بڑے اُونچے درجہ کو پہنچتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق اکبر کہلائے۔

شہداء : وُہ بزرگ کہلاتے ہیں۔ جن پر نبیوں کی تعلیم سے ایک خاص اثر پڑتا ہے۔ ان کو ثواب اور اللہ کے وعدوں پر پُورا یقین ہوتا ہے۔ اور وُہ یہاں تک آمادہ ہو جاتے ہیں کہ اپنی جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اُن لوگوں کو اللہ ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے۔

صالحین : وُہ لوگ ہیں جو انبیاء کی پیروی ہر ممکن طریق سے کرتے ہیں۔ یہ سبھی لوگ اپنے اپنے درجہ میں بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ کا کام دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ کہ سیدھی اور درست راہ وہی ہے۔ جس پر یہ انعام یافتہ لوگ چلے ہیں۔ اُنہی کے نقشِ قدم پر چل کر کامیابیاں حاصل ہوں گی۔

گمراہوں کا راستہ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷ ع ۱

نہ غضب کیا گیا جن پر اور نہ گمراہ نہ ان کا جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے

سورۂ فاتحہ میں ہمیں یہ دُعا تبلائی گئی ہے۔ کہ "اے ہمارے رب ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ اُن لوگوں کی راہ جو دُنیا و آخرت میں تیرے انعام کے مستحق ہُوئے۔ جن پر ہمیشہ تیری برکتیں نازل ہوتی رہیں۔ اس آیت میں تبلایا کہ یہ بھی دُعا کرو۔ کہ" اے اللہ ہمیں اُن لوگوں کی راہ سے بچا جو مغضوب اور گمراہ ہُوئے"۔

مَغْضُوْبٌ: (غضب سے ہے) یعنی وُہ لوگ جو اللہ کے غضب کا شکار ہُوئے۔ جن پر اللہ تعالٰی کا غصّہ اور عذاب نازل ہُوا جنہوں نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی نبیوں کو جھٹلایا اور حق کو پہچان لینے کے بعد بھی اُس کو مٹانے کی کوشش کی جنہوں نے تیری تنبیہ کی کوئی پرواہ نہ کی اور جان بُوجھ کر اپنے کاموں کی وجہ سے تیرے غصّہ اور غضب کا نشانہ بنے۔

اَلضَّآلِّيْنَ: (گمراہ) اس سے مُراد ایسے لوگ ہیں جو غلط راہ پر پڑ گئے۔ یہ گمراہی اس طرح ہوتی ہے۔ کہ ہدایت کے اسباب تو میسر ہیں۔ مگر جان بُوجھ کر غلط راستہ اختیار کیا جائے۔ یہ بات کبھی ذاتی خواہشوں میں پھنس کر اخلاق و روحانیت کو چھوڑ دینے سے، کبھی مال و دولت کی حرص سے۔ کبھی غلط رسموں اور بُری عادتوں میں پڑ جانے سے اور کبھی بُری صحبت سے پیدا ہو جاتی ہے۔

مفسّرین کرام فرماتے ہیں کہ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی پُوری مثال یہودی ہیں جو اللہ کے غضب کا شکار ہُوئے۔ اس بات کی تائید میں حدیثیں بھی آئی ہیں۔ یُوں یہ آیت ان سب کے حق میں عام ہے۔ جو شرارت اور ذاتی بُرائی کی وجہ سے سچائی کی مخالفت جان بُوجھ کر کرتے رہے۔ اور اُن پر اللہ کا عذاب آیا۔

مفسّرین کے نزدیک الضّآلّین کی ظاہری مثال عیسائیوں کی ہے۔ جو ایک نبی کو مان لینے کے بعد بھی گمراہی میں جا پھنسے اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے علاوہ جو قوم بھی حق کی راہ سے بھٹکے گی۔ گمراہ کہلائے گی اور الضّآلّین کی فہرست میں شمار ہو گی۔

ہم اللہ تعالٰی سے دُعا کرتے ہیں کہ وُہ ہمیں ایسے تمام لوگوں سے بچائے جن پر اُس کا غصّہ اور غضب ہُوا۔ جو عملی غلطیوں کے شکار ہُوئے۔ اور جو سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔ اور عقیدہ کی خرابی اور عمل کی بُرائی کا شکار ہُوئے۔

آمین (خدا کرے ایسا ہی ہو)

سُورۂ فاتحہ کا خلاصہ

سورۂ فاتحہ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورۃ ہے۔ اسی لئے الفاتحہ (کھولنے والی اور پہلی سورۃ) اس کا نام رکھا گیا۔
یہ سورۃ ایک طرح سے کتاب اللہ کا دیباچہ اور خلاصہ ہے۔ اس سورۃ میں مختصر طور پر ان مضامین کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ جن کا مفصّل ذکر قرآن حکیم میں آئے گا۔ اسی بنا پر اس کے دُوسرے نام۔ اُمّ القرآن، الکنز اور اساس القرآن ہیں۔
جب ہم سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ تو سب سے پہلے یہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس لئے ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ جب وُہ ہماری تمام ضرورتوں کا ضامن ہے تو ہمیں اپنی ضرُوریات کو پُورا کرنے کے لئے سیدھی راہ سے کبھی بھی اِدھر اُدھر نہ ہونا چاہیئے۔ ہمیں چاہیئے کہ دھوکہ، فریب، جھُوٹ اور ناجائز ذریعہ ہرگز استعمال نہ کریں۔ جب ہماری حاجتوں کا پُورا ہونا یقینی اور اٹل ہے تو انہیں غلط طریقہ سے کیوں پُورا کیا جائے۔
اس کے بعد ہم نے پڑھا کہ وُہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اپنی بے حساب رحمت سے کام لے کر اس کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی شے سے لے کر بڑی سے بڑی ہستی پر اپنی رحمتوں کی بارش برساتا ہے۔ ہر بُرے بھلے اور مومن و کافر کی ضرُورتوں کو پُورا کرتا ہے۔ اُس کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ وُہ اس دُنیا میں بھی ہم سے مہربانی اور شفقت سے پیش آتا ہے۔ اور اس دُنیا کے بعد آنے والی دُوسری دُنیا میں بھی ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا۔
پھر ہم نے پڑھا کہ وُہ حساب وکتاب کے دن کا مالک ہے۔ اس روز تمام انسان اپنے نامۂ اعمال ہاتھوں میں لئے اُس کے حضور میں عاجزی سے کھڑے ہوں گے۔ اور اپنے اپنے کاموں کا بدلہ پائیں گے۔ ہمیں اُس دن سے ڈرنا چاہیئے اور نیک عمل کرنے چاہئیں۔
اس کے بعد ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہم صرف اُس ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ہر کام میں اُسی کی مدد مانگتے ہیں۔ زندگی کی ہر مُصیبت اور ہر کٹھن منزل پر اُسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ تاکہ وُہ ہمیں سیدھی راہ دکھائے۔ جس پر چل کر ہم اپنی منزلِ مقصُود کو پہنچ جائیں۔ یہ راہ اُن لوگوں کی ہو۔ جن پر اُس نے انعامات کی بارش کی۔ اور ان لوگوں کی راہ سے بچائے۔ جن پر اُس کا غصہ اور عذاب نازل ہُوا۔ اور ہمیں اس راہ سے بھی محفوظ رکھے۔ جس سے قومیں گمراہی میں گرفتار ہُوئیں۔

آمین (خدا کرے ایسا ہی ہو)

سُورۃ بقرہ ـــــ تعارُف اور خُلاصہ

سُورَۃُ البَقرَۃ : قرآن مجید کی دُوسری سورۃ ہے۔ مدینہ میں نازل ہُوئی۔ یہ سورۃ قرآن مجید کی سب سُورتوں سے بڑی ہے۔ اس میں ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوع ہیں۔ بقرہ کے معنے ہیں گائے۔ چونکہ اس سورۃ میں گائے کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام سُورہ بقرہ رکھا گیا۔

یہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ ہے۔ عقائد اور اعمال سے متعلق اہم ترین تعلیمات اس کے اندر آگئی ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے سیکھنے میں کئی سال لگ گئے۔ اس سے مُراد الفاظ کا حفظ نہیں بلکہ اس کے حکموں اور مسئلوں کا سیکھنا اور سمجھنا ہے۔ ذیل میں ہم اس کے مضامین کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

اس سورت میں سب سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ قرآنِ حکیم ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ جن کے دِلوں میں اللہ کا خوف اور پرہیز گاری کا مادہ ہو۔ اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن سُن کر تین قسم کے لوگ پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ دُنیا میں ہر نئی تحریک کے سلسلہ میں ہوتا آیا ہے۔ اوّل مومن جو اس پر تہِ دل سے ایمان لائیں گے۔ دوم کافر جو اس کے مخالف ہوں گے۔ اور سوم منافق جو ظاہری طور پر مانیں گے مگر دل سے انکار کریں گے۔ اس کے بعد سب سے پہلا حکم تمام انسانوں کو اللہ کی عبادت کا دیا گیا ہے۔ اور قرآن کریم کی سچائی ثابت کی گئی ہے۔

چوتھے رکوع میں حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش اور اُن کے خلافتِ ارضی کے مستحق ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ایک بڑے خاندان یعنی بنی اسرائیل کی زندگی کا ذکر پانچویں رکوع سے شروع ہوتا ہے۔ اس خاندان میں سینکڑوں نبی اور رسُول پیدا ہُوئے ہیں۔ اس خاندان کے حالات اللہ تعالیٰ نے سبق آموز طریقہ میں بیان کئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اپنی لغو حرکات اور خرابیوں کی وجہ سے یہ قوم خلافتِ الٰہی کے قابل نہ رہی۔

پانچویں رکوُع سے پندرھویں رکوُع تک بنی اسرائیل کی تاریخ کے کئی واقعات بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً اُن کے عہد و پیمان کوہ طور پر جلوۂ خداوندی۔ سبت (ہفتہ کے دن) کا واقعہ۔ گائے کا واقعہ۔ قتل انبیاء کے حالات۔ سحر اور جادُو کی ناپاک کوششیں انبیاء کی توہین کی ناجائز حرکات۔ نجات اور بخشش کے غلط عقیدے۔ وغیرہ

سولھویں رکوع سے بنی اسرائیل کے مزید حالات اور حضرت آدم کی اولاد میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب میں پیدائش کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی خانۂ کعبہ کا ذکر ہے۔ اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے درجات بیان ہُوئے ہیں۔ بیسویں رکوُع میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد حلال و حرام کی بحث ہے۔

سورۂ بقرہ ــــــ خلاصہ

سورۂ بقرہ کے بیسویں رکوع میں ارشاد ہُوا کہ حقیقی نیکی کیا ہے۔ اس کے بعد چھبیسویں رکوع تک قصاص (بدلہ) میراث روزہ، دُعا، حج، جہاد اور اللہ کی راہ میں مالی قربانی کے مسائل اور اس کے احکام مذکور ہوئے ہیں۔

ستائیسویں رکوع سے معاشرتی اور خاندانی زندگی کے مسائل شروع ہوتے ہیں۔ یعنی نکاح حیض و نفاس۔ طلاق۔ عدت نکاح ثانی۔ بچوں کی تربیت اور حق مہر وغیرہ۔

رکوع نمبر ۳۲ میں پھر جہاد کا بیان ہے۔ اور مثال میں حضرت طالوت کا جالوت سے مقابلہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فتح اور شکست، سامانِ جنگ اور لشکروں کی کمی زیادتی پر منحصر نہیں۔ اکثر چھوٹی فوجیں بڑے لشکروں پر غالب آجایا کرتی ہیں۔

چونتیسویں رکوع میں آیۃ الکرسی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا حیّ و قیوم ہونا اور بہت سی دُوسری صفتیں مذکور ہیں۔ اور یہ کہ اسلام کے قبول کرنے میں کسی پر زبردستی نہیں کیونکہ اس کے دلائل اور خوبیاں واضح ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے چند سبق آموز واقعات مذکور ہیں۔ انتالیسویں رکوع تک صدقہ و خیرات اور پرہیزگاری کے احکام ہیں۔ سُود کی ممانعت ہے اور گواہی کے بارہ میں ہدایات اور قوانین کا بیان ہے۔ تجارت کے چند اصول بھی درمیان میں آگئے ہیں۔

سورۃ کے آخری یعنی چالیسویں رکوع میں ایمان و اسلام کا خلاصہ اور ایک جامع دُعا بیان ہُوئی ہے۔ اس دُعا کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (ہمیں کافروں کی جماعت پر برتری عطا فرما) یہ قرآن کی دعوت کا نتیجہ ہے۔ گویا قرآن کی تعلیم سے جو قوم پیدا ہوگی۔ اس کے ذریعہ سے اللہ کا قانون کفر پر غالب آجائے گا۔ یہاں اللہ کو ماننے والی قوم اور نہ ماننے والی اقوام کا انجام بتایا گیا ہے۔ مومن کامیاب ہوں گے۔ اور منکر مغلوب اور ناکام ہوں گے۔ سورۃ کا اختتام گویا انہی الفاظ پر ہُوا ہے، جہاں سے شروع ہُوا تھا۔

یہ بات نہ بھُولنی چاہیئے۔ کہ یہ خلاصہ محض مضامین کا ایک تصوّر دلانے کے لئے بیان ہُوا ہے۔ ورنہ کلام اللہ کے حقائق اور کمالات کا خلاصہ چند لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اللہ کا نام لے کر اس سورۃ کے احکام میں غور و فکر کریں۔ اس کی حکمتیں سمجھیں اور اُن پر عمل کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰیَۃً

حروفِ مقطّعات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا بہت مہربان ہے۔

الٓمّٓ ۞ الٓمّٓ ۞

سورۃ بقرہ کی ابتدا الٓمّٓ سے ہوئی ہے۔ اس قسم کے حروف کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ یعنی یہ حروف اکٹھے لکھے جاتے ہیں۔ لیکن جُدا جُدا پڑھے جاتے ہیں۔ یہ حروف (الٓمّٓ) اس سورۃ کے علاوہ پانچ اور سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں ان حروف کے علاوہ اس قسم کے کچھ اور حروف بھی ہیں۔ جو قرآن پاک کی مختلف سورتوں کی ابتدا میں شامل ہوئے ہیں۔ حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں کی کل تعداد ۲۹ ہے۔

الٓمّٓ کے معنی کیا ہیں؟ اس بارہ میں کوئی قطعی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے صحابہؓ اور علمائے اُمت کو ان کا علم ہے۔ اور مختلف بزرگوں نے اپنے اپنے انداز میں ان کی تشریح فرمائی ہے۔ مثلاً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ الٓمّٓ سے مُراد ہے اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ (میں ہوں اللہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا) ایک بزرگ نے فرمایا کہ الٓمّٓ کے الف سے مُراد اللہ ہے۔ جس نے یہ کتاب پاک نازل فرمائی۔ لؔ سے مُراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی وحی لاتے تھے۔ اور مؔ سے مُراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر اللہ کی یہ کتاب حضرت جبریلؑ کے ذریعہ اتری ایک نوجوان مصری عالم سید نصوح طاہر نے حروفِ ابجد کے اعتبار سے حساب لگا کر یہ بتایا کہ دراصل ان حروف میں سورتوں کی آیتوں کی تعداد ملتی ہے۔ ایک اور محقق عالم نے تاریخی اعتبار سے یہ فرمایا ہے کہ ان حروفِ مقطعات میں ان تاریخی واقعات کا سن اور تاریخوں کا ذکر ہے۔ جن کا حال اس سورۃ میں بیان ہُوا ہے۔

مختصر یہ کہ ان حروف کا علم عالموں اور نیک بندوں نے پایا اور ہمیں تبلایا۔ اس طرح کے حروف اسلام سے پہلے بھی عربی زبان میں استعمال ہوتے تھے۔ جن سے ہر عربی جاننے والا بخوبی واقف ہے۔ عربی کے علاوہ اردو، فارسی، انگریزی میں بھی یہ رواج موجود ہے مثلاً امتحانوں کے نام بی اے، ایم اے، ایل ایل بی۔ انجمنوں اور اداروں کے نام مثلاً یو این او، ایس پی ایس کے وغیرہ۔ انسانوں کے نام ایم اے مرزا، ایم ڈی شیخ وغیرہ۔ القاب اور خطاب کے بی۔ کے ایس۔ کے سی آئی وغیرہ یہ مثالیں جو ہم نے بیان کی ہیں۔ بہت مشہور ہیں لیکن پھر بھی ہر شخص ان سے باخبر نہیں۔ ان کا مطلب صرف وہی جانتے ہیں جو ان سے تعلق اور دلچسپی رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ کلام اللہ کو پُوری طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس پر عمل کریں اور اس کا علم و عمل دُور و نزدیک پھیلائیں۔ دُنیا کی مُصیبتوں کا حل اسی میں ہے اور خود ہماری کامیابی اسی سے وابستہ ہے۔

قرآن مجید کی حیثیت

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ ذٰلِكَ ۔ الْكِتٰبُ ۔ لَا ۔ رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ مع

اس کتاب میں (کوئی) شک نہیں یہ کتاب نہیں شک اس میں

ذٰلِكَ (یہ) کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ عربی میں ذٰلِكَ اور اس کے علاوہ اور چند لفظ اشارہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ذٰلِكَ عام طور پر دُور کی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ یہاں قرآن مجید کی بزرگی اور بڑائی کے لحاظ سے یہ دُور کا اشارہ قریب (اس) کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

اَلْكِتٰبُ: ہر لکھی ہُوئی چیز کو کتاب کہتے ہیں۔ ال جب کسی اسم سے پہلے آئے تو اُسے خاص کر دیتا ہے۔ چنانچہ کتٰب سے پہلے جو ال ہے۔ اس سے خاص کتاب قرآن مجید مُراد ہے۔

دُنیا میں ہر انسان کو سچے اصول معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان پر چل کر اپنا مقصد حاصل کرے۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ ایسے اصُول اپنی عقل سے معلوم کرلیں۔ مگر تجربہ سے ظاہر ہے کہ جو اصُول انسان اپنی عقل سے نکالتا ہے۔ وُہ سچے اور یقینی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مختلف مسائل کے بارے میں لوگوں کے مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ گویا ہم اپنی عقل سے ایک اصُول پر جمع نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جتنے مُنہ اتنی ہی باتیں ہوں گی۔

اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کمال شفقت سے کتاب عنایت فرمائی۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اس کتاب کی باتیں حکمت سے بھری ہُوئی سچی اور اٹل ہیں اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ اس میں جو وعدے کئے گئے ہیں۔ وُہ یقینی طور پر پُورے ہوں گے۔ اور جو تعلیم اس میں دی گئی ہے۔ وُہ بلاشبہ دُرست نتیجے پیدا کرے گی۔ اگر کسی کو کوئی شک والی بات نظر آئے تو وُہ تھوڑے سے غور وفکر سے خود قرآن ہی کے ذریعہ سے دُور ہو سکتی ہے۔

قرآن کی تعلیم عقل کی پہنچ سے دُور نہیں۔ انسانوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ کہ وُہ تجربہ کر کے قرآن کی سچائی کو آزمالیں۔ یقیناً اس کے استعمال سے ان کی ہر تکلیف دُور ہو جائے گی۔ کون نہیں جانتا۔ کہ عرب قوم جہالت میں ڈوبی ہُوئی تھی۔ وُہ سب سے زیادہ پسماندہ تھی۔ غیر مہذب اور غیر متمدن تھی۔ جب اس قوم نے قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کیا تو وُہ اخلاق، معاملات، رہن سہن، تعلیم وحکمت، سیاست اور معیشت غرض زندگی کے ہر مرحلہ میں کامیاب ہوگئی۔ جو سب سے پیچھے تھے۔ وُہ قرآن حکیم کی بدولت دُنیا کے امام بن گئے۔ قرآن کا ہر وعدہ پُورا اترا۔ لیکن جب اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو وہی بیماریاں پھر لوٹ آئیں۔

ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم پھر نئے سرے سے ایک پختہ عزم کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا عہد کریں۔ ہر قسم کے شکوک و شبہات چھوڑ دیں۔ اور اللہ کے وعدوں کے مطابق دُنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کریں۔

قرآن حکیم کا مقصد

هُدًى - لِّ - الْمُتَّقِينَ ② هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ②

ہدایت واسطے پرہیزگار (جمع) پرہیزگاروں کے واسطے ہدایت ہے۔

هُدًى: (ہدایت) راستہ کا علم، راستہ پر چلنے کا ساز و سامان اور توفیق نیز منزل پر پہنچنے کی قوت۔ یہ تمام باتیں ہدایت کے معنوں میں شامل ہیں۔ اس کی تشریح سورۃ فاتحہ میں گذر چکی ہے)۔

مُتَّقِينَ (پرہیزگار) یہ متقی کی جمع ہے۔ اور لفظ تقویٰ سے بنا ہے۔ متقی وُہ ہے جس میں تقویٰ ہو۔ تقویٰ احتیاط اور نگہداشت کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے متقی کے معنی ہُوئے پرہیزگاری کے ساتھ بسر کرنے والا۔ جو ہر کام سوچ سمجھ کر احتیاط سے کرتا ہو۔ تقویٰ کی تشریح میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ قابل غور ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا اگر کسی ایسے جنگل میں سے گذرو جو کانٹوں اور جھاڑیوں سے بھرا ہُوا ہو۔ تو کیا کرو گے؟ اُنہوں نے جواب دیا۔ میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ لوں گا۔ کہ دامن کانٹوں سے نہ اُلجھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بس یہی تقویٰ ہے۔

ظاہر ہُوا کہ قرآن کی ہدایت ان لوگوں کے لئے مفید ہے۔ جو دُنیا کی زندگی کے جنگل میں ہر قسم کے کانٹوں یعنی گناہوں وغیرہ سے بچ کر اپنی منزل تک پہنچنا چاہتے ہوں۔

انسان دو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ بعض کی طبیعت لااُبالی ہوتی ہے۔ وُہ اس قدر بے فکرے ہوتے ہیں کہ بے سوچے سمجھے ہر کام میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو ہر کام کرنے سے پہلے سوچ سمجھ کر احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہدایت سے فائدہ احتیاط سے زندگی بسر کرنے والے لوگ ہی اٹھا سکیں گے۔ یہی لوگ ہیں جن میں تقوے کا رنگ پایا جاتا ہے۔ قرآن پاک کی تعلیمات سے پرہیزگاری انتہائی مدارج تک پہنچ جائے گی۔ اور وُہ صفات جن کا بیان آگے ہے۔ پیدا ہو جائیں گی۔

یہ کتاب ساری دُنیا کی ہدایت کے لئے نازل ہُوئی ہے۔ اور یہ خطاب بھی سارے جہان والوں سے کر رہی ہے مگر عملاً اس سے نفع صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ جن کے اندر سچائی کی طلب اور تلاش ہو۔ آخر ہر کام کے لئے کچھ سامان کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً چلنے کے لئے پاؤں ضروری ہیں، دیکھنے کے لئے آنکھیں۔ اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے دل کے اندر تقویٰ یعنی احتیاط کا مادہ موجود ہونا لازم ہے۔ سُورج تو سارے جہان پر چمکتا ہے لیکن جنہوں نے اپنی دیکھنے کی قوت ہی ضائع کر دی ہو ان کے لئے اس کی روشنی بیکار ہے۔ اگر زمین شور ہو تو بارش اس پر بے اثر ثابت ہوگی۔ دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم خود اپنے کاموں کا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قبل اس کے کہ دُوسرے تم سے جواب طلب کریں۔ تم خود اپنا جائزہ لیتے رہا کرو"۔

مُتّقیوں کی صفات ــــ (۱) ایمان بالغیب

اَلَّذِیۡنَ ۔ یُؤۡمِنُوۡنَ ۔ بِالۡغَیۡبِ
جو لوگ ایمان لاتے ہیں غیب پر

اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ
جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ : (وُہ لوگ جو کہ) قواعد میں اسے اسم موصول کہتے ہیں۔ اس کا واحد اَلَّذِیۡ ہے۔ یہ لفظ بار بار استعمال ہوگا۔ ذہن نشین کر لیں۔

یُؤۡمِنُوۡنَ : (ایمان لاتے ہیں) یہ لفظ ایمان سے نکلا ہے۔ ایمان سے مُراد یہ ہے کہ کسی حقیقت کو زبان سے ماننا۔ دِل سے اس پر یقین رکھنا اور اس کے مُطابق عمل کا ارادہ کر لینا۔ جو ایمان لاتا ہے۔ وُہ شک و شبہ سے امن میں آجاتا ہے۔ یہی ایمان ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔

غَیۡب سے مُراد وُہ عالم ہے۔ جو اس ظاہری دُنیا سے بلند ہے۔ اور جس کی خبریں صرف نبی کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، فرشتے، جنّت و دوزخ، قیامت، حساب کتاب اور جزاء و سزا وغیرہ نبی پر ایمان لائے بغیر ایمان بالغیب کامل نہیں ہوتا۔

اس سے پہلے سبق میں بتایا گیا تھا۔ کہ قرآن مجید ان لوگوں کے لئے دستورِ ہدایت ہے۔ جو نہایت خلوص اور پاک نیّت سے اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیں۔ جن میں احتیاط اور نگہداشت سے زندگی بسر کرنے کا جذبہ اور استعداد موجود ہو۔ اور وُہ محتاط اور پاکیزہ زندگی گذارنے کے مشتاق ہوں۔ اس آیت میں متّقین کی پہلی صفت بیان کی جاتی ہے۔ جو قرآنی ہدایت سے ان میں پیدا ہوگی۔ وُہ یہ ہے کہ وُہ ایسی چیزوں پر بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ جن کا وجود ظاہری حواس سے بلند ہو۔

ایمان کے بغیر دِل میں بے چینی اور بے قراری ہی رہتی ہے۔ کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں شک، تردّد اور وہم و گمان اپنی جگہ دِل میں بنا لیتے ہیں۔ لیکن ایک ایماندار سخت سے سخت مُصیبت اور آزمائش کے وقت بھی کبھی نہیں گھبراتا۔ بلکہ اُس کی ڈھارس بندھی رہتی ہے۔ کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ وُہ ایک بڑا سہارا اور مضبُوط آسرا رکھتا ہے۔ اس سے دماغ کو سکون، دِل کو اطمینان اور رُوح کو چین نصیب ہوتا ہے۔ عالمِ غیب کا یہ عقیدہ دین کا مغز اور ایمان کی رُوح ہے۔ اس کے بغیر ایمان پُختہ نہیں ہوتا۔

ہم نے اپنے آپ کو قرآن کریم سے ہدایت لینے کے لئے تیار کر لیا اور متّقی لوگوں میں شامل ہو گئے۔ اب ہمیں چاہیئے۔ کہ قرآن کی تعلیمات کے مُطابق اپنے اندر وُہ صفات پیدا کر لیں۔ جن کا قرآن حکیم حکم دیتا ہے۔ ہمیں بلا چُون و چرا غیب کی تمام حقیقتوں پر ایمان لے آنا چاہیئے۔ جن کی خبر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق دے۔

(۲) نماز کی پابندی

وَ - یُقِیْمُوْنَ - الصَّلٰوۃَ — وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ

اور قائم کرتے ہیں نماز — اور نماز قائم کرتے ہیں ۔

یُقِیْمُوْنَ : (قائم کرتے ہیں) اِقَامت سے بنا ہے ۔اس کے معنی ہیں قائم کرنا اِقَامتِ الصَّلٰوۃ سے مُراد یہ ہے کہ پوری شرائط اور پابندی کے ساتھ نماز باقاعدگی سے خود بھی ادا کرے اور دُوسروں کو بھی اس کی ادائیگی پر آمادہ کرے ۔

صَلٰوۃ کے لفظی معنی دُعا کے ہیں ۔شریعت کی اصطلاح میں صلوٰۃ خاص عبادت (نماز) کا نام ہے ۔اس کا نام صلوٰۃ اس لئے رکھا گیا ہے ۔کہ اس عبادت میں سب سے زیادہ حصّہ دُعا کا ہے ۔اس میں زبان سے بھی دُعا کی جاتی ہے ۔دِل سے بھی اور جسم کے ظاہری اعضا سے بھی ۔

ایمان بالغیب کے بعد متقی لوگوں کی دُوسری صفت بیان کی گئی ہے ۔" یعنی وُہ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں "نماز خُدا کے آگے جُھکنے ، اپنی بندگی کا اظہار کرنے ۔اللہ سے گہرا تعلق پیدا کرنے اور امت کے تمام لوگوں میں نظم پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے ۔ نماز بدنی عبادتوں میں سب سے اعلیٰ ہے ۔اور ایمان اور توحید کا اظہار اس کے ذریعہ بڑی خوبی سے ہوتا ہے ۔ فرد کے لئے بھی اس میں اخلاقی ، طبّی اور مادی فائدے ہیں ۔اور پُوری امّت کے لئے بھی اس میں بہت سے معاشری فائدے ہیں ۔

تمام مُسلمان پاک وصاف ہو کر دن میں پانچ مرتبہ ایک امام کے پیچھے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے ایک قطار میں کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنی بندگی اور آپس میں بھائی بھائی ہونے کا اقرار کرتے ہیں ۔اس سے جماعت کے تمام لوگوں کے دِل کھوٹ ، حسد اور خود غرضی سے پاک ہو جاتے ہیں ۔باہمی اُلفت ، محبّت اور مساوات پیدا ہوتی ہے ۔ ایک دُوسرے کے دُکھ درد کا احساس ہوتا ہے ۔انسان بے حیائی اور گناہ سے رُکتا ہے ۔

نماز باجماعت سے امیر کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ۔قوم باقاعدگی اور پابندی کی زندگی کا سبق سیکھتی ہے ۔ چُنانچہ اسلام کی ابتدائی زندگی میں مُسلمانوں کو جس قدر کامیابیاں حاصل ہُوئیں ان کی سب سے بڑی وجہ یہی نماز باجماعت کی باقاعدگی تھی ۔بدوی لوگ جو کسی نظام کے تحت نہ تھے ۔نماز کی پابندی سے منظّم ترین جماعت بن گئے اور دُنیا کے لئے اتحاد کا نمونہ ثابت ہُوئے ۔

حدیث میں آتا ہے ۔کہ مُسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز ترکِ نماز ہے ۔اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں اپنے اُوپر چسپاں کر کے دیکھنا چاہیئے کہ ہم کس گروہ میں شامل ہیں ۔ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے وُہ بد قسمت ہوگا ۔جو اس بلند مرتبہ پر پہنچنا نہ چاہتا ہو ۔

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اخلاقی ، رُوحانی ، انفرادی اور اجتماعی غرض ہر لحاظ سے مفید ہے ۔اسی لئے نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے

(۳) مالی قربانی

وَ ۔ مِمَّا ۔ رَزَقْنٰهُمْ ۔ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

اور اُس میں سے جو ہم نے اُنہیں دیا وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُنہیں دیا اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

رَزَقْنٰهُمْ : (ہم نے انہیں دیا) یہ دو لفظ ہیں رَزَقْنَا اور هُمْ ۔ رَزَقْنَا رزق سے نکلا ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں وسیع معنے رکھتا ہے۔ اس کے اندر ہر قسم کی نعمتیں آجاتی ہیں۔ خواہ ظاہری ہوں جیسے مال، صحت اور اولاد وغیرہ یا باطنی ہوں۔ جیسے علم، دانائی اور سمجھ وغیرہ۔ اللہ کی بخشش میں مال ایک بہت بڑا عطیہ ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اور جو نعمت انسان کو ملتی ہے۔ سب اللہ کی عنایت سے ملتی ہے۔

يُنْفِقُوْنَ : (وُہ خرچ کرتے ہیں) یہ لفظ اِنْفَاق سے نکلا ہے جس کے معنی خرچ کرنا ہیں۔

آیت کے اس حصّہ میں متقی لوگوں کی تیسری صفت بیان کی جاتی ہے۔ یعنی جو کچھ اللہ نے انہیں دے رکھا ہے۔ وُہ اس میں سے مُناسب اور ضروری موقعوں پر اور جائز اور مفید کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں مال صرف کرنا بڑی قربانی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جسمانی عبادت تو کرتے ہیں مگر مال خرچ کرنے کا نام نہیں لیتے۔ اس قسم کا بُخل دُنیا اور آخرت دونوں جہان میں نقصان دہ ہے۔

جب انسان کے عزیز و اقارب والدین اور رشتہ دار اس کی طرف رجُوع کرتے ہیں کہ انکی حاجتوں میں وُہ اُن کی کچھ مدد کرے۔ اور بخیل انکار کرتا ہے۔ تو وُہ سخت رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ اور اس کے کاروبار میں فرق آجاتا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا تعاون اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ جب معاشرہ میں حاجتمندوں، یتیموں اور بے کسوں کی پرورش کا دستور نہیں رہتا۔ اور قوم کی دُرستی، عوام کی بہبُودی اور دُشمن کے دفاع میں خرچ نہیں کیا جاتا۔ تو ساری قوم مُصیبت میں گرفتار ہو جاتی ہے اور انجام کار شخصی دولت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

اُخروی زندگی میں بخل کا یہ انجام ہوتا ہے کہ جب دِل پر مال کی محبّت نقش ہو جاتی ہے اور مَوت کے وقت رُوح جسم کا ساتھ چھوڑتی ہے۔ تو وُہ مال کی محبّت میں بڑی بے چین رہتی ہے۔ اور یہ بے جا محبّت اس جہان میں سانپ بچھو اور آگ کی صُورت میں ظاہر ہو کر عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ دین و دُنیا کی کامیابیوں کے لئے ضروری ہے کہ یہاں مالی قربانی کرو۔ اور اسی طرح اس کی دی ہُوئی قوتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں کو خدمتِ خلق میں خرچ کرو۔

ہمارا فرض ہے کہ اپنی تمام کوششوں، قوتوں، صلاحیتوں اور مال و دولت کو عام لوگوں کی خدمت میں لگانے سے پیچھے نہ ہٹیں۔ اپنی ہمت کے مطابق بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔ اس میں مُلک اور قوم کا بھی بھلا ہے اور اسی میں ذاتی بھلا ہے۔

(۴) کتابوں پر ایمان

وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ

وَ - الَّذِیۡنَ - یُؤۡمِنُوۡنَ - بِمَاۤ - اُنۡزِلَ
اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اتارا گیا

اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو

اِلَیۡ - كَ - وَ - مَاۤ - اُنۡزِلَ - مِنۡ - قَبۡلِكَ
طرف تیری اور جو اتارا گیا سے تجھ سے پہلے

تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔

اس آیت میں متقی لوگوں کی چوتھی صفت بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ لوگ تمام آسمانی کتابوں اور الہامی نوشتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

گویا اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جو کتاب رسولؐ پاک کی طرف نازل ہوئی ہے اس کی تعلیمات و ہدایات پر صدقِ دل سے ایمان لایا جائے اور دُوسرے یہ کہ جو کتابیں آپ سے پہلے نبیوں پر نازل ہوئیں انہیں بھی حق اور خُدا کی طرف سے مانا جائے۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں صرف آخری نبیؐ کی کتاب اور آپ سے پہلے نبیوں کی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کے بعد ہونے والے نہ کسی نبی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور نہ کسی کتاب کا۔ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ورنہ وُہ بھی ساتھ ہی بیان کر دیا جاتا۔

جو نبی آپ سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قرآنِ پاک نے ان میں سے بعض کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔ باقی کی طرف صرف اشارہ کیا ہے۔ نبیوں پر ایمان لانے سے مُراد یہ ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی آئے ہیں۔ اُن سب کی نسبت یہ یقین رکھنا کہ وُہ سب خدا کے بھیجے ہُوئے تھے۔ اور وُہ اپنے اپنے زمانہ میں مناسب وقت تعلیم دیتے رہے۔ پہلی آسمانی کتابوں میں سے چار کتابوں کا ذکر قرآن مجید نے خاص طور پر کیا ہے (۱) حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے (۲) حضرت موسیٰؑ کی تورات (۳) حضرت داؤدؑ کی زبور اور (۴) حضرت عیسیٰؑ کی انجیل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ نبوت کو ایک محل سے تشبیہ دی۔ فرمایا کہ ہر نبی اس عمارت کے بنانے میں اپنے اپنے زمانہ میں ایک ایک اینٹ رکھتا رہا۔ آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تشریف لائے اور انہوں نے بھی قصرِ نبوت میں ایک اینٹ لگا دی۔ لوگ اس عمارت کو آکر دیکھتے تھے۔ اور اس کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اس میں ایک اینٹ کی کسر باقی رہ گئی ہے۔ کاش وُہ بھی اپنی جگہ پر ہوتی۔ آپؐ نے فرمایا۔ وُہ آخری اینٹ مَیں ہوں اور قصرِ نبوت میں اب کسی اور اینٹ کی ضرورت نہیں رہی۔

اللہ کے یہ تمام نبی دُنیا والوں کے سامنے ہمیشہ ایک ہی سچائی پیش کرتے رہے کہ تمام جہانوں کا رب ایک اللہ ہے۔ اب قرآن اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ وُہ ان سب پر ایمان لائیں۔ رواداری اور سچائی کو قبول کرنے کی اس سے اعلیٰ مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۵) قیامت پر ایمان

وَ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾

اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

وَ - بِالۡاٰخِرَۃِ - ہُمۡ - یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾

اور - آخرت پر - وُہ - یقین رکھتے ہیں

اَلۡاٰخِرَۃِ سے مُراد ہے ۔ اَلدَّارُ الۡاٰخِرَۃ یعنی مرنے کے بعد آنے والی دُوسری زندگی ۔ اسے قرآن مجید میں اَلۡیَوۡمُ الۡاٰخِر بھی کہا گیا ہے ۔

یُوۡقِنُوۡنَ (وُہ یقین رکھتے ہیں) یہ لفظ ایقان سے بنا ہے ۔ جو یقین سے نکلا ہے ۔ یقین اس علم کو کہتے ہیں ۔ جسے دلیل نے اس قدر واضح اور روشن کر دیا ہو ۔ کہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے ۔ بِالۡاٰخِرَۃِ کا لفظ پہلے اور یُوۡقِنُوۡنَ کا لفظ بعد میں استعمال کرنے سے تاکید میں اضافہ ہو گیا ہے ۔

یہ دُنیا دارالعمل ہے ۔ یعنی وہ زندگی جس کے بعد عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے ۔ اس کے بعد آنے والی دُنیا دارالجزا ہے جس میں ہمارے ایک ایک کام کا پُورا بدلہ ملے گا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دُنیا میں بھی ہمیں اس کے حالات و واقعات کے لحاظ سے بدلہ ملتا ہے ۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس دُنیا میں انسان کو پورا بدلہ نہیں ملتا ۔ نیک عمل جزا سے محروم رہ جاتے ہیں اور بدکردار مُجرم سزا سے بچ جاتے ہیں ۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کا کوئی عمل بھی بے نتیجہ نہ رہ جائے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا دن مقرّر کر دیا ہے ۔ جس روز ہر انسان اور ہر قوم کو اپنے ہر عمل کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا ۔ اسی لئے جزا و سزا کے لئے ایک مستقل آئندہ عالَم پر یقین رکھنا ایک صحیح دِین کے ضروری اجزا میں سے ہے ۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی ۔ کہ عالم آخرت کا اس دُنیا سے گہرا تعلق ہے ۔ وُہ زندگی ہمارے ان کاموں ہی کا نتیجہ ہو گی ۔ جو ہم یہاں کرتے ہیں ۔ اس لئے متقی لوگوں کی یہ صفت ہے کہ وُہ ہر کام کرنے سے پیشتر یہ اطمینان حاصل کر لیتے ہیں ۔ کہ وُہ کام عاقبت اور انجام کے لحاظ سے آسمانی تعلیمات اور خدائی ہدایات کے خلاف نہیں ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں انتخاب و اختیارِ عمل کی پُوری آزادی دے رکھی ہے ۔ منزل تک پہنچنے کے لئے ہمارے سامنے کئی راہیں ہیں ۔ لیکن ہمیں صرف وہی اختیار کرنی چاہئے ۔ جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے کی ہے ۔ اگر عاقبت اور جزا و سزا کا عقیدہ ہر لمحہ ہمارے پیشِ نظر رہے ۔ تو یقینی امر ہے کہ ہم اس دُنیاوی زندگی میں راست بازی اور اعتدال کی راہ پر قائم رہیں گے ۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی زندگی قرآنی اصُولوں میں ڈھالیں ۔ تاکہ اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہو ۔ اور ہم دونوں جہان میں کامیاب ہوں جس شخص کو اپنے اعمال کی جوابدہی ، حساب کتاب اور بدلہ پر یقین نہ ہو گا ۔ وہ اپنے اعمال درست نہ کر سکے گا ۔

کامیاب لوگ

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ
یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔
وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾
اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ ۔ عَلٰی ۔ ھُدًی ۔ مِّنْ ۔ رَّبِّھِمْ
یہی لوگ پر ہدایت سے اپنے رب
وَ ۔ اُولٰٓئِکَ ۔ ھُمُ ۔ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾
اور یہی لوگ وُہ فلاح پانے والے ہیں۔

اَلْمُفْلِحُوْنَ: (فلاح پانے والے) یہ لفظ فلاح سے بنا ہے۔ اس کے لفظی معنیٰ چیرنا پھاڑنا ہیں۔ کاشتکار کو فلّاح غالباً اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ وُہ زمین کھودتا ہے۔ اور بیج بوتا ہے۔ جو زمین کو چیر کر پودے کی صُورت میں باہر آتا ہے۔ عربی میں یہ لفظ بڑے وسیع معنیٰ میں آتا ہے۔ دُنیا اور آخرت کی ساری کامیابیاں اس میں جمع ہیں۔ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عربی زبان میں ہر قسم کی کامیابیوں کے اظہار کے لئے فلاح سے بڑھ کر کوئی لفظ موجُود نہیں۔ مفلح (کامیاب) وُہ ہے جو ہر قسم کی مشکلوں اور رکاوٹوں کو دُور کرتے ہُوئے کامیابی تک پہنچ جائے۔

سورۃ فاتحہ میں ہم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ کہ وُہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ اس کے جواب میں ہدایت کا ایک پیغام ملا۔ جسے ہم پچھلے سبقوں میں پڑھتے آئے ہیں۔ اس کے بعد چند علامتیں بیان ہوئیں۔ کہ جن میں یہ موجود ہوں۔ وہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں (۱) ان کا اعتقاد اس مادی دُنیا کے علاوہ عالمِ غیب پر ہوتا ہے۔ (۲) اللہ سے اپنا تعلق عملی طور پر ظاہر کرنے کے لئے نماز قائم کرتے ہیں۔ (۳) اللہ کی دی ہُوئی نعمتوں کو اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (۴) رسول پاک کو بہترین ہادی اور قرآن کریم کو اللہ کا کلام مانتے ہیں۔ (۵) قرآن کریم سے پہلی آئی ہُوئی کتابوں اور ہدایتوں کو بھی مانتے ہیں۔ (۶) جزا اور سزا کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔

اب اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ یہی متقی اپنے رب کی حقیقی ہدایت پر ہیں۔ یہی لوگ دُنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب و بامُراد ہوں گے۔ دُنیا کی فلاح یہ ہے۔ کہ انہیں ہدایت کی راہ نصیب ہوگئی۔ اور ہر حیثیت سے مکمل اور بہترین دستورِ حیات مل گیا۔ جس کے مُطابق انہوں نے اپنی زندگی ڈھال لی اور ہر قسم کی کامیابی حاصل کرلی۔ اور آخرت کی فلاح یہ ہے کہ انہیں اپنے کاموں کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا۔

اسلام سے پہلے عرب قوم مفلس تھی۔ شتربانی ان کا پیشہ تھا۔ اُن کے پاس دولت نہ تھی نہ لشکر۔ نہ کھانے پینے کی بہتات۔ لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور قرآن کی تعلیمات پر پختگی سے عمل کیا۔ تو جس طرف بھی گئے۔ وُہ کامیاب ہُوئے۔ زمین نے ان کے قدم چُومے اور آسمان نے ان پر برکتوں اور رحمتوں کی بارش کی۔ اللہ نے ان سے جو وعدے کئے تھے سب پورے ہوئے اگر آج ہم بھی قرآن پاک کے احکام کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھال لیں۔ تو کامیابی کا یہ وعدہ ہمارے لئے بھی ہے اور ہم بھی دُنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرلیں گے۔

کافر

اِنَّ - الَّذِیْنَ - کَفَرُوْا - سَوَآءٌ - عَلَیْھِمْ
بیشک جو لوگ کافر ہیں برابر ہے ان پر
ءَ - اَنْذَرْتَھُمْ - اَمْ - لَمْ - تُنْذِرْھُمْ - لَا - یُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾
خواہ تو انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے تو انہیں نہیں ایمان لائیں گے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ
بیشک جو لوگ کافر ہیں برابر ہے ان پر خواہ تو انہیں
ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾
ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

کَفَرُوْا: (جو انکار کرتے ہیں) یہ لفظ کفر سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں چھپانا۔ شریعت میں کافر اسے کہتے ہیں۔ جو حق کا منکر اور مخالف ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کو نہ مانتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جب فلاح حاصل کرنے والے متقیوں کا حال اور ان کی کامیابیوں کا ذکر فرمایا ہے تو ضروری ہے کہ منکروں اور کافروں کا حال اور انجام بھی بیان کیا جائے تاکہ دونوں کا فرق واضح ہو جائے۔ اور پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا مرتبہ روشن ہو جائے۔

اس آیت سے ایسے لوگوں کا ذکر شروع ہوا۔ جو ایمان والوں کے بالکل ضد واقع ہوئے ہیں۔ دل سے اسلام کے دشمن ہیں اپنا وقت قوت اور دولت غرض ہر چیز اس کی مخالفت میں صرف کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دلیلیں سامنے آنے کے باوجود کفر پر اڑے رہتے ہیں۔ حق قبول کرنے کی استعداد مسلسل انکار اور مخالفت کے باعث کمزور ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں نبی کا اُن کے لئے عذاب سے ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ سب لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائیں۔ اس آیت میں آپؐ کو یہ حقیقت بتائی گئی ہے۔ کہ آپؐ خواہ کچھ کریں۔ یہ حق کو پہچاننے اور ماننے کی قوت ضائع کر چکے ہیں۔

یہ جو کہا گیا ہے کہ "رسول پاکؐ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وُہ ایمان نہیں لائیں گے"۔ یہ خبر فیصلے کی صورت میں نہیں ہے بلکہ اُن کے مسلسل انکار اور مخالفت کے نتیجے کا اظہار اور اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں حق قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ لیکن جو لوگ ذاتی فائدوں، کوتاہ نظری، غلط تعلیم یا بُری صحبت کی وجہ سے سچائی کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان میں حق قبول کرنے کی قوت رفتہ رفتہ باقی نہیں رہتی۔ اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ تلاشِ حق کی جو قوت ہمارے اندر فطری طور پر موجود ہے۔ اس کو ضائع نہ ہونے دیں۔ ہمیشہ حق اور صداقت کی جستجو میں لگے رہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ حق کی تعلیم عام کریں اور اس خوش اسلوبی اور حکمت سے حق کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچائیں۔ کہ ان کے دلوں میں نرمی اور خوفِ خدا پیدا ہو۔ جن میں تھوڑی سی بھی حق کو قبول کرنے کی استعداد موجود ہے۔ اُن تک اپنے ہر ممکن وسائل سے پہنچیں۔

کُفر کا نتیجہ

خَتَمَ ۔ اللّٰهُ ۔ عَلٰى ۔ قُلُوْبِهِمْ ۔ وَ ۔ عَلٰى	خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى
مہر لگا دی ۔ اللہ ۔ پر ۔ اُن کے دِل ۔ اور ۔ پر	اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مُہر
سَمْعِهِمْ ۔ وَ ۔ عَلٰٓى ۔ اَبْصَارِهِمْ ۔ غِشَاوَةٌ	سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ
اُن کے کان ۔ اور ۔ پر ۔ ان کی آنکھیں ۔ پردہ	لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے
وَّ ۔ لَهُمْ ۔ عَذَابٌ ۔ عَظِيْمٌ ⑦	وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑦
اور ۔ اُن کے لئے ۔ عذاب ۔ بڑا ۔	اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے ۔

ع ۱ / ۷

خَتَمَ (مُہر لگا دی) اس سے مُراد وُہ نتیجہ ہے جو مسلسل انکار اور مخالفت حق سے پیدا ہوتا ہے۔ مُہر لگانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس پر مُہر لگائی گئی ہے۔ باہر سے کوئی چیز اس کے اندر نہ جا سکے اور اندر سے کوئی چیز باہر نہ آسکے۔ مثلاً دل پر مُہر لگ جائے۔ تو نہ حق بات دِل میں داخل ہو سکتی ہے۔ اور نہ کسی اچھّی بات کے اظہار کی جرأت رہتی ہے۔

قُلُوْبِهِمْ (ان کے دِل) یہ قلب کی جمع ہے۔ یہاں قلب سے مُراد گوشت کا ٹکڑا نہیں۔ بلکہ وُہ قوّت ہے جو شعور عقل اور ارادہ کا مرکز ہے۔

سَمْعِهِمْ (ان کے کان) سمع کے معنیٰ "سننے کی قوّت" ہے اور مراد کان۔

اَبْصَارِهِمْ (ان کی آنکھیں) ابصار کا واحد بصر ہے اور اس سے مُراد "دیکھنے کی قوّت" ہے۔

غِشَاوَةٌ (پردہ) اس کا مادہ غَشِيَ ہے جس کے معنیٰ ڈھانپنا ہیں۔ یہاں مُراد وُہ پردۂ غفلت ہے جو حق کی نشانیاں دیکھ کر بھی اس کے ماننے میں حائل ہوتا ہے۔

دُنیا میں یہ قانون ہر چیز پر حاوی ہے۔ کہ جب کوئی قوّت مسلسل طور پر کام میں نہ لائی جائے۔ تو آخر کار وُہ اپنا عمل چھوڑ بیٹھتی ہے۔ یہی حال حق کے سمجھنے اور دیکھنے کی قوتوں کا ہے۔ اگر انہیں مسلسل بیکار رکھا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کا یہ فطری قانون یہاں بھی جاری ہوتا ہے۔ اسی قانون کے اجراء کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

اللہ کی طرف سے مُہر لگ جانے کا عمل انسان کے جان بُوجھ کر کفر اختیار کرنے اور اس پر اصرار کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اللہ کی طرف سے صحیح فطرت عطا ہوئی ہے اور اس میں اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی قوت بھی شامل ہے لیکن جب انسان اپنی قوتوں کا غلط استعمال کرنے لگتا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے مُنہ موڑ کر شیطان کے پیچھے چلنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وُہ انبیاء علیہم السلام کے رحمت کے سلسلہ سے نکل جاتا ہے۔ اور اللہ کی مدد اُس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اب وُہ غلط راستے کو ہی سیدھا راستہ سمجھنے لگتا ہے ظاہر ہے کہ جس طرح زہر کھانے کا قُدرتی نتیجہ موت ہے۔ اسی طرح خدا کے حُکموں سے جان بُوجھ کر روگردانی روحانی موت کا باعث بنتی ہے اور جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ انسانی زندگی موت کے بعد ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ایک دُوسری زندگی بھی ہے جو اس دنیوی زندگی کا نتیجہ ہے۔ اس دُنیا میں مسلسل نافرمانی بطورِ سزا ایک بہت بڑے عذاب کی شکل میں ظاہر ہوگی۔

مُنافق

سورہ بقرہ کی تمہید صفحہ ۱۳ میں یہ بات گذر چکی ہے۔کہ ہر تحریک کی طرح اسلام کے آنے پر بھی تین گروہ پیدا ہوئے ایک اس کی صداقت پر ایمان لانے والے مومن ۔ دُوسرے اُس کا انکار اور مخالفت کرنے والے کافر۔تیسرے وُہ گروہ جو بظاہر ساتھ ہوگیا۔مگر حقیقت میں دِل سے ایمان نہ لایا۔یہ منافق تھے۔مومن اور کافر کا ذکر پہلے رکوع میں ہُوا۔اب تیسرے گروہ منافقین کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔

منافق لفظ نفق سے نکلا ہے۔اس کے لفظی معنیٰ ہیں سرنگ لگانا۔جیسے جنگلی جانور زمین کے اندر اندر سرنگیں بناتے ہیں۔تاکہ وقت آنے پر ان میں چھُپ سکیں۔اور خفیہ راستوں سے بھاگ کر نکل سکیں۔اس اعتبار سے منافق اس بد بخت انسان کو کہا جاتا ہے۔جو بظاہر اسلام قبول کرے۔لیکن مُسلمانوں کے مُقابلہ میں خفیہ چالیں چلے اور دُشمنی کے لئے وقت کا منتظر رہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکّے سے مدینے ہجرت کر کے تشریف لائے۔اُس وقت مدینے میں خزرج قبیلہ کے ایک شخص عبداللہ بن ابی بن سلول کو شہر کا سردار بنانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔وُہ بڑا چالاک اور جوڑ توڑ کرنے والا آدمی تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اس کی تاجپوشی کا مُعاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔سب کی نگاہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگ گئیں۔

عبداللہ نے یہ دیکھا۔تو خاموش رہا۔اس نے مصلحت اسی میں سمجھی۔کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائے۔لہٰذا وُہ خود بھی مُسلمان ہوگیا۔اور اس کے ساتھی بھی مُسلمان ہُوئے۔لیکن اندرونی طور پر اس انتظار میں رہے کہ آئندہ جب موقعہ لگے گا۔اسلام چھوڑ دیں گے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

جُوں جُوں وقت گذرتا گیا۔اسلام کا اثر بڑھتا گیا۔اور یہ لوگ دِل ہی دِل میں جلتے رہے۔دُشمنی کی آگ اُن کے دِلوں میں بڑھتی گئی۔چنانچہ جب بھی اُن کا بس چلا۔انہوں نے اسلام کی مخالفت کی۔حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دیا۔یہ لوگ مارِ آستین ثابت ہُوئے۔رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھنے کے باوجود اُن لوگوں نے ہمیشہ وقت پڑنے پر اسلام کی مخالفت کی۔اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ تعمیر کی۔جسے اللہ نے "مسجد ضرار" کہا۔غزوۂ احد کے موقعہ پر عین مقابلہ کے وقت مُسلمانوں کا ساتھ چھوڑا۔دُوسرے رکوُع میں منافقین کی عادات و خصائل بیان ہوں گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان خرابیوں سے بچائے اور ایمانِ کامل نصیب کرے۔

آج بھی اسلام کو سب سے بڑا خطرہ مُسلمان نما کافروں سے ہے یعنی وُہ لوگ جو بظاہر اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔مُسلمانوں جیسے نام رکھتے ہیں اور مُسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کے دِلوں میں کفر ہے اور مُسلمانوں کے خلاف کفّار سے انہیں ہمدردی ہے۔

مُنافقوں کا دعوٰی ایمانی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا	وَ - مِنَ - النَّاسِ - مَنْ - يَّقُوْلُ - اٰمَنَّا
اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان	اور کچھ لوگ جو کہتے ہیں ہم ایمان رکھتے ہیں
بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا	بِاللّٰهِ - وَ - بِالْيَوْمِ - الْاٰخِرِ - وَ - مَا
رکھتے ہیں اور روز آخرت پر حالانکہ	اللہ پر اور روز آخرت اور نہیں
هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ⑧	هُمْ - بِمُؤْمِنِيْنَ ⑧
وُہ ایمان والے نہیں ۔	وُہ ۔ ایمان والے

اب تک قرآن مجید نے دو قسم کے انسانوں کا ذکر کیا ہے ۔ ایک اللہ کے قانون کے فرمانبردار مومن ۔ دُوسرے قانونِ الٰہی کے انکار کرنے والے کافر ۔ اب تیسری قسم کے لوگوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے ۔ یہ لوگ بھی اسلام کے مخالف اور دُشمن ہی ہیں ۔ مگر یہ اپنے کفر اور دُشمنی پر فریب کا پردہ ڈالے رکھتے ہیں ۔ زبان پر اسلام کا دعوٰی رکھتے ہیں ۔ لیکن دل میں کفر ۔ انہیں قرآن کی اصطلاح میں مُنافق کہا گیا ہے ۔ نفاق یہ ہے کہ انسان اعلان تو نیکی اور اسلام کا کرتا پھرے ۔ لیکن دِل میں بدی اور کُفر چھپائے رکھے ۔

اسلام نے جب ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کے عقیدوں کا اعلان کیا ۔ تو جس کو مُسلمان بننا منظور ہوتا اُس کے لئے ان دونوں عقیدوں کا ماننا ضرُوری تھا ۔ چنانچہ مدینہ کے لوگوں کے ایک خاص گروہ نے انہی دو عقیدوں کا اظہار کر کے چاہا کہ مُسلمانوں میں شامل ہو جائیں ۔ وُہ مُسلمانوں میں شامل کر لئے گئے ۔ لیکن اُن کے دِل صاف نہ تھے ۔ اُن کی چالوں سے بچنا ضرُوری تھا ۔ اس لئے خود قرآن مجید نے خبر دے دی کہ یہ ان عقیدوں کو دِل سے نہیں مانتے ۔ اس لئے مُسلمانوں کو ان کی طرف سے خبردار رہنا چاہیئے ۔ نفاق کی مکمل تشریح اور مُنافقوں کی مختصر تاریخ گذشتہ اوراق میں گذر چکی ہے ۔

معلوم ہوتا ہے ۔ اس زمانہ میں منافق کی علامت یہ تھی ۔ کہ وُہ زبان سے اسلام کے ان دونوں عقیدوں پر اپنے ایمان کا دعوٰی کرتے ۔ لیکن دِل سے انہیں نہیں مانتے ۔ اگر آج بھی کسی کا ظاہر اور باطن ایک نہ ہو ۔ تو اسے اپنے طور پر خود محاسبہ کر لینا چاہیئے ۔ جب تک زبان اور دِل ایک نہ ہوں ۔ اس وقت تک ایمان پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ حالت نفاق کی ہوتی ہے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنی بزرگی اور کمال کے باوجود ہمیشہ خود اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ وُہ ایمان اور اخلاص کے اُونچے درجہ پر پہنچے ۔ اللہ تعالٰی نے انہیں بلند مُقامات عطا کئے اور انہیں کامیابیوں سے نوازا ۔

منافقوں کا دھوکہ

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ
اور اللہ اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔
وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
اور وُہ دھوکا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو
وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝۹
اور وہ نہیں سمجھتے۔

یُخٰدِعُوْنَ - اللّٰهَ - وَ - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا
دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور وہ لوگ جو ایمان لائے
وَ - مَا - یَخْدَعُوْنَ - اِلَّآ - اَنْفُسَهُمْ
اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی ذات کو
وَ - مَا - یَشْعُرُوْنَ ۝۹
اور نہیں وہ سمجھتے۔

یُخٰدِعُوْنَ (وُہ دھوکہ بازی کرتے ہیں) یہ لفظ خداع سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ دِل میں بُری بات چھُپانا۔ اور یہ ظاہر اچھا بن کر دکھانا۔ تاکہ دُوسرے کو فریب دیا جائے اور مغالطہ میں رکھا جائے۔

اَنْفُسَهُمْ (اُن کی جانیں) یہ نفس کی جمع ہے۔ اس سے مُراد ہے اپنی ذات۔

وَمَا یَشْعُرُوْنَ: (وُہ نہیں سمجھتے) یہ لفظ شعور سے بنا ہے شعور عربی زبان میں بوجھنے کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مُراد اندرونی احساس ہے۔ مقصد یہ ہے۔ وُہ خود فریب میں مبتلا ہیں۔ مگر اپنی حماقت کی انہیں خبر نہیں۔

پچھلے سبق میں منافقوں کی بابت یہ بتلایا گیا تھا۔ کہ جو کچھ وُہ زبان سے کہتے ہیں۔ اسے دل سے نہیں مانتے۔ اور جو دِل میں رکھتے ہیں اسے زبان پر نہیں لاتے۔ وُہ صرف مُسلمانوں سے فائدہ حاصل کرنے کی خاطر یا اُن کی پکڑ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو مُسلمان کہتے ہیں۔ اس سبق میں ان کے اس طرزِ عمل پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ وُہ کُفر کے علاوہ فریب اور دھوکا کا جُرم بھی کر رہے ہیں۔ سچائی کی مخالفت کرتے کرتے ان کی جُرأت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اپنے خیال میں اللہ کو بھی دھوکا دینے لگتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ لوگ مُسلمانوں کی مجلسوں اور مشوروں میں شریک ہوتے اپنا اعتماد جماتے اور پوشیدہ طور پر کفار سے بھی ساز باز رکھتے۔ انہیں مُسلمانوں کی باتوں سے آگاہ کر دیتے۔ اور دوست کی شکل میں ایماندار جماعت پر چھُری چلاتے۔

منافقوں کا یہ طرزِ عمل خاص طور پر قابلِ مذمّت ہے کہ وُہ اپنے اس طرزِ عمل سے مومنوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مغالطہ میں ڈالنا اور دھوکا دینا ان کا مذہب ہوتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں ہی کو نہیں بلکہ وُہ سمجھتے ہیں کہ وُہ اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دے سکیں گے۔ بھلا اس سے بڑی نادانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ مخلوق اپنے خالق کو دھوکہ دینے کا خیال دِل میں لائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نادان ہیں حقیقت کا شعور نہیں رکھتے۔ نادانی کو دانائی اور بیوقوفی کو عقل مندی سمجھتے ہیں۔

مُنافقوں کا روگ

فِیْ - قُلُوْبِهِمْ - مَّرَضٌ - فَزَادَ - هُمُ
میں اُن کے دِل بیماری بڑھادی اُن کی
اللّٰهُ - مَرَضًا - وَ - لَهُمْ - عَذَابٌ - اَلِیْمٌ
اللہ بیماری اور اُن کے لئے عذاب دردناک
بِمَا - كَانُوْا - یَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾
کیونکہ وُہ تھے جھُوٹ کہتے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾
اُن کے دلوں میں بیماری ہے سو اللہ نے ان کی بیماری بڑھادی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ کیونکہ وُہ جھُوٹ کہتے تھے۔

مَرَضٌ، (بیماری) بیماریاں دو قِسم کی ہوتی ہیں جسمانی اور رُوحانی۔ جسمانی بیماری سے بدن میں نقص، خرابی یا درد پیدا ہوتا ہے اور روحانی بیماری سے اخلاق بگڑتے ہیں۔ اور رُوح کو روگ لگ جاتا ہے۔ یہاں کفر و نفاق کی رُوحانی بیماریوں کا ذکر ہے کیونکہ یہ انسان کے نیک کاموں اور دُوسری زندگی کے سنوارنے میں رُکاوٹ ڈالتی ہیں۔ یہاں مرض کے معنی نفس کے ایسے ہی روگ کے ہیں۔ جو اس کے کمالات حاصل کرنے میں رُکاوٹ ڈالے۔ مثلاً جہالت، حسد، کینہ، دُنیا کی محبت اور جھُوٹ وغیرہ۔

فَ (سو) یہ حرف اشارہ کرتا ہے کہ آگے جو ذکر ہوگا۔ وُہ مذکورہ بیماریوں کا پھل اور نتیجہ ہوگا۔

زَادَ (بڑھادی) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مُسلمانوں کو اور زیادہ ترقیاں اور فتحمندیاں دے کر ان کے حسد کو بڑھادیا اُن کے دِل میں اسلام کی دُشمنی اور مُسلمانوں سے حسد کا روگ اور بڑھ گیا۔

اَلِیْمٌ، (دردناک) یہ لفظ الم سے نِکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں درد۔ کافروں کے لئے "عذابِ عظیم" کی سزا ہوگی لیکن منافق کافر ہونے کے ساتھ ساتھ دھوکہ باز اور جھُوٹے بھی ہیں اِس لئے اُن پر "عذاب الیم" (دردناک عذاب) کی سزا ہو گی۔

یَكْذِبُوْنَ (جھُوٹ کہتے ہیں) یہ لفظ کذب سے بنا ہے۔ اِس کے معنے جھوٹ کے ہیں۔ جھُوٹ اس خبر کو کہتے ہیں۔ جو حقیقت کے خلاف اور لوگوں کے لئے ضرر رساں ہو۔

اس آیت میں منافقین کے طرزِ عمل پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے اندر کُفر اور نفاق کی بیماری ہے جو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں پیدا کر رکھی ہے۔ اور جُوں جُوں مسلمانوں کو ترقیاں اور کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اُن کے حسد اور کینہ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (سو اللہ نے ان کے مرض میں اضافہ کر دیا) اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے از خود ان کے کفر و نفاق کو بڑھادیا۔ بلکہ اس سے مُراد یہ ہے کہ ان کے کفر و نفاق کے نتیجے میں اللہ نے ان کا روگ بڑھادیا۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے۔ جن سے انہوں نے اپنی مرض کے بڑھانے کا کام لیا۔ ورنہ اگر وُہ اپنی عقل کا صحیح استعمال کرتے تو انہیں حالات سے ہدایت بھی پا سکتے تھے۔ جس طرح بیماریوں کا نتیجہ جسمانی قوت کا کم ہونا ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کا نتیجہ دُوسرے جہان میں دردناک عذاب ہے۔

منافقوں کی مُفسدانہ چالیں

وَ-اِذَا-قِيۡلَ-لَهُمۡ-لَا-تُفۡسِدُوۡا-فِى
اور جب کہا جاتا ہے ان سے نہ فساد پھیلاؤ میں
الۡاَرۡضِ-قَالُوۡۤا-اِنَّمَا-نَحۡنُ-مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱﴾
زمین کہتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کر رہے ہیں۔
اَلَاۤ-اِنَّهُمۡ-هُمُ-الۡمُفۡسِدُوۡنَ-وَلٰـكِنۡ
سُن رکھو یہی لوگ وہی فسادی ہیں اور لیکن
لَّا-يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾
نہیں احساس رکھتے۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد
الۡاَرۡضِۙ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱﴾
نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کر رہے ہیں۔
اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰـكِنۡ
سُن رکھو یہی لوگ فسادی ہیں لیکن وہ
لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾
احساس نہیں رکھتے۔

لَا تُفۡسِدُوۡا (مت فساد پھیلاؤ) یہ لفظ فساد سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے مزاج کا بگڑ جانا۔ یہاں فساد سے مُراد نظام میں خلل ڈالنے والے گناہ ہیں۔ جب یہ حالات عام ہو جاتے ہیں۔ تو دُنیا کے امن اور کائنات کے نظام میں خلل پڑتا ہے۔ اسلام کی رُو سے فساد بہت بڑا جُرم ہے۔

مُصۡلِحُوۡنَ: (اصلاح کرنے والے) یہ لفظ صلاح سے نکلا ہے۔ یہ فساد کا اُلٹ ہے۔ فساد میں نظام بگڑتا ہے۔ اصلاح سے نظام سنورتا ہے۔

اس آیت میں منافقوں کی ایک اور بدترین چال کو طشت ازبام کیا گیا ہے۔ قانونِ الٰہی کے علاوہ کسی اور غلط طریقہ پر قائم رہنا اور اس کا پرچار کرنا کون سا کم جُرم تھا۔ کہ یہ منافق بدنظمی پیدا کرنے اور فساد پھیلانے میں بھی لگ گئے پسِ پردہ سازشیں کرنا دوست بن کر دُشمنی کرنا اُن کی عادت ہو گئی۔ منافقوں پر قلبی روگ یہاں تک غالب آگیا کہ ان کو نیک و بد میں بھی تمیز نہ رہی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنے اس طرزِ عمل سے مُلک میں فساد مت پھیلاؤ۔ تو وُہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح اور بھلائی کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً مُفسد وہی ہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا فساد ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی منافقانہ روش سے کافر تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اسلام میں کوئی خوبی نہیں۔ کہ یہ مُنافق اسلام میں داخل ہو کر بھی گناہوں میں مبتلا ہیں۔ دُوسری طرف مُسلمانوں کو دھوکہ دے کر ورغلاتے ہیں۔ اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے خدا کا خوف دِل میں نہیں رکھتے۔ ان کی اس روش سے دُوسروں کے دلوں سے بھی خوف مِٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہُوا کہ سچائی سے لوگوں میں آپس میں سلوک پیدا ہوتا ہے۔ جو دُنیا میں اصلاح کا باعث بنتا ہے۔ اور منافقت سے دنیا کے انتظام میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اور اپنی کمزوری کو نہیں سمجھتا تو تباہ ہو جاتا ہے اور اس کا شعور اور اندرونی احساس ختم ہو جاتا ہے۔

مُنافقوں کی بے عقلی

وَ۔اِذَا۔قِیْلَ۔لَھُمْ۔اٰمِنُوْا۔کَمَآ
اور جب کہا جاتا ہے اُن سے ایمان لاؤ جیسے
اٰمَنَ۔النَّاسُ۔قَالُوْٓا۔اَ۔نُؤْمِنُ۔کَمَآ
ایمان لائے لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے
اٰمَنَ۔السُّفَھَآءُ۔اَلَآ۔اِنَّھُمْ۔ھُمُ
ایمان لائے بیوقوف لوگ سُن رکھو کہ خود ہی وہی
السُّفَھَآءُ۔وَ۔لٰکِنْ۔لَّا۔یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾
بے وقوف اور لیکن نہیں علم رکھتے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ جیسے
اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ
لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے کہ
اٰمَنَ السُّفَھَآءُ ط اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ
بیوقوف ایمان لائے ہیں۔ سُن رکھو کہ خود وہی لوگ
السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾
بے وقوف ہیں۔ لیکن وُہ علم نہیں رکھتے۔

اَلنَّاسُ: (لوگ) الف لام کے لگنے سے یہ لفظ خاص انسانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی وُہ لوگ جو دِل سے صحیح معنوں میں ایمان لائے اور دورُخی چال نہ چلے۔

اَلسُّفَھَآءُ: (بے وقوف لوگ) یہ سفیہ کی جمع ہے۔ جو لفظ سفہ سے نکلا ہے اس کے معنی ہیں ہلکا پن چونکہ بے وقوفی عقل میں ہلکے پن اور کمی ہونے کے سبب سے ہوتی ہے۔ اس لفظ کا استعمال بے وقوفی اور حماقت کے لئے ہونے لگا۔

اس آیت میں منافقوں کی ایک اور عادت کا ذکر ہے۔ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اسلام پر صدق و اخلاص کے ساتھ سچے مُسلمانوں کی طرح ایمان لاؤ تو وُہ جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں۔ گویا اُن کے خیال میں ایمان لانے والے بیوقوف ہیں۔ کہ وُہ کُفر کے ایک بڑے طاقتور جتھے کے مقابلہ میں حق بات کو غالب کرنا چاہتے ہیں۔ جو منافقوں کے نزدیک سراسر ناممکن ہے۔ مدینہ کے مُنافق اپنی قوت اور طاقت کے بل بوتے پر بہت مغرور تھے۔ انہیں یقین تھا۔ کہ اُن کے مقابلہ میں اجنبی اور غریب الوطن مُسلمان نہیں ٹھہر سکیں گے۔ وُہ خیال کرتے تھے کہ اسلام چند روز کا کھیل ہے۔ جو خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اس لئے جو لوگ اس میں داخل ہو رہے ہیں۔ وُہ انجام سے غافل اور اپنے نفع سے لا پرواہ ہیں۔

اُن کے اس قول کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی لوگ احمق اور بے وقوف ہیں کیونکہ راستبازی اور سچائی آخر غالب آکر رہتی ہے۔ اور دھوکہ دینے والے مُنافق ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مُنافقین کا آخرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ آخرت پر ایمان رکھنے کے لئے بہت زیادہ دُور اندیشی کی ضرورت ہے۔ آخرت کو ماننے سے اس دُنیا کے عیش و عشرت کو ہمیشہ کی زندگی کے آرام کے لئے کسی قدر چھوڑنا پڑتا ہے۔ منافق عاقبت کا خیال نہیں کرتے۔ وُہ اپنے ابدی نفع و نقصان سے غافل رہتے ہیں۔ اس لئے وہی بے وقوف اور احمق ہیں۔

منافقوں کا ہنسی اُڑانا

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا
اور جب ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہتے ہیں
اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا
ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں طرف ان کے شیطان وہ کہتے ہیں
اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾
ہم تمہارے ساتھ ہیں محض ہم مذاق کر رہے تھے
اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ
اللہ مذاق کرتا ہے ان سے اور ڈھیل دیتا ہے اُن کو
فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾
میں ان کی سرکشی اندھے ہو رہے ہیں۔

اور جب اِن لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو محض مذاق کر رہے تھے۔ اللہ اُن سے مذاق کرتا ہے اور اِنہیں ڈھیل دیتا ہے۔ وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہو رہے ہیں۔

شَیٰطِیْنِهِمْ (اُن کے شیطان) شیطان کا لفظ عربی میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ سرکش اور بھڑکانے والے کو شیطان کہتے ہیں۔ انسانوں، جنوں سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں شَیٰطِیْنِهِمْ سے مُراد مُنافقین کے سردار لئے گئے ہیں۔ جو اپنی سرکشی کے لحاظ سے شیطان بنے ہوئے تھے۔

مُسْتَهْزِءُوْنَ (مذاق کرتے ہیں) یہ لفظ استہزاء سے بنا ہے جس کے معنی تمسخر کرنے اور ہنسی اُڑانے کے ہیں۔

طُغْیَانِهِمْ (اپنی سرکشی میں) یہ لفظ طغیٰ سے بنا ہے۔ لفظ طغیانی کا ماخذ بھی یہی ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک مقررہ حد سے تجاوز کرنا۔ یہاں اس سے مُراد سرکشی میں حد سے بڑھ جانا ہے۔

یَعْمَهُوْنَ (اندھے ہو رہے ہیں) یہ لفظ عمه سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں اندھاپن۔ یہاں ایسی کیفیت مُراد ہے کہ انسان کو راستہ سجھائی نہ دے۔ اور وُہ ادھر اُدھر اندھوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا پھرے۔

اس آیت میں منافقین کے طرزِ عمل کی ایک اور خرابی بیان کی گئی ہے یعنی یہ کہ وہ دو رُخی چال چلتے۔ جب مُسلمانوں سے ملتے۔ تو انہیں دھوکہ دینے اور خوش کرنے کو کہتے تھے کہ ہم بھی ایمان لائے لیکن جب وُہ اپنے سرداروں کے پاس تنہائی میں جاتے تو کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو مُسلمانوں کو بیوقوف بناتے ہیں یہ بیوقوف اور سیدھے سادے لوگ ہیں۔ ہماری اس بات کو سچ مان کر ہمیں اپنے پوشیدہ راز بتا دیتے ہیں اور دلی ارادوں اور تدبیروں سے مطلع کر دیتے ہیں۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کے مذاق کو انہیں پر پلٹ دیا سزا اور معاوضہ کے موقع پر عربی زبان میں یہ محاورہ عام ہے جیسے ہم کہیں کہ بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی خراب حالت میں چھوڑ رکھا ہے کہ وُہ اپنی سرکشی اور حماقت میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور قرآن کی روشنی سے محرُوم اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔

گمراہی اور خسارہ

اُولٰٓئِكَ - الَّذِيْنَ - اشْتَرَوُا - الضَّلٰلَةَ
یہی لوگ جنہوں نے خرید لی گمراہی
بِالْهُدٰى ۔ فَمَا - رَبِحَتْ - تِّجَارَتُهُمْ
ہدایت کے بدلے سو نہ سودمند ہوئی ان کی تجارت
وَمَا - كَانُوْا - مُهْتَدِيْنَ ⑯
اور نہ وُہ ہوئے ہدایت پانے والے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی مول لی
بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
ہدایت کے بدلے سو نہ ان کی تجارت ہی سودمند ہوئی
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯
اور وُہ ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔

اِشْتَرَوُا (انہوں نے خرید لی) ایک چیز کے بدلے میں دُوسری چیز پا لینا۔ یہ لفظ خریدنے اور بیچنے دونوں کے لئے آتا ہے۔ ایمان کا قبول کر لینا منافقین کے اختیار میں تھا۔ لیکن اس کے بجائے انہوں نے کفر اور منافقت کی روش اختیار کر لی۔

مَا رَبِحَتْ (سودمند نہ ہُوئی) یہ لفظ ربح سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نفع۔

اس سبق میں نفاق کا انجام بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی حاصل کر لی یعنی انسانیت کی جو خوبی ہر شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہر انسان نیکی اور ابدی حیات کا آرام حاصل کر سکتا ہے۔ ان منافقوں نے اس نورِ انسانیت کو بجھا دیا۔ اور جو ہدایت انہیں حاصل کرنی چاہیئے تھی۔ اس کو نظر انداز کر کے اپنے اندر بُرے اخلاق اور غلط عادتیں پیدا کر لیں۔ اور اپنے دِل میں خیال کیا کہ ہم نے یہ سودا بڑا اچھا کیا۔ مُنہ سے توحید کا کلمہ کہہ دیا اور دِل میں کُفر رکھا اور خوش ہُوئے کہ اس سے زیادہ نفع والی تجارت اور کیا ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس تجارت میں انہیں نفع نہ ہُوا۔ انہوں نے اپنی ساری عمر صرف کر کے دُنیا کے ضائع ہو جانے والے عارضی اور نفسانی فائدے حاصل کر لئے۔ تجارت تو یہ تھی۔ کہ اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے ہمیشہ رہنے والی زندگی کا آرام حاصل کرتے۔ لیکن انہوں نے اصل سرمایہ کو بھی ضائع کر دیا۔

منافقین کی یہ گمراہی اور گھاٹا اُن کے اُن اعمال کا نتیجہ ہے۔ جن کا ذکر اس سے پہلی آیات میں گذر چکا ہے کہ وُہ زبان سے اللہ اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ دِل سے نہیں مانتے۔ مومنوں اور اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اُن کے دِل میں کفر نفاق کا مرض ہے۔ وُہ اصلاح کے نام سے فساد بپا کرتے ہیں۔ مخلص اور صاحب ایمان لوگوں کو بے وقوف سمجھتے ہیں انہیں ایمان اور تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ لیکن جب اپنے بدکردار ساتھیوں اور سرداروں کے پاس جاتے ہیں تو اُن کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔

منافقوں کی پہلی مثال

مَثَلُھُمۡ ۔ کَ ۔ مَثَلِ ۔ الَّذِی ۔ اسۡتَوۡقَدَ ۔ نَارًا
ان کی مثال جیسے مثال وہ جنہوں نے جلائی آگ
فَلَمَّآ ۔ اَضَآءَتۡ ۔ مَا ۔ حَوۡلَہٗ ۔ ذَھَبَ ۔ اللّٰہُ
پھر جب اس نے روشن کر دیا جو اس کے ارد گرد سلب کر لی اللہ
بِنُوۡرِھِمۡ ۔ وَ ۔ تَرَکَھُمۡ ۔ فِیۡ ۔ ظُلُمٰتٍ
ان کی روشنی اور اُن کو چھوڑ دیا میں اندھیرے
لَّا ۔ یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷﴾
نہیں دیکھ پاتے

مَثَلُھُمۡ کَمَثَلِ الَّذِی اسۡتَوۡقَدَ نَارًا
اُن کی مثال تو اُن کی سی ہے جنہوں نے آگ جلائی
فَلَمَّآ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَہٗ ذَھَبَ اللّٰہُ
پس جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تو اللہ نے سلب
بِنُوۡرِھِمۡ وَتَرَکَھُمۡ فِیۡ ظُلُمٰتٍ
کر لی اُن کی روشنی اور انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا۔
لَّا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷﴾
وُہ نہیں دیکھ پاتے۔

مَثَلُھُمۡ: (ان کی مثال) مَثَل کسی ایسے پُرانے مشہور واقعہ کو کہتے ہیں۔ جو موجودہ کسی واقعہ سے ملتا جلتا ہو اور مشہور ہونے کی وجہ سے لوگوں کی سمجھ میں بہت جلد آ سکتا ہو۔ نیز موجودہ واقعہ کی تشریح کے لئے اُس کے بیان کرنے سے بہت مدد ملتی ہو۔

ظُلُمٰت: (اندھیرے) یہ لفظ ظلمت کی جمع ہے۔ جس کا ترجمہ ہے اندھیرا اور تاریکی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافق دو قسم کے تھے۔ ایک وُہ جو دِل سے اسلام کے پکے دشمن تھے۔ مگر زبان سے مُسلمانوں کے ہمدرد اور رفیق ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ دُوسرے وُہ جو طبیعت کے کمزور تھے اور قطعی طور پر نہ تو اسلام کے حامی تھے اور نہ مخالف۔ جس طرف اپنا فائدہ دیکھتے اس طرف ہو جاتے۔ قرآن مجید نے ان دونوں قسم کے منافقوں کی مثالیں دی ہیں۔ اس آیت میں پہلی قسم کے منافقوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔

ان لوگوں کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی شخص نے اندھیری رات میں آگ جلائی۔ اس کی روشنی سے اردگرد کی تمام چیزیں روشن ہو گئیں اور وُہ اس قابل ہو گیا کہ نقصان پہنچانے والی اور نفع بخشنے والی چیزوں میں فرق کر سکے۔ مگر اچانک آنکھوں کی روشنی اللہ نے چھین لی۔ اور اب اُسے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ روشنی کے باوجود اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔

یہ مثال منافقوں پر ٹھیک ٹھیک درست آتی ہے۔ وُہ پہلے کُفر کی تاریکی میں پڑے ہوئے تھے۔ نیک و بد میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ پھر اسلام کی شمع روشن ہوئی اور اُس سے وُہ فائدے اُٹھانے لگے کہ اچانک اُن سے اسلام سے فائدہ اٹھانے کے تمام مواقع چھین لئے گئے۔ اُن کی اصلی صورت مُسلمانوں کے سامنے آ گئی۔ اور وُہ اس قابل نہ رہے کہ مُسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں کچھ منافق از خود حق کو ٹھکرا کر باطل کی طرف جُھک گئے۔ کچھ اپنی اغراض کی وجہ سے اس روشنی سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہو گئے ان تینوں صُورتوں میں اُن کے لئے اسلام کی روشنی بے کار ہو گئی۔ اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

مُنافقوں کا انجام

صُمٌّ ۔ بُكْمٌ ۔ عُمْىٌ ۔ فَهُمْ ۔ لَا ۔ يَرْجِعُوْنَ ﴿١٨﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿١٨﴾

بہرے گونگے اندھے پس وُہ نہیں لوٹیں گے ۔ وُہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں ۔ وُہ نہیں لوٹیں گے ۔

صُمٌّ : (بہرے) اس کی واحد اصم ہے جس کے معنے بہرے کے ہیں ۔ منافق اگرچہ ظاہری طور پر بہرے نہیں تھے ۔ لیکن انہیں بہرہ اس لئے کہا گیا کہ وُہ اسلام کی حق باتیں سنتے اور ٹال دیتے ۔ اور سُنی بات کو ان سُنی کر دیتے ۔ گویا وُہ بہرے ہیں کچھ سنتے ہی نہیں ۔

بُكْمٌ : (گونگے) یہ ابکم کی جمع ہے ۔ جس کے معنی ہیں گونگا ۔ اگرچہ ان لوگوں کی زبانیں تو موجود تھیں لیکن سچّی بات پُوچھنے سے گریز کرتے اور حق بات کا اقرار نہ کرتے گویا گونگے ہیں اور اُن کے مُنہ میں زبان نہیں ۔

عُمْىٌ : (اندھے) یہ اعمٰی کی جمع ہے ۔ جس سے مُراد ہے اندھا آدمی ۔ انہیں اندھا اس لئے کہا گیا کہ آنکھیں رکھنے کے باوجود اللہ کی نشانیاں دیکھ کر قبول نہیں کرتے تھے ۔

اس آیت میں منافقوں کے اعمال کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے ۔ وُہ لوگ اسلام کی روشنی ظاہر ہو جانے کے باوجود کُفر کے اندھیروں میں پڑے رہے ۔ دُنیاوی فائدوں ، ذاتی غرضوں اور نفسانی خواہشوں کی پیروی میں انہوں نے اچھے اور بُرے میں تمیز نہ کی ۔ جس طرح قدرتی قاعدہ کے ماتحت آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جُھلس جاتا ہے ۔ اسی طرح اُن لوگوں کی کج روی اور جان بُوجھ کر گمراہی کی وجہ سے حق کو پہچاننے کی تمام قوتیں ضائع ہو گئیں ۔ کُفر ان پر غالب آ گیا ۔ وُہ اسلام کی روشنی سے محرُوم ہو گئے ۔ اللہ نے اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے روشنی کو سلب کر لیا اور وُہ اندھیرے میں بھٹکنے لگے ۔

نیکی اور بدی کی تمیز اُٹھ جانے کا لازمی نتیجہ یہ ہُوا کہ وُہ حق کی آواز سُننے کے قابل نہ رہے ۔ اُن کی زبانیں گونگی ہو گئیں کہ وُہ کسی سے راہِ حق دریافت نہ کر سکتے ۔ اُن کی آنکھیں اندھی ہو گئیں کہ اسلام کی روشنی انہیں نظر نہ آتی ۔ اور اللہ کی نشانیاں اُن پر کوئی اثر نہ کرتیں ۔

علم حاصل کرنے کے تین ظاہری ذریعے ہوتے ہیں ۔ کان ، زبان اور آنکھ کبھی انسان دُوسروں کی باتیں سُن کر بعض چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے ۔ کبھی زُبان سے پُوچھ کر معلوم کرتا ہے ۔ اور کبھی آنکھ سے دُوسری چیزوں کو دیکھتا ہے ۔ لیکن منافق اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث یہ تینوں ذریعے کھو بیٹھتا ہے ۔ اور اب نہ کسی ہدایت دینے والے کی آواز سُنتا ہے ۔ نہ وُہ سچّی تعلیم کے بارے میں پوچھتا ہے ۔ اور نہ حق کی نشانیوں کو آنکھوں سے دیکھ کر کوئی اثر حاصل کرتا ہے ۔ اور اب اس بات کی کوئی اُمید نہیں کہ وُہ کُفر سے اسلام کی طرف یا اندھیرے سے روشنی کی طرف واپس آئے گا ۔

منافقوں کی دُوسری مثال

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ	اَوْ - كَ - صَيِّبٍ - مِّنَ - السَّمَآءِ - فِيْهِ
یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے زور کا مینہ برس رہا ہو	یا جیسے زور کا مینہ سے آسمان اس میں
ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ	ظُلُمٰتٌ - وَّ - رَعْدٌ - وَّ - بَرْقٌ - يَجْعَلُوْنَ
اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی اپنے کانوں میں	اندھیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے ہیں
اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ	اَصَابِعَهُمْ - فِيْٓ - اٰذَانِهِمْ - مِّنَ - الصَّوَاعِقِ
کڑک کے مارے موت کے ڈر سے انگلیاں	اپنی انگلیاں میں اپنے کان سے کڑک
حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ	حَذَرَ - الْمَوْتِ
دیتے ہیں ۔	اندیشہ موت ۔

كَصَيِّبٍ: (جیسے مینہ) یہ لفظ صوب سے نِکلا ہے جس کے معنی ہیں بادل یا بارش کا نازل ہونا۔

السَّمَآءِ: (آسمان) یہ لفظ سمو سے بنا ہے ۔اس کے معنیٰ بلندی کے ہیں ۔ ہر بلندی والی چیز خواہ بادل ہو یا آسمان اسے اسماء کہا جاتا ہے ۔

آپ پڑھ آئے ہیں ۔کہ منافقوں کی دو قسمیں ہیں ۔پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو دِل سے اسلام کے پکے دُشمن ہیں ۔لیکن ظاہری طور پر اپنے مُسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔اُن کی مثال اس سے پہلی آیت میں آپ پڑھ آئے ہیں ۔

اِس آیت میں دُوسری قسم کے منافقوں کا ذکر ہے ۔وُہ اپنی طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے نہ تو پُوری طرح اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور نہ اسے چھوڑتے ہیں ۔بلکہ شک اور تذبذب میں غرق رہتے ہیں اور قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے ۔دُوسری قسم کے منافقوں کی مثال زوردار بارش سے دی گئی ہے ۔اس میں بے شمار فائدے ہیں ۔مُردہ زمین زندہ ہوتی ہے ۔کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں ۔ندی نالے بہنے لگتے ہیں ۔لیکن ساتھ ہی دِل کو لرزانے والی بادلوں کی کڑک اور آنکھوں کو چندھیانے والی بجلی کی چمک بھی ہوتی ہے ۔گھٹا ٹوپ اندھیرا بھی چھا جاتا ہے ۔لیکن ان باتوں کے باوجود کوئی بارش کا دُشمن نہیں ہوتا ۔

اسلام بھی بارش کی طرح سراسر رحمت بن کر آیا ۔لیکن اس میں نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ ، جہاد اور احکام خداوندی کی دُوسری پابندیاں اور دُشواریاں بھی ہیں ۔منافق ان پابندیوں سے بدکتے ہیں اور جی کتراتے ہیں ۔

منافق اسلام کے فائدے دیکھتے تو اُس کی طرف دوڑتے ۔مگر جب قربانی کا وقت آتا تو پیچھے ہٹ جاتے ۔

کاش تذبذب چھوڑ کر یہ لوگ ایک طرف ہو جاتے ۔اور اپنی زندگی اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیتے ۔

مُنافقوں کی بے بسی

وَ اللّٰهُ مُحِيۡطٌۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۹﴾
اور اللہ کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

وَ ۔ اللّٰهُ ۔ مُحِيۡطٌۢ ۔ بِالۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۹﴾
اور اللہ احاطہ کئے ہوئے ہے کافروں کا

مُحِیۡطٌ: (احاطہ کئے ہوئے) یہ لفظ احاطہ سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں چاروں طرف سے کسی چیز کو گھیر لینا۔ یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ کافروں پر اپنی ذات، علم اور قدرت ہر لحاظ سے محیط ہے۔

دونوں قسم کے منافقوں کا حال آپ نے پچھلے سبقوں میں پڑھ لیا۔ پہلی قسم کے لوگ اندرونی طور پر اسلام کے بڑے دُشمن ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر وُہ اس کا دم بھرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے حمایتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دُوسری قسم کے منافق طبیعت کے کمزور، بُزدل اور پست ہمت ہیں۔ وُہ جس مجلس میں جائیں۔ اُسی کا اثر قبول کر لیتے ہیں مُسلمانوں کے ساتھ بیٹھیں۔ اُن کے وعظ اور دعوت سُنیں اُن کی شان اور فتحمندی دیکھیں تو مرعوب ہو کر اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب آزمائش اور امتحان سے واسطہ پڑتا ہے۔ تو پھر کُفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ وُہ مشقّت اور موت سے ڈرتے ہیں۔

آیت کے آخر میں بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان منافقوں پر ہر طرح سے حاوی ہے۔ وُہ محض مشقّت اور موت سے بچنے کی خاطر اسلام سے بھاگتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان پر ہر قسم کا اختیار اور قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے موت سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ اسلام اُن سے مُطالبہ کرتا ہے۔ کہ وُہ نفسانی لذتوں اور جھُوٹی خواہشوں کو چھوڑ دیں۔ اللہ کی راہ میں جان و مال پیش کریں۔ تکلیفیں اور مُصیبتیں جھیلیں۔

وُہ عذاب کی آیتیں سُننا نہیں چاہتے اور کان دبا کر نکل جاتے ہیں۔ لیکن وُہ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ قادرِ مُطلق کی گرفت سے اپنے آپ کو اس طرح بچانے کی کوشش محض حماقت اور کم عقلی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صرف ڈھیل دیتا ہے۔ اور سمجھنے کے موقعے اُن کے لئے پیدا کرتا ہے۔ جب اُن کی مُہلت ختم ہو جائے گی۔ تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اور اُن کا کوئی دوست انہیں اللہ کے عتاب سے نہیں بچا سکے گا۔ وُہ اُن کی تمام حرکات بلکہ سینوں کے بھیدوں تک کو بھی جانتا ہے اور وُہ اُن پر قدرت کے لحاظ سے بھی حاوی ہے۔ جس طرح کی سزا دینا چاہے۔ اُسے اس پر قدرت حاصل ہے۔

جس طرح بارش میں گرج، چمک اور کڑک سب کچھ ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام میں آزمائش کے طور پر محنت، سختی، غربت اور تکلیف سب ہی کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر نتیجہ میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وُہ ان عارضی مُصیبتوں سے گھبرا کر اسلام سے بھاگ نہ جائے بلکہ استقلال کے ساتھ اس پر جم جائے۔ انسان اگر مُصیبتوں سے بھاگنا ہی چاہے تو بچ نہیں سکتا۔

مُنافقوں کا تذبذب

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ

قریب ہے کہ بجلی اُن کی بینائی اُچک لے جب وُہ ان پر چمکتی ہے تو اُس کی روشنی میں چلتے ہیں۔ اور جب ان پر اندھیرا ہو وُہ کھڑے رہ جاتے ہیں۔

يَكَادُ - الْبَرْقُ - يَخْطَفُ - أَبْصَارَهُمْ - كُلَّمَا - أَضَاءَ
قریب ہے بجلی اُچک لے اُن کی بینائی جب چمکتی ہے

لَهُمْ - مَّشَوْا - فِيهِ - وَ - إِذَا - أَظْلَمَ
اُن پر چلتے ہیں اس میں اور جب اندھیرا ہو

عَلَيْهِمْ - قَامُوا
اُن پر کھڑے رہ جاتے ہیں۔

يَخْطَفُ: (اُچک لے جائے) اس سے مُراد ہے آنکھوں کا چندھیا جانا یعنی اسلام کا غلبہ، طاقت اور شوکت مُنافقوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے اور اُن کے دِلوں میں اس کا رُعب ڈالنے کے لئے کافی ہیں۔

اس آیت میں دُوسری قسم کے مُنافقوں کا حال مزید تشریح اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں بارش کی مثال دے کر اُن کی فِطرت کے بارے میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ وُہ فائدوں کی طرف لپکتے ہیں۔ لیکن فائدے حاصل کرنے کے لئے کچھ مشقت یا نقصانات اٹھانے پڑیں تو پھر پیچھا دکھا جاتے ہیں۔

بارش نوعِ انسان کے لئے بہت سے فائدوں کا سبب بنتی ہے۔ لیکن جب اس میں بادل کی کڑک اور بجلی کی چمک دیکھتے ہیں۔ تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اور اس سے بچنا چاہتے ہیں اور بارش کے فائدوں سے سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ فلاح اور بہتری کے لئے اگر کچھ قربانی کرنی پڑے یا آزمائش میں مبتلا ہونا پڑے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ منافقین اسلام کی کامیابیاں اور فتحمندیاں دیکھتے ہیں۔ تو اُن کے قدم اسلام کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ دراصل اُن کے دِل میں حق کی تلاش نہیں ہوتی۔ صرف اسلام کے رُعب اور شوکت کی وجہ سے اس کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اور جب دیکھتے ہیں کہ اہل ایمان کو آزمائشیں اور مصیبتیں پیش آنے لگی ہیں۔ تو پھر یہ انکار اور بے یقینی کی وجہ سے ٹھٹک کر رہ جاتے ہیں۔ اور اسلام کی طرف اُن کے بڑھتے ہُوئے قدم رُک جاتے ہیں۔ گویا بجلی کے چمکنے کی طرح جب اسلام کی روشنی ان پر واضح ہوتی ہے۔ تو مُسلمان ہو جاتے ہیں۔ اُن کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن جُوں ہی اندھیرا ہو جاتا ہے۔ یعنی انہیں تکلیفیں اور مُصیبتیں پیش آنے لگتی ہیں۔ تو پھر اُن کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور واپس کُفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

اس سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ سُکھ اور دُکھ ہمیشہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کی راہ میں جان مال اور اولاد کی قربانی کریں تو یقیناً اس کے بدلہ میں کامیابی اور فلاح نصیب ہو گی۔ یہ روش ہرگز درست نہیں۔ کہ فائدے کی طرف تو ہم دوڑیں۔ مگر آزمائش کے وقت پیچھے ہٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں۔

مُنافقوں کو وعید

وَ۔ لَوْ۔ شَآءَ۔ اللّٰہُ۔ لَذَھَبَ۔ بِسَمْعِھِمْ
اور اگر چاہے اللہ لے جائے ان کے کان
وَ۔ اَبْصَارِھِمْ ؕ اِنَّ۔ اللّٰہَ۔ عَلٰی۔ کُلِّ
اور اُن کی آنکھیں بیشک اللہ پر ہر
شَیْءٍ۔ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ ع
چیز قادر۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَذَھَبَ بِسَمْعِھِمْ
اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کان
وَاَبْصَارِھِمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ
اور ان کی آنکھیں لے جائے بے شک اللہ ہر
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ ع
چیز پر قادر ہے۔

ع ۱۳/۲

اس رکوع کی ابتداء سے منافقوں کا بیان شروع ہُوا تھا۔ جو یہاں ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سُننے اور دیکھنے کی قوتیں بخشیں۔ لیکن منافقوں نے یہ قوتیں صرف دُنیا کے عارضی فائدے جمع کرنے اور نفسانی خواہشوں کو پُورا کرنے میں خرچ کر دیں۔ حق کی آواز سُننے اور اللہ کی نشانیاں دیکھنے سے اپنے کانوں اور آنکھوں کو بالکل بند کر لیا۔ انہوں نے اپنی قوتوں سے صحیح کام لینے کی بجائے اُن کا غلط استعمال کیا۔

اب اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کرتا ہے۔ کہ اگر وُہ اس غلط روش سے باز نہ آئے۔ تو ان سے یہ قوتیں چھین لی جائیں گی منافق اگرچہ موت کے خوف سے بجلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ وُہ کڑک اور گرج کی آواز سُن کر کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں کہ مر نہ جائیں۔ اللہ اُن کی آنکھوں کی بینائی اور کانوں کی سُننے کی قوت چھین بھی سکتا ہے۔ خواہ وُہ کتنی ہی بچانے کی کوشش کریں۔

انسان کو دیکھنے، سوچنے اور سُننے کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دی ہیں۔ لیکن جب وُہ انہیں اُس کے حکم کے مطابق استعمال نہیں کرتا۔ تو اُسے ڈرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کہیں چھین نہ لے۔ اگر وُہ چھیننے میں کچھ دیر کرے۔ تو نڈر نہ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ سزا ملنے میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے یہ دیر ڈھیل دینے کے لئے ہو۔ یا اُس کی رحمت کی وجہ سے ہو۔

انسان کی آنکھیں اور کان موجود ہوتے ہُوئے بھی جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ارادہ نہ ہو وُہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر وہ چاہے تو وُہ انسان کو اعضاء سے کام لینے کی قوتوں سے محروم کر سکتا ہے۔ کہ آنکھ ہوتے ہُوئے بھی نہ دیکھ سکے اور کان ہوتے ہُوئے بھی نہ سُن سکے اور یہ بات اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اس نے عالم کے انتظام کے لئے قاعدے، وقت اور سبب مقرر کر رکھے ہیں۔ وُہ دُنیا کے تمام کافروں، منکروں اور منافقوں کو فوراً فنا کر سکتا ہے لیکن مقررہ قاعدوں کے مُطابق انہیں ڈھیل مل جاتی ہے تاکہ وُہ باز آ جائیں۔ اس کے باوجود اگر وُہ باز نہ آئیں تو اس کا غضب ان پر یوں آ پڑتا ہے کہ انہیں اس کا سان گمان بھی نہیں ہوتا چنانچہ اکثر منافقوں کا حال ایسا ہی ہُوا۔

عبادت کا مطالبہ

يٰۤاَيُّهَا ۔ النَّاسُ ۔ اعْبُدُوْا ۔ رَبَّكُمُ ۔ الَّذِيْ
اے لوگو عبادت کرو تمہارا رب جس نے
خَلَقَكُمْ ۔ وَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ مِنْ ۔ قَبْلِكُمْ
تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو سے تم سے پہلے
لَعَلَّكُمْ ۔ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾
تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ
اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے
خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
تمہیں پیدا کیا اور ان کو جو تم سے پہلے تھے۔
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾
تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

لَعَلَّكُمْ، (تاکہ تم) عربی میں لَعَلَّ اس موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ جہاں کسی کام کا نتیجہ پیدا ہونے کی قوی امید ہو۔

تَتَّقُوْنَ: (تم متقی پرہیزگار بن جاؤ) متقی اور تتقون اور تقویٰ ایک ہی لفظ سے بنے ہیں۔ اس کی مکمل تشریح سبق (۱۷) میں گذر چکی ہے۔ مختصر یہ کہ تم میں خدا سے ڈرنے اور احتیاط سے زندگی بسر کرنے کی عادت پختہ ہو جائے اس کو پرہیزگاری کہتے ہیں۔

اَلنَّاسُ، (لوگو) قرآن پاک میں اس آیت میں سب سے پہلی بار اللہ تعالیٰ نے ایک مطالبہ کیا ہے اور انسانوں کو يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے عبادت گذار بننے کا مطالبہ ہر انسان سے فرمایا ہے۔

اُعْبُدُوْا، (عبادت کرو) یہ لفظ عبادت سے بنا ہے۔ جس کی اصل عَبْدٌ ہے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو عاجزی اور ادب کے ساتھ ماننا، جسے اطاعت اور فرمانبرداری بھی کہتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ عبادت کے ضروری اجزا ہیں۔ لیکن عبادت انہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ وُہ پُوری زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔

اس سورۃ کے شروع میں سب سے پہلے متقی کی صفات بیان کی گئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ قرآن اہل تقویٰ کے لئے ہدایت ہے۔ اس کے بعد کافروں کا حال بیان کیا گیا۔ اور پھر مُنافقوں کی کیفیت واضح کی گئی۔ اب یہاں تمام انسانوں کو مخاطب کیا جاتا ہے کیونکہ ان تین قسم کے لوگوں کے ذکر کے بعد آدمی میں واقعی طور پر متقی بننے کا شوق پیدا ہو جانا چاہیئے۔ اس لئے اب اصل تقویٰ حاصل کرنے کی راہ انسان کے سامنے واضح کی جاتی ہے۔

یہاں تمام لوگوں کو پکار کر یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کے تمام عقیدوں اور حکموں کی اصل بنیاد رب کو پہچاننا ہے۔ انسان کو پیدا کرنے کا سب سے پہلا مقصد یہ ہے کہ وُہ اپنے رب کو ڈھونڈے۔ اس کی کھُلی نشانیوں سے اسے پہچانے اور اسی کی عبادت کرے اور دُنیا و آخرت کی کامیابی اُسی سے مانگے کیونکہ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور ہر وقت ہر زمانے میں اُس کی پرورش کی اور اس کو اس کی قابلیت کے مطابق ترقی کے راستے بتائے۔ اس رب کی سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ اس نے تم کو اور ان سب کو جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں پیدا کیا۔ اسی معرفت سے تقویٰ حاصل کرنے کی راہ کھُلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں بلکہ اس سے سراسر انسان ہی کا فائدہ ہے۔ عبادت کرنے سے انسان کے خیالات کی پریشانی دُور ہوتی ہے۔ اور اصل باتوں کی طرف توجہ دینے کا موقع ملتا ہے۔

شرک کی مُمانعت

الَّذِیۡ - جَعَلَ - لَکُمُ - الۡاَرۡضَ - فِرَاشًا - وَّ
جس نے - بنا دیا - تمہارے لئے - زمین - فرش - اور
السَّمَآءَ - بِنَآءً - وَّ - اَنۡزَلَ - مِنَ - السَّمَآءِ - مَآءً
آسمان - چھت - اور - اتارا - سے - آسمان - پانی
فَاَخۡرَجَ - بِهٖ - مِنَ - الثَّمَرٰتِ - رِزۡقًا - لَّکُمۡ
پھر نکالا - اس سے - سے - پھل - روزی - تمہارے لئے
فَلَا - تَجۡعَلُوۡا - لِلّٰهِ - اَنۡدَادًا - وَّ - اَنۡتُمۡ - تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾
سو نہ ٹھیراؤ - اللہ کے لئے - مقابل - اور - تم - جانتے ہو۔

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّ
جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور
السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
آسمان کو چھت بنا دیا اور آسمان سے پانی اتارا
فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ
پھر اس سے تمہاری روزی کے لئے مختلف پھل نکالے
فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾
سو نہ ٹھیراؤ اللہ کے لئے کوئی مقابل اور تم جانتے ہو۔

فِرَاشًا: (فرش) وُہ چیز جو بچھا دی گئی ہو۔ یا ایسی ٹھوس اور ہموار چیز جس پر ہم قدم رکھ سکتے ہوں اور چل پھر سکتے ہوں۔ ہموار ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وُہ مستطیل یا مربع ہو۔ بلکہ ایک بڑی گول شکل بھی فرش کا کام دے سکتی ہے۔

اَنۡدَادًا: (مقابل) یہ لفظ نِدّ کی جمع ہے۔ جو عربی میں مثل و مشابہ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مخالف اور ندِ مقابل کے معنوں میں بھی۔ چنانچہ اَنۡدَادًا کے معنی مخالف اور موافق دونوں ہو سکتے ہیں۔

پہلی آیت میں رب کی پہچان یہ بتائی گئی تھی۔ کہ اس کو اپنا اور اپنوں سے پہلوں کا پیدا کرنے والا مانا جائے۔ اس آیت میں کچھ اور نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کرنے والی صفت زمین یا ماں کے پیٹ کے اندر کام کرتی ہے اور آدمی کو نظر نہیں آتی۔ اس لئے دُوسری صفات جو اس سے زیادہ واضح ہیں۔ بیان کی جاتی ہیں۔ تاکہ اُن پر ہر چھوٹا بڑا آدمی غور کر سکے۔

انسان کی زندگی کو باقی اور قائم رکھنا، اس کے اسباب مہیا کرنا اور انسان کی زندگی کو آہستہ آہستہ اس کی ترقی کے آخری درجہ تک پہنچا دینا صرف اس کے رب کا کام ہے۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ وُہ انسان کا رب ہے اور اُسی نے اس کو پیدا کرنے کے بعد اُس کی زندگی باقی رکھنے کے تمام ذریعے اکٹھے کر دیئے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

(۱) زمین جس پر ہم رہتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہُوا فرش ہے (۲) آسمان جس کو اللہ تعالیٰ نے خیمہ کی چھت کی طرح انسان کے سر پر چھت بنا کر اُدھر کھڑا کر رکھا ہے جس سے روشنی کا انتظام بھی خوب ہو رہا ہے (۳) انسان کے روزمرہ کے کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لئے اُوپر سے بارش جس سے رنگا رنگ کے پھل وہی پیدا کرتا ہے جن کو انسان کھاتا ہے اور پانی پیتا ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ انسان موجود ہونے میں بھی اور اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے بھی رب ہی کا محتاج ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ وُہ اپنا معبود بھی اسی رب ہی کو سمجھے۔ اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس رب کا نام جس میں یہ سب صفتیں موجود ہیں اللہ ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وُہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوب سمجھا کر اپنی نعمتوں اور بخششوں کو بیان کر کے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور اپنی پہچان کا راستہ بھی بتا دیا ہے۔ تاکہ عبادت اس کو پہچان کر کی جائے۔ بغیر پہچانے عبادت کرتے رہنے سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔

کلامُ اللہ کی سچائی کا دعویٰ

وَ-اِنْ-كُنْتُمْ-فِيْ-رَيْبٍ-مِّمَّا-نَزَّلْنَا
اور اگر تم ہو میں شک جو کہ ہم نے اتارا
عَلٰى-عَبْدِنَا-فَاْتُوْا-بِسُوْرَةٍ-مِّنْ-مِّثْلِهٖ
پر ہمارا بندہ تو لاؤ ایک سورۃ سے اس جیسی
وَ-ادْعُوْا-شُهَدَآءَكُمْ-مِّنْ-دُوْنِ-اللّٰهِ
اور بلا لو اپنے مددگار سے سوا اللہ
اِنْ-كُنْتُمْ-صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾
اگر تم ہو سچے ۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا
اور اگر تم کو اس کتاب میں شک ہے جو ہم نے اتاری
عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ
اپنے بندہ پر تو اس جیسی ایک سورۃ بنالاؤ اور
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلا لو
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾
اگر تم سچے ہو ۔

نَزَّلْنَا: (ہم نے اتارا) تنزیل سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کا اُوپر سے نیچے اتارنا۔ اس جگہ قرآن مجید مُراد ہے۔ جو جبریل امین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رفتہ رفتہ اتارا گیا۔

مِثْلِهٖ: (اس جیسا) اس میں قرآن مجید کی لفظی اور معنوی دونوں خوبیوں کی طرف اشارہ ہے۔ عبارت ایسی ہے جسے ہر ایک سمجھ لے اور مطلب پورا پورا اور صاف صاف خوبصورتی سے بیان ہُوا ہے۔ قرآن مجید کی دُوسری بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر مرد اور عورت کو زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ جس پر چل کر وُہ اس دُنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہو۔ اگر قرآن مجید کے منکر کو شک ہے کہ اللہ کا کلام نہیں۔ انسانی زبان ہے تو کوئی ایک سورت ہی ایسی بنا لائے جس میں یہ دونوں خوبیاں ہوں نہیں تو اُسے ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور کوئی آدمی بلکہ سارے آدمی مل کر ایسی کتاب نہیں بنا سکتے۔

شُهَدَآءَكُمْ: (اپنے مددگار) یہ لفظ شہید کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں باخبر۔ یہاں اس سے مُراد ہے۔ قرآن جیسی سورۃ بنانے میں مدد کرنے والا۔ اس کے دُوسرے مشہور معنی گواہ ہیں۔ اگر یہاں گواہ مراد لیا جائے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ اُن لوگوں کو بُلا لو جو تمہارے اس دعویٰ کی کہ تم نے کسی قرآنی سورۃ کا جواب لکھ لیا ہے تصدیق کر دیں۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی تھی۔ کہ تمام انسانوں کو پیدا کرنے والا اور قائم رکھنے والا وہی ہے اس لئے عبادت کے لائق وہی ہے۔ اِس کو ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی نبوت کی دلیل سے ثابت کر دیا جائے تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ قرآن جو رسُول اللہ کو عطا ہوا۔ وُہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی وجہ سے توحید کے اعلان کے بعد رسالت کے اقرار کی دعوت دی گئی۔ اور لوگوں سے کہا گیا کہ اگر وُہ نبی کی سچائی میں شک کرتے ہیں۔ اور اگر انہیں یہ گمان ہے کہ یہ قرآن نعوذ باللہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ تو اس جیسا کلام پیش کر کے دکھائیں۔ اسلام کی ساری مخالف قومیں اور ان کے علماء آج تک ایسا نہیں کر سکے۔ نہ آئندہ کر سکیں گے۔

کلام اللہ کا چیلنج

قرآن مجید اپنی صداقت کی خود دلیل ہے۔ کلام اللہ کا دعویٰ ہے۔ اگر انکار کرنے والے منکر اسے خدا کا کلام نہیں سمجھتے تو اس جیسا کلام بنا کر پیش کریں۔ اگر قرآن مجید کسی انسان کا بنایا ہُوا ہے۔ یا نعوذ باللہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دِل سے گھڑ لیا ہے۔ تو یقیناً وُہ بھی ایسا کلام بنانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا۔ تم قرآن جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ دُوسری جگہ فرمایا۔ تین ہی لکھ لاؤ۔ یہاں فرمایا اور نہیں تو کم از کم ایک سورت ہی بنا کر پیش کر دو۔ بے شک اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے کوشش کر دیکھو۔ شرط صرف ایک ہے۔ کہ تمہارے کلام میں وُہ تمام لفظی اور معنوی خوبیاں ہوں۔ جو اللہ کے کلام میں موجود ہیں۔ اور تمہارا کلام انسانی زندگی پر ایسا ہی اثر کرنے والا ہو۔ جیسے قرآن مجید کی سورتیں ہیں۔

اسلام سے قبل عرب قوم دُنیا کی دُوسری قوموں سے اکثر باتوں میں پیچھے تھی۔ اخلاقی اعتبار سے وُہ انسانیت کا جوہر کھو چکی تھی۔ معاشرتی اور معاشی زندگی میں عرب حد درجہ پست تھے۔ سیاسی شعور انہیں بالکل حاصل نہ تھا۔ مذہب اور دین کے تصوّر سے وُہ کورے تھے۔ وُہ بہادر ضرور تھے۔ لیکن جہالت اور تعصب نے انہیں اُجڈ اور ظالم بنا دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلام دیا اور اس کے ذریعے یہی قوم دُنیا کی پیشوا بن گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی استاد سے نہ پڑھے تھے۔ وُہ لکھنے پڑھنے سے قطعاً ناآشنا تھے۔ انہیں دُنیا کے کسی بیرُونی خطّے کے حالات بھی معلوم نہ تھے۔ اُن کے مُلک کے باشندے بھی اُمّی تھے۔ اور اُن لوگوں کو اپنے اَن پڑھ ہونے پر ناز تھا۔

کلام اللہ کو لے کر اُمّی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اَن پڑھ اور جاہل قوم کو ترقی اور کمال کے جن مدارج پہ پہنچایا۔ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہی عرب اس کلام کے ذریعے اخلاق، روحانیت، معاشرت، معیشت سیاست، حکومت، مذہب غرض زندگی کے ہر شُعبے میں دُنیا کی قوموں کے امام بن گئے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی فاضل اور ادیب بھی قرآن مجید کے اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا۔ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ابن مقنع نے اور چند صدیاں قبل لبنان کے فاضل ادیبوں نے سر توڑ کوششیں کیں مگر وہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتوں کا جواب بھی نہ لکھ سکے۔

مُخالفین کی بے بسی

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا
پھر اگر تم یہ نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تم اس
النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾
وُہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

فَاِنْ - لَّمْ - تَفْعَلُوْا - وَ - لَنْ - تَفْعَلُوْا - فَاتَّقُوا
پھر اگر نہ تم کرسکو اور ہرگز نہ تم کرسکو گے تو تم ڈرو
النَّارَ - الَّتِیْ - وَقُوْدُهَا - النَّاسُ - وَ - الْحِجَارَةُ
آگ جس کا اس کا ایندھن آدمی اور پتھر
اُعِدَّتْ - لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾
وہ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (اس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جہنم کی آگ بہت شدید ہو گی۔ وُہ انسانوں کے علاوہ پتھروں کو بھی جلا ڈالے گی۔ گویا پتھر کے بُت بھی اس کا ایندھن ہوں گے۔ اَلْحِجَارَة سے اشارہ سنگدل انسانوں کی طرف بھی ہوسکتا ہے۔

پچھلے سبق میں مخالفین کو قرآن کے مُقابلہ کی دعوت دی گئی تھی۔ اب انہیں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اگر تم اس کا معابلہ نہ کرسکو۔ اور ہم بتائے دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہ کرسکو گے۔ تو یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور ظاہر ہوگیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر برحق ہیں۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننا اور قرآنی احکام کی تعمیل نہ کرنا جہنم کے عذاب کا باعث ہوگا۔ اس لئے تم کو اس سے بچنے کا بندوبست کرنا چاہیے کیونکہ جہنم کی آگ معمولی آگ نہیں۔ بلکہ ایسی آگ ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور یہ آگ ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو اسلام کے احکام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، قرآن مجید کے حق ہونے اور شریعت کی سچائی کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیت سے چند اور باتیں بھی واضح ہوگئی ہیں (۱) جس امر میں اسلام کے مخالفوں خصوصًا قریش کو بڑا دعویٰ تھا یعنی الفاظ کی پاکیزگی اور مطلب کو آسانی سے سمجھا دینا۔ اسی میں عاجز بنا کر اس کا اللہ کی طرف سے ہونا ثابت کر دیا (۲) اللہ کے سوا جس قدر جھُوٹے معبود لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں۔ ان سب کی تردید کر دی۔ (۳) کُفر کی سزا دوزخ کو قرار دیا۔

ہمیں چاہیئے کہ قرآن کی حقانیت، اسلام کی صداقت اور حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی میں شک وشبہ نہ کریں کیونکہ اگر تمام دُنیا کے انسان جمع ہوجائیں۔ تو وُہ سب مل کر بھی ایک چھوٹی سی سُورت تک بھی ایسی نہیں بنا سکتے۔ کہ جس میں وُہ تمام خوبیاں موجُود ہوں۔ جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ان خوبیوں میں سے چند ایک یہ ہیں۔ پاکیزہ الفاظ، فصاحت و بلاغت، اچھی عادتوں کا پرچار، مطالب کا خوبی کے ساتھ ادا کرنا۔ تمام لوگوں کی ہدایت اور نجات کا سامان، زندگی کے تمام مسائل میں نوعِ انسانی کی رہنمائی۔ دُنیا کی تمام اقوام کے لئے یکساں طور پر مفید ہونا۔ وغیرہ۔

نیکو کار مومنوں کو خوشخبری

وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

اور ان لوگوں کو خوشخبری سنا دے جو ایمان لائے۔ اور نیک عمل کئے ان کے لئے باغات ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

وَ بَشِّرِ - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا - وَ - عَمِلُوا

اور خوشخبری سُنادے وُہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے

الصّٰلِحٰتِ - اَنَّ - لَهُمْ - جَنّٰتٍ - تَجْرِیْ

نیک کہ ان کے لئے باغات بہتی ہوں گی

مِنْ - تَحْتِ - هَا - الْاَنْهٰرُ ؕ

سے نیچے اُن کے نہریں۔

اٰمَنُوْا: (وہ ایمان لائے) جنہیں اللہ کی معبودیت، حضرت رسولِ خدا کی رسالت اور قرآن کی سچائی میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: (نیک عمل کئے) اس سے مُراد ایسے کام ہیں جو قرآن کریم اور رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق ہوں خرابی اور کجی سے پاک ہوں۔

پچھلی آیات میں قرآن مجید کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کافروں اور منکروں کو چیلنج کیا گیا تھا۔ کہ اگر وُہ قرآن مجید کو نعوذ باللہ کسی انسان کا کلام سمجھتے ہیں۔ تو وہ اس جیسا کلام بنا کر دکھائیں جس میں وُہ تمام خوبیاں موجُود ہوں جو قرآن مجید میں موجُود ہیں۔ لیکن اس وقت سے لے کر آج تک ساری دُنیا کے انسان اس کا جواب پیش نہیں کر سکے۔ اور جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی بتا دیا ہے۔ یہ لوگ ہرگز نہیں بنا سکیں گے۔ اس لئے انہیں اس انکار اور تکذیب کی سزا بتا دی گئی تھی یعنی یہ کہ وُہ ایسے دوزخ میں پھینکے جائیں گے جس کا ایندھن انسان اور پتھر دونوں ہیں۔

اس آیت میں کافروں کے مُقابلہ میں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اس بات کی خوشخبری دی گئی ہے کہ وُہ ایسے باغات میں داخل کئے جائیں گے۔ جن میں اُن کے آرام و راحت کے لئے سب کچھ موجود ہوگا۔ ان میں ٹھنڈے اور خوشذائقہ پانی کے دریا بہتے ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جنّت کا حقدار بننے اور اس میں داخل ہونے کے لئے انسان میں دو صفتیں موجود ہونی چاہئیں۔ اوّل یہ کہ اس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کے متعلق اور رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی شک نہ ہو یعنی وُہ اللہ کو اپنا معبُود سمجھتا ہو۔ اسے اپنا رب اور آقا مانتا ہو۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے کا اقرار کرتا ہو۔ قرآن مجید کو اللہ کا کلام سمجھتا ہو اور آخرت پر یقین رکھتا ہو یعنی اس دُنیا کی زندگی کے بعد جو دُوسری زندگی آنے والی ہے۔ اس پر ایمان رکھتا ہو۔

دُوسرے یہ کہ اس کے تمام کام قرآن مجید کے حکموں کے مطابق ہوں۔ اللہ نے جن جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں کبھی نہ چھوڑتا ہو۔ اور جن جن کاموں کے کرنے سے منع کیا ہے۔ اُن کے پاس بھی نہ پھٹکتا ہو۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ محض اچھے کاموں سے جنّت حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب تک اس کے ساتھ دِل میں ایمان اور یقین نہ ہو جسے اذعان کہا جاتا ہے۔ اِسی طرح محض ایمان کافی نہیں۔ جب تک ایمان کے ساتھ اعمال درست نہ ہوں۔

جنّت کی نعمتیں

كُلَّمَا - رُزِقُوْا - مِنْهَا - مِنْ - ثَمَرَةٍ - رِّزْقًا
جب کبھی کھانے کو دیا جائے گا اس میں سے پھل رزق

قَالُوْا - هٰذَا - الَّذِيْ - رُزِقْنَا - مِنْ
وُہ کہیں گے یہ وہی ہے جو ہمیں مل چکا ہے سے

قَبْلُ - وَ - اُتُوْا - بِهٖ - مُتَشَابِهًا - وَ
پہلے اور انہیں دیا جائے گا اس سے ملتے جلتے اور

لَهُمْ - فِيْهَآ - اَزْوَاجٌ - مُّطَهَّرَةٌ - وَّ - هُمْ
ان کے لئے اس میں بیویاں پاکیزہ اور وُہ

فِيْهَا - خٰلِدُوْنَ ۝۲۵
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا
انہیں جب کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا۔

قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ
وُہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے مل چکا ہے

قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ
اور انہیں دیا جائے گا ملتا جلتا ہوا اور

لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ
ان کے لئے اس میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وُہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۵
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مُطَهَّرَةٌ: (پاک) اس سے مُراد یہ ہے کہ وُہ بیویاں ہر لحاظ سے پاک صاف ہوں گی۔ وُہ جسم اور رُوح کی ہر قسم کی گندگی سے دُور ہوں گی۔

خٰلِدُوْنَ: (ہمیشہ رہیں گے) یہ لفظ خلود سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں ہمیشہ رہنا یعنی جنّت میں سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے چنانچہ جنت کا ایک نام ہی جنت خلد ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایماندار اور نیکو کاروں کے اجر کو اور زیادہ کھول کر بیان کیا ہے۔ عام طور پر انسان کو اچھی زندگی بسر کرنے کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ اس کے پاس عمدہ اور خوبصورت مکان ہو۔ کھانے پینے کے لئے لذیذ اور خوش ذائقہ چیزیں موجود ہوں۔ نیک اور پاک ساتھی ہو۔ آرام اور عیش ہو جو ہمیشہ رہے یعنی چیزیں جو اس کے پاس ہوں ان کے فنا اور ختم ہونے کا خوف نہ ہو۔ بلکہ اُسے یقین ہو کہ وُہ ہمیشہ اُن سے فائدہ اٹھاتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی چیزوں کا ایمان داروں سے وعدہ فرمایا ہے یعنی جو دُنیا میں اللہ تعالیٰ اور رسولؐ پر ایمان لائیں گے اور اُن کے حکموں کے مُطابق عمل کریں گے۔ انہیں اس دُنیا کی زندگی کے بعد ایسی جنّت میں داخل کیا جائے گا جہاں وُہ نہایت خوبصورت باغوں میں رہیں گے۔ کھانے کے لئے انہیں ایسے پھل دیئے جائیں گے جو اگرچہ ظاہری شکل و صُورت کے لحاظ سے ان پھلوں سے ملتے جُلتے ہوں گے جو انہوں نے دُنیا میں کھائے ہوں گے۔ لیکن لذت ذائقہ اور خوشبو کے لحاظ سے وُہ دُنیا کے پھلوں سے بہت بڑھ کر ہوں گے۔

جنّت چونکہ مادی اور روحانی ہر قسم کی خوشیوں اور راحتوں کا گھر ہے۔ اس لئے وہاں انہیں پاک صاف اور ستھری بیویاں نصیب ہوں گی۔ وہاں انہیں یہ خطرہ بھی ہرگز نہیں ہوگا۔ کہ اُن کی خوشی اور آرام میں ذرّہ بھر بھی کمی ہوگی یا ان کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ یقین دلایا جائے گا کہ یہ تمام نعمتیں پائیدار، مستقل اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں مُبارک ہیں وُہ جو اس جنّت کے حقدار ہیں۔

قرآن مجید کی مثالیں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ
بیشک اللہ نہیں شرماتا۔ کہ وُہ کوئی مثال بیان کرے
مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ
خواہ مچھر کی یا اس کی جو اس سے بڑھ کر ہو۔

اِنَّ - اللّٰہَ - لَا - یَسْتَحْیٖٓ - اَنْ - یَّضْرِبَ
بیشک اللہ نہیں شرماتا کہ وُہ بیان کرے
مَثَلًا - مَّا - بَعُوْضَةً - فَمَا - فَوْقَهَا ؕ
مثال خواہ مچھر یا جو اس سے بڑھ کر ہو۔

فَوْقَهَا (اس سے بڑھ کر) فوق کے لفظی معنیٰ اُوپر کے ہیں۔ اور اس سے مُراد ہے اس سے بھی زیادہ ادنیٰ اور حقیر چیز۔
اس سے پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کافروں اور انکار کرنے والوں کو دعوت دی تھی کہ اگر وُہ اس کو نعوذ باللہ اللہ کا کلام نہیں سمجھتے تو وُہ اس جیسا کلام بنا کر پیش کریں۔ لیکن وُہ لوگ آج تک اس کا جواب نہیں دے سکے اور نہ وُہ قیامت تک دے سکیں گے۔ ایسی بے بسی کی حالت میں ان سے اور تو کچھ نہ بن پڑا۔ البتہ قرآن مجید میں عیب نکالنے لگے اور کہا کہ یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنی بڑی شان اور عظمت والا ہو کر اپنے کلام میں نہایت حقیر اور ذلیل چیزوں کا ذکر کرتا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر بڑی سے بڑی مخلوق کا ذکر بھی آیا ہے۔ اور چھوٹی سے چھوٹی کا بھی۔ جانوروں میں ایک طرف ہاتھی اُونٹ اور گھوڑے وغیرہ کا اور دوسری طرف چیونٹی، مکھی، مچھر وغیرہ کا۔ لوگوں کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً کسی جگہ یہ کہ کافروں کے بُت ایسے کمزور اور بے بس ہیں۔ کہ ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر اُن کے منہ پر مکھی مچھر بیٹھ جائے تو اڑا بھی نہیں سکتے۔ کسی جگہ یہ کہ کافروں کا دین مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے۔ ایسی مثالیں سُن کر بعض کافر کہنے لگے کہ مسلمانوں کا خدا بھی (نعوذ باللہ) عجیب باتیں کرتا ہے۔ کہ وُہ ایسی حقیر چیزوں کے نام لینے سے بھی نہیں جھجکتا ان کے اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے۔
مثال کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ وُہ بات جس کے لئے مثال دی گئی ہے۔ خوب واضح اور روشن کر کے ذہن نشین کر دی جائے اب یہ مطلب جس مثال سے پُورا ہو سکے وُہ مثال سب سے اچھی کہلائے گی۔ خواہ وُہ چیز جو مثال میں پیش کی گئی ہے۔ بجائے خود کیسی ہی معمولی ہو۔ مچھر ایک بہت ہی ادنیٰ اور بے حقیقت سی مخلوق ہے۔ اب جہاں بتوں یا کسی اور مخلوق کی بے حقیقتی بیان کرنی ہوگی وہاں مناسب مثال مچھر ہی کی ہوگی۔ اس پر اعتراض کرنا بے وقوفی اور نادانی کی دلیل ہے۔
آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال دینے سے نہیں جھجکتا۔ کیونکہ مثال سے غرض کوئی بات سمجھانی ہوتی ہے۔ جیسی بات ہوگی۔ ویسی ہی مثال دی جائے گی۔ اس میں برائی کی یا جھجکنے کی کوئی بات نہیں۔

مثالوں کا اثر اور نتیجہ

فَاَمَّا - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا - فَیَعْلَمُوْنَ - اَنَّهُ - الْحَقُّ
پس جو لوگ ایمان لائے وُہ جانتے ہیں کہ وُہ حق
مِنْ - رَّبِّهِمْ ۚ وَ - اَمَّا - الَّذِیْنَ - كَفَرُوْا
سے اُن کا رب اور جو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔
فَیَقُوْلُوْنَ - مَاذَآ - اَرَادَ - اللّٰهُ - بِهٰذَا - مَثَلًا ۘ
وُہ کہتے ہیں کیا ارادہ کیا ہے اللہ اس سے مثال۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ
پس جو لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ وُہ جانتے ہیں کہ وُہ ٹھیک ہے
مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اُن کے رب کی طرف سے ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا
فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ
وُہ کہتے ہیں اللہ کا اس مثال سے کیا مطلب تھا؟

لوگوں کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔ ان مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی باتیں لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔ نہ یہ کہ وُہ ان مثالوں میں کُٹھ حجتی اور کج بحثی شروع کر دیں۔

اس سبق میں بتایا گیا ہے کہ ایمان دار لوگ اس مثال کو سچی اور مطلب کے بیان کرنے کے لئے مناسب اور اپنے رب کی طرف سے درست سمجھتے ہیں۔ لیکن کافر اسی مثال کی ہنسی اڑانے لگتے ہیں اور طنز کے طور پر سوال کرتے ہیں۔ کہ اس قسم کی مثالیں بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مطلب کیا ہے؟

ایمان دار لوگ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے پر پُورا پُورا یقین رکھتے ہیں۔ وُہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکموں کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتے ہیں۔ وُہ ان کی باتوں پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کوئی مثال بیان فرمائے تو وُہ کوشش کرتے ہیں کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھ لیں۔ وُہ اس چیز کی بالکل پروا نہیں کرتے۔ کہ مثال بذاتِ خود کیسی ہے۔ معمولی ہے یا شاندار۔ اس میں کسی اعلیٰ چیز کا ذکر کیا گیا ہے یا گھٹیا چیز کا۔ بلکہ اس مثال کا جو مطلب ہوتا ہے۔ وُہ فقط اس پر غور کرتے ہیں اور سبق حاصل کرتے ہیں۔

کافر لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں۔ اُن کے دِل میں حق کی تلاش بالکل نہیں ہوتی۔ وُہ صرف اسی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کسی نہ کسی طرح کوئی عیب ڈھونڈیں یا خواہ مخواہ اس پر اعتراض کریں۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ ان کے سمجھانے کے لئے کوئی مثال بیان فرماتا ہے تو وُہ لوگ اس کے بجائے کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھنے کی کوشش کریں وُہ اس پر بے تکے اعتراض کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ اور طنز کے طور پر ایمان داروں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اس قسم کی مثال بیان کرنے سے مطلب کیا ہے؟

اس آیت سے سبق ملتا ہے کہ صاحبِ ایمان اور درست کردار وُہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہُوئی مثالوں پر غور کریں، انہیں سمجھیں اور کسی کج بحثی میں نہ پڑیں۔

ہدایت اور گمراہی

يُضِلُّ - بِهٖ - كَثِيْرًا ۙ وَّ - يَهْدِيْ - بِهٖ
وُہ گمراہ کرتا ہے اس سے بہت اور وُہ ہدایت دیتا ہے اس سے
كَثِيْرًا ؕ - وَ - مَا - يُضِلُّ - بِهٖٓ - اِلَّا - الْفٰسِقِيْنَ ۟﴿۲۶﴾
بہت لوگ اور نہیں گمراہ کرتا اس سے مگر بدکار۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ
وہ اسی سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسی سے بہتوں کو ہدایت
كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۟﴿۲۶﴾
دیتا ہے اور وہ اس سے سوائے بدکاروں کے کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

فاسقِیْنَ، (بدکار) فاسق کی جمع ہے۔ یہ لفظ فسق سے بنا ہے جس کے لفظی معنیٰ ہیں نکلنا۔ شریعت میں اس سے مُراد ہے خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری سے نکل جانا۔ نافرمانی اور گناہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کے لئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ بعض لوگ ان مثالوں پر غور کرتے ہیں۔ ان سے سبق حاصل کرکے ہدایت پا لیتے ہیں اور بعض ان میں کٹھ حجتی کرتے ہیں۔ اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ہدایت پانے والے وُہ ایمان دار لوگ ہیں جو اپنی سوچنے اور دیکھنے کی طاقتوں سے صحیح کام لیتے ہیں۔

دُنیا میں راہیں بے شمار ہیں۔ مگر ان میں سیدھی راہ ایک ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل بخشی اور سمجھ بُوجھ عطا کی۔ صرف یہی نہیں بلکہ نبیوں اور رسولوں کے ذریعے راہِ ہدایت کے پیغام بھیجے۔ اس کے بعد انسان کو اختیار ہے کہ جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اب اگر انسان اپنی اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر غلط راہ اختیار کرتا ہے۔ تو وُہ بُرائی میں پڑ جاتا ہے۔ اور جب وُہ اپنی مرضی سے گمراہی اختیار کر لیتا ہے۔ تو اس بُرے راستے کے باقی سامان بھی مہیّا ہو جاتے ہیں۔ جس طرح آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جل جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی آدمی غلط راہ اختیار کر لیتا ہے۔ تو اس راستے کی بُرائیاں اور نقصان بڑھتے ہی جاتے ہیں۔

اس آیت میں یہ جو بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہُوئی مثالوں سے بہت سے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ تو اس کی وجہ ان کی اپنی کٹھ حجتی اور کج بحثی ہوتی ہے۔ وُہ ان مثالوں کی غرض پر غور نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی سوچنے کی ساری قوت ان پر اعتراض کرنے میں لگا دیتے ہیں۔ فاسق یعنی بدکار لوگ جو نفس کی بُری خواہشوں کے پیچھے ہی لگے رہتے ہیں۔ آسانی سے ایسی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے جو اُن کو ان کی بُری عادتوں سے روکے۔

آیت کے آخیر میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے یعنی یہ کہ گمراہی تو انہی پر آتی ہے۔ جو خود گمراہ رہنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر گمراہی چسپاں نہیں کر دیتا۔ بلکہ بار بار کی جانی بُوجھی نافرمانیوں سے دِل بُجھ کر رہ جاتا ہے۔ اور طبیعت میں حق کی طلب اور سچائی کی تلاش باقی نہیں رہتی۔ باطل اور جھُوٹ جم جاتا ہے۔ گویا گمراہی ان کے فسق (نافرمانی اور مسلسل بدکاری) کا نتیجہ ہوتی ہے۔

گمراہ کون ہوتے ہیں؟

الَّذِیۡنَ - یَنۡقُضُوۡنَ - عَهۡدَ - اللّٰهِ - مِنۡۢ
وُہ جو توڑتے ہیں اقرار اللہ سے
بَعۡدِ - مِیۡثَاقِهٖ - وَ - یَقۡطَعُوۡنَ - مَاۤ - اَمَرَ
بعد اس کی پختگی اور کاٹتے ہیں جو حکم دیا
اللّٰهُ - بِهٖۤ - اَنۡ - یُّوۡصَلَ - وَ - یُفۡسِدُوۡنَ
اللہ اس سے کہ جوڑے رکھیں اور فساد پھیلاتے ہیں
فِی - الۡاَرۡضِ - اُولٰٓئِکَ - هُمُ - الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾
میں زمین یہی لوگ وُہ نقصان پانے والے ہیں۔

الَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ
جو اللہ سے اپنے اقرار کو پختہ ہو جانے کے بعد توڑتے ہیں
بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ وَیَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ
اور جس چیز کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اُسے
اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَیُفۡسِدُوۡنَ
توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔
فِی الۡاَرۡضِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾
یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔

عَهۡدَ: (اقرار) عہد اس قول و قرار کو کہتے ہیں جس کے کرنے کے بعد اس کی پابندی ضروری ہو جاتی ہے۔ عہد اللہ سے مُراد ہے۔ اللہ کو رب ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا اقرار۔ خدا نے دُنیا میں بھیجنے سے پہلے تمام انسانوں کو جمع کر کے پُوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہُوں۔ سب نے اقرار کیا تھا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس اقرار پر زمین و آسمان کو گواہ کرتا ہُوں اور اس اقرار کو یاد دلانے کے لئے اپنے رسُول بھیجتا رہوں گا۔ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ یہاں عہد اللہ سے یہی اقرار مُراد ہے۔ روزِ ازل کے اس عہد کے علاوہ ایک عہد وُہ بھی ہے جو انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ پھر وُہ عہد بھی ہیں جو انبیاء پر ایمان لا کر کئے گئے۔ وُہ اقرار بھی ہیں جو اللہ کے نام پر بزرگوں کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔

پچھلی آیت سے یہ مضمون چل رہا ہے کہ فاسق اور نافرمان لوگ گمراہی کا شکار ہوتے ہیں۔ اب ان کی اس گمراہی کے اسباب بیان کئے جا رہے ہیں۔

(۱) وُہ اللہ کے ساتھ جو اقرار کر چکے ہیں اُسے توڑ دیتے ہیں۔ اللہ کو اپنا مالک معبود اور پالنے والا ماننا اور اس کا اقرار کرنا ایک ایسی سیدھی بات ہے کہ خود انسان کی عقل چاہتی ہے کہ وُہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ مانے۔

(۲) دُوسری نشانی یہ ہے کہ فاسق ہر اس رشتے اور تعلق کو کاٹ دیتا ہے۔ جس کے جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ اللہ کے اور بندوں کے سارے حق جو ان رشتوں کی وجہ سے اس پر لازم ہوتے ہیں پورے پورے ادا کرے لیکن فاسق اللہ کے اور اس کے بندوں کے حق مارتا ہے۔ (۳) تیسری نشانی یہ ہے کہ فاسق ملک میں فساد پھیلاتا ہے۔ وُہ اپنے بُرے عملوں سے دُنیا کے امن میں خرابی پیدا کرتا ہے۔

فاسق کی تین نشانیاں بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کا انجام بتایا ہے کہ یہی لوگ دین اور دُنیا دونوں کے لحاظ سے گھاٹے میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُن کے شر سے بچائے اور سیدھی راہ پر چلائے۔

اللہ کا انکار کیسے؟

کَیۡفَ ۔ تَکۡفُرُوۡنَ ۔ بِاللّٰہِ ۔ وَ ۔ کُنۡتُمۡ ۔ اَمۡوَاتًا
کس طرح کافر ہوتے ہو اللہ سے اور تم تھے بے جان
فَاَحۡیَاکُمۡ ۔ ثُمَّ ۔ یُمِیۡتُکُمۡ ۔ ثُمَّ
پس زندگی بخشی تمہیں پھر مارے گا تمہیں پھر
یُحۡیِیۡکُمۡ ۔ ثُمَّ ۔ اِلَیۡہِ ۔ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۸﴾
زندگی بخشے گا تمہیں پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَکُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا
اللہ تعالیٰ سے کس طرح کافر ہوتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے
فَاَحۡیَاکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ
پس تمہیں زندگی بخشی پھر تمہیں مارے گا پھر
یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۸﴾
تمہیں زندگی بخشے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تُرۡجَعُوۡنَ: (لوٹائے جاؤ گے) اس کا مادہ رَجۡعٌ ہے۔ یہاں یہ لفظ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اُسے دوبارہ زندگی ملے گی اور اسے اللہ کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔

اللہ کے پیغمبر دُنیا کی تمام قوموں کے پاس آئے۔ زمین کے ہر گوشہ میں تشریف لائے۔ ان سب کا پیغام ایک ہی تھا کہ اللہ ایک ہے۔ وہی سب کا اصلی معبود ہے اور حقیقی رب ہے۔ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے زمین کو بطور بچھونے کے بنایا۔ اس میں دریا بہائے تاکہ زمین سرسبز و شاداب ہو اور کھیتیاں لہلہا اٹھیں اس پر پہاڑ کھڑے کئے۔ نباتات و جمادات کو پیدا کیا۔ آسمان بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔ سُورج، چاند اور ستارے بنائے جن سے اندھیری راتوں میں راستہ کا پتہ چلتا ہے۔ وہی ہے جس نے ہمیں زندگی بخشی۔ ہماری ترقی کے لئے ضروری سامان مہیا کر دیئے۔

یہ بات بھی خوب سمجھ لیجئے کہ ایک وقت ایسا تھا جب یہاں انسان کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ اس نے انسان کو زندگی بخشی۔ سالہا سال تک یہاں انسان نے زندگی گذاری۔ اس کی پیدا کی ہُوئی چیزوں سے فائدہ اٹھایا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آئے گا۔ جب وُہ تمام انسان جو اس وقت زندہ ہوں گے ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے یہ انسان اور اُن سے پہلے کے مرے ہُوئے بھی زندہ ہو جائیں گے۔ پھر سب کے سب اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے۔

زندگی اور موت کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب کسی کی زندگی کا آخری وقت آجاتا ہے تو کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی زندگی کو بڑھا نہیں سکتا۔

جب انسانی زندگی اور اُس کے تمام وسیلے اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اور ہر سانس اسی کی رحمت پر موقوف ہے۔ تو ہمیں چاہیئے کہ اللہ کے حکموں کے آگے سر جھکا دیں۔ ہماری نیک بختی اور نجات اسی میں ہے کہ اس کے حضور میں پیش ہونے اور اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے کوشش کرتے رہیں گے۔

اللہ کی نشانیاں

هُوَ - الَّذِىْ - خَلَقَ - لَكُمْ - مَّا - فِى - الْاَرْضِ	هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ
وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ میں زمین	وہی ہے جس نے تمہارے لئے وُہ سب کچھ پیدا کیا جو
جَمِيْعًا - ثُمَّ - اسْتَوٰٓى - اِلَى - السَّمَآءِ	جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ
سب پھر قصد کیا طرف آسمان	کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف قصد کیا
فَسَوّٰىهُنَّ - سَبْعَ - سَمٰوٰتٍ - وَ - هُوَ	فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ
ان کو ٹھیک کر دیا سات آسمان اور وُہ	پھر سات آسمان ٹھیک کر دیئے اور اللہ
بِ - كُلِّ - شَىْءٍ - عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾	بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾
سے ہر چیز خبردار ۔	تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے ۔

فَسَوّٰىهُنَّ ۔ (ٹھیک کر دیئے) یہ لفظ تَسْوِيَه سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کے مختلف حصّوں اور جوڑوں کو ان کی جگہ پر ٹھیک ٹھیک بٹھا دینا۔ درست کر دینا۔

سَبْعَ سَمٰوٰت ۔ (سات آسمان) سمٰوٰت کا مادہ سَمُوٌّ ہے۔ جس کے معنیٰ بلندی کے ہیں۔ اسی بلندی کی مناسبت سے آسمان کو آسمان کہا جاتا ہے۔ سَبْع کے معنیٰ ہیں سات ۔ یوں عربی محاورہ میں یہ لفظ زیادہ اور کثیر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

انسان جسم اور رُوح کے مجموعہ کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ ہی پُورا کرتا ہے جس نے اس مٹی کے پُتلے کو بنایا۔ اس کا پہلا احسان یہ ہے کہ انسان کی جس قدر جسمانی ضرورتیں ہیں۔ انہیں پُورا کرتا ہے۔ تاکہ اس کے جسم کی نشوونما اور ترقی ہو اور وُہ پھلے پھُولے۔ جسم کی تربیت کے ساتھ ساتھ انسان کی رُوح کو غذا کی بھی ضرورت ہے۔

اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ پروردگار نے سب سے پہلے زمین کو پیدا کیا۔ اس میں ایک طرف دریا اور سمندر بہائے دُوسری طرف اُونچے اُونچے پہاڑ کھڑے کر دیئے کہ آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ درختوں کے جنگل کے جنگل اگائے۔ زمین کے اندرونی حِصّوں کو ان گنت خزانوں سے بھرپُور کر دیا۔ اور یہ سب کچھ حضرت آدمؑ اور اُن کی اولاد کی خاطر ہُوا۔ اب انسان کا یہ کام ہے کہ وُہ اپنی عقل اور سمجھ سے ان بے شمار خزانوں سے مناسب فائدہ اٹھائے۔

جَمِيْعًا کا لفظ کہہ کر بتایا کہ یہ سب کچھ حضرت آدمؑ کی اولاد کے لئے ہے۔ وہی اس سے فائدہ اُٹھانے کی حقدار ہے۔ انسان کے جسم کے ساتھ اس کی رُوح کی پرورش بھی ہونی چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے زمین اور اس کی پیداوار کافی نہیں۔ اس لئے زمین پیدا کر چکنے کے بعد اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی۔ وہاں سے انسانوں کی رُوح کی تربیت کے لئے مختلف زمانوں میں ہدایت کی بارشیں ہوتی رہیں۔ انسان جس طرح زمینی چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اس آسمانی بارش سے بھی فائدہ اٹھائے تاکہ اس کی رُوح کی تکمیل بھی ساتھ ساتھ ہو۔ اور اس طرح مکمل آدمی بن کر اللہ کے دربار میں حاضر ہو۔

تیسرے رکوع پر ایک نظر

کافروں اور منافقوں کے حالات ابتدائی دو رکوع میں بیان کرنے کے بعد تیسرا رکوع اس مضمون سے شروع ہوا تھا کہ انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے رب کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے ادب کے ساتھ سر جھکائے۔ اور اس کے احکام بجالائے۔ تاکہ اسے دونوں جہان میں زندگی کی راحتیں نصیب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے سب سے پہلا مطالبہ یہی کیا ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ اس کے احکام معلوم کرنے کے لئے قرآن مجید کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونا چاہیئے۔ جس کے برابر نہ کوئی کتاب موجود ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے ایک سیدھا سادہ سوال تعجب کے انداز میں کیا کہ تم اللہ کا انکار کیسے کر سکتے ہو۔ جبکہ تمہیں اپنے یا کسی جاندار کے پیدا کرنے اور مارنے پر کچھ بھی اختیار نہیں ہے۔

کلام اللہ کی صداقت کے بارے میں سیدھی سادی دلیل یہ پیش کی کہ اگر کسی کو شک ہو کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ بلکہ کسی انسان کا بنا یا ہوا ہے۔ تو وُہ خود اس جیسی دس سورتیں۔ دس نہیں تو تین یا ایک ہی سورت بنا کر دکھا دے۔ اکیلے ممکن نہ ہو تو اپنے ساتھیوں فاضلوں ادیبوں کو ساتھ ملا کر کوشش کر دیکھے۔

رکوع ختم اس بات پر ہوا کہ اے لوگو! زمین پر ساری چیزیں تمہارے ہی لئے پیدا کی گئی ہیں اور آسمانوں کو بھی اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ سورج، چاند، ستاروں اور بارش کے ذریعہ تمہیں نفع پہنچے۔ اس لئے تم اپنے مرتبہ کو پہچانو اور وُہ کام انجام دو۔ جو تمہارے شایانِ شان ہو۔

اگر ہم یہ آیت سمجھ لیں اور دُنیا کی اقوام کو ذہن نشین کرا سکیں۔ تو یہ نوعِ انسانی کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اگر مُشرک اور بت پرستوں کو اس حقیقت کا پتہ لگ جائے۔ کہ زمین و آسمان اور کل کائنات انسان کے لئے بنی ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان سب چیزوں کا مخدوم اور تمام کائنات سے افضل انسان اپنے سے کم تر اشیاء کے سامنے سجدہ کرسکے اور خدا کو چھوڑ کر اپنے سے بھی ادنیٰ چیزوں کی پوجا کر سکے۔

جو رکوع اس کے بعد شروع ہوگا۔ اس میں خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ انسان کا مرتبہ کیا ہے۔ اور وُہ اس دُنیا میں کامیاب زندگی کس طرح گزار سکتا ہے۔ تاکہ انسان اپنی عظمت اور شان کا صحیح اندازہ کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے۔ جس سے وُہ اپنے اونچے مرتبہ سے گر جائے۔

انسان کا مُقام

وَ۔ اِذْ قَالَ۔ رَبُّكَ ۔ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور جب اس نے کہا تیرا رب فرشتوں کو

اِنِّیْ۔ جَاعِلٌ۔ فِی۔ الْاَرْضِ۔ خَلِیْفَةً ؕ

کہ میں بنانے والا ہوں میں زمین نائب ۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ

کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں ۔

مَلٰٓئِكَةِ: (فرشتے) مَلَك کی جمع ہے ۔ یہ لفظ الوک سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پیغام پہنچانا ملٰئکة کو ملٰئکة اس لئے کہا جاتا ہے ۔ کہ افضل ملائکہ کا کام پیغام پہنچانا ہے ۔ وُہ اللہ کے پیغام نبیوں تک لاتے ہیں ۔ ملائکہ نوری مخلوق ہیں ۔ وُہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور اللہ کے حکموں کی نافرمانی نہیں کرتے ۔ قرآن مجید میں ایک دُوسری جگہ اُن کے بارہ میں یہ آیت ہے ۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (وُہ اللہ کے حکموں کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے)

خَلِیْفَةً: (نائب) خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو کسی کا نائب ہو ۔ خَلِیْفَةُ اللّٰه وُہ ہے جو زمین پر اللہ کی شریعت کی حکومت قائم کرے یہاں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے ۔ کہ انسان کو اللہ کی طرف سے جو طاقتیں اور قوتیں ملیں گی ۔ وُہ دُنیا میں اللہ کی خلافت قائم کرنے کے لئے بالکل ٹھیک ہوں گی ۔

پروردگارِ عالم وُہ ہے جس نے زمین و آسمان اور تمام کائنات کو پیدا کیا ۔ اس کائنات میں ایک طرف زمین کی تمام چیزیں آجاتی ہیں ۔ مثلاً نباتات ، جمادات ، حیوانات ، پہاڑ ، دریا ، نہریں ، چشمے وغیرہ ۔ دُوسری طرف آسمانوں کو بھی لیجئے اور ان تمام چیزوں کو شامل کیجئے ۔ جو ان سات آسمانوں کے اندر پیدا کی گئی ہیں ۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے ؟

اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں ان سوالات کا جواب بیان ہُوا ہے ۔ کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش کیوں ہُوئی ؟ اس مٹی کے پُتلے کو کس غرض کے لئے بنایا گیا ؟ اور اس کا مقصدِ حیات کیا ہے ؟

جب اللہ نے زمین و آسمان اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کو بنایا ۔ چاند ، سُورج ، ستارے ، دریا اور پہاڑ اپنے اپنے کام پر لگ گئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب فرمایا کہ اب وقت آگیا ہے کہ جس کے لئے یہ چیزیں بنائی گئی ہیں وُہ بھی سامنے آجائے یعنی یہ کہ میں اس زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں ۔ جو ان تمام چیزوں کو اپنے قبضہ میں لائے گا اور دُنیا میں اللہ کے منشا کو پُورا کرے گا ۔ اس کی نیابت اور خلافت کا حق ادا کرے گا اور اس کے احکام کا نفاذ و اجرا کرے گا ۔

خلیفۃ اللہ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط اس آیت کا ترجمہ اور مختصر تشریح گذشتہ صفحہ میں بیان ہو چکی ہے۔ اب ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ خلافت سے کیا مراد ہے اور انسان کس معنیٰ میں اللہ کا نائب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وُہ تمام صفاتِ حسنہ کا مالک ہے۔ ہم نہ اس کی صفتیں گن سکتے ہیں اور نہ کام۔ اس نے انسان کے خمیر میں اپنی تمام صفتوں میں سے تھوڑی تھوڑی خوُبیاں ڈال دیں۔ تاکہ وُہ دُنیا میں آکر اس کی صفتوں کا مظاہرہ کرے۔ اس کا نام بلند کرے اور اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کرے کہ وُہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے۔

اگر اللہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہر انسان کو بھی چاہیئے کہ وُہ نہ صرف اپنے بھائی بندوں پر رحم کرے۔ بلکہ تمام مخلوق پر بھی رحم کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تم کسی جانور کو ذبح کرو۔ تو اُس پر رحم کرو۔ ذبح کرنے والی چھُری تیز ہو تاکہ اُس کی رگ جلدی سے کٹ جائے اور اُسے زیادہ دیر تکلیف نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صِفت عادل اور انصاف کرنے والا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وُہ عدل و انصاف سے کام لے۔ اپنے اور پرائے کے ساتھ انصاف کے معاملے میں کسی قسم کی رو رعایت نہ برتے۔ بلکہ سب کو ایک نظر سے دیکھے۔

اس کا نام حلیم بھی ہے۔ یعنی بُردبار ہے۔ انسان اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اُس سے بے شمار گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نرمی سے کام لیتا ہے۔ اس سے درگذر کرتا ہے۔ اور مجُرم کو مُہلت دیتا ہے کہ وُہ توبہ کرلے اور اپنا طور طریق بدل لے۔ ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے اندر بردباری کی صِفت پیدا کریں۔ اپنے ساتھیوں سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہو تو انہیں اصلاح کا موقعہ دیں۔

غرض یہ کہ

انسان اپنے اندر وُہ تمام اخلاق اور صفات پیدا کرنے کی کوشش کرے جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہیں۔ اور دُنیا کے رہنے والوں سے اس طرح پیش آئے۔ جیسے اللہ اپنے بندوں سے پیش آتا ہے۔

اگر ہم اپنے اندر اللہ کی صفات پیدا نہیں کرتے ہیں۔ تو اس کی خلافت اور نیابت کے مستحق نہیں ٹھیرتے ہیں۔ اور کسی طرح اس اُونچے درجہ کو حاصل نہیں کرسکتے۔ جو اس نے ہمارے لئے پسند فرمایا ہے۔

فرشتوں کی گزارش

قَالُوْٓا - اَ - تَجْعَلُ - فِيْهَا - مَنْ - يُّفْسِدُ
انہوں نے کہا کیا بناتا ہے اس میں جو فساد کرے
فِيْهَا - وَ - يَسْفِكُ - الدِّمَآءَ - وَ - نَحْنُ
اس میں اور بہائے خون اور ہم
نُسَبِّحُ - بِحَمْدِكَ - وَ - نُقَدِّسُ - لَكَ ط
پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں تیری۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ
انہوں نے کہا کیا تو اس میں اسے بناتا ہے۔ جو اس
فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ
میں فساد کرے اور خون بہائے حالانکہ ہم تیری
نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط
خوبیاں پڑھتے ہیں اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

يَسْفِكُ، (وہ بہائے) یہ لفظ سفك سے نکلا ہے۔ جس کے معنی خون بہانے کے ہیں۔

الدِّمَآءَ، (خون) یہ دم کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں خون۔

نُسَبِّحُ، (ہم تسبیح پڑھتے ہیں) یہ لفظ تسبیح سے بنا ہے۔ اس سے مُراد ہے دِل سے اللہ کو تمام مخلوق سے بالاتر سمجھنا۔ اور زبان سے اس کا اقرار کرنا نیز اس کے مرتبہ کے مطابق اس میں تمام اچھی صفتوں کا ماننا۔

نُقَدِّسُ، (ہم پاکیزگی بیان کرتے ہیں) یہ لفظ تقدیس سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں پاکیزگی بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کو تمام بُری صفات اور مخلوق کی صفات سے پاک و برتر سمجھنا۔

جب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے خلیفہ بنانے کا اعلان سُنا تو کہا کہ ہم اپنے قول و فعل سے آپ کے مقدّس اور پاک ہونے کا اقرار کرتے ہُوئے عرض کرتے ہیں کہ زمین کی اس مخلوق سے فساد کا خطرہ ہے۔ وُہ دُنیا میں خون ریزی کرے گا۔ اور اس کی وجہ سے دُنیا تباہی و بربادی کا گھر بن جائے گی۔ کیونکہ وُہ اپنی خواہش کی پیروی کرے گا۔ اس سے پوری طرح تیری اطاعت نہ ہو سکے گی۔ فرشتوں نے عرض کیا اے پروردگارِ عالم! اگر خلیفہ پیدا کرنے سے تیری غرض یہ ہے کہ سب طرف تیری تعریف ہو سب کے سب تیری حمد کے گیت گائیں اور تیری اطاعت کریں۔ تو ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ ہم ہر وقت تیرا حکم سننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اس لئے زمین کی مخلوق پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

انہوں نے یہ بھی کہا کہ تیری ذات پاک ہے۔ تیرا ہر کام ٹھیک ہے۔ لیکن ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ زمینی مخلوق میں ایسی مخلوق کیسے ہو سکتی ہے۔ جو تیری اطاعت اور فرمانبرداری اور تسبیح و تقدیس کے لئے ہر وقت تیار رہے۔

فرشتوں کو جواب

قَالَ - اِنِّیٓ - اَعۡلَمُ - مَا - لَا - تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ قَالَ اِنِّیٓ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

کہا بیشک میں جانتا ہوں جو نہیں تم جانتے ۔ اس نے فرمایا بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔

جب اللہ تعالٰی نے اپنی نورانی مخلوق (فرشتوں) کے سامنے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ میں اس زمین میں اپنا ایک نائب مقرر کرنا چاہتا ہوں ۔ تو فرشتوں نے اپنے خیال میں خلیفہ کا ایک تصوّر قائم کیا اور یہ سمجھے ۔ کہ جو ان مختلف چیزوں سے بنایا گیا ہے ۔ وُہ جب دُنیا میں آئے گا تو وُہ لازمی طور پر سب طرف فساد پھیلائے گا ۔ بدامنی کرے گا ۔ آپس میں لڑے جھگڑے گا ۔ اپنے بھائیوں کا خُون بہائے گا ۔ اور لُوٹ مار مچائے گا ۔ اولادِ آدمؑ کی زندگی کا ایک پہلو یہ تھا ۔ جسے فرشتوں نے پیش کیا ۔ یعنی وُہ رُخ جو تاریک تھا اور جس میں صاف بُرائی ہی بُرائی نظر آتی تھی ۔

فرشتوں کے سامنے ہونے والے خلیفہ کا یہ ایک پہلو تھا ۔ اس میں جو خوبیاں پوشیدہ تھیں ۔ جو کمالات اِس کے اندر چھپے ہُوئے تھے ۔ وُہ نئی نئی باتیں طرح طرح کی ایجادیں اور ترقی کے جو مختلف پہلو خلیفہ دُنیا میں ظاہر کرنے والا تھا ۔ وُہ فرشتوں کی نظر سے اوجھل تھے ۔ اس لئے انہوں نے اپنے اندازے کی بنا پر یک رُخی تصویر پیش کی ۔ اور اُس کے ساتھ وُہ رُخ بھی پیش کیا جس پر وُہ خود چل رہے تھے ۔ اس میں اللہ کی ہر بات کی تصدیق اور اس کے حُکم کی اطاعت شامل تھی ۔ فرشتوں نے یہ گذارش اعتراض کے طور پر نہیں بلکہ ادب کے ساتھ پیش کی ۔

اللہ تعالٰی کے سامنے خلیفہ کی زندگی کے دونوں رُخ موجود تھے ۔ یعنی وُہ اس کی موجودہ حالت سے بھی واقف تھا ۔ اور آگے چل کر زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اس میں جو تبدیلیاں پیدا ہونے والی تھیں ۔ اور اپنے علم وعقل سے کام لے کر اس ساری دُنیا کا جو رنگ وُہ بدل دینے والا تھا ۔ اللہ اُن سب سے واقف تھا ۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالٰی نے فرشتوں کی گذارش کے جواب میں صرف یہ فرمایا ۔

"میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے ۔"

یعنی تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے خلیفہ بنانے میں کیا کیا مصلحتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں ۔

علم کی برتری

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

وَ - عَلَّمَ - اٰدَمَ - الْاَسْمَآءَ - كُلَّهَا
اور سکھلا دیا آدم کو نام سب

اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیئے۔

اٰدَمَ (آدمؑ) یہ تمام انسانوں کے باپ کا نام ہے۔ انہیں ابوالبشر بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ عجمی ہے عربی نہیں۔

اَلْاَسْمَآءَ (نام) یہ اسم کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں نام۔ اسم وُہ ہے جس کے ذریعے کوئی چیز جانی پہچانی جائے۔ اس کو پہچاننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس چیز کا مقصد اس کی خوبیاں اور نشانیاں معلوم ہوں۔

یہاں اسم سے مُراد ان تمام چیزوں کے نام، خاصیتیں اور کیفیتیں مُراد ہیں جن کی ضرورت حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو پیش آنی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ان تمام اشیاء کے حالات وکوائف سے واقف کیا۔

اللہ کے علم کے مُطابق جس مخلوق کو زمین پر خلیفہ بننا تھا۔ اس کے ظہور کا جب وقت آیا تو اُس کے مُناسب سارے سامان مہیا ہو گئے پھر وُہ وجُود میں آیا اور اُس کا نام آدمؑ رکھا گیا۔ (علیہ السلام)

آپ جانتے ہیں کہ اللہ کی ایک مخلوق فرشتے ہیں جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان کا سارا وقت اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کٹتا ہے۔ اور یہی ان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ وُہ ان تمام خواہشوں اور ضرورتوں سے بالکل صاف اور پاک ہیں۔ جو آدمؑ کا خاصہ ہیں۔ اس لئے انہیں بالکل علم نہیں کہ زمین وآسمان کی تمام چیزیں کس کام آئیں گی۔

البتہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بغیر کسی مقصد کے نہیں بنایا۔ اس میں ضرور کوئی مصلحت اور حکمت ہے۔

پروردگارِ عالم نے آدمؑ کو مٹی سے بنایا۔ اس میں ہر قسم کی خواہش اور طرح طرح کی ضروریات پیدا کر دیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اُسے یہ علم بھی دیا کہ وُہ اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کون کون سے ذریعے کس کس طرح عمل میں لائے۔ اس کے اندر یہ قابلیت پیدا کر دی کہ وُہ ان تمام چیزوں سے واقف ہو جائے اور ان کی خصوصیات کو اچھی طرح جان لے۔

مختلف اوقات میں آدمؑ کو مختلف حادثوں اور تبدیلیوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ تمام پیدا شدہ حالات وواقعات کا اُسے سامنا کرنا پڑے گا۔ ان سے اچھی طرح نپٹنا اور کامیابی کے ساتھ اپنی راہ نکال لینا۔ یہ سب کچھ آدمؑ کی فطرت میں رکھ دیا گیا۔ ہر طرح کی مشکلوں سے مُقابلہ کرنے کے لئے ہر ضروری چیز کا نام اور اس کی خوبی سے آدمؑ کو آگاہ کر دیا گیا۔

آدمؑ کا فرشتوں سے مقابلہ

ثُمَّ - عَرَضَهُمْ - عَلَى - الْمَلٰٓئِكَةِ - فَقَالَ
پھر ان کو سامنے کیا پر فرشتے پھر فرمایا
اَنْۢبِئُوْنِىْ - بِاَسْمَآءِ - هٰٓؤُلَآءِ - اِنْ - كُنْتُمْ
مجھ کو بتاؤ نام اُن کے اگر تم ہو
صٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْا - سُبْحٰنَكَ
سچے - بولے تو پاک ہے
لَا - عِلْمَ - لَنَآ - اِلَّا - مَا - عَلَّمْتَنَا ؕ
نہیں معلوم ہمیں مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھایا
اِنَّكَ - اَنْتَ - الْعَلِيْمُ - الْحَكِيْمُ ﴿٣٢﴾
بیشک تو تو جاننے والا حکمت والا

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ
پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا پھر فرمایا
اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ
مجھ کو ان کے نام بتاؤ اگر تم
صٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
سچے ہو۔ وُہ بولے تو پاک ہے
لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ
ہمیں معلوم نہیں مگر وُہ جو تو نے ہمیں سکھایا۔
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٢﴾
بیشک تو جاننے والا حکمت والا ہے۔

یہ بتایا جا چکا ہے۔ کہ فرشتے صرف اسی قدر جانتے ہیں۔ جس قدر انہیں علم دیا گیا ہے۔ جن چیزوں کی انہیں ضرورت نہیں وُہ نہ تو اس کی نسبت کچھ جانتے ہیں۔ اور نہ اس کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

اس لئے آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو۔ کہ تم کامل طور پر میری تسبیح وتقدیس کرتے ہو۔ تو بتاؤ کہ ان چیزوں کے نام کیا ہیں؟ فرشتے ایک پاک مخلوق ہیں۔ انہیں خدا کی عبادت کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ وُہ اُن کے نام کیسے بتاتے کہنے لگے ہمیں تو بس اسی قدر معلوم ہے۔ جتنا تو ہمیں بتا چکا ہے۔ اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ رہیں یہ چیزیں تو ان کے بارے میں ہم صرف اسی قدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان کے پیدا کرنے میں کوئی حکمت اور فائدہ ضرور پوشیدہ ہے۔ کیونکہ تیرے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ فرشتوں پر انسان کی برتری اور عظمت علم کے اعتبار سے ہُوئی۔ اب اگر اولادِ آدمؑ میں کوئی علم سے لاپرواہ ہے تو خلافتِ الٰہی کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں واقعی دُنیا میں وہی اقوام ترقی پر ہیں۔ جو علم کی دولت سے مالا مال ہیں۔

(اس آیت کا باقی حصہ ہم اگلے سبق میں بیان کریں گے۔)

عِلم کی فتح

قَالَ - یٰٓاٰدَمُ - اَنۡۢبِئۡهُمۡ - بِاَسۡمَآئِهِمۡ
اس نے کہا اے آدم انہیں بتلا دے ان کے نام
فَلَمَّآ - اَنۡۢبَاَهُمۡ - بِاَسۡمَآئِهِمۡ - قَالَ
پھر جب اُس نے انہیں بتائے ان کے نام اس نے کہا
اَ - لَمۡ - اَقُلۡ - لَّكُمۡ - اِنِّیۡۤ - اَعۡلَمُ
کیا نہ میں نے کہا تمہیں کہ میں جانتا ہوں
غَيۡبَ - السَّمٰوٰتِ - وَ - الۡاَرۡضِ - وَ - اَعۡلَمُ
چھپی ہُوئی باتیں آسمان اور زمین اور میں جانتا ہوں
مَا - تُبۡدُوۡنَ - وَ - مَا - كُنۡتُمۡ - تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۳۳﴾
جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم ہو چھپاتے ہو۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ
اس نے کہا اے آدم! انہیں ان کے نام بتا دے
فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ قَالَ
پھر جب اس نے انہیں ان کے نام بتائے اس نے کہا
اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ
کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں جانتا ہوں۔
غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاَعۡلَمُ
آسمان اور زمین کی چھپی ہُوئی باتیں اور میں جانتا ہوں
مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۳۳﴾
جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

حضرت آدمؑ کی خلافت کا واقعہ مُسلسل بیان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کے سامنے آدمؑ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ تو انہوں نے اوّل تو یہ عرض کیا۔ کہ ہم تیری حمد وثنا اور بزرگی و پاکیزگی کا ہر دم اقرار کرتے ہیں۔ گویا اگر صرف حمد وثنا درکار ہے تو یہ کام ہم انجام دے رہے ہیں۔ پھر فرشتوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ اولادِ آدمؑ دُنیا میں خونریزی کرے گی اور فساد مچائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا استحقاق ثابت کرنے کے لئے علم کا امتحان رکھا۔ آدم علیہ السّلام کو ان کی فطری صلاحیت اور استعداد کے مُطابق علمِ اسماء سے نوازا۔ فرشتے اس کے اہل نہ تھے۔ لہٰذا انہیں علمِ اسما حاصل نہ تھا۔ جب دونوں سے سوال وجواب ہُوئے تو فرشتوں نے اپنی بے خبری کا اقرار کیا۔ مگر آدمؑ نے چیزوں کے نام بتلا دیئے اور اپنی برتری ثابت کر دی۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں نے پہلے ہی نہ کہا تھا۔ کہ میں ظاہر و باطن کی ہر بات جانتا ہوں۔ زمین و آسمان کے رازوں سے باخبر ہوں۔ آدمؑ سے متعلق جو خدشے تم نے ظاہر کئے۔ انہیں بھی جانتا ہوں اور جن باتوں کو کھُل کر ظاہر نہ کیا۔ ان سے بھی باخبر ہوں۔ گویا علمِ الٰہی تمام باتوں پر حاوی ہے۔ وُہ ہر کسی کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مُطابق ہی درجہ اور ذمّہ داری عطا کرتا ہے۔

فرشتوں کا سجدہ

وَ - اِذْ - قُلْنَا - لِلْمَلٰٓئِكَةِ - اسْجُدُوْا
اور جب ہم نے کہا فرشتوں سے سجدہ کرو
لِاٰدَمَ - فَسَجَدُوْٓا - اِلَّآ - اِبْلِيْسَ
آدم کے سامنے وُہ سب جھکے مگر ابلیس
اَبٰى - وَ - اسْتَكْبَرَ - وَ - كَانَ - مِنَ - الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾
اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور ہوگیا سے کافر (جمع)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ
سو وُہ جھکے مگر ابلیس (نہ جھکا)
اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾
اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وُہ کافروں میں سے ہوگیا۔

اُسْجُدُوْا (سجدہ کرو) لُغت میں سجدہ سے مُراد ہے سر جُھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا۔ شرع نے خاص طور پر سجدہ کے معنیٰ زمین پر پیشانی رکھنا قرار دیئے ہیں۔ سجدہ انتہائی تعظیم کا نشان ہے اس لئے شریعت نے اللہ کے سوا کسی اور کے لئے حرام کر دیا۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے مُراد یہ ہے کہ فرشتے اُن کی بزرگی اور برتری ماننے کے لئے اُن کے آگے اپنے سر تعظیم کے طور پر جُھکا دیں۔ اگر شرعی معنے لئے جائیں تو پھر بھی یہ مطلب ہوگا کہ حضرت آدمؑ کی طرف مُنہ کر کے اللہ کو سجدہ کریں کیونکہ یہاں لِاٰدَمَ کے معنے آدم کے واسطے نہیں۔ بلکہ "آدم کی طرف" ہیں۔

اِبْلِيْسَ (شیطان) اس کے لفظی معنی نا اُمید کے ہیں۔ یہ ابلیس کوئی فرشتہ نہ تھا۔ بلکہ آگ کا بنا ہوا (جنّ) تھا۔ کیونکہ نوری مخلوق سے انکار اور بغاوت کی امید ہی نہیں ہو سکتی۔ ابلیس اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کی وجہ سے فرشتوں کی جماعت میں داخل کر لیا گیا تھا۔

اَبٰى (اس نے انکار کیا) یہ لفظ اِبا سے ہے۔ اس کا مطلب ہے جان بُوجھ کر کسی چیز سے انکار کرنا۔

اِسْتَكْبَرَ (تکبر کیا) یہ لفظ کبر سے بنا ہے اس کے معنیٰ ہیں اپنے آپ کو دُوسروں سے بڑا سمجھنا اور غرور کرنا۔

جب یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ حضرت آدمؑ علم اور درجہ میں فرشتوں سے بڑھ کر ہیں اور خلافت کے حقدار وہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وُہ آدمؑ کی بزرگی کو تسلیم کرنے کے لئے اُن کے آگے جُھک جائیں۔

اس حکم کی تعمیل میں سب فرشتے سجدہ میں گر پڑے۔ البتہ ابلیس نے انکار کیا۔ وُہ کہنے لگا کہ مَیں آگ سے بنا ہوں۔ اور آدمؑ کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔ اس لئے میں اس کے آگے نہیں جُھکوں گا۔

اللہ کے حکم کا انکار کرنے سے ابلیس کافر ہوگیا۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا۔ اُسے اللہ کا قرب بھی حاصل نہ رہا۔ اور وہ لعنت میں گرفتار ہُوا اور عذاب کا مستحق قرار پایا۔

حضرت آدمؑ جنّت میں

وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص

اور ہم نے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور اس میں جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ۔

وَ - قُلْنَا - يٰۤاٰدَمُ - اسْكُنْ - اَنْتَ - وَ - زَوْجُكَ

اور ہم نے کہا اے آدم رہو تو اور تیری زوجہ

الْجَنَّةَ - وَ - كُلَا - مِنْهَا - رَغَدًا - حَيْثُ - شِئْتُمَا

جنت اور کھاؤ اس میں بافراغت جہاں چاہو۔

جَنَّةَ : (جنت) اس کے لغوی معنے ہیں وُہ باغ جس کے گھنے درخت زمین کو چھپالیں۔ شرع کی اصطلاح میں اس سے مُراد وُہ عظیم الشان باغ ہے جس میں بے شمار نعمتیں ہیں اور جو آخرت میں نیکوکاروں کو رہنے کے لئے ملے گا۔ اسے جنّت اس لئے بھی کہتے ہیں کہ اس کی نعمتیں ہماری نظروں سے بھی پوشیدہ ہیں۔

زَوْجُكَ : (تیری بیوی) اس سے مُراد حضرت حوّا ہیں۔ جو اس وقت پیدا ہو چکی تھیں۔ وُہ ہم سب کی ماں ہیں۔

حَيْثُ شِئْتُمَا : (جہاں سے چاہو) اس لفظ سے جنّت کی وُسعت اور بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور مرضی کے مُطابق حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور انہیں زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیا۔ ان کے اس درجہ کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وُہ اس کے آگے جُھک جائیں۔ تاکہ بعد میں کسی کو بغاوت یا نافرمانی کی جُرأت نہ رہے۔ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی بڑائی کا اقرار کیا اور اُن کے آگے تعظیم کے طور پر جُھک گئے۔

حضرت آدمؑ کی خلافت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع دیا کہ وُہ اور اُن کی بیوی جنت میں رہائش اختیار کریں۔ اسی میں رہیں سہیں اور جہاں سے جو جی چاہے کھائیں پئیں۔

حضرت حوّا علیہ السّلام کے بارے میں مفسّرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت آدمؑ جنّت میں اکیلے تھے۔ تو اُن کی طبیعت گھبرائی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّا کو پیدا کیا اور فرمایا کہ تم دونوں جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ۔

اس سبق سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو کس قدر بڑے درجے بخشے ہیں۔ پہلے علم کی نعمت دی۔ پھر اپنا نائب بنایا۔ اس کے بعد اس کی راحت اور آرام کے لئے بیوی کی صُورت میں اُنہیں ساتھی دیا۔ جنّت میں جگہ دی اور کھانے کو بے شمار نعمتیں دیں۔ اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ انعامات سے نوازتا ہے۔ اور ان پر طرح طرح کی نوازشیں فرماتا ہے۔ اب یہ بندوں کا فرض ہے کہ اس کے شکرگذار رہیں اور نعمتوں کی قدر پہچانیں۔

شجرِ ممنوعہ

وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۞۳۵	وَ لَا - تَقۡرَبَا - هٰذِهِ - الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا - مِنَ - الظّٰلِمِيۡنَ ۞۳۵
اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ۔	اور نہ قریب ہو یہ درخت پھر ہو جاؤ گے سے ظالم ۔

لَا تَقۡرَبَا : (قریب نہ جاؤ) اس حکم سے اصل مُراد یہ تھی کہ حضرت آدمؑ اس درخت کا پھل نہ کھائیں۔ انہیں قریب جانے سے اس لئے روک لیا کہ اس کے پھل کی رغبت ہی پیدا نہ ہو۔

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ : (یہ درخت) جنّت کے درختوں میں کوئی درخت تھا۔ اور حضرت آدمؑ کو اس کی پہچان کرا دی گئی تھی۔ قرآن مجید نے اس کی وضاحت نہیں کی۔ البتّہ اس درخت کے بارے میں مفسّرین کے کئی قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ انگور کا درخت تھا۔ بعض اسے گیہوں کا پودا بتاتے ہیں۔ بعض انجیر کا اور بعض کھجور کا۔ احادیثِ نبوی میں اس کی کوئی وضاحت نہیں آئی ۔

مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ : (گنہگاروں میں سے) اس سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو اپنے آپ پر ظلم کرتے رہتے ہیں ۔ اپنے آپ پر سب سے زیادہ ظلم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہوتا ہے ۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے ۔ کہ اس وقت جنّت کی حیثیت نیک اعمال کے بدلے کی سی نہ تھی جیسی کہ اب ہے ۔ بلکہ اس وقت وہاں بھی شرعی حکم تھے ۔ بعض ایسی باتیں تھیں جن کے کرنے کا حکم تھا اور بعض ایسے کام تھے جن سے باز رہنے کا حکم تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے کے بعد انہیں جنّت میں رکھا اور جب اُنہوں نے تنہائی محسُوس کی ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے حضرت حوّا کو پیدا کیا۔ اور پھر یہ اور احسان کیا ۔ کہ انہیں اجازت دے دی ۔ کہ جنّت میں وُہ جہاں سے چاہیں بافراغت کھائیں ۔ البتّہ وہاں ایک درخت تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ۔ کہ تم اس کے پاس بھی نہ پھٹکنا ۔ ورنہ نافرمان قرار دیئے جاؤ گے ۔

اس سبق سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ جو شخص شک و شبہ والے کام کرتا ہے اس کے لئے غلطی کرنے کا شدید خطرہ ہوتا ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اس ممنوعہ درخت کے قریب جانے سے بھی روکا ۔ کہ نہ نزدیک جائیں گے ۔ نہ کھانے کی خواہش ہوگی ۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ ادنیٰ شک والی باتوں سے بھی پرہیز کریں ۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے انسان دراصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے ۔ اُس کی دُنیا بھی خراب ہوتی ہے اور آخرت بھی ۔

حضرت آدمؑ کی لغزش

فَاَزَلَّهُمَا - الشَّيْطٰنُ - عَنْهَا - فَاَخْرَجَهُمَا
پھر انہیں پھسلا دیا - شیطان - اس کے سبب - پھر انہیں نکال دیا
مِمَّا - كَانَا - فِيْهِ ۠
جس سے - تھے - اس میں -

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا
پھر شیطان نے انہیں اس کے ذریعہ پھسلا یا - پھر انہیں نکال دیا
مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠
اس (جگہ) سے جہاں وُہ تھے -

فَاَزَلَّهُمَا (پھر انہیں پھسلا دیا) یہ لفظ زَلّہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جگہ سے ہٹا دینا یا پھسلا دینا اس لفظ کے مفہوم میں جان بوجھ کر نا فرمانی یا سرکشی داخل نہیں۔ بلکہ ایسی لغزش مُراد ہوتی ہے۔ جو بھُول چوک یا انجان پنے میں ہو جائے۔

اَلشَّيْطٰنُ (شیطان) شیطان سے مُراد وُہ مخلوق ہے۔ جو اللہ کی رحمت سے دُور ہو گئی۔ یہ ابلیس کا دُوسرا نام ہے۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کی نا فرمانی کی۔ اس لئے جنّت سے نکال دیا گیا۔ وُہ آدمؑ کی اولاد کا سخت دُشمن ہو گیا۔ وُہ انسان کو بدکاری اور اللہ کی نافرمانی پر مجبور نہیں کر سکتا۔ بلکہ مختلف طریقوں سے اسے بُرے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کا اثر دُور سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور نزدیک سے بھی۔ مادی رُکاوٹیں اس کے لئے کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔

عَنْهَا (اس کے سبب) اس سے اشارہ درخت کی طرف ہو سکتا ہے۔ یعنی اس درخت کے ذریعہ پھسلا دیا۔ اور اس کا اشارہ جنّت کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ اس صُورت میں مطلب یہ ہو گا کہ آدمؑ کو اس جنّت سے نکلوا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی کو جنّت میں بسایا اور حکم دیا کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھانا۔ بلکہ اس کے قریب تک نہ جانا۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا تھا اور اس وجہ سے شیطان کو رد کر دیا گیا تھا۔ وُہ حسد کے طور پر اُن کا دُشمن بن گیا۔ اس نے دل میں ٹھان لیا کہ کسی نہ کسی طرح انہیں یہاں سے نکلوا دے۔

قرآن مجید میں دُوسری جگہ آتا ہے۔ کہ وُہ حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی کے پاس پہنچا۔ اور انہیں اپنی دوستی اور خیر خواہی کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھا لوگے۔ تو تم فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ جنّت میں رہو گے۔ اور تم یہاں سے کبھی نہیں نکالے جاؤ گے۔

حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی اس کے فریب میں آگئے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ کوئی خدا کی جھُوٹی قسمیں بھی کھا سکتا ہے۔ انھوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ کھاتے ہی جنّت کا لباس اُن کے بدن سے اتر گیا اور وُہ دونوں شرم کے مارے اپنے بدن پر درختوں کے پتّے چپکانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ شیطان جنّت جیسی نعمت سے نکلوانے کا سبب بنا۔ ہم پر لازم ہے کہ اس کے فریب سے بچتے رہیں۔

جنّت سے نکلنا

وَ۔ قُلْنَا۔ اهْبِطُوْا۔ بَعْضُكُمْ۔ لِبَعْضٍ
اور ہم نے کہا تم اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے
عَدُوٌّ ۚ وَ۔ لَكُمْ۔ فِي۔ الْاَرْضِ۔ مُسْتَقَرٌّ
دُشمن اور تمہارے لئے میں زمین ٹھکانا
وَّ۔ مَتَاعٌ۔ اِلٰى۔ حِيْنٍ ﴿۳۶﴾
اور نفع اٹھانا تک وقت

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
اور ہم نے کہا تم سب نیچے اتر جاؤ تم ایک دُوسرے کے
عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ
دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے
وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾
اور ایک وقت تک نفع اٹھانا۔

اِهْبِطُوْا: (تم سب نیچے اُترجاؤ) اس لفظ کا مادہ ھُبُوْط ہے اور یہ اُوپر سے نیچے اُترنے اور ایک جگہ سے دُوسری جگہ جانے کے معنوں میں آتا ہے۔ اس حکم سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ جس جنّت میں حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی کو پہلے رہنے کے لئے کہا گیا تھا۔ وہاں سے اُنہیں چلے جانے کا حکم ہُوا۔ اور دُوسری بات جو اھبطوا (تم سب اُترجاؤ) جمع کے صیغے سے ظاہر ہوتی ہے۔ وُہ یہ ہے کہ زمین میں قیام کا حکم صِرف حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی ہی کے لئے نہیں بلکہ اُن کی ساری نسل کے لئے ہے۔

عَدُوٌّ: (دُشمن) اس لفظ سے زمین کی زندگی کا نقشہ سمجھایا گیا ہے۔ کہ اس زمین میں کشمکش، بُغض، نفسانیّت، حسد اور خود غرضی وغیرہ کا امکان ہوگا۔ اور ان خرابیوں سے بچنا انسان کی بزرگی کی نشانی ہو گی۔

اِلٰى حِيْنٍ: (ایک وقت تک) اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کہ اولادِ آدمؑ کا زمین میں قیام ہمیشہ کے لئے نہیں۔ بلکہ عارضی ہے۔ انہیں پھر اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

جب حضرت آدمؑ نے شیطان کے بہکانے کی وجہ سے بھُول کر اس درخت کا پھل کھا لیا جس کے کھانے سے منع فرمایا گیا تھا۔ تو پھر اللہ کا یہ حُکم ہُوا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اب یہ جگہ تمہارے لئے موزوں نہیں۔ یہاں سے اُترچلو اور زمین میں جاکر رہو۔ دُنیا میں نسلِ انسانی کے کچھ لوگ صلح وصفائی کے ساتھ نہیں رہیں گے بلکہ آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔ وہاں اپنی موت تک رہنا ہوگا۔ اس مدّت میں وہاں محنت ومشقت کرکے زمین کی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ اور کھانے پینے کا سامان اکٹھا کرو گے۔

اس آیت سے جو مفید باتیں نکلتی ہیں اُن میں سے چند ہم یہاں نتیجہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

شیطان انسان کا دُشمن ہے اور وُہ اُسے ہر طریقے سے دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

دُنیا میں انسان کا قیام عارضی ہے۔ اور اس کی حقیقت ایک سرائے کی مانند ہے۔ اس لئے دُنیا کو صِرف تھوڑی مدت کے لئے ٹھہرنے کی جگہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اُسے ہمیشگی کا گھر سمجھ کر اللہ کو بھُول نہ جانا چاہیئے۔

حضرت آدمؑ کی توبہ

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ
پھر آدم نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں پھر وُہ ان پر متوجہ ہُوا
عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾
بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

فَتَلَقّٰٓى - اٰدَمُ - مِنْ - رَّبِّهٖ - كَلِمٰتٍ - فَتَابَ
پھر سیکھ لئے - آدم نے - سے - اپنا رب - الفاظ - پھر وہ متوجہ ہُوا
عَلَيْهِ ؕ - اِنَّهٗ - هُوَ - التَّوَّابُ - الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾
اس پر - بیشک وُہ - وہی - بڑا توبہ قبول کرنے والا - بڑا مہربان۔

فَتَلَقّٰٓى: (پھر سیکھ لئے) یہ لفظ تَلَقِّی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ملنا، کسی چیز کا پانا یا حاصل کرنا۔

كَلِمٰتٍ: (باتیں) یہ لفظ کلمہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں بات۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی رحمت اور شفقت سے حضرت آدمؑ کو توبہ کے کلمات سکھا دیئے۔ یہاں توبہ کے ان کلمات کی طرف اشارہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سکھائے تھے۔ قرآن مجید میں ایک دُوسرے مقام پر انہیں یوں بیان فرمایا ہے۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ " وُہ دونوں بولے اے ہمارے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا، اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے"۔ (الاعراف آیت ۲۳)

فَتَابَ: (توجہ فرمائی) یہ لفظ توبہ سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کی طرف رجُوع، توجہ کرنا اور لوٹ آنا۔ گناہوں سے معافی مانگنے کو توبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان گناہوں کے احساس کے ساتھ ان کا اعتراف کرتا ہے اور آئندہ ان گناہوں سے باز رہنے کا اقرار اور عہد کرتا ہے۔

جب حضرت آدمؑ کو جنت سے نکلنے کا حکم ہُوا، تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہُوا۔ وُہ اس پر بہت پچھتائے۔ پریشانی کی حالت میں اپنی خطا پر روتے رہے۔ اور بے قراری میں پشیمان پھرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کو اُن پر رحم آیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں بخشش کی دُعا کے چند الفاظ ڈال دیئے۔ انہوں نے انہیں الفاظ میں دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ کیونکہ وُہ یقیناً توبہ قبول کرنے والا اور اپنے بندوں پر ہر حال میں رحمت اور مہربانی فرمانے والا ہے۔

توبہ کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ پہلی یہ کہ انسان اپنے گناہ کو مان لے۔ اور اس پر پچھتائے۔ دُوسری یہ کہ اس کام کو چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کر لے۔ اور تیسری یہ کہ وُہ اس گناہ کو آئندہ ہرگز نہ کرے۔

قرآن مجید اور حدیثوں میں توبہ کی تاکید بہت آئی ہے۔ ہمیں ہر وقت اپنے دانستہ اور غیر دانستہ بڑے اور چھوٹے ہر قسم کے گناہوں کی معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرنی چاہیئے۔

وحی کی ضرورت

قُلْنَا - اهْبِطُوْا - مِنْهَا - جَمِيْعًا - فَاِمَّا
ہم نے کہا　نیچے اتر جاؤ　اس سے　سب　پھر اگر
يَاْتِيَنَّكُمْ - مِّنِّيْ - هُدًى - فَمَنْ - تَبِعَ
تمہیں پہنچے　میری طرف سے　ہدایت　وہ جو　چلا
هُدَايَ - فَلَا - خَوْفٌ - عَلَيْهِمْ - وَ - لَا
میری ہدایت　سو نہ　خوف　ان پر　اور نہ
هُمْ - يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾
وُہ　غمگین ہوں گے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا
ہم نے کہا تم سب یہاں سے نیچے اُتر جاؤ جب کبھی تمہیں
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے۔ جو میری ہدایت پر
هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
چلا ان پر نہ خوف ہو گا　اور　نہ
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾
وُہ غمگین ہوں گے۔

اِهْبِطُوْا : (نیچے جاؤ) حضرت آدمؑ اور اُن کی اولاد کو یہ حکم سزا کے طور پر نہیں دیا جا رہا ہے۔ حضرت آدمؑ کی لغزش معاف کر دی گئی لیکن زمین میں رہنے کا حکم بدستور باقی رہا۔ چونکہ آدمؑ زمین کے خلیفہ بنائے گئے تھے۔ زمین میں رکھنے سے مقصد یہ تھا کہ جو دُنیا میں رہ کر اللہ کی اطاعت کریں اِنہیں جنّت میں جگہ ملے۔ اور جو نافرمانی کریں انہیں جنّت سے باہر ہی رکھا جائے۔

خَوْفٌ : (خوف) کسی آنے والے نقصان اور تکلیف کے احساس کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ حشر میں اللہ کے نیک اور ایماندار بندوں کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔

لَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ : (نہ وُہ غمگین ہوں گے) اس لفظ کا مادہ حزن ہے جس کے معنی ہیں کسی دِل پسند چیز کے جاتے رہنے کا رنج۔ یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ نیک اور مومن بندے اپنی پہلی زندگی پر حسرت و افسوس نہیں کریں گے۔

حضرت آدم علیہ السّلام اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم سب کے سب زمین پر اتر جاؤ۔ اور کچھ فکر نہ کرو۔ وہاں بھی میری نظرِ عنایت تم پر رہے گی۔ اور میری رحمت تمہارے شاملِ حال ہو گی اور ساتھ ہی انہیں بتا دیا کہ ضرورت کے وقت میری ہدایات نبیوں کے ذریعہ تمہارے پاس پہنچتی رہیں گی۔ تم اُن کی پیروی کرتے رہنا۔ جو شخص میری ہدایات کے مُطابق چلے گا۔ اس کو کبھی دوزخ کا خوف نہ ہو گا۔ اور نہ جنّت سے نکالے جانے کا غم ہو گا۔ میں اس کو دوبارہ جنّت میں داخل کروں گا۔ اس قصّہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ انسان کو رُوحانی چین اور سکون اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بغیر بالکل ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی۔ اور پھر انہیں دُنیا میں رہنے سہنے اور جنّت میں جانے کا طریقہ بتا دیا۔ ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ اپنے تمام پچھلے گناہوں سے توبہ کریں۔ اللہ سے ان کی معافی کی درخواست کریں۔ اور آئندہ اس کی دی ہُوئی ہدایات پر عمل کریں۔ جو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہمیں بھیجیں۔

منکرینِ وحی کا انجام

وَ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - وَ - كَذَّبُوْا - بِاٰيٰتِنَآ
اور وہ لوگ جو کفر کریں گے اور جھٹلائیں گے ہماری آیتوں کو
اُولٰٓئِكَ - اَصْحٰبُ - النَّارِ ۚ - هُمْ
وہی جہنمی وہ
فِيْهَا - خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
وہی دوزخی ہیں وہ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَصْحٰبُ النَّارِ (جہنمی) اس کا مطلب ہے دوزخ والے۔ گویا جو لوگ شریعت سے انکار کرکے اللہ کے قانون کو جھٹلاتے ہیں انہوں نے اپنا تعلق دوزخ سے جوڑ لیا ہے۔ اُن کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہوگی۔

حضرت آدمؑ جب دُنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میں رہنے سہنے کا قانون اور جنت میں دوبارہ جانے کا طریقہ بتا دیا۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرورت کے وقت اپنا پیغام بھیجتا رہے گا۔ جو ان کی رہنمائی کا ذریعہ ہوگا۔ اور ان کی نسل کو بھی انبیاء علیہم السّلام کے ذریعے ہدایت ملتی رہے گی۔ انسان صرف اپنی عقل سے سیدھی راہ نہیں پا سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجُوع کرے۔ جو اس کی فطرت کا بنانے والا ہے۔ جو لوگ اس کی ہدایت کو سچّے دل سے قبول کریں گے۔ اس کی بھیجی ہُوئی نشانیوں میں غور کریں گے۔ اور اس کے حکموں پر پختگی کے ساتھ کاربند ہوں گے وُہ ہر طرح کے غم اور افسوس سے نجات پائیں گے۔ اور دُنیا کی زندگی کے بعد جنّت میں داخل ہوں گے۔ جہاں ہمیشہ کا آرام اور ہر طرح کا چین انہیں میسّر ہوگا۔ البتّہ جو لوگ اُس کی ہدایت سے مُنہ موڑ لیں گے۔ اُس کے حکموں سے سرتابی کریں گے۔ وُہ اپنی ناقص عقل کی وجہ سے ساری زندگی گمراہی میں بھٹکیں گے۔ انہیں وُہ موت کے بعد دوزخ میں داخل کرے گا۔ یہاں وُہ آگ میں جلیں گے اور طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہوں گے۔

آپ نے غور کیا کہ ان لوگوں کا انجام کس قدر خوفناک ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے مُنہ موڑیں اور اُن لوگوں کا انجام کیسا اچھّا ہے۔ جو اس کی ہدایت پر چلیں۔ آیئے ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چل کر دُوسرے گروہ میں شامل ہو جائیں اور جنّت کے وارث بنیں۔ اب اس کی صُورت یہی ہے کہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دِل و جان سے قبول کرلیں اور نیک نیتی سے اس پر عمل کریں۔ اس یقین کے ساتھ کہ یہ تعلیم آخری تعلیم ہے۔ اور یہ نبی آخری نبی ہے۔ جس کے بعد کوئی اور نبی دُنیا میں نہیں آئے گا۔

بنی اسرائیل

یَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ — یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

اے اولاد بندۂ خدا — اے بنی اسرائیل

اب پانچویں رکوع سے بنی اسرائیل کی تاریخ، اُن کے بلند مرتبے، لغزشوں، گناہوں اور فضیلت کے چھن جانے کا بیان شروع ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ حصّہ خاص طور پر توجہ سے پڑھنے کے لائق ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں مُسلمانوں کے لئے بہت سے عبرت اور نصیحت کے مواقع ہیں۔ تاکہ ہم ان لغزشوں اور غلطیوں سے بچ سکیں۔ جن کی وجہ سے یہ عظیم الشان قوم تباہ و برباد ہُوئی اور اللہ کے غضب کا نشانہ بنی۔

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ: (بنی = اولاد اسرا = بندہ ئیل = خدا) یعنی خدا کے بندہ کی اولاد۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اس اعتبار سے ان کی اولاد اور خاندان کو بنی اسرائیل کا لقب ملا۔ انہیں یہُودی بھی کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کا سلسلہ اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے شرُوع ہوتا ہے۔ اُن کے دو بیٹے ہُوئے۔

(۱) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ یہ حجاز میں آباد ہُوئے۔ اور اُن کی اولاد میں آخری نبی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہُوئے۔

(۲) دُوسرے بیٹے حضرت اسحٰق ہُوئے۔ اُن کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے۔ جن کا لقب اسرائیل پڑا۔ اُن کی اولاد فلسطین میں آباد ہُوئی۔

یہ لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد اہلِ مصر نے ان پر غلبہ حاصل کرلیا۔ انہیں غلاموں کی طرح رکھا اور شدید ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہُوئے اور وُہ اس قوم کو مصر کی غلامی سے نکال کر وادیٔ سینا میں لے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد یہ لوگ اپنے وطن کنعان میں واپس لوٹے۔ اس قوم کا بہترین زمانہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا تھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ قوم پھر آپس کی پھوٹ، دین کی مخالفت اور انبیاء کی دشمنی کے سبب مصائب کا شکار ہُوئی۔

دو مرتبہ اس قوم پر ایسے زبردست حملے ہُوئے۔ اور اس قدر تباہی آئی کہ یہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر افسوس اپنی شرارتوں اور خرابیوں سے باز نہ آئے۔ اور آج تک اس قوم میں وُہ خرابیاں بدستور موجُود ہیں۔

بنی اسرائیل پر انعاماتِ خداوندی

اُذْکُرُوْا ۔ نِعْمَتِیَ ۔ الَّتِیْٓ ۔ اَنْعَمْتُ ۔ عَلَیْکُمْ
یاد کرو میرے احسان وہ جو میں نے کئے تم پر
وَ ۔ اَوْفُوْا ۔ بِعَهْدِیْٓ ۔ اُوْفِ ۔ بِعَهْدِکُمْ ج
اور پورا کرو اقرار میرا میں پورا کردوں گا تمہارا اقرار
وَ ۔ اِیَّایَ ۔ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾
اور مجھ ہی سے تم ڈرو۔

اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ
میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور تم
وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ ج
میرا اقرار پورا کرو تو میں تمہارا اقرار پورا کروں گا۔ اور
وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾
مجھ سے ہی ڈرو۔

بَنِیْٓ اِسْرَاۗءِیْلَ (اولادِ اسرائیل) حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا۔ جو حضرت اسحٰق کے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے تھے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کے معنی اللہ کا بندہ ہیں۔ بنی اسرائیل سے مُراد یہودی ہیں۔

نِعْمَتِیَ: (میرے احسان) مُراد اللہ تعالیٰ کی وُہ نعمتیں اور احسانات ہیں۔ جو اس نے یہودیوں پر کئے۔ مثلاً غلامی کے عذاب سے نجات دی۔ اُن کے دشمن فرعون کو غرق کیا۔ اُن کے لئے بحیرۂ قلزم میں راستہ بنایا۔ بیابان میں منّ وسلوٰی جیسی مزیدار خوراک انہیں کسی محنت اور مشقت کے بغیر دی۔ مُصیبتوں میں غیب سے اُن کی مدد کی۔

عَهْدِیْ: (میرا اقرار) عھد دو فریقوں کے آپس کے قول و قرار کو کہتے ہیں۔ یہاں عہد سے مُراد بندوں کا اللہ سے وُہ اقرار ہے۔ جو انہوں نے دُنیا میں آنے سے پہلے اس سے کیا۔ وُہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل بخشی۔ اپنی قدرت کی نشانیوں میں غور کرنے کی طاقت عطا کی اور اس کے بعد انسان نے یہ ذمّہ لیا کہ وُہ اللہ کو پہچانے گا۔ اس کے بھیجے ہُوئے نبیوں پر ایمان لائے گا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چلے گا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ انہیں جنّت عطا کی جائے گی۔

فَارْهَبُوْنِ: (تم ڈرتے رہو) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا ڈر اور خوف دِل میں نہ رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کرنے اور زمین میں بھیجنے کے بعد اس سے وعدہ فرمایا تھا کہ وُہ اس کی اولاد کے لئے موقع کے مطابق اپنے نبی بھیجتا رہے گا۔ اور ان کے ذریعہ بندوں تک اپنے احکام اور ہدایات پہنچائے گا۔ اس وعدہ کے مطابق دُنیا میں نبی آتے رہے۔ سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ ان کو جو دین بخشا گیا وُہ ایک عالمگیر دین ہے۔ اِس بنا پر اِس رکُوع سے تبلیغ دین اسلام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یہود اللہ تعالیٰ کے دین کے طریقہ سے واقف تھے اِس لئے سب سے پہلے ان ہی سے خاص طور پر خطاب کیا جاتا ہے۔ اور انہیں یاد دلایا جاتا ہے کہ دینِ الٰہی کی برکتیں تمہارے بزرگ دیکھ چکے ہیں اور تم اُن سے خوب واقف ہو۔ اب اس آخری نبی پر ایمان لاؤ۔ تاکہ تم پھر انہی نعمتوں کے مستحق ہو۔ ایسا کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے وعدہ پورا کرنے کے برابر سمجھا جائے گا۔ اور اُس کے بدلہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور تمہیں دنیا اور آخرت میں کامیابی عطا فرمائے گا۔

دعوتِ قرآن

وَ - اٰمِنُوْا - بِمَآ - اَنْزَلْتُ - مُصَدِّقًا
اور مان لو وُہ کتاب جو میں نے اُتاری سچ بتانے والی ہے
لِّمَا - مَعَكُمْ - وَ - لَا - تَكُوْنُوْٓا - اَوَّلَ
وہ جو تمہارے پاس ہے اور نہ ہو جاؤ اوّل
كَافِرٍۭ - بِهٖ
کافر اس کے

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا
اور مان لو اس کتاب کو جو میں نے اتاری ہے۔ اسے سچ
لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ
بتانے والی ہے۔ جو تمہارے پاس ہے۔ اور سب میں اوّل
كَافِرٍۭ بِهٖ
اس کے کافر نہ ہو جاؤ۔

مَآ اَنْزَلْتُ: (جو میں نے نازل کیا) اس سے قرآن مجید مُراد ہے۔ جو آخری نبیؐ پر نازل ہُوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

مَا مَعَكُمْ: (جو تمہارے پاس ہے) اس سے تورات مُراد ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہُوئی تھی۔ جس کی صداقت اور دینی اصُولوں کی تصدیق قرآن مجید کرتا ہے۔

قرآن مجید پر ایمان لانے کی دعوت سب سے پہلے بنی اسرائیل کو دی گئی۔ اہل کتاب میں یہی سب سے زیادہ مشہور تھے۔ اور مدینہ اور اُس کے آس پاس بستے تھے۔ یہ اصُول اس قاعدے کے بھی مُطابق تھا۔ کہ نیکی اور اس کی دعوت پہلے اپنے قرابت داروں اور ہمسایوں سے شروع کرنی چاہیئے۔ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے انعام اور احسانات یاد کرا کے یہ فرمایا تھا کہ وُہ اپنے وعدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے ہیں۔ پُورا کریں۔

وُہ عہد جسے پُورا کرنے کے لئے انہیں کہا جا رہا ہے۔ اس میں اس نئی کتاب یعنی قرآن مجید پر جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے ایمان لانا شامل ہے اس لئے اس پر ایمان لائیں۔ اور اس کی ہدایات پر عمل کریں۔ اس کتاب میں خود ان کی کتابوں کے اصُولوں کی تصدیق کی گئی ہے۔

اس کے بعد انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دینِ الٰہی سے واقفیت رکھنے والوں میں تم ہی سب سے پہلے اس قرآن مجید کے منکر بنو۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان کا علم اور قرآن مجید کی سچائی کا علم جتنا تمہیں ہے اور کسی قوم کو نہیں۔ اس لئے تم سے توقع کی جاتی ہے کہ دُوسروں کے لئے تم کفر و انکار کا نمونہ نہ بنو گے۔ بلکہ جیسے تمام اہلِ کتاب میں سب سے پہلے تمہیں دعوت دی جا رہی ہے اسی طرح تم سب سے پہلے اس پر ایمان لا کر دُوسروں کے لئے ترغیب کا باعث بنو گے۔ کہ وُہ بھی تمہیں دیکھ کر اس کو مان لیں تمہیں یہ خوف ہرگز نہ کرنا چاہیئے کہ اس آخری کتاب اور آخری نبی پر ایمان لانے سے تمہارا دنیوی جاہ و جلال اور اثر و رسُوخ ختم ہو جائے گا بلکہ اس کے برعکس تم دیکھ لو گے۔ کہ ساری خرابیاں اسلام کی برکات کی بدولت زائل ہو جائیں گی دُنیا بھی تمہارے لئے باعثِ آرام ہو گی اور آخرت میں بھی سزا سے بچ جاؤ گے۔

آیاتِ الٰہی کا مول

وَ - لَا - تَشْتَرُوْا - بِاٰیٰتِیْ - ثَمَنًا - قَلِیْلًا
اور نہ تم لو میری آیتیں مول تھوڑا

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا
اور میری آیتوں پر تھوڑا مول نہ لو

وَ - اِیَّایَ - فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾
اور مجھ ہی ڈرتے رہو۔

وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾
اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

ثَمَنًا قَلِیْلًا (تھوڑی قیمت) اس سے مُراد یہ ہے کہ حق کو چھوڑ کر دُنیا کے طلبگار نہ ہو۔ دُنیا بظاہر کیسی ہی بڑی اور شاندار نظر آئے۔ پھر بھی سچّائی اور حق کے مُقابلہ میں حقیر اور بے قدر چیز ہے۔ کیونکہ عارضی اور ناپائیدار ہے۔

وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ:۔ (اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو) اتقا کے معنی ہیں بُرائیوں سے بچنا۔ یہاں اس طرف اشارہ ہے کہ برائیوں سے بچنے کا باعث فقط اللہ کے عذاب کا خوف ہونا چاہیئے چونکہ خرابیوں سے وہی بچ سکتا ہے۔ جس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔

قرآن مجید نے یہودیوں کے ساتھ جو نرمی اختیار کی ہے اور جس خوبی کے ساتھ اسلام کی دعوت انہیں دی ہے۔ وُہ بجائے خود قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت ہے۔ واقعات کے اظہار کے طریقے اور خطاب کے طرز سے یہود کا پُورا احترام ظاہر ہوتا ہے۔ کوئی بات ایسی نہیں کہی گئی۔ جو اُن کے لئے اشتعال کا باعث ہو۔ سچائی کے اظہار کے لئے اس کے مناسب ماحول پیدا کرنا قرآن مجید کا معجزہ ہے۔ جس کی ہم مُسلمانوں سے اگر تھوڑی سی بھی نقل ہو جائے تو دُنیا کے تمام ڈر دُور ہو جائیں۔

یہود نے جو طرزِ عمل اسلام کے ساتھ اختیار کیا۔ اس کی بنیاد ہٹ دھرمی اور ناسمجھی کے سوا کوئی نہیں معلوم ہوتی۔ آیاتِ الٰہی فروخت کرنے سے مُراد یہ ہے۔ کہ یہودی علماء دنیا کے عارضی فوائد کی خاطر اللہ کے احکام کو بدل ڈالتے۔ چند ٹکوں کے بدلے خود ساختہ فتوے جاری کر دیتے۔ اپنے عیوب کو چھُپانے کے لئے اللہ کے احکام کو چھپاتے اور غلط ملط کر ڈالتے۔ جب کسی قوم کے علماء اس قسم کے عیوب میں پڑ جائیں۔ تو اس قوم کا تباہی سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس سبق میں اللہ تعالیٰ نیک اخلاق کی سب سے زیادہ اہم تلقین فرماتا ہے۔ دُنیا کی زندگی اور اس کے فائدے صرف چند روزہ ہیں۔ اس بنا پر وُہ یہودیوں کو نصیحت کرتا ہے۔ کہ تم نذرانوں اور حقیر ہدیوں کی خاطر میرے کھُلے کھُلے حکموں کو بدل کر لوگوں کی خواہشوں کے مُطابق فیصلے نہ دیا کرو۔ کیونکہ میرے حکموں کو صاف صاف اور ٹھیک ٹھیک بتا دینے سے جو دُنیا اور آخرت دونوں میں انعام ملے گا۔ وُہ ان عارضی اور تھوڑے معاوضوں سے کہیں زیادہ ہے۔

حق کو چھپانے کی ممانعت

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ	وَ - لَا - تَلْبِسُوا - الْحَقَّ - بِالْبَاطِلِ - وَ
اور صحیح میں غلط نہ ملاؤ اور	اور مت ملاؤ صحیح غلط سے اور
تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۴۲)	تَكْتُمُوا - الْحَقَّ - وَ - اَنْتُمْ - تَعْلَمُوْنَ (۴۲)
سچ کو نہ چھپاؤ اور تم جانتے ہو۔	چھپاؤ سچ اور تم جانتے ہو

لَا تَلْبِسُوْا: (مت ملاؤ) یہ لفظ لَبس سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک چیز کو دُوسری چیزوں میں مِلا دینا تاکہ اس کا پہچاننا مشکل ہو جائے۔ اور جھوٹ کو سچ کی شکل میں ظاہر کرنا جس سے سچ کی پہچان مشکل ہو جائے۔ یا جھوٹ کے اُوپر ایسا ملمّع کرنا کہ دیکھنے میں بالکل سچ معلوم ہو۔

تَكْتُمُوْا: (چھپاؤ) یہ کَتَمٌ سے بنا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں چھپانا۔ اللہ کے حکموں کو بدلنے کی دو صُورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ ان کے معنیٰ یا الفاظ بدل دینا۔ دُوسری یہ کہ سرے سے چھپا لینا۔ یہودی لوگ دونوں طرح سے آسمانی کتابوں کی تعلیم اور رسولِ عربی صلعم کی بابت پیشگوئیوں کو بدلتے تھے۔ تورات کے ضائع ہو جانے سے بعض احکام تو ویسے ہی سرے سے غائب اور گم ہو گئے تھے۔ پھر جو باقی رہ گئے تھے انہیں بھی ان لوگوں نے اپنی مصلحتوں کے پیشِ نظر بدل ڈالا تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت یہودیوں کے عالموں نے اپنے دین کی رہی سہی شکل کا ستیاناس کر رکھا تھا۔ وُہ اپنی خواہش کے مُطابق آسمانی کتابوں کے احکام کو بدل دیتے تھے۔ جو کتابیں گُم ہو چکی تھیں۔ اُن کی جگہ اپنی طرف سے اور کتابیں لکھ کر اُن کے نام پر پیش کر دی تھیں۔ کبھی تشریح اور تفسیر لکھ کر اصلی متن کے ساتھ مِلا دیتے اور دونوں میں فرق کی کوئی نشانی نہ رکھتے۔ آسمانی احکام جس عالم کاہن یا راہب کے پاس ہوتے وُہ کسی مالی لالچ یا کسی دُنیادی طمع کی خاطر انہیں گھٹا بڑھا دیتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور نبوّت کی تمام نشانیاں ان کی کتابوں میں موجُود تھیں۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو حسد کی آگ میں جل کر ان تمام نشانیوں کو چھپانے لگے اور بعض کو اُلٹ پلٹ کر بیان کرنے لگے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حق کو نہ چھپایا کرو۔ تمہاری گمراہی سے دُوسرے لوگ بھی گمراہ ہوتے ہیں۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کے اہم واقعات جو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ ایک طرف تو خود یہود اپنی بُرائیوں سے آگاہ ہو جائیں۔ اور دُوسری طرف مُسلمانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ اس قسم کی باتوں کی دین میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ان بیان کردہ واقعات اور بنی اسرائیل کے عرُوج و زوال پر غور کریں اور اپنے اندر ان جیسی بُری باتیں پیدا نہ ہونے دیں۔

نماز، زکوٰۃ اور اتحاد

وَ - اَقِیْمُوا - الصَّلٰوۃَ - وَ - اٰتُوا - الزَّکٰوۃَ
اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ

وَ - ارْکَعُوْا - مَعَ - الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾
اور جھکو ساتھ جھکنے والے (جمع)۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ
اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو

وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾
اور (نماز میں) جھکنے والوں کے ساتھ جھکو۔

الزکوٰۃ: (زکوٰۃ) اس لفظ کے معنی ہیں بڑھنا۔ اسی طرح زکا الزرع کے معنی ہیں کھیتی بڑھ گئی۔ اللہ کے نام پر مستحق لوگوں کو دینے سے اور جائز کاموں کے لئے مال خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے۔ اس لئے سال کے بعد ایک مقررہ حصہ اللہ کی راہ میں دینے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے دُوسرے معنی پاکیزگی کے ہیں۔ واقعی زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہو جاتا ہے۔ صلوٰۃ (نماز) اور زکوٰۃ دو ایسے فرائض ہیں جو ہر مذہب میں عبادات کا لازمی حصہ رہے ہیں۔ البتہ ان کی صُورتیں اور مسائل میں جُزوی اختلاف رہا ہے۔

ارکعوا: (جھکو) یہ لفظ رکُوع سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں جُھکنا۔ چونکہ یہ نماز کا ایک حصہ ہے اس لئے پوری نماز کے لئے بھی یہی لفظ اکثر بول دیتے ہیں۔ کبھی کبھی اس لفظ کے ساتھ اسجدوا کا لفظ بھی آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہُوئے پہلے اعتقاد اور ایمان دُرست کرنے کا حکم دیا نیز یہ کہ وُہ اللہ کی بھیجی ہُوئی تعلیم کو بالکل اس کی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اس میں اپنی طرف سے نہ کچھ ملائیں اور نہ کمی بیشی کریں۔

اب انہیں عمل کی تعلیم دی جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وُہ نماز پڑھنے کی عادت ڈالیں اور پابندی کے ساتھ باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔ نماز بدنی عبادات میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔ اور اللہ کو پہچاننے اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

اس کے بعد انہیں زکوٰۃ ادا کرنے کا حُکم دیا۔ کہ وُہ دستور کے مطابق ہر سال اپنے مال کا ایک مقررہ حصہ باقاعدہ اللہ کے نام پر غریبوں، مسکینوں، محتاجوں اور مستحق لوگوں کو دیا کریں۔ اُمت کی بہبودی کے لئے مفید کاموں میں اللہ کا دیا ہُوا مال خرچ کریں۔ یہودی لوگ تاجر اور صناع ہونے کی وجہ سے بڑے مالدار تھے اس وجہ سے ان میں مال و دولت کی محبت حد سے زیادہ پیدا ہونے کا خطرہ تھا نماز پڑھنے اور صدقات دینے سے دُوسروں کی حاجتوں کا علم اور ہمدردی کے ساتھ ان کا تدارک میسّر ہوتا ہے۔ انہیں کہا گیا کہ نماز گھر میں پڑھنے کی بجائے مسجد میں جا کر سب کے ساتھ مِل کر ادا کریں اور زکوٰۃ مستحقوں کو ادا کریں۔ اس اجتماع اور اتحاد کے بہت فائدے ہوں گے

دیگراں را نصیحت خود را فضیحت

اَ-تَاْمُرُوْنَ- النَّاسَ - بِالْبِرِّ
کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا
وَ-تَنْسَوْنَ- اَنْفُسَكُمْ- وَ-اَنْتُمْ -تَتْلُوْنَ
اور بھول جاتے ہو اپنے نفس اور تم پڑھتے ہو
الْكِتٰبَ- اَفَلَا- تَعْقِلُوْنَ (۴۴)
کتاب پھر کیوں نہیں تم سوچتے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ
کیا لوگوں کو نیک کام کا حکم دیتے ہو
وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ
اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو اور تم تو کتاب
الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۴۴)
پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سوچتے۔

اَلْبِرّ: بِرّ کے معنی نیکی اور احسان کئے ہیں۔ اس میں خوش خلقی پُرخلوص عبادات اور اچھے مُعاملات سب داخل ہیں۔ اس کے مقابل اثم ہے جس کے معنے گناہ ہیں۔

الکِتٰب: یہاں کتاب سے مُراد تورات ہے جس میں یہود کے لئے نیک اخلاق عبادات اور دینی معاملات کے سب احکام بہ تفصیل موجود ہیں۔

جب کسی قوم کی تباہی کے دن آتے ہیں تو اس کے اندر جاہ طلب اور آرام کے بھُوکے علماء اور لیڈر پیدا ہو جاتے ہیں جو لوگوں کو بہ ظاہر ہر وقت وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ اپنی عادتیں دُرست کرو۔ دُوسروں سے معاملات کرتے وقت ایمانداری، صداقت اور ہمدردی سے کام لو۔ جھُوٹ مت بولو۔ فریب مت دو۔ نماز پڑھو۔ روزے رکھو۔ دُوسروں کی خدمت کرو۔ لیکن خود ان میں سے ایک بات پر بھی عمل نہیں کرتے۔ دنیاوی عیش و آرام کے سوا اُن کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔ دُوسرے لوگوں پر بھی نصیحتوں کا وُہ فقط اتنا اثر چاہتے ہیں کہ صدقات کے نام سے خود اُن کو خوب نذر و نیاز، تحفے تحائف دیتے رہیں تاکہ انہیں خُوب گلچھرّے اڑانے کا موقعہ ملے۔

بنی اسرائیل کے علماء میں یہی بات پیدا ہو چکی تھی وُہ فقط دنیاوی مال و دولت، نام اور شہرت کے طالب تھے اگر اُن کا یہ ارادہ اس غرض سے ہوتا کہ لوگوں کو اپنے اثر سے نیکوکار بنائیں گے تو یقیناً تعریف کے قابل ہوتا لیکن دُوسروں کو نیک بنانا بغیر اس کے کہ پہلے خود نیک بنیں نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے وُہ کوسوں دُور تھے۔

اس آیت میں علماء کو شرم دلائی گئی ہے کہ تم یہ کیا کرتے ہو؟ لوگوں کو نیکوکار بننے کی زبان سے ہر وقت ہدایت کرتے رہتے ہو۔ حالانکہ خود راست بازی اور سچائی کے قریب بھی نہیں جاتے۔ کیا تمہاری غرض صرف یہ ہے کہ لوگ تم کو اپنا ہادی اور رہنما مانیں۔ تمہاری خدمت کرتے رہیں حیف ہے کہ تم توراۃ پڑھتے ہُوئے بھی صرف ظاہر داری کے قائل ہو۔ اور اپنی اصلاح سے بالکل غافل ہو عقل کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ راستبازی میں آدمی دُوسروں کے لئے خود مثال بن کر دکھائے۔ تم الٹا لوگوں کو دھوکا دینے کے مجرم ہو۔ اگر تم دُوسروں کو نصیحت کرنے میں مخلص ہو تو پہلے خود عمل کر کے دکھاؤ۔

یہود کو تو یہ سمجھانا اور ڈرانا زیادہ مفید ثابت نہ ہوا البتہ قرآن مجید کو سچی کتاب ماننے والے عالموں کے لئے اس آیت میں ایک بڑے کام کی نصیحت پوشیدہ ہے۔ وُہ یہ کہ دُوسروں کو دُرست کرنے سے پہلے اپنی درستی کا بندوبست کریں کیونکہ علماء کا عیش پرست فریبی اور ریاکار ہو جانا قومی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

صبر اور نماز سے مدد

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾

اور مدد چاہو صبر سے اور نماز اور وہ بھاری مگر پر عاجز (جمع)۔

اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور البتہ وُہ بھاری ہے مگر عاجزوں پر۔

اِسْتَعِيْنُوْا: (مدد حاصل کرو) یہ لفظ عون سے بنا ہے۔ جس کے معنی مدد ہیں۔ اس کا مصدر استعانت ہے۔ جس کے معنی ہیں مدد چاہنا۔ جب کوئی مشکل کام ہوتا ہے۔ تو اس میں کسی اور کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں جو مدد مانگتا ہے۔ اُسے مستعین (مدد مانگنے والا) کہتے ہیں اور جو مدد دیتا ہے اسے معین (مدد دینے والا) مستعین کا مصدر استعانت (مدد مانگنا) ہے اور معین کا مصدر اعانت (مدد دینا) ہے۔

اَلصَّبْرُ: (برداشت کی قوت) اس کی ضرورت ہر وقت ہوتی ہے۔ جس وقت کوئی اچھا کام کیا جائے۔ تو اس کو بغیر گھبراہٹ کے جی لگا کر کرنا یہ بھی صبر ہے اور جس وقت کوئی مُصیبت آپڑے تو اس کو بغیر گھبراہٹ کے جھیلنا یہ بھی صبر ہے۔ محنت کرنے کے وقت بھی صبر کی ضرُورت ہے۔ خواہشوں کو دبا کر رکھنا بھی صبر چاہتا ہے۔ غرض صبر ہر حالت میں درکار ہوتا ہے اور دیکھا جائے تو یہ ایک طرح سے ہر نیک صفت کی جڑ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو روح اور بدن دو چیزیں عطا فرمائی ہیں اور یہ دونوں بڑی نعمتیں ہیں۔ رُوح کا کام علم حاصل کرنا، ارادہ کرنا اور بدن سے کام لینا ہے۔ اور بدن کا کام یہ ہے کہ رُوح کے ارادہ کے مطابق حرکت کرے۔ نماز ان رُوحانی اور جسمانی نعمتوں کے شکر کا ذریعہ ہے۔ علم کا شکر یہ ہے کہ اللہ کو پہچانے۔ سیدھا کھڑا ہو کر اس کو یاد کرے یہ کھڑے ہونے کی نعمت کا شکر ہے۔ پھر جھک جائے اور اسی حالت میں اللہ کو یاد کرے کہ اس نے جھکنے کے قابل بنایا۔ پھر سجدہ میں جائے اور اللہ کو یاد کرے کہ اس کی نعمت کی بدولت ہاتھ کہنیوں سے۔ ٹانگیں گھٹنوں سے۔ ہاتھ پاؤں پہنچوں اور ٹخنوں پر سے مُڑ سکتے ہیں۔ اور یہ بڑی نعمت ہے ورنہ اگر جوڑ اکڑ کر رہ جائے۔ تو چھٹی کا دُودھ یاد آجائے اس کے بعد پھر بیٹھ جائے اور سوچے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ سلام کے وقت گردن مُڑنے کی نعمت یاد کرے اور شکر کرے۔ غرض بدن کی ہر حالت ارادہ کے ساتھ اختیار کر کے زبان سے اللہ کا شکر ادا کرے۔ اسی کا نام نماز ہے۔

الْخٰشِعِيْنَ: (اپنے آپ کو اللہ کی مدد کے بغیر عاجز اور ضعیف سمجھنے والے) یہ لفظ خشوع سے بنا ہے۔ جس کے معنی عاجزی ظاہر کرنے کے ہیں اور یہ دل کی سب سے بڑی عبادت ہے کہ اللہ کے سامنے ہر حالت میں کھڑے ہوئے جھکے ہوئے سجدہ میں بیٹھے ہوئے اپنے عجز کا اظہار کرے کیونکہ سجدہ کی حالت میں تمام اعضا مڑ جاتے ہیں۔ جو دُنیا میں بدن کی صحت اور کام کے قابل ہونے کی علامت ہے۔ اس لئے سجدہ اظہارِ شکر کے لئے اور اپنی عاجزی کا تصوّر کرنے کے لئے بہترین صوُرت ہے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اگر بدن مُڑ نہ سکے تو انسان بالکل بیکار اور اپاہج ہے۔ اس سے ان لوگوں کو سبق سیکھنا چاہیئے۔ جو نماز کو فضول سمجھتے ہیں۔

آخرت کا تصوّر

الَّذِیْنَ - یَظُنُّوْنَ - اَنَّھُمْ - مُّلٰقُوْا - رَبِّھِمْ
وہ جو - خیال کرتے ہیں - کہ وہ - روبرو ہونے والے - ان کا رب
وَ - اَنَّھُمْ - اِلَیْہِ - رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾
اور - کہ وہ - اس کی طرف - لوٹ کر جائیں گے۔

الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ
وہ جن کو خیال ہے کہ وہ اپنے رب کے روبرو ہونے والے ہیں
وَ اَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾
اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یَظُنُّوْنَ: (وُہ خیال کرتے ہیں) یہ لفظ ظن سے بنا ہے جس کے لغوی معنی شک اور یقین دونوں آتے ہیں۔ چنانچہ عربی ادب میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ جہاں ظن کے معنی شک کے علاوہ یقین کے بھی لئے گئے ہیں۔

اس آیت میں خَاشِعِیْنَ (عاجزی کرنے والوں) کی علامات بتائی گئی ہیں جن کا ذکر آیت کے ابتدائی حصّہ میں گذرا ہے۔ نیز یہاں اس صفت کو حاصل کرنے کے طریقہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو ایمان کا ایک خاص درجہ ہے۔ اگر کسی میں خشوع (عاجزی) نہ ہو تو وُہ خیال کرے کہ ہر حرکت اور سکون اور عمل میں اُسے اپنے رب سے سابقہ پڑتا ہے اس کی مدد کے بغیر وُہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اُس کا رب ہر وقت اس کے ساتھ ہے۔ وُہ اس کی حرکات کو دیکھتا، آواز کو سُنتا اور اس کی ہر حالت کا علم رکھتا ہے۔ یہ خیال جُوں جُوں پختہ ہوتا جائے گا۔ اس کے ساتھ ایمان بڑھتا جائے گا۔ آخر کار نماز اور عبادت اس کے لئے آسان ہو جائے گی اور صبر کی صفت ظاہر ہونی شروع ہو جائے گی۔

خود نیک بننے اور دُوسروں کی ہدایت کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ دُوسری چیز جس سے نماز اور عبادت آسان ہو جاتی ہے۔ وُہ آخرت کا یقین ہے۔ جہاں آدمی کے اعمال کے مُطابق ثواب یا عذاب ملے گا۔ اس خیال کے پختہ ہونے سے اللہ کے غضب کا ڈر اور اس کی رحمت کی امید کی دو صفتیں پیدا ہوں گی۔ اور ایمان پختہ ہو گا جس کا نتیجہ لازمی طور پر خشوع (عاجزی) ہو گا اور خشوع کی بدولت نماز پڑھنا آسان ہو جائے گا۔ اور صبر جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے حاصل ہو گا۔

یہ چھوٹا سا رکوع دین کی اصلی باتوں کا نچوڑ ہے۔ کس خوبصورتی سے بنی اسرائیل کو دینِ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے ماننے والوں کو اصُولِ اسلام کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اسلام نے ایسے ہی ارشادات کی بدولت یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کے اصُول فطری اصُول ہیں۔ ان کے خلاف جانے والے انسانیت کے خلاف جا رہے ہیں۔ اسلام دین کی قدیم شکل کو جو یہودیت، عیسائیت اور دُنیا کے دُوسرے مذہبوں میں مشترک ہے۔ تمام خرابیوں سے صاف کرنے کے لئے آیا ہے۔ بنی اسرائیل دیندار اور عالم ہونے کے مدّعی ہیں۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ اسلام کو پہچانیں اور سمجھیں کہ یہ تو اُسی دین کی آخری شکل ہے جو تورات۔ انجیل اور تمام دُنیا کی آسمانی کتابوں میں موجود تھا۔

بنی اسرائیل کی فضیلت

یٰبَنِیٓ - اِسۡرَآءِیۡلَ - اذۡكُرُوۡا - نِعۡمَتِیَ
اے اولاد اسرائیل یاد کرو میرے احسان
الَّتِیۡٓ - اَنۡعَمۡتُ - عَلَيۡكُمۡ - وَ - اَنِّیۡ
جو میں نے کئے تم پر اور میں نے
فَضَّلۡتُكُمۡ - عَلَی - الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۷﴾
تمہیں بڑائی دی پر تمام عالم ۔

یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِیَ
اے بنی اسرائیل میرے وُہ احسان یاد کرو
الَّتِیۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَ اَنِّیۡ
جو میں نے تم پر کئے ۔ اور یہ کہ میں نے
فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۷﴾
تمہیں تمام عالم پر بڑائی دی۔

فَضَّلۡتُكُمۡ: (تمہیں بڑائی دی) یہ لفظ فضل سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بڑائی ۔ تمام عالم پر فضیلت دینے کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل تمام فرقوں سے افضل رہے اور کوئی اُن کا ہم پلہ نہ تھا ۔ البتہ جب انہوں نے حق کو چھوڑ دیا ۔ شریعت کو بھلا دیا ۔ اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا مُقابلہ کیا تو وُہ فضیلت بالکل جاتی رہی اور انہیں مغضوب علیھم اہل ضلال کہا گیا اور امتِ مسلمہ کو خیر امۃ کا لقب ملا ۔

العَالَمِیۡنَ: (تمام جہان) اِس کا واحد عَالَم ہے ۔ یہاں العالمین (تمام جہانوں) سے مُراد دُنیا کی جملہ اقوام ہیں ۔

ایک وقت تھا کہ بنی اسرائیل کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی گئی تھی ۔ جب دُنیا کی تمام قومیں گمراہی اور تاریکی میں پڑی بھٹک رہی تھیں ۔ شرک وبُت پرستی میں مبتلا تھیں ۔ بدعتوں اور بد عنوانیوں میں مست تھیں ۔ تو صرف بنی اسرائیل ہی ایک ایسی قوم تھی جس کے پاس توحید کا تصور تھا اور آسمانی ہدایت نامہ ان کو میسّر تھا ۔ اس سے بڑھ کر اور فضیلت کیا ہو سکتی ہے ۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ اپنی کمزوریوں اور بد عنوانیوں کے باعث راہِ راست سے بھٹک گئے اور آسمانی ہدایت کو پسِ پشت ڈال دیا ۔ اس لئے اب انہیں اللہ اس چیز کی تلقین کرتا ہے ۔ کہ تم اپنے اسی دین کو اصلاح شدہ شکل میں قبول کر لو ۔ اور راہِ راست حاصل کرو ۔ تقویٰ اور ایمان کا حصُول صبر اور عبادات کے ذریعہ دُشوار تھا ۔ اس لئے اس کا سہل اور آسان طریقہ بتا دیا اور وُہ ہے شکر ۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنے احسانات وانعامات جو اُن پر وقتاً فوقتاً کئے ۔ یاد دلاتا ہے اور ان کی بدکرداریاں بھی ظاہر کرتا ہے ۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ وُہ اپنے محسن اور منعم کے ساتھ محبّت کرنے لگتا ہے اسی لئے اللہ انہیں صحیح راہ کی تلقین کرنے کے ساتھ اپنے احسانات جتاتا ہے ۔

بنی اسرائیل کا فضیلت کے اس قدر اُونچے مقام سے گر کر غضب الٰہی کے گڑھے میں گر جانا اہلِ عالم کے لئے عبرت کا نشان ہے ۔ ان کی اس حالت سے نصیحت پکڑنی چاہیئے اور ان اعمال سے گریز کرنا چاہیئے جو اس قوم کی تباہی وبربادی کا سبب بنے ۔

قیامت کے دن کیا کام آئے گا؟

وَ۔ اتَّقُوْا۔ یَوْمًا۔ لَّا۔ تَجْزِیْ۔ نَفْسٌ
اور ڈرو دن نہ کام آئے کوئی شخص
عَنْ۔ نَّفْسٍ۔ شَیْـًٔا۔ وَّ۔ لَا۔ یُقْبَلُ
کسی سے کچھ اور نہ قبول ہو
مِنْهَا شَفَاعَةٌ۔ وَّ۔ لَا۔ یُؤْخَذُ۔ مِنْهَا
اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے
عَدْلٌ۔ وَّ۔ لَا۔ هُمْ۔ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾
بدلہ اور نہ وہ ان کی مدد ہوگی۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ
اور اس دِن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے
عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّلَا یُقْبَلُ
کچھ کام نہ آئے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے کوئی سفارش
مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا
قبول ہوگی اور نہ اس کی طرف سے
عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾
بدلہ لیا جائے گا اور نہ اُن کو مدد ملے گی۔

یَوْمًا: (دن) یہاں دن سے مُراد یوم قیامت ہے۔ دنیاوی لذتوں کو چھوڑنے اور نیک کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دین میں جزا سزا کا یا آخرت کا عقیدہ موجود ہو۔ تاکہ لوگ اس دِن کے خیال سے بُرے کام چھوڑ دیں اور انعام کی امید پا کر نیک کام کریں۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ یہودیوں کے دِلوں سے قیامت کا یقین اُٹھ چکا تھا۔ اس لئے انہیں یوم آخر کی تنبیہ کی جاتی ہے۔

عَدْلٌ: (بدلہ) عدل کے معنی ہیں برابری۔ اگر کسی چیز کا معاوضہ یا فدیہ دیا جائے۔ تو وُہ اصل کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے بدلہ کے لئے عدل کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی انصاف کے بھی اسی لئے لئے جاتے ہیں کہ دُونوں فریقوں میں انصاف کرنے سے برابری ہو جاتی ہے۔

یہودیوں کا خیال تھا کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں۔ ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ ہمارے باپ دادا پیغمبر تھے۔ وُہ ہمیں بخشوا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ مجرم کو اپنے گناہ کی سزا بھگتنی ہی پڑے گی۔

عام طور پر مجرم کو چھڑا لینے کی چار صورتیں ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی دُوسرا شخص مجرم کا جُرم اپنے سر لے لے۔ دوم یہ کہ اس کی سفارش کر کے چھڑا لے۔ سوم یہ کہ کوئی فدیہ وغیرہ دے کر بری کرالے اور چہارم یہ کہ زبردستی چھڑا لے۔ ان چاروں صورتوں میں کوئی صورت بھی ایسی نہیں جو قیامت کے روز گنہگار کے کام آسکے گی۔

قیامت کے روز ہر شخص کو اپنی فکر ہوگی اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی شخص کسی دُوسرے کی سفارش نہ کر سکے گا اللہ کو مال دُولت کی ضرورت نہیں کہ وُہ فدیہ قبول کرے اور آسمان و زمین کے اندر کوئی ایسی طاقت نہیں جو اللہ کو عاجز کر سکے اور مجرم کو اللہ کے ہاں سے زبردستی چھڑا لے۔

یہ باتیں بتا کر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے عقیدہ کو باطل قرار دیا اور انہیں یہ تلقین کی۔ کہ وُہ قیامت کا خوف کر کے راہِ راست کی طرف آجائیں۔

بنی اسرائیل پر مصائب

وَ - اِذْ - نَجَّيْنٰكُمْ - مِّنْ - اٰلِ - فِرْعَوْنَ
اور جب ہم نے تمہیں رہائی دی سے آل فرعون
يَسُوْمُوْنَكُمْ - سُوْٓءَ - الْعَذَابِ - يُذَبِّحُوْنَ
تم پر کرتے تھے برا عذاب ذبح کرتے تھے
اَبْنَآءَكُمْ - وَ - يَسْتَحْيُوْنَ - نِسَآءَكُمْ - وَ - فِيْ
تمہارے بیٹے اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتیں اور میں
ذٰلِكُمْ - بَلَآءٌ - مِّنْ - رَّبِّكُمْ - عَظِيْمٌ (۴۹)
اس تمہارے آزمائش سے تمہارا رب بڑائی ۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے رہائی دی
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ
جو تم پر بڑا عذاب کرتے تھے ۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے
اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ
اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں
ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (۴۹)
تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی ۔

اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔ (آل: اولاد۔ والے ۔ فرعون ، بادشاہِ مصر کا لقب تھا) آل اولاد کو کہتے ہیں اور اس سے مراد ہم مذہب اور تابع لوگوں کو بھی لیا جاتا ہے ۔ فِرْعَوْنَ ، عام طور پر لوگ مصر کے ایک بادشاہ کا نام سمجھتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ مصر کے تمام بادشاہوں کا لقب تھا ۔ جیسے چین کے بادشاہ کو خاقان اور رُوم کے بادشاہ کو قیصر کہتے تھے ۔

حضرت یوسف ؑ نے بنی اسرائیل کو مصر میں لاکر آباد کیا تھا ۔ انہیں یہاں رہتے صدیاں گذر گئیں ۔ اور اُن کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ۔ مصر کے بادشاہوں نے انہیں غلام بنا لیا اور اُن سے نہایت ذلیل اور ناروا سلوک روا رکھا ۔

ایک مرتبہ مصر کے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ۔ صبح کو تمام کاہنوں کو جمع کرکے اُن سے اس کی تعبیر پوچھی ۔ کہ میں نے بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آتے دیکھی ہے ۔ جس نے تمام مصر کو گھیر لیا ہے ۔ اور چن چن کر ایک ایک قبطی کو جلا دیا ہے یہ سُن کر کاہنوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو آپ کی ہلاکت اور سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا ۔

فرعون نے مُلک کی تمام دائیوں کو جمع کرکے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو ۔ فوراً قتل کر دیا جائے ۔ البتہ لڑکی کو زندہ چھوڑ دیا جائے ۔ اس حکم کے مطابق بنی اسرائیل کے ہزاروں بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے گئے ۔ مصر کے سرداروں کو خیال پیدا ہوا ۔ اگر بنی اسرائیل یونہی قتل ہوتے رہے تو ہماری خدمت کون کیا کرے گا ۔

یہ سُن کر فرعون نے حکم جاری کیا ۔ کہ ایک سال قتل جاری رہے اور دُوسرے سال بند رہے ۔ جس سال یہ قتل بند تھا ۔ اس سال حضرت ہارون علیہ السّلام پیدا ہوئے اور جس سال قتل جاری تھا ۔ اس سال حضرت موسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حسنِ تدبیر سے انہیں قتل ہونے سے بچا لیا ۔

اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔ فرعون کی قوم نے بنی اسرائیل کو سخت مصیبت اور مشقت میں ڈال رکھا تھا ۔ ان تمام مصائب سے آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعہ نجات دی ۔

فرعون کی غرقابی

وَ-اِذْ-فَرَقْنَا-بِكُمُ-الْبَحْرَ-فَاَنْجَيْنٰكُمْ
اور جب ہم نے پھاڑ دیا تمہاری وجہ سے دریا پھر ہم نے تمہیں بچا لیا
وَ-اَغْرَقْنَآ-اٰلَ-فِرْعَوْنَ-وَ-اَنْتُمْ
اور ڈبو دیا ہم نے والے فرعون اور تم
تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾
دیکھ رہے تھے۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ
اور جب ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھاڑ دیا اور ہم نے تمہیں بچا دیا۔
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ
اور فرعون والوں کو ڈبو دیا اور تم
تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾
دیکھ رہے تھے۔

اَلْبَحْرَ (سمندر) یہاں البحر سے مُراد بحیرۂ قلزم ہے جسے بحرِ احمر بھی کہتے ہیں۔ مصر اس کے ذریعہ سینا اور شام سے ملتا ہے۔ بنی اسرائیل نے اس کو عبُور کر کے جزیرہ نمائے سینا میں قدم رکھا تھا اور فرعون اور اہلِ مصر کی غلامی سے نجات حاصل کی تھی۔

فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ (تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا) اس جملہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب بنی اسرائیل بحیرۂ قلزم کو عبور کرنے لگے۔ تو سمندر میں اُن کے لئے راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں معجزہ کے طور پر اسے عبور کرنے کے لئے زمین خشک ہو گئی۔ مؤرخین کے خیال کے مطابق یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۱۴۴۷ برس قبل کا ہے۔

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (تم دیکھ رہے تھے) بنی اسرائیل کو بتایا جاتا ہے۔ کہ تم نے اپنے اس قدر بڑے ظالم، جابر دشمن کو انتہائی ذلت اور رسوائی کی موت مرنے کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

بنی اسرائیل مصر کے ظالم بادشاہوں کی سختیاں کئی سال تک سہتے رہے۔ آخر کار انہوں نے ارادہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی میں مصر کو چھوڑ کر اپنے آبائی وطن شام اور فلسطین کو چل دیں۔ چونکہ مصری حکومت انہیں اس بات کی اجازت دینے پر رضامند نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے سفر رات کو اختیار کیا۔ اندھیری رات، گھروں کو چھوڑنے کا غم، مصری حکومت کے پیچھا کرنے کا خوف۔ ان سب باتوں نے انہیں ہراساں کر رکھا تھا۔ پریشانی کی حالت میں راستہ بھول گئے۔

ادھر فرعون کو خبر ہو گئی وُہ اپنے لشکر کو ساتھ لے کر وہاں آ پہنچا۔ اب بنی اسرائیل بالکل بے بس اور بے یار و مددگار تھے سامنے مشرق کی طرف سمندر تھا اور پیچھے عقب میں بھرا ہُوا مصری لشکر۔ بنی اسرائیل اپنے آپ کو اس طرح گھرا ہُوا پا کر سخت پریشان ہو گئے۔ اسی وقت حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے سمندر میں لاٹھی ماری۔ سمندر پھٹ گیا اور خشک زمین نکل آئی۔ اسرائیلیوں کا قافلہ پار نکل گیا۔ اتنے میں فرعونی لشکر بھی آ پہنچا۔ اور خشک راستہ پا کر اس میں اُتر پڑا۔ لیکن ابھی درمیان ہی میں تھا کہ پانی آپس میں مل گیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت اس کے بیچوں بیچ غرق ہو گیا۔ بنی اسرائیل نے اپنے دشمن کا اس بے بسی میں غرق ہونے کا تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آیت میں اسی قصّہ کی طرف اشارہ ہے۔

بچھڑے کی پوجا

وَ - اِذْ - وٰعَدْنَا - مُوْسٰى - اَرْبَعِيْنَ
اور جب - ہم نے وعدہ کیا - موسیٰ - چالیس
لَيْلَةً - ثُمَّ - اتَّخَذْتُمُ - الْعِجْلَ - مِنْ
رات - پھر - تم نے بنالیا - بچھڑا - سے
بَعْدِهٖ - وَ - اَنْتُمْ - ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾
اس کے بعد - اور - تم - ظالم (جمع)۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ
اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ
لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ
کیا پھر تم نے موسیٰ کے بعد بچھڑا بنا لیا
بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾
اور، تم ظالم تھے۔

مُوْسٰی:- آپ بہت بڑے جلیل القدر نبی تھے۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ عبرانی لفظ ہے۔ بعض محققین نے مصری لفظ بیان کیا ہے جس کے معنی بچہ یا بیٹا ہیں۔ آپ کے والد کا نام عمران تھا۔ آپ کی بہن مریم اور بھائی ہارون تھے۔ اور یہ دونوں آپ سے بڑے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پندرہ سو یا تیرہ سو سال قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔ آپ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور اس کی قوم کے وُہ حالات بیان فرمائے ہیں جو بحیرۂ قلزم سے پار اُتر کر انہیں پیش آئے۔ جب حضرت موسیٰؑ سمندر پار کر کے کوہِ طور کے پاس پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ چالیس دن کوہِ طور پر عبادت کریں۔ حضرت موسیٰؑ اس حکم کی تعمیل میں کوہِ طور پر عبادت کے لئے چلے گئے۔ اور اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنی غیر حاضری میں قوم کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کر گئے۔

ان کے جانے کے بعد بنی اسرائیل میں آزادی اور خودسری پیدا ہو گئی۔ وُہ حضرت ہارونؑ کے ہوتے ہُوئے بھی خدا پرستی کی طرف مائل نہ ہُوئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مصر والوں کی بُت پرستی ابھی تک انہیں نہیں بھُولی تھی۔ اُن کی اس سادہ لوحی اور کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہُوئے ایک شعبدہ باز سامری نے سونے کا ایک بچھڑا بنایا۔ جب ہوا چلتی تو اس بچھڑے کے مُنہ سے کچھ آواز نکلتی اگرچہ وُہ آواز بے معنیٰ تھی۔ لیکن ان لوگوں کے لئے اچنبھے کی بات ضرور تھی۔ حالانکہ معمولی قسم کے کھلونے کے جانوروں سے بچے آوازیں نکال لیتے ہیں۔ صرف چند لوگوں کے سوا تمام اسرائیلی اس بچھڑے کی پرستش کرنے لگے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا۔ لیکن وُہ خدا پرستی کی طرف مائل نہ ہُوئے۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تیس چالیس دن کی عدم موجودگی میں بھی وُہ حق پر قائم نہ رہ سکے۔ اور خدا کو چھوڑ کر بے جان اور بے حقیقت بچھڑے کی پُوجا میں لگ گئے۔ اُن کی یہ بہت بڑی کمزوری تھی۔ اور آج تک بعض قومیں اس غلطی میں مبتلا ہیں۔

مُعافی کا اعلان

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
پھر معاف کیا ہم نے تمہیں سے بعد یہ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾
تاکہ تم احسان مانو ۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
پھر ہم نے تمہیں اس پر بھی معاف کر دیا ۔
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾
تاکہ تم احسان مانو ۔

تَشْكُرُوْنَ : (احسان مانو) یہ لفظ شکر سے بنا ہے جس کے معنی احسان ماننا اور قدر پہچاننا ہیں۔ اسلام میں شکر سے مُراد یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان اللہ کی نعمت کی قدر پہچانے۔ اس کی بخششوں اور نعمتوں کا صحیح اور درست استعمال کرے۔ ناشکری اور ناقدری نہ کرے۔

اس سے پہلی آیت میں گذر چکا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اللہ کے حکم کی تعمیل میں کوہ طور پر تشریف لے گئے تاکہ وہاں اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ہاں سے اپنی قوم کے لئے ہدایت نامہ لائیں۔ وہاں تیس دن گذارنے کے بعد آپ کو دس دن اور ٹھہرنے کا حکم ملا اور واپس آنے میں تاخیر ہوگئی۔

آپ کی غیر حاضری میں سامری نے جو ایک چالاک شعبدہ باز تھا۔ ایک بچھڑا بنا کر کھڑا کیا جس کے مُنہ سے آواز نکلتی تھی۔ اس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود یہی بچھڑا ہے۔ اس لئے تم اس کی عبادت کرو۔ بس پھر کیا تھا سوائے چند لوگوں کے ساری قوم اس کے آگے جُھک گئی اور نہایت انکسار سے اس کی عبادت میں مشغول ہوگئی۔

حضرت موسیٰؑ واپس تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل گمراہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے غصہ میں احکام کی وہ تختیاں جو وہ ساتھ لائے تھے پھینک دیں اور اپنے بھائی حضرت ہارون پر سخت ناراض ہُوئے اور ان سے باز پرس کی۔ حضرت ہارونؑ نے سارا قصہ بیان کر دیا اور اپنی بے چارگی بھی بتا دی۔

آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آیا۔ کہ اس بچھڑے کو دریا میں پھینک دو اور ایک دُوسرے کو قتل کرو کیونکہ صرف اسی صورت میں تمہاری توبہ قبول کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ایک دن میں دو ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر کار حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ تو معافی کا حکم آیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا محض لطف و کرم ہے کہ انسان خطائیں کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سے چشم پوشی کرتا ہے۔ انسان جونہی اس کے سامنے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتا ہے اور آئندہ بُرائی سے باز رہنے کا اقرار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ اگر انسان اس پر بھی احسان نہ مانے تو یہ حد درجہ ناقدری اور ناشکر گذاری ہوگی۔ یہ جُرم ناقابلِ معافی ہوگا۔

کتاب اور فرقان

وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور جب ہم نے دی موسیٰ کتاب اور جُدا جُدا کرنے والے احکام تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ

وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور (حق کو ناحق سے) جدا جدا کرنے والے احکام دیئے۔ تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ۔

اَلْفُرْقَانَ: (جُدا کرنے والے احکام) یہ لفظ فرق سے نکلا ہے۔ لفظ تفریق بھی اسی سے بنا ہے۔ فرقان کے بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں (۱) وُہ معجزات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہُوئے۔ (۲) وُہ غلبہ اور فتح جو فرعونی لشکر کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کو حاصل ہُوئی۔ (۳) یہودی اس سے وُہ مسائل بھی مُراد لیتے ہیں جن کی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ کے علاوہ زبانی طور پر حاصل ہُوئی تھی۔ (۴) الفرقان قرآن مجید کا بھی نام ہے۔ اور اس کے علاوہ دُوسری آسمانی کتابوں کو بھی فرقان کہا گیا ہے۔ چونکہ ان سے حق و باطل کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔

یہاں الفرقان سے مُراد وُہ احکام ہیں۔ جن کے ذریعہ حق و باطل، سچ اور جھُوٹ اور نیک و بد جُدا جُدا ہو جائیں۔ اور شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

جب بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوگئی۔ تو حضرت موسیٰؑ دوبارہ کوہ طور پر گئے اور بہت سے احکام لائے۔ جو تختیوں پر لکھے ہُوئے تھے۔ انہی احکام کا مجموعہ توراۃ کہلاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنے مزید احسانات یاد دلا رہا ہے۔ وُہ فرماتا ہے کہ تم نے ہمارے حکم کی خلاف ورزی کی۔ اور بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا۔ لیکن ہم نے اپنی رحمت سے تمہیں معاف کر دیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو ایسی کتاب دی۔ جو تمہارے لئے زندگی بسر کرنے کا مکمل قانون اور ہدایت نامہ تھی۔ اس کے ذریعہ سے حق و باطل، حلال و حرام اور نیک و بد کی تمیز ہوتی تھی۔

اس سبق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حق و باطل کی میزان انسان کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے ہدایت صرف اسی سے مِل سکتی ہے۔ اور کامیاب وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتے ہیں۔ اور حق و باطل کی میزان سے کام لیتے ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم بھی کتاب و سُنّت کی روشنی میں اپنا ہر قول و فعل درست کرلیں۔ حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا کریں اور نیک و بد کو یکساں نہ سمجھیں۔ حلال و حرام کی تمیز کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔

شرک کی سزا

وَ-اِذْ-قَالَ-مُوْسٰى-لِقَوْمِهٖ-يٰقَوْمِ

اور جب　کہا　موسٰی　اپنی قوم سے　اے قوم

اِنَّكُمْ-ظَلَمْتُمْ-اَنْفُسَكُمْ-بِاتِّخَاذِكُمُ-الْعِجْلَ

تم نے　نقصان کیا　اپنا　تم نے بنایا　بچھڑا

فَتُوْبُوْٓا-اِلٰى-بَارِئِكُمْ-فَاقْتُلُوْٓا-اَنْفُسَكُمْ ط

توبہ کرو　طرف　تمہارا پیدا کرنے والا　اور مار ڈالو　تمہاری جانیں

ذٰلِكُمْ-خَيْرٌ-لَّكُمْ-عِنْدَ-بَارِئِكُمْ ط-فَتَابَ

یہ　بہتر　تمہارے لئے　نزدیک　تمہارا خالق　پس توبہ قبول کی

عَلَيْكُمْ ط-اِنَّهٗ-هُوَ-التَّوَّابُ-الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

تم پر　بے شک وہ　وہ　معاف کرنیوالا　مہربان ۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ

جب موسٰیؑ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

تم نے یہ بچھڑا بنا کر اپنا نقصان کیا

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط

سو اب اپنے پیدا کرنیوالے کے آگے توبہ کرو اپنے تئیں ہلاک کرو

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ط فَتَابَ

تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے لئے بہتر ہے پس اس نے تمہاری

عَلَيْكُمْ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

توبہ قبول کی ۔ بیشک وُہ ہی معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے ۔

لِقَوْمِهٖ: (اپنی قوم سے) یہاں قوم سے مُراد خاص طور پر وُہ لوگ ہیں جنہوں نے بچھڑے کو معبود سمجھ کر اُس کو سجدہ کیا۔

ظَلَمْتُمْ: (تم نے نقصان کیا) یعنی توحید چھوڑ کر پھر شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اس سے بڑھ کر اپنے اوپر اپنا اور کیا نقصان ہو سکتا ہے۔

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: (اپنی جانوں کو مار ڈالو) یعنی جن لوگوں نے بچھڑے کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ وُہ سجدہ کرنے والوں کو قتل کریں۔ مفسّرین نے بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے تین گروہ تھے۔ ایک وُہ جس نے بچھڑے کو سجدہ نہ کیا اور دُوسروں کو بھی سجدہ کرنے سے روکا۔ یہ نیک بندے تھے۔ دُوسرا وُہ گروہ جس نے سجدہ کیا۔ تیسری وُہ جماعت جس نے سجدہ تو نہ کیا۔ لیکن دُوسروں کو روکا بھی نہیں۔ اس لئے حکم ہُوا کہ نیک بندے سجدہ کرنے والوں کو قتل کر دیں۔ دراصل یہ دونوں گروہ سزا کے مستحق بھی تھے۔

خَيْرٌ لَّكُمْ: (تمہارے لئے بہتر ہے) اس سے مُراد یہ ہے کہ جب تم ایک دُوسرے کو قتل کر دو گے۔ تو گناہ کی گندگی سے پاک ہو جاؤ گے اور مغفرت اور نجات پاؤ گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو بتاتا ہے کہ تم نبی کی غیر موجودگی میں حق پر قائم نہ رہ سکے۔ شرک اور بُت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ اس حرکت سے تم نے اپنا بہت نقصان کیا۔ اب اس کی سزا یہ ہے کہ تم ایک دُوسرے کو قتل کرو۔ جب بنی اسرائیل نے حکم مانا تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور دراصل انسان کی دُنیا اور آخرت کی کامیابی اسی میں ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مان لے۔ خواہ اسے حکمت اور مصلحت معلوم ہو یا نہ ہو۔ اور اگر بھول چوک سے یا انجان پنے میں غلطی ہو جائے۔ تو اس کے اعتراف و اقرار اور اصلاح کے لئے ہر دم تیار رہے۔

بنی اسرائیل کی ایک اور گستاخی

وَ - اِذْ - قُلْتُمْ - يٰمُوْسٰى - لَنْ - نُّؤْمِنَ
اور جب — تم نے کہا — اے موسیٰ — ہرگز نہیں — ہم مانیں گے
لَكَ - حَتّٰى - نَرَى - اللّٰهَ - جَهْرَةً
تیرا — جب تک — ہم دیکھ لیں — اللہ — کھلم کھلا
فَاَخَذَتْكُمُ - الصّٰعِقَةُ - وَ - اَنْتُمْ
پھر تمہیں آلیا — بجلی — اور — تم
تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾
دیکھ رہے تھے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ
اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تجھے نہ مانیں گے
لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً
جب تک کہ اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں
فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ
پھر تمہیں بجلی نے آ لیا اور تم
تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾
دیکھ رہے تھے۔

نَرٰی: (ہم دیکھ لیں) حضرت موسیٰؑ ستر آدمیوں کو چُن کر کوہ طور پر کلام الٰہی سُننے کی غرض سے لے گئے تھے۔ جب انہوں نے کلام الٰہی سُنا۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰؑ! پردے میں سننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے آنکھوں سے دکھاؤ۔

اَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ: (تمہیں بجلی نے آلیا) بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی بات کو جھٹلا رہے تھے اور مطالبہ کر رہے تھے کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھیں گے۔ اس لئے انہیں یہ سزا دی گئی کہ ان پر بجلی آ پڑی جس سے ان کی آنکھیں چکاچوند ہو گئیں۔ اور اُن کی دیکھنے کی صلاحیت بھی ختم ہو گئی۔

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر ہدایت نامہ لینے کے لئے گئے۔ تو قوم نے اُن کی عدم موجودگی میں ایک بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ جب آپ واپس آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتل کی سزا کا اعلان کیا۔ اب انہوں نے اس کے مطابق ایک دُوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تب ان کی توبہ قبول ہُوئی۔

پھر قوم کے ستر بڑے بوڑھوں نے مطالبہ کیا کہ ہم بھی تیرے ساتھ کوہ طور پر اللہ کا کلام سننے کے لئے جائیں گے۔ حضرت موسیٰؑ انہیں ساتھ لے گئے۔ انہیں پہاڑ کے دامن میں کھڑا کر کے خود آگے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مخاطب ہُوا۔ آپ نے واپس آ کر انہیں بتایا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنی ان آنکھوں سے اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

اُن کی اس ضد اور کھلم کھلا انکار پر انہیں سزا دی گئی اور آسمان سے ان پر بجلی گری اور وُہ مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتنے بڑے معجزے دیکھنے اور اللہ کی عنایات پانے کے بعد بھی بنی اسرائیل کی پُرانی عادت نہ گئی۔ وُہ معبودِ حقیقی کو مادی آنکھوں سے دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ اسی لئے انہیں یہ سزا دی گئی۔

موت کے بعد زندگی

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

پھر ہم نے تمہیں تمہاری موت کے بعد اٹھا کھڑا کیا تاکہ تم احسان مانو۔

ثُمَّ - بَعَثْنٰكُمْ - مِّنْۢ - بَعْدِ - مَوْتِكُمْ

پھر ہم نے تمہیں اٹھایا - سے - بعد - تمہاری موت

لَعَلَّكُمْ - تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

تاکہ تم - احسان مانو۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ایک ایک کر کے اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے۔ تاکہ وُہ اُن کو پیشِ نظر رکھتے ہُوئے بُرے کاموں کو چھوڑ دیں اور سیدھی راہ پر لوٹ آئیں۔

اس آیت میں سابقہ واقعہ مسلسل بیان ہو رہا ہے۔ جب بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا۔ کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری اور مادی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ تو ان کی اس گستاخی کی وجہ سے ان پر بجلی گری اور وُہ سب مرگئے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب یہ دیکھا۔ تو عرض کیا اے پروردگار میں ان لوگوں کو بنی اسرائیل کے سامنے گواہی دینے کے لیئے لایا تھا۔ اب یہ مرگئے۔ قوم کو کیا جواب دوں گا اور اُن کے سامنے کیا دلیل پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ تم میرے اس احسان کو یاد کرو۔ کہ میں نے تمہیں موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور اس کا شکر ادا کرو۔ شکر ادا کرنے کی صرف یہی صُورت ہے۔ کہ بے دینی اور گمراہی چھوڑ کر اللہ کا حکم بجا لاؤ۔

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں گُستاخی اور اس ذاتِ پاک سے بے جا مُطالبہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اس کی سخت سزا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے بے حجابانہ دیکھنے کی آرزو کی۔ حالانکہ بشر کے حوصلہ سے یہ بہت بلند بات تھی۔ اس گستاخی کی اُن کو سزا ملی۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو شک و شبہ کے بغیر بلا چون وچرا مان لیا کریں۔ اس میں خواہ مخواہ کی نکتہ چینی، دلیل بازی اور موشگافی پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح انسان کے اندر کٹ حجتی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور جو لوگ کٹ حجتی کے عادی ہوتے ہیں۔ وُہ ہمیشہ عمل سے جی چُراتے ہیں۔ وُہ صرف باتوں کے دھنی ہوتے ہیں۔

من وسلوٰی

وَ۔ ظَلَّلْنَا ۔ عَلَيْكُمُ ۔ الْغَمَامَ ۔ وَ۔ اَنْزَلْنَا
اور ہم نے سایہ کیا ۔ تم پر ۔ ابر ۔ اور ۔ ہم نے اتارا
عَلَيْكُمُ ۔ الْمَنَّ ۔ وَ۔ السَّلْوٰى ۔ كُلُوْا ۔ مِنْ
تم پر ۔ من ۔ اور ۔ سلویٰ ۔ کھاؤ ۔ سے
طَيِّبٰتِ ۔ مَا ۔ رَزَقْنٰكُمْ ۔ وَ ۔ مَا ۔ ظَلَمُوْنَا
پاکیزہ چیزیں ۔ جو ۔ ہم نے تمہیں دیں ۔ اور ۔ نہ ۔ ہمارا نقصان کیا
وَ لٰكِنْ ۔ كَانُوْٓا ۔ اَنْفُسَهُمْ ۔ يَظْلِمُوْنَ ﴿٥٧﴾
اور ۔ لیکن ۔ انہوں نے کیا ۔ اپنا ۔ نقصان۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا
اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا اور تم پر اتارا
عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۖ كُلُوْا مِنْ
من اور سلویٰ کھاؤ
طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُوْنَا
پاک چیزیں جو ہم نے تمہیں دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٥٧﴾
نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کیا۔

مَنّؒ ، یہ ایک میٹھی مرطوب چیز تھی۔ جو تلاش اور جستجو کے بعد بنی اسرائیل کو مل جاتی۔ جزیرہ نمائے سینا کی صحرانوردی کی زندگی میں ان پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان تھا۔ مَنّؒ کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ بعض نے اسے ایک خاص قسم کی گوند سے مشابہ قرار دیا ہے۔ بعض نے شہد بیان کیا ہے۔ آج کل مصر میں اس نام کا ایک لذیذ حلوہ تیار کیا جاتا ہے۔ یہ حلوہ آج کل یہودیوں کی بہت مرغوب غذا ہے۔

سَلْوٰی، (سلویٰ) بٹیر سے ملتا جلتا یہ ایک پرندہ ہے۔ جو جزیرہ نمائے سینا میں ہوتا ہے۔ یہ بہت اونچا نہیں اُڑتا۔ جلد تھک جاتا ہے۔ اور بڑی آسانی سے شکار ہو جاتا ہے۔ سمندری ہوا انہیں اڑا کر بنی اسرائیل کے پڑاؤ تک لے آتی اور وُہ ان پرندوں کو پکڑ کر شکار کرتے اور مزے دار خوراک بناتے۔

مفسرین کرام نے اس آیت کی تشریح میں کہا ہے۔ کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد چالیس سال تک جزیرہ نمائے سینا کے سنسان صحرا میں پریشان پھرتے رہے۔ سایہ نہ ہونے کی وجہ سے وُہ دھوپ سے گھبرا اٹھے اور حضرت موسیٰؑ سے درخواست کی کہ اس سے نجات کا کوئی وسیلہ تلاش کیا جائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جو قبول ہو گئی اور ان کے سروں پر سارا دن ایک بادل سایہ کرنے کے لئے رہنے لگا۔ خوراک کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر نہایت شفقت سے مَنّؒ اتارنا شروع کیا اور اس کے ساتھ بٹیریں بھیجیں۔ جو ان کے خیموں کے پاس جمع ہو جاتیں اور وہ انہیں نہایت آسانی سے پکڑ کر اپنے استعمال میں لاتے۔ انہیں یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ وُہ ان آسمانی نعمتوں کا ذخیرہ نہ کریں۔ ہر روز ضرورت کے مطابق ہی لیا کریں۔ البتّہ جمعہ کے روز دو دن کی خوراک لے لیا کریں۔ ان لوگوں نے اس حکم کی نافرمانی کی اور خوراک جمع کرنی شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ یہ نعمتیں نازل ہونی بند ہو گئیں اس طرح انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا۔

بنی اسرائیل کی شہری زندگی

وَ ۔ اِذْ ۔ قُلْنَا ۔ ادْخُلُوْا ۔ هٰذِهِ ۔ الْقَرْيَةَ
اور جب ہم نے کہا داخل ہو یہ شہر
فَكُلُوْا ۔ مِنْهَا ۔ حَيْثُ ۔ شِئْتُمْ ۔ رَغَدًا ۔ وَّ
پھر کھاؤ اس میں جہاں تم چاہو فراغت سے اور
ادْخُلُوا ۔ الْبَابَ ۔ سُجَّدًا ۔ وَّ ۔ قُوْلُوْا
داخل ہو دروازہ سجدہ کرتے ہوئے اور کہو
حِطَّةٌ ۔ نَّغْفِرْ ۔ لَكُمْ ۔ خَطٰيٰكُمْ ۭ ۔ وَ
بخش دے ہم معاف کر دیں گے تمہیں تمہارے قصور اور
سَنَزِيْدُ ۔ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾
عنقریب زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
اور جب ہم نے کہا اس شہر میں داخل ہو جاؤ
فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ
پھر کھاؤ اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور
ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا
دروازہ سے داخل ہو کر سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ
حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَ
بخش دے ہم تمہارے قصور معاف کر دیں گے اور
سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾
عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔

اَلْقَرْيَةَ (شہر) مؤرخوں نے کہا ہے کہ یہ بستی فلسطین کا مشہور شہر اریحا تھی۔ اسے اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت یوشعؑ کے زمانہ میں فتح کیا۔

حِطَّةٌ (بخش دے) یہ ایک جملہ کا اختصار ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "اے ہمارے رب ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ وہ اس جملہ کو اپنی زبانوں سے ادا کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔

مُحْسِنِيْنَ (نیکی کرنے والے) یہ لفظ احسان سے بنا ہے جس کا معنی حسن سلوک اور نیکی کرنا ہے۔ اردو میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ احسان جتلانا اور احسان دھرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو دریائے اردن کے کنارہ تک پہنچا کر کنعان کی تمام زمین دکھائی اور بتایا کہ بنی اسرائیل کو میں یہ ملک دیتا ہوں اور عنقریب تم اس شہر اریحا کو فتح کرو گے جب تم اس میں داخل ہو تو اللہ کی نعمتیں اور طرح طرح کے میوے تمہیں کھانے کو ملیں گے اس لئے ان کا شکریہ یوں ادا کرنا کہ شہر کے دروازوں سے داخل ہوتے وقت گھمنڈ اور غرور نہ کرنا بلکہ سجدہ کرتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہونا ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیک بندوں کو اس کے معاوضہ میں اور زیادہ انعام عطا کریں گے۔

بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پوری پوری تعمیل نہ کی بلکہ نافرمانی شروع کر دی اور اس طرح عذاب کے مستحق ہوئے۔ اس کا مفصل تذکرہ آئندہ آیات میں آئے گا۔

قوموں پر یہ وقت بہت ہی خطرناک ہوا کرتا ہے جب قومیں اللہ تعالیٰ کا انعام پائیں اور شکر گذار نہ ہوں بلکہ شکر گذاری کی جگہ بغاوت اختیار کریں۔ عذاب دیکھیں اور عبرت نہ پکڑیں بلکہ بدمست ہو جائیں ہدایت پائیں اور راہِ راست پر نہ آئیں بلکہ سرکشی پر اتر آئیں

تحریف کلامِ الٰہی کی سزا

فَبَدَّلَ - الَّذِيْنَ - ظَلَمُوْا - قَوْلًا - غَيْرَ
پھر بدل ڈالا جنہوں نے ظلم کیا بات خلاف
الَّذِيْ - قِيْلَ - لَهُمْ - فَاَنْزَلْنَا - عَلَى - الَّذِيْنَ
وُہ جو کہی گئی اُن سے پھر ہم نے اتارا اوپر وہ لوگ جنہوں نے
ظَلَمُوْا - رِجْزًا - مِّنَ - السَّمَآءِ - بِمَا
ظلم کیا عذاب سے آسمان بوجہ
كَانُوْا - يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾
نافرمانی کرتے تھے ۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ
پھر ظالموں نے اس بات کو اس کے خلاف بدل
الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ
ڈالا جو ان سے کہی گئی تھی ۔ پھر ہم نے
ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا
ظالموں پر آسمان سے عذاب اتارا چونکہ وُہ
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾
نافرمانی کرتے تھے ۔

بَدَّلَ : (بدل ڈالا) یعنی جن الفاظ کو ادا کرنے کی انہیں ہدایت کی گئی تھی ۔ انہیں بدل کر انہوں نے دُوسرے الفاظ اختیار کر لئے ۔ جن میں معانی کی جگہ ہنسی اور تمسخر کے معنی پوشیدہ تھے ۔

رِجْزٌ : (عذاب) سرکش اور باغی انسانوں پر اللہ کا عذاب مختلف صُورتوں میں آتا ہے اور یہ لفظ بھی ہر قسم کے عذاب کے لئے آتا ہے ۔ مفسّرین نے کہا ہے کہ جس عذاب کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے ۔ وُہ بنی اسرائیل پر طاعون کی شکل میں آیا تھا ۔

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ : (چونکہ وُہ نافرمانی کرتے تھے) یہ لفظ فسق سے بنا ہے جس کے معنی حکم نہ ماننا اور فرمانبرداری نہ کرنا ہیں ۔ اسی لئے نافرمان اور گنہ گار کو فاسق کہتے ہیں ۔ یہاں اس جملہ سے یہ مُراد نہیں کہ بنی اسرائیل نے کوئی طبعی بدپرہیزی کی تھی جس سے اُن پر یہ وبا پھُوٹ پڑی ۔ بلکہ انہوں نے اللہ کے احکام کی مسلسل نافرمانی کی تھی اور اس کے نتیجہ میں انہیں یہ سزا ملی ۔

جب حضرت یوشعؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے اریحا شہر فتح کیا ۔ تو یہ لوگ شکریہ ادا کرنے کے بجائے بدکار بن گئے ۔ اور اللہ کے حکم کو بدل کر طرح طرح کی ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگے ۔ چنانچہ (حِطَّةٌ) (استغفار) کی بجائے وُہ (حِنْطَةٌ فِىْ شَعْرَةٍ) (یعنی دانہ بال کے اندر) کہتے ہُوئے داخل ہُوئے اور سجدہ کی بجائے بچّوں کی طرح گھسٹتے ہُوئے دروازے میں جا گھُسے ۔

اس نافرمانی کی سزا میں ان پر عذاب نازل ہُوا ۔ طاعون کی بیماری پھُوٹ پڑی ۔ اور نتیجہ یہ ہُوا کہ تقریباً ستّر ہزار اسرائیلی اللہ کے اس قہر کا شکار ہُوئے ۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنے یہ تمام احسانات اس لئے یاد دِلا رہا ہے ۔ کہ وُہ انہیں یاد کریں اور شکر گذار ہو کر سیدھی راہ کی طرف مائل ہوں ۔

ہمیں اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے لئے شکر گذار رہنا چاہئیے اکڑ اور غرور سے قومیں ہلاک ہو جایا کرتی ہیں ۔

بارہ چشمے

وَ ۔ اِذِ ۔ اسْتَسْقٰى ۔ مُوْسٰى ۔ لِقَوْمِهٖ
اور جب پانی مانگا موسٰی اپنی قوم کے لئے
فَقُلْنَا ۔ اضْرِبْ ۔ بِّعَصَاكَ ۔ الْحَجَرَ
ہم نے کہا مار اپنا عصا پتھر
فَانْفَجَرَتْ ۔ مِنْهُ ۔ اثْنَتَا ۔ عَشْرَةَ ۔ عَيْنًا
پھر نکلے اس سے بارہ چشمے
قَدْ عَلِمَ ۔ كُلُّ ۔ اُنَاسٍ ۔ مَّشْرَبَهُمْ
پہچان لیا ہر قوم اپنا گھاٹ
كُلُوْا ۔ وَ ۔ اشْرَبُوْا ۔ مِنْ ۔ رِّزْقِ ۔ اللّٰهِ
کھاؤ اور پیو سے رزق اللہ
وَ ۔ لَا ۔ تَعْثَوْا ۔ فِي ۔ الْاَرْضِ ۔ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾
اور نہ پھرو میں زمین فساد مچاتے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ
اور جب موسٰی نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا
فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ
تو ہم نے کہا اپنا عصا پتھر پر مار سو اس
فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا
سے بارہ چشمے بہ نکلے
قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ
ہر قوم نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ
اللہ کے رزق کھاؤ اور پیو
وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾
اور ملک میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

عَصَا: (عصا) اس کے معنی لاٹھی یا ڈنڈے کے ہیں۔ حضرت موسٰیؑ کے اس عصا کا ذکر قرآن مجید میں کثرت سے آیا ہے۔ یہ عصا انہیں معجزہ کے طور پر عطا ہوا تھا۔ اس سے سمندر میں راستہ بن گیا۔ پتھر سے چشمے نکلے۔ اسی عصا نے اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپ بچھو ہڑپ کر لئے۔

اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا: (بارہ چشمے) بنی اسرائیل جزیرہ نمائے سینا کے لق و دق بیابان اور ریگستان میں پریشان پھرتے پھرتے ایسی جگہ پہونچے جہاں پانی موجود نہ تھا۔ کافی تلاش کے بعد بھی جب پانی نہ ملا۔ تو حضرت موسٰیؑ سے بگڑ گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی تو حکم ہوا کہ پتھر پر اپنا عصا ماریئے۔ حضرت موسٰیؑ نے ایسا ہی کیا۔ تو اس پتھر سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے گھاٹ سے پانی حاصل کیا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ کہ ان لوگوں کو ایسے خشک جنگل میں پانی مہیا کیا اور کہا کہ مزے سے اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے پاک چیزیں کھاؤ اور پانی پیو۔ اور زمین پر فتنہ و فساد نہ پھیلاؤ۔

اِس قصہ سے یہ چند باتیں واضح ہوتی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسی حالت میں جبکہ بظاہر کوئی سبب اور سہارا نظر نہ آتا ہو۔ اپنی رحمت اور طاقت سے کھانا پینا مہیا فرما دیتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اسی سے مانگے اور اس کی رحمت سے کبھی نا امید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحمت اور شفقت کرنے والا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور جو عذاب نازل ہوتا ہے۔ تو وہ خود انسان کے اپنے غلط اعمال کے سبب ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل کی بے صبری

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہرگز نہ ہم صبر کریں گے
وَ۔ اِذْ۔ قُلْتُمْ۔ یٰمُوْسٰی۔ لَنْ۔ نَّصْبِرَ

اور جب تم نے موسیٰ سے کہا ہم ہرگز صبر نہ کریں گے
وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ

اوپر کھانا ایک مانگ ہمارے لئے اپنا رب
عَلٰی۔ طَعَامٍ۔ وَّاحِدٍ۔ فَادْعُ۔ لَنَا۔ رَبَّكَ

ایک ہی کھانے پر سو ہمارے لئے اپنے رب سے مانگ
عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ

نکال دے ہمارے لئے جو اگتا ہے زمین
یُخْرِجْ۔ لَنَا۔ مِمَّا۔ تُنْبِتُ۔ الْاَرْضُ

کہ ہمارے واسطے نکال دے جو زمین سے اُگتا ہے
یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ

سے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں
مِنْ۔ بَقْلِهَا۔ وَ۔ قِثَّآئِهَا۔ وَ۔ فُوْمِهَا

ترکاری اور ککڑی اور گیہوں
مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا

اور مسور اور پیاز اس نے کہا
وَ۔ عَدَسِهَا۔ وَ۔ بَصَلِهَا ط۔ قَالَ

اور مسور اور پیاز موسیٰ نے کہا
وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ط قَالَ

کیا تم بدلنا چاہتے ہو وہ جو ہے ادنیٰ
اَ۔ تَسْتَبْدِلُوْنَ۔ الَّذِیْ۔ هُوَ۔ اَدْنٰی

کیا وہ چیز لینا چاہتے ہو جو ادنیٰ ہے
اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی

بدلہ وہ جو ہے بہتر اترو
بِا۔ لَّذِیْ۔ هُوَ۔ خَیْرٌ ط۔ اِهْبِطُوْا

اس کے بدلہ میں جو بہتر ہے؟ کسی شہر میں
بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ط اِهْبِطُوْا

مِصْرًا۔ فَاِنَّ۔ لَكُمْ۔ مَّا۔ سَاَلْتُمْ ط
شہر پس بیشک تمہارے لئے جو تم مانگتے ہو۔

مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ط
اترو تو تم کو ضرور ملے گا جو تم مانگتے ہو۔

مصر: (شہر) یہاں اس سے مراد جزیرہ نمائے سینا کا یا اس کے گرد ونواح کا کوئی شہر ہے مصر کے لفظی معنی ایسا شہر ہیں جس کی حدبندی ہو چکی ہو۔ بہر حال موجودہ ملک مصر اس سے مُراد نہیں۔

یہ واقعہ بھی جزیرہ نمائے سینا کے بیابان میں پیش آیا بنی اسرائیل بڑی مدّت تک بڑے مزے سے آسمانی غذائیں من اور سلویٰ کھاتے رہے لیکن اس سے اکتا گئے۔ حالانکہ یہ غذائیں مفت میں انہیں مل رہی تھی۔ انہوں نے اپنے پیغمبر سے فرمائش کی کہ اِس بیابان سے نکال کر کسی دُوسری جگہ لے چلئے جہاں ہر قسم کے شہری اور دیہاتی کھانے، سبزیاں اور ترکاریاں موجود ہوں۔

حضرت موسیٰؑ نے پہلے تو انہیں سمجھایا کہ تمہاری فرمائش ٹھیک نہیں ہے۔ آسمانی غذا جو تمہیں بے مشقت مل جاتی ہے وُہ ان چیزوں سے کہیں بہتر ہے۔ جس کے لئے محنت درکار ہے۔ لیکن جب بنی اسرائیل اپنی بات پر اڑے رہے تو پھر حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ چلو کسی بہتر شہر میں جا بسو۔ وہاں تمہیں تمہاری پسند کے کھانے میسر آجائیں گے۔

یہود پر غضب الٰہی

وَ - ضُرِبَتۡ - عَلَیۡهِمُ - الذِّلَّةُ - وَ - الۡمَسۡکَنَةُ ۗ
اور ڈالی گئی ان پر ذلّت اور محتاجی

وَ - بَآءُوۡ - بِغَضَبٍ - مِّنَ - اللّٰهِ ؕ
اور لپیٹ میں آگئے غصّہ کے ساتھ سے اللہ

وَ ضُرِبَتۡ عَلَیۡهِمُ الذِّلَّةُ وَ الۡمَسۡکَنَةُ ۗ
اور ان پر ذلّت اور محتاجی ڈال دی گئی

وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ
اور وُہ اللہ کے غصّہ کی لپیٹ میں آگئے۔

ضُرِبَتۡ، (ڈال دی گئی) اس کا مادہ "ضرب" ہے۔ یہ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً مارنا، چلنا، ڈالنا، چسپاں اور مسلّط کر دینا۔ یہاں یہ انہیں آخری معنوں میں مستعمل ہُوا ہے یعنی ذلّت ان پر چسپاں کر دی گئی۔

ذِلَّةٌ: (ذلّت) خواری اور سیاسی اعتبار سے پستی۔

مَسۡکَنَةٌ: (محتاجی) اس سے مُراد غربت اور محتاجی ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہود امیر ترین قوم ہے۔ لیکن یہ ایک دھوکا ہے۔ دھن دولت جتنی بھی ہے۔ وُہ قوم یہود کے صرف بڑے بڑے لوگوں تک محدود ہے۔ ورنہ اُن کے عوام مالی اعتبار سے کمزور رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کی نعمتیں اور احسانات کئے۔ لیکن انہوں نے اس کا شکر ادا نہ کیا۔ اللہ کے قانون کی نافرمانی کرتے رہے۔ انہیں من وسلویٰ دیا گیا۔ لیکن انہوں نے اس نعمت پر صبر نہ کیا۔ بلکہ ادنیٰ درجہ کی سبزیاں اور ترکاریاں مانگنے لگے۔

اس ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ ان پر ظاہر ہُوا۔ ایک تو یہ کہ ان پر ذلّت چسپاں کر دی گئی چنانچہ یہ قوم ہمیشہ مُسلمانوں اور نصاریٰ کے ماتحت رہی۔ مئی ۱۹۴۹ء میں ریاست اسرائیل کے نام سے اُن کی حکومت قائم ہُوئی مگر اس کا قیام بھی مغربی حکومتوں کے سہارے ہُوا۔ اور آج اُن کی بقا بھی مغربی ممالک کی ریشہ دوانیوں کے سہارے سے ہے۔

ذلّت کے علاوہ غربت اور محتاجی ان پر ڈال دی گئی۔ ان میں صرف چند لوگ ایسے ہیں جو خوشحال ہیں۔ ورنہ کثیر تعداد مفلس لوگوں کی ہے۔ وطن، دولت والے بھی بخل اور مال کی محبت کے مرض میں مبتلا ہیں۔ سب چیزوں سے بڑھ کر انہیں دولت کی ہوس اور لالچ ہے۔

اس سبق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ تاکہ وُہ نعمت باقی رہے۔ کیونکہ جب تک کوئی قوم اللہ کے احسانات کا شکر ادا کرتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ بھی وُہ نعمت دیتا رہتا ہے۔ نیز انسان کو کبھی اللہ کے دین پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اگر یوں ہوتا تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ انسان کسی چیز کے انجام کی اچھائی اور بھلائی سے واقف نہیں۔

اللہ کے غضب کا سبب

ذٰلِكَ - بِاَنَّهُمْ - كَانُوْا - يَكْفُرُوْنَ
یہ — اس لئے کہ وہ — تھے — نہیں مانتے

بِاٰيٰتِ - اللّٰهِ - وَ - يَقْتُلُوْنَ - النَّبِيّٖنَ
احکام — اللہ — اور — خون کرتے تھے — پیغمبر

بِغَيْرِ - الْحَقِّ ؕ - ذٰلِكَ - بِمَا - عَصَوْا
نا — حق — یہ — اس لئے — وہ نافرمان تھے

وَّ - كَانُوْا - يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾
اور — تھے — وہ حد سے بڑھتے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
یہ اس لئے کہ وہ اللہ کے احکام نہیں مانتے تھے۔

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ
اور پیغمبروں کا ناحق

بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا
خون کرتے تھے یہ اس لئے کہ نافرمان تھے

وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾
اور وہ حد سے بڑھتے تھے۔

يَكْفُرُوْنَ: (نہیں مانتے تھے) یہ لفظ کفر سے نکلا ہے جس کے لفظی معنیٰ چھپانا ہیں اور اصطلاحی طور پر توحید و رسالت کا اقرار نہ کرنے کو کفر کہتے ہیں۔ کافر اسی سے ہے۔ یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کفر اور انکار کے عادی بن چکے تھے۔

اٰيٰتِ اللّٰهِ: (اللہ کی نشانیاں) اس کا واحد آیت ہے جس کے معنیٰ نشانی کے ہیں۔ قرآن مجید کے گول گول دائروں کو بھی آیت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وُہ فقروں کے ختم ہونے کا نشان ہوتے ہیں۔ آیت اللہ سے مراد انبیاء کے معجزے بھی لئے جاتے ہیں۔ آسمانی کتابیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام بھی مراد ہوتے ہیں۔

يَقْتُلُوْنَ: (خون کرتے تھے) بنی اسرائیل انکار و سرکشی کی حد سے اور آگے گذر کر پیغمبروں کو قتل کرتے تھے۔ وُہ حضرت یسعیاہ یرمیا، زکریا اور یحییٰ علیہم السّلام جیسے انبیاء کو قتل کرنے کے در پے ہُوئے۔

پچھلی آیتوں میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہُوئے۔ اُن پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی۔ اس آیت میں اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ ان پر یہ عذاب کیوں نازل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل دو جرموں کے عادی ہو چکے تھے۔ ایک یہ کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر خوشی خوشی عمل نہیں کرتے تھے بلکہ خواہ مخواہ بال کی کھال نکالتے اور کٹ حجتی سے بے جا اعتراض کرتے۔ دُوسرا جُرم یہ تھا کہ انہوں نے اپنے نبیوں کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت موسیٰؑ کے بعد بہت سے نبی بھیجے۔ لیکن انہوں نے کسی کی نہ سُنی بلکہ اُن کے دُشمن بن گئے۔ بعض پر بہتان لگائے اور بعض کو قتل تک کرایا۔

اس آیت میں ان جرائم کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے۔ کہ وُہ اللہ اور اس کے رسُول کے حکموں کی نافرمانی کرتے تھے اور اس کی مقرر کی ہُوئی حدوں سے باہر نکل جانے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا۔ کہ وُہ اللہ کی آیتوں کی طرف سے مُنہ موڑیں اور نبیوں کو قتل کر دیں۔ اور اپنے اعمال کی شامت سے عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں۔

ایمان اور عمل صالح کا اجر

اِنَّ۔ الَّذِیْنَ۔ اٰمَنُوْا۔ وَ۔ الَّذِیْنَ۔ ھَادُوْا
بےشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وُہ لوگ جو یہودی ہُوئے
وَ۔ النَّصٰرٰی۔ وَ۔ الصّٰبِئِیْنَ۔ مَنْ۔ اٰمَنَ
اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا
بِاللّٰہِ۔ وَ۔ الْیَوْمِ۔ الْاٰخِرِ۔ وَ۔ عَمِلَ۔ صَالِحًا
اللہ پر اور روز قیامت اور کام کئے نیک
فَلَھُمْ۔ اَجْرُھُمْ۔ عِنْدَ۔ رَبِّھِمْ۔ وَ۔ لَا۔ خَوْفٌ
ان کے لئے ان کا ثواب پاس ان کا رب اور نہ خوف
عَلَیْھِمْ۔ وَ۔ لَا۔ ھُمْ۔ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾
ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا
بےشک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہُوئے
وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ
اور نصاریٰ اور صابی جو ایمان لایا
بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا
اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور کام کئے نیک
فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ
تو ان کے لئے بدلہ ہے ان کے رب کے پاس اور ان پر کچھ خوف
عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾
نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اٰمَنُوْا: (ایمان لائے) یہاں ایمان لانے سے مُراد مُسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوجانا ہے۔

ھَادُوْا: (یہودی ہُوئے) جو لوگ طبقہ یہود میں داخل ہیں خواہ بنی اسرائیل ہوں یا نہ ہوں۔

نَصَارٰی: (نصاریٰ) جمع ہے نصرانی کی فلسطین میں ایک قصبہ ناصرہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہُوئے تھے اِسی قصبہ کی نسبت سے حضرت عیسیٰ مسیح ناصری کہلاتے ہیں۔ اور آپ کے ماننے والوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے یعنی ناصرہ میں پیدا ہونے والے مسیح کی اُمت۔

اَلصّٰبِئِیْنَ: (صابئین) صابی کے لفظی معنیٰ ہیں اپنے دین سے منہ موڑ کر کسی اور دین کی طرف مائل ہوجانے والا۔ صابی عرب کا ایک فرقہ تھا۔ وُہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے۔ فرشتوں کی پرستش کرتے۔ زبور پڑھتے اور عبادت میں کعبہ کی طرف منہ کرتے تھے۔ عرب انہیں صابی "بے دین" کے معنے میں کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نام، خاندان اور نسل کی بڑائی کی غلط فہمی کو دُور کیا ہے اور یہ اعلان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نام اور لقب کوئی چیز نہیں اور نہ اس کے ہاں کسی مخصوص نسل یا قوم کی خاندانی عزت اور امتیاز قابل اعتبار ہے۔ لوگ خواہ کسی نسل یا قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ اُن کا لقب کچھ بھی ہو اُن کی نجات کے لئے دو باتیں ضروری ہیں ایک یہ کہ وُہ اللہ اور آخرت کو دل سے مانیں اور دُوسرے یہ کہ نیک کام کریں۔ اللہ کو مانیں گے تو اس کے احکام کو بھی مانیں گے۔ اللہ کے احکام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے معلوم ہُوئے۔ اس لئے رسُول کا ماننا اس میں شامل ہے۔ آخرت کو مانیں گے تو عذاب ثواب مانیں گے۔

مختصر یہ کہ نجات اور جزائے خیر کے لئے اللہ کا ماننا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا ضروری ہے اور احکام خداوندی پر ایمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں۔

کوہ طور کا بلند ہونا

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا
اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور تمہارے اوپر
فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَؕ خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ
کوہ طور بلند کیا۔ کہ ہم نے جو کتاب تمہیں دی ہے
بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ
اسے مضبوطی سے پکڑو اور اس میں جو کچھ ہے اسے یاد رکھو تاکہ
تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾
ڈرو۔

وَ۔ اِذۡ۔ اَخَذۡنَا۔ مِيۡثَاقَكُمۡ۔ وَ۔ رَفَعۡنَا
اور جب ہم نے لیا تم سے اقرار اور ہم نے بلند کیا
فَوۡقَكُمُ۔ الطُّوۡرَؕ۔ خُذُوۡا۔ مَآ۔ اٰتَيۡنٰكُمۡ
تمہارے اوپر طور پکڑو جو ہم نے تمہیں دیا
بِقُوَّةٍ۔ وَّ۔ اذۡكُرُوۡا۔ مَا۔ فِيۡهِ۔ لَعَلَّكُمۡ
مضبوطی سے اور یاد رکھو جو اس میں تاکہ تم
تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾
ڈرو۔

اَلطُّوۡرَ: (طور) طور عربی میں ہر پہاڑ کو کہتے ہیں۔ جزیرہ نمائے سینا کے ایک خاص پہاڑ کا نام بھی طور ہے۔ اسے "جبلِ سینا" بھی کہتے ہیں۔

اذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ: (جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو) تورات میں جو مضامین موجود ہیں۔ انہیں یاد رکھو تاکہ تم ان پر عمل کر سکو۔ اللہ کے احکام یاد رکھنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔

تَتَّقُوۡنَ: (تم ڈرو) یہ لفظ "تقویٰ" سے ہے۔ اس کی مکمل تشریح سبق نمبر ۱ میں گذر چکی ہے۔ تقویٰ خدا خوفی اور احتیاط سے زندگی بسر کرنے کا نام ہے۔ جسے پرہیزگاری اور نیکوکاری بھی کہتے ہیں۔ اسلام نے اسے انسان کی سب سے بڑی خوبی اور کمال بتایا ہے۔

بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ سے بار بار اصرار کرتے تھے کہ ہمارے لئے احکام کی ایک مستند کتاب لا دیجئے۔ تاکہ اس پر عمل کر سکیں۔ یہ لوگ وعدے کرتے تھے کہ دین کی پوری پوری پیروی کریں گے۔ لیکن جب انہیں تورات دی گئی۔ تو اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ تورات کے حکم تو بڑے بھاری اور مشکل ہیں۔ ہم سے ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں اس نافرمانی اور بغاوت سے روکنے کے لئے کوہ طور کو حکم دیا۔ جو ان سب کے سروں پر بلند ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل ڈر کے مارے کانپنے لگے اور ان میں مخالفت کی جرأت باقی نہ رہی۔ اب تورات کے حکموں کو مجبوراً قبول کیا۔

بنی اسرائیل سے اس مقام پر یہ اقرار لیا گیا تھا۔ کہ وہ تورات کے ماننے میں چون و چرا اور حیل و حجّت سے کام نہیں لیں گے انہیں کہا گیا کہ اس آسمانی کتاب کے احکام اور مضامین کو زندگی بسر کرنے کا قانون بناؤ۔ ان پر پابندی سے عمل کرو۔ تاکہ تم میں تقویٰ (اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف) پیدا ہو۔

قانون سے منہ موڑنے کی سزا

ثُمَّ ۔ تَوَلَّيْتُمْ ۔ مِّنْۢ ۔ بَعْدِ ۔ ذٰلِكَ
پھر تم پھر گئے سے بعد اس
فَ ۔ لَوْ ۔ لَا ۔ فَضْلُ ۔ اللّٰهِ ۔ عَلَيْكُمْ ۔ وَ
پس اگر نہ فضل اللہ تم پر اور
رَحْمَتُهٗ ۔ لَكُنْتُمْ ۔ مِّنَ ۔ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾
اس کی مہربانی تو تم ہوتے سے تباہ ہونے والے۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
پھر تم اس کے بعد پھر گئے
فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
سو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی
رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾
مہربانی نہ ہوتی تو تم ضرور تباہ ہوتے۔

خٰسِرِیْنَ: (تباہ ہونے والے) خُسر اس کا مادہ ہے اور خسارہ بھی اسی لفظ سے بنا ہے۔ اس کے معنے گھاٹا اور نقصان کے ہیں۔ خٰسِرِیْنَ کا معنیٰ ہیں گھاٹا کھانے والے اور نقصان اٹھانے والے یعنی وُہ لوگ جن کی دُنیا بھی خراب ہو اور عاقبت بھی۔

بنی اسرائیل کی تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑے احسانات اور انعام کئے لیکن وُہ ہمیشہ شکر گذاری کی بجائے ناشکری اور فرمانبرداری کی جگہ نافرمانی ہی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دی اور جزیرہ نمائے سینا کے جنگلوں میں انہیں رہنے کو کہا۔ تاکہ وہاں دیہاتی اور صحرائی زندگی بسر کرنے سے ان کے اندر ایک آزاد اور مجاہد قوم کی خوبی اور جذبات پیدا ہوں۔ مدتوں کی غلامی کے اثرات سے نجات ملے لیکن انہوں نے اسے پسند نہ کیا۔ وہ شہری زندگی کے طلب گار ہوئے تاکہ شہر میں طرح طرح کے میوے کھائیں۔ کاہلی اور سُستی کی زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دی۔

وُہ حضرت موسیٰؑ سے اصرار کرتے تھے کہ وُہ انہیں ہدایت نامہ لا کر دیں۔ تاکہ وُہ اس کی پیروی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات عنایت کی اور وعدہ لیا کہ وُہ ہمیشہ اس کی پیروی کریں گے۔ اور سرکشی پر کبھی آمادہ نہ ہوں گے۔

تورات مل جانے کے بعد اُنہوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور سرکشی کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ خطا اور شرارت بھی معاف فرما دی۔ اگر اُس کا فضل اور اُس کی رحمت شامل نہ ہوتی۔ تو بنی اسرائیل عذاب آخرت کے مُستحق ہونے کے علاوہ اُسی وقت دُنیا میں تباہ اور رُسوا ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت سموئیلؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور دُوسرے انبیاء بھیج کر بنی اسرائیل کو نصیحت کی اور ہدایت کی راہ بتائی۔ ان انبیاء نے انہیں راہِ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ یہ خدا کا فضل تھا۔ ورنہ یہودی تو اپنی تباہی کا سامان کر ہی چکے تھے۔

انسان کے بچاؤ اور زندگی کا سب سے بڑا سہارا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ہے۔ اگر وُہ اپنا فضل و کرم نہ فرمائے اور چشم پوشی نہ کرے تو انسان کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

صُورتیں مسخ ہو جانا

وَ - لَقَدْ - عَلِمْتُمُ - الَّذِيْنَ - اعْتَدَوْا
اور البتہ تم جانتے جنہوں نے زیادتی کی تھی
مِنْكُمْ - فِي - السَّبْتِ - فَقُلْنَا - لَهُمْ - كُوْنُوْا
تم میں سے میں ہفتہ کے دن تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ
قِرَدَةً - خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾
بندر ذلیل۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا
اور تم ان لوگوں کو خوب جان چکے ہو جنہوں نے
مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا
تم میں سے ہفتہ کے دن میں زیادتی کی تھی تو ہم نے اُن سے
قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾
کہا ذلیل بندر ہو جاؤ۔

مِنْكُمْ: (تم میں سے) اس سے مُراد یہودیوں کے آباؤ اجداد ہیں۔

اَلسَّبْت: (ہفتہ کا دن) سبت کے لفظی معنی ہیں ہفتہ یعنی شنبہ (سنیچر) جس طرح عیسائیوں کے ہاں اتوار اور مُسلمانوں کے ہاں جمعہ مقدّس دِن ہے۔ اسی طرح یہودیوں کے ہاں ہفتہ ایک مقدّس دِن شمار ہوتا ہے۔ یہ دن اُن کے ہاں صرف اللہ کی عبادت کے لئے مخصوص ہے اور اس روز دُنیا کے کام مثلاً تجارت، زراعت یا شکار وغیرہ ممنوع ہیں۔

اَعْتَدَوْا: (زیادتی کی) یعنی اپنی شریعت کی حدّوں سے آگے نِکل گئے۔ لفظ عُدْوَانٌ اس کا مصدر ہے۔ جس کے معنیٰ سرکشی کرنا اور حد سے بڑھ جانا ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں یہودیوں کی ایک بہت بڑی تعداد اَیلہ (فلسطین کے جنوب) کے مقام پر آباد تھی۔ یہ واقعہ اسی آبادی کا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی بڑی چالبازی سے کرتے تھے۔ انہیں حکم تھا کہ سبت کے دِن مچھلی کا شکار ہرگز نہ کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی آزمائش بھی درکار تھی۔ عام طور پر سبت کے دِن بڑی کثرت سے مچھلی آتی۔ یہودیوں نے اللہ کے حکم کی ظاہری صُورت برقرار رکھتے ہوئے حیلہ سازی سے ایک تدبیر نِکالی۔ وُہ ہفتہ کے دن دریا کے قریب گڑھے کھود لیتے۔ مچھلی بڑی مقدار میں پانی کے ساتھ ان گڑھوں میں پہنچ جاتی۔ اس کے بعد یہ لوگ دریا کی طرف والا گڑھوں کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے روز ان گڑھوں سے مچھلی نِکال لیتے۔ اس مسلسل نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ وُہ انسان سے بندر بنا دیئے گئے اور اُن کی صُورتیں مسخ کر دی گئیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں اللہ کی طرف سے صِرف آزمائش کے لئے آتی ہیں یعنی اُن سے صاف طور پر یہ واضح کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ اللہ کے بندے سختی اور آسائش دونوں حالتوں میں اس کے فرمانبردار بندے رہتے ہیں۔ جو بندہ آزمائش میں پُورا اترے اُس کے لئے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔ لیکن بے صبروں کے لئے سزا بہت سخت ہے

سرمایۂ عبرت

فَجَعَلْنٰهَا ـ نَكَالًا ـ لِّمَا ـ بَيْنَ ـ يَدَيْهَا
پھر ہم نے اسے کیا عبرت ان کے لئے جو وہاں تھے
وَ ـ مَا ـ خَلْفَهَا ـ وَ ـ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾
اور جو پیچھے آنے والے تھے اور نصیحت ڈرنے والوں کے لئے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا
پھر ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کے لئے عبرت کیا جو وہاں تھے
وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾
اور جو پیچھے آنے والے تھے اور ڈرنے والوں کے لئے نصیحت بنایا۔

نَكَالًا (عبرت) اس کے معنیٰ ہیں ایسی سزا اور واقعہ جو دُوسروں کے لئے عبرت کا باعث ہو۔ جس کو دیکھ کر لوگ نصیحت پکڑیں۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کے اہم واقعات قرآن مجید اس غرض سے بیان کر رہا ہے۔ کہ ایک طرف خود یہود کو شرمساری اور ندامت ہو۔ وُہ اپنی حقیقت کو پہچان لیں اور سیدھی راہ کی طرف مائل ہوں۔ اور دُوسری طرف مسلمانوں کے لئے تنبیہ ہو۔ وُہ گذشتہ قوموں کے واقعات سے عبرت پکڑیں۔ اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔ سبق حاصل کریں اور قرآن مجید کی روشنی میں اپنے آپ کو ٹھیک کرلیں۔

گذشتہ آیت میں جو واقعہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ اسے خود بنی اسرائیل کی تاریخ میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ اور یہ سب لوگ اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور قرآن مجید اسی کی طرف انہیں توجہ دلا رہا ہے۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد قرآن مجید نے اس آیت میں یہ بھی اعلان کر دیا۔ کہ اسے اس وقت کے لوگوں کے لئے اور بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے باعثِ عبرت اور سرمایۂ نصیحت بنا دیا گیا ہے۔ تاکہ سب لوگ اللہ کے حکم کی نافرمانی کے انجام سے آگاہ رہیں۔ اور ہر لحظہ محتاط رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ متقین (ڈرنے والوں) کے لئے خاص طور پر یہ واقعہ راستہ سمجھانے والا ہے۔ اس سے انہیں یقین ہو جائے گا کہ انسان کے لئے تقوٰی ہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

اس آیت کے سمجھ لینے کے بعد ذرا بھی شبہ نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی یقیناً بڑے عذاب کا سبب بنتی ہے۔ ہمیں ہمیشہ اس چیز کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ صورت مسخ ہو کر بگڑ جانا۔ انسان کا بندر بن جانا معمولی بات نہیں۔ انسان کو اللہ کے عذاب اور غصہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔

اس آیت سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے۔ کہ دُنیا کے پچھلے واقعات سے انسان کس قدر نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ حقیقت میں اس مُقدس کتاب یعنی قرآن مجید نے نہایت وضاحت سے یہ بات ذہن نشین کر دی ہے کہ تاریخ کا فائدہ انسان کے لئے کیا ہے اور یہ کہ ہر واقعہ تاریخ بننے کے قابل نہیں۔ صرف وہی واقعات تاریخ کہلانے کے مستحق ہیں جن سے انسان کوئی اچھا سبق حاصل کر سکے۔

ذبح گاؤ کا حکم

وَ۔ اِذْ۔ قَالَ۔ مُوْسٰی۔ لِقَوْمِهٖٓ۔ اِنَّ۔ اللّٰهَ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ
يَاْمُرُكُمْ۔ اَنْ۔ تَذْبَحُوْا۔ بَقَرَةً۔ قَالُوْٓا
تمہیں فرماتا ہے کہ تم ذبح کرو گائے وہ کہنے لگے۔
اَ۔ تَتَّخِذُنَا۔ هُزُوًا۔ قَالَ۔ اَعُوْذُ۔ بِاللّٰهِ
کیا تو کرتا ہے ہم سے ہنسی کہا پناہ خدا کی
اَنْ۔ اَكُوْنَ۔ مِنَ۔ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾
کہ ہوں میں سے جاہل۔ (جمع)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا بےشک اللہ
يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا
تمہیں فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو وہ کہنے لگے۔
اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
کیا تم ہم سے ہنسی کرتے ہو وہ بولے خدا کی پناہ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾
کہ میں جاہلوں میں ہوں۔

اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا: (کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے) بنی اسرائیل کے نزدیک گائے بہت مقدس تھی۔ جب حضرت موسیٰؑ نے انہیں اللہ کا حکم سنایا کہ گائے ذبح کرو تو بھونچکے ہو کر رہ گئے۔ انہیں یقین نہ آیا کہ ایسے مقدس جانور کے ذبح کر ڈالنے کا حکم ملا ہوگا۔ وہ یہی سمجھے کہ حضرت موسیٰؑ ہنسی کر رہے ہیں۔

اَلْجٰهِلِيْنَ: (جاہل) یہ لفظ جہل سے بنا ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں کسی کام کو اس کے صحیح طریقے کے خلاف کرنا جو اس کے لئے مقرر ہے۔ اگر اس کی وجہ لاعلمی ہے تو جہل سادہ ہے اور اگر جان بوجھ کر الٹا چلتا ہے تو جہل مرکب ہے۔ حضرت موسیٰؑ دونوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ کے نام پر جو شخص خود اپنا حکم چلانا چاہتا ہے۔ وہ یا تو اللہ تعالیٰ سے غافل ہے یا جاہل ہے اور دین میں ہنسی مذاق کے نتیجوں سے بے خبر ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہو گیا تھا۔ لیکن قاتل کا سراغ نہ ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر ماریں۔ اس سے وہ مقتول زندہ ہو جائے گا اور قاتل کا پتا بتا دے گا۔

صدیوں مصر میں رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل گائے کو بہت مقدس سمجھنے لگے تھے اس لئے انہیں گمان ہوا کہ شاید اُن سے حضرت موسیٰؑ ہنسی کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن کے اس گمان کو دُور کر دیا اور سمجھا دیا کہ پیغمبر دین کی باتوں میں یا اللہ کے حکموں میں ہنسی مذاق کبھی نہیں کرتے۔ ہنسی مذاق تو جاہلوں کا کام ہوتا ہے۔ سمجھ دار انسان ایسی حرکات نہیں کرتے ہیں۔ جو وقار اور عزت کے خلاف ہوں اور جن سے دین کی توہین ہوتی ہو۔

(الف)

اللہ کے حکم میں حجت بازی

قَالُوا۔ ادْعُ۔ لَنَا۔ رَبَّكَ۔ يُبَيِّنْ۔ لَنَا
بولے دُعا کرو ہمارے لئے تیرا رب بتائے ہمارے لئے
مَا۔ هِيَ ۚ قَالَ۔ إِنَّهُ۔ يَقُولُ۔ إِنَّهَا۔ بَقَرَةٌ
کیسی وُہ۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے
لَّا۔ فَارِضٌ۔ وَّ۔ لَا۔ بِكْرٌ ۖ عَوَانٌ۔ بَيْنَ
نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں دونوں
ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا۔ مَا۔ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾
کے پس کر ڈالو جو تمہیں حکم ملا۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا
بولے کہ ہمارے لئے اپنے رب سے دُعا کرکہ ہمیں بتادے
مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ
کہ وُہ گائے کیسی ہے کہا وُہ فرماتا ہے کہ وُہ گائے
لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ
نہ بوڑھی اور نہ وُہ بن بیاہی اس کے درمیان ہے۔
ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾
پس جو تمہیں حکم ملا ہے کر ڈالو۔

مَا هِيَ: (وہ کیسی ہے) جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم ہُوا۔ تو فوری تعمیل کی بجائے اس میں کٹ حجتی اور کج بحثی کرنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے سوال کیا کہ عمر کے لحاظ سے وُہ گائے کیسی ہے۔

فَارِضٌ: (بوڑھی) اس سے مُراد ایسی عمر ہے۔ جس کو پہنچ کر بچے جننے کا سلسلہ ختم ہوچکا ہو یعنی بہت بوڑھی۔

بِكْرٌ: (بن بیاہی) اس سے مُراد یہ ہے۔ وُہ جس نے ابھی بچہ جنا ہی نہ ہو یعنی بچھیا۔

عَوَانٌ: (درمیان) اس سے مُراد ہے درمیانی عمر والی۔ جو نہ بہت بوڑھی ہو۔ نہ بچی ہو۔

اللہ اور اس کے نبیؐ کے احکام حکمت کے بغیر نہیں ہوتے البتہ ضروری نہیں کہ ہر انسان ان کی اندرونی حکمت کو سمجھ سکے۔ اس لئے اُن کی تعمیل میں کسی تامّل، ہچکچاہٹ اور اعتراض سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ جو بھی حکم ہو بلا چون وچرا اس کی تعمیل کر دینی چاہیئے۔

ہر حکم اور قانون ابتداء میں سادہ اور آسان ہوتا ہے لیکن جب اس میں بال کی کھال نکالی جاتی ہے تو وُہ پیچیدہ اور مشکل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر جس قدر اس میں موشگافیاں کی جاتی ہیں۔ وُہ مشکل سے مشکل تر ہوتا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ حکم دیا کہ وُہ ایک گائے ذبح کریں۔ یہ بالکل سیدھا اور آسان حکم تھا۔ وُہ کوئی گائے لے کر ذبح کر دیتے لیکن انہوں نے کٹ حجتی سے کام لیا۔ اوّل تو نبی سے کہا۔ کہ تم ہم سے مذاق کر رہے ہو۔ جب نبی نے یقین دلایا کہ میں جاہل نہیں کہ ایسی باتیں کروں۔ اب نئی بات نکالی اور بنی اسرائیل کہنے لگے۔ کہ اللہ سے پوچھو کہ اس کی عمر کتنی ہو۔ وُہ جوان ہو یا بوڑھی ہو۔ جواب میں کہا گیا کہ درمیانی عمر کی ہو۔ گویا آسان حکم میں اپنے لئے ایک مشکل خود انہوں نے پیدا کرلی۔

(ب)

اللہ کے حُکم میں حجّت بازی

قَالُوا - ادْعُ - لَنَا - رَبَّكَ - يُبَيِّنْ - لَّنَا
بولے — دُعا کر — ہمارے لئے — تیرا رب — بتا دے — ہمارے لئے
مَا - لَوْنُهَا ۚ - قَالَ - إِنَّهُ - يَقُولُ - إِنَّهَا
کیا ہے — اس کا رنگ — کہا — وُہ — فرماتا ہے — کہ وُہ
بَقَرَةٌ - صَفْرَاءُ ۙ - فَاقِعٌ - لَّوْنُهَا
گائے — زرد — گہرا — اس کا رنگ
تَسُرُّ - النّٰظِرِينَ ﴿٦٩﴾
اچھی لگتی ہے — دیکھنے والے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا
بولے اپنے رب سے ہمارے لئے دُعا کر۔ کہ وُہ ہمیں بتا دے
مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا
کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے۔ کہا وُہ فرماتا ہے کہ وُہ
بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا
گائے زرد رنگ کی ہے اور اس کی زردی خوب گہری ہے
تَسُرُّ النّٰظِرِينَ ﴿٦٩﴾
دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے۔

پچھلے سبق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے اس گائے کے بارے میں خواہ مخواہ کے سوال پُوچھنے شرُوع کر دیئے۔ جس کے ذبح کرنے کا انہیں حُکم دیا گیا تھا۔ پہلے انہوں نے اس کی عمر کے متعلق باتیں دریافت کیں تو انہیں بتایا گیا۔ کہ وُہ نہ تو بہت بوڑھی ہو۔ اور نہ بالکل چھوٹی عمر کی ہو۔ گویا سوال کرنے کے باعث اُن پر ایک شرط لگا دی گئی۔ وُہ پھر بھی باز نہ آئے۔ اور دُوسرا سوال اٹھا کھڑا کیا۔ کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ اب حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے پُوچھنے کے بعد انہیں بتایا۔ کہ اس گائے کا رنگ زرد ہو اور یہ رنگ بھی خوب شوخ اور کھلتا ہُوا ایسا ہو۔ کہ دیکھنے والوں کا دیکھتے ہی جی خوش ہو جائے۔ اور وُہ دیکھنے میں اچھی لگتی ہو۔

گویا ایک دُوسرے سوال کی وجہ سے ایک اور شرط اس آسان حکم کی تعمیل میں لگا دی گئی۔ اور یہ سب کچھ خود بنی اسرائیل کی اپنی کرتوتوں کا نتیجہ تھا۔ کہ وُہ ایک اچھے بھلے سیدھے سادے حکم کو خود اپنے ہاتھوں اس قدر پیچیدہ اور مشکل بنا رہے تھے۔ ان سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حد درجہ کام چور اور چالاک تھے۔ وُہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں ٹال مٹول کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اس بات کا احساس نہ تھا۔ کہ اس حکم میں کس قدر مصلحت پوشیدہ ہے۔ جس کام کو وُہ اپنے لئے دشوار سمجھ رہے تھے۔ اس میں ہزار مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔

بنی اسرائیل کے ایسے واقعات سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور یہ بات ہمیشہ پلے باندھ لینی چاہیئے کہ اللہ کے حکم میں کسی قسم کی کٹ حجتی کرنا اور بال کی کھال اتارنا ہرگز ہرگز مفید نہیں ہوتا۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور بلا چُون وچرا احکامِ خداوندی کو بجا لانا چاہیئے۔

(ج)

اللہ کے حکم میں حجت بازی

قَالُوا ۔ ادۡعُ ۔ لَنَا ۔ رَبَّكَ ۔ يُبَيِّنۡ ۔ لَّنَا
بولے دُعا کر ہمارے لئے تیرا رب بتادے ہمارے لئے
مَا ۔ هِيَ ۔ اِنَّ ۔ الۡبَقَرَ ۔ تَشٰبَهَ ۔ عَلَيۡنَا
کیسی وُہ کیونکہ گائے کا شبہ پڑا ہے ہم کو
وَ ۔ اِنَّآ ۔ اِنۡ ۔ شَآءَ ۔ اللّٰهُ ۔ لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۷۰﴾
اور ہم اگر چاہا اللہ تو ہم ضرور راہ پالیں گے۔
قَالَ ۔ اِنَّهٗ ۔ يَقُوۡلُ ۔ اِنَّهَا ۔ بَقَرَةٌ
کہا وُہ فرماتا ہے کہ وہ گائے
لَّا ۔ ذَلُوۡلٌ ۔ تُثِيۡرُ ۔ الۡاَرۡضَ ۔ وَ ۔ لَا
نہیں محنت کرنے والی جوتتی ہو زمین اور نہ
تَسۡقِي ۔ الۡحَرۡثَ ۔ مُسَلَّمَةٌ ۔ لَّا ۔ شِيَةَ
پانی دیتی ہو کھیتی بے عیب نہیں داغ
فِيۡهَا ۔ قَالُوا ۔ الۡـٰٔنَ ۔ جِئۡتَ ۔ بِالۡحَقِّ
اس میں بولے اب تو لایا ٹھیک بات
فَذَبَحُوۡهَا ۔ وَ ۔ مَا ۔ كَادُوۡا ۔ يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۱﴾
پھر اس کو ذبح کیا اور نہ لگتے تھے کہ ایسا کرلیں گے۔

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا
بولے ہمارے لئے اپنے رب سے دُعا کر کہ وُہ بتا دے کہ
مَا هِيَ ۙ اِنَّ الۡبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيۡنَا ؕ
وُہ گائے کس قسم کی ہے۔ کیونکہ اس گائے کا ہم کو شبہ پڑا ہے۔
وَاِنَّآ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۷۰﴾
اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ پالیں گے۔
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوۡلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ
کہا وُہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے۔
لَّا ذَلُوۡلٌ تُثِيۡرُ الۡاَرۡضَ وَلَا
نہ محنت کرنے والی نہ زمین جوتتی ہے اور نہ
تَسۡقِي الۡحَرۡثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ
کھیتی کو پانی دیتی ہے بے عیب ہے اس میں کوئی
فِيۡهَا ؕ قَالُوا الۡـٰٔنَ جِئۡتَ بِالۡحَقِّ ؕ
داغ نہیں۔ وُہ بولے اب تو ٹھیک بات لایا۔
ع ۸ ۸ فَذَبَحُوۡهَا وَمَا كَادُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۱﴾
پھر اس کو ذبح کیا اور وُہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے۔

گذشتہ آیات سے مسلسل یہ واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کو ایک سیدھا سادا حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ ایک گائے ذبح کریں لیکن انہوں نے اس میں طرح طرح کی موشگافیاں کرنی شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہر سوال کا جواب دیا۔ اور بتلایا کہ وُہ گائے نہ بہت بوڑھی ہو۔ نہ چھوٹی عمر کی ہو۔ اس کا رنگ زرد ہو اور وُہ دیکھنے والوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہو۔ سب کچھ جان لینے کے بعد انہوں نے کہا۔ کہ ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ ہمیں گائے کی پہچان میں کچھ شبہ پڑ گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ کہ وُہ گائے کاشتکاری کے کام نہ آتی ہو۔ اس میں کوئی عیب اور داغ نہ ہو۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہاں اب آپ نے ٹھیک بات کہی ہے۔ غرض بڑی حجتوں کے بعد انہوں نے وُہ گائے ذبح کی۔ اب بھی اُن کے رویہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وُہ ایسا نہیں کریں گے۔ گویا اب بھی انہوں نے بادلِ نخواستہ حکمِ الٰہی کی تعمیل کی۔

مُردے کا زِندہ ہونا

وَ۔ اِذْ۔ قَتَلْتُمْ۔ نَفْسًا۔ فَادّٰرَءْتُمْ
اور جب تم نے مار ڈالا ایک آدمی پھر ایک دُوسرے پر دھرنے لگے
فِيهَا۔ وَ۔ اللّٰهُ۔ مُخْرِجٌ۔ مَّا۔ كُنْتُمْ۔ تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾
اس میں اور اللہ ظاہر کرتا تھا جو تم چھپاتے تھے۔
فَقُلْنَا۔ اضْرِبُوْهُ۔ بِبَعْضِهَا۔ كَذٰلِكَ
پھر ہم نے کہا مارو اس پر گائے کا ٹکڑا اسی طرح
يُحْيِ۔ اللّٰهُ۔ الْمَوْتٰى۔ وَ۔ يُرِيْكُمْ
زندہ کرے گا اللہ مُردے اور دکھاتا ہے تمہیں
اٰيٰتِهٖ۔ لَعَلَّكُمْ۔ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾
اپنی قدرت تاکہ تم غور کرو۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ
اور جب تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ پھر ایک دُوسرے پر دھرنے لگے
فِيهَا ۭ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾
اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے۔
فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ
پھر ہم نے کہا کہ اس مردہ پر اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اسی طرح
يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ
اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور تمہیں اپنی قدرت دکھاتا ہے۔
اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾
تاکہ تم غور کرو۔

فَادّٰرَءْتُمْ (پھر تم ایک دُوسرے پر دھرنے لگے) - یہ لفظ د رء سے بنا ہے۔ جس کے معنی جھگڑنے کے بھی ہیں۔ اور ٹال مٹول کرنے کے بھی۔ اس سے مُراد آپس میں جھگڑنا اور ایک دُوسرے پر الزام ڈالنا ہے۔

ان آیتوں میں پچھلی آیتوں کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہو گیا تھا لیکن قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ کیونکہ مشتبہ لوگ ایک دُوسرے پر الزام دھرنے لگے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اصل قاتل کا نام بتانے کے لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وُہ ایک گائے ذبح کریں۔ انہوں نے ٹال مٹول کی۔ جب کافی حیلے بہانے کر کے وُہ اس پر تیار ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑہ اس مقتول کی لاش پر مارو۔ گوشت کا مارنا تھا کہ مقتول زندہ ہو گیا۔ اور اس نے قاتل کا نام و پتہ سب بتا دیا اور اس طرح ایک بہت بڑی مشکل حل ہو گئی۔ اور مقتول یہ بتانے کے بعد مر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ انسان کو مار کر جگانا ہمارے بس کی بات ہے۔ اور جس طرح اس مقتول نے دوبارہ زندہ ہو کر اپنی پہلی زندگی کے حالات بتا دیئے تھے۔ اسی طرح ہم تمام انسانوں کو جب قیامت کے دِن زندہ کریں گے۔ تو وہ خود اپنے اعمال کی گواہی دیں گے۔

یہ واقعات اور نصیحتیں اللہ تعالیٰ اس لئے بیان فرماتا ہے۔ کہ لوگ ان میں غور کریں۔ اور اپنی زندگیوں کو سنوار لیں۔ گذشتہ اقوام کے حالات سے سبق حاصل کریں اور عبرت پکڑیں۔

یہود کی سنگدلی

ثُمَّ۔ قَسَتْ۔ قُلُوْبُكُمْ۔ مِّنْۢ۔ بَعْدِ۔ ذٰلِكَ
پھر سخت ہوگئے تمہارے دِل سے بعد اس
فَهِيَ۔ كَالْحِجَارَةِ۔ اَوْ۔ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ۔ وَ
سو وہ جیسے پتھر یا اس سے زیادہ سخت اور
اِنَّ۔ مِنَ۔ الْحِجَارَةِ۔ لَمَا۔ يَتَفَجَّرُ۔ مِنْهُ
بیشک سے پتھر جو جاری ہوتے ہیں اُن سے
الْاَنْهٰرُ ؕ۔ وَ۔ اِنَّ۔ مِنْهَا۔ لَمَا۔ يَشَّقَّقُ
دریا اور بے شک اس سے البتہ جو پھٹ جاتے ہیں
فَيَخْرُجُ۔ مِنْهُ۔ الْمَآءُ ؕ۔ وَ۔ اِنَّ۔ مِنْهَا۔ لَمَا
نکلتا ہے اس سے پانی اور بیشک اس سے البتہ
يَهْبِطُ۔ مِنْ۔ خَشْيَةِ۔ اللّٰهِ ؕ۔ وَ۔ مَا۔ اللّٰهُ
گرتے ہیں سے ڈر اللہ اور نہیں اللہ
بِغَافِلٍ۔ عَمَّا۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾
بے خبر اس سے جو تم کرتے ہو۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
پھر اس کے بعد تمہارے دِل سخت ہو گئے
فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ
پس وہ پتھر جیسے ہو گئے یا ان سے بھی سخت اور
اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ
پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں۔ جن سے دریا
الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ
جاری ہوتے ہیں اور ان میں ایسے بھی ہیں۔ جو پھٹ جاتے
فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا
ہیں اور اُن سے پانی نکلتا ہے اور ان میں ایسے بھی ہیں
يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ
جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾
تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے چند سبق آموز واقعات بیان فرمائے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ وُہ بدعملیوں اور سرتابیوں میں مسلسل مبتلا رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرماتا رہا لیکن انہوں نے پھر بھی کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ گویا اُن کے دِل پتھر بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگئے کیونکہ پتھروں میں بھی بعض ایسے ہوتے ہیں جن سے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچتا ہے بعض پتھروں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور ان سے دُنیا کو پانی ملتا ہے۔ پھر بعض کی جھریوں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے۔ اور بعض پتھر پہاڑ کی چوٹیوں سے گرتے ہیں۔ گویا ہیبتِ الٰہی سے لرز کر سجدہ میں گرے ہیں۔

مفسّروں نے بیان کیا ہے۔ کہ چشموں والے پتھروں کی مثال انسانی آبادی میں انبیاء و رسل ہیں۔ ان کے چشمۂ فیض سے مخلوقِ خدا اپنی روحانی پیاس بجھاتی ہے۔ دُوسری قسم کے پتھروں کی مثال اولیاءاللہ ہیں۔ ان سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مومنین وصالحین ہیں۔ جو اگر دُوسروں کی اصلاح و ہدایت نہ کرسکیں۔ پھر بھی اُن کا اپنا ایمان وعمل سالم ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل نے نہ انبیاء علیہم السّلام کی تعلیمات سے فائدہ اٹھایا۔ نہ نیک بندوں کی بات سُنی۔ گویا ان کے دِلِ عام پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوگئے تھے۔ جن پر کوئی بات کارگر نہیں ہوتی۔

کلام اللہ میں تحریف

أَ - فَتَطْمَعُوْنَ - اَنْ - يُّؤْمِنُوْا - لَكُمْ
کیا تم توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات
وَ - قَدْ - كَانَ - فَرِيْقٌ - مِّنْهُمْ - يَسْمَعُوْنَ
اور تھا ایک گروہ ان میں کہ سنتا تھا
كَلَامَ - اللّٰهِ - ثُمَّ - يُحَرِّفُوْنَهٗ - مِنْۢ بَعْدِ
کلام اللہ پھر بدل ڈالتے تھے اس کو سے بعد
مَا - عَقَلُوْهُ - وَ - هُمْ - يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾
جو جان بوجھ کر اور وہ جانتے تھے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ
اب کیا تم توقع رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مانیں گے
وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ
اور ان میں ایک گروہ اللہ کا کلام
كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ
سنتا تھا پھر وہ جان بوجھ کر اسے بدل
مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾
ڈالتے تھے۔ اور وہ اصل بات جانتے تھے۔

تَطْمَعُوْنَ، (تم توقع رکھتے ہو) یہ لفظ طَمَعٌ سے نکلا ہے۔ اس کے عام معنے لالچ کرنے اور حرص رکھنے کے ہیں اور دوسرے معنے امید و توقع کے بھی ہیں۔ اور یہاں آخری معنیٰ ہی مُراد ہیں۔

يُحَرِّفُوْنَهٗ، (وہ اسے بدل ڈالتے ہیں) اس لفظ کا مادہ حرف ہے اور مصدر تحریف ہے جس کے معنیٰ ہیں بدل ڈالنا۔ یہ تبدیلی دو طریق پر ہوتی ہے۔

(۱) تحریف لفظی، (لفظوں کو بدل ڈالنا۔ ان کا تلفظ بدل دینا کہ لفظ کی حقیقت بدل جائے مثلاً یہودنے "حطة" کی جگہ "حنطة" اور "راعنا" کی جگہ "راعینا" کہا) (۲) تحریف معنوی (الفاظ کے معنی بدل دینا۔ ترجمہ اور تشریح کو کچھ سے کچھ کر دینا)

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تاریخ کے اہم واقعات سُنا کر اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا کہ یہ لوگ ان باتوں سے کوئی عبرت قبول کرنے والے نہیں۔ کیونکہ اُن کے دِل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو چکے ہیں۔ اُن کے دِلوں پر عبرتناک واقعات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو سمجھاتا ہے۔ کہ کیا تم اس بات کی آرزو کرتے ہو کہ یہ تمہاری بات مان لیں گے۔ حالانکہ ان کے بڑوں میں حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی ایک فریق ایسا تھا جو اللہ کا کلام سننے کے بعد جان بوجھ کر اس میں تحریف کرتا تھا۔ جب اُن کے بڑوں کا یہ حال تھا تو پھر اُن کے بعد آنے والوں سے کس طرح امید ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ بد طینت ہیں۔ یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اس اعلان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہودیوں کے اسلام لانے کی مُسلمانوں کو کچھ زیادہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

یہود کی منافقت

وَ۔ اِذَا۔ لَقُوا۔ الَّذِیْنَ۔ اٰمَنُوْا۔ قَالُوْٓا
اور جب ملتے ہیں اُن لوگوں سے جو ایمان لائے کہتے ہیں
اٰمَنَّا ۚۖ وَ۔ اِذَا۔ خَلَا۔ بَعْضُهُمْ۔ اِلٰی
ہم مسلمان ہوئے۔ اور جب تنہا ہوجاتے ہیں۔ ان کے بعض طرف
بَعْضٍ۔ قَالُوْٓا۔ اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ۔ بِمَا۔ فَتَحَ
بعض کہتے ہیں کیا تم کہتے ہو اُن سے جو ظاہر کیا
اللّٰهُ۔ عَلَیْكُمْ۔ لِیُحَآجُّوْكُمْ۔ بِهٖ۔ عِنْدَ
اللہ تم پر تاکہ تم سے جھگڑیں اس سے آگے
رَبِّكُمْ۔ اَ۔ فَلَا۔ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَ۔ وَلَا۔ یَعْلَمُوْنَ
تمہارا رب کیا نہیں تم سمجھتے کیا نہیں جانتے وہ
اَنَّ۔ اللّٰهَ۔ یَعْلَمُ۔ مَا۔ یُسِرُّوْنَ
کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں
وَ۔ مَا۔ یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾
اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا
اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں
اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰی
ہم مسلمان ہوئے اور جب ایک دوسرے کے پاس تنہا ہوتے
بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ
ہیں تو کہتے ہیں کیا تم کہہ دیتے ہو اُن سے جو اللہ نے تم پر
اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ
ظاہر کیا ہے۔ تاکہ تم سے اس کے ذریعہ تمہارے رب کے آگے
رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ
جھگڑا کریں۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔ کیا وہ نہیں جانتے
اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ
کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ چھپاتے ہیں۔
وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾
اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ: (اس کے ذریعے تمہیں جھٹلائیں) حجۃ اس کا مادہ ہے۔ لفظ حجت بھی اسی سے بنا ہے۔ جس کے معنیٰ دلیل ہیں۔ اور اس پورے جملے کے معنیٰ ہیں "اسے دلیل بنانا اور اس کے ذریعے حجت پکڑنا" تورات میں تحریف کرنے والے یہودی اپنے منافق دوستوں کو کہا کرتے تھے کہ تم اپنی کتاب کی تعلیم مسلمانوں کو بتلا کر اس کے ذریعے اپنے خلاف مسلمانوں کے ہاتھ میں دلائل دیتے ہو۔

یہاں سے ان یہودیوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ جو منافق تھے۔ یہ لوگ جب کبھی مسلمانوں سے ملتے۔ تو آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنا ایمان ظاہر کرتے اور انہیں خوش کرنے کے لئے اس آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تائید و تصدیق کے لئے وہ تمام پیش گوئیاں اور علامتیں بیان کرتے۔ جو ان کی مذہبی کتاب میں موجود تھیں۔

لیکن جب یہ یہود آپس میں ملتے۔ تو ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے۔ کہ تم اپنی تعلیمات مسلمانوں پر ظاہر کر کے خود اپنے خلاف انہیں ہتھیار کیوں دیتے ہو۔ یہی دلائل مسلمان تمہارے خلاف استعمال کرتے ہیں اور تمہاری اپنی باتوں کو سند بنا کر وہ اللہ کے ہاں گواہی دیں گے۔ کہ یہود سب کچھ جاننے کے بعد اصل دین کی طرف نہیں لوٹے۔ گویا یہ احمق سمجھ رہے تھے۔ کہ ان باتوں کا علم مسلمانوں کو صرف یہودیوں کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اُن کی ظاہر اور پوشیدہ تمام باتیں نبیؐ اور مسلمانوں پر ظاہر کر سکتا ہے۔

جھوٹی آرزوئیں

وَ - مِنْهُمْ - اُمِّيُّوْنَ - لَا - يَعْلَمُوْنَ - الْكِتٰبَ
اور ان میں ان پڑھ نہیں خبر رکھتے کتاب
اِلَّآ - اَمَانِيَّ - وَ - اِنْ - هُمْ - اِلَّا - يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾
سوائے جھوٹی آرزوئیں اور نہیں وہ مگر جھوٹے خیال رکھنے والے
فَوَيْلٌ - لِّلَّذِيْنَ - يَكْتُبُوْنَ - الْكِتٰبَ - بِاَيْدِيْهِمْ
سو خرابی ان لوگوں کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے۔
ثُمَّ - يَقُوْلُوْنَ - هٰذَا - مِنْ - عِنْدِ - اللّٰهِ
پھر کہہ دیتے ہیں یہ سے طرف اللہ
لِيَشْتَرُوْا - بِهٖ - ثَمَنًا - قَلِيْلًا ؕ - فَوَيْلٌ
تاکہ خریدیں اس پر قیمت تھوڑی سو خرابی
لَّهُمْ - مِّمَّا - كَتَبَتْ - اَيْدِيْهِمْ - وَ - وَيْلٌ
ان کے لئے جو لکھا ان کے ہاتھ اور خرابی
لَّهُمْ - مِّمَّا - يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾
ان کے لئے اس سے جو انہوں نے کمایا

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ
اور ان میں بعض ان پڑھ ہیں کہ کتاب کی خبر نہیں رکھتے۔
اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾
جھوٹی آرزوؤں کے سوا اور وہ صرف جھوٹے خیال رکھنے والے ہیں۔
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ
سو ان کے لئے خرابی ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں۔
ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔
لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ
تاکہ اس پر تھوڑی سی قیمت لیویں سو خرابی ہے
لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ
ان کے لئے اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کیلئے
لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾
اس کی بنا پر جو انہوں نے کیا۔

اَمَانِيَّ: (آرزوئیں جھوٹی آرزوئیں) اس کا واحد اُمْنِيَّة ہے۔ یہ لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) ایسی آرزو جس کی حقیقت کوئی نہ ہو۔ اور کوئی شخص محض خیال خام میں مگن رہے۔ (۲) کوئی شخص جھوٹی روایات اور خرافات میں مبتلا رہے۔ یہود کی تاریخ میں اس قسم کی روایات کی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً ان کی یہ خام خیالی کہ جنت میں ان کے سوا کوئی اور نہ جائے گا۔

ثَمَنًا: (قیمت) اس لفظ کے معنے صرف نقد یا زر قیمت کے نہیں۔ بلکہ جو چیز بھی کسی چیز کے معاوضہ میں حاصل ہو وہ اس کا ثمن ہے۔ اس آیت میں ثمن سے مُراد دنیوی معاوضہ ہے۔

مِمَّا يَكْسِبُوْنَ: (اُن کی کمائی سے) اس کے یہاں دو معنی ہیں۔ ایک اُن کے گناہوں کا ڈھیر۔ کیونکہ وہ لوگ اپنی ان حرکتوں سے اپنے گناہوں میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ دُوسرے وہ مالی نفع جو کتاب اللہ میں تبدیلی یا تحریف کر کے یہ لوگ حاصل کرتے ہیں۔

یہودیوں کے جاہل طبقہ کو معلوم ہی نہ تھا کہ تورات میں کیا لکھا ہے۔ وہ بس چند جھوٹی آرزوؤں سے واقف تھے۔ جو انہوں نے اپنے بزرگوں سے سُن رکھی تھیں اور توقع رکھتے تھے کہ اُن کے بزرگ ان کے گناہ بخشوا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن لوگوں کے لئے سخت خرابی ہے جو اللہ کے احکام بدل ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خود اللہ کا حکم ہے۔

جنّت کے ٹھیکیدار

وَ۔ قَالُوْا۔ لَنْ۔ تَمَسَّنَا۔ النَّارُ۔ اِلَّآ۔ اَيَّامًا
اور کہتے ہیں نہیں لگے گی آگ مگر چند دن
مَّعْدُوْدَةً۔ قُلْ۔ اَتَّخَذْتُمْ۔ عِنْدَ۔ اللّٰهِ
گنے چُنے کہہ دو کیا تم لے چکے ہو سے اللہ
عَهْدًا۔ فَلَنْ۔ يُّخْلِفَ۔ اللّٰهُ۔ عَهْدَهٗٓ
اقرار کہ نہیں خلاف کرے گا اللہ اپنا اقرار
اَمْ۔ تَقُوْلُوْنَ۔ عَلَى۔ اللّٰهِ۔ مَا۔ لَا۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾
کیا تم کہتے ہو اوپر اللہ جو نہیں تم جانتے۔

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا
اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہیں لگے گی مگر چند دن
مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
گنے چُنے۔ کہہ دو کیا تم اللہ کے ہاں سے اقرار
عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ
لے چکے ہو کہ اللہ اب اپنے اقرار کے خلاف ہرگز نہ کرے گا۔
اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾
یا اللہ پر جوڑتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

النَّارُ (آگ) یہاں اس لفظ سے مُراد دوزخ کی آگ ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں بکثرت آیا ہے۔ اور دُنیا کی تمام آسمانی کتابوں میں اس سے انسانوں کو خبردار کیا گیا ہے۔ جہنم کے عذاب سے نہ کسی کی سفارش بچا سکے گی۔ نہ کوئی معاوضہ کام کرے گا۔ نہ وہاں کسی کا زور چل سکے گا۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً: (چند گنے چُنے دن) یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ انہیں اعمالِ بد کے عوض صرف چند روز کے لئے دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ اس کے بعد وہاں سے نکال لئے جائیں گے۔ ان کی روایتوں میں یہ تعداد مختلف بیان کی گئی ہے۔ بعض سات دن بتاتے ہیں بعض چالیس دن یعنی جتنے دن انہوں نے بچھڑے کی پُوجا کی اور بعض کہتے ہیں کہ ہر گنہ گار کو اس کی عمر کے برابر دوزخ میں رکھا جائے گا۔

بنی اسرائیل اپنے آپ کو اللہ کے لاڈلے اور محبوب سمجھتے تھے۔ اس کی سند میں وُہ اللہ تعالیٰ کے وُہ انعامات بیان کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر وقتاً فوقتاً کئے۔ اس کے واسطے انہوں نے کئی روائتیں اپنے پاس سے گھڑ لی تھیں۔ جن کا ثبوت ان کی کتاب میں بالکل نہ ملتا تھا۔ انہیں من گھڑت اور جھُوٹی روایتوں میں سے ایک روایت یہ بھی تھی۔ کہ اُن کا عقیدہ تھا کہ اُن کے اعمالِ بد کے بدلے اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی سزا دی۔ تو وُہ گنتی کے صرف چند روز کے لئے ہوگی۔ وُہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معرفت ان سے پُوچھا ہے کہ کیا تم نے اللہ سے اس بات کا کوئی عہد یا اقرار لے لیا ہے۔ جس کی پابندی کرنے پر وُہ مجبُور رہے۔ یا تم نے خود اپنے دِل سے یہ سب باتیں گھڑ لی ہیں؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُن کے یہ سب دعوے محض من گھڑت ہیں۔ ان باتوں کے لئے اُن کے پاس مذہب کی کوئی سند موجود نہیں۔

جنّت اور دوزخ

بَلٰی ۔ مَنۡ ۔ کَسَبَ ۔ سَیِّئَۃً ۔ وَّ ۔ اَحَاطَتۡ
کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا
بِہٖ ۔ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ ۔ فَاُولٰٓئِکَ ۔ اَصۡحٰبُ ۔ النَّارِ
اس کو اس کے گناہ سو وہی ہیں رہنے والے دوزخ
ہُمۡ ۔ فِیۡہَا ۔ خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَ ۔ الَّذِیۡنَ ۔ اٰمَنُوۡا
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ لوگ جو ایمان
وَ ۔ عَمِلُوا ۔ الصّٰلِحٰتِ ۔ اُولٰٓئِکَ ۔ اَصۡحٰبُ
لائے اور عمل کئے نیک وہی ہیں رہنے والے
الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ ۔ فِیۡہَا ۔ خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾
جنت وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتۡ
کیوں نہیں جس نے گناہ کمایا اور اسے اس کے
بِہٖ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ
گناہ نے گھیر لیا سو وہی دوزخ کے رہنے والے ہیں
ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ
اور انہوں نے اچھے عمل کئے وہی جنت کے
ع۹ الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾
رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ : (اس کو اس کے گناہ نے گھیر لیا) اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر بدی کی راہ اختیار کی اور پھر گناہوں کے اندر اس طرح گھر گئے کہ ایمان کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہ حالت اہل کفر کی ہے۔ اس لئے مفسرین نے یہاں اس سے مُراد کافر لئے ہیں۔

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : (انہوں نے اچھے عمل کئے) آخرت میں حصولِ جنّت اور دنیا میں کامیابی و کامرانی کے لئے ایمان کے ساتھ اچھے اعمال کو لازمی شرط قرار دیا گیا ہے۔ اچھے اعمال سے مُراد وُہ کام ہیں جو انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کے مُطابق بجالائے۔

بنی اسرائیل نے بہت سے جھُوٹے عقیدے گھڑ لئے تھے۔ اور یہ عقیدے نسلاً بعد نسل چلے آرہے تھے۔ مثلاً یہ کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے چہیتے اور لاڈلے ہیں۔ انہیں ان کے گناہوں کی سزا نہیں ملے گی۔ اور اگر ملی بھی تو صرف چند روز کے لیے۔ نیز یہ کہ اُن کے بزرگ انہیں بخشوا لیں گے۔ ان عقیدوں کی آڑ میں یہ لوگ ہر ناجائز اور حرام عمل و کردار سے ہرگز نہ چوکتے تھے۔ اور اس خام خیالی میں مبتلا تھے۔ کہ ان کے لیے اب سے دین کی پیروی کرنا یا آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کو ماننا ضرُوری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس غلط گمان کی تردید کی ہے۔ اور بتلایا ہے کہ نجات کا دارومدار صرف دو باتوں پر ہے۔ پہلی یہ کہ آدمی اللہ پر ایمان رکھتا ہو۔ اور دُوسری یہ کہ وُہ نیک عمل کرتا ہو۔ یعنی اللہ کے احکام کو صدقِ دل سے مانتے اور ان کی تعمیل کرنے پر جزا و سزا کا دارومدار ہے۔

میثاق بنی اسرائیل

وَ۔اِذْ۔اَخَذْنَا۔مِيْثَاقَ۔بَنِيْٓ۔اِسْرَآءِيْلَ
اور جب ہم نے لیا اقرار بنی اسرائیل
لَا۔تَعْبُدُوْنَ۔اِلَّا۔اللّٰهَ قف وَ۔بِالْوَالِدَيْنِ
نہ عبادت کرو مگر اللہ اور ماں باپ سے
اِحْسَانًا۔وَّ۔ذِي الْقُرْبٰى۔وَالْيَتٰمٰى۔وَ۔الْمَسٰكِيْنِ
نیک سلوک اور والے کنبہ اور یتیم اور محتاج
وَ۔قُوْلُوْا۔لِلنَّاسِ۔حُسْنًا۔وَّ۔اَقِيْمُوا۔الصَّلٰوةَ
اور کہنا لوگ نیک بات اور قائم رکھنا نماز
وَ۔اٰتُوا۔الزَّكٰوةَ ط۔ ثُمَّ۔تَوَلَّيْتُمْ۔اِلَّا
اور دیتے رہنا زکوٰۃ پھر تم پھر گئے مگر
قَلِيْلًا۔مِّنْكُمْ۔وَ۔اَنْتُمْ۔مُّعْرِضُوْنَ (٨٣)
تھوڑے تم میں اور تم پھرنے والے ہو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا
لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ
کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی اور ماں باپ سے
اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
نیک سلوک کرنا اور کنبہ والوں سے اور یتیموں اور محتاجوں سے
وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
اور سب لوگوں سے نیک بات کہنا اور نماز قائم رکھنا
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا
اور زکوٰۃ دیتے رہنا پھر چند ایک کے سوا تم سب
قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ (٨٣)
پھر گئے اور تم ہی پھر جانے والے ہو۔

مِیْثَاق: (اقرار و عہد) وثوق اور وثاق کے لفظ بھی اس کے مادہ سے نکلے ہیں۔ بنی اسرائیل کے اس میثاق کا ذکر قرآن مجید کے دُوسرے حصّوں میں کئی جگہ آیا ہے۔ توریت اور انجیل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو بتاتا ہے کہ اللہ کے حکموں سے منہ موڑنا تمہاری عادت بن چکی ہے۔ چنانچہ ان کے مشہور میثاق کا ذکر کرکے انہیں اس طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کی پوجا نہ کریں گے۔ اپنے والدین، عزیز و اقارب یتیموں، بے کسوں، محتاجوں اور لاوارثوں کے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔ اور ان سے خوش خلقی سے پیش آئیں گے۔ تمام لوگوں سے نیک باتیں کہیں گے۔ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے۔ لیکن یہ لوگ اللہ سے یہ عہد کرکے اس سے پھر گئے۔ اور اسے پورا نہ کر سکے۔ بہت کم لوگ تھے جنہوں نے اپنے اس عہد کا پاس کیا اور اس کا ایفا کرتے رہے۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ تم ہو ہی پھرنے والے۔ یعنی یہ تمہاری جبلت بن چکی ہے کہ تم اللہ سے عہد و پیمان کرتے ہو۔ مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔

ہمیں ان باتوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور ہم نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا ہے (یعنی یہ کہ سوا اس کے کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا آخری نبی مانیں گے۔ اور ان کے کہنے پر چلیں گے) ہمیں اپنے اس ایمانی عہد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

خونریزی اور جلاوطنی

وَ - اِذْ - اَخَذْنَا - مِيْثَاقَكُمْ - لَا - تَسْفِكُوْنَ
اور جب ہم نے لیا تمہارا وعدہ نہ بہاؤ گے
دِمَآءَكُمْ - وَ لَا - تُخْرِجُوْنَ - اَنْفُسَكُمْ - مِّنْ
آپس میں خون اور نہ نکال دو گے اپنوں کو سے
دِيَارِكُمْ - ثُمَّ - اَقْرَرْتُمْ - وَ - اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾
اپنے وطن پھر تم نے اقرار کرلیا اور تم مانتے ہو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ
اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں
دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ
خون نہ بہاؤ گے اور اپنوں کو اپنے وطن سے نہ
دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾
نکالو گے پھر تم نے اقرار کرلیا اور تم مانتے ہو۔

لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ (آپس میں خون نہ بہاؤ گے) تَسْفِكُوْنَ کا مادہ سفك ہے جس کے معنی بہانا اور خاص طور پر خون بہانا ہیں۔ محاورہ کے طور پر اس جملہ کے معنی قتل کرنا بھی ہوتے ہیں۔

اس سورۃ کے پانچویں رکوع سے مسلسل یہود کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہودی اپنے اصل دین سے بھٹک چکے تھے۔ اللہ کی دی ہوئی کتاب تورات میں تحریف و تبدیل کرتے تھے۔ اللہ کے احکام سُن کر اور ان کی تعمیل کا وعدہ کر کے اس سے پھر جاتے تھے۔ اور وُہ جھوٹے اور من گھڑت عقیدوں میں مبتلا تھے۔ انہیں یہ گمان تھا کہ وُہ خواہ کتنے ہی گناہ کریں اور معصیت کے مرتکب ہوں۔ انہیں ہرگز سزا نہ ہوگی۔ بلکہ ان کے بزرگ انہیں دوزخ کی آگ سے بچالیں گے۔

یہود کے ان غلط عقائد کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ ظاہر کر دیا کہ نجات کا اصل قانون کیا ہے۔ صرف وہی لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نیک عمل کرتے ہیں۔ جنّت کے مستحق ہوں گے۔ اُن کے علاوہ جو شخص معصیت میں گھِر گیا۔ وُہ ہر حالت میں دوزخ میں داخل ہوگا۔

نجات کا قانون بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے صالح اور نیک بندے بننے کا طریقہ بتایا۔ اور ان کے میثاق کی طرف انہیں توجہ دلائی۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے دو اور باتوں کا وعدہ بھی لیا تھا یعنی یہ کہ ایک تو وُہ آپس میں خونریزی نہ کریں گے دُوسرے یہ کہ اپنی قوم کو ناحق جلاوطن نہ کریں گے۔ کیونکہ قوم کا اجتماعی رعب ختم ہو جائے گا۔ مخالفوں کو موقعہ مِلے گا کہ وُہ حملہ کر کے ان پر تسلّط جمالیں اور حاکم بن بیٹھیں۔

عہد شکنی اور نافرمانی

ثُمَّ - اَنْتُمْ - هٰٓؤُلَآءِ - تَقْتُلُوْنَ - اَنْفُسَكُمْ
پھر تم وُہ لوگ ہو خون کرتے ہو آپس میں
وَ - تُخْرِجُوْنَ - فَرِيْقًا - مِّنْكُمْ - مِّنْ - دِيَارِهِمْ
اور نکال دیتے ہو ایک فریق تم میں سے سے ان کے وطن
تَظٰهَرُوْنَ - عَلَيْهِمْ - بِالْاِثْمِ - وَالْعُدْوَانِ
چڑھائی کرتے ہو ان پر گناہ سے اور ظلم۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
پھر تم وُہ لوگ ہو کہ آپس میں تم خون کرتے ہو۔
وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ
اور اپنے ایک فرقہ کو ان کے وطن سے نکال دیتے ہو۔
تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
ان پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کرتے ہو۔

بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ: (گناہ اور ظلم سے) اثم کے معنیٰ گناہ ہیں۔ چنانچہ 'اثم' گنہگار کو کہتے ہیں۔ عدوان کے لفظی معنیٰ سرکشی اور بغاوت کے ہیں۔ اعتدا حد سے بڑھنے کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ لفظ ظلم کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ اس جملہ سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل باہم جو قتل و غارت اور خونریزی کرتے تھے۔ یا اپنے ہم مذہب اور ہم وطنوں کو جلاوطن کر دیتے تھے۔ وُہ کسی اصُول کی خاطر نہیں بلکہ محض گناہ اور ظلم و ستم کے طور پر ہوتا تھا۔ جو قوم اپنوں سے یہ سلوک کرتی ہو۔ وُہ دُوسروں سے کیا نیکی کر سکتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہودیوں کو جتاتا ہے۔ کہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ نہ تو تم آپس میں خون ریزی کرو گے۔ اور نہ ایک دُوسرے کو جلاوطن کرو گے۔ لیکن تم اس وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہو۔ ایک دُوسرے کا خون بہاتے ہو۔ اور اپنے بھائیوں میں سے ایک دُوسرے کو گھروں سے بھی نکال دیتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے جو دو قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ مدینہ اور اس کے آس پاس آباد تھے ان کی عادت تھی۔ کہ ہمیشہ باہم خانہ جنگیوں میں مصروف رہتے۔ مشرکین مدینہ کے بھی دو قبیلے اوس اور خزرج وہاں آباد تھے۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ مشرکوں کے ایک جتھے کے ساتھ ہو جاتا تھا۔ اور دوسرا مشرکوں کے دُوسرے جتھے کے ساتھ۔ اور جب جنگ شروع ہوتی۔ تو وُہ سب کچھ ہوتا جو جنگ میں ہُوا کرتا ہے۔ یعنی قتل اور جلاوطنی وغیرہ۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے بعد بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں سخت اختلاف پیدا ہُوا۔ اُن کی باہم بہت خونریزیاں ہوئیں۔ جس کے نتیجہ میں ان کی حکومت برباد ہو گئی۔ وُہ دوسروں کے غلام ہو گئے اور انتہائی ذلت اور رسوائی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

صرف بعض احکام کی اطاعت

وَ۔ اِنْ۔ یَّاْتُوْکُمْ۔ اُسٰرٰی۔ تُفٰدُوْھُمْ
اور اگر وہ تمہارے پاس آئیں قیدی ان کا فدیہ دے کر چھڑاتے ہو
وَ۔ ھُوَ۔ مُحَرَّمٌ۔ عَلَیْکُمْ۔ اِخْرَاجُھُمْ
اور وہ حرام تم پر ان کا نکال دینا
اَ۔ فَتُؤْمِنُوْنَ۔ بِبَعْضِ۔ الْکِتٰبِ۔ وَ
کیا مانتے ہو بعض کو کتاب اور
تَکْفُرُوْنَ۔ بِبَعْضٍ۔ فَمَا۔ جَزَآءُ۔ مَنْ
نہیں مانتے بعض کو سو نہیں سزا اس کی جو
یَّفْعَلُ۔ ذٰلِکَ۔ مِنْکُمْ۔ اِلَّا۔ خِزْیٌ۔ فِی
کام کرے یہ تم میں سوائے رسوائی میں
الْحَیٰوۃِ۔ الدُّنْیَا۔ وَ۔ یَوْمَ۔ الْقِیٰمَۃِ۔ یُرَدُّوْنَ
زندگی دنیا اور دن قیامت پہنچائے جائیں
اِلٰٓی۔ اَشَدِّ۔ الْعَذَابِ۔ وَ۔ مَا۔ اللّٰہُ
طرف سخت عذاب اور نہیں اللہ
بِغَافِلٍ۔ عَمَّا۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾
بے خبر تمہارے کاموں سے۔

وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْھُمْ
اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو ان کا بدلہ دے کر چھڑاتے
وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُھُمْ
ہو۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام ہے۔
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ
کیا کتاب کے بعض حصّہ کو مانتے ہو اور
تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ
بعض کو نہیں مانتے۔ اس کے سوا کوئی سزا نہیں اس کے لیے
یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی
جو تم میں سے یہ کرتا ہے۔ مگر دنیا کی زندگی
الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ
میں رسوائی۔ اور قیامت کے دن سخت
اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰہُ
عذاب میں پہنچائے جائیں گے۔ اور اللہ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾
تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

اَلْکِتٰب: (کتاب) اس سے مراد اسرائیلیوں کی آسمانی کتاب تورات ہے۔ ان پر یہ حجّت قائم کی جا رہی ہے۔ کہ قرآن مجید کے احکام کی پیروی تو الگ رہی۔ تم اپنی کتاب کی بھی پوری پوری اطاعت نہیں کرتے۔ تم اس کے اپنے چند مفید مطلب احکام کی تعمیل کرتے ہو۔ اور جو احکام بظاہر تم سے قربانی کا مطالبہ کریں۔ ان کو تم پسِ پشت ڈال دیتے ہو۔

اس آیت میں یہودیوں کی بدعملیوں اور بدعہدیوں کو اور زیادہ کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ وہ پہلے تو اپنے بھائی بندوں سے جنگ کر کے انہیں جلاوطن کر دیتے۔ پھر جب غیر اقوام ان جلاوطن لوگوں کو اپنا قیدی بنا لیتیں تو یہودی اپنا خلوص دکھانے کے لیے جھٹ فدیہ دے کر اپنے ان قیدیوں کو چھڑا لیتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان پر ان لوگوں کو جلاوطن کرنا ہی ناجائز تھا گویا وہ تورات کے اس حکم کی تو اطاعت کرتے ہیں۔ کہ قیدیوں کو چھڑا لیا جائے۔ لیکن تورات کے اس حکم کی پیروی نہیں کرتے کہ اپنے بھائیوں کو جلاوطن نہ کیا جائے۔
اللہ تعالیٰ ساتھ ہی فرماتا ہے کہ ایسا کام کرنے والے لوگوں کی دنیا میں تو یہ سزا ہو گی کہ وہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔ اور آخرت میں وہ بے بس اور بے یار و مددگار ہو کر سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

آخرت کے بدلے دُنیا

اُولٰٓئِكَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ اشْتَرَوُا ۔ الْحَيٰوةَ ۔ الدُّنْيَا
یہی ہیں	وُہ جنہوں نے	مُول لی	زندگی	دنیا
بِالْاٰخِرَةِ ۔ فَلَا ۔ يُخَفَّفُ ۔ عَنْهُمُ ۔ الْعَذَابُ
آخرت کے بدلے	سو نہ	ہلکا ہوگا	ان سے	عذاب
وَ ۔ لَا ۔ هُمْ ۔ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾
اور نہ	وُہ	مدد پہنچے گی ۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
یہی ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی مول لی
بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
آخرت کے بدلے ۔ سو نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا
وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾
اور نہ انہیں مدد پہنچے گی ۔

ع ۱۰

بِالْاٰخِرَةِ : (آخرت کے بدلے) یہود کی مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے ۔ کہ ان کے اندر آخرت کا ایمان باقی ہی نہ رہا تھا ۔ حقیقت یہ ہے کہ بے راہ روی اور غلط کاری سے روکنے والی بات صرف اللہ اور آخرت کا تصور ہے ۔ اگر انسان کو دُوسری ابدی زندگی اور جزا و سزا کا خیال نہ رہے ۔ تو اسے گناہ اور سرکشی کی راہ سے کوئی چیز نہیں ہٹا سکتی ۔

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ : (انہیں مدد نہ پہنچے گی) نصر اس کا مادہ ہے ۔ انصار (مدد کرنے والے) بھی اسی لفظ سے ہے ۔ اور منصور کا مادہ بھی یہی لفظ ہے ۔ اس پورے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس عذاب سے رہائی کے لیے کسی طرف سے انہیں کوئی مدد نہ پہنچے گی ۔

یہودی اس گمان باطل میں مبتلا تھے ۔ کہ وُہ خواہ کتنے ہی زیادہ گناہ کرتے چلے جائیں ۔ آخرت میں اُن کی مدد کے لیے اُن کے بزرگ اور خُدا رسیدہ لوگ پہنچیں گے ۔ اور انہیں آگ کے عذاب سے بچا لیں گے ۔ اب اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ عقیدہ غلط اور باطل ٹھہرایا ہے ۔ اور فرمایا ہے کہ ان کی کسی طرف سے مدد نہ کی جائے گی ۔

اس آیت میں پچھلی آیتوں کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے ۔ کہ وُہ لوگ جنہوں نے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی ۔ اس سے اقرار باندھنے کے بعد پھر گئے ۔ اور دین کو دنیوی فائدوں کے لیے قربان کر دیا ۔ وُہ آخرت کے بے بہا ثواب اور نعمتوں کو چھوڑ کر دُنیا کی عارضی لذتوں کے پیچھے پڑ گئے ۔ انہوں نے اخروی فلاح کے بدلے دنیا کا عارضی آرام خرید لیا ہے ۔ اُن کے لیے آخرت میں سخت ترین عذاب ہے ۔ اور معاف ہونا تو کجا اس میں کسی قسم کی تخفیف بھی نہ کی جائے گی ۔ اور وُہ لوگ یہ بھی جان لیں ۔ کہ اس عذاب سے انہیں نہ کوئی چھڑا سکتا ہے ۔ اور نہ چھڑانے میں مدد ہی دے سکتا ہے ۔ مرنے کے بعد صرف انسان کے نیک عمل اس کا ساتھ دیں گے ۔ وہاں کوئی اور انسان کو عذاب سے نہ بچا سکے گا ۔

حضرت مسیحؑ کی آمد

وَ۔ لَقَدْ۔ اٰتَیْنَا۔ مُوْسَی۔ الْکِتٰبَ۔ وَ۔ قَفَّیْنَا
اور بے شک ہم نے دی موسیٰ کتاب اور ہم نے پے در پے بھیجا
مِنْۢ۔ بَعْدِہٖ۔ بِالرُّسُلِ۔ وَ۔ اٰتَیْنَا
سے اس کے پیچھے رسول اور ہم نے دیئے
عِیْسَی۔ ابْنَ۔ مَرْیَمَ۔ الْبَیِّنٰتِ۔ وَ
عیسیٰ بیٹا مریم معجزے صریح اور
اَیَّدْنٰہُ۔ بِرُوْحِ۔ الْقُدُسِ
اس کو ہم نے قوت دی روح سے پاک۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے پیچھے پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو پے در پے معجزے دیئے ہم نے اسے پاک روح سے مدد دی۔

قَفَّیْنَا: (ہم نے پے در پے بھیجے) بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد انبیاء کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جن میں بعض مشہور نبی یہ ہیں۔ حضرت یوشع۔ داؤد۔ زکریا۔ یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام۔ یہ لفظ قفا سے ہے۔ اور یہ لفظ اسم کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے معنی پشت یعنی پیٹھ کے ہوتے ہیں۔

عیسیٰ: (عیسیٰ) حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔ بنی اسرائیل میں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس کے بعد نبوت بنو اسمٰعیل کی طرف چلی گئی۔ اس خاندان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا میں کوئی نبی نہیں آیا۔ اور نہ آئے گا۔ یعنی آپ پر نبوّت ختم ہوگئی۔ حضرت عیسیٰؑ خاص طور پر آپ کے تشریف فرما ہونے کی بشارت دے گئے تھے۔ سن عیسوی حضرت عیسیٰؑ کے نام سے ہی جاری ہے۔ مُلک شام میں ایک قصبہ ناصرہ ہے۔ جو آپ کا آبائی وطن تھا۔ اسی نسبت سے آپ کو مسیح ناصری کہتے ہیں۔

مَرْیَمَ: (مریم) حضرت مریم کے والد کا نام عمران تھا۔ آپ قوم اسرائیل کے ایک بڑے معزز خاندان سے تھیں۔ اور خود بھی بڑی باعصمت تھیں۔ حضرت عیسیٰ انہیں کے بطن سے بن باپ کے پیدا ہوئے۔

عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ: (مریم کا بیٹا عیسیٰ) اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی ایک بشر ہی تھے۔ معاذ اللہ! اللہ کے بیٹے نہیں تھے۔ ہاں آپ اللہ کے ایک بہت بڑے پیغمبر تھے۔ چونکہ آپ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ اس لئے نسبت ماں سے دی گئی۔

اَلْبَیِّنَات: (صریح معجزے) اس کا واحد بَیِّنَہ ہے۔ جس کے لفظی معنیٰ واضح اور روشن کے ہیں۔ یہاں اَلْبَیِّنٰتِ سے مُراد کھلے اور صریح معجزے ہیں۔ جن کے ماننے میں حیل و حجت کی کوئی گنجائش نہیں۔

رُوْحُ الْقُدُسِ: (پاکیزگی کی رُوح) رُوح القدس سے مُراد حضرت جبریلؑ لئے جاتے ہیں۔ وہ نبیوں اور رسُولوں کے پاس اللہ کا پیغام لاتے تھے۔ ہر مشکل کے وقت حضرت جبریلؑ نے اللہ کے اس مقدّس نبی کی مدد کی۔ اسی لئے یہاں ان کا خصوصیّت سے ذکر موجود ہے۔

نفس پرستی اور قتلِ انبیاء

اَ ۔ فَكُلَّمَا ۔ جَآءَكُمْ ۔ رَسُوْلٌۢ ۔ بِمَا

کیا پھر جب تمہارے پاس لایا رسول وہ جو

لَا ۔ تَهْوٰٓى ۔ اَنْفُسُكُمُ ۔ اسْتَكْبَرْتُمْ ۔ فَفَرِيْقًا

نہ چاہا تمہارے جی تو تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت

كَذَّبْتُمْ ۔ وَ ۔ فَرِيْقًا ۔ تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

تم نے جھٹلایا اور جماعت تم نے قتل کر دیا۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

پھر بھلا جب کوئی رسول تمہارے پاس وُہ حکم لایا جو تمہارے جی کو نہ بھایا تو تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں دی ہیں۔ ایک ایمان و یقین کی قوت۔ دُوسری عمل کی قوت۔ اگر یہ دونوں قوتیں صحیح اور درست ہوں۔ تو مقصد کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی وُہ خرابیاں بیان کی ہیں جو ان کی قوتِ عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی وُہ آپس میں ایک دُوسرے کو قتل کرتے تھے۔ کمزور لوگوں کو جلا وطن کر دیتے تھے۔ اب اس آیت میں ان کے ایمان اور یقین کی قوت کی کمزوریاں ظاہر کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی رہنمائی کے لیے ہم نے حضرت موسیٰؑ کو ایک کتاب دی۔ لیکن جب بنی اسرائیل اس کتاب کے احکام کو بدلنے اور ان کی نافرمانی کرنے لگے۔ تو ہم نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اور بھی بہت سے نبی بھیجے۔ لیکن ان لوگوں نے ان نبیوں میں سے بھی بعض کی نافرمانی کی اور بعض کو قتل کر دیا۔ پھر ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دے کر بھیجا اور ان کی سچائی ثابت کرنے کے لیے انہیں بہت سے معجزے بھی دیئے۔ اور ان کی امداد کے لیے حضرت جبریلؑ کو مقرر کیا۔ لیکن یہودی عادت سے باز نہ آئے۔ اور آپ کے قتل پر تل گئے۔

اب اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے۔ کہ تمہاری بھی عجیب حالت ہے۔ جب کبھی کوئی رسُول (تمہاری) نفسانی خواہشوں اور ذاتی غرضوں کے خلاف اللہ کا کوئی حکم لایا۔ تم نے غرور کے ساتھ اس سے منہ موڑ لیا اور بعض نبیوں کو جھٹلایا اور بعض کو قتل کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے متعدد معجزے عطا فرمائے مثلاً اندھوں کو بینا۔ کوڑھیوں کو چنگا اور بیماروں کو صحت مند کرنے کی برکت دی۔ بن باپ کے پیدا کیا۔ بچپن میں گفتگو کی قوت عطا ہوئی وغیرہ۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود بنی اسرائیل ان پر ایمان نہ لائے۔ اور مسلسل مخالفت اور ایذا رسانی کرتے رہے۔

بنی اسرائیل کا تعصّب

وَ- قَالُوْا- قُلُوْبُنَا- غُلْفٌ- بَلْ- لَّعَنَهُمُ
اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف بلکہ لعنت کی ہے
اللّٰهُ- بِكُفْرِهِمْ- فَقَلِيْلًا- مَّا- يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
اللہ ان کے کفر کے سبب سو بہت کم جو ایمان لاتے ہیں۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب لعنت کی ہے۔ سو بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

غُلْفٌ: (غلاف) اس کا واحد اَغْلَف ہے۔ اور اس کے معنیٰ ہیں ڈھکی ہُوئی چیز۔ یعنی وُہ چیز جو غلاف میں لپٹی ہُوئی اور پردوں میں چھپی ہُوئی ہو۔ یہودی اس بات کے دعویدار تھے کہ ہمارے دِل تو ڈھکے ہُوئے ہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات سے بھرے پڑے ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی نئی تعلیم کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ: (اللہ نے ان پر لعنت کی) لعنت کے معنیٰ ہیں بُعدا عن الرحمۃ (رحمت سے دُوری) کسی کا اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے محرُوم ہوجانا۔ اسے پھٹکار بھی اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ ایسے شخص کو منہ نہیں لگایا جاتا۔

قَلِيْلًا: (بہت کم) اس سے مُراد ہے کہ وُہ کبھی کبھی دھندلا سا رجحان ایمان کی طرف ظاہر کرتے اور ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لاتے تھے۔ اکثریّت سرکشی اور بے ایمانی کی طرف مائل تھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے من گھڑت عقیدوں کو باطل قرار دیا۔ اور کلام اللہ نے واضح طور پر انہیں غلط ثابت کر دیا۔ تو یہودیوں کے پاس اب کوئی حجّت باقی نہ رہی۔ انہوں نے یہ عذر کرنا شروع کر دیا کہ ہمارے دِل غلاف کے اندر محفوظ ہیں۔ اور ہمارے اپنے دین کے سوا ہمارے دِل پر کوئی چیز اثر نہیں کرسکتی۔ ہم کسی کے سمجھنے اور سمجھانے سے ہرگز اس کی اطاعت یا تابعداری نہیں کریں گے۔

یہودی اپنی اس جھُوٹی دلیل کو بڑے فخر سے بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرمادیا کہ وُہ بالکل جھُوٹے ہیں۔ کوئی غلاف وغیرہ کچھ نہیں۔ بلکہ ان کے مسلسل کفر کے باعث اللہ نے ان پر لعنت بھیج دی ہے۔ جس کے پردے ان کے دِلوں پر پڑے ہُوئے ہیں۔ انہیں اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے۔ اس لئے وُہ سچّے دین کو نہیں مانتے۔ ان میں سے بہت کم لوگ آخری نبیؐ پر ایمان لائے ہیں۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرے۔ یا ان میں تحریف و تبدیل کرے۔ یا ان کی مسلسل نافرمانی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیج دیتا ہے۔ ایسا آدمی ایمان اور دین کی طرف متوجہ ہو ہی نہیں سکتا۔

جان بُوجھ کر کفر

وَ۔ لَمَّا۔ جَآءَهُمْ۔ كِتٰبٌ۔ مِّنْ۔ عِنْدِ
اور جب ان کے پاس پہنچی کتاب سے طرف
اللّٰهِ۔ مُصَدِّقٌ۔ لِّمَا۔ مَعَهُمْ۔ وَ۔ كَانُوْا
اللہ سچا بتاتی ہے اس کو جو ان کے پاس ہے۔ اور تھے
مِنْ۔ قَبْلُ۔ يَسْتَفْتِحُوْنَ۔ عَلَى۔ الَّذِيْنَ
سے پہلے فتح مانگتے تھے اوپر وُہ لوگ جو
كَفَرُوْا۔ فَلَمَّا۔ جَآءَهُمْ۔ مَّا۔ عَرَفُوْا
کفر کیا پھر جب ان کو پہنچا جس کو پہچان رکھا تھا
كَفَرُوْا۔ بِهٖ۔ فَلَعْنَةُ۔ اللّٰهِ۔ عَلَى۔ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾
منکر ہو گئے اس سے سو لعنت اللہ اوپر کافر۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ
اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب پہنچی
اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا
جو اس کتاب کو سچا بتاتی ہے جو ان کے پاس ہے۔
مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ
اور پہلے وُہ کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ پھر
كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا
جب انہیں پہنچا جس کو پہچان لیا تھا تو
كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾
اس کے منکر ہو گئے سو منکروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ: (اللہ کی طرف سے کتاب) یہاں کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ جس کا اولین خطاب مکّہ کے مشرکوں کے علاوہ یہود کی طرف بھی تھا۔ یہ لوگ مدینہ میں کافی تعداد میں آباد تھے۔

لِمَا مَعَهُمْ: (اس کو جو اُن کے پاس ہے) اس سے مُراد یہودیوں کی آسمانی کتاب یعنی تورات ہے۔ قرآن مجید نے اپنی یہ صفت بار بار بیان کی ہے اور اعلان کیا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ وُہ دُوسری سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ ان پچھلی کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور تورات ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہُوئی تھی۔

يَسْتَفْتِحُوْنَ: (فتح مانگتے تھے) یہ لفظ فتح سے نِکلا ہے۔ عربی میں اس کے معنی برتری چاہنے کے بھی ہوتے ہیں۔ یہاں دونوں معنیٰ مُراد ہو سکتے ہیں۔ آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنے سے پہلے یہودی لوگ جب مدینہ کے باشندوں سے شکست کھاتے تو اس وقت اس آنے والے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت مانگا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے عقائد میں شامل ہو چکی تھی کہ نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لیے نجات دہندہ بن کر آئے گا۔ اسے مان کر وُہ غلامی سے نجات حاصل کر لیں گے۔ جب یہودیوں کے لیے اللہ کی طرف سے ایک ایسی کتاب آئی۔ جن میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے اصُولوں کی تصدیق موجود تھی تو یہ لوگ اس کے ماننے سے منکر ہو گئے۔ اور جس نبی آخرالزّمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ منتظر تھے اور جس کا واسطہ دے کر کافروں کے مقابلہ میں فتحیاب ہونے کی دُعائیں کیا کرتے تھے۔ جب وہی جانا پہچانا نبی (صلعم) اُن کے پاس آیا تو اُس کا انکار کرنے لگے۔ اب ان انکار کرنے والوں پر ان کے کفر کی وجہ سے اللہ کی لعنت ہُوئی اور وُہ اللہ کے غضب کا شکار ہو گئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہودی متعصب اور حاسد قوم ہے۔ اور یہ قوم اپنے اس تعصب اور کفر کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دُور کر دی گئی ہے۔

ضِد اور تعصّب کا نتیجہ

بِئۡسَمَا ـ اشۡتَرَوۡا ـ بِہٖۤ ـ اَنۡفُسَهُمۡ ـ اَنۡ

بری چیز ہے جو انہوں نے بیچی اس کے بدلے اپنے آپ کو کہ

یَّکۡفُرُوۡا ـ بِمَاۤ ـ اَنۡزَلَ ـ اللّٰهُ ـ بَغۡیًا ـ اَنۡ

منکر ہوئے اس چیز کے اتاری اللہ ضد کہ

یُّنَزِّلَ ـ اللّٰهُ ـ مِنۡ ـ فَضۡلِهٖ ـ عَلٰی ـ مَنۡ

اتارے اللہ سے اس کا فضل اوپر جس

یَّشَآءُ ـ مِنۡ ـ عِبَادِهٖ ۚ ـ فَبَآءُوۡ ـ بِغَضَبٍ

چاہے سے اس کے بندے سو کما لائے غصّہ

عَلٰی ـ غَضَبٍ ؕ ـ وَ ـ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ـ عَذَابٌ ـ مُّهِیۡنٌ ﴿٩٠﴾

اوپر غصّہ اور کافروں کے لیے عذاب ذلّت کا

بِئۡسَمَا اشۡتَرَوۡا بِہٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ اَنۡ

بُری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچا

یَّکۡفُرُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بَغۡیًا اَنۡ

کہ وہ اس ضد پر اس کے منکر ہوئے جو اللہ نے نازل کی کہ

یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ عَلٰی مَنۡ

اللہ اپنے فضل سے اتارے اپنے بندوں میں سے

یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ

جس پر چاہے ۔ سو غصّہ پر غصّہ

عَلٰی غَضَبٍ ؕ وَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ﴿٩٠﴾

کما لائے اور کافروں کے لیے ذلّت کا عذاب ہے ۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ یہودی حد درجہ خود غرض اور نفس پرست لوگ ہیں ۔ وُہ اس کے ساتھ ہی ضدّی اور حاسد بھی ہیں ۔ وُہ ہر بات کو حتیٰ کہ اللہ کے احکام کو بھی تجارتی اور قومی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں ۔کہ ان کا فائدہ ان احکام کی پیروی میں ہے ۔یا ان کی نافرمانی میں ۔اگر ان احکام کو بدل کر یا ان سے سرکشی کر کے ان کی ذاتی غرضیں پوری ہوتی دکھائی دیں ۔تو وُہ ایسا کرنے سے ہرگز نہیں چوکتے ۔

تعصّب اور نفس پرستی کے نتیجہ میں ان کے اندر حسد بڑی شدّت سے پیدا ہُوا ۔چونکہ وُہ چاہتے تھے کہ ہر قسم کی نعمت ان کے حصّہ میں آئے گویا یہ ان کا پیدائشی حق ہے ۔ان کے اعمال کُچھ بھی ہوں ۔ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اُن کے شاملِ حال رہیں گی ۔

جب حضرت محمدؐ نبی آخرالزمان کی حیثیت سے مبعوث ہُوئے ۔تو یہود نے بہت پیچ و تاب کھائے ۔ان کے اندر حسد کی آگ بھڑک اُٹھی کہ نبوّت ان کے اپنے خاندان سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی ۔حالانکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے ۔اپنا فضل کرتا ہے ۔اور اس کو نبوّت و رسالت عطا کرتا ہے ۔لیکن یہودیوں نے ضد میں آکر آپؐ کے ماننے سے انکار کر دیا ۔اور حق کی طرف رُخ نہ کیا ۔

یہود کے مسلسل کفر و انکار کی پاداش میں دُنیا کے اندر اللہ کا غصّہ ان پر نازل ہُوا اور قیامت میں بھی ان پر بڑی ذلّت اور رسوائی والا عذاب ہوگا ۔کیونکہ وُہ منکر ہونے کے علاوہ ضدّی اور حاسد بھی ہیں ۔

دعوتِ ایمان کا انکار

وَ۔ اِذَا۔ قِيْلَ۔ لَهُمْ۔ اٰمِنُوْا۔ بِمَآ
اور جب کہاجاتاہے ان سے مانو اس کو جو
اَنْزَلَ۔ اللّٰهُ۔ قَالُوْا۔ نُؤْمِنُ۔ بِمَآ۔ اُنْزِلَ
بھیجا اللہ کہتے ہیں ہم مانتے ہیں جو اترا
عَلَيْنَا۔ وَ۔ يَكْفُرُوْنَ۔ بِمَا۔ وَرَآءَهٗ۔ وَ۔ هُوَ
ہم پر اور نہیں مانتے اس کو جو اس کے سوا ہے حالانکہ وُہ
الْحَقُّ۔ مُصَدِّقًا۔ لِّمَا۔ مَعَهُمْ۔ قُلْ
سچ تصدیق کرتا ہے اس کی جو ان کے پاس ہے کہہ دو
فَلِمَ۔ تَقْتُلُوْنَ۔ اَنْۢبِيَآءَ۔ اللّٰهِ۔ مِنْ
پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو پیغمبر اللہ سے
قَبْلُ۔ اِنْ۔ كُنْتُمْ۔ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾
پہلے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ
اور جب ان سے کہاجاتا ہے کہ جو اللہ نے بھیجا ہے
اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ
اسے مانو تو کہتے ہیں جو ہم پر اترا ہے ہم اسے مانتے ہیں
عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ
اور اسے نہیں مانتے جو اس کے علاوہ ہے حالانکہ وُہ
الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ
حق ہے۔ اس کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے کہہ دو
فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ
پھر اللہ کے پیغمبروں کو پہلے کیوں قتل کرتے رہے ہو۔
قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾
اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے دِل تو پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے ان احکام سے بھرے ہوُئے ہیں۔ جو ہماری آسمانی کتاب توریت میں موجود ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی نئی تعلیم اور نئی وحی وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا یہ دعوٰی بھی غلط ہے کیونکہ وُہ اپنی آسمانی کتابوں کو بھی پوری طرح سے نہیں مانتے اور اُن کے احکام کی پیروی نہیں کرتے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وُہ اپنے نبیوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ بلکہ بعض کو انہوں نے قتل ہی کر دیا ہے۔ اگر اس کتاب اور اس کے احکام پر ان کا ایمان پختہ ہوتا۔ تو وُہ ہرگز ایسے نافرمان نہ ہوتے۔

یہ دلیل پیش کر کے اللہ تعالیٰ انہیں یہ تنبیہ کرتا ہے۔ کہ تم راہِ راست سے بالکل بھٹک چکے ہو۔ اور دینِ حق کو چھوڑ چکے ہو اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ دینِ اسلام کو اختیار کر لو۔ اور قرآن مجید کو مان لو۔ یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔ یہ کتاب خود تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور انہیں اصلاح شدہ شکل میں پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کو مانے بغیر تمہارا اپنی کتابوں کے ماننے کا دعوٰی بالکل غلط ہے۔

گوسالہ پرستی

وَ ۔ لَقَدْ ۔ جَآءَکُمْ ۔ مُّوْسٰی ۔ بِالْبَیِّنٰتِ
اور البتہ تمہارے پاس آیا موسیٰؑ کھلے معجزے لے کر
ثُمَّ ۔ اتَّخَذْتُمُ ۔ الْعِجْلَ ۔ مِنْ ۔ بَعْدِہٖ
پھر تم نے بنا لیا بچھڑا سے اس کے بعد
وَ ۔ اَنْتُمْ ۔ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ ۔ اِذْ ۔ اَخَذْنَا
اور تم ظالم اور جب ہم نے لیا
مِیْثَاقَکُمْ ۔ وَ ۔ رَفَعْنَا ۔ فَوْقَکُمُ ۔ الطُّوْرَ
تمہارا اقرار اور بلند کیا تم پر کوہِ طور
خُذُوْا ۔ مَآ ۔ اٰتَیْنٰکُمْ ۔ بِقُوَّۃٍ ۔ وَّ ۔ اسْمَعُوْا
پکڑو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور سنو
قَالُوْا ۔ سَمِعْنَا ۔ وَ ۔ عَصَیْنَا ۔ وَ ۔ اُشْرِبُوْا ۔ فِیْ
وہ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور پلائی گئی میں
قُلُوْبِھِمُ ۔ الْعِجْلَ ۔ بِکُفْرِھِمْ ۔ قُلْ ۔ بِئْسَمَا
ان کے دل بچھڑا ان کے کفر کے سبب کہہ دے بری باتیں
یَاْمُرُکُمْ ۔ بِہٖ ۔ اِیْمَانُکُمْ ۔ اِنْ ۔ کُنْتُمْ ۔ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۳﴾
تمہیں سکھاتا ہے تمہارا ایمان اگر تم مومن ہو۔

وَلَقَدْ جَآءَکُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ
اور تمہارے پاس موسیٰ کھلے معجزے لے کر آئے۔ پھر
ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِہٖ
تم نے ان کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنا لیا
وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا
اور تم ظالم تھے اور جب ہم نے تم سے
مِیْثَاقَکُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ
اقرار لیا اور تم پر کوہِ طور کو بلند کیا
خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاسْمَعُوْا
جو ہم نے تمہیں دیا اسے زور سے پکڑو اور سنو
قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَ اُشْرِبُوْا فِیْ
وہ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں
قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِھِمْ قُلْ بِئْسَمَا
ان کے کفر کے سبب بچھڑے کی محبت پختہ ہو گئی۔ کہہ دے تمہارا ایمان
یَاْمُرُکُمْ بِہٖٓ اِیْمَانُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۳﴾
تمہیں بری باتیں سکھاتا ہے۔ اگر تم مومن ہو۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس دعوے کو غلط ثابت کیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر پوری طرح چل رہے ہیں اور اب انہیں کسی نئے دین اور شریعت کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا تھا کہ تم تو اپنے بہت سے پیغمبروں کو جھٹلاتے اور ان میں سے بعض کو قتل تک کرتے چلے آئے ہو۔

اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ان کے پاس حضرت موسیٰؑ کو بھیجا اور آپ کو بہت سے معجزات بھی دیئے لیکن یہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ توحید کو چھوڑ کر کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور کے دامن میں ان سے چند احکام پر کاربند ہونے کا وعدہ لیا۔ اس وقت تو ڈر کے مارے انہوں نے عہد کر لیا لیکن بعد میں ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر تمہارا ایمان جس کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ یہی کچھ سکھاتا ہے کہ نبیوں کو قتل کرو۔ اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا کرو۔ وعدہ کر کے اسے توڑ دو۔ تو یہ ایمان بہت بری باتیں سکھاتا ہے۔ یہ سچا ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔

موت کی تمنّا

قُلْ۔ اِنْ۔ كَانَتْ۔ لَكُمُ۔ الدَّارُ۔ الْاٰخِرَةُ
کہہ دے اگر ہے تمہارے لیے گھر آخرت
عِنْدَ۔ اللّٰهِ۔ خَالِصَةً۔ مِّنْ۔ دُوْنِ۔ النَّاسِ
اللہ کے ہاں تنہا سے سوا لوگ
فَتَمَنَّوُا۔ الْمَوْتَ۔ اِنْ۔ كُنْتُمْ۔ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾
تم آرزو کرو موت اگر تم ہو سچے

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
کہہ دے کہ اگر آخرت کا گھر تمہارے لیے ہے۔
عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ
اللہ کے ہاں تنہا اور لوگوں کے سوا
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾
تو اگر تم سچے ہو تو تم مرنے کی آرزو کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ایک اور عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ یہودیوں نے من گھڑت اور جھوٹی آرزوئیں قائم کر رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ موت کے بعد صرف وہی جنت میں جائیں گے۔ اور وُہ جنّت کے تنہا وارث ہوں گے۔ ان کے سوا دنیا کی کوئی قوم نہ بخشی جائے گی اور نہ جنت میں داخل ہو گی۔

ان کے اس من گھڑت اور جھوٹے عقیدے کو اللہ تعالیٰ نے نہایت عام فہم دلیل سے غلط ثابت کر دیا ہے۔ حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ان یہودیوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم اپنے اس دعوٰی میں سچے ہو کہ جنّت کے تنہا تم ہی وارث ہو۔ اور تم ضرور جنّت میں جاؤ گے۔ تو پھر موت کی تمنّا کر کے دکھاؤ۔ کیونکہ جس شخص کو یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد وُہ لازمی طور پر بہشت میں جائے گا۔ اسے موت کی تمنا کرنے میں کوئی ڈر نہ ہونا چاہیئے۔ اس دُنیا میں تو بے شمار تکلیفیں اور مُصیبتیں ہیں۔ جنت میں ہر قِسم کی آسائشیں اور نعمتیں ہوں گی۔ اس لئے جو شخص بہشت کا وارث ہونے کا دعوٰی کرے۔ اسے چاہیئے۔ کہ جتنی جلدی ہو سکے۔ اس دنیا کو خیرباد کہہ کر اس دنیا کا رُخ کرے تاکہ ان مصائب سے نجات پا کر ہمیشہ کے آرام کی زندگی حاصل کر سکے۔ علامہ اقبال کا ایک فارسی شعر ہے ؎

نشانِ مردِ مومن باتو گویم — چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

یہی دلیل یہودیوں کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ کہ اگر تمہیں پورا یقین ہے کہ جنّت صرف تمہارے ہی لئے ہے۔ اور وہاں سوائے تمہارے اور کوئی قوم نہیں جائے گی۔ تو اپنے اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے موت کی تمنا کر کے دکھاؤ۔

لمبی عُمر کی حرص

وَ۔لَنۡ۔یَّتَمَنَّوۡہُ۔اَبَدًۢا۔بِمَا۔قَدَّمَتۡ
اور ہرگز نہ تمنا کریں گے کبھی بسبب جو بھیج چکے ہیں
اَیۡدِیۡهِمۡ۔وَ۔اللّٰهُ۔عَلِیۡمٌۢ۔بِالظّٰلِمِیۡنَ ﴿۹۵﴾
ان کے ہاتھ اور اللہ جانتا ہے گنہگار۔
وَ۔لَتَجِدَنَّهُمۡ۔اَحۡرَصَ۔النَّاسِ۔عَلٰی۔حَیٰوةٍ
اور تو انہیں پائے گا زیادہ حریص لوگ اوپر زندگی
وَ۔مِنَ۔الَّذِیۡنَ۔اَشۡرَكُوۡا۔یَوَدُّ۔اَحَدُهُمۡ
اور سے لوگ مُشرک چاہتا ہے ان میں ہر ایک
لَوۡ۔یُعَمَّرُ۔اَلۡفَ۔سَنَةٍ۔وَ۔مَا۔هُوَ
کہ وُہ عمر پائے ہزار برس اور نہیں وُہ
بِمُزَحۡزِحِهٖ۔مِنَ۔الۡعَذَابِ۔اَنۡ۔یُّعَمَّرَ
اسے بچانے والا سے عذاب کہ اس قدر زندگی
وَاللّٰهُ۔بَصِیۡرٌۢ۔بِمَا۔یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾
اور اللہ دیکھتا ہے جو وُہ کرتے ہیں۔

وَلَنۡ یَّتَمَنَّوۡهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ
اور وہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے۔ان گناہوں کے سبب
اَیۡدِیۡهِمۡ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ﴿۹۵﴾
جو ان کے ہاتھ بھیج چکے ہیں اور اللہ گنہگاروں کو خوب جانتا ہے۔
وَلَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ
اور تو انہیں سب لوگوں سے زیادہ زندگی پر حریص پائے گا۔
وَمِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَكُوۡا یَوَدُّ اَحَدُهُمۡ
اور مشرکوں سے بھی زیادہ حریص ان میں ہر ایک چاہتا ہے۔
لَوۡ یُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ
کہ وہ ہزار برس کی عمر پائے اور اس قدر زندگی
بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ یُّعَمَّرَ
اسے عذاب سے بچانے والی نہیں
وَاللّٰهُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾
اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ انہیں دیکھتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی حقیقتِ حال کو پوری طرح کھول کر بیان فرما دیا ہے۔یعنی یہ کہ اگرچہ وُہ اس بات کا دعوٰی کرتے ہیں۔کہ صرف وہی جنّت کے وارث ہیں۔اسی لیے ان سے کہا گیا ہے کہ وُہ موت کی تمنّا کرکے دکھائیں۔لیکن وُہ اسے قبول کرنے کے لیے ہرگز ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔وُہ اس دُنیا کی لذّتوں کو چھوڑ کر دُوسری دنیا میں جانے کا قطعاً ارادہ نہیں کرنا چاہتے۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں اپنے دعوٰی کی صداقت پر یقین نہیں ہے۔وُہ محض جھُوٹ بولتے ہیں۔وُہ یہ بات اچھّی طرح جانتے ہیں کہ انہوں نے اس دُنیا میں جو بداعمالیاں کی ہیں۔ان کی سزا انہیں ضرور ملے گی اِس لیے وُہ یہی کہتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے ہمیں زیادہ سے زیادہ لمبی عمر ملے۔تاکہ ہم دُنیا کی لذّتوں سے زیادہ دیر تک لُطف اٹھاتے رہیں اور آخرت کے عذاب سے بچے رہیں۔

ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے۔کہ اس کی عمر ہزاروں سال کی ہو۔تاکہ وُہ زیادہ سے زیادہ دنیاوی فائدے اٹھا سکے اور آخرت کے عذاب سے بچا رہے۔لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اس بات سے خبردار فرماتا ہے۔کہ ان کی عمر چاہے کتنی ہی لمبی ہو جائے۔وُہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔کیونکہ وُہ ان کے ہر عمل سے پوری طرح واقف ہے۔

حضرت جبرائیل کی دشمنی

قُلۡ ۔ مَنۡ ۔ كَانَ ۔ عَدُوًّا ۔ لِّجِبۡرِيۡلَ ۔ فَاِنَّهٗ
تو کہہ دے جو کوئی ہو دشمن جبریل کا سو اس نے
نَزَّلَهٗ ۔ عَلٰى ۔ قَلۡبِكَ ۔ بِاِذۡنِ ۔ اللّٰهِ ۔ مُصَدِّقًا
اتارا ہے یہ کلام اوپر تیرا دل حکم سے اللہ تصدیق کرنیوالا ہے
لِّمَا ۔ بَيۡنَ ۔ يَدَيۡهِ ۔ وَ ۔ هُدًى ۔ وَّ ۔ بُشۡرٰى
اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور ہدایت اور خوشخبری
لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۷﴾ مَنۡ ۔ كَانَ ۔ عَدُوًّا ۔ لِّلّٰهِ ۔ وَ
ایمان والوں کو جو کوئی ہو دشمن اللہ اور
مَلٰٓئِكَتِهٖ ۔ وَ ۔ رُسُلِهٖ ۔ وَ ۔ جِبۡرِيۡلَ ۔ وَ ۔ مِيۡكٰلَ
اس کے فرشتے اور اس کے پیغمبر اور جبریل اور میکائیل
فَاِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ عَدُوٌّ ۔ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۹۸﴾
تو اللہ دشمن کافروں کا ۔

قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيۡلَ فَاِنَّهٗ
تو کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو سو اس نے تو یہ
نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا
کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے کہ تصدیق کرنے والا ہے
لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَ هُدًى وَّبُشۡرٰى
اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور ہدایت اور خوشخبری ہے
لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۷﴾ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ
ایمان والوں کو جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں کا دشمن
مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكٰلَ
ہو۔ اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا
فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۹۸﴾
تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔

جِبۡرِيۡلَ (جبریل) یہ ایک بہت بڑے فرشتے کا نام ہے۔ ان کے سپرد ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وحی اس کے پیغمبروں کو پہنچائیں۔ جبریل امین ملائکہ مقربین میں شمار ہوتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی ایک اور جھوٹی اور بے معنی دلیل کی قلعی کھول دی ہے۔

یہودی کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا پر وقتاً فوقتاً جو عذاب نازل ہوتا رہا ہے۔ اس کی خبریں جبریل ہی لایا کرتا تھا۔ یہ ہمارا قومی دشمن ہے۔ جس نبی پر بھی یہ فرشتہ وحی لائے گا۔ ہم اسے نہیں مانیں گے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی جبریل وحی لاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری بھید کی باتوں، سازشوں اور تدبیروں کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیتا ہے۔ لہذا ہم اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اس آیت میں دیا ہے کہ جبریل کی حیثیت تو محض پیغام پہنچانے والے فرشتے کی ہے۔ اصل میں ہر قسم کا حکم اور عذاب سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ جبریل اور دوسرے فرشتوں یا رسولوں کی دشمنی بالکل بے معنی ہے۔ اس کی سزا میں کافر خود اللہ تعالیٰ کی دشمنی کے سزاوار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن مجید کی تین صفات بیان فرمائی ہیں۔

(۱) یہ پہلی کتابوں کے اصولوں کی تصدیق کرتا ہے۔ (۲) یہ سیدھی راہ دکھانے والی کتاب ہے۔
(۳) یہ ایمان لانے والوں کو نیک اجر اور کامیابی کی خوشخبری سناتا ہے۔

یہودیوں کی عہد شکنی

وَ-لَقَدۡ-اَنۡزَلۡنَاۤ-اِلَیۡکَ-اٰیٰتٍۭ-بَیِّنٰتٍ ۚ
اور ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں روشن
وَ-مَا-یَکۡفُرُ-بِهَاۤ-اِلَّا-الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۹۹﴾
اور نہیں انکار کریں گے ان کا مگر فاسق -
اَوَ-کُلَّمَا-عٰهَدُوۡا-عَهۡدًا-نَّبَذَهٗ
کیا جب کبھی باندھیں گے اقرار پھینک دے گی اس کو
فَرِیۡقٌ-مِّنۡهُمۡ-بَلۡ-اَکۡثَرُهُمۡ-لَا-یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾
جماعت ان میں سے بلکہ اکثر ان میں نہیں یقین لاتے -

وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۚ
اور ہم نے تیری طرف روشن آیتیں اتاریں اور ان کا
وَمَا یَکۡفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۹۹﴾
انکار نہ کریں گے مگر وہی جو نافرمان ہیں -
اَوَ کُلَّمَا عٰهَدُوۡا عَهۡدًا نَّبَذَهٗ
کیا جب کبھی کوئی اقرار باندھیں گے تو ان میں سے ایک
فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ بَلۡ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾
جماعت اسکو پھینک دے گی بلکہ ان میں اکثر یقین نہیں کرتے -

اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ: (روشن آیتیں) اٰیٰت کا واحد اٰیة ہے۔ اس کے لفظی معنیٰ نشانی کے ہیں۔ یہ لفظ کئی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے مثلاً علامات (جو قرآن مجید کے گول گول نشانات کی صورت میں ہیں) اللہ کے احکام و ہدایات کو بھی آیات کہا جاتا ہے۔ نیز وہ تمام باتیں جو اللہ کی قدرت کا نشان ہوں۔ اس کے مفہوم میں شامل ہوتی ہیں۔

بَیِّنٰتٍ کا واحد بیّنه ہے۔ اس کے معنی روشن اور واضح کے ہیں۔ اس پورے جملہ سے مُراد قرآن مجید بھی ہو سکتا ہے معجزات اور احکام خداوندی بھی۔

یہودی مادہ پرست تھے۔ اسی لیے ان کے نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور مادی معجزے عطا فرمائے۔ ان کے نزدیک ایک پیغمبر کے سچا ہونے کا یہی معیار قائم تھا۔ کہ اس کے پاس معجزات ہوں۔ جب حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہودی حیرت سے کہنے لگے۔ کہ یہ کیسے نبی ہیں۔ ان کے پاس تو کوئی نشانی نہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم ایک نشانی مانگتے ہو۔ ہم تو اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کئی نشانیاں دے چکے ہیں۔ اور نشانیاں بھی چھپی ہُوئی یا دھندلی نہیں بلکہ نمایاں اور روشن جو سب کو نظر آسکتی ہیں۔ اور انہیں دیکھنے کے بعد کوئی صحیح فطرت والا انسان ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ انکار صرف وہی لوگ کریں گے جو اللہ کے قانون کو توڑنے اور اس کے حکموں سے بغاوت کرنے کے عادی بن چکے ہوں۔

یہودیوں کی تاریخ غداری، عہد شکنی، نافرمانی اور سرکشی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جب کبھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول نشانیاں لے کر آیا۔ انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ بلکہ اللہ اور رسُول کی اطاعت کرنے کا عہد کر لینے کے بعد بھی اس پر قائم نہ رہے۔ اسی انکار اور نافرمانی کی عادت نے انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت کے اقرار کرنے سے روکا۔

کتاب اللہ کی مخالفت

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ﳓ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے رسول پہنچا۔ اس کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب کی ایک جماعت نے پھینک دیا اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

وَ ۔ لَمَّا ۔ جَآءَهُمْ ۔ رَسُوْلٌ ۔ مِّنْ ۔ عِنْدِ ۔ اللّٰهِ
اور جب ان کے پاس پہنچا رسول سے طرف اللہ

مُصَدِّقٌ ۔ لِّمَا ۔ مَعَهُمْ ۔ نَبَذَ ۔ فَرِیْقٌ ۔ مِّنَ
تصدیق کرنے والا اس کی جو ان کے پاس ہے پھینک دیا جماعت سے

الَّذِیْنَ ۔ اُوْتُوا ۔ الْكِتٰبَ ۔ كِتٰبَ ۔ اللّٰهِ
وہ جو دی گئی کتاب کتاب اللہ

وَرَآءَ ۔ ظُهُوْرِهِمْ ۔ كَاَنَّهُمْ ۔ لَا ۔ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
پیچھے ان کی پیٹھ گویا وہ نہیں جانتے۔

رَسُوْلٌ: (رسول) اس کے لغوی معنی پیغام رساں کے ہیں۔ یہ لفظ ہر نبی کے لیے استعمال ہُوا ہے۔ عبارت کے طرزِ بیان سے ظاہر ہے کہ یہاں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مُراد ہیں اور محقق مفسروں نے یہی مُراد لی ہے۔

مَعَهُمْ: (ان کے پاس) اس سے مراد تورات ہے جو یہودیوں کی آسمانی کتاب تھی اور جس کی تصدیق نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کی۔

كِتٰبَ اللّٰهِ: (اللہ کی کتاب) یہاں بھی اس سے تورات مُراد ہے۔ جس کی ہدایت کو یہودیوں نے نہ مانا۔ یہ لوگ نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان نہ لائے۔ حالانکہ ان کی کتاب میں کھلی نشانیاں اور پیشین گوئیاں موجود تھیں۔ یہودی عالموں نے ان پیشین گوئیوں کو چھپانے کی انتہائی کوشش کی اور یہودی عوام نے اسلام اور مسلمانوں کی حد درجہ مخالفت کی۔ حالانکہ ان کی نجات اسلام کے ماننے سے وابستہ تھی۔

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ (اپنی پیٹھ پیچھے) یہ ایک محاورہ ہے۔ جس سے یہ مُراد ہے کہ انہوں نے بے پروائی برتی اور اس کی عملی مخالفت کی۔

اس آیت میں یہودیوں کو بتایا جاتا ہے کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے تشریف نہیں لائے کہ تمہارے دین کو مٹا دیں۔ بلکہ اسے تازگی بخشنے اور نئی زندگی دینے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے ان کی بات نہ ماننا سراسر خود اپنے دین کی جڑ کھود کر اسے برباد کرنا ہے۔

اِن تمام باتوں کے باوجود یہودیوں نے اسلام کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی۔ اور توریت میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے متعلق جو بشارتیں موجود تھیں۔ اور نشانیاں بیان کی گئی تھیں۔ انہیں چھپانے کے لئے انہوں نے تورات کو بھی بدل ڈالا اور بہ ظاہر بالکل انجان بن گئے۔ گویا انہیں معلوم ہی نہیں کہ اس میں آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تائید و تصدیق موجود ہے۔

جادُو کے عمل

وَ ـ اتَّبَعُوْا ـ مَا ـ تَتْلُوْا ـ الشَّیٰطِیْنُ ـ عَلٰی
اور انہوں نے پیروی کی جو پڑھتے تھے شیطان پر
مُلْكِ ـ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ ـ مَا ـ كَفَرَ ـ سُلَیْمٰنُ
بادشاہت سلیمان اور نہیں کفر کیا سلیمان
وَ ـ لٰكِنَّ ـ الشَّیٰطِیْنَ ـ كَفَرُوْا ـ یُعَلِّمُوْنَ
اور لیکن شیطان کفر کیا وہ سکھاتے تھے
النَّاسَ ـ السِّحْرَ ۗ
لوگ جادو ۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی
انہوں نے اس کی پیروی کی جو شیطان پڑھتے تھے
مُلْكِ سُلَیْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ
سلیمان کی بادشاہت کے وقت۔ اور سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا
وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ
لیکن شیطانوں نے کفر کیا وُہ لوگوں کو
النَّاسَ السِّحْرَ ۗ
جادو سکھاتے تھے ۔

اَلشَّیٰطِیْنُ: (شیطان) یہ لفظ شیطان کی جمع ہے۔ یہاں جمع کے صیغے میں استعمال ہُوا ہے۔ اس لفظ سے ابلیس کے علاوہ وُہ جن بھی مُراد ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے تابع تھے۔ اور وُہ خبیث اور سرکش تھے۔ جنّوں کی پیدائش آگ سے ہُوئی ہے۔ ان میں عقل وشعور ہوتا ہے۔ یہ مخلوق انسان کو نظر نہیں آتی۔

بعض مفسّروں نے الشیٰطین سے بُری طبیعت اور گندے اخلاق والے انسان بھی مراد لیے ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے خلاف بغاوت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے اور آپ پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے تھے۔ یہ (شیاطین) جادو میں بڑے ماہر تھے۔

سُلَیْمٰنُ: (سلیمان) بنی اسرائیل کے ایک مشہور پیغمبر گذرے ہیں۔ وُہ اپنے زمانہ کے ایک بہت بڑے بادشاہ بھی تھے۔ شام اور فلسطین کے علاوہ آپ کی حکومت کی حدّیں مشرق کی طرف عراق تک اور مغرب میں مصر تک پھیلی ہُوئی تھیں۔ آپ کی سلطنت بڑی شان وشوکت اور عظمت والی تھی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی ایک اور نارواحرکت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حقیقی وحی ماننے کی بجائے جادو اور سفلی عملیات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ جادو اور سفلی عملیات وُہ ہیں۔ جو حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں شیاطین نے عام کر رکھے تھے۔ وُہ کفریہ کلمات پر مشتمل ہوتے تھے اور ناجائز طریق پر حاصل کئے جاتے اور بُرے مقاصد کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ یہ لوگ جادُو اور کُفر والی حرکتیں تو خود کرتے تھے۔ لیکن انہیں حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ ان پر یہ الزام لگاتے تھے کہ یہ جادو حضرت سلیمانؑ سکھاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ حضرت سلیمانؑ کی بریت کا اعلان کر دیا۔ اور کہا کہ یہ لوگ سراسر جھوٹ بولتے ہیں۔

ہاروت و ماروت

وَ۔ مَآ۔ اُنْزِلَ۔ عَلَى۔ الْمَلَكَيْنِ
اور جو اترا اوپر دو فرشتے
بِبَابِلَ۔ هَارُوْتَ۔ وَ۔ مَارُوْتَ ط
بابل میں ہاروت اور ماروت ۔

وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ
(اور اس علم کے پیچھے ہو لئے) جو دو فرشتوں پر اترا
بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ط
بابل شہر میں ہاروت اور ماروت پر ۔

اَلْمَلَكَيْنِ: (دو فرشتے) یہ دو فرشتے جن کے نام ہاروت و ماروت ہیں۔اصل میں فرشتے تھے۔چونکہ اللہ نے انہیں ایک خاص غرض کے لیے بھیجا تھا کہ وُہ جا کر لوگوں کو جادو اور سفلی عملیات جیسی حرکتوں سے روکیں۔ان فرشتوں کو انسانوں میں رہنا تھا۔اس لیے ان کی شکل وصُورت، رنگ و رُوپ، عادتیں اور جذبات انسانوں جیسے ہی تھے۔

بَابِلَ: (بابل) عراق عرب کا قدیم نام ہے۔اس زمانہ میں مُلک کے دارالخلافہ کا نام بھی بابل ہی تھا۔یہ شہر موجودہ بغداد سے کوئی ۶۰ میل جنوب کی طرف دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا۔یہ شہر بہت بڑا تھا۔انتہائی خوشحال اور ترقی یافتہ تھا دجلہ اور فرات دو مشہور دریا اس کے علاقہ کو سیراب کرتے تھے۔یہ مُلک خاص طور پر اس لیے بھی مشہور تھا کہ یہاں جادو، جنتر منتر اور سفلی عملیات کا بہت چرچا تھا۔

یہودی ایک تو اس جادو کے علم کی پیروی کرتے تھے۔جو حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں خبیث النفس اور شریروں نے جاری کر رکھا تھا۔اور دُوسرے اس علم کی پیروی بھی کرتے تھے جو ملک بابل میں دو فرشتوں کو دیا گیا تھا۔ان فرشتوں کو یہ علم صِرف اس لیے دیا گیا تھا۔کہ وُہ لوگوں کے حالات میں دُرستی اور اصلاح کریں۔اور انہیں اس علم کے بُرے پہلوؤں سے واقف کریں۔لیکن یہودی یہ علم بُرے فائدے اٹھانے کی خاطر سیکھتے اور سکھاتے تھے۔

سحر: (جادو) یہ لفظ اسی آیت کے ابتدائی حصّہ میں آیا ہے اور پچھلے سبق میں مختصر طور پر اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ عربی میں "سحر" دھوکہ کو کہتے ہیں۔یعنی ایسی بات جس سے انسان کی نگاہ دھوکہ کھا جائے۔حقیقت کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور ہو معجزہ اور سحر میں دُوسری باتوں کے علاوہ بڑا فرق یہ ہے کہ معجزہ میں ماہیت بدل جاتی ہے لیکن سحر (جادو) سے حقیقت نہیں بدلتی۔صِرف نظر دھوکہ کھا جاتی ہے۔

اسلام نے جادو کو حرام قرار دیا ہے۔وجہ ظاہر ہے کہ جادوگر مشرکانہ جملے استعمال کرتے ہیں۔ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں۔اور جادُو اچھے بُرے کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔بھلا کوئی نبی اور اللہ کے فرشتے ایسے کام کیونکر کر سکتے ہیں۔

سفلی عملیات کی خرابیاں

وَ۔ مَا۔ یُعَلِّمٰنِ۔ مِنْ۔ اَحَدٍ۔ حَتّٰی
اور نہیں سکھاتے تھے وُہ دونوں کسی ایک کو جب تک
یَقُوْلَآ۔ اِنَّمَا۔ نَحْنُ۔ فِتْنَةٌ۔ فَلَا۔ تَكْفُرْ ط
کہہ دیتے اس کے سوا نہیں ہم فتنہ سو نہ کافر ہو
فَيَتَعَلَّمُوْنَ۔ مِنْهُمَا۔ مَا۔ يُفَرِّقُوْنَ۔ بِهٖ
پھر وُہ سیکھتے ان سے وہ جو جدائی ڈالتے اس سے
بَيْنَ۔ الْمَرْءِ۔ وَ۔ زَوْجِهٖ ط
درمیان مرد اور اس کی بیوی۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى
وہ دونوں کسی کو (جادو) نہیں سکھاتے تھے۔ جب
يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط
تک نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لیے ہیں تو کافر نہ ہو
فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ
پھر وُہ اُن سے وہ جادو سیکھتے جس سے مرد اور
بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ط
اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے۔

یُعَلِّمٰنِ، (وُہ دونوں سکھاتے تھے) یہ لفظ تعلیم سے ہے۔ اس کے معنے سکھانے اور درس دینے کے ہیں۔ لیکن یہاں یہ لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں ہُوا۔ کہ فرشتے لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ بلکہ یہاں تعلیم کے معنی جتلانے اور بتلانے کے ہیں۔

فِتْنَةٌ: (آزمائش) فتنہ کے معنی خرابی، فساد اور ابتری کے علاوہ امتحان و آزمائش کے بھی ہوتے ہیں۔ یہاں آزمائش کے معنوں میں ہی استعمال ہُوا ہے۔

بابل شہر کے بعض فساد پسند لوگ ان فرشتوں کے پاس آتے۔ اور ان سے کہتے کہ آپ جادو کے علم اور سفلی عملیات سے تو روکتے ہیں۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ جادو کہتے کسے ہیں۔ اور وُہ کون سے اعمال ہیں۔ جن پر جادو سے کام لینا یا فائدہ اٹھانا کفر ہے۔ یہ بتانے کے بعد جب وُہ فرشتے انہیں جادُو کے بارے میں کچھ بتاتے اور ساتھ اعمال و اقوال بھی سُناتے تو یہ فسادی لوگ انہیں پلّے باندھ لیتے اور فن کے طور پر استعمال کرتے۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کی اس شرارت کے بارے میں مزید یہ بات بھی بتاتا ہے کہ وُہ لوگ جادو اور سفلی عملیات میں زیادہ تر ان عملیات کی مشق کرتے تھے جن کی مدد سے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو۔ حالانکہ ایسا کرنا بدترین کام ہے کہ دو دلوں میں اختلاف پیدا کرایا جائے۔ اور خاص طور پر میاں بیوی میں جھگڑا پیدا کرنا بدترین فعل ہے۔

ہاروت و ماروت کی یہ تنبیہ کافی ہونی چاہیئے تھی کہ وُہ اپنے آپ کو ایک آزمائش بتلاتے تھے۔ اور یہود کو کفر و سرکشی سے باز رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ ان کی تنبیہ پر کان نہ دھرے بلکہ سرکشی اور شیطنت میں لگے رہے۔

گھاٹے والا سودا

وَ-مَا-هُمْ-بِضَآرِّيْنَ-بِهٖ-مِنْ-اَحَدٍ
اور نہیں وہ نقصان کر سکتے اس سے کسی ایک
اِلَّا-بِاِذْنِ-اللّٰهِ ؕ-وَ-يَتَعَلَّمُوْنَ-مَا
بغیر حکم سے اللہ اور سیکھتے ہیں وُہ جو
يَضُرُّهُمْ-وَ-لَا-يَنْفَعُهُمْ ؕ-وَ-لَقَدْ
ان کا نقصان کرے اور نہ ان کا فائدہ کرے اور وُہ جو
عَلِمُوْا-لَمَنِ-اشْتَرٰىهُ-مَا-لَهٗ-فِي
جان چکے ہیں جس نے یہ اختیار کیا نہیں اس کے لیے میں
الْاٰخِرَةِ-مِنْ-خَلَاقٍ ؕ-وَ-لَبِئْسَ-مَا
آخرت سے حصّہ اور بہت بری وہ چیز
شَرَوْا-بِهٖٓ-اَنْفُسَهُمْ ؕ-لَوْ-كَانُوْا
بیچا جس کے بدلے اپنے آپ کو کاش اُن کو
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ-لَوْ-اَنَّهُمْ-اٰمَنُوْا-وَ
سمجھ ہوتی ۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور
اتَّقَوْا-لَمَثُوْبَةٌ-مِّنْ-عِنْدِ-اللّٰهِ-خَيْرٌ ؕ
تقویٰ کرتے تو بدلہ پاتے سے نزدیک اللہ بہتر
ع ۱۴ ۱۲ لَوْ-كَانُوْا-يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع
کاش ہوتی انہیں سمجھ ۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ
اور وہ اس سے کسی کا نقصان نہیں کر سکتے
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا
اللہ کے حکم کے بغیر اور وہ چیز سیکھتے ہیں جو
يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ
ان کا نقصان کرے اور فائدہ نہ کرے اور وُہ
عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي
خوب جان چکے ہیں کہ جس نے یہ اختیار کیا اس کے لیے
الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا
آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس کے بدلے
شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا
انہوں نے اپنے آپ کو بیچا وہ بہت بُری ہے کاش ان کو
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ
سمجھ ہوتی ۔ اور اگر وُہ ایمان لاتے اور تقویٰ
اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ
اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں سے بہتر بدلہ پاتے ۔
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع
کاش ان کو سمجھ ہوتی ۔

آیت کے اس ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے جادو اور سفلی عملیات کی اصل حقیقت کھول کر بیان فرمائی ہے اور اس کا نتیجہ بھی بتایا ہے ۔ اگرچہ وُہ دُوسروں کے نقصان کے لیے جادو کرتے تھے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ وُہ ہمارے حکم کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ بلکہ اس سے خود انہی کا نقصان ہوتا ہے ۔ ان بُرے اعمال میں پھنس کر وُہ اپنی عاقبت کو بگاڑ رہے ہیں ممکن ہے ۔ وُہ دُنیا کے کچھ عارضی فائدے اٹھا لیں ۔ لیکن آخرت میں ان کے لیے کوئی نعمت نہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ ان لوگوں نے ایک معمولی سی چیز کے بدلے اپنے آپ کو اور اپنی آخرت کو قربان کر دیا ۔ وُہ ان کے حق میں بہت ہی مضر ہے ۔ اگر اس روش کی بجائے وُہ نیکی کی راہ اختیار کرتے ۔ اللہ پر ایمان لاتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے تو یقیناً اللہ انہیں بہتر اجر دیتا ۔

الفاظ کا غلط استعمال

یٰاَیُّھَا ۔ الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ لَا ۔ تَقُوْلُوْا
اے وہ لوگ جو ایمان لائے نہ کہو
رَاعِنَا ۔ وَ ۔ قُوْلُوا ۔ انْظُرْنَا ۔ وَ ۔ اسْمَعُوْا ۔ وَ
راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور
لِلْکٰفِرِیْنَ ۔ عَذَابٌ ۔ اَلِیْمٌ (۱۰۴)
کافروں کے لیے عذاب دردناک ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا
اے ایمان والو "راعنا" نہ کہو اور
رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَ
"انظرنا" کہو اور سنتے رہو اور
لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۱۰۴)
کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے ۔

رَاعِنَا : (راعنا) اس کا مطلب ہے ہماری طرف متوجّہ ہو اور ہماری رعایت کرو۔

اُنْظُرْنَا : (ہمیں دیکھ) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو۔ اور ہماری رعایت کرو۔ یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے۔ اور آپ کی وعظ و نصیحت سنتے۔ اگر کوئی بات نہ سُن سکتے۔ اور دوبارہ پوچھنا چاہتے تو "راعنا" کہتے۔

ان سے یہ کلمہ سُن کر کبھی کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو۔ اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو۔ یہودی دراصل لفظ "راعنا" بدنیتی اور مسخرے پن سے کہتے تھے۔ وُہ اس لفظ کے عین کا زیر ذرا بڑھا کر کہتے اور یہ لفظ "راعینا" ہو جاتا۔ (یعنی ہمارا چرواہا) اور یہود کی زبان میں لفظ "رَاعِنَا" احمق کو بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو اس کلمہ کے ادا کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ اس جگہ "انظرنا" بولا کرو جس کے معنی ہیں۔ ہمارے اوپر نظر کیجئے۔ اس لفظ میں مذمّت اور تمسخر کا پہلو نہیں پایا جاتا۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم ہے۔ اِسْمَعُوْا یعنی غور سے سنتے رہا کرو۔ تاکہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

اِسْمَعُوْا کے حکم سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں اور نصیحتوں کو غور سے سُننا چاہیئے اس لیے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی ہدایت کے لیے فقط قرآن کافی ہے۔ انہیں خود قرآن کے فیصلہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ اس آیت میں اور دیگر آیات میں آپ کے ارشادات کے سُننے اور ماننے پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ ایک اور آیت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہر امر میں تمہارے لئے قطعی اور آخری فیصلہ ہے (سورہ نساء) اسی سورت میں اس سے قبل ارشاد ہے کہ اللہ کی اطاعت اور رسُول کی اطاعت اور تم میں سے جو لوگ فیصلہ کرنے کی لیاقت رکھتے ہیں۔ ان کی اطاعت کرو۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک کرکے اور آپ کو بُرے کلموں سے خطاب کرکے بے ادبی کرنے پر تلے ہُوئے ہیں۔ وُہ کافر ہیں۔ ان کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

کفّار کا تعصّب

مَا ۔ یَوَدُّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ کَفَرُوْا ۔ مِنْ ۔ اَهْلِ
نہیں چاہتے وُہ لوگ جو کافر ہیں سے اہل
الْکِتٰبِ ۔ وَ ۔ لَا ۔ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اَنْ ۔ یُّنَزَّلَ
کتاب اور نہ مشرک کہ اترے
عَلَیْکُمْ ۔ مِّنْ ۔ خَیْرٍ ۔ مِّنْ ۔ رَّبِّکُمْ ؕ ۔ وَ ۔ اللّٰهُ
تم پر کوئی نیک بات سے تمہارا رب اور اللہ
یَخْتَصُّ ۔ بِرَحْمَتِهٖ ۔ مَنْ ۔ یَّشَآءُ ؕ ۔ وَ ۔ اللّٰهُ
خاص کرلیتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے ۔ اور اللہ
ذُوالْفَضْلِ ۔ الْعَظِیْمِ ﴿۱۰۵﴾
فضل والا بڑا ۔

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
وہ لوگ جو کافر ہیں نہیں چاہتے اہل
الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ
کتاب ہیں اور نہ مشرکوں میں سے اس بات کو کہ تم پر
عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ وَاللّٰهُ
تمہارے رب کی طرف سے کوئی نیک بات اترے اور اللہ
یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
خاص کرلیتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہے ۔ اور اللہ
ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۰۵﴾
بڑے فضل والا ہے ۔

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا : (جن لوگوں نے کفر کیا۔ یعنی کافر) یہ لفظ کفر سے بنا ہے ۔ کفر کے لفظی معنی چھپانا ہیں ۔ اور اسلام کی اصطلاح میں اللہ اور رسُول کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے ۔

اَهْلِ الْکِتٰبِ : (اہل کتاب) یہ اصطلاح قرآن مجید میں کئی بار استعمال ہُوئی ہے ۔ "کتاب والے" ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے پاس کوئی الہامی اور آسمانی کتاب موجود ہو ۔ اہل ایمان اور کفار کے علاوہ دُوسری جماعت ہے ۔ اہل کتاب میں مشہور ترین یہودی اور عیسائی ہیں جن کے پاس توریت اور انجیل الہامی کتابیں ہیں ۔ افسوس ! یہ دونوں گروہ آہستہ آہستہ ان کتابوں کی تعلیمات سے دُور بھٹک گئے ۔

اَلْمُشْرِکِیْنَ : (مشرک) یہ لفظ شرك سے بنا ہے ۔ مشرک اس شخص کو کہا جاتا ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات یا اس کی قوت اور حکموں میں کسی اور کو شریک ٹھہرائے ۔ اللہ واحد کے سِوا کسی اور کو معبود بنا لیجئے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تمام کافر، مشرک اور اہل کتاب اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں چھوڑ کر مسلمانوں پر برکتیں اور نعمتیں کیوں نازل کرتا ہے ۔

پھر فرمایا کہ وُہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل کے لیے چن لیتا ہے ۔ اس لیے کسی کو کسی پر حسد نہیں کرنا چاہئیے اور جن قوموں سے نبوّت چھین لی گئی ۔ وُہ اس لیئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ بخیل ہے ۔ بلکہ خود ان قوموں کے اعمال کی وجہ سے وُہ اس نعمت سے محروم کر دیئے گئے ۔

آیات کی تنسیخ

مَا - نَنْسَخْ - مِنْ - اٰيَةٍ - اَوْ - نُنْسِهَا
جو ہم منسوخ کرتے ہیں سے آیت یا بھلا دیتے ہیں
نَاْتِ - بِخَيْرٍ - مِّنْهَآ - اَوْ - مِثْلِهَا - اَلَمْ
ہم بھیج دیتے ہیں بہتر اس سے یا اس کے برابر کیا نہیں
تَعْلَمْ - اَنَّ - اللّٰهَ - عَلٰى - كُلِّ - شَيْءٍ
تجھے معلوم کہ اللہ اوپر ہر شے
قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ - تَعْلَمْ - اَنَّ - اللّٰهَ
قادر - کیا نہیں تجھے معلوم کہ اللہ
لَهٗ - مُلْكُ - السَّمٰوٰتِ - وَ - الْاَرْضِ - وَ
اس کے لیے سلطنت آسمان اور زمین اور
مَا - لَكُمْ - مِّنْ - دُوْنِ - اللّٰهِ - مِنْ - وَّلِيٍّ
نہیں تمہارے لئے سے سوا اللہ سے حمایتی
وَّ - لَا - نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾
اور نہ مددگار -

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا
ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں
نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ
تو اس سے بہتر یا اس کے برابر بھیج دیتے ہیں کیا
تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر شے پر
قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ
قادر ہے - کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمان
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ
اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے اور
مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے
وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾
اور نہ مددگار -

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ (جو آیت منسوخ کرتے ہیں) اس جملہ میں دو لفظ غور کے قابل ہیں - ایک آیت دُوسرے نسخ (بدلنا) آیۃ کے لفظی معنی نشانی کے ہیں - اور اس سے مُراد کئی چیزیں لی جاتی ہیں مثلاً معجزہ جو اللہ کی قدرت اور نبی کی نبوت کا نشان ہوتا ہے - حکم الٰہی اور قرآنِ حکیم کی آئتیں (گول گول نشان) وغیرہ -

نَنْسَخْ کے معنی ہیں "ہم منسوخ کرتے ہیں" یعنی ایک حکم کی جگہ دُوسرا حکم دیتے ہیں - پہلے حکم کو ختم کر کے دُوسرا حکم جاری کرتے ہیں - جہاں تک معجزہ کے بدلنے کا تعلق ہے - تو یہ عام بات ہے کہ ایک معجزہ کو منسوخ کر کے دُوسرا معجزہ اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے - جیسے وُہ بدلے ہُوئے زمانہ کے مطابق پہلے سے زیادہ موزوں سمجھتا ہو - جہاں تک دُوسرے معنی کا تعلق ہے اِس میں مزید دو باتیں نکلتی ہیں - ایک تو پہلی آسمانی کتابوں کی آئتیں اور دُوسرے خود قرآن مجید کی آئتیں - سابقہ آسمانی کتابوں کا قرآن مجید کے آجانے کے بعد منسوخ ہو جانا تو بالکل کھلی ہُوئی بات ہے -

قرآن مجید کی آیات (گول گول نشان) بعد کے زمانہ میں لگائے گئے ہیں - شروع میں یہ نشان موجود نہ تھے - لہٰذا اُن کے منسوخ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - بلکہ صحیح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیات کے منسوخ ہونے سے مُراد یہ ہے کہ اللہ کے پہلے احکام اور قدیم کتب کی جگہ قرآن مجید کے جدید احکام آگئے ہیں اور یہ احکام پہلے حکموں کو منسوخ کرتے ہیں -

نبیؐ سے سوالات

اَمۡ ۔ تُرِيۡدُوۡنَ ۔ اَنۡ ۔ تَسۡـَٔلُوۡا ۔ رَسُوۡلَكُمۡ
کیا تم چاہتے ہو کہ سوال کرو تمہارا رسول
كَمَا ۔ سُئِلَ ۔ مُوۡسٰى ۔ مِنۡ ۔ قَبۡلُ ؕ
جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے قبل
وَ ۔ مَنۡ ۔ يَّتَبَدَّلِ ۔ الۡكُفۡرَ ۔ بِالۡاِيۡمَانِ
اور جو لے کفر ایمان کے بدلے
فَقَدۡ ۔ ضَلَّ ۔ سَوَآءَ ۔ السَّبِيۡلِ ﴿۱۰۸﴾
تو وہ بھٹکا سیدھی راہ ۔

اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ
کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو
كَمَا سُئِلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ؕ
جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال ہو چکے ہیں
وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ
اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفر لیوے تو
فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۱۰۸﴾
وہ سیدھی راہ سے بھٹکا ۔

گذشتہ سبق میں آیات کے منسوخ ہونے کے بارہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کوئی آیت منسوخ کرتا ہے یا لوگوں کو بھلاتا ہے تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت ضرور نازل فرما دیتا ہے ۔ واقعات اور تاریخ کی روشنی میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جب بھی کوئی کتاب انسانوں کے ذہن سے فراموش ہُوئی یا منسوخ قرار پائی ۔ تو دُوسری کتاب اس جیسی یا اس سے بہتر نازل ہوگئی اور اللہ کے بندے اللہ کی ہدایت سے محروم نہ رکھے گئے ۔

اس آیت میں ایک اور اہم مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ یعنی حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کے بارہ میں ہدایت ، یہودی مسلمانوں کے دِلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے بارے میں طرح طرح کے شک پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور انہیں کہتے کہ ان کو دُور کرنے کے لئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب معلوم کرو ۔ دراصل ان کا مقصد یہ ہوتا تھا ۔ کہ اگر مُسلمان ہمارے مذہب کو قبول نہیں کرتے تو کم از کم وُہ اپنے دین سے ہی بد دِل ہو جائیں گے اور اپنی مذہبی تعلیم سے بدگمان ہو جائیں گے ۔ بعض مُسلمان ان کی اس سازش اور چال سے بے خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر بے تکے سوال کرتے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس چیز سے منع فرما دیا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کی ممانعت ایک اور مقصد سے بھی ہُوئی ہے ۔ بار بار سوال کرنے سے انسان اپنے اوپر خود پابندی اور مشکلات کے اضافہ کا سبب بنتا ہے ۔ آسان حکم مشکل ہو جاتے ہیں ۔ جن باتوں میں آزادی ہوتی ہے حکم آنے سے ان باتوں میں بھی پابندی لگ جاتی ہے ۔ یہود کے ساتھ یہی ہُوا ۔ گائے کا واقعہ بطورِ مثال ہمارے سامنے موجود ہے ۔

کفّار کا حسد

وَدَّ ۔ كَثِيْرٌ ۔ مِّنْ ۔ اَهْلِ ۔ الْكِتٰبِ ۔ لَوْ
چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کاش
يَرُدُّوْنَكُمْ ۔ مِّنْۢ ۔ بَعْدِ ۔ اِيْمَانِكُمْ ۔ كُفَّارًا
تمہیں پھیر دیں سے بعد تمہارے ایمان کفر
حَسَدًا ۔ مِّنْ ۔ عِنْدِ ۔ اَنْفُسِهِمْ ۔ مِّنْۢ ۔ بَعْدِ
حسد سے نزدیک اپنے دل سے بعد
مَا ۔ تَبَيَّنَ ۔ لَهُمُ ۔ الْحَقُّ ۚ ۔ فَاعْفُوْا ۔ وَ
جب ظاہر ہو لیا ان پر حق تم درگذر کرو اور
اصْفَحُوْا ۔ حَتّٰى ۔ يَاْتِيَ ۔ اللّٰهُ ۔ بِاَمْرِهٖ
خیال نہ کرو جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم
اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ عَلٰى ۔ كُلِّ ۔ شَيْءٍ ۔ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾
بیشک اللہ اوپر ہر چیز قادر ۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں ۔ کاش
يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا
تمہیں ایمان کے بعد کفر میں لوٹا دیں
حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اپنے دلی حسد کے سبب اس کے بعد
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَ
کہ ان پر حق ظاہر ہوگیا تم درگذر کرو اور
اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ
خیال میں نہ لاؤ جب تک اللہ کا حکم آئے ۔
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾
بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

اس سے پہلے سبق میں کفّار اور یہود کے اس رویّہ کا ذکر ہو چکا ہے کہ وُہ اپنے انبیاءؑ سے جا و بیجا سوالات کرتے رہے ہیں ۔ اور آخر کار انہوں نے اپنی غلط روش سے ایمان کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کر لی ۔ اب مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ وُہ تمہیں بھی اسی طرح ایمان سے ورغلا کر کفر کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں ۔ کفّار اور یہود کی اس خواہش کی وجہ سے اُن کا دِلی حسد اور بغض ہے ۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے بارہ میں ان کے اندر موجود ہے ۔

حسد کے معنٰی ہیں کسی کی خوبی ، ترقی اور اچھائی کو دیکھ کر دِل میں کڑھنا ۔ اور یہ خواہش کرنا کہ اس سے چھن کر مجھے مل جائے ۔ جو شخص کسی سے حسد کرتا ہے ۔ وُہ صرف اس سے دُشمنی نہیں کرتا ۔ بلکہ حقیقت میں اللہ کے دین پر اعتراض کرتا ہے ۔ اور بلا وجہ اپنے دِل ہی دِل میں جلتا ہے ۔ حسد سے کچُھ حاصل وصُول نہیں ہوتا ۔ البتہ اخلاق ضرور بگڑتے ہیں ۔ اور ایمان زائل ہوتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا آخری حکم آنے تک ان سے درگذر کی جائے ۔ جب تک وُہ دشمنی کی آخری منزل تک نہ پہنچ جائیں ۔ اور حجّت قائم نہ ہو جائے ۔ انتظار کیا جائے ۔

آخرت کا توشہ

وَ ۔ اَقِيْمُوا ۔ الصَّلٰوةَ ۔ وَ ۔ اٰتُوا ۔ الزَّكٰوةَ
اور قائم رکھو نماز اور دو زکوٰۃ
وَ ۔ مَا ۔ تُقَدِّمُوْا ۔ لِاَنْفُسِكُمْ ۔ مِّنْ ۔ خَيْرٍ
اور جو کچھ آگے بھیج دو گے اپنے واسطے سے بھلائی
تَجِدُوْهُ ۔ عِنْدَ ۔ اللّٰهِ ؕ ۔ اِنَّ ۔ اللّٰهَ
وہ پاؤ گے پاس اللہ بے شک اللہ
بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ ۔ بَصِيْرٌ ﴿١١٠﴾
جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ
اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو
وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ
اور جو کچھ بھلائی اپنے واسطے آگے بھیج دو گے۔
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
وہ اللہ کے پاس پاؤ گے ۔ بے شک اللہ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١٠﴾
جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ یہودیوں کے اسلام قبول نہ کرنے کا بڑا سبب ان کا حسد تھا۔ وُہ اس بات سے بہت جلتے تھے کہ نبوّت ان کے اسرائیلی خاندان سے نکل کر بنو اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی ہے۔ اور محض اس تعصب اور حسد کی آگ کی وجہ سے حق قبول کرنے سے انکار کر رہے تھے۔

وُہ یہ بھی چاہتے تھے کہ مُسلمانوں کو بھی اُن کے دین سے پھیر کر اپنے ساتھ ملا لیں۔ اور انہیں بھی کافر بنا دیں۔ اس لیے وُہ ان کے دلوں میں طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ دینِ اسلام اور حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک پر اعتراض کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مُسلمان اپنا دین نہ چھوڑیں گے تو کم سے کم اپنے مذہب کی طرف سے ضرور بد دِل ہو جائیں گے اور اس طرح مذہب اسلام میں کمزوری پیدا ہو جائے گی۔

یہودیوں کے اس حملے اور کوشش کو دُور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو حکم دیا کہ تم ان کی طرف توجّہ نہ دو بلکہ اللہ کے آخری حکمِ جہاد کے اعلان کا انتظار کرو۔ اور اس اثناء میں دو بنیادی اصُولوں پر جم جاؤ۔ اوّل یہ کہ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو یہ دونوں اصُول ایسے ہیں جن سے فرد اور جماعت دونوں کی قوّت بڑھتی ہے اور وُہ دین سے برگشتہ نہیں ہو سکتی۔

دوسرے بے شمار فوائد کے علاوہ نماز قائم رکھنے سے قوم کی تنظیم مضبوط ہوتی ہے۔ لوگوں کا آپس میں تعلق گہرا ہوتا ہے۔ اور وُہ ایک دُوسرے کے لیے متحد رہتے ہیں۔ زکوٰۃ سے دولت تقسیم ہوتی ہے۔ غریب لوگ امیر بن جاتے ہیں اور اپنی مالی کمزوری کے سبب کسی لالچ میں آکر دین سے برگشتہ نہیں ہوتے۔

اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ اگر تم یہ نیک عمل کرتے رہو گے۔ تو ان کا اجر تمہارے رب کے پاس موجود ہو گا۔ کیونکہ وُہ تمہارے ہر عمل کو دیکھتا ہے۔ انسان کی ادنیٰ سی کوشش بھی رائگاں نہیں جاتی۔

ہمیں چاہیئے کہ اپنے دشمنوں کے حملوں اور سازشوں سے بچنے کے لیے ان دو اصُولوں کو مضبوطی سے تھام لیں۔

جنّت کا مستحق کون ہے

وَ۔ قَالُوْا۔ لَنْ۔ یَّدْخُلَ۔ الْجَنَّۃَ۔ اِلَّا
اور کہتے ہیں ہرگز نہیں جائیں گے جنت مگر
مَنْ۔ کَانَ۔ ھُوْدًا۔ اَوْ۔ نَصٰرٰی۔ تِلْكَ
جو ہوں گے یہودی یا نصرانی یہ
اَمَانِیُّھُمْ۔ قُلْ۔ ھَاتُوْا۔ بُرْھَانَکُمْ۔ اِنْ
ان کی آرزوئیں کہہ دے لے آؤ اپنی سند اگر
كُنْتُمْ۔ صٰدِقِیْنَ (۱۱۱) بَلٰی۔ مَنْ۔ اَسْلَمَ
تم ہو سچے کیوں نہیں جس نے تابع کردیا
وَجْھَہٗ۔ لِلّٰہِ۔ وَ۔ ھُوَ۔ مُحْسِنٌ۔ فَلَہٗٓ
اپنا منہ اللہ کے لئے اور وُہ نیک کام کرنے والا تو اسی کے لئے
اَجْرُہٗ۔ عِنْدَ۔ رَبِّہٖ۔ وَ۔ لَا۔ خَوْفٌ۔ عَلَیْھِمْ
اس کا ثواب پاس اس کے رب اور نہ ڈر اُن پر
وَ۔ لَا۔ ھُمْ۔ یَحْزَنُوْنَ (۱۱۲)
اور نہ وُہ غمگین ہوں گے۔

وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا
اور کہتے ہیں کہ ہرگز جنت میں نہ جائیں گے مگر
مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تِلْكَ
وُہ جو یہودی یا نصرانی ہول گے یہ ان کی
اَمَانِیُّھُمْ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ
آرزوئیں ہیں کہہ دے اگر تم سچے ہو تو اپنی
كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۱۱۱) بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ
سند لے آؤ۔ کیوں نہیں جس نے اپنا
وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗٓ
منہ اللہ کے تابع کردیا اور وُہ نیک کام کرنے والا ہے
اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ
تو اس کا ثواب اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ ڈر
وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۱۲)
ہے اور نہ وُہ غمگین ہوں گے

اَمَانِیُّھُمْ:۔ (ان کی آرزوئیں) یہ امنیہ کی جمع ہے۔جس کے معنیٰ ہیں آرزو۔

وَجْھَہٗ:۔ (اپنا منہ) وجہ کے لفظی معنیٰ چہرے یا منہ کے ہیں لیکن محاورہ میں اس سے مُراد اکثر وجود اور ذات ہوتی ہے۔اور یہاں بھی یہی مُراد ہے۔

دنیا کی تمام سابقہ قوموں اور قدیم مذہب والوں کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے جدا جدا گروہ بنا کر دین کی سچائی ضائع کردی جو حقیقت میں ایک ہی تھی اور سب کو یکساں طور پر دی گئی تھی۔اب ہر گروہ دُوسرے کو جھٹلاتا ہے اور صرف اپنے آپ کو سچائی کا وارث سمجھتا ہے۔یہودی بھی اس گمراہی میں مبتلا تھے۔اور انہیں یہ خیال تھا کہ سچائی صرف ان کے پاس ہے وہی جنّت میں جائیں گے۔قرآن مجید نے بتایا کہ یہ ان کی من گھڑت باتیں اور جھوٹی آرزوئیں ہیں۔اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہے تو وُہ پیش کریں۔

اب قرآن مجید اس لیے بھیجا گیا ہے۔کہ سب کو اسی مشترک سچائی پر جمع کردیا جائے۔اللہ کا فرمانبردار بن کر نیک کام کرنا ہی دینداری ہے کوئی گروہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وُہ سچا ہے اور دُوسرے سب جھوٹے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ کا حکم مانے گا۔اور نیکی اختیار کرے گا وُہ کامیاب ہوگا۔ایسا کرنے والے کو نہ تو اپنی پچھلی زندگی کا غم ہوگا اور نہ آئندہ کا کوئی خوف ہوگا یہ اطمینان اولیاء اللہ (اللہ کے نیک بندوں) کی نشانی ہے۔

مذہبی گروہ بندیاں

وَ۔ قَالَتِ۔ الْیَهُوْدُ۔ لَیْسَتِ۔ النَّصٰرٰی عَلٰی
اور کہتے ہیں یہود نہیں نصارٰی اوپر
شَیْءٍ وَّ۔ قَالَتِ۔ النَّصٰرٰی۔ لَیْسَتِ۔ الْیَهُوْدُ
راہ اور کہتے ہیں نصارٰی نہیں یہود
عَلٰی۔ شَیْءٍ لا وَّ۔ هُمْ۔ یَتْلُوْنَ۔ الْكِتٰبَ۔ كَذٰلِكَ
اور راہ اور وُہ پڑھتے ہیں کتاب اسی طرح
قَالَ۔ الَّذِیْنَ۔ لَا۔ یَعْلَمُوْنَ۔ مِثْلَ قَوْلِهِمْ
کہا وُہ لوگ جو جاہل ہیں مانند ان کی بات
فَاللّٰهُ۔ یَحْكُمُ۔ بَیْنَهُمْ۔ یَوْمَ۔ الْقِیٰمَةِ۔ فِیْمَا
اب اللہ فیصلہ کرے گا ان میں دن قیامت جس میں
كَانُوْا۔ فِیْهِ۔ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
تھے اس میں جھگڑتے تھے۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی
اور یہود کہتے ہیں کہ نصارٰی کسی راہ پر نہیں
شَیْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ
اور نصارٰی کہتے ہیں کہ یہود کسی راہ پر نہیں
عَلٰی شَیْءٍ لا وَّهُمْ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ
حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح
قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج
جاہل لوگوں نے ان ہی کی سی بات کہی۔ اب
فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا
اللہ ان میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔
كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
جس بات میں وُہ جھگڑتے تھے۔

لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (جاہل) یہاں علم سے مُراد ہے آسمانی کتاب کا علم اور علم نہ رکھنے والے ان جاہل لوگوں سے مُراد ہیں مشرکین اور ہر ایسے مذہب کے پیرو جس کی بنیاد کسی آسمانی کتاب پر نہ ہو۔

بَیْنَهُمْ: (ان میں) مراد ہے ان دو گروہوں کے درمیان جن میں ایک فریق اہل ایمان کا ہے اور دُوسرا گروہ باطل پرستوں کا ہے۔

تمام اہل کتاب اللہ کی دی ہُوئی سچائی اور تعلیم کی پیروی کرنے کی بجائے مذہبی فرقہ بندی میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یہی دعوٰی کرتا ہے کہ وُہ سیدھی راہ پر ہے اور دُوسرے تمام فرقے اصل راہ سے بھٹک گئے ہیں مثلاً یہودیوں نے جب دیکھا کہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا وُہ کافر ہیں۔ اور جب عیسائیوں نے دیکھا کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ سے منکر ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ وُہ کافر ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں گروہ اللہ کی دی ہُوئی کتابیں پڑھتے ہیں۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے جن کے پاس آسمانی کتاب تو کوئی نہیں۔ لیکن انہوں نے خود ہی یہ عقیدے گھڑ رکھے ہیں۔ کہ وُہ سیدھی راہ پر ہیں۔ اور دُوسرے تمام فرقے حقیقی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ ان لوگوں میں عرب کے مشرکین اور دُوسرے باطل پرست شامل ہیں۔

قرآن مجید نے یہ بتایا کہ یہ مذہبی فرقہ بندی بالکل فضول ہے۔ اصل چیز اللہ کے حکم ماننا اور نیک عمل کرنا ہے۔ جو شخص ان دونوں اصولوں پر کاربند ہوگا۔ بس وہی سیدھی راہ پر ہے۔

مساجد کو ویران کرنے والے

وَ ۔ مَنْ ۔ اَظْلَمُ ۔ مِمَّنْ ۔ مَّنَعَ ۔ مَسٰجِدَ ۔ اللّٰہِ
اور سے بڑا ظالم جس نے منع کیا مسجدیں اللہ
اَنْ ۔ یُّذْکَرَ ۔ فِیْھَا ۔ اسْمُہٗ ۔ وَ ۔ سَعٰی ۔ فِیْ
کہ لیا جائے جس میں اس کا نام اور کوشش کی میں
خَرَابِھَا ۔ اُولٰٓئِکَ ۔ مَا ۔ کَانَ ۔ لَھُمْ ۔ اَنْ
ان کا اُجاڑنا ایسے نہیں تھے ان کو کہ
یَّدْخُلُوْھَآ ۔ اِلَّا ۔ خَآئِفِیْنَ ؕ لَھُمْ ۔ فِی
داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے میں
الدُّنْیَا ۔ خِزْیٌ ۔ وَّ ۔ لَھُمْ ۔ فِی ۔ الْاٰخِرَۃِ ۔ عَذَابٌ
دُنیا ذلت اور اُن کے لیے میں آخرت عذاب
عَظِیْمٌ (۱۱۴)
بڑا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں
اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ
منع کیا کہ وہاں اس کا نام لیا جائے اور ان کے اجاڑنے کی
خَرَابِھَا ؕ اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ
کوشش کی ایسوں کو لائق نہیں کہ ان میں
یَّدْخُلُوْھَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ؕ لَھُمْ فِی
داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دُنیا
الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ
میں ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب
عَظِیْمٌ (۱۱۴)
ہے۔

مَسٰجِد (مسجدیں) مسجد کی جمع ہے۔ لفظی معنیٰ ہیں سجدہ کرنے کی جگہ۔ یعنی مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد مسجد حرام بھی لی جاتی ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کی وضاحت میں دو واقعے بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ عیسائیوں نے یہودیوں سے جنگ کی۔ تورات کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب کیا۔ دُوسرا یہ کہ مکّہ کے مشرکوں نے ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو صرف تعصب کی بنا پر مسجدِ حرام یعنی بیت اللہ (خانہ کعبہ) میں جانے سے روکا۔

اہلِ کتاب کی مذہبی تعصب پرستی اور فرقہ بندی کی حد یہ ہوگئی۔ کہ دُوسرے گروہوں کی عبادت گاہوں کا احترام دِل سے اٹھ گیا۔ انہیں برباد کرنے میں کچھ ہچکچاہٹ نہ کی۔ اور خود اپنی عبادت گاہوں میں غیر فرقہ کے لوگوں کو داخل ہونے سے روکا۔ حالانکہ سب دعوٰی یہی کرتے ہیں کہ وُہ ایک خدا کو مانتے ہیں۔

علماء نے کہا کہ جس طرح اللہ کے ذکر سے مسجد آباد ہوتی ہے۔ بُرے کام اور بات کرنے سے مسجد کی بربادی سمجھی جائے گی اس کے علاوہ وُہ تمام چیزیں جو نمازیوں کی کمی اور مسجد کی ویرانی کا باعث بنیں۔ وُہ سب اس آیت کے حکم میں داخل ہو جاتی ہیں اس لیے ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے جن سے مسجد کی رونق کم ہو۔ اور لوگوں کا مسجد میں آنا کم یا بند ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان پر لازم ہے کہ وُہ جب مسجد میں داخل ہوں تو ان کے دِل خدا کے خوف سے لرزتے ہوں لیکن چونکہ وُہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اس لئے انہیں دُنیا میں بھی رُسوا کن عذاب ملے گا۔ اور دُوسری زندگی میں بھی بہت بڑا عذاب ہوگا۔

ہر طرف اللہ ہی کا جلوہ ہے

وَ - لِلّٰهِ - الْمَشْرِقُ - وَ - الْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا
اور اللہ کا مشرق اور مغرب سو جس طرف
تُوَلُّوْا - فَثَمَّ - وَجْهُ - اللّٰهِ ۭ اِنَّ - اللّٰهَ
تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ بے شک اللہ
وَاسِعٌ - عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾
بے انتہا بخشش کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا
اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے سو جس طرف تم منہ
تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
کرو۔ اللہ وہاں ہی متوجہ ہے۔ بے شک اللہ بے انتہا بخشش کرنے
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾
والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَجْہ، لفظی معنی ہیں چہرہ۔ اس کے دُوسرے معنے ذات کے بھی ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم جس طرف بھی رُخ کرو۔ اللہ کی ذات وہاں موجود ہے۔ اور تم جہاں بھی جاؤ۔ اللہ کو موجود پاؤ گے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب اسی کے ہیں۔

جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی زمان و مکان کی قید میں ہے۔ اس لیے اس کی طرف منہ کرنے کے لیے ہمیں بھی کسی خاص سمّت کی طرف مڑنا چاہئیے۔ وُہ یہ سمت خود ہی فرض کر کے اسکی طرف مُنہ کر کے پُوجا کرتے تھے۔ یہود و نصارٰی میں بھی آپس میں اسی بات کا جھگڑا تھا۔ ہر ایک نے ایک سمّت مقرّر کر رکھی تھی۔ وُہ اسی سمّت کو بہتر تصوّر کرتے تھے۔

قرآن مجید نے اس باطل عقیدے کی تردید کی۔ اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص عبادت گاہ کی چار دیواری کے اندر محدُود نہیں ہے اور نہ وہ کسی مکان اور سمت میں قید ہے بلکہ جہاں کہیں بھی اسے اخلاص کے ساتھ یاد کیا جائے وُہ متوجّہ ہوگا۔ وُہ کسی خاص مقام کسی خاص شہر یا سمت سے مخصوص اور وابستہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نہ تو صرف مشرق کو پسند کرتا ہے اور نہ صرف مغرب کو۔ بلکہ تمام سمتیں اسی کی ہیں۔ وہی ساری کائنات کا احاطہ کئے ہُوئے ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں۔ وُہ ہر جگہ ہے۔ اس لیے جس جگہ اور جس طرف رُخ کر کے خلوص کے ساتھ پکارا جائے گا۔ وُہ ضرور متوجہ ہوگا۔ وُہ خوب جانتا ہے کہ کون سچے دِل سے مجھے پکارتا ہے اور کون محض دکھاوے کے لیے۔

اس آیت کا ایک شانِ نزول یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مسافر اور سوار کو قبلہ کا رُخ معلوم کرنا چونکہ مشکل ہوتا ہے اس لیے حکم ہُوا کہ اس وقت جس طرف بھی رُخ کر کے عبادت کرو گے۔ وُہ قبول ہو گی۔ کیونکہ اللہ ہر سمت اور ہر جگہ پر حاوی ہے۔ چنانچہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نماز کے لیے قبلہ کا صحیح رُخ معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف دِل گواہی دے۔ اس طرف رُخ کر کے نماز ادا کر لو۔ اور نفل نماز اگر سواری پر ہو تو خواہ سواری کی سمّت بدل جائے۔ تم اپنی نماز جاری رکھو۔

اللہ کی کوئی اولاد نہیں

وَ۔ قَالُوا۔ اتَّخَذَ۔ اللّٰہُ۔ وَلَدًا۔ سُبْحٰنَہٗ
اور کہتے ہیں رکھتا ہے اللہ اولاد وُہ پاک ہے
بَلْ۔ لَّہٗ۔ مَا۔ فِی۔ السَّمٰوٰتِ۔ وَ۔ الْاَرْضِ
بلکہ اسی کا ہے جو کچھ میں آسمان (جمع) اور زمین
كُلٌّ۔ لَّہٗ۔ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
سب اسی کے تابع فرمان۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ
اور کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے وُہ سب باتوں سے پاک ہے۔
بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے۔
كُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔

پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ اللہ کسی خاص سمت کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے اس کی طرف منہ کرنے کے لیے ہمیں بھی کسی خاص سمت کی طرف مڑنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی۔ اور فرمایا ہے۔ کہ وُہ کسی خاص سمت یا عبادت گاہ کی چار دیواری میں محدود نہیں ہے۔ بلکہ وُہ تمام کائنات کا مالک ہے۔ اور اس کی کوئی حد نہیں ہے اس لئے جس طرف بھی چاہو رُخ کر کے خدا کو یاد کر لیا کرو۔ وُہ تمہاری طرف متوجہ ہو گا۔

اِتَّخَذَ : (رکھتا ہے) یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً بنانا، پکڑنا اور اختیار کرنا۔ اور مفہوم ان سب ترجموں کا ایک ہی ہوتا ہے۔

قٰنِتُوْنَ ، (تابع فرمان) اس کا واحد قانت ہے یعنی حکم ماننے والا اور اطاعت گذار۔ قنوت اسی لفظ سے ہے۔ نماز وتر کی دُعا کو دعائے قنوت اسی لیے کہتے ہیں۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد ہوتا ہے۔

عیسائیوں کا ایک اور باطل عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ شرک کی بدترین قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وُہ ان کی تمام بیہودہ باتوں سے پاک ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ وُہ ایک ہے۔ وُہ تمام کائنات کا مالک ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے۔ سب اسی کے حکم کے تابع ہے۔ ہر جگہ اسی کی سلطنت ہے۔ مخلوق سے اس کا تعلق یہ ہے کہ ساری کائنات اور جنّ و بشر اس کے عبادت گذار اور تابع فرمان ہیں۔ وُہ سب کا معبود و مسجود ہے۔ کائنات کی تمام چیزیں اس کے حکم کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ انسان کا کمال بھی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سر جھکا دے اور اس کے سوا کسی کا تابع فرمان بن کر نہ رہے۔

امّتِ مسلمہ توحید کی علمبردار ہے اور وُہ اسی عقیدے کی تبلیغ کرتی ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ ہمیں ہمیشہ اس سے بچنا چاہیئے اور توحید کا یقین دِل سے کرنا چاہیئے۔

کُنْ فَیَکُوْنُ

بَدِیْعُ - السَّمٰوٰتِ - وَ - الْاَرْضِ ط - وَ
پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین اور
اِذَا - قَضٰٓی - اَمْرًا - فَاِنَّمَا - یَقُوْلُ - لَهٗ
جب حکم کرتا ہے کام تو یہی فرماتا ہے اس کو
کُنْ - فَیَکُوْنُ ﴿١١٧﴾
ہوجا پس وہ ہوجاتا ہے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَ
زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور
اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ
جب کسی کام کو حکم کرتا ہے تو اس کو یہی فرماتا ہے
کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿١١٧﴾
کہ ہوجا پس وُہ ہوجاتا ہے۔

بَدِیْعُ: (بغیر مادے کے اور بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا) یہ لفظ بدع سے بنا ہے۔ لفظ ابداع بھی اسی سے نکلا ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ مادہ کے بغیر نیست سے ہست کرنا۔ نمونے کے بغیر کوئی چیز بنا دینا اور مثال اور نمونے کے بغیر بنانا۔ بدیع سے مُراد ہے۔ ایسا موجد اور صناع جو حقیقی معنی میں پیدا کرنے والا اور ایجاد کرنے والا ہے۔ جسے نہ کسی آلے کی ضرورت ہے اور نہ کسی مال مسالہ کی۔ نہ وُہ کسی نمونہ کا محتاج ہے۔ نہ کسی استاد کا۔ ہر چیز خواہ اس کا وجود اور نمونہ پہلے موجود ہو یا نہ ہو۔ وُہ اسے وجود بخشنے والا ہے۔ زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے اُسی نے پیدا کی ہے۔

اس آیت میں مُشرک قوموں کے غلط عقیدوں کو رد کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مادہ پہلے سے کسی نہ کسی شکل میں موجود تھا۔ بس اسے اللہ نے ترتیب و ترکیب دے کر کائنات کو پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی صفت بدیع بتا کر یہ فرمایا کہ صرف اسی کی ذات قدیم ازلی و ابدی ہے۔ اس نے تمام موجودات کو ایجاد کیا ہے۔ جن کا پہلے بالکل کوئی نمونہ موجود نہیں تھا۔ زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے کو اسی نے نیست سے ہست کی شکل دی ہے اس کے لیے ہر چیز کو بالکل نئے سِرے سے بغیر نمونہ کے اور بغیر مادے کے پیدا کرنا نہایت سہل بات ہے۔

کُنْ فَیَکُوْنَ: (ہوجا۔ پس وُہ ہوجاتا ہے) اللہ تعالیٰ کو کائنات کی تخلیق اور ایجاد میں اسباب اور وسائل کی ضرورت نہیں صرف اس کا حکم اور اشارہ کافی ہے۔ اسی حقیقت کو اس مختصر سے جملے میں بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی قدیم ہے۔ ایک وقت ایسا تھا۔ جب اسی کا وجود تھا اور باقی کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ اسی نے اپنے ارادہ سے ان سب کو ایجاد کیا۔ اسے نہ کسی شریک کار کی ضرورت ہُوئی ہے اور نہ کسی معاون و مددگار کی۔ وہی تمام چیزوں کو نئی شکلیں دیتا ہے۔ مادہ پرست لوگوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ وُہ کسی کا محتاج ہے یا اسے کسی کی احتیاج اور ضرورت ہے۔

واضح دلائل

وَ۔ قَالَ۔ الَّذِيْنَ۔ لَا۔ يَعْلَمُوْنَ۔ لَوْ
اور کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں جانتے کیوں
لَا۔ يُكَلِّمُنَا۔ اللّٰهُ۔ اَوْ۔ تَاْتِيْنَآ۔ اٰيَةٌ ؕ
نہیں ہم سے بات کرتا اللہ یا ہمارے پاس آتی آیت
كَذٰلِكَ۔ قَالَ۔ الَّذِيْنَ۔ مِنْ۔ قَبْلِهِمْ
اسی طرح کہہ چکے وہ لوگ جو ان سے پہلے
مِّثْلَ۔ قَوْلِهِمْ ؕ۔ تَشَابَهَتْ۔ قُلُوْبُهُمْ ؕ
جیسی ان کی بات ایک جیسے ہیں ان کے دِل
قَدْ۔ بَيَّنَّا۔ الْاٰيٰتِ۔ لِقَوْمٍ۔ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
بیشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ
اور وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کہتے ہیں اللہ ہم سے
لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ
کیوں بات نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی آیت (کیوں نہیں)
كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
آتی۔ اسی طرح وُہ لوگ جو ان سے پہلے تھے۔ ان ہی کی سی بات
مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ
کر چکے ہیں۔ ان کے دِل ایک جیسے ہیں۔ بیشک ہم نے ان لوگوں
قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
کے لیے جو یقین رکھتے ہیں، نشانیاں بیان کر دیں۔

اَلَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ، (وُہ لوگ جو نہیں جانتے) یعنی حقیقی مذہبی علوم سے محروم ہیں۔ یہاں خاص طور پر مشرک مُراد ہیں۔

لَا يُكَلِّمُنَا، (ہم سے بات نہیں کرتا) یعنی رسُولوں اور نبیوں کے واسطہ کے بغیر اللہ تعالیٰ براہِ راست ہم سے بات کیوں نہیں کرتا۔

اٰيَة، (آیت) لفظی معنی نشان کے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ معجزہ کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ یہاں بھی مُراد معجزہ ہے۔

مکّہ کے کافر اور مشرک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اگر نبی اور رسُول سے بات کرتا ہے تو ہم سے بلا واسطہ اور براہِ راست کلام کیوں نہیں کرتا۔ یا آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و تصدیق کے لیے کوئی انوکھی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں بھیجتا تاکہ ہم اسے دیکھ کر خود ہی اس نبی کو سچّا مان لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی انہی کی طرح فرمائشیں کی تھیں۔ ان لوگوں کا عقلی، روحانی اور اخلاقی معیار بہت پست تھا۔ اور ان کا بھی پست ہے۔ گویا ان دونوں کے دِل بے بصیرتی اور ناحق شناسی میں ایک ہی جیسے ہیں۔

اُن کی اس فرمائش کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے صرف ایک معجزہ مانگا ہے ہم تو پہلے ہی بہت سے کھلے کھلے معجزے بھیج چکے ہیں۔ مثلاً رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچّائی، امانت، پاکبازی اور عقل و فہم میں بے نظیر ہونا۔ قرآن مجید کا ہر طرح سے بے مثال ہونا۔ تمہارا اس کے جواب میں عاجز رہنا۔ حضرت رسُولِ خدا کا معراج میں جانا۔ شق القمر کا معجزہ رونما ہونا وغیرہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمّہ داری

اِنَّآ ۔ اَرۡسَلۡنٰكَ ۔ بِالۡحَقِّ ۔ بَشِيۡرًا ۔ وَّ
بیشک ہم نے تجھے بھیجا ہے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور
نَذِيۡرًا ۔ وَّ ۔ لَا ۔ تُسۡـَٔلُ ۔ عَنۡ ۔ اَصۡحٰبِ
ڈرانے والا اور نہیں تجھ سے پوچھ سے والے
الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۹﴾
دوزخ ۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّ
بیشک ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور
نَذِيۡرًا وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ
ڈرانے والا اور دوزخ میں رہنے والوں کی نسبت تجھ
الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۹﴾
سے پوچھ نہیں۔

بِالۡحَقِّ (حق کے ساتھ) مراد یہ ہے کہ راہِ حق کی طرف ہدایت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے معنیٰ یہ بھی ہیں کہ آپ سچی باتیں بتلانے والے ہیں۔ حق کے لیئے روشن دلائل اور واضح ثبوت پیش کرنے والے ہیں۔

بَشِيۡرٌ (خوشخبری دینے والا) یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور اللہ اور نبی کے احکام کی پیروی کریں۔ آپؐ انہیں نیک اعمال کے بدلے دُنیا و آخرت میں فلاح و بہتری کی خوشخبری دینے والے ہیں۔

نَذِيۡرٌ (ڈرانے والا) یعنی جو لوگ انکار اور سرکشی کریں۔ انہیں ان کے اعمالِ بد کے بدلے دُنیا اور آخرت میں بُرے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دو بہت اہم خصوصیات ہیں۔

کفار اور مشرکین رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں اور قرآن مجید کی صداقت کے بارہ میں شک کرتے تھے اور یہ دلیل دیتے تھے کہ اللہ اگر اس رسُول سے کلام کر سکتا ہے۔ تو ہم بھی تو انسان ہیں۔ ہم سے کیوں نہیں کرتا۔ یا ایسے کوئی بہت بڑا معجزہ کیوں نہیں دے دیتا جس سے اس کی رسالت و صداقت خود بخود سچ ثابت ہو جائے۔

اُن کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک معجزہ مانگتے ہو۔ ہم تو بہت سے معجزے اپنے رسُول کو دے چکے ہیں۔ لیکن انہیں صرف وہی لوگ مانیں گے جو خلوصِ دل سے سچّائی کے طلب گار ہیں۔ اور حق کا یقین کرتے ہیں اور وہ لوگ نہیں مانیں گے جن کا نقطۂ نظر محض شک و اشتباہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم نے تجھے دینِ حق دے کر بھیجا ہے۔ جو لوگ تیرے پیچھے چلیں گے۔ وُہ ایمان دار ہیں۔ اور ان کے لیئے تو نیک اجر کی خوشخبری دینے والا ہے البتہ جو تیرے پیچھے نہیں چلیں گے وُہ کافر ہیں۔ اور وُہ دوزخ میں جائیں گے۔ اُن کے لیئے تو اس انجامِ بد کی خبر دینے والا ہے۔ نبی کا کام صرف اللہ کا حکم پہنچا دینا ہے، اور بس۔ کافروں کو مسلمان بنا دینے کی ذمّہ داری نبی پر نہیں ہوتی ہے۔

یہود و نصاریٰ کی خواہش

وَ۔لَنْ۔ تَرْضٰی۔عَنْكَ۔ الْیَھُوْدُ۔وَ۔لَا
اور ہرگز نہ راضی تجھ سے یہود اور نہ
النَّصٰرٰی۔حَتّٰی۔ تَتَّبِعَ۔مِلَّتَھُمْ۔ قُلْ
نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو ان کا دین تو کہہ دے
اِنَّ۔ ھُدَی۔ اللّٰهِ۔ ھُوَ۔ الْھُدٰی۔ وَ
جو راہ بتائے اللہ وہی سیدھی راہ اور
لَئِنِ۔ اتَّبَعْتَ۔ اَھْوَآءَ ھُمْ۔ بَعْدَ۔الَّذِیْ
اگر تو تابعداری کرے ان کی خواہشیں بعد وہ جو
جَآءَكَ۔مِنَ۔ الْعِلْمِ۔ مَا۔لَكَ۔مِنَ۔ اللّٰهِ
تجھے پہنچا سے علم نہیں تیرا سے اللہ
مِنْ۔ وَّلِیٍّ۔ وَّ۔ لَا۔ نَصِیْرٍ (۱۲۰)
سے کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَھُوْدُ وَلَا
اور تجھ سے یہودی ہرگز نہ راضی ہوں گے۔ اور نہ
النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ قُلْ
نصاریٰ جب تک تو ان کے دین کے تابع نہ ہو تو کہہ دے
اِنَّ ھُدَی اللّٰهِ ھُوَ الْھُدٰی وَ
جو اللہ راہ بتائے وہی راہ سیدھی ہے۔ اور اگر (بالفرض)
لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ
تو ان کی خواہشوں کی تابعداری کرے اس علم کے بعد
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
جو تجھ کو پہنچا تو اللہ کے ہاں سے تیرا کوئی
مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (۱۲۰)
حمایت کرنے والا اور مددگار نہیں۔

مِلَّتَھُمْ: (ان کا دین) اُردو میں لفظ مِلّت قوم کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں اس کے معنی مسلک دین اور طریقے کے ہوتے ہیں۔

اَھْوَآءَ ھُمْ: (ان کی خواہشیں) اھواء سے مراد وُہ خیالات اور آراء ہیں جن کی بنیاد علم یا حقیقت پر نہ ہو۔ بلکہ نفسانی خواہشوں پر ہو۔ اھواء کا واحد ھواء ہے۔

یہودی اور عیسائی اس قدر متعصّب تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ان سے کتنا ہی ہمدردی کا برتاؤ کرتے یا ان کی کتنی ہی رعایت کرتے۔ وُہ ہرگز آپ کی بات سننے اور ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ وُہ صرف اسی صورت میں آپ سے خوش ہو سکتے تھے۔ جب آپ ان کا دین قبول کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقی راہ ہدایت اور سچا دین وہی ہے جو اس نے اپنے رسُول کو بتایا ہے یعنی خدا پرستی اور نیک عملی۔ جتنی الگ الگ گروہ بندیاں کر لی گئی ہیں یہ سب انسانی گمراہی کی پیدا کی ہُوئی ہیں۔ جو شخص اللہ کی بتائی ہوئی سیدھی راہ سے جان بُوجھ کر مُنہ موڑے گا اس کے لیے سخت سزا مقرر ہے اور اس سزا سے بچانے والا اس کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوگا۔

اس آیت سے دو باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں اوّل یہ کہ اہل کتاب کا دین اس قدر بدل چکا ہے کہ اس میں ان کی جھوٹی خواہشوں اور آرزوؤں کے سوا کچھ باقی نہیں ہے۔ دُوسرے یہ کہ حقیقی راستہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے انسان پر بخوبی واضح کر دیا ہے۔

کتب سابقہ میں تائید

اَلَّذِيْنَ ۔ اٰتَيْنٰهُمُ ۔ الْكِتٰبَ ۔ يَتْلُوْنَهٗ
وُہ لوگ جن کو ہم نے دی کتاب وُہ اسے پڑھتے ہیں
حَقَّ ۔ تِلَاوَتِهٖ ۔ اُولٰٓئِكَ ۔ يُؤْمِنُوْنَ ۔ بِهٖ
حق اس کا پڑھنا وہی ایمان لاتے ہیں اس پر
وَ ۔ مَنْ ۔ يَّكْفُرْ ۔ بِهٖ ۔ فَاُولٰٓئِكَ ۔ هُمُ
اور جو منکر ہوگا اس سے وہ لوگ ہیں
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
نقصان پانے والے ۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ
وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وُہ اسے پڑھتے ہیں ۔ جیسے
حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ
اسے پڑھنے کا حق ہے وہی اس پر ایمان لاتے ہیں ۔
وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جو کوئی اس سے منکر ہوگا۔ تو وہی لوگ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۹ / ۱۴ / ۱۴
نقصان پانے والے ہیں ۔

حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ (اس کے پڑھنے کا حق) تلاوت کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ لفظ تُلو اس کا مادہ ہے اس کے لفظی معنی پیچھے چلنے کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس جملے کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ وُہ لوگ اللہ کی کتاب کو یوں پڑھتے ہیں۔ جیسے پڑھنے کا حق ہے۔ یعنی اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اس کی بتائی ہُوئی راہ پر چلتے ہیں اور اس میں کمی بیشی نہیں کرتے ۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ: (جنہیں ہم نے کتاب دی) مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔

پچھلی آیت میں مذہبی گروہ بندی کا نتیجہ بتایا گیا تھا یعنی یہ کہ حق پسندی اور حقیقت بینی کی جگہ گروہ پرستی کی رُوح کام کر رہی ہے۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک انسان کا اعتقاد اور عمل کیسا ہے۔ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ وُہ ہمارے گروہ میں داخل ہے یا نہیں؟ جب لوگوں کی ذہنیت ایسی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ دلائل کچھ کام نہیں دے سکتے۔ کتنی ہی سچی اور معقول باتیں کیوں نہ کہی جائیں۔ ان لوگوں کے لئے سب بیکار ہوتی ہیں۔

آج کے سبق میں بتایا گیا ہے کہ اگر اہل کتاب ضد، نفسانیت اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اخلاص اور نیک نیتی سے کام لیں۔ اور اپنی کتابوں کو خلوص دل سے پڑھیں۔ تو وُہ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہو جائیں گے اور آپؐ پر ایمان لے آئیں گے۔

جو لوگ اپنی کتابوں میں بھی تبدیل و تحریف کرتے ہیں۔ ان کے احکام میں نیک ارادے سے غور نہیں کرتے۔ وُہ کبھی قرآن مجید کی صداقت کے قائل نہیں ہوں گے۔ وہ تعصّب، ہٹ دھرمی، نفس پرستی اور گروہ بندی میں مبتلا ہیں۔ اور اگر یہی لچھّن رہے تو ہمیشہ کفر ہی میں مبتلا رہیں گے۔ وُہ لگاتار حق سے انکار ہی کرتے رہیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وُہ دُنیا میں بھی نقصان اٹھائیں گے اور آخرت میں تباہ و برباد ہوں گے۔

یومِ آخرت میں گرفت

يٰبَنِىٓ - اِسْرَآءِيْلَ - اذْكُرُوْا - نِعْمَتِىَ
اے بنی اسرائیل یاد کرو ہمارے احسان
الَّتِىٓ - اَنْعَمْتُ - عَلَيْكُمْ - وَ - اَنِّىْ
جو میں نے کئے تم پر اور میں نے
فَضَّلْتُكُمْ - عَلَى - الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۲۲ وَ
تمہیں بڑائی دی اوپر اہل عالم - اور
اتَّقُوْا - يَوْمًا - لَّا - تَجْزِىْ - نَفْسٌ
ڈرو دن نہ کام آئے کوئی شخص
عَنْ - نَّفْسٍ - شَيْئًا - وَّ - لَا - يُقْبَلُ
سے کوئی ذرا بھی اور نہ قبول کیا جائے گا
مِنْهَا - عَدْلٌ - وَّ - لَا - تَنْفَعُهَا - شَفَاعَةٌ
اس سے بدلہ اور نہ اسے کام آئے گی سفارش
وَّ - لَا - هُمْ - يُنْصَرُوْنَ ۝۱۲۳
اور نہ انہیں مدد پہنچے گی۔

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ
اے بنی اسرائیل ہمارے احسان یاد کرو
الَّتِىٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّىْ
جو میں نے تم پر کئے اور یہ کہ میں نے
فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۲۲ وَ
تمہیں اہل عالم پر بڑائی دی اور
اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ
اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کے
عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّ لَا يُقْبَلُ
ذرا کام نہ آئے اور نہ اس کی طرف سے بدلہ قبول
مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ
کیا جائے گا اور نہ اسے سفارش کام آئے گی اور نہ
وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۱۲۳
انہیں مدد پہنچے گی۔

یہ دونوں آیتیں آپ پہلے بھی سبق نمبر (۷۰) اور (۷۸) میں پڑھ چکے ہیں۔ وہاں سے بنی اسرائیل کا ذکر شروع ہوا تھا اور یہاں تک ان کی علمی اور عملی کمزوریاں بیان کی گئی ہیں۔ انہیں سیدھی راہ یعنی اسلام قبول کرنے کی دعوت بھی دی گئی ہے۔ واضح اور روشن دلائل سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم برحق نبی ہیں۔ اور ان پر ایمان لانا اور اُن کی تعلیمات پر ثابت قدم رہنا ہر فرد کے لیے لازم ہو گیا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ تعصب ضد، مذہبی گروہ بندی اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہُوئے راہ راست کو اختیار کر لو۔

اب انہیں دُوسری بار پھر وہی باتیں یاد دلائی جارہی ہیں۔ اور آخرت کے نتائج سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ دُنیا میں انسان کسی کی مدد سے، بدلے یا جرمانہ سے، سفارش یا زور سے بچ سکتا ہے لیکن اللہ کے ہاں ان میں سے کوئی چیز بھی کام نہ دے گی۔ وہاں انسان کے صرف اپنے عمل کام آئیں گے۔ نذرانے، جرمانے، سفارش، دوستی یا کسی کی مدد کام نہ آسکے گی۔

حضرت ابراہیمؑ کی قیادت و امامت

وَ۔اِذِ ۔ ابۡتَلٰٓی۔ اِبۡرٰھٖمَ۔ رَبُّهٗ۔ بِكَلِمٰتٍ

اور جب آزمایا ابراہیمؑ اس کا رب کئی باتوں میں

فَاَتَمَّهُنَّ ؕ۔ قَالَ۔ اِنِّیۡ ۔ جَاعِلُكَ

پھر اس نے وُہ پوری کیں فرمایا میں تجھے بناؤں گا

لِلنَّاسِ۔ اِمَامًا ؕ

لوگوں کا پیشوا ۔

وَاِذِ ابۡتَلٰٓی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ

اور جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے آزمایا کئی باتوں میں

فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُكَ

پھر اس نے وُہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھے سب لوگوں

لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

کا پیشوا بناؤں گا ۔

اِبۡرٰھٖمَ: (ابراہیمؑ) اس جلیل القدر نبی کے نام سے ہر شخص واقف ہے ۔ آپ ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ کے جدِ امجد تھے ۔ آپ کا وطن بابل تھا اور باپ کا نام آذر تھا ۔ ان کی نسل میں دو سلسلے چلے ۔ ایک حضرت اسحٰقؑ کی اولاد سے ایک حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ۔ پہلے سلسلہ کے نبیوں کو اسرائیلی انبیاء کہا جاتا ہے ۔ مثلاً حضرت سلیمان، داؤد، موسٰی اور عیسٰی (علیہم السّلام) دُوسرے خاندان میں ہمارے نبی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جدِ انبیاء کہا جاتا ہے ۔ مسلمانوں کے علاوہ عیسائی یہودی سبھی ان کی عزّت کرتے ہیں ۔

اِذِ ابۡتَلٰٓی: (جب آزمایا) یہ لفظ بلیہ سے نِکلا ہے ۔ اس کے معنیٰ مُصیبت اور آزمائش کے ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بزرگ نبی کو کئی طریق پر آزمایا ۔ مثلاً بُت پرست اور بُت گر باپ نے گھر سے نکالنے کی دھمکی دی ۔ قوم نے جلاوطن کرنے کا ڈراوا دیا ۔ بادشاہ نے آگ میں ڈال دیا مگر وُہ اسلام سے باز نہ آئے اور حق پر قائم رہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیوی بچّہ کو جنگل میں چھوڑ آنے اور بچّہ کو قربان کرنے کا حکم دیا ۔ انہوں نے اس حکم کو بھی پُورا کر دکھایا ۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی امتحان ہُوئے اور وُہ ہر ایک میں کامیاب رہے ۔

اِمَامًا: (پیشوا) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی یہ امامت فقط روحانی اور مذہبی پیشوائی نہ تھی ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سیاسی اعتبار سے بھی برتری اور سرفرازی عطا فرمائی ۔ وُہ اپنے زمانہ میں واقعی سردار اور پیشوا بنے ۔ لوگوں نے انکی پیشوائی تسلیم کی ۔

امامت کی وراثت

قَالَ ۔ وَ ۔ مِنْ ۔ ذُرِّيَّتِيْ ۔ قَالَ ۔ لَا
اس نے کہا اور سے میری اولاد اس نے کہا نہیں
يَنَالُ ۔ عَهْدِی ۔ الظّٰلِمِيْنَ (۱۲۴)
پہنچتا ہے میرا اقرار ظالموں کو۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا
اس نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی اس نے فرمایا
يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ (۱۲۴)
میرا اقرار ظالموں کو نہیں پہنچتا ہے۔

ذُرِّيَّتِيْ: (میری اولاد) اس لفظ ذُرِّیَّۃ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یعنی اس میں اولاد اور اولاد کی اولاد بھی شامل ہے حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ (ان سب پر اللہ کا سلام ہو) ان دونوں کی نسل اُن کی ذرّیۃ ہُوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو بڑی برکت دی۔ ان میں بے شمار نبی و رسول پیدا ہُوئے۔

یہودیوں کو اپنی نسلی برتری کا بہت گھمنڈ تھا۔ وُہ کہتے تھے کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں۔ اور تورات میں لکھا ہے کہ خدا نے اس کی نسل کو برکت اور فضیلت دی۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ اوّل تو اس فخر و امتیاز اور نسلی برتری میں بنو اسمٰعیل بھی شامل ہیں۔ دُوسرے یہ کہ خُدا کا وعدہ صِرف نیک کرداروں کے لئے تھا نہ کہ بد کرداروں کے لیے۔ جن لوگوں نے ایمان و عمل کی سعادت کھو دی۔ ان کے لئے نسل کا شرف کچھ بھی باعث امتیاز نہیں۔

گذشتہ امتوں کے راہ حق سے بھٹک جانے کے بعد اللہ تعالیٰ منصب امامت کے لیے امت محمدیہ کی بنیاد رکھ رہا ہے اس لئے ضروری تھا کہ دعوتِ قرآن کے ظہور کی معنوی تاریخ بیان کر دی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کئی طریقہ سے امتحان لیا۔ انہیں آزمائش میں ڈالا۔ بعض مصائب میں مبتلا کیا۔ لیکن وُہ سب میں کامیاب نِکلے اور صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس کامیابی کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے پیشوا اور امام بنا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا۔ کہ آیا یہ امامت و پیشوائی کا منصب اس کی نسل کو بھی عطا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا یہ وعدہ ظالموں کے لیے نہیں ہوگا۔ یعنی تیری نسل کو یہ منصب ضرور ملے گا۔ لیکن اسی صُورت میں جبکہ وُہ لوگ ظالم نہ ہوں اور اگر انہوں نے نافرمانی اور سرکشی کی راہ اختیار کر لی۔ تو پھر یہ منصب اُن سے چھین لیا جائے گا۔

ایک مدتِ دراز تک امامت و قیادت حضرت ابراہیمؑ کی نسل کے اندر حضرت یعقوبؑ کی اولاد (بنی اسرائیل) میں رہی جب وُہ گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے حق ادا نہ کیا تو یہ امامت ان سے چھین کر حضرت ابراہیمؑ کے دُوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہو گئی۔ اب یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو اس کے اہل ثابت کریں۔

خانہ کعبہ کی اہمیّت

وَ۔ اِذْ۔ جَعَلْنَا۔ الْبَیْتَ۔ مَثَابَةً۔ لِّلنَّاسِ
اور جب ہم نے مقرر کیا خانہ کعبہ اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے
وَ۔ اَمْنًا ؕ وَ۔ اتَّخِذُوْا۔ مِنْ۔ مَّقَامِ
اور امن کی جگہ اور بناؤ سے کھڑے ہونے کی جگہ
اِبْرٰهٖمَ۔ مُصَلًّى ؕ
ابراہیم نماز کی جگہ۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو مقرر کیا لوگوں کے واسطے اجتماع کی جگہ
وَ اَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ
اور امن کی جگہ اور (کہہ دیا) کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ
اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ
کو نماز کی جگہ بناؤ۔

اَلْبَیْتَ: (خانہ کعبہ) بیت کے لفظی معنی گھر کے ہیں۔ البیت سے مراد البیت اللہ الحرام (خانہ کعبہ) ہے۔ یہ عمارت مکہ معظمہ میں ہے۔ یہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قدیم ترین مکان ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کے قدیم اور اولین عبادت گاہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اس مرکز قدیم کو قرآن مجید میں اَوَّلَ بَیْتٍ بھی کہا گیا ہے، اسے خانہ کعبہ، بیت اللہ اور قبلہ بھی کہتے ہیں۔

مَثَابَةً: (اجتماع کی جگہ) یہ لفظ ثوب سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی شے کا اصلی حالت کی طرف لوٹنا۔ اس لیے مَثَابَة کے معنی ہوئے۔ وہ مقام جس کی طرف انسان بار بار رجوع کرے اور اس کا جی نہ بھرے۔ البیت الحرام کا یہ وصف ہے کہ لوگ بار بار حج کرتے ہیں اور اس سے اکتاتے نہیں۔

لِلنَّاسِ: (لوگوں کے لیے) عام لوگ مُراد ہیں۔ جو زیارت کے لیے آئیں۔ خانہ کعبہ کے گرد، دُنیا کے ہر خطہ ہر علاقہ اور ہر ملک کے لوگ ہر سال حج و زیارت اور عمرہ کے لیے جمع ہوتے ہیں۔

اَمْنًا: (امن کی جگہ) کعبہ کی عمارت اور اس کے اردگرد کا تمام علاقہ جو حرم میں داخل ہے۔ اس میں خونریزی یا جانوروں کا شکار قطعاً منع ہے۔ قبلِ اسلام قاتل اور مجرم بھی بچنے کے لیے خانہ کعبہ کی دیواروں کے درمیان آکر پناہ لیتے تھے۔

مَقَامِ اِبْرٰهٖمَ: (ابراہیم کے کھڑا ہونے کی جگہ) مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ علیہ السّلام خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے یہ پتھر خانہ کعبہ سے تھوڑے فاصلہ پر ایک حجرہ میں محفوظ ہے۔ حج کے موقع پر طواف کے بعد اس حجرے کے سامنے دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔

مُصَلًّى: (نماز پڑھنے کی جگہ) اردو میں ہم مصلی اس کپڑے یا چٹائی وغیرہ کو کہتے ہیں، جس پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے عربی میں ہر اس جگہ کو بھی مصلی کہا جاتا ہے، جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔

حج کے مراسم

وَ- عَهِدْنَآ- اِلٰٓى- اِبْرٰهٖمَ- وَ- اِسْمٰعِيْلَ
اور ہم نے حکم دیا کو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ
اَنْ- طَهِّرَا- بَيْتِىَ- لِلطَّآئِفِيْنَ- وَالْعٰكِفِيْنَ
کہ پاک رکھیں میرا گھر طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والے
وَ- الرُّكَّعِ- السُّجُوْدِ ﴿١٢٥﴾
اور رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو حکم دیا کہ میرا گھر پاک رکھیں
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ
طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں اور
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿١٢٥﴾
رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے۔

عَهِدْنَآ : (ہم نے حکم دیا) یہ لفظ عہد سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں اقرار۔ لیکن یہاں یہ لفظ امرنا کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی ہم نے حکم دیا۔

اِسْمٰعِيْلَ : (اسمٰعیل) آپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ کے بارہ فرزند ہوئے اور ان سے بارہ نسلیں چلیں۔ عرب کا مشہور قبیلہ قریش آپ ہی کی نسل سے ہے آپ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں میں سے ہیں۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم آپ کو اور آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السّلام دونوں کو ملا۔

طَهِّرَا : (پاک کر رکھو) لفظ طَهَارَةٌ سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں پاکیزگی۔ اس کے اندر ظاہری صفائی اور پاکیزگی کے علاوہ معنوی پاکیزگی کا حکم بھی آجاتا ہے۔ یعنی کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک رکھو۔

بَيْتِىَ : (میرا گھر) اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو "میرا گھر" کہہ کر پکارا ہے۔ اس سے خانہ کعبہ کی عظمت و بزرگی ظاہر کرنا مقصود ہے۔

اِلطَّآئِفِيْنَ : (طواف کرنے والوں کے لیے) حج کے وقت کعبہ کا طواف یعنی اس کے گرد "چکر" کاٹنا فرض ہے۔ خانہ کعبہ میں توحید کا اعلان سب سے پہلے ہُوا۔ اس لیے اس کے گرد طواف کرنا گویا زبان سے اقرار کرنا ہے۔ کہ ہماری ساری عبادتوں سارے اعمال اور ساری زندگی کا مرکزی نقطہ محض توحید الٰہی ہے۔

عٰكِفِيْنَ : (اعتکاف کرنے والے) یہ لفظ عکوف سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی جگہ ٹھہرنے کو تعظیماً لازم کر لینا۔ شریعت کی اصطلاح میں عکوف اور اعتکاف سے مُراد ہے۔ مسجد کے اندر عبادت کی نیّت سے ایک مدّت تک قیام کرنا رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنّت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ذکر شروع ہے۔ تاکہ یہودیوں پر ثابت کر دیا جائے کہ جن کی نسل پر وُہ غرور کر رہے ہیں ان کی تعلیمات کیا تھیں پھر یہ کہ اس جلیل القدر پیغمبر سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اسے اس کی قربانیوں کے بدلے میں لوگوں کا پیشوا بنا دیا جائے گا لیکن یہ منصب و اعزاز اُسکی نسل کے بدکار لوگوں کو نہیں ملے گا۔ اس لیے چونکہ یہودی اصل راہ سے ہٹ چکے ہیں اس لیے ان سے یہ منصب چھین کر اولادِ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ کو دیا جا رہا ہے۔

مکّہ ـــــ امن والا شہر

وَ۔ اِذْ۔ قَالَ۔ اِبْرٰهٖمُ۔ رَبِّ۔ اجْعَلْ
اور جب کہا ابراہیم رب بنا
هٰذَا۔ بَلَدًا۔ اٰمِنًا۔ وَّ۔ ارْزُقْ۔ اَهْلَهٗ
یہ شہر امن والا اور روزی دے اس کے رہنے والے
مِنَ۔ الثَّمَرٰتِ۔ مَنْ۔ اٰمَنَ۔ مِنْهُمْ
سے پھل (جمع) جوکوئی ایمان لائے ان میں سے
بِاللّٰهِ۔ وَ۔ الْیَوْمِ۔ الْاٰخِرِ۔ قَالَ۔ وَ
اللہ پر اور دن قیامت فرمایا اور
مَنْ۔ كَفَرَ۔ فَاُمَتِّعُهٗ۔ قَلِیْلًا۔ ثُمَّ
جو کفر کرے میں اسے بھی نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دن۔ پھر
اَضْطَرُّهٗٓ۔ اِلٰى۔ عَذَابِ۔ النَّارِ۔ وَ
اسے جبراً بلاؤں گا طرف عذاب آگ اور
بِئْسَ۔ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾
وہ بری ہے رہنے کی جگہ۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ
اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب اس شہر کو
هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ
امن والا بنا اور اس کے رہنے والوں کو
مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
پھلوں کی روزی دے ان میں سے جو کوئی
بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَ
اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے فرمایا جو کفر
مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ
کرے اس کو بھی تھوڑے دنوں نفع پہنچاؤں گا پھر اسے
اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَ
جبراً دوزخ کے عذاب کی طرف بلاؤں گا اور وہ
بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾
رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔

قَلِیْلًا: (تھوڑے دنوں) مُراد ہے دنیا کی زندگی۔ کیونکہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑی سی ہے۔

فَاُمَتِّعُهٗ: (پھر اسے بھی نفع پہنچاؤں گا) یہ لفظ متاع سے نکلا ہے جس کے معنی نفع اور ساز و سامان کے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی تو چند دُعائیں کیں۔ اوّل یہ کہ اس عمارت کو، اس کے شہر کو اور ارد گرد کے علاقہ کو امن والا بنا دے۔ دوم یہاں کے رہنے والوں کو جو مومن ہوں پھل اور میوے کھانے کو دے۔ آپ کی یہ دونوں دعائیں پوری ہوئیں چنانچہ اس جگہ نہ خونریزی ہوتی ہے نہ ڈاکے پڑتے ہیں حتیٰ کہ جانور کا شکار تک نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ ساری زمین سخت پتھریلی اور ریتلی ہے لیکن تازہ پھل میوے ترکاریاں اور غلے وغیرہ بکثرت ملتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا گیا تھا کہ ظالموں اور بدکاروں کو امامت و پیشوائی کے منصب سے محروم رکھا جائے گا۔ آپ نے اس حکم کو یاد رکھا اور مکہ کے بسنے والوں کے لیے پھلوں کی روزی کی دُعا کرتے وقت صرف ایمانداروں کے لیے دُعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دینی سرداری صرف اہلِ ایمان و اطاعت کیلئے ہی مخصوص ہے۔ البتہ دنیوی زندگی سے کافروں اور منکروں کو بھی محروم نہ کیا جائے گا مگر یہ چیزیں انہیں صرف دُنیا ہی میں تھوڑے عرصے کی زندگی میں ملیں گی۔ اس کے بعد قیامت کے روز انہیں ان کی نافرمانی کی سزا میں جہنم میں جھونک دیا جائے گا جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

اُمّتِ مسلمہ کے لئے دُعا

وَ۔ اِذْ۔ يَرْفَعُ۔ اِبْرٰهٖمُ۔ الْقَوَاعِدَ۔ مِنَ

اور جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں سے

الْبَيْتِ۔ وَ۔ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا۔ تَقَبَّلْ۔ مِنَّا ؕ

گھر اور اسمٰعیل اے ہمارے رب قبول کر ہم سے

اِنَّكَ۔ اَنْتَ۔ السَّمِيْعُ۔ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾

بیشک توہی سننے والا جاننے والا

رَبَّنَا۔ وَ۔ اجْعَلْنَا۔ مُسْلِمَيْنِ۔ لَكَ۔ وَ

اے ہمارے رب اور ہمیں کر حکم بردار اپنا اور

مِنْ۔ ذُرِّيَّتِنَآ۔ اُمَّةً۔ مُّسْلِمَةً۔ لَّكَ ۪

سے ہماری اولاد جماعت فرمانبردار اپنی

وَ۔ اَرِنَا۔ مَنَاسِكَنَا۔ وَ۔ تُبْ۔ عَلَيْنَا ۚ

اور بتلا ہمیں حج کرنے کے قاعدے اور معاف کر ہمیں

اِنَّكَ۔ اَنْتَ۔ التَّوَّابُ۔ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

بیشک توہی توبہ قبول کرنے والا مہربان

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ

اور یاد کرو جب ابراہیمؑ اٹھاتے تھے خانہ کعبہ کی بنیادیں

الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ

اور اسمٰعیل اے ہمارے رب ہم سے قبول کر بیشک

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾

توہی سننے والا جاننے والا ہے ۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ

اے ہمارے رب ہمیں اپنا حکم بردار بنا اور ہماری اولاد

مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪

میں بھی ایک فرمانبردار جماعت بنا اور ہمیں حج

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ

کرنے کے قاعدے بتلا اور ہمیں معاف کر بے شک

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۔

يَرْفَعُ: (اٹھاتے تھے) کعبہ کی عمارت کی بنیادیں حضرت آدم علیہ السلام اپنے زمانہ میں رکھ گئے تھے۔ یہ عمارت خستہ ہو کر ختم ہو چکی تھی۔ اس لیے اب اسے از سر نو اٹھایا جا رہا تھا۔ یہ لفظ رفع سے بنا ہے۔ اس کے معنوں میں اٹھانا اور بلند کرنا دونوں مفہوم شامل ہیں۔

مُسْلِمَيْنِ: (حکم بردار) اس سے دو معنیٰ مراد ہیں۔ ایک اللہ کی توحید ماننے والے۔ دُوسرے اسلام کے عام احکام کے پابند۔ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام ویسے تو اس وقت بھی مسلم تھے۔ دُعا کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہماری فرمانبرداری کو زیادہ کر اور قائم رکھ۔ اس کا واحد مسلم ہے۔ اسلام بھی اسی مادہ سے ہے۔ مسلم کے لفظی معنیٰ ہیں سلامتی چاہنے والا امن دینے والا یا اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والا۔

اُمَّةً مُّسْلِمَةً: (فرمانبردار جماعت) اُمّة کے معنیٰ گروہ اور جماعت کے ہیں۔ اور مسلمہ کے معنی فرمانبردار اور اطاعت شعار کے ہیں جس کی پوری مصداق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت ہوئی۔

مَنَاسِكَنَا: (حج کرنے کے قاعدے) یعنی دینی قاعدے خاص طور پر حج کے آداب وغیرہ۔ انہیں مراسم حج بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السّلام جب کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو ساتھ ہی ساتھ دُعائیں کرتے جاتے تھے۔ کہ اے رب ہماری فرمانبرداری میں ترقی دے۔ ہماری نسل سے فرمانبردار امّت پیدا کر۔ ہمیں دین کے قاعدے اور حج اور بیت اللہ کی زیارت کے آداب سکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ کیونکہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

آنحضرت صلعم کی چار خصوصیات

رَبَّنَا ۔ وَ ابْعَثْ ۔ فِيْهِمْ ۔ رَسُوْلًا ۔ مِّنْهُمْ
ہمارے رب اور بھیج ان میں رسول انہی میں سے
يَتْلُوْا ۔ عَلَيْهِمْ ۔ اٰيٰتِكَ ۔ وَ ۔ يُعَلِّمُهُمُ ۔ الْكِتٰبَ
پڑھے ان پر تیری آیتیں اور انہیں سکھلا دے کتاب
وَ ۔ الْحِكْمَةَ ۔ وَ ۔ يُزَكِّيْهِمْ ۔ اِنَّكَ ۔ اَنْتَ
اور دانائی کی باتیں اور انہیں پاک کردے بے شک تو ہی
الْعَزِيْزُ ۔ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾
زبردست بڑی حکمت والا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
اے ہمارے رب ان میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیج کہ ان
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
میں تیری آیتیں پڑھے اور انہیں سکھا دے کتاب اور
وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ
دانائی کی باتیں اور انہیں پاک کرے بیشک تو ہی بہت
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع
زبردست بڑی حکمت والا ہے۔

۱۵ ع ۱۵

مِنْهُمْ: (ان ہی میں سے) حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السّلام مل کر دُعا کر رہے ہیں کہ ہم دونوں کی نسل سے ایک امّت مسلمہ (اپنی فرمانبردار امّت) پیدا کر اور یہ بھی کہ انہی میں سے ایک رسُول ان میں بھیج۔ صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ بنی اسمٰعیل کی نسل سے ہو۔ اللہ نے ان کی دُعا قبول کی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے پیدا ہوئے۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ: (ان پر تیری آیتیں پڑھے) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا کام اپنی امّت کے سامنے تلاوتِ آیات ہے۔ یعنی اللہ کا کلام پہنچانا اور پڑھانا۔ گویا آپ کی پہلی حیثیت مبلغ اعظم کی ہے۔

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ: (انہیں کتاب سکھا دے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف تبلیغ اور پیام رسانی پر ختم نہیں ہوجاتا۔ آپ کا کام کتاب الٰہی کی تبلیغ کے بعد اس کی تعلیم کا بھی ہے۔ گویا آپ کی دُوسری حیثیت معلّمِ اعظم کی ہے۔

الْحِكْمَةَ: (دانائی کی باتیں) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام حکمت و دانائی سکھانا، قرآنی احکام و مسائل سمجھانا دین کے قاعدے اور آداب سکھانا اور زندگی کے گوناگوں اور پیچیدہ مسائل کا اسی کی روشنی میں بہترین حل بتانا ہے۔ گویا آپ کی تیسری حیثیت مرشدِ اعظم کی ہے۔

يُزَكِّيْهِمْ: (انہیں پاک کردے) تزکیہ سے مُراد دِل کی صفائی ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا کام اپنی صحبت و تربیت سے اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں کا اخلاص پیدا کرنا ہے۔ یعنی آپ کی چوتھی حیثیت مصلحِ اعظم کی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے رب ہماری نسل سے ایک اپنی فرمانبردار امّت پیدا کر۔ ان ہی میں سے ان میں ایک نبی مبعوث فرما۔ اس کی چار خصوصیات ہوں۔ وُہ کتاب اللہ سنائے، پڑھائے، سمجھائے اور اس کے ذریعے دِلوں کو پاک کرے یعنی وُہ مبلغ بھی ہو معلّم بھی، حکیم و مرشد بھی ہو اور مصلح بھی۔ یہ تمام باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پوری ہوئیں۔

دینِ ابراہیمی

وَ - مَنْ - يَّرْغَبُ - عَنْ - مِّلَّةِ - اِبْرٰهٖمَ
اور کون پھرے سے مذہب ابراہیمؑ
اِلَّا - مَنْ - سَفِهَ - نَفْسَهٗ ط وَ - لَقَدِ
مگر جو اس نے احمق بنایا اپنے آپ کو اور بے شک
اصْطَفَيْنٰهُ - فِي - الدُّنْيَا ۚ وَ - اِنَّهٗ - فِي
ہم نے اسے منتخب کیا میں دنیا اور بیشک وہ میں
الْاٰخِرَةِ - لَمِنَ - الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾
آخرت سے نیک (جمع)

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ
اور کون ہے جو ابراہیمؑ کے مذہب سے پھرے مگر
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط وَلَقَدِ
وہی کہ جس نے اپنے آپ کو احمق بنایا اور بیشک
اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي
ہم نے اسے دنیا میں منتخب کیا اور آخرت میں
الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾
نیکوں میں سے ہے۔

يَرْغَبُ عَنْ ۔ (پھرے) یرغب لفظ رغبت سے بنا ہے۔ جس کے معنی مائل اور متوجہ ہونا ہیں۔ جب اس کے ساتھ عن آئے تو معنی برعکس ہو جاتے ہیں یعنی کسی کے خلاف جانا اور منہ پھیر لینا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ملّتِ ابراہیمؑ کی بنیاد عین دینِ فطرت پر ہے۔ اس کی تعلیمات طبع سلیم کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس سے تو وہی شخص منہ موڑ سکتا ہے۔ جس کی فطرت ہی سلیم نہ رہی ہو اور مسخ ہو چکی ہو۔

ملّتِ ابراہیمی وہی دینِ توحید ہے۔ جس کی دعوت آج فقط اسلام دے رہا ہے۔ یہاں دینِ اسلام کو ملّتِ ابراہیم کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ مخاطب یہاں یہود و نصاریٰ ہیں اور انہیں بتانا مقصود ہے کہ قرآن مجید تمہیں کسی نئے دین کی دعوت نہیں دیتا۔ تمہارے ہی بزرگ اور پیشوا حضرت ابراہیمؑ کے دین کی جانب تمہیں بلا رہا ہے۔

یہود و نصاریٰ نے اپنے معصوم نبیوں کے بارے میں جھوٹے اور بیہودہ قصّے گھڑنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اُن کے الزامات کو قرآن مجید غلط قرار دیتا ہے۔ اور جہاں جہاں انبیاء کا ذکر آتا ہے۔ ان کی اخلاقی اور روحانی عظمت کو بھی بیان کرتا ہے۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی توحید پرستی اور ایمان باللہ کے صلہ میں دُنیا میں ہر قسم کی نعمتوں اور سرفرازیوں کے لیے چن لیا تھا۔ اور انہیں منصب نبوّت و رسالت عطا کیا تھا۔ انہیں دُنیا میں لوگوں کا مذہبی اور روحانی پیشوا مقرّر فرمایا۔ اور آخرت میں وُہ یقیناً نیک اور صالح لوگوں میں شمار ہوں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت و بزرگی بیان کرنے سے قرآن مجید کا مقصود یہ ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ کو بتایا جائے کہ جس جلیل القدر پیغمبر کو وُہ اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ ان کا دین یہی تھا۔ جو آنحضرت صلعم پیش کر رہے ہیں۔ اگر وُہ ان کو اپنا مذہبی راہنما مانتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ وُہ اسلام قبول کر لیں۔ یہی ان کے باپ دادا کی راہ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی وصیّت

اِذْ۔ قَالَ۔ لَهٗ۔ رَبُّهٗٓ۔ اَسْلِمْ۔ قَالَ
جب کہا اس کو اس کا رب حکم برداری کر بولا
اَسْلَمْتُ۔ لِرَبِّ۔ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَ
میں حکم بردار ہوں پروردگار تمام عالم اور
وَصّٰى۔ بِهَآ۔ اِبْرٰهٖمُ۔ بَنِيْهِ۔ وَ
وصیت کرگیا یہی ابراہیم اپنے بیٹے اور
يَعْقُوْبُ۔ يٰبَنِيَّ۔ اِنَّ۔ اللّٰهَ۔ اصْطَفٰى
یعقوب اے بیٹو بے شک اللہ چن کر دیا
لَكُمُ۔ الدِّيْنَ۔ فَلَا۔ تَمُوْتُنَّ۔ اِلَّا۔ وَ
تمہیں دین سو ہرگز نہ تم مرنا مگر اور
اَنْتُمْ۔ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾
تم مسلمان۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ
یاد کرو جب اسے اس کے رب نے کہا کہ حکم برداری کر تو بولا
اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَ
کہ میں تمام عالم کے پروردگار کا حکم بردار ہوں اور
وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ
یہی وصیت ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو کر گئے۔ اور یعقوب کو
يَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى
بھی کہ اے بیٹو بے شک اللہ نے تمہیں
لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ
چُن کر دین دیا ہے سو تم ہرگز نہ مرنا
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾
مگر مسلمان

اَسْلِمْ: (حکم برداری کر) دوسرے معنیٰ ہیں "اسلام لے آ"۔ یعنی اپنے آپ کو کامل طور پر خدائے واحد کے سپرد کر دے۔ اس کے حکموں کی مکمل اطاعت قبول کر۔ اور زندگی کے ہر معاملے میں اسی کے احکام کی اطاعت کو فرض سمجھ۔ اسلام بھی اسی لفظ سے نکلا ہے۔ جس کے بنیادی معنیٰ امن دینا۔ سلامتی چاہنا اور اطاعت قبول کرنا ہیں۔

يَعْقُوْبُ: (یعقوب) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے صاحبزادے تھے۔ خود بھی نبی تھے اسرائیل آپ ہی کا لقب ہے۔ اسی نسبت سے آپ کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔

اَصْطَفٰى: (چُن لیا) یہ لفظ اصطفاء سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں چن لینا اور ملاوٹ سے پاک کر دینا۔ مصطفیٰ بھی اسی لفظ سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں چنا ہُوا اور برگزیدہ۔

تمام اہلِ کتاب اور مشرکینِ مکہ سب کے سب اس چیز کا دعویٰ کرتے تھے کہ وُہ اپنے بزرگوں کے دین کو مانتے ہیں۔ اسی پر وُہ جمے رہیں گے۔ اور کسی نئے دین کو ہرگز قبول نہ کریں گے۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر کے ان لوگوں کو بتایا کہ جن بزرگوں کو تم مانتے ہو اور جن کے دین پر چلنے کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ وُہ تو اپنی نسل کو اپنے اسی دین کی پیروی کرنے کا حکم دے گئے ہیں جس پر وُہ خود کاربند تھے یعنی دینِ توحید اور ملتِ اسلام اس لیے تم اگر انہیں پیشوا مانتے ہو۔ تو ان کا اصل دین تو یہ ہے جس کی طرف اب قرآن مجید تمہیں دعوت دے رہا ہے۔ اب تم اسے مانو! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو یہی تاکید فرما گئے ہیں کہ تم سب اللہ کے فرمانبردار ہو کر مرنا۔ موت کا وقت غیر یقینی ہے۔ اس لیے اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ہر وقت مسلم بنے رہنا۔ ایمان کو ہر لحظہ دل میں جگہ دیئے رکھنا۔

حضرت یعقوبؑ کی وصیّت

اَمۡ۔ کُنۡتُمۡ۔ شُھَدَآءَ۔ اِذۡ۔ حَضَرَ۔ یَعۡقُوۡبَ
کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب
الۡمَوۡتُ۔ اِذۡ۔ قَالَ۔ لِبَنِیۡہِ۔ مَا۔ تَعۡبُدُوۡنَ
موت جب کہا اپنے بیٹوں کو کس کی تم عبادت کروگے
مِنۡۢ۔ بَعۡدِیۡ۔ قَالُوۡا۔ نَعۡبُدُ۔ اِلٰھَکَ۔ وَ
سے میرے بعد بولے ہم بندگی کریں گے تیرا رب اور
اِلٰہَ۔ اٰبَآئِکَ۔ اِبۡرٰھٖمَ۔ وَ۔ اِسۡمٰعِیۡلَ۔ وَ
معبود تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور
اِسۡحٰقَ۔ اِلٰھًا۔ وَّاحِدًا۔ وَّ۔ نَحۡنُ۔ لَہٗ
اسحٰق معبود ایک اور ہم اسی کے
مُسۡلِمُوۡنَ (۱۳۳)
فرمانبردار۔

اَمۡ کُنۡتُمۡ شُھَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ
کیا تم موجود تھے جس وقت موت یعقوب کے
الۡمَوۡتُ اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡہِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ
قریب آئی جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس
مِنۡۢ بَعۡدِیۡ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰھَکَ وَ
کی عبادت کروگے۔ بولے ہم تیرے اور تیرے باپ
اِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰھٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ
دادا کے رب کی بندگی کریں گے جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور
اِسۡحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا وَّ نَحۡنُ لَہٗ
اسحٰق ہیں۔ وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اسی
مُسۡلِمُوۡنَ (۱۳۳)
کے فرمانبردار ہیں۔

حَضَرَ الۡمَوۡتَ: (موت قریب آئی) یعنی موت کا وقت قریب آیا اور آپ کو اس کے آثار نظر آنے لگے۔

اِسۡحٰقَ: (اسحٰق) آپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دوسرے صاحبزادے اور اسمٰعیل علیہ السّلام کے چھوٹے بھائی تھے ان کی والدہ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی حضرت سارہ تھیں۔

اس آیت میں بھی یہودیوں کو خطاب کیا گیا ہے کہ تم جو اپنی طرف سے من گھڑت باتیں اپنے بزرگوں کے نام منسوب کرتے ہو۔ اور اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہو۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السّلام نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹوں سے معبود کے بارے میں سوال کیا تھا اور انہوں نے جواب دیا تھا۔ کہ ہم اسی معبود کی پرستش کریں گے جن کی پرستش آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السّلام آپ کے چچا حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور آپ کے والد حضرت اسحٰق علیہ السّلام کرتے آئے ہیں۔
آج جب قرآن مجید دوبارہ اہل کتاب کو اسی دین کی طرف بلا رہا ہے۔ تو وہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ اور گمراہیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

وہ دین جسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اختیار کیا تھا۔ اور جس کی دعوت آج قرآن مجید دے رہا ہے۔ وہ یہی خدا پرستی اور نیک عملی ہے۔ جو فرد یا قوم بھی ان دو بنیادی اصولوں سے روگردانی کرے گی۔ وہ ابراہیمی دین سے دور جا پڑے گی۔ اور ہدایت سے محروم ہو جائے گی۔

اپنے ہی عمل کام آئیں گے!

تِلْكَ ۔ اُمَّةٌ ۔ قَدْ ۔ خَلَتْ ۚ لَهَا ۔ مَا
وہ جماعت تھی گذرچکی ان کےلیے جو
كَسَبَتْ ۔ وَ ۔ لَكُمْ ۔ مَّا ۔ كَسَبْتُمْ ۚ وَ ۔ لَا
انہوں نے کیا اور تمہارے لئے جو تم نے کیا اور نہیں
تُسْـَٔلُوْنَ ۔ عَمَّا ۔ كَانُوْا ۔ يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾
تم سے پوچھ ان کے کاموں انہوں نے کیا۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا
وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے لیے ہے جو
كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا
انہوں نے کیا اور تمہارے لیے ہے جو تم نے کیا اور تم سے
تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾
ان کے کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

تِلْكَ اُمَّةٌ: (یہ ایک جماعت) اس سے مُراد بنی اسرائیل کے بزرگ ہیں۔ جن کے نام وُہ لیتے اور ان کی پیروی کا دعویٰ کرتے تھے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ غلط تھا۔ ان گمراہ بدبخت انسانوں کو اللہ کے جلیل القدر انبیاء سے نام کے سِوا دُور کی نسبت بھی نہ تھی۔

یہودیوں کو اس بات پر بڑا فخر تھا۔ کہ وُہ نبیوں کی نسل سے ہیں۔ اس سبب سے انہوں نے یہ عقیدہ گھڑ رکھا تھا کہ ذاتی نیک عملی کی کوئی ضرورت نہیں۔ نبیوں کی اولاد سے ہونا ہی آخرت کی نجات کے لئے کافی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی عنایت سے باپ کی نیکیاں اولاد کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ اس غلط عقیدہ کے سبب وُہ لوگ نیک عملی سے بالکل بے پرواہ ہو چکے تھے۔ اور ہر قسم کے گناہوں، بدکاریوں اور نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔

قرآن مجید نے ان کے اس باطل عقیدے کی جڑ کاٹ دی۔ اور بتایا کہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ ہر فرد اور جماعت کو وہی ملتا ہے۔ جو اس نے خود کمایا ہے۔ نہ تو کسی کی نیکی دُوسرے کو پہنچتی ہے۔ نہ کسی کی بدعملی کے لیے کوئی دُوسرا جواب دہ ہو سکتا ہے اپنی ذاتی کوشش کے بغیر صرف بزرگوں کی رشتہ داری سے کام نہیں چل سکتا اور نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑا سبق ہے جو اس غلط خیال میں پھنسے ہُوئے ہیں۔ کہ گو ہم نے خود نیک کام نہ کئے ہوں۔ ہمارے بزرگوں کی نیکیاں ہی ہمارے کام آجائیں گی اور ہماری دُنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ بزرگوں کے نیکوکار ہونے سے تمہیں فائدہ نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی خبر لو اور ان کے نقشِ قدم پر چلو۔ ان کی زندگیاں تمہارے لئے حسنِ عمل کا نمونہ ہیں۔ ان کی پیروی سے تم اچھے اور نیک کام کر سکو گے۔

ہم میں سے اگر کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ کہ خاندانی بزرگی یا محض کسی بزرگ کی نسبت کافی ہو سکتی ہے۔ تو اسے یہ خیال دِل سے نکال دینا چاہیئے۔ اللہ کے ہاں صرف اپنے عمل ساتھ دیں گے۔ سب اپنے اپنے فرائض اور ذمّہ داریوں کے لئے جواب دہ ہوں گے۔

ملّتِ ابراہیمؑ

وَ ۔ قَالُوْا ۔ کُوْنُوْا ۔ هُوْدًا ۔ اَوْ ۔ نَصٰرٰی
اور کہتے ہیں ہو جاؤ یہودی یا نصرانی
تَهْتَدُوْا ؕ ۔ قُلْ ۔ بَلْ ۔ مِلَّةَ ۔ اِبْرٰهِيْمَ
تم راہ راست پالوگے کہہ دے بلکہ راہ ابراہیم
حَنِيْفًا ؕ ۔ وَ ۔ مَا ۔ كَانَ ۔ مِنَ ۔ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾
ایک ہی طرف کا اور نہ تھا سے شرک کرنے والے ۔

وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی
اور کہتے تھے کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو تم
تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
راہ راست پالو گے کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے
حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾
ابراہیم کی راہ اختیار کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور شرک کرنیوالوں میں نہ تھا

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ : (ابراہیمؑ کا دین) اس سے مُراد وہ خاص قواعد وضوابط اور قوانین ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جاری کئے اور ایک جماعت ان اصُولوں پر جمع ہوگئی ۔

حَنِيْفًا : (ایک ہی طرف کا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ مختلف چیزوں کو پوجتے تھے ۔ اور سمجھتے تھے کہ ہمارے تمام کام ان سے چلتے ہیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سب سے چھڑا کر ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور خود بھی سب سے کٹ کر اس ایک اللہ کے ہو رہے ۔ اسی لئے آپ کو "حنیف" کا لقب مِلا ۔

قرآن مجید نے اہل کتاب اور مشرکوں کے تمام جھوٹے عقیدوں کی تردید کر دی ۔ ان کی دلیلوں کو غلط ثابت کر کے روشن اور واضح دلائل کے ساتھ حق قبول کرنے کی دعوت دی ۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو چاہیئے تھا ۔ کہ قرآن مجید کی سیدھی اور سچی تعلیم کو قبول کر لیتے ۔ لیکن اس کے بجائے انہوں نے حسد اور ہٹ دُھرمی سے کام لیا اور اُلٹا مُسلمانوں کو یہودیت اور عیسائیت کی دعوت دینے لگے ۔ مُسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمارا دین قبول کر لو ۔ تو تمہیں دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہو جائے گی ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعوت کے بارے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری امّت کی طرف سے یہ جواب دینے کو کہا کہ اے اہل کتاب تم نے اپنی کتابوں اور شریعتوں میں بے شمار تبدیلیاں کر دی ہیں ۔ اور ہمارا دین بس اسی قدیم دین توحید پر ہے ۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا تھا ۔ ہم اسی دین پر قائم ہیں اور ہم نے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی ۔

دُوسرے یہ کہ تم کس منہ سے اپنے دین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب کرتے ہو ۔ وُہ تو شرک کے قریب ہو کر بھی نہیں گزرے تھے ۔ وُہ خالص توحید پر قائم تھے اور تم لوگوں کا مذہب تو اب شرک کی گندگیوں سے بھرا ہُوا ہے ۔ تم کس طرح دینِ حق اور نجات کے دعویدار ہو سکتے ہو ۔

تمام نبیوں پر ایمان

قُوْلُوْا۔ اٰمَنَّا۔ بِاللّٰهِ۔ وَ۔ مَآ۔ اُنْزِلَ
تم کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا
اِلَيْنَا۔ وَ۔ مَآ۔ اُنْزِلَ۔ اِلٰٓى۔ اِبْرٰهٖمَ
ہم پر اور جو اترا پر ابراہیم
وَ۔ اِسْمٰعِيْلَ۔ وَ۔ اِسْحٰقَ۔ وَ۔ يَعْقُوْبَ۔ وَ
اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور
الْاَسْبَاطِ۔ وَ۔ مَآ۔ اُوْتِيَ۔ مُوْسٰى ۔ وَ
اولاد اور جو دیا گیا موسیٰ اور
عِيْسٰى۔ وَ۔ مَآ ۔ اُوْتِيَ۔ النَّبِيُّوْنَ۔ مِنْ
عیسیٰ اور جو ملا پیغمبروں سے
رَّبِّهِمْ۔ لَا۔ نُفَرِّقُ۔ بَيْنَ۔ اَحَدٍ۔ مِّنْهُمْ ۚ
ان کے رب نہیں ہم فرق کرتے میں کسی ایک ان میں سے
وَ۔ نَحْنُ۔ لَهٗ۔ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
اور ہم اس کے فرمانبردار۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ
تم کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو
اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ
ہم پر اترا اور جو ابراہیم پر اترا اور اسمٰعیل
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ
اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر
الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ
اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو
عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ
دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ملا۔ ہم
رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۚ
ان سب میں سے کسی میں بھی فرق نہیں کرتے اور
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اَلْاَسْبَاطِ: (اولاد) جمع ہے سبط کی۔ اس کے معنی ہیں۔ اولاد کی اولاد یعنی پوتے نواسے وغیرہ۔ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل مراد ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ تم کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم ضد ہٹ دھرمی، حسد، بغض اور تعصب کی لعنتوں میں مبتلا ہو۔ تم بعض رسولوں کی پیروی کرتے ہو اور بعض کو جھٹلاتے ہو۔ رسالت کو نسل اور قوم کے ساتھ مخصوص کرتے ہو۔ محض نسلی برتری کو ذریعہ نجات سمجھتے ہو۔ اور اپنے مذہب کے سوا باقی تمام مذاہب کو غلط قرار دیتے ہو۔

ہم مسلمان تمام نبیوں کا سچا ہونا مانتے ہیں۔ کسی ایک کا بھی انکار نہیں کرتے۔ دنیا میں جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں۔ خواہ وُہ کسی زمانہ اور کسی ملک و قوم سے تعلق رکھتے ہوں، سب ایک ہی سچائی کے پیغام لائے تھے۔ سب کی یکساں طور پر تصدیق کرتے ہیں۔

اللہ کافی ہے

فَاِنْ - اٰمَنُوْا - بِمِثْلِ - مَآ - اٰمَنْتُمْ
سو اگر وُہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے
بِہٖ - فَقَدِ - اهْتَدَوْا ۚ - وَ - اِنْ
اس پر انہوں نے ہدایت پائی اور اگر
تَوَلَّوْا - فَاِنَّمَا - هُمْ - فِيْ - شِقَاقٍ ۚ
پھر جائیں تو پھر وہی ہیں میں ضد
فَ - سَ - يَكْفِيْ - كَ - هُمُ - اللّٰهُ ۚ - وَ - هُوَ - السَّمِيْعُ
پس عنقریب وہ کافی ہے تیرے لیے ان کے مقابلے میں اللہ اور وُہ سننے والا
الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾
جاننے والا۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ
سو اگر وہ بھی اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے
بِہٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ
تو انہوں نے بھی ہدایت پائی اور اگر پھر جائیں
تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ
تو وہی ضد پر ہیں پس عنقریب ان کے مقابلہ
فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ
میں تیرے لیے اللہ کافی ہے اور وہی سننے والا
الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ؕ
جاننے والا ہے۔

قرآن مجید نے اپنی صداقت اور اپنے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت دے کر اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان کے باطل عقیدوں کی تردید کی۔ غلط آرزوؤں کو بیہودہ قرار دیا اور انہی کے دلائل سے ثابت کر دیا کہ جس ابراہیمی دین پر قائم ہونے کا وُہ دعوٰی کرتے ہیں۔ اس کی اصلی شکل ان کے پاس باقی نہیں رہی۔ اب اس قدیم دین کی اصلی شکل قرآن مجید پیش کر رہا ہے اِس لئے انہیں بہرصُورت اسلام قبُول کر کے دین و دُنیا کی فلاح حاصل کرنی چاہیئے۔

وعظ و نصیحت کی یہ تمام باتیں سُن کر بھی یہود و نصارٰی اپنی ضد اور ہٹ پر قائم رہے۔ بلکہ خود اسلام قبول کرنے کے بجائے اُلٹا مُسلمانوں کو دعوت دیتے رہے کہ وُہ یہودیت اور عیسائیت اختیار کر لیں۔ اس سے زیادہ ڈھٹائی، تعصب اور خود غرضی کیا ہو سکتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ہمارا پیغام پہنچا کر اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اگر یہ لوگ اپنا بھلا چاہتے ہیں۔ تو اسلام قبول کر لیں۔ کامیاب ہو جائیں گے۔ ہم ان کے پچھلے گناہ معاف فرما دیں گے۔ لیکن اگر یہ سب کچھ کہنے سننے کے بعد بھی اس سے منہ پھیریں تو پھر یہ ان کی سخت دِلی اور ہٹ دھرمی ہے اور کچھ نہیں۔ اے پیغمبر ان لوگوں کی اس ضد اور دشمنی و تعصب کا آپ کچھ فکر نہ کریں۔ ان سے نبٹنے کے لئے آپ کی طرف سے ہم کافی ہیں۔ ہم یقیناً ان کی سب باتیں سنتے ہیں۔ اور ان کے دلوں کے احوال اور ظاہر و باطن سب جانتے ہیں۔

آیت کے آخری حصّہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی اُمّت کو کس قدر اعلیٰ بشارت ہے کہ تمہارے لئے اللہ کافی ہے۔ بھلا اللہ جس کا ہو جائے۔ اسے اور کس کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ وہ مولا کریم جس کا دستگیر ہو جائے۔ اسے کسی اور کا سہارا درکار نہیں۔

اللہ کا رنگ

صِبْغَةَ ـ اللّٰهِ ـ وَ ـ مَنْ ـ اَحْسَنُ ـ مِنَ
رنگ اللہ اور کس کا بہتر سے
اللّٰهِ ـ صِبْغَةً ـ وَّ ـ نَحْنُ ـ لَهٗ ـ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
اللہ رنگ اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں۔
قُلْ ـ اَ ـ تُحَآجُّوْنَنَا ـ فِي ـ اللّٰهِ ـ وَ ـ هُوَ
کہہ دے کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو میں اللہ اور وہی
رَبُّ ـ نَا ـ وَ ـ رَبُّ ـ كُمْ ـ وَ ـ لَ ـ نَآ
رب ہمارا اور رب تمہارا اور لئے ہمارے
اَعْمَالُ ـ نَا ـ وَ ـ لَ ـ كُمْ ـ اَعْمَالُ ـ كُمْ
اعمال ہمارے اور لئے تمہارے اعمال تمہارے
وَ ـ نَحْنُ ـ لَ ـ هٗ ـ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾
اور ہم لئے اس کے خالص۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ
ہم نے اللہ کا رنگ قبول کر لیا اور کس کا رنگ بہتر ہے
اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
اللہ کے رنگ سے اور ہم اس کی بندگی کرتے ہیں۔
قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ
کہہ دے کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے بارے میں حالانکہ وہی
رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ
ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ اور ہمارے لیے ہمارے
اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ
عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل اور
وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾
ہم تو خالص اسی کے ہیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ : (اللہ کا رنگ) مراد ہے "اللہ کا دین" محاورہ کے اعتبار سے یہاں ایک لفظ محذوف ہے یعنی قَبِلْنَا (ہم نے قبول کیا) اس طرح پورے جملہ کے معنی یوں ہوں گے۔ ہم نے اللہ کا رنگ یعنی اللہ کا دین قبول کیا۔

اہل کتاب یہودی اور عیسائی اپنے بچوں کو رنگدار پانی میں بٹھاتے ہیں اور کوئی مسیح کا دین قبول کرے تو اس پر رنگین پانی چھڑکتے ہیں۔ اسے اصطباغ یعنی بپتسمہ کہتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک عیسائیت کا رنگ پانی سے چڑھتا ہے۔ حالانکہ اصل رنگ وہ ہے جو ایمان اور کردار سے پیدا ہو۔

اس کے مقابلہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اللہ کا رنگ قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں پہنچا دیا کرو چنانچہ پیدا ہوتے ہی بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جاتی ہے۔ یہ اس کو دینِ فطرت کی طرف بلاوا ہے۔ پانی میں بٹھانے کی رسم اس کے مقابلہ میں بے معنیٰ ہے۔

اہل کتاب کو پھر کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بابت تمہارا یہ خیال اور عقیدہ جس کی بنیاد نری کٹ حجتی پر ہے کہ اس کی عنایت و رحمت صرف تمہیں پر ہے۔ سراسر غلط ہے۔ وہ جیسا تمہارا رب ہے ویسا ہی ہمارا بھی رب ہے اور ہم جو کچھ اعمال کرتے ہیں خالص اسی کے لیے کرتے ہیں۔ تمہاری طرح ہم اپنے بزرگوں کی نیکیوں کو اپنے لئے کافی سمجھ کر خود بدعملی اور گناہ کی زندگی بسر نہیں کرتے۔ اور نہ تعصب اور نفسانیت سے کام لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کیوں نہ قبول کرے گا۔

کتمانِ حق

اَمْ۔ تَقُوْلُوْنَ۔ اِنَّ۔ اِبْرٰهِيْمَ۔ وَ۔ اِسْمٰعِيْلَ
کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل
وَ۔ اِسْحٰقَ۔ وَ۔ يَعْقُوْبَ۔ وَ۔ الْاَسْبَاطَ۔ كَانُوْا
اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد تھے
هُوْدًا۔ اَوْ۔ نَصٰرٰى۔ قُلْ۔ ءَاَنْتُمْ۔ اَعْلَمُ
یہودی یا نصرانی کہہ دے کیا تمہیں زیادہ خبر ہے
اَمِ۔ اللّٰهُ۔ وَ۔ مَنْ۔ اَظْلَمُ۔ مِمَّنْ۔ كَتَمَ
یا اللہ اور کون بڑا ظالم جس نے چھپائی
شَهَادَةً۔ عِنْدَهٗ۔ مِنَ۔ اللّٰهِ۔ وَ۔ مَا۔ اللّٰهُ
گواہی اس کے پاس سے اللہ اور نہیں اللہ
بِغَافِلٍ۔ عَمَّا۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾
بے خبر سے تمہارے کام۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا
یعقوب اور اس کی اولاد یہودی یا
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ
نصرانی تھے کہہ دے کہ تمہیں زیادہ خبر ہے یا اللہ کو
اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ
اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے گواہی
شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ
چھپائی جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ثابت ہو چکی
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾
اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

اس آیت میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک اور غلط فہمی اور من گھڑت عقیدے کا جواب دیا گیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے بزرگ حضرت ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد یا تو یہودی مذہب کے پیرو تھے۔ یا نصرانی (عیسائی) مذہب کے یعنی نعوذ باللہ وہ بھی اس فرقہ بندی میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے اہل کتاب تم واقعات کو توڑ مروڑ کر اور صداقتوں کی صورتیں بدل بدل کر جو کچھ چاہو سمجھتے چلے جاؤ لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ سب حضرات خالص توحید کے دین پر خود قائم رہنے والے اور اسی پر دوسروں کو قائم کرنے والے تھے اور اسی کا نام اسلام ہے۔ تمہارا علم اللہ تعالیٰ سے زیادہ کہاں اس کے برابر بھی نہیں۔ بلکہ تمہارے علم کو اس کے علم سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ تم لوگ سچائیوں کو جان بوجھ کر چھپاتے ہو۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتابیں پہنچ چکی ہیں۔ جو اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ دینِ اسلام برحق ہے۔ حضرت ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کامل مومن اور توحید کے یعنی اسلام کے پیرو تھے۔ تمہاری کتابوں میں یہ بھی صاف لکھا ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک رسُول برحق دنیا میں آئے گا۔ تم جانتے بوجھتے ہو کر اس واقعی اور حق بات کو چھپا رہے ہو اور حق بات کو چھپانے والے سے بڑا ظالم اور کون ہوگا۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ سچائی اور حقیقت کو چھپانا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔ ہمیں بھی اس سے بچنا چاہیئے۔

اپنے اعمال ہی کام آئیں گے

تِلْكَ ـ أُمَّةٌ ـ قَدْ ـ خَلَتْ ـ لَهَا ـ مَا
وہ جماعت گزر چکی ان کے لئے جو
كَسَبَتْ ـ وَ ـ لَكُمْ ـ مَّا ـ كَسَبْتُمْ ـ وَ ـ لَا
انہوں نے کیا اور تمہارے لئے جو تم نے کیا اور نہیں
تُسْـَٔلُوْنَ ـ عَمَّا ـ كَانُوْا ـ يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾
تم سے پوچھ ان کے کاموں کی ۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے لیے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کیا اور تم سے ان کے کاموں کی کچھ پوچھ نہیں ۔

ع ۱۶

یہ آیت پہلے بھی گذر چکی ہے ۔ اور اب دوبارہ یہودیوں اور عیسائیوں کو مزید تنبیہ کرنے کے لئے لائی گئی ہے ۔ اس میں عام فہم دلیل سے ان کے غلط عقیدوں کو رد کیا گیا ہے ۔

اہل کتاب کو اس بات پر بڑا فخر تھا کہ وہ پیغمبروں کی نسل سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نہایت مقبول بندے گذرے ہیں ۔ اس لئے ان کی اپنے گناہوں پر پکڑ نہیں ہوگی ۔ بلکہ ان کے بزرگوں کی نیکیاں ان کے کام آئیں گی اور یہ مفت میں بخشے جائیں گے ۔ اس لیے انہیں نیکی کی طرف مائل ہونے اور بدی سے پرہیز کرنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی ۔

اس غلط عقیدے کے زیر اثر یہ لوگ ہر طرح کی خلاف شرع باتوں اور گناہوں کو روا رکھتے ۔ اور روزمرّہ کی زندگی میں نیکی اور بدی میں تمیز نہ کرتے ۔ نیز ان کا یہ خیال بھی تھا کہ ان کے بزرگ چونکہ انہی باتوں پر قائم تھے جن پر اب وُہ قائم ہیں ۔ اس لیے انہیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ان غلط عقائد کو قطعی باطل قرار دیا اور فرمایا کہ پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ۔ میں ان کے بارے میں خوب جانتا ہوں ۔ وُہ اصل توحید پر قائم تھے ۔ ہرگز یہودی یا نصرانی نہیں تھے بلکہ سب سے ہٹ کر صرف اللہ کے ہو رہے تھے ۔

ان کی نیکیاں تمہارے یا کسی اور کے کام نہیں آسکتیں ۔ ہر شخص اور ہر قوم کی اپنی نیکیاں ہی اس کے کام آسکتی ہیں ۔ کسی شخص کے نیک اعمال دُوسرے شخص کو نہیں بچا سکتے اور نہ کسی اور کو نقصان پہنچا سکتے ہیں ۔ اس لئے دُوسرے کے اعمال پر بھروسہ رکھنا نادانی ہے ۔

جب کوئی قوم اچھے کام چھوڑ کر بزرگوں کی میراث پر بھروسہ کر کے بیٹھ جایا کرتی ہے ۔ اس قوم کا زندہ رہنا اور فلاح و کامرانی حاصل کرنا محال ہو جاتا ہے ۔ دنیا میں بہت سی قومیں اس غلط فہمی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عقائد پر قائم رکھے اور نیک کاموں کی توفیق بخشے ۔

پارہ اوّل کے اسباق کا خلاصہ

الحمدللہ! کہ قرآن مجید کا پہلا پارہ ہم نے خدائے رحمٰن کی مہربانی اور کرم سے سبقاً سبقاً ختم کرلیا۔ اب ہم اس کے تمام سبقوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ چند الفاظ میں کلام اللہ کا مفہوم ذہن میں آجائے۔

سورۂ بقرہ کی تمہید میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اس سورت کا موضوع یہ ہے کہ اس میں ایسی تعلیم دی جائے جو مسلمانوں کے اندر صحیح چال چلن پیدا کر دے۔ وُہ اپنے مذہب اور اخلاق کے پابند ہو کر دنیا و آخرت کی انتہائی کامیابیاں حاصل کریں خالص مذہب اور اخلاق حسنہ سمجھانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ دنیا میں جس قدر قومیں اور امتیں آباد ہیں۔ ان کے مذہب اور رسموں اور عقیدوں کے اختلاف مٹا دیئے جائیں۔ ان کی کمزوریاں ظاہر کی جائیں۔ اور پھر سیدھے راستہ کی تعلیم دی جائے۔

قرآن مجید کے پہلے پارہ میں سب سے پہلے وحی اور الہام کی ضرورت بتائی گئی اور بیان کیا گیا کہ قرآن مجید ایک الہامی کتاب ہے۔ اس کی تعلیمات جو شخص قبول کرے گا اور اس کے احکام کی تعمیل کرے گا۔ وُہ سیدھی راہ پالے گا اور کامیاب ہوگا۔

اس کے بعد یہ بتایا کہ قرآن مجید کے جواب میں تین قسم کے لوگ پیدا ہوں گے۔

۱۔ جو قرآن مجید کی تعلیمات کو قبول کرلیں گے اور اس کے احکام پر پابند ہو جائیں گے۔ یہ ہر قسم کی کامیابیاں حاصل کریں گے۔

۲۔ جو اس کی سختی سے مخالفت کریں گے اور اس کے ماننے والوں سے عداوت رکھیں گے۔ یہ کافر بڑے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

۳۔ جو دونوں جماعتوں سے تعلق رکھیں گے۔ مسلمانوں میں مسلمان اور کفّار میں کافر رہیں گے۔ ان منافقوں کو دردناک عذاب ملے گا۔

پھر کفار و منافقین کو نصیحت کرنے کے بعد انہیں قانونِ الٰہی کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ وحی پر صرف وہی لوگ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ جن میں تین مرض ہوں (ا)۔ ایمان کمزور ہو۔ (ب) طبیعت ضعیف ہو۔ (ج) عقل کوتاہ ہو۔

پھر بتایا کہ مذہب انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس لئے انسان الہام ربانی کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خلیفہ بنایا گیا۔ اور پھر زمین میں بھیج دیا گیا۔ تو آپ پریشان رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر چند کلمات الہام کئے۔ جو ان کے اطمینانِ قلب کا باعث ہُوئے۔

اس کے بعد قرآن حکیم کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی۔ اس ضمن میں یہودیوں کی تین خرابیاں بیان کی گئیں۔ علمی۔ عملی اور انتظامی۔ اور انہیں بتایا گیا کہ تم نے بدکرداریاں اور بدعملیاں کی ہیں۔ اس لیے تم سے حکومت چھین لی گئی ہے۔ اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ تم مُسلمانوں کے ساتھ مل کر بھی دعوت و ارشاد کا کام نہیں کرسکتے۔ اسی ذیل میں ان کے عالموں، دولت مندوں اور لوگوں کی باطل پرستیوں اور غلط عقیدوں کو بیان کیا۔

اس کے بعد یہ بیان کیا گیا کہ بنی اسرائیل مسلمانوں کی شریف رعایا بننے کی بھی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ کہا گیا۔ کہ وُہ اپنے تعلقات ان سے توڑ لیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا، خانہ کعبہ کی تعمیر، حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت۔ آپ کے اخلاق و صفات اور اُمتِ مسلمہ کا ذکر فرمایا۔

مُسلمانوں کا قبلہ

سَيَقُولُ - السُّفَهَآءُ - مِنَ - النَّاسِ - مَا
اب کہیں گے بے وقوف سے لوگ کس نے
وَلّٰىهُمْ - عَنْ - قِبْلَتِهِمُ - الَّتِىْ - كَانُوْا
انہیں پھیر دیا سے ان کا قبلہ جو تھے
عَلَيْهَا - قُلْ - لِّلّٰهِ - الْمَشْرِقُ - وَالْمَغْرِبُ
اس پر تو کہہ اللہ کے لیے مشرق اور مغرب
يَهْدِىْ - مَنْ - يَّشَآءُ - اِلٰى - صِرَاطٍ
چلائے جسے چاہے طرف راہ
مُّسْتَقِيْمٍ (۱۴۲)
سیدھی۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا
اب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو
وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا
ان کے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وُہ تھے
عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
کہہ دے مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے۔ وُہ
يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
جسے چاہے سیدھی راہ پر
مُّسْتَقِيْمٍ (۱۴۲)
چلائے۔

السفہاء من الناس: (بے وقوف لوگ) سفہاء کا واحد سفیہ ہے۔ سفیہ کے معنی چھچھورے اور کم عقل کے ہیں۔ السفہاء من الناس سے مراد وُہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کے حکموں پر اعتراض و تنقید کرتے ہیں۔ یہاں یہودیوں کی طرف اشارہ ہے۔

قبلہ: (قبلہ) وُہ چیز جو سامنے ہو۔ یعنی وُہ سمت اور جگہ جس کی طرف رُخ کر کے عبادت کی جائے یعنی مرکز توجہ اور عبادت میں رُخ کی سمت۔ یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں رہے اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد بھی آپ نے اسی قبلہ کو برقرار رکھا۔ لیکن آپ کا دِل بار بار یہ چاہتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بنائے ہُوئے خانہ کعبہ کو قبلہ بنائیں لیکن اللہ کے حکم کا انتظار تھا۔ آخر کار مدینہ میں پہنچنے کے سولہ یا تیرہ مہینے کے بعد آپکو قبلہ بدل لینے کا حکم مِلا۔

جب یہودیوں کو اس چیز کی خبر ملی۔ تو انہیں مخالفت کا ایک اور بہانہ ہاتھ آ گیا۔ وُہ اس پر طرح طرح کے اعتراض کرنے لگے کہ پہلے تو یہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جو قدیم نبیوں کا قبلہ تھا۔ اب انہیں کیا ہُوا جو اسے چھوڑ کر کعبہ کو قبلہ بنا لیا۔ بعض کہنے لگے کہ یہودیوں کی عداوت اور حسد کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔

مخالفوں کے اس اعتراض کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا کہ اے پیغمبر (صلعم) تم کہہ دو کہ ہم نے کسی حسد اور تعصب کی وجہ سے قبلہ کو نہیں بدلا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بدلا ہے۔

مشرق ہو یا مغرب ہر سمت اللہ کی ہے۔ وُہ ہر طرف ہے۔ ہر سمت کی ہر شے اس کے علم اور قبضے میں ہیں۔ ہدایت بھی اسی کے پاس ہے۔ وُہ جسے چاہتا ہے اپنے پیغام اور رہنمائی سے نوازتا ہے۔

میانہ رو اور اعتدال پر امّت

وَ۔كَذٰلِكَ۔جَعَلْنٰكُمْ۔ اُمَّةً۔ وَّسَطًا
اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنایا امت معتدل
لِّتَكُوْنُوْا۔ شُهَدَآءَ۔عَلَى۔ النَّاسِ۔ وَ
تاکہ تم ہو گواہ اوپر لوگ اور
يَكُوْنَ۔ الرَّسُوْلُ۔عَلَيْكُمْ۔شَهِيْدًا ؕ
ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا
اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا تاکہ
لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ
تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم
يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ
پر گواہی دینے والا ہو۔

وَسَطًا: (معتدل) اس کا مطلب یہ ہے کہ امّت مسلمہ ٹھیک سیدھی راہ پر ہے۔ جس میں کچھ ٹیڑھا پن اور افراط و تفریط نہیں۔ اسلام کی تعلیم اعتدال پسندی ہے اور اسلام پر عمل کرنے والے میانہ رو ہیں۔ وُہ ہر قسم کی افراط و تفریط سے بالا رہ کر درمیان کی راہ اختیار کرنے پر مامور ہیں۔

شَهِيْدًا: (گواہ) شاہد اور شہادت کے لفظ بھی اسی مادہ سے بنے ہیں۔ گواہ کے معنی کے علاوہ اصطلاحی طور پر یہ لفظ اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگا دینے والے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس کے معنی نگران بھی لئے جا سکتے ہیں۔

اس آیت میں امّت مسلمہ کی فضیلت اور برتری بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! جس طرح تمہارا قبلہ تمام دُوسرے قبلوں سے افضل ہے۔ ایسے ہی ہم نے تمہیں تمام امتوں سے افضل بنایا ہے۔ اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے برتر اور برگزیدہ کیا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے روز جب پہلی امتوں سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تو اس وقت امّت مسلمہ قرآن مجید کی تعلیمات کی بنا پر پہلے نبیوں کے دعویٰ کی تصدیق کرے گی۔ اور گواہی دے گی کہ یہ تمام نبی بلاشبہ ان امتوں کے پاس آئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ لیکن ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی بات نہ مانی۔

امت مسلمہ انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے ساری دنیا کے لئے بطور نمونہ تیار کی گئی ہے۔ دنیا کی ہر امّت کو اسی سانچہ میں ڈھلنا اور اسی معیار پر پورا اترنا چاہیئے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات مسلمانوں کے لئے نمونہ اور مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس آیت سے یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو دنیا کی دوسری قوموں کے لئے نمونہ کے طور پر قائم رکھیں۔ اخلاقی پستی کی ہر صورت سے بچے رہیں۔ اور کبھی ایسی راہ اختیار نہ کریں جس سے ہماری اس اہم حیثیّت میں فرق آئے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں ہمیشہ اپنے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ رکھنا چاہیئے۔ معتدل مزاج امت ہونے کی بنا پر ہمیں ہر قسم کی افراط اور تفریط سے بچنا چاہیئے تاکہ ہم "امۃ وسطاً" کے لقب کی لاج رکھنے کے قابل ہوں۔

تبدیلی قبلہ کی حکمت

وَ۔ مَا۔ جَعَلْنَا۔ الْقِبْلَةَ۔ الَّتِیْ۔ کُنْتَ
اور نہیں ہم نے مقرر کیا قبلہ جو کہ تو تھا
عَلَیْهَآ۔ اِلَّا۔ لِنَعْلَمَ۔ مَنْ۔ یَّتَّبِعُ۔ الرَّسُوْلَ
اس پہ مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول
مِمَّنْ۔ یَّنْقَلِبُ۔ عَلٰی۔ عَقِبَیْهِ ؕ
کون پھر جائے گا اوپر اس کی ایڑیاں۔

وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنْتَ
اور ہم نے وہ قبلہ نہیں مقرر کیا تھا جس پر تو پہلے
عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ
تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون رسُول کا تابع رہے گا۔
مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ؕ
اور کون الٹے پاؤں پھر جائے گا۔

لِنَعْلَمَ: (تاکہ معلوم کریں) لفظ علم یہاں تمیز و شناخت کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جس کام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم موجود نہ ہوتا۔ اس میں آپ پہلے انبیاءؑ کا طریقہ اختیار کرتے۔ مثلاً نماز تو فرض ہو چکی تھی۔ لیکن قبلہ کی بابت کوئی صاف حکم موجود نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے قبلہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ وَمَا جَعَلْنَا سے صاف طور پر معلوم بھی ہو گیا کہ اللہ ہی کو منظور تھا کہ شروع میں بیت المقدس قبلہ رہے۔ جب آپ مکّہ سے مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت بھی بیت المقدس ہی قبلہ رہا۔ لیکن تقریباً سولہ ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے قبلہ کے بدلنے کا حکم دیا۔ اور کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر فرمایا۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیت المقدس کو عارضی طور پر تھوڑے عرصہ کے لئے تمہارا قبلہ بنائے رکھنے سے غرض یہ تھی کہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں فرق کیا جا سکے۔
مکّہ کے مشرک بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے۔ اس لئے مکہ میں اسلام قبول کرنے کی واضح نشانی یہ رہی کہ مُسلمان ہونے والا شخص بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھے۔ مدینہ کے یہودی اور عیسائی لوگوں کے نزدیک بیت اللہ کی کوئی عزت نہ تھی۔ اس لئے مدینہ میں اسلام قبول کرنے کی نشانی یہ قرار پائی کہ بیت اللہ کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھی جائے اس طرح مسلمانوں اور غیر مسلموں میں فرق کرنے میں آسانی میسّر آئی۔
مکی زندگی میں بیت المقدس کی جگہ اگر خانہ کعبہ قبلہ ہوتا تو شاید اس کو اہل مکّہ ایک قسم کی خوشامد سمجھتے اور دین کو خالص اللہ کے حکم کے طور پر نہیں۔ بلکہ اپنے وطنی قبلہ کے اعتبار سے قبول کرتے۔ حالانکہ اسلام ان تمام اغراض سے پاک ہے۔ دین کی تعلیم کسی خاص قوم یا نسل کی رعایت سے نہیں آئی۔ اسلام ساری دنیا کے لئے آیا ہے اور اس کی تعلیم تمام قوموں کے لئے آئی ہے۔

ایمان ضائع نہیں جاتا

وَ۔اِنْ۔کَانَتْ۔لَ۔کَبِیْرَۃً۔اِلَّا۔عَلَی
اور بیشک ہوئی البتہ بھاری (بات) مگر اوپر
الَّذِیْنَ۔ھَدَی۔اللّٰہُ۔وَ۔مَا۔کَانَ
جنہیں راہ دکھائی اللہ اور نہیں تھا
اللّٰہُ۔لِیُضِیْعَ۔اِیْمَانَکُمْ۔اِنَّ۔اللّٰہَ
اللہ کہ ضائع کرے تمہارا ایمان بےشک اللہ
بِالنَّاسِ۔لَرَءُوْفٌ۔رَّحِیْمٌ (۱۴۳)
لوگوں پر بہت شفیق مہربان۔

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۴۳)

اور بے شک یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر جنہیں اللہ نے راہ دکھائی اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے۔

بیت اللہ مقدس ترین مقام ہے۔ دنیا کے عبادت خانوں میں یہ سب سے قدیم اور متبرک جگہ ہے۔ وطنی اعتبار سے عربوں کے نزدیک یہ بہت ہی قابلِ احترام تھا۔ لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں نماز بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے ادا کی جاتی تھی۔ وطن پرست عربوں کے لئے یہ ایک بڑا امتحان تھا۔ بیت المقدس کو قبلہ بنا دینا ان لوگوں پر بھاری اور دشوار تھا۔ عرب اور قریش دینِ ابراہیمی کے نام لیوا تھے اِس لئے بھی وُہ کعبہ ہی کی تعظیم کرتے تھے۔ اور بیت المقدس کو قبلہ سمجھنا انہیں ناگوار تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ امتحان اور آزمائش ان لوگوں کے لئے بھاری نہیں تھی جنہیں اللہ نے راہِ ہدایت دکھا دی اور وُہ اس کی حکمت سے واقفیت رکھتے تھے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اِنہیں بیت المقدس کے قبلہ بنا دیئے جانے پر کوئی تعجب نہیں ہُوا۔ بلکہ وہ بلا چون وچرا اللہ کے آگے جھک گئے اور اس امتحان میں بڑی کامیابی سے نکل گئے۔

جب دوبارہ خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کیا گیا۔ تو بہت سے لوگوں کے دِل میں یہ شبہ گذرا کہ اس طرح وُہ تمام نمازیں جو بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے ادا کی گئی تھیں۔ اکارت گئیں اور خاص طور پر وُہ صحابہ تو بہت خسارے میں رہے جو قبلہ تبدیل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شک کو دُور کر دیا۔ اور فرمایا اصل چیز فرمانبرداری ہے۔ بیت المقدس بھی ہمارے ہی حکم سے قبلہ مقرر ہُوا تھا۔ اس لئے جنہوں نے اس کی طرف رُخ کرکے نمازیں ادا کیں ان کا ثواب اپنی جگہ قائم ہے اللہ تعالیٰ تو انسانوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ وُہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو

قَدۡ ۔ نَرٰی ۔ تَقَلُّبَ ۔ وَجۡهِكَ ۔ فِی
بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اُٹھنا تیرا منہ طرف
السَّمَآءِ ۔ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ ۔ قِبۡلَةً ۔ تَرۡضٰهَا
آسمان سو البتہ ہم تجھے پھیریں گے قبلہ اس سے تو راضی ہے
فَوَلِّ ۔ وَجۡهَكَ ۔ شَطۡرَ ۔ الۡمَسۡجِدِ ۔ الۡحَرَامِ
اب پھیر اپنا منہ طرف مسجد حرام ۔

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی
بے شک ہم تیرے منہ کا آسمان کی طرف بار بار اُٹھنا دیکھتے
السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا
ہیں ۔ البتہ جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے ہم
فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ
تجھے پھیریں گے ۔ اب تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر ۔

قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا ۔ (اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے) قبلہ (جس طرف رُخ کر کے عبادت کی جائے یعنی مرکزِ توجّہ) اس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے ۔

تَرۡضٰهَا : (جسے تو پسند کرتا ہے) رضی اس کا مادہ ہے ۔ یہاں اس سے مراد خانہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا بنا کردہ تھا ۔ تمام عربوں کا محبوب عبادت خانہ تھا ۔

وَجۡهَكَ : (تیرا منہ) لفظی معنی منہ یا چہرے کے ہیں لیکن اس میں سارا جسم بھی شامل ہوتا ہے ۔ یہاں مُراد توجہ اور اشتیاق ہے ۔

الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ : (مسجد حرام) عزّت و حرمت والی مسجد ۔ یعنی مکہ معظمہ کی وُہ مسجدِ اعظم جس کے اندر خانہ کعبہ واقع ہے ۔ مسجدِ حرام کی موجودہ عمارت کا پہلا نقش خلیفہ مہدی عباسی کے زمانہ کا ہے ۔ اس کے چاروں طرف بہت سے عالیشان اور بڑے بڑے دالان ہیں ۔ داخلہ کے لئے اکتالیس دروازے ہیں ۔ ۶ مینار اور ۱۵۰ سے کچھ اوپر بڑے چھوٹے گنبد ہیں ۔ اسے مسجدِ حرام یعنی قابلِ احترام عبادت گاہ کہتے ہیں ۔ یہاں جنگ کرنا اور شکار کرنا بھی حرام ہے ۔

مسلمانوں کا اصلی قبلہ خانہ کعبہ ہی تھا ۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا ۔ صرف تھوڑے دن کے لئے بیت المقدس کو آزمائش کی خاطر قبلہ مقرر کیا گیا تھا ۔ یہود طعن کیا کرتے تھے کہ جب مسلمانوں کی شریعت ہم سے مختلف اور ابراہیمی مذہب کے موافق ہے تو ہمارا قبلہ کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں ۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم مِل جائے تاکہ خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں ۔ فرشتہ وحی کے انتظار میں آپ کی نظر بار بار آسمان کی طرف اُٹھ جاتی اس آیت میں اسی کیفیت کا بیان ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی آرزو کو پورا کیا اور فرمایا جس قبلہ کی طرف رُخ کر کے تم نماز پڑھنا چاہتے ہو ۔ ہم اسی کو تمہارا قبلہ بنا دیں گے ۔ جب قبلہ کے بدلنے کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھ رہے تھے دو رکعت بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے ۔ نماز ہی میں آپ نے اور نمازیوں نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں پوری کیں ۔ مدینہ کی اس مسجد کو "مسجد قبلتین" کہتے ہیں ۔

خانہ کعبہ قبلہ ہوگیا

وَ۔ حَيْثُ۔ مَا۔ كُنْتُمْ۔ فَوَلُّوْا۔ وُجُوْهَكُمْ
اور جس جگہ تم ہو پھیرو منہ اپنے
شَطْرَهٗ۔ وَ۔ اِنَّ۔ الَّذِيْنَ۔ اُوْتُوا۔ الْكِتٰبَ
طرف اس کے اور بے شک جنہیں دی گئی کتاب
لَ۔ يَعْلَمُوْنَ۔ اَنَّ۔ هٗ۔ الْحَقُّ۔ مِنْ۔ رَّبِّهِمْ۔ وَ
البتہ جانتے ہیں کہ یہ ہی ٹھیک سے ان کا رب اور
مَا۔ اللّٰهُ۔ بِغَافِلٍ۔ عَمَّا۔ يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
نہیں اللہ بے خبر ان سے جو وہ کرتے ہیں۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
اور جس جگہ تم ہوا کرو تم اسی کی طرف اپنے منہ پھیر لیا
شَطْرَهٗ ۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
کرو۔ اور جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ وہ خوب
لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَ
جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے اور
مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
اللہ ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو وہ کرتے ہیں۔

یہ بیان پہلے آچکا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے آپ کو ابراہیمی دین پر سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم ان کی اولاد میں سے ہیں۔ لہٰذا ہمیں کوئی نیا دین قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں صحیح معلومات بہم پہنچا کر یہ بتایا کہ یہودیوں کا یہ قول غلط ہے۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ خالص توحید پر قائم تھے۔ اور شرک سے بالکل پاک تھے۔ اگر یہودی یا عیسائی اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو کہتے ہیں۔ تو پھر انہیں دوسری راہیں چھوڑ کر اسلام کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر ہو لینا چاہیئے۔ توحید اور نیک عملی کا قانون مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب یہی تھا۔

اس کے بعد قرآن مجید نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی دُعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور ان کی تعلیم و تربیت سے یہ امت قائم ہوئی ہے۔ اس لئے اس امت کا جماعتی اور روحانی مرکز وہی ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ یعنی خانہ کعبہ۔ بیت المقدس صرف عارضی قبلہ تھا۔ مسلمانوں کا قبلہ کعبہ ہی قرار دیا جاتا ہے۔ مسلمان جس جگہ بھی ہوں خواہ سفر میں، خواہ گھر میں۔ شہر میں یا جنگل میں۔ دشت میں یا صحرا میں۔ بیت اللہ کے گرد و نواح میں یا بیت المقدس کے گرد و نواح میں۔ غرض ہر حالت میں نماز پڑھتے وقت کعبہ کی طرف رُخ کیا کریں۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب کی پروا نہ کرو۔ کیونکہ وہ قبلہ کی تبدیلی کی حقیقت کو پہلے ہی سے اپنی کتابوں کے ذریعہ جانتے ہیں۔ اور اب اگر جان بُوجھ کر وہ اس کے خلاف شک و شبہ پیدا کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے سمجھ لے گا کیونکہ وہ ان کے اعمال سے آگاہ ہے۔

اہل کتاب کی ہٹ دھرمی

وَ ۔ لَئِنْ ۔ اَتَيْتَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ اُوْتُوا
اور اگر تو لائے ان کے پاس جو دیئے گئے
الْكِتٰبَ ۔ بِكُلِّ ۔ اٰيَةٍ ۔ مَّا ۔ تَبِعُوْا
کتاب ساری نشانیاں نہ مانیں گے
قِبْلَتَكَ ۔ وَ ۔ مَآ ۔ اَنْتَ ۔ بِتَابِعٍ ۔ قِبْلَتَهُمْ
قبلہ تیرا اور نہ تو ماننے والا ہے قبلہ ان کا
وَ ۔ مَا ۔ بَعْضُهُمْ ۔ بِتَابِعٍ ۔ قِبْلَةَ ۔ بَعْضٍ
اور نہ کوئی ایک ان کا ماننے والا ہے قبلہ (کسی) دوسرے کا
وَ ۔ لَئِنِ ۔ اتَّبَعْتَ ۔ اَهْوَآءَهُمْ ۔ مِّنْۢ بَعْدِ
اور اگر تو نے تابعداری کی خواہشیں ان کی اس سے پیچھے
مَا ۔ جَآءَكَ ۔ مِنَ ۔ الْعِلْمِ ۔ اِنَّكَ ۔ اِذًا
جو آیا تیرے پاس سے علم بے شک تو
لَّمِنَ ۔ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
البتہ سے بے انصافوں۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
اور اگر تو اہل کتاب کے پاس لائے ساری
الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا
نشانیاں تو بھی وہ تیرے قبلہ کو نہ
قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ
مانیں گے۔ اور نہ تو ان کا قبلہ ماننے والا ہے۔
وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ
اور نہ ان میں کوئی ایک دوسرے کا قبلہ مانتا ہے۔
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اور اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی اس علم
مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا
کے بعد جو تجھے پہنچا ہے۔ تو بے شک تو بھی
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
بے انصافوں میں ہوا۔

اس آیت میں یہود کی ہٹ دھرمی اور ضد بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر تو اگر اہل کتاب کو اپنی پیغمبری کی ساری نشانیاں دکھا دے۔ خانہ کعبہ کے اصلی قبلہ ہونے کے تمام دلائل بیان کر دے۔ وہ پھر بھی اسے قبلہ ماننے کو تیار نہیں ہوں گے بلکہ ضد حسد دشمنی اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اپنے قدیم قبلہ پر ہی قائم رہیں گے۔ اور چونکہ تمہیں ہم نے سب سے افضل اور (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا قبلہ عطا فرمایا ہے اس لئے تمہیں ان کے ادنیٰ قبلہ کے ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسرائیل کی امامت ختم ہو جانے کی وجہ سے آپ کو ایک مستقل اعلیٰ اور عالمگیر قبلہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اہل کتاب اس چیز سے ناامید ہو جائیں کہ آپ کبھی ان کا قبلہ مانیں گے۔

یہ بھی بتایا گیا کہ خود اہل کتاب ایک قبلہ کے پیرو نہیں ہیں۔ اس لئے وہ یہ توقع کیسے کر سکتے ہیں کہ تم ان کا قبلہ مانو گے۔ آخر میں خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ اگر یہ جان لینے کے بعد کہ اصلی قبلہ خانہ کعبہ ہی ہے۔ آپ نے اہل کتاب کا کہا مانا اور ان کے قبلہ کو اختیار کر لیا تو تم بھی بے انصافوں میں شامل ہو گے۔ اگرچہ کوئی رسول کبھی کسی گناہ سے آلودہ نہیں ہوتا لیکن اس تنبیہ سے امت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جھوٹے دین کی پیروی بہت بڑا گناہ ہے حتّٰی کہ اس میں بڑے سے بڑے آدمی کو بھی کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی۔

اہل کتاب اور پیغمبر اسلام

اَلَّذِیْنَ ۔ اٰتَیْنٰھُمُ ۔ الْکِتٰبَ ۔ یَعْرِفُوْنَهٗ
وہ لوگ جنہیں ۔ ہم نے دی ۔ کتاب ۔ پہچانتے ہیں اسے
کَمَا ۔ یَعْرِفُوْنَ ۔ اَبْنَآءَ ھُمْ ۔ وَ ۔ اِنَّ
جیسے ۔ پہچانتے ہیں ۔ بیٹے اپنے ۔ اور ۔ بے شک
فَرِیْقًا ۔ مِّنْھُمْ ۔ لَیَکْتُمُوْنَ ۔ الْحَقَّ ۔ وَ
ایک فرقہ ۔ ان میں سے ۔ البتہ چھپاتے ہیں ۔ حق ۔ اور
ھُمْ ۔ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ ۔ مِنْ ۔ رَّبِّکَ
وہ ۔ جانتے ہیں ۔ حق ۔ سے ۔ تیرا رب
فَلَا ۔ تَکُوْنَنَّ ۔ مِنَ ۔ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾
پھر نہ ۔ تو ہو ۔ سے ۔ شک کرنے والے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ
جنہیں ہم نے کتاب دی ہے۔ وہ اسے ایسی
کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَاِنَّ
اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو اور بے شک
فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ
ان میں سے ایک فرقہ ہے جو حق کو جان بوجھ
یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ
کر چھپاتے ہیں۔ حق تیرے رب کی طرف سے
فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾
ہے۔ پھر تو شک کرنے والا نہ ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہودی اور عیسائی اپنی مذہبی کتابوں کے ذریعہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آخر وقت میں ایک نبی آئے گا۔ وہ اپنے دل سے کوئی بات نہ کہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق تعلیم دے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان لوگوں نے وہ نشانیاں آپ میں پائیں جو ان کی کتابوں میں درج تھیں۔ وہ اچھی طرح پہچان گئے کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہے اور اس کی تعلیمات حق اور سچ ہیں۔ لیکن محض دشمنی، ضد اور بغض کی وجہ سے انہوں نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا اور تمام پیشین گوئیوں کو چھپانے لگے جو ان کی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں۔ اور یوں ظاہر کرنے لگے۔ جیسے وہ پیشین گوئیاں انہوں نے پڑھی ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلا رہا ہے کہ اہل کتاب حق کو مانیں یا نہ مانیں آپ کے نبی ہونے کی پیشین گوئیوں کو چھپائیں یا ظاہر کریں آپ کے قبلہ کو صحیح سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ حق ہر حالت میں حق ہی ہے اور آپ برحق نبی ہیں۔ نبی کی طرف سارے احکام ہمارے پاس سے بھیجے جاتے ہیں۔ امت مسلمہ کا مستقل قبلہ خانہ کعبہ ہی ہوگا۔ اس لئے کسی قسم کے شک و تردد میں نہ پڑیں۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشگوئیاں قدیم آسمانی کتابوں میں موجود تھیں اہل کتاب ان کو اچھی طرح جانتے تھے اور آپ کو ایسا ہی پہچانتے تھے جیسے باپ بہت سے بچوں کے اندر بھی اپنے بیٹوں کو پہچان لیتا ہے اور اسے اپنے بچہ کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

افسوس اہل کتاب نے آنحضرت صلعم میں تمام نشانیاں پائیں۔ ان کے دلوں نے گواہی دی مگر وہ آج تک پوری طرح تعصب سے بلند ہو کر حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے۔

نیکی میں سبقت

وَ ۔ لِكُلٍّ ۔ وِّجْهَةٌ ۔ هُوَ ۔ مُوَلِّيهَا ۔ فَاسْتَبِقُوا

اور واسطے ہر ایک کے سمت وُہ اس طرف منہ کرتا ہے تم سبقت کرو

الْخَيْرَاتِ ۔ أَيْنَ مَا ۔ تَكُونُوا ۔ يَأْتِ ۔ بِكُمُ

نیکیاں جہاں کہیں تم ہوگے لائے گا تمہیں

اللَّهُ ۔ جَمِيعًا ۔ إِنَّ ۔ اللَّهَ ۔ عَلَىٰ ۔ كُلِّ ۔ شَيْءٍ

اللہ اکٹھا بے شک اللہ اوپر ہر چیز

قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾

قادر ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا

اور ہر کسی کے واسطے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے سو تم

الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ

نیکیوں میں سبقت کرو۔ جہاں کہیں تم ہو گے تمہیں اللہ اکٹھا کر

اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

لائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر

قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾

ہے۔

خیرات، (نیکیاں) خیر اس کا واحد ہے۔ صدقہ و خیرات کے علاوہ ہر قسم کی نیکی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ہر وُہ کام جو شریعت کے مطابق کیا جائے اور مقصد محض اللہ کو خوش کرنا ہو۔ خیرات میں داخل ہے۔

اہل کتاب کی جتھے بندی اور خود غرضی بیان کرنے کے بعد قرآن مجید نے انہیں سیدھی راہ کی تلقین کی۔ اور بتایا کہ سچائی ایک ہی ہے جو سب کو دی گئی تھی۔ لیکن گذشتہ امتوں نے اسے گم کر دیا۔ قبلہ کا مقرّر ہونا دین کے بنیادی مسائل میں سے نہیں ہے۔ کہ اسے حق و باطل کا معیار سمجھ لیا جائے۔ ہر امّت کے لئے اپنا اپنا قبلہ ہے اور وُہ اسی کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتی ہے۔ اصل چیز جو سمجھنے اور کرنے کی ہے۔ وُہ ہے "خیرات" یعنی نیک کام اس لئے اس میں ایک دُوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرو اور اسے ہی دینداری کی اصل بنیاد سمجھو۔

اہل کتاب تعصّب اور ضد میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔ حق کی طرف رجُوع ہی نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ مسلمانوں کے دلوں میں شک ڈالتے۔ شرارتوں اور سازشوں میں پیش پیش رہتے۔ یہ لوگ اپنے دین کی تعلیمات سے غافل ہو کر معمولی مسائل میں اُلجھنیں پیدا کرتے اور کچھ نہیں تو وُہ قبلے کا سوال ہی لے بیٹھتے۔ حالانکہ وُہ ایسا اہم نہیں کہ اس کی بحث میں اپنے عزیز وقت کو گنواؤ۔ قبلہ کو اللہ کا حکم سمجھو۔ جو نیّت اور مصلحت پر موقوف ہے۔ اصل کام تو نیک کاموں میں سب سے آگے بڑھنا ہے۔

اگر امت کا اجتماع نیکی پر ہوگا۔ اور وُہ زندگی میں نیکی کو شامل کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک مرکز پر جمع کر دے گا۔ اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ اور مخالفتیں مٹ جائیں گی۔

خانہ کعبہ اور اتمام حجّت

وَ - مِنْ - حَيْثُ - خَرَجْتَ - فَوَلِّ
اور سے جگہ تو نکلے سو کرلے
وَجْهَكَ - شَطْرَ - الْمَسْجِدِ - الْحَرَامِ ؕ
اپنا منہ طرف مسجد حرام
وَ - اِنَّهٗ - لَلْحَقُّ - مِنْ - رَّبِّكَ ؕ وَ - مَا - اللّٰهُ
اور بیشک البتہ حق سے تیرا رب اور نہیں اللہ
بِغَافِلٍ - عَمَّا - تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ - مِنْ - حَيْثُ
بے خبر سے تمہارے کام اور سے جہاں
خَرَجْتَ - فَوَلِّ - وَجْهَكَ - شَطْرَ - الْمَسْجِدِ
تو نکلے کرلے اپنا منہ طرف مسجد
الْحَرَامِ ؕ - وَ - حَيْثُ - مَا - كُنْتُمْ - فَوَلُّوْا
حرام اور جس جگہ تم ہو کرو
وُجُوْهَكُمْ - شَطْرَهٗ ۙ - لِئَلَّا - يَكُوْنَ
منہ اپنے طرف اس کی تاکہ نہ رہے
لِلنَّاسِ - عَلَيْكُمْ - حُجَّةٌ ۙ اِلَّا - الَّذِيْنَ
لوگوں کو تم سے جھگڑنے کا موقع مگر جو لوگ
ظَلَمُوْا - مِنْهُمْ ۗ فَلَا - تَخْشَوْهُمْ - وَ - اخْشَوْنِيْ ۗ
بے انصاف ان میں سو نہ ان سے ڈرو اور مجھ سے ڈرو
وَ لِاُتِمَّ - نِعْمَتِيْ - عَلَيْكُمْ - وَ - لَعَلَّكُمْ
اور اس لئے کہ کامل کروں اپنا فضل تم پہ اور تاکہ تم
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
سیدھی راہ پاؤ۔

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ
اور جس جگہ سے تو نکلے سو اپنا منہ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ
مسجد حرام کی طرف کرلے اور بیشک تیرے
وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ مَا اللّٰهُ
رب کی طرف سے یہی حق ہے اور اللہ تمہارے
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ مِنْ حَيْثُ
کاموں سے بے خبر نہیں۔ اور جہاں سے
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
تو نکلے اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرلے
الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا
اور جس جگہ، تم ہو اسی کی طرف
وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ
منہ کرو تاکہ لوگوں کو تم سے جھگڑنے
لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ
کا موقع نہ رہے۔ مگر ان میں جو بے انصاف
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِيْ ۗ
ہیں سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس
وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ
واسطے کہ تم پہ اپنا فضل کامل کروں اور تاکہ تم سیدھی
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
راہ پاؤ۔

ان آیات میں بھی قبلہ کی تبدیلی کا حکم مذکور ہے اور ساتھ ہی ارشاد ہے۔ کہ ایسا نہ ہو، تمہارے عمل سے لوگوں کو حجت بازی کا موقع ملے اور مکہ کے کافر ومشرک یہ کہہ سکیں یہ دین ابراہیمی کے اچھے پیروکار ہیں۔ جو ان کے کعبہ کو قبلہ بھی نہیں مانتے۔ جہاں تک ڈر کا تعلق ہے وہ صرف اللہ کا چاہیئے۔ فضل وکرم کی تکمیل اور ہدایت وکامرانی اسی کے اختیار میں ہے۔

آنحضرتؐ کی خصوصیات

كَمَآ - اَرْسَلْنَا - فِيْكُمْ - رَسُوْلًا
جیسا - ہم نے بھیجا - تم میں - رسول

مِّنْكُمْ - يَتْلُوْا - عَلَيْكُمْ - اٰيٰتِنَا - وَ
تم ہی میں کا - پڑھتا ہے - تمہارے آگے - ہماری آیتیں - اور

يُزَكِّيْكُمْ - وَ - يُعَلِّمُكُمُ - الْكِتٰبَ
تمہیں پاک کرتا ہے - اور - تمہیں سکھلاتا ہے - کتاب

وَالْحِكْمَةَ - وَ - يُعَلِّمُكُمْ - مَّا - لَمْ - تَكُوْنُوْا
اور اس کے اسرار - اور - تمہیں سکھلاتا ہے - جو - نہ - تھے

تَعْلَمُوْنَ (۱۵۱)
تم جانتے

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا
جیسا کہ ہم نے تم میں تمہی کا رسول بھیجا۔

مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ
تمہارے آگے ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور

يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ
تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں سکھاتا ہے کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا
اور اس کے اسرار اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ

تَعْلَمُوْنَ (۱۵۱)
جانتے تھے۔

اس آیت میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن خصوصیات کا ذکر ہے۔ ان میں سے چار اس سے قبل آیت نمبر ۱۲۹ میں صفحہ ۱۵۵ پر بھی بیان ہو چکی ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور لوگوں کو سناتے ہیں (۲) لوگوں کا تزکیۂ نفس فرماتے ہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھاتے ہیں۔ (۴) کتاب کے اسرار و رموز اور عملی صورتیں سکھاتے ہیں۔ (۵) پانچویں یہ کہ تمہیں وہ کچھ بتلاتے ہیں جو اس سے قبل تمہیں بالکل معلوم نہ تھا۔

انسانی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مختلف قوموں کی طرف اپنے نبی بھیجے اور سچائی کا پیغام ان تک پہنچانے کا انتظام فرما دیا۔ رفتہ رفتہ ہر ایک قوم گروہ بندی میں مبتلا ہو گئی۔ ضد اور تعصب سے کام لینے لگی اور آسمانی علم و ہدایت کے راستہ سے بہت دور جا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ پہلی امتوں کے ناکارہ ہو جانے کے بعد نئی امت کی بنیاد ڈالیں۔ اپنی تعلیم و صحبت کے اثر سے انہیں عدل پسند بنائیں اور یہ امت تمام دنیا کی قوموں کی ہدایت اور رہنمائی کا منصب سنبھالے۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ تحویل قبلہ (یعنی قبلے کا بدلنا) ان نعمتوں کی تکمیل ہے جن کا سلسلہ پہلے ہی سے شروع ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں تحویل قبلہ ان نعمتوں کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے جس کی پہلی کڑی تمہارے ہی اندر سے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجنا ہے۔ تاکہ وہ تمہارے لئے تمام عظیم الشان نعمتوں کا سرچشمہ بنے۔ تمہیں قرآن مجید کی آیات سنائے۔ ظاہری اور باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے طریقے بتلائے۔ قرآن مجید کے قانونوں پر چلنا سکھائے اور ان قانونوں کے اصول اور ان کی باریکیاں تمہیں سمجھائے تاکہ تم علم و عمل دونوں کے اعتبار سے ساری امتوں پر فوقیت لے جاؤ۔ اور انہیں تمہارا علم و عمل دیکھ کر سب سے افضل ماننے کے سوا چارہ نہ رہے۔

ظاہر ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب انتظام تمہارے لئے نہ کر جاتے تو تم انجان رہتے اور زندگی کے مسائل کے حل کا طریقہ تمہیں کبھی معلوم نہ ہو سکتا۔

ذِکر و شُکر

فَاذْكُرُونِي - اَذْكُرْكُمْ - وَ - اشْكُرُوْا
سو تم یاد رکھو مجھے میں یاد رکھوں گا تمہیں اور احسان مانو
لِي - وَ - لَا - تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾
میرا اور نہ ناشکری کرو۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا
سو تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور تم میرا
لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾
احسان مانو اور ناشکری مت کرو۔

فَاذْكُرُوْنِيْ (سو تم مجھے یاد کرو) اس کا مادّہ ذکر ہے۔ اس کے معنے یاد کے ہیں۔ چنانچہ تسبیح اور وظائف کو ذکر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی یاد کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

اشْكُرُوْا لِيْ (میرا احسان مانو) شکر کے معنی قدر پہچاننا ہیں، جسے احسان ماننا بھی کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں اور قوتوں کا صحیح اور بجا استعمال کرنا۔ ناقدری سے پرہیز کرنا جسے کفران نعمت بھی کہتے ہیں۔

پہلی آیات میں اُمّت مسلمہ کی ترقی کے قاعدے اور اصول بیان کر دیئے گئے ہیں تو اب ضروری ہے کہ قرآن مجید کی دعوت قبول کرنے والوں کو ان قاعدوں کے مطابق عمل کرنے کے لئے ہدایات دی جائیں اور انہیں کہا جائے کہ ان باتوں کو سامنے رکھ کر سرگرم عمل ہو جائیں۔ چنانچہ انہیں سب سے پہلے یہ حکم دیا گیا کہ اللہ کو ہر دم یاد رکھو۔

اپنے رب کو یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس کی بتائی ہوئی راہ پر پوری ہمت اور شوق سے چلتا رہے۔ اُٹھتے، بیٹھتے چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، غرض ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور پسند کو مقدم رکھے۔ خاص طور پر اس یاد کے لئے عبادت کا طریقہ بھی مقرر کر دیا جس کا قائم رکھنا ہمارا فرض ہے۔ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ میں تم پر دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے خاص فضل و کرم کی بارش کرتا رہوں گا۔ اور تم پر نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں ہوتی رہیں گی۔

دوسرا حکم اُمّت مسلمہ کو یہ ہوا کہ ہماری ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو۔ شکر کی بہترین شکل یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق اسی کے کاموں میں لگایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے کام کرنے کی جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کے اندر رہ کر کام کیا جائے۔ اس سے نعمتوں میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے۔ اسی اضافے اور زیادتی کو برکت کہتے ہیں۔

تیسرا حکم یہ ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، اس کی بخشی ہوئی طاقتوں اور قوتوں کی ناقدری نہ کرو۔ ناشکری سے نہ صرف نعمت چھن جاتی ہے بلکہ شدید عذاب اور سزا ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تمام قوموں کی تعلیم اور رہنمائی کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اس فرض کو کامیابی کے ساتھ نبھانے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے ان میں اعلےٰ درجے کے اخلاق اور ضروری خوبیاں پیدا کی جائیں۔ ان خوبیوں میں سے تین خوبیاں آج کے سبق میں بیان کی گئی ہیں، جو تمام خوبیوں کی جڑ ہیں۔ یعنی یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت کریں۔ اس کی نعمتوں اور دی ہوئی قوتوں کو اسی کے حکموں کے مطابق صرف کریں۔ اور اس نے ہمیں جو طاقتیں، قوتیں اور اسباب بخشے ہیں انہیں اس کی نافرمانی میں نہ لگائیں۔

صبر اور نماز

يٰٓاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوا ۔ اسْتَعِيْنُوْا ۔ بِالصَّبْرِ
اے وہ لوگ جو ایمان والے مدد لو سے صبر

وَ ۔ الصَّلٰوةِ ۔ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ مَعَ ۔ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
اور نماز بیشک اللہ ساتھ صبر کرنے والے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اِسْتَعِيْنُوْا (مدد چاہو) اس کا مصدر استعانت ہے اور مادہ عون ہے۔ اس کے معنٰی مدد کے ہیں۔ معاونت اور تعاون کے لفظ بھی اسی مادہ سے نکلے ہیں۔

پچھلے سبق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بہت بلند منصب بخشا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ دنیا سے شرک و بت پرستی دور کریں۔ اس کے گوشہ گوشہ میں توحید کا پیغام پہنچائیں اور دنیا کی تمام اقوام کی ہدایت اور پیشوائی کا فرض انجام دیں۔ اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے ضروری تھا کہ مسلمانوں کے اندر اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حسنٰی پیدا کر دیئے جائیں۔

ان اوصاف میں تین پچھلے سبق میں بیان ہو چکے ہیں یعنی یہ کہ وہ اللہ کی عبادت اور اطاعت میں سرگرم رہیں۔ اس کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح مواقع پر صرف کریں اور اس کی نعمتوں کی ناشکری اور ناقدری نہ کریں۔ آج کے سبق میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہیں۔ اور کامیابی کے لئے دعا کرتے رہیں۔

اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے یہاں دو طریقے ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ مشکلات اور مصیبتوں میں صبر کرو۔ اور دوم یہ کہ نماز باقاعدگی سے پڑھتے رہو۔ ہر مقصد کے حصول میں تکلیفوں اور مصیبتوں کا پیش آنا لازمی ہے۔ اس لئے مصیبتوں اور رکاوٹوں کی بنا پر اپنے نصب العین کو نہ چھوڑنا صبر ہے۔

صبر (برداشت اور مقابلہ کی طاقت) اس لفظ کی تشریح سبق ۷ میں اس سے ماقبل گذر چکی ہے۔ تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے آپ کو گھبراہٹ سے روکنا۔ مشکلات اور تکالیف کا پامردی سے مقابلہ کرنا۔ نفسانی خواہشات کو عقل پر غالب نہ آنے دینا۔

نماز کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر و فکر سے روح کو قوت ملتی ہے جس جماعت میں یہ دو قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ کبھی ناکام نہیں رہ سکتی۔

اس کے بعد یہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے مقصد کی پیروی میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کریں گے۔ انہیں اللہ کی خاص معیت اور رفاقت نصیب ہوگی اور ظاہر ہے کہ جس فرد یا جماعت کے ساتھ اللہ ہو وہ کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتی۔ ہمیں اپنے اندر یہ صفتیں پیدا کر لینی چاہئیں اور دعوت و تبلیغ میں سرگرم ہو جانا چاہئے۔

شہید زندۂ جاوید ہوتا ہے۔

وَ۔لَا۔تَقُولُوا۔لِمَن۔يُقْتَلُ۔فِي
اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے میں
سَبِيلِ۔اللهِ۔اَمْوَاتٌ۔بَلْ۔اَحْيَاءٌ
راہ اللہ مردے بلکہ زندہ
وَ۔لٰكِن۔لَّا۔تَشْعُرُونَ (۱۵۴)
اور لیکن نہیں تم شعور رکھتے

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (۱۵۴)
اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردے نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

فِی سَبِیلِ اللہِ: اللہ کی راہ میں ظاہر ہے کہ اللہ کا کوئی خاص راستہ سڑک اور شاہراہ کی صورت میں نہیں۔ بلکہ اللہ کی راہ سے مراد وہ طریقہ ہے جو اللہ نے مقرر فرمایا۔ مثلاً اللہ کی راہ کے لئے مال و دولت خرچ کرنا۔ جہاد وغیرہ۔

اب ان مواقع اور حالات کا ذکر شروع ہوتا ہے جہاں صبر کی ضرورت ہوگی۔ یہ ہر اس شخص کو پیش آتے ہیں جو حق کی راہ پر چل رہا ہو اور دوسروں کو اس کی دعوت دے رہا ہو۔ کیونکہ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کے بغیر اچھے اور بُرے آدمی میں تمیز نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید نے بہت سی جگہوں پر جہاں اس نے قتال اور لڑائیوں کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ وہاں بار بار یہ چیز واضح کی ہے۔ کہ جنگ صرف اس لئے ہوئی اور مسلمانوں پر مصیبتیں صرف اس لئے آئیں کہ منافق اور مومن میں فرق ہو جائے۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ قوموں کی زندگی شہیدوں کے خون سے وابستہ ہے جس طرح کھیتی کے لئے پانی اور سورج کی گرمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ہی آزادی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب تک اس کے لیے گردنیں نہ کٹیں۔ بے شمار مجاہدوں کا خون نہ بہے۔ جماعت کے لوگ قتل نہ ہوں اور قوم کے لئے ہر شخص سر کٹانے کے لئے تیار نہ ہو۔

جب اُمت کے قابل قدر لوگ جنگ میں قتل ہونے لگتے ہیں تو قوم میں جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ کسی دوسری قوم کو اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ یہی جذبہ اور جوش قوم کی اصل زندگی اور اس کی شہ رگ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں اپنی جانیں دیں گے۔ ان کی قوم کبھی غیروں کی غلام نہیں ہوسکتی۔

جہاد کا مقصد یہ ہے کہ اپنے بعد کے زمانے اور آنے والی نسلوں کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے تیار رہا جائے۔ ظاہر ہے کہ کوئی عمل ایسا نہیں جو اس سے زیادہ سچی اور بے لاگ انسانی خدمت اور اپنی نسل کی حفاظت کے جذبات کا مجموعہ ہو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس فعل کا اجر بھی دائمی ہو اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہو۔ اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب حق کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کی راہ میں قربان ہونے والے پر موت طاری ہو۔ لہذا شہید ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ البتہ ہماری اپنی کم فہمی کے باعث ہم اس کی زندگی کا احساس نہیں رکھتے۔

امتحان اور آزمائش

وَ ۔ لَ ۔ نَبْلُوَنَّكُمْ ۔ بِشَيْءٍ ۔ مِّنَ ۔ الْخَوْفِ
اور البتہ ہم آزمائیں گے تمہیں کچھ سے ڈر

وَ ۔ الْجُوعِ ۔ وَ ۔ نَقْصٍ ۔ مِّنَ ۔ الْأَمْوَالِ
اور بھوک اور نقصان سے مال

وَ ۔ الْأَنفُسِ ۔ وَ ۔ الثَّمَرَاتِ ۔ وَ ۔ بَشِّرِ
اور جانیں اور میوے اور خوشخبری دے

الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾
صبر کرنے والے

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ
اور البتہ ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر

وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ
اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور

وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ
میوؤں کے نقصان سے اور صبر کرنے والوں

الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾
کو خوشخبری دے۔

پچھلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ یعنی انہوں نے اللہ کی راہ میں جنگ کی اور راہِ حق میں سر کٹا کر شہید ہوئے۔ اب اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ زندگی میں مسلمانوں کو ایسی تکلیفیں اور آزمائشیں پیش آئیں گی جن کا برابر قائم رہنا موت سے بھی زیادہ ایذا دینے والا ہے۔ ایسے موقعوں پر بزدلی اور کمزوری ہرگز نہیں دکھائی چاہیئے۔ بلکہ صبر سے کام لینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ خوش رہتے ہوئے اس کے احکام کی تعمیل میں لگے رہنا چاہیئے۔

یہ آزمائشیں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوں گی۔ مثلاً دشمن کا خوف۔ حق گوئی پر قید و بند اور نظر بندی کا خطرہ۔ جلاوطنی اور اسیری کا ڈر۔ خشک سالی۔ قحط۔ خوراک اور دوسری ضروریاتِ زندگی کی قلت۔ اموال و جائداد۔ روزگار اور معاش میں کمی۔ یار و مددگار عزیز و اقارب اور بھائی بندوں کا اللہ کی راہ میں کٹ جانا۔ اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے دوران میں اپنے رشتہ داروں کو اپنے سامنے فنا ہوتے دیکھنا۔ میووں، پھلوں اور دوسری کھانے پینے کی چیزوں کی قلت وغیرہ۔

ان تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کے ذریعے وقتاً فوقتاً امتحان لیا جائے گا۔ ثابت قدمی اور صبر کو دیکھا جائے گا۔ صابرین میں داخل ہونا کچھ سہل نہیں۔ اس واسطے یہاں تنبیہہ کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کی کوشش کے دوران میں ایسی بہت سی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ لیکن صبر کا تقاضا یہی ہے کہ ہم غمزدہ اور دل برداشتہ ہونے کی بجائے اپنے مقصد کی دھن میں سرگرم رہیں۔ اُسے حاصل کرنے کا خیال اپنی پوری قوت کے ساتھ قائم رہے اور ان تھک محنت سے اس میں لگے رہیں۔

صبر کرنے والوں کی سیرت

الَّذِیْنَ - اِذَآ - اَصَابَتْهُمْ - مُّصِیْبَةٌ
وہ لوگ جب پہنچے انہیں مصیبت
قَالُوْٓا - اِنَّا - لِلّٰهِ - وَ - اِنَّآ - اِلَیْهِ - رٰجِعُوْنَ (۱۵۶)
کہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے

الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ
وہ لوگ کہ جب انہیں کچھ مصیبت پہنچے تو کہیں ہم تو
قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (۱۵۶)
اللہ کیلئے ہیں اور ہم تو اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں

مُّصِیْبَةٌ : مصیبت الغوی معنی افتاد کے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جو شے بھی مسلمان کو ناگوار گذرے پس وہی اس کے حق میں مصیبت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا مفہوم بہت وسیع اور عام ہے۔

اس سے پہلی آیت میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ مسلمانوں کی مختلف طریقوں سے آزمائشیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی رہیں گی اور جو شخص صبر سے کام لے گا وہ ان آزمائشوں میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گا۔ اس لئے صبر کرنے والوں کا انجام بخیر ہوگا۔ آج کی آیت میں ان صبر کرنے والوں کی نشانی بیان کی گئی ہے کہ صابرین میں وہ لوگ شامل ہیں جو ہر مصیبت کے وقت یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف جانے والے ہیں۔

اس آیت میں ہمیں تین باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ پہلی یہ کہ ہم تمام سب اللہ کی ملکیت ہیں۔ ہم خود بھی اور ہماری ہر شے بھی ہماری اپنی نہیں۔ نہ بیوی، نہ بچے، نہ مال، نہ جائداد، نہ وطن، نہ خاندان، نہ جسم، نہ جان۔

انسان کے رنج وغم اور درد وحسرت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی محبوب چیزوں کو اپنی سمجھتا ہے۔ جب ذہن سے یہ خیال نکال دیا جائے اور سمجھا جائے کہ جو چیز ہے سب اللہ کی ہے۔ پھر رنج وملال کا موقع ہی نہیں رہتا۔ ہر کٹھن اور مصیبت پر یہ ہی کلمہ دہرا دینا چاہئے کہ اپنا کچھ نہیں سب اللہ کے لئے ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رنج اور تکلیفیں خواہ کتنی ہی بڑی ہوں۔ سب آنی جانی، فانی اور عارضی ہیں۔ یہ ختم ہو جائیں گی۔ اور عنقریب انہیں چھوڑ کر مالک حقیقی کی خدمت میں حاضری دینی ہے۔ اس لئے ان سے گھبرانا کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ مصیبتیں اور آزمائشیں یونہی بیکار نہیں۔ ان کا اجر وثواب دوسری زندگی میں ضرور ملے گا جو انہیں صبر سے برداشت کرگیا۔ حق پر ثابت قدم رہا اور مقصد حقیقی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اُسے اس استقامت کا اجر ضرور ملے گا۔

جس شخص کے یہ تینوں عقیدے جتنے زیادہ مضبوط ہوں گے۔ اسی قدر سکون اور اطمینان نصیب ہوگا۔ ہمیں چاہئے کہ ان باتوں کو ہم ذہن میں خوب اچھی طرح بٹھالیں تاکہ یہ دل پر نقش ہو جائیں۔ اگرچہ صبر کا تعلق دل سے ہے لیکن زبان سے یہ کلمہ ادا کرنے سے زبان دل کی ساتھی ہو جاتی ہے اور اس سے قوت وطاقت ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ آپ ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف یا ناگواری کے موقع پر بھی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ فرماتے تھے۔

صبر کرنے والوں کا صلہ

اُولٰٓئِكَ ۔ عَلَيْهِمْ ۔ صَلَوٰتٌ ۔ مِّنْ ۔ رَّبِّهِمْ
وہی ان پر عنائتیں سے ان کا رب

وَ ۔ رَحْمَةٌ ۔ وَ ۔ اُولٰٓئِكَ ۔ هُمُ ۔ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾
اور مہربانی اور وہی وہ سیدھی راہ پر

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ
ایسے ہی لوگوں پر اپنے رب کی عنائتیں ہیں ۔

وَرَحْمَةٌ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾
اور مہربانی ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہیں

صَلَوٰتٌ (عنایتیں) اس کا واحد صلوٰۃ ہے ۔ نماز کے علاوہ یہ لفظ دُعا اور رحمت و برکت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔

مُهْتَدُوْنَ (سیدھی راہ پر) یہ لفظ ہدایت کے لئے ہے کی تشریح سبق نمبر ۹ میں گذر چکی ہے ۔ مختصر یہ کہ اھتداء کے معنی ہیں راہ معلوم کرنا ۔ اس پر چلنا ۔ قائم رہنا یہاں تک کہ منزل مل جائے ۔

اس آیت میں ان لوگوں کو خوشخبری سنانے کا حکم ہے جنہوں نے اللہ کے احکام کو مانا اور ان پر عمل کیا ۔

پہلی آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے ایمان کی پختگی اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا امتحان لینے کے لئے اُن کی آزمائشیں ہوا کریں گی ۔ انہیں طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچیں گی ۔ دشمن کی مخالفت کا خوف ہوگا ۔ سچ بولنے پر اہل غرض کی طرف سے اذیت پہنچے گی ۔ مخالفین کا دباؤ ہوگا ۔ قحط ، فاقہ ، جان و مال کا نقصان اور کھانے پینے کی چیزوں کی کمی کی تکلیف جھیلنی پڑے گی ۔

ان مصائب کی وجہ سے انسان لالچ ۔ حرص اور طمع میں آکر حق سے بھٹک سکتا ہے ۔ اس لئے جو لوگ ان مخالفتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اللہ کا نام اور اللہ کا دین بلند کرنے کا مقصد نہ چھوڑیں گے ۔ بلکہ ثابت قدمی اور استقلال سے اس پر ڈٹے رہیں گے ہیں ۔ وہ صابروں میں شامل ہوں گے ۔ ایسے لوگ یہی کہیں گے کہ ہم اور ہماری ہر چیز اللہ کے لئے ہے ۔ اور انجام کار اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۔ اگر اللہ کی راہ میں جد وجہد کرتے ہوئے ہمیں یا ہماری ان چیزوں کو نقصان پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا بہتر سے بہتر بدلہ دینے پر قادر ہے ۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ ان باتوں کا صلہ ضرور عطا فرمائے گا

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایسے صبر کرنے والوں کا اجر بہت بڑا ہے ۔ دُنیا و آخرت میں اُن پر ہماری خاص عنائتیں ہوں گی ۔ ہم اپنی خاص نعمتیں ان پر بھیجیں گے اور ہماری مہربانی ان پر جاری رہے گی ۔ اس لئے انہیں حق کے مخالفوں کی مخالفت کے خوف سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے بلکہ ان آزمائشوں میں پورا اُترنا چاہئے ۔

یہ بھی بتایا گیا کہ آزمائشوں میں صبر کرنے والے سیدھی راہ پر ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ تک کامیابی کے ساتھ پہنچ جائیں گے ۔

حج کے مراسم

اِنَّ ۔ الصَّفَا ۔ وَ ۔ الْمَرْوَةَ ۔ مِنْ ۔ شَعَآئِرِ
بیشک صفا اور مروہ سے نشانیاں
اللّٰهِ ۚ فَمَنْ ۔ حَجَّ ۔ الْبَيْتَ ۔ اَوِ ۔ اعْتَمَرَ
اللہ سو جو کوئی حج کرے بیت یا عمرہ
فَلَا ۔ جُنَاحَ ۔ عَلَيْهِ ۔ اَنْ ۔ يَّطَّوَّفَ ۔ بِهِمَا ۭ
تو نہیں گناہ اس پر کہ طواف کرے دونوں کا
وَ ۔ مَنْ ۔ تَطَوَّعَ ۔ خَيْرًا ۙ ۔ فَاِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ شَاكِرٌ
اور جو کوئی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو یقیناً اللہ قدردان
عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾
جاننے والا

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ
بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے
اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ
ہیں ۔ سو جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ
پر کچھ گناہ نہیں ۔ کہ ان دونوں کا طواف کرے ۔
وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ
اور جو کوئی اپنی خوشی سے کچھ نیکی کرے تو اللہ یقیناً قدردان اور
عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾
سب کچھ جاننے والا ہے

اَلصَّفَا وَالْمَرْوَةَ (صفا و مروہ) مسجد حرام کے پاس یہ دو پہاڑیاں ہیں ۔ صفا دائیں طرف اور مروہ بائیں طرف ہے ان دونوں کے درمیان تقریباً سوا فرلانگ کا فاصلہ ہے ۔ صفا کے لغوی معنی صاف پتھر یا خالص چٹان کے ہیں اور مروہ کے لغوی معنی سفید سفید نرم پتھر کے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو وادی فاران میں چھوڑ گئے ۔ وہ ابھی دودھ پینے بچہ ہی تھے ۔ جب ماں بیٹے کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا اور بچہ پیاس کے مارے تڑپنے لگا تو ماں انتہائی بے چینی اور بے قراری کی حالت میں انہی دو پہاڑیوں پہ اِدھر سے اُدھر دوڑتی تھیں تاکہ کہیں پانی کا چشمہ دکھائی دے جائے ۔

شَعَآئِرِ (نشانیاں) جمع ہے شعیرہ کی ۔ اس کے معنی ہیں عبادت کی مقرر جگہ یا عبادت کا طریقہ ۔ حج میں جن مقرر مقامات اور جن طریقوں پہ رسومِ حج ادا کی جاتی ہیں ۔ وہ سب شعائر میں داخل ہیں ۔

حج اسلامی عبادات میں چوتھا رکن ہے ۔ ماہ ذوالحج میں مقررہ تاریخ پر مخصوص طریقہ کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت ۔ قربانی طواف اور دوسرے مراسم بجالانے کو حج کہتے ہیں ۔

عمرہ خانہ کعبہ کی زیارت کا ایک طریقہ جس کا ثواب حج کے برابر نہیں ۔ اس کے لئے کوئی مہینہ اور تاریخ مقرر نہیں اس کے مراسم بھی مختصر ہیں ۔

يَطَّوَّفَ (طواف کرے) یہ لفظ طوف سے بنا ہے جس کے معنی گھومنا اور کسی چیز کے گرد چکر لگانا ہیں ۔ طواف خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو کہتے ہیں جو حج کے مراسم میں شامل ہے ۔

ان آیات میں حج اور اس کے بعض مراسم کا ذکر ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ محض رسمیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نشانات ہیں مقصد یہ ہے کہ انسان میں نیکی کا جذبہ پیدا ہو ۔ وہ گناہوں سے پاک ہو کر اللہ کے حضور میں سربسجود ہو جائے ۔

اللہ کی لعنت

اِنَّ - الَّذِیْنَ - یَکْتُمُوْنَ - مَآ - اَنْزَلْنَا - مِنَ	اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ
بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارا سے	بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے صاف
الْبَیِّنٰتِ - وَ - الْھُدٰی - مِنْ - بَعْدِ - مَا	الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا
صاف حکم اور ہدایت کی باتیں سے بعد اس کے کہ	حکم اور ہدایت کی باتیں اس کے بعد کہ ہم
بَیَّنّٰهُ - لِلنَّاسِ - فِی - الْکِتٰبِ - اُولٰٓئِکَ - یَلْعَنُهُمُ	بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ
ہم انہیں کھول چکے لوگوں کیلئے میں کتاب وہی ان پر لعنت کرتا	انہیں لوگوں کے لئے کتاب میں کھول چکے ہیں وہی ہیں جن پر
اللّٰهُ - وَ - یَلْعَنُهُمُ - اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾	اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
ہے اللہ اور ان پر لعنت کرتے ہیں۔ لعنت کرنے والے	اللہ لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں

اَلَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ (جو لوگ چھپاتے ہیں) یہ لفظ کتمان سے نکلا ہے اس سے مراد ہے کوئی چیز جان بوجھ کر چھپائی جائے اور جہاں اس کا اظہار ضروری ہو وہاں ظاہر نہ کی جائے۔ یہاں اشارہ اہل کتاب اور تمام لوگوں کی طرف ہے جو یہ حرکت کرتے ہوں۔

اَلْبَیِّنٰتُ (صاف حکم) مراد ایسی نشانیاں اور حکم ہیں جو بجائے خود واضح اور روشن ہیں۔ نیز بیّنات سے مراد رسالت محمدیؐ کے دلائل بھی ہیں۔

اللّٰعِنُوْنَ (لعنت کرنے والے) لعن اس کا مادہ ہے اور لاعن اس کا واحد ہے۔ لعنت پھٹکار اور دھتکار کو کہتے ہیں شریعت کی اصطلاح میں لعنت سے مراد ہے بعد عن الرحمۃ (رحمت خداوندی سے دوری اور رحمت الٰہی سے محرومی)

پچھلے سبقوں میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ انسان کو اپنے اندر اعلیٰ خوبیاں اور بہترین اخلاق پیدا کرنے چاہئیں اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر میں مصروف رہے۔ دوسروں کو اس سیدھی راہ کے اختیار کرنے کی تلقین کرے۔ مصیبتوں اور تکلیفوں میں صبر سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو صحیح طور سے درست مقام پر استعمال کرے اور ناشکری نہ کرے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ان حکموں کو چھپائیں گے۔ دوسروں کو تبلیغ نہیں کریں گے۔ اصل بات کی بجائے من گھڑت باتیں بیان کریں گے اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو دلائل اور پیشنگوئیاں آسمانی کتابوں میں موجود ہیں۔ اُن کو چھپائیں گے وہ لوگ ملعون ہیں۔ ان پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے۔ اور اللہ کی دوسری مخلوق بھی جن میں انسان، حیوانات فرشتے اور جن وغیرہ سب شامل ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو جاتے ہیں اور دوسرے لعنت کرنے والے اس کے حق میں لعنت کی بددُعا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب حق کو چھپانے کا وبال نازل ہوتا ہے تو دوسری مخلوق بھی اس کے مجنور میں پھنس جاتی ہے۔

توبہ کی شرائط

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ

لیکن جنہوں نے توبہ کی اور اپنے کام کو درست کیا اور

بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ

حق بات بیان کردی۔ یہی لوگ ہیں جنہیں میں معاف کرتا ہوں

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾

اور میں بڑا معاف کرنیوالا نہایت مہربان ہوں

اِلَّا ۔ الَّذِيْنَ ۔ تَابُوْا ۔ وَ ۔ اَصْلَحُوْا ۔ وَ

لیکن وہ جنہوں نے توبہ کی اور اپنے کام کو درست کیا اور

بَيَّنُوْا ۔ فَاُولٰٓئِكَ ۔ اَتُوْبُ ۔ عَلَيْهِمْ

حق بات بیان کردی ۔ تو یہی ہیں میں معاف کرتا ہوں انہیں

وَ ۔ اَنَا ۔ التَّوَّابُ ۔ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾

اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان

(توبہ کی، توبہ کے معنی ہیں لوٹنا یعنی کسی کام سے باز آجانا اور آیندہ کے لئے اسے ترک کردینے کا ارادہ کرلینا۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی کے لئے تین شرائط بیان کی ہیں ۔

۱۔ توبہ یعنی گناہ کے احساس واعتراف کے ساتھ اسے ترک کردینے کا تہیہ کرلینا ۔

۲۔ اصلاح یعنی گناہ اور خرابی سے پیداشدہ بُرائیوں کی درستی کردینا ۔

۳۔ جن باتوں کو چھپاکر وہ جرم کے مرتکب ہوئے تھے انہیں بیان کردینا یعنی تلافی مافات کرنا ۔

پہلی آیات میں بیان ہُوا ہے کہ یہودی اور عیسائی دُنیاوی لالچ اور حرص میں آکر اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو بدل دیا کرتے تھے یا کسی مخالفت کے ڈر سے حق بات کہنے سے ڈرتے تھے اور اصل حکم چھپاتے تھے ۔ اس طرح ان کے حق چھپانے سے بہت سے لوگ گمراہ ہوجاتے ، ایماندار شک وشبہ میں پڑجاتے اور حق کی پیروی کرنے والوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی تھیں ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ملعون قرار دیا ۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی قدیم آسمانی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی خبر پہلے ہی سے دے دی گئی تھی لیکن جب ان لوگوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے سے انہیں دنیاوی نقصان ہوگا ۔ ان کی اجارہ داری ختم ہوجائے گی اس بشارت کو چھپانا شروع کردیا ۔

ایسے گناہ گاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ انہیں سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کردیا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق کی لعن طعن کا بھی نشانہ بنیں گے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ یہ ملعون بالکل ناامید نہ ہوجائیں بلکہ وہ اگر اب بھی اپنی بُری عادتوں اور حق کو چھپانے سے باز آجائیں اور آیندہ کے لئے توبہ کرلیں یعنی اپنی حالت کو درست کرلیں تو ہم نہ صرف اس کی توبہ قبول کرلیں گے بلکہ اپنی رحمت کے سائے تلے بھی آئیں گے وہ ہماری نعمتوں اور رحمتوں کے مستحق ہوجائیں گے ۔

کُفر کی موت

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ
بے شک جو کافر ہوئے اور وہ کافر ہی
كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ
مرگئے انہی پر اللہ کی لعنت ہے۔
وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾
اور فرشتوں اور سب لوگوں کی
خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
اس میں ہمیشہ رہیں گے ان پر سے عذاب ہلکا نہ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿١٦٢﴾
ہوگا اور نہ انہیں مہلت ملے گی

اِنَّ - الَّذِیْنَ - کَفَرُوْا - وَ - مَاتُوْا - وَ - هُمْ
بیشک وہ جو کافر ہوئے اور مرگئے اور وہ
کُفَّارٌ - اُولٰٓئِکَ - عَلَیْهِمْ - لَعْنَةُ - اللّٰهِ
کافر ہی، ہیں جن پر لعنت اللہ
وَ - الْمَلٰٓئِکَةِ - وَ - النَّاسِ - اَجْمَعِیْنَ ﴿١٦١﴾
اور فرشتے اور لوگ سب
خٰلِدِیْنَ - فِیْهَا - لَا - یُخَفَّفُ - عَنْهُمُ
ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہوگا ان پر سے
الْعَذَابُ - وَ - لَا - هُمْ - یُنْظَرُوْنَ ﴿١٦٢﴾
عذاب اور نہ انہیں مہلت ملے گی

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بیان کیا گیا تھا کہ جو لوگ زندگی میں اپنے گناہوں اور بُرے کاموں سے توبہ کرلیں اُن پر نادم ہوں۔ آیندہ بُرے کام نہ کرنے کا ارادہ کرلیں اور نیک راہ اختیار کرلیں تو ہم انہیں معاف فرمائیں گے ان کی طرف شفقت و کرم سے متوجہ ہوں گے۔ ان کی توبہ قبول فرمائیں گے اور رحمت کے سائے تلے لے آئیں گے اس ارشاد سے گنہگاروں اور بدکاروں کو گناہ چھوڑنے کی تلقین کی گئی تھی اور نیک بننے کی ترغیب دی گئی تھی جو لوگ اس رعایت سے فائدہ اُٹھائیں۔ دراصل وہی عاقبت اندیش ہیں۔

اب اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس رعایت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی سے غلط راہ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی پھر زندگی بھر اُسے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ کبھی سیدھی اور ایمان کی راہ کی طرف نہ جھکے۔ ہمیشہ بدکاری اور گنہگاری کی زندگی بسر کی اور اسی حالتِ کفر میں مرگئے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور دُنیا و جہاں کے تمام لوگ لعنت بھیجتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ کی رحمت، فرشتوں کی برکت اور انسانوں کی شفقت سے دُور ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی سزا یہ ہوگی کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے ان پر مسلسل اور لگاتار عذاب نازل ہوگا اور بچ نکلنے کی انہیں ہرگز مہلت نہ ملے گی۔

معافی اور سزا کے بارہ میں اسلام کی تعلیم حد درجہ فطری اور متوازن ہے۔ ایک طرف تو اسلام نے توبہ کا طریقہ بتایا کہ جب انسان کو گناہ کا احساس ہوجائے۔ وہ اس کا اعتراف کرکے اپنی اصلاح کرلے تو اسے اللہ سے معافی مل جاتی ہے۔ دوسری طرف یہ اعلان کیا جو گناہ اور سرکشی پر اصرار کرے کفر و شرک سے باز نہ آئے وہ لعنت میں گرفتار ہوکر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوجاتا ہے۔

اللہ ایک ہے

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾

اور تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

وَ - اِلٰهُكُمْ - اِلٰهٌ - وَّاحِدٌ - لَآ - اِلٰهَ - اِلَّا
اور - تمہارا معبود - معبود - ایک - نہیں - معبود - سوا

هُوَ - الرَّحْمٰنُ - الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾
اس کے - بڑا مہربان - نہایت رحم والا

اسلام کا سب سے اہم مسئلہ توحید کا ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے۔ تمام عقائد کی جڑ اور تمام نیک کاموں کی بنیاد اسی ایمان پر قائم ہے کہ تمام انسانوں کا پروردگار، کائنات کا مالک، عبادت کا مستحق اور قیامت کے دن حساب لینے والا فقط ایک خدا ہے۔ وہی انسان گناہ، بدکاریاں اور خرابیاں کرتا ہے جسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ اور برتر ہستی کے وجود کا یقین ہو اور نہ اس کی قوت و طاقت پر اور نہ حساب کے دن پر۔

اہل کتاب اور مشرک قوموں میں جس قدر گمراہی جاہلیت، تاریک خیالی اور وہم پرستی موجود تھی۔ اسے دُور کرنے کے لئے اسلام نے توحید خداوندی کا عظیم ترین عقیدہ پیش کیا اور بتایا کہ انسان کی ہر ضرورت کو پوری کرنے والا اکیلا خدا ہے آڑے وقت اس کی مدد کرنے والا، نعمتیں دے کر اس کا امتحان کرنے والا روزی مہیا کرنے والا اور پھر اپنی رحمت سے گناہ معاف کر دینے والا وہی خدا ہے۔ اس لئے وہی عبادت کے لائق ہے۔ ہر وقت اسی کو پکارنا چاہئے۔ اسے ہی اپنا مالک اور آقا سمجھنا چاہئے۔ آخرت میں اس کے حضور جواب دہی اور حساب کتاب کا احساس رکھنا چاہئے۔

عقیدۂ توحید ہی ایسا عقیدہ ہے، جو ہمیں سیدھی راہ اختیار کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس عقیدہ پر کاربند ہونے سے ہمیں ہر وقت اس کا فکر لگ جاتا ہے کہ کہیں اصل راہ سے بھٹک نہ جائیں۔ دوسروں کے ساتھ بدمعاملگی سے پیش نہ آئیں جس طرح اللہ تعالیٰ ہم پر مہربان ہے۔ اسی طرح ہم بھی اس کی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آئیں۔

اس آیت سے دو باتیں خاص طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔ اس کے سوا انسان کا سر کسی کے سامنے نہیں جھکنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات سراپا لطف و کرم ہے۔ وہ جبار اور قہار ضرور ہے۔ لیکن اس کی رحمت تمام چیزوں پر حاوی ہے انسان کو اس کی رحمت سے کبھی مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے۔

مشکلات کیسی ہی بڑی ہوں۔ مقابلہ کتنا ہی زوروں کا ہو۔ اگر ہم حق پر ہیں تو وہ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ ہمیں کبھی اپنے در سے محروم نہ کرے گا۔

اللہ کے نشانات

إِنَّ - فِي - خَلْقِ - السَّمٰوٰتِ - وَ - الْأَرْضِ - وَ
بیشک میں پیدا کرنا آسمان اور زمین اور
اخْتِلَافِ - اللَّيْلِ - وَ - النَّهَارِ - وَ - الْفُلْكِ - الَّتِي
بدلنا رات اور دن اور کشتیاں جو
تَجْرِي - فِي - الْبَحْرِ - بِمَا - يَنْفَعُ - النَّاسَ - وَ
چلتی ہیں میں دریا ساتھ اس کے کام کی چیزیں لوگ اور
مَا - أَنْزَلَ - اللَّهُ - مِنَ - السَّمَاءِ - مِنْ - مَاءٍ - فَأَحْيَا
جو اتارا اللہ سے آسمان سے پانی پھر زندہ کیا
بِهِ - الْأَرْضَ - بَعْدَ - مَوْتِهَا - وَ - بَثَّ
اس سے زمین پیچھے اس کی موت اور پھیلائے
فِيهَا - مِنْ - كُلِّ - دَابَّةٍ - وَ - تَصْرِيفِ
اس میں سے تمام جانور اور بدلنا
الرِّيٰحِ - وَ - السَّحَابِ - الْمُسَخَّرِ - بَيْنَ
ہوائیں اور بادل تابع درمیان
السَّمَاءِ - وَ - الْأَرْضِ - لَآيٰتٍ - لِّقَوْمٍ
آسمان اور زمین نشانیاں لوگ
يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾
عقلمند

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَ
بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور
اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي
رات اور دن کے بدلتے رہنے اور کشتیوں میں جو
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ
دریا میں چلتی ہیں لوگوں کے کام کی چیزیں لے کر اور
مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا
پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس
بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ
زمین کو زندہ کیا اس کے مرے پیچھے اور اس میں
فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ
سب قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کے
الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ
بدلنے میں اور بادل میں جو اس کے
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ
حکم کا تابع ہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان بیشک ان سب چیزوں
يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾
میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت اور قدرت کی بے شمار نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ انسان ان پر غور کرے اور اس کی الوہیت اور برتری کا اعتراف کرے۔

زمین و آسمان کی پیدائش۔ دن رات کا چکر۔ دریا اور سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا۔ آسمان سے بارش کا اترنا۔ بارش سے مردہ زمین میں جان پڑ جانا۔ زمین میں جانوروں کا پھرنا۔ ہواؤں اور بادلوں کا زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی قوتوں اور قدرتوں کا نشان نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر ان پر عقل والے غور کر سکتے ہیں۔ نادان کسی چیز سے سبق نہیں لیتے۔

غیر اللہ سے محبت

وَ-مِنَ-النَّاسِ-مَنْ-يَّتَّخِذُ-مِنْ-دُوْنِ
اور بعض لوگ جو بناتے ہیں سے دوسرے
اللّٰهِ-اَنْدَادًا-يُّحِبُّوْنَهُمْ-كَحُبِّ-اللّٰهِ ؕ
اللہ برابر ان کی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ
وَ-الَّذِيْنَ-اٰمَنُوْٓا-اَشَدُّ-حُبًّا-لِّلّٰهِ ؕ
اور جو لوگ ایمان لائے زیادہ تر محبت اللہ کی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ
اور بعض وہ لوگ ہیں جو بناتے ہیں اوروں کو اللہ کے
اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ
برابر ان کی ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی اللہ کی محبت
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ
اور مومنوں کو اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے

اَنْدَادٌ (برابر)، یہ لفظ ند سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں مثل یا مقابل۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جن، مورتیاں اور دیوتا وغیرہ یا رئیس اور پیشوا۔ یا کوئی اور شے اللہ تعالیٰ کے سوا دل میں جگہ حاصل کرلے اور اس کی محبت دل پر غالب آجائے۔

اس سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت، رحمانیت اور رحیمیت بیان کرنے کے بعد بتایا کہ انسان کی ضروریات کے لئے ہم نے ساری کائنات پیدا کی۔ مثلاً زمین، آسمان، رات، دن۔ کشتیاں، بارش، زمین کی پیداوار۔ مولشی، چوپائے، ہوائیں اور بادل وغیرہ۔ انسان ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اپنی ضروریات پوری کرتا ہے اور آرام سے زندگی گذارتا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کو پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔

افسوس انسانوں میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو شکر ادا کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ اس کی نعمتیں کسی دوسرے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انہیں اپنے معبود بناتے ہیں۔ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور ان سے ایسی محبت اور عقیدت ظاہر کرتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہئے تھی۔ اس آیت میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔

بعض نادان اور ناعاقبت اندیش لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے بتوں، دیوتاؤں اور پیشواؤں کو شریک ٹھہراتے ہیں انہیں قدرت والا سمجھتے ہیں۔ مثلاً عیسائی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کی عبادت کرتے ہیں۔ جاپان والے اپنے بادشاہ کو خدائی خاندان سے سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب خالق و مالک اسی کی ذات ہے۔ معبود وہی ہے تو محبت بھی اسی کی ہونی چاہئے۔ ایک مومن کامل کی نشانی یہی ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو محبوب رکھے۔ اپنے دل میں اس کی محبت سب سے زیادہ مضبوط کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

مومن وہ ہے جس کی دشمنی اور دوستی اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ جسے اللہ چاہے۔ وہ اسے دوست رکھتا ہے اور جس سے اللہ ناراض ہو اسے دشمن سمجھتا ہے۔

تمام قوت اللہ کیلئے ہے

وَ۔ لَوْ۔ يَرَى۔ الَّذِيْنَ۔ ظَلَمُوْٓا۔ اِذْ
اور اگر دیکھ لیں یہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا جب
يَرَوْنَ۔ الْعَذَابَ ۙ۔ اَنَّ۔ الْقُوَّةَ
دیکھیں گے عذاب کہ قوت
لِلّٰهِ۔ جَمِيْعًا ۙ۔ وَّ۔ اَنَّ۔ اللّٰهَ
اللہ کے لئے ساری اور کہ اللہ
شَدِيْدُ۔ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾
سخت عذاب

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ
اور اگر یہ ظالم دیکھ لیں اس وقت کو جب
يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ
کہ عذاب دیکھیں گے کہ ساری قوت
لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ
اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا
شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾
عذاب سخت ہے

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے واحد ہونے، کائنات کا خالق ہونے اور مومنوں کا رتبہ بتانے کے بعد اپنی قوت اور طاقت کا پتہ دیا اور فرمایا کہ کافر اور مشرک اپنی کم عقلی، جہالت اور ناعاقبت اندیشی کے سبب مختلف چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں انہیں اپنی حاجتوں کا پورا کرنے والا سمجھتے ہیں۔ مصیبت کے وقت مدد کرنے والا خیال کرتے ہیں اور عبادت کے صلہ میں انعامات کی بارش کرنے والا گمان کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ چیزیں قوتوں کی مالک ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کاش! یہ منکرین حق اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے اس عذاب کو دیکھ لیتے جو ہم قیامت کے دن ان پہ نازل کریں گے جسے دیکھ کر یہ فوراً کہہ اٹھیں گے کہ ہر قسم کی قوت و طاقت۔ عظمت و قدرت اور اختیار و اقتدار صرف اللہ کے لئے ہے کسی کو اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں۔ اس کے سوا کوئی دوسری ہستی کسی کی مدد نہیں کر سکتی اور ہر چیز اس کے آگے عاجز ہے۔ اس روز نہ کسی کا مال و اسباب کچھ اس کے کام آئے گا اور نہ عزیز و قریب ساتھ دے سکیں گے ہر شخص اپنے محرم بھائی بند ماں باپ بیوی بچوں، یار دوستوں اور عزیزوں سے دور بھاگے گا تاکہ کہیں ان کا وبال اس کے اوپر نہ آپڑے۔ اس روز مشرک لوگ اپنے ان باطل معبودوں اور جھوٹے شریکوں کو بھول جائیں گے اور الامان الامان پکاریں گے۔

دنیاوی زندگی میں انسان پہ طرح طرح کی مصیبتیں اور آزمائشیں نازل ہوتی ہیں۔ اسے اپنی عقل سے کام لے کر یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ان سے سبق حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جانا چاہئے۔

احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس عاجزی اور نیازمندی کو توبہ و استغفار اور دعا کو عبادت کی جان بتلایا گیا ہے فرمایا:۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (دعا عبادت کا مغز ہے)

مُشرکوں کی بے بسی

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ
جب وہ جن کی پیروی کی گئی تھی ان سے بیزار ہو جائیں گے
اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ
جنہوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ان سے
بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ
سب اسباب کٹ جائیں گے۔ اور پیروکار کہیں گے
اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ
کاش ایسا ہوتا کہ ہمیں دنیا کی طرف لوٹ کر جانا مل جاتا تو پھر ہم بھی
كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ
ان سے بیزار ہو جاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہو گئے اسی طرح پر
اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ
اللہ انہیں دکھلائے گا۔ ان کے کام حسرت دلانے کے لئے
وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾
اور وہ آگ سے ہرگز نکلنے والے نہیں

اِذْ - تَبَرَّاَ - الَّذِيْنَ - اتُّبِعُوْا - مِنَ - الَّذِيْنَ
جب بیزار ہو جائیں وہ پیروی کی گئی سے جنہوں نے
اتَّبَعُوْا - وَ - رَاَوُا - الْعَذَابَ - وَ - تَقَطَّعَتْ
پیروی کی اور دیکھیں گے عذاب اور کٹ جائیں گے
بِهِمُ - الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَ - قَالَ - الَّذِيْنَ
ان سے اسباب اور کہیں گے وہ جو
اتَّبَعُوْا - لَوْ - اَنَّ - لَنَا - كَرَّةً - فَنَتَبَرَّاَ - مِنْهُمْ
پیروکار کاش کہ ہمارے لئے لوٹ جانا پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے
كَمَا - تَبَرَّءُوْا - مِنَّا ؕ - كَذٰلِكَ - يُرِيْهِمُ
جیسے یہ بیزار ہوئے ہم سے اس طرح انہیں دکھائے گا
اللّٰهُ - اَعْمَالَهُمْ - حَسَرٰتٍ - عَلَيْهِمْ ؕ
اللہ ان کے کام حسرت ان پر
وَ - مَا - هُمْ - بِخٰرِجِيْنَ - مِنَ - النَّارِ ﴿۱۶۷﴾
اور نہیں وہ نکلنے والے سے آگ

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے ایک ہولناک منظر کا بیان فرمایا ہے۔ کاش! غلط کار مُشرک آج اس پر غور کر کے عبرت پکڑ لیں اور بے راہ روی سے باز آجائیں۔

اس دن جھوٹے مرشد جنہوں نے دنیا میں نادان عوام کو اپنے پیچھے لگا رکھا تھا۔ ان لوگوں کو چھوڑ دیں گے جنہوں نے دنیا میں ان کی پیروی کی تھی اور ان کے پیچھے لگ کر راہ حق چھوڑ بیٹھے تھے۔ یہ گھڑی ان نادان پیروکار مریدوں کے لئے بڑی بھیانک ہو گی کہ ان کے مرشد جواب دے چکے ہوں گے۔ اسباب کٹ گئے ہوں گے اور عذاب سامنے نظر آ رہا ہو گا۔

نادان مُرید کہیں گے کہ کاش! دنیا میں ایک بار جانا نصیب ہو اور ہم ان مکار مرشدوں سے اسی طرح بیزاری اختیار کریں مگر اب کچھ نہ ہو سکے گا۔ عمل ایک حسرت کا دفتر بن کر ان کے سامنے ہوں گے اور جہنم کی آگ سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہو گی۔

اَلَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا (جن کی پیروی کی گئی) اتباع اس کا مصدر ہے جس کے معنی پیروی کرنا ہیں۔ مراد مرشد جن کی پیروی کی جاتی ہو۔

اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا جنہوں نے پیروی کی یعنی وہ پیروکار اور مرید جنہوں نے پیروی کی ہو۔

حلال وطیّب غذا

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے کھاؤ حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو شیطان کے قدموں کی۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

يَاَيُّهَا - النَّاسُ - كُلُوْا - مِمَّا - فِي - الْاَرْضِ
اے - لوگو - کھاؤ - ہیں سے جو - ہیں - زمین

حَلٰلًا - طَيِّبًا - وَ - لَا - تَتَّبِعُوْا - خُطُوٰتِ
حلال - پاک - اور - نہ - پیروی کرو - قدم

الشَّيْطٰنِ - اِنَّهٗ - لَكُمْ - عَدُوٌّ - مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾
شیطان - بیشک وہ - تمہارا - دشمن - کھلا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے حلال و حرام کے فرق کو بیان فرمایا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں میں دو شرطیں ضروری قرار دی ہیں (۱) حلال ہونا (۲) طیّب ہونا۔

حَلٰلًا: اس چیز کو کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممنوع نہ ہو۔ شریعت نے اسے جائز کہا ہے۔ حرام اور ناپسندیدہ نہ قرار دیا ہو۔ مثلاً پانی، سبزیاں، گوشت، دالیں وغیرہ۔

طَيِّبًا: پاکیزہ، وہ چیز جو حلال ہو۔ ساتھ ہی نجاست اور گندگی سے پاک ہو۔

غذا کے اندر اسلام نے حلال و طیّب کی دو شرائط لگا کر ایک بہت بڑی خوبی پیدا کی ہے۔ ان اصولوں کی بنا پر ہر وہ شے جو پاکیزہ نہیں۔ روح و جسم کے لیے مضر ہے یا جائز طور پر حاصل نہیں کی گئی ہے۔ اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا ممنوع ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزگی کا اس قدر خیال رکھا کہ وہ چیزیں جن کی بو عام طور پر طبیعت پر گراں گذرتی ہے، مکروہ قرار دیں اور انہیں کھا کر مسجد میں آنے کو ناپسندیدہ بیان کیا تاکہ ساتھی نمازیوں کی طبیعت پر گراں نہ گذرے۔

عربوں نے بعض چیزیں از خود حرام قرار دے رکھی تھیں مثلاً بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور اور اس طرح بعض دوسری غذائیں۔ نیز انہوں نے بعض حرام چیزوں کو شیر مادر کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسلام نے اس بات کو روکا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے "جس شخص کا کھانا حرام کا۔ لباس حرام کا۔ غذا حرام کی ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جو لوگ حلال و طیّب کی پروا نہیں کرتے وہ شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور شیطان انسانوں کا کھلا دشمن ہے۔ وہ کبھی انسان کی خیر خواہی نہیں کرتا۔

بُرائی اور بے حیائی

اِنَّمَا۔ یَاْمُرُکُمْ۔ بِالسُّوْٓءِ۔ وَ۔ الْفَحْشَآءِ
وہ نہیں حکم کرے گا برائی سے اور بے حیائی
وَ۔ اَنْ۔ تَقُوْلُوْا۔ عَلَی۔ اللّٰہِ۔ مَا
اور کہ جھوٹ لگاؤ پر اللہ جو
لَا۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
نہیں تم جانتے

اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ
وہ تمہیں یہی حکم کرے گا کہ برے کام اور بے حیائی
وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا
کرو اور اللہ پر جھوٹ لگاؤ وہ باتیں جنہیں
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
تم نہیں جانتے

اَلسُّوْٓءُ : بُرائی، وہ چیز جو عقلاً اور شرعاً بُری ہو۔
اَلْفَحْشَآءُ : بے حیائی، وہ جسے اخلاق اور ادب نے ناپسندیدہ ٹھہرایا ہے۔ لفظ فحش اور فاحشہ اسی سے ہیں۔

اس آیت میں شیطان کی دو خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ ہمیشہ انسان کو بُرائی اور بے حیائی سکھاتا ہے۔ اس سے کبھی بھی انسان کو فائدہ کی اُمید نہیں رکھنی چاہئے بلکہ اس کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ سراسر بُرائی، گندگی، بے حیائی، گمراہی اور ناپاکی میں آلودہ ہے اور دوسروں کو بھی آلودہ رکھنا چاہتا ہے۔ ہر لحظہ کسی نہ کسی شرارت، فساد، فتنہ اور گڑبڑ پر اُکساتا ہے اور نیکی میں روڑے اٹکاتا ہے۔ ایسی تمام خواہشیں اور کام جو انسانی برادری اور خود انسانیت کے لئے مہلک ہیں وہ سب بُرائی اور بے حیائی میں آ جاتے ہیں۔ سوسائٹی کے امن و امان کو خراب کرنا۔ باہمی اخوت اور برادری میں تفریق پیدا کرنا۔ اتحاد اور تعاون کی جڑ اُکھاڑنا۔ بندوں کے حق پورے نہ کرنا۔ غرض تمام شر و فساد پھیلانے والے کام شیطانی ہیں۔

شیطان کا دوسرا کام یہ ہے کہ وہ انسان کو ترغیب دیتا ہے کہ اپنے پاس سے من گھڑت باتیں بنایا کرے اور ظاہر یہ کرے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ حالانکہ اللہ تعالٰے ہرگز ان باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ لیکن شیطان کی پیروی کرنے والے لوگ مال کی حرص، دنیاوی طمع، عارضی فائدے اور ناپائدار چیزوں کو حاصل کرنے کی خاطر یہ سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ یہودی علماء میں یہ مرض عام ہو گیا تھا۔ وہ لوگ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے مفید مطلب باتیں کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کے دین کی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں اور وہ آیندہ کے لئے ناکام ہو گئے۔

ہمیں اس آیت سے سبق سیکھنا چاہئے کہ نہ بدی اور بے حیائی میں حصّہ لیں۔ نہ جھوٹے مسائل گھڑ کر لوگوں کو سنائیں کیونکہ یہ دونوں کام شیطانی ہیں۔

اندھی تقلید

وَ-اِذَا-قِيْلَ-لَهُمُ-اتَّبِعُوْا-مَآ
اور جب کہا جاتا ہے ان سے تابعداری کرو جو
اَنْزَلَ-اللّٰهُ-قَالُوْا-بَلْ-نَتَّبِعُ
نازل فرمایا اللہ کہتے ہیں بلکہ ہم تابعداری کریںگے
مَا-اَلْفَيْنَا-عَلَيْهِ-اٰبَآءَنَا-اَوَ-لَوْ-كَانَ
جو ہم نے دیکھا اس پر اپنے باپ دادا بھلا اگرچہ ہوں
اٰبَآؤُهُمْ-لَا-يَعْقِلُوْنَ-شَيْئًا-وَّ-لَا
ان کے باپ دادا نہ سمجھتے ہوں کچھ اور نہ
يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾
سیدھی راہ جانتے ہوں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو
اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ
اللہ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں ہم تو اس کی تابعداری کریںگے
مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ
جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگرچہ ان کے
اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا
باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ
يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾
سیدھی راہ جانتے ہوں

اس آیت میں وہم پرستوں کی ایک عادت کا بیان ہے یعنی جب ان لوگوں سے کہا جائے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اس کے حکم اور قانون کی پیروی کرو۔ اس کے حکموں کے مطابق دولت کماؤ۔ اس کے حکموں کے مطابق دولت خرچ کرو۔ معاملات میں، لین دین میں، خرید و فروخت میں، بیاہ شادی میں، نکاح و طلاق میں اسی کی دی ہوئی شریعت کے مطابق عمل کرو۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا اور اپنے بڑوں کی رسموں اور خاندانی روایات کا لحاظ کریں گے۔ ہم تو ان راستوں پر چلیں گے جن پر ہم نے اپنے بڑے بوڑھوں کو چلتے دیکھا۔ گویا اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ کر یہ لوگ اپنے بڑوں کی روایات کو مانتے ہیں۔ ان کی رسموں کو مقدم سمجھتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی شریعت سے زیادہ اہمیت اور وقعت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے بڑوں کی اندھا دھند پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ اُن کے باپ دادا کو کوئی سمجھ بوجھ نہ ہو۔ وہ گمراہی میں بھٹک رہے ہوں۔ سیدھی راہ سے بالکل ہٹے ہوئے ہوں۔ لہذا ایسے باپ دادا کی اندھی پیروی سے یہ لوگ ضرور تباہی اور بربادی میں جا گریں گے۔ علامہ اقبال نے اس تصوّر کو شاعرانہ انداز میں یوں بیان کیا ہے ؎

آئینِ نو سے ڈرنا۔ طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

اندھی تقلید کی مثال

وَ - مَثَلُ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - كَمَثَلِ - الَّذِيْ
اور مثال وہ لوگ جو کافر ایسی ہے کوئی شخص
يَنْعِقُ - بِمَا - لَا - يَسْمَعُ - اِلَّا - دُعَآءً - وَّنِدَآءً
پکارے ایک چیز کو جو اور نہ سنے سوا پکارنا اور چلانا
صُمٌّ - بُكْمٌ - عُمْيٌ - فَهُمْ - لَا - يَعْقِلُوْنَ (۱۷۱)
بہرے گونگے اندھے سو وہ نہیں سمجھتے

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ
اور ان کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص
يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً
ایک چیز کو پکارے جسے سوا پکارنے اور چلانے کے
صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (۱۷۱)
کچھ نہ سنے وہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتے

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کافروں کی مثال ان جانوروں جیسی ہے جنہیں چرواہا پکارتا ہے۔ جانور اس کی آواز کو سنتا ضرور ہے لیکن سمجھتا کچھ نہیں۔ چرواہا میٹھے راگ الاپتا ہو یا برا بھلا کہہ رہا ہو۔ جانور کو سوائے چیخ و پکار کے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ یہاں پکارنے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور کفار کو جانوروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تو ضرور سنتے ہیں لیکن اس میں غور و فکر نہیں کرتے کہ اس آواز میں ان کے لئے کیا کچھ ہے اور انہیں اس آواز کے جواب میں کیا کرنا ہے۔

دعوتِ حق کو قبول نہ کرنے والے گویا بہرے ہیں کہ حق کی آواز ان کے کانوں سے داخل ہو کر دل پر اثر نہیں کرتی۔ وہ سُنی بات کو اَن سُنی کر دیتے ہیں۔ وہ گونگے ہیں کہ حق کو سُنتے اور سمجھتے ہیں لیکن زبان سے اس کا اعتراف نہیں کرتے۔ اگر دل مان بھی لے پھر بھی اقرار نہیں کرتے اور دوسروں تک حق کا پیغام نہیں پہنچاتے۔ وہ اندھے ہیں کہ راہ حق کو نہیں دیکھتے۔ آنکھیں ہونے کے باوجود انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اگر ان طاقتوں کا استعمال حق کے لیئے نہ ہو اور حق کی راہ میں کام نہ آئیں تو ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ جس ہستی نے انسان کو طاقتیں بخشی ہیں اگر یہ اسی کے احکام کے مطابق کام نہ کریں۔ انسان کو اس کے حقیقی مالک کا راستہ نہ دکھائیں۔ ان سے ملنے کا طریقہ نہ بتائیں تو ان کے ہونے کا کیا فائدہ؟

مثال کے طور پر کسی کے پاس کھانے کی چیز موجود ہو اور اسے کام میں نہ لائے تو کہا جائے گا کہ اس شخص کے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ یا کسی آدمی کے پاس روپے پیسے کے ڈھیر ہوں لیکن وہ انہیں خرچ نہ کرتا ہو بلکہ انہیں گن گن کر سنبھال کر رکھتا ہو تو بھی کہا جائے گا کہ یہ دولت نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ ان کے پاس کان۔ زبان۔ آنکھیں موجود ہیں لیکن ان سے وہ کام نہیں لیتے جو لینا چاہئے۔

حرام غذائیں

يٰۤاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - كُلُوْا - مِنْ - طَيِّبٰتِ
اے لوگو ایمان والے کھاؤ سے پاک چیزیں
مَا - رَزَقْنٰكُمْ - وَ - اشْكُرُوْا - لِلّٰهِ - اِنْ
جو ہم نے تمہیں روزی دی اور شکر کرو اللہ اگر
كُنْتُمْ - اِيَّاهُ - تَعْبُدُوْنَ (۱۷۲) اِنَّمَا - حَرَّمَ
تم ہو اسی کے بندے بے شک حرام کیا
عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ - وَ - الدَّمَ - وَ - لَحْمَ - الْخِنْزِيْرِ
تم پر مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور
وَ - مَاۤ - اُهِلَّ - بِهٖ - لِغَيْرِ - اللّٰهِ ۚ
اور جو لیا جائے اس پر سوا اللہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
اے ایمان والوں کھاؤ ان پاکیزہ میں سے جو
مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ
ہم نے تمہیں دیں اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اسی
كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (۱۷۲) اِنَّمَا حَرَّمَ
کے بندے ہو۔ اس نے تم پر حرام
عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ
کیا ہے مردہ جانور اور لہو اور سور کا گوشت
وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ
اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور فرمایا ہے کہ ہم نے بے شمار پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ انہیں کھائے اور اپنی طرف سے اُن پر کوئی پابندی نہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کی صحیح بندگی کا تقاضا تو یہی ہے کہ انسان اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو۔ اس کا شکر ادا کرے اور کسی دوسری ہستی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے اس کے بعد چند حرام اشیاء کا ذکر ہے۔

الْمَيْتَةَ (مُردہ جانور) یعنی ایسا جانور جو از خود مر جائے۔ یا ہلاک تو کیا گیا ہو لیکن اسے شریعت کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو۔ اسی طرح اگر زندہ جانور کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مُردار ہی شمار ہوگا۔ دو جانور ایسے ہیں جو حدیث کی رو سے ذبح کرنے کے بغیر بھی جائز ہیں۔ ایک مچھلی دوسرے ٹڈی۔

مُردار کے علاوہ حرام اشیاء میں دَم (خون) سور کا گوشت اور وہ جانور بھی شامل ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔

لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ (سور کا گوشت) قرآن مجید میں سور کی حرمت کا ذکر واضح لفظوں میں موجود ہے۔ تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سور سب سے زیادہ بے غیرت جانور ہے اور اس کا گوشت متعدد اخلاقی اور جسمانی مضر اثرات رکھتا ہے۔ سور کا گوشت کھانے والی اقوام اس کا زندہ ثبوت ہے۔

مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے) یعنی کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے یا بھینٹ چڑھایا جائے۔ اُهِلَّ کے لفظی معنی آواز بلند کرنا اور پکارنا ہیں۔

مجبوری کی صورتیں

فَمَنِ - اضْطُرَّ - غَيْرَ - بَاغٍ - وَّ - لَا - عَادٍ
پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ نافرمانی کرے اور نہ زیادتی
فَلَآ - اِثْمَ - عَلَيْهِ - اِنَّ - اللّٰهَ - غَفُوْرٌ
تو نہیں گناہ اس پر بیشک اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ (۱۷۳)
مہربان

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور
فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا
رَّحِيْمٌ (۱۷۳)
نہایت مہربان ہے۔

اُضْطُرَّ (بے اختیار ہو جائے) ضرورت اسی کے مادہ سے نکلا ہے۔ اس کا مصدر اِضْطِرَارٌ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایسی مجبوری میں پھنس جائے کہ جان پر آ بنے تو ایسی مجبوری کے وقت حرام غذا صرف اس حد تک کھانے کی اجازت ہے جس سے جان بچ سکے۔ مثلاً کھانا میسر نہ ہو اور جان نکلنے کی نوبت آ جائے اور حرام شے کے سوا کوئی چیز نہ ملے یا تنگدستی کی وجہ سے حلال غذا میسر نہ آتی ہو یا کسی مرض میں ماہر طبیب کے مشورے پر حرام شے کا استعمال ضروری ہو۔ صرف ان صورتوں میں اس حد تک حرام شے کے استعمال کی اجازت ہے جس سے جان بچ سکے۔

غَيْرَ بَاغٍ (نافرمانی نہ کرے) غَيْرَ بَاغٍ کا مطلب یہ ہے کہ حرام غذا کھانے والے کی نیت اور ارادہ نافرمانی اور قانون شکنی کا نہ ہو۔ صرف جان بچانا مقصود ہو۔ چونکہ جان بچانا بھی اسی کا حکم ہے۔

لَاعَادٍ (زیادتی نہ کرنے والا) یعنی شریعت کی حدود سے بڑھنے والا نہ ہو۔ اگر مجبوری کے عالم میں کھانے لگے تو زیادہ نہ کھائے بلکہ صرف اتنا کھائے جس سے بس صرف جان بچ جائے۔

غَفُوْرٌ (بخشنے والا) یعنی ایسی بخشش والا کہ بعض حالات میں گناہوں پر سزا نہیں دیتا بلکہ گناہ بھی باقی نہیں رہنے دیتا مثلاً مجبوری میں بقدر ضرورت حرام شے کے استعمال پر بندش نہیں کرتا اور سزا نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال شفقت اور مہربانی سے کام لے کر ان حرام چیزوں کو بھی بعض بعض حالات میں حلال کر دیا ہے۔ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ انسان کسی وجہ سے ان کے استعمال پر مجبور ہو جائے کہ اس کے بغیر جان نہ بچتی ہو اور دوسری یہ کہ وہ اس وقت حرام چیز محض لذت حاصل کرنے کے لئے نہ کھائے بلکہ بقدر ضرورت ہو جس سے بس زندہ رہ سکے۔ جان بچانا صرف فرض ہے۔

مجبوری کی حالت میں ان چیزوں کو نہ کھانا گناہ بھی ہے۔ کیونکہ جان بچانا اولین فرض ہے۔ ایسے موقعوں پر غذا نہ کھانا خودکشی کے برابر ہے اور ظاہر ہے کہ خودکشی حرام ہے۔

ہمیں چاہئے کہ اوّل تو ان حرام چیزوں سے کلی پرہیز کریں اور اگر ان کے استعمال پر مجبور ہو جائیں تو نیت نیک رکھیں اور کم سے کم مقدار استعمال کریں۔

بُرے عالموں کی سزا

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ یَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ اللہ نے کتاب نازل کی اور اس پر تھوڑا سا مول لیتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں نہیں بھرتے مگر آگ۔

اِنَّ - الَّذِیۡنَ - یَکۡتُمُوۡنَ - مَاۤ - اَنۡزَلَ - اللّٰہُ - مِنَ - الۡکِتٰبِ - وَ - یَشۡتَرُوۡنَ - بِہٖ - ثَمَنًا - قَلِیۡلًا - اُولٰٓئِکَ - مَا - یَاۡکُلُوۡنَ - فِیۡ - بُطُوۡنِہِمۡ - اِلَّا - النَّارَ

بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کیا اللہ نے کتاب سے اور لیتے ہیں اس پر مول تھوڑا وہ نہیں بھرتے میں اپنے پیٹ مگر آگ

ثَمَنًا قَلِیۡلًا (تھوڑا سا مول) آخرت کے فوائد اور اجر و ثواب کے مقابلہ میں دنیا کے فائدے خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں بے حقیقت اور تھوڑے ہیں۔ یہاں ثَمَنًا قَلِیۡلًا سے یہی مراد ہے۔

قرآن مجید نے نہایت وضاحت کے ساتھ ان تمام چیزوں پر روشنی ڈال دی جو انسان کے لیے حلال ہیں اور ان چیزوں کی بھی وضاحت کر دی جو نوع انسانی کے لیے حرام ہیں۔ یہ تمام قوانین اس لئے نازل کئے گئے کہ لوگ ان سے رہنمائی حاصل کریں، اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے حکموں کی تعمیل کریں، ہر شخص تک ان سچے اور اٹل حکموں کو پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اپنے آپ کو ان کی روشنی میں سنوار سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی ایسے حکم اور ممنوعات شامل کئے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ قوم سیدھی راہ پہچان لے لیکن ہوا یہ کہ ایک گروہ مذہب کا ٹھیکیدار بن گیا اور یہ گروہ احبار و رہبان (علماء) کا طبقہ سمجھا جانے لگا۔ توریت کی تشریح اور تفسیر کرنا اس گروہ نے اپنی ٹھیکیداری سمجھ لیا۔ پھر دنیاوی طمع میں آکر لوگوں کو اپنے مفید مطلب مسئلے بتانے لگے اور چند ٹکے لے کر اصل احکام کو الٹ پھیر کر اور ادل بدل کر لوگوں کی مرضی کے مطابق باتیں کہنی شروع کر دیں۔ اس طرح احکام کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ یہ طبقہ خود بھی راہ راست سے ہٹا اور اس گروہ نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

اس آیت میں ان کی یہ سزا بتائی گئی ہے کہ وہ اس جرم کے مرتکب ہو کر آگ کھا رہے ہیں جیسے کسی نہایت لذیذ کھانے میں زہر ملا ہوا ہو۔ تو ویسے ظاہری طور پر تو اس کی لذت بہت ہوگی، لیکن پیٹ میں جانے کے بعد وہ آگ لگا دے گا اسی طرح یہ لوگ دنیاوی طمع میں آکر آخرت برباد کر رہے ہیں۔ اگرچہ بظاہر ان کی زندگی بہت ٹھاٹھ اور آرام سے گذر رہی ہے۔ لوگ ان کی عزت کرتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کا انجام بہت ہولناک ہوگا۔

مزید سزائیں

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اور قیامت کے دن اللہ ان سے بات نہ کرے گا
وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے
اَلِيْمٌ (۱۷۴)
دردناک عذاب ہے۔

وَ - لَا - يُكَلِّمُهُمُ - اللّٰهُ - يَوْمَ - الْقِيٰمَةِ
اور نہ ان سے بات کرے گا اللہ دن قیامت
وَ - لَا - يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَ - لَهُمْ - عَذَابٌ
اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے عذاب
اَلِيْمٌ (۱۷۴)
دردناک

پچھلے سبق میں اُن عالموں کا ذکر کیا گیا تھا جو حق کو چھپاتے ہیں۔ اللہ کے احکام کو بدل کر اپنی یا دوسروں کی مرضی کے مطابق پیش کرتے ہیں۔ عارضی فائدوں اور دنیاوی لالچ میں آکر سیدھی راہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اُن کا انجام یہ بتایا گیا تھا کہ مال و دولت نہیں بلکہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ اب ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مزید تین سزائیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ اوّل یہ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے خطاب نہیں کرے گا۔ اس طرح یہ بُرے علماء اللہ کی رحمت اور شفقت سے محروم رہیں گے۔ خالق کائنات اور قیامت کے دن کا مالک ان کی طرف سے رُخ پھیر لے گا۔ یہ اس کی رحمت سے محرومی اور غصے کا اظہار ہوگا۔

۲۔ وہ گناہوں سے کبھی پاک نہیں ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈالے گا اور انہیں تزکیہ و اصلاح میسر نہ ہوگی۔ بعض اور گنہ گاروں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کام لے کر سزا دینے کے بعد معاف فرما دے گا اور پاک کر دے گا۔ لیکن یہ بُرے عالم ہمیشہ دوزخ میں پڑے سڑتے رہیں گے۔ نہ ان کے گناہ جھڑیں گے نہ وہ پاک ہوں گے اور نہ جنت میں داخل ہو سکیں گے۔

۳۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی اور روحانی بھی اور اس مصیبت سے انہیں کبھی نجات نہ ملے گی۔ اللہ اس عذاب سے بچائے۔

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق بات کو چھپانا، سچ کو ظاہر نہ کرنا۔ سچ باتوں کی غلط تعبیر کرنا اور اللہ کے احکام کو غلط رنگ میں ظاہر کرنا کتنا بڑا جرم ہے جس کی اتنی بڑی سزائیں ہیں۔ یہ اس لئے اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے قوم کی قوم تباہ ہو جاتی ہے اور سیدھی راہ سے ہٹ کر گمراہی کے تاریک گڑھے میں جا گرتی ہے اگر ایک طرف حق گوئی اور بے باکی سب سے اعلیٰ صفات ہیں تو دوسری طرف روباہی اور مداہنت (حق کو چھپانا) بدترین اخلاقی جرم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظالم حکمران کے سامنے حق بات بیان کرنے کو جہاد سے تعبیر فرمایا ہے۔

گھاٹے والا سودا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى
یہی جنہوں نے خریدا گمراہی کو ہدایت کے لئے
وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ
اور عذاب بخشش کے بدلے کس قدر وہ صبر کرنے والے
عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ
ہیں اوپر دوزخ یہ اس لئے کہ اللہ اتاری
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا
کتاب حق کے ساتھ اور یہ جنہوں نے اختلاف کیا
فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع
میں کتاب میں ضد دور

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى
یہی ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی
وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ
اور بخشش کے بدلے عذاب ۔ سو وہ کس قدر صبر کرنے والے
عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ
ہیں دوزخ پر یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے کتاب حق
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا
کے ساتھ اتاری ۔ اور جن لوگوں نے کتاب
فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۱ ع ۵
میں اختلاف کیا ۔ وہ دور ضد میں جا پڑے ہیں ۔

اس آیت میں سچائی کے چھپانے اور چند ٹکوں پر دین کے بیچنے والے لوگوں کے سودے کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ خود تو یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حق بیچ کر مال و دولت اکٹھا کر لیا ۔ دنیا کما لی ۔ عیش کا سامان اکٹھا کر لیا اور بڑا اچھا سودا کیا ۔ لیکن قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ اس سودے میں انہوں نے سب کچھ کھو دیا ۔ انہوں نے ہدایت کو قربان کر کے گمراہی خریدی ہے ۔ راہ راست کو بھلا کر کج روی اختیار کی ہے ۔ روشنی چھوڑ کر تاریکی میں پناہ لی ہے ۔ ایمان ترک کر کے گمراہی کو ترجیح دی ہے ۔ آخرت کی بجائے دنیا کو پسند کیا ہے ۔ اس سے زیادہ خسارے اور نقصان والا سودا اور کون سا ہو گا ۔ ان لوگوں نے عارضی فائدوں کو حاصل کیا ہے اور ہمیشہ کے آرام حاصل کرنے کی کوئی پروا نہیں کی ۔

سچی بات کو چھپانا ۔ اللہ کے احکام کو غلط رنگ دینا ۔ حق فروشی کی تجارت کرنا ۔ تھوڑے سے فائدے کے لئے حق کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے اور اس جرم کی سزا بہت دردناک ہے ۔ یہودیوں کی بدعملیوں سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے تاکہ ہم ان گناہوں کی سزا سے بچ سکیں ۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ اللہ نے حق نازل کیا ۔ لیکن انہوں نے حق میں اختلاف کیا ۔ اگر اختلاف کی کوئی جائز وجہ ہوتی پھر بھی کوئی بات تھی ۔ لیکن انہوں نے محض ضد اور تعصب کی وجہ سے حق کو نہ مانا ۔ تعاون کی بجائے اختلاف اور مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ۔ انہوں نے مذہب کو بھی نسلی اور خاندانی میراث سمجھ لیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت صرف اس لئے کی کہ وہ اسرائیلی نہیں بلکہ اسمٰعیلی تھے ۔ اگرچہ ایک ہی دادا کی اولاد تھے ۔

اصل نیکی

اچھے[1] عقائد

لَیۡسَ - الۡبِرَّ - اَنۡ - تُوَلُّوۡا - وُجُوۡهَكُمۡ
نہیں نیکی کہ کرو اپنے منہ
قِبَلَ - الۡمَشۡرِقِ - وَ - الۡمَغۡرِبِ - وَلٰكِنَّ - الۡبِرَّ
طرف مشرق اور مغرب اور لیکن نیکی
مَنۡ - اٰمَنَ - بِاللّٰهِ - وَ - الۡيَوۡمِ - الۡاٰخِرِ - وَ
جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت کا اور
الۡمَلٰٓئِكَةِ - وَ - الۡكِتٰبِ - وَ - النَّبِيّٖنَ
فرشتے اور کتابیں اور پیغمبر

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ
نیکی یہی نہیں کہ اپنا منہ کر لو مشرق یا
قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ
مغرب کی طرف لیکن نیکی یہ ہے جو
مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ
کوئی اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر
الۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ
اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور پیغمبروں پر

اَلۡبِرُّ : نیکی ، عربی زبان میں اس کے معنی بہت وسیع ہیں ۔ ہر قسم کی نیکی اس لفظ کے مفہوم میں آ جاتی ہے ۔

اَلۡمَشۡرِقُ : مشرق ، جس طرف سے سورج چڑھے ۔ بہت سی مشرقی قومیں سورج کو دیوتا مان کر پرستش کرتی رہی ہیں اور چونکہ یہ مشرق کی طرف سے نکلتا ہے اس لئے جاہل قوموں نے مشرق کو بھی ایک مقدس سمت سمجھ لیا ۔ قرآن مجید نے اس خیال پر ضرب کاری لگائی اور بتایا کہ صرف کسی سمت کو مقدس مان لینا اطاعت اور نیکی نہیں ۔ نیکی کی تکمیل تو اچھے عقیدہ اور درست کاموں سے ہوتی ہے ۔

اَلۡمَلٰٓئِكَةُ : فرشتے ، اس نورانی مخلوق کا وجود ماننا جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے کاموں پر لگے رہتے ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے

اَلۡكِتٰبُ : الکتاب ، مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں ۔ ان سب پر ایمان لانا لازمی ہے ۔

اَلنَّبِيّٖنَ : مراد تمام انبیاء ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً دنیا میں تشریف لائے ۔ ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے ۔

یہودیوں نے جب شرک کی مذمت اور شرک کرنے والے کی سزا کا اعلان قرآن مجید کی زبانی سُنا تو کانپ اُٹھے اور جواب میں کہنے لگے کہ ہم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں ۔ اس لیے ہم تو آسمانی کتاب کی پیروی کرتے ہیں ۔ ہم پر عذاب کیوں نازل ہوگا اس آیت میں ان کی اس کٹ حجتی کا جواب دیا گیا ہے ۔

یہ آیت قرآن مجید کی اہم ترین آیات میں سے ہے ۔ اس میں نیکی کا ایک جامع تصور دیا گیا ہے کہ نیکی محض بندگی اور پرستش کا نام نہیں اور کسی خاص سمت رُخ کر کے عبادت کرنے کا نام نہیں بلکہ اسلام کے نزدیک نیکی عقیدہ و عمل دونوں کی درستی سے پیدا ہوتی ہے ۔ اس میں ایمان ۔ معاملات ۔ عبادات ۔ اخلاق اور اخلاص و قربانی سب کی یکساں حیثیت ہے ۔ اس کی تفصیل آئندہ اسباق میں مسلسل بیان ہوگی ۔

اصل نیکی ــــ اچھے معاملات ۲

وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى
اور دے مال اوپر اس کی محبت رشتہ دار

وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ
اور یتیم اور محتاج اور

ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ
مسافر اور مانگنے والے اور

فِى الرِّقَابِ
میں گردنیں چھڑانے

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى
اور اس کی محبت پر مال دے رشتہ داروں کو

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ
اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور

ابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ
مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور

فِى الرِّقَابِ
گردنیں چھڑانے میں۔

عَلٰى حُبِّهٖ (اس کی محبت پر) یعنی "اللہ تعالیٰ کی محبت پر" اس سے معلوم ہوا کہ مال کا خرچ کرنا ہی مطلوب نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں اس کی رضاجوئی کے لیے خرچ کرنا مقصود ہونا چاہیے۔ اس سے یہ معنی بھی لیے گئے ہیں کہ "انسان کو مال سے محبت ہو اور اس کی ضرورت ہو اور اس کے باوجود مال خرچ کرے"۔ اس سے بھی ایک پختہ مومن کی خوبی کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے دل میں مال کی محبت ہے۔ اس کی خواہشیں زندہ ہیں۔ وہ اپنی ذات اور اپنی دل پسند اشیاء پر خرچ کرنا چاہتا ہے لیکن اللہ کے حکم کے آگے اپنی گردن جھکا دیتا ہے اور اپنی خواہشوں کو دبا کر اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ذاتی شوق کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کر دیتا ہے۔

ذَوِی الْقُرْبٰى (رشتہ دار) رشتہ داروں کو مالی امداد دینے میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ ساری امت کا معاشی نظام اسی پر مستحکم ہے۔ ہر صاحبِ استطاعت کو سب سے پہلے اپنے نادار عزیزوں۔ کنبہ والوں۔ بھائیوں۔ بہنوں۔ بھتیجوں۔ بھانجوں اور دوسرے قریبیوں کی خبرگیری کرنا چاہیے۔

فِى الرِّقَابِ (گردنوں کے چھڑانے میں) یہ رقبہ کی جمع ہے۔ لفظی معنی گردن کے ہیں۔ محاورہ میں اس سے مراد ایسے اشخاص ہیں جو آزاد نہیں، غلام ہیں۔ اس حکم سے یہ مراد ہے کہ معاوضہ دے کر انہیں چھڑانا نیکی ہے۔

آیت کے پہلے حصہ میں ارشاد ہوا تھا کہ نیکی کسی خاص سمت رخ کرنے کا نام نہیں بلکہ نیک بننے کے لیے پہلی شرط عقائد کی درستی اور تکمیل ایمان ہے اب نیکی کے دوسرے جز یعنی مالی قربانی کا ذکر ہو رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مانا انسان کو مال سے محبت ہوتی ہے لیکن نیک انسان وہی ہے جو مال کی محبت کے باوجود اسے اللہ کی محبت اور رضاجوئی کی خاطر اللہ کے بندوں پر خرچ کرے۔ ضرورتمند اور مستحق امداد انسانوں میں سرفہرست اپنے قرابت دار ہیں۔ پھر یتیم، مسکین، مسافر، سوالی اور مجبور و محکوم انسان ہیں جو آزادی سے محروم ہیں۔

اصل نیکی ___ صلوٰۃ و زکوٰۃ

وَ - اَقَامَ - الصَّلٰوۃَ - وَ - اٰتَی - الزَّکٰوۃَ
اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکواۃ

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ
اور نماز قائم رکھے اور زکواۃ دیا کرے

پچھلے دو سبقوں سے یہ بیان چلا آ رہا ہے کہ نیکی کی اصل اور سچی روح یہ نہیں ہے کہ انسان کسی خاص سمت کو مقدس جان کر اس طرف منہ کر کے عبادت کرے بلکہ نیکی کی حقیقی روح عقیدوں کی درستی۔ معاملات کی صفائی۔ عبادتوں کے بجالانے، اخلاق کے سوارنے اور ان کاموں کے کرنے میں ہے جو قرآن مجید بیان کرتا ہے یعنی انسان کے عقائد وہی ہونے چاہئیں جن کا قرآن مجید تقاضا کرتا ہے اور انسان دوسرے انسانوں سے اسی طرح پیش آئے جس طرح شریعت ہدایت کرتی ہے۔

عقائد اور مالی قربانی کے بعد قرآن مجید نے نیکی کے دوسرے حصے یعنی عبادتوں کا ذکر کیا ہے۔ عبادات میں سب سے بڑی عبادت بدنی اور مالی قربانی ہے۔ بدنی عبادت کی صورت نماز ہے اور مالی عبادت کی صورت زکوٰۃ ہے۔ نماز کی بہت سی خوبیاں خود قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہیں اور احادیث میں بھی اس کے تذکرے جا بجا ملتے ہیں۔ نماز اسلامی معاشرہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ نماز انسان کو بدی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ نافرمانی سے باز رکھتی ہے۔ نماز ایک مومن کی معراج ہے۔ روحانی، اخلاقی اور سماجی زندگی میں آدمی کو تقویت بخشتی ہے۔

مالی عبادات میں زکوٰۃ سب سے بنیادی عبادت ہے۔ ہر صاحب استطاعت پر فرض ہے کہ وہ سال میں ایک مرتبہ اپنی دولت کا اڑھائی فیصد حصہ اللہ کی راہ میں مستحق لوگوں کے لئے نکال دے۔ قرآن کریم کی یہ مقرر کی ہوئی زکوٰۃ اس قدر ضروری اور مفید ہے کہ اگر مسلمان اس کی پوری طرح پابندی کریں تو امت میں کوئی شخص فاقے نہیں مر سکتا۔ بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ آ کر خودکشی کی نوبت نہیں آ سکتی۔ کوئی در بدر بھیک نہیں مانگ سکتا۔ ہمارے معاشرہ میں بے راہ روی۔ تنگدستی۔ بے لبسی اور زبوں حالی نہ رہے ساری امت مجموعی طور پر مضبوط ہو جائے۔ امن فروغ پائے اور ترقی کی راہیں کھل جائیں۔

قرآن مجید میں تقریباً ہر جگہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے۔ اگر وہ آیات جمع کی جائیں جن میں صلوٰۃ و زکوٰۃ کے مسائل، احکام اشارے یا تذکرے موجود ہیں تو ان کی مجموعی تعداد تین صد سے زیادہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام میں ان دونوں فرائض کی حیثیت کس قدر اونچی اور اہم ہے۔ ان ارکان کی بجاآوری اور باقاعدگی کے بغیر اسلامی سوسائٹی کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا چنانچہ ان سے غافل مسلمانوں کو فاسق اور منکر کو دائرہ اسلام ہی سے خارج تصور کیا جاتا ہے۔

اصل نیکی ——— ایفائے عہد

وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا
اور پورا کرنے والے ان کے اقرار جب
عٰهَدُوْا
عہد کریں

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا
اور اپنے اقرار کو پورا کرنے والے جب
عٰهَدُوْا
وہ کسی سے عہد کریں

عقائد، معاملات اور عبادات کا بیان کرنے کے بعد اب اخلاق کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق کے اچھے ہونے کی سب سے بڑھ کر بنیادی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے عہد، قول و قرار اور وعدے کا پورا پورا پابند رہے۔ اس کی اپنی ذاتی زندگی کے لیے اور ان لوگوں کے لئے جن کے ساتھ اُسے واسطہ پڑتا ہے۔ عہد کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے۔

عہد کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً انسان کا معاہدہ اپنے رب کے ساتھ ہو یا دوسرے انسانوں کے ساتھ۔ روزمرّہ کی زندگی میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے، اپنے بھائی بندوں سے، عزیز و اقارب سے اور عام انسانوں سے بہت سے وعدے کرنے پڑتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وعدہ سے مراد وہ ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنا ہم اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ لے رکھا ہے کہ وہ ہمارا خالق اور معبود ہے۔ ہم اسی کی عبادت کریں گے۔ ضرورت کے وقت اسی کو پکاریں گے۔ اسے واحد اور مختار سمجھیں گے۔ اب یہ ہم پر ذمہ داری ہے کہ اپنے اس عہد سے نہ پھریں۔

اسی طرح ہم نے اپنے بھائی بندوں سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ بزرگوں کی خدمت اور فرمانبرداری، اپنی اولاد کی تعلیم و تربیّت درستی اخلاق اور اصلاح اعمال کی پوری کوشش کریں گے۔ رشتہ داروں اور عزیزوں کی مالی مدد کریں گے۔ ہم نے عوام سے یہ معاہدہ کر رکھا ہے کہ معاشرہ میں یتیم مسکین، غریب، محتاج، مسافر، قیدی اور مجبور انسانوں کی ضروریات کا احساس کریں گے۔ اُن کی امداد کریں گے۔ اب ہمیں چاہئے کہ ان تمام ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھائیں اور ان سے غفلت نہ برتیں۔

اس کے علاوہ ہمارے اُوپر یہ ذمہ داری بھی ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے یا جہاں ہم ملازم ہیں۔ وہاں سے حاصل کی ہوئی تنخواہ اور معاوضہ کے بدلے پوری ایمانداری کے ساتھ کام کریں۔ کسی رو رعایت کو جائز نہ سمجھیں۔ معلوم ہوا کہ ہم نے اپنی عملی زندگی میں بے شمار انسانوں سے کوئی نہ کوئی وعدہ کر رکھا ہے۔ ذمہ داریوں کا ایک بہت بڑا گٹھا اپنے سر پہ اُٹھا رکھا ہے۔ لازم ہے کہ ساری ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ اور پوری دیانتداری اور احسن طریقے سے اس طرف توجہ دیں۔

آج اکثر انسان اس معاملہ میں بہت پست ہو گئے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں عہد کی پاسداری کا خیال نہیں کرتے۔ وعدہ کو وعدہ ہی نہیں سمجھتے۔ حد یہ ہے کہ قومی اور ملکی معاہدے بھی اس وقت تک قائم رہتے ہیں جب تک بس نہیں چلتا۔ جونہی طاقت حاصل ہوتی ہے تمام تحریری معاہدے توڑ دیئے جاتے ہیں۔

اصل نیکی ــــــ صبر و ثبات ۵

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ
اور سختی اور تکلیف میں صبر کرنے والے
وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ
اور لڑائی کے وقت یہی لوگ
صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
سچے ہیں۔ اور یہی پرہیزگار ہیں۔

وَ-الصّٰبِرِيْنَ-فِي-الْبَاْسَاۗءِ-وَ-الضَّرَّاۗءِ
اور صبر کرنے والے میں سختی اور تکلیف
وَ-حِيْنَ-الْبَاْسِ ۭ-اُولٰۗىِٕكَ-الَّذِيْنَ
اور وقت جنگ یہی وہ جو کہ
صَدَقُوْا ۭ-وَ-اُولٰۗىِٕكَ-ھُمُ-الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
سچے اور یہی لوگ وہ پرہیزگار

بَاْسَاۗءِ (سختی) اس کا اصل تعلق مالی پریشانیوں سے ہے۔

الضَّرَّاۗءِ (تکلیف) اس کا تعلق جسمانی بیماریوں اور تکلیفوں سے ہے۔

حِيْنَ الْبَاْسِ (لڑائی کے وقت) یعنی اللہ کی راہ میں دشمن سے جنگ کرتے وقت۔

صَابِرِیْنَ (صبر کرنے والے) یعنی ہر مشکل پریشانی اور تکلیف کا مقابلہ کرنے والے اور ثابت قدمی سے صحیح راہ پر قائم رہنے والے۔
انسانی اخلاق کی تعبیر کے لئے قرآن مجید نے راہنمائی کی ہے اور فرمایا ہے کہ پختہ اخلاق والے شخص میں یہ خوبیاں ہونی چاہئیں وہ اپنے عہد کو پورا کرتا ہو۔ اپنی ذمہ داریوں کو نہایت اچھے طریقے سے نبھاتا ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پوری خوبی کے ساتھ ادا کرتا ہو ـــ وہ مالی پریشانیوں جسمانی بیماریوں اور خدا کے دشمنوں سے جنگ کے وقت صبر و استقامت سے کام لیتا ہو۔

عملی زندگی میں انسان کو طرح طرح کی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بے روزگاری۔ غربت۔ افلاس۔ معاشی بدحالی۔ فاقہ اور تنگدستی اور اسی قسم کی تمام دوسری پریشانیاں انسان کو روزانہ ستاتی رہتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ۔ ان کی شادی بیاہ کا سوال اور ایسی ہی دوسری شدید ضروریات آدمی کو تنگ کرتی ہیں اور وہ صبح و شام اسی ادھیڑبن اور کوشش میں لگا رہتا ہے۔ ان کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں اور بدنی تکلیفیں گھیر ڈالے رہتی ہیں۔ آج خود بیمار ہے۔ کل گھر کا کوئی دوسرا آدمی بستر پر پڑ گیا۔ ان کی دوا دارو۔ علاج معالجہ ایک الگ پریشانی کا باعث بنا رہتا ہے۔

پھر دشمن کا خطرہ، جنگ کے چھڑ جانے کا اندیشہ۔ تباہی اور بربادی کا امکان۔ ہلچل اور گڑبڑ کا خوف۔ یہ تمام چیزیں انسان کو پریشان کئے رہتی ہیں۔

یہاں یہ آیت ختم ہوتی ہے جس میں نیکی کا اسلامی تصور پیش کیا گیا ہے۔ درست عقیدہ رکھنے والے، مالی قربانی کرنے والے۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ پابندی سے ادا کرنے والے۔ عہد پورا کرنے والے اور صبر و ثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے والے ہی سچے انسان ہیں اور یہی متقی و پرہیزگار ہیں۔

قتل کا بدلہ ـــــــ قصاص

يَاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - كُتِبَ - عَلَيْكُمُ

اے ایمان والو فرض ہوا تم پر

الْقِصَاصُ - فِي - الْقَتْلٰى ؕ - اَلْحُرُّ - بِالْحُرِّ - وَ

برابری کرنا میں مقتول آزاد آزاد کے بدلے اور

الْعَبْدُ - بِالْعَبْدِ - وَ - الْاُنْثٰى - بِالْاُنْثٰى ؕ

غلام غلام کے بدلے اور عورت عورت کے بدلے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ

اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا ہے

الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ

مقتولوں میں قصاص (برابری) کرنا: آزاد کے بدلے آزاد

الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ

اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

قَتْلٰی (مقتولین) اس کا واحد قتیل ہے یعنی مقتول۔ خصوصاً وہ مقتول جسے کسی شخص نے ارادہ کے ساتھ یعنی جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔

قِصَاصٌ (بدلہ میں برابری) یعنی کسی جرم کا بدلہ لینے میں برابری اور مساوات سے کام لینا۔ شریعت کی اصطلاح میں قتل کے بدلہ میں قتل کرنا یا زخم کے بدلہ میں ایسا ہی برابر کا بدلہ لینا مراد ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ (تم پر فرض کیا گیا) کُتِبَ کے لفظی معنیٰ ہیں لکھا گیا۔ لفظ علیٰ ساتھ آجانے سے اس کے معنیٰ ہو جاتے ہیں فرض کیا گیا اور مقرر کیا گیا۔

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں عربوں کے ہاں دستور تھا کہ اگر کسی اونچے خاندان کا فرد قتل کر دیا جاتا تو وہ قاتل کے خاندان کے بہت سے آدمی قتل کر دیتے۔ اگر کسی اونچے گھرانے کا کوئی غلام قتل ہو جاتا۔ تو بدلہ میں قاتل کے خاندان کے کسی آزاد آدمی کو قتل کرتے خواہ قتل کرنے والا کوئی غلام ہی ہوتا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اونچے گھرانے کے غلام کی قدر ادنیٰ گھرانے کے آزاد کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے غلام کو نہیں بلکہ آزاد کو قتل کیا جائے۔ پھر اگر اونچے گھرانے کی کوئی عورت ادنیٰ گھرانے کی کسی عورت کے ہاتھوں قتل ہو جاتی تو مقتول کے وارث اصل قاتلہ کو چھوڑ کر اس خاندان کے کسی مرد کو قتل کرتے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ہماری عورت ادنیٰ گھر کے مرد کے برابر ہے۔

قرآن مجید نے اس نسلی امتیاز اور فرق کو ختم کر دیا اور حکم دیا کہ جہاں تک انسان ہونے کا تعلق ہے۔ سب ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ جانیں سب کی برابر ہیں۔ غریب ہو یا امیر۔ شریف ہو یا رذیل۔ عالم ہو یا جاہل۔ جوان ہو یا بڈھا۔ تندرست ہو یا بیمار۔ گویا جان کے لحاظ سے سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کر دے تو صرف اسی قاتلہ عورت کو قتل کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کی جان مقتول کی جان کے برابر ہے۔ کوئی غلام قاتل ہو تو اسے ہی قتل کیا جائے کوئی رذیل آدمی قاتل ہو تو قصاص میں اس رذیل ہی کو قتل کیا جائے گا۔ کسی دوسرے کو نہیں۔

قتل کا بدلہ — معروف و احسان

فَمَنۡ عُفِیَ لَهٗ مِنۡ اَخِیۡهِ شَیۡءٌ فَاتِّبَاعٌۢ
پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور

بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَاَدَآءٌ اِلَیۡهِ بِاِحۡسَانٍ
کے موافق تابعداری کرنی چاہئیے اور اسے ادا کرنا چاہئیے خوبی کے ساتھ

ذٰلِكَ تَخۡفِیۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٌ
یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہوئی۔

فَمَنِ اعۡتَدٰی بَعۡدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ
پھر جس نے زیادتی کی اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے

عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۸﴾
دردناک عذاب ہے۔

فَمَنۡ - عُفِیَ - لَهٗ - مِنۡ - اَخِیۡهِ - شَیۡءٌ - فَاتِّبَاعٌۢ
پھر جسے معاف کیا جائے اسے سے اس کے بھائی کچھ تابعداری کرنی چاہئیے

بِالۡمَعۡرُوۡفِ - وَ - اَدَآءٌ - اِلَیۡهِ - بِاِحۡسَانٍ
دستور کے مطابق اور ادا کرنا چاہئیے اسے خوبی کے ساتھ

ذٰلِكَ - تَخۡفِیۡفٌ - مِّنۡ - رَّبِّكُمۡ - وَ - رَحۡمَةٌ
یہ آسانی ہوئی سے تمہارا رب اور مہربانی

فَمَنِ - اعۡتَدٰی - بَعۡدَ - ذٰلِكَ - فَلَهٗ
پھر جو کوئی زیادتی کی بعد اس کے تو اس کیلئے

عَذَابٌ - اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۸﴾
عذاب دردناک

مِنۡ اَخِیۡهِ (اس کے بھائی سے) اس سے مراد ہے مقتول کے وارث کی طرف سے۔ جذبۂ محبت اُبھارنے کے لئے اُسے لفظ "بھائی" کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔

اِتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ (دستور کے موافق پیروی کرنا) مقصد یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارث بدلہ میں خون معاف کر دیں۔ صرف خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل کا فرض ہے کہ دستور کے مطابق پوری پوری مناسب رقم ادا کرے اور بِاِحۡسَانٍ (خوبی، شرافت اور نیکی کے ساتھ) ادا کرے۔

پچھلے سبق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے درمیان فطری مساوات کا جو اصول مقرر فرمایا ہے اس کی رُو سے قتل کا بدلہ قتل مقرر کیا گیا ہے۔ اب یہ بیان فرمایا کہ مقتول کے وارث قاتل کو معاف کر سکتے ہیں یا اس سے خون بہا کی رقم لے کر خون سے دستبردار ہو سکتے ہیں یا خون بہا کی رقم میں بھی کچھ کمی کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں قاتل سزائے قتل سے بچ سکتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مقتول کے وارث اگر قاتل کی جان بخشی اور خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں تو وہ اتنی بھاری رقم کا مطالبہ نہ کریں جو قاتل کی ہمت سے باہر ہو۔ ضد میں آکر خواہ مخواہ اُسے تنگ نہ کرنے لگیں۔ یا خون بہا معاف کرنے کے بعد دوبارہ پورے معاوضہ کا مطالبہ شروع نہ کر دیں بلکہ دستور کے مطابق معقول اور مناسب رقم وصول کریں۔

مقتول کے وارثوں کو تاکید کرنے کے بعد قاتل کو بھی تاکید کی جاتی ہے کہ وہ بھی اس رقم کو نہایت خوش اسلوبی اور خوبصورتی کے ساتھ ادا کرے۔ خواہ مخواہ طول دینے، پیچیدگی یا بدمزگی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قاتل کو قتل کی انتہائی جانی سزا دینے کیساتھ یہ تخفیف کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں پر مہربانی کرنے والا ہے اس نے اپنی شفقت سے کام لیتے ہوئے سزا کو ہلکا کر دیا ہے لیکن اگر اس کے بعد بھی کوئی ان قوانین کی خلاف ورزی کرے گا اور حدود سے باہر قدم رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے دردناک سزا دے گا۔

قصاص میں زندگی ہے

وَ-لَكُمْ-فِي-الْقِصَاصِ-حَيٰوةٌ
اور تمہارے لئے میں قصاص زندگی
يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ-لَعَلَّكُمْ-تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾
اے عقلمندوں تاکہ تم بچتے رہو

وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ
اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے۔
يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾
اے عقلمندوں تاکہ تم بچتے رہو۔

قتل کے جرم میں قاتل کو جان سے مار دینے کی سزا بظاہر بہت سنگین اور سخت محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ خیال ہوتا ہے کہ قاتل کو سزا دے کر جان بوجھ کر ایک اور جان ضائع کر دی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس حکم کی مصلحت اور حکمت کا گہرے غور سے جائزہ لیا جائے۔ تو یہ حقیقت واضح ہوگی۔ کہ اس سے مزید ایک زندگی فنا نہیں ہوتی۔ بلکہ زندگی نصیب ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر قتل کی سزا قتل نہ رکھی جائے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسانی جان کی قدر نہ رہے گی۔ ظالم لوگ بیدھڑک اور بے دریغ قتل کریں گے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہوگا کہ وہ تھوڑا سا جرمانہ بھرنے یا قید بھگتنے کے بعد رہا ہو جائیں گے اس طرح انسانی جان بہت سستی ہو جائے گی۔ جیسا کہ عرب کے اندر جاہلیت کے زمانہ میں عملی طور پر موجود تھا۔

اگر قتل کی سزا قتل نہ ہو۔ تو ہر مالدار آدمی بلا تامل چھوٹی سی بات پر بھی دوسروں کو قتل کر دیا کرے گا اور جرمانہ ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑا سکے گا لیکن اگر اسلامی طریق کے مطابق قتل کی سزا قتل رکھ دی جائے۔ یعنی تمام انسانی جانوں کو برابر سمجھا جائے جان کی قیمت جان ہی مقرر کر دی جائے۔ تو قتل بہت کم ہوں گے۔ کیونکہ معلوم ہوگا۔ کہ اگر اس کے ہاتھوں کوئی مارا گیا۔ تو وہ جرمانہ بھر کر آزاد نہیں ہو سکے گا۔ خود اسی کو قتل کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ ان حالات میں قتل کے واقعات رک جائیں گے۔ اور لوگ اپنی جانوں کو محفوظ پائیں گے۔ گویا قتل کی سزا اگر قتل نہ ہو۔ تو لوگوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ لیکن جب قتل کی سزا قتل ہو تو لوگوں کی جانیں بچتی ہیں یہ ہے فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔

قصاص کا قانون عدل اور مساوات کا قانون ہے۔ یہ تمام انسانیت کی زندگی کے ہر پہلو میں نظم، راستی اور اعتدال کا بہترین ضامن ہے۔ کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرنے پائے۔ اور کمزور اور طاقتور کے حقوق برابر برابر محفوظ ہو جائیں۔ جب اس قانون پر ایک عرصہ تک عمل ہوتا رہے گا۔ تو اسکی روح ساری امت میں پیدا ہو جائے گی۔ اور آئین پسندی باہم صلح امت کی زندگی کا ایک اہم پہلو بن جائے گی۔

اسلام نے بظاہر جرموں کی سزائیں بہت سنگین رکھی ہیں۔ لیکن غور سے دیکھا جائے۔ تو دراصل وہ جرم ہی اس قدر سنگین سزا چاہتے ہیں۔ اس سے کم سزا دینا لوگوں میں جرم کو معمولی بنا دینے کا سبب ہوگا۔ دوسرے مقصد تو جرائم کا انسداد ہے نہ کہ سزا کو محض مذاق اور شغل بنا دینا۔ آج کل یہی ہو رہا ہے۔ کہ سزا یاب مجرم مزید جرم کرتے ہیں۔ نہ انکی اصلاح ہوتی ہے۔ نہ دوسروں کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔

وصیّت

كُتِبَ - عَلَيْكُمْ - إِذَا - حَضَرَ - أَحَدَكُمُ - الْمَوْتُ
فرض کردیا گیا تم پر جب حاضر ہو تم میں کسی کو موت
إِنْ - تَرَكَ - خَيْرًا - الْوَصِيَّةُ - لِلْوَالِدَيْنِ - وَ
اگر چھوڑے مال وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور
الْأَقْرَبِينَ - بِالْمَعْرُوفِ - حَقًّا - عَلَى - الْمُتَّقِينَ ﴿۱۸۰﴾
رشتہ دار انصاف کیساتھ یہ حکم لازم ہے اوپر پرہیزگار

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
تم پر فرض کردیا گیا ہے کہ جب تم سے کسی کو موت آئے
إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ
وصیت کرنا بشرطیکہ وہ کچھ مال اپنے پیچھے چھوڑے ماں باپ کے واسطے اور
الْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۱۸۰﴾
رشتہ داروں کے لئے انصاف کیساتھ یہ حکم پرہیزگاروں پر لازم ہے

خَيْرًا (مال) اس لفظ کے معنی فلاح اور بہتری کے ہیں اور قرآن مجید میں یہ لفظ پاکیزہ مال کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

الْوَصِيَّةُ (وصیت) اس کے لفظی معنی حکم دینا اور درخواست کرنا ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ ہدایتیں ہوتی ہیں جو مرنے والا اپنے پیچھے رہنے والوں کو کر جاتا ہے۔ جو اس کی موت کے بعد پوری کی جاتی ہیں۔ علماء نے وصیت کی کئی قسمیں بیان کی ہیں

۱۔ بعض وصیتیں واجب ہوتی ہیں مثلاً زکوٰۃ، امانت یا قرض ادا کرنے کی وصیت جس کا پورا کرنا انتہائی ضروری اور فرض ہے۔

۲۔ بعض وصیتیں مستحب ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی نیک کام کیلئے وصیت کرجانا یا کسی ایسے عزیز کو کچھ دے جانا جسے میراث نہ پہنچ رہی ہو

۳۔ بعض صرف مباح ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی جائز امر کے لئے وصیت کرنا۔

۴۔ بعض ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا پورا کرنا قرآن مجید نے منع کیا ہے۔ مثلاً کوئی حرام کام کیلئے وصیت کرجائے جس کا پورا کرنا ممنوع ہے

۵۔ بعض وصیتیں موقوف کہلاتی ہیں۔ انہیں پورا کرنے کے لئے بعض شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً مرنے والا اپنے مال کے تیسرے حصہ سے زیادہ حصہ کی وصیت کرجائے۔ اس کی تعمیل دوسرے وارثوں کی رضامندی پر موقوف ہوتی ہے۔ مسئلہ وصیت کے بارہ میں اگلی آیات میں بھی مسائل موجود ہیں۔ ان کو بھی پیش نظر رکھیں تو مسئلہ صاف ہوجائے گا۔

پچھلی آیات میں قتل کے بارہ میں اسلامی احکام تھے۔ اب مرنے والے کے مال سے متعلق احکام بیان ہورہے ہیں۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ تمام وارثوں اور حق داروں کا حصہ مقرر فرمادیا گیا ہے۔ اس لئے وصیت ان حصوں کی روشنی میں جانچی جائے گی۔ البتہ جائداد کے تیسرے حصہ میں وصیت ہوسکتی ہے۔

بِالْمَعْرُوفِ (انصاف کے ساتھ) یہ لفظ پہلے بھی استعمال ہوچکا ہے۔ عرف اس کا مادہ ہے۔ یعنی ایسی بات جو جانی پہچانی ہو عام طور پر اسے بہتری اور نیکی تصور کیا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کا ایک ترجمہ دستور کے مطابق بھی کیا جاتا ہے۔ وصیت میں اس کی شرط لگا کر ان تمام خرابیوں کو روک دیا گیا ہے۔ جو وصیت کرنے والا جانبداری یا ناراضگی کی بنا پر کرسکتا تھا۔ کہ کسی کو بہت زیادہ دے جاتا اور کسی کا حق بالکل تلف کردیتا۔

وصیت میں تبدیلی

فَمَنْ ۔ بَدَّلَهٗ ۔ بَعْدَ ۔ مَا ۔ سَمِعَهٗ

پھر جو کوئی اسے بدل ڈالے بعد اس کے جو سن چکا

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ

پھر جو کوئی وصیت کو سن لینے کے بعد بدل ڈالے

فَاِنَّمَآ ۔ اِثْمُهٗ ۔ عَلَى ۔ الَّذِيْنَ ۔ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ

تو اس کا گناہ اوپر وہ لوگ جو اُسے بدلا

فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ

تو اس کا گناہ انہی پر ہے ۔ جنہوں نے اسے بدلا

اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ سَمِيْعٌ ۔ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾

بیشک اللہ سننے والا جاننے والا

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾

بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۔

فَمَنْ ۔ خَافَ ۔ مِنْ ۔ مُّوْصٍ ۔ جَنَفًا ۔ اَوْ

پھر جو کوئی خوف کرے سے وصیت کرنیوالا طرفداری یا

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ

پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے خوف کرے طرفداری کا یا

اِثْمًا ۔ فَاَصْلَحَ ۔ بَيْنَهُمْ ۔ فَلَآ ۔ اِثْمَ

گناہ پھر صلح کرادے باہم ان میں تو نہیں گناہ

اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ

گناہ کا پھر ان میں باہم صلح کرا دے تو

عَلَيْهِ ؕ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ غَفُوْرٌ ۔ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع

اس پر بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

۲۲ ع ۶ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع

اس پر کوئی گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔

اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو مرنے والے کے پاس وصیت کے وقت موجود ہوں ۔ کہ اگر وہ مرنے والے کی وصیت میں کوئی رد و بدل کریں گے ۔ تو اس کا گناہ انہی پر ہوگا ۔ ممکن ہے ۔ بعض لوگ اپنے فائدہ کی خاطر وصیت میں کوئی تبدیلی کریں ۔ اور پھر اسے پیش کر کے اپنی غرض پوری کر لیں ۔ اصل سے بے خبر لوگوں کو بظاہر اس میں وصیت کرنے والے یا وصیت کے مطابق فیصلہ دینے والے کا قصور معلوم ہوگا ۔ کہ اس نے حق تلفی کی ۔ آیت نے وصیت کرنے والے اور فیصلہ دینے والے کی مجبوری بیان کر دی ہے ۔ اور بتایا ہے کہ اصل ملزم وہ لوگ ہیں ۔ جنہوں نے جھوٹی شہادت اور غلط گواہی پیش کی اور وصیت کو بدلا ۔ جنہوں نے اپنے فائدے کے پیش نظر غلط بیان دیئے اور جھوٹے ثبوت فراہم کئے ۔

اسی آیت میں وصیت بدلنے کی صرف ایک صورت جائز بتائی ہے ۔ کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ وصیت کرنے والے نے کسی کی حق تلفی کی ہے ۔ ترکہ کی ناجائز تقسیم کی ہے ۔ قانون الٰہی کے خلاف ہدایت کی ہے ۔ یا وصیت گناہ اور ناانصافی سے کی ہے ۔ مثلاً وہ کسی ایسے کام پر مال صرف کرنے کی وصیت کر گیا ہے ۔ جو شرعاً ممنوع ہے ۔ ان صورتوں میں گواہ اور فیصلہ کرنے والے کو حق پہنچتا ہے ۔ کہ وہ وارثوں کو صحیح مشورہ دے ۔ ان میں باہم تصفیہ کرا دے اور وصیت تبدیل کرا دے ۔ اس صورت میں وصیت کی تبدیلی گناہ نہیں ہوگی ۔ گویا اصل بات اخلاصِ عمل اور نیکی ہے ۔

روزوں کا حکم

يَاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - كُتِبَ - عَلَيْكُمُ
اے - ایمان والو - فرض کیا گیا - تم پر

الصِّيَامُ - كَمَا - كُتِبَ - عَلَى - الَّذِيْنَ
روزہ - جیسے - فرض کیا گیا تھا - اوپر - لوگ

مِنْ - قَبْلِكُمْ - لَعَلَّكُمْ - تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾
سے - تم سے اگلے - تاکہ تم - پرہیزگار بن جاؤ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
اے ایمان والو تم پر فرض کیا گیا

الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ
روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾
تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الصِّیَامُ (روزہ) صوم کی طرح مصدر ہے جس کے معنی روزہ ہیں ۔شریعت کی اصطلاح میں روزہ اسے کہتے ہیں ۔کہ انسان فجر سے لے کر سورج کے ڈوبنے تک کھانے پینے اور جنسی اختلاط سے رکا رہے ۔

مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض ہیں ۔ احادیث میں روزہ کے دوران میں گناہوں سے بچتے رہنے کی تاکید بار بار آئی ہے ۔ مثلاً غیبت فحش کلامی، بے حیائی بد کلامی وغیرہ ۔

علم طب یہ بتاتا ہے کہ روزہ جسمانی بیماریوں کو دور کرنے کا بہترین علاج ہے ۔اس کے علاوہ اس سے ضبط نفس اور سپاہیانہ زندگی پیدا ہوتی ہے ۔گویا روزہ ایک طرف روحانی خرابیوں کا علاج ہے ۔اور دوسری طرف جسمانی قوتوں کو درست کرنے اور بیماریوں کا علاج کرنے والا ہے ۔

اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (تم سے پہلے لوگ) روزہ کسی نہ کسی صورت میں دنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم میں پایا جاتا ہے حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ حضرت ابراہیم علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کی شریعت میں روزہ کو بہت اہمیت حیثیت حاصل تھی اسلئے پہلے لوگوں کیطرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔کہ ان کیطرح تم پر بھی روزہ فرض کیا جاتا ہے یہ مقصد یہ ہے کہ روزہ دار اپنی جائز اور طبعی خواہشوں کو پورا کرنے سے بھی ایک خاص مدت تک رکا رہے ۔

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ) اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی روزوں کا مقصد بھی بیان فرمادیا ہے ۔یعنی روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں ۔تاکہ نفس کی غلاظت اور گندگی دور ہو ۔تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہو ۔جس طرح نقصان دینے والی چیزوں سے پرہیز کرنے سے جسمانی صحت درست ہو جاتی ہے ۔اسی طرح روح اور اخلاق کو نقصان پہنچانے والی تمام عادتوں سے پرہیز کرنے سے انسان کی روحانی استعداد ترقی پاتی ہے ۔اس خصوصیت کو تقویٰ کہا جاتا ہے ۔ روزہ کا دوسرا مقصد شکرگذاری بیان کیا گیا ہے جو اس رکوع میں آگے آیا ہے ۔ روزہ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی، روحانی لحاظ سے بھی اور جسمانی لحاظ سے بھی مفید ترین نسخہ ہے ہمیں چاہیئے کہ اس فریضہ کو نہایت احترام اور کمال پابندی سے نبھایا کریں ۔ بظاہر روزہ میں مشقت اور دشواری ہے ۔لیکن اس کے فوائد پر نگاہ رکھی جائے تو یہ مشکلیں ان فائدوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں ۔

مریض اور مُسافر کو رعایت

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ	اَیَّامًا۔ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ۔ فَمَنْ۔ كَانَ۔ مِنْكُمْ
چند گنتی کے روز ہیں پھر تم میں سے جو کوئی	چند روز گنتی پھر جو کوئی ہو تم میں سے
مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ	مَّرِیْضًا۔ اَوْ۔ عَلٰی۔ سَفَرٍ
بیمار ہو یا سفر پر ہو	بیمار یا پر سفر
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ	فَعِدَّةٌ۔ مِّنْ۔ اَیَّامٍ۔ اُخَرَ ؕ
تو اُس پر ان کی گنتی اور دنوں سے ہے۔	تو گنتی سے دن اور

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (گنتی کے چند دن) آیت کے اس ٹکڑے میں بتایا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو گنتی کے چند دنوں کے لیئے روزے رکھنے ہوں گے۔ یعنی ہر سال رمضان کے مہینے میں جو کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔

امت کی تنظیم کے لیئے وقت اور مدت کا یہ تعین نہایت ضروری تھا۔ تاکہ یہ نہ ہو۔ کہ جب کسی کا جی چاہے۔ اور جتنے دنوں کے لیئے جی چاہے روزہ رکھ لے۔ بلکہ تمام اہل ایمان پر فرض کیا گیا۔ کہ وہ ایک ہی خاص وقت پر اور ایک ہی خاص مدت میں اس مبارک فریضہ کو ادا کریں۔ ماہ رمضان کے تعین سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا۔ کہ روزے اول بدل کر مختلف موسموں میں آجاتے ہیں اور ہر ایک شخص کو گرمی سردی کے موسم میں روزہ رکھنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔

اس سے ایک یہ پہلو بھی نکل آتا ہے۔ کہ فرض روزوں کی تعداد کچھ بڑی نہیں۔ یہ نہیں سال بھر روزے ہی رکھتے جاؤ یا سال کا آدھا یا چوتھائی حصہ ہو۔ بلکہ سال میں صرف ایک مہینہ مقرر ہے۔

وقت اور مدت مقرر کردی گئی۔ لیکن ایسے لوگوں کو کچھ رعایت بھی دے دی گئی ہے۔ جو ان حدود اور شرائط کو پورا کرنے سے معذور ہوں۔ یہ لوگ جب اپنی مجبوریوں سے نجات پالیں۔ تو وہ رمضان کے چھوڑے ہوئے روزے کسی دوسرے وقت میں رکھ سکتے ہیں۔

سب سے پہلے ان لوگوں کو رعایت دی گئی ہے۔ جو بیمار ہوں اور بیماری کے باعث روزہ رکھنا ان کے لیئے دشوار ہو۔ بیماری کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ پھر اس کے علاوہ موسم اور عمر کے اختلافات بھی اثر انداز ہوا کرتے ہیں یہاں ایسی بیماری مراد ہے۔ جو روزہ رکھنے میں خلل انداز ہو۔ اور ایسی شدید ہو کہ انسان روزہ نہ رکھ سکے۔ شریعت نے بیماری کا نام نہیں بتایا۔ بلکہ مسلمان کے خلوص اور دیانتداری پر اور ماہر معالج کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔

بیمار کے علاوہ ان لوگوں کو بھی رعایت دی گئی ہے۔ جو سفر پر ہوں۔ یہ دونوں قسم کے آدمی یعنی مریض اور مسافر سال میں کسی اور وقت اپنے روزے پورے کریں۔ لیکن کوشش یہی ہونی چاہیئے۔ کہ جلد از جلد قضا روزے پورے کر لئے جائیں۔ کیا معلوم زندگی اور مہلت کب تک کے لئے ہے۔

مجبوری کا فدیہ

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ
اور جنہیں مشکل ہو۔ ان کے ذمہ

وَ - عَلَى - الَّذِينَ - يُطِيقُونَهُ - فِدْيَةٌ
اور - جنہیں - دشوار ہو - بدلہ ہے

طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ
ایک فقیر کا کھانا بدلہ ہے۔ پھر جو کوئی خوشی سے نیکی

طَعَامُ - مِسْكِينٍ - فَمَنْ - تَطَوَّعَ
کھانا - فقیر - پھر جو کوئی - خوشی سے کرے

خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ
کرے تو اُس کے واسطے اچھا ہے

خَيْرًا - فَهُوَ - خَيْرٌ - لَّهُ
نیکی - تو - اچھا - اس کے لئے

يُطِيقُونَهُ مراد ہے کہ وہ لوگ جنہیں روزہ رکھنے کے لئے غیر معمولی طاقت لگانی پڑتی ہو۔ اور روزہ کی مشقت برداشت کرنا ان کیلئے مشکل ہو۔ مثلاً بوڑھے لوگ، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں۔ ناتواں اور کمزور اشخاص وغیرہ (اس لفظ میں افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے)۔

مَنْ تَطَوَّعَ (جو خوشی سے کرے) طوع اس کا مادہ ہے اردو میں بھی "طوعاً و کرہاً" کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنے ہوتے ہیں کچھ خوشی سے کچھ ناخوشی سے۔

آیت کے اس ٹکڑے میں ان لوگوں کے لئے رعایت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنہیں روزہ رکھنے میں بہت مشکل اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہو۔ ان کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ روزہ چھوڑنے کے بدلے میں کسی فقیر یا حاجتمند کو روزانہ دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دیا کریں۔ اور کھانے کا معیار وہی ہو جو عام طور پر خود ان کا رہتا ہے۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے۔ کہ روزہ چھوڑنے کا صحیح فدیہ تو ایک مسکین کا دو وقت کا کھانا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس بدلہ کی مقدار بڑھا دے یعنی ایک سے زیادہ فقیروں کو کھانا کھلا دے۔ کھانے کی قسم بہتر کر دے۔ تو اور بہتر ہے۔ اس احسان اور نیک عمل کا معاوضہ اسے ضرور ملے گا۔ اس کی آخرت سنور جائے گی۔

صدقہ و خیرات۔ فیاضی، حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی تاکید اسلام ہر مقام پر ہر حال اور ہر وقت میں کرتا ہے۔ لیکن رمضان کے مبارک مہینہ میں اس کی اہمیت اور زیادہ ہے۔ چنانچہ اس مہینے کے ختم ہونے پر یا ختم ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ تاکہ کوئی مسلمان بھوکا نہ رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویسے ہی بہت فیاض اور سخی تھے۔ لیکن حدیثوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپؐ رمضان مبارک میں تیز آندھی کی طرح یعنی بہت زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے۔

ہمیں چاہیئے کہ اپنے راہبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں۔ اور سخاوت اور فیاضی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ روزوں میں غریب کی غربت اور بھوکے کی بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ اپنی خوشحالی اور فارغ البالی میں اس احساس کو زندہ رکھیں۔ اور غرباء مستحقین کو امداد و اعانت سے محروم نہ کریں۔

روزے کی برکتیں

وَ اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ

اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے

اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۴﴾

اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

وَ۔اَنۡ۔تَصُوۡمُوۡا۔خَیۡرٌ۔لَّکُمۡ

اور اگر تم روزہ رکھو بہتر تمہارے لئے

اِنۡ۔کُنۡتُمۡ۔تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۴﴾

اگر تم سمجھ رکھتے ہو

آیت کے اس ٹکڑے میں روزوں کی اہمیت اور خیر و برکت کا ایک بار پھر بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اگرچہ کوئی معقول عذر انسان کو روزہ قضا کرنے پر یا فدیہ دینے پر مجبور کرے پھر روزہ رکھنے سے جو فائدے اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ صرف رمضان میں روزہ رکھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ قضا یا کفارہ سے نہیں۔ اس لئے تنبیہ کر دی گئی۔ کہ اگر تم روزہ کی فضیلتیں مصلحتیں اور حکمتیں سمجھو۔ تو تمہارے لئے بہتر یہی ہے۔ کہ تم روزہ رکھو اور فدیہ وغیرہ کی اجازت سے خواہ مخواہ فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے روزے کی فرضیت، حکمت اور اس کے سلسلے میں ضروری احکام کا ذکر جو اس رکوع کی سابقہ آیات میں فرمایا ہے۔ انہیں ہم یہاں دوبارہ خلاصہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

۱۔ روزہ ہر بالغ مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ کہ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اس سے غفلت سستی اور روگردانی بہت بڑا گناہ ہے۔ فقہا نے روزے کی فرضیت کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔

۲۔ روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض رہا ہے۔ اسلام نے کوئی نئی بات نہیں کی۔

۳۔ روزہ کا مقصد انسان میں روح کی پاکیزگی۔ پرہیزگاری، تقویٰ اور بندگی پیدا کرنا ہے۔

۴۔ روزوں کی تعداد مقرر ہے۔ یعنی رمضان کے مہینے میں کبھی ۲۹ اور کبھی ۳۰ دن۔

۵۔ اگر رمضان کے مہینے میں کوئی شخص بیمار ہو اور اس قابل نہ ہو کہ روزے پورے کر سکے۔ تو وہ اس مہینے کی بجائے کسی اور وقت جبکہ وہ تندرست ہو روزے رکھ سکتا ہے۔

۶۔ ان دنوں اگر کوئی شخص سفر پر ہو۔ تو وہ اپنے روزے کسی اور وقت پورے کر سکتا ہے جبکہ وہ سفر پر نہ ہو۔

۷۔ فدیہ کی مقدار ایک فقیر کو کھانا کھلانے کے برابر ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص ان رعایتوں کا مستحق ہوتے ہوئے بھی روزہ رکھے اور اپنی خوشی سے نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ تو یہ اس کے حق میں اور بھی بہتر ہے۔

ابھی روزہ کا بیان اور اس کے مسائل ختم نہیں ہوتے ہیں۔ اس رکوع میں مسلسل یہ بیان جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح علم و عمل اور سمجھنے سمجھانے کی توفیق بخشے۔

رمضان کی فضیلت

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ
أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

شَهْرُ - رَمَضَانَ - الَّذِیٓ
مہینہ - رمضان - جس
أُنْزِلَ - فِيهِ - الْقُرْآنُ
نازل ہوا - اس میں - قرآن

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔

رَمَضَان (ماہ رمضان) یہ لفظ رمض سے نکلا ہے۔ جس کے لفظی معنی دھوپ اور گرمی کی شدت کے ہیں۔ یہ اسلامی سال کے نویں مہینے کا نام ہے۔ اسلامی سال شمسی نظام کے بجائے قمری نظام سے چلتا ہے۔ اور چاند کے مہینے مختلف موسموں میں ادل بدل کر آتے ہیں اس لئے رمضان بھی مختلف موسموں میں آتا ہے۔ اور روزہ دار کو ہر قسم کے موسم میں روزے رکھنے کا موقع ملتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں رمضان المبارک کے اندر روزے مقرر کرنے کی خصوصیت اور وجہ بیان فرمائی ہے اور وہ ہے اس ماہ مقدس میں نزولِ قرآن۔

قرآن مجید یوں تو تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ اور تیئس ۲۳ سال کے عرصہ میں مکمل ہوا۔ لیکن اس کی ابتدا اس مقدس مہینے ماہ رمضان سے ہوئی۔ سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں اس ماہ میں نازل ہوئی تھیں۔ احادیث مبارکہ میں یہ بھی آیا ہے کہ لیلۃ القدر میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اترا۔ اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ یہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ایک مقدس اور بابرکت رات ہوتی ہے۔ کلام اللہ میں اس رات کو ہزار مہینوں سے افضل بیان کیا گیا ہے۔

احادیث میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ سال میں جس قدر قرآن مجید نازل ہو چکا ہوتا۔ رمضان میں جبریل امین حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو آکر سناجاتے۔ حضور صلعم کے وصال کے آخری سال میں اللہ کے فرشتے نے آپ کو مکمل کلام مجید سنایا اور حضور صلعم سے سنا۔

رمضان المبارک میں اللہ کا کلام نازل ہوا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس کی یادگار قائم رکھنے کے لئے اس میں روزے فرض کر دیئے۔ کلام اللہ نوع انسانی کی زندگی کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ اور رمضان کے روزے زندگی کو پاکیزہ بنانے کا ذریعہ ہیں۔ مبارک ہیں جو رمضان پائیں اور روزے مکمل رکھ لیں۔ اور اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنا کر متقین کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

قرآن مجید کی خصوصیات

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

هُدًى - لِّلنَّاسِ - وَ - بَيِّنٰتٍ - مِّنَ - الْهُدٰى
ہدایت لوگوں کیلئے اور روشن دلیلیں سے ہدایت
وَ - الْفُرْقَانِ
اور جدا کرنے والا

لوگوں کے واسطے ہدایت اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق کو باطل سے جدا کرنے والا

آیت کی ابتداء میں رمضان المبارک کی فضیلت واضح کرنے کے لئے اللہ تعالٰے نے بتایا۔ کہ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب اسی مہینے میں آخری نبی صلعم پر اترنی شروع ہوئی۔ اب یہاں قرآن مجید کی تین خصوصیات بیان فرمائیں۔

۱۔ هُدًى (ہدایت) یہ کہ قرآن مجید تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ ہر فرد اپنے خالقِ حقیقی اور زندگی کی صحیح منزل تک پہنچنے کے لئے صحیح راستہ صرف قرآن مجید سے ہی حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ رہنمائی کا ہر ذریعہ غلط ہوگا۔ اس کے سوا ہر راہ گمراہی کی راہ ہوگی۔ راہ راست کی طرف ہدایت قرآن مجید اور صرف قرآن مجید ہی کو سکتا ہے۔ انسان کی زندگی کو مجموعی طور پر کامیابی سے گذارنے کے لئے اس کے ہر پہلو سے متعلق قرآن مجید نے ایسے قاعدے دیئے ہیں۔ جو سیدھے راستے اور حقیقی منزل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا۔ هُدًى لِّلنَّاسِ (قرآن مجید تمام نوع انسانی کیلئے ہدایت ہے) لفظ ہدایت کی مزید تشریح سبق (۵) میں مطالعہ فرمائیں۔

۲۔ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى (ہدایت کی روشن دلیلیں) یہ کہ قرآن مجید نے ہدایت اور راہنمائی کے تمام اصول اور ضابطوں کو اس قدر کھول کر بیان کیا ہے۔ کہ وہ بالکل صاف آسان اور سہل ہوگئے ہیں۔ اور ہر شخص انہیں سہولت کے ساتھ سمجھ سکتا ہے چونکہ قرآن کی خوبی بَيِّنٰتٍ (کھلے کھلے دلائل) ہے۔ اس لئے قرآن پاک کے اصول عام فہم۔ سادہ اور قابل عمل ہیں کوئی بات عقل کے خلاف اور کوئی اصول ناقابل عمل نہیں۔

۳۔ اَلْفُرْقَان (حق کو باطل سے جدا کرنے والا) قرآن مجید کی تیسری خوبی یہ ہے۔ کہ جو لوگ اس مقدس کتاب کو پڑھتے ہیں۔ ان میں صحیح فیصلہ کرنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط۔ حق اور باطل، ایمان اور کفر اصلاح اور فساد، اطاعت اور سرکشی اور عبادت، انکار میں فرق کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ اچھے اور برے میں تمیز کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید کی صفت اَلْفُرْقَان (حق اور باطل میں تمیز کرنے والا) ہے۔

ایسی کتاب جس میں یہ تین خوبیاں ہوں۔ اس کا ہر حکم انسان کے لئے زندگی کا پیغام نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے ہر حکم میں ان گنت برکتیں اور حکمتیں بھری ہوئی ہیں۔

کاش! مسلمان اللہ کے اس آخری پیغام کو خود بھی سمجھیں۔ اور دنیا کو بھی سمجھا سکیں۔ اگر ہم دنیا کے کونے کونے میں اللہ کا کلام نہ پھیلا سکے۔ تو یہ امانت میں خیانت ہوگی۔

روزہ کی فرضیت

فَمَنْ - شَهِدَ - مِنْكُمُ - الشَّهْرَ
سو جو کوئی　پائے　تم میں سے　مہینہ
فَلْيَصُمْهُ ۭ
تو ضرور روزے رکھے اس کے

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ
کہ تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے
فَلْيَصُمْهُ ۭ
تو اس کے روزے ضرور رکھے

آیت کے اس ٹکڑے میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جو شخص بھی اپنی زندگی میں ماہ رمضان پائے۔ وہ ضرور روزے رکھے۔ استثناء صرف مریض اور مسافر کے لئے ہے۔ جس کی تفصیل پہلے بھی گذر چکی ہے۔ اور آیت کے آخری حصہ میں بھی آئے گی۔ یہ حکم رمضان کی فضیلتوں کے پیش نظر دیا جاتا ہے۔ جنہیں ہم ایک مرتبہ پھر ذیل میں خلاصہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

دنیا کی ہر قوم میں روزہ رکھنے کا دستور ہے مثلاً عاشورہ کے دن حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظلم سے نجات ملی۔ تو یہودیوں میں اس دن کا روزہ شروع ہوا۔ عیسائیوں میں بھی روزہ رکھنے کا قانون موجود ہے۔ ہندو اور دوسری قوموں میں بھی روزہ کا تصور اور رواج پایا جاتا ہے۔ تفصیلات مختلف ہیں۔ لیکن اصل موجود ہے۔

روزوں کے بے شمار فضائل ہیں اس سے صحت و تندرستی پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ غریب لوگوں کی حالت سے امیر لوگ عملی طور پر باخبر ہوجاتے ہیں۔ پیٹ بھر کر کھانے والوں اور فاقہ کاٹنے والوں میں برابری پیدا ہوتی ہے۔ روحانی قوتوں میں ترقی ہوتی ہے۔ حیوانی خواہشوں پر پابندی ہوتی ہے۔ خدا ترسی انسان کے اندر مضبوط ہوتی ہے۔ مثلاً گرمی کا موسم ہے سخت پیاس لگ رہی ہے۔ مکان میں ٹھنڈا پانی رکھا ہے۔ روزہ دار کو دیکھنے والا کوئی نہیں۔ لیکن وہ پانی نہیں پیتا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی عزت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ اب کوئی دوسری قوت اس پر غالب نہیں آسکتی۔ اور جب رمضان میں روزہ کے ذریعے اس نے اپنے آپ کو خدا کے حکم سے جائز، حلال اور پاکیزہ خواہشات کو بھی چھوڑنے کا عادی بنالیا۔ تو حرام۔ ناجائز اور بری عادتوں کے چھوڑنے میں اسے کوئی دقت محسوس نہ ہوگی۔ یہ وہ اخلاقی پاکیزگیاں ہیں۔ جن کا پیدا کرنا روزے کا مقصد ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ کہ اگر ایک روزہ دار جھوٹ کہنا۔ لغو بکنا اور فضول کام کرنا نہیں چھوڑتا۔ تو خدا کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں۔ گویا روزے کا اصل مقصد اخلاق کو سنوارنا ہے۔ اگر اخلاق درست نہ ہوئے۔ تو روزے سے کیا فائدہ حاصل ہوا ہم مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ روزوں کی اس قدر فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر ہر سال اس ماہ روزے رکھیں۔ رمضان کا احترام کریں۔ اور اپنے اندر اخلاقی۔ جسمانی اور روحانی خوبیاں پیدا کریں۔ تاکہ نزول قرآن کا مقصد پورا ہو۔ اور رمضان المبارک واقعی نزولِ قرآن کا جشن اور یادگار ثابت ہوجائے۔

اللہ آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں

وَ۔مَنْ۔كَانَ۔مَرِيضًا۔أَوْ۔عَلٰى۔سَفَرٍ
اور جو کوئی ہو بیمار یا پر سفر
فَعِدَّةٌ۔مِّنْ۔أَيَّامٍ۔أُخَرَ۔يُرِيدُ
گنتی پوری کرے سے دن اور چاہتا ہے
اللّٰهُ۔بِكُمُ۔الْيُسْرَ۔وَ۔لَا۔يُرِيدُ۔بِكُمُ
اللہ تم پر آسانی اور نہ چاہتا تم پر
الْعُسْرَ
دشواری

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ
اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو
فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ
تو اور دنوں میں گنتی پوری کرنی چاہیے
اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ
اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر
الْعُسْرَ
دشواری نہیں چاہتا

اس آیت میں قرآن مجید نے یہ حقیقت ظاہر کی ہے۔ کہ دینِ فطرت یعنی اسلام نہایت آسان اور سہل ہے۔ اسلام انسانوں سے سخت مشقتیں، دشوار ریاضتیں اور ناقابل عمل عبادتیں نہیں چاہتا۔ بلکہ اسلام میں بہت سی گنجائشیں اور بیشمار سہولتیں رکھ دی گئی ہیں۔ کمزور مجبور انسانوں کو رعائتیں دی گئی ہیں۔ اسلامی شریعت میں ایسا کوئی حکم نہ ملے گا۔ جس میں انسان کے حالات، عمر، صحت، موسم اور دوسری مجبوریوں اور مشکلوں کا لحاظ نہ کر لیا گیا ہو۔

پچھلی آیت میں یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ جو شخص اپنی زندگی میں رمضان کا مہینہ پائے وہ روزے رکھے۔ اس سے شائد بعض لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہو۔ کہ اس حکم میں سب آجاتے ہیں۔ اور معذور کی رعایت نہیں کی گئی۔ اس لئے اب حکم دہرا دیا گیا۔ کہ جو مریض اور مسافر ہو۔ وہ رمضان کے بجائے کسی اور مہینے میں روزے رکھ سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس آیت سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ اگرچہ شریعت کے احکام بظاہر کسی قدر دشوار اور مشکل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ ہماری کامیابی۔ ترقی اور آسانی راہ کے لئے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو ہم سے دشمنی نہیں۔ جو مشکل احکام دے۔ بلکہ وہ ہمارا خالق۔ معبود اور ارحم الراحمین ہے۔ وہ ہر حالت میں ہماری آسانی اور سہولت کا لحاظ رکھتا ہے۔ اس کا ہر حکم مصلحتِ زندگی اور خوشحالی کے لئے ہوتا ہے۔

جن حکموں کو ہم مشکل سمجھتے ہیں۔ دراصل وہ بھی آسان ہوتے ہیں۔ ہم اپنی تن آسانی اور سستی کی وجہ سے انہیں مشکل سمجھتے ہیں۔ واقعی آج تک ہم نے کبھی نہیں سنا کہ رمضان کے روزوں کی وجہ سے کوئی مرگیا ہو یا کسی کی صحت خراب ہوگئی ہو۔ اس کے برعکس روزہ سے صحت بہتر ہوتی ہے روحانیت کا تو کیا ذکر ہے۔

روزہ کے دوسرے مقاصد

وَ۔ لِتُکْمِلُوا۔ الْعِدَّۃَ۔ وَ۔ لِتُکَبِّرُوا
اور۔ اس لئے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو
اللّٰہَ۔ عَلٰی۔ مَا۔ ھَدٰکُمْ۔ وَ۔ لَعَلَّکُمْ
اللہ اوپر جو تمہیں ہدایت کی اور تاکہ تم
تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
شکر ادا کرو

وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا
اور اس واسطے کہ تم گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان
اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ
کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی اور تاکہ تم
تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
شکر ادا کرو۔

اس سے قبل آیت (۱۸۳) یعنی سبق (۲۱۲) میں روزے کے بڑے مقصد تقویٰ (پرہیز گاری) کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب آیت کے اس آخری حصہ میں روزے کے مزید تین مقاصد اور سہولتوں کا بیان ہوا ہے۔

۱۔ لِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ (تاکہ تم گنتی پوری کرو) مراد یہ ہے کہ معذور لوگ اپنے روزے کسی اور وقت رکھ لیں۔ اور رمضان کی گنتی پوری کر لیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ اگر انسان مقررہ وقت پر اپنا فرض ادا نہ کر سکے اور بر وقت اس کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ تو اسے دوسرا موقعہ دیا گیا۔ تاکہ وہ اللہ کا فرمان پورا کر لے اور اس کی خوشنودی حاصل کرے۔ گویا شریعت کے احکام کی بجا آوری ضروری ہے۔ سہولتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن ٹالا نہیں جا سکتا۔

۲۔ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ (اللہ کی بڑائی بیان کرو) مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدائیت پر چل کر اس کی عظمت و بزرگی کے گیت گا سکے۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اپنی حکمت اور علم سے کام لے کر سیدھی راہ دکھا دی۔ جس پر چلنے والا ہر آفت سے محفوظ رہتا ہے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ اللہ کے نام اور اس کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ صبح و شام دین کی بلندی میں مصروف رہے۔ اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہے۔ مشرق و مغرب میں اس کا نام بلند کرے۔ تاکہ کوئی قوم ہدائیت سے محروم نہ رہ جائے۔

۳۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (تاکہ تم شکر ادا کرو) تیسری غرض یہ ہے۔ کہ ہم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ اور اس کا احسان مانیں۔ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے یہ مراد ہوتی ہے۔ کہ ان نعمتوں کو مقرر کردہ طریقے سے استعمال کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے جو سہولتیں ہمیں دی ہیں ان کی ناشکری اور ناقدری نہ کریں۔ بلکہ اس کی دی ہوئی قوتوں۔ طاقتوں۔ نعمتوں اور صلاحیتوں کو صحیح اور درست طور پر استعمال کریں۔

دُعا

وَ-اِذَا-سَاَلَكَ-عِبَادِيْ-عَنِّيْ-فَاِنِّيْ
اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے بارہ میں سو میں
قَرِيْبٌ-اُجِيْبُ-دَعْوَةَ-الدَّاعِ-اِذَا-دَعَانِ
قریب قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والا جب دعا مانگے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ
اور جب تجھ سے میرے بندے میرے بارہ میں پوچھیں سو میں
قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
تو قریب ہوں۔ مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے مانگے

عَنِّيْ (میری بابت) یعنی میرے قریبی اور دوری کے متعلق پوچھیں۔ بعض مذاہب نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو انسان کی رسائی سے اس قدر دور اور بلند خیال کیا ہے۔ کہ گویا وہاں تک پہنچنا بالکل ناممکن ہے۔ اسلام نے اس غلط عقیدے کو رد کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے نہایت قریب ہے۔

اِنِّيْ قَرِيْبٌ (میں قریب ہوں) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم اور واقفیت کے لحاظ سے بھی انسان کے قریب ہے اور اسکی دعا سننے اور اسے قبول کرنے کے لحاظ سے بھی اسکے قریب ہے۔ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: میں انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

مذہب کی روح یہ ہے۔ کہ انسان سب سے کٹ کر صرف ایک اللہ کا ہو رہے۔ اسی سے اپنی ہر مراد مانگنے۔ اسی کے آگے سوال کا ہاتھ اٹھائے۔ اسکی زندگی اور موت اس کی عبادت اور قربانی اسی کے لئے ہو۔ اس روح کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا کی تعلیم دی۔ اور فرمایا کہ میں انسانوں سے دور نہیں ہوں۔ بلکہ جب کبھی کوئی شخص تمام جانب سے ہٹ کر پورے اخلاص کے ساتھ مجھے پکارتا ہے۔ تو میں اسکی پکار کو سنتا ہوں۔ اسے جواب دیتا ہوں۔ اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اسکی تمنا پوری کرتا ہوں۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ رات کے آخری تیسرے حصے میں اللہ تعالیٰ قریب ترین آسمان پر آکر یہ اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کی دعا قبول کروں ہے کوئی سوال کرنے والا جس پر نوازش کروں ہے کوئی بخشش مانگنے والا جسے معاف کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ دعا عبادت ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس درجہ باحیا اور کریم ہے کہ وہ کسی دعا کرنے والے کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن دعا کے قبول ہونے کی ایک شرط یہ ہے۔ کہ دل غافل اور بے پرواہ نہ ہو۔ رات کے اس آخری حصہ ہی پر کیا موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔ بشرطیکہ وہ خلوص اور ایمانداری کے ساتھ اسے پکارے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے کتنا بھروسہ۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کیلئے کیسی امید گنہگار روحوں کیلئے کیسی توقع تھکے ماندوں کیلئے کیسا سہارا۔ بے بسوں کے لئے کیسا آسرا اور کیسی قوت بھر دی ہے۔ انسان اس سے نہ مانگے تو اور کس سے مانگے؛ مگر کس قدر غافل اور ظالم ہے یہ انسان کہ اس سے مانگتے وقت شرماتا ہے۔ اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے جھجکتا ہے۔

دُعا کی دو شرطیں

فَلْيَسْتَجِيبُوا۔ لِي۔ وَ۔ لْيُؤْمِنُوا۔ بِي
توچاہیئے کہ وہ حکم مانیں میرا اور ایمان لائیں مجھ پر
لَعَلَّهُمْ۔ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾
تاکہ وہ نیک راہ پر آئیں

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي
توچاہیئے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾
تاکہ وہ نیک راہ پر آئیں۔

پچھلے سبق میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے نہایت قریب ہے۔ وہ ان کے حالات سے سب سے زیادہ واقف ہے۔ ان کی حاجات سے آگاہ ہے۔ ان کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔ ان کی فلاح وبہبود چاہتا ہے۔ ان کی پکار کو سنتا ہے۔ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور ان کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔ آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالےٰ نے دعا کی قبولیت کی دو بنیادی شرائط بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي (وہ میرا حکم مانیں) جواب۔ مستجاب۔ اجابت وغیرہ لفظ اسی مادہ سے ہیں۔ قبول کرنا اور مان لینا اس کے معنی میں شامل ہے۔ دعا کی شرطِ اول یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالےٰ کے بتلائے ہوئے طریقوں۔ اس کی ہدایتوں اور حکموں کو مانتا ہے،

۲۔ وَلْيُؤْمِنُوا بِي (اور وہ مجھ پر ایمان لائیں) ایمان۔ مؤمن وغیرہ اسی لفظ سے نکلے ہیں۔ ایمان کی تشریح پہلے بھی ہو چکی ہے۔ یعنی زبان سے ماننا۔ دل سے یقین رکھنا۔ اور اس کے مطابق عمل کا ارادہ رکھنا۔ قبولیتِ دعا کی دوسری شرط ہے —— ان بنیادی شرائط کے علاوہ قرآن وحدیث میں اور بھی کئی شرائط بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً۔

صحیح اور درست چیز کیلئے دعا کرنا۔ اخلاص اور یقین کے ساتھ مانگنا۔ حلال روزی۔ پاک غذا کھانا اور نیکوکار ہونا وغیرہ۔

بعض اوقات ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ ہمیں مایوس اور دل برداشتہ ہونے کے بجائے یہ سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم اور فیصلہ حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ البتہ ہماری دعا میں نقائص اور کمزوریوں کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے۔ بعض وقت دعا کی قبولیت ہمارے حق میں مضر ہو۔ اسلئے ہمیں اللہ تعالےٰ کے فیصلے اور اس کی حکمت پر بہتری کا یقین رکھنا چاہیئے۔

دوسری بات جو ہمیں پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ کہ بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا مناسب نہیں۔ کہ دعا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات کسی بیماری پر کوئی دوا مفید نہیں ہوتی لیکن علاج ترک نہیں کیا جاتا۔ اسلئے کوئی وجہ نہیں۔ کہ دعا قبول نہ ہونے پر اسے ترک کر دیا جائے۔ قبول نہ ہونے میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری مصلحت سے واقف ہے۔ ہماری فلاح چاہتا ہے۔ لہذا ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ رد رہ کر اسی کے آگے دعا کریں اسکے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کریں۔ کیونکہ یہی راہ کامیابی کی راہ ہے۔

میاں بیوی کا تعلق

اُحِلَّ - لَکُمْ - لَیْلَةَ - الصِّیَامِ - الرَّفَثُ جائز ہوا تمہارے لئے رات روزہ بے حجاب ہونا اِلیٰ - نِسَآئِکُمْ - ھُنَّ - لِبَاسٌ - لَّکُمْ طرف تمہاری بیویاں وہ لباس تمہارے لئے وَ - اَنْتُمْ - لِبَاسٌ - لَّھُنَّ اور تم لباس ان کے لئے	اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ تمہارے لئے جائز ہوا روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اِلیٰ نِسَآئِکُمْ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ اپنی بیویوں سے ۔ وہ تمہارا لباس ہیں وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ اور تم اُن کا لباس ہو۔

الرَّفَثُ (بے حجاب ہونا) رفث کے لفظی معنیٰ ہیں ایسا کلام جو جنسی جذبے اور نفسانی خواہشات کو اکسائے یہاں مراد خود خواہشات کو پورا کرنا ہے۔

آپ جانتے ہیں۔ کہ اسلامی شریعت کے احکام آہستہ آہستہ نازل ہوئے ہیں۔ اہل کتاب (یہود) کی طرح مسلمان بھی روزوں کے ایام میں رات کے وقت سونے کے بعد بیویوں سے صحبت سے باز رہتے تھے۔ اس آیت کے ذریعہ اس میں نرمی کی گئی۔ اور رات کے وقت مباشرت کی اجازت دے دی گئی۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام جذبات اور خواہشات کو سرے سے مٹانا نہیں چاہتا۔ بلکہ تمام کام اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے تو کوئی کام کرو اور جب وہ منع فرمائے تو اس سے رک جاؤ۔ چونکہ ہماری مصلحت اور بہتری وہی سمجھتا ہے۔ ہمیں اپنے نفع و نقصان کا کچھ پتہ نہیں۔

روزوں کے علاوہ میاں بیوی پر دن رات کی کوئی پابندی نہیں۔ لیکن روزے میں دن کے وقت منع فرما دیا۔ اگر کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو اس کی سزا یہ ہے کہ مسلسل ساٹھ روزے رکھے۔ یا ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

لِبَاسٌ (میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس فرما کر اس قریبی رشتہ کو ظاہر کیا ہے۔ جو انہیں اللہ کی اجازت سے ایک دوسرے سے حاصل ہے۔ یہ لباس کی تشبیہ کئی صورتوں میں موجود ہے۔ مثلاً ان کے آپس کے قریبی تعلقات۔ ایک دوسرے کی محتاجی۔ جسمانی اعتبار سے انتہائی قرب۔ ایک دوسرے کے لئے زیب و زینت اور اطمینان و آسائش کا موجب ہونا سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دوسرے کے انتہائی رازدار ہونے کے باوجود پردہ پوشی کرنا۔

غور کیجئے کہ ایک لفظ لباس سے کتنی باتیں سمجھا دی ہیں۔ میاں بیوی دونوں پر لازم ہے کہ وہ واقعی ایک دوسرے کا لباس یعنی رازدار۔ امین۔ پردہ پوش۔ سکون قلب کا سامان اور راحت کا موجب ثابت ہوں۔

مباشرت کا مقصود

عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ
اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے
اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ
اپنی جانوں سے سو تمہیں معاف کیا اور تم سے درگذر کی
فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ
پھر اب اپنی عورتوں سے ملو اور جو تمہارے لئے اللہ نے
اللّٰہُ لَکُمْ
لکھ دیا ہے وہ طلب کرو

عَلِمَ - اللّٰہُ - اَنَّکُمْ - کُنْتُمْ - تَخْتَانُوْنَ
معلوم ہے اللہ کہ تم تھے خیانت کرتے
اَنْفُسَکُمْ - فَتَابَ - عَلَیْکُمْ - وَ - عَفَا - عَنْکُمْ
اپنی جانوں سے سو معاف کیا۔ تمہیں اور درگذر کی تم سے
فَالْئٰنَ - بَاشِرُوْھُنَّ - وَابْتَغُوْا - مَا - کَتَبَ
پھر اب اپنی عورتوں سے ملو اور طلب کرو وہ جو لکھ دیا
اللّٰہُ - لَکُمْ
اللہ تمہارے لئے

تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ (تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے تھے) بعض کمزور مسلمان اپنے ساتھ خود خیانت کے مجرم ہوتے تھے۔ علامہ راغب اصفہانی نے اختیان کے معنے کئے ہیں۔ خیانت کا ارادہ کرنا"۔ اس رو سے معنی ہوں گے۔ کہ تم دل میں خیانت کا ارادہ کرتے تھے۔

بَاشِرُوْھُنَّ (اپنی عورتوں سے ملو) لفظ مباشرت اسی مادہ سے ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں عورت سے صحبت کرنا۔
پچھلے سبق میں ذکر ہو چکا ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں اہل کتاب کی طرح مسلمان بھی روزوں کے ایام میں سونے کے بعد بیوی سے صحبت نہ کرتے تھے۔ مگر بعض لوگ جذبات سے مغلوب ہو کر اس پابندی کو توڑ بیٹھتے۔ یا کسی کے دل میں خیانت کا ارادہ اور جذبہ پیدا ہوتا۔ اللہ تعالےٰ نے بات صاف کر دی۔ اور رات کے وقت کھانے پینے کی طرح مباشرت کی بھی صاف اجازت عطا فرمادی۔

اَبْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ (جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے وہ طلب کرو) ابتغاء کے معنیٰ ہیں کسی چیز کے طلب کرنے اور حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ ما کتب اللہ (جو اللہ نے لکھ دیا ہے) اس سے مراد اولاد اور نسل ہے جو مباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اجازت دینے کے ساتھ گویا ایک تنبیہ بھی کر دی۔ یعنی عورتوں کے پاس اولاد پیدا کرنے کی غرض سے جانا چاہیئے۔ مباشرت کے عمل سے اگرچہ طبعی لذت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اسلام نے اس عمل سے اصلی اور بڑا مقصد حصول اولاد اور افزائش نسل رکھا ہے۔ تاکہ انفرادی لذت مجموعی مفاد کا سبب بنتی رہے۔

قرآن مجید کی اس ہدایت سے واضح ہو گیا۔ کہ منع حمل اور ضبط تولید وغیرہ سب غلط اور ناجائز راستے ہیں۔ مباشرت کا یہ نتیجہ قدرتی طور پر نکلتا ہے۔ اس کی امید رکھنی چاہیئے اور اس کا انتظار کرنا چاہیئے۔ محض شہوت رانی کوئی مقصد نہیں۔

روزہ کے اوقات

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

اور کھاؤ اور پیو جب تک تمہیں صاف نظر آئے صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے جدا پھر رات تک روزہ پورا کرو۔

وَ - كُلُوا - وَ - اشْرَبُوا - حَتّٰى - يَتَبَيَّنَ - لَكُمُ - الْخَيْطُ - الْاَبْيَضُ - مِنَ - الْخَيْطِ - الْاَسْوَدِ - مِنَ الْفَجْرِ - ثُمَّ - اَتِمُّوا - الصِّيَامَ - اِلَى - الَّيْلِ

اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تمہیں دھاری سفید جدا دھاری سیاہ صبح سے پھر پورا کرو روزہ تک رات

الفجر (فجر) مراد صبح کاذب نہیں۔ بلکہ وہ نور کا تڑکا ہے۔ جو صبح کاذب کے کچھ دیر بعد ہوتا ہے۔ جب روشنی مشرق اور مغرب کی جانب پھیلنے لگتی ہے۔ اور اس کو صبح صادق کہتے ہیں۔ صبح صادق تک سحری کا وقت رہتا ہے۔ حدیث میں سحری آخری وقت کھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو لوگوں کی نماز کی تیاری کیلئے بہت سویرے اذان دے دیتے ہیں۔ انکی اذان سے یا محض شمال جنوب میں روشنی دیکھ کر سحری ختم نہ کرو۔ بلکہ روشنی کے پھیل جانے کو معتبر سمجھو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ سحری کے وقت کھانے پینے سے احتیاط اس وقت ضروری ہے جب صبح کی روشنی راستوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ظاہر ہو جائے۔

اللیل (رات) عربی میں رات کا آغاز دن کے خاتمہ اور سورج کے غروب ہو جانے کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے چنانچہ اسلامی کیلنڈر (قمری سنہ) کی تاریخ غروب آفتاب کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس شمسی سال میں تاریخ نصف رات گذرنے پر بدلتی ہے۔ الی اللیل (رات تک) مطلب یہ ہوا۔ کہ جونہی رات داخل ہونے لگے۔ روزہ افطار کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ رات کی تاریکی چھا جانے کے وقت تک روزہ رکھے رہو۔

اس حکم سے پہلے مسلمان روزہ افطار کرنیکے بعد جب سو جاتے۔ تو پھر اگلی شام تک کچھ نہ کھاتے اس آیت میں یہ اجازت دے دی کہ روزہ افطار کرنے کے بعد سے لے کر فجر تک کھاؤ پیو۔ اور عورتوں سے صحبت بھی کر سکتے ہو۔

یہ ایک اور رعایت اور سہولت ہے۔ جو بعد میں دی گئی۔ کہ جب تک رات کی دھاری صبح کی دھاری سے جدا ہو جائے۔ کھانے پینے کی عام اجازت ہے۔ اور پھر سحری ختم ہونیکے بعد سارا دن روزہ کھنا ہوگا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور تاریکی پھیلنی شروع ہو جائے۔ اس حکم سے یہ پتہ بھی چلتا ہے۔ کہ بغیر سحری کھائے ہوئے اور روزہ افطار کئے مسلسل رکھتے چلے جانا مکروہ ہے اسلام اعتدال کی راہ سکھاتا ہے۔ شدت اور سختی پسند نہیں کرتا۔ لہذا شریعت نے جو طریقہ مقرر کیا ہے۔ ہمیں اس کی پابندی کرنی چاہیئے اور جو رعایات دی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

اعتکاف کے احکام

وَ-لَا- تُبَاشِرُوْهُنَّ-وَ-اَنْتُمْ-عَاكِفُوْنَ
اور نہ عورتوں سے ملو - اور تم - اعتکاف کرنیوالے
فِي-الْمَسٰجِدِ
میں مسجدیں۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ
اور عورتوں سے نہ ملو جب تم اعتکاف میں ہو
فِي الْمَسٰجِدِ
مسجدوں میں

لَاتُبَاشِرُوْهُنَّ (عورتوں سے نہ ملو) یہاں لفظ مباشرت اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی صحبت کے علاوہ بوس وکنار بھی نہ کرو۔

عَاكِفُوْنَ (اعتکاف کرنا) لفظ اعتکاف سے ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں۔ اپنے کو کسی شے سے روک کر رکھنا۔ یا اسے اپنے آپ پر لازم کرلینا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ہے۔ مسجد میں بیٹھ کر اپنے آپ کو عبادت کے لئے وقف کرلینا۔

روزوں کے سلسلہ میں ایک اور حکم یہ دیا۔ کہ جب تم اعتکاف کر رہے ہو۔ تو عورتوں کے پاس مت جاؤ۔ اعتکاف کے بارے میں چند مزید ضروری احکام ہم بیان کرتے ہیں۔

اعتکاف کرنے والے پر لازم ہے۔ کہ وہ اس زمانہ میں ہر وقت مسجد میں رہے۔ وہیں کھائے پئے اور سوئے جاگے۔ صرف بدنی اور شرعی ضرورتوں کے لئے ہی مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ اعتکاف کیلئے مدت کم سے کم ایک دن ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ فی المساجد کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اعتکاف ہمیشہ مسجد ہی میں ہونا چاہیئے۔ البتہ عورتوں کا اعتکاف مسجد کی بجائے گھر کے کسی گوشہ میں ہوسکتا ہے۔

اعتکاف کے دوران گفتگو جائز ہے۔ بشرطیکہ مسجد کے احترام اور اعتکاف کے آداب کے خلاف نہ ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ کہ آپ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں پورے دس دن کے لئے مسجد میں اعتکاف فرماتے۔ اور دنیاوی معاملات سے اپنا تعلق بالکل توڑ لیتے۔ اسی لئے اعتکاف سنت کفایہ ہے۔ یعنی ایسی سنت کہ محلہ کا ایک آدمی کرلے۔ تو دوسروں کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے۔

اعتکاف کے بہت سے فوائد ہیں۔ روحانی قوت حاصل کرنے۔ ایمانی اعتبار سے تازہ دم ہونے کیلئے اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں انسان اپنا وقت مسلسل اطاعت اور عبادت میں گذارتا ہے۔ اسے تنہائی اور یکسوئی میسر آتی ہے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر پورا پورا عمل کریں۔ ایمان کی روشنی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے مستحق ہوں۔ اور کم سے کم چندون کے لئے کامل طور پر پاکیزگی حاصل کریں۔ دنیاوی تعلقات اور معاملات سے کچھ مدت کے لئے اپنا رشتہ توڑ لیں۔ اور معبود حقیقی کی طرف متوجہ ہوجائیں۔

حدود اللہ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ
یہ حدیں اللہ سو نہ ان کے نزدیک جاؤ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
اس طرح بیان فرماتا ہے اللہ اس کی آیتیں لوگوں کے لئے
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾
تاکہ وہ بچتے رہیں

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ
یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان کے نزدیک نہ جاؤ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾
تاکہ وہ بچتے رہیں۔

تِلْكَ (یہ) اس سے ان چھ سات احکام کی طرف اشارہ ہے۔ جو پہلے سبقوں میں بیان ہو چکے ہیں۔

حُدُوْدُ (حد کی جمع) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ضابطے اور قاعدے ہیں جنکی پابندی پر بار بار قرآن مجید میں زور دیا گیا ہے۔

اٰیات (آیتیں) مراد احکام ہیں اس لفظ کی تشریح اس سے قبل سبق (۱۴) میں گذر چکی ہے۔

روزے کی برکات اور اس کی فرضیت بیان کرنے کے بعد قرآن مجید نے اس سے متعلق تمام ضمنی قوانین بتا دیئے اعتکاف کے لوازمات اور دوسرے ضابطے بھی واضح کر دیئے۔ اب آیت کے اس آخری ٹکڑے میں یہ تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ تمام قوانین اصول۔ حدیں اور بندشیں اللہ تعالیٰ نے وضع کی ہیں۔ ان سے منہ موڑنا اور خلاف ورزی کرنا معمولی بات نہ ہوگی بلکہ انہیں مقرر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جو حکمت اور علم والا ہے۔ اس کی ہدایات اور احکام برحق ہیں۔ مصلحت پر مبنی ہیں۔ انسانوں کی فلاح اور کامیابی کے ضامن ہیں۔ ان کی پیروی اور تعمیل سے دنیا و آخرت سنورے گی۔ ان کی روگردانی اور سرتابی، تباہی وبربادی کا پیش خیمہ ہوگی۔ اس لئے کسی انسان کو ان سے باہر نہیں جانا چاہیئے اسکی باندھی ہوئی حدوں کے اندر رہنا چاہیئے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام۔ اس کی حدیں۔ اوقات۔ اعتکاف اور اس سے متعلق دوسرے امور تفصیل سے بیان کر دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ باقی احکام انسان کی فلاح اور بہتری کے لئے تفصیل سے بیان فرماتا ہے ان پر مضبوطی سے کاربند ہونے سے انسان میں تقویٰ۔ پرہیزگاری، جذبہ اطاعت و فرمانبرداری، اخلاص وایثار، پاکدامنی و پاکبازی۔ نیک عملی اور نیکوکاری پیدا ہوگی۔

انسان اپنی کم فہمی کی بنا پر اپنی مصلحت اور بہبود کے لئے خود کوئی راہ قائم نہیں کر سکتا۔ اسے ایک بزرگ و برتر ہستی۔ عالم کل اور حاکم مطلق کی ہدایات کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ خدائے واحد ہے۔ اس نے نہایت شفقت سے کام لے کر ہمیں کامیابی وکامرانی کی راہ بتادی ہے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ بلا تامل اس صراط مستقیم پر چل پڑیں۔ اور مقصود اصلی پالیں۔

ناحق مال

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

وَ لَا ۔ تَاْكُلُوْٓا ۔ اَمْوَالَكُمْ ۔ بَيْنَكُمْ ۔ بِالْبَاطِلِ
اور نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

لَا تَاْكُلُوْا (نہ کھاؤ) یہ لفظ اکل سے نکلا ہے۔ جس کے معنی کھانا ہیں۔ محاورہ کے اعتبار سے صرف کھانا ہی مراد نہیں۔ بلکہ کسی طرح بھی ناجائز طور پر مال حاصل کر کے استعمال کرنا مراد ہے۔

اَمْوَالَكُمْ (ایک دوسرے کا مال) تمام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے اور یہاں اس کے معنی اپنا مال نہیں بلکہ ایک دوسرے کا مال ہوں گے۔

بَيْنَكُمْ (آپس میں) علماء نے اس لفظ کا دائرہ بہت وسیع بیان کیا ہے۔ صرف مسلمانوں کے مال تک ہی حکم محدود نہیں بلکہ مراد تمام انسانوں کا مال ہے۔ خواہ مسلم ہو یا کافر۔ کسی کا مال بھی دغا۔ فریب۔ ظلم اور ناحق لینا جائز نہیں۔

بِالْبَاطِلِ (ناحق) مراد ہر ناجائز طریقہ ہے۔ اس کی بے شمار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ جائز طریقہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کے سوا جو صورت بھی اختیار کی جائے۔ وہ ناجائز اور باطل تصور ہو گی۔

روزوں کی فرضیت سے یہ مقصود تھا۔ کہ امت کے افراد کے نفس پاکیزہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے پہلے وہ اپنے اندر حلال چیزوں کو چھوڑنے کی عادت پیدا کریں۔ تاکہ آئندہ ناجائز طریق سے حاصل کیا ہوا مال ان کے لئے چھوڑنا آسان ہو جائے اور اس سے بالکل پرہیز کریں۔

مل جل کر رہنے سے تبادلہ اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ باہمی لین دین میں کسی کا مال ظلم کر کے کھانے کی کوشش ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔ لوٹ مار کرنا۔ قمار بازی میں الجھنا۔ دھوکے فریب چالبازی اور دیگر باطل طریق سے مال حاصل کرنا ایک دم ترک کر دینا چاہیئے۔ ایسے ہی گانے بجانے کی اجرت۔ شراب کا کاروبار مثلاً بنانا۔ خرید و فروخت وغیرہ رشوت لینا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ امانت میں خیانت کرنا اور کمزور و بے بس کا ناحق مال کھانا باطل طریقے ہیں۔ جو چھوڑنے چاہئیں۔

قرآن مجید نے اس کا فیصلہ زیادہ تر لوگوں کے اپنے ضمیر پر چھوڑ دیا ہے۔ کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کرے اپنا چال چلن اور برتاؤ درست کرے۔ اعمال کے حساب کا ڈر اپنے اندر رکھے۔ ہر معاملہ دیانت اور امانت کے ساتھ کرے۔ تاکہ حکومت کو صرف خاص خاص حالتوں میں مداخلت کرنے کی ضرورت ہو۔

اس آیت کا نچوڑ یہ ہے کہ نیکی صرف یہ نہیں کہ تم رمضان کے دنوں میں پاک اور جائز چیزوں کو ترک کر دو۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے۔ کہ تم ہمیشہ کیلئے ناجائز مال کھانا اور حاصل کرنا چھوڑ دو۔ کبھی دھوکے فریب۔ خیانت۔ ظلم۔ زیادتی۔ بے انصافی سے کسی کا مال حاصل نہ کرو۔ رشوت اور ناجائز تحفے وصول کرنا حرام ہے۔ جس طرح روزوں سے مسلمانوں کے نفس پاکیزہ ہوں گے۔ اس طرح اس حکم کی پیروی سے انکے عمل پاک ہو جائیں گے۔ اس کا مبارک اثر اخلاق۔ معاشرت۔ سیاست۔ عدالت غرض زندگی کے ہر شعبے پر پڑے گا۔

رشوت

وَ۔ تُدْلُوْا۔ بِهَآ۔ اِلَى۔ الْحُكَّامِ
اور (نہ) پہنچاؤ انہیں تک حاکم
لِتَاْكُلُوْا۔ فَرِيْقًا۔ مِّنْ۔ اَمْوَالِ۔ النَّاسِ
کہ کھاجاؤ کوئی حصّہ سے مال لوگ
بِالْاِثْمِ۔ وَ۔ اَنْتُمْ۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾
ناحق اور تم جانتے ہو۔

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ
اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ
لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ
کہ لوگوں کے مال میں سے کوئی حصّہ کھاجاؤ
۲۳ ع ۷ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾
ناحق اور تم جانتے ہو۔

تُدْلُوْا (پہنچاؤ) لفظ ادلاء سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں کنوئیں میں ڈول ڈالنا۔ کسی چیز کو کہیں پہنچانا۔ یا اسے وسیلہ بنانا بھی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ حاکموں کو اپنا طرفدار بنانے یا ان تک رسائی حاصل کرنے کا مال کو ذریعہ نہ بناؤ۔ اور رشوت یا مالی تحفے تحائف دے کر حاکموں پر اثر نہ ڈالو۔

فَرِيْقًا (کوئی حصّہ) اس لفظ کے معنی کسی گروہ یا فریق کے بھی ہوتے ہیں لیکن یہاں حصّہ یا جزو کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

بِالْاِثْمِ (ناحق) ہر قسم کی برائیاں اثم کے مفہوم میں شامل ہیں۔

سوسائٹی میں عدل وانصاف اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی خاطر قرآن مجید نے یہاں دو باتوں پر زور دیا ہے۔ ایک یہ کہ نذرانے۔ ڈالیاں۔ دعوتیں اور رشوت کے دوسرے تمام ایسے ذرائع جن سے حاکموں پر اثر ڈالنا اور ان سے رسوخ پیدا کرنا مقصود ہو۔ ناجائز ہیں۔ کیونکہ اس طرح حاکم جانبدار ہوسکتے ہیں۔ انصاف کی ترازو ٹیڑھی ہوجاتی ہے۔ عدل اور حق پرستی کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ ظلم اور حق تلفی عام ہوجاتی ہے۔ جھوٹے دعوے۔ جعلی کاغذات۔ جھوٹی گواہیاں جھوٹے حلفنامے اور حق بات سے کترانا عام ہوجاتا ہے۔ اسطرح بدعنوانیاں پھیلتی ہیں۔ اور قتل وخون زیادہ ہوجاتے ہیں۔ ان سب سے بچنے کے لئے یہ قانون بنا دیا گیا۔ کہ حاکموں کو غیر جانبدار۔ عدل پرست اور حق کا طرفدار رکھنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ کوئی فرد اپنے مال سے حاکم کو ورغلانے کی کوشش نہ کرے۔

دوسری اہم بات جو اس سلسلے میں قرآن مجید نے بتائی۔ وہ یہ کہ ہر معاملے اور لین دین میں خود انسان کا ضمیر اسے نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور برائی پر ملامت کرتا ہے ظاہر ہے کہ دنیا کی بہتر سے بہتر عدالت اور عادل سے عادل حاکم کے فیصلے بہرحال مقدمہ کی صورت حال اور گواہوں کی شہادت کے مطابق ہی ہوں گے اور ان میں غلطی اور لغزش ممکن ہے۔ لہٰذا کسی حاکم اور قاضی کے فیصلے کے باوجود اصل مجرم ان کی نگاہ میں جرم سے اور گنہگار اپنے گناہ کی سزا سے بچ سکتا ہے۔ لیکن انسان کا ضمیر اسے دھوکہ نہیں دے سکتا۔ بشرطیکہ اس نے ضمیر کی آواز کو دبا دبا کر مار ہی نہ دیا ہو۔

حدیث میں آتا ہے۔ آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا میرے پاس مقدمہ آتا ہے۔ مدعی ثابت کر دیتا ہے حالانکہ حق دوسری جانب ہوتا ہے میں اس بیان کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ لیکن وہ سمجھ لے کہ ایک مسلمان کا مال ناجائز طریق سے لینا آگ کو لینا ہے۔

چاند کا حساب

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ

تجھ سے نئے چاند کا حال پوچھتے ہیں کہہ دے کہ یہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے مقرر اوقات ہیں۔

يَسْئَلُوْنَكَ - عَنِ - الْاَهِلَّةِ ؕ - قُلْ - هِيَ - مَوَاقِيْتُ - لِلنَّاسِ - وَ - الْحَجِّ ؕ

تجھ سے پوچھتے ہیں - سے - نئے چاند - کہہ دے - یہ - اوقات - لوگوں کے لئے - اور - حج

اَهِلَّة (نئے چاند) هلال کی جمع ہے۔ چاند کے متعلق لوگوں کے سوال کچھ اس قسم کے تھے۔ پہلے چاند کا طلوع ہونا۔ پھر تاریخ وار اس کا بڑھنا اور پھر تاریخ وار اس کا گھٹنا۔ یہاں تک کہ اس کا غائب ہو جانا کیوں ہے؟ اور ان تبدیلیوں کی وجہ کیا ہے۔

مَوَاقِيْتُ (اوقات) میقات کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں۔ مقررہ وقت یا وقت معلوم کرنے کا پیمانہ اور آلہ۔

چاند میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ عام دیکھنے اور محسوس کرنے کی بات ہے۔ انسان کا ایسے امور کے بارے میں سوال کرنا ایک فطری بات ہے۔ کیونکہ وہ زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے بے قرار رہتا ہے۔ کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کے طلوع ہونے اور غائب ہونے کے اسباب کیا ہیں؟ آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے ان سوالوں کے جواب میں فرمایا۔ کہ چاند کے گھٹتے بڑھتے رہنے میں یہ فائدہ ہے۔ کہ اس سے لوگوں کے دنیاوی معاملات اور شرعی حسابات میں دنوں تاریخوں مہینوں اور سالوں کا تعین آسانی سے ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کے اس صاف بیان سے اوہام پرستی اور شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے دنیا کی بہت سی قومیں چاند کی پوجا کرتی تھیں۔ ایسی قوموں نے نئے چاند کو دیوتا مان کر اس کی پرستش کی۔ اور بڑھتے ہوئے چاند کو مبارک اور گھٹتے ہوئے کو منحوس سمجھا۔ چنانچہ یہ لوگ چاند کی آخری تاریخوں میں بیاہ شادی تک نہیں کرتے تھے۔ قرآن مجید نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا مقصد واضح کر دیا۔ کہ اس سے انسان کے کام کے اوقات بہ سہولت مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ دوسرے دنیوی معاملات کے علاوہ عبادات اور شرعی حسابات میں بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ یہاں حج کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا۔ کہ یہ عرب لوگوں کی زندگی کا بہت اہم شعبہ تھا۔

قرآن مجید نے شمسی حساب پر قمری حساب کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ اس میں چند فوائد ہیں۔ پہلا یہ کہ شمسی حساب میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ چونکہ وہ ایک ہی حالت میں رہتا ہے۔ طلوع و غروب کے لحاظ سے اس میں جو معمولی سا تغیر ہوتا ہے۔ عوام اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ پسماندہ اور غیر مہذب علاقوں میں ٹھیک ٹھیک شمسی حساب رکھنے والا ماہر ملنا بہت مشکل ہے۔ تیسرے یہ کہ چاند کی حالتوں میں باقاعدہ تغیر واقع ہونے کی وجہ سے ہر تعلیم یافتہ اور جاہل وقت اور تاریخ کا اندازہ کر سکتا ہے۔ چوتھے یہ کہ چاند کے طلوع و غروب کا موسم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے تمام روئے زمین پر مختلف مہینے موسموں میں آتے رہتے ہیں اور ہر علاقہ کے مسلمان اپنی عبادات باری باری مختلف موسموں میں ادا کر سکتے ہیں۔

جاہلیت کی ایک رسم

وَلَيْسَ - الْبِرُّ - بِاَنْ - تَاْتُوا - الْبُيُوْتَ - مِنْ
اور نہیں نیکی کہ آؤ گھروں سے
ظُهُوْرِهَا - وَ - لٰكِنَّ - الْبِرَّ - مَنِ - اتَّقٰى ۚ
ان کی پشت اور لیکن نیکی جو کوئی ڈرے
وَ - اْتُوا - الْبُيُوْتَ - مِنْ - اَبْوَابِهَا ۠ وَ
اور آؤ گھر سے ان کے دروازے اور
اتَّقُوا - اللّٰهَ - لَعَلَّكُمْ - تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾
ڈرتے رہو اللہ تاکہ تم مراد کو پہنچو

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ
اور نیکی یہ نہیں۔ کہ گھروں میں آؤ ان کے
ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ
پچھواڑے سے۔ لیکن نیک وہ ہے جو اللہ سے
وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَ
ڈرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور
اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾
اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں یہ رواج تھا۔ کہ حج کے دنوں میں جب عرب کے لوگ حج کے لئے احرام باندھ لیتے تو گھر میں جانے کے لئے دروازہ سے داخل ہونے کو نحوست اور بدشگونی سمجھتے۔ بلکہ مکان کی پچھلی دیوار میں راستہ بنا کر اس سے داخل ہوتے یا پچھواڑے سے چھت پر چڑھ جاتے اور اندر کودتے۔ وہ اسے اپنے نزدیک بڑی عبادت اور خانہ کعبہ کی تعظیم سمجھتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض صحابی بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ اور احرام کی حالت میں دروازوں سے اندر داخل ہونا احرام کے آداب کے خلاف سمجھنے لگے۔

اس آیت میں اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ نیکی اس بات میں نہیں ہے۔ کہ مکان میں پچھواڑے سے داخل ہو۔ اور نیکی یہ بھی نہیں ہے۔ کہ خود کوئی بات اپنے پاس سے گھڑ کر اسے عبادت سمجھنے لگ جاؤ۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ کے احکام کی تعمیل کرو۔ اس کے ارشادات کی نافرمانی سے ڈرو۔ برے کاموں سے پرہیز کرو۔ اور جب بھی مکان میں آنا چاہو۔ اس کے دروازے سے داخل ہو قدیم رسموں اور گھڑی ہوئی بدعتوں کو چھوڑ دو تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے حکموں کی روشنی میں بجا لاؤ۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے۔ کہ ہر ایسا عمل جس کی تصدیق یا تائید قرآن و سنت میں نہ پائی جائے۔ اسے اپنے دل سے عبادت سمجھ لینا اور شریعت میں داخل کر دینا یا اپنے اوپر لازم کر لینا گناہ ہے اور اسی کا نام بدعت ہے۔

پھر یہ بات بھی صاف ہو گئی۔ کہ اصل نیکی تقویٰ الٰہی ہے یعنی اس کے فرمان پوری طرح ماننا۔ اور ان پر عمل کرنا۔ اللہ کی نافرمانی سے خوف کھانا۔ اسکی منع کی ہوئی باتوں سے بچتے رہنا۔ یہی نیکی اللہ کو مطلوب ہے۔ یہی انسان کے عمل اور زندگی کے اچھے اور برے ہونے کی کسوٹی ہے۔

آخر میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ ایسی نیکی کا انجام دنیا و آخرت دونوں میں انتہائی کامیابی اور بامرادی ہے۔ یہ آیت ہمیں پھر یاد دلاتی ہے کہ تقویٰ (خوف خدا) فلاح (کامیابی) کا آپس میں کس قدر گہرا تعلق ہے۔ دونوں جہانوں میں سرخروئی اور ابدی آرام کا اصل اصول تقویٰ ہے۔

اللہ کی راہ میں جنگ

وَ - قَاتِلُوْا - فِیْ - سَبِیْلِ - اللّٰہِ
اور لڑو میں راہ اللہ

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
اور اللہ کی راہ میں لڑو

الَّذِیْنَ - یُقَاتِلُوْنَکُمْ - وَ - لَا - تَعْتَدُوْا
وہ لوگ جو تم سے لڑتے ہیں اور نہ زیادتی کرو

الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا
ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو

اِنَّ - اللّٰہَ - لَا - یُحِبُّ - الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾
بیشک اللہ نہ پسند کرتا ہے زیادتی کرنے والے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾
بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

قَاتِلُوْا (لڑو) لفظ قتال سے ہے جس کے معنی ہیں جنگ کرنا۔ لڑنا۔ یہ حکم مسلمانوں کو اس حالت میں مل رہا ہے جبکہ ان پر ان کے دشمن اور مخالفین اسلام ظلم ڈھا چکے ہیں۔ یہ ظلم چند دن کیلئے نہیں۔ بلکہ تیرہ برس تک مکہ میں قیام کے دوران میں ہوتا رہا ہے۔ کافروں کی زیادتی اور بے رحمی کے جواب میں صبر کرتے ہوئے مسلمان جب وطن اور گھر بار چھوڑ کر بے وطن ہوئے۔ مدینہ میں جا بسے۔ تو اس قدر لمبے اور سخت امتحان کے بعد دشمنوں سے مدافعت کے لئے جنگ کی اجازت ہوئی وہ بھی ظالموں کے بار بار چھیڑ چھاڑ اور حملے کرنے پر۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اللہ کی راہ میں) یعنی ذاتی غرض کے لئے نہیں۔ بلکہ صرف اللہ کا بول بلند کرنے، شرک مٹانے اور دین حق کی حمایت اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔

الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ (جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) یعنی وہ جنہوں نے تم پر ہتھیار اُٹھائے ان الفاظ سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ۱۔ ایک یہ کہ جنگ میں پہل کرنیوالے مسلمان نہ تھے۔ اور نہ انہیں ہونا چاہیئے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام جنگیں حفاظت اور مدافعت کے لئے تھیں۔ (۲) دوسری یہ کہ جنگ صرف ان لوگوں کے خلاف کی جائے جو عملی طور پر لڑائی میں حصہ لے رہے ہوں اس حکم کی رو سے تمام بوڑھے بچے۔ عورتیں۔ بیمار غیر جانبدار لوگ مستثنےٰ ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں ان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے البتہ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ میں وہ تمام دشمن شامل ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوں اور کسی صورت میں لڑنے والوں کی مدد کر رہے ہوں۔

لَا تَعْتَدُوْا (زیادتی نہ کرو) یہ لفظ اعتداء سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں حق سے بڑھنا اور حد سے آگے نکل جانا۔ اسکی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں ۱۔ حد سے مراد شریعت کی حد بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ انتقام اور غصہ کے جوش میں دشمن قوم کے ایسے لوگوں کو بھی قتل کر دینا۔ جو لڑائی میں شامل نہ ہوں۔ ان کے کھیتوں۔ باغوں اور پھلدار درختوں کو آگ لگا دینا۔ ان کے بے زبان جانوروں کو مار دینا۔ ۲۔ حد سے مراد معاہدہ کی حد بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ دوسری قوموں کی تقلید کر کے خود بھی معاہدوں کی پرواہ نہ کرنا اور حد شکنی کی ابتدا کر کے ہلّہ بول دینا۔ (۳) حد سے زیادتی کی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فی سبیل اللہ کے علاوہ کسی اور مقصد اور غرض کیلئے جنگ کی جائے۔

جنگ اور جلاوطنی

وَ - اقْتُلُوْهُمْ - حَيْثُ - ثَقِفْتُمُوْهُمْ
اور انہیں مار ڈالو جس جگہ انہیں پاؤ

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ
اور انہیں جس جگہ پاؤ مار ڈالو

وَ - اَخْرِجُوْهُمْ - مِّنْ - حَيْثُ - اَخْرَجُوْكُمْ
اور انہیں نکال دو سے جہاں انہوں نے تمہیں نکالا

وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ
اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم انہیں نکال دو

اُقْتُلُوْهُمْ (انہیں مار ڈالو) ھم سے مراد وہی لوگ ہیں جو لڑائی کے لئے نکلے ہوں۔ یہ حکم حالتِ جنگ کا ہے ہر وقت کا نہیں حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (جس جگہ انہیں پاؤ) یعنی ان جنگ کرنے والوں اور قتل کرنے والوں کو جہاں کہیں پاؤ۔ قتل کر دو۔ جب جنگ ہو رہی ہے۔ تو ہاتھ نہ روکو۔

مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ (جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا) یعنی مکہ سے کفار و مشرکین نے تمہیں نکالا تھا۔
اس آیت میں قتال و جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام کے دشمن ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ مسلمان ابھرنے نہ پائیں۔ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اس لئے ایسے مخالفوں کا وجود اسلام کے لئے ہر وقت خطرہ کا باعث ہے۔ لہٰذا جہاں کہیں مسلمان ان پر غلبہ حاصل کریں۔ اور وہ پر امن شہری بن کر رہنا پسند نہ کریں اور شرارتوں سے باز نہ آئیں تو انہیں قتل کر دیں۔

بیت اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس لئے تعمیر کیا تھا۔ کہ تمام روئے زمین کے لوگ وہاں آکر خالص طور پر اللہ کے لئے عبادت کریں۔ اس کے اصلی وارث مسلمان تھے۔ اس لئے کہ مسلمان ہی تمام اقوام میں دین ابراہیمی کے نام لیوا تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور دین حق کے پابند تھے۔ مسلمانوں نے اسے نئے سرے سے دین اسلام کا مرکز بنانا چاہا۔ لیکن کافر اور مشرکوں نے مسلمانوں کی مخالفت کی۔ ان کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ انہیں کلمہ حق کہنے سے روکا۔ اور ان پر ظلم اور سختیاں کیں۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کو مکہ ہی سے نکال دیا۔

مظلوم مسلمان اپنے آبائی وطن اور مرکز کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ وہاں بھی کافروں نے انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا مختلف قسم کی سازشیں کیں۔ برابر چھیڑ چھاڑ اور مخالفت جاری رکھی۔ مسلمانوں کو حج کرنے سے روکا۔ دعوت اسلامی میں ایک بڑی رکاوٹ بن گئے۔ مدینہ پر حملے شروع کر دیئے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا۔ کہ ایسے کافر دشمنوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اور اپنا آبائی وطن اور روحانی مرکز واپس لینے کے لئے انہیں وہاں سے نکال دو۔ کیونکہ ان کی ایذا رسانیاں حد سے گذر چکی ہیں۔

ایک مسلمان کی ہستی انسانیت کا صحیح نمونہ ہے۔ وہ دین فطرت اسلام پر عمل پیرا ہے۔ وہ اپنے قول فعل سے اخلاق حسنہ کا علمبردار ہے۔ کامل انسانیت کا نمونہ ہونے کی حیثیت میں اسے پوری آزادی سے زندہ رہنے کا حق ملنا چاہیئے۔ اسلام نہ کسی کی آزادی چھینتا ہے۔ نہ اپنی آزادی قربان کر سکتا ہے۔ نہ کسی ایسے دستور طریق کار اور نظام کو برداشت کر سکتا ہے۔ جو امن سوز۔ باطل پرست خدا دشمن۔ اور شرافت و انسانیت کے لئے باعثِ ننگ ہو۔

فتنہ قتل سے بدتر ہے

وَ الْفِتْنَةُ - اَشَدُّ - مِنَ - الْقَتْلِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ
اور فتنہ زیادہ سخت سے مار ڈالنا — اور فتنہ مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

الفِتْنَةُ (فتنہ) فتن سے بنا ہے۔ کھوٹ نکالنے کے لئے سونے کو آگ میں ڈالنا اس کے لفظی معنیٰ ہیں محض آگ میں ڈالنا بھی اس کے معنیٰ ہیں۔ اس اعتبار سے اصطلاحی طور پر دکھ اور تکلیف اور آزمائش اور امتحان کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کی راہ میں ایذا پہنچانے اور بدامنی قتل وغارت گری اور زبردستی دین سے ہٹانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ یہاں انہیں آخری معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

انسان کو قتل کرنا بالاتفاق بہت بڑی برائی ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑی برائی یہ ہے۔ کہ لوگ دوسروں کی آزادی گویا حق زندگی چھیننے کی کوشش کریں۔ ان کے حقوق کو پامال کریں۔ ایک قوم کو صرف اسلئے کہ وہ توحید کی قائل اور شرک سے بیزار ہے۔ مٹانا چاہیں۔ توحید کی جگہ کفر و شرک پھیلانا چاہیں۔ اگر اس فتنہ اور شرارت کو دور نہ کیا جائے۔ تو پھر یہ پھیلتا پھیلتا اس قدر عام ہو جائے گا۔ کہ کوئی قوم زندہ نہ رہ سکے گی۔ بلکہ سبھی جنگ وجدال اور قتل کی آگ کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ اس لئے اگر فتنہ کو دبانے کے لئے تھوڑے سے آدمی قتل کرنے پڑیں۔ تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ بڑی برائی کو روکنے کیلئے تھوڑی بہت قربانی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

اسلام ایک دین ہے۔ جو انسان کو انسانیت۔ نیک اخلاق۔ سچائی وانصاف۔ نیکی اور پرہیزگاری کی راہ دکھاتا ہے۔ اس لئے اس دین سے دشمنی کرنا گویا انسانیت سے دشمنی کرنا ہے۔ اور اس کا منکر ہونا زندگی کا منکر ہونا ہے۔ اسلام سے ہٹنے والا اپنی تباہی و بربادی کو دعوت دیتا ہے۔ اس لئے الگ ہونے والا گویا موت کے منہ میں آجاتا ہے ہر وہ آدمی جو اسلام جیسے فطری دین سے لوگوں کو روکتا ہے۔ وہ فتنہ پرداز ہے۔ اور اگر وہ زندہ رہے گا۔ تو دوسرے لوگوں کے اخلاق اور اعمال کو خراب کرے گا۔ اس لئے ایسے انسانیت دشمن طبقہ کا وجود ہر حالت میں ناقابل برداشت ہے۔ بہتر ہے کہ اسے ختم کر دیا جائے۔ تاکہ ایک بھیڑ سب کو گندہ نہ کرے۔ اس کی یہ فتنہ پردازی پرامن تبلیغ کی معاندانہ مخالفت۔ انسان کی فطری آزادی کو سلب کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ آخر کار دنیا کو فتنہ وفساد۔ کشت وخون اور فقدرو بدامنی کی طرف لے جاکر رہے گی۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ وسیع پیمانے پر قتل وخون ہو۔ بہتر یہی ہے کہ ابھی اس کی جڑ اکھاڑ دی جائے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ گھروں سے نکال دینا۔ جلاوطن کر دینا یا قتل کر دینا تو بعد کی بات ہے۔ اصل چیز تو یہ ہے جب کے نتیجہ میں یہ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے اخراج جلاوطنی اور قتل وخون کو روکنے کے لئے اس جڑ کو کاٹنے کی ضرورت ہے اور وہ جڑ ہے فتنہ۔ فتنہ کی تمام شکلوں کو سرے سے مٹا دینا چاہیئے۔ خواہ ان کے لئے قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ یہی وسیع قتل کو ختم کر دیتا ہے۔ قتل سے بھی اشد ترا اور بری چیز ناحق فتنہ وفساد پھیلانا ہے۔ اسلئے فتنہ پرداز مفسدوں کو ختم کرنا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔

خانہ کعبہ کا احترام

وَ-لَا-تُقٰتِلُوۡهُمۡ-عِنۡدَ-الۡمَسۡجِدِ-الۡحَرَامِ
اور نہ ان سے لڑو پاس مسجد حرام
حَتّٰى-يُقٰتِلُوۡكُمۡ-فِيۡهِ ۚ فَاِنۡ-قٰتَلُوۡكُمۡ
جب تک کہ وہ تم سے لڑیں اس جگہ پھر اگر وہ تم سے لڑیں
فَاقۡتُلُوۡهُمۡ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۹۱﴾
تو انہیں مارو یہی ہے سزا کافروں کی
فَاِنِ-انۡتَهَوۡا-فَاِنَّ-اللّٰهَ-غَفُوۡرٌ
پھر اگر وہ باز آئیں تو بے شک اللہ بخشنے والا
رَّحِيۡمٌ ﴿۱۹۲﴾
رحیم ہے۔

وَلَا تُقٰتِلُوۡهُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ
اور ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو
حَتّٰى يُقٰتِلُوۡكُمۡ فِيۡهِ ۚ فَاِنۡ قٰتَلُوۡكُمۡ
جب تک کہ وہ تم سے اس جگہ نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ تم سے لڑیں
فَاقۡتُلُوۡهُمۡ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۹۱﴾
تو انہیں مارو کافروں کی سزا یہی ہے۔
فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ
پھر اگر وہ باز آجائیں۔ تو بے شک اللہ بخشنے
رَّحِيۡمٌ ﴿۱۹۲﴾
والا نہایت مہربان ہے۔

عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) خانہ کعبہ کے چاروں طرف کئی میل کا علاقہ اصطلاح میں حرم کہلاتا ہے۔ اس کے احترام میں یہ بھی شامل ہے۔ کہ یہاں جنگ نہ لڑی جائے اور کشت وخون نہ کیا جائے حتیٰ کہ جانور کا شکار بھی نہ کیا جائے۔

آیت کے ابتدائی حصہ میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ دین سے روکنا۔ فساد پھیلانا۔ ایذا پہنچانا بدامنی اور غارت گری اور زبردستی دین سے ہٹانا فتنہ میں شامل ہیں۔ اور فتنہ ہر حال میں دبانا چاہیئے۔ خواہ قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ فتنہ کو دبانے کیلئے اگر ابتداءً میں جنگ نہ کی جائے۔ تو یہ پھیلتا پھیلتا پوری قوم اور ملک کو لپیٹ میں لے لے گا۔ اور پھر وسیع پیمانے پر جھگڑے کشمکش لوٹ مار بدامنی اور قتل و غارت گری شروع ہو جائے گی۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اگر دشمنان اسلام اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں اور حرم شریف میں ہی جنگ شروع کر دیں۔ تو پھر تم بھی اس جگہ ان سے جنگ کر سکتے ہو۔ عام حالات میں حکم یہ ہے۔ کہ خانہ کعبہ کے نزدیک جنگ اور خونریزی نہ ہو۔ کیونکہ یہ گھر احترام اور امن کی جگہ ہے لیکن فتنہ کو فرد کرنا اس قدر ضروری ہوا۔ کہ وہ لڑائی کی لپیٹ میں آسکتی ہے۔ امن کے دشمنوں کی سزا یہی ہے کہ انہیں ان کے وطنوں سے جلاوطن کیا جائے یا قتل کیا جائے۔ ہاں البتہ اگر وہ فتنہ و فساد سے باز آجائیں۔ بدکاری و بدعملی سے توبہ کریں اور اسلام کی پناہ میں آجائیں۔ تو پھر تم ان پر تلوار نہ اٹھاؤ۔ بلکہ انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔

اس آیت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) مسجد حرام ایک امن کی جگہ ہے۔ یہاں قتل و خونریزی اور جنگ نہیں کرنی چاہیئے۔ (۲) اگر یہاں حملہ ہو۔ تو جوابی جنگ لڑی جا سکتی ہے۔ (۳) قتال و جہاد اجتماعی فریضہ ہے۔ چنانچہ بار بار اور ہر جگہ جمع کے صیغہ میں ہی حکم دیا گیا ہے۔

قتال کی حدِ آخر

وَ - قٰتِلُوۡهُمۡ - حَتّٰى - لَا - تَكُوۡنَ - فِتۡنَةٌ

اور ان سے لڑو یہاں تک نہ رہے فتنہ

وَ - يَكُوۡنَ - الدِّيۡنُ - لِلّٰهِ - فَاِنِ - انْتَهَوۡا

اور ہو جائے دین اللہ کے لئے پھر اگر وہ باز آجائیں

فَلَا - عُدۡوَانَ - اِلَّا - عَلَى - الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۹۳﴾

تو نہیں زیادتی مگر اوپر ظالم

وَ قٰتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ

اور ان سے یہاں تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

وَّيَكُوۡنَ الدِّيۡنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوۡا

اور اللہ تعالٰے ہی کا دین ہو جائے پھر اگر وہ باز آجائیں

فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۹۳﴾

تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں۔

قٰتِلُوۡهُمۡ (ان سے لڑو) اس سے تمام کافر مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن علماء نے صرف مکہ کے مشرکین ہی مراد لئے ہیں۔ چونکہ یہاں روئے سخن انہیں کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

(الدین (دین) یہ لفظ عربی میں جزا و سزا یعنی بدلے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں یہ متعدد معنوں میں آیا ہے۔ مثلاً بدلہ۔ طریق فکر و عمل۔ مذہب۔ اللہ تعالٰی کی عبادت اور فرمانبرداری وغیرہ۔

اس آیت میں یہ حکم عام کر دیا گیا۔ کہ تم فتنہ پرداز کافروں اور اسلام کے دشمنوں سے برابر جنگ کرتے رہو۔ حتیٰ کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے۔ اور اللہ کا قانون غالب ہو جائے۔ کسی شخص میں اللہ کے قانون کی مخالفت، دشمنی اور خلاف ورزی کی طاقت نہ رہے اور اگر کوئی شخص اس کی توہین کرے۔ تو اسے فوراً سزا مل جائے۔

اسلام اس چیز کا خواہشمند ہے کہ اللہ کا قانون عام ہو۔ تمام دوسرے مذاہب کے ماننے والے اطمینان سے اپنی اپنی جگہ زندگی بسر کر سکیں۔ عبادت گاہیں اور مذہبی مقامات بدکار لوگوں کی دست برداری سے محفوظ رہیں۔ اور اسلام کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ صرف یہی ایک صورت ہے۔ جس سے دنیا میں امن قائم رہ سکتا ہے۔ ورنہ فتنہ ہمیشہ سر اٹھاتا رہے گا۔ اور لوگ کبھی چین سے زندگی بسر نہ کر سکیں گے۔ اس کے لئے اسلام کے پاس تین راہیں کھلی ہیں۔

۱۔ لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے۔ اگر وہ اسے مان لیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلعم اور یوم آخر پر ایمان لے آئیں۔ تو اللہ تعالٰے ان کے گناہ بخش دے گا۔ اور وہ اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کے برابر حقوق پالیں گے۔

۲۔ اگر لوگ اسلام قبول کرنے کو تیار نہ ہوں۔ البتہ اس کی مخالفت سے باز آنے کا اقرار کریں۔ تو وہ شوق سے اسلامی سلطنت میں رہیں۔ اس صورت میں ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہو گی۔

۳۔ اگر ان دونوں باتوں پر راضی نہ ہوں۔ اور وہ اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کرتے رہیں۔ یعنی خود غرضی میں دیوانے ہو جائیں۔ تو پھر ان کا فیصلہ تلوار سے کر دینا چاہیئے ان کی سزا قتل کے سوا اور کوئی نہیں۔ فتنہ پرداز اور امن دشمن انسانوں کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔

حرمت والے مہینے

اَلشَّهْرُ۔ الْحَرَامُ۔ بِالشَّهْرِ۔ الْحَرَامِ۔ وَ۔ الْحُرُمٰتُ
مہینہ حرمت والا مہینے کا حرمت والا اور ادب رکھنے میں
قِصَاصٌ۔ فَمَنِ۔ اعْتَدٰی۔ عَلَيْكُمْ۔ فَاعْتَدُوْا
بدلہ پھر جس نے زیادتی کی تم پر تم زیادتی کرو
عَلَيْهِ۔ بِمِثْلِ۔ مَا۔ اعْتَدٰی۔ عَلَيْكُمْ ص
اس پر جیسی جو اس نے زیادتی کی تم پر

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَيْكُمْ ص

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو۔ جیسی اس نے تم پر زیادتی کی۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَام (حرمت والا مہینہ) جاہلیت کے زمانہ میں عرب کے مختلف قبیلے آپس میں ہمیشہ جنگ کرتے رہا کرتے تھے۔ لیکن یہ بات انہوں نے ٹھہرالی تھی۔ کہ سال میں چار مہینے جنگ بند رہا کرے۔ اور یہ زمانہ امن وصلح کے ساتھ گذارا جائے۔ ان کے نزدیک ان چار مہینوں کی پاکی اور بزرگی بہت مانی ہوئی تھی۔ وہ چار مہینے یہ تھے۔

محرم	قمری سال کا پہلا مہینہ	ذی قعدہ	قمری سال کا گیارہواں مہینہ
رجب	قمری سال کا ساتواں مہینہ	ذالحجہ	قمری سال کا بارھواں مہینہ

اس آیت کا شان نزول اور تاریخی پس منظر یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابیوں کو ساتھ لے کر عمرہ کی غرض سے ذی قعدہ ۶ھ میں مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے لیکن وہاں کے مشرک آپؐ سے اور آپؐ کے ساتھیوں سے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ بلکہ تیر اندازی اور سنگ بازی شروع کردی۔ انہوں نے اس مقدس اور حرمت والے مہینے کی بھی پرواہ نہ کی۔ یہ آیت اسی مہینہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی مہینہ کی حرمت اور عزت اس وقت تک باقی رہ سکتی ہے۔ جبکہ دوسرا فریق بھی اس کا احترام اور عزت کرے۔ اور اگر یہ نہیں۔ تو پھر کسی مہینہ کی حرمت کی بنیاد ہی نہیں۔ اگر دوسرا فریق احترام والے مہینے میں بھی جنگ سے باز نہیں آتا۔ تو تم بھی ان کے مقابلے میں جنگ شروع کر دو۔ اگر انہوں نے اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ یہ مہینہ حرمت والا ہے یا یہ کہ حرمت والی جگہ ہے یا تم مسلمانوں نے احرام باندھ رکھا ہے۔ تو پھر تم بھی تیار ہو جاؤ اور ہتھیار اٹھالو۔

اس کے بعد یہ بتایا کہ اگر انہوں نے تمام حرمتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تم پر زیادتی کی ہے۔ تو تم بھی ان کو جواب دو یہاں لفظ اعتدا (ان پر زیادتی کرو) اس لئے آیا ہے کہ عربی زبان میں یہ محاورہ ہے کہ جس فعل کی سزا دینی ہے اس کی سزا کیلئے بھی وہی لفظ بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہیں جواب میں سزا دو اور قتل کرو۔ یہ مراد ہرگز نہیں کہ تم بھی زیادتی کرو۔

اللہ متقیوں کے ساتھ ہے

وَ-اتَّقُوا-اللّٰہَ-وَ-اعْلَمُوْٓا-اَنَّ-اللّٰہَ
اور ڈرتے رہو اللہ اور جان لو کہ اللہ
مَعَ-الْمُتَّقِیْنَ (۱۹۴)
ساتھ پرہیزگار

وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (۱۹۴)
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے

اَتَّقُوا اللّٰہَ (اللہ سے ڈرتے رہو) پرہیزگاری (تقویٰ) اختیار کرنے کا یہ حکم قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ کہ ہر کام کرتے وقت اس سے خوف کھاؤ۔ پرہیزگاری اختیار کرو۔ تقویٰ کی زندگی بسر کرو۔ بری باتوں سے پرہیز کرو۔ گناہ۔ بدی اور شیطنت سے نفرت کرو۔ یہ تمام احکام صرف ایک جملہ کے ماتحت آتے ہیں اور وہ ہے اتقوا اللہ مسلمان کی زندگی کے ہر شعبے میں تقویٰ کا عنصر نہایت اہم ہے۔ جب تک مسلمان کے قول وفعل اور عمل میں یہ چیز نمایاں نہ ہو۔ اس کا اسلام مکمل نہیں ہو سکتا تقویٰ اسے اعتدال سکھاتا ہے۔ نیکوکاری کی طرف رغبت دلاتا ہے اور بدکاری سے دور کرتا ہے۔ اس وقت تک سورہ بقرہ کی صرف (۱۹۴) آیات گذری ہیں۔ اور یہاں تک تقویٰ کا ذکر مختلف شکلوں میں (۱۴) بار آچکا ہے۔ خصوصاً

حکم عبادت کے بعد۔ بنی اسرائیل کے تذکرہ کے بعد۔ اخلاقی اصولوں کے ذکر کے بعد حکم قصاص کے بعد۔ وصیت کے حکم کے بعد۔ روزے کے حکم کے بعد ہر جگہ تقویٰ کو ہی مقصود و مطلوب بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید خواہ حلال و حرام کا ذکر کر رہا ہو۔ نکاح وطلاق کے مسائل پر بحث کر رہا ہو۔ یتیم و مسکین کے مال و دولت کے قوانین بتا رہا ہو۔ وصیت اور ورثہ کی تقسیم پر گفتگو کر رہا ہو۔ باہمی معاشرت اور میل جول کے اصول واضح کر رہا ہو۔ یا جہاد وقتال کے امور پر روشنی ڈال رہا ہو۔ ہر جگہ تقویٰ کا سبق اس کے ساتھ ضرور دے گا۔ اور اس کی اہمیت ضرور جتائے گا۔ آخر کیوں ؟

انسان خواہشات کا پتلہ، جذبات کا غلام اور احساسات کا خادم ہوتا ہے۔ وہ ہر کام کرتے وقت ان کے زیر اثر ہوتا ہے وہ اعتدال اور انصاف پر قائم رہنے کی بجائے بے انصافی پر اتر آتا ہے۔ اعتدال کا چھوڑنا اسے ظلم، حق تلفی، بے انصافی اور زیادتی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک مسلمان کی شان سے بہت نیچی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ خواہ زندگی کے کسی میدان میں سرگرم عمل ہو۔ اعتدال کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے اسے یہ سبق سکھایا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ ان کے احکام اور اس کے حضور حاضری کو پیش نظر رکھے۔ وہ سمجھے کہ دنیاوی مال ومتاع اور عزت وشہرت سب عارضی ہیں۔ اصل چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیابی ہے۔ اس لئے انصاف پسندی سے اگر عارضی نقصان ہوتا بھی ہو تو اسے برداشت کر لینا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد صرف متقیوں کو ہی ملتی ہے اور ظاہر ہے جسے اللہ تعالیٰ کی حمایت نصیب ہو جائے اس سے زیادہ سعادت مند خوش نصیب اور کامیاب انسان اور کون ہو سکتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

وَ اَنۡفِقُوۡا - فِیۡ - سَبِیۡلِ - اللّٰهِ - وَ - لَا - تُلۡقُوۡا
اور خرچ کرو میں راہ اللہ اور نہ ڈالو
بِاَیۡدِیۡکُمۡ - اِلَی - التَّهۡلُکَةِ ۛۚ وَ اَحۡسِنُوۡا ۛۚ
اپنے ہاتھوں سے میں ہلاکت اور نیکی کرو
اِنَّ - اللّٰهَ - یُحِبُّ - الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۵﴾
بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والے

وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا
اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور (اپنی جان)
بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ ۛۚ وَاَحۡسِنُوۡا ۛۚ
اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو۔
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۵﴾ ملع
بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ (اپنے ہاتھوں سے اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو) پہلی آیات میں قتال وجہاد کا حکم تھا اور اس جملے سے پہلے اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنے کا حکم موجود ہے۔ گویا ارشاد ربانی یہ ہے۔ کہ جب ملک و ملت اور دین و اسلام کے لئے جہاد کی ضرورت ہو اور مالی قربانی مطلوب ہو۔ اس وقت بخل سے کام نہ لو اللہ کی راہ میں دولت صرف کرنے سے ہاتھ نہ روکو۔ ایسا اگر کرو گے۔ تو گویا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارو گے۔ اپنے آپ کو خود ہلاک کرو گے۔ اس طرح صرف ملک و ملت کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ قوم کی شکست تمہاری شکست ہوگی۔ اور دین کا نقصان تمہارا زوال ہوگا۔

بعض لوگ اس جملہ کا بالکل غلط مطلب نکالتے ہیں۔ کہ جان بوجھ کر خطرہ میں نہ کودو اور جان جوکھوں میں نہ ڈالو۔ یہاں اس جملہ سے ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں ہے۔ بات صحیح ہے۔ لیکن یہاں اس کا نہ ذکر ہے نہ موقع ہے۔

پہلی آیات میں جہاد اور قتال کا حکم دے کر مسلمانوں پر یہ فرض کیا گیا تھا۔ کہ اللہ کی راہ میں جانیں قربان کردیں۔ اسکے دین کو بلند کرنے کیلئے دین کے دشمنوں سے لڑیں اگر مشرک اور کافر ان کے کام میں مزاحم ہوں۔ تو ان سے جنگ کریں اور ظلم کو روکنے کے لئے تلوار اٹھائیں۔ اس آیت میں اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرنے کا حکم ہے۔

دشمنوں کو کچلنے اور فتنہ و فساد کو دبانے کے لئے اول جانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ اللہ کے سپاہی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر جوش اسلام سے معمور، موت و ہلاکت سے بے پرواہ ہو کر میدان جنگ میں کود پڑیں۔ اور اللہ کا نام بلند کرنیکے واحد مقصد کیلئے جان لڑا دیں۔ اس مقصد کے لئے دوسرے درجہ پر مال و دولت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اسلحہ ہتھیار اور جنگ کے آلات خریدے جاسکیں۔ سپاہیوں کے پسماندگان کی کفالت کی جاسکے۔ شہید ہونے والوں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کی ضروریات زندگی پوری کی جاسکیں۔ فوج کیلئے خورد و نوش کی اشیاء فراہم کی جاسکیں اور محصور ہو جانیکی صورت میں سامان خوراک وغیرہ کا ذخیرہ کیا جاسکے۔

اَحۡسِنُوۡا (نیکی کرو) احسان کے معنیٰ حسن سلوک اور نیکی کرنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم جو کچھ بھی کرو وہ حسن نیت، اور اخلاص سے کرو۔ کوئی کام محض بیگار اتارنے اور قرض چکانے کے طور پر نہ کرو۔ نیز یہ کہ قتال وجہاد کے اندر بھی حسن سلوک میں کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کی یہاں تک تلقین فرمائی کہ جانور کو ذبح کرنے لگو۔ تو ایسے کرو کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو

قتال و جہاد کے احکام

آیت (۱۹۵) پر جہاد کے احکام ختم ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد حج کا مسئلہ شروع ہوگا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلاصہ کے طور پر قتال و جہاد کی فرضیت۔ شرائط و حدود اور احکام بیان کر دیئے جائیں۔ چونکہ ایک طرف تو بعض گمراہ لوگ سرے سے قتال کے ہی منکر معلوم ہوتے ہیں دوسری طرف ہمارے دشمن مورخین خصوصاً مغربی مصنف جہاد کو محض مار دھاڑ۔ قتل و غارت گری اور مذہبی خونی جنگ بیان کر کے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں۔

ہم سورۃ بقرۃ کی آیات کے حوالے سے نمبروار مسائل بیان کرتے ہیں۔ جو احکام قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر آتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ بیان ہوں گے۔

۱۔ اللہ کی راہ میں جنگ کرو (۱۹۰)

۲۔ جنگ صرف ان لوگوں سے کرو جو تم سے لڑیں (۱۹۰) بالفاظِ دیگر امن پسندوں یعنی بچوں۔ عورتوں بیماروں معذوروں اور نہتے لوگوں سے نہیں۔

۳۔ زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے (۱۹۰)

۴۔ جنگ کے اندر دشمن کو جہاں پاؤ قتل کرو (۱۹۱) یاد رہے۔ کہ یہ حکم حالتِ جنگ کا ہے زمانہ امن کا نہیں۔

۵۔ جن جن علاقوں سے دشمنوں نے تمہیں ملک بدر کیا تھا۔ وہاں سے تم انہیں نکال دو (۱۹۱)

۶۔ فتنہ و فساد نہ خود کرو۔ نہ کسی کو کرنے دو۔ یہ قتل سے بھی بدتر کام ہے (۱۹۱)

۷۔ مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں صرف انہیں کو مار سکتے ہو۔ جو وہاں لڑیں۔ ورنہ نہیں (۱۹۱)

۸۔ اگر دشمن جنگ سے رک جائے۔ تو جنگ بند کر دو (۱۹۲)

۹۔ فتنہ دب جانے اور اللہ کا دین غالب ہوجانے تک جنگ کرو (۱۹۳)

۱۰۔ ظالموں کے سوا کسی پر تشدد نہ کرو (۱۹۳)

۱۱۔ حرمت والے مہینوں کا احترام کرو۔ ان میں جنگ بند کر دو (۱۹۴)

۱۲۔ تقویٰ اختیار کرو۔ یعنی اللہ سے ڈرو۔ اللہ متقیوں کا ساتھ دیتا ہے (۱۹۴)

۱۳۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے۔ تو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال لو گے (۱۹۵)

۱۴۔ نیکی اور حسن سلوک کرو۔ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۱۹۵)

غور کیجئے۔ ان میں کون سی بات ہے جو عقل۔ انصاف اور شرافت کے منافی ہے۔

حج

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ
اور پورا کرو حج

وَاَتِمُّواالْحَجَّ
اور حج پورا کرو

الحج :۔ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ ہر شخص جو استطاعت رکھتا ہو اس پر حج زندگی میں ایک بار ادا کرنا فرض ہے۔ ورنہ وہ گنہ گار ہوگا۔ حج اسلامی سال کے آخری مہینے ذوالحج کی نو تاریخ کو ادا ہوتا ہے پہلے سارے مسلمان شہر مکہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں پھر میدان عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں۔

اس سورۃ میں حج کے احکام سے قبل اور حج والی آیات کے بعد قتال وجہاد کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دونوں کا آپس میں کس قدر گہرا تعلق ہے۔ اسلام کا کوئی رکن ایسا نہیں۔ جس میں ذاتی نیکی اور پاکیزگی کے علاوہ قوم کی اجتماعی بہبودی۔ ترقی و خوشحالی اور سربلندی کا مقصود نہ ہو۔

حج میں خاص بات یہ ہے۔ کہ روئے زمین کے تمام مسلمان ہر سال ایک مرتبہ مرکز اسلام میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوتی۔ کالے۔ گورے۔ امیر غریب۔ بادشاہ فقیر عالم جاہل اور چھوٹے بڑے کاندھے سے کاندھا ملا کر یک جا کھڑے ہوتے ہیں۔ سب کا ایک ہی لباس ہوتا ہے۔ ہر ایک کے لبوں پر ایک ہی صدا ہوتی ہے۔

لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ

"میں حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں۔ میں تیرے لئے حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں تیری ہیں اور شکر تیرا ہے"

ہر حاجی احرام باندھتا ہے۔ یہ بغیر سلا ہوا ہر ایک کا ایک جیسا لباس۔ مساوات۔ سادگی یک جہتی اور عشق الٰہی کا اظہار کرتا ہے۔ حج کے دوران میں سر منڈانا۔ ناخن تراشنا۔ شکار کرنا اور بیوی سے مباشرت کرنا منع ہے۔ گویا خواہشات اور طبعی زیبائش اور آرائش سے باز رہ کر ایک مستقل تربیت حاصل کرنی مقصود ہے۔

تمام حاجی ایک وقت مقررہ میں میدان عرفات میں حج کے روز جمع ہوتے ہیں۔ خطبہ سنتے ہیں۔ اللہ کے حضور میں دعائیں کرتے ہیں۔ گناہ بخشواتے ہیں۔ اور رحمت الٰہی کے خزانے جمع کرتے ہیں۔

منیٰ کے اندر قربانیاں دیتے ہیں۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ بیت اللہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ آب زمزم سے عشق کی پیاس بجھاتے ہیں۔ ہر قسم کی معصیت۔ گناہ اور بدخلقی سے رکے رہتے ہیں۔ گویا گناہ بخشوا کر آج از سر نو زندگی کا حساب شروع کر رہے ہیں۔

مبارک ہیں وہ جنہیں حج کی توفیق ملی اور انہوں نے حج ادا کیا۔ حج کے مقاصد کو سمجھا۔ اور آئندہ اپنی زندگی نیکی اور پاکیزگی سے بسر کی۔

حج و عمرہ کے چند احکام

وَ۔ الْعُمْرَةَ۔ لِلّٰهِ۔ فَاِنْ۔ اُحْصِرْتُمْ۔ فَمَا
اور عمرہ اللہ کے لئے پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو
اسْتَيْسَرَ۔ مِنَ۔ الْهَدْيِ
میسر ہو سے قربانی

وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ
اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر روک دیئے جاؤ تو جو میسر آئے قربانی کرنی چاہیئے۔

اَلْعُمْرَةَ (عمرہ) اسے چھوٹا حج بھی کہتے ہیں۔ عمرہ ادا کرنے کے آداب حج جیسے ہی ہیں۔ البتہ عمرہ ادا کرنے کے لئے ایام حج کی قید نہیں۔ ہر وقت ادا ہو سکتا ہے۔ دوسرے اس کے مناسک و مراسم بھی حج سے کم ہیں۔

لِلّٰهِ (اللہ کے لئے) حج و عمرہ محض اللہ کی رضا کے لئے بجا لاؤ۔ نیت خالص رکھو۔ اور ان قاعدوں اور حکموں کا دیانتداری کے ساتھ خیال رکھو۔ جو اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ ان باتوں سے بچو۔ جن سے منع کیا گیا ہے ورنہ للّٰہیت جاتی رہے گی۔

یوں تو سارے کام اور ارادے اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کے لئے ہونے چاہئیں۔ لیکن یہاں حج اور عمرہ کے ساتھ اس پر خاص زور اس وجہ سے دیا گیا ہے۔ کہ اس میں سفر درپیش آتا ہے جس میں سیر و تفریح اور اچھی بری بہت سی اغراض بآسانی شامل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ تمہاری اولین غرض اللہ کی رضا جوئی کے سوا کچھ نہ ہو۔ سیر و سیاحت از خود ہو جائے گی تجارت کی اجازت ہے۔ اس اجازت سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ لیکن تجارت کو سفر حج کا مقصد نہیں بنا سکتے ہو۔ نہ بے ایمانی اور چوری کی تجارت کر سکتے ہو ان باتوں کی اجازت نہیں۔

اُحْصِرْتُمْ (تم روک دیئے جاؤ) یہ لفظ احصار سے بنا ہے۔ جس کے لفظی معنے گھر جانے اور بند ہو جانے کے ہیں۔ خواہ یہ گھر جانا کسی سبب سے ہو۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ حج کا ارادہ رکھنے والا کسی بیماری کی وجہ سے منزل پر نہ پہنچ سکے یا کسی دشمن نے اس کا راستہ روک رکھا ہو یا کوئی موسمی اور دوسری رکاوٹ حائل ہو گئی ہو۔

هَدْي (قربانی) لفظی معنیٰ اس پیشکش کے ہیں۔ جو خانہ کعبہ کے لئے بھیجی جائے یہاں اس سے مراد قربانی کے جانور ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حج اور عمرہ کے حکم کے ساتھ ہی فرمایا ہے۔ کہ اس عبادت کو بجا لانے میں صرف ایک مقصود پیش نظر ہونا چاہیئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی۔ نہ تو اس سفر سے کھیل تماشا مطلوب ہو اور نہ سیر و تفریح۔ بلکہ جس قدر قواعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرماتے ہیں ان کے مطابق عمل ہونا چاہیئے۔ اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے معذور لوگوں کے لئے رعایت بھی رکھی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص حج یا عمرہ کرنے کیلئے احرام باندھ لے لیکن بدقسمتی سے راستے میں وہ بیمار پڑ جائے۔ یا کوئی اور دشواری اور مجبوری پیش آجائے۔ مثلاً راستہ نہ ملے۔ زاد راہ نہ رہے وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں اس کیلئے حکم ہے۔ کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق قربانی کا جانور کسی دوسرے کے ہاتھ بیت اللہ بھیج دے۔

سر منڈانا۔

وَ - لَا - تَحْلِقُوْا - رُءُوْسَكُمْ - حَتّٰى - يَبْلُغَ
اور - نہ - منڈاؤ - اپنے سر - جب تک کہ - پہنچ جائے
الْهَدْيُ - مَحِلَّهٗ ؕ - فَمَنْ - كَانَ - مِنْكُمْ
قربانی - اپنی جگہ - پھر جو کوئی - ہو - تم میں سے
مَّرِيْضًا - اَوْ - بِهٖٓ - اَذًى - مِّنْ - رَّاْسِهٖ - فَفِدْيَةٌ
بیمار - یا - اسے - تکلیف - ہے - اس کا سر - تو بدلہ دے
مِّنْ - صِيَامٍ - اَوْ - صَدَقَةٍ - اَوْ - نُسُكٍ ۚ
سے - روزے - یا - خیرات - یا - قربانی

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ
اور اپنے سر کی حجامت نہ کراؤ۔ جب تک قربانی
الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
اپنی جگہ نہ پہنچ جائے پھر تم میں سے جو کوئی
مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ
بیمار ہو یا اسے سر کی تکلیف ہو تو وہ بدلہ دے
مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ
روزے یا خیرات یا قربانی کا

نُسُكٍ (قربانی) لفظی معنیٰ ذبح کے ہیں۔ یہاں مراد اللہ کی راہ میں قربانی ہے۔ جو کم از کم ایک بکری ہونی چاہیئے اور اس سے بہتر یہ کہ ایک گائے یا اونٹ کی ہو۔

مَحِلَّهٗ (اپنی جگہ) یعنی قربانی کی جگہ۔ اس سے مراد حرم شریف ہے۔

اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ اس کے احکام انسان کی فطرت کے بالکل مطابق بنائے گئے ہیں۔ اسلام میں ہر انسان کی خوبیوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھا ہے۔ اس کی ضرورتوں اور تقاضوں کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ایسے کام جو انسان کی تربیت۔ ترقی اور کامیابی کے لئے ضروری تھے۔ انہیں ضروری اور لازم قرار دیا گیا ہے۔ جو باتیں انسان کی زندگی اور نصب العین کے لئے مفید نہ تھیں۔ انہیں ناجائز اور حرام قرار دیا گیا ہے۔

آیت کا ابتدائی حصہ محصر کے حکم کا تتمہ ہے جس کا ذکر پچھلی آیت میں شروع ہوا تھا۔ یہاں تک بیان کر دیا گیا تھا۔ کہ جو شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھے اور راستہ میں کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ حج یا عمرہ پورا نہیں کر سکتا۔ تو وہ کسی کے ہاتھ قربانی کا جانور بیت اللہ بھیج دے۔ اس آیت میں اس حکم کو کہہ کر پورا کیا گیا ہے۔ کہ جب تک یہ جانور حرم میں نہ پہنچے اور وہاں اس کی قربانی نہ کر دی جائے اس وقت تک یہ رکا ہوا شخص سر نہیں منڈوا سکتا یعنی احرام نہیں کھول سکتا۔ اس کے آگے حج کے عام احکام کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حج کے حکم میں معذور لوگوں کے لئے ایک اور رعایت مقرر فرمائی ہے یعنی جو شخص حج کے زمانہ میں سر نہ منڈانے کا حکم پورا نہ کر سکتا ہو یعنی کسی بیماری یا کسی اور سبب سے سر منڈانے پر مجبور ہو۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ اس کے بدلے میں یا تو تین روزے رکھے تاکہ اس کا نفس سرکشی سے پاک رہے یا چھ مسکینوں کو صدقۃ الفطر کی مقدار کے مطابق پونے دو سیر کے حساب سے گیہوں دے تاکہ پہلا حکم نہ بجا لانے کی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹ نہ جائے۔ یا جانور کی قربانی دے۔

حج اور عمرہ کی قربانی

فَاِذَآ - اَمِنْتُمْ وقفة - فَمَنْ - تَمَتَّعَ - بِالْعُمْرَةِ
پھر جب - تمہاری خاطر جمع ہو - تو جو کوئی - فائدہ اٹھائے - عمرہ کو ملاکر

اِلَى - الْحَجِّ - فَمَا - اسْتَيْسَرَ - مِنَ - الْهَدْيِ
ساتھ حج تو جو میسر ہو سے قربانی

فَمَنْ - لَّمْ - يَجِدْ - فَصِيَامُ - ثَلٰثَةِ - اَيَّامٍ
پھر جسے نہ ملے تو روزے رکھے تین دن

فِى - الْحَجِّ - وَ - سَبْعَةٍ - اِذَا - رَجَعْتُمْ ط
میں حج اور سات جب تم لوٹو

تِلْكَ - عَشَرَةٌ - كَامِلَةٌ ط
یہ دس پورے

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ وقفة فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ
پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو حج

اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ
کے ساتھ ملاکر تو جو کچھ قربانی میسر ہو۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ
پھر جسے قربانی نہ ملے وہ روزے رکھے تین دن

فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط
حج کے دنوں میں اور سات روزے جب تم لوٹو

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط
یہ دس پورے ہوتے

اَمِنْتُمْ (تمہاری خاطر ہو) یعنی خطرے اور مرض کی حالت سے نکل کر تم امن و امان میں آجاؤ۔

تَمَتَّعَ (فائدہ اٹھائے) لفظی معنی فائدہ اٹھانے کے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں اس سے مراد حج اور عمرہ کو ملاکر ادا کرنا ہے۔ یعنی حج کے زمانہ میں ایک احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جائے اور پھر دوسرے احرام سے حج ادا کیا جائے جاہلیت کے زمانہ میں عربوں نے یہ غلط عقیدہ گھڑ لیا تھا کہ حج کے موسم میں عمرہ کرنا گناہ ہے۔

اِذَا رَجَعْتُمْ (جب تم لوٹو) اس سے مراد یہ ہے۔ حج کے اعمال سے فارغ ہوکر واپس آؤ۔ خواہ حج کرنے والا ابھی مکہ میں ہی ہو اور اپنے وطن واپس نہ گیا ہو۔ البتہ بعض علماء نے اس سے صرف یہ مراد لیا ہے کہ جب مکہ سے واپس گھر پہنچ جاؤ۔

اس آیت میں اس حاجی کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ جو موسم حج میں عمرہ اور حج دونوں ادا کرے اس کو قران یا تمتع کہتے ہیں۔ ایسے حاجی پر قربانی واجب ہے جو ایک بکرا ہے۔ یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہے۔ یہ قربانی اس پر واجب نہیں جو فقط حج ادا کرے اور اس کے ساتھ عمرہ نہ کرے۔ جو قران یا تمتع کریں۔ لیکن انہیں قربانی میسر نہ ہو۔ افلاس کی وجہ سے یا کسی اور قوی عذر سے قربانی نہ دے سکیں۔ تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دس روزے رکھیں۔ تین حج کے دنوں میں جو یوم عرفہ یعنی نویں ذالحجہ پر ختم ہوتے ہیں اور سات وطن واپس پہنچ کر —— روزوں کی شکل میں یہ کفارہ دینا اس لئے ضروری قرار دیا گیا۔ کہ آدمی جب اللہ کا حکم پورا نہ کرسکے۔ تو کہیں اس کا نفس اسے بغاوت یا نافرمانی کی طرف نہ لے جائے اس لئے اس کے بدلے روزے رکھے تاکہ اس کا نفس پاکیزہ اور اس کی نیت نیک رہے۔

حکمِ قربانی کی وضاحت

ذٰلِكَ ـ لِمَنْ ـ لَّمْ ـ يَكُنْ ـ اَهْلُهٗ ـ حَاضِرِي
یہ　اس لئے　نہ　ہوں　گھر والے　پاس
الْمَسْجِدِ ـ الْحَرَامِ ۚ وَ ـ اتَّقُوا ـ اللّٰهَ ـ وَ ـ اعْلَمُوْٓا
مسجد　حرام　اور　ڈرتے رہو　اللہ　اور　جان لو
اَنَّ ـ اللّٰهَ ـ شَدِيْدُ ـ الْعِقَابِ ؏ ﴿۱۹۶﴾
کہ بیشک　اللہ　سخت　عذاب ۔

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي
یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
کے پاس نہ رہتے ہوں　اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو
۲۴ ع ۸ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ؏ ﴿۱۹۶﴾
کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

ذٰلِكَ (یہ) اسم اشارہ ہے۔ اور یہ اشارہ پہلی آیت کے مسئلہ کی طرف ہے۔ یعنی تمتع (حج اور عمرہ ملا کر ادا کرنا) آیت کا مقصد یہ ہے کہ حج اور عمرہ کو ملا کر ادا کر لینے کا فائدہ اٹھانے کی اجازت صرف باہر والوں کو ہے۔ مکہ میں رہنے والوں کو نہیں۔

حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) مراد ہے کہ مکہ اور اس کے گرد و نواح کے رہنے والے تمام باشندے یعنی میقات کی حد کے ادھر رہنے والے سب اس میں شامل ہیں۔

میقات۔ اس مقام کو کہتے ہیں۔ جہاں سے حرم کے حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ اور جہاں پہنچ کر حج اور عمرہ کی نیت کر لینا اور احرام باندھ لینا واجب ہو جاتا ہے۔ مختلف اطراف سے خانہ کعبہ میں حج کے لئے آنے والوں کے واسطے میقات الگ الگ ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اللہ سے ڈرتے رہو) یعنی ان تمام احکام کی بجا آوری اور تعمیل میں اللہ کا خوف اور اللہ کی موجودگی کا تصور سامنے رکھو۔ کہ تمام نیکیوں کی بنیاد یہی تقویٰ ہے۔ ایک بار پھر غور کیجئے کہ ہر حکم کے بعد تقویٰ کا ہی مطالبہ ہو رہا ہے۔

شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سخت عذاب دینے والا) علماء کا قول ہے۔ کہ یہاں عذاب کے ساتھ شدید کا لفظ خاص طور پر اس لئے لایا گیا ہے۔ کہ جس طرح بیت اللہ جیسے مقدس مقام میں انسان نیکی کرے۔ تو اس کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ اسی طرح اگر یہاں پہنچ کر کسی گناہ کا مرتکب ہو۔ تو اسے اس قدر مقدس مقام کے لحاظ سے بھی سزا سخت ملے گی۔

پچھلے سبق میں جو رعایت بیان کی گئی تھی۔ یہ اس کی شرط بیان کی گئی ہے۔ رعایت یہ تھی۔ کہ اگر لوگ حج اور عمرہ ملا کر کرنا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ البتہ انہیں اپنی استطاعت کے مطابق قربانی دینی ہوگی۔ حج اور عمرہ ملا کر کرنے کی اجازت ان کیلئے ہے۔ جو مکہ معظمہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں کے رہنے والے نہ ہوں۔ اس حکم کے ساتھ ایک مرتبہ پھر یہ واضح کر دیا گیا۔ کہ اصل چیز تو تقویٰ ہے، ہر حکم اور عبادت کو پورا کرتے وقت اللہ کا خوف اور اس کی خوشنودی پیش نظر رہنی ضروری ہے۔ کیونکہ تمام احکام کا مقصد نفس کی پاکیزگی اور اخلاق کی تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ اعلیٰ ترین احکامات ہیں۔ جن پر اسلامی زندگی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اگر کسی نے انہیں بدلنے کی کوشش کی یا ان کا انکار کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دیگا۔

زمانۂ حج اور اخلاقی حدود

اَلۡحَجُّ - اَشۡهُرٌ - مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ - فَمَنۡ
حج — مہینے — معلوم — پھر جس نے

فَرَضَ - فِيۡهِنَّ - الۡحَجَّ - فَلَا رَفَثَ - وَ
لازم کرلیا — ان میں — حج — تو نہیں بے حجاب ہونا عورت سے اور

لَا - فُسُوۡقَ - وَ - لَا - جِدَالَ - فِى - الۡحَجِّ ؕ
نہ — گناہ کرنا — اور نہ — جھگڑا کرنا — میں — حج

اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ
حج کے چند مہینے معلوم ہیں پھر جس نے

فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ
ان میں حج لازم کرلیا تو عورت سے بے حجاب نہ ہو اور

لَا فُسُوۡقَ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ
نہ حج کے زمانہ میں گناہ اور جھگڑا کرے ۔

اَشۡهُرٌ (مہینے) حج کے لئے شوال۔ ذی قعدہ اور ماہ ذی الحجہ کے دس دن مقرر ہیں۔ حج کے اصل ارکان ذی الحجہ کے دوسرے ہفتہ میں ادا ہوتے ہیں۔ لیکن احرام دو ماہ پہلے شوال ہی کے مہینے سے باندھنا شروع ہوجاتا ہے۔ احرام اس پوشاک کا نام ہے۔ جو حرم (میقات) کی حدود میں داخل ہوتے ہی ہر حاجی پر واجب ہوجاتی ہے۔ یہ پوشاک کیا ہے بے سلی دو چادریں ۔

حضرت امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ حاجی جب چاہے احرام باندھ سکتا ہے۔ لیکن ماہ شوال سے پہلے اس کا باندھنا ناپسندیدہ ہے۔ ان کے نزدیک شوال سے پہلے بھی احرام باندھ لینا اس لئے جائز ہے۔ کہ احرام حج کا رکن نہیں بلکہ صرف حج کیلئے شرط ہے ۔

فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ (ان میں حج لازم کرلیا) یعنی حج کے موسم میں حج کرنے کی نیت کرلی اور حج اپنے اوپر واجب کرلیا۔ اس کے لئے لازم کرنے کی عملی نشانی احرام باندھ لینا ۔

رَفَثٌ (عورت سے بے حجاب ہونا، یہاں مراد ہے بیوی سے خلوت کے ساتھ مخصوص باتوں کا کرنا ۔

فُسُوۡق (گناہ کرنا) اس سے مراد ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ ہیں ۔

جِدَال (جھگڑا کرنا) مارپیٹ ہاتھاپائی۔ حجت تکرار۔ گالی گلوچ اور ناشائستہ الفاظ سے خطاب کرنا ۔

اس آیت میں حج کے چند ضروری احکام بیان کئے گئے ہیں۔ حج کے مہینے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اور اس دوران میں خاص طور پر تین باتوں سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے ۔

۱۔ بیوی کے ساتھ اختلاط اور بے حجابی بالکل ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ شہوانی خیالات زبان پر لانے کی بھی اجازت نہیں جس طرح روزوں میں کئی جائز امور سے پرہیز کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح حج کے زمانہ میں بھی پوری طہارت اور پاکیزگی برقرار رکھنے کا حکم ہے۔ (۲) تمام قسم کے چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بچا جائے۔ ظاہر ہے کہ احرام کی حالت میں جب کئی جائز کام بھی ناجائز ہوجاتے ہیں تو دوسرے گناہوں سے توبچنے کی سختی سے تلقین لازمی تھی۔ (۳) ہر قسم کے جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ حج کے موقعہ پر دنیا کے تمام حصوں سے لوگ آتے ہیں۔ ہر عمر۔ ہر قماش اور ہر مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر کسی قسم کی بدکاری اور جھگڑوں کی طرف رغبت ہوسکتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کو پہلے ہی منع کردیا۔ تاکہ مسلمانوں میں پاکدامنی اور قوت برداشت پیدا ہو۔

حج کا زادِ راہ

وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ
اور جو کچھ تم کرتے ہو سے نیکی اسے جانتا ہے اللہ

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ
اور جو کچھ نیکی تم کرتے ہو۔ اللہ اُسے جانتا ہے۔

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى
اور زاد راہ لے لیا کرو۔ کہ بیشک بہتر زاد راہ تقویٰ

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى
اور زاد راہ لے لیا کرو کہ بے شک بہتر زاد راہ تقویٰ ہے۔

وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾
اور مجھ سے ڈرتے ہو۔ اسے عقلمندو

وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾
اور اسے عقلمندو مجھ سے ڈرتے رہو۔

جاہلیت کے زمانہ میں عربوں کے ہاں یہ رواج تھا۔ کہ حج کو جاتے وقت سفر کی ضروریات ساتھ نہ لیتے تھے۔ بالکل خالی ہاتھ چل پڑتے اور راستے میں لوگوں سے بھیک مانگتے۔ ان کے نزدیک یہ بات بزرگی کی نشانی تھی۔ بعض لوگ تو یہاں تک کرتے کہ حج کے لئے روانہ ہوتے وقت اپنا تمام سرمایہ بالکل لٹا جاتے۔ یہ معمول ان لوگوں نے خواہ مخواہ اپنے دل سے گھڑ رکھا تھا۔ حالانکہ یہ کسی طرح عبادت کا حصہ نہ تھا۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہرگز مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح دوسروں پر بوجھ پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روانہ ہوتے وقت ضرورت کیمطابق روپیہ پیسہ ساتھ لے لیا کرو۔ اور اپنا بوجھ کسی دوسرے پر نہ ڈالا کرو۔ اللہ تعالیٰ نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔ ظاہری نمائش اور بناوٹی پاکیزگی کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اگر تم راستے کے لئے سفر خرچ لے لو تو اس میں گناہ کی کوئی بات نہیں اور نیکی کے منافی نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اصلی چیز تقویٰ ہے۔ یعنی برائی سے فطری طور پر پرہیز کرنا اور نیکی کی طرف فطری طور پر رغبت کرنا۔ اس لئے اللہ ہی سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔

تقویٰ سے مراد یہ ہے۔ کہ اللہ کا ہر حکم پورے خلوص دیانتداری اور اطاعت سے بجالانا چاہیئے۔ ہر کام صرف اسی کی خوشنودی کے لئے کرنا چاہیئے۔ دکھ، تکلیف، پریشانی، مصیبت اور آفت میں صرف اسی کو اپنا سہارا سمجھنا چاہیئے۔ نجات کیلئے اسی کو پکارنا چاہیئے۔ سکھ، آرام اور چین میں اسی کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ ہر کام کا آغاز اسی کا نام لے کر اور ہر کام کا انجام اسی کے نام سے کرنا چاہیئے۔ زندگی کے ہر میدان میں اس کی مدد تلاش کرنی چاہیئے۔ سارے معاملات طے کرنے میں صرف جائز طریقے اختیار کرنے چاہئیں اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنا چاہیئے۔ خوف خدا ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

یہی تقویٰ ہے۔ جس کے متعلق قرآن مجید میں بار بار حکم آتا ہے۔ کہ اس کی اہمیت مسلمان کی زندگی میں بہت زیادہ ہے۔ اسے بھول جانے سے انسان کی زندگی ناامیدی، پریشانی اور ناکامی سے بھر جاتی ہے۔ لہذا تقویٰ میں کمال حاصل کرنے کیلئے ہمہ وقت کوشش کرنی چاہیئے۔ حج تقویٰ پیدا کرنے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔

دُنیاوی فائدے

لَيْسَ - عَلَيْكُمْ - جُنَاحٌ - اَنْ - تَبْتَغُوْا
نہیں - تم پر - گناہ - کہ - تلاش کرو

فَضْلًا - مِّنْ - رَّبِّكُمْ ؕ
فضل - سے - تمہارا رب

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو

فَضْلًا (فضل) فضل کے لفظی معنی زیادہ کے ہیں۔ یہاں فضل سے مراد مال و دولت اور تجارت کے منافع ہیں۔ ان معنوں میں یہ لفظ متعدد جگہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔

ایک صحابی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ۔ مجنہ۔ اور ذوالمجاز بڑی بھاری منڈیاں تھیں حج کے دنوں میں یہاں خوب تجارت ہوا کرتی تھی۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد لوگوں نے اسے مناسب خیال نہ کیا۔ کہ حج کے دنوں میں تجارت کی جائے۔ ان کا یہ خیال تھا۔ کہ جو تاجر مال تجارت لے کر منیٰ اور مکہ کے بازاروں کے لئے جاتے ہیں۔ یا جو اونٹ والے اپنے اونٹ بیچنے کیلئے مزدلفہ، عرفات و منیٰ لے جاتے ہیں۔ ان کا حج ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جہاں تجارت آگئی وہاں عبادت کہاں باقی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور قیامت تک کے لئے یہ بات واضح کر دی کہ اسلام مال و زر اور دُنیا کے خلاف نہیں۔ بلکہ ان کاموں کے خلاف ہے۔ جو انسان کو دین اور عقبیٰ کے خیال سے غافل کر دیں۔

اسلام جسطرح آخرت کی فلاح و کامیابی کا ضامن ہے۔ اسی طرح لوگوں کی دنیاوی فلاح و بہبود کا بھی خواہش مند ہے۔ اور یہ خصوصیت اس کی ہر عبادت میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ وضو۔ نماز۔ نماز باجماعت۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے ارکان انسان کی روحانی قوت کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ اس کے دنیاوی۔ مادی۔ جسمانی۔ معاشی اور سیاسی فلاح و بہبود کو بڑھاتے ہیں۔

حج کے سلسلے میں دور دراز سے آنے والے مسلمان خشکی اور بحری سفر اختیار کرتے ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں سے ملت اسلامیہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس موقع پر بیشمار تجارتی اور معاشی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان باتوں کے پیش نظر قرآن مجید نے یہ اجازت دے دی کہ حج کرنے والے اصلی مقصد حج کو قرار دیں۔ اور اس کے ساتھ اگر تجارت بھی کر لیں۔ تو کوئی گناہ کی بات نہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے۔ کہ تجارت غرض نہ بن جائے۔ اصل مقصد حج ہی رہے۔

مِنْ رَّبِّكُمْ کا جملہ کہہ کر یہ بھی بتا دیا۔ کہ جو رزق یا فائدے تمہیں حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تمہاری اپنی ذاتی کوشش یا محنت کا نتیجہ نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ اپنی رحمت سے تمہیں دیتا ہے اس لئے تجارت اور کاروبار کرتے وقت بھی اس بات کی طرف نظر رکھو کہ جو نفع تمہیں ملے گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ہر وہ کام جو ایک انسان خدا کے احکام کے مطابق انجام دیتا ہے اور اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اسلام ایسے کام کو داخل عبادت قرار دیتا ہے اور دین کے منافی نہیں کہتا۔ اسلام جس چیز سے روکتا ہے۔ وہ ذخیرہ اندوزی قیمتیں بڑھانا۔ حرام کی تجارت کرنا اور ناجائز کاروبار ہیں۔

عرفات اور مشعر الحرام

فَاِذَآ - اَفَضۡتُمۡ - مِّنۡ - عَرَفٰتٍ
پھر جب - تم لوٹو - سے - عرفات
فَاذۡكُرُوا - اللّٰهَ - عِنۡدَ - الۡمَشۡعَرِ - الۡحَرَامِ
تو یاد کرو - اللہ - نزدیک - مشعر - الحرام

فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ
پھر جب تم طواف کے لئے عرفات سے لوٹو
فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ
تو مشعر الحرام کے نزدیک اللہ کو یاد کرو۔

اَفَضۡتُمۡ (تم لوٹو) یہ لفظ افاضہ سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں انبوہ در انبوہ چلنا یا واپس ہونا۔ اصطلاح میں اس سے مراد عرفات سے مزدلفہ کو واپسی ہے۔

عَرَفٰتٍ (عرفات) مکہ معظمہ سے جو سڑک مشرق کی طرف طائف کو جاتی ہے۔ اس پر مکہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر کئی میل کے رقبہ کا ایک لمبا چوڑا میدان ہے۔ اس کا نام عرفات ہے۔ اس میدان میں ایک پہاڑی بھی واقع ہے اس کا نام بھی عرفات ہے۔ جسکی بلندی سطح زمین سے ۲۰۰ گز ہے تمام سال یہ میدان بالکل سنسان پڑا رہتا ہے ۹ ذی الحجہ کو حاجیوں کی آمد سے اس میں بہت رونق ہوتی ہے۔ حاجی ۸ ذی الحجہ کی دوپہر تک منیٰ میں آجاتے ہیں۔ اور اگلے روز ۹ ذی الحجہ کو سورج نکلتے وقت ہی عرفات کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور دوپہر کو عرفات کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ دوپہر سے عصر کے وقت تک حاجیوں کو وہیں رہنا پڑتا ہے۔ اس قیام کو اصطلاح میں وقوف کہا جاتا ہے۔ اس میدان میں حاضری حج کا سب سے زیادہ اہم کام ہے۔ عرفات کے میدان میں قیام کا یہ سارا وقت توبہ و استغفار اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذارنا چاہیئے۔ جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو تو مزدلفہ (مشعر الحرام) کیلئے کوچ ہونا چاہیئے اس روز ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر عرفات کی مسجد نمرہ میں ظہر کے وقت ادا کی جاتی ہیں۔ اور مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ واپس پہنچ کر عشاء کے وقت ادا کی جاتی ہے۔

الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ (مشعر الحرام) مشعر کے لفظی معنیٰ نشانی یا علامت کے ہیں۔ اور حرام کا لفظ اس کی بزرگی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اس خاص مقام کا نام ہے۔ جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے ویسے سارے مزدلفہ کو بھی مشعر الحرام ہی کہتے ہیں۔

مزدلفہ۔ مکہ سے کوئی چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ منیٰ سے عرفات جانے کا ایک تو سیدھا راستہ ہے اور حاجی ۹ کو عرفات اسی راستے سے جاتے ہیں۔ لیکن عرفات سے واپسی کے لئے دوسرے راستے سے آنے کا حکم ہے۔ اسی راستہ میں مزدلفہ پڑتا ہے۔ حاجیوں کے قافلے رات یہیں گذارتے ہیں۔ اور پہاڑی کے اوپر مسجد میں سارا وقت نماز۔ عبادت اور توبہ و استغفار میں بسر کرتے ہیں۔

حج کے تمام اعمال میں سے فرض تین ہیں۔
(۱) احرام باندھنا (۲) ذوالحج کی ۹ تاریخ کو عرفات میں حاضر ہونا جسے وقوف بھی کہا جاتا ہے۔ (۳) طواف۔ ان تینوں میں اہم ترین وقوف ہے اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب عرفات سے واپس لوٹو۔ تو مزدلفہ میں قیام کر کے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ توبہ استغفار کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہو۔

ذکر و عبادت

وَ - اذْكُرُوْهُ - كَمَا - هَدٰىكُمْ - وَ - اِنْ - كُنْتُمْ
اور اسے یاد کرو جس طرح تمہیں سکھلایا اور بیشک تم تھے
مِّنْ - قَبْلِهٖ - لَمِنَ - الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾
اس سے - پہلے - سے - ناواقف۔

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ
اور اسے (اس طرح) یاد کرو جس طرح تمہیں سکھلایا۔
مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾
اور بے شک اس سے پہلے تم ناواقف تھے۔

اَلضَّآلِّيْنَ (ناواقف) یہ ضال کی جمع ہے۔ اس کے عام معنیٰ گمراہ کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ غافل اور ناواقف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ضَآل" سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام سے ناواقفیت ہے۔

ذکر کے معنیٰ یاد کے ہیں۔ ذاکر یاد کرنے والے کو کہتے ہیں۔ یہاں ذکر سے مراد عبادت الٰہی ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد ان طریقوں سے کرو۔ جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتائے ہیں۔ ان طریقوں کو چھوڑ کر اپنی طرف سے عبادت کے طریقے گھڑ لینا اور نئی صورتیں قائم کر لینا سخت گناہ ہے۔ دنیا اور دنیا والوں کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان کا سب سے بڑا حملہ یہی رہا ہے۔ کہ انہیں حقیقی راہ سے ہٹا کر من گھڑت طریقوں میں الجھا دیتا ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی لوگ بے شمار رسموں اور غلط عقیدوں میں مبتلا تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ ان کے اپنے بنائے ہوئے مخصوص طریقے اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کی اس آیت نے پوری طرح ان گمراہیوں اور غلط فہمیوں کی تردید کر دی۔

قرآن مجید نے لفظ اَلضَّآلِّيْنَ استعمال کر کے یہ بھی واضح کر دیا۔ کہ جب تک انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی سے کام نہ لے اس کی بھیجی ہوئی وحی کو مشعل راہ نہ بنائے اور اس کی نازل کی ہوئی تعلیم کو بنیاد عمل نہ ٹھہرائے وہ ناواقف اور بھٹکتا ہی رہے گا۔ وہ اپنی طرف سے کتنا ہی زور لگا کر کوئی راستہ تلاش کرے۔ اور کیسے ہی پرستش کے طور طریقے ایجاد کرے۔ پوجا کی صورتیں سوچ لے۔ لیکن سب باتیں گمراہی کی طرف لے جائیں گی اصل طریقہ وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ بتاتا ہے۔ اس لئے اپنی اور اپنے جیسے انسانوں کی خود ساختہ ہر تدبیر ناقص ہوگی۔ اور اس پر چلنا گمراہی کا باعث ہوگا۔

منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے صحیح ترین رہنما قرآن مجید ہے۔ اس میں بیان کی ہوئی باتیں اس ہستی کی بتائی ہوئی ہیں۔ جو دانا و بینا۔ حاضر و ناظر حلیم و حکیم اور خالق و مالک ہے وہ ہماری ضروریات کو اچھی طرح جانتا ہے اس لئے اپنے وسیع علم سے کام لے کر ایسی راہ بتاتا ہے۔ جو آسان اور سیدھی ہو۔ ہمیں چاہیئے کہ صرف اسی راہ کو معتبر مانیں اور انسانوں کے گھڑے ہوئے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔

مساوات کا حکم

ثُمَّ - اَفِیضُوا - مِنْ - حَیْثُ - اَفَاضَ - النَّاسُ
پھر - پھرو - سے - جہاں - پھریں - لوگ
وَ - اسْتَغْفِرُوا - اللّٰهَ - اِنَّ - اللّٰهَ - غَفُوْرٌ
اور - مغفرت چاہو - اللہ - بے شک - اللہ - بخشنے والا
رَّحِیْمٌ ۝۱۹۹
مہربان

ثُمَّ اَفِیضُوا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ
پھر طواف کے لئے پھرو جہاں سے لوگ پھریں
وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
اور اللہ سے مغفرت چاہو۔ بیشک اللہ تعالےٰ بخشنے
رَّحِیْمٌ ۝۱۹۹
والا مہربان ہے۔

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں قریش بیت اللہ کے مجاور تھے۔ اور اس بنا پر وہ اپنے آپ کو حمس کہتے تھے۔ حج کے دنوں میں عام لوگ عرفات کے میدان میں جاکر قیام کرتے۔ لیکن قریش مزدلفہ ہی تک رہتے کیونکہ مزدلفہ حرم کی حد میں ہے۔ اور عرفات اس سے باہر۔ وہ خیال کرتے تھے۔ کہ حرم کی حدود سے باہر جانا ان کی بزرگی اور عزت کے خلاف ہے۔ اور وہاں جاکر ان کا عوام سے ملنا مذہبی فضیلت کے منافی ہے۔ قرآن مجید نے اس غلط خیال کی تردید کی۔ یہاں اللہ تعالےٰ نے ان دو بہت بڑی غلطیوں کو دور کیا ہے۔ جن میں دنیا ہمیشہ سے مبتلا رہی ہے۔ اور آج بھی بہت سے لوگ اتنی ترقی کے بعد بھی ان میں مبتلا ہیں۔

اول یہ کہ قومی امتیاز اور نسلی برتری کوئی چیز نہیں۔ اللہ کی نظر میں سب یکساں اور برابر ہیں۔ اس کے ہاں اگر کسی چیز کی قدر ہے۔ تو وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ اس لئے مساوات کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے۔ جب تمام قومی اور نسلی امتیازات مٹا دیئے جائیں اور ہر نسل و رنگ کے انسانوں کو ایک جیسا سمجھا جائے۔

دوسرے یہ کہ قوموں کی تباہی اور بربادی اس وقت شروع ہو جاتی ہے۔ جب تعلیم یافتہ اونچے طبقے اور عوام میں تعلق باقی نہ رہے۔ وہ ایک دوسرے سے ملنا چھوڑ دیں۔ حالانکہ پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی امداد کے لئے قوت و توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ عام لوگوں سے اپنا تعلق توڑ لیں گے۔ ان سے میل جول بند کر دیں گے۔ تو وہ رفتہ رفتہ خود تباہ ہو جائینگے اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیئے۔ کہ عوام کو ہر وقت رہنمائی اور اصلاح کرنے والوں کی ضرورت رہتی ہے جب انہیں سیدھی راہ بتانے والا کوئی نہ ملے گا۔ تو وہ گمراہی کی طرف بڑھتے جائینگے۔ حتیٰ کہ ان میں اور حیوانوں میں فرق باقی نہ رہیگا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سب ایک ہی جگہ قیام کریں گے اور ایک جگہ سے ہی ان کی واپسی ہوگی۔ گویا کسی میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ توبہ استغفار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہو۔ آئندہ غلط حرکات سے باز رہنے کا وعدہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ تمہاری خطائیں معاف فرمائے گا۔ وہ بہت بخشش والا رحمت والا ہے۔

مناسکِ حج کے بعد

فَاِذَا - قَضَيْتُمْ - مَّنَاسِكَ - كُمْ - فَاذْكُرُوا
پھر جب پورے کر چکو حج کے کام اپنے تو یاد کرو
اللّٰهَ - كَذِكْرِكُمْ - اٰبَآءَكُمْ - اَوْ - اَشَدَّ - ذِكْرًا
اللہ - جیسے تم یاد کرتے تھے - اپنے باپ دادا - بلکہ اس سے بھی زیادہ - یاد کرو۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا
پھر جب اپنے حج کے کام کو پورا کر چکو تو اللہ کو
اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا
یاد کرو۔ جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادا کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو

قَضَيْتُمْ (پورے کر چکو) یہ لفظ قضا سے نکلا ہے جس کے معنیٰ ہیں بجالانا یا کر چکنا۔ خصوصاً عبادت ادا کر لینا۔

مَنَاسِكَكُمْ (اپنے حج کے کام) مناسک سے مراد وہ مراسم اور عبادت ہیں۔ جن کا تعلق حج سے ہے۔ انہیں مناسک کے علاوہ شعائر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح حج کی عبادتوں کے لئے مخصوص ہے۔

جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا۔ کہ حج سے فارغ ہو کر حاجی منیٰ کے میدان میں تین دن تک (۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ) جمع رہتے اور یہاں اپنے قبیلے اور باپ دادا کے کارناموں کا ذکر کرتے۔ ان کی فضیلتیں اور بڑائیاں بیان کرتے۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر فخریہ انداز میں خاندانی عظمت کا اظہار کرتے۔ باپ دادا کی بزرگی بیان کرنے سے کیا فائدہ۔

انسان کو برتری اور بزرگی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سب کا پیدا کرنے والا۔ پرورش کرنے والا۔ عقل۔ سمجھ۔ دانائی۔ اور حکمت عطا کرنے والا اور شرافت اور عظمت عطا کرنے والا وہی ہے اس لئے ہر قسم کی تعریف اور ثنا اسی کے لئے مخصوص ہونی چاہیئے۔ اس کے سوا کسی دوسرے کی بزرگی اور بڑائی کے گیت گانا اور انہیں معبود کا درجہ دینا شرک کے برابر ہے۔

آپ دیکھتے ہیں۔ کہ جب سے حج کا ذکر شروع ہوا ہے۔ مساوات پرہیزگاری۔ عاجزی اور تزکیہ نفس پر برابر زور دیا جا رہا ہے۔ بار بار اللہ تعالیٰ کے ذکر۔ عبادت اور توبہ و استغفار کی تلقین کی جا رہی ہے۔ حرم کی حدود میں داخل ہوتے ہی سب کو ایک ہی قسم کا لباس پہننے کا حکم ہے۔ پھر بعض ان جائز کاموں سے بھی پرہیز کرنے کا حکم ہے۔ جو اس راہ میں حائل ہو سکتے تھے۔ بہت سی دل پسند اور مرغوب طبع باتوں سے باز رہنے کو کہا گیا ہے۔ قدم قدم پر لبیک یعنی "اے اللہ میں حاضر ہوں" کہنے کا حکم ہے۔ مسلسل ذکر الٰہی کی ہدایت کی گئی ہے۔ عبادت کی یہ خصوصیت صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے۔

ہمیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو غور سے سنیں۔ ان پر عمل کریں۔ زندگی کی اصلاح کریں۔ حرام اور ناجائز چیزوں سے پرہیز کریں۔ اس کا ذکر بلند کریں۔ لوگوں کو راہ حق کی دعوت دیں اپنے اندر تقویٰ پیدا کریں۔ اور دنیا کی قوموں کے لئے اچھے اخلاق اور بہتر اعمال کا زندہ نمونہ بن کر مثال قائم کریں۔

دُنیا کے طلب گار

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دُنیا میں دے اور اس کے لئے آخرت میں کچھ حصّہ نہیں

فَمِنَ - النَّاسِ - مَنْ - يَّقُوْلُ - رَبَّنَآ - اٰتِنَا - فِي - الدُّنْيَا - وَ - مَا - لَهٗ - فِي - الْاٰخِرَةِ - مِنْ - خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

پھر کوئی - آدمی - جو - کہتا ہے - اے ہمارے رب - ہمیں دے - میں - دنیا - اور - نہیں - اسکے لئے - میں - آخرت - کچھ - حصّہ

دنیا میں بعض انسان ایسے بھی پائے جاتے ہیں۔ جن پر دنیا کی ہوس اس قدر غالب ہے۔ کہ وہ اسے ہی اپنا انتہائی مقصد سمجھ بیٹھے ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے بڑی کامیابی اور فتح یہی ہے۔ کہ زیادہ سے زیادہ مادی فائدے حاصل کریں۔ مال وزر کے ڈھیر لگائیں۔ دولت وثروت اکٹھی کرلیں۔ اس کی جستجو میں وہ اندھے ہوئے جاتے ہیں۔ دنیا کے یہ طلبگار۔ حرص ولالچ کے پیکر میں پھنس کر اپنی عاقبت اور حسنِ انجام کو بھی اس دوڑ دھوپ میں قربان کر دیتے ہیں۔

اس مرض میں وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ جو اخلاق میں پست۔ معاملات میں کھوٹے۔ برتاؤ میں خود غرض۔ آخرت کے انکاری اور عارضی فائدوں کے دیوانے ہوں۔ ان کی نگاہ ہمیشہ قریبی نفع پر ہی رہتی ہے۔ یہ لوگ دیرپا نتائج کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہر کام میں وہ اسی چیز کے متمنی رہتے ہیں۔ جس کا جلدی سے انہیں پھل مل جائے۔ صبر اور تحمل کی طاقت ان میں نہیں ہوتی غرض اس دوڑ دھوپ اور کوشش میں وہ اس قدر مگن ہو جاتے ہیں اگر عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگیں۔ یا کوئی نیک کام بھی کریں۔ تو اس میں بھی ان کا مقصد صرف دنیاوی فائدے حاصل کرنا ہوتا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کو محض اس لئے پکارتے ہیں۔ کہ وہ ان کے پاس روپے پیسے کے ڈھیر لگا دے۔ ان کی مادی ضروریات پوری کر دے۔ جہاد میں صرف اس لئے حصّہ لیتے ہیں۔ کہ مال غنیمت ہاتھ آجائے۔ حج صرف اسلئے کرتے ہیں۔ کہ تجارتی فائدے سمیٹ لیں نماز اور زکوٰۃ اس لئے ادا کرتے ہیں۔ کہ لوگوں کا اعتماد حاصل کریں اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ ان لوگوں کے نزدیک جنت اور آخرت کی نعمتیں کوئی شئے نہیں۔ وہ قیامت کو ایک بیکار عقیدہ سمجھتے ہیں۔ مرنے کے بعد کی یقینی زندگی ان کے خیال میں ایک انہونی سی بات ہے۔ زندگی کے اعمال کے بدلہ کا عقیدہ وہ نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک زندگی صرف دنیا ہی کی ہے۔ اور کامیابی صرف دنیاوی ہی ہے۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ یہ منافقانہ اور کافرانہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیا ہماری مسلسل زندگی کا ایک مختصر سا حصّہ ہے۔ باقی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی ہمیں موت کے بعد ہی نصیب ہوگی۔ وہ ہمارے ان اعمال کا پھل ہوگی۔ جو ہم اس دنیا میں کریں گے۔ آخرت کی زندگی ابدی۔ قائم ودائم اور ختم نہ ہونے والی زندگی ہے۔ اس کا آرام اور کامیابی اصل کامیابی ہے چاہیئے تو یہ کہ اپنی دنیا کی زندگی کو اسطرح استوار کریں کہ یہ ہماری آنے والی زندگی کیلئے کامیابی کا زینہ بنے۔

دنیا اور آخرت کے طالب

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

وَ مِنۡهُمۡ - مَّنۡ - يَّقُوۡلُ - رَبَّنَاۤ - اٰتِنَا
اور ان میں کوئی جو کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دے
فِى - الدُّنۡيَا - حَسَنَةً - وَّ - فِى - الۡاٰخِرَةِ
میں دنیا خوبی اور میں آخرت
حَسَنَةً - وَّ - قِنَا - عَذَابَ - النَّارِ ﴿۲۰۱﴾
خوبی اور ہمیں بچا عذاب دوزخ

اور کوئی ان میں کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں خوبی دے اور آخرت میں خوبی (دے) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

پچھلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا۔ جو صرف دنیا کے طلبگار ہیں۔ وہ اگرچہ اللہ کا انکار تو نہیں کرتے۔ لیکن آخرت کو بالکل نہیں مانتے۔ ان کی دعائیں۔ التجائیں، تمنائیں اسی مادی دنیا کی ترقیوں تک محدود رہتی ہیں۔ اور ان کی عبادت کا مقصد بھی صرف دنیا کے فوائد کا حصول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا یہ بتائی۔ کہ آخرت میں انہیں کسی قسم کا ثواب اور حصہ نہیں ملے گا کیونکہ وہ جو کچھ چاہتے ہیں اور جس کے لئے کوشش کرتے ہیں، وہ انہیں دنیا میں مل جائے گا۔ اب جبکہ انہوں نے اس دنیا میں اپنا مطلب پا لیا۔ تو آخرت میں ان کے حصہ میں کچھ نہیں آئے گا۔

موجودہ سبق میں ان صحیح خیال اور درست کردار مومنوں کا ذکر ہے۔ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ جن کے نزدیک قیامت اور مکافاتِ عمل ضرور پیش آئیں گے۔ اس لئے ان کی نظر محض دنیا پر نہیں بلکہ آخرت پر بھی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ آخرت سے منہ موڑ کر صرف دنیا نہیں چاہتے۔ اور ایسے کام نہیں کرتے۔ جن سے انہیں دنیا کا فائدہ تو مل جائے۔ لیکن آخرت کا ثواب جاتا رہے۔ وہ اپنے معاملات برتاؤ اور معاشرت میں حسنِ انجام کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

حَسَنَةً سے یہ ظاہر ہے کہ مومن خیر و خوبی کا طالب ہے۔ دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی۔ دنیا میں وہ نیک عمل کرنے کی توفیق مانگتا ہے۔ اپنی دعاؤں اور عبادتوں سے وہ نیک عملی اور نیکوکاری کی استعداد اور طاقت طلب کرتا ہے۔ اور آخرت میں اس نیک عملی اور نیکوکاری کا نیک پھل مانگتا ہے۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ دنیا میں اعلیٰ اخلاق اور عمدہ معاملات کرتا ہے، اور آخرت کے لیے توشہ بناتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے کہ مجھے دوزخ کی آگ سے بچا، مجھے جنت میں جگہ دے اور کامیابی نصیب کر، بہترین انسان کی زندگی کا معیار یہی ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی اور زندگی کے معاملات میں دنیا اور آخرت دونوں کو پیش نظر رکھے اور جہنم کے عذاب سے ڈرتا رہے۔

یہ بات یاد رہے۔ کہ اسلام نے دنیا اور آخرت کا مقابلہ تو بتلایا ہے۔ لیکن دین دنیا کا مقابلہ نہیں کیا۔ مبارک ہیں وہ انسان جو دنیا میں ایسی زندگی بسر کریں کہ ساتھ ہی ان کی آخرت بھی سنور جائے۔

مُحاسبہ اعمال

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ
انہی لوگوں کیلئے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔

وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾
اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اُولٰٓئِكَ - لَهُمْ - نَصِيبٌ - مِّمَّا - كَسَبُوا
وہ لوگ - ان کیلئے - حصہ - سے - ان کی کمائی

وَ - اللّٰهُ - سَرِيعُ - الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾
اور - اللہ - جلد - حساب

قرآن مجید نے پچھلی آیتوں میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک وہ جو صرف دنیا کی زندگی میں ہی ہر قسم کی کامیابی چاہتے ہیں۔ اپنے ہر عمل اور ہر عبادت سے ان کا مقصود صرف دنیا کمانا ہوتا ہے۔ وہ نہ قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ نہ دوسری زندگی کے نتائج پر۔ اس لئے اپنی محنت اور کوشش کا پھل وہ اسی دنیا میں مانگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔

دوسرے وہ جو اللہ یوم قیامت اور دوسری زندگی سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنی نیکیوں کے بدلے صرف دنیاوی جاہ و جلال ہی نہیں مانگتے۔ بلکہ ایسے کام کرتے ہیں۔ کہ ان کی دنیا اور عاقبت دونوں درست ہو جائیں۔ دنیا کے علاوہ انہیں اخروی زندگی میں بھی آرام ملے گا۔ گویا وہ دونوں زندگیوں کو اپنی اپنی جگہ پر رکھتے ہیں۔ آخرت بیچ کر دنیا نہیں کماتے اور نہ دنیا ترک کر کے آخرت کی تلاش کرتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی چاہتے ہیں۔ وہ دوزخ کی آگ سے بچنے کے آرزومند ہیں۔ اور اس سے بچنے کے لئے ایسے کاموں میں نہیں الجھتے جو انہیں دوزخ میں ڈلوادیں۔

ان دوسری قسم کے لوگوں کا انجام آج کی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ ان لوگوں کو ان کے نیک عملوں کے عوض آخرت میں نیک اجر ملے گا۔ ان کی خواہش کے مطابق دوزخ سے انہیں دور رکھا جائے گا۔ ان کی بھول چوک معاف کر دی جائے گی جنت میں رہنے کو جگہ دی جائے گی۔ اور وہ دیکھ لیں گے۔ کہ دنیا کی زندگی کے بعد ایک آخرت کی زندگی بھی ہے۔ دنیا کا مال و متاع اس زندگی کے لطائف کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ دنیا کی آسائشیں عزت اور مرتبے سب عارضی اور ناپائیدار تھے۔ اس کے مقابلہ میں جنت کی نعمتیں ابدی اور سکون بخش ہیں۔ یہاں کا آرام اور چین ہمیشہ رہنے والا ہے۔

سَرِيعُ الْحِسَابِ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے۔ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور صرف دنیا مانگتے ہیں انہیں بتا دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ قیامت کچھ دور نہیں۔ اس دن یہ لوگ دیکھ لیں گے۔ کہ آخرت کو بھول کر دنیا میں ہی اپنے عملوں کا اجر مانگ کر وہ کتنے خسارے میں رہے۔ دوسری طرف اس جملہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تسکین دی ہے۔ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی چاہتے ہیں۔ انہیں بتا دیا کہ تمہیں بہت جلد تمہارے نیک کاموں کا پورا پورا اجر ملے گا۔ اس لئے تم اپنی اس روش پر اور پختہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مقدم بیان کیا ہے۔ اور آخرت کی دعا کا ذکر بعد میں کیا ہے یعنی اسلام دنیا کا مخالف نہیں۔ بلکہ چاہتا ہے کہ دنیا کے کام آخرت کے تصور سے کئے جائیں۔

حج کے ایام

وَ-اذْكُرُوا-اللّٰهَ-فِيْٓ-اَيَّامٍ-مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ

اور - یاد کرو - اللہ - میں - دن گنتی کے چند اور گنتی کے چند (مقررہ) دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔

ایامِ مَّعْدُوْدٰت (گنتی کے چند دن) ایام کا واحد یوم ہے اور معدودت عدد سے ہے۔ ان دنوں سے مراد ذی الحج کی دسویں۔ گیارھویں اور بارھویں تاریخیں ہیں۔ انہیں اصطلاح میں "ایام تشریق" بھی کہتے ہیں۔ تشریق کے معنی قربانی سکھانے کے ہیں۔ ان دنوں میں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ تمام حاجی ۹ ذوالحجہ کو ظہر سے مغرب کے وقت تک عرفات میں جمع رہتے ہیں۔ وہاں سے سورج غروب ہونے تک واپسی شروع ہو جاتی ہے۔ رات مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں۔ اگلے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو منٰی میں پہنچ جاتے ہیں۔ منٰی مکہ معظمہ سے شمال مغرب میں چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ کسی زمانہ میں یہ ایک میدان تھا۔ اب یہاں بہت سی پختہ اور عالی شان عمارتیں بن گئی ہیں۔ حج کے موسم میں حاجی یہ عمارتیں بڑے بڑے کرایوں پر لے لیتے ہیں اور یہاں خوب رونق رہتی ہے۔ اس زمانہ میں یہاں بہت بڑا اور پُر رونق بازار لگتا ہے دنیا جہان کی چیزیں اس بازار میں مل جاتی ہیں۔ حاجی ذوالحجہ کی بارھویں تاریخ کی شام تک یہیں رہتے ہیں۔ اور حج کے سلسلہ میں کئی واجبات اور سنتیں یہاں بجا لاتے ہیں۔ مثلاً قربانی کرتے ہیں سر کے بال اترواتے ہیں۔ شیطانوں کے کنکریاں مارتے ہیں اور احرام اتارتے ہیں۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان دنوں میں یہاں اللہ کو خوب یاد کرو۔ اس کی یاد اور عبادت میں مشغول رہو۔ ان دنوں میں اللہ کی یاد کی ایک خاص صورت یہ ہے کہ ہر حاجی دسویں تاریخ کو بڑے پتھر (جمرہ عقبیٰ) پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا جاوے۔ کنکریاں مارنے کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح گیارہ اور بارہ تاریخ کو یکے بعد دیگرے تینوں پتھروں پر سات سات کنکریاں مارے لیکن ان پر کنکریاں سورج ڈھلنے کے بعد ماری ہوں گی۔ اس کے بعد مکہ جانے کی اجازت ہے۔

آپ نے دیکھا کہ جب سے حج اور اس کے احکام کا بیان شروع ہوا ہے ذکر الٰہی کی تاکید قرآن مجید نے بار بار کی ہے یوں بھی دل کے سکون روح کی پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ اور حج کے ساتھ تو اس کی خاص مناسبت ہے۔ دنیا کے تمام گوشوں سے مختلف نسل اور مختلف مزاجوں کے لوگ یہاں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ سفر کی مشکلیں پردیس کی تکلیفیں۔ وطن کی یاد۔ اہل و عیال سے علیٰحدگی تمام ایسی باتیں ہیں۔ جن سے ہر انسان کا پریشان ہو جانا لازمی ہے۔ ایسے اجتماعوں میں ایک دوسرے سے الجھ جانا۔ سخت کلامی اور کش مکش کا واقع ہو جانا معمولی بات ہے۔ لیکن حج میں ایسی باتوں کا امکان نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حاجی ان مشقتوں کو بھول کر صرف ایک چیز کی طرف دھیان دیں اور وہ ہے ذکر الٰہی۔ اس کی اطاعت کریں اسی کے احکام سننے اور سنانے میں مصروف رہیں۔ اسی کی حمد و ثنا میں مگن رہیں۔ کثرتِ تکبیر میں باقی سب کچھ بھول جائیں۔

نیکی کی اصل تقویٰ ہے

فَمَنْ - تَعَجَّلَ - فِیْ - یَوْمَیْنِ - فَلَآ - اِثْمَ
پھر جو کوئی جلدی چلا گیا میں دو دن تو نہیں گناہ

عَلَیْهِ ۚ وَ - مَنْ - تَاَخَّرَ - فَلَآ - اِثْمَ - عَلَیْهِ ۙ
اس پر اور جو کوئی رہ گیا تو نہیں گناہ اس پر

لِمَنِ - اتَّقٰى ؕ وَ - اتَّقُوا - اللّٰهَ - وَ - اعْلَمُوْٓا
جو کہ ڈرتا ہے اور ڈرتے رہو اللہ اور جان لو

اَنَّكُمْ - اِلَیْهِ - تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
بے شک تم اس کے پاس تم سب جمع ہوگے

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ
پھر جو کوئی دو ہی دن میں جلدی چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ

عَلَیْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ
نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں

لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
جو کہ ڈرتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو

اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
بیشک تم اسی کے پاس جمع ہوگے۔

جیسا کہ پچھلے سبق میں بیان کیا گیا ہے۔ عبادت کے خاص تین دن ہیں جنہیں ایام تشریق کہتے ہیں۔ یعنی ۱۰-۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ لیکن اگر کوئی شخص بارھویں تاریخ کے بعد بھی وہاں ٹھہرتا ہے اور ذکر الٰہی کرتا ہے۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر کوئی شخص صرف دو ہی دن وہاں ٹھہرنے کے بعد مکہ کو روانہ ہو جاتے۔ تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ اصل چیز تقویٰ ہے۔ اللہ کا ڈر اور خوف، یعنی ان چیزوں سے پرہیز کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اس کی اطاعت میں کوئی عذر اور بہانہ تلاش نہ کرنا۔ اس کی خوشنودی کو مقصد بنائے رکھنا۔ اس کے احکام پر عمل کرنا اور دوسروں کو ترغیب دینا۔ یوم حشر کو سامنے رکھنا۔ موت کے بعد زندگی پر ایمان رکھنا اور اس کے لئے سامان کرنا۔

شرعی احکام کی تعمیل میں کچھ بے قاعدگی بعض مجبوریوں کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ مجبوریاں صرف اسی شخص کی مانی جائیں گی۔ جو نیک نیتی، پاکدامنی اور پرہیزگاری کا پابند ہے۔ کسی بغاوت اور سرکشی سے اللہ کے احکام کے خلاف عمل نہیں کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص اللہ کے حکموں کے ماننے میں ہرگز ہرگز بہانہ یا عذر تلاش نہیں کرے گا۔ اصل چیز جس کا انسان میں پیدا کرنا درکار ہے۔ وہ تقویٰ ہے اس کے ہوتے ہوئے اگر لاچاری یا مجبوری کی بنا پر کچھ کوتاہی ہو جائے تو معاف کی جا سکتی ہے۔

قرآن مجید تقریباً ہر حکم کے ساتھ تقویٰ الٰہی کی تلقین کرتا ہے۔ اس لئے کہ انسانی زندگی میں اس کی اہمیت بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے مقصود انسانی زندگی میں طہارت، پاکیزگی اور عمدگی پیدا کرنا ہے۔ لیکن اگر ان خصوصیتوں کے ہوتے ہوئے کوئی شخص احکام بجالانے سے کچھ مجبور ہو۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(یہاں حج کا بیان ختم ہوتا ہے)

قسمیں کھانے والے جھگڑالو

وَ-مِنَ-النَّاسِ-مَنْ-يُّعْجِبُكَ-قَوْلُهٗ-فِي
اور بعض آدمی وہ جو تجھے پسند آتی ہے اس کی بات میں
الْحَيٰوةِ-الدُّنْيَا-وَ-يُشْهِدُ-اللّٰهَ-عَلٰى-مَا
زندگانی کے کام - دنیا - اور گواہ کرتا ہے اللہ اوپر - جو
فِيْ-قَلْبِهٖ-وَ-هُوَ-اَلَدُّ-الْخِصَامِ (۲۰۴)
میں اس کے دل اور وہ سخت جھگڑالو

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي
اور بعض آدمی وہ ہے کہ تجھے اس کی بات پسند آتی ہے دنیا
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا
کی زندگانی کے کاموں میں اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو
فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲۰۴)
گواہ کرتا ہے اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ (اور بعض آدمی) ضروری نہیں کہ "بعض" سے صرف ایک آدمی ہی مراد ہے۔ ایک بھی ہو سکتا ہے۔ اور اسی فطرت کے بہت سے آدمی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

قَوْلُهٗ (اس کی بات) یعنی اس کا یہ دعویٰ کہ وہ اسلام پر قربان ہونے کو تیار ہے اسے اسلام سے بہت محبت ہے۔

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زندگانی کے کاموں میں) یہاں فِي سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ اسے اپنی چرب زبانی سے دنیا حاصل کرنی ہوتی ہے۔ آخرت نہیں۔ اور وہ دنیاوی امور کے متعلق ایسی باتیں بناتا ہے۔ گویا اس سے بڑھ کر کوئی عقلمند اور دانا نہیں۔
يُشْهِدُ اللّٰهَ (اللہ کو گواہ کرتا ہے) یعنی اللہ کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے قسم کھانے سے مراد یہی ہوتی ہے۔ کہ میں اس کو اپنے اس بیان پر گواہ ٹھہراتا ہوں۔ جس کی میں قسم کھا رہا ہوں۔

اس سے قبل حج کا بیان گذر چکا ہے۔ اور یہ بھی بتلایا جا چکا ہے کہ کچھ بد قسمت انسان صرف دنیا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ آخرت کے اچھے نتائج سے یکسر محروم ہیں۔ لیکن نیک بندے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کے طالب رہتے ہیں۔ اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

اس آیت سے بدبخت اور منافقین کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ انکی زبان شیریں معلوم ہوتی ہے بظاہر باتیں بڑی عقل کی کرتے ہیں۔ لیکن دل سے سخت جھگڑالو اور فتنہ پرور ہوتے ہیں —— اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک شخص اخنس بن شریق تھا۔ وہ ظاہری طور پر اسلام کا بڑا غمخوار اور ہمدرد معلوم ہوتا تھا اپنی زبان سے اسلام سے اپنی محبت کا بہت دعویٰ کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتا تو بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا۔ بات بات پر قسمیں کھاتا۔ لیکن جب یہ مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا۔ تو طرح طرح کی شرارتوں میں لگ جاتا اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں سوچتا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اسی شخص کے لئے اتری لیکن یہ ہر اس شخص پر صادق آتی ہے۔ جو اس فطرت کا آدمی ہو۔ اس قسم کے منافق کی مزید نشانیاں اگلی آیتوں میں بیان کی جائیں گی۔ یہاں منافق کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ زبان سے بڑے دعوے باندھتا ہے لفظی طور پر اپنے مومن ہونے کا یقین دلاتا ہے لیکن دراصل وہ بڑا جھگڑالو ہے۔ اسلام اور اسکے پیرووں سے دشمنی رکھتا ہے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

فساد پردازی

وَ - اِذَا - تَوَلّٰی - سَعٰی - فِی - الْاَرْضِ
اور جب لوٹے دوڑتا پھرے میں ملک

لِیُفْسِدَ - فِیْهَا - وَ - یُهْلِكَ - الْحَرْثَ - وَ - النَّسْلَ ؕ
تاکہ فساد کرے اس میں اور تباہ کرے کھیتیاں اور نسل

وَ اللّٰهُ - لَا - یُحِبُّ - الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾
اور اللہ ناپسند کرتا ہے فساد

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ
اور جب تیرے پاس سے لوٹے تو ملک میں دوڑتا پھرے

لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ
تاکہ اس میں فساد کرے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کرے

وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾
اور اللہ فساد ناپسند کرتا ہے۔

تَوَلّٰی (لوٹے) اس کے دو معنیٰ ہیں لوٹنا یا حاکم بننا۔ یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اُٹھ کر چل دے۔ اور دوسرے معنوں کی رو سے حاکم بن جاتے "بعض مفسروں نے یہاں یہی معنے کئے ہیں یعنی وہ ملک کا حاکم ہوجاتا ہے یا کسی جگہ اسے اقتدار مل جاتا ہے۔

سَعٰی (دوڑتا پھرے) اس لفظ کے معنیٰ ہیں سرگرم ہوجانا۔ دوڑ دھوپ کرنا۔ کوشش میں لگ جانا۔ یہاں مراد فساد مچانے اور خرابی برپا کرنے میں سرگرم ہوجانے سے ہے۔

فِی الْاَرْضِ (ملک میں) ارض (زمین) کا لفظ لانے سے عام طور پر یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ منافقین بڑے وسیع پیمانے پر اپنی سرگرمیاں کرتے ہیں۔ وہ دور دور تک خرابیاں برپا کرتے ہیں۔ البتہ ارض کے الف لام سے کسی خاص جگہ کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے جیسے شہر مدینہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین نے مرکز بنا رکھا تھا۔

اَلْحَرْثَ (کھیتیاں) یعنی فساد برپا کرنے والوں نے کھیتوں کو برباد کیا۔ اور انہیں آگ لگادی۔ اس سے بعض مفسرین نے عورتیں بھی مراد لی ہیں اور بعض لوگوں نے دین کو نقصان پہنچانا بھی اس کے مفہوم میں شامل کیا ہے۔

اَلنَّسْلَ (جانیں) نسل کو تباہ کرنے میں نسل انسانی اور نسل حیوانی دونوں شامل ہیں۔ بعض مفسرین نے یہاں اس سے مراد نسل انسانی ہی لی ہے مجموعی طور پر قتل و غارت اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہے۔

پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ وہ ظاہر میں اسلام کی ہمدردی کے دعوے کرتا ہے لیکن اندر سے اسلام کا دشمن ہے۔ پھر یہ کہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر اپنے سچا ہونیکا یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ بات بات پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہے لیکن دراصل وہ جھگڑالو قسم کا آدمی ہے ہر حق بات سے الجھتا ہے۔ سچ کا دشمن ہے۔ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اس آیت میں ایسے لوگوں کی مزید نشانیاں بتائی گئی ہیں یعنی یہ کہ ملک میں فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکاتے ہیں۔ ہنگامہ آرائی کرتے ہیں متحد قوم کو مختلف گروہوں میں بانٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ انکی طرف متوجہ ہوں کھیت جلا دیتے ہیں مویشی ہلاک کر دیتے ہیں زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ خلاف فطرت فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جس سے نسل انسانی لازمی طور پر تباہ ہوجاتی ہے۔

جھوٹا وقار

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

وَ - اِذَا - قِيْلَ - لَهُ - اتَّقِ - اللّٰهَ - اَخَذَتْهُ
اور جب کہا جائے اس سے ڈر اللہ آمادہ کرے اُسے

الْعِزَّةُ - بِالْاِثْمِ - فَحَسْبُهٗ - جَهَنَّمُ
غرور گناہ پر سو اسے کافی ہے دوزخ

وَ لَبِئْسَ - الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾
اور بیشک برا ٹھکانہ

اور جب اُسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو غرور اسے گناہ پر آمادہ کرے سو اس کے لئے دوزخ کافی ہے اور بیشک وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں منافقوں کی ایک اور نشانی بیان کی گئی ہے۔ یعنی لوگوں پر ظلم کرنے جھوٹے دعوے باندھنے۔ فتنہ و فساد مچانے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے غرور میں آکر اللہ تعالےٰ سے بھی سرکشی اور بغاوت کرتے ہیں۔ جب لوگ انہیں سمجھاتے ہیں کہ ہنگامہ آرائی اور شرارت کی راہ سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آؤ۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرو امن اور چین کی زندگی بسر کرو۔ تو وہ اپنی جھوٹی شان اور خود ساختہ عزت کو برقرار رکھنے کے لئے سرکشی اور گناہ میں اور زیادہ سرگرم ہو جاتے ہیں۔

لوگوں کے یہ کہنے پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان کے غرور پر زبردست چوٹ پڑتی ہے۔ جھوٹی آرزوؤں اور جھوٹی شان کا بنایا ہوا ان کا سارا محل دھڑام سے نیچے آگرتا ہے۔ جس سے ان کا پول کھل جاتا ہے اور وہ کہیں کے نہیں رہتے۔ لہٰذا اپنے جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لئے وہ اللہ کی نافرمانیاں کرنے کی پروا نہیں کرتے۔ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر کے راستباز لوگوں کی رائے کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم بنا رکھا ہے۔ جہاں انہیں جھونک دیا جائے گا۔ یہ ہمیشہ اس میں جلتے رہیں گے اور اپنے غرور کا مزہ چکھیں گے۔

شریعت اسلام کے مقاصد تو یہ ہیں۔ کہ دنیا میں عدل و انصاف اور امن و چین عام ہو جائے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی آزادی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی تعلیم اور بتائی ہوئی ہدایت پر چلنے کے لئے سہولتیں حاصل ہوں اور ہر شخص کو اپنا حق پانے کے لئے آسانی ہو۔

ان تمام مقاصد کو حاصل کرنے میں مومن اسلام کی مدد کرتا ہے۔ کافر اس راستہ میں روڑے اٹکاتا ہے۔ اور منافق ایسا مار آستین ہے۔ کہ اسلام سے حد درجہ دشمنی رکھتا ہے۔ اور اپنے ظاہری دعووں اور جھوٹے بیانوں سے اسلام کی محبت کا دم بھرتا ہے لیکن اپنی دلی دشمنی ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے یہ سخت سزا میں مبتلا ہوگا۔

شریعت اسلام کے مقاصد کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی منافق ڈالتا ہے۔ دل کی بات کو ظاہر نہیں کرتا۔ فتنہ اور فساد میں سرگرم رہتا ہے۔ کھیتوں اور جانوروں کو تباہ کرتا ہے واقعی جھوٹا وقار اور خود ساختہ عزت کا تصور نصیحت اور عبرت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہوتا ہے۔

اللہ کی رضا چاہنے والا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ

اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے جو اپنی جان کو بیچتا ہے۔

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ

اللہ کی رضا جوئی میں اور اللہ

رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۲۰۷

بندوں پر مہربان ہے۔

وَ۔مِنَ۔النَّاسِ۔مَنْ۔يَّشْرِيْ۔نَفْسَهُ

اور میں سے لوگ جو بیچتا ہے اپنی جان

ابْتِغَآءَ۔مَرْضَاتِ۔اللّٰهِ۔وَ۔اللّٰهُ

(تلاش) میں رضاجوئی اللہ اور اللہ

رَءُوْفٌ۔بِالْعِبَادِ ۝۲۰۷

مہربان بندوں پر

اس آیت میں ان سچے مومنوں کا ذکر ہے۔ جو اپنی جان تک اس مقصد کیلئے قربان کر دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے انسان اگر حقیقت پر غور کرے۔ تو اسے معلوم ہوگا۔ کہ وہ جن ذاتی جھگڑوں پر پڑا ہے۔ وہ سب ہیچ ہیں۔ تنگ نظر لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جس قدر مال و متاع اور زمین و جائداد ان کے قبضے میں ہیں سب ان کے اپنے ہیں۔ جس قدر وہ اور زیادہ حاصل کریں گے وہ بھی ان کا اپنا ہو جائیگا۔ ان کا خیال ہے۔ کہ دنیاوی عزت اور شان و شکوہ ہی انسان کا مقصد ہے۔ انہیں ہر طریقے سے حاصل کر لینا سب سے بڑی کامیابی ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اول نہ تو وہ خود اپنے اوپر اختیار رکھتے ہیں نہ اپنی جائداد اور پر جو کچھ ان کے پاس ہے یا جو کچھ وہ مزید حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا دھرا یہیں کا یہیں پڑا رہ جائے گا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کے بازو ٹوٹ جائیں۔ قوتیں شل ہو جائیں اور دل و دماغ فیل ہو جائیں۔ پھر یہ مار دھاڑ۔ لوٹ کھسوٹ اور فتنہ و فساد کیوں؟ کیا اس زندگی کے لئے جس کا کوئی بھروسہ نہیں؟ کیا اس شان و شوکت کے لئے جس کی کوئی بنیاد نہیں؟

ایک مومن ان باتوں سے آگاہ ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ اس کی کوئی چیز اپنی نہیں بلکہ اس رب کی ہے جس نے اُسے زندگی دی۔ اس کی پرورش کی۔ اور اسے دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے قابل کیا۔ لہٰذا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے اور ہر چیز کے استعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ اگر اسی کی دی ہوئی چیزوں کو اس کے راستے میں اور اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا جائے تو ہمارا کیا جاتا ہے۔ اگر کم ہو جائے گا تو وہ اور دے دے گا۔ اگر اپنی اکیلی جان جس پر ہمیں کچھ بھی اختیار نہیں۔ اس کی رضا جوئی کے لئے دے دی جائے۔ تو ہمارا کیا کم ہو جائیگا۔ اسی کی دی ہوئی جان جسے فنا ہونا ہی تھا۔ اسی کے لئے دے دی۔ تو اس سے بڑھ کر اس کا مصرف اور کیا ہو سکتا ہے ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وہ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ انسان اس کی عنایات۔ نوازشوں اور لطف و کرم کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتا۔ کاش! انسان کبھی اس حقیقت پر غور کریا کرے تاکہ شکر گزاری اور قدر دانی اسکے اندر پیدا ہو

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

یٰٓاَیُّھَا ۔ الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوا ۔ ادْخُلُوْا ۔ فِی ۔ السِّلْمِ
اے ایمان والو داخل ہو جاؤ میں اسلام
کَآفَّۃً ۔ وَ ۔ لَا ۔ تَتَّبِعُوْا ۔ خُطُوٰتِ ۔ الشَّیْطٰنِ
پورے اور نہ پیروی کرو قدم شیطان
اِنَّہٗ ۔ لَکُمْ ۔ عَدُوٌّ ۔ مُّبِیْنٌ ﴿۲۰۸﴾
بیشک وہ تمہارے لئے دشمن کھلا

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ
اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل
کَآفَّۃً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ
ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔
اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۰۸﴾
بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اَلسِّلْمِ (اسلام) سلم کے لفظی معنی صلح و امن کے ہیں۔ اور یہ لفظ جنگ کے مقابل آتا ہے۔ یہاں مفسرین نے السلم سے مراد اسلام لیا ہے۔ لغت کے ماہروں نے بھی اس لفظ کے یہ معنی تسلیم کئے ہیں۔

کَآفَّۃً (پورے پورے) اس لفظ کا مادہ کفف ہے۔ جس کے معنی روکنا ہیں۔

کافّۃ سے مراد یہ ہے کہ پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور ہر طرح سے اسلام کی اطاعت کرو۔

خُطُوٰتِ (قدم) خطوہ اس کا واحد ہے۔ مراد ہے نقش قدم یعنی اطاعت و فرمانبرداری۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ چند یہودی اسلام لائے۔ لیکن انہوں نے اسلامی شریعت کے ساتھ ہی ساتھ یہودی مذہب کی تعمیل بھی جاری رکھی۔ مثلاً ہفتہ کے دن کو مقدس سمجھنا۔ اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام سمجھنا اور توراۃ کی تلاوت وغیرہ پھر اسی طرح بعض لوگ اپنی طرف سے ہی کوئی عقیدہ گھڑ لیتے یا کوئی عمل مقدس سمجھ لیتے اور اسلامی شریعت کے ساتھ ساتھ خود ساختہ باتوں کو بھی دین میں شامل کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے احکام کے ساتھ دوسرے احکام کی تعمیل کرنے کو روکنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ پورے کے پورے مسلمان ہو جاؤ۔ یعنی نہ تو اپنی طرف سے غلط عقائد گھڑ دو۔ نہ سنی سنائی باتوں کی پیروی کرو۔ نہ دوسری تعلیمات کی تعمیل کرو۔ نہ یہ کہ جو بات اچھی نہ لگی یا جو مشکل معلوم ہوئی یا پسند نہ آئی اسے نہ مانا۔

اسلام صرف چند عقیدوں کا نام نہیں۔ یا صرف چند عبادتوں کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ پوری زندگی کے لئے مکمل اعلیٰ اور عمدہ ترین ضابطہ ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ انسانی فطرت کے تمام تقاضے پورا کرتا ہے۔ اس کی کمزوریوں کو مدّ نظر رکھتا ہوا احکام میں رعایت کرتا ہے۔ منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ دین و دنیا کی اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہدایت کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام کو من و عن پورے کا پورا ماننا ضروری۔ اخلاق۔ معاشرت۔ معیشت۔ سیاست غرض زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کے قوانین پر چلنا ضروری ہے۔

جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ گویا شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کا کھلا دشمن ہے۔ اس سے خیر کی امید رکھنا درجہ حماقت اور نادانی ہے۔ اسلام اور کفر یکجا نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یا تو پورے طور پر رحمان کے بندے بن جاؤ ورنہ شیطان کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا جس میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔

دانستہ غلطی نہ کرو

فَاِنْ - زَلَلْتُمْ - مِّنْ - بَعْدِ - مَا - جَآءَتْكُمُ
پھر اگر تم پھسلنے لگو سے بعد جو کچھ تمہیں پہنچ چکے
الْبَيِّنٰتُ - فَاعْلَمُوْٓا - اَنَّ - اللّٰهَ - عَزِيْزٌ
صاف حکم تو جان رکھو بے شک اللہ زبردست
حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾
حکمت والا

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ
پھر اگر تم پھسلنے لگو۔ اس کے بعد کہ تمہیں پہنچ چکے
الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
صاف حکم تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست
حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾
حکمت والا ہے۔

الْبَيِّنٰتُ (صاف حکم) اس سے مراد ایسے کھلے ہوئے احکام ہیں جن میں کسی قسم کی پیچیدگی اور شبہ نہیں۔ مثلاً ایک اللہ پر ایمان لانیکا عقیدہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے کا عقیدہ۔ نماز کا حکم اس قسم کے تمام احکام یہود اور دوسری جماعتوں تک پہنچ چکے تھے۔

زَلَلْتُمْ (پھسلنے لگو) یہ لفظ زَلَّۃ سے ہے جسکے لفظی معنی ہیں پھل جانا۔ ڈگمگانا اور پھسلنا یہ بے اختیاری میں بھی ہوتا ہے۔ اسلئے اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ بھول کر بہک جانا بھی گناہ کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

عَزِيْزٌ (زبردست) یعنی ایسی ہستی جو جب اور جو کچھ چاہے سزا دے سکتی ہے۔ اس کا ترجمہ غالب بھی کیا جا سکتا ہے۔

حَكِيْمٌ (حکمت والا) یہاں آیت کی رعایت سے یہ معنی ہوں گے۔ کہ ایسی ہستی جو ہمیشہ مناسب وقت پر ہی سزا دیتی ہے اور اس سزا دینے میں بہت بڑی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ حکمت والا ہے۔

انسان کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت اور شفقت سے کام لے کر اس کی ہدایت کیلئے انبیاء کا سلسلہ قائم کیا۔ اسے سیدھی راہ دکھانے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً مختلف قوموں میں اپنے برگزیدہ پیغمبر بھیجتا رہا۔ یہ رسول بھولے ہوئے انسانوں کو راہ حق دکھاتے رہے اور بہکے ہوؤں کو بھنور سے نکالتے رہے۔ انکے اخلاق سنوارتے رہے اور گندگیوں سے پاک کرتے رہے۔ لیکن تاریخ عالم بتاتی ہے۔ کہ بدقسمت لوگوں نے ان سے روگردانی کی۔ کبھی انہیں جلاوطن کیا۔ کبھی قتل کیا۔ ان سے اس طرح کا سلوک کر کے انہوں نے اپنے لئے خود گڑھا کھودا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانی تعلیمات کو اہل جہاں پر واضح کیا۔ اپنے اسوۂ حسنہ سے ان تعلیمات پر عمل کر کے دکھایا۔ اپنی صحبت اور ہم نشینی سے نیک اور برگزیدہ لوگوں کی جماعت پیدا کر کے دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے واضح احکام یہ ہیں۔ اور ان پر عمل کر کے یہ کامیاں حاصل کی جا سکتی ہیں۔

انسان کی یہ کس قدر بڑی بدقسمتی ہے۔ کہ اس قدر بلند مرتبہ حاصل کرنے کے باوجود اس سے منہ موڑتا ہے۔ اس کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ ایسے بدکرداروں کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔ کیونکہ اب ان کیلئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو چکی ہے۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہم تک دین حق نہیں پہنچا تھا۔

غیر معقول مطالبہ

هَلْ ۔ يَنْظُرُوْنَ ۔ اِلَّآ ۔ اَنْ ۔ يَّاْتِيَهُمُ
کیا راہ دیکھتے ہیں یہی کہ ان پر آئے
اللّٰهُ ۔ فِيْ ۔ ظُلَلٍ ۔ مِّنَ ۔ الْغَمَامِ ۔ وَ ۔ الْمَلٰٓئِكَةُ
اللہ میں سائبان سے ابر اور فرشتے
وَ ۔ قُضِيَ ۔ الْاَمْرُ ۭ وَ ۔ اِلَى ۔ اللّٰهِ ۔ تُرْجَعُ
اور طے ہوجائے قصہ اور طرف اللہ لوٹیں گے
الْاُمُوْرُ ؏ (۲۱۰)
سب کام

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ
کیا وہ یہی راہ دیکھتے ہیں کہ اللہ ابر کے
اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
سائبانوں میں آئے اور فرشتے
وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
(آئیں) اور قصہ طے ہوجائے اور اللہ ہی کی طرف
۲۵ ع ۱۴ ۹ الْاُمُوْرُ ؏ (۲۱۰)
سب کام لوٹیں گے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قوتیں بخشیں جس میں عقل اور فہم کی قوت بھی شامل ہے ۔ تاکہ انسان سچ اور جھوٹ نیک اور بد اور انصاف و ظلم میں تمیز کر سکے ۔ ان قوتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیا بھیجے ۔ اور ان کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے مختلف نشانیاں بھی بھیجیں ۔ تاکہ انسان ان نشانیوں کو دیکھ کر پیغمبروں پر ایمان لائے ۔ ان کی تعلیمات میں غور کرے ۔ اور اللہ تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے ۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں اول تو وہ نشانیاں ہیں جو گویا خود منہ سے بولتی ہیں مثلاً کائنات کی تخلیق ۔ اس کا انتظام ۔ اس کا ارتقا ۔ پھر انسان کی ضروریات اور ان کی تسکین کا سامان ۔ یہ سب چیزیں بتاتی ہیں ۔ کہ ان کا بنانے والا ضرور کوئی ہے ۔ جو قادر مطلق ہے ۔ حکیم و دانا ہے ۔ حاضر و ناظر ہے ۔ رحیم و شفیق ہے ۔

دوسری وہ نشانیاں ہیں جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی ہیں ۔ مثلاً آپؐ کا ذاتی کامل نمونہ ۔ آپؐ کا بے داغ کردار ۔ آپؐ کا حسن اخلاق اور آپ کے معجزات وغیرہ ۔

ان دونوں قسم کی نشانیوں کو دیکھنے کے بعد انسان کی عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جائے ۔ جو تمام جہانوں کا خالق ہے اور سب کی تربیت کرنے والا ہے ۔ اگر کوئی آدمی یا گروہ اس سے منہ موڑتا ہے ۔ تو گویا وہ اس بات کا انتظار کر رہا ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ خود فرشتوں کے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے آئے اور بتائے کہ یہ میرا حکم ہے اسے مانو ۔ اس قسم کا انتظار ایسے لوگوں کی بربادی اور تباہی پر جا کر ختم ہوگا ۔ اس لئے کہ نہ ایسا کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ نے عقل و بصیرت دی اور اس کے بعد اپنی نشانیاں بھیج دیں ۔ اب ان پر یقین کرنا انسان پر فرض ہوگیا ۔ اگر کوئی شخص نہ ان نشانیوں پر غور کرے اور نہ عقل و فہم سے کام لے ۔ تو وہ یقیناً ہلاک ہوگا کیونکہ اس کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی پھر ان سب کو اللہ کے حضور میں جمع ہونا ہے ۔ کیونکہ سب کاموں کا مدار اسی اللہ پر ہے اور وہی ان کا فیصلہ فرمائے گا ۔

بنی اسرائیل سے عبرت

سَلْ ۔ بَنِیٓ ۔ اِسْرَآءِیْلَ ۔ کَمْ ۔ اٰتَیْنٰھُمْ
پوچھ بنی اسرائیل کس قدر ہم نے انہیں دیں
مِّنْ ۔ اٰیَةٍۢ ۔ بَیِّنَةٍ ؕ وَ ۔ مَنْ ۔ یُّبَدِّلْ
سے نشانیاں کھلی ہوئی ۔ اور جو کوئی بدل ڈالے
نِعْمَةَ ۔ اللّٰهِ ۔ مِنْۢ ۔ بَعْدِ ۔ مَا ۔ جَآءَتْهُ
نعمت اللہ سے بعد کہ وہ اسے پہنچ چکی ہو
فَاِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ شَدِیْدُ ۔ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾
تو اللہ سخت عذاب ۔

سَلْ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ
بنی اسرائیل سے پوچھ ہم نے انہیں کس قدر کھلی ہوئی نشانیاں
مِّنْ اٰیَةٍۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ
عنایت کیں ۔ اور جو کوئی اللہ کی نعمت
نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ
بدل ڈالے بعد اس کے کہ وہ نعمت اسے پہنچ چکی ہو
فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾
تو اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے کھلم کھلا انسانوں کے پاس نہیں آئے ۔ بلکہ اللہ نے ہمیشہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ان میں سے ہی نبی اور رسول بھیجے ہیں ۔ یہاں اس آیت میں اس حقیقت کو بنی اسرائیل کی تاریخ سے واضح کیا جا رہا ہے یعنی یہ کہ ہم نے بنی اسرائیل کو بہت سی ایسی نشانیاں عطا کیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی ، اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی صداقت اور ان کی تعلیم کی سچائی ظاہر ہوتی تھی لیکن انہوں نے ان تمام نشانیوں کو پسِ پشت ڈال دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے انعام کئے لیکن انہوں نے ناشکرے پن کا ثبوت دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو احسانات کئے ۔ ان میں سے چند مختصر طور پر ہم بیان کرتے ہیں ۔

(۱) انہیں فرعون کے ظلم سے نجات دلائی ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرا دیتا تھا ۔ اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا ۔ اُن سے سخت مشقت کے کام لیتا تھا ۔ ہر طرح سے ذلیل اور خوار کرتا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے ظلم سے بچایا ۔

(۲) ان میں حضرت موسیٰؑ جیسا جلیل القدر پیغمبر بھیجا ۔ جس نے انہیں فرعون کی غلامی اور قبطیوں کی حکومت اور رعب سے نکالا ۔

(۳) ان کے دُشمن فرعون کو ان کے سامنے سمندر میں غرق کر دیا (۴) سینا کے بے آب و گیاہ علاقوں میں ان پر بادل کا سایہ کیا منّ و سلویٰ اتارا ۔ پانی کے چشمے نکال دیئے (۵) ان کی ہدایت کے لئے حضرت موسیٰؑ کو توراۃ عطا فرمائی (۶) انہیں مُلک فلسطین میں آباد کیا

(۷) ان کی نسل میں نبیوں کا ایک سلسلہ بڑی دیر تک قائم رکھا ۔

لیکن ان لوگوں نے ان تمام احسانات کے باوجود بھی نفسانی خواہشات کی پیروی کی ۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہُوئی کتاب سے منہ موڑا ۔ اس کے احکام سے روگردانی کی من مانی کارروائیوں میں مگن رہے ۔ اس نافرمانی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف قسم کے عذاب بھیجے تاکہ وُہ راہِ راست کی طرف آئیں لیکن پھر بھی ان کے علماء نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے الفاظ و معانی بدل دیئے اور جان بُوجھ کر کتاب میں ردّوبدل کیا ۔ عوام نے اندھا دھند اُن کی پیروی کی ۔ اگر اب بھی یہ لوگ اپنی بات پر اڑے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری کلام "قرآن مجید" کو نہیں مانیں گے تو وُہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اور ان کا حشر بھی ویسا ہی ہو گا ۔ جیسا پہلی اقوام کا ہُوا ہے ۔

مومنوں کا مذاق نہ اُڑاؤ

زُيِّنَ ۔ لِلَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ الْحَيٰوةُ ۔ الدُّنْيَا
فریفتہ کیا ہے۔ وہ جنہوں نے کفر کیا زندگی دنیا
وَ ۔ يَسْخَرُوْنَ ۔ مِنَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۘ وَ
اور ہنستے ہیں سے لوگ ایمان والے اور
الَّذِيْنَ ۔ اتَّقَوْا ۔ فَوْقَهُمْ ۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
پرہیزگار لوگ ان سے بالاتر دن قیامت
وَ ۔ اللّٰهُ ۔ يَرْزُقُ ۔ مَنْ ۔ يَّشَآءُ ۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾
اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بغیر حساب ۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
کافروں کو دنیا کی زندگی پر فریفتہ کیا ہے ۔
وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ
اور ایمان والوں پر ہنستے ہیں اور جو پرہیزگار ہیں ۔
الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
وہ قیامت کے دن ان کافروں سے بالاتر ہوں گے ۔
وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾
اور اللہ جسے چاہے بے شمار روزی دیتا ہے ۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکوں کے رئیس مسلمانوں پر ہنستے تھے ۔ انہیں ذلیل سمجھتے تھے حضرت بلالؓ، عمارؓ، صہیبؓ اور دُوسرے غریب صحابہؓ کا مذاق اڑاتے اور کہتے ۔ (نعوذ باللہ) ان نادانوں نے آخرت کے خیال پر دُنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو اپنے سر لیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو کہ ان فقیروں محتاجوں اور بے بس لوگوں کی امداد سے طاقتور عرب رئیسوں اور سرداروں پر غالب آنا چاہتے ہیں اور دنیا بھر کی اصلاح ان غریبوں کی مدد سے کرنے کی توقع رکھتے ہیں ۔ ان لوگوں کے اس تمسخر اور ہنسی کی بنا پر یہ آیت نازل ہوئی انہیں بتایا گیا کہ ان کا اس طرح سوچنا جہالت اور نادانی سے ہے ۔ انہیں معلوم نہیں کہ یہی غریب اور تنگدست قیامت کے دن ان رئیسوں سے اعلیٰ اور برتر ہونگے ۔ اللہ جسے چاہے بیشمار روزی عطا فرمائے چنانچہ ایک دن آیا کہ انہیں غریبوں کو جن پر کافر ہنستے تھے ۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی دولت ملی ۔ اور اس زمانے کی ایران اور روم جیسی بڑی بڑی سلطنتوں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں قابض بنا دیا ۔ دنیا کی دولت حکومت اور قیادت ان کے سپرد کر دی ۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ مالدار اور رئیس لوگ جو اللہ تعالیٰ کے منکر ہوں وُہ اپنی دولت کے بل بوتے پر اکڑتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وُہ دنیا کی ہر چیز اپنی دولت سے خرید لیں گے ۔ اور دنیا کی ہر طاقت اپنی دولت کی مدد سے فتح کر لیں گے ۔ اِسی غرور اور تکبر کی بنا پر یہ لوگ غریب ایماندار اور حق پرست لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں ۔ ان کے نزدیک دولت ہی شرافت اور ریاست کی نشانی ہوتی ہے ان کی نگاہ میں اخلاق کی برتری ۔ کردار کی پاکیزگی کچھ بھی نہیں لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ دولت ایک چلتی پھرتی چھاؤں ہے ۔ یہ ایک ڈھلتا سایہ ہے کبھی یہاں اور کبھی وہاں اسے ایک جگہ ٹھہراؤ میسر نہیں ہے ۔ ایسی چیز جس پر کوئی اختیار اور قابو نہ ہو اور جو عارضی اور ناپائدار ہو اس پر اکڑنا لا حاصل اور فضول ہے ۔

اصل چیز نیکی اور پرہیزگاری ہے ۔ یہی سب سے بڑی دولت ہے ۔ اسی کے بدلے قیامت میں بہترین اجر ملے گا اور تمام دولت مند منکر لوگ اس روز مغلوب ہوں گے ۔ وُہ ذلت اور رسوائی میں ڈوبے ہوں گے اور اپنے کئے پر پچھتاتے ہوں گے کیا اچھا ہو کہ یہ لوگ آج سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی دیتا ہے ۔ وُہ ان سے چھین کر ایمانداروں کو دے سکتا ہے ۔ انہیں غریب اور مسکین لوگوں کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے ۔ خود اپنی آخرت سنوارنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے کہ ہم بُرا کلمہ منہ سے نہ نکالیں ۔ آمین ۔

اُمّتِ واحدہ

كَانَ ۔ النَّاسُ ۔ اُمَّةً ۔ وَّاحِدَةً ۔ فَبَعَثَ
تھے لوگ جماعت ایک پھر بھیجے
اللّٰهُ ۔ النَّبِيّٖنَ ۔ مُبَشِّرِيْنَ ۔ وَ ۔ مُنْذِرِيْنَ
اللہ پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے
وَ ۔ اَنْزَلَ ۔ مَعَهُمُ ۔ الْكِتٰبَ ۔ بِالْحَقِّ ۔ لِيَحْكُمَ
اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی تاکہ فیصلہ کرے
بَيْنَ ۔ النَّاسِ ۔ فِيْمَا ۔ اخْتَلَفُوْا ۔ فِيْهِ
درمیان لوگ جس میں وہ جھگڑا کریں آپس میں ۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ
سب لوگ ایک جماعت تھے پھر اللہ نے بھیجے
اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ
خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے پیغمبر اور
وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ
ان کے ساتھ نازل کی سچی کتاب تاکہ فیصلہ کردے
بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ
لوگوں کے درمیان جس میں وُہ جھگڑا کریں ۔

اُمَّةً وَّاحِدَةً : (ایک جماعت) امۃ کے معنی ملّت اور جماعت کے ہیں ۔ یہ لفظ اس سے پہلے کئی جگہ استعمال ہو چکا ہے ۔ سبق (۱۵۴) میں اس کی تشریح گذر چکی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابتداء میں تمام اولادِ آدم ایک جماعت تھی ۔ سب کا مذہب ایک ہی تھا ۔ تمام لوگ توحید پہ قائم تھے جب کبھی ان کے عقائد میں اختلاف پیدا ہوتا ۔ تو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے نبی آتے اور اُن کے اختلافات ختم کرتے ۔

گویا یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ شروع میں کسی کو صحیح مذہب کا علم نہ تھا ۔ اور موجودہ توحید تک پہنچنے میں کئی منازل سے گذرنا پڑا ہے ۔

فَبَعَثَ : (پھر بھیجے) یہاں ف سے مراد ہے کہ ایک مدّت کے بعد یعنی جب باطل پرست بے شمار عقیدے اور مذہب بنا بیٹھے ۔ اور ان میں اختلاف بڑھ گئے ۔

مُبَشِّرِيْنَ : (خوشخبری سنانے والے) یعنی ان لوگوں کو جو اللہ کے دیئے ہُوئے قانون کو قبول کرلیں ۔ خوشخبری سُنانے والے لفظ بشر اس کا مادہ ہے ۔

مُنْذِرِيْنَ : (ڈرانے والے) یعنی ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہُوئے قانون کے خلاف انکار اور بغاوت کریں ۔ ڈرانے والے انذار اس کا مصدر ہے ۔ لِيَحْكُمَ : (تاکہ فیصلہ کرے) یعنی انہی نبیوں کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے ۔

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ایک ہی دین آرہا ہے ۔ کچھ مدّت کے بعد لوگوں نے اس دین میں اختلاف ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً نبیوں کو بھیجا ۔ جو ایمان والوں کو ثواب کی خوشخبری سناتے تھے اور کافروں کو عذاب سے ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتابیں بھی بھیجیں ۔ تاکہ لوگوں کے اختلافات اور جھگڑے دُور ہو جائیں اور سچا دین ان کے اختلاف سے بچا رہے ۔

مذہبی اختلاف

وَ۔ مَا۔ اخْتَلَفَ۔ فِیْهِ۔ اِلَّا۔ الَّذِیْنَ
اور نہیں جھگڑا ڈالا اس میں مگر انہوں نے
اُوْتُوْهُ۔ مِنْۢ۔ بَعْدِ۔ مَا۔ جَآءَتْهُمُ۔ الْبَیِّنٰتُ
جنہیں کتاب ملی تھی سے بعد اس کے کہ ان کو پہنچے صاف حکم
بَغْیًۢا۔ بَیْنَهُمْ۔ فَهَدَى۔ اللّٰهُ۔ الَّذِیْنَ
ضد آپس میں پھر ہدایت کی اللہ انہیں
اٰمَنُوْا۔ لِمَا۔ اخْتَلَفُوْا۔ فِیْهِ۔ مِنَ۔ الْحَقِّ
جو ایمان لائے اس کی جھگڑ رہے تھے سے حق
بِاِذْنِهٖ۔ وَ۔ اللّٰهُ۔ یَهْدِیْ۔ مَنْ۔ یَّشَآءُ
اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جسے چاہے
اِلٰى۔ صِرَاطٍ۔ مُّسْتَقِیْمٍ (۲۱۳)
طرف راستہ سیدھا۔

وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ
اور کتاب میں صرف انہی لوگوں نے جھگڑا ڈالا جنہیں
اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ
کتاب ملی تھی۔ اس کے بعد کہ انہیں صاف حکم پہنچ چکے۔
بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ
آپس کی ضد سے پھر اللہ نے ہدایت دی ایمان
اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ
والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے
بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ
اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھا
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۲۱۳)
راستہ بتاتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ، (جنہیں ملی تھی) ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں نبیوں کے واسطہ سے کتابیں ملی تھیں۔ خصوصًا ان قوموں کے امام اور پیشوا کیونکہ یہی لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جاتے اور عوام صرف ان کے پیچھے ہو لیتے۔

بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ، (آپس کی ضد سے) یہاں یہ بات صاف ہو گئی۔ کہ اختلاف اور جھگڑے کا اصل سبب آپس کی ضد اور نفسانیت تھی۔ اور یہ وجہ ہرگز نہ تھی کہ خود اللہ تعالیٰ کے حکموں میں کوئی ایچ پیچ تھا۔

بِاِذْنِهٖ، (اپنے حکم سے) قرآن مجید میں لفظ اذن حکم اور اجازت دونوں معنوں میں آیا ہے۔ یہاں مراد اللہ کا فضل اور توفیق ہے۔

آیت کے اس ٹکڑے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور کتابوں کے آجانے کے بعد انہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جن کو وہ کتابیں ملی تھیں۔ مثلاً یہودیوں اور عیسائیوں کے امام و پیشوا توراۃ اور انجیل میں اختلاف ڈالتے تھے ان کے معنی بدل دیتے تھے اور ان کی شرح و تفسیر بھی من مانی کرتے تھے۔ یہ سارا اختلاف وہ بے سمجھی سے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپس کی ضد حسد اور دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں کرتے تھے۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں کو جو ایمان کے طالب تھے اور جن میں ایمان کی صلاحیت موجود تھی۔ سیدھے راستے کی ہدایت فرمائی اس پر چلنے کی توفیق بخشی۔ اور انہیں گمراہ لوگوں کے اختلاف سے بچایا۔ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دنیا کا دستور کچھ ایسا ہے کہ بُرے لوگ اختلاف ڈالتے ہیں اور ہمیشہ اسی میں سرگرم رہتے ہیں اس لئے ایمان والوں کو ان کے پیچھے نہیں لگنا چاہیئے بلکہ اللہ کے نبی کی ہدایت اور تعلیم کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ ہدایت وہی ہے جو اللہ نے دی اور کامیابی اس طریق پر عمل کرنے سے حاصل ہو گی جو اللہ نے دکھلایا ہے۔

آزمائش کی گھڑی

أَمْ۔ حَسِبْتُمْ۔ أَنْ۔ تَدْخُلُوا۔ الْجَنَّةَ۔ وَ
کیا تمہیں خیال ہے کہ چلے جاؤ گے جنت اور
لَمَّا۔ يَأْتِكُمْ۔ مَّثَلُ۔ الَّذِينَ۔ خَلَوْا۔ مِنْ
نہیں تم پر گذرے حالات ۔ ان جیسے جو ہو چکے سے
قَبْلِكُمْ۔ مَّسَّتْهُمُ۔ الْبَأْسَاءُ۔ وَ۔ الضَّرَّاءُ۔ وَ
تم سے پہلے انہیں پہنچی سختی اور تکلیف اور
زُلْزِلُوا۔ حَتَّىٰ۔ يَقُولَ۔ الرَّسُولُ۔ وَ۔ الَّذِينَ
جھنجھوڑائے گئے یہانتک کہ کہنے لگا رسول اور وہ جو
آمَنُوا۔ مَعَهُ۔ مَتَىٰ۔ نَصْرُ۔ اللَّهِ۔ أَلَا۔ إِنَّ
ایمان لائے اس کے ساتھ کب آئیگی مدد اللہ سن رکھو کہ
نَصْرَ۔ اللَّهِ۔ قَرِيبٌ ﴿۲۱۴﴾
مدد اللہ قریب ۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ
کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ
لَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ
تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں گذرے جو تم سے پہلے
قَبْلِكُمْ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَ
ہو چکے کہ انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور جھنجھوڑائے
زُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ
گئے یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے
آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ
تھے۔ کہنے لگے اللہ کی مدد کب آئے گی ۔ سن رکھو کہ
نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿۲۱۴﴾
اللہ کی مدد قریب ہے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ فلاح اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے انسان کو سختیوں، مصیبتوں اور مشکلوں کا مقابلہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مشقت اور تکلیف جھیلے بغیر اور امتحان سے گذرے بغیر کامیابی کی امید رکھنا درست نہیں ہے۔ اس آیت میں سب سے بڑی بھلائی جنت کو قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اتنی بڑی نعمت محنت کئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بھلائی اور جنت کی راہ اس لئے کٹھن بنا دی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسے اس کی طلب اور تڑپ ہے۔ جسے حقیقی جستجو ہو گی۔ وُہ ان تمام طاقتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اسے بخشی ہیں کام میں لا کر اس مقصد کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔ وُہ اس کی خاطر ہر متاع قربان کرنے کو تیار ہو گا نیز جو لوگ کٹھن راہ سے گذر کر اپنے مقصود پائیں گے۔ وُہ اس کی صحیح قدر بھی سمجھ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ کامیابی پانیوالے ہمیشہ سے تنگی اور سختی کا مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں کیونکہ اللہ کے دشمن اور نیکی سے عداوت رکھنے والے لوگ ایسے ایمانداروں کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ انہیں بے بس اور بیچارہ بنا کر چھوڑتے ہیں اور اس حد تک ان پر ظلم کرتے ہیں کہ نبی اور اس کے ساتھی ایماندار لوگ پکار اٹھتے ہیں۔ کہ اللہ اب تو ظلم و ستم کی حد ہو گئی آزمائش کی انتہا ہو گئی تیری مدد کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ایماندار لوگوں سے وعدہ کیا ہے۔ کہ اس کی مدد انہیں ضرور پہنچے گی۔ لیکن اس مدد کا ایک مقررہ دستور ہے۔ پہلے آزمایا جاتا ہے۔ جب وُہ پورے صبر اور ثابت قدمی سے جمے رہیں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں آخر کار کامیاب کرتا ہے اور حق کا دشمن ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو کر رہتا ہے۔

کہاں خرچ کریں

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ ۔ مَا ۔ ذَا ۔ یُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلۡ
تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں کہہ دو
مَاۤ ۔ اَنۡفَقۡتُمۡ ۔ مِّنۡ ۔ خَیۡرٍ ۔ فَلِلۡوَالِدَیۡنِ
جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لئے
وَ ۔ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ۔ وَ ۔ الۡیَتٰمٰی ۔ وَ ۔ الۡمَسٰکِیۡنِ
اور قرابت والے اور یتیم اور محتاج
وَ ۔ ابۡنِ ۔ السَّبِیۡلِ ؕ وَ ۔ مَا ۔ تَفۡعَلُوۡا ۔ مِنۡ
اور مسافر اور جو کچھ تم کروگے
خَیۡرٍ ۔ فَاِنَّ ۔ اللّٰہَ ۔ بِہٖ ۔ عَلِیۡمٌ ﴿۲۱۵﴾
بھلائی سو بیشک اللہ اس سے معلوم ہے۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلۡ
تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں۔ کہہ دو
مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ فَلِلۡوَالِدَیۡنِ
جو مال تم خرچ کرو سو ماں باپ اور
وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ
قرابت والوں اور یتیموں کے لئے اور محتاجوں
وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ
اور مسافروں کے لئے اور جو کچھ تم بھلائی کروگے
خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۲۱۵﴾
سو وہ بے شک اللہ کو خوب معلوم ہے۔

خیر: (مال) یوں تو لفظ خیر میں ہر قسم کی نیکی خواہ بدنی ہو یا مالی۔ چھوٹی ہو یا بڑی شامل ہے۔ لیکن اس کے معنی نیک کمائی اور مال کے بھی ہیں۔ اور یہاں خیر سے مُراد مال ہی ہے۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی نیک کمائی اور پاکیزہ دولت میں سے جتنا ہو سکے خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی وہ مستحق بتلا دیئے۔ جن پر دولت خرچ کرنی چاہیئے۔

۱۔ وَالِدَیۡنِ: ہماری دولت میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے۔ افسوس آج کل کھاتے پیتے۔ شادی شدہ اور کماؤ نوجوان والدین کا حق نہیں پہچانتے ہیں۔

۲۔ قَرَابَتۡ دَار: والدین کے بعد قرابت دار (رشتہ دار) آتے ہیں۔ اسلام نے کس قدر زریں اصول دیا۔ کہ خیرات و نیکی اپنے قریب سے شروع کرو اور دُور تک پہنچاؤ۔

۳۔ یَتِیۡم: وُہ جو ماں باپ کے سایہ سے محروم ہیں۔ تم ان کے سر کا سایہ بن کر نگہبانی اور تربیت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کے بہت سے حقوق بیان فرمائے ہیں اور ان کی خدمت کو بہت اونچی نیکی قرار دیا ہے۔

۴۔ مَسَاکِیۡن: وُہ کمزور اور ناکارہ انسان جو کمانے سے معذور ہوں۔

۵۔ مُسَافِر: پانچواں درجہ ضرورت مند مسافر کا ہے۔

جنگ کا حکم

کُتِبَ۔ عَلَيْكُمُ۔ الْقِتَالُ ۔ وَ۔ هُوَ
فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ
كُرْهٌ ۔ لَّكُمْ
بُری لگتی ہے تمہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ
تم پر لڑائی فرض ہوئی اور وہ تمہیں بُری لگتی ہے۔

ہم یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ ہماری ہدایت کا چشمہ صرف اسلام ہی ہے۔ اسلام ہماری زندگی کے لئے ایک مکمل دستور العمل ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے منہ موڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرے۔ تو اصل منزل سے دُور ہو جائے گا۔ راہ سے بھٹک کر اپنے آپ کو ہلاکت کے حوالہ کر دے گا۔ کیونکہ اسلام سے منہ موڑنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وُہ شخص امن و امان برباد کر دے گا فتنہ و فساد پھیلائے گا۔ دوسروں پر ظلم کرے گا۔ ان کی حق تلفی کرے گا۔

ان تمام لوگوں کی جو اسلام سے روگردانی کرتے ہیں۔ شر و فساد میں سرگرم ہوتے ہیں۔ سازشوں اور تباہیوں سے دُنیا کے امن کو بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وُہ اسلام کے دشمنوں اور امن برباد کرنے والوں سے جنگ کریں۔ انہیں قتل کریں کیونکہ ایسے لوگوں کا خاتمہ ہی اسلام کی ترقی اور عالم کائنات کی خوشحالی کا سبب بن سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال (یعنی لڑنے) کا حکم مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جانے کے بعد ملا۔ جبکہ انہیں نئی ریاست کی بنیاد قائم کرنی تھی۔ کھلے بندوں اسلام کی دعوت دینی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق ایک نئی سوسائٹی کو وجود میں لانا تھا۔ لیکن اس وقت مسلمان کمزور و بے بس تھے۔ تعداد میں تھوڑے تھے۔ جنگ کا سامان پاس نہیں تھا۔ زبوں حالی اور پریشانی میں گرفتار تھے۔ اس لئے جنگ کا حکم طبعی طور پر ناگوار گذرنا لازمی تھا۔ لہٰذا انہیں بتا دیا گیا کہ تمہیں خواہ جنگ کتنی ہی بُری لگے۔ لیکن تمہیں اپنے فرض کو ضرور ادا کرنا ہے۔

انسان کو سب سے زیادہ پیاری شے اپنی زندگی ہوتی ہے۔ اس کا خاتمہ اسے ناگوار اور ناپسند معلوم ہوتا ہے۔ جنگ میں جان کا جاتے رہنا۔ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنا عام ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ اس جنگ کے دور رس نتیجے اور بعد میں ملنے والے فائدے بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اگر عارضی طور پر ناگواری کو برداشت کر لیا جائے اور گذر جانے والے نقصان کو سہہ لیا جائے تو اس کا ثمرہ بہت میٹھا اور اعلیٰ ملے گا۔ ہمیں چاہیئے کہ دنیا کی پسندیدہ چیزوں کی پروا نہ کرتے ہُوئے اللہ کے حکم کی تعمیل بے چون و چرا کریں۔ ہمیں اپنی جان و اولاد اور مال قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنی چاہیئے۔

انسان کی پسند و ناپسند

وَ - عَسٰٓی - اَنْ - تَكْرَهُوْا - شَیْــٴًـا - وَّ - هُوَ
اور شاید کہ تمہیں بری لگے ایک چیز اور وہ
خَیْرٌ لَّكُمْ - وَ - عَسٰٓی - اَنْ - تُحِبُّوْا - شَیْــٴًـا
بہتر تمہارے لئے اور شاید کہ بھلی لگے کوئی چیز
وَّ - هُوَ - شَرٌّ - لَّكُمْ - وَ - اللّٰهُ - یَعْلَمُ - وَ
اور وہ بری تمہارے لئے اور اللہ جانتا ہے اور
اَنْتُمْ - لَا - تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾
تم نہیں جانتے۔

وَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ
اور شاید تمہیں ایک چیز بری لگے اور وہ تمہارے لئے
خَیْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا
بہتر ہو اور شاید کوئی چیز بھلی لگے اور وہ
وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَ
تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور
اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾
تم نہیں جانتے۔

عَسٰی: (شاید) ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے۔

آیت کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ قتال تمہیں بظاہر بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قومی زندگی اور ملی سربلندی کے لئے اس کے بغیر چارہ نہیں۔

اب اسی مضمون کو واضح کرنے کے لئے کتنے پیارے اور اچھوتے انداز میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ممکن ہے تم کسی چیز کو پسند نہ کرو۔ حالانکہ وُہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو۔ حالانکہ وُہ تمہارے لئے بری ہو"۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تم اپنے بُرے بھلے کو نہیں جانتے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے حق میں بہتر کیا ہے اور بُرا کیا ہے۔ البتہ تمہارا خالق و مالک خوب جانتا ہے کہ اچھا کیا اور بُرا کیا ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو وُہ جیسے جیسے کہتا ہے اور جو جو وہ حکم دیتا ہے کئے جاؤ۔ اس میں تمہارا بھلا ہی بھلا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں سب سے مشکل کام جان و مال کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور جنگ میں یہ دونوں خطرے درپیش ہوتے ہیں۔ انسان جان و مال جیسی عزیز شے کو آسانی سے قربان کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا ہے۔ ہاں اسے اگر یہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ زندگی اور اس زندگی کا یہ سارا ساز و سامان عارضی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اور مستقل آرام اس کے بعد نصیب ہو گا۔ تو پھر انسان کی نگاہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔

دوسرے اگر انسان کو یقین ہو جائے کہ میرا نفع و نقصان، میرا خالق و مالک مجھ سے بہتر سمجھتا ہے بلکہ میں کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتا تمام حکمتیں اور بھلائیاں اسی کے اختیار میں ہیں۔ اور وُہ جو کچھ کہتا ہے میرے بھلے کے لئے ہی کہتا ہے۔ اس صورت میں انسان جان و مال کیا ہر عزیز سے عزیز شے قربان کرنے کو تیار ہو جائے گا۔ اور اس وقت اس کی نگاہوں میں کوئی چیز نہ جچے گی۔

ماہ حرام میں جنگ

يَسْئَلُوْنَكَ - عَنِ - الشَّهْرِ - الْحَرَامِ - قِتَالٍ
تجھ سے پوچھتے ہیں سے مہینہ حرام لڑنا
فِيْهِ ؕ - قُلْ - قِتَالٌ - فِيْهِ - كَبِيْرٌ ؕ
اس میں کہہ دے لڑائی اس میں بڑا گناہ ۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ
تجھ سے حرمت کے مہینے کو پوچھتے ہیں اس میں لڑنا
فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ
کیسا ہے کہہ دے کہ اس میں لڑائی بڑا گناہ ہے ۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ: (حرمت کا مہینہ) قمری سال کے چار مہینے محرم ۔ رجب ۔ ذی قعدہ ۔ ذی الحجہ ۔ عربوں کے نزدیک بڑے برکت والے اور پاک مہینے سمجھے جاتے تھے ۔ اگرچہ قتل وغارت اور جنگجوئی ان کا پیشہ تھا ۔ لیکن ان چار مہینوں میں وُہ ہر قسم کی جنگ بند رکھتے ۔ یہاں خاص طور پر اشھر الحرام سے مراد رجب کا مہینہ ہے ۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ۲ھ میں ایک مرتبہ سفر کے دوران میں بعض صحابیوں کی مشرکوں سے مٹھ بھیڑ ہوگئی اور جنگ میں ایک مشرک مارا گیا ۔ ان اصحاب کے نزدیک یہ جنگ جمادی الثانیہ کی تیس تاریخ کو ہوئی جو کہ حرمت کا مہینہ نہیں تھا ۔ لیکن بعد کو علم ہوا کہ جمادی الثانیہ کا چاند ۲۹ کا ہوگیا تھا اور جس روز جنگ لڑی گئی وُہ رجب کی پہلی تاریخ تھی جو کہ حرمت والا مہینہ تھا اس غلطی کو جو نادانستہ طور پر ہوگئی تھی ۔ کافر اور مشرکوں نے خوب اچھالا اور طعنہ دینے لگے ۔ کہ دیکھو مسلمان اب ان مہینوں کا بھی احترام نہیں کرتے ۔ رجب کے مہینے میں بھی جنگ شروع کردی ۔ اس پر وہ صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ یہ غلطی بے خبری میں ہوگئی ہے ۔ اب کیا حکم ہے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ بُری بات ہے لیکن یہ اس صورت میں جب یہ گناہ دانستہ طور پر کیا جائے اور ماہ حرام کا علم رکھنے کے باوجود جنگ لڑی جائے اور یہ جنگ جو مسلمانوں نے لڑی ہے ۔ یہ جان بُوجھ کر نہیں لڑی بلکہ اس میں ان سے بھول ہوگئی تھی ۔

علماءِ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اب بھی جب کبھی کافر حرمت والے مہینوں میں جنگ شروع کریں تو مسلمان اپنی حفاظت کے لئے دفاعی اور جوابی جنگ لڑ سکتے ہیں ان کے حملے کا جواب دے سکتے ہیں ۔ اس لئے کہ ان مہینوں کے تقدّس کے مقابلہ میں جانیں زیادہ مقدّس ہیں ۔ ان کا بچانا زیادہ ضروری ہے ۔ ان برکت والے مہینوں میں جنگ کرنا اگرچہ بُرا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بُری وُہ باتیں ہیں جو کفار کرتے ہیں مثلاً اللہ پر ایمان نہ لانا ۔ ایک سے زیادہ معبودوں کی پرستش کرنا ۔ روزِ آخر کو نہ ماننا ۔ فتنہ وفساد پھیلانا لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال دینا ۔ کیونکہ یہ جنگ سے کم بُری اور گھناؤنی نہیں ہیں ۔ خود کفار اپنی روش پر نظر نہیں کرتے ۔ انہوں نے مسلمانوں کی چھوٹی سی غلطی پر جو ان سے نادانستہ عمل میں آئی طعنے دینے شروع کردیئے ۔

ان امور کا ذکر آیت کے اگلے حصّہ میں ہے ۔ جو دُوسرے سبق میں آپ پڑھیں گے ۔ کافر مشرک اپنی روش پر تو نظر نہیں کرتے مسلمانوں سے الجھتے ہیں ۔ ایک نادانستہ لغزش پر طعن وتشنیع کی بوچھاڑ کر رہے ہیں ۔

کافروں کی رَوِش

وَ۔صَدٌّ۔عَنْ۔سَبِيْلِ۔اللّٰهِ۔وَ۔كُفْرٌۢ
اور روکنا سے راہ اللہ اور نہ ماننا
بِهٖ۔وَ۔الْمَسْجِدِ۔الْحَرَامِ۔وَ۔اِخْرَاجُ
سے اور مسجد حرام اور نکال دینا
اَهْلِهٖ۔مِنْهُ۔اَكْبَرُ۔عِنْدَ۔اللّٰهِ۔وَ۔الْفِتْنَةُ
اس کے لوگ وہاں سے زیادہ نزدیک اللہ اور فتنہ
اَكْبَرُ۔مِنَ۔الْقَتْلِ
بڑھ کر سے قتل۔

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ
اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اسے نہ ماننا اور مسجد
بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ
حرام سے روکنا اور اس کے لوگوں کو وہاں
اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ
سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ گناہ ہے
اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ
اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔

سَبِيْلِ اللّٰهِ: (اللہ کی راہ) یہاں مراد اسلام ہے۔ یہی اللہ کا پسندیدہ طریقہ ہے جس پر چل کر انسان اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکتا ہے۔ پچھلے درس میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مسلمانوں نے کافروں سے مقابلہ کے وقت ایک کافر کو مار دیا۔ یہ واقعہ نادانستہ طور پر ان سے حرمت والے مہینہ میں ہو گیا۔ کافروں نے اس پر طعن و تشنیع کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ ماہ حرام میں جنگ کرنا گناہ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں وہ گناہ بڑے ہیں جو خود کافر کرتے ہیں ان گناہوں میں سے کچھ آج کے سبق میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: (اللہ کی راہ سے روکنا) یعنی لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا اور جو اسلام قبول کر لیں انہیں سخت اذیتیں پہنچانا۔ جو ارادہ کر رہے ہوں انہیں دھمکیاں دینا۔ مکّہ کے کافر یہ تمام گناہ کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو پیغمبر اسلام پر ایمان لانے سے منع کرتے تھے جو لوگ مسلمان ہو جاتے انہیں بہت مارتے پیٹتے گرم پتھروں پر لٹاتے جب مکہ معظمہ سے نکل جانے کا ارادہ کرتے تو اللہ کے بندوں کو جانے سے بھی روکتے۔

۲۔ كُفْرٌۢ بِهٖ: (اللہ سے کفر کرنا) دوسرا گناہ جو کافر کرتے تھے۔ وہ تھا اللہ سے کفر۔ اس کی ہستی اور اس کی صفتوں سے انکار۔

۳۔ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: (خانہ کعبہ) اللہ کا یہ گھر عبادت کے لئے تھا۔ مگر اس جگہ کافروں نے بے شمار بت رکھ چھوڑے تھے۔ مسلمان بیت اللہ کو توحید کا گھر بنانا چاہتے تھے لیکن کافر مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکتے تھے اور اللہ کی عبادت میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔

۴۔ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ: (مکّہ والوں کو وہاں سے نکال دینا) مکہ کے کافروں نے مسلمانوں پر اس قدر سختیاں کیں اور اتنے ظلم ڈھائے کہ ان بیچاروں کو آخر مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ غریب بے کس مسلمانوں نے اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں پناہ لی اور سب کچھ چھوڑ کر صرف جانیں لے کر بھاگے۔ یہ کس قدر بڑا گناہ ہے جس کے مرتکب اہل مکہ ہوئے۔

۵۔ اَلْفِتْنَةُ: (فساد۔ غارت گری دین سے ہٹانا) کفارِ مکہ یہ سب خرابیاں کر رہے تھے مگر اپنے ان جرائم پر ان کی نظر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب حالات یہ ہوں۔ تو قتال ہر حال میں واجب ہے۔

کافروں کی کوششیں

وَ-لَا- یَزَالُوْنَ- یُقَاتِلُوْنَکُمْ- حَتّٰی
اور جاری رکھیں گے تم سے لڑنا یہاں تک
یَرُدُّوْکُمْ- عَنْ- دِیْنِکُمْ- اِنِ- اسْتَطَاعُوْا
تمہیں پھیر دیں سے تمہارا دین اگر قابو پائیں۔

وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی
اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ
یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا
اگر قابو پائیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔

اس آیت میں یہ بات کھول کر واضح کر دی گئی ہے۔ کہ مسلمان جب تک اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہیں گے۔ مشرک اور کافر ہر طرح سے ان کی مخالفت کرتے ہی رہیں گے۔ وہ ہر حالت میں اور ہر موقع پر زک پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں گے خواہ یہ موقع انہیں حرم کی حدود کے اندر پیش آئے۔ خواہ پاک اور حرمت کے مہینے میں۔ جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے کیا۔ اس موقع پر انہوں نے کسی احترام اور برکت کی پرواہ نہ کی۔ صرف مسلمانوں سے دشمنی اور حسد کی وجہ سے مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو مکہ جانے اور عمرہ کرنے سے روکا۔ اس لئے اس قسم کے اسلام دشمن اگر مسلمانوں پر طعن و تشنیع کریں بھی۔ تو اس کی کوئی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ اور صرف مہینے کی حرمت کی وجہ سے ان سے جنگ کرنے سے رکنا نہیں چاہیئے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مکہ کے مشرک اسلام سے کس قدر بیزار اور حق کے کس قدر دشمن تھے۔ وہ اس بات پر مصر تھے کہ جہاں تک ان کا بس چلے۔ ہر ممکن طاقت اور ہر تدبیر استعمال کر کے مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر دیں۔ انہیں اسلام کے قبول کرنے سے روکیں۔ انہیں پرانے اور باطل عقیدوں کے ماننے پر مجبور کریں۔ بت پرستی پر قائم رکھیں۔ اور ہو سکے تو اسلام کا نام و نشان ہی مٹا دیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کافر اور مشرک اسلام کے اس قدر کیوں مخالف تھے؟ اس کے ختم کرنے کے کیوں درپے تھے؟ مسلمانوں کے عقیدوں کو بُری نگاہ سے کیوں دیکھتے تھے؟ اسلام کی تعلیم سے نفرت کیوں کرتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت ان لوگوں نے اپنے مذہب، اپنی سیاست اور اپنی معاشرت اپنے ڈھب پر بنا رکھی تھی۔ ان کے اغراض و مقاصد اپنی ہی فلاح و بہبود تک محدود تھے۔ وہ اپنی سوسائٹی کی روایات کو ہی برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ اس کے خلاف اسلام ایک کامل مساوات اور عالمگیر ترقی کا پیغام دیتا تھا۔ انسان ہونے کے لحاظ سے ہر شخص کو برابر کا حق دیتا تھا کسی خاص مفاد پرست سوسائٹی کا وجود ماننے سے انکاری تھا۔ اس لئے وہ تمام لوگ جو محدود پیمانے پر سوچتے تھے۔ اور جو تنگ نظر، خود غرض تھے۔ انہوں نے اس کی مخالفت اور عداوت پر کمر باندھی۔

حق کے سامنے باطل کیسے ٹھہر سکتا تھا۔ روشنی کے آنے کے بعد اندھیرا کیسے باقی رہ سکتا تھا؟ وہ لوگ خود ہی اپنی جہالت اور عداوت میں غرق ہو گئے۔ اور ہمیشہ کی سزا کے حقدار ٹھہرے۔ دنیا میں بھی نامراد ہوئے آخرت میں بھی جہنّم کے مستحق ٹھہرے۔

مرتد کی سزا

وَ۔ مَنْ۔ یَّرْتَدِدْ۔ مِنْکُمْ۔ عَنْ۔ دِیْنِہٖ
اور جو کوئی پھرے تم میں سے سے اس کا دین
فَیَمُتْ۔ وَ۔ ھُوَ۔ کَافِرٌ۔ فَاُولٰٓئِکَ۔ حَبِطَتْ
پھر مر جائے اور ہو کافر تو ایسوں کو ضائع ہوئے
اَعْمَالُھُمْ۔ فِی۔ الدُّنْیَا۔ وَ۔ الْاٰخِرَۃِ ۚ وَ
ان کے اعمال میں دنیا اور آخرت اور
اُولٰٓئِکَ۔ اَصْحٰبُ۔ النَّارِ ۚ ھُمْ۔ فِیْھَا
وہ رہنے والے دوزخ وہ اس میں
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾
ہمیشہ رہیں گے۔

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ
اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے۔
فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ
پھر کفر کی حالت ہی میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے عمل
اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۚ وَ
دنیا اور آخرت میں ضائع ہوئے اور وہ
اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا
لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾
رہیں گے۔

پچھلے سبق سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ کافر اور مشرک ہر طریقے سے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ انہیں ڈرائیں دھمکائیں گے۔ طرح طرح کی امیدیں دلائیں گے۔ انہیں لالچ دیں گے ان کی ساری کوششیں اسی لئے ہوں گی کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو بڑھنے نہ دیں۔ انہیں لوٹا کر دوبارہ جہالت اور تاریکی میں لے آئیں۔

اس آیت میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان، کافروں کے زیر اثر خواہ ڈر کر خواہ کسی لالچ میں آ کر اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ جائے گا اور مرتے دم تک کفر ہی پر اڑا رہے گا۔ تو اس کے تمام عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اسے دنیا میں بھی اس کی سزا بھگتنی پڑے گی اور قیامت میں بھی۔

اسلام سے پھر کر کفر کی طرف لوٹ جانے والے کی سزا دنیا میں یہ ہو گی کہ اس کا جان و مال محفوظ نہ رہے گا۔ مسلمان بیوی سے اس کا نکاح قائم نہ رہ سکے گا۔ مسلمان کی میراث سے اسے حصّہ نہ مل سکے گا۔ بلکہ یہاں تک کہ اگر حکومت اسلامی ہو تو ایسے بد عہد، باغی اور مرتد کو زندہ رہنے کا بھی حق باقی نہیں رہتا۔

آخرت میں اسے یہ سزا ملے گی۔ کہ وہ اپنے اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔ جس قدر نیکیاں اور عبادتیں دُنیا میں کی ہوں گی ان کا بدلہ نہیں ملے گا۔ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اسی میں ہمیشہ جلتا رہے گا اور ہر طرح سے نقصان اٹھائے گا۔

فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ: (اسی حالت کفر ہی میں اسے موت آ جائے) اس فقرہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی سمجھا دیا کہ اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو دین کی طرف واپس آ جانے کا موقعہ پھر بھی رہتا ہے۔ آخرت کی سزا اسی صورت میں ہے جب کفر کی حالت ہی میں مر جائے

مرتد کی سزا اس قدر سخت اس لئے ہے کہ ایک بار اسلام کو سمجھ لینے کے بعد اس نے بغاوت کی۔ پھر اسے دیکھ کر دوسروں کے دل میں بھی شک پیدا ہونے کا امکان ہے۔

ایمان ہجرت اور جہاد

اِنَّ ۔ الَّذِیۡنَ ۔ اٰمَنُوۡا ۔ وَ ۔ الَّذِیۡنَ
بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے
هَاجَرُوۡا ۔ وَ ۔ جَاهَدُوۡا ۔ فِیۡ ۔ سَبِیۡلِ ۔ اللّٰهِ
ہجرت کی اور لڑے میں راہ اللہ
اُولٰٓئِكَ ۔ یَرۡجُوۡنَ ۔ رَحۡمَتَ ۔ اللّٰهِ ۔ وَ
وہ امیدوار رحمت اللہ اور
اللّٰهُ ۔ غَفُوۡرٌ ۔ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۱۸﴾
اللہ بخشنے والا مہربان

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ
بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے
هَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ
ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے
اُولٰٓئِكَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ
وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور
اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۱۸﴾
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اَلَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا : (جنہوں نے ہجرت کی) مراد وُہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کی خاطر اپنے وطن جیسی عزیز اور محبوب شے کو چھوڑا اور کفر کی بستی کو ترک کر کے ایمان کی بستی کی طرف چلے گئے۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی۔

جَاهَدُوۡا : (لڑے) یہ لفظ جہاد سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں شدید کوشش اور جدّ وجہد۔ اس میں ہر طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں شامل ہیں اور سب سے بڑی مشکل جنگ و قتال کی ہے۔

فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ : (اللہ کی راہ میں) ہجرت اور جہاد کے ساتھ یہ قید لگا کر ثابت کر دیا کہ مسلمان کسی اپنی ذاتی غرض یا مفاد کے لئے ہجرت یا جہاد نہیں کرتے۔ وُہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلتے ہیں۔

یَرۡجُوۡنَ : (امیدوار ہیں) اس لفظ سے مقصود ان مومنوں کو خوشخبری دینا ہے۔ جو نادانستہ ماہ حرام میں ایک کافر کو قتل کر بیٹھتے تھے۔ پچھلی آیتوں سے ان صحابیوں کو جنہوں نے بھول کر پاک مہینے میں ایک کافر کو قتل کر دیا تھا۔ یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے اوپر کوئی گناہ نہیں لیکن انہیں اس بارہ میں کچھ فکر تھا کہ معلوم نہیں اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں اس پر یہ آیت نازل ہُوئی کہ جو لوگ ایمان لائے جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دشمنوں سے لڑے وہ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اجر و ثواب کے حقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خطائیں بخشنے والا اور ان پر رحمت کرنے والا ہے وہ اپنے اس قسم کے عبادت گذار بندوں کو ان کے حق سے محروم نہ کرے گا۔

اس آیت سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ کافر اور مشرک مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیرنے کی ہر ممکن کوشش کرینگے انہیں اذیتیں پہنچائیں گے انہیں وطن سے نکال دیں گے ان سے جنگ کریں گے لیکن مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ وُہ ہمت نہ ہاریں وہ اپنے ایمان پر ڈٹے رہیں اگر کافر مسلمانوں کو جلا وطن کر دیں۔ ان سے جنگ کریں تو مسلمانوں کو ان کا مقابلہ ڈٹ کر کرنا چاہیئے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش اور کرم کے مستحق صرف وُہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ اگر اس راہ میں مشکلات آئیں تو وطن تک کو چھوڑ دیا۔ اگر پھر بھی دشمنانِ دین نے چین نہ لینے دیا۔ تو جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن دین سے غافل نہ ہُوئے۔

شراب اور جوا

یَسۡـَٔلُوۡنَكَ ۔ عَنِ ۔ الۡخَمۡرِ ۔ وَ ۔ الۡمَیۡسِرِ ؕ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ ؕ

تجھ سے پوچھتے ہیں سے شراب اور جوا ۔ تجھ سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں ۔

عَنۡ : (سے) یعنی شرعی حکم کے بارے میں اور حلال و حرام کی بابت ۔

اَلۡخَمۡرِ (شراب) خمر کے لفظی معنی کسی چیز کو ڈھانپ لینا ہیں ۔ اوڑھنی کو خمار اسی لئے کہتے ہیں کہ وُہ سر کو ڈھانپ لیتی ہے شراب کو بھی خمر اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس سے انسانی عقل پر پردہ پڑتا ہے ۔ اور انسان کے حواس درست طور پر باقی نہیں رہتے انگور اور کھجور کی شراب کے علاوہ خمر ہر اس چیز کو کہا گیا ہے جو نشہ آور ہو ۔

اَلۡمَیۡسِرِ (جُوا) یہ لفظ بھی اپنے وسیع معنی میں آیا ہے ۔ اور جوئے کی تمام قسموں پر حاوی ہے ۔ خواہ وُہ کسی صورت اور نام سے ہو ۔

اسلام سے پہلے شراب اور جُوئے کا عرب میں عام رواج تھا ۔ ہر چھوٹا بڑا اس قدر شراب پیتا تھا کہ گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور جوئے کی قسموں کا کوئی شمار نہ تھا ۔ ان دونوں کے نتیجہ میں جنسی تعلقات کی ابتری ، مالی مشکلات اور ظلم و تعدی کی وبا عام طور پر پھیلی ہُوئی تھی لیکن اس حالت پر غور کرنے والا کوئی نہ تھا ۔ یہ لوگ اپنی عقل ان چیزوں کے عوض بیچ چکے تھے ۔

بعض صحابہؓ کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے شراب اور جُوئے کی بابت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود دریافت کیا کہ ایسی چیز جو عقل اور مال و دولت کو برباد کرنے والی ہے ۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعلیم و تربیت سے آپؐ کے صحابیوں میں ایسی ناپاک اور گندی چیزوں کے بارے میں نفرت کا پیدا ہونا ضروری تھا ۔ وُہ سمجھ گئے تھے کہ جن نیکیوں اور خوبیوں کا حکم اسلام دیتا ہے ان کے حاصل کرنے میں شراب اور جُوئے جیسی چیزیں سدِ راہ ہیں ۔ کیونکہ ان احکام سے یہ مقصود ہے کہ ہمارے اندر پاکیزگی ۔ نیکی اور عاقبت اندیشی پیدا ہو ۔ اس کے برعکس شراب اور جوئے سے عقل جاتی رہتی ہے ۔ گالیاں بکنے کی عادت پڑتی ہے ۔ گندگی کی طرف رجحان پیدا ہوتا ہے ۔ طبیعت حرامکاری کی طرف مائل ہوتی ہے ۔

اسرائیلی پیغمبروں نے بھی شراب اور جوئے کے حرام ہونے کے بارے میں اپنی اپنی امتوں کو حکم دیئے ۔ لیکن ان کے پیرو ممانعت کے باوجود باز نہ رہ سکے ۔ آخر کار اسلام ہی نے ان کی بُرائی کو اس قدر کھول کر بیان کیا ۔ کہ آج امتِ مسلمہ میں جس قدر حقارت کی نظروں سے شرابی اور جواری کو دیکھا جاتا ہے ۔ شاید ہی کسی اور غلط کار اور بدکار کو دیکھا جاتا ہو ۔

شراب کی حرمت کے سلسلہ میں یہ پہلی آیت ہے ۔ یہیں سے شراب اور جُوئے کے حرام ہونے کا ذکر شروع ہوتا ہے ۔

شراب اور جوئے کے بارہ میں حکم

قُلْ - فِيهِمَآ - اِثْمٌ - كَبِيْرٌ - وَّ - مَنَافِعُ
کہہ ان دونوں میں گناہ بڑا اور فائدے
لِلنَّاسِ - وَ - اِثْمُهُمَآ - اَكْبَرُ - مِنْ
لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ بڑا سے
نَّفْعِهِمَا ؕ
ان کا فائدہ۔

قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ
کہہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔

صحابیوں کے اس سوال کے جواب میں کہ شراب اور جوئے کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے صاف حکم بتایا کہ دونوں گناہ ہیں۔ ساتھ ہی فرمایا کہ ان دونوں چیزوں میں لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ لیکن ان کے نقصانات فائدوں سے زیادہ ہیں۔ اس لئے عقلِ سلیم کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ دونوں چیزیں چھوڑ دینے کے قابل ہیں۔

اِثْمٌ: (گناہ) سے مراد ہر وہ فعل ہے۔ جو نیکی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والا ہو۔ اس لفظ کے استعمال نے بتا دیا کہ شراب اور جوا انسان کو نیکی سے روکتے ہیں۔ جس قوم میں اور جس سوسائٹی میں شراب عام ہو۔ وہاں فساد، بے حیائی اور گناہ بہت بڑھ جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو وہ اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔ بدکاری اور حرام کاری میں الجھ جاتا ہے۔ اپنے فرائض سے غافل ہو جاتا ہے۔ نشہ کی حالت کو پورا کرنے کی اگر استطاعت باقی نہ رہے۔ تو ناجائز اور حرام طریقے سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چوری، ٹھگی، غبن، قتل اور غارت گری سے بھی نہیں چوکتا۔

جُوا انسان کی مالی حالت کو تباہ کر دیتا ہے۔ لُوٹ مار، چوری، غبن، لاابالی پن کی طرف مائل کرتا ہے۔ عیاشی اور فضول خرچی تو اس کے اوّلین اثرات ہیں۔ جو ایک جواری کو آ گھیرتے ہیں۔ جوئے کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً گھڑ دوڑ کی شرطیں، لاٹریاں، سٹے وغیرہ۔

ممکن ہے شراب سے بعض بیماریوں کا علاج ہو سکتا ہو۔ کئی آدمی اس بہانے سے شراب پیتے ہیں۔ لیکن جب دوسری دوا موجود ہو تو شراب کیوں کر روا ہو سکتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ شراب سرور آور ہے۔ لیکن کتنی دیر کے لئے ؟ اور نشہ اترنے کی تکلیف کس قدر جانگسل ہوتی ہے۔ شراب غموں کو بھلاتی ہے۔ مگر کتنے لمحات کے لئے ؟ اور انجام کار دولت کی بربادی، اخلاق کی خرابی جسمانی بیماریاں اور خدا و خلق میں رسوائی۔

یہی حال جوئے کا ہے۔ عارضی جیت ہو سکتی ہے۔ مگر ہار نہ ہونے کی کیا ضمانت ہے۔ اور یہ مفت کا جیتا ہُوا روپیہ کس کے پاس رہا ہے۔ ہم نے آج تک کسی جواری کو دولت مند بنتے نہیں دیکھا ہے۔ اگر مفت میں کماتے ہیں تو حرام میں لٹاتے ہیں۔

مالی قربانیوں کا معیار

وَ یَسْئَلُوْنَکَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ ۚ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں

قُلِ الْعَفْوَ ؕ

کہہ دے کہ جو اپنے خرچ سے بچے ۔

وَ ۔ یَسْئَلُوْنَکَ ۔ مَا ۔ ذَا ۔ یُنْفِقُوْنَ ۚ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں

قُلِ ۔ الْعَفْوَ ؕ

کہہ دے جو اپنے خرچ سے بچے ۔

اَلْعَفْو ، (جو اپنے خرچ سے بچے) انگریزی زبان میں اس لفظ کے مفہوم سے قریب تر لفظ سرپلس (SURPLUS) ہے جسے فارسی میں "زائد از ضرورت" بھی کہتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے جائز اور ضروری اخراجات نکال کر جو بچا سکتے ہو ۔ وُہ خرچ کرو ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی سوسائٹی کی مالی حالت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا بہترین قاعدہ بیان فرمایا ہے ۔ اس قاعدہ پر عمل کرنے سے وُہ مقصد پورا ہو سکتا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے بہت سی قومیں کوشش کرتی رہی ہیں ۔ لیکن پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکیں ۔ یعنی ایسا نظام جس میں ہر شخص کی روزی کا سامان کر دیا جائے ۔ قوم بیکاری اور غربت کی لعنت سے نجات حاصل کرے ۔ فاقہ کشی سے بچ سکے ۔ افلاس کی بنا پر کوئی خودکشی ، عصمت فروشی ، اخلاق سوزی اور انسانیت کشی پر مجبور نہ ہو ۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہر شخص حلال اور جائز طریقے سے روپیہ کمائے اس میں سے اپنی ضرورتیں پوری کرے ۔ جائز ضروریات کے بعد جو بچا سکے وُہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دے ۔

اس حکم میں ان تمام خرابیوں کا علاج ہے جو انسانی سوسائٹی میں اس وقت موجود ہیں مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل "انسانی محنت" کی قدر و قیمت بہت کم ہو گئی ہے ۔ جسمانی اور ذہنی کوششوں کا پورا معاوضہ حاصل نہیں ہوتا انسانی محنت کی جگہ اب "سرمائے" نے لے لی ہے ۔ چنانچہ سوسائٹی دو گروہوں میں بٹ گئی ہے ۔ ایک نہایت امیر طبقہ جو تعداد میں بہت قلیل ہے اور دوسرا نہایت غریب طبقہ جو تعداد میں بہت زیادہ ہے ۔ ایک طرف عیاشی آرام پرستی اور اقتدار ہے ۔ دُوسری طرف غربت مشقت اور بے بسی ہے ۔ امراء غریبوں کے خون سے اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں ۔ اور غریب ان کے پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں ۔ اس سے عوام میں بے چینی اور مایوسی پیدا ہو گئی ہے ۔

مغربی اقوام نے اس کے کئی حل سوچے ۔ لیکن سب ناکام ہو گئے ۔ اس کا بہترین اور واحد حل وہی ہے جو قرآن مجید نے تجویز کیا ہے یعنی یہ کہ ہر دولت مند شخص اپنے پاس صرف اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہی روپیہ رکھے اور باقی مستحق لوگوں پر تقسیم کر دے ۔ ظاہر ہے کہ اس حکم پر عمل کرنے سے نہ تو روپیہ چند ہاتھوں میں اکٹھا ہو گا ۔ نہ افلاس بڑھے گا ۔ بلکہ محنت سے کام کرنے والا شخص کبھی بھوکا نہ مرے گا ۔ یہ ہے موجودہ مالی خرابیوں اور غربت کی اصلاح کا طریقہ جو کسی اور کے پاس نہیں ۔

غور وفکر کی دعوت

كَذٰلِكَ - يُبَيِّنُ - اللّٰهُ - لَكُمُ - الْاٰيٰتِ
اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے احکام
لَعَلَّكُمْ - تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي - الدُّنْيَا - وَالْاٰخِرَةِ
تاکہ تم فکر کرو۔ میں دنیا اور آخرت۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
اسی طرح اللہ تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے۔
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
تاکہ تم فکر کرو۔ دنیا اور آخرت کی باتوں میں۔

پچھلے سبق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے سیدھے اور صاف راستے بتائے ہیں جنہیں اختیار کر لینے کے بعد ہم دنیا کی حالت کو بہتر اور مضبوط بنا سکتے ہیں۔ غربت، افلاس، بے بسی، فاقہ کشی، بے چینی۔ اور مایوسی جیسی انسان کش چیزیں نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ غریبوں کی تنگدستی اور افلاس ختم کر سکتے ہیں۔ ایسا ہو جائے تو پھر ہڑتالوں دنگا فساد اور لڑائی جھگڑے کی نوبت ہی نہیں آسکتی۔ ہر شخص محنت کر کے اپنی ہمت اور قابلیت کے مطابق روزگار حاصل کر سکے گا۔ تجارت اور صنعت بڑی خوش اسلوبی سے ترقی کرتی چلی جائے گی۔

اللہ کے احکام ہمارے سامنے ہیں۔ دیر فقط اس بات کی ہے کہ ہم سوچ سمجھ سے پورے طور پر کام لینا شروع کر دیں۔ ان میں دنیاوی فوائد کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں۔ جن کو آخرت کے فوائد کہا گیا ہے۔ ان کا سمجھنا غور و فکر پر موقوف ہے۔ بہرحال ان احکام کا انسان کے اندر ایک صاف شکل میں ہونا ضرور اس بات کو چاہتا ہے کہ آدمی ان پر غور کرے اور فکر سے ان کا مفید ہونا معلوم کرے۔ اس وقت تک ان احکام کے فوائد تجربے سے بھی ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات یقیناً فکر کی معاون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری بہتری اور رہنمائی کے لئے جو مختلف احکام نازل فرمائے ہیں۔ کیا یہ اس لئے ہیں کہ ان کی طرف توجہ نہ دی جائے؟ ان سے غفلت اور لاپرواہی برتی جائے۔ ان کی ہنسی اڑائی جائے؟ ہرگز نہیں۔ احکامِ الٰہی انسانی فلاح و بہبود کے ضامن ہیں۔ دنیا میں خوشحالی اور سکون لاتے ہیں۔ آخرت میں سرخروئی اور انعام کا سبب بنتے ہیں۔ ان سے ناواقف رہنے سے انسان اندھیرے میں جا پڑے گا۔ اور ان کو اختیار کرنے سے چاروں طرف روشنی پائے گا۔

دُنیا میں کیونکر زندگی گذارنی ہے؟ آخرت کے لئے کیونکر توشہ بنایا جائے؟ یہ سب کچھ ان احکام میں مذکور ہے۔ ان کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہی انسان زندگی کا حقیقی لطف اٹھا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ہمیں بار بار غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ احکامِ الٰہی سے تمہاری عقبیٰ بھی درست ہو گی اور خود یہ دُنیا بھی سنور جائے گی۔

یتیموں کی اصلاح

وَ۔ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ۔ عَنِ۔ الۡیَتٰمٰى۔ قُلۡ۔ اِصۡلَاحٌ
اور تجھ سے پوچھتے ہیں ۔ سے ۔ یتیم ۔ کہہ دے ۔ سنوارنا
لَّهُمۡ۔ خَیۡرٌ
ان کے کام کا ۔ بہتر ہے۔

وَیَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡیَتٰمٰى قُلۡ اِصۡلَاحٌ لَّهُمۡ خَیۡرٌ
اور تجھ سے یتیموں کے بارہ میں حکم پوچھتے ہیں کہہ دے ان کے کام کا سنوارنا بہتر ہے۔

اَلۡیَتٰمٰى: (یتیم) یہ لفظ یتیم کی جمع ہے اور یتیم سے مراد وُہ لڑکا یا لڑکی ہے۔ جس کے سر سے باپ یا ماں یا دونوں کا سایہ اٹھ گیا ہو۔ باپ کے مرجانے سے اگر بچہ یتیم ہُوا ہو۔ تو اس کی یتیمی اور بھی زیادہ قابلِ رحم ہوجاتی ہے۔

اِصۡلَاحٌ: (سنوارنا) اس میں ہر طرح کی جسمانی مالی اور اخلاقی سنوار آجاتی ہے۔ یہاں اس کا تعلق خاص طور پر مالی اصلاح سے ہے۔
یہ آیت ان صحابہ کے سوال کے جواب میں نازل ہُوئی۔ جن کی سرپرستی میں یتیم بچے پرورش کے لئے دیئے گئے تھے۔ بعض لوگ یتیموں کے مال میں احتیاط نہ کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ و لا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن (یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اچھے طریقے کے) اس پر جو لوگ یتیموں کے سرپرست تھے ڈر گئے اور ان کے خرچ کو بالکل جُدا کر دیا۔ خرچ الگ کرنے میں یہ دقت پیش آئی کہ جو چیز یتیموں کے لئے تیار کی جاتی اس میں سے اگر کچھ بچ رہتی تو وُہ خراب ہوجاتی۔ اس احتیاط میں یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ اس لئے انہوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ یتیموں کے خرچ کا کیا نظام رکھا جائے۔ اپنے حساب میں شامل رکھا جائے یا ان کا حساب بالکل الگ رہنے دیا جائے۔

اس آیت میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل مقصد تو یتیموں کی اصلاح ہے۔ جس طرح بھی ممکن ہو۔ کوئی تدبیر اختیار کرلو۔ نیّت اور ارادہ صِرف اصلاح اور یتیم کی بہتری ہو۔ خواہ خرچہ ساتھ ہو یا جُدا۔

سوسائٹی میں ایسے بچّوں کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ جو اپنے والدین کی شفقت سے بچپن میں محروم ہوگئے۔ ایسے بچّوں کی تعداد جنگ کے زمانہ میں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ وُہ اپنی جائیداد اور مال و اسباب کا صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کے اہل نہیں ہوتے۔ ان بچّوں کی نگہداشت نہایت ضروری ہے۔ ورگرنہ ان کیلئے بے راہ رو ہوجانے اور بگڑ جانے کا زیادہ امکان ہوتا ہے جو لوگ ان کی سرپرستی و تربیت اپنے اوپر لیں انہیں ان کے مال و جائیداد کو نہایت دیانتداری کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے۔
آج کل یتیموں کی پرورش اور یتیم خانوں کا اجراء ایک باقاعدہ تجارتی مشغلہ بن کر رہ گیا ہے۔ بعض اداروں کے کرتا دھرتا اپنی ناجائز اغراض کے لئے یتیم بچّوں کو اپنا آلۂ کار بناتے ہیں۔ معاشی، سماجی اور اخلاقی لحاظ سے نہایت ذلیل و رسوا کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید ہے۔
حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کی تربیت اور نگہداشت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اور اس کا اجر و ثواب کثیر بیان فرمایا ہے۔

یتیموں کے بارے میں احکام

وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَ اللّٰهُ
اور اگر ان کا خرچ ملاؤ تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ
يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَ لَوْ
جانتا ہے خرابی کرنے والے سے سنوارنے والے اور اگر
شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
چاہتا اللہ تو تم پر مشقت ڈالتا بے شک اللہ زبردست
حَكِيْمٌ (۲۲۰)
تدبیر والا۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ
اور اگر ان کا خرچ ملاؤ تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور
يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ
اللہ خرابی کرنے والے اور سنوارنے والے (کے فرق) کو جانتا ہے۔
شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بے شک اللہ
حَكِيْمٌ (۲۲۰)
زبردست تدبیر والا ہے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سوال یتیموں کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نہایت جامع حکم ارشاد فرمایا کہ یتیموں کی اصلاح بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ ان کی حیثیت تمہارے بھائیوں کی سی ہے۔ ان کے ساتھ تکلّف کیسا؟ مقصود تو یہ ہے کہ یتیم کے مال کی اصلاح اور درستی ہو۔ سو جس طرح بھی ہو اسی طرح کر لینا چاہیئے۔ اگر یتیم کا فائدہ اس میں ہو کہ اس کا حساب علیحدہ رکھا جائے۔ تو یوں کر لینا چاہیئے۔ اور اگر بہتری اس میں نظر آئے کہ اس کا مال اپنے مال سے ملا لیا جائے تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ آخر وُہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

پرانی تہذیبوں میں اور ان کے علاوہ موجودہ کئی قوموں میں یتیموں کو نہایت حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے ناخوانکہ کہہ کر بتا دیا کہ انسان ہونے کے لحاظ سے ان میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔ وہ تمہیں ایسے ہی عزیز ہونے چاہئیں جیسے تمہارے بھائی تمہیں عزیز ہیں۔ انہیں ترقی کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ ان کی راہ میں کسی طرح بھی روڑے نہیں اٹکانے چاہئیں بلکہ ان کے مقصد کو حاصل کرنے میں ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ جس طرح بھائی اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اس لئے ہر حال میں تمہیں ان کی اصلاح و درستی پیشِ نظر رکھنی چاہیئے اور اس کے لئے کوئی سا بھی طریقہ جو تم پسند کرو۔ اسے اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کی نیتیں جانتا ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ کون فسادی اور کون مصلح ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ اگر وُہ چاہتا تو یتیموں کے بارے میں وُہ تمہیں سخت حکم بھی دے سکتا تھا۔ جو تمہیں پورے کرنے پڑتے۔ اس لئے کہ وہ زبردست اور غالب ہے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ ہر حکم کی مصلحت سمجھتا ہے۔ وُہ ایسے حکم نہیں دیتا جو تم پر گراں اور مشکل ہوں۔

مشرکہ سے نکاح

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ

اور مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔

وَ لَا - تَنْكِحُوا - الْمُشْرِكٰتِ - حَتّٰى - يُؤْمِنَّ ؕ

اور نہ - نکاح کرو - مشرک عورتیں - جب تک - ایمان لائیں۔

اَلْمُشْرِكَاتِ : (مشرک عورتیں) یہ مشرکہ کی جمع ہے۔ یہ لفظ شرک سے بنا ہے۔ یعنی وہ عورت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتی ہو۔ یہ لفظ اپنے وسیع اور عام معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ اس حکم میں ہر کافر عورت داخل ہے۔ محض بت پرست ہونا لازمی نہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی فقہ میں ہر غیر مسلم عورت سے نکاح ناجائز ہے لیکن حنفی علماء کے نزدیک عام قاعدہ کے لحاظ سے تو ہر غیر مسلمہ کے ساتھ نکاح ناجائز ہے لیکن اہل کتاب یعنی یہودی یا نصرانی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ جس کی اجازت شریعت میں باقاعدہ موجود ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ اس حکم کی مزید تشریح یہ ہے کہ :۔

(۱) ہندو، سکھ یا آتش پرست عورت سے نکاح درست نہیں۔ (۲) اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ لیکن بہتر نہیں۔ حضرت عمرؓ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ احادیث میں بھی دیندار عورت سے ہی نکاح کرنے کی ترغیب اور تاکید موجود ہے۔ (۳) ایسی عورت جو اپنی وضع سے اہل کتاب معلوم ہوتی ہو۔ لیکن بعد میں تحقیق کرنے سے یہ پتہ چل جائے کہ اس کے عقیدے اہل کتاب کے نہیں ہیں۔ تو اس سے بھی نکاح درست نہیں ہے۔

غرض ہر اس عورت سے نکاح ناجائز ہے۔ جو مومن نہ ہو۔ اسلام نے نکاح کے سلسلہ میں ذات نسل رنگت وغیرہ کی قید نہیں لگائی۔ بلکہ صرف ایمان دار درست عقیدہ ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ انتہائی الفت اور رفاقت کا ہوتا ہے۔ دونوں میں گہری مناسبت کا ہونا لازم ہے۔ میاں بیوی کا تمام عمر کامیابی کے ساتھ نباہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بیوی شوہر کی زندگی کے اصل اصول یعنی توحید و رسالت کی منکر نہ ہو۔ اگر یہ مناسبت نہیں ہے۔ تو اُن کا زندگی کے ہر پہلو میں کامیابی کے ساتھ چلتے جانا بالکل ناممکن ہے۔ اور اس سے بھی بڑی خرابی اولاد کی تربیت مذہب اور مستقبل پر پڑتی ہے۔ باپ اپنی طرف کھینچتا ہے اور ماں اپنی طرف۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

خاوند اپنی گھریلو زندگی کے تمام معاملات کا فیصلہ اسی عقیدہ کی روشنی میں کرے گا۔ بیوی اپنے عقیدہ کے مطابق سوچے گی۔ لہٰذا دونوں میں زبردست اختلاف اور جھگڑا ہوتا رہے گا۔ اس کا بُرا اثر ان کے بچوں پر پڑے گا اور اولاد کا مستقبل خراب ہو جائیگا۔ اس لئے حکم ہوا کہ اس قدر تباہ کرنے والے نتائج سے بچنے کے لئے مشرکہ سے نکاح نہ کیا جائے یہود اور مسیحیوں کے ہاں بھی مذہبی طور پر یہ پابندی موجود ہے یہ دوسری بات ہے کہ آج وہ اس پر عمل نہ کریں۔

مُسلمان لونڈی کا درجہ

وَ۔ لَاَمَۃٌ۔ مُّؤْمِنَۃٌ۔ خَیْرٌ۔ مِّنْ۔ مُّشْرِکَۃٍ
اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر سے مشرک بی بی
وَّ۔ لَوْ۔ اَعْجَبَتْکُمْ
اور اگرچہ تمہیں بھلی لگے۔

وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ
اور البتہ مسلمان لونڈی مشرک بی بی سے بہتر ہے
وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ
اگرچہ وہ تمہیں بھلی لگے۔

آیت کے پہلے حصہ میں ایک مشرک عورت کا مسلم سے ناقابلِ نکاح ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مشرک عورت میں خواہ تمام خوبیاں موجود ہوں۔ اس میں ظاہری طور پر ہر طرح کی کشش موجود ہو۔ لیکن جب اس میں ایمان کی روشنی نہیں تو مسلمان کے لئے کوئی کشش نہیں ہونی چاہئیے۔ اس کے مقابلہ میں اگر ایک مسلمان عورت جسے خواہ آزادی جیسی نعمت میسر نہ ہو۔ اسے نکاح میں لانا زیادہ بہتر ہے۔

ایک مشرک یا غیر مسلم عورت کی پسندیدگی کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ مال دار ہو۔ بہت سی جائیداد کی مالکہ ہو حسین جمیل ہو۔ تعلیمیافتہ ہو۔ اعلیٰ خاندان سے ہو۔ بہت سلجھی ہُوئی ہو۔ لائق و فائق ہو۔ نسوانیت کا ہر تقاضا پورا کرتی ہو۔ لیکن ایک ایماندار عورت کے سامنے اس مشرکہ کی یہ تمام خوبیاں ہیچ ہیں۔ جب کہ اس مشرکہ کی زندگی کے بنیادی اصُول غلط ہیں۔

اس کے مقابلہ میں ایک مومنہ لونڈی کو پسند نہ کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً بدصُورتی، غربت یا ان پڑھ اور باندی ہونا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی لونڈی اپنے ایمان کی بدولت مشرکہ عورت سے برتر ہے۔ اس لئے نکاح کے لئے ایسی عورت کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔

مشرکہ عورت سے نکاح کرنے سے خود شوہر کی اپنی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ بات بات پر اختلاف رائے۔ بات بات پر جھگڑا۔ گھریلو معاملات میں تنازعہ، بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں اختلاف رائے۔ اس قسم کی چپقلش کا بُرا اثر نہ صرف خاوند پر۔ بلکہ بچوں پر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بچے اپنے سامنے سیدھی راہ نہیں پاتے۔ باپ کی تعلیم اور ہوتی ہے ماں کی کچھ اور۔ البتہ اگر نکاح کسی مسلمان باندی سے کر لیا جائے۔ تو اس میں ایسی دشواریاں اور الجھنیں نہ پیدا ہوں گی۔ کیونکہ اولاد بہر حال مسلمان رہے گی اور مُسلمان ہونا خواہ رقیّت کے ساتھ ہو شرک اور کفر سے اولیٰ ہے۔ اس زمانے میں جبکہ غلامی کی لعنت دُنیا میں اسلام کی تدابیر کی بدولت ختم ہو چکی ہے لونڈی غلام کوئی ہے ہی نہیں اس لئے یہ آیت فقط اس ممانعت کو تقویت دیتی ہے جو مشرک اور کافر عورتوں سے نکاح کی بابت آیت کے پہلے حصہ میں بیان ہُوئی۔

جس وقت یہ آیت نازل ہُوئی اس وقت لونڈی غلام موجود تھے۔ اس وقت یہ سمجھا یا گیا کہ مسلم لونڈی سے شادی کرنے میں بھی کچھ معاشری نقصانات ہیں لیکن وُہ ان خرابیوں اور الجھنوں سے کم ہیں جو ایک غیر مسلم عورت کو رفیقہ حیات بنانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ آج بھی ہم اس سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ازدواجی رشتے اور تعلقات پیدا کرنے کے لئے اسلام کا خیال سب پر مقدم ہے۔ لونڈیوں کی بابت یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ ان کی اولاد غلام ہو گی جب تک کہ وُہ لونڈی کے مالک سے نہ ہو۔ آزاد عورت کی اولاد آزاد ہی ہو گی۔ خواہ باپ کیسا ہی ہو۔ نیز یہ کہ آج کل لونڈی غلام قطعاً نہیں ہیں۔ اس کا بیان سورۂ نساء میں بھی آئے گا۔

مُشرک مرد سے نکاح

وَ۔ لَا۔ تُنْکِحُوا۔ الْمُشْرِکِیْنَ۔ حَتّٰی۔ یُؤْمِنُوْا
اور نہ نکاح کرو مشرکین جب تک ایمان لائیں
وَلَعَبْدٌ۔ مُّؤْمِنٌ۔ خَیْرٌ۔ مِّنْ۔ مُّشْرِکٍ۔ وَّ
البتہ غلام مسلمان بہتر ہے سے مشرک اور
لَوْ۔ اَعْجَبَکُمْ۔ اُولٰٓئِکَ۔ یَدْعُوْنَ۔ اِلَی۔ النَّارِ
اگرچہ تمہیں بھلا لگے وہ بلاتے ہیں طرف دوزخ
وَ۔ اللّٰہُ۔ یَدْعُوْٓا۔ اِلَی۔ الْجَنَّۃِ۔ وَ۔ الْمَغْفِرَۃِ۔ بِاِذْنِہٖ
اور اللہ بلاتا ہے طرف جنت اور بخشش اپنے حکم سے
وَ۔ یُبَیِّنُ۔ اٰیٰتِہٖ۔ لِلنَّاسِ۔ لَعَلَّھُمْ۔ یَتَذَکَّرُوْنَ (۲۲۱)
اور بیان کرتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا
اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَّ
البتہ غلام مسلمان مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ
لَوْ اَعْجَبَکُمْ اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ
تمہیں بھلا لگے۔ وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ
وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ
اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں
وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (۲۲۱)
کو اپنے حکم بتلاتا ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

لَا تُنْکِحُوْا: (نکاح نہ کرو) یہاں خطاب مردوں سے ہے کہ تم اپنی لڑکیوں کو کافروں کے نکاح میں نہ دو۔ یہ حکم خود عورتوں کو براہِ راست نہیں مل رہا کہ تم کافروں کے نکاح میں نہ جاؤ۔ وجہ ظاہر ہے کہ لڑکی کا نکاح ہمیشہ باپ یا کسی مرد سرپرست کے ذریعہ ہی ہوتا ہے

اِلَی النَّارِ: (دوزخ کی طرف) یعنی ان عقائد اور ان اعمال کی طرف بلاتے ہیں جن کا انجام دوزخ ہے۔

اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ: (جنت اور بخشش کی طرف) یعنی اللہ ایمان و اسلام کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ اور ایسا طریقہ زندگی اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے جس کا انجام جنّت و مغفرت ہے۔

بِاِذْنِہٖ: (اپنے حکم سے) اذن کے معنی توفیق، ارادہ اور حکم ہیں۔

آیت کے پہلے ٹکڑے میں مسلمانوں کو حکم تھا۔ کہ وہ کسی کافر یا مشرک عورت سے نکاح نہ کریں۔ خواہ وہ انہیں کتنی ہی پسند آتی ہو۔ اس ٹکڑے میں فرمایا کہ اپنی عورتوں کو بھی کافر مردوں کے نکاح میں ہرگز نہ دو۔ جب تک کہ کافر لوگ ایمان نہ لائیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ شوہر اگر پہلے سے مسلمان ہے اور خدانخواستہ بعد کو مرتد ہو گیا ہو تو مسلمان عورت اسی وقت اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ جو نکاح ابھی تک صحیح تھا ٹوٹ جائے گا اور یہ عورت عدّت پوری کر کے کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔
یہ بھی لکھا ہے کہ اگر میاں بیوی پہلے سے کافر ہیں اور عورت مسلمان ہو گئی تو اب نکاح کے باقی رہنے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ شوہر بھی اسلام قبول کرلے۔

یہاں پھر یہ واضح کر دیا گیا کہ مشرک مرد خواہ تمہیں کتنا ہی پیارا لگے کتنا ہی پسند آئے ہر حالت میں اس غیر مسلم سے مسلمان غلام بہتر ہے۔ کیونکہ مشرک سے شادی کے اور جو نتائج نکلتے ہیں۔ وہ بہت بھیانک ہوتے ہیں۔ مشرک مرد عقائد و اعمال کی نہایت بری تعلیم دیں گے اور تمہیں دوزخ کی آگ میں جھونکنے کا سبب بنیں گے۔

حیض کی حقیقت

وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ قُلْ
اور تجھ سے پوچھتے ہیں حیض سے کہہ
هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی
وہ گندگی سو تم الگ رہو عورتیں میں
الْمَحِیْضِ ۙ
حیض۔

وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ قُلْ
اور تجھ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ وہ
هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی
گندگی ہے۔ سو تم عورتوں سے حیض کے وقت
الْمَحِیْضِ ۙ
الگ رہو۔

مَحِیْضِ، (حیض) حیض اس خون کو کہتے ہیں جو عورتوں کو ہر ماہ آتا ہے۔ جسے اَذًی (گندگی) ماہواری بھی کہتے ہیں۔ دنیا کی دُوسری قوموں نے بھی حیض کے خون کو گندہ قرار دیا ہے۔ اور طب کے ماہروں کا بھی دعوٰی ہے کہ یہ ناقص خون ہے۔ یہ خون رنگ بو اور اجزاء کے اعتبار سے بھی عام خون سے مختلف ہے۔ اس میں حد درجہ گرمی ہوتی ہے۔

فَاعْتَزِلُوْا، (سو تم الگ رہو) یہ لفظ اعتزال سے نِکلا ہے۔ جس کے یہاں معنٰی یہ ہیں کہ عورت سے ہم بستری کے عمل سے الگ رہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک طرف تو مجوسی اور یہودی حیض کے زمانہ میں عورت کے ہاتھ کا کھانا پینا بھی ناپاک سمجھتے تھے۔ بعض لوگ اس زمانہ میں عورت کو گھر میں رکھنا بھی جائز نہ سمجھتے تھے۔ ہندو آج بھی ایام حیض میں عورت کے ہاتھ کا پکا ہُوا نہیں کھاتے۔ دوسری طرف عیسائی عین حیض کے ایّام میں ہم بستر ہونے سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افراط و تفریط کو بُرا بتلایا اور فرمایا کہ نہ تو اس قدر نفرت ضروری ہے کہ عورت کو اس گھر میں نہ رہنے دیا جائے اور اس کے ہاتھ کا کھانا ناپاک سمجھ لیا جائے۔ اور نہ اس قدر لاپرواہی کرنی چاہیئے کہ مجامعت سے بھی پرہیز نہ کیا جائے بلکہ سیدھی راہ یہ ہے کہ اس حالت میں مجامعت نہ کی جائے۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ کھانا پینا۔ رہنا سہنا سب درست ہے۔

قرآن مجید زندگی کا مکمّل دستور العمل ہے۔ یہ زندگی کے ہر اس شعبہ کے بارے میں احکام [illegible] کا تعلق انسان کی زندگی سے ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں انسان نہ صرف کھاتا پیتا۔ سوتا ہی ہے۔ بلکہ اس کے اندر جنسی بھوک بھی پیدا ہوتی ہے۔ بچے پیدا کرنے کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ خاص تعلقات قائم کرنے کی آرزو بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ان تمام باتوں کے متعلق قرآن مجید مناسب حکم دیتا ہے۔

دوسری قوموں نے عام طور پر اس طبعی ناپاکی سے متعلق بہت مبالغہ آمیز طریقہ [illegible] قرآن مجید نے بتایا کہ اس زمانہ میں صرف جنسی اختلاط منع ہے۔ باقی اس کا عام طور پر اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے سے کوئی تعلق نہیں۔ وُہ سب جائز ہے۔

اَذًی، (گندگی) قرآن مجید نے حیض کو گندگی بتلایا ہے۔ اس کے دُوسرے معنیٰ تکلیف اور آزار بھی ہیں۔ ہو سکتا ہے اسی تکلیف اور آزار کے باعث ان ایّام میں ہم صحبت ہونے کو منع کیا گیا ہو۔ آج طبی طور پر بھی یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی ہے۔ کہ ان ایّام میں اختلاط متعدد بیماریوں کا باعث ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات خود بھی اس سے شدید طور پہ روکتے ہیں۔

حیض کے بعد

وَ - لَا - تَقْرَبُوْهُنَّ - حَتّٰى - يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا

اور نہ ان کے قریب جاؤ جب تک وہ پاک ہوں جب

تَطَهَّرْنَ - فَاْتُوْهُنَّ - مِنْ - حَيْثُ - اَمَرَكُمُ

وہ پاک ہو جائیں تم ان کے پاس آؤ سے جہاں تمہیں حکم دیا

اللّٰهُ ؕ اِنَّ - اللّٰهَ - يُحِبُّ - التَّوَّابِيْنَ - وَ

اللہ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والے اور

يُحِبُّ - الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

دوست رکھتا ہے پاک رہنے والے۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا

اور جب تک وہ پاک نہ ہوں ان کے قریب نہ جاؤ پھر جب

تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ

وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جیسے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ

يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اَلتَّوَّابِيْنَ: (توبہ کرنے والے) اس سے مُراد وہ تمام لوگ ہیں جن سے شرعی احکام میں کبھی اتفاقیہ طور پر کوئی غلطی ہو جائے۔ اور وُہ بعد میں توبہ کر لیں اور اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں۔

اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ: (گندگی سے بچنے والے) خاص طور پر اس سے وُہ لوگ مُراد ہیں جو عورت کی ناپاکی اور گندگی کے زمانہ میں جنسی اختلاط سے بچتے رہیں۔

پچھلے سبق میں قرآن مجید نے حیض کو گندگی اور نجاست قرار دیا تھا اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب یہ گندہ خون آنا بند ہو جائے اور عورت غسل کر لے تو پھر اس سے اختلاطِ جنسی کی اجازت ہے۔ یہ جائز فعل فطری اور جائز طریق سے ہونا چاہیئے غیر فطری طریقہ سے نہیں۔ ہم پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت میں جنسی کشش رکھی ہے اور جنسی عمل سے اگرچہ طبعی لذت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن یہ لذت ہی آخری مقصد نہیں ہے۔ میاں بیوی کے تعلق کا اصل مقصد اور نتیجہ حصُول اولاد ہے۔ اسے فراموش کر کے اگر کوئی شخص کسی اور طریقے سے لذت حاصل کرنا چاہے تو وُہ بالکل ناجائز ہے۔

قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم لواطت میں مبتلا تھی حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کو سمجھایا لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اور آخر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اپنے عذاب سے غارت کر دیا اور بعد کی آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا سامان بنایا اس لئے اس چیز کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اگر انسان دوبارہ اس گناہ کا مرتکب ہوگا تو اس پر پھر وہی عذاب آسکتا ہے۔

آخر میں قرآن مجید نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اپنی پچھلی غلطیوں پر توبہ کرتے ہیں۔ ان پر نادم ہوتے ہیں۔ اور آئندہ اس غلطی کے مرتکب ہونے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی شخص ماضی میں اس گناہ کا مرتکب رہا ہو تو اسے فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ پاکی اور طہارت رکھنے والوں کو بھی پسند کرتا ہے۔

بیوی کا درجہ

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ
تمہاری عورتیں کھیتی تمہاری سو جاؤ اپنی کھیتی
أَنَّى شِئْتُمْ
جسطرح۔ تم چاہو۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ
تمہاری عورتیں۔ تمہاری کھیتی ہیں سو جسطرح چاہو
أَنَّى شِئْتُمْ
اپنی کھیتی میں جاؤ۔

حرث: (کھیتی) کھیت زمین کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔ جس میں بیج بویا جاتا ہے اور اس میں سبزی غلہ اور نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ گویا بیوی تمہاری نسل بڑھانے اور اولاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رشتہ ازدواج کے سلسلہ میں بیوی کی صحیح حیثیت واضح کر دی ہے۔ یعنی یہ کہ بیوی مرد کی کھیتی ہے۔ اور جس طرح کسان اپنی کھیتی کو اپنی بہت بڑی دولت سمجھ کر عزیز رکھتا ہے۔ اس کی نگرانی کرتا ہے۔ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس سے پیداوار حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح شوہر کو چاہیئے کہ اپنی بیوی کو بھی اپنی عزیز ترین دولت سمجھے۔ اس کی مناسب نگرانی کرے۔ اور اس سے اولاد حاصل کرے۔

گویا ثابت ہُوا کہ اسلام کے نزدیک ہم بستری کا اصل مقصد حصولِ اولاد ہی ہے۔ اگرچہ اس کے دوسرے پہلو یعنی طلبِ لذت کو بھی نظرانداز نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ ضبط تولید طبعی امر نہیں ہے۔ کیونکہ کون ایسا احمق کسان ہوگا۔ جو بیج تو بوئے لیکن فصل نہ چاہے۔ پودا اگنے سے پہلے ہی اسے اکھاڑ پھینکے۔ پھر یہ امر بھی روشن ہو جاتا ہے کہ جس طرح کسان اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت کے لئے دُعا کرتا ہے فصل کے پھلنے پھُولنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح شوہر کو بھی اللہ تعالیٰ سے صالح اولاد لینے کے لئے دُعا کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے کھیتی کی مثال دے کر بہت کچھ سمجھا دیا ہے۔ کاش انسان اس مثال پر غور کرے اور ان تعلقات کو اپنی زندگی اور انجام کار کے اعتبار سے مبارک بنائے۔

أَنَّى شِئْتُمْ: (جہاں سے تم چاہو) لفظ اَنّٰی کے معنیٰ جہاں کے ہیں۔ اس کے علاوہ جب اور جس طرح کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس مسئلہ کو کیسے پُرحکمت طور پر اشاروں اشاروں میں سمجھایا ہے کہ طریق کار اور وقت پر پابندی نہیں۔ ہاں اس بات پر پابندی ہے۔ کہ غیر فطری طریق اختیار کر کے اپنی قوت اور نسل کو ضائع کرو۔ اس کی مزید تفصیل آیت کے آخری حصّہ میں موجود ہے جو اگلے سبق میں آئے گی۔

آئندہ کی فکر

وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ
وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَ بَشِّرِ
اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور خوشخبری سنا
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾
ایمان والوں کو۔

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اور اپنے واسطے آگے کی تدبیر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ
اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور ایمان والوں
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾
کو خوشخبری سنا۔

یہ بات اس سے پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ موت کے بعد ہماری زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ نئے دور میں داخل ہو جاتی ہے اور وہاں اس کا آرام یا کوفت ان اعمال پر منحصر ہے۔ جو ہم اس دنیا میں کرتے ہیں۔ اس زندگی کے افعال و اعمال کا بُرا یا بھلا عکس اس کی زندگی کی ناکامی یا کامیابی کی شکل میں پڑتا ہے۔ یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔ یہاں ہمیں سختی اور صعوبتیں جھیل کر مستقبل کے لئے توشہ بنانا ہے۔ وُہ آخرت جزا و سزا پانے کی جگہ ہے۔

پچھلے سبق میں مرد و عورت کے تعلقات بیان کئے گئے تھے۔ اور بتایا گیا تھا کہ ان کے جنسی ملاپ کا اصل مقصد اولاد اور نسل ہے۔ اب آیت کے اس حصہ میں تاکید کے طور پر یہ یاد دہانی کرا دی گئی ہے کہ آئندہ کے لئے اپنے حق میں کچھ کرتے رہو اور اس عین لذت کے مشغلوں کے وقت بھی بالکل لذت پرستی میں غرق نہ ہو جاؤ۔ بلکہ اپنی لذتوں کو بھی اطاعت و عبادت بنا لو۔ اور یہ اسی طرح بنایا جا سکتا ہے کہ تم ہر کام کرتے وقت اس کا انجام بہتر بنانے کی فکر کرو۔

تقوٰی کی تاکید قرآن مجید نے بار بار کی ہے کہ انسان ہر حال میں، زندگی کی ہر حالت میں اٹھتا بیٹھتا، سوتا، جاگتا، کھاتا، پیتا اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ افراط و تفریط سے بچ کر سیدھی راہ پر چلتا رہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ وُہ اہل ایمان کو نیک جزاء کی خوشخبری سُنا دے جن کے اوصاف یہ ہیں۔

۱۔ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کو سامنے رکھتے ہُوئے مومن کو آئندہ کی فکر ہوتی ہے۔ وُہ لذت و شہوت کو مطلوب نہیں بناتا بلکہ انجام کار اور بہتر نتائج کو پیش نظر رکھتا ہے۔

۲۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ کا حکم بار بار سنانے سے مدعا یہی ہے کہ مسلمان خدا خوفی اور پرہیزگاری کے اندر ایک مثالی انسان بن جائے دنیا اسے دیکھ کر رشک کرے۔

۳۔ مُلٰقُوْهُ (تم اسے ملنے والے ہو) عین جنسی مسائل کے ذکر میں یاد دلایا جا رہا ہے۔ کہ آخر تمہیں اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ خبردار کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے جس سے اس دن شرمساری ہو۔

قسموں کا غلط استعمال

وَ۔لَا۔ تَجْعَلُوا۔اللّٰهَ۔عُرْضَةً۔لِّاَيْمَانِكُمْ
اور مت بناؤ اللہ نشانہ اپنی قسموں کے لئے
اَنْ۔تَبَرُّوْا۔وَ۔تَتَّقُوْا۔وَ۔تُصْلِحُوْا بَيْنَ
کہ نیک سلوک کرو اور پرہیزگاری کرو اور صلح کراؤ میں
النَّاسِ۔وَ۔اللّٰهُ۔سَمِيْعٌ۔عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾
لوگ اور اللہ سنتا جانتا۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ
اور اللہ کے نام کو اپنی قسموں کے لئے نشانہ مت بناؤ
اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ
کہ نیک سلوک کرنے اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرانے سے
النَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾
(بچ جاؤ) اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

عُرْضَةً: (نشانہ) یہ لفظ نشانے اور ڈھال کے علاوہ رکاوٹ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں اس کے معنی رکاوٹ ہی ہیں۔

سَمِيْعٌ: (سنتا ہے) اللہ تعالیٰ انسان کی باتوں کا سننے والا ہے اس لئے انسان کو ہر بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنی چاہیئے

عَلِيْمٌ: (جانتا ہے) اللہ تعالیٰ انسان کے حالات جاننے والا ہے۔ اس لئے اسے اپنی نیّت میں ہر وقت اخلاص رکھنا چاہیئے

تَبَرُّوْا: (تم نیک سلوک کرو) یہ لفظ بر سے ہے۔ جس کے معنی نیکی کے ہیں

بعض لوگ کسی سے ناراض ہو جانے تو اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ بیٹھتے تھے کہ نہ اس کے پاس جائیں گے اور نہ اس سے بولیں گے نہ اس کے اور اس سے لڑنے والوں کے درمیان صلح صفائی کرائیں گے۔ یہاں تک کہ قریبی رشتہ داروں میں بھی اس قسم کی ناچاقیاں ہو جاتیں اور پھر یہ قسمیں بہت سے نیک کام چھوڑ دینے کا بہانہ بن جاتیں۔ جب کوئی کہتا کہ ان کاموں کو کیوں کرنا چھوڑ دیا تو یہی بہانہ پیش کر دیتے کہ ہم تو اس کام کی قسم کھا چکے ہیں۔

نیک کاموں کو چھوڑ دینا تو ویسے ہی بُرا تھا۔ چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کا بزرگ و برتر نام لے کر نیک کاموں سے بچنے کی صورت پیدا کی جائے۔ آیت اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور حکم ہو رہا ہے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا اور اگر کسی نے قسم کھا بھی لی ہو تو اس کا توڑنا اور کفارہ ادا کرنا کافی ہے۔ علماء نے بے ضرورت اور کثرت سے قسمیں کھاتے رہنے کو یوں بھی ناپسند کیا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے توقیری ہوتی ہے۔ اور بُرے کام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام لینا تو اور بھی بُرا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک اور عظمت و جلال والا ہے۔ اس کا نام بھی بڑی شان اور بزرگی والا ہے۔ اس قدر اونچے اور عالی نام کو بُرے کاموں پر گواہ بنانا نہایت بُرا ہے۔ پھر اس کے نام کو نیک کام کے نہ کرنے کے لئے عذر بنائے رکھنا اور بھی بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک کام سے نہیں روکتا۔ اس لئے یہ عذر بالکل بے معنیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ایسے کاموں کے لئے ہرگز نہیں کھانی چاہیئے۔ اور اگر غلطی سے کوئی کھا رکھی ہو۔ تو اسے توڑ کر کفارہ دے دینا چاہیئے۔

لغو قسمیں

لَا ۔ یُؤَاخِذُ کُمُ ۔ اللّٰہُ ۔ بِاللَّغْوِ ۔ فِیٓ ۔ اَیْمَانِکُمْ

نہیں تمہیں پکڑتا اللہ بے ہودہ میں تمہاری قسمیں

وَ ۔ لٰکِنْ ۔ یُّؤَاخِذُ کُمْ ۔ بِمَا ۔ کَسَبَتْ ۔ قُلُوْبُکُمْ

اور لیکن تمہیں پکڑتا ہے ان پر جن کا ارادہ کیا تمہارے دل

وَ ۔ اللّٰہُ ۔ غَفُوْرٌ ۔ حَلِیْمٌ ﴿۲۲۵﴾

اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا۔

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیٓ اَیْمَانِکُمْ

اور اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری بیہودہ قسموں میں

وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ط

لیکن تمہیں پکڑتا ہے جن کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۲۵﴾

اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنیوالا ہے ۔

بِاللَّغْوِ فِیٓ اَیْمَانِکُمْ (تمہاری بیہودہ قسموں پر) لغو بیہودہ) قسموں سے مراد وہ قسمیں ہیں جو ناواقفیت کی بنا پر یا بے خیالی میں یا محض عادت کے طور پر بے ساختہ زبان سے نکل جاتی ہیں اور ان میں ارادہ کے بغیر بھی جھوٹ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے ۔

عالموں نے بتایا ہے کہ لغو کی کئی قسمیں ہیں۔ ان کا تعلق گذرے ہوئے واقعات سے بھی ہو سکتا ہے ۔ اور عادت سے بھی کہ آدمی یونہی بلا وجہ قسمیں کھاتا رہے ۔ بات بات پر قسم کھائے ۔ علماء نے نہایت ناپسندیدہ امر قرار دیا ہے ۔

غَفُوْرٌ :(بخشنے والا) اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے ۔ اپنی اسی شان سے کام لیتے ہوئے اس نے ایسی قسموں پر مواخذہ معاف کر دیا۔

حَلِیْمٌ :(تحمل کرنے والا) اللہ تعالیٰ بڑا بردبار ہے ۔ اپنی اسی شان سے کام لیتے ہوئے وہ لغو قسموں پر بھی سزا نہیں دیتا بلکہ سزا کو ملتوی کر دیتا ہے تاکہ انسان کو توبہ کا موقع مل جائے ۔

پہلی آیت میں ذکر ہو رہا تھا کہ نیک سلوک ۔ نیکوکاری ۔ پرہیزگاری اور صلح صفائی کے کام محض اللہ کی نام کی غلط قسموں کا بہانہ بنا کر ترک نہ کرو ۔ ایسی قسمیں کوئی معنیٰ نہیں رکھتیں ہیں ۔ مثلاً کوئی کہے اللہ کی قسم میں آئندہ مسجد میں نماز نہ پڑھوں گا ۔ یہ غلط قسم ہے کیونکہ اللہ تو مسجد میں نماز ادا کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ اور یہ شخص خود اللہ کا نام اس کام سے باز رہنے کے لئے استعمال کر رہا ہے ۔

اب اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ قسم وہ معتبر ہے جو دِل سے کھائی جائے ۔ یہ نہیں کہ عادت کے طور پر یا جھوٹ موٹ غلط سلط قسم کھا لی اور ڈٹ گئے ۔

بیہودہ قسمیں قابل مواخذہ نہیں ۔ مقصد یہ ہے کہ انہیں توڑ کر کفارہ ادا کر دینا چاہیئے اور ایسی لغویات سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔ اسلام ایسے ہلکے اور چھچھورے پن کو پسند نہیں کرتا ہے ۔

طلاق کی ابتدا

لِ۔ الَّذِیْنَ۔ یُؤْلُوْنَ۔ مِنْ۔ نِّسَآئِهِمْ
لئے جو لوگ قسم کھالیتے ہیں سے اپنی عورتیں
تَرَبُّصُ۔ اَرْبَعَةِ۔ اَشْهُرٍ۔ فَاِنْ۔ فَآءُوْ
مہلت چار ماہ پھر اگر باہم ملجائیں
فَاِنَّ۔ اللّٰهَ۔ غَفُوْرٌ۔ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَ۔ اِنْ
تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان اور اگر
عَزَمُوا۔ الطَّلَاقَ۔ فَاِنَّ۔ اللّٰهَ۔ سَمِیْعٌ
ارادہ کرلیا طلاق تو بیشک اللہ سننے والا
عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾
جاننے والا۔

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ
جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھا لیتے ہیں۔
تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ
(ان کے واسطے) چار ماہ کی مہلت ہے۔ پھر اگر باہم مل جائیں
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ
تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر
عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ
طلاق کا ارادہ کرلیا تو بے شک اللہ سننے والا
عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾
جاننے والا ہے۔

یُؤْلُوْنَ: (قسم کھالیتے ہیں) ایلاء سے بنا ہے۔ اس کے معنی قسم کھانا ہیں اور اصطلاح میں بیوی سے جدا رہنے کی قسم کھانا مراد ہے۔ عربوں میں اس کا عام رواج تھا کہ ذرا غصہ آیا اور بیوی سے جُدا رہنے کی قسم کھا بیٹھے۔

طلاق: (چھوڑ دینا) قانونی طور پر خاوند اور بیوی کے باہمی تعلقات بالکل ختم ہوجانے کا نام طلاق ہے۔ اسلام سے پہلے دنیا میں طلاق کے متعلق مختلف طریقے رائج تھے۔ یہودیوں کے ہاں طلاق کے سلسلہ میں کوئی قید یا ذمہ داری نہ تھی۔ جس کا جب جی چاہتا بس ایک طلاق نامہ لکھ کر بیوی سے چھٹکارا حاصل کرلیتا۔ بیوی اسی وقت دُوسرا خاوند کرسکتی تھی۔ اس آزادی کے مقابلہ میں عیسائیوں نے بہت زیادہ سختی اختیار کی۔ خاوند و بیوی کے علیحدہ ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہ رکھی۔ سوائے اس کے کہ بیوی کسی سے زنا کرے۔ یہی حال ہندو مذہب کا ہے۔ ان کے ہاں طلاق آج تک ناجائز چلی آرہی ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے اعتدال کی راہ اختیار کی۔

عربوں کا دستور تھا کہ شوہر ایلاء کر لینے کے بعد جو ان کے نزدیک ایک طرح کی طلاق تھی۔ بیوی کے خرچ، دوسری ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی سے علیحدہ ہوجاتا تھا۔ اسلام نے اس رواج میں اصلاح کی اور بتایا کہ ایلاء نکاح کے فسخ ہوجانے کے برابر نہیں بلکہ صرف آغاز ہے۔ اسلام نے غور و فکر کے لئے ایک مدت مقرر کردی اور اس مدت کی میعاد چار مہینے رکھی جو اس مقصد کے لئے بالکل کافی ہے کہ خاوند بیوی کی جدائی کے اہم معاملہ اور اس کے سارے پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ اسلام نے اس کی اجازت روا رکھی ہے کہ اگر شوہر ایمانداری کے ساتھ محسوس کرے کہ اس کی شریکِ زندگی اس سے تعاون نہیں کرتی یا جائز تقاضوں کو پورا نہیں کرتی تو اسے وہ طلاق دے دے۔ بجائے اسکے کہ دونوں تمام عمر کڑھتے رہیں ایک دُوسرے سے بیزار رہیں بہتر ہے کہ وہ علیحدہ علیحدہ ہوجائیں۔

عدّت

وَ۔ الْمُطَلَّقٰتُ ۔ يَتَرَبَّصْنَ ۔ بِاَنْفُسِهِنَّ
اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو
ثَلٰثَةَ ۔ قُرُوْٓءٍ ؕ ۔ وَ ۔ لَا ۔ يَحِلُّ ۔ لَهُنَّ ۔ اَنْ
تین حیض اور نہیں حلال انہیں کہ
يَّكْتُمْنَ ۔ مَا ۔ خَلَقَ ۔ اللّٰهُ ۔ فِيْٓ ۔ اَرْحَامِهِنَّ
چھپا رکھیں جو پیدا کیا اللہ میں ان کے پیٹ
اِنْ ۔ كُنَّ ۔ يُؤْمِنَّ ۔ بِاللّٰهِ ۔ وَ ۔ الْيَوْمِ ۔ الْاٰخِرِ ؕ
اگر وہ رکھتی ہیں ایمان اللہ پر اور دن پچھلا ۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ
تین حیض تک اور انہیں حلال نہیں کہ اللہ نے
يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ
ان کے پیٹ میں جو پیدا کیا ہے وہ چھپا رکھیں اگر
اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں ۔

اَلْمُطَلَّقٰتُ : (طلاق والی عورتیں) ہر طلاق یافتہ عورت کو مطلقہ کہا جاتا ہے۔ فقہ کی رُو سے صرف وُہ بیویاں مُراد ہیں۔ جو آزاد ہوں، بالغ ہوں۔ اور ان سے خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہو۔ وہ عورتیں نہیں ہیں جو شرعی لونڈیاں ہوں نابالغ ہوں اور جنہیں مرد نے چھُوا نہ ہو۔

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ : (اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں) یعنی یہ نہ ہو کہ ادھر شوہر نے طلاق دی اور اُدھر دوسرا شوہر کر لیا۔ اس طرح یہ تعلق ایک کھیل بن کر رہ جائے گا۔

ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ : (تین حیض) ویسے قروء کے لفظی معنی محض ایک مقررّہ مدت کے ہیں لیکن یہاں اس کے معنی حیض کے ہیں۔

مَا خَلَقَ اللّٰهُ : (جو اللہ نے پیدا کیا) رحم کے اندر جو چیز ہو یعنی اگر حمل سے ہوں تو اپنا حمل چھپائے نہیں۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر شوہر عورت کو طلاق دے دے تو اس عورت کو فوراً دوسرا شوہر نہیں کر لینا چاہئیے بلکہ تین حیض تک انتظار کرنا چاہئیے۔ اس انتظار کی مدّت میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ مثلاً ایک تو شوہر کو ٹھنڈے دِل سے غور و فکر کا پورا موقع مِل جاتا ہے۔ دُوسری طرف حمل کی بابت پورا یقین ہو جاتا ہے اس طرح کسی شخص کی اولاد کسی دوسرے کو نہیں ملتی۔ اس لئے عورت کا فرض ہے کہ اس کے پیٹ میں جو ہو اسے ظاہر کر دے۔

اس مدّت کو شریعت کی اصطلاح میں عدّت کہتے ہیں۔ گویا اس سبق میں دو حکم دیئے گئے ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ طلاق کے بعد ایک مقررّہ مدّت تک انتظار کرنا واجب ہے۔ دُوسرے یہ کہ اگر وُہ پیٹ سے ہوں تو اسے چھپائیں نہیں بلکہ ظاہر کر دیں۔ ان دونوں حکموں میں بے شمار اخلاقی اور سماجی فائدے ہیں۔

طلاق کے جو مسائل قرآن مجید کے اس حصّہ میں مسلسل بیان ہو رہے ہیں۔ وہ ہماری خاص توجہ چاہتے ہیں۔ چونکہ موجودہ زمانے میں دنیا میں طلاق ایک دِل لگی بن چکی ہے۔ مغرب میں بایدوشاید چند فیصدی عورتیں طلاق حاصل نہیں کرتی ہوں گی اور مشرق میں عورتوں پر مظالم ہوتے ہیں۔ مگر طلاق نہیں ملتی۔ آج اسلام کی یہ اعتدال پر ور تعلیم عام ہونے کی اشد ضرورت ہے۔

رجعت اور میاں بیوی کی حیثیت

وَ۔ بُعُوْلَتُهُنَّ۔ اَحَقُّ۔ بِرَدِّهِنَّ۔ فِیْ۔ ذٰلِكَ
اور ان کے خاوند زیادہ حق رکھتے ہیں انہیں لوٹا لینے کا میں اس
اِنْ۔ اَرَادُوْٓا۔ اِصْلَاحًا۔ وَ۔ لَهُنَّ۔ مِثْلُ
اگر چاہیں سلوک سے رہنا اور عورتوں کے لئے جیسا
الَّذِیْ۔ عَلَیْهِنَّ۔ بِالْمَعْرُوْفِ۔ وَ
وہ اُن پر دستور کے موافق اور
لِلرِّجَالِ۔ عَلَیْهِنَّ۔ دَرَجَةٌ۔ وَ۔ اللّٰهُ
مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور اللہ
عَزِیْزٌ۔ حَكِیْمٌ (۲۲۸)
زبردست تدبیر والا۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کا زیادہ
اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ
حق رکھتے ہیں۔ اگر وہ دونوں سلوک سے رہنا چاہیں اور
الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
عورتوں کا بھی دستور کے موافق مردوں پر حق ہے جیسے مردوں
لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ
کا اُن پر ہے اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ
عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (۲۲۸) ع ۲۸/۷/۱۲
زبردست تدبیر والا ہے۔

ذٰلِكَ: (اس میں) یعنی تین مہینے کی میعاد میں۔

اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ: (انہیں لوٹانے کا زیادہ حق رکھتے ہیں) اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ خاوند کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے بالکل آخری فیصلہ نہ کرے اور بہتر ہے کہ میاں بیوی بچھڑنے سرے سے آباد ہو جائیں اور مستقل جُدائی کی نوبت نہ پیدا ہو۔

اسلامی شریعت نے طلاق کو صرف ضرورت کے موقع پر علاج اور آخری تدبیر کے طور پر جائز رکھا ہے خواہ مخواہ اس کی ترغیب نہیں دی اور نہ بلا ضرورت اسے پسند کیا ہے۔ رسولِ پاک کی ایک حدیث میں بھی اسے ابغض المباحات کہا گیا ہے (یعنی اللہ کی طرف سے جائز ٹھہرائی ہُوئی چیزوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند) اس لئے اگر سوچ بچار کے بعد شوہر بیوی کو واپس لینا چاہے۔ تو طلاق کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اصطلاح میں اس کو رجعت کہتے ہیں۔

رجعت کی اجازت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ بھی کر دی ہے کہ طلاق کو محض اس لئے منسوخ کرنا چاہیئے کہ آئندہ زندگی میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ صلح وصفائی کے ساتھ رہیں۔ اور اس سے عورت کو تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہو۔ شوہر اگرچہ قانونی طور پر طلاق منسوخ کر سکتا ہے لیکن جہاں تک اس کے نیک سلوک کا تعلق ہے۔ یہ بات قانون سے نہیں بلکہ محض اخلاق اور نیک نیت پر منحصر ہے۔ اس لئے ظاہری اور باطنی دونوں طور پر انسان کو نیک روش اختیار کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔ دنیا کو اس چیز کی اطلاع دی گئی ہے۔ کہ تم یہ نہ سمجھو کہ بس شوہروں کے حقوق ہی بیویوں پر ہوتے ہیں۔ اسی طرح بیویوں کے حقوق بھی شوہروں کے ذمہ عائد ہوتے ہیں۔ البتہ مرد کو عورت پر ایک طرح کی فضیلت و برتری حاصل ہے۔ یہ فضیلت مرد کو عقل اور قوت کے لحاظ سے حاصل ہے۔ یہ تمام احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو نہایت قوت اور حکمت والا ہے ہمیں یہ احکام بلا چون و چرا مان لینے چاہئیں

رجعی طلاق

طلاق — دو بار — پھر رکھ لینا — دستور کے موافق
اَلطَّلَاقُ ۔ مَرَّتٰنِ ۔ فَاِمْسَاكٌ ۔ بِمَعْرُوْفٍ

یا — چھوڑ دینا — بھلی طرح سے — اور — نہیں — روا — تمہیں
اَوْ ۔ تَسْرِيْحٌ ۔ بِاِحْسَانٍ ؕ ۔ وَ ۔ لَا ۔ يَحِلُّ ۔ لَكُمْ

کہ — لے لو — جو — عورتوں کو دیا ہوا — کچھ
اَنْ ۔ تَاْخُذُوْا ۔ مِمَّآ ۔ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ ۔ شَيْئًا

لیکن جب — دونوں ڈریں — کہ نہیں — قائم رکھ سکیں گے — حکم — اللہ
اِلَّآ ۔ اَنْ ۔ يَّخَافَآ ۔ اَلَّا ۔ يُقِيْمَا ۔ حُدُوْدَ ۔ اللّٰهِ ؕ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ
طلاق (رجعی) دو بار تک ہے اس کے بعد دستور کے موافق رکھ
اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ
لینا یا بھلی طرح سے چھوڑ دینا اور تمہیں روا
اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا
نہیں کہ عورتوں سے اپنا دیا ہوا کچھ لو سوائے اس کے کہ
اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ
دونوں اس بات سے ڈریں کہ اللہ کا حکم قائم نہ رکھ سکیں گے۔

فَاِمْسَاكٌ: (پھر رکھ لینا) یعنی پہلی ابتدائی طلاق پائی ہوئی بیوی کو رجوع کرکے پھر اپنے پاس رکھ لینا۔

بِمَعْرُوْفٍ: (دستور کے موافق) یعنی شرعی قاعدوں کے مطابق۔ جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملے گی۔

بِاِحْسَانٍ: (بھلی طرح سے) یعنی طلاق سے مقصود جھگڑے کو دُور کرنا اور ناخوشگوار صورت حالات کو ختم کرنا ہے۔ عورت کی دِل شکنی، تحقیر یا تذلیل مقصود نہیں۔

مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا: (جو کچھ عورتوں کو دیا ہو) عام مفسروں نے اس سے مُراد مہر کی رقم لی ہے۔ لیکن بعض علماء نے اسے ہر اس مال تک وسعت دی ہے۔ جو شوہر اپنی بیوی کو دے چکا ہو۔ مثلاً کپڑے، زیور وغیرہ۔

اسلام سے پہلے دستور تھا کہ شوہر دس بیس جتنی بار چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا لیکن پھر اس سے رجعت کر لیتا۔ اس برائی کو دُور کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہُوئی اور بتایا کہ رجعت صرف دو بار طلاق دینے کے بعد ہو سکتی ہے۔ دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے یا بھلی طرح سے چھوڑ دے لیکن پھر عدت کے بعد رجعت باقی نہیں رہتی۔ ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ اور اگر تیسری بار طلاق دے دی جائے تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا۔ جب تک وُہ عورت کسی مرد کے گھر میں نہ بسے اور وُہ دوسرا خاوند مر جائے یا طلاق دے دے۔

کبھی مرد غصّہ میں آکر طلاق دے دیتا ہے تو یہ بھی کر گذرتا ہے کہ اب تک بیوی کو جو کچھ دیا لیا ہے۔ وُہ سب اس سے چھین لیتا ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں عربوں کے ہاں یہ بُرا دستور اور زیادہ پھیلا ہُوا تھا۔ یہاں اس ظالمانہ اصُول کی ممانعت کر دی گئی اور بتایا کہ مہر وغیرہ جو کچھ انہیں پہلے دے چکے ہو۔ اب واپس نہیں لے سکتے ہو۔

اِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اور تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ سے غرض یہ ہے کہ شوہر اگر رجعت کرے تو دستور کے موافق اور حسنِ معاشرت کے ساتھ رہے۔ اگر رخصت کرنا چاہے تو بھی سہولت اور عمدگی کے ساتھ اسے رخصت کرے۔ غرض حسنِ معاشرت اور حسنِ سلوک کی تاکید ہر صورت میں ہے۔

خلع

فَاِنْ۔ خِفْتُمْ۔ اَلَّا۔ یُقِیْمَا۔ حُدُوْدَ۔ اللّٰہِ
پھر اگر تم ڈرو نہ قائم رکھ سکیں گے حدیں اللہ
فَلَا۔ جُنَاحَ۔ عَلَیْہِمَا۔ فِیْمَا۔ افْتَدَتْ
تو نہیں گناہ دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دے
بِہٖ۔ تِلْکَ۔ حُدُوْدُ۔ اللّٰہِ۔ فَلَا۔ تَعْتَدُوْھَا
اس سے یہ حدیں اللہ سو نہ ان سے بڑھو
وَ۔ مَنْ۔ یَّتَعَدَّ۔ حُدُوْدَ۔ اللّٰہِ۔ فَاُولٰٓئِکَ
اور جو کوئی بڑھ چلے حدیں اللہ سو وہی لوگ
ھُمُ۔ الظّٰلِمُوْنَ (۲۲۹)
ہیں ظالم۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ
پھر اگر تم لوگ اس بات سے ڈرو کہ وُہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ
فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ
رکھ سکیں گے۔ تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ اس میں کہ عورت بدلہ دے
بِہٖ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا
کر (چھوٹ جائے) یہ اللہ کی باندھی ہُوئی حدیں ہیں۔ سو ان سے
وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ
آگے مت بڑھو اور جو کوئی اللہ کی باندھی ہُوئی حدوں سے بڑھ چلے
ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۲۹)
سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک عورت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئی اور عرض کیا کہ میں اپنے خاوند سے ناخوش ہوں۔ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو عورت نے کہا "میرا شوہر میرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اس کے اخلاق واطوار پر مجھے کوئی اعتراض ہے لیکن مجھے اس سے طبعی نفرت ہے۔ میں اس کی صُورت دیکھنا نہیں چاہتی۔ اگر مجھے اسلام کا ڈر نہ ہو تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس کے منہ پر تھوک دوں۔" آپ نے عورت سے مہر واپس دلوا دیا اور اسے طلاق دلوا دی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر تمہیں ڈر ہو کہ خاوند اور بیوی میں ایسی بیزاری ہے کہ ان کی گذران نہ ہو سکے گی۔ تو پھر ان دونوں کے علیٰحدہ ہو جانے میں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ عورت مال دے کر اپنے آپ کو نکاح سے چھڑا سکتی ہے اور مرد وُہ مال واپس لے سکتا ہے۔ طلاق کی اس خاص صورت کا نام جس میں طلاق کی خواہشمند عورت ہو، شریعت کی اصطلاح میں خلع ہے۔ خلع کے احکام کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ہمارے خاندان، گھریلو معاملات اور معاشرت کی اصلاح اور درستی کے لئے ہر معاملہ میں احکام دیتا ہے۔ اگر مرد اپنی بیوی سے ناخوش ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کے ساتھ چلنا دشوار ہے تو وُہ اس سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی اگر یہ دیکھے کہ اس کا گذارہ اپنے خاوند سے مشکل ہے تو وُہ بھی اس سے علیٰحدہ ہو سکتی ہے۔ مقصد ہر حالت میں اصلاحِ احوال ہے۔ ازدواجی تعلقات کو بہتر بنانا ہے۔ جس صورت میں بھی ممکن ہو۔ آخر میں یہ تنبیہ کر دی گئی ہے کہ یہ شرائط اور حدیں اللہ تعالیٰ نے قائم کر دی ہیں۔ لہٰذا ان کو توڑ کر آگے نکل جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دنیا کا معاشرہ نیکی اور تقویٰ پر قائم ہو۔ کوئی کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہ کرے۔ ان پابندیوں کو حدُود اللہ کہا جاتا ہے۔

رجوع کی صورت

فَاِنْ ۔طَلَّقَهَا ۔ فَلَا ۔ تَحِلُّ ۔لَهٗ ۔مِنْۢ ۔بَعْدُ
پھر اگر اسے طلاق دی تو نہیں حلال اسے اس کے بعد
حَتّٰى ۔تَنْكِحَ ۔ زَوْجًا ۔غَيْرَهٗ ۭ ۔ فَاِنْ ۔طَلَّقَهَا
جب تک نکاح کرے خاوند اس کے سوا پھر اگر اسے طلاق دیدے
فَلَا ۔جُنَاحَ ۔عَلَيْهِمَآ ۔ اَنْ ۔يَّتَرَاجَعَآ ۔اِنْ ظَنَّآ
تو نہیں گناہ ان دونوں پر کہ باہم مل جائیں اگر خیال کریں
اَنْ ۔يُّقِيْمَا ۔حُدُوْدَ ۔ اللّٰهِ ۭ ۔ وَ ۔تِلْكَ ۔حُدُوْدُ
کہ قائم رکھیں گے حکم اللہ اور یہ حدیں
اللّٰهِ ۔يُبَيِّنُهَا ۔ لِقَوْمٍ ۔ يَّعْلَمُوْنَ (۲۳۰)
اللہ انہیں بیان کرتاہے لوگوں کے واسطے جاننے والے ۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ
پھر اگر اس عورت کو طلاق دی تو اب اس کے بعد اسے وہ
حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ فَاِنْ طَلَّقَهَا
عورت حلال نہیں جب تک کہ وہ اس کے سوا کسی خاوند سے نکاح
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ
نہ کرے پھر اگر دوسرا خاوند طلاق دیدے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ پھر
اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ
باہم مل جائیں اگر خیال کریں کہ اللہ کا حکم قائم رکھیں گے اور یہ حدیں
اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۲۳۰)
اللہ کی باندھی ہوئی ہیں انہیں جاننے والوں کے لئے بیان فرماتا ہے ۔

مِنْۢ بَعْدُ : (اس کے بعد) یعنی تیسری طلاق کے بعد۔

تَنْكِحَ : (نکاح کرے) یہ لفظ نکاح سے بنا ہے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تین بار طلاق دینے کے بعد مطلقہ عورت اس وقت تک پہلے شوہر کو جائز نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر کے طلاق نہ لے لے۔ یہاں نکاح اپنے اصطلاحی معنی عقد نکاح کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ یہاں یہ لفظ اپنے اصلی اور لغوی معنی "ہمبستری" کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے کیونکہ صرف عقد کا مفہوم تو خود لفظ زوجاً سے نکل آتا ہے اس لئے تنکح سے مقصود ہمبستری کو ظاہر کرنا تھا جو اس کے لفظی معنی ہیں۔

اِنْ ظَنَّآ : (اگر خیال کریں) یعنی اگر امید اور ارادہ رکھتے ہوں کہ اس کے بعد درستی اور خوبی کے ساتھ باہم رہ سکیں گے

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر خاوند پہلی دونوں طلاقوں کے بعد رجعت نہ کرے تو اب تیسری بار یعنی دوسری طلاق کے بعد تین مہینے غور و فکر اور صلح و صفائی کرانے کے لئے کافی ہے۔ اس تیسری طلاق کے بعد شوہر، عورت سے رجعت نہیں کر سکتا بلکہ اس کا اب اس سے دوبارہ نکاح بھی کبھی نہیں ہو سکتا سوائے اس صورت کے کہ وہ عورت تین ماہ بعد یعنی عدت کے دن گذارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ اس سے صحبت کر کے اپنی خوشی سے اسے طلاق دیدے یا فوت ہو جائے اور تین ماہ کی مدت یعنی زمانہ عدت گذر جائے۔

یہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اسلامی شریعت طلاق کو یقیناً پسند نہیں کرتی۔ اس لئے اس بارہ میں طرح طرح کی قیدیں لگا دی ہیں اور اس چیز کی ہدایت کی ہے کہ طلاق خوب سوچ سمجھ کر دی جائے۔ دو موقع بھی دیئے کہ دوبارہ اتحاد کرلیں لیکن ان سب مراحل سے گذر جانے کے بعد جب طلاق نافذ ہی ہو جائے تو پھر اب رعایت کا کوئی موقع نہیں شوہر کو اب دوبارہ آسانی سے بیوی واپس نہیں مل سکتی۔

حلالہ

اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ انسان کی پوری زندگی کا ایک مکمل دستور العمل ہے۔ دنیاوی اور اخروی زندگی کی فلاح و بہبود حاصل کرنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ اسلام حیاتِ انسانی کے ہر شعبہ پر پوری طرح حاوی ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل نہ بتاتا ہو اور کوئی ایسا پہلو نہیں جس کے بارے میں احکام نافذ نہ کرتا ہو۔

انسان کی اجتماعی زندگی گھرانے سے شروع ہوتی ہے۔ اگر گھریلو زندگی کامیاب ہو اور میاں بیوی کے تعلقات بہتر حالت میں ہوں تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو بڑی اچھی فضا میں پائے گا۔ اپنا کام اچھے طریقے سے کر سکے گا۔ بچوں کو اعلیٰ نمونے ملیں گے اور وُہ بھی بڑے ہو کر نیک راہ پر چلیں گے اس لئے اسلام مسلمان کی گھریلو زندگی کو بہتر بناتا ہے۔ خاندان میں شوہر اور بیوی کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر ان میں باہمی تعاون ہو تو اس گھرانے کا ہر بچہ بڑی سہولت سے ترقی کی راہیں طے کرتا چلا جائے گا لیکن اگر مرد و عورت میں ناچاقی ہو اور فکر و عمل میں اختلاف ہو تو ان کا خود بھی اکٹھے چلنا نہایت دشوار ہے اور ان کا یہ اختلاف اولاد کے لئے بھی مہلک ثابت ہوگا۔

اسلام انسانی فطرت کے اس پہلو سے بھی آگاہ ہے اور مجبوری کی حالت میں طلاق کو جائز قرار دیتا ہے۔ اگر مرد طلاق دینا چاہتا ہے تو خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔ اگر عورت شوہر کے ہاتھوں نالاں ہے تو وُہ بھی چھٹکارا حاصل کر سکتی ہے لیکن مرد عورت کے ازدواجی تعلقات کی اہمیت جتانے کے لئے شریعت نے بعض احکام اور پابندیاں نافذ کر رکھی ہیں۔ مثلاً اگر شوہر طلاق کا ارادہ پکا رکھتا ہے۔ اور دوسری طلاق کے بعد عدت کے اندر رجعت نہیں کرتا۔ بلکہ تیسری طلاق دے دیتا ہے۔ تو اس کے بعد وہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر کرنا چاہے تو اس کی شرط بہت کڑی ہے یعنی یہ کہ مطلقہ سے کوئی اور شخص شادی کرے اس سے صحبت کرے اور پھر اپنی مرضی سے اسے طلاق دے یا فوت ہو جائے اور پھر اس کے بعد پوری عدت گذر جائے۔ اس نکاحِ جدید کو اصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں لیکن اس حلالہ کے بعد نکاح اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام قائم رکھنے یعنی ایک دُوسرے کے حقوق ادا کرنے کا خیال ہو۔ اور اس پر اعتماد ہو۔ ورنہ باہمی جھگڑے اور حقوق کو تلف کرنے کی نوبت آجائے گی۔ اور وُہ دونوں گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان مردوں پر لعنت بھیجی ہے۔ جو اس کو ایک پیشہ بنا لیتے ہیں یعنی ایک مرد اس لئے اس مطلقہ سے شادی کرتا ہے۔ کہ وُہ اسے پھر طلاق دے دے۔ تاکہ پہلا مرد عورت مذکورہ سے پھر نکاح کر سکے۔ افسوس کہ ہم مسلمانوں نے ان مسائل کا حق نہ پہچانا۔ اور دین کو مذاق بنا لیا۔ شریعت نے طلاق پر جو پابندیاں مقرر کی تھیں۔ ان کی پرواہ نہ کی۔ جب جی چاہا بے سوچے سمجھے طلاق دے دی۔ جب غصہ فرو ہُوا اور عقل ٹھکانے آئی اور پچھتانے لگے اور حلالے کی ناجائز صورتیں اختیار کرنے لگے۔ یہ سب خرابی دین سے غفلت جہالت اور مسائل کا احترام نہ کرنے سے پیدا ہُوئی۔

بیویوں کے ساتھ برتاؤ

وَ۔ اِذَا۔ طَلَّقْتُمُ۔ النِّسَآءَ۔ فَبَلَغْنَ۔ اَجَلَهُنَّ

اور جب تم نے طلاق دی عورتیں پھر پہنچیں ان کی عدت

فَاَمْسِكُوْهُنَّ۔ بِمَعْرُوْفٍ۔ اَوْ۔ سَرِّحُوْهُنَّ

تو انہیں رکھ لو دستور کے موافق یا انہیں چھوڑ دو

بِمَعْرُوْفٍ۔ وَ۔ لَا۔ تُمْسِكُوْهُنَّ۔ ضِرَارًا

دستور کے مطابق اور نہ انہیں روک رکھو ستانا

لِّتَعْتَدُوْا۔ وَ۔ مَنْ۔ يَّفْعَلْ۔ ذٰلِكَ۔ فَقَدْ

تاکہ زیادتی کرو اور جو کرے گا ایسا وُہ بیشک

ظَلَمَ۔ نَفْسَهٗ ط

نقصان کرے گا اپنا۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی پھر اپنی عدت کو پہنچیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

تو انہیں دستور کے موافق رکھ لو یا انہیں چھوڑ دو دستور کے

بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

مطابق اور ان کو نہ روکو ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادتی

لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ

کرو۔ اور جو ایسا کرے گا۔ وہ بے شک اپنا ہی نقصان

ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط

کرے گا۔

اِذَا طَلَّقْتُمْ: (جب تم نے طلاق دی) یہاں مراد وہی ایک یا دو بار دی ہُوئی طلاق رجعی ہے۔ جس کے بعد ابھی رجوع کر لینے کی گنجائش ہے۔ اَجَلَهُنَّ: (ان کی عدت) اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی عدت کا زمانہ اب ختم ہونے پر ہو۔ لیکن پوری طرح ختم نہ ہو چکا ہو۔ ورنہ بالکل ختم ہو جانے کے معنی یہ ہوں گے کہ اب رجعت کی گنجائش باقی نہ رہی۔

اس آیت میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ جب خاوند ایک یا دو مرتبہ بیوی کو طلاق دے دے اور آخری تیسری بار طلاق نہ دی ہو۔ تو اس طلاق سے پہلے اگر وُہ رجُوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر رجُوع نہ کرنا چاہے تو تیسری مرتبہ طلاق دے دے۔ یا پھر اگر وُہ خاموش رہے گا۔ تو عدت پوری ہونے کے بعد خود بخود سمجھ لیا جائے گا کہ وُہ رجوع کرنا نہیں چاہتا اور اس نے ارادۃً بیوی سے تعلق توڑ لیا ہے۔ لیکن ضروری چیز یہ ہے کہ خاوند ان دونوں راستوں سے جو راستہ بھی اختیار کرے وُہ دستور کے مطابق اور شریعت کے موافق ہو یعنی اگر وُہ اسے اپنی زوجیت میں لینا چاہے تو بڑی شرافت اور عزّت سے دوبارہ لوٹائے۔ اور اگر اس سے تعلق توڑ لینا چاہے تو بڑی شرافت اور عزّت کے ساتھ اپنے گھر سے رُخصت کر دے۔ غرض دونوں صورتیں قانون اور آداب کے موافق ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی کو تنگ کرنے اور ستانے کے لئے رجعت کرے اور یوں اسے خواہ مخواہ قید میں ڈالے رکھے۔

جو لوگ عورتوں کی حق تلفی کرتے ہیں اور محض ستانے کے لئے دوبارہ زوجیت میں لے لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اس طرح وُہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ وہ اپنا نقصان آپ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسا کرنے سے ان کا اپنا گھر آباد نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ برباد ہو جائے گا۔ خود انہیں کبھی چین اور سکون نصیب نہیں ہوگا۔ ان کی گھریلو زندگی پریشانیوں اور دکھوں کا چشمہ بن جائیگی۔ دونوں اپنی اولاد کی ذمہ داریوں سے کوتاہی برتیں گے۔ اسی طرح تباہی اور بربادی ڈیرہ جما لے گی۔ اگر کچھ عرصہ بعد یہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دے بھی دے تو پھر کوئی شریف عورت اس کی نئی بیوی بننے کیلئے تیار نہیں ہوگی۔ خاوند کیلئے یہی بہتر ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے تاکہ خود بھی خوش رہ سکے اور وُہ بھی۔

احکامِ الٰہی کا مذاق

وَ۔لَا۔تَتَّخِذُوْٓا۔اٰیٰتِ۔اللّٰہِ۔ھُزُوًا ز
اور نہ ٹھہراؤ احکام اللہ ہنسی
وَّ۔اذْکُرُوْا۔نِعْمَتَ۔اللّٰہِ۔عَلَیْکُمْ۔وَ
اور یاد کرو احسان اللہ تم پر اور
مَآ۔اَنْزَلَ۔عَلَیْکُمْ۔مِّنَ۔الْکِتٰبِ۔وَ
جو اتاری تم پر سے کتاب اور
الْحِکْمَۃِ۔یَعِظُکُمْ۔بِہٖ ؕ۔وَ۔اتَّقُوا
علم کی باتیں تمہیں نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ اور ڈرتے رہو
اللّٰہَ۔وَ۔اعْلَمُوْٓا۔اَنَّ۔اللّٰہَ۔بِکُلِّ۔شَیْءٍ
اللہ اور جان رکھو کہ اللہ ہر شے
عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾
جانتا ہے۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا ز
اور اللہ کے احکام کو ہنسی نہ ٹھہراؤ اور تم
وَّاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ
پر اللہ کا جو احسان ہے یاد کرو اور وہ جو
مَآ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ وَ
کتاب اور علم کی باتیں تم پر اتاریں تمہیں اس کے ذریعہ
الْحِکْمَۃِ یَعِظُکُمْ بِہٖ ؕ وَاتَّقُوا
نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان
اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ
رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا
عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾
ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ کر دی ہے کہ ہمارے حکموں کو ہنسی اور مذاق نہ بناؤ کہ جس حکم پر چاہا عمل کر لیا اور جسے چاہا چھوڑ دیا۔ بلکہ سارے احکام پر پوری طرح کاربند ہو جاؤ کیونکہ تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔

معاشرتی زندگی کا بنیادی پتھر خاندان اور خاندانی زندگی ہے اور خاندان کا بنیادی نقطہ میاں بیوی کے صحیح تعلقات ہیں اس لئے یہ کہنا بالکل درست اور بجا ہوگا کہ ساری قوم کے معاشرتی نظام کی بنیاد میاں بیوی کے حقوق اور فرائض کی درستی اور بجا آوری پر ہے۔ اگر شوہر اپنی بیوی کے اور بیوی اپنے شوہر کے تمام حقوق نہایت خوش اسلوبی سے ادا کر رہے ہوں تو سارے معاشرہ کی زندگی نہایت پختہ بنیادوں پر قائم ہوگی لیکن اگر میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو گئے آپس میں کسی قسم کی ناچاقی پیدا ہو گئی۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ ساری سوسائٹی خطرے میں ہے۔ اس لئے تمام اصلاح پسند لوگوں کو اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ وہ کسی طرح بھی میاں بیوی کے تعلقات خراب نہ ہونے دیں۔ اسلام نے اس طرف خصوصیت سے زور دیا ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں ہنسی مذاق کو دخل نہ دو مثلاً پہلے طلاق دے دی اور بعد میں رجعت کر لی۔ اور کہہ دیا کہ طلاق تو محض ہنسی مذاق میں کہی تھی یا یونہی جوش میں کہہ دیا تھا۔

شریعت کی ان تمام باتوں میں بڑی حکمت اور مصلحت بھری ہوئی ہے۔ انسان کا کام ہے کہ وہ ان باتوں پر غور کرے اور ان کی تہ تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام ہماری رہنمائی اور ہدایت کے لئے بھیجے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتیں جانتا ہے۔ ہمارے حالات سے واقف ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ نیت صاف رکھنا معاملات کو سدھارنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔

عورت کی رضا

وَ۔ اِذَا۔ طَلَّقْتُمُ۔ النِّسَآءَ۔ فَبَلَغْنَ۔ اَجَلَهُنَّ

اور جب تم نے طلاق دی عورتیں پھر پورا کر چکیں اپنی عدت

فَلَا۔ تَعْضُلُوْهُنَّ۔ اَنْ۔ یَّنْكِحْنَ۔ اَزْوَاجَهُنَّ

تو نہ انہیں روکو کہ نکاح کریں اپنے انہی خاوندوں سے

اِذَا۔ تَرَاضَوْا۔ بَیْنَهُمْ۔ بِالْمَعْرُوْفِ۔ ذٰلِكَ

جبکہ راضی ہو جائیں آپس میں دستور کے مطابق یہ

یُوْعَظُ۔ بِهٖ۔ مَنْ۔ كَانَ۔ مِنْكُمْ۔ یُؤْمِنُ۔ بِاللّٰهِ

نصیحت کی جاتی ہے۔ جو کہ رکھتا ہے تم میں سے ایمان اللہ پر

وَ۔ الْیَوْمِ۔ الْاٰخِرِ۔ ذٰلِكُمْ۔ اَزْكٰى۔ لَكُمْ۔ وَ۔ اَطْهَرُ

اور دن قیامت اس میں بڑی ستھرائی تمہارے لئے اور بہت

وَ۔ اللّٰهُ۔ یَعْلَمُ۔ وَ۔ اَنْتُمْ۔ لَا۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی پھر وہ اپنی عدت پوری کر چکیں

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ

تو اب انہیں اس سے نہ روکو کہ نکاح کریں اپنے انہیں خاوندوں سے

اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ

جبکہ آپس میں دستور کے موافق راضی ہو جائیں۔ یہ نصیحت اس کو

یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

کی جاتی ہے۔ جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان

وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ

رکھتا ہے۔ اس میں تمہارے لئے ستھرائی اور پاکیزگی ہے اور اللہ

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ: (پھر اپنی عدت پوری کر چکیں) فَبَلَغْنَ کا ترجمہ ہے پھر پہنچ جائیں یعنی پوری کر لیں اَجَلَهُنَّ کا ترجمہ ہے ان کی اپنی مدت یعنی مقررہ میعاد۔ جسے شریعت کی اصطلاح میں عدت کہتے ہیں۔

اِذَا طَلَّقْتُمْ: (جب تم نے طلاق دی) یہاں یہ خطاب براہ راست تو شوہروں سے ہے لیکن مخاطب پوری ملت ہے۔

اَزْوَاجَهُنَّ: (اپنے انہی خاوندوں سے) یعنی وہ شوہر جنہیں عورتیں پسند کریں خواہ وہ نئے ہوں یا وہی پرانے۔ جو ایک بار انہیں چھوڑ چکے ہیں۔

تَرَاضَوْا: (راضی ہو جائیں) اس لفظ سے یہ بات ظاہر ہے کہ ایجاب اور قبول نکاح کے رکن ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ شوہر اور بیوی کی بجائے بعض اوقات ان کے ولی یا وکیل ایجاب و قبول کر لیں اور اسے وہ دونوں تسلیم کر لیں بصورت دیگر اگر دونوں راضی نہ ہوں تو نکاح نہیں ہوتا۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے ایک یا دو طلاق دے دی اور عدت میں رجعت بھی نہ کی جب مدت ختم ہو گئی تو دوسرے لوگوں کے ساتھ پہلے خاوند نے بھی نکاح کا پیام دیا۔ عورت اس بات پر راضی تھی لیکن عورت کے بھائی کو غصہ آیا اور نکاح کو روک دیا۔ اس پر یہ حکم اترا کہ عورت کی خوشنودی اور بہبودی کو سامنے رکھنا چاہیئے اس کے موافق نکاح ہونا چاہیئے۔ اپنے کسی خیال اور ناخوشی کو دخل نہیں دینا چاہیئے البتہ اگر خلاف قاعدہ کوئی بات ہو مثلاً پہلے خاوند کی عدت کے اندر کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہے تو بیشک ایسے نکاح سے روکنے کا حق ہے۔

دُودھ پلانے کی مُدّت

وَ۔ الْوَالِدَاتُ۔ يُرْضِعْنَ۔ اَوْلَادَهُنَّ
اور بچے والی عورتیں دودھ پلائیں ان کے بچے
حَوْلَيْنِ۔ كَامِلَيْنِ۔ لِمَنْ۔ اَرَادَ۔ اَنْ
دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ
يُّتِمَّ۔ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ۔ عَلَى۔ الْمَوْلُوْدِ۔ لَهٗ
پوری کرے دُودھ کی مدّت اور اوپر لڑکے والا
رِزْقُهُنَّ۔ وَ۔ كِسْوَتُهُنَّ۔ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ
عورتوں کا کھانا اور ان کا کپڑا دستور کے موافق۔
لَا۔ تُكَلَّفُ۔ نَفْسٌ۔ اِلَّا۔ وُسْعَهَا ۚ۔ لَا
نہیں تکلیف دی جاتی کسی کو لیکن اس کی گنجائش کے موافق نہ
تُضَآرَّ۔ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا۔ وَ۔ لَا
نقصان دیا جائے ماں اس کے بچے کی وجہ سے اور نہ
مَوْلُوْدٌ۔ لَّهٗ۔ بِوَلَدِهٖ ق
جس کا بچہ ہو (باپ) اس کے بچے کی وجہ سے۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ
اور بچے والی عورتیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ
پورے دو برس جو کوئی چاہے کہ وہ دُودھ کی مدت
يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ
پوری کرے اور لڑکے والے (باپ) پر ان عورتوں کا
رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ
کھانا اور کپڑا دستور کے موافق واجب ہے کسی کو تکلیف
لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا
نہیں دی جاتی مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ ماں کو اس
تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا
کے بچے کی وجہ سے نقصان دیا جائے اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ
مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ق
ہے یعنی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے۔

رَضَاعَةَ: (دودھ کی مدت) اسلامی شریعت میں بچہ کو دودھ پلانے کی فطری مدّت کامل دو سال مقرر کی گئی ہے۔ اس میں کمی بیشی باہمی رضامندی پر چھوڑ دی گئی ہے۔ ان احکام کی تفصیلات موجودہ اور آئندہ سبق میں موجود ہیں۔

اَلْوَالِدَاتُ: (بچے والی عورتیں) مراد بچوں کی مائیں ہیں۔ خواہ نکاح میں ہوں یا طلاق پا چکی ہوں۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ماں اپنے بچے کو دو برس تک دودھ پلائے اور یہ مدت اس کے لئے ہے۔ جو ماں باپ بچے کے دودھ پینے کی مدت کو پورا کرنا چاہیں۔ ورنہ اس میں کمی بھی جائز ہے۔ جیسا کہ آیت کے آخر میں آتا ہے۔ اس حکم میں وہ مائیں بھی داخل ہیں جن کا نکاح باقی ہے اور وہ بھی جن کو طلاق مل چکی ہو یا ان کی عدت گذر چکی ہو۔ فرق صرف یہ ہو گا کہ بیوی کا کھانا کپڑا خاوند پر ہر حال میں لازم ہے۔

اس آیت سے معلوم ہُوا۔ کہ دُودھ کی مدّت جس ماں سے پورا کرانا چاہیں یا باپ سے دُودھ پلانے کی اُجرت ماں کو دلوانا چاہیں تو اس کی مدت مکمل دو سال ہے۔ اس کے بعد یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ باپ کو بچہ کی ماں کو کھانا کپڑا ہر حال میں دینا پڑے گا۔ پہلی صورت میں تو اس کے نکاح میں ہے۔ دوسری صورت میں دُودھ پلانے کی اجرت دینی ہو گی اور بچہ کے ماں باپ کسی طرح سے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں۔ مثلاً ماں بلاوجہ دُودھ پلانے سے انکار کرے یا باپ بلاوجہ ماں سے بچہ کو جدا کر کے کسی اور سے دودھ نہ پلائے یا کھانے کپڑے میں تنگی نہ کرے۔

دُودھ پلانے کے دیگر قانون

وَ۔ عَلَى۔ الْوَارِثِ۔ مِثْلُ۔ ذٰلِكَ۔ فَاِنْ
اور اوپر وارث مانند یہ پھر اگر
اَرَادَا۔ فِصَالًا۔ عَنْ۔ تَرَاضٍ۔ مِّنْهُمَا۔ وَ
چاہیں دودھ چھڑالیں سے رضا دونوں اور
تَشَاوُرٍ۔ فَلَا۔ جُنَاحَ۔ عَلَيْهِمَا۔ وَ۔ اِنْ
مشورہ تو نہیں گناہ ان کے اوپر اور اگر
اَرَدْتُّمْ۔ اَنْ۔ تَسْتَرْضِعُوْٓا۔ اَوْلَادَكُمْ
تم چاہو کہ دودھ پلواؤ دایہ سے اپنی اولاد
فَلَا۔ جُنَاحَ۔ عَلَيْكُمْ۔ اِذَا۔ سَلَّمْتُمْ۔ مَّآ
تو نہیں گناہ تم پر جب تم حوالہ کردو جو تم
اٰتَيْتُمْ۔ بِالْمَعْرُوْفِ۔ وَ۔ اتَّقُوا۔ اللّٰهَ۔ وَ
نے ٹھہرایا تھا دستور کے موافق اور ڈرو اللہ اور
اعْلَمُوْٓا۔ اَنَّ۔ اللّٰهَ۔ بِمَا۔ تَعْمَلُوْنَ۔ بَصِيْرٌ (۲۳۳)
جان رکھو کہ اللہ ساتھ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ
اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے پھر اگر ماں باپ
اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ
چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں اپنی رضا اور مشورہ سے تو ان
تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ
پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم لوگ چاہو کہ اپنی
اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
اولاد کو کسی دایہ سے دودھ پلواؤ تو بھی تم پر
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ
کچھ گناہ نہیں جب کہ حوالہ کردو جو تم نے دینا
اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
ٹھہرایا تھا دستور کے موافق اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲۳۳)
کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھتا ہے۔

اَلْوَارِثِ: (وارث) وارث سے مراد وہ محرم رشتہ دار ہے۔ جو باپ کے بعد شرعی وارث ہے۔

مِثْلُ ذٰلِكَ: (یہی) یعنی جس طرح باپ پر بچہ کی ماں کے حقوق کی حفاظت لازمی ہے اسی طرح باپ کے بعد اس کے قریب ترین وارث عزیزوں پر بھی واجب ہے۔

بچہ کی پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مر جائے تو پھر حکم اس طرح ہے کہ اگر بچہ مال کا مالک ہو۔ تو اسی مال میں سے اس کا خرچ چلے گا۔ اور اگر مال کا مالک نہیں تو اس کے مال دار عزیزوں میں سے جو لوگ اس کے محرم ہوں اور محرم ہونے کے علاوہ شرعاً اس کے مستحق میراث بھی ہوں تو ان وارث رشتہ داروں کے ذمہ اس کا خرچ واجب ہوگا۔ دودھ پیتے بچہ کے اخراجات جو دوسروں پر واجب کئے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بچہ خود اپنی پرورش کی صلاحیت نہیں رکھتا اس سے ایک یہ بات بھی نکالی جا سکتی ہے کہ محتاج عورتوں، اپاہج مردوں اور نابالغوں کے اخراجات زندگی ان کے رشتہ داروں کے ذمہ ہیں۔

اس کے بعد یہ حکم بھی دے دیا کہ اگر والدین دو برس سے پہلے ہی دودھ چھڑا دینا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں لیکن یہ فیصلہ وہ باہمی صلاح و مشورہ سے کریں۔ ماں کا جذبہ شفقت اور پرورش کا حق زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کے معاملات کو صرف باپ کی رائے پر نہیں چھوڑ دیا گیا۔ پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ بعض حالات میں جب ماں کی بجائے دودھ کسی دوسری عورت سے پلوانا درکار ہو۔ تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ اجرت ادا کر دی جائے۔

عدّت

وَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ يُتَوَفَّوْنَ ۔ مِنْكُمْ ۔ وَ ۔ يَذَرُوْنَ
اور جو لوگ مرجائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں
اَزْوَاجًا ۔ يَّتَرَبَّصْنَ ۔ بِاَنْفُسِهِنَّ ۔ اَرْبَعَةَ
عورتیں تو انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار
اَشْهُرٍ ۔ وَّ ۔ عَشْرًا ۔ فَاِذَا ۔ بَلَغْنَ ۔ اَجَلَهُنَّ
مہینے اور دس دن پھر جب پوری کر چکیں اپنی عدت
فَلَا ۔ جُنَاحَ ۔ عَلَيْكُمْ ۔ فِيْمَا ۔ فَعَلْنَ ۔ فِيْٓ
تو نہیں گناہ تم پر اس بات میں کہ وہ کریں میں
اَنْفُسِهِنَّ ۔ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ وَ ۔ اللّٰهُ ۔ بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ
اپنے حق قاعدہ کے موافق اور اللہ تمہارے کام
خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾
خبر ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور اپنی عورتیں چھوڑ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
جائیں تو چاہیئے کہ وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
دس دن انتظار میں رکھیں پھر جب اپنی عدت پوری کر چکیں
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ
تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ وہ اپنے حق میں قاعدہ
اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
کے موافق کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر
خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾
ہے۔

يَتَرَبَّصْنَ: (انتظار میں رکھیں) مراد یہ ہے کہ خاوندوں کی وفات کے بعد ان کی بیویاں نکاح سے رُکی رہیں۔ انتظار کی اس مدت کا اصطلاحی نام "عدت" ہے۔ جس عورت کو طلاق مل جائے اس کی عدت پورے تین ماہ اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اگر بیوہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل تک ہے۔ عدت کے ایام میں بناؤ سنگار جائز نہیں۔

بیوہ کے ساتھ دنیا کے دُوسرے مذاہب نے کوئی خاص رعایت نہیں کی۔ بلکہ ہندو مذہب نے تو ستی ہونے یعنی بیوہ کو زندہ ہی آگ میں جل جانے کا حکم دیا۔ اسلام نے بیوہ کو زندہ رہنے اور پوری طرح زندہ رہنے کا حق بخشا ہے اور یہ حکم نافذ کیا ہے کہ عورت خاوند کی وفات کی تاریخ سے ٹھیک چار مہینے اور دس دن تک اپنے آپ کو روکے رکھے۔ نکاح اور اس کے متعلق دوسری باتوں کی طرف توجہ نہ دے۔ بناؤ سنگار نہ کرے۔ اگر اس دوران میں یہ معلوم ہو جائے کہ وُہ حاملہ ہے۔ تو اس کی عدت بدل جائے گی۔ اور اسے وضعِ حمل تک اپنے آپ کو دوسرے نکاح سے روکنا پڑے گا۔

جب بیوگی کی عدت ختم ہو جائے تو نکاح کا پیغام دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہاں خطاب تمام امت کو ہے یعنی تم پر ایسی بات کے جائز رکھنے میں کوئی گناہ یا حرج نہیں۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ کوئی شخص اگر خلاف شرع کام کرے تو دوسروں پر واجب ہوتا ہے کہ اپنی ہمت و طاقت کے مطابق اسے روکیں ورنہ یہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اسلئے انہیں دیکھنا چاہیئے کہ بیوگی کی عدت کے بعد عورت جو کوئی کارروائی کرے وُہ شریعت کے قانون اور دستور سے باہر نہ ہو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے وہ ضرور باز پرس کرے گا۔

نکاح ثانی کا نامہ و پیام

وَ۔ لَا۔ جُنَاحَ۔ عَلَيْكُمْ۔ فِيْمَا۔ عَرَّضْتُمْ
اور نہیں گناہ تم پر اس میں اشارہ میں کہو
بِهٖ۔ مِنْ۔ خِطْبَةِ۔ النِّسَآءِ۔ اَوْ۔ اَكْنَنْتُمْ
سے پیغام نکاح عورتیں یا پوشیدہ رکھو
فِيْٓ۔ اَنْفُسِكُمْ۔ عَلِمَ۔ اللّٰهُ۔ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ
میں اپنے دل معلوم ہے اللہ کو تم البتہ ان کا ذکر کروگے
وَ۔ لٰكِنْ۔ لَّا۔ تُوَاعِدُوْهُنَّ۔ سِرًّا۔ اِلَّآ۔ اَنْ۔ تَقُوْلُوْا
اور لیکن نہ ان سے وعدہ کرو چھپ کر مگر کہ کہہ دو
قَوْلًا۔ مَّعْرُوْفًا۔ وَ۔ لَا۔ تَعْزِمُوْا۔ عُقْدَةَ۔ النِّكَاحِ
کوئی بات شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو نکاح
حَتّٰى۔ يَبْلُغَ۔ الْكِتٰبُ۔ اَجَلَهٗ۔ وَ۔ اعْلَمُوْٓا۔ اَنَّ
یہاں تک کہ پہنچ جائے مقررہ عدت اس کی انتہا اور جان رکھو کہ
اللّٰهَ۔ يَعْلَمُ۔ مَا۔ فِيْٓ۔ اَنْفُسِكُمْ۔ فَاحْذَرُوْهُ۔ وَ
اللہ جانتا ہے جو کچھ میں تمہارے دل سو اس سے ڈرتے رہو اور
اعْلَمُوْٓا۔ اَنَّ۔ اللّٰهَ۔ غَفُوْرٌ۔ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾
جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا تحمل والا

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ
اور اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کا پیغام
بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ
نکاح اشارہ میں کہو یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو۔
فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ
اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر کروگے لیکن
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا
ان سے نکاح کا وعدہ چھپ کر نہ کرو مگر یہی کہ کوئی
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ
بات شریعت کے رواج کے موافق کہہ دو اور نکاح کا ارادہ
حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
نہ کرو۔ یہاں تک کہ مقررہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَ
اور جان رکھو کہ اللہ جانتا ہے جو تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾
رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنے والا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جب مطلقہ عدت کا دور گذار رہی ہو۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کوئی مرد بیوہ سے نکاح کا ارادہ اپنے دل میں قائم کرے لیکن زبان پر نہ لائے یا اگر لائے بھی تو صرف اشارہ کے طور پر صاف اور واضح طور پر اپنا ارادہ ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہاں انسان کی ایک کمزوری بیان فرما دی یعنی عورت کسی کو پسند آئی۔ اور اس کے دل میں بس گئی ہو۔ تو وہ شخص اس کا ذکر ضرور زبان پر لاتا ہے۔ اس لئے یہ تنبیہ کر دی کہ غم کے اس زمانہ میں عورت سے نکاح کا وعدہ ظاہری طور پر یا خفیہ طور پر کرنا جائز نہیں۔ عدت کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے نکاح کا پیام نہ دو۔

چھونے سے پہلے طلاق

لَا۔ جُنَاحَ۔ عَلَيْكُمْ۔ اِنْ۔ طَلَّقْتُمُ۔ النِّسَآءَ
نہیں گناہ تم پر اگر تم طلاق دو عورتیں
مَا۔ لَمْ۔ تَمَسُّوْهُنَّ۔ اَوْ۔ تَفْرِضُوْا۔ لَهُنَّ
جنہیں نہ ہاتھ لگایا ہو اور (نہ) مقرر کیا ہو ان کے لئے
فَرِيْضَةً ۖ وَّ۔ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى۔ الْمُوْسِعِ
مہر اور انہیں خرچ دو اوپر مقدور والا
قَدَرُهٗ۔ وَ۔ عَلَى۔ الْمُقْتِرِ۔ قَدَرُهٗ ۚ۔ مَتَاعًا
اس کے موافق اور اوپر تنگی والا اس کے موافق جو خرچ کہ
بِالْمَعْرُوْفِ ۚ۔ حَقًّا۔ عَلَى۔ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾
قاعدہ کے موافق لازم اوپر نیکی کرنے والے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو اس
مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ
وقت کہ انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے لئے کچھ مہر
فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ
مقرر نہ کیا ہو اور انہیں کچھ خرچ دو مقدور والے پر اس کے
قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا
موافق ہے اور تنگی والے پر اس کے موافق ہے۔ خرچ قاعدہ
بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾
کے موافق نیکی کرنے والوں پر لازم ہے۔

مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ: (جنہیں ہاتھ نہ لگایا ہو) یہ لفظ مَسّ سے ہے جس کے معنی چھونا اور ہاتھ لگانا ہیں۔ مراد عورت کے قریب جانا اور ہم بستر ہونا ہے۔

مَتِّعُوْهُنَّ: (انہیں خرچ دو) یہ لفظ متاع سے ہے۔ یعنی انہیں خرچ اور ضروریاتِ زندگی بہم پہنچاؤ۔ علماء نے خاص طور پر اس سے لباس مراد لیا ہے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ آیا ہو اور بلا صراحت نکاح کر لیا ہو۔ تو مہر بعد میں مقرر ہو جائے گا۔ البتہ بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے یعنی خلوتِ صحیحہ سے قبل ہی اگر طلاق دے دی جائے۔ تو مہر کچھ لازم نہ ہو گا لیکن خاوند کے لئے ضروری ہو گا کہ عورت کو کچھ دے دے۔

طلاق کے بعد عورت کو جو کچھ دینا ہے۔ وہ خاوند کی حیثیت کے مطابق مقرر ہو گا۔ اگر وہ امیر اور دولتمند ہے تو وہ معقول رقم دے اور اگر نادار اور تنگدست ہے تو پھر جو اس کی توفیق ہو۔ وہی دے دے۔ بالمعروف کا لفظ بڑھا کر یہ تاکید بھی کر دی کہ رقم کی ادائیگی میں کسی طرح کی زحمت یا تنگی نہ پہنچائی جائے۔ بلکہ معروف طریقے سے یعنی دستور کے مطابق ہو۔ خاوند کی سہولت اور بیوی کی ضروریات پیشِ نظر رکھتے ہوئے دیا جائے۔

آخر میں یہ بتایا گیا کہ محسنین (نیکی کرنے والوں) پر یہ بات واجب ہے کہ مسلمان کو ہر شخص سے حسنِ سلوک کرنا چاہیئے لیکن عورت کے معاملے میں انہیں زیادہ خوش معاملگی سے یہ باتیں طے کرنی چاہئیں۔

طلاق اور مہر

وَ۔ اِنْ۔ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ۔ مِنْ۔ قَبْلِ۔ اَنْ
اور اگر تم نے انہیں طلاق دیدی سے پہلے کہ
تَمَسُّوْهُنَّ۔ وَ۔ قَدْ۔ فَرَضْتُمْ۔ لَهُنَّ
انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ٹھہرا چکے تھے ان کے لئے
فَرِيْضَةً۔ فَنِصْفُ۔ مَا۔ فَرَضْتُمْ۔ اِلَّآ
مہر تو آدھا جو تم مقرر کر چکے تھے مگر
اَنْ۔ يَّعْفُوْنَ۔ اَوْ۔ يَعْفُوَا۔ الَّذِيْ۔ بِيَدِهٖ
یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے وہ شخص اس کے اختیار میں
عُقْدَةُ۔ النِّكَاحِ۔ وَ۔ اَنْ۔ تَعْفُوْٓا۔ اَقْرَبُ
گرہ نکاح اور اگر تم درگذر کرو تو قریب ہے
لِلتَّقْوٰى۔ وَ۔ لَا۔ تَنْسَوُا۔ الْفَضْلَ۔ بَيْنَكُمْ
پرہیزگاری اور نہ بھلا دو احسان کرنا آپس میں
اِنَّ۔ اللّٰهَ۔ بِمَا۔ تَعْمَلُوْنَ۔ بَصِيْرٌ (۲۳۷)
بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ
اور اگر تم نے اس سے قبل انہیں طلاق دے دی کہ تم
تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ
نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور ان کے لئے تم مقرر کر چکے تھے مہر
فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ
تو جو تم نے مقرر کیا تھا اس کا نصف (ادا کردو) مگر یہ
اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ
کہ وہ عورتیں درگذر کریں یا وہ شخص درگذر کرے جس کے ہاتھ میں
عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ
نکاح کی گرہ ہے اور اگر تم درگذر کرو تو پرہیزگاری کے
لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ
قریب ہے۔ اور باہم احسان کرنا نہ بھلا دو بیشک
اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲۳۷)
اللہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اس آیت میں مطلقہ اور اس کے مہر کی ادائیگی کے متعلق کچھ اور احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق کی نوبت آجائے تو آدھا مہر لازم ہے۔ لیکن خود عورت یا وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی باگ ڈور ہے۔ کل یا مہر کے کسی حصہ سے درگذر کریں تو اور بات ہے۔

اس کے بعد یہ بھی بتایا کہ اگر مرد درگذر کرے تو تقویٰ کے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑائی دی اور اسے نکاح باقی رکھنے اور طلاق دینے کا مختار بنایا۔ اب اگر ہاتھ لگانے کے بغیر طلاق دے کر خاوند آدھا مہر بھی اپنے ذمہ نہ لے تو یہ تقویٰ کے مناسب نہیں۔ بیوی کی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی۔ گویا مہر اور طلاق کی چار صورتیں ہوئیں۔ نہ مہر مقرر کیا ہو نہ صحبت ہوئی ہو۔ اس صورت میں کچھ مناسب مدد دے دے۔ دوسرے یہ کہ مہر مقرر ہوا اور صحبت نہ ہوئی نصف مہر ادا کرے تیسرے یہ کہ مہر مقرر ہوا اور صحبت ہوئی پورا مہر ادا کرے۔ چوتھی صورت یہ کہ مہر مقرر نہ ہوا اور صحبت ہوئی۔ اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔

نمازوں کی پابندی

حَافِظُوْا ۔ عَلَی ۔ الصَّلَوٰتِ ۔ وَ ۔ الصَّلٰوۃِ
خبردار رہو سب نمازوں سے اور نماز
الْوُسْطٰی ۔ وَ ۔ قُوْمُوْا ۔ لِلّٰہِ ۔ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾
درمیانی اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے
فَاِنْ ۔ خِفْتُمْ ۔ فَرِجَالًا ۔ اَوْ ۔ رُکْبَانًا ج
پھر اگر تمہیں ڈر ہو تو پیادہ یا سوار
فَاِذَآ ۔ اَمِنْتُمْ ۔ فَاذْکُرُوا ۔ اللّٰہَ ۔ کَمَا
پھر جب تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ جس طرح
عَلَّمَکُمْ ۔ مَّا ۔ لَمْ ۔ تَکُوْنُوْا ۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾
تمہیں سکھایا جسے نہ تم جانتے تھے ۔

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ
سب نمازوں سے خبردار رہو اور درمیانی نماز سے
الْوُسْطٰی ق وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾
اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو ۔
فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا ج
پھر اگر تمہیں کسی کا ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لو یا سوار
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا
پھر جس وقت تم امن پاؤ تو اللہ کو یاد کرو جس طرح
عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾
تمہیں سکھایا ہے جسے تم نہ جانتے تھے ۔

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ : (سب نمازوں سے خبردار رہو) یعنی نمازوں کی پابندی کرو ۔ عالموں نے نماز کی پابندی کے تین درجے بتائے ہیں ۔ سب سے پہلا درجہ تو یہ ہے کہ نماز وقت پر پڑھی جائے اور فرائض و واجبات بھی نہ چھوڑے جائیں ۔ درمیانی درجہ یہ ہے کہ نمازی کا جسم ہر طرح پاک و صاف ہو ۔ دل میں عاجزی اور انکساری ہو سنتیں اور مستحبات کا پورا پورا خیال رکھتا ہو سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ سمجھ کر نماز پڑھی جائے گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو ۔ اور اسے یہ بھی احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ نمازی کو دیکھ رہا ہے ۔

الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی : (بیچ والی نماز) اس بیچ والی درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے ۔ بعض عالموں نے اس سے نماز ظہر اور مغرب اور بعض نے فجر بھی مراد لی ہے ۔

قٰنِتِیْنَ : (ادب سے) یہ لفظ قنوت سے نکلا ہے جس کے معنی دعا خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری اور اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں ۔

پچھلی آیتوں میں بیویوں کے حقوق اور مطالبات کا ذکر چلا آرہا تھا ۔ اور آگے پھر یہی ذکر چلے گا ۔ درمیان میں نماز کے متعلق کچھ احکام آگئے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں معاشرت و معاملت ، قانون و اخلاق کے مسائل عبادت سے الگ نہیں اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ساتھ ساتھ چل رہے ہیں ۔

طلاق کے حکموں میں نماز کا حکم بیان فرمانے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ انسان دنیا کے معاملات اور باہمی جھگڑوں میں پڑ کر کہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو نہ بھلا دے ۔

درمیانی نماز (عصر کی نماز) کی تاکید اس لئے زیادہ فرمائی ۔ کہ اس وقت انسان دنیاوی کاموں میں زیادہ مشغول ہوتا ہے ۔ اس لئے اس طرف توجہ دلا دی کہ دنیاوی کاموں میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جاؤ ۔ بلکہ ذکر و عبادت بھی جاری رکھو ۔ یہاں خوف اور امن کے اوقات میں نماز کے احکام بھی بتا دیئے گئے ہیں اگر لڑائی اور دشمن سے خوف کا وقت ہو تو پیادہ اور سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لینا چاہیئے ۔

بیوہ کے لئے وصیّت

وَ۔ الَّذِیْنَ۔ یُتَوَفَّوْنَ۔ مِنْكُمْ۔ وَ۔ یَذَرُوْنَ
اور جو لوگ مرجائیں تم میں اور چھوڑ جائیں
اَزْوَاجًا ۚ وَّصِیَّةً۔ لِّاَزْوَاجِهِمْ۔ مَّتَاعًا
عورتیں وصیت کر دیں اپنی عورتوں کے لئے خرچ دینا
اِلَى۔ الْحَوْلِ۔ غَیْرَ۔ اِخْرَاجٍ ۚ۔ فَاِنْ۔ خَرَجْنَ
تک ایک برس بغیر نکالنے پھر اگر عورتیں نکل
فَلَا۔ جُنَاحَ۔ عَلَیْكُمْ۔ فِیْ۔ مَا۔ فَعَلْنَ
جائیں پس نہیں گناہ اوپر تمہارے اس میں کہ وہ کریں
فِیْٓ۔ اَنْفُسِهِنَّ۔ مِنْ۔ مَّعْرُوْفٍ ؕ۔ وَ۔ اللّٰهُ
میں اپنے حق سے بھلی بات اور اللہ
عَزِیْزٌ۔ حَكِیْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَ۔ لِلْمُطَلَّقٰتِ
زبردست حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے
مَتَاعٌۢ۔ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ۔ حَقًّا۔ عَلَى
خرچ قاعدہ کے موافق لازم ہے اوپر
الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ۔ یُبَیِّنُ۔ اللّٰهُ۔ لَكُمْ
پرہیزگار اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے
اٰیٰتِهٖ۔ لَعَلَّكُمْ۔ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾
اپنے حکم تاکہ تم سمجھ لو۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ
اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور اپنی عورتیں چھوڑ
اَزْوَاجًا ۚ وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا
جائیں تو وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر دیں۔ ایک برس
اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ
تک خرچ دینا گھر سے نکالے بغیر پھر اگر وہ عورتیں
فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ
آپ نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ وہ اپنے حق
فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ
میں بھلی بات کریں اور اللہ زبردست ہے
عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ
حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں
مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى
کے لئے قاعدہ کے موافق خرچ دینا پرہیزگاروں پر
الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ
لازم ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات بیان
اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾
کرتا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

وَصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ (اپنی بیویوں کے لئے وصیّت کر دیں) یہ ازدواجی مسائل کے سلسلہ میں اس سورۃ کی آخری آیت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ شوہر اپنے آخر وقت میں ہونے والی اپنی بیوہ کے لئے ایک اور آسانی کی صورت پیدا کر سکتا ہے کہ وُہ اپنے ورثاء کو وصیّت کر جائے کہ بیوہ ایک سال اس کے گھر میں رہ سکتی ہے۔ اور مراعات کی حقدار ہو سکتی ہے۔

عورت کو طلاق دی جائے یا وہ قضائے الٰہی سے بیوہ ہو جائے۔ مہر مقرر ہو چکا ہو یا نکاح کے وقت مہر کی صراحت نہ ہوئی ہو۔ ہر حال میں اسلام حسن سلوک عفو و درگذر اور نیکی کی تعلیم دیتا ہے۔ بعد میں عورت کا حصّہ اور عدّت مقرر کر دی گئی۔ اب اس آیت پر عمل ضروری نہیں۔

موت سے نہ بھاگو

اَلَمۡ ۔ تَرَ ۔ اِلَی ۔ الَّذِیۡنَ ۔ خَرَجُوۡا ۔ مِنۡ
کیا نہ دیکھا تو نے طرف وہ لوگ جو نکلے سے
دِیَارِھِمۡ ۔ وَ ۔ ھُمۡ ۔ اُلُوۡفٌ ۔ حَذَرَ الۡمَوۡتِ
ان کے گھر اور وہ ہزار ڈر موت
فَقَالَ ۔ لَھُمُ ۔ اللّٰہُ ۔ مُوۡتُوۡا ۔ ثُمَّ ۔ اَحۡیَاھُمۡ
پھر فرمایا ان کو اللہ مر جاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا
اِنَّ ۔ اللّٰہَ ۔ لَذُوۡ ۔ فَضۡلٍ ۔ عَلَی ۔ النَّاسِ
بے شک اللہ والا فضل اوپر لوگ
وَ ۔ لٰکِنَّ ۔ اَکۡثَرَ ۔ النَّاسِ ۔ لَا ۔ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾
اور لیکن اکثر لوگ نہیں شکر کرتے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ
کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں
دِیَارِھِمۡ وَھُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ
سے نکلے موت کے ڈر سے حالانکہ وہ ہزاروں تھے پھر اللہ
فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡیَاھُمۡ
نے انہیں فرمایا کہ مر جاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا
اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ
بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے
وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾
اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

اَلَمۡ تَرَ ۔ (کیا تو نے نہیں دیکھا) عربی زبان میں خطاب کرنے کا یہ ڈھنگ ایسے موقعوں پر اختیار کیا جاتا ہے جب کسی بہت بڑے اور جانے بوجھے واقعہ کی طرف توجہ دلانی ہو۔ یہاں دیکھنے سے محض آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں بلکہ خیال، غور و فکر اور عقل سے غور کرنا مقصود ہے اور جب اس کے ساتھ لفظ "الیٰ" آجائے تو اس سے یہ مراد بھی ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے کوئی سبق دینا مقصود ہے۔

اَلَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا ۔ (جو نکلے) اشارہ یہود کی طرف ہے جو اپنے گھروں سے موت کے خوف سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور عرب کے باشندے اس واقعہ سے خوب واقف تھے۔

اس آیت میں ایک بہت قدیم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ہزاروں افراد پر مشتمل یہودی موت کے ڈر سے (جس کا سبب یا تو وبا خیال کی جاتی ہے یا دشمن کا حملہ) اپنے وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ نہ انہوں نے تقدیر پر یقین کیا۔ اور نہ دشمن کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ بلکہ بزدل بن کر جان بچانے کی کوشش میں چل نکلے لیکن ان کا یوں بھاگنا کچھ بھی کام نہ آیا۔ اور وہ موت کے چنگل سے نہ بچ سکے۔

سات دن کے بعد اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر نے دعا کی اور وہ دوبارہ زندہ ہو گئے تاکہ آئندہ کے لئے وہ توبہ کریں اور معلوم کریں کہ موت و حیات کا رشتہ کسی اور بالاتر ہستی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان پر فضل و کرم کرتا ہے۔ انسان اس کے احسانات کا شمار بھی نہیں کر سکتا۔ اسے ہر دم اللہ کریم کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

قرضِ حسن

وَ۔ قَاتِلُوْا۔ فِیْ۔ سَبِیْلِ۔ اللّٰہِ۔ وَ۔ اعْلَمُوْٓا
اور لڑو میں راہ اللہ اور جان لو
اَنَّ۔ اللّٰہَ۔ سَمِیْعٌ۔ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ۔ ذَا
کہ بیشک اللہ سنتا ہے جانتا ہے کون ایسا
الَّذِیْ۔ یُقْرِضُ۔ اللّٰہَ۔ قَرْضًا۔ حَسَنًا
جو قرض دے اللہ قرض اچھا
فَیُضٰعِفَهٗ۔ لَهٗٓ۔ اَضْعَافًا۔ كَثِیْرَةً۔ وَ۔ اللّٰہُ
پھر دوگنا کردے اسے کئی گنا اور اللہ
یَقْبِضُ۔ وَ۔ یَبْصُۜطُ۔ وَ۔ اِلَیْهِ۔ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾
تنگی کردیتا ہے اور کشائش کرتا ہے اور اسکی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا
اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ اللہ
اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا
بے شک سنتا جانتا ہے۔ اور کون شخص
الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا
ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اسے کئی
فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰہُ
گنا کردے اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور وہی
یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾
کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

عَلِیْمٌ: (جانتا ہے) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں اور جہاد نہ کرنے والوں کے دل کے ارادوں اور زبان سے کئے ہوئے اعلانات کو جانتا ہے۔

قَرْضًا حَسَنًا: (اچھا قرض) ایسا قرض جس کے بعد مقروض کو تنگ نہ کیا جائے۔ نہ احسان جتایا جائے نہ بدلہ لیا جائے اور نہ مقروض کو حقیر سمجھا جائے۔ وسیع معنوں میں اس سے مراد ہر وہ رقم بھی ہوتی ہے جو دین کی کسی مد میں خرچ ہو۔ یہاں جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے اہلِ عرب ہر اچھے معاوضہ والے عمل کو "قرضِ حسن" کہتے تھے۔ اور ہر بُرے معاوضے والے عمل کو بُرا قرض کہا کرتے تھے۔ چونکہ جہاد کی راہ میں مال خرچ کرنے سے آخرت میں کئی گنا زیادہ واپس ملتا ہے۔ اس لئے اس خرچ کے عمل کو قرآن مجید نے "قرضِ حسن" قرار دیا ہے۔

فَیُضٰعِفَهٗ: (پھر دوگنا کردے) مراد ہے اس کے اجر و ثواب کو دوگنا کردے۔ اس کا مصدر "اضعاف" (چند در چند اور کئی گنا زیادہ کرنا) ہے۔

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کا ذکر کرکے یہ واضح کر دیا تھا۔ کہ زندگی اور موت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے دشمن کے خوف سے بھاگنا نہیں چاہیئے۔ اب صریح طور پر جہاد کا حکم ہے کہ دینِ حق کی راہ میں اسکے دشمنوں سے جنگ کرو۔ جہاد کے لئے جنگ کے سامان آلات و ہتھیار اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو صاحبِ استطاعت ہیں۔ یہ حکم دیا کہ تم دل کھول کر مال خرچ کرو۔ تمہاری اس قربانی کو اللہ تعالیٰ کئی گنا کرکے واپس کرے گا۔ تم ہرگز یہ نہ سمجھو کہ روپیہ خرچ کرنے سے غریب ہو جاؤ گے۔

حضرت طالوت کا قصّہ

کیا نہ دیکھا — ایک — جماعت — سے — بنی اسرائیل

أَلَمْ - تَرَ - إِلَى - الْمَلَإِ - مِنْ - بَنِي إِسْرَائِيلَ

سے — بعد — موسیٰ — جب انہوں نے کہا — نبی

مِنْ - بَعْدِ - مُوسَىٰ - إِذْ - قَالُوا - لِنَبِيٍّ

ان کا — مقرر کردو — ہمارے لئے — بادشاہ — تاکہ ہم لڑیں — میں

لَهُمُ - ابْعَثْ - لَنَا - مَلِكًا - نُقَاتِلْ - فِي

راہ — اللہ — کہا — کیا — تم سے توقع ہے کہ اگر

سَبِيلِ - اللَّهِ - قَالَ - هَلْ - عَسَيْتُمْ - إِنْ

حکم ہو — تم کو — لڑائی — نہ — تم لڑو

كُتِبَ - عَلَيْكُمُ - الْقِتَالُ - أَلَّا - تُقَاتِلُوا

وہ بولے — کیا ہوا — ہمیں — نہ — لڑیں — میں — راہ

قَالُوا - وَ - مَا - لَنَا - أَلَّا - نُقَاتِلَ - فِي - سَبِيلِ

اللہ — اور — ہم نکال دیئے گئے — سے — ہمارے گھر — اور

اللَّهِ - وَ - قَدْ - أُخْرِجْنَا - مِنْ - دِيَارِنَا - وَ

ہمارے بیٹے — پھر جب — حکم ہوا — انہیں — لڑائی

أَبْنَائِنَا - فَلَمَّا - كُتِبَ - عَلَيْهِمُ - الْقِتَالُ

وہ پھر گئے — لیکن — تھوڑے — ان میں — اور — اللہ — جانتا ہے

تَوَلَّوْا - إِلَّا - قَلِيلًا - مِنْهُمْ - وَ - اللَّهُ - عَلِيمٌ

گنہگار۔

بِالظَّالِمِينَ ﴿۲۴۶﴾

وقف لازم

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہ دیکھا موسیٰ

مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ

کے بعد جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا ہمارے

لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي

لئے ایک بادشاہ مقرر کردو تاکہ ہم اللہ کی راہ

سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ

میں لڑیں پیغمبر نے کہا کیا تم سے یہ بھی توقع ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ

کہ اگر تمہیں لڑائی کا حکم ہو تو تم اس وقت نہ لڑو وہ

قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ

بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں

اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ

اور ہم تو نکال دیئے گئے۔ اپنے گھروں اور بیٹوں سے

أَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

پھر جب انہیں حکم ہوا لڑائی کا تو ان میں سے چند

تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

ایک کے سوا سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو خوب

بِالظَّالِمِينَ ﴿۲۴۶﴾

جانتا ہے۔

اس آیت میں بھی بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عرصہ بعد بادشاہ جالوت اور دوسرے دشمنوں کے حملوں سے گھبرا کر اور ہر طرف سے عاجز ہو کر یہ لوگ بیت المقدس میں جمع ہو گئے۔ یہ زمانہ اغلباً حضرت شموئل نبی کا تھا۔ اللہ کے نبی سے کہنے لگے کہ ہم پر کوئی سپہ سالار مقرر کر دو جس کی زیر سرکردگی ہم جہاد کر سکیں۔ انہوں نے فرمایا ڈر ہے کہ جہاد کا حکم آیا تو تم جی چراؤ گے۔ ان لوگوں نے یقین دلایا مگر وقت آیا تو معدودے چند کے سوا سب پیٹھ دکھا گئے۔

سپہ سالار کا انتخاب

وَ۔ قَالَ۔ لَهُمْ۔ نَبِيُّهُمْ۔ اِنَّ۔ اللّٰهَ۔ قَدْ بَعَثَ
اور کہا ان سے ان کے نبی نے بے شک اللہ مقرر کر دیا
لَكُمْ۔ طَالُوْتَ۔ مَلِكًا۔ قَالُوْٓا۔ اَنّٰى۔ يَكُوْنُ
تمہارے لئے طالوت بادشاہ وہ کہنے لگے کیونکر مل سکتی ہے
لَهُ۔ الْمُلْكُ۔ عَلَيْنَا۔ وَ۔ نَحْنُ۔ اَحَقُّ
اسے بادشاہت ہم پر اور ہم زیادہ حق رکھتے ہیں
بِالْمُلْكِ۔ مِنْهُ۔ وَ۔ لَمْ۔ يُؤْتَ۔ سَعَةً
بادشاہت اس سے اور نہیں دی گئی اسے وسعت
مِّنَ۔ الْمَالِ
مال سے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ
اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تم پر طالوت کو
لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ
بادشاہ مقرر کیا ہے وہ کہنے لگے اسے ہم پر بادشاہت
لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ
کیونکر مل سکتی ہے۔ اور ہم اس کے مقابلہ میں حکومت
بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً
کا زیادہ حق رکھتے ہیں اور اسے تو مال میں وسعت
مِّنَ الْمَالِ
نہیں ملی۔

طَالُوْتَ (طالوت بن کش) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے بہت بڑے سب سے پہلے بادشاہ تسلیم کئے گئے ہیں۔ ان کا زمانہ ۱۰۲۸ ق م سے ۱۰۱۲ قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔ آپ قبیلہ بن یامین سے تھے۔ آپ کا خاندان معمولی درجہ کا تھا۔ اس خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا۔ وہ کوئی خاص مالدار اور دولت مند بھی نہ تھے۔

غلط اندیش یہودیوں نے آپ کے سپہ سالار مقرر ہونے پر یہی اعتراض کیا۔ کہ وہ کوئی مالدار نہیں۔ ایک غریب آدمی ہیں بھلا ہم دولت مندوں پر ایک غریب کو کیسے سرداری مل سکتی ہے۔ حکومت اور سرداری تو امیروں کا پیدائشی حق ہے۔

ایک یہودیوں پر کیا منحصر ہے۔ ہمیشہ مادہ پرست قوموں نے اسی قسم کے غلط اصول بنائے اور حکومت کو امیروں اور دولت مندوں کے گھر کی لونڈی سمجھ لیا۔ حالانکہ یہ تصوّر حد درجہ احمقانہ اور غیر منصفانہ ہے۔ اسی لئے آنے والی نسلوں کی عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں یہودیوں کے اس غلط تصوّر کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ تاکہ آئندہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو اور کوئی قوم دولت و ثروت کو سرداری و سربلندی کا معیار نہ سمجھ بیٹھے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی قوم یا کوئی جماعت دولت مندی کو برتری کا سبب تصوّر کرتی ہے تو اسے وہی سزا بھگتنی پڑے گی۔ جو اس سے قبل یہودیوں کو برداشت کرنی پڑی۔ چونکہ فطرت کا قانون نہیں بدلتا ہے۔

سپہ سالار کی خصوصیات

قَالَ ۔ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ اصْطَفٰهُ ۔ عَلَيْكُمْ ۔ وَ
اس نے کہا یقیناً اللہ اسے چن لیا تم پر اور
زَادَهٗ ۔ بَسْطَةً ۔ فِي ۔ الْعِلْمِ ۔ وَ ۔ الْجِسْمِ ؕ
اسے زیادہ دی فراخی میں علم اور جسم
وَ ۔ اللّٰهُ ۔ يُؤْتِيْ ۔ مُلْكَهٗ ۔ مَنْ ۔ يَّشَآءُ ؕ ۔ وَ
اور اللہ دیتا ہے اپنا ملک جسے چاہے اور
اللّٰهُ ۔ وَاسِعٌ ۔ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾
اللہ فضل کرنے والا جاننے والا ۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ
نبی نے کہا یقیناً اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور
زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ
اسے علم اور جسم میں زیادہ فراخی دی ہے اور اللہ
وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ فضل
اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾
کرنے والا جاننے والا ہے ۔

آیت کے پہلے حصہ میں ذکر تھا کہ شموئل نبی نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے طالوت کی سپہ سالاری کا اعلان فرمایا۔ یہودیوں نے اپنی امارت کے زعم میں ان کے اس انتخاب پر اعتراض کیا۔ کہ وہ ہم سے زیادہ دولتمند نہیں۔ ہمارے بادشاہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

اللہ کے نبی نے حکومت اور سرداری کے لئے اللہ کریم کی مقرر کردہ خصوصیات بیان فرمائیں ۔ اوّل یہ کہ اللہ نے اسے علم میں وسعت اور فراوانی بخشی ہے۔ دوسرے یہ کہ جسمانی اعتبار سے وُہ تمہارے مقابلہ میں زیادہ طاقتور ہے۔

بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ : (اللہ نے اسے علم میں وسعت دی ہے) علم سے مراد حقائق کو جاننا اور اسرار کو پہچاننا ہے۔ اس ایک لفظ میں بے شمار معانی پوشیدہ ہیں اور تمام علوم و فنون اس میں شامل ہیں۔ خصوصاً ملک گیری اور ملک رانی کے علوم۔

اَلْجِسْمِ : (جسم) مقصد یہ ہے کہ طالوت تمہارے مقابلہ میں قد و قامت کے اعتبار سے اور قوت و طاقت کے لحاظ سے زیادہ اہلیت کے مالک ہیں۔ جس شخص میں علم اور جسم کی دونوں طاقتیں زیادہ ہوں گی ۔ وہ دوسروں پر فوقیت اور سرداری کے لائق ہوگا۔

مُلْكَهٗ : (اپنا ملک) مدعا یہ ہے کہ حکمرانی اصل میں اللہ کی ہے ۔ اور یہ حکومت حقیقت میں اس ذاتِ واحد کے لئے ہے ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری !

اب یہ اس کا خاص فضل و کرم ہے ۔ کہ اپنے بندوں میں وہ سب سے اہل اور مستحق کو اپنی طرف سے حکومت چلانے کی خدمت سپرد کر دے۔

تابوتِ سکینہ

وَ - قَالَ - لَهُمْ - نَبِيُّهُمْ - اِنَّ - اٰيَةَ - مُلْكِهٖٓ
اور کہا ان سے ان کا نبی کہ نشانی اس کی سلطنت
اَنْ - يَّاْتِيَكُمُ - التَّابُوْتُ - فِيْهِ - سَكِيْنَةٌ
کہ تمہارے پاس آئے صندوق جس میں تسلی خاطر
مِّنْ - رَّبِّكُمْ - وَ - بَقِيَّةٌ - مِّمَّا - تَرَكَ
سے تمہارا رب اور بچی ہوئی چیزیں ان میں جو چھوڑ گئی
اٰلُ - مُوْسٰى - وَ - اٰلُ - هٰرُوْنَ - تَحْمِلُهُ
اولاد موسیٰ اور اولاد ہارون اسے اٹھا دیں گے
الْمَلٰٓئِكَةُ - اِنَّ - فِيْ - ذٰلِكَ - لَاٰيَةً - لَّكُمْ
فرشتے بیشک میں وہ نشانی تمہارے لئے
اِنْ - كُنْتُمْ - مُّؤْمِنِيْنَ (۲۴۸)
اگر تم یقین رکھتے ہو۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ
اور ان کے نبی نے بنی اسرائیل سے کہا کہ طالوت کی سلطنت کی یہ نشانی
اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ
ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق لایا جائیگا جسمیں تسلی خاطر ہے۔
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جو چھوڑ گئی
اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ
موسیٰ اور ہارون کی اولاد اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے۔
الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ
بے شک اس میں تمہارے لئے پوری نشانی ہے۔ اگر
۳۲ ع ۶ ۱۶ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۲۴۸)
تم یقین رکھتے ہو۔

اَلتَّابُوْتُ (صندوق) اس صندوق کا نام تابوت سکینہ بھی ہے۔ اس میں تورات کا اصل نسخہ اور بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے تبرکات موجود تھے۔ بنی اسرائیل کے لئے یہ سب سے بڑا قومی ورثہ تھا۔ وہ اسے ہر وقت حتیٰ کہ سفر اور جنگ میں بھی اپنے ساتھ رکھتے۔ وہ اسے بڑا بابرکت سمجھتے اور خاص طور پر لڑائی کے وقت اس کو آگے آگے رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے انہیں فتح عطا فرمائے۔

حضرت شمویل علیہ السلام نے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل پر بادشاہ مقرر کر دیا۔ تو ان کے اطمینان کے لئے یہ بھی بتایا کہ اُن کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارا وہ مبارک صندوق جسے جالوت تم سے چھین کر لے گیا ہے وہ طالوت کے عہدِ حکومت میں تمہیں مل جائے گا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ فلسطینی جب سے یہ تابوت بنی اسرائیلیوں سے چھین کر لے گئے انہیں ایک دن بھی چین نہ آیا جس جگہ اور جس بستی میں اسے رکھتے۔ وہیں کوئی وبا پھوٹ پڑتی یا کوئی اور مصیبت آجاتی۔ آخر عاجز آکر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ چنانچہ یہ تابوت انہوں نے ایک بیل گاڑی میں لادا اور بغیر کسی گاڑیبان کے اس کو یوں ہی ہانک دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسے طالوت کے دروازے پر لے گئے۔ بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لے آئے۔

تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ تابوت بنی اسرائیل کے قبضہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۳۲ ق م) کے عہد تک رہا۔ آپ نے اسے بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے بعد اس میں رکھ دیا۔ اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چلتا۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ یہ تابوت اب بھی ہیکل سلیمانی کی بنیادوں کے اندر دفن ہے۔

مجاہدوں کی آزمائش

فَلَمَّا۔ فَصَلَ۔ طَالُوْتُ۔ بِالْجُنُوْدِ۔ قَالَ
پھر جب باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا
اِنَّ۔ اللّٰهَ۔ مُبْتَلِيْكُمْ۔ بِنَهَرٍ۔ فَمَنْ۔ شَرِبَ
بیشک اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے ایک نہر سے سو جس نے پانی پیا
مِنْهُ۔ فَلَيْسَ۔ مِنِّيْ۔ وَ۔ مَنْ۔ لَّمْ۔ يَطْعَمْهُ
اس کا تو نہیں میرا اور جس نے نہ چکھا اسے
فَاِنَّهٗ۔ مِنِّيْٓ۔ اِلَّا۔ مَنِ۔ اغْتَرَفَ۔ غُرْفَةً
تو وہ بیشک میرا مگر جو بھرے ایک چلو
بِيَدِهٖ۔ فَشَرِبُوْا۔ مِنْهُ۔ اِلَّا۔ قَلِيْلًا۔ مِّنْهُمْ
اپنے ہاتھ سے پھر سب نے پیا اس سے مگر تھوڑے ان میں سے

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ
پھر جب طالوت فوجیں لے کر باہر نکلے کہا بیشک
اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ
اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرتا ہے ۔ سو جس نے اس
مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ
نہر کا پانی پیا تو وہ میرا نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو وہ
فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً
بے شک میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھرے
بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ
پھر سب نے پی لیا مگر ان میں سے تھوڑں نے

نَهَر : (نہر) ایک دریا جس سے اس لشکر کو گذرنا تھا ۔ اس کا نام دریائے اردن بیان کیا جاتا ہے ۔ شرق اردن کی ہاشمی حکومت کا نام بھی اسی دریا کی نسبت سے ہے ۔ یہ دریا شمال سے جنوب کو بہتا ہے اور بحیرہ مردار میں جا گرتا ہے ۔

مَنْ شَرِبَ مِنْهُ : (جس نے اس سے پی لیا) مراد یہ ہے جس نے اس دریا کا پانی جی بھر کر اور سیر ہو کر نوش کیا ۔ وہ میرا نافرمان شمار ہوگا اور میری جماعت سے خارج ہو جائے گا ۔

غُرْفَةً بِيَدِهٖ : (اپنے ہاتھ سے ایک چلّو) یعنی پیاس بجھانے اور ہونٹوں کی خشکی دُور کرنے کے لئے تھوڑا سا صرف چلو بھر پانی پی لینے کی اجازت ہوگی ۔

طالوت یہود کے لشکر کو جالوت کے مقابلہ کے لئے لے کر چلے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے ایک آزمائش مقرر کی اور وہ یہ تھی کہ راستہ میں دریائے اردن کا پانی سیر ہو کر نہ پئیں ۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا ۔ ہر حکم اور ہر پابندی میں انسان کے لئے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور پوشیدہ ہوتا ہے ۔ چنانچہ یہ محض ایک امتحان نہ تھا ۔ بلکہ اس پابندی میں صحت و کردار کے اعتبار سے انہیں کا فائدہ تھا ۔ جو اس وقت تو ان کی سمجھ میں نہ آیا ۔ لیکن بہت جلد انہیں معلوم ہو گیا ۔

ہار جیت قلت و کثرت پر موقوف نہیں

فَلَمَّا ۔ جَاوَزَہٗ ۔ ھُوَ ۔ وَ ۔ الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا
پھر جب پار ہوا وہ اور جو ایمان لائے اس

مَعَہٗ ۔ قَالُوْا ۔ لَا ۔ طَاقَۃَ ۔ لَنَا ۔ الْیَوْمَ
کے ساتھ کہنے لگے طاقت نہیں ہمیں آج

بِجَالُوْتَ ۔ وَ ۔ جُنُوْدِہٖ ۔ قَالَ ۔ الَّذِیْنَ
جالوت اور اس کا لشکر کہنے لگے وہ لوگ جنہیں

یَظُنُّوْنَ ۔ اَنَّھُمْ ۔ مُّلٰقُوا ۔ اللّٰہِ ۔ کَمْ ۔ مِّنْ
خیال تھا کہ انہیں ملنا ہے اللہ بارہا سے

فِئَۃٍ ۔ قَلِیْلَۃٍ ۔ غَلَبَتْ ۔ فِئَۃً ۔ کَثِیْرَۃً
جماعت تھوڑی غالب ہوئی جماعت بڑی

بِاِذْنِ ۔ اللّٰہِ ۔ وَ ۔ اللّٰہُ ۔ مَعَ ۔ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۲۴۹﴾
حکم اللہ اور اللہ ساتھ صبر کرنے والے۔

فَلَمَّا جَاوَزَہٗ ھُوَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
پھر جب طالوت اور اس کے ایماندار ساتھی پار ہوئے تو وہ

مَعَہٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَۃَ لَنَا الْیَوْمَ
کہنے لگے آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کی

بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِہٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ
طاقت نہیں جنہیں خیال تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا

یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوا اللّٰہِ ۙ کَمْ مِّنْ
ہے کہنے لگے بارہا تھوڑی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی

فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً
جماعت پر غالب ہوئی ہے اور اللہ صبر

بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۲۴۹﴾
کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جَالُوْتَ: یہود کے مخالف فلسطینیوں کے لشکر کا سردار تھا۔ یہ شخص دیو قامت اور کڑیل جوان تھا۔ توریت مقدس میں اس کی قوت و توانائی اور شہ زوری کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ قد دس فٹ بیان کیا جاتا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک آہن پوش رہتا۔ ایک بھاری ڈھال اس کے ہاتھ میں رہتی۔

حضرت طالوت اپنے مومن ساتھیوں کو لے کر چلے۔ تو پہلے ہی انہیں خبردار کر دیا کہ راستہ کی نہر سے چلو بھر سے زیادہ پانی نہ پئیں۔ ورنہ ساتھ چھوٹ جائے گا۔ یہی ہوا۔ چند ایک کے سوا سب نے جی بھر کر پانی پیا۔ اور چلنے کے قابل ہی نہ رہے۔ یہ قلیل جماعت دشمن کے مقابلے پر پہنچی۔ تو اپنی قلتِ تعداد کو دیکھتے ہوئے اللہ کے یہ بندے کہنے لگے۔ آج اتنے بھاری لشکر سے ہم کیسے مقابلہ کریں گے۔ مگر کامل یقین اور پختہ ایمان ساتھی پکار اٹھے۔

"نہیں فتح ہماری ہو گی۔ تاریخ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ قلیل جماعتیں بھاری لشکروں پر اللہ کے حکم سے کامیاب ہو گئی ہیں"۔
ہار جیت کا فیصلہ لشکروں کی تعداد سے نہیں بلکہ اللہ کی مدد اور دلوں کی طاقت سے ہوتا ہے۔ جو صبر و ثبات کا دامن نہ چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ساتھ دیا کرتا ہے۔

ثابت قدمی بہت بڑی طاقت ہے۔ میدانِ عمل میں ڈٹ جانے والوں کی مدد کے ساتھ اللہ تعالیٰ غیب سے امداد فرماتا ہے اور انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

صبر و استقامت

وَ۔لَمَّا۔بَرَزُوْا۔لِجَالُوْتَ۔وَ۔جُنُوْدِهٖ

اور جب سامنے ہوئے جالوت اور اس کی فوجیں

قَالُوْا۔رَبَّنَآ۔اَفْرِغْ۔عَلَيْنَا۔صَبْرًا۔وَّ

بولے ہمارے رب ڈالدے ہم میں صبر اور

ثَبِّتْ۔اَقْدَامَنَا۔وَ۔انْصُرْنَا۔عَلَى۔الْقَوْمِ

جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور ہماری مدد کر اوپر قوم

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ۔بِاِذْنِ۔اللّٰهِ

کافر پھر شکست دی انہیں حکم سے اللہ

وَ۔قَتَلَ۔دَاوٗدُ۔جَالُوْتَ۔وَ۔اٰتٰىهُ۔اللّٰهُ

اور مار ڈالا داؤد جالوت اور دی اللہ

الْمُلْكَ۔وَ۔الْحِكْمَةَ۔وَ۔عَلَّمَهٗ۔مِمَّا

سلطنت اور حکمت اور انہیں سکھایا جو

يَشَآءُ۔وَ۔لَوْ۔لَا۔دَفْعُ۔اللّٰهِ۔النَّاسَ

چاہا اور اگر نہ دفع اللہ لوگ

بَعْضَهُمْ۔بِبَعْضٍ۔لَّفَسَدَتِ۔الْاَرْضُ

ان میں سے بعض بعض سے توخراب ہوجاتا ملک

وَ۔لٰكِنَّ۔اللّٰهَ۔ذُوْ۔فَضْلٍ۔عَلَى۔الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

اور لیکن اللہ والا فضل اوپر جہان والوں۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ

اور جب جالوت اور اس کی فوجیں سامنے ہوئیں

قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ

تو بولے لے ہمارے رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور

ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہماری مدد کر

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ

پھر مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے شکست دی

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ

اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا اور اللہ نے اسے سلطنت و حکمت

الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا

دی اور جو چاہا سکھایا اور اگر اللہ دفع نہ کرتا ایک

يَشَآءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

کو دوسرے سے تو ملک خراب ہو

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

جاتا لیکن اللہ جہان والوں

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

پر بہت مہربان ہے۔

دَاوٗدُ: (داؤدؑ) داؤد بن یسی ۱۰۲۴ تا ۹۶۳ ق م ایک پیغمبر گذرے ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کا ذکر ۱۶ جگہوں پر آیا ہے۔ آپ حضرت طالوت کی فوج میں ایک نوجوان سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے اور اس وقت تک نہ ان کی نبوت کا اعلان ہوا تھا اور نہ وہ ابھی بادشاہ مقرر ہوئے تھے۔

جب حضرت طالوت کا لشکر جالوت کے مقابل آیا تو اس نے اپنی قوت اور توانائی کے زور میں اللہ کے بندوں کو للکارا۔ مومن کبھی اپنی کثرتِ تعداد یا دست و بازو کی طاقت پر بھروسہ نہیں کرتے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق مانگی اور ثابت قدم رہنے کے لئے دعا کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ ابتدائی زمانہ تھا۔ وہ طالوت کے لشکر میں شریک تھے ان کے ہاتھوں جالوت قتل ہوا اور حق پرست لشکر کامیاب و کامران ہوا۔ اللہ کی سنت یہی ہے کہ ایک کے ہاتھوں دوسرے کو شکست دے کر دنیا سے خرابی اور فساد کو مٹاتا ہے۔

گذشتہ نشانیاں

تِلْكَ ۔ اٰيٰتُ ۔ اللّٰهِ ۔ نَتْلُوْهَا ۔ عَلَيْكَ
یہ آیتیں اللہ ہم سناتے ہیں تجھے
بِالْحَقِّ ۔ وَ ۔ اِنَّكَ ۔ لَمِنَ ۔ الْمُرْسَلِيْنَ (۲۵۲)
ٹھیک ٹھیک اور بے شک تو ہے رسول ۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ
یہ اللہ کی آیتیں ہیں ہم تجھے ٹھیک ٹھیک سناتے
بِالْحَقِّ ۚ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۲۵۲)
ہیں اور بے شک تو ہمارے رسولوں میں سے ہے ۔

بِالْحَقِّ : (ٹھیک ٹھیک) اس سے مراد یہ ہے کہ گذشتہ قصے اور نشانیاں کمی بیشی کے بغیر پیغمبر کو سنائی جاتی ہیں ۔ اس لفظ کو لا کر یہ بھی واضح کر دیا کہ قرآن مجید دوسری کتابوں کی طرح قصوں کو مسخ نہیں کرتا ۔

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ : (رسولوں میں سے) اس لفظ سے واضح ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہی کی ہے ۔ پیغمبر نہ تو خدا ہے نہ کوئی دیوتا ہے ۔ غرض قرآن مجید شرک سے بچنے کے لئے صحیح صحیح الفاظ استعمال کرتا ہے ۔

اس جملہ سے یہ بھی واضح ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو علم و حکمت اور نبوت دی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی ان نعمتوں سے سرفراز کیا ہے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ یہ گذشتہ قصے جو ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سناتے ہیں ۔ یہ بالکل حق ہیں ۔ ان میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ۔ ان قصوں میں بے شمار نصیحت کی باتیں ہوتی ہیں ۔ جو آنے والی قوموں اور نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہے ۔ بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو اپنے گھروں سے نکلنا ، اچانک مرجانا ، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جانا ، جالوت کا ان پر حملہ کرنا ۔ ان کا سپہ سالار کے لئے درخواست کرنا حضرت طالوت علیہ السلام کا بادشاہ بننا ، انہیں علم اور جسم میں بڑائی دینا تابوت سکینہ کا واپس آجانا ۔ طالوتؑ کا جالوت کے مقابلے میں نکلنا حضرت داؤد علیہ السلام کا جالوت کو قتل کرنا اور انہیں سلطنت و حکمت کا عطا ہونا ۔ ان سب باتوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو دیتا ہے اور ان میں ہمارے لئے نصیحت ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو یہ بھی بتایا کہ تو ہمارے رسولوں میں سے ایک رسول ہے اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہم گذشتہ زمانوں کے قصے اور نشانیاں تجھ پر کھولتے ہیں اور یہ باتیں صرف پیغمبروں کو ہی بتائی جاتی ہیں ۔ حالانکہ یہ تمام باتیں نہ تو آپؐ نے کسی کتاب میں پڑھی ہیں نہ کسی آدمی سے سنی ہیں ۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی وحی سے تجھے پہنچتی ہیں ۔

قرآن مجید میں سابقہ اقوام اور انبیائے کرام کے بے شمار واقعات کا ذکر موجود ہے ۔ ہر سورۃ میں جابجا ان کے حالات کا ذکر اور اشارات موجود ہیں ۔

ان بیانات سے کہیں بھی تاریخ نویسی اور سیرت نگاری مقصود نہیں بلکہ اصل مدعا نصیحت و عبرت ہے ۔ ہمارا فرض ہے کہ گذشتہ امتوں کے حالات کے آئینہ میں ماضی کے ذریعہ اپنے حال کو درست کریں اور مستقبل کی فکر کریں ۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو یہ ہماری حد درجہ غفلت اور نادانی ہو گی ۔

دُوسرے پارہ کے اسباق کا خلاصہ

پہلے پارے کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے ہُوئی۔ اس میں پورے کلام اللہ کا خلاصہ تھا۔ اس کے بعد سورۃ البقرہ کی ابتداء میں کلام مجید کی حیثیت اور مومن۔ کافر منافق جماعتوں کا ذکر تھا۔ اس کے بعد خلافتِ آدمؑ۔ بنی اسرائیل کی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خاندان کا بیان ہُوا اور ساتھ ساتھ بہت سے مسائل کا ذکر ہُوا۔ اس کی تفصیل سبق نمبر ۱۲۶ میں گذر چکی ہے۔

دوسرے پارہ کی ابتداء میں ملّت اسلامیہ کے مقصدِ حیات اور فرائض ملی کا ذکر ہُوا کہ یہ ملت دنیا کی نگران بنائی گئی ہے اس کے فوراً بعد تحویل قبلہ کا ذکر ہُوا نیز یہ کہ قبلہ کا مقصد پوری ملت کو ایک مرکز پر جمع کرنا ہے۔

تیسرے رکوع میں شہادت اور شہیدوں کا درجہ بتلایا اور اس کے فوراً بعد توبہ کا طریقہ اور شرائط بتلائیں۔ چوتھے اور پانچویں رکوع میں حلال وحرام غذاؤں اور باپ دادا کی رسموں کی طرف توجہ دلائی۔

چھٹے رکوع کی پہلی آیت میں "نیکی" کا ایک جامع تصور دیا گیا ہے۔ اس کے بعد قصاص۔ وصیت۔ روزہ رمضان۔ دعا اور اعتکاف کے مسائل کا ذکر نہایت خوب صورتی سے موجود ہے۔

آٹھویں۔ نویں اور دسویں رکوع میں قتال فی سبیل اللہ اور حج کے مسائل بیان ہُوئے ہیں اور درمیان میں کئی دُوسرے مسائل بھی آگئے ہیں۔

اس کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہُوا۔ شراب کی حرمت۔ اہل شرک سے نکاح کی ممانعت کا حکم ہُوا۔ اہل کتاب کا بھی ذکر آیا۔

بعدازاں مسلسل چار رکوع یعنی بارہ سے پندرہ تک ازدواجی زندگی کے مسائل سے متعلق ہیں۔ مثلاً حیض ونفاس طلاق عدت۔ مہر۔ رضاعت اور دوسرے متعلقہ مسائل۔

دوسرے پارہ کے آخری دو رکوع یعنی نمبر سولہ اور سترہ میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ مذکور ہے۔ یعنی جالوت کے مقابلہ میں حضرت طالوت کی لشکر کشی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سرفروشی۔ حق پرستوں کی شاندار کامیابی۔ اور باطل کی رسوا کن شکست۔

رسولوں کے درجات

تِلْكَ - الرُّسُلُ - فَضَّلْنَا - بَعْضَهُمْ - عَلٰى
یہ رسول ہم نے فضیلت دی ان میں بعض پر
بَعْضٍ - مِنْهُمْ - مَنْ - كَلَّمَ - اللّٰهُ - وَ - رَفَعَ
بعض سے ان کوئی کلام فرمایا اللہ اور بلند کئے
بَعْضَهُمْ - دَرَجٰتٍ
ان میں بعض درجے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔

یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں سے کوئی وہ ہے جس سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کے درجے بلند کئے۔

اَلرُّسُلُ :۔ واحد رسُل ہے۔ جس کے لئے پیغمبر اور نبی کے لفظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مصدر "رسالت" ہے۔ یعنی پیغام پہنچانا رسول اس مقدس گروہ کو کہا جاتا ہے جس نے اللہ کے پیغام اس کے بندوں تک کمی بیشی کے بغیر پہنچائے۔

فَضَّلْنَا (ہم نے فضیلت دی) "فضل" اس کا مادہ ہے جس کے معنی بزرگی کے ہیں۔ تمام بزرگیاں اور بڑائیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل وکرم سے نوازے۔ کوئی شخص اپنے طور پر حاصل نہیں کر سکتا۔ دولت، وجاہت، علم، زور بازو یا خاندان غرض کوئی ایسی شے نہیں جس کے ذریعہ لازمی طور پر کسی کو بزرگی اور فضیلت حاصل ہو جائے۔ سوائے اس کے کہ اس کا فضل شامل حال ہو

مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ : (جس سے اللہ نے کلام فرمایا) یعنی وہ رسول جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ اور براہِ راست اس تک اپنا پیغام پہنچایا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہُوا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ کہ رسولوں میں بعض کے درجے بعض سے بلند ہیں۔ مثلاً بعض سے اس نے براہ راست کلام فرمایا۔ بعض سے فرشتے کے ذریعے اور کچھ ایسے پیغمبر بھی ہُوئے جو صرف پہلی شریعت کو زندہ کرنے کے لئے آئے۔ کوئی نئی کتاب لے کر نہیں آئے۔

قرآن مجید میں ایک دُوسرے مقام پر آیا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے) اس سے مدعا یہ ہے کہ جہاں تک رسالت کا تعلق ہے۔ ہم کسی کو چھوٹا بڑا نہیں کہتے۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں ہے بلکہ دونوں اپنے اپنے محل پر درست ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ جب سے دنیا کا وجود ہُوا ہے۔ اس وقت سے آج تک ہر زمانہ میں اور ہر امت میں نبی مبعوث ہوئے وُہ سب ایک ہی خدا کا پیغام لائے۔ ہر ایک کا پیغام اپنے اپنے زمانے میں واجب الاطاعت تھا۔ ہم ان سب کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

وَاٰتَيْنَا - عِيْسَى - ابْنَ - مَرْيَمَ - الْبَيِّنٰتِ
اور ہم نے دیئے عیسیٰ بیٹے مریم کھلے معجزے
وَ - اَيَّدْنٰهُ - بِرُوْحِ - الْقُدُسِ ۭ وَ - لَوْ - شَآءَ
اور ہم نے اسے قوت دی روح قدس اور اگر چاہتا
اللّٰهُ - مَا - اقْتَتَلَ - الَّذِيْنَ - مِنْۢ بَعْدِهِمْ
اللہ نہ لڑتے لوگ جو بعد ان کے
مِّنْۢ - بَعْدِ - مَا - جَآءَتْهُمُ - الْبَيِّنٰتُ - وَ
سے بعد جو پاس پہنچے صاف حکم اور
لٰكِنِ - اخْتَلَفُوْا - فَمِنْهُمْ - مَّنْ - اٰمَنَ - وَ
لیکن (ان میں) اختلاف پڑگیا پھر ان میں کوئی جو ایمان لایا اور
مِنْهُمْ - مَّنْ - كَفَرَ ۭ وَ - لَوْ - شَآءَ - اللّٰهُ - مَا
ان میں کوئی جو کافر ہوا اور اگر چاہتا اللہ نہ
اقْتَتَلُوْا ۣ وَ - لٰكِنَّ - اللّٰهَ - يَفْعَلُ - مَا - يُرِيْدُ (۲۵۳)
وہ لڑتے اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ
اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلے معجزے دیئے اور
وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَآءَ
اس کو روح القدس یعنی جبریل سے قوت دی اور
اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان پیغمبروں کے بعد ہوئے
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ
آپس میں نہ لڑتے اس کے بعد کہ ان کے پاس صاف حکم پہنچے
لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ
لیکن ان میں اختلاف پڑگیا اور پھر کوئی ان میں ایمان لایا اور
مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا
کوئی کافر ہوا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ باہم نہ لڑتے
اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۲۵۳) ع ۳۲ ۵ ۱
لیکن اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

اِبْنَ مَرْيَمَ: (مریم کا بیٹا) اس لفظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جنہیں عیسائی خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں حقیقت میں مریم کے بیٹے ہیں۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں۔ وہ شکل و صورت میں ایسے ہی انسان ہیں جیسا کہ دوسرے اور ضروریاتِ انسانی میں بھی دوسرے انسانوں جیسے ہیں۔

اَلْبَيِّنٰتُ: (کھلے معجزے) ان سے مراد وہ تمام کھلی ہوئی نشانیاں اور معجزے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو دیئے گئے تھے جنہیں دیکھ کر ہر عقلمند اور انصاف پسند آدمی حضرت عیسیٰؑ کو نبی مان لینے پر مجبور ہوا۔

رُوْحُ الْقُدُسِ: (روح القدس) قرآن مجید کی اصطلاح میں اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ وہ اگرچہ بہت مقرب فرشتہ ہیں۔ تاہم ایک مخلوق ہیں اور عیسائی جو انہیں تین خداؤں میں سے ایک خدا سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں۔ فرشتہ بھلا خدا کیسے ہو سکتا ہے۔

اَيَّدْنٰهُ: (اور اس کو ہم نے قوت دی) اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام بڑے کمال اور فضل کے مالک تھے۔ پھر بھی آپ انسان ہی تھے اور انسانوں کی طرح وہ بھی نقصان سے بچاؤ اور نفع حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے۔

آخر میں یہ بتا دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جنہوں نے ان تمام پیغمبروں کی اور سب کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن نشانیاں دیکھ لیں آپس میں نہ لڑتے۔ یہ لوگ یہودی عیسائی اور مشرکین ہیں ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور جزا کے مستحق ہوئے اور بعض نے کفر و انکار کیا اور سزا کے مستحق ہوئے۔

اللہ کی راہ میں خرچ

يٰۤاَيُّهَا۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا۔ اَنْفِقُوْا۔ مِمَّا۔ رَزَقْنٰكُمْ
اے لوگو! ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا
مِّنْ۔ قَبْلِ۔ اَنْ يَّاْتِيَ۔ يَوْمٌ۔ لَّا۔ بَيْعٌ۔ فِيْهِ۔ وَ
سے پہلے کہ آئے دن نہ خرید و فروخت اس میں اور
لَا۔ خُلَّةٌ۔ وَّ۔ لَا۔ شَفَاعَةٌ۔ وَ۔ الْكٰفِرُوْنَ۔ هُمُ
نہ آشنائی اور نہ سفارش اور جو کافر وہی
الظّٰلِمُوْنَ (۲۵۴)
ظالم ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ
اے ایمان والو اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا
دیا اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس دن نہ خرید و فروخت ہے
خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ
نہ آشنائی اور نہ سفارش اور جو کافر ہیں وہی
الظّٰلِمُوْنَ (۲۵۴)
ظالم ہیں۔

رَزَقْنٰكُمْ: (ہم نے تمہیں عطا کیا) یہاں جمع متکلم کا صیغہ لا کر اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ مال و دولت اور رزق و خوشحالی جو کچھ بھی لوگوں کے پاس ہے۔ وہ سب ہمارا ہی دیا ہوا ہے اور اصل میں ہمیں ہی حق حاصل ہے کہ جن کاموں میں چاہیں۔ مال و دولت صرف کرنے کا حکم دیں۔

يَوْمٌ: (دن) یہاں دن سے مراد روزِ قیامت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنے اور نیکیاں جمع کرنے کا موقع اس دنیا میں ہے۔ اس کے بعد جب روزِ قیامت آپہنچے گا تو پھر کسی عمل کا موقع نہیں مل سکے گا۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے عبادات اور معاملات کے متعلق بہت سے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ان تمام نیک کاموں میں سب سے زیادہ دشوار کام جان اور مال کی قربانی ہے اس لئے بار بار ان کا حکم آتا ہے۔ ان کی محبت ہی انسان کو گناہ کی طرف لے جاتی ہے حضرت طالوت اور آپ کے دشمن جالوت کا قصہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے جہاد کی اہمیت جتا دی اور لوگوں کو حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کریں۔ سامانِ جنگ خریدنے کے لئے مال و زر کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد کے حکم کے ساتھ ہی مال خرچ کرنے کی بھی تاکید فرمائی۔ اور یہ بات واضح کر دی کہ اے ایمان والو! تمہیں دینے والے ہم ہیں۔ تمہیں اس چیز کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔ کہ نیک کاموں پر مال خرچ کرنے سے تم غریب ہو جاؤ گے۔ یا آئندہ کیلئے تم بچا نہیں سکو گے بلکہ اس چیز پر نظر رکھو کہ تمہارا اپنا کچھ نہیں یہ صرف ہماری دین ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم مال و زر کی محبت میں پڑ کر اسے جمع کرتے رہو اور مہلت کا وقت ختم ہو جائے۔ کیونکہ اس وقت نہ تو کہیں سے اس مال کے بدلے میں نیکی خریدی جا سکے گی۔ اور نہ بدی کی سزا سے نجات مل سکے گی۔ نہ وہاں سفارش چلے گی۔ نہ کسی کی دوستی اور آشنائی کام آئے گی۔ دنیا میں انسان کچھ لے دے کر یا دوستی آشنائی سے یا سفارش سے کام نکال لیتا ہے۔ لیکن قیامت کے دن صرف عمل کام آئیں گے۔

آیت الکرسی

اَللّٰهُ ۔ لَآ ۔ اِلٰهَ ۔ اِلَّا ۔ هُوَ ۚ ۔ اَلْحَیُّ ۔ الْقَیُّوْمُ ۚ ۔ لَا
اللہ نہیں معبود مگر وہ زندہ تھامنے والا نہیں
تَاْخُذُهٗ ۔ سِنَةٌ ۔ وَّ ۔ لَا ۔ نَوْمٌ ؕ ۔ لَهٗ ۔ مَا ۔ فِی
اسے پکڑ سکتی اونگھ اور نہ نیند اس کا جو کچھ میں
السَّمٰوٰتِ ۔ وَ ۔ مَا ۔ فِی ۔ الْاَرْضِ ؕ ۔ مَنْ
آسمان اور جو کچھ میں زمین کون ہے
ذَا الَّذِیْ ۔ یَشْفَعُ ۔ عِنْدَهٗۤ ۔ اِلَّا ۔ بِاِذْنِهٖ ؕ
جو سفارش کرے اس کے پاس بغیر اجازت کے
یَعْلَمُ ۔ مَا ۔ بَیْنَ ۔ اَیْدِیْهِمْ ۔ وَ ۔ مَا ۔ خَلْفَهُمْ ۚ
جانتا ہے جو کچھ روبرو اور جو کچھ ان کے پیچھے
وَ ۔ لَا ۔ یُحِیْطُوْنَ ۔ بِشَیْءٍ ۔ مِّنْ ۔ عِلْمِهٖۤ ۔ اِلَّا
اور نہیں احاطہ کرتے کسی چیز کا سے اس کی معلومات مگر
بِمَا ۔ شَآءَ ۚ ۔ وَسِعَ ۔ كُرْسِیُّهُ ۔ السَّمٰوٰتِ
جتنا وہ چاہے گنجائش ہے اس کی کرسی آسمان
وَ الْاَرْضَ ۚ ۔ وَ ۔ لَا ۔ یَـُٔوْدُهٗ ۔ حِفْظُهُمَا ۚ ۔ وَهُوَ
اور زمین اور نہیں گراں اسے ان کا تھامنا اور وہی
الْعَلِیُّ ۔ الْعَظِیْمُ (۲۵۵)
برتر عظمت والا۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا
تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی
اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ
آسمانوں اور زمین میں ہے۔ کون ہے جو
ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ
اس کے پاس سفارش کرے اس کی اجازت کے بغیر
یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ
جانتا ہے جو کچھ ان کے روبرو اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔
وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا
اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے
بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ
مگر جتنا کہ وہی چاہے اس کی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین
وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ
کو گنجائش ہے اور ان کا تھامنا اس کو گراں نہیں اور وہی سب
الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (۲۵۵)
سے برتر عظمت والا ہے۔

اَلْحَیُّ: (زندہ) مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہے۔ زندگی کی صفت اس کی ذاتی صفت ہے نہ کبھی پہلے اس پر موت طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔

اَلْقَیُّوْمُ: (تھامنے والا) یعنی ایسی ہستی جو نہ صرف اپنی ذات سے قائم ہے بلکہ دوسروں کے قیام اور بقا کا سبب بھی ہے اور سب کو سنبھالے ہوئے ہے۔

کُرْسِیُّ: (کرسی) اس سے یہ مراد نہ لینا چاہئے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کوئی جسم رکھتا ہے اور وہ کرسی نشین ہے۔ کرسی کے معنی علم کے لئے گئے ہیں اور قدرت اور طاقت کے بھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت ساری کائنات پر غالب ہے۔

یَشْفَعُ عِنْدَهٗ: (اس کے پاس سفارش کرے) شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں۔ اور شافع سفارش کرنے والے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں کئی بار اس حقیقت کو دہرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کسی کو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کی اجازت نہ ہوگی اور جو سفارش کرے گا بھی۔ وہ حق و صداقت کے خلاف نہ کرے گا۔ اس ایک جملہ نے سابقہ امتوں کے غلط عقیدے کی تردید کر دی ہے۔

سیدھی بات

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
تو کہہ کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمانوں سے اور زمین سے
قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى
کہہ دے اللہ اور تحقیق ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں
اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (٢٤) قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ
یا گمراہی میں ہیں کھلی کہہ دے نہ پوچھے جاؤ گے تم
عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (٢٥)
اس کی بابت جو ہم نے گناہ کیا اور نہ پوچھے جائیں گے ہم اس کی بابت جو تم کرتے ہو

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
تو کہہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے
قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى
بتا دے کہ اللہ اور یا ہم اور یا تم بے شک ہدایت پر ہیں
اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (٢٤) قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ
یا صریح گمراہی میں پڑے ہیں تو کہہ تم سے پوچھ نہ ہوگی جو ہم
عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (٢٥)
نے گناہ کیا اور ہم سے اس کی پوچھ نہ ہوگی جو تم کرتے ہو

مکّہ والوں کا اس وقت وہی حال تھا جو آج کل دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کا حال ہے۔ اللہ کا نام لیتے تھے۔ اس کی قدرت کو مانتے تھے اور اس کے اختیار کے قائل تھے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسروں کو بھی مانتے تھے۔ بتوں کے آگے نذر و نیاز پیش کرتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ یہ اللہ کی درگاہ میں ہماری سفارش کر کے ہمارا کام کرا دیں گے۔ اس آیت میں مکّہ والوں کو اور ان جیسا خیال رکھنے والوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ عقل سے کام لو اور سوچو کہ تمہارے کھانے پینے اور آرام کی چیزیں تمہیں کون دے رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا بہم پہنچانا سوا اللہ کے کسی کا بس نہیں۔

ارشاد ہے کہ ان سے پوچھ کہ تو دیکھ کہ تمہارا رزق تمہیں کون دیتا ہے ظاہر بات ہے کہ اس سوال سے سٹ پٹا جائیں گے۔ کیونکہ جب بت نہ تھے (بتوں کی پوجا عرب میں بعد کی ایجاد تھی) تب بھی انہیں فراخی کے ساتھ اسی طرح رزق ملتا تھا۔ اس لیے ان کو یاد دلا دے۔ کہ یہ سب کچھ اللہ دیتا ہے اور یہ تم بھی مانتے ہو۔ فرق یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ بتوں کو شریک نہیں کرتے اور تم اسے جیسے تمہارا جی چاہے اللہ کا شریک ٹھہرا لیتے ہو۔ ظاہر ہے کہ دونوں فریق سچے نہیں ہو سکتے۔ اب یا تو تم سیدھے راستہ پر ہو یا ہم یا تم گمراہ ہو یا ہم اور گمراہی بھی ایسی کہ جو صاف نظر آ رہی ہے۔

سنو! اپنی عاقبت کی فکر کرو نہ تم سے ہماری غلط کاریوں کی بابت سوال نہیں ہوگا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کی بابت پوچھا جائے گا۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے اعمال کا ذمہ دار خود ہوگا۔

آیت الکرسی کی تشریح

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ۔ قدرت اور عظمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہیگا اسے کبھی فنا نہیں صرف وہی ہے جو عبادت کے لائق ہے وُہ ایسی صفتوں کا مالک ہے ۔ کہ اس کے علاوہ کسی کی تعریف مناسب نہیں ۔ وہ کل مخلوقات کا پیدا کرنیوالا سب کا پالنے والا تمام کی ضرورتوں کو پورا کرنیوالا ہے اور ان تمام کاموں کے کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں اسے کسی مددگار کی ضرورت نہیں ۔ وہ اکیلا ہی یہ سارے کام انجام دیتا ہے ! اور وہ ان پر پوری طرح حاوی ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہیگا ۔ اس کی ذات سے ہی سب زندہ ہیں ۔ وُہ ہمیشہ سے قائم ہے اور دوسروں کے قائم رہنے کا سبب ہے ۔ اسے کبھی تکان نہیں ہوتی ۔ ساری کائنات کے اس قدر وسیع انتظام کے باوجود بھی اسے نہ آرام کی ضرورت پڑتی ہے نہ اسے کبھی اونگھ آتی ہے اور نہ نیند وہ ہمہ وقت بیدار اور ہوشیار رہے ۔

اس کا حلقۂ اختیار تنگ یا محدود نہیں بلکہ ساری کائنات ، زمین و آسمان پر محیط ہے ۔ سب کچھ اسی کے لئے ہے اور اسے ہر چیز پر اختیار اور غلبہ حاصل ہے ۔ یہ تمام چیزیں اس کے حکم سے بندھی ہوئی ہیں اور جس طرح چاہے کام لیتا ہے ۔

اس قدر علم و قدرت اور عظمت کا مالک ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے پاس کسی شخص کو سفارش کی جرأت نہیں ہو سکتی ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے ۔ درویش ہو یا دنیا دار امیر ہو یا غریب ۔ بڑا ہو یا چھوٹا اپنے کئے کا پھل خود حاصل کرے گا ۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں بانٹ سکے گا البتہ اللہ تعالیٰ کسی کو اجازت دے تو وہ اس کے دربار میں کچھ عرض کر سکتا ہے ۔ وہ ہر شخص کے دل کی باتیں جانتا ہے وہ ہر کسی کے ارادوں اور نیتوں سے واقف ہے ۔ وُہ ہر مخلوق کی نیکی اور بدی کا حساب رکھتا ہے اور یہ اس کے لئے بالکل آسان ہے ۔

کسی کو اتنی طاقت نہیں کہ وہ اس کے علم کا کچھ حصہ اس کی اجازت کے بغیر پا سکے ۔ بلکہ جس قدر علم کسی کو حاصل ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا نتیجہ ہے ۔ اسکی کرسی علم اور کرسی حکومت کل کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔ بڑی ، چھوٹی ، اچھی بُری ظاہر پوشیدہ ہر چیز اس پر روشن ہے ۔ وہ اتنے وسیع سلسلہ کی نگرانی کرنے سے تھک نہیں جاتا اسکے لئے یہ سب انتظام آسان ہے وہ ہر عیب سے پاک ہے ۔ تمام صفتوں اور خوبیوں کا مالک ہے اس کے مرتبہ کی کوئی انتہا نہیں مختصر یہ کہ آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی مندرجہ ذیل صفات بیان کی گئی ہیں ۔

۱ ۔ وہ الحی (زندہ) ہے ۔
۲ ۔ القیوم (خود قائم رہنے والا اور دوسروں کو قائم رکھنے اور کائنات کے نظام کو تھامنے والا ہے)
۳ ۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ ۔ ۴ ۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور اسی کے لئے ہے ۔
۵ ۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے سامنے کسی کی سفارش نہیں کر سکتا ۔
۶ ۔ وہ ہر کسی کے تمام حالات سے باخبر ہے ۔ ۷ ۔ کوئی اس کے علم اور اقتدار میں سے کچھ چھین نہیں سکتا ۔
۸ ۔ زمین و آسمان اور ساری کائنات کی حفاظت اسکے لئے آسان ہے ۹ ۔ بلندی اور عظمت اسی کے لئے ہے ۔

دین میں جبر نہیں

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

نہیں جبر میں دین بے شک جدا ہو چکی ہدایت سے گمراہی

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

دین میں کوئی جبر نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ: (کوئی جبر نہیں) "کرہٌ" سے یہ لفظ بنا ہے۔ کراہیت بھی اسی سے ہے۔ ایسا کام جو اپنی مرضی سے نہ کیا جائے بلکہ اس میں زبردستی اور جبر کو دخل ہو۔ اسے بجبر و اکراہ کہا جاتا ہے۔

اَلدِّيْنِ: (مذہب) لفظ دین دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) جزا و سزا یعنی بدلہ (۲) طریقِ فکر و عمل یعنی طریقِ زندگی) یہاں انہیں دوسرے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

اَلرُّشْدُ: (ہدایت) راشد اس کا اسم فاعل ہے۔ جس کے معنیٰ ہدایت یافتہ کے ہیں۔ یہاں لفظ رشد سے ہدایت کے عام معنوں کے علاوہ خود اسلام کے معنی بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

اَلْغَيِّ: (گمراہی) غ۔و۔ی اس کا مادہ ہے جس کے معنیٰ بہکانے اور گمراہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ یہاں "الغیّ" سے کفر و شرک کی گمراہی مراد ہے۔ اغواء (بہکانا) اسی سے بنا ہے۔

اس آیت سے اسلام کی مذہبی آزادی واضح ہوتی ہے۔ اسلام ہر شخص کو مذہب کے بارے میں اختیار عطا کرتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ اپنے ماننے والوں پر تبلیغ کو فرض قرار دیتا ہے لیکن اس امر کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ وہ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کریں اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔

اسلام کی مکمل تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی اپنے ہمسایوں بلکہ محکوم رعایا کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہند و پاکستان میں مسجدوں کے ساتھ مندر نہ ہوتے۔ مسلمانوں کے دار الخلافوں میں شاہی قلعوں کے زیرِ سایہ مندر، گوردوارے اور غیر مسلموں کے عبادت خانے نہ ہوتے۔

ایک بات خوب سمجھ لینی چاہیئے کہ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ ایک شخص اسلام قبول کرنے کے بعد آزاد ہے کہ اسلام کی جس بات کو چاہے، مانے اور جس کو چاہے نہ مانے۔

جب ایک بار مذہب اسلام قبول کر لیا۔ تو اس کے تمام حکموں کو ماننا ہوگا۔ اب آزادی اور اختیار کا سوال نہیں رہتا۔ آزادی صرف مذہب کے قبول اور رد کرنے میں ہے۔ عمل میں نہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو جائے تو مذہب کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی۔

ہدایت اور گمراہی

فَمَنۡ ۔ یَّکۡفُرۡ ۔ بِالطَّاغُوۡتِ ۔ وَ ۔ یُؤۡمِنۡۢ
جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والے اور یقین لائے
بِاللّٰہِ ۔ فَقَدِ ۔ اسۡتَمۡسَکَ ۔ بِالۡعُرۡوَۃِ ۔ الۡوُثۡقٰی ٭
اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط
لَا ۔ انۡفِصَامَ ۔ لَہَا ؕ وَ ۔ اللّٰہُ ۔ سَمِیۡعٌ ۔ عَلِیۡمٌ ﴿۲۵۶﴾
نہیں ٹوٹنے والا اور اللہ سنتا ہے جانتا ہے
اَللّٰہُ ۔ وَلِیُّ ۔ الَّذِیۡنَ ۔ اٰمَنُوۡا ۔ یُخۡرِجُہُمۡ ۔ مِّنَ
اللہ مددگار لوگ ایمان والے انہیں نکالتا ہے سے
الظُّلُمٰتِ ۔ اِلَی ۔ النُّوۡرِ ؕ۬ ۔ وَ ۔ الَّذِیۡنَ ۔ کَفَرُوۡۤا
اندھیرے طرف روشنی اور جو لوگ کافر ہوئے
اَوۡلِیٰٓـُٔہُمُ ۔ الطَّاغُوۡتُ ۙ ۔ یُخۡرِجُوۡنَہُمۡ ۔ مِّنَ
ان کے رفیق شیطان انہیں نکالتے ہیں سے
النُّوۡرِ ۔ اِلَی ۔ الظُّلُمٰتِ ؕ ۔ اُولٰٓئِکَ ۔ اَصۡحٰبُ
روشنی طرف اندھیرے یہی لوگ دوزخ میں رہنے
النَّارِ ۚ ۔ ہُمۡ ۔ فِیۡہَا ۔ خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵۷﴾
والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ
جو گمراہ کرنے والوں کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو
بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ٭
تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا
لَا انۡفِصَامَ لَہَا ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۵۶﴾
نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔
اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ
اللہ ایمانداروں کا مددگار ہے انہیں اندھیروں سے روشنی
الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ۬ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا
کی طرف نکالتا ہے اور جو لوگ کافر ہوئے
اَوۡلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوۡتُ ۙ یُخۡرِجُوۡنَہُمۡ مِّنَ
ان کے رفیق شیطان ہیں انہیں نکالتے ہیں روشنی
النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ
سے اندھیروں کی طرف یہی لوگ دوزخ میں رہنے
النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵۷﴾
والے ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

اَلطَّاغُوۡتُ: (سرکش، گمراہ کرنے والا) طغی اس کا مادہ ہے۔ طاغی اور طغیان بھی اس سے نکلے ہیں۔ "الطاغوت" سے مراد وہ ہستی ہے جو بااختیار رہو۔ خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا سبب ہو۔

وَلِیٌّ: (مددگار۔ دوست) اس کی جمع اولیاء ہے۔ یہ لفظ رفیق۔ سرپرست۔ کارساز اور دوست کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

اَلظُّلُمٰتِ: (اندھیرے) اس کا واحد ظلمت ہے۔ روشنی اور نور ایک ہی ہو سکتا ہے لیکن تاریکیاں کئی قسم کی ہو سکتی ہیں۔ یہاں کفر و شرک بے ایمانی اور گمراہی کی تاریکیاں مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں فرما دیا کہ جو کوئی ہدایت اختیار کرے گا۔ وہ گویا نور میں پہنچ جائے گا۔ اللہ اس کا رفیق و کارساز ہوگا۔ جو کوئی کفر و سرکشی اختیار کرے گا۔ گویا وہ اندھیروں اور تاریکیوں میں گرفتار ہو جائے گا سرکش اور گمراہ اس کے ساتھی ہوں گے اور جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا۔

حضرت ابراہیمؑ اور نمرود

اَ۔لَمْ۔تَرَ۔اِلَى۔الَّذِیْ۔حَآجَّ۔اِبْرٰهٖمَ
کیا نہ دیکھا تونے طرف وہ شخص جس نے جھگڑا کیا ابراہیم
فِیْ۔رَبِّهٖٓ۔اَنْ۔اٰتٰىهُ۔اللّٰهُ۔الْمُلْكَ۔اِذْ
میں اس کا رب کہ اسے دی اللہ سلطنت جب
قَالَ۔اِبْرٰهٖمُ۔رَبِّیَ۔الَّذِیْ۔یُحْیٖ۔وَ
کہا ابراہیم میرا رب جو زندہ کرتا ہے اور
یُمِیْتُ۔قَالَ۔اَنَا۔اُحْیٖ۔وَ۔اُمِیْتُ۔قَالَ
مارتا ہے وہ بولا میں جلاتا ہوں اور مارتا ہوں کہا
اِبْرٰهٖمُ۔فَاِنَّ۔اللّٰهَ۔یَاْتِیْ۔بِالشَّمْسِ۔مِنَ
ابراہیم بے شک اللہ لاتا ہے سورج سے
الْمَشْرِقِ۔فَاْتِ۔بِهَا۔مِنَ۔الْمَغْرِبِ۔فَبُهِتَ
مشرق تو لے آ اسے سے مغرب تب وہ حیران ہوگیا
الَّذِیْ۔كَفَرَ۔وَاللّٰهُ۔لَا۔یَهْدِی۔الْقَوْمَ
جو کافر اور اللہ نہیں راہ دکھاتا
الظّٰلِمِیْنَ (۲۵۸)
بے انصاف۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ
کیا تو نے اس شخص کو نہ دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب
فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ
کی بابت جھگڑا کیا اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی
قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ
جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا
یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ
ہے۔ وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا
اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ
بے شک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے اب
الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ
تو اسے مغرب کی طرف سے لے آ تب وہ کافر
الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ
حیران رہ گیا اور اللہ بے انصافوں کو راہ
الظّٰلِمِیْنَ (۲۵۸)
نہیں دکھاتا۔

اَلَّذِیْ حَآجَّ: (جس نے جھگڑا کیا) حضرت ابراہیمؑ سے بحث کرنیوالا شخص آپ کے زمانہ کا بادشاہ تھا۔ مفسروں نے نمرود کا نام لیا ہے۔
اس سے پہلی آیت میں ایمانداروں اور کافروں کا ذکر تھا اور نور کی روشنی اور کفر کی تاریکی کا بیان تھا۔ اب اس آیت کی تائید میں چند مثالیں بیان کی گئی ہیں پہلی مثال میں نمرود بادشاہ کا ذکر ہے۔ وہ سلطنت کے غرور سے اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا۔ نمرود نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ اس نے کہا کہ رب تو میں ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس دلیل کے جواب میں نمرود نے دو قیدی منگائے۔ ان میں سے جو بے قصور تھا۔ اسے مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا۔ اور کہا آپ نے دیکھا جس کو چاہوں مارتا ہوں اور جسے چاہوں موت سے بچاتا ہوں۔
اگرچہ نمرود حضرت ابراہیمؑ کے چیلنج کا صحیح جواب نہ دے سکا تھا۔ آپ نے سوچا کہ نمرود میری دلیل کو نہیں سمجھا اس لئے آپ نے سورج کی دلیل پیش کی اور فرمایا میرا رب سورج کو مشرق سے چڑھاتا ہے تو مغرب سے چڑھا کر دکھا۔ اس پر وہ مغرور احمق لاجواب ہوگیا اور اس سے کچھ بن نہ پڑا۔ لیکن اس کے باوجود نمرود ایمان نہ لایا۔ واقعی بے انصافوں کو ہدایت کی راہ نہیں ملتی۔

اجڑی بستی کی مثال

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ
یا وہ شخص گذرا اوپر شہر اور وہ گر پڑا تھا
عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ
اوپر اس کی چھتیں بولا کیونکر زندہ کریگا اسے اللہ
بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ
بعد اس کی موت پھر مردہ رکھا اللہ سو برس
ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ
پھر اسے اٹھایا کہا کتنی دیر تو یہاں رہا بولا میں رہا
یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ
ایک دن یا کم ایک دن کہا نہیں بلکہ تو رہا سو
عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ
برس اب دیکھ طرف اپنا طعام اور اپنا پینا نہیں
یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً
سڑ گیا اور دیکھ طرف اپنا گدھا اور ہم نے تجھے بنانا چاہا نمونہ
لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا
لوگوں کے لئے اور دیکھ طرف ہڈیاں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ
پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت پھر جب ظاہر ہُوا اس پر کہہ اٹھا
اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۲۵۹)
مجھے معلوم ہے بیشک اللہ اوپر ہر چیز قادر۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ
یا تو نے نہ دیکھا اس شخص کو کہ وہ ایک شہر پر گذرا اور وہ شہر
عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ
اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا۔ بولا اللہ اسے کیونکر زندہ کریگا اس کے مرنے
بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ
کے بعد پھر اللہ نے اسے سو برس تک مردہ رکھا پھر اسے
ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ
اٹھایا پوچھا تو یہاں کتنی دیر تک رہا۔ بولا ایک دن یا
یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ
ایک دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو سو برس
عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ
رہا اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سڑ نہیں گیا
یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً
اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھے نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے لئے
لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا
اور ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم انہیں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ
ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس پر یہ حال ظاہر ہوا تو یہ کہہ
اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۲۵۹)
اٹھے کہ مجھے معلوم ہے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الَّذِیْ مَرَّ: (جو شخص گذرا) اس شخص کے بارے میں مختلف قول ہیں بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے آپ اسرائیلی سلسلہ کے ایک مشہور پیغمبر گذرے ہیں۔ ان کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح تھا۔ ۴۵۸ ق م میں ڈیڑھ ہزار یہودیوں کو ان کی قید اور جلاوطنی سے چھڑا کر فلسطین لائے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس شخص سے مُراد حضرت یرمیاہ نبی ہیں یہ بھی اسرائیلی سلسلہ کے پیغمبر تھے اور ساتویں صدی قبل مسیح میں تھے۔

سابقہ مثال کی وضاحت

سورۂ بقرہ کی اس آیت میں جس اجڑی ہوئی بستی کا ذکر ہے۔ اس کے بارہ میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں۔ البتہ اکثر علماء کا خیال ہے کہ اس میں بیت المقدس کی طرف اشارہ ہے۔ جسے بخت نصر (شاہ بابل) نے بری طرح برباد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کی نشانی دکھانے کے لئے یہ مثال بیان کی گئی ہے۔ بخت نصر نے بیت المقدس پر چڑھائی کر کے اس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو قید کر کے لے گیا۔

حضرت عزیرؑ قید سے چھوٹ کر آئے تو راستہ میں آپ نے ویران شہر دیکھا جس کی عمارتیں تہ و بالا ہو چکی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں کے رہنے والے سب مر چکے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو کیونکر زندہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت حضرت عزیرؑ پر موت طاری ہوگئی اور سواری کا گدھا بھی مر گیا۔ آپ سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ ان کو وہاں آکر دیکھا اور نہ اس علاقے کی خبر باہر پھیلی اس اثناء میں بخت نصر بھی مر گیا اور کسی دوسرے بادشاہ نے بیت المقدس کو آباد کیا۔ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عزیرؑ زندہ ہوئے۔ ان کا کھانا اسی طرح پاس ہی رکھا تھا۔ ان کا گدھا جو مر چکا تھا اور جس کی ہڈیاں گل سڑ چکی تھیں آپ کے سامنے زندہ ہوگیا۔ اس سو سال کے عرصہ میں بنی اسرائیل قید سے رہا ہو کر شہر میں آباد بھی ہو چکے تھے۔

حضرت عزیر علیہ السلام جب فوت ہوئے تھے۔ اس وقت کچھ دن چڑھا ہوا تھا۔ اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ یہاں کتنی دیر ٹھہرے تو سوچ کر کہنے لگے کہ یا تو ایک دن ہوا ہے یا اس سے بھی کم۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے گدھے کی تمام ہڈیاں صحیح ترکیب کے ساتھ اس کے بدن میں جمع ہوگئیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھ گیا اور کھال بھی درست ہوگئی۔ پھر خدا کے حکم سے اس میں جان آگئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

حضرت عزیرؑ نے اس تمام کیفیت کو دیکھنے کے بعد کہا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگرچہ میں پہلے بھی جانتا تھا کہ مُردے کو زندہ کرنا خدا تعالیٰ کے لئے بالکل آسان ہے۔ اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عزیرؑ کے یقین میں پہلے کچھ کمی تھی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ انہیں پہلے مشاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت عزیرؑ یہاں سے بیت المقدس پہنچے تو انہیں کسی نے نہ پہچانا کیونکہ خود تو یہ جوان رہے اور ان کے سامنے کے بچے بوڑھے ہوگئے۔ جب انہوں نے زبانی توریت سنائی۔ تو لوگوں کو ان کا یقین ہوگیا۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مُردوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے بلکہ یہ کام اس کے لئے بہت ہی آسان ہے قیامت کا آنا یقینی ہے جبکہ تمام مردے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دم کے دم میں پھر زندہ ہو جائیں گے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہمیں شہر کے نام سے کوئی غرض نہیں جس امر پر کلام اللہ نے بحث ضروری نہیں سمجھی ہمیں بھی اس پر جگر خراشی کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ قرآن مجید کا مقصد تاریخی واقعات کو بطور تاریخ بیان کرنا ہے۔ نہ ہم اللہ کی کتاب کو تاریخ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ اصل مقصد پند و موعظت ہے۔ اسے ہر دم پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

مُردوں کو زندہ کرنا

وَ۔ اِذْ۔ قَالَ۔ اِبْرٰهِيْمُ۔ رَبِّ۔ اَرِنِيْ۔ كَيْفَ
اور جب کہا ابراہیم پروردگار مجھے دکھلا کیونکر
تُحْيِ۔ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ۔ اَوَ۔ لَمْ۔ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ
زندہ کریگا مردے فرمایا کیا نہیں تجھے یقین کہا
بَلٰى۔ وَ۔ لٰكِنْ۔ لِّيَطْمَئِنَّ۔ قَلْبِيْ ؕ قَالَ۔ فَخُذْ۔
کیوں نہیں لیکن تاکہ تسکین ہوجائے میرے دل کی کہا تو پکڑ
اَرْبَعَةً۔ مِّنَ۔ الطَّيْرِ۔ فَصُرْهُنَّ۔ اِلَيْكَ
چار سے جانور پھر ان کو ہلا اپنے ساتھ
ثُمَّ۔ اجْعَلْ۔ عَلٰى۔ كُلِّ۔ جَبَلٍ۔ مِّنْهُنَّ۔ جُزْءًا
پھر رکھ دے اوپر ہر پہاڑ ان کے بدن ٹکڑا
ثُمَّ۔ ادْعُهُنَّ۔ يَاْتِيْنَكَ۔ سَعْيًا ؕ وَ۔ اعْلَمْ
پھر ان کو بلا تیرے پاس آئیں گے دوڑتے اور جان لے
اَنَّ۔ اللّٰهَ۔ عَزِيْزٌ۔ حَكِيْمٌ (۲۶۰)
بیشک اللہ زبردست حکمت والا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ
اور یاد کر جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب مجھے دکھلا کہ
تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ
تو مردے کیسے زندہ کریگا فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا کہا کیوں
بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ
نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ میرے دل کی تسکین ہوجائے
اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ
فرمایا تو اڑنے والے چار جانور پکڑ لے پھر انہیں اپنے ساتھ ہلالے
ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا
پھر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے پھر انہیں
ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ
بلا تیرے پاس دوڑتے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ
۳۵ ع ۲ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۶۰)
زبردست حکمت والا ہے۔

كَيْفَ: (کیونکر) یہاں یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مُردوں کے زندہ ہونے پر کوئی شک ظاہر نہیں کیا بلکہ صرف یہ پوچھا کہ وُہ کس خاص کیفیت کے ساتھ زندہ کئے جائیں گے ان کو دوبارہ زندگی بخشنے کا خاص طریقہ کیا ہوگا ؟

مِنْهُنَّ جُزْءًا: (ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا) یعنی ان چاروں جانوروں کے ملے جُلے ہُوئے گوشت کا ایک ایک حصّہ۔

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وعظمت کو بیان کرکے بتایا تھا کہ ہدایت اور گمراہی کی راہیں صاف صاف واضح ہو چکی ہیں۔ اس لئے اب ہر عقل سلیم والے شخص کو چاہیئے کہ وُہ نیکی کی راہ اختیار کرے۔

اِس کے بعد قرآن مجید نے مختلف واقعات بیان کرکے یہ واضح کیا کہ نیکی اور بدی کی راہوں کے صاف صاف کھل جانے کے باوجود بعض لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ بیان کیا گیا۔ پھر مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت واختیار کو بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا اور اس کی مزید تاکید کے لئے ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جسے تفصیل کے ساتھ ہم اگلے سبق میں بیان کریں گے اور اس کے بعد وُہ باتیں بھی لکھیں گے جو اس واقعہ سے بطور سبق لی گئی ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا ایک واقعہ
(مرنے کے بعد زندگی)

توحید اور عقیدۂ آخرت دو ایسی حقیقتیں ہیں جن پر مذہب اسلام کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والا شخص کبھی بے راہرو نہیں ہو سکتا۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین رکھنے والا اپنے اعمال پر ہمیشہ کڑی نظر رکھتا ہے۔ اور برائی سے پوری طرح احتیاط اور پرہیز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں تو قیامت اور مرنے کے بعد کی زندگی پر ہر مومن کو کامل یقین ہے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی کامل یقین تھا۔ تاہم آپ نے مشاہدہ کی خاطر اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ تو موت کے بعد کیونکر زندگی بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تجھے اس پر یقین نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ ایمان کے درجہ تک تو یقین اب بھی حاصل ہے البتہ صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ مشاہدہ کے بعد دِل کو اور زیادہ اطمینان حاصل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرتؑ ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ وہ چار جانور لائیں۔ اور چاروں کو اپنے ساتھ ہلائیں۔ تاکہ پہچان رہے۔ پھر انہیں ذبح کرکے ان کا گوشت ملا جلا دیں۔ اور پھر وہ گوشت مختلف پہاڑوں پر تھوڑا تھوڑا کرکے رکھ دیں اور درمیان میں کھڑے ہو کر ان کا نام لے لے کر بلائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ جب انہوں نے ایک جانور کا نام لے کر پکارا تو اس جانور کے جسم کے ٹکڑے تمام پہاڑوں سے اکٹھے ہو کر آپس میں ملے اور زندہ جانور کی شکل بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ اسی طرح چاروں جانور زندہ ہو کر ان کے پاس آ گئے۔

اس سبق سے بعض نہایت پرحکمت باتیں نکلتی ہیں جنہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو جو مشاہدے ہوتے ہیں۔ ان سے ان کے ایمان اور یقین میں ترقی ہوتی ہے۔

۲۔ جس قسم کا سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ اس قسم کے سوالات محض بے اعتقادی سے ہی پیدا نہیں ہوتے بلکہ ان کی تہہ میں نیکی اور تحقیق کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

۳۔ ایمان کے بڑھنے سے اطمینانِ قلب پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ پرندوں کے زندہ ہونے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز سے دوڑے چلے آنے کو انہونی بات نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس کے لئے ہم ایک ادنیٰ سی مثال دیتے ہیں۔ فرض کریں کہ لوہا۔ تانبہ۔ پیتل اور سونے کے باریک باریک ٹکڑے آپس میں ملا کر ان کی چار ڈھیریاں الگ الگ رکھ دی جائیں اور پھر درمیان میں ایک مقناطیس لا رکھیں تو لوہے کے ٹکڑے چاروں ڈھیروں سے الگ ہو کر مقناطیس کی طرف کھچے چلے آئیں گے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز میں مقناطیسی قوت موجود تھی۔ انہوں نے جس جانور کو بلایا۔ وہی ان کے پاس چلا آیا۔ اس مثال سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہیں۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کے نزدیک کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔

۶۔ اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کے ہر حکم اور ہر فعل میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ "آیۃ الکرسی" سے جو مضمون شروع ہوا تھا۔ وہ اس آیت پر آکر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد دُوسرے مسائل کا ذکر شروع ہوگا اور درمیان میں عقائد کا ذکر بدستور آتا رہے گا۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال

مَثَلُ۔ الَّذِیْنَ۔ یُنْفِقُوْنَ۔ اَمْوَالَهُمْ۔ فِیْ
مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال میں
سَبِیْلِ۔ اللّٰهِ۔ كَمَثَلِ۔ حَبَّةٍ۔ اَنْۢبَتَتْ۔ سَبْعَ
راہ اللہ ایسی جیسے ایک دانہ اگیں سات
سَنَابِلَ۔ فِیْ۔ كُلِّ۔ سُنْۢبُلَةٍ۔ مِّائَةُ۔ حَبَّةٍ ؕ
بالیں میں ہر بال سوسو دانے
وَ۔ اللّٰهُ۔ یُضٰعِفُ۔ لِمَنْ۔ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ۔ وَاسِعٌ
اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ وسعت والا
عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ۔ یُنْفِقُوْنَ۔ اَمْوَالَهُمْ۔ فِیْ
علم والا جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال میں
سَبِیْلِ۔ اللّٰهِ۔ ثُمَّ۔ لَا۔ یُتْبِعُوْنَ۔ مَآ۔ اَنْفَقُوْا
راہ اللہ پھر نہ بعد میں رکھتے جو خرچ کرتے ہیں
مَنًّا۔ وَّ۔ لَآ۔ اَذًى ۙ۔ لَّهُمْ۔ اَجْرُهُمْ۔ عِنْدَ
احسان اور نہ ستاتے ہیں ان کے لئے ثواب ان کا یہاں
رَبِّهِمْ ۚ وَ۔ لَا۔ خَوْفٌ۔ عَلَیْهِمْ۔ وَ۔ لَا۔ هُمْ
ان کا رب اور نہ ڈر ان پر اور نہ وہ
یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾
غمگین ہوں گے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ
ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں
سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ
ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس سے سات بالیں اگیں
سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ
ہر بال میں سوسو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے
وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
بڑھاتا ہے اور اللہ وسعت والا جاننے والا
عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ
ہے جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ
سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے
مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
ہیں اور نہ ستاتے ہیں انہی کے لئے ان کا ثواب اپنے رب کے
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ
یہاں ہے نہ ان پر ڈر ہے اور نہ وہ غمگین
یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾
ہوں گے۔

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد تین قصے بیان کئے اور بتایا کہ ہدایت اور گمراہی نیز زندگی اور موت اس کے اختیار میں ہے۔

اب جہاد اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور اس کے متعلق ضروری شرائط کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال دے کر فرمایا کہ جو لوگ اس کی راہ میں اپنے مال خرچ کرنے میں انہیں کئی گنا ثواب ہوگا جس طرح اس کا فضل ہم اس دنیا میں زمین کی پیداوار کے سلسلے میں دیکھتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے نیک اعمال کے اجر میں بھی وہ اپنے فضل سے کام لے گا۔ ہم اگر دانہ بوئیں تو اس کے فضل و رحمت سے اس دانے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ چاہے تو اس سے بھی بڑھا کر سات ہزار اور اس سے بھی زیادہ کر دیتا ہے وہ خرچ کرنیوالے کی نیت کو جانتا ہے اس کے خرچ کی مقدار سے خوب واقف ہے اور جو مال نیک نیتی سے اس کی راہ میں خرچ کیا جائیگا۔ وہ اسکا کئی گنا اجر دے گا۔ اسکے بعد یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں ضرورتمندوں پر مال خرچ کرتے ہیں اور ان پر کوئی احسان نہیں جتاتے۔ انہیں طعنے دے کر نہیں ستاتے۔ ان سے کسی قسم کی خدمت نہیں لیتے اور ان کی تحقیر نہیں کرتے۔ انہیں پورا پورا ثواب ملے گا۔ ایسے لوگوں کو نہ ماضی کا غم ہوگا۔ اور نہ مستقبل کا خوف ہوگا۔

خیرات ضائع نہ کرو

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّ مَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ يَّتۡبَعُهَاۤ اَذًى‌ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰى

قَوۡلٌ (نرم بات) - مَّعۡرُوۡفٌ - وَّ (اور) - مَغۡفِرَةٌ (درگذر) - خَيۡرٌ (بہتر) - مِّنۡ (سے) - صَدَقَةٍ (خیرات) - يَّتۡبَعُهَاۤ (جس کے پیچھے) - اَذًى (ستانا) - وَ (اور) - اللّٰهُ (اللہ) - غَنِىٌّ (بے نیاز) - حَلِيۡمٌ (بردبار) ﴿۲۶۳﴾ يٰۤاَيُّهَا (اے) - الَّذِيۡنَ - اٰمَنُوۡا (ایمان والو) - لَا (نہ) - تُبۡطِلُوۡا (ضائع کرو) - صَدَقٰتِكُمۡ (اپنی خیرات) - بِالۡمَنِّ (احسان سے) - وَ (اور) - الۡاَذٰى (تکلیف)۔

نرم جواب دینا اور درگذر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے نیاز بردبار ہے۔ اے ایمان والو اپنی خیرات ضائع نہ کرو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر۔

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ: (نرم بات) "قول" کے معنیٰ ہیں گفتگو اور جواب اور "معروف" کے معنیٰ ہیں دستور کے مطابق۔ مراد ہے نرم اور شیریں کلام۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو خیرات صدقات سے کچھ نہ دیا جا سکتا ہو۔ تو اسے نرمی اور خوش کلامی سے جواب دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اسے تکلیف پہنچائی جائے۔

مَغۡفِرَةٌ: (درگذر کرنا) مقصد یہ ہے کہ اگر ضرورت مند سوالی بار بار سوال کرے۔ سختی یا بدتہذیبی سے مانگے اور اس کا سوال کرنا طبیعت پر گراں گذرے۔ تو تکلیف پہنچانے سے بہتر ہے کہ اس سے درگذر کی جائے۔

اَذٰى: (آزار) اس لفظ کے معنیٰ میں ہر قسم کی ایذارسانی اور تکلیف پہنچانا شامل ہے۔

مَنّ: (احسان) نیکی کر کے اسے جتلانا اور احسان دھرنا مَنّ کہلاتا ہے۔

اسلام نے حسن سلوک اور صدقہ و خیرات کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے اور اس طرح ضرورتمندوں پر دولت خرچ کرنے کو "اللہ کی راہ میں خرچ کرنا" شمار کیا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک پیسہ خرچ کرنے کا اجر و ثواب سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں اس مسئلہ کے ایک دوسرے پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے اگر کسی ضرورتمند سوالی کو تم کچھ دے نہ سکو تو کم از کم اس سے نرم گفتاری اور درگذر سے پیش آؤ۔ جھڑکنا اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اللہ کی راہ میں کچھ دے کر ضرورتمند پر احسان دھرتے ہو یا اسے تکلیف پہنچاتے ہو تو تمہارا دیا ہوا سب اکارت جائے گا۔ اس کا تمہیں کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

خیرات ضائع کرنے کی مثال

كَالَّذِیْ۔ یُنْفِقُ۔ مَالَهٗ۔ رِئَآءَ۔ النَّاسِ۔ وَ
اس شخص کی طرح خرچ کرتا ہے اپنا مال دکھاوا لوگوں کے اور
لَا۔ یُؤْمِنُ۔ بِاللّٰهِ۔ وَ۔ الْیَوْمِ۔ الْاٰخِرِ۔ فَمَثَلُهٗ
ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور آخرت کے دن اس کی مثال
كَمَثَلِ۔ صَفْوَانٍ۔ عَلَیْهِ۔ تُرَابٌ۔ فَاَصَابَهٗ
ایسی جیسے صاف پتھر اس پر مٹی اس پر برسا
وَابِلٌ۔ فَتَرَكَهٗ۔ صَلْدًا۔ لَا۔ یَقْدِرُوْنَ
زور کا مینہ اسے چھوڑ دیا صاف ہاتھ نہیں لگتا
عَلٰی۔ شَیْءٍ۔ مِّمَّا۔ كَسَبُوْا۔ وَ۔ اللّٰهُ۔ لَا۔ یَهْدِی
پر کچھ اس سے جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں ہدایت دیتا
الْقَوْمَ۔ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾
کافر قوم۔

كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ
اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتا ہے۔
لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ
اور اللہ اور آخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتا اس کی مثال ایسی
كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ
ہے جیسے صاف پتھر اس پر کچھ مٹی پڑی ہے۔ پھر اس زور سے
وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ
مینہ برسا کہ اسے بالکل صاف کر چھوڑا ایسے لوگوں کو اس کا (ثواب)
عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی
جو انہوں نے کمایا کچھ ہاتھ نہیں لگتا اور اللہ کافروں کو
الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾
سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ریاکاری کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔ صدقہ صرف ریا سے باطل ہو جاتا ہے خواہ وہ مومن ہی کیوں نہ ہو۔ ایمان کی قید کو اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ریاکاری مومن کی شان سے بعید ہے۔ دکھاوا صرف منافقوں اور کافروں کے مناسب حال ہے۔

گذشتہ آیات میں خیرات کی مثال ایسی بتائی گئی تھی جیسے ایک دانہ بویا اور اس سے سات سو دانے پیدا ہو گئے اب یہ فرمایا کہ کئی گنا اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے نیت کا نیک ہونا شرط ہے اگر کسی نے ریا اور دکھاوے کی نیت سے صدقہ کیا تو اس کی مثال اس دانے کی ہے جو ایک ایسے پتھر پر بویا گیا جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی لیکن جب مینہ برسا تو پتھر بالکل صاف رہ گیا اور سات سو دانے پیدا ہونے کی بجائے وہاں سے کچھ بھی پیدا نہ ہوا بلکہ اصل بیج بھی بہہ گیا۔

پتھر پر بیج بونے کی یہ مثال ریاکاروں کے بالکل مناسب حال ہے۔ کیونکہ جس طرح ظاہری طور پر پتھر دھوکا دیتا ہے کہ شاید اس پر دانہ اگ سکے۔ اسی طرح ایک ریاکار بھی ظاہری طور پر دیکھنے والوں کو یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے لیکن اندرونی طور پر جس طرح پتھر سے دانہ نہیں اگ سکتا اسی طرح اس شخص کا دل ظاہری حالت سے بالکل مختلف ہوتا ہے اور اس کے ہاتھوں کبھی کوئی نیک عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا دل ایک چٹان کی طرح سخت اور بے رحم ہے۔

ایسے گمراہ لوگوں کو جو اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور دوسروں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سیدھی راہ نہیں دکھائیگا کیونکہ وہ اپنے بُرے ارادوں میں اس قدر پختہ ہو چکے ہیں کہ نیک بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ایک اور مثال

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
اور مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال
ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ
حاصل کرنا خوشی اللہ اور ثابت کرکے سے
اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا
ان کے دل ایسی جیسے باغ بلند زمین پر اس پر پڑا
وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ
زور کا مینہ تو وہ لایا اپنا پھل دو چند اور اگر نہ
يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا
اس پر پڑا مینہ تو پھوار اور اللہ سے
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾
تمہارے کام دیکھتا ہے۔

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

اور ان کی مثال جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور اپنے دلوں کو ثابت کرکے ایسی ہے جیسے بلند زمین پر ایک باغ ہے۔ اس پر زور کا مینہ پڑا تو وہ باغ اپنا پھل دو چند لایا اور اگر اس پر مینہ نہ پڑتا تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کی راہ میں صرف اس لئے مال خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو جائے۔ وہ اس کی رضامندی حاصل کرلیں اور اپنی اطاعت کا ثبوت دیں۔

ان لوگوں کی مثال اللہ تعالیٰ نے ایسے باغ سے دی ہے جو کسی اونچی جگہ پر واقع ہو جہاں کی ہوا قدرتی طور پر لطیف اور بار آور ہو۔ اس باغ پر اگر زور کا مینہ برسے تو یہ باغ دگنا پھل لائے اور اگر زور کا مینہ نہ برسے اور تھوڑی سی پھوار پڑ جائے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ پھل لائے۔

یہاں مینہ کی مثال مال خرچ کرنے سے دی گئی ہے اور باغ کے اونچی جگہ ہونے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اسکی نیت بالکل درست ہے وہ محض اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرتا ہے اسلئے اگر وہ بہت زیادہ مال خرچ کرے تو اس کا نتیجہ ایسا ہی اچھا ہوگا جیسے باغ پر بہت زور کا مینہ برسے اور اچھا پھل لائے نیت کے صاف ہونے کی صورت میں اگر وہ تھوڑا ہی مال خرچ کرے تو بھی اسے اسکے برابر اجر ملے گا جیسا کہ پھوار پڑنے سے بھی باغ کچھ نہ کچھ پھل ضرور لاتا ہے۔

یہاں ایک اور حقیقت بھی بیان کر دی گئی ہے کہ جس طرح انسان بدی سے برائی کی طرف مائل ہوتا ہے اسی طرح نیکی سے اس کا رجحان نیکی کی طرف ہو جاتا ہے اور فطری طور پر وہ نیکی پر ثابت قدم ہو جاتا ہے۔

مبارک ہیں وہ انسان جو نیکیوں کی طرف سبقت کریں اور برائیوں سے پرہیز کریں۔

ہمیں یہ بات ہرگز فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ بڑی سے بڑی مالی قربانی ریاکاری کے تصور سے احسان دھرنے اور ایذا دہی سے ضائع ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف چھوٹی سے چھوٹی خیرات بڑا پھل لاتی ہے بشرطیکہ اس کا مقصد محض فرض کی ادائیگی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب ہو۔

ریاکاری سے خرچ کرنے کی مثال

اَ-یَوَدُّ-اَحَدُکُمْ-اَنْ-تَکُوْنَ-لَہٗ-جَنَّۃٌ
کیا پسند آتا ہے تم میں کسی کو کہ ہو اس کا باغ
مِّنْ-نَّخِیْلٍ-وَّ-اَعْنَابٍ-تَجْرِیْ-مِنْ
سے کھجور اور انگور بہتی ہیں سے
تَحْتِھَا-الْاَنْھٰرُ-لَہٗ-فِیْھَا-مِنْ-کُلِّ
اس کے نیچے نہریں اس کو اس میں سے سب
الثَّمَرٰتِ-وَ-اَصَابَہُ-الْکِبَرُ-وَ-لَہٗ-ذُرِّیَّۃٌ
میوے اور اس پر آگیا بڑھاپا اور اس کی اولاد
ضُعَفَآءُ-فَ-اَصَابَھَآ-اِعْصَارٌ-فِیْہِ-نَارٌ
کمزور تب اس پر آپڑا بگولا جس میں آگ
فَاحْتَرَقَتْ-کَذٰلِکَ-یُبَیِّنُ-اللّٰہُ-لَکُمُ
جس سے وہ جل گیا یوں سمجھاتا ہے اللہ تمہیں
الْاٰیٰتِ-لَعَلَّکُمْ-تَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾
آیتیں تاکہ تم غور کرو۔

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ
کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند آتا ہے کہ اس کا ایک باغ
مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ
ہو کھجور اور انگور کا اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں
تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ لَہٗ فِیْھَا مِنْ کُلِّ
اسے اس باغ میں ہر طرح کے میوہ حاصل ہوں اور
الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَہُ الْکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ
اس پر بڑھاپا آگیا ہو اور اس کی اولاد کمزور
ضُعَفَآءُ فَاَصَابَھَآ اِعْصَارٌ فِیْہِ نَارٌ
ہو تب اس باغ پر ایک بگولا آپڑے جس میں آگ ہو جو باغ
فَاحْتَرَقَتْ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ
کو جلا ڈالے اللہ تعالیٰ تم کو اسی طرح اپنی آیات سمجھاتا
الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾
ہے تاکہ تم غور کرو۔

اس آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔ جو محض لوگوں کو دکھانے کے لئے صدقہ وخیرات دیتے ہیں یا خیرات کرکے لوگوں پر احسان جتاتے ہیں اور انہیں روحانی یا جسمانی تکلیف پہنچاتے ہیں۔

اس طرح مال خرچ کرنیوالے کی مثال ایسی ہے جیسے اس کی عمر بھر کی کمائی ایک باغ ہے جو سرسبز وشاداب اور خوب پھلا پھولا ہُوا ہے۔ ہر طرح کے میووں اور پھلوں سے لدا ہُوا ہے۔ باغ کا مالک بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ خود کام نہیں کرسکتا اور اس کے بچے بھی ابھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ جو اپنے باپ کا دکھ درد بانٹنے کی بجائے خود اس پر بوجھ بنے ہُوئے ہیں۔ عین اس شدید بڑھاپے اور بچوں کی حاجتمندی کے وقت یک بیک معلوم ہوتا ہے کہ باغ میں آگ لگی اور سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا۔ اس وقت باغ کے مالک کے غم اور حسرت کا اندازہ کیا ہوگا۔

اس سے کہیں بڑھ کر بری حالت اس بدنصیب کی ہوگی جس کی آنکھیں زندگی بھر غفلت سے بند رہیں اور پہلی بار اس وقت کھلیں جب عمل کی مہلت بالکل ختم ہوگئی گویا ریاکاری سے نیکیوں کو ایسے ہی آگ لگتی ہے اور ان کا اجر یونہی برباد ہوجاتا ہے جیسے اس باغ کو آگ لگ گئی اور اسکا مالک تباہ ہوگیا اللہ تعالیٰ یہ تمام مثالیں اسلئے بیان فرماتا ہے کہ ہم ان میں غور کریں اور عبرت پکڑ کر اپنا سارا کیا دھرا آخر میں ضائع نہ کردیں۔

اللہ کی راہ میں اچھی چیز دو

يٰٓاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْٓا ۔ اَنْفِقُوْا ۔ مِنْ
اے ۔ ایمان والو ۔ خرچ کرو ۔ سے
طَيِّبٰتِ ۔ مَا ۔ كَسَبْتُمْ ۔ وَ ۔ مِمَّآ ۔ اَخْرَجْنَا
ستھری ۔ جو ۔ تم کماؤ ۔ اور اس میں سے جو ہم نے نکالا
لَكُمْ ۔ مِّنَ ۔ الْاَرْضِ ۔ وَ ۔ لَا ۔ تَيَمَّمُوا ۔ الْخَبِيْثَ
تمہارے لئے ۔ سے ۔ زمین ۔ اور ۔ نہ ۔ قصد کرو ۔ گندی چیز
مِنْهُ ۔ تُنْفِقُوْنَ ۔ وَ ۔ لَسْتُمْ ۔ بِاٰخِذِيْهِ ۔ اِلَّآ
اس میں ۔ کہ خرچ کرو ۔ حالانکہ ۔ نہ ۔ تم لوگے اسے ۔ مگر
اَنْ ۔ تُغْمِضُوْا ۔ فِيْهِ ۔ وَ ۔ اعْلَمُوْٓا ۔ اَنَّ ۔ اللّٰهَ
یہ کہ ۔ تم چشم پوشی کرو ۔ اس میں ۔ اور ۔ جان رکھو ۔ کہ ۔ اللہ
غَنِيٌّ ۔ حَمِيْدٌ (۲۶۷)
بے پروا ۔ خوبیوں والا ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ
اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی
طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا
کمائی میں سے اور اس میں سے کہ جو ہم نے
لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ
تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا اور اس میں سے گندی چیز کا
مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ
قصد نہ کرو کہ اسے خرچ کرو حالانکہ تم اسے کبھی نہ لوگے مگر
اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
یہ کہ تم چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا
غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۲۶۷)
خوبیوں والا ہے ۔

اَلْخَبِيْثَ: (گندی چیز) مراد ہے ردّی اور ناکارہ چیز۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں مختلف احکام دیئے جا چکے ہیں۔ گذشتہ آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے وقت ریاکاری اور نمائش سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔ نیز لوگوں کو ستانا اور اپنی بڑائی جتانا بھی مقصود نہ ہونا چاہیئے جن کو مال دیا جائے ان پر احسان نہ رکھا جائے انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے اور انہیں حقیر نہ سمجھا جائے بلکہ نیک ارادے اور خلوصِ دل سے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مال خرچ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد نہ ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جائز اور پاک کمائی میں سے اچھی اور اعلیٰ چیزیں دی جائیں یعنی یہ نہ ہو کہ بچا کھچا باسی، بدبودار، خراب اور گلا سڑا مال غریبوں مسکینوں اور محتاجوں کو دے دیا جائے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کبھی ایسا ہی گندہ مال تمہیں دیا جائے تو کبھی نہ لو۔ ناک منہ چڑھانے لگو نفرت کا اظہار کرو سوائے اس کے کہ کسی خاص وجہ سے تم خاموش رہو اور چشم پوشی کر جاؤ تو دوسری بات ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نام پر خراب مال ہرگز نہ دینا چاہیئے۔

لازم ہے کہ اچھے سے اچھا مال اور اچھی سے اچھی شے جو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ وہ شوق سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ زیادہ ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ تو ہمارے اس صدقہ و خیرات سے کلی طور پر بے نیاز ہے۔ اسے قطعی طور پر ان چیزوں کی ضرورت نہیں بلکہ جتنی خوشی کے ساتھ ہم اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اتنا زیادہ وہ اور دے گا۔

اللہ کے وعدے اور انعام

اَلشَّیْطٰنُ ۔ یَعِدُکُمُ ۔ الْفَقْرَ ۔ وَ ۔ یَاْمُرُکُمْ
شیطان تمہیں وعدہ دیتا ہے تنگدستی اور تمہیں حکم کرتا ہے
بِالْفَحْشَآءِ ۚ ۔ وَ ۔ اللّٰہُ ۔ یَعِدُکُمْ ۔ مَّغْفِرَۃً ۔ مِّنْہُ
بے حیائی کا اور اللہ تمہیں وعدہ دیتا ہے بخشش اپنی
وَ ۔ فَضْلًا ؕ ۔ وَ ۔ اللّٰہُ ۔ وَاسِعٌ ۔ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۸﴾ یُّؤْتِی
اور فضل اور اللہ کشائش والا جاننا ہے عنایت کرتا ہے
الْحِکْمَۃَ ۔ مَنْ ۔ یَّشَآءُ ۚ ۔ وَ ۔ مَنْ ۔ یُّؤْتَ
سمجھ جسے چاہے اور جسے ملی
الْحِکْمَۃَ ۔ فَقَدْ ۔ اُوْتِیَ ۔ خَیْرًا ۔ کَثِیْرًا ؕ ۔ وَ ۔ مَا
سمجھ پس ملی خوبی بڑی اور نہیں
یَذَّکَّرُ ۔ اِلَّآ ۔ اُولُوا ۔ الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾
نصیحت لیتے ہیں مگر والے عقل ۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ
شیطان تمہیں تنگدستی کا وعدہ دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم
بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ
کرتا ہے اور اللہ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ
وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۸﴾ یُّؤْتِی
دیتا ہے اور اللہ بہت کشائش والا سب کچھ جانتا ہے جسے
الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ
چاہے سمجھ عنایت کرتا ہے اور جسے سمجھ ملی
الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ وَمَا
اسے بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول
یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾
کرتے ہیں جو عقل والے ہیں ۔

اَلْحِکْمَۃ : (سمجھ) دانائی اور سمجھ بوجھ کو حکمت کہتے ہیں۔ انہیں معنیٰ کی مناسبت سے فلسفہ کو حکمت اور فلسفی کو حکیم کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے ۔

خَیْرًا کَثِیْرًا : (بہت بھلائی) اس آیت میں دولت کے کمانے اور خرچ کرنے کی صحیح تدبیر اور اس سلسلہ میں دانشمندی پانے کو بہت بڑی بھلائی کہا گیا ہے ۔

اس آیت میں انسان کو ایک شیطانی وسوسہ سے آگاہ کیا گیا ہے ۔ جو اسے انفاق فی سبیل اللہ سے روکنے کا سبب بن سکتا ہے ۔ ساتھ ہی اس کا توڑ اور علاج بتایا گیا ہے ۔

مال و دولت سے محبت اس کے جمع کرنے کی طرف رغبت، اسے بچا بچا کر صرف کرنے کی طرف رجحان انسان کی کمزوری ہے اس لئے انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے سارے کا سارا ختم ہو جائے گا۔ میرے پاس کچھ نہ بچے گا۔ میں نادار و مفلس بن کے رہ جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان خیالات اور وسوسوں کو ختم کرنے کیلئے یہ بتایا کہ یہ تعلیم شیطان کی ہے۔ اسے دل میں جگہ نہ دو ۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور فضل و رحمت والا ہے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ بھی اسی نے دے رکھا ہے اور آئندہ بھی وہی دے گا۔ اس لئے اس کی راہ میں خرچ کرنے سے مفلسی کا خوف ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ خوش ہو کر اور زیادہ دے گا ۔

ایسی باتوں کی سمجھ اور باتوں کی تہ تک پہنچنے کی قوت اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے یہ سمجھ عطا ہو وہ بڑا خوش نصیب ہے ۔ کیونکہ یہ بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی دولت ہے ۔

خیرات کیسے کی جائے

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ
اور جو تم خرچ کروگے سے خیرات یا قبول کرو
مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا
سے منت تو بیشک اللہ جانتا ہے اور نہیں
لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنۡ تُبۡدُوا
ظالم کے لئے سے مددگار اگر ظاہر کرو
الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا
خیرات اچھی بات وہ اور اگر اسے چھپاؤ
وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَ
اور پہنچاؤ فقیر تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور
يُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
دور کریگا تم سے سے تمہارے گناہ اور اللہ تمہارے
تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۱﴾
کاموں سے خبردار۔

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ
اور تم جو خیرات تقسیم کروگے۔ یا کوئی منت قبول کروگے
مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا
تو بیشک اللہ کو سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی
لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنۡ تُبۡدُوا
مددگار نہیں اگر خیرات ظاہر کرکے دو تو
الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ
کیا اچھی بات ہے اور اگر اسے چھپاؤ اور دو
تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَ
فقیروں کو تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور تمہارے
يُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
کچھ گناہ دور کردے گا اور اللہ تمہارے کاموں
تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۱﴾
سے خوب خبردار ہے۔

نَذۡرٍ: (منت) فقہ میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ کسی مراد کے پورے ہونے پر اپنے اوپر کوئی چیز لازم کرلینا جو واجب نہ ہو ایک مرتبہ نذر مان لینے کے بعد اس کی ایفا واجب اور ضروری ہو جاتی ہے۔

اَلۡفُقَرَآءَ: (فقیروں، حاجتمندوں) واحد فقیر ہے جس کے معنی ضرورتمند اور حاجتمند ہوتے ہیں۔ اردو میں عام طور پر اللہ والے درویش اور گداگر دونوں کو فقیر کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے محتاج کو لفظ فقیر سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے اسباب معیشت بند ہو گئے ہوں۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔ یا نذر مانیں وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے ناجائز کام کی نیت رکھنا ناجائز جگہ نذر ماننا یا ناجائز موقع پر خرچ کرنے کا ارادہ رکھنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے اور ایسے شخص کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔ اور نہ اس کا کام اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔

اس سبق کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تم صدقات و خیرات خواہ چھپا کر دو یا ظاہر کر کے۔ اللہ تعالیٰ پوری طرح اس سے خبردار ہے اگر یہ خوف ہو کہ یہ لوگ ریاکاری یا دکھلاوا نہ سمجھیں تو بیشک نیکی چھپا کر کرو۔ اگر یہ خیال ہو کہ لوگوں کو بھی ترغیب دی جائے تو برملا سب کے سامنے دو بہرحال نیکی کا قبول ہونا نیت پر موقوف ہے چھپا کر اس لئے خرچ کرنا کہ لینے والے کو شرم محسوس نہ ہو۔ یا ظاہر طور پر اس لئے خرچ کرنا کہ اوروں کو بھی شوق ہو۔ دونوں بہتر ہیں لیکن ہر لحاظ سے موقع اور مصلحت کا لحاظ اور نیت کی درستی ضروری ہے۔

خیرات کا پورا پورا اجر

لَيْسَ - عَلَيْكَ - هُدٰىهُمْ - وَلٰكِنَّ - اللّٰهَ
نہیں تیرے اوپر انہیں راہ پر لانا لیکن اللہ
يَهْدِيْ - مَنْ - يَّشَآءُ - وَ - مَا - تُنْفِقُوْا - مِنْ
راہ پر لائے جسے چاہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے سے
خَيْرٍ - فَلِاَنْفُسِكُمْ - وَ - مَا - تُنْفِقُوْنَ - اِلَّا
مال سو اپنے لئے جب تک کہ خرچ کرو گے صرف
ابْتِغَآءَ - وَجْهِ - اللّٰهِ - وَ - مَا - تُنْفِقُوْا - مِنْ
حاصل کرنے رضاجوئی اللہ اور جو کچھ خرچ کرو گے سے
خَيْرٍ - يُّوَفَّ - اِلَيْكُمْ - وَ - اَنْتُمْ - لَا - تُظْلَمُوْنَ (۲۷۲)
مال سو پورا ملیگا تمہیں اور تمہارا نہ حق رہے گا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
انہیں راہ پر لانا تیرے ذمہ نہیں لیکن اللہ جسے چاہے
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
راہ پر لائے اور تم جو کچھ مال خرچ کرو گے
خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا
سو اپنے ہی لئے ہے جب تک کہ خرچ کرو گے صرف
ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
اللہ کی رضاجوئی میں اور جو کچھ مال خرچ کرو گے
خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (۲۷۲)
تمہیں پورا پورا ملے گا اور تمہارا حق نہ رہے گا۔

خَيْرٍ (مال) یہ لفظ شر کے مقابل ہے اور اس کے مفہوم میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کو انسان اچھا سمجھتا ہے مثلاً عقل، اخلاق، تعلیم مال وغیرہ۔ قرآن مجید میں مال کے لئے خیر کا لفظ کئی جگہوں پر آیا ہے گویا اسلام مال و دولت کو بُری اور ناپاک شے نہیں کہتا بلکہ اچھی اور خوب چیز بتلاتا ہے اس لئے اسے لفظ "خیر" کے نام سے یاد کیا ہے۔ برائی دولت میں نہیں بلکہ اسے ناجائز طریق پر جمع کرنے، جمع رکھنے اور ناجائز کاموں پر خرچ کرنے میں ہے۔

هُدٰىهُمْ: (انہیں راہ پر لانا) ھدایت۔ ھادی۔ مھتدی ایک ہی مادہ سے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ لفظ ایک جامع لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں صحیح راہ پا لینا۔ اس پر چلنا اور قائم رہنا تینوں امور شامل ہوتے ہیں۔

يُّوَفَّ: (پورا پورا مل جائے گا) لفظ "وفا" اس کا مادہ ہے۔ جس کے معنیٰ پورا کرنا ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پھر اس بات کا اعلان فرمایا کہ نبی اور نبی کے ماننے والوں کا فرض تبلیغ کرنا ہے۔ ہدایت دینا اور مسلمان بنانا ان کا ذمہ نہیں۔ لہٰذا تبلیغ کا نتیجہ نکلے یا نہ نکلے اس کا خیال کئے بغیر اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ضروری نہیں ہم دولت صرف ایسے لوگوں پر خرچ کریں جو ہمارے پیسے کی وجہ سے دین قبول کر لیں بلکہ صدقہ و خیرات میں ہمارا مقصد صرف اللہ کی رضا اور خوشی ہونی چاہیئے۔ اور جو بھی ضرورت مند ہو اس کی ضرورت پوری کرنی چاہیئے۔ مشرک و کافر، مومن و منافق میں تمیز نہ کی جائے۔ ثواب اس لئے مل کر ہی رہے گا کہ تم محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور خوشنودی کے لئے مال خرچ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اجر پورا پورا ملے گا۔

ہمیں اس چیز کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے کہ جو مال بھی خرچ کریں اور کسی کو دیں۔ اس سے مقصود اللہ کی خوشنودی ہو۔ اس سے ہٹ کر کسی اور کے نام سے منسوب کرنا بالکل ناجائز ہے۔

خیرات کے مستحق

لِلْفُقَرَآءِ۔ الَّذِيْنَ۔ اُحْصِرُوْا۔ فِيْ۔ سَبِيْلِ

فقیروں کے لئے جو رکے ہوئے ہیں میں راہ

اللّٰهِ۔ لَا۔ يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ ضَرْبًا۔ فِي۔ الْاَرْضِ

اللہ نہیں طاقت رکھتے چلنا پھرنا میں ملک

يَحْسَبُهُمُ۔ الْجَاهِلُ۔ اَغْنِيَآءَ۔ مِنَ۔ التَّعَفُّفِ

انہیں سمجھتے ہیں ناواقف مالدار سے سوال نہ کرنا

تَعْرِفُهُمْ۔ بِسِيْمٰهُمْ۔ لَا۔ يَسْـَٔلُوْنَ۔ النَّاسَ

تو انہیں پہچانتا ہے ان کے چہرے سے نہیں سوال کرتے لوگ

اِلْحَافًا۔ وَ۔ مَا۔ تُنْفِقُوْا۔ مِنْ۔ خَيْرٍ۔ فَاِنَّ

لپٹ کر اور جو خرچ کرو گے سے کام کی چیز تو بے شک

اللّٰهَ۔ بِهٖ۔ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

اللہ اسے جانتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ

(خیرات) ان فقیروں کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے

اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ

ہیں جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے ناواقف ان

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

کے سوال نہ کرنے سے مالدار سمجھتا ہے تو انہیں ان کے

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ

چہرے سے پہچانتا ہے وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے

اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ

اور تم جو کام کی چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ ۳۷ ع ۵

اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔

اُحْصِرُوْا: (رکے ہوئے ہیں) اس لفظ میں بڑی گنجائش ہے یعنی گھر جانا۔ خواہ وقت کے لحاظ سے ہو یا جسم کے لحاظ سے۔ مراد وہ لوگ ہیں جو دین کے کسی کام میں گھر گئے ہیں اور اب آزادی سے روزی نہیں کما سکتے مثلاً اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے بعض مفسروں نے وہ لوگ بھی مراد لئے ہیں جو علومِ دین میں مشغول ہیں یا اور علم حاصل کرنے میں اس طرح لگے ہوتے ہیں کہ روزی کا سامان نہیں کر سکتے۔

اَغْنِيَآءَ: (مالدار) یہ لفظ غنیٰ سے بنا ہے اور اس کا واحد غنی ہے یعنی وہ جس کے پاس حاجت سے زیادہ مال موجود ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صدقہ و خیرات کے اصل مستحق وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں بند ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رکے ہوئے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست مثلاً اصحابِ صفہ نے گھر بار چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کر لی تھی وہ علمِ دین سیکھنے لگ گئے اس طرح کچھ اصحاب مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے خلاف جہاد کرنے میں مشغول تھے۔ یہ نیک بندے کسی سے سوال نہ کرتے تھے البتہ ان کی ضرورتمندی ان کے چہرے مہرے اور رنگ و روپ سے معلوم کی جا سکتی تھی۔
ہمیں چاہیئے کہ آج بھی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور علمِ دین سیکھنے میں مشغول ہوں ان کی مدد کریں ان کی حاجتیں پوری کریں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تم جو مال و دولت میری راہ میں خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں پورا پورا مل جائے گا۔ تمہاری کوئی قربانی میری نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دولت کو لفظ "خیر" سے تعبیر کیا ہے اور ان لوگوں کو نظرِ کرم کا خاص طور پر مستحق قرار دیا ہے۔ جو لپٹ لپٹ کر پیچھے نہیں پڑتے۔ بلکہ خودداری سے کام لیتے ہیں اور اپنی غربت ظاہر نہیں ہونے دیتے۔

خیرات کا اجر

الَّذِيْنَ ۔ يُنْفِقُوْنَ ۔ اَمْوَالَهُمْ ۔ بِالَّيْلِ ۔ وَ
جو لوگ ۔ خرچ کرتے ہیں ۔ اپنے مال ۔ رات ۔ اور
النَّهَارِ ۔ سِرًّا ۔ وَّ ۔ عَلَانِيَةً ۔ فَلَهُمْ ۔ اَجْرُهُمْ
دن ۔ پوشیدہ ۔ اور ۔ ظاہر ۔ ان کے لئے ۔ ان کا اجر
عِنْدَ ۔ رَبِّهِمْ ۔ وَ ۔ لَا ۔ خَوْفٌ ۔ عَلَيْهِمْ ۔ وَ
پاس ۔ ان کا رب ۔ اور نہ ۔ ڈر ۔ ان پر ۔ اور
لَا ۔ هُمْ ۔ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾
نہ ۔ وہ ۔ غمگین ہوں گے۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ
جو لوگ اپنے مال دن رات خرچ کرتے ہیں ظاہر
النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
اور پوشیدہ تو ان کے لئے ثواب ہے ان کے رب
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ
کے ہاں اور نہ ان پر ڈر ہے۔ اور نہ وہ
لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾
غمگین ہوں گے۔

خَوْفٌ: (ڈر) یہ لفظ عام طور پر انہیں عربی معنیٰ میں اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ خوف مستقبل کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔

يَحْزَنُوْنَ: (وہ غمگین ہوں گے) حزن اس کا مادہ ہے جس کے معنیٰ غم والم ہیں۔ حزن ہمیشہ ماضی کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً انسان پر کوئی تکلیف دہ حادثہ ہو گذرا ہے۔ وہ ماضی میں کسی خطا اور غلطی کا مرتکب ہُوا ہو۔ تو اسے ایک قسم کا رنج و ملال ہوگا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔ دن رات ضرورتمندوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ صبح و شام صدقات و خیرات سے غرباء پروری کرتے ہیں۔ اور ظاہر اور پوشیدہ اس نیکی میں لگے رہتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے مالا مال فرمائے گا۔ اور اپنے انعام و اکرام سے خوش کر دے گا۔

یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ نیکی کا بدلہ اس دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ بزرگوں نے غالباً اس مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے "دہ در دنیا ستر در آخرت" کا ملا جلا اردو فارسی محاورہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں وعدہ فرمایا ہے۔ کہ "تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر ہرگز کم نہ کیا جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس انعام کے علاوہ دو باتیں اور بھی فرمائی ہیں۔ کہ ایسے نیکی رساں بندوں کو نہ ماضی کا غم ہوگا۔ اور نہ مستقبل کا خوف۔ یعنی انہیں اپنے ماضی کے اعمال و افعال پر کوئی افسوس نہ ہوگا اور اسی طرح وہ مستقبل کے بارے میں قطعی طور پر مایوس اور ناامید نہ ہوں گے۔

سود حرام ہے

الَّذِيْنَ ۔يَاْكُلُوْنَ ۔الرِّبٰوا ۔لَا ۔يَقُوْمُوْنَ ۔اِلَّا
جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں اٹھیں گے مگر
كَمَا ۔يَقُوْمُ ۔الَّذِيْ ۔يَتَخَبَّطُهُ ۔الشَّيْطٰنُ
جس طرح ۔اٹھتا ہے وہ شخص حواس کھودیئے جن
مِنَ ۔الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ ۔بِاَنَّهُمْ ۔قَالُوْٓا ۔اِنَّمَا
سے لپٹ کر یہ حالت اس واسطے کہ انہوں نے کہا کہ
الْبَيْعُ ۔مِثْلُ ۔الرِّبٰوا ۘ ۔وَ ۔اَحَلَّ ۔اللّٰهُ ۔الْبَيْعَ
سوداگری ایسی جیسے سود لینا حالانکہ حلال کیا اللہ تجارت
وَحَرَّمَ ۔الرِّبٰوا ؕ ۔فَمَنْ ۔جَآءَهٗ ۔مَوْعِظَةٌ
اور حرام کیا سود پھر جیسے پہنچی نصیحت
مِّنْ ۔رَّبِّهٖ ۔فَانْتَهٰى ۔فَلَهٗ ۔مَا ۔سَلَفَ ؕ ۔وَ
سے اس کا رب وہ باز آگیا اس کیلئے جو ہو چکا اور
اَمْرُهٗٓ ۔اِلَى ۔اللّٰهِ ؕ ۔وَمَنْ ۔عَادَ ۔فَاُولٰٓئِكَ
اس کا معاملہ طرف اللہ اور جو پھرے تو وہی
اَصْحٰبُ ۔النَّارِ ۔هُمْ ۔فِيْهَا ۔خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾
والے دوزخ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا
جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ قیامت کو نہیں اٹھیں گے مگر یوں
كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جس کے حواس کھودیئے ہوں جن نے
مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا
لپٹ کر۔ ان کی یہ حالت اس لئے ہوگی کہ انہوں نے کہا
الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ
کہ سوداگری بھی تو ایسی ہے جیسے سود لینا حالانکہ تجارت کو اللہ تعالیٰ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ
نے حلال کیا اور سود کو حرام کیا پھر جسے اپنے رب کی طرف سے
مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ
نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو ہو چکا اور اس کا
اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ
معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو کوئی پھر سود لے تو وہی لوگ دوزخی
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾
ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وقف لازم

الرِّبٰوا۔ (سود) اس لفظ کے لغوی معنیٰ زیادتی اور اضافہ کے ہیں خصوصاً سرمایہ میں اضافہ۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے اصل قرضہ پر زیادتی۔ یا بلا معاوضہ حاصل کرنا اور مال پر زیادتی چاہنا۔ عربوں کے ہاں اس سے مُراد وُہ زائد رقم تھی جو قرض خواہ معاوضہ میں وصُول کرتا تھا۔ جسے آج کل سود کہتے ہیں بعض لوگوں نے سود کی جگہ اسے نفع کہنا شروع کر دیا ہے یوں لفظ بدل دینے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔ مِنَ الْمَسِّ: (لپٹ کر) جس طرح جن کے لپٹنے سے انسان کے حواس جاتے رہتے ہیں۔

مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (اس کے رب کی نصیحت) یعنی سود کے حرام ہونے کا حکم۔

مَا سَلَفَ۔ (جو گذر چکا) مقصد یہ ہے کہ سُود کی حرمت کے اعلان سے پہلے جو سُود لیا دیا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ بازپرس اس وقت سے شروع ہوگی جب سے یہ واضح حکم آگیا ہے اور شدید طور پر ممانعت کر دی گئی ہے۔

سود کی برائیاں

سود کے حرام اور جائز ہونے والی آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خیرات و صدقات کی فضیلتیں بیان فرمائی تھیں چونکہ خیرات و صدقات سے غریبوں کے معاملات میں سہولت اور بے مروتی کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے کئی گناہ دور ہو جاتے ہیں اخلاق مروت خیر اندیشی نفع رسانی اور خدمت خلق کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی اہمیت کھول کر بیان کی گئی۔

اب سود کی حرمت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ یہ بالکل خیرات کی ضد ہے۔ اگر خیرات سے مروت بڑھتی ہے تو سود سے ظلم ترقی کرتا ہے اسی لئے خیرات کی فضیلت کے بعد سود کی مذمت اور اس کی ممانعت کا ذکر ہوا ہے جو اپنی جگہ پر انتہائی مناسب اور برمحل ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن سود خور اپنی قبروں سے اٹھتے وقت سیدھے کھڑے نہ ہو سکیں گے بلکہ خبطیوں اور دیوانوں کی طرح گرتے پڑتے لڑکھڑاتے ہوئے اٹھیں گے بالکل یہی منظر دنیا میں بھی نظر آتا ہے۔ مہاجن اور ساہوکار روپے کے پیچھے باؤلے بنے رہتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے انہیں کوئی جن یا بھوت چمٹ گیا ہے ہر دم ان پر سود ہی کا فکر سوار رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ایسے لوگوں کے اس حالت میں مبتلا ہونے کی وجہ بھی بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح تجارت میں مالی نفع مقصود ہوتا ہے اسی طرح سود میں بھی مالی نفع ہی پیش نظر ہوتا ہے۔ جب تجارت حلال ہے تو سود کیوں حرام ہو حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ تجارت اور سود میں اخلاقی اور معاشی لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سود کی مقررہ رقم کسی کھٹکے اور نقصان کے اندیشہ کے بغیر ہر حال میں مہاجن کو ملتی رہتی ہے اس کے برخلاف تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے اور تاجر کو نقصان سے بچنے کیلئے وقت محنت اور دماغ غرض سب کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے پھر تجارت ختم اور کم و بیش ہوتی رہتی ہے لیکن سود مدت اور مہلت کے ساتھ ساتھ زیادہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ قرضدار کی حالت اکثر اوقات تباہی و بربادی کو پہنچ جاتی ہے۔

سود کی حقیقت پر تھوڑا سا بھی اگر غور کر لیا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ آخر یہ کس چیز کا معاوضہ ہوتا ہے۔ سوائے مفت خوری کی بدترین شکل کے آخر یہ اور کیا ہے۔ ان تمام خرابیوں کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے انسان کی مصلحت و بہبود کے لئے سود کو حرام قرار دیا۔ مختصراً اس کی برائیاں یہ ہیں:۔

سود خور میں سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے اس کی حرص بڑھتی ہے۔ بلا مشقت مال ہاتھ آنے سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے مفت کا مال خرچ کرنے میں بھی بے اعتدالی آ جاتی ہے۔ اور یہ مال عیاشیوں میں اڑایا جاتا ہے۔ زر پرستی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے بخل اور باہمی رقابت جنم لیتی ہے۔ قرضدار کی خانہ خرابی اور بے عزتی اس کے سوا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے درگذر سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص اس نصیحت اور سود کی حرمت کا حکم سننے کے بعد باز آ جائے اس کا پچھلا سود معاف ہو جائے گا لیکن جو باز نہ آیا۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں جلے گا۔

دنیا نے سود کے نام بدلے لیکن اس کے نتائج اور خرابیاں کیسے بدل سکتی ہیں ہمیں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں خاص طور پر اس مسئلہ کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اگر ہم اس ملک میں سود ختم نہ کر سکے تو ہماری وجہ سے اسلام کے قانون پر حرف آئے گا اور ہم خود بھی اس کی خرابیوں سے بچ نہ سکیں گے۔

سود اور خیرات کا موازنہ

يَمْحَقُ ۔ اللّٰهُ ۔ الرِّبٰوا ۔ وَ ۔ يُرْبِي ۔ الصَّدَقٰتِ
مٹاتا ہے اللہ سود اور بڑھاتا ہے خیرات
وَ ۔ اللّٰهُ ۔ لَا ۔ يُحِبُّ ۔ كُلَّ ۔ كَفَّارٍ ۔ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾
اور اللہ نہیں خوش ہر ناشکر گنہگار ۔
اِنَّ ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ وَ ۔ عَمِلُوا ۔ الصّٰلِحٰتِ
بیشک جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک
وَ ۔ اَقَامُوا ۔ الصَّلٰوةَ ۔ وَ ۔ اٰتَوُا ۔ الزَّكٰوةَ ۔ لَهُمْ
اور قائم رکھی نماز اور دیتے رہے زکوٰۃ ان کے لئے
اَجْرُهُمْ ۔ عِنْدَ ۔ رَبِّهِمْ ۚ وَ ۔ لَا ۔ خَوْفٌ ۔ عَلَيْهِمْ
ان کا ثواب پاس ان کا رب اور نہ خوف ان پر
وَ ۔ لَا ۔ هُمْ ۔ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾
اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ
اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے ۔
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾
اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار سے خوش نہیں ۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ
نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لئے ان
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں خوف ہے
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾
اور نہ وہ غمگین ہونگے ۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سود اور خیرات کا موازنہ کرتے ہوئے دونوں کا جدا جدا انجام تبلایا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ سود خواہ کتنا ہی بڑھتا چلا جائے اس کا انجام مفلسی اور بربادی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس میں قطعی طور پر کوئی برکت نہیں ڈالتا ۔ انجام کار ایسی دولت سے خانہ خرابی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ سود خوار افراد اور قوموں کا انجام اس کا ثبوت ہے ان میں باہم خونریزی و تباہی و بربادی ہی ہوئی اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ صدقات و خیرات کو بڑھاتا ہے ۔ ان میں برکت ڈالتا ہے ان کا ثواب کئی گنا کرتا ہے ۔ خیرات و صدقات کے نتیجہ میں خوشحالی اور فارغ البالی پیدا ہوتی ہے ۔

پھر یہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سود خوار کو جو گنہگار بھی ہے اور ناشکر گذار بھی کبھی پسند نہیں کرتا ۔ وہ گنہگار اس لئے ہے کہ بے بس اور حاجت مند لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور ناشکرا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مال و دولت دیا تھا کہ اسکی راہ میں خرچ کرے غریبوں مسکینوں میں تقسیم کرے ۔ حاجتمندوں کی امداد کرے لیکن اس کے بجائے وہ بخل سے کام لیتا ہے ۔ روپیہ کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے ۔ بھائیوں کو بھوکوں مرتے ، فاقہ کشی کرتے مفلسی و بے چارگی میں تڑپتے دیکھتا ہے لیکن اسے ترس نہیں آتا اس کا دل نہیں پسیجتا ۔ بلکہ وہ ظالم اور سنگدل بن جاتا ہے ۔ لہٰذا اس کے لئے سخت وعید ہے ۔

سود خور کے مقابل اللہ تعالیٰ نے اس ایماندار اور نیک عمل شخص کا اجر بھی بتا دیا ۔ جو نماز قائم کرتا ہے ۔ زکوٰۃ و خیرات دیتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا پورا اجر ملے گا ۔ اسے کبھی خوف یا ڈر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا ۔ نہ وہ کبھی رنجیدہ خاطر ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کی توفیق دے اور زکوٰۃ و خیرات کرنے کی طاقت دے ۔ آمین ۔

سُود لینا چھوڑ دو

يٰٓاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ اتَّقُوْا ۔ اللّٰهَ ۔ وَ
اے ایمان والو ڈرو اللہ اور
ذَرُوْا ۔ مَا ۔ بَقِيَ ۔ مِنَ ۔ الرِّبٰٓوا ۔ اِنْ ۔ كُنْتُمْ
چھوڑ دو جو باقی رہا سے سود اگر تمہیں
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ ۔ لَّمْ ۔ تَفْعَلُوْا ۔ فَاْذَنُوْا
یقین ہے۔ پھر اگر نہ چھوڑو تو تیار ہو جاؤ
بِحَرْبٍ ۔ مِّنَ ۔ اللّٰهِ ۔ وَ ۔ رَسُوْلِهٖ ۔ وَ ۔ اِنْ
لڑنے کو سے اللہ اور اس کا رسول اور اگر
تُبْتُمْ ۔ فَلَكُمْ ۔ رُءُوْسُ ۔ اَمْوَالِكُمْ ۔ لَا تَظْلِمُوْنَ
تم توبہ کرو تو تمہارے لئے اصل تمہارا مال نہ تم ظلم کرو
وَ ۔ لَا ۔ تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾
اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود
ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ
چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے اگر تمہیں اللہ کے فرمانے
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا
کا یقین ہے۔ پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ
بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ
اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو اور اگر توبہ
تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ
کرتے ہو تو تمہارے واسطے تمہارا اصل مال ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو
وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾
اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔

مَا بَقِيَ (جو باقی رہا) مطلب یہ ہے کہ اس حکم سے قبل جو سود حاصل کر چکے ہو۔ وہ معاف کیا جاتا ہے اس کے بعد سود وصول نہ کرو گے۔ صرف اصل زر حاصل کر سکو گے۔

حَرْبٌ (جنگ) اللہ اور رسول کی طرف سے سُود خواروں کے خلاف اعلانِ جنگ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اسلام کے مخالفین کی فہرست میں شمار کیا جائے۔ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ (تمہارے اصل مال) اسے راس المال اور اصل زر بھی کہا جاتا ہے۔

ان آیتوں میں مندرجہ ذیل احکام دیئے گئے ہیں۔

۱۔ سود کی ممانعت سے پہلے جو سود لے چکے ہو لے چکے لیکن ممانعت کے بعد جو چڑھا وہ چھوڑ دو۔

۲۔ اگر تم باز نہ آؤ تو تمہارے ساتھ اللہ و رسُول ایسا ہی سلوک کریں گے جیسا باغیوں اور مرتدوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۳۔ اگر ممانعت کے بعد کا چڑھا ہُوا سُود تم مانگو تو یہ بھی ظلم ہوگا۔

۴۔ جو سُود تم پہلے لے چکے ہو۔ اگر مقروض خواہ اصل دیتے وقت اس سُود کی رقم کاٹے تو یہ ظلم ہوگا۔

۵۔ اگر مقروض مفلس ہو تو اس سے فوری تقاضا نہ کرو بلکہ اسے اتنی دیر تک مہلت دو کہ وُہ اصل واپس دینے کے قابل ہو جائے۔

اندازہ کیجئے سوُد کی ممانعت کس شدّت سے کی گئی ہے اس قدر واضح حکم کے بعد بھی اگر کوئی جواز کی صورتیں نکالے اور سودی لین دین سے باز نہ آئے۔ وُہ اللہ اور رسُولؐ کا باغی نہیں تو اور کیا ہے۔

تنگدست سے رعایت

وَاِنْ۔كَانَ۔ذُوْ۔عُسْرَةٍ۔فَنَظِرَةٌ۔اِلٰى
اور اگر ہو تنگدست مہلت تک
مَيْسَرَةٍ ؕ۔وَ۔اَنْ۔تَصَدَّقُوْا۔خَيْرٌ۔لَّكُمْ۔اِنْ
کشادگی اور اگر بخش دو بہتر تمہارے لئے اگر
كُنْتُمْ۔تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾ وَ۔اتَّقُوْا۔يَوْمًا۔تُرْجَعُوْنَ
تم ہو جانتے اور تم ڈرو اس دن تم لوٹائے جاؤ
فِيْهِ۔اِلَى۔اللّٰهِ۔ثُمَّ۔تُوَفّٰى۔كُلُّ۔نَفْسٍ۔مَّا
گے اس میں طرف اللہ پھر پورا پورا دیا جائیگا ہر شخص جو
كَسَبَتْ۔وَ۔هُمْ۔لَا۔يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾
اس نے کمایا اور وہ نہ ظلم کئے جائیں گے۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى
اور اگر تنگدست ہو تو کشائش ہونے تک مہلت دینی
مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
چاہیئے اور اگر بخش دو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ
تمہیں سمجھ ہو اور اس دن سے ڈرتے رہو
فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
جس روز اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو جو
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾
اسنے کمایا پورا پورا دیا جائیگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

آیت نمبر ۲۷۵ سے سُود کے بارے میں احکام مسلسل بیان ہو رہے ہیں۔ اب تک یہ بات بالکل صاف طور پر بیان ہو چکی ہے کہ سود حرام ہے۔ جو لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں وہ اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو ان کی کیفیت دیوانوں جیسی ہوگی وہ سیدھی طرح کھڑے بھی نہ ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے کام لے کر سابقہ بدعنوانیوں کو یکسر معاف کر دینے کا اعلان فرما دیا اور شدید تاکید فرما دی کہ آئندہ یہ کاروبار پوری طرح ختم کر دیا جائے۔ سود کی جگہ خیرات و صدقات کے ذریعہ حاجتمندوں کی ضروریات پوری کی جائیں۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا اگر کوئی اب بھی باز نہ آیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ اللہ اور رسُول کا باغی ہے۔ لہٰذا اسے اللہ اور اس کے رسُول سے جنگ کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔

ان ہدایات و احکام کے بعد یہ آیات ہیں جو اس سبق کا حصّہ ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے اگر مقروض تنگدست ہے تو اس کی فارغ البالی اور کشادگی تک اسے مہلت دے دو۔ تاکہ وہ بآسانی ادا کر سکے۔ بلکہ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ جو ادا نہیں کر سکتے۔ انہیں معاف ہی کر دو۔ معافی کی یہ ترغیب ان الفاظ میں دی گئی "اگر تم معاف ہی کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔" "اگر تمہیں سمجھ ہو"۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ معافی کا فائدہ بظاہر مقروض کو پہنچے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر تمہیں سمجھ ہو تو اس کا فائدہ خود تمہاری ذات کو ہے۔ آخر میں آخرت کا ذکر فرما کر انتہائی خدا خوفی اور اعمال کی جوابدہی کا احساس دلایا۔

لکھت پڑھت

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ
اے ایمان والو جب تم معاملہ کرو ادھار کا
اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡہُ ؕ وَ لۡیَکۡتُبۡ
تک وقت مقرر تو اسے لکھ لیا کرو اور چاہیئے کہ لکھ دے
بَّیۡنَکُمۡ کَاتِبٌۢ بِالۡعَدۡلِ ۪ وَ لَا یَاۡبَ کَاتِبٌ
تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف سے اور نہ انکار کرے لکھنے والا
اَنۡ یَّکۡتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلۡیَکۡتُبۡ ۚ
اس سے کہ لکھ دے جیسا اسے سکھایا اللہ سو چاہیئے کہ لکھ دے
وَ لۡیُمۡلِلِ الَّذِیۡ عَلَیۡہِ الۡحَقُّ وَ لۡیَتَّقِ
اور بتاتا جائے وہ شخص جس کے اوپر قرض اور ڈرے
اللّٰہَ رَبَّہٗ وَ لَا یَبۡخَسۡ مِنۡہُ شَیۡئًا ؕ
اللہ اس کا رب اور نہ کم کرے اس سے کچھ
فَاِنۡ کَانَ الَّذِیۡ عَلَیۡہِ الۡحَقُّ سَفِیۡہًا اَوۡ
پھر اگر ہے وہ شخص جس کے اوپر قرض بے عقل یا
ضَعِیۡفًا اَوۡ لَا یَسۡتَطِیۡعُ اَنۡ یُّمِلَّ ہُوَ
ضعیف یا نہیں قوت رکھتا کہ بتائے وہ
فَلۡیُمۡلِلۡ وَلِیُّہٗ بِالۡعَدۡلِ ؕ
بتا دے اس کا ولی انصاف سے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ
اے ایمان والو جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ کرو
اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡہُ ؕ وَ لۡیَکۡتُبۡ
کسی وقت مقررہ تک تو اسے لکھ لیا کرو اور چاہیئے کہ لکھنے والا
بَّیۡنَکُمۡ کَاتِبٌۢ بِالۡعَدۡلِ ۪ وَ لَا یَاۡبَ کَاتِبٌ
انصاف سے تمہارے درمیان لکھ دیا کرے اور لکھنے والا انکار نہ کرے
اَنۡ یَّکۡتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلۡیَکۡتُبۡ ۚ
اس سے کہ لکھ دے جیسا اسے اللہ نے سکھایا سو اسے چاہیئے کہ لکھ دے
وَ لۡیُمۡلِلِ الَّذِیۡ عَلَیۡہِ الۡحَقُّ وَ لۡیَتَّقِ
اور وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بتاتا جائے اور اللہ سے ڈرے
اللّٰہَ رَبَّہٗ وَ لَا یَبۡخَسۡ مِنۡہُ شَیۡئًا ؕ
جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ کم نہ کرے پھر اگر
فَاِنۡ کَانَ الَّذِیۡ عَلَیۡہِ الۡحَقُّ سَفِیۡہًا اَوۡ
وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بے عقل یا ضعیف ہے۔
ضَعِیۡفًا اَوۡ لَا یَسۡتَطِیۡعُ اَنۡ یُّمِلَّ ہُوَ
یا وہ خود بتانے کی طاقت نہیں رکھتا تو
فَلۡیُمۡلِلۡ وَلِیُّہٗ بِالۡعَدۡلِ ؕ
اس کا ولی انصاف سے بتا دے۔

دَیۡنٌ: (ادھار) عربی زبان میں "دین" ایسے معاملہ کو کہتے ہیں جن میں بدلہ کی ادائیگی اسی وقت نہ ہو۔

اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی: (ایک مقررہ مدت تک) علماء نے اس سے یہ اشارہ نکالا ہے کہ قرضہ کے معاملہ میں مدت بالکل صاف اور مقرر ہونی چاہیئے گول مول نہ رہے۔ غیر معین مدت کی بجائے تاریخ مقرر کی جائے۔

قرآن مجید نے پہلے صدقہ وخیرات کی فضیلت اور اس کے احکام بیان فرمائے اس کے بعد سود اور اس کی ممانعت اور برائی بیان فرمائی۔ اب قرض اور ایسے لین دین کا ذکر ہے جس میں کسی مدت کا وعدہ ہو۔ بھول چوک کا امکان ہر وقت ہے اس لئے ایسے معاملے کو لکھ لینا چاہیئے۔ اور ایسا اہتمام کیا جائے کہ آئندہ کسی جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ لکھنے والے کو چاہیئے کہ لکھنے میں کوتاہی نہ کرے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ مدیون اپنے ہاتھ سے لکھے یا کاتب کو اپنی زبان سے بتلائے اور دوسرے کے حق میں کمی بیشی نہ کرے۔ اگر بے عقل یا سست اور ضعیف ہو تو ایسی صورتوں میں اس کے مختار اور وارث کو چاہیئے کہ معاملہ انصاف سے لکھوا دے۔

گواہی

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ
اور گواہ کرلو دو شاہد سے تمہارے مرد پھر اگر
لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ
نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں میں سے
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
تم پسند کرو سے گواہ تاکہ اگر بھول جائے ان میں سے ایک
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ
تو یاد دلائے اسے دوسری اور نہ انکار کریں
الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا
گواہ جب وہ بلائے جائیں اور نہ کاہلی کرو
اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ
کہ اسے لکھو چھوٹا یا بڑا تک اس کی میعاد۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ
اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کرو پھر اگر دو مرد نہ
فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ
ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہی
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ
میں پسند کرتے ہو۔ تاکہ ان میں سے اگر ایک بھول جائے
اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ
تو دوسری اسے یاد دلا دے اور انکار نہ کریں
الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا
گواہ جب وہ بلائے جائیں اور اس کے لکھنے سے کاہلی نہ کرو
اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ
خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک۔

یہ آیت جو پچھلے سبق سے شروع ہے۔ اس سورت کی بلکہ پورے قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت ہے۔ اس میں لین دین کے اندر لکھت پڑھت کرنے۔ گواہی دینے اور رہن وغیرہ کے تفصیلی احکام موجود ہیں۔ آیت کے ابتدائی حصّہ میں یہ ذکر تھا کہ ادھار کو ضرور تحریر میں لے آیا کرو۔ اگر خود نہ لکھ سکو تو کسی سے لکھا لو۔ خود نہ لکھا سکو تو وارث کا فرض ہے کہ وہ لکھا دے۔

اب یہ ارشاد ہے کہ لکھت پڑھت کے علاوہ دو گواہ بھی کرلیا کرو۔ اگر دو مرد موجود نہ ہوں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ٹھہرالو۔ تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے۔ ساتھ ہی گواہوں کو حکم ہوا کہ وہ گواہی کے لئے بلانے پر پس وپیش نہ کیا کریں کہ یہ گناہ ہوگا۔

معاملات کو تحریر میں لانے کے بارہ میں مکرر یہ تاکید کی گئی ہے کہ سودا تھوڑا ہو یا زیادہ۔ قرض چھوٹا ہو یا بھاری لکھنے میں سُستی نہ کرو۔ درحقیقت بھی یہی ہے کہ معاملات کی درستی اور انصاف کے تقاضے اس کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے ہیں۔

گواہی کے احکام

ذٰلِکُمْ ۔ اَقْسَطُ ۔ عِنْدَ ۔ اللّٰہِ ۔ وَ ۔ اَقْوَمُ ۔ لِلشَّهَادَةِ
اس میں انصاف نزدیک اللہ اور درست رکھنے والا گواہی
وَ ۔ اَدْنٰی ۔ اَلَّا ۔ تَرْتَابُوْا ۔ اِلَّا ۔ اَنْ ۔ تَكُوْنَ ۔ تِجَارَةً
اور نزدیک نہ شبہ میں پڑو مگر یہ کہ ہو سودا
حَاضِرَةً ۔ تُدِيْرُوْنَهَا ۔ بَيْنَكُمْ ۔ فَلَيْسَ ۔ عَلَيْكُمْ
ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے رہو آپس میں نہیں تم پر
جُنَاحٌ ۔ اَلَّا ۔ تَكْتُبُوْهَا ؕ وَ ۔ اَشْهِدُوْا ۔ اِذَا
گناہ اگر اسے نہ لکھو اور گواہ کرو جب
تَبَايَعْتُمْ ۔ وَ ۔ لَا ۔ يُضَآرَّ ۔ كَاتِبٌ ۔ وَّ ۔ لَا ۔ شَهِيْدٌ
تم سودا کرو اور نہ نقصان کرے لکھنے والا اور نہ گواہ
وَ ۔ اِنْ ۔ تَفْعَلُوْا ۔ فَاِنَّهٗ ۔ فُسُوْقٌ ۔ بِكُمْ ؕ وَ ۔ اتَّقُوا
اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ تمہارے اندر اور ڈرتے رہو
اللّٰهَ ؕ وَ ۔ يُعَلِّمُكُمُ ۔ اللّٰهُ ؕ وَ ۔ اللّٰهُ ۔ بِكُلِّ ۔ شَيْءٍ
اللہ اور تمہیں سکھلاتا ہے اللہ اور اللہ ہر ایک چیز
عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾
جانتا ہے۔

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
اس میں اللہ کے نزدیک بہت پورا انصاف اور گواہی کو بہت درست
وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
رکھنے والا اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ سودا ہو
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
ہاتھوں ہاتھ آپس میں اسے دیتے لیتے رہو تو تم پر کچھ گناہ
جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا
نہیں اگر اسے نہ لکھو اور جب تم سودا کرو تو گواہ
تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ
کر لیا کرو اور نہ لکھنے والا نقصان کرے اور نہ گواہ اور اگر
وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا
ایسا کرو تو یہ تمہارے اندر گناہ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے
اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
رہو اور اللہ تمہیں سکھلاتا ہے اور اللہ ہر ایک چیز کو
عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾
جانتا ہے۔

اَقْسَطُ: (زیادہ انصاف) قِسط سے نکلا ہے اس کے معنیٰ ہیں انصاف۔ اسی سے لفظ مُقْسِطٌ ہے جو اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں۔ انصاف کرنے والا۔

اَقْوَمُ: (زیادہ وسعت رکھنے والا) قِیَامٌ، قَوَّامٌ، قَیِّمٌ وغیرہ لفظ اسی مادہ سے نکلے ہیں۔ "اقوم" کے معنی ہیں سب سے زیادہ اور بہتر طور پر درست رکھنے والا۔

تِجَارَةً حَاضِرَةً: (ہاتھوں ہاتھ سودا) ایسی تجارت جو دست بدست ہو یعنی ادھار اور وعدوں پر نہ ہو بلکہ دست بدستی ہو۔

یہ آیت گذشتہ درس سے مسلسل چل رہی ہے اور لین دین کو تحریر میں لے آنے اور گواہ بنا لینے کے بارہ میں ہدایات جاری ہیں اس آخری حصّہ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ لکھت پڑھت کر لینے سے شک و شبہ اور مغالطہ نہ پیدا ہوگا البتہ دست بدست سودے میں اس کی ضرورت نہیں اسی طرح گواہوں پر اور کاتب پر لازم ہے کہ وہ بھی انصاف سے کام لیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ ورنہ وہ گناہ کے مرتکب ہوں گے۔

رہن کی ہدایات

وَ۔اِنْ۔كُنْتُمْ۔عَلٰى۔سَفَرٍ۔وَّلَمْ۔تَجِدُوْا
اور اگر تم ہو اوپر سفر اور نہ پاؤ
كَاتِبًا۔فَرِهٰنٌ۔مَّقْبُوْضَةٌ۔فَاِنْ۔اَمِنَ
لکھنے والا تو گرو رکھنے چاہئیں ہاتھ میں پھر اگر اعتبار کرے
بَعْضُكُمْ۔بَعْضًا۔فَلْيُؤَدِّ۔الَّذِى۔اؤْتُمِنَ
ایک دوسرا چاہیئے کہ پورا کرے وہ شخص جس پر اعتبار کیا
اَمَانَتَهٗ۔وَلْيَتَّقِ۔اللّٰهَ۔رَبَّهٗ۔وَلَا۔تَكْتُمُوا
اپنی امانت اور ڈرتا رہے اللہ اس کا رب اور نہ چھپاؤ
الشَّهَادَةَ۔وَمَنْ۔يَّكْتُمْهَا۔فَاِنَّهٗ۔اٰثِمٌ
گواہی اور جو کوئی چھپائے تو بے شک گنہگار
قَلْبُهٗ۔وَاللّٰهُ۔بِمَا۔تَعْمَلُوْنَ۔عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾
اس کا دل اور اللہ جو تم کرتے ہو جانتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا
اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ
ہاتھ میں رکھنی چاہیئے پھر اگر ایک دوسرے کا اعتبار
بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ
کرے تو چاہیئے کہ جس شخص پر اعتبار کیا گیا ہے اپنی امانت کو
اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا
پورا ادا کرے اور اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے اور گواہی
الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ
کو نہ چھپاؤ اور جو شخص اسے چھپائے گا تو بیشک اس کا دل گنہگار
قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ۳۹ ع ۷
ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

رِهٰنٌ: (چیزیں جو گرو رکھی جائیں) لفظ "رہن" اردو میں بھی عام استعمال ہوتا ہے یعنی قرض کے سلسلہ میں امانت کے طور پر قرض خواہ کو کچھ دے دینا۔ مثلاً زیور، مکان، جائیداد وغیرہ۔

اس بارہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیئے کہ رہن شدہ چیز سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے۔ اگر قرض خواہ مرہون شے سے نفع حاصل کرے تو یہ سود کے برابر ہوگا اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ رہن صرف ضمانت کی حد تک رکھا جا سکتا ہے نفع حاصل کرنے کے لئے نہیں۔

يُؤَدِّ (پورا کرے) "اَدَاءٌ" سے یہ لفظ بنا ہے۔ جس کے معنیٰ پورا کر دینے کے ہیں۔ غالباً اردو کا لفظ ادا کرنا بھی اسی سے نکلا ہے

اس آیت میں کتابت و شہادت کے سلسلہ کی آخری ہدایات دی گئی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اگر تم سفر کی حالت میں ہو۔ خود لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور کوئی دوسرا کاتب بھی میسّر نہیں۔ تو اس صورت میں کچھ رہن رکھ دو اور جس کے پاس امانت یا رہن رکھا جائے۔ وہ امانت کو دیانتداری کے ساتھ واپس ادا کر دے۔

اس کے علاوہ ایک بار پھر تاکید کی۔ کہ گواہی ہرگز نہ چھپاؤ۔ ورنہ تم گنہگار ٹھہرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔

اللہ محاسبہ فرمائے گا

لِلّٰهِ۔ مَا۔ فِی۔ السَّمٰوٰتِ۔ وَ۔ مَا۔ فِی۔ الْاَرْضِ
اللہ کیلئے جو میں آسمان اور جو میں زمین
وَاِنْ۔ تُبْدُوْا۔ مَا۔ فِیْٓ۔ اَنْفُسِكُمْ۔ اَوْ
اور اگر ظاہر کرو جو میں تمہارے جی یا
تُخْفُوْهُ۔ يُحَاسِبْكُمْ۔ بِهِ۔ اللّٰهُ۔ فَيَغْفِرُ
اسے چھپاؤ گے تم سے حساب لے گا۔ اس کا اللہ پس بخشے گا
لِمَنْ۔ يَّشَآءُ۔ وَ۔ يُعَذِّبُ۔ مَنْ۔ يَّشَآءُ۔ وَ
جسے چاہے اور عذاب دے گا جسے چاہے اور
اللّٰهُ۔ عَلٰى۔ كُلِّ۔ شَیْءٍ۔ قَدِیْرٌ (۲۸۴)
اللہ اوپر ہر چیز قادر۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے
وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ
اور اگر اپنے جی کی بات ظاہر کرو گے یا اسے
تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ
چھپاؤ گے تو تم سے اللہ اس کا حساب لے گا پھر
لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ
جسے چاہے بخشے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۲۸۴)
اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت سے سورہ بقرہ کا آخری رکوع شروع ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا اندازِ بیان یہ ہے کہ ہر سورۃ کے آخر میں اس کا اصل مضمون دہرایا جاتا ہے۔ بلکہ ہر آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی ایسا لفظ آتا ہے جو پوری آیت کے مضمون کو واضح کر دے۔ اس کے علاوہ کلام اللہ کے اسلوب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مختلف احکام اور ہدایات کے درمیان ایمانِ باللہ خدا خوفی اور ایمان بالآخرت کو بار بار بیان کرتا ہے۔

اس بارے میں بیشتر حصہ مالی معاملات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں اللہ کی راہ میں خرچ کے لئے تاکید اور ترغیب ہے۔ اس مسئلہ کو مختلف مثالوں کے ذریعہ دِل نشین انداز میں بیان کر کے اس خرابی کی نشاندہی کی ہے جو اس نیکی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے یعنی سودی کاروبار کی صورت میں حرام کی کمائی۔ اس کے علاوہ تجارت میں ہیرا پھیری اور بے ایمانی بھی انسان کو سنگدل اور بدبخت بنا دیتی ہے اسی لئے لکھت پڑھت اور گواہی کو خاص طور پر ضروری قرار دیا۔

آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ سب مال و زر زمین و آسمان کی ساری کائنات اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر تم اس کے حکم کے مطابق اور اس کی رضا کے لئے کچھ خرچ کرو گے تو تمہارا نہ کوئی احسان ہے نہ اس سے تمہارے مال میں کچھ کمی آئے گی۔ وہ تمہارے ظاہر و باطن اور ہر شے کا محاسبہ لے گا۔ نجات و عذاب پر اسے کامل اختیار ہے اور وہ ہر شے پہ قادر ہے۔

اجزائے ایمان

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾

رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا اور مسلمانوں نے بھی سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو مانا اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو کہ ہم کسی کو جدا نہیں کرتے اس کے پیغمبروں میں سے اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا اے ہمارے رب ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اٰمَنَ ۔ الرَّسُوْلُ ۔ بِمَآ ۔ اُنْزِلَ ۔ اِلَیْهِ ۔ مِنْ ۔ رَّبِّهٖ
مان لیا رسول جو کچھ اترا اس پر سے اس کا رب

وَ ۔ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ ۔ اٰمَنَ ۔ بِاللّٰهِ ۔ وَ ۔ مَلٰٓئِكَتِهٖ
اور مسلمان سب مانا اللہ اور اس کے فرشتے

وَ ۔ كُتُبِهٖ ۔ وَ ۔ رُسُلِهٖ ۟ لَا ۔ نُفَرِّقُ ۔ بَیْنَ ۔ اَحَدٍ
اور اس کی کتابیں اور اس کے رسول نہیں جدا کرتے میں ایک

مِّنْ ۔ رُّسُلِهٖ ۟ وَ ۔ قَالُوْا ۔ سَمِعْنَا ۔ وَ ۔ اَطَعْنَا ۗ
سے اس کے رسول اور کہہ اٹھے ہم نے سنا اور قبول کیا

غُفْرَانَكَ ۔ رَبَّنَا ۔ وَ ۔ اِلَیْكَ ۔ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾
تیری بخشش اے ہمارے رب اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ : (رسول نے مان لیا) اپنی رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے خود پیغمبر ہی ہوتے ہیں۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ : (اللہ کو مانا) اللہ پر ایمان لانے سے مُراد ہے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں کی تصدیق کی جائے۔

روایات میں اس آیت کا شانِ نزول یوں آتا ہے کہ جب اس سے پہلی آیت نازل ہوئی کہ دِل کے خیالات کا بھی حساب ہوگا اور ان پر گرفت ہوگی تو صحابہ کرام بہت گھبرائے اور ڈرے انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو ارشاد ہُوا۔ تُو لُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا یعنی اللہ تعالیٰ کے حکموں میں کتنی ہی مشکل یا دقت نظر آئے تم اس کے ارشادات تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرو بلکہ پختہ ارادے سے اطاعت پر تیار ہو جاؤ۔

صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ تو یہ کلمات زبان پر بے ساختہ جاری ہو گئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی۔ یعنی کوئی پروا نہ کرتے ہُوئے ہم اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے اور ان پر عمل کرنے کو تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت پسند آئی اور یہ آیت اتری۔ جو اس سبق میں مذکور ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے ایمان کی تعریف فرمائی جس سے ان کے دِلوں کو تسلی ہُوئی۔ صحابہؓ نے یہ کہہ دیا کہ ہم اہلِ کتاب کی طرح نبیوں میں فرق روا نہیں رکھتے بلکہ سب کو اس کا رسول اور پیغمبر تسلیم کرتے ہیں یہ نہیں کہ ایک کو مانیں اور دُوسرے کو نہ مانیں ہمیں کامل یقین ہے کہ ہم سب کو تیری طرف لوٹ کر جانا ہے اور تیرے حضور پیش ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا یہ احساس انسان کو نیکی اور پرہیزگاری سکھاتا ہے۔

دُعائیں

لَا۔ یُکَلِّفُ۔ اللّٰہُ۔ نَفْسًا۔ اِلَّا۔ وُسْعَهَا۔ لَهَا
نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی کو مگر اس کی گنجائش اسی کیلئے
مَا۔ كَسَبَتْ۔ وَ۔ عَلَيْهَا۔ مَا۔ اكْتَسَبَتْ ط
جو اس نے کمایا اور اس پر پڑتا ہے جو اس نے کمایا
رَبَّنَا۔ لَا۔ تُؤَاخِذْنَا۔ اِنْ۔ نَّسِيْنَآ۔ اَوْ۔ اَخْطَاْنَا
اے ہمارے رب نہ ہمیں پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں
رَبَّنَا۔ وَ۔ لَا۔ تَحْمِلْ۔ عَلَيْنَآ۔ اِصْرًا۔ كَمَا
اے ہمارے رب اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا
حَمَلْتَهٗ۔ عَلَى۔ الَّذِيْنَ۔ مِنْ۔ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا
رکھا تھا اوپر لوگ سے ہم سے پہلے اے ہمارے رب
وَ۔ لَا۔ تُحَمِّلْنَا۔ مَا۔ لَا۔ طَاقَةَ۔ لَنَا۔ بِهٖ۔ وَاعْفُ
اور نہ ہم سے اٹھوا جو نہیں طاقت ہمیں جس کی اور درگذر کر
عَنَّا۔ وَ۔ اغْفِرْ لَنَا۔ وَ۔ ارْحَمْنَا۔ اَنْتَ۔ مَوْلٰنَا
ہم سے اور ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر تو ہمارا رب
فَانْصُرْنَا۔ عَلَى۔ الْقَوْمِ۔ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾
ہماری مدد کر اوپر قوم کافر۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا
اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے اسی
مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط
کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج
اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا
اے ہمارے رب ہم پر بوجھ نہ رکھ جیسا ہم سے اگلے لوگوں
حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا
پر رکھا تھا اے ہمارے رب اور ہم سے وہ بوجھ
وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ
نہ اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہم سے درگذر
عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا
کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا رب ہے
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۴۰ ۸
کافروں پر ہماری مدد کر۔

یہ اس سورت کی آخری آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر شخص کو جزا و سزا اس کے اعمال کے مطابق ملے گی۔ اگر کسی نے نیکی کی تو اسے اس کا اجر ضرور ملے گا اور اگر کسی نے برائی کی تو اس پر اس کی سزا ضرور آئے گی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کی تلقین کی۔

۱۔ اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مؤاخذہ نہ فرما۔

۲۔ اے ہمارے رب! ہم سے پہلی امتوں پر جیسا بوجھ اور وبال پڑا۔ وہ ہم پر نہ ڈالنا۔

۳۔ ہم پر ایسی ذمہ داریاں نہ ڈالنا جو ہم پوری نہ کر سکیں۔

۴۔ ہمیں معاف فرما دے۔ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔

۵۔ تو ہی ہمارا مولیٰ اور آقا ہے۔ کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔ آمین (خدا کرے ایسا ہی ہو)

ان دعاؤں پر قرآن مجید کی سب سے طویل سورۃ البقرۃ ختم ہو جاتی ہے۔

سورۃ بقرہ پر ایک نظر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! سورۃ البقرۃ کی تشریح و تفسیر ختم ہوئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے ہم ایک بار پھر اس کے مضامین اور مطالب پر نظر ڈال لیں۔

سورۃ کی ابتداء میں انسان کی ہدایت و کامیابی اور مختلف انسانی جماعتوں کا ذکر ہوا ہے۔ اس کے فوراً بعد خلافتِ آدمؑ تاریخِ بنی اسرائیل اور ملتِ ابراہیمی کے اہم اور ضروری کوائف و حالات کا بیان ہے تاکہ مسلمان ان کی خرابیوں سے عبرت پکڑیں اور ان برائیوں میں مبتلا نہ ہوں جو گذشتہ اقوام کی تباہی کا موجب ہوئیں۔

حلال و حرام اور نیک و بد کی تمیز سکھانے کے بعد نیکی کا ایک جامع تصوّر دیا۔ اور معاشرتی زندگی کے مسائل بیان کئے مثلاً قصاص اور وصیّت وغیرہ۔ ساتھ ہی روزہ حج اور جہاد کی تعلیم دی گئی اور پھر خاندانی زندگی کے اہم معاملات کی طرف توجہ مبذول کی۔ مثلاً نکاح۔ طلاق۔ عدت۔ تربیت اولاد۔ خاوند بیوی کے حقوق اور دُوسرے متعلقہ مسائل۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کی تاریخ میں سے حضرت داؤد علیہ السلام اور طالوت و جالوت کا واقعہ بیان کرنے کے بعد پند و موعظت کے کئی پہلو پیش کئے گئے۔ آیت الکرسی کے بعد ایمان اور کفر کی حقیقت روشن کی گئی۔ اور اس سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مبارک زندگی کے کئی واقعات بیان ہوئے۔

سورۃ کے آخری حصّہ میں انفاق فی سبیل اللہ پر خاص طور سے توجہ دلائی۔ اس سلسلہ میں متعدد مثالیں دیں۔ سود کو حرام قرار دیا۔ تجارت اور کاروبار میں دیانتداری اور خوش اسلوبی کی خاطر لکھت پڑھت اور شہادت کو ضروری قرار دیا۔

سورۃ کا خاتمہ دعاؤں پر ہوا۔ ان دعاؤں کی تفصیل ابھی گذشتہ سبق میں گذری ہے۔

سورۂ آلِ عمران کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔ اس سورت میں آلِ عمران کا ذکر ہے۔ اس لئے سورت کا نام بھی آلِ عمران قرار پایا۔ سورۃ بقرہ میں خاص طور پر بنی اسرائیل کی جانب خطاب تھا۔ اس سورۃ میں خطاب عیسائیوں کی طرف ہے۔ سورۂ بقرہ کی طرح سورۂ آلِ عمران کے فضائل بھی حدیثوں میں کثرت سے آئے ہیں۔

سورۂ آلِ عمران کے شانِ نزول کی بابت ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے۔ دینِ حق کی روشنی دور و نزدیک پھیلی۔ مگر مدینہ کے آس پاس کے یہودی اللہ تعالیٰ کا سچا دین آنے پر دینِ حق سے منکر ہوگئے نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت بحث اور مناظرہ کے لئے آئی۔ نجران عرب کے جنوب میں یمن کے علاقے میں ایک مقام کا نام ہے۔ ان دنوں یہاں مسیحیوں کی آبادی تھی۔ یہ جماعت چودہ بڑے بڑے لوگوں پر مشتمل تھی جن میں تین آدمی خاص طور پر مشہور ہیں۔

۱۔ عبدالمسیح عاقب، دولت اور سرداری کے لحاظ سے۔

۲۔ ایہم السید، رائے اور تدبیر کے لحاظ سے۔

۳۔ ابو حارثہ بن عقلمہ، مذہبی عالم ہونے کے لحاظ سے۔

یہ تیسرا شخص اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ "بنی بکر بن وائل" سے تعلق رکھتا تھا۔ روم کے بادشاہوں نے اس کی مذہبی علمیت بزرگی اور شرافت کو دیکھتے ہوئے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ بہت سا مال و زر خرچ کر کے گرجے تعمیر کئے اور اسے مذہبی امور کے اعلیٰ عہدہ پر مقرر کیا۔ یہ لوگ مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مفصل گفتگو کی۔

قرآن مجید کی اس مبارک سورۃ میں اہلِ کتاب کو اتحاد و تعاون کی ایک اپیل بھی کی گئی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ اگر دوسرے معاملات میں شریکِ کار نہیں ہو سکتے تو کم از کم توحید کی تعلیم اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں مل جل کر کام کریں کہ یہ ہم سب کا متحدہ مقصد ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام دنیا میں ایک ہی مقصد لے کر آئے۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اور آپ کی امت "خیرِ امت" کے لقب سے شرف و کمال کی مالک ہے۔ چنانچہ اس بیان کے ساتھ ہی دنیا کی اس آخری امت کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا۔ اور بتلایا کہ یہ قوم اس طریق سے گریز کرے جو دنیا کی پہلی قوموں کی تباہی کا موجب ہوا۔

سورۂ آلِ عمران کے آخری حصے میں اسلامی تاریخ کے دو اہم واقعات ان کے اسباب اور نتائج کا تجزیہ کیا گیا ہے یعنی غزوۂ بدر اور غزوۂ احد جو ۲ھ اور ۳ھ میں پیش آئے۔ سورۂ آلِ عمران کا یہ حصہ خاص طور پر توجہ سے مطالعہ کے قابل ہے۔

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ مَدَنِيَّةٌ اٰيَاتُهَا ۲۰۰ رُكُوْعَاتُهَا ۲۰

اللہ تعالیٰ کی صفات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① اللّٰهُ ۔ لَآ ۔ اِلٰهَ ۔ اِلَّا ۔ هُوَ ۔ الْحَيُّ

آلم ۔ اللہ ۔ نہیں ۔ معبود ۔ مگر ۔ وہ ۔ زندہ

الْقَيُّوْمُ ②

تھامنے والا۔

الٓمّٓ ① اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ②

آلم ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے سب کا تھامنے والا۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ یہ لوگ مسیح کی خدائی کے قائل تھے انہیں خدا کا بیٹا کہتے تھے اور تثلیث کو بھی مانتے تھے گفتگو شروع ہُوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دلائل سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح اللہ کے بندے تھے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ وہ کسی عورت کے رحم میں پرورش پائے اور باہر آکر انسانوں کی طرح کھائے پیئے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نصاریٰ کا یہ عقیدہ بھی بے بنیاد ہے کہ حضرت مسیح کو سولی دی گئی اور انہوں نے تڑپ تڑپ کر جان دی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حیّ (زندہ) ہے جس پر کبھی موت طاری نہیں ہو سکتی۔ اس نے تمام مخلوق کو وجود عطا کیا۔ اس کے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت آئے گی اور ظاہر ہے جو اپنی ہستی کو برقرار نہ رکھ سکے دُوسری مخلوق کو کیسے قائم رکھ سکتا ہے۔

یہ سُن کر وہ سب لاجواب ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر اب بھی تمہارے دل میں شک رہ گیا ہے تو آؤ ہم اور تم اپنی اپنی اولاد کو لے کر باہر نکلیں اور خدا سے دُعا کریں کہ جھوٹے پر لعنت ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس کا جواب مشورہ کر کے دیں گے چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ شخص خدا کا رسول ہے۔ اگر ہم یوں اس کا مقابلہ کریں گے تو ہم پر خدا کا غضب ٹوٹ پڑیگا بہتر یہی ہے کہ اپنے گھر چلے چلو سو وُہ واپس نجران لوٹ گئے۔

الٓمّٓ (حروف مقطعات) اس کی تشریح سورہ بقرہ میں کی گئی تھی۔ اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے۔ بزرگوں نے مختلف مطلب بیان کئے ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ الٓمّٓ خلاصہ ہے اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ (میں اللہ سب سے زیادہ علم والا ہوں) مزید تشریح کیلئے سبق نمبر ۱۵ ملاحظہ کریں۔ مختصر یہ کہ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقیدوں کا رد کیا ہے۔ ان کے تین عقیدے مشہور تھے۔

اوّل : تثلیث (یعنی خدا، عیسیٰ اور رُوح القدس تینوں مل کر خدا بنتے ہیں)

دوم : مسیح خدا ہے وہ انسان کی شکل میں آیا ہے۔ سوم : مسیح خُدا کا بیٹا ہے۔

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے پہلا عقیدہ باطل ہو گیا پھر حیّ اور قیّوم کے ذریعہ دُوسرے اور تیسرے عقیدے کو غلط کر دیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے گویا وُہ اپنی پیدائش میں ماں کے محتاج ہوئے اور جب حضرت عیسیٰؑ کو فنا ہے تو وہ قیوم نہیں ہو سکتے لہٰذا وُہ اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

قرآن مجید اور کتب سابقہ

نَزَّلَ - عَلَيْكَ - الْكِتٰبَ - بِالْحَقِّ - مُصَدِّقًا
اتاری - تجھ پر - کتاب - ساتھ حق کے - تصدیق کرتی ہے
لِّمَا - بَيْنَ - يَدَيْهِ - وَ - اَنْزَلَ - التَّوْرٰىةَ - وَ
جو - اگلی - کتابیں - اور - اتارا - تورات - اور
الْاِنْجِيْلَ ۳ - مِنْ - قَبْلُ - هُدًى - لِّلنَّاسِ
انجیل - سے - پہلے - ہدایت - لوگوں کے لئے
وَ - اَنْزَلَ - الْفُرْقَانَ ط - اِنَّ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا
اور - اتارا - فیصلے - بیشک - جو - منکر ہوئے
بِاٰيٰتِ - اللّٰهِ - لَهُمْ - عَذَابٌ - شَدِيْدٌ ط - وَ
ساتھ آیتوں سے - اللہ - ان کے لئے - عذاب - سخت - اور
اللّٰهُ - عَزِيْزٌ - ذُو انْتِقَامٍ ۴
اللہ - زبردست - بدلہ لینے والا۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
تجھ پر سچی کتاب اتاری جو تصدیق کرتی ہے
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ
پہلی کتابوں کی اور انجیل اور توراۃ کو
الْاِنْجِيْلَ ۳ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ
اتارا اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے
وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ط اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور فیصلے اتارے بیشک جو اللہ کی آیتوں سے
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَ
منکر ہوئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور
اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۴
اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

بِالْحَقِّ: (سچی) لفظ حق کے معنیٰ میں حکمت و دانائی بھی داخل ہے اور سچائی بھی یعنی کلام اللہ پُر حکمت بھی ہے اور برحق بھی۔

مُصَدِّقًا: (تصدیق کرنے والا) یعنی قرآن مجید گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ وُہ ہر آسمانی کتاب کو برحق تسلیم کرتا ہے انبیاء علیہ السلام اور ان کی تعلیمات کو خدا کی طرف سے مانتا ہے۔

اَلْفُرْقَانَ: (فیصلے) ان معنوں کے علاوہ فرقان سے مراد وہ مخصوص امتیاز بھی ہے جو اس کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان پیدا ہو۔ بعض علماء کے نزدیک اس سے معجزے اور دلائل مراد ہیں جو ہر پیغمبر کو عطا فرمائے۔ فرقان، قرآن مجید کا نام بھی ہے اس کے لفظی معنیٰ ہیں۔ جدا جدا کرنے والا یعنی حق و باطل اور سچ جھوٹ کو جدا جدا کر دینے والا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے رسولِ کریم قرآن عین حکمت کے موافق سچائی اور انصاف لے کر تیری طرف اترا ہے اور اسکی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ کتابیں پہلے لوگوں کی ہدایت و راہنمائی کرتی تھیں اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ مسیح کی خدائی اور خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہ تھا کیونکہ اصولِ دین کے لحاظ سے تمام آسمانی کتابیں متفق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ کے مناسب ایسی چیزیں اتاریں۔ جو حق و باطل، حرام و حلال اور جھوٹ اور سچ کے درمیان تمیز اور فرق کرنیوالی ہوں۔ آخر میں یہ بھی بتا دیا کہ جو لوگ جاننے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ماننے سے انکار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سزا دے گا۔ وُہ غالب ہے اور انتقام لینے پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

غلط عقیدوں کی تردید

إِنَّ۔ اللّٰهَ۔ لَا۔ يَخْفَىٰ۔ عَلَيْهِ۔ شَيْءٌ۔ فِي
بیشک اللہ نہیں چھپی اوپر اس کے چیز میں
الْأَرْضِ۔ وَ۔ لَا۔ فِي۔ السَّمَاءِ ۝٥ هُوَ۔ الَّذِي
زمین اور نہ میں آسمان وہی جو
يُصَوِّرُ۔ كُمْ۔ فِي۔ الْأَرْحَامِ۔ كَيْفَ۔ يَشَاءُ ط
نقشہ بناتا ہے تمہیں میں پیٹ جس طرح چاہے
لَا۔ إِلٰهَ۔ إِلَّا۔ هُوَ۔ الْعَزِيزُ۔ الْحَكِيمُ ۝٦
نہیں معبود مگر وہ زبردست۔ حکمت والا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي
اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں زمین میں اور نہ
الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝٥ هُوَ الَّذِي
آسمان میں وہی تمہارا نقشہ بناتا
يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ط
ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے۔ اس
لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٦
کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ وہ ان لوگوں کو سخت سزا دے گا۔ جو اس کی آیتوں کا انکار کریں گے۔ اور موجودہ آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے جس طرح اس کا اختیار کامل ہے۔ اسی طرح اس کا علم بہت وسیع ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چھوٹی بڑی شے ایک لحظہ کے لئے اس کے علم سے غائب نہیں رہ سکتی۔ تمام نیکیوں اور گناہوں کی نوعیت اس کے علم میں ہے۔ مجرم بھاگ کر چھپنا چاہے تو کہاں جا سکتا ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی واضح کر دی کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ انہیں ایسا کامل علم حاصل نہ تھا وہ اسی قدر جانتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ نے انہیں بتلا دیا تھا۔ مسیح کی خدائی کی تردید کے لئے اللہ نے اپنی ایک اور صفت ذکر فرمائی یعنی اپنے علم و حکمت کے مطابق کمال قدرت سے جیسا اور جس طرح چاہتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کا نقشہ بناتا ہے۔ نر و مادہ خوبصورت، بدصورت۔ بینا اور نابینا، گونگا بہرہ جیسا بھی چاہے پیدا کرتا ہے۔ خون منی کے ایک معمولی قطرہ سے انسان کو بنا کھڑا کرتا ہے۔ اس لئے کوئی انسان جو خود بھی ماں کے پیٹ کی تاریکیوں میں رہ کر آیا ہو۔ عام بچوں کی طرح کھاتا پیتا پیشاب پاخانہ کرتا ہو وہ اللہ کیسے کہلا سکتا ہے۔

عیسائی مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ جب ان کا ظاہری باپ کوئی نہیں تو اللہ تعالیٰ ہی ان کا باپ ہے۔ اس آیت میں انکے اس سوال کا جواب دیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے رحم میں جس طرح چاہے انسان کا نقشہ تیار کرے خواہ ماں باپ دونوں کے ذریعے سے یا صرف ماں کی قوت سے اسی لئے آگے اَلْعَزِيزُ الْحَكِيمُ والی صفات بیان کی ہیں یعنی وہ غالب زبردست قوتوں کا مالک ہے اور وہ سراپا حکمت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے بنایا۔ ان کی بیوی کو بغیر ماں کے پیدا کیا۔ اسی طرح مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ ایسے خالق و مالک اور حکیم کی حکمتوں میں شک و شبہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

آیات کی دو قسمیں

هُوَ ۔ الَّذِیْٓ ۔ اَنْزَلَ ۔ عَلَیْكَ ۔ الْكِتٰبَ ۔ مِنْهُ

وہی جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں

اٰیٰتٌ ۔ مُّحْكَمٰتٌ ۔ هُنَّ ۔ اُمُّ ۔ الْكِتٰبِ ۔ وَ

آیتیں محکم وہ اصل کتاب اور

اُخَرُ ۔ مُتَشٰبِهٰتٌ ۔ فَاَمَّا ۔ الَّذِیْنَ ۔ فِیْ ۔ قُلُوْبِهِمْ

دُوسری متشابہ سو جو وُہ جو ہیں ان کے دِل

زَیْغٌ ۔ فَیَتَّبِعُوْنَ ۔ مَا ۔ تَشَابَهَ ۔ مِنْهُ ۔ ابْتِغَآءَ

کجی وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات اس میں غرض

الْفِتْنَةِ ۔ وَ ۔ ابْتِغَآءَ ۔ تَاْوِیْلِهٖ ۔ وَ ۔ مَا ۔ یَعْلَمُ

گمراہی اور معلوم کرنے کے لئے مطلب اور نہیں جانتا

تَاْوِیْلَهٗٓ ۔ اِلَّا ۔ اللّٰهُ ۔ وَ ۔ الرّٰسِخُوْنَ ۔ فِی ۔ الْعِلْمِ

مطلب اس کا سوا اللہ اور مضبوط میں علم

یَقُوْلُوْنَ ۔ اٰمَنَّا ۔ بِهٖ ۔ كُلٌّ ۔ مِّنْ ۔ عِنْدِ ۔ رَبِّنَا ۔ وَ

کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر سب سے نزدیک ہمارا رب اور

مَا ۔ یَذَّكَّرُ ۔ اِلَّآ ۔ اُولُوا ۔ الْاَلْبَابِ ۝۷

نہیں سمجھتے سوا والے عقل ۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ

وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں بعض

اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ

محکم آیات ہیں وہ اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہ

اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ

ہیں سو جن کے دِلوں میں کجی ہے ۔ وہ متشابہات کی

زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ

پیروی کرتے ہیں ۔ گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب

الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ

معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا اللہ

تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ

کے سوائے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ۔ ہم اس پر ایمان لائے

یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ

سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی

مَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷

سمجھتے ہیں جنہیں عقل ہے ۔

مُحْكَمٰتٌ : (محکم) قرآن مجید کی وہ واضح اور صریح آیتیں ہیں ۔ جن کے مطالب مقرر ہیں ۔ اور ان کے معانی میں کوئی شبہ نہیں ۔

اُمُّ الْكِتٰبِ : (کتاب کی اصل) ہر شے کی اصل کو اُمّ کہتے ہیں ۔ یہاں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے ۔ کہ قرآن مجید کی جو آیتیں بالکل صاف اور واضح ہیں ۔ جن سے ایک ہی معنے نکلتے ہیں وہی اصل اور معیار ہیں ۔

مُتَشَابِهٌ : (متشابہ) ایسے کلام کو کہتے ہیں جس سے کئی باہم ملتے جُلتے مطلب نکلتے ہوں اور ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جائے ۔ اور اس کی تفسیر میں مختلف پہلو نکلتے ہوں ۔ صرف علماء ان کے درمیان فرق کر سکتے ہوں ۔ عوام کا فرض ہے کہ ایسی آیات کے مطالب میں علماء پر تکیہ کریں ۔ اپنی عقل پر بھروسہ نہ کریں ۔

الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ : (جن کے دِلوں میں کجی ہے) یہاں ارشاد ان قوموں کی طرف ہے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی صاف اور صریح ہدایات اور تعلیمات کو پیٹھ پیچھے ڈال کر ان کی بعض تشبیہات کو توڑ مروڑ کر اصل قرار دے لیا ۔ اس آیت کی تشریح ہم اگلے سبق میں کریں گے ۔

محکمات و متشابہات

جب نجران کے عیسائی حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واضح دلائل سے عاجز آگئے۔ تو کہنے لگے کہ آخر آپ بھی حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ اور "روح اللہ" مانتے ہیں۔ یہ ہمارے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ان کی اس حجت بازی کا جواب یہاں ایک عام قاعدہ کی صورت میں دیا گیا ہے۔ جس کے سمجھ لینے سے بہت سے اختلافات اور شکوک دُور ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قرآن مجید اور دوسری تمام آسمانی کتابوں میں دو قسم کی آیتیں ہوتی ہیں۔ ایک وُہ جن کا مفہوم معلوم اور مقرر ہوتا ہے۔ ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں اور حقیقت میں کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل یہی آیات ہوتی ہیں۔ آیات کی دُوسری قسم "متشابہات" کہلاتی ہیں۔ یعنی ایسی آیتیں جن کا مفہوم اور مطلب معلوم کرنے میں کچھ شبہ واقع ہوتا ہو۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ دوسری قسم کی آیتوں کو پہلی قسم کی آیتوں کی روشنی میں دیکھا جائے۔ جو معنیٰ اس کے خلاف پڑیں۔ انہیں رد کر دیا جائے۔ اگر کوشش کے باوجود مفہوم واضح نہ ہو۔ پھر بھی معنیٰ تلاش کرنے والے کو حد سے نہیں گذرنا چاہیئے۔ انسان ہمہ دان نہیں ہے کہ ہر چیز کا احاطہ کر سکے۔ اپنے علم کا قصور تسلیم کر کے خاموش رہنا چاہیئے۔ ایسے طریقہ پر مطلب نہ نکالنا چاہیئے۔ جو مذہب کے مسلمہ اصُول اور واضح آیات کے خلاف ہو۔ مثلاً قرآن حکیم نے مسیح علیہ السلام کی نسبت وضاحت کر دی اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ (وُہ صرف ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا ہے) دوسری جگہ فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ اسے اللہ نے مٹی سے پیدا کیا) اور کئی مقامات پر مسیح کے خدا ہونے یا خدا کا بیٹا ہونے کو غلط ثابت کیا ہے۔

اب ایک شخص ان سب محکمات سے آنکھیں بند کر کے "کلمۃ اللہ" اور "روح اللہ" وغیرہ جیسے اشاروں کے پیچھے دوڑے اور اس کے وہ معنیٰ چھوڑ کر جو پہلی واضح آیتوں کے موافق ہوں۔ ایسے سطحی معنیٰ لینے لگے۔ جو کتاب کی عام تشریح کے خلاف ہوں۔ یہ کج روی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ بعض بدطینت لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس طرح مغالطہ دے کر لوگوں کو گمراہی میں پھنسائیں اور بعض کمزور عقیدہ لوگ ایسے متشابہات سے اپنی رائے اور خواہش کے مطابق کھینچ کر مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا صحیح مطلب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں۔ وہ محکمات و متشابہات کو اللہ کی طرف سے جانتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیتیں ایک ہی سرچشمہ سے آتی ہیں۔ اسی لئے وہ متشابہات کو محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو حصہ ان کی سمجھ سے باہر ہوتا ہے۔ اسے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہی بہتر جاننے والا ہے۔ مختصر یہ کہ معمُولی علم رکھنے والے ایک عامی کا فرض ہے کہ وہ متشابہات میں نہ اُلجھے جو آیات ایک سے زیادہ معنیٰ رکھتی ہیں۔ اس کے معانی علمائے دین سے دریافت کرلے ۔۔۔ اور جن آیات کے مطالب واضح ہیں۔ ان کے مطابق عمل کرنے میں کسی قسم کی سستی اور پس و پیش سے کام نہ لے۔

دو دُعائیں

رَبَّنَا ۔ لَا تُزِغْ ۔ قُلُوْبَنَا ۔ بَعْدَ ۔ اِذْ ۔ هَدَيْتَنَا

اے ہمارے رب نہ پھیر ہمارے دل بعد جب تو ہمیں ہدایت کرچکا

وَ ۔ هَبْ ۔ لَنَا ۔ مِنْ ۔ لَّدُنْكَ ۔ رَحْمَةً ۚ

اور عنایت کر ہمیں سے اپنے پاس رحمت ۔

اِنَّكَ ۔ اَنْتَ ۔ الْوَهَّابُ ⑧ رَبَّنَآ ۔ اِنَّكَ

بے شک تو ہی سب کچھ دینے والا ہے ۔ اے رب ہمارے بیشک تو

جَامِعُ ۔ النَّاسِ ۔ لِيَوْمٍ ۔ لَّا رَيْبَ ۔ فِيْهِ ۭ

جمع کرنیوالا لوگ ایک دن نہیں شبہ اس میں

اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ لَا ۔ يُخْلِفُ ۔ الْمِيْعَادَ ⑨

بے شک اللہ نہیں خلاف کرتا وعدہ ۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو نہ پھیر جبکہ تو ہمیں ہدایت دے

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ

چکا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧ رَبَّنَآ اِنَّكَ

ہی سب کچھ دینے والا ہے ۔ اے رب تو لوگوں کو

جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ

جمع کرنیوالا ہے اس دن جس میں کوئی شبہ نہیں ۔ بیشک

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ⑨

اللہ خلاف وعدہ نہیں کرتا ۔

لَاتُزِغْ : (نہ پھیر ۔ کج نہ کر) اس سے پہلی آیت میں لفظ زَیْغٌ آچکا ہے جس کے معنی کجی ہیں ۔ یہ لفظ بھی اسی مادہ سے نکلا ہے۔

لَاتُزِغْ والی دُعا میں بندۂ حق یہ درخواست کرتا ہے کہ مولیٰ کریم جب ایک بار ہدایت نصیب ہوجائے اور حق بات کا سراغ مل جائے تو دِل میں کجی نہ پیدا ہو۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنے اس قدر بلند درجات اور شاندار کمالات کے اکثر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے ۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ (اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دِل کو اپنے دین پر قائم رکھ)

اہلِ علم جانتے ہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع کرے گا اور ٹیڑھے دلوں والے جو مسائل میں جھگڑتے تھے ۔ سب کا دو ٹوک فیصلہ ہوجائے گا ۔ ہر مجرم کو اپنی کج روی اور ہٹ دھرمی کی سزا بھگتنی پڑے گی اسی لئے اہل علم ہمیشہ ایسے کج رو لوگوں سے بیزار رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالب رہتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے ذکر کے ساتھ ہی کافروں کا انجام بھی بتا دیا کہ انہیں کوئی چیز دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہیں بچا سکتی ۔ نجران کے عیسائی عالم محض اس لئے اسلام قبول نہ کرتے تھے کہ عیسائی بادشاہ اپنے انعام واکرام دینا ختم نہ کردیں ۔ یہ بتایا گیا کہ یہ تمام مال و دولت عارضی ہے اور قیامت کے دِن ان میں سے کوئی شے بھی کام نہیں آئے گی ۔ اس لئے جو لوگ محض تھوڑے مال و دولت یا عزت وجاہ کی خاطر ایمان نہیں لاتے وُہ خوب سمجھ لیں کہ مال و دولت اور جتھے انہیں عذاب سے نہ بچا سکیں گے ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں ۔ اور وُہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔ لہٰذا جزائے اعمال کے پورے یقین کے ساتھ نیک اعمال میں لگا رہنا چاہیئے ۔

ایک تنبیہ

إِنَّ ـ الَّذِينَ ـ كَفَرُوا ـ لَنْ ـ تُغْنِيَ ـ عَنْهُمْ
بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آئیں گے ان کے
أَمْوَالُهُمْ ـ وَ ـ لَا ـ أَوْلَادُهُمْ ـ مِنَ ـ اللَّهِ
مال اور نہ ان کی اولاد سے اللہ
شَيْئًا ـ وَ ـ أُولَٰئِكَ ـ هُمْ ـ وَقُودُ ـ النَّارِ (١٠)
کچھ اور وہی لوگ ایندھن آگ ۔
كَدَأْبِ ـ آلِ ـ فِرْعَوْنَ ـ وَ ـ الَّذِينَ ـ مِنْ
جیسے دستور آل فرعون اور لوگ سے
قَبْلِهِمْ ـ كَذَّبُوا ـ بِآيَاتِنَا ـ فَأَخَذَهُمُ ـ اللَّهُ
ان سے پہلے انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتیں پھر انہیں پکڑا اللہ
بِذُنُوبِهِمْ ـ وَ ـ اللَّهُ ـ شَدِيدُ ـ الْعِقَابِ (١١)
ان کے گناہوں پر اور اللہ سخت عذاب
قُلْ ـ لِلَّذِينَ ـ كَفَرُوا ـ سَتُغْلَبُونَ ـ وَ
کہہ لوگوں کو کافر عنقریب تم مغلوب ہوگے اور
تُحْشَرُونَ ـ إِلَىٰ ـ جَهَنَّمَ ـ وَبِئْسَ ـ الْمِهَادُ (١٢)
ہانکے جاؤ گے طرف جہنم اور برا ٹھکانا ۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
بے شک جو لوگ کافر ہیں انہیں ان کے مال اور
أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ
اولاد اللہ کے پاس ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے
شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ (١٠)
اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں ۔
كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ
جیسے فرعون والوں کا دستور اور جو ان سے پہلے تھے
قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ
انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا پھر اللہ نے انہیں ان کے
بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (١١)
گناہوں پر پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت ہے ۔
قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَ
کافروں کو کہہ دے کہ عنقریب تم مغلوب ہوگے اور
تُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (١٢)
دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے ۔

اس سبق کی پہلی آیت میں کفار و مشرکین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جس طرح کفر و شرک کی سزا قدیم قوموں کو ملی تھی ۔ اسی طرح ایسے گناہوں کی سزا انہیں بھی ملے گی ۔

اس آیت میں فرعون اور اس سے پہلے کی قوموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبیوں کو جھٹلایا ۔ اس کی نشانیوں سے انکار کیا ۔ اس کے احکام سے نافرمانی کی ۔ ان تمام گناہوں کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے انہیں گرفتار کیا ۔ اور سخت سزا دی ۔ اس لئے ان گذشتہ اقوام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ۔ اور موجودہ کفّار و مشرکین کو کج روی سے باز رہنا چاہیئے ۔

دوسری آیت میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ یہ تمام کافر جو اللہ اور اس کے رسُول کے دشمن ہیں ۔ جلد ہی مغلوب ہوں گے ۔ اہل اسلام سے شکست کھائیں گے ۔ دنیا میں سزایاب ہونے کے بعد آخرت میں انہیں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا ۔ جو یقیناً بہت بُری جگہ ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا

گذر چکا ہے تمہارے سامنے نمونہ میں دو فوجیں مقابلہ ہوا

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ

ایک فوج لڑتی ہے میں راہ اللہ اور دوسری

كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ

کافر انہیں دکھائی دیتے ہیں اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے

وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ

اور اللہ زور دیتا ہے اس کی مدد جسے چاہے بے شک

فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

میں اسی عبرت والے دیکھنے

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ابھی تمہارے سامنے دو فوجوں میں ایک نمونہ گذر چکا ہے جن میں مقابلہ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ ہوا ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ کافروں کی ہے وہ انہیں کھلی آنکھوں سے اپنے سے دوچند دکھائی وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ دیتے ہیں اور اللہ جسے چاہے اپنی مدد کا زور دیتا ہے۔ دیکھنے فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ والوں کے لئے اس میں عبرت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دیدۂ عبرت رکھنے والوں کے لئے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ واقعہ جنگِ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس موقعہ پر اسلامی لشکر اور کافروں کی فوج میں مقابلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کو پہنچی اور حق و باطل میں فرق ہو گیا۔

جنگِ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ان کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے ان کے جنگجو بڑے ماہر اور تجربہ کار تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی جن کے پاس صرف ستر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں اور محض آٹھ تلواریں تھیں۔ ایک لشکر کو دوسرا لشکر دوچند نظر آتا تھا۔ کافروں کے دل میں مسلمانوں کی کثرت کا خوف طاری ہو گیا اور وہ مرعوب ہو گئے دوسری طرف مسلمان کافروں کو اپنے سے دگنا دیکھ کر اور زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور ثابت قدمی اور استقلال سے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے۔ اگر کافروں کی پوری تعداد جو تین گنا تھی مسلمانوں پر ظاہر ہوتی تو ممکن تھا ان پر خوف طاری ہو جاتا۔ بہر حال ایک قلیل اور بے سر و سامان جماعت کا ایسی مضبوط جماعت کے مقابلہ میں اس طرح غالب کرنا اہلِ بصیرت کے لئے ایک عبرتناک واقعہ ہے اس دن وہ پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں جو برسوں پہلے مکہ معظمہ میں مسلمانوں سے کی گئی تھیں۔

اس سبق سے معلوم ہوا کہ اصل چیز صبر اور توکل ہے۔ تعداد اور کثرت اور ساز و سامان نہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں اور اس سے مدد مانگیں کہ تمام کامیابیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

غزوۂ بدر کے جس واقعہ کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اس نوعیت کا تاریخ اسلام میں صرف ایک واقعہ نہیں۔ جب بھی حق پرست اس جذبے اور ولولے کے ساتھ میدان میں سربکف ہو کر نکلے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہی ہے۔

فانی اشیاء سے محبّت

زُيِّنَ ۔ لِلنَّاسِ ۔ حُبُّ ۔ الشَّهَوٰتِ ۔ مِنَ
فریفتہ کیا ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزیں جیسے
النِّسَآءِ ۔ وَ ۔ الْبَنِيْنَ ۔ وَ ۔ الْقَنَاطِيْرِ ۔ الْمُقَنْطَرَةِ
عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے
مِنَ ۔ الذَّهَبِ ۔ وَ ۔ الْفِضَّةِ ۔ وَ ۔ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
سے سونا اور چاندی اور گھوڑے نشان زدہ
وَ ۔ الْاَنْعَامِ ۔ وَ ۔ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ ۔ مَتَاعُ
اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے
الْحَيٰوةِ ۔ الدُّنْيَا ۚ وَ ۔ اللّٰهُ ۔ عِنْدَهٗ ۔ حُسْنُ
زندگی دنیا اور اللہ اس کے پاس اچھا
الْمَاٰبِ ⑭
ٹھکانا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ
لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہے مثلاً
النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ
عورتیں اور بیٹے اور جمع کئے ہوئے خزانے
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے
وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ
اور مویشی اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
میں فائدہ اٹھانا ہے اور اچھا ٹھکانہ اللہ ہی کے
الْمَاٰبِ ⑭
پاس ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ: (لوگوں کو فریفتہ کیا ہے) اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی نظر میں ان چیزوں کی رغبت اور کشش ایک طبعی بات ہے اور بذاتِ خود گناہ نہیں۔ البتہ ان چیزوں سے فائدہ شریعت کے احکام کے ماتحت رہ کر اٹھانا چاہیئے اور انکی محبت جائز حدود کے اندر محدود رکھنی چاہیئے۔

حُبُّ الشَّهَوٰتِ: (مرغوب چیزوں کی محبت) شہوٰت یہاں مرغوب اور دلپسند چیزوں کے معنیٰ میں آیا ہے یوں اسکے لفظی معنیٰ ہیں "خواہشات"۔

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: (دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھانا ہے) مقصود یہ ہے کہ یہ اور اس قسم کی ساری چیزیں بہت زیادہ دل لگانے کے قابل نہیں انہیں مقصدِ زندگی نہیں بنا لینا چاہیئے۔ یہ صرف دنیا میں کام آنے کی چیزیں ہیں۔ دنیا خود بھی فانی ہے اور اسکے سارے سامان بھی فانی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بعض دنیاوی اشیاء میں انسان کے لئے طبعی طور پر کشش ڈال دی گئی ہے۔ یہ چیزیں اسے بہت پسندیدہ ہیں۔ لیکن اکثر لوگ حد سے زیادہ ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کو بھول جاتے ہیں۔ ان چیزوں کو عزیز رکھنا بذاتِ خود گناہ نہیں۔ دنیاوی زندگی گذارنے کے لئے یہ ناگزیر ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا بُرا نہیں لیکن احتیاط لازم ہے کہ ان کی طرف رجحان یا رغبت ضرورت سے زیادہ نہ ہو جائے کیونکہ اس طرح انسان ان میں مگن ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ انہیں مقصدِ حیات سمجھ لے گا۔ اور اپنی منزل کو بھول جائے گا۔ وہ راہ سے بہت دُور بھٹک جائے گا۔

یاد رکھنا چاہیئے یہ چیزیں فانی ہیں۔ صرف دنیا میں کام آنے والی ہیں۔ دنیا سے اٹھ جانے کے ساتھ ہی ان سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے اس لئے ان کی صحیح جگہ پر انہیں رکھتے ہوئے آخرت کا بھی سامان کریں۔ اصل ٹھکانا وہیں ہے اور بقا بھی اسی زندگی کو ہے۔

متقیوں کے لیے اجر

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ
کہہ دو کیا میں تمہیں بتاؤں بہتر ہے اس سے ان کے لئے
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
پرہیزگار ہیں پاس ان کا رب باغ جاری سے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ
ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور عورتیں
مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ
ستھری اور رضامندی سے اللہ اور اللہ
بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾
دیکھتا ہے بندے

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ
کہہ دے کہ میں تمہیں اس سے بہتر بتاؤں پرہیزگاروں
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ
نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ستھری
مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ
عورتیں ہیں اور اللہ کی رضامندی اور اللہ
بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾
بندوں کو دیکھتا ہے۔

اَؤُنَبِّئُكُمْ: (کیا میں تمہیں بتلاؤں) یہ لفظ نبأ سے ہے جس کے معنی خبر کے ہیں۔ نبی بھی اسی سے بنا ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں خبر دینے والا۔

مُطَهَّرَةٌ: (ستھری) یعنی ہر جسمانی آلودگی اور نجاست سے پاک و صاف۔

اس سبق میں وہ ٹھکانہ اور اس کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں جن کا ذکر پچھلی آیت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پرہیزگاروں کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت محفوظ رکھی ہے۔ آخرت کی تمام خوبیاں انہیں کے لئے ہیں۔

دنیا کی نعمتیں مال و دولت، بال بچے، کھیتی باڑی، مال مویشی سب ناپائدار اور بے ثبات ہیں۔ ان کا نہ کوئی بھروسہ ہے نہ اعتبار ان میں مگن ہو جانا اور خدا کو بھول کر ان چیزوں کے حصول کو مقصدِ زندگی بنا لینا عقل مندی نہیں ہے۔ شریعت کے احکام کے مطابق اور حدود کے اندر رہ کر ہی ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے خوف کھانا چاہیئے اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ ایسے متقیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسین باغ دینے کا وعدہ فرمایا ہے جس میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی نہریں ہوں گی۔ نیک اور پاکیزہ بیویاں ملیں گی ایسے باغوں میں ہمیشگی کی زندگی ملے گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہو گی جس سے دل کو اطمینان، مسرت اور خوشی ہو گی۔ یہ نعمتیں صرف پرہیزگاروں کو ملیں گی جن کی صفات اگلی آیت میں بیان ہوں گی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہ ہر شخص کی نیت اور اس کے اعمال پر گہری نظر رکھتا ہے۔ اس سے کوئی چھوٹی بڑی شے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں نہایت محتاط رہنا چاہیئے۔ نیک عملی کی زندگی بسر کرنی چاہیئے اور امید رکھنی چاہیئے کہ وہ ہمارے اعمال کا ثواب دے گا۔

متّقین کی صفات

الَّذِیْنَ۔ یَقُوْلُوْنَ۔ رَبَّنَآ۔ اِنَّنَآ۔ اٰمَنَّا۔ فَاغْفِرْ لَنَا
وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو ہمیں بخش دے
ذُنُوْبَنَا۔ وَقِنَا۔ عَذَابَ۔ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیْنَ
ہمارے گناہ اور ہمیں بچا عذاب دوزخ صبر کرنیوالے
وَ۔ الصّٰدِقِیْنَ۔ وَ۔ الْقٰنِتِیْنَ۔ وَ۔ الْمُنْفِقِیْنَ
اور سچے اور حکم بجالانیوالے اور خرچ کرنے والے
وَ۔ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ۔ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾
اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں۔

الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا
وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہ
ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیْنَ
بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا وہ صبر کرنیوالے
وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ
ہیں سچے اور حکم بجا لانے والے ہیں اور خرچ کرنیوالے اور پچھلی
وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾
رات میں گناہ بخشوانے والے ہیں۔

بِالْاَسْحَارِ: (پچھلی رات میں) سحر اس وقت کو کہتے ہیں جب رات کا اندھیرا صبح کے اجالے سے مل رہا ہو۔ رات کے اس آخری حصّے کی خوبی یہ ہے کہ یہ وقت خاص طور پر دل جمعی اور روحانی قوتوں کی بیداری کا وقت ہوتا ہے اگرچہ اس وقت جاگنا نفس پر شاق گذرتا ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جنہیں پچھلے سبق میں متقین کہا گیا ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جنّت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ صفات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ یہ لوگ اپنے تقویٰ اور پرہیز گاری پر غرور و گھمنڈ کرنے کے بجائے عجز و انکسار کا نمونہ بنے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیشہ دست بدعا رہتے ہیں کہ اے خدا ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔

۲۔ یہ لوگ صبر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ جب کسی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وُہ انہیں ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے۔

۳۔ یہ لوگ زبان، دِل اور نیّت کے سچے ہوتے ہیں۔ معاملہ کے کھرے ہوتے ہیں۔ جھوٹ، فریب اور منافقت سے قطعی طور پر پرہیز کرتے ہیں

۴۔ بڑی بڑی تکلیفیں جھیلنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر جمے رہتے ہیں گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں غلط کاری اور بدی سے نفرت کرتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہُوئے مال و دولت کو اس کے مقرر کئے ہُوئے موقعوں پر خرچ کرتے ہیں۔ بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔ صدقات و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں نیکی کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔

۶۔ رات کے پچھلے حصّہ میں اٹھ کر اپنے رب سے اپنے گناہ اور خطائیں معاف کراتے ہیں یعنی رات کا آخری حصّہ عبادت میں گذارتے ہیں اور یوں صدقِ دل سے گناہوں سے معافی کے طلبگار رہتے ہیں۔

ہمیں چاہئیے کہ ہم اپنے اندر یہ تمام صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم بھی متقین میں شامل ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مستحق بن سکیں۔

الوہیتِ خداوندی کی گواہی

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ
گواہی دی اللہ کہ وہ نہیں معبود سوائے اس کے اور
الْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ
فرشتے اور علم والے حاکم انصاف کا
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾
نہیں معبود سوائے اس کے زبردست حکمت والا۔

النصف

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ
اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور
الْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ
فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی وہی انصاف کا حاکم ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾
اسکے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ: (اللہ نے گواہی دی) اللہ تعالیٰ کی یہ گواہی آسمانی کتابوں میں برابر آتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ کائنات کا ایک ایک ذرہ شہادت دے رہا ہے کہ عبادت کے لائق رب العالمین کے سوا کوئی نہیں۔ کتبِ الٰہی کی شہادت نقلی دلیل کی حیثیت رکھتی ہے اور زمین و آسمان کی تمام چیزیں عقلی دلیل کا کام دیتی ہیں۔ گویا عقل و نقل دونوں قسم کی دلائل موجود ہیں۔

اَلْمَلٰٓئِكَةُ: (فرشتے) یعنی فرشتے بھی یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں۔ گویا یہ بھی واضح کر دیا کہ خود فرشتے جنہیں مشرک قومیں دیوی اور دیوتا سمجھتے ہیں۔ اللہ کی توحید کے گیت گاتے ہیں۔

اُولُوا الْعِلْمِ: (علم والے عالم) عِلم کے معنی جاننا اور معلوم کرنا ہیں۔ علم محض حرف شناسی اور کتابوں کی ورق گردانی کا نام نہیں بلکہ علم حقائق اشیاء اور معرفتِ حقیقت کا نام ہے۔ خواہ وہ غور و فکر کے ذریعہ سے ہو یا تجربات و مشاہدات کے ذریعہ سے ہو۔ لہٰذا "اولوا العلم" سے مراد وہ اہلِ علم ہیں جو حقیقت کو جاننے اور پہچاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس سورت کے آغاز میں نجران کے عیسائیوں سے خطاب تھا۔ اور نہایت اچھے انداز سے الوہیت مسیح کے عقیدہ کو غلط بتا کر توحید کا اعلان کیا گیا تھا۔ درمیان میں اور چیزوں کا ذکر کیا۔ جو ایمان لانے میں رکاوٹیں ثابت ہوتی ہیں مثلاً مال اولاد اور سامان عیش و عشرت پھر مؤمنین کی صفات بیان کیں۔ جو ان رکاوٹوں کے باوجود حق پر قائم رہتے ہیں اس کے بعد دوبارہ توحید کا ذکر شروع کیا گیا ہے۔

توحید کے ماننے میں کیا تامل ہو سکتا ہے جبکہ خود اللہ تعالیٰ اپنی تمام کتابوں کے علاوہ کارخانۂ قدرت سے اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ صرف وہی لائقِ عبادت ہے۔ اس کے علاوہ فرشتے اور اہلِ علم بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتے ہیں۔ توحید کو نہ ماننا اور شرک پر قائم رہنا صریحاً جہالت ہے۔

اپنی صفت "قائم بالقسط" بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ عیسائیوں کا مسئلہ کفارہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمام لوگوں کے گناہ ایک شخص کے سر لاد دیئے جائیں۔ اور وہ ان سب کے لئے اکیلا ہی سزا بھگت کر سب کو بری کرا دے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ انصاف والا ہے۔ وہ ہر شخص کو اس کے اپنے عملوں کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

اصلی دین ــــ اسلام

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف
بیشک دین ہاں اللہ مسلمانی حکمبرداری۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف
بے شک اللہ کے ہاں جو دین ہے سو یہی مسلمانی حکمبرداری ہے۔

اَلْاِسْلَامُ (مسلمانی حکمبرداری) اسلام کے لفظی معنیٰ سونپ دینے کے ہیں۔ مذہب اسلام کو بھی اسی رعایت سے اسلام کہا جاتا ہے۔ کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد کر دینے اور اس کے احکام کے آگے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے۔ گویا اسلام نام ہے تسلیم کا اور "مسلمانی" نام ہے حکمبرداری کا۔

دِیْنٌ، کے ایک معنیٰ بدلہ کے ہیں اور دُوسرے معنیٰ مذہب کے ہیں۔ یعنی وُہ طریقۂ فکر وعمل جو ایک شخص اور قوم کے افکار واعمال کی بنیاد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو طریقہ پسند فرمایا ہے۔ وہ اسلام یعنی اطاعت گذاری اور فرمانبرداری ہے جس کی کامل ومکمل اور آخری صُورت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہُوئی۔

یوں تو تمام گذشتہ نبی یہی مذہب اسلام لے کر آئے اور اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام دے کر خالص توحید کی طرف بلاتے رہے۔ لیکن اس سلسلہ میں نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دُنیا کو جو مکمل، جامع ترین اور عالمگیر احکام وہدایات دیں۔ وُہ قدیم شریعتوں سے کئی لحاظ سے فوقیت رکھتی ہیں اس لئے وہ ایک خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم ہُوئیں۔ بہرحال اس آیت میں نجران کے عیسائیوں کے سامنے خاص طور پر اور تمام دُنیا کے سامنے عام طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ دین صرف ایک ہی چیز کا نام ہے۔ وہ یہ کہ بندہ دِل وجان سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سُپرد کر دے اور جب اور جو حکم اسکی طرف سے پائے اسے بلاچون وچرا تسلیم کرے۔

اب جو لوگ مسیحؑ کو اللہ تعالیٰ کا بٹیا بتائیں خنزیر کھائیں۔ نبیوں کو قتل کریں۔ سچّے دین کو مٹانے کی کوشش کریں حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی بشارتوں کے باوجود سچّے نبی کو جھٹلائیں۔ کیا وُہ لوگ اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی کے پیرو کہلانے کے حق دار ہیں۔

کامل فرمانبرداری کی مثال کے لئے حضرت ابراہیمؑ کا اسوۂ حسنہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زندگی مبارک اور سب سے آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ اقدس انسانیت کے لئے مکمل نمونہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا اپنا وطن چھوڑنا۔ نمرود سے مقابلہ کرنا۔ دُودھ پیتے بچے اور بیوی کو رضائے الٰہی میں بے برگ وگیاہ وادی میں تنہا چھوڑ دینا۔ اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہوجانا۔ یہ سب باتیں تسلیم ورضا میں آپ کی مستعدی پر روشنی ڈالتی ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنانِ خدا کی اذیّت سہنا۔ وطن سے ہجرت کرجانا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا کامل اطاعت اور فرمانبرداری کو واضح کرتی ہیں۔ یہی وُہ اعلیٰ اور مقدس ہستیاں ہیں۔ جو عالم انسانی کے لئے ہر لحاظ سے قابلِ تقلید ہیں اور جن کی پیروی کرنے کا نام اسلام وتابعداری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین!!

اختلاف کی وجہ

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور نہیں مخالف ہوئے جنہیں دی گئی کتاب
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ
مگر سے بعد ان کے پاس پہنچ چکا علم ضد
بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ
آپس کی اور جو کوئی انکار کرے حکم اللہ تو بیشک
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۱۹)
اللہ جلدی حساب۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور کتاب والے مخالف نہیں ہوئے
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ
مگر جب ان کے پاس علم پہنچ گیا آپس کی ضد اور حسد
بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ
سے اور جو کوئی اللہ کے کلموں کا انکار کرے تو اللہ جلدی
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۱۹)
حساب لینے والا ہے۔

پچھلے سبق میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اسلام ایک واضح اور روشن حقیقت ہے۔ جس قسم کے دلائل سے حضرت موسیٰؑ اور مسیحؑ کی رسالت یا توراۃ و انجیل کا آسمانی کتب ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے اس سے بہتر مضبوط اور زندہ دلائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کے موجود ہیں۔ بلکہ خود وہ کتابیں آپ کی سچائی کی گواہی دے رہی ہیں۔

توحید ایک صاف اور واضح مضمون ہے۔ جس کے خلاف باپ بیٹے کا نظریہ محض ایک بے معنی سی چیز ہے۔ کوئی علمی اصول اس کی تائید نہیں کرتا۔ اب جو اہلِ کتاب مخالفِ اسلام ہو کر ان روشن حقائق کو جھٹلائیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے سرتابی کریں تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ محض ضد، حسد، عناد اور جاہ و مال کی حرص میں ایسا کر رہے ہیں۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان جو اختلافات ہوئے یا ان میں جو بہت سے فرقے بنے۔ پھر مخالفت باہمی خوفناک جھگڑوں اور لڑائیوں پر ختم ہوئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس کا منشا محض غلط فہمی یا جہالت نہ تھی۔ بلکہ اکثر حالات میں محض مال و دولت کی محبت اور جاہ پرستی سے یہ فرقہ وارانہ اختلافات پیدا ہوئے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے ہیں۔ ان کی سزا بھی بتا دی گئی ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ان بداعمالیوں اور شرارتوں کا حساب لے گا۔ اور انہیں سخت سزا دے گا۔ سزا نہ صرف آخرت میں ملے گی بلکہ دنیا میں انہیں اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس قدر شدید سزا کا سبب ان کی دشمنی اور عناد ہے۔ افسوس یہ ہے کہ انہوں نے مخالفت اس وقت کی جب علم ان کے سامنے آگیا اور حقیقت کھل گئی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ حقیقت واضح ہو جانے پر وہ صداقت کا ساتھ دیتے۔ مگر محض باہمی ضد اور مخالفت کے باعث وہ حق کے بھی مخالف ہو گئے۔ آیاتِ الٰہی ان کے سامنے آئیں مگر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور کفر و انکار کی راہ پر چل پڑے اور یہ بھول گئے کہ اللہ ان سے جلد حساب لینے والا ہے۔

نبی کا فرض محض تبلیغ ہے

فَإِنْ ۔ حَآجُّوكَ ۔ فَقُلْ ۔ أَسْلَمْتُ ۔ وَجْهِيَ
پھر اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ میں نے تابع کیا اپنا منہ
لِلَّهِ ۔ وَمَنِ ۔ اتَّبَعَنِ ۔ وَ ۔ قُلْ ۔ لِلَّذِينَ ۔ أُوتُوا
اللہ کے لئے اور وہ جو میرے ساتھ ہیں اور کہہ انہیں ملی
الْكِتَابَ ۔ وَ ۔ الْأُمِّيِّينَ ۔ ءَ ۔ أَسْلَمْتُمْ ۔ فَإِنْ
کتاب اور ان پڑھ کیا تم تابع ہوتے ہو پھر اگر
أَسْلَمُوا ۔ فَقَدِ اهْتَدَوا ۔ وَإِنْ ۔ تَوَلَّوْا ۔ فَإِنَّمَا
وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی اور اگر منہ پھیریں تو
عَلَيْكَ ۔ الْبَلَاغُ ۔ وَاللَّهُ ۔ بَصِيرٌ ۔ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾
تیرے ذمہ پہنچا دینا اور اللہ دیکھتا ہے بندے۔

فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ
پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے اپنا منہ اللہ کے حکم پر
لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا
تابع کیا اور انہوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں۔ اور کتاب والوں اور
الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ ءَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ
ان پڑھوں کو کہہ دے کیا تم بھی تابع ہوتے ہو۔ پھر اگر وہ تابع ہوئے
أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا
تو انہوں نے سیدھی راہ پائی اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف
عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع ۱۰
پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

اَلْاُمِّیّٖنَ: (ان پڑھ) یہاں مراد مکہ کے مشرکین ہیں جنہیں آسمانی کتابوں کا علم نہیں تھا اور یوں بھی ان میں علم کا نشان نہ تھا معدودے چند کے سوا سب کے سب ان پڑھ اور جاہل تھے۔

اَلْبَلٰغُ: (پہنچا دینا) اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دینا مقصود ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ فکر مند نہ ہوں۔ آپ کا کام صرف تبلیغ و دعوت ہے۔ منوانا آپ کی ذمہ داری نہیں۔

اہل کتاب جھگڑا کرتے تھے کہ ہم بھی مسلمان ہیں انہیں اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اس قسم کا فرضی اسلام بالکل بے فائدہ ہے اسلام وہ ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثار ساتھیوں کے پاس ہے یعنی انسان ہمہ تن اپنے آپ کو خدائے واحد کے ہاتھ میں دے دے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار کو دیکھ لو کس طرح انہوں نے شرک بت پرستی بداخلاقی فسق و فجور اور ظلم و ستم کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان و مال وطن، کنبہ، بیوی بچے غرض تمام مرغوب اور عزیز چیزیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر نثار کر دیں۔ ان کی آنکھیں ہر وقت حکمِ الٰہی کی طرف لگی رہتی ہیں کہ ادھر سے حکم آئے اور ہم تعمیل کریں اس کے مقابلہ میں تم اپنا حال دیکھو کہ خود جب تنہا ہوتے ہو تو اقرار کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں لیکن اگر ان پر ایمان لائیں تو دنیا کا مال و جاہ چھنتا ہے۔ بہر حال اگر تم جان لینے کے بعد ایمان نہ لاؤ تو تمہاری مرضی ہم تو ایمان لا چکے ہیں۔

اس کے بعد ان مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ تم خود دیکھ لیا کرو تم ہماری طرح کے مسلمان ہو۔ یا اب مسلمان بننے کو تیار ہو اگر اب بھی اطاعت گذار بن جاؤ تو تم سیدھے راستے پر آ جاؤ گے اور اگر تم نہ مانے تو ہمارا کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام تم پر پہنچا دینا ہے تمہیں نیک و بد کی تمیز سکھانا ہے اللہ تعالیٰ سب کے ظاہری اور باطنی حالات جانتا ہے۔

کافروں کی کرتوت

اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ یَکْفُرُوْنَ ۔ بِاٰیٰتِ ۔ اللّٰہِ ۔ وَ
بیشک جو لوگ انکار کرتے ہیں حکم اللہ اور
یَقْتُلُوْنَ ۔ النَّبِیّٖنَ ۔ بِغَیْرِ ۔ حَقٍّ ۔ وَّ ۔ یَقْتُلُوْنَ
قتل کرتے ہیں پیغمبر نا حق اور قتل کرتے ہیں
الَّذِیْنَ ۔ یَاْمُرُوْنَ ۔ بِالْقِسْطِ ۔ مِنَ ۔ النَّاسِ ۙ
انہیں جو حکم کرتے ہیں انصاف سے سے لوگ
فَبَشِّرْھُمْ ۔ بِعَذَابٍ ۔ اَلِیْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِکَ
سو انہیں خوشخبری سُنا عذاب دردناک یہی ہیں
الَّذِیْنَ ۔ حَبِطَتْ ۔ اَعْمَالُھُمْ ۔ فِی ۔ الدُّنْیَا
جن کے ضائع ہوئے ان کے اعمال میں دنیا
وَ ۔ الْاٰخِرَۃِ ۔ وَ ۔ مَا ۔ لَھُمْ ۔ مِّنْ ۔ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۲﴾
اور آخرت اور نہیں ان کے لئے سے مددگار۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ
جو لوگ اللہ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو
یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ یَقْتُلُوْنَ
ناحق قتل کرتے ہیں اور انہیں (بھی) جو
الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ
انصاف کا حکم کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب
فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِکَ
کی خوشخبری دے دے یہی ہیں
الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا
جن کے اعمال ضائع ہوئے دنیا اور آخرت
وَ الْاٰخِرَۃِ وَ مَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۲﴾
میں ان کا کوئی مددگار نہیں۔

یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ، (انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں) یعنی لوگوں کو اخلاق کی ہدایت کرتے ہیں۔ باہمی معاملہ میں عدل وانصاف کی تلقین کرتے ہیں اور ان کے سچے ساتھی ہیں

اس آیت میں نجران کے نصاریٰ اور دیگر کافروں کو بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے منکر ہو کر پیغمبروں اور دوسرے نیک اور انصاف پسند لوگوں سے مقابلہ کرنا نصیحت کرنیوالوں سے جھگڑنا اور سنگدلی سے انہیں موت کے گھاٹ اتار دینا بہت بڑا ظلم ہے ان لوگوں کو سخت سزا ملے گی۔

ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک دن میں ۴۳ نبی اور ۱۷۰ صالحین کو شہید کیا اور اس طرح مجرموں کی فہرست میں شمار ہوئے۔ یہ تمام واقعات قرآن مجید اس لئے پیش کر رہا ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار کہنے والے دیکھ لیں کہ ان کے بزرگ کس قدر سیاہ کار رہے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے دونوں جہان میں محرومی ہوگی۔ ان کے تمام اعمال اکارت جائیں گے اور آخرت میں بھی انہیں سزا مل کر رہے گی اور ان کا کوئی ساتھی یا مددگار نہیں ہوگا۔

ان تمام واقعات میں ہم لوگوں کے لئے عبرت کا سامان ہے ہمیں چاہیئے کہ جو گناہ اور جرائم گذشتہ قوموں نے کئے ہیں۔ ان سے مکمل طور پر بچتے رہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ جس سزا میں وہ مبتلا ہوئے وہ ہم پر بھی نازل ہو۔ ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے انکار نہ کریں نیک اور صالح لوگوں کو تنگ نہ کریں۔ بلکہ راہ راست پہ قائم رہیں تاکہ دنیا اور آخرت میں سیاہ رو نہ ہوں۔

آخرت کا انجام

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ
پھر کیا ہوگا جب ہم انہیں جمع کریں گے دن نہیں شک
فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
اس میں اور پورا مل جائے گا ہر شخص جو اس نے کیا
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾
اور وہ حق تلفی نہ ہوگی۔

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ
پھر کیا ہوگا جب ہم انہیں ایک دن جمع کریں گے جس میں
فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
کوئی شک نہیں اور ہر شخص کو اپنا کیا ہوا پورا پورا مل جائے گا۔
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾
اور ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔

اس سورۃ کی ابتداء ہی سے اہل کتاب کو مخاطب کیا جا رہا ہے۔ خصوصاً بار بار نصاریٰ کو حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب برحق کی طرف دعوت دی جا رہی ہے۔ لیکن ان لوگوں کا رویہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ انہوں نے ہر سچے اور نیکو کار کو جھٹلایا۔ اس کی شدید مخالفت کی حد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے قتل تک سے باز نہ آئے۔

دوسری طرف ان کے عقائد کے بودے پن کی حد یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس قدر معصوم خیال کرتے ہیں کہ دوزخ کی آگ انہیں کچھ نہ کہے گی۔ اگر دوزخ میں گئے بھی تو چند دن کے لئے یہ سب ان کے نفس کا دھوکہ ہے۔ ان باتوں کا حقیقت سے دُور کا واسطہ نہیں۔ بھلا کوئی شخص اپنے کئے کی سزا سے کیسے بچ سکتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور اس کے ہولناک نتائج کی طرف انہیں متوجہ کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اس دن کو کیوں بھول رہے ہو۔ جس دن سب کو جمع کیا جائے گا۔ بھلا اس دن کے واقع ہونے میں کسی کو شک ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید سے قطع نظر کر لو۔ پھر بھی ہر مذہب میں یہ عقیدہ اجزائے دین میں شامل ہے۔

آخرت میں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے۔ جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی۔ وُہ اس کی جزا پالے گا۔ اور جس نے دُنیا میں ذرہ بھر بدی کی ہوگی۔ وہ اس کی سزا بھی بھگتے گا۔ کوئی بھی اعمال کے نتائج سے بچ نہ سکے گا۔

آیت کا آخری جملہ یہ ہے کہ اس دن کسی کی حق تلفی نہ ہوگی۔ ذرہ ذرہ کا حساب ہو جائے گا۔ اور معمولی سے معمولی کام کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔ اگر انسان اس دن کو یاد رکھے تو وُہ گناہ کا خیال بھی دِل میں نہ لائے۔

اللہ تعالیٰ کا اختیار و قدرت

تُو کہہ یا اللہ مالک سلطنت تو دے سلطنت

قُلِ ۔ اللّٰهُمَّ ۔ مٰلِكَ ۔ الْمُلْكِ ۔ تُؤْتِي ۔ الْمُلْكَ

جسے تو چاہے اور چھین لے سلطنت جس سے

مَنْ ۔ تَشَآءُ ۔ وَ ۔ تَنْزِعُ ۔ الْمُلْكَ ۔ مِمَّنْ

تو چاہے اور عزت دے جسے چاہے اور ذلیل کرے

تَشَآءُ ۔ وَ ۔ تُعِزُّ ۔ مَنْ ۔ تَشَآءُ ۔ وَ ۔ تُذِلُّ

جسے چاہے تیرے ہاتھ خوبی بیشک تو اوپر

مَنْ ۔ تَشَآءُ ۔ بِيَدِكَ ۔ الْخَيْرُ ۔ اِنَّكَ ۔ عَلٰى

ہر شے قادر ۔

كُلِّ ۔ شَيْءٍ ۔ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ

تو کہہ دے کہ اے سلطنت کے مالک تو سلطنت دے جسے

مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ

چاہے اور سلطنت چھین لے جس سے چاہے

تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ

عزت دے جسے چاہے اور ذلیل کرے جسے

مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى

چاہے تیرے ہاتھ میں سب خوبی ہے بے شک تو

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

ہر چیز پر قادر ہے ۔

مٰلِكَ الْمُلْكِ : (سلطنت کا مالک) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مالکیت کی صفت کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ انسان کو اس کی قدرتوں اور طاقتوں کا احساس رہے ۔ انسان اپنے عارضی اور فانی دنیوی اقتدار کے نشہ میں حقیقی مالک کو بھول نہ جائے ۔ چار دن کی چلتی پھرتی چھاؤں اسے احکم الحاکمین کے حکم سے غافل نہ کر دے ۔

قرآن مجید کی اس آیت کو ایک خاص خصوصیّت حاصل ہے ۔ وہ یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت اور انسان کی انتہائی عاجزی اور بے بسی کا بیان اس انداز میں موجود ہے کہ کسی کو انکار کی مجال نہیں ہو سکتی ۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے صوفیائے کرام یہ آیت بطور وظیفہ ورد کرنے کے لئے بتلایا کرتے ہیں ۔

اگر اس آیت کو نجران کے عیسائی وفد کے سلسلہ میں بیان کرنا ہو تو اس کا ربط یوں بیان کریں گے کہ اے مسیحی عالمو! جن بادشاہوں کی سلطنت اور ان کی دی ہوئی عزت پر تم فخر کرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تمام جہان کی کل سلطنت اور عزت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے ۔ سب کچھ اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے ۔ جسے چاہے دے جس سے چاہے چھین لے ۔ اس حقیقت کا عملی مظاہرہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو دکھا دیا ۔ جب ایک ادنیٰ اور غریب جماعت کو روم و فارس کے خزانوں کا مالک بنا دیا ۔ مادی سلطنت و عزت تو کیا چیز ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے روحانی سلطنت و عزت کا آخری مقام یعنی نبوت بنی اسرائیل سے لے کر بنی اسمٰعیل میں پہنچا دی ۔ ان الفاظ کو دعا کی شکل میں مسلمانوں کو تعلیم کر کے یہ بتایا کہ جو لوگ غریب تھے اپنے ایمان کی بدولت سلطنت کے مالک ہوں گے ۔ اور جو بادشاہ تھے وہ اپنی بداعمالیوں کی بدولت ذلت میں گریں گے ۔ ہر قسم کی خوبی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ۔ وہی قادر مطلق ہے ۔

قدرتِ خداوندی

تُولِجُ۔ الَّیۡلَ۔ فِی۔ النَّهَارِ۔ وَ
تو داخل کرتا ہے رات میں دن اور
تُولِجُ۔ النَّهَارَ۔ فِی۔ الَّیۡلِ۫۔ وَ
داخل کرتا ہے دن میں رات اور
تُخۡرِجُ۔ الۡحَیَّ۔ مِنَ۔ الۡمَیِّتِ۔ وَ
نکالتا ہے زندہ سے مردہ اور
تُخۡرِجُ۔ الۡمَیِّتَ۔ مِنَ۔ الۡحَیِّ۫۔ وَ
نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور
تَرۡزُقُ۔ مَنۡ۔ تَشَآءُ۔ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾
رزق دیتا ہے جسے چاہے بے حساب۔

تُولِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَ
تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور
تُولِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ۫ وَ
اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور
تُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ
تو زندہ مردے سے نکالتا ہے اور
تُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ۫ وَ
مردہ زندہ سے نکالتا ہے اور
تَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾
تو جسے چاہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

یہ آیت بھی اپنے معنی اور مفہوم میں پچھلی آیت کے ساتھ مشترک ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و اختیار کو بیان فرمایا تھا کہ اسے ہر شے پر کلی اختیار حاصل ہے۔ وہ جسے چاہے عزت و امارت دے اور جسے چاہے ذلت و رسوائی میں گرا دے۔ موجودہ آیت میں بھی اس نے اسی حقیقت کو دہرایا ہے کہ کائنات میں ہر طرح کی تبدیلی اور تصرف اسی کی مشیت کے تابع ہے وہ موسموں میں اور رات دن میں تبدیلی کرتا رہتا ہے۔

وُہ کبھی رات کو گھٹاتا اور دن کو بڑھا دیتا ہے اور کبھی دن کو گھٹا کر رات کو بڑھا دیتا ہے۔ اس طرح ایک کا کچھ حصّہ دوسرے میں داخل کرتا رہتا ہے۔ مثلاً جاڑے میں چودہ گھنٹے کی رات اور دس گھنٹے کا دن ہوتا ہے اور کچھ عرصہ بعد یعنی گرمی میں رات کے چار گھنٹے کاٹ کر دن میں داخل کر دیتا ہے۔ اس موسم میں رات دس گھنٹہ کی رہ جاتی ہے اور دن چودہ گھنٹے کا ہو جاتا ہے۔ یہ سب الٹ پھیر اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ چاند سورج اور ستارے اس کے ارادہ کے بغیر ذرا حرکت نہیں کر سکتے۔

دن چھوٹے بڑے کرنے کے علاوہ وُہ مُردہ سے زندہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور زندہ سے مُردہ پیدا کرنے پر بھی اسے اختیار ہے۔ پہلے کی مثال انڈے سے جانور پیدا کرنا اور سیال نطفہ کے مادہ سے جاندار بچہ کا وجود پیدا کرنا ہے اور دُوسرے کی مثال جانور سے انڈہ۔ آدمی سے نطفہ عالم سے جاہل اور ناقص سے کامل پیدا کرتا ہے۔

یہودی سمجھتے تھے کہ جو بزرگی انہیں حاصل تھی۔ وُہ ہمیشہ رہے گی۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے وہ چاہے تو جاہلوں میں کامل پیدا کرے جیسے اس نے عرب کے امیّوں میں فخرِ موجودات اور اشرف الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ رزق کے خزانے بھی اسی کے اختیار میں ہیں۔ وُہ جسے چاہے بے حساب اور بے اندازہ عطا فرمائے انسان اس کے انعام و کرام کا شمار نہیں کر سکتا۔

کافروں سے دوستی

لَا۔ یَتَّخِذِ۔ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الْکٰفِرِیْنَ۔ اَوْلِیَآءَ
نہ بناویں مسلمان کافر دوست
مِنْ۔ دُوْنِ۔ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ وَ۔مَنْ۔ یَّفْعَلْ
سے علاوہ مسلمان اور جو کوئی کرے
ذٰلِکَ۔ فَلَیْسَ۔ مِنَ۔ اللّٰہِ۔ فِیْ۔ شَیْءٍ۔ اِلَّآ
تو نہیں سے اللہ متعلق مگر
اَنْ۔ تَتَّقُوْا۔ مِنْھُمْ۔ تُقٰىةً۔ وَ۔ یُحَذِّرُکُمُ
یہ کہ کرنا چاہو ان سے بچاؤ اور تمہیں ڈراتا ہے
اللّٰہُ۔ نَفْسَهٗ۔ وَ۔ اِلَی۔ اللّٰہِ۔ الْمَصِیْرُ (۲۸)
اللہ اپنے سے اور طرف اللہ لوٹ جانا۔

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ
مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں
مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ
کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے
ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ
تو اسے اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر اس حالت
اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰىةً وَیُحَذِّرُکُمُ
میں کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ تمہیں اپنے سے
اللّٰہُ نَفْسَهٗ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ (۲۸)
ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پچھلے سبق میں یہ بتایا گیا تھا کہ عزت دینا یا عزت چھین لینا اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ و قدرت میں ہے۔ ہر طرح کی حکومت، سلطنت جاہ و عزت اور تصرفات اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کیلئے جو صحیح معنی میں اس پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ شایانِ شان نہیں کہ اپنے اسلامی بھائیوں کو چھوڑ کر یا انہیں کافی نہ سمجھ کر خواہ مخواہ اللہ کے دشمنوں، اس کے منکروں اور کافروں سے دوستی بڑھائیں۔ خدا اور رسُول کے دشمن کبھی ان کے دوست نہیں بن سکتے جو شخص اسکے الٹ کرے گا سمجھ لو کہ خدا کی محبّت سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ ایک مسلمان کی سب امیدیں صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہونی چاہئیں۔

انسانوں کے اندر حسنِ سلوک کی صرف تین صورتیں ممکن ہیں۔

(۱) دوستی (۲) ظاہری خوش خلقی (۳) احسان و نفع رسانی۔

علماء نے فرمایا ہے کہ کفار سے اوّل شکل یعنی حقیقی دوستی تو کسی حال میں جائز نہیں۔ تیسری شکل یعنی احسان و نفع رسانی صرف ان کافروں سے جائز ہے۔ جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر آمادہ نہ ہوں۔ دُوسری شکل یعنی ظاہری خوش خلقی صرف تین حالتوں میں جائز ہے ایک اپنے بچاؤ کیلئے۔ دوم خود اسے اسلام پر لانے کی کوشش کے سلسلہ میں۔ سوم میزبان ہونے کی صورت میں۔ یعنی جب کافر مہمان بن کر آئے۔ بس ان تینوں صورتوں کے سوا اپنے ذاتی نفع یا مال و دولت حاصل کرنے کے لئے کسی طرح بھی دوستی جائز نہیں بلکہ جب یہ خطرہ ہو کہ وُہ دین میں رخنہ ڈالے گا تو اس سے میل ملاپ بالکل ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں کو جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ وُہ یاد رکھیں کہ بالآخر سب کو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وُہ جزا سزا دے گا اور اس کی گرفت سے بچ کر نکلنا کسی کے لئے ہرگز ممکن نہ ہوگا۔

کافروں کی پشیمانی

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ
کہہ اگر تم چھپاؤ جو میں تمہارے جی یا اسے ظاہر کروگے
يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
جانتا ہے اسے اللہ اور جانتا ہے جو میں آسمان اور
مَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ
جو میں زمین اور اللہ اوپر ہر چیز
قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
قادر۔ دن موجود پائیگا ہر شخص جو اس نے کی
مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ڔ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ
سے نیکی اپنے سامنے اور جو اس نے کی سے
سُوْۗءٍ ڔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا
برائی آرزو کریگا کاش کہ مجھ میں اور اس میں فرق
بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ
دور کا اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ اپنے سے اور اللہ
رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾
مہربان بندوں پر۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ
تو کہہ دے اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ گے یا اسے ظاہر کروگے
يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
اللہ اسے جانتا ہے۔ اور اسے معلوم ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے
مَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ
اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر
قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
ہے۔ جس دن ہر شخص موجود پائیگا جو کچھ کہ اس نے
مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ڔ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ
نیکی کی ہے اپنے سامنے اور جو کچھ اس نے بدی کی ہے
سُوْۗءٍ ڔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا
آرزو کرے گا کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فرق ہوتا
بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ
اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ بندوں
ع رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾
پر مہربان ہے۔

ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ تو ممکن ہے کہ آدمی اپنے دل کی بات لوگوں سے چھپالے لیکن وہ اس طرح خدا سے کچھ نہیں چھپا سکتا اور اسے فریب نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے جو زمین و آسمان کی ہر شے پر حاوی ہے کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ قیامت کے دن ہر شخص کی نیکی بدی اسکے سامنے ہوگی۔ ساری عمر کا اعمال نامہ ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا اسوقت گنہگار یہ آرزو کرینگے کہ کاش دنیا میں برے عمل ہم سے دور ہی رہتے لیکن اس روز افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ اس بات کی تنبیہ کر رہا ہے کہ تم برائی سے دور رہو اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے بچے رہو۔ کافروں سے دوستی نہ رکھو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ قبل از وقت ہمیں خوفناک دن سے ڈراتا رہتا ہے تاکہ برائی چھوڑ کر بھلائی کی طرف رجوع کرسکیں ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام پر غور کریں۔ شر، برائی اور گناہ سے ہمیشہ بچتے رہیں۔ بھلائی کی طرف راغب رہیں۔ تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور نیکی کی زندگی بسر کریں۔

حضرت رسول اکرمؐ کی پیروی

قُلۡ ۔ اِنۡ ۔ کُنۡتُمۡ ۔ تُحِبُّوۡنَ ۔ اللّٰہَ ۔ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ
تو کہہ اگر تم رکھتے ہو محبت اللہ تو میری پیروی کرو
یُحۡبِبۡکُمُ ۔ اللّٰہُ ۔ وَ ۔ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ۔ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ
تم سے محبت کرے اللہ اور بخشے تمہارے گناہ اور
اللّٰہُ ۔ غَفُوۡرٌ ۔ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۱﴾ قُلۡ ۔ اَطِیۡعُوا ۔ اللّٰہَ
اللہ بخشنے والا مہربان تو کہہ حکم مانو اللہ
وَ ۔ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ ۔ تَوَلَّوۡا ۔ فَاِنَّ ۔ اللّٰہَ ۔ لَا
اور رسول پھر اگر اعراض کریں تو بیشک اللہ نہیں
یُحِبُّ ۔ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾
محبت کافر۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ
تو کہہ دے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری ہی پیروی
یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ
کرو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور
اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۱﴾ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تو کہہ دے کہ حکم مانو اللہ اور
وَ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا
اس کے رسُول کا پھر اگر وہ اعراض کریں تو اللہ کو کافروں
یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾
سے محبت نہیں ہے۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستی کی ممانعت کا حکم دیا تھا۔ اب اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ محبّت اللہ تعالیٰ سے کرو اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا معیار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور مکمل پیروی میں ہے یعنی اگر دیکھنا ہو کہ کون اپنے مالکِ حقیقی سے محبّت کرتا ہے۔ تو اسے اطاعت محمدی کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لینا چاہیئے جس قدر کوئی شخص حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا ہوگا۔ ان کی لائی ہُوئی روشنی کو مشعلِ راہ سمجھتا ہوگا اور ان کی پیروی کرتا ہوگا اسی قدر اس کا ایمان بھی مکمل ہوگا۔

اے رسُول اللہ سے محبت کرنے کا پھل یہ ملے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ حضورؐ کے اتباع کی برکت سے اس کے پہلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ اور آئندہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور خاص توجّہ کا مستحق ہوگا۔ گویا محبتِ خداوندی حضورؐ کی پیروی کے بغیر ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

یہودی اور عیسائی کہا کرتے تھے کہ ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ یہاں یہ تبلا دیا گیا کہ اللہ کے نبی کا منکر خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ جو کوئی اللہ کا محبوب بننا چاہتا ہے۔ وُہ آپؐ کے حکم کی تعمیل کرے۔

صوفیائے کرام نے اس سے ایک عجیب و غریب نکتہ پیش کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبت کرنیوالے عاشق بندوں سے یہ کہا ہے کہ اگر میری محبت کا دعوٰی کرتے ہو تو میرے حبیبؐ کی پیروی کرو۔ اس کے نتیجہ میں خود میں تم سے "محبت کرنیوالا" بن جاؤں گا اور تمہاری خطاؤں سے درگذر کرونگا۔ اسکے ساتھ ہی تنبیہ کردی اگر تم نے اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت نہ کی تو منکروں میں تمہارا شمار ہوگا اور اللہ انکار کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔

انبیاء کا سلسلہ

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ
بیشک اللہ پسند کیا آدم اور نوح اور گھر والے
اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾
ابراہیم اور گھر والے عمران اوپر سارے جہان۔
ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ
اولاد ایک ان میں سے دوسرا اور اللہ سننے والا
عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾
جاننے والا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ
بے شک اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ کو پسند کیا اور ابراہیمؑ کے
اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾
گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہانوں سے۔
ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ
جو ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا
عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾
ہے۔

اٰلَ عِمْرٰنَ: (عمران کا گھرانہ) تاریخ میں عمران کے نام سے دو شخصیتیں گذری ہیں۔ ایک حضرت موسیٰؑ کے والد ماجد عمران بن یصہر دوسرے ان کے کئی سو سال بعد حضرت مریمؑ کے والد ماجد حضرت مسیح علیہ السلام کے نانا "عمران بن ماتان" یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ اکثر علماء اور محققین نے دوسرے عمران سے مراد لی ہے کیونکہ اس آیت میں آگے جا کر دوسرے عمران ہی کے گھرانے کا بیان ہے۔

اٰدَمَ: (آدمؑ) اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع قدرت سے کام لے کر زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے بنائی۔ اس کی سب سے بڑی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو روحانی اور جسمانی خوبیوں کا مجموعہ بنے۔ کائنات کو اس ہستی کی قدر بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ آدم علیہ السلام نبوت کیلئے چنے گئے۔ ان کے بعد یہ نبوت حضرت شیثؑ اور حضرت نوح علیہ السلام کو ملی پھر وہاں سے منتقل ہوتی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچی۔ حضرت آدم اور نوح علیہ السلام کے بعد جتنے لوگ بھی دنیا میں آباد رہے۔ وہ سب ان کی اولاد سے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور نوحؑ کی طرح نبوت کا درجہ بخشنے کیلئے حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے گھرانے کو مخصوص کر لیا اور اُن کے بعد جس قدر نبی آئے۔ وُہ انہی کے دو بیٹوں حضرت اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ کی نسل سے ہوئے۔

ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ: (ایک دوسرے کی نسل سے) نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ انہیں حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آلِ عمران اور ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ فرما کر یہ بتا دیا کہ یہ تمام پیغمبر ایک دوسرے کی اولاد میں سے تھے کیونکہ حضرت مریمؑ کے باپ عمران حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ کوئی پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے خاندان سے باہر نہیں۔

سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ کا ذکر کرکے یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ سب دعاؤں اور باتوں کو سُنتا ہے۔ سب کے ظاہری اور پوشیدہ حالات کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی بات چھپی نہیں۔ وُہ ہر ایک کے نفس اور خوبیوں سے باخبر ہے۔ اس لئے اس کا انتخاب کسی طرح ادھورا اور غلط نہیں ہو سکتا۔

حضرت مریمؑ کی پیدائش

اِذْ۔ قَالَتِ۔ امْرَاَتُ۔ عِمْرٰنَ۔ رَبِّ۔ اِنِّیْ
جب کہا عورت عمران اے رب میں
نَذَرْتُ۔ لَكَ۔ مَا۔ فِیْ۔ بَطْنِیْ۔ مُحَرَّرًا۔ فَتَقَبَّلْ
نذر کیا تیرے لئے جو میں میرا پیٹ آزاد رکھ کر تو قبول کر
مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ۔ اَنْتَ۔ السَّمِیْعُ۔ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾
مجھ سے بیشک تو سننے والا جاننے والا۔
فَلَمَّا۔ وَضَعَتْهَا۔ قَالَتْ۔ رَبِّ۔ اِنِّیْ۔ وَضَعْتُهَآ
پھر جب اسے جنا بولی اے رب میں اسے جنا
اُنْثٰی ؕ وَ۔ اللّٰهُ۔ اَعْلَمُ۔ بِمَا۔ وَضَعَتْ ؕ وَ۔ لَیْسَ
لڑکی اور اللہ معلوم ہے جو اس نے جنا اور نہ ہو
الذَّكَرُ۔ كَالْاُنْثٰی ۚ وَ۔ اِنِّیْ۔ سَمَّیْتُهَا۔ مَرْیَمَ
بیٹا بیٹی جیسا اور میں اس کا نام رکھا مریم
وَ۔ اِنِّیْۤ۔ اُعِیْذُهَا۔ بِكَ۔ وَ۔ ذُرِّیَّتَهَا۔ مِنَ
اور میں اسے پناہ دیتی ہوں تیری اور اس کی اولاد کو سے
الشَّیْطٰنِ۔ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾
شیطان مردود۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ
جب عمران کی عورت نے کہا اے رب میں نے جو کچھ
نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ
میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کیا سب سے آزاد رکھ کر سو تو
مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾
مجھ سے قبول کر بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔
فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ
پھر جب اسے جنا تو بولی اے رب میں نے جنی لڑکی اور
اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ
اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا تھا اور بیٹا نہ ہو جیسی
الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ
وہ بیٹی (تھی) اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور
وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ
اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾
شیطان مردود سے۔

اِمْرَاَةُ عِمْرَانَ۔ (عمران کی بیوی) اس کا نام "حنہ بنت فاقوذ" تھا۔ اس نے اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق اللہ تعالیٰ سے یہ منت مان رکھی تھی کہ جو بچہ اسکے پیٹ میں ہے اسے اللہ کے نام پر آزاد کرتی ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ وُہ بچہ تمام دنیاوی کاموں سے آزاد ہو کر ہمیشہ اللہ کی عبادت اور کلیسا کی خدمت میں لگا رہے گا۔ ساتھ ہی اس نے دُعا کی کہ اے اللہ تو اپنی مہربانی سے میری نذر قبول فرما تو میری عرض کو سنتا ہے اور میری نیت کو جانتا ہے گویا اس خاتون نے اشارۃً یہ دُعا کی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو لیکن اس کی امید بر نہ آئی اور خلاف توقع اسکے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اسلیئے اس نے نہایت حسرت سے کہا کہ اے اللہ میں نے تو لڑکی جنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بیٹی بڑی برکت والی ہے تجھے کیا پتہ اسکے بطن سے بڑی عزت والا اور مبارک بیٹا پیدا ہوگا۔

عمران کی بیوی نے عرض کیا کہ اے اللہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ دُعا قبول فرمائی۔ یہ قصہ پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اس زمانہ میں یہودیوں کے اندر ہر طرح کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں لیکن پھر بھی خال خال ان میں ایسے لوگ موجود تھے جو اللہ تعالیٰ سے لگن لگائے رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیتے تھے۔

حضرت مریمؑ کی پرورش

فَتَقَبَّلَهَا ۔ رَبُّهَا ۔ بِقَبُوْلٍ ۔ حَسَنٍ ۔ وَّ ۔ اَنْۢبَتَهَا
پھر اسے قبول کیا اس کا رب قبول اچھی طرح اور اسے بڑھایا
نَبَاتًا ۔ حَسَنًا ۔ وَّ ۔ كَفَّلَهَا ۔ زَكَرِيَّا ۔ كُلَّمَا ۔ دَخَلَ
بڑھانا اچھی طرح کا اور اسے سپرد کیا زکریا جس وقت آتا
عَلَيْهَا ۔ زَكَرِيَّا ۔ الْمِحْرَابَ ۔ وَجَدَ ۔ عِنْدَهَا
اس کے پاس زکریا حجرہ پایا اس کے پاس
رِزْقًا ۔ قَالَ ۔ يٰمَرْيَمُ ۔ اَنّٰى ۔ لَكِ ۔ هٰذَا ۔ قَالَتْ
کھانا کہا اے مریم کہاں سے تیرے پاس یہ کہا
هُوَ ۔ مِنْ ۔ عِنْدِ ۔ اللّٰهِ ۔ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ يَرْزُقُ ۔ مَنْ
یہ سے پاس اللہ بیشک اللہ رزق دیتا ہے جسے
يَّشَآءُ ۔ بِغَيْرِ ۔ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾
چاہے بے حساب ۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا
پھر اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھی
نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۭ كُلَّمَا دَخَلَ
طرح بڑھایا اور اسے زکریا کے سپرد کیا جس وقت
عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا
زکریا اس کے پاس حجرے میں آتے تو اس کے پاس کچھ
رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ
کھانا پاتے (زکریا نے کہا) اے مریم تیرے پاس یہ کہاں سے آیا
هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ
یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے اللہ جسے چاہے بے حساب
يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾
رزق دیتا ہے ۔

زَكَرِيَّا: آپ اللہ کے پیغمبر تھے اور رشتہ میں حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔ حضرت مریمؑ کے والد ماجد جناب عمران کی جب وفات ہوئی تو ان کی وفات کے بعد قوم کی سرداری حضرت زکریاؑ کے حصہ میں آئی تھی۔

اَلْمِحْرَابَ: (حجرہ) ایسی جگہ جہاں کوئی سب سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھے۔ مسجد کے محراب کو بھی اسی وجہ سے محراب کہا جاتا ہے کہ امام سب سے آگے اور سب سے الگ ہو کر اس جگہ کھڑا ہوتا ہے۔

اگرچہ ہیکل کی خدمت کے لیے اس زمانہ میں لڑکی قبول نہیں کی جاتی تھی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی والدہ کی دُعا قبول فرمائی اور بیت المقدس کے مجاوروں کے دِلوں میں یہ بات ڈال دی کہ عام دستور کے خلاف لڑکی کو قبول کرلیں۔ جب اس کی پرورش کے متعلق ہیکل کے درمیان اختلاف ہُوا۔ تو قرعہ اندازی کی گئی۔ قرعہ حضرت زکریاؑ کے نام نِکلا۔

اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کو جسمانی روحانی علمی اخلاقی ہر حیثیت سے غیر معمولی طور پر بڑھایا۔ زکریاؑ نگران بنے۔ انہوں نے تربیت کے لئے زیادہ کوشش کی جب مریمؑ ذرا بڑی ہُوئی تو عبادت خانے کے پاس ان کے لئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔ سارا دن مریمؑ عبادت میں وہاں مشغول رہتیں۔

ان کے حجرے میں حضرت زکریاؑ کا آنا جانا اکثر رہتا تھا۔ آپ جب بھی وہاں تشریف لے جاتے تو ان کے پاس طرح طرح کی چیزیں پاتے آپ حیران ہوتے کہ مریمؑ کے پاس یہ کہاں سے آنے لگیں اس لئے آپ نے پوچھا کہ مریمؑ تیرے پاس یہ کہاں سے آتا ہے انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے وہ جسے چاہے بے حساب اور کثیر رزق دیتا ہے اور ایسے ذریعہ سے دیتا ہے جس کا وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت زکریاؑ کی دُعا

هُنَالِكَ ۔ دَعَا ۔ زَكَرِيَّا ۔ رَبَّهٗ ۚ قَالَ ۔ رَبِّ
وہیں دُعا زکریا اس کا رب کہا اے رب
هَبْ ۔ لِيْ ۔ مِنْ ۔ لَّدُنْكَ ۔ ذُرِّيَّةً ۔ طَيِّبَةً ۚ
عطا کر مجھے سے اپنے پاس اولاد پاکیزہ
اِنَّكَ ۔ سَمِيْعُ ۔ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ ۔ الْمَلٰٓئِكَةُ
بیشک تو سننے والا دعا اسے بشارت دی فرشتے
وَ ۔ هُوَ ۔ قَآئِمٌ ۔ يُّصَلِّيْ ۔ فِي ۔ الْمِحْرَابِ ۙ ۔ اَنَّ
اور وہ کھڑا تھا نماز پڑھتا تھا میں حجرہ کہ
اللّٰهَ ۔ يُبَشِّرُكَ ۔ بِيَحْيٰى ۔ مُصَدِّقًا ۔ بِكَلِمَةٍ
اللہ خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی تصدیق کرنے والا حکم
مِّنَ ۔ اللّٰهِ ۔ وَ ۔ سَيِّدًا ۔ وَّ ۔ حَصُوْرًا ۔ وَّ ۔ نَبِيًّا
سے اللہ اور سردار اور پاک دامن اور نبی
مِّنَ ۔ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾
سے صالحین۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ
وہیں زکریا نے اپنے رب سے دُعا کی کہا اے میرے رب
هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ
مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر بیشک تو دُعا
اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ
کا سننے والا ہے۔ پھر اسے فرشتے نے بشارت دی
وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ
جب وہ کھڑے ہوئے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ
اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ
تجھے خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی جو اس کے حکموں کی تصدیق
مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا
کرے گا اور سردار اور پاک دامن اور نبی ہوگا
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾
صالحین میں سے۔

حضرت زکریاؑ اپنی قوم کی حالت دیکھ کر دل میں کڑھتے رہتے تھے اور سوچتے رہتے تھے۔ کہ نبوت کا وہ علم جو حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کی خاص چیز ہے۔ اب پوری قوم میں اس کا وارث کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ کیا میرے بعد یہ لوگ اس سے محروم ہو جائیں گے۔ گھر میں کوئی اولاد نہ تھی۔ بیوی بانجھ تھی اور خود بوڑھے ہو چکے تھے۔ وہ بار بار اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے کہ اے اللہ میرے علم کا کسی کو وارث بنا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی۔ ایک دن وہ حجرے کے اندر حضورِ خداوندی میں کھڑے تھے کہ فرشتے نے بیٹے کی بشارت دی۔ اور اس کا نام یحییٰ بتلایا۔ اللہ کے فرشتے نے اس مبارک بچہ کی کچھ صفات بھی بیان کیں۔ مثلاً

(۱) وہ احکامِ الٰہی کی تصدیق کرنیوالا ہوگا۔

(۲) وہ پاکدامن و پاکباز ہوگا۔ عورت کے قریب نہ جائے گا۔

(۳) وہ اللہ تعالیٰ کا نبی نہایت صالح اور انتہائی پاکیزہ انسان ہوگا۔

ان آیات سے معلوم ہوگا کہ اولاد کی خواہش ایک فطری امر ہے۔ اللہ تعالیٰ دِل سے نکلی ہوئی دُعاؤں کو قبول کرتا ہے اور اُس کے نیک بندے، نیک اولاد کے لئے ہی دُعا کرتے ہیں۔

حضرت یحییٰؑ کی پیدائش

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ
کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لئے لڑکا اور مجھے
بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ
پہنچ چکا بڑھاپا اور عورت میری بانجھ۔ فرمایا
كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ
اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے۔ کہا
رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا
اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی فرمایا تیرے لئے نشانی یہ
تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ
بات کرے گا لوگ تین دن مگر اشارہ اور
اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾
یاد کر اپنا رب بہت اور تسبیح کر شام اور صبح

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ
کہا اے رب میرے (ہاں) لڑکا کہاں سے ہوگا؟ جبکہ
بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ
مجھے بڑھاپا پہنچ چکا اور میری عورت بانجھ ہے فرمایا
كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ
اسی طرح اللہ جو چاہے کرتا ہے۔ کہا اے رب میرے
رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا
لئے کچھ نشانی مقرر کر دے۔ فرمایا تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو
تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ
لوگوں سے بات نہ کر یگا تین دن مگر اشارہ سے اور اپنے
اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾
رب کو بہت یاد کر اور صبح و شام تسبیح کر۔

جب حضرت زکریاؑ کو خوشخبری سُنائی گئی کہ تیرے ہاں ایک صالح بچہ پیدا ہوگا انہیں بہت حیرت ہُوئی کہنے لگے کہ اس کے ظاہری اسباب تو موجود نہیں، میں خود بوڑھا ہو چکا ہوں اور بیوی بانجھ ہے۔ بیٹے کی ولادت کیسے ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اسباب کی محتاجی نہیں ظاہری اسباب کے بغیر بھی میں جیسے چاہوں اور جو چاہوں کرسکتا ہوں۔

حضرت زکریاؑ کی جب امید بندھ گئی۔ تو عرض کیا کہ اے اللہ کوئی ایسی نشانی بتا جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ میری بیوی کے بچہ ہونیوالا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن تک مسلسل اشارہ کے سوا بات نہیں کرے گا پس جب تو یہ دیکھے کہ ایسی حالت پہنچ گئی ہے اور تیری زبان خالص اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے وقف ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اب بچہ ہونے کو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نشانی بتائی اس میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وُہ نشانی کی نشانی تھی اور عبادت کی عبادت یعنی ایک طرف تو حضرت زکریاؑ کو یہ اطلاع دینے کی باعث بنی اور دُوسری طرف خدا کے ذکر و شکر کا ذریعہ۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کو تاکید فرما دی کہ ان دنوں صبح و شام میری حمد و ثنا اور پاکیزگی کے بیان میں مصروف رہنا۔

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ وُہ کل کائنات پر حاوی ہے جس کام کو کرنا چاہے دم بھر میں کرسکتا ہے۔ اسے کسی سبب کی ضرورت نہیں پڑتی لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وُہ ظاہری اسباب پر نظر رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھے اور اپنی ہر تمنا اسی کے حضور میں پیش کرے اگر ہم صرف اپنے دست و بازو اور کوششوں پر انحصار کریں گے تو یہ نہ صرف گمراہی ہوگی بلکہ ناکامی کی صورت میں حد درجہ مایوسی ہوگی جس کا نتیجہ خودکشی ہوتا ہے۔

حضرت مریمؑ کا درجہ

وَ۔اِذْ۔قَالَتِ۔الْمَلٰٓئِكَةُ۔يٰمَرْيَمُ۔اِنَّ۔اللّٰهَ
اور جب بولے فرشتے اے مریم بیشک اللہ
اصْطَفٰكِ۔وَ۔طَهَّرَكِ۔وَ۔اصْطَفٰكِ۔عَلٰى
تجھے پسند کیا اور ستھرا بنایا اور تجھے پسند کیا اوپر
نِسَآءِ۔الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ۔اقْنُتِيْ۔لِرَبِّكِ
عورتیں جہان اے مریم بندگی کر تیرا رب
وَ۔اسْجُدِيْ۔وَ۔ارْكَعِيْ۔مَعَ۔الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾
اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالے۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھے پسند کیا اور ستھرا بنایا اور تجھے سارے جہان کی عورتوں پر پسند کیا۔ اے مریم اپنے رب کی بندگی کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کر۔

اصْطَفٰكِ: (تجھے پسند کیا) پسند کرنے کے علاوہ اس کے معنیٰ چننا اور اختیار کرنا بھی ہیں۔ لفظ "مصطفیٰ" اسی سے ہے جس کے معنیٰ چنا ہُوا۔ برگزیدہ اور منتخب ہیں۔

قرآن مجید صرف سابقہ کتابوں اور نبیوں کی تصدیق ہی نہیں کرتا بلکہ اُن کے بارہ میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں اور ان پر باطل پرستوں نے جو اتہام اور بہتان تراشے تھے۔ کلام اللہ نے ان سب کی پُرزور تردید کی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش۔ اُن کی والدہ ماجدہ اور خاندان کے دیگر افراد کے بارہ میں اسی طرح ان کی تعلیمات کے سلسلہ میں یہود نے بیہودہ باتیں مشہور کر رکھی تھیں۔ قرآن مجید نے ان سب کی تردید کی۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے مریمؑ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی برکتیں اور نعمتیں دینے کے لیے چن لیا ہے۔ تجھے اپنی نیاز میں قبول کیا ہے اور تجھے تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ مثلاً یہ کہ بغیر کسی مرد کے چھوئے تیرے بطن سے حضرت مسیح علیہ السلام جیسے عالیشان پیغمبر پیدا ہوں گے۔ یہ خوبی دنیا کی کسی عورت کو نہیں دی گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا کہ جب تجھے ایسی عزت اور بلند مرتبہ عطا ہُوا ہے۔ تجھے چاہیئے کہ ہمیشہ عجز انکساری کا مظاہرہ کرے۔ نہایت خلوص سے اپنے رب کے آگے بندگی اور عبادت کرے۔ اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرنے اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کرتی رہے۔

ان آیات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے لئے جسے چاہے مخصوص کر لیتا ہے اس پر اپنی برکتیں نازل کرتا ہے اور دُوسروں پر فضیلت عطا کرتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وُہ اپنے رب کی بندگی کرے۔ اس کے آگے سر جھکائے اور عبادت کرنیوالوں کے ساتھ مل کر عبادت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کا عجز و انکسار بہت زیادہ پسند ہے۔ جو شخص خدائے واحد کی نعمتیں پاکر شکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر مزید برکتیں نازل فرماتا ہے۔

حضرت مریمؑ کی کفالت

ذٰلِكَ ۔ مِنْ ۔ اَنْۢبَآءِ ۔ الْغَيْبِ ۔ نُوْحِيْهِ ۔ اِلَيْكَ
یہ سے خبریں غیب ہم بھیجتے ہیں تجھے
وَ ۔ مَا ۔ كُنْتَ ۔ لَدَيْهِمْ ۔ اِذْ ۔ يُلْقُوْنَ ۔ اَقْلَامَهُمْ
اور نہ تو تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم
اَيُّهُمْ ۔ يَكْفُلُ ۔ مَرْيَمَ ۔ وَ ۔ مَا ۔ كُنْتَ ۔ لَدَيْهِمْ
کون پرورش میں لے مریم اور نہ تو تھا ان کے پاس
اِذْ ۔ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾
جب وہ جھگڑتے تھے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ
یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تجھے بھیجتے ہیں اور تو
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ
ان کے پاس نہ تھا جب وہ اپنے قلم ڈالنے لگے کہ کون
اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ
مریم کو پرورش میں لے اور تو ان کے پاس نہ تھا جب
اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾
وہ جھگڑتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تائید میں یہ بیان فرمایا ہے۔ یہ تمام گذرے ہوئے واقعات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سنا رہے ہیں۔ ہم نے بتائے ہیں۔ نبی صلعم نے اپنے دل سے قطعی نہیں گھڑے اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ کا نبی ظاہری حیثیت سے بالکل پڑھا لکھا نہیں۔ اور اہلِ کتاب کے ساتھ اٹھا بیٹھا بھی نہیں۔ جو ان کی زبانی انہیں یہ پرانے واقعات معلوم ہو جاتے۔ اور اگر بفرضِ محال ان کے پاس رہا ہو تو ان لوگوں کے پاس بھی صحیح علم موجود نہیں ہے۔ وہ خود اوہام پرستی میں مبتلا ہیں انہوں نے صحیح واقعات کو بدل ڈالا ہے لہٰذا یہ بات ظاہر ہے کہ یہ تمام قصّے مثلاً حضرت مریمؑ کی والدہ کا منت ماننا۔ مریمؑ کی پیدائش۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولِ نیاز۔ مریمؑ کی پرورش اور کفالت حضرت زکریاؑ کی دُعا اور یحییٰ کی ولادت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت وغیرہ۔ یہ تمام حالات اور واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا وحی الٰہی کے سوا اور کس ذریعے سے معلوم ہوئے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تائید میں مذکورہ بالا دلیل دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ حضرت مریمؑ کا ذکر شروع کیا۔

حضرت مریم علیہا السلام نذر میں قبول کر لی گئیں۔ تو انہیں بیت المقدس کی خدمت کیلئے بھیج دیا گیا اب ان کی پرورش کا مسئلہ تھا قرار پایا کہ قرعہ اندازی کر لی جائے اسکی صورت یہ تجویز ہوئی کہ تمام مجاورین اپنے اپنے قلم جس کے ساتھ وہ تورات لکھتے تھے۔ بہتے پانی میں چھوڑ دیں جس کا قلم پانی کے بہاؤ کی طرف چلنے کی بجائے الٹا پھر جائے وہی مریم کا کفیل ہوگا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت زکریاؑ کا قلم الٹا پھر گیا اسلیے حضرت مریمؑ کی پرورش کا کام انہیں سونپ دیا گیا۔ حضرت زکریاؑ یوں بھی عالم فاضل تھے اور رشتے میں حضرت مریمؑ کے خالو تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے حقدار کو حق پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے دوبارہ بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت بھی موجود نہ تھے جب ہیکل کے مجاوران پرورش کا فیصلہ کرنے کیلئے پانی میں قلم ڈال رہے تھے لیکن اس کے باوجود حضور صلعم کو یہ علم وحی کی بدولت حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس دلیل کے بعد بھی جو لوگ رسول صلعم کی نبوت سے انکار کریں وہ گمراہ ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں ان کیلئے سخت وعید ہے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید قصّے کہانیوں کا مجموعہ نہیں۔ وہ کتاب ہدایت ہے اور درمیان میں جو واقعات بھی آتے ہیں وہ اس مقصد کو واضح کرنے کے لئے آتے ہیں۔

حضرت مسیحؑ کی بشارت

إِذْ۔ قَالَتِ۔ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ يٰمَرْيَمُ۔ إِنَّ۔ اللّٰهَ
جب کہا فرشتے اے مریم کہ اللہ
يُبَشِّرُكِ۔ بِكَلِمَةٍ۔ مِّنْهُ۔ اسْمُهُ۔ الْمَسِيحُ
تجھے بشارت دیتا ہے اپنا ایک حکم اس کا نام مسیح
عِيسَى۔ ابْنُ۔ مَرْيَمَ۔ وَجِيهًا۔ فِي۔ الدُّنْيَا۔ وَ
عیسیٰ بیٹا مریم مرتبہ والا میں دنیا اور
الْاٰخِرَةِ۔ وَمِنَ۔ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾ وَ۔ يُكَلِّمُ
آخرت اور میں مقربین اور باتیں کرے گا
النَّاسَ۔ فِي۔ الْمَهْدِ۔ وَكَهْلًا۔ وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۴۶﴾
لوگ میں گود اور پوری عمر کو اور میں نیک بخت۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ
جب فرشتے بولے اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا
يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ
ہے اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح عیسیٰ مریم
عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَ
کا بیٹا ہے دنیا اور آخرت میں مرتبہ والا اور اللہ کے
الْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ
مقربوں میں سے ہے۔ اور وہ لوگوں سے باتیں کرے گا جبکہ
النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۴۶﴾
ماں کی گود میں ہوگا اور جبکہ پوری عمر میں ہوگا اور وُہ نیک بختوں میں سے ہے۔

كَلِمَةٍ: قرآن و حدیث میں کئی جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کو كَلِمَةُ اللّٰهِ فرمایا گیا ہے جس طرح رُوح القدس جبریل علیہ السلام کا لقب ہے۔ اسی طرح كَلِمَةُ اللّٰهِ حضرت مسیح علیہ السلام کا لقب ہے۔ یوں تو اللہ کے کلمات بے شمار ہیں۔ لیکن حضرت مسیحؑ کو کلمۃ اللہ خاص طور پر اس لئے کہا گیا۔ کہ ان کی پیدائش عام قاعدے کے خلاف باپ کے بغیر اللہ کے حکم سے ہُوئی۔ جو کام عام عادت اور دستور کے خلاف ہو۔ وُہ براہِ راست اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

الْمَسِيحُ: (مسیح) یہ عبرانی لفظ "ماشیح" یا "مشیحا" کی ایک شکل ہے اس کے معنی "مبارک" کے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام طور پر اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ: (مسیح کا دوسرا نام ہے) اور یہ عبرانی لفظ "ایشوع" سے بنا ہے جس کے معنی سید کے ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن مجید نے "ابنِ مریم" حضرت عیسیٰؑ کے نام کے ساتھ خاص طور پر ایک جزو کی حیثیت سے رکھا ہے اس لئے اُن کی نسبت ہمیشہ ماں ہی کی طرف ہُوا کرے گی اسی طرح مریمؑ کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ان کا نام ہمیشہ کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا جزو بنا دیا گیا۔

جب حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی بشارت دی گئی۔ تو ممکن تھا کہ انہیں تشویش ہوتی کہ بغیر باپ کے دُنیا کس طرح سچ مانے گی۔ اور لوگ طرح طرح کی تہمتیں لگائیں گے۔ میں اپنی پاکدامنی کا کیونکر اظہار کرسکوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ تو اطمینان رکھ۔ میں اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دُنیا میں بھی بڑی عزت عطا کروں گا۔ اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کروں گا۔ تیرا بیٹا نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجے کا نیک ہوگا۔ وُہ ابھی بچہ ہی ہوگا۔ کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اپنی پاکدامنی اور برأت کے لئے تجھے بولنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ تو صرف کہہ دینا کہ میں آج روزے سے ہُوں۔ بات نہیں کرسکتی۔ بچہ خود ہی کلام کرے گا اور بڑا ہو کر بھی لوگوں کو اللہ کی باتیں بتائے گا۔

بِن باپ کے بیٹا

قَالَتۡ۔ رَبِّ۔ اَنّٰی۔ یَکُوۡنُ۔ لِیۡ۔ وَلَدٌ۔ وَّ۔ لَمۡ
بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے ہاں لڑکا اور نہیں
یَمۡسَسۡنِیۡ۔ بَشَرٌ۔ قَالَ۔ کَذٰلِكِ۔ اللّٰهُ۔ یَخۡلُقُ
مجھے ہاتھ لگایا آدمی فرمایا اس طرح اللہ پیدا کرتا ہے
مَا۔ یَشَآءُ۔ اِذَا۔ قَضٰۤی۔ اَمۡرًا۔ فَاِنَّمَا۔ یَقُوۡلُ
جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کام تو کہتا ہے
لَهٗ۔ کُنۡ۔ فَیَکُوۡنُ ﴿۴۷﴾
اسے ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے۔

قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ وَّ لَمۡ
بولی اے رب! میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ جبکہ مجھے
یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ قَالَ کَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخۡلُقُ
کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہے
مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ
پیدا کرتا ہے۔ جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی کہتا ہے کہ
لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۴۷﴾
ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی معرفت جب حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سنائی۔ تو آپ کو حیرت ہوئی۔ انہوں نے سوچا۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ مجھے ابھی تک کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ بن باپ کے بچے کی پیدائش کیونکر ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ ظاہری اسباب کا محتاج نہیں۔ وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ تو صرف یہ حکم دیتا ہے "ہوجا" اور وہ کام ہوجاتا ہے۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی وسعتِ قدرت واضح ہوتی ہے۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ ہر کام کا سبب خود ہی پیدا کرتا ہے۔ اس نے زمین و آسمان اور کائنات کی کل چیزیں بنالیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر شے پیدا کی۔ وہ اسباب اور ذرائع کا محتاج کیونکر ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام چلانے کے لئے قوانین بنا رکھے ہیں۔ مثلاً پانی سے پیاس جاتی ہے۔ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جل جاتا ہے۔ حرکتِ قلب بند ہوجانے سے انسان مرجاتا ہے۔ عورت اور مرد کے باہمی ملاپ سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ یہ تمام باتیں عام عادت کے مطابق ظاہر ہوتی ہیں۔ انہیں اصطلاحی زبان میں "تکوینی قوانین" کہا جاتا ہے۔ یعنی اگر کوئی سبب واقع ہو تو اس کا فلاں نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

اس بارہ میں انسان کا مشاہدہ اس قدر پختہ اور اٹل ہوچکا ہے۔ کہ وہ ہر نتیجہ کا سبب دریافت کرتا ہے اور ہر نتیجہ کو بر لانے کے لئے اس کا سبب پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی ایسا واقعہ ظہور پذیر ہو جس کا ظاہری یا طبعی سبب موجود نہ ہو تو اسے حیرت ہوتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس مشاہدے کو غلط قرار دیا ہے۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ اسباب کا وجود محض انسان کی تسکین کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ قدرت کے آگے ہر شے ممکن ہے۔ کسی کام کی تکمیل کے لئے اس کا اشارہ ہی کافی ہے۔ اس لئے اس نے خود فرمایا۔ کہ میں جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو کُن (ہوجا) کا اشارہ کرتا ہوں چنانچہ اس کے نتیجہ میں فوراً وہ کام فیکون (ہوجاتا ہے) ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حضرت عیسیٰؑ کے معجزے

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ
اور اسے سکھائیگا کتاب اور دانائی کی باتیں اور تورات اور
الْاِنْجِيْلَ ﴿٤٨﴾ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ
انجیل۔ اور اسے پیغمبر کرے گا طرف بنی اسرائیل
اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ
میں تمہاری طرف آیا ہوں نشانیاں لیکر سے تمہارا رب کریں
اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
بناتا ہوں تمہارے لئے سے گارا شکل پرندہ
فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ
پھر پھونک مارتا ہوں اسمیں تو ہوجاتا ہے جانور حکم سے اللہ اور
اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْىِ الْمَوْتٰى
اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھا اور کوڑھی اور جلاتا ہوں مردے
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا
حکم سے اللہ اور تمہیں بتادیتا ہوں جو کھاکر آؤ اور جو
تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
رکھ کر آؤ میں تمہارے گھر بیشک میں اس نشانی
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٤٩﴾
تمہارے لئے اگر تم رکھتے ہو یقین۔

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ
اور اسے سکھا دیگا کتاب اور دانائی کی باتیں اور تورات اور
الْاِنْجِيْلَ ﴿٤٨﴾ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ
انجیل اور اسے پیغمبر کرے گا بنی اسرائیل کی طرف بیشک
اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ
میں تمہارے پاس نشانیاں لیکر آیا ہوں اپنے رب کی طرف سے کہ
اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
میں تمہارے لئے گارے سے بنا دیتا ہوں پرندہ کی شکل پھر اس
فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ
میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اڑتا جانور ہو جاتا ہے اللہ کے حکم سے اور
اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْىِ الْمَوْتٰى
مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں۔
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا
اللہ کے حکم سے اور بتا دیتا ہوں تمہیں جو کھا کر آؤ اور جو رکھ
تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
کر آؤ اپنے گھروں میں اس میں تمہارے لئے پوری نشانی
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٤٩﴾
ہے اگر تم یقین رکھتے ہو۔

ان آیات میں حضرت مریمؑ کو یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو مندرجہ ذیل خوبیاں عطا کرے گا۔
(۱) اللہ اسے کتاب و حکمت خاص طور پر تورات اور انجیل کا علم عطا فرمائے گا (۲) وہ بڑی گہری حکمت کی باتیں تلقین کریگا (۳) اللہ تعالیٰ اسے پیغمبر بنائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گا (۴) اسے کئی ایک معجزے عطا فرمائے گا حضرت عیسیٰؑ مٹی کے جانوروں میں پھونک ماریں گے اور وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر پرندوں کی مانند اڑنا شروع کر دیا کریں گے (۵) حضرت عیسیٰؑ لوگوں سے فرمائیں گے کہ میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست کر دیتا ہوں (۶) میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں (۷) تم اپنے گھروں میں جو کھا کر آتے ہو وہ میں بتا دیتا ہوں اور جو پیچھے چھوڑ آتے ہو وہ بھی بتا دیتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبیبوں اور حکیموں کا بڑا زور تھا۔ لہذا حضرت عیسیٰؑ کو ایسے معجزے عطا ہوئے۔ جو لوگوں پر یہ کھول دیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو تمام لوگوں پر فوقیت حاصل ہے۔

حضرت مسیح کی تعلیم

وَ ۔ مُصَدِّقًا ۔ لِّمَا ۔ بَيْنَ ۔ يَدَيَّ ۔ مِنَ ۔ التَّوْرٰىةِ
اور سچا بتاتا ہوں جو مجھ سے پہلے جو تورات
وَ ۔ لِاُحِلَّ ۔ لَكُمْ ۔ بَعْضَ ۔ الَّذِيْ ۔ حُرِّمَ ۔ عَلَيْكُمْ
اور تاکہ حلال کر دوں تمہارے لئے بعض جو حرام تم پر
وَ ۔ جِئْتُكُمْ ۔ بِاٰيَةٍ ۔ مِّنْ ۔ رَّبِّكُمْ ۔ فَاتَّقُوا ۔ اللّٰهَ
اور تمہارے پاس آیا ہوں نشانی لے کر سے تمہارا رب سو ڈرو اللہ
وَ ۔ اَطِيْعُوْنِ (۵۰) اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ رَبِّيْ ۔ وَ ۔ رَبُّكُمْ
اور میرا کہا مانو بے شک اللہ میرا رب اور تمہارا رب
فَاعْبُدُوْهُ ۔ هٰذَا ۔ صِرَاطٌ ۔ مُّسْتَقِيْمٌ (۵۱)
سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ
اور اپنے سے پہلی کتاب تورات کو سچا بتاتا ہوں اور اس
وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ
واسطے کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام
وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
تھیں اور تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آیا ہوں سو
وَاَطِيْعُوْنِ (۵۰) اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ
اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ۔ بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔
فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۵۱)
سو اس کی بندگی کرو یہی سیدھی راہ ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرمایا کہ میں اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے حضرت موسیٰؑ پر اتری تھی یعنی تورات وُہ اللہ کی طرف سے آئی ہے اور برحق ہے۔ اس کے عام اصول و احکام کو قائم رکھتے ہوئے زمانہ کے مناسب اللہ تعالیٰ کے حکم سے مَیں چند ایک تبدیلیاں کروں گا۔ مثلاً بعض احکام میں جو پہلے سختی تھی۔ وُہ اب اٹھا دی جائے گی۔ جو چیزیں تم پر تمہاری کرتوتوں کی سزا میں حرام کر دی گئی تھیں۔ وُہ مَیں تم پر حلال کر دوں گا۔ تم انہیں بلا خوف و خطر استعمال کر سکتے ہو اور اپنے کام میں لا سکتے ہو۔ اس کے ساتھ مَیں اللہ کی طرف سے اپنی نبوت و رسالت کی نشانی لے کر آیا ہُوں۔ اس نے مجھے کئی معجزے عطا فرمائے ہیں۔ میں جو احکام تمہیں دیتا ہُوں ان کی تعمیل کرو اور جو ہدایات دیتا ہُوں ان پر چلو۔

یہاں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسُول کی فرمانبرداری میں تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ پیغمبر کوئی بات ایسی نہیں کہتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔ وُہ من گھڑت حکم نہیں دیتا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر کی اطاعت کے بغیر اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو سکے۔

حضرت عیسیٰؑ نے بتایا کہ خدائے واحد میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ میرا اور اس کا تعلق باپ اور بیٹے کا نہیں۔ عبد اور معبود کا ہے لہٰذا جس طرح میں اس کی بندگی کرتا ہُوں۔ تم بھی اسی کی عبادت کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اس کے بتائے ہُوئے راستہ پر چلو کیونکہ یہی سیدھا راستہ ہے۔

یہ آیت بھی گذشتہ آیات کے تسلسل میں ہے۔ حضرت مسیح کی معجزانہ پیدائش ان کی تعلیم اور معجزات کا ذکر مسلسل ہو رہا ہے۔ ان تمام باتوں کا مُدعا یہ ہے کہ انسانوں میں خدا خوفی۔ رسُول کی اطاعت اور معبودِ برحق کی بندگی کا احساس پیدا ہو۔ انسان دُوسرے انسانوں کی بندگی سے بالاتر رہ کر صرف اللہ کے سامنے جھکنا سیکھ لے۔ سیدھی راہ یہی ہے۔

حضرت عیسٰیؑ کے حواری

فَلَمَّآ ۔ اَحَسَّ ۔ عِیْسٰی ۔ مِنْھُمُ ۔ الْکُفْرَ ۔ قَالَ
پھر جب معلوم کیا عیسٰی ان سے کفر بولا
مَنْ ۔ اَنْصَارِیْٓ ۔ اِلَی ۔ اللّٰہِ ؕ قَالَ ۔ الْحَوَارِیُّوْنَ
کون میری مدد کرے راہ میں اللہ کہا حواری
نَحْنُ ۔ اَنْصَارُ ۔ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا ۔ بِاللّٰہِ ۚ وَ ۔ اشْھَدْ
ہم مدد کرنے والے اللہ ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ
بِاَنَّا ۔ مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ ۔ اٰمَنَّا ۔ بِمَآ ۔ اَنْزَلْتَ
کہ ہم نے حکم قبول کیا۔ اے رب ہم نے یقین کیا اس کا جو تو نے اتاری
وَ ۔ اتَّبَعْنَا ۔ الرَّسُوْلَ ۔ فَاکْتُبْنَا ۔ مَعَ ۔ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۵۳﴾
اور ہم تابع ہوئے رسول تو ہمیں لکھ لے ساتھ ماننے والے۔
وَ ۔ مَکَرُوْا ۔ وَ ۔ مَکَرَ ۔ اللّٰہُ ؕ وَ ۔ اللّٰہُ ۔ خَیْرُ
اور مکر کیا اور مکر کیا اللہ اور اللہ بہتر ہے
الْمٰکِرِیْنَ ﴿۵۴﴾
داؤ کرنے والے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ قَالَ
پھر جب عیسٰی نے بنی اسرائیل کا کفر معلوم کیا بولا کون ہے
مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ
جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے حواریوں نے کہا ہم
نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشْھَدْ
اللہ کی مدد کرنے والے ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور تو گواہ رہ
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ
کہ ہم نے قبول کیا۔ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۵۳﴾
تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو ہمیں لکھ لے ماننے والوں
وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ
۵ ع۳ ۱۳ میں اور ان کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے مکر کیا اور اللہ کا داؤ سب
الْمٰکِرِیْنَ ﴿۵۴﴾
سے بہتر ہے۔

اَلْحَوَارِیُّوْنَ: (حواری کی جمع ہے) حواریوں کے بارہ میں محققین کے مختلف اقوال ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے جو دو اسرائیلی حضرت مسیحؑ پر ایمان لائے۔ وہ دھوبی کا کام کرتے تھے۔ کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے یہ لوگ حواری کہلاتے تھے حضرت مسیحؑ نے ان سے کہا کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ تمہیں دل صاف کرنا سکھا دوں انہوں نے لبیک کہا اس طرح ان سب کا لقب حواری پڑ گیا۔

حضرت عیسٰیؑ کی تبلیغ و دعوت کے جواب میں جب بنی اسرائیل نے کفر و انکار کیا اور حضرت عیسٰیؑ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ میرا دین قبول نہ کریں گے بلکہ ان کا ارادہ مجھے دکھ اور تکلیف پہنچانے کا ہے تو انہوں نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون میری مدد کرے گا۔ حواریوں نے حضرت عیسٰیؑ کو جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کریں گے ان لوگوں نے پیغمبر کے سامنے اقرار کرنے کے بعد نہایت خلوص دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ اقرار کیا کہ ہم انجیل پر ایمان لا کر تیرے رسول کا اتباع کرتے ہیں ہمارا نام ماننے والوں کی فہرست میں ثبت فرمائے۔

مَکْرٌ: (تدبیر) مکر کے معنی تدبیر اور چال کے ہیں اس کے خلاف اردو میں یہ لفظ برے مفہوم یعنی فریب اور دھوکا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہودیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں حتیٰ کہ بادشاہ وقت کے کان بھر دیئے کہ یہ شخص حکومت کا باغی ہے اور (معاذ اللہ) تورات کو بدلنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے مسیحؑ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی خفیہ تدبیر کی جس کا ذکر اگلے سبق میں آئے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے جسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔

حضرت عیسیٰؑ سے اللہؒ کے وعدے

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ
جب کہا اللہ اے عیسیٰ میں تجھے لے لوں گا اور اٹھا لوں گا
اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
طرف اپنی اور تجھے پاک کر دوں گا سے لوگ کافر اور
جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
رکھوں گا انہیں جو تیرے تابع ہیں غالب ان پر جو انکار کرتے ہیں
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ
تک دن قیامت پھر میری طرف پھر آنا تمہیں پھر فیصلہ کروں گا
بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٥٥﴾
تم میں جس میں تم اس میں جھگڑتے تھے۔
فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
سو وہ لوگ جو کافر ہوئے انہیں عذاب دوں گا عذاب سخت
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٥٦﴾
میں دنیا اور آخرت اور نہیں ان کا کوئی مددگار۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ
جس وقت اللہ نے کہا۔ اے عیسیٰ میں تجھے لے لوں گا۔ اور اپنی
اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
طرف اٹھا لوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کر دوں گا اور انہیں
جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
جو تیرے تابع ہیں ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جو انکار کرتے ہیں
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ
قیامت کے دن تک۔ پھر تم سب کو میری طرف پھر آنا ہے پھر تمہارے
بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٥٥﴾
درمیان فیصلہ کر دوں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ سو وہ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
لوگ جو کافر ہوئے۔ انہیں عذاب دوں گا سخت عذاب دنیا
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٥٦﴾
میں اور آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

منکر یہودیوں کے کہنے پر جب بادشاہ نے لوگوں کو مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تاکہ انہیں سولی (صلیب) پر چڑھا دیں اور ایسی عبرتناک سزا دیں کہ دوسرے لوگ عبرت پکڑیں اور ان کی پیروی چھوڑ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مطمئن فرما دیا کہ میں ان لوگوں کی سازشوں اور منصوبوں کو خاک میں ملا دوں گا۔ ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ تجھے پکڑ کر قتل کر دیں۔ اور تیری پیدائش سے لوگوں کی ہدایت کا جو مقصد ہے۔ وہ برباد کر دیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو میں ان سے اپنی دی ہوئی یہ نعمت واپس لے لوں گا تیری جتنی عمر مقدر میں لکھی جا چکی ہے اور تیری پیدائش کا جو مقصد ہے وہ پورا کر کے رہوں گا۔ یہ اس طرح ہو گا کہ ہم تجھے صحیح و سالم اپنے پاس اٹھا لیں گے۔ وہ تجھے صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں۔ ہم تجھے آسمان پر لے جائیں گے۔ ان کا ارادہ ہے کہ تجھے رسوا کریں اور لوگوں کو ان کی پیروی سے روکیں لیکن ہم ان کے ناپاک ہاتھ تجھ تک نہ پہنچنے دیں گے بلکہ ان کے گندے ماحول سے تجھے بالکل پاک صاف اٹھا لیں گے اور اس کی بجائے کہ تیری بے عزتی ہو اور لوگ ڈر کر تیرے اتباع سے رک جائیں ہم تیرا اتباع کرنے والوں اور نام لینے والوں کو قیامت تک منکروں پر غالب رکھیں گے۔ پھر روزِ آخر میں جب سب لوگ میرے پاس جمع ہوں گے تو میں تمام جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ کر دوں گا۔ کافروں کو شدید عذاب ہو گا اور ایمانداروں کو ان کے نیک عملوں کا پورا پورا اجر ملے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

نیکوکار لوگوں کا اجر

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام کئے نیک
فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ
انہیں پورا دے گا ان کا حق اور اللہ نہیں اسے خوش آتے
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾
بے انصاف۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے سو وہ
فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ
انہیں ان کا پورا حق دے گا۔ اور اللہ کو بے انصاف
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾
خوش نہیں آتے۔

گذشتہ آیات میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ منکر یہودیوں کی سازشوں کو خاک میں ملا دے گا اپنی اعلیٰ اور احسن تدبیروں سے حضرت عیسیٰؑ کو ان کی ایذا رسانی سے بچالے گا۔ کفار کو ذلیل و رسوا کرے گا انہیں دُنیا اور آخرت میں سخت سزا دے گا۔ اس آیت میں اہل ایمان اور نیکوکار لوگوں کے اجر و ثواب کا ذکر ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جب یہودیوں نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے قریب جب دُنیا کفر اور گمراہی میں بھر جائے گی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نہایت وفادار حمایتی کی حیثیت سے نازل کرے گا اور دُنیا کو دکھلا دے گا کہ قدیم نبیوں کا اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب اور آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کس درجہ کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ اور اس کی پیروی کرنے والے یہودیوں کو چن چن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا حتیٰ کہ درخت اور پتھر بھی بتائیں گے کہ ہمارے پیچھے یہودی کھڑا ہے اسے قتل کردو۔ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کو توڑ دیں گے عیسائیوں کے غلط عقیدوں کی اصلاح کرکے تمام دُنیا کو ایمان کے راستہ پر ڈال دیں گے۔ اس وقت تمام اختلافات مٹ مٹا کر خدا کا سچا دین اسلام باقی رہے گا۔

گذشتہ سبق سے صاف یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیحؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور یہودیوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ آپ قتل کر دیئے گئے تھے۔ اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو اس بات کے نہ ماننے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہو سکتے ہیں اور اللہ کے حکم سے خود حضرت عیسیٰؑ مٹی کا پتلا بنا کر پھونک مار کر اسے زندہ بنا سکتے ہیں اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر سکتے ہیں اور مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کر سکتے ہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں اسی جسم کے ساتھ اوپر اٹھا لیا جانا کیا بعید ہو سکتا ہے جس طرح فرشتے آسمان پر زندہ موجود ہیں اسی طرح حضرت مسیح بھی ہزاروں برس تک اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان پر زندہ رہ سکتے ہیں۔

حضرت مسیحؑ کی دوبارہ آمد کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنا عقلمندی نہیں۔ ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ہر دم کوشاں رہیں اور اسلام کی طرف سے ہم پر جو فرض عاید ہوتے ہیں ہر گھڑی ان کی ادائیگی میں لگے رہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی مثال

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ
یہ ہم پڑھتے ہیں تجھ پر سے آیتیں اور بیان
الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ
تحقیقی ۔ بیشک مثال عیسیٰ نزدیک اللہ
كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ
جیسے مثال آدم اسے بنایا سے مٹی پھر کہا
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا
اسے ہوجا وہ ہوگیا۔ حق سے تیرا رب پھر نہ
تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾
ہو سے شک کرنے والے

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ
یہ آیتیں اور حقیقی بیان ہم تجھے پڑھ کر سناتے ہیں ۔
الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ
بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی
كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ
مثال ہے اسے مٹی سے بنایا پھر اسے کہا ہوجا وہ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا
ہو گیا ۔ حق تیرے رب کی طرف سے ہے پھر
تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾
نہ رہ شک کرنے والوں سے ۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمام حقائق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیئے اور فرمایا کہ اگر اب بھی عیسائی تجھ سے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت جھگڑیں تو تُو اُن کی پرواہ نہ کر۔ سُورج کی روشنی کا انکار کرنے والا نابینا کہلاتا ہے۔ اسی طرح حقیقت کا منکر بدبخت اور بدانجام ہوتا ہے۔

اہلِ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر جھگڑا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے نہیں بلکہ اس کے بیٹے ہیں۔ وہ کہتے کہ اگر وُہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم ہی بتاؤ وُہ کس کا بیٹا ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ کا نہ باپ تھا نہ ماں لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کا اگر باپ نہ ہُوا۔ تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے کسی کے باپ نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وُہ خدا کا بیٹا ہے۔ ورنہ اس طرح تو حضرت آدمؑ کا درجہ حضرت عیسیٰؑ سے بھی بلند ہونا چاہیئے اور انہیں خدا کا بیٹا کہلانے کا زیادہ حق ہونا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدمؑ کو بھی مٹی سے بنایا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی مٹی سے بنایا۔ ان دونوں کی مثال ایک سی ہے۔ نہ وُہ خدا کے بیٹے تھے نہ یہ خدا کے بیٹے ہیں اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ "مسیح" کی بابت جو کچھ ہم نے بیان فرمایا سب حق ہے اس میں شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں تو شک کرنیوالوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا۔

حضرت عیسیٰؑ کو حضرت آدمؑ سے مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے اس قدر واضح دلیل دی ہے کہ اس مسئلہ پر مزید کسی بحث کی گنجائش نہیں رہتی۔ تمام نوعِ انسانی کا باپ جو بغیر ماں اور بغیر باپ کے جنّت میں پیدا ہُوا۔ اگر وُہ خدا نہیں اور خدا کا بیٹا نہیں تو ماں کے پیٹ سے اس دُنیا میں پیدا ہونے والا خدا کا بیٹا اور خدا کی خدائی میں شریک کیسے ہوسکتا ہے۔

مُباہلہ

فَمَنْ ۔ حَآجَّكَ ۔ فِيْهِ ۔ مِنْ ۔ بَعْدِ ۔ مَا جَآءَكَ
پھر جو کوئی تجھ سے جھگڑے اس میں سے بعد جب تیرے پاس
مِنَ ۔ الْعِلْمِ ۔ فَقُلْ ۔ تَعَالَوْا ۔ نَدْعُ ۔ اَبْنَآءَنَا ۔ وَ
آگیا سے علم تو کہہ دے آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور
اَبْنَآءَكُمْ ۔ وَ ۔ نِسَآءَنَا ۔ وَ ۔ نِسَآءَكُمْ ۔ وَ ۔ اَنْفُسَنَا
تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں
وَ ۔ اَنْفُسَكُمْ ۔ ثُمَّ ۔ نَبْتَهِلْ ۔ فَنَجْعَلْ ۔ لَّعْنَتَ
اور تمہاری جانیں پھر ہم التجا کریں اور کریں لعنت
اللّٰهِ ۔ عَلَى ۔ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾
اللہ پر جھوٹے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ
پھر جو کوئی تجھ سے اس بارہ میں جھگڑا کرے اس کے بعد کہ تیرے
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ
پاس علم آگیا تو تو کہہ دے آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور
اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا
تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں
وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ
اور تمہاری جانیں پھر ہم سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت کریں
اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾
ان پر جو جھوٹے ہیں۔

نجران کے عیسائی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث و مناظرہ کرنے کے لئے آئے تھے انہوں نے اپنے تمام باطل عقیدوں کو پیش کیا اللہ تعالیٰ نے سب کا جواب قرآن مجید کی معرفت دیا اور انہیں لاجواب کر دیا۔

نجران کے عیسائی واضح دلائل کو سُن لینے کے بعد بھی ایمان نہ لائے اور اپنے باطل عقیدے پر ڈٹے رہے اللہ تعالیٰ نے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تو ان عیسائیوں سے مباہلہ کر کہ دونوں فریق اپنی جان اور اولاد لے کر حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دُعا کریں کہ ہم میں جو کوئی جھُوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ مباہلہ کی یہ صُورت پہلے ہی قدم پہ یہ بتا دے گی کہ کون فریق کس حد تک خود اپنے دِل میں اپنی سچائی اور حقیقت پر یقین رکھتا ہے۔ مباہلہ کی دعوت سُن کر نجران کے وفد نے مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ جب مشورہ کے لئے جمع ہُوئے تو ان میں سے سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ تم لوگ دِلوں میں سمجھ چُکے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور حضرت مسیحؑ کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اور ہو سکتا ہے کہ یہ وہی نبی ہوں۔ کسی نبی سے مباہلہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ ان کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت اور عذاب سے نہ بچے۔

نجرانی مشورہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آپ حضرت حسنؓ، حسینؓ، فاطمہؓ، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صُورتیں دیکھ کر ان کے لاٹ پادری نے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دُعا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہلا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو۔ آخر انہوں نے مقابلہ کا ارادہ چھوڑ دیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وُہ لوگ مباہلہ کرتے تو ایسی آگ ان پر برستی کہ اللہ تعالیٰ نجران کو تہ و بالا کر دیتا۔

القصص الحق

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ
بیشک یہی ہے بیان سچا اور نہیں ہے
إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ
معبود مگر اللہ اور بیشک اللہ وہی زبردست
الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
حکمت والا۔ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہے
بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾
فساد کرنے والے۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ
بے شک یہی سچا بیان ہے۔ اور کوئی اللہ کے سوا
إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ
معبود نہیں۔ اور بیشک اللہ ہی زبردست اور حکمت والا
الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
ہے۔ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو اللہ فساد کرنیوالوں
بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾
کو جانتا ہے۔

اَلْقَصَصُ الْحَقُّ: (سچا بیان) قصص اسم واحد ہے یعنی واقعہ اور الحق کے معنی ہیں خالص سچا اور سو فی صدی درست القصص الحق سے مُراد صحیح واقعہ اور درست قصہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور سچا بیان بھی۔ یہاں آخری معنی ہی قرین قیاس ہیں۔

مُفْسِدِيْنَ: (فساد کرنے والے) واحد مفسد ہے یعنی وُہ شخص جو گڑبڑ، ابتری انتشار اور خرابی پیدا کرے۔ صلح اور اصلاح کے بجائے جنگ اور خرابی کا موجب بنے۔

مباہلہ کی دعوت ان امور پر دی گئی تھی کہ جو کچھ حضرت مسیحؑ کے متعلق قرآن مجید میں بیان ہُوا وہی سچا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے کے تعلقات سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ وُہ کسی کا باپ ہے بلکہ وُہ اکیلا اور تنہا ہے۔ وُہ سب کا خالق ہے۔ اور اس کے سِوا کوئی معبود نہیں۔ مخلوق اور اللہ تعالیٰ کا تعلق عبد و معبود کا ہے۔

اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے۔ وُہ اپنی حکمت سے سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا قرار دے گا۔ اس نے اپنے رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کیلئے اسے مباہلہ کی پُر حکمت تجویز بتائی جس کا جواب عیسائیوں سے بن نہ پڑا۔ اور صلح کر کے واپس روانہ ہو گئے۔ وُہ غالب اور زبردست خُدا منکروں اور حجّت بازوں کو سخت سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر یہ لوگ نہ دلائل کو سُنیں۔ نہ مباہلہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ وُہ ضد اور ہٹ دھرمی کر رہے ہیں حق کو پہچاننے اور قبُول کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کے احکام کے آگے سر جھکانا نہیں چاہتے ان کا مقصد صرف فتنہ و فساد پھیلانا اور حقائق کو غلط رنگ میں پیش کرنا ہے۔ یہ خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام مفسدین کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور وُہ ان سب سے نپٹ لے گا۔

اس آیت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ حقائق ثابت ہونے کے بعد ان سے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تہ دل سے ماننا چاہیئے۔ ان کو حق سمجھنا چاہیئے اور ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

دعوتِ اتحاد

قُلْ ـ يٰٓاَهْلَ ـ الْكِتٰبِ ـ تَعَالَوْا ـ اِلٰى كَلِمَةٍ
کہہ اے اہل کتاب آؤ طرف ایک بات
سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا ـ وَ بَيْنَكُمْ ـ اَلَّا ـ نَعْبُدَ ـ اِلَّا اللّٰهَ
برابر ہم میں اور تم میں کہ نہ بندگی کریں مگر اللہ
وَلَا ـ نُشْرِكَ ـ بِهٖ ـ شَيْـًٔا ـ وَّلَا ـ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا
اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کا کسی کو اور نہ بنا دے کوئی
بَعْضًا ـ اَرْبَابًا ـ مِّنْ ـ دُوْنِ ـ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ ـ تَوَلَّوْا
کسی کو رب سے سوا اللہ پھر اگر نہ قبول کریں
فَقُوْلُوا ـ اشْهَدُوْا ـ بِاَنَّا ـ مُسْلِمُوْنَ ۝٦٤
تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
تو کہہ دے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر
سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ
(مشترک) ہے ہم میں اور تم میں کہ ہم بندگی نہ کریں اللہ کے سوا
وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا
کسی کی اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا کسی کو
بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا
رب نہ بنائیں پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝٦٤
کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے وفد سے یہ فرمایا تھا کہ اَسْلِمُوْا (مسلم بن جاؤ) وہ کہنے لگے اَسْلَمْنَا (ہم مسلم ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرح عیسائی بھی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اسلام پر قائم ہیں۔ اسی طرح جب اہلِ کتاب کو توحید کی دعوت دی جاتی تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک مانتے ہیں۔ یہاں ان کے اس دعویٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اے اہلِ کتاب توحید کے بنیادی عقیدے پر ہم اور تم دونوں متفق ہیں۔ یہ عقیدہ ہم سب کو ایک کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ ان دعووں کو بدل نہ ڈالیں۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ جس طرح زبان سے یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہو۔ اپنے اس دعویٰ کو عمل سے بھی سچ ثابت کر دکھاؤ۔ اسے واحد مانو اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دو۔ اس کے سوا نہ کسی کی بندگی کرو۔ نہ اس کی صفتوں میں کسی کو شریک کرو۔ کسی کو اس کا بیٹا یا بیٹی نہ بناؤ۔ اس کی حلال و حرام کی ہوئی چیزوں میں اپنی مرضی نہ برتو۔ بلکہ اس کے احکام کو تسلیم کرو اور ان میں کسی قسم کا ردّ و بدل نہ کرو۔

لیکن اس کے باوجود اگر وہ نہ مانیں۔ توحید سے روگردانی کریں۔ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے باز نہ آئیں تو اے مسلمانو! تم یہ کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب تم گواہ رہو ہم اسلام پر قائم ہیں۔ ہم نے اپنے آپ کو خدائے واحد کے سپرد کر دیا ہے اور اسی کے تابع فرمان ہیں۔

یہ آیت اسلام کی اس بنیادی پالیسی کو واضح کرتی ہے کہ مسلمان نیکی اور نیک کاموں میں ہر جماعت سے تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ اگر تعاون کسی صورت میں نہیں ہو سکتا تو وہ گناہ اور سرکشی کی صورت ہے۔ اہلِ کتاب جو ابتدا سے اسلام کی مخالفت کرتے رہے۔ انہیں بھی اسلام توحید کے مشترک عقیدہ کی تبلیغ و تعلیم میں اشتراکِ عمل کی دعوت دیتا ہے۔

اہلِ کتاب کو تنبیہ

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو میں ابراہیم
وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ
اور نہیں اتریں تورات اور انجیل مگر
بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ
اس کے بعد کیا نہیں تمہیں عقل۔ سنتے ہو تم لوگ
حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
تم جھگڑ چکے جس میں تمہیں ساتھ خبر اب کیوں
تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ
جھگڑتے ہو جس بات میں نہیں تمہیں کچھ خبر
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾
اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
اے اہل کتاب ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو
وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ
اور تورات اور انجیل تو اتری ہیں اس کے بعد کیا
بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ
تمہیں عقل نہیں۔ سنتے ہو تم لوگ
حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
جھگڑ چکے جس میں تمہیں کچھ خبر تھی اب کیوں
تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ
جھگڑتے ہو جس بات کی تمہیں خبر نہیں اور
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾
اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہودی اور عیسائی دونوں اسلام اور توحید کا دعویٰ کرتے تھے نیز وہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی تعظیم و تکریم کے بھی دعویدار تھے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے دین پہ تھے جو تعلیمات اور عقائد ہمارے ہیں وہی حضرت ابراہیمؑ کے تھے یعنی بقول ان کے معاذاللہ ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی تھے۔

ان کے اس غلط عقیدہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا۔ کہ تورات و انجیل جن کو یہودی اور عیسائی مانتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ سے سینکڑوں برس بعد نازل ہوئیں پھر حضرت ابراہیمؑ کو یہودی یا عیسائی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس قسم کے یہودی یا عیسائی تم ہو۔ اس معنیٰ سے تو خود موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کو بھی یہودی یا نصرانی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ تم تو پورے طور پر ان بزرگوں کے اصل دین پہ بھی نہیں ہو۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت تمہارے مذہب کے زیادہ قریب تھی تو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا علم تمہیں کہاں سے ہُوا۔ کیونکہ تمہاری کتابوں میں اس چیز کا بالکل ذکر نہیں۔ نہ خدا نے تمہیں اس بارے میں کوئی خبر دی ہے۔ نہ تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو۔ پھر ایسی بات میں جھگڑنا جس کا علم آدمی کو کچھ بھی نہ ہو۔ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

جن چیزوں کی تمہیں کچھ تھوڑی بہت خبر تھی مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعات یا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات وغیرہ ان میں تم جھگڑ چکے لیکن جس چیز کا علم تمہیں بالکل ہی نہیں اس کے بارے میں تم کیوں اٹکل کے تیر چلاتے ہو اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ حضرت ابراہیم کا کون سا دین تھا۔ آج دنیا میں کون سی شریعت اس سے قریب تر ہے اور کون اس کا جائز جانشین ہے۔

حضرت ابراہیم کا مسلک

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا
نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی
وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۗ وَمَا كَانَ
اور لیکن تھا حنیف حکم بردار اور نہ تھا
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
میں سے مشرکین بیشک زیادہ مناسبت لوگ
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَ
ابراہیم سے لوگ جو اس کے ساتھ تھے اور وہ نبی اور
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾
جو ایمان لائے اور اللہ والی مسلمان

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا
ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی
وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۗ وَمَا كَانَ
لیکن حنیف اور حکمبردار تھے اور وہ مشرک
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
نہ تھے لوگوں میں ابراہیم
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَ
سے زیادہ مناسبت ان لوگوں کو ہے جو اس کے ساتھ تھے اور اس نبی
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾
کو اور جو اس نبی پر ایمان لائے اور اللہ مسلمانوں کا والی ہے۔

حَنِیْفًا (یک رخ) ایسا شخص جو راہِ حق پکڑے اور تمام باطل راہیں چھوڑ دے۔ معبودِ برحق سے تعلق جوڑ کر سب سے تعلقات ختم کر دے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کو کئی بار اس مبارک لقب سے موسوم کیا گیا ہے۔

مُسْلِمًا (حکمبردار) اسلام مسلم اور تسلیم کا مادہ سَلمۃ ہے جس کے معنی اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں۔ یہی تسلیم و رضا اصلِ دین ہے تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی شعار رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خاص طور پر حکم برداری کی اس خصوصیت کو اپنی کامل اطاعت سے روشن کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہلِ کتاب کو بتایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا حقیقی مسلک کون سا تھا حضرت ابراہیم سیدھے سادے مسلمان تھے یعنی باطل کی تمام راہوں سے کٹ کر صرف ایک اللہ کے ہو رہے تھے اس کے فرمانبردار تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بتاتا ہے کہ وُہ سرتا پا تسلیم و رضا کے مجسمہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمبرداری میں اپنی بیوی اور نومولود بچے کو عرب کی وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ آنا اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو جانا اور خانہ کعبہ کی تعمیر میں لگ جانا سب باتیں یہ بتاتی ہیں۔ کہ آپ کس درجہ کے اطاعت گزار تھے وُہ ہرگز مشرک نہ تھے جس طرح آج تم کسی کو اللہ کا بیٹا بنا رہے ہو اور کسی کو اس کی بیٹی تصور کر رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ابراہیمؑ کے ساتھ زیادہ مناسبت ان لوگوں کو تھی جو ان پر ایمان لائے۔ یا پچھلے امتوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو ہے یہ اُمّت نام میں بھی اور عقائد و اعمال میں بھی حضرت ابراہیمؑ سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے اس اُمّت کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے موافق مبعوث ہُوا ہے اور قرآن مجید کی تعلیمات انہیں اصولوں پر مبنی ہیں۔

گمراہ کن اہلِ کتاب

وَدَّتْ ۔ طَّآئِفَةٌ ۔ مِّنْ ۔ اَهْلِ ۔ الْكِتٰبِ ۔ لَوْ
آرزو ہے بعض سے اہل کتاب کہ
يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَ ۔ مَا ۔ يُضِلُّوْنَ ۔ اِلَّآ ۔ اَنْفُسَهُمْ
تمہیں گمراہ کریں اور نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو
وَ ۔ مَا ۔ يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ ۔ الْكِتٰبِ ۔ لِمَ
اور نہیں سمجھتے اے اہل کتاب کیوں
تَكْفُرُوْنَ ۔ بِاٰيٰتِ ۔ اللّٰهِ ۔ وَ ۔ اَنْتُمْ ۔ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾
انکار کرتے ہو کلام اللہ اور تم قائل ہو
يٰٓاَهْلَ ۔ الْكِتٰبِ ۔ لِمَ ۔ تَلْبِسُوْنَ ۔ الْحَقَّ ۔ بِالْبَاطِلِ
اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ جھوٹ میں
وَ ۔ تَكْتُمُوْنَ ۔ الْحَقَّ ۔ وَ ۔ اَنْتُمْ ۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع
اور چھپاتے ہو سچی بات اور تم جانتے ہو

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
بعض اہل کتاب کی آرزو ہے کہ
يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وُہ کسی کو اپنے سوا گمراہ نہیں کرتے
وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
مگر سمجھتے نہیں اے اہل کتاب کیوں
تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾
اللہ کے کلام کا انکار کرتے ہو اور تم قائل ہو
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
اے اہل کتاب کیوں سچ میں جھوٹ ملاتے ہو
وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع
اور سچی بات چھپاتے ہو اور تم خود جانتے ہو

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ " (اللہ مسلمانوں کا والی ہے) اس آیت میں بتایا۔ کہ جب مومنوں کا والی اللہ ہے۔ تو اے اہل کتاب تمہارا داؤ اُن پر چل نہیں سکتا۔ بعض اہلِ کتاب یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح خود گمراہ ہیں مسلمانوں کو بھی راہ حق سے گمراہ کر دیں۔ لیکن مسلمان ان کے جال میں پھنسنے والے ہرگز نہیں۔ البتہ یہ لوگ اپنی گمراہی کے وبال میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ ان کوششوں کا نقصان خود اُن ہی کو پہنچے گا جسے فی الحال یہ سمجھتے نہیں۔

پھر اہل کتاب کو تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار نہ کرو۔ حالانکہ تمہاری کتابوں میں جن کے تم قائل ہو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق بشارتیں موجود ہیں جنہیں تمہارے دل سمجھتے ہیں۔ اور جب تنہا ہوتے ہو تو اقرار کرتے ہو لیکن کھلم کھلا قرآن مجید اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے گریز کرتے ہو؟

یہودیوں نے توریت کے بعض احکام تو دنیاوی لالچ اور طمع میں آکر سرے سے موقوف ہی کر ڈالے تھے بعض چھپا رکھے تھے اور قطعاً ان کا اعلان نہ کرتے تھے۔ مثلاً نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشارتوں اور پیش گوئیوں کا ذکر عام نہ کرتے تھے اس آیت میں انہی امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اے اہلِ کتاب تم سچ اور جھوٹ کیوں ملاتے ہو اور سچی بشارتوں کو کیوں جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ باتیں حق ہیں۔

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اہل کتاب مسلمانوں سے حسد رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اپنی طرح انہیں بھی گمراہ کر دیں کہ وُہ اس کے لیے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کریں گے۔ سازشیں اور خفیہ مشورہ کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا والی ہے وُہ ان کی تدبیروں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دے گا۔

منافق اہل کتاب

وَقَالَتْ - طَّآئِفَةٌ - مِّنْ - اَهْلِ - الْكِتٰبِ
اور کہا بعض سے اہل کتاب
اٰمِنُوْا - بِالَّذِیْٓ - اُنْزِلَ - عَلَى - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا
مان لو جو کچھ اترا اوپر لوگ ایمان لائے
وَجْهَ - النَّهَارِ - وَ - اكْفُرُوْٓا - اٰخِرَهٗ - لَعَلَّهُمْ
دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ - لَا - تُؤْمِنُوْٓا - اِلَّا - لِمَنْ
پھر جائیں اور نہ مانو مگر اس کی جو
تَبِعَ - دِيْنَكُمْ
چلے تمہارا دین

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اور بعض اہل کتاب نے کہا
اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
جو کچھ مسلمانوں پر اترا ہے اسے مان لو
وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن (شام کو) شاید
يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ
وہ پھر جائیں اور اس کے سوا کسی کی نہ مانو جو
تَبِعَ دِيْنَكُمْ
تمہارے دین پر چلے

ان آیتوں میں اہل کتاب کی چالاکیوں اور خیانتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی ایک چالاکی یہ تھی۔ کہ اہل کتاب میں سے کچھ آدمی صبح کے وقت بظاہر مسلمان بن جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں۔ مگر شام کو یہ کہہ کر اسلام سے پھر جایا کریں کہ ہمیں اپنے بڑے بڑے علماء سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی بشارت دی گئی تھی۔ اور تجربہ سے ان کے حالات بھی اہل حق کی طرح کے ثابت نہیں ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کمزور ایمان والے اس حرکت کو دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں گے اور یہ سمجھیں گے۔ کہ مذہب اسلام میں ضرور کوئی عیب ونقص ہوگا۔ جو یہ لوگ اسے قبول کرنے کے بعد چھوڑ بیٹھے۔ عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم وفضل کا چرچا تھا۔ اس بنا پر یہ خیال پیدا ہو جائے گا۔ کہ یہ جدید مذہب اگر سچا ہوتا۔ تو ایسے اہل علم اسے رد نہ کرتے بلکہ سب سے آگے بڑھ کر قبول کرتے۔

اس تدبیر کے ساتھ ہی یہودیوں کو یہ تعلیم بھی دی گئی۔ کہ مسلمانوں کے سامنے جا کر اپنے آپ کو مسلمان ضرور ظاہر کرو۔ لیکن یہ یاد رکھو۔ کہ تم سچ مچ مسلمان نہ بن جانا۔ بلکہ بدستور یہودی رہنا۔ مسلمانوں کی بات کو نہ ماننا۔ بلکہ سچے دل سے شریعت موسوی کے پیرو رہنا۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز اور دیگر عبادت میں شامل ہونے سے مقصود صرف یہی ہو کہ بعد میں اسے چھوڑ دیں گے۔ اور کمزور ایمان والوں کو دھوکہ دیں گے پیروی صرف اپنے دین ہی کی کریں گے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہودیوں نے کس مکاری سے اسلام کی دشمنی کی ٹھانی۔ لوگوں کو فریب دینے کی خاطر کیسی کیسی چالیں چلیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا محافظ ہے۔ ان کی چالیں کبھی کامیاب نہ ہوں گی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنی جگہ پر محتاط رہیں۔ اور دشمنان اسلام کی چالوں میں نہ آئیں۔ اسلامی ممالک کے درمیان اسرائیلی ریاست کا خطرہ۔ اس کی ریشہ دوانیاں اور عیاریاں۔ آج بھی آنکھیں کھول دینے کی زندہ مثال ہیں۔

اہلِ کتاب کا حسد

قُلْ ۔ اِنَّ ۔ الْھُدٰی ۔ ھُدَی ۔ اللّٰہِ ۔ اَنْ ۔ یُّؤْتٰٓی
کہدے بیشک ہدایت ہدایت اللہ یہ کہ مل گیا
اَحَدٌ ۔ مِّثْلَ ۔ مَآ ۔ اُوْتِیْتُمْ ۔ اَوْ ۔ یُحَآجُّوْکُمْ ۔ عِنْدَ
کسی اور کو جیسا کچھ تمہیں ملا یا وُہ غالب آگئے آگے
رَبِّکُمْ ؕ قُلْ ۔ اِنَّ ۔ الْفَضْلَ ۔ بِیَدِ ۔ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ
تمہارا رب کہہ کہ بڑائی ہاتھ اللہ دیتا ہے
مَنْ ۔ یَّشَآءُ ؕ وَ ۔ اللّٰہُ ۔ وَاسِعٌ ۔ عَلِیْمٌ ۚ ﴿۷۳﴾
جسے چاہے اور اللہ گنجائش والا خبردار
یَّخْتَصُّ ۔ بِرَحْمَتِہٖ ۔ مَنْ ۔ یَّشَآءُ ؕ وَ ۔ اللّٰہُ
خاص کرتا ہے اپنی مہربانی سے جس پر چاہے اور اللہ
ذُو ۔ الْفَضْلِ ۔ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾
والا فضل بڑا

قُلْ اِنَّ الْھُدٰی ھُدَی اللّٰہِ اَنْ یُّؤْتٰٓی
کہدے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے یہ سب کچھ اس
اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْکُمْ عِنْدَ
لیے ہے کہ کسی اور کو کیوں مل گیا جیسا کہ تمہیں ملا تھا یا وہ تم پر کیوں غالب
رَبِّکُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ
آگئے تمہارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے
مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۚ ﴿۷۳﴾
دیتا ہے اور اللہ بہت گنجائش والا خبردار ہے۔
یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ
جس پر چاہے اپنی مہربانی خاص کرتا ہے اور اللہ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾
بڑے فضل والا ہے

ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے ۔ کہ ہدایت تو اللہ کے دینے سے ملتی ہے کوئی کسی کو کتنا گمراہ کرنا چاہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ اے یہود! جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا نور ڈال دیا ہے وُہ نور تمہاری چالبازیوں سے بجھنے والا نہیں۔ تمہاری ترکیبیں سب بیکار ہو جائیں گی۔

اس آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ یہود مسلمانوں سے یہ چالبازیاں اور مکاریاں حسد کی بنا پر کرتے ہیں۔ وُہ اس بات سے جلتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایسی شریعت اور نبوت و رسالت کیوں دی جا رہی ہے۔ جیسی خود یہود کو پہلے ملتی رہی ہے اور دینی جدوجہد میں دوسرے لوگ ان پر غالب آ کر کیوں آگے نکلے جا رہے ہیں اور خدا کے آگے انہیں ملزم ٹھہرا رہے ہیں۔

یہودی اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم شریعت کی اجارہ دار ہے۔ تورات ہم پر اتری حضرت موسیٰؑ سے بعد کئی پیغمبر ہم ہی میں آئے۔ پھر عرب کے ان پڑھ لوگوں کو اس فضل و کمال سے کیا واسطہ؟ ان میں نبی کیوں پیدا ہُوا؟ لیکن ظاہر ہے کہ ان کے اس حسد سے تورات کی وُہ پیشگوئیاں تو غلط نہیں ہوسکتی تھیں۔ جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے ایک موسیٰؑ جیسا نبی اٹھائے گا۔ اپنا کلام (قرآن مجید) اس کے مُنہ میں ڈالے گا۔ چنانچہ بنی اسمٰعیل کو یہ دولت ملی۔ اور وُہ علم و فضل اور مذہبی جدوجہد کے میدان میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کی تمام اقوام سے آگے بڑھ گئے۔

اس کے بعد بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ وسیع علم و فضل والا ہے۔ اس کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور اسی کو خبر ہے کہ کسے کیا بڑائی ملنی چاہئیے۔ نبوت۔ شریعت اور دین و ایمان اور ہر قسم کی فضیلتوں کا تقسیم کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے جس وقت جسے مناسب سمجھے عطا کرتا ہے۔

خائن اہل کتاب

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
اور بعض اہل کتاب جو اگر تو امانت رکھے ڈھیر مال
يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
تو ادا کریں تجھے اور ان میں جو اگر امانت رکھے
بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ
ایک اشرفی نہ ادا کریں تجھے مگر جب تک تو رہے
عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ
ان پر کھڑا یہ اس واسطے کہ وہ کہتے ہیں نہیں
عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى
ہم پر ہیں اُمی لوگ گناہ اور بولتے ہیں اُوپر
اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى
اللہ جھوٹ اور وہ جانتے ہیں کیوں نہیں جو پورا کرے
بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾
اپنا اقرار اور پرہیزگار تو اللہ محبت کرتا ہے پرہیزگار

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
اور اہل کتاب میں بعض وہ ہیں کہ اگر تو اُن کے پاس ڈھیر مال
يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
امانت رکھے تو تجھے ادا کر دیں اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ اگر تو اُن کے
بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ
پاس ایک اشرفی امانت رکھے تو تجھ کو ادا نہ کریں جب تک کہ تو اس
عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ
کے سر پر کھڑا نہ رہے یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے
عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى
کہ ہم پر امی لوگوں کے حق مارنے میں کچھ گناہ نہیں اور اللہ پر
اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى
جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کیوں نہیں جو کوئی اپنا
بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾
اقرار پورا کرے اور وہ پرہیزگار ہو۔ تو اللہ کو پرہیزگاروں سے محبت ہے۔

اہل کتاب کی دینی خیانت کے ساتھ دنیاوی خیانت کا بھی ذکر آ گیا۔ بھلا جو لوگ چار پیسہ پر نیت خراب کر لیں اور امانداری نہ برت سکیں۔ اُن سے کیسے یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ کسی دینی معاملہ میں ایمانداری برتیں گے۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا ایک اشرفی بھی امانت رکھی جائے تو تھوڑی دیر بعد مکر جائیں۔ اور جب تک کوئی تقاضہ کے لیے ہر وقت ان کے سر پر کھڑا نہ رہے وہ امانت ادا نہ کریں ـــ بیشک ان میں سب کا حال ایک جیسا نہیں بعض ایسے بھی ہیں جن کے پاس اگر سونے کا ڈھیر رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ یہی خوش معاملہ اور امین لوگ ہیں۔ جو یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جا رہے ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہ۔ یہودی اپنی اس دنیاوی خیانت اور بے ایمانی کے حق میں دلیل یہ دیتے ہیں کہ عرب کے اُمی جو ہمارے مذہب پر نہیں ان کا مال جس طرح بھی ملے روا ہے۔ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی ایسا حق نہیں بخشا۔ امانت میں خیانت کرنے کی خدا نے ہرگز اجازت نہیں دی بلکہ جو کوئی عہد کی وفا کرے۔ امانت کو پورا کرے۔ خدا سے ڈر کر رہے۔ مذموم اخلاق سے پرہیز کرے۔ وہی خدا کو پسند ہے۔

حریصوں کی سزا

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ
بیشک جو لوگ مول لیتے ہیں قرار اللہ اور ان کی قسمیں
ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي
مول تھوڑا ان کا نہیں حصہ ان کا ہیں
الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ
آخرت اور نہ بات کرے گا اللہ اور نہ نگاہ کریگا
إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَ
ان کی طرف دن قیامت اور نہ پاک کریگا انہیں اور
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾
ان کے لیے عذاب دردناک

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ
جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے اقرار اور اپنی قسموں پر
ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي
تھوڑا سا مال اُن کا کوئی حصہ نہیں آخرت
الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ
میں اور نہ اللہ اُن سے بات کرے گا اور نہ اُن کی
إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَ
طرف قیامت کے دن نگاہ کرے گا اور نہ انہیں پاک کریگا اور
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾
اُن کے واسطے دردناک عذاب ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا عام قانون بیان فرمایا ہے اور خیانت کرنے والوں کے لیے جو سزا مقرر کر رکھی ہے اسے بیان کیا ہے۔ یعنی جو لوگ دنیا کی حقیر اور تھوڑی سی دولت کے بدلے اپنی قسموں کو توڑ لیتے ہیں اور اللہ کو جو گواہ کیا تھا کہ وہ امانت واپس کر دیں گے۔ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں باہمی معاملات کو درست نہیں رکھتے اور خدا سے جو قول وقرار کیا تھا۔ اس پر قائم نہیں رہتے بلکہ جاہ وجلال کی حرص میں شرعی احکام کو بدل دیتے ہیں آسمانی کتابوں میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اُن کا انجام بہت بُرا ہوگا۔

۱ - انہیں آخرت میں کچھ حصہ نہیں ملے گا۔
۲ - قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے بات نہ کرے گا۔
۳ - خداوند تعالیٰ اس دن اُن کی طرف رحمت کی نظر بھی نہیں کرے گا۔
۴ - انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔
۵ - اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا تھا۔ اور انہیں قسمیں دی تھیں کہ نبی کے مددگار ہوں گے۔ لیکن وہ دنیاوی اغراض کیلیے اپنے اس عہد سے پھر گئے اور انہیں یہ سزا دی گئی۔ ان آیات سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ جو شخص بھی دنیاوی لالچ اور تھوڑے سے مال ومتاع کے لیے امانت میں خیانت کرتا ہے ایمانداری سے دُور ہٹ جاتا ہے۔ عہد کو توڑتا ہے۔ وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اللہ کی قسموں کو توڑتا ہے اُس کا بھی حشر ہوگا۔ جو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا۔ کہ اُس نے اپنی کوششوں کا پھل دنیا میں ہی عارضی دنیاوی اشیا کی صورت میں حاصل کر لیا۔ قیامت کی نعمتوں سے اسے محروم رکھا جائے گا۔ سب سے بڑی نعمت جو اُسے نہیں ملے گی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا۔

اہلِ کتاب کی دھوکہ دہی

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ
اور بیشک ان میں فریق مروڑ کر زبان
بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ
کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ سے کتاب اور نہیں وہ
مِنَ الْكِتَابِ ج وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ
سے کتاب اور وہ کہتے ہیں وہ سے پاس
اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ج وَ
اللہ اور نہیں وہ سے نزدیک اللہ اور
يَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
بولتے ہیں اوپر اللہ جھوٹ اور وہ
يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾
جانتے ہیں

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ ج وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ج وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾

اور ان میں ایک فریق ہے کہ وہ زبان مروڑ کر کتاب پڑھتے ہیں تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے حالانکہ وہ نہیں ہے کتاب میں اور وہ کہتے ہیں وہ اللہ نے کہا ہے حالانکہ وہ اللہ کا کہا نہیں ہے اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر۔

اس کتاب میں اہلِ کتاب کی دینی خیانت اور بددیانتی بتائی گئی ہے۔ یہ لوگ دنیاوی امور میں دھوکہ دہی کے علاوہ لوگوں کو دینی امور میں بھی فریب دیتے ہیں۔ وہ آسمانی کتابوں کے الفاظ کو بدل دیتے ہیں ان کے معنی اور مفہوم کو بدل کر بیان کرتے۔ انہوں نے تورات انجیل میں اپنی طرف سے کچھ جھوٹے مسئلے شامل کر دیے اور ایسے تمام مسائل جو بظاہر انہیں مفید معلوم نہ ہوئے آسمانی کتابوں سے خارج کر دیے یہ لوگ تلاوت کرتے وقت ایسے انداز میں زبان کو مروڑ مروڑ کر پڑھتے کہ سننے والا دھوکہ میں آ جاتا اور یہ سمجھنے لگتا کہ یہ عبارت بھی آسمانی کتاب کا حصہ ہے اہلِ کتاب کا گناہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ وہ زبان سے بھی یہ دعویٰ کرتے کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے۔ حالانکہ وہ مضمون کتاب میں موجود نہ ہوتا۔ اس سے زیادہ سنگدلی اور کیا ہوگی کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بیانات منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں۔ کہ یہ بیان وہ اپنی طرف سے ساتھ ملا رہے ہیں اور یہ خدا کی طرف سے نہیں ہے ان لوگوں کے لیے یقیناً دردناک سزا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو جان بوجھ کر بدل ڈالا۔ اور اس کی وجہ محض دنیاوی طمع تھی اسی قسم کے گناہوں کی پاداش میں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ اور ان سے ہر قسم کی نعمت چھین لی گئی۔ سب سے بڑی نعمت نبوت تھی۔ جو ان میں مدت دراز سے چلی آ رہی تھی وہ چھین کر بنی اسمٰعیل کو عطا کر دی گئی اب اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مجید کی صورت میں ہماری امانت میں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس کے الفاظ اور معانی کی پوری طرح حفاظت کریں۔ اور کوئی ایسی بات اللہ کی طرف منسوب نہ کریں۔ جو اس کے کلام میں نہ ہو۔ یا اس کے منشا کے خلاف ہو۔

یہ نبی کا کام نہیں

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ
نہیں ہے۔ بشر کے لیے کہ دے اللہ کتاب اور
الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ
حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگ
كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
ہو جاؤ بندے میرے چھوڑ کر اللہ

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ
کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور
الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ
حکمت اور پیغمبری دے پھر وہ لوگوں کو کہے
كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر

عبادًا: بندے۔ اس کا واحد عبد ہے۔ معبود۔ عبادت۔ عبودیت اسی ایک مادہ سے نکلے ہیں۔ "عبد" غلام اور بندے کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ جو آزاد اور خود مختار نہ ہو۔ بلکہ اپنے آقا اور حاکم کی مرضی پر چلے۔

نجران کے وفد کی موجودگی میں بعض عیسائیوں نے کہا تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ ہم تمہاری اسی طرح پرستش کرنے لگیں۔ جیسے نصارٰی عیسٰی بن مریم کو پوجتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ معاذ اللہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی کریں۔ یا دوسروں کو اس کی دعوت دیں۔ حق تعالٰی نے ہمیں اس کام کے لیے نہیں بھیجا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی جس بشر کو حق تعالٰی کتاب و حکمت اور قوت فیصلہ دیتا ہے۔ اور پیغمبری کے منصب پر فائز کرتا ہے۔ کہ وہ ٹھیک ٹھیک پیغام الٰہی پہنچا کر لوگوں کو اللہ کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کبھی اس کا یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنی ہوں گے۔ کہ خداوند قدوس نے اُسے جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا۔ فی الواقعہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ دنیا کی کوئی حکومت بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتی ہے۔ تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے:

۱۔ یہ شخص حکومت کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے۔ یا نہیں۔

۲۔ اس سے حکومت کے احکام کی تعمیل اور رعایا کو وفاداری پر قائم رکھنے کی اُمید کہاں تک کی جا سکتی ہے؟

کوئی بادشاہ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتا۔ جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کا ادنٰی سا شبہ ہو۔ اس مثال سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب دنیاوی حکومتیں اتنی احتیاط کرتی ہیں تو اللہ تعالٰی جس کا علم کامل ہے۔ وہ کیسے اس آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجے گا۔ جو اس کی بغاوت کرے اور اللہ تعالٰی کو معبود بنانے کی بجائے اپنی بندگی کرانے لگے۔

اس آیت سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہلایا اور اپنے آپ کو اُس کی خدائی میں شریک ٹھہرایا۔ یا اپنے آپ کو سجدہ کرایا۔ بھلا ایسی کھلی غلطی اللہ کے نبی اور رسول کیسے کر سکتے ہیں۔

نبی کی تعلیم

وَ۔ لٰكِنْ۔ كُوْنُوْا۔ رَبّٰنِيّٖنَ۔ بِمَا۔ كُنْتُمْ
لیکن ہو جاؤ اللہ والے جیسے تم
تُعَلِّمُوْنَ۔ الْكِتٰبَ۔ وَ۔ بِمَا۔ كُنْتُمْ۔ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾
سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے تم پڑھتے تھے
وَ۔ لَا۔ يَاْمُرَكُمْ۔ اَنْ۔ تَتَّخِذُوا۔ الْمَلٰٓئِكَةَ۔ وَ
اور نہ تمہیں کہے کہ ٹھیرا لو فرشتے اور
النَّبِيّٖنَ۔ اَرْبَابًا۔ اَ۔ يَاْمُرُكُمْ۔ بِالْكُفْرِ
نبی رب کیا تمہیں سکھائے گا کفر
بَعْدَ۔ اِذْ۔ اَنْتُمْ۔ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾
بعد جب تم ہو مسلمان

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ
لیکن تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم
تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾
کتاب سکھاتے تھے اور جیسے کہ تم اسے آپ بھی پڑھتے تھے
وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ
اور تمہیں یہ نہ کہے کہ ٹھیرا لو فرشتوں اور
النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ
نبیوں کو رب کیا تمہیں کفر سکھائے گا
بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾
اس کے بعد کہ تم مسلمان ہو چکے ہو

رَبّٰنِيّٖنَ (اللہ والے) یہ لفظ رب سے ہے۔ رب کے معنیٰ ہیں پروردگار۔ یعنی وہ ہستی جس نے ساری مخلوق کو وجود بخشا اور ترقی و کمال کے مدارج بخشے۔ رَبّٰنِيّٖنَ کے معنیٰ ہوں گے۔ رب کی بندگی اور عبادت کرنے والے۔ اس سے نسبت اور تعلق رکھنے والے۔

اس آیت میں اس بات کی مزید تاکید کی گئی ہے جو پچھلے سبق میں بیان کی گئی تھی۔ یعنی ایک نبی جس پر اللہ تعالیٰ اس قدر رحمت کرتا ہے کہ اُسے نبوت کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ کہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی بندگی چھڑا کر اپنی بندگی کرانے لگے۔ بلکہ وہ تو لوگوں کو کفر و شرک سے نکال کر اسلام میں لاتا ہے اس کے بعد کفر کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہودیوں سے یہی کہیں گے کہ اے اہل کتاب تم میں جو پہلے دیندار، حتیٰ کہ کتاب پڑھنے اور سکھانے کا رواج تھا۔ وہ باقی نہیں رہا۔ تم اب میرا ساتھ دو اور وہی پہلا کمال حاصل کر لو۔ دوبارہ عالم، حکیم، فقیہ، عارف، متقی اور خدا پرست بن جاؤ۔ اور یہ بات اب قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی لوگوں کو یہ تعلیم بھی نہیں دے سکتا۔ کہ فرشتوں یا نبیوں کو رب بنا لو۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت مسیح اور جبریل علیہ السلام اور ایک فرقہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور بعض مشرکین نے فرشتوں کو ٹھہرا رکھا تھا۔ جب فرشتے اور پیغمبر خدائی میں شریک نہیں ہو سکتے تو پتھر کے بت اور صلیب کی لکڑی کس شمار میں ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک نبی جو ابتدا میں لوگوں کو ربانی (اللہ والا) اور مسلم و موحد بنانے کی کوشش کرے اور جب لوگ قبول کر لیں۔ تو انہیں شرک و کفر کی طرف لے جا کر اپنی ساری محنت اور کمائی اپنے ہاتھ سے برباد کر دے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی معصومیت اور بے گناہی کو کھول کر واضح کر دیا۔ وہ تمام بہتان رد کر دیئے جو عیسائیوں نے نبیوں پر لگا رکھے تھے۔

انبیاء کا عہد

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ
اور جب لیا اللہ عہد نبی جو کچھ
اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ
میں نے تمہیں دیا سے کتاب اور حکمت پھر تمہارے پاس آئے
رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ
رسول سچا جو تمہارے پاس تو ایمان لاؤ گے اس پر
وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى
اور اس کی مدد کروگے فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور قبول کیا اوپر
ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا
اس میرا عہد بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا گواہ رہو
وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾
اور میں تمہارے ساتھ سے گواہ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ
اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے
اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ
جو کچھ تمہیں کتاب اور حکمت سے دیا ہے پھر تمہارے پاس کوئی
رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ
رسول آئے اور تمہاری کتاب کو سچا بتائے تو اس رسول پر ایمان
وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى
لاؤ گے اور اس کی مدد کروگے پوچھا کیا تم نے اقرار کیا اور تم نے اس پر
ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا
میرا عہد لیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور
وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾
میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں

ان آیات میں وہی حقیقت دہرائی گئی ہے۔ کہ کوئی نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دیتا۔ صرف ایک اللہ کی بندگی سکھاتا ہے۔ عام لوگوں کا ذکر ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی اقرار لے رکھا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے بعد دوسرا نبی آئے۔ جو یقیناً پہلے نبیوں اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہوا آئے گا۔ تو ضروری ہے کہ پہلا نبی بعد میں آنے والے کی صداقت پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے اور اگر اس کا زمانہ پائے تو اپنی اُمت کو پوری طرح تاکید کر جائے۔ کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی مدد کرنا اور اس قسم کی وصیت کر جانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد تمام انبیاءؑ سے لیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ سب سے آخر میں آنے والے تھے اور سب نبی آپ سے پہلے ہو گزرے تھے ظاہر ہے کہ ان نبیوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے بھی یہ اقرار لیے ہونگے۔ چنانچہ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس قسم کا عہد نبیوں سے لیا گیا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر آج موسیٰؑ زندہ ہوتے۔ تو ان کو میری پیروی کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ جب نازل ہونگے تو قرآن مجید اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت پر فیصلہ کریں گے۔ اس آیت میں موجود ہے کہ مزید تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کیا تم اقرار کرتے ہو؟ سب نبیوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس عہد پر تم بھی گواہ رہو اور تمہارے ساتھ میں بھی گواہ ہوں۔

عہد شکن

فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾
پھر جو کوئی اس کے بعد پھر جائے تو وُہی لوگ نافرمان ہیں

فَمَنْ - تَوَلّٰی - بَعْدَ - ذٰلِكَ - فَاُولٰٓئِكَ
پھر جو کوئی پھر جائے بعد اس کے تو وہی
هُمُ - الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾
وہ نافرمان

جیسا کہ پچھلے سبق میں مذکور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ اقرار لیا تھا کہ وُہ اپنے بعد میں آنے والے نبی کی تصدیق کریں گے اور اپنی اُمتوں کو بھی ہدایت کریں گے کہ وُہ بعد میں آنے والے نبی (صلعم) کو مانیں۔ چونکہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر تو عہد شکنی کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جن لوگوں پر عہد توڑنے کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے اُن سے مراد اُمت کے لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ اُن کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہی لوگ سب سے بڑے نافرمان شمار ہوں گے۔

بنی آدم کی پیدائش کے وقت ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔ کہ انسان عقل کا کچا اور حرص و ہوا کا پتلا ہے۔ بدی کی طرف مائل ہونے کی طرف رجحان رکھتا ہے۔ طمع اور لالچ میں آکر ایمان جیسی دولت بھی لٹانے سے گریز نہیں کرتا۔ اس لیے اس کی ہدایت کا سامان ضروری ہے۔ اس غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ نبی ہمیشہ دنیا میں نہیں رہتا۔ ایک کے بعد دوسرے کا آنا ضروری ہے۔

چنانچہ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نبیوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس نظام کی کامیابی کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان کی ایک برداری قائم کر دی جائے۔ انہیں ایک ہی قسم کے اصول و کلیات بتائے جائیں۔ اور رشد و ہدایت کے بنیادی قواعد ایک ہی جیسے عطا کیے جائیں۔ اور ساتھ ہی سب کو ایک دوسرے کی حمایت کی تاکید بھی فرما دی جائے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ متعصب اور تنگ نظر لوگ صرف اسی مذہب کو آخری سمجھ بیٹھیں۔ جو صرف خود ان کے نبی نے بتایا ہو۔ اور بعد میں آنے والے نبی کو جھٹلانا شروع کر دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لے لیا۔ یہ تمام پیغمبر اپنے قول کے مطابق اپنی اپنی اُمتوں کو اس امر کی ہدایت کرتے رہے۔

منجملہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی تھے۔ ان بزرگ ہستیوں نے بنی اسرائیل اور نصاریٰ کو اپنے بعد میں آنے والے نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق کھلی کھلی بشارتیں دیں۔ لیکن ان کی امتوں نے ان بزرگوں کی باتوں کی طرف بہت کم دھیان دیا۔ آسمانی کتابوں کو بدل ڈالا۔ معانی و مفہوم میں فرق ڈال دیا اور ہر طرح کی سرکشی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے۔ تو ان لوگوں نے آپ کو پہچان لینے کے بعد ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے نبیوں کے احکام و ہدایت کی کوئی پروا نہ کی۔ انہوں نے اس طرح نافرمانی کر کے خود اپنے اُوپر ظلم کیا اور نافرمانوں کی فہرست میں شمار ہوئے۔

فَاسِق: انہیں لوگوں کو کہا گیا ہے۔ جو اللہ کے حکموں کو توڑتے ہیں اور اس کی نافرمانی کے مجرم قرار پاتے ہیں۔

دینِ حق کی مخالفت

اَفَغَیۡرَ - دِیۡنِ - اللّٰہِ - یَبۡغُوۡنَ - وَ - لَہٗۤ
اب کوئی اور دین اللہ ڈھونڈتے ہیں اور اسی کے
اَسۡلَمَ - مَنۡ - فِی - السَّمٰوٰتِ - وَ - الۡاَرۡضِ
حکم میں ہے جو ہیں آسمان اور زمین
طَوۡعًا - وَّ - کَرۡھًا - وَّ - اِلَیۡہِ - یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾
خوشی اور لاچاری اور اس کی طرف پھر جائیں گے

اَفَغَیۡرَ دِیۡنِ اللّٰہِ یَبۡغُوۡنَ وَ لَہٗۤ
اب اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں اور اسی کے
اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ
حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے
طَوۡعًا وَّ کَرۡھًا وَّ اِلَیۡہِ یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾
خوشی یا لاچاری سے اور اسی کی طرف سب پھر جائیں گے

دِیۡنِ اللّٰہِ (اللہ کا دین) یہ لفظ پہلے بھی کئی بار استعمال ہو چکا ہے "دین" کے معنیٰ ہیں طریقہ اور راستہ یعنی وُہ طریق فکر و عمل جو کسی کام کے فکر و نظر اور سعی و عمل کی بنیاد ہو۔ ہر جماعت خاص نظریات کی حامل ہوتی ہے یہی نظریات اس کے طرزِ فکر کو معین کرتے ہیں۔ پھر انہیں کے مطابق وُہ تمام اپنے رہن سہن۔ معاملات اور تہذیب و تمدن کو ڈھالتی ہے۔

اہل کتاب کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر آسمانی کتابوں سے معلوم ہو چکی تھی۔ ان کے پیغمبروں نے انہیں بشارتیں سنائی تھیں کہ ایک آخری نبی آنے والا ہے۔ جس کا دین عالمگیر حیثیت کا ہوگا۔ جب حضور صلعم تشریف لائے تو ان لوگوں نے انہیں اچھی طرح پہچان لیا۔ لیکن حسد، بغض اور ضد میں آکر ماننے سے انکار کر دیا۔ اسلام کے حلقہ بگوش بننے سے منکر ہو گئے اور اس کی تکذیب کرنے لگے۔

ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ لوگ اسلام جیسا عالی شان اور مکمل ترین مذہب اختیار کرنے کو تیار نہیں۔ تو پھر کون سا دین پسند کرتے ہیں۔ کیا ایسا دین تلاش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے مذاہب سے بالکل علیحدہ ہو؟ یا کسی خود ساختہ مذہب کے خواہش مند ہیں۔ حالانکہ دنیا میں ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام ہی رہا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں حکمبرداری۔ یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم کسی رسول یا پیغمبر کے واسطے سے پہنچے۔ تو اس کے آگے سر جھکا دینا۔ آج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو دین پیش کر رہے ہیں۔ یہ وہی اسلام ہے۔ اسے چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ اس سے منہ موڑ کر حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ انسان کو ہرگز نہ چاہیئے۔ کہ اپنی خوشی اور پسند کے پیچھے لگ کر اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر دے۔ خواہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم خوشی کا باعث ہو یا اس کی تعمیل میں انہیں لاچاری یا مجبوری محسوس ہوتی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بعض ایسے ہیں۔ جو اس کے احکام کو خوشی سے تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً فرشتے۔ نیک انسان اور عبادت گزار بندے اور بعض ایسے بھی ہیں جو اسے مجبوراً مانتے ہیں۔ جیسے منکرینِ حق۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کہیں اطمینان نہیں مل سکتا۔

ان منکرینِ حق پر یہ تمام باتیں اس دن روشن ہو جائیں گی۔ جب سب کے سب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ تمام مخلوقات کو بالآخر وہیں لوٹ کر جانا ہے۔ ہر عقلمند کو چاہیئے۔ کہ اس روز کی پیشی کے لیے پہلے سے تیار ہو رہے۔ اگر یہاں وُہ نافرمانیوں میں مشغول رہا۔ تو وہاں کیا منہ دکھائے گا۔

انبیاء کا سلسلہ

قُلْ ۔ اٰمَنَّا ۔ بِاللّٰهِ ۔ وَ ۔ مَآ ۔ اُنْزِلَ ۔ عَلَيْنَا ۔ وَ
تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اتارا گیا ہم پر اور

مَآ ۔ اُنْزِلَ ۔ عَلٰٓى ۔ اِبْرٰهِيْمَ ۔ وَ ۔ اِسْمٰعِيْلَ ۔ وَ
جو کچھ اتارا گیا اوپر ابراہیم اور اسمٰعیل اور

اِسْحٰقَ ۔ وَ ۔ يَعْقُوْبَ ۔ وَ ۔ الْاَسْبَاطِ ۔ وَ ۔ مَآ ۔ اُوْتِيَ
اسحٰق اور یعقوب اور اولاد اور جو دیا گیا

مُوْسٰى ۔ وَ ۔ عِيْسٰى ۔ وَ ۔ النَّبِيُّوْنَ ۔ مِنْ ۔ رَّبِّهِمْ
موسیٰ اور عیسیٰ اور نبی سے ان کے رب

لَا ۔ نُفَرِّقُ ۔ بَيْنَ ۔ اَحَدٍ ۔ مِّنْهُمْ ۔ وَ ۔ نَحْنُ
نہیں ہم جدا کرتے درمیان ایک ان میں اور ہم

لَهٗ ۔ مُسْلِمُوْنَ ٨٤
اسی کے فرمانبردار

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ
تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اترا اور

مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ
جو کچھ اترا ابراہیم پر اور اسمٰعیلؑ پر اور

اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ
اسحٰق پر اور یعقوبؑ پر اور اس کی اولاد پر اور جو دیا گیا

مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ
موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ
دیا گیا ہم ان میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور ہم اسی

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ٨٤
کے فرمانبردار ہیں۔

اہل کتاب کو اب عملی طور پر مسلمانوں کی مثال پیش کی گئی۔ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء اور آسمانی کتابوں کے سوا باقی سب کو غلط قرار دیتے ہیں اور ان کی تکذیب و انکار کرتے تھے۔ اس آیت میں انہیں مسلمانوں کا موقف بتایا گیا ہے کہ جو لوگ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو گئے ہیں اور اسلام قبول کر چکے ہیں۔ وہ بلا تفریق و امتیاز گزشتہ تمام انبیاء کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں قدیم آسمانی کتابوں کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا اللہ پر ایمان ہے اور اس کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں کو اس کے پیغمبر سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ماننا اس کے احکام کو ماننے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ ہم اس کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو قرآن مجید کی صورت میں ہم پر اترا اور نبیوں کا جو اہم سلسلہ ہے اس پر بھی یقین رکھتے ہیں، ہم ان تمام احکام کو بھی مانتے ہیں۔ جو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی نسل میں انبیاء پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتے رہے یعنی اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر ان کے بعد ہم اس کلام الٰہی پر یقین رکھتے ہیں۔ جو حضرت موسیٰؑ پر اترا (یعنی تورات) اور اس کتاب پر بھی جو حضرت عیسیٰؑ کو ملی (یعنی انجیل) ہمارے نزدیک یہ سب نبی اللہ کی طرف سے تھے راستباز اور سچے تھے ان پر جو کلام نازل ہوا تھا وہ برحق تھا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے۔ کسی کو سچا اور کسی کو نعوذ باللہ جھوٹا نہیں کہتے۔ کیونکہ ایک نبی کی تکذیب بھی کفر میں داخل ہے۔ خواہ باقی سب کو نبی مانا جائے۔ اور ہم صحیح معنوں میں مسلمان (اللہ کے فرمانبردار) ہیں۔

نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ کے فقرہ میں مسلمانوں کا موقف بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان ان تمام نبیوں کو سچا مانتا ہے۔ جو اس کے رب کی طرف سے آئے ان آیات سے اہل کتاب کو تقلید کے لیے ایک نمونہ پیش کرنا مقصود تھا کہ اگر تم مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو یہ ہے سیدھی راہ اس پر چل پڑو تو منزل کو پہنچ جاؤ گے۔

اِسلام کے سوا

وَ مَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا
اور جو کوئی چاہے سوا اسلام دین
فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِي الۡاٰخِرَةِ
سو ہرگز قبول نہ ہوگا اس سے اور وہ میں آخرت
مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۸۵﴾
سے خسارہ پانے والے

وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا
اور جو کوئی دین اسلام کے سوا چاہے سو
فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِي الۡاٰخِرَةِ
اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں
مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۸۵﴾
خسارہ پانے والوں میں سے ہے

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اب اگر کوئی شخص اللہ کا دین چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلنا چاہے گا۔ تو اس کی یہ کوشش قابلِ قبول نہ ہوگی اسے اس کی سزا اس دنیا میں بھی دی جائے گی اور آخرت میں بھی اُسے خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا دین (اسلام) مکمل صورت میں آ پہنچا۔ تو کوئی جھوٹا۔ خود ساختہ یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جا سکتا اگر سورج کے نکل آنے کے بعد کوئی شخص مٹی کا چراغ جلاتے یا ستاروں کی روشنی تلاش کرے تو یہ محض حماقت ہوگی۔

یہی مثال دین کے بارے میں صحیح ہے اب کسی مقامی دین۔ نسلی مذہب اور محدود ہدایت کا زمانہ گزر چکا۔ ان سب سے بڑھ کر آخری اور عالمگیر نبوت و ہدایت ہی سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔

بنی اسرائیل کو اس سے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش نہ کرو۔ بلکہ اس کی آغوش میں پناہ حاصل کرو جس مذہب کے تم حامل ہو یا جن کتابوں کے تم دعویدار بنتے ہو۔ اُن کے اصول و کلیات اسلام کے عین مطابق ہیں اور اسلام کو ان پر ایک گونہ فضیلت بھی حاصل ہے یہودیت و نصرانیت مذاہب کی حیثیت مقامی تھی۔ یہ محض قوم کے اختیار کرنے کو بھیجے گئے تھے۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور یہ مکمل اور جامع ہے۔ زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ اس لیے اگر تم اپنے مذہب کے ساتھ وفاداری کرنا چاہتے ہو۔ تو اسلام سے ہمکنار ہو جاؤ۔ اس کے سبب نجات و سرخروئی حاصل ہوگی۔ تم اگر اس بات کو سمجھ لینے کے باوجود اپنی ضد پر ڈٹے رہو گے۔ اور اسلام کے سوا کسی اور مذہب کو تلاش کرو گے۔ تو یقیناً وہ غلط، گمراہ کن اور من گھڑت ہوگا۔ اس لیے ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ بلکہ ان لوگوں کو اس کفر و انکار کی سزا ملے گی۔ آخرت میں وہ اپنے آپ کو خسارہ میں پائیں گے۔

دنیا ایک آزمائش گاہ ہے۔ اور آخرت میں اس دنیا کے اعمال کا پھل ملتا ہے۔ جو شخص اس دنیا میں محنت و کاوش کر کے نیک عملی کا بیج بوئے گا۔ اسے آخرت میں سرور اور آرام ملے گا۔ اور جو ہٹ دھرمی اور بغض کی بنا پر دنیا کمانے میں لگا رہا۔ جاہ پرستی میں مگن رہا۔ اسے وہاں سخت نقصان ہوگا۔

لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ کوتاہ اندیش نہ بنیں۔ بلکہ دُور اندیش بن کر نیک عملی کی روش اختیار کریں۔ ورنہ آخرت کے خسارہ سے بچنا محال ہے۔ دُور اندیش وہ ہے۔ جو بہتر انجام کے لیے کوشش کرے۔ خصوصاً ایسا انجام جو مستقل صورت کا ہے۔ محض عارضی اور وقتی نہیں۔

محروم ہدایت

کَیۡفَ یَہۡدِی اللّٰہُ قَوۡمًا کَفَرُوۡا بَعۡدَ
اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر راہ دے گا جو ایمان لا کر کافر ہو گئے
اِیۡمَانِہِمۡ وَ شَہِدُوۡۤا اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ
اور انہوں نے گواہی دی کہ بیشک رسول سچا ہے
وَّ جَآءَہُمُ الۡبَیِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی
اور ان کے پاس روشن نشانیاں آئیں اور اللہ ظالم لوگوں کو
الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۶﴾
ہدایت نہیں دیتا

کَیۡفَ - یَہۡدِی - اللّٰہُ - قَوۡمًا - کَفَرُوۡا - بَعۡدَ
کیونکر راہ دے گا اللہ لوگ کافر ہوئے بعد
اِیۡمَانِہِمۡ - وَ - شَہِدُوۡۤا - اَنَّ - الرَّسُوۡلَ - حَقٌّ
ایمان کے اور گواہی دی کہ رسول سچا
وَّ جَآءَہُمُ - الۡبَیِّنٰتُ ؕ وَ - اللّٰہُ - لَا - یَہۡدِی
اور اُن کے پاس آئیں نشانیاں اور اللہ نہیں راہ دیتا
الۡقَوۡمَ - الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۶﴾
لوگ ظالم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے۔ کہ وُہ ظالموں کو کبھی راہِ ہدایت نہیں دکھائے گا۔ ظالموں سے مراد وہی لوگ ہیں۔ جو حق کو پہچان لینے کے بعد اُسے جھٹلاتے رہے نہ خود حق کو قبول کیا۔ نہ دوسروں کو نیکو کاری کی دعوت دی بلکہ اُن کا انکار دوسروں کیلیے رکاوٹ بنا۔ کچھ لوگوں نے حق کو پہچان لینے کے بعد کفر اختیار کیا۔ وُہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جب اپنے لوگوں سے مل بیٹھتے ہیں۔ تو خفیہ خفیہ اقرار بھی کرتے ہیں۔ کہ یہ رسول سچا ہے۔ اس کی سچائی و صداقت کے روشن دلائل کھلے نشانات اور صاف بشارتیں ان کو پہنچ چکی ہیں اس پر بھی ان کا تکبر و حسد اور ذاتی جاہ و جلال کی محبت اسلام قبول کرنے اور کفر کو چھوڑنے سے انہیں روک رہی ہے۔

یہ عموماً یہودیوں اور عیسائیوں کا حال تھا۔ ایسے ہٹ دھرم اور ضدی کافروں کی نسبت کیونکر یہ اُمید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے؟ یا ان کو اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے آئے اور جنت تک پہنچنے کی راہ دے؟ اس کا یہ اصول نہیں کہ بے انصاف اور متعصب نافرمان ظالموں کو حقیقی کامیابی سے ہمکنار کرے۔

ان سے بڑھ کر بُرا حال ان لوگوں کا ہوگا جو ایک مرتبہ مسلمان ہو گئے اور دنیاوی اغراض اور نفسیاتی ہوا و حرص کے پیچھے لگ کر مرتد ہو گئے۔ یہ اُن سے بھی بڑھ کر لعنت اور سزا کے حقدار ہوں گے۔ ایک شخص روشنی پالے۔ مگر پھر کھلے بندوں تاریکی کو روشنی کہے تو اس سے بڑا اندھا اور کون کہلائے گا اور کوئی آنکھوں والا اُسے مُنہ کیسے لگائے گا۔

آخرت میں یہی لوگ خسارے میں مبتلا ہوں گے۔ سب سے بڑا خسارہ یہ ہوگا کہ وُہ اپنا راس المال بھی کھو چکے ہونگے۔ یعنی وُہ انسانی فطرت کی نیکی اور سعادت جس پر ہر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن قبیح جذبات اور بھونڈے خیالات اور مکروہ خواہشات کی رَو میں بہ کر انسان اپنی نیک فطرت کو بدعملی سے مسخ کر ڈالتا ہے اور وُہ انسانیت کے درجے سے بہت نیچے گر جاتا ہے۔ یہی خسارے کی صورت ہے۔

ایسے لوگ جب خود اپنے اوپر ظلم کریں حق و صداقت کو جان لینے کے بعد نیک و بد میں تمیز کر لینے کے بعد بدی کی راہ منتخب کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے مُنہ موڑیں تو انہیں ہدایت کا راستہ کیونکر دکھایا جا سکتا ہے وُہ اپنے کرتوتوں کی بنا پر کجروی اختیار کرتے ہیں۔ گمراہی میں پھنس جاتے ہیں اور انسانیت کے حقیقی جوہر کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کی صحبت سے بچائے اور اُن کی شر سے محفوظ رکھے۔

ظالموں پر لعنت

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ
ایسے لوگ ان کی سزا کہ ان پر لعنت اللہ
وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خَالِدِينَ
اور فرشتے اور لوگ سب ہمیشہ رہیں گے
فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا
اس میں نہ ہلکا ہوگا اُن سے عذاب اور نہ
هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٨﴾
وہ مہلت دیے جائینگے

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ
ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے
وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خَالِدِينَ
اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی اس میں ہمیشہ
فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا
رہیں گے اُن سے عذاب ہلکا نہ ہوگا اور نہ انہیں
هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٨﴾
مہلت ملے گی

گزشتہ آیات میں جن لوگوں کی دینی اور دنیاوی خرابیاں ذکر کی گئی ہیں۔ اب ان کی وہ سزا بیان کی گئی ہے۔ جو انہیں اس ظلم اور بددیانتی کے نتیجے میں دی جائے گی۔ ان لوگوں کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انہوں نے حق کو پہچان لینے کے بعد اسے جھٹلانے کی کوشش کی۔ نیکی کی راہ دیکھ لینے کے باوجود اس سے منہ موڑا۔ رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنے والوں کی طرف کان نہ دھرا۔ یہی روش یہود و نصاریٰ کی تھی۔ یہ لوگ اپنی آسمانی کتابوں کے مطالعہ سے جان چکے تھے۔ کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو انہوں نے انہیں پہچان لینے کے بعد ان کا انکار کر دیا۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر خدا، خدا کے فرشتے اور مسلمان لعنت بھیجتے ہیں بلکہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے مُنہ سے کہتے ہیں۔ کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ تو یہ لعنت خود ان پر ہی پڑتی ہے۔

ان پر یہ لعنت دائمی طور پر پڑتی رہے گی۔ نیز آخرت میں بڑی شدت کا عذاب ہوگا۔ جس میں نہ کسی قسم کی تخفیف ہوگی۔ اور نہ ذرا سی دیر کے لیے اس عذاب کو ملتوی کر کے انہیں آرام دیا جائے گا۔ آگ کی یہ خاصیت کہاں کہ وہ درمیان میں اپنی تپش، جلن اور سوزش کم کر دے وہ تو قہار و جبار خدا کی بھڑکائی ہوئی ہوگی۔

بدی کی طاقت کو تقویت دینے والے زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو نیکی کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد محض عارضی۔ ناپائیدار اور بے فائدہ اغراض کے پیچھے لگ کر بدی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ یہی لوگ نیکی کی طاقت کو سب سے زیادہ گزند پہنچاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ان کی اس لغزش سے سخت دھوکہ کھاتے ہیں ان کا ایمان ڈانواں ڈول ہو جاتا ہے۔ نیکی پر ان کا یقین کمزور پڑ جاتا ہے۔ جو لوگ ہدایت و سعادت کی راہ کو تنگ کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ وہی دوسرے لوگوں کی گمراہی کا سبب بھی بنتے ہیں۔ اپنی سرشت کی اس بالواسطہ برائی کی بنا پر وہ لعنت کے مستوجب قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ۔ فرشتے۔ مسلمان اور نیک روح انسان ان پر لعنتیں کرتے ہیں۔

لَعْنَةَ اللّٰهِ (اللہ کی لعنت) لعن اس کا مادہ ہے۔ ملعون وہ ہے جس پر لعنت پڑے اس کے معنیٰ ہیں دوری اور پھٹکار اصطلاح میں رحمت سے دوری اور اللہ کریم کے لطف و کرم سے محرومی کو لعنت کہا جاتا ہے۔

توبہ اور اصلاح

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا ۟ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۸۹﴾

لیکن جنہوں نے توبہ کی سے بعد اس کے اور نیک کام کیے تو بیشک اللہ غفور رحیم

مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور نیک کام کیے تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے

جس قسم کے مجرموں اور گنہگاروں کا ذکر پچھلے اسباق میں گزر چکا ہے۔ وُہ کسی حالت میں بھی معافی کے مستحق نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ غفور الرحیم ہے۔ اُس کی بارگاہ میں اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرے اور آیندہ نیک چلن اختیار کرنے کا ارادہ کرے تو سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے توبہ کی گنجائش رکھی ہے اور انہیں مہلت دی ہے کہ اگر وُہ اپنی شرارتوں سے باز آ جائیں۔ برائیوں کو چھوڑ کر نیک راہ پر ہو لیں تو اللہ اُن کی خطائیں نظر انداز کر کے انہیں مغفرت عطا کرے گا۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی رحیمیت واضح ہو جاتی ہے۔

انسان کی گمراہی کے کئی اسباب ہوتے ہیں جہالت۔ بُری صحبت، دنیا پرستی، کوتاہ اندیشی، ضد اور ہٹ دھرمی وغیرہ انسان اس میں بھٹکتا چلا جاتا ہے اور اپنی روش پر غور نہیں کرتا وہ اپنے طرز عمل کو سنوارنے کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ لیکن جب اُسے ٹھوکر لگتی ہے یا کہیں سے نصیحت کی آواز اس کے کان میں پڑتی ہے یا وُہ خود اپنی زندگی کے حالات پر ذرا غور و خوض کرتا ہے تو اُسے یکایم اپنی گمراہی کا احساس ہوتا ہے گزشتہ اعمال پر افسوس کرتا ہے پشیمان و نادم ہوتا ہے اور گناہوں کو یک قلم ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ گندگیوں اور غلاظتوں سے پاک ہونا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اپنی کوتاہ بینی پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہُوا اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی چاہتا ہے اور آئندہ نیکی کی راہ اختیار کرنے کا مصمم ارادہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اسے اپنی رحمت کے سایہ میں ڈھانپ لیتا ہے۔

یہ انسان کی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے توبہ کی گنجائش رکھی ہے اور اسے نیکی کی طرف رجوع کرنے کی مہلت عطا فرمائی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھائے تو اس سے زیادہ بدنصیب اور بدقسمت اور کون ہوگا۔

توبہ: قرآن مجید میں لفظ توبہ بار بار استعمال ہُوا ہے اس کے لفظی معنی لوٹ آنا اور توجہ کرنا ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ تُوبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ (اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ)۔ اور بشارت دی کہ جو لوگ میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ اَتُوْبُ عَلَیْہِ (میں اُس کی طرف توجہ فرماتا ہوں)

توبہ کی شرط اول یہ ہے کہ انسان اپنی غلطی کا احساس کرے اس پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرے اور اس اعتراف و اقرار کے ساتھ ہی اُسے چھوڑ دینے اور اس سے باز رہنے کا پختہ ارادہ کر لے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ وُہ بڑا ہی بخشنے والا رحم کرنے والا۔

ناقابلِ قبول توبہ

اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ کَفَرُوْا ۔ بَعْدَ ۔ اِیْمَانِھِمْ
جو لوگ منکر ہوئے بعد ایمان لانے کے
ثُمَّ ۔ ازْدَادُوْا ۔ کُفْرًا ۔ لَّنْ ۔ تُقْبَلَ ۔ تَوْبَتُھُمْ
پھر بڑھتے رہے انکار میں نہ قبول ہوگی اُن کی توبہ
وَ ۔ اُولٰٓئِکَ ۔ ھُمُ ۔ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾
اور وہی وُہ گمراہ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ
جو لوگ مان کر منکر ہوئے
ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ
پھر انکار میں بڑھتے رہے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی
وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾
اور وہی گمراہ ہیں

اس آیت میں توبہ کے باب میں کچھ اور تشریح کردی گئی ہے۔ جو لوگ گمراہیوں اور بداعمالیوں پر نادم ہوئے انہوں نے توبہ کی اور آئندہ نیک کام کرنے شروع کردیے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کرے گا اور اُن کے گناہ بخش دے گا۔ یہاں یہ فرمایا کہ جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے۔ پھر آخر تک انکار میں لگے رہے نہ کبھی کفر سے ہٹنے کا نام لیا۔ نہ حق اور اہلِ حق کی دشمنی سے باز آئے۔ بلکہ الٹے ایمان والوں سے بحث اور جنگ و جدل کرتے رہے۔ جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے جان نکالنے کے لیے آئے تو توبہ کی سوجھی۔ بھلا اس توبہ سے کیا فائدہ؟ بات بالکل صاف ہے۔ کہ توبہ کا مقصد تو اصلاح اور درستی ہے اگر مرتے دم توبہ کی۔ جبکہ اصلاح اور درستی کی نہ گنجائش ہے نہ وقت۔ تو اس توبہ سے کیا حاصل ہوگا۔ بعض لوگوں پر جب مصیبت آ پڑے اور ظاہری اسباب سے بے بس ہوجائیں یا مرض لاعلاج ہوجائے تو رسماً اور عادتاً توبہ توبہ پکارتے ہیں۔ بھلا ایسی توبہ کس کام کی؟ کچھ لوگ گناہ کا احساس کرتے ہیں اور اللہ کریم کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں۔ لیکن جونہی کچھ وقت گزرا۔ حالات بدلے۔ تو سب کچھ بھول گئے۔ پھر سے سرکشی اور گناہ میں لگ گئے۔ ایسے لوگوں کی توبہ بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

روزمرہ کی زندگی میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ بعض لوگ محض دکھلاوے اور نمائش کی خاطر نیک کام کرتے ہیں۔ یا اس وقت اچھا کام کرتے ہیں۔ جب وُہ بالکل مجبور کردیے جائیں۔ گویا جب انہیں اختیار و اقتدار ہوتا ہے۔ تو نیکی کی طرف رجوع نہیں ہوتے جب بے بس ہوجاتے ہیں۔ تو اقرار کرنے لگتے ہیں۔ کہ آئندہ بُرے کام نہ کریں گے۔ ایسے اقرار کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پورے دل و جان سے بُرائی سے نفرت اور نیکی سے الفت نہیں رکھتے۔ بلکہ محض وقتی طور پر فائدہ اٹھانے کے لیے جھوٹے بہانے بنانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہی لوگ حقیقی گمراہ ہیں۔

ہمیں اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ بُرائی اور کفر و انکار کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں۔ کہ وُہ ہمیں راہِ ہدایت پر استقامت دے۔ اگر بھُول سے کبھی کوئی خطا ہوجائے یا بُرائی سرزد ہوجائے۔ تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

فدیہ ہرگز قبول نہ ہوگا

اِنَّ۔الَّذِیْنَ۔کَفَرُوْا۔وَ۔مَاتُوْا۔وَ۔ھُمْ۔کُفَّارٌ
جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے اور وہ کافر
فَلَنْ۔یُّقْبَلَ۔مِنْ۔اَحَدِھِمْ۔مِّلْءُ۔الْاَرْضِ
تو ہرگز قبول نہ ہوگا کسی ایک بھر زمین
ذَھَبًا۔وَّ۔لَوِ۔افْتَدٰی۔بِہٖ
سونا اور اگرچہ بدلہ دے اس قدر

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ
جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی میں مر گئے
فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ
تو کسی ایسے سے ہرگز زمین بھر سونا بھی قبول
ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ
نہ ہوگا اگرچہ بدلہ میں اس قدر سونا دے

اس آیت میں ایسے کافروں اور گنہگاروں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ جو ہمیشہ سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ سیم وزر ہی کل قوت وطاقت کا منبع ہے روپیہ تمام گناہوں کو ڈھانپ دیتا ہے۔ اور تمام برائیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اُن کا خیال ہے کہ جس طرح ہم دنیا میں رشوت یا فدیہ دے کر جرائم کی سزا سے بچ جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے حضور میں سونا اور چاندی دے کر عتاب سے بچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا ہے۔ کہ تمہارا یہ خیال خام ہے۔ تم میں سے کسی گنہگار کے پاس کل روئے زمین کے برابر سونا ہو اور وہ اسے اپنے گناہوں کے عوض اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرے۔ تو یہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو بھلا سونے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ جبکہ وہ کل کائنات ارضی وسماوی کا مالک ہے۔ تمام مخلوقات اور موجودات کا پیدا کرنے والا ہے۔ ذرہ سے لے کر آفتاب تک چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک ادنیٰ گنہگار انسان سے لے کر عظیم الشان نبی تک سب اس کے تابع فرمان ہیں۔ سونا، چاندی، مال وزر اور دولت وثروت سب اسی کی ملکیت ہیں اور وہی یہ سب کچھ لوگوں کو دیتا ہے۔ پھر اس کے عوض وہ گنہگار کو کیوں معافی دے گا۔

دراصل رشوت اور فدیہ کا یہ نظریہ ان لوگوں کی تخلیق ہے۔ جن کا دین وایمان دولت ہے جن کا مقصدِ حیات مال وزر ہے جو زندگی بھر اسی کی تلاش وجستجو کرتے ہیں اپنی محنت اور وقت اسی کے حصول میں صرف کرتے ہیں۔ اپنی عمر اسی کے ڈھیر اکٹھے کرنے میں لگا دیتے ہیں۔ آخر کار اسی کی حسرت دل میں لیے خالی ہاتھ جہانِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ یہ لوگ سونے چاندی کے پیچھے دوڑتے رہے۔ مال وزر کے لیے تگ ودو کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی ساری توجہ اور محنت اسی کے لیے وقف کر دی لیکن انجام انتہائی اندوہناک اور کرب و درد سے بھرپور پایا۔ یہ اسی گمان باطل میں رہے کہ یہی شے باعثِ نجات اور سبب کامیابی ہے۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو معلوم نہیں کہ اصلی دولت ایمان کی دولت ہے۔ اصل سرمایہ نیکی کا سرمایہ ہے۔ سونے چاندی کی حیثیت نیک عمل کے مقابلہ میں ایک بے قیمت تنکے کی بھی نہیں۔ قیامت میں صرف نیکوکاری بچا سکتی ہے۔ سونے چاندی کے ڈھیر کام نہیں آئیں گے۔

اِفْتَدٰی (بدلہ دے) فدیہ ایسے بدلہ کو کہتے ہیں۔ جو کسی خرابی اور گناہ کے عوض مال وزر کی صورت میں یا کسی اور شکل میں ادا کیا جائے۔

اہل کتاب میں فدیہ کا غلط عقیدہ موجود تھا جو بے راہ روی اور ان کی سہل انگاری کا موجب بنا۔

گناہ کی سزا

اُولٰٓئِکَ ۔ لَھُمْ ۔ عَذَابٌ ۔ اَلِیْمٌ
وہی ۔ ان کے لیے ۔ عذاب ۔ درد ناک

اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ
انہیں درد ناک عذاب ہے

وَّ مَا ۔ لَھُمْ ۔ مِّنْ ۔ نّٰصِرِیْنَ ﴿۹۱﴾
اور نہیں ۔ ان کے لیے ۔ کوئی ۔ مددگار

ع ۹ ۱۱ ۱۷ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۹۱﴾
اور ان کا کوئی مددگار نہیں

گزشتہ آیات میں یہ بات تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ نجران کے وفد کے مناظرہ کرنے کے بعد اور دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو صحیح ماننے کے باوجود نصاریٰ ایمان نہ لائے وہ لوگ بدستور یہ بہتان لگاتے رہے کہ فلاں پیغمبر اللہ نے کہی ہے فلاں بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے ۔ حالانکہ یہ تمام باتیں وہ خود اپنے دل سے بناتے تھے نیز کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف تعلیم نہیں دیتا ۔ وہ کبھی اپنی عبادت کے لیے حکم نہیں دیتا ۔ وہ تو ہمیشہ یہی کہتا ہے کہ اللہ والے بن جاؤ ۔ لیکن نصاریٰ نے احکام الٰہیہ کو بدل ڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی ۔ رسولوں میں فرق کرتے رہے ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ایک ہی راہ ہدایت دیکر بھیجا اور سب کو توحید کا سبق دیا ۔

عیسائی یہ تمام حقائق جاننے کے بعد بھی ایمان نہ لاتے اور انکار ہی کرتے رہے وہ دنیاوی اغراض میں پھنس کر اور مال و دولت کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنے ایمان کو بیچ ڈالتے ۔ آخرت کی پرواہ نہ کرتے اپنا انجام نہ سنوارتے ۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ وہ ایسے لوگوں کو کبھی راہ ہدایت نہ دکھائے گا ۔ بلکہ ان پر اللہ اس کے فرشتے اور تمام لوگ لعنت کریں گے اور نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا ۔ نہ انہیں مہلت ملے گی ۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیے کہ وہ انسان کو ایک اور موقع دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلے ۔ اپنے کیے پر نادم ہو اور معافی کا مستحق بن جائے لیکن منکرین پھر بھی نہیں سمجھتے وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں ۔ ساری عمر اسی پر جمے رہتے ہیں اور مرتے دم تک توبہ نہیں کرتے یہ لوگ اگر اپنے ان گناہوں کی سزا میں دنیا بھر کر سونا فدیہ میں دینا چاہیں تو وہ قبول نہ ہوگا ۔ یہی گنہگار ہیں ۔ انہیں دردناک انجام دیکھنا پڑے گا سخت ترین سزا بھگتنی پڑے گی ۔ ان کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار نہ حامی ہوگا نہ بچانے والا ۔ بلکہ یہ بے بس اور بے سہارا ہوں گے ۔ انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا ۔ انہیں کسی کا آسرا نہ ہوگا ۔

دور اندیش اور دانشمند انسان کو چاہیے ۔ کہ ان حالات و واقعات سے عبرت حاصل کرے گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی راہ اختیار کر کے اپنی آخرت کو خراب نہ کرے اپنا انجام گھناؤنا نہ بنائے بلکہ ان باتوں سے سبق حاصل کر کے نیکی کی راہ اختیار کرے ۔

اس آیت میں بدکار انسانوں کی دو سزاؤں کا بیان ہے ایک تو دردناک عذاب کی شکل میں ہوگی ۔ دوسری یہ کہ کوئی ان کا معاون و مددگار نہ ہوگا ۔ وہ تنہا بے یار و مددگار رہ جائیں گے ۔ جن سہاروں پر انہیں ناز تھا وہ سب چھوٹ جائیں گے اور جن دوستوں سے انہیں توقع تھی ۔ وہ سب ساتھ چھوڑ جائیں گے ۔

مبارک ہیں وہ انسان جو اس گھڑی سے پہلے سنبھل جائیں ۔

قربانی کا معیار

لَنْ تَنَالُوا ۔ الْبِرَّ ۔ حَتّٰى ۔ تُنْفِقُوْا ۔ مِمَّا ۔ تُحِبُّوْنَ ۬
ہرگز نہ حاصل کرسکو گے نیکی جب تک نہ خرچ کرو اس سے پیاری چیز
وَ ۔ مَا ۔ تُنْفِقُوْا ۔ مِنْ ۔ شَيْءٍ ۔ فَاِنَّ ۔ اللّٰهَ
اور جو تم خرچ کروگے سے چیز تو اللہ
بِهٖ ۔ عَلِيْمٌ ﴿٩٢﴾
اس سے جانتا ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬
ہرگز نیکی نہ حاصل کر سکو گے جب تک اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ نہ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
کروگے اور جو چیز خرچ کروگے سو اللہ کو
بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٩٢﴾
معلوم ہے۔

بعض اوقات انسان اس لیئے نیکی سے رُک جاتا ہے کہ اُسے اس کی خاطر اپنی پسند کی چیزوں کو قربان کرنا پڑتا ہے اس عالمِ فانی میں بیشتر ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور یہ محبت بعض اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ اُن سے علیحدہ رہنا اُسے سخت ناگوار گزرتا ہے۔ اُن چیزوں کی اُلفت اُسے مجبور کرتی ہے۔ کہ وُہ ان کی خاطر ہر چیز کو قربان کردے۔ یہ محبت اُسے اندھا کردیتی ہے اور وُہ نیکی بدی میں تمیز بھی کھو بیٹھتا ہے۔

انسان کی زندگی اپنی لذتوں کے حصول اور عزت و شہرت، مال و اولاد، ریاست و سرداری کی طلب میں گزرتی ہے اور اُن ہی سے انسان بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ انہیں حاصل کرنے اور برقرار رکھنے کی خاطر وُہ بعض اوقات ایمانداری بھی قربان کردیتا ہے اس کی نگاہ میں نیکی کی قدر و قیمت ان اشیاء کے مقابلے میں گرجاتی ہے۔ اس طرح وُہ خود غرضی کا پتلا، نفسانی خواہشات کا دلدادہ اور ہوا و ہوس کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ نیکی سے بالکل مُنہ موڑنے لگ جاتا ہے۔

جب تک انسان کے دل سے خود غرضی کی جڑ نہ اکھاڑ دی جائے۔ اسے ہر شے سے بڑھ کر نیکی کے ساتھ محبت کرنا نہ سکھایا جائے وُہ راست باز نہیں بن سکتا۔ جو آدمی نیک کام میں اپنی محبوب سے محبوب شئے کو بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔ اس کے اخلاص نیک نیتی اور خدا پرستی میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ دراصل خود غرضی ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اور اخلاص سب نیکیوں کی جان ہے۔

یہود و نصاریٰ مال و دولت سے محبت کرتے تھے انہیں اپنی ملت کے ان پڑھ لوگوں پر اقتدار اور سرداری حاصل تھی اور یہ چیز انہیں بہت عزیز تھی۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر وُہ نبیؐ آخر الزمان پر ایمان لے آئے۔ ان کی اطاعت قبول کرلی تو ان کی ریاست و طاقت جاتی رہے گی۔ اس وجہ سے وہ ایمان لانے سے گریز کرتے رہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تک تم اپنی عزیز ترین شئے کو قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہوگے تم نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کس شخص نے کونسی چیز خرچ کی ہے، اور کس کے لیے خرچ کی ہے، جتنی محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے گی۔ اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ہاں سے بدلہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نیکی کا معیار یہ قرار دیا کہ اپنی عزیز ترین اور سب سے محبوب شئے ہماری راہ میں قربان کردو۔ اسے سب سے بڑی نیکی سمجھا جائے گا اور اللہ کریم اس کی قدر فرمائے گا۔

بنی اسرائیل میں حلال وحرام

كُلُّ ۔ الطَّعَامِ ۔ كَانَ ۔ حِلًّا ۔ لِّبَنِيْٓ ۔ اِسْرَاۗءِيْلَ
سب کھانے کی چیزیں تھیں حلال واسطے بنی اسرائیل
اِلَّا ۔ مَا ۔ حَرَّمَ ۔ اِسْرَاۗءِيْلُ ۔ عَلٰي ۔ نَفْسِهٖ
مگر جو حرام کرلی تھیں اسرائیل اوپر اپنے
مِنْ ۔ قَبْلِ ۔ اَنْ ۔ تُنَزَّلَ ۔ التَّوْرٰىةُ ۭ
سے پہلے کہ نازل ہو تورات

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
بنی اسرائیل کو سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں مگر
اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ عَلٰي نَفْسِهٖ
جو اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لی تھیں
مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ
تورات نازل ہونے سے پہلے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے۔ کہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ تم اپنے آپ کو دینِ ابراہیمؑ پر بتاتے ہو۔ لیکن تم وُہ چیزیں کھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے پر حرام کر رکھی تھیں۔ مثلاً اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ وغیرہ اس صورت میں تم ابراہیم کے سچے پیرو کیونکر کہلا سکتے ہو۔ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جتنی چیزیں اب لوگ عموماً کھاتے ہیں یہ سب حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں حلال تھیں۔ اور تورات کے نازل ہونے سے پہلے تک حلال ہی رہیں۔ البتہ اس آسمانی کتاب میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام کردی تھیں جہاں تک اونٹ کے گوشت اور اس کے دُودھ کی حرمت کا تعلق ہے یہ تورات کے نازل ہونے سے بہت پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے استعمال نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور اُن کی پیروی میں ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ قسم کھانے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو "عرق النسا" کا درد تھا۔ آپ نے اللہ سے یہ منت مانی کہ مجھے اس درد سے نجات کردے اور صحت مند ہو جاؤں تو اپنی محبوب ترین چیز کا استعمال چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ صحت پانے پر آپ نے اُونٹ کا گوشت اور اس کا دُودھ جو اُن کی مرغوب ترین اشیا تھیں منت پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیں۔

یہ یاد رہے کہ اس قسم کی مَنت جس میں کسی حلال چیز کو حرام کرلیا مقصود ہو اسلامی شریعت کے مطابق جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ " اے نبی تو وُہ چیز کیوں حرام کرلیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے حلال کی"۔ (سورۃ تحریم۔ رکوع ۱) اگر بھول چوک سے ایسی قسم کھالی جائے تو چاہیے کہ اُسے فوراً توڑ دے اور کفارہ ادا کردے۔

اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتوں میں بعض احکام منسوخ کیے گئے ہیں بعض چیزیں کسی زمانہ میں حلال تھیں۔ بعد میں حرام ہوگئیں اور کچھ چیزیں شروع میں ممنوع تھیں۔ بعد میں حلال قرار دے دی گئیں۔ لہٰذا اب شریعت محمدیہ اور شرائع سابقہ میں حلال وحرام کے اعتبار سے کچھ فرق ہو تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ نیز موجودہ آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک محبوب چیز کو چھوڑ دینا مذکور ہے اور گزشتہ آیت میں محبوب چیز کے خرچ کرنے کا ذکر تھا اس طرح ان دونوں آیتوں میں ایک لطیف مناسبت بھی پیدا ہوگئی۔

اللہ پر بہتان

قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ
توکہہ لاؤ توریت اسے پڑھو اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى
تم سچے ہو پھر جو جھوٹ باندھے اوپر
اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
اللہ جھوٹ سے بعد اس وہی
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾
لوگ ظالم

قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ
توکہہ توریت لاؤ اور اسے پڑھو اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى
تم سچے ہو پھر جو کوئی اللہ
اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
پر جھوٹ باندھے اس کے بعد وہی بڑے
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾
بے انصاف ہیں

اس آیت کی ابتدا میں یہودیوں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ جو چیزیں بنی اسرائیل کی شریعت میں حرام تھیں وہ اسلام میں حلال کیسے ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن اشیاء کو تم حرام سمجھ بیٹھے ہو وہ حرام نہ تھیں۔ بلکہ خود تم حرام قرار دے بیٹھے تھے۔ ابراہیمی شریعت میں وہ ہرگز حرام نہ تھیں۔

آیت کے اس آخری حصہ میں بنی اسرائیل کو نہایت واضح لفظوں میں زوردار طریق پر کہا جا رہا ہے۔ کہ اگر اب بھی تمہیں کچھ شک ہے۔ اور ہمارے اس بیان پر تمہارا دل نہیں جمتا۔ تو اپنی مقدس کتاب توریت لے آؤ۔ اسے اول سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اگر کہیں یہ بیان مل جائے۔ کہ ابراہیمی شریعت میں بھی یہ چیزیں حرام تھیں تو ہمیں دکھا دو کس قدر عجیب بات ہے۔ کہ وہ اپنی تحریف کردہ اور مسخ شدہ کتاب سے بھی کوئی ایسی آیت نکال کر نہ دکھا سکے۔ مگر پھر بھی ضد پر اڑے رہے۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہود نے کلام مجید کا یہ چیلنج قبول نہ کیا اور قبول کرتے بھی کیسے؟ جبکہ اُن کا دعویٰ بے بنیاد تھا۔ نہ ان کے پاس حقیقی علم تھا۔ اور نہ حقیقی احکام کو اپنی جگہ برقرار رکھ سکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم اپنی کتاب سے کوئی ایسا حکم نہ دکھا سکو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم مفت اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو۔ شریعت کے نام پر غلط بیانی سے کام لے رہے ہو اپنی طرف سے باتیں گھڑ لیتے ہو اور انہیں مذہب اور کتاب سے منسوب کر دیتے ہو۔ ایسا کرنے والے ناانصاف ظالم شمار ہوں گے۔ اور حقیقت یہی ہے۔ کہ دنیا میں اس سے بڑا ظلم نہیں ہو سکتا کہ بندہ اپنی بات کو خدا کی بات قرار دے۔ بندہ ہو کر خدائی دعوے شروع کر دے۔ ایسا کرنے والے نہ صرف خود گمراہ ہوتے ہیں بلکہ مخلوق خدا کی گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں۔

ملّتِ ابراہیمی کا اتّباع

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۚ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
کہہ سچ کہا اللہ تابع ہو جاؤ دین ابراہیم
حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾
ایک اور نہ تھا سے شرک کرنے والے

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۚ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
تو کہہ اللہ نے سچ فرمایا اب ابراہیم حنیف کے دین کے تابع ہو
حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾
جاؤ اور وہ شرک کرنے والا نہ تھا

گزشتہ آیات میں حلال و حرام نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے متعلق اصل حقائق بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسولِ کریمؐ سے کہا ہے کہ تو کہہ اللہ کا کلام سچا ہے۔ اُس نے حلت و حرمت کے علاوہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت سچی اور کھری باتیں تمہیں سنا دی ہیں ان میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (حضرت ابراہیمؑ حنیف کا دین) لفظ ملة اردو زبان میں صرف جماعت اور قوم کے لیئے استعمال ہوتا ہے خصوصاً مذہبی اور دینی جماعت لیکن عربی زبان میں یہ لفظ جماعت کے علاوہ خود دین اور مذہب کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔

"حنیف" کے لفظی معنی ہیں "یک رخ" جو سب سے مُنہ موڑ کر صرف ایک طرف رُخ کرے اور سب سے کٹ کر ایک کا ہو جائے حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب بھی ہے۔ ان کی زندگی اس لفظ کی ایک مکمل تشریح ہے۔ انہوں نے اللہ بزرگ و برتر کے لیے خاندان کو برادری اور ملک کو چھوڑا۔ بتوں کو توڑا۔ ستاروں سے مُنہ موڑا آگ میں گرنا منظور کیا۔ بیوی بچہ کو چھوڑنا گوارا کر لیا۔ بیٹے کو قربان کرنا منظور کر لیا۔ غرضیکہ رضائے الٰہی کی خاطر ہر ممکن قربانی کی۔

یہود و نصاریٰ اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ وُہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں وُہ ساتھ ہی ساتھ اس چیز کا دعویٰ بھی کرتے تھے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کا اصلی مذہب انہی تک سینہ بہ سینہ پہنچا ہے۔ قرآن مجید نے یہ واضح کر دیا کہ بنی اسرائیل اگرچہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔ لیکن وُہ مذہب میں قطعی طور پر اُن کے پیرو نہیں ہیں ابراہیمؑ خالص توحید پرست تھے۔ شرکت کے قریب بھی نہ پھٹکتے تھے۔ لیکن بنی اسرائیل مادہ پرست ہیں اپنے پیغمبروں اور راہبوں کی پوجا کرتے ہیں۔ معمولی لالچ میں آ کر ایمان بیچ ڈالتے ہیں۔ ایثار قربانی سے دُور بھاگتے ہیں۔ ریاضت اور جدوجہد سے کتراتے ہیں۔ ان حالات میں انہیں حضرت ابراہیمؑ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

مذکورہ بالا دلائل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی بجائے مسلمان ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح توحید باری کے قائل ہیں۔ تسلیم و رضا کے پابند ہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری ان کا شیوہ ہے اس لیے یہودی جو زبانی طور پر ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ مسلمانوں کی طرح سچے دل سے ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کریں۔ شرک چھوڑ کر توحید اختیار کریں۔ شر و بغاوت چھوڑ کر ایمان و یقین حاصل کریں۔

اوّلین عبادت گاہ ـــ خانہ کعبہ

اِنَّ ۔ اَوَّلَ ۔ بَيْتٍ ۔ وُّضِعَ ۔ لِلنَّاسِ ۔ لَلَّذِىْ
بیشک پہلا گھر جو مقرر ہُوا لوگوں کے لئے البتہ وُہ
بِبَكَّةَ ۔ مُبٰرَكًا ۔ وَّ ۔ هُدًى ۔ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ فِيْهِ
مکّہ میں برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگ اس میں
اٰيٰتٌۢ ۔ بَيِّنٰتٌ ۔ مَّقَامُ ۔ اِبْرٰهِيْمَ ۚ ۥ وَ ۔ مَنْ
نشانیاں ظاہر مقام ابراہیم اور جو
دَخَلَهٗ ۔ كَانَ ۔ اٰمِنًا ؕ
اندر آیا ملا امن

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ
بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے مقرر ہُوا یہی ہے
بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ فِيْهِ
جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو اس میں
اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ ۥ وَمَنْ
کھُلی نشانیاں ہیں جیسے مقام ابراہیم اور جو اس
دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ
کے اندر آیا اس کو امن ملا

اَوَّلَ بَيْتٍ (پہلا گھر) اس سے مراد خانہ کعبہ ہے جو بطور عبادت گاہ اوّلین عمارت اور پہلا گھر ہے۔ اس گھر کو عالمگیر عبادت گاہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیئے کہ باقی تمام عبادت گاہیں مقامی اور قومی تھیں۔ نیز یہ کہ دنیا کے دوسرے تمام عبادت خانے خواہ صنم کدے ہوں یا آتش کدے۔ گرجے ہوں یا کچھ اور۔ سب بعد میں بنے ہیں۔ اوّلیت کا سہرا اسی عبادت خانے کے سر ہے۔

مسلمانوں کے اس دعویٰ پر کہ ہم باقی تمام قوموں اور اُمتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ یہودیوں کو یہ بھی اعتراض تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کا اصلی وطن تو عراق تھا جسے چھوڑ کر وُہ شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ پھر وہیں رہے سہے۔ اسی جگہ انہوں نے وفات پائی ان کی اولاد بھی شام میں ہی رہی۔ اس ملک میں جتنے نبی آئے انہوں نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا اسلام کا مرکز اس کے برعکس حجاز ہے۔ اور مسلمانوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے وُہ ملک شام سے دور ایک طرف پڑے ہوئے کس مُنہ سے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وُہ ابراہیم علیہ السلام سے قریبی نسبت رکھتے ہیں۔

ان معترضین کا جواب مذکورہ بالا آیت میں دیا گیا ہے۔ یعنی بیت المقدس اور دوسرے بابرکت مقامات بعد میں تعمیر ہوئے ہیں بیت اللہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد حضرت اسحٰقؑ نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی تھی۔ اور اس کی تکمیل تو کئی سو سال بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی۔ دنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو ہدایت کے لیئے بنایا گیا تھا۔ وُہ کعبہ ہی ہے جو مکہ معظمہ میں واقع ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے لوگ یہاں آئیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی اس گھر کو ظاہری اور باطنی برکتیں عطا کیں اسے سارے جہان کی ہدایت کیلیے سرچشمہ ٹھہرایا یہیں سے نبی آخرالزمان کو مبعوث کیا۔ حج ادا کرنے کے لیئے سارے جہان کو دعوت دی دنیا کے تمام مسلمانوں کو اس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی برکت سے مکہ کی سرزمین میں طرح طرح کی نشانیاں رکھ دیں۔ جو یہاں آیا اُسے امن حاصل ہُوا۔

بیتُ اللہ کا حج

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ
اور اللہ کا اوپر لوگ حج کرنا گھر جو
اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ
قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ اور جو نہ مانے
فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾
تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا سے جہان کے لوگ

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ
اور اس گھر کا حج کرنا لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو
اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ
شخص اس کی طرف راہ چلنے کی قدرت رکھتا ہے اور جو نہ
فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾
مانے تو پھر اللہ جہان کے لوگوں کی پرواہ نہیں رکھتا۔

اِسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (اس کی طرف راہ چلنے کی قدرت رکھتا ہو) اس سے مراد یہ ہے کہ اسے بیت اللہ تک پہنچ جانے کے ذرائع واسباب حاصل ہوں۔ زادِ راہ رکھتا ہو۔ سفر کی سہولتیں اسے میسر ہوں۔ اور راستہ کی دشواری حائل نہ ہو۔

اس سے قبل حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے طریقہ کی خاص باتیں بیان کرنے کے بعد یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ اُمت مسلمہ حضرت ابراہیمؑ سے یہودیوں کی نسبت زیادہ قریب ہے۔ دنیا میں عبادت گاہ کے طور پر سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا تھا۔ وہ بیت اللہ تھا۔ اسے مسلمانوں نے بطور قبلہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ گھر بڑی برکت والا ہے۔ روئے زمین پر جس کسی میں برکت وہدایت پائی جاتی ہے۔ وہ اسی بیت اللہ کا ایک عکس ہے اس کے طواف کرنے والوں پر عجیب وغریب برکتیں نازل کی جاتی ہیں۔ حج ادا کرنے کے لیے اُسے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ حج کرنے والے کو اپنے مالکِ حقیقی سے کس قدر عشق ومحبت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم صادر فرمایا۔ کہ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے۔ کہ جنہیں اتنی استطاعت ہو کہ وہ یہاں پہنچ سکیں۔ وہ بیت اللہ کا حج ضرور کریں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ وہ عمر میں کم از کم ایک مرتبہ معبودِ حقیقی کے گھر میں حاضری دے۔ جو شخص حج کرنے سے گریز کرے گا۔ سمجھ لو کہ وہ جھوٹا مدعی ہے وہ جہاں چاہے دھکے کھاتا پھرے اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کوئی یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا۔

اس امتحان سے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ کون توحید کا قائل ہے۔ کون اللہ تعالیٰ سے خالص محبت کرتا ہے۔ جس کسی کو مال و دولت سے محبت ہوگی۔ وہ حج کی ادائیگی میں سستی کرے گا۔ وہ حقیقی خدا پرست نہیں ہو سکتا اور جسے حقیقی محبت ہوگی وہ دیوانہ وار وہاں پہنچے گا۔ وہ دیوانوں کی طرح اللہ کے گھر کے چکر کاٹے گا بال بکھیرے لبیک لبیک (میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں) کہتے ہوئے عشق ومحبت اور عاجزی وانکساری کا اقرار کرے گا۔ وہ حجرِ اسود کو چومے گا۔ صفا ومروہ پر دوڑے گا۔ مقامِ ابراہیم پر نماز ادا کرے گا۔ منیٰ میں قربانی کریگا جبلِ رحمت پر حاضر ہوگا۔ غرض وہ سب کچھ کریگا جس سے اس کا مولیٰ خوش ہو۔

اہلِ کتاب کا انکار

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو کلام سے اللہ
وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٨﴾ قُلْ
اور اللہ رو برو اوپر جو تم کرتے ہو کہہ
يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو سے راہ
اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ
اللہ جو ایمان لائے ڈھونڈتے ہو عیب اور تم جانتے ہو
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾
اور نہیں اللہ بے خبر اس سے کرتے ہو

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
تو کہہ اے اہل کتاب تم اللہ کے کلام کے کیوں منکر ہوتے
وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٨﴾ قُلْ
ہو؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ کے روبرو ہے تو کہہ
يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو ایمان والوں کو
اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ
اللہ کے راستے سے کہ اس میں عیب ڈھونڈتے ہو اور تم جانتے ہو
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾
اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

پہلے یہودیوں اور عیسائیوں کو مخاطب کیا جا رہا تھا۔ درمیان میں ان کے بعض، اعتراضات اور شبہات کا جواب دیا گیا۔ یہاں سے پھر ان کو تنبیہہ کی جا رہی ہے۔ کہ جب تمہارے سامنے نیکی اور بدی کی راہیں کھول کر بیان کر دی گئی ہیں۔ حق و صداقت کے دلائل واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اور قرآن کریم کی سچی اور پکی باتیں سنا دی گئی ہیں تو اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اہل کتاب کہلانے کے باوجود برابر کلام اللہ اور اس کے لانے والے کے انکار پر تلے ہوئے ہو۔ یاد رکھو تمہارے سب اعمال اللہ کے سامنے ہیں وہ تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو بھی خوب جانتا ہے۔ جس وقت تمہیں پکڑے گا۔ پورا پورا حساب لے کر چھوڑے گا۔

سبق کی دوسری آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اہل کتاب سے دریافت کرو۔ کہ تم نہ صرف خود ایمان کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو بلکہ یہ بھی چاہتے ہو کہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے روک دو۔ ایسا کیوں ہے۔ جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تم کوشش کرتے ہو کہ اسلام میں جھوٹے اور غلط عیب نکال کر انہیں دینِ اسلام سے واپس لے آؤ۔ تم یہ بُری حرکتیں بے خبری میں نہیں کر رہے ہو بلکہ سمجھ کر حق کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہو تمہاری ان چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے، وقت آنے پر وہ تمہیں شدید سزا دے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو اسلام سے خواہ مخواہ کی دشمنی اور بغض و عناد ہے۔ ان لوگوں کے سامنے قرآن مجید نے تمام حقیقتیں کھول کر بیان کر دیں ہیں اور وہ خود بھی سمجھ گئے ہیں کہ قرآن مجید کلامِ الٰہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ صحیح راہ پر نہیں آتے۔

اہل کتاب کا کہا نہ مانو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا - إِنْ - تُطِيعُوا
اے لوگو ایمان والے اگر تم کہا مانو
فَرِيقًا - مِّنَ - الَّذِينَ - أُوتُوا - الْكِتَابَ
بعض سے لوگ ملی کتاب
يَرُدُّوكُم - بَعْدَ - إِيمَانِكُمْ - كَافِرِينَ ﴿۱۰۰﴾
تمہیں پھر کر دینگے پیچھے ایمان کافر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا
اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے
فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
بعض اہل کتاب کا
يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿۱۰۰﴾
تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر کر دیں گے

گزشتہ آیات میں اہل کتاب کو ڈانٹا گیا تھا۔ کہ جب تم پر اسلام۔ قرآن مجید اور نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی کھلی نشانیاں اور دلائل واضح ہو چکی ہیں تو تم جان بوجھ کر دینِ اسلام میں فرضی عیب بتلا کر کیوں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہو۔ یہ تمہارے لیئے مناسب نہیں۔

ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل جو خواہ مخواہ اسلام کی عداوت پر تلے ہوئے ہیں وُہ ان نصیحتوں کو سُن کر بھلا کیوں باز رہنے لگے تھے لہذا ساتھ ہی مسلمانوں کو نصیحت کی گئی۔ کہ تم ان مفسدین کے دھوکے میں نہ آنا یہ لوگ طرح طرح کی چالبازیوں سے تمہیں اسلام سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ اگر تم ان کے اشاروں پر چلو گے اور اُن کی باتیں مانو گے۔ تو خدشہ ہے کہ تم بھی آہستہ آہستہ ایمان کی روشنی سے نکل کر کفر کے اندھیروں میں دوبارہ جا گرو گے جہاں سے پھر واپس آنا بہت مشکل ہے۔

يَرُدُّوكُمْ (وہ تمہیں دوبارہ لوٹا دیں گے) رَدَّ "اس کی ماضی ہے اور رَدٌّ" اس کا مصدر ہے۔ اور لفظ مرتد بھی اس مادہ سے نکلا ہے۔ اسلامی قوانین میں ارتداد یعنی اسلام سے پھر جانے کی سزا سب سے شدید اور سنگین ہے۔ ہم کسی کو جبراً مسلمان نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن جو اسلام سے پھر جائے اس کے جرم کو معاف نہیں کر سکتے۔ چونکہ وُہ روشنی دیکھنے کے باوجود کفر کے اندھیرے کنوئیں میں دیدہ دانستہ گرتا ہے۔

اس آیت سے کئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

اہل کتاب اسلام کے سخت دشمن ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو دینِ اسلام سے پھیر کر کفر و شرک کی طرف لے آئیں۔ ان کی یہ ایک سوچی سمجھی سکیم ہے۔

صُحبت اپنا اثر بہت جلد کرتی ہے۔ اگر مسلمان اہل کتاب کی صحبت اختیار کریں گے۔ اُن کے کہے پر چلیں گے اور اُن کی باتیں مان لیں گے تو رفتہ رفتہ اُن کی خباثت اور انکار و شیطنیت مسلمانوں میں بھی سرایت کر آئے گی۔

ان حالات میں مسلمانوں کو سبق سیکھنا چاہیے۔ کہ وُہ کبھی اہل کتاب کے ساتھ زیادہ نہ اُٹھیں بیٹھیں اُن کی باتیں نہ سنیں اُن کی باتوں میں نہ آئیں۔ ان کے ساتھ زیادہ تعلقات نہ بڑھائیں۔ صرف اسی صورت میں اُن کے شر سے بچا جا سکتا ہے۔

رسول اللہؐ کی موجودگی

وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
اور تم کس طرح کفر کرتے ہو حالانکہ تم پر پڑھی جاتی ہیں
اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ
اللہ کی آیتیں اور تم میں اس کا رسول ہے اور جو کوئی
يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى
اللہ کو مضبوط پکڑے تو اسے ہدایت ہوئی سیدھے
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾
راستہ کی طرف

وَ ۔ كَيْفَ ۔ تَكْفُرُوْنَ ۔ وَ ۔ اَنْتُمْ ۔ تُتْلٰى ۔ عَلَيْكُمْ
اور کیسے تم کفر کرتے ہو اور تم پڑھی جاتی ہیں تم پر
اٰيٰتُ ۔ اللّٰهِ ۔ وَ ۔ فِيْكُمْ ۔ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ ۔ مَنْ
آیتیں اللہ اور تم میں اس کا رسول اور جو کوئی
يَّعْتَصِمْ ۔ بِاللّٰهِ ۔ فَقَدْ ۔ هُدِيَ ۔ اِلٰى
مضبوط پکڑے اللہ کو تو ہدایت ہوئی طرف
صِرَاطٍ ۔ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾
راستہ سیدھی

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مسلمان جیسی قوم ایمان لانے کے بعد کافر نہیں بن سکتی۔ کیونکہ ان کے درمیان خدا کا عظیم الشان پیغمبر موجود ہے۔ جو ان کو اللہ کا ایمان افزا یعنی ایمان بڑھانے والا کلام سناتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتا رہتا ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ جس نے بھی تمام راہیں چھوڑ کر ایک خدا کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور جس نے بھی پورے دل سے اسی پر اعتماد و توکل کیا۔ اسے کوئی طاقت راہِ راست سے ادھر اُدھر نہیں ہٹا سکتی۔

مدینہ کے قدیم خاندانوں کے درمیان اسلام سے پہلے بڑی دشمنی تھی۔ اُن کے درمیان ذرا ذرا سی بات پر لڑائی ہو جاتی تھی، اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔ جب پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے۔ تو اُن لوگوں کے بھاگ کھل گئے، اسلام کی تعلیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے ان قبیلوں کی دشمنی جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ دوستی میں بدل گئی اور اُن کے درمیان نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے۔

مدینہ کے یہودیوں کو ان خاندانوں کا اس طرح مل بیٹھنا اور اسلام کی خدمت و حمایت کے لیئے اکٹھے ہونا بہت ہی ناگوار تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو اس کام پر لگایا کہ جہاں کہیں دونوں خاندانوں کے لوگ جمع ہوں وہاں جنگ بعاث (جو ماضی میں ان دو خاندانوں کے درمیان لڑی گئی تھی) کا ذکر چھیڑ دے۔ اس شخص نے موقع پا کر اس جنگ کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانے شروع کر دیئے۔ اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں پھر سلگ اٹھیں اور دونوں قبیلے لڑائی کے لیے ہتھیار سنبھالنے لگے۔ اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند دوستوں کے ساتھ وہاں پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو میں تم میں موجود ہوں۔ پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی ؟ خدا نے تمہیں ہدایت دی۔ تم پھر کفر کی تاریکیوں میں اُلٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو؟ رسولِ کریمؐ کی اس آواز کا سننا تھا۔ کہ شیطانی جال کے تمام حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ تمام لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ ان کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے۔

اسلام پر زندگی، اسلام پر موت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرنا مگر مسلمان

یَا۔اَیُّهَا۔الَّذِیْنَ۔اٰمَنُوا۔اتَّقُوا۔اللّٰهَ۔حَقَّ۔تُقٰتِهٖ۔وَ۔لَا۔تَمُوْتُنَّ۔اِلَّا۔وَ۔اَنْتُمْ۔مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اے لوگ ایمان والے ڈرتے رہو اللہ جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر اور تم مسلمان

گزشتہ سبق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مبارک اور آپ کی صحبت کی برکات بیان کی گئی تھیں۔ اور یہ بتلایا گیا تھا کہ آپؐ کی موجودگی میں اور آپؐ کی تعلیم ہوتے ہوئے۔ مسلمان ایمان کی روشنی پاکر کفر کے اندھیرے میں کیونکر جا سکتے ہیں۔ موجودہ آیت میں مسلمانوں کو تلقین فرمائی گئی ہے۔ کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اپنی استطاعت کے مطابق تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو۔ کہ وہ تمہیں ہدایت کی راہ پر ثابت قدم رکھے۔

حَقَّ تُقٰتِهٖ (جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیئے۔ اور جس قدر اس سے ڈرنے کا حق ہے) تقوے کی تشریح اس سے قبل کئی بار بیان ہو چکی ہے۔ اور خود یہ لفظ بار بار استعمال ہو رہا ہے۔ تقویٰ اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ چونکہ خدا ترسی اور نگہداشت و احتیاط کے ساتھ زندگی بسر کیئے بغیر اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ زندگی کا پیدا ہونا محال ہے اس لیئے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کا حق ہے۔ جیسا کہ خود حضور اکرمؐ نے فرمایا" ایمان ڈر اور اُمید کے درمیان ہے۔

زمین و آسمان شمس و قمر دریا اور پہاڑ، جنگل اور سبزہ زار، حیوانات، نباتات، جمادات، غرض کل کائنات اس کی مخلوق ہے اور اس کے قبضہ میں ہے۔ دنیا کا کوئی ذرّہ اس کے حکم کے بغیر ادھر سے اُدھر نہیں ہو سکتا۔ انسان کی زندگی و موت اسی کے ہاتھ میں ہے اس کا چلنا پھرنا، اُٹھنا، بیٹھنا اُسی کے اختیار میں ہے۔ تنگدستی اور خوشحالی میں زندگی بسر کرنا اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہے۔ غرض انسان کی زندگی کی معمولی سے معمولی حرکت اللہ تعالیٰ کے اقتدار و اختیار میں ہے۔ لہٰذا اللہ سے بڑھ کر انسانی زندگی پر زیادہ حق اور کس کا ہو سکتا ہے۔ جب انسان اپنی زندگی اور اس کی بقا کے لیئے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ تو پھر اس کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرے جتنا ڈرنے کا حق ہے۔

آیت کے دوسرے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مرتے دم تک کوئی حرکت اسلام کے خلاف نہ کرو، تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہیئے۔ حق تو یہ ہے کہ تمہیں اس وقت تک موت نہیں آنی چاہیئے۔ جب تک تم صحیح اور پکے مسلمان نہ بن جاؤ۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ہر منٹ اور ہر سیکنڈ اسلامی شان سے ہی زندہ رہنا چاہیئے۔ کون جانتا ہے کہ کس وقت موت آجائے عمر بھر کبھی شیطنت کفر لالچ یا خود غرضی کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دینا چاہیے، صرف اسی صورت میں ہم اس حکم کی اطاعت میں پُورے اُتر سکتے ہیں کہ اسلام پر جئیں اور اسلام پر مریں۔

اِعتصام بحبلِ اللہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا
اور مضبوط پکڑو　رسی　اللہ　سب مل کر
وَلَا تَفَرَّقُوْا
اور نہ　پھوٹ ڈالو

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا
اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو
وَلَا تَفَرَّقُوْا
اور پھوٹ نہ ڈالو

حَبْلِ اللّٰهِ (اللہ کی رسی) اس لفظی معنٰی کے علاوہ عربی میں حبل سے مراد عہد بھی ہوتا ہے۔ نیز ہر وُہ شے، جو وسیلہ کا کام دے سکے وُہ بھی اس سے مُراد ہوتی ہے۔ یہاں "حبل اللہ" سے مراد قرآن مجید اور "اسلامی شریعت" ہے۔ جسے مضبوطی سے تھام لینا ہی دنیوی کامیابی اور آخروی نجات کا ذریعہ ہے۔

جَمِيْعًا (سب مل کر) یعنی تمام افراد اُمت مجموعی طور پر اتحاد و اتفاق کے ساتھ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

اِعْتَصِمُوا (مضبوطی سے پکڑ لو) اعتصام کے معنی چنگل مارنا اور مضبوطی سے پکڑنا ہے اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کسی بات کو نہایت پختگی اور عزم و استقلال کے ساتھ تھام لیا جائے۔ اس پر عمل کیا جائے اور اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وُہ تدبیر بتائی ہے جسے اختیار کر کے اُمتِ مسلمہ دشمنوں کی سازشوں اور شر و فساد سے بچ سکتی ہے یعنی یہ کہ سب مل کر اسے پُوری قوت سے پکڑے رہو گے اور اس پر عمل پیرا رہو گے۔ تو تمہارے مقابلے میں کوئی شیطانی قوت کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ اور کوئی غلط کار تمہیں بے راہ اور گمراہ نہ کر سکے گا۔

پچھلی آیت میں افراد اُمت کو حکم دیا گیا تھا کہ سب اپنی اپنی زندگی کی اصلاح کرو۔ تقوٰی و پرہیزگاری کی زندگی بسر کرو، اسلام پر ہی جیو اور اسلام پر ہی مرو موجودہ آیت میں اُمت کو اجتماعی طور پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ذاتی زندگی سنوارنے کے بعد اکٹھے مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھُوٹ نہ ڈالو جب ایسا ہو جائے گا۔ تو انفرادی زندگی کی طرح تمہاری اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل تسخیر ہو جائے گی۔ اس سے منتشر قوتیں جمع ہو جاتی ہیں اور ایک مردہ قوم نئی زندگی حاصل کرتی ہے۔

قرآن کریم کو تھامنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ ایسا نسخہ ہے۔ جسے استعمال کرنے سے قوم کی تمام سیاسی، معاشی، سماجی اخلاقی اور دنیاوی خرابیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید اس دنیا میں کامیابی کا پیغام دیتا ہے۔ اور دوسری دنیا میں سرخروئی و کامیابی کا وعدہ کرتا ہے۔ اس کی تعلیم انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ کلام اللہ ہمارے انفرادی اور اجتماعی تمام مسائل کا حل بتاتا ہے غرض وُہ ایک مکمل دستورِ حیات ہے مسلمان قوم کی کامیابی و سربلندی کا راز اس کی پیروی میں چھپا ہُوا ہے۔

قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑ لینے سے مراد محض ہاتھوں سے اُسے تھام لینا نہیں۔ اسی طرح اسے ہر دم پیش نظر رکھنے سے مُراد یہ نہیں کہ ہر چیز پر اس کا لیبل لگا لیا جائے۔ اپنی ہر خواہش کے لیئے اس کی آیات تلاش کی جائیں۔ اور ان کے من مانے توڑ موڑ کر اپنا مطلب نکالا جائے۔

اخوت ـــــ احسانِ خداوندی

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
اور یاد کرو احسان اللہ اپنے اوپر جب تم تھے
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
دشمن پھر الفت دی درمیان تمہارے دل اب ہو گئے
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ
اس کے فضل سے بھائی اور تم تھے اوپر گڑھے کا کنارہ
مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
سے آگ پھر تمہیں نجات دی اس سے اسی طرح کھولتا ہے
اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
اللہ تم پر اپنی آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم آپس
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اب اس کے
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ
فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم ایک آگ کے گڑھے کے
مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
کنارے پر تھے۔ پھر تمہیں اس سے نجات دی اسی طرح
اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
اللہ تم پر اپنی آیتیں کھولتا ہے تاکہ تم راہ پاؤ

اسلام سے قبل عرب کے باشندے جاہلیت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ شرک و بت پرستی اور کینہ و عناد میں مبتلا تھے۔ بھائی بھائی کا دشمن تھا۔ جنگیں اور خونریزیاں بہت ہوتی تھیں۔ چوری اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں عام تھیں۔ غرض یہ لوگ انسانیت کے درجے سے نیچے گر کر درندوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اُس کا نور آشکارا ہوا۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیئے پیغمبر آخرالزمان تشریف لائے جنہوں نے انسانوں کو تمام غلاظتوں سے پاک کر دیا۔ اُنہیں نیکی اور سعادت کی راہ دکھائی اُنہیں آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسی فضل و کرم کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنا احسان یاد دلا رہا ہے۔ اس نے اپنی تدبیر سے ان لوگوں کی صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر ایک دوسرے کا ہمدرد و غمگسار بنا دیا۔ انہیں ایک دین پر اکٹھا کر دیا۔ جس سے اُن کی ایسی ساکھ قائم ہو گئی جسے دیکھ کر اُن کے دشمن بھی رُعب کھانے لگے، یہ اتحاد و اشتراک خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو مسلمانوں کو اپنے تمام خزانے خرچ کر کے بھی میسر نہ آسکتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام سے قبل کی زندگی کو واضح کرنے کے لیئے یہ مثال دی ہے۔ کہ لوگ کفر و انکار کی بدولت آگ کے گڑھے۔ یعنی دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اور فنا ہونے کو تھے خدا نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اس سے بچایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ایمان کی روشنی بخشی اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے ان عظیم الشان دینی اور دنیاوی احسانات کو یاد رکھیں، تو کبھی گمراہی کی طرف واپس نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیتیں اور نشانیاں اسی لیئے کھول کر بتا دی ہیں۔ اور اختلافات کی زندگی کو دوزخ بتایا ہے۔

اصلاحی جماعت کے فرائض

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ
اور چاہیئے ہو تم میں ایک جماعت جو بلاتی رہے
اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
طرف نیک کام اور حکم کرتی رہے اچھے کام
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ
اور منع کریں سے برائی اور وہی
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
ہیں اپنی مراد کو پہنچنے والا

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ
اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو بلاتی رہے
اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
نیک کام کی طرف اور اچھے کاموں کو حکم کرتی رہے
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ
اور برائی سے منع کرتی رہے اور وہی لوگ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تقویٰ اتحاد و اتفاق قومی زندگی، اسلامی اخوت اور دوسری عام خوبیاں اسی وقت تک باقی رہ سکتی ہیں جب تک مسلمانوں میں ایک جماعت دعوت و تبلیغ کے لیے قائم رہے۔ جو اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلاتے اور جب دیکھے کہ لوگ نیکی سے غفلت کر رہے ہیں اور برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں تو وہ جماعت اُنہیں بھلائی کی طرف متوجہ کرے۔ اور برائی سے روکے۔

ظاہر ہے کہ یہ کام وہ لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ جو نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتے ہوں قرآن مجید کی تعلیمات سے پوری طرح باخبر ہوں نیز موقع شناس بھی ہوں۔ ورنہ ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی نیکی کو بدی یا بدی کو نیکی سمجھ کر اصلاح کرنے کی بجائے زیادہ بگاڑ پیدا کرے یا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے۔ جس کے سبب وہ کفر میں اور زیادہ بڑھ جائے۔

ایسی جماعت کا وجود ہر زمانے اور ہر دور میں رہا ہے۔ جو حتی الامکان یہ کوشش کرتی رہی ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے روکے نیکی کی طرف دعوت دے۔ شرک و بت پرستی، کفر، الحاد اور توہم پرستی سے ہٹائے۔ صرف ان لوگوں کے باعث ہی اسلام پھیلتا رہا ہے۔ جبکہ شر و بغاوت اور فتنہ و فساد عام ہو رہا ہے۔ ضروری ہے۔ کہ ایسی جماعت کو تقویت پہنچائی جائے زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شامل ہوں۔ اپنے ہر ممکن ذرائع و وسائل کو بروئے کار لا کر ان تین فرائض کو پوری تندہی اور سرگرمی سے انجام دیں۔

(۱) دعوت الی الخیر (بھلائی اور نیکی کی دعوت) تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دینا۔

(۲) امر بالمعروف (نیکی کا حکم) نیکیوں کو حکماً پھیلانا اور عوام و خواص کو نیکی کے راستے پر ڈالنا۔

(۳) نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) ملک و ملت سے برائیوں، گناہوں اور خرابیوں کو حکماً بند کرنا۔

گویا محض زبانی تبلیغ ہی اصلاحی جماعت کا کام نہیں بلکہ پوری قوت سے عملاً اور حکماً نیکیوں کی اشاعت اور خرابیوں کی روک تھام بھی ان پر فرض ہے۔

فرقہ بندی

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا
اور مت ہو ان کی طرح جو متفرق ہوگئے اور اختلاف کرنے لگے
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَ
سے بعد کہ پہنچا انہیں صاف حکم اور
أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾
وہی اُن کے لیے عذاب بڑا

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا
اور ان کی طرح مت ہو جو متفرق ہوگئے اور اختلاف کرنے لگے
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَ
اس کے بعد کہ انہیں صاف حکم پہنچ چکے اور
أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾
انہیں بڑا عذاب ہوگا

پچھلی آیت میں ایک ایسی جماعت کے وجود اور قیام کی اہمیت واضح کی گئی تھی۔ جو دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دے۔ کفار و معاندین کی شر و بغاوت سے مسلمانوں کو بچائے۔ سچے اور مخلص مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وُہ اس جماعت میں شامل ہو۔ اب فرمایا کہ تمہیں ایسے لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے۔ جنہوں نے آپس میں افتراق ڈالا مذہب میں فرقے بنا ڈالے۔ حالانکہ انہیں حقیقت کا علم ہُوچکا تھا۔

یہ اختلاف ڈالنے والے اور مذہبی فرقے بنانے والے یہود و نصاریٰ تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے صاف و صریح احکام پہنچ چکے تھے لیکن محض توہم پرستی اور حرص و ہوا کی پیروی کر کے انہوں نے شریعت کے اصولوں میں اختلاف پیدا کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وُہ تباہ ہوگئے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہُوا۔

اس آیت سے یہ ثابت ہُوا کہ مذہب میں فرقہ بندی کے اختلاف سے کتنے بھیانک اور ہولناک نتیجے ظاہر ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچائی اور راست بازی کی راہ صاف و صریح طریقے سے روشن کر دی جاتی ہے۔ بعض خبیث فطرت اور فتنہ پسند لوگ دنیا پرستی لالچ اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں مذہب میں رخنے ڈالتے ہیں۔ اس طرح قوم کی اجتماعی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ مذہب پھیلنے نہیں پاتا آپس میں ایک دوسرے گروہ کو ختم کرنے کے لیے سازشیں کرتے ہیں اور اس طرح قومی اور مذہبی لحاظ سے اُن کی آزادی بلکہ قومی وجود ہی صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔

اختلاف کے یہ تمام تباہ کن نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمان بہت سے فرقوں میں تقسیم ہوگئے ہیں شریعت اسلامیہ کے صاف و صریح اصولوں سے الگ ہو کر ان میں اختلاف ڈال کر اپنے لیے تباہی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس شر انگیزی کے باوجود مسلمانوں میں ایسے نیک فطرت اور مخلص لوگوں پر مشتمل ایسی جماعتیں موجود ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی جماعتوں کو اور زیادہ قوت دے اور ہمیں بھی ایسے نیک کاموں میں شرکت اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بدکردار ——— سیاہ چہرے

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ
جس دن بعض منہ سفید ہوں گے اور بعض منہ سیاہ ہوں گے
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۗ
سو وہ لوگ جن کے منہ سیاہ ہوئے (ان سے کہا جائیگا) کیا تم کافر
اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
ہو گئے ایمان لا کر؟ اب
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾
عذاب چکھو اس کے بدلے کہ تم کفر کرتے تھے

يَّوْمَ - تَبْيَضُّ - وُجُوْهٌ - وَّ - تَسْوَدُّ - وُجُوْهٌ
دن سفید ہونگے بعض مُنہ اور سیاہ بعض مُنہ
فَاَمَّا - الَّذِيْنَ - اسْوَدَّتْ - وُجُوْهُهُمْ
سو وُہ لوگ سیاہ ہوئے اُن کے مُنہ
اَكَفَرْتُمْ - بَعْدَ - اِيْمَانِكُمْ - فَذُوْقُوا
کیاتم کافر ہوگئے بعد ایمان لا کر چکھو
الْعَذَابَ - بِمَا - كُنْتُمْ - تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾
عذاب بدلہ تم کفر کرتے تھے

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے ۔کہ انسانی اعمال ضائع نہیں ہوتے ۔اُن کی حیثیت دوامی ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کا شمار ہوتا ہے ۔قیامت کے روز اعمال کا اظہار لوگوں کے چہروں سے ہوگا۔ جن لوگوں نے نیک عملی کی زندگی بسر کی ہوگی اُن کے چہروں پر ایمان اور تقوی کا نور چمکتا ہوگا ۔ان کے مُنہ سفید ہوں گے وُہ بڑے عزت اور وقار میں ہوں گے ۔ اور خوش خوش نظر آئینگے اُن کے خلاف جو لوگ اس دنیا میں عُمر بھر گناہوں میں مبتلا رہے ۔ سیاہ کاری اور بدکاری میں آگے آگے رہے ۔اُن کے چہرے کفرو نفاق اور فسق وفجور کی سیاہی سے کالے ہوں گے ۔گویا قیامت کے دن ہر شخص کا چہرہ اُس کے باطن کا آئینہ بن جائے گا ۔

اللہ تعالیٰ ہر مرتد، منافق اور کافر سے یہ سوال کرے گا ۔ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے تھے اور تم نے ایمان کے بدلے کفر کیوں اختیار کیا ۔ ان لوگوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہوگا ۔ شرم وندامت سے اُن کے سر جھک جائیں گے ۔ذلت ورسوائی کے گڑھے میں گر جائیں گے ۔ اور انہیں سزا کا حکم سنا دیا جائے گا ۔ وہ اپنے کفر کے بدلے عذاب میں مبتلا ہوں گے ۔دوزخ میں داخل ہوں گے ۔جہاں وُہ ہمیشہ پڑے سڑتے رہیں گے ۔

یہ تو آخرت کا حال ہے ۔جہاں انسان کو پوری زندگی کا حساب دینا ہوگا ۔جہاں اُسے مستقل عذاب و ثواب ملے گا خود اس دُنیا میں بھی انسان کو نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ اور اس کا چہرہ اس کی زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے ۔ اگر انسان بدی کرتا ہے تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگتی ہیں ۔خفت اور شرمندگی کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں ۔ دوسری طرف نیکی کے نتیجہ میں اُسے سُرخ روئی اور نورانیت حاصل ہوتی ہے ۔ دنیا دیکھ کر پکار اٹھتی ہے ۔ یہ تو جنتی ہے اس کے چہرہ پر نور برستا ہے ۔ اس کی آنکھوں سے روشنی جھلکتی ہے ۔ اُس کی پیشانی نورانی ہوتی ہے ۔

نُورانی چہرے

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ
اور وہ لوگ سفید ہوئے ان کے منہ سو ہیں
رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾
رحمت اللہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾
اور وہ لوگ جن کے منہ سفید ہوئے سو وہ اللہ کی رحمت میں ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

پچھلی آیت میں کفار اور منکرین کا انجام ذکر کرنے کے بعد اب اُن لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ جن کے چہرے قیامت کے روز ایمان اور تقویٰ کے نور سے چمکتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور آرام و راحت کے گھر میں جگہ عطا فرمائے گا۔

کسی امر کی اصل حقیقت مقابلے سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نیکی کی قدر اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب بدی کے گھناؤنے نتائج واضح کر دیے جائیں۔ اور سفیدی کی قدر تب بڑھتی ہے۔ جب سیاہی پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔ اسی لیے یہ آیتیں ساتھ ساتھ ہیں پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جو لوگ نبی کریم اور قرآن مجید کی دعوت سن لینے کے بعد بھی مسلمان نہ ہوئے یا انہوں نے زبان سے رسول اللہ کی صداقت کا اقرار کیا۔ مگر دل سے کافر رہے اور گزشتہ کتابوں کی بشارت پر یقین کے باوجود پیغمبر اسلام کو جھٹلاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر سخت ترین عذاب نازل کرے گا۔

یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی فطرت صحیحہ سے کام لے کر اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور آخری رسول تسلیم کیا۔ قرآن و سُنّت کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنایا۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائے گا۔ یہاں ہر قسم کی رحمت کے سامان موجود ہیں۔ یہ لوگ یہاں ابدی طور پر رہیں گے۔ انہیں کبھی فنا نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مومن و کافر اور جنت و دوزخ کا موازنہ اس لیے کرتا ہے کہ سمجھدار لوگ اس سے سبق حاصل کریں اور نیک عملی کی زندگی بسر کریں گے آخرت میں جنت کے مستحق بنیں۔ لیکن عام طور پر انسان اس کوشش میں رہتا ہے کہ دنیاوی فائدے سمیٹ لے اس لیے کہ اللہ اور روز آخر پر اس کا یقین نہیں رہا۔ شاید وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان باتوں میں حقیقت نہیں ورنہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر واضح اور صریح بیان کے بعد بھی انسان نیکی کی بجائے بدی کی طرف لپکے جھوٹ کو جھوٹ اور گناہ کو گناہ خیال نہ کرے اور ناجائز طریقے سے لوٹ کھسوٹ میں لگا رہے اور رُو سیاہ ہو کر اللہ کے دربار میں حاضر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رُو سیاہی سے بچائے۔ دنیا اور آخرت میں سُرخروئی عطا فرمائے۔ اگر دنیا میں کچھ مشکلات اور تکالیف بھی پیش آئیں۔ تو ان کے برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہو تا کہ آخرت کی مستقل اور ابدی زندگی خراب نہ ہو۔

قرآنی آیات برحق ہیں

تِلْكَ ۔ اٰيٰتُ ۔ اللّٰهِ ۔ نَتْلُوْهَا ۔ عَلَيْكَ ۔ بِالْحَقِّ ط
یہ حکم اللہ ہم سناتے ہیں تجھے ٹھیک ٹھیک
وَ ۔ مَا ۔ اللّٰهُ ۔ يُرِيْدُ ۔ ظُلْمًا ۔ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَ ۔ لِلّٰهِ
اور نہیں اللہ چاہتا ظلم کرنا خلقت اور اللہ کا ہے
مَا ۔ فِي ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَ ۔ مَا ۔ فِي ۔ الْاَرْضِ ط
جو میں آسمان اور جو میں زمین
وَ ۔ اِلَى ۔ اللّٰهِ ۔ تُرْجَعُ ۔ الْاُمُوْرُ ع ﴿۱۰۹﴾
اور طرف اللہ رجوع ہر کام

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط
یہ اللہ کے حکم ہیں۔ ہم تجھے ٹھیک ٹھاک سناتے ہیں
وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ
اور اللہ خلقت پر ظلم کرنا نہیں چاہتا اور اللہ ہی کا ہے
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے
وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ع ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱ ۸ ۲
اور اللہ کی طرف ہر کام کا رجوع ہے

کافروں اور مسلمانوں کے الگ الگ خصائص اور انجام بتانے کے بعد اب تاکیداً فرمایا کہ ان تمام باتوں کو جھوٹ نہ سمجھو یہ بالکل حق اور سچ باتیں ہیں۔ جو ہم تمہیں اپنے پیغمبرؐ کے ذریعے سناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر کسی طرح کا ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں ظلم کو ان معنوں میں نہیں لینا چاہیے۔ جو ہمارے ہاں مستعمل ہیں۔ کیونکہ اللہ کے ہاں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے وہم کے مطابق چار قسم کا ظلم ہو سکتا ہے۔

۱۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے سخت احکام بندوں پر بھیجے جن کا مقصد صرف ستانا ہو۔
۲۔ جو شخص رحمت کا مستحق ہو اس کو عذاب ملے۔
۳۔ جو شخص تھوڑی سزا کا مستحق ہو اُسے بہت زیادہ سزا دی جائے۔
۴۔ کسی شخص نے نیکی کی ہو۔ لیکن اُسے اس کا صلہ نہ ملے۔

یہ چاروں قسم کے ظلم اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس کا ہر حکم صرف بندوں کی تربیت کے لیے ہوتا ہے۔ اور اس کا ہر معاملہ عین حکمت و مصلحت کے موافق ہوتا ہے۔

زمین و آسمان اور کائنات کی کل موجودات اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے ظلم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے۔ ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔ ان کی زندگی موت خوشحالی، بدحالی دُکھ سُکھ کا واحد مختار ہے۔ بیشک انسان کو زندگی میں کئی قسم کی اذیتیں پہنچتی ہیں۔ اسے بے شمار تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسے بہت سی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس وقت وُہ سمجھتا ہے کہ اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ وُہ اپنی قسمت کو کوسنے لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ انسان کو چاہیے کہ صبر و استقلال سے کام لے کر نیکی پر جما رہے راہ راست پر ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ اس کے پاؤں ڈگمگانے نہ پائیں۔

خیر اُمّت

كُنْتُمْ ۔ خَيْرَ ۔ اُمَّةٍ ۔ اُخْرِجَتْ ۔ لِلنَّاسِ	كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تم بہترین اُمّت جو بھیجی گئی عالم میں	تم سب اُمتوں سے بہتر ہو جو عالم میں بھیجی گئی
تَاْمُرُوْنَ ۔ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ وَ ۔ تَنْهَوْنَ ۔ عَنِ ۔ الْمُنْكَرِ	تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو سے بُرے کام	اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو
وَ ۔ تُؤْمِنُوْنَ ۔ بِاللّٰهِ ؕ	وَ ۔ تُؤْمِنُوْنَ ۔ بِاللّٰهِ ؕ
اور ایمان لاتے ہو اللہ پر	اور اللہ پر ایمان لاتے ہو

گزشتہ رکوع کے شروع میں فرمایا تھا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے) درمیان میں اس حکم کے سلسلے میں بعض ایسی باتیں بتائی گئیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور بعض ایسے کام بھی بتائے گئے جن سے ممانعت کی گئی ہے۔ پھر نیکو کاروں کی جزا اور بدکاروں کی سزا کا ذکر کیا گیا۔ یہاں سے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع ہو رہا ہے۔ یعنی اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمام اُمتوں میں بہترین اُمّت قرار دیا ہے اس کے علم میں مقدر ہو چکا تھا۔ کہ تمہیں تمام اُمتوں پر برتری ملے گی۔ اور اس کی خبر گزشتہ انبیا کو بھی دے دی گئی تھی جس طرح نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح آپ کی اُمّت بھی تمام اُمتوں اور قوموں سے افضل اور برتر ہے۔ کیونکہ اسے سب سے اشرف پیغمبر ملا ہے۔ اور سب سے جامع اور مکمل شریعت عطا ہوئی۔ اور علم کے دروازے اس پر کھول دیے گئے ہیں۔

خَيْرَ اُمَّةٍ (بہترین اُمّت) ملّتِ اسلامیہ کو اُمّتِ وسطیٰ، ملّتِ ابراہیمی اور دوسرے کئی معزز القاب کے علاوہ خَيْرَ اُمَّةٍ کا لقب بھی دیا گیا۔

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (عالم میں بھیجی گئی) مُراد یہ ہے کہ یہ اُمّت دنیا کی تمام قوموں کو دعوت و تبلیغ کے ذریعے ایمان کے دروازے پر لا کھڑا کرے گی بُرے کاموں سے روکے گی۔ یہ اُمّتِ مسلمہ لوگوں کو تمام بُرے کاموں سے زبان، ہاتھ، قلم اور تلوار کے ذریعہ روکے گی ہر قسم کا جہاد اس پر فرض کیا گیا ہے۔

اس خیر اُمّت کی ایک اور صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ تمام اچھی خصوصیتیں جس اہتمام سے اُمّتِ مسلمہ میں پائی جاتی ہیں۔ گزشتہ اُمتوں میں سے کسی ایک میں بھی موجود نہ تھیں حضرت عمرؓ نے فرمایا جو شخص تم میں سے چاہتا ہے۔ کہ اس اُمّت (خیر الامم) میں شامل ہو۔ اُسے چاہیے کہ اس کی شرائط پوری کرے یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ" اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے۔ جب انسان پہلے خود اپنے آپ کو سنوار لے کیونکہ اس کے بغیر دوسروں کو درست نہیں کر سکتا۔

اہلِ کتاب کو نصیحت

وَلَوْ ۔ اٰمَنَ ۔ اَهْلُ ۔ الْكِتٰبِ ۔ لَكَانَ ۔ خَيْرًا
اور اگر ۔ ایمان لاتے ۔ اہل ۔ کتاب ۔ تو ہوتا ۔ بہتر
لَّهُمْ ۔ مِنْهُمُ ۔ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ وَ ۔ اَكْثَرُهُمُ
ان کے لیے ۔ ان میں سے ۔ ایمان پر ۔ اور ۔ اکثر ۔ اُن میں
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ ۔ يَّضُرُّوْكُمْ ۔ اِلَّآ ۔ اَذًى ۔ وَ
نافرمان ۔ نہیں ۔ بگاڑ سکتے تیرا ۔ سوائے ۔ ستانا ۔ اور
اِنْ ۔ يُّقَاتِلُوْكُمْ ۔ يُوَلُّوْكُمُ ۔ الْاَدْبَارَ ۔ ثُمَّ ۔ لَا
اگر ۔ تم سے لڑیں ۔ تو پیٹھ ۔ دیں گے ۔ پھر ۔ نہ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
ان کی مدد ہو گی

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا
اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا
لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ
ان میں سے کچھ ایمان پر ہیں اور ان میں سے اکثر
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَ
نافرمان ہیں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے زبان سے
اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا
ستانے کے سوا اور اگر تم سے لڑیں تو پیٹھ دیں گے پھر ان کی
يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
مدد نہ ہو گی

اِلَّآ اَذًى (ستانے کے سوا) اس سے مُراد یہ ہے کہ یہودی گالیاں دیں گے۔ یا زبان سے بُرا بھلا کہیں گے یا کوئی اور چھوٹی موٹی تکلیف پہنچائیں گے اس سے زیادہ تُمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

اس آیت میں اہل کتاب سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ اگر تم ایمان لے آتے تو تمہارے حق میں بہتر تھا اس طرح تم بھی "خیر الامم" میں شامل ہو سکتے تھے۔ دنیا میں تمہاری عزت بڑھتی اور آخرت میں اجر ملتا، لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے چند افراد کے سوا (مثلاً عبداللہ بن سلام یا نجاشی وغیرہ) کسی نے اسلام قبول نہ کیا۔ حق واضح ہو جانے کے باوجود وُہ نافرمانی پر ہی اڑے رہے۔

ان میں سے بیشتر لوگ نافرمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! تم کو ان کی زیادہ تعداد یا مادی ساز و سامان کو دیکھ کر خوف نہیں کھانا چاہیے۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ یہ نافرمان تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بشرطیکہ تم اپنے آپ کو صحیح معنوں میں "خیر الامم" ثابت کرو۔ یہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں۔ کہ زبان سے گالی دیں یا تمہیں بُرا بھلا کہیں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچائیں یہ نہ تم پر غالب آ سکتے ہیں۔ نہ تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ یقین رکھو کہ اگر لڑائی میں یہ لوگ تمہارے مقابلے پر آئیں تو پیٹھ دکھا کے بھاگ نکلیں گے، اور کسی طرف سے انہیں مدد نہیں پہنچے گی شکست کھا کر ذلیل و رسوا ہوں گے۔

قرآن مجید کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اہل کتاب کا یہی حشر ہُوا انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن مسلمانوں کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ جہاں کہیں مقابلہ ہُوا شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور ہر موقع پر اللہ کی امداد مسلمانوں کے شامل حال رہی۔

اہل کتاب پر عتاب الٰہی

ضُرِبَتْ - عَلَيْهِمُ - الذِّلَّةُ - أَيْنَ - مَا - ثُقِفُوٓا
ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں
إِلَّا - بِحَبْلٍ - مِّنَ - اللَّهِ - وَ - حَبْلٍ - مِّنَ
سوائے عہد سے اللہ اور عہد سے
النَّاسِ - وَ - بَآءُو - بِغَضَبٍ - مِّنَ - اللَّهِ - وَ
لوگ اور انہوں نے کمایا غصہ سے اللہ اور
ضُرِبَتْ - عَلَيْهِمُ - الْمَسْكَنَةُ ط
لازم کردی گئی ان پر حاجت مندی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوٓا
ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے اس کے
إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ
کہ اللہ کی طرف سے کوئی عہد ہو یا لوگوں کی طرف سے کوئی عہد
النَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَ
ہو اور انہوں نے اللہ کا غصہ کمایا اور لازم کر
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط
دی گئی اُن کے اُوپر حاجت مندی

ضُرِبَتْ (ماری گئی) عربی کا یہ لفظ مارنے کے علاوہ چلنے، چسپاں کرنے، اور مسلّط کر دینے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کے اندر بھی مختلف مقامات پر ان تینوں معنوں میں آیا ہے۔ یہاں چسپاں اور مسلط کر دینے کے آخری معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

ذِلَّةٌ (ذلت) اردو میں بھی یہ لفظ انہیں خواری اور رُسوائی کے معنوں میں عام استعمال ہوتا ہے۔ بعض ذلیل افراد و اقوام اپنے علم و دولت اور خود مختاری کے باوجود عزت و احترام سے محروم ہوتی ہیں۔ ذلت و رسوائی انہیں گھیرے ہوتی ہے۔

حَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ۔ (اللہ کی رسی یا اللہ کا عہد) یعنی جب تک یہ لوگ اللہ کے قانون کو نہیں اپنائیں گے۔ اور اُس کی شریعت پر عمل پیرا نہ ہوں گے۔ ذلت اُن سے دُور نہ ہوگی۔ (مفصل تشریح سبق ۴۴۱ میں گزر چکی ہے۔

حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ (لوگوں کی رسی یا لوگوں کا عہد) دوسری شرط یہ قرار دی گئی ہے۔ کہ اگر یہ نہیں تو انسانوں کے ساتھ، عہد و پیمان میں داخل ہونا ہوگا۔ جب تک دوسری اقوام کی حمایت انہیں حاصل نہ ہوگی۔ خواری و رُسوائی سے رہائی نہ پاسکیں گے۔

بَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ۔ (انہوں نے اللہ کا غصہ کمایا۔ یعنی وُہ اپنی غلط کاریوں اور بد اعمالیوں کے سبب اللہ کے غضب کی لپیٹ میں آگئے۔ قہر الٰہی ان پر مسلط ہوگیا۔

الْمَسْكَنَةُ۔ (حاجت مندی) غربت اور مفلسی بھی اللہ کے غضب اور غصّہ کی ایک صُورت ہے۔ معاشی بدحالی اور اقتصادی خرابی بجائے خود کسی قوم کی ذلّت کا بڑا سبب ہُوا کرتی ہے۔

عتابِ الٰہی کے اسباب

ذٰلِكَ ۔ بِاَنَّهُمْ ۔ كَانُوْا ۔ يَكْفُرُوْنَ ۔ بِاٰيٰتِ
یہ اس لیے کہ وُہ انکار کرتے رہے آیات

اللّٰهِ ۔ وَيَقْتُلُوْنَ ۔ الْاَنْۢبِيَآءَ ۔ بِغَيْرِ ۔ حَقٍّ ؕ
اللہ اور قتل کرتے رہے نبی نا حق

ذٰلِكَ ۔ بِمَا ۔ عَصَوْا ۔ وَّ ۔ كَانُوْا ۔ يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ق
یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی وُہ تھے حد سے نکل گئے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ
یہ اس لیے کہ وُہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے

اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ
اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے رہے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ق
یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے

اللہ تعالیٰ کی ایک مغضوب قوم یہود کا ذکر مسلسل ہو رہا ہے۔ آیت کے ابتدائی حصہ میں پہلے تو اُن پر غضب الٰہی کی مندرجہ ذیل مختلف صُورتیں بیان ہوئیں۔

(۱) وُہ جہاں جائیں اُن پر ذلت وخواری اور رسوائی مسلط رہے گی۔

(۲) وُہ اللہ کے غضب کی لپیٹ میں آگئے۔ انہیں حکومت وخود مختاری اور آزادی نصیب نہ ہو گی۔

(۳) مسکنت اور غربت وافلاس ان پر غالب رہے گا۔

احکم الحاکمین اللہ کے اس عذاب سے بچنے کی صرف دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) وُہ اللہ کی رسی تھام لیں۔ مذہب وشریعت کی پیروی اختیار کر لیں اور اللہ کے بندے بن جائیں۔

(۲) وُہ دوسرے افراد واقوام سے عہد وپیمان کر لیں۔ اور اُن کی حمایت میں آجائیں۔

آیت کے اس حصہ میں فرمایا کہ اس صورتِ حال کی وجوہات چار ہوئی ہیں۔

(۱) وُہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے۔ یعنی احکام خداوندی کو جھٹلاتے رہے۔ اور جو نشان اور معجزے آئے انہیں بھی اس قوم نے نہ مانا۔

(۲) پیغمبر اور رسولوں کو اُنہوں نے ناحق قتل کیا۔ انبیاء کا قتل ہی کوئی معمولی جُرم نہ تھا۔ مگر اُنہوں نے تو بلاوجہ اس جُرم کا ارتکاب کیا۔

(۳) اُنہوں نے عصیاں ونافرمانی کو اپنا قومی شعار بنالیا۔

(۴) عدوان انہوں نے اختیار کیا۔ یعنی اُنہوں نے حدود الٰہی کو توڑا۔ اور قوانین کی پابندی اختیار نہ کی۔

یہود کی قومی زندگی کے اس تجزیہ پر اُن کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ خود نام نہاد ریاستِ اسرائیل کا قیام کلام اللہ کی حقانیت کا زندہ ثبوت ہے۔

سب اہل کتاب برابر نہیں

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لَيْسُوْا ـ سَوَآءً ـ مِنْ ـ اَهْلِ الْكِتٰبِ ـ اُمَّةٌ
وہ نہیں ـ برابر ـ سے ـ اہل ـ کتاب ـ جماعت
قَآئِمَةٌ ـ يَّتْلُوْنَ ـ اٰيٰتِ ـ اللّٰهِ ـ اٰنَآءَ الَّيْلِ
سیدھی راہ پر ـ وہ پڑھتے ہیں ـ آیتیں ـ اللہ ـ رات کے وقت
وَ ـ هُمْ ـ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
اور ـ وہ ـ سجدے کرتے ہیں

سب اہل کتاب برابر نہیں ایک جماعت سیدھی راہ پر ہے وہ اللہ کی آیات پڑھتے ہیں رات کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں

گزشتہ اسباق میں اہل کتاب کی دینی حالت ۔ دنیوی معاشی اور سیاسی حالات ۔ اور اخروی انجام کا جائزہ لیا گیا ہے ان آیات کے ایک فقرہ سے مسلمانوں نے دھوکہ کھایا اور مدتوں شدید مغالطے میں رہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ " وہ اللہ کے غضب کی لپیٹ میں آگئے اور مغضوب ہوگئے مسلمانوں نے اس سے یہ مراد لی کہ یہودی ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے حکومت و بادشاہت سے محروم کر دیئے گئے ہیں ۔ کبھی وہ حکومت کے مالک نہ ہو سکیں گے ۔

مئی ۱۹۴۹ء میں ارض مقدس فلسطین کے ایک چھوٹے سے قطعہ پر امریکہ برطانیہ اور روس کے سہارے سے ، سلطنت اسرائیل قائم ہوگئی اب مسلمانوں نے سوچا یہ کیسے ہوگیا ۔ حالانکہ خود انہیں آیات میں اللہ کریم نے واضح طور پر فرمایا تھا ۔ کہ وہ اس غضب ۔ ذلت اور مسکنت سے دو صورتوں میں بچ سکیں گے ۔ وہ اللہ کی رسی کو تھام لیں ۔ یا لوگوں سے معاہدہ کر لیں ۔ اور ان کی حمایت حاصل کر لیں ۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نام نہاد سلطنت اسرائیل اگر قائم ہے ۔ تو دوسری اسلام دشمن حکومتوں کے بل بوتے پر قائم ہے ۔ یہود میں اتنی سکت نہیں کہ اپنے پیروں پہ کھڑے ہو سکیں ۔

اس آیت میں فرمایا کہ تم سب یہودیوں اور عیسائیوں کو یکساں نہ سمجھو ۔ ان میں اللہ کے نیک بندے بھی ہیں ۔ ان کی تین خصوصیات یہاں بیان ہوتی ہیں ۔ باقی دوسری آیت میں بیان ہوں گی ۔

(۱) وہ سیدھی راہ پر قائم ہیں ۔
(۲) رات کی تاریکی اور خاموشی میں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتے ہیں ۔ اس ذکر نیم شبی کے علاوہ
(۳) وہ سجدے بھی کرتے ہیں ۔

اللہ والوں کی مزید خصوصیات

يُؤْمِنُونَ - بِاللّٰهِ - وَ - الْيَوْمِ - الْاٰخِرِ - وَ
ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور دن قیامت اور
يَأْمُرُونَ - بِالْمَعْرُوفِ - وَ - يَنْهَوْنَ - عَنِ - الْمُنْكَرِ
حکم کرتے ہیں اچھی بات اور منع کرتے ہیں سے برے کام
وَ - يُسَارِعُونَ - فِي - الْخَيْرٰتِ - وَ - اُولٰٓئِكَ
اور دوڑتے ہیں میں نیک کام اور وہی
مِنَ - الصّٰلِحِينَ ﴿۱۱۴﴾ وَ - مَا - يَفْعَلُوا - مِنْ
سے نیک بخت اور جو کچھ کریں گے سے
خَيْرٍ - فَلَنْ - يُّكْفَرُوهُ - وَ - اللّٰهُ - عَلِيمٌ
نیک کام نہ ہوگی ناقدری اور اللہ باخبر
بِالْمُتَّقِينَ ﴿۱۱۵﴾
پرہیزگار

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
اللہ پر قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور
يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں
وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ
اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور وہی لوگ
مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ
نیک بخت ہیں اور وہ لوگ جو کچھ کام کریں گے
خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوهُ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ
اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی اور اللہ کو پرہیزگاروں
بِالْمُتَّقِينَ ﴿۱۱۵﴾
کی خبر ہے

اہل کتاب کے نیک طبقہ کی خصوصیات بیان ہو رہی ہیں۔ پہلی آیت میں ان کی تین نیکیوں کا ذکر ہوا تھا۔ یعنی وہ سیدھی راہ پر قائم ہیں آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور حضور خداوندی میں سجدے کرتے ہیں۔ اب ان کی بعض دوسری خوبیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ اور یوم آخر پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں اور جب کسی نیک کام کی طرف پکارا جائے تو دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں۔ نیز وہ دوسروں کو بھی سیدھی راہ پر لانا چاہتے ہیں۔ بلا شبہ یہودیوں میں سے یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے نیک بختی اور ہدایت کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ یہودیوں میں طرح طرح کی برائیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ وہ اپنی کتابوں میں آخری نبی کی بشارتیں پڑھنے کے باوجود انکار پر ڈٹے ہوئے تھے۔ پھر بھی ان میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو ہٹ دھرمی اور بغض کو چھوڑ کر حق پہچاننے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایسی بارشیں ہوئیں اور دوسرے یہودی جو جھوٹا وقار قائم رکھنے کی خاطر دینِ حق کا انکار کرتے رہے۔ ان کا انجام انتہائی برا ہوا پس ظاہر ہوا کہ قبول حق کی توفیق اسے حاصل ہوتی ہے۔ جو ضد چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھے۔ رات کے وقت سجدے کرے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان لائے برے کاموں سے بچے اور نیک کاموں کی طرف لپکے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لئے جب یہودیوں کی برائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اس قسم کے پرہیزگار مستثنٰے کر دیئے جاتے ہیں۔

اللہ کے ہاں بچاؤ

اِنَّ۔ الَّذِیۡنَ۔ کَفَرُوۡا۔ لَنۡ۔ تُغۡنِیَ۔ عَنۡھُمۡ
بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آئینگے ان کو
اَمۡوَالُھُمۡ۔ وَ۔ لَآ۔ اَوۡلَادُھُمۡ۔ مِّنَ۔ اللّٰہِ
اُن کے مال اور نہ اولاد سے اللہ
شَیۡئًا۔ وَ۔ اُولٰٓئِکَ۔ اَصۡحٰبُ۔ النَّارِ۔ ھُمۡ
کچھ اور وہی رہنے والے آگ وہ
فِیۡھَا۔ خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡھُمۡ
وہ لوگ جو کافر ہیں ان کو ان کے مال ہرگز کام نہ آئینگے
اَمۡوَالُھُمۡ وَلَآ اَوۡلَادُھُمۡ مِّنَ اللّٰہِ
اور نہ ان کی اولاد اللہ کے آگے کچھ
شَیۡئًا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمۡ
(کام آئے گی) اور وہی لوگ دوزخ والے ہیں
فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

نیکوکاروں کا ذکر کرنے کے بعد کافروں کا بیان شروع کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ صرف ایمان ہی ایک ایسی شئے ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں کام آئے گی۔ دنیا کی چیزیں مثلاً مال و دولت اور اولاد و خاندان انسان کے کسی کام نہیں آیئں گے۔ اُن کی خاطر اپنی آخرت نہیں بگاڑنی چاہیئے۔

یہ چیز پہلے بھی بیان کی جاچکی ہیں کہ انسان کے کفر و انکار کی طرف راغب ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ مال و زر زمین و جائداد اور اولاد کے بھلاوے میں آجاتا ہے۔ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ انہیں بہت زیادہ عزیز رکھتا ہے اُن کی اُلفت میں آکر نیک و بد میں تمیز کرنا بھول جاتا ہے۔ وہ بسا اوقات دیانت داری سچائی عدل وانصاف اور نیکی کو قربان کرنے کے لیئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ مال و زر کے ڈھیر بیٹے اور رشتہ دار ہر جگہ اس کے کام آئیں گے۔ اس کی ہر آفت کو ٹال دیں گے۔ نادان انسان یہ نہیں سمجھتا کہ یہ تمام چیزیں فانی ہیں۔ اُن کی زندگی صرف چند روز کے لیئے ہے۔ یہ سب بالکل ادنیٰ اور بے حقیقت چیزیں ہیں۔ اس کے کسی بھی کام نہ آئیں گی۔ اصل چیز ایمان کی دولت ہے۔ جو پائدار اور ابدی ہے۔ جس کے باعث انسان دنیا میں بھی عزت و وقار حاصل کرتا ہے اور آخرت میں بھی سرخروئی اور کامیابی چاہتا ہے۔

آج ہم اپنے اردگرد بہت سے ایسے لوگ دیکھتے ہیں جنہیں اپنی دولت پر گھمنڈ ہے جو اپنی اولاد کی کثرت پر اتراتے ہیں۔ اپنی جائداد اور کارخانوں پر فخر کرتے ہیں۔ اپنا دین ایمان انہی کو سمجھتے ہیں اور اس غرور میں آکر خدا اور رسول کو بھول جاتے ہیں۔ نیک اور سادہ لوح انسانوں پر ہنستے ہیں ان لوگوں کا آخری ٹھکانا دوزخ ہے جس کی آگ میں یہ ہمیشہ جلتے رہیںگے

گویا انسان کی کامیابی و ناکامی اور آخرت کا عذاب و ثواب اعمال کے مطابق ہوگا۔ میزان عدل میں یہ اعمال تولے جائیں گے۔ نام اور خاندان کام نہ آئیں گے۔

کفّار کا انفاقِ مال

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ
مثال جو کچھ خرچ کرتے ہیں میں اس زندگی
الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ
دنیا جیسی ہوا اس میں پالا جا لگی
حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ
کھیتی قوم برا کیا اپنے حق میں پھر اسے نابود کر گئی
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ
اور نہیں ان پر ظلم کیا اللہ لیکن وہ اپنے اوپر
يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
ظلم کرتے ہیں

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ
اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسکی مثال ایسی
الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ
ہے جیسے ایک ہوا کہ اس میں پالا ہو اس قوم کی
حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ
کھیتی کو جا لگے جنہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اسے
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ
نابود کر گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ اپنے اوپر
يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
ظلم کرتے ہیں

اس آیت میں کافروں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی مال و دولت دنیا میں خرچ کریں۔ آخرت میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ کیونکہ ایمان کے نہ ہونے کی وجہ سے ان کا ہر عمل بے جان اور مردہ ہے۔

لہٰذا اس کی جزا بھی فنا ہو جانے والی ہوگی۔ اور اسی دنیا میں مل جائے گی۔ عمل کی دائمی حفاظت کرنے والی چیز ایمان ہے۔ اس کے بغیر عمل کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی نے ایک باغ لگایا۔ اور اس کو پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا چند روز اس کی سرسبزی اور شادابی دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔ اور لمبی چوڑی امیدیں باندھتا رہا۔ یکایک سرد ہوا چلی اور اس قدر پالا گرا کہ اس کا سارا لہلہاتا باغ اور کھیتیاں دیکھتے دیکھتے ٹھٹھر کر رہ گئیں۔ وہ شخص اپنی تباہی اور بربادی پر ہاتھ ملتا رہ گیا نہ اس کی کوئی امید پوری ہوئی۔ نہ وہ ضرورت کے وقت اس کی پیداوار سے کوئی فائدہ اٹھا سکا۔ یہ بربادی اس کے ظلم اور شرارت کی سزا تھی۔ اس لیے اس مصیبت پر اسے آخرت میں کوئی اجر نہ مل سکے گا۔

كَمَثَلِ رِيْحٍ (ہوا کی مثال) کفار کے دان اور خیرات کرنے کو ایسی ہوا کے جھونکوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس میں پالا ہو۔ یعنی وہ ہوا مسرت اور شادمانی کی جگہ تکلیف اور بربادی کا سبب ہوتی ہو۔ بظاہر انسان اس سے اچھی امیدیں باندھتا ہو لیکن حقیقت میں اس کا نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہو۔

اللہ کے منکر اپنے خیال کے مطابق نیکی کرتے ہیں اور نیک کاموں پر روپیہ صرف کرتے ہیں۔ دیکھنے والا بظاہر اس سے اچھے نتائج کی توقع کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ جب دنیا میں ایک سرکش اور باغی کی بڑی سے بڑی خدمات اسے بغاوت کے جرم کی سزا سے نہیں بچا سکتیں تو احکم الحاکمین کے دربار میں منکرین حق کیسے سزا سے بچ سکتے ہیں۔

بیگانے رازدار

يٰاَيُّهَا ـ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ـ لَا ـ تَتَّخِذُوْا ـ بِطَانَةً
اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی
مِّنْ ـ دُوْنِكُمْ ـ لَا ـ يَاْلُوْنَكُمْ ـ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا
سے سوائے اپنوں کے نہیں کمی کرتے خرابی انکی خوشی ہے
مَا ـ عَنِتُّمْ ۚ قَدْ ـ بَدَتِ ـ الْبَغْضَآءُ ـ مِنْ
تم تکلیف میں رہو ہے ظاہر ہوتی دشمنی سے
اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ ـ مَا ـ تُخْفِيْ ـ صُدُوْرُهُمْ ـ اَكْبَرُ ؕ
ان کی زبان اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی زیادہ
قَدْ ـ بَيَّنَّا ـ لَكُمُ ـ الْاٰيٰتِ ـ اِنْ ـ كُنْتُمْ
ہے بتا دیئے ہم نے تمہیں پتے اگر تمہیں ہو
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
عقل

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً
اے ایمان والو کسی کو اپنا بھیدی نہ بناؤ اپنوں کے سوائے
مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا
وُہ تمہاری خرابی میں کمی نہیں کرتے ان کی خوشی ہے
مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ
کہ تم تکلیف میں رہو دشمنی نکلی پڑتی ہے ان کی
اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ
زبان سے اور جو کچھ ان کے جی میں چھپا ہے وُہ
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ
اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے تمہیں پتے بتا دیے اگر تمہیں
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
عقل ہو

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں یہود اور منافقین دونوں جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے گروہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ اسلام سے قبل جن مسلمانوں کے یہودیوں سے ہمسائگی کی بنا پر دوستانہ تعلقات تھے۔ وُہ اسلام کے بعد بھی بدستور قائم رہے۔ ان کی دوستی پر اعتماد کر کے انہیں مسلمان بعض رازدارانہ مشورے بھی بتا دیتے تھے۔

منافقین کے بارے میں روایت یہ ہے کہ مسلمان تمام طور پر انہیں مسلمان سمجھ کر ان سے پُوری احتیاط نہ کرتے اور اپنی خفیہ باتیں ان کو بتا دیتے۔ اس طرح ان سے سخت نقصان کا اندیشہ رہتا۔

مسلمانوں کو یہود اور منافقین کے اس شر سے بچانے کے لیئے یہاں صاف صاف بتا دیا کہ مسلمان مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا رازدان نہ بنائیں۔ کیونکہ یہودی ہوں یا عیسائی منافقین ہوں یا مشرکین۔ کوئی جماعت مسلمانوں کی خیر خواہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ دینی اور دنیاوی خرابیوں میں مبتلا کریں۔ ان کی خوشی اس میں ہے کہ مسلمان تکلیف اور مصیبت میں رہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو دشمنی اور بغض ان کے دلوں میں ہے۔ وُہ تو بہت ہی زیادہ ہے۔ کبھی عداوت اور غصے کے جذبات سے مغلوب ہو کر ان کے مُنہ سے بھی ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہیں مارے دشمنی اور حسد کے ان کی زبان قابو میں نہیں رہتی پس ایک دانش مند آدمی کو چاہیئے۔ کہ ایسے بدظن دشمنوں کو اپنا رازدان نہ بنائے۔

اہلِ کتاب کی دوستی

هَاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ
سن لو تم لوگ تم ان کے دوست ہو حالانکہ نہیں وہ تمہارے دوست
وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ
اور تم مانتے ہو کتابیں سب اور جب تم سے ملتے ہیں
قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ
کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوں کاٹ کھاتے ہیں تم پر
الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا
انگلیاں سے غصہ تو کہہ تم مرو
بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾
اپنے غصہ میں بیشک اللہ معلوم ہیں باتیں دل کی

هَاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ
سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دوست نہیں
وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ
اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو اور وہ جب تم سے
قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ
ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر
الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا
غصہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تو کہہ تم اپنے غصہ
بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾
میں مرو اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بتایا ہے کہ تم تو اہل کتاب کی دوستی کا دم بھرتے ہو لیکن وہ تمہارے دوست نہیں بلکہ وہ تمہاری جڑیں کاٹنے والے دشمن ہیں تم تمام آسمانی کتابوں کو مانتے ہو۔ خواہ وہ کسی قوم کی ہوں اور کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہوں اس کے برخلاف یہ لوگ تمہاری کتاب اور پیغمبر کو نہیں مانتے۔ خود اپنی کتابوں پر بھی ان کا ایمان صحیح نہیں چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ وہ تم سے محبت کرتے اور تم ان سے بیزاری ظاہر کرتے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہو رہا ہے۔

جس طرح عام منافقین زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی "آمنّا" (ہم مسلمان ہیں) کہہ کر یہ مطلب لینا شروع کر دیا کہ ہم اپنی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں تسلیم کرتے ہیں اس لیے ہم بھی مسلمان ہیں اس پردہ میں وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے رہے۔

مسلمانوں کے ساتھ ان کا بغض اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی باہمی الفت دیکھ کر جلے مرتے ہیں جب کچھ کر نہیں سکتے۔ تو غیظ و غضب میں آ کر دانت پیستے اور اپنی انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی اس دشمنی سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اہل کتاب غصہ کھا کھا کر مرتے رہیں گے اور ان کی آرزوئیں پوری نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی خفیہ شرارتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اپنے اور خدا کے دشمنوں سے ہمیشہ بچتے رہیں۔

اہلِ کتاب کا حسد

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ
اگر تمہیں ملے بھلائی تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر
تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا
تمہیں پہنچے برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم صبر کرو
وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ
اور بچتے رہو نہ بگڑے گا تمہارا ان کے فریب سے کچھ بیشک
اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾
اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں بس میں

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ
اگر تمہیں کچھ بھلائی ملے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر
تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا
تم پر کوئی برائی پہنچے تو اس سے خوش ہوں اور اگر صبر کرو
وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ
اور بچتے رہو تو اُن کے فریب سے تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ بیشک
اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾
جو وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

مسلمانوں سے اہلِ کتاب کی دشمنی اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان لوگوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی مسلمانوں کا اتحاد، دشمنوں پر مسلمانوں کا غلبہ اور فلاح و کامرانی دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں پر کوئی مصیبت آ جائے۔ تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ اس قسم کی کینہ توم سے بھلا ہمدردی اور خیر خواہی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے؟

اہلِ کتاب کا یہ رویّہ اسلام کے صرف ابتدائی دَور میں نہ تھا آج تک مسلمانوں سے ان کا سلوک یہی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی کسی مصلحت کی بنا پر کچھ وقت کے لیئے وُہ دشمنی سے باز آ جائیں۔

اہلِ کتاب سے دوستی رکھنے کی ممانعت پر بعض مسلمانوں کے دل میں یہ خیال گزرنے کا امکان تھا کہ جب وُہ اُن سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے۔ تو وُہ شاید اُن کے خلاف اور سازشیں کریں گے اور پہلے سے بڑھ چڑھ کر نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اس خدشے کے سدِباب کے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں صبر و استقلال رکھو۔ اِن کا کوئی داؤ اور کوئی سازش اور کوئی تدبیر تم پر کارگر نہ ہو گی وُہ جو فریب کاریاں کرتے ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، وُہ بڑی قدرت وطاقت والا ہے۔ ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وُہ اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف رکھیں اس کی قدرت اور طاقت پر بھروسہ رکھیں اور اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ باہمی اتحاد و یگانگت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں اور ذاتی طور پر بھی راست بازی پر جمے رہیں انہیں کافر و معاندین اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں اور مخالفتوں کا کوئی ڈر نہ ہو گا۔ آج بھی جب کہ کفّار و منکرین مسلمانوں کے لیئے خطرے کا باعث بنے ہوئے ہیں اور ہر طرف سے ان پر گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وُہ از سر نو صبر و استقامت اختیار کریں اللہ کا خوف دل میں رکھیں اور عزمِ صمیم سے اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کا ارادہ کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن کی تمام دشمن طاقتیں دیکھتے دیکھتے بے بس نہ ہو جائیں۔

غزوۂ اُحد ـــــ میدانِ جنگ کا منصوبہ

وَ اِذْ - غَدَوْتَ - مِنْ - اَهْلِكَ - تُبَوِّئُ
اور جب صبح کو نکلا سے اپنے گھر بٹھایا
الْمُؤْمِنِيْنَ - مَقَاعِدَ - لِلْقِتَالِ - وَ - اللّٰهُ
مومنوں کو ٹھکانے جنگ کے لیے اور اللہ
سَمِيْعٌ - عَلِيْمٌ (۱۲۱)
سننے والا جاننے والا

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ
اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے نکلا مومنوں کو
الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ
لڑائی کے ٹھکانے پر بٹھانے لگا اور اللہ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۱۲۱)
سننے جاننے والا ہے

اس آیت میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی تیاریوں، گھر سے میدانِ جنگ کی طرف روانگی۔ اور میدانِ جنگ میں صف بندی کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ حضورؐ صبح سویرے راہِ حق میں جہاد کے لیے گھر سے روانہ ہوئے۔ اہلِ ایمان کی صف بندی کی۔ اُنہیں مُناسب موروچوں پر بٹھایا اور میدانِ جنگ کا نقشہ درست فرمایا۔

یہاں اشارہ غزوۂ اُحد کی طرف ہے۔ اور اس کے بعد مسلسل طور پر اس غزوۂ اُحد کے حالات و واقعات مذکور ہونگے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سبق میں مختصر طور پر اس غزوہ کے حالات بیان کر دیئے جائیں تاکہ بار بار دہرانے کی ضرورت نہ رہے۔

شوال ۳ھ میں قریشِ مکہ تین ہزار منتخب بہادروں کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھ آئے۔ ایک سال پہلے وُہ بدر کے میدان میں شکست کھا چکے تھے۔ اس لیے اس مرتبہ بہت تیاریوں سے آئے۔ حضور اکرمؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا بڑے بوڑھوں کی رائے تھی کہ شہر کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی کی رائے بھی یہی تھی۔ نوجوانوں نے کہا یہ کمزوری کی نشانی ہے۔ ہمیں باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ ہم ہر طرح سے سر دھڑ کی بازی لگائیں گے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ گھر سے زرہ پہن کر باہر نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ شہر سے باہر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کی کل تعداد ایک ہزار تھی۔ عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو منافق ساتھیوں کے ساتھ یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ آیا کہ جب ہماری بات نہیں مانی تو ہم ساتھ نہ دیں گے۔ حضورؐ نے جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کو سونپا زبیر بن عوام کو رسالہ پر مقرر فرمایا جو مسلمان زرہ پوش نہ تھے انہیں حضرت امیر حمزہؓ کی کمان میں رکھا۔ پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن زبیر کی زیرِ نگرانی ایک گھاٹی پر متعین فرمایا اور حکم دیا کہ اس درّہ کو کسی صورت میں نہ چھوڑیں۔ ان تیاریوں کے ساتھ حق و باطل کا یہ معرکہ شروع ہُوا۔

غزوۂ اُحد ــــــ جنگ کا نقشہ

اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ
جب ارادہ کیا دو فرقوں تم میں سے کہ نامردی کریں
وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
اور اللہ ان کا مددگار اور پر اللہ چاہیے کہ بھروسہ کریں
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
مومن

اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ
جب تم میں سے دو فرقوں نے ارادہ کیا کہ نامردی کریں
وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
اور اللہ اُن کا مددگار تھا اور (چاہیئے کہ) اللہ ہی پر مومن بھروسہ کریں

طَآئِفَتٰنِ (دو گروہ) ان دو جماعتوں سے مراد بنو حارثہ اور بنو سلمہ دو قبیلوں کے وُہ افراد مُراد ہیں جو غزوۂ اُحد کے موقع پر دل برداشتہ اور شکستہ خاطر ہو گئے تھے۔

گزشتہ سبق میں میدان جنگ کا منصوبہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ تین ہزار قریشی بہادروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کل تعداد صرف ایک ہزار تھی۔ اُن میں سے بھی تین سو دھوکہ باز منافق اپنے سردار عبداللہ بن اُبی کے ہمراہ راستہ سے ہی واپس لوٹ گئے۔ یہ دیکھ کر کمزور دل لوگوں کو فکر لاحق ہونا غیر معمولی بات نہ تھی۔ بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے لوگ گھبرا گئے۔ کہ اب کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں حوصلہ مندی اور جرأت کے جذبات اُبھارے اور قلت و کثرت کا تصور ہی دل سے نکال دیا۔

مسلمان اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس قوت سے بڑھے کہ کُفار کے حوصلے ختم ہو گئے اور وُہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجاہدین اسلام نے انہیں گرفتار کرنا اور سامان اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر درّہ پر متعین پچاس تیر انداز بھی اس کام میں شریک ہو گئے۔ اپنے امیر کے سمجھانے پر بھی انھوں نے حضرت رسولِ خدا کے فرمان کو یاد نہ رکھا۔

خالد بن ولید ابھی مُسلمان نہ ہوئے تھے۔ وُہ کفار کے لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ درّہ خالی دیکھ کر بھاگتے ہوئے کافروں کی مدد سے خالد نے اس طرف سے حملہ کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ مسلمان گھبرا گئے اُنہوں نے جانی نقصان اُٹھایا۔ خود حضور اکرمؐ زخمی ہو گئے۔ صفیں دوبارہ جمیں، ایک بار پھر مجاہد سر بکف بڑھے اور اُنہوں نے قریشی بہادروں کو مار بھگایا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ میدان جنگ میں افراد کی کمی بیشی نہیں۔ بلکہ مجاہدوں کا صبر و استقلال اور اللہ کی فتح و نصرت کام آتی ہے۔

بدر کی جیت

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ
اور مدد کر چکا ہے اللہ بدر میں حالانکہ تم
اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
کمزور تھے سو ڈرو اللہ تاکہ تم شکر گزار ہو

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ
اور اللہ بدر میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم
اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
کمزور تھے سو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار رہو

مطلب:۔ اسلام اور کفر کے درمیان یہ سب سے پہلا معرکہ ۱۷ رمضان ۲ھ ہجری کو ہوا۔ بدر کے میدان میں مٹھی بھر مسلمانوں نے ایسی شاندار کامیابی حاصل کی کہ کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور کفّار کو پہلی بار مسلمانوں کی قوت کا اندازہ ہوا اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (تم کمزور تھے) اس وقت جوان۔ بوڑھے اور چھوٹے بڑے ملا کر لڑنے کے قابل مسلمانوں کی کل تعداد صرف ۳۱۳ تھی۔ سب کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے۔ اس پوری فوج میں صرف ستر اونٹ اور ۲ گھوڑے تھے بعض کی تلواریں شکستہ اور نیزے ٹوٹے ہوئے تھے۔ چند ایک تو کھجور کے ڈنڈوں سے ہی جہاد کرنے چل پڑے تھے۔

اسلام کے مجاہدین میں ایسے نوعمر بھی شریک تھے۔ جو اپنے قد اور عمر کے اعتبار سے جنگ کے قابل نہ تھے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ وُہ میدانِ جنگ میں نہ جائیں۔ لیکن اُن کا اشتیاق دیکھ کر حضورؐ اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

غزوۂ بدر مسلمانوں کی جرأت اور حوصلہ کا ایک بہت بڑا امتحان تھا۔ ایک ہزار قریشی ابُوجہل اور ابوسفیان جیسے تجربہ کار سپہ سالاروں کی زیرِ نگرانی مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ان میں بیشتر سوار تھے۔ تین سو زرہ پوش تھے۔ ہر طرح کا جنگی ساز و سامان انہیں میسر تھا۔

اپنی طاقت کے نشہ میں چور ایک ہزار قریش کا یہ لشکر تین سو تیرہ مسلمانوں سے ٹکرایا۔ مگر پہلے ہی حملہ میں یہ جمِّ غفیر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اُن کے ستّر آدمی مارے گئے اور اتنے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے۔ جو کمزور تھے وُہ غالب ہوئے اور طاقتور بُری طرح ذلیل ہوئے۔

اُحد کے زخم خوردہ مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرنے اور دنیا کے تمام کمزور مسلمانوں کی دلداری کے لیئے یہ آیت اپنے اندر بہت بڑا سبق رکھتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ابتدائی بے بسی کے زمانہ میں اس طرح حق کو فتح دے سکتا ہے۔ تو آج کے کروڑوں مسلمان کیوں شکستہ خاطر ہوں۔ انہیں اللہ پر بھروسہ کر کے پُوری قوّت اسلام کی سربلندی میں لگا دینی چاہیئے۔

فرشتوں کی مدد

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

جب تو مسلمانوں کو کہنے لگا کیا تمہیں کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو تمہارا رب تین ہزار فرشتے (آسمانوں سے) بھیجے اترنے والے البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ تم پر اسی دم آئیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں کی مدد بھیجے نشان دار گھوڑوں پر

اِذْ۔ تَقُوْلُ۔ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ اَ۔ لَنْ۔ يَّكْفِيَكُمْ۔ اَنْ
جب تو کہنے لگا۔ مسلمان۔ کیا۔ نہیں۔ تمہیں کافی۔ کہ

يُّمِدَّكُمْ۔ رَبُّكُمْ۔ بِثَلٰثَةِ۔ اٰلٰفٍ۔ مِّنَ۔ الْمَلٰٓئِكَةِ
تمہاری مدد۔ تمہارا رب۔ تین۔ ہزار۔ سے۔ فرشتے

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى۔ اِنْ۔ تَصْبِرُوْا۔ وَ۔ تَتَّقُوْا
اترنے والے۔ البتہ۔ اگر۔ تم صبر کرو۔ اور۔ بچتے رہو

وَ۔ يَاْتُوْكُمْ۔ مِّنْ۔ فَوْرِهِمْ۔ هٰذَا۔ يُمْدِدْكُمْ
اور۔ وہ آئیں تم پر۔ سے۔ اسی۔ دم۔ تو مدد بھیجے

رَبُّكُمْ۔ بِخَمْسَةِ۔ اٰلٰفٍ۔ مِّنَ۔ الْمَلٰٓئِكَةِ
تمہارا رب۔ پانچ۔ ہزار۔ سے۔ فرشتے

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
نشان دار گھوڑے

علماء کا قول ہے کہ یہاں جنگِ بدر کی طرف اشارہ ہے جبکہ کافروں کی کثیر تعداد دیکھ کر مسلمان گھبرائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی تسلی کے لیے ایسا فرمایا کہ کیا کافروں کے مقابلے میں تمہارے لیئے اللہ کے فرشتوں کی مدد کافی نہ ہوگی جو آسمان سے اسی کام کے لیئے اتارے گئے ہوں؟

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تم نے صبر و استقلال کا ثبوت دیا تقویٰ اختیار کیا اور تم نافرمانی سے بچتے رہے اور کافروں کی فوج ایک دم تم پر ٹوٹ پڑی تو تین ہزار کی بجائے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیے جائیں گے۔ جو خاص نشان دار گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔

معرکہ میں کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی اس لیئے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا جیساکہ سورہ انفال میں مذکور ہے۔ جب مسلمانوں کو تشویش ہوئی تو اُن کے خوف کو دُور کرنے کے لیئے فرشتوں کی تعداد سہ گنا کردی گئی کیونکہ کافروں کی تعداد مسلمانوں سے سہ گنا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ تم صبر و تقویٰ سے کام لوگے۔ ثبات قدمی اور استقلال دکھاؤ گے۔ اور دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کروگے۔ تو تمہاری امداد کے لیئے پانچ ہزار فرشتے آسمان سے اتار دیئے جائیں گے اگر کافروں کو کہیں سے اور مدد بھی مل جائے تو تمہیں تشویش نہ ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔ روایات میں آتا ہے۔ کہ کوز بن جابر کی مدد مشرکین کو نہ پہنچی مسلمانوں کو کفار پر عظیم الشان فتح نصیب ہوئی بیشتر کفار مارے گئے بہت سے قید ہوئے اور باقی جو رہے۔ ذلیل و رسوا ہو کر واپس لوٹے بدر کا یہ معرکہ حق و باطل میں بین۔ فرق کا سبب ہوا۔ اور مسلمانوں کے تابناک ماضی کی تاریخ کا ایک سُنہری ورق بنا۔

غیبی امداد کا مقصود

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ	وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ
اور نہیں کی اللہ مگر خوشی تمہارے لیئے	اور یہ تو اللہ نے تمہاری خوشی کے لیئے کیا اور
وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۚ وَمَا النَّصْرُ	وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۚ وَمَا النَّصْرُ
اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دل اس سے اور نہیں مدد	اس لیئے کہ تمہارے دلوں کو تسکین ہو اور مدد صرف
اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾	اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾
مگر سے طرف اللہ زبردست حکمت والا	اللہ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والا ہے
لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ	لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ
تاکہ ہلاک کردے بعضے سے لوگ کافر یا	تاکہ ہلاک کر دے بعض کافروں کو یا انہیں ذلیل
يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾	يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾
انہیں ذلیل کردے تو پھر جاویں محروم ہو کر	کر دے تو محروم ہو کر پھر جائیں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی صورت میں مدد اس لیئے پہنچی اور تمام غیبی سامان اس لیئے مہیا کیئے گئے کہ مسلمانوں کے دلوں سے تشویش اور خوف دُور ہو جائے اور انہیں سکون و اطمینان نصیب ہو۔ ورنہ خدا کی مدد ایسی چیزوں کی محتاج نہیں نہ اسباب کی پابند ہے۔ وُہ چاہے۔ تو محض اپنی زبردست قوّت سے کام لے کر تمام کام بنا دے یا جنگ کے بغیر ہی کفار کو ذلیل و رسوا کر دے۔ فرشتے جو امداد پہنچاتے ہیں وُہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مرضی سے ہی پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غالب اور زبردست ہے۔ وُہ بڑی حکمت والا ہے۔ اور اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ کس قسم کے اسباب سے کام لینا مناسب ہے۔

روزمرّہ کی زندگی میں ہمارا مشاہدہ ہے کہ نتائج و واقعات خاص اسباب سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً پانی پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ کھانا کھانے سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ حرکتِ قلب بند ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے یہ قانون اس قدر عالمگیر حیثیت کا حامل ہے۔ کہ اس پر یقین کرنا انسان کے ایمان کا جزو بن چکا ہے۔ اور جب اور جہاں کوئی نتیجہ رونما ہوتا ہے۔ انسان اس کا سبب دریافت کرنے لگتا ہے اسی طرح اگر اسے کسی خاص قسم کا نتیجہ یا خاص قسم کے حالات پیدا کرنے مطلوب ہوں۔ تو وُہ ان کے لیئے ضروری اسباب عمل میں لاتا ہے۔ اسی طرح یہ اس کا ایمان ہو چکا ہے کہ اسباب کے بغیر کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اس قانون کے پیچھے ایک بہت زبردست اور پرحکمت قوت کام کر رہی ہے۔ اسباب و نتائج کے تعلق کے پیچھے اللہ کا ہاتھ ہے۔ ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنا ہمارے ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو تو نتیجہ ظاہری اسباب کے بغیر ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ جنگ بدر میں بھی فرشتوں کی امداد کا وعدہ یاد دلاتا ہے۔ کہ ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر بھروسہ کریں۔

اللہ کا اختیار

لَيْسَ - لَكَ - مِنَ - الْاَمْرِ - شَيْءٌ - اَوْ - يَتُوْبَ
نہیں تیرا سے اختیار کچھ خواہ توبہ قبول کرے

عَلَيْهِمْ - اَوْ - يُعَذِّبَهُمْ - فَاِنَّهُمْ - ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾
انہیں خواہ عذاب کرے انہیں کہ وہ ناحق پر ہیں

وَ - لِلّٰهِ - مَا - فِي - السَّمٰوٰتِ - وَ - مَا - فِي - الْاَرْضِ
اور اللہ کا جو کچھ میں آسمان اور جو کچھ میں زمین

يَغْفِرُ - لِمَنْ - يَّشَآءُ - وَ - يُعَذِّبُ - مَنْ - يَّشَآءُ
بخش دے جسے چاہے اور عذاب دے جسے چاہے

وَ - اللّٰهُ - غَفُوْرٌ - رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾
اور اللہ بخشنے والا مہربان

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ
تیرا اختیار کچھ نہیں اللہ تعالیٰ خواہ ان کی توبہ قبول کرے

عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾
خواہ انہیں عذاب دے کہ وہ ناحق پر ہیں

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ
ہے وہ جسے چاہے بخش دے اور عذاب دے جسے چاہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اُحد کی لڑائی میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مشرکین نے نہایت وحشیانہ طور پر حضرت حمزہ کے جسم مبارک کی بے حرمتی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ پر چوٹ آئی سامنے کے چار دانتوں میں سے نیچے کا دایاں دانت شہید ہو گیا۔ خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں پیشانی زخمی ہوئی۔ اور بدن مبارک لہولہان ہو گیا۔ آپ کا پاؤں لڑکھڑایا اور زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئے۔ کافروں نے مشہور کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مارے گئے۔ مسلمانوں کو تشویش ہوئی اور لوگ بدحواس ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا کہ وہ قوم کیونکر فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کیا۔ جو ان کو خدا کی طرف بلاتا تھا۔

مشرکین کے ان وحشیانہ مظالم کو دیکھ کر ان میں سے چند ظالم لوگوں کے حق میں آپ نے بددعا کا ارادہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ چنانچہ جن لوگوں کے حق میں آپ بددعا کرنے والے تھے۔ چند روز کے بعد سب کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا۔ اور اسلام کا جانباز سپاہی بنا دیا۔

اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بندہ کو نہ کوئی اختیار ہے۔ نہ کامل علم ہے۔ اگرچہ کافر مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ لیکن یہ اللہ کی مرضی ہے چاہے ان کو ہدایت دے چاہے عذاب کرے۔ تمام زمین و آسمان کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے ایمان کی توفیق دے کر بخش دے۔ اور جسے چاہے کفر کی سزا میں پکڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری اور رحیمی تمام دوسری صفات پر حاوی ہے۔ وہ کسی کو تکلیف میں ڈالنا اور سزا دینا نہیں چاہتا۔ جب تک کوئی بدعملی اور نافرمانی کی آخری حد کو نہ پہنچ جائے۔

سود کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوا الرِّبٰٓوا
اے لوگو ایمان نہ کھاؤ سود
اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ
دونے پر دونا اور ڈرو اللہ تاکہ تمہارا
تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۳۰﴾ۚ
بھلا ہو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۳۰﴾ۚ
اے ایمان والو سود نہ کھاؤ دونے پر دونا (چند در چند) اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارا بھلا ہو

غزوۂ بدر اور اُحد کا ذکر کرتے کرتے اب سُود کا بیان آگیا ہے۔ بظاہر اُن دونوں میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ لیکن ان کی مناسبت کی کئی ایک وجوہات ہیں۔

اوّل تو یہ کہ سود کھانے سے بے مروّتی اور قلبی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک تو حرام مال کھانے سے اطاعت اور تابعداری کی طاقت نہیں رہتی اور دوسرے سود لینے سے انسان میں بُخل اور کنجوسی پیدا ہو جاتی ہے۔

دوم :۔ ایک روایت کے مطابق ان دونوں آیات کا یکے بعد دیگرے آنے کا سبب یہ ہے کہ اس وقت یہودیوں سے مسلمانوں کے اکثر سودی معاملات ہوتے رہتے تھے۔ اس لیئے اُن سے تعلقات توڑنا بہت مشکل تھا اور اُحد کے واقعہ میں یہودی منافقوں کا بہت دخل تھا۔ اس لیئے مسلمانوں کو تنبیہ کردی گئی کہ سودی لین دین چھوڑ دو ورنہ اس کی وجہ سے خواہ مخواہ ان دھوکہ بازوں سے تعلقات قائم رہیں گے۔ جو آئندہ نقصان کا موجب بنیں گے۔

اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً "(دونے پر دونا) سے مُراد یہ نہیں ہے کہ سود چند در چند تو نہ لو بلکہ تھوڑا لے لیا کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں سود اس طرح لیا جاتا تھا۔ جیسے آج کل کے بنیئے لیتے ہیں یعنی سو روپے دیے اور سُود در سُود بڑھاتے چلے گئے سُود کا یہ خاصہ ہے کہ جو غریب ہے وُہ غریب تر اور جو امیر ہے وُہ امیر تر ہوتا چلا جا رہا ہے اس آیت میں سود کے اسی دُگنے چوگنے ہونے کی طرف اشارہ ہے ایک سود خور غریبوں اور مفلسوں کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان سے روپیہ حاصل کرتا ہے وُہ ذہنی اور جسمانی کسی قسم کی محنت نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے قرض دیے ہُوئے روپے کی کمائی کھاتا ہے۔ اس طرح خود اس کے اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف وُہ مقروض کی محنت کو بے اثر بنا دیتا ہے۔ اُس کی مشقت کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ مقروض اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سود کی شکل میں اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ بیچارہ مقروض معاشی، سماجی اور اخلاقی لحاظ سے ذلّت میں جا گرتا ہے۔ اور قرض دینے والا آرام پسند، سست اور کاہل بن جاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے ایثار و قُربانی کرنے اور اللہ کی مخلوق سے ہمدردی کرنے کا جذبہ اس کے اندر سے بالکل مٹ جاتا ہے۔ وُہ آرام کرتا ہے۔ دوسرے محنت کرتے ہیں دوسرے کماتے ہیں وُہ کھاتا ہے۔ غریبوں کی غربت بڑھتی ہے اور اُس کی امارت اور تونگری میں اضافہ ہوتا ہے۔

سودخوروں کی سزا

وَ اتَّقُوا۔ النَّارَ۔ الَّتِیٓ۔ اُعِدَّتْ۔ لِلْکٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۱﴾
اور بچو آگ وہ جو تیار ہوئی کافروں کے لیے
وَ اَطِیْعُوا۔ اللّٰہَ۔ وَ۔ الرَّسُوْلَ۔ لَعَلَّکُمْ
اور مانو اللہ اور رسول تاکہ تم پر
تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ۔ سَارِعُوْٓا۔ اِلٰی۔ مَغْفِرَۃٍ۔ مِّنْ
رحم ہو اور دوڑو طرف بخشش سے
رَّبِّکُمْ۔ وَ۔ جَنَّۃٍ۔ عَرْضُھَا۔ السَّمٰوٰتُ۔ وَ
تمہارا رب اور جنت اس کا عرض آسمان اور
الْاَرْضُ۔ اُعِدَّتْ۔ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾
زمین تیار ہے پرہیزگاروں کے لیے

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۱﴾
اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے واسطے تیار ہوئی
وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ
اور اللہ کا اور رسول کا حکم مانو تاکہ تم پر
تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ
رحم ہو اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو
رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَ
جس کا عرض آسمان اور زمین ہے اور پرہیزگاروں
الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾
کے لیئے تیار ہے

سودخواری کی ممانعت کے بعد سودخوار کی سزا بیان کی گئی کہ اس کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ جو حقیقت میں کافروں کے لیئے ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ایک سودخوار بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسے ہی مجرم بن کر قیامت کے روز پیش ہوگا جیسے ایک منکر اس لیئے مسلمانوں کو چاہیے کہ سود کی لعنت سے بچیں۔ اور تقویٰ کی زندگی بسر کریں۔

اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ جو اُن پر رحمت کا باعث بنتی ہے۔ رسول کا حکم ماننا بھی اصل میں خدا ہی کا حکم ماننا ہے۔ کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ پیغمبر کا حکم مانو اور اس کی پُوری پُوری اطاعت کرو۔ جنگ اُحد میں بعض مسلمانوں نے حضرت رسولِ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اس سے ان کی فتح خطرے میں پڑ گئی اس لیئے تنبیہ کی جاتی ہے کہ آئندہ ایسی کوتاہی اور غلطی نہ کرنا۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت سے ہی اللہ کی رحمت نازل ہوگی۔ اور فلاح و کامیابی کے دروازے کھُل جائیں گے۔

تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ان نیک اعمال اور اچھے اخلاق کی طرف دوڑو جن کا حکم اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں اور جن کے باعث تم اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کے مستحق ہوگے۔ اگر تم تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کروگے اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھوگے تو اس جہانِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد تمہارا آخری ٹھکانہ جنت ہوگا جنت اتنی وسیع ہے جتنا آسمان و زمین انسان کے تصور میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ وسعت نہیں آسکتی اس لیے جنت کی وسعت سمجھانے کے لیئے جنت کو اسی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سودخوار اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار انسانوں کے انجام میں فرق ظاہر کردیا گیا ہے کہ ایک دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اور آخرت میں بھی دوزخ کی آگ میں جلتا ہے۔ دوسرا دنیا میں بھی عزت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور آخرت میں بھی جنت کے حسین باغوں کا حقدار ہوتا ہے

مُتَّقِین کی صفات

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ
جو خرچ کرتے ہیں میں خوشی اور تکلیف
وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ
اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں سے لوگ
وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَا
اور اللہ پسند کرتا ہے نیکی کرنے والے اور جو لوگ جب
فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا
کریں کھلا گناہ یا ظلم کریں اپنے حق میں یاد کریں
اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَ مَنْ
اللہ بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون
يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَ لَمْ يُصِرُّوْا
بخشنے والا گناہ سوائے اللہ اور نہیں اڑتے
عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
پر جو وہ کریں اور وہ جانتے ہیں

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ
جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کیے جاتے ہیں اور
وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ
غصہ دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا
اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور وہ لوگ جب
فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا
کچھ کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کر لیں تو اللہ کو یاد
اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ
کر لیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اللہ کے
يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا
سوا گناہ بخشنے والا کون ہے اور وہ اپنے
عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
کیے پر اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں

السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (خوشی اور تکلیف) یہاں مُتقین کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رنج وراحت اور امیری وغریبی دونوں صورتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مُطابق ہر صُورت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (غصہ کو دبا لیتے ہیں) ناگوار واقعہ پر دل میں رنج پیدا ہونا۔ اور ناخوشگواری میں غصہ کا آجانا ایک فطری بات ہے۔ لیکن نیک لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں جا و بے جا غیظ و غضب کا اظہار نہیں کرتے اور غصہ سے مغلوب ہو کر ناخوشگوار باتیں نہیں کرتے۔

الْعَافِيْنَ (معاف کرنے والے) "عفو" اُس کا مادہ ہے۔ اُس کے معنیٰ ہیں درگزر کرنا۔ یعنی کسی کی غلطی اور کوتاہی کو نظر انداز کر دینا یہ نیک انسان کی خوبیوں میں سے بہت بڑی خوبی ہے۔

فَاحِشَةً (کھلا گناہ) فحش سے نکلا ہے۔ یعنی ایسی خرابی اور گناہ جو ڈھکا چھپا نہ ہو۔

لَمْ يُصِرُّوْا (اڑتے نہیں) "اصرار" اس کا مصدر ہے یعنی اپنی غلطی پر اڑنا اور اسے تسلیم نہ کرنا۔ جس شخص میں یہ خرابی پیدا ہو جائے اس کی اصلاح ممکن نہیں رہتی۔

مُتّقین کی خصوصیات اور اجر

اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ
یہی لوگ جزا ان کی بخشش سے ان کا رب
وَجَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ
اور باغات بہتی ہیں سے ان کے نیچے نہریں
خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ ﴿۱۳۶﴾
ہمیشہ رہیں گے ان میں اور اچھا اجر کام کرنے والے

اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ
انہیں لوگوں کی جزا ہے ان کے رب سے بخشش
وَجَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ
اور باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ ﴿۱۳۶﴾
وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (نیک) کام کرنے والوں کا کتنا اچھا اجر ہے

اس سے پہلی آیات میں متقین کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔

(۱) خوشی ہو یا غمی وُہ اللہ کی راہ میں بہر حال اپنا مال اور اپنی قوت خرچ کرتے ہیں۔ تنگدستی میں بھی اپنا ہاتھ نہیں روکتے۔

(۲) وُہ غصّہ کو پی جاتے ہیں۔ غُصّہ سے مغلوب ہو کر ناخوشگوار حرکات نہیں کرتے۔ اور نازیبا جملے منہ سے نہیں نکالتے۔

(۳) وُہ خطا کار لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔ عفو و کرم ان کا خاصہ ہوتا ہے۔

(۴) احسان کرنا ان کی فطرت میں داخل ہوتا ہے۔ نیکی کرنے والوں کو یقیناً اللہ دوست رکھتا ہے۔

(۵) اگر اُن سے نادانستہ کوئی بُرائی سرزد ہو جائے یا کوئی خرابی کر بیٹھیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور اس سے مغفرت و بخشش چاہتے ہیں۔

(۶) غلطی سے یا انجان پنے میں کوئی غلطی یا زیادتی ہو جائے تو اس پر اصرار نہیں کرتے جونہی اس کا احساس ہو جائے اور ان کے علم میں آجائے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں۔

یہ وُہ خصوصیات ہیں جن سے انسان میں خدا خوفی۔ نیکو کاری اور پرہیزگاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو متقی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیئے بڑے عمدہ اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اُن لوگوں کے لیئے اُن کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ اللہ کریم ایسے لوگوں کی خطاؤں کو چھپا لیتا ہے۔ ان سے درگزر فرماتا ہے۔ اور اپنے عفو و کرم سے نوازتا ہے۔

آخرت میں اُن کے لیئے ہمیشگی کے باغات ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جنّت اور اس کی ابدی نعمتیں ان ہی لوگوں کو حاصل ہوں گی ـــــ نیک عمل کرنے والوں کے لیئے ان کے رب کی طرف سے کتنا اچھا اجر ہے۔ کاش انسان اپنے آپ کو اس کا مستحق بنا کر اس کے سامنے پیش ہو۔

درسِ عبرت

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي
ہو چکے سے تم میں پہلے واقعات سو پھرو میں
الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
زمین اور دیکھو کیا ہُوا انجام
الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَ
جھٹلانے والے یہ بیان لوگوں کے لیئے اور
هُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾
ہدایت اور نصیحت ڈرنے والوں کے لیئے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي
تم سے پہلے واقعات ہو چکے ہیں سرزمین میں پھرو
الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام
الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَ
ہُوا یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے
هُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾
ہدایت اور ڈرنے والوں کے لیئے نصیحت ہے۔

ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں۔ بڑے بڑے واقعات پیش آچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قانون بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ اُمتوں میں سے جن لوگوں نے انبیاء علیہ السلام کی دشمنی اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی خدا اور رسول کی تصدیق و فرمانبرداری سے مُنہ موڑا، بدکاری اور زیادتی کرتے رہے۔ ان کا کیسا بُرا انجام ہُوا؟ اور جن لوگوں نے حق کا ساتھ دیا رسولوں کی تائید کی ان پر کیسی کیسی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوئیں؟ اگر تم لوگوں کو اس میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو زمین میں چل پھر کر منکرینِ حق کی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں۔

گزشتہ حالات و نتائج سے مسلمانوں کو بھی سبق حاصل ہوتا ہے۔ اُنہیں کفار کی سختیوں اور اذیتوں یا اپنی عارضی شکست دیکھ کر مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ انجام کار حق ہی غالب ہو کر رہے گا اور مسلمانوں کو ہی فتح نصیب ہو گی بہت جلد گروہ کے گروہ اسلام کی آغوش میں پناہ لیں گے۔ زمانہ قدیم سے اللہ تعالیٰ کی یہی سُنّت رہی ہے کہ فتح حق کی ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں یہ مضامین بیان کیئے جا رہے ہیں۔ جن کو سُن کر خدا سے ڈرنے والے ہدایت اور نصیحت، حاصل کرتے ہیں لیکن جن کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو انہیں ایسی نصیحتوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

قرآن مجید کی حیثیت عالمگیر ہدایت کی ہے۔ یہ ہر زمانے میں ہر قوم کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔ اس میں مذکورہ واقعات آج ہمیں بھی سیدھی راہ دکھلاتے ہیں جس پر چل کر اہل علم کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں ان آیات میں قرآن مجید کی تین خصوصیات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۱) لوگوں کے لیئے پیغام ہے۔ (۲) نوع انسانی کے لیئے سامانِ ہدایت ہے۔ (۳) پرہیزگاروں کے لیئے درسِ عبرت اور سامانِ نصیحت ہے ایسی کتاب کو جھٹلانے والے نامراد نہ ہوں گے تو اور کیا ہوگا؟

مُسلمانوں کا غلبہ

وَ۔لَا۔ تَهِنُوْا۔ وَ۔لَا۔ تَحْزَنُوْا۔ وَ۔اَنْتُمُ
اور نہ سست ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم
الْاَعْلَوْنَ۔اِنْ۔كُنْتُمْ۔مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾
غالب رہوگے اگر تم رکھتے ہو ایمان

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾
اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو

لَاتَهِنُوْا (سست نہ ہو) "وھن" اس کا مادہ ہے۔جس کے معنی سستی اور اضمحلال کے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ شکستہ خاطر اور افسردہ طبیعت نہ ہو۔پورے یقین کے ساتھ راہ حق پر گامزن رہو۔

لَاتَحْزَنُوْا (غم نہ کھاؤ) "حُزن" اس کا مادہ ہے لفظ حزین (غمگین) بھی اس سے ہے۔"حزن" خاص طور پر ماضی کی کوتاہیوں اور خرابیوں کے بارہ میں ہوا کرتا ہے۔

الْاَعْلَوْنَ (غالب) "علو" اس کا مادہ ہے۔عالی۔اعلیٰ۔علیا وغیرہ الفاظ اسی لفظ سے نکلے ہیں۔

اَعْلَوْنَ (میں ہر قسم کا غلبہ مادی ہو یا روحانی مراد ہوتا ہے۔سیاق و سباق پر نظر رکھتے ہوئے یہاں مادی غلبہ مقصود ہے۔

یہ آیت بھی جنگ اُحد کے حالات کے ضمن میں نازل ہوئی۔جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے کئی بہادروں اور جوانوں کی لاشیں اُن کے سامنے پڑی تھیں، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہو گئے تھے اور ظاہری طور پر مسلمانوں کی کمزوری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام اُمید نازل فرمایا۔اے مسلمانو! سختیوں سے گھبرا کر تم نااُمید نہ ہو جانا۔دشمنان دین کے ظالم کے مقابلے میں کمزوری نہ دکھانا آخری فتح تمہاری ہی ہے اور انجام کار تم ہی غالب رہو گے۔بشرطیکہ ایمان و یقین پر قائم رہے اور اللہ کے وعدوں پر پورا یقین رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتے ہوئے جہاد میں ڈٹ گئے۔

اس خوشخبری سے مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دل بندھ گئے۔مجاہدین کے بازوؤں میں نئی طاقت اور ان کے ارادوں میں استقلال پیدا ہوگیا کفار جو مسلمانوں پر چھا رہے تھے۔اور بڑھ بڑھ کے حملے کر رہے تھے۔مجاہدین اسلام کے اس نئے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اس طرح پسپا ہوئے کہ اُنہیں بھاگتے ہی بنی۔

اس آیت سے ایک نہایت پر حکمت بات نکلتی ہے۔یعنی یہ کہ دشمنان حق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیئے سب سے ضروری شرط ایمان کی ہے۔خواہ مسلمانوں کی تعداد قلیل ہو۔سامان حرب تھوڑا ہی ہو۔تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی امداد سے کفار پر غالب آ سکتے ہیں بشرطیکہ اللہ پر ان کا ایمان مضبوط و مستحکم ہو۔پھر فتح و سربلندی خود بخود چلی آتی ہے۔مومن و کافر میں سب سے بڑا فرق یہ ہے۔کہ مومن کو سب سے زیادہ عزیز شئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول کی محبت ہے وہ ہر شئے قربان کر کے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیئے جہاد کرتا ہے۔اس کے برعکس کافر کو ہر چیز سے زیادہ اپنی جان عزیز ہوتی ہے۔اسے جہاں جان کا خوف پیدا ہوا۔وہ بھاگ نکلا۔لیکن ایک مومن جان کی بازی لگا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سر کٹاتا ہے۔لہٰذا اس کے آگے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔آج بھی اس جوش ایمانی کی ضرورت ہے۔

گردشِ ایّام

اِنْ۔ یَّمْسَسْکُمْ۔ قَرْحٌ۔ فَقَدْ۔ مَسَّ۔ الْقَوْمَ
اگر تمہیں پہنچا زخم تو پہنچ چکا ہے قوم
قَرْحٌ۔ مِّثْلُهٗ۔ وَتِلْكَ۔ الْاَیَّامُ۔ نُدَاوِلُهَا
زخم ایسا ہی اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں
بَیْنَ۔ النَّاسِ
میں لوگ

اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ
اگر تمہیں زخم پہنچا تو انہیں بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور یہ دن باری باری لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اس سے وہ سخت پریشان تھے۔ پھر اُنہیں منافقوں اور دشمنوں کے طعنوں سے مزید اذیت پہنچتی تھی۔

قَرْحٌ (زخم)، زخم سے مراد وہ عظیم جانی اور مالی نقصان ہے جو غزوۂ اُحد میں اپنی غلطی سے مسلمانوں کو اُٹھانا پڑا۔ اُن کے کئی بہادر کام آئے اور زخمی ہوئے۔

اَیَّامٌ (دن)، "یوم" اس کا واحد ہے عربی میں لفظ یوم کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آن یعنی لمحہ۔ ایک دن اور غیر معین عرصہ۔ یہاں ایام سے مُراد گردشِ لیل و نہار اور دن رات کا چکر ہے۔ جیسے ہم اردو میں کہا کرتے ہیں۔ زمانہ سدا یکساں نہیں رہتا۔ یہ چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلّی دی کہ اگر اس لڑائی میں تمہیں زخم پہنچا ہے یا تمہیں تکلیف اٹھانی پڑی ہے تو کوئی بات نہیں اس طرح کے حادثات کافروں کو بھی پیش آچکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اُحد میں تمہارے پچھتر آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے۔ لیکن ایک سال پہلے جنگ بدر میں کافروں کے ستّر بڑے بڑے سردار جہنم میں پہنچے تھے اور بیشتر زخمی ہوئے اس کے علاوہ خود اُحد کی لڑائی میں پہلے پہل ان کے بہت سے آدمی قتل اور زخمی ہو گئے تھے۔ پھر جنگِ بدر میں ان کے ستّر آدمی قید ہوئے تھے۔ اُنہوں نے بہت سخت ذلت اٹھائی تھی۔ لیکن تمہارے ایک فرد کو بھی یہ ذلت نہیں دیکھنی پڑی بہرحال اگر تم اپنے اور اُن کے نقصان کا موازنہ کرو تو غم و افسوس کی گنجائش باقی نہیں۔

یہ بات ضرور درست ہے کہ ہم سختی و نرمی یا دُکھ سُکھ اور تکلیف و راحت کے دنوں کو لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں جس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ پھر جب کافروں نے دکھ اُٹھا کر کفر کی حمایت نہیں چھوڑی، تو صاحب ایمان حق کی حمایت میں کیونکر ہمت ہار سکتے ہیں۔

اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اگر مُسلمانوں کو کچھ دن کے لیئے اللہ کی راہ میں دکھ اور تکلیف برداشت کرنی پڑیں تو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ مُصیبت عارضی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دُکھ اور سُکھ کے دن افراد و اقوام میں بدلتا رہتا ہے

آزمائش اور امتحان

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ
اور اس لیے کہ معلوم کرے اللہ جو لوگ ایمان لائے اور بنائے
مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾
تم میں سے گواہ اور اللہ نہیں دوست رکھتا ظالم
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
اور اسواسطے کہ پاک کرے اللہ جو لوگ ایمان لائے اور
يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾
مٹا دے کافر

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ
اور اس لیے کہ اللہ معلوم کرے کون ایمان لائے اور بنائے
مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾
تم میں سے گواہ اور اللہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
اور اس واسطے کہ اللہ ایمان والوں کو پاک و صاف کرے
يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾
اور کافروں کو مٹا دے

اللہ تعالیٰ دکھ اور سکھ کے دن مختلف اقوام میں اس غرض سے بدلتا رہتا ہے۔ کہ وہ دیکھ لے کہ سچے ایماندار کون ہیں۔ اور منافق کون ہیں۔ مومن تکلیف اور مصیبت کے دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔ صبر و استقلال سے کام لیتا ہے اور ایمان و یقین پر ثابت قدم رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے نصرت و امداد کا طلب گار رہتا ہے اس کے برعکس کافر اور منافق دکھ اور تکالیف کے دنوں میں سخت پریشان ہو جاتے ہیں وہ جان بچانے کی خاطر اور ذاتی فائدے حاصل کرنے کے لیے باطل کی حمایت میں تیز تر ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھو اللہ تعالیٰ ظالموں سے کبھی محبت نہیں کرتا۔ ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ جنگ اُحد میں مشرکین کو جو عارضی کامیابی ملی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے دوسرے اسباب ہیں۔ مسلمانوں پر عارضی مصائب اور تکالیف کا دور آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پاک صاف کرے اور کافروں کو نیست و نابود کردے۔ فتح اور شکست ایک بدلتی ہوئی چیز ہے۔ مسلمانوں کو شہادت کا مقام عطا فرمانا تھا۔ مومن اور منافق کا پرکھنا مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کرنا، اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا مقصود تھا۔

آج بھی جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر دکھوں اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں اور غیر مسلم اقوام خوشحالی اور ترقی کے راستہ پر گامزن ہیں تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم سے تو وہ لوگ اچھے ہیں اُن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ ہم سے وہ خفا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی غرض صرف یہ ہوتی ہے۔ کہ مسلمان پہلے سے زیادہ اللہ کے حضور عجز و انکسار کا اظہار کریں اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ اور اصلاح احوال کے لیے کوشش کریں تاکہ کفار و معاندین اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب کا نشانہ بنیں۔

مختصر یہ کہ آزمائش اور امتحان سے مقصود چار ہیں (۱) اللہ معلوم کرے صاحب ایمان کون ہیں۔ اور کن لوگوں کا ایمان پختہ ہے (۲) کون کون اپنے ایمان کی شہادت پیش کرتے ہیں (۳) مومنوں کو پاک صاف کر لیا جائے (۴) کفار اور دشمنان دین کو مٹا دیا جائے۔

جنّت کے داخلہ کی شرط

أَمْ حَسِبْتُمْ - أَنْ - تَدْخُلُوا - الْجَنَّةَ - وَ - لَمَّا
کیا تمہیں خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت اور نہیں
يَعْلَمِ - اللَّهُ - الَّذِينَ - جَاهَدُوا - مِنْكُمْ - وَ
معلوم اللہ وہ لوگ جو لڑنے والے ہیں تم میں اور
يَعْلَمَ - الصَّابِرِينَ ﴿١٤٢﴾ وَ - لَقَدْ كُنْتُمْ - تَمَنَّوْنَ
معلوم ثابت رہنے والے اور تم کرتے تھے آرزو
الْمَوْتَ - مِنْ - قَبْلِ - أَنْ - تَلْقَوْهُ - فَقَدْ
موت سے پہلے کہ تم اُسے ملو تو اب تم نے
رَأَيْتُمُوهُ - وَ - أَنْتُمْ - تَنْظُرُونَ ﴿١٤٣﴾
اسے دیکھ لیا اور تم نے آنکھوں کے سامنے

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا
کیا تمہیں خیال ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تک
يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَ
اللہ نے معلوم نہیں کیا تم میں جو لڑنے والے ہیں اور معلوم نہیں
يَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ
کیا جو ثابت رہنے والے ہیں اور تم مرنے کی آرزو کرتے
الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ
تھے اس کی ملاقات سے پہلے۔ سو اب تم نے
رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿١٤٣﴾ ۱۴ ع ۵
اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنّت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر پہنچانا چاہتا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں جا پہنچو گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لے کر یہ نہ دیکھے گا کہ تم میں کتنے اس کی راہ میں لڑنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ یاد رکھو بلند مقامات پر صرف وُہ لوگ پہنچائے جاتے ہیں جو اللہ کی راہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے کے لیئے تیار ہوں۔

جنگِ بدر میں جو صحابہ شریک نہیں ہو سکے تھے۔ وُہ یہ آرزوئیں کیا کرتے تھے۔ کہ اللہ پھر کوئی موقعہ لائے کہ ہم بھی خدا کی راہ میں شہادت کا مرتبہ حاصل کریں۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جس چیز کی تم پہلے تمنا رکھتے تھے وُہ تمہارے سامنے آ چکی ہے یعنی تم اللہ کی راہ میں شوقِ شہادت سے لڑنا چاہتے تھے اس وقت باطل کی طاقتیں تمہارے سامنے ہیں اب آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنا کیسا ؟ تمہیں تو چاہیے۔ کہ دل کے ارمان پُورے کر لو۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ کی تمنّا کبھی نہ کرو، البتہ جب یہ موقع آ جائے کہ دشمن مقابلہ پر ہو تو پھر ثابت قدم رہ کر ڈٹ کر مقابلہ کرو۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ بھلائی کا انجام حاصل کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ امتحان یہ بتا دیتا ہے کہ کون شخص اس جنّت کا اہل ہے۔ کون اُس کا وارث بننے کا حق رکھتا ہے۔ چنانچہ جنّت حاصل کرنے کے لیئے مسلمان کو طرح طرح کے مصائب اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ لہٰذا ہمت ہارنے کی بجائے صبر واستقلال دکھانا چاہیئے۔

حضرت محمدؐ رسولِ خدا ہیں

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
اور نہیں محمد مگر ایک رسول ہو چکے
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ
سے اس سے پہلے رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا
قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ
مارا گیا تم پھر جاؤ گے اوپر اُلٹے پاؤں

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
اور محمدؐ تو ایک رسول ہے اس سے پہلے بہت
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ
رسول ہو چکے پھر کیا اگر وہ مرگیا یا
قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ
مارا گیا تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

پہلی قوموں نے اپنے ہادی مصلح اور رسولوں کو یا تو خدا بنا دیا یا اُس کا بیٹا اور انہیں انسانیت سے بلند سمجھ بیٹھے۔

اسلام نے اپنے کلمہ شہادت میں رسول کا صحیح مقام عبدہٗ ورسولہٗ (اللہ کا بندہ اور رسول) کہہ کر متعین کیا۔

مندرجہ بالا آیات میں اسلام کے اس بنیادی اصول کو پیش کرنے کے بعد غزوۂ اُحد کے ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو ہم قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

اُحد کے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود جنگ کا نقشہ تیار کیا تمام صفیں ترتیب دینے کے بعد آپ نے دیکھا کہ پہاڑ کا ایک درہ باقی رہ گیا ہے۔ جس کے پیچھے کی طرف سے دشمنوں کا لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ آپ نے اس درے پر پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کر دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اُن کا سردار مقرر کیا تاکید بھی فرمائی "تم اپنی جگہ مت چھوڑنا اور اسی جگہ کھڑے رہنا حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے فوج کا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا" حضورؐ نے فرمایا جب تک تم اپنی جگہ پر قائم رہو گے۔ ہم اس وقت تک دشمنوں پر غالب رہیں گے۔"

جنگ شروع ہو گئی گھمسان کا رن پڑا، اسلام کے غازی بڑھ بڑھ کر شجاعت و جوانمردی کے جوہر دکھا رہے تھے ابودجانہ حضرت علی اور دوسرے مجاہدین کی بے جگری کے سامنے مشرکین قریش کو بھاگ کھڑے ہونے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، کافروں کو شکست ہوئی وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے مسلمان سپاہیوں نے مالِ غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

یہ منظر جب ان تیر اندازوں نے دیکھا تو اُنہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کو فتح مل چکی ہے۔ اب یہاں ٹھہرنا بالکل بے کار اور غیر ضروری ہے۔ ہمیں چل کر دشمن کا پیچھا کرنا چاہیے اور غنیمت میں اپنا حصہ لینا چاہیئے ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک انہیں یاد دلایا۔ لیکن تیر انداز سمجھے کہ رسول اللہ کے ارشاد کا منشا ہم پورا کر چکے ہیں۔ سب مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے صرف عبداللہ بن جبیر اور اُن کے دس ساتھی درہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے۔ باقی تفصیل اور اس آیت کی تشریح اگلے سبق میں ملاحظہ کریں۔

رسُولِ خُداکی رحلت

وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

اور جو پھر جاتے پر الٹے پاؤں ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کچھ اور جلد جزا دیگا اللہ شکر گزار

اور جو الٹے پاؤں پھر جائے وُہ ہرگز اللہ کا کچھ نہ بگاڑیگا۔ اور اللہ جلد شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

تیراندازوں کا وہاں سے ہٹنا تھا کہ مشرکین کا ایک رسالہ جن کی کمان خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی پلٹ کر درہ کی طرف سے حملہ آور ہُوا۔ مٹھی بھر دس تیرانداز ڈھائی سو سواروں کو تو نہ روک سکے تاہم عبداللہ بن جبیر اور اُن کے ساتھیوں نے لڑتے لڑتے وہیں جان دے دی اب مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور اس زور کا مقابلہ کیا کہ الامان الحفیظ بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوتے اس اثنا میں ایک مُشرک نے نبی کریمؐ پر پتھر پھینکا جس سے آپ کا ایک دانت شہید ہو گیا اور چہرہ مُبارک زخمی ہو گیا۔ حضورؐ زخم کی شدت سے زمین پر گر پڑے اور کسی نے یہ افواہ اُڑا دی کہ آپ قتل کر دیئے گئے ہیں۔

یہ سُنتے ہی مسلمانوں کے حواس اُڑ گئے۔ اور اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ بعض مسلمانوں نے ہتھیار گرا دیئے۔ بعض کو خیال ہُوا۔ کہ مشرکین کے سرداروں سے امن حاصل کر لیں منافقین کہنے لگے کہ جب محمدؐ قتل کر دیئے گئے تو اسلام چھوڑ کر اپنا قدیم مذہب اختیار کر لینا چاہیئے۔

اس نازک گھڑی میں حضرت انسؓ ابن النضر نے کہا کہ اگر محمدؐ مارے گئے تو محمدؐ کا رب تو زندہ ہے۔ حضورؐ کے بعد ہم لوگوں کا زندہ رہنا کس کام کا ہے۔ جس چیز پر آپ قتل ہوئے ہم بھی اسی پر کٹ مریں گے۔ یہ کہہ کر وُہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ اسی اثنا میں حضورؐ نے آواز دی اللہ کے بندو ادھر آؤ۔ آواز کا سُننا تھا کہ مُسلمان ادھر پھر سمٹنا شروع ہو گئے تین صحابہ نے آپ کے قریب ہو کر مدافعت کی، اور مشرکین کی فوج کو بھگا دیا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ محمدؐ خُدا نہیں، رسول ہیں، اُن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، ہمیشہ انبیا کے بعد اُن کی پیروی کرنے والوں نے دین کو سنبھالا۔ اس لیے آپ کا بھی اس دُنیا سے گزرنا کچھ اچنبھے کی بات نہیں اگر آپ وفات پا گئے یا شہید کر دیئے گئے تو کیا تم دین کی خدمت اور حفاظت کے راستہ سے اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ یاد رکھو جس کسی نے ایسا کیا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا تمہیں چاہئے کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اپنے دین کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔

ہم پر لازم ہے۔ کہ اس آیت سے سبق حاصل کریں اور رسول کریمؐ کی عدم موجودگی میں ان کے دین پر ثابت قدم رہیں آپ ہمیں قرآن مجید امانت کے طور پر دے گئے ہیں جس کی حیثیت ابدی اور دائمی چشمۂ ہدایت کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ آپ کے نقش قدم پر چلیں اور کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ اسلام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

دُنیا اور آخرت میں بدلہ

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾

اور نہیں ہے کسی کیلئے کہ وہ مرے سوائے حکم اللہ لکھا ہوا ہے ایک مقررہ وقت اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا ہم اسے دینگے دنیا ہی سے اور جو کوئی چاہے گا بدلہ آخرت ہم اسے دینگے اس میں سے اور ہم جزا دیں گے احسان ماننے والے

اور کوئی اللہ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا ایک مقررہ وقت لکھا ہوا ہے۔ جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہے گا اسے ہم دنیا ہی سے دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہے گا ہم اسے اس میں سے دینگے اور ہم احسان ماننے والوں کو جزا دینگے

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نہیں مر سکتا۔ خواہ موت کے کتنے ہی اسباب جمع ہو جائیں نیز یہ کہ ہر ایک کی موت مقررہ وقت پر آتی ہے۔ صورت حال یہ ہے۔ تو خدا پر توکل کرنے والوں کو اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اور نہ کسی بڑے یا چھوٹے کی موت کو سن کر مایوس اور بددل ہو کر بیٹھ جانا چاہیئے۔

جو شخص اپنا بدلہ اس دنیا میں لینا چاہے گا اُسے ہم دنیا ہی میں دے دیں گے۔ اور جو اپنا اجر آخرت میں لینا چاہے گا۔ اسے ہم آخرت ہی میں دیں گے۔ مثلاً تیر اندازوں کے دستہ نے جنگِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی اور مالِ غنیمت پر لوٹ پڑے ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں سعی و جہاد کا بدلہ دُنیا میں چاہا۔ دوسری قسم کے لوگ وُہ ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول کے حکم کی پُوری پُوری تعمیل کی۔ مثلاً ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے گیارہ ساتھی انہوں نے دشمنوں کو بھاگتے دیکھا اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت لُوٹتے ہوئے پایا۔ لیکن وُہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ ان لوگوں نے حضرت رسولِ اکرمؐ کی اطاعت کو دنیاوی مال و متاع پر ترجیح دی، مالِ غنیمت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے۔ ان لوگوں کے لیئے آخرت کا بدلہ ہے۔

جو لوگ دین پر ثابت قدم رہیں گے۔ اُن کو دین بھی ملے گا۔ اور دُنیا میں بھی اُنہیں مال و متاع کی کمی نہ رہے گی اور اُخروی کامیابی سے بھی حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ احسان ماننے والوں اور نعمتوں کی قدر کرنے والوں کو مزید بدلے دے گا بعض لوگ حرص اور طمع میں اس قدر اندھے ہو جاتے ہیں اور خود غرضی اور لالچ میں ایسے حواس کھو بیٹھتے ہیں کہ اُنہیں آخرت پر یقین نہیں رہتا وُہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اعمال کا نقد بدلہ ملنا چاہیئے اُدھار نہیں۔ ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ نہ جانے دوبارہ زندگی ملے یا نہ ملے وُہ اپنی نیکی اور محنت و مشقت کی جزا دنیا میں ہی لینا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت خسارہ میں رہتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے بدلہ کی حیثیت آخرت کے بدلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

حضرات انبیاء اور اُن کے ساتھی

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ

اور بہت سے نبی لڑے انکے ساتھ خدا کے طالب

كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ

بہت پس نہ سست ہوئے کچھ تکلیف پہنچنے سے میں راستہ

اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ

اللہ اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دب گئے

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

اور اللہ دوست رکھتا ہے ثابت قدم رہنے والوں کو

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ

اور بہت سے نبی ہیں جن کے ساتھ بہت خدا کے طالب ہو کر لڑے

كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ

ہیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے سے وہ سست نہیں ہوئے

اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا

اور نہ یہ کمزور ہوئے اور نہ دب گئے اور

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

اللہ ثابت قدم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے

پہلی دو آیات سے یہ مضمون شروع ہے کہ نبی اور رسول دنیا میں آتے اور چلے گئے اسی طرح حضرت رسول اکرم صلعم ایک مقررہ عرصہ کے لیئے مبعوث ہوتے ہیں لیکن حضورؐ کا دین قیامت تک باقی رہے گا۔ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب ہمیشہ دنیا کی اقوام و افراد کے لیئے ہدایت کا سرچشمہ رہے گی۔ لہذا حضور کے رحلت فرما جانے سے دین کے معاملہ میں سستی اور کمزوری دکھانا عقل و دانش کے خلاف ہوگا۔ جن لوگوں نے اُحد کے میدان میں حضورؐ کی شہادت کی غلط خبر سُن کر بددلی ظاہر کی اُنہوں نے بُرا کیا۔ دین اللہ کا ہے اور اللہ حی و قیوم ہے۔ اس کی ذات کو فنا نہیں۔

اسی سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس آیت میں حضرت انبیائے کرام علیہ السلام اور اُن کے نیک دل ساتھیوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ آنحضرت کی اُمت ان سے سبق حاصل کرے۔

ربیّون (اللہ کے طالب) یہ لفظ "رب" سے ہے جو اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے ربیون کے معنی ہیں رب سے نسبت اور تعلق رکھنے والے اس کے طالب اور عاشق یہودی علما کو لوگ ربی کہتے تھے جس کی جمع ربیون ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اکثر ایسا ہؤا ہے کہ خدا کے طالب اور نیک بندے انبیاء کے ساتھ ہو کر اللہ کے دشمنوں سے لڑے۔ جنگ میں اچھے بُرے ہر طرح کے وقت آتے ہیں۔ کبھی ہار ہوتی ہے کبھی جیت ہوتی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے پائے استقلال کبھی نہ ڈگمگائے ان کی ہمت و طاقت نے کبھی جواب نہ دیا۔ انہیں ہزار تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو وہ سست پڑے نہ اُنہوں نے کمزوری دکھائی نہ دشمنوں کے مقابلہ میں وہ دبے۔ ایسے ہی ثابت قدم اور مستقل مزاج لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو پروردگار کے محبوب بننے کے لیئے اپنے اندر یہی صفات پیدا کرنی ہوں گی۔

اللہ والوں کی دُعا

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ رَبَّنَا
اور نہ وہ بولے مگر یہی کہ کہا اے ہمارے رب
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِىٓ أَمْرِنَا وَ
ہمیں بخش ہمارے گناہ اور ہم سے زیادتی ہوئی میں ہمارا کام اور
ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَـٰفِرِينَ ﴿۱۴۷﴾
ثابت رکھ ہمارے قدم اور ہمیں مدد دے اوپر قوم کفار
فَـَٔاتَىٰهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
پھر دیا انہیں اللہ ثواب دنیا اور اچھا ثواب
الْـَٔاخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴۸﴾
آخرت اور اللہ محبت کرتا ہے نیک کام کرنے والے

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ رَبَّنَا
اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہ اے ہمارے رب
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِىٓ أَمْرِنَا وَ
ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں جو زیادتی ہوئی معاف کر،
ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَـٰفِرِينَ ﴿۱۴۷﴾
اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور قوم کفار پر مدد دے
فَـَٔاتَىٰهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
پھر اللہ نے انہیں دنیا کا ثواب اور آخرت کا اچھا ثواب
الْـَٔاخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴۸﴾
دیا اور اللہ نیک کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

انبیاء کے ساتھ راہِ حق میں ان کا ساتھ دینے والے اللہ والوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ کہ وہ تن من دھن لگانے سے گریز نہیں کرتے۔ سستی نہیں دکھاتے۔ کمزور نہیں پڑتے۔ دبتے نہیں۔ ثابت قدم رہتے ہیں۔ اس پر بھی وہ فخر و غرور نہیں کرتے۔ اللہ کے سامنے عجز و نیازمندی کا سر جھکائے رکھتے ہیں۔ جس انداز میں انہوں نے مولیٰ کریم سے دعا کی وہ خود ان کی نیک نفسی کا بڑا ثبوت ہے۔

انہوں نے بڑی عاجزی اور خلوص دل سے درخواست کی۔ اے ہمارے رب!

اِغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا (ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کر۔ اپنی رحمت کے پردے ہماری لغزشوں اور خطاؤں پر ڈال دے۔ ہماری کمزوریوں سے درگزر فرما اور ہمیں معاف فرما دے۔

اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا۔ ہمارے کام میں ہم سے جو زیادتی ہوئی ہو۔ اس پر بھی پردہ ڈال دے اور اسے معاف فرما دے۔

ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ (ہمیں ثابت قدمی عطا کر) کسی مشکل اور آڑے وقت میں ہمارے قدم نہ ڈگمگا جائیں۔

وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (ہمیں کافروں کی قوم پر کامیابی عطا فرما) جو تیرے ماننے والے نہیں تیرے نبی کے مخالف اور تیرے دین کے دشمن ہیں۔ ان پر ہمیں غلبہ عطا کر۔

دعا کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔ ہم نے ایسے بندوں کو دنیا اور آخرت میں بدلہ دیا۔ اور آخرت کے بدلہ کے کیا کہنے۔ اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

کافروں کا کہنا نہ مانو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

اے لوگو ایمان والے اگر کہا مانوگے لوگ کافر تو تمہیں پھیر دینگے اوپر اُلٹے پاؤں پھر جا پڑوگے نقصان بلکہ اللہ تمہارا پروردگار اور وہ سب سے بہتر مددگار

اے ایمان والو اگر تم کافروں کا کہا مانوگے تو وہ تمہیں اُلٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان میں جا پڑوگے بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور سب سے بہتر مددگار ہے۔

اُحد کی لڑائی میں تیر اندازوں کی وجہ سے عارضی شکست کھانے کے سبب مسلمان کچھ بددل ہوگئے تھے کافروں اور منافقوں نے اس موقع سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر الزامات اور طعنوں کی بوچھاڑ شروع کردی کہ دیکھو اگر تم سچے ہوتے تو تمہارے اتنے مجاہد ساتھی مارے نہ جاتے۔ تم لوگ اپنے پیغمبر کی پوری پوری اطاعت نہیں کرتے۔ بلکہ مالِ غنیمت اور دنیاوی دولت کی خاطر نبیؐ کے ساتھ لگ گئے ہو۔

بعض منافقین خیر خواہی کے پردہ میں مسلمانوں کو سمجھانے لگے۔ کہ کفار سے لڑنا دانشمندی نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کے ہاتھوں تمہیں سخت خسارہ پہنچا ہے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ تم آئندہ اس قسم کی دلیری نہ کرو۔ ہو سکتا تھا کہ مسلمان ان چال بازیوں اور فریب کاریوں کے باعث اسلام سے بددل ہو جاتے یا اپنی شکست کو نعوذ باللہ اسلام کی شکست سمجھتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ دُشمنوں کا فریب نہ کھاؤ وُہ تمہاری عارضی شکست سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تمہیں دوبارہ کفر کی طرف لوٹا دیں گے اگر تم ان کے چکموں میں آجاؤ گے۔ تو کفر کے جن اندھیروں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نکالا ہے۔ دوبارہ ان میں جا گروگے۔ جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں خسارے کے سوا کچھ نہیں۔

اس سے پہلی آیت میں مسلمانوں کو اللہ والوں کی راہ پر چلنے کی ترغیب دی تھی یعنی یہ کہ تکالیف و مصائب کے پیشِ نظر دین سے نہ پھر جاؤ، صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ دو، بلکہ پُوری طاقت سے اللہ کی راہ میں ڈٹے رہو۔ اس آیت میں مسلمانوں کو بدباطن شریروں کا کہا ماننے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ مسلمان ہوشیار رہیں اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکیں۔ کفار و منافقین کا کہا ماننے کی بجائے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ کی مدد کے طلب گار رہیں۔ کیونکہ وُہی سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔ لہٰذا اُسی کا کہنا ماننا چاہیئے۔ اور اس کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ جسے خُدا کی مدد حاصل ہو اسے دشمنانِ خُدا کی مدد کی کیا ضرورت ہے۔

اِسلام کا رُعب

سَنُلْقِيْ ـ فِيْ قُلُوْبِ ـ الَّذِيْنَ كَفَرُوا ـ الرُّعْبَ
اب ہم ڈالیں گے ـ میں ـ دل ـ لوگ ـ کافر ـ ہیبت
بِمَآ ـ اَشْرَكُوْا ـ بِاللّٰهِ ـ مَا ـ لَمْ يُنَزِّلْ ـ بِهٖ
اس لیے کہ شریک ٹھہرایا ـ اللہ جس کی ـ نہیں ـ اتاری ـ اس کی
سُلْطٰنًا ۚ وَ ـ مَاْوٰىهُمُ ـ النَّارُ ۭ ـ وَ ـ بِئْسَ
سند ـ اور ـ اُن کا ٹھکانہ ـ دوزخ ـ اور ـ بُرا
مَثْوَى ـ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾
ٹھکانہ ـ ظالم

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
اب ہم کافروں کے دل میں ہیبت ڈال دیں گے
بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
اس لیے کہ اُنہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس کی اس نے
سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ
کوئی سند نہیں اتاری اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں
مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾
کا وُہ بُرا ٹھکانہ ہے

جنگ اُحد میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا اور جس پریشانی کا اُنہیں مُنہ دیکھنا پڑا وُہ اُن کے لیے ایک امتحان تھا اُنہیں بتایا گیا کہ تم اُس وقت تک جنت کے مستحق نہیں بن سکتے جب تک تم ضروری آزمائشوں سے نہ گُزر لو اور اللہ تعالیٰ یہ معلوم نہ کر لے کہ تم میں کون اُس پر کامل ایمان رکھتا ہے اور اُس کی راہ میں جان کی بازی لگاتا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں تمہاری ایسی ہیبت اور رُعب ڈال دیں گے کہ تمہارے زخمی اور کمزور ہونے کے باوجود تم پر پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ لشکرِ کُفار کا سپہ سالار ابوسفیان اپنی فوج لے کر میدان سے بھاگ نکلا راستہ میں اُسے ایک مرتبہ خیال بھی آیا کہ ایک تھکی ماندی زخم خوردہ فوج کو ہم یونہی آزاد چھوڑ کر چلے آئے۔ چلو پھر واپس آکر ان کا کام تمام کر دیں۔ لیکن اس کے دل میں حق کی ہیبت اور اسلام کا رعب اس قدر پڑ چکا تھا کہ اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی اُسے ہمت نہ ہوئی اس کے برخلاف مسلمان مجاہدین نے اُس کا "حمراء الاسد" تک پیچھا کیا اور اس کے بعد کبھی موقع نہ دیا کہ اُحد جیسا واقع پیش آئے۔

سچ تو یہ ہے کہ مشرک خواہ کتنا ہی زور لگائیں۔ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے۔ کیونکہ وُہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کرتے ہیں انسان میں اصل زور اللہ تعالیٰ کی امداد سے آتا ہے۔ جس سے کُفار اور مشرک محروم ہیں جب تک مسلمان صحیح مسلمان رہے کفار کے دلوں میں مُسلمانوں کا رُعب جما رہا۔ بلکہ آج بھی مسلمانوں کے تنزل کے باوجود دنیا کی تمام کافر طاقتیں اس سوئے ہوئے زخمی شیر سے ڈرتی ہیں۔ اب ضرورت صرف اس امر کی ہے۔ کہ مسلمان اپنے ایمان کی طاقتوں کو مضبوط بنائیں اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد طلب کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کریں۔ اور اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو نئے سر سے حاصل کریں۔

سَنُلْقِيْ (اب ہم ڈال دیں گے)، لقی اس کا مادہ ہے اور القاء مصدر ہے جس کے معنی ہیں۔ ڈال دینا خصوصاً دل میں کسی بات کا ڈالا جانا "س" کے معنی عنقریب اور جلد۔ سلطانا (کوئی سند) سلطان ہمارے ہاں بادشاہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں سند اور دلیل کے لیے یہ لفظ آتا ہے۔

مُسلمانوں کی آزمائش

وَ لَقَدۡ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗۤ اِذۡ تَحُسُّوۡنَهُمۡ
اور کر چکا سچا اللہ اپنا وعدہ جبھ تم قتل کرنے لگے
بِاِذۡنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلۡتُمۡ وَتَنَازَعۡتُمۡ فِى
اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑا ڈالا میں
الۡاَمۡرِ وَعَصَيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰٮكُمۡ
کام اور تم نے نافرمانی کی سے بعد جو کچھ تمہیں دکھا چکا
مَّا تُحِبُّوۡنَ ‌ؕ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَ
جو تم چاہتے ہو تم میں سے جو چاہتا تھا دنیا اور
مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ ‌ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمۡ
تم میں سے جو کوئی چاہتا تھا آخرت پھر تمہیں الٹ دیا ۔
عَنۡهُمۡ لِيَبۡتَلِيَكُمۡ‌ ۚ وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ‌ ؕ وَ
ان سے تاکہ تمہیں آزمائے اور کر چکا معاف تمہیں اور
اللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۵۲﴾
اللہ والا فضل پر ایمان والے

وَلَقَدۡ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗۤ اِذۡ تَحُسُّوۡنَهُمۡ
اور اللہ تو تم سے اپنا وعدہ پورا کر چکا جب تم انہیں خدا
بِاِذۡنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلۡتُمۡ وَتَنَازَعۡتُمۡ فِى
کے حکم سے قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور کام
الۡاَمۡرِ وَعَصَيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰٮكُمۡ
میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ تمہیں تمہاری خوشی کی چیز
مَّا تُحِبُّوۡنَ ‌ؕ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَ
دکھا چکا ، تم میں سے کوئی دنیا چاہتا تھا اور کوئی
مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ ‌ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمۡ
تم میں سے آخرت چاہتا تھا۔ پھر تمہیں ان پر سے الٹ دیا تاکہ تمہیں
عَنۡهُمۡ لِيَبۡتَلِيَكُمۡ‌ ۚ وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ‌ ؕ وَ
آزمائے اور وہ تمہیں معاف کر چکا اور ایمان والوں
اللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۵۲﴾
پر اللہ کا فضل ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں سے فرما دیا تھا۔ کہ اگر تم صبر و استقلال سے کام لوگے تو تمہیں کافروں پر فتح و غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ جنگ کے شروع میں سچا کر دکھایا مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے کفار کے کشتوں کے پشتے لگا دیے مشرک بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں کو اپنی فتح و کامرانی نظر آ گئی تو وہ مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ اس اثناء میں تیر اندازوں نے رسول اللہ کی نافرمانی کر کے فاش غلطی کی جس سے خالد بن ولید نے فائدہ اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ تیر انداز آپس میں جھگڑنے لگے کسی نے کہا ہمیں یہیں ٹھہرنا چاہیئے اور کسی نے کہا اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چل کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیئے آخر ان کی کثیر تعداد اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت کی طرف چل گئی۔ مشرکین نے اسی درّہ سے دفعتہً حملہ کر دیا۔ دوسری طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی ان تمام چیزوں سے مسلمانوں کے دل میں کمزوری پیدا ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہ نامردی پیدا ہوئی۔ بعض لوگ دنیاوی مال و متاع کی خوشی میں پھسل پڑے جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا۔ اور کفار جو بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور خود مسلمان بھاگنے لگے۔ اس غلطی اور کوتاہی سے معاملہ اُلٹ گیا۔ اس میں بھی مسلمانوں کی آزمائش تھی تاکہ پکے اور کچے مسلمانوں میں فرق ظاہر ہو جائے ۔

رسولؐ کی نافرمانی کا نتیجہ

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰٓ أَحَدٍ
جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور نہ دیکھتے تھے پیچھے پھر کر اور کسی کو
وَّالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِىٓ أُخْرَاكُمْ
اور رسول تمہیں پکارتا تھا میں تمہارے پیچھے سے
فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ
پھر تمہیں پہنچا غم غم کے عوض تاکہ غم نہ کرو اوپر
مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ
جو ہاتھ سے نکل جائے اور نہ جو کچھ پیش آجاتے اور اللہ
خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾
خبردار ہے ساتھ جو تم کرتے ہو

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰٓ أَحَدٍ
جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے
وَّالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِىٓ أُخْرَاكُمْ
اور رسول تمہیں پیچھے سے پکارتا تھا پھر
فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ
تمہیں غم پہنچا غم کے عوض میں تاکہ تم اس پر غم نہ کرو۔ جو
مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ
ہاتھ سے نکل جاتے اور نہ اس پر جو کچھ پیش آجائے اور اللہ کو
خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾
تمہارے کام کی خبر ہے

اِذْ تُصْعِدُوْنَ (جب تم چڑھے جاتے تھے) یہ لفظ صعود سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں اُوپر کو چڑھنا۔ یہاں اس سے غزوہ اُحد کے ایک خاص منظر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وہ موقع تھا جب جنگِ اُحد میں تیراندازوں کی غلطی سے فائدہ اٹھا کر مشرکین مکّہ نے نئے سرے سے حملہ کیا اور مسلمان بھاگ کر پہاڑوں پر چلے جا رہے تھے وہ اس افراتفری اور گھبراہٹ میں پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اس وقت بھی حضرت رسولِ اکرمؐ بدستور اپنی جگہ پر کھڑے مسلمانوں کو اس بُزدلی اور بھاگ دوڑ سے روک رہے تھے اور اپنی طرف بلا رہے تھے۔ آخر جب کعبؓ بن مالک چلائے تو اُنہوں نے سُنا اور واپس لوٹ کر حضرت رسولِ خُدا کے گرد جمع ہو گئے۔

غَمًّا بِغَمٍّ (غم کے عوض غم) یا دوسرے معنیٰ یوں بھی ہو سکتے ہیں "غم پر غم" اس جملے میں اس حالت کی طرف اشارہ ہے جب کہ فتح کے بعد شکست کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ مسلمانوں کو ایک تو ابتدائی فتح و کامیابی کے چلے جانے کا غم تھا۔ دوسرا اپنے آدمیوں کے مارے جانے اور زخمی ہونے کا افسوس تھا اور تیسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کی غلط خبر کے مشہور ہو جانے سے انہیں غم پہنچا۔ پھر غنیمت کے ہاتھ سے نکل جانے سے بھی اُنہیں بہت نقصان برداشت کرنا پڑا اسی غم کی شدت میں آگے پیچھے کا انہیں کچھ ہوش نہ رہا حتیٰ کہ اُنہوں نے ابتدا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی آواز بھی نہ سُنی۔

اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے۔ اور اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ تیراندازوں کا ارادہ حکم عدولی کا نہ تھا۔ بلکہ وہ اپنے زعم میں یہ سمجھتے تھے۔ کہ ہم نے رسول اللہ کے فرمان کا مقصد پورا کر دیا ہے۔ اب جبکہ فتح حاصل ہو چکی ہے۔ ہمیں مالِ غنیمت حاصل کرنا چاہیئے۔ گویا اُنہوں نے یہ غلطی دانستہ نہیں کی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُنہیں معاف فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ
پھر اتارا تم پر سے بعد غم
اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ
امن اونگھ ڈھانک لیا بعض تم میں سے

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ
پھر تم پر تنگی کے بعد امن کو اتارا
اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ
کہ اونگھ نے تم میں سے بعضوں کو ڈھانک لیا

اس آیت میں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے ایک اور احسان کا ذکر ہے۔ یعنی جن لوگوں کے حصہ میں شہادت کی سعادت تھی وُہ شہید ہوگئے۔ جن کو چلے جانا تھا۔ وُہ جاچکے اور جو میدان میں باقی رہے ان میں سے مخلص مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے غنودگی کی کیفیت طاری کردی۔ لوگ کھڑے اونگھنے لگے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار چھوٹ کر زمین پر گری یہ اس باطنی سکون اور اطمینان کا ظاہری اثر تھا جو ایسے ہنگامہ خیز وقت میں بھی مسلمانوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے وارد ہُوا۔ اس کیفیت کے بعد اُن کے دل سے دشمنوں کا تمام خوف و ہراس ختم ہوگیا۔ غنودگی کی یہ حالت عین اس وقت پیش آئی جب غازیانِ اسلام زخموں سے چور ہو رہے تھے۔ حضور کے قتل کی افواہ نے اُن کے ہوش وحواس گم کردیئے تھے۔

يَغۡشٰى (ڈھانپ لیا) غشی سے یہ لفظ بنا ہے۔ "غشاوہ" اسی سے ہے۔ جس کے معنی پردہ کے ہیں۔ یہاں ڈھانپ لینے سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُونگھ کی لپیٹ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر غنودگی کی کیفیت طاری کرکے ان کی ساری تھکان اور تھکاوٹ دُور کردی اور آگاہ فرمادیا کہ خوف و ہراس اور پریشانی کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ اب تم بالکل امن میں ہو پُورے اطمینان سے اپنا فرض انجام دو۔

صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے گرد جمع ہوگئے اور لڑائی کے لیئے محاذ قائم کرلیا۔ اُنہوں نے جلد ہی دیکھ لیا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ رہا ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عین لڑائی کے موقع پر (اُونگھ) کا طاری ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح وظفر کی علامت ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اُس نے تنگی آجانے کے بعد امن دیا شکست کے آثار ظاہر ہونے کے بعد فتح دی مغلوب ہوجانے کے امکانات کو دُور کردیا۔ اور مسلمانوں کی تھکن کو دُور کرکے اُنہیں تازہ دم کردیا تاکہ وُہ نئی روح حاصل کرکے دشمنانِ حق کو کُچل سکیں، اور ساتھ ہی مشرکین کے دلوں میں حق کی ہیبت اور اسلام کا رُعب ڈال دیا۔ جس سے مشرکین کو غالب آجانے کے باوجود بھاگتے ہی بنی۔

اگر مومن اپنے ایمان و ایقان میں ثابت قدم نکلیں، صبرو استقلال دکھلائیں۔ تو اللہ کی فتح و نصرت ہمیشہ اُن کے ساتھ رہتی ہے۔ اور دشمنانِ حق خائب خاسر ہوکر واپس لوٹتے ہیں۔ میدانِ جہاد میں اصل طاقت دل کا اطمینان اور عزم و حوصلہ کی بلندی ہی ہے۔

مُنافقانہ وسوسے

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ
اور بعض تھے فکر مند ان کی جان خیال کرتے تھے۔
بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ
اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں جیسے کہتے تھے
هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ
ہے ہمارے سے کام کچھ کہہ
اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ
کہ کام سب اللہ کے ہاتھ

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ
اور بعضوں کو اپنی جان کا فکر پڑ رہا تھا اللہ پر جھوٹے خیال
بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ
جاہلوں جیسے کرتے تھے کہتے تھے
هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ
کیا ہمارے ہاتھ میں بھی کچھ کام ہے تو کہہ
اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ
کہ سب کام اللہ کے ہاتھ ہے

اس آیت میں منافقین کا ذکر ہے جو بزدل اور ڈرپوک تھے جنہیں نہ اسلام کی فکر تھی۔ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، بلکہ انہیں اپنی جان ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی وہ اس فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہ جان کیوں کر بچائی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کفار کی فوج ہم پر دوبارہ حملہ کردے اس فکر میں انہیں اُونگھ یا نیند کیسے آسکتی تھی۔

مخلص مسلمان خطرہ کو دیکھنے کے باوجود میدان سے نہیں بھاگے تھے۔ بلکہ رسول اللہ کے ساتھ دین میں کھڑے تھے، اُن کی تھکن کو دُور کرنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے اُن پر اونگھ طاری کردی۔ جس سے ان کے دلوں میں سکون واطمینان پیدا ہوگیا۔ وہ تازہ دم ہوکر پھر دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔

منافقین کے دلوں میں چور تھا وہ ایمان، واسلام کی بجائے اپنی زندگی زیادہ عزیز رکھتے تھے وہ صرف اپنی زندگی بچانے کی فکر میں تھے۔ اُن پر اُونگھ کیسے طاری ہوتی ان کے دلوں میں باطل خیالات آرہے تھے۔ کہنے لگے کہ اللہ کے وعدے کہاں گئے، غیبی نصرت امداد اب کہاں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا بس اب خاتمہ ہوا اب پیغبر اور مسلمان اپنے گھر واپس نہیں جاسکیں گے۔ جیسے دوسری جگہ آتا ہے۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم ابدا (سورہ فتح رکوع ۲) " بلکہ تم نے یہ گمان کیا کہ رسول اور مسلمان اپنے گھروں کو کبھی بھی واپس نہیں لوٹ سکیں گے"۔

منافقین کہتے تھے کہ ہمارے اختیار میں کچھ بھی نہیں اگرچہ ظاہری طور پر منافقین کہنے میں سچے تھے۔ واقعی انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تو بنائے چاہے تو بگاڑے، غالب کرے یا مغلوب، حاکم بنائے یا محکوم، لیکن منافق اس قول سے اپنے دل میں کچھ اور ہی معنی مراد لے رہے تھے۔

الجاھلیۃ (جاہلوں جیسے) کے لفظ سے قبلِ اسلام کی زندگی بھی مُراد لی جاتی ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں عربوں کو نہ دین کا شعور تھا نہ دنیا کا پتہ تھا۔ وہ بالکل جاہل اور اجڈ تھے۔

مُنافقوں کی مُنافقت

يُخْفُونَ - فِيٓ - أَنْفُسِهِمْ - مَّا - لَا - يُبْدُونَ
چھپاتے ہیں - میں - اپنا جی - جو - نہیں - ظاہر کرتے
لَكَ ط - يَقُولُونَ - لَوْ - كَانَ - لَنَا - مِنَ - الْأَمْرِ
تجھ پر - کہتے ہیں - اگر - ہوتا - ہمارے لیئے - سے - کام
شَيْءٌ - مَّا - قُتِلْنَا - هٰهُنَا ط
کچھ - نہ - ہم مارے جاتے - اس جگہ

يُخْفُونَ فِيٓ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُونَ
وہ اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں
لَكَ ط يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ
کرتے کہتے ہیں اگر ہمارے ہاتھ کچھ کام ہوتا
شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط
تو ہم اس جگہ مارے نہ جاتے

مسلسل ذکر ہو رہا ہے کہ غزوۂ اُحد میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کو عارضی شکست کا منہ دیکھنا پڑا اس کی وجہ تیر اندازوں کی بھول تھی۔ جس کے باعث سب کو انتہائی پریشانی اور اضطراب کا سامنا کرنا پڑا۔ جانباز مسلمان میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے۔ لیکن بزدل منافق میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اس واقعہ کے بعد اپنی خفت مٹانے کے بعد انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اللہ کی مرضی ہی ایسی تھی۔ ہم لوگوں کا اس میں کیا اختیار ہے؟ اُن کے اس قول کا اصل مطلب یہ تھا۔ کہ اس جنگ کے سلسلے میں ہماری رائے نہیں مانی گئی۔ ہم نے پیغمبر خدا کو یہ مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن وہ جوشیلے نوجوانوں کے کہنے پر مدینہ سے باہر لڑنے کے لیئے چلے گئے۔ اگر کچھ کام ہمارے اختیار میں ہوتا اور ہمارے مشورے پر عمل کیا جاتا تو مسلمانوں کو اس قدر نقصان کیوں اُٹھانا پڑتا۔

مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا (تو ہم اس جگہ مارے نہ جاتے) منافق لوگ انصار کے مارے جانے کو اپنا مارا جانا قرار دیتے تھے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے مطابق فتح اور غلبہ مسلمانوں کے لیئے ہوتا تو اتنے لوگ کیوں مارے جاتے اور ہم پر یہ مُصیبت کیوں لوٹتی لفظ هٰهُنَا (اس جگہ) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ منافقین نے یہ باتیں مدینہ میں کہیں کیوں کہ عبداللہ بن اُبی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر مدینہ کو واپس چلا گیا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ایک منافق نے میدان جنگ میں ہی کہے تھے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض منافقین بعض مصلحتوں کی بنا پر عبداللہ بن اُبی کے ساتھ واپس نہ لوٹے ہوں۔

اگرچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر ہی جنگ کی جائے اور منافقین کا مشورہ بھی یہی تھا۔ لیکن اکثر نوجوان صحابہ کی یہ رائے تھی کہ شہر سے باہر نکل کر جنگ کی جائے پیغمبر خدا نے اس مقصد کے لیئے زرہ پہن لی اس صورت میں منافقین کو کسی طرح بھی یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں کو لشکرِ اسلام سے الگ کر کے واپس لوٹا لیتے۔ تمام فیصلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ چاہے تو فتح دے چاہے تو شکست دے شہر کے اندر یا باہر نکل کر لڑنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

آزمائش الٰہی کا مقصود

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ
تو کہہ اگر تم ہوتے ہیں اپنے گھر ضرور باہر نکلتے وہ لوگ
كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ
لکھ دیا گیا جن پر قتل طرف ان کا بچھاڑ
وَ لِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ
اور آزمانا تھا اللہ جو کچھ میں دل تمہارے اور
لِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ
صاف کرتا تھا جو کچھ میں تمہارے دل اور اللہ جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۵۴ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا
بھید دل بیشک جو لوگ ہٹ گئے
مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
تم میں سے دن لڑیں دو فوجیں سوانہیں بہکا دیا
الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا
شیطان بعض کی شامت گناہ اور چکا بخش
اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝۱۵۵
اللہ انہیں بیشک اللہ بخشنے والا حلیم

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ
تو کہہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو وہ ضرور باہر نکلتے
كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ
جن کے لیے اپنے پڑاؤ پر مارا جانا لکھ دیا گیا تھا اور
وَ لِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ
جو کچھ تمہارے جی میں ہے وہ اللہ کو آزمانا تھا اور
لِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ
جو تمہارے دل میں ہے اسے صاف کرنا تھا اور اللہ دلوں کے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۵۴ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا
بھید کو جانتا ہے تم میں سے جو لوگ ہٹ گئے جس
مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
دن دو فوجیں لڑیں سو شیطان نے انہیں بہکا
الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا
دیا ان کے گناہ کی شامت سے اور انہیں اللہ بخش
ع ۱۶/۷ اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝۱۵۵
دے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا حلیم ہے

ان آیات میں منافقین کو کہا گیا ہے کہ طعن وتشنیع اور حسرت وافسوس کا کچھ فائدہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی موت کا مقام اس کا وقت اور سبب ازل سے لکھ رکھا ہے جو ٹل نہیں سکتا، اگر تم گھروں میں بیٹھے رہتے اور بلفرض محال تمہاری ہی رائے مانی جاتی تو بھی جن کی تقدیر میں احد کے پڑاؤ پر مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ لوگ کسی نہ کسی طرح اپنے گھروں سے نکل کر اس مقام پر پہنچ جاتے اور وہیں مارے جاتے، یہ خدا کا احسان ہے کہ وہ لوگ جو اس جنگ میں مارے گئے۔ وہ اللہ کے راستہ میں بہادروں کی موت شہید ہوئے اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

پھر فرمایا اس جنگ کا مقصد یہ تھا کہ مومن اور منافق سب کا امتحان لیا جائے تاکہ دونوں میں فرق ظاہر ہو جائے اور کھرا کھوٹا الگ الگ ہو جائے مخلص مسلمان کامیابی کا صلہ پائیں ان کے دل وسوسوں سے پاک ہو جائیں، منافقوں کا باطن کھل جائے اور لوگوں پر ان کا نفاق ظاہر ہو جائے۔ جس طرح ایک نیکی سے دوسری نیکی کی توفیق بڑھتی ہے۔ اسی طرح ایک گناہ سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ انسان کو دوسرے گناہوں کے لیے آمادہ کرے جنگ احد میں شیطان نے ان کا قدم ڈگمگایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنا فضل کیا اور انہیں تباہ کن شکست سے بچا دیا۔

منافقوں کی چال

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ
اے لوگو ایمان والے نہ ہو ان کی طرح
كَفَرُوۡا وَقَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ اِذَا ضَرَبُوۡا فِى
جو کافر ہوئے اور کہتے ہیں ان کے بھائی جب سفر کو نکلیں میں
الۡاَرۡضِ اَوۡ كَانُوۡا غُزًّى لَّوۡ كَانُوۡا عِنۡدَنَا
زمین یا ہوں جہاد اگر رہتے ہمارے پاس
مَا مَاتُوۡا وَمَا قُتِلُوۡا ۚ لِيَجۡعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ
نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ ڈالے اللہ
حَسۡرَةً فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ
افسوس میں اُن کا دل

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ
اے ایمان والو تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ جو کافر
كَفَرُوۡا وَقَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ اِذَا ضَرَبُوۡا فِى
ہوئے اور اپنے بھائیوں کو کہتے ہیں جب وہ ملک میں سفر کو
الۡاَرۡضِ اَوۡ كَانُوۡا غُزًّى لَّوۡ كَانُوۡا عِنۡدَنَا
نکلیں یا جہاد میں ہوں اگر ہمارے پاس رہتے تو
مَا مَاتُوۡا وَمَا قُتِلُوۡا ۚ لِيَجۡعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ
نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ اس گمان سے
حَسۡرَةً فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ
ان کے دل میں افسوس ڈالے

مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ تم منافقوں کی طرح ایسے لغو خیالات کو دل میں جگہ نہ دو کہ اگر ہم گھر میں بیٹھے رہتے تو موت نہ آتی یاد رکھو موت کی جگہ موت کا وقت ازل سے ہی مقرر ہے۔ اس میں نہ تبدیلی ہو سکتی ہے نہ یہ ٹالا جا سکتا ہے۔

اِخۡوَانِهِمۡ (منافق) بظاہر مسلمان بنے ہوتے تھے اس لیئے مسلمانوں کو یہاں انہوں نے اپنا بھائی کہا ہے اور چونکہ یہ بات انہوں نے خیر خواہی کے پیرائے میں کہی ہے۔ اس لیئے لفظ اخوان استعمال کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بھائی مسلمان باہر نکل کر خواہ مخواہ مارے گئے اگر ہمارے پاس اپنے گھروں میں ہی بیٹھے رہتے تو کیوں مارے جاتے۔

منافقین کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے دل میں حسرت و افسوس پیدا ہو کہ واقعی ہم نے غلطی کی جو بلا سوچے سمجھے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور لڑائی میں کود پڑے، منافقوں کے کہنے پر چلتے اور گھروں میں بیٹھے رہتے تو یہ مصیبت دیکھنی نہ پڑتی۔

اگرچہ یہودیوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حسرت و افسوس پیدا کرنے کے لیئے بہت زور مارا اور ایسے ایسے کلمے منہ سے نکالے، لیکن مسلمان ایسے کچے نہ تھے جو ان کی ان باتوں میں آجاتے، ایسی لغو باتوں سے اُلٹا منافقین کا راز فاش ہو گیا اور اُن کی بدنیتی مسلمانوں پر ظاہر ہو گئی۔

لِيَجۡعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسۡرَةً فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ تاکہ اس گمان سے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں افسوس ڈالے) کے معنی بعض مفسرین نے یوں کیے ہیں کہ منافقین کی زبان اور دل پر ایسی باتیں اللہ تعالیٰ نے اس لیئے جاری کیں کہ خدا انہیں ہمیشہ اسی حسرت و افسوس کی آگ میں جلتا چھوڑ دے اور وہ آخرت میں بھی حسرت و افسوس ہی کرتے رہیں۔ اور دوسری حسرت ان کو یہ رہے کہ افسوس مسلمان ہماری مانند نہ ہوتے اور ہماری باتوں پر کسی نے کان نہ دھرا بلکہ ان میں سے بعض شہید ہوتے اور باقی فاتح و منصور واپس لوٹے آج بھی غزوۂ اُحد کے دن کے واقعات سے بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے اس لیئے کہ ایمان و نفاق اور حق و باطل کا معرکہ ہمیشہ موجود رہے گا۔

موت وحیات کا مسئلہ

وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو
بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ
دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے ہیں اللہ کی راہ یا
مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ
مرگئے بخشش سے اللہ اور اس کی مہربانی بہتر
مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ
اس چیز سے وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے
لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
تو البتہ آگے اللہ اکٹھے ہوں گے

وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے سب کام
بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ
دیکھتا ہے اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا
مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ
مرگئے تو اللہ کی بخشش اور اس کی مہربانی اس چیز سے بہتر
مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ
ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے تو
لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
البتہ تم اللہ کے پاس اکٹھے ہو گے

یہاں منافقین کے اس گمان کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر مسلمان گھروں میں رہتے تو نہ مارے جاتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مارنا اور زندہ کرنا میرے اختیار میں ہے۔ اس میں کسی کا دخل نہیں۔ میں جہاں چاہوں، جب چاہوں انسان کو موت دیتا ہوں، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو عمر بھر سفر میں رہتے ہیں۔ لڑائیوں اور جنگوں میں جاتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں۔ لیکن انہیں موت گھر میں ہی آتی ہے۔ اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو گھر میں ہی پڑے رہتے ہیں۔ لیکن جب اُن کی موت قریب آتی ہے۔ تو وہ کسی بہانے سے گھر سے باہر نکلتے ہیں اور وہیں مارے جاتے ہیں۔ انسان کتنی تدبیریں کرے۔ کتنی ہی ترکیبیں لڑائے، ان باتوں کو نہ ٹال سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے چنانچہ منافقوں کا یہ کہنا بالکل فضول اور بے معنی ہے کہ گھر میں رہتے تو کبھی نہ مرتے۔

اللہ تعالیٰ سب کی نیت جانتا ہے وہ جو کام بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دیکھتا ہے اُسے علم ہے کہ منافق اور کافر کس راستہ پر جا رہے ہیں اور مسلمان کہاں تک اُن کا کہا ماننے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے مناسب حال بدلہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر تم میری راہ میں مرجاؤ یا مارے جاؤ تو تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ تم پر رحمتیں ہوں گی۔ اللہ کی راہ میں مرجانا اور اس کے عوض اللہ کا دیا ہوا صلہ لینا اس چیز سے کہیں بہتر ہے۔ جسے حاصل کرنے کے لیئے منافقین وکفار موت سے بچنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ اگر تم لوگ جہاد کے لیئے نہ نکلو اور فرض کرو کچھ دیر کے لیئے تم بچ بھی جاؤ تو کیا تم کبھی نہ مرو گے۔ یا مارے نہ جاؤ گے۔ مرنا ہر حالت میں ہے۔ پھر تم سب خدا کے حضور جمع ہو گے۔ اس وقت پتہ چل جائیگا کہ جو خوش قسمت اللہ کی راہ میں مرے یا مارے گئے اُن پر اللہ تعالیٰ کی کیسی کیسی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ جس کے سامنے کفار کی دنیا کی کمائی اور جمع کی ہوئی دولت سب ہیچ ہے اور جو کفر کی موت مرے اُن پر کیا عذاب پڑتا ہے۔

آنحضرت کی نرم خوئی

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ
سو کچھ رحمت سے اللہ نرم دل ہو اُن کے لیئے اور اگر
كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ
تو ہوتا تندخو سخت دل تو منتشر ہو جاتے سے
حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
تیرے پاس سو معاف کر ان سے اور ان کے لیئے بخشش مانگ اور
شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
ان سے مشورہ لے میں کام پھر جب ارادہ کر چکا بھروسہ کر
عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾
پر اللہ بیشک اللہ محبت کرتا ہے توکل والوں سے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ
سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو انہیں نرم دل مل گیا اور
كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ
اگر تو تندخو سخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے منتشر ہو
حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
جاتے۔ سو تو انہیں معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور
شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
کام میں اُن سے مشورہ لے پھر جب تو اس کا ارادہ پکا کر چکا تو اللہ
عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾
پر بھروسہ کر۔ اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

جنگِ اُحد میں مسلمانوں سے زبردست کوتاہی ہوئی تھی اس لیئے شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دل میں ناراض ہوئے ہوں گے اور انہوں نے ارادہ کر لیا ہوگا کہ آئندہ مسلمانوں سے مشورہ لینا چھوڑ دوں گا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے لطیف پیرائے میں مسلمانوں کی سفارش کی پہلے اپنی طرف سے معافی کا اعلان کر دیا۔ کیونکہ رسولؐ کا غصہ اور رنج خالص اپنے رب کے لیئے ہی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی یہ کتنی بڑی رحمت ہے۔ کہ اس نے اپنے پیغمبر کو اس قدر خوش اخلاق اور نرم خو بنایا ہے۔ اگر رسول اکرمؐ تندخو یا سختی سے پیش آنے والے ہوتے تو کیا معلوم مسلمانوں سے اس معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرتے۔ یہ قوم آپ کے گرد جمع نہ رہ سکتی آپ مواخذہ سختی سے کرتے تو شرم و ندامت کے مارے یہ پاس بھی نہ آ سکتے۔ اس طرح یہ لوگ بہت بڑی خیر و برکت سے محروم رہ جاتے اور اسلامی جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا۔

ان کی اصلاح کی غرض سے آپ اِن کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اب اگرچہ خُدا انہیں معاف کر چکا ہے۔ تاہم ان کی مزید دلجوئی کے لیے ہم سے ان کے لیئے معافی طلب کیجیئے تاکہ اُن کے ٹوٹے ہوئے دل مطمئن ہو جائیں۔ ان سے ضروری معاملات میں مشورہ لیا کریں۔ مشورہ کے بعد جب کوئی بات طے ہو جائے۔ اور ارادہ پختہ ہو جائے۔ تو خُدا پر توکل کر کے اس پر سب قائم ہو جائیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت علیؓ نے حضور اکرمؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ جو بات ہم کتاب و سُنّت میں نہ پائیں اس میں کیا طریقہ اختیار کریں۔ آپ نے فرمایا ”سمجھدار اور خدا پرستوں سے مشورہ کرو اور کسی اِکّے دُکّے کی رائے پر عمل نہ کرو“ اس آیت اور حدیث سے باہمی مشورہ کی اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے۔

نُصرتِ الٰہی

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

اگر تمہاری مدد کرے گا اللہ تو نہ غالب آسکے گا تم پر اور اگر تمہاری مدد نہ کرے پھر ایسا کون جو تمہاری مدد کرے اس کے بعد اور اوپر اللہ بھروسہ چاہیے مسلمانوں کا

اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ آسکے گا اور اگر تمہاری مدد نہ کرے تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے

پچھلی آیت میں رسول اللہ سے فرمایا گیا تھا۔ کہ اللہ پر بھروسہ کیجیے، اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بھروسہ کے لائق اللہ ہی کی ذات ہے جو سب سے زبردست اور سب سے غالب ہے۔

جنگ اُحد میں مسلمانوں سے جو خطا اور کوتاہی ہوئی وہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی معاف فرما دی۔ اور سفارش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کی معافی دلوا دی۔ اس کے بعد انہیں یہ نصیحت کی جاتی ہے۔ کہ اے مسلمانو! کسی کے کہنے سننے میں نہ آؤ کفار اور منافقین کے چکموں میں نہ پھنسو غلط اور گمراہ کُن خیالات ذہن میں نہ لاؤ بلکہ خدا پر بھروسہ رکھو، اگر اس کی مدد تمہارے شامل حال ہی تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی جس طرح بدر میں تم دیکھ چکے ہو کہ مشرکین کی تعداد تم سے تین گنا تھی۔ سامانِ حرب اور تیاری میں تمہارا ان سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا، لیکن اللہ کی مدد آڑے آئی۔ اور غیر متوقع حالات میں تمہیں غیر معمولی فتح نصیب ہوئی۔

یہ چیز کئی بار بیان کی جا چکی ہے کہ جنگ میں فتح و غلبہ کا انحصار نہ سپاہیوں کی تعداد پر ہوتا ہے۔ نہ سامانِ حرب کی کثرت پر بلکہ اس کے لیئے ضروری شرط اللہ تعالیٰ پر مستحکم اور مضبوط ایمان و یقین ہے اور سب سے بڑھ کر خود اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت جن سپاہیوں کو زندگی اور دنیا کی ہر متاع سے زیادہ عزیز شئے اپنا ایمان ہے۔ وہ اس کی برتری کے لیئے جان تک کی بازی لگانے میں دریغ نہ کریں۔ ان کے بازوؤں میں معمول سے کئی گنا زیادہ طاقت اور ارادوں میں کئی گنا زیادہ استحکام ہوتا ہے ایک کافر مشرک سپاہی جو محض دنیا کی متاع کے لیئے لڑتا ہے۔ وہ جان کی بازی لگانا ہرگز نہیں جانتا۔ اسے جہاں جان کا خطرہ ہوا۔ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ایسے لوگ بزدل اور کمزور ہوتے ہیں اُن کے دل میں چور ہوتا ہے بازوؤں کی سکت جاتی رہتی ہے۔ ان کی تعداد خواہ کتنی بڑی ہو مادہ بھیڑوں کے گلّے کی مانند ہی ہونگے مومنوں کا فرض ہے کہ اللہ پر توکل رکھیں اپنی پوری قوت لگا کر اور تمام کوششیں صرف کر کے اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ اور نتائج اس کے حوالے کر دیں۔

نبیؐ کی شان

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ
اور نہیں کام نبی کہ چھپا رکھے اور جو کوئی
يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ
چھپائے گا وہ لائے گا جو کچھ چھپایا دن قیامت پھر
تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
پورا پائیگا ہر نفس جو اس نے کمایا اور وہ نہ
يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ
ان پر ظلم ہوگا کیا ایک شخص جو تابع ہے مرضی اللہ
كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ
برابر اس کے کمایا غصہ سے اللہ اور اس کا ٹھکانہ
جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ
دوزخ اور برا جگہ پہنچے ان کے درجے
عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾
نزدیک اللہ اور اللہ دیکھنے والا جو کچھ وہ کرتے ہیں

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ
اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے اور جو کوئی
يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ
چھپائے گا وہ اپنی چھپائی ہوئی چیز قیامت کے دن لائے گا پھر
تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
ہر شخص پورا پورا پائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر نہ
يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ
ظلم ہوگا کیا ایک شخص جو اللہ کی مرضی کے تابع ہے
كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ
اس کے برابر ہو سکتا ہے جس نے اللہ کا غصہ کمایا اور اس کا ٹھکانہ
جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ
دوزخ ہے کیا ہی بری جگہ پہنچا - اللہ کے ہاں لوگوں کے
عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾
مختلف درجے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ دیکھتا ہے

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ (نبی کا کام نہیں کہ چھپا رکھے) غَلَّ ماضی ہے۔ یَغُلُّ مضارع ہے۔ چھپانا اس کے معنی ہیں اس جملہ کی تشریح کئی صورتوں میں کی جا سکتی ہے۔

ایک تو یہ کہ اُحد میں غلطی کرنے والوں کو یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ جب حضرت رسول اکرمؐ نے انہیں معاف فرما دیا ہے تو اب حضورؐ کا دل ان کی طرف سے صاف ہو گیا ہے چونکہ نبی کے دل اور زبان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جو کچھ اُن کے دل میں ہوتا ہے وہی ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی اپنی اُمت سے کچھ نہیں چھپایا کرتے خواہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہو۔ حق و صداقت کی باتیں ہوں مالِ غنیمت ہو یا کچھ اور لہٰذا حضورؐ کے بارہ میں کبھی کوئی ایسا لغو خیال دل میں نہ لانا چاہیئے۔

دوسری آیت میں نبی اور غیر نبی کا فرق اللہ تعالیٰ نے ایک واضح مثال کے ذریعہ بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے۔ کہ پیغمبر جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کا تابع ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی مرضی کا تابع بنانا چاہتا ہے کیا ان لوگوں جیسے کام کر سکتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب نازل ہوا۔ اور جو دوزخ کے مستحق ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ نبی اور سب خلقت برابر نہیں طمع اور لالچ جیسے ذلیل کام نبی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کس درجہ کا مستحق ہے اور وُہ سب کے کام دیکھتا ہے۔ کیا وہ ایسی پست طبیعت والوں کو نبوت کا عہدہ دے سکتا ہے ہرگز نہیں۔

رسولُ اللہ کے خصائص

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ
تحقیق احسان اللہ اوپر ایمان والے جو بھیجا
فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا
ان میں رسول سے ان ہی سے پڑھتا ہے
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
اُن پر اس کی آیتیں اور انہیں پاک کرتا ہے اور سکھاتا ہے
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
کتاب اور دانائی کی بات اور وہ تھے سے
قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾
پہلے میں گمراہی صریح

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ
اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جو انہیں میں
فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا
سے ان میں رسول بھیجا وہ ان پر اس کی
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
کتاب اور دانائی کی بات سکھاتا ہے اور وہ تو اس سے
قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾
پہلے صریح گمراہی میں تھے

مَنَّ (احسان کیا)، مَنَّ ماضی یَمُنُّ مضارع ہے اِمتنان۔ منّت۔ ممنون وغیرہ الفاظ اسی سے نکلے ہیں اور اُردو میں عام استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ ایک واحد مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی احسان جتلایا ہے۔ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے ان میں انہی کی طرح کا ایک انسان رسول بنا کر بھیجا۔ جس کے پاس بیٹھنا جس سے بات چیت کرنا اس سے کلام الٰہی کو سمجھنا اور ہر قسم کی برکتوں سے فائدہ اٹھانا آسان ہے اس رسولؐ کے حالات، اخلاق، امانت، دیانت، پاک بازی اور خدا ترسی انہیں خوب معلوم ہے۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے آدمی سے جب معجزے ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو ان پر ایمان لے آنا آسان ہے اگر کوئی جن یا فرشتہ رسول بن کر آتا تو اس کے معجزے دیکھ کر لوگ یہ بہانہ کر سکتے تھے۔ کہ یہ ہماری جنس سے نہیں اس لیئے اس کے اخلاق و اعمال ہمارے لیئے ناقابل تقلید ہیں۔ لہٰذا اس نے انسان رسول بھیجا۔ جو خوش اخلاق، رحم دل، نرم خو اور شفیق ہے جس سے وہ بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بنیادی خوبیاں عطا کی ہیں۔ اُن کا ذکر سورۃ بقر میں بھی گزر چکا ہے۔

۱۔ حضور اکرمؐ اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں جنکے ظاہری معنی عرب کے لوگ اہلِ زبان ہونیکی وجہ سے بڑی آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔

۲۔ وہ لوگوں کو شرک، بت پرستی، بدکاری اور گناہوں سے پاک کرتے ہیں ان کی گندگیوں کو دور کر کے دلوں کو صاف کرتے ہیں۔

۳۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیتے ہیں جہاں جہاں سمجھنے میں کچھ مشکل پیش آئے وہاں شبہات دور کر کے واضح کرتے ہیں۔

۴۔ وہ لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیتے ہیں تہ تک پہنچنا سکھاتے ہیں۔ قرآن مجید کے اسرار و رموز اور گہری باتیں سمجھاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم و محبت سے اس عرب قوم کو ساری دنیا کا ہادی اور معلّم بنا دیا۔ جو صدیوں سے جہالت اور گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی جسے دنیا کی کوئی خوبی اور کمال حاصل نہ تھا۔

ابتلا کا شکوہ

اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ
کیا اور جسوقت تمہیں پہنچی تکلیف تم پہنچا چکے ہو
مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ
اس سے دوچند کہتے ہو کہاں سے یہ تو کہہ وہ
مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
سے طرف تمہارے نفس بیشک اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾
چیز قادر

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ
کیا جس وقت تمہیں ایک تکلیف پہنچی کہ تم اس سے
مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ
دوچند پہنچا چکے ہو تو کہتے ہو یہ کہاں سے آگئی تو کہہ یہ تکلیف
مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
تمہیں تمہاری ہی طرف سے پہنچی بیشک اللہ ہر چیز
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾
پر قادر ہے

بہت پہلے سے جنگ اُحد کا واقعہ بیان کیا جا رہا تھا اس کی ضروری تفصیل ذکر کر دی گئی۔ پھر اس کوتاہی کا ذکر کیا گیا جو اس جنگ میں مسلمانوں سے سرزد ہوئی۔ اس کے بعد عفو درگذر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تیر اندازوں کو بھی معاف فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معافی دلائی۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و فضائل، آپ کے وجود کی برکتیں اور آپ کی خصوصیات بیان کی گئیں۔ مسلمانوں سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ اس نبی کا تم میں پیدا ہونا تم پر اللہ کا ایک بہت بڑا احسان ہے تم اس کی قدر پہچانو اور اس نعمت کا شکر ادا کرو اب پھر اُحد کا قصہ زیر بحث لایا جاتا ہے۔

مسلمانوں سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جنگِ اُحد میں تمہیں جو تکلیف اور نقصان اُٹھانا پڑا کیا تم کو اس پر تعجب ہے در بدر پوچھتے ہو کہ یہ مُصیبت کہاں سے آگئی۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم تو مسلمان تھے۔ اللہ کی راہ میں حق کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ امداد کا وعدہ بھی فرما چکا تھا۔ پھر یہ مصیبت ہم پر کیونکر اور کدھر سے نازل ہوئی۔ ایسا کہتے وقت تمہیں سوچنا چاہیئے کہ جس قدر تکلیف تمہیں پہنچی اس سے دُگنی تکلیف اس سے قبل تمہارے دشمنوں کو پہنچ چکی ہے۔ اُحد میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے اور جنت کے وارث بنے۔ بدر میں ان کے ستر آدمی مارے گئے۔ اور دوزخ میں جھونکے گئے ساتھ ہی اُن کے ستر آدمی تمہارے ہاتھ قید ہوئے جن پر تمہیں پُورا اختیار تھا۔ اگر تم چاہتے تو قتل بھی کر سکتے تھے۔ پھر بدر کے علاوہ جنگِ اُحد میں بھی پہلے پہلے ان کے بیس سے زیادہ آدمی قتل ہو چکے ہیں اگر یہاں تمہارا نقصان ہُوا۔ تو ادھر دیکھو انہیں بدر میں تباہ کُن شکست مل چکی ہے۔ اور اُحد میں بھی جب تم پوری دل بستگی سے لڑے تو ان کے چھکے چھُوٹ گئے اور بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔

اگر غور کرو تو تم خود ہی اُس مُصیبت کا سبب بنے۔ اوّل تم نے جوش میں آکر مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا دوسرے تیر اندازوں نے رسولؐ کی حکم عدولی کر کے مورچہ چھوڑ دیا۔ اب تعجب کا کیا موقع ہے۔ اب مصیبت اور شکست کا سبب تم خود ہی بنے تھے ورنہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہتا تو تمہیں اس امتحان میں نہ ڈالتا بیشک اُسے پُورا اقتدار حاصل ہے۔

آزمائش کا مقصود

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ
اور جو کچھ تمہیں پیش آیا دن جب ملیں دو فوجیں سو حکم سے
اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ
اللہ اور اسلئے کہ معلوم کرے ایمان والے اور تاکہ معلوم کرلے
الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا
جو منافق اور کہا گیا اُن سے آؤ لڑو
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ
بیچ راہ اللہ یا دفع کرو

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ
اور جو کچھ تمہیں پیش آیا اس دن جب دو فوجیں ملیں سو اللہ
اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ
کے حکم سے تاکہ ایمان والوں کو معلوم کرلے اور تاکہ انہیں
الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا
معلوم کرلے جو منافق تھے اور انہیں کہا گیا کہ آؤ اللہ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ
کی راہ میں لڑو یا دشمن کو دفع کرو

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (جس دن دو فوجیں ملیں) غزوۂ احد کی طرف اشارہ ہے جس دن اسلام اور کفر کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ اور آپس میں ان کی مڈبھیڑ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اسے تمام کائنات پر مکمل اقتدار و اختیار حاصل ہے، فتح و شکست اسی کے ہاتھ میں ہے جنگ احد میں جب مسلمان مجاہدوں اور مشرکین مکہ کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی اور مسلمانوں کو عارضی پسپائی ہوئی۔ مسلمان اس لیے مغلوب ہوئے کہ خود مسلمانوں کے عمل سے صورتِ حال ایسی پیدا ہوگئی تھی کہ انہیں مکمل غلبہ عطا کرنا مشیت الٰہی کے خلاف تھا۔ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ اور جس کا سبب خود مسلمان تھے۔ مقصود یہ تھا کہ ایک طرف تو مسلمانوں کے ایمان اور خلوص کا پتہ چل جائے اور دوسری جانب منافقوں کا نفاق ظاہر ہو جائے اور کھرے کھوٹے میں پوری تمیز ہو جائے۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے جب منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر واپس جانے لگا تو اسے کہا گیا کہ عین موقع پر کہاں بھاگتے ہو۔ آؤ اگر مسلمانی کے دعوے میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں لڑو۔ ورنہ کم از کم دشمن کو روکنے اور دفع کرنے میں ہی حصہ لو۔ یعنی مجمع میں شریک رہو تاکہ ہماری فوج کی کثرت کا رعب دشمن کے دل پر پڑے اور اگر خدا کی راہ میں دین اسلام کی خاطر نہیں لڑتے تو کم از کم جذبہ وطن خدمتِ قوم یا اپنے مال اولاد کی حفاظت کے لیے ہی دشمن کو روکنے میں مدد دو۔ کیونکہ اگر دشمن کو فتح نصیب ہوگئی تو وہ سب سے انتقام لے گا اور کسی کو نہ چھوڑے گا۔ غرض ہر طرح سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی گئی اور تمام باتیں کھول کر روشن کر دی گئیں۔ لیکن منافقین نہ مانے اور ان کے دل کا کھوٹ ظاہر ہوگیا۔

عبداللہ بن اُبی اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس لوٹ آیا۔ اور مسلمان جنگ کے لیے آگے بڑھ گئے وہاں جو کچھ پیش آیا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ عبداللہ بن اُبی نے ان تمام نصیحتوں پر جو منافقانہ جواب دیا۔ وہ ہم اگلے سبق میں بیان کریں گے انشاءاللہ!

مُنافقوں کی حیلہ سازی

قَالُوْا ۔ لَوْ ۔ نَعْلَمُ ۔ قِتَالًا ۔ لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ۔ هُمْ
بولے اگر ہمیں معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں وُہ
لِلْكُفْرِ ۔ يَوْمَئِذٍ ۔ اَقْرَبُ ۔ مِنْهُمْ ۔ لِلْاِيْمَانِ
کفر کے اس دن قریب بہ نسبت ایمان کے
يَقُوْلُوْنَ ۔ بِاَفْوَاهِهِمْ ۔ مَّا ۔ لَيْسَ ۔ فِيْ ۔ قُلُوْبِهِمْ
کہتے ہیں اپنے مُنہ سے جو نہیں ہیں ان کے دل
وَاللّٰهُ ۔ اَعْلَمُ ۔ بِمَا ۔ يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ
اور اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں وہ لوگ جو
قَالُوْا ۔ لِاِخْوَانِهِمْ ۔ وَ ۔ قَعَدُوْا ۔ لَوْ ۔ اَطَاعُوْنَا
کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے اور خود بیٹھ رہے ہیں اگر وُہ ہماری مانتے
مَا ۔ قُتِلُوْا ۔ قُلْ ۔ فَادْرَءُوْا ۔ عَنْ ۔ اَنْفُسِكُمُ
نہ مارے جاتے تو کہہ اب ہٹا دو اُوپر اپنے سے
الْمَوْتَ ۔ اِنْ ۔ كُنْتُمْ ۔ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾
موت اگر تم سچے ہو

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ هُمْ
بولے اگر ہم کو لڑائی معلوم ہو تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں وُہ
لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ
لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب ہیں اپنے
يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
مُنہ سے وُہ کہتے ہیں ۔ جو ان کے دل ہیں نہیں
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ
اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں وُہ لوگ ہیں
قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا
جو اپنے بھائیوں کو کہتے ہیں اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر
مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ
وُہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے تو کہہ اب ہٹا دیکھو
الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾
اپنے اُوپر سے موت کو اگر تم سچے ہو

میدان جنگ میں سب سے بڑی مدد اور قوت اس بات میں سمجھی گئی ہے کہ لڑنے والوں کو پیچھے سے کمک پہنچے یا انہیں آس ہو کہ ان کے ساتھی اور حمایتی ان کی پشت پر ہیں ۔ اور مدد کو آیا ہی چاہتے ہیں اس کے برعکس وُہ سپاہی حد درجہ پریشان خیال اور پژمردہ رہتے ہیں جن کے اپنے ساتھی ساتھ چھوڑ جائیں ۔ اور اُنہیں کسی مدد کی توقع نہ رہے ۔

عبداللہ بن اُبی نے مسلمان مجاہدوں سے یہی رویہ اختیار کیا ۔ یعنی اس وقت جب دشمن سامنے تھا اور اسلام اور کفر کی ٹکر ہونے کو تھی وُہ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلا آیا جب اس سلسلہ میں اسے سمجھایا بجھایا گیا تو جواب میں یہ کہا کہ لڑائی تو ہوتی نظر نہیں آتی اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ لڑائی سچ مچ ہونے والی ہے ۔ تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے اب بھی جب دیکھیں گے کہ لڑائی شروع ہو گئی ہے تو تمہارے ساتھ آئیں گے ۔ ان الفاظ سے اس کا ایک مدعا یہ بھی تھا ۔ کہ اگر مقابلہ صحیح معنوں میں ہوتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے بھلا یہ بھی کوئی مقابلہ ہے ۔ کہ ایک طرف کفار و مشرکین کا تین ہزار کا لشکر ہے اور دوسری طرف تمہارا صرف ایک ہزار کا ۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ تمہارے پاس کوئی ساز و سامان بھی نہیں یہ لڑائی نہیں بلکہ اپنے آپ کو خواہ مخواہ ہلاکت میں ڈالنا ہے ۔ اس کے بیان کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم جنگ کرنا جانتے یا فن لڑائی کے قاعدوں سے واقف ہوتے تو ضرور تمہارے ساتھ رہتے گویا دل میں انہوں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تم ہمارے مشورے پر نہیں چلے ، اوروں کی رائے پر عمل کیا ہے گویا ہمیں لڑائی کے قاعدوں سے ناواقف سمجھا گیا ہے ۔ ان لوگوں نے اس حرکت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور کافروں کو تقویت پہنچائی ۔ انصار مدینہ کو کہنے لگے کہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو یوں مارے نہ جاتے اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ کہا کہ اگر گھر میں بیٹھے رہنے سے بھی موت سے بچ نہیں سکتے تو پھر بہادروں کی طرح میدان میں نکل کر اسے کیوں نہ قبول کیا جائے ۔

شہدا زندہ ہیں

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور نہ تو سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے ہیں راہ اللہ
اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
مُردے بلکہ وُہ زندہ ہیں پاس ان کا رب کھاتے پیتے
فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ
خوشی کرتے ہیں اس پر جو انہیں دیا اللہ سے اس کا فضل اور
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ
خوش ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو نہیں پہنچے اُن کے پاس
مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
سے ان کے پیچھے اس واسطے کہ نہ ڈر ان پر اور نہ انہیں
يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ
غم خوش ہوتے ہیں نعمت سے اللہ
وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
اور فضل اور اس لیے کہ اللہ نہیں ضائع کرتا بدلہ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾
ایمان والے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے
اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
مردہ نہ سمجھو بلکہ وُہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے
فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ
اس پر خوشی کرتے ہیں۔ جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ
دیا اور انکی طرف سے خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے
مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ان کو ڈر ہے اور نہ
يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ
انہیں غم ہے اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں
وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
اس واسطے کہ اللہ ایمان والوں کا بدلہ ضائع
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾
نہیں کرتا

یہ ایک حقیقت ہے کہ گھر بیٹھے رہنے سے انسان کو موت سے چھٹکارا نہیں ہوسکتا۔ البتہ انسان اس موت سے محروم رہ جاتا ہے جسے موت کی بجائے حیاتِ جاودانی کہنا چاہیے، جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں وُہ شہید ہیں اور انہیں ایک خاص طرح کی زندگی نصیب ہوتی ہے جو دوسروں کو نہیں ملتی، شہید جنّت میں خوش وخرم ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل ورحمت سے شہادت کی دولت عطا فرمائی ان پر اپنی بڑی بڑی نعمتیں نازل فرمائے گا اور اپنے فضل سے ان پر انعامات کی بارش کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی شہیدوں کے لیئے اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے تھے۔ وُہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی محنت اور سعی جہاد ضائع نہیں کرتا بلکہ وہم وخیال سے بھی بڑھ کر بدلہ دیتا ہے۔

شہید نہ صرف اپنی حالت پر خوش ہوں گے۔ بلکہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کا خیال کر کے بھی خوش ہوں گے۔ جنہیں وُہ اپنے پیچھے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے چھوڑ آئے تھے۔ کہ وُہ بھی اگر ہماری طرح اللہ کی راہ میں مارے گئے یا ایمان اور اسلام پر ان کا خاتمہ ہُوا تو وُہ بھی پُرلطف اور پُرسکون زندگی حاصل کریں گے۔ ان لوگوں کو نہ اپنے آگے کا ڈر ہوگا۔ نہ پیچھے کا غم بلکہ بڑے اطمینان سے سیدھے اللہ کی رحمت میں داخل ہو جائیں گے

ہیبت کی بجائے ایمان

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ
جو لوگ حکم مانا اللہ کا اور رسول سے بعد
مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ
کہ انہیں پہنچے زخم جو لوگ نیک ان میں
وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ
اور پرہیزگار ثواب بڑا جو لوگ کہا ان سے
النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ
لوگ ہیں کہ انسان جمع کیا ہے تمہارے لئے
فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا
پس تم ان سے ڈرو تو ان کا زیادہ ہُوا ایمان اور بولے
حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾
ہمیں کافی ہے اللہ اور اچھا کارساز

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ
جن لوگوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا ا ۲۱ کے بعد
مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ
کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے جو ان میں سے نیک اور پرہیزگار
وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ
ہیں اُن کو بڑا ثواب ہے جنہیں لوگوں نے کہا کہ
النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ
آدمیوں نے تمہارے مقابلہ کا سامان جمع کیا ہے سو تم
فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا
اُن سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہُوا اور بولے
حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾
ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا خوب کارساز ہے۔

ان آیات کے شانِ نزول میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

جنگِ اُحد میں جب مسلمانوں پر اونگھ طاری ہو گئی اور وُہ تازہ دم ہو کر دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے سخت گھمسان کا رن پڑا اور مشرکینِ مکہ شکست کھا کر بھاگے۔ ابُوسفیان کفار کے اس لشکر کا سردار تھا۔ مکّہ کو واپس جاتے ہوئے۔ راستہ میں رُکا اور دل میں سوچنے لگا کہ ہم نے بڑی غلطی کی جو یونہی شکست خوردہ اور زخم کھائے ہوئے مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے آئے بہتر تھا کہ آج انہیں ختم ہی کر دیا جاتا۔ آپس میں اُن کے مشورے ہونے لگے کہ پھر مدینہ چل کر مسلمانوں کا کام تمام کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب یہ خبر ملی کہ ابوسفیان دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو آپ نے مدینہ میں اعلان فرما دیا کہ جو لوگ کل اُحد کے میدان میں ہمارے ساتھ لڑائی میں شریک تھے آج دشمن کا پیچھا کرنے کے لیئے تیار ہو جائیں۔

مُسلمان مجاہد میدانِ جنگ میں شدید زخم کھا چکے تھے۔ وُہ زخموں سے چُور ہو رہے تھے۔ بظاہر اب اُن میں مقابلہ کی کوئی طاقت نہ تھی۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی پکار سُن کر وُہ فوراً تیار ہو گئے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہی نیک بندوں کا ذکر فرمایا ہے۔

زخم کھا کر بھی اسلام کے مجاہد شکستہ خاطر نہ ہوئے۔ اللہ کے رسول کی پکار پر فوراً تیار ہو گئے۔ ان میں نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں کے لیئے بڑا اجر ہے۔

اللہ کا فضل

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

پھر چلے آئے احسان سے اللہ اور فضل نہ انہیں پہنچی برائی اور تابع ہوئے مرضی اللہ اور اللہ والا فضل بڑا

پھر مسلمان اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ چلے آئے انہیں کچھ برائی نہ پہنچی وہ اللہ کی مرضی کے تابع ہوئے اور اللہ کا فضل بڑا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کا ایک لشکر لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں حمراء الاسد کے مقام تک پہنچے یہ جگہ مدینہ سے آٹھ میل ہے جب ابوسفیان نے یہ سُنا کہ مسلمان اس کا پیچھا کرتے چلے آرہے ہیں تو اس کے دل میں سخت وحشت طاری ہوئی۔ حملے کا ارادہ چھوڑ کر مکّہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اتفاق سے عبدالقیس کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ کو جا رہا تھا۔ ابوسفیان نے خفت مٹانے کے لیے ان لوگوں کو کچھ لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں شائع کریں جنہیں سُن کر مسلمانوں پر بھارا رُعب طاری ہو جائے۔ اور وہ خوف زدہ ہو جائیں۔ اس قافلہ کے لوگوں نے مدینہ پہنچ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ مکّہ والوں نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیئے بڑا بھاری لشکر تیار کیا ہے۔ یہ سُن کر مسلمانوں کے دلوں میں خوف کی جگہ جوشِ ایمان اور زیادہ بڑھ گیا اور کُفّار کے لشکر کا حال سُن کر کہنے لگے کہ ساری دُنیا کے مقابلے میں اکیلا خُدا ہم کو کافی ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کے انہیں جذبات اور اُن کے اجر و ثواب کا ذکر ہے۔

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلے میں ایک اور روایت بھی ہے . . . وہ یہ کہ جنگ اُحد ختم ہونے پر ابوسفیان نے اعلان کیا تھا کہ اگلے سال بدر کے مقام پر پھر لڑائی ہوگی، تم لوگ تیار رہنا۔ حضورؐ نے یہ چیلنج قبول کر لیا جب اگلا سال آیا تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لیئے نکلو۔

ادھر سے ابوسفیان فوج لے کر مکہ سے نکلا، تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ حوصلہ ہار بیٹھا، اور مسلمانوں کی تیاری سُن کر اُس پر رعب چھا گیا چنانچہ اُس نے چاہا کہ مکّہ واپس چلا جائے اور قحط سالی کا بہانہ کر دے۔ لیکن بات بھی ایسی کہی جائے کہ الزام مسلمانوں پر ہی رہے۔ اتفاق سے ایک شخص مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔ ابوسفیان نے اُسے کچھ لالچ دیا اور اس سے کہا کہ مدینہ جا کر ایسی خبریں مشہور کر دو۔ جنہیں سُن کر مسلمان ڈر جائیں اور جنگ کے لیئے نہ نکلیں۔ یہ شخص مدینہ پہنچا اور خبر مشہور کرنے لگا کہ مکّہ والوں نے بڑی بھاری فوج اکٹھی کی ہے اُن کے خلاف لڑنا مسلمانوں کے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔ لیکن مسلمانوں کے ارادوں میں اللہ تعالیٰ نے مضبوطی بھر دی انہوں نے کہا کہ ہمارے لیئے اللہ کافی ہے۔ آخر مسلمان وعدہ کے مُطابق بدر کے میدان میں پہنچے وہاں بہت بھاری بازار لگا کرتا تھا۔ کُفّار لڑائی کے لیئے نہیں پہنچے تھے۔ اس لیئے مسلمان وہاں تین روز رہ کر تجارت کر کے خوب نفع کما کر مدینہ واپس آئے۔

شیطان کا ڈراوا

إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهٗ فَلَا
یہ جو ہے شیطان ڈراتا ہے اس کے دوست سو نہ
تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾
تم ڈرو اُن سے اور مجھ سے ڈرو اگر رکھتے ہو ایمان
وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ
اور نہ تجھے ڈالیں غم میں جو دوڑتے ہیں میں کفر
إِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا يُرِيْدُ اللّٰهُ
وہ نہیں بگاڑیں گے اللہ کچھ چاہتا ہے اللہ
أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ
کہ نہ دے اُنہیں فائدہ میں آخرت
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾
اور اُن کے لیے عذاب بڑا

إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهٗ فَلَا
یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم
تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾
اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو
وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ
اور تجھے وُہ لوگ غم میں نہ ڈالیں۔ جو کفر کی طرف دوڑتے ہیں
إِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا يُرِيْدُ اللّٰهُ
وُہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اللہ چاہتا ہے
أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ
کہ ان کو فائدہ نہ دے آخرت میں
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾
اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔

يُخَوِّفُ (ڈراتا ہے) خوف سے بنا ہے۔ یعنی مستقبل کا ڈر اور فکر شیطانی وسوسے ہمیشہ انسان کو مستقبل کے بارہ میں پریشان اور فکرمند کرتے ہیں۔ اس سبق میں تَخَافُوْهُمْ اور خَافُوْنِ کے لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں۔

أَوْلِيَآءَهٗ (اپنے دوست) اس کا واحد ولی ہے جس کے معنی درست حمایتی اور مددگار کے ہوتے ہیں انہی معنوں کی مناسبت سے نیک بندوں کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔

يُسَارِعُوْنَ (دوڑتے ہیں) سُرعت سریع وغیرہ لفظ اس ایک ہی مادہ سے بنے ہیں۔ لفظی معنی تیزی کے ہیں۔ یعنی جلدی کرتے ہیں۔ مراد ہے۔ تیز دوڑتے اور بھاگتے ہیں۔

حَظًّا (کوئی فائدہ) حظ کے معنی لذت۔ فائدہ اور حصہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ جو آدمی تمہارے دشمنوں کے بارے میں غلط خبریں پھیلا کر تم پر رُعب ڈالنا چاہتا ہے وُہ شیطان ہے اور شیطان کا بہکایا ہوا ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ اُن کا رعب تم پر بٹھا کر تم کو خوف زدہ کر دے۔ سو تم اگر ایمان رکھتے ہو (اور تم ایمان ضرور رکھتے ہو) اس سے نہ ڈرو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم شیطان سے نہ ڈرنے کا ثبوت عملی طور پر دے چکے ہو لہٰذا ان شیطانوں سے بالکل نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔ منافق لوگ اس کی باتوں میں آکر کفر کی طرف دوڑتے ہیں تم ان منافقوں کی حرکتوں کو دیکھ کر غم نہ کھاؤ اور فکرمند نہ ہو۔ یہ نہ تو پیغمبر کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ اللہ کے دین کو کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ سراسر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے نفاق کے بدلے انہیں انتہائی ناکامی دے گا اور آخرت میں انہیں بہت سخت سزا ملے گی۔

ایمان کے بدلے کفر

إِنَّ ـ الَّذِينَ ـ اشْتَرَوُا ـ الْكُفْرَ ـ بِالْإِيمَانِ ـ لَنْ
بیشک لوگ مول لیا کفر ایمان کے بدلے نہ
يَضُرُّوا ـ اللَّهَ ـ شَيْئًا ـ وَ ـ لَهُمْ ـ عَذَابٌ ـ أَلِيمٌ ﴿۱۷۷﴾
بگاڑیں گے اللہ کچھ اور ان کے لیئے عذاب دردناک
وَ ـ لَا ـ يَحْسَبَنَّ ـ الَّذِينَ ـ كَفَرُوا ـ أَنَّمَا ـ نُمْلِي
اور نہ سمجھیں لوگ کافر کہ ہم مہلت دیتے ہیں
لَهُمْ ـ خَيْرٌ ـ لِأَنْفُسِهِمْ ـ إِنَّمَا ـ نُمْلِي ـ لَهُمْ
انہیں بھلا اُن کے لیے بیشک ہم مہلت دیتے ہیں انہیں
لِيَزْدَادُوا ـ إِثْمًا ـ وَ ـ لَهُمْ ـ عَذَابٌ ـ مُهِينٌ ﴿۱۷۸﴾
تاکہ ترقی کریں گناہ اور ان کے لیئے عذاب خوار کرنے والا

إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ
جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا
يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۷﴾
اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي
اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں
لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ
ان کے حق میں کچھ بھلا ہے ہم تو انہیں اس لیئے مہلت دیتے ہیں
لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱۷۸﴾
تاکہ وہ گناہ میں ترقی کریں اور ان کے لیئے خوار کرنے والا عذاب ہے

اشْتَرَوْا (انہوں نے مول لیا) اِشْتِرَاءٌ اس کا مصدر ہے۔ اس کے معنی خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ہیں۔ یہاں خریدنے اور مول لینے کے معنوں میں آیا ہے۔ یعنی انہوں نے ایمان و یقین کو چھوڑ کر کفر و انکار اختیار کر لیا ہے۔ ایمان کے بدلے وُہ کفر کی زندگی اختیار کر رہے ہیں۔

مُهِينٌ (خوار کرنے والا) لفظ "اہانت" بھی اس مادہ سے ہے جس کے معنی ذلت و خواری اور بے عزتی کے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر مومن مسلمان کو اس قسم کے عذاب سے بچائے۔

ان آیات سے پہلے شیاطین کا ذکر تھا کہ وُہ اپنی خوفناک تدبیروں سے اہل ایمان کو ڈرانے کی ترکیبیں نکالتے ہیں لیکن اہل حق پر لازم ہے کہ وُہ اللہ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہ لائیں۔ شیاطین ایمان و اسلام کو چھوڑ کر کفر و سرکشی کی طرف دوڑتے ہیں اُن کی یہ کوششیں اللہ کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گی۔

نُورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اب پھر یہی ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر اختیار کر لیا ہے۔
ایسا کرنے سے یہ اللہ کا۔ اُس کے نبی کا یا اُس کے دین کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اُلٹے دردناک عذاب میں گرفتار ہونگے انہیں اگر کچھ ڈھیل مل گئی ہے تو اُس پر نازاں نہ ہوں سزا کی مہلت اُن کے حق میں بہتر نہیں۔ بلکہ اُس کے گناہوں میں اور اضافہ ہوگا۔ اور رسوا کُن عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

حکمتِ خداوندی

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ
نہیں ہے اللہ کہ چھوڑ دے مسلمان اوپر جو تم ہو
عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ
جس پر جب تک کہ جدا نہ کر دے ناپاک سے پاک
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ
اور نہیں ہے اللہ کہ تمہیں خبر دے اوپر غیب لیکن
اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا
اللہ چن لیتا ہے سے اس کے رسول جسے چاہے سو تم یقین لاؤ
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا
اللہ پر اور اس کے رسول اور اگر تم یقین پر ہو اور پرہیزگاری پر
فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾
تو تمہارے لیے اجر بڑا

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ
اللہ وہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو
عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ
جب تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ
اور اللہ نہیں ہے کہ تمہیں غیب کی خبر دے لیکن
اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا
اپنے رسولوں میں جسے چاہے چن لیتا ہے سو تم
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا
یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین اور پرہیزگاری پر رہو
فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾
تو تمہیں بڑا ثواب ہے۔

پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ کفار کو جو خوشحالی کی اور مہلت دی گئی ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہیں۔ اب یہ بتایا گیا ہے۔ کہ یہ بھی صحیح نہیں کہ چونکہ مسلمانوں کو مصیبتیں اور ناخوشگوار حادثے پیش آتے ہیں اس لیے وہ اللہ کے نزدیک مغضوب ہیں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہمیشہ اس حالت پر نہیں رکھنا چاہتا جس پر وہ اب تک رہے یعنی بہت سے کافر مسلمانی کے لبادہ میں منافقت کا کھیل کھیلتے رہے زبان سے کلمہ پڑھ کر دل سے کفر پر ڈٹے رہے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیئے ان میں ملے جلے رہے بلکہ مسلمانوں کو منافقوں کے دھوکہ سے بچانے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کیے جن سے کھرے اور کھوٹے میں اور پاک اور ناپاک میں تمیز ہو جاتے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لیئے یہ بہت آسان بات تھی کہ تمام مسلمانوں کو امتحان میں ڈالے بغیر منافقوں کے نام بتا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے مطابق یہ بات مناسب نہیں کہ تمام لوگوں کو اس طرح کی غیب کی باتیں بتا دے البتہ اس کام کے لیئے وہ انسانوں میں سے نبی چن لیتا ہے اور غیب کا جتنا علم انہیں دینا چاہے دے دیتا ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تمام لوگوں کو براہِ راست غیب کی باتیں نہیں بتائی جاتیں بلکہ صرف انبیاء کو ہی بتائی جاتی ہیں۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر یقین رکھو اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ اگر یہ کر لیا تو سمجھو کہ سب کچھ حاصل کر لیا تم لوگوں کو بہت بڑا ثواب ملے گا۔

بخل کا انجام

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ
اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس پر جو انہیں دی
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ
اللہ سے اس کا فضل کہ یہ بہتر ان کے لیے بلکہ یہ
شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ
برا ان کے حق میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا وہ بخل کیا تھا جس میں دن
الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
قیامت اور اللہ وارث آسمان اور زمین
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾
اور اللہ جو تم کرتے ہو جانتا ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ
اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں۔ جو اللہ نے انہیں
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ
اپنے فضل سے دی یہ خیال نہ کریں کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے
شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ
بلکہ یہ ان کے لیے بہت برا ہے ان کے گلوں میں وہ مال طوق بنا کر ڈالا جائیگا
الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
جس میں بخل کیا تھا۔ قیامت کے دن اور اللہ آسمان و زمین کا وارث
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾
اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

سورۃ آل عمران کا ابتدائی حصہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے حالات سے تعلق تھا درمیان میں منافقین کی حالت بیان کرنے کے لیے جنگ احد کا واقعہ ذکر کیا گیا اب یہاں سے پھر اہل کتاب کا ذکر شروع کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہودی مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچانے کا سبب بنتے تھے اور منافقین بھی زیادہ تر انہی میں سے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودیوں میں سے جو منافقین جہاد کے موقعہ سے بھاگتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بھی جی چراتے ہیں لیکن جس طرح جہاد سے پہلو بچا کر دنیا میں چند روز کی مہلت حاصل کر لینا اُن کے حق میں کچھ بہتر نہیں، ایسے ہی بخل کر کے مال ذخیرہ کر لینا بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ قیامت کے دن اُن کا یہ جمع کیا ہوا مال عذاب کی صورت میں ان کے گلے کا ہار بن کر رہے گا۔

اس سے مسلمانوں کو بھی تنبیہ کر دی گئی کہ زکوٰۃ دینے اور دین کی راہ میں ضروری مصارف پورے کرنے سے جی نہ چرائیں۔ جو شخص بخل کر کے منافقوں والی روش اختیار کرے گا۔ اسے بھی ایسی ہی سزا ملے گی۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کا مال خوف ناک اژدہے کی صورت میں ڈھال کر اُن کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

بخل کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اٹل حقیقت بیان فرما دی ہے کہ اللہ ہی زمین و آسمان کا مالک ہے۔ اپنے بعد تو سب مال یہیں چھوڑ جاؤگے۔ آخر اللہ کے قبضے میں ہی رہے گا۔ اگر انسان اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اسے ثواب ملے گا۔ سب لوگوں کی نیتیں اور اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتے ہیں وہ جانتا ہے کہ کون بخل کرتا ہے اور کون سخاوت وہ ان اعمال کے موافق ہی بدلہ دے گا۔ لہذا دل کھول کر اس کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔

یہودیوں کی گستاخی

لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ
بیشک سنی اللہ قول ان کی جنہوں نے کہا کہ
اللّٰہَ فَقِیۡرٌ وَّ نَحۡنُ اَغۡنِیَآءُ ۘ سَنَکۡتُبُ مَا
اللہ فقیر اور ہم مالدار اب لکھ رکھیں گے جو
قَالُوۡا وَ قَتۡلَهُمُ الۡاَنۡۢبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ۙ وَّ
بات اور جو خون کیے ہیں انبیاء ناحق اور
نَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِکَ
کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ یہ
بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ
جو تم نے آگے بھیجا اُن کے ہاتھ اور بیشک اللہ نہیں
بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿۱۸۲﴾
ظلم کرتا بندوں پر

لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ
بیشک اللہ نے ان کی بات سنی جنہوں نے کہا کہ اللہ
اللّٰہَ فَقِیۡرٌ وَّ نَحۡنُ اَغۡنِیَآءُ ۘ سَنَکۡتُبُ مَا
فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں اب ہم ان کی بات لکھ
قَالُوۡا وَ قَتۡلَهُمُ الۡاَنۡۢبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ۙ وَّ
رکھیں گے اور جو انہوں نے انبیاء کے ناحق خون کیے اور
نَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِکَ
کہیں گے کہ اب جلتی آگ کا عذاب چکھو یہ
بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ
اس کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ یقیناً بندوں
بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿۱۸۲﴾
پر ظلم نہیں کرتا

ان آیات میں یہودیوں کی ایک اور ذلیل حرکت کا بیان ہے۔ ایک تو وہ بخل کی وجہ سے اللہ کی راہ میں پیسہ خرچ نہیں کرتے دوسرے جب وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم سنتے ہیں تو اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں گستاخی کرتے ہیں جب یہ آیت مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا (کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے گا۔) نازل ہوئی تو کہنے لگے کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ اگر یوں ہے تو پھر اللہ فقیر اور محتاج ٹھہرا اور ہم بے نیاز اور مالدار۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کے کاموں میں روپیہ خرچ کرنے کو قرض کا نام دیا اور اس طرح اس نے انتہائی رحمت و شفقت کا مظاہرہ کیا۔ وہ اپنا دیا ہوا مال ہم سے ہماری بہتری کے لیئے خرچ کراتا ہے، ہمارے اس خرچ سے اُسے کوئی فائدہ بھی نہیں پھر اُسے قرض کیسے کہا جاسکتا ہے ؟ یہ تو اس کا احسان ہے کہ وہ ہمیں روپیہ خرچ کرنے کا بہترین معاوضہ دینے کا وعدہ فرماتا ہے۔ اور اس چیز کو قرض کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ لیکن یہودی اپنی خباثت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا احسان ماننے کی بجائے ہنسی اڑانے لگے۔ اور اللہ کے حضور میں ایسی بکواس کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس نے یہ باتیں سُن لی ہیں وہ اُنہیں اس کی ضرور سزا دے گا۔

وہ معصوم اور بے گناہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں جس طرح اُنہوں نے اللہ کے حضور میں گستاخی کے کلمے کہے ہیں اسی طرح انبیاء کے حضور میں بھی گستاخی کی اور اس طرح جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کے عذاب کے مستحق ہوئے۔

یہودیوں کی کٹ حجتی

اَلَّذِیۡنَ ۔ قَالُوۡۤا ۔ اِنَّ ۔ اللّٰہَ ۔ عَہِدَ ۔ اِلَیۡنَاۤ ۔ اَلَّا
وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ عہد کر رکھا ہے ہم سے کہ نہ
نُؤۡمِنَ ۔ لِرَسُوۡلٍ ۔ حَتّٰی ۔ یَاۡتِیَنَا ۔ بِقُرۡبَانٍ ۔ تَاۡکُلُہُ
یقین کریں رسول کا جب تک ہمارے پاس نہ لائے قربانی اسے کھا جائے
النَّارُ ؕ قُلۡ ۔ قَدۡ ۔ جَآءَکُمۡ ۔ رُسُلٌ ۔ مِّنۡ ۔ قَبۡلِیۡ
آگ تو کہہ بیشک آچکے کتنے رسول سے مجھ سے پہلے
بِالۡبَیِّنٰتِ ۔ وَ ۔ بِالَّذِیۡ ۔ قُلۡتُمۡ ۔ فَلِمَ ۔ قَتَلۡتُمُوۡہُمۡ
نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیوں تم نے انہیں کیوں قتل کیا
اِنۡ ۔ کُنۡتُمۡ ۔ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنۡ ۔ کَذَّبُوۡکَ
اگر تم ہو سچے پھر اگر تجھے جھٹلائیں
فَقَدۡ کُذِّبَ ۔ رُسُلٌ ۔ مِّنۡ ۔ قَبۡلِکَ ۔ جَآءُوۡ
تو جھٹلائے گئے رسول سے تجھ سے پہلے لائے
بِالۡبَیِّنٰتِ ۔ وَ ۔ الزُّبُرِ ۔ وَ ۔ الۡکِتٰبِ ۔ الۡمُنِیۡرِ ﴿۱۸۴﴾
نشانیاں اور صحیفے اور کتاب روشن

اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیۡنَاۤ اَلَّا
وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ کسی
نُؤۡمِنَ لِرَسُوۡلٍ حَتّٰی یَاۡتِیَنَا بِقُرۡبَانٍ تَاۡکُلُہُ
رسول کا یقین نہ کریں جب تک کہ ہمارے پاس قربانی نہ لائے کہ
النَّارُ ؕ قُلۡ قَدۡ جَآءَکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِیۡ
آگ اسے کھا جائے تو کہہ تم میں مجھ سے پہلے کتنے رسول نشانیاں لے کر
بِالۡبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیۡ قُلۡتُمۡ فَلِمَ قَتَلۡتُمُوۡہُمۡ
آچکے اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر تم نے انہیں کیوں قتل
اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنۡ کَذَّبُوۡکَ
کیا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ تجھے جھٹلائیں
فَقَدۡ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ جَآءُوۡ
تو تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے جو نشانیاں اور
بِالۡبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ ﴿۱۸۴﴾
صحیفے اور روشن کتاب لائے۔

قُرۡبَانٍ (قربانی) قدیم زمانہ میں بعض رسولوں کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ جب کبھی وہ قربانی یا کوئی اور چیز اللہ کے نام پر دیتے تو آسمان سے آگ آتی اور اُسے کھا لیتی آگ کا کھا جانا اس قربانی کے قبول ہونے کی علامت سمجھی جاتی ۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق موجودہ بائبل میں اس قسم کا واقعہ مذکور ہے ۔ اس سے یہودیوں نے ایک بہانہ پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہہ رکھا ہے کہ جس پیغمبر کے پاس یہ معجزہ نہ ہو اُس پر ایمان نہ لائیں۔

یہ یہودیوں کا جھوٹا بہانہ تھا۔ کسی کتاب میں اس قسم کا کوئی حکم موجود نہ تھا۔ نہ آج موجود ہے ۔ اور نہ ہر ایک نبی کی نسبت ثابت کیا جا سکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو اس کے حالات کے مناسب معجزے عطا کیے ہیں ۔ چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا کہ اگر تم اپنے وعدہ میں سچے ہو اور تم کسی پیغمبر پر اس وقت تک ایمان نہیں لاتے جب تک کہ اس میں یہ معجزہ نہ دیکھ لو تو پھر بتاؤ تم نے ان قدیم پیغمبروں کو کیوں قتل کیا جو اپنی صداقت کی نشانیاں لے کر آئے تھے ۔ اور ان کے پاس یہ خاص معجزہ بھی موجود تھا ۔ تم یہ جو شرط لگا رہے ہو محض حیلے بہانے ہی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ تسلی دی کہ تم ان لوگوں کی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے غمگین نہ ہو ۔ تم سے پہلے بہت سے رسول آئے جن کو لوگ جھٹلاتے رہے۔

موت کا مزہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
ہر جی چکھتی ہے موت اور بیشک پورے ملیں گے

اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ
تمہارے بدلے دن قیامت پھر جو کوئی دور کیا گیا سے

النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا
دوزخ اور داخل کیا گیا جنت اس کا کام بن گیا اور نہیں

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾
زندگانی دنیا مگر پونجی دھوکہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
ہر جی کو موت چکھنی ہے اور تمہیں پورے بدلے

اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ
قیامت کے دن ملیں گے پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ

النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا
سے اور جنت میں داخل کیا گیا اس کا کام بن گیا اور

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾
دنیا کی زندگی نہیں مگر دھوکے کی پونجی

اس آیت میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ ہر ذی روح اور متنفس کو ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے جو مخلوق ایک مرتبہ دنیا میں پیدا ہوئی ہے۔ اسے فنا ضرور ہے۔ کسی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سوا بقا نہیں اگرچہ یہ حقیقت پہلے بھی واضح کی جا چکی ہے۔ لیکن یہاں خاص طور پر ان کے لیئے بیان کی گئی ہے جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے سینے سے لگاتے ہیں اور ڈھیر کے ڈھیر اکٹھے کرتے چلے جاتے ہیں جب موت آئے گی تو ان کا سب مال و دولت اور سیم و زر یہیں پڑا رہ جائے گا۔ اور وُہ خالی ہاتھ اس جہان فانی سے کوچ کر جائیں گے وُہ مال نہ اُن کی موت کو ٹال سکتا ہے۔ نہ اُن کے عذاب کو اُن سے دُور رکھ سکتا ہے۔ اس لیئے ان لوگوں کو چاہیئے کہ مال کی محبت چھوڑ کر اللہ کی مخلوق سے محبت رکھیں۔

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (دھوکہ کی پونجی) متاع کے معنی ہیں ساز و سامان۔ اصل سرمایہ اور پونجی۔ "غرور" دھوکے اور فریب کو کہتے ہیں تکبر کرنے والے کو مغرور اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ وُہ اپنے متعلق دھوکہ میں گرفتار رہتا ہے۔ اپنے آپ کو وُہ کچھ سمجھتا ہے۔ جو حقیقت نہیں ہوتی۔

دنیا کی عارضی بہار اور عیش و عشرت بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ بہت سے جاہل انسان اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور خوش نمائی سے مرعوب ہو کر عاقبت بھلا بیٹھتے ہیں۔ اور دنیا کو ہی اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں وُہ لوگ دنیا میں ہر جائز اور نا جائز طریقے سے مال و متاع حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لالچ، خود غرضی اور نفس پرستی ان کا شیوا ہوتا ہے۔ وُہ سمجھتے ہیں کہ شاید دنیا کی کامیابی اصل کامیابی ہے۔ حالانکہ انسان کی اصل کامیابی عذاب الٰہی سے بچنے اور جنت کو حاصل کرنے میں ہے کوئی کامیابی جنت سے باہر رہ کر حاصل نہیں ہو سکتی نیک عملی، خدا پرستی اور ایثار و قربانی ہی انسان کو جنت کا مستحق بناتی ہے۔

جان ومال کی آزمائش

لَتُبْلَوُنَّ - فِیْ - اَمْوَالِکُمْ - وَ - اَنْفُسِکُمْ - وَلَتَسْمَعُنَّ
تمہاری آزمائش ہوگی ہیں تمہارے مال اور تمہاری جان اور سنو گے تم
مِنَ - الَّذِیْنَ - اُوْتُوا الْکِتٰبَ - مِنْ - قَبْلِکُمْ - وَ
سے لوگ کتاب والے سے تم سے پہلے اور
مِنَ - الَّذِیْنَ - اَشْرَکُوْٓا - اَذًی - کَثِیْرًا - وَ - اِنْ
سے لوگ مشرک بدگوئی بہت اور اگر
تَصْبِرُوْا - وَ - تَتَّقُوْا - فَاِنَّ - ذٰلِکَ - مِنْ - عَزْمِ - الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾
تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ سے ہمت کام

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ
البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں اور جانوں ہیں اور تم سنو گے
مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَ
اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بہت
مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا ؕ وَاِنْ
بدگوئی اور اگر تم
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾
صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں

اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ کہ جس طرح اب تک تمہیں جانی اور مالی قربانیاں کرنی پڑی ہیں اور تمہاری آزمائش ہوتی رہی ہیں اسی طرح آئندہ بھی جان ومال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ ہوسکتا ہے جان پر بن جائے۔ زخم کھانے پڑیں۔ قید وبند کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ امراض وبیماریاں تم پر آئیں۔ تمہارے مال ضائع ہوں عزیز واقربا چھوٹ جائیں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ اہل کتاب اور مشرکین کی جانب سے تمہیں بہت سی دل آزار باتیں بھی سننی پڑیں گی۔ یاد رکھو ان تمام آزمائشوں میں سے گزرنے کے لیئے تمہیں صبر وتقویٰ سے کام لینا ضروری ہے اگر استقلال اور پرہیزگاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کرو گے۔ تو واقع میں یہ بڑی ہمت کا کام ہوگا۔

ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت جنگ بدر سے پہلے اتری تھی۔ جنگ وقتال کا حکم اس کے بعد نازل ہوا۔ تاہم جنگ ہو یا نہ ہو صبر وتقویٰ اختیار کرنا ہر حالت میں ضروری ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کافر کے لیئے جنت ہے اور مومن کے لیے قیدخانہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو تقویٰ پرہیزگاری کی زندگی سکھانے کے لیئے اللہ تعالیٰ انہیں مختلف آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ مسلمان خدا سے ڈرتے ہیں۔ بدی سے دور بھاگتے ہیں نیکی کی طرف لپکتے ہیں اس کے برعکس کفار ومنافقین کے لیئے جھوٹ بولنا غیبت کرنا۔ سود کھانا نفع اندوزی کرنا اور چور بازاری کر کے روپیہ کمانا بظاہر آسان نظر آتا ہے۔ اور حلال کی کمائی کرنے کے لیئے ایک راست باز انسان کو بہت سی دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ منکرین حق نیکوکاروں کی مخالفت کرتے ہیں اور انہیں اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن ایک نیک عمل انسان تمام مصائب کا صبر واستقلال سے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی مختلف آزمائشوں سے گزر کر جنت کا مستحق بنتا ہے۔ مختصر یہ کہ مشکلات اور مصائب میں کامیابی کا اصل راز دو اصول ہیں صبر وثبات اور تقویٰ جو شخص یہ خصوصیات پیدا کریگا اس کی کامیابی یقینی ہے۔

اہل کتاب کا عہد

وَاِذْ۔ اَخَذَ۔ اللّٰهُ۔ مِيْثَاقَ۔ الَّذِيْنَ۔ اُوْتُوا

اور جب لیا اللہ عہد لوگ کتاب

الْكِتٰبَ۔ لَتُبَيِّنُنَّهٗ۔ لِلنَّاسِ۔ وَلَا۔ تَكْتُمُوْنَهٗ

والے کہ اسے بیان کروگے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے

فَنَبَذُوْهُ۔ وَرَآءَ۔ ظُهُوْرِهِمْ۔ وَ۔ اشْتَرَوْا بِهٖ

پھر انہوں نے اسے پھینکدیا پیچھے ان کی پیٹھ اور اس کے بدلے لیا

ثَمَنًا۔ قَلِيْلًا۔ فَبِئْسَ۔ مَا۔ يَشْتَرُوْنَ (۱۸۷)

مول تھوڑا سو برا کیا جو خریدتے ہیں

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ز فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ (۱۸۷)

اور جب اللہ نے کتاب والوں سے عہد لیا کہ اسے لوگوں سے بیان کرو گے اور نہ چھپاؤ گے پھر انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑا مال خرید کیا سو برا کیا ہے جو خریدتے ہیں

مِيْثَاق (عہد) وثق اس کا مادہ ہے۔ وثاق۔ وثوق۔ وثیقہ وغیرہ الفاظ اسی سے مشتق ہیں۔ اس کے لفظی معنی باندھنے اور پختہ کرنے کے ہیں۔ اسی مناسبت سے میثاق کے معنی عہد و پیمان کے ہیں۔ یہاں ذکر ہے کہ اہل کتاب سے اللہ تعالیٰ نے دو عہد لئے ایک تو یہ کہ وہ تمام حقائق اور احکام لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیں گے دوسرے یہ کہ کتاب میں سے کچھ نہ چھپائیں گے۔ اور نہ غلط بیان کریں گے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اہل کتاب کے علماء سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام اور بشارتیں اللہ کی کتاب میں موجود ہیں لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کریں گے اور کوئی بات چھپا نہ رکھیں گے نہ اُن کے معنوں میں کوئی فرق ڈالیں گے لیکن ان لوگوں نے اس عہد کی کوئی پرواہ نہ کی انہوں نے دنیا کے نہایت حقیر اور ذلیل نفع کی خاطر اپنا عہد توڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام بدل ڈالے کتاب الٰہی کی آیتوں میں لفظی اور معنوی تبدیلیاں کر دیں نبی آخر الزمان کی بشارت کو انہوں نے چھپایا جس طرح مال خرچ کرنے میں بخل کرتے تھے۔ اسی طرح علم خرچ کرنے میں بھی کنجوسی کی اُن کی غرض صرف یہ تھی کہ دنیا کا مال و متاع حاصل کریں۔ اس آیت سے مسلمانوں کے عالموں کو بھی تنبیہ فرما دی کہ تم دنیاوی جاہ و مال کے لئے ایسا نہ کرنا۔

اس آیت میں مسلمان علماء کے لئے بھی ایک درس عبرت موجود ہے۔ کہ وہ یہودی عالموں کی طرح آیات الٰہی کو چھپانے کے مجرم نہ بنیں۔ اسلام حق ہے اور حق کا چھپانا ممکن نہیں۔ حق بہر حال ظاہر ہو کر رہے گا۔ اور تمام باطل ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اُمتوں کے واقعات اسی لئے بیان فرمائے ہیں کہ ہم اُن سے عبرت حاصل کریں کل جو کچھ دوسروں کے ساتھ ہوا ہے۔ آج ہمارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ فطرت الٰہی یعنی قانونِ حق ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ جب کہ خود اللہ تعالیٰ نے لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ فرمایا ہے۔

خوش فہمیاں

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ
نہ تو سمجھ لوگ خوش ہوتے ہیں اوپر انہوں نے کیا اور
يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا
چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو جو نہ انہوں نے کیا
فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ج
سو نہ انہیں سمجھ چھوٹ گئے سے عذاب
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
اور ان کیلیے عذاب دردناک اور اللہ کے لیے سلطنت آسمان
وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾
اور زمین اور اللہ اوپر ہر چیز قادر

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ
تو نہ سمجھ کہ جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور
يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا
بن کیے تعریف چاہتے ہیں سو یہ
فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ج
نہ سمجھو کہ وہ عذاب سے چھوٹ گئے
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
اور ان کیلیے دردناک عذاب ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمان
وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾
اور زمین کی سلطنت اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

یہودی علماء عوام سے رشوتیں کھاتے تھے اور غلط مسئلے بتاتے تھے کہ ہماری ان چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا وہ اُمید رکھتے تھے کہ لوگ اُن کی تعریف کریں گے۔ کہ یہ بڑے عالم اور حق پرست ہیں دوسری طرف منافقوں کا بھی یہی حال تھا۔ وہ جہاد کے موقع پر چھپ کر گھر بیٹھ رہتے اور اپنی اس چالاکی پر خوش ہوتے کہ ہم نے کیسے جان بچائی جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لاتے تو یہ لوگ غیر حاضری کے جھوٹے بہانے کر کے چاہتے کہ آپؐ سے اپنی تعریف کرائیں ان آیات میں بتا دیا گیا۔ کہ یہ باتیں تمہیں خدا کے اس عذاب سے نہیں بچا سکتیں۔ جو تم پر دنیا و آخرت میں ہونے والا ہے۔

پہلی آیت میں اہل کتاب کی ان خرابیوں کی طرف اشارہ تھا۔ کہ وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ اُنہوں نے حق کو چھپایا اور لوگوں کو جھوٹ موٹ کے سستے فتوے دیئے۔ جھوٹے فتوے دینا کون سا کم جرم تھا۔ مگر اُنہوں نے چند ٹکوں کے بدلے دین و ایمان بیچ ڈالا۔ اور اپنی دنیا و عاقبت خراب کر لی۔

یہ لوگ کیسی احمقانہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اپنی ہر جائز و ناجائز حرکت پر خوش ہوتے ہیں۔ اپنے اعمال و افعال کو خطا سے بلند خیال کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ان کی اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ لوگ اپنے نہ کیئے ہوئے کاموں کی تعریف چاہتے ہیں۔ گویا اگر کوئی فرض انجام نہیں دیا تو یہ بھی ایک سوچی سمجھی سکیم تھی اور انہوں نے عقلمندی اور دُور اندیشی اختیار نہ کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی خوش فہمیاں اور طفل تسلیاں انہیں عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں گی۔ زمین و آسمان کی سلطنت اللہ ہی کے لیئے ہے۔ بھلا وہ اس سے کہاں باہر نکل کر جا سکیں گے؟

آیاتِ الٰہی میں غور و فکر

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ
بیشک میں بنانا آسمان اور زمین اور اختلاف
اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾
رات اور دن نشانیاں عقل والوں کے لئے
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّ
وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کھڑے اور بیٹھے اور
عَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
اُوپر ان کی کروٹ اور فکر کرتے ہیں میں پیدائش آسمان
وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا
اور زمین اے ہمارے رب۔ نہیں تونے بنایا یہ عبث
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾
تو پاک ہے سو ہمیں بچا عذاب دوزخ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ
بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور دن رات کے
اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾
آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّ
وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بیٹھے اور
عَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
کروٹ پر لیٹے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر
وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا
کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ عبث
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾
نہیں بنایا تو پاک ہے ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

ایک سمجھدار انسان جب آسمان و زمین کی پیدائش اور دن رات کے نظام پر غور کرتا ہے تو اسے یقین کرنا پڑتا ہے کہ اس کل کائنات کو بنانے والی ایک قادرِ مطلق ہستی ہے۔ جس کے سامنے کائنات کی کسی چیز کی جرأت نہیں کہ اپنے دائرہ سے باہر نکل سکے۔ ایسے غور کرنے والے لوگ صبح و شام ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔

غور کرنے والے لوگ ذکر و فکر کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو نے کائنات کا یہ تمام کارخانہ بے کار اور بے مقصد نہیں بنایا۔ یقیناً ان عجیب و غریب اور پُرحکمت انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم نتیجے پر جا کر ختم ہوگا۔ گویا یہاں سے ان کا ذہن آخرت کی طرف جاتا ہے۔ جو موجودہ زندگی کا آخری قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی دوسری اشیاء میں غور و فکر کرنا صرف اس صورت میں مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ جب اس کے نتیجہ میں انسان خُدا کی یاد اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جو لوگ ان چیزوں پر غور و فکر کر کے مادہ پرستی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں انہیں دنیا خواہ کتنا ہی عالم سمجھے۔ قرآن مجید کی زبان میں وہ اولی الالباب (دانشمند) نہیں کہلا سکتے۔ روزمرہ زندگی میں ہمارے سامنے بے شمار کرشمے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور وہ حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں سے انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آخر اسے ان سب کے بنانے والے کے دربار میں حاضر ہونا ہوگا۔ اس وقت کے لیے اسے ابھی تیاری اور ساز و سامان کر لینا چاہیے۔

داعی کی پکار

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ
ہمارے رب بیشک جسے تونے داخل کیا دوزخ تو اسے رسوا کیا
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا
اور نہیں گنہگاروں کا کوئی مددگار ہمارے رب بیشک
سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ
ہم نے سنا پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ
اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
ایمان لاؤ تمہارا رب سو ہم ایمان لے آئے ہمارے رب ہمیں بخش دے
ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا
ہمارے گناہ اور دُور کردے ہم سے ہماری برائیاں اور ہمیں موت دے
مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ۚ
ساتھ نیک لوگوں

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ
اے ہمارے رب جسے تونے دوزخ میں ڈالا۔ سو اس کو رسوا کردیا
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا
اور گنہگاروں کا کوئی مددگار نہیں اے ہمارے رب بیشک
سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ
ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ ایمان لانے کو پکارتا ہے کہ
اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب
ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا
ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دُور کردے اور
مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ۚ
ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور نہ کریں یا غور و فکر کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان نہ کریں یا مادیات میں پڑکر مادہ پرستی کی طرف مائل ہو جائیں وُہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور جو شخص جتنے دن بھی دوزخ میں رہے گا وہ اتنا ہی رسوا ہوگا۔ جسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالنا چاہے کوئی اس کی مدد کرکے اسے بچا نہیں سکتا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور و فکر کرکے صحیح نتیجوں پر پہنچتے ہیں وُہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں صبح و شام اس کی یاد تازہ رکھتے ہیں وُہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرف پکارنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی اور ہدایت کا راستہ دکھانے کے لیئے پکارا توحید و عبادت کی طرف بلایا تو ہم نے اُس کی پکار سنی اس کی طرف رجوع ہوئے اور ہم ایمان لے آئے۔

یہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے بڑے بڑے گناہ بخش دے چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے جب ہمیں موت آئے: تو نیک بندوں کے ساتھ آئے ہمیں انہی کے ساتھ اُٹھا اور انہی میں شامل رکھ۔

ان آیات سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پھر اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے (اللہ تعالیٰ کی) یاد زبان و دل سے جاری رکھنی چاہیئے۔ اور اُسی سے دُعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔ ہمارے گناہ بخش دے برائیوں کو دُور کردے دنیا سے نیکوکاروں کے ساتھ اُٹھا جو لوگ ہدایت اور نیکی کی طرف دعوت دیتے ہوں خواہ لوگ اُن کی پکار کی طرف کوئی دھیان نہ دیتے ہوں۔ انہیں اللہ تعالیٰ ان کی نیکی کا اجر ضرور دے گا۔

نیکو کاروں کا اجر

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا
ہمارے رب اور ہمیں دے جو تونے ہم سے وعدہ کیا واسطہ تیرے رسول اور نہ
تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾
ہمیں رسوا کر دن قیامت تو بیشک نہیں خلاف کرتا وعدہ
فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ
پھر قبول کیا ان کی دعا کو ان کا رب میں نہیں ضائع کرتا محنت
عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ
محنت کرنیوالا تم میں اسے سے مرد اور عورت تم میں سے بعض
مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا
سے بعض پھر وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور نکالے گئے
مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا
سے ان کا گھر اور ستائے گئے میں میری راہ اور لڑے
وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ
اور مارے گئے البتہ میں دور کردونگا ان سے ان کی برائیاں اور انہیں داخل
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا
کرونگا جنت بہتی ہیں سے اس کے نیچے نہریں بدلہ
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾
سے نزدیک اللہ اور اللہ نزدیک اچھا بدلہ

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا
اے ہمارے رب اب ہمیں دے جو تونے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ
تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾
کیا اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ کیخلاف نہیں کرتا
فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ
پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی کہ میں ضائع نہیں کرتا تم میں سے کسی
عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ
محنت کرنیوالے کی محنت مرد ہو یا عورت تم آپس میں
مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا
ایک ہو پھر وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے
مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا
اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے
وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ
البتہ میں ان سے ان کی برائیاں دور کروں گا۔ اور انہیں باغوں
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا
میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ اللہ کے
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾
ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے

غور و فکر کرنے والے لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ پیغمبروں کی زبانی تونے جو ہم سے دنیا میں کافروں پر غلبے اور آخرت میں جنت کے ٹھکانے کے وعدے کیے وہ پورے کر یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ کسی شخص کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ جو شخص جو کام کرے گا۔ اُسے اس کا پھل مل کر رہے گا۔ عورت ہو یا مرد تم میں سے ہر ایک کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا۔ عزیز و اقربا چھوڑے۔ مال و متاع لُٹایا۔ دشمنوں نے انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ وہ میرے راستہ میں لڑے اور لڑ کر جان دے دی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام گناہ معاف کیے گئے جنت اُن کا انتظار کر رہی ہے۔ اعمال اور محنت کا اچھے سے اچھا بدلہ اللہ ہی کے ہاں ہے۔ اسلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف ہر حالت میں متوجہ رہے جو مانگنا ہو اسی سے مانگے اور جو ہدایت اس نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ انسان کے لیے بھیجی ہے۔ اس پر بے چون و چرا عمل کرے۔

کفار کی خوشحالی

لَا يَغُرَّنَّكَ ۔ تَقَلُّبُ ۔ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾
نہ تجھے دھوکہ دے ۔ چلنا پھرنا ۔ لوگ ۔ کفار ۔ میں ۔ شہر
مَتَاعٌ ۔ قَلِيلٌ ۔ ثُمَّ ۔ مَأْوَاهُمْ ۔ جَهَنَّمُ ۔ وَبِئْسَ
فائدہ ۔ تھوڑا ۔ پھر ۔ اُن کا ٹھکانہ ۔ دوزخ ۔ اور ۔ بُرا
الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لَكِنِ ۔ الَّذِينَ ۔ اتَّقَوْا ۔ رَبَّهُمْ ۔ لَهُمْ
ٹھکانہ ۔ لیکن ۔ جو لوگ ۔ ڈرتے رہے ۔ ان کا رب ۔ ان کیلئے
جَنَّاتٌ ۔ تَجْرِي ۔ مِنْ ۔ تَحْتِهَا ۔ الْأَنْهَارُ ۔ خَالِدِينَ
باغ ۔ بہتی ہیں ۔ سے ۔ ان کے نیچے ۔ نہریں ۔ ہمیشہ رہینگے
فِيهَا ۔ نُزُلًا ۔ مِنْ ۔ عِنْدِ ۔ اللَّهِ ۔ وَ ۔ مَا ۔ عِنْدَ
ان میں ۔ مہمانی ۔ سے ۔ اللہ کے ۔ ہاں ۔ اور ۔ جو ۔ نزدیک
اللَّهِ ۔ خَيْرٌ ۔ لِلْأَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾
اللہ ۔ بہتر ۔ نیک بختوں کے واسطے

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾
تجھے کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا دھوکہ نہ دے
مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ
تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور
الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ
وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے
جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ
فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِنْدَ
رہیں گے ۔ اللہ کے ہاں سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے
اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾
ہاں ہے سو وہ نیک بختوں کیلئے بہتر ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے انجام کا موازنہ فرمایا ہے۔ کفار جائز اور ناجائز طریقوں سے مال اکٹھا کرتے ہیں اور اکڑتے پھرتے ہیں مسلمانوں کو یہ دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ یہ چند روزہ کی بہار ہے۔ اگر کسی شخص کو صرف دو چار دن کے عیش و عشرت کے بعد پھانسی کی سزا سنا دی جائے تو ایسا عیش کس کام کا، عیش حقیقی تو وہ ہے کہ تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کے لئے آرام حاصل کیا جائے۔ اس عیش دوام کامیابی کا اس چند روزہ بہار سے مقابلہ کرو۔ تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ بہتر ہے یا وہ۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔ انہیں اُن کے اعمال کے بدلے جنت میں ٹھکانہ ملے گا۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ یعنی انہیں اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں کرنی پڑے گی بلکہ عزت و احترام سے بیٹھے بٹھائے انہیں ہر چیز تیار ملے گی ایسے نیک بختوں کا اجر و ثواب جو اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر ہے۔
آج اگرچہ کافر لوگ اور کافر حکومتیں بظاہر ترقی یافتہ نظر آتی ہیں وہ مادی اور معاشی لحاظ سے زیادہ خوش حال دکھائی دیتی ہیں۔ انہیں دنیا کے عیش و آرام میسر ہیں لیکن یہ سب کچھ عارضی ہے۔ انجام کار اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہوگا۔ ہمیں اُن کی خوشحالی اور ترقی دیکھ کر کڑھنا نہ چاہیے۔ جو لوگ اللہ کو اور اس کے مقرر کردہ قوانین کو نہیں مانتے وہ کبھی خودغرضی سے خالی نہیں ہو سکتے بظاہر ہر جگہ چہل پہل ہے لیکن دل میں آپس کے حسد اور دشمنی نے اس قدر گہری جگہ بنالی ہے۔ کہ دن کے آرام کا تو ذکر ہی کیا رات کو بھی چین سے نہیں سو سکتے درحقیقت وہ جان کنی کی سی حالت میں ہیں ایک دوسرے کا خوف وہراس دلوں پر طاری ہے۔ اور تکبر نے ستیاناس کر رکھا ہے۔

اصولِ کامرانی

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ
اور بیشک سے والے کتاب بعض وہ جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ
اور جو اترا تمہاری طرف اور جو اترا اُن کی طرف

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے آیتیں اللہ

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ
مول تھوڑا یہی لوگ جن کے لیے ان کی مزدوری نزدیک

رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾
ان کا رب بیشک اللہ جلد حساب

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ
اے لوگو! ایمان والے صبر کرو اور مضبوط رہو اور

۲۰ ع
رَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾
لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ
خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ
رَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

ان آیات میں ایسے اہل کتاب کا جو متقی اور پرہیزگار ہیں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ایمان لائے جنہوں نے قرآن کو مانا۔ اللہ کے آگے عاجزی اور اخلاص سے سجدہ کرتے رہے۔ جنہوں نے بشارتوں کو نہ چھپایا اور نہ اللہ کے احکام کو بدلا۔ ان لوگوں کے لیئے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ حساب کا دن بہت دُور نہیں بلکہ جلد آنے والا ہے۔ اس روز ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اس سورت کے خاتمہ پر مسلمانوں کو ایک نہایت جامع نصیحت فرما دی گئی ہے۔ یعنی اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو اور دنیا اور آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں سہہ کر بھی فرمانبرداری پر جمے رہو۔ گناہوں کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ دشمن کے مقابلہ میں مضبوط اور ثابت قدم رہو اور استقلال دکھاؤ۔ اسلام کی حفاظت میں لگے رہو۔ دشمن کا ڈٹ کا مقابلہ کرو اور ہر وقت ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہو اگر تم نے یہ کر دیا تو سمجھو کہ تمام برکتیں اور کامیابیاں حاصل کر لیں۔ سورۃ کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ نے چار نصیحتیں فرمائی ہیں۔ اور انہیں فلاح و کامرانی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

(۱) اصْبِرُوْا (صبر کرو) یعنی کامیابی کا پہلا اصول ثابت قدمی ہے۔

(۲) صَابِرُوْا (ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو) اپنے ساتھ دوسروں کو بھی صبر و ثبات کا خوگر بناؤ۔

(۳) رَابِطُوْا (لگے رہو۔ اور باہم متحد ہو جاؤ) باہمی رابطہ اور مضبوط تعلقات کامیابی کا زینہ ہیں۔

(۴) اتَّقُوا اللّٰهَ (اللہ سے ڈرتے رہو) خدا خوفی اور پرہیزگاری کامیابی کا چوتھا اصول ہے۔

سورۂ آلِ عمران پر ایک نظر

سورہ آل عمران کی ابتدا ان الفاظ سے ہوئی کہ اللہ ایک ہے ۔ وہ زندہ ہے ۔ اور سب کی زندگی اسی سے قائم ہے اس نے انسان کی ہدایت کے لیئے الہامی کتابیں نازل کیں ۔ آخر میں قرآن مجید بھیجکر ان کی تکمیل کی ۔ اس نے سچ اور جھوٹ کو جانچنے کے لیئے کسوٹی مقرر کی ۔ قرآن مجید کی کچھ آیتیں اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ ان کو سمجھنا ہر ایک کے لیئے آسان ہے ۔ بعض آیتوں کے معنی ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتے ۔ ہمیں ان سب پر ایمان لانا چاہتے ۔ اور یقین کرنا چاہیئے ۔ کہ ان کے معنی بالکل ٹھیک ہیں ۔ اور یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں ۔

پھر بتایا ہے کہ انسان کا دل بیوی بچوں ۔ سونے چاندی کے ڈھیر اور اپنے مطلب کی چیزوں کو سنبھال کر رکھنے کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے حالانکہ یہ سب آنی جانی چیزیں ہیں ۔ دل فقط اللہ کی رضامندی حاصل کرنے اور آخرت کے حاصل کرنے میں لگانا چاہیئے جنت کا طلبگار رہنا سب سے زیادہ اچھا مقصد ہے اللہ نے اسلام کو عالم انسانی کے لیئے دین مقرر کیا ہے ۔ افسوس ہے کہ کچھ لوگ اس کے ماننے سے جی چراتے ہیں ـــــ اس کے بعد حضرت مریمؑ کی پیدائش اور ان کی پرورش حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ۔ ان کے ذریعہ قوم کی اصلاح کی کوشش اور اُن کے معجزات وغیرہ کا ذکر ہوا ۔ پھر عیسائیوں سے کہا گیا ۔ کہ ان کی تعلیم سے فائدہ اٹھائیں ۔ اور حضرت خاتم النبیینؐ اور اُن کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید کی تابعداری کریں ۔ کیونکہ خود تمہاری کتاب ان کی سچائی پر گواہ ہے ۔ ساتھ ہی فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی نہ تھے ۔ بلکہ مُسلم تھے ۔

اس کے بعد یہود و نصاریٰ کو ایک بہت مفید پیغام دیا گیا کہ ایک دوسرے کی غلامی چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اکٹھے ہو کر جھک جائیں اگر وہ اس پیغام کو نہ مانیں مسلمان اس کو گرہ میں باندھ لیں اور ان اصولوں کو اتفاق کے ساتھ مضبوط پکڑ لیں ۔ آپس میں لڑنا جھگڑنا چھوڑ دیں یوں وہ ساری اُمتوں سے بہترین اُمت بن جائیں گے ۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ برائیوں سے بچنے لگیں گے اور نیک کام اختیار کرنے لگیں گے ۔

پھر مسلمانوں کو جنگِ بدر کی طرف توجہ دلائی کہ اس میں ان کی کامیابی خدا کی شان کا ایک زبردست کرشمہ تھی اللہ کی مدد کے بغیر اس میں کامیابی ناممکن تھی ۔ اس کے بعد سود کی ممانعت اور اس سے بچنے کا حکم دیا ہے ۔ سود سے بچنے کا حکم غالباً اس وجہ سے آیا ہے کہ جیسے اس جنگ میں کامیابی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا ۔ اسی طرح سود کے چھوڑ دینے سے فائدہ پہنچے گا ۔ اور تمام انسان تباہی سے بچ جائیں گے ۔

اس کے بعد جنگِ اُحد کا ذکر ہے ۔ اس میں جو کچھ نقصان ہوا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پورے طور پر نہیں مانا گیا ۔ منافقوں کے طرزِ عمل کی برائی کی گئی ۔ جو انہوں نے اس جنگ میں اختیار کیا اور یوں اسلام اور مسلمانوں کے نقصان کا موجب ہوا ۔

اس کے بعد مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ یہود و نصاریٰ کا طریق زندگی غلط اور قابل اعتراض ہے وہ اس کی پیروی نہ کریں ان کی طرف سے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچیں گی ۔ ان کو صبر سے برداشت کر کے اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے ۔ اور اپنی التجا اور دعا کا اظہار اللہ بزرگ و برتر کی درگاہ میں پیش کر کے اس سے مدد مانگنی چاہیئے ۔ اس کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ بتایا اور سمجھایا کہ کافروں کی ظاہر خوشحالی سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے ۔ آخر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔ ہاں جو اہل کتاب ایمان لائیں گے ۔ اور نیک کام کریں گے ان کو اجر ملے گا آخر میں مسلمانوں کو نصیحت ہے کہ صبر کرو دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹے رہو ۔ اور ان کے مقابلہ کی تیاری میں لگے رہو ۔ اللہ سے ڈرو ۔ اسی میں تمہاری فلاح و کامیابی ہے ۔

سُورۃ النساء کا خلاصہ

اس سورت میں خاص طور پر مرد و عورت کے باہمی تعلقات کا بیان ہے کہ ان کا ایک دُوسرے پر کیا حق ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ کیسا برتاؤ ہونا چاہیئے۔ سماجی خرابیوں کو کیسے دُور کیا جا سکتا ہے مل جُل کر رہنے کا اچھا طریقہ کونسا ہے۔ اور ایک دُوسرے سے مل جل کر رہنے میں کیا کیا فائدے ہیں۔

مرد و عورت دونوں انسان ہونے میں یکساں ہیں کیونکہ دونوں کی اصل ایک ہے۔ یتیموں کا خاص طور پر خیال رکھو اور یتیم لڑکیوں کو نقصان پہنچا کر اپنے فائدے کے لئے شادی نہ کرو۔ عام عورتوں کے ساتھ دو دو تین تین چار چار سے بیک وقت شادی کر سکتے ہو بشرطیکہ عدل کرو اور کسی کا حق نہ دباؤ۔ اور جب تم ٹھیک عورتوں کے حقوق سمجھ جاؤ گے تو یتیموں کے رشتہ کرنے میں خود عقل اور انصاف کرنے لگو گے۔

اس کے بعد میراث کی تقسیم کا مفصل قانون بیان کیا گیا ہے۔ پھر مردوں اور عورتوں کی نامناسب حرکتوں کی سزا مقرر کی ہے۔ توبہ کا وقت اور طریقہ کھول کر بیان کیا ہے۔ پھر ان عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ اس وقت ایک طبقہ لونڈی غلام کا بھی تھا ان کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ ایک دُوسرے کا مال چھین جھپٹ کر مت لو۔ ہاں رضامندی کے ساتھ تجارت کے طریقے سے لین دین جائز ہے۔ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ انسان قوتوں اور قابلیتوں میں ایک دُوسرے سے بڑا اختلاف رکھتے ہیں میل جول اسی صُورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ ہر ایک اپنی قابلیتوں کی حد سمجھے اور اسی کے اندر رہ کر کام کرے۔ مرد اور عورت میں تو بہت ہی کھلا ہُوا فرق ہے اس لئے انہیں کبھی ایک دُوسرے کی ریس نہیں کرنی چاہیئے۔ اپنی حد کے اندر رہ کر جو بھی کوئی کام کرے گا اس کا پھل اسے ضرور ملے گا اور وُہ کامیاب ہو گا۔ اتنا سمجھنے کے بعد میاں بیوی کے تعلقات کبھی خراب ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر مرد کا رویہ بالکل درست ہو اور پھر بھی عورت ستانا شروع کر دے یا اس کا الٹ ہو تو زیادتی کرنے والے کا ٹھیک کرنا کسی نہ کسی طرح ضروری ہو جاتا ہے۔

اس سورت میں دو قانون نہایت اہم دیئے گئے ہیں۔ جن پر انسان کی بھلائی اور بہتری کا دار و مدار ہے (۱) جو شخص جس کام کا اہل ہو یعنی اس کو بہت ہی اچھی طرح کر سکتا ہو۔ وُہ اسے ملنا چاہیئے۔ اسی طرح ہر چیز اس کے مستحق کو ملنی چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ مستحق تو محروم رہ جائے اور نا اہل اس پر قبضہ کر بیٹھے یہ سماج کی درستی کی کنجی ہے (۲) اللہ اور رسُول کا کہا مانو۔ اور تم میں سے جو شخص کسی کام میں خوب ماہر ہو اس کی اس کام میں پیروی کرو اور اس کی ہدایات پر عمل کرو اور اگر باہم اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسُول کے ارشادات میں فیصلہ تلاش کرو۔ یہ قوانین انتظامِ حکومت کی جان ہیں۔

اسکے بعد منافقوں کا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے کہ وُہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر راضی نہیں ہوتے اور دُوسرے لوگوں پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔

پھر جہاد کی تیاری کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ کمزور مسلمانوں کو ظالم بے دینوں کے ظلم سے رہائی دلانا ضروری ہے۔ اس میں بھی منافقوں کے رویہ کی بُرائی کی گئی ہے۔ یہ لوگ اپنے ذاتی نفع کے سوا کچھ نہیں دیکھتے کسی مُسلمان کو جان بُوجھ کر قتل کرنا سخت جُرم ہے۔ جس کی سزا اللہ کا غضب اور جہنم ہے۔ اگر کوئی بھول چوک یا غلطی کی وجہ سے کسی مومن کو قتل کر دے۔ تو اس کے لئے اسے کفارہ دینا چاہیئے۔

سفر اور خوف کی نماز کا بیان ہے کہ جس وقت دُشمنوں کے حملہ کا خوف ہو اور نماز کا وقت آجائے تو نماز کِس طرح ادا کرنی چاہیئے اس کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد شرک کا بیان ہے کہ شرک ایک نا قابلِ معافی جُرم ہے۔ جماعت کے ساتھ رہو آپس کی ملاقاتوں میں میل ملاپ اصلاح کے طریقوں اور نیک عمل کے رواج دینے کی باتیں کیا کرو حضرت عیسٰیؑ کی بابت صحیح اور نیک عقیدہ رکھو۔ آخر میں میراث کے باقی قاعدے بیان کر کے سورت ختم ہے

سُوْرَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ (٤)

اٰيَاتُهَا ١٧٦ رُكُوْعَاتُهَا ٢٤

انسان کی پیدائش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَ

اے لوگو ڈرو رب اپنے سے جس نے پیدا کیا

كُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا

تم کو سے جان ایک اور پیدا کیا اسی سے

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ

جوڑا اس کا اور پھیلایا ان دونوں سے مرد بہت اور

نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ

عورتیں اور ڈرو اللہ سے وہ کہ سوال کرتے ہو جس کے واسطے

وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

اور قرابتوں سے بیشک اللہ ہے تم پر نگہبان۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

اے لوگو اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں پیدا کیا ایک

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا

جان سے اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ

دونوں سے جیسے بہت مرد اور عورتیں اور

نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ

اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے آپس میں سوال کرتے ہو،

وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

قرابت والوں کا خیال رکھو بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

نفس: (جان، شخص، مادہ) جس سے کوئی اور چیز بنائی جائے۔ یہاں اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو نکالا۔ اور اس جوڑے سے باقی تمام انسان پیدا کئے گئے۔

زوجٌ: (جوڑا) جب کوئی چیز کسی اور چیز سے مل کر پوری ہو اور اس کے بغیر ادھوری رہے تو ان دونوں چیزوں کو ایک دوسرے کا جوڑا کہتے ہیں۔

ارحامٌ: رحم کی جمع ہے اس کے معنی مہربانی اور قرابت دونوں ہیں۔ یہاں قرابت مراد ہے۔ صلہ رحمی کی ترکیب اسی سے نکلی ہے۔

اس آیت میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے کہ تمام انسان ایک ہی نفس سے بنائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر حضرت حوا کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت مرد سے کسی قدر کمزور ہے۔ پھر اللہ نے انہی دو مرد و عورت سے بے شمار جوڑے دنیا میں پھیلائے۔ اور وہی ان کا پالنے والا اور ضرورت کی چیزیں دینے والا ہے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ہر بات میں ہر وقت اس کی مرضی اور اس کے حکموں کا خیال رکھیں اور اس کی ناراضگی سے بچیں۔ یوں تو ہر ایک آپس میں معاملہ کرتے وقت اللہ ہی کا واسطہ دیتا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ دل میں اس کی ناراضگی کا ڈر بیٹھ جائے اور نافرمانی نہ ہونے پائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب سب انسان ایک ہی مرد و عورت کی اولاد ہیں تو ان کا آپس میں رشتہ بہت گہرا ہے اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ ایک سے دوسرے کو کوئی نقصان نہ پہنچے بلکہ آپس میں ہمدردی اور ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیئے۔ بُرے کاموں سے بچنے کی ہدایت، آڑے وقت پر کام آنا جان و مال سے بوقت ضرورت خبر گیری کرنا آپس میں تسلی دلاسا دیتے رہنا یہ سب کام کرنے لازم ہیں۔ قریب کے رشتہ داروں کا اور بھی زیادہ خیال رکھنا چاہیئے اس کو بھی نہ بھولنا چاہیئے۔ کہ رشتہ داروں کے علاوہ ہمارا انسانی رشتہ رُوئے زمین کے تمام انسانوں سے بھی ہے جب بھی موقعہ آئے ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک لازم ہے۔

یتیموں کا مال

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا
اور دو یتیموں کو مال ان کا اور نہ بدلو
الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ
بُرے کو ساتھ اچھے کے اور نہ کھاؤ مال ان کا
اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ②
گڈمڈ کرکے مال اپنے سے بیشک یہ ہے وبال بڑا۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا
اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور مت بدلو بُرے
الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ
مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کا اپنے مال
اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ②
کے ساتھ بے شک یہ بڑا وبال ہے۔

یتٰمیٰ: (یتیم کی جمع ہے) ایسا بچہ یا بچی جو ماں باپ کے سایہ سے محروم ہو۔ خصوصًا وہ جس کا باپ فوت ہوگیا ہو۔

خَبِیْثٌ: (بُرا) خبث۔ خباثت وغیرہ اسی مادہ کے لفظ ہیں۔ اس کے معنیٰ ہیں گندہ۔ ناپاک اور بُرا یعنی وہ جو پاکیزہ صاف ستھرا اور خالص نہ ہو۔

حُوْبًا: (وبال) ایسے گناہ اور وبال کو کہا جاتا ہے جس کا انجام مصیبت اور تکلیف ہو۔

اس سورۃ کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں خصوصیت سے عورتوں کے مسائل اور ان کے حقوق و فرائض کا ذکر ہوگا چنانچہ ابتدائی آیات میں ہی پہلے تو یہ واضح کیا گیا کہ عورت و مرد کی پیدائش ایک ہی وجود سے ہوتی ہے لہٰذا اصل معیارِ فضیلت تقویٰ اور پرہیزگاری کو سمجھنا چاہیئے اور صلہ رحمی سے پیش آنا چاہیئے۔

اب سُورۃ کی دُوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ ایسا کرنا گویا پاک اور ناپاک کو ملا لینا ہے۔ اگر کوئی شخص یتیم کے مال کا ناجائز استعمال کرتا ہے تو گویا اپنی حلال اور پاکیزہ کمائی کو بھی ساتھ ہی حرام اور گندہ کر رہا ہے۔ جیسے کوئی شخص بھرے گلاس میں پیشاب کے چند قطرے ڈال کر اسے ناپاک کر لیتا ہے۔ ایسے ہی یتیم کا معمُولی سا مال کھا کر وُہ زندگی بھر کی کمائی حرام کر لیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فرما دیا۔ اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لینا کہ یتیموں کے سِوا دُوسروں کا مال تم پر حلال ہے۔ اور اس کی سزا کچھ نہ ہوگی نہیں۔ دُوسرے کا مال بھی تم پر جائز نہیں۔ خواہ وُہ غیر کوئی ہو۔ اس جُرم کو حُوْبًا کَبِیْرًا (بڑا وبال) کہہ کر گناہ اور جرم کی حقیقت بالکل واضح فرما دی۔ تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ رہے۔

پہلے قرابت داروں کے ساتھ صِلہ رحمی کی تاکید تھی۔ پھر یتامیٰ کے حُسنِ معاملہ کا حُکم ہُوا۔ آخر میں تمام نوعِ انسانی کے ساتھ معاملات کی درستی کی تاکید موجود ہے۔ یہ ہے اسلام کی رُوح۔

تعدّدِ ازدواج

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی
اور اگر ڈرو تم کہ نہ انصاف کرسکو گے بارے میں یتیموں کے
فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی
تو نکاح کرلو جو اچھی لگیں تم کو سے عورتوں دو دو
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو تم کہ نہ انصاف کرو گے
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ
تو ایک یا جو قبضہ میں ہو دائیں ہاتھ تمہارے کے یہ
اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿٣﴾
قریب ہے اسکے کہ نہ جھکو ایک طرف۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی
اور اگر تم ڈرو کہ انصاف نہ کرسکو گے یتیموں کے حق میں تو
فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی
نکاح کرلو ان سے جو عورتیں تمہیں پسند آئیں دو دو اور
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
تین تین یا چار چار پس اگر ڈرو کہ نہ انصاف کرسکو گے
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ
تو ایک یا جن پر قبضہ ہو تمہارے دائیں ہاتھ کا اسمیں امید ہے کہ تم
اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿٣﴾
ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

اَیْمَانُ: (یمین کی جمع ہے) یہاں اس سے مُراد دایاں ہاتھ ہے۔ آدمی جس چیز کو پکڑتا ہے اکثر دائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ اس لئے کسی
چیز پر پُورا قبضہ ظاہر کرنے کے لئے عربی محاورہ میں کہتے ہیں کہ اس کا دایاں ہاتھ اس چیز کا مالک ہے یعنی وُہ اس کی پوری اور مضبوط گرفت
میں ہے مثلاً کنیز اور غلام وغیرہ۔
آیت کے اس حصہ میں یتیموں کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے کیونکہ ان کا پُوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ وُہ بآسانی ہر ایک کے ظلم کا
شکار ہو سکتے ہیں۔ یتیم لڑکیوں سے اگر نکاح کرو تو یہ شادی خواہش لالچ اور مال پر قبضہ کرنے کی نیّت سے نہ ہونی چاہیئے بلکہ فقط اُن کے نفع اور
فائدے کے خیال سے ہونی چاہیئے۔ اور اگر ان اخلاق سے گری ہُوئی باتوں سے بچنا دشوار ہو تو یتیم لڑکیوں کو اُن کے حال پر رہنے دو اور کسی اور
عورت سے شادی کرلو۔ اور جی چاہے تو دو تین چار تک سے کرلو۔ لیکن اس صُورت میں عدل کا بہت زیادہ خیال رکھنا پڑے گا۔ اگر عدل نہ کر سکو تو
پھر ایک ہی پر بس کر دو یا تمہارے ہاں کوئی کنیز ہو تو اس پر ہی صبر کرو۔ یہ انصاف کے زیادہ قریب ہے۔
اس آیت کے سِلسلہ میں دو تین باتوں کا خاص طور پر سمجھ لینا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ یتیم بچیّوں سے اگر عدمِ انصاف کا خطرہ ہو تو
اُن سے نکاح نہ کرو۔ بلکہ دُوسری عورتوں سے ایک کی بجائے چار تک نکاح کر سکتے ہو۔ دُوسرے یہ کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی بنیادی
شرط یہ ہے کہ بیویوں کے درمیان انصاف قائم رکھ سکو (جو انتہائی دشوار اور محال امر ہے جیسا کہ خود اسی سُورۃ میں دُوسری جگہ مذکور ہے)
تیسرے یہ کہ اگر بیویوں کے درمیان انصاف اور برابری قائم نہ رکھ سکنے کا ڈر ہو تو پھر کنیز پر ہی اکتفا کرو۔
اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ایک سے زیادہ نکاح کھُلا اور عام نہیں بلکہ انصاف کی شرط سے وابستہ ہے۔

حقِ مہر

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن

اور دے دو عورتیں ان کے مہر خوشی سے پھر اگر

طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ

وہ چھوڑ دیں تمہارے لئے سے کچھ اس میں سے اپنی خوشی سے تو اسے کھاؤ

هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴿۴﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ

رچتا پچتا۔ اور مت پکڑاؤ بے عقل اپنے مال

الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ

جو بنایا اللہ تمہارے لئے گزران، اور کھلاتے رہو اس

فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۵﴾

میں سے اور پہناتے رہو اور کہو ان سے بات معقول۔

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو۔ پھر اگر وہ

طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ

اس میں سے تمہیں اپنی خوشی سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوق و شوق

هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴿۴﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ

سے کھاؤ۔ اور بیوقوفوں کو مت پکڑا دو اپنے وہ مال

الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ

جنہیں اللہ نے تمہارے گزران کا سبب بنایا ہے اور انہیں اس میں سے

فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۵﴾

کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہو۔

صَدُقَاتِهِنَّ (ان کے مہر) صدقات کا واحد صدقہ ہے۔ جو خیرات اور زکوٰۃ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں صدقہ سے مُراد بیوی کے حق مہر کے معنوں میں آیا ہے۔

نکاح اور بیویوں کے بارے میں مزید احکام ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ جن عورتوں سے نکاح کرو ان کے مہر خوشی سے خود ہی ادا کر دو۔ خواہ کوئی تقاضا کر کے وصُول کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ گویا اگر تم ایسا کرو تو پھر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حرج تو اسی صُورت میں ہے جب ان کے مہر دینے یا ان کے کسی حق کے ادا کرنے میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

اگر عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ مقدار خاوند کو معاف کر دے یا وصُول کر کے پھر خاوند کو ہی واپس کر دے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ خاوند اُسے خوشی سے لے سکتا ہے۔ بیوی اپنے خاوند کو پورا مہر بھی معاف کر سکتی ہے۔

هَنِيئًا مَّرِيئًا (رچتا پچتا) جو کھانا لذیذ ہو اور طبیعت خوشی کے ساتھ اُسے قبول کرے۔ اسے هنیءً کہتے ہیں اور مریئًا اس کھانے کو کہتے ہیں۔ جو ہضم ہو کر بدن کا جزو اور صحت و قوت کا سبب بن جائے۔

چھوٹے بچوں کے بارے میں جس میں یتیم سب سے پہلے آتے ہیں۔ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک وہ بے سمجھ ہیں ان کا مال ان کے حوالے نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے سامانِ معیشت بنایا ہے بلکہ ان کے مال کی پوری طرح حفاظت کرو اور خرد بُرد ہونے سے بچاؤ۔ جب تک ان بچوں کو نفع و نقصان کی تمیز نہ آ جائے۔ اور وُہ اپنا بُرا بھلا نہ سمجھ سکیں اس وقت تک انہیں اس مال میں سے کھلاؤ پہناؤ اور انہیں تسلی دیتے رہو کہ یہ سب مال تمہارا ہی ہے اور ہم صرف تمہاری خیر خواہی کے لئے اس کی حفاظت کرتے ہیں جب سمجھدار ہو جاؤ گے تو یہ مال تمہارے حوالے کر دیں گے۔

یتیموں اور عورتوں کے بارے میں ان احکام پر ہمیں غور و فکر کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیئے کہ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ کھلانا پلانا ہی نہیں۔ بلکہ معقول بات بھی نیکی میں داخل ہے۔

یتیموں کی تربیت

وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ
اور نگرانی کرتے رہو یتیم جب تک کہ پہنچیں نکاح
فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ
پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری توحوالہ کردو ان کو
اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا
ان کے مال اور نہ کھاؤ مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے
اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ
پہلے کہ یہ بڑے ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو تو بچتا رہے
وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ
اور جو ہو محتاج تو کھائے دستور کے موافق
فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا
پھر جب تم حوالہ کردو ان کو ان کے مال تو گواہ کر لو
عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۶﴾
اس پر اور کافی اللہ حساب لینے والا۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ
اور یتیموں کی نگرانی کرتے رہو۔ جب تک کہ نکاح کی عمر کو نہ پہنچیں
فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ
پھر اگر ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو اور
اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا
یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ اور نہ حاجت سے
اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ
پہلے کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو تو یتیم کے مال سے بچا رہے
وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ
اور جو کوئی محتاج ہو تو دستور کے موافق کھائے پھر جب
فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا
ان کو ان کے مال حوالے کر دو اس پر گواہ کر لو اور
عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۶﴾
اللہ حساب لینے کو کافی ہے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ یتیموں کی پرورش اور تربیت کرتے رہو۔ اور سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے وقتاً فوقتاً ان کی عقل اور سمجھ آزماتے رہو۔ پھر جب وُہ بالغ ہو جائیں اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکیں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ اگر بالغ ہو کر بھی ان میں اتنی سمجھ پیدا نہ ہو۔ تو امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ پچیس برس کی عمر تک انتظار کرو۔ اس درمیان میں جب اُسے عقل اور سمجھ آجائے تو مال اس کے حوالے کر دو۔ ورنہ پچیس سال کی عمر کے بعد ہر حال میں اُس کا مال اُسے دے دو۔

یتیم کا مال ضرورت سے زیادہ صرف کرنا منع ہے۔ اور اس بات سے ڈر کر کہ یتیم بالغ ہو کر اپنا مال ہم سے لے لے گا۔ جلد جلد خرچ کر کے ختم نہ کر ڈالو۔ ولی کو چاہیئے کہ یتیم کا مال اپنے خرچ میں نہ لائے اور اگر یتیم کی پرورش کرنیوالا خود محتاج ہو۔ تو اپنی خدمات کے موافق یتیم کے مال سے کچھ لے سکتا ہے۔

جب کسی بچہ کا باپ مر جائے تو ضروری ہے کہ چند مسلمانوں کے روبرو یتیم کے مال کی تفصیل لکھ کر امانتدار کے حوالے کر دی جائے۔ اور جب یتیم بالغ ہو جائے تو اسی تحریر کے مطابق اس کا مال اسے واپس دلایا جائے اور جو کچھ خرچ ہوا ہو اس کی تفصیل یتیم کو سمجھا دی جائے نیز مال کی واپسی بھی گواہوں کے سامنے ہی ہونی چاہیئے تاکہ آئندہ اگر اختلاف اُٹھ کھڑا ہو تو گواہ اس کے تصفیہ میں مدد دے سکیں اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حفاظت کرنیوالا ہے اور حساب خوب سمجھتا ہے۔ خدا کے حساب یا گواہی کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف لوگوں کی سہولت کے لئے مقرر فرمائی گئی ہیں۔

میراث اور ترکہ کے حصّہ دار

لِلرِّجَالِ۔ نَصِيبٌ۔ مِّمَّا۔ تَرَكَ۔ الْوَالِدَانِ۔ وَ
مردوں کا حصّہ جو چھوڑ دیں ماں باپ اور
الْأَقْرَبُونَ۔ وَلِلنِّسَاءِ۔ نَصِيبٌ۔ مِّمَّا۔ تَرَكَ
قرابت والے اور عورتوں کا حصّہ اس میں جو چھوڑ دیں
الْوَالِدَانِ۔ وَالْأَقْرَبُونَ۔ مِمَّا۔ قَلَّ۔ مِنْهُ۔ أَوْ
ماں باپ اور قرابت والے اس میں تھوڑا اس میں یا
كَثُرَ۔ نَصِيبًا۔ مَّفْرُوضًا ﴿۷﴾
بہت حصّہ مقرر کیا ہُوا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ
مردوں کا بھی حصّہ ہے اس میں جو ماں باپ چھوڑ دیں اور قرابت
الْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ
والے اور عورتوں کا بھی حصّہ ہے اس میں جو ماں باپ اور
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ
قرابت والے چھوڑ دیں۔ تھوڑا ہو یا بہت ہو
كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿۷﴾
حصّہ مقرر کیا ہُوا ہے۔

پہلی آیات میں یتیم بچّوں کے حقوق اور مراعات کا بیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی انتہائی جزوی باتوں کو بھی واضح کر دیا مثلاً یتیم بچیوں کا مہر باقاعدہ ادا کیا جائے ان کی تربیت اور پرورش کا خاص اہتمام کیا جائے نکاح کی عمر پہنچنے تک یتیم بچّوں کی پوری نگرانی کی جائے۔ ان کا روپیہ خُرد بُرد نہ کیا جائے ان کی بلوغت کے ڈر سے جلد جلد ختم نہ کیا جائے۔ اور جب ان کے عاقل بالغ ہونے پر روپیہ واپس کرنا ہو تو باقاعدہ گواہوں کے رُوبرو یہ کام ہو۔

رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہ رواج تھا کہ بیٹیاں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی میراث میں سے حصّہ نہیں پا سکتی تھیں اور نابالغ بیٹوں کو بھی میراث نہیں ملتی تھی صرف وہی بیٹے جو بڑے ہوتے تھے اور دشمنوں کے ساتھ لڑنے کے کام آتے تھے وارث سمجھے جاتے تھے اس وجہ سے یتیم بچّوں کو میراث سے کچھ حصّہ نہ ملتا تھا۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہُوئی ارشاد ہُوا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے ترکہ میں سے بیٹوں کو خواہ وہ بچے ہوں یا جوان حصّہ ملے گا۔ اور بیٹیوں کو بھی خواہ بالغ ہوں یا نابالغ حصّہ دیا جائے گا۔ اس آیت سے جاہلیت کی رسموں کا خاتمہ ہو گیا اور یتیموں کے حقوق کی حفاظت کر کے ان کی حق تلفی کو روک دیا گیا۔ ترکہ میں مختلف حصّہ داروں کے حقوق کے تعین کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی۔

اسلام کا قانونِ وراثت دُنیا کے اندر ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ دُنیا کے اکثر ممالک میں ورثے اور ترکے کے حقدار لڑکے سمجھے جاتے ہیں۔ لڑکیوں کا کوئی حصّہ نہیں دیا جاتا۔ بعض جگہ لڑکوں میں بھی صرف بڑے اور بالغ کو وارث۔ جانشین اور حق دار تصور کیا جاتا ہے۔ اسلام نے عدل و انصاف کا کامل نمونہ پیش کرتے ہُوئے لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی اور دُوسرے وارث مردوں کی طرح عورتوں کو بھی جائز حصّہ دار قرار دیا۔

عدل و مساوات کے اس دور میں غیر مسلم بھی اسلام کے اس قانون کو ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

تقسیم میراث میں نرمی

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ
اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور
الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
یتیم اور محتاج انہیں کچھ دو اس میں سے
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٨﴾
اور کہہ دو انہیں بات معقول۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ
اور جب حاضر (موجود) ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور
الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
یتیم اور محتاج تو انہیں اس میں سے کچھ دے دو
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٨﴾
اور انہیں معقول بات کہو۔

اُولُوا الْقُرْبٰى: (قرابت والے) نزدیکی رشتہ دار کو اولوالقربیٰ اور قرابت دار کہتے ہیں۔ "اولو" کے معنی ہیں "والا" اور "القربیٰ" کے معنی ہیں "نزدیکی اور قرابت"۔

فَارْزُقُوْهُمْ: (انہیں کچھ دے دو) اس کا مادہ "رزق" ہے۔ اردو میں صرف کھانے پینے کی چیزوں کو رزق کہا جاتا ہے۔ عربی میں
ہر عطیہ کو رزق کہا جاتا ہے۔

قَوْلًا مَّعْرُوْفًا: (معقول بات) معروف لفظ "عرف" سے ہے۔ عرفان، عارف وغیرہ اسی مادہ سے نکلے ہیں۔ جانی پہچانی پسندیدہ
اور معقول بات کو معروف کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسی درست بات ہو جو قبولِ عام کی سند حاصل کر چکی ہو۔

ترکہ تقسیم کرتے وقت اگر برادری اور کنبہ کے دیگر لوگ بھی جمع ہوں۔ تو ان میں سے ان رشتہ داروں کو جنہیں میراث میں سے
کوئی حصہ نہیں پہنچتا۔ یا جو یتیم اور حاجت مند وہاں حاضر ہوں انہیں کچھ کھلا پلا کر رخصت کرنا چاہیئے اور اگر ترکہ میں سے کوئی چیز
انہیں دے بھی دی جائے۔ تو یہ عین حسنِ سلوک ہوگا۔ البتہ اگر میراث کے مال میں سے ایسے لوگوں کو کچھ کھلانے یا دینے کا موقع نہ ہو مثال
کے طور پر اگر وہ یتیموں کا مال ہو اور میت نے ان لوگوں کو کچھ دینے کی وصیت نہ کی ہو۔ تو انہیں اچھی بات کہہ کر رخصت کر دینا چاہیئے یعنی
بڑی نرمی سے یہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ یہ مال یتیموں کا ہے۔ اور میت نے بھی کوئی وصیت نہیں کی اس لئے ہم مجبور ہیں۔

سورہ کے شروع میں فرمایا کہ تمام رشتہ دار اور عزیز و اقربا کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ نیز یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی
رعایت کرو۔ اس لئے ان لوگوں کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیئے۔ اور اگر کسی وجہ سے ان کا کوئی حصہ نہ ہو تو کم از کم حسنِ سلوک سے ضرور پیش آنا
چاہیئے۔

اسلام نے تالیفِ قلوب کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ یہاں تو اعزا و اقربا کے ساتھ یتامیٰ اور مساکین کا ذکر ہے۔ دوسرے
مواقع پر مہمان، مسافر اور ہمسایوں کے حقوق کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

جب انسان کچھ دینے کے قابل نہ ہو یا حالات نے اسے ہاتھ روکنے پر مجبور کر دیا ہو تو اس صورت میں بات میں نرمی اور گفتگو میں معقولیت اختیار کرنے کو کہا

یتیم کو اپنی اولاد پر قیاس کرو

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ
اور چاہیئے کہ وہ ڈریں لوگ اگر چھوڑیں سے اپنے پیچھے
ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ
اولاد ضعیف اندیشہ کریں ان پر چاہیئے کہ ڈریں اللہ
وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ
اور کہیں بات سیدھی کہ جو لوگ
يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ
کھاتے ہیں مال یتیم ناحق بیشک بھر رہے ہیں
فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ⑩
میں ان کے پیٹ آگ اور عنقریب داخل ہوں گے آگ۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ
اور چاہیئے کہ وہ لوگ ڈریں کہ اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑیں
ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ
تو ان پر اندیشہ کریں چاہیئے کہ اللہ سے ڈریں اور
وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ
سیدھی بات کہیں۔ جو لوگ یتیموں کا
يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ
مال ناحق کھاتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ
فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ⑩ ع ۱۲
ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے۔

بظاہر یہ حکم یتیموں کے ولی اور سرپرستوں کے لئے معلوم ہوتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو ان کے علاوہ دوسروں پر بھی اس حکم کا اطلاق ہوتا ہے۔

جس طرح تم میں سے ہر شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ مرنے کے بعد کہیں اس کی اولاد کے ساتھ سختی اور برائی سے معاملہ نہ کیا جائے ایسے ہی تمہیں دوسروں کی یتیم اولاد کے ساتھ سختی برتنے سے پرہیز کرنا چاہیئے جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہارے مرنے کے بعد تمہاری اولاد کے ساتھ لوگ شفقت و مہربانی سے پیش آئیں اسی طرح تم یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، مہربانی اور شفقت سے پیش آؤ۔ ایسا کرو گے تو تمہیں اپنی اولاد کے بارے میں اطمینان رہے گا۔ اور واقعی دوسرے لوگ تمہارے بچوں کے ساتھ بھی اسی طرح نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے تمہیں چاہیئے کہ اللہ سے ڈرو۔ یتیموں سے سیدھی اور اچھی بات کہو۔ جس سے ان کا دل نہ ٹوٹے اور ان کا نقصان نہ ہو بلکہ ان کی اصلاح ہو۔

گذشتہ آیات میں بھی کئی بار بتایا گیا ہے کہ یتیموں کے مال کو خرچ کرنے کے سلسلے میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے کیونکہ ان کے مال میں خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اب یہاں یتیم کے مال میں خیانت کرنے پر بڑی سخت سزا سنائی گئی ہے کہ جو شخص یتیم کا مال ناحق کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے یعنی یتیم کا مال کھانے کا انجام یہ ہوگا کہ اسے دوزخ میں جھونکا جائے گا۔

یتیم کی بے کسی اور مجبوری کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ وہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ دوسروں کا سہارا ڈھونڈھتا ہے۔ اگر اسے اس نازک حالت میں کوئی ایماندار اور مہربان سرپرست نہ ملے تو اس کا بے راہ رو اور تباہ ہو جانا کچھ بعید نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یتیم کے ساتھ ایمانداری برتو اور مہربانی سے پیش آؤ۔ جو شخص اس بے کس مخلوق کا مال ناحق کھائے گا اسے بہت بڑی سزا مل کر رہے گی۔

مرد و عورت کے حصّوں کا تناسب

يُوۡصِيۡكُمُ اللّٰهُ فِیۡۤ اَوۡلَادِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ
حکم کرتا ہے اللہ میں تمہاری اولاد ایک مرد کا برابر
حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ‌ ۚ فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ
حصہ دو عورتیں پھر اگر ہوں عورتیں زیادہ
اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ‌ ۚ وَاِنۡ
دو توان کے لئے دو تہائی اس سے جو چھوڑا اور اگر
كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ‌ ؕ
ہو ایک تو اس کے لئے آدھا۔

يُوۡصِيۡكُمُ اللّٰهُ فِیۡۤ اَوۡلَادِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ
اللہ تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں حکم کرتا ہے کہ ایک مرد کا
حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ‌ ۚ فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ
حصہ دو عورتوں کے برابر ہے پھر اگر عورتیں دو سے
اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ‌ ۚ وَاِنۡ
زیادہ ہوں توان کے لئے ترکہ کا دو تہائی ہے۔ اور اگر
كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ‌ ؕ
ایک ہو تو اس کے لئے آدھا ہے۔

يُوۡصِيۡكُمُ (تمہیں حکم کرتا ہے) یہ لفظ وصیت سے ہے۔ ہم وصیّت کرنے والے کی اُن ہدایات اور خواہشات کو کہتے ہیں۔ جو وُہ اپنے پیچھے رہ جانے والوں اور وارثوں کے لئے کرتا ہے۔

میّت کے ترکہ کی تقسیم کا مسئلہ اجتماعی زندگی کے اہم ترین مسائل میں سے ہے اور اسکی صحیح تقسیم سے ہی سوسائٹی کی کامیابی وابستہ ہے ترکہ کی تقسیم کا ایک عام اصُول یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ ہر لڑکے کو دوہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا خواہ لڑکا اور لڑکی ایک ایک ہوں یا ایک سے زیادہ ہوں۔

حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ (دو عورتوں کے برابر) بعض شریعتوں کے مطابق ترکہ میں لڑکی کا کوئی حصہ ہی نہیں۔ جاہلیّت کے زمانہ میں بھی ترکہ صرف بالغ مردوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس زیادتی کے خلاف موجودہ زمانہ میں یہ آواز بلند ہُوئی کہ مرد اور عورت کا حصہ مساوی ہونا چاہیئے۔ اسلامی قانون اِن دونوں کے بین بین ہے۔ اس نے مرد کا حصہ عورت سے دوگنا مقرر کیا ہے۔

اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ عورت پر صرف تربیّت نسل کی ذمہ داری ہے فکرِ معاش کی نہیں۔ بیوی بچّوں کا اور گھر والوں کا خرچ چلانا مرد کے ذمّہ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا عین انصاف کے مطابق ہے کہ مرد کو زیادہ حصّہ دیا جائے۔

دُوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شادی شدہ عورت میکہ کی طرف سے باپ کے ترکہ سے بھی حصّہ لے لیتی ہے اور سُسرال کی طرف سے شوہر کے ترکہ سے بھی۔ لیکن مرد کو صرف ایک طرف سے ہی حصّہ ملتا ہے۔

اگر صرف دو لڑکیاں ہوں۔ توان کا کل حصّہ دو تہائی ہوگا۔ اور ہر ایک کو تہائی حصّہ ملے گا۔ پھر لڑکیاں دو سے خواہ کتنی ہی زیادہ ہوں۔ ان کا مجموعی حصّہ ترکہ کا دو تہائی ہی رہے گا۔ باقی ایک تہائی دُوسرے عزیز و اقربا کو ملے گا۔

اگر لڑکی ایک ہی ہو۔ تو کل ترکہ کا نصف حصّہ ملے گا۔ اور باقی آدھے حصّے میں دیگر رشتہ دار شریک ہوں گے لیکن اگر عزیز وغیرہ موجود نہ ہوں تو پھر باقی آدھا حصّہ بھی اسی لڑکی کو ملے گا۔

اگر بیٹی کوئی نہ ہو۔ صرف بیٹا ہی ہو خواہ ایک یا ایک سے زیادہ تو تمام میراث انہیں مل جائے گی۔

والدین کا حصّہ

وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ
اور اس کے ماں باپ ہر ایک اس میں سے چھٹا
مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ
جو چھوڑا اگر ہو اس کے اولاد اور اگر نہیں ہے
لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ
اس کی اولاد اور وارث اس کے ماں باپ تو اس کی ماں کا تہائی ۔
فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ
پھر اگر ہیں اس کے بھائی تو اس کی ماں کا چھٹا سے
بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ اٰبَآؤُكُمْ
بعد وصیت جو کر مرا اس کے بارے میں یا قرض کی ادائیگی تمہارے باپ
وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ
اور تمہارے بیٹے نہیں تمہیں معلوم کون زیادہ تمہیں
نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
نفع حصہ مقرر سے اللہ بے شک اللہ ہے
عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١﴾
خبردار حکمت والا ۔

وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ
اور اس کے ماں باپ کے لئے دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ
مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ
اس مال سے ہے جو کہ وہ چھوڑ مرا اگر اس کے اولاد ہے ۔ اور اگر اس کے
لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ
اولاد نہیں اور اس کے وارث ماں باپ ہیں تو اس کی ماں کا تہائی
فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ
ہے پھر اگر اس کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے وصیت
بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ اٰبَآؤُكُمْ
کے بعد جو وہ کر مرا یا ادائیگی قرض کے بعد تمہارے باپ اور
وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ
بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ کون تمہیں زیادہ نفع پہنچائے حصہ
نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے ۔ بیشک اللہ خبردار حکمت
عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١﴾
والا ہے ۔

اس آیت میں ماں باپ کی میراث کی تین صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں ۔ (۱) اگر میّت کی اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا (۲) اگر میّت کی اولاد کچھ نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں ۔ تو ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی حصہ ملے گا (۳) اگر میّت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں خواہ وہ حقیقی ہوں یا صرف باپ یا صرف ماں کی طرف سے ہوں اور اولاد کچھ بھی نہ ہو تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی باپ کو ملے گا ۔ بھائی بہن کو کچھ نہ ملے گا ۔ اور اگر صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ماں کو ایک تہائی ملے گا اور باپ کو دو تہائی ۔

یہ بات ضروری ہے کہ وارثوں کو ان کے حصے میّت کی وصیت اور اس کے قرض کو ادا کرنے کے بعد تقسیم کئے جائیں میّت کا مال پہلے اس کے کفن اور دفن کے لئے استعمال کیا جائے ۔ پھر اس میں سے قرضہ ادا کیا جائے ۔ پھر جو باقی رہے اس کو میّت کی وصیت میں ایک تہائی تک صرف کیا جائے ۔ بقیہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے ۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ کس سے تمہیں نفع پہنچے گا اور کتنا نفع پہنچے گا ۔ مقررہ حصوں میں دخل نہ دینا چاہیئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو حصہ مقرر کیا ہے اس کی پابندی کرنی چاہیئے ۔

میاں بیوی کا حِصّہ

وَ۔ لَكُمْ۔ نِصْفُ۔ مَا۔ تَرَكَ۔ اَزْوَاجُكُمْ۔ اِنْ
اور تمہارا آدھا جو چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر
لَمْ۔ يَكُنْ۔ لَّهُنَّ۔ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ۔ كَانَ۔ لَهُنَّ
نہ ہو ان کی اولاد اور اگر ہو ان کی
وَلَدٌ۔ فَلَكُمُ۔ الرُّبُعُ۔ مِمَّا۔ تَرَكْنَ۔ مِنْۢ۔ بَعْدِ
اولاد تو تمہارے لئے چوتھائی جو وہ چھوڑ مریں سے بعد
وَصِيَّةٍ۔ يُّوْصِيْنَ۔ بِهَآ۔ اَوْ۔ دَيْنٍ ۚ وَ۔ لَهُنَّ
وصیت جو کرگئیں اس کے بارے یا قرض کی ادائیگی اور عورتوں کیلئے
الرُّبُعُ۔ مِمَّا۔ تَرَكْتُمْ۔ اِنْ۔ لَّمْ۔ يَكُنْ۔ لَّكُمْ۔ وَلَدٌ ۚ
چوتھائی اس میں سے جو تم چھوڑ مرو اگر نہ ہو تمہارے لئے اولاد
فَاِنْ۔ كَانَ۔ لَكُمْ۔ وَلَدٌ۔ فَلَهُنَّ۔ الثُّمُنُ۔ مِمَّا
اور اگر ہو تمہارے لئے اولاد تو ان کے لئے آٹھواں اس میں سے
تَرَكْتُمْ۔ مِّنْۢ۔ بَعْدِ۔ وَصِيَّةٍ۔ تُوْصُوْنَ۔ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ
جو تم نے چھوڑا سے بعد وصیت جو تم کر مرو یا قرض۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ
اور تمہارا آدھا مال ہے جو کہ تمہاری عورتیں چھوڑ مریں اگر
لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ
ان کے اولاد نہ ہو پھر اگر ان کے اولاد ہے تو جو
وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ
چھوڑ گئیں اس میں سے تمہارے لئے چوتھائی ہے وصیت
وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ
کے بعد جو وہ کر گئیں یا قرض کے بعد۔ اور عورتوں
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ
کے لئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو تم چھوڑ مرو اگر تمہارے
فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا
اولاد نہ ہو اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ
تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ
جو تم چھوڑ مرو وصیت کے بعد جو تم کر مرو یا قرض کے بعد۔

اس آیت میں خاوند اور بیوی کی میراث کو بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی خاوند کو اس کی بیوی کے مال سے نصف ملے گا بشرطیکہ عورت کی اولاد نہ ہو۔ اور اگر عورت کی کچھ اولاد ہو۔ اسی مرد سے ہو یا کسی اور سے۔ تو مرد کو عورت کے مال سے ایک چوتھائی ملے گا البتہ میراث تقسیم کرنے سے پہلے عورت کی وصیت اور اس پر جو قرض ہو۔ وہ ادا کر دینا ضروری ہے۔

اسی طرح عورت کو اس کے خاوند کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔ بشرطیکہ مرد کی اولاد نہ ہو۔ خواہ اسی عورت یا کسی دوسری عورت سے ہو۔ ورنہ وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے گا اس کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

مال کی ہر قسم میں سے خواہ نقد ہو یا جنس۔ زیور ہو یا قیمتی دھاتوں کی سلاخیں۔ حویلی ہو یا باغ۔ یہ سب ترکہ میں شمار ہوگا۔ جہاں تک عورت کے مہر کا تعلق ہے۔ وہ قرض میں شمار کیا جائے گا۔

میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے یہ قوانین حکمت و مصلحت سے بھرپور ہیں۔ انہیں تسلیم کر لینا اور ان پر عمل کرنے میں ہی ہماری کامیابی ہے۔

کلالہ کا حصّہ

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

اور اگر ہو مرد جس کی میراث ہے باپ بیٹا نہ ہو یا عورت اور اس کے بھائی یا بہن تو ہر ایک ان میں سے چھٹا حصّہ۔

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

اور اگر وہ مرد جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا ایسی ہی عورت ہو اور اس کے بھائی یا بہن ہے۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصّہ ہے۔

کلالہ (جس کا باپ یا بیٹا نہ ہو) کلالہ، فقہ کی اصطلاح ہے اس کی یہ تفسیر ہے کہ اس کا باپ یا بیٹا نہ ہو۔ تمام فقہاء کے ہاں مسلّم ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ کہ باپ اور بیٹا نہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی دادی اور پوتی بھی نہیں ہونی چاہیئے اور اس سلسلے میں جو حکم باپ اور بیٹے کے حصّہ کے متعلق ہے۔ وہی امام ابوحنیفہؒ نے دادی اور پوتی کے بارہ میں کہا ہے۔ تاہم اس بارے میں اختلاف رائے پہلے سے چلا آتا ہے۔

یہاں سے ایسے بھائی بہن کی میراث کا ذکر ہے جو صرف ماں میں شریک ہوں۔ قانون یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کے ہوتے ہوئے بہن، بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر باپ اور بیٹا نہ ہو۔ تو بھائی اور بہن کو میراث ملے گی۔ بھائی اور بہن تین طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ سگے، جو ماں، باپ دونوں میں شریک ہوں۔ انہیں "عینی" کہتے ہیں۔

۲۔ سوتیلے، جو صرف باپ میں شریک ہوں۔ انہیں "علاتی" کہتے ہیں۔

۳۔ سوتیلے، جو صرف ماں میں شریک ہوں۔ انہیں "اخیافی" کہا جاتا ہے۔

اس آیت میں آخری قسم کے بہن بھائی کا ذکر ہے۔

اگر مرنے والے کے ماں باپ بیٹا بیٹی کچھ نہ ہو۔ اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن اخیافی ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا۔

اخیافی بہن اور بھائی کا حصّہ برابر ہے۔ کسی کا کم و بیش نہیں۔

جہاں تک دُوسرے دو قسم کے بھائی بہن یعنی عینی اور علاتی کا تعلق ہے۔ تو ان دونوں قسموں کا حکم اولاد کے مانند ہے۔ بشرطیکہ میّت کا باپ یا بیٹا کچھ نہ ہو۔

عینی بھائی یا بہن مقدم ہے۔ اگر وُہ نہ ہو پھر علاتی کی باری آئے گی۔ سورۃ النساء کے آخر میں ان دونوں کی میراث کا مفصّل ذکر آئے گا۔

اس سلسلہ میں میراث کی تقسیم کے باقی قوانین اس کے بعد بھی بیان ہوں گے۔

وصیّت اور قرض

فَاِنْ ۔ كَانُوْٓا ۔ اَكْثَرَ ۔ مِنْ ۔ ذٰلِكَ ۔ فَهُمْ ۔ شُرَكَآءُ
اور اگر ہو زیادہ سے اس تو وہ سب شریک
فِى ۔ الثُّلُثِ ۔ مِنْۢ ۔ بَعْدِ ۔ وَصِيَّةٍ ۔ يُّوْصٰى ۔ بِهَآ
میں تہائی سے بعد وصیت جو ہو چکی ہے
اَوْ ۔ دَيْنٍ ۔ غَيْرَ ۔ مُضَآرٍّ ۔ وَصِيَّةً ۔ مِّنَ ۔ اللّٰهِ
یا قرض نہ نقصان کیا ہے حکم سے اللہ
وَاللّٰهُ ۔ عَلِيْمٌ ۔ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾
اور اللہ جاننے والا تحمل کرنیوالا۔

فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ
اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں
فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ
وصیت کے بعد جو ہو چکی ہے یا قرض کے بعد جبکہ
اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ
اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ حکم اللہ کا ہے جو سب کچھ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾
جاننے والا تحمل کرنے والا ہے۔

اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کو میراث کے مال میں سے ایک تہائی ملے گا۔ تاہم وصیت کا پُورا کرنا اور قرض کا ادا کرنا پہلے عمل میں لایا جائے گا بشرطیکہ وصیت میں دُوسروں کو نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ اس نقصان کی دو صُورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت ہو۔ دُوسری یہ کہ جس وارث کو میراث میں سے حصہ ملے گا اس کے لئے بھی وصیت کی گئی ہو۔ یہ دونوں صُورتیں درست نہیں۔ صرف اس صُورت میں درُست ہیں جب تمام وارث انہیں قبول کریں۔

چونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ وارث میّت کا قرضہ اور وصیّت ادا کرنے سے پہلے ہی مال تقسیم نہ کرلیں اس لئے میراث کے ساتھ بار بار قرضے اور وصیّت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

رکُوع کے آغاز سے یہاں تک جو میراثیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ وُہ پانچ ہیں۔ بیٹا بیٹی۔ ماں باپ۔ خاوند اور بیوی اور اخیافی بھائی بہن۔ ان پانچوں کو حصہ دار کہتے ہیں۔ ان کی میراث کو بیان فرما کر تاکید کے طور پر یہ فرمادیا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس کی تعمیل ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کس نے اطاعت کی اور کس نے نافرمانی کی کس نے تقسیم میراث وصیت اور قرضے کی ادائیگی میں انصاف برتا۔

ان حصہ داروں کے علاوہ ایک دُوسری قسم کے وارث بھی ہیں جنہیں "عصبہ" کہتے ہیں۔ ان کا حصّہ کسی نسبت سے مقرّر نہیں بلکہ اصل حصہ داروں کو دینے کے بعد جو باقی بچے گا۔ وہی انہیں ملے گا۔ مثلاً اگر کسی کا عصبہ ہو اور اصل حصّے داروں میں سے کوئی نہ ہو تو اس کا تمام مال عصبہ کو ملے گا اگر دونوں موجود ہوں تو اصل حصّے دار کو دے کر جو بچے گا وہ عصبہ کو دیا جائیگا اور اگر کچھ نہ بچا تو اسے کچھ نہ ملے گا۔

عصبہ دراصل اس مرد کو کہتے ہیں۔ جس کا میّت کے ساتھ عورت کے واسطہ سے رشتہ نہ ہو اور اس کے چار درجے ہیں اوّل درجہ میں بیٹا اور پوتا ہیں۔ دوسرے درجہ میں باپ اور دادا تیسرے درجہ میں بھائی اور بھتیجا چوتھے درجہ میں چچا اور چچا کا بیٹا یا اس کا پوتا۔

اگر کئی شخص ہوں۔ تو جو میّت سے قریب ہے۔ وُہ مقدم ہوگا جیسے پوتے سے بیٹا اور بھتیجے سے بھائی اور سوتیلے سے سگا۔ ان چاروں کے علاوہ اولاد میں اور بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہوتی ہے۔

حدود اللہ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
یہ حدیں اللہ اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ
وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
اور اس کا رسُول اسے داخل کریگا جنت بہتی ہیں سے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ
اس کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ
کامیابی بڑی۔ اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور
رَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا
اس کا رسُول اور نکل جائے اس کی حدود اسے ڈالے گا آگ
خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾
ہمیشہ رہیگا اس میں اور اس کیلئے عذاب ذلت والا۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
یہ اللہ کی مقررہ حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کے حکم پر چلے اور
وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
اس کے رسول کے لیے وُہ اسے جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ
نہریں بہتی ہیں وُہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ
بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے
رَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا
رسُول کی نافرمانی کرے۔ اور اس کی حدوں سے نکل جائے
خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع ۱۳
اسے آگ میں ڈالے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے ذلت والا عذاب ہے۔

حُدُوْدُ اللّٰهِ ، (اللہ کی حدیں) حدود کا واحد حد ہے۔ حد کسی چیز کے ختم ہو جانے کی جگہ کو کہتے ہیں یعنی آخری کنارہ اور وُہ لکیر جس کے آگے نہیں جا سکتے۔ "حدود اللہ" سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہُوئے وُہ اصُول وضوابط اور وُہ پابندیاں ہیں جنہیں توڑنے اور جن سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں۔ مثلاً کھانے پینے کی پابندیاں، میراث کے مقرر کئے ہُوئے حصّے وغیرہ۔

يَتَعَدَّ : (نکل جائے) تعدی۔ عدوان بھی اسی مادہ سے نکلے ہیں۔ ان کے معنیٰ ہیں مقررہ حد سے آگے نکل جانا اور پابندیوں کو توڑ کر احکام الٰہی کی نافرمانی کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے تعدّدِ ازدواج اور یتیموں کے بارہ میں مفصل ہدایات دیں۔ پھر وصیّت اور میراث کے احکام اور مقررہ حصّوں کی وضاحت کی۔

ان سب کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ جنّت کی ابدی نعمتیں اور دُنیا کی کامیابیاں ان کے لئے ہیں جو اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کریں گے اور جو لوگ ان مقررہ ضوابط کو نہ مانیں گے اور حد سے بڑھیں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔ اور رُسوا کن عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

بدکار عورتوں کی سزا

وَ۔ الّٰتِیْ۔ یَاْتِیْنَ۔ الْفَاحِشَةَ۔ مِنْ۔ نِّسَآئِكُمْ
اور جو کوئی کرے بدکاری سے تمہاری عورتیں
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ۔ اَرْبَعَةً۔ مِّنْكُمْ
تو گواہ لاؤ ان پر چار مرد اپنے میں سے
فَاِنْ۔ شَهِدُوْا۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ۔ فِی۔ الْبُیُوْتِ
پھر اگر وہ گواہی دیں تو انہیں بند رکھو میں گھر
حَتّٰی۔ یَتَوَفّٰهُنَّ۔ الْمَوْتُ۔ اَوْ۔ یَجْعَلَ۔ اللّٰهُ
یہاں تک انہیں اٹھائے موت یا مقرر کردے اللہ
لَهُنَّ۔ سَبِیْلًا ۝۱۵
ان کیلئے راہ۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ
اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کرے
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ
تو ان پر اپنے آدمیوں میں سے چار گواہ لاؤ پھر اگر وہ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ
گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں
حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ
تک کہ انہیں موت اٹھالے۔ یا اللہ ان کے لئے کوئی
لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝۱۵
راہ مقرر کردے

اَلْفَاحِشَةَ: (بدکاری) فحش اس کا مادہ ہے۔ فاحشہ کے معنی بے حیائی اور بدکار عورت دونوں ہیں لغت میں ہر ایسے قول و فعل کو فحش کہا جاتا ہے جو بُرا ہو اور جس کا ذکر کرنا اور سُننا ناگوار ہو۔ غالباً اسی لئے اردو میں فاحشہ کا لفظ بیسوا اور بدکار عورت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

اِسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ: (ان پر اپنے میں سے چار گواہ لاؤ) بے حیائی اور بدکاری جس قدر ذلیل اور خطرناک جرم ہے اور جس قدر اس کی سزا شدید ہے اتنا ہی اس کے اعلان اور سزا میں احتیاط ضروری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اس جرم کے ثبوت اور سزا کے تعین کے لئے اپنے آدمیوں میں سے چار گواہ پیش کرو۔ عام امور میں صرف دو گواہیاں کافی ہوتی ہیں مگر زنا کے سلسلہ میں چار ضروری قرار دی گئیں۔ اور وہ بھی مسلمانوں کی گواہیاں غیر مسلموں کی نہیں۔

اس آیت کی تشریح دو طریق پر کی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر کوئی عورت الفاحشہ (بے حیائی) میں پکڑی جائے تو سزا کے لئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور ثبوت کے بعد اس کی سزا یہ ہے کہ گھر میں مقید کر دیا جائے۔ جب تک کہ اسے موت نہ آجائے۔ یا اللہ اس کے لئے کوئی اور راہ نہ پیدا کردے۔

دُوسری تشریح یوں کی گئی ہے کہ اگر کوئی عورت الفاحشہ (زنا) میں پکڑی جائے اور چار مسلمان اس کی گواہی دیں۔ تو اسے گھر میں بند کر دیا جائے۔ جب تک اسے موت نہ آئے۔ یا اللہ کوئی اور طریقہ نہ نکال دے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے سورۂ نور میں سو دُرّوں کی سزا مقرر کرکے اس قید سے رہائی کا راستہ مقرر فرما دیا ہے۔

بدکار مردوں کی سزا

وَ۔ الَّذٰنِ۔ يَاْتِيٰنِهَا۔ مِنْكُمْ۔ فَاٰذُوْهُمَا
اور جو دو مرد کریں وہی بدکاری تم میں سے تو انہیں ایذا دو
فَاِنْ۔ تَابَا۔ وَ۔ اَصْلَحَا۔ فَاَعْرِضُوْا۔ عَنْهُمَا
پھر اگر توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو چھوڑ دو انہیں
اِنَّ۔ اللّٰهَ۔ كَانَ۔ تَوَّابًا۔ رَّحِيْمًا ﴿١٦﴾
بیشک اللہ ہے توبہ قبول کرنیوالا مہربان۔

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا
اور تم میں سے جو دو مرد یہی بدکاری کریں تو انہیں ایذا دو
فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا
پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا خیال
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿١٦﴾
چھوڑ دو بیشک اللہ توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے۔

الَّذٰنِ: (جو دو مرد) پہلی آیت میں بے حیائی اور بدکاری کی مجرم عورتوں کی سزا کا حکم تھا۔ اس آیت میں بدکاری کرنے والے مردوں کی سزا کا ذکر ہے۔ "الذان" اسم موصول مذکر ہے۔ مفسرین نے اس سے مراد وہ دو مرد لئے ہیں جو لواطت کے مجرم ہوں۔ یا مرد جو کسی عورت کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب کرے۔

اٰذُوْهُمَا: (ان دونوں کو ایذا دو) اذیت۔ ایذا وغیرہ ایک ہی مادہ سے ہیں۔ اس لفظ کے مفہوم میں ہر قسم کی تکلیف شامل ہے عورتوں کو گھر میں بند رکھنے کی سزا کا اعلان تھا۔ مردوں کو اذیت پہنچانے کی سزا مقرر کی گئی۔ اور اس کا تعین حاکم شریعت کے ہاتھ میں دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں سورۂ نور کے اندر زنا کی سزا سو دُرّے مقرر کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اس سزا میں نہ تخفیف کی جائے نہ نرمی برتی جائے بلکہ سرِعام سب کے سامنے سزا جاری کی جائے۔ بظاہر اسلام کی یہ جسمانی سزائیں بہت شدید اور سخت معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن جرموں کی نوعیت حقیقت میں اس قسم کی سزاؤں کا تقاضا کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ نتائج کے اعتبار سے یہ سزائیں جرائم کو روکتی ہیں۔ اور دورِ حاضر کی ہلکی پھلکی قید و بند اور جرمانے کی سزائیں جرائم کم کرنے کی بجائے ان میں زیادتی کا سبب بنی ہوئی ہیں۔

اسلام دُنیا میں اصلاح اور درستی چاہتا ہے اس لئے اُس نے ان جرائم کو بہت بُری نظر سے دیکھا ہے۔ اور ان کی سزائیں بھی ایسی رکھی ہیں کہ ان سے جرائم رُک جائیں اور دُنیا سے خرابیاں ختم ہو جائیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ بے حیائی کا جُرم کرنے والے جب توبہ کریں اور اصلاح کرلیں تو تم انہیں چھوڑ دو۔ توبہ کی تشریح اس سے قبل کئی بار ہو چکی ہے یعنی اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے اس کا اعتراف کیا جائے۔ اور اسے چھوڑ دینے کا اقرار کیا جائے۔ آیت میں توبہ کے ساتھ مزید تاکید کے لئے "اصلاح" بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اس کے بعد بشارت دی کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اس کے رحم و کرم سے ہمیشہ پُر امید رہنا چاہیئے۔

توبہ

اِنَّمَا ۔ التَّوْبَةُ ۔ عَلَى ۔ اللّٰهِ ۔ لِلَّذِيْنَ ۔ يَعْمَلُوْنَ
بیشک توبہ اوپر اللہ ان لوگوں کی جو کرتے ہیں
السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ۔ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ ۔ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ
بُرا کام جہالت سے پھر توبہ کرتے ہیں سے جلدی تو انہیں
يَتُوْبُ ۔ اللّٰهُ ۔ عَلَيْهِمْ ۔ وَكَانَ ۔ اللّٰهُ عَلِيْمًا ۔ حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾
معاف کرتا ہے اللہ انہیں اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
اللہ انہیں لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو برا کام جہالت سے
السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ
کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں تو انہیں اللہ معاف کر دیتا
يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾
ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

توبہ، اس کے لفظی معنی ہیں واپس آنا لوٹنا جس جگہ کو چھوڑا تھا۔ وہاں پھر پلٹ کر آجانا۔ انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ کے حضور سے ہٹ جاتا ہے اس کو چاہیئے کہ پھر اللہ کے سامنے واپس آئے اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی خطا کا اقرار کرے اور سچے دل سے وعدہ کرے کہ پھر ایسی خطا نہ کروں گا۔ اور اس پر جم جائے اسے توبہ کہتے ہیں۔ نِفقط زبان سے توبہ توبہ کہنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ توبہ اس وقت ہوگی جب اللہ کے سامنے اپنے کئے ہوئے پر پچھتائے اور سچے دل سے اقرار کرے کہ پھر ایسی حرکت نہ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے بعض سنگین گناہ مثلاً زنا اور لواطت اور ان کی سزاؤں کا ذکر فرمایا پھر یہ بتایا کہ وہ جرم بھی معاف فرما دیتا ہے بشرطیکہ گنہگار توبہ کرلیں۔ آئندہ اپنے اعمال کی درستی کرلیں اور دوبارہ اس گناہ کے ارتکاب سے باز رہیں لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ جو جہالت یا نادانی کی بنا پر کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنی خرابی اور گناہ پر مطلع ہونے پر فوراً نادم ہوتے ہیں اور آئندہ ایسے بدفعلوں سے بچنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی خطائیں اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرما دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کا علم بہت وسیع ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس نے دانستہ گناہ کیا ہے۔ اور کس نے اخلاص کے ساتھ توبہ کی ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

توبہ کی قبولیت پر دو شرطیں لگائی گئی ہیں۔ اول یہ کہ گناہ نادانی کی بنا پر سرزد ہوا ہو۔ دوم یہ کہ توبہ کی طرف جلد ہی رجوع کیا گیا ہو۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو شخص نادانی کی بنا پر گناہ کرے اور تنبیہ کے فوراً بعد توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اس کی توبہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور جس شخص نے دیدہ و دانستہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت کی۔ گناہ پر آگاہ ہونے کے بعد بھی جلدی سے توبہ نہ کی۔ بلکہ اس میں تاخیر کرتا رہا اور پہلی ہی حالت پر قائم رہا۔ تو انصاف کے قاعدے کے مطابق اس کی خطا معافی کے قابل نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مولیٰ کریم اپنے خاص فضل و کرم سے کام لے کر معافی فرمائے۔

توبہ قبول ہونے کی بشارت جان لینے کے بعد ہم پر لازم ہوتا ہے کہ جب کبھی ہم سے دانستہ یا نادانستہ گناہ سرزد ہو جائے تو ہم فوراً اللہ کی طرف رجوع کریں۔ آئندہ سے اسے نہ کرنے کا عہد کریں۔ اللہ سے اپنا گناہ بخشوائیں اور معافی کے مستحق بن جائیں۔ اس نے بشارت دی ہے کہ بندہ اس کی طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو اس کی رحمت دس قدم بندہ کی طرف بڑھتی ہے۔

جھوٹی توبہ

وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
اور نہیں توبہ ایسوں کی جو کئے جاتے ہیں
السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
برے کام یہاں تک کہ جب سامنے آجائے ان میں سے کسی کو موت
قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ
تو کہنے لگا ہیں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی جو
يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا
مرتے ہیں اور وہ کافر وہی ہم نے تیار کیا
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾
ان کے لئے عذاب دردناک۔

وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
اور ایسوں کی توبہ نہیں جو برے کام کئے جاتے ہیں۔
السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آجائے تو
قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ
کہنے لگے اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ایسوں کی جو حالت
يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا
کفر میں مرتے ہیں ان کے لئے تو ہم نے دردناک
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾
عذاب تیار کیا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے نہ انہیں گناہ پر ندامت ہوتی ہے۔ نہ وہ کسی کی تنبیہ کرنے پر اس سے باز رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انہیں اپنی موت نظر آنے لگتی ہے تو اس وقت کہنے لگتے ہیں کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اسی طرح ان لوگوں کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔ جو عمر بھر کفر کرتے رہے اور کفر پر ہی مر گئے اور اس کے بعد جب آخرت کا عذاب دیکھا تو توبہ کرنے لگے ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے شدید ترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

توبہ کا ایک مناسب وقت ہے اس کو پہلی آیت میں بیان کیا گیا اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ ان لوگوں کی توبہ کوئی توبہ نہیں اور نہ قابلِ قبول ہو سکتی ہے جو عمر بھر تو نافرمانیاں اور گناہ کرتے رہے۔ جب موت کا وقت آیا اور گھنگرو بولنے لگا۔ تو اس وقت توبہ توبہ چلّانا شروع کر دیا۔ ایسے ہی ان لوگوں کی توبہ بھی بیکار ہے جو کفر کی حالت میں مر رہے ہیں۔ ظاہر وجہ ایسی توبہ کے نامنظور ہونے کی یہی ہے کہ جس وقت تک سزا پردۂ غیب میں ہے اس وقت تک سزا سے ڈرنا اور اس ڈر کی وجہ سے گناہ سے توبہ کرنا ایمان بالغیب کو ظاہر کرتا ہے۔ اور دم نکلتے وقت انسان کو کچھ نہ کچھ گناہوں کی سزا کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور مشاہدہ کے بعد ایمان بالغیب نہیں رہتا اس لئے سزا اور جزا کے ظاہر ہونے کے وقت نہ ایمان قبول کیا جاتا ہے اور نہ توبہ کا کوئی فائدہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ توبہ صرف گناہ کا اعتراف کرنا نہیں۔ بلکہ توبہ سے آئندہ زندگی کی اصلاح اور درستی مقصود ہے۔ اگر کوئی مرتے دم توبہ کرتا ہے۔ جبکہ اصلاح کا نہ کوئی موقعہ رہا نہ گنجائش۔ تو ایسے حال میں توبہ سے کیا فائدہ۔

مجرموں سے سلوک

يٰٓاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - لَا - يَحِلُّ - لَكُمْ - اَنْ
اے لوگو ایمان والے نہیں حلال تمہارے لئے کہ
تَرِثُوا النِّسَآءَ - كَرْهًا ؕ وَ - لَا - تَعْضُلُوْهُنَّ
میراث میں لو عورتوں زبردستی اور نہ انہیں روکے رکھو
لِتَذْهَبُوْا - بِبَعْضِ - مَآ - اٰتَيْتُمُوْهُنَّ - اِلَّآ
کہ ان سے لے لو کچھ جو تم نے انہیں دیا سوائے
اَنْ - يَّاْتِيْنَ - بِفَاحِشَةٍ - مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ
اس کے کہ کریں بے حیائی کھلی اور عورتوں سے گذران کرو
بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ - كَرِهْتُمُوْهُنَّ - فَعَسٰٓى - اَنْ
اچھی طرح پھر اگر وہ تمہیں نہ بھائیں تو شاید کہ
تَكْرَهُوْا - شَيْئًا - وَّ - يَجْعَلَ - اللّٰهُ - فِيْهِ - خَيْرًا
پسند نہ آئے کچھ اور رکھی ہو اللہ اس میں خوبی
كَثِيْرًا ﴿١٩﴾
بہت ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ
اے ایمان والو تمہارے لئے حلال نہیں کہ عورتوں کو
تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ
زبردستی میراث میں لے لو اور نہ اس لئے انہیں روکے رکھو
لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ
کہ ان سے اپنا دیا ہوا کچھ لے لو سوا اس کے کہ وہ
اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ
صریح بے حیائی کریں اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گذران
بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ
کرو ۔ پھر اگر وہ تمہیں نہ بھائیں تو شاید تمہیں ایک چیز
تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا
پسند نہ آئے اور اللہ نے اس میں بہت خوبی
كَثِيْرًا ﴿١٩﴾
رکھی ہو ۔

بدکاری اور اس کی سزا کا بیان کرنے کے بعد اب جاہلیت کے اس ظلم کو روکا جاتا ہے۔ جو عورتوں پر ہوتا تھا۔ ان کے ہاں رواج تھا کہ جب کوئی مرد مرجاتا تو اس کی بیوی کو میت کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا کوئی وارث لے لیتا۔ چاہتا تو اس سے خود نکاح کر لیتا یا بغیر نکاح ہی اسے گھر میں رکھتا یا دوسرے سے نکاح کر کے اس کا مہر لے لیتا۔ یا ساری عمر اسے اپنی قید میں رکھتا۔ اور اس کے مال کا وارث بن جاتا۔

قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مرجائے تو اس کی بیوی کو اپنے نکاح کے بارے میں اختیار حاصل ہے میت کے بھائی یا اس کے کسی وارث کو یہ اختیار نہیں۔ کہ زبردستی اپنے نکاح میں لے لے اگر عورت صریح بدچلنی کرے تو اسے روکنا چاہئیے ورنہ تمام حالات میں تمہیں چاہئیے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ تمہیں کسی عورت کی کوئی عادت پسند نہ آئے تو صبر کرو۔ شاید اس میں کوئی خوبی بھی ہو۔ کیا پتہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لئے کوئی فائدہ رکھا ہو۔ انسان کی اپنی عقل کمزور اور علم محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع اور لامحدود ہے۔

مہر کی ادائیگی

وَ-اِنْ-اَرَدْتُّمُ-اسْتِبْدَالَ-زَوْجٍ-مَّكَانَ
اور اگر تم چاہو بدلنا عورت جگہ
زَوْجٍ-وَّ-اٰتَيْتُمْ-اِحْدٰىهُنَّ-قِنْطَارًا-فَلَا
عورت اور دے چکے ایک کو بہت سا مال تو نہ
تَاْخُذُوْا-مِنْهُ-شَيْــًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ-بُهْتَانًا
واپس لو اس میں سے کچھ کیا اسے لیا چاہتے ہو ناحق
وَّ-اِثْمًا-مُّبِيْنًا ⑳ وَ-كَيْفَ-تَاْخُذُوْنَهٗ
اور گناہ صریح۔ اور کیونکر اسے لے سکتے ہو
وَ-قَدْ-اَفْضٰى-بَعْضُكُمْ-اِلٰى-بَعْضٍ-وَّ
اور پہنچ چکا ہے تم میں ایک تک دوسرا اور
اَخَذْنَ-مِنْكُمْ-مِّيْثَاقًا-غَلِيْظًا ㉑
وہ لے چکیں تم میں سے عہد پختہ۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ
اور اگر ایک عورت کی جگہ دوسری کو بدلنا چاہو اور
زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا
ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں
تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْــًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا
سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے ناحق اور صریح گناہ سے
وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ⑳ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ
لیا چاہتے ہو۔ اور اسے کیونکر لے سکتے ہو اور
وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ
تم میں کا ایک دوسرے تک پہنچ چکا ہے۔ اور تم سے
اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ㉑
وہ عورتیں پختہ عہد لے چکی ہیں۔

اسلام سے قبل جاہلیت کے زمانہ میں ایک یہ رسم بھی تھی کہ جب کوئی پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت سے شادی کرنا چاہتا تو پہلی بیوی پر تہمت لگاتا۔ اور اس پر طرح طرح کی سختیاں اور ظلم کرتا۔ تاکہ وہ مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور طلاق لے لے اور اس طرح یہ روپیہ پیسہ دوسرے نکاح میں استعمال کیا جا سکے۔ اس آیت میں اس چیز کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ کہ جب پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرو اور پہلی کو بہت سا مال دے چکے ہو۔ تو اب اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ بہتان باندھ کر یا تہمت لگا کر پہلی بیوی سے مال واپس لینا جائز نہیں۔

جب مرد اور عورت نکاح کے بعد مل چکے اور صحبت کی نوبت آ چکی تو مہر مرد پر واجب ہو گیا۔ اب اسی مہر کو واپس لینا مرد کے لئے کیسے جائز ہے۔ اور اگر عورت واپس نہ کرے تو اسے کیونکر دبا سکتا ہے۔ واپسی کی صرف ایک صورت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی خوشی سے مہر معاف کر دے۔ جب یہ عورتیں تم لوگوں سے بہت پختہ عہد لے چکیں اور تم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا چکے اب ان سے مہر واپس لے لینا یا نہ دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

یہ یاد رہے کہ جس طرح مجامعت کے بعد خاوند کے اوپر تمام مہر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر خلوت صحیحہ ہو گئی ہو تو بھی پورا مہر واجب الادا ہو گا۔ البتہ اگر خلوت صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئی ہو اور خاوند نے طلاق دے دی ہو۔ تو پھر آدھا مہر ادا کرنا ہو گا۔ یہ مسائل سورۂ بقرہ میں گذر چکے ہیں۔

ماؤں کا احترام

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ
اور نہ نکاح میں لاؤ جو نکاح کرے تمہارے باپ عورتیں
النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
مگر جو ہو چکا پہلے یہ ہے بے حیائی
فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾
اور غضب اور برا چلن۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ
اور ان عورتوں کو نکاح میں نہ لاؤ جنہیں تمہارے باپ نکاح
النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
میں لائے مگر جو پہلے ہو چکا یہ بے حیائی ہے اور
فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾
غضب کا کام ہے اور برا چلن ہے۔

لَا تَنْكِحُوْا: (نکاح میں نہ لاؤ) عربی میں نکاح کا لفظ خاوند بیوی کے تعلقات کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں عقد اور ازدواجی تعلقات کے دونوں معنیٰ مراد لئے جا سکتے ہیں۔

اٰبَآؤُكُمْ: (تمہارے باپ) اس کا واحد اَبٌ ہے۔ حقیقی باپ کے علاوہ یہاں اس جمع لفظ کے مفہوم میں دادا اور نانا بھی شامل ہیں۔

مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ: (جنہیں تمہارے باپ نکاح میں لائے) یہ جاہلیت کے زمانہ کے اس ناجائز دستور کی طرف اشارہ ہے۔ جس کے مطابق سوتیلی ماؤں سے بھی نکاح کر لیا جاتا تھا اور اسے وُہ معیوب خیال نہ کرتے تھے۔

جاہلیت کے زمانہ میں لوگ اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ یہاں اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ ان سے نکاح جائز نہیں۔ یہ بے حیائی اور اللہ کے غضب اور نفرت کرنے کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی بعض سمجھدار لوگ اسے مذموم سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے جو کام پہلے ہو چکے ہیں۔ اُن پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ آئندہ ایسے نکاحوں سے باز رہو۔

اس نکاح کی ممانعت کے لئے قرآن مجید نے تین لفظ استعمال کئے ہیں اور تینوں سے الگ الگ اشارے ہیں۔

فَاحِشَةً: (بے حیائی) اس لئے کہ اس قسم کا نکاح عقلی لحاظ سے بھی بجائے خود بڑی بے حیائی کی بات ہے۔

مَقْتًا: (غضب) غصّے اور غضب کے علاوہ یہ لفظ ہر ایسی بُری چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے جسے دیکھ کر طبیعت میں گھن پیدا ہو۔ چنانچہ صحیح مذاق آدمیوں کے لئے یہ بڑی گندی چیز ہے۔

سَآءَ سَبِيْلًا: (برا چلن) سَآءَ (برا) ان معنوں میں لفظ سُوْءٌ بھی استعمال ہوتا ہے۔

سَبِيْلًا: (چلن) لفظی معنے راستے کے ہیں۔ اسی مناسبت سے یہاں چال چلن کے معنوں میں یہ لفظ استعمال ہُوا ہے۔

محرم عورتیں

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَ
حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور
اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ
بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں
الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ
بھائی اور بیٹیاں بہن اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں
اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ
دودھ پلایا اور بہنیں سے دُودھ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَ
حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں
اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ
اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھائی کی
الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ
بیٹیاں و بھتیجیاں اور بہن کی بیٹیاں (بھانجیاں) اور جن ماؤں
اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ
نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ شریک بہنیں۔

اَلرَّضَاعَةِ: (دودھ) مراد وہ عورت ہے جو حقیقی ماں تو نہ ہو لیکن کسی دوسرے بچے کو دُودھ پلائے۔ اس عورت کی حقیقی اولاد اس بچے کے رضاعی بہن بھائی کہلاتے ہیں اور وہ عورت مرضعہ (دودھ پلانے والی ماں) کہلاتی ہے۔

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے سوتیلی ماں سے نکاح کرنے کی حرمت بیان کی تھی۔ اب جن دیگر عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔ ان کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ فہرست بالکل واضح ہے لہٰذا کسی اختلاف یا مغالطہ کی صورت باقی نہیں رہتی ہے۔

یہ عورتیں چند قسم کی ہیں۔ اوّل وہ جو نسبی تعلق کی وجہ سے حرام ہیں اور یہ سات ہیں۔

(۱) ماں (۲) بیٹی (۳) بہن (۴) پھوپھی (۵) خالہ (۶) بھتیجی (۷) بھانجی ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔

جس طرح ماں سے نکاح کی ممانعت کے حکم میں دادی اور نانی اوپر تک سب داخل ہیں۔ اسی طرح بیٹی سے نکاح کرنے کی ممانعت میں پوتی اور نواسی اور ان کے نیچے تک سب داخل ہیں۔ اور بہن کے سلسلہ میں عینی۔ علاتی اور اخیافی سب داخل ہیں اور پھوپھی باپ، دادا اور اوپر تک کی پشتوں کی بہنیں سگی ہوں یا سوتیلی سب آگئیں۔ اور خالہ میں ماں اور نانی اور نانی کی نانی اور سب کی تینوں قسم کی بہنیں داخل ہیں اور بھتیجی میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور اولاد کی اولاد سب داخل ہیں۔ اور بھانجی میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد اور اولاد در اولاد سب داخل ہیں۔

نسبی محرمات کے علاوہ رضاعی محرمات بھی ہیں۔ یہ دو ہیں ماں اور بہن اور ساتوں رشتے جو نسب میں بیان ہوئے رضاعت میں بھی حرام ہیں۔ یعنی رضاعی بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں۔ یہ تفصیلات اور اس سلسلہ کے دوسرے احکام احادیث میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

محرم: (قابلِ حرمت) ان عورتوں کو کہا جاتا ہے۔ جن سے نکاح جائز نہ ہو اسی مادہ کے دُوسرے لفظ حرمت اور احترام وغیرہ ہیں۔

دوسری محرم عورتیں

وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ
اور مائیں تمہاری عورتوں کی اور تمہاری بیٹیاں جو میں
حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز
تمہاری پرورش سے تمہاری عورتیں جنہیں صحبت کی ان سے
فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
اور اگر نہ کی ہو صحبت تم نے ان سے تو نہیں گناہ
عَلَيْكُمْ ز وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ
تم پر اور عورتیں تمہارے بیٹے جو سے
اَصْلَابِكُمْ لا وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ
تمہاری پشت اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنیں مگر
اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا
جو ہو چکا پہلے بے شک اللہ ہے بخشنے والا
رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾
مہربان۔

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ
اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور تمہاری وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں
حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
ہیں جو کہ تمہاری ان عورتوں نے جنا ہے جن سے تم نے صحبت کی
فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ
عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ
نہیں اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں جو تمہاری پشت سے ہیں
اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ
اور یہ کہ دو بہنوں کو اکٹھا نہ کرو مگر جو
اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا
پہلے ہو چکا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان
رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾
ہے۔

اس آیت میں ان محرّمات کا ذکر ہے جو نکاح کے تعلق کی بنا پر حرام ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وُہ جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح ناجائز ہے۔ یہ ہیں بیوی کی ماں اور اس بیوی کی بیٹی جس سے کہ تم نے صحبت کی ہو۔ البتہ اگر صحبت سے پہلے کسی عورت کو طلاق دے دو تو اس کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ بیٹوں کی بیویوں اور نیچے تک کے پوتوں اور نواسوں کی بیویوں سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔

دوسری قسم میں وُہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح کی ممانعت نہیں بلکہ جب تک کوئی عورت نکاح میں رہے۔ صرف اسی وقت تک اس عورت کی ان قرابت والی عورتوں سے نکاح منع ہے لیکن جب اس عورت کو طلاق دے دی جائے یا وُہ مر جائے تو اس کے ان قرابت داروں سے نکاح جائز ہو جائے گا۔ وُہ قرابتدار یہ ہیں۔ بیوی کی بہن جو بیوی کی زندگی اور موجودگی میں نکاح میں نہیں لائی جا سکتی لیکن بعد میں لائی جا سکتی ہے۔ یہی حکم بیوی کی پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی کے بارے میں ہے۔

یہاں حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں جو تمہاری پشت سے ہیں اس سے نسبی بیٹے اور پوتے مُراد ہیں۔ منہ بولے یعنی لے پالک نہیں جنہیں متبنّٰی کہتے ہیں۔

آخر میں فرمایا کہ اسلام سے قبل جاہلیت کے دَور میں جو غلطیاں ہو چکی ہیں۔ ان پر کوئی باز پرس نہ ہو گی البتہ حکمِ الٰہی آجانے کے بعد اس کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیئے۔

نکاح کی شرائط

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ
اور خاوند والی — سے — عورتیں — مگر — جن — مالک
اَیْمَانُکُمْ کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ اُحِلَّ لَکُمْ
تمہارے ہاتھ — حکم ہوا — اللہ — تم پر — اور — حلال — تم پر
مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ
سوا — ان کے — اگر — طلب کرو — اپنے مال کے بدلے
مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ
بیوی بنانے کو — نہ — مستی نکالنے کو

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ
اور خاوند والی عورتیں سوائے ان کے جن کے مالک تمہارے
اَیْمَانُکُمْ کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَاُحِلَّ لَکُمْ
ہاتھ ہو جائیں تم پر اللہ کا حکم ہوا اور تمہیں ان کے سوا
مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ
سب عورتیں حلال ہیں اگر انہیں اپنے مال کے بدلے طلب کرو
مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ
بیوی بنانے کو نہ کہ مستی نکالنے کو

مُحْصَنٰت : مُحْصَنَۃٌ کی جمع ہے۔ یعنی وہ عورت جو کسی کی باقاعدہ بیوی ہو اور اس کا خاوند موجود ہو (خاوند والی عورتیں)

مُحْصِنِیْنَ : مُحْصِنٌ کی جمع ہے۔ یعنی کسی عورت کو بذریعہ نکاح باقاعدہ بیوی بنانے والا۔

مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (تمہارے دائیں ہاتھ کی ملکیت) مَا (جو)، مَلَکَتْ (ملکیت ہوئی) اَیْمَانُکُمْ (تمہارے دائیں ہاتھ) دائیں ہاتھ کی ملکیت سے مراد وہ لونڈی اور غلام عورتیں ہیں جو جنگ وغیرہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اُن کے لیے مِلْکِ یَمِیْن کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے

اب ان عورتوں کی حرمت بیان ہو رہی ہے جو پہلے سے کسی کے نکاح میں ہوں۔ اس صورت میں ان کا نکاح کسی اور سے نہیں ہو سکتا جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے دے یا خاوند کے وفات پا جانے کی وجہ سے وہ نکاح سے الگ نہ ہو جائے۔ البتہ کوئی عورت پہلے سے کسی کے نکاح میں ہو اور وہ تمہاری ملکیت میں آ جائے تو اس سے نکاح جائز ہے۔ یہ صورت یوں پیش آتی ہے کہ کسی کافر عورت کا نکاح ہو چکا ہو اور مسلمان دار الحرب پر چڑھائی کر کے اس عورت کو قید کر کے دار السلام میں لے آئیں۔

یہ یاد رہے کہ جو کافر عورت دار الحرب سے پکڑی ہوئی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ اس کے حلال ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک حیض گذر جائے۔ نیز وہ عورت مشرکہ بُت پرست نہ ہو۔ بلکہ اہل کتاب سے ہو۔ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ جن عورتوں کی حرمت اُوپر بیان ہو چکی ہے۔ ان کے سوا باقی سب تم پر حلال ہیں لیکن ان کے ساتھ چار شرطیں لگا دی ہیں۔

۱۔ یہ کہ عورتوں کو طلب کرو۔ یعنی ہونے والی بیوی سے بھی باقاعدہ نکاح کی رضامندی حاصل کی جائے۔

۲۔ یہ کہ مہر دینا قبول کرو۔

۳۔ عورت کو نکاح میں لا کر اپنی باقاعدہ بیوی بنانا مقصود ہو۔ صرف شہوت رانی مطلوب نہ ہو۔

۴۔ مخفی طور پر نکاح نہ ہو۔ بلکہ عام اجتماع میں گواہوں کی موجودگی میں ہو۔

مہر اور باہمی رضامندی

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ
پھر جسے تم کام میں لائے ان میں سے تو انہیں دو
اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
اُن کے حق جو مقرر ہوئے اور نہیں گناہ تم پر
فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۚ
اس میں کہ اپنی رضا سے اس سے بعد ٹھہرالو
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾
بیشک اللہ ہے خبردار حکمت والا

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ
پھر ان عورتوں میں سے جسے تم کام میں لائے تو انہیں اُن
اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
کے حق جو مقرر ہوئے ادا کرو اور تمہیں اس بات میں گناہ نہیں کہ
فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۚ
تم دونوں آپس کی رضامندی سے مقرر کرنے کے بعد (تصفیہ کرلو)
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾
بے شک اللہ خبردار حکمت والا ہے۔

اسْتَمْتَعْتُمْ ۔ اِسْتِمْتَاعٌ مصدر ہے جس کے معنی فائدہ حاصل کرنا اور لطف اٹھانا ہے۔ یہاں اس سے مراد نکاح کے بعد میاں بیوی کا تنہائی میں خاصی دیر تک اکٹھے رہنا ہے۔

اُجُوْرَهُنَّ (ان کے حقوق) اجور کا واحد اجر ہے جس کے معنی مزدوری اور بدلہ ہیں۔ یہاں اس سے مراد عورتوں کا مہر ہے۔

یہاں عورتوں کے مہر کے بارے میں احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں یعنی کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے کسی معیّن مدت تک نفع بھی حاصل کرلیا۔ تو اب اس عورت کو پورا مہر دینا لازم ہے اور جب تک خود عورت معاف نہ کردے۔ مہر کی ادائیگی ضروری ہے استمتاع کی قید سے معلوم ہوا کہ عورت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا گیا ہو اور خاوند اسے طلاق دے دے تو اس پر پورا مہر لازم نہ ہوگا۔ اس کا مفصل ذکر سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر کے تعیّن اور اس کی ادائیگی میں خاوند اور بیوی کی باہمی رضامندی سے کمی زیادتی جائز ہے۔ یعنی اگر مہر مقرر کرلینے کے بعد بیوی اپنی خوشی سے مہر میں تخفیف کردے یا مرد اپنی مرضی سے مہر کی مقررہ رقم سے بیوی کو کچھ زیادہ دے تو اس میں کچھ گناہ نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ یہ دونوں باہمی طور پر رضامند ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ انسانوں کی مصلحتوں اور ہر طرح کے نفع و نقصان کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ جو حکم بھی دیتا ہے حکمت سے بھرا ہوتا ہے اس کے احکام کی اطاعت اور تابعداری میں ہی لوگوں کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں خوبی اور بہبودی ہے اور اگر وہ اس کے احکام کی مخالفت کریں۔ تو دنیا میں ناکامی اور آخرت میں ذلت و رسوائی ہوگی۔

خاوند اور بیوی کا ایک اہم رشتہ ہے۔ انسانی نسل کی بقا اور اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت، کا مدار ان دونوں کے باہمی خوشگوار تعلق اور تعاون سے وابستہ ہے۔ اُن کے تعلقات کی مضبوطی ہی اولاد کی فلاح و بہبود کا باعث ہے۔ لہٰذا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو قوانین بیان کیے ہیں اُن کا سمجھنا اور عمل میں لانا اشد ضروری ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے مہر کا تعیّن لازمی چیز ہے اور اس کی ادائیگی مرد پر لازم اور واجب ہے۔

لونڈیوں سے نکاح

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ
اور جو کوئی نہ مقدور تم میں کہ نکاح میں لائے
الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
بیبیاں مسلمان تو اُن سے جو مال
اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ
تمہارے ہاتھ جو تمہاری لونڈیاں مسلمان اور اللہ
اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ
معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں سے ایک

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ
اور تم میں جو کوئی اس کا مقدور نہ رکھے کہ مسلمان
الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
بیبیاں نکاح میں لائے تو ان سے نکاح کرلے، جو تمہاری
اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ
ملکیت ہیں تمہاری مسلمان لونڈیوں سے اور اللہ کو
اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ
تمہارے ایمان کا حال، خوب معلوم ہے تم آپس میں ایک ہو۔

مُحْصَنٰتٌ : پاکدامن بیبیاں۔ اس کا واحد محصنہ ہے جو "حصن" سے مشتق ہے۔ حصن قلعہ کو کہتے ہیں۔ گویا محصنہ وہ پاکباز اور نیکدل خاتون ہے جس نے اپنی آبرو اور عزت قلعہ کی طرح محفوظ رکھی ہو۔

اسلام سے قبل دنیا کے بیشتر ممالک میں طاقت ور اور بڑے لوگ اپنے سے کمزور اور مجبور مردوں، عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیتے اور بھیڑ بکریوں کی طرح منڈیوں میں اُن کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ اسلام آیا تو اپنے ساتھ انسان کے اندر برابری کا پیغام لایا لیکن اتنے پرانے دستور کو ایک دم مٹا دینے اس رہنے سہنے کے طریقہ کو جس کے لوگ عادی ہو چکے تھے۔ بدل دینا آسان کام نہ تھا جہاں تک ہو سکتا ہے اسلام لوگوں کی سہولتوں کا خیال کرتا ہے۔ عرب میں پہلے ہی لونڈی غلام موجود تھے اور بُری حالت میں تھے۔ خاص کر لونڈیاں تو کسی شمار ہی میں نہ تھیں۔ اُن کی بُری گت بنتی تھی اللہ کریم نے ایسے قاعدے بنائے جن سے لونڈی غلاموں کی حالت درست ہوا اور رفتہ رفتہ غلامی کا سلسلہ ہی نہ رہے۔

آج دنیا میں لونڈی غلام کا وجود نہیں اور اس سلسلہ کو ختم کرنے کا سہرا یقیناً اسلام کے سر ہے۔ ناجائز دستوروں کے مٹانے میں قرآن مجید کا یہی طریقہ ہے کہ شروع میں آسان حکم دیے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دستور کو اسلام بھی قائم رکھنا چاہتا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس آسان احکام کے ماننے سے وہ بُرا دستور ختم ہو جاتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں لونڈیوں کا مرتبہ اس قدر بڑھایا کہ انہیں محض اپنی خواہشوں اور بدمستیوں کا شکار بنا کر نہ رکھو بلکہ ان کے ساتھ شادی کر کے اپنی بیوی بناؤ۔ اسی حکم میں لونڈیوں کے دستور کو اڑا دینے کا بیج بو دیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جس کو مفلسی نے ستا رکھا ہو اور نکاح کی ضرورت ہو تو اس کو چاہئے کہ اس لونڈی سے شادی کرے جس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور حرام کاری سے بچے۔ کیونکہ ایمان کی حفاظت ضروری ہے اور لونڈیوں کا ایمان بھی ویسا ہی قابل قدر ہے جیسے تمہارا اپنا۔

ان احکام کو ماننے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا سے غلامی ختم ہو چکی ہے۔ سماج کے اندر عورت کی عزّت قائم ہو چکی ہے۔ صرف ایک بات اور ہونی باقی ہے کہ کوئی کسی کو دبا کر نہ رکھے۔ یہ بھی اگر اسلام کے حکموں پر چلا جاتا تو کب کی پُوری ہو چکی ہوتی۔

لونڈی سے نکاح کی شرائط

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ
سو ان سے نکاح کرو اجازت سے ان کے مالک اور دو
اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ
ان کے مہر دستور کے موافق قید میں آنے والیاں نہ مستی نکالنے والیاں
وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ج فَاِذَآ اُحْصِنَّ
اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں پھر جب وہ آ چکیں
فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ
تو اگر کریں بے حیائی تو ان پر آدھی
مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط ذٰلِكَ
جو اوپر بیبیاں سے عذاب یہ
لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ط وَاَنْ تَصْبِرُوْا
اس کے واسطے جو ڈرے تکلیف تم میں اور اگر صبر کرو
خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ۲۵
بہتر تمہارے لیے اور اللہ بخشنے والا مہربان

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ
سو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرو اور ادا کرو
اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ
دستور کے موافق ان کے مہر۔ قید میں آنے والیاں ہوں نہ کہ مستی نکالنے والیاں
وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ج فَاِذَآ اُحْصِنَّ
اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں۔ پھر جب وہ نکاح کی قید میں آ
فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ
آ چکیں تو اگر بے حیائی کا کام کریں تو ان پر
مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط ذٰلِكَ
بیبیوں کی سزا سے آدھی سزا ہے۔ یہ
لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ط وَاَنْ تَصْبِرُوْا
اس واسطے کہ جو تم میں سے تکلیف میں پڑنے سے ڈرے۔ اور اگر صبر کرو
خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ۲۵
تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

کنیز اور لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دے کر اسلام نے ایک طرف تو بدکاری کا سدِّ باب کر دیا دوسری طرف سے معاشرہ میں اُن کا درجہ آزاد عورتوں کے برابر قرار دے دیا اور ان کی اولاد کو اگر وہ مالک سے ہو وہی حقوق دلائے جو آزاد عورتوں کی اولاد کو حاصل ہیں۔

اس کے ساتھ ہی لونڈیوں سے نکاح کے لیے مندرجہ ذیل شرائط لازمی قرار دیں۔

۱۔ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کی جائے۔

۲۔ دستور کے موافق مہر ادا کیا جائے۔

۳۔ لونڈیاں نیکوکاری، پاکدامنی کو پسند کرنے والی ہوں (مُحْصَنٰتٍ)

۴۔ شہوت و مستی میں مبتلا نہ ہوں۔ (مُسٰفِحٰتٍ)

۵۔ چوری چھپے معاشقہ اور یاری دوستی کرنے والی نہ ہوں۔ (مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان احکام سے فائدہ صرف وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو۔ صبر بہر حال تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ساتھ ہی فرما دیا کہ بدکار لونڈیوں کی سزا آزاد خواتین سے نصف ہے۔

اللہ کیا چاہتا ہے؟

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ
چاہتا ہے اللہ کہ بیان کرے تمہارے لیے اور تمہیں چلائے راہ
الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ
لوگ سے تم سے پہلے اور معاف کرے تم پر اور اللہ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ
جاننے والا حکمت والا اور اللہ چاہتا ہے کہ متوجہ ہو
عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ
تم پر اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو لگے ہوئے ہیں مزے
أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَن
کہ تم پھر جاؤ راہ دُور چاہتا ہے اللہ کہ
يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾
ہلکا کرے تم سے اور بنایا گیا انسان کمزور

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ
اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے بیان کرے اور تمہیں پہلوں
الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ
کی راہ پر چلائے اور تمہیں معاف کرے اور اللہ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ
جاننے والا حکمت والا ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر
عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ
متوجہ ہو اور وہ لوگ جو اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہیں
أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَن
چاہتے ہیں کہ تم راہ سے دُور پھر جاؤ اور اللہ چاہتا ہے
يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾
کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان کمزور بنایا گیا ہے

یہاں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو احکام بندوں کے لیے نازل فرماتا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو حلال و حرام میں فرق معلوم ہو جائے۔ اُسے گذشتہ انبیاء کی راہ پر چلنا نصیب ہو نیز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ بخشے اور اُن پر رحمت کرے وہ ہماری مصلحتوں اور حالات کو اچھی طرح جانتا ہے اور اس کے ہر حکم اور ہر تدبیر میں حکمت مخفی ہوتی ہے اگر اس کے ہر حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ ہدایت سے دُوری اور گذشتہ برگزیدہ ہستیوں کی مخالفت ہوگا۔ نیز انسان اس کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہ جائیں گے۔

انسانی زندگی کے سب سے اہم مسئلے یعنی رشتۂ ازدواج کی ذیل میں اللہ تعالیٰ نے مختلف احکام ارشاد فرمائے۔ مثلاً زنا کی مذمت اس سے توبہ۔ عورتوں کے متعلق احکام۔ محرمات کا ذکر۔ نکاح کا مہر اور دوسری قیود و شرائط۔ بدکاری کی ممانعت۔ انسان کو اپنی بعض کمزوریوں کے باعث ان حکموں کی اطاعت ناگوار ہوتی ہے۔ اس لیے آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام کی پابندی پر اور زیادہ زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان تمام قیود و شرائط کا جو تم پر لگائی جاتی ہیں مقصد یہ ہے کہ تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ جو شہوت پرست ہیں۔ وہ تمہیں بھی سیدھی راہ سے دُور لے جانا چاہتے ہیں تاکہ تم بھی اُن کی طرح شہوت پرستی کرو اور گمراہ ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کو انسان کی کمزوریوں کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ وہ اپنی شہوت اور مرغوبات سے کہاں تک صبر کر سکتا ہے۔ اسی لیے اس نے ہر حکم میں تخفیف کا لحاظ رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے شریعت میں تنگی نہیں فرمائی۔

مسلمان کی جان و مال

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
اے لوگو لوگو ایمان والو نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں
بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ
ناحق مگر کہ ہو تجارت سے خوشی
مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
آپس کی اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ ہے
بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا
تم پر مہربان اور جو کوئی کرے یہ تعدی
وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ
اور ظلم تو جلدی ہم ڈالیں گے آگ اور ہے یہ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾
پر اللہ آسان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال
بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ
ناحق نہ کھاؤ • مگر یہ کہ آپس کی تجارت تمہاری خوشی
مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
سے ہو اور آپس میں خون نہ کرو بے شک اللہ
بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا
تم پر مہربان ہے اور جو کوئی ظلم اور تعدی سے یہ
وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ
کام کرے تو اسے ہم عنقریب آگ میں ڈالیں گے اور یہ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾
اللہ پر آسان ہے

ازدواجی قوانین اور ان کی نافرمانی کی سزائیں ذکر کر کے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مثلاً جھوٹ، دغابازی، چوری یا لوٹ مار۔ لاٹری اور سٹہ وغیرہ کے ذریعے سے ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ ہاں اگر تم باہم سوداگری یا تجارت کرو۔ کسی کاروبار میں شامل ہو تو باہمی رضامندی سے حاصل کیے ہوئے مال کو کھانا تم پر حرام نہیں۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ کسی مسلمان بھائی کا خون ناحق بہانا تم پر حرام ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے جو ایسے حکم نازل فرماتا ہے جن کی رو سے ایک فرد کسی دوسرے کا مال نہ تو ناجائز طور پر کھا سکتا ہے اور نہ اس کی ناجائز طور پر جان لے سکتا ہے۔ ان تمام احکامات میں سراسر تمہارا اپنا فائدہ ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کی خلاف ورزی کرے یعنی ظلم اور زیادتی کر کے اوروں کا مال کھائے یا کسی کو قتل کر ڈالے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ظالموں کو جہنم کی آگ میں دھکیل دینا اللہ کے لیے دشوار نہیں بلکہ اس کے لیے یہ نہایت سہل اور آسان کام ہے اس لیے اب تمہیں یہ خیال کر کے کسی پر ظلم کرنے سے باز رہنا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں اگر ظلم کریں گے دوزخ میں جائیں گے۔

ساتھ ہی اس بات پر بھی نظر رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا مالک ہے۔ اسے عدل و انصاف کرنے اور سزا دینے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور نہ ہی وہ عدل و انصاف کا خون کر کے کسی کی بے جا رعایت یا کسی کے ساتھ ناروا زیادتی کر سکتا ہے۔

کبائر سے گریز

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ
اگر تم بچتے رہو بڑے جو گناہ ان سے

نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
ہم معاف کردیں گے تم سے تمہارے چھوٹے گناہ اور تمہیں داخل کردیں گے

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾
مقام عزت

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ
اگر تم ان چیزوں سے بچتے رہو گے جو بڑے گناہ ہیں

نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردیں گے اور تمہیں داخل کردیں گے

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾
عزت کے مقام میں

تَجْتَنِبُوْا (تم بچتے رہو) اجتناب اس کا مصدر ہے۔ جس کے معنی گریز اور پرہیز کرنا ہیں۔ "جنب" پہلو کو کہتے ہیں۔

كَبَآئِرَ (بڑے) کبیرہ اس کا واحد ہے۔ کبیر، اکبر وغیرہ ایک ہی لفظ سے بنے ہیں۔ کبیرہ اس گناہ کو کہا جاتا ہے جو بڑا ہو۔ اس کے برعکس معمولی درجہ کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو صغیرہ گناہ کہا جاتا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں مذکور تھا کہ جو شخص ظلم اور زیادتی سے کسی کے جان یا مال کو نقصان پہنچائے گا۔ اس کی سزا جہنم ہے۔ اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے پرہیز کرنے پر اللہ تعالیٰ نے بخشش و مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور جنت کی توقع دلائی ہے تاکہ اسے جان لینے کے بعد ہر شخص گناہوں سے پرہیز کی کوشش کرے۔

ارشاد ربانی ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہ مثلاً کسی کی چوری اور غصب اور قتل و غارتگری کے جرموں سے بچا رہا تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر علماء نے مختلف طور پر کی ہے۔ اس کی صحیح تفسیر کے لیے ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر زنا کے مختلف حصے مقرر فرمائے ہیں۔ مثلاً زنا کے فعل میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے۔ زبان کا حصہ زنا کے فعل کے بارے میں باتیں کرنا ہے اور نفس کا حصہ زنا کی خواہش کرنا ہے۔ فعل زنا کا حقیقی ارتکاب شرمگاہ پر موقوف ہے۔ اگر یہ فعل ہو گیا تو آنکھ، زبان اور دل سب کا زنا ہو گیا۔ اگر یہ نہ ہوا تو باقی زنا کے تمام مددگار فعل معاف کر دیے جائیں گے۔

اس لحاظ سے مذکورہ بالا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ البتہ بھول چوک سے چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نوبت آجاتی ہے۔ جن کی حیثیت بڑے بڑے گناہوں کے وسیلہ کی ہوتی ہے لیکن یہ لوگ بڑے بڑے گناہ کرنے سے بچ جاتے ہیں تو ان چھوٹے گناہوں پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اور انہیں بڑے گناہوں سے بچنے کا اجر بھی حاصل ہوگا۔ اجر اس لیے کہ انہوں نے سرکش نفس اور بری خواہشات کا مقابلہ کیا اور اپنے آپ کو شدید غلطی سے بچا لیا۔

حسد

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ
اور نہ ہوس کرو جس بڑائی اللہ جس میں ایک
عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ
اوپر دوسرے مردوں کا حصہ جو کمائی
وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْئَلُوا
اور عورتوں کا حصہ جو انہوں نے کمایا اور مانگو
اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ
اللہ سے اس کا فضل بیشک اللہ ہے ہر
شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾
چیز جاننے والا

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ
اور جس چیز میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی اس
عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ
ہوس نہ کرو مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے
وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا
اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے اور
اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ
اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ ہر
شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾
چیز کو جاننے والا ہے

اللہ تعالیٰ اگر کسی شخص کو کسی بات میں برتری اور فضیلت عطا فرمائے اور اُسے اس میں ممتاز کر دے تو اس کی ہوس نہ کرو۔ یہ بھی گویا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کے مال وجان میں بلا وجہ دست اندازی کی جائے جسے گذشتہ آیات میں حرام کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایسی حرص سے باہمی حسد اور بغض پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت کی مخالفت بھی ظاہر ہوتی ہے اور یہ تمام باتیں اللہ کو پسند نہیں۔

اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ چند عورتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کیا ـــ یا رسول اللہ صلعم اس کا کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مردوں کو ہی خطاب کرتا ہے اور انہیں کو حکم دیتا ہے۔ عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ نیز میت کے ورثہ سے مرد کو دوگنا حصہ دیا جاتا ہے اور عورت کو اکہرا اس آیت میں ان کے سوال کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو تم پر خاص حکمت سے فضیلت بخشی ہے تم ان کی اس برتری سے حسد مت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ورثہ میں مردوں اور عورتوں کا حصہ مقرر ہے۔ جیسا کچھ وہ کام کرتے ہیں۔ اس کے مطابق انہیں اجر ملتا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مردوں کو عورتوں پر خاص بڑائی، فضیلت اور برتری عنایت کی ہے اگر عورتیں اس پر حسد کریں تو یہ ایک بے جا ہوس ہو گی۔ البتہ اگر وہ اچھے عمل کر کے زیادہ ثواب اور انعام حاصل کریں تو یہ زیادہ بہتر ہو گا جو اللہ کا زیادہ فضل چاہتا ہو اُسے چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اچھے کام کر کے اس کی رحمت طلب کرے۔ حسد اور بغض سے اللہ کے فضل کا طالب نہ ہو۔ خداوند کریم کو ہر چیز کا مکمل علم ہے۔ وہ ہر ایک کے درجہ اور حق کو خوب جانتا ہے اور اسی کے مطابق اس سے معاملہ طے کرتا ہے۔

وارثوں کا تقرر

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
اور ہرایک کیلیے مقرر کردیے وارث جو چھوڑ مریں ماں باپ
وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ
اور قرابت والے اور جو لوگ تمہارا عہد ہوا
فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ
انہیں دے دو ان کا حصہ بیشک اللہ ہے اوپر
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾
ہر چیز گواہ

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
اور ہم نے ہر کسی کے لیے اس مال کے وارث مقرر کر دیے ہیں جو چھوڑ مریں
وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ
ماں باپ اور قرابت والے اور جن سے تمہارا معاہدہ ہوا
فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ
پس ان کا حصہ دو بے شک اللہ
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾
ہر چیز پر گواہ ہے

ع ۵ ۸ ۲

اَلَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ (جن سے تمہارا عہد ہوا) اَلَّذِیْنَ اسم موصول ہے۔ یعنی وہ لوگ جن سے عَقَدَتْ عقدہ سے ہے جس کے معنی گرہ ہیں یعنی باندھا اور طے کیا اَیْمَانُکُمْ (الف سے زبر کے ساتھ) اس کا ترجمہ ہے تمہارا عہد و پیمان۔ پورے جملہ کا مدعا یہ ہے کہ جن لوگوں سے تمہارا کوئی عہد و پیمان اور اقرار ہوا۔

اس آیت میں فرمایا کہ مرنے والوں کے مال میں وارثوں کا حصہ ہے خواہ وہ مرنے والے والدین ہوں یا قرابت دار اور جن سے خاص طور پر کوئی عہد و پیمان ہوا ہو انہیں بھی کچھ ملنا چاہیئے۔

خدا خوب جانتا ہے کہ وارثوں کا کیا حصہ ہونا چاہیئے اور جن لوگوں سے معاہدہ ہوا ان کو کیا ملنا چاہیئے اور یہ بھی کہ اس کے احکام کو کون تسلیم کرتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے کافر و مشرک خاندان کو چھوڑ کر اکیلے اکیلے ہی مسلمان ہو جاتے تھے اور ان کا سارا کنبہ اور تمام عزیز و اقربا کافر ہی چلے آتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اس حالت کو دُور کرنے کے لیے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ چنانچہ وہی دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے لیکن کچھ مدّت بعد جب ان کے رشتہ دار اور دیگر عزیز و اقربا بھی مسلمان ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اصل میں میراث ان اقربا اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے اور منہ بولے بھائیوں کا میراث میں کوئی حق نہیں۔ البتہ زندگی میں ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیئے اور اگر مرتے وقت آدمی ان کے لیے کچھ وصیت کر جائے تو بھی مناسب ہے لیکن میراث میں ان کا قانونی طور پر کوئی حق نہیں۔

خداوندِ کریم نے اپنی مختلف آیات میں کنبہ کے افراد، عزیز و اقربا اور دیگر ملنے والوں کی میراث میں حصّے مقرر فرما دیے یہ تمام حصّے ان سب کے استحقاق اور تقاضوں کے پیشِ نظر معین کیے ہیں۔ انہیں تسلیم کرنے میں مسلمانوں کی سراسر مصلحت ہے ہمیں چاہیئے کہ بلا چوں و چرا انہیں بجا لائیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے وہ انسانوں کی نیتوں اور اعمال سے اچھی طرح واقف ہے وہ انہیں ان کی نیتوں کے مطابق ہی جزا یا سزا دے گا۔

مردوں کو عورتوں پر فضیلت

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ
مرد حاکم اُوپر عورتیں اس واسطے کہ بڑائی
اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ
اللہ ایک کو اُوپر ایک اور کیونکہ انہوں نے خرچ کئے سے
اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ
اپنے مال پھر جو نیک عورتیں تابعدار نگہبانی کرنے والے
لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ
بیٹھ پیچھے سے حفاظت اللہ

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ
مرد عورتوں پر حاکم ہیں ۔ اس واسطے کہ
اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ
اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی اور اس واسطے کہ انہوں نے
اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ
اپنے مال خرچ کیے ۔ پھر جو نیک عورتیں ہیں سو تابعدار ہیں پیٹھ پیچھے
لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ
نگہبانی کرنے والی ہیں اللہ کی حفاظت سے

قَوَّامُوْنَ (حاکم) اس کا واحد قوام ہے جو قیام سے بنا ہے ۔ اس کے مرادی معنی دو ہو سکتے ہیں ایک تو حاکم اور نگرانی کرنے والے دوسرے کفالت کرنے والے بہت سے مفسرین نے قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ عورتوں کی کفالت کرنے والے ان کی روزی مہیا کرنے والے اور ان کی حفاظت کرنے والے ۔

اس آیت میں مرد اور عورت کے درجے بتائے گئے ہیں اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مرد کا درجہ عورت سے زیادہ ہے لہٰذا دونوں کے درجوں میں فرق کی وجہ سے ان کے بارے میں بھی فرق ہوگا اور یہ فرق سراسر حکمت پر مبنی ہوگا ۔ عورت اور مرد برابر نہیں ہیں ۔ اگر عورتیں برابری اور مساوات کی خواہش کریں تو یہ بالکل بے جا ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم اور ان کا کفیل بنایا ہے مرد کی فضیلت کی وجوہات یوں بیان فرمائیں ۔

۱ ۔ مرد کو عورت پر فضیلت عطا کی گئی ہے ۔ یہ فضیلت جسمانی اور روحانی لحاظ سے بھی ہے اور علم و عمل کے لحاظ سے بھی ۔ اس کی تشریح احادیث طیبہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے ۔

۲ ۔ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں ۔ یہ مال ۔ خوراک ، پوشاک مہر نان ونفقہ ۔ ضروریات زندگی اور امور خانہ داری غرض ہر ضرورت کے وقت مرد ہی مہیا کرنے کے ذمہ دار ہیں ۔

قرآن مجید میں نیک خصلت عورتوں کی دو ذمہ داریاں بیان فرمائی ہیں ۔ پہلی یہ کہ وہ مردوں کی تابعداری کرتی ہیں اور دوسری یہ کہ اللہ کے حکم کے موافق خاوند کی غیر حاضری میں اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں یعنی اپنے فرائض زوجیت کی نگہبانی کرتی ہیں اور شوہر کے مال میں خیانت نہیں کرتیں ۔

زمانہ جدید میں نئی روشنی والے ممالک کی طرف سے مرد و عورت کی باہمی مساوات کی صدا بلند ہو رہی ہے عورتیں مردوں کی برابری کا دعویٰ کر رہی ہیں ۔ قرآن مجید کی یہ آیت ہمارے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہے اور خود یہ مغربی اقوام اپنی تہذیب کے گھناؤنے نتائج کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی ہیں ۔ ایسی اقوام کی اندھا دھند تقلید کی بجائے قرآن مجید کی اس آیت سے نصیحت حاصل کرنا اور دوسروں کے لیے نمونہ پیش کرنا ہمارا فریضہ ہے

سرکش عورتوں کی اصلاح

وَ الّٰتِیْ۔تَخَافُوْنَ۔نُشُوْزَهُنَّ۔فَعِظُوْهُنَّ۔وَ
اور جو ڈر بدخوئی انہیں سمجھاؤ اور
اهْجُرُوْهُنَّ۔فِی۔الْمَضَاجِعِ۔وَ۔اضْرِبُوْهُنَّ ج
جدا کرو میں سونا اور مارو
فَاِنْ۔اَطَعْنَكُمْ۔فَلَا۔تَبْغُوْا۔عَلَيْهِنَّ۔سَبِيْلًا ط
پھر اگر تمہارا کہا مانیں تو نہ تلاش کرو اُن پر راہ
اِنَّ۔اللّٰهَ۔كَانَ۔عَلِيًّا۔كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾
بیشک اللہ ہے اُوپر بڑا

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ
اور تمہیں جن کی بدخوئی کا ڈر ہو انہیں تم سمجھاؤ اور
اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ج
سونے میں جُدا کرو اور مارو
فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ط
پھر اگر تمہارا کہا مانیں تو ان پر الزام کی راہ تلاش نہ کرو
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾
بے شک اللہ سب سے اُوپر بڑا ہے

گذشتہ آیت میں مرد کی حیثیت ایک لفظ " قوّام" میں بیان فرمادی۔یعنی وہ اپنی فضیلت اور انفاقِ مال کے سبب عورت کا نگران حاکم اور کفیل ہے اور نیک نہاد عورت وہ ہے جو اطاعت گزار اور پیٹھ پیچھے بھی نگرانی کرنے والی ہو۔ وہ نہ صرف اپنی عزّت و آبرو کی محافظ ہو بلکہ خاوند کے حقوق۔مفادات، مال و زر اور گھر بار کی نگرانی اور حفاظت کرنے والی ہو۔

مرد و عورت دونوں کے حقوق و فرائض بیان کرنے کے بعد اب عملی زندگی کی مشکلات اور ان امور میں خرابی پیدا کرنے کی صورت میں اصلاح کے اصول اور طریقے بیان کیے جارہے ہیں۔

خاوند بیوی کے تمام خوشگوار تعلّقات کے باوجود کہیں کہیں باہم اختلاف اور رنجش کا پیدا ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں — اور اطاعت گذار بیوی کی طرف سے بدخوئی اور نافرمانی کا سرزد ہونا بھی ناممکن نہیں۔سوال یہ ہے کہ اس صورت میں خاوند کیا رویہ اختیار کرے

اِن آیات میں ان عورتوں کے بارے میں سزا بیان کی گئی ہے جو اپنے شوہروں سے بدزبانی، بدخوئی اور نافرمانی کریں۔ ان کی سزا کا پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مرد عورت کو زبانی طور پر سمجھائے و نصیحت کرے اگر وہ اس پر نہ مانے تو سونے میں اس سے علیحدگی اختیار کرلے اور وہ پھر بھی نہ مانے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اس کو مارے لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی سخت مار نہ ہو جس سے جسم پر کوئی نشان پڑے اور نہ اُس کی ہڈی ٹوٹے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہر خطا اور قصور کے مختلف درجے ہیں اور ان کے درجوں کے مطابق ہی سزا کا حکم ہے۔ مار پیٹ بالکل آخری سزا ہے۔ اگر قصور بالکل معمولی ہو تو پھر مار کے بجائے سمجھانا ہی بہتر ہے۔ نیز مار پیٹ بھی قصور کے درجہ کے مناسب ہونی چاہیئے۔اس بات کا ہر حال میں لحاظ رہے کہ نہ تو ہڈی ٹوٹنے پائے اور نہ ایسا زخم آئے جس کا نشان باقی رہے۔

پھر اگر عورتیں تمہاری نصیحت یا سونے میں علیحدگی یا مار پیٹ کے بعد بدخوئی اور نافرمانی سے باز آجائیں تو تم بھی سزا دینا ختم کردو۔نیز ان کی غلطیوں کی کھود کرید بند کردو۔ ان پر خواہ مخواہ الزام نہ لگاؤ بلکہ اللہ سے ڈرو۔ وہ سب پر غالب اور حاکم ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ مار پیٹ شریف عورتوں کو نہیں بلکہ نافرمان اور بدخو عورتوں کے لیے ہے۔

مصالحت اور ثالثی

وَ-اِنْ-خِفْتُمْ-شِقَاقَ-بَيْنِهِمَا-فَابْعَثُوْا-حَكَمًا
اور اگر تم ڈرو ضد دونوں توکھڑاکرو منصف
مِّنْ-اَهْلِهٖ-وَ-حَكَمًا-مِّنْ-اَهْلِهَا-اِنْ-يُّرِيْدَآ
سے مردوالے اور منصف سے عورت والے اگر یہ چاہیں گے
اِصْلَاحًا-يُّوَفِّقِ-اللّٰهُ-بَيْنَهُمَا-اِنَّ-اللّٰهَ
صلح کرادیں توموافقت کردے گا اللہ اُن میں بیشک اللہ
كَانَ-عَلِيْمًا-خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾
ہے جاننے والا خبردار

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا
اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک
مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ
منصف مردوالوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں
اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
چاہیں گے کہ صلح کرادیں تو اللہ ان دونوں میں موافقت کردے گا بیشک
كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾
اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

پہلی آیت میں بدخو، بدزبان اور نافرمان بیویوں کی اصلاح کے لیے تین طریقے بیان ہوئے تھے۔ اب اس کے بعد یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ تمام کوششیں بھی ناکام ہوجائیں تو کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا اگر تم اس بات سے ڈرو کہ دونوں ضد کر رہے ہیں۔ اور آپس میں خود صلح نہیں کرتے تو ایک انصاف پسند حَکَم (منصف) خاوند کے گھروالوں میں سے اور ایک بیوی کے خاندان سے مقرر کرو اگر یہ دونوں دل سے اخلاص کے ساتھ صلح و صفائی اور اصلاح احوال کی کوشش کریں تو اللہ ضرور موافقت کی صورت پیدا کردے گا اور ان کا اختلاف اتفاق میں تبدیل کردے گا۔

دنیا میں ہر جگہ ازدواجی زندگی میں بے اعتدالی موجود تھی۔ کہیں عورت کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ بیوی کو بے زبان جانور سے بدتر اور غلام باندی سے کمتر تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو ایک خاص مقام دیا۔ بیٹی، بہن، بیوی، ماں غرض ہر رشتہ میں اس کے حقوق اور درجات مقرر کیے۔

اکثر مذاہب میں دوسری خرابی یہ تھی کہ ایک مرتبہ نکاح ہوجانے کے بعد جدائی کی کوئی قانونی اور مذہبی صورت نہ تھی۔ اور بعض نے جدائی کو بالکل مذاق بنا دیا تھا۔ ذرا سی بات پر خاوند بیوی کو گھر سے نکال کھڑا کرتے۔ قرآن مجید نے ان دونوں صورتوں میں اصلاح اور درستی کی۔

اختلاف ہوجانے کی صورت میں پہلے تو یہ بتلایا کہ خاوند خود ہی اصلاح کی کوشش کرے۔ اب فرمایا۔ کہ جب بات اس مرحلہ سے گزر جائے تو خاندان کے ثالثوں کے ذریعہ مصالحت کی کوشش کی جائے۔ طلاق وغیرہ کی نوبت کہیں اس کے بعد آنی چاہئے۔

حقوق العباد

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ
اور بندگی کرو اللہ اور نہ شریک کرو اس کا کچھ اور
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیم
وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ
اور فقیر اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا
اور والے پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور جو
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ
مال تمہارے ہاتھ بیشک اللہ نہیں پسند آتا جو کوئی
كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿۳۶﴾
ہے اترانے والا بڑائی کرنے والا

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ
اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں
وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ
اور فقیروں اور قریبی ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسائے
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا
اور پاس بیٹھنے والے سے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ
کے مال یعنی غلام یا باندیوں کے ساتھ۔ بیشک اللہ کو وہ شخص پسند
كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿۳۶﴾
نہیں ہے جو اترانے والا اور بڑائی کرنے والا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق اور ان کے ساتھ اچھے سلوک کا ذکر کر کے اب اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک کا حق اس کے درجہ کے مطابق اور حاجت کے مناسب ادا کرو۔ سب سے زیادہ مقدم حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کے لیے تمہیں چاہیئے کہ اسی کی عبادت کرو۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ نیک عمل، اللہ پر ایمان رکھ کر آخرت میں ثواب ملنے کی امید سے کرو۔ فخر اور ریا کاری سے حاجتمندوں کو مال نہ دو کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد حقوق العباد آتے ہیں۔ ان میں سے پہلا درجہ ماں باپ کا آتا ہے جو بقائے نسل کے ذمہ دار ہوتے ہیں وہ اولاد کی اس وقت نگہداشت اور پرورش کرتے ہیں جب بچے بالکل ناتواں اور بے بس ہوتے ہیں۔ ماں باپ ہی بچے کی مادی اور ذہنی تربیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ پھر رشتہ داروں اور قرابت داروں کا حق ہے وہ وقتاً فوقتاً انسان کی امداد کرتے رہتے ہیں۔ ان کا بھی حق ادا ہونا چاہیئے۔ پھر یتیموں اور فقیروں کا درجہ آتا ہے۔ یتیم اپنے والدین کی محرومی کے باعث بے بس ہوتا ہے اور فقیر تنگدستی کے باعث ضرورتمند ہوتا ہے اس کے بعد قریب اور دور کے ہمسایوں کے حقوق ہیں پھر پاس بیٹھنے والے دوست اور رفیق کا حق ہے۔ اس کے بعد مسافر کا درجہ ہے۔ پھر غلام اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کا نمبر آتا ہے آخر میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ جو شخص تکبر کرتا ہو اور کسی کو اپنے برابر نہ سمجھتا ہو۔ وہ ان حقوق کو ادا نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی پسند نہیں کرتا۔

ریاکار بخیل

الَّذِيْنَ - يَبْخَلُوْنَ - وَ - يَاْمُرُوْنَ - النَّاسَ - بِالْبُخْلِ
جو لوگ — بخل کرتے ہیں — اور — سکھاتے ہیں — لوگ — بخل
وَ - يَكْتُمُوْنَ - مَآ - اٰتٰىهُمُ - اللّٰهُ - مِنْ - فَضْلِهٖ ؕ - وَ
اور چھپاتے ہیں — جو — انہیں دیا — اللہ — سے — اس کا فضل — اور
اَعْتَدْنَا - لِلْكٰفِرِيْنَ - عَذَابًا - مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَ - الَّذِيْنَ
ہم نے تیار کر رکھا ہے — کافروں کے لیے — عذاب — ذلت — اور — وہ لوگ جو
يُنْفِقُوْنَ - اَمْوَالَهُمْ - رِئَآءَ - النَّاسِ - وَ - لَا - يُؤْمِنُوْنَ
خرچ کرتے ہیں — ان کے مال — دکھانا — لوگ — اور نہیں ایمان لاتے
بِاللّٰهِ - وَ - لَا - بِالْيَوْمِ - الْاٰخِرِ ؕ - وَ - مَنْ - يَّكُنِ
اللہ پر — اور — نہ — دن — قیامت — اور — جو — ہوا
الشَّيْطٰنُ - لَهٗ - قَرِيْنًا - فَسَآءَ - قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾
شیطان — اس کا — ساتھی — بُرا — ساتھی

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ
اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل سکھاتے ہیں
وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ
اور جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اُسے چھپاتے ہیں اور
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ
ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ
اپنے مال لوگوں کے دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ ایمان لاتے
بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ
ہیں اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی
الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾
شیطان ہوا وہ بہت بُرا ساتھی ہے۔

یہ آیت ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو اللہ کے راہ میں خرچ کرنے سے خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کام سے روکنا چاہتے ہیں۔ خصوصاً وہ یہودی جن کی کتاب تورات میں نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں موجود تھیں اور اسلام کی سچائی کے بارے میں آیات مذکور تھیں لیکن وہ انہیں چھپاتے تھے۔

اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ جو لوگ اپنے مال پر اتراتے ہیں اور غرور و تکبر کرتے ہیں انہیں اللہ کبھی پسند نہیں کرتا۔ اب فرمایا کہ ایسے لوگوں کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ بخل کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتے۔ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مال اور علم عطا کیا لیکن وہ اسے لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ وہ زبان سے بھی اور عمل سے بھی لوگوں کو بخل کی ترغیب دلاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے ہم نے ذلت بھرا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تکبر کرنے والوں کی خصوصیتیں یہ بھی ہیں کہ وہ اپنا مال صرف ریاکاری اور نمائش کی غرض سے خرچ کرتے ہیں یعنی فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں لیکن لوگوں کے دکھلاوے کے لیے اپنا مال ضرور خرچ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا نہ تو اللہ پر ایمان ہے نہ قیامت پر۔ اس لیے وہ اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے خرچ نہیں کرتے بلکہ صرف لوگوں کو دکھانا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ روش یہ ہے کہ حقوق العباد ادا کیے جائیں اور مال خرچ کرنے سے مقصود اللہ کی خوشنودی ہو اور آخرت کے ثواب کی اُمید ہو۔ ریاکاری اور نمائش کا کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کا ساتھی شیطان ہے۔

ریاکار بخیل غور کریں

وَ مَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ
اور کیا ہوتا ان پر اگر ایمان لاتے اللہ پر اور دن

الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ كَانَ
آخرت اور خرچ کرتے جو انہیں دیا اللہ اور ہے

اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ
اللہ ان سے باخبر بیشک اللہ نہیں ظلم کرتا

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا
برابر ذرہ اور اگر ہو نیکی اُسے دُونا کرتا ہے

وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾
اور دیتا ہے سے اپنے پاس ثواب بڑا

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت

الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَكَانَ
کے دن پر اور اللہ کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے اور

اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ
اللہ کو ان کی خوب خبر ہے بیشک اللہ کسی کا ذرہ برابر

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا
حق نہیں رکھتا اور اگر ہو نیکی تو اسے دُونا کر دیتا ہے

وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾
اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے

ان آیات سے پہلے مال و دولت کے سلسلہ میں دو بنیادی خرابیوں کا ذکر تھا۔ یعنی بخل اور ریا کاری۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں بدترین خرابیوں کی وجہ اللہ کریم کی ذات پر ایمان نہ ہونا اور نتائج اعمال (آخرت کے دن) پر یقین نہ ہونا ہے جس شخص کو یہ احساس ہو کہ دولت میری نہیں اس کا دینے والا کوئی اور ہے اور وہ مجھ سے اس کا حساب کتاب بھی لے گا۔ وہ اس دولت کے بارے میں دینے والے کی مرضی کے خلاف بخل کیسے کر سکے گا اور جس شخص کو یقین ہو کہ اللہ اس کی شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور ہر ظاہر و پوشیدہ چیز سے باخبر ہے وہ ریا کاری کی ہمت کیسے کر سکے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا کہ اگر وہ کفر کرنے کی بجائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتے اور بخل اور ریا کاری سے بچ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تو اس میں ان کا کچھ نقصان نہ تھا بلکہ سراسر فائدہ ہی تھا۔ نقصان تو اس روش میں ہے جسے وہ اب اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کچھ کر رہے ہیں اور کس نیت سے کر رہے ہیں اس کے مطابق ہی انہیں اجر ملے گا۔

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ (اور اللہ کے دیے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں) یہ جملہ استعمال کر کے بتا دیا کہ دینے والا صرف اللہ ہی ہے اس لیے ہمیں چاہئے کہ اللہ کے ارشادات اور ہدایات کے مطابق مال خرچ کریں۔ اپنا سمجھ کر اپنی مرضی کے مطابق نہ خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا حق ذرہ برابر بھی ضائع نہیں کرتا۔

بخیل اور کنجوس کو سوچنا چاہئے کہ اس مولیٰ کریم کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ اگر ساری دنیا بھی مل کر اس سے مانگے پھر بھی اس کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں ہوتی جتنا سمندر میں سوئی ڈبونے سے اس کے ناکے پر پانی کا قطرہ لگ جانے سے سمندر کے پانی میں کمی ہو سکتی ہے۔

قیامت کے دن کفار کی حسرت

فَكَيْفَ - اِذَا - جِئْنَا - مِنْ كُلِّ - اُمَّةٍۢ - بِشَهِيْدٍ
پھر کیا جب ہم بلائیں گے سے ہر امت احوال کہنے والا

وَّ جِئْنَا - بِكَ - عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ - شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾
اور بلائیں گے تجھے اوپر ان کے احوال بتانے والا

يَوْمَئِذٍ - يَّوَدُّ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - وَ - عَصَوُا
اس دن آرزو کریں گے لوگ کافر اور نافرمان

الرَّسُوْلَ - لَوْ - تُسَوّٰى - بِهِمُ - الْاَرْضُ ؕ وَ
رسول کاش برابر ہو جاتے وہ زمین اور

لَا - يَكْتُمُوْنَ - اللّٰهَ - حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾
نہ چھپا سکیں گے اللہ بات

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ
پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا بلائیں گے

وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾
اور تجھے ان لوگوں پر احوال بتانے والا بنا کر لائیں گے ۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا
اس دن کافر اور رسول کے نافرمان لوگ آرزو

الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَ
کریں گے کہ کاش ہم زمین کے برابر ہو جائیں اور

لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾
اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے ۔

شَهِيْد (احوال کہنے والا) شاہد، شہادت، شہود، مشہود اور مشاہدہ وغیرہ بے شمار لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں۔ اس لفظ کے معنی میں موجودگی اور گواہی کا مفہوم پوشیدہ ہے۔ گواہ کو شاہد اور شہید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ خاص امر واقعہ میں موجود ہوتا ہے۔ اور اس سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے۔

عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (ان لوگوں پر احوال بتانے والا) دوسرے پارہ کی ابتدا میں مسلمانوں کو شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (لوگوں پر گواہ) اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں پر شہید بیان فرمایا ہے (درس نمبر ۱۶۸) اور یہاں اس آیت میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تمام اقوام اور امتوں پر گواہی دینے والا بیان فرمایا ہے هٰٓؤُلَآءِ کے مفہوم میں دنیا کے تمام سابقہ نبی رسول اور امتیں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر قوم کے لیے ایک احوال بتانے والا موجود ہوگا۔ وہ ان کے افعال و کردار اور ایمان و انکار کی شہادت دے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان انبیا و رسل ؑ کی صداقت کی گواہی دیں گے اور ان کی امتوں نے آپؐ سے جو سلوک روا رکھا اس کی شہادت بھی دیں گے۔

حساب کتاب کے دن اللہ کا انکار اور رسول کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ وہ ہزار کوششوں کے باوجود کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔ اس پریشانی اور پشیمانی کے عالم میں وہ چاہیں گے کاش! زمین پھٹ جاتی ہم اس میں دھنس جائیں اور زمین ہموار ہو جاتی تاکہ اس عذاب سے ہمیں نجات مل جاتی۔

نشہ اور نماز

يٰٓاَيُّهَا۔ الَّذِيْنَ۔ اٰمَنُوْا۔ لَا تَقْرَبُوا۔ الصَّلٰوةَ
اے لوگ ایمان لائے نہ نزدیک جاؤ نماز
وَ۔ اَنْتُمْ۔ سُكٰرٰى۔ حَتّٰى۔ تَعْلَمُوْا۔ مَا۔ تَقُوْلُوْنَ
اور تم نشہ یہاں تک کہ سمجھو جو کہتے ہو
وَ۔ لَا۔ جُنُبًا۔ اِلَّا۔ عَابِرِيْ۔ سَبِيْلٍ۔ حَتّٰى
اور نہ غسل کی ضرورت مگر چلتے ہوئے راہ یہاں تک کہ
تَغْتَسِلُوْا ط
تم غسل کرلو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ
اے ایمان والو نماز کے نزدیک نہ جاؤ
وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ
جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو تم کہتے ہو
وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى
نہ غسل کی حاجت کے وقت مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک
تَغْتَسِلُوْا ط
کہ تم غسل کرلو

سورت کے شروع میں مسلمانوں کو عزیزو اقربا اور میاں بیوی کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی گئی۔ مال ناجائز طور پر کھانے اور ناحق قتل کرنے کی ممانعت کی گئی۔ اس کے بعد رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور ہمسایہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔ غرور و تکبر۔ ریاکاری اور بخل سے باز رہنے کا حکم دیا گیا۔ ان تمام احکام کے آخر میں نماز کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔ نماز کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ نماز پڑھنے سے پیشتر دو باتوں کا خیال کرلو۔ ایک تو یہ کہ تم نشے کی حالت میں نہ ہو۔ یعنی جب تک اپنے منہ سے نکلے ہوئے فقروں کو اچھی طرح سمجھ نہ سکو نماز ادا نہیں کر سکتے ہو۔ دوسرے یہ کہ تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو جب تک کہ تم غسل کر کے بدن کو پاک صاف نہ کرلو نماز ادا نہ کرو۔

ان ہر دو حکموں کا فائدہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا احکام الٰہی جن میں باہمی حقوق اور معاملات اور مالی و جانی عبادات کا ذکر تھا۔ ان سب کی ادائیگی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ نیز بخل۔ ریا اور تکبر سے بچنا بھی نفس پر شاق گذرتا ہے۔ اس لیے نماز کا حکم دیا گیا۔ نماز کی وجہ سے دوسری عبادات میں سہولت اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور ناجائز کاموں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے اس کی تشریح یوں بھی فرمائی ہے کہ جو احکام پہلے ذکر ہوئے ہیں ممکن ہے انہیں سن کر کاہل اور سست اشخاص اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے ہمت ہار دیں اور نماز میں بھی سستی کرنے لگیں۔ اس لیے یہ بتایا گیا کہ جو شخص نماز کو قائم رکھے گا۔ اسے دوسرے کاموں میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی اور نہ ہی وہ نماز میں کوتاہی کرے گا۔

سُکٰرٰی (نشہ) سکر نشے کو کہتے ہیں یعنی وہ دماغی کیفیت جب انسان کے حواس میں خلل پڑ جاتا ہے اور عقلی توازن درست نہیں رہتا۔ یہ کیفیت شراب سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات جوش غضب اور نیند کے غلبے سے بھی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ایسی حالت میں نماز نہیں ہوسکتی۔

جُنُباً (غسل کی ضرورت) یعنی ایسی حالت جبکہ غسل فرض ہو ایسے مرد یا عورت کو جنبی کہتے ہیں۔

تیمّم

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا تم میں سے
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا عورتوں کے پاس گئے ہو
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
پھر تمہیں پانی نہ ملا تو پاک مٹی کا ارادہ کرو
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ
پھر اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک
اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۴۳
اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اور اگر تم مریض یا اوپر سفر یا آیا
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
کوئی تم میں سے بیت الخلا یا پاس گئے وہ عورتیں
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
پھر نہ ملا پانی تو ارادہ کرو مٹی پاک
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ
پھر ملو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ بے شک
اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۴۳
اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا

پچھلی آیت میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جنابت کی حالت میں نماز ادا نہیں ہو سکتی جب تک کہ غسل نہ کر لو۔ اگر غسل کرنے سے معذوری ہو تو اس کے بارے میں اس آیت میں فرمایا کہ تیمم کر لو۔ معذوری کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ مرض۔ جبکہ پانی نقصان پہنچاتا ہو اور بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔

۲۔ سفر۔ اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور اتنا پانی موجود نہ ہو کہ وضو کرے یا پانی صرف اتنا ہو کہ اگر وضو کرے تو پینے کے لیے کچھ نہ بچے اور پانی کے دُور دُور تک ملنے کی کوئی اُمید نہ ہو اور پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو جائے۔

۳۔ پانی کی عدم موجودگی:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانی بالکل ہی نہ ملے۔

اِس آیت میں طہارت کی ضرورت کی دو صورتیں بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ کوئی شخص رفع حاجت کرکے آیا ہو اور اسے وضو کی حاجت ہو۔ دوسری یہ کہ وہ عورت سے صحبت کرکے آیا ہو۔ اور اسے غسل کی ضرورت ہو۔

تیمّم کی صورت یہ ہے کہ پاک زمین پر دونوں ہاتھ مارے اور سارے منہ پر اچھی طرح مل لے۔ پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر کہنیوں تک مل لے۔ مٹی معذوری کے وقت پانی کے قائم مقام اس لیے کی گئی ہے کہ یہ پاک ہے اور پانی سے زیادہ آسانی کے ساتھ میسر آ سکتی ہے۔

نیز خاک انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں گناہوں اور خرابیوں سے بچاؤ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وضو کی بجائے تیمّم کی اجازت دے دی اور مٹی کو پانی کا قائم مقام کر دیا اس لیے کہ وہ انسانوں کے لیے سہولت پیدا کرنے والا اور معافی دینے والا ہے وہ اپنے بندوں کے نفع اور آسائش کو پسند فرماتا ہے۔ بظاہر یہ احکام انسان کو دشوار معلوم ہوتے ہیں لیکن ان سب سے مقصد صرف ایک ہے کہ انسان نیک و پاک بن جائے۔ اور دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرے۔

یہودیوں کا ارادہ بد

اَلَمْ - تَرَ - اِلَى - الَّذِيْنَ - اُوْتُوْا - نَصِيْبًا - مِّنَ
کیا نہ دیکھا طرف لوگ ملا حصّہ سے
اَلْكِتٰبِ - يَشْتَرُوْنَ - الضَّلٰلَةَ - وَ - يُرِيْدُوْنَ - اَنْ
کتاب خریدتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ
تَضِلُّوا - السَّبِيْلَ ۝٤٤ وَ - اللّٰهُ - اَعْلَمُ - بِاَعْدَآئِكُمْ ط - وَ
تم بہکو راہ اور اللہ جانتا ہے تمہارے دشمن اور
كَفٰى - بِاللّٰهِ - وَلِيًّا - وَّ - كَفٰى - بِاللّٰهِ - نَصِيْرًا ۝٤٥
کافی اللہ حمایتی اور کافی اللہ مددگار

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب سے کچھ حصّہ
الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ
ملا ہے وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ
تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝٤٤ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ط وَ
تم بھی راہ سے بہک جاؤ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے اور
كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝٤٥
اللہ کافی ہے حمایتی اور اللہ کافی ہے مددگار

ان آیات میں یہودیوں کی بعض برائیوں اور مکر و فریب کا بیان ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا سے لے کر يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ تک یہودیوں کی برائیاں اور نقائص بیان ہو چکے ہیں درمیان میں یہ بتایا گیا تھا کہ جب تم نشہ کی حالت میں ہو یا تمہیں غسل کی حاجت ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ اب یہاں سے پھر یہودیوں کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

یہودی اہل کتاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے کلام کا کچھ حصہ بخشا لیکن انہیں عمل نصیب نہ ہوا۔ حالانکہ اصل مقصود یہی تھا۔ یہ لوگ اللہ کی آیات کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں۔ پیغمبر آخرالزمان صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حالات اور اوصاف چھپاتے ہیں ان کی کتابوں میں آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی جو بشارتیں مذکور ہیں انہیں مخفی رکھتے ہیں تاکہ ان کی اپنی سرداری اور عزّت ختم نہ ہو جائے وہ اسلام سے جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی دین سے پھر کر گمراہ ہو جائیں۔

یہ خدا کی ایک پیاری قوم ہے اس میں اللہ کے بیشتر نبی مبعوث ہوئے جو ہر طرح سے دعوت و تبلیغ کے ذریعے انہیں راہ حق دکھانے کے لیے کوشش کرتے رہے لیکن یہ لوگ آخرت کی فلاح حاصل کرنے کی بجائے دنیاوی فائدے حاصل کرنے میں لگے رہے کتب الٰہی میں ردّ و بدل کرتے رہے جو حکم ان کے فائدے کے موافق ہوتا اس کی اطاعت کرتے اور جس حکم سے ان کے عارضی فائدوں میں کمی آتی۔ یہ انہیں ٹھکرا دیتے۔ ان کی کتاب میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں بشارت دی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے محض اس غرض سے چھپایا کہ ان کی ریاست اور امارت کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ یہ عوام میں بدنام نہ ہو جائیں غرض دین بیچ کر دنیا خریدتے رہے۔ اب اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی دین اسلام سے پھیر دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مسلمانو! میں تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تم ان سے پرہیز کرو۔ اللہ تعالیٰ انہیں نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے لیے کافی ہے۔ تم دشمنوں کی طرف سے اس قسم کا اندیشہ مت کرو اور دین اسلام پر قائم رہو

یہودیوں کی چالاکیاں

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ
بعض لوگ یہودی بدلتے ہیں بات سے
مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا
اس کا ٹھکانہ اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور نہیں مانتے
وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا
اور سُن نہ سُنایا جائیو اور راعنا موڑ کر
بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ
ان کی زبان اور عیب لگانا بیچ دین

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ
بعض یہودی لوگ بات کو اُس کے ٹھکانے سے
مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا
بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور ہم نہیں مانتے
وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّۢا
اور تو سُن نہ سنا جائیو اور راعنا (کہتے ہیں) اپنی
بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ
زبان موڑ کر اور دین میں عیب لگاتے ہیں۔

اِس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہودیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب تورات میں تبدیلیاں کرتے ہیں۔ اس کے لفظ بدل دیتے ہیں اور معنی اور مفہوم میں بھی ردّ و بدل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب انہیں اللہ کا حکم سُناتے تو وہ جواب میں کہتے کہ ہم نے سُن لیا یعنی کہ ہم نے اسے قبول کر لیا۔ لیکن آہستہ سے منہ میں کہتے کہ ہم نے یہ حکم نہیں مانا۔ یعنی ہم نے آپ کا حکم فقط کان سے سُنا ہے دل سے تسلیم نہیں کیا۔ زبانی اقرار محض دھوکہ دینے کے لیے کیا۔

یہودیوں کی ایک شرارت یہ بھی تھی کہ جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے خطاب کرتے تو ایسے لفظ بولتے جن کے دو معنی ہوں۔ ایک معنی کے اعتبار سے تو دُعا یا تعظیم ہو لیکن دوسرے معنی کی رُو سے بددُعا یا تحقیر ہو۔ چنانچہ وہ ایسے الفاظ بھی بولتے جو بظاہر دُعائے خیر ہوتے مثلاً تو ہمیشہ غالب اور معزز رہے۔ تجھے کوئی شخص بُری اور خلاف بات نہ سنا سکے لیکن ان جملوں کا بُرا مطلب ان کے دل میں یہ ہوتا تھا کہ تو بہرا ہو جائے اور کسی کی بات نہ سُن سکے۔

یہودی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آتے تو کہتے " راعنا " اس کے دو معنی ہیں۔ ایک اچھے دوسرے بُرے۔ اچھے معنی تو یہ ہیں کہ ہماری رعایت کرو اور ہم پر شفقت کی نظر کرو تاکہ ہم آپ کا مطلب سمجھ لیں اور جو آپ سے پوچھنا ہو آپ سے پوچھ سکیں اور بُرے معنی یوں نکلتے کہ وہ زبان کو دبا کر " راعینا " کہتے جس کے معنی ہیں " تو ہمارا چرواہا ہے "۔

یہودی لوگ ان کلمات کو اپنی گفتگو میں رلا ملا کر ایسے انداز سے کہتے کہ سننے والے ان کے اچھے ہی معنی لیتے۔ بُرے معنوں کی طرف کسی کا دھیان نہ جاتا۔ لیکن یہودی دل میں بُرے معنی لیتے اور آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر نعوذ باللہ یہ عیب لگاتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا مکر و فریب ضرور معلوم کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس فریب کا پردہ چاک کر دیا۔ اب ہمیں چاہیئے کہ اُن کی دوستی کا دم نہ بھریں۔ انہیں راز دان نہ بنائیں اور ان کا کہنا نہ مانیں۔

بہتر طریقہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ
اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن
وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ
اور ہم پر نظر کر تو ہوتا بہتر ان کے لیے اور درست
وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا
لیکن اُن پر لعنت اللہ ان کا کفر سو نہیں
يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾
ایمان لاتے مگر کم

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ
اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور (کہتے کہ) سن
وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ
اور ہم پر نظر کر تو ان کے حق میں بہتر اور درست ہوتا
وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا
لیکن ان پر اللہ نے ان کے کفر کے سبب لعنت کی سو وہ
يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾
ایمان نہیں لاتے مگر کم

گذشتہ آیات میں یہودیوں کی چند خرابیوں کی نشان دہی کی گئی تھی۔ مثلاً انہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی مول لی۔ اللہ کے کلام میں لفظی اور معنوی تبدیلیاں کیں۔ زبان سے ذومعنی فقرے نکالے جن سے بظاہر اچھے معنی نکلتے تھے مگر ان کا مقصد بُرے معنی ہوتے تھے جن سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نکلتی۔

اس آیت میں انہیں ہدایت کی جا رہی ہے کہ ان کا یہ رویّہ حد درجہ غیر مناسب ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا ذومعنی اور بُرے لفظوں کی جگہ واضح مناسب اور درست لفظ استعمال کرتے۔ مثلاً

۱۔ عَصَيْنَا کی جگہ اَطَعْنَا (ہم نے فرمانبرداری کی)
۲۔ اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کی جگہ صرف اِسْمَعْ (تو سن) اور
۳۔ رَاعِنَا کے بجائے اُنْظُرْنَا (ہماری طرف توجہ کیجیے)

خدا نے انہیں ان کے کفر کے باعث اپنی رحمت اور ہدایت سے دُور کر دیا وہ مفید اور سیدھی باتیں نہیں سمجھتے اور ان میں سوائے چند آدمیوں کے باقی ایمان نہیں لاتے ان ایماندار یہودیوں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام وغیرہ شامل ہیں جو یہودیوں کی خباثتوں اور شرارتوں سے بچتے رہے اور اللہ کی لعنت سے محفوظ رہے۔

اس آیت سے تین باتیں بالکل ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانستہ انکار کرتے تھے اس کے باوجود کہ اُن کے بارے میں بشارتیں اور پیش گوئیاں جانتے تھے وہ حضورؐ کو ایسے کلمات سے خطاب کرتے جن کے بظاہر اچھے معنی ہوتے لیکن خود دل میں اُن کے بُرے معنی لیتے۔ گویا وہ منافقت کی چال چلتے تھے۔ نیز وہ توحید و رسالت کو نہیں مانتے تھے، کتب سماوی میں ردّ و بدل کرتے تھے انہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا۔ اس کفر کے باعث ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑی اور وہ اس کی رحمت سے دُور کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی ذلت و رسوائی میں غرق کر دیے گئے۔ ہدایت و سعادت کی راہ اُن پر بند ہو گئی۔ کامیابی کے دروازے اُن پر بند کر دیے گئے۔

یہود کو دعوتِ ایمان

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا
اے لوگ دیے گئے کتاب ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ
اس کی تصدیق کرتا، جو تمہارے پاس سے پہلے کہ ہم مٹا دیں
وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ
چہرے پھر انہیں اُلٹ دیں طرف اُن کی پیٹھ یا ہم لعنت کریں
كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ
جیسے ہم نے لعنت کی والے ہفتہ کے دن اور ہوتا ہے حکم
اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾
اللہ ہو کر

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا
اے اہل کتاب اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ
اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم بہت
وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ
سے چہروں کو مٹا ڈالیں پھر ان کی پیٹھ کی طرف اُلٹ دیں یا اُن پر لعنت کریں
كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ
جیسے ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی۔ اور اللہ کا حکم
اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾
ہو کر ہی رہتا ہے۔

اب اہل کتاب کو دعوت دی جا رہی ہے۔ قرآن مجید کی تصدیق کرو۔ یہ کتاب تمہاری گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کے بنیادی اصول اس کے ساتھ متحد ہیں تمہیں چاہئے کہ اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے بچ جاؤ جو گذشتہ اُمتوں کو حق کے انکار کی وجہ سے ملی۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے فرمایا کہ قرآن مجید پر ایمان لاؤ اس سے پیشتر کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں۔ تمہاری صورتیں بدل دیں اور تمہارے چہروں کو پھیر دیں یا تمہاری شکلیں مسخ کر کے جانوروں جیسی بنا دیں جس طرح سبت والوں کی صورتیں بگاڑ کر انہیں بندر بنا دیا گیا تھا۔

اَصْحٰبَ السَّبْتِ (ہفتہ کے دن والے) اصحاب السبت کا قصہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے جو مختصر طور پر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اجازت ہے کہ وہ ہفتے کے دن کے علاوہ باقی تمام ایام میں مچھلی کا شکار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی آزمائش منظور تھی چنانچہ اللہ کی مشیت ایسی ہوئی کہ مچھلی اور دن تو دریا میں بہت کم آتی لیکن ہفتے کے روز زیادہ آتی۔ یہود یہ دیکھ کر دل میں کڑھتے کہ مچھلی تو کثیر مقدار میں ہے لیکن پکڑنے کی اجازت نہیں وہ صبر نہ کر سکے اور انہوں نے چال بازی سے اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے دریا کے کنارے گڑھے کھود دیے اور ان گڑھوں کو دریا سے ملا دیا۔ ہفتہ کے دن مچھلی دریا سے ان گڑھوں میں پانی کے ساتھ آ جاتی اور یہاں جمع ہو جاتی۔ اگلے دن وہ وہاں سے مچھلی پکڑ لیتے ان کی اس شرارت اور چالبازی کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی اور ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا گیا۔

مذکورہ بالا آیت میں بھی یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کی اس لعنت سے ڈرایا گیا ہے اور انہیں آگاہ کر دیا گیا ہے کہ اللہ کا ہر حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ نافرمانی نہ کرو تاکہ عذاب کے مستحق نہ ہو۔

مشرک کی بخشش نہیں

اِنَّ-اللّٰہَ-لَا-یَغۡفِرُ-اَنۡ-یُّشۡرَکَ-بِہٖ
بیشک اللہ نہیں بخشتا کہ جو شریک کرے اس سے
وَ-یَغۡفِرُ-مَا-دُوۡنَ-ذٰلِکَ-لِمَنۡ-یَّشَآءُ ۚ
اور بخشتا ہے جو سوا اس سے جسے چاہے
وَ-مَنۡ-یُّشۡرِکۡ-بِاللّٰہِ-فَقَدِ-افۡتَرٰۤی
اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے باندھا
اِثۡمًا-عَظِیۡمًا ﴿۴۸﴾
بہتان بڑا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ
بیشک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو اس کا شریک کرے
وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ
اس (شرک) کے سوا جس کے چاہے گناہ بخشتا ہے
وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی
اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا
اِثۡمًا عَظِیۡمًا ﴿۴۸﴾
بہتان باندھا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عموماً اور بنی اسرائیل کو خصوصاً سب سے بڑے گناہ شرک سے آگاہ کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ عظیم ترین گناہ جو کبھی کسی صورت میں بخشا نہیں جائے گا وہ شرک ہے اس کے بغیر جتنے بھی چھوٹے گناہ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ تھوڑی یا زیادہ سزا دے گا۔ لیکن شرک کبھی معاف نہیں کرے گا۔

شرک :- اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں ہے۔ یعنی اس کی ذات۔ اس کی صفات یا اس کے احکام میں کسی اور کو برابر یا شریک قرار دینا۔ یہ توحید کے برعکس اور منافی بات ہے۔

اگر انسان غور وفکر سے کام لے تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ شرک واقعی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اس سے نہ صرف انسانی زندگی کی خوبیاں ملیامیٹ ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اس کی فطرت اور زندگی نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ کائنات اور موجودات کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان تمام کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے۔ انسان خود اپنی جسمانی اور ذہنی قوتوں پر اگر غور کرے تو وہ محسوس کرے گا کہ یہ تمام قوتیں بخشنے والی اور ان کا نظام چلانے والی کوئی نہ کوئی عظیم ہستی ضرور ہے۔ دنیا میں انسان کو جو بے شمار مصائب اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں وہ انسان کو یہ بات یاد دلاتی ہیں کہ ان مشکلات کو بھیجنے والی کوئی ہستی ضرور ہے اور وہی انہیں حل کر سکتی ہے۔ وہ ہستی ذوالجلال کی ہے۔ اس پر صدق دل سے ایمان لانا ہی انسان کی زندگی کی برقراری اور دل کے سکون کا ذریعہ ہے جو شخص بھی توحید الٰہی سے منکر ہوتا ہے اس کے دل کا سکون اور قرار اس سے چھوٹ جاتا ہے اور وہ بے اعتقادی اور بے یقینی کے ایک ایسے بھنور میں پھنس کر رہ جاتا ہے جہاں سے وہ کوئی راہ نجات نہیں پا سکتا۔

شرک و بت پرستی انسان کے عقیدے اور عمل کو تباہ کر دیتی ہے اس لیے اسے اتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ یہودی جو اللہ کے ساتھ بہت سی چیزوں کو شریک ٹھہراتے تھے انہیں بتایا گیا کہ اس صورت میں تم اللہ تعالیٰ کے دربار سے مغفرت کی امید نہ رکھو۔

جھوٹ اور بہتان

اَلَمْ - تَرَ - اِلَى - الَّذِيْنَ - يُزَكُّوْنَ - اَنْفُسَهُمْ ۭ
کیا نہ دیکھا طرف لوگ پاکیزہ رکھتے ہیں اپنے آپ کو
بَلِ - اللّٰهُ - يُزَكِّيْ - مَنْ - يَّشَاۗءُ - وَ - لَا - يُظْلَمُوْنَ
بلکہ اللہ پاکیزہ رکھتا ہے جسے چاہے اور نہ ظلم ہوگا
فَتِيْلًا ۝۴۹ اُنْظُرْ - كَيْفَ - يَفْتَرُوْنَ - عَلَي - اللّٰهِ
تاگے کے برابر دیکھ کیسا باندھتے ہیں اوپر اللہ
الْكَذِبَ ۭ - وَ - كَفٰى - بِهٖٓ - اِثْمًا - مُّبِيْنًا ۝۵۰
جھوٹ اور کافی یہی گناہ صریح

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ
کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ رکھتے ہیں
بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے جسے چاہے اور اُن پر تاگے برابر
فَتِيْلًا ۝۴۹ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ
ظلم نہ ہوگا دیکھ اللہ پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں
الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۵۰
اور یہی صریح گناہ کافی ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ تو کیا ان یہودیوں کو نہیں دیکھتا جو شرک جیسی خرابیوں میں مبتلا ہیں۔ اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ کتب الٰہی میں ردوبدل کرتے ہیں گذشتہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں۔ آخری نبی ﷺ کی بشارتوں اور خوش خبریوں کو جھٹلاتے رہے ہیں اور ان سب بُرائیوں کے باوجود دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ پاک وصاف ہیں یہ بالکل لغو بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاکیزہ اور مقدس کرتا ہے کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا ان جھوٹی شیخی کرنے والوں اور غلط دعویٰ باندھنے والوں پر کسی قسم کا رتی بھر بھی ظلم نہ ہوگا۔ بلکہ یہ خود اپنی ہی کرتوتوں اور گناہوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو یہودی بچھڑے کو پوجتے تھے اور حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت سُنی کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ ہم تو خاص اللہ کے بندے اور پیغمبر زادے ہیں۔ پیغمبری ہماری میراث ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تعجب کی بات ہے کہ یہ اللہ پر کیسی کیسی جھوٹی تہمتیں لگاتے ہیں اور باوجود اس کے کہ خود کفر میں مبتلا ہیں — اور اللہ تعالیٰ سے شرک کرتے ہیں پھر خود اپنے آپ کو اللہ کا دوست کہتے ہیں اور اس کے نزدیک مقبول ہونے کے دعویدار ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ بنی اسرائیل پیغمبروں کی اولاد تھے۔ ان میں بڑے بڑے جلیل القدر نبی ہوتے رہے حتیٰ کہ کافی عرصہ تک رسالت اُن کے خاندان میں محدود رہی۔ اس لحاظ سے یہ پہلے واقعی اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ لیکن جب انہوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت سے منہ موڑا۔ حرص وہوا کے پیچھے لگ کر آخرت کو بھلا بیٹھے تو اللہ کے ہاں ان کی مقبولیت بھی ختم ہوگئی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شرک میں مبتلا ہو کر اللہ پر جو بہتان لگاتے ہیں انہیں اس کی ضرور سزا ملے گی۔

طاغوت اور بتوں کے فرمانبردار

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَ یَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هٰۤؤُلَآءِ اَهۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنۡ یَّلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِیۡرًا ﴿۵۲﴾

(لفظی ترجمہ: کیا نہ دیکھا طرف لوگ ملا حصہ سے کتاب مانتے ہیں جبت اور طاغوت اور کہتے ہیں لوگ کافر یہ لوگ زیادہ راہ راست سے لوگ مسلمان راہ وہی لوگ ان پر لعنت اللہ اور جو لعنت کرے اللہ نہ تو پائے گا اس کا مددگار)

کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا وہ جبتوں اور طاغوت کو مانتے ہیں اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں سے یہ وہی ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے اس کا تو کوئی مددگار نہ پائے گا۔

طاغوت (سرکش۔ حد سے بڑھنے والا) طغیٰ۔ طغیان، طاغی۔ طغیانی اور طاغوت سب لفظ ایک ہی مادہ سے نکلے ہیں جس کے معنی ہیں حد سے بڑھنا اور سرکشی کرنا ہیں - دریا کے بڑھنے کو طغیانی سے غالباً اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ پانی اپنی حد (کناروں) سے بڑھ جاتا ہے۔ مفسرین نے بعض جگہ طاغوت سے شیطان اس لیے مراد لیا ہے کہ اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا۔

یہودی اہلِ کتاب تھے۔ حضرت موسیٰؑ اور اُن کے بعد کے انبیاء علیہم السّلام کی معرفت ان تک اللہ کے حکم پہنچ چکے تھے۔ تورات ان کے پاس تھی جس میں آخری نبی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت موجود تھی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ نبوت ہمارے خاندان سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں چلی جائے گی۔ اور مکّہ کے اَن پڑھ لوگوں میں ایک نبی پیدا ہوا ہے تو ان کے اندر ایک حسد کی آگ بھڑک اٹھی وہ دشمنی پر آمادہ ہوگئے۔ مسلمانوں کو ہر طرح سے زک پہنچانے کی کوشش کی اور آخر مشرکین مکّہ سے مل کر مخالفت کو تیز تر کر دیا۔ اہلِ کتاب ہونے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کو جاننے بوجھنے کے باوجود محض مشرکین کی خوشنودی کے لیے یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں پر جنہوں نے صرف نفسیاتی اغراض کی وجہ سے بتوں کی تعظیم کی اور طریقۂ کفر کو طریقۂ اسلام سے افضل و بہتر کہا - اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور ظاہر ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس کا دنیا اور آخرت میں کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوسکتا۔

یہودیوں کی محرومی

اَمۡ-لَهُمۡ-نَصِيۡبٌ-مِّنَ-الۡمُلۡكِ-فَاِذًا-لَّا
کیا ان کا حصہ سے سلطنت پھر نہ
يُؤۡتُوۡنَ-النَّاسَ-نَقِيۡرًا ۝٥٣ اَمۡ-يَحۡسُدُوۡنَ
دیں گے لوگ تل برابر یا حسد کرتے ہیں
النَّاسَ-عَلٰى-مَاۤ-اٰتٰهُمُ-اللّٰهُ-مِنۡ-فَضۡلِهٖ
لوگ اوپر جو انہیں دیا اللہ سے اس کا فضل
فَقَدۡ-اٰتَيۡنَاۤ-اٰلَ-اِبۡرٰهِيۡمَ-الۡكِتٰبَ-وَ
سو بے ہم نے دی خاندان ابراہیم کتاب اور
الۡحِكۡمَةَ-وَ-اٰتَيۡنٰهُمۡ-مُّلۡكًا-عَظِيۡمًا ۝٥٤
علم اور انہیں دی سلطنت بڑی

اَمۡ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡكِ فَاِذًا لَّا
کیا سلطنت میں ان کا کچھ حصہ ہے (اگر ایسا ہو) تو یہ
يُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِيۡرًا ۝٥٣ اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ
لوگوں کو ایک تل برابر بھی نہ دیں گے یا ان لوگوں سے
النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ
اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے
فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡكِتٰبَ وَ
سو ہم نے تو ابراہیم کے خاندان میں کتاب اور
الۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا ۝٥٤
دانائی دی ہے اور انہیں ہم نے بڑی سلطنت دی ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہودی یہ سمجھتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے۔ اور یہ ہر زمانہ میں ہمیں ہی ملنی چاہئے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عار سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آخر کار حکومت اور بادشاہت ہمیں ہی مل کر رہے گی۔ یہودیوں کے اس کہنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ کیا حکومت و سلطنت میں یہودیوں کا کچھ حصہ ہے۔ مطلب یہ کہ ہرگز ان کا کوئی حصہ نہیں۔ یہ تو ایسے بخیل ہیں کہ اگر حاکم و بادشاہ ہو جائیں تو لوگوں کو تل برابر بھی خیرات نہ دیں۔ یعنی بادشاہت اُن کے قبضے میں ہوتے ہوئے یہ کسی فقیر کو ذرہ بھر بھی نہیں دیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا۔ کہ آیا یہودی اس بات سے حسد کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں پر فضل و انعام کیا ہے۔ اس پر حسد کرنا ان کی بالکل بیہودگی ہے۔ کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم کے گھرانے میں کتاب، علم اور عظیم سلطنت عطا کی ہے۔ اور اب بھی یہ آپ کو یعنی ابراہیمؑ کے گھرانے کو ہی حاصل ہے۔ پھر یہودیوں کے لیے اس پر حسد اور انکار کرنا روا نہیں۔

جب یہودیوں پر یہ بات واضح ہو گئی تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے پیغمبر ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا برحق کلام ہے تو پھر حسد و بغض رکھنے کی بجائے اُن کے لیے بہتر تھا۔ کہ وہ اللہ پر ایمان لے آتے۔ اسلام قبول کر لیتے۔ اور مسلمانوں کے بھائی بن جاتے۔ لیکن دنیاوی عزت و جاہ مال و دولت اور طمع و لالچ میں وہ اس قدر بہک گئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی کوئی پروا نہ کی۔ بغض و حسد کی آگ میں جلتے رہے۔ کفر و انکار پر ڈٹے رہے۔ اور دشمنانِ اسلام کی دوستی کا دم بھرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی بجائے بخل و کنجوسی کرتے رہے۔ ایسے لوگوں کو بھلا نبوت و سلطنت کیوں کر دی جا سکتی ہے۔

دوزخ کا عذاب

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ
پھر ان میں کوئی مانا اس سے اور کوئی ان میں جو ہٹا رہا اس سے
وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور کافی جہنم بھڑکتی آگ بیشک لوگ منکر ہوئے
بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ
ہماری آیتوں سے جلد ہی ہم ڈالیں گے آگ جس وقت جل جائے گی
جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا
ان کی کھال ہم بدل دیں گے کھال اور تاکہ چکھیں
الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾
عذاب بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ
پھر ان میں سے کسی نے اُسے مانا اور کوئی اس سے ہٹا رہا
وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے ۔ بیشک جو ہماری آیتوں سے منکر ہوئے
بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ
انھیں ہم آگ میں ڈالیں گے جس وقت ان کی
جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا
کھال جل جائے گی ۔ تو ہم انھیں اور کھال بدل دیں گے ۔ تاکہ
الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾
عذاب چکھتے رہیں ۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔

اِس آیت میں کفار اور منکرین کی سزا بیان کی گئی ہے ۔ اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے گھرانے کو ہمیشہ سے بزرگی دی ہے اور اب بھی اسی کے گھرانے میں ہے ۔ جو کوئی بلا وجہ محض حسد سے اُسے نہ مانے اُسے جلانے کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے اس آگ سے فرار اور بچاؤ ناممکن ہے ۔

پہلی آیت میں مومن اور کافر کا ذکر تھا ۔ اس آیت میں مومن اور کافر کی سزا بیان کی گئی ہے ۔ تاکہ لوگ ایمان کی طرف رجوع کریں اور کفر سے بچتے رہیں ۔ اپنے نتائج معلوم کر کے انھیں اپنا راستہ متعیّن کرنے کی طرف توجہ ہو

یہودیوں کا ذکر مسلسل چل رہا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور وہ ایمان والوں کی فہرست میں داخل ہوگئے ۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو راہِ حق سے ہٹے رہے ۔ انھوں نے کسی قیمت پر ایمان قبول نہ کیا ۔ ایسے لوگوں کے لیے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار ہے ۔ اور ان کے لیے یہی کافی ہے ۔

آیاتِ الٰہی کے منکروں کو کیسے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا ۔ اللہ تعالٰی کے الفاظ میں سُنیے ۔ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ان کے جسم کی جلد جلا کر بھسم کر دے گی ۔ مگر اس پر بات ختم نہ ہوگی ۔ انہیں دوبارہ جلد ملے گی ۔ پھر یہی عذاب ہوگا ۔ تاکہ انھیں بار بار از سرِ نو عذاب چکھنا پڑے اور تکلیف میں تخفیف نہ ہو ۔ الامان ۔ الحفیظ ۔

اللہ تعالٰی بیشک زبردست اور غالب ہے ۔ اُسے کافروں کو ایسی شدید سزا دینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی ۔ وہ حکمت والا ہے ۔ کافروں کو ایسی سزا دینا عین حکمت کے موافق ہے ۔

جنّت کی نعمتیں

وَ-الَّذِيْنَ-اٰمَنُوْا-وَ-عَمِلُوا-الصّٰلِحٰتِ-سَنُدْخِلُهُمْ
اور لوگ ایمان لائے اور کام کیے نیک ہم داخل کریں گے

جَنّٰتٍ-تَجْرِيْ-مِنْ-تَحْتِهَا-الْاَنْهٰرُ-خٰلِدِيْنَ
جنت بہتی ہیں سے اس کے نیچے نہریں رہیں گے

فِيْهَآ-اَبَدًا-لَهُمْ-فِيْهَآ-اَزْوَاجٌ-مُّطَهَّرَةٌ
اس میں ہمیشہ ان کے لیے اس میں عورتیں ستھری

وَّ-نُدْخِلُهُمْ-ظِلًّا-ظَلِيْلًا ﴿۵۸﴾
اور انہیں داخل کریں گے چھاؤں گھنی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۸﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے البتہ ہم انھیں باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ ان کے لیے وہاں ستھری عورتیں ہیں اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔

منکرینِ حق کو سزا اور عذاب کے ذکر کے بعد اب صاحبِ ایمان لوگوں کی جزا اور اجر کی بشارت کا ذکر ہے۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ایمان کے ساتھ لازمی شرط عملِ صالح کی ہے اس آیت میں بھی اور دوسرے مقامات پر بھی ہر جگہ اٰمَنُوْا کے بعد عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ساتھ ساتھ مذکور ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کا ایمان درست ہوگا۔ اس کے اعمال بھی درست ہوں گے یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کو کسی بات کا پورا پورا الیقین تو ہو مگر وہ اُسے عمل میں نہ لائے۔

جَنّٰتٍ: جَنَّةٌ اس کا واحد ہے۔ جنت کے معنی ہیں گھنے درختوں سے چھپی ہوئی جگہ۔ یعنی ایسا باغ جس میں درخت بہت ہوں یہ وہ ابدی نعمت ہے جو نیکوکاروں کا ٹھکانا ہوگی۔ اس کی نعمتیں سدا بہار ہوں گی۔ اور یہاں کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ ہوگی۔ اسے نہ کبھی زوال ہوگا نہ خاتمہ۔ اَبَدًا اَبَدًا کے لفظ صرف جنت اور اس کی نعمتوں کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ: ستھری عورتیں پاکیزہ جوڑے۔ مُطَهَّرَةٌ کا لفظ طہر سے ہے۔ طہارت۔ طہور کے لفظ بھی اس سے ہیں۔ اس کے معنی ہیں پاک اور صاف ستھرا۔ اَزْوَاجٌ کا واحد زَوْجٌ ہے۔ اس کے معنی جوڑے کے ہوتے ہیں مثلاً زَوْجُ النَّعْلِ جوتے کا جوڑا۔ مرد کا جوڑا عورت ہے۔ اس لیے اس کے معنی بیوی کے بھی ہوتے ہیں ——— جنت ایک بڑی نعمت ہے وہاں کا پاکیزہ ماحول۔ صاف ستھری زندگی اور نیک ساتھی ہوں گے۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ جنّت کے سائے گھنے ہوں گے ظِلًّا ظَلِيْلًا یعنی وہاں سورج کی تپش جھلستی ہوئی دھوپ اور گرمی کی مصیبت نہ ہوگی۔ بلکہ ایماندار نیکوکار مزے چین اور آرام کی زندگی پائیں گے۔ وہ اللہ سے خوش ہوں گے۔ اور اللہ اُن سے خوش ہوگا۔

امانتیں اور عدل و انصاف

اِنَّ-اللّٰهَ-يَاْمُرُكُمْ-اَنْ-تُؤَدُّوا-الْاَمٰنٰتِ-اِلٰٓى
بیشک اللہ تمہیں فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں طرف
اَهْلِهَا-وَاِذَا-حَكَمْتُمْ-بَيْنَ-النَّاسِ-اَنْ
امانت والے اور جب فیصلہ کرنے لگو میں لوگ تو
تَحْكُمُوْا-بِالْعَدْلِ-اِنَّ-اللّٰهَ-نِعِمَّا-يَعِظُكُمْ
فیصلہ کرو انصاف سے بیشک اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے
بِهٖ-اِنَّ-اللّٰهَ-كَانَ-سَمِيْعًا-بَصِيْرًا ۵۸
اس سے بیشک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى
بیشک اللہ تمہیں فرماتا ہے کہ امانت والوں کو اُن کی امانتیں
اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ
پہنچادو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو
تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ
انصاف سے فیصلہ کرلو اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے
بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۵۸
بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے

اَلْاَمٰنٰتِ (امانتیں) واحد امانت ہے۔ یعنی وہ چیز جو کسی کے پاس چند روز کے لیے رکھ دی جائے اور طلب کرنے پر اس کی واپسی ضرور ہو۔ امین وہ پاکباز جو کسی امانت میں خیانت نہ کرے۔ طلب کرنے پر پس وپیش اور کمی بیشی کے بغیر امانت واپس کردے

تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (امانتیں امانت والوں کے سپرد کردو) تُؤَدُّوْا (تم ادا کردو) اُردو کا لفظ "ادا" اسی سے ہے

اَهْلِهَا (اس کے مالک یعنی امانت والے) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس امانت کے مالک ہوں۔ نیز وہ لوگ جو امانت کے صحیح مستحق اور اہل ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ امانتیں نا اہلوں کے سپرد نہ کرو۔ اس دور میں ووٹ ایک بہت بڑی قومی امانت ہے۔ ووٹ کسی نا اہل اور دشمن دین وایمان کو دینا بڑی خیانت سے کم نہیں۔

یہودیوں کی عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے۔ جھگڑوں کا فیصلہ کرتے وقت رشوت وغیرہ لے کر رعایت وجانبداری کر دیتے اور فیصلہ انصاف کے خلاف کر دیتے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان دونوں برائیوں سے روکا ہے اس سلسلے میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا۔ خانہ کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ کے پاس تھی اور اس نے دروازہ کھولنے اور کنجی دینے سے انکار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کنجی چھین کر دروازہ کھول دیا۔ آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے آپ سے درخواست کی کہ کنجی مجھے عنایت کی جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کنجی عثمان بن طلحہ ہی کے حوالے کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ امانت کی ادائیگی اور عدل وانصاف کا جو حکم دیتا ہے۔ یہ سراسر ہمارے فائدے کے لیے ہی ہے۔ خدا ہماری کھلی اور چھپی موجودہ اور آئندہ کی باتوں کو خوب جانتا ہے اس لیے اگر کسی وقت امانت کی ادائیگی مفید معلوم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اس خیال کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔

دوسرا حکم عدل وانصاف کا ہے۔ معاملات ومقدمات میں حق وصداقت کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور عدل وانصاف کا خون نہ کرنا بہت بڑا کام ہے۔ عدل وانصاف اسلام کی روح ہے۔ اس سے قیام امن اور بقائے عالم وابستہ ہے۔

واجب الاطاعت کون؟

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج

اے ایمان والو تم اللہ کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں

یٰاَیُّھَا - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْٓا - اَطِیْعُوا - اللّٰہَ - وَ - اَطِیْعُوا - الرَّسُوْلَ - وَ - اُولِی الْاَمْرِ - مِنْکُمْ ج

اے - ایمان - والو - اطاعت کرو - اللہ - اور - اطاعت کرو - رسول - اور - حاکم - تم میں سے

یہ آیت اسلام کے سیاسی اور ملکی نظام کی روح اور اصل الاصول کی کنجی ہے۔ اس آیت میں ایک بہت ہی اہم مسئلہ بتایا گیا ہے۔ یعنی انسان اپنی زندگی کے معاملات میں کس کا کہا مانے۔ کس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے؟

اس قدر اہم اور اصولی بات کو ایک جملے میں بیان کر دینا کلام اللہ کا معجزہ ہے۔ اگر ہم اس فقرے کی ترتیب پر نظر رکھیں تو بے شمار غلط فہمیاں اور خرابیاں دُور ہو جاتی ہیں اور وہ بندھنیں جو انسانوں نے اپنے اُوپر ٹھونس لی ہیں، ٹوٹ جاتی ہیں۔

حکم ہوتا ہے۔ اے ایمان والو!

۱۔ اللہ کی اطاعت کرو (اَطِیْعُوا اللّٰہَ)

۲۔ رسول کی اطاعت کرو (اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ)

۳۔ حاکم کی اطاعت کرو، جو تم میں سے ہو۔ (اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ)

اللہ کی اطاعت اس کے بھیجے ہوئے قانون کے ذریعے سے ہوگی۔ اس نے ہر زمانہ میں اپنی مرضی سے بندوں کو آگاہ کیا جس نے اس کے حکموں کو مانا وہ کامیاب رہا اور نجات پا گیا۔

رسولؐ اللہ کی اطاعت اُن کے کردار، گفتار اور رفتار کی پیروی کی صورت میں ہوگی۔ ہر بستی اور ہر قریہ میں اللہ کی طرف سے رسولؐ آئے۔ ان کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین بن کر آئے۔ جو رسول اللہ کے اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ پر چلے گا۔ کامیاب و کامران ہوگا۔ اور اللہ کا محبوب بنے گا۔

اُولِی الْاَمْرِ (حاکم) کی اطاعت اس کے نافذ کردہ قوانین اور ہدایت کے ذریعہ کی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ حاکم مسلمانوں میں سے ہو۔ مِنْکُمْ کی شرط نے ہر فاسق و فاجر اور اللہ، رسول کے باغی کی اطاعت سے مسلمانوں کو آزاد کر دیا ہے۔ نہ کسی ایسے حاکم کی اطاعت کی جائے جو اللہ اور رسول کو نہ مانتا ہو اور نہ ایسے معاملہ میں اطاعت کی جائے گی جو اللہ۔ رسول کی مرضی کے خلاف ہو۔ نہ ایسا قانون مانا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول کے قوانین کے خلاف ہو۔

ہمارے علماء نے بڑے بڑے جابر اور زبردست بادشاہوں کی مخالفت کھلم کھلا کی اور ان کے غیر اسلامی قوانین کے سامنے سر نہ جھکایا۔ اس کے نتیجہ میں خواہ کتنی ہی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔

اختلاف کی صورت میں فیصلہ

فَاِنۡ۔تَنَازَعۡتُمۡ۔فِیۡ۔شَیۡءٍ۔فَرُدُّوۡهُ۔اِلَی۔اللّٰهِ۔وَ
پھر اگر تم جھگڑو میں چیز تو رجوع کرو اسے طرف اللہ اور
الرَّسُوۡلِ۔اِنۡ۔کُنۡتُمۡ۔تُؤۡمِنُوۡنَ۔بِاللّٰهِ۔وَالۡیَوۡمِ
رسول اگر تم ہو ایمان رکھتے اللہ پر اور دن
الۡاٰخِرِ۔ذٰلِكَ۔خَیۡرٌ۔وَّاَحۡسَنُ۔تَاۡوِیۡلًا ﴿۵۹﴾
قیامت یہ اچھی اور بہتر انجام

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ
پھر اگر کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اُسے اللہ اور
الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ
رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت
الۡاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۵۹﴾
کے دن پر یہ بات اچھی ہے اور اس کا انجام بہت بہتر ہے

تَنَازَعۡتُمۡ (تم جھگڑو) نزاع ۔ تنازعہ وغیرہ اس مادہ سے بنے ہیں۔ اس کے معنی جھگڑنا اور اختلاف کرنا ہے۔

رُدُّوۡهُ (اُسے رجوع کرو) ارتداد۔ مرتد وغیرہ اس مادہ کے بہت سے لفظ اُردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے۔ جس بات میں اختلاف ہو۔ اُسے اللہ کے قانون اور رسول کی سنّت کی طرف لوٹاؤ۔ یعنی اس کا فیصلہ اللہ اور رسول کے منشا کی روشنی میں کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر تم میں اور تمہارے حکام میں کسی بات پر باہم اختلاف ہو جائے کہ حاکم کا حکم اسلام کے منشا کے موافق ہے۔ یا مخالف۔ تو اس معاملے کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت کی طرف رجوع کر کے طے کر لیا کرو کہ وہ حکم فی الواقع اللہ اور اس کے رسولؐ کے موافق ہے یا مخالف۔ پھر جو بات طے ہو جائے۔ اسی کو متفق طور پر صحیح اور درست سمجھنا چاہئے اور اگر تمہارا اللہ اور قیامت پر ایمان ہوگا۔ تو وہ اختلاف کی صورت میں ضرور اللہ اور رسولؐ کے حکم کی طرف رجوع کرنے کا تقاضا کرے گا۔ اور ان کی مخالفت سے ڈرنے پر آمادہ کرے گا۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم سے بھاگے گا۔ وہ مسلمان نہیں۔ اس لیے اگر دو مسلمان آپس میں جھگڑیں اُن میں سے ایک نے کہا۔ چلو شریعت کی طرف رجوع کریں۔ دوسرے نے کہا۔ میں شریعت کو کچھ نہیں سمجھتا۔ یا مجھے شرع سے کوئی سروکار نہیں تو وہ مومن ہی نہیں ورنہ وہ ایسی بات کیوں کہتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے اختلافات اور جھگڑوں کو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو گے اور ان کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے کی نسبت خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا انجام بہتر ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں سے فیصلہ حاصل کرنے کی بجائے غیر اسلامی قوانین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کی نظر عارضی اور قریبی نتائج پر ہوتی ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس طرح ان کی عاقبت بگڑتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم مانیں تو ان کا انجام نسبتاً بہتر ہوگا۔

آنحضرت صلعم کا فیصلہ

اَ-لَمۡ-تَرَ-اِلَى-الَّذِيۡنَ-يَزۡعُمُوۡنَ-اَنَّهُمۡ-اٰمَنُوۡا
کیا نہ دیکھا طرف لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے
بِمَا-اُنۡزِلَ-اِلَيۡكَ-وَ-مَاۤ-اُنۡزِلَ-مِنۡ-قَبۡلِكَ
اس پر جو اُترا تیری طرف اور جو اُترا سے تجھ سے پہلے
يُرِيۡدُوۡنَ-اَنۡ-يَّتَحَاكَمُوۡۤا-اِلَى-الطَّاغُوۡتِ
چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں طرف شیطان
وَ-قَدۡ-اُمِرُوۡۤا-اَنۡ-يَّكۡفُرُوۡا-بِهٖ-وَ-يُرِيۡدُ
اور ہے حکم کہ نہ مانیں اُسے اور چاہتا ہے
الشَّيۡطٰنُ-اَنۡ-يُّضِلَّهُمۡ-ضَلٰلًاۢ-بَعِيۡدًا ۝۶۰
شیطان کہ انہیں بھکا دے رستے سے دُور

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا
کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں
بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ
اس پر جو تیری طرف اُترا اور تجھ سے پہلے اُترا
يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ
چاہتے ہیں کہ قضیہ شیطان کی طرف لے جائیں
وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ
اور انہیں حکم ہو چکا ہے کہ اس کو نہ مانیں اور شیطان
الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ۝۶۰
چاہتا ہے کہ انہیں بھکا کر رستے سے دُور جا ڈالے ۔

یہودی عام طور پر مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت رشوت وغیرہ لے کر بے جا رعایت اور جانب داری کرتے۔ مدینہ کے اکثر منافق اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس ہی لے جاتے کہ وہ ان کی رعایت کر دیں گے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پاس نہ آتے کہ آپ حق کے مطابق فیصلہ کریں گے اور کسی کی رعایت نہ کریں گے۔

ایک مرتبہ ایک یہودی اور ایک منافق کا کسی معاملے میں باہم جھگڑا ہو گیا۔ یہودی سچا تھا۔ اس نے کہا کہ چلو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرائیں۔ منافق جھوٹا تھا اس نے اس بات پر زور دیا کہ یہ معاملہ یہودیوں کے عالم کعب بن اشرف کے پاس لے جانا چاہئے۔ آخر وہ دونوں آپ کی خدمت میں جھگڑا لے آئے۔ آپؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ منافق وہاں سے باہر نکل کر یہودی سے کہنے لگا کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں حضرت عمرؓ کے پاس چلو وہ جو فیصلہ کر دیں گے مجھے منظور ہے۔

یہودی اور منافق دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اپنا معاملہ کہہ سنایا جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ جھگڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے اور آپؐ اس معاملے میں یہودی کو جتا چکے ہیں تو حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ کر اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو نبی اکرمؐ کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ اس طرح ہونا چاہئے۔ منافق کے وارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آئے اور حضرت عمرؓ پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس وہ اس لیے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرا دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اصل حقیقت ظاہر فرما دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی پر فاروق کا لقب عطا ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
اور جب کہا جاتا ہے ان سے آؤ طرف اس کے جو اتارا اللہ نے
وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ
اور طرف رسول کے دیکھے تو منافقوں کو ہٹتے ہیں
عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
تجھ سے رُک کر پھر کیا ہو جب پہنچے اُن کو
مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ
مصیبت بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ہاتھوں اُن کے نے پھر وہ آئیں تیرے پاس
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
قسم کھاتے ہوئے اللہ کی نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی
وَّ تَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾
اور ملاپ

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
اور جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اُتارا اللہ نے
وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ
اور رسول کی طرف (آؤ)، تو منافقوں کو تو دیکھے کہ تجھ سے ہٹتے
عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
ہیں رُک کر پھر کیا ہو جب انہیں مصیبت
مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ
آ پہنچے اپنے ہاتھوں کے کیے ہوئے سے پھر تیرے پاس آئیں
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہم تو بھلائی اور ملاپ کے سوا
وَّ تَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾
کچھ نہیں چاہتے

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ کچھ لوگ ایمان کے دعویدار ہیں لیکن اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر فسادی لوگوں کے پاس جانا پسند کرتے ہیں حالانکہ اُن پر لازم تھا کہ ان سے کوئی واسطہ نہ رکھتے۔ ظاہر ہے کہ شیطان ان کے پیچھے پڑ گیا ہے اور ان کو بڑی سخت گمراہی میں پھنسانا چاہتا ہے۔

اسی مطلب کو اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں کھول کر بیان کیا گیا ہے یعنی بعض لوگ منہ سے تو مومن بنتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے فیصلہ پر اطمینان نہیں رکھتے۔ ان لوگوں میں اتنی ہمت تو نہیں کہ صاف کہہ دیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتے اس لیے بہانہ بازیاں اور ٹال مٹول کرتے ہیں اور اگر کہنے سُننے سے آپ کے پاس آ بھی جائیں تو فیصلہ سے راضی نہیں ہوتے کیونکہ آپ انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں اور آپ کا فیصلہ غلط کاروں کے حق میں نہیں ہوتا آپ کے فیصلے کے بعد بھی دوسروں کے پاس از سرِ نو مقدمہ لے کر جاتے ہیں اور جب اس گستاخی کی انہیں سزا ملتی ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تو آپ کا فیصلہ بدلوانے نہیں گئے تھے بلکہ اس خیال سے گئے تھے کہ کوئی صورت صلح صفائی کی نکل آئے اور ہم نقصان سے بچ جائیں۔

جو لوگ اسلام اور ایمان سے فقط دکھاوے کے لیے ظاہری اور سرسری تعلق رکھتے ہیں اور ان کے دل میں خود غرضی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر پھرتے ہیں جھوٹے مقدمے گھڑتے ہیں اور فیصلے وہاں کراتے ہیں جہاں فیصلہ کرنے والا کچھ لے لوا کر یا ویسے ہی ان کی رعایت کر دے۔ حاکم، گواہ، وکیل سب کو کسی نہ کسی طرح اپنا حامی بنانے کی کوشش کرتے ہیں اگر کوئی منصف حاکم مل گیا اور ان کو انصاف کے مطابق اپنے کیے کی سزا مل گئی تو پھر روتے پھرتے ہیں۔ ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ منافقوں کی نشانی ہے

صحیح طرزِ عمل

أُولٰٓئِكَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ يَعْلَمُ ۔ اللّٰهُ ۔ مَا ۔ فِيْ ۔ قُلُوْبِهِمْ
یہ وہ ہیں جن کی بابت جانتا ہے اللہ جو ہے اندر اُن کے دلوں
فَاَعْرِضْ ۔ عَنْهُمْ ۔ وَ ۔ عِظْهُمْ ۔ وَقُلْ ۔ لَّهُمْ ۔ فِيْٓ
پس تغافل کر ان سے اور نصیحت کر ان کو اور کہہ ان سے میں
اَنْفُسِهِمْ ۔ قَوْلًا ۔ بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ وَ ۔ مَآ ۔ اَرْسَلْنَا ۔ مِنْ
ان کے بارے میں بات مفید اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی
رَّسُوْلٍ ۔ اِلَّا ۔ لِيُطَاعَ ۔ بِاِذْنِ ۔ اللّٰهِ ۔ وَ ۔ لَوْ ۔ اَنَّهُمْ
رسول مگر تاکہ مانا جائے ساتھ فرمان اللہ کے اور اگر یہ ہوتا کہ وہ
اِذْ ۔ ظَّلَمُوْٓا ۔ اَنْفُسَهُمْ ۔ جَآءُوْكَ ۔ فَ ۔ اسْتَغْفَرُوا
جب ظلم کریں اپنی جانوں پر آئیں تیرے پاس پھر معافی چاہتے
اللّٰهَ ۔ وَ ۔ اسْتَغْفَرَ ۔ لَهُمُ ۔ الرَّسُوْلُ ۔ لَوَجَدُوا ۔ اللّٰهَ
اللہ سے اور معافی چاہتا ان کے لیے رسول البتہ وہ پاتے اللہ کو
تَوَّابًا ۔ رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾
معاف کرنے والا مہربان

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
یہ وہ لوگ ہیں جن کی بابت اللہ جانتا ہے جو اُن کے دلوں میں ہے۔
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ
پس ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان کے بارے میں
اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
کہہ مفید بات اور ہم نے کوئی رسول
رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ
نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے فرمانے سے اس کا حکم مانیں اور اگر وہ
اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا
لوگ جنہوں نے اپنا برا کیا تھا۔ تیرے پاس آتے پھر اللہ سے معافی
اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ
چاہتے اور بخشواتا ان کو رسول تو البتہ اللہ کو
تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾
معاف کرنے والا مہربان پاتے

ظَلَمُوْا :۔ یہ لفظ ظلم سے بنا ہے ظلم کے معنی ہیں ایسا کام کرنا جس سے اپنے آپ کو یا دوسروں کو نقصان پہنچے۔

اَنْفُسَ :۔ نفس کی جمع ہے جس کے معنی جان، روح، شخص، دل وغیرہ ہیں۔ یہ عبارت میں "متعلق" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پہلی آیت میں "متعلق" کے معنی ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ دوسری میں جان کے۔

بَلِیْغٌ :۔ گہری بات۔ جو دل کی تہہ تک پہنچ جائے اور پورا مطلب واضح کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو کچھ ان کا طرزِ عمل ہے وہ غلط ہے۔ اُن کی ظاہری حالت اور ظاہری باتوں سے دھوکا نہ کھانا چاہئے جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ اللہ کو معلوم ہے اور وہ وقت آنے پر اُن کو اُن کے کیے کی سزا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادِ الٰہی ہے کہ آپ ان کی بیہودہ اور دو رُخی کارروائیوں کی ذرا پروا نہ کریں اور ان کو برابر نصیحت کرتے رہیں۔ پھر سمجھایا گیا ہے کہ اگر کسی طرح اُن سے جرم ہو بھی گیا تھا تو ان کو چاہئے تھا کہ فوراً نادم ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے قصور کی معافی مانگتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ان سے عرض کرتے کہ ہمارا قصور اللہ سے معاف کرا دیجئے۔ اس وقت اللہ ان کا قصور ضرور معاف فرما دیتا لیکن وہ نادم ہونے اور توبہ کرنے کے بجائے اُلٹا جرم کا انکار کرنے پر تُل گئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ ہماری نیت نیک تھی ہم صرف صلح اور ملاپ کرنے گئے تھے۔

ایمان کی کسوٹی

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ
پس نہیں قسم ہے تیرے رب کی نہیں مومن ہونگے وہ یہاں تک منصف بنائیں تجھ کو
فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
میں اس کے جو اُٹھے درمیان ان کے پھر نہ پاویں میں دلوں اپنے کے
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾
تنگی اس سے جو فیصلہ کرے تُو اور مانیں رضامندی

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ
سو تیرے رب کی قسم ہے وہ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ تجھے ہی منصف بنائیں
فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان اُٹھے پھر اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾
تیرے فیصلے سے اور خوشی سے قبول کریں

لَا وَرَبِّكَ (قسم ہے تیرے رب کی) واؤ یہاں قسم کے لیے ہے۔ عرب میں قسم کھانے سے پہلے لا (نہیں) لگا دیتے ہیں جس کا مطلب ہوتا ہے کہ بات وہ نہیں جو سننے والا خیال کر رہا ہے بلکہ میں قسم کھاتا ہوں کہ بات یہ ہے جو میں کہتا ہوں۔

شَجَرَ (اُٹھے) اصل میں یہ لفظ درخت کے پھوٹنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جھگڑا پھوٹ پڑے۔ مشاجرہ اسی سے نکلا ہے جس کے معنی باہم جھگڑا کرنا اور لڑنا ہیں۔

حَرَجٌ (تنگی) بول چال میں اس کو گھٹن بھی کہتے ہیں۔ اردو میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ بات یہ نہیں ہے جو وہ سوچ رہے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی کرتے رہیں گے اور مومن بھی رہیں گے بلکہ تیرے رب کی قسم۔ یہ مومن اسی وقت ہوں گے جب اپنے سارے جھگڑوں کے فیصلوں کے لیے تجھ کو حاکم بنائیں گے اور پھر تیرے فیصلے کے آگے خوشی خوشی سر جھکائیں گے اور ان کے دل میں تیرے فیصلے سے ذرا گھٹن اور ناراضگی نہ ہوگی۔

اس زوردار اعلان سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ اللہ اور رسول کے فیصلے کے آگے بے چون وچرا سر جھکانا کہ دل میں ناراضگی کا وہم وگمان تک نہ ہو ایمان کی درستی کی علامت ہے ورنہ پھر نفاق کی بیماری کا خوف ہے۔ ان آیات میں مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ دین میں اصل چیز سچائی اور نیک دلی ہے۔ جو لوگ اپنے مقدمات اور باہمی معاملات میں دین کا خیال نہیں رکھتے اور اپنے فیصلے اوروں سے کراتے ہیں ان کا طرزِ عمل ایمان کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یا تو وہ دین پر بھروسہ نہیں رکھتے یا انصاف ہی سے بھاگنا چاہتے ہیں پہلی صورت میں وہ ایمان سے کوسوں دُور ہیں اور دوسری صورت میں اپنی خود غرضیوں اور خواہشوں سے اندھے ہوگئے ہیں اور ظلم کی حمایت کرتے ہیں۔

بھلا اس سے بڑھ کر بے دینی کیا ہوگی کہ جھگڑوں کے فیصلے کرانے سے پہلے یہ سوچتے ہیں کہ ہماری جیت کہاں ہوگی۔ ان کے نزدیک قاعدہ قانون اور انصاف کوئی چیز نہیں۔ قرآن مجید اور دین کو وہ اسی حد تک مانتے ہیں جہاں تک وہ ان کی خواہشوں کا ساتھ دیں۔ کیونکہ انہیں فقط اپنے فوری نفع سے غرض ہے۔

دوسری بات ان آیتوں میں یہ بتلائی گئی ہے کہ منافقوں سے لڑنا جھگڑنا بیکار ہے۔ ان کی باتوں سے بالکل منہ پھیر لینا چاہئے۔ بلکہ اپنے کاموں میں لگ کر ان کے لیے ایسی فضا پیدا کر دینی چاہئے کہ انہیں پچھتا کر اپنی شرارتوں سے باز آنا پڑے۔

شرعی احکام مشکل نہیں

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ
اور اگر ہم اُن پر حکم کرتے کہ اپنی جانیں ہلاک کرو۔
اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
یا اپنے گھر چھوڑ نکلو تو وہ ایسا کرنے گراں ہیں سے
مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ
تھوڑے اور اگر یہ لوگ کریں جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو
لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّ
البتہ ان کے حق میں بہتر ہو اور زیادہ استوار کرنے والا ہو دین میں اور
اِذًا لَّاٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾
اس وقت البتہ ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں۔
وَّلَهَدَيْنٰھُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾
اور ان کو ہم سیدھی راہ چلا دیں۔

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ
اور اگر ہم حکم کرتے ان پر کہ ہلاک کرو اپنی جانیں
اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
یا نکل جاؤ سے اپنے گھروں نہ کرتے اس کو مگر تھوڑے
مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ
ان میں سے اور اگر یہ کہ وہ کریں جو نصیحت کی جاتی ہے ان کو
لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّ
البتہ ہو بہتر ان کے لیے اور زیادہ مضبوط جمانے میں اور
اِذًا لَّاٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾
اس وقت البتہ دیں ہم ان کو سے پاس اپنے ثواب بڑا
وَّلَهَدَيْنٰھُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾
اور البتہ دکھائیں ہم ان کو راستہ سیدھا

كَتَبْنَا کتابت سے ہے جس کے معنی لکھنا ہیں اس کے بعد جب علیٰ آجائے تو اس کے معنی حکم کر دینے کے ہو جاتے ہیں یعنی ہم نے حکم دیا۔

تَثْبِيْتًا ثابت کر دینا۔ جما دینا۔ استوار یا محکم کر دینا۔

پہلی آیت میں ہدایت کی گئی تھی کہ رسول ﷺ کے کہنے پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ رسول ہوتے ہی اس لیے ہیں..... کہ ان کا حکم مانا جائے اور یہ ہمارا حکم ہے نہ کہ اُن کا۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ رسول کا حکم ماننا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آسان آسان کام کرنے کا حکم دیتے ہیں جو ان کے حق میں مفید ہوتے ہیں وہ ہم سب کے مالک اور آقا ہیں ہم انہیں سخت سے سخت احکام اگر چاہتے تو دے سکتے تھے۔ مثلاً اگر ہم حکم دے دیتے کہ اپنا گلا گھونٹ لو یا چھرا مار کر مر جاؤ یا یہ کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ایسے حکم ماننے کے لیے تو یہ کبھی تیار ہی نہ ہوتے بلکہ گنے چُنے ہی آدمی ایسا کرتے تو کرتے۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے جان کھو کر گھروں سے نکل جانے کے لیے نہیں کہا اور نہ سخت محنت اور مشقت میں ڈالا ہے جیسے پہلے لوگوں کو ڈالا تھا۔ بلکہ آسان کام مقرر کیے جن میں محنت تھوڑی اور ثواب زیادہ ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ اگر یہ انہی آسان کاموں کو خوشی خوشی کر لیتے تو ان کے لیے بہت ہی اچھا ہوتا۔ ان کا دل مضبوط اور ایمان پختہ ہو جاتا اور ہم ان کو ایسے سیدھے راستہ پر ڈال دیتے جو ہمیشہ کے راحت و آرام کے گھر میں پہنچاتا ہے۔ مگر یہ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہی آسان کام نیک نیتی اور سچے دل سے کیے جائیں تو ان سے اتنا بڑا ثواب اور ایسا اچھا بدلہ ملتا ہے کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دکھ درد، رنج و الم اور عذاب سے چھوٹ کر آرام و سکون اور خوشی کے گھر پہنچ جاتا۔

اللہ کے انعام یافتہ بندے

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ
اور جو لوگ اطاعت کریں اللہ اور رسول سو وہ ساتھ
الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ
ان کے انعام کیا اللہ نے جن پر سے نبیوں اور
الصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ۚ وَ
صدیقوں اور شہید اور صالحوں اور
حَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ؕ﴿۶۹﴾ ذٰ لِكَ الۡـفَضۡلُ
اچھے ہیں یہ لوگ ساتھی یہ بخشش ہے
مِنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا ﴿۷۰﴾
طرف سے اللہ کی اور کافی ہے (زائد) اللہ جاننے والا

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ
اور جو کوئی حکم مانیں اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے
الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ
ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور
الصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ۚ وَ
صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور
حَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ؕ﴿۶۹﴾ ذٰ لِكَ الۡـفَضۡلُ
یہ لوگ اچھے رفیق ہیں یہ فضل اللہ کی
مِنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا ﴿۷۰﴾ ع ۹ / ۱۱ / ۶
طرف سے ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان جلیل القدر بندوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس کے خاص انعام یافتہ بندے ہیں جن پر اس کے انعام و کرام کی خاص بارشیں ہوتی ہیں (۱) النَّبِيّٖنَ نبی کی جمع ہے۔ وہ برگزیدہ بندے جو دنیا میں انسانوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کیلئے بھیجے گئے یہ پیغام ان کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتہ کے ذریعہ بھیجا جاتا اور وہ فرشتہ کی آمد کو محسوس کرتے اور وہ پیغام اللہ کے بندوں کو کسی کمی بیشی کے بغیر پہنچاتے (۲) الصِّدِّيۡقِيۡنَ صدیق کی جمع ہے وہ لوگ جن کا دل پیغمبروں کے پیغام کو خود بخود سچا مانتا ہے انہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (۳) الشُّهَدَآءِ شہید کی جمع ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پیغمبروں کے حکم پر جان دینے کے لیے حاضر ہوں اور حق کی شہادت اپنے خون سے پیش کر دیں (۴) الصّٰلِحِيۡنَ صالح کی جمع ہے۔ وہ لوگ جن کی طبیعت پیدائشی طور پر نیک ہو اور اپنے نفس و بدن دونوں کو برائیوں اور ناپاکیوں سے پاک کر چکے ہوں۔ انسانوں کے اندر یہ چار قسم کے لوگ سب سے افضل ہیں۔ اللہ نے ان کو اور سب لوگوں پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے اور اپنے انعام سے نوازا ہے۔

ان کے مرتبوں کی وہی ترتیب ہے جو آیت کے اندر رکھی گئی ہے یعنی نبی کا مرتبہ سب سے بلند ہے اس کے بعد صدیق کا پھر شہید کا پھر صالح کا۔ یہ سب حسب مراتب اللہ کی نعمت اور فضل و رحمت سے مالا مال ہیں پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ انسان استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے یکساں نہیں۔ ان کے سوا جو اور لوگ رہے۔ ان میں سے افضل وہ ہیں جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری میں مشغول ہوں۔ ان کو بھی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق حسب مرتبہ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحوں کی ہمراہی نصیب ہوگی۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ بالکل انہی جیسے ہو جائیں گے ہاں یہ ہوگا کہ وہ انہی کے خادموں میں شمار کیے جائیں گے اور ان کا رشتہ ان کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ یہ بڑی عنایت ہے کہ اس رشتہ کو رفاقت کا نام دیا گیا ہے۔ ورنہ ان کا خادم مان لیا جانا بھی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے یہ وہی لوگ ہیں جن کے راستہ پر چلنے کی ہم ہر وقت نماز میں دعا کرتے ہیں سورہ فاتحہ ہمیں یہی سکھاتی ہے کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا جس پر تیرے برگزیدہ انعام یافتہ بندے چلے۔ ان بڑے لوگوں کی رفاقت فقط انہی کو نصیب ہوگی جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اور اطاعت کریں گے۔

جہاد کے لئے تیار رہو

يَآيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - خُذُوْا - حِذْرَكُمْ
اے وہ جو ایمان لائے ہو لے لو ہتھیار اپنے
فَانْفِرُوْا - ثُبَاتٍ - اَوِ - انْفِرُوْا - جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَ - اِنَّ
پھر نکلو دستے بن کر یا نکلو اکٹھے اور بیشک
مِنْكُمْ - لَمَنْ - لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ - فَاِنْ - اَصَابَتْكُمْ
تم میں سے وہ ہے ضرور دیر لگائے گا پھر اگر پہنچے تم کو
مُّصِيْبَةٌ - قَالَ - قَدْ - اَنْعَمَ - اللّٰهُ - عَلَيَّ - اِذْ
کوئی مصیبت کہے بیشک انعام کیا اللہ نے مجھ پر جب
لَمْ - اَكُنْ - مَّعَهُمْ - شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾
نہ ہوا میں ساتھ ان کے حاضر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ
اے ایمان والو لے لو اپنے ہتھیار
فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ
پھر نکلو جدا جدا فوج ہو کر یا سب اکٹھے ہو کر ۔ اور تم میں
مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ
کوئی ایسا بھی ہے کہ ضرور دیر لگائے گا ۔ پھر اگر تم کو کوئی
مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ
مصیبت پہنچے تو کہے کہ اللہ نے مجھ پر فضل کیا ۔ کہ
لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾
میں نہ ہوا اُن کے ساتھ

ثُبَاتٍ : ثُبَۃ کی جمع ہے ۔ الگ ٹولی اور چھوٹی سی جماعت ۔

شَهِيْدًا ساتھ ، اس کے معنی حاضر کے ہیں اور اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں ۔ بعض روایات میں ہے کہ شروع میں اسلام کے اندر بہت سے لوگ دیکھا دیکھی داخل ہو گئے جب جہاد فرض ہوا تو مچل گئے اور بعض تو کافروں کے ساتھ مل کر کھلم کھلا دین کی مخالفت کرنے لگے اس پر یہ آیت اتری ۔ پہلی آیتوں میں منافقوں کے رویہ کا ذکر تھا ۔ اس آیت کے اندر جہاد کے وقت ان کے طرز عمل کا ذکر ہے اور مسلمانوں کو ان کی یہ روش اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے ۔ اسلام نے بہت چاہا کہ انسان آپس میں صلح و صفائی سے رہیں ۔ لیکن کفار کی خود غرضیوں نے مسلمانوں کو لڑائی پر مجبور کر دیا ۔ اور جب تک لوگ اپنی خواہشوں کے غلام رہیں گے اور شیطان کے بہکانے میں آ کر سیدھے راستے سے منہ موڑ لیں گے اس وقت تک دنیا میں جنگ کا خاتمہ نہ ہو سکے گا ۔ اور اللہ کے بندوں کو خواہشوں کے ان غلاموں سے مجبوراً لڑنا پڑے گا ۔

ایمان والوں کو اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ انسانیت کے دشمنوں سے اپنے بچاؤ کا سامان کر لو اور سامانِ جنگ سے لیس رہو ۔ موقعہ آتے ہی ان سے لڑنے کے لیے نکل کھڑے ہو ۔ اس میں دیر نہیں لگانی چاہیئے ۔ کیونکہ لڑائی کے وقت دیر لگانے سے بعض اوقات کام بگڑ جاتا ہے اور دشمنوں کی بن آتی ہے ۔

یاد رکھو ۔ تمہارے اندر ایسے بھی لوگ ہیں جو جہاد کے لیے نکلنے میں ٹال مٹول کرتے ہیں اور دیر لگاتے ہیں ۔ انہیں منافق کہا جاتا ہے ۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا ۔ اس نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا تھا کہ مسلمان جب لڑائی کے لیے جاتے تو یہ بہانہ بازیاں کر کے اپنے لوگوں کو لے کر پیچھے رہ جاتا ۔ اگر مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچتا یا شکست ہو جاتی تو کہتا اللہ کا شکر ہے کہ میں ان کے ساتھ نہ تھا ۔ ورنہ میں بھی مر گیا ہوتا گویا اس کے خیال میں غلط بات بیٹھ چکی تھی کہ گھر میں رہ کر وہ موت سے محفوظ رہے گا اور میدان میں وقت سے پہلے اُسے موت آ جائے گی ۔

جہاد اور اس کا اجر

وَلَئِنْ ـ اَصَابَ ـ كُمْ ـ فَضْلٌ ـ مِّنَ ـ اللّٰهِ
اور اگر پہنچے تم کو فضل سے اللہ
لَ ـ يَقُوْلَنَّ ـ كَاَنْ ـ لَّمْ ـ تَكُنْ ـ بَيْنَ ـ كُمْ ـ وَ
ضرور کہے گا گویا نہ تھی درمیان تمہارے اور
بَيْنَ ـ هٗ ـ مَوَدَّةٌ ـ يٰا ـ لَيْتَنِيْ ـ كُنْتُ ـ مَعَهُمْ
درمیان اُس کے دوستی اے کاش ہوتا میں ساتھ ان کے
فَاَفُوْزَ ـ فَوْزًا ـ عَظِيْمًا ۝٧٣ فَلْيُقَاتِلْ ـ فِيْ
پس پاتا مراد بڑی سو چاہیے لڑیں بیچ
سَبِيْلِ ـ اللّٰهِ ـ الَّذِيْنَ ـ يَشْرُوْنَ ـ الْحَيٰوةَ
راہ اللہ کی وہ جو بیچتے ہیں زندگی
الدُّنْيَا ـ بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَ ـ مَنْ ـ يُّقَاتِلْ ـ فِيْ
دنیا کی بدلے آخرت کے اور جو لڑے میں
سَبِيْلِ ـ اللّٰهِ ـ فَ ـ يُقْتَلْ ـ اَوْ ـ يَغْلِبْ ـ فَسَوْفَ
راہ اللہ کی پھر مارا جائے یا غالب ہووے تو جلد
نُؤْتِيْهِ ـ اَجْرًا ـ عَظِيْمًا ۝٧٤
ہم دیں گے اس کو ثواب بڑا ۔

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ
اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل پہنچا
لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَ
تو اس طرح کہنے لگا کہ گویا تم میں اور
بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ
اس میں دوستی نہ تھی اے کاش کہ میں ان کے ساتھ ہوتا
فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝٧٣ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ
تو بڑی مراد پاتا سو چاہیے کہ لڑیں اللہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ
کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی
الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ
آخرت کے بدلے اور جو کوئی لڑے اللہ کی
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ
راہ میں پھر مارا جائے یا غالب ہووے تو ہم عنقریب
نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝٧٤
اس کو بڑا ثواب دیں گے ۔

جہاد کی تیاری کا حکم اور اس سلسلہ میں منافقوں کا طرزِ عمل اس سے پہلے گذر چکا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو اسلام کا سپاہی قرار دیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ راہِ حق میں سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے ہر دم تیار رہو۔ انفرادی طور پر جنگ کا موقع ہو یا اجتماعی طور پر جہاد کی ضرورت ہو۔ ہر صورت میں تیار رہنا لازم ہے۔ منافق جان بوجھ کر اور عمداً ٹال مٹول کریں گے اور شرکت سے باز رہیں گے۔ اگر خدانخواستہ تمہیں تکلیف پہنچی تو خوشی کا اظہار کریں گے اور اگر تم پر اللہ کا فضل ہوا۔ تم کامیاب و کامران رہے اور مالِ غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے تو بالکل اجنبی غیروں کی طرح کہیں گے کاش! ہم ان کے ساتھ ہوتے اور خوب ہاتھ رنگتے۔ لوٹ مار کرتے اور دھن دولت سمیٹ کر لاتے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ دین پر دنیا کو پسند کرتے ہیں اللہ کی راہ میں ان کے خلاف جہاد کرو ـــــ کامیابی اور ناکامی کو خاطر میں نہ لاؤ ـــــ اس راہ میں مارے جاؤ یا غالب آؤ۔ ہم دونوں صورتوں میں اجرِ عظیم دیں گے۔

مظلوموں کی مدد میں جہاد

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ
اور کیا ہوا تم کو نہیں لڑتے بیچ راہ اللہ کے اور
الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ
مغلوب دبے ہوئے لوگوں سے مردوں اور عورتوں اور
الْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا
بچوں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب نکال ہم کو
مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ
سے اس بستی ظالم ہیں لوگ جس کے اور کر
لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ
ہمارے لیے سے اپنے پاس حمایتی اور کر ہمارے لیے سے
لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾
پاس اپنے مددگار

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ
اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے اور
الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ
ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور
الْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا
بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو
مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ
اس بستی سے کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے
لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ
لیے اپنے پاس سے حمایتی بنا دے اور ہمارے واسطے اپنے
لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾
پاس سے مددگار بنا دے۔

یُقَاتِلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ (لڑے اللہ کی راہ میں) ان آیات میں یہ فقرہ تین بار آیا ہے۔ زور اس پر دینا مقصود ہے کہ لڑائی خالص اللہ کے دین کے لیے ہونی چاہئے۔ اللہ کو منظور یہ ہے کہ دین کی راہ پہ چلنے سے کوئی کسی کو نہ روکے۔ لڑائی ان سے ہے جو دین حق کو خود بھی نہیں ملنتے اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے سے روکتے ہیں۔ یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ جہاد کے معنی ان لوگوں سے مقابلہ کے لیے تیار رہنا ہے جو انسانوں کو راہ راست سے روکتے ہیں اور خواہ مخواہ ان کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے ہیں۔ ان گمراہ لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ اپنے اور اپنے گروہ کے دنیاوی فائدوں کو دیکھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو زبردستی اپنی ذاتی غرض کے لیے دبا کر رکھنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سب سے بڑے ہیں اور اوروں کو ہمارے خادم بن کر رہنا چاہئے۔

اس کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں جو تمام انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور سب کے فائدے کے اندر اپنا فائدہ سمجھتے ہیں۔ غرور اور تکبّر نہیں کرتے۔ کسی کو اپنے ماتحت دبا کر نہیں رکھنا چاہتے۔ غریبوں محتاجوں اور کمزوروں کی مدد کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس میں ان کی اپنی کوئی غرض نہیں ہوتی۔ نہ ذاتی فائدے کا خیال ہوتا ہے۔ بلکہ فقط اللہ کی مخلوق کو مصیبت سے بچانا ان کا مقصد ہوتا ہے نہ کسی سے شکریہ کے طلب گار ہوتے ہیں نہ رو رعایت کے خواستگار۔ یہی لوگ اللہ کو اور اس کے دین کو سچے طور پر مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کسی بستی کے مرد و عورت۔ چھوٹے بڑے اور کمزور بچے مدد کے لیے چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ ظالموں کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہیں امداد کے لیے دہائی دے رہے ہیں تو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مدد کے لیے آگے نہیں بڑھتے اور ظالموں کے خلاف جنگ کے لیے کمربستہ نہیں ہوتے۔

مومن اور کافر کی جنگ

اَلَّذِیْنَ ۔اٰمَنُوْا ۔یُقَاتِلُوْنَ ۔فِیْ ۔سَبِیْلِ ۔اللّٰہِ ۚ
جو لوگ ایمان لائے وہ لڑتے ہیں میں راہ اللہ کے

وَالَّذِیْنَ ۔کَفَرُوْا ۔یُقَاتِلُوْنَ ۔فِیْ ۔سَبِیْلِ
اور جو لوگ کافر ہوئے وہ لڑتے ہیں میں راہ

الطَّاغُوْتِ ۔فَقَاتِلُوْٓا ۔اَوْلِیَآءَ ۔الشَّیْطٰنِ ۚ
طاغوت سو لڑو تم حمائتیوں سے شیطان کے

اِنَّ کَیْدَ ۔الشَّیْطٰنِ ۔کَانَ ۔ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾ ع
بیشک داؤ شیطان کا ہے کمزور

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ
جو لوگ ایمان والے ہیں سو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ
اور جو لوگ کافر ہیں وہ لڑتے ہیں طاغوت کی

الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ
راہ میں سو تم شیطان کے حمائتیوں سے لڑو

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾ ع
بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (مومن) اٰمَنُوْا لفظ ایمان سے بنا ہے ایمان کے معنی ہیں زبان سے مان لینا اور دل سے یقین کر لینا۔ مومن وہ ہیں جو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر دل سے یقین رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنے کیے کا حساب دینے کو اٹل جانتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (کافر) یہ لفظ کفر سے بنا ہے۔ کفر کے معنی ہیں چھپا دینا۔ انکار کرنا اور ناشکری کرنا۔ کافر وہ ہیں جو اسلام کے اصولوں پر یقین نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی کو زندگی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں اس کے بعد کچھ نہیں ہوگا۔

طَاغُوْت یہ لفظ طغیان سے بنا ہے۔ اس کے معنی۔ سرکش۔ نافرمان شریر کے ہیں۔ یہ شیطان کا بھی لقب ہے جو ہمیشہ انسانوں کو سیدھی راہ سے ہٹانے کی کوشش میں رہتا ہے۔

کَیْدٌ چال۔ فریب گھات یعنی اپنے جیتنے کا خفیہ داؤ۔ اَوْلِیَآءُ ولی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ساتھی۔ دوست۔ مددگار۔ حمایتی۔

اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لیے اس دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے۔ جانوروں کی طرح اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑا کہ جو جی چاہے کرتا پھرے اس طریقے کا نام صِرَاطِ مُّسْتَقِیْم سیدھا راستہ اور سچا دین ہے اور یہی سبیل اللہ ہے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ اس کو صراط اللہ بھی کہا گیا ہے۔ ایک خفیہ طاقت نے جسے ابلیس، شیطان اور طاغوت مختلف نام دیے گئے ہیں۔ ہر طرح انسان کے ساتھ دشمنی کرنے کی ٹھان لی ہے اور جہاں تک اس کا بس چلتا ہے۔ وہ انسان کو سیدھے اور درست راستے سے ہٹانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ انسانوں کی ایک بڑی تعداد اس کے بہکانے میں آکر راہ سے بھٹکی ہوئی ہے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے کسی کی نہیں سنتی۔ تاریخ گواہ ہے کہ انسانوں کی بہت سی قومیں اسی چکر میں آکر کھپ گئیں اور انسان کے لیے دو راستے مستقل طور پر قائم ہو گئے۔ ایک اللہ کا مقرر کیا ہوا راستہ جس کو آیت میں سبیل اللہ کہا گیا ہے اور دوسرا شیطان کا راستہ جو سبیل الطاغوت ہے۔ آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کے حکموں کے ماننے والے اس کے راستے کی حمایت میں لڑتے ہیں اور جو اللہ کو اور اس کے حکموں کو نہیں مانتے وہ شیطان کے راستے کی طرفداری میں لڑتے ہیں۔ اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ بظاہر تو شیطان کی سازشیں بہت ڈراؤنی اور مضبوط معلوم ہوتی ہیں لیکن اصل میں اس کے داؤ پیچ کمزور ہیں اور نیک نیت لوگوں کے پختہ ارادے کے سامنے ان کی کچھ حقیقت نہیں۔

لڑائی سے ڈرنے والے

اَ لَمْ ۔ تَرَ ۔ اِلَی ۔ الَّذِیْنَ ۔ قِیْلَ ۔ لَھُمْ ۔ کُفُّوْآ
کیا نہ دیکھا تونے طرف ان کی کہ کہا گیا ان سے روکے رہو

اَیْدِیَکُمْ ۔ وَ ۔ اَقِیْمُوا ۔ الصَّلٰوۃَ ۔ وَ ۔ اٰتُوا ۔ الزَّکٰوۃَ ج
ہاتھ اپنے اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ

فَلَمَّا ۔ کُتِبَ ۔ عَلَیْھِمُ ۔ الْقِتَالُ ۔ اِذَا ۔ فَرِیْقٌ
پھر جب لکھا گیا اُوپر اُن کے لڑنا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت

مِّنْھُمْ ۔ یَخْشَوْنَ ۔ النَّاسَ ۔ کَخَشْیَۃِ ۔ اللّٰہِ ۔ اَوْ
ان میں سے ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا

اَشَدَّ ۔ خَشْیَۃً ج ۔ وَ ۔ قَالُوْا ۔ رَبَّنَا ۔ لِمَ ۔ کَتَبْتَ
اس سے زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں لکھا

عَلَیْنَا ۔ الْقِتَالَ ج ۔ لَوْ ۔ لَآ ۔ اَخَّرْتَ ۔ نَآ ۔ اِلٰٓی ۔ اَجَلٍ
اُوپر ہمارے لڑنا کیوں نہ ڈھیل دی ہم کو تک مدت

قَرِیْبٍ ط
تھوڑی

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا
کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ

اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ج
روکے رکھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو

فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ
پھر جب ان کو لڑائی کا حکم ہوا ۔ اچانک ان میں سے ایک

مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ
جماعت لوگوں سے ڈرنے لگی جیسے اللہ کا ڈر ہو یا

اَشَدَّ خَشْیَۃً ج وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ
اس سے بھی زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے ہمارے رب کیوں

عَلَیْنَا الْقِتَالَ ج لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ
ہم پر فرض کی لڑائی کیوں نہ ہم کو چھوڑے رکھا

قَرِیْبٍ ط
تھوڑی مدت

کُتِبَ عَلَیْھِمُ (ان پر فرض کیا گیا) پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کُتِبَ کے بعد عَلٰی آجائے تو اس کے معنی فرض کر دینا اور ضروری قرار دینا ہوتے ہیں

اِذَا عموماً اس کے معنی "جب" ہوتے ہیں ۔ اس کے ایک معنی ناگاہ کے بھی ہیں ۔ ایسے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے جہاں کوئی ایسی بات ہو جائے جس کی توقع نہ تھی اس کو ہم اپنی زبان میں اس طرح ادا کرتے ہیں اچانک یا کیا دیکھتے ہیں ۔

اَخَّرْتَ تاخیر سے ہے اس کے معنی ہیں مہلت دینا ۔ دیر لگانا ۔ ڈھیل دینا اور چھوڑے رکھنا ۔

مکہ میں جب لوگوں نے اسلام قبول کیا تو کافر انہیں بہت ستانے لگے اور ان پر طرح طرح کے ظلم کرنے لگے ۔ تنگ آکر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہتے کہ ہمیں جنگ کی اجازت دی جائے ۔ آپ فرماتے کہ ابھی لڑنے کا حکم نہیں ۔ اس وقت تو یہی حکم ہے کہ نماز پڑھو اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو ۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لڑائی کا حکم مدینہ میں آنے کے بعد دیا گیا ۔ تو کمزور ایمان والوں پر خوف چھا گیا ۔ وہ ڈر کے مارے کانپنے لگے اور اللہ کے ڈر سے بھی زیادہ ان کو آدمیوں کا ڈر ہو گیا ۔ وہ کہنے لگے کہ ابھی تھوڑے دن لڑائی کا حکم نہ ہوتا تو بہتر ہوتا ۔ مکہ میں مسلمانوں کو لڑنے کا حکم نہ تھا بلکہ ان کو لڑائی کے لیے تیار کیا جا رہا تھا ۔ کیونکہ یہ منظور نہ تھا کہ ستانے والے سے فوراً بدلا لیا جائے ایسی وحشیوں کی سی لڑائی اسلام کو منظور نہ تھی ۔ اس لیے مکہ میں صبر کرنے کا حکم ہوا اور نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے میں مشغول رہنے کے لیے کہا گیا تاکہ جانی اور مالی قربانی کی عادت پڑ جائے اور تکلیفوں کا برداشت کرنا آجائے ۔

موت سے بچنا ممکن نہیں

قُلْ۔ مَتَاعُ۔ الدُّنْیَا۔ قَلِیْلٌ ۚ وَ۔ الْاٰخِرَةُ۔ خَیْرٌ
کہدے فائدہ دُنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے

لِ۔ مَنِ۔ اتَّقٰی ۚ قف وَ۔ لَا۔ تُظْلَمُوْنَ۔ فَتِیْلًا ﴿۷۷﴾
اس کیلئے جو پرہیزگار ہو اور نہیں ظلم کیے جاؤگے تم ذرا سا بھی

اَیْنَ۔ مَا۔ تَكُوْنُوْا۔ یُدْرِكْكُّمُ۔ الْمَوْتُ
جہاں کہیں تم ہو آئے گی تم کو موت

وَ۔ لَوْ۔ كُنْتُمْ۔ فِیْ۔ بُرُوْجٍ۔ مُّشَیَّدَةٍ ؕ
خواہ تم ہو میں قلعوں کے اونچے چونے گچ کے

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ
کہہ دے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے

لِّمَنِ اتَّقٰی ۚ قف وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۷﴾
پرہیزگار کے لیے اور تمہارا حق ایک دھاگے کے برابر نہ رہے گا۔

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ
تم جہاں کہیں ہوگے تم کو موت آ پکڑے گی

وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ؕ
خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو

مَتَاعُ فائدہ، پونجی، سامان وہ چیز جس سے حظ حاصل کیا جائے اور فائدہ اٹھایا جائے۔

وَلَا تُظْلَمُوْنَ ظلم نہیں کیے جاؤگے، ظلم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی پہ زیادتی کرنا، کسی کا حق دبا لینا اور بے جا ستانا۔

فَتِیْلًا اصل معنی دھاگے کے ہیں یہاں مطلب یہ ہے کہ تمہارا ذرا سا بھی حق (چھوٹے سے دھاگے کے برابر بھی) نہ دبایا جائے گا۔

بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ (مضبوط قلعے) بروج برج کا واحد برج ہے۔ اس کے معنی قلعہ اور عالی شان محل کے ہیں۔ مشید کے معنی ہیں پختہ چونے کے بنائے ہوئے جسے گچ بھی کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مضبوط اور پختہ ترین قلعوں کے اندر بھی موت سے بچنا ممکن نہیں۔

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ جب جہاد کا حکم ہوا اور لڑائی سر پہ آگئی تو بعض لوگ خوف سے کانپنے لگے اور اللہ کی درگاہ میں عرض کرنے لگے کہ اے رب آپ نے لڑنے کا حکم کیوں دے دیا کچھ دن اور جی لیتے اور موت سے بچ جاتے تو اچھا ہوتا۔ غرض ان کے دل پر دنیا کی محبت غالب آگئی اور موت سے ڈرنے لگے۔ اس آیت میں ان کو ہدایت کی گئی ہے کہ اے رسولؐ ان سے کہہ دو دنیا کے مزے اور عیش تو بہت ہی ناقص اور تھوڑے دن کے ہیں۔ اس کے مقابلے میں آخرت کا عیش و آرام کہیں بہتر ہے اور یہ ان لوگوں کو میسر ہوگا جو اللہ کی رضامندی کا خیال کریں گے اور اس کی نافرمانی سے بچیں گے۔ یاد رکھو اس خیال سے جو بھی نیک کام کرے گا۔ اس کو اس کا بدلہ اور ثواب پورا پورا ملے گا اور کسی کی اللہ کو راضی کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش بے کار نہیں جائے گی۔ دنیا میں تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی خواہش کرتا ہے اور پوری نہیں ہوتی محنت کرتا ہے لیکن اس کی محنت کا پھل اسے نہیں ملتا اور جو کچھ تھوڑا بہت ملتا ہے وہ تھوڑے دن میں ختم ہو جاتا ہے۔ آخرت کے لیے اللہ کے حکم کے مطابق کام کرنے کا پھل پورا پورا ملے گا اور وہ تھوڑے دن کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ باقی رہی موت تو اس سے گھبراتا کیا۔ اس سے کوئی انسان کسی طرح بچ ہی نہیں سکتا۔ ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں موت سے پناہ مل سکے جو پیدا ہوا اسے ایک دن مرنا ہے۔ دنیا میں ہمیشہ جینے کی خواہش بے کار ہے کوئی آج نہ مرا تو کل مرے گا۔ محل اور مضبوط سے مضبوط تہہ خانے کسی کو موت سے نہیں بچا سکتے — ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے تو کہیں اچھا ہے کہ اللہ کے حکم پہ جان دی جائے اور آخرت کے ہمیشہ ہمیشہ کے آرام، عیش و عشرت، اطمینان و راحت حاصل کیے جائیں۔ قرآن مجید کے ان گنے چنے الفاظ میں کتنی بڑی حقیقت اس آسان طریقے سے واضح کردی گئی ہے یہ بات بڑے بڑے دانشوروں کی گھنٹوں کی تقریروں سے بھی ایسے گہرے طور پر دل میں نہیں بیٹھ سکتی جیسے اس چھوٹی سی آیت میں تھوڑی دیر غور کرنے سے بیٹھ جاتی ہے یہی وہ پُر زور کلمات ہیں جن کو سن کر ابتداء میں مسلمانوں نے ایسے ایسے عالیشان کام انجام دیے کہ آج تک دنیا ان پہ عش عش کرتی ہے۔

شامتِ اعمال

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
اور اگر پہنچے ان کو کچھ بھلائی کہیں یہ ہے طرف اللہ
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ
اور اگر پہنچے ان کو کچھ بُرائی کہیں یہ ہے تیری طرف
قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ
کہہ سب ہے طرف اللہ کی پس کیا ہے واسطے اس قوم کے
لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ
نہیں قریب ہیں کہ سمجھیں بات جو پہنچے تجھ کو کوئی
حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ
بھلائی سو طرف سے ہے اللہ کی اور جو پہنچے تجھ کو کوئی بُرائی
فَمِنْ نَّفْسِكَ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ
پس طرف سے ہے آپ تیرے کے اور بھیجا ہم نے تجھ کو طرف لوگوں کے
رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾
پیغام پہنچانے والا اور کافی ہے اللہ گواہ

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
اور اگر ان کو کچھ بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ
اور اگر ان کو کچھ بُرائی پہنچے تو کہیں یہ تیری طرف سے
قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ
کہہ دے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے پس ان لوگوں کا کیا حال ہے
لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ
جو بات سمجھنے کے قریب نہیں پھٹکتے جو پہنچے تجھ کو کوئی
حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ
بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھ کو کوئی بُرائی پہنچے
فَمِنْ نَّفْسِكَ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ
سو تیری اپنی طرف سے ہے اور ہم نے تجھ کو بھیجا لوگوں کو
رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾
پیغام پہنچانے والا اور اللہ کافی ہے دیکھنے والا

حَسَنَةٌ: بھلائی ۔ اس لفظ کے مفہوم میں نیکی، خوشی اور فائدہ کی ہر بات شامل ہے یہاں بھلائی سے مراد فتح و نصرت اور مال و دولت کا حصول ہے
سَيِّئَةٌ: بُرائی ۔ اس کے مفہوم میں ہر قسم کی خرابی اور نقصان شامل ہے ۔ یہاں جنگ میں ناکامی اور مالی جانی نقصان مراد ہے ۔

منافقوں کا ایک اور طرزِ عمل اس آیت میں بیان کیا گیا ہے جب لڑائی میں فتح ہوتی ہے اور مالِ غنیمت بہت سا ہاتھ آتا ہے تو کہتے ہیں اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں فتح دی اور اتنا مال دیا اور اگر کبھی دوسری صورت ہو جاتی ہے اور لڑائی میں مال و جان کا نقصان ہوتا ہے یا جیت نہیں ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام رکھتے ہیں کہ آپ نے جنگ کی تدبیر ٹھیک نہیں کی اس لیے نقصان اُٹھانا پڑا ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو فتح و شکست اور فائدہ و نقصان سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تم اتنی بات نہیں سمجھتے ۔ کہ اس کے سوا اور کوئی کچھ نہیں کر سکتا ۔ اس سے آگے کی آیت میں فرمایا ہے کہ تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ بھلائی اللہ کی طرف سے ہے اور بُرائی تمہارے اپنے کاموں کا پھل ہے ۔ جب کوئی بُرائی پہنچتی ہے تو اس میں تمہارا اپنا کوئی قصور ضرور ہوتا ہے جس کی سزا تمہیں ملتی ہے تاکہ پھر ایسی غلطی نہ کرو ۔ یہ سزا تمہیں درست کرنے کے لیے دی جاتی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تدبیر فرماتے ہیں وہ بھی تو اللہ کی طرف سے ہے پھر ان کو الزام دینے کے کیا معنی ؟ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے ۔ فائدہ پہنچتا ہے تو اس کے فضل سے پہنچتا ہے اور نقصان پہنچتا ہے تو اس کی طرف سے ۔

رسول اللہ کی اطاعت

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ
جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور

مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝۸۰
جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان نہیں بھیجا

مَنْ ۔ يُطِعِ ۔ الرَّسُوْلَ ۔ فَ ۔ قَدْ ۔ اَطَاعَ ۔ اللّٰهَ ۚ وَ
جس نے اطاعت کی رسول کی پس تحقیق اطاعت کی اس نے اللہ اور

مَنْ ۔ تَوَلّٰى ۔ فَمَآ ۔ اَرْسَلْنٰكَ ۔ عَلَيْهِمْ ۔ حَفِيْظًا ۝۸۰
منہ موڑا تو نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان

تَوَلّٰى (منہ موڑا) تولی سے ہے۔ اس کے معنی ہیں پیٹھ دکھانا۔ یعنی نافرمانی اور سرکشی کرنا۔

حَفِيْظٌ (نگہبان) یعنی نگرانی کرنے والا۔ روک ٹوک کرنے والا۔ اور حفاظت کرنے والا۔ حفظ۔ حفاظت۔ حافظ۔ محافظ۔ محفوظ۔ اور دوسرے متعدد لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں۔ یہاں یہ لفظ نگہبان اور نگرانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اس آیت میں ایک قیمتی فائدے کا بیان ہے جو لوگوں کو رسول ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہنچ سکتا ہے۔ فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا اور سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا، پالنے والا اور حاجتوں کو پورا کرنے والا مان چکے ہیں وہ ضرور اس کی فرمانبرداری کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے یہ کتنی بڑی آسانی ہے کہ اللہ نے انہی میں سے ایک آدمی کو اپنا رسول مقرر کر کے ان کے پاس بھیج دیا اور اعلان کر دیا جو ہمارے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ ہماری فرمانبرداری کرے گا اور جو اس کا فرمانبردار نہ ہوگا وہ ہمارا نافرمان سمجھا جائے گا اور نہ وہ ہمیں کسی اور طریقے سے راضی کر سکے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ انسان کے لیے اپنی فرمانبرداری اتنی آسان کر دی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم لوگوں کو وہ باتیں بتاتے رہو جو انہیں کرنی چاہئیں اگر کوئی نہ کرے تو تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو۔ ہم نے تم کو لوگوں کا نگران اور نگہبان نہیں بنایا ہے۔ ہم خود ان نافرمانوں سے نبٹ لیں گے۔ تم ان کے واسطے نہ کڑھو اور نہ پروا کرو ــــ افسوس ہے کہ ایسے شفیق و مہربان رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم زندگی کو مالداروں۔ متکبروں اور مغرور لوگوں کی پیروی کر کے درست بنا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں یہ قاعدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیا کہ جو ہمارا فرمانبردار بننا چاہتا ہے وہ ہمارے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے اور اگر رسول ﷺ کی فرمانبرداری نہ کرے گا تو وہ ہمارا نافرمان ہے۔ اس کو وہی سزا ملے گی جو نافرمانوں کے لیے مقرر ہے پہلی آیتوں میں یہ بھی صاف کہہ دیا ہے کہ اگر تمہیں سزا ملی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اور اس کا سبب تمہارا اپنا فعل ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا اور نہ ان پر کوئی الزام عاید ہوتا ہے۔

اس آیت میں انسان کے لیے ایک آسان راستے کی طرف دعوت بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک زبردست دھمکی بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مانو گے تو تمہاری دنیا اور آخرت کی زندگی درست ہو جائے گی کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جاؤ گے اور اس سے بڑھ کر زندگی کو سنوارنے والی کوئی چیز نہیں اور اگر نہ مانو گے تو پھر سزا ملنے پر رسول ﷺ کے سر الزام نہ لگانا رسول کا کام فقط پیغام پہنچانا ہے۔ اس کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں زبردستی سیدھے راستے پر چلائے رسول ﷺ کی نافرمانی کر کے تم نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اب وہ خود تم کو سزا دے گا۔

رسول اللہ کے خلاف سازشیں

وَ- يَقُولُونَ- طَاعَةٌ- فَإِذَا- بَرَزُوا- مِنْ- عِنْدِكَ
اور کہتے ہیں کہنا ماننا پھر جب باہر گئے سے تیرے پاس
بَيَّتَ- طَائِفَةٌ- مِنْهُمْ- غَيْرَ- الَّذِي- تَقُولُ- وَ
رات کو بات کی ایک گروہ ان میں سے خلاف سے کے جو کہتا تھا اور
اللّٰهُ- يَكْتُبُ- مَا- يُبَيِّتُونَ- فَ- أَعْرِضْ- عَنْهُمْ
اللہ لکھتا ہے جو رات کو باتیں کرتے ہیں سو منہ پھیرلے ان سے
وَ- تَوَكَّلْ- عَلَى- اللّٰهِ- وَ- كَفَىٰ- بِاللّٰهِ- وَكِيلًا ﴿٨١﴾
اور بھروسہ کر اُوپر اللہ کے اور کافی ہے اللہ کام بنانے والا

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ
اور کہتے ہیں (منظور ہے) پھر جب تیرے پاس سے باہر گئے
بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَ
ان میں سے بعض اس کے خلاف رات کو مشورہ کرتے ہیں جو وہ کہہ چکے ہیں اور
اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ
اللہ لکھتا ہے جو راتوں کو مشورہ کرتے ہیں سو ان سے تغافل کر۔
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾
اور اللہ پر بھروسہ کر اور اللہ کارساز کافی ہے۔

طَاعَةٌ (مان لیا) کسی کا حکم سُن کر اگر اس سے طَاعَةٌ کہہ دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کا حکم مان گئے۔ اپنی بول چال میں ہم ایسے موقعہ پر "منظور ہے" کہتے ہیں۔

بَيَّتَ تبیت سے ہے جو رات سے بنا ہے۔ بیات کے معنی ہیں رات، تبیت کے معنی ہیں رات کو کوئی کام کرنا۔ یہاں اس سے مراد رات کو مشورہ کرنے کے ہیں۔

أَعْرِضْ اعراض سے ہے جس کے معنی کسی طرف سے منہ موڑ لینا اور پیٹھ پھیر لینا ہیں۔ یہ تغافل یعنی توجہ ہٹا لینے کی نشانی ہے۔

اس آیت میں ان کی ایک اور مکاری کا ذکر ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سُن کر آپ کے سامنے تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ سب حکم جان و دل سے قبول ہیں اور ہمارا کام آپ کی فرمانبرداری کرنا ہے لیکن جب آپ کے پاس سے اُٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں تو رات کو سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور آپس میں طے کرتے ہیں کہ ہم ان کا کہنا ماننے والے نہیں۔ اور جہاں تک ہو سکے گا۔ ان کے خلاف کریں گے۔ یہ لوگ سامنے کچھ کہتے ہیں اور پیٹھ پیچھے کچھ ان کا ظاہر باطن یکساں نہیں۔ اگر ان کا یہ خیال ہے کہ اس طرح ظاہری باتیں بنا کر کے ہم مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہیں گے اور اندر خانے ان کی جڑ کھودتے رہیں گے تو یہ ان کا خیال غلط ہے۔ کیونکہ اللہ کے ہاں یہ ان کے راتوں کو چھپ چھپ کر مشورے سب لکھے جاتے ہیں ان کے ہتھکنڈے سب اللہ کو شروع سے آخر تک معلوم ہیں۔ یہ ان کی دو رخی کارروائی نہیں چلے گی۔ اور مکاری کا بھانڈا پھوٹ کر رہے گا۔

اطاعت کے یہ معنی نہیں کہ منہ سے جی حضور بہت اچھا کہہ دیا اور دل میں ٹھان لیا کہ اس کے خلاف کریں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ تم اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ جو کام کرنا چاہتا ہے وہ کر کے رہتا ہے۔ اسے کسی کی نہ مدد کی ضرورت ہے نہ مخالفت کی پروا ہے۔ وہ سارے کام انجام دینے کے لیے کافی ہے۔ اس پر بھروسہ کرو۔

منافقین کی دو رخی پالیسی ان کی سازشوں اور مکاریوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا آپ ان سے منہ پھیر لیں اور اللہ پر بھروسہ کریں۔ اللہ کی کارسازی کافی ہے اس کے ہوتے ہوئے نہ آپ کسی کے محتاج ہیں اور نہ دین اسلام کی ترقی کسی کی ذات سے وابستہ ہے۔

صداقتِ قرآن کی دلیل

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ
کیا نہیں وہ غور کرتے قرآن اور اگر ہوتا
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ
سے پاس سوائے اللہ ضرور پاتے اس میں
اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾
اختلاف بہت

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ
کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ
اللہ کے سوا کسی اور کا ہوتا تو اس میں ضرور پاتے
اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾
بہت اختلاف

گذشتہ آیات میں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت۔ حضور کی اطاعت اور کامل فرمانبرداری کے متعلق ہدایات بیان ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں اعلان فرما دیا جس نے میرے رسولؐ کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اُن کی نافرمانی کی۔ وہ میرا نافرمان قرار پایا۔ ساتھ ہی سمجھا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف یہ بات دل سے نکال دیں کہ وہ ان کا یا ان کے دین کا کچھ نقصان کر سکیں گے۔ اللہ کارساز کافی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ منکروں کو اُن کی لائی ہوئی کتاب پر کوئی شک وشبہ ہے۔ ان کی غلط فہمی دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صداقت اور اس کے کلام ہونے کے بارے میں بے شمار دلائل دیے۔ چنانچہ پہلے ہی پارے میں انہیں کھلا چیلنج دیا۔ اگر اسے میرا کلام نہیں مانتے بلکہ انسانی کلام سمجھتے ہو تو تم سب مخالف مل کر ایسی ایک آدھ سورۃ ہی بنا لاؤ۔

یہاں ایک اور بالکل واضح اور منہ توڑ دلیل پیش کی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تم قرآن مجید اور اس کی صداقت کے سلسلہ میں غور و فکر نہیں کرتے ہو؟ اگر تم نے اسے پڑھا ہوتا تو اس حقیقت کو خود ہی پا لیتے کہ اس قدر ضخیم کتاب میں اوّل سے آخر تک کہیں کوئی اختلاف کی بات نہیں۔ اس کی کوئی آیت ایک دوسرے سے برعکس نہیں۔ اس کی تعلیم میں شروع سے آخر تک کہیں کوئی تضاد نہیں۔ اگر یہ انسانی کلام ہوتا تو اس کے اندر اختلاف اور تضاد ضرور ہوتا۔

ذرا سوچو یہ کیسے ممکن ہے کہ انسانی کلام ہو اور اس میں ۶۶۶۶ سے زائد جملے (آیات) ہوں اور ان میں اس قدر ہم آہنگی ہو کہ کوئی ایک دوسرے کے خلاف نہ ہو —— نہیں۔ یہ کلام اللہ ہے اور تمام عیوب سے پاک ہے۔ آؤ اسے مان کر کامیابی حاصل کرو۔

بے تحقیق افواہیں

وَاِذَا - جَآءَهُمْ - اَمْرٌ - مِّنَ - الْاَمْنِ - اَوِ - الْخَوْفِ
اور جب آئے ان کے پاس کوئی بات سے امن یا خوف
اَذَاعُوْا - بِهٖ ۭ - وَلَوْ - رَدُّوْهُ - اِلَى الرَّسُوْلِ - وَ
پھیلا دیتے ہیں اس کو اور اگر لے جاتے اس کو طرف رسول اور
اِلٰٓى - اُولِي الْاَمْرِ - مِنْهُمْ - لَعَلِمَهُ - الَّذِيْنَ
طرف سمجھداروں کے اپنے میں البتہ پرکھ لیتے اس کو وہ لوگ
يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ - مِنْهُمْ ۭ - وَلَوْلَا - فَضْلُ اللّٰهِ
جو چھان بین کرتے ہیں اس کی ان میں سے اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا
عَلَيْكُمْ - وَ رَحْمَتُهٗ - لَا - تَّبَعْتُمُ - الشَّيْطٰنَ
تم پر اور رحمت اس کی البتہ پیچھے ہو لیتے تم شیطان کے
اِلَّا - قَلِيْلًا ۝۸۳
مگر تھوڑے سے لوگ

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ
اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی امن یا ڈر کی خبر
اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ
تو اسے مشہور کرتے ہیں بھلا اگر اس کو رسول تک پہنچا دیتے اور
اِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ
اپنے حاکموں تک تو اس کی تحقیق کرتے جو ان میں سے
يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
تحقیق کرنے والے ہیں اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ
کا فضل اور اس کی مہربانی تو البتہ تھوڑے سے لوگوں کے سوا تم
اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۳
سب شیطان کے پیچھے ہو لیتے

اَذَاعُوْا: اذاعۃ سے ہے جس کے معنی پھیلا دینا۔ مشہور کر دینا اور ڈھنڈورا پٹوا دینا۔

رَدُّوْهُ: رد سے ہے جس کے معنی ہیں الٹا پھیر دینا۔ اٹھا کر دے دینا۔ پہنچا دینا اور لے کر جانا۔

يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ: یہ استنباط سے ہے۔ بات کی اصل جڑ معلوم کر لینا۔ کرید کر نکال لینا۔ چھان بین اور تحقیق کرنا۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کو کسی گاؤں میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے لائے گاؤں کے لوگ اس کے آنے کی خبر سن کر استقبال کو نکلے۔ یہ سمجھا مارنے آئے ہیں فوراً الٹا پھر آیا اور آ کر مدینہ میں مشہور کر دیا کہ اس گاؤں والے اسلام سے پھر گئے ہیں شہر میں خبر پھیل گئی۔ آنحضرتؐ کو خبر بھی نہ ہوئی آخر جب آپ کو خبر پہنچی تو آپ نے اس کی تحقیق کی اور وہ خبر بالکل غلط نکلی۔

آیت میں کہا گیا ہے کہ لوگوں کو لازم ہے کہ جب ان کو کسی بات کی اطلاع ملے تو وہ کسی سے نہ کہیں سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ان لوگوں کے پاس جو بات کو پرکھنے اور اس کی تحقیق کرنے کا سلیقہ رکھتے ہوں جائیں اور سب سے پہلے ان کے پاس وہ خبر پہنچا دیں جب وہ تحقیق اور چھان بین کر کے ان کی بابت کہہ دیں کہ صحیح ہے تب اسے عوام میں مشہور کریں۔

اس سے پہلے منافقوں کا ذکر چلا آ رہا ہے اور ان کی چالوں کا پردہ چاک کیا جا رہا ہے۔ یہاں ایک اور بُری عادت بیان کی گئی ہے منافق تشویش پیدا کرنے والی خبریں اُڑایا کرتے تھے: تاکہ مسلمانوں میں پریشانی پھیلے وہ اگر کسی بھید کی بات کو سن پاتے تو جھٹ مشہور کر دیتے تاکہ اگر لڑائی کی خبر ہے تو مسلمانوں کے دشمن چوکنا ہو جائیں اور اگر کوئی معمولی بات ہے تو مسلمانوں کی ہنسی اُڑے یا لوگوں میں آپس میں نفرت یا حقارت پیدا ہو۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض ناسمجھ مسلمان بھی ایسا کر بیٹھتے۔ ان سب سے کہا گیا ہے کہ ایسا نہ کرو بغیر تحقیق یونہی سنی سنائی خبر اڑا دینا بے کار ہے اور اس میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

جہاد اور اس کی ترغیب

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا
سو تو لڑ میں راہ اللہ نہیں ذمہ دار ٹھہرایا جائیگا مگر
نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
جان کا اپنی اور تاکید کر مسلمانوں کو قریب ہے اللہ کہ
يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ
روک دے لڑائی ان کی جو کافر ہوئے اور اللہ بہت سخت ہے
بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً
لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں جو سفارش کرے سفارش
حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ
نیک ہوگا اس کیلیے حصہ اس میں سے اور جو سفارش کرے
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ
سفارش بری ہوگا ان کیلیے بوجھ اس میں سے
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾
اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کی قدرت رکھنے والا

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا
سو اللہ کی راہ میں لڑ تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی
نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
جان کا اور مسلمانوں کو تاکید کر۔ قریب ہے کہ اللہ
يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ
کافروں کی لڑائی بند کر دے اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی
بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً
میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں جو کوئی نیک بات میں سفارش
حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ
کرے اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو سفارش کرے
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ
بری بات میں اس پر بھی اس میں سے ایک بوجھ ہے اور
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾
اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

تُكَلَّفُ تکلیف سے ہے۔ تکلیف کے معنی ہیں کسی پر کوئی بوجھ ڈالنا کسی کام کا ذمہ دار بنانا ایسا کام کرنے کے لیے کہنا جس کو کرنے پر جواب دہی کرنی پڑے
مُكَلَّفٌ (ذمہ دار) اس سے بنا ہے یہاں لا تُكَلَّفُ سے مراد یہ ہے کہ تم سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔

حَرِّضْ تحریض سے ہے تحریض کے معنی ہیں اُبھارنا۔ کسی کام پر آمادہ کرنا۔ اکسانا اور تاکید کرنا

تَنْكِيْلًا نکال سے ہے جس کے معنی ہیں عذاب و سزا تنکیل سے مراد عذاب کرنا اور سزا دینا ہے۔ یہ مصدر ہے۔

پہلی آیتوں میں سمجھایا گیا تھا کہ لڑائی سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ویسے بھی مرنا تو ہے پھر آدمی مردانہ طریقہ سے کیوں نہ مرے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے اگر منافق جہاد کے لیے آمادہ نہ ہوں تو آپ پروا نہ کریں خود نکل کھڑے ہوں اُن میں کوئی ساتھ دے یا نہ دے ہاں ان کو لڑنے کی تاکید ضرور کرتے رہو۔ تم صرف اپنے ذمہ دار ہو اور کسی کے نہیں۔ کہہ دینا تمہارا کام ہے اللہ تعالٰی تمہاری مدد کرنے والا ہے کیا عجب ہے کہ دشمن تمہارے نکلنے کے بعد رعب کے مارے لڑنے کو نکلے ہی نہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالٰی کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا وہ سزا دینے میں بہت سخت ہے اسی پر بھروسہ کرو

آگے ارشاد ہے کہ جو کسی نیک کام کی ترغیب دے گا تو اس کو بھی اس کے ثواب کا حصہ ملے گا اور جو کسی کو بُرائی کی ترغیب دے گا اس کو اس کے گناہ کی سزا کا حصہ ملے گا۔ اس آیت میں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ کسی کام پر لوگوں کو آمادہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خود ان کے سامنے اس کام کو کرنا شروع کر دے۔

نیکی کا بدلہ

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ
اور جب دعا دیے جاؤ تم ساتھ (کسی) دعا کے تو دعا دو تم ساتھ بہتر کے اس سے
اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
یا لوٹا دو وہی بیشک اللہ ہے اوپر ہر چیز کے
حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ
حساب کرنے والا اللہ نہیں کوئی معبود سوا اس کے بیشک جمع کرے گا تم کو
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
طرف دن قیامت نہیں شک اس میں اور کون
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾
زیادہ سچا ہے اللہ بات میں

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ
اور جب تم کو کوئی دعا دے تو اس سے بہتر دعا دو
اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
یا وہی لوٹا کر کہو بیشک اللہ ہر چیز کا حساب
حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ
کرنے والا ہے اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں بیشک تم کو
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾
زیادہ بات میں کون سچا ہے

تَحِيَّةٌ: دعا اس لفظ کے اور بھی کئی معنی ہیں۔ مثلاً تحفہ۔ نذرانہ کسی اچھی چیز کی پیشکش یا دُعا اور سلام۔ یہاں اس سے مراد سلام یا دُعا ہے۔ السلام علیکم کہنا مخاطب کو دُعا دینا ہے اور اس دُعا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اس کی سفارش کی کہ وہ اسے سلامتی سے رکھے اس سے پہلی آیت میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی کسی کی بہتری کی سفارش کرے گا۔ اُسے خود بھی اس بہتری کا حصہ ملے گا۔ یہاں یہ ارشاد ہے کہ جو تمہاری بہتری چاہے تم پر لازم ہے کہ تم بھی اس کی بہتری چاہو۔ بلکہ جو اس نے تمہارے لیے چاہا ہے۔ تم اس کے لیے اس سے بھی بہتر چاہو۔ اگر کوئی تم سے السلام علیکم کہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تمہیں سلامت رکھے تو تم بھی اس کو یہی جواب دو اور کہو "وعلیکم السلام" یہ تو برابر کا جواب ہوا لیکن تم اس سے بڑھ کر بھی جواب دے سکتے ہو یعنی "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں اللہ سلامت رکھے اور تم پر اس کی رحمت ہو۔ اور اگر سلام کرنے والا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہے تو تم جواب میں کہو "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" تو یہ اس سے بڑھ کر جواب ہوگا۔ یعنی اللہ تمہیں سلامت رکھے اور تم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کرے"۔

آگے ارشاد ہے کہ اللہ کے ہاں ہر چیز کا حساب ہے۔ اس کے ہاں کسی کی ذرا بھی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ بلکہ اس کا بدلہ دونوں جہاں میں ملے گا۔

تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ اس لیے وہ نیک کاموں کا جتنا چاہے بہتر سے بہتر بدلہ دے سکتا ہے۔ کوئی اُسے روکنے والا نہیں۔ اس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم سب کو مرنے کے بعد پھر زندہ کر کے قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ دنیا میں نیکیوں کا بدلہ جو ملا سو ملا۔ قیامت کے دن تو سب کو پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور کوئی محروم نہ رہے گا۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کہتا ہے وہ ٹھیک ہوتا ہے بھلا اللہ سے زیادہ سچ بولنے والا کون ہوگا۔ اس لیے اس کے کہنے پر یقین لازم ہے۔

ایمان کا معیار

فَ مَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَ اللّٰهُ
پھر کیا ہوا تم کو بارے میں منافقوں کے دو گروہ ہو گئے اور اللہ نے
أَرْكَسَهُمْ بِ مَا كَسَبُوْا أَ تُرِيْدُوْنَ أَنْ
الٹ دیا ان کو بسبب اس کے جو کمایا انہوں نے کیا ارادہ کرتے ہو تم کہ
تَهْدُوْا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
ہدایت کرو جسے گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ
فَ لَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ
تو ہرگز نہ پائیگا تو اس کے لیے راہ وہ پسند کرتے ہیں کہ کافر ہو جاؤ تم
كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَ لَا تَتَّخِذُوْا
جیسے کافر ہوئے وہ پس ہو جاؤ تم برابر پس نہ بناؤ
مِنْهُمْ أَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ
ان میں سے دوست یہاں تک کہ وطن چھوڑ دیں راہ اللہ

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ
پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو رہے ہیں اور اللہ
أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ
نے الٹے دیا ان کو ان کے اعمال کے سبب کیا تم چاہتے ہو کہ
تَهْدُوْا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
اُسے راہ پر لاؤ جس کو اللہ نے گمراہ کیا اور جس کو اللہ
فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ
گمراہ کرے تو ہرگز اس کیلیے کوئی راہ نہ پائیگا وہ پسند کرتے ہیں کہ تم بھی
كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا
کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر ہو جاؤ سو تم ان میں
مِنْهُمْ أَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ
سے کسی کو دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں وطن چھوڑ دیں۔

مُنٰفِقِیْنَ: منافق کی جمع ہے جن کا ذکر بہت پہلے سے چلا آرہا ہے۔ منافق اس کو کہتے ہیں جن کا ظاہر باطن یکساں نہ ہو ظاہری برتاؤ بعض دکھاوے کے لیے ہو یہ لوگ شروع اسلام میں دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو زبان سے کہتے تھے ہم مسلمان ہیں مگر دل میں کافر تھے۔ دوسرے وہ جو کافر تھے لیکن مسلمانوں سے میل جول اور دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے تھے۔ یہاں سے دوسرے گروہ کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں بعض لوگوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا تھا لیکن مسلمانوں کے ساتھ محبت اور دوستی کا دم بھرتے تھے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمان جس وقت کافروں سے مقابلہ کریں تو ان کو دوست سمجھ کر چھوڑ دیں اور ان کے جان و مال کا نقصان نہ ہو۔ جب یہ معلوم ہوا کہ ان کی غرض صرف اپنے آپ کو نقصان سے بچانا اور مسلمانوں کو دکھ دینا ہے تو مسلمانوں کے دو فریق ہو گئے۔ ایک کہتا تھا کہ ان مطلب کے یاروں کو ملنا چھوڑ دو۔ دوسرا کہتا تھا ہمارا کیا بگاڑتے ہیں۔ شاید ان میں سے دیکھا دیکھی کوئی مسلمان ہو جائے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان مطلب پرستوں سے ملنے جلنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ ان کے اعمال اس قدر خراب ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ نے انہیں اسلام جیسی نعمت سے محروم کر رکھا ہے اور کفر کی طرف لوٹا دیا ہے۔ جس کو اللہ اس کی شامتِ اعمال کی وجہ سے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کا دل تو یہ چاہتا ہے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔ مگر تم مسلمان ہو چکے ہو اور اللہ کا دین پھیلانے کے لیے اپنا وطن تک چھوڑ چکے ہو۔ جب تک یہ بھی اللہ کے لیے وطن نہ چھوڑ دیں اور اس کے دین کے پھیلانے کے لیے مال، دولت، گھر بار، آرام سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔ تم ہرگز ان سے دوستانہ نہ کرو۔

منافقوں سے جنگ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ
پس اگر منہ موڑیں پس پکڑو ان کو اور قتل کرو ان کو
حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ
جہاں پاؤ تم ان کو اور نہ بناؤ ان میں سے
وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ
کوئی دوست اور نہ مددگار مگر وہ لوگ جو ملے ہوتے ہیں
اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ
طرف اس قوم کے کہ ہے درمیان تمہارے اور درمیان ان کے عہد و پیمان یا
جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
آئے تمہارے پاس کہ تنگ ہوگئے ہیں سینے ان کے اس سے کہ لڑیں وہ تم سے
اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
یا لڑیں وہ قوم اپنی سے اور اگر چاہتا اللہ
لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ
البتہ طاقت دے دیتا ان کو تمہارے اوپر پس ضرور لڑتے وہ تم سے

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ
پھر اگر وہ اس کو قبول نہ کریں۔ تو ان کو پکڑ لو اور مار ڈالو
حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ
جہاں تم ان کو پاؤ اور ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ
وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ
اور نہ مددگار مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں
اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ
اس قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے یا
جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
تمہارے پاس آئے ہیں کہ تمہاری لڑائی سے ان کے دل تنگ ہوتے ہیں
اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
اور اپنی قوم کی لڑائی سے بھی اور اگر اللہ چاہتا تو
لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ
ان کو تم پر زور دے دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے

خُذُوْا پکڑو، مادّہ اخذ ہے جو تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بنانا۔ اختیار کرنا اور پکڑنا یا گرفت میں لینا۔ لَا تَتَّخِذُوْا نہ بناؤ۔ نہ اختیار کرو، یہ بھی اسی مادہ سے نکلتا ہے۔

مِيْثَاق (عہد) وثوق سے ہے جس کے معنی ہیں بھروسا اور اعتماد رکھنا۔ میثاق سے مراد وہ چیز ہے جس سے بھروسا اور اعتماد پیدا ہو جائے۔ اس سے مراد قول قرار بھی ہوتا ہے۔

سَلَّطَ تسلیط سے ہے جس کے معنی ہیں قابو دے دینا، تسخیر کر دینا، غالب کر دینا اور زور دے دینا یہ انہی لوگوں کی بابت حکم ہے جن کا بیان اوپر کے سبق میں تھا ارشاد ہے کہ جو لوگ کفر پر جمع ہوئے ہیں مسلمان نہ ہوں گے، بلکہ دوسروں کو ورغلاتے رہیں گے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ بہر حال تم ان سے مسلمان ہونے اور ایسی قربانیاں کرنے کے لیے کہتے رہو جیسی تم نے کی ہیں اگر وہ نہ مانیں تو لڑائی کے وقت ان کا کچھ خیال نہ کرو اور قابو پاتے ہی انہیں پکڑ لو اور قتل کرو ان کا یہ ملنا جلنا لڑائی میں ان کے کام نہ آئے گا کیونکہ یہ لوگ دل میں تمہارے پکے بدخواہ اور دشمن ہیں اور جب موقع ملے گا اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے لڑائی کی حالت میں ان خود غرض لوگوں کو جہاں پاؤ مارو لیکن وہاں دو صورتوں میں تمہاری جان بچ سکتی ہے اوّل یہ کہ ان کا ان لوگوں سے گہرا میل جول ہو اور صلح کا عہد و پیمان ہو جن کا تمہارے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہے کیونکہ اس صورت میں بھی اس صلح کے عہد نامے میں داخل ہیں۔ دوسرے یہ کہ لڑائی سے تنگ آ کر خود تم سے صلح کرنا چاہیں اس شرط پر کہ نہ ہم خود تم سے لڑیں گے نہ تمہارے خلاف اپنی قوم کا ساتھ دیں گے۔

صلح شکنوں سے جنگ

فَإِنِ - اعْتَزَلُوكُمْ - فَلَمْ - يُقَاتِلُوكُمْ - وَ - أَلْقَوْا
پس اگر کنارہ کریں وہ تم سے سو نہ لڑیں وہ تم سے اور ڈالیں وہ
إِلَيْكُمُ - السَّلَمَ - فَمَا - جَعَلَ - اللَّهُ - لَكُمْ - عَلَيْهِمْ
تمہاری طرف صلح پس نہیں کیا اللہ نے تمہارے لیے اُن پر
سَبِيلًا (۹۰) سَتَجِدُونَ - آخَرِينَ - يُرِيدُونَ - أَنْ
راستہ عنقریب پاؤ اور لوگ جو چاہتے ہیں کہ
يَأْمَنُوكُمْ - وَ - يَأْمَنُوا - قَوْمَهُمْ - كُلَّمَا - رُدُّوا - إِلَى
بےخوف رہیں تم سے اور بےخوف رہیں قوم سے اپنی جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں طرف
الْفِتْنَةِ - أُرْكِسُوا - فِيهَا - فَإِنْ - لَمْ - يَعْتَزِلُوكُمْ - وَ
شرارت کی جا پڑتے ہیں اس میں پس اگر نہ کنارہ کریں وہ تم سے
يُلْقُوا - إِلَيْكُمُ - السَّلَمَ - وَ - يَكُفُّوا - أَيْدِيَهُمْ
نہ ڈالیں تمہاری طرف صلح اور نہ روکیں ہاتھ اپنے
فَخُذُوهُمْ - وَ - اقْتُلُوهُمْ - حَيْثُ - ثَقِفْتُمُوهُمْ
پس پکڑو ان کو اور قتل کرو ان کو جہاں پاؤ تم ان کو
وَ - أُولَٰئِكُمْ - جَعَلْنَا - لَكُمْ - عَلَيْهِمْ - سُلْطَانًا - مُبِينًا (۹۱)
اور یہ لوگ دی ہے ہم نے تمہارے لیے اُن پر حجت ظاہر

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا
سو اگر وہ تم سے یکسو رہیں پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں
إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ
تم پر صلح تو اللہ نے تم کو ان پر راہ نہیں
سَبِيلًا (۹۰) سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ
دی اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن
يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى
میں رہیں تم سے بھی اور اپنی قوم سے بھی جب کبھی وہ لوٹائے جاتے ہیں
الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَ
فساد کی طرف تو اس میں اوندھے لوٹ جاتے ہیں پس اگر وہ تم سے یکسو رہیں
يُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ
اور نہ صلح پیش کریں اور نہ اپنے ہاتھ روکیں
فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ
تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ
وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا (۹۱)
اور ہم نے دی ہے ان پر کھلی سند

اعْتَزَلُوكُمْ (تم سے کنارہ کریں) اعتزال سے ہے جو ع ز ل سے بنا ہے اس کے معنی ہیں کنارے ہو جانا، الگ تھلگ رہنا اور ستانے سے بچنا۔ معزول اسی سے ہے۔

السَّلَمَ (صلح) اسلام، تسلیم اور دوسرے کئی لفظ اس مادہ سے نکلے ہیں۔ اس کے معنی سلامتی چاہنے اور پناہ دینے کے ہیں۔ یہاں السلم دوستی اور ملاپ کے علاوہ صلح کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ثَقِفْتُمُوهُمْ (تم انہیں پاؤ) اس کا مادہ ثقیف ہے جس کے معنی پانا اور ہاتھ لگنا ہیں مقصد یہ ہے کہ جب جنگ کا اعلان ہو جائے تو جہاں کہیں دشمن کو پاؤ اسے نہ چھوڑو۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ حکم امن کے عام زمانہ کے لیے نہیں بلکہ حالت جنگ کے لیے ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ اگر صلح کرنے کے بعد اس کی پابندی کریں اور لڑائی چھوڑ دیں اور صلح کے ساتھ رہیں تو تمہیں ان کے ستانے کی اجازت نہیں۔ اس کے بعد ان منافق کافروں کے ایک گروہ کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے اور تم سے عہد کر لیتے ہیں کہ تم سے نہ لڑیں گے لیکن جب دیکھتے ہیں کہ تمہارے دشمن بڑھ رہے ہیں، عہد و پیمان کا کچھ خیال نہیں کرتے اور تمہارے دشمنوں سے جا ملتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر صلح توڑ کر لڑنے کے لیے آ جائیں اور دست درازی شروع کر دیں تو تم بھی ان سے لڑو اور جہاں تک تمہارا قابو چلے ان کا قلع قمع کر دو۔ کیونکہ تمہارے پاس ان کے خلاف کھلم کھلا حجت ہے کہ یہ لوگ عہد توڑ چکے ہیں۔

نادانستہ قتلِ مسلم کی سزا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ

اور نہیں ہے واسطے مسلمان کے کہ قتل کرے مسلمان کو مگر چوک سے اور جو قتل کرے مسلمان کو چوک سے پس آزاد کرنا ہے گردن مسلمان اور بدلے کا مال سونپا ہوا طرف اس کے گھر والوں کے مگر یہ کہ معاف کردیں وہ اور اگر ہے سے قوم دشمن تمہارے لیے اور وہ مسلمان ہیں پس آزاد کرنا گردن مسلمان

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ

اور مسلمان کا کام نہیں کہ مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو مسلمان کو قتل کرے تو ایک مسلمان کو آزاد کرے اور خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر مقتول ایسی قوم میں سے تھا کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان تھا تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی۔

تَحْرِيْرُ (آزاد کرنا) یہ مصدر ہے اور اس کا مادہ حُر ہے جس کی جمع احرار ہے حر کے معنی آزاد ہوتے ہیں۔

رَقَبَةٍ (گردن) یہاں اس لفظ سے مراد غلام ہے۔ چونکہ غلام کی گردن اس کے مالک کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

دِيَةٌ (خون بہا) یعنی وہ مال جو خون کے بدلے مقتول کے وارثوں کو دیا جائے۔

يَصَّدَّقُوْا (وہ معاف کردیں) لفظ صدقہ سے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارث قاتل کو معاف کردیں اور اس سے خون بہا نہ لیں تو یہ ان کی طرف سے صدقہ ہوگا۔

اس سے قبل دھوکہ باز، شریر، دغاباز منافقوں سے لڑنے کی ہدایت تھی اور لڑائی میں غلطی یا بھول چوک سے کسی مسلمان کا قتل ہو جانا بھی ممکن ہے اس لیے ایک مسلمان کو غلطی سے یا چوک کر قتل کرنے کی سزا بتادی۔

ارشاد ہے کہ یہ تو مسلمان سے توقع ہو ہی نہیں سکتی کہ مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے گا۔ ہاں اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ مقتول مسلمان (۱) اپنے ہی ملک اور قوم کا ہے یا (۲) کسی دوسری ایسی قوم یا غیر ملک کا ہے جو مسلمان نہیں لیکن تمہارے ساتھ اس کا صلح کا عہد و پیمان ہو چکا ہے (۳) کسی ایسی کافر قوم کا ہے جس سے کوئی صلح کا عہد و پیمان نہیں۔ بلکہ لڑائی اور دشمنی ہے۔

اگر اپنا ہے تو قاتل ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون کے بدلے کا روپیہ دے جو حنفیوں کے ہاں دو ہزار سات سو چالیس روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔ اگر عہد و پیمان والی قوم سے ہے تو بھی ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور اس کے کافر وارثوں کو خون بہا دے اگر دشمن قوم کا ہے تو ایک مسلمان غلام آزاد کر دے۔ خون بہا دینا لازم نہیں۔

قتلِ عمد کی سزا

وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ

اور اگر ہے سے قوم درمیان تمہارے اور درمیان ان کے عہد

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

بدلہ سونپا ہوا طرف اس کے گھر والے اور آزاد کرنا گردن

مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

مسلمان پس جو نہ پائے پس روزہ دو مہینہ

مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

لگاتار توبہ کا طریقہ سے اللہ کی جانب اور ہے اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

جاننے والا حکمت والا اور جو قتل کرے مسلمان کو جان بوجھ کر

فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ

سزا اس کو دوزخ پڑا رہنے والا اسی میں اور غضب ناک ہوا اللہ

عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

اس پر اور لعنت کی اس پر اور تیار کیا اس کیلیے عذاب بڑا

وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ

اور اگر ایسی قوم میں سے تھا کہ تم میں اور ان میں عہد ہے

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

تو خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو اور گردن آزاد کرے ایک

مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو دو مہینے کے روزے

مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

متواتر رکھے اللہ سے گناہ بخشوانے کو اور اللہ جاننے

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

والا حکمت والا ہے اور جو کوئی مسلمان کو جان کر قتل کرے

فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ

تو اس کی سزا دوزخ ہے اسی میں پڑا رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب

عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

اور اس کی لعنت ہوئی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا۔

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ (متواتر دو ماہ) شہرین کا واحد شہر ہے۔ اس کے معنی ہیں مہینہ اور متتابعین کے معنی ہیں لگاتار اور مسلسل یعنی ایک دوسرے سے ایسے مسلسل اور ملے ہوئے کہ درمیان میں کوئی روزہ چھوٹ نہ جائے۔

مُتَعَمِّدًا (جان کر) عمد اس کا مادہ ہے جس کے معنی قصد اور ارادہ ہیں اور قتلِ عمد سے مراد ہے جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنا۔ اس لیے کہ ارادتہً اور دھوکہ سے قتل ہو جانے کی سزا مختلف ہے۔

اس آیت کے پہلے حصہ کا بیان پچھلے سبق کے آخر میں ہو چکا ہے کہ اگر مقتول مسلمان عہد و پیمان والی قوم میں سے ہے تو کیا کرنا چاہئے دوسرے حصہ میں ارشاد ہے کہ اگر قاتل مفلس ہے نہ اس کے پاس لونڈی غلام ہیں کہ آزاد کرے نہ پیسہ پلے ہے جو تاوان بھرے تو اس کو چاہئے دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے جب کہیں جا کر اس کی توبہ قبول ہو گی کیونکہ یہ جرم ایسا نہیں جو آسانی سے معاف ہو جائے اگر مال نہیں تو جان پر سختی جھیلو اور بیچ میں ناغہ کیے بغیر پورے دو مہینہ کے روزے رکھو۔

آگے کی آیت میں اس مسلمان کی سزا کا ذکر ہے جو دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قصد کر کے اور ارادہ کر کے قتل کرے یہ جرم ایسا نہیں کہ کفارہ دینے سے پیچھا چھوٹ جائے اس کی سزا آخرت میں یہ ہو گی کہ یہ شخص دوزخ کی آگ میں جھونکا جائے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے بڑا سخت عذاب تیار ہے اور دنیا میں جو اس سے قصاص لیا جائے گا جس کا حکم سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے وہ الگ رہا۔

ان آیتوں میں مسلمان کو مسلمان کے قتل کرنے کا ذکر ہے اگر بھول چوک کر مارے تو اس کا وہ کفارہ دینا ہو گا جس کا ذکر پچھلے سبق میں گزرا یا اگر مفلس ہے تو روزے رکھنے ہوں گے جس کا اس سبق کے پہلے حصے میں ذکر ہے اور اگر جان بوجھ کر مارے تو اس کی سزا جہنم اور خدا کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔

جہاد میں قتل کے اندر احتیاط

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے جب سفر کرو تم بیچ راہ اللہ

فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ
پس سوچ سمجھو اور نہ کہو تم واسطے اس کے کہ ڈالے تمہاری طرف سلام

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
نہیں تو مسلمان چاہتے ہو تم سامان زندگی دنیا کا

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ
پس نزدیک اللہ کے غنیمتیں بہت اس کے مانند تھے تم

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ
اس سے پہلے پھر احسان کیا اللہ نے تم پر پس تحقیق کرو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾
بیشک اللہ ہے ساتھ اس کے جو کرتے ہو تم خبردار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اے ایمان والو جب اللہ کی راہ میں سفر کرو

فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ
تو تحقیق کر لیا کرو اور اس شخص کو جو تم کو سلام علیک کرے

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم دنیا کی زندگی کا اسباب چاہتے ہو۔

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ
سو اللہ کے یہاں بہت غنیمتیں ہیں تم بھی تو ایسے ہی تھے

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ
اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ سو اب تحقیق کر لو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾
بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ضَرَبْتُمْ (سفر کرو) ضرب سے بنا ہے جس کے ایک معنی مارنا ہیں اور دوسرے معنی چلنا پھرنا، سفر کرنا بھی ہیں اور یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔

اَلْقٰی: القاء سے ہے جس کے معنی ہیں ڈالنا کسی کے سامنے کوئی بات کہنا کسی کی طرف کوئی چیز پھینکنا یا زبان سے اس کے منانے یا سمجھانے کے لیے کچھ کہنا۔

عَرَضَ: مال۔ سامان، اس کے لفظی معنی ہیں سامنے پڑی ہوئی چیز۔ یہاں زندگی کی عام ضرورت کی اشیاء مراد ہیں۔

مَغَانِمُ: غنیمتیں، مغنم کی جمع ہے جو غنیمت سے بنا ہے اور جس کے معنی ہیں بے مشقت ہاتھ لگی ہوئی چیز، مفت ملا ہوا مال اور دشمن سے چھینا ہوا سامان۔

تَبَیَّنُوْا: (تحقیق کرو) بیان سے بنا ہے اور یہاں اس کا مطلب ہے چھان بین کر کے سمجھ کر رائے قائم کرنا۔

ارشاد ہے کہ جب لڑائی کے لیے گھر سے نکلو تو بغیر سوچے سمجھے اور بے تحقیق کیے کوئی کام نہ کرو۔ اور جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے
اُس کو یہ سمجھ کر کہ یہ جان بچانے کا بہانہ کرتا ہے۔ یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ اور اس کے مال لینے کے لیے اسے مت قتل کرو۔ تم اس ذرا سے مال
پر قبضہ کر کے کیا کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دشمنوں کا مال اسباب بہت کچھ دلوا دے گا۔ اس کے پاس کمی نہیں ہے جو لڑائی کے وقت
اپنا اسلام کسی طریقہ سے ظاہر کرے۔ اس سے فوراً ہاتھ روک لو۔ اسلام سے پہلے تو تم ذرا ذرا سا مال لینے کے لیے بے دھڑک قتل کر ڈالتے تھے۔
اب تم اسلام لے آئے ہو تمہیں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ مال کے لالچ میں کسی کو قتل نہ کرو۔ تمہیں یہ حق نہیں کہ جو لڑائی میں اپنا مسلمان ہونا ظاہر
کرے اس پہ جان بچانے کے بہانے کا الزام لگا کر مار ڈالو۔ اللہ کو تم سب کے کاموں کی خبر ہے اور وہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ کون سچا ہے اور
کون جھوٹا۔ اس لیے جس کے قتل کا وہ حکم کرے، اُسے قتل کرو۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ اس نے اسلام جان بچانے کے لیے اختیار کیا ہے یا یہ
سچ مچ مسلمان ہے۔

مجاہدوں کے درجات

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي
نہیں برابر بیٹھ رہنے والے سے مسلمان سوا عذر والے
الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ
کے اور جہاد کرنے والوں میں راہ اللہ ساتھ اپنے مال
وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
اور جانیں بڑھایا اللہ جہاد کرنے والوں کا ساتھ اپنے مالوں
وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ
اور جانوں کے اوپر بیٹھ رہنے والوں کے درجہ میں اور ہر ایک سے وعدہ
اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى
اللہ بھلائی اور زیادہ دیا اللہ نے جہاد کرنے والوں کو اوپر
الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ
بیٹھ رہنے والوں کے ثواب بڑا جو درجے ہیں اس کی طرف سے اور
مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾
بخشش اور مہربانی اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي
برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر
الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ
نہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہیں اپنے مال
وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
اور جان سے اللہ نے لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے
وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ
بیٹھ رہنے والوں سے درجہ بڑھا دیا اور اللہ نے ہر ایک
اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى
سے بھلائی کا وعدہ کیا اور اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ
الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ
رہنے والوں سے زیادہ کیا اجر عظیم میں اس کی طرف سے درجے ہیں
مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع ۱۳ ۱۰
اور بخشش و مہربانی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ (جنہیں کوئی عذر نہ ہو) غیر کے معنی ہیں سوا۔ اولی کے معنی والا۔ اور ضرر کے معنی ہیں نقصان۔ یعنی وہ لوگ جنہیں کوئی عذر نہ ہو۔ وہ ہٹے کٹے اور لڑنے کے قابل ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے والوں کے برابر وہ لوگ کیسے ہو سکتے ہیں جو جہاد سے جی چراتے ہیں اور گھروں میں جان بچائے بیٹھے ہیں۔ جسم کے کمزور۔ ضعیف۔ بیمار۔ اپاہج اور مفلس تو مجبور سہی۔ تندرست اور استطاعت رکھنے والوں کو کیا عذر ہو سکتا ہے وہ لوگ جو راہِ حق میں مال لٹانے کو تیار ہوں اُن سے ہزار درجہ زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ اُن کے درجات بلند ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص مغفرت اور رحمت کے مستحق ہیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا۔ کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں۔ جو وقت آنے پر مسلمانوں کو بچانے اور اللہ کے دین کی حمایت کرنے کے لیے لڑنے کو تیار ہوں۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے سب پر لڑائی کے لیے نکلنا فرض نہیں۔ ہاں یہ فرض ضرور ہے کہ ایسی لڑنے والی جماعت کی تیاری میں مدد دیں۔ اور اگر ایسی جماعت نہ ہو تو پھر سارے مسلمان گنہگار ہوں گے۔

مظلوموں کے لئے ہجرت

اِنَّ - الَّذِيْنَ - تَوَفّٰهُمُ - الْمَلٰٓئِكَةُ - ظَالِمِيْٓ - اَنْفُسِهِمْ
بیشک وہ لوگ کہ لے لیتے ہیں ان کو فرشتے ظلم کرتے ہوئے اپنی جانوں پر
قَالُوْا - فِيْمَ - كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا - كُنَّا - مُسْتَضْعَفِيْنَ - فِي
کہتے ہیں فرشتے کس حال میں تھے تم وہ کہتے تھے ہم کمزور میں
الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا - اَ - لَمْ - تَكُنْ - اَرْضُ - اللّٰهِ - وَاسِعَةً
زمین کے فرشتے کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ پھیلی ہوئی
فَتُهَاجِرُوْا - فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ - مَاْوٰىهُمْ - جَهَنَّمُ ؕ
پس ہجرت کرتے تم اس میں پس یہ لوگ ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے
وَ - سَآءَتْ - مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا - الْمُسْتَضْعَفِيْنَ - مِنَ
اور بری ہے وہ پہنچنے کی جگہ مگر بے بس لوگ سے
الرِّجَالِ - وَ - النِّسَآءِ - وَ - الْوِلْدَانِ - لَا - يَسْتَطِيْعُوْنَ
مردوں اور عورتوں اور بچوں نہیں کر سکتے
حِيْلَةً - وَّ - لَا - يَهْتَدُوْنَ - سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ - عَسَى
کوئی تدبیر اور نہیں پاتے راستہ پس یہ لوگ امید ہے
اللّٰهُ - اَنْ - يَّعْفُوَ - عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ - اللّٰهُ - عَفُوًّا - غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾
اللہ کہ معاف کرے ان سے اور ہے اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ اپنا برا کر رہے ہیں
قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي
ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم بے بس تھے
الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً
اس ملک میں فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی
فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
کہ تم وہاں ہجرت کر جاتے پس ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے
وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ
اور وہ بہت بری جگہ پہنچے مگر جو بے بس ہیں
الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
مردوں اور عورتوں اور بچوں سے جو نہیں کر سکتے
حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى
کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں راستہ سو امید ہے کہ اللہ
اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾
ایسوں کو معاف کردے اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے

اوپر کی آیتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ ایمان لانے اور قرآن مجید کو رہنما ماننے کے بعد چُپ چاپ بیٹھ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ان آیات میں ان لوگوں کو اپنے حق میں برائی کرنے والا یعنی ظالم کہا ہے جو لوگ دل میں ایمان رکھتے ہیں لیکن کھلم کھلا قرآن کے احکام پر عمل نہیں کرتے وُہ اپنا ستیاناس کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے فرشتے اُن کی جان نکالتے وقت پوچھیں گے۔ کہ تم پر جب قرآن مجید کی سچائی ظاہر ہو گئی تھی پھر آج خالی ہاتھ کیوں جا رہے ہو۔ نیک اعمال تمہارے ساتھ کیوں نہیں اس وقت اُن کی آنکھیں کُھلیں گی۔ اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔ آخر کہیں گے ہم کیا کرتے ہم تو زبردستوں سے دبے ہوئے تھے۔ ہم میں ان لوگوں کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ کمزور اور ضعیف تھے۔ مجبور تھے فرشتے کہیں گے کیا خوب اللہ کی بنائی ہوئی زمین اتنی وسیع پڑی تھی ان زبردست لوگوں میں سے نکل کر کہیں اور چلے گئے ہوتے۔ جہاں تمہیں اپنے دین پر عمل کرنے کا بے روک ٹوک موقع ملتا۔ اس کا اُن کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا کیونکہ یہ ان کا اپنا ہی قصور تھا۔ ارشاد ہے کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بُہت بُرا ٹھکانا ہے۔ ہاں بیمار مرد۔ عورتیں بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر سوجھتی ہے نہ راستے معلوم ہیں۔ نہ کام کرنے کے قابل ہیں ان کا عذر قبول کیا جا سکتا ہے۔ اور اُمید ہے کہ اللہ ان کو معاف کر دے گا۔

مُہاجر فی سبیل اللہ

وَمَنْ يُّهَاجِرْ - فِيْ - سَبِيْلِ - اللّٰهِ - يَجِدْ - فِي
اور جو وطن چھوڑے میں راہ اللہ پاوے گا میں
الْاَرْضِ - مُرٰغَمًا - كَثِيْرًا - وَّ - سَعَةً ؕ وَ - مَنْ - يَّخْرُجْ
زمین پناہ کی جگہ بہت اور فراخی اور جو نکلے
مِنْۢ - بَيْتِهٖ - مُهَاجِرًا - اِلَى - اللّٰهِ - وَ - رَسُوْلِهٖ - ثُمَّ
سے اپنے گھر ہجرت کرتا ہوا طرف اللہ اور اس کا رسول پھر
يُدْرِكْهُ - الْمَوْتُ - فَقَدْ - وَقَعَ - اَجْرُهٗ - عَلَى
آ لے اس کو موت تو بیشک مقرر ہو چکا ثواب اوپر
اللّٰهِ ؕ وَ - كَانَ - اللّٰهُ - غَفُوْرًا - رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع
اللہ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي
اور جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے گا وہ پائے گا زمین
الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ
میں بہت جگہ اور کشائش اور جو کوئی اپنے
مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ
گھر سے ہجرت کر کے نکلے اللہ اور رسول کی طرف
يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى
پھر موت اس کو آ پکڑے تو مقرر ہو چکا اللہ کے ہاں
اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع
اس کا ثواب اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ربع ۱۱

سَعَةً (گنجائش) فراخی اور کشائش بھی اس کے معنی ہیں یہاں روزی اور رزق کی وسعت اور دین پر عمل کرنے کی فراخی مراد ہے۔

يُدْرِكْ (پالے) ادراک سے ہے جس کے معنی ہیں۔ کسی کو آ کر پکڑ لینا۔ حاصل کرنا اور سمجھ لینا۔ یہاں آ کر پکڑ لینا مراد ہے۔

وَقَعَ (آ پڑا۔ لازم ہو گیا) وقوع سے ہے جس کے معنی ہیں واقع ہونا۔ یہاں اس کے بعد علیٰ ہے۔ اس لیے لازم ہونے کے معنی مراد ہیں۔ جیسے ہم کہتے ہیں۔ کام مجھ پر آ پڑا۔ یعنی مجھے اُس کا کرنا ضروری اور لازم ہو گیا۔

پہلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہے اس کے لیے مسلمانوں کا ساتھ ضروری ہے۔ یہ عذر کسی تندرست اور کام کرنے کے قابل آدمی سے نہ سُنا جائے گا۔ کہ ہم تو دوسرے سے دبے ہوئے تھے اور ظالم لوگ ہمیں نیک کام نہیں کرنے دیتے تھے۔ اس لیے اُن سے کہا گیا تھا اگر تم ایسے ملک میں پھنس جاؤ جہاں کے لوگ تمہیں دین پر نہ عمل کرنے دیں تو وہاں سے اپنا بدھنا اور بستر، باندھو اور کسی آزاد ملک میں جا کر رہو۔ جہاں اپنے کام آزادی سے کر سکو۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کسی کو یہ خوف نہ ہونا چاہیے کہ یہاں سے اگر کہیں اور چلا جاؤں تو کیا خبر کہیں جگہ ملے یا نہ ملے اور کھانا پینا میسر ہو یا نہ ہو۔ تسلی دی گئی کہ اگر تم اللہ کے دین پر آزادی سے عمل کرنے کے لیے ایسا وطن جہاں تم گھٹ کر رہتے ہو۔ چھوڑو گے تو تمہیں بہت آرام کی جگہیں اور بہت سا رزق ملے گا۔ جو شخص سچے دل سے اللہ کی خاطر اور اس کے حکم کے مطابق کام کرنے کی خاطر۔ گھر بار اور وطن چھوڑ دیگا اللہ اس کو پریشان نہ ہونے دے گا۔ کھانے پینے کی تنگی اس کے لیے نہ ہو گی۔ تم خالص اللہ کے لیے کام کر کے تو دیکھو۔ اللہ ضرور تمہیں پریشانی سے بچالے گا۔ اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ راستے میں مر گئے تو کیا ہو گا۔ تو یقین رکھو کہ اللہ کے اُوپر تمہیں اجر اور اچھا بدلہ دینا ایسی صورت میں لازم ہو گیا۔ کیوں کہ تم اس کے خیال سے وطن سے نکلے ہو۔ اللہ تو قصور معاف کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

سفر میں نمازِ قصر

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ
اور جب سفر کرو تم بیچ زمین کے پس نہیں تم پر
جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ
گناہ کہ کم کرو کچھ نماز اگر
خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ
ڈرو تم کہ ستادیں گے تم کو جو کافر ہوئے (کافر) بیشک
الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾
کافر ہیں تمہارے لیے دشمن کھلم کھلا

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ
اور جب تم ملک میں سفر کرو تو تم پر گناہ
جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ
نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کرو اگر
خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ
تم کو ڈر ہو کہ تم کو کافر ستائیں گے بیشک
الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾
کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں

تَقْصُرُوْا (تم کم کرو) یہ لفظ قصر سے ہے۔ قصور۔ قاصر۔ تقصیر وغیرہ لفظ بھی اس سے نکلے ہیں۔ قصر کے معنی گھٹا دینا۔ اور کم کرنا ہیں۔ "نماز قصر" سے مراد چار رکعت نماز کو کم کرکے سفر میں دو رکعت ادا کرنا ہے۔

یَفْتِنَكُمْ (تمہیں ستائیں گے) فتنہ سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں جھگڑا فساد اور آزمائش یہاں مراد یہ ہے کہ کفار جھگڑا فساد کرکے تمہیں ستائیں گے۔

پچھلی آیتوں میں جہاد اور ہجرت کا ذکر تھا۔ اور ان دونوں میں سفر لازمی ہوتا ہے اس لیے اس رکوع میں سفر کی حالت میں نماز ادا کرنے کی صورت بتلائی اور سفر کی حالت میں نماز کم کر دینے کی اجازت دی گئی اگر اس بات کا ڈر ہو کہ تمہارے دشمن جنہوں نے تمہارا دین قبول نہیں کیا ہے اور ہر وقت تمہیں ستانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ سفر میں تمہیں ستائیں گے۔ تو نماز کو کچھ کم کرکے پڑھ لیا کرو کیونکہ کافر لوگ تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یوں سمجھایا کہ یہ رعایت ہر سفر کے لیے ہے خواہ اس میں خطرہ ہو یا نہ ہو۔ آیت میں خطرہ کا ذکر اس لیے ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی ان دنوں قبیلہ بنی نجار نے پوچھا کہ ہم لوگ اکثر سفر میں رہتے ہیں ہمارے لیے نماز کا کیا حکم ہے۔ تو آپ نے ان کو بتایا کہ اللہ نے تمہارے لیے اپنے کرم و رحم سے آسانی کی ہے اور سفر کی حالت میں نماز کی رکعتوں میں کمی کرنے کی اجازت دی ہے۔

سفر کے بارے میں حنفیوں کی تحقیق یہ ہے کہ کم سے کم تین منزل کا سفر ہونا چاہیے۔ اس سے کم کے اندر نماز میں کمی نہیں ہوگی اور منزل وہ ہے جس میں پیدل آدمی یا اونٹ معمولی رفتار سے ایک دن میں طے کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی آپ سفر پر جاتے تو چار رکعت کے فرضوں کی نماز دو رکعت پڑھا کرتے تھے مگر جب دشمنوں نے اس پر بھی نماز کی حالت سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کرنے کی ٹھانی تو ایک اور طرح ادا کرنے کا حکم ہوا جس کا ذکر اس سے آگے کی آیت میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز ایسی ضروری چیز ہے کہ کسی حالت میں بھی جب تک بالکل ہی مجبوری نہ ہو جائے چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ رعایتیں اور رخصتیں دی ہیں۔ لیکن چھوڑ دینے کی اجازت نہیں دی۔

نمازِ خوف

وَإِذَا۔ كُنْتَ۔ فِيهِمْ۔ فَأَقَمْتَ۔ لَهُمُ۔ الصَّلٰوةَ
اور جب ہو تو ان میں پھر قائم کرے تو ان کیلیے نماز
فَلْتَقُمْ۔ طَآئِفَةٌ۔ مِّنْهُمْ۔ مَّعَكَ۔ وَ۔ لْيَأْخُذُوٓا
پس چاہیے کھڑا ہو گروہ ان میں سے ساتھ تیرے اور چاہیے لے لیں
أَسْلِحَتَهُمْ۔ فَإِذَا۔ سَجَدُوا۔ فَلْيَكُونُوا۔ مِنْ
ہتھیار اپنے پس جب سجدہ کریں تو چاہیے ہو جائیں سے
وَّرَآئِكُمْ۔ وَلْتَأْتِ۔ طَآئِفَةٌ۔ أُخْرٰى۔ لَمْ۔ يُصَلُّوا
دُور تم اور چاہیے آئے گروہ دوسرا کہ نہیں پڑھی نماز
فَلْيُصَلُّوا۔ مَعَكَ۔ وَلْيَأْخُذُوا۔ حِذْرَهُمْ۔ وَ
انہوں نے پس پڑھیں نماز ساتھ تیرے اور چاہیے لے لیں بچاؤ اپنا اور
أَسْلِحَتَهُمْ ج
ہتھیار اپنے

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ
اور جب تو ان میں موجود ہو پھر ان کو نماز میں کھڑا کرے
فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا
تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو اور وہ ساتھ لے لیں
أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ
اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جائیں
وَّرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا
تیرے پاس سے اور دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہیں
فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَ
پڑھی پس وہ تیرے ساتھ نماز پڑھیں اور اپنا بچاؤ اور ہتھیار ساتھ
أَسْلِحَتَهُمْ ج
لے لیں

طَآئِفَةٌ (گروہ) جماعت اور ٹولی کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد فوج کا ایک حصّہ ہے۔

وَرَآءِ (پاس) یہ لفظ کئی معنوں میں آتا ہے مثلاً آگے۔ پیچھے اور خواہ آگے ہو۔ یا پیچھے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ عسفان کی لڑائی میں حضور نبی اکرم مسلمانوں کو ساتھ لے کر لڑنے کے لیے تشریف لے گئے عین مقابلہ کے وقت ظہر کا وقت آگیا۔ آپ نے پہلی آیت کے حکم کے مطابق سب کے ساتھ دو رکعت نماز فرض جماعت کے ساتھ ادا کی۔ لشکرِ کفار حیرت سے دیکھتا رہا وہ لوگ ایسے بے ہوش اور حیرت زدہ ہوئے کہ انہیں حملہ کرنے کا خیال بھی نہ آیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو خالد بن ولید نے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اور کافروں کے لشکر کے سردار تھے۔ افسوس کے ساتھ اپنے لشکر والوں سے کہا کہ بڑی چوک ہو گئی جس وقت مسلمان صف باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے پیچھے سے آکر ان پر حملہ کرنے کا بہت اچھا موقعہ تھا۔ خیر یہ لوگ تھوڑی دیر میں پھر نماز پڑھیں گے اس وقت ان کا صفایا کر دیں گے۔ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی عصر کی نماز اسی کے مطابق پڑھی گئی اور کافروں کا منصوبہ یونہی دھرا رہ گیا۔ ارشاد ہے کہ جب کفار سے مقابلہ ہو رہا ہو۔ اور نماز کا وقت آجائے۔ تو فوج کے دو حصّے ہو جانے چاہئیں ایک حصّہ کفار کے سامنے ڈٹا رہے اور دوسرا حصّہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے۔ جب یہ حصّہ پہلی رکعت آپ کے ساتھ ختم کرلے اور سجدہ سے فارغ ہو جائے تو یہ لوگ آپ کے پیچھے سے ہٹ کر دشمن کے سامنے جا کر ڈٹ جائیں اور وہ حصّہ جو دشمن کے ساتھ کھڑا تھا آپ کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے جب آپ سلام پھیر دیں تو یہ لوگ دشمن کے سامنے جا کھڑے ہوں اور پہلے لوگ آکر اپنی باقی ایک رکعت نماز اکیلے پوری کریں۔ اس کے بعد دشمن کے سامنے جا کھڑے ہوں، اور دوسرے لوگ آکر اپنی باقی رکعت پوری کریں۔ اس نماز میں ضرورت کے مطابق چلنے پھرنے کی اجازت ہے۔ ضروری اسلحہ اور بچاؤ کا سامان ساتھ رکھنے کا حکم ہے مثلاً تلوار۔ زرہ۔ ڈھال)۔ بندوق وغیرہ۔

احتیاط ضروری ہے

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ
پسند کرتے ہیں وہ لوگ کافر کاش غافل ہو جاؤ سے ہتھیار اپنے
وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ
اور اسباب اپنے سے پس ٹوٹ پڑیں وہ تم پر ٹوٹنا ایک بار
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى
اور نہیں گناہ تم پر اگر ہو ساتھ تمہارے اذیت
مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا
سے بارش یا ہو تم بیمار کہ رکھ دو تم
اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
ہتھیار اپنے اور لے لو بچاؤ اپنا بیشک اللہ
اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾
تیار کیا ہے واسطے کافروں کے عذاب ذلیل کرنے والا

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ
کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بے خبر ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں سے
وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ
اور اسباب سے تاکہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى
اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو بارش سے
مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا
تکلیف ہو یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو
اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اپنے ہتھیار اور اپنا بچاؤ ساتھ لے لو بیشک اللہ
اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾
نے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا

وَدَّ (دوست رکھا) وُدّ سے ہے جس کے معنی ہیں محبت کرنا، پسند کرنا اور چاہنا۔ لفظ "ودود" بھی اس سے نکلا ہے۔
اَمْتِعَتِکُمْ (اپنے سامان سے) متاع کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ضرورت کی چیز اور کام آنے والا سامان۔
یَمِیْلُوْنَ (ٹوٹ پڑیں) "میل" سے بنا ہے میلان بھی اسی سے ہے جس کے معنی ہیں۔ ایک طرف کو جھکنا۔ مائل ہونا یا حملہ کرنا اور ٹوٹ پڑنا
مُھِیْنٌ (ذلت دینے والا) اہانت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ذلیل اور رسوا کرنا۔ یا کسی کو نیچا دکھانا۔

سفر کی نماز قصر کے بعد جنگ کی نماز خوف کا بیان ہو چکا ہے۔ اس آیت کا آخری حصہ یہ ہے۔ اس حصے میں ارشاد ہے کہ لڑائی کی حالت میں ہر کام ہوشیاری اور احتیاط سے کرنا چاہیئے۔ جنگ کی حالت میں تمہیں نماز میں سہولت دی گئی ہے۔ پھر بھی دشمن کی چالوں کو دیکھ کر اور اس کے حملوں سے بچنے کی فکر کے ساتھ ادا کرنی چاہیئے۔ دشمن اسی تاک میں رہتے ہیں کہ تم ذرا بھی غفلت کرو تو وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑیں۔ لہٰذا تم نماز میں بھی اپنے ہتھیار لگائے رہو۔ اور اپنے بچاؤ کا سارا سامان بدن پر لگائے رکھو تاکہ ان کو تمہاری تیاری دیکھ کر اچانک حملے کا موقعہ نہ ملے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے ہتھیاروں کا اٹھانا مشکل ہو جائے۔ اور اُن کو اٹھا کر نماز نہ پڑھی جا سکے۔ مثلاً کوئی شخص زخموں سے چور ہو یا ہتھیار لگائے رکوع سجدہ کرنا تکلیف کا باعث ہو تو ہتھیار اتار کر رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ تمہارا ہتھیار اتار دینا گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔

یہ حکم تمہیں اس لیے دیا جا رہا ہے کہ لڑائی کی حالت میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے دشمن کے ڈرانے کے لیے بچاؤ اور سامان پورا پورا کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور اس کے فضل کی اُمید رکھو اور یقین کر لو۔ کہ اُس نے ان کافروں کے لیے جو تمہیں کمزور سمجھ کر تم سے لڑنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں پست اور ذلیل و خوار کرنے والی سزا تیار کر رکھی ہے۔

نماز کے سوا ذکر الٰہی

فَاِذَا ۔ قَضَیْتُمُ ۔ الصَّلٰوۃَ ۔ فَاذْکُرُوا ۔ اللّٰہَ ۔ قِیَامًا
پس جب پڑھ چکو تم نماز پس یاد کرو اللہ کھڑے
وَّ ۔ قُعُوْدًا ۔ وَّ ۔ عَلٰی ۔ جُنُوْبِکُمْ ۚ فَاِذَا ۔ اطْمَاْنَنْتُمْ
اور بیٹھے اور اوپر پہلو اپنے کے پس جب بے خوف ہو جاؤ تم
فَاَقِیْمُوا ۔ الصَّلٰوۃَ ۚ اِنَّ ۔ الصَّلٰوۃَ ۔ کَانَتْ
پھر قائم کرو نماز بے شک نماز ہے
عَلَی ۔ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ کِتٰبًا ۔ مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾
اوپر مسلمانوں کے فرض وقتوں پر

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا
پھر جب نماز پڑھ چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ
اور بیٹھے اور پہلوؤں پر (لیٹے ہوئے) پھر جب خوف جاتا رہے تو
فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ
نماز درست کر لو بیشک نماز مسلمانوں پر فرض
عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾
ہے اپنے مقررہ وقتوں میں

قَضَیْتُمْ (پڑھ چکو) قضا سے بنا ہے قضا کے معنی ہیں پورا کرنا ۔ دے دینا اور فیصلہ کرنا یہاں قضا سے مراد نماز ادا کرنا ہے ۔

جُنُوْبِ ۔ جنب کی جمع ہے ۔ یعنی پہلو ۔ کروٹ اور علیٰ جُنُوْبِکُمْ سے مراد ہے کروٹ اور پہلو پر لیٹے ہوئے ۔

مَوْقُوْتًا (مقررہ وقت) وقت سے یہ لفظ بنا ہے ۔ یعنی وہ چیز جو وقت کی پابندی سے وابستہ ہو ۔

اُذْکُرُوا اللّٰہَ (اللہ کو یاد کرو) ذکر کے معنی یاد کے ہیں ۔ ورد اور وظیفے کو ذکر اس لیے کہتے ہیں کہ اس طرح انسان مسلسل اللہ کے نام اور دعاؤں کو دہراتا ہے اور بار بار اُسے یاد کرتا ہے ۔

پچھلی آیت میں دشمن کے مقابلے اور حملہ کے خوف کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا تھا ۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں گھبراہٹ تنگی اور بے اطمینانی ضرور ہوگی ۔ لیکن نماز تو جس طرح بھی ہو سکے وقت پر ادا کرنی ہے مگر چونکہ اس وقت اللہ کی یاد خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے پوری نہیں ہو سکتی اس لیے ارشاد فرمایا کہ نماز کے بعد جس حالت میں بھی ہو ۔ اللہ کو یاد کرو ۔ کھڑے ۔ بیٹھے لیٹے اس کا ذکر کرو ۔ اس کی یاد کے لیے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے ۔

نماز سے مقصود اللہ کو یاد کرنا ہے سب طرف سے توجہ ہٹا کر اسی کی طرف متوجہ ہونا ہے اس لیے جب اطمینان کا زمانہ آئے اور لڑائی وغیرہ کا خوف جاتا رہے تو نماز کو یوں ادا کرو جیسے ادا کرنے کا حق ہے اس کے سارے رکن ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ ادا کرو ۔ دل اللہ کی طرف لگانے کی کوشش کرو ۔ جب نماز کا وقت آئے تو اس وقت کے لحاظ سے پورے پورے قاعدوں کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرو ۔ البتہ اللہ کے ذکر کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ۔ دل میں ہر وقت اللہ کا ذکر کر سکتے ہیں ۔

ان آیات سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں ۔ جو ہمیں ہر دم پیش نظر رکھنی چاہئیں ۔ نماز ایک ایسا فرض ہے جو کسی صورت میں ٹل نہیں سکتا ہرج مرج اور بیماری ہو یا سفر ہو ۔ امن کا زمانہ ہو ۔ یا جنگ کا میدان نماز بہرحال ادا کرنی ہوگی ۔ نماز میں رعایت ہو سکتی ہے معافی نہیں ۔ دوسرے یہ کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے ۔ نہ بے وقت نماز ہو سکتی ہے ۔ نہ وقت پر ٹالی جا سکتی ہے ۔

دشمن کو ڈھیل نہ دو

وَ-لَا- تَهِنُوْا-فِي-ابْتِغَاءِ-الْقَوْمِ-اِنْ-تَكُوْنُوْا
اور نہ سستی کرو میں پیچھا کرنے مخالف قوم کے اگر ہو تم
تَاْلَمُوْنَ-فَ-اِنَّ-هُمْ-يَاْلَمُوْنَ-كَمَا-تَاْلَمُوْنَ
دکھ اٹھاتے تو بیشک وہ بھی دکھ اٹھاتے ہیں جیساکہ تم دکھ اٹھاتے ہو
وَ-تَرْجُوْنَ-مِنَ-اللّٰهِ-مَا-لَا-يَرْجُوْنَ- وَ
اور اُمید رکھتے ہو سے اللہ جو نہیں اُمید رکھتے وہ اور
كَانَ-اللّٰهُ-عَلِيْمًا-حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾
ہے اللہ جاننے والا حکمت والا

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا
اور اُن کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو اگر تم بے آرام ہوتے ہو
تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ
تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو
وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَ
اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو نہیں اور
ع ۱۵ ۱۲ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾
اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

لَا تَهِنُوْا (ہمت نہ ہارو) "وَہن" سے ہے جس کے معنے ہیں سستی کرنا ڈھیلا پڑ جانا اور ہمت ہار دینا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ سستی نہ کرو اور ہمت نہ ہارو۔

تَاْلَمُوْنَ (تم دکھ اُٹھاتے ہو) یہ "اَلَمْ" سے ہے جس کے معنی دکھ اور تکلیف کے ہیں۔ تالمون اور یالمون دونوں اس مادہ سے نکلے ہیں۔ ایک حاضر کا صیغہ ہے دوسرا غائب کا۔

تَرْجُوْنَ (تم اُمید رکھتے ہو) یہ "رجاء" سے ہے جس کے معنی اُمید اور خیال کے ہیں۔ ترجون اور یرجون دونوں اس سے جمع حاضر اور جمع غائب کے صیغے ہیں۔

مسلمانوں کو شروع میں لڑنے کا حکم نہیں تھا۔ بلکہ یہ حکم تھا کہ مکہ والے چاہے جتنا ستائیں تم اپنے ہاتھ روکے رہو۔ اور نماز اور زکوٰۃ ادا کیے جاؤ۔ لیکن جب کفار مکہ کا ظلم وستم حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو گھر بار چھوڑ کر مکہ سے مدینہ جانا پڑا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہیں پناہ لینی پڑی۔ اس پر بھی مکہ والوں نے ستانا نہ چھوڑا۔ تو ناچار مسلمانوں کو لڑنے کا حکم ہوا۔ اور جب ایک دفعہ لڑائی کا اعلان ہوگیا۔ تو پھر اُس کے قاعدے بتائے گئے اور ہدایات دی گئیں۔

اس سورت میں بہت پہلے سے لڑائی ہی کا ذکر چلا آرہا ہے اس آیت میں یہ ہدایت ہے کہ جب فسادیوں نے لڑائی شروع ہی کردی اور تمہیں لڑنا ہی پڑا۔ تو ان شریروں کو پوری پوری سزا دینی چاہیئے۔ تاکہ ان کے فتنہ وفساد سے نجات ملے ان کی اگلی پچھلی باتوں سے یقینی طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ جب تک انہیں پوری پوری سزا نہ ملے گی۔ یہ نہ خود چین سے بیٹھیں گے۔ اور نہ کسی اور کو بیٹھنے دیں گے۔ لہذا پوری قوت کے ساتھ ان سے لڑنا چاہیے۔ تمہاری طرف سے اس میں ذرا بھی سستی نہ ہونی چاہیے۔ لڑائی سے جو دکھ درد تکلیف تمہیں پہنچتے ہیں اسی طرح ان کو بھی پہنچتے ہیں۔ ان کا خیال نہ کرو۔ بلکہ اس جھگڑے کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کی ٹھان لو۔

دکھ درد بے آرامی میں تم اور وہ برابر ہیں۔ لیکن اس پر بھی تم میں اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تم کو اپنے اللہ سے ہر حال میں ایسی امیدیں ہیں جو اُن کو نصیب نہیں تم اگر جیتے تو غازی اور مر گئے تو شہید اور دونوں حالتوں میں آخرت کے عیش وآرام کا پکا وعدہ جس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان کو فقط دنیا کے چند روزہ فائدے لڑنے پر اکسا رہے ہیں جن کی کوئی بنیاد ہی نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے لڑ رہے ہو۔

طرفداری کے بغیر انصاف

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَ لَا تَكُنۡ لِّلۡخَآئِنِیۡنَ خَصِیۡمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّ اسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۶﴾

بیشک ہم — اتاری ہم نے — تیری طرف — کتاب — ساتھ سچائی کے — تاکہ تو فیصلہ کرے — درمیان لوگوں کے — ساتھ اس چیز کے کہ سمجھائے تجھ کو — اللہ — اور نہ ہو تو — واسطے دغا بازوں کے جھگڑنے والا — اور بخشش مانگ — اللہ — بیشک — اللہ ہے — بخشنے والا — مہربان

بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری کہ تو لوگوں میں انصاف کرے جو تجھ کو اللہ سمجھائے اور دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا نہ ہو اور اللہ سے بخشش مانگ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

تَحۡكُمَ (تو فیصلہ کرے) حکم سے بنا ہے جس کے معنی فیصلہ کرنا اور کسی بات کے کرنے کیلئے کہنا ہیں یہاں فیصلہ کرنا مراد ہے

اَرٰىكَ (تجھے سمجھائے) یہ لفظ اراءۃ سے بنا ہے جو رویت سے نکلا ہے اس کے معنی دیکھنے کے ہیں اور اراءۃ کے معنی دکھانے اور سمجھانے کے ہیں۔ اور یہاں انہیں معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

خَصِیۡمٌ (جھگڑا کرنے والا) کسی شخص کے لیے جھگڑا کرنا یا اس کے خلاف جھگڑنا یعنی اس کو گناہگار ٹھہرانے کی کوشش کرنا۔

کمزور ایمان لوگوں میں یہ لت ہوتی ہے کہ اگر کوئی گناہ کر بیٹھیں تو سزا سے بچنے کے لیے اسے دوسرے کے سر لگانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ آپ بری ہو جائیں اور دوسرا پھنس جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے ہی ایک مسلمان نے کسی کے ہاں رات کو نقب لگا کر آٹے کا بھرا ہُوا تھیلا اور کچھ ہتھیار چرا لیے اور گھر لے گیا اتفاق سے تھیلا پھٹا ہُوا تھا۔ آٹا برابر راستے میں گرتا گیا۔ اس نے سوچا کہ گھر میں رکھا تو پکڑا جاؤں گا۔ راتوں رات وُہ آٹا اور ہتھیار ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا۔ صبح ہوئی تو مالک گرے ہوئے آٹے سے سراغ لگا کر اس کے گھر پہنچا۔ لیکن مال اس کے گھر نہ نکلا۔ باہر آیا تو آگے بھی آٹا گرا ہُوا نظر آیا۔ غرض یہودی کے ہاں پہنچا۔ اور اپنا مال اس کے گھر پا کر اسے پکڑ لیا۔ یہودی نے کہا میرے پاس تو فلاں شخص امانت کے طور پر رکھ گیا ہے میں نے چوری نہیں کی چور نے اور اسکے کنبہ والوں نے کہا کہ یہودی چور ہے جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا وہاں جا کر چور کے حمایتیوں نے قسمیں کھائی کہ یہ چور نہیں ہے یہودی چور ہے ان لوگوں کی گواہی پر یہودی مجرم ٹھہرتا تھا اور آپ اس کے خلاف فیصلہ کرنے والے تھے کہ یہ اور اس کے آگے کی آئیتیں اتریں اس سارے رکوع میں اسی کا ذکر ہے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے اس کتاب یعنی قرآن کو سچی اور ٹھیک باتیں بتانے کے لیے تجھ پر نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ اس کی روشنی میں اللہ کی ہدایت کے مطابق ٹھیک ٹھیک کرے جھگڑنے والے نیک ہوں یا بد کافر ہوں یا مومن تجھے جھوٹے کو جھوٹا اور سچے کو سچا ٹھہرانا چاہیئے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیئے اور چونکہ نادانستہ اس کے برعکس ہونے کا خطرہ ہے اس لیے اللہ سے مغفرت مانگنی چاہیئے وُہ غفور رحیم ہے۔

مُجرم کی کوئی حمایت نہیں

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ
اور مت جھگڑ طرف سے اُن کے جو دغا کرتے ہیں اپنے آپ سے
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾
بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا اسکو جو ہو بڑے درجہ کا دغا باز گنہ گار
يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ
وہ لوگ شرماتے ہیں سے لوگوں اور نہیں شرماتے
مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا
سے اللہ اور وہ ساتھ ہے اُن کے جب رات کو مشورہ کرتے ہیں جو
لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا
کہ نہیں پسند کرتا وہ ایسی بات اور ہے اللہ اس کو جو
يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾
وہ کرتے ہیں گھیرنے والا

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ
اور ان کی طرف سے نہ جھگڑ جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾
اللہ کو کوئی دغا باز گنہگار پسند نہیں
يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ
لوگوں سے شرماتے ہیں اور نہیں شرماتے
مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا
اللہ سے اور وہ اُن کے ساتھ ہے جبکہ وہ رات کو مشورہ کرتے ہیں
لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا
جس بات سے اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں
يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾
سب اللہ کے قابو میں ہے

لَا تُجَادِلْ (مت جھگڑ) یہ جدال سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی کی طرف سے لڑنا اور اس کی حمایت میں بولنا جدل اُس کا مادہ ہے لا تجادل کے معنی ہیں مت جھگڑو۔ حمایت اور طرف داری نہ کر۔

خَوَّانًا (بڑا دغا باز) خیانت سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی بد دیانتی کرنے کے ہوتے ہیں۔ خائن (خیانت کرنیوالا) اس سے ہے۔

يَسْتَخْفُوْنَ (شرماتے ہیں) اس کا مادہ خفا ہے جس کے معنی چھپنا ہیں۔ یہ چھپنا ڈر کی وجہ سے ہوتا ہے یا شرم کی وجہ سے یہاں آخری معنی مراد ہیں

مُحِيْطًا (گھیرنے والا) یہ احاطہ سے بنا ہے محیط ایسے گھیرے کو کہتے ہیں جس سے باہر نہ نکلا جا سکے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ خائن لوگوں کو یوں گھیرے ہوئے اور قابو میں لیئے ہوئے ہے کہ وہ اس کی گرفت سے باہر نہیں نکل سکتے۔

اس آیت کا شان نزول اس سے پہلی آیت کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے کہ ایک مسلمان نے چوری کی جس کا نام طعمہ تھا۔ چوری کا مال جس یہودی کے پاس رکھوایا اس کا نام زید تھا جب چوری کا پتہ چلا تو طعمہ نے زید کو چور ٹھہرانا چاہا۔ صبح طعمہ اور اس کے حمایتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور قسمیں کھائیں کہ چوری طعمہ نے نہیں کی زید نے کی ہے اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ آپ خائن اور اُس کے حمایتیوں کی طرفداری نہ کریں یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ اور دغا بازی پر تلے ہوئے ہیں اور اللہ کو دغا باز اور شریر لوگ پسند نہیں یہ لوگ دہرے گنہگار ہیں ایک تو چور کے بچانے کی کوشش کرتے ہیں دوسرے ایک بے گناہ شخص کے سر چوری کا الزام لگا رہے ہیں یہ لوگوں سے تو ڈرتے اور شرماتے ہیں۔ لیکن اللہ سے نہ ڈرتے ہیں نہ شرماتے ہیں حالانکہ وہ ہر وقت ان کے ساتھ ہے۔ راتوں کو مشورہ کرکے ایسی بات طے کرتے ہیں جس سے اللہ راضی نہیں یہ لوگوں سے چھپ جائیں لیکن اللہ سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔

اِستغفار

هَاَنْتُمْ ۔ هٰؤُلَآءِ ۔ جَادَلْتُمْ ۔ عَنْهُمْ ۔ فِي الْحَيٰوةِ
سنتے ہو تم لوگ جھگڑ بیٹے ان کی طرف سے ہیں زندگی
الدُّنْيَا ۔ فَمَنْ ۔ يُّجَادِلُ ۔ اللّٰهَ ۔ عَنْهُمْ ۔ يَوْمَ
دنیا پس کون جھگڑے گا اللہ اُن کی طرف سے دن
الْقِيٰمَةِ ۔ اَمْ ۔ مَّنْ ۔ يَّكُوْنُ ۔ عَلَيْهِمْ ۔ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَ
قیامت یا کون ہوگا ان کی طرف سے وکیل اور
مَنْ ۔ يَّعْمَلْ ۔ سُوْٓءًا ۔ اَوْ يَظْلِمْ ۔ نَفْسَ ۔ هٗ ۔ ثُمَّ
جو کرے برُا یا ظلم کرے نفس اپنے پھر
يَسْتَغْفِرِ ۔ اللّٰهَ ۔ يَجِدِ ۔ اللّٰهَ ۔ غَفُوْرًا ۔ رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾
معافی مانگے اللہ پائے اللہ بخشنے والا مہربان

هَاَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
سنتے ہو تم لوگ تم ان کی طرف سے جھگڑا کرتے ہو دنیا کی
الدُّنْيَا ۖ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ
زندگی میں پس ان کے بدلے قیامت کے دن کون جھگڑے گا
الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَ
یا ان کا کارساز کون ہو گا ؟ اور
مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ
جو کوئی گناہ کرے یا اپنا برا کرے پھر
يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾
اللہ سے بخشوائے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا

هَآ (بات سنانے سے پہلے سننے والے کو متوجہ کرنے کا لفظ) جیسے ہم اُردو میں کہتے ہیں خبردار۔ سنو۔ دیکھو۔ وغیرہ

جَادَلْتُمْ (جھگڑتے ہو) جدال مصدر ہے جدل اس کا مادہ ہے لفظی بحث کرنا اور جھگڑنا ہیں جادلتم اور یجادل دونوں فعل اس مادہ سے ہیں۔

ناجائز طرفداری کرنے والوں کو کہا جا رہا ہے۔ تم لوگ یہ بتاؤ کہ دنیا میں اگر تم نے ایسے لوگوں کی طرف داری کر کے اور اُن کی طرف سے جیل و حُجت کر کے انہیں سرخرو کر دیا اور اپنے زعم میں بڑا کارنمایاں کیا۔ کہ اُن کو سزا نہ ملنے دی اور رسوائی سے بچا لیا اور یہ کہہ کر اوروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا کہ یہ ایک مسلمان کا معاملہ ہے اور ایک یہودی کے مقابلے میں اُس کی عزت آبرو رکھنی ہے اگر ایک مسلمان کے ذمے چوری لگ گئی تو کہیں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی۔ اس لیے جس طرح ہو سکے اُسے بچاؤ یہ اپنی عزت کا سوال ہے۔ عزت ایک دفعہ گئی تو پھر ہاتھ نہیں آتی اور اس کا کچھ خیال نہ کیا کہ چور نے تو جو کرنا تھا کیا تم غلط طریقے سے اُس کی حمایت کر کے اپنے سر گناہ لے رہے ہو۔ اور ایک بے گناہ کو ایک واقعی گنہگار کے بدلے پھانس رہے ہو۔ یہ سب کچھ تم نے باتیں بنا بنا کر اور دھوکے دے دے کر دنیا میں تو کر لیا لیکن قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے ہاں معاملہ پیش ہو گا تو وہاں مجرموں کی طرفداری کیسے کرو گے اور وہاں تمہاری کیسے چلے گی یہاں کے حاکموں کو تو تم جھوٹی گواہیاں دے دے کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر دھوکا دے سکتے ہو۔ قیامت کے دن تو حاکم اللہ ہو گا اور وہ ہر ایک کی رگ رگ سے واقف ہے وہاں کی رسوائی سے تم اپنے ان ہتھکنڈوں کے ذریعے کسی کو نہ بچا سکو گے وہاں ایسی وکالت کسی کی نہیں چل سکتی ایسا کون ہے جو اس کے دربار میں ایسے لوگوں کا وکیل بنے گا اور جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا ٹھہرا دے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ گنہگار شامتِ اعمال سے بے جا طرفداریوں اور دھوکے بازیوں کے ذریعے نہیں بچ سکتا۔ یہ خیال خام ہے۔ اس کے لیے فقط ایک رستہ ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ سے بخشش مانگے اور اپنے قصور کا اقرار کر کے معافی چاہیے۔

بہتان اور تہمت

وَمَنْ ۔ یَّکْسِبْ ۔ اِثْمًا ۔ فَاِنَّمَا ۔ یَکْسِبُهٗ ۔ عَلٰی
اور جو کمائے گناہ پس صرف کماتا ہے وہ اس کو پر
نَفْسِهٖ ۔ وَ ۔ كَانَ ۔ اللّٰهُ ۔ عَلِیْمًا ۔ حَكِیْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَ ۔ مَنْ
جان اپنی کے اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا اور جو
یَّكْسِبْ ۔ خَطِیْٓئَةً ۔ اَوْ ۔ اِثْمًا ۔ ثُمَّ ۔ یَرْمِ ۔ بِهٖ
کمائے چھوٹا گناہ یا بڑا گناہ پھر پھینک مارے ساتھ اسکے
بَرِیْٓئًا ۔ فَقَدِ ۔ احْتَمَلَ ۔ بُهْتَانًا ۔ وَّ ۔ اِثْمًا ۔ مُّبِیْنًا ﴿۱۱۲﴾
کسی بے گناہ کو پس تحقیق اٹھایا اس نے بوجھ تہمت کا اور گناہ کھلا ہوا

وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰی
اور جو کوئی کرے گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی
نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ
حق میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی
یَّكْسِبْ خَطِیْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ
خطا یا گناہ کرے پھر تہمت لگائے
بَرِیْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۲﴾
کسی بے گناہ پر تو اس نے اپنے سر طوفان دھرا اور صریح گناہ

یَکْسِبْ (کمائے) کسب اس کا مادہ ہے "کاسب" اسی سے اسم فاعل ہے اس کے لفظی معنی کمانے اور محنت کرنے کے ہیں یہاں عمل کرنے اور ارتکاب کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔

یَرْمِ (پھینکے) رمی سے بنا ہے اس کے لفظی معنی تیر پھینکنا ہیں۔ اور یہاں تہمت لگانے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اس آیت میں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے جو بڑی توجہ اور غور کے قابل ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے قصد اور ارادہ سے کوئی گناہ کریگا تو اس کا وبال اسی کے سر پڑے گا اور اس کی سزا اسی کو دی جائے گی اس سے جو نقصان پہنچے گا وہ اسی کی جان کو پہنچے گا اور اس کا نتیجہ اسی کو بھگتنا پڑے گا۔ اس کے بدلے کسی اور شخص کو جو اس کے گناہ میں شریک نہیں ہے۔ اس کے گناہ کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

کسی کے جرم کی سزا دوسرے کو ایسا ہی حاکم دے سکتا ہے جس کو اصل واقعہ کا صحیح علم نہیں ہونے پایا۔ اور مجرم کے طرفداروں اور وکیلوں نے باتیں بنا کر جھوٹی گواہیاں دلوا کر مجرم کو بچا لیا اور کسی اور شخص کو اس کے بدلے مجرم ٹھہرا کر سزا دلوا دی ایسا حاکم جس کو واقعات سے صحیح نتیجہ نکالنا نہیں آتا اور عقل سے صحیح کام نہیں لے سکتا۔ جلدی اور گھبراہٹ میں بے سمجھے بوجھے اندھا دھند فیصلے کر دیتا ہے ایسے شخص کو حکیم نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ تو علیم بھی ہے اور حکیم بھی اس کے ہاں ایسا اندھیر ناممکن ہے کہ جرم کوئی کرے اور سزا کوئی بھگتے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل مجرم کی اطلاع دے سکتا ہے پھر آپ کے آگے چور کو بری ٹھہرانا اور ایک بے گناہ کے سر جوری لگانا کیا نفع دے گا۔

اس کے آگے ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص چھوٹا یا بڑا جرم کرے اور پھر اس کو دوسرے کے نام لگا دے تو اس نے اپنے اصلی جرم میں ایک اور جرم کا اضافہ کر لیا اس لیے اس کو دہرا گناہ ہو گا ایک تو اس جرم کا جو اس نے کیا اور دوسرے اس تہمت کا جو اس نے بے گناہ کے سر لگائی اس لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے دہری سزا ملے گی۔ ان لیے گناہ کے اعتراف اور توبہ استغفار کے سوا مجرم کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔

آنحضرتؐ کی شان

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ
اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تجھ پر اور رحمت اس کی
لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ
تو قصد کر ہی لیا تھا ایک گروہ نے ان میں سے کہ بہکا دیں تجھ کو اور
مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ
نہیں بہکاتے وہ مگر جانوں اپنی کو اور نہیں ضرر کر سکتے تیرا
مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
سے کچھ اور اتاری اللہ نے تجھ پر کتاب
وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ
اور حکمت اور سکھایا تجھ کو جو نہیں تھا تو جانتا
وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾
اور ہے فضل اللہ تجھ پر بہت بڑا

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ
اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی
لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ
تو ان میں سے ایک جماعت قصد ہی کر چکی تھی کہ تجھ کو بہکا دیں اور
مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ
بہکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے
مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
اور اللہ نے تجھ پر کتاب اتاری اور
وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ
حکمت اور تجھ کو وہ باتیں سکھائیں جو تو نہ جانتا تھا
وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ ع ۱۷
اور تجھ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے

فَضْلَ (مہربانی) یہ لفظ مشہور ہے اُردو میں بھی استعمال ہوتا ہے اس کے اصل معنی ہیں زیادہ یعنی کسی کو خاص مہربانی سے چیز دینا جو معمولی انعامات سے زیادہ ہو اور خاص تحفہ ہو۔

یُضِلُّوْكَ (بہکا دیں تجھ کو) یہ اضلال سے ہے جس کے معنی ہیں کسی کو سیدھے راستہ سے ہٹا دینا۔

اس آیت کا رابطہ جب پہلی آیت سے قائم کریں گے تو یوں کہا جائے گا کہ چوری کے اصلی مجرم کے بارے میں اس کے حامیوں کی گواہی اور قسمیں سُن کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوچ میں پڑ گئے اور یہی خیال کیا کہ یہ سب لوگ جھوٹی گواہی کیا دیں گے۔ ان کی گواہی سے طعمہ کو بے گناہ ہی ماننا پڑے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعمہ کے حق میں فیصلہ کر دیں اور بے گناہ خواہ مخواہ چور ٹھہرایا جائے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول ان لوگوں نے تو ٹھان ہی لیا تھا کہ تجھ سے غلط فیصلہ کرا دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی اور رحمت سے تجھ کو بروقت اطلاع دی اور ایسا کام نہ کرنے دیا جو رسول اللہ کی شان کے خلاف ہو ان لوگوں نے سمجھا ہو گا کہ تجھ کو بہکا کر اپنا مطلب نکال لیں گے کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تیرا محافظ ہے وہ تجھ کو غلط باتوں سے بچانے والا ہے تیرے بہکانے کا ارادہ کر کے یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یہ خود اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اللہ نے تجھ پر قرآن مجید اُتارا ہے اور اصل باتیں بتا دی ہیں اللہ کا تجھ پر بہت بڑا کرم ہے وہ تجھ کو سیدھی راہ سے کبھی نہیں ہٹنے دے گا اس نے تجھے ایسی صفات اور خوبیاں عطا کی ہیں جو سب سے بڑھی ہوئی ہیں اور سب لوگوں سے زیادہ پر حکمت باتوں کا علم دیا ہے یہ ناقص علم والے لوگ تجھے بہکانے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

سرگوشی

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ
نہیں بھلائی ہیں بہت سے ان کے مشورے مگر جو
أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ
حکم کرے ساتھ صدقے یا نیک کام یا صلح صفائی درمیان
النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ
لوگوں اور جو کرے یہ کام تلاش کرنے کے لیے رضامندی
اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾
اللہ پس عنقریب دیں گے ہم اس کو ثواب بڑا

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ
ان کے اکثر مشورے کچھ اچھے نہیں مگر جو کوئی
أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ
صدقہ کرنے کو یا نیک کام کو کہے یا لوگوں میں صلح
النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ
کرانے کو اور جو کوئی اللہ کی خوشی کے لیے یہ کام کرے
اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾
تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے

نجویٰ (چھپکے چھپکے مشورہ) کانا پھوسی اور سرگوشی کو "نجویٰ" کہتے ہیں قرآن مجید میں اسی بات کو ناپسندیدہ اور ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ محفل میں بیٹھ کر چند لوگ باہم کانا پھوسی شروع کر دیں۔

اصلاح: دو لڑنے والوں میں ملاپ کرا دینا۔ صلح سے ہے جس کے معنی میل ملاپ ہیں آپس کے جھگڑے مٹانا مراد ہے۔

بعض لوگوں کی عادت تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مجمع کے اندر کان میں چپکے سے آکر کچھ کچھ کہا کرتے تھے اُن کی غرض یہ ہوتی کہ لوگ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی اور بے تکلف دوست سمجھیں اور ہماری عزت کریں۔ اس آیت میں اُن کی قلعی کھولی گئی ہے اور بہترین طریقے سے آدمیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس پر عمل کیا جائے تو آپس کی بدگمانی بُرے خیالات اور شک و شبے پیدا ہی نہیں ہو سکتے کلام مجید کے فرمان آدمی کے لیے آپس کے میل جول اور نیک سلوک کے نہایت اعلیٰ درجے کے ضابطے اور قاعدے ہیں ان کی پابندی کرنے والے یقیناً دنیا میں سب سے اُونچے رہیں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ چھپ چھپ کے مشورے کرنے والے اور مجمع کے اندر کانا پھوسی کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ وُہ کچھ کام کی بات کر رہے ہیں اس طرح کی بات چیت میں کوئی بھلائی نہیں اس طریقہ میں نقصان یہ ہے کہ اپنے ہی اپنوں میں اس طرح مشورہ کرنا کہ دوسروں کو شرکت کی بالکل ممانعت ہو ضرور دوسروں کے دل میں مشورہ کرنے والوں کی طرف سے بدگمانی پیدا کرے گا خاص کر مجمع کے اندر اگر کوئی دوسرے کے کان میں اس طرح بات کرے کہ دوسرے یہ سمجھیں کہ یہ ہم سے چھپاتا ہے تو اُن کا خیال اُس کی طرف سے ضرور خراب ہوگا اور اکثر یہی خیال کیا جائے گا کہ ضرور ہماری بُرائی ہو رہی ہے اس لیے ایسی کانا پھوسی مضر چیز ہے صرف تین صورتوں میں ایسا کرنا مناسب ہے۔

(۱) کسی ضرورت مند کو کچھ دینے کے لیے دوسرے سے کہنا ہے تو وُہ چُپکے سے بہتر ہے تاکہ ضرورت مند رسوا اور شرمندہ نہ ہو۔ (۲) کسی کو نیک ہدایت کرنا یا مسئلہ بتانا بھی چپکے سے بہتر ہے تاکہ وُہ لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہو (۳) دو لڑنے والوں میں میل جول صلح صفائی کرانے کے لیے۔ اگر یہ طریقہ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلیے اختیار کیا جائے تو اللہ وعدہ فرماتا ہے کہ ہم ایسا کرنے والے کو بہت بڑا اجر اور ثواب دیں گے۔

رسولُ اللہ کے مخالفین

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

اور جو خلاف چلتے رسول کے اس کے بعد کہ ظاہر ہو گئی اس پر سیدھی راہ اور چلے خلاف راستے مسلمانوں ہم چلنے دینگے اسکو جو اس نے لیا اور ہم اس کو داخل کرینگے دوزخ اور بری ہے وہ پہنچنے کی جگہ

اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے ۔ جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اس کو اسی راستہ پر چلنے دینگے جس پر وہ چلا اور اس کو دوزخ میں ڈال دینگے اور وہ بہت بری جگہ پہنچا

يُّشَاقِقِ (مخالفت کرے) اس کا مصدر مشاقہ ہے جو "شق" سے بنا ہے شق کے معنی ہیں جانب اور پہلو یہاں مراد یہ ہے کہ جس جانب رسول ہیں اُس کے خلاف جانب میں چلے یا رسول کا راستہ چھوڑ کر اپنا الگ راستہ بنائے ۔

نُوَلِّهٖ (ہم اس کو چلنے دیں گے) اس کا مصدر تولیت ہے جس کے معنی ہیں والی بنانا ۔ حاکم بنانا ۔ اور کوئی چیز کسی کے قبضے میں دے دینا یہاں اختیار دینے کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے تولی بھی اسی مصدر سے بنا ہے یعنی جو اُس نے اختیار کیا ۔ یا جس راہ پر وُہ چلا ۔

اس آیت میں صاف طور پر اُس شخص کی سزا کا اعلان ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مانے بلکہ آپ کی مخالفت پر کمر باندھ لے خصوصاً اس صورت میں کہ سچی بات بالکل کُھل کر اور واضح طور پر اُس کے سامنے آ گئی ہو ۔ اور اُسے یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ اور دغا فریب نہیں چل سکتا اور اللہ آپ کو غلط فیصلے کرنے سے بچانے والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا کہ مجرم طعمہ ہے اور یہودی زید بے گناہ ہے اس کے بعد اس کا فرض تھا کہ اپنے گناہ پر نادم ہوتا ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی ہوتا اور جو مسلمانوں کا راستہ ہے وُہی اختیار کرتا ہے قانونِ اسلام کے سامنے سر جُھکاتا ۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپ کے حکم کے خلاف کیا اور مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر اپنا الگ راستہ بنا لیا ۔

ایسے شخص کے لیے اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وُہ دنیا میں جو راستہ اختیار کرے ہم اس کو اختیار کرنے دیں گے لیکن جب وُہ مر کر ہمارے پاس آئے گا جو ایک دن ضرور ہونا ہے ۔ تو ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے کاش اسے معلوم ہوتا کہ جہنم بڑی جگہ ہے جس کے اعمال اُسے جہنم پہنچا دیں اس کو وہاں سوا دکھ ۔ رنج ۔ الم اور کوفت کے اور کچھ میسر نہیں ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے ۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ جو شخص دنیا کی مصیبتوں سے بچنے کے لیے اسلام کو چھوڑے گا اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔

شرک ناقابلِ مُعافی ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ
بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو کہ شریک ٹھہرایا جائے اس کے ساتھ اور بخشتا ہے
مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ
جو سوا اس کے واسطے جس کے چاہے اور جو شریک ٹھہرائے
بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾
ساتھ اللہ کے پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہ ہونا دور

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ
اللہ اس کو ہرگز نہیں بخشتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے اور
مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ
اس کے سوا جس کو چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا
بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾
شریک ٹھہرایا وہ بہک کر دور جا پڑا

پچھلی آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر مشرکوں کا راستہ اختیار کرنے والے کی سزا بیان فرمائی تھی کہ اُسے دوزخ میں داخل کریں گے دنیا میں وُہ جو بھی چاہے کرے آخر ہمارے ہی پاس آئے گا اُسے معلوم ہونا چاہیے۔ اس کے لیے جو جگہ تیار ہے اور جس کو اس نے مشرکوں سے مل کر اپنے لیے اختیار کر لیا ہے۔ وُہ بڑی خوف ناک جگہ ہے — اس آیت میں ایک عام حکم صادر فرمایا کہ شرک ایسا جرم ہے جسے اللہ کبھی معاف نہ کرے گا۔ ہاں اگر کوئی اسلام میں داخل ہے اور اس کے فیصلے مانتا رہے تو اللہ اس کے چھوٹے بڑے دونوں قسم کے گُناہ جو شرک کے درجے تک نہ پہنچے ہوں اگر چاہے تو معاف کر سکتا ہے۔ مثلاً طعمہ اگر اسلام کو نہ چھوڑتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف مشرکوں کو اختیار نہ کرتا تو اس کی چوری اور تہمت کے لیے معافی کی اُمید تھی لیکن اسلام چھوڑ کر شرک اختیار کر لینے کے بعد اسے معاف نہیں کیا جا سکتا اور اس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ ہے مشرک جو شرک کرتے کرتے مر گئے وہاں سے اُن کے نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ شرک اختیار کرنے والا اس راستہ سے جو اللہ کی مغفرت اور رحمت کی طرف لے جاتا ہے۔ بالکل ہٹ کر ایک غلط راستہ پر پڑتا ہے وُہ یقیناً جہنم پر جا کر ختم ہو گا شرک کا راستہ مغفرت اور رحمت سے بالکل جُدا ہے۔ اس راستہ پر پڑنے والے کو مغفرت اور رحمت سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہتا۔

یہ آیت اسی سورت میں پہلے بھی آ چکی ہے لیکن وہاں یہود کا ذکر تھا جو یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم اللہ کے خاص بندے اور پیغمبر کی اولاد ہیں ہمیں عذاب نہیں ہو سکتا اور اگر ہُوا بھی تو چند روز اُن سے کہا گیا تھا کہ تم شرک میں مبتلا ہو بچھڑے کو پوجتے ہو حضرت عُزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہو۔ کان کھول کر سن لو کہ مشرک کی مغفرت کبھی نہ ہو گی۔

اس جگہ مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ شرک کرنے والا اللہ کی مغفرت کی اُمید نہیں رکھ سکتا اور شرک یہی نہیں کہ اللہ کے سوا دوسرے کو پوجنے لگے یا کسی کو اُس کا بیٹا ٹھہرائے بلکہ اُس کے حُکم سے مُنہ موڑ کر دوسرے کا حکم ماننا بھی شرک ہے۔ جیسے اس چور نے کیا کہ سزا کے حکم سے مُنہ موڑا اور مشرکوں میں محض اس لیے جا ملا کہ وہاں یہ سزا نہیں۔

مُشرکوں کا شرک

اِنْ۔ یَّدْعُوْنَ۔ مِنْ۔ دُوْنِهٖٓ۔ اِلَّآ۔ اِنٰثًا۔ وَ۔اِنْ
نہیں پکارتے وُہ اس کے سوا مگر عورتیں اور نہیں
یَّدْعُوْنَ۔ اِلَّا۔ شَیْطٰنًا۔ مَّرِیْدًا ۱۱۷ لَّعَنَهُ۔ اللّٰهُ
پکارتے وُہ مگر شیطان نافرمان کو لعنت کی اللہ
وَ۔قَالَ۔لَ۔اَتَّخِذَنَّ۔مِنْ۔عِبَادِكَ۔نَصِیْبًا
اور کہا اُس نے البتہ ضرور لوں گا میں سے بندوں تیرے حصّہ
مَّفْرُوْضًا ۱۱۸ وَّ۔لَ۔اُضِلَّنَّ۔هُمْ۔وَ
مقرر کیا ہُوا اور البتہ ضرور بہکاؤں گا اُن کو اور
لَ۔اُمَنِّیَنَّ۔هُمْ۔وَ۔لَ۔اٰمُرَنَّ۔هُمْ
البتہ امیدیں دلاؤں گا اُن کو اور البتہ ضرور سکھاؤں گا میں اُن کو
فَ۔لَ۔یُبَتِّكُنَّ۔اٰذَانَ۔الْاَنْعَامِ
پس ضرور چیریں گے وُہ کان جانوروں کے

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ
اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور نہیں
یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ۱۱۷ لَّعَنَهُ اللّٰهُ
پکارتے مگر شیطان سرکش کو جس پر اللہ نے لعنت
وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا
کی اور شیطان نے کہا کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے لوں گا مقررہ
مَّفْرُوْضًا ۱۱۸ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَ
حصّہ اور اُن کو بہکاؤں گا اور
لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
ان کو امیدیں دلاؤں گا اور اُن کو سکھلاؤں گا
فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ
کہ جانوروں کے کان چیریں

مَفْرُوْضًا (مقرر) فرض سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ٹھہرانا اور معین کرنا یہاں مفروض سے مراد۔ مقرر و مُعیّن ہے

لَاُمَنِّیَنَّ (ضرور اُمیدیں دلاؤں گا) اس میں بھی پہلے لام اور آخر میں نون تاکید کے معنی دیتا ہے یہ لفظ منیہ سے بنا ہے جو آرزو کو کہتے ہیں اسی سے تمنا ہے۔

یُبَتِّکُنَّ۔ (چیریں گے) اس میں بھی اوّل میں لام اور آخر میں نون تاکید کے لیے ہے یہ لفظ تبک سے بنا ہے جس کے معنی چیرنا ہیں۔

اَنْعَامٌ (جانور) نعم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں چوپایہ یعنی وُہ جانور جن کو کام کے لیے پالتے ہیں جیسے اونٹ بیل گائے گھوڑا وغیرہ

ارشاد ہے کہ ان مشرکوں کی عقل تو دیکھو کہ اللہ قوی وفادر سے مُنہ موڑ کر سہارا کن کا ڈھونڈھتے ہیں پتھروں کا جن کا نام بھی رکھا تو عورتوں کا سا۔ ایسی چیزوں کو پکارنا اور اُن سے دعا کرنا نادانی کی انتہا ہے۔ ہُوا یہ کہ وُہ شیطان کے بہکانے میں آگئے ہیں۔ اور ان چیزوں کے پردے میں کسی کو نہیں بلکہ شیطان کو پکارتے ہیں۔ شیطان کی حقیقت تو یہ ہے کہ وُہ نافرمان اللہ کے حکم سے مُنہ موڑ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی درگاہ سے دھتکار دیا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے ملعون اور مردود قرار دیا۔ شیطان نے کہا۔ میں اب اس کوشش میں رہوں گا کہ آدم کی اولاد میں گھُس کر جن پر بھی میرا داؤ چل گیا۔ تیرے مقرر راستے سے ہٹاؤں گا وُہ میرے نام کی نذر و نیاز دیں گے بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں گے اور اُنہیں آزاد چھوڑ دیں گے۔

شیطان کے ہتھکنڈے

وَلَاُمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ
اور البتہ ضرور سکھاؤں گا انہیں پس البتہ بدلیں گے وہ صورت بنائی ہوئی اللہ کی
وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ
اور جو بناوے شیطان کو دوست چھوڑ کر
اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾
اللہ پس تحقیق نقصان اٹھایا اُس نے نقصان کُھلا
يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ
وُہ وعدہ کرتا ہے اُن سے اور امیدیں دلاتا ہے اُن کو اور نہیں وعدہ کرتا اُن سے
الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ
شیطان مگر جھوٹا یہ لوگ ٹھکانا ہے اُن کا
جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾
دوزخ اور نہ پائیں گے اس سے بھاگنے کی جگہ

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ
اور ان کو سکھلاؤں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں بدلیں
وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ
اور جو کوئی شیطان کو دوست بنائے اللہ
اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾
کو چھوڑ کر تو وُہ صریح نقصان میں پڑا
يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ
وُہ اُن کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے
الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ
اُن کو شیطان سو سب فریب ہے ایسوں کا ٹھکانا
جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾
دوزخ ہے اور وُہ وہاں سے کہیں بھاگنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

فَلَيُغَيِّرُنَّ (بدلیں گے) تغیر سے ہے جس کے معنی ہیں بدل دینا اور اصلی حالت سے ہٹا دینا اس میں بھی لام اور نون تاکید کیلئے ہے۔

غُرُوْرًا (جھوٹا) غرور دھوکے کی چیز اور دھوکا دینے کو کہتے ہیں یعنی وُہ چیز جس کو بناوٹی شکل میں پیش کیا جائے اور اصل میں نہ ہو یعنی فریب۔

پچھلے سبق میں ہم یہاں تک پہنچے تھے کہ شیطان نے کہا میں لوگوں کو دنیا کی آرزوں خواہشوں اور تمناؤں میں پھنسائے رکھوں گا۔ وُہ بتوں اور کمزور چیزوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں گے بتوں کے نام پر ان کو آزاد پھرنے کے لیے چھوڑیں گے اس سے آگے شیطان کہتا ہے۔ میں اُن سے کہوں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کی صُورت بگاڑ دو اور اس کے مقرر کیے ہوئے فطری قانون اور قاعدوں کے خلاف کرو۔

یہاں سے معلوم ہُوا کہ اللہ کے احکام کو توڑنا اور اُن پر عمل نہ کرنا بلکہ اُس کے خلاف چلنا شیطان کی عین مرضی ہے اور جہاں تک ہو سکتا ہے وُہ انسان سے وُہی کام کرنے کو کہتا ہے۔ جن سے اللہ نے منع کیا ہے ہر انسان اُس کے بہکانے میں اس لیے آجاتا ہے کہ اُسے محض عارضی لذّت کی چاٹ آپے سے باہر کر دیتی ہے۔ اور یہ اپنا بہت سخت نقصان کر لیتا ہے اور بعد میں پشیمانی اور ندامت میں مُبتلا ہوتا ہے لیکن کچھ دن بعد پھر شیطان کے ہتھکنڈے اُسے پھر بے بس کر دیتے ہیں اور پھر خواہش پُورا کرنے کے لیے شیطانی چالیں قبول کر لیتا ہے اس لیے ارشاد ہے کہ شیطان کے وعدے فریب اور دھوکے کی پوٹ ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی اصل نفع کبھی نہیں حاصل ہوتا۔ شیطان کے غلاموں کے لیے پشیمانی اور ندامت کے سوا اور کوئی پھل نہیں ہے۔ اور یہی قیامت کے دن اُن کے لیے دوزخ کی شکل میں نمودار ہو گی۔ وُہ لوگ اس میں جھونک دیے جائیں گے اور کہیں اُن کا ٹھکانا نہیں ہے۔ اس سے بھاگ کر وُہ کہیں نہیں جا سکتے۔

اللہ کا سچّا وعدہ

وَ-الَّذِيْنَ-اٰمَنُوْا-وَ-عَمِلُوا-الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے
سَ-نُدْخِلُ هُمْ جَنّٰتٍ-تَجْرِيْ-مِنْ-تَحْتِهَا
عنقریب داخل کریں گے ہم اُن کو باغوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے
الْاَنْهٰرُ-خٰلِدِيْنَ-فِيْهَآ-اَبَدًا-وَعْدَ-اللّٰهِ
نہریں رہا کریں گے اُن میں ہمیشہ وعدہ اللہ کا
حَقًّا-وَ-مَنْ-اَصْدَقُ-مِنَ-اللّٰهِ-قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾
سچّا اور کون زیادہ سچّا ہے سے اللہ بات میں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کیے
سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
ہم ان کو باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے بہتی ہیں
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا وَعْدَ اللّٰهِ
نہریں ان میں ہمیشہ رہا کریں گے اللہ کا وعدہ
حَقًّا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾
سچّا ہے اور اللہ سے زیادہ سچّا کون ہے

خٰلِدِيْنَ (جم کر رہنے والے) خالد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں یوں جم کر رہنے والا کہ نکلنے کا خیال اسے نہ ستائے اس کا مصدر خلود ہے خلد بھی اِسی سے ہے۔ یعنی جم کر رہنے اور ہمیشگی کی جگہ۔

اَصْدَقُ (زیادہ سچّا) صدق سے بنا ہے جس کے معنی سچائی کے ہیں اصدق وُہ ہے جو سچائی میں مقابلہ کے وقت دوسروں سے بڑھا ہُوا ہے --- قِيْلًا بات اس کے وہی معنیٰ ہیں جو قول کے ہیں فقط شکل میں فرق ہے معنی میں نہیں۔

پہلی آیتوں میں ان لوگوں کا بیان تھا جو شیطان کی طرف جھکے ہوتے ہیں اور شیطان اُن کو اُن کی بیہودہ خواہشوں میں پھنسا کر کے اور جھوٹے وعدے کر کے اُن کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے اُن کو دردناک آگ کا عذاب گھیر لے گا۔ جس سے بچنا ان کی طاقت سے باہر ہوگا۔ ان کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبرداروں کو ان کی فرمانبرداری کا صلہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ دل وجان سے اللہ اور رسول کو مانتے ہیں اپنی خواہشوں کو اُن کے فرمان کے تابع بنا دیتے ہیں ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لیتے ہیں کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع تو نہیں کیا۔ انہیں یقین ہے کہ ہماری بھلائی اور بہتری اسی کام میں ہو سکتی ہے جس کے کرنے کی ہمیں آپ نے اجازت دی ہے اور اس کے کرنے سے منع نہیں کیا وُہ اپنی عقل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے سامنے کسی گنتی ہی میں نہیں لاتے اور خواہشوں کو اسی طریقے سے پُورا کرتے ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب کے مطابق اُن کے لیے مقرر کر دیا ہے اس طریقہ کے مقابلے میں کسی طریقہ کو خاطر میں نہیں لاتے اور اللہ کو راضی کرنے کے جو کام آپ نے بنا دیئے ہیں اور اُن کے کرنے کی شکل مقرر کر دی ہے اُن کو اسی شکل میں خوشی خوشی کرتے ہیں اور کسی کے بہکانے میں نہیں آتے۔

وُہ شیطان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ ہمیں بے روک ٹوک دنیاوی خواہشوں کو پُورا کرنے کے لیے اُکساتا ہے۔ لیکن وُہ اس کے بہکاوے میں نہیں آتے اور اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کر کے اس کے رسول کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اُن کی خواہشیں مرنے کے بعد جنت کی شکل میں ظاہر ہوں گی۔ وہاں اُن کو عیش و آرام میں ہمیشہ کی زندگی بسر کرنے کے لیے داخل کر دیا جائے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو بالکل سچّا ہے اور اللہ سے زیادہ سچّا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

آرزو پر فیصلے نہیں ہوتے

لَيْسَ ۔ بِ ۔ اَمَانِيِّكُمْ ۔ وَ ۔ لَآ ۔ اَمَانِيِّ ۔ اَهْلِ الْكِتٰبِ
نہیں ساتھ تمہاری آرزوئیں اور نہ آرزوئیں رکھنے والے۔ کتاب کے
مَنْ ۔ يَّعْمَلْ ۔ سُوْٓءًا ۔ يُّجْزَ ۔ بِهٖ ۔ وَ ۔ لَا ۔ يَجِدْ ۔ لَهٗ
جو کرے برائی سزا دیا جائیگا اس کی اور نہ پاویگا اپنے لیے
مِنْ ۔ دُوْنِ ۔ اللّٰهِ ۔ وَلِيًّا ۔ وَّ ۔ لَا ۔ نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَ ۔ مَنْ
سوا اللہ کے دوست اور نہ مددگار اور جو
يَّعْمَلْ ۔ مِنَ ۔ الصّٰلِحٰتِ ۔ مِنْ ۔ ذَكَرٍ ۔ اَوْ
کرے سے نیک کاموں سے مرد یا
اُنْثٰى ۔ وَ ۔ هُوَ ۔ مُؤْمِنٌ ۔ فَ ۔ اُولٰٓئِكَ ۔ يَدْخُلُوْنَ
عورت اور وہ مومن ہو پس وہ داخل ہوں گے
الْجَنَّةَ ۔ وَ ۔ لَا ۔ يُظْلَمُوْنَ ۔ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾
جنت اور نہ گھٹایا جائے گا ذرا سا

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ
نہ تمہاری امیدوں سے کچھ ہوگا اور نہ اہل کتاب کی امیدوں سے
مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
جو کوئی برا کام کرے گا۔ اس کی سزا پائے گا اور اپنے لیے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ
اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائے گا اور جو
يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ
کوئی اچھے کام کرے مرد ہو یا
اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ جنت میں
الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾
داخل ہوں گے اور ان کا حق تل بھر ضائع نہ ہوگا۔

يُجْزَ (سزا دیا جائے گا) یہ جزا سے بنا ہے۔ عربی میں جزا بھلائی اور برائی دونوں کے بدلے کو کہتے ہیں اگرچہ اردو میں بھلائی کے بدلے کو جزا اور برائی کے بدلے کو سزا کہتے ہیں۔ یہاں برائی کے بدلے کا ذکر ہے اس لیے سزا ترجمہ کیا گیا ہے۔

نَقِيْرًا (ذرا سا) عربی میں نقیر اس گہری لکیر کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے بیچ میں ہوتی ہے۔ اسی اعتبار سے یہاں اس سے مراد ہے ایک بے حقیقت چیز اردو میں ایسے موقعہ پر کہتے ہیں تل بھر یا ذرا سا۔

پچھلے سبق میں ذکر تھا کہ کفر اور شرک کرنے والے شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ لیتے ہیں اور بتوں کے نام عورتوں کے سے رکھ کر ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں وہ لوگ دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے اور پھر انہیں وہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ایمان والے لوگ جو نیک کام کریں ان کو جنت کے ہرے بھرے باغوں میں جگہ دی جائے گی وہ وہاں بڑے آرام سے ہمیشہ رہیں گے۔

عذاب وثواب والی اس قسم کی آیات کو سن کر یہودی اور عیسائی کہتے تھے کہ ہمیں اس کی پرواہ نہیں کیونکہ ہم اللہ کے خاص بندے ہیں ہمیں عذاب نہیں ہوسکتا۔ یہودی کہتے ہم اللہ کے (نعوذ باللہ) بیٹے ہیں ہمیں عذاب کیسے ہوسکتا ہے ادھر نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ ہمارے گناہوں کے بدلے مسیح علیہ السلام نے پھانسی پر جان دی اس لیے کہ ہمارے گناہوں کی پکڑ نہ ہوگی اب ہم جو چاہے کچھ کریں ہمیں عذاب نہ ہوگا۔ ان سب کا جواب ان آیتوں میں دیا گیا ہے ارشاد ہے کہ نہ یہود کی شیخی بگھارنے سے کچھ ہوتا ہے اور نہ کسی اور کی باتوں سے کچھ بنتا ہے ہمارے ہاں تو قاعدہ یہ ہے کہ جو برا کرے گا اس کی سزا ملے گی اور کوئی اس کو اللہ کی پکڑ سے نجات دلانے والا نہیں ہوسکتا اور جو بھلائی کرے گا اور ایمان رکھتا ہوگا۔ وہ خواہ مرد ہو یا عورت جنت میں جائیگا۔ اور اس پر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا اور اس کے ثواب میں ایک تل برابر بھی کمی نہ ہوگی۔

اسلام اور ملتِ ابراہیمی

وَمَنْ ۔ اَحْسَنُ ۔ دِيْنًا ۔ مِّمَّنْ ۔ اَسْلَمَ ۔ وَجْهَهٗ
اور کون زیادہ اچھا ہے دین اس سے جس نے جھکایا اپنا چہرہ
لِلّٰهِ ۔ وَ ۔ هُوَ ۔ مُحْسِنٌ ۔ وَّ ۔ اتَّبَعَ ۔ مِلَّةَ ۔ اِبْرٰهِيْمَ
اللہ کے سامنے اور وہ نیکوکار اور پیروی کی دین ابراہیم کی
حَنِيْفًا ؕ وَ ۔ اتَّخَذَ ۔ اللّٰهُ ۔ اِبْرٰهِيْمَ ۔ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾
ایک ہی طرف اور بنالیا اللہ نے ابراہیم کو گہرا دوست
وَ ۔ لِلّٰهِ ۔ مَا ۔ فِی ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَمَا ۔ فِی ۔ الْاَرْضِ ؕ
اور اللہ کیلئے جو ہیں آسمانوں اور جو ہیں زمین
وَ ۔ كَانَ ۔ اللّٰهُ ۔ بِكُلِّ ۔ شَیْءٍ ۔ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع
اور ہے اللہ ہر چیز گھیرے ہوئے

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ
اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنی پیشانی رکھی
لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
اللہ کے حکم پر اور نیک کاموں میں لگا ہوا ہے اور وہ دین ابراہیم پر چلا
حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾
جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو گہرا دوست بنا لیا
وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ
اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے
۱۸ ع ۱۱ ۵ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع
اور سب چیزیں اللہ کے قابو میں ہیں

اَسْلَمَ : (جھکا لیا) یہ لفظ اسلام سے ہے مسلم بھی اس سے ہے اسلام کے معنی ہیں، مان لینا اور تابعداری کرنا۔

اَسْلَمَ وَجْهَهٗ : (اپنا چہرہ نیچا کیا، یعنی فرمانبرداری قبول کی اور عاجزی سے سر جھکایا۔

مُحْسِنٌ : احسان اور نیکی کرنے والا۔ یعنی نیکوکار اور اچھے کاموں میں لگا ہوا۔

حَنِيْفًا : حنیف سے ہے جس کے معنی ہیں مائل ہونا ایک طرف کو جھک جانا۔ حنیف حضرت ابراہیمؑ کا لقب بھی ہے یہاں اس سے مراد ہے۔ تمام بناوٹی دینوں کو چھوڑ کر سچے دین کو اختیار کرنے والا۔

پچھلے سبق کا خلاصہ یہ تھا کہ ہر ایک فرقہ اپنے اپنے مذہب کو سب سے بہتر سمجھے بیٹھا ہے۔ اور آس لگا رکھی ہے کہ نجات تو بس ہمارے ہی مذہب سے حاصل ہوگی۔ دوسرے تو یوں ہی ہیں۔ ان آیات میں ان خیالات کو بالکل بیکار بتایا گیا ہے اور سمجھایا گیا تھا کہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کچھ نہیں ہوتا اگر واقعی سچائی کے طالب ہو تو خوب کان کھول کر ایک عام قاعدہ سن لو اور شیخیاں بگھارنے سے باز آ جاؤ۔

تمام انسانوں کے لیئے چاہے وہ زمین کے کسی حصے پر رہتے ہوں اور اپنے آپ کو یہودی کہتے ہوں یا عیسائی یا مسلمان یا کچھ اور ایک قاعدہ مقرر ہو چکا ہے جس کا ٹوٹنا محال ہے۔ کہ جو کرے گا سو بھرے گا۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم کو ہمارے پیشوا یا ہمارے رشتہ دار ہمارے بُرے کرتوتوں کی سزا سے بچالیں گے جیسے عیسائی کہتے ہیں حضرت عیسٰیؑ خود تکلیفیں اُٹھا کر اور ہمارے بدلے خود قربان ہو کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اب ہم سزا سے بے فکر ہیں چاہے جو کریں ہماری پکڑ نہ ہوگی۔

ان آیتوں میں صاف کھول کر کہہ دیا گیا ہے کہ دین ان ہی کا سب سے اچھا ہے جو دل سے اللہ کی طرف جھک چکے ہیں اور اُن کی مقررہ شریعت اسلام پر خوشی خوشی عمل کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کو جو سب کو چھوڑ کر ایک اللہ کے ہو رہے تھے۔ اور اللہ نے اُن کو سچا دوست مان لیا تھا دل و جان سے قبول کر چکے ہیں ظاہر ہے کہ یہ ساری خوبیاں صحابہ کرامؓ میں ہی پائی جاتی ہیں اس کے بعد فیصلہ سنا دیا کہ ساری چیزیں اللہ کے قبضے میں ہیں وہی سب کا مالک ہے۔ اس کے آگے کسی کی کچھ نہیں چل سکتی۔

قیامِ عدل

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ ۖ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ
اور فتویٰ طلب کرتے ہیں وہ تجھ سے بیچ عورتوں کہہ اللہ اجازت دیتا ہے تم کو
فِيهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى
ان کے بارے میں اور جو پڑھا جاتا ہے تم پر بیچ کتاب وہ ہے حق میں یتیم
النِّسَآءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ
عورتوں کے وہ جو نہیں دیتے تم ان کو جو لکھ دیا گیا ہے واسطے اُن کے
وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ
اور چاہتے ہو یہ کہ نکاح کرو تم اُن سے اور کمزوروں کے بارے میں
مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۚ
سے لڑکوں میں اور یہ کہ قائم رہو تم واسطے یتیموں کے ساتھ انصاف کے
وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿۱۲۷﴾
اور جو کرو تم سے نیکی پس بیشک اللہ ہے ساتھ کے جاننے والا

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ ۖ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ
اور تجھ سے عورتوں کی نکاح کی رخصت مانگتے ہیں کہدے اللہ تمکو اجازت دیتا ہے
فِيهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى
ان کی اور وہ جو تم کو قرآن میں سنایا جاتا ہے سو حکم ہے ان یتیم
النِّسَآءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ
عورتوں کا۔ جن کو تم اُن کے لیے مقرر کیا ہُوا نہیں دیتے
وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ
اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ اور حکم ہے ناتوان
مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۚ
لڑکوں کا اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو
وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿۱۲۷﴾
اور جو بھلائی کرو گے سو وہ اللہ کو معلوم ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَ کا مصدر استفتاء ہے جو فتویٰ سے بنا ہے فتویٰ کے معنی اجازت اور رخصت ہیں۔ استفتاء کے معنی ہیں۔ رخصت مانگنا اور اجازت چاہنا۔ يُفْتُوْنَ بھی اسی مادہ سے ہے اُس کا مصدر افتاء ہے۔ افتاء کے معنی ہیں رخصت اور اجازت دینا۔

اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ (کمزور ناتوان) مستضعف کی جمع ہے جو ضعف سے بنا ہے جس کے معنی کمزوری اور ناتوانی ہیں۔

اس سُورت کے شروع میں یتیموں کے بارے میں حکم تھا۔ کہ اُن کے حقوق کا خیال خاص طور پر رکھو۔ یہاں تک کہ یتیم لڑکیوں سے اُن کے وُہ ولی شادی نہ کریں جن کے ہاتھوں اُن کی حق تلفی کا اندیشہ ہو۔ اس آیت کے پیش نظر بعض قریبی رشتہ داروں نے بالکل اُن سے شادی کرنی چھوڑ دی۔ بعد میں دیکھا کہ جن غیروں نے یتیم لڑکیوں سے شادیاں کیں اُنہوں نے اُن کو بہت دُکھ دیا۔ اب محسوس ہُوا۔ کہ اگر اپنوں میں شادی ہوتی تو لڑکی خوش رہتی۔ لوگوں نے آنحضرت سے اس بارہ میں کچھ سوالات بھی کیئے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ یتیم لڑکیوں کا اُن کے قریبی رشتہ داروں سے نکاح کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اُن سے کہہ دو کہ اس کی تمہیں اجازت ہے پہلے بھی تمہیں اس طرح کی شادی سے صرف اِس صُورت میں روکا گیا تھا کہ شاید تم اُن کا حق نہ ادا کرو اور اُن کے مال پر قبضہ جمانا چاہو۔ یا کسی اور اپنے نفع کے خیال سے یتیم لڑکیوں سے شادی کرو جس میں اُن کا نقصان ہو۔ ایسی صورت میں واقعی تمہیں ایسی بےبس یتیم لڑکی سے جس کا سوا تمہارے کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ شادی نہ کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ نے بار بار کمزور عورتوں اور لاوارث بچوں کے ساتھ انصاف اور عدل کرنے کے لیئے حکم دیا ہے عورتوں اور بچوں کو بھی اس لیے وارث قرار دیا ہے اور اس بات کی تاکید کی ہے۔ کہ یتیموں کے ساتھ پوری طرح انصاف کرو۔ اللہ کے حکم کے آگے اپنی عقل چلانا بیہودہ بات ہے اللہ تعالیٰ تم کو جو حکم دیتا ہے اس میں سراسر بھلائی ہوتی ہے اس کے حکم کے آگے سر جھکاؤ تمہیں اتنا علم نہیں کہ تم اپنی بہتری کی بات سوچ سکو اللہ کی فرمانبرداری کے تحت جو بھی نیک کام کرو گے وہ اللہ کے ہاں ضائع نہ ہوں گے۔

بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک

وَ اِنِ امۡرَاَۃٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِہَا نُشُوۡزًا
اور اگر کوئی عورت خوف کرے سے خاوند اپنے بیزاری
اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَاۤ اَنۡ یُّصۡلِحَا
یا پھر جانا پس نہیں گناہ اُن دو پر یہ کہ وُہ صلح کریں
بَیۡنَہُمَا صُلۡحًا ؕ وَ الصُّلۡحُ خَیۡرٌ ؕ وَ اُحۡضِرَتِ
اپنے درمیان کوئی صلح اور صلح اچھی چیز اور حاضر کی گئی
الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ
دلوں میں حرص اور اگر نیکی کرو تم اور بچو پس تحقیق
اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ﴿۱۲۸﴾
اللہ ہے ساتھ جو تم کرتے ہو خبردار

وَ اِنِ امۡرَاَۃٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِہَا نُشُوۡزًا
اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے لڑنے سے ڈرے
اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَاۤ اَنۡ یُّصۡلِحَا
یا جی پھر جانے سے۔ تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں
بَیۡنَہُمَا صُلۡحًا ؕ وَ الصُّلۡحُ خَیۡرٌ ؕ وَ اُحۡضِرَتِ
کسی طرح صلح کرلیں اور صلح خوب چیز ہے اور دلوں کے سامنے
الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ
حرص موجود ہے اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو۔ تو اللہ
اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ﴿۱۲۸﴾
کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے

اُحۡضِرَتۡ (حاضر کی گئی ہے) اور سامنے رکھ دی گئی ہے احضار مصدر ہے جس کے معنی حاضر کر دینا اور موجود کر دینا ہیں یہ حضور سے بنا ہے جس کے معنی ہیں آگے آنا سامنے آنا۔

نُشُوۡزًا (بے زاری۔ بدسلوکی) اس سے مُراد یہ ہے کہ اگر بیوی یہ محسوس کرے کہ خاوند اس سے کچھ کھنچا کھنچا رہنے لگا ہے۔ محبت اور حُسنِ سلوک کی جگہ ناراضی اور بیزاری نے لے لی ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں کہ وُہ خود بڑھ کر صلح کرلے۔

الشُّحَّ (حرص) اس لفظ کے معنیٰ حرص اور جی کے للچانے کے سوا زبردست خواہش کے بھی ہوتے ہیں۔

اس آیت میں عورتوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کی بعض اور صورتوں کا ذکر ہے۔ اور اُن کی بابت ہدایتیں ہیں تاکہ عام طور پر میاں بیوی کے تعلقات آپس میں اچھے ہوجائیں ارشاد ہے اگر بیوی دیکھے کہ میاں اُس سے کچھ الگ الگ رہتے ہیں ان کا دل کچھ پھرا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔ تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ اس کو راضی کرنے کے لیے بیوی مناسب تدبیریں اختیار کرے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر آدمی کے دل سے مال کا لالچ چمٹا ہُوا ہے۔ نفع کی خواہش دم کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اس لیے بیوی اپنے خرچ میں کچھ کمی کرنے یا مہر میں سے کچھ گھٹانے پر آمادہ ہوجائے تو میاں اپنا مالی نفع دیکھ کر اس سے راضی ہوجائے گا۔ میاں کو بھی چاہیے۔ کہ بیوی کی طرف سے باہمی ملاپ کی کوشش دیکھ کر ملاپ کرنے پر آمادہ ہوجائے۔ کیونکہ بہتری اسی میں ہے کہ میاں بیوی آپس میں میل جول اور صلح صفائی کے ساتھ رہیں باہمی ناچاقی کے بہت سے سبب ہوسکتے ہیں لیکن اس کے دُور کرنے کے لیے دونوں کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے اگر ایک طرف سے صلح کا ذرا سا بھی اشارہ ہو۔ تو دوسرے کو فوراً اُسے منظور کرلینا چاہیئے اس میں کچھ حرج نہیں کہ بیوی میاں کو کچھ مالی فائدہ پہنچائے اور میاں اُسے منظور کرے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ مرد عورتوں کے ساتھ شروع ہی سے نیک برتاؤ کریں اور ناچاقی کا موقع ہی نہ آنے دیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ اللہ سے اُن کا عمل اور ارادہ چھپا ہُوا نہیں ہے اُس کو سب معلوم ہے۔ گویا اس آیت میں بیوی کو کہا کہ تم ذرا مالی قربانی سے کام لو۔ اور خاوند سے مطالبہ کیا کہ تم حُسنِ سلوک اور خدا خوفی سے کام لو باہمی تعلقات کی بہتری ہر چیز سے مقدم ہے۔

بیویوں میں عدل شرط ہے

وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ
اور ہرگز نہ کرسکو گے تم کہ برابری کرو درمیان عورتوں کے
وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا
اگرچہ حرص کرو تم پس نہ جھکو تم پورا جھکنا کہ چھوڑ دو اس کو
كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
مانند ادھر لٹکی ہوئی کے اور اگر سنوارو اور بچو ظلم سے پس بیشک اللہ ہے
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا
بخشنے والا مہربان اور اگر جدا ہوں دونوں بے پروا کریگا اللہ ہر ایک کو
مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾
سے کشائش سے اور ہے اللہ کشائش والا تدبیر جاننے والا

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ
اور تم عورتوں کو ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے
وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا
اگرچہ تم اس کی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت
كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
کو جیسے ادھر میں لٹکتی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا
بخشنے والا مہربان ہے اور اگر دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پروا
مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾
کردیگا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا اور تدبیر جاننے والا ہے۔

تَسْتَطِيْعُوْا (تم کرسکو گے) استطاعت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں طاقت رکھنا۔ کرسکنا۔

تَمِيْلُوْا (جھکو تم) میل سے ہے جس کے معنی ہیں جھکنا۔ مائل ہونا اور ساری توجہ ایک طرف کرلینا میلان بھی اس سے ہے۔

مُعَلَّقَةِ (لٹکی ہوئی) تعلیق مصدر ہے جس کے معنی ہیں لٹکا دینا اور ادھر رکھنا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ہے نکاح کرنے کے بعد بیوی کو نہ گھر میں بسانا اور نہ طلاق کے ذریعہ آزاد کرنا۔ اسلام نے اس صورتِ حال کو نہایت قبیح بات قرار دیا ہے۔

تَتَّقُوْا (بچو برائی سے) اتقاء مصدر ہے جو تقویٰ سے بنا ہے۔ تقویٰ برائی سے الگ رہنے اور پرہیزگاری کو کہتے ہیں اتقاء کے معنی ہیں تقویٰ اختیار کرنا۔

عرب میں اسلام سے پہلے جتنی عورتوں سے چاہتے تھے شادی کر لیتے تھے کوئی حد مقرر نہ تھی۔ اس کے بعد وہ ان کو بے پروائی کے ساتھ پڑا رہنے دیتے کسی کو پوچھا کسی کو نہیں۔ اسلام نے اس کو پسند نہیں کیا۔ اسلام نے ایسی تدبیر اختیار کی جس سے یہ رواج رفتہ رفتہ ختم ہو جائے۔ بہت سی شادیوں کی اصلاح پہلے تو یہاں سے شروع کی کہ عورتوں کو ان کے گرے ہوئے مرتبہ سے اٹھایا اور مردوں کو سکھایا۔ کہ یہ محض تمہاری شہوت پورا کرنے کے لیئے نہ سوچنے سمجھنے والی بے جان مورتیں نہیں کہ جن سے جیسے جی چاہے کام لو۔ وہ اپنے مال کی مالک ہیں ان کو ورثہ ملے گا۔ ان کو تمہیں اپنے بہت سے معاملات میں برابر کا مددگار اور حصہ دار ماننا پڑے گا۔ اس کے بعد کہا گیا کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی ان کی مرضی سے کرسکتے ہو۔ لیکن ان سب کو آرام سے رکھنا پڑے گا۔ اور یاد رکھو کہ عورتوں میں عدل و انصاف تمہارے بس کا نہیں تم دیکھو گے کہ کوشش اور اچھی نیت کے باوجود بھی تم ان میں پورا انصاف نہیں کرسکتے۔ تمہارے لیئے یہ ہرگز روا نہیں کہ ایک طرف زیادہ جھکے رہو اور دوسری کو ادھر میں لٹکا رکھو۔ اور اگر دیکھو کہ تم نباہ نہیں کرسکتے تو طلاق دے دو۔ اللہ تعالیٰ سب کا مالک ہے اس کے ہاں کچھ کمی نہیں ہے وہ نیک نیت والوں کو اپنی وسیع رحمت سے اتنا کچھ دے گا کہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

خوفِ خدا

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَ
اور اللہ کا جو ہیں آسمانوں اور جو ہیں زمین اور
لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
بیشک ہم نے حکم دیا اُن کو جو دیئے گئے کتاب سے تم سے پہلے
وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ
اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ اور اگر نہ مانوگے تو تحقیق
لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ
اللہ کا جو ہے ہیں آسمانوں اور جو ہیں زمین اور ہے
اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
اللہ بے پروا خوبیوں والا اور اللہ کا جو ہیں آسمانوں
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٣٢﴾
اور جو ہیں زمین اور کافی ہے اللہ کارساز

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَ
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کا ہے اور
لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
بے شک ہم نے حکم دیا ہے تم سے پہلے کتاب والوں کو
وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ
اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم نہ مانو گے تو
لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ
اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور
اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
اللہ بے پرواہ سب خوبیوں والا ہے اور اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٣٢﴾
میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کارساز کافی ہے۔

وَصَّيْنَا: توصیۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں حکم دینا۔ دوسرے کو بھلائی کی بات یا ایسی چیز دینے کے لیے کہنا جس میں اُس کا فائدہ ہو۔ اور نصیحت کرنا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے لیئے اس دنیا میں رہنے اور کام کرنے کا ایک طریقہ پیش کیا ہے جس کا نام اسلام ہے۔ انسان کو کیسے خیالات رکھنے چاہئیں۔ کیا سوچنا چاہیئے۔ کیا کرنا چاہیئے اور کس طرح کرنا چاہیئے۔ ان سوالات کو قرآن مجید میں بہت ہی اچھی طرح کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں ہمارے لیئے ہر بات کے قاعدے اور حکم موجود ہیں۔ آپس کے معاملے کیسے کرنے چاہئیں۔ رشتہ داروں ملنے جلنے والوں اور عام انسانوں سے کیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ یہی باتیں اب تک بیان ہوتی چلی آ رہی ہیں ان سب کی تہ میں ایک بات ہے جس کو موقع بہ موقع بار بار بیان کیا جاتا ہے اور جس کی طرف خاص توجہ دلانا مقصود ہے۔ یعنی ہر وقت اللہ کا خیال دل میں رکھو اُس کو خوش کرنے کے لیئے اچھے کام کرو بُرے کام چھوڑ دو۔

اس سُورت کی اس آیت کے اندر تین دفعہ کہا گیا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔ مزید ارشاد ہے کہ عورتوں کو اچھی طرح رکھو اور اللہ کے ڈر سے ان کو ستانا چھوڑ دو۔ تم سے پہلے لوگوں کو بھی اور تمہیں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا ہی اصل چیز ہے۔ اور اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تو بے پروا اور بے نیاز ہے اُسے کوئی حاجت نہیں۔ وُہ جو کچھ کہتا ہے۔ تمہارے بھلے کے لیئے کہتا ہے عورتوں کے ساتھ دنیا بے انصافی کرتی تھی اور کرتی ہے اس لیئے قرآن میں بار بار اُن کے ساتھ انصاف کرنے کی تاکید ہے۔ پھر کہا گیا کہ اللہ اپنے حکم ماننے والوں کے سارے کام ٹھیک کر دیتا ہے۔ اور اُسی کی مدد کافی ہے۔ کیونکہ وُہ تمام چیزوں کا مالک ہے مسلموں اور غیر مسلموں میں یہی فرق ہے کہ مسلمان جو کچھ کرتے ہیں وُہ اللہ کے حکم سے کرتے ہیں اور جو چھوڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے چھوڑتے ہیں۔ دوسرے لوگ اپنے اپنے خیالات میں پھنسے ہوئے ہیں اور اللہ کو بھول گئے ہیں اگر یہ فرق قائم نہ رہا تو پھر مسلمانی کا ہے کی۔

اللہ سب سے بے نیاز ہے

اِنْ يَّشَاْ ۔ يُذْهِبْ ۔ كُمْ ۔ اَيُّهَا ۔ النَّاسُ ۔ وَ ۔ يَاْتِ

اگر چاہے لے جائے تم کو اے لوگو اور لے آئے

بِاٰخَرِيْنَ ۔ وَ ۔ كَانَ ۔ اللّٰهُ ۔ عَلٰى ۔ ذٰلِكَ ۔ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ

(اور لوگوں) اور ہے اللہ اُوپر اس کے قدرت رکھنے والا جو

كَانَ ۔ يُرِيْدُ ۔ ثَوَابَ ۔ الدُّنْيَا ۔ فَ ۔ عِنْدَ ۔ اللّٰهِ ۔ ثَوَابُ

ہو ارادہ کرتا ثواب دنیا پس پاس اللہ ثواب

الدُّنْيَا ۔ وَ ۔ الْاٰخِرَةِ ۔ وَ ۔ كَانَ ۔ اللّٰهُ ۔ سَمِيْعًا ۔ بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

دنیا اور آخرت اور ہے اللہ سننے والا دیکھنے والا

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ

اے لوگو اگر چاہے تو تم کو دُور کر دے اور لے آئے

بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ

اور لوگوں کو اور اللہ کو یہ قدرت ہے جو

كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ

کوئی دنیا کا ثواب چاہتا ہے سو اللہ کے یہاں دنیا

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

اور آخرت کا ثواب ہے اور اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے

يُذْهِبْ (لے جائے) اذہاب مصدر ہے جس کے معنیٰ ہیں لے جانا اور دُور کر دینا۔ یہاں اُنہیں آخری معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں کہ کوئی اُس کی فرمانبرداری کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ وُہ غنی ہے۔ اور زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے۔ سب کا وُہی مالک ہے۔ اُس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں جس کے پورا کرنے کے لیے وُہ دوسروں کی مدد چاہتا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انسان سرا سر محتاج ہے۔ اور وُہ دوسرے کی مدد کے بغیر اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل نہیں کر سکتا۔ وُہ کمزور ہے اس لیئے اسے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔ اس کو بہت سی چیزوں سے ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کے جان و مال کو نقصان نہ پہنچاویں۔ اس کا علم ناقص ہے اس لیئے وُہ بہت سے ایسے کام کر بیٹھتا ہے جن میں اس کا ضرر ہے۔ اس لیئے اسے اپنے سے زیادہ جاننے والے کی ضرورت ہے۔

اللہ سے زیادہ اُس کا مددگار اور ہدایت کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ انسانی احتیاج اور کم عقلی اس بات کو چاہتی ہے کہ وُہ کسی کو اپنا مددگار رساتھی اور حمایت کرنے والا بنائے اور اس میں وُہ صفتیں۔ قُوتیں اور طاقتیں پُوری پُوری ہوں۔ جن کی خود اس میں کمی ہے ذرا سی عقل بھی ہو تو سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی ایسا نہیں جو انسان کا مددگار محافظ نگہبان اور راستہ بتانے والا ہو سکتا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ کو اس کی حاجت ہوتی کہ کوئی اُس کی فرمانبرداری کرے یا اس سے ڈرے تو وُہ آسانی سے ان لوگوں کو جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں دنیا سے مٹا کر ایسے لوگ پیدا کرتا جو ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑے رہتے اور کبھی اس کی نافرمانی نہ کرتے۔ یاد رکھو اگر تم نافرمانی کرو گے تو وُہ اس پر قُدرت رکھتا ہے کہ تم کو فنا کر دے۔ اور اپنے فرمانبردار بندے تمہاری جگہ دنیا میں پیدا کر دے لیکن اس کو اس کی پرواہ نہیں۔ کہ کوئی اُسے مانے یا نہ مانے اُس نے اپنے ہاں سب کچھ تیار کر رکھا ہے۔ جو دُنیا چاہے اُسے دنیا دے دے گا۔ جو آخرت چاہیے۔ اُسے آخرت کا آرام بخش دے گا۔ اُس کی مرضی یہی ہے۔ کہ تمہیں اختیار دے اور ہر ایک کو اُس کی نیت اور ارادہ کا پھل دے۔ وُہ سب کچھ دیکھتا اور سُنتا ہے کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

بے لاگ گواہی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - كُوْنُوْا - قَوّٰمِيْنَ - بِالْقِسْطِ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جاؤ کھڑے ہونے والے ساتھ انصاف
شُهَدَآءَ - لِلّٰهِ - وَ - لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ - اَوِ - الْوَالِدَيْنِ
گواہ اللہ کے لیئے اور اگرچہ خلاف ہوں جانوں تمہاری یا ماں باپ
وَ - الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ - يَّكُنْ - غَنِيًّا - اَوْ - فَقِيْرًا
اور رشتہ داروں اگر ہو کوئی مالدار یا مفلس
فَ - اللّٰهُ - اَوْلٰى - بِهِمَا ۫ فَ - لَا - تَتَّبِعُوا - الْهَوٰٓى
پس اللہ زیادہ قریب ان کے پس نہ پیچھے چلو خواہش
اَنْ - تَعْدِلُوْا ۚ وَ - اِنْ - تَلْوٗٓا - اَوْ - تُعْرِضُوْا - فَاِنَّ
یہ کہ انصاف کرو اور اگر زبان کو پیچ دو یا منہ پھیرو پس تحقیق
اللّٰهَ - كَانَ - بِ - مَا - تَعْمَلُوْنَ - خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾
اللہ ہے ساتھ اس کے جو تم کرتے ہو خبردار

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ
اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو
شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ
اللہ کے لیئے گواہی دو اگرچہ تمہارا نقصان ہو یا ماں باپ کا
وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا
اور قرابت والوں کا خواہ کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے
فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى
تو اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے سو تم دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو
اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ
انصاف کرنے میں اگر تم زبان موڑ کر بولو گے یا بچا جاؤ گے تو
اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾
اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

قَوّٰمِيْنَ (کھڑے ہونے والے) قیام سے بنا ہے اور قوام کی جمع ہے۔ قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (کھڑے ہونے والے انصاف کے ساتھ) یعنی انصاف کو ہر وقت مدنظر رکھنے والے اور عدل و انصاف قائم رکھنے والے۔

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (تمہارے خلاف) لفظی ترجمہ ہے تمہارے اوپر یعنی تمہیں نقصان اور ضرر پہنچانے والا۔

اَقْرَبِيْنَ - (نزدیکی رشتہ دار) اقرب کی جمع ہے جو قریب سے بنا ہے۔ قریب کے معنی ہیں نزدیک اور اقرب کے معنی ہیں۔ بہت زیادہ نزدیک۔

تُعْرِضُوْا (منہ پھیرو) اعراض مصدر ہے یہ لفظ پہلے بھی آچکا ہے یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ بات کہتے وقت اس میں سے کچھ چھوڑ دو یا کسی چیز کو بچا جاؤ تاکہ سننے والا مطلب ٹھیک نہ سمجھ سکے۔

اس آیت میں انسان کو ایک بہت ہی قیمتی حکم دیا گیا ہے اور پہلے جو کہا تھا کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے سوا کسی کا خوف و ہراس دل میں نہ لاؤ۔ اس آیت میں اس کی ایک واضح مثال دی ہے کہ تمہارے کام اللہ کے ڈر سے کیسے ہونے چاہئیں ارشاد ہے کہ آپس میں انصاف قائم رکھو اور سچی بات کہو۔ کسی کے ڈر یا لحاظ سے ہرگز غلط بات نہ کہو۔ گواہی دینے لگو تو کسی کے نقصان یا فائدے کا خیال نہ کرو۔ جو بات ہو صاف صاف کہو یہ مت دیکھو کہ اگر صاف صاف کہہ دیا تو تمہیں خود نقصان پہنچ جائے گا۔ یا تمہارے ماں باپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ یا کسی قریبی رشتہ دار پر کچھ آنچ آجائے گی۔ یا یہ کہ کسی مالدار کا لحاظ کرو۔ اور اس کے خوش کرنے کے لیئے جھوٹی گواہی دو یا جھوٹی گواہی دینے سے کسی مفلس غریب کا بھلا ہو سکتا ہے اس لیئے کیا حرج ہے۔ یہ اپنی غلط رعائتیں اور ہمدردیاں رہنے دو۔ کوئی مالدار ہو یا مفلس تم سے زیادہ اللہ اس کا خیر خواہ ہے جب وہ تمہیں کہتا ہے کہ سچ بولو اور کسی کی رو رعایت نہ کرو۔ تو تم اس کے مقابلے میں کسی کی رعایت کس منہ سے کرتے ہو۔ سب کا وارث اللہ ہے تم کو اس کا حکم ماننے سے کام ہے۔

اہلِ ایمان سے مطالبۂ ایمان

يَاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْٓا - اٰمِنُوْا - بِاللّٰهِ - وَ - رَسُوْلِهٖ
اے وہ جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول اس
وَ - الْكِتٰبِ - الَّذِيْ - نَزَّلَ - عَلٰى - رَسُوْلِهٖ - وَ - الْكِتٰبِ
اور کتاب جو نازل کی اس نے اوپر رسول اپنے اور کتاب
الَّذِيْٓ - اَنْزَلَ - مِنْ - قَبْلُ - وَ - مَنْ - يَّكْفُرْ - بِاللّٰهِ
جو اس نے نازل کی اس سے پہلے اور جو انکار کرے اللہ کا
وَ - مَلٰٓئِكَتِهٖ - وَ - كُتُبِهٖ - وَ - رُسُلِهٖ - وَ - الْيَوْمِ
اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور دن
الْاٰخِرِ - فَقَدْ - ضَلَّ - ضَلٰلًاۢ - بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾
پچھلے کا پس تحقیق گمراہ ہوا وہ گمراہی دُور کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اے ایمان والو! اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ
وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
اور اس کتاب پر اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اس کتاب
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ
پر جو پہلے نازل کی تھی اور جو کوئی یقین نہ کرے اللہ پر
وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ
اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت
الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾
کے دن پر وہ بہک کر دُور جا پڑا

اٰمَنُوْا (ایمان لائے ہو) اٰمِنُوْا (ایمان لاؤ) پہلا فعل ماضی ہے اور دوسرا فعل امر۔ دونوں کا مصدر ایمان ہے جس کے معنیٰ ہیں۔ کسی حقیقت کو زبان سے ماننا اور دل سے اس پر یقین رکھنا —— اہلِ ایمان کو جو کہا گیا ہے اٰمِنُوْا (تم ایمان لاؤ) اس سے مُراد یہی ہے کہ زبان سے اقرار کرنے والو! دل میں بھی یقین پیدا کرو اور خلوصِ دل سے مانو۔

نَزَّلَ (اتارا) اس کا مصدر "تنزیل" ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا اُترنا۔ جیسے کہ قرآن مجید ۲۳ سال کی مُدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہُوا —— اَنْزَلَ (اتارا) اس کا مصدر "انزال" ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں۔ یکدم اتارنا جیسے کہ دوسری آسمانی کتابیں یک دم اُتری ہیں۔

اس سے پہلی آیات میں حکم تھا۔ سچ بولو۔ حق کا ساتھ دو۔ گواہی سچی دو۔ خواہ کسی کے خلاف ہو۔ مگر یہ سب باتیں ناممکن ہیں۔ جب تک ایمان پُختہ اور یقین کامل نہ ہو۔ اس لیئے حکم ہوتا ہے کہ اللہ کو دل سے مانو۔ زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلے گا۔

اس کے ساتھ ہی اللہ کی کتاب قرآن مجید کو دل سے اللہ کی سچّی کتاب مانو۔ اور اُس میں جو لکھا ہے۔ اس پر دل سے یقین کرو۔ اور اُس کے مطابق عمل کرو۔ جو کتابیں قرآن مجید سے پہلے اللہ نے اتاری ہیں۔ اُن کو بھی اللہ کی سچّی کتابیں مانو۔ البتہ اب اُن کے وُہی حکم قابلِ عمل ہیں۔ جن کو اس آخری کتاب یعنی قرآن مجید نے برقرار رکھا ہے۔ باقی باتیں جو اُن میں ہیں۔ وُہ اس وقت قابلِ عمل نہیں رہیں۔ اس وقت قرآن مجید ہی پر عمل ضروری ہے کیونکہ اس میں وُہ سب اچھی باتیں جو پہلی کتابوں میں تھیں آگئی ہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کو، اُس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو۔ اُس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو نہ مانے گا۔ اُس کا ایمان مقبول نہیں۔ اُس کو چاہیئے کہ زبانی ایمان کے دعوے کو کافی نہ سمجھے۔ بلکہ اپنے ایمان کو اللہ پر اور اُن سب چیزوں پر جن کا ذکر ہُوا پُختہ کرے اور دل سے اللہ کے ہر حکم کو مانے۔

ڈھلمل یقین منافق

اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ ثُمَّ ۔ کَفَرُوْا ۔ ثُمَّ ۔ اٰمَنُوْا ۔ ثُمَّ
تحقیق جولوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر
کَفَرُوْا ۔ ثُمَّ ۔ ازْدَادُوْا ۔ کُفْرًا ۔ لَّمْ ۔ یَکُنِ ۔ اللّٰہُ ۔ لِیَغْفِرَ
کافر ہوئے پھر زیادہ ہوتے کفر نہیں آمادہ اللہ اس پر کہ بخشش
لَہُمْ ۔ وَلَا ۔ لِیَھْدِیَہُمْ ۔ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ ۔ الْمُنٰفِقِیْنَ
کرے ان کو اور نہ اس پر کہ ہدایت کرے انکو راہ بشارت دے منافقوں
بِاَنَّ ۔ لَہُمْ ۔ عَذَابًا ۔ اَلِیْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیْنَ ۔ یَتَّخِذُوْنَ
یہ کہ اُن کیلیے عذاب دردناک وُہ جو بناتے ہیں
الْکٰفِرِیْنَ ۔ اَوْلِیَآءَ ۔ مِنْ ۔ دُوْنِ ۔ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اَیَبْتَغُوْنَ
کافر دوست سے سوائے مومنوں کیا تلاش کرتے ہیں
عِنْدَھُمُ ۔ الْعِزَّۃَ ۔ فَاِنَّ ۔ الْعِزَّۃَ ۔ لِلّٰہِ ۔ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾
پاس اُن کے عزت پس بیشک عزت واسطے اللہ سب

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ
جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر مسلمان ہوئے پھر
کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ
کافر ہوگئے پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا
لَہُمْ وَلَا لِیَھْدِیَہُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ
نہیں اور نہ ان کو راہ دکھائے خوشخبری سنادے منافقوں
بِاَنَّ لَہُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ
کو کہ ان کے واسطے عذاب دردناک ہے وُہ جو بناتے ہیں
الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ
کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ڈھونڈتے ہیں
عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾
اُن کے پاس عزت سو عزت تو ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔

اِزْدَادُوْا (بڑھتے رہے) زیادہ سے بنا ہے۔ اس لیے اس کے معنیٰ ہیں بڑھتے چلے گئے زیادہ ہوتے گئے۔

پیچھے ذکر تھا۔ کہ کمزور اور ظاہری ایمان والوں کو چاہیئے کہ اپنا ایمان پختہ کریں گویا اس طرف اشارہ تھا کہ حکم ماننے سے ہی ایمان دُرست ہوسکتا ہے اور وعظ و نصیحت سُنتے سُنتے آخر کار یقین پیدا ہوسکتا ہے۔ جو لوگ صرف ظاہری اور دکھاوے کا ایمان لاتے ہیں۔ اُن کے لیئے یہ خطرہ ہے کہ وُہ ذرا سے بہانے سے اسلام کی باتوں کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد پھر کسی کے کہنے سننے یا نفع کے خیال سے دوبارہ زبانی مسلمان ہو جاتے ہیں۔ پھر جب دوبارہ موقعہ آیا۔ دوبارہ کافر ہو جاتے ہیں۔ غرض کبھی اِدھر کبھی اُدھر یوں ہی ڈانواں ڈول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دن موت آجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں پر کفر اور نفاق کا رنگ زیادہ چڑھا ہُوا ہوتا ہے اور وُہ اسی حالت میں مرجاتے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ دکھاوے کا ایمان لانے والوں کو یعنی منافقوں کو اچھی طرح سنادو اور یہی ان کے لیئے خوشخبری ہے کیونکہ وُہ کسی سچ مچ کی خوشخبری کے قابل نہیں کہ اُن کے لیئے بہت دکھ پہنچانے والا عذاب تیار ہے۔ وُہ دن بدن کافروں کی طرف ڈھلتے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر کار کافروں کو ہی دوست بنا لیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ آخر اس سے ان کی کیا غرض ہے کیا وُہ یہ اُمید رکھتے ہیں کہ کافروں کے ملنے سے اُن کی عزت زیادہ ہوگی۔ یاد رکھیں عزت سب کی سب اللہ کے پاس ہے کسی کے پاس نہ اپنے لیئے عزت ہے نہ دوسروں کے لیئے اللہ جس کو چاہے عزت دے اس لیئے اس کو مانو ایمان درست کرو اُس کے حکموں پر عمل کرو۔ اس بھروسے پر نہ رہنا کہ کوئی اور تمہیں عزت دے سکتا ہے۔

بُری مجالس کا بائیکاٹ

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِينَ وَالْكٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿۱۴۰﴾

اور تحقیق اتارچکا تم پر ہیں کتاب کہ جب سنو تم آیتوں اللہ کو کفر ہوتا ہے اُن کے ساتھ اور ہنسی ہوتی ہے ان کے ساتھ پس نہ بیٹھو تم ساتھ ان یہاں تک کہ گھس جائیں وُہ میں کسی بات سوا اسکے تحقیق تم اس وقت مانند ان کے بیشک اللہ اکٹھا کرنے والا ہے منافقوں اور کافروں ہیں جہنم سب کو

اور تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو اُن کے ساتھ یہاں تک کہ وُہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوں نہیں تو تم بھی انہی جیسے ہوگئے اللہ منافقوں کو اکٹھا کریگا اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ

يُسْتَهْزَأُ (ہنسی اُڑائی) اس کا مصدر (اِسْتِهْزَاءٌ) ہے جس کے معنی ہیں ہنسی اڑانا اور مذاق کرنا خصوصاً اس صورت میں کہ دوسرے کی بے عزتی مقصود ہو۔

يَخُوضُوا (وُہ مشغول ہوں خوض سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کے اندر چلے جانا اور غور کرنا یا مشغول ہونا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ کسی اور بات میں مشغول ہوجائیں ــــ یہ سورۃ النساء مدنی ہے یہ آیت مدینہ کے منافقوں کے اس طرز عمل کے بارہ میں نازل ہوئی۔ کہ وُہ کلام اللہ کی آیات سُن کر ہنسی اڑانے اور ٹھٹھا کرتے۔ اس سے قبل کی زندگی میں بھی اسی مضمون کا ایک حکم کفار مکہ کے بارہ میں نازل ہوچکا تھا۔ چونکہ اُن کا رویہ بھی یہی تھا۔ قرآن مجید میں ملاحظہ ہو سورۃ انعام کی آیت (۶۷) جس کا خلاصہ یہ ہے "جب آپ دیکھیں کہ کفار ہماری آیات کے بارہ میں بکواس کرتے ہیں۔ تو انہیں چھوڑ دیں جب تک وُہ کوئی دوسری بات شروع نہ کریں۔

ارشاد ہے کہ ہم پہلے یہ حکم قرآن مجید میں بھیج چکے ہیں۔ اس پر تمام مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیئے وُہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیئے ہے جس مجلس میں تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کی بے ادبی کی جارہی ہے۔ اور اُن کی ہنسی اُڑائی جارہی ہے اور ان میں عیب نکالے جارہے ہیں۔ اعتراض کیئے جارہے ہیں اور ان کو ایک کھیل بنایا جارہا ہے۔ تو تم اس مجلس سے اُٹھ جاؤ اگر بیٹھے رہے اور اُن کے اعتراض اور ہنسی سنتے رہے تو تم بھی انہی جیسے ہوجاؤ گے اور بے ادبوں میں لکھے جاؤ گے۔

ہاں جس وقت وُہ گستاخی کی باتیں نہ کررہے ہوں اور کسی اور قسم کی گفتگو میں مشغول ہوں تو پھر ان کے ساتھ بیٹھنا گناہ نہیں۔ اللہ ان منافقوں اور کافروں کو گھیر کر جہنم میں اکٹھا کردے گا۔ اور یہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس لیئے ایسی مجلسوں میں جہاں قرآنی احکام کی ہنسی اُڑائی جارہی ہو۔ تمہیں شامل نہ ہونا چاہیے۔ اور اگر وہاں پہلے سے بیٹھے ہو۔ تو اس وقت اُٹھ جانا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کے ساتھ عذاب میں شامل ہوجاؤ۔

مُنافقوں کی دُورُخی مثال

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾

جو لوگ تاک میں ہیں تمہاری اگر ہو واسطے تمہارے
فتح سے اللہ کہیں وہ کیا نہ تھے ہم ساتھ تمہارے اور اگر
ہو واسطے کافروں کے حصہ کہیں وہ کیا نہیں گھیر لیا تھا ہم نے
تم پر اور بچایا تھا تم کو سے مسلمانوں پس اللہ
فیصلہ کریگا درمیان تمہارے دن قیامت اور ہرگز نہ دے گا
اللہ واسطے کافروں اوپر مسلمانوں کے کوئی راستہ

وہ جو تمہاری تاک میں ہیں پھر اگر تم کو اللہ کی طرف سے فتح ملے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر کافروں کا حصہ ملے تو کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو اور تم کو بچا دیا مسلمانوں سے سو اللہ تعالیٰ فیصلہ کریگا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز اللہ کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ کی راہ نہ دے گا

ع ۲۰ / ۱۷

نَصِيْبٌ : یہاں اس سے مراد لڑائی کا حصہ یعنی فتح ہے۔

نَسْتَحْوِذْ : (ہم نے گھیر لیا تھا) اِسْتِحْوَاذٌ سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں ہر طرف سے گھیر لینا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ تمہاری حفاظت کی۔

سَبِيْلًا : (راستہ) یہاں اس سے مراد غلبہ اور قابُو ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے کہ منافق تمہاری حالت کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اُن سے یہ اُمید نہیں کہ سچے دل سے تمہارے ساتھی اور طرفدار ہوں اور رنج و راحت میں تمہارا ساتھ دیں۔ یہ تو محض موقع محل دیکھ کر ساتھی بنتے ہیں۔ اور اُن کا مقصد فقط دنیا کا فائدہ ہے اس سے اُونچی اُن کی نظر نہیں اٹھتی۔ ان کا تو حال یہ ہے کہ جب تم اپنے مخالفوں سے لڑ رہے ہوگے تو بظاہر تمہاری طرف کھڑے رہیں گے اور دیکھتے رہیں گے کہ لڑائی کا کیا رنگ ہے۔

اگر تمہاری جیت ہوئی۔ تو جھٹ تمہارے پاس آ دھمکیں گے اور باتیں بنانے لگیں گے کہ ہم نے تمہارا ساتھ دیا ہے اور لڑائی میں برابر شریک رہے ہیں اس طرح اپنے کارنامے تمہیں جتائیں گے۔ تاکہ ان کو بھی فتح میں برابر کا شریک سمجھو اور مالِ غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ دو۔ اور اگر خدانخواستہ کہیں تمہاری شکست ہو جائے۔ اور تم ہار جاؤ اور دشمن جیت جائے تو تمہیں چھوڑ کر تمہارے دشمن سے جا ملیں گے۔ اور وہاں ان کو خوش کرنے کے لیے باتیں بنائیں گے کہ ہم تو مسلمانوں میں اس لیئے تھے کہ ان کو تمہاری طرف بڑھنے سے روکیں۔ ہم نے تمہارے چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا کہ مسلمان تم تک پہنچ ہی نہ سکیں اس لیئے تمہاری فتح ہماری وجہ سے ہوئی ہے اور ہم اس نفع میں جو تمہیں لڑائی سے پہنچا ہے تمہارے برابر کے شریک ہیں آگے ارشاد ہے۔ کہ ایسے مطلب کے یار دُنیا میں تو اپنے کام جہاں تک بن سکتا ہے بنا لیتے ہیں اور بعض دفعہ لوگ ان کی چال نہیں سمجھتے اور دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن اُن کا اور تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔

مُنافقوں کی پہچان

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ
البتہ منافق دھوکا دیتے ہیں اللہ اور وہ
خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا
دغا دینے والا ہے انکو اور جب کھڑے ہوں طرف نماز کی کھڑے ہوں
كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ
جی ہارے ہوئے دکھاتے ہیں لوگوں کو اور نہیں ذکر کرتے اللہ
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى
مگر تھوڑا ادھر لٹک رہے ہیں درمیان اُن کے نہ طرف
هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
اُن کے اور نہ طرف اُن کی اور جس کو گمراہ کرے اللہ
فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾
پس ہرگز نہ پائے گا تو اس کے واسطے راستہ

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ
البتہ منافق اللہ سے دغا بازی کرتے ہیں اور وہ
خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا
اُن کو دغا دے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو
كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ
جی ہارے سے لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ کو یاد نہ کریں
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى
مگر تھوڑا سا دونوں کے درمیان ادھر میں لٹکتے ہیں نہ اُن کی
هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
طرف اور نہ اِن کی طرف اور جس کو اللہ گمراہ کرے
فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾
تو ہرگز اس کے لیئے کہیں راہ نہ پائیگا

يُخٰدِعُوْنَ (فریب دیتے ہیں)، خَادِعُهُمْ (وُہ انہیں فریب دے گا) دونوں ایک ہی مادہ سے ہیں۔ مصدر خداع ہے جس کے معنٰی ہیں دھوکہ۔ فریب دینا اور چالبازی سے کام لینا۔ مطلب یہ ہے کہ منافق بزعم خود اللہ کو اور اللہ کے بندوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ خود دھوکہ کھا رہے ہیں۔ مگر محسوس نہیں کرتے۔ اللہ انہیں ان کے اس فریب کا جواب دے گا۔

كُسَالٰى (جی ہارے ہوئے) کسلان کی جمع ہے۔ جو کسل سے بنا ہے۔ کاہلی اور سستی کو کہتے ہیں۔ کسلان وُہ ہے جو سستی کے ساتھ تھکے ماندوں کی طرح مرے دل سے کام کرے۔ شوق اور پھرتی کے ساتھ جی لگا کر کام نہ کرے۔

يُرَآءُوْنَ: ریا سے ہے۔ یعنی لوگوں کے دکھاوے کے لیئے کام کرنا۔ یہ لوگ نماز صرف اس لیئے پڑھتے ہیں کہ لوگ انہیں نمازی سمجھیں۔

مُذَبْذَبِيْنَ (اَدھر میں لٹکتے) ذبذبہ سے بنا ہے جس کے معنٰی ہیں کبھی اِدھر کبھی اُدھر جھکنا کسی طرف پورے طور پر شامل نہ ہونا۔

ان آیات میں منافقین کی مندرجہ ذیل پانچ ظاہری علامات بیان کی گئی ہیں:

(۱) وُہ خود دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ لیکن اپنے خیال میں اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ (۲) نماز پڑھتے ہیں مگر انتہائی مرے دل کے ساتھ سستی سے (۳)، ان کی نماز میں کوئی خلوص نہیں ہوتا۔ محض دکھلاوا اور ریا ہوتی ہے۔ (۴) اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔
(۵) ایمان اور کفر کے درمیان لٹکے رہتے ہیں۔ نہ دل سے ایمان قبول کرتے ہیں۔ نہ کھل کر کفر کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

کفّار کی دوستی

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بناؤ کافروں کو
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا
دوست چھوڑ کر مسلمانوں کو کیا ارادہ کرتے ہو تم کہ بناؤ
لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي
واسطے اللہ کے اپنے اوپر الزام صریح بے شک منافق ہیں
الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾
درجے سب سے نچلے کے سے دوزخ اور ہرگز نہ پائیگا تو واسطے اُن کے مددگار

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ
اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا
مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا اپنے اوپر لیا چاہتے ہو
لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي
اللہ کا صریح الزام بے شک منافق
الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾
دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں ہیں تو ان کے واسطے ہرگز نہ پائے کوئی مددگار

سُلطان : قوت و غلبہ اور حجت و الزام اور ایسی دلیل یا بات جس سے دوسرے کو دبا لیا جائے ۔

اعتصموا : ہاتھ مارنا ۔ چنگل مارنا) اعتصام مصدر ہے جو عصمت سے بنا ہے ۔ عصمت کے معنی ہیں بچاؤ اور اعتصام کے معنی ہیں گرنے سے بچنے کے لیئے کسی چیز پر ہاتھ مار کر اُسے پکڑ لینا اور سہارا ڈھونڈنا ۔

منافقوں کے تمام کرتوت بیان کرنے کے بعد اب ہدایت کی گئی ہے ۔ کہ مسلمانوں کو ان لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنا چاہیئے اس سے پہلے بھی دو دفعہ یہ حکم آچکا ہے ۔ اب آخر میں پھر وہی حکم دہرایا گیا ہے ۔ کہ ایسے بُرے اور شریر لوگوں سے دوستی اور میل جول سے کچھ حاصل نہ ہوگا اگر اُن کی شرارتوں کے باوجود تم اُن سے دوستی کرو گے تو یہ مسلمانوں کو اس بہانے سے اور نقصان پہنچائیں گے اس لیے اُن سے الگ رہو اور مسلمانوں کے لیئے باعث نقصان نہ ہو ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہیں سزا دینے کے لیئے بہت مضبوط اور پکی وجہ قائم ہو جائے گی ۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ لوگ کافروں سے بھی زیادہ خطرناک اور شریر ہیں اُن کو دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں داخل کیا جائے گا ۔ جہاں ان عذابوں کے علاوہ جو اُوپر کے طبقوں میں ہیں ان کا عذاب الگ ہوگا اور ان سب عذابوں کا مجموعہ ان کو نصیب ہوگا اس وقت ان کی کوئی چالبازی نہ چلے گی اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں اس کو کیا دھوکا اور فریب دے سکیں گے یہ دوزخ کے نگہبان فرشتوں کی خوشامد کریں گے ۔ کہ ہمیں کم سے کم تھوڑی دیر کے لیے کچھ آرام لینے دو لیکن فرشتے تو اللہ کے حکم کے آگے نہ کسی کی سنتے ہیں نہ کسی کی طرف دیکھتے ہیں ان کو اپنے کام سے کام ہے اُن کے لیئے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی ۔

قرآن مجید میں مومنوں کے اچھے اعمال اور اُن کی حسن جزا کے ساتھ کفار و منافقین کے شر انگیز اور باغیانہ اعمال و افعال کا جگہ جگہ ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کی سزا اور بُرے انجام کو انسانوں کی عبرت اور نصیحت کے لیئے بار بار بیان کیا ہے یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ اگر کافروں کیلیئے عذاب عظیم کا ذکر ہے تو منافقوں کے لیئے عذاب الیم کا اعلان ہے ۔ اسی طرح کفار کے لیئے جہنم کی سزا ہے تو منافقوں کو درک الاسفل (جہنم کے سب سے نچلے گڑھے) کی وعید ہے ۔

نجات کی راہ

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ
مگر جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور مضبوط پکڑا اللہ
وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَہُمۡ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ
اور خالص ہوئے دین اللہ کا ہی لوگ ساتھ مومنوں
وَ سَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۴۶﴾
اور جلد دے گا اللہ ایمان والوں کو ثواب بڑا
مَا یَفۡعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَ
کیا کرے گا اللہ ساتھ عذاب تمہارے اگر شکر کرو تم اور
اٰمَنۡتُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیۡمًا ﴿۱۴۷﴾
ایمان لاؤ تم اور ہے اللہ قدردان جاننے والا

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ
مگر جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور اللہ کو مضبوط پکڑا
وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَہُمۡ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ
اور اللہ کے خالص حکمبردار ہوئے پس وُہ ایمان والوں کے ساتھ ہیں
وَ سَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۴۶﴾
اور اللہ ایمان والوں کو جلد بڑا ثواب دے گا
مَا یَفۡعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَ
اللہ تم کو عذاب کرکے کیا کرے گا اگر تم حق کو مانو اور
اٰمَنۡتُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیۡمًا ﴿۱۴۷﴾
یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ہے

پچھلے سبق میں بتایا گیا تھا۔ کہ منافق دھوکے باز لوگ ہیں اُن کی نادانی اتنی بڑھ گئی ہے کہ وُہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کو بھی وُہ فریب دے دیں گے۔ ایسے نادانوں سے تم میل جول نہ رکھو۔ اللہ نے اُن کو ڈھیل دے رکھی ہے وُہ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ہمارے دل کے بھید سے واقف نہیں ہے نہیں تو ہمیں فوراً سزا دیتا اس ڈھیل کی وجہ سے یہ خود دھوکا کھا رہے ہیں اور یہ راستہ جس پر وُہ چل رہے ہیں اُن کو دوزخ کے سب سے گہرے گڑھے میں لے جا کر ڈال دے گا۔

منافقوں کے لیے عذاب سے بچنے کی صُورت یہ ہے کہ یہ اپنے دوغلے پن کو چھوڑ دیں۔ اور اپنے افعال بد سے باز آئیں اور توبہ کریں اور اپنا چال چلن درُست کریں اور کسی کے دکھاوے کے لیئے نہیں بلکہ خالص اللہ کے لیئے دین کو قبول کریں۔ اور فقط اللہ کو اپنا محافظ اور مددگار مانیں اور اُسی کو اپنا ہر مُصیبت سے بچانے والا سمجھ کر سہارا بنائیں۔ اگر یہ ایسا کریں گے تو ایمان والوں میں شامل ہو جائیں گے اور اُنہی کے ساتھ اُن کا حشر ہو گا۔ پھر فرمایا کہ عنقریب اللہ مسلمانوں کو بہت اچھا بدلہ دینے والا ہے اُن کو دنیا میں بھی کامیابی نصیب ہو گی اور آخرت میں چین و آرام ملے گا۔ دنیا میں کافروں پر اُن کی فتح ہو گی اور اُن کے دشمن اُن کے سامنے جھک جائیں گے۔ اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اُن کو آخرت میں بڑی نعمتیں عطا کرے گا جس کا وعدہ اُن کے ساتھ قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہیں عذاب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ وُہ تم کو خواہ مخواہ دکھ درد میں رکھنا چاہتا ہے بات یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں مُصیبت پہنچتی ہے وُہ صرف اس لیئے کہ تمہارے اپنے چال چلن کے طریقے غلط ہوتے ہیں عذاب سے بچنے کے لیئے ضروری ہے کہ تم اللہ کا شُکر کرو۔ جو نعمت اور آرام تمہیں حاصل ہو۔ اسے اللہ ہی کی طرف سے سمجھو اور اس کے سامنے بندگی کے ساتھ سر جھکاؤ۔ دوسرے یہ کہ اُس کے اُوپر پورا یقین رکھو۔ مختصر یہ کہ نجات کے لیئے ضروری شرائط یہ ہیں۔ (۱) توبہ (۲) اصلاح (۳) اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لینا۔ (۴) دین کو خالص طور پر اختیار کر لینا۔ (۵) اللہ کا شکرگزار بن کر رہنا (۶) اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اس کی قدرتوں اور حکمتوں پر یقین رکھنا

اصلاح کا طریق

لَا ۔ يُحِبُّ ۔ اللّٰهُ ۔ الْجَهْرَ ۔ بِ ۔ السُّوْٓءِ ۔ مِنَ
نہیں پسند کرتا اللہ ظاہر کرنا برے سے
الْقَوْلِ ۔ اِلَّا ۔ مَنْ ظُلِمَ ۔ وَ ۔ كَانَ ۔ اللّٰهُ ۔ سَمِيْعًا
قول کو مگر جس پر ظلم کیا جائے اور ہے اللہ سننے والا
عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ ۔ تُبْدُوْا ۔ خَيْرًا ۔ اَوْ ۔ تُخْفُوْهُ ۔ اَوْ
جاننے والا اور اگر کھلم کھلا کرو تم بھلائی یا چھپاؤ تم اس کو یا
تَعْفُوْا ۔ عَنْ ۔ سُوْٓءٍ ۔ فَ ۔ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ كَانَ
معاف کرو برائی کو پس تحقیق اللہ ہے
عَفُوًّا ۔ قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾
معاف کرنے والا ۔ قدرت رکھنے والا

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ
اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا
الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا
ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ سننے والا
عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ
جاننے والا ہے اگر تم کھول کر کوئی بھلائی کرو یا اس کو چھپاؤ یا
تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
برائی کو معاف کرو تو اللہ معاف کرنے والا بڑی
عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾
قدرت والا ہے

جَهْر: پکار کر بلند آواز سے کہنا اور ظاہر کر دینا۔

تُبْدُوْا: (علانیہ کرو) ابداء سے ہے جس کے معنی ہیں کھلم کھلا کرنا۔ کھول کر اور ظاہر کر کے کسی کام کو کرنا۔

تُخْفُوْهُ: (چھپاؤ تم اس کو) اخفاء سے ہے جس کے معنی پوشیدگی کے ہیں اسی سے اخفاء ہے یعنی چھپانا۔ تخفوہ بھی اسی سے بنا ہے۔

تَعْفُوْا: (معاف کرو تم) عفو سے ہے مُعاف اور مُعافی سب اسی سے بنے ہیں اس کے معنی ہیں بخش دینا اور معاف کرنا عَفُوًّا بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں بخش دینے والا۔

اَلْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ (بری بات زبان پر لانا) کسی کی برائی کو کھلم کھلا لوگوں کے سامنے بیان کر دینا یا ایسی بات کہنا جس میں کسی کی بدنامی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت واضح لفظوں میں اس حقیقت کو واضح فرما دیا ہے کہ وہ کسی کی برائی کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا۔ ظاہر ہے یہاں تہمت اور بہتان کا ذکر نہیں بلکہ برائی کا ہی ذکر ہے جس کے اظہار کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس کے تشہیر اور اظہار سے برائی کے مزید پھیلنے کا ہی امکان ہے۔ اگر ہم کسی کی برائی پیٹھ پیچھے بیان کریں گے تو غیبت ہوگی منہ پر کہیں گے تو دل آزاری کا سبب بنے گی صرف مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ظالم کے خلاف زبان کھولے اور اس کی برائیوں کا اعلان کرے۔

جہاں تک نیکی کا تعلق ہے اس کے ظاہر کرنے اور چھپانے میں اختیار ہے چونکہ اظہار سے دوسروں کو ترغیب ہوگی اور چھپانے سے اپنے اندر ریاکاری نہ پیدا ہوگی۔ آخر میں پھر فرمایا اگر برائی کو معاف ہی کر دو تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ خود تمام باتوں پر قدرت رکھنے والا معاف کرنے والا ہے اگر وہ مکمل قدرت کے باوجود معاف فرما دیتا ہے تو تم ایسا کیوں نہیں کرتے۔

مکمّل کفر

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَ
تحقیق جو لوگ کفر کرتے ہیں ساتھ اللہ اور اس کے رسولوں اور
يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ
چاہتے ہیں کہ فرق کریں درمیان اللہ اور اسکے رسولوں کے
وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ
اور کہتے ہیں ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ بعض کے اور کفر کرتے ہیں ساتھ بعض کے
وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ
اور چاہتے ہیں کہ پکڑیں درمیان اس کے
سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَ
ایک راستہ یہ لوگ وہی ہیں بے ایمان اصلی اور
أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٥١﴾
تیار کیا ہے ہم نے واسطے کافروں کے عذاب ذلیل کرنے والا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَ
جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے منکر ہیں اور
يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ
چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں
وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ
میں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں کو مانتے ہیں اور بعضوں کو
وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ
نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ میں ایک راہ
سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَ
نکالیں ایسے لوگ ہی اصل کافر ہیں اور
أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٥١﴾
ہم نے کافروں کے لیئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

يُرِيدُونَ : ارادہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کہ وُہ ارادہ کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں۔

مُهِينًا : اہانت سے ہے جس کے معنی ہیں ذلیل کرنا۔ یعنی وُہ عذاب اُن کو ذلیل اور حقیر بنادے گا۔ اس سے پہلے ہدایت کی گئی تھی کہ بُرا بھلا کہنے سے تم کسی کو درست نہیں کر سکتے اس میں اُلٹا اُن کے دشمن ہو جانے کا اندیشہ ہے ہاں جو شخص اپنے ستانے والے کو برا بھلا کہے تو بے جا نہیں البتہ وُہ بھی اگر صبر کرے تو ایک نیکی ہے اور برائی کے بدلے کوئی اچھی بات کہہ دے تو ایک بڑی نیکی ہوگی اور ستانے والے کو معاف کردے تو اللہ اُس کو اس کا اجر دے گا اور اس کے گناہ معاف کردے گا۔

ان آیتوں میں پھر انہی بے دین لوگوں کی حالت بیان کی جاتی ہے۔ اور چونکہ اکثر منافق لوگ مدینہ کے یہودی تھے یا وُہ لوگ تھے جو اُن سے گہرا میل جول رکھتے تھے۔ اس لیئے منافقوں کے ذکر میں یہودیوں کا ذکر آ گیا۔ لیکن نام کسی کا نہیں لیا گیا کچھ کام بیان کر کے اُن کا حکم سنا دیا گیا ہے جن کے اوپر بیان سچا اُترتا ہو وُہ اپنا فکر کریں اور درست ہونا ہو تو ہو جائیں ورنہ اپنے کیئے کی سزا بھگتیں گے۔

ارشاد ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے۔ یا اللہ کو مانتے ہیں اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے۔ یا بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وُہ اپنے لیئے ایک نرالا طریقہ ایمان اور کفر کے بیچ میں مقرر کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ اچھی طرح کان کھول کر سُن لیں کہ اُن کے کافر ہونے میں ذرا سا بھی شک نہیں اور جب کافر ہوئے تو ضرور عذاب چکھیں گے۔ کیونکہ ہم نے کافروں کے لیئے عذاب پہلے ہی تیار کر رکھا ہے جو اُن کو ذلیل اور بے عزت کر کے چھوڑے گا۔ رسول پر ایمان لانے اور اُن کے کہنے پر عمل کیئے بغیر اللہ کو ماننا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

اہلِ ایمان کے درجات

وَالَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ بِاللّٰهِ ۔ وَ ۔ رُسُلِهٖ ۔ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا
اور جو لوگ ایمان لائے ساتھ اللہ اور رسولوں اس کے اور نہ جدائی کی
بَيْنَ ۔ اَحَدٍ ۔ مِّنْهُمْ ۔ اُولٰٓئِكَ ۔ سَوْفَ ۔ يُؤْتِيْهِمْ
درمیان کسی کے ان میں سے یہ لوگ عنقریب دے گا ان کو
اُجُوْرَهُمْ ۔ وَ ۔ كَانَ ۔ اللّٰهُ ۔ غَفُوْرًا ۔ رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ ع
ثواب ان کے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا
اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ
سے کسی کو جدا نہ کیا ان کو ان کے ثواب جلد
٢١ ع ١١ ١ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ ع
دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسولوں کو بالکل نہ ماننے والے اور اس طرح اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنے والے کہ اللہ کو مانیں اور اس کے رسولوں کو نہ مانیں یا تمام رسولوں کو نہ مانیں بلکہ بعض کا اقرار کریں اور بعض کا انکار اور اس طرح اپنی ایک نئی راہ نکالیں کہ نہ پُورا ایمان ہو نہ پُورا کفر۔ یہ سب لوگ ایک ہی زمرے میں ہیں۔ سب کے سب کھلے کافر ہیں۔ یہ لوگ ایماندار اس وقت سمجھے جائیں گے جب اللہ کے ساتھ اُس کے رسولوں کو بھی مانیں اور کسی ایک رسول کا بھی انکار نہ کریں۔ اگر اُنہوں نے ایک کا بھی انکار کر دیا تو کافر ہو گئے لاکھ کہتے رہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ لیکن یہ ماننا ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور وُہ کافر رہیں گے۔ یہی حال یہود اور نصاریٰ کا ہے کہ وُہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور اُس کے رسولوں کو بھی مانتے ہیں لیکن وُہ آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اس لیئے وُہ قرآنی فیصلہ کے مطابق ایمانداروں میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اہلِ کتاب کا یہ دعویٰ بیکار ہے۔ کہ ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ ہمیں ہمارے رسول بچالیں گے۔ کیونکہ اسی اللہ نے جس نے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اُن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے اپنے وقت کا رسول بنا کر بھیجا تھا اب اُن سب کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لیئے زمانہ کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور اُن کو قرآن شریف عطا کیا ہے۔ جو لوگ آپ کو رسول نہ مانیں گے اُن کی بابت قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ اللہ اور پہلے نبیوں کا ماننا اُن کے کچھ کام نہ آئے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ اور اُس کے تمام رسولوں کو ماننے والے ہی ایماندار کہلانے کے مستحق ہیں۔ اُن لوگوں کے لیئے بڑے بڑے ثواب مقرر ہیں اُن کے ساتھ جو وعدے قرآن مجید میں کیئے گئے ہیں وُہ سب پُورے کیئے جائیں گے۔ اُن کے لیئے اللہ کی رحمت اور مغفرت ہر وقت تیار ہے اُن کو آخرت میں پُورا پُورا آرام اور کبھی نہ ختم ہونے والا آرام و سکون میسر ہوگا۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ نے انسان کی رہنمائی اور ہدایت کے لیئے ہر زمانے میں ہر اُمت کے لیئے اپنے رسول بھیجے ہیں ہر اُمت کو اپنے زمانے کے رسول پر اور اس سے پہلے جتنے رسول گزرے ہیں سب پر ایمان لانا لازم و واجب ہے۔ اس زمانے کے لیئے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اُن کے مانے بغیر کسی کی نجات ممکن نہیں۔

اہلِ کتاب کے سوال

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ
درخواست کرتے ہیں تجھ سے اہل کتاب کہ تو آتار لاوے ان پر
كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ
کتاب آسمان سے پس تحقیق مانگی انہوں نے موسیٰؑ زیادہ بڑی چیز
مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً
سے اس پس انہوں نے کہا دکھا ہم کو اللہ کھلم کھلا
فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ج
پس آ پکڑا ان کو بجلی کی کڑک نے بسبب ظلم ان کے
ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا
پھر بنا لیا انہوں نے بچھڑا اس کے پیچھے کہ
جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ج
آئیں ان کے پاس نشانیاں پھر معاف کر دیا ہم نے سے اس
وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾
اور دیا ہم نے موسیٰؑ کو غلبہ ظاہر

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ
تجھ سے اہل کتاب درخواست کرتے ہیں کہ تو ان پر اتار لائے
كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ
آسمان سے لکھی ہوئی کتاب سو موسیٰؑ سے مانگ چکے ہیں
مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً
اس سے بھی بڑی چیز انہوں نے کہا ہمیں دکھا دے اللہ کو بالکل سامنے
فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ج
سو اُن پر بجلی آ پڑی اُن کے گناہ کے باعث
ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا
پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ بہت کچھ
جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ج
نشانیاں پہنچ چکنے کے بعد پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور
وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾
ہم نے موسیٰؑ کو صریح غلبہ دیا۔

اَرِ (دکھا دے) رویہ سے بنا ہے۔ رویہ کے معنی دیکھنا اور ارادۃ کے معنی دکھانا۔

اَلصّٰعِقَةُ (بجلی) صعق سے۔ جس کے معنی ہیں زور سے گرنا یا مدہوش ہو کر ایک دم گر نا یہاں اس سے مراد بجلی ہے جو کڑک کے ساتھ گرتی ہے۔ —— مدینہ میں یہود کے کچھ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ اگر آپ رسول ہیں تو ایک دم لکھی لکھائی پوری کتاب آسمان سے اتری ہوئی لے کر آیئے جیسے کہ حضرت موسیٰؑ یکدم ساری توراۃ لائے تھے۔ ایسی کتاب کے ہم قائل نہیں جو تھوڑی تھوڑی اترے اُن کے جواب میں یہ آیتیں اُتریں —— اس سارے رکوع میں یہی بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب اُن کی بہانہ بازیاں ہیں۔ یہ لوگ سب رسولوں کے ساتھ ایسی ہی گستاخیاں کرتے چلے آئے ہیں اُن سے پوچھو کہ حضرت موسیٰؑ تو ساری توراۃ ایک دم لے کر تمہارے پاس آئے تھے۔ اس کے بعد تم نے انہیں کیوں نہ مانا اور بے ادب لوگوں کا سا مطالبہ پیش کیا اس کے علاوہ طرح طرح کی بیہودہ حرکتیں کیں اے رسولؐ اب تیرے ساتھ بھی یہ اسی طرح پیش آ رہے ہیں ہم تجھے اُن کے کچھ بیہودہ کام اور نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ان کی گستاخیاں بتاتے ہیں۔ یہ بڑے شریر اور فسادی لوگ ہیں ان کو طرح طرح کی سزائیں دی گئیں یہ ڈر کر کچھ باتیں قبول کر لیتے لیکن اس کے بعد پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے تھے۔ اس گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گئے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کی دعا سے زندہ ہوئے اتنی بڑی نشانیاں دیکھ کر بھی انہوں نے اللہ کو نہ مانا بلکہ ایک بچھڑا بنا کر اسے پوجنا شروع کر دیا۔ پھر ان کو اس پر بھی معاف کر دیا گیا اور ان کے مقابلے میں حضرت موسیٰؑ کو بڑائی دی گئی۔

یہود کی زیادتیاں

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ
اور اٹھایا ہم نے اُوپر اُن کے پہاڑ بغرض عہد لینے کے اُن سے

وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّ
اور کہا ہم نے اُن سے داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے اور

قُلۡنَا لَهُمۡ لَا تَعۡدُوۡا فِي السَّبۡتِ
کہا ہم نے اُن سے نہ زیادتی کرو میں ہفتہ کے دن

وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۱۵۴﴾
اور لیا ہم نے ان سے قول مضبوط

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ
اور ہم نے ان پر اقرار لینے کے واسطے پہاڑ اٹھایا

وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّ
اور ہم نے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو

قُلۡنَا لَهُمۡ لَا تَعۡدُوۡا فِي السَّبۡتِ وَ
اور ہم نے کہا کہ ہفتہ کے دن میں زیادتی نہ کرو

اَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۱۵۴﴾
اور ہم نے اُن سے مضبوط قول لیا

سُجَّدًا (سجدہ کرتے ہوئے) ساجد کی جمع ہے جو سجدہ سے بنا ہے یعنی کسی کے سامنے تعظیم سے سر زمین پر ٹیکنا۔

لَا تَعۡدُوۡا (مت زیادتی کرو) عدوان سے بنا ہے جس کے معنی ہیں حد سے گزر جانا۔

غَلِيۡظًا - موٹے اور بھاری کو کہتے ہیں مراد۔ مضبوط اور محکم ہے جو ٹوٹنے والا نہ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے متعلق فرمایا کہ ان سے کہا گیا کہ توراۃ میں جو حکم تمہیں دیئے گئے ہیں ان پر عمل کرو۔ انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ حکم بہت سخت ہیں۔ ان پر عمل کرنا ہمارے بس کا نہیں تو ہم نے پہاڑ کو اُن کے سر پر اٹھا کر کھڑا کر دیا وہ ڈر کے مارے کانپنے لگے کہ اب یہ ہمارے سر پر گرا اور ہم پس کر چکنا چور ہوئے اس طرح انہوں نے توراۃ پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ اس عہد و پیمان کے بعد اُن کو حکم ہوا کہ اس شہر میں سجدہ کرتے ہوئے اللہ کے سامنے سر جھکا کر داخل ہوں انہوں نے اس کی بھی نافرمانی کی اُس کی سزا میں اُن کے اندر طاعون پھیلا اور ہزاروں مر گئے اس کا ذکر سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے اور ایک حکم کو توڑا اُن سے کہا گیا تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کرنا اس کا اُن سے بہت مضبوط اور پختہ قرار لیا گیا تھا اتفاق سے ہفتہ ہی کے دن مچھلی کثرت سے آتی تھی اُن سے نہ رہا گیا انہوں نے ایک چال چلی جس سے مچھلی کو ہفتہ کے دن پکڑا تو نہیں لیکن حوض ایسے بنائے کہ ہفتہ کے دن مچھلی اس میں آ جائے اور پھر نکل نہ سکے اور اتوار کے دن وہ پکڑ لیں صاف ظاہر ہے کہ یہ کام کرنا حکم کے خلاف تھا اس کی سزا میں ان کو بندر بنا دیا گیا۔ پہلے سورہ بقرہ میں بھی اُس کا ذکر آ چکا ہے۔

ایسے لوگ دنیا کی عزت۔ مال و دولت اور فوج و لشکر ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں عالم غیب کے قائل نہیں ہوتے ظاہری چیزوں ہی کو اہمیت دیتے ہیں۔ اللہ رسول اور اُن کے احکام ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔ نہ اللہ کی کتابوں کو مانتے ہیں۔ نہ اس کے فرشتوں کی کوئی حقیقت سمجھتے ہیں۔ آخرت کے حساب کتاب کو گھڑی ہوئی بات قرار دیتے ہیں۔ لیکن اُن کے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ اُن کو اللہ کے مقرر کیے ہوئے قوانین کے مطابق پوری پوری سزا دنیا اور آخرت میں مل کر رہے گی۔

یہودیوں کی بداعمالیاں

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾

بوجہ ان کا توڑنا عہدپیمان اپنا اور انکاران کا آیات اللہ اور ان کا قتل کرنا نبیوں کو بغیر حق اور کہناان کا ہمارے دل ڈھکے ہوئے بلکہ مہرکوی اللہ اُن پر بہ سبب اُن کے کفر کے پس نہیں ایمان لاتے مگر تھوڑے

(انہیں سزاملی) ان کی عہدشکنی اور اللہ کی آیات کے انکار کرنے پر اور ناحق پیغمبروں کے قتل کرنے پر اور اُن کے یہ کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر کفر کے سبب مہر کردی سو ایمان نہیں لاتے مگر کم

مِیْثَاق: قول وقرار اور عہدوپیمان یہ لفظ وثوق سے بنا ہے جس کے معنی ہیں بھروسہ کرنا میثاق کے معنی ہیں۔ قابل وثوق وعدہ۔

غُلْف: (ڈھکے ہوئے) اغلف کی جمع ہے۔ جو غلاف سے بنا ہے اغلف وہ شئی جو غلاف میں یوں چھپی ہو کہ باہر کی کوئی چیز اس تک نہ پہنچے۔

طَبَعَ: (مہر لگائی) طبع سے ہے جس کے معنی ہیں چھاپنا۔ چھاپا لگانا کوئی جمنے والی چیز رکھ کر اسے اُوپر سے عام طور پر مہر سے دبا دینا۔ تاکہ خوب جم جائے اور مہر کے حرف اس پر اُبھر آئیں اس سے اندر کی چیز کی خوب حفاظت ہوجاتی ہے۔ اور باہر کی کوئی چیز اندر نہیں جاسکتی

پچھلی آیتوں میں ذکر کیا گیا تھا۔ کہ یہودیوں کو بہت سی سزائیں ملیں۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ تمام سزائیں انہیں کیوں ملیں شاید ہی دنیا میں کسی اور قوم نے اتنی ڈھٹائی کی ہو۔ اور پھر کامل تباہی سے بچ رہی ہو۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ وہ بچے رہے اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اختیار کر لیتے تو یقیناً دنیا میں بھی بڑے مرتبے والے ہوگئے ہوتے اور آخرت بھی سنور گئی ہوتی۔ لیکن ان کی شامتِ اعمال نے ان کو انتہائی بدقسمتی کا شکار کر دیا اور اسلام جیسی بڑی نعمت سے محروم رہ گئے۔

ارشاد ہے ان کی یہ گت اس لیے بنی کہ انہوں نے پکے قول وقرار اور پختہ عہدوپیمان کر کے کچے دھاگے کے طرح توڑ کر رکھ دیا اور کھلم کھلا ان کے خلاف کام کرنے لگے۔ وہ اللہ کی صاف صاف اور کھلی نشانیوں کا انکار کر بیٹھے ہیں کہ سارے احکام کو پیٹھ پیچھے پھینک کر بیٹھ رہے اللہ کی سیدھی راہ بتانے والے نبیوں کو جان سے مارا۔ حالانکہ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ ایسے سچے خیرخواہوں کو یوں بیٹھے بٹھائے قتل کر ڈالنے سے بڑھ کر سخت دلی اور بے ایمانی کی نشانی کیا ہوسکتی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سُن کر ڈھٹائی سے جواب دیا کہ ہمارے دل تک تمہاری بات پہنچ نہیں سکتی۔ کیونکہ اُن کو غلاف کے اندر احتیاط سے چھپا دیا گیا ہے۔ تمہارے الفاظ باہر ہی باہر رہتے ہیں دل کے اندر جانے کا انہیں راستہ ہی نہیں مل سکتا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُن کے اُوپر سخت سخت عذاب نازل ہوئے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ اُن کے کفر اور گمراہی کی بدولت اُن پر اللہ کی طرف سے مُہر لگ گئی ہے اب وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اُن کے تھوڑے سے آدمیوں کے سوا جو ایمان لے آئے ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لیے ہدایت سے محروم کر دیے گئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ سے یہود کا سلوک

وَّ بِ۔ کُفْرِ۔ ھِمْ۔ وَ۔ قَوْلِ ھِمْ۔ عَلٰی۔ مَرْیَمَ۔ بُھْتَانًا
اور بوجہ کفر اُن کے اور کہنے اُن کے اُوپر مریم جھوٹ

عَظِیْمًا ﴿١٥٦﴾ وَّ۔ قَوْلِ ھِمْ۔ اِنَّا۔ قَتَلْنَا۔ الْمَسِیْحَ۔ عِیْسَی
بڑا اور کہنے کے ان کے ہم نے قتل کیا مسیح عیسٰی

ابْنَ۔ مَرْیَمَ۔ رَسُوْلَ۔ اللّٰہِ۔ وَ۔ مَا۔ قَتَلُوْ۔ ہُ۔ وَ۔ مَا
بیٹے مریم رسول اللہ اور نہ قتل کیا اس کو اور نہ

صَلَبُوْ۔ ہُ۔ وَ۔ لٰکِنْ۔ شُبِّہَ۔ لَھُمْ۔ وَ۔ اِنَّ۔ الَّذِیْنَ
سُولی دی اس کو اور بلکہ صورت بن گئی اُن کے لیئے اور بیشک جو لوگ

اخْتَلَفُوْا۔ فِیْہِ۔ لَ۔ فِیْ۔ شَکٍّ۔ مِّنْہُ
اختلاف کرتے ہیں اس میں البتہ میں شک اس میں

وَّبِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا
اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان

عَظِیْمًا ﴿١٥٦﴾ وَّقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی
باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسٰی بن

ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ۚ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا
مریم کو جو اللہ کا رسول تھا اور نہ انہوں نے اس کو

صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِیْنَ
مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ بلکہ اُن کے آگے وہی صورت بن گئی اور جو

اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ ۭ
لوگ اسمیں مختلف باتیں کرتے ہیں وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں

شُبِّہَ (صورت بن گئی) تَشْبِیْہٌ سے بنا ہے جس کی اصل "شباہت" ہے۔ اس سے لفظ مشابہت بھی بنا ہے۔ شباہت کے معنی ہیں کسی کے ساتھ صورت ملنا اور یکساں شکل کا ہونا۔ تشبیہ کے معنی ہیں۔ ایک چیز کو دوسری سے ملانا۔ اور ان دونوں کی شکل ایک کرکے دکھانا۔ یہاں اس سے مراد ہے کہ ان کی آنکھوں میں ایک شخص کی شکل حضرت عیسٰیؑ کی سی دکھائی دینے لگی۔

اس آیت میں یہود کی اُن برائیوں کا ذکر ہے جو انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے ساتھ کیں۔ اوّل تو ایمان لانے سے صاف انکار کردیا۔ اور اس کے لیے عجیب عجیب شرطیں پیش کیں۔ جیسا کہ اُنہوں نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ اُنہوں نے بہت سے معجزے اور اپنی سچائی کی نشانیاں انہیں دکھائیں۔ لیکن وُہ ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ اُلٹے اُن کے دشمن ہوگئے۔ اُن کی والدہ ماجدہ حضرت مریم پر گناہ کا الزام لگایا۔ جو بالکل جھوٹ تھا۔ وُہ بالکل پاک دامن تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سرکشی اور کہنا نہ ماننا ان کی عادتیں بہت پرانی اور گہری تھیں۔

یہودی صرف اس صورت میں ہی حکم مانتے تھے۔ جب اُن کے سر پر کوئی زبردست طاقت مارنے پیٹنے کے لیے تیار کھڑی ہو۔ اس وقت خوف اور ڈر سے دب کر مجبوراً فرمانبردار ہوجاتے۔ لیکن سر پر سے ڈنڈا ہٹتے ہی پھر ویسے ہی ہوجاتے۔ اُنہوں نے اپنے خیال میں حضرت عیسٰیؑ کو پکڑ لیا اور سُولی پر چڑھادیا۔ اور پھر شیخی بگھارتے پھرے کہ ہم نے حضرت مسیح کو مار ڈالا۔ یہ اُن کی زبردست گستاخی تھی۔ لیکن قرآن مجید نے صاف کہا ہے کہ اُن کا یہ دعوٰی غلط ہے۔ اُنہوں نے ایک اور شخص کی شکل سے دھوکہ کھا کر اُسے پکڑ کر قتل کردیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت عیسٰی کو نہ قتل کیا اور نہ سُولی دی یہودی اُس وقت سے آج تک اِسی دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور شک و شبہ میں گرفتار ہیں۔ نرے یہودی ہی نہیں۔ بلکہ اور لوگ بھی حضرت عیسٰی کے قتل کی بابت شُبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور اس بارے میں اُن کی ساری باتیں محض قیاس اور خیال پر مبنی ہیں۔

حیات و ممات مسیح

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ
نہیں ان کو اس کی کچھ خبر مگر پیروی گمان کی اور
مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝۱۵۷ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَ
نہیں قتل کیا اس کو یقیناً بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ اپنی طرف اور
كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۵۸ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ
ہے اللہ زبردست حکمت والا اور نہیں کوئی اہل
الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ
کتاب البتہ ضرور یقین کریگا ساتھ اس کے پہلے موت کے اسکی اور
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝۱۵۹
دن قیامت ہوگا وہ ان کے اوپر گواہ

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ
ان کو اس کی کچھ خبر نہیں۔ صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اسے
مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝۱۵۷ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَ
یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف
كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۵۸ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ
اٹھا لیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے اور اہل کتاب کے جتنے
الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ
فرقے ہیں سو عیسیٰ پر یقین لادیں گے اس کی موت سے پہلے
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝۱۵۹
اور وہ قیامت کے دن اُن پر گواہ ہوگا۔

الظَّنُّ (گمان اور خیال) ایسی بات جس کی بنیاد حقیقت پر نہ ہو۔ بلکہ محض اٹکل ہو۔

رَفَعَ (اُٹھایا) رفع مصدر ہے۔ اس کے معنی بلند کرنے اور اٹھا لینے کے ہیں۔

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی بابت یہودی اور دوسرے لوگ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں جس وقت لوگ اُن کے قتل کے ارادے سے ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ تو پہلے ایک شخص اندر گیا۔ اس کے بعد اور لوگ اندر گئے۔ انہیں ایک ہی آدمی اندر ملا جس کا چہرہ انہیں بالکل حضرت عیسیٰؑ کا سا نظر آیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد جو غور سے دیکھا۔ تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو (حضرت) عیسیٰؑ کا ہے۔ لیکن ہاتھ پاؤں ہمارے آدمی کے سے ہیں۔ جو ہم سب سے پہلے اندر آیا تھا۔ کسی نے کہا کہ یہ اگر عیسیٰ نہ تھے ہمارا آدمی تھا تو وہ کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ تھے۔ تو ہمارا آدمی کہاں گیا۔ غرض اسی شک و شبہ کی حالت میں رہے۔ آج تک حضرت عیسیٰؑ کی بابت اپنی اپنی رائے ظاہر کر رہے ہیں۔ اصل بات کسی کو معلوم نہیں۔ فقط اٹکل اور گمان سے رائے قائم کرتے ہیں اس کے آگے آیت میں اصل واقعہ ظاہر کیا گیا ہے اور ایسے صاف لفظوں میں ظاہر کیا گیا ہے کہ سمجھنے میں غلطی ہو ہی نہیں سکتی ارشاد ہے کہ یہ یقینی بات ہے۔ کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ ہوا یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور ان کے اپنے آدمی کی شکل ان کو حضرت عیسیٰؑ کی سی نظر آئی۔ اس کو انہوں نے قتل کر دیا۔ اللہ بڑی قدرت اور طاقت والا ہے کسی بات کے کرنے سے عاجز نہیں جس وقت کسی بات کے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ظہور میں آ جاتی ہے چاہے کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اور پھر فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کی بابت سارے اہل کتاب آخر میں ایمان لے آئیں گے۔ پھر قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ ان لوگوں کے متعلق گواہی دیں گے۔

یہودیوں پر سختی

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
ظلم کی وجہ سے ان لوگوں میں سے یہودی ہوئے حرام کیں ہم نے اُن پر
طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ
پاکیزہ چیزیں جو حلال تھیں اُن پر اور اُن کے روکنے سے
سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا
راستے اللہ بہت اور اُن کا لینا سود
وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ
اور حالانکہ منع کیے گئے تھے وہ اس سے اور اُن کے کھانے مالوں لوگوں
بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ
باطل اور تیار کیا ہے ہم نے واسطے کافروں کے ان میں سے
عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾
عذاب درد ناک

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے ان پر حرام کیں بہت
طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ
سی پاک چیزیں جو اُن پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا
کی راہ سے بہت اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے
وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ
اور ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال
بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ
ناحق کھاتے تھے اور ہم نے تیار کر رکھا ہے واسطے کافروں کے جو
عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾
ان میں ہیں درد ناک عذاب

پچھلی آیتوں میں یہود کی شرارتیں اور بُری باتیں بیان ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے سورۂ بقرہ میں بھی بہت کچھ بیان ہو چکی ہیں جس سے ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا سمجھ لینا آسان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان سے ہر ایک میل جول رکھنے والے نے ذاتی تجربے سے بھی ان کو ایسا ہی پایا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہودیوں کی ہٹ دھرمی اور بے دھڑک گناہ کرنے کی وجہ سے انہیں حکم بھی سخت سے سخت دیے گئے۔ اس کے بغیر ان کے مزاج ذرا بھی درست نہیں ہو سکتے تھے۔

مثل مشہور ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ ان کو سزائیں بہت سخت دی گئیں۔ پھر بھی وُہ اتنے سخت تھے کہ تھوڑی دیر کے لیئے ٹھیک ہو جاتے۔ اور پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے پہلے پہلے جو آسانیاں شریعت نے انہیں دے رکھی تھیں۔ وُہ سخت کر دی گئیں۔ اور بہت سی حلال چیزیں حرام کر دی گئیں۔ مثلاً ان پر کھانے کی اکثر چیزیں حلال تھیں۔ اور شریعت بھی زیادہ سخت نہ تھی۔ لیکن انہوں نے ایسی شرارتیں اور زیادتیاں کیں۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لائے۔ تو اس میں ان کو سخت حکم دیے گئے اور وُہ اُن بہت سی چیزوں سے محروم کر دیے گئے جو پہلے اُن کے لیئے حلال تھیں۔

ایسی سخت شریعت اُن کو اس لیئے دی گئی۔ کہ اُن کے مزاج آسانیوں کی وجہ سے قابو سے باہر ہو چکے تھے وُہ قانون کی حد سے باہر نکل گئے تھے۔ لوگوں کو اللہ کے مقرر کیئے ہوئے راستہ سے روکنا اُن کا ایک مقرر شغل ہو گیا تھا وُہ سود کھانے میں ذرا بھی برائی نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ اس سے اُن کو منع کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور غلط طریقوں سے بھی لوگوں کے مال چھینتے تھے کبھی لُوٹ مار سے۔ کبھی دھوکا دے کر۔ کبھی بہلا پھسلا کر غرض جس طرح ہو سکتا۔ بے دھڑک دوسروں کا مال ہضم کر جاتے تھے۔

اجرِ عظیم

لٰکِنِ۔ الرّٰسِخُوْنَ۔ فِی۔ الْعِلْمِ۔ مِنْهُمْ۔ وَ
لیکن وُہ جو پختہ ہیں میں علم اُن میں سے اور
الْمُؤْمِنُوْنَ۔ یُؤْمِنُوْنَ۔ بِمَآ۔ اُنْزِلَ۔ اِلَیْكَ۔ وَ
ایمان والے ۔ یقین رکھتے ہیں ساتھ اس کے جو نازل کیا گیا تیری طرف اور
مَآ۔ اُنْزِلَ۔ مِنْ۔ قَبْلِكَ۔ وَ۔ الْمُقِیْمِیْنَ۔ الصَّلٰوةَ
جو نازل کیا گیا تجھ سے پہلے اور قائم رکھنے والوں نماز
وَ۔ الْمُؤْتُوْنَ۔ الزَّكٰوةَ۔ وَ۔ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ بِاللّٰهِ۔ وَ
اور دینے والے ہیں زکوٰۃ اور ایمان لانے والے ہیں اللہ پر اور
الْیَوْمِ۔ الْاٰخِرِ۔ اُولٰٓئِكَ۔ سَنُؤْتِیْهِمْ۔ اَجْرًا۔ عَظِیْمًا (۱۶۲)
دن ۔ قیامت کے یہ لوگ ہیں کہ ہم عنقریب دیں گے ان کو ثواب بڑا

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ
لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور
الْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ
ایمان لانے والے ہیں وہ اس کو مانتے ہیں جو تجھ پر نازل ہُوا اور
مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ
جو تجھ سے پہلے نازل ہُوا (آفرین ہے) نماز پر قائم رہنے والوں کو
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور اللہ پر یقین رکھنے والے ہیں اور
الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا (۱۶۲) ع
قیامت کے دن پر سوالیوں کو ہم جلد بڑا ثواب دیں گے

الرّٰسِخُوْنَ (پختہ) راسخ کی جمع ہے۔ جو رسوخ سے بنا ہے۔ رسوخ کے معنی ہیں۔ کسی چیز کے اندر جم کر بیٹھ جانا۔ راسخ کے معنی ہیں جم جانے والا گڑ جانے والا۔

الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (وُہ لوگ جو علم کے اندر گڑے ہوتے ہیں) یعنی علم میں پختہ اور مضبوط ہو چکے ہیں۔ علم کی گہرائی تک پہنچ چکے ہیں اور اُن کے دل شک و شبہ سے ڈگمگاتے نہیں۔

الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ۔ اس کے پہلے ایک اور لفظ ہے جو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن سُننے والا اُسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ ترجمہ میں اسی لفظ کا مطلب شاباش۔ آفرین۔ مرحبا سے ادا ہو جاتا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں ذکر تھا کہ یہود بڑے ظالم ہیں۔ بے کھٹکے ایسی باتیں کر بیٹھتے ہیں جو قانون کے اندر گناہ ہیں اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے دل میں خُدا کا خوف نہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اُن میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی سمجھ تیز ہے۔ اور وُہ بات کی تہ کو پہنچتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دنیا کی لذتیں چند ساعت سے زیادہ کی نہیں اور اگر گھنٹوں کی بھی ہوئیں تو کیا ہے، یہ سب کچھ تندرستی اور بدن کی قوت پر موقوف ہے لیکن یہ دونوں بدلنے والی چیزیں ہیں۔ ان کے بغیر مال بھی بے کار ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرنے کے بعد کی جو زندگی ہوگی۔ اس میں بیماری اور موت کا نام نشان نہیں۔ اور نہ لذّت منٹوں یا گھنٹوں یا دنوں میں ختم ہونے والی ہے۔ بلکہ ہر وقت اور ہمیشہ لذّت ہی لذّت ہے اور اس کے لیئے فقط یہی تو کرنا ہے۔ کہ اللہ کو مان کر اس کے رسولوں اور کتابوں کو ماننا ہے۔ اور اسی کے حکم پر چلنا ہے۔ مال کی زکوٰۃ دینی ہے۔ آخرت پر ایمان لانا ہے۔ نماز پڑھنی ہے بیہودہ لذتوں اور نقصان دینے والی چیزوں کو چھوڑنا ہے۔ جو لوگ یہ راستہ اختیار کرتے ہیں اُن کے لیئے بہت بڑا انعام دوسری زندگی میں تیار ہے۔ عقلمند لوگ یہی راستہ اختیار کرتے ہیں۔

اللہ کی وحی

إِنَّآ ۔ اَوْحَيْنَآ ۔ اِلَيْكَ ۔ كَمَآ ۔ اَوْحَيْنَآ ۔ اِلٰى نُوْحٍ ۔ وَّ
بیشک ہمنے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے طرف نوح اور
النَّبِيّٖنَ ۔ مِنْۢ ۔ بَعْدِهٖ ۚ وَ ۔ اَوْحَيْنَآ ۔ اِلٰٓى ۔ اِبْرٰهِيْمَ
نبیوں کے سے بعد اس کے اور وحی بھیجی ہم نے طرف ابراہیم
وَ ۔ اِسْمٰعِيْلَ ۔ وَ ۔ اِسْحٰقَ ۔ وَ ۔ يَعْقُوْبَ ۔ وَ ۔ الْاَسْبَاطِ ۔ وَ
اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور
عِيْسٰى ۔ وَ ۔ اَيُّوْبَ ۔ وَ ۔ يُوْنُسَ ۔ وَ ۔ هٰرُوْنَ ۔ وَ ۔ سُلَيْمٰنَ ۚ
عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان
وَ ۔ اٰتَيْنَا ۔ دَاوٗدَ ۔ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَ ۔ رُسُلًا ۔ قَدْ ۔ قَصَصْنٰهُمْ
اور دی ہمنے داؤد کو زبور اور رسول کہ بیان کیا ہم نے ان کو
عَلَيْكَ ۔ مِنْ ۔ قَبْلُ ۔ وَ ۔ رُسُلًا ۔ لَّمْ ۔ نَقْصُصْ ۔ هُمْ
تجھ پر اس سے پہلے اور رسول کہ نہیں بیان کیا اُن کو
عَلَيْكَ ۔ وَ ۔ كَلَّمَ ۔ اللّٰهُ ۔ مُوْسٰى ۔ تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾
تجھ پر اور بات کی اللہ موسٰی بول کر

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ
ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے نوح پر وحی بھیجی اور
النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ
نبیوں پر جو اس کے بعد ہوتے اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور
وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ
اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُس کی اولاد پر اور
عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ
عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر
وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ
اور ہم نے داؤد کو زبور دی اور بھیجے ایسے رسول جن کا احوال
عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
ہم نے تجھ کو اس سے پہلے سنایا اور ایسے رسول جن کا احوال تجھ کو نہیں
عَلَيْكَ ۚ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾
سنایا اور اللہ نے موسٰی سے بول کر باتیں کیں

اَوْحَيْنَا (ہم نے وحی بھیجی) ''ایحاء'' سے ہے جو وحی سے بنا ہے۔ وحی کے معنی ہیں چھپ کر اس طرح کچھ کہنا کہ آواز آئے اور بولنے والا نہ دکھائی دے۔ دوسرے معنی ہیں اشارہ کرنا یا فرشتہ کے ذریعے پیغام بھیجنا۔ اس لیے ''اوحینا'' کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے اپنی آواز سنا کر یا فرشتہ بھیج کر تھوڑا تھوڑا یا ایک دم پیغام اپنے نبیوں کو بھیجا۔

اَسْبَاط : سبط کی جمع ہے اس کے اندر بیٹے۔ پوتے اور آگے اُن کی اولاد سب شامل ہے۔

كَلَّمَ (بات کی) تکلیم سے ہے۔ جس کے معنی ہیں بات کرنا اور یہ کلام ہی سے بنا ہے یعنی بولنا۔ بات کرنا۔

حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم کو مخاطب کر کے ارشادِ الٰہی ہے کہ ہم نے تم پر وحی بھیجی۔ جیسے اس سے قبل حضرت نوحؑ ... ہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب علیہم السّلام۔ اُن کی اولاد۔ حضرت عیسٰی۔ ایّوب۔ یُونس۔ ہارون اور سلیمان علیہم السلام پر وحی کی اور حضرت داؤدؑ کو زبور کتاب دی تھی اور حضرت موسٰیؑ سے کلام کیا تھا۔ اُن کے علاوہ اور بھی بے شمار نبی اور رسول آئے۔ جن کا ذکر ... مجید میں نہیں آیا ہے۔ ان آیات سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نبوت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی نئی بات نہیں۔ ابتداء سے یہ سلسلہ ... ی ہے۔ آپ اس مقدس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر نبی آئے مسلمان اُن سب کو سچا مانتے ہیں۔ خواہ اُن کے نام اور حالات بھی معلوم نہ ہوں۔

اللہ کی شہادت

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾

رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ نہ ہو آدمیوں کے لئے اللہ پر بہانہ بعد رسولوں اور ہے اللہ زبردست حکمت والا لیکن اللہ گواہی دیتا ہے بابت اسکے اتارا تیری طرف اُس کو اتارا اس کے علم کے ساتھ اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ ہی گواہ بیشک جنہوں نے کفر کیا اور روکا سے راہ اللہ تحقیق بہٹ گئے راستہ دُور

پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے بھیجے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر رسولوں کے بعد الزام کا موقعہ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے لیکن اللہ اس پر شاہد ہے جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ اپنے علم کے ساتھ نازل کیا ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ حق ظاہر کرنے والا کافی ہے جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ سے روکا وُہ بھٹک کر دُور جا پڑے

لِئَلَّا: اصل میں یہ تین حرف ہیں۔ لِ۔ اَنْ۔ لَا اس کے معنی ہیں (تاکہ ۔ نہ) لکھنے میں لئلا لکھا جاتا ہے بیچ میں سے نون اڑجاتا ہے۔

صَدُّوْا: (روکا) "صد" سے ہے جس کے معنی ہیں باز رکھنا اور روکنا ضَلُّوْا (راہ سے بھٹک جانا) "ضلال" سے بنا ہے جس کے معنی ہے راستہ کھودینا ـــــ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا: ٹھیک راستہ چھوڑ کر غلط راستہ پر ہو لیئے اور بہت دُور نکل گئے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے اس سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن کا کام یہ تھا کہ نیک کام کرنے والوں کو خوشخبری دیں کہ اللہ کی طرف سے اُن کو ان نیک کاموں کا بہت اچھا بدلہ ملے گا۔ اور بُرے کام کرنے والوں کو ڈرادیں کہ آفتوں میں مبتلا ہوں گے۔ رسول اس لیئے بھیجے کہ لوگ اللہ کے سامنے یہ عذر اور بہانہ نہ کرسکیں کہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں ہوا کہ ٹھیک راستہ کون سا ہے۔ معلوم ہو جاتا تو ہم ضرور اس پر چلتے۔ رسولوں کے بھیجنے کے بعد اب وُہ یہ بات نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ انہوں نے لوگوں کو صاف صاف بتا دیا کہ اس راستہ پر چلو۔ اب اگر وُہ لوگ ان کی بات کو نہ مانیں تو اُن کی پکڑ ہوگی۔

اللہ چاہتا تو زبردستی سب کو سیدھے راستے پر چلاتا۔ کیونکہ وُہ بڑی قدرت اور قوّت والا ہے لیکن اس کی حکمت اور تدبیر نے یہ چاہا کہ انسان کو اختیار دے۔ اور اس کے کاموں کی اسے جزا سزا ملے۔ پھر فرمایا کہ قرآن مجید کو ہم نے تمام زمانوں کے لیئے پوری پوری ہدایت کرنے والا مقرر کردیا ہے اور ہم اس کی گواہی دیتے ہیں اور تمام فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں کہ اس میں انسان کی ضروریات کی تمام چیزیں موجود ہیں۔

کفّار کے لئے جہنّم

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ
بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور ظلم کیا نہیں ہے اللہ
لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾
کہ بخشے ان کو اور نہ یہ کہ دکھائے اُن کو راہ
اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا
سوا راہ دوزخ کے رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾
اور ہے یہ اُوپر اللہ آسان

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ
جو لوگ کافر ہوئے اور جنہوں نے حق دبا رکھا۔ اللہ ہرگز
لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾
انہیں بخشنے والا نہیں اور نہ اُن کو سیدھی راہ دکھائے گا
اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا
مگر دوزخ کی راہ کہ اُس میں ہمیشہ رہا کریں گے
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾
اور یہ اللہ پر آسان ہے

ظَلَمُوْا (حق دبا رکھا) ظُلم سے ہے جس کے معنی ہیں۔ نقصان پہنچانا اور دوسروں پر زیادتی کرنا۔ پہلی آیت میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو اور اُس کے دین کو نہیں مانتے۔ وُہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ وُہ غلط راستہ پر پڑ کر بہت دُور نکل گئے ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کفر کرنے والے اور اللہ کو نہ ماننے والے اپنے اُوپر اور دوسروں پر زیادتیاں کرنے والے ہیں۔ وُہ سیدھے راستہ سے ہٹ چکے ہیں اور آخر تباہی کی طرف پہنچ کر رہیں گے۔ اُن کے لیئے اب سیدھے راستے پر آنے کا کوئی موقعہ ہی نہیں وُہ اس غلط راستے پر بہت دُور نکل گئے ہیں۔ اگر اب کوئی اُنہیں صحیح راستہ بتائے گا تو وُہ اُن کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ جس راستہ پر وُہ چل رہے ہیں وُہ انہیں اچھا خاصا معلوم ہوتا ہے۔ قدم قدم پر اُن کی دلی خواہشیں پُورا ہونے کا سامان ہے۔

اگر وُہ کسی سے پُوچھتے بھی ہیں۔ تو اسی راستہ کی زیادہ آسانیاں حاصل کرنے کی تدبیریں پُوچھتے ہیں۔ صحیح راستے کا انہیں خیال بھی نہیں آتا۔ اللہ کو تو مانتے ہی نہیں اور نہ اس سے ہدایت طلب کرتے ہیں۔ اللہ کو بھی ان کی پرواہ نہیں ہے۔ وُہ انہیں اسی راستہ پر چلنے دے گا جو انہوں نے اپنے لیئے پسند کیا ہے۔ اس کے ہاں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ سیدھے راستہ پر چلنے کے لیئے کسی پر زبردستی نہیں کرتا۔ یہ راستہ جو انہوں نے اختیار کیا ہے غلط ہے۔ اس لیئے وُہ جہنم پر جا کر ختم ہو گا۔ اور اُسی میں لے جا کر اُنہیں جھونک دے گا۔ اس صُورت میں اُن کے بچنے اس سے بچنے کی کوئی صُورت نہیں۔ اور نہ اُس میں سے کبھی نکل سکتے ہیں۔ ہمیشہ اُسی میں پڑے رہیں گے۔

اللہ کے لیئے یہ آسان ہے کہ اُن کو اُن کے کیئے کی سزا دے اگر اُن کو سزا ملے گی تو ظاہر ہے وُہ انہوں نے خود ہی اپنے سر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لیئے وُہی راستہ آسان کر دیتا ہے جسے وُہ انسان اختیار کرتا ہے یہ اُس کا مقرر کیا ہُوا قانون ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا مختصر یہ کہ انسان کو ارادہ میں اختیار بخشا گیا ہے اور قانون الٰہی یہ ہے کہ انسان جو ارادہ کرے اس کے لیئے اسباب و وسائل مہیا ہو جاتے ہیں اس ارادہ کی بنا پر انسان نیک و بد کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے۔

آخری رسول کی آمد

یٰۤاَیُّھَا۔ النَّاسُ۔ قَدْ۔ جَآءَکُمُ۔ الرَّسُوْلُ
اے لوگو تحقیق آیا تمہارے پاس رسول
بِالْحَقِّ۔ مِنْ رَّبِّکُمْ۔ فَاٰمِنُوْا۔ خَیْرًا۔ لَّکُمْ ؕ
ساتھ ٹھیک بات کے تمہارا رب پس ایمان لاؤ تم بہتر تمہارے لیئے
وَ۔ اِنْ تَکْفُرُوْا۔ فَ۔ اِنَّ۔ لِلّٰہِ۔ مَا۔ فِی۔ السَّمٰوٰتِ
اور اگر تم کفر کروگے پس بیشک اللہ کے لیئے جو کچھ میں آسمانوں
وَ۔ الْاَرْضِ ؕ وَ۔ کَانَ۔ اللّٰہُ۔ عَلِیْمًا۔ حَکِیْمًا ﴿۱۷۰﴾
اور زمین اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ
اے لوگو تمہارے پاس رسول آ چکا
بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ؕ
تمہارے رب کی طرف سے حق بات لے کر سو مان لو تاکہ تمہارا بھلا ہو
وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
اور اگر نہ مانوگے تو سب کچھ اللہ کا ہے آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ﴿۱۷۰﴾
اور زمین میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

حَکِیْمٌ (حکمت والا) اللہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بار بار آئی ہے " حکمت " سے بنا ہے۔ حکمت کے معنی ہیں ایسی بات کرنا جس میں بہتری ہو، ظاہر ہے کہ یہ وہی کر سکتا ہے جو سب کچھ جانتا ہو اور معلومات کو اس طرح منظم کر سکتا ہو کہ آخر تک نتیجے اچھے نکلتے جائیں۔

پہلی آیت میں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کسی کو زبردستی سیدھے راستہ پر چلانا نہیں چاہتا۔ ہر انسان کو اپنا راستہ پسند کرنے کا اختیار ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق ارشاد ہُوا تھا۔ کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ اور بُرے کام کیئے۔ اس قاعدے کے مطابق ایسے لوگوں کو اللہ جہنم کے سوا کوئی راستہ نہ دکھائے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ انسان کو اختیار دینے کے بعد۔ اللہ نے رسول بھیج کر سیدھا راستہ سب کو خوب کھول کر بتا دیا ہے رسولوں کا راستہ ایمان کا راستہ ہے۔ ایمان لانا انسان کے لیئے آخر میں بہت اچھا ثابت ہوگا۔ اتنی وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی کفر کرے۔ تو وُہ یاد رکھے۔ کہ اللہ کے قبضۂ قدرت سے نکل کر وُہ کہیں نہیں جا سکتا۔ اس نے انسان کو اس کی برائی بھلائی سمجھا دی ہے۔ دین کے جو قاعدے مقرر کیئے ہیں وُہ سب اچھی طرح جان بوجھ کر کیئے ہیں۔ اور ان کا انجام آخر میں راحت و آرام ہوگا۔

اے لوگو! یہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف سے ٹھیک ٹھیک باتیں لے کر تمہیں صحیح راستہ بتلانے آئے ہیں ان کے کہنے کا یقین کرو۔ ان کی بات مانو۔ اور ایمان لے آؤ۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ یہ تمہیں ایمان کے راستہ پر چلانا چاہتے ہیں جس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ اب اگر ان کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تو یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ ذرا سوچو۔ کہ وُہ تمہارے بھلے کی کہتے ہیں اور اس کا تم سے کچھ بدلہ نہیں چاہتے۔ مال و دولت جمع کرنا اُن کا مقصد نہیں۔ حکومت کا انہیں شوق نہیں۔ تمہاری خیر خواہی کے سوا ان کے دل میں اور کچھ نہیں۔ اگر تم کفر کروگے تو اللہ کا اس میں کچھ نقصان نہیں جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے اس سب کا وُہی مالک ہے۔ تمہارے کفر سے اس کی بادشاہت پر کوئی آنچ نہ آئے گی وُہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اہلِ کتاب کو نصیحت

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا
اے کتاب والو مت حد سے نکلو میں اپنے دین کے اور نہ
تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ
کہو اوپر اللہ مگر ٹھیک بات سوائے اس کے نہیں مسیح
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ
عیسیٰ بیٹا مریم رسول اللہ اور اس کا کلام
اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا
ڈالا اس کو طرف مریم اور روح اس کی ایمان لاؤ
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ
اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور مت کہو تین
اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
رک جاؤ یہی بہتر ہے تمہارے لئے اس کے سوا کچھ نہیں اللہ معبود ایک
سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
پاک ہے وہ اس سے کہ ہو اس کے لیے بیٹا اسی کا ہے جو میں آسمانوں
وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾
اور جو میں زمین اور کافی ہے اللہ کام بنانے والا

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا
اے کتاب والو اپنے دین کی بات میں حد سے نہ نکلو اور اللہ
تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ
کی شان میں نہ کہو مگر پکی بات بے شک مسیح
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ
مریم کا بیٹا ہے وہ اللہ کا رسول اور اس کا کلام ہے
اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا
جس کو مریم کی طرف ڈالا اور اس کے ہاں کی روح ہے سو
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ
اللہ اور اس کے رسولوں کو مانو اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں
اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
اس بات کو چھوڑ دو۔ تمہارے لیئے بہتر ہے بیشک اللہ ایک معبود ہے
سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ اسی کیلئے ہے جو آسمانوں میں
وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾
اور زمین میں ہے اور اللہ کارساز کافی ہے

وقف لازم — ع ۲۳ / ۲

اِنَّمَا (اس کے سوا نہیں) یہ صرف ایسے موقعہ پر آتا ہے جہاں ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں بات یہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ سُبْحٰن (پاکیزگی اور ہر عیب و ہر نقصان سے علیحدگی) یعنی وہ ہر عیب اور ہر نقصان سے پاک ہے اور اسی لیئے باپ ہونے سے بھی جو احتیاج کی علامت ہے۔ کلمتہ بات۔ بول اور حکم۔ اللہ کا ارادہ لفظ کی شکل میں ظاہر ہونا۔

ارشاد ہے کہ دین کی حد سے باہر مت نکلو۔ اور اللہ کی شان میں بس اتنی ہی بات کہو جو تمہیں رسول بتائے کیونکہ حق اور پکی بات وہی ہے اور باقی سب خیالی باتیں اور ڈھکوسلے ہیں۔ عیسیٰؑ مریم کے بیٹے ہیں۔ وہ اللہ کا ایک حکم ہے جو حضرت مریم کی طرف بھیجا گیا وہ اللہ کی روحوں کے خزانوں میں سے ایک روح ہے۔ جو مریم کی طرف اتاری گئی تمہیں چاہیئے کہ اللہ کو جیسے ماننا چاہیئے مانو اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اپنے دل سے ایسی باتیں نہ گھڑو۔ کہ خدا تین ہیں۔ اس سے حضرت عیسیٰ کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔ کہ اس میں سچائی کی ذرا بھی جھلک باقی نہیں رہتی۔ اور اللہ کا تو اتنا گھٹ جاتا ہے کہ عقل مان نہیں سکتی۔ اللہ کی بابت کان کھول کر سن لو کہ وہ اکیلا بغیر کسی شریک کے تمہارا معبود ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے اولاد ہو۔ یوں زمین و آسمان کی ہر شے اسی کی ہے اور اسی کے اختیار میں ہے۔

اللہ کی بندگی کا اقرار

لَن - یَّستَنکِفَ - المَسِیحُ - اَن - یَّکُونَ - عَبدًا
ہرگز نہ عار سمجھے گا مسیح کہ ہووے بندہ
لِّلّٰہِ - وَ - لَا - المَلٰٓئِکَۃُ - المُقَرَّبُونَ ؕ - وَ - مَن
اللہ کا اور نہ فرشتے بلند مرتبے والے اور جو
یَّستَنکِف - عَن - عِبَادَتِہٖ - وَ - یَستَکبِر
ناک بھوں چڑھائے سے اس کی عبادت اور تکبّر کرے
فَ - سَ - یَحشُرُ - ھُم - اِلَیہِ - جَمِیعًا ﴿۱۷۲﴾
پس قریب ہے جمع کرے گا اُن کو اپنی طرف سب کو

لَن یَّستَنکِفَ المَسِیحُ اَن یَّکُونَ عَبدًا
مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو
لِّلّٰہِ وَلَا المَلٰٓئِکَۃُ المُقَرَّبُونَ ؕ وَمَن
اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں اور جس کو
یَّستَنکِف عَن عِبَادَتِہٖ وَیَستَکبِر
اللہ کی بندگی سے عار آئے اور تکبر کرے
فَسَیَحشُرُھُم اِلَیہِ جَمِیعًا ﴿۱۷۲﴾
سو وُہ ان سب کو اپنے پاس اکٹھا جمع کرے گا۔

یَستَنکِفُ عار سمجھے گا " استنکاف " سے ہے جس کے معنی ہیں نفرت ظاہر کرنا ناک بھوں چڑھانا اور کسی بات کو اپنے لئے ذلّت کا باعث سمجھنا۔

اَلمُقَرَّبُونَ (سب سے آگے بڑھے ہوئے) یہ لفظ قُرب سے بنا ہے جس کے معنی نزدیکی کے ہیں اور مقرب کی جمع ہے یعنی وُہ جو کسی کے بہت قریب ہو۔ المَلٰٓئِکَۃُ المُقَرَّبُونَ (سب سے زیادہ قریب فرشتے) حضرت جبرائیل۔ میکائیل اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام اللہ کے مقرب ترین فرشتے شمار کیئے جاتے ہیں۔ وُہ خاص خاص کاموں پر مقرر ہیں۔

اہل کتاب سے کہا گیا ہے کہ مسیح اللہ کا بندہ بننے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ وُہ کبھی اس بات سے منہ نہ موڑیں گے۔ اور نہ بڑے بڑے مقرب فرشتے اس بات سے ناک چڑھائیں گے جو لوگ اللہ کی بندگی سے کتراتے ہیں اور عبادت میں اپنی ذلّت سمجھتے ہیں وُہ اس حقیقت کو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایک دن اپنے پاس اکٹھا کرے گا۔ پھر اُن میں سے جو اُس کے بندے ایمان والے اچھے کام کرنے والے ہوں گے اور اس کا حکم ماننے والے ہوں گے ان کو اس کے بدلے بڑے بڑے انعام دے گا۔ آرام اور اطمینان عطا فرمائے گا اور ان کو خوش کر دے گا۔ لیکن جو لوگ عبادت سے بھاگتے رہے اور اللہ کے آگے سر جھکانے کو اپنی ذلّت سمجھتے رہے وُہ دکھ دینے والے عذاب میں مبتلا ہوں گے انہیں کوئی بھی اس عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

اس سے قبل اہل کتاب کو مخاطب کر کے واضح لفظوں میں اس امر کی ہدایت کر دی گئی تھی کہ دین میں مبالغہ سے کام نہ لیں۔ اللہ کی ذات اس کے احکام اور کتاب کے بارہ میں غلط بیانی اور غلو کو جائز نہ سمجھیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں وُہ کچھ نہ کہیں جو حقیقت کے برعکس اور سچائی سے دور ہو۔ جس بات کو وُہ خود اپنے لیئے باعثِ فخر سمجھتے ہوں تم اس کے اظہار سے کیوں گریز کرتے ہو۔ انہوں نے اللہ کی بندگی میں عار محسوس نہ کی تو تم کون ہوتے ہو کہ اس سے ناک بھوں چڑھاؤ۔

ایمان و عمل کی جزا

فَاَمَّا - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا - وَ - عَمِلُوا - الصّٰلِحٰتِ
پس رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیئے نیک
فَیُوَفِّیْهِمْ - اُجُوْرَهُمْ - وَ - یَزِیْدُهُمْ - مِّنْ
پورا کرے گا ثواب اُن کے اور زیادہ دے گا ان کو سے
فَضْلِهٖ ۚ وَ - اَمَّا - الَّذِیْنَ - اسْتَنْكَفُوْا - وَ
اپنے فضل اور رہے وہ لوگ جنہوں نے ناک چڑھائی اور
اسْتَكْبَرُوْا - فَیُعَذِّبُ - هُمْ - عَذَابًا - اَلِیْمًا ۙ۬
تکبر کیا پس عذاب دے گا اُن کو عذاب دردوالا
وَّ - لَا - یَجِدُوْنَ - لَهُمْ - مِّنْ - دُوْنِ - اللّٰهِ
اور نہ پائیں گے وہ اپنے لیئے سوا اللہ کے
وَلِیًّا - وَّ - لَا - نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾
دوست اور نہ مددگار

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیئے
فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ
تو ان کو اُن کا ثواب پورا دے گا اور زیادہ دے گا اپنے
فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ
فضل سے اور جنہوں نے عار کی اور
اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۬
تکبر کیا سو ان کو دردناک عذاب دے گا۔
وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمائتی
وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾
اور مددگار نہ پائیں گے

فَیُوَفِّیْهِمْ (انہیں پورا دے گا) وَفٰی مادہ ہے۔ ایفا مصدر ہے۔ لفظ وفا بھی اسی سے ہے۔ اس کے معنی ہیں پُورا پُورا دینا۔ بجنسہ لوٹا دینا۔

اَجْرٌ (بدلہ۔ ثواب) اردو زبان میں اجر صرف اچھے بدلہ کو کہتے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں یہ لفظ اچھے بُرے دونوں قسم کے بدلوں کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اچھے بدلے (ثواب) کے معنوں میں آیا ہے۔

اسْتَكْبَرُوْا (تکبر کیا) کبر مادہ ہے۔ استکبار مصدر ہے۔ تکبر بھی اس سے ہے۔ بڑائی، خود ستائی اور خود نمائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو اصل حقیقت سے زیادہ سمجھنا اور ظاہر کرنا۔

وَلِیٌّ (دوست) ولایت۔ تولّی وغیرہ اسی مادہ سے بنے ہیں اس کی جمع اولیا ہے یعنی ساتھی اور دوست۔

اہل کتاب اور ان میں سے خصوصاً یہودیوں کے غلط عقائد بیان کرنے کے بعد اب ارشاد ہوتا ہے کہ اجر و ثواب کے مستحق صرف وُہ لوگ ہیں جن کا ایمان صحیح اور اعمال درست ہیں۔ گویا پاکیزہ زندگی کے لیئے افکار کی پاکیزگی اور درست خیالات کے لیئے اعمال کی درستی لازم و ملزوم ہیں۔ یہ پاکباز اور پاک باطن بندے پورے پورے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کے مزید افضال و انعام کے مستحق ہوں گے۔ لیکن ان خوبیوں سے عار محسوس کرنے تکبر (بڑائی) ظاہر کرنے والے دردناک عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ نہ ان کا کوئی دوست ہوگا نہ حمائتی نہ مددگار۔

اللہ کی سند

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
اے لوگو تحقیق آئی تمہارے پاس دلیل تمہارے رب سے
وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اور اتارا ہم نے تمہاری طرف نور ظاہر پس وہ لوگ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ
جو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور مضبوط پکڑا اس کو پس اس کو ساتھ پس جلد داخل کریگا ان کو
فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ
میں رحمت اپنی اور فضل اور دکھائے گا ان کو
اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٥﴾
اس کی طرف راستہ سیدھا

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند پہنچ چکی ہے
وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اور ہم نے تم پر واضح روشنی اتاری سو جو لوگ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ
اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط پکڑلیا وہ ان کو جلد اپنی رحمت
فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ
میں داخل کرے گا اور فضل میں اور انہیں پہنچاوے گا
اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٥﴾
اپنی طرف سے سیدھے راستہ پر

بُرْهَانٌ (دلیل، سند) قطعی نشانی اور ایسی یقینی دلیل جس کے بعد شبہ باقی نہ رہے عمل کرنا ضروری ہوجائے یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے۔
نُوْرًا مُّبِيْنًا (واضح روشنی) یہاں اس سے مراد قرآن مجید کی روشنی ہے اِعْتَصَمُوْا (مضبوطی سے پکڑلو) اعتصام مصدر ہے جو عصمت سے ہے عصمت کے معنی ہیں بچاؤ۔ اعتصام کے معنی ہیں کسی کو ہاتھ سے مضبوط پکڑ لینا جیسے ڈوبتا ہوا آدمی اپنے بچاؤ کے لیئے ہاتھ سے کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑتا ہے ـــــ پہلی آیت میں وحی کی مختلف شکلیں اور سب کا حق ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کہا گیا تھا کہ یہ آخری رسول تمہارے پاس اصلی سچی بات لے کر آئے ہیں ان کے ماننے میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر نہ مانوگے تو اللہ کا کچھ نہ بگاڑوگے اپنا ہی کچھ بگاڑ لوگے ـــــ اس آیت میں ایک ضروری بات تمام انسانوں کو مخاطب کر کے کہی جاتی ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسا ہدایت نامہ پہنچ گیا ہے جس میں شک وشبہ۔ تردد اور ہچکچاہٹ کی کوئی گنجائش ہی نہیں وہ ایک کھلی ہوئی روشن اور آب وتاب والی روشنی ہے جس میں اچھا برا صاف صاف۔ الگ الگ نظر آتا ہے اور وہ قرآن مجید ہے جن لوگوں کی بینائی درست اور آنکھ قوت والی ہے۔ وہ اس کی روشنی میں سچی باتیں صاف دیکھتے ہیں۔ اور اُن کو فوراً پہچان کر اختیار کرلیتے ہیں جو ایسی روشنی میں حق بات کو نہیں پہچان سکتے۔ اُن کی بینائی خراب ہے یا آنکھ میں کچھ نقص ہے۔

نیک بندے جو سب سے مُنہ موڑ کر ایک اللہ کے ہو رہے ہیں اور اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتے اور قرآن مجید کو مضبوط پکڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ اپنی رحمت سے مالا مال کرے گا۔ اس کی رحمت ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہوگی اور اس کے فضل کی اُن پر بوچھاڑ ہو رہی ہوگی۔ وہ اُن کو سیدھی راہ دکھا دے گا۔

میراث کے باقی حکم

يَسْتَفْتُوْنَ-كَ قُلِ-اللّٰهُ-يُفْتِيْ-كُمْ-فِي-الْكَلٰلَةِ
پوچھتے ہیں حکم۔ تجھ سے کہہ دے ۔ اللہ حکم دیتا ہے۔ تم کو ۔ کلالہ کے بارے میں
اِنِ-امْرُؤٌا-هَلَكَ-لَيْسَ-لَهٗ-وَلَدٌ-وَّ-لَهٗٓ
اگر کوئی مرد مرجائے نہ ہو اس کا۔ کوئی بیٹا اور ہو اس کی
اُخْتٌ-فَ-لَهَا-نِصْفُ-مَا-تَرَكَ وَ-هُوَ
ایک بہن پس اس بہن کا آدھا اُس کا جو اُس نے چھوڑا اور وُہ
يَرِثُ-هَآ-اِنْ-لَّمْ-يَكُنْ-لَّهَا-وَلَدٌ فَ-اِنْ
وارث ہوگا بہن کا اگر نہ ہو اس بہن کا کوئی بیٹا پھر اگر
كَانَتَا-اثْنَتَيْنِ-فَ-لَهُمَا-الثُّلُثٰنِ-مِمَّا
ہوں بہنیں دو پس ان کے لیے دو تہائی اس کا جو
تَرَكَ وَ-اِنْ-كَانُوْٓا-اِخْوَةً-رِّجَالًا-وَّ-نِسَآءً
اس نے چھوڑا اور اگر ہوں وُہ بہت مرد اور عورتیں ملے جلے
فَ-لِلذَّكَرِ-مِثْلُ-حَظِّ-الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ-اللّٰهُ
پھر مرد کے لیئے برابر حصّے دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ
لَكُمْ-اَنْ-تَضِلُّوْا وَ-اللّٰهُ-بِكُلِّ-شَيْءٍ-عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾
تمہارے لیئے تاکہ نہ گمراہ ہو تم اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ
تجھ سے حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دے اللہ تمہیں کلالہ کا حکم بتاتا ہے
اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ
اگر کوئی مرد مرگیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کی ایک
اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ
بہن ہے تو اس کو اس کا آدھا پہنچے گا جو وہ چھوڑ مرا اور وُہ بھائی
يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ
اس بہن کا وارث ہے۔ اگر اس کے بیٹا نہ ہو پھر اگر
كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا
بہنیں دو ہوں۔ تو ان کو اس مال کا دو تہائی پہنچے گا۔ جو
تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً
وُہ چھوڑ مرا اور اگر اس کے رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورت ہوں
فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اللہ تمہارے لیئے بیان کرتا ہے
لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾
کہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

کلالہ (ضعیف اور کمزور) یہاں مراد ایسا شخص ہے جس کا باپ اور اولاد کوئی نہ ہو فقط بھائی بہن ہوں۔

تَضِلُّوْا (تم گمراہ ہو) ضلالت سے بنا ہے اس کے معنی ہیں گمراہی لیکن اس عبارت کا موقع ایسا ہے کہ عربی جاننے والے اس کے ساتھ نہ کا لفظ سمجھ جاتے ہیں۔ اس لیئے اس کا مطلب ہے کہ تم گمراہ نہ ہو۔ اس آیت میں اس سوال کا جواب ہے کہ اگر میت کے باپ ہو نہ بیٹا۔ مگر سگے یا سوتیلے بہن بھائی ہوں تو انہیں کیا حصہ ملے گا۔ سگے بھائیوں کو عربی میں اعیانی کہتے ہیں اور سوتیلے بھائیوں کو یعنی جن کا باپ ایک ہو مگر ماں جُدا جُدا ہوں علاتی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میت کا وارث بھائی بہن کے علاوہ کوئی نہ ہو تو اُن کو میراث اسی طرح ملے گی۔

(۱) اگر وارث کی فقط ایک بہن ہے تو اس کے مرنے والے بھائی کے مال میں سے آدھا مال ملے گا۔ یعنی بہن کا حصہ جب میت کا باپ اور کوئی اولاد نہ ہو بیٹی کے برابر ہے (۲) اگر بہن مرگئی اور وارث فقط بھائی ہے۔ تو بھائی کو بہن کا سارا مال مل جائے گا۔ (۳) اگر بھائی نے دو یا دو سے زیادہ بہنیں چھوڑیں تو ان دونوں کو دو تہائی مال ملے گا (۴) اگر بہت سے بھائی بہن ملے جلے وارث ہیں تو سارا مال ان میں اس حساب سے بٹ جائے گا۔ کہ مرد کا ایک حصہ اور عورت کا آدھا حصہ اللہ یہ نکتے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم وقت پر پریشان نہ ہو جاؤ اور راہ سے بھٹک نہ جاؤ

سورۃ النساء پر ایک نظر

پچھلے سبق میں سورۃ النساء ختم ہوئی اس پر ایک سرسری نظر پھر ڈال لینی چاہیئے۔ تاکہ اس کے مضامین ایک بار نظر کے سامنے آ جائیں۔

اس سورت میں زیادہ تر عورتوں کے حقوق کا بیان کیا گیا ہے۔ یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا ذکر ہے۔ منافقوں کی نامناسب حرکتیں ظاہر کی گئی ہے میراث کے بانٹنے کے قاعدے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدے بتا کر اُن کو درست کرنے کی ہدایت کی گئی ہے یہ باتیں اِس سُورت میں کیوں ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ذیل کی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

سورۃ النسا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد ۴ھ کے آخری حصہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ۲ھ میں بدر کی مشہور لڑائی ہو چکی تھی جس میں مسلمانوں کو کافروں پر پوری فتح حاصل ہوئی تھی پھر ۳ھ میں مکہ کے لوگ مدینہ پر چڑھ آئے اور مسلمان مدینہ سے باہر اُحد کے مقام پر آ کر اُن کے مقابلے کے لیے جمع ہوئے لڑائی ہوئی اور پہلے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس کے بعد بعض لوگوں کو غلطی سے یہ فتح شکست میں بدل گئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے" اُن کی اولاد یتیم ہو گئی۔ اس لڑائی کا ذکر اس سے پہلے سورت آلِ عمران میں آ چکا ہے۔

اُحد کی اس لڑائی میں منافقوں نے بہت ستایا۔ لڑائی سے پہلے ہی اپنے آدمیوں کو لے کر مسلمانوں سے الگ ہو گئے پھر بھی مسلمانوں کی فتح ہوئی لیکن ذرا سی غلطی سے پانسہ پلٹ گیا۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ یہ سارا نقصان اس لیے اٹھانا پڑا کہ بعض لوگوں نے اپنی رائے کو دخل دے کر آنحضرتؐ کا حکم نہ مانا تھا۔ جب کچھ دن گزر گئے اور ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو یہ سُورت نازل ہوئی اور لڑائی میں جو بچے یتیم ہو گئے تھے۔ اُن کی جان و مال کی حفاظت کی تاکید کی گئی۔ اور عورتوں کے حقوق کی پامالی کا علاج کیا گیا اور جو بے انصافیاں اُن کے ساتھ کی جاتی تھیں یا جن بے انصافیوں کے کیئے جانے کا خطرہ تھا۔ اُن سب سے بچنے کی ہدایت کی گئی۔ جو لوگ وفات پا چکے تھے ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے مال کو تقسیم کرنے کے قاعدے بنائے گئے۔

منافقوں کے طرزِ عمل سے لڑائی میں بہت نقصان پہنچ چکا تھا۔ اُن کی سازشوں اور چالوں کا بھانڈا پھوڑا گیا۔ اور اُن سے خبردار رہنے کی تاکید کی گئی۔

مسلمانوں کی اس لڑائی میں شکست کی وجہ سے یہود بھی کھل گئے اور مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا انہوں نے آپس کے عہد و پیمان توڑ ڈالے۔ اور یہاں تک گستاخ ہو گئے کہ مکہ کے کافروں کے طریقے کو اسلام سے بہتر کہنے لگے۔ اس سورت میں یہود و نصاریٰ کو اُن کی شرارتوں کی جزائی بتائی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو اُن سے ہشیار رہنے کے لیئے کہا گیا ہے اور یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدوں کی اصلاح کی گئی۔ آخر میں ایمان و عمل صالح کے اجر و ثواب کا ذکر فرماتے ہوئے ترکہ کے بقیہ مسائل کے ذکر پر سورہ ختم ہوئی۔





درس قرآن بورڈ

ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور نے درس قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کے لیے
ایک بورڈ مقرر کیا ہوا ہے اور اس بورڈ کے مندرجہ ذیل حضرات نے اس
دوسری منزل کو مرتب فرمایا ہے۔

۱۔ مولانا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی مرحوم

سابق صدر شعبۂ اسلامیات و عربی اسلامیہ کالج ریلوے روڈ۔ لاہور

۲۔ مولانا حافظ مرغوب احمد صاحب توفیق مرحوم

مولوی فاضل، منشی فاضل، ایم اے، ایم او ایل، سابق صدر شعبۂ اسلامیات
و عربی ڈھاکہ یونی ورسٹی

۳۔ حاجی عبدالواحد صاحب ایم۔ اے

سابق انسپکٹر آف سکولز

فہرست مضامین

درس قرآن بورڈ			ب
فہرست مضامین			ج
فہرست مضامین وآیات دوسری منزل			د
فہرست الفاظ تشریح شدہ دوسری منزل			ف
		پارے	
پارہ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ	(۶)		۱
پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا	(۷)		۸۹
پارہ وَلَوْ اَنَّنَا	(۸)		۲۳۲
پارہ قَالَ الْمَلَاُ	(۹)		۳۵۸
پارہ وَاعْلَمُوْا	(۱۰)		[illegible]
پارہ يَعْتَذِرُوْنَ	(۱۱)		۵۵۶
		سورتیں	
سُوْرَةُ الْمَآئِدَة			۱
سُوْرَةُ الْاَنْعَام			۱۳۰
سُوْرَةُ الْاَعْرَاف			۲۶۶
سُوْرَةُ الْاَنْفَال			۴۳۱
سُوْرَةُ التَّوْبَة			۵۰۱

سرٹیفکیٹ

میں نے اس قُرآن مجید کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے سُورۃ نمبر، آیت نمبر، پارہ نمبر اور متن میں کوئی کمی و بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

مولوی محمّد رمضان

محمد رمضان
چاہ میراں
لاہور

فہرست مضامین وآیات منزل ثانی

سورۃ المائدہ - الانعام - الاعراف - الانفال - التوبۃ

نمبر شمار وصفحہ	مضمون	آیت نمبر
	پارۂ لا یحب اللہ (۶)	
	سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ	
۱	سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ	
۲	ذمہ داری پوری کرو	۱
۳	ذمہ داری پوری کرو	
۴	زیادتی نہ کرو	۲
۵	معاشرتی اصول	
۶	حرام چیزوں کا ذکر	۳
۷	دین مکمل ہوگیا	۳
۸	حلال کی تفصیل	۴
۹	حلال چیزیں	۵
۱۰	وضو اور غسل	۶
۱۱	تیمم کا بیان	۶
۱۲	اللہ کا عہد	۷
۱۳	عدل وانصاف	۸
۱۴	اچھوں اور بروں کا انجام	۹-۱۰
۱۵	اللہ کا احسان	۱۱
۱۶	بنی اسرائیل کا عہد	۱۲
۱۷	بنی اسرائیل نے عہد توڑا	۱۳
۱۸	نصارٰی کا حال	۱۴
۱۹	قرآن کو مانو	۱۵-۱۶
۲۰	نصارٰی کا غلط عقیدہ	۱۷
۲۱	ایک اور غلط خیال	۱۸
۲۲	یہود ونصارٰی کو نصیحت	۱۹
۲۳	یہود پر اللہ کی مہربانیاں (الف)	۲۰-۲۱
۲۴	یہود پر اللہ کی مہربانیاں (ب)	
۲۵	جہاد سے انکار	۲۲-۲۳
۲۶	ہمت والے جیتتے ہیں	۲۳-۲۴
۲۷	سرکشی کی سزا	۲۵-۲۶
۲۸	بے گناہ کا قتل	۲۷
۲۹	بے گناہ کے قتل کا نتیجہ	
۳۰	پرہیزگاروں کا رویہ	۲۸-۲۹
۳۱	خواہش اندھا کردیتی ہے (ل)	۳۰-۳۱
۳۲	خواہش اندھا کردیتی ہے (ب)	
۳۳	قابیل کے کیے کا پھل (الف)	۳۲
۳۴	قابیل کے کیے کا پھل (ب)	
۳۵	دنیا میں فساد پھیلانے والوں کی سزا	۳۳
۳۶	فسادیوں کی سزا	۳۳-۳۴
۳۷	فلاح کی راہ	۳۵
۳۸	فدیہ کام نہ دے گا	۳۶-۴۰
۳۹	چوری کی سزا	۳۸

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۴۰	توبہ اور اصلاح	۳۹
۴۱	اللہ تعالیٰ کی حکومت	۴۰
۴۲	اسلامی سزائیں	
۴۳	کفر کے حامی	۴۱
۴۴	کافروں کا رویہ	
۴۵	کفر کے ہتھکنڈے	۴۱
۴۶	گمراہوں کی سزا	۴۱
۴۷	عدل و انصاف	۴۲
۴۸	یہود و نصاریٰ کا رویہ	۴۳
۴۹	تورات	
۵۰	راست بازوں کو نصیحت	۴۴
۵۱	تورات کا حکم	۴۵
۵۲	انجیل	۴۶
۵۳	انجیل پر عمل	۴۷
۵۴	قرآن مجید	۴۸
۵۵	آزمائش	۴۸
۵۶	انصاف	۴۹
۵۷	دین سے گریز	۴۹-۵۰
۵۸	خودغرضوں سے بچو	۵۱
۵۹	اپنے بل پر بڑھو	
۶۰	کافروں کی طرف رجحان	۵۲
۶۱	منافقوں کا انجام	۵۳
۶۲	مسلمانوں کا غیروں سے رویہ	
۶۳	اسلام انسانی مذہب ہے	۵۴
۶۴	اللہ والے غالب ہیں	۵۵تا۵۶

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۶۵	دین مضحکہ نہیں	۵۷
۶۶	نماز کا تمسخر	۵۸
۶۷	بُروں کو اچھے نہیں بھاتے	۵۹
۶۸	قابل نفرت باتیں	۶۰
۶۹	یہودیوں کی دھوکہ بازی	۶۱
۷۰	عام برائی سے روکیں	۶۲-۶۳
۷۱	یہودیوں کی گستاخی	۶۴
۷۲	فسادی مٹنے ہو گئے ہیں	۶۴
۷۳	اہل کتاب چوک گئے	۶۵-۶۶
۷۴	ٹھیک طرز عمل	
۷۵	رسول کا فرض	۶۷
۷۶	مسلمانوں کا فرض	
۷۷	اہل کتاب کو پھر نصیحت	۶۸
۷۸	خوف و غم سے نجات	۶۹
۷۹	خواہش کے غلام	۷۰
۸۰	گناہوں کا بدلہ	۷۱
۸۱	نصاریٰ کا شرک	۷۲
۸۲	تثلیث کفر ہے	۷۳-۷۴
۸۳	حضرت مسیح اور مریم کی حیثیت	۷۵-۷۶
۸۴	دین میں غلو	۷۷
۸۵	لعنت کا سبب	۷۸-۷۹
۸۶	کفار کی دوستی	۸۰-۸۱
۸۷	یہود اور نصاریٰ کا موازنہ	۸۲
۸۸	نرم دلی کے اسباب	۸۲

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
	پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا ۷	
۸۹	نرم دل ہونے کی پہچان	۸۳،۸۴
۹۰	ایمان کا بدلہ	۸۵-۸۶
۹۱	یہود و نصاریٰ کا طرزِ عمل	
۹۲	حلال کو حرام نہ ٹھیراؤ	۸۷-۸۸
۹۳	قسموں کے حکم (الف)	۸۹
۹۴	قسموں کے حکم (ب)	۸۹
۹۵	شراب اور جوا	۹۰
۹۶	اُن کی خرابیاں	۹۱
۹۷	اللہ اور رسول کی اطاعت	۹۲
۹۸	سابقہ پر کوئی گرفت نہیں	۹۳
۹۹	اللہ کی آزمائشیں	۹۴
۱۰۰	شکار کی ممانعت	۹۵
۱۰۱	جرمانے کی صورتیں	۹۵
۱۰۲	احرام میں شکار	۹۶
۱۰۳	کعبہ کیا ہے؟	۹۷
۱۰۴	اللہ کی صفتیں	۹۸-۹۹
۱۰۵	خبیث و طیب	۱۰۰
۱۰۶	سوالات سے نقصان	۱۰۱
۱۰۷	بتوں کے نام جانور	۱۰۲-۱۰۳
۱۰۸	باپ دادا کی اندھی تقلید	۱۰۴
۱۰۹	تم اپنا فکر کرو	۱۰۵
۱۱۰	وصیت پر گواہی	۱۰۶
۱۱۱	وصی کی جانچ	۱۰۶
۱۱۲	وصی کی دروغ گوئی	۱۰۷

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۱۳	وارثوں کی قسمیں	۱۰۸
۱۱۴	انبیاء سے سوال	۱۰۹
۱۱۵	حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیتیں	۱۱۰
۱۱۶	حضرت عیسیٰؑ کے اور معجزے	۱۱۰
۱۱۷	حضرت عیسیٰؑ کے مزید معجزے	۱۱۱
۱۱۸	حواریوں کی درخواست	۱۱۲-۱۱۳
۱۱۹	ذکرِ مسیح علیہ السلام	
۱۲۰	حضرت عیسیٰؑ کی دعا	۱۱۴
۱۲۱	نافرمانی کی سزا	۱۱۵
۱۲۲	حضرت عیسیٰؑ کی وعید	
۱۲۳	حضرت عیسیٰؑ کی گواہی	
۱۲۴	دل کا حال	۱۱۶
۱۲۵	نبی کی شہادت	۱۱۷
۱۲۶	اللہ سے رحم کی درخواست	۱۱۸
۱۲۷	اللہ کا فیصلہ	۱۱۹
۱۲۸	سورۂ مائدہ کا موضوع	
۱۲۹	سورۂ مائدہ پر ایک نظر	
	سُوْرَۃُ الْاَنْعَام	
۱۳۰	سورہ انعام کا خلاصہ	
۱۳۱	سب کا خالق اللہ ہے	۱
۱۳۲	انسان کی پیدائش	۲
۱۳۳	اللہ کی صفاتِ حسنہ	۳/۴
۱۳۴	اظہارِ حقیقت	۵
۱۳۵	گذشتہ سے عبرت	

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۳۶	بداعمالی کا نتیجہ	۶	۱۶۱	سوچنے کا مقام	۳۰
۱۳۷	ضد کی انتہا	۷	۱۶۲	کوتاہیوں پر پچھتاوا	۳۱
۱۳۸	انوکھی فرمائش	۸	۱۶۳	اصل زندگی	۳۲
۱۳۹	نبیوں کی بے ادبی	۹-۱۰	۱۶۴	لوگوں کی نافرمانی سے رسول اللہ کو دکھ	۳۳
۱۴۰	سیاحت کا مقصد	۱۱	۱۶۵	رسولوں کا مددگار اللہ ہے	۳۴
۱۴۱	بنیادی قاعدہ (الف)		۱۶۶	زبردستی مقصود نہیں	۳۵
۱۴۲	بنیادی قاعدہ (ب)	۱۲	۱۶۷	ماننے کے لیے عقل کافی ہے	۳۶
۱۴۳	اللہ ہی سب کا مالک ہے	۱۳	۱۶۸	کافر کھلی نشانی مانگتے ہیں	۳۷
۱۴۴	اللہ کی اطاعت	۱۴-۱۵	۱۶۹	ہر مخلوق ایک امت ہے	۳۸
۱۴۵	اللہ قادر مطلق ہے (ا)	۱۶-۱۷	۱۷۰	عقل سے کام لینا	۳۹
۱۴۶	اللہ قادر مطلق ہے (ب)		۱۷۱	مصیبت میں اللہ کی یاد	۴۰-۴۱
۱۴۷	اللہ سب سے زبردست ہے	۱۸	۱۷۲	سخت دلی	۴۲-۴۳
۱۴۸	ایک اللہ		۱۷۳	ظلم کا انجام	۴۴-۴۵
۱۴۹	جانتے ہیں اور نہیں مانتے	۱۹-۲۰	۱۷۴	توبہ میں دیر نہ کرے	۴۶-۴۷
۱۵۰	مسلمانوں کی ناکامی		۱۷۵	خوش خبری اور ڈراوا	۴۸-۴۹
۱۵۱	بہت بڑی بے انصافی	۲۱-۲۲	۱۷۶	رسالت کی حقیقت	۵۰
۱۵۲	مسلمان گریبان میں منہ ڈالیں		۱۷۷	قرآن سے فائدہ کون اٹھائے گا	۵۱
۱۵۳	مشرکوں کی دروغ حلفی	۲۳-۲۴	۱۷۸	خلوص والوں کو دوست کرو	۵۲
۱۵۴	بعض لوگوں کا طرز عمل		۱۷۹	مرتبوں کا فرق آزمائش ہے	۵۳
۱۵۵	اسلام کے مخالف اپنا نقصان کر رہے ہیں	۲۵-۲۶	۱۸۰	مسلمانوں کی دلجوئی کرو	۵۵
۱۵۶	پچھلی آیت میں غور و خوض		۱۸۱	پچھلی آیتوں میں غور و فکر	
۱۵۷	موجودہ حالت		۱۸۲	رسول کسی انسان کے پیرو نہیں	۵۶
۱۵۸	دوزخ کا ہولناک منظر	۲۷	۱۸۳	منکروں کا فیصلہ اللہ پر ہے	۵۷
۱۵۹	دوبارہ پھر وہی کریں گے	۲۸	۱۸۴	سزا دینا صرف اللہ کا کام ہے	۵۸
۱۶۰	سچ کا اقرار	۳۰	۱۸۵	اللہ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے	۵۹

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۱۸۶	انسان کو اپنا بھی ہوش نہیں	۶۰
۱۸۷	انسانی زندگی کا مکمل نقشہ	۶۱-۶۲
۱۸۸	ہر مشکل میں اللہ ہی یار ہے	۶۳-۶۴
۱۸۹	اللہ ہر طرح عذاب بھیج سکتا ہے	۶۵
۱۹۰	ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے	۶۶-۶۷
۱۹۱	قرآن کے ساتھ مخول	۶۸
۱۹۲	نیک لوگوں کی ذمہ داری	۶۹
۱۹۳	شریروں سے بچو	
۱۹۴	بدلہ قبول نہ کیا جائے گا	۷۰
۱۹۵	تبلیغ کا طریقہ	
۱۹۶	ماسوا اللہ کی پکار	
۱۹۷	اللہ کی صفات	۷۲ تا ۷۴
۱۹۸	ابراہیم علیہ السلام کی شان	۷۴-۷۵
۱۹۹	عقل کا کام	۷۶-۷۷
۲۰۰	عقل کا فیصلہ	۷۸-۷۹
۲۰۱	کٹھ حجتی کا جواب	۸۰
۲۰۲	مشرک خطرے میں ہیں	۸۱
۲۰۳	مطمئن کون ہیں	۸۲
۲۰۴	نبیوں کا گروہ	۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷
۲۰۵	اللہ کی ہدایت	۸۸
۲۰۶	زبردست پیش گوئی	۸۹
۲۰۷	ہر نبی سیدھی راہ پر ہے	۹۰
۲۰۸	اللہ کی کتاب	
۲۰۹	ان سے اللہ سمجھے	۹۱
۲۱۰	اللہ کی کتاب	۹۲

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۲۱۱	اللہ کی بے ادبی	
۲۱۲	ظالموں کی سزا	۹۲
۲۱۳	غور کا مقام	
۲۱۴	مرتے وقت انسان تنہا ہوگا	۹۴
۲۱۵	قدرت کے کرشمے (ا)	۹۵-۹۶
۲۱۶	قدرت کے کرشمے (ب)	۹۷-۹۸
۲۱۷	اللہ نے سب پھل ترکاریاں پیدا کیں	
۲۱۸	اللہ خیال سے برتر ہے	۹۹-۱۰۰
۲۱۹	اللہ کی اولاد نہیں	۱۰۱
۲۲۰	کائنات سے اللہ کو پہچانو	۱۰۲-۱۰۳
۲۲۱	اللہ کے پہچاننے کا طریقہ	
۲۲۲	کامیاب کون ہے	۱۰۴-۱۰۵
۲۲۳	اندھے کا انجام	
۲۲۴	وحی پر چلنے کا حکم	۱۰۶
۲۲۵	زبردستی نہیں ہے	۱۰۷
۲۲۶	غور کا مقام	
۲۲۷	رواداری کی تعلیم	
۲۲۸	ہر ایک کو اپنا اپنا طریقہ پسند ہے	۱۰۸
۲۲۹	نہ ماننے کے سو بہانے	
۲۳۰	نشانیاں دیکھ کر بھی نہ مانے	۱۰۹
۲۳۱	پہلی ضد انہیں اب بھی بھٹکے گی	۱۱۰
	پارہ وَلَوْ اَنَّنَا ۸	
۲۳۲	انوکھی نشانیوں کا مطالبہ	۱۱۱
۲۳۳	نبی کے دشمن	۱۱۲

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۳۴	بڑے لوگوں کے کام	۱۱۳
۲۳۵	فیصلہ اللہ ہی کر سکتا ہے	۱۱۴
۲۳۶	قرآن مجید کے احکام اٹل ہیں	۱۱۵
۲۳۷	گمراہ کن	۱۱۶
۲۳۸	گمراہی سے پناہ	
۲۳۹	گمراہ اور ہدایت یافتہ	۱۱۷-۱۱۸
۲۴۰	بے جا اعتراض	۱۱۹
۲۴۱	گناہ نہ کرو	۱۲۰
۲۴۲	غیر کے نام کا ذبیحہ حرام ہے	۱۲۱
۲۴۳	روشنی اور اندھیرا برابر نہیں	۱۲۲
۲۴۴	بڑے مجرم	۱۲۳
۲۴۵	رسالت کسی کی نہیں	۱۲۴
۲۴۶	محروم ہدایت	۱۲۵
۲۴۷	سیدھا راستہ	۱۲۶-۱۲۷
۲۴۸	شیطان کا راستہ	
۲۴۹	بروں کا حشر	۱۲۸-۱۲۹
۲۵۰	انبیاء کا پیغام	۱۳۰
۲۵۱	سوچنے کی ضرورت	
۲۵۲	اللہ کے ہاں اندھیر نگری نہیں ہے	۱۳۱-۱۳۲
۲۵۳	خدا کو تمہارے ماننے نہ ماننے کی پروا نہیں	۱۳۳-۱۳۴
۲۵۴	کھلا ہوا مقابلہ	۱۳۵
۲۵۵	کافروں کے کرتوت	۱۳۶
۲۵۶	ایک اور اس سے بڑھ کر حماقت	۱۳۷
۲۵۷	وہم کی اور غلط شکلیں	۱۳۸
۲۵۸	مشرکوں کی اور فضول باتیں	۱۳۹-۱۴۰

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۵۹	پچھلی آیتوں پر غور	
۲۶۰	اللہ کی مہربانیاں	۱۴۱
۲۶۱	جانور بھی بنائے	۱۴۲
۲۶۲	جانوروں کی دو باقی قسمیں	۱۴۳-۱۴۴
۲۶۳	حرام چیزیں	۱۴۵
۲۶۴	یہودیوں پر حرام	۱۴۶
۲۶۵	مجرم بچ نہیں سکتے	۱۴۷
۲۶۶	دھوکا	
۲۶۷	اٹکل پچو باتیں	۱۴۸-۱۴۹
۲۶۸	گواہ لاؤ	۱۵۰
۲۶۹	اللہ کے صریح حکم	
۲۷۰	بے حیائی مت کرو	۱۵۱
۲۷۱	عدل اور انصاف کرو	
۲۷۲	اللہ کا سیدھا راستہ	۱۵۲-۱۵۳
۲۷۳	صراط مستقیم	
۲۷۴	ہدایت کا سلسلہ	۱۵۴
۲۷۵	قرآن شریف	۱۵۵-۱۵۶
۲۷۶	قرآن حکیم سے منہ موڑنا	۱۵۷
۲۷۷	اب کیسا انتظار	۱۵۸
۲۷۸	فرقہ بندی	۱۵۹
۲۷۹	نیکی کا ثواب	۱۶۰-۱۶۱
۲۸۰	خالص توحید	۱۶۲
۲۸۱	اللہ کے سوا کوئی کچھ دینے لینے والا نہیں	۱۶۴
۲۸۲	انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے	۱۶۵
۲۸۳	سورۃ الانعام ہمیں کیا سکھلاتی ہے	

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۸۴	خلافت الٰہی کا مطلب : الف	
۲۸۵	خلافت الٰہی کا مطلب : ب	
۲۸۶	خلافت الٰہی کا مطلب : ج	
	سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف	
۲۸۷	سورۃ الاعراف	
۲۸۸	قدسی کتاب	۱-۲-۳
۲۸۹	نافرمانوں پر عذاب	۴-۵-۶-۷
۲۹۰	کاموں کی تول	۸-۹
۲۹۱	زندگی کا سامان	۱۰
۲۹۲	انسان کا مرتبہ	۱۱
۲۹۳	ابلیس کو دھتکار	۱۲-۱۳
۲۹۴	ابلیس نے بہکانے کی ٹھان لی	۱۴-۱۵-۱۶-۱۷
۲۹۵	ابلیس نکالا گیا	۱۸-۱۹
۲۹۶	شیطان کا فریب	۲۰-۲۱
۲۹۷	فریب کا نتیجہ	۲۲
۲۹۸	زمین پر آگئے	۲۳-۲۴-۲۵
۲۹۹	قصۂ آدم سے کیا سیکھنا چاہیے	
۳۰۰	لباس تقویٰ	۲۶
۳۰۱	شیطان سے ہوشیار رہو	۲۷
۳۰۲	بے حیائی	۲۸
۳۰۳	گناہ کو گناہ سمجھو	۲۹-۳۰
۳۰۴	کھانے پینے میں زیادتی	۳۱
۳۰۵	خود کوئی چیز حرام مت کرو	۳۲
۳۰۶	حرام باتیں	۳۳

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۰۷	مقررہ مدت	۳۴
۳۰۸	نجات کا طریقہ	۳۵-۳۶
۳۰۹	اقراری مجرم	۳۷
۳۱۰	دوزخیوں کا جھگڑا	
۳۱۱	جھگڑا فضول ہے	۳۸-۳۹
۳۱۲	قرآن مجید کی باتیں اٹل ہیں	
۳۱۳	نافرمانوں کا فیصلہ	۴۰-۴۱
۳۱۴	نیکوں کی جزا	۴۲
۳۱۵	اللہ کا شکر	۴۳
۳۱۶	گفتگو	۴۴
۳۱۷	غیبی آواز	۴۴-۴۵
۳۱۸	اعراف	۴۶-۴۷
۳۱۹	اعراف والے	۴۸-۴۹
۳۲۰	دوزخیوں کی درخواست	۵۰
۳۲۱	غفلت کا نتیجہ	۵۱-۵۲
۳۲۲	بے موقعہ ایمان	۵۳
۳۲۳	رب اللہ ہے	
۳۲۴	خالق اور حاکم	۵۴-۵۵
۳۲۵	خواہ مخواہ گڑبڑ	۵۶
۳۲۶	دعوت فکر	
۳۲۷	زمین کا انتظام	۵۷
۳۲۸	پیداوار کی صلاحیت	۵۸
۳۲۹	پچھلے دو سبق	
۳۳۰	نوح علیہ السلام	۵۹-۶۰
۳۳۱	نوح علیہ السلام کا جواب	۶۱-۶۲

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۳۲	پیغمبر بھی بشر ہے	۶۳	۳۵۷	مطلب کیا ہے	
۳۳۳	ناسمجھوں کا انجام	۶۴			
۳۳۴	حضرت ہود علیہ السلام	۶۵-۶۶		پارہ قَالَ الْمَلَأُ (۹)	
۳۳۵	ہود علیہ السلام کا جواب	۶۷-۶۸	۳۵۸	قوم کا جواب	۸۸
۳۳۶	قوم نوح سے سبق	۶۹-۷۰	۳۵۹	معاملہ دو ٹوک ہوگیا	۸۹-۹۰
۳۳۷	حضرت ہودؑ کا آخری جواب	۷۱	۳۶۰	آخر وہی ہوا جو ہونا تھا	۹۱-۹۳
۳۳۸	نافرمان تباہ ہوگئے	۷۲	۳۶۱	تباہ کرنے سے پہلے مہلت	۹۴-۹۵
۳۳۹	ثمود کا حال	۷۳	۳۶۲	ایمان اور تقویٰ	۹۶
۳۴۰	فساد مت کرو	۷۴	۳۶۳	عذاب اچانک آسکتا ہے	۹۷-۹۸-۹۹
۳۴۱	بڑوں کی چھوٹوں سے گفتگو	۷۵-۷۶	۳۶۴	پہلوں کی حالتوں سے نئے پچھلے سبق سیکھیں	۱۰۰-۱۰۱
۳۴۲	نافرمان ہلک گئے	۷۷-۷۸-۷۹	۳۶۵	فرعون کا حال	۱۰۲-۱۰۳
۳۴۳	پچھلے لوگوں کے حالات سے عبرت		۳۶۶	موسیٰ علیہ السلام	۱۰۴-۱۰۵
۳۴۴	قوم لوط کا حال	۸۰	۳۶۷	حضرت موسیٰؑ کے معجزے	۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸
۳۴۵	ایک بالکل نیا گناہ	۸۱	۳۶۸	جادوگر	۱۰۹-۱۱۰
۳۴۶	قوم لوط میں یہ گناہ کیسے شروع ہوا		۳۶۹	جادوگر آدھمکے	۱۱۱-۱۱۲ / ۱۱۳-۱۱۴
۳۴۷	کھسیانی بلی کھمبا نوچے		۳۷۰	جادو کا پول کھل گیا	۱۱۵ / ۱۱۶-۱۱۷
۳۴۸	پاکیزگی کو جرم ٹھہرالیا	۸۲	۳۷۱	جادوگر اللہ پر ایمان لے آئے	۱۱۸-۱۱۹ / ۱۲۰-۱۲۱
۳۴۹	آخر تباہ ہوئے	۸۳	۳۷۲	صبر کی دعا	۱۲۲-۱۲۳ / ۱۲۴-۱۲۵
۳۵۰	مجرموں پر پتھر برسے	۸۴	۳۷۳	دبانے کی تدبیر	۱۲۶ / ۱۲۷
۳۵۱	بُرے کاموں کی سزا		۳۷۴	اللہ سے مدد مانگو	۱۲۸
۳۵۲	مدین کا قصّہ		۳۷۵	بے چینی	۱۲۹
۳۵۳	مدین کی برائیاں	۸۵	۳۷۶	بنی اسرائیل کے قصّے سے عبرت	
۳۵۴	دوسروں کو سیدھی راہ سے روکنا		۳۷۷	مزید تنبیہ	۱۳۰-۱۳۱
۳۵۵	بروں کے انجام سے سبق لو	۸۶	۳۷۸	نشانیوں کو جادو کا ڈھکوسلا کہہ دیا	۱۳۲-۱۳۳
۳۵۶	اختلاف کا فیصلہ	۸۷	۳۷۹	بنی اسرائیل کی ضد	۱۳۴-۱۳۵

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۸۰	کرتوتوں کا وبال	۱۳۶
۳۸۱	صبر کا پھل	۱۳۷
۳۸۲	غلامی رنگ لائی	۱۳۹-۱۳۸
۳۸۳	معبود فقط اللہ ہے	۱۴۱-۱۴۰
۳۸۴	قانون کی طلب	۱۴۲
۳۸۵	اللہ کا دیدار	
۳۸۶	تجلی کا اثر	۱۴۳
۳۸۷	موسیٰؑ کو تسکین	۱۴۵-۱۴۴
۳۸۸	متکبر ٹیڑھے چلتے ہیں	
۳۸۹	کام کیے بغیر مزدوری کیسے	۱۴۷-۱۴۶
۳۹۰	آخر بچھڑا اپنا ہی لیا	۱۴۹-۱۴۸
۳۹۱	حضرت موسیٰؑ غضب ناک ہوئے	
۳۹۲	حضرت ہارونؑ بے قصور تھے	۱۵۱-۱۵۰
۳۹۳	گناہ کا علاج توبہ	۱۵۳-۱۵۲
۳۹۴	دیدار کی طلب	۱۵۴
۳۹۵	حضرت موسیٰؑ کی دعا	۱۵۵
۳۹۶	نیک بخت کون ہے	۱۵۶
۳۹۷	باقی شرطیں	
۳۹۸	رسول عربی	۱۵۷
۳۹۹	رسالت عامہ	۱۵۹
۴۰۰	بنی اسرائیل کے قبیلے	.
۴۰۱	جنگل میں آرام	۱۶۰
۴۰۲	شہر میں بسنے کی اجازت	۱۶۱
۴۰۳	ظالم پھر بھی نہ چوکے	۱۶۲
۴۰۴	ایک اور واقعہ	۱۶۳
۴۰۵	پچھلے قصے کا بقیہ	۱۶۴
۴۰۶	نافرمانوں کی سزا	۱۶۶-۱۶۵
۴۰۷	ایک اور سزا	۱۶۷
۴۰۸	یہودی تتر بتر ہو گئے	۱۶۸
۴۰۹	آگے کیا ہوا	
۴۱۰	کتاب کی صریح مخالفت	۱۷۰-۱۶۹
۴۱۱	بنی اسرائیل کا عہد	۱۷۱
۴۱۲	تاریخ ایک درس عبرت ہے	
۴۱۳	عہد الست (ا)	
۴۱۴	عہد الست (ب)	۱۷۲
۴۱۵	شرک میں تقلید عذر نہیں	۱۷۴-۱۷۳
۴۱۶	شیطان کی پیروی	۱۷۵
۴۱۷	دنیا کا لالچ	
۴۱۸	گمراہوں کی مثال	۱۷۶
۴۱۹	اللہ ہی بچانے والا ہے	۱۷۸-۱۷۷
۴۲۰	بہت سے جہنم کے لیے بنے ہیں	۱۷۹
۴۲۱	غفلت کا علاج	۱۸۱-۱۸۰
۴۲۲	منکروں کی پکڑ ایک دم نہیں	۱۸۳-۱۸۲
۴۲۳	فکر کی دعوت	۱۸۴
۴۲۴	اصل میں سوچنے کی باتیں	
۴۲۵	قرآن آخری پیغام ہے	۱۸۵
۴۲۶	ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے	۱۸۶
۴۲۷	قیامت کب آئے گی	۱۸۷
۴۲۸	غیب کا علم اللہ کو ہے	۱۸۸
۴۲۹	انسان کی نسل	۱۸۹

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۴۳۰	شرک کی آفت	۱۹۰-۱۹۱ ۱۹۲
۴۳۱	بت تمہاری نہیں سنتے	۱۹۳-۱۹۴
۴۳۲	بت کچھ نہیں کرسکتے	۱۹۵
۴۳۳	قوتِ ایمانی	۱۹۶-۱۹۷ ۱۹۸
۴۳۴	ہٹ دھرموں کے ساتھ سلوک	۱۹۹-۲۰۰
۴۳۵	شیطان کے پھندے	۲۰۱-۲۰۲
۴۳۶	نبی کا صحیح تصور	۲۰۳
۴۳۷	قرآن ذریعہ رحمت کیسے ہوتا ہے	۲۰۴
۴۳۸	اللہ کی یاد دل سے کرو	۲۰۵
۴۳۹	مقرب فرشتوں کا حال	۲۰۶
۴۴۰	سورہ اعراف پر ایک نظر	
۴۴۱	سُوْرَۃُ الْاَنْفَال	
۴۴۲	پس منظر	۱
۴۴۳	قانون تقسیم غنیمت	
۴۴۴	تقسیم کا قاعدہ	
۴۴۵	مومنوں کی نشانیاں	۲-۳
۴۴۶	سچے مومنوں کا انعام	۴
۴۴۷	لڑائی کیسے ہوئی	۵-۶
۴۴۸	قافلے کے بدلے لشکر ملا	۷
۴۴۹	جنگ بدر کی غرض	۸-۹
۴۵۰	خوشی اور اطمینان	۱۰
۴۵۱	مدد کی صورتیں	۱۱
۴۵۲	فرشتوں کی مدد	۱۲
۴۵۳	فسادیوں کی یہی سزا ہے	۱۳-۱۴

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۴۵۴	میدان سے مت بھاگو	۱۵-۱۶
۴۵۵	جو کیا اللہ نے کیا	۱۷
۴۵۶	اللہ مومنوں کے ساتھ ہے	۱۸-۱۹
۴۵۷	اللہ اور رسول کی اطاعت	۲۰-۲۱
۴۵۸	بدترین مخلوق	۲۲-۲۳
۴۵۹	زندگی کا پیغام	۲۴
۴۶۰	کریں تھوڑے بھریں سب	۲۵
۴۶۱	اللہ کا شکر کرو	۲۶
۴۶۲	خیانت مت کرو (الف)	۲۷-۲۸
۴۶۳	خیانت مت کرو (ب)	
۴۶۴	تمام مشکلات کا حل	۲۹-۳۰
۴۶۵	ضد کی انتہا	۳۱-۳۲
۴۶۶	عذاب نہ آنے کی وجہ	۳۳-۳۴
۴۶۷	مال کا غلط خرچ	۳۵-۳۶
۴۶۸	اچھے کو برے سے الگ کرنا	۳۷
۴۶۹	اللہ کا دستور	۳۸-۳۹-۴۰
	پارہ وَاعْلَمُوْا (۱۰)	
۴۷۰	تقسیم غنیمت	۴۱
۴۷۱	جنگ بدر اللہ کو منظور تھی	۴۲
۴۷۲	لڑائی کا سامان	۴۳
۴۷۳	وقت پر تدبیر	۴۴
۴۷۴	فلاح کا راستہ	۴۵-۴۶
۴۷۵	کافروں کا پچھوڑان	۴۷
۴۷۶	شیطان کی شیطنت	۴۸

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۴۷۷	دین دھوکا نہیں ہے	۴۹
۴۷۸	کافروں کی بُری گت	۵۰-۵۱
۴۷۹	شر پر پہلے بھی تھے	۵۲-۵۴
۴۸۰	پچھلوں کی تباہی	۵۴
۴۸۱	بدترین خلائق	۵۵-۵۶
۴۸۲	عہد شکنوں کی سزا	۵۷-۵۸
۴۸۳	تیاری سے کچھ نہ ہوگا	۵۹
۴۸۴	اپنی قوت بڑھاؤ	۶۰
۴۸۵	صلح کا حکم	۶۱
۴۸۶	دھوکے بازوں کا کیا علاج	۶۲
۴۸۷	یہ ملاپ کس نے کرایا	۶۳-۶۴
۴۸۸	ناسمجھ ٹھہر نہیں سکتے	۶۵
۴۸۹	دوگنوں سے لڑو	۶۶
۴۹۰	پہلے دھاک بٹھاؤ	۶۷
۴۹۱	مال کی حرص باعث عذاب ہے	۶۸-۶۹
۴۹۲	مغفرت کا وعدہ	۷۰-۷۱
۴۹۳	اسلامی برادری	
۴۹۴	جنہوں نے ہجرت نہ کی	۷۲
۴۹۵	فساد کا دباؤ	۷۳
۴۹۶	سچے ایمان دار	۷۴
۴۹۷	بعد کے مہاجر	۷۵
۴۹۸	سورۃ الانفال پر ایک نظر (الف)	
۴۹۹	سورۃ الانفال پر ایک نظر (ب)	
۵۰۰	سورۃ الانفال پر ایک نظر (ج)	
۵۰۱	**سُورَۃُ التَّوبَہ**	
۵۰۲	عہد کے خاتمہ کا اعلان	۱-۲
۵۰۳	اعلان عام	۳
۵۰۴	کچھ لوگ ابھی بچ رہے ہیں	۴
۵۰۵	باقی لوگوں سے سلوک	۵
۵۰۶	مزید رعایت	۶
۵۰۷	عہد کی کوئی صورت ہی نہیں	۷
۵۰۸	صلح کیسے ہو	۸-۹
۵۰۹	مل کر رہنا نہیں جانتے	۱۰-۱۱
۵۱۰	عہد شکنوں سے لڑو	۱۲
۵۱۱	لڑائی کن سے ہے	۱۳
۵۱۲	ان سے جنگ کرو (الف)	۱۴-۱۵
۵۱۳	ان سے جنگ کرو (ب)	
۵۱۴	کام ایک جانچ ہے	۱۶
۵۱۵	راہِ عمل	
۵۱۶	مسجدوں کی آبادی	۱۷
۵۱۷	مسجد کے متولی	۱۸
۵۱۸	مسجدوں کی ظاہری چہل پہل	۱۹
۵۱۹	کامیابی کی راہ	۲۰-۲۱-۲۲
۵۲۰	ایمان والوں کی صفت	۲۳
۵۲۱	زبردست دھمکی	۲۴
۵۲۲	اسلام کیا ہے (الف)	
۵۲۳	اسلام کیا ہے (ب)	
۵۲۴	اسلام کیا ہے (ج)	

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۵۲۵	اسلام کیا ہے؟ (د)	
۵۲۶	اللہ کی مدد	۲۵
۵۲۷	اطمینان قلب	۲۶-۲۷
۵۲۸	پاکیزگی ایمان ہے	۲۸
۵۲۹	پاکیزگی ایمان ہے (ب)	
۵۳۰	اسلام کے دیگر مخالفین (ا)	۲۹
۵۳۱	اسلام کے دیگر مخالفین (ب)	
۵۳۲	دینِ حق کے خلاف باتیں	۳۰
۵۳۳	رب فقط اللہ ہے	۳۱
۵۳۴	دین کا زور (ا)	۳۲
۵۳۵	دین کا زور (ب)	
۵۳۶	اللہ کی تدبیر	۳۳
۵۳۷	دینِ حق کا غلبہ	
۵۳۸	اہلِ کتاب کے علماء اور درویش	
۵۳۹	مال جمع کرنے کی سزا	۳۴
۵۴۰	مال کا وبال	۳۵
۵۴۱	مال و دولت کا حکم	
۵۴۲	زمانے کی تقسیم (ا)	۳۶
۵۴۳	زمانے کی تقسیم (ب)	
۵۴۴	حکم توڑنا	۳۷
۵۴۵	پچھلی دو آیتوں کا خلاصہ	
۵۴۶	وقت پر کاہلی بری ہے (ا)	۳۸
۵۴۷	وقت پر کاہلی بری ہے (ب)	
۵۴۸	نہیں تو اور	۳۹
۵۴۹	لمحۂ فکر	
۵۵۰	اللہ کی مدد	
۵۵۱	اطمینان و سکون	۴۰
۵۵۲	عام تیاری کا حکم	۴۱
۵۵۳	منافقوں کے حیلے اور بہانے	۴۲
۵۵۴	منافقوں کا پول	۴۳
۵۵۵	ایمان والوں کا رویہ	۴۴
۵۵۶	بہلنے بازوں کا کھوٹ	۴۵
۵۵۷	نفاق کا ثبوت	۴۶
۵۵۸	بُرے دُور ہی اچھے	۴۷
۵۵۹	پرانے فتنہ پرداز	۴۸
۵۶۰	نہ کرنے کے سو بہانے	۴۹
۵۶۱	دوست نما دشمن	۵۰
۵۶۲	اللہ پر بھروسہ	۵۱
۵۶۳	پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟	۵۲
۵۶۴	مال کی بے وقعتی	۵۳-۵۴
۵۶۵	مال کا وبال	۵۵-۵۶-۵۷
۵۶۶	لالچی	۵۸-۵۹
۵۶۷	صدقوں کے مستحق	۶۰
۵۶۸	مخالفت کا نتیجہ	۶۱
۵۶۹	منافقوں کی چال	۶۲-۶۳
۵۷۰	منافقوں کی پریشانی	۶۴
۵۷۱	منافقوں کا عذر لنگ	۶۵-۶۶
۵۷۲	نفاق کی علامتیں	۶۷
۵۷۳	کافروں اور منافقوں کی سزا	۶۸
۵۷۴	پہلی قوموں سے عبرت	۶۹
۵۷۵	پہلوں کی خبریں	۷۰
۵۷۶	مومنوں کی خصوصیتیں	۷۱

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۵۷۷	مومنوں کا انعام	۷۲
۵۷۸	جہاد کی ضرورت	۷۳
۵۷۹	ناشکری کی سزا	۷۴
۵۸۰	نفاق کی جڑ بخل	۷۵ تا ۷۷
۵۸۱	نفاق کی علامت	۷۸-۷۹
۵۸۲	مغفرت کے لیے ایمان شرط ہے	۸۰
۵۸۳	منافق کی پرکھ جہاد ہے	
۵۸۴	ہمیشہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتا ہے	۸۱-۸۲
۵۸۵	منافقوں سے قطع تعلق	۸۳
۵۸۶	فاسقوں کا علاج	۸۴
۵۸۷	ان کی خوشحالی جنجال ہے	۸۵
۵۸۸	ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں	۸۶
۵۸۹	تندرست ہو کر اپاہج بنتے ہو	۸۷
۵۹۰	مومنوں کی شان	۸۸
۵۹۱	آخرت کا بدلہ	۸۹
۵۹۲	دیہاتیوں کا حال	۹۰
۵۹۳	قابل قبول عذر	۹۱
۵۹۴	سواری نہ ہونا عذر ہے	۹۲
۵۹۵	گرفت کن کی ہے؟	۹۳
	پارہ ۱۱ یَعْتَذِرُوْنَ	
۵۹۶	واپسی پر پھر اپنا رونا روئیں گے	۹۴
۵۹۷	منافقوں کے ساتھ برتاؤ	۹۵
۵۹۸	اللہ نافرمانوں سے راضی نہیں	۹۶
۵۹۹	دیہاتیوں کا حال	۹۷
۶۰۰	دیہاتی ماحول کا اثر	۹۸
۶۰۱	بعض دیہاتی اچھے بھی ہیں	۹۹
۶۰۲	اسلام لانے والوں کا انعام	۱۰۰
۶۰۳	اردگرد کے لوگوں کا حال	۱۰۱
۶۰۴	خطاکار مسلمان	۱۰۲
۶۰۵	نیک کاموں کی ترغیب	۱۰۳
۶۰۶	اللہ سب کام دیکھ رہا ہے	۱۰۴-۱۰۵

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۶۰۷	دو اور گروہ	۱۰۶
۶۰۸	بظاہر خیرخواہ بنتے ہیں	۱۰۷
۶۰۹	نیک نیتی اصل چیز ہے	۱۰۷
۶۱۰	تقویٰ پائیدار بنیاد ہے	۱۰۹
۶۱۱	مسجد ضرار کا وبال	۱۱۰
۶۱۲	نفع کا سودا	۱۱۱
۶۱۳	مسلمانوں کے کام	۱۱۲
۶۱۴	مشرکوں سے دینی بے تعلقی	۱۱۳
۶۱۵	ایک غلط فہمی کی اصلاح	۱۱۴
۶۱۶	جان کر نہ ماننا گمراہی ہے	۱۱۵-۱۱۶
۶۱۷	ایثار کا بدلہ	۱۱۷
۶۱۸	ایمان والوں کو معافی	۱۱۸
۶۱۹	سچائی کی قدر	۱۱۹-۱۲۰
۶۲۰	مشقت کا اجر	۱۲۰
۶۲۱	نیکی کا بدلہ	۱۲۱
۶۲۲	قومی کام کرنے کا طریقہ	۱۲۲
۶۲۳	حفاظت کا طریقہ	۱۲۳
۶۲۴	وحی کا اثر	۱۲۴
۶۲۵	نفاق کی حقیقت	۱۲۵
۶۲۶	بلاؤں سے سبق نہیں لیتے	۱۲۶
۶۲۷	منافقوں کی بدنصیبی	۱۲۷
۶۲۸	رسول کا تعارف	۱۲۸
۶۲۹	رسول کی تسلی	۱۲۹
۶۳۰	سورہ توبہ پر ایک نظر	
۶۳۱	سورہ توبہ کیا سکھاتی ہے	
۶۳۲	اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	
۶۳۳	لڑائی کا سبب	
۶۳۴	اسلام میں لڑائی	
۶۳۵	بیان حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	
۶۳۶	بقیہ بیان	

فہرست الفاظ منزل دوم

سورۃ المائدہ ——— سورۃ الانعام ——— سورۃ الاعراف ——— سورۃ الانفال ——— سورۃ توبۃ

صرف وہ الفاظ جن کی تشریح حل لغات کے طور پر درس قرآن میں کی گئی ہے!

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
	الف	
۱	اَبَآءَ	۵۲۱
۲	ابنی	۲۸
۳	ابتغی	۲۳۵
۴	اِبتغوا	۵۵۹
۵	اتلِ	۲۸
۶	اتّقوا	۹۸-۳۷
۷	اتّبع	۲۲۴
۸	اِتّقی	۳۰۸
۹	اثاب	۹۰
۱۰	اثاقلتم	۵۴۶
۱۱	اجل	۲۴۸-۳۳
۱۲	اجلت	۲۴۸
۱۳	اَجَلْ	۳۰۷
۱۴	اِجْتَبَیْتَھا	۴۳۶
۱۵	اجر	۵۰۶
۱۶	اجدر	۵۹۹
۱۷	اجبّارہ	۲۱
۱۸	اجرام	۵۳۳،۷
۱۹	احسنوا	۹۸
۲۰	اُخرٰی	۲۸۱
۲۱	اخذ	۴۱۴
۲۲	اخلد	۴۱۷
۲۳	اخذنا	۵۶۱
۲۴	ادارکوا	۳۱۰
۲۵	اذلّۃ	۶۳
۲۶	اَذَرَ	۳۹۸
۲۷	اَذِنَ	۵۰۳، ۵۵۶
۲۸	ارتابت	۵۵۶
۲۹	ارتداد	۶۳
۳۰	ارجہ	۳۶۸
۳۱	ارصاداً	۶۰۷
۳۲	استحفظوا	۴۹
۳۳	استھوت	۱۹۶
۳۴	استکثرتم	۲۴۸
۳۵	اسٰی	۳۶۰
۳۶	اِستمع	۲۴۸
۳۷	استضعفونی	۳۹۲
۳۸	اسباط	۴۰۲
۳۹	استمعوا	۴۳۷
۴۰	استکباراً	۴۳۹
۴۱	استکبروا	۳۰۷
۴۲	استجاب	۴۴۹
۴۳	استجابۃ	۴۳۹
۴۴	استجیبوا	۴۵۹
۴۵	اساطیر	۲۶۵
۴۶	اسرٰی	۴۹۰
۴۷	استجار	۵۰۶
۴۸	استقاموا	۵۰۷
۴۹	استقیموا	۵۰۷
۵۰	استبشروا	۵۲۰
۵۱	اسّس	۶۱۰
۵۲	اشتمل	۲۶۱
۵۳	اصحاب	۹۰-۱۴
۵۴	اصفح	۲۷
۵۵	اصنام	۳۸۲،۱۹۸
۵۶	اٰصال	۴۳۸
۵۷	اضطررتم	۳۴۰
۵۸	اعتدوا	۴
۵۹	اعرض	۲۲۶-۲۷
۶۰	اعزۃ	۶۳
۶۱	اعقاب	۱۹۶

نمبرشمار	الفاظ	صفحہ	نمبرشمار	الفاظ	صفحہ	نمبرشمار	الفاظ	صفحہ
۶۲	اعدا	۴۸۴ ۵۵۷	۹۰	الدّوآب	۴۸۱	۱۱۸	المتّقین	۲۸
۶۳	اعقب	۵۸۰	۹۱	الحجّة البالغة	۳۶۷	۱۱۹	النور	۱۳۱
۶۴	اغرینا	۱۸	۹۲	السارق والسارقة	۳۹	۱۲۰	الهنك	۳۷۳
۶۵	افرق	۲۷	۹۳	السّاعة	۴۲۷	۱۲۱	الهة	۱۹۸
۶۶	افل	۱۹۹	۹۴	السائحون	۶۱۳	۱۲۲	ام القُرٰی	۲۱۰
۶۷	افتراء	۲۱۱	۹۵	السّبت	۴۰۴	۱۲۳	امّا	۳۰۸، ۲۶۱-۴۸۲
۶۸	افیضوا	۳۲۰	۹۶	السمٰوٰت	۱۳۱	۱۲۴	املاق	۲۶۹
۶۹	اقرضتم	۱۶	۹۷	الشیطین	۱۹۶	۱۲۵	امة	۳۷ ۴۲۸
۷۰	اقلّت	۳۲۷	۹۸	الصدقات	۶۰۶	۱۲۶	امر	۴۷۲
۷۱	اقترفتم	۵۲۱	۹۹	الصمّ البكم	۴۵۸	۱۲۷	اُملی	۴۲۳
۷۲	آلآء	۳۳۶	۱۰۰	الصّٰغرین	۲۹۳	۱۲۸	امٰنٰت	۴۶۲
۷۳	آلا	۲۴۰	۱۰۱	الطیبٰت	۹	۱۲۹	امسحوا	۱۰
۷۴	إلًّا	۵۰۸	۱۰۲	الظلمٰت	۱۳۱	۱۳۰	انصاب	۹۵
۷۵	الاحبار	۴۹	۱۰۳	الفٰسقین	۲۷	۱۳۱	انّ	۲۳۷ ۲۶۵
۷۶	الاعراف	۳۱۸	۱۰۴	الفاحشة	۳۴۳	۱۳۲	انبعاث	۵۵۷
۷۷	الارض المقدسة	۲۳	۱۰۵	الفواحش	۲۷۰	۱۳۳	انزلنا	۳۰۰
۷۸	البحر	۳۸۲	۱۰۶	الفحشاء	۳۰۲	۱۳۴	انتقمنا	۳۸۰
۷۹	البیّنٰت	۳۳	۱۰۷	الفرقان	۴۷۰	۱۳۵	ان تقولوا	۴۱۴
۸۰	الربانیّون	۴۹-۷۰	۱۰۸	آل فرعون	۴۷۹	۱۳۶	انشآء	۲۵۳
۸۱	الحوایا	۲۶۴	۱۰۹	القصوٰی	۴۷۱	۱۳۷	انصتوا	۴۳۷
۸۲	الحجّ الاکبر	۵۰۳	۱۱۰	القریة	۴۰۴	۱۳۸	انسلخ	۵۰۵
۸۳	الاشهر الحرم	۵۰۵	۱۱۱	القصص	۴۱۸	۱۳۹	انصاب	۹۵
۸۴	الامّی	۳۹۷	۱۱۲	القیّم	۵۴۲	۱۴۰	ان یظهر	۵۰۸
۸۵	البیّنٰت	۳۳	۱۱۳	الكعبین	۱۰	۱۴۱	ان یعمروا	۵۱۶
۸۶	الحسنٰی	۳۸۱	۱۱۴	المطّوعین	۵۸۱	۱۴۲	ان یطفئوا	۵۳۴
۸۷	الحُسْنَیَیْن	۵۶۳	۱۱۵	المصّ	۲۸۸	۱۴۳	انفروا	۵۴۶
۸۸	الانفال	۴۴۳	۱۱۶	الممترین	۲۳۵	۱۴۴	اولیآء	۵۸ - ۵۲۰ - ۲۴۲
۸۹	الدّنیا	۴۷۱	۱۱۷	المعتدین	۲۴۰	۱۴۵	اوفوا	۲۷۲

ق

نمبرشمار	الفاظ	صفحہ
۱۴۶	اوحی	۲۱۱
۱۴۷	اورثتموه	۳۱۵
۱۴۸	اوٰی	۴۶۱
۱۴۹	اود	۴۹۳
۱۵۰	اولوالارحام	۴۹۷
۱۵۱	اهواء	۸۴
۱۵۲	اهلّ	۲۶۳
۱۵۳	اهبط	۲۹۳
۱۵۴	ائمة	۵۱۰
۱۵۵	اٰية	۴۳۶
۱۵۶	ایدی	۱۵
۱۵۷	ایمان	۹۳-۵۱۰-۰
	ب	
۱۵۸	باسا	۳۶۱
۱۵۹	باغ	۲۶۳
۱۶۰	بایعتم	۶۱۲
۱۶۱	براءة	۵۰۲
۱۶۲	برکات	۳۶۲
۱۶۳	بسطت	۳۰
۱۶۴	بدیع	۲۱۹
۱۶۵	بعثنا	۱۶
۱۶۶	بصطة	۳۳۶
۱۶۷	بصائر	۲۲۲-۴۳۶
۱۶۸	بطرًا	۴۷۵
۱۶۹	بظلم	۲۰۳
۱۷۰	بغیرالحق	۳۸۸
۱۷۱	بلد	۳۲۸

نمبرشمار	الفاظ	صفحہ
۱۷۲	بلاء	۴۵۵ ۳۸۳
۱۷۳	بلّغ	۷۵
۱۷۴	بواء	۳۴۰
۱۷۵	بنان	۴۵۲
۱۷۶	بئس	۴۰۶
۱۷۷	بیّنت	۴۷۱
	ت	
۱۷۸	تاویل	۳۲۱
۱۷۹	تیسل	۱۹۳
۱۸۰	تبوّء	۳۰
۱۸۱	تثقفنّهم	۴۸۲
۱۸۲	تجلّی	۳۸۶
۱۸۳	ترهبون	۴۸۴
۱۸۴	تربصون	۵۶۳
۱۸۵	تزهق	۵۶۵
۱۸۶	تزکّی	۶۰۵
۱۸۷	تخرجوه	۲۶۷
۱۸۸	تستدرجهم	۴۲۲
۱۸۹	تستغیثون	۴۴۹
۱۹۰	تصدق	۵۱
۱۹۱	تصغی	۲۳۴
۱۹۲	تصدیة	۴۶۷
۱۹۳	تضرعا	۴۳۸
۱۹۴	تطهر	۶۰۵
۱۹۵	تعلمون	۸
۱۹۶	تعسا	۳۳۶
۱۹۷	تعدل	۱۹۴

نمبرشمار	الفاظ	صفحہ
۱۹۸	تعالوا	۲۶۹
۱۹۹	ترحمون	۴۳۷
۲۰۰	تعظون	۴۰۵
۲۰۱	تغشٰی	۴۲۹
۲۰۲	تفیض	۸۹
۲۰۳	تفشلوا	۴۷۴
۲۰۴	تقوی	۳۰۰
۲۰۵	تقطع	۶۱۱
۲۰۶	تکوی	۵۴۰
۲۰۷	تلبیت	۴۴۵
۲۰۸	تمترون	۱۳۲
۲۰۹	تنقمون	۶۷
۲۱۰	تنظرون	۴۳۲
۲۱۱	تنازعتم	۴۷۲
۲۱۲	تنتهوا	۴۵۶
	ث	
۲۱۳	ثالث ثلثة	۸۲
۲۱۴	ثبط	۵۵۷
۲۱۵	ثقال	۵۵۲
۲۱۶	ثمن	۵۰
۲۱۷	ثمود	۳۳۹
	ج	
۲۰۸	جار	۴۷۵
۲۱۹	جاهد	۵۰۸
۲۲۰	جاهلیت	۵۷
۲۲۱	جبارین	۲۴

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۲۲۲	جوث	۶۱۰
۲۲۳	جزاء	۳۵
۲۲۴	جزیۃ	۵۳۰
۲۲۵	جنب	۱۰
۲۲۶	جنّ	۱۹۹
۲۲۷	جن	۲۱۸
۲۲۸	جنحوا	۴۸۵
۲۲۹	جہد	۲۲۹-۶۱
	ح	
۲۳۰	حاضرۃ البحر	۳۰۴
۲۳۱	حاجّۃ	۲۰۱
۲۳۲	حبط	۲۰۵
۲۳۳	حبطت	۵۱۴-۶۱
۲۳۴	حجر	۲۵۷
۲۳۵	حرج	۲۲۶
۲۳۶	حرض	۴۸۸
۲۳۷	حرم	۲۶۰-۲۶۹
۲۳۸	حرمت	۶
۲۳۹	حزب اللہ	۶۴
۲۴۰	حسبان	۲۱۵
۲۴۱	حسنۃ	۵۶۱
۲۴۲	حصاد	۲۶۰
۲۴۳	حفیظ	۲۲۲-۲۲۵
۲۴۴	حفی	۴۲۷
۲۴۵	حقّ	۴۴۷-۲۶۰
۲۴۶	حقیق	۲۶۶
۲۴۷	حکم	۲۳۵-۲۰۶
۲۴۸	حلفتم	۹۴
۲۴۹	حللتم	۴
۲۵۰	حُلِیّہِم	۳۹۰
۲۵۱	حمولۃ	۲۶۱
۲۵۲	حمیم	۱۹۴
۲۵۳	حواریین	۱۱۷
	خ	
۲۵۴	خبال	۵۵۸
۲۵۵	خلدوا	۳۱۰
۲۵۶	خرقوا	۲۱۸
۲۵۷	خرص	۲۶۷
۲۵۸	خزی	۳۶
۲۵۹	خفاف	۵۵۲
۲۶۰	خلق	۱۹۷
۲۶۱	خلاف	۳۵
۲۶۲	خلائف	۳۸۲
۲۶۳	خلفاء	۳۳۶
۲۶۴	خلف	۴۰۹
۲۶۵	خَلفَ	۴۰۹
۲۶۶	خنازیر	۶۸
۲۶۷	خوض	۲۰۹
۲۶۸	خولنا	۲۱۴
۲۶۹	خیفۃ	۴۳۸
۲۷۰	خیر	۲۷۷
	د	
۲۷۱	دار السلام	[illegible]
۲۷۲	دائرۃ	۶۰
۲۷۳	درست	۲۲۲
۲۷۴	درسوا	۴۱۰
۲۷۵	دلّی	۲۹۶
۲۷۶	دمّرنا	۳۸۱
۲۷۷	دوّاب	۴۵۸
۲۷۸	دین	۴۶۹-۲۷۹
	ذ	
۲۷۹	ذلکم	۲۲، ۴۵۶
۲۸۰	ذات الصدور	۴۷
۲۸۱	ذرھم	۲۰۹
۲۸۲	ذکر	۳۲۲
۲۸۳	ذکرٰی	۱۹۴
	ر	
۲۸۴	راکعون	۶۴
۲۸۵	رباط	۴۸۴
۲۸۶	رجس	۲۹۶
۲۸۷	رسلتہ	۷۵
۲۸۸	رسلنا	۳۰۹
۲۸۹	رھبان	۸۸، ۵۳۳
۲۹۰	رئاء	۴۷۵
۲۹۱	ریش	۳۰
۲۹۲	ریبۃ	۶۱۱
	ز	
۲۹۳	زحف	۴۵۴
۲۹۴	زخرف	۲۳۳

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۲۹۵	زعمتم	۲۱۳
۲۹۶	زیّنّا	۲۲۸
	س	
۲۹۷	ساعة العسرة	۲۱۷
۲۹۸	سبقوا	۴۸۳
۲۹۹	سِقَایة۔ سُقایة	۵۱۴
۳۰۰	سقط فی ایدیھم	۳۹۰
۳۰۱	سکن	۲۱۵
۳۰۲	سکینته	۵۲۷
۳۰۳	سلطان	۲۰۲
۳۰۴	سماعون	۴۳
۳۰۵	سنین	۳۷۷
۳۰۶	سوأة	۲۹۶
۳۰۷	سوُۃ	۳۱
۳۰۸	سبحوا	۵۰۲
۳۰۹	سبنالھم	۳۹۳
۳۱۰	سیما	۳۱۸
	ش	
۳۱۱	شاھدین	۸۹
۳۱۲	شاقوا	۴۵۳
۳۱۳	شرر	۴۸۲
۳۱۴	شرعة	۵۵
۳۱۵	شرّعًا	۴۰۳
۳۱۶	شرکاء	۳۵۵
۳۱۷	شرکائهم	۲۵۶
۳۱۸	شعیب	۳۵۲
۳۱۹	شقة	۵۵۳

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۳۲۰	شھدنا	۲۵۰
۳۲۱	شیطین	۲۳۳
۳۲۲	شیئ	۷۷
	ص	
۳۲۳	صابرة	۴۸۹
۳۲۴	صاحبة	۳۱۹
۳۲۵	صالح	۳۲۹
۳۲۶	صدف	۲۶۷
۳۲۷	صدیقه	۸۳
۳۲۸	صعقا	۳۸۶
	ض	
۳۲۹	ضرًّا	۳۴۱
۳۳۰	ضرارًا	۴۰۷
۳۳۱	ضعف	۳۱۰
۳۳۲	ضیفا	۲۲۶
	ط	
۳۳۳	طائف	۴۳۵
۳۳۴	طفقا یخصفن	۲۹۷
	ظ	
۳۳۵	ظالمون	۲۱۲
۳۳۶	ظالمین	۳۱۸-۲۹۵
۳۳۷	ظللة	۴۱۱
۳۳۸	ظللنا	۴۰۱
۳۳۹	ظلم	۲۵۲
۳۴۰	ظلموا	۳۶۵

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۳۴۱	ظلمت	۱۹
۳۴۲	ظنّ	۲۶۷
	ع	
۳۴۳	عاد	۳۳۴-۲۶۳
۳۴۴	عالم الغیب والشھادة	۵۹۶
۳۴۵	عبادته	۴۳۹
۳۴۶	عتوا	۳۴۲
۳۴۷	عجزت	۳۱
۳۴۸	عدن	۵۷۷
۳۴۹	عدل	۱۳، ۲۳۶
۳۵۰	عدواً	۲۲۷
۳۵۱	عرض	۵۵۳، ۴۰۹
۳۵۲	عرش	۶۲۹
۳۵۳	عزرتموھم	۱۶
۳۵۴	عصوا	۸۵
۳۵۵	عقدتم	۹۳
۳۵۶	عقروا	۳۴۲
۳۵۷	عقود	۲؟
۳۵۸	عفا	۵۵۴
۳۵۹	عفوا	۳۶۱، ۴۴۳
۳۶۰	علم	۲۶۷
۳۶۱	عمین	۳۳۳
۳۶۲	عمارة	۵۱۸
۳۶۳	عھد	۲۷۲، ۳۷۹
۳۶۴	عیلة	۵۲۸
	غ	
۳۶۵	غائط	۱۱

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۳۶۶	غابرین	۴۴۹	۳۹۳	قراطیس	۲۰۸	۴۲۰	لاتخشوا	۵۰
۳۶۷	غرّ	۴۷۷	۳۹۴	قرابت	۴۰۱	۴۲۱	لاتشتروا	۵۰
۳۶۸	غرت	۱۹۳/۲۵۰	۳۹۵	قربان۔قربا	۲۸	۴۲۲	لاتزر	۲۸۱
۳۶۹	غرور	۲۳۲	۳۹۶	قرن	۱۳۶	۴۲۳	لاتخونوا	۴۶۲
۳۷۰	غل	۳۱۴	۳۹۷	قسط	۳۰۳	۴۲۴	لاتظلمون	۴۸۵
۳۷۱	غلّت	۷۱	۳۹۸	قسیسین	۸۸	۴۲۵	لاتتخذوا	۵۲۰
۳۷۲	غدر	۴۳۸	۳۹۹	قطعنا	۴۰۰/۴۰۸	۴۲۶	لاتفتنی	۵۶۰
۳۷۳	غنی	۲۵۳	۴۰۰	قضب نا	۵۲	۴۲۷	لاتشمت	۳۹۲
۳۷۴	غمرات	۲۱۲	۴۰۱	قلبوا	۵۵۹	۴۲۸	لاتسبوا	۲۲۷
۳۷۵	غیب	۱۸۵	۴۰۲	قنوان	۲۱۷	۴۲۹	لاتغلوا	۸۴
۳۷۶	غیرذات الشوکة	۴۴۸	۴۰۳	قیم	۲۶۹	۴۳۰	لستم	۱۱
۳۷۷	غیرالحق	۲۱۲		ک		۴۳۱	لایتناهون	۸۵
	ف		۴۰۴	کارهون	۴۴۷	۴۳۲	لایرهبون	۵۰۹
۳۷۸	فالق	۲۱۵	۴۰۵	کافة	۵۴۲	۴۳۳	لایقصرون	۴۳۵
۳۷۹	فاستون	۵۷	۴۰۶	کافرین	۵۰۲	۴۳۴	لایدینون	۵۳۰
۳۸۰	فاحشة	۳۰۲	۴۰۷	کتاب	۲۰۶/۲۰۹	۴۳۵	لایسألون	۶۲۰
۳۸۱	فترة	۲۲	۴۰۸	کتاب مبین	۱۸۵	۴۳۶	لایفتنون	۳۰۱
۳۸۲	فتنة	۴۶۹	۴۰۹	کساد	۵۲۱	۴۳۷	لایؤاخذ	۳۰۱
۳۸۳	فرادی	۲۱۴	۴۱۰	کسالی	۵۶۴	۴۳۸	لقاء	۹۳
۳۸۴	فرش	۲۶۱	۴۱۱	کعبة	۱۰۱	۴۳۹	لغوٌ	۹۳
۳۸۵	فساد	۳۳	۴۱۲	کفارة	۹۳/۱۰۱	۴۴۰	لم یلبسوا	۲۰۳
۳۸۶	فتق	۲۴۲/۳۶۲	۴۱۳	کفر	۲۰	۴۴۱	لم ینقصوا۔لم یظاهروا	۵۰۴
۳۸۷	فقلتم	۴۷۳	۴۱۴	کلمة	۱۰۱	۴۴۲	لم یغنوا	۳۶۰
۳۸۸	فرة	۴۵۴	۴۱۵	کید	۴۲۲	۴۴۳	لعباً ولهواً	۱۹۳
	ق		۴۱۶	کیدون	۴۳۲	۴۴۴	لعل	۳۳۲
۳۸۹	قاصد	۵۵۰	۴۱۷	لااوضعوا (ل)	۵۵۸	۴۴۵	لعنّا	۱۷
۳۹۰	قائلون	۲۸۹	۴۱۸	لاترتدوا	۲۳	۴۴۶	لعنوا	۷۱
۳۹۱	قبیل	۳۰۱	۴۱۹	لاتاس	۲۷	۴۴۷	لن تملک	۴۶
۳۹۲	قدروا	۲۰۸				۴۴۸	لن یضروک	۴۷

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۴۴۹	لومۃ	۶۳
۴۵۰	لیبلی	۴۵۵
۴۵۱	لیمس	۸۲
۴۵۲	لیجادلوکم	۲۴۲
۴۵۳	لیمیز	۴۶۸
	م	
۴۵۴	اماعنتم	۱۲۸
۴۵۵	مائدۃ	۱۲۰
۴۵۶	مااستقاموا	۵۰۷
۴۵۷	مبارك	۲۱۰
۴۵۸	مبصرون	۴۳۵
۴۵۹	متاع	۵۴۶
۴۶۰	متحرف	۵۴۳
۴۶۱	مواکب	۲۱۷
۴۶۲	مترین	۴۲۲
۴۶۳	مثوبۃ	۶۸
۴۶۴	مثل	۴۱۸
۴۶۵	مخزی	۵۰۲
۴۶۶	مدین	۳۵۲
۴۶۷	مدخل	۵۶۵
۴۶۸	مدحورا	۲۹۵
۴۶۹	مذؤما	〃
۴۷۰	مرجون	۶۰۷
۴۷۱	مردفین	۴۴۹
۴۷۲	مرض	۵۹
۴۷۳	موسٰی	۴۲۷
۴۷۴	مردوا	۶۰۳
۴۷۵	مرجون	۶۰۷
۴۷۶	مسرفون	۳۳

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۴۷۷	مستقر	۲۱۶
۴۷۸	مستودع	۲۱۶
۴۷۹	مسجد	۳۱۰
۴۸۰	مستضعفون	۴۶۱
۴۸۱	مسلم	۴۸۵
۴۸۲	مشتبہا	۲۱۷
۴۸۳	معتدون	۵۰۹
۴۸۴	معذرۃ	۴۰۵
۴۸۵	معروشات	۲۶۰
۴۸۶	معرضون	۴۵۸
۴۸۷	مغرم	۶۰۰
۴۸۸	مغلولۃ	۴۱
۴۸۹	مفاتح	۱۸۵
۴۹۰	مکاء	۴۶۷
۴۹۱	مکانتہ	۲۵۴
۴۹۲	مکنا	۲۹۱
۴۹۳	مکر	۳۶۳
۴۹۴	ملکوت	۴۲۳
۴۹۵	ملوکاً	۲۳
۴۹۶	من بعد ذلك	۴۸
۴۹۷	منافقون	۴۷۷
۴۹۸	منّ وسلوٰی	۴۰۱
۴۹۹	منہاج	۵۵
۵۰۰	موازین	۲۹۰
۵۰۱	مواطن	۵۲۶
۵۰۲	موطیٔ	۴۲۰
۵۰۳	موہن	۴۵۶
۵۰۴	مہتدون	۲۵۳
۵۰۵	مہلك	۳۵۲

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۵۰۶	مهما	۳۷۸
۵۰۷	میقات	۳۸۴
	ن	
۵۰۸	نبأ	۵۱۶
۵۰۹	نبذ	۴۸۲
۵۱۰	نبوۃ	۲۰۶
۵۱۱	نتقنا	۴۱۱
۵۱۲	نجس	۵۲۸
۵۱۳	نزعنا	۳۱۴
۵۱۴	نسختہا	۳۹۴
۵۱۵	نسئ	۵۴۴
۵۱۶	نصارٰی	۱۸
۵۱۷	نصرف	۲۲۲
۵۱۸	نفس	۲۳ / ۴۲۹
۵۱۹	نفقات	۵۶۴
۵۲۰	نفقۃ	۶۲۱
۵۲۱	نکدا	۳۲۸
۵۲۲	نکص علیٰ عقبیہ	۴۷۶
۵۲۳	نکثوا	۵۱۰
۵۲۴	نودوا	۳۱۵
۵۲۵	نور	۱۹
	و	
۵۲۶	واتقکم	۱۰
۵۲۷	واذ	۴۱۴
۵۲۸	والازلام	۹۵
۵۲۹	وامسحوا	۱۰
۵۳۰	وجلۃ	۴۴۵
۵۳۱	وذر	۱۹۳
۵۳۲	وذروا	۴۲۱

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۵۳۳	وسوس	۲۹۶
۵۳۴	وصّٰکم	۲۷۰
۵۳۵	وصفهم	۲۵۸
۵۳۶	وطعنوا	۵۱۰
۵۳۷	وکّلنا	۲۰۶
۵۳۸	وکیل	۲۲۵
۵۳۹	وردی	۲۹۶
۵۴۰	ولی	۲۴۷
۵۴۱	ولیجة	۵۱۴
	ه	
۵۴۲	هُدَی	۲۰۵
۵۴۳	هٰرنی	۴۰۱
۵۴۴	هٰرنٰ	۳۹۵
۵۴۵	هلم	۲۹۸
۵۴۶	همّ	۱۵
۵۴۷	هود	۳۳۴
	ی	
۵۴۸	یابی	۵۳۴
۵۴۹	یافوهم	۲۳
۵۵۰	یویلتی	۳۱
۵۵۱	یبدی	۲۹۶
۵۵۲	یبحث	۳۱
۵۵۳	یبطل	۴۴۵
۵۵۴	یتخطف	۴۷۱
۵۵۵	یترددون	۵۵۴
۵۵۶	یتقون	۱۹۲
۵۵۷	یتذکرون	۳۸۸
۵۵۸	یتولون	۴۸
۵۵۹	یتوفی	۴۷۸
۵۶۰	یتیهون	۲۶

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۵۶۱	یجمحون	۵۶۵
۵۶۲	یحرفون	۱۷/۴۵
۵۶۳	یحادوا	۵۶۹
۵۶۴	یحاربون	۳۵
۵۶۵	یحق	۴۴۹
۵۶۶	یحول	۴۵۹
۵۶۷	یحیی	۵۴۰
۵۶۸	یحییکم	۴۵۹
۵۶۹	یحکمون	۴۸
۵۷۰	یخرصون	۲۳۷
۵۷۱	یخوضون	۱۹۱
۵۷۲	یذکّرون	۲۴۷
۵۷۳	یرٰسکم	۴۶۸
۵۷۴	یسارعون	۴۳/۶۰
۵۷۵	یردوهم	۲۵۶
۵۷۶	یساقون	۴۴۷
۵۷۷	یسبحون	۴۳۹
۵۷۸	یستاذن	۵۵۶
۵۷۹	یستحیون	۳۸۳
۵۸۰	یستخلف	۲۵۳
۵۸۱	یستعجلون	۴۳۹
۵۸۲	یسعون	۳۵
۵۸۳	یشکرون	۳۲۸
۵۸۴	یسومونکم	۳۸۳
۵۸۵	یصل	۲۵۵
۵۸۶	یصّعد	۲۳۷
۵۸۷	یصلحون	۲۹۰
۵۸۸	یصنعون	۱۸
۵۸۹	یضاهئون	۵۳۲
۵۹۰	یطئون	۶۲۰

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۵۹۱	یطیروا	۳۷۷
۵۹۲	یعتدون	۸۵
۵۹۳	یعدلون	۱۳۱
۵۹۴	یعمهون	۲۳۱
۵۹۵	یعتذرون	۵۹۶
۵۹۶	یعجزون	۴۸۳
۵۹۷	یعکفون	۳۸۲
۵۹۸	یعفوا	۱۹
۵۹۹	یفتدوا	۳۸
۶۰۰	یفتنوا	۵۶
۶۰۱	یفرقون	۵۶۵
۶۰۲	یقترفوا	۲۳۴
۶۰۳	یقترفون	۲۴۱
۶۰۴	یقصون	۲۵۰
۶۰۵	یقطعون	۶۲۱
۶۰۶	یکنزون	۵۳۹
۶۰۷	یلعبون	۲۰۹
۶۰۸	یلمز	۵۶۶
۶۰۹	یلهث	۴۱۷
۶۱۰	یمدون	۴۳۵
۶۱۱	ینال	۳۰۱
۶۱۲	ینبّئ	۱۸
۶۱۳	ینفروا	۶۲۲
۶۱۴	ینهی	۷۰
۶۱۵	ینزغن	۴۳۳
۶۱۶	ینع	۲۱۸
۶۱۷	ینفوا من الارض	۳۵
۶۱۸	ینقضون	۴۸۱
۶۱۹	یهدون	۴۲۱
۶۲۰	یوحی	۲۳۳/۴۵۲
۶۲۱	یواطئوا	۵۴۴
۶۲۲	یوم حنین	۵۲۶
۶۲۳	یئس	۷

سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ

ترتیب قرآنی کے مطابق یہ پانچویں سورت ہے اور اس کا نام المائدہ ہے جو عربی میں کھانے سے سجے سجائے خوان کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ ؑ کے حواریوں نے ان سے درخواست کی تھی کہ آسمان سے ایسا خوان ان پر اترے۔ اس واقعہ کا اس سورت میں بیان ہے۔ اس لیے اس کا نام المائدہ ہو گیا۔

اسی سورت سے قرآن مجید کی سات منزلوں سے دوسری منزل شروع ہوتی ہے۔ پہلی منزل سورۃ النساء کے ساتھ ختم ہوئی۔ یہ سورت مدینہ میں تھوڑی تھوڑی کر کے ۵ھ سے لے کر ۱۰ھ تک نازل ہوئی۔ اس کے مکمل ہونے کے بعد کوئی اور سورت پوری نازل نہیں ہوئی۔ اس لیے اس کو قرآن مجید کی سب سے آخری سورت بھی کہتے ہیں۔ اس کی ایک آیت میدانِ عرفات میں آخری حج کے موقعہ پر جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں اتری اور اس میں مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ آج تمہارا دین مکمل ہو گیا اور یہی دین تمہارے لیے مقرر کر دیا گیا اور اس کا نام اسلام ہے۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا کہ وہی عرب جو بڑے زور شور سے آپ کی مخالفت کے لیے اٹھے تھے۔ سب کے سب اسلام میں داخل ہو گئے۔ جس کا ذکر سورۃ اذا جاء نصر اللہ میں ہے۔

اس سورت کا خاص پیغام مسلمانوں کے لیے یہ ہے کہ دین کی باتوں کو بڑی پابندی اور خیال کے ساتھ پورا کرو اور جس بات کا تم نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اقرار کیا ہے اس کو عملی طور پر پورا کر کے دکھاؤ۔

اس سورت میں مسلمانوں کے لیے بعض چیزوں کا کھانا پینا حرام کیا گیا ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ میل جول رکھنے کی حد قائم کی گئی ہے۔ طہارت اور وضو کے قاعدے بیان کئے گئے ہیں۔ بیرونی پاکیزگی کے ساتھ اندرونی پاکیزگی پر زور دیا گیا ہے۔ احکام شرعی بجالانے پر دونوں جہان کی کامیابی موقوف رکھی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ کے مختلف رویوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور یہود سے کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تم نے ستایا اور ان کی نافرمانی کی۔ اب تمہیں دوسرا موقعہ دیا جاتا ہے۔ یہ آخری نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس کام کی باتیں لائے ہیں ان کو مانو اور ستانے سے باز آؤ۔ یہود کو ناحق قتل کرنے اور فساد سے روکنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے

یہود کے وہ قانون جو جرموں کو روکنے کے لیے ان کے اوپر مقرر کئے گئے تھے بیان کیے گئے ہیں اور مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے دین پر عمل نہ کیا۔ لیکن تمہیں اپنے دین پر پورا پورا عمل کرنا چاہیے۔ اس کے بعد یہود کی بہانہ بازیوں اور احکام کے پورا کرنے میں ٹال مٹول کا مفصل بیان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام لوگوں کو قرآنی پیغام پہنچانا آپ کا فرض ہے۔ آپ اس کا فکر نہ کریں کہ لوگ سنتے ہیں یا نہیں۔ نیز مسلمانوں کو شراب اور جوئے سے بچنے کو کہا گیا ہے۔ احرام کے وقت بعض چیزوں سے پرہیز کرنے کو کہا گیا ہے۔

اس کے بعد پرانی بری رسموں کو چھوڑ دینے کو کہا گیا ہے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے واقعات کا بیان ہے۔ اور اسی پر سورت کا اختتام ہے۔

سورۃ المآئدۃ مدنیۃ ... آیاتہا ۱۲۰ رکوعاتہا ۱۶

منزل ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذمّہ داری پوری کرو

(ر ۱)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ
اے وہ جو ایمان لائے پورا کرو عہدوں
اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا
حلال کیے گئے تمہارے لیے چوپائے جانور سوائے اس کے جو
يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ
پڑھے جائیں گے تم پر نہ حلال جانتے شکار اس وقت
اَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (۱)
جب تم احرام میں بے شک اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ حلال جانو نشانیاں
اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ
اللہ کی اور نہ مہینہ ادب والے کو اور نہ جانور کعبہ کی نیاز
وَ لَا الْقَلَآئِدَ وَ لَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ
اور نہ پٹے ڈالے ہوئے کعبہ کے اور نہ قصد کرنے والے گھر
الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا
حرمت والے وہ جو ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب سے اور خوشنودی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ
اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو
اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا
تمہارے لیے حلال ہوئے چوپائے مویشی ان کے سوائے جو
يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ
تم کو سنائے جائیں گے مگر شکار کو حلال نہ جانو
اَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (۱)
احرام کی حالت میں اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ
اے ایمان والو حلال نہ سمجھو اللہ کی نشانیوں
اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ
کو اور نہ ادب والے مہینہ کو اور نہ اس جانور کو جو نیاز کعبہ ہو
وَ لَا الْقَلَآئِدَ وَ لَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ
اور نہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لے جائیں کعبہ کو نہ آنے والوں کو حرمت والے
الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا
گھر کی طرف جو ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب کا اور اس کی خوشی

عُقُوْد: عہد و پیمان۔ عقد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گرہ لگانا، باندھنا۔ اپنے ذمہ کوئی کام لے لینے کو عقد کہتے ہیں۔ اس کے معنی عہد و پیمان کرنا اور پختہ وعدہ کرنا بھی ہیں۔ الانعام: مویشی وہ جانور جن میں اکثر پالے جاتے اور جن کو کھانے کے لیے شکار کیا جاتا ہے۔ مُحِلِّي کی اصل شکل مُحِلِّيْنَ ہے جو مُحِل کی جمع ہے اور یہ احلال بنا ہے جو حلال سے ہے۔ احلال کے معنی ہیں حلال جاننا، جائز کر لینا۔ مُحِلِّي الصَّيْدِ: محلین کو صید کے ساتھ ملانے سے اس کا نون گر گیا۔ اس کے معنی ہیں شکار کو حلال سمجھنے والے، جائز کر لینے والے۔ حُرُم: حرام کی جمع ہے جو حرمت سے بنا ہے۔ حرام کے معنی ہیں محفوظ۔ وہ چیز جس کی بے ادبی نہ کی جا سکے نہ اس کو استعمال کیا جا سکے وہ آدمی جسے کسی چیز کے کرنے سے روک دیا گیا ہو یہاں اس سے مراد حاجی ہیں جو حج کی نیت کر لیں ان پر چند چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ شعائر: شعیرۃ کی جمع ہے وہ چیزیں جنہیں اللہ نے اپنی بندگی کی نشانیاں مقرر کیا ہے۔ القلائد: قلادہ کی جمع ہے۔ ہار یا پٹہ یا اسی قسم کی کوئی چیز جسے قربانی کے گلے میں باندھ دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جانور قربانی کے لیے جا رہا ہے یہاں مراد وہ جانور ہیں جن کے گلوں میں یہ چیزیں باندھ دی گئی ہوں۔ آمّین: آمّ کی جمع ہے کعبہ کا ارادہ کر کے چل دینے والے۔ البیت الحرام: حرمت والا گھر یعنی کعبہ۔

اس سورت کے شروع میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جن باتوں کا پورا کرنا تم نے اپنے ذمہ لیا ہے انہیں پورا کرنا چاہیے۔ انسان جب کلمہ پڑھ لیتا ہے تو وہ اپنے ذمہ لیتا ہے کہ اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑوں گا۔ اس ذمہ داری کا نبھانا اس کا فرض ہے۔ چنانچہ جن کے لیے جو چیزیں پاک کی ہیں اور جن چیزوں سے روکا ہے وہ بتا دی ہیں ...

ذمّہ داری پوری کرو (ب)

شروع سورت میں ہی ایمان والوں سے کہا گیا ہے کہ جو تم اپنے ذمّے لے لو اسے پورا کرو ایمان والا شخص وہ ہے جو زبان سے کلمہ طیّبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور دل میں ٹھان لے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو مجھے حکم دیں گے اسے دل و جان سے بجا لاؤں گا۔ اس کلمہ کے پڑھتے ہی اسے کچھ کام کرنے کے حکم دیے جاتے ہیں:

۱۔ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو۔

۲۔ پانچ وقت مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرو۔

۳۔ جب رمضان کا مہینہ آئے تو مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھو۔

۴۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔

۵۔ آسانی سے ہو سکے تو عمر میں ایک دفعہ بیت اللہ کا حج کرو۔

کلمہ پڑھ لینا ان سب کاموں کے کرنے کا عہد ہے جس کو عقد بھی کہتے ہیں۔ آیت میں ارشاد ہے کہ اپنے عہد کو پورا کرو اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہیں کرو۔

پچھلی قوموں نے جن کی مثال یہود اور نصاریٰ کی شکل میں عرب کے سامنے موجود تھی۔ سب سے بڑھ کر قصور یہی کیا کہ اللہ کے ساتھ جو عہد وپیمان کیے تھے انہیں پورا نہ کیا۔ ان کی سب باتیں تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ، آل عمران اور النسآء میں بیان کی گئی ہیں۔ شاید ہی بہانہ بازیوں نہ کسی نے کی ہوں گی جیسی ان دو قوموں نے کیں۔ زبان سے اقرار کیا کہ ہم اللہ کے سارے حکم مانیں گے مگر ان کے بعد اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے اور اللہ کے احکام کو اپنی مرضی کے مطابق جیسا چاہا موڑ توڑ لیا۔ سب سے بڑا عہد جو انہوں نے آخر میں توڑا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا عہد تھا۔ یہاں پہلے ہی مسلمانوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ کرنا بلکہ جو راستہ تمہارے لیے اللہ اور رسول نے مقرر کیا ہے اس کی جی جان کے ساتھ پیروی کرنا۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ تم پر چوپایوں سے فائدہ اٹھانا حلال کیا گیا ہے جی چاہے تو ان کو کھاؤ لیکن حج کے احرام کی حالت میں جنگلی جانوروں کا شکار نہ کرو۔ اسی طرح تم کو حکم دیا جاتا ہے اللہ نے جن چیزوں کو اپنی عبادت کا نام یا علامت مقرر کر دیا ان کی عزت اور احترام کرو۔ یہ مقام مسجدیں ہیں اور خانہ کعبہ کے اردگرد کی بہت سی جگہیں ہیں۔ جہاں حج کے موقعہ پر جانا پڑتا ہے یا کوئی کام کرنا پڑتا ہے خاص کر چار حرام مہینوں میں لڑائی اور گناہوں سے بچنے اور اچھے کام کرنے کی کوشش کریں۔ مگر یہاں کوئی حملہ کرے تو اس سے لڑنا ان مہینوں میں بھی جائز ہے۔ یہ مہینے رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہیں۔

اسی طرح قربانی کے جانور جو مکہ معظمہ لے جاتے جاتے ہیں اور کبھی کبھی ان کے گلے میں پٹہ یا کوئی ایسی ہی چیز لٹکا دی جاتی ہے۔ ان کا احترام ضروری ہے کسی کو انہیں ستانا نہ چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ حج کے ارادہ سے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ ان کی حفاظت اور ان کا احترام مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔

آگے ساری سورت میں یہود و نصاریٰ کا حال بتا کر سمجھایا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے فرمان بردار بندے بننے میں ناکامیاب رہے۔ تم ان کی سی باتیں اختیار نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔

زیادتی نہ کرو

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا
اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرو اور باعث نہ
يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ
ہو تم کو دشمنی اس قوم کی جو کہ روکتی تھی تم کو
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا
حرمت والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں مدد کرو
عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي
نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو
الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ
گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ الربع
اللہ کا عذاب سخت ہے

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا
يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا
عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي
الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

حَلَلْتُمْ: حلال ہو جاؤ تم یعنی احرام کھول دو اور احرام سے باہر آ جاؤ
اصْطَادُوْا: شکار کرو تم یعنی شکار تمہارے لیے جائز ہو جائے گا۔
تَعْتَدُوْا: عدوان سے بنا ہے جس کے معنی زیادتی ہیں۔ یہ لفظ بھی آیت میں موجود ہے۔
اتَّقُوْا: تقویٰ سے ہے جس کے معنی ہیں برائی سے بچنا۔ مطلب یہ ہے برائی سے بچو

پہلی آیت میں احرام کی حالت میں جنگلی جانوروں کا شکار حرام کیا گیا۔ اس آیت میں احرام ختم ہو جانے کے بعد اس کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد کی ہدایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کا کتنا اونچا طریقہ سکھاتا ہے۔ آیت کا پہلا حصہ جو پچھلے سبق میں آچکا ہے چند باتوں کی ہدایت کرتا ہے کہ حج کے مہینوں کا احترام کرو جو لوگ حج یا کعبہ کی زیارت کے لیے آئیں ان کو نہ روکو اور نہ ستاؤ۔ ان کے قربانی کے جانوروں کی حفاظت کرو۔ مکہ کے لوگ بھی ان باتوں کو مانتے تھے۔ لیکن مسلمانوں سے اتنی دشمنی ہوگئی کہ جب وہ مدینہ منورہ سے کعبے کی زیارت (عمرہ) کے لیے مکہ معظمہ آئے تو کافروں نے ان سب باتوں کا کوئی خیال نہیں کیا اور مسلمانوں کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ایسے موقع پر مسلمانوں کا جوش میں آجانا معمولی بات تھی۔ اس لیے پہلے ان باتوں کا ذکر کر دیا جنہیں حج اور عمرہ ادا کرنے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ مسلمان ان باتوں کا خیال رکھیں اور پھر صاف صاف کہہ دیا کہ مکہ والوں نے دشمنی کی وجہ سے تمہارے ساتھ یہ سب زیادتیاں کیں۔ لیکن ان کی دشمنی کی وجہ سے تم جوش میں آکر ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ خود مجرم بن جاؤ۔ اپنے ہر آدمی کو جوش میں آنے سے روکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں حد سے بڑھ جائے۔

معاشری اصُول

پچھلے درسوں میں جس آیت کا بیان ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو کئی مفید حکم دیے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض خاص موقعوں کے لیے ہیں اور بعض عام ہیں۔ عام حکموں میں سے دو حکم بہت زیادہ مسلمانوں کی توجہ کے قابل ہیں۔ اگر ان پر عمل کر لیا جائے۔ تو ہماری سوسائٹی کی تمام خرابیاں دور ہو سکتی ہیں۔ اگر شروع کی طرح بعد میں بھی ان پر عمل جاری رہتا تو سوسائٹی کی کوئی خرابی ہمارے اندر پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اس سے غفلت برتی اور اس کا نتیجہ جو ہوا ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ دو حکم یہ ہیں:

۱۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔

۲۔ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

تعاون اور عدم تعاون کے الفاظ عرصہ سے بہت سنے جاتے رہے ہیں۔ آج اس کا مطلب سمجھ لینا چاہیے۔ یعنی وہ مطلب جو قرآن مجید میں بتایا گیا ہے۔ تعاون کے معنی ہیں آپس میں مدد کرنا اور عدم تعاون کا مطلب ہے مدد نہ کرنا اور منہ موڑ لینا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تعاون کن چیزوں میں ہونا چاہیے اور عدم تعاون کا موقعہ کونسا ہے، ان دو جملوں میں قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں یعنی بِرّ اور تقویٰ پھیلانے کے لیے تعاون کرو اور اثم اور عدوان روکنے کے لیے عدم تعاون سے کام لو۔ بِرّ کے معنی ہیں نیک کام اور تقویٰ کے معنی ہیں بُرے کاموں سے بچنا۔ ان دو چیزوں میں تعاون ہونا چاہیے۔ اثم کے معنی ہیں گناہ اور عدوان کے معنی ہیں کسی پر ظلم اور زیادتی۔ ان دونوں چیزوں میں عدم تعاون ہونا چاہیے۔ اگر اس کو صاف الفاظ کے اندر اپنی زبان میں کہا جائے۔ تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اچھے آدمیوں کی ان کے اچھے کاموں میں مدد کرو اور بُرے آدمیوں سے ان کے بُرے کاموں میں الگ ہو جاؤ۔

بِرّ میں وہ سب کام آگئے جن سے آدمیوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ تقویٰ پرہیزگاری کو کہتے ہیں۔ اثم وہ ہے جس کے کرنے سے آدمی دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں میں سزا پاتا ہے اور عدوان اپنے سے کمزور کو دبا کر اپنا کام نکال لینے کو کہتے ہیں۔

تعاون کی صورت یہ ہے کہ سب آدمی جمع ہو کر یہ ارادہ کر لیں کہ جو شخص آدمیوں کے فائدے کا کام کرے گا اور گناہوں سے بچے گا اس کی ہم سب مل کر مدد کریں گے اور عدم تعاون کی صورت یہ ہے کہ سب مل کر فیصلہ کریں کہ جو گناہ کرے گا اور کمزوروں کو دبائے گا۔ اس سے ہم سب سارے تعلقات قطع کر لیں گے۔ ایسا انتظام کر لینے سے ممکن نہیں کہ کوئی شخص گناہ کر سکے یا کمزوروں کو دبا کر اپنا مطلب نکال سکے۔

اب سوچنا یہ ہے کہ کیا ہم اس کے بالکل برخلاف نہیں کر رہے ہیں۔ اگر یہ صورت جاری رہی تو اس کا نقصان آخر میں قوم کی قوم کو پہنچے گا۔ نیک لوگ دبتے دبتے مٹ جائیں گے اور بُرے بُرے ہی بُرے رہ جائیں گے جس وقت ایسا واقعہ ہو گیا تو قوم تو قوم ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ (۲) کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔

حرام چیزوں کا ذکر

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

تم پر حرام ہوا مردہ جانور اور لہو اور

الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَ

خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا

الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ

اور جو مر گیا ہو گلا گھونٹنے سے یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر

وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا

یا سینگ لگنے سے اور جس کو کھایا ہو درندے نے مگر جس کو تم

ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ

نے ذبح کر لیا اور جو حرام ہے وہ جو کسی تھان پر ذبح ہوا اور

أَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ

یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے یہ گناہ کا کام ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ
تم پر حرام ہوا مردہ جانور اور خون اور گوشت
الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَ
سور کا اور جو پکارا جائے سوائے اللہ کے کسی اور کے نام پر اور
الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ
گلا گھونٹا ہوا اور چوٹ سے مرا ہوا اور اوپر سے گر کر مرا ہوا
وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا
اور سینگ لگ کر مرا ہوا اور جس کو کھایا درندے نے مگر جو
ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ
تم نے ذبح کر لیا اور جو ذبح کیا گیا اوپر تھانوں کے اور
أَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ
یہ کہ بانٹو تم ساتھ جوئے کے تیروں کے یہ گناہ ہے

تشریح: حرام بنایا گیا۔ اس کا مصدر تحریم ہے جو حرام سے بنا ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جس سے بچنا چاہیے۔ بچنا تعظیم اور عزت کے خیال سے بھی ہوتا ہے اور استعمال کرنے سے رکنا بھی ہوتا ہے یہاں یہی مراد ہے۔ ان چیزوں کا کھانا اس آیت میں حرام کیا گیا ہے ان کو نہ کھاؤ وہ چیزیں یہ ہیں (۱) میتہ یعنی مردار جانور۔ وہ جانور جس کی جان ذبح کرنے سے نہیں بلکہ خود بخود نکل گئی ہو اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ اس کا خون اسی میں خشک ہو گیا ہے (۲) بدن سے بہہ کر نکلنے والا خون خواہ ذبح کرنے سے نکلا ہو یا کسی اور وجہ سے یہ خون ناپاک ہے اور اس کا کھانا حرام ہے بلکہ مردار کو کھانا بھی اسی لیے حرام ہے کہ اس کا خون مرنے کی وجہ سے اندر ہی اندر جذب ہو جاتا ہے۔ جانور کو ذبح کر کے اس کا خون بہا دینا ضروری ہے تا کہ گوشت پاک اور حلال ہو جائے (۳) خنزیر کا گوشت ناپاک اور اس کا کھانا حرام ہے (۴) وہ جانور جس کو اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو یہ جانور باوجود ذبح کے اور خون بہہ جانے کے حرام ہے (۵) مُنْخَنِقَةُ۔ مَوْقُوذَةُ۔ مُتَرَدِّيَةُ۔ نَطِيحَةُ حرام ہیں ان کے معنی ترجمہ کے ساتھ اوپر دے دیے گئے ہیں یہ جانور وہ ہیں جو ذبح نہیں کیے گئے ہیں اور چوٹ وغیرہ لگ کر یا اوپر سے گر کر مرے ہیں یہ سب میتہ کے اندر داخل ہیں۔ لیکن چونکہ عرب میں ان کے کھانے کا عام رواج تھا اس لیے ان کو الگ الگ نام لے کر بیان کیا گیا (۶) درندے کا کھایا ہوا جانور حرام ہے لیکن اگر اس میں کچھ جان تھی اور تم نے اسے ذبح کر لیا تو جائز ہے (۷) جو جانور تھان پر ذبح کیا جائے تو وہ اگرچہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے پھر بھی حرام ہے۔ تھان وہ جگہ ہے جہاں کوئی بت بنا کر کھڑا کر دیا ہو اور اس کی تعظیم کی جاتی ہو۔ اس جگہ جانور ذبح کرنے کا عرب میں عام رواج تھا اور اس سے مطلب بت کا حق ادا کرنا ہوتا تھا۔ یہ نمبر ۴ میں داخل ہے لیکن چونکہ ذبح کا یہ ایک خاص طریقہ تھا اس لیے اس کا ذکر الگ کر دیا گیا (۸) سب سے آخر میں جوئے کی ایک خاص شکل سے جو عرب میں رائج تھی منع کیا گیا ہے۔ عرب کے بے فکرے نوجوان جہاں جس کا اونٹ پکڑ کر ذبح کر لیتے اور پھر اس کے گوشت کے حصے بنا کر رکھ دیتے اور ان حصوں کو تیروں کے ذریعے بانٹتے ہر تیر پر ایک ہندسہ لکھا ہوتا لیکن کچھ تیر خالی بھی ہوتے ہر شخص جا کر تھیلے میں سے ایک تیر نکال لاتا اور اس تیر کے ہندسے کے مطابق اسے حصے مل جاتے اور جو خالی تیر لاتے وہ محروم رہتے بلکہ ان کو سارے جانور کی قیمت ادا کرنی پڑتی۔

دین مکمل ہو گیا

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ
آج ناامید ہو گئے وہ جو کافر ہوئے تمہارے دین سے
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ
پس نہ ڈرو ان سے اور ڈرو مجھ سے آج
اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کر دیا میں نے تمہارے اوپر
نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ
احسان اپنا اور پسند کیا تمہارے لیے اسلام کو دین
فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ
پس جو لاچار ہو جائے بھوک میں نہ جھکنے والا
لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③
طرف گناہ کے پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ
آج ناامید ہو گئے کافر تمہارے دین سے
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ
سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں
اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کر دیا میں نے تم پر
نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ
احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین
فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ
پھر جو کوئی لاچار ہو جائے بھوک میں لیکن گناہ پر
لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③
مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

یَئِسَ: مایوس ہو گئے۔ یأس سے ہے جس کے معنی ناامیدی اور مایوسی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اب انہیں امید نہیں رہی کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ کر ان کے دین میں واپس آ جائیں گے۔ لَا تَخْشَوْہُمْ: مت ڈرو ان سے۔ خشیۃ سے ہے جس کے معنی ڈر، خوف، ہیبت کے ہیں۔ اسی سے اِخْشَوْنِ بنا ہے جس کے معنی ہیں ڈرو مجھ سے۔ اس کے نہ جو نون لگا ہوا ہے یہ اصل میں علامت ہے کہیں سے ی گر گئی ہے مگر ان کے معنی مجھ سے باقی ہیں۔ اُضْطُرَّ: لفظ اضطرار سے ہے جس کے معنی ہیں بے بس ہونا کسی چیز کے کرنے کی انتہائی ضرورت آ پڑنے کو اضطرار کہتے ہیں۔ مَخْمَصَۃ: بھوک جس کے لیے عربی میں دوسرا لفظ جوع ہے۔ مُتَجَانِفٍ: مائل ہونے والا، جھکنے والا جنف سے ہے جس کے معنی میل کرنے اور جھکنے کے ہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ کافروں کو امید تھی کہ مسلمان یہ دیکھ کر کہ ان کو سخت کام کرنے پڑ رہے ہیں بہت سی کھانے پینے کی چیزوں سے جن کی انہیں عادت تھی انہیں روک دیا گیا ہے اور عبادت اور جہاد کا حکم دیا گیا ہے اسلام کو چھوڑ کر پھر اپنا پرانا دین اختیار کر لیں گے اور ہمیں جیسے ہو جائیں گے آج ان کی یہ آس ٹوٹ گئی۔

مسلمان اس وقت بڑے اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ فتح ہو چکا تھا۔ سارا عرب اسلام قبول کر چکا تھا۔ قانون کا ماننا بہت آسان ہو گیا تھا۔ ہر کام کے قاعدے مقرر ہو چکے تھے۔ اس لیے آخری حج کے موقعہ پر میدان عرفات میں صاف صاف اعلان کر دیا گیا کہ آج کافر اس سے ناامید ہو گئے کہ وہ مسلمانوں کو بہکا کر کافر بنا لیں گے۔ مسلمان اب ان کا خوف بالکل دل سے نکال دیں اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈریں۔ مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی پوری پوری نعمت تمہارے اوپر نازل کر دی۔ اب تمہارا دین اسلام ہے اس میں تمہاری ہر مشکل کا حل اور ہر موقع کے مناسب ہدایت موجود ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ جو جانور تمہارے لیے حرام کیے گئے ہیں ان میں سے جان بچانے کے لیے جب بھوک سے دم نکل رہا ہو اتنا کھا لینے میں کچھ حرج نہیں جس سے جان بچ جائے۔

حلال کی تفصیل

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ

پوچھتے ہیں تجھ سے کیا ہے جو حلال کیا ان کے لیے

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ

کہہ دے حلال کی گئیں تمہارے لیے ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ تم

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ

شکاری جانور دوڑنے سے شکار پر سکھاتے ہو ان کو

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ

اس میں سے جو سکھایا تم کو اللہ نے پس کھاؤ اس سے جو پکڑیں وہ

عَلَیْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ

تمہارے لیے اور یاد کرو نام اللہ کا اس پر

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۴

اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیزیں ان کے لیے حلال ہے

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ

کہہ دے کہ تم کو ستھری چیزیں حلال ہیں اور جو سدھاؤ

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ

شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ

تم کو سکھایا ہے سو اس میں سے کھاؤ جو پکڑ رکھیں

عَلَیْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ

تمہارے واسطے اور اس پر اللہ کا نام لو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۴

اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے

جوارح: شکاری جانور۔ جارحہ کی جمع ہے وہ جانور جو جھپٹ کر شکار کو دبوچ لیتا ہے۔ مُکَلِّبِیْنَ: شکار پر دوڑانا۔ تکلیب سے ہے جس کے معنی شکاری جانور کو شکار دکھا کر اس کے اوپر چھوڑ دینا۔ تُعَلِّمُوْنَ: سدھاتے ہو تم۔ تعلیم سے ہے جس سے یہاں مراد شکاری جانور کو شکار پکڑنے کے لیے سدھانا ہے۔ پچھلی آیت میں حرام چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے پوچھا کہ اب ہمارے لیے حلال کیا ہے نیز یہ کہ شکاری کتوں اور باز وغیرہ سے شکار ہمارے لیے حلال ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جو چیزیں حرام ہیں ان کے سوا صاف ستھری چیزیں سب کی سب حلال ہیں۔ البتہ ان کے حاصل کرنے میں کوئی ناجائز طریقہ جیسے جوا، سٹہ، سود وغیرہ استعمال نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بہت سی چیزیں خود تو اچھی ہوتی ہیں لیکن ان کے حاصل کرنے کے طریقے ان کو خراب کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد شکاری جانوروں سے شکار کروانے کا طریقہ بتا دیا (۱) اوّل یہ کہ اس جانور کو شکار کرنے کے لیے سدھایا گیا ہو، اور وہ خود شکار کو نہ کھائے بلکہ تمہارے لیے رکھ چھوڑے (۲) تم اسے خود شکار دکھا کر اس کے پکڑنے کے لیے چھوڑو۔ آپ سے لپک کر نہ جاتے (۳) سدھانے کا اثر یہ ہونا چاہیئے کہ شکار خود نہ کھائے اور اگر واپس بلایا جائے تو شکار چھوڑ کر تمہارے حکم پر واپس چلا آئے (۴) شکار پر چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑو یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑو۔ ان کے علاوہ ایک شرط یہ ہے کہ جانور شکار کو زخمی کر دے کہ اس کا کچھ خون بہہ جائے اور اگر اس نے زخمی نہیں کیا تو پھر اس کو ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر پکڑنے سے پہلے مر گیا اور ذبح نہ کر سکے تو وہ مردار ہے اور حرام ہے اس بات کا خیال ضروری ہے کہ ہر چیز کے چھوڑنے کا باعث اللہ تعالیٰ کا ڈر ہونا چاہیئے۔ وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ ہر بات کا جھگڑا فوراً چکا دیا جاتا ہے۔

حلال چیزیں

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ
آج حلال کردی گئیں واسطے تمہارے ستھری چیزیں اور کھانا ان لوگوں کا جو
اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ
دیئے گئے کتاب حلال ہے واسطے تمہارے اور کھانا تمہارا حلال ان کے لیے
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ
اور پاکدامن عورتیں مسلمانوں میں سے اور پاکدامن عورتیں ان لوگوں میں سے
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
جو دیئے گئے کتاب تم سے پہلے جبکہ دو تم ان کو
اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا
مہر ان کے حفاظت کرنے کو نہ خواہش پورا کرنے کو اور نہ
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ
بنانے والے چوری آشنائی اور جو انکار کرے ایمان سے
فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤ ع
پس تحقیق اکارت ہوا کیا اس کا اور وہ بیچ آخرت کے ٹوٹے والوں میں ہے

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ
آج تمہارے لیے سب ستھری چیزیں حلال ہوئیں اور اہل کتاب کا کھانا
اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ
تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ
اور حلال ہیں تم کو پاکدامن مسلمان عورتیں اور ان میں سے پاکدامن عورتیں جن کو
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
تم سے پہلے دی گئی کتاب جب ان کو
اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا
ان کے مہر دو قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ
آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ایمان سے
فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤ ع
تو ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں زیاں پانے والوں میں سے

طَيِّبٰتُ: ستھری چیزیں۔ طیبہ کی جمع ہے وہ چیز جو صاف ستھری مانی جاتی ہو اور طبیعت اس سے کراہت نہ کرے۔ اَلْمُحْصَنٰتُ: عفت والی عورتیں۔ پاکدامن بی بیاں۔ یہ لفظ پانچویں پارہ کے شروع میں آیا ہے اور محصنہ کی جمع ہے۔ اصل میں یہ حصن سے بنا ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ محصنہ وہ عورت ہے جس کی عصمت پر کوئی حملہ نہ کرسکے اس لیے خاوند والی عورت کو محصنہ کہتے ہیں۔ پانچویں پارے میں اس سے یہی مراد ہے۔ یہاں اس سے وہ عورتیں مراد ہیں جو اپنی نیک بختی کی بدولت گناہ سے محفوظ ہوں۔ یا ماں باپ اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کی حفاظت میں ہوں۔ ایسی نیک، پاک دامن عورت کے ساتھ خواہ مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو شادی مناسب ہے۔

ارشاد ہے کہ اسلام نے تمہارے لیے پاکیزہ جانوروں کا اور ساری پاکیزہ چیزوں کا کھانا اور استعمال کرنا حلال کردیا ہے۔ جانوروں کا گوشت جب حلال ہوگا جب اس کو ذبح کیا جائے اور اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔ یہودی اور عیسائی کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے۔ ان کا ذبح کیا ہوا جانور تمہارے لیے اور تمہارا ذبح کیا ہوا جانور ان کے لیے حلال ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ مسلمان عفیفہ پاکدامن عورت سے شادی کرنا اچھا ہے اور ایسے ہی یہودی یا عیسائی عورت سے جو پاک دامن نیک اور گناہ سے بچنے والی ہو شادی کرنی اچھی ہے۔ شادی کی غرض یہ ہونی چاہیئے کہ مرد اور عورت شادی کرکے ایک دوسرے کے لیے حفاظت کا قلعہ بن جائیں۔ خواہش کے جوش میں آکر اندھا دھند جنسی تعلقات قائم نہ کرنے چاہئیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں مل جل کر رہنا مشکل معلوم ہونے لگے عورت سے خفیہ تعلقات جن کی غرض بیہودہ خواہش پوری کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی نہ ہونے چاہئیں یہ سب جانوروں کی سی حرکتیں ہیں جو انسان کے لیے کسی طرح مناسب نہیں۔ نکاح میں پاک دامنی کی قید مصلحت کی بنا پر ہے ورنہ نکاح ہر ایک سے ہوجاتا ہے ماسوا کافر اور مشرک کے۔ ایمان کا دارو مدار ... ہے ورنہ عمل بے کار ہے۔ آخرت میں بے ایمان ٹوٹے میں رہیں گے۔

وضو اور غسل

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اے وہ جو ایمان لائے ہو جب کھڑے ہو تم طرف نماز کے
فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ
پس دھولو منہ اپنے اور ہاتھ اپنے کہنیوں سمیت
وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى
اور ہاتھ پھیرلو اپنے سروں پر اور اپنے پاؤں کو
الْكَعْبَيْنِ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَ اطَّهَّرُوْا
ٹخنوں سمیت اور اگر ہو تم ناپاک پس اچھی طرح پاک ہو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھو
فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ
تو اپنے منہ دھولو اور کہنیوں سمیت ہاتھ
وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى
اور مل لو اپنے سروں کو اور پاؤں دھو لو
الْكَعْبَيْنِ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا
ٹخنوں سمیت اور پھر اگر جنابت سے ہو تو اچھی طرح پاک ہو جاؤ

وَامْسَحُوْا: (اور ہاتھ پھیرلو) مسح سے بنا ہے جس کے معنی ہیں۔ ہاتھ سے کسی چیز کو چھونا۔ کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا۔

اَلْكَعْبَيْنِ (ٹخنے) کعب کا تثنیہ ہے۔ کعب کسی اوپر اٹھی ہوئی یا ابھری ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ یہاں پاؤں کے دونوں طرف کے ابھرے ہوئے حصے مراد ہیں جنہیں ہم ٹخنے کہتے ہیں۔

جُنُبٌ: (ناپاک) جنابت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ایسی حالت جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو شروع سورت ہی میں کہہ دیا گیا۔ کہ اللہ کے حکم سب کے سب پورے کرو۔ اس کے بعد بتایا گیا۔ کہ کھانے پینے کی صاف ستھری چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ انہیں بخوشی استعمال کرو۔ اسی طرح عورتوں سے شادی کرو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کے اندر رہ کر دنیا کی لذتیں اٹھاؤ۔ لیکن آخر میں اشارہ کر دیا گیا تھا کہ دنیا کی لذتوں میں ہر وقت پھنسا رہنا۔ انسان کو روحانی خوشیوں سے دور اور ایمان کے نور کو دھندلا کر دیتا ہے۔ اس لیے مقررہ اوقات پر اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر نماز پڑھو کہ تمہارا ایمان تازہ ہوتا رہے، اور آخرت میں ٹوٹے سے بچ جاؤ۔ لیکن حلال لذتیں بھی انسان کو اس قابل نہیں چھوڑتیں کہ وہ یونہی سیدھا نماز میں حاضر ہو جائے۔ اس لیے نماز ادا کرنے سے پہلے اپنے آپ کو پاک صاف کرو اور اگر نہانے کی حاجت نہ ہو تو وضو کرو یعنی ہاتھ منہ دھوؤ۔ سر کا مسح کرو اور پاؤں دھوؤ۔ پہلے پہنچوں تک دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئے۔ پھر کلی کرے اور مسواک سے منہ دانت وغیرہ خوب صاف کرے۔ پھر ناک صاف کرے اور پانی ڈال کر دھوئے۔ اس کے بعد سارا چہرہ پانی سے دھوئے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے۔ پھر سر کا مسح کرے یعنی ہاتھ تر کر کے سر پر پھیرے۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئے۔

بڑوں کو لازم ہے کہ بچوں کو بہت جلد وضو کرنا سکھا دیں اور نماز پڑھنی بچپن ہی سے لگا دیں۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اگر غسل ضروری ہو تو اس وقت نماز کے لیے نرا وضو کافی نہیں ہے۔ بلکہ سارے بدن کو اچھی طرح پانی ڈال کر دھونا ضروری ہے۔

تیمّم کا بیان

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ

اور اگر ہو تم بیمار یا پر سفر یا آئے

اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

کوئی تم میں سے بیت الخلاء سے یا چھو تم عورتوں سے

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

پھر نہ پاؤ تم پانی پس قصد کرو تم مٹی پاک کا

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ

پس ملو تم اپنے منہ اور ہاتھ اس سے

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ

نہیں چاہتا اللہ کہ کرے تم پر کوئی تنگی

وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ

اور لیکن چاہتا ہے کہ پاک کرے تم کو اور یہ کہ پوری کرے

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٦﴾

اپنی نعمت تم پر تاکہ تم شکر کرو

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم

اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

میں سے آئے بیت الخلاء سے یا عورتوں کے پاس گئے ہو پھر

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

تم پانی نہ پاؤ تو قصد کرو پاک مٹی کا

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ

اور اپنے منہ اور ہاتھ اس سے مل لو

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ

اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے

وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ

لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنا

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٦﴾

احسان تم پر پورا کرے تاکہ تم احسان مانو

غَآئِطِ: نیچی جگہ نشیب۔ انسان رفع حاجت کے لیے اکثر گڑھوں اور نیچی جگہوں میں بیٹھتا ہے اس لیے غائط سے مراد حاجت رفع کرنے کی جگہ ہے۔

لٰمَسْتُمْ: لامسہ سے ہے جو لمس سے بنا ہے اس کے معنی ہیں چھونا ہاتھ لگانا یہاں مراد ہے عورت سے صحبت کرنا۔ پچھلے صفحہ میں ذکر تھا کہ جب نماز پڑھنے کے لیے اٹھو تو وضو کر لو لیکن اکثر بیمار آدمی کو پانی کا استعمال نقصان پہنچاتا ہے اور سفر میں بھی کبھی کبھی پانی میسّر نہیں ہوتا اور جتنا ہوتا ہے وہ پینے کے لیے رکھنا پڑتا ہے ایسی صورتوں میں اگر نماز کا وقت آجائے تو کیا کرنا چاہیے اس آیت میں اس کا حکم بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس وقت تیمم کر لیا کرو۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پاکی حاصل کرنے کی نیت کر کے دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں پھیلا کر پاک مٹی پر رکھے پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر چہرہ پر اچھی طرح پھیرے دوبارہ پھر اسی طرح دونوں ہاتھ مٹی پر رکھے اور اٹھا کر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ پر انگلیوں سے لے کر کہنیوں تک اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے لے کر کہنی تک اچھی طرح پھیرے بس تیمّم ہو گیا اس کے بعد نماز پڑھ لے۔ آدمی کو کھانے پینے کی وجہ سے پاخانے پیشاب کی حاجت ہوتی ہے اور کبھی ہوا وغیرہ خارج ہوتی ہے ان تینوں کو چھوٹی ناپاکی کہتے ہیں ان صورتوں میں نماز سے پہلے وضو کرنا پڑتا ہے پھر یہ وضو جب ٹوٹتا ہے جب ان تینوں میں سے کوئی بات ہو جائے یا کہیں سے خون وغیرہ بہے یا نیند آجائے وغیرہ اس کے علاوہ ایک بڑی ناپاکی ہوتی ہے جس سے پاک ہونے کے لیے وضو کافی نہیں ہوتا بلکہ غسل ضروری ہوتا ہے اگر وضو اور غسل دونوں کی ضرورت ہو مگر پانی کا استعمال ممکن نہ ہو تو تیمم دونوں کے لیے کافی ہوگا۔ اللہ نے دین میں ہمارے لیے کوئی تنگی نہیں کی بلکہ ہر چیز کے بے آسانیاں کر دی گئی ہیں اس لیے اللہ کا شکر کرو اور اس کے حکموں پر عمل کرو۔

اللہ کا عہد

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ
اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا کہ
وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ
ٹھیرایا اس نے تم سے اس کو جب کہا تم نے سنا ہم نے اور مانا ہم نے
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦
اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ خوب جانتا ہے بات دلوں کی

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ
اور اپنے اوپر احسان اللہ کا یاد کرو اور اس کا عہد
وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ
جو تم نے ٹھیرایا تھا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات

مِيْثَاقَهُ اس کا پختہ عہد۔ مواثقہ سے ہے جو وثق سے بنا ہے، اس کے معنی ہیں قول و قرار کرنا پختہ وعدہ لے لینا۔ الصُّدُوْر (سینے) صدر کی جمع ہے جس کے معنی سینہ اور دل کے ہیں۔ ذَاتِ الصُّدُوْرِ (دلوں والی) یعنی وہ بات جو دلوں میں ہوتی ہے۔ پچھلی آیتوں میں مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ تمہارے لیے سب ستھری چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ پھر کہا گیا تھا کہ تمہارا دین آج پورا ہو گیا اور مکمل کر دیا گیا۔ پھر نماز کے لیے صاف ستھرے ہونے کا حکم دیا گیا اور وضو اور غسل اس کے لیے مقرر کیے پھر اور آسانی کی بیماروں اور مسافروں کے لیے نیز پانی نہ ملنے کی صورت میں پاکی کا طریقہ تیمم مقرر کیا۔ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو ہر وقت یاد رکھو۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد پھر وہی سبق یاد دلایا جاتا ہے جو شروع سورت میں دیا گیا تھا یعنی اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو۔ انسان کلمہ پڑھتے ہی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے گویا وہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤں گا اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں کروں گا۔ چوری نہیں کروں گا۔ زنا نہیں کروں گا۔ کسی پر جھوٹا بہتان نہ لگاؤں گا۔ اولاد کو قتل نہیں کروں گا۔ نیک کام کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کروں گا۔ عقیدہ درست رکھوں گا۔ عبادتیں مقررہ طریقے سے ادا کروں گا۔ نیک اخلاق اور اچھی عادتیں اختیار کروں گا وغیرہ۔ انہی باتوں کو کلمہ پڑھنے کے بعد آپ ہر ایک سے اکثر زبانی بھی کہلوا لیتے تھے اور انہی کو پورا کرنا ہر مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت کلمہ پڑھتے ہی ضروری ہو جاتا ہے اور یہی باتیں پچھلی قوموں پر بھی ایمان لانے ہی ضروری ہو جاتی تھیں اور اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ وغیرہ کو بار بار کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور ایمان لانے کی وجہ سے جو قول و قرار تم نے کیے تھے ان کو پورا کرو۔

یہی بات مسلمانوں کو جب بھی موقع آتا ہے ٹھہر ٹھہر کر یاد دلائی جاتی ہے، یا تو انہی سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں تم پر بہت ہیں انہیں یاد کرو یا دوسرے لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایمان لا کر اللہ سے جو عہد کیے تھے وہ پورے نہیں کیے، انہیں پورا کرو۔ اس آیت میں مسلمانوں سے یہی کہنا مقصود ہے کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا، بلکہ اسلام سے جو ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں، انہیں پورا کرنا۔

اس عہد و پیمان کے پورا کرنے پر نجات کا دارو مدار ہے، اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ وہ ان سب باتوں سے جو تمہارے دلوں میں چھپی ہوئی ہیں اچھی طرح واقف ہے تم اس سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے اور وہ سب کی جزا دے گا۔

عدل وانصاف

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ہوجاؤ تم کھڑے ہونے والے اللہ کیلئے
شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ
گواہی دینے کو ساتھ انصاف کے اور نہ مجرم بنادے تم کو دشمنی
قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ
کسی قوم کی اس کی کہ نہ عدل کرو تم عدل کرو یہی زیادہ قریب ہے
لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
تقویٰ سے اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ جاننے والا ہے
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧
جو کچھ تم کرتے ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ
اے ایمان والو اللہ کے واسطے کھڑے ہوجایا کرو
شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ
گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے
قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ
باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات تقویٰ سے
لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
زیادہ نزدیک ہے اور ڈرتے رہو اللہ سے جو تم کرتے ہو
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧
اللہ کو خوب خبر ہے

پچھلی آیت میں اللہ کا قول وقرار پورا کرنے کی تاکید کی گئی تھی اس آیت میں اس کے ایک پہلو کو واضح کرکے بیان کیا گیا ہے۔ کلمہ کے اندر یہ اقرار بھی پوشیدہ ہے کہ میں اپنے سب کام اللہ کے حکم کے مطابق درست کروں گا اسی کو یہاں اور زیادہ کھول کر کہا گیا ہے، ارشاد ہے کہ ایمان تم سے دو باتیں پوری کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے احسان اور نعمتیں یاد کرکے ہمیشہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے تیار رہو اور جس طرح وہ حکم دے اس طرح اس کی عبادت کرو۔ دوسرے یہ کہ جن کے ساتھ تم مل جل کر رہتے ہو ان کا حق پورا پورا ادا کرو۔

ایمان دو باتیں چاہتا ہے (۱) اللہ کا حق ادا کرنا (۲) اس کے بندوں کے ساتھ ٹھیک ٹھیک برتاؤ کرنا یہی سارے دین کا خلاصہ ہے جو ان دو حکموں کے اندر آگیا ہے (۱) كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ اور دوسرے كُوْنُوْا شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ اسی طرح کی ایک آیت اس سے پہلی سورت سورۃ النساء پارہ والمحصنٰت کے آخر میں گذری ہے وہاں ان دو حکموں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے (۱) كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (۲) كُوْنُوْا شُهَدَآءَ وہاں پہلے بندوں کے ساتھ ٹھیک ٹھیک برتاؤ کرنے کا ذکر ہے اور اللہ کے حق ادا کرنے کا بعد میں ذکر ہے، یہاں پہلے اللہ کے حق ادا کرنے کا ذکر ہے اور بعد میں بندوں کے ساتھ ٹھیک ٹھیک برتاؤ کرنے کا حکم ہے مطلب یہ کہ دونوں پر برابر زور دیا گیا ہے اور دونوں کو ساتھ ساتھ پورا کرنا ہے، اللہ کا حق اس طرح پورا ہوگا کہ اس کی عبادت کرو۔ بندوں کے ساتھ سلوک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بات میں عدل وانصاف کا خیال رکھو۔

عدل کے معنٰی یہ ہیں کہ ہر شخص کو اس کا پورا پورا حق دیا جائے۔ کوئی شخص ایسی بات میں حصہ نہ لے جس میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہو یہاں تک کہ دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرے اور دشمنی کی وجہ سے اس کا جائز حق نہ دبائے۔ جب اخلاق اس قدر بلند ہوں تب کہیں جاکر تقویٰ حاصل ہوسکتا ہے۔ تقویٰ کے معنٰی ہیں اللہ کے ڈر سے برے کاموں سے بچنا ؛

اچھّے اور بُروں کا انجام

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ
وعدہ کیا اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور کام کیے نیک
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٩﴾ وَ الَّذِيْنَ
کہ ان کے واسطے بخشش اور ثواب بڑا اور جنھوں نے
كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
کفر کیا اور جھوٹا بتایا ہماری آیتوں کو وہ ہیں ساتھی
الْجَحِيْمِ ﴿١٠﴾
دوزخ کے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ
اللہ نے وعدہ کیا ایمان والوں سے اور نیک عمل کرنے والوں سے
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٩﴾ وَالَّذِيْنَ
کہ ان کے واسطے بخشش اور بڑا ثواب ہے اور جن لوگوں نے
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ
الْجَحِيْمِ ﴿١٠﴾
دوزخ والے ہیں

اَصْحٰبُ : (دوست، ساتھی) صاحب کی جمع ہے صاحب کے معنی ہیں۔ ساتھ رہنے والا ساتھی۔ اس کے معنی فقط "والے" کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے صاحب المال۔ مال والا۔ صاحب العزۃ۔ عزّت والا۔ ایسے ہی صاحب الجحیم دوزخ والا۔ اس کی جمع اصحاب الجحیم ہوئی یعنی دوزخ والے۔

پچھلی آیتوں میں برابر اس کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ ایمان والوں کو چاہیئے کہ ایمان لانے سے جو جو باتیں ان کے لیے کرنی ضروری ہو جاتی ہیں انہیں خوشی خوشی کریں کیونکہ ان کے اوپر اللہ کی بے شمار نعمتیں اور احسان ہیں، جب اس کو اپنا مالک اور معبود مان لیا تو اس کا حکم ماننا ضروری ہو گیا پھر اللہ نے اپنے کچھ حکم سنائے، اس کے بعد سارے دین کا خلاصہ دو ہی جملوں میں بتا دیا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ مسلمان کو دو ہی قسم کے کام کرنے ہیں۔ اللہ کی بندگی۔ مخلوق کے ساتھ انصاف۔ ایمان والوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی خطائیں اپنی رحمت سے معاف کر دے گا اور فقط یہی نہیں بلکہ وعدہ ہے کہ ان کے نیک کاموں کے بدلے انہیں بڑے بڑے انعام دیے جائیں گے اور وہ جنّت میں بڑے آرام و چین سے خوش و خرم رہیں گے۔

اس لیے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ نیک کاموں کا دنیا میں کوئی پھل نہیں، اللہ نیک کام کرنے والوں کو دنیا میں بھی غلطیوں سے بچا کر سیدھے راستے پر چلائے گا اور پھر آخرت میں بھی ان پر بڑے بڑے انعام ہوں گے اور وہ ہمیشہ خوش و خرم رہیں گے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے ہمارا انکار کر دیا اور قرآن شریف کی آیتوں کو جھوٹا سمجھ بیٹھے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت نہ مانی وہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان کی ان نادانیوں کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ دنیا میں تو ان کو شاید کچھ ڈھیل بھی دے بھی دی جائے۔ اس لیے کہ شاید وہ کبھی نہ کبھی عقل سے کام لے کر ایمان لے آئیں اور کفر چھوڑ دیں۔ لیکن مرنے کے بعد اگر وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ بری طرح دوزخ کے کندے بنیں گے۔

اللہ کا احسان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اے　وہ لوگو　جو ایمان لائے　یاد کرو　مہربانی
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ
اللہ کی　اپنے اوپر　جب　ارادہ کیا　لوگوں نے　کہ
يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ
بڑھائیں　تمہاری طرف　ہاتھ　اپنے　پس　روک دیا
اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا
ہاتھوں کو　ان کے　تم سے　اور　ڈرو
اللّٰهَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
اللہ سے　اور　اوپر　اللہ ہی کے　چاہیے کہ　بھروسہ کریں
الْمُؤْمِنُوْنَ ع (۱۱)
ایمان والے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اے ایمان والو اپنے اوپر اللہ کا احسان
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ
یاد رکھو جب لوگوں نے قصد کیا کہ تم پر
يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ
ہاتھ چلا دیں تم سے ان کے ہاتھ روک
اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا
دیئے　اور　اللہ سے
اللّٰهَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر
الْمُؤْمِنُوْنَ ع (۱۱)
بھروسہ چاہیے

ع ٦

ھَمَّ: ارادہ کیا، قصد کیا۔ ھَمٌّ سے بنا ہے (یہ ہمّ)۔ ارادہ کرنا، قصد کرنا، چاہنا۔ یَبْسُطُوْا وہ پھیلائیں۔ بسط سے ہے جس کے معنی ہیں پھیلنا، بڑھانا۔ اَیْدِیْ ہاتھ۔ یَدٌ کی جمع ہے عربی میں ہاتھ کو کہتے ہیں۔ ہاتھ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ تم کو ستائیں، تم سے لڑیں اور تم پر حملہ کریں۔ کَفَّ روک دیا۔ کفٌّ سے ہے جس کے معنی ہیں روک دینا، الگ ہٹا دینا۔ ہاتھ روک دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کو تمہیں ستانے نہ دیا اور تم پر حملہ کرنے سے انہیں روک دیا۔

اس سے پہلے ایمان والوں کو عدل و انصاف کی تاکید کی اور کہا کہ پرانے دشمن بھی جب تمہارے قابو میں آجائیں اور ہتھیار ڈال دیں اور اسلام قبول کرلیں تو ان کی دشمنی کو بھلا دو۔ اسلام لانے کے بعد تو وہ تمہارے بھائی ہیں ہی ویسے بھی پرانی دشمنی کی وجہ سے ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنا مت چھوڑو بلکہ معاہدہ کے اندر ان کے ساتھ بھی ویسا ہی عدل و انصاف کرو جیسا تم آپس میں کرتے ہو یہ انسانیت کی تعلیم ہے جو مسلمانوں کو دی جا رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خود عمل کرکے مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ کسی کی دشمنی مسلمانوں کو اس کے ساتھ عدل و انصاف کرنے سے نہیں روک سکتی۔ ——— اس میں شک نہیں کہ دشمن کے ساتھ بھلائی کرنا کوئی آسان کام نہیں اور ایسا کام بڑے اونچے اخلاق والے ہی کرسکتے ہیں۔ اس لیے اس آیت میں ایسی بات بتائی گئی ہے جس سے دشمنوں کے ساتھ انصاف کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس میں یہ گر بتایا گیا ہے کہ جب دشمن زیر ہو گیا تو یہ سوچنا چاہیے کہ اگر اللہ اس کو فتح دیتا تو ہماری کیا گت بنتی۔ یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہمارے دشمن کو ہمارے اوپر قابو نہیں دیا اس کا شکر اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ دشمن پر قابو پانے کے بعد اس کے ساتھ اللہ کے حکم سے احسان کریں اور عدل و انصاف سے کام لیں اگر تمہارے دل میں یہ وسوسہ گذرے کہ دشمن کو معاف کر دینے سے لوگ ہمارے اوپر شیر ہو جائیں گے اور اس معاف کر دینے کو ہماری کمزوری سمجھیں گے تو اس اندیشے کو دور کردو کیونکہ جس اللہ نے تمہیں ان کے ہاتھ سے پہلے بچایا وہی دوبارہ بھی بچائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ لوگوں سے مت ڈرو بلکہ اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ مومن کا اصلی ہتھیار یہی ہے کہ وہ ہر معاملہ میں فقط اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہے۔

بنی اسرائیل کا عہد

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ج
اور اس سے پہلے لیا اللہ نے عہد بنی اسرائیل سے
وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ط
اور بھیجے ہم نے ان میں سے بارہ سردار
وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ط لَئِنْ اَقَمْتُمُ
اور کہا اللہ نے بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر قائم کی تم نے
الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ
نماز اور دیتے رہے تم زکوٰۃ اور ایمان لائے تم ساتھ میرے رسولوں کے
وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
اور مدد کی تم نے ان کی اور قرض دیا تم نے اللہ کو قرض اچھا
لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ
تو ضرور دور کردوں گا تم سے برائیاں تمہاری اور ضرور داخل کروں گا تم کو
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج فَمَنْ كَفَرَ
باغوں میں کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں پس جس نے کفر کیا
بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾
بعد اس کے تم میں سے پس تحقیق بھٹکا وہ سیدھے راستے سے

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور اللہ بنی اسرائیل سے عہد لے چکا ہے
وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا
اور ہم نے مقرر کیے ان میں سے بارہ سردار
وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ
اور اللہ نے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم
الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ
نماز قائم رکھوگے اور زکوٰۃ دیتے رہوگے اور یقین لاؤگے میرے رسولوں پر
وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
اور ان کی مدد کروگے اور قرض دوگے اللہ کو اچھی طرح کا قرض
لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ
تو میں البتہ دور کردوں گا تم سے تمہارے گناہ اور داخل کروں گا تم کو
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ
باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جو کوئی
بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾
اس کے بعد تم میں سے کافر ہوا تو وہ بے شک گمراہ ہوا سیدھے راستے سے

بَعَثْنَا مقرر کیے ہم نے، بعث سے بنا ہے جس کے معنی ہیں اٹھانا، کھڑا کرنا، مقرر کرنا۔ عَزَّرْتُمُوْهُمْ مدد کی تم نے ان کی، عزر سے بنا ہے جس کے معنی ہیں قوت، مدد، تائید۔ عزر ہی سے تعزیر بنا جس کے معنی ہیں قوت پہنچانا، مدد دینا، تائید کرنا۔ اَقْرَضْتُمْ اقراض سے ہے جس کے معنی ہیں قرض دینا۔ قرض کے معنی ہیں کسی کو روپیہ دینا اس خیال سے کہ اس کا کام نکل جائے۔ قرضِ حسن، وہ قرض ہے جس میں دوسرے کو فائدہ پہنچانا منظور ہو اور اپنے فائدہ کا لالچ نہ ہو اس کو غلطی سے قرض حسنہ لکھتے اور بولتے ہیں۔ صحیح لفظ قرض حسن ہے قرض کے معنی روپیہ دینا حسن کے معنی اچھا۔

اب پچھلی قوموں کا حال بتاکر نصیحت کی جاتی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا جیسا انہوں نے کیا۔ ارشاد ہے کہ اللہ نے اس سے پہلے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں سے عہد لیا اور ان میں بارہ سردار مقرر کردیئے کہ ان کو عہد پورا کرنے کی تاکید کریں اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں (۱) اگر تم برابر نماز پڑھتے رہے (۲) اور زکوٰۃ دیتے رہے (۳) اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی مدد اور تائید کرتے رہے (۴) اور اللہ کے دین کے پھیلانے کے لیے روپیہ خرچ کرتے رہے جس کو یہ سمجھا جائے گا کہ تم اللہ کو قرض دے رہے ہو اور دنیا کا فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ جو یہ باتیں پوری نہ کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور راہ راست سے ہٹا ہوا ہوگا۔

بنی اسرائیل نے عہد توڑا

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ
پس بوجہ توڑنے ان کے عہد اپنا لعنت کی ہم نے ان پر اور
جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ
کردیا ہم نے دلوں کو ان کے سخت پھیرتے ہیں کلام کو اس کے
مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ
ٹھکانوں سے اور بھول گئے بڑا حصہ اس سے کہ نصیحت کیے گئے تھے وہ ساتھ اس کے اور ہمیشہ
تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ
مطلع ہوتا رہتا ہے تو اوپر دغا کے ان میں سے مگر تھوڑے ان میں سے
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
پس معاف کر ان کو اور درگذر کر بے شک اللہ پسند کرتا ہے
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾
احسان کرنے والوں کو

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا
سو ان کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے
قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ
ان کے دلوں کو سخت کر دیا کلام کو پھیرتے ہیں اس کے ٹھکانے سے
مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ
اور نفع اٹھانا بھول گئے اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی اور تو ہمیشہ
تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ
مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر مگر تھوڑے لوگ ان میں سے
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
سو ان کو معاف کر اور درگذر کر اللہ احسان کرنے والوں
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾
کو دوست رکھتا ہے

لَعَنّٰا: لعنت کی ہم نے۔ لعنت سے ہے۔ لعنت کے معنی ہیں دور کر دینا۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ یُحَرِّفُوْنَ: پھیر دیتے ہیں۔ تحریف سے ہے جو حرف سے بنا ہے۔ حرف کے معنی ہیں کنارہ۔ تحریف کا مطلب ہے کسی چیز کو کنارہ پر ہٹا دینا۔ جگہ سے بے جگہ کر دینا۔ ذُكِّرُوْا: نصیحت کیے گئے۔ تذکیر سے ہے جو ذکر سے بنا ہے۔ ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا۔ تذکیر کا مطلب ہے یاد دلانا۔ فائدہ کی بات بتانا۔ اصفح: درگذر کر۔ صفح سے بنا ہے جس کا مطلب ہے اعراض کرنا۔ منہ پھیر لینا۔ خیال نہ کرنا۔ درگذر کرنا۔ ارشاد ہے کہ یہودیوں نے عہد و پیمان کر کے توڑ دیا اور جو کام اپنے ذمہ لیا تھا اسے پورا نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہماری عنایت سے محروم ہو گئے۔ اللہ کے ساتھ عہد توڑ دینا سخت جرم ہے۔ جو بھی یہ حرکت کرے گا۔ اس کے وبال سے اس کا دل سخت ہو جائے گا اور اچھی بات اس پر اثر ہی نہیں کرے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ یہودیوں نے توراۃ کے الفاظ اور معنی بدل ڈالے اور اپنے فائدے کی باتوں کو بالکل بھلا دیا۔ اور اپنی خواہشوں کی تابعداری میں ایسے بے خود ہوئے کہ بڑی بڑی کام کی باتوں کا ذرا بھی خیال نہ رہا۔ انہی میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ آخری رسول تمہارے پاس آئیں گے ان کا کہنا ماننا۔ اس کو انہوں نے بالکل ہی غائب کر دیا اور الفاظ کو پھیر کر معنی کچھ اور ہی پیدا کر لیے۔

اب ان کا یہ حال ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی دغا، فریب، شرارت ہر وقت تیرے سامنے آتی رہتی ہے اور ان میں سے چند آدمیوں کے سوا جو ایمان لا چکے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی باقی سارے کے سارے فریبی اور دغا باز ہیں پھر بھی ان کی برائی کے بدلے احسان کرو اور ان سے کھلم کھلا جھگڑا نہ کرو کیونکہ ہر وقت ملامت اور سرزنش کرتے رہنے سے دشمنی اور ضد میں آ جاتا ہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیے جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو احسان کرنے والے پسند ہیں۔

نصارٰی کا حال

وَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا
و اور ان سے جو کہتے ہیں ہم ہیں نصارٰی لیا ہم نے
مِيْثَاقَهُمْ فَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا
عہد ان کا پھر بھول گئے وہ بڑا حصہ اس کا نصیحت کیے گئے
بِهٖ ۚ فَ اَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
وہ ساتھ جس کے پس بھڑکا دی ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور
الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَ سَوْفَ
کینہ تا روز قیامت اور عنقریب
يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾
خبر دے گا ان کو اللہ اس کی جو تھے وہ کرتے

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا
اور ان سے بھی جو اپنے آپ کو نصارٰی کہتے ہیں ہم نے ان
مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا
عہد لیا تھا پھر بھول گئے اس نصیحت سے نفع اٹھانا جو انہیں کی
بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
گئی تھی پھر ہم نے آپس میں ان کے دشمنی لگا دی اور
الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ
کینہ قیامت کے دن تک اور آخر اللہ
يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾
ان کو جتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے

نصارٰی: یا تو نصر سے بنا ہے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں تو اس کے معنی مددگار کے ہیں اور یا ناصرہ سے نسبت رکھتا ہے جو ملک شام میں ایک گاؤں کا نام ہے جہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام رہتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو مسیح ناصری کہتے ہیں اس لحاظ سے نصارٰی کے معنی ہیں ناصرہ کے رہنے والے مسیح کے ماننے والے۔

اغرینا: بھڑکا دی ہم نے۔ اغراء سے ہے لگا دینا، بھڑکانا، پیدا کر دینا۔

ینبئ: خبر دینا۔ انباء سے بنا ہے جس کے معنی ہیں خبر۔ مراد یہ ہے کہ اللہ ان کو بتا دے گا۔

یصنعون: کرتے تھے۔ صنعت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کوئی چیز بنانا۔ کوئی کام کرنا۔

اس آیت میں نصارٰی کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ ان لوگوں سے ہم نے عہد و پیمان لیا کیونکہ وہ حضرت عیسٰی کو مان چکے تھے اور یہ اس کا عہد ہے کہ ان کا کہنا مانیں گے لیکن آگے چل کر وہ بھی اپنے عہد و پیمان توڑ بیٹھے اور یہودیوں کی طرح نافرمان بن گئے۔ جو کچھ انجیل میں انہیں باتیں بتائی گئی تھیں، ان میں سے اصلی باتیں بھول بھال گئے اور ان کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیا اور ان کے فائدوں سے محروم ہو گئے۔ سب سے بڑی بات اس میں یہ تھی کہ حضرت عیسٰی کے بعد آخری رسول دنیا میں تشریف لائیں گے، ان کی مدد کرنا اور ان کی تابعداری دل و جان سے کرنا اس کا انہوں نے اپنی کتاب میں نام و نشان ہی نہ چھوڑا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کتاب کی اصل تعلیم کو بھلا دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی کچھ کہنے لگا کوئی کچھ اور یہ آپس کا اختلاف اتنا بڑھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ ایک طرف یہود و نصارٰی میں باہم دشمنی ہو گئی، دوسری طرف خود یہود آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ ادھر نصارٰی کے فرقے آپس میں لڑنے لگے۔ آپس کا ملاپ اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ یہود و نصارٰی کی کتابیں اصل شکل میں دنیا میں باقی نہیں۔ اس لیے یہ ہمیشہ دنیا کے ختم ہونے تک ایک دوسرے سے آپس میں بھی لڑتے جھگڑتے ہی رہیں گے کیونکہ اب کوئی چیز ان کے آپس کے جھگڑوں کو نپٹانے والی باقی نہیں اب ان کے سنبھلنے کا سوا اس کے کہ قرآن مجید کو مانیں کوئی طریقہ نہیں ؛

قرآن کو مانو

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ
ظاہر کرتا ہے تم پر بہت کچھ اس میں سے جو تھے تم چھپاتے
الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ
کتاب میں سے اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے بیشک آئی ہے تمہارے پاس
مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (۱۵) يَّهْدِيْ
اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب کھلی دکھاتا ہے
بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ
جس سے اللہ اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا راستے سلامتی کے
وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ
اور نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے طرف روشنی کے ساتھ حکم اپنے کے
وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۱۶)
اور چلاتا ہے ان کو طرف راہ سیدھی کے

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ
ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں
الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ
سے اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے بیشک تمہارے پاس
مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (۱۵) يَّهْدِيْ
آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی جس سے اللہ دکھاتا ہے
بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ
اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں
وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ
اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے
وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۱۶)
اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ پر

يَعْفُوْ: درگذر کرتا ہے۔ عفو سے ہے جس کے معنی مٹانے اور موقوف کر دینے کے ہیں۔

نُوْرٌ: روشنی۔ یہاں اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اندھیروں کے دور کرنے والے ہیں۔

سُبُلٌ: راستے۔ سبیل کی جمع ہے جس کے معنی راہ اور طریق کے ہیں۔ سُبُلَ السَّلٰمِ۔ راستے امن وامان کے جن میں کوئی دشواری یا مشکل پیش نہیں آتی۔

ظُلُمٰتٌ: اندھیرے۔ ظلمۃ کی جمع ہے۔ یہاں اس سے مراد شک وشبہ ہیں جو آدمی کو کام سے روکتے ہیں۔ پچھلے سبقوں میں یہود اور نصاریٰ کی بابت کہا گیا تھا کہ ان میں سے کسی نے اپنے وعدے جو اللہ اور رسول سے کیے گئے تھے پورے نہیں کیے۔ بلکہ اپنی اپنی کتابوں یعنی توراۃ اور انجیل میں بہت سی باتیں بدل ڈالیں، اب انہیں پتہ نہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے جب تک یہ دنیا میں ہیں اسی طرح بھٹکتے رہیں گے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر یہود ونصاریٰ اپنی زندگی کو سنوارنا اور امن وامان سے رہنا اور آخرت میں عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہیئے کہ ہمارا پیغام سنیں۔

وہ پیغام یہ ہے:

اے کتاب والو! تمہارے پاس یہ آخری رسول یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید لے کر آئے ہیں جس میں بہت سی باتوں کو جنہیں تم بھلا چکے ہو اور جو کچھ بچی کھچی ہیں ان کو چھپاتے پھرتے ہو صاف صاف ظاہر کر دیا ہے اور بہت سی باتوں کو جو ضروری نہیں تھیں مگر تم نے اپنی کتابوں میں داخل کر لی ہیں ان کو موقوف کر دیا ہے اور ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشی اور رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ امن وامان اور سلامتی کے راستے بالکل کھل گئے ہیں مسلمانوں کے لیے اس میں اور بھی سبق ہے کہ اس روشنی سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

نصارٰی کا غلط عقیدہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
البتہ کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا بے شک اللہ وہی
الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ
مسیح بیٹا مریم ہے تو کہہ بس کون مالک ہے اللہ
اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ
کے آگے کسی چیز کا اگر اللہ ارادہ کرے کہ ہلاک کر دے مسیح ولد
مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ
مریم اور اس کی ماں کو اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اور اللہ کے لیے ہے
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ
سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان دونوں میں ہے پیدا کرتا ہے
مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷)
جو چاہے اور اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷)

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح بن مریم اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں اور اللہ ہی کے واسطے ہے آسمانوں کی سلطنت اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

کَفَرَ: کافر ہوئے۔ کفر سے بنا ہے کفر کے معنی ہیں ٹھیک بات کو نہ ماننا جس بات کو بے غرض لوگوں کی عقل ٹھیک کہے اس سے انکار کر دینا۔

اس آیت میں بعض عیسائیوں کا غلط عقیدہ بیان کیا ہے اور اسے انسانی عقل کے خلاف کہا ہے عیسائیوں کا ایک فرقہ جسے یعقوبیہ کہتے ہیں یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ دنیا کے اندر حضرت عیسیٰؑ کے روپ میں ظاہر ہوا ہے۔ عام عیسائی بھی ایسی باتیں کہتے ہیں جس کا صاف خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی اللہ ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح اور اللہ ایک دوسرے سے جدا نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اللہ ایک ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ مسیح ہی اللہ ہے۔ قرآن مجید صاف صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ اللہ نہ کسی کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور نہ کسی کے ساتھ رشتہ ناطہ رکھتا ہے۔ وہ سب سے الگ اور سب سے اونچا ہے اور سب اس کی مخلوق ہیں جس کو چاہے پیدا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے مار دیتا ہے۔ سب چیزیں اور تمام آدمی اس کے قبضہ قدرت میں ہیں کوئی چیز اس کے حکم سے باہر نہیں۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ایسی باتیں بناتے ہیں جن سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مریم کے بیٹے مسیح ہی اللہ ہیں' یہ لوگ کافر ہیں۔ انہوں نے اللہ کی عظمت اور شان کو ٹھیک طور پر نہیں سمجھا۔ ان سے کہہ دو کہ اللہ نے زمین و آسمان اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا ہے اور انہی میں مسیح اور ان کی والدہ بھی داخل ہیں اگر وہ مسیح اور ان کی ماں کو اور زمین کی تمام چیزوں کو ہلاک اور برباد کرنے کا ارادہ کر لے تو کسی میں اکیلے اکیلے یا اکٹھے ہو کر اتنی طاقت نہیں کہ ان میں سے کسی کو بچا لے۔ وہ جس کے پیدا کرنے کا ارادہ کرے وہ پیدا ہو کر رہے گا۔ اور اسی طریقہ سے پیدا ہو گا جس طرح وہ چاہے اور جس کو تباہ و برباد کرنا چاہے وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔ کوئی شخص اس کو نہیں بچا سکتا۔

ایک اور غلط خیال

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا
اور کہا یہود اور نصاریٰ نے ہم ہیں بیٹے
اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ
اللہ کے اور چہیتے اس کے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو
بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ
بسبب گناہوں تمہارے کے بلکہ تم بشر ہو انہی میں سے جو پیدا کیا اس نے
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
بخشدے جس کو چاہے اور عذاب دے جس کو چاہے
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
اور اللہ کا ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا جو
بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۱۸)
ان کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ جانا ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا
اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں
اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ
اللہ کے اور اس کے پیارے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو
بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ
تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی آدمی ہو اس کی مخلوق میں
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ
بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۱۸)
دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اَحِبَّآؤُهٗ: (پیارے) اس کے احبیب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں دوست، عزیز، چہیتا۔ یہود اور نصاریٰ اپنے آپ کو لوگوں سے بڑا سمجھتے تھے عرب کے سیدھے سادے لوگوں میں جب پہنچے تو وہ لوگ بھی عموماً ان کو بڑا ماننے لگے۔ یہ عرب کو اپنی کتھا بھی سنایا کرتے تھے۔ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی غلطیاں انہیں بتائیں تو بہت رنج ہوئے آپ نے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور کہا کہ اب میری بات ماننے بغیر تم عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ آخر ان کے عالموں نے کہا کہ یہ باتیں آپ اپنے ہم قوم عرب کو سنائیے۔ ہمارا مرتبہ بہت اونچا ہے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب اور پسندیدہ لوگ ہیں۔

سورۂ بقرہ میں اور پھر سورۂ آل عمران میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ ہم کو آگ کا عذاب نہیں ہوگا اور اگر ہوا بھی تو فقط چند روز۔ وہاں اس کا جواب یوں دیا گیا تھا کہ وہ عہد نامہ دکھاؤ جس کی رو سے تم عذاب سے بچ گئے۔ سورۂ آل عمران میں کہا گیا تھا کہ ان باتوں نے جو انہوں نے اپنی طرف سے دین میں شامل کر لی ہیں انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اس آیت میں ان کے اس غرور کا کہ ہم اللہ کے چہیتے اور مقرب لوگ ہیں منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں اگر صحیح ہے تو پھر تمہیں اس دنیا میں گناہوں کا عذاب کیوں ملتا ہے کبھی حکم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرو اور کبھی طاعون میں مبتلا ہوتے ہو ظاہر ہے کہ تم بھی ویسے ہی آدمی ہو جیسے اور ہیں اور تم بھی اسی کے قاعدے کے اندر شامل ہو کہ اللہ نے جس کو چاہا معاف کر دیا جس کو چاہا عذاب دے دیا۔ کیونکہ ہر چیز کا وہ مالک ہے زمین میں ہو یا آسمانوں میں کوئی چیز اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتی اور سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے۔ اللہ کے پیارے بندے تو وہ ہیں جو اچھے کام کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے بری باتوں اور گناہوں سے بچتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو کوئی پریشانی رنج اور غم نہ ہوگا۔

یہود و نصاریٰ کو نصیحت

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
اے کتاب والو! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا
يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا
تم پر کھولتا ہے رسولوں کے انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو
مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ
کہ ہمارے پاس کوئی نہ آیا خوشی یا ڈر سنانے والا سو تمہارے پاس
جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى
خوشی اور ڈر سنانے والا آچکا اور اللہ
كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۞ (۱۹) ع ۸
ہر چیز پر قادر ہے

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
اے کتاب والو تحقیق آیا تمہارے پاس رسول ہمارا
يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا
بیان کرتا ہے تمہارے لیے سلسلہ ٹھہر جانے کے بعد رسولوں کے کہ کہیں کہو تم
مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ
نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ ڈرانے والا کیونکہ
جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى
آگیا تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ اوپر
كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (۱۹)
ہر چیز کے قادر ہے

فترۃ کے معنی ڈھیلے اور سست پڑجانے کے ہیں فترہ بھی اسی سے ہے جس کے معنی کمی اور نقصان کے ہیں اگر کوئی شے برابر ہوتی چلی آرہی ہو اور پھر رک جائے اور اس کا ہونا موقوف ہوجائے تو اس رکنے اور موقوف ہوجانے کو فترہ کہتے ہیں اور اس زمانے کو جس میں اس کا ہونا بند رہا ہے زمانِ فترہ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو سال سے کوئی رسول نہیں آیا تھا اور رسولوں کا آنا بند ہوگیا تھا اس کو فترۃ کہتے ہیں یہاں یہ کہا گیا ہے کہ اتنے زمانے تک رسولوں کے آنے کا سلسلہ بند رہنے کے بعد رسول آخرالزمان یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں ان کا کہنا مانو۔

پچھلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدوں اور ان کی بری باتوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے اور صاف کہہ دیا گیا ہے کہ ان غلط عقیدوں کو درست کرو اور بری باتوں کو چھوڑو نہیں تو عذاب میں گرفتار ہوگے اور مرنے کے بعد راحت اور آرام نصیب نہ ہوگا۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ تمہارے پاس ہمارا رسول اسی لیے آیا ہے کہ نیک لوگوں کو خوش خبری سنائے اور برائی کرنے والوں کو عذاب سے ڈرائے۔ عربی میں خوشخبری دینے والے کو بشیر اور ڈرانے والے کو نذیر کہتے ہیں۔ اس لیے رسول کا لقب بشیر اور نذیر ہوتا ہے۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے پاس بشیر و نذیر نہیں آیا۔ کیونکہ یہ آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لے آئے ہیں یہی بشیر و نذیر ہیں، ان کی بات مانے بغیر نہ دنیا سنور سکتی ہے نہ آخرت۔

آخر میں اہل کتاب کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر تم نہ مانوگے تو یاد رکھو کہ اللہ میں سب قدرت ہے۔ وہ تمہیں چھوڑ کر اپنے دین کے ماننے والے اور پیدا کرسکتا ہے اور تمہیں تمہاری کرتوتوں کی وجہ سے اپنی رحمت سے محروم کرسکتا ہے۔

یہود پر اللہ کی مہربانیاں (الف)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے میری قوم
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ
یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب بنائے
فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا
تم میں نبی اور کیا تم کو بادشاہ
وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ
اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی کو جہان والوں
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ
میں سے اے قوم داخل ہو زمین پاک میں
الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا
جو مقرر کر چکا ہے اللہ تمہارے لیے اور نہ واپس ہو
عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾
اپنی پیٹھوں پر پس ہو جاؤ گے تم نقصان اٹھانے والے

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ
یاد کرو اپنے اوپر اللہ کے احسان جب
فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا
تم میں نبی پیدا کیے اور تم کو بادشاہ کر دیا
وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ
اور تم کو دیا جو نہیں دیا کسی کو
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ
جہان میں اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو
الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا
جو اللہ نے تمہارے واسطے مقرر کر دی ہے
عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾
اپنی پیٹھ کی طرف پھر نقصان میں جا پڑو گے

یا قَوْمِ: (اے میری قوم) اس میں قوم کے بعد ایک حرف محذوف ہے اور وہ ی ہے جس کے معنی میری ہیں۔

مُلُوْكًا: (بادشاہ) ملک کی جمع ہے۔ عربی میں بادشاہ کو کہتے ہیں۔

اَلْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ: سے مراد شام و فلسطین کا ملک ہے جہاں بے شمار نبی اور رسول ہوئے ہیں۔ اس سرزمین ... متبرک نشانات اور یادگاروں سے بھرا ہوا ہے۔

تَرْتَدُّوْا: (مت پھر و تم) ارتداد سے ہے جو رد سے بنا ہے۔ رد کے معنی واپس کرد بنا۔ ارتداد کے معنی واپس ہو جانا۔ پھر جانا۔

اَدْبَار: دبر کی جمع ہے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں۔

خٰسِرِيْنَ: (نقصان اٹھانے والے) خاسر کی جمع ہے جو خسارہ سے بنا ہے خسارہ نقصان۔ خاسر۔ گھاٹا اور نقصان اٹھانے والا۔

ان آیتوں میں رکوع کے آخر تک یہود کو اللہ تعالیٰ اپنے وہ انعام یاد دلاتا ہے جو اس نے ان پر کیے۔ اس سے یہ کہنا مقصود ہے کہ وہ ایسے مہربان اللہ کی نافرمانی نہ کریں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں تاکہ وہ دونوں جہان میں سرخ رو ہوں۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ سبق سکھانا ہے کہ وہ اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہرگز ایسی گستاخیاں نہ کریں جیسے یہود نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیں تاکہ وہ ان سزاؤں اور مصیبتوں سے بچے رہیں جو یہودیوں کو اپنی شرارتوں کی وجہ سے اٹھانی پڑیں۔

(ب)

یہود پر اللہ کی مہربانیاں

تفسیروں میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن کے لوگوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور بُت پرستی نہ چھوڑی۔ تو وہ اپنے وطن عراق کو چھوڑ کر ملک شام میں آٹھہرے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تیری اولاد کو شام کا مالک بنادوں گا۔ حضرت یعقوبؑ ان کے پوتے تھے جن کا لقب اسرائیل تھا وہ مع اپنی اولاد کے اپنے فرزند حضرت یوسفؑ کے بلانے پر شام چھوڑ کر مصر چلے آئے۔ اور پھر یہ لوگ وہیں بس گئے اور بنی اسرائیل کہلائے۔ آگے چل کر مصر کے بادشاہ فرعون نے ان کو ستانا شروع کیا۔ جس کا کچھ قصہ سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے اور کچھ آگے سورۃ الاعراف اور سورہ طٰہٰ میں آئے گا۔

حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر فرعون کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے سمجھائیں کہ بنی اسرائیل کو ستانا چھوڑ دے اور اللہ پر ایمان لائے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ آخر حضرت موسیٰؑ تمام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر دریا پار دوسرے کنارے پر لے آئے شام وہاں سے تھوڑی دور تھا اور وہاں اس وقت ایک اور قوم کی حکومت تھی جو عمالقہ کہلاتی تھی اس وقت حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا تھا اب اس کے پورا ہونے کا وقت آیا ہے۔ ملک شام تمہارا ہے لیکن تمہیں اس کے لیے عمالقہ سے جہاد کرنا پڑے گا۔ اس رکوع میں اسی واقعہ کا ذکر ان آیتوں میں ارشاد ہے موسیٰؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو لڑائی کے لیے تیار کرنا چاہا اور ان سے کہا کہ تم پر اللہ کی بڑی نعمتیں رہی ہیں تمہارے دادا ابراہیمؑ کے وقت سے سارے نبی انہی کی اولاد میں ہوئے یعنی اسماعیل۔ اسحاق۔ یعقوب علیہم السلام وغیرہ پھر تم کو دنیا میں بادشاہت عطا کی۔ تم میں سے حضرت یوسفؑ مصر کے بادشاہ ہوئے۔

حضرت موسیٰؑ کو ان بادشاہوں کا حال وحی سے معلوم تھا جو ان کے بعد بنی اسرائیل میں ہونے والے تھے جیسے داؤد، سلیمان علیہما السلام وغیرہ۔ ان سب کو وہ بنی اسرائیل پر اللہ کی خاص نعمت بتا رہے ہیں۔ اس کے حاصل کرنے کے لیے انہیں اس وقت اپنے دشمنوں سے لڑ کر اللہ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ تمہیں اللہ نے دین اور دنیا دونوں کے مرتبے عطا کیے۔ چنانچہ نبی بھی تم ہی میں سے ہوئے اور بڑے بڑے بادشاہ بھی۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ تم اس پاک سرزمین میں داخل ہو اور اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھو کہ تمہارے دادا ابراہیمؑ سے جو وعدہ کیا گیا تھا کہ ملک شام تمہاری اولاد کو دیا جائے گا وہ تمہارے ہاتھوں پورا ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پہلے بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو شام بھیجا تھا کہ وہاں کی صحیح خبر لائیں اور آ کر وہاں کے حالات بتائیں انہوں نے واپس آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ شام بڑی خوبیوں کا ملک ہے لیکن جن لوگوں کا آج کل اس پر قبضہ ہے وہ بڑے زبردست قوت والے دیو جیسے آدمی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سرداروں سے کہا کہ تم عوام کے سامنے ملک کی خوبیاں بیان کرنا لیکن یہ نہ کہنا کہ وہاں بڑی طاقت والے زبردست لوگ ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل یہ سن کر ہمت ہار دیں۔ بارہ کے بارہ نے اس کا وعدہ کیا لیکن باہر نکل کر دو تو اپنے وعدہ پر قائم رہے اور دس نے کہہ دیا کہ شام کے لوگ انسان نہیں دیو ہیں ایسے طاقتور آدمی نہ دیکھے نہ سنے۔

جہاد سے انکار

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ

انہوں نے کہا اے موسیٰ بے شک اس میں ایک قوم ہے زبردست

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ

اور بیشک ہم ہرگز نہ داخل ہوں گے اس میں یہاں تک کہ نکلیں وہ اس میں سے

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ (٢٢)

پس اگر نکل گئے وہ اس میں سے پھر ہم ضرور داخل ہوں گے

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ

کہا دو مردوں نے ان میں سے جو ڈرتے تھے اللہ سے انعام کیا تھا

اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ

اللہ نے ان دو پر گھس پڑو تم ان میں دروازے سے

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ

بولے اے موسیٰ وہاں ایک زبردست قوم ہے

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ

اور ہم وہاں ہرگز نہ جاویں گے یہاں تک کہ اس میں سے وہ نکل جاویں

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ (٢٢)

پھر اگر اس میں سے وہ نکل جاویں گے تو ہم ضرور داخل ہوں گے

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ

اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو مردوں نے کہا جن پر

اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ

خدا کی نوازش تھی ان پر حملہ کر کے دروازے میں گھس جاؤ

جبارین زبردست، جبّار کی جمع ہے جو جبر سے بنا ہے۔ جبر کے معنی زبردستی اور جبار کے معنی زبردست۔

پچھلے سبق میں بیان ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شام کے حالات ٹھیک ٹھیک معلوم کرنے کے لیے وہاں بھیجا تھا۔ واپس آکر ان میں سے دس نے وہاں کے آدمیوں کو دیو بنا کر بنی اسرائیل کو ڈرا دیا۔ اس لیے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ شہر میں بہادروں کی طرح داخل ہو جاؤ اور اس کو فتح کر دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ شہر تمہارے لیے پہلے سے مقرر کر رکھا ہے اس کی بشارت، تو انہوں نے صاف جواب دے دیا۔

بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام وہاں تو بڑے زبردست دیو کی طرح کے لوگ ہیں جب تک وہ وہاں سے نہ نکلیں ہم تو ہرگز وہاں نہ جاویں گے۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم وہاں بڑے شوق سے جائیں گے۔ ان کا یہ جواب صاف بتا رہا ہے کہ جو آدمی تم اور ... کے لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے تھے انہوں نے ان لوگوں سے شہر کی تو خوب تعریف کر دی تھی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود وہاں کے آدمیوں کو ڈرا دیا تھا۔ البتہ ان میں سے دو آدمی ایسے بھی تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کیا اور ان کے سامنے شہر کی تعریف کی۔ اس وقت بنی اسرائیل کا جواب سن کر ان دو آدمیوں نے انہیں حوصلہ دلایا۔

آیت میں ان دو آدمیوں کی تعریف کی ہے اور ان کو فقط اللہ سے ڈرنے والا کہا ہے اور کہا ہے کہ ان پر اللہ نے اپنا انعام کیا کہ وہ اپنے قول و قرار پر قائم رہے۔ جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا۔ اس وقت ان دو آدمیوں نے کہا کہ لوگو! تم بے دھڑک شہر کے دروازے میں گھس کر ان لوگوں سے جا لڑو اور ذرا خوف نہ کرو۔

اس کے بعد جو کچھ کہا وہ آگے کے سبق میں آئے گا۔

ہمّت والے جیتتے ہیں

فَ اِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَ اِنَّ كُمْ

پھر جب داخل ہوگئے تم اس میں تو بے شک تم ہی

غٰلِبُوْنَ ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

غالب آؤ گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر ہو تم

مُّؤْمِنِيْنَ (۲۳) قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ

ایمان والے انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز نہ

نَّدْخُلَ هَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا

داخل ہوں گے اس میں کبھی جب تک وہ ہیں اس میں

فَ اذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَ قَاتِلَآ

سو جا تو اور تیرا رب پھر لڑو تم دونوں

اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (۲۴)

ہم تو یہیں بیٹھے ہیں

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ

پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے تو تم ہی

غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

غالب آؤ گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ (۲۳) قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ

یقین رکھتے ہو بولے اے موسیٰ ہم ہرگز

نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا

نہ جائیں گے ساری عمر جب تک وہ رہیں گے اس میں

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ

سو تو اور تیرا رب جاؤ اور تم دونوں لڑو

اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (۲۴)

ہم تو یہیں بیٹھے ہیں

پچھلے سبق میں دو آدمیوں کی بات اس آیت میں پوری کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم اس طرح بے دھڑک ان پر شہر میں گھس کر ٹوٹ پڑو گے تو آخر کار تم ہی غالب رہو گے۔ تم تو ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تمہیں چاہیے کہ فقط اللہ پر بھروسہ کرو۔ کیونکہ ایمان دار اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک کا نام یوشع بن نون اور دوسرے کا نام کالب بن یوحنا تھا

ان دو بوڑھے آدمیوں کو دیکھ کر ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ ان کو اللہ کی مدد پر بھروسہ تھا، ان کا دل قوی تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو اللہ کی تابعداری کرے گا اور اس کے حکم کے عین مطابق چلے گا۔ اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ عمالقہ کے شہر میں گھس کر ان کو وہاں سے نکال دیں۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس کے حکم کے عین مطابق بالکل نڈر ہو کر ان پر جا پڑیں۔ اللہ ہمیں ان کے اوپر فتح ضرور دے گا۔ تمام دینداروں فقط اللہ کی طاقت ہونا چاہیے اس کی قوت اور طاقت سب سے بڑھی ہوئی ہے اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ بڑے بڑے زور آوروں کا زور اس کے سامنے بیکار ہو جاتا ہے اور ضعیف لوگ اس کی مدد سے زبردستوں پر غالب آجاتے ہیں۔

لیکن ان کی قوم نے ان کی بات نہ سنی اور جواب میں کہا کہ اے موسیٰؑ ہم تو اس شہر میں اس وقت تک ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ زبردست وہاں ہیں بس تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں یہاں سے نہ ٹلیں گے۔ اس جواب سے اس بات کا اندازہ کرنا آسان ہے کہ بنی اسرائیل کس قدر ڈھیٹ گستاخ اور بے ادب ہو گئے تھے۔

سرکشی کی سزا

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ
کہا اے رب میں تو نہیں قبضہ رکھتا مگر اپنے آپ پر
وَ اَخِیْ فَ افْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ
اور اپنے بھائی پر پس جدائی کر دے درمیان ہمارے اور درمیان قوم
الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَ اِنَّ هَا مُحَرَّمَةٌ
نافرمان کے فرمایا پس تحقیق وہ زمین حرام کی گئی
عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ
ان پر چالیس سال بھٹکتے پھریں گے بیچ زمین کے
فَ لَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾
پس نہ افسوس کر اوپر لوگوں نافرمان کے

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ
بولا اے میرے رب مجھے اپنے اور بھائی کے
وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ
سوا کسی پر اختیار نہیں سو تم ہم میں اور اس نافرمان قوم میں
الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ
جدائی کر دے فرمایا تحقیق وہ زمین ان پر چالیس برس
عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ
حرام کر دی گئی وہ ملک میں سر مارتے پھریں گے
فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ ع
سو تو نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کر

اَفْرُقْ: جدائی کر دے۔ فرق سے بنا ہے جس کے معنی جدائی اور علیحدگی کے ہیں یعنی ہم کو ان سے علیحدہ کر دے۔ ہم ان میں شامل ہونا نہیں چاہتے۔

الْفٰسِقِیْنَ: نافرمانی کرنے والے۔ فسق سے بنا ہے جس کے معنی ہیں قانون کی حد سے باہر نکل جانا۔ یہ فاسق کی جمع ہے۔ فاسق وہ ہے جو حکم نہ مانے اور قانون کو خاطر میں نہ لائے جیسے غنڈہ یا بدمعاش۔

یَتِیْهُوْنَ: بھٹکتے پھریں گے۔ تیہ سے ہے جس کے معنی ہیں سر مارنا، بھٹکنا، سرگرداں پھرنا۔ مراد یہ ہے کہ وہ حیران پریشان پھریں گے۔

لَا تَاْسَ: مت افسوس کر۔ اَسیٰ سے بنا ہے جس کے معنی افسوس، رنج اور کڑھنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان پر افسوس نہ کر۔ پچھلے سبق میں یہودیوں کا جواب بیان کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس جواب کا جو اثر ہوا اس کا اس آیت میں بیان ہے آپ نے کہا اے میرے پروردگار میرے بس میں تو کچھ بھی نہیں ہے بس اور میرا بھائی آپ کا حکم بجا لانے کے لیے حاضر ہیں۔ باقی لوگوں نے نافرمانی پر کمر باندھ لی ہے۔ ان میں شامل نہیں رہنا چاہتے اور ان کے درمیان جدائی کر دے کیونکہ وہ لوگ نافرمان ہیں اور بدعمل ہو چکے ہیں۔

حضرت موسیٰ کی اس دعا سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے گستاخانہ جواب کا ان کو کتنا رنج ہوا۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور ارشاد ہوا کہ اب ان کو اس سرزمین میں گھسنا آسانی سے میسر نہ ہوگا۔ اگر یہ کنعان جاتے اور وہاں چلے جاتے تو وہاں کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے لیکن اب ان کو چالیس برس تک جنگلوں میں سر مارتے اور بھٹکتے پھرنا پڑے گا۔

چالیس سال میں ان کے بڑے خبیث اور سرکش لوگ مر کھپ جائیں گے اور ان کی اولاد وہاں جا کر آباد ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ ان نافرمانوں پر تم ذرا افسوس مت کرو۔ یہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے تم اطمینان سے اپنا کام کیے جاؤ۔

بے گناہ کا قتل

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور پڑھ اوپر ان کے خبر دو بیٹوں آدم کی سچائی کے ساتھ جب پیش کی دونوں نے نیاز پس قبول کی گئی ان دونوں میں سے ایک کی اور نہ قبول کی گئی دوسرے سے۔ کہا البتہ ضرور میں قتل کردوں گا تجھ کو اس نے کہا ہوتا یہی ہے کہ قبول کرتا ہے اللہ سے پرہیزگاروں

اور ان کو سنا آدم کے دو بیٹوں کا صحیح حال جب دونوں نے کچھ نیاز پیش کی اور ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا اللہ صرف پرہیزگاروں سے قبول کرتا ہے

اُتْلُ: (پڑھ کر) تلاوت سے ہے جس کے معنی ہیں پڑھنا۔ کسی کو پڑھ کر سنانا یہاں مراد ہے خبر دینا۔ اطلاع دینا۔

ابْنَيْ: (دو بیٹے) یہ ابن کا تثنیہ ہے۔ اصل کے مطابق ابنین ہونا چاہیے لیکن بعد کے لفظ آدم کے ساتھ ملانے کی وجہ سے آخر کا نون گر گیا۔

قَرَّبَا: (پیش کی دونوں نے) یہ قَرَّبَ کا تثنیہ ہے جو تقریب سے ہے اور تقریب کے معنی ہیں نزدیکی۔ تقریب کے معنی ہیں نزدیک کرنا۔ آگے کرنا۔ پیش کرنا۔

قُرْبَانٌ: تحفہ۔ پیش کش۔ جو چیز کسی کی مہربانی حاصل کرنے کے لیے اُسے پیش کی جائے اسے نیاز بھی کہتے ہیں۔

اَلْمُتَّقِيْنَ: (پرہیزگار) متقی کی جمع ہے برائیوں سے بچنے والا۔ جو تقوٰی سے بنا ہے۔ تقوٰی کے معنی ہیں اللہ کے ڈر سے بری باتوں سے بچنا۔

پچھلی سورتوں میں خاص کر سورۃ بقرۃ میں بنی اسرائیل کے برے کام بہت سے بیان کیے گئے ہیں۔ وہ اپنے نبیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ وہ لڑ بھڑ کر اپنے آدمیوں کو وطن سے باہر دھکیل دیتے تھے۔ طرح طرح کے دنگے مچاتے تھے۔ لڑائی۔ قتل۔ دنگا۔ فساد ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا لیکن جب ان کو ٹھیک طرح دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے ٹکا سا جواب دے دیا۔ جیسا کہ پچھلے رکوع میں بیان کیا گیا۔ اس رکوع میں ان کو حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ سنا کر سمجھایا جاتا ہے کہ بے گناہ کو اپنی غرض کے لیے قتل کرنا اور فساد پھیلانا بُری بات ہے۔ جیسے جہاد سے انکار کرنا بھی بُری بات ہے۔ یہ اللہ کی نافرمانی اور اس کا مقابلہ ہے اور اس کی سزا بہت سخت ہے۔

بے گناہ کے قتل کا نتیجہ

ارشاد ہے کہ ان کو ہابیل اور قابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا دیں تا کہ ان کی سمجھ میں آ جائے کہ اپنی خواہش پورا کرنے کے لیے ایک بے گناہ کو قتل کرنا اور اللہ کے حکم سے دشمنوں کے قتل سے انکار کرنا، اللہ سے لڑنا اور اس سے مقابلہ کرنا ہے۔ یہ انکار اس وجہ سے نہیں کہ انہیں قتل کرنا نہیں آتا، بلکہ ان کے اس رویہ کا مطلب یہ ہوا کہ بے گناہوں کو تو قتل کرتے ہیں جن کا قتل باعث فساد ہے اور جب اللہ حکم دیتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرو جن کے قتل کرنے سے فساد رکتا ہے اور امن قائم ہوتا ہے تو ڈھٹائی سے کورا جواب دے دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایسا کرنے والے تباہ و برباد ہوں اور ان کو سخت سزائیں دی جائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت کے دستور کے مطابق ہابیل کا نکاح ایک لڑکی سے کرنا چاہا۔ اس کے بھائی نے کہا کہ نہیں، اس لڑکی کے ساتھ میرا نکاح ہونا چاہیے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جھگڑا چکانے کے لیے دونوں سے کہا کہ اپنی اپنی نیاز اللہ کی درگاہ میں پیش کرو جس کی نیاز قبول ہو جائے اس کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح ہو گا۔ اس وقت قاعدہ یہ تھا کہ جس کو نیاز دینی ہوتی تھی۔ وہ کوئی اچھی چیز لا کر ایک مقرر جگہ پر رکھ دیتا تھا جس کی نیاز قبول ہوتی تھی، اس کی چیز کو ایک آگ آ کر کھا لیتی تھی اور جس کی چیز آگ نہ کھاتی وہ قبول نہ ہوتی۔ ہابیل قابیل دونوں نے اپنی اپنی نیاز لا کر رکھی آگ آئی اور ہابیل کی نیاز کو کھا گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قابیل کی درخواست رد کر دی گئی۔ شادی ہابیل کے ساتھ ہونی چاہیے۔

اس پر قابیل کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے ہابیل سے صاف صاف کہہ دیا کہ اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے باز آ ورنہ میں تجھ کو جان سے مار ڈالوں گا۔

جو لوگ اپنی غرض کے دیوانے ہوتے ہیں وہ سوا اس کے کچھ نہیں جانتے کہ جس طرح ہو سکے ان کی خواہش پوری ہو۔ اور جو کوئی اس کے پوری ہونے میں رکاوٹ ڈالے اسے کسی نہ کسی طرح ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے۔ اس کے لیے وہ سازشیں کرتے ہیں، خوشامدیں کرتے ہیں، رشوتیں دیتے ہیں۔ دھمکاتے ہیں۔ غرض کسی بات سے نہیں چوکتے اور گناہ۔ ثواب۔ حرام۔ حلال سب باتوں کے خیال کو بیٹھ کے پیچھے پھینک دیتے ہیں۔ قابیل نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور بھائی کو قتل کی دھمکی دی۔

ہابیل ایک سنجھی ہوئی طبیعت کا سیدھا سادا انسان تھا۔ اس نے کہا کہ میری نیاز قبول ہو گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں کسی کو دبانا نہیں چاہتا۔ کسی سے حسد نہیں کرتا، نہ کسی سے لڑنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فتنہ و فساد کی باتوں سے بچتا ہوں اور اللہ کو یہ باتیں پسند ہیں۔ اور یہی باتیں متقیوں اور پرہیزگاروں کی نشانیاں ہیں اور اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ متقیوں اور پرہیزگاروں کی نیاز قبول کرتا ہے۔

پرہیزگاروں کا رویّہ

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ
البتہ اگر پھیلا دے تو میری طرف اپنا ہاتھ تاکہ قتل کرے تو مجھ کو
مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ
نہیں ہوں میں پھیلانے والا ہاتھ اپنا تیری طرف
لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
تاکہ قتل کروں تجھ کو بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے پالنے والا
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ
سارے جہانوں کا بے شک میں ڈرتا ہوں یہ کہ حاصل کرے تو
بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ
میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر تو ہو جائے میں سے
اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾
ساتھیوں آگ کے اور یہی ہے بدلہ ظالموں کا

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ
اگر تو مجھ پر مارنے کو ہاتھ چلائے گا
مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ
تو میں تجھ پر مارنے کو ہاتھ نہ چلاؤں گا
لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سب
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ
جہان کا پروردگار ہے میں چاہتا ہوں کہ تو میرے
بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ
گناہ اور اپنا گناہ دونوں حاصل کرے تو
اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾
دوزخ والوں میں سے ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے

بَسَطْتَ (پھیلائے تو) بسط سے ہے جس کے معنی پھیلانے اور دراز کرنے آگے بڑھانے کے ہیں باسط بھی اسی سے ہے۔ پھیلانے والا۔

تَبُوْءَ (حاصل کرے تو) بوء سے ہے اس کے معنی لوٹنے اور پھرنے کے ہیں یہ لفظ سورۂ [illegible] میں آیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تو اپنا کام کر کے فارغ ہو تو تجھ پر دو گناہوں کا بوجھ ہو ایک تو اپنے فعل کا اور دوسرے میرے قتل کا۔

ہابیل نے اس سے کہا اگر تو نے میرے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا مجھے جان سے مارنے کی ٹھان لی۔ تو تو جان لے کہ میں تجھے جان سے مارنے کے ارادہ سے تیری طرف ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ کیوں کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بیٹھا ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ سارے جہانوں کا نگہبان اور رکھوالا ہے [illegible] اور [illegible] مدد سے [illegible] چلتے ہیں میں اس کو ناراض کرتے ہوئے ڈرتا ہوں میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے بچاؤ کے لیے [illegible] اور کوئی بات ایسی نہ کروں جس سے تجھے جوش آجائے اور تو مجھے جوش میں قتل کر دے۔ ایسا کرنے سے کچھ [illegible] گناہ کا میری طرف [illegible] میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں اور اس طرح میرے حصے کا گناہ بھی تیرے ہی سر پڑے اور تو اپنا اور میرا دونوں کا گناہ سمیٹے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تو جہنم کے اندر جانے والوں میں سے ہو جائے کیونکہ ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

ہابیل نے [illegible] کہ شاید قابیل یہ سن کر گناہ سے رک جائے۔ "میں تیرا ذرا بھی مقابلہ نہ کروں گا اور سارا [illegible] تیرے ہی سر پر ہو گا اور تو ظالموں میں داخل ہو جائے گا" لیکن قابیل اپنی خواہشوں میں اندھا ہو [illegible] نے ایک نہ سنی۔

خواہش اندھا کر دیتی ہے (الف)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ

پس آراستہ کیا اس کے لیے اس کے جی نے مار ڈالنا اپنے بھائی کا

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

سو اسے اس نے قتل کر دیا پھر ہو گیا ٹوٹا پانے والوں سے

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ

پس بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا زمین

لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ

تاکہ دکھائے اس کو کیسے چھپائے وہ لاش

اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ

اپنے بھائی کی بولا ہائے افسوس کیا میں بے بس ہوا اس سے

اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ

کر ہو جاؤں مانند اس کوے کے پھر چھپا دوں

سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ

لاش اپنے بھائی کی پس ہو گیا وہ پچھتانے والوں

النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

میں سے

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ

پھر اس کو اس کے نفس نے راضی کیا اپنے بھائی کے خون پر

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

پھر اس کو مار ڈالا سو نقصان اٹھانے والوں میں ہو گیا

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کریدتا تھا

لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ

تاکہ اس کو دکھلاوے کس طرح چھپاتا ہے بھائی کی

اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ

لاش بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا

اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ

کہ اس کوے کے برابر ہوتا کہ چھپاتا اپنے

سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ

بھائی کی لاش کو پھر پچھتانے

النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

لگا

طَوَّعَتْ: تطویع سے ہے اس کے معنی میں کسی کو کوئی برا کام اچھی شکل میں دکھانا تاکہ وہ اس کے کرنے پر آمادہ ہو جائے

يَبْحَثُ: الکھودنا بحث سے ہے جس کے معنی ہیں زمین کھودنا۔ یعنی کوا اس کے سامنے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کھودتا

يٰوَيْلَتٰى: عربی میں افسوس ظاہر کرنے کے وقت یہ لفظ بولا جاتا ہے جیسے ہم بے اختیار ہائے افسوس کہہ دیتے ہیں

عَجَزْتُ: بے بس ہوا میں۔ عجز سے بنا ہے جس کے معنی ہیں عاجز ہو جانا کسی کام کو نہ کر سکنا

سَوْءَة: بری چیز جو آنکھوں کو اچھی نہ معلوم ہو۔ یہاں مراد لاش ہے۔

قابیل کے دل نے جو خواہش حسد اور غضب میں پاگل ہو رہا تھا اسے یہی سمجھایا کہ بھائی کو قتل کر ڈالے جو شخص اپنی خواہش کی وجہ سے اندھا ہو گیا ہو اسے اس کے سوا کچھ نہیں سوجھتا کہ جو چاہے کچھ ہو اپنے فائدے کے پیچھے دوڑے۔ کود کھ پہنچے۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا لیکن اس کا نتیجہ اس کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہ ہوا دنیا کا نقصان تو یہ ہوا کہ بھائی جیسا ساتھی اور مددگار کھو بیٹھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ دو گناہ ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتا ہے۔ ایک تو کسی کا حق مارنا اور دوسرے رشتہ داروں کو ستانا جس کو قطع رحم کہتے ہیں۔

خواہش اندھا کر دیتی ہے (ب)

قابیل کا اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالنے سے آخرت کا نقصان اتنا ہوا کہ اس کے آگے دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ وہ یہ کہ اس نے دنیا میں گناہ کا دروازہ کھول دیا۔ اس لیے اس کو فقط اس کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی۔ بلکہ اس کے بعد قیامت تک جو کوئی انسان اپنی غرض کی وجہ سے دوسرے کو دکھ پہنچائے گا یا قتل کرے گا اس کا عذاب اسے بھی ملے گا۔ لکھا ہے کہ قابیل سے پہلے کسی نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا اور نہ اس وقت تک کوئی انسان اپنی موت مرا تھا اس لیے قابیل حیران تھا کہ بھائی کی لاش کو کیا کرے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ نے اس کے سامنے ایک کوا بھیجا۔ وہ نیچے اتر کر چونچ اور پنجوں سے زمین کریدنے لگا۔ مفسر لکھتے ہیں۔ کہ وہ ایک اور مردہ کوے کو چونچ میں لٹکا کر لایا جسے اس نے زمین پر ڈال کر زمین کھود دی اور کافی جگہ بنا کر اس میں اس مردہ کو ڈال دیا اور اوپر سے مٹی ڈال کر زمین کو برابر کر دیا۔ قابیل نے اس کوے کو یہ سب کچھ کرتے ہوئے دیکھا اس وقت اسے افسوس ہوا کہ اس میں اس کوے کے برابر بھی سمجھ نہ تھی جو بھائی کی لاش کو زمین میں دبا دیتا۔ اس وقت اسے یہ بھی خیال ہوا ہو گا کہ اس کوے کو اپنے جیسے کوے کے ساتھ اتنی ہمدردی تھی کہ اسے اٹھا کر لایا اور زمین میں چھپا دیا۔ حالانکہ یہ کوا اپنی موت آپ مرا تھا اور خود اس نے اپنے جیسے آدمی ہی کو نہیں بلکہ اپنے حقیقی بھائی کو جان بوجھ کر مارا۔ اور پھر اتنی سمجھ بھی نہ آئی کہ اس کی لاش کو کھلم کھلا گلنے سڑنے کی رسوائی سے بچائے۔ ظاہر ہے کہ کوے کے مقابلے میں یہ سخت دل بھی زیادہ ہوا اور نا سمجھ بھی۔ چنانچہ اس کو ندامت اور پشیمانی نے آن دبایا اور وہ اپنے کیے پر پچھتانے لگا۔

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ انسان کے بدن کی عزت جبھی تک ہے۔ جب تک اس میں جان ہے جب جان نکل گئی تو وہی بدن انسان کے لیے باعث شرم ہو جاتا ہے، گویا وہ ایک گندی اور قابل نفرت چیز تھی جس کے عیب روح نے دبا رکھے تھے۔ اسی لیے اس آیت میں اس کے لیے سوأۃ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی بری اور قابل نفرت چیز کے ہیں جس کو جتنی جلد آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیا جائے اچھا ہے۔ سچ مچ بدن کا حسن و جمال اور اس کی خوبصورتی روح کی بدولت ہے ورنہ وہ سوا ایک مٹھی بھر خاک کے کچھ بھی نہیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگی ہی میں اس باریک بات کو سمجھ لیں اور اس گارے کے ڈھیر کی اتنی خاطر نہ کریں۔ کہ جس کی وجہ سے روح جیسی پاکیزہ چیز کو مصیبت اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑے۔ اسی لیے کہا ہے کہ جسمانی لذتوں کو چھوڑو اور روحانی لذتوں کی تلاش کرو۔

قابیل کے کیے کا پھل (الف)

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
ترجمہ اس کے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر
اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ
کہ جو کوئی قتل کرے ایک شخص کو بلا عوض دوسرے شخص کے یا فساد کرے
فِي الْاَرْضِ فَ كَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ
زمین میں پس گویا قتل کیا اس نے لوگوں
جَمِيْعًا ۭ وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَ كَاَنَّمَآ
سب کو اور جو زندہ رکھے اس کو پس گویا
اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَ لَقَدْ جَاۗءَتْ
زندہ رکھا اس نے لوگوں سب کو اور البتہ آچکے پاس
هُمْ رُسُلُنَا بِ الْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ
ان کے رسول ہمارے ساتھ صاف باتوں کے پھر بے شک
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ
بہت ان میں سے بعد اس کے زمین میں
لَ مُسْرِفُوْنَ ۝۳۲
البتہ حد سے گذر جانے والے ہیں

(ترجمہ) وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم، معانقہ

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر (یہ حکم نازل کیا)
اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ
کہ جو کوئی ایک جان کو مارے بلا عوض جان کے یا
فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ
ملک میں فساد کرے، گویا اس نے سب لوگوں کو
جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ
قتل کر ڈالا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا سب
اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ
لوگوں کو زندہ کیا اور ان کے پاس ہمارے رسول
رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ
کھلے ہوئے حکم لا چکے ہیں پھر بہت لوگ ان میں
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ
سے اس پر بھی ملک میں دست درازی
لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲
کرتے ہیں

اَجْلٌ: باعث، سبب نَفْس: انسان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک جسم یا بدن دوسرے نفس یا جان اصل میں زندہ چیز نفس ہے۔ بدن اس کی وجہ سے زندہ ہے اس لیے آدمی اصل میں نفس ہے۔ فساد۔ بگاڑ۔ کسی بنی بنائی چیز کے ناس کرنے کی کوشش کرنا۔ بَیِّنٰت۔ روشن چیزیں، بَیِّنَۃ کی جمع ہے کھلی ہوئی دلیل۔ بات یہاں مراد حکم یعنی شرع کی باتیں ہیں یا رسولوں کی سچائی کی نشانیاں ہیں۔ مُسْرِفُوْن زیادتی کرنے والے اسراف سے ہے جس کے معنی ہیں زیادتی۔ حد سے نکل جانا۔

(الف) قابیل کا قصہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ قابیل نے قتل کر کے سارے آدمیوں کے لیے قتل کرنے کا دروازہ کھول دیا۔ اس لیے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ بلا وجہ اور عدالت کے فیصلے کے بغیر کسی بے گناہ کو مار ڈالنا سارے آدمیوں کے مار ڈالنے کے برابر ہے کیونکہ ایک کے دیکھا دیکھی ایک دوسرے کے مار ڈالنے پر تل جائیں گے اور جس نے ایک شخص کو زندہ رہنے دیا اور غصہ و غضب کے باوجود نہ مارا تو گویا اس نے سارے آدمیوں کے زندہ رہنے کا بندوبست کر دیا۔ آدمی اکثر وہی کرتا ہے جو دوسرے کو کرتے دیکھتا ہے اس لیے جو نیک کام کرے گا اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی نیک کام کریں گے اور جو برا کام کرے گا اس کو دیکھ کر دوسرے بھی برا کام کرنے لگیں گے۔

قابیل کے کیے کا پھل (ب)

قابیل پہلا آدمی تھا جس نے خواہش، حسد اور غصب سے مغلوب ہو کر دوسرے آدمی کو جان سے مارا اس سے پہلے کسی نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا جب دنیا میں ایک دفعہ قتل کا دروازہ کھل گیا تو پھر لوگ بے دھڑک ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ اس کو روکنے کی ضرورت پڑی اور ہر اپنے زمانے میں ہر ایک نبی نے اس کی بابت لوگوں کو ہدایت کی اور قتل سے روکا۔

ایسے ہی اور گناہ بھی دنیا میں پھیلے ہوں گے۔ پہلے آدمی نے کوئی گناہ کیا پھر اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی کرنے لگے۔ قرآن شریف میں کئی قوموں کا ذکر ہے کہ کسی میں کوئی برائی پھیلی ہوئی تھی اور کسی میں کوئی۔ نبیوں نے اور ان کے ماننے والے عقل مند لوگوں نے جو برائی بھی قوم میں دیکھی اس سے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی۔ بڑے گناہ کی پہچان یہ ہے کہ اس سے کسی آدمی کو یا پوری جماعت کو کوئی سخت نقصان پہنچتا ہے۔ پہلی صورت ظلم ہے اور اس میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اور دوسری صورت فساد ہے۔ اس میں آدمیوں کے مل جل کر رہنے میں خرابی پڑتی ہے اور دنیا کے درست رہنے میں خلل پڑتا ہے۔ قتل میں یہ دونوں برائیاں موجود ہیں۔ کیونکہ ہر آدمی کو جینے کا حق ہے کسی وجہ سے بلاوجہ اس کا یہ حق چھیننا ظلم ہے۔ دوسرے یہ کہ آدمی ایک دوسرے سے ڈر کر بچ کر رہتے ہیں اور میل جول خطرہ میں پڑ جاتا ہے اور یہ فساد ہے۔ قابیل نے قتل کر کے ظلم اور فساد دونوں برائیاں آدمیوں میں پھیلا دیں اور بنی اسرائیل کے زمانہ تک اس برائی نے پورے طور پر جڑ پکڑ لی۔ اس لیے اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے ان خرابیوں کو روکنے کے لیے بنی اسرائیل کے لیے یہ قانون مقرر کیا کہ کوئی کسی کو قتل نہ کرے۔ یاد رکھو کہ ایک آدمی کا مارنا تمام آدمیوں کے مارنے کے برابر ہے۔ کیونکہ اس سے بدامنی پھیلتی ہے۔ اور ایک آدمی کا زندہ رکھنا تمام آدمیوں کے زندہ رکھنے کے برابر ہے۔ کیونکہ اس سے ہر ایک کو امن و امان یا اطمینان ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان باتوں کے سمجھانے کے لیے تمہارے پاس ہمارے رسول آ چکے ہیں جو ہمارے حکم تم کو صاف صاف سناتے ہیں اور ان کے پاس اپنی سچائی کی روشن نشانیاں ہوتی ہیں اب اگر لوگ اس کے بعد بھی گناہوں میں مبتلا رہیں اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے باز نہ آئیں تو وہ سخت مجرم ہیں۔ اس لیے آیت میں ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ہیں کا اشارہ یہود کی طرف ہے۔ اس پر بھی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ یہود ہمیشہ قتل کرنے اور لوگوں کے ستانے میں مبتلا رہے، یہاں تک کہ نبیوں تک کو قتل کر دیا اور کسی آدمی کا قتل کرنا اور ستانا تو ان کے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی۔ اور اس وقت بھی وہ آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے، ان کو دکھ پہنچانے اور مسلمانوں پر ظلم اور زیادتیاں کرنے سے باز نہیں آتے۔ یہ لوگ واقعی اپنی شرارت اور شیطان پن میں حد سے گذر چکے ہیں اور دوسروں کو ستانا ان کی عادت میں پڑ گیا ہے۔ اس لیے یہ مُسرف ہیں یعنی دوسروں پر دست درازیاں کرتے ہیں

مُسرفوں کے کام اس سے آگے کی آیت میں گنوائے ہیں اور دنیا میں جو انہیں سزا ملنی چاہیے۔ وہ بھی بتائی ہے:

دنیا میں فساد پھیلانے والوں کی سزا

إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ
اس کے سوا کچھ نہیں کہ سزا ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے
وَرَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ
اور رسول سے اس کے اور دوڑتے پھرتے ہیں زمین میں
فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا
فساد کرتے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں
اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ
یا کاٹ ڈالے جائیں ہاتھ ان کے اور پاؤں ان کے
مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ
ایک طرف کا اور دوسری طرف کا یا دور کر دیے جائیں ملک سے

إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ
یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے
وَرَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ
اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان
فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا
کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جائیں
اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ
یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں
مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ
مخالف جانب سے یا دور کر دیے جاویں اس جگہ سے

جَزَآءُ : بدلا۔ عربی میں بھلائی اور برائی دونوں کے بدلوں کو جزا کہتے ہیں۔ ہم بھلائی کے بدلے کو جزا اور برائی کے بدلے کو سزا کہتے ہیں۔

يُحَارِبُوْنَ : لڑائی کرتے ہیں۔ محاربہ سے ہے کسی سے لڑائی کرنا۔ حرب سے بنا ہے جس کے معنی لڑائی کے ہیں اس سے مراد ہے بغاوت کرنا، شرعی حکم کی نافرمانی کرنا اور اس سے لڑنے کے لیے کھڑے ہو جانا۔

يَسْعَوْنَ : دوڑتے ہیں۔ سعی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں چلنا، پھرنا، دوڑنا، کوشش کرنا۔ یہاں اس سے مراد ہے فساد کرتے پھرتے ہیں۔

مِنْ خِلَافٍ : اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں۔

يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ : ملک سے نکال دیے جائیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کہیں دور لے جا کر انہیں قید کر دیں جسے آج کل نظر بند کرنا کہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ کے قانون کے توڑنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ جو اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون کی پروا نہیں کرتے گویا وہ اللہ اور رسول سے لڑائی کرتے ہیں۔

فسادی ڈاکو جو حکومت شرعیہ سے بغاوت کر کے لوٹ مار شروع کر دیں چار قسم کے ہو سکتے ہیں

(۱) جنہوں نے قتل کر دیا لیکن مال نہ لے سکے ان لوگوں کی سزا وہ ہے جو پہلے بیان کی گئی یعنی اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا قتل کر دیے جائیں۔

(۲) قتل کر کے مال بھی لے لیا ہو ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ سولی پر لٹکا دیا جائے یعنی اَوْ يُصَلَّبُوْٓا

(۳) قتل نہیں کیا مگر مال چھین لیا۔ ان کی سزا یہ ہے کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے یعنی اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ۔

(۴) لوگوں کو گھیر تو لیا مگر قتل کرنے اور مال لینے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہو گئے۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں دور لے جا کر قید کر دیا جائے یعنی اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔

فسادیوں کی سزا

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ
یہ ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور
لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۳۳)
ان کے لیے بیچ آخرت کے عذاب ہے بڑا
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ
مگر جنہوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے
اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا
کہ قابو پاؤ تم ان پر پس جان لو
اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۴)
کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ
یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور
لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۳۳)
آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ
مگر جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کرلی
اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا
کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو
اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۴) ع ۵
اللہ بخشنے والا مہربان ہے

خِزْيٌ: رسوائی، ذلت، شرمندگی، شرمندہ کے لیے عربی میں لفظ خزیان ہے اردو میں شاید اسی لفظ خزیان کو کھسیانا کر لیا گیا ہے

پچھلے سبق میں ان فساد کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی تھی جو شرعی قانون کی حد سے نکل کر لوگوں کو مارنا اور ستانا شروع کر دیں ایسے لوگوں کو حکومت ان کے جرم کے مطابق اوپر کی سزاؤں میں سے کوئی سزا دے گی۔

اس میں ارشاد ہے کہ یہ سزا تو اس دنیا میں مقرر ہے تاکہ وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوں۔ اس کے بعد آخرت میں ان کو سخت عذاب دیا جائیگا یہ دونوں جگہ کی سزا اس لیے دی جاتے گی کہ انہوں نے اللہ کے حکم کو توڑا۔

باغیوں کی یہ سزائیں اس حالت میں معاف ہو سکتی ہیں کہ اس سے قبل کہ حکومت کے سپاہی انہیں گرفتار کریں وہ اپنے کیے پر پچھتا کر اس سے توبہ کرلیں اور آیندہ فرماں بردار بن کر رہنے کا اقرار کرلیں اور اگر ان کی توبہ سچی ہے تو آخرت میں بھی ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کا نام غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سزائیں ڈاکوؤں، لٹیروں اور لوٹ مار کرنے والوں کی تھیں۔ ایسی سزا کو جو مجرموں کے لیے شرع میں مقرر کر دی گئی ہو۔ حد کہتے ہیں۔ توبہ کرنے سے باغیوں کی حد معاف ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے اگر کسی کو مالی یا جانی نقصان پہنچا ہے تو اس کا تاوان مجرم کو پھر بھی دینا ہوگا یعنی جس کا مال لیا ہے۔ اس کو واپس کرنا ہوگا۔ قتل کیا ہے تو اس کا قصاص دینا ہوگا ——— یہ حقوق العباد کہلاتے ہیں، یہ توبہ سے معاف نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر خود حق والا معاف کر دے تو معاف ہو جائیں گے۔

فلاح کی راہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور
ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا
تلاش کرو اس کی طرف نزدیکی اور کوشش کرو
فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾
اس کی راہ میں اس سے توقع ہے تم خوشحال ہوجاؤ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور
ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا
ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور کوشش کرو
فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾
اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو

اِتَّقُوا (ڈرو) اللہ سے) اتقاء سے ہے جو وقایہ سے بنا ہے۔ وقایہ کے معنی ہے بچاؤ۔ حفاظت۔ اتقاء کے معنی ہیں بچنا۔ دور ہٹ جانا۔ اتَّقُوا اللّٰہَ کے معنی ہوئے اللہ سے بچو۔ یعنی ایسے کام نہ کرو جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے اس کے غضب سے بچو۔ ہم خود اپنی بول چال میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ میاں پولیس والوں سے بچتے رہنا۔ مطلب یہ کہ ایسا کام نہ کرنا کہ وہ تمہیں پکڑے۔ اللہ کو راضی کرنے سے اس کی نزدیکی ہوتی ہے۔ اذان کے بعد جو دعا پڑھتے ہیں، اس کے ایک حصّہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ ہمارے رسول حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ عطا فرما۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اے اللہ اپنی نزدیکی اور اپنا قرب ان کو نصیب کر۔

حدیث میں آیا ہے کہ وسیلہ ایک مقام ہے جو اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور وہ مقام خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اس لیے ہر مسلمان کو دعا سکھائی گئی ہے کہ یوں کہیں اے اللہ جو مقام تو نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقرر کیا ہے اس تک انہیں پہنچا دے۔ یہ اس بات کا اقرار ہے کہ یہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر خواہ ہے کسی شخص کی اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی ہو گی کہ آپ کے خیر خواہوں میں اس کا نام لکھا جائے۔

پچھلے رکوع میں ان ڈاکوؤں۔ لٹیروں۔ قاتلوں اور فسادیوں کی سزا بتائی گئی تھی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی ٹھان لیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو قتل کرتے اور ان کا مال چھین لیتے ہیں۔ اس آیت میں مسلمانوں سے ارشاد ہے کہ یہ ایسے کام ہیں جن سے تمہیں نفرت ہونی چاہیئے تم تو اللہ پر ایمان لائے ہو ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے اللہ ناراض ہو اور تمہیں پکڑلے تمہیں تو ہمیشہ ایسے کام کرنے چاہئیں۔ جن سے تمہیں اللہ کی نزدیکی نصیب ہو۔ دنیا والے یہاں کے بادشاہوں اور حاکموں کی نزدیکی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایسے کام کرتے ہیں جن سے وہ خوش ہوں اور ان کے مقرب بن جائیں وہ اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی ایسا کام ہو جائے جس سے حاکم خوش ہو جائے۔ بس پھر تو وارے نیارے ہیں اے ایمان والو! تم کو چاہیئے کہ ہر وقت تم اس دھن میں لگے رہو کہ کسی طرح اللہ خوش ہو جائے اور تم اس سے نزدیک ہوتے چلے جاؤ۔ جو کوئی اس دھن میں لگے گا اور ہر وقت اس کا خیال رکھے گا کہ کوئی کام ایسا نہ ہو جس سے اللہ ناراض ہو جائے۔ وہ شخص کامیاب ہے۔ وہ تمام مصیبتوں سے چھوٹ جائے گا اور خوش و خرم رہے گا اس راستہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں جس میں فلاح اور خوشحالی کی امید کی جا سکے۔

فدیہ کام نہ دے گا

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم
بے شک جنھوں نے کفر کیا اگر یہ ہو جائے کہ ان کے لیے ہو
مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ
جو بھی زمین میں سب وہ سب اور اس جیسا ساتھ اس کے
لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ
تاکہ دے کر چھوٹیں اس کے ساتھ عذاب سے دن قیامت کے
مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾
تو نہیں قبول کیا جائے گا ان سے اور ان کے لیے ہے عذاب درد دینے والا
يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا
چاہیں گے کہ نکل جائیں آگ سے اور نہیں
هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾
وہ نکلنے والے اُس سے اور ان کے لیے ہے عذاب ہمیشہ رہنے والا

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم
جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس ہو
مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ
جو کچھ زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی
لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ
اور ہوتا کہ بدلے میں دیں اپنے عذاب کے تو قیامت کے دن
مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾
ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے
يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا
چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں اور وہ نکلنے والے
هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾
نہیں اس سے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے

يَفْتَدُوا: (دیں اس کے بدلے میں) افتدار سے ہے۔ یہ لفظ فدیہ سے بنا ہے۔ فدیہ کہتے ہیں اس چیز کو جو جان چھڑانے کو دی جائے چنانچہ افتدار کے معنی ہیں فدیہ دینا یعنی جان بچانے کے لیے اپنی پسند کی کوئی اور چیز دے دینا۔

ارشاد ہے کہ کافروں کے قبضے میں اگر زمین کی ساری چیزیں اور خزانے بھی آجائیں اور اس کے برابر اتنا ہی اور اس کے ساتھ مل جائے اور وہ یہ سب کا سب فدیہ کے طور پر دے دیں کہ کسی طرح قیامت کے دن عذاب سے بچ جائیں۔ تو بھی وہ عذاب سے نہ بچ سکیں گے اور یہ سب کچھ ان کے منہ پر مارا جائے گا اور قبول نہ کیا جائے گا اور ان کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو ان کو بڑا دکھ پہنچائے گا اور وہ درد کے مارے چلا اٹھیں گے۔

وہ بہتیرا چاہیں گے کہ کسی طرح اس دوزخ کی آگ سے جس میں وہ داخل کیے جائیں گے نکل جائیں۔ لیکن ان کو اس سے نکلنا نصیب نہ ہوگا اور وہ دکھ درد اور عذاب ہمیشہ کے لیے ان کو بھگتنا ہوگا۔ وہ کبھی ان کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہاں رشوت نہیں چلتی۔ اگر اس کے غضب سے بچنا ہے تو ایمان لاؤ اور اس سے ڈرو۔ اور اس کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔ ورنہ اس سے بھاگ کر جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ دنیا میں رشوتیں دے کر کام نکال لیتے ہو۔ اللہ کے ہاں بندگی اور فرمانبرداری کے سوا کوئی چیز کام نہ آئے گی۔

چوری کی سزا

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَ اقْطَعُوْٓا
اور چوری کرنے والا و اور چوری کرنے والی عورت پس کاٹ دو تم
اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِ مَا كَسَبَا
ہاتھ ان دونوں کے بدلہ عوض اس کے جو انہوں نے کیا
نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ
بطور سزا اللہ کی طرف سے اور اللہ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾
زبردست ہے حکمت والا

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا
اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان کے ہاتھ
اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا
کاٹ ڈالو ان کی کمائی کے بدلے ہیں یہ
نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ
اللہ کی طرف سے سزا ہے اور اللہ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾
غالب ہے حکمت والا ہے

السارق والسارقۃ: چور مرد اور چور عورت یہ دونوں لفظ سرقہ سے بنے ہیں جس کے معنی چوری کے ہیں

پچھلے رکوع کے ختم میں ڈاکو ٹھگ اور لٹیروں کی سزا بیان کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہ لوگ اللہ سے لڑائی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اس کے قانون کو توڑتے اور اس کے ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔

اس کے بعد اس رکوع کے شروع میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اللہ سے صلح کرو اور لڑائی کرنے والوں کے سے کام مت کرو اور اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ اس کی نزدیکی حاصل کرو۔

اس کے بعد پھر مجرموں کی سزاؤں کے سلسلے میں چوروں کی سزا بیان کی جاتی ہے، یہ ڈاکوؤں سے تو کم ہیں کیونکہ کسی کو مارتے یا ڈراتے دھمکاتے نہیں فقط مالک کی آنکھ بچا کر چپکے سے اس کا مال اٹھا لے جاتے ہیں لیکن ان سے بھی لوگوں کو کچھ کم دکھ نہیں پہنچتا۔ اور بعض وقت تو جان کنی کی سی تکلیف ہوتی ہے جس شخص کا بیس پچیس روپے کا جوتا مسجد میں نماز پڑھتے وقت کسی نے چرا لیا ہو۔ اس کے دل سے پوچھیے کہ اس پر کیا گذر رہی ہے۔ خاص کر جب اسے صبح دفتر نوکری پر جانا ہو اور جیب میں ٹکا نہ ہو کہ اور خرید لے۔ اس سے بڑھ کر اس مزدور کے دل کے حال پر غور کیجیے۔ جو دن بھر محنت کر کے دو ڈھائی روپیہ بہ مشکل لایا تھا۔ شام کو اس کی جیب راستہ میں صاف کر دی گئی اور گھر میں بیوی بچے بھوکے بیٹھے ہیں اب بتائیے وہ کیا کرے؟

آیت میں ارشاد ہے کہ چور کے، مرد ہو یا عورت۔ ہاتھ کاٹ دو اور یہ ان کے کرتوت کی سزا ہے۔ اور سزا اللہ کا حکم نہ ماننے کی ہے۔ اللہ زبردست ہے۔ سب پر غالب ہے اور ساتھ ہی حکمت والا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور وہ جو حکم دیتا ہے اس میں مصلحت بھی ہوتی ہے۔

فقہ میں اس سزا کی تفصیل ہے

یہاں یہ جان لینا کافی ہے کہ جو پہلی دفعہ چوری کرے اور جرم ثابت ہو جائے تو اس کا دایاں ہاتھ کلائی پر سے کاٹ دو۔

توبہ اور اصلاح

فَ مَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ
پس جس نے توبہ کی پیچھے
ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَ اِنَّ
اپنے ظلم سے اور ٹھیک ہوگیا پس تحقیق
اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
اللہ توجہ کرے گا اس کی طرف بے شک اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾
بخشنے والا مہربان ہے

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ
پھر جس نے اپنے ظلم کے پیچھے توبہ کی
ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ
اور اصلاح کی تو اللہ اس کی
اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
توبہ قبول کرتا ہے بے شک اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۰﴾
بخشنے والا مہربان ہے

پچھلے سبق میں چور کی سزا بیان ہوئی تھی کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو یہی اس کے کیے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے ناراضی کا اظہار ہے اس کے بعد کہا گیا تھا کہ اللہ سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے۔ چور اس بات سے اس قدر غافل ہوا کہ اس کو بھول ہی گیا اور ایسی حرکت کر بیٹھا کہ اگر اس کی سزا نہ دی جائے تو دوسرے سمجھیں گے کہ چوری معمولی بات ہے۔ حالانکہ اس سے دنیا کے کاموں میں خلل آجائے گا اور لوگ پریشان ہوجائیں گے۔ اللہ کی حکمت اس بات کو چاہتی ہے کہ اللہ ایسے موقعہ پر اپنی قوت اور غلبہ کا سب پر اظہار کرے اور چور کو ایسی سزا دے کہ اس کو دیکھ کر لوگ لرز جائیں اور چوری کے پاس نہ پھٹکیں اس لیے وہ اپنے فرماں بردار بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جو کوئی چوری کرے۔ مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ دو تاکہ وہ اپنے کیے کو بھگتے اور دوسروں کو اسے دیکھ کر عبرت ہو۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر چوری کرنے والا آخرت کی سزا سے بچنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے کیے پر پچھتائے اور اللہ کے سامنے دل سے اقرار کرے کہ اب کبھی ایسا کام نہ کروں گا اور اس کے ساتھ ہی چوری کی وجہ سے جو ایک اپنے جیسے آدمی کو بیٹھے بٹھائے بلا وجہ نقصان پہنچایا ہے اس کو پورا کرے اور اس کا مال اسے واپس دے دے اور اگر وہ مال ضائع ہوگیا ہے تو اس کے بدلے اس کی قیمت دے یعنی تاوان ادا کرے اور آئندہ کے لیے اپنے آپ کو سنوارے اور اس بات کو سمجھے کہ میں نے چوری کرکے واقعی بڑا ظلم کیا۔ ایسا کرنے سے اس کو آخرت کی سزا سے معافی دی جائے گی اور جیسے اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا ہے اللہ بھی اس کی طرف توجہ کرے گا۔

اس سے پہلے لٹیروں اور ڈاکوؤں کی سزا بیان کرنے کے بعد بھی کہا تھا کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کی بھی آخرت کی سزا معاف ہوجائے گی وہاں یہ بھی کہا تھا کہ اگر پکڑے جانے سے پہلے وہ توبہ کرلیں تو ان کی دنیا کی سزا بھی جو ان کے جرم کے بدلے دی جانی چاہیئے تھی معاف ہوجائے گی۔ البتہ بندوں کی حق تلفی ہوئی ہے اس کا معاف کرنا ان کے ہاتھ میں ہے جن کی حق تلفی ہوئی ہے لیکن چوری میں دنیا کی سزا کی بابت نہیں کہا کہ پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرلے تو معاف ہوجائے گی۔ اس لیے جرم ثابت ہونے پر وہ سزا بہرحال ملے گی۔

اللہ تعالیٰ کی حکومت

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ
کیا نہیں جانتا تو کہ اللہ کے لیے ہے
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ
سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ
عذاب کرے جسے چاہے اور بخشش کرے
لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
واسطے جس کے چاہے اور اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾
چیز کے قدرت والا ہے

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ
تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے واسطے ہے
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
آسمانوں اور زمین کی سلطنت
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ
جس کو چاہے عذاب کرے اور جسے
لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
چاہے بخشے اور اللہ ہر چیز پر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾
قادر ہے

پچھلے سبق میں بعض جرموں یعنی قتل۔ ڈکیتی۔ چوری کی سزائیں بتائی گئی تھیں ہو سکتا تھا کہ بعض نادان لوگوں کو خیال پیدا ہو کہ یہ سزائیں بہت سخت ہیں کیونکہ ہر شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ کسی جرم کی برائی کو پورے طور پر سمجھ کر اس سے اس کی سزا جو نیچے بلند سوچتا ہے کہ ایک چنگے بھلے آدمی کو ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے یا ہاتھ جیسی کام کی چیز سے محروم کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ایک سزا کے ساتھ ہی ایک صفت بیان کر کے اس کا اطمینان بخش جواب دے دیا۔ اس سے عقلمند آدمی تو فوراً سمجھ لیں گے کہ اللہ عزیز یعنی صاحب زبردست قوت و طاقت کے ساتھ ہی حکیم بھی ہے یعنی وہ ہر جرم کی حقیقت سے واقف ہے اور اس سے جو نقصان آدمیوں کو پہنچتا ہے اور جو فساد دنیا میں پھیلتا ہے اس کی مقدار اور حد کو وہی اچھی طرح پہچانتا ہے اور پھر اس کی مناسب سزا مقرر کرتا ہے جو اس گناہ کی حد اور مقدار کے بالکل مطابق ہوتی ہے۔ لیکن اوپر اور محض ظاہر کی چیزوں کے دیکھنے والے جن کی نگاہ کسی کام کے آخری انجام اور دور تک کے نتیجوں کو نہیں دیکھ سکتی ان انسانوں کو نہیں سمجھ سکتے ان کے لیے اس آیت میں خوب کھول کر یہی بات بیان کر دی۔

ارشاد ہے کہ انسان لاکھ نادان سہی و لیکن اتنا بھی نہیں جان سکتا کہ آسمانوں میں اور زمین میں بڑی چھوٹی اونچی نیچی غرض جو چیز بھی ہے وہ اللہ کی ملک ہے اور وہ نرا مالک ہی نہیں بلکہ اس پر قبضہ بھی رکھتا ہے اور سارے ملک کا جیسے انتظام کرتا ہے اور جو چاہے حکم کرتا ہے جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخش دے۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اس کے مناسب اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔

جو شخص اس آیت کو اچھی طرح سمجھ لے اسے اللہ کے کسی حکم پر کبھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس کے دل میں اللہ کے حکم کے ٹھیک اور مناسب ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا تعجب ہے کہ ہم انسان کے بارے میں تو اس قاعدہ کو مانتے ہیں کہ جو جس چیز کا مالک ہو اسے اختیار ہے کہ اس میں جو چاہے کرے لیکن اللہ کے بارے میں اس چیز کو بالکل بھول جاتے ہیں۔

اسلامی سزائیں

بعض لوگ قرآن مجید کی سزاؤں کی بابت نازیبا خیالات رکھتے ہیں۔ غیر مسلم اور خصوصاً اہل یورپ تو ایک طرف خود مسلمان بھی ان کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو چکے ہیں اور اس فکر میں ہیں کہ ان میں ترمیم ہونی چاہیئے اس قسم کے خیالات زیادہ تر اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ اسلام کو ہم نے ایک سرسری چیز سمجھا ہوا ہے۔ اس سے متعلق سب سے پہلی بات جو سمجھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ اسلام کسی انسان کا بنایا ہوا کوئی ڈھکوسلا نہیں ہے اسلام اسی نے بنایا ہے جس نے خود انسان کو بنایا ہے۔

ہمارے لیے اللہ کے حکموں کا مجموعہ قرآن کریم ہے اور یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہنچا دیا ہے۔ اور اس کا مطلب زبان سے بھی سمجھا دیا ہے اور اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے۔

قرآن مجید میں تاکید ہے کہ مسلمانوں کو اپنی تنظیم ایسا ڈھنگ ڈالنا چاہیئے کہ ان کا کوئی آدمی ایسا کام نہ کر سکے۔ جس میں آپس کے میل جول پر کوئی برا اثر پڑے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر آدمی جرموں سے خواہ مخواہ بچے اس ڈر سے کہ اگر اس نے کوئی برا کام کیا تو اللہ کے حکم سے سب لوگ اس سے قطع تعلق کر دیں گے اور اس کا دنیا میں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ جس وقت ہر آدمی کے دل میں اپنی جماعت کا اتنا ڈر بیٹھ جائے گا تو ممکن ہے کہ وہ کوئی جرم کرے۔ قرآن مجید میں جہاں کسی کو سزا دینے کا حکم ہے وہاں ساری امت کو کہا گیا ہے کہ تم خود یہ سزا دو ظاہر ہے کہ اس سے ہر فرد کے دل میں ساری ملت کا ڈر بٹھانا مقصود ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کہیں ایک شخص کو سزا دینے کا اختیار نہیں دیا گیا۔

اوّل تو امت کو ہر شخص کی تعلیم و تربیت کا ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ بچپن ہی سے ہر ایک کے دل میں اس کا ڈر بیٹھ جائے اور خود بخود اس کا دل برے کاموں سے اور دوسروں کے ستانے کے ارادوں سے ہٹ جائے' اسے یقین ہونا چاہیئے۔ کہ میری قوم جرم کو دنیا سے ناپید کرنے کے درپے ہے اور اس کے لیے وہ سخت سے سخت سزا دے سکتی ہے۔ اس کے بعد یقیناً کوئی شخص جرم کرنے کا ارادہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اگر جرم کیا تو سب لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں گے اور قطع تعلق کر لیں گے۔

جب امت ایسا ماحول پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ تو ظاہر ہے کہ سزا دینے کی نوبت ہی نہ آئے گی اور اگر ایک شخص کو بھی سزا مل گئی تو دوسرا کبھی جرم اور گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکے گا۔

دوسری غلط فہمی جس میں اعتراض کرنے والے مبتلا ہیں یہ ہے کہ یہ سزائیں اندھا دھند دی جائیں گی اور غرض مند لوگ اپنی دشمنی اور کینہ اس طرح نکالیں گے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قانونی سزا دینے سے پہلے مجرم کے جرم کا ثبوت حاصل کرنا ہوگا۔

جہاں تک سنگین سزاؤں کا تعلق ہے یہ سزائیں ملت کے افراد میں قانون کا احترام اور شرافت کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کے لیے ہیں سزاؤں کو بچوں کا کھیل بنانے سے کیا یہ بہتر نہیں کہ شدید سزاؤں سے جرائم کا خاتمہ ہی ہو جائے۔ دو ایک آدمیوں کو سزا مل جائے اور پھر کسی کو جرم کا تصور ہی پیدا نہ ہو۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان سزاؤں کے دینے کا اختیار اس سوسائٹی کو دیا گیا ہے جس کی تنظیم نے پہلے ہی جرائم کو تقریباً ناپید کر دیا ہو ؛

کفر کے حامی

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ

اے رسول نہ غمگین کریں تجھ کو

الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

وہ لوگ جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں ان میں

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ

سے جنہوں نے کہا ایمان لائے ہم اپنے منہ سے

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ

اور نہیں ایمان لائے ان کے دل اور ان

الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ

میں سے جو یہودی ہوئے کان لگا کر سنتے ہیں جھوٹ کے لیے

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ

وہ کان لگا کر سنتے ہیں اس قوم کے لیے جو دوسری ہے نہیں آئے وہ تجھ تک

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ

اے رسول غم نہ (کر)

الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں وہ

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ

لوگ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ

مسلمان ہیں اور ان کے دل مومن نہیں اور وہ جو

الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ

یہودی ہیں جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ

کرتے ہیں وہ دوسری جماعت کے جاسوس ہیں جو تجھ تک نہیں آئے

يُسَارِعُوْنَ: مسارعۃ سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف دوڑنا۔ یہ سرعت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جلدی۔ مراد یہ ہے کہ تیزی سے دوڑتے ہیں۔

اَفْوَاهٌ: منہ یہ فوہ کی جمع ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔

سَمّٰعُوْنَ: بہت زیادہ سننے والے، سمّاع کی جمع ہے جو سمع سے ہے جس کے معنی کان بھی ہیں اور سننا بھی۔ سمّاع اس کو کہتے ہیں جو خوب کان لگا کر غور سے سنے۔

جو لوگ قرآن پاک کو دھیان سے پڑھتے ہیں اور اس کے مطالب پر غور کرتے ہیں ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کہ اسلام انسان کو مل جل کر اتفاق اور اتحاد سے رہنا سکھاتا ہے، وہ اس بات کی ہدایت کرتا ہے کہ سب مل کر اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی کو کسی سے نقصان نہ پہنچ جائے اور سب مل جل کر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ کہ آپس کے میل ملاپ میں فرق نہ آنے پائے اور جو کوئی امن و امان اتفاق و اتحاد کے توڑنے کا ارادہ کرے، اس کو سب مل کر دبا لیں تاکہ اس کی شرارت کی وجہ سے بے چینی اور فساد نہ پھیلنے پائے۔ جب انسان اس طرح کا انتظام کرنے کے قابل ہو جائیں تو سمجھنا چاہیئے کہ ان کے اندر ٹھیک معنی میں معاشرہ قائم ہو گیا۔ معاشرہ کی ٹھیک صورت یہی ہے کہ نیک لوگوں سے برے لوگ دبے رہیں۔ معاشرہ کے لیے دوسرے الفاظ سوسائٹی اور سماج ہیں۔ سوسائٹی یا سماج درست نہیں ہو سکتی جب تک شرارت کرنے والوں کے دل میں اس کا اتنا خوف نہ بیٹھ جائے کہ ڈر کے مارے کوئی جرم نہ کر سکیں۔ یہاں اس بات کو کئی طریقے سے سمجھایا گیا ہے، سب سے بڑا قانون اس میں یہ بیان کیا ہے کہ نیک لوگوں کی مدد کرو اور برے لوگوں کی مدد ذرا سی کبھی نہ کرو۔

اسلامی سماج کی بنیاد سچے دل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر ہے قرآن مجید نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سماج کے قائم کرنے کے طریقے بتائے ہیں اور ان لوگوں کی تباہی کا حال سنایا ہے، جو اس طریقے پر نہیں چلے۔

کافروں کا رویّہ

اللہ کو اس طرح نہ ماننا جیسے اس ذات کو ماننا چاہئے کو کفر کہتے ہیں۔ ایمان اس کے برعکس ہے یعنی اللہ کو ٹھیک طرح ماننا۔ سماج کا ڈھانچہ پہلے پہلے کفر کی بنیاد پر قائم تھا۔ اور اس میں قتل۔ زنا۔ چوری۔ ڈکیتی۔ لوٹ مار اور اسی قسم کے جرم عام طور پر رائج تھے اور یہ دستور قائم ہو گیا تھا کہ زوردار کمزور کو اور مالدار مفلس کو دبا کر جس طرح چاہے اپنا کام نکالے۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی زندگی کو ان آفتوں سے پاک کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور قرآن مجید کا قانون آپ پر نازل فرمایا اور حکم ہوا کہ جب اسلام دنیا میں آگیا تو کمزوروں کو ستانے کی وہ آزادی جو کفر میں تھی باقی نہ رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود غرض لوگ اسلام کے مٹانے پر تل گئے۔ کچھ لوگ تو کھلم کھلا مقابلہ پر آگئے، ان سے لڑائیاں ہوئیں۔ کچھ لوگ اسلام میں اس غرض سے داخل ہو گئے کہ بھیدی بن کر اس کی عمارت کو ڈھاتے رہیں اور کفر کا بول بالا کریں، یہ لوگ منافق کہلائے۔ یہود (بنی قریظہ) نے کفر کی حمایت کرنے والوں کا ساتھ دیا۔ لیکن ان میں سے کچھ الگ تھلگ رہے۔ انہوں نے اپنا کام منافقوں کے ذریعے نکالنے کا فیصلہ دیا اور مسلمانوں میں آنے جانے لگے اور منافقوں کے ساتھ مل کر کام کرنے لگے۔ ان دونوں قسموں کے ظاہری اور باطنی دشمنوں کا پردہ اس آیت میں فاش کیا گیا۔ ان کے کرتوتوں کا خاکہ کھینچا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ان کے طرز عمل کی وجہ سے غمگین اور اداس نہ ہوں اور اپنا کام جاری رکھیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں اور یہودیوں کے ہتھکنڈوں سے پریشان اور رنجیدہ نہ ہو ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں سے تجسس کر کے ان کی باتیں معلوم کریں اور ان کو باہر اپنے رنگ میں پھیلائیں لیکن چونکہ اسلام کی باتیں بے عیب ہیں اور سچے رنگ میں تو وہ اچھی ہی لگیں گی۔ اس لیے وہ اس پر جھوٹ کا رنگ چڑھاتے ہیں اور اس طرح اچھی چیز کو برا بنا کر دکھاتے ہیں۔ یہ تمہاری باتیں جو وہ غور سے کان لگا کر سنتے ہیں۔ اس کی غرض یہ ہے کہ اس پر جھوٹ کا ملمع چڑھائیں۔ کیونکہ اپنے اصلی رنگ میں اگر وہ پھیل گئیں تو دنیا انہیں ماننے بغیر نہ رہے گی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلام کی خوبی کو دنیا اس وقت ماننے گی۔ جب اس کو اس کی اصلی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ اسلام کو دنیا کا نہ ماننا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اس پر غلط رنگ چڑھ گیا ہے۔ اس کے برخلاف کفر تب مقبول ہوتا ہے جب اس کا اصلی رنگ بھڑک دار ملمع سے چھپا یا جائے۔ اصلی شکل سامنے آجائے، تو اس کی قلعی کھل جائے گی اور ہر ایک اس سے نفرت کرنے لگے گا۔

تمہاری باتیں کان لگا کر سننے سے ان کی دوسری غرض یہ ہے کہ ان لوگوں کے جاسوس بنیں جو تمہارے پاس پھٹکتے تک نہیں لیکن ان جاسوسوں کے ذریعہ حالات معلوم کر کے اسلام کی جڑ کھودتے اور کفر کو رائج کرنے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں۔

یہاں سے یہ سمجھ میں آگیا کہ اسلام پورے طور پر جرموں کو روکنا اور صاحبوں اور کمزوروں کو ظلم اور زیادتی سے بچانا چاہتا ہے۔ کافر اکیلا یا دوسروں کے ساتھ مل کر جرموں کو دنیا میں قائم رکھتا اور ظلم و زیادتی کی حمایت کرتا ہے خواہ وہ بظاہر اسلام کا نام لیتا ہو یا اسلام سے کوسوں دور ہو۔

کفر کے ہتھکنڈے

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ
بدل دیتے ہیں باتوں کو ہٹا کر ان کے ٹھکانوں سے
يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا
کہتے ہیں اگر دیے جاؤ تم یہ حکم
فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ
تو لے لینا اس کو اور اگر نہ
تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا
دیے جاؤ تم اس کو تو بچنا اس سے

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ
بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر بدل ڈالتے ہیں
يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا
کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے
فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ
تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم
تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا
نہ ملے تو بچتے رہنا

يُحَرِّفُوْنَ: تحریف سے ہے جس کے معنی ہیں، ہٹا دینا اور بدل دینا

کافر، منافق اور کچے ایمان والے لوگ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی اپنی مرضی کے خلاف نظر آئے۔ اس کو بدل کر اپنے منشاء کے مطابق کر لیں مگر ایمان اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہود کے پاس حضرت موسیٰؑ تورات لے کر آئے، مگر لوگوں نے اپنی خواہشیں پوری کرنے کے لیے لفظوں کے کچھ کے کچھ معنی کر ڈالے مثلاً تورات میں شادی شدہ مرد اور عورت کے زنا کی سزا رجم تھی۔ یہود نے اس حکم کو غائب ہی کر دیا۔ جو یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے تھے، ان سے کہتے تھے کہ تم اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زنا کی سزا پوچھنا اگر وہ کہہ دیں کہ زنا کی سزا رجم نہیں ہے تو پھر ہم لوگوں کو بہکا سکیں گے کہ رجم کے انکاری وہ بھی ہمارے ساتھ ہیں اور اگر وہ رجم کی سزا کو برقرار رکھیں تو پھر ان کی بات نہ سننا۔ گویا دین کو اپنی خواہش کے مطابق کرنا ہے لیکن آپؐ نے فرمایا کہ رجم تورات میں موجود ہے اور اس پر ان کے بڑے عالم کی گواہی دلوا دی۔

ادھر جبرائیل علیہ السلام بھی خدا کی طرف سے آپ کے پاس آئے اور کہا کہ رجم کو قائم رکھو۔ کیونکہ زنا کا سختی کے ساتھ روکنا مقصود ہے۔ اس سے سماج میں بڑی بڑی خرابیاں پھیلتی ہیں۔

یہ وہ چالیں تھیں۔ جن سے یہودی اور دوسرے لوگ دین کی پابندیوں کو توڑنا چاہتے تھے اور جرم کرنے اور ظلم و زیادتی کی آزادی چاہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ان کفر کے طرفداروں کے کاموں کی وجہ سے غمگین اور رنجیدہ نہ ہو، اپنا کام کرو، فسادی لوگ آخر دب کر رہیں گے۔

افسوس اس کا ہے کہ اس وقت تو یہ لوگ دب گئے، اور مدت تک دبے رہے۔ لیکن اس کے بعد مسلمان بھی آخر کار خواہشوں کے غلام بن گئے اور انہی خرابیوں میں پھنس گئے، جن میں اس وقت کے یہود اور منافق پھنسے ہوئے تھے اور وہی سزائیں پانے لگے۔

گمراہوں کی سزا

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ
اور جو چاہے اللہ گمراہی اس کی بس ہرگز نہ
تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
بس میں ہے تو اس لیے اللہ کے سامنے کوئی چیز یہ لوگ
الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ
وہ ہیں نہیں چاہا اللہ نے کہ
يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي
پاک کرے دل ان کے ان کے لیے میں
الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي
دنیا رسوائی ہے اور ان کے لیے میں
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۴۱)
آخرت عذاب ہے بڑا

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ
اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا سو تو اس کے
تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
لیے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں یہ وہی
الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ
لوگ ہیں جن کے لیے اللہ نے نہ چاہا کہ
يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي
ان کے دل پاک کرے ان کے لیے
الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي
دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۴۱)
میں بڑا عذاب ہے

لَنْ تَمْلِكَ: ہرگز اپنے بس میں نہیں رکھتا۔ یہ لفظ ملک سے ہے جس کے معنی ہیں مالک ہونا۔ مراد یہ ہے کہ آپ کے بس میں نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ نیک مشورہ دینے پر چڑتے اور برائیوں میں اور بھی زیادہ اصرار کرنے والوں کو دیکھ کر آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ آپ کا کام یہ ہے کہ نیکوں کو نیک بننے کا طریقہ دکھا دیں اور بُروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں وہ اگر آپ کی بات نہ مانیں تو آپ رنج نہ کریں۔ دنیا میں ہر قسم کے آدمی رہیں گے یہاں کی زندگی کی درستی اس میں ہے کہ نیک لوگوں کا غلبہ رہے۔

دنیا میں نیکی اور بدی دونوں موجود ہوں تب ہی نیک اور بد راستوں کے چننے کا موقع پیش آتا ہے اور دنیا میں بسنے والے انسانوں کا امتحان ہوتا ہے اور اسی امتحان میں کامیابی پر انعام ملتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بدعملوں کو بھی مہلت دی ہے اوّل تو وہ دوسروں کی آزمائش بنتے ہیں۔ دوسرے انہیں بھی اپنی اصلاح کا موقع میسر ہے چنانچہ یہ وہی لوگ ہیں یہ آپ کی طاقت میں نہیں ہے کہ اللہ کے فیصلہ کے خلاف ان سب کو سیدھے راستے پر لے آئیں۔

ان کی بابت یہ سمجھ لو کہ ان کی لگاتار بدکرداریوں کی وجہ سے ان کے دل درستی کے قابل نہیں رہے۔ اب یہ لاعلاج ہیں اور یہ بُرے لوگوں میں داخل ہیں۔ جن کا رہنا بھی دنیا کی بناوٹ کے مطابق دنیا میں ضروری ہے۔ ان کی وجہ سے اصلاحِ خلق کا کام نہیں رک سکتا اور اگر رکا تو دنیا فنا ہو جائے گی۔

ان کی بابت یہ فیصلہ ہے کہ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی۔ بظاہر اگر پنپتے ہوئے بھی نظر آئیں تو یہ صرف ظاہری کچھ دن کی بہار ہے اور عارضی حالت ہے۔ دنیا میں یہ اخلاقی لحاظ سے گرے ہوئے رہیں گے اور یہی ذلت کے معنی ہیں اور آخرت میں ان کے لیے دکھ، درد، بےچینی، قلق اور اضطراب کے سوا کچھ نہیں ہے اس سے بڑھ کر اور عذاب کیا ہوگا ان کے دل ناپاک ہیں اور یہاں اس ناپاکی کا اثر احساس کمتری ہے اور وہاں سخت عذاب۔

عدل وانصاف

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ
کان لگا کر سننے والے جھوٹ بولنے کے لیے بڑے کھانے والے حرام کے
فَ اِنْ جَآءُوْ كَ فَ احْكُمْ بَيْنَهُمْ
پس اگر آئیں وہ تیرے پاس پس فیصلہ کر ان میں
اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ
یا منہ پھیر لے ان سے اور اگر منہ پھیرلے تو ان سے
فَ لَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ
پس ہرگز نہ بگاڑیں گے تیرا کچھ اور اگر تو فیصلہ کرے
فَ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِ الْقِسْطِ ؕ اِنَّ
تو فیصلہ کر ان میں ساتھ انصاف کے بے شک
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۴۲)
اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ
جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرنے والے اور بڑے حرام کھانے والے
فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ
سو اگر آویں تیرے پاس تو ان میں فیصلہ کر دے
اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ
یا ان سے منہ پھیر لے اور اگر تو ان سے منہ پھیر لے گا
فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ
تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر تو فیصلہ کرے
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ
تو ان میں انصاف سے فیصلہ کر بے شک
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۴۲)
اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو

تُعْرِضْ: (منہ پھیر لے) مصدر اعراض ہے جو عرض سے بنا ہے۔ عرض کے معنی جانب اور طرف کے ہیں۔ اعراض ایک جانب موجہ ہو جانا۔ مراد یہ ہے کہ بات سننے سے انکار کر دے۔ لَنْ يَّضُرُّوْكَ: (ہرگز نہ بگاڑیں گے تیرا کچھ) ضرر سے بنا ہے جس کے معنی نقصان اور نقصان پہنچانا ہیں یعنی تجھے کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

پچھلے سبق میں یہودیوں اور منافقوں کا حال بیان ہو رہا تھا کہ یہ لوگ دین کی پابندیوں کو اٹھا دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ کفر میں انہیں اپنا مطلب پورا کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور نفسانی آزادی کے ساتھ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔

اب ارشاد ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے اندرونی راز معلوم کرنے کے لیے منڈلاتے رہتے ہیں۔ ان کی عادت ہی یہ ہو گئی ہے کہ کسی طرح تمہارے اندر عیب کی باتیں نکالیں اور چونکہ عیب کی باتیں ملتی نہیں اس لیے وہ ہنر کو عیب کر کے دکھانا چاہتے ہیں جو بغیر جھوٹ بولے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ان کا تمہاری باتیں غور سے سننا اسی لیے ہے کہ جھوٹ بولیں۔ یہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو حرام کی چاٹ لگی ہوئی ہے یہ دوسرے کو دبا کر اس کا حق چھینتے ہیں۔ کمزوروں کی کمزوری سے اور مفلسوں کی مفلسی سے ضرورت مند کی ضرورت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مثلاً سود لینا، رشوت طلب کرنا، بیگار پکڑنا۔ غرض جس میں اپنا نفع ہو اس کے ارتکاب سے نہیں کتراتے ——— اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ لوگ تیرے پاس اپنے مقدمے لے کر آئیں تو تجھے اختیار ہے کہ تو ان کا مقدمہ سن کر اس کا فیصلہ کرے یا ان کو ٹال دے یہ بگڑیں تو بگڑتے رہیں۔ یہ تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے لیکن جب تو فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے یہ تیرے فیصلہ سے راضی ہوں یا ناراض تجھے انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے ———

یہاں سے معلوم ہوا کہ جو بھی مسلمانوں سے اپنا فیصلہ کرائے مسلمانوں کو عدل و انصاف کے ساتھ اس کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

یہود و نصاریٰ کا رویّہ

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ
اس طرح حاکم بنائیں گے وہ تجھ کو اور پاس ان کے
التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ
تورات ہے جس میں حکم ہے اللہ کا پھر
يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ
پیٹھ پھیرتے ہیں بعد اس کے اور نہیں
اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾
وہ لوگ ماننے والے

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ
اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس
التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ
تو تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر
يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ
اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ
اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع ۹ ۱۰
لوگ ہرگز ماننے والے نہیں

يُحَكِّمُوْنَكَ: مضارع ہے تحکیم سے۔ جو حکم سے بنا ہے اور اسی سے حاکم۔ محکوم وغیرہ بہت سے لفظ بنے۔ تحکیم کے معنی ہیں حاکم بنانا۔ کسی کے سامنے فیصلہ کرنے کے لیے اپنا مقدمہ پیش کرنا۔ پنچ بنانا۔

يَتَوَلَّوْنَ: تولّی سے ہے جس کے معنی ہیں منہ پھیر لینا۔ مراد یہ ہے کہ اس کے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: (اس کے پیچھے) مراد یہ ہے کہ تورات ان کے پاس موجود ہے پھر بھی اس کے ہوتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہودی کوئی سچ مچ فیصلہ کرانے کی غرض سے تیرے پاس نہیں آتے بلکہ اس میں بھی ان کا اپنا مطلب ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ تورات میں کسی جرم کی سخت سزا مقرر ہے۔ اس سے بچنے کے لیے وہ مجرموں کا مقدمہ آپ کے پاس بھیجتے ہیں۔ اس خیال سے کہ یہ نبی امّی ہے یعنی مقررہ طریقہ کے مطابق پڑھا لکھا نہیں۔ اس لیے تورات کا حال اسے کیا معلوم ہوگا۔ ویسے رحم دل ہے تو ہلکی سزا کا فیصلہ کرے گا۔ اس طرح دنیا سے وہ اپنا دعویٰ منوالیں گے کہ تورات میں سخت سزا ہے ہی نہیں۔ اس لیے سزا اس نبی کے فیصلہ کے مطابق ہلکی ملنی چاہیے۔

واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ یہود کے معزز طبقے میں ایک نے ایک عورت سے زنا کیا اور دونوں شادی شدہ تھے، تورات میں ان کے جرم کی سزا رجم تھی یعنی دونوں کو سامنے کھڑا کر کے پتھر مارتے مارتے مار ڈالو۔ چونکہ اونچے درجے کے لوگ تھے۔ ان کو اس سزا سے بچانا منظور تھا۔ اس لیے تورات کا رجم کا حکم چھپا کر کوڑے وغیرہ کی ہلکی سزا دے دلا کر معاملہ ختم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس غرض سے بھیجے کہ انہیں رجم کا حال تو معلوم نہیں، ہلکی سزا کا فیصلہ سنا دیں گے اور ان سے کہہ دیا کہ ہلکی سزا دیں تو ان کا فیصلہ ماننا ورنہ نہیں۔

آیت میں ارشاد ہے کہ تعجب ہے یہ لوگ آپ کو اپنا پنچ اور فیصلہ کرنے والا بناتے ہیں۔ حالانکہ تورات میں اس جرم کی بابت اللہ کا صاف صاف حکم موجود ہے، اس حکم پر عمل نہ کرنے کے کیا معنی۔

بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان سے محروم ہیں نہ ان کا ایمان تورات پر ہے اور نہ قرآن پر۔ یونہی دین کو نرا کھیل بنا رکھا ہے آگے کے رکوع میں تورات اور انجیل کی شان کا ذکر ہے اس کے بعد قرآن مجید کا وصف بیان کر کے فرمایا ہے کہ سب کتابیں برحق اور ایک دوسرے کی مددگار ہیں:

تورات

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَ
بیشک ہم نے نازل کیا تورات کو اس میں ہے ہدایت اور
نُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ
روشنی حکم کرتے تھے اس سے پیغمبر جو
أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَ ٱلرَّبَّـٰنِيُّونَ
فرمانبردار تھے ان لوگوں میں جو یہود کہلائے اور اللہ والے
وَ ٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن
اور عقلمند اس لیے کہ نگہبان کیے گئے تھے سے
كِتَـٰبِ ٱللَّهِ وَ كَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ
کتاب اللہ اور تھے وہ اس پر دیکھ بھال کرنے والے

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَ
ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور
نُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ
روشنی ہے پیغمبر اس کے ذریعہ یہود کے فیصلے کرتے تھے جو
أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّـٰنِيُّونَ
اللہ کے حکم بردار تھے اور حکم کرتے تھے درویش
وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن
اور علماء اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب پر نگہبان
كِتَـٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ
ٹھہرائے گئے تھے اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے

اَلرَّبّٰنِیُّوْنَ: (اللہ والے) ربّانی کی جمع ہے جو ربّ سے بنا ہے اس میں "ی" نسبت کی ہے جس کے معنی ہیں والا۔ ربانی۔ رب والا یعنی اللہ والا

اَحْبَار: (پڑھے لکھے) حبر کی جمع ہے۔ حبر، علم اور عقل والے کو کہتے ہیں۔

اُسْتُحْفِظُوْا: (نگہبان ٹھہرائے گئے) استحفاظ سے ہے جو حفظ ، حفاظت سے بنا ہے حفظ کے معنی ہیں نگہبانی۔ استحفاظ کے معنی ہیں نگہبان مقرر کرنا۔

پچھلی آیت میں بیان تھا۔ کہ یہودی تورات کے حکم سے حیلے بہانے کرکے بچنا چاہتے ہیں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس آیت میں تورات کی تعریف ہے کہ یہ کتاب جس کے حکم اب یہودی ٹلتے پھر رہے ہیں۔ وہ عظیم الشان کتاب ہے کہ جس میں انسان کی اس وقت کی تمام ضرورتوں کے لیے ہدایتیں موجود تھیں اور اس میں ایک ایسی روشنی تھی کہ جس کی مدد سے بہت سے اللہ کے حکم کے آگے سر جھکانے والے نبی اور اپنے رب سے لو لگانے والے اور جاننے والے عقل مند عالم مدتوں فیصلے کرتے رہے اور انسان کے لیے کام کرنے کا صحیح طریقہ مقرر کرتے رہے اور چاہیئے بھی یہی تھا۔ کیونکہ اس کتاب کا انہی کو محافظ بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے تھے اور یہ انہی کی دیکھ بھال کی وجہ سے وہ دنیا میں قائم تھی کیونکہ تورات' انجیل میں کوئی ایسا وعدہ نہ تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ خود اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اس لیے جب تک اس کی محافظت کرنے والے نبی یا ولی موجود رہے یہ دنیا میں صحیح طور پر موجود رہیں۔ جس وقت یہ لوگ دنیا سے رخصت ہوئے تورات اور انجیل بھی اپنی اصلی شکلوں میں باقی نہ رہیں۔

بہرحال تورات میں اپنے وقت کے لیے پورے پورے احکام ہر چیز کے موجود تھے' اور اب تک بھی وہ احکام جن کو قرآن مجید نے منسوخ نہیں کیا ہے موجود ہیں۔ جو لوگ یہودی ہونے کے دعویدار ہیں' ان کا فرض ہے کہ ان احکام کے مطابق چلیں اور ان میں اپنی طرف سے ردّ و بدل نہ کریں ؛

راست بازوں کو نصیحت

فَ لَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ
پس مت ڈرو لوگوں سے اور ڈرو مجھ سے
وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ وَ مَنْ
اور نہ خرید کرو بدلے میری آیتوں کے مول تھوڑا اور جو
لَّمْ یَحْکُمْ بِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ
نہ حکم کرے ساتھ اس کے جو اتارا اللہ نے
فَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾
پس وہ لوگ ہی کافر ہیں

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ
سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ وَمَنْ
اور مت خریدو میری آیتوں پر تھوڑا مول اور جو
لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ
کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اللہ نے اتارا
فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾
سو وہی لوگ کافر ہیں

لَا تَخْشَوْا: (مت ڈرو) خشیہ سے ہے جس کے معنی ڈر کے ہیں۔ اور اخشوا اس کے بعد کا لفظ بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ڈرو

لَا تَشْتَرُوْا: (مت خریدو) اشتراء سے ہے، جو شراء سے بنا ہے، یہ دو لفظ بیع و شراء ساتھ ساتھ چلتے ہیں جن کے واسطے ہم خرید و فروخت استعمال کرتے ہیں۔

ثمن: (مول) عموماً اس نقدی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے بدلے میں اس کو حاصل کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔ اس آیت میں خریدنا روپیہ کے لیے استعمال ہوا ہے (کیونکہ یہاں اصلی غرض روپیہ کا حاصل کرنا ہے۔ اس کے لینے کے لیے اپنی کوئی چیز دی گئی ہے۔

پچھلی آیتوں میں ذکر تھا کہ یہود کے عالموں نے دین کو ایک کھیل بنا رکھا ہے۔ ذرا ذرا سے بہانے سے اس کے حکموں کو بدل ڈالتے ہیں یا چھپا دیتے ہیں اور غرض فقط یہ ہوتی ہے کہ دنیا کے بڑے لوگ ان سے راضی رہیں، یا ان کو کچھ مال مل جائے اور دنیادار لوگ ان کو بڑا مان کر ان کی تابعداری کرتے رہیں اور یہ جبھی ہو سکتا ہے، جب وہ ہمیشہ ان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرتے رہیں چنانچہ انہوں نے رجم کے حکم کو موقوف کر دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید چاہی تورات میں جو آپ کے آنے کی بشارت تھی اس کے معنی کچھ کے کچھ کر ڈالے اور آپ کو رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ غرض دنیاوی غرضوں کی خاطر دین کو تباہ و برباد کر ڈالا اور ایسی شاندار کتاب تورات کی کچھ بھی قدر نہ کی۔

اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم کو یہودیوں کی ان باتوں کو اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ وہ لوگوں کے ڈر سے دین کی باتیں بدل ڈالتے ہیں۔ تم فقط اللہ سے ڈرنا اور دین کے معاملہ میں کسی کی رو رعایت نہ کرنا اور نہ مال کا لالچ کرنا کہ رشوت لے کر غلط فیصلے کر دو۔

یاد رکھو جو اللہ کی اتاری ہوئی باتوں کے مطابق جن کی دو قسمیں ہیں قرآن و حدیث، سے فیصلے نہیں کرا نے وہ کافروں میں داخل ہیں کیونکہ وہ صحیح بات کو جان بوجھ کر نہیں مانتے ؛

تورات کا حکم

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ
اور لکھا ہم نے ان پر اس کتاب میں یہ کہ جان
بِ النَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْأَنْفَ
بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک
بِ الْأَنْفِ وَ الْأُذُنَ بِ الْأُذُنِ
بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے
وَ السِّنَّ بِ السِّنِّ وَ الْجُرُوحَ
اور دانت بدلے دانت کے اور زخموں میں
قِصَاصٌ فَ مَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ
برابری پس جو معاف کردے اس کو
فَ هُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَ مَنْ لَّمْ
پس وہ کفارہ ہے اس کے لیے اور جو نہ
يَحْكُمْ بِ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَ أُولٰٓئِكَ
حکم کرے ساتھ اس کے جو اتارا اللہ نے پس یہ لوگ
هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۴۵﴾
وہی ہیں جو ظالم ہیں

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ
اور ہم نے اس کتاب میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے
بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ
بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے
بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ
بدلے ناک اور کان کے بدلے کان
وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ
اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ
قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ
ان کے برابر پھر جس نے معاف کر دیا
فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ
تو وہ گناہ سے پاک ہوگیا اور جو حکم
يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ
نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا انہیں یہی لوگ
هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۴۵﴾
ظالم ہیں

تَصَدَّقَ: (معاف کردے) تصدّقٌ سے ہے جو صدقہ سے بنا ہے۔ صدقہ کے معنی ہیں خیرات۔ کسی کو اللہ کے واسطے کچھ دینا۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ستایا ہوا اپنے ستانے والے کا قصور معاف کر دے۔ یہ اس کی مہربانی ہے، ورنہ قانوناً وہ بدلے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ یہ معافی دینا ایک خیرات کا کام ہے اور اس کے بدلے اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس آیت میں یہود کی ایک اور بے جا بات کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے ان کے لیے قانون مقرر کیا تھا کہ قتل کرنے والے کسی کے عضو کو کاٹنے والے یا کسی کو زخم کرنے والے پر قصاص کا حکم جاری کرو۔ یعنی جو اس نے نقصان پہنچایا ہے اس کے بدلے اتنا ہی نقصان اسے پہنچاؤ۔ لیکن اس کو بھی انہوں نے نہ مانا۔ بڑے لوگوں کی رعایت کی اور رشوتیں لے لے کر مجرم کو سزا سے بچا دیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اللہ کے قانون کو جاری کرتے اور مجرم کو سزا دیتے۔ البتہ جو کوئی آپ سے مجرم کو معاف کر دے اور اس سے بدلہ نہ لے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ لیکن جو جان بوجھ کر اپنی کسی غرض کی وجہ سے قانون کو جاری نہیں کرتے۔ وہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔ اس سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیئے۔

انجیل

وَ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِ عِيْسَى ابْنِ
اور پیچھے بھیجا ہم نے اوپر قدموں کے ان کے عیسیٰ بیٹے
مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
مریم کو سچ بتانے والا اس کو جو درمیان تھی اس کے دو ہاتھوں کے
التَّوْرٰىةِ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ
تورات سے اور دی ہم نے اس کو انجیل جس میں
هُدًى وَّ نُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
ہدایت اور روشنی تھی اور سچ بتاتی تھی اس کو جو درمیان
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ
اس کے دو ہاتھوں کے تھی تورات سے اور راہ دکھانے والی اور
مَوْعِظَةً لِّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾
نصیحت تھی واسطے پرہیزگاروں کے

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ
اور ان کے پیچھے انہی کے قدموں پر ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے
مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
کو بھیجا تصدیق کرنے والا تورات کی جو آگے
التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ
سے تھی اور اسے ہم نے انجیل دی جس میں
هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
ہدایت اور روشنی تھی اور اپنے سے اگلی کتاب تورات
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ
کی تصدیق کرتی تھی اور راہ بتانے والی
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾
اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کے لیے

قَفَّيْنَا: پیچھے بھیجا ہم نے۔ تقفیہ سے ہے جو قفا سے بنا ہے۔ قفا گُدّی یعنی سر کے پچھلے حصّے کو کہتے ہیں۔ تقفیہ کے معنی ہیں آگے جانے والے کے پیچھے کسی اور کو بھیجنا۔

مَا بَيْنَ يَدَيْهِ: (جو اس کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا) یہ عربی محاورہ ہے وہ چیز جو کسی آدمی سے پہلے ہو چکی ہو۔ یہاں تورات مراد ہے جو حضرت عیسیٰ اور انجیل سے پہلے آ چکی تھی پہلے سے بیان ہو رہا ہے کہ ہم نے تورات نازل کی اور اس میں ہر معاملہ کی بابت حکم نازل کیے ان حکموں کے مطابق نبی اور علماء جھگڑوں کے فیصلے کرتے تھے۔ جب وہ زمانہ بیت گیا تو بنی اسرائیل نے ان حکموں کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ رجم کو سرے سے اڑا ہی دیا جس کی وجہ سے یہود کافر ہو گئے۔ کیونکہ سرے سے حکم ہی کا انکار کر دیا اور قصاص کو اگرچہ رہنے دیا۔ لیکن اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور زبردست لوگ کمزوروں سے دوگنا چوگنا بدلہ لینے لگے۔ اس لحاظ سے یہود ظالم ہوئے کہ بڑے درجہ کے کسی آدمی کو اگر چھوٹے درجہ والا مار ڈالتا تو اس کے بدلے اس چھوٹے آدمی کی برادری میں سے دو تین جتنے آدمی مل سکتے قتل کر دیتے تھے اور بڑا آدمی چھوٹے کو مار ڈالتا تو وہ یونہی بچ جاتا تھا۔ ایسا ہی معاملہ لین دین میں تھا کہ زبردست کمزور سے خوب روپیہ وصول کرتا تھا اور کمزور کو اس کا حق بھی نہ دیتا۔

اس آیت میں ہے کہ انہی نبیوں، ربّانیوں اور احبار کے قدموں کے نشان پر چلنے والے ان کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ آئے اور انہوں نے تورات کی تصدیق کی اور ان کو جو انجیل ملی اس میں بھی تورات کی تصدیق موجود تھی، فقط کچھ سخت قانون نرم کر دیئے گئے تھے اور بعض چیزیں جو تورات میں حرام تھیں وہ اس میں حلال کر دی گئی تھیں۔

انجیل پر عمل

وَ لْ يَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ
اور چاہیے کہ حکم کریں رکھنے والے انجیل کے اس کے ساتھ
اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ
جو اتارا اللہ نے اس میں اور جو نہ حکم کرے
بِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَ اُولٰٓئِكَ
ساتھ اس کے جو اتارا اللہ نے پس وہ لوگ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾
وہی فاسق ہیں

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ
اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں اس کے مطابق
اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ
جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اس کے مطابق حکم نہ کرے
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ
جو اللہ نے اتارا تو فاسق
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾
وہی لوگ ہیں

پہلے یہودیوں سے کہا گیا تھا، کہ تورات کے کہنے کے مطابق عمل کریں اور اپنے تھوڑے تھوڑے سے دنیاوی فائدوں کے لیے اس کے عمل میں ردو بدل نہ کریں اور نہ کوئی چیز اس میں سے چھپا دیں۔

یہودیوں نے حکموں کا انکار دو طرح سے کیا یا تو سرے سے حکم کتاب میں سے اڑا ہی دیا اور کہہ دیا کہ یہ حکم تورات میں ہے ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کو اس رکوع کی سب سے پہلی آیت میں کافر کہا۔ اور یا حکم کا اقرار تو کیا لیکن اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اپنی خوشی کو دخل دے کر اس کو جیسے جی چاہا بدل دیا۔ ایسے لوگوں کو دوسری آیت میں ظالم کہا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کے زمانہ میں مدینہ میں دو یہودی قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ بنو نضیر زبردست تھے اور بنو قریظہ کمزور۔ تورات میں قصاص کا حکم تھا یعنی قتل ہو جائے یا مار پیٹ میں چوٹ پھیٹ لگ جائے یا کوئی کسی کے عضو کو نقصان پہنچائے تو اس کی سزا زبردست، کمزور، مالدار، مفلس سب کو برابر کی دینی چاہیئے۔ لیکن بنو نضیر اپنے زور کے گھمنڈ میں بنو قریظہ سے جان اور مال دونوں صورتوں میں دگنی بدلہ یا روپیہ وصول کرتے تھے اور خود آدھا دیتے تھے۔ اس لیے ان کو دوسری آیت میں ظالم کہا گیا۔

اس آیت میں عیسائیوں کو حکم ہے کہ تم کو انجیل پر پورا پورا عمل کرنا چاہیئے۔ یہ بات ٹھیک نہیں کہ تمہارے عالموں نے انجیل کے اس حکم کی کہ نبی ع کی پوری پوری فرمانبرداری کرنا، کوئی پروا نہ کی۔ یا تو اس کو چھپایا۔ یا اس کا مطلب کچھ اور ہی بیان کرنے لگے۔ اگرچہ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ مقدس فارقلیط یہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم رسولِ خدا ہیں پھر بھی حیلے بہانے کر کے ٹال گئے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ایسے لوگ جو جان بوجھ کر حکم ماننے میں حیلے بہانے کرتے ہیں وہ فاسق یعنی نافرمان ہیں۔

آگے کی آیت میں آخری کتاب یعنی قرآن مجید کا ذکر ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ذریعے ان کی امت کو بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔

قرآن مجید

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِ الْحَقِّ
اور اتاری ہم نے تیری طرف کتاب ساتھ سچائی کے
مُصَدِّقًا لِّ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
تصدیق کرنے والی واسطے اس کے جو درمیان اس کے دو ہاتھوں کے ہے کتاب سے
وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَ احْكُمْ بَيْنَهُمْ
اور نگہبان اس کے اوپر پس حکم کر ان کے درمیان
بِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ
ساتھ اس کے جو اتارا اللہ نے اور مت پیروی کر
اَهْوَآءَ هُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ
خواہشوں ان کی ہٹ کر اس سے جو آیا تیرے پاس سچائی سے

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
اور تجھ پر اتاری ہم نے سچی کتاب تصدیق
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
کرنے والی سابقہ کتابوں کی
وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ
اور ان کے مضامین پر نگہبان پس ان میں حکم کر
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اس کے موافق جو اللہ نے اتارا اور ان کی خوشی
اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ
پر مت چل سیدھا راستہ چھوڑ کر جو تیرے پاس آیا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور مسلمانوں کو قوت حاصل ہو گئی تو یہودیوں کو بڑی مشکل آ پڑی۔ اس سے پہلے وہ اپنے سے کمزوروں کو دبا کر رکھتے تھے اور جیسے جی میں آتا تھا اپنے اور ان کے آپس میں جھگڑوں کے فیصلے کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے معزز لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یہ بڑا زبردست قبیلہ تھا۔ ان کا جھگڑا یہودیوں کے ایک اور قبیلہ بنو قریظہ سے تھا جو ان سے کمزور تھا۔ بنو نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ بنو قریظہ کے ساتھ ہمارا جھگڑا ہماری مرضی کے مطابق فیصلہ کرا دیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور ہمارے زبردست اثر سے اور بھی بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ میں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کروں گا' مجھے ایسے مسلمان نہیں چاہئیں' جو اپنی دنیاوی غرض سے مسلمان ہوں اس موقعہ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں' جن میں آپ کے طرز عمل کی تائید کی گئی اور آسمانی کتابوں کا باہم رشتہ اچھی طرح سمجھا دیا گیا۔ ارشاد ہے:

"کہ تورات و انجیل کے بعد اے رسول ہم نے تیری طرف قرآن مجید اتارا جو آخری کتاب ہے اور وہ سب پچھلی آسمانی کتابوں کو سچا بتاتی ہے اور اس میں سب باتیں جو ان کے بعد انسان کے کام آنے والی ہیں جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید ہے کہ یہود و نصاریٰ ہوں یا کوئی اور جو اپنے مقدمے تیرے پاس لائیں ان کا فیصلہ بالکل سچے اور ٹھیک قاعدوں اور قانون کے مطابق کر جو تیرے پاس قرآن مجید کے ذریعہ آ چکے ہیں اور کسی کی خواہشوں کی پیروی نہ کر! بات وہ ٹھیک نہیں جس کو جی چاہتا ہو، بات ٹھیک وہ ہے جس کو قرآنی قانون ٹھیک کہتا ہو۔

قرآن شریف کو تمام پچھلی کتابوں کا محافظ اور نگہبان کہا گیا ہے۔ واقعی جو اس کتاب میں غور کرتا ہے' وہ انسان کے لیے ساری مفید باتوں کو اس میں جمع پاتا ہے۔ اگر کوئی چیز جو رائج ہو چکی ہو اور قرآن مجید کے احکام سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو تو وہ انسان کے لیے زہر قاتل ہے اگر وہ چھوڑی نہ گئی تو جلد یا بدیر اس کا نتیجہ انسان کے لیے ہلاک ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا یہ بات دنیا کے تجربے سے ثابت ہو چکی ہے:

آزمائش

لِ كُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ
واسطے ہر ایک کے کیا ہم نے تم میں سے الگ دستور اور الگ راستہ
وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَ جَعَلَ كُمْ اُمَّةً
اور اگر چاہتا اللہ تو البتہ کردیتا تم کو امت
وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّ يَبْلُوَ كُمْ فِيْ مَآ
ایک اور لیکن یہ اس لیے کیا تاکہ آزمائے تم کو اس میں جو
اٰتٰى كُمْ فَ اسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى
دیا تم کو پس دوڑ کر لو بہتری کی باتیں طرف
اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَ يُنَبِّئُ كُمْ
اللہ کے ہے لوٹنا تمہارا سب کا پس خبر دے گا تم کو
بِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾
ساتھ اس کے کہ تھے تم اس میں اختلاف کرتے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ
تم میں سے ہر ایک کو ہم نے الگ الگ دستور اور راستہ دیا
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً
اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ
کردیتا اور لیکن وہ تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں
اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ؕ اِلَى
آزمانا چاہتا ہے سو تم خوبیوں کو دوڑ کر لو تم سب
اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
کو اللہ کے پاس پہنچنا ہے وہ تم کو جتا دے گا وہ
كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾
سب باتیں جن میں تم اختلاف کرتے تھے

شِرْعَةً: قانون، شرع اور شریعت اسی لفظ کی دوسری شکلیں ہیں۔ ان سب کے معنی ایک ہیں دین کا مقرر کیا ہوا قانون۔

مِنْهَاجًا: راستہ نہج سے ہے جس کے معنی طرز اور طریقہ کے ہیں۔ اس کے لیے دوسرا لفظ مذہب یا طریقہ ہے۔ قانون شرع کے اندر ایک خاص راستہ۔ (فائدہ) دین، شرع، مذہب یہ تینوں لفظ تقریباً ایک ہی معنی میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اصل میں دین ایک وسیع چیز ہے۔ اس کے جاری کرنے کے لیے جو راستہ رسول مقرر کرے وہ شرع ہے جس کو دینی قانون کہنا چاہیئے۔ سمجھدار لوگ اس شرع میں غور و فکر کر کے خاص خاص فیصلے کرتے ہیں۔ ان کا مجموعہ مذہب ہوتا ہے اور اسی کو فقہ بھی کہہ دیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم نے دنیا میں انسان کو جس طرح چاہے رہنے سہنے کا اختیار دیا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو فرقہ بندی میں مبتلا کر لیا ہے اور ہر فرقے نے اپنے لیے الگ الگ راستے اور قانون بنا لیے ہیں اور ہم نے ان کو مہلت دی ہے کیونکہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کون ہے جو سیدھا راستہ اختیار کرتا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم چاہتے تو سب کو ہی ایک راستہ پر قائم کر دیتے لیکن آزمائش کے لیے الگ الگ راستوں کو بھی رہنے دیا۔ پھر بھی سیدھے راستے کی ایک خاص علامت مقرر کر دی ہے اور وہ یہ کہ اس میں ساری مفید باتیں تمام انسانوں کے لیے جمع کر دی ہیں۔ اس لیے اگر تم سیدھے راستہ پر آنا چاہتے ہو تو انسان کے لیے جو مفید باتیں ہیں ان کی طرف لپکو۔ یہ دنیا ایک امتحان کی جگہ ہے اس کے بعد تم سب اللہ کے پاس جا کر جمع ہوئے اور وہ تمہارے ان سب راستوں کی حقیقت اور اس کا انجام ظاہر کر دے گا۔ قرآن شریف اس سیدھے راستے کا بتانے والا ہے اور امت مسلمہ اپنے عمل کے ذریعہ دنیا کے سامنے اسے پیش کرنے کے لیے مقرر ہے۔

انصاف

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِ مَآ اَنْزَلَ
اور حکم ہے کہ فیصلہ کر ان کے درمیان ساتھ اس کے جو اتارا
اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ وَ
اللہ نے اور نہ پیچھے چل خواہشوں کے ان کی اور
احْذَرْ هُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْ كَ عَنْۢ بَعْضِ
بچ ان سے کہ بہکا دیں وہ تجھ کو کسی ایسی بات سے
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۚ فَ اِنْ
جو اتاری اللہ نے طرف تیری پس اگر
تَوَلَّوْا فَ اعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
پیٹھ پھیر لیں تو جان لے کہ یہی ارادہ ہے اللہ کا
اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِ هِمْ ؕ
کہ پہنچائے ان کو سزا بعض گناہوں کی ان کے

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ
اور حکم ہے اللہ کا ان میں اس کے موافق فیصلہ کر جو اللہ نے اتارا
اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ
اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور
احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ
ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھ کو بہکا نہ دیں کسی
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۚ فَاِنْ
ایسے حکم سے جو اللہ نے تیری طرف اتارا پھر اگر
تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
نہ مانیں تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے
اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ
کہ ان کو ان کے گناہوں کی کچھ سزا پہنچائے

يَفْتِنُوْكَ : (بہکا دیں تجھ کو) فتنہ سے ہے جس کے معنی ہیں بہکا کر غلط راستہ پہ ڈال دینا۔ مراد یہ ہے کہ ان کی اس بات سے بچ کہ وہ تجھے بہکا کر غلط راستہ پر ڈال دیں۔

اے رسولؐ تجھے حکم دیا جاتا ہے کہ اگر مختلف فرقوں والے تیرے پاس اپنا جھگڑا فیصلہ کے لیے لائیں، تو تُو ان کی خواہشوں کے مطابق فیصلہ نہ کر بلکہ اس کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، یہ لوگ بڑے چالاک ہیں۔ اس بات کے لیے بڑی بڑی رشوتیں پیش کریں گے۔ منت خوشامد کریں گے کہ کسی طرح تو ان کے بہکاوے میں آکر ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دے، اور وہ تیرے ذمہ بوجھ ڈال کر اپنی خواہشوں کو پورا کریں۔

حقیقت میں یہ انہوں نے بڑی رشوت پیش کی تھی، کہ اگر آپ ہمیں اس جھگڑے میں جتا دیں تو ہم سب اسلام قبول کر لیں گے۔ کوئی لیڈر مشکل ہی سے اس کو نامنظور کر سکتا ہے جب کہ ذرا سی دیر میں اس کی جماعت اور قوت اتنی بڑھ سکتی ہے۔ جو اس کے وہم و گمان سے کہیں زیادہ ہو۔ یہ پیغمبر ہی کا کام ہے کہ عدل و انصاف کا خیال رکھے، چاہے اس کی جماعت کتنی ہی گھٹ جائے۔

آگے ارشاد ہے کہ اگر وہ اپنی بات بگڑتی دیکھ کر تجھے چھوڑ کر چل دیں تو جان لے کہ ان کی شامت نے دھکا دیا ہے اور انہیں عنقریب ان کے کچھ گناہوں کی سزا ملنے والی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دین سے گریز

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
اور بے شک بہت سے آدمیوں میں سے
لَ فٰسِقُوْنَ (۴۹) اَ فَ حُكْمَ
البتہ نافرمان ہیں۔ کیا پس حکم
الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ
جاہلیت کا تلاش کرتے ہیں اور کون ہے بہتر
مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّ قَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (۵۰)
اللہ سے حکم کرنے میں واسطے ان لوگوں کے جو یقین رکھتے ہیں

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
اور اس میں شک نہیں کہ لوگوں میں
لَفٰسِقُوْنَ (۴۹) اَفَحُكْمَ
نافرمان بہت ہیں پس کیا یہ جاہلیت
الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۗ وَمَنْ اَحْسَنُ
کے زمانہ کا حکم چاہتے ہیں اور یقین
مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (۵۰) ع
کرنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر حکم کرنے والا کون ہے۔

فاسقون: (نافرمان) فاسق کی جمع ہے جو فسق سے بنا ہے۔ فسق کے معنی ہیں حکم نہ ماننا، قانون کی پروا نہ کرنا۔ شاید ہماری زبان میں ایسے ہی لوگوں کو بدمعاش کہتے ہیں اور ان میں بھی درجے ہیں کوئی کم بدمعاش ہے کوئی زیادہ۔ بعض چھپے ہوئے بدمعاش ہیں بعض کھلم کھلا۔

جاھلیۃ: اس زمانے کو کہتے ہیں جس میں دین کو نہ مانا جاتا تھا اور لوگ اپنی قوت کے بل بوتے پر کمزوروں کو دبانا اپنا حق سمجھتے تھے۔ جاہلیت کے اصل معنی نادانی کے ہیں اور اسے جہل بھی کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جاہلیت کے معنی زیادہ وسیع ہیں، یعنی ایسی حالت جس میں قانون کا نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کی پیروی کا دور دورہ ہو۔ اسلام سے پہلے ایسا ہی زمانہ تھا اس لیے اس کو زمانہ جاہلیت یا فقط جاہلیت کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ حقیقت میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد رہنا چاہتے ہیں ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ کوئی ان کو روکنے ٹوکنے والا نہ ہو اور وہ جو جی چاہے کریں اور اپنا جتھا قائم کرکے اوروں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر رکھیں۔ تاکہ دنیا میں بے لگام کلچھرے اڑائیں اور کوئی ان کے سامنے بات تک نہ کر سکے، یہ لوگ گو شکل و صورت میں انسان ہیں لیکن اصل میں وہ جانور ہیں، وہی جانوروں کی سی مادر پدر آزادی اور وہی جنگلی قانون "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" چاہتے ہیں۔

ان سے کہو کہ یہ تو اس زمانے میں تھا، جب انسان اپنی خواہشوں میں گرفتار ہو کر سب قاعدے قانون بھول چکے تھے اور اپنی اصلیت یعنی انسانیت سے بہت دور جا پڑے تھے، تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے دو بڑی مشہور سلطنتوں ایران اور روم کی حالت کیا تھی۔ زبردستوں نے کمزوروں کو دبا رکھا تھا، گویا زبردست شیر تھے اور کمزور رعایا بیل، بھیڑ، بکری تھے، حکومت کرنے والے اپنی رعیت سے غلاموں کی طرح کام لیتے تھے بلکہ جانوروں کی طرح ان سے اپنی گاڑیاں تک کھچواتے تھے۔

ارشاد ہے کہ ان سے پوچھو کہ اسی جاہلیت کے زمانے کی سی حالت کیا آج کل بھی چاہتے ہو۔ آج کل رات کا سا اندھیرا نہیں ہے دن کی روشنی ہے۔ جو کچھ ہے اللہ کے قانون اس کے رسولؐ نے سب بتا دیئے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ ایمان و یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ کے حکم سے بڑھ کر کسی کا حکم نہیں ہو سکتا۔ اگر ایمان اور یقین سے دور لوگ کسی اور کا یا اپنی خواہشوں کا حکم ماننا چاہتے ہیں، تو وہ بہت جلد اپنے کیے کو بھگتیں گے۔

خود غرضوں سے بچو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بناؤ
الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ
یہود اور نصاریٰ کو گہرے دوست ان میں سے ایک
اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ
دوست ہیں دوسرے کے اور جو کوئی دوستی کرے ان سے تم میں سے
فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا
پس یقیناً وہ ان ہی میں سے ہے بے شک اللہ نہیں
يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (٥١)
ہدایت کرتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا
اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو
الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ
دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے
اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ
کے دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے
فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا
دوستی کرے تو وہ ان ہی میں سے ہے اور اللہ
يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (٥١)
ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا

اَوْلِیَآءُ: (دوست) ولی کی جمع ہے ولی کے معنی ہیں گہرا دوست، قریبی، طرف دار، مددگار، خیر خواہ، دل کا بھیدی۔

پچھلی آیتوں میں ذکر تھا کہ مسلمانوں کی امت دنیا میں قرآن مجید کے احکام جاری کرنے کے لیے ہے اس کے سوا اس امت کا کوئی کام نہیں ـــــ جس وقت مسلمانوں کی امت بننی شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ قرآنی قانون کا راج ہونے لگا تو ارد گرد کے لوگوں کو جو اپنے ہی دنیا وی فائدوں سے غرض رکھتے تھے اور کسی کو اپنے سے بڑھتا دیکھنا نہ چاہتے تھے، مسلمانوں کی ترقی میں صاف اپنی موت نظر آئی اس لیے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ چاہے کچھ ہو جب تک دم ہے اسلام کی مخالفت ہمارا فرض ہے ان کو لاکھ سمجھایا کہ اسلام تمام دنیا کو زندگی بسر کرنے کا بہترین طریقہ سکھانا چاہتا ہے، اس کی مخالفت نہ کرو، لیکن ان کی آنکھوں پر خود غرضی کی پٹی بندھی ہوئی تھی ان کو اسلام میں سوا اپنے نقصان کے کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔

انہوں نے ایک نہ سنی، ان کا مطلب فقط یہ تھا کہ ہمارا ہی ـــــ بھلا ہونا چاہیے کوئی مرے یا جیے ـــــ اسلام کا کھلم کھلا اعلان تھا کہ سب کا ایک سا بھلا ہو کوئی کسی کو دبا کر نہ رکھے، سب نیکی اور احسان کی زندگی بسر کریں، چنانچہ دنیا میں ہمیشہ کے لیے دو بڑے گروہ انسانوں کے پیدا ہو گئے۔ مومن یعنی سب کا برابر کا بھلا چاہنے والے اور کافر یعنی صرف اپنا ہی بھلا چاہنے والے۔ مومن اور کافر میں سب سے بڑا فرق یہی ہے، انہی کافروں کے ساتھ ہونے کا یہود اور نصاریٰ نے فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ ان سے یہ توقع نہ تھی، کیوں کہ ان کے پاس تورات اور انجیل موجود تھیں اور قرآن مجید ان کی اصلی باتوں کا حمایتی تھا امید یہی کی جا سکتی تھی کہ فوراً مسلمانوں کے طرفدار ہو جائیں گے لیکن ہوا یہ کہ ان پر بھی خود غرضی کا بھوت سوار ہو گیا بلکہ یہ اور سارے کافروں سے بھی بڑھ کر خود غرض نکلے۔ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے بجائے اس کے کہ اسلام کو سمجھ کر اس کے طرفدار بنیں ـــــ الٹا مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ خود غرضی انسان کو اپنی طرف آسانی سے کھینچ لیتی ہے ٭

اپنے بل پر بڑھو

اسلام کے شروع میں جبکہ وہ دنیا والوں کے سامنے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو رہا تھا عرب میں رہنے والی مختلف قومیں سب کی سب اس کی مخالف ہو گئیں۔ اس کی وجہ ظاہر یہی تھی کہ اسلام چاہتا تھا کہ سب انسان برابر کے بھائی بھائی ہو کر رہیں اور وہ لوگ اس کے عادی ہو چکے تھے کہ وہ خود بڑے بن کر رہیں اور سب لوگ ان سے دب کر ان کے نیچے رہیں، چونکہ ہر ایک جماعت اور قوم اپنی ہی بڑائی چاہتی تھی اس لیے ان میں لڑائی۔ مار پیٹ۔ فساد۔ لوٹ مار سبھی اٹھتیں تھیں اور وہ اسی میں خوش تھے۔ اسلام نے ان سب تباہ کرنے والی باتوں سے روکنا اور سلامت اور امن وامان کا راستہ قائم کرنا چاہا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر ایسا ہو گیا تو ان میں سے کسی کو اپنی سرداری قائم کرنے کا آیندہ موقع نہیں ملے گا۔ اس لیے وہ آپس میں مل کر اسلام کے مٹانے پر تُل گئے اور یہ نہ سمجھے کہ وہ ایسا کر کے ہمیشہ کے لیے دنیا میں ایک دوسرے کے گلا گھونٹنے کا میدان تیار کر رہے ہیں۔

اس آیت میں مسلمان کو اس خطرے سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ خود غرضی میں ایسے مبتلا ہو چکے ہیں، جیسے دوسرے کافر لوگ ہو چکے ہیں۔ سورۂ آل عمران میں صاف صاف کہہ دیا تھا، کہ کافروں سے دوستی مت کرو۔ وہ خود غرض ہیں اور خود غرض کسی کا دوست نہیں ہو سکتا چونکہ یہود و نصاریٰ بھی ایسے ہی ہیں، اس لیے یہاں ان کی بابت بھی یہی حکم ہے کہ ان سے دوستی کی امید فضول ہے۔ اپنا بھلا چاہنے والا اور سب کا بھلا چاہنے والا دونوں ایک دوسرے کے دوست اور خیر خواہ کبھی نہیں ہو سکتے۔

ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! یہود و نصاریٰ کی دوستی مت ڈھونڈو۔ یہ تو آپس میں ایک دوسرے کی اور دوسرے کافروں کی عارضی دوستی پر آمادہ ہیں تمہارے دوست نہیں ہو سکتے اور یہ ان کی آپس کی دوستی اور کافروں کے ساتھ میل ملاپ اسی وقت تک ہے جب تک ان کی خود غرضی اس کی اجازت دیتی ہے تم ان کے ساتھی مت بنو۔ کیونکہ جو ان کا ساتھی اور دوست بنے گا۔ وہ انہی جیسا ہو جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ تم اخلاقی لحاظ سے ان سے اونچی سطح پر ہو کیونکہ تم سب کا بھلا چاہتے ہو اور یہ تم سے نیچے کے میدان میں ہیں کیونکہ ان کا نعرہ خود غرضی ہے اور ظاہر ہے کہ اونچے سے نیچے گرانا نیچے سے اوپر اٹھانے سے آسان ہے اس لیے اگر تم ان سے ملے تو وہ تم کو آسانی سے گرا دیں گے اور خود غرض بنا دیں گے اور تم ان کو اونچا نہ اٹھا سکو گے اور سب کا برابر کا خیر خواہ نہ بنا سکو گے اس لیے سمجھ لو کہ اگر ان سے کسی نے دوستی کی تو وہ انہی جیسا ہو جائے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ یہ مت خیال کرنا کہ تم ان سے مل کر انہیں اپنا جیسا بنا لو گے۔ کیونکہ اللہ ظالموں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔ یہ لوگ ظالم ہیں۔ اس لیے کہ یہ اپنے فائدے کے سوا کچھ نہیں دیکھتے اور دنیا میں سارے جھگڑے اسی سے ہوتے ہیں کہ ہر ایک اپنے فائدے کو دیکھے اور دوسرے کو اس کے لیے دبائے اسی کو ظلم کہتے ہیں۔

آج کل دنیا جانتی ہے کہ یہ لوگ اپنی بات اونچی رکھنے کے لیے دنیا تک کو تباہ کرنے پر آمادہ ہیں اور خوش ہیں کہ ہمارے پاس ایٹم بم وغیرہ ہیں۔ اب ہمارے سامنے کوئی سر نہیں اٹھا سکتا۔ یہ خود غرضی کی انتہا ہے اور یہ فقط اس لیے اس حد تک پہنچی ہے کہ مسلمان خود بھی خود غرضی کے نتیجے میں پھنس گئے ہیں اور اب بے بس ہو کر انہی کی طرف دنیا وی فائدے حاصل کرنے کے لیے دیکھ رہے ہیں جن سے خبردار رہنے کے لیے انہیں کہا گیا تھا۔

کافروں کی طرف رجحان

فَ تَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِ هِمْ مَّرَضٌ
پس دیکھے گا تو انہیں کہ بیچ دلوں کے ان کے بیماری ہے
يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ
دوڑ کر گھستے ہیں ان میں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ
تُصِيْبَ نَا دَآئِرَةٌ ؕ فَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
پہنچے ہم کو مصیبت پس قریب ہے اللہ کہ
يَّاْتِيَ بِ الْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ
آئے ساتھ فتح کے یا کسی حکم کے اپنے پاس سے
فَ يُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ
پس ہو رہیں اوپر اس کے کہ چھپایا انہوں نے بیچ
اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾
دلوں اپنے کے پچھتانے والے

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
اب تو انہیں جن کے دل میں بیماری ہے دیکھے گا
يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ
کہ دوڑ کر ان میں ملتے ہیں کہتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر
تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ
زمانے کی گردش نہ آجائے سو قریب ہے کہ اللہ
يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ
جلد فتح ظاہر فرمادے یا اپنے پاس سے کوئی حکم
فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ
تو وہ اپنی جی کی چھپی بات پر
اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾
پچھتانے لگیں

مَرَضٌ: بیماری یہاں اس سے مراد ہے اپنے نفع کی محبت۔ لالچ۔ دنیاوی فائدوں کا خیال۔ خودغرضی۔

يُسَارِعُوْنَ: جو سرعۃ سے بنا ہے۔ سرعت کے معنی ہیں جلد۔ مسارعۃ کے معنی ہیں کسی کی طرف دوڑ کر جانا۔

دَآئِرَةٌ: مصیبت۔ دور سے ہے جس کے معنی ہیں گھومنا۔ چکر لگانا۔ دائرہ وہ شے جو گھومتی ہو۔ گردش زمانہ۔ مصیبت۔

بعض لوگ خود مسلمانوں میں اس وقت ایسے تھے کہ ان کو مسلمانوں کی نئی اٹھنے والی جماعت پر بھروسہ نہ تھا۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ایسی پرانی جمی ہوں قوموں پر جیسے کفار مکہ، یہود اور نصاریٰ ہیں یہ بالکل نئی چیز کے قبول کرنے والے کیسے غالب آجائیں گے۔ یہ لوگ وہی مدینہ کے منافق بظاہر مسلمان لوگ تھے جن کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ یہ ہمیشہ اس توقع میں رہتا تھا کہ مسلمانوں پر جلد کوئی مصیبت پڑنے والی ہے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ایسے لوگ دل کے مریض ہیں۔ ان پر دنیاوی شان و شوکت کا رعب چھایا ہوا ہے۔ یہ اللہ کی شان سے واقف نہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کو اور ان کے ساتھیوں کو کچھ نہیں گردانتے۔ ایمان کے پاس سے ہوکر بھی نہیں گذرے۔ کہتے ہیں مسلمانوں پر بھروسہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔ عقلمندی یہی ہے کہ مصیبت کے وقت کا سہارا یہودیوں کو بنایا جائے۔ چنانچہ ان میں دوڑ دوڑ کر گھستے ہیں۔

آیت میں ارشاد ہے کہ بہت جلد اللہ مسلمانوں کو ان پر فتح اور غلبہ دینے والا ہے اور کیا عجب کہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی بات ظاہر کردے اس وقت یہ پچھتائیں گے۔

چنانچہ

ایسا ہی ہوا۔ مسلمان یہودیوں پر غالب آئے اور مکہ فتح ہوگیا۔ سارے عرب پر بلکہ دنیا پر مسلمان چھاگئے اور یہودی نکالے گئے ۔؛

منافقوں کا انجام

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَ هٰٓؤُلَآءِ
اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے کیا یہ
الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِ اللّٰهِ جَهْدَ
وہی ہیں جو قسم کھاتے تھے ساتھ اللہ کے پکی
اَيْمَانِ هِمْ اِنَّهُمْ لَ مَعَ كُمْ
قسمیں اپنی کہ وہ بے شک ساتھ تمہارے ہیں
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَ اَصْبَحُوْا
اکارت ہو گئے ان کے عمل پس ہو گئے وہ
خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾
نقصان اٹھانے والے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ
اور مسلمان کہتے ہیں کیا یہ وہی لوگ ہیں
الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ
جو تاکید سے قسمیں کھاتے تھے اللہ کی
اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ
کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا
ان کے عمل برباد ہو گئے پھر نقصان
خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾
میں رہ گئے

جَهْدَ: بس، طاقت، کوشش کی انتہا۔ اَیْمَان: یمین کی جمع ہے جس کے معنی قسم کے ہیں۔

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ: اپنی بس اور طاقت کی انتہا تک پختہ اور مضبوط قسمیں۔

حَبِطَتْ: (برباد ہو گئے) حبط سے ہے جس کے معنی ہیں بیکار ہو جانا، برباد ہو جانا۔ اکارت ہونا۔ مراد یہ ہے کسی کام کے نہ رہے۔

پچھلی آیت کے مضمون کا بقیہ ہے کہ یہ منافق مسلمان جن کا اسلام فقط زبان تک ہی ہے دل میں نہ انہیں اللہ پر یقین ہے نہ مسلمانوں کے پنپنے کی امید ہے دل کے مریض ہیں اور مرض وہی ہے جس میں یہود و نصاریٰ اور سارے کافر مبتلا ہیں یعنی خود غرضی اور صرف اپنے نفع کا خیال اور ظاہری دنیاوی طاقت پر بھروسہ۔ اس لیے یہ سوا اس کے اور کچھ اپنے بچاؤ اور حفاظت کی صورت نہیں دیکھتے کہ یہودیوں سے دوستانہ گٹھ جوڑ اور صاف کہہ دیں کہ یہیں تو یہ مسلمان مٹتے نظر آتے ہیں بھلا ان کی کیا مجال کہ ایسے طاقتور عزت والے اور مال دار لوگوں کے مقابل ہیں جیسے مکہ کے کافر اور یہود و نصاریٰ ہیں بازی لے جائیں۔ ان پر آج نہیں تو کل کوئی زبردست مصیبت آ کر رہے گی۔ اس لیے اگر ہم بھی انہی کے ساتھ ملے رہے تو ظاہر ہے کہ ہماری بھی ان کے ساتھ بری گت بنے گی۔ اس لیے انہوں نے یہ طرز عمل اختیار کیا ہے کہ خود بھی وہ مسلمانوں کے ساتھ رہیں اور ان کو قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے رہیں کہ بھلا ہم تمہیں چھوڑ کر کہاں جائیں گے ہم تو پوری طرح تمہارے ساتھ ہیں۔ مسلمانوں کو یہ یقین دلاتے ہیں لیکن ان کے دل میں پختہ یقین ہے کہ ان پر مصیبت آنے والی ہے اور اس سے فقط وہی لوگ بچیں گے جو یہودیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔

آگے چل کر ان کے یہ سب خیالات بالکل غلط ثابت ہوئے کافروں اور یہودیوں نے مسلمانوں سے شکست کھائی اور رسوا بھاگنے کے اور کچھ ان سے نہ بن پڑا۔ خیالات، منصوبے اور تدبیریں سب دھرے کے دھرے رہ گئے اور سوا نقصان اور پچھتاوے کے ان کے پلے کچھ نہ پڑا۔

مُسلمانوں کا غیروں سے رویّہ

پچھلے دو سبقوں میں ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ سے گہرے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں اور اُن لوگوں کی بابت جو مسلمان کہلا کر ان کی طرف دوستانہ نظر سے دیکھتے ہیں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ ان کے دل میں کھوٹ ہے بلکہ بیماری ہے۔

اس سے پہلے سورہ آل عمران اور دوسرتبہ سورۃ النسا میں عام طور پر مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے۔ اتنی کڑی ہدایتوں کے بعد اب ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں دُنیا میں کس طرح رہنا ہے۔ کیونکہ دنیا میں کافر بھی ہمیشہ رہیں گے یہودی بھی اپنی مقررہ مدت تک رہیں گے۔ اور مسلمان بھی دنیا کے فنا ہونے تک مٹنے والے نہیں۔

اب تک اس مسئلہ پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت یوں نہیں پڑی تھی کہ مسلمانوں کی دُنیا میں بڑی طاقتور حکومت قائم تھی، اور وہ غالباً اس خیال میں تھے کہ ہم کبھی پست نہ ہوں گے، اس لیے یہ سوال ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا لیکن آج کل مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ ظاہر ہے کسی کا دل چاہے یا نہ چاہے لیکن اس کو یہ بات مجبوراً ماننی پڑے گی کہ مسلمان اس وقت نرغے میں ہیں اور چاروں طرف سے بُری طرح اغیار کے پھندوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ ہماری غلطی تھی کہ ہم نے ان آیتوں پر اس وقت جب کہ ہمیں دنیائی قوموں کی سرداری اور اتالیقی کا مرتبہ حاصل تھا، غور کر کے مختلف قوموں سے مل جل کر رہنا نہ سیکھا اور نہ دوسروں کو سکھایا۔

ان آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کافروں اور اہل کتاب سے الگ رہنے کی ہدایت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کافر ہیں اور یہ مومن۔ بلکہ اس لیے ہے کہ وہ سب پرلے درجے کے خود غرض اور اکھل کھرے ہیں۔ ادھر مسلمانوں کا بنیادی اعتقاد یہ ہے کہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے بندے، آپس میں بھائی بھائی ہیں، اس لیے الگ الگ مذہب رکھتے ہوئے بھی، ان پر ایک دوسرے کی خیر خواہی لازم ہے، ان کو صرف اپنے ہی قدح کی خبر منانی نہ چاہیے۔ بلکہ اللہ کی دی ہوئی دنیاوی نعمتوں سے سب کو برابر فائدہ اٹھانے کا موقع دینا چاہیے اور سب کو انصاف کے ساتھ آپس میں مل بانٹ کر کھانا چاہیے۔

یہ وہ سبق ہے جس کو مسلمان خود ہی بھول گئے۔ حالانکہ انہیں موقعہ دیا گیا تھا کہ خود بھی اس پر عمل کریں اور دنیا کو بھی اچھی طرح سکھا دیں کہ اس زندگی میں چین اور آرام سے رہنے کا طریقہ کیا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ سبق بھلا کر خود دوسروں سے خود غرضی کا سبق سیکھا اور قرآن شریف کی تعلیم کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔

ظاہر ہے کہ دنیا میں رہنے کا قاعدہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک فرقہ اور امت اپنے خیالات اور مذہب میں آزاد ہو اور کوئی کسی کو نہ دبائے، لیکن سب مل کر اس پر متفق ہو جائیں کہ دنیاوی فائدوں میں سب کا برابر کا حصّہ ہے۔ لہٰذا جنگ و جدل جو یقیناً خود غرضی پر مبنی ہیں۔ بالکل موقوف ہونے چاہئیں۔

قرآن پاک کی تعلیم بھی یہی ہے کہ دنیاوی برتری کے لیے ایک دوسرے کا مقابلہ نہ کرو۔ ہاں اخلاقی برتری کے لیے ایک دوسرے کا مقابلہ کرو۔

اسلام انسانی مذہب ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو پھرے گا

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي

تم میں سے اپنے دین سے تو عنقریب لائے گا

اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ

اللہ ایسی قوم جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ

نرم دل ہیں اوپر مومنوں کے زبردست ہیں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

اوپر کافروں کے لڑتے ہیں بیچ راہ

اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ

اللہ کے اور نہیں ڈرتے ملامت سے کسی ملامت کرنے والے کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ

اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي

سے پھرے گا تو اللہ عنقریب ایسی قوم

اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ

کو لا دے گا کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ

مسلمانوں پر نرم دل ہیں کافروں پر

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

زبردست ہیں اللہ کی راہ میں لڑتے

اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ

ہیں اور کسی کے الزام سے نہیں ڈرتے۔

اِرْتِدَاد : پھر جانا۔ ردّ سے ہے۔ ردّ کے معنی ہیں واپس کرنا، لوٹا دینا۔ ارتداد کے معنی ہیں واپس ہو جانا، لوٹ جانا۔ ایسے آدمی کو جو اسلام قبول کرکے پھر اس کو چھوڑ دے مرتد کہتے ہیں۔ یہ اسی ارتداد سے بنا ہے۔

اَذِلَّة : ذلیل کی جمع ہے جو ذلّت سے بنا ہے۔ ذلّت کے معنی ہیں نرمی۔ ڈھیلا پن۔ دوسرے کے آگے جھکنا۔

اَعِزَّة : عزیز کی جمع ہے جو عزّت سے بنا ہے۔ عزّت کے معنی ہیں سختی۔ درشتی۔ دوسرے سے اکڑنا۔

لَوْمَة : طعن و تشنیع۔ برا کہنا۔ لائم اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں برائی کرنے والا۔ طعنے دینے والا۔

پہلے کہا گیا تھا کہ جو لوگ غیروں سے ملتے ہیں ان کے لیے خطرہ ہے کہ یہ غیر اپنی ظاہری مہربانی اور شان و شوکت دکھا کر انہیں اپنی طرف مائل کریں اور وہ اسلام کو بظاہر کمزوری کی حالت میں دیکھ کر چھوڑ بیٹھیں۔ آج اس آیت میں صاف صاف کہہ دیا گیا کہ یہ مت سمجھنا کہ اسلام دنیا میں رہنے کے لیے تمہارا محتاج ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تم اچھی زندگی بسر کرنے کے لیے اسلام کے محتاج ہو۔ اگر تم میں سے کوئی اسلام چھوڑ دے گا تو وہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ کو منظور یہ ہے کہ دنیا میں اسلام باقی رہے اور وہ اس کو قائم رکھے گا۔ تم چھوڑ دو گے تو لیجیے تم جیسے نکمے لوگوں کے بدلے اللہ کوئی اور کام کی قوم کھڑی کر دے گا جس کو وہ پسند فرماتا ہو گا اور وہ بھی اس کے ساتھ خلوص و محبت رکھنے ہوں گے۔ وہ اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آئیں گے۔ کافروں کے ساتھ جو انسانیت کے دشمن ہیں، بڑے سخت ہوں گے۔ کسی برا کہنے والے، طعنے دینے والے اور دل توڑنے کی باتیں کرنے والے سے خوف نہ کریں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

اللہ والے ہی غالب ہیں

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

یہ فضل ہے اللہ کا دیتا ہے وہ اس کو جسے

يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾

چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا خبردار ہے

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

بات یہی ہے دوست تمہارا اللہ ہے اور رسول اس کا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

اور وہ جو ایمان لائے جو قائم کرتے ہیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ

رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ

عاجزی کرنے والے ہیں اور جو دوست رکھے گا اللہ کو اور

رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ

اس کے رسول کو اور ان کو جو ایمان لائے پس تحقیق گروہ

اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾

اللہ کا وہی زبردست ہے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے

يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾

دے گا اور اللہ کشائش والا خبردار ہے

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

تمہارا رفیق تو اللہ ہی ہے اور اس کا رسول

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ

رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ

عاجزی کرنے والے ہیں جو اللہ کو اور اس کے

رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ

رسول کو اور ایمان والوں کو دوست رکھے گا تو

اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ ع ٦ / ١٢

اللہ ہی کی جماعت سب پر غالب ہے

رٰكِعُوْنَ: راکع کی جمع ہے اس کا مادہ رکع ہے۔ اس کے معنی ہیں سر جھکانا، عاجزی کرنا اس لیے راکع کے معنی ہیں عاجزی کرنے والا

حِزْبَ اللّٰهِ: گروہ، فریق، مددگاروں کی جماعت۔ "حزب اللہ" سے مراد ہے اللہ کا گروہ یعنی اللہ کے فرماں بردار بندوں کی جماعت۔

پچھلے سبق میں ذکر تھا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے دین کی حفاظت اور حمایت کے لیے مقرر کر لیتا ہے۔ جو لوگ اس وقت اسلام کے نام لیوا ہیں، انہیں شکر کرنا چاہیئے کہ اللہ نے ان کو اسلام کا حمایتی بنا رکھا ہے اگر وہ لوگ اسلام سے پھر جائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان میں اسلام کے سنبھالنے کا سلیقہ نہیں ہے اور وہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کو اسلام کا نگہبان اور اس کا حمایتی بنایا جائے، اس لیے ان کو ہٹا کر اللہ کسی اور قوم کو اسلام کی بڑائی اور عظمت قائم کرنے کے لیے مقرر کر دے گا۔

یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے جس سے چاہے اسلام کی سربلندی کا کام لے اس کی رحمت تنگ اور محدود نہیں ہے اور وہ ہر ایک کی قابلیتوں سے خوب واقف ہے یاد رکھو تمہارے اصلی دوست اور مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو اللہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، یہی لوگ اللہ کے مددگار اور معاون ہیں، یہ اللہ کی پارٹی ہیں۔ یاد رکھو اللہ کی جماعت اور اس کے معاون ہی سب پر غالب آکر رہیں گے ﴿

دین مضحکہ نہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بناؤ ان کو جنہوں نے
اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا
ٹھہرایا تمہارے دین کو ٹھٹھا اور کھیل
مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
ان میں سے جو دیئے گئے کتاب تم سے
قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا
پہلے اور کافروں کو دوست اور ڈرو
اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾
اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ
اے ایمان والو ان لوگوں کو جو تمہارے دین کو
اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا
ھنسی اور کھیل ٹھہراتے ہیں یعنی وہ لوگ
مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور
قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا
کافروں کو اپنا دوست مت بناؤ اور اللہ سے
اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾
ڈرو اگر تم ایمان والے ہو

پچھلے رکوع کی ابتدائی آیت میں حکم دیا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ اس رکوع کے شروع میں بھی یہی حکم ہے۔ لیکن کسی قدر فرق کے ساتھ۔ اس میں اس حکم کی وجہ کی طرف زیادہ واضح اشارہ ہے اور دوسرے کافروں کو بھی اسی حکم میں شامل کیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں کے برتاؤ کی جڑ ایک ہی ہے۔

ارشاد ہے کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اللہ پر ایمان لانا اس بات کا ایمان لانا ہے کہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں، اس لیے اس لحاظ سے سب برابر ہیں ہر ایک کو دنیا میں اس کی ضرورت کے مطابق چیزیں ملنی چاہئیں۔ انسان کو نہ کسی انسان کو اپنا بندہ بنانا چاہیے اور نہ کسی انسان کو سوا اللہ کے کسی کا بندہ بننا چاہیے۔ اس لیے تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم ان لوگوں سے جو یہود و نصاریٰ کہلاتے ہیں اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، دوستی کی امید نہ رکھو۔ کیونکہ یہ تمہارے دین کی ہنسی اڑاتے ہیں اور تمہارے خیالات کو لغو سمجھتے ہیں اور تمہارے طریقۂ زندگی کو کھیل سے زیادہ کچھ نہیں قرار دیتے۔ ان کے دل میں یہ بے ہودہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ ہم سب سے اچھے اور سب سے بڑھ کر ہیں اور سب کو ہم سے دب کر رہنا چاہیے اب عقل سے سوچو کہ کیا تم میں اور ان میں کوئی میل ملاپ اور سچی دوستی ہو سکتی ہے ہرگز نہیں اس لیے تم اپنے ایمان پر قائم رہو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔

اسی طرح اور کافر بھی ہیں۔ ایک دوسرے کو لوٹنا اور ان کو دبا کر اور غلام بنا کر رکھنا، ان کا پرانا دستور ہے۔ انہیں بھی یہود اور نصاریٰ کی طرح اسلام میں اپنی موت نظر آتی ہے۔ یہ کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایک دوسرے کے دین کی توہین کرتے ہیں ان کی آپس میں گہری دوستی نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ یہ کہ دین اور خیالات کی آزادی ہر ایک کو حاصل ہو اور امن و امان کا اور سب کو اس کی ضرورت کے مطابق ضروریات زندگی ملنے کا باہمی معاہدہ ہو جائے۔ تو دنیا میں اچھی طرح سب کی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔

نماز کا تمسخر

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اور جب پکارتے ہو تم طرف نماز کے
اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ
ٹھہراتے ہیں وہ اس کو ہنسی اور کھیل
ذٰلِكَ بِ اَنَّ هُمْ قَوْمٌ لَّا
یہ اس وجہ سے کہ وہ ہیں قوم جو نہیں
يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾
سمجھ رکھتے

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو
اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ
تو وہ اس کو ہنسی اور کھیل ٹھہراتے ہیں
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
یہ اس واسطے کہ یہ لوگ
يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾
بے عقل ہیں

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دین کے ساتھ مسخرا پن کرتے ہیں۔ اس آیت میں اس کی مثال دی ہے۔ ارشاد ہے کہ جب تم نماز کی طرف لوگوں کو پکارتے ہو یعنی اذان دیتے ہو تو یہ لوگ ہنستے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ ظاہر بات ہے، کہ اذان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کو ٹھٹھا بنایا جائے۔ اس میں اللہ کی بڑائی اور عظمت کا اظہار ہے اس کی توحید اور معبود حقیقی ہونے کا اقرار ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا اقرار ہے۔ جو آخری رسول ہیں اور دنیا میں آخری شریعت لے کر آئے ہیں وہ تمام پہلے رسولوں کو سچا کہتے ہیں اور ان کی شریعت تمام پہلے رسولوں کی شریعتوں کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

اپنے اخلاق کے لحاظ سے تمام اچھے لوگوں کے امام ہیں۔ وہ کسی کا بُرا نہیں چاہتے اور ہر ایک کی حالت درست کرتے ہیں۔ مدد کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ کوئی شخص اپنی غرض اور خواہش پوری کرنے کے لیے دوسرے کو نہ دبائے۔ کسی کا نقصان کر کے اپنا فائدہ حاصل نہ کرے۔ اذان کے کلموں میں اللہ اور رسولؐ کے برحق ہونے کا اقرار اور سب کو نیکی اور بھلائی کی طرف دعوت دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایسی باتوں کی ہنسی اڑانے والا نادان اور بے وقوف کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ یہی باتیں ہیں جن سے دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور انسان اپنی حالت کو سنوار سکتا ہے

اگر غور کیا جائے تو اذان میں تمام انسانوں کے لیے امن و امان کا اعلان ہے اور ان کی زندگی کا صحیح راستہ پورا پورا اس میں بتا دیا گیا ہے۔ اذان میں اس بات کی دعوت ہے کہ آؤ سب مل کر ایک معبود برحق کے سامنے ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہو جائیں اور مل کر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں۔ نہ کوئی کسی سے بڑا ہے نہ چھوٹا۔ اللہ کے آگے سب برابر ہیں اور فقط وہی ایک سب سے بڑا ہے اسی کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو۔ اسی کے آگے عاجزی سے جھکو اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ اپنی خواہشوں کے غلام ہرگز نہ ہو ۔

بُروں کو اچھّے نہیں بھاتے

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ
کہہ اے کتاب والو کیا بُری لگتی ہے تم کو کوئی چیز
مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ
ہم سے سوا اس کے کہ ایمان لائے ہم اللہ پر اور اس پر
اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلُ
جو نازل ہُوا ہماری طرف اور جو نازل ہُوا اس سے پہلے
وَ اَنَّ اَكۡثَرَكُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾
اور یہ کہ زیادہ تر تم میں نافرمان ہیں

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ
تو کہہ اے کتاب والو تم کو ہم سے کیا ضد ہے
مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ
مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر
اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلُ
جو نازل ہُوا ہماری طرف اور اس پر جو ہم سے پہلے نازل ہُوا
وَاَنَّ اَكۡثَرَكُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾
اور یہی کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں

تَنۡقِمُوۡنَ: (تم بُرا سمجھتے ہو) نقمت سے ہے جس کے معنی ہیں عیب نکالنا، بُرا سمجھنا۔ مراد یہ ہے کہ تم ہمارے اوپر جھنجھلاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ کسی کے ہنر کو عیب ٹھہرا کر اسے ستانا اور برا کہنا ضد کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے تَنۡقِمُوۡنَ کا ترجمہ ضد کیا گیا ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کی معرفت مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ ان سے پوچھو تو سہی کہ ہم سے تمہیں ضد کیوں ہو گئی ہے ہم نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی جس کی وجہ سے تم ہمارے دشمن ہو جاؤ۔ ہم میں جو نئی بات دیکھی جاتی ہے وہ اتنی ہی تو ہے کہ ہم نے اپنی بے جا خواہشوں کو چھوڑ کر فقط اللہ کو اپنا معبود بنایا ہے۔ ہم اللہ کو دل سے مانتے ہیں اور قرآن شریف کو سچا جانتے ہیں اور اسی طرح ان کتابوں کو بھی جو اس سے پہلے نازل ہوئیں سچا مانتے ہیں قرآن شریف نے خود بھی ان کو سچا بتایا ہے اور سابقہ کتابوں کے اصلی حکموں کو جوں کا توں یا مناسب ردو بدل کے ساتھ باقی رکھا ہے، ہمارا کام ان حکموں کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے اور تم میں نئی بات یہ دیکھی جاتی ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمانی پر تل گئے ہیں اور خود اپنی کتابوں کے حکموں کے نہ ماننے پر کمر باندھ لی ہے۔ اگر ان کے حکموں کو مانتے تو قرآن مجید کا ماننا بھی ان کے لیے ضروری ہو جاتا۔ کیونکہ ان میں انہیں حکم دیا گیا ہے کہ نبی آخر الزمان کو اور ان کی کتاب قرآن کو سچا ماننا اور ان کے فرمان کے مطابق چلنا یہ دو باتیں ہیں جو ہمارے اندر اور تمہارے اندر کھلم کھلا نظر آ رہی ہیں یعنی ہمارے اندر اللہ کی فرماں برداری اور تمہارے اندر اللہ کی نافرمانی۔ تو کیا یہ کچھ اچھی بات ہے کہ ہماری فرماں برداری کو تم بُرا سمجھو اور اپنی نافرمانی کو اچھی بات سمجھو اور ہم سے دشمنی کرو؟ اگر تمہیں ہماری اللہ کی اطاعت کی وجہ سے ہم سے دشمنی نہیں، تو پھر بتاؤ اور کون سی بات ہے جو تم میں اور ہم میں بگاڑ کا باعث ہے؟

اگر تم ہمیں ستاؤ گے تو تمام انصاف کرنے والے لوگ یہی کہیں گے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو صرف اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ مسلمان اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

قابلِ نفرت باتیں

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ
ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ
اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ
مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ
الطَّاغُوْتَ ۭ أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا
وَّ أَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ
ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ
بُری جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ
اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ
نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور
مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ
ان میں سے بعضوں کو بندر بنادیا اور سور اور جنہوں نے
الطَّاغُوْتَ ۭ أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا
شیطان کی بندگی کی وہی لوگ درجہ میں بدتر ہیں
وَّ أَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾
اور سیدھی راہ سے بہت بھٹکے ہوئے ہیں

مَثُوْبَةً: ثواب کی دوسری شکل ہے جس کے معنی جزا یعنی بدلے کے ہیں، خواہ اچھی بات کا ہو یا بری بات کا یہاں اس سے مراد برا بدلہ اور سزا ہے۔

الْخَنَازِيْرَ: خنزیر کی جمع ہے جو عربی میں سور کے معنی میں آتا ہے۔

پچھلی آیت میں مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ یہود سے کہہ دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اسی کی بھیجی ہوئی تمام کتابوں کو مانتے ہیں اور انہیں میں سے قرآن مجید ہے جو ہماری کتاب ہے۔ اور تم میں زیادہ حصہ نافرمانوں اور سرکشوں کا ہے تم نے یہ جو فیصلہ کیا ہے کہ ایمان والے برے ہیں اور سزا کے قابل ہیں یہ انصاف کا خون کرنا ہے اور حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہودیوں سے کہہ دو کہ اگر تم کہو تو ہم تم کو بتا دیں کہ دونوں میں کون برا ہے اور کس کو سزا ملنی چاہیئے صاف صاف نام تو ہم کسی کا نہیں لیتے۔ لیکن کچھ نشانیاں بتا دیتے ہیں ہم دونوں میں سے جس میں پائی جائیں وہی برا ہے اور سزا کا مستحق ہے۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہو کہ ہم بتائے دیتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک برا اور برے بدلے کا مستحق وہ گروہ ہے جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اس نے اپنا غضب نازل کیا جن میں سے پچھلے زمانے میں بعض کو بندر اور بعض کو سور بنا دیا۔

جس میں یہ باتیں پائی جائیں وہی انسانیت کے درجے سے گرا ہوا ہے وہی سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہے، وہی قابلِ نفرت ہے اور اسی کو سزا ملنی چاہیئے۔

یہود خود بھی اور جو لوگ ان کی تاریخ سے واقف تھے وہ سب جانتے تھے کہ ساری باتیں انہی پر چسپاں ہوتی ہیں انہی پر اللہ کی لعنت ہوئی۔ انہی پر اللہ کا غضب نازل ہوا انہی میں سے بندر اور سور بنائے گئے اور انہی میں سے شیطان کی بات مان کر بچھڑے کی پوجا کی۔ یہ سب سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔

یہودیوں کی دھوکہ بازی

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَ
اور جب آتے ہیں تمہارے پاس تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور
قَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ
حالانکہ داخل ہوئے ساتھ کفر کے اور وہ یقیناً
خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا
نکلے بھی ساتھ اس کے اور اللہ خوب واقف ہے ساتھ اس کے جو
كَانُوا يَكْتُمُونَ (٦١)
تھے وہ چھپاتے ہوئے

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَ
اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور
قَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ
حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی
خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا
چلے گئے اور جو کچھ وہ چھپائے ہوئے
كَانُوا يَكْتُمُونَ (٦١)
تھے اللہ خوب جانتا ہے

ارشاد ہے کہ یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور اپنے آپ کو گناہوں سے پاک سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ کے فرماں بردار بندوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرتے ہیں اور ان میں طرح طرح کے عیب نکالتے ہیں حالانکہ ان میں اس کے سوا کہ وہ اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں اور کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے اور اچھے کام کرنے ہی کو عیب سمجھتے ہیں یہ کس قدر ڈھٹائی ہے۔ اس کے بعد کہا گیا تھا کہ مسلمانوں کے کاموں کی یہاں تک کہ اذان تک کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

اس آیت میں ان ٹھٹھا کرنے والوں میں سے بعض آدمیوں کی ایک اور حرکت کا ذکر ہے، یہ لوگ جب اپنے لوگوں میں ہوتے ہیں جہاں مسلمان ان کے ساتھ نہیں ہوتے تو خوب مسلمانوں پر اور ان کے کاموں پر ہنستے ہیں اور ان کو ناداں، بے وقوف اور جانے کیا کیا بتاتے ہیں لیکن جب مسلمانوں کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو خوشامد کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! یہ دھوکے باز ہیں۔ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو بے گناہوں کا سا منہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں اور تمہارے ساتھی ہیں۔ لیکن یہ جھوٹے ہیں اور واقعہ کے خلاف اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں، ان کے دل کی خباثت میں ذرا فرق نہیں آتا، خواہ تمہارے پاس ہوں یا تم سے دور ہوں، دونوں حالتوں میں ان کے دل میں تمہاری حقارت اور دشمنی بھری ہوئی ہے، منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔

لیکن حال یہ ہے کہ جب تمہاری مجلس میں داخل ہوتے ہیں جب بھی کافر ہی ہوتے ہیں اور جب تمہارے پاس سے اٹھ کر چلنے لگتے ہیں۔ اس وقت بھی کافر ہی ہوتے ہیں، جیسے آئے ویسے گئے اور کافر کے کافر ہی رہے۔ لیکن اس کفر کے دل میں چھپانے اور زبان سے ایمان کا اقرار کرنے سے کچھ حاصل نہیں، اللہ کو ان کے دل کی چھپی ہوئی باتیں سب معلوم ہیں اور اس وقت بھی معلوم تھیں۔ جب یہ تمہارے سامنے زبان سے ایمان کا اقرار کر رہے تھے۔ یہ سمجھے تھے کہ ہم بظاہر مسلمانوں سے ملے رہیں گے اور اندر ہی اندر ان کی جڑ کاٹیں گے۔ لیکن اللہ نے جو سب کچھ جانتا ہے ان کا راز فاش کر دیا۔ یہ مسلمانوں کی ہنسی کیا اڑاتے ہیں، خود ان کی حرکتیں ایسی چھچھوری ہیں کہ ان کی جتنی ہنسی اڑائی جائے کم ہے۔

عالم برائی سے روکیں

وَ تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ
اور دیکھے گا تو بہت ان میں سے دوڑتے ہیں
فِی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ
گناہ میں اور دوسروں پر زیادتی کرنے میں اور کھانے میں
السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (٦٢)
حرام کے البتہ برا ہے جو ہیں وہ کرتے
لَوْ لَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ
کیوں نہیں روکتے ان کو اللہ والے اور پڑھے لکھے
عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ
بولنے سے ان کے گناہ کی باتوں کے اور کھانے سے ان کے
السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (٦٣)
حرام کو البتہ برا ہے جو ہیں وہ بناتے

وَتَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ
اور ان میں سے بہتوں کو تو دیکھے گا کہ دوڑتے ہیں
فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ
گناہ اور ظلم اور حرام
السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (٦٢)
کھانے پر بہت برے کام ہیں جو کر رہے ہیں
لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ
کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء
عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ
ان کو گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے
السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (٦٣)
سے بہت برے عمل ہیں جو وہ کر رہے ہیں

یَنْهٰی: (روکتے) نہیٰ سے ہے جس کے معنی ہیں روکنا۔ منع کرنا۔
الرَّبّٰنِیُّوْنَ: (اللہ والے) ربّانی کی جمع ہے جو رب کی طرف نسبت رکھتا ہے۔ رب والے! اللہ والے۔ درویش
اَحْبَارُ: (پڑھے لکھے) حبر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں عقل مند۔ دانش مند۔ جاننے والا۔ عالم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عوام کے گناہوں اور زیادتیوں کی ذمہ داری پڑھے لکھوں پر آتی ہے۔ ارشاد ہے کہ تو دیکھتا ہے کہ ان میں سے اکثر گناہوں اور غنڈے پن کی طرف تیزی سے لپکتے ہیں۔ وہ دوسروں کو ناحق ستاتے اور دباتے ہیں اور ضرورت مندوں کا کمایا ہوا مال زبردستی چھین کر کھا جاتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے ہاں سود کا عام رواج ہے اور وہ ضرورت مندوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ ضرورت مند کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھانا انسانیت کے خلاف ہے اور اس طرح سے کمایا ہوا پیسہ حرام ہے ان کے عالم اور پڑھے لکھے لوگ اور وہ جو اللہ والے کہلاتے ہیں ان کو کیوں نہیں منع کرتے کہ منہ سے بری باتیں نہ نکالیں اور حرام کی کمائی کھائیں۔ اصل خرابی کی جڑ یہودیوں ہی میں یہی تھی کہ مال دار جو چاہتے تھے کرتے تھے اور ان کے درویش اور عالم ان سے مال لے لے کر ان سے بھی زیادہ عیش اڑاتے تھے، اور اس کے بدلے میں ان ہی کی فائدہ کی باتوں کو جائز قرار دیتے چلے جاتے تھے اسی وجہ سے ان کا دین خراب ہوا اور زندگی کے معنی فقط یہ رہ گئے۔ کہ غریبوں پر ظلم کر کے اپنا گھر بھرو اور خوب عیش و عشرت کرو۔

یہودیوں کی گستاخی

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ
اور کہا یہود نے ہاتھ اللہ کا بند ہے
غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِ مَا
بند ہو جاویں ہاتھ ان کے اور لعنت ہو ان پہ بوجہ اس کے جو
قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ
کہا انہوں نے یہ نہیں بلکہ دونوں ہاتھ اس کے کھلے ہوئے ہیں
يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَ لَ يَزِيْدَنَّ
خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور البتہ بڑھادے گا ضرور
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
بہت سوں کو ان میں سے یہ جو اتارا گیا ہے تیری طرف تیرے
رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ
رب کی طرف سے سرکشی اور کفر میں

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ
اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا
غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا
بند ہو جاویں ان کے ہاتھ اور لعنت ہے ان پہ
قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ
اس کہنے کی بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں
يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ
جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے اور ان میں سے بہت
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
سے اس کلام کے سبب جو اتارا گیا تجھ پہ تیرے
رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ
رب کی طرف سے شرارت اور انکار میں بڑھ جائیں گے

مَغْلُوْلَةٌ: (بند کیے گئے) غُلّ سے ہے جس کے معنی باندھ دینے کے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ بخیل ہے۔

غُلَّتْ: (بند کر دیے جائیں) یہ بھی غل سے ہے۔ ان کے لیے بددعا ہے۔ مراد یہ ہے۔ انہی کے ہاتھ بند ہوں۔ یہ محاورے کے موافق ہے کہ جس سے ناراض ہوتے ہیں اسے بددعا دیتے ہیں۔ انسان کے کوسنے کا اثر ضروری نہیں اور اللہ جو کہے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

لُعِنُوْا: (لعنت کیے جائیں) یہ لعنت سے ہے اور بددعا کے موقع پر ہے۔ مراد یہ ہے کہ لعنت ہو ان پر۔ دونوں بددعاؤں کا اثر یہ ہے کہ یہود بخیل بھی ہیں اور ملعون بھی۔

یہود کی عقل اس قدر ماری گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کے لفظ منہ سے نکالنے لگتے تھے۔ سورۂ آل عمران میں بھی ایسی ہی ان کی ایک بات بیان کی گئی تھی۔ وہاں یہ تھا کہ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ صدقہ دو، زکوٰۃ دو اور اس کو یوں سمجھو کہ اللہ کو گویا قرض دے رہے ہو۔ وہ تمہیں اس کے بدلے دوگنا، تگنا دے گا تو یہ ایسے منہ پھٹ ہیں کہ کہنے لگتے ہیں کہ اللہ (نعوذ باللہ) فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں جبھی تو وہ ہم سے مال مانگتا ہے یہاں یہ موقع ہے کہ مسلمانوں کو ترقی کرتے اور بڑھتے دیکھ کر اور اپنی حالت کو دن بدن گرتی دیکھ کر وہ بیہودہ باتیں کرنے لگتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ کے ہاتھ بندھ گئے ہیں اور وہ سہیں دینے میں (نعوذ باللہ) بخل کرتا ہے۔ آیت میں ارشاد ہے کہ ایسی باتیں کرکے تم اللہ کے غضب اور لعنت میں گرفتار ہوتے ہو۔ اصل میں بخیل تمہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ ایک رحمت کا ایک غضب کا۔ تمہارے بزرگ اپنی اطاعت اور پرہیزگاری کی وجہ سے رحمت کے ہاتھ نیچے تھے تم اب اپنی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے غضب کے ہاتھ کے نیچے ہو اور اپنی کرتوتوں کی وجہ سے اللہ کی لعنتیں سمیٹ رہے ہو۔

فسادی مٹنے جوگے ہیں

وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
اور ڈال دی ہم نے   ان کے درمیان   دشمنی   اور
الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ
بیر   قیامت کے دن تک   جب کبھی
اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا
بھڑکاتے ہیں   آگ   لڑائی کے لیے   بجھا دیتا ہے اس کو
اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ
اللہ   اور دوڑتے ہیں   زمین میں   فساد کرنے
وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾
اور اللہ   نہیں   پسند کرتا   فساد کرنے والوں کو

وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
اور ہم نے ان میں دشمنی اور
الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ
بیر قیامت کے دن تک ڈال رکھا ہے جب کبھی
اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا
لڑائی کے لیے آگ سلگاتے ہیں اللہ اس کو بجھا
اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ
دیتا ہے اور ملک میں فساد کرتے ہوئے دوڑتے ہیں
وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾
اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

یہود میں سے کچھ لوگ بظاہر چاپلوسی کی باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کے دل مسلمانوں سے کبھی صاف نہیں ہوتے۔ ہر لحظہ نئی شرارت کرتے رہتے ہیں خود تو ستانے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ دوسروں کو بھی مسلمانوں سے جنگ پر اکساتے رہتے ہیں یہی حال نصاریٰ اور مشرکین کا ہے ارشاد ہے کہ یہ تو ہر وقت لڑائی کی دھن میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں سے لڑیں لیکن اللہ نے خود ان کے درمیان دشمنی اور پھوٹ ڈال دی ہے یہ لوگ قیامت تک آپس میں ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے مسلمانوں کے خلاف ان کے منصوبے سب خاک میں مل جائیں گے جب یہ کوئی فتنہ اٹھائیں گے۔ اللہ اس کو دبا دے گا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکائیں گے اللہ اس کو بجھا دے گا۔

ان لوگوں کا معمول مشغلہ رہ گیا ہے کہ دنیا میں فتنے پھیلاتے رہیں اور دنگا فساد مچاتے رہیں، یہ نہیں چاہتے کہ لوگ امن و امان سے رہیں اور آپس میں صلح صفائی رکھیں۔ لیکن اللہ آپس میں لڑوانے والوں کو ذرا پسند نہیں کرتا اس لیے اس ناپسندیدگی کا اثر ان کو دنیا میں پریشان رکھے گا اور آخرت میں بھی یہ لوگ اس کی سخت سزا بھگتیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ کفار، مشرکین اور اہل کتاب کے سارے ہتھکنڈے ناکام رہے ان کی کوششوں کے برعکس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عروج دیا۔ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں میں آپس میں لڑائی اور نااتفاقی ہوگی اور لوگوں میں لڑائی کرانا چاہیں گے اور دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش میں رہیں گے۔ وہ ناکام ہوں گے اور جن لوگوں میں اتفاق و اتحاد ہوگا۔ لڑائی کو دبانا چاہیں گے۔ اور دنیا میں فتنہ و فساد کے روکنے کی کوشش کریں گے وہ کامیاب ہو کر رہیں گے۔

اہلِ کتاب چوک گئے

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ

اور اگر بیشک اہل کتاب ایمان لاتے اور

اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

ڈرتے البتہ دور کر دیتے ہم ان سے ان کی برائیاں

وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾

اور البتہ داخل کر دیتے ہم ان کو باغوں میں نعمت کے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ

اور اگر وہ قائم رکھتے تورات اور

الْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ

انجیل کو اور جو اتارا گیا ان کی طرف ان کے

رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ

رب کی طرف سے البتہ کھاتے وہ اپنے اوپر سے اور نیچے

تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ

سے اپنے پاؤں کے ان میں سے کچھ لوگ ہیں سیدھی راہ پر

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع

اور بہت سے ان میں سے برا ہے جو کر رہے ہیں

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور

اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

ڈرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے

وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾

اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ

اور اگر وہ قائم رکھتے تورات اور

الْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ

انجیل کو اور اس کو جو ان کی طرف ان کے

رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ

رب کی طرف سے نازل ہوا تو اپنے اوپر سے اور اپنے

تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ

پاؤں کے نیچے سے کھاتے کچھ لوگ ان میں سے سیدھی راہ

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع ۱۲

پر ہیں اور ان میں سے بہت سے برے کام کر رہے ہیں

اس سے بہت پہلے سے ان لوگوں کا ذکر چلا آ رہا ہے، جو اسلام کے آغاز میں اس کے خلاف ہوئے۔ پہلے اسلام کے مخالفین میں مکہ کے عرب قبیلے تھے جو کھلم کھلا مشرک تھے۔ اس کے بعد جب یہود و نصاریٰ کو خبر ملی تو وہ بھی اسلام کے دبانے میں مکہ کے مشرکوں کا ساتھ دینے لگے اس سے مشرکوں کو بہت مدد ملی اور مسلمانوں کو ان کی وجہ سے بہت سی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔

اس زمانے کی تاریخ جو کچھ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی مخالفت کی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ لوگ اپنے آرام اور فائدوں کے سوا دوسروں کا آرام اور ان کے فائدوں کا خیال کرنا ہی بھول گئے تھے۔ ہر ایک دنیا بھر کی دولت اور قوت ساری اپنے ہی پاس جمع رکھنا چاہتا تھا، اس کے برخلاف اسلام یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ دنیا کی دولت سب کے فائدے کے لیے ہے۔ کوئی چیز اللہ کے سوا کسی کی نہیں اور تمام انسان اس کے بندے ہیں اس لیے کوئی آدمی ان پر قبضہ کر کے دوسروں کو محروم نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرنے کی کوشش کرے گا وہ اللہ کا دشمن ہے۔

ٹھیک طرزِ عمل

تھوڑے سے غور سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ انسان اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے بہت سی چیزوں کا محتاج ہے' ظاہر ہے کہ ہر ایک کو یہ چیزیں ملنی چاہئیں۔ ضروری چیزوں کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو ہر شخص اپنی اپنی سوچے اور دوسروں کا خیال نہ کرے جیسا کہ کتوں میں دیکھا جاتا ہے اور یا دوسری صورت یہ ہے کہ جس کو جو چیز ضرورت کی ملے وہ دوسروں کو بھی اس میں شریک کرے جیسے کوّوں میں دیکھا جاتا ہے بلکہ مرغ میں تو اس سے بڑھ کر یہ بات اور دیکھی جاتی ہے کہ اگر کھانے کی کوئی چیز نظر آتی ہے تو وہ مرغیوں کو بلا کر کھلا دیتا ہے اور آپ کچھ نہیں لیتا۔ یا اگر زیادہ ہو تو بقدرِ ضرورت لے لیتا ہے چیونٹیوں میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بقدرِ طاقت ضرورت کی چیزیں الگ الگ یا مل کر ایک جگہ اکٹھی کرتی رہتی ہیں اور پھر ہر ایک بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت اس ذخیرے میں سے لے کر خرچ کرتی رہتی ہے۔ اور کسی سے کوئی نہیں کہتا کہ تو نے تھوڑی محنت کی تھی اس لیے کم لے اور تو نے زیادہ محنت کی تھی' اس لیے تو زیادہ لے۔ اسلام اس دوسرے طریقے کا علمبردار ہے۔

کیا انسان اس معاملہ میں چیونٹی سے بھی گیا گزرا ہے؟ اس میں اتنی عقل تو ہونی چاہیے کہ ہر ایک اپنے کمزور بھائی کو اس کی ضرورت کے مطابق لینے دے یا خود دے اور آپ بھی اپنی ضرورت کے مطابق لے۔ فضول خرچی نہ کرے۔

یہود و نصاریٰ نے پہلا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسانی ضرورت کی تمام چیزیں ہمارے قبضہ میں ہونی چاہئیں۔ قوت اور زور، مال و دولت ہمارا حق ہے۔ ہمیں کمزوروں کو کبھی اپنے آگے زور آور نہ ہونے دینا چاہیے' تاکہ ان کو ان کی ضرورتوں میں اپنا محتاج رکھ کر ان سے جتنا اور جس طرح بھی چاہے کام لیں۔

دوسرا طریقہ جو اسلام کا ہے۔ اس میں پہلے پہل کچھ دقتیں اٹھانی پڑیں تو پڑیں۔ آخر میں وہ سب سے اچھا رہتا ہے۔ شروع میں بھی ہر ایک کام بخوبی چلے جاتا ہے۔ لیکن آگے چل کر تو آرام اور خوشی و خرمی پورے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ ان آیتوں میں اسی سچی مگر کڑوی بات کا ذکر ہے کیونکہ سچّی بات کڑوی ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر یہ لوگ جو کتاب والے کہلاتے ہیں ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے تو ان کی برائیاں مٹ جاتیں اور اس کے بدلے دنیا میں آرام و آسائش نصیب ہوتی اور مرنے کے بعد بھی آرام کے مستحق ہوتے ان کو کچھ زیادہ کرنا نہیں تھا' کیونکہ ان کے پاس پہلے ہی آسمانی کتابیں موجود تھیں' ان پر ٹھیک ٹھیک عمل کرتے تو آج ان کے سب کام درست ہو جاتے۔ کیونکہ ان کی کتابوں میں صاف صاف لکھا ہوا ہے اور ان کے رسولوں نے انہیں خوب سمجھایا ہوا ہے کہ آخری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) عرب میں ظہور فرمائیں گے۔ تمہیں لازم ہے کہ ان کی پیروی کرو اور ان کے حکم پر چلو۔

یہ ٹھیک ہے کہ ان میں کچھ لوگ سمجھ دار ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں پر پورا پورا عمل کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ لیکن ان کے زیادہ تر لوگ ایسے کام کر رہے ہیں جو بہت بُرے اور انسانیت کے لیے مضر ہیں اور ان کی معیشت کی بنیاد پہلے طریقے پر ہے اور ہر ایک کو خود غرض بنا دیا جاتی ہے۔

رسول کا فرض

یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ
اے رسول پہنچا دے جو اتارا گیا
اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ
تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اور اگر نہ کیا تو نے
فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ
تو نہیں پہنچایا اس کا پیغام کچھ اور اللہ
یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
بچاوے گا تجھ کو لوگوں سے بے شک اللہ
لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾
نہیں ہدایت کرتا قوم کافر کو

یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ
اے رسول پہنچا دے جو کچھ تیرے رب کی طرف سے
اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ
تجھ پر اترا اور اگر ایسا نہ کیا
فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ
تو تو نے اس کا پیغام کچھ نہ پہنچایا اور اللہ تجھ کو
یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لوگوں سے بچا لے گا بے شک اللہ کفار
لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾
قوم کو راستہ نہیں دکھاتا

بَلِّغْ: تبلیغ سے ہے جس کے معنی ہیں پیغام پہنچا دینا۔ اسی سے بلاغ بنا ہے اور اس کے معنی ہیں پہنچا دینا۔

رِسَالَةٌ: پیغام، کوئی لکھی ہوئی چیز جسے دوسروں کو پہنچانا مقصود ہو۔ رسول اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پیغام پہنچانے والا۔

پچھلی آیتوں میں بہت پہلے سے یہ بیان چلا آ رہا ہے کہ اللہ نے دنیا میں بہت سی کتابیں نازل کیں۔ جن کا مقصد یہ تھا کہ جن کی طرف وہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، وہ ان کے حکموں پر عمل کریں اور ان کو مضبوط پکڑیں۔ قرآن شریف سے پہلے توریت پھر انجیل نازل کی گئی تھیں۔ توریت یہودیوں کے لیے تھی اور اس میں ان کے لیے زندگی بسر کرنے کے تمام ضروری احکام کھول کر بیان کر دیئے گئے تھے۔ اس کے بعد عیسائیوں کے لیے انجیل نازل کی گئی اور اس میں وہی حکم ضرورت کے مطابق ترمیم کے ساتھ بیان کیے گئے لیکن یہود اور نصاریٰ نے ان پر عمل نہ کیا۔ اس کے بعد قرآن پاک نازل ہوا اور اس میں پہلی کتابوں کے حکموں کو سچا کہا گیا۔ اور ان میں سے جو اس آخری زمانے کے لوگوں کے لیے مناسب تھے۔ جوں کے توں یا گھٹا بڑھا کر سب جمع کر دیئے گئے اور انسان کو ایک مکمل دستور العمل تیار کر کے دے دیا گیا۔ اب یہ کتاب انسان کی ہدایت کے لیے آخر تک کافی ہے۔ پہلی سب کتابوں میں اس کے ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے یہود و نصاریٰ اگر اپنی کتاب پر عمل کرتے تو انہیں لازم تھا کہ قرآن مجید اور آخری رسول کو سچا مانتے اور ان کے کہنے پر چلتے۔ اگر ایسا کیا ہوتا تو وہ آج سب سے اچھے لوگ۔ دنیا میں آسمان اور زمین کی ساری نعمتیں ان کو میسّر ہو جاتیں اور آخرت میں بھی عیش و آرام سے رہتے۔ ان کو ساری برائیوں سے اور گناہوں کی نحوست سے نجات حاصل ہو جاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس آخری کتاب یعنی قرآن مجید کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور مسلمانوں کو ستانا شروع کیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچائیں اور لڑائی جھگڑے۔ فساد، شرارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور مکّے کے لوگوں کے جو مسلمانوں سے لڑ رہے تھے وہ مددگار بن گئے۔

مُسلمانوں کا فرض

پچھلی آیتوں میں بہت سی باتیں سمجھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا، ان کی شرارتوں سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ قرآن مجید میں یقیناً ساری باتیں انسان کی بہتری کی جمع ہیں اگر لوگ ان کو نہیں مانتے تو یہ ان کی نادانی اور بے وقوفی ہے۔

اگر دینے والے کو یقین ہو کہ میرے پاس سب کے فائدہ اور نفع کی چیز ہے اور لینے والا اس کے لینے سے انکار کرتا ہے تو اس سے لینے والے کی بے وقوفی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ لوگ دل میں جمائے بیٹھے ہیں کہ ہم وہی چیزیں لیں گے جس میں خاص ہمیں کو نفع ہو اس سے بڑھ کر انسان کی نادانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ جاننے والے ضرور ایسی چیز کو پسند کریں گے جس میں سب کا برابر کا نفع ہو اور اپنے لیے فقط اتنا ہی نفع چاہیں گے جو اوروں کے برابر ہو۔

جو شخص یہ چاہے کہ فقط میں ہی سب کچھ لے لوں اور دوسروں کو ترستا چھوڑ دوں وہ جانور ہے اور جانور بھی کنول اور درندوں کی قسم کا درجہ یہ چاہے کہ میں اور یہ سے ساتھی لیں اور باقی ترسیں وہ کوّے کی قسم کا جانور ہے گو ہے وہ بھی نرا جانور ہی۔ انسان کے لیے مناسب یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کی ضرورت بہم پہنچا کر اپنی ضرورت کے لیے بقدر ضرورت لے اسی میں انسان کی بہتری ہے اور اخلاق کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی اتری اور جو کچھ نازل ہوا ہے اس کا بنیادی پتھر یہی ہے انسان سمجھیں یا نہ سمجھیں، اس بات کا ان تک پہنچا دینا ضروری ہے اس لیے اس آیت میں اس کی بڑے زور سے ہدایت کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول! تیرے پاس جو کچھ تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اس کو پورا پورا لوگوں تک پہنچا دے، زبانی بھی اور اس پر خود عمل کر کے بھی۔ کیونکہ پوری طرح پہنچانے کے معنی یہی ہیں ورنہ زبان سے کہنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر تو نے یہ پیغام نہ پہنچایا۔ تو تیرے ذمہ یہ فریضہ ادا کرنا باقی رہ جائے گا اور کہا جائے گا کہ تو نے اس پیغام کا حق ادا نہیں کیا، باقی رہے وہ لوگ جو تیری نہ سنیں اور مخالفت کریں، ان کی پروا نہ کر وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بگاڑیں گے تو اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے۔ لوگوں سے تجھے بچانا اللہ کا کام ہے وہ تجھ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اس بات کا اثر تجھ پر کچھ نہ ہونا چاہیے کہ یہ لوگ تیری سنتے نہیں اور نہ تیری بات مانتے ہیں، یہ تو اپنی اپنی قسمت اور اپنا اپنا نصیب ہے ان کی قسمت میں ایمان جیسی دولت نہیں، کیوں کہ ان کے اللہ کی باتیں نہ ماننے سے معلوم ہو گیا کہ یہ کفر کی راہ اختیار کر چکے ہیں اور کافر ہی رہنا انہیں پسند ہے اور اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ جو کافر ہو کر رہنا چاہے اس کے لیے ہدایت کے راستے بند کر دیے جاتے ہیں۔

یہاں سے مسلمانوں کے لیے صاف حکم نکلتا ہے کہ اپنے آپ کو پہلے اسلام کا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کریں اور پھر لوگوں کو اس کی دعوت دیں اگر ایسا نہ کریں گے تو وہ دو طرح سے مجرم ہوں گے، ایک تو اس لیے کہ خود عمل نہ کیا۔ دوسرے اس لیے کہ تبلیغ کا حق پورا ادا نہ کیا۔

اہل کتاب کو پھر نصیحت

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى
کہ دے اے کتاب والو نہیں تم اوپر
شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ
کسی راہ کے یہاں تک کہ قائم کرو تورات اور
الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ
انجیل اور وہ جو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے
رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا
رب کی طرف سے اور ضرور بڑھا دے گا بہت سوں کو
مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ
ان میں سے جو اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی طرف سے
طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ
شرارت اور کفر میں پس نہ افسوس کر
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾
اوپر قوم کافروں کے

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى
کہہ دے اے کتاب والو تم کسی راہ پر
شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ
نہیں ہو جب تک تم تورات اور
الْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ
انجیل کو اور وہ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر
رَّبِّكُمْ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا
نازل ہوا قائم نہ کرو اور اس کلام سے ان میں
مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ
بہتوں کی شرارت اور کفر میں
طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ
زیادتی ہوگی پس تو کفار
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾
پر افسوس نہ کر

شَیْءٍ: کوئی چیز، کوئی بات۔ یہاں شے سے مراد چیز یعنی ایک راہ ہے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ جن کو تورات اور انجیل جیسی کتابیں ملی ہیں ان کو زیب نہیں دیتا کہ کفر کریں اور کافروں کے ساتھ ملے رہیں اس لیے ان سے پھر کہہ دو کہ وہ اپنی اپنی کتاب پر عمل کریں جب اپنی کتاب پر پوری طرح عمل کریں گے تو ان کے اوپر خواہ مخواہ قرآن عربی اور رسول عربی کا ماننا لازم ہو جاتے گا۔ کیونکہ ان کی اپنی کتاب کا یہی حکم ہے کہ آخری رسول کی فرماں برداری کریں، جب تک وہ اپنی کتاب پر عمل نہیں کرتے ان کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ٹھیک راہ عمل پر ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان کتاب والوں سے کہہ دو کہ تم جب تک اپنی اپنی کتاب تورات اور انجیل پر عمل نہیں کرتے اس وقت تک تم بے ڈھنگی چال چلتے رہو گے۔ کیونکہ جب اپنی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ تو پھر سوا اس کے کہ اپنی خواہشوں کو اپنا رہنما بنا لیں اور کیا ہو گا اور خواہش کے بندے کی کوئی راہ ہی نہیں جدھر اس کی خواہش نے موڑا مڑ گیا۔

یہ لوگ اتنی بات نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید ہماری ہی کتابوں کا بہترین خلاصہ ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیں اس کے برخلاف انہیں ضد ہو گئی ہے کہ جو قرآن کہے وہی نہیں کرنا۔ اس ضد کی وجہ سے قرآن مجید ان کے لیے الٹا گمراہی کا باعث بن گیا اور ان کی سرکشی، ہٹ دھرمی اور کفر میں اور زیادتی ہو گئی۔

خوف و غم سے نجات

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا
بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے
وَ الصّٰبِئُوْنَ وَ النَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ
اور صابی اور نصاریٰ جو بھی ایمان لائے
بِ اللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ
ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور عمل کرے
صَالِحًا فَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ
نیک پس نہیں خوف ان پر اور
لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۶۹)
نہ وہ غمگین ہوں گے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا
بے شک جو لوگ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں
وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ
اور صابی فرقہ اور نصاریٰ جو کوئی اللہ پر
بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ
ایمان لائے اور روز قیامت پر اور عمل
صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ
نیک کرے ان پر نہ ڈر ہے اور
لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۶۹)
نہ وہ غمگین ہوں گے

قرآن مجید ان کتابوں میں سے جو اللہ کی جانب سے اپنے بندوں کے پاس بھیجی گئیں۔ سب سے آخری کتاب ہے اس کے نازل ہونے کے وقت یہود بھی موجود تھے جن کے پاس اس سے پہلے تورات آچکی تھی اور نصاریٰ بھی تھے جن کے پاس انجیل موجود تھی حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب جانتے تھے کہ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کی آمد کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی لیکن ان کو دنیا کے تھوڑے فائدوں کے خیال نے اور جانوروں کی سی خواہشوں کے جوش نے اندھا کر دیا اور مخالفت پر تُل گئے اور ان کے دیکھا دیکھی جاہل عرب بھی اسلام دشمنی میں اور تیز ہو گئے:

یہود اور نصاریٰ کو پچھلی آیتوں میں بتلا دیا گیا کہ ان کی بہتری اس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب قرآن مجید کے ماننے میں ہے اور وہ ان کو نہ مان کر بڑی غلطی کر رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد پر اڑ گئے کہ ہم ہی اللہ کے مقبول بندے ہیں ہم کو عذاب نہیں ہو سکتا ان کے اس خیال کو بہت شدت سے غلط بنایا گیا ہے اور صاف بتا دیا گیا ہے کہ نجات کا دار و مدار کس چیز پر ہے۔

ارشاد ہے کہ کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہے یا یہودی۔ نصاریٰ۔ صابی وغیرہ کچھ ہی کہے' بہرحال وہ انسان ہے' انسان کے دکھ درد سے چھٹنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اللہ کو جیسا ماننا چاہیئے' مانے اس پر ایمان لائے اور قیامت کو برحق سمجھے اور نیک کام کرے۔ ایسے شخص کو خوف اور رنج دونوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔ ظاہر ہے جو اللہ تعالیٰ کو مانے گا۔ ممکن نہیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے۔ پس نجات کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ کو اور اس کے رسولوں کو مانو اور نیک کام کرو۔ ایسے آدمی کو نہ کسی کا ڈر رہے گا نہ کسی بات کا رنج پاس پھٹکے گا۔ عمل کے بغیر محض نام کچھ کام نہ دے گا:

خواہش کے غلام

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ
البتہ ضرور لیا ہم نے پختہ قول بنی اسرائیل سے
وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا
اور بھیجے ہم نے ان کی طرف رسول جب کبھی
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى
آیا ان کے پاس کوئی رسول ساتھ اس کے جو نہ چاہتے تھے
اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا
ان کے جی بعضوں کو جھوٹا کہہ دیا اور بعضوں کو
يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾
مار ڈالتے تھے

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ
ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ قول لیا تھا
وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا
اور ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے جب ان کے
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى
پاس کوئی رسول وہ حکم لایا جو ان کے جی کو
اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا
خوش نہ آیا تو بعضوں کو جھٹلایا اور بعضوں کو
يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾
قتل کر ڈالتے تھے

پچھلی آیت میں انسان کو اس کی بہتری اور بھلائی کا راستہ بتا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ ذات پات۔ نسل۔ مذہبی لقب اور بڑھ چڑھ کر دعووں سے کچھ کام نہیں بنے گا، یہ سب باتیں فضول ہیں۔ اسلام کا فیصلہ ہے کہ جو کوئی غم و رنج اور ڈر سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہے۔ اس کے لیے فقط ایک ہی راستہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصلی کمزوری جو اسے گناہ کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کا کھول کر پتہ بتا دیا ہے۔ اور اس کی مثال میں پھر بنی اسرائیل کا طرز عمل بیان کیا۔ کہا ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس رسول آئے اور اللہ کے احکام لائے۔ لیکن یہ احکام ان کو ان کی بیجا خواہشوں سے روکنے والے تھے اور یہ لوگ اس بات کے عادی ہو چکے تھے کہ جو جی میں آئے وہی کریں۔ خواہ بعد میں تکلیف ہی اٹھائیں۔ انسان کا تجربہ بھی یہی کہتا ہے کہ جب کسی کی شامت آتی ہے تو وہ باؤلوں کی طرح اپنی خواہشیں پوری کرنے میں لگ جاتا ہے۔ چنانچہ جس شخص یا جس قوم کو دیکھو کہ وہ مویشیوں کی طرح چرتی درندوں کی طرح پھاڑتی اور جانوروں کی طرح شہوت پوری کرنے میں لگی رہتی ہے سمجھ لو کہ دیر یا سویر اس کے سر پر کوئی بڑی زبردست آفت آنے والی ہے۔

بنی اسرائیل نے رسولوں کی ایک نہ سنی بہت سوں کو تو جھوٹا کہہ کر ٹال دیا۔ جو زیادہ سمجھانے لگے انہیں جان سے مار ڈالا۔ مثلاً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام وغیرہ۔ یہ سب کچھ انہوں نے شیطانی خواہشوں میں پھنس کر کیا۔ یہی کم بخت خواہشیں ہیں جو انسان کو نیک کام کرنے سے روکتی ہیں۔

گناہوں کا بدلہ

وَ حَسِبُوْٓا اَنْ لَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ
اور گمان کیا انہوں نے کہ نہ ہوگی کچھ خرابی
فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ
پس وہ اندھے ہوئے اور بہرے ہوگئے پھر توجہ کی
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا
اللہ نے ان پر پھر اندھے ہوئے اور بہرے ہوئے
كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ
بہت ان میں سے اور اللہ دیکھتا ہے
بِ مَا يَعْمَلُوْنَ (۷۱)
اس کو جو وہ کرتے ہیں

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ
اور انہوں نے خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی
فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ
پس اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا
نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں سے بہت
كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ
اندھے اور بہرے ہوتے اور اللہ دیکھتا ہے
بِمَا يَعْمَلُوْنَ (۷۱)
جو کچھ وہ کرتے ہیں

اس سے پہلے بتایا گیا کہ انسان کی نجات کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:
(۱) اللہ کو مانے۔ اگر اللہ کو مانے گا تو اس کے رسول کو ضرور پہچانے گا (۲) آخرت پر ایمان لائے (۳) نیک کام کرے۔ ان تینوں باتوں کے اختیار کرنے والے کو دونوں جہان میں نجات ملے گی۔

بنی اسرائیل نے ان باتوں کا اللہ سے عہد کیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ اس عہد و پیمان کو بھول گئے اور اللہ کی نافرمانی کی۔ جس کا کھلم کھلا نشان یہ تھا کہ اس کے رسولوں کو جھوٹا قرار دیا اور بہت سوں کو جان سے مار دیا۔ اس سے ان کے ایمان کی اور نیک کاموں کی کیفیت معلوم ہوگئی۔ ایمان والے ہوتے تو اللہ کی نافرمانی نہ کرتے اور نیک کام کرنے والے ہوتے تو اللہ کے رسولوں کو قتل نہ کرتے۔

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے اس کے بجائے کہ قیامت کو برحق مانیں اور بُرے کاموں کی سزا ملنے کے قائل ہوں الٹا یہ خیال دل میں جما لیا کہ جو چاہے کرو کوئی حرج نہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے نیک کام کرنے والوں کی باتیں سننی چھوڑ دیں اور اندھے اور بہرے بن گئے۔ اللہ نے ان پر دُنیا کا عذاب مسلّط کیا۔ اور بُخت نصر نے ان پر حملہ کر کے ان کے ملک کو ویران کر دیا اور ان کو قیدی بنا کر بابل شہر لے گیا۔ اس بلا سے مشکل سے پیچھا چھوٹا تو توبہ کی اور اللہ نے ان کی دعا قبول کی۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد آنے والی نسلوں نے پھر وہی رویّہ اختیار کیا۔ دل کھول کر گناہوں میں پھنس گئے اور پھر ویسے ہی اندھے بہرے بن گئے۔ سچ ہے انسان کی خواہشیں اس کو اندھا بہرا بنا دیتی ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ گناہوں کی پکڑ نہ ہوگی تم اندھے بنو تو بنو اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور جو کچھ تم کرتے رہو اس کی نگاہ میں ہے اس سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔

نصارٰی کا شرک

لَ قَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
البتہ تحقیق کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا تحقیق
اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَ
اللہ وہی مسیح ہے بیٹا مریم کا اور
قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا
کہا مسیح نے اے اولاد اسرائیل بندگی کرو
اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ
اللہ کی رب میرا اور رب تمہارا بیشک بات یہ ہے جو
يُّشْرِكْ بِ اللّٰهِ فَ قَدْ حَرَّمَ
شریک کرے ساتھ اللہ کے پس تحقیق حرام کر دی
اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰى هُ
اللہ نے اس پر جنت اور ٹھکانا اس کا
النَّارُ وَ مَا لِ الظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾
آگ ہے اور نہیں واسطے ظالموں کے کوئی مدد گار

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا تحقیق
اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ
اللہ وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے اور
قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا
مسیح نے کہا ہے اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت
اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ
کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بیشک جس نے
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ
اللہ کا شریک ٹھہرایا پس تحقیق حرام کر دی
اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ
اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا
النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾
دوزخ ہے اور کوئی گنہ گاروں کی مدد کرنے والا نہیں

اس آیت میں نصارٰی کا حال بیان کیا جاتا ہے اور ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم بھی اپنے رسول مریم کے بیٹے عیسٰی علیہ السلام کے حکم کو نافرمانی کر رہے ہو اور انجیل کے حکم کو بھی صاف جھٹلا رہے ہو کہ اس رسول آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لاتے اور خبر نہیں کس دلیل سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کہتے ہو کان کھول کر سن لو کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تو یہی ہے جو مریم کے بیٹے کی شکل میں دنیا کے اندر ظاہر ہوا ہے وہ اللہ کے مرتبہ کو نہیں جانتے اور کافر ہیں۔ مسیح نے جو کچھ کہا تھا یہ اس کے بالکل خلاف کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو بنی اسرائیل کو یہ کھلا پیغام دیا کہ اے اولاد یعقوب کی اولاد! میرا رب اور تمہارا رب اللہ ہے اس کے آگے سر جھکاؤ اور اس کی عبادت کرو۔ اس میں بالکل شک کی گنجائش نہیں کہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا اور اس کو اس کے برابر کا معبود مانے گا۔ اللہ نے اسے جنت سے بالکل محروم کر دیا ہے اور جنت کا دروازہ اس کے لیے بند ہے۔ وہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جو آگ کا ایک ڈھیر ہے۔ وہ یہ ظلم کر رہا ہے کہ اللہ کو اس کے مرتبے سے نیچے لا رہا ہے اور ایک انسان کو اس کے برابر کا ٹھہرا رہا ہے۔ ان ظالموں سے پوچھو کہ مسیح تو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ اور اللہ تعالٰی کو اپنا آقا اور رب مانتے ہیں پھر تم انہیں اللہ کیسے کہتے ہو؟

تثلیث کفر ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
البتہ بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا تحقیق اللہ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ
تیسرا ہے تین کا اور نہیں کوئی معبود
اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا
بجز معبود ایک کے اور اگر نہ رُکے
عَنْ مَّا يَقُوْلُوْنَ لَ يَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ
اس سے جو وہ کہتے ہیں تو البتہ ضرور پہنچے گا ان کو جنہوں نے
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾
کفر کیا ان میں سے عذاب دکھ والا
اَ فَ لَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ
کیا پس نہیں توبہ کرتے ہیں طرف اللہ کی اور
يَسْتَغْفِرُوْنَ هٗ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ
گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾
مہربان ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م وَمَا مِنْ اِلٰهٍ
تین ہیں کا ایک ہے حالانکہ کوئی معبود نہیں
اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا
بجز ایک معبود کے اور اگر وہ اس بات سے باز نہ
عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ
ہوئے جو وہ کہتے ہیں تو بے شک ان میں سے کفر پر
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾
قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا
اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ
یہ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور
يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
اس سے گناہ کیوں نہیں بخشواتے اور اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾
مہربان ہے۔

ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ : تیسرا تین کا (تین چیزوں کے مجموعہ میں ہر ایک مجموعہ کا تیسرا ہے عربی میں تین کو ثلٰثۃ کہتے ہیں اور تیسرے کو ثالث کہتے ہیں اس لیے ثلٰثۃ (تین) میں ہر ایک ثالث (تیسرا) ہے سو اس کا ترجمہ تین میں ایک یا تین میں تیسرا کیا جائے۔ بات ایک ہی ہے۔

لَيَمَسَّنَّ (البتہ ضرور پہنچے گا) یہ مَسّ سے بنا ہے جس کے معنی چھونے کے ہیں جو چیز بدن کو چھوئے گی۔ وہ جسم تک ضرور پہنچے گی۔ اس لیے اس کا ترجمہ "پہنچے گا" کیا گیا۔

عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے، یہ لوگ عجیب بیہودہ بات کہتے ہیں کہ "اللہ تین میں سے ایک ہے"۔ ان تین کی فہرست یہ ہے اللہ۔ عیسیٰ مسیح اور روح القدس یا اللہ۔ عیسیٰ مسیح اور مریم مطلب یہ ہے کہ اللہ دو اور چیزوں سے مل کر پورا ہوتا ہے اور ان کے مانے بغیر ایمان ادھورا رہتا ہے اس آیت میں ان عقیدہ والوں کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ خود کامل ہے کوئی اور چیز اسے کامل نہیں بناتی اور وہ اپنے وجود میں کسی اور کا محتاج نہیں وہی اکیلا معبود ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ ان بیہودگیوں سے اللہ کے آگے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے اپنا گناہ کیوں نہیں بخشواتے وہ بڑا مہربان اور بخشش کرنے والا ہے ؛

حضرت مسیحؑ اور مریمؑ کی حیثیت

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ
نہیں مسیح بیٹا مریم کا مگر رسول
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ أُمُّهُ
تحقیق گذر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں
صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ
ولی ہے تھے وہ دونوں کھاتے کھانا دیکھ
كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ
کیسے بیان کرتے ہیں ہم ان کے لیے دلیلیں پھر
انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ
دیکھ کہاں الٹے جا رہے ہیں وہ کہہ کیا پوجتے ہو تم
مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ
سوا اللہ کے وہ جو نہیں مالک ہے تمہارے لیے
ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ
برائی کا اور نہ بھلائی کا اور اللہ وہی ہے
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾
سننے والا جاننے والا

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾

مریم کا بیٹا مسیح رسول کے سوا کچھ نہیں اس سے پہلے بہت رسول گذر چکے اور اس کی ماں ولی ہے یہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھ ہم ان کو کیسے دلیلیں بتاتے ہیں پھر دیکھ کہ وہ کہاں الٹے جا رہے ہیں تو کہہ دے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے بُرے کی مالک ہے نہ بھلے کی اور اللہ وہی سننے والا جاننے والا ہے

صِدِّيقَةٌ: (ولی) سب سے اونچے درجے کا انسان نبی ہے۔ یہ سب مرد ہوتے ہیں۔ اس سے دوسرے درجے کا انسان صدیق ہے جو سچی باتوں کو صاف سمجھ لیتا ہے۔ ایک پاکباز عورت بھی اس درجہ کو پہنچ سکتی ہے اور اس کو صدیقہ کہتے ہیں۔

اس آیت میں حضرت عیسٰے مسیح علیہ السلام کی بابت ٹھیک باتیں بتائی گئی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ وہ اللہ کے رسول تھے اس سے بڑھ کر ان کو کچھ اور نہ سمجھنا چاہیے۔ وہ نہ خدا ہو سکتے ہیں نہ اس کی خدائی کے حصہ دار۔ اور رسول ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، جیسے پہلے نبی اور رسول بشر تھے ایسے ہی مسیحؑ بھی بشر ہیں۔ ہاں بہ حیثیت نبی ان کا مرتبہ بلند ہے ان کی والدہ بھی بشر ہیں اور ان کا مرتبہ بھی بلند ہے اور وہ صدیقہ ہیں، ان دونوں کے بشر ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ دونوں کھانا کھانے کے محتاج تھے۔ جس سے ان کی زندگی قائم رہے، اللہ کسی چیز کا محتاج نہیں اور ارشاد ہے کہ دیکھو ہم ان کے سامنے سچی سچی باتیں کس قدر کھول کر بیان کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ غلط باتوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں بھلا جو نہ نفع دے اور نہ ضرر کا مالک ہو اور نہ سنے نہ سمجھے اس کی عبادت کیسی؟ یہ سب صفتیں تو اللہ ہی میں ہیں۔

دین میں غلو

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا
کہہ اے اہل کتاب مت بڑھاؤ
فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا
بیچ اپنے دین کے نا حق اور مت
تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا
پیروی کرو خیالات کی ان قوم کے جو سچ مچ بھٹکے
مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ
تم سے پہلے اور گمراہ کر گئے بہت سوں کو اور
ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع
بھٹک گئے سیدھی راہ کی

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا
تو کہہ اے اہل کتاب ناحق مبالغہ نہ کرو
فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا
اپنے دین کی باتوں میں اور ان
تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا
لوگوں کے خیالات پر نہ چلو جو پہلے گمراہ
مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ
ہو چکے ہیں اور بہت سوں کو گمراہ کر
ع ۱۱ ۱۴ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع
گئے اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے

لَا تَغْلُوْا (مت بڑھاؤ) غلو سے ہے جس کے معنی ہیں حد سے نکل جانا ضرورت سے زیادہ کھنا یا کرنا۔

اَهْوَآءَ (خیالات) ہویٰ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں من گھڑت خواہش اور بے اصل بات۔

پچھلے سبق میں سمجھایا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ دونوں خوراک کے محتاج تھے اور اللہ ان باتوں سے پاک ہے۔ علاوہ ازیں مسیحؑ خود اقرار کرتے ہیں کہ میرا اور تمہارا معبود ایک اللہ کے سوا اور کوئی نہیں وہی پورے طور پر اچھی طرح سب سے واقف ہے اور سب کی سنتا ہے، وہی سب کا مالک ہے ضرر اور نفع پہنچانا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں تک اللہ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ کھانے کا محتاج نہ ہو، ضرر اور نفع پہنچا سکے۔ سب کی سنتا اور سب کو جانتا ہو۔ یہ تینوں باتیں ایک اللہ کے سوا کسی میں نہیں۔ اس لیے اس کے سوا کسی کو معبود ٹھہرانا اور اس کے آگے عاجزی سے جھکنا غلط اور بیکار ہے۔

پہلے اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کہ اپنے دین میں غلط اور جھوٹی باتیں نہ بڑھائیں اور لوگوں کی نقل نہ کریں۔ کیونکہ وہ تو خود بھی گمراہ تھے اور بہت سوں کو گمراہ کر گئے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انجیل میں تو شرک سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن بعد میں نصاریٰ کے ایک عالم پولوس نے یونانیوں اور رومیوں کی دیکھا دیکھی اپنے مذہب میں بھی بت پرستی کو فروغ دیا، اور جیسے وہ اپنے دیوتاؤں کو خدا کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور ان دیوتاؤں کی طرح خدائی صفات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بیان کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ عیسائی مذہب پرانے غلط مذاہب کی نقل بن کر رہ گیا۔

ارشاد ہے کہ وہ لوگ تو خود بھٹکے ہوئے اور دوسروں کو بہکانے والے تھے۔ سیدھا راستہ چھوڑ چکے تھے، تم ان کی باتیں مت سیکھو اپنی کتاب کی ٹھیک پیروی کرو۔

لعنت کا سبب

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
لعنت کیے گئے جو کافر ہوئے بنی اسرائیل میں سے
عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ
اوپر زبان داؤد اور عیسیٰ بیٹے مریم کے
ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
وہ اس لیے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور تھے حد سے گذرتے ہوئے
کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ ؕ
تھے وہ نہ منع کرتے آپس میں بُرے کام سے جو وہ کرتے تھے
لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾
البتہ برا ہے وہ جو تھے وہ کرتے

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
بنی اسرائیل میں کے کافر ملعون ہوئے
عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ
داؤد کی اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبانی
ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے
کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ ؕ
آپس میں بُرے کام سے جو وہ کر رہے تھے منع نہ کرتے تھے
لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾
کیا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے

عَصَوْا: (نافرمانی کی انہوں نے) عصیان سے ہے جس کے معنی ہیں نافرمانی کرنا اور حکم نہ ماننا۔ لفظ عاصی بھی اسی سے بنا ہے۔

یَعْتَدُوْنَ: (حد سے گذر گئے تھے) عدوان سے ہے جس کے معنی ہیں حد سے آگے بڑھنا، زیادتی اور سرکشی کرنا۔

لَا یَتَنَاھَوْنَ: (نہ روکتے تھے) تناہی سے ہے۔ اس کا مادہ نہی ہے۔ نہی کے معنی ہیں منع کرنا۔ "تناہی" کے معنی ہیں خود رک جانا اور آپس میں ایک دوسرے کو روکنا ہیں۔ یہاں دونوں معنی ٹھیک ہیں۔ ترجمہ میں دوسرے معنی اختیار کیے گئے ہیں۔

پچھلے سبق میں اہل کتاب کو عام طور پر نصیحت کی گئی تھی کہ دین میں ایسی باتیں شامل نہ کریں جو اس میں نہیں ہیں اور پہلے بے دین لوگوں اور بت پرستوں سے لی گئی ہیں۔

اس آیت میں ان کو ڈرایا گیا ہے کہ تمہاری بُری عادتوں کی وجہ سے دو بڑے مرتبہ والے رسول یعنی داؤدؑ اور عیسیٰؑ تمہیں ملعون قرار دے چکے ہیں۔ اس لعنت سے نکلنا ہے تو اسلام قبول کرو ورنہ اس کا نتیجہ تمہارے لیے بُرا ہوگا۔

ارشاد ہے کہ داؤدؑ اور عیسیٰؑ نے یہود کے کافروں پر لعنت کی۔ اس کی تین وجوہ بیان کی گئیں:

(۱) ایک یہ کہ گناہوں میں پھنسے ہوئے تھے (۲) دوسرے یہ کہ دین کی قائم کی ہوئی حدیں توڑ چکے تھے اور بُرے کاموں کی عادت ان میں عام ہو چکی تھی (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ نہ تو گناہوں سے کوئی آپ رکتا تھا اور نہ دوسرے کو روکتا تھا۔

جب کسی قوم کی عادتیں اس قدر بگڑ جائیں کہ گناہ کو معمولی شغل بنا لے اور بُری باتوں سے ان میں نہ کوئی رکنے والا ہو نہ روکنے والا بلکہ اس کے برخلاف بزدل کو اچھا سمجھا جانے لگے تو وہ قوم لعنت کی مستحق ہوتی ہے، وہ اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس کا ذلیل اور برباد ہو جانا یقینی ہے کیونکہ گناہ پر کوئی پرسش نہ ہو تو اول تو گنہ گار خود بھی گناہ چھوڑنے کی کوشش نہیں کرتا پھر اس کی کوئی پکڑ نہ ہوتی دیکھ کر اوروں کو بھی گناہ کرنے کی دلیری ہوتی ہے یوں ساری قوم بگڑ کر برباد ہو جاتی ہے۔

کفّار کی دوستی

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
دیکھتا ہے تو بہت سے ان میں سے کہ دوستی کرتے ہیں وہ ان سے جو کافر ہوئے
لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ
البتہ برا ہے جو پیشگی بھیجا اپنے لیے خود انہوں نے وہ یہ کہ
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ
غضبناک ہوا اللہ ان پر اور بیچ عذاب کے
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ
وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اگر ہوتے وہ کہ ایمان لاتے
بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ
ساتھ اللہ کے اور نبی کے اور جو اترا
اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ
طرف اس کے نہ بناتے ان کو دوست اور لیکن
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾
بہت سے ان میں سے نافرمان

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
تو دیکھتا ہے ان میں کہ بہت سے لوگ کافروں سے دوستی کرتے ہیں
لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ
اپنے واسطے انہوں نے کیا ہی برا سامان بھیجا ہے وہ یہ کہ
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ
اللہ کا غضب ان پر ہوا اور وہ عذاب میں
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ
ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اگر وہ
بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ
اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو نبی پر اترا یقین
اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ
رکھتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾
ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ یہودیوں میں گناہوں کا عام رواج ہوگیا تھا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت داؤدؑ اور پھر حضرت عیسٰیؑ نے ان پر لعنت کی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی انہوں نے ان سے دشمنی کی۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ اب بھی ٹھیک راستے پر چلنے والوں سے دشمنی کر رہے ہیں اور گمراہ لوگوں سے دوستی گانٹھتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ یہ بہت برا کام ہے۔ دنیا سے ٹھیک باتوں کو مٹانے اور بری باتوں کے پھیلانے کا باعث بنے اس کی سزا یہ ہوگی کہ ان پر دنیا اور عقبیٰ میں اللہ کا غضب نازل ہوگا۔

آگے ارشاد ہے کہ اگر ان کا اللہ پر، اس کے نبیوں پر اور ان کی کتابوں پر ایمان ہوتا تو یہ کبھی کافروں، شریروں اور مفسدوں سے یارانہ نہ گانٹھتے۔ لیکن یہ زیادہ تر نافرمان ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دراصل اللہ اور نبی پر ایمان ہی نہیں۔

یہاں ہم کو یہ سوچنا چاہیئے کہ آج کل کہیں ہم میں بھی یہی برائیاں تو نہیں آگئی ہیں جو یہود میں تھیں کیا ہمارا ایمان درست ہے ——؟ اس کی درستی کی نشانی یہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ دوستی اور بروں کے ساتھ بے تعلقی ہو کیا ہم میں یہ بات ہے اگر نہیں تو اس کا تدارک ضروری ہے :

یہود و نصاریٰ کا موازنہ

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً
البتہ ضرور پائے گا سخت ترین سب لوگوں سے دشمنی میں
لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَ الَّذِیْنَ
ان کے ساتھ جو ایمان لائے یہود کو اور ان کو جو
اَشْرَکُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ
مشرک ہوئے اور البتہ تو ضرور پائے گا زیادہ قریب ان میں سے
مَّوَدَّۃً لِّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ
محبت کرنے میں ساتھ ان کے جو ایمان لائے ان کو جو
قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ
کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً
تو پاوے گا سب سے زیادہ دشمن
لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ
مسلمانوں کا یہودیوں کو اور مشرکوں
اَشْرَکُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ
کو اور تو پائے گا محبت میں
مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ
مسلمانوں سے نزدیک ان لوگوں کو جو
قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ
کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں

اسلام کے ظاہر ہوتے ہی اس کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ فقط دنیا کے فائدے چاہتے تھے کہ سب پر غالب تو فقط ہم رہیں اور باقی لوگ ہم سے دب کر ہماری خدمت کریں اور جس طرح ہم چاہیں چلیں۔ اس کا نتیجہ سوا اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپس میں ہر وقت لڑائی رہے اور ضرورت کی چیزیں ایک دوسرے سے چھین کر حاصل ہوں۔ اسلام نے ان خرابیوں کو دور کرنا چاہا، اور سب کو ایک خیال پر جمع کر کے ان کو آپس میں بھائی چارے کے طریقے پر ڈالنا چاہا۔ خود غرض لوگوں کو اس میں اپنی موت دکھائی دی۔ ہر ایک نے یہ سوچا کہ اس طرح مل جل کر رہنے سے تو ہماری سرداری کا کبھی موقعہ نہیں آ سکتا۔

سب سے زیادہ خود غرضی یہودیوں میں تھی۔ اس لیے سب سے بڑھ کر اسلام کے دشمن وہی ہوئے، ان کے بعد عرب کے مشرک لوگ تھے۔ یہ تھے ہی جاہل۔ جب یہود جیسے پڑھے لکھے لوگ بگڑ گئے تو ان کا تو ذکر ہی کیا تھا۔ یہ تو مسلمانوں سے خوب ہی لڑے۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کی وجہ بتائی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ مسلمانوں کے دشمن یہود اور مشرک ہیں کیونکہ یہ پرلے درجے کے خود غرض ہیں۔

ہاں عیسائی ایسے سخت دشمن نہیں ہیں۔ چنانچہ حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے ہاں پناہ دی۔ روم وغیرہ کے عیسائی بادشاہوں نے بھی آپ کے بھیجے ہوئے پیغام کی بے ادبی نہیں کی۔ اس کے برخلاف یہودیوں نے مسلمانوں کو خوب ستایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا۔ پتھر گرا کر بے خبری میں مار ڈالنے کی کوشش کی۔ لڑائی میں مشرکوں کی مدد کی۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ یہودی اور مشرک سب سے زیادہ سخت دل ہیں اور عیسائی ان کے مقابلے میں زیادہ نرم دل اور سمجھ دار ہیں۔

نرم دلی کے اسباب

ذٰلِكَ بِ اَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ
یہ بوجہ اس کے کہ ان میں عالم ہیں
وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّ هُمْ لَا
اور درویش اور یہ کہ وہ نہیں
يَسْتَكْبِرُوْنَ (۸۲)
بڑے بنتے

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ
یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں عالم
وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا
اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں
يَسْتَكْبِرُوْنَ (۸۲)
کرتے

قِسِّيْسِيْنَ: قسیس کی جمع ہے۔ قسیس کے معنی عالم ہیں۔ جن کو آج کل پادری وغیرہ کہتے ہیں۔

رُهْبَانٌ: راہب کی جمع ہے۔ راہب کے معنی ہیں دنیا سے قطع تعلق کرکے دینی کام اور عبادت میں مشغول رہنے والا فقیر اور درویش۔

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے دشمن یہودی اور مشرک ہیں۔ اس کے مقابلے میں وہ لوگ جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں مسلمانوں سے محبّت کرنے میں ان سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس سے کوئی یہ سمجھ سکتا تھا کہ یہود اور مشرک ہمیشہ مسلمانوں کے دشمن ہوں گے اور نصاریٰ ہمیشہ مسلمانوں کے دوست بن سکتے ہیں۔ آج کی آیت میں بتا یا گیا ہے کہ قاعدہ بنا لینا صحیح نہیں بلکہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور دوستی کا دار و مدار چند صفتوں پر ہے۔

جس وقت قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ اس زمانے میں ان صفتوں کا یہودیوں میں اور مشرکوں میں نام و نشان بھی نہ تھا اور نصاریٰ میں یہ صفتیں موجود تھیں۔ اگر کبھی نصاریٰ میں بھی یہ صفات نہ رہیں تو وہ بھی مسلمانوں کے دشمن ہو سکتے ہیں۔ آج کے سبق میں ان صفتوں میں سے دو صفتیں بیان کی گئی ہیں باقی آگے بیان کی جائیں گی۔

ارشاد ہے کہ مسلمانوں سے یہود اور مشرکوں کی دشمنی اور نسبتاً نصاریٰ کے قرب کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے اندر اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھنے کی بیماری نہیں ہے۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس زمانے کے یہودی دین کے صحیح علم سے بالکل کورے تھے۔

اس کے خلاف عیسائیوں نے مختلف موقعوں پر ظاہر کیا کہ ان میں دین کی باتوں کی سمجھ زیادہ ہے۔ ان سب سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہودی سخت دل اور ضدی تھے اور یہ ان کی جہالت کی نشانی ہے۔ وہ مال و دولت کے بہت لالچی تھے، اور اپنے ہی نفع کی دھن میں ہر وقت رہتے تھے، یہ دنیا کی محبّت کی علامت ہے، وہ اپنے آپ کو خواہ مخواہ سب سے بڑا سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تکبّر میں مبتلا تھے جس میں یہ بُری صفتیں ہوں گی۔ وہ نیک لوگوں کا دشمن ہوگا خواہ وہ یہودی ہو، نصرانی ہو یا مشرک ہو۔ بلکہ اگر کوئی مسلمان ان آفتوں میں مبتلا ہو جائے۔ تو وہ بھی اپنے نیک مسلمان بھائیوں کا دشمن ہو جائے گا۔

نرم دل ہونے کی پہچان

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ
اور جب سنتے ہیں جو اتارا گیا طرف رسول کی
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
تو دیکھے تو ان کی آنکھیں بہ پڑتی ہیں آنسوؤں سے
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
اس وجہ سے کہ پہچان لیا انہوں نے سچی بات کو کہتے ہیں وہ اے ہمارے رب
اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ
ایمان لائے ہم پس لکھ لے ہم کو ساتھ گواہوں کے اور
مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا
کیا ہوا ہم کو کہ نہ ایمان لائیں ہم ساتھ اللہ کے اور اس کے جو
جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا
آئی ہمارے پاس سچائی سے اور توقع رکھیں ہم یہ کہ داخل کرے ہم کو
رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾
ہمارا رب ساتھ قوم نیک بختوں کے

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ
اور جو کچھ رسول پر اترا جب اسے سنتے ہیں
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
تو ان کی آنکھوں کو تو دیکھے کہ آنسوؤں سے ابلتی ہیں
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
چونکہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا کہتے ہیں اے ہمارے رب
اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ
ہم ایمان لائے سو تو ہم کو ماننے والوں کے ساتھ لکھ اور
مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا
ہم کو کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم کو حق سے پہنچی
جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا
ایمان نہ لائیں اور اس کی توقع رکھیں کہ ہمارا رب
رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾
ہم کو نیک بختوں کے ساتھ داخل کرے

تَفِيْضُ: فیض سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز سے بھر کر ابل پڑنا یہاں مراد یہ ہے کہ ان کی آنکھوں میں اتنے آنسو بھر آتے ہیں کہ باہر نکل پڑتے ہیں۔
شٰهِدِيْنَ: شاہد کی جمع ہے وہ شخص جو کسی بات کو سچا کہے اور اس کو مانے۔

اس آیت میں اس زمانے کے یہود اور نصاریٰ میں فرق دکھایا گیا ہے۔ یہود اتنے سخت دل تھے کہ قرآن پاک کو سن کر اس کی ہنسی اڑاتے تھے دوسری طرف نصاریٰ قرآن شریف سن کر اس کی سچائی کی تاثیر سے رونے لگتے تھے ایک تو جس وقت کہ کچھ مسلمان مجبور ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں کے بادشاہ نجاشی کو قرآن شریف کی سورت مریم سنائی تو بادشاہ پر اتنا اثر ہوا کہ وہ رونے لگا اور قرآن شریف کی سچائی کو مان گیا۔

دوسرے جب مدینہ میں کچھ عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیسائیوں کے نمائندے بن کر آئے تو قرآن شریف کو سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ ایمان لے آئے اور کہہ اٹھے کہ اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم کو ایمان لانے والوں میں لکھ لے اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم اس پر ایمان نہ لائیں اور ہمارے پاس جو سچی بات پہنچی ہے اسے نہ مانیں اور پھر امید رکھیں کہ اللہ ہم کو اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے گا۔

ایمان کا بدلا

فَاَثَابَ هُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ
پس تو بدلہ دیا ان کو اللہ نے بدلے اس کے جو انہوں نے کہا باغ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ
کہ چلتی ہیں جن کے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں
فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ (۸۵)
اس میں اور یہ ہے بدلا نیکی کرنے والوں کا
وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِ اٰیٰتِ نَآ
اور جو لوگ کافر ہوئے اور جھٹلایا ع آیتوں کو ہماری
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ (۸۶)
وہ ہیں ساتھی دوزخ کے

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ
پھر اس کہنے پر اللہ نے ان کو بدلے میں ایسے باغ دیئے
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ
کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہی رہا
فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ (۸۵)
کریں اور یہ ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا
وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ
اور جو لوگ منکر ہوئے اور ہماری آیتوں کو
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ (۸۶) ع
جھٹلانے لگے وہ دوزخ کے رہنے والے ہیں

اَثَابَ : بدلہ دیا۔ اثابۃ سے ہے جو ثواب سے بنا ہے ثواب کے معنی ہیں نیک بدلہ۔ اثابۃ کے معنی بدلہ دینا۔

اَصْحَابُ : ساتھی۔ صاحب کی جمع ہے جو صحبت سے بنا ہے صحبت کے معنی ہیں ساتھ۔ صاحب کے معنی ہیں ساتھی۔ دوست کسی چیز کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا کسی لفظ کے ساتھ مل کر اس کے معنی "والا" کر لیے جاتے ہیں۔ اصحاب الجنۃ جنّت والے اصحاب النار۔ دوزخ والے

جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا اور کہا کہ یہ سچا نبی ہے اور یہ سچی کتاب ہے ان کے لیے ان کے اس کہنے کے بدلے میں اللہ نے بڑا اچھا انعام تجویز کر رکھا ہے۔ جو ان کو آخرت میں دیا جائے گا اور چونکہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ اس لیے اس آیت میں اس کو اس طرح کہا گیا ہے۔ بدلہ دے دیا۔ یہ لوگ جو قرآن مجید سن کر ایمان لے آئے عیسائیوں میں بہت زیادہ تھے اور یہودیوں میں بہت کم۔ اسی لیے پچھلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ یہود مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں اور نصاریٰ اتنے نہیں۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ پر موقوف نہیں۔ جس قوم میں یہ صفات ہوں گی یعنی دین کا علم۔ دنیا سے دل ہٹا ہوا ہونا۔ تکبّر نہ ہونا۔ وہ قوم مسلمانوں سے بہت جلد محبّت کرنے لگے گی۔ ورنہ پھر وہ مسلمانوں کے سخت دشمن ہوں گے۔

ارشاد ہے کہ اللہ ایمان لانے والوں کو بدلے میں سرسبز اور سیراب باغوں میں رہنے کی جگہ دے گا جس میں خوش گوار نہریں بہتی ہوں گی اور ان کے رہنے کی جگہ ہمیشہ کے لیے وہی ہوگی۔ نیک لوگوں اور اچھے اعمال والوں کی جزا یہی ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ جو لوگ ہماری اتاری ہوئی آیتوں کو جھوٹی بتلاتے ہیں۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

یہود اور نصاریٰ کا طرزِ عمل

قرآن مجید انسان کو اس دنیا میں اس راستہ پر چلنا سکھانا چاہتا ہے۔ جس پر چلنے سے اس کو یہاں بھی چین اور آرام ملے اور مرنے کے بعد بھی اس کو ہمیشہ کی راحت نصیب ہو۔ حقیقت میں انسان کے لیے یہی راستہ مقرر ہے۔ اس کو چھوڑ کر وہ جو راستہ بھی اختیار کرے گا پچھتاوے گا اور اگر اس دنیا میں بظاہر بڑی آفتوں سے بچا ہوا بھی نظر آئے۔ پھر بھی اس کو اصلی خوشی نہیں حاصل ہو سکتی اور مرنے کے بعد تو یقیناً اس کو بڑی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

قرآن مجید کے سمجھانے کا طریقہ اس قدر عجیب و غریب ہے کہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرے اور اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہر ایک کو آسانی سے نصیب نہیں ہوتا کچھ ایسی مشکلات آڑے آجاتی ہیں کہ نہ سننے کا موقع ملتا ہے نہ پڑھنے کا نہ سمجھنے کا۔ بلکہ بعض کو ضد ہو جاتی ہے اور آخر یہ ٹھان لیتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے یہ کیا کہتا ہے ہم تو وہی کریں گے جو ہمارا دل چاہے۔

انسان کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے۔ قرآن مجید اس سے آگاہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا۔ لیکن وہ اس کی وجہ سے سمجھانا نہیں چھوڑتا۔ اور کسی کی ضد دشمنی اور مخالفت کی نہ اسے پروا ہے نہ ڈر ہے، جو کہنا ہے اپنی مؤثر طرز میں نہایت آسانی اور زور کے ساتھ کہتا ہے۔

اس سورت میں بہت سے پہلے کافروں، مشرکوں، یہود و نصاریٰ اور منافقوں کا کچا چٹھا کھولا جا رہا ہے اور مقصود یہ ہے کہ جس کی قسمت میں بچنا ہو۔ ان برائیوں سے بچے اور صحیح راستہ اختیار کرے ان پانچوں قسم کے لوگوں میں سے جس کا جی چاہے۔ ایمان لا کر اور نیک کام کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوار لے۔ ورنہ وہ پچھتائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ وہ سر پکڑ کر رو دے گا۔

یہود و نصاریٰ کا ذکر زیادہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ان سے توقع تھی کہ یہ بات کو سمجھیں گے اور آپ بھی گمراہی سے بچیں گے اور دوسروں کو بھی روکیں گے، لیکن یہود کا یہ حال تھا کہ پہلے زمانہ میں نیک ہونے کا اقرار کر کے پھر گئے اور اپنے نصیحت کرنے والوں کو اذیتیں پہنچائیں۔ یہاں تک کہ نبیوں تک کو قتل کر ڈالا۔ نصاریٰ ان سے کسی قدر بہتر تھے انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ وہ نفرت نہیں برتی جیسی یہودیوں نے برتی۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے بھی اسلام کو اور رسولِ اسلام کو نہ مانا اور اپنے ہی خیالات میں پھنسے رہے۔ آخر میں جو سبق سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام سے وہ شخص نفع اٹھائے گا، جو دین کا علم سیکھے گا اور دنیا سے زیادہ دل نہ لگائے گا اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا نہ سمجھے گا یعنی تکبر میں مبتلا نہ ہو گا۔ عیسائیوں میں پہلے یہی باتیں تھیں اور یہود ان سے کورے تھے اس لیے ان کے دل بہ نسبت یہودیوں کے اسلام کی طرف جلد مائل ہو جاتے تھے ——— ہمیں یہ کرنا چاہیے کہ پچھلے سبقوں پر خوب غور کریں اور پھر دیکھیں کہ کہیں وہ برائیاں ہم میں تو نہیں ہیں جو یہودیوں میں تھیں اور اگر خدانخواستہ اپنے میں ان کی سی کوئی برائی پائیں تو اس سے اپنے آپ کو پاک کریں۔

حلال کو حرام نہ ٹھہراؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مت حرام کرو پاکیزہ چیزیں
مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ
جو حلال کیں اللہ نے تمہارے لیے اور مت حد سے بڑھو بے شک
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوْا
اللہ نہیں پسند کرتا حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اس میں سے
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠
جو دیا تم کو اللہ نے حلال پاکیزہ
وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ
اور ڈرو اللہ سے وہ کہ تم جس پر
مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾
ایمان لانے والے ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ
اے ایمان والو وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے
مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ
حلال کر دیں حرام مت ٹھہراؤ اور حد سے مت بڑھو بے شک
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوْا
اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللہ
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠
کے دیے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو کھاؤ
وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ
اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان
مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾
رکھتے ہو

قرآن مجید لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلانا چاہتا ہے کہ جو باتیں فائدے کی ہیں انہیں اختیار کیا جائے اور جو نقصان پہنچانے والی ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے اس کی آیتوں میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ امر کے معنی ہیں کسی چیز کے کرنے کا حکم، نہی کے معنی ہیں کسی چیز کے نہ کرنے کا حکم۔ یہ احکام کہیں تو صاف صاف ہیں۔ کہ یہ کرو۔ یہ مت کرو اور کہیں دوسرے لوگوں کے حالات ایسے طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ جن سے سوچنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی اچھی باتیں ہمیں اختیار کرنی چاہییں اور ان کی بُری باتیں ہمیں چھوڑ دینی چاہییں۔ یہود میں یہ بُرائی ہے کہ دین سے بے پروا ہیں۔ اور خواہشوں کی پیروی میں لگ گئے ہیں۔ نصاریٰ دین میں بہت کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر اسے بھی دین سمجھتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اچھی اور ستھری چیزوں کو جو تمہارے لیے حلال ہیں کھاؤ پیو۔ لیکن دین کی سرحدوں کے اندر رہو۔ نہ اس میں کمی کرو نہ زیادتی۔ یہود نے حرام چیزوں کو اپنے لیے حلال کرکے جو جی چاہا۔ کیا۔ نصاریٰ نے حلال چیزوں کو بھی چھوڑ دیا۔ اور جوگی اور راہب بن گئے۔ تمہیں چاہیے کہ اس کمی زیادتی سے بچو۔ اور اللہ کا ڈر اور خوف دل میں پیدا کرو۔ اور اس کی مہربانیوں سے اسی کے حکم مانو۔ اپنی خواہشوں کے مطابق فیصلے نہ کرو۔

قسموں کے حکم (الف)

لَا يُؤَاخِذُ كُمُ اللّٰهُ بِ اللَّغْوِ
نہیں پکڑتا تم کو اللہ بوجہ بیہودہ کے
فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُ كُمْ
بیچ قسموں تمہاری کے اور لیکن پکڑتا ہے تم کو
بِ مَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَ كَفَّارَتُ هٗ
بوجہ اس کے کہ مضبوط باندھو تم قسموں کو پس کفارہ اس کا
اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ
کھانا کھلانا ہے دس محتاجوں کو درمیانی درجہ کا
مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْ كُمْ اَوْ كِسْوَتُ
جو کھلاتے ہو تم گھروالوں کو اپنے یا کپڑا پہنانا
هُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ
ان کو یا آزاد کرنا ایک گردن کا

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ
اللہ تم کو تمہاری بیہودہ قسموں پر
فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ
نہیں پکڑتا لیکن اس پر پکڑتا ہے
بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ
جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ
اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ
دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجہ کا
مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
کھانا جو تم اپنے گھر والوں کو دیتے ہو یا دس
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ
محتاجوں کو کپڑا پہنا دینا یا ایک گردن آزاد کرنی

لَا يُؤَاخِذُ: نہیں پکڑتا۔ مواخذہ سے بنا ہے۔ اخذ کے معنی پکڑنا، تھامنا۔ مواخذہ کے معنی ہیں کسی بات پر جواب طلب کرنا، سزا دینا۔

لَغْوِ: بیکار۔ بیہودہ۔ وہ کام جو بے ارادہ ہو جائے۔ یہاں مراد وہ قسم ہے جو بغیر مقصد و ارادہ منہ سے نکل جائے۔

اَيْمَانُ: قسمیں۔ یمین کی جمع ہے جو عربی میں قسم کو کہتے ہیں۔

عَقَّدْتُّمْ: باندھو تم۔ تعقید سے ہے جو عقدہ سے بنا ہے۔ عقدہ گرہ کو کہتے ہیں۔ تعقید۔ گرہ لگانا۔ مضبوط کرنا۔ مراد یہ ہے۔ ارادتاً قسم کھانا۔

كَفَّارَةٌ: وہ کام ہے جو کسی برے کام کی سزا میں کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ اس کی برائی دور ہو جائے۔

حلال چیزوں کو حرام کر لینے کی ایک صورت یہ تھی۔ لوگ قسمیں کھا لیتے اور اگر کوئی کسی چیز یا بات کے نہ کرنے کی قسم کھا لے تو اس چیز یا بات کو وہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر کر لے تو اسے اس کی سزا بھگتنی پڑے گی جس کو قسم کفارہ کہتے ہیں۔

لغو قسم پر کوئی پکڑ نہیں ہے لیکن جو قسم ارادہ اور قصد کے ساتھ کھائی جائے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا ہوگا یعنی یا تو دس محتاج آدمیوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ جو یا تو ایک دم دس آدمیوں کو بٹھا کر ویسا ہی کھانا جیسا اس کے گھر والے معمول کے مطابق کھاتے ہیں کھلا دے یا صدقہ فطر کے برابر ہر مسکین کو دے دے۔ یا اس کی قیمت دے دے۔ یا کھانا نہیں تو دس محتاجوں کو کپڑا دے دے اس قدر کہ جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے۔ مثلاً کرتا۔ پاجامہ یا لنگی اور چادر اور یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کر دے۔

قسموں کے حکم (ب)

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
پس جو نہ پائے تو روزے رکھے
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ
تین دن کے یہ کفارہ ہے
اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا
قسموں کا تمہاری جب تم قسم کھاؤ اور حفاظت کرو
اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
قسموں کی اپنی اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ
لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۸۹)
تمہارے لیے حکم اپنے تاکہ تم شکر کرو

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
پھر جس کو میسر نہ ہو تو تین دن کے
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ
روزے رکھنے ہیں یہ تمہاری قسموں کا
اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا
کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو اور اپنی
اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
قسموں کی حفاظت رکھو اللہ تعالٰے اپنے حکم اسی
لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۸۹)
طرح بیان کرتا ہے تاکہ تم احسان مانو

كَفَّارَةُ : اس کے یہ معنیٰ بھی یاد رکھنے چاہئیں کہ یہ کسی پابندی سے آزاد ہونے کا طریقہ ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔

حَلَفْتُمْ : حلف سے ہے جس کے معنی ہیں قسم۔ اس آیت میں قسم کے لیے دو لفظ آئے ہیں۔ حَلَف اور یمین جس کی جمع اَیْمَان ہے۔

پچھلے سبق میں قسم کا کفارہ بیان ہوا۔ وہ ان لوگوں کے لیے تھا جن کے پاس کم سے کم اتنا مال ہے جس پر سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے ایسے شخص کو صاحب نصاب کہتے ہیں۔

اس سبق میں ارشاد ہے کہ جو صاحب نصاب نہیں۔ اس کے لیے قسم کا کفارہ یہ ہے کہ تین دن کے روزے رکھے۔ فرمایا کہ جب تم قسم کھا ہی بیٹھو۔ تو اس سے نکلنے اور آزاد ہونے کا طریقہ یہ ہے جو بیان کیا گیا۔ اس کے بغیر تمہیں اپنی قسموں کا پابند رہنا پڑے گا۔ اس لیے قسم سوچ سمجھ کر کھانی چاہیئے۔

عالموں نے کہا ہے کہ شرع میں جو چیز صاف طور پر حلال ہے اس سے پرہیز کرنا بُری بات ہے اور پرہیز دو طرح ہوتا ہے ایک تو یہ کہ عابد، زاہد بننے کے لیے اپنے اوپر مشکلیں ڈال لے اور اچھا کھانا اور اچھا پہننا وغیرہ چھوڑ دے اس کو رہبانیت کہتے ہیں۔ اسلام میں یہ بات پسند نہیں۔ دوسرے یہ کہ غصہ میں یا ترنگ میں آکر قسم کھا لے کہ یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔ حالانکہ شرع میں وہ جائز ہے۔ یہ بھی اسلام کے خلاف ہے۔

اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہیئے ورنہ اس کی پابندی لازم ہوگی۔ آگے ارشاد ہے کہ اللہ تمہاری آسانی کے لیے سارے حکم کھول کر بیان کرتا ہے۔ اس کا شکر کرو اور احسان مانو کہ اس نے تمہارے لیے آسانی کا راستہ مقرر کر دیا۔

شراب اور جوّا

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اس کے سوا کچھ نہیں کہ شراب
وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ
اور جوّا اور بت اور پانسے
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَ اجْتَنِبُوْهُ
پلیدی ہے کام سے شیطان کے پس بچو تم
لَعَلَّ كُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹۰)
اس سے کہ تم فلاح پاؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ
اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب
وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ
اور جوّا اور بت اور پانسے
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ
سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹۰)
رہو تاکہ تم نجات پاؤ

اَنْصَابُ : (تھان) بت کے نام کی جگہ مقرر کر کے ان کے نام پر ذبح کرنا۔ یہ لفظ شروع سورت میں گذر چکا ہے۔

اَزْلَامُ : (تیر) زلم کی جمع ہے، پانسہ ان سے عرب جوّا کھیلتے تھے اور بتوں کے پاس بھی یہ تیر رکھے رہتے تھے جن پر اس طرح کے حکم جیسے کرو، نہ کرو۔ اچھا ہے۔ برا ہے وغیرہ لکھے ہوتے تھے جب کوئی کام کرنا ہوتا تو ایک تیر ان میں سے کھینچ لیتے اور جو اس میں لکھا نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے تھے گویا یہ بت کا حکم حاصل کرنے کا ایک طریقہ تھا۔

اس آیت میں صاف صاف حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم چار چیزوں کے پاس نہ پھٹکو۔ شراب۔ جوّا۔ بت اور پانسے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے عربوں کو ان چاروں چیزوں کی بڑی دھت تھی۔ جب قرآن مجید نے انسان کو اس دنیا میں رہنے کا اصلی طریقہ سکھایا تو پہلے پہل شراب سے سختی کے ساتھ منع نہیں کیا۔ شراب بھی چلتی رہی اور دین کے احکام جاری کر دیے گئے۔ آخر تجربے نے یہی بتلایا کہ شراب پینے والے دین کے کام جیسے کرنے چاہئیں نہیں کر سکتے۔ بلکہ بعض وقت جو کام نہ کرنے چاہئیں۔ وہ نشہ میں کر بیٹھتے ہیں۔ جب سمجھ دار لوگوں کو یقین ہو گیا کہ دین اور شراب ساتھ نہیں چل سکتے تو انہوں نے شراب کی بابت صاف صاف حکم چاہا۔

پہلے ایسی آیتیں اتریں جن میں شراب سے رفتہ رفتہ روکا جاتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ سے دعا کی کہ اس بُری چیز سے لوگوں کو قطعاً روک دیا جائے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں چار چیزوں کو نجاست اور پلیدی ٹھیرایا یعنی ان سے ایسے دور بھاگو جیسے پلید اور گندی چیزوں پاخانہ اور پیشاب وغیرہ سے بھاگتے ہو۔ کیونکہ ان کے ذریعے شیطان اپنا مطلب نکالتا ہے اور انسان کو تباہ و برباد کرتا ہے اور یہی چیزیں ساری خیانتوں کی جڑ ہیں یعنی شراب، جوّا، بتوں کی تعظیم اور ان سے مدد مانگنا اور پانسے پھینکنا اور اس طرح حکم معلوم کرنا:

اُن کی خرابیاں

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ
سوا اس کے کچھ نہیں کہ چاہتا ہے شیطان یہ کہ ڈالے
بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ
درمیان تمہارے دشمنی اور بیر
فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ
بذریعہ شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ
سے یاد اللہ کی اور نماز سے
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱)
پس کیا تم رک جانے والے ہو ان سے

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ
شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں شراب اور
بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ
جوئے کے ذریعے دشمنی اور بیر ڈالے
فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ
اور تم کو اللہ کی یاد سے
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ
اور نماز سے روکے
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱)
سو اب بھی تم باز آؤگے

شراب اور جوئے میں سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ یہ دونوں اُس راستے سے جو انسان کی بھلائی کا ذریعہ ہے اور جس پر قرآن مجید اسے چلانا چاہتا ہے۔ انسان کے روکنے میں بڑی مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے ذریعے سے شیطان کو جو ہر وقت انسان کو بہکانے اور گمراہ کرنے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا ہے۔ انسان پر قابو پانے کے بہت سے راستے مل جاتے ہیں۔

اسلام انسان کو مل جل کر رہنا سکھاتا اور آپس کے لڑائی جھگڑے اور فساد سے روکنا چاہتا ہے۔ لالچ۔ خود غرضی خراب خواہشیں آپس میں فساد کا باعث ہوتی ہیں۔ اس کے روکنے کا طریقہ اسلام نے یہ پیش کیا ہے۔ کہ اللہ کو مانو اور ہر وقت اسی کو یاد رکھو اور دن رات میں پانچ وقت ایک جگہ فقط اسی لیے جمع ہو کر سب مل کر اللہ کی یاد کرو۔ تاکہ اللہ کے ذکر کے ساتھ یہ بھی خیال آ جائے کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ جو کچھ جس کے پاس ہے۔ اس سے دوسروں کو نفع پہنچانا چاہیئے۔ دوسروں کو محنت اور دکھ میں پھنسا کر خود پیسہ جمع کرنے کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔ اوروں کے ساتھ معاملہ میں تنگدل بخیل اور خودغرض نہیں ہونا چاہیئے۔ شراب اور جوا دونوں ان سب چیزوں کے دشمن ہیں یہ آدمی کو شہوت پرست۔ لالچی۔ خودغرض بناتے ہیں اور ان چیزوں کے کرنے پر اکساتے ہیں۔ جن سے آپس میں لڑائی جھگڑے اور فساد کی بنیاد پڑتی ہے۔ سب عقلمند اس سے اتفاق کریں گے کہ شراب اور جوا دشمنی اور لڑائی کی اصل جڑیں ہیں تعجب ہے کہ وہ جانتے ہیں اور نہیں چھوڑتے۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ
اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور
احْذَرُوْا فَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَ
بچتے رہو پس اگر بیٹھ موڑ گئے تو
اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
جان لو کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اوپر (ذمے) رسول ہمارے کے پہنچا دینا ہے
الْمُبِيْنُ (۹۲)
کھلم کھلا

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ
اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور
احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
بچتے رہو پھر اگر تم پھر جاؤ گے
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے صرف کھول کھول
الْمُبِيْنُ (۹۲)
کر پہنچا دینا ہے۔

اس آیت میں قرآن کا مقصد بالکل کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے جو کام ہے اس کو بھی خوب واضح کر دیا گیا ہے قرآن مجید کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے لیے اس دنیا میں زندگی گذارنے کا طریقہ مقرر کر دے۔ اس لیے اس میں بعض باتوں اور کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بعض کاموں اور باتوں سے روکا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے یہ کام ہے کہ قرآن شریف لوگوں کو پہنچا دیں اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ خود عمل کر کے مقرر کر دیں اور پھر اپنی امت کے ذمہ یہ کام سپرد کر دیں۔ کہ آپ کے قائم کیے ہوئے راستے کو مٹنے نہ دیں اور اس پر چلنے کو آسان بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کریں تاکہ دنیا کے پاس یہ عذر نہ رہے کہ ہمیں اسلام کا راستہ اچھی طرح معلوم ہی نہ ہو سکا جو اس پر چلتے۔ اس کے بعد انسان کا کام فقط اتنا رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لائی ہوئی اللہ کی کتاب قرآن مجید کو دل سے سچا مان کر آپ کے بتائے ہوئے اور مقرر کیے ہوئے راستہ پر چلتے چلیں اور قرآن مجید کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرتے رہیں اور عمر بھر یہ شغل جاری رکھیں۔ ہر انسان کا یہ کام نہیں کہ حکموں کے سبب تلاش کرے اور جب تک اس کے فائدے نہ معلوم ہو جائیں ان پر عمل نہ کرے۔ اس کام کا پہلے تو یقین کرنا ہے کہ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے مجھے کرنے کو کہا ہے۔ اس میں یقیناً میرا فائدہ ہے چاہے مجھے اس وقت معلوم ہو سکے یا نہ اور جن چیزوں سے مجھے روکا ہے اس میں میرا سراسر نقصان ہے چاہے مجھے معلوم ہو یا معلوم نہ ہو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگو! ایمان لانے کے بعد تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے چون و چرا کہنا مانو اور قرآن کے مقرر کیے ہوئے قانون کے خلاف چلنے سے بچتے رہو۔ اسی میں تمہارا فائدہ ہے اور اگر تم نے اس میں غفلت کی اور اس سے منہ موڑ لیا۔ تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمے جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔

سابقہ پر کوئی گرفت نہیں

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
نہیں ... جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے
الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْ مَا طَعِمُوْٓا اِذَا
نیک ... اس ... جو کھا پی چکے جب
مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
... اور ایمان لائے اور کام کیے نیک
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا
پھر بچتے رہے اور ایمان لائے پھر بچتے رہے
وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ
اور نیک کام کیے اور اللہ دوست رکھتا ہے
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾
نیکی کرنے والوں کو

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام
الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا
کیے ان پر گناہ نہیں اس میں جو پہلے کھا چکے جب کہ
مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے پھر
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا
ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے
وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
اور نیکی کی اور اللہ نیکی کرنے والوں
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۲
کو دوست رکھتا ہے

اِتَّقَوْا: وہ پرہیز کرتے رہے۔ اِتَّقا سے ہے جو تقوی سے بنا ہے اور جس کے معنی ہیں بری باتوں سے بچنا، پرہیز کرنا، قانون کے مطابق چلنا۔
اَحْسَنُوْا: انہوں نے نیک کام اچھی طرح کیے۔ احسان سے ہے، جس کے معنی ہیں دل لگا کر اچھی طرح کام کرنا۔ مثلاً نماز پڑھنا بہرحال نیک کام ہے لیکن دل لگا کر اچھی طرح پڑھنا احسان ہے۔ سبق نمبر ۴ کی آیت میں شراب اور جوے کو شیطانی چیز بتایا گیا اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ سبق نمبر ۵ کی آیت میں ان کی برائیاں مختصر طور پر بتا کر ان سے بچنے کو کہا گیا۔ لکھا ہے صحابہؓ یہ حکم سن کر فوراً دوڑ گئے اور شراب کے مٹکے جہاں تھے سب توڑ ڈالے۔ مدینہ کی گلیوں میں اس دن شراب بہہ رہی تھی۔ ایک ہی دن میں شراب سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔ ایسی فرماں برداری کی مثال دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نہیں پائی جاتی۔

اس کے بعد اس آیت میں ان لوگوں کا حال بتایا جاتا ہے جو حرام ہونے سے پہلے شراب پیتے رہے اور دین کے کام بھی کرتے رہے، یہاں تک کہ جنگ احد میں بعض مسلمان شراب پی کر لڑائی میں شامل ہوئے اور شہید ہو گئے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لا کر قانون اسلام کے فرماں بردار بن گئے، اور برے کاموں سے بچتے رہے، ان کی ان چیزوں کے استعمال کی وجہ سے کوئی پکڑ نہ ہو گی جن کو پہلے حرام نہیں کیا گیا تھا بشرطیکہ آئندہ باقاعدہ قانون کی پابندی کرتے رہیں اور ان کے ایمان میں خلل نہ آئے اور نیک کاموں میں لگے رہیں اور روز بروز ان کا تقوی بڑھتا جائے اور ایمان صاف اور روشن ہوتا چلا جائے یہاں تک کہ ان کے نیک کام اور ان کی عبادتیں دل لگا کر بہت ہی اچھے طریقے سے ہونے لگیں۔

اللہ کی آزمائشیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو البتہ آزمائے گا تم کو
اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ
اللہ ساتھ ایک بات کے شکار میں سے کہ لیتے ہیں اس کو
اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ
ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے تاکہ جان لے
اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ
اللہ کون ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
پس جو زیادتی کرے بعد اس کے
فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾
پس واسطے اس کے ہے عذاب دردناک

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ
اے ایمان والو البتہ تم کو
اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ
اللہ آزمائے گا ایک بات سے شکار میں جس پر
اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ
تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہیں تاکہ اللہ یہ
اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ
معلوم کرے کہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
پس جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے
فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾
لیے دردناک عذاب ہے

اس آیت میں ایسی چیز کا ذکر ہے جس کو فقط تھوڑے وقت کے لیے منع کیا گیا ہے۔ یعنی احرام حج کی حالت میں شکار کرنا۔ اس سے انسان کی آزمائش مقصود ہے اور ایسی چیز سے تھوڑے دن کے لیے روکنے میں جو ہر وقت حلال ہے۔ آزمائش پوری پوری ہو جاتی ہے، کیونکہ جو ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ اس سے رُکے رہنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور اس کا چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن جو بات ہر وقت بلا روک ٹوک کر سکتے ہوں۔ اس سے تھوڑے دن کے لیے رکنا مشکل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے بھی یہی آزمائش رکھی گئی ہے کہ حج کے موسم میں احرام کی حالت میں شکار سے روک دیا گیا۔ گو ان دنوں میں شکار کی اتنی کثرت تھی کہ ہاتھوں سے یا نیزوں سے نہایت آسانی سے پکڑا جا سکتا تھا۔

ارشاد ہے کہ مسلمانو! تمہیں خشکی کے شکار سے تھوڑا سا روکا جائے گا تاکہ تمہاری آزمائش ہو جائے کہ تم اللہ سے جسے تم دیکھ نہیں رہے۔ ڈرتے ہو یا نہیں۔ ایسا ڈر فقط ایمان سے پیدا ہوتا ہے جس کی علامت اللہ کا خوف ہے۔ اس لیے یہ اصل میں ایمان کی آزمائش ہے، جو شخص اس آزمائش میں پورا نہ اُترا۔ اس کے لیے سخت دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

شکار کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ

اے ایمان والو جس وقت تم احرام میں ہو

وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ

تو شکار نہ مارو اور جو کوئی تم

مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا

میں سے جان بوجھ کر اس کو مارے گا تو اس پر اس مارے ہوئے

قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا

کے برابر مویشی میں سے بدلا ہے جو تم میں سے دو معتبر

عَدْلٍ مِّنْكُمْ

آدمی تجویز کریں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

آ‌ سورت کی پہلی آیت میں اس کا ذکر آیا تھا مسلمانوں پر سارے مویشی پالتو ہوں یا جنگلی حلال کیے گئے۔ کیونکہ اس سے پہلے سورۃ النسا میں اس کا ذکر گذر چکا تھا کہ یہودیوں پر ان کی زیادتیوں اور ظلموں کی وجہ سے بہت سی پاک صاف چیزیں حرام کر دی گئی تھیں۔ اس لیے اس سورت کے شروع میں کہہ دیا گیا کہ مسلمانوں کے لیے اللہ نے سب پاکیزہ جانور حلال کر دیے لیکن جنگل کے جانوروں کے شکار کرنے پر کچھ پابندیاں لگا دی گئی ہیں تاکہ فرمانبرداری کی آزمائش ہو جائے وہ پابندیاں یہ ہیں کہ (۱) حج کا احرام باندھ لینے کے بعد جب تک احرام نہ کھول لے شکار نہیں کر سکتا (۲) حرم کے احاطہ کے اندر محرم ہو یا نہ ہو شکار حرام ہے۔

ارشاد ہے: مسلمانو جب حج کا احرام باندھ لو تو شکار مت کرو اور نہ کسی اور سے شکار کی فرمائش کرو اور نہ کسی شکاری کو اشارہ سے یا کسی طرح سے شکار کا پتہ بتاؤ اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر احرام کی حالت میں شکار کرے گا تو اسے اس کا جرمانہ دینا ہوگا یعنی جیسا جانور قتل کیا ہے۔ اس کے برابر کا جانور خرید کر دینا ہوگا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ دو منصفوں سے مارے ہوئے جانور کی وہیں مارنے کی جگہ یا اس کے قریب کے گاؤں میں قیمت بچوالے اور جب وہ دو منصف قیمت مقرر کر دیں تو اس کے بدلہ کرنا چاہیئے۔ وہ آگے کے سبق میں بیان ہوگا۔

اگر احرام کی حالت میں شکار زندہ پکڑ لیا۔ تو اس کا فورا چھوڑ دینا فرض ہے اور اگر مار دیا تو اگر جان بوجھ کر مارا ہے تو اس کے جرمانہ کا اس آیت میں ذکر ہے اور اس کے بعد یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا اس سے انتقام لے گا یعنی آخرت میں سزا دے اور اگر بھول کر مارا ہے تو اس کو جرمانہ تو یہیں دینا ہوگا۔ لیکن اس سے انتقام نہ لیا جائے گا۔

جرمانے کی صورتیں

هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ
پہنچنے والی کعبہ کو یا کفارہ ہے کھانا
مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا
چند مسکینوں یا برابر اس کے روزے رکھے
لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا
تاکہ چکھے سزا کام اپنے کی معاف کیا
اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ
اللہ نے اس سے جو ہو چکا اور جو پھر کرے
فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
تو بدلا لے گا اللہ اس سے اور اللہ ہے زبردست
ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾
بدلا لینے والا

هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ
اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا بطور نیاز کعبہ تک پہنچایا جائے
مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا
یا اس پر کفارہ چند محتاجوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے
لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا
تاکہ وہ اپنے کام کی سزا چکھے جو کچھ
اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ
ہو چکا وہ اللہ نے معاف کیا اور جو کوئی پھر کرے
فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
اس سے اللہ بدلہ لے گا اور اللہ زبردست
ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾
بدلا لینے والا ہے

هدی: تحفہ، نیاز، نذرانہ۔ اس کے معنی موضوعات میں گزر چکے ہیں۔

کفارۃ: جرمانہ، کسی کام کا بدلہ، کسی کام کو ترک کرنے پر کچھ کرنا

کعبۃ: یہاں اس سے مراد حرم ہے۔ ... جو کعبہ کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے اور ... اس کی حدیں مقرر ہیں۔

آج کی آیت میں ہے کہ احرام ... قیمت ... مویشی، جانور مثلاً ... وغیرہ خرید کر حرم کعبہ میں پہنچا دے ... قیمت کا غلہ خرید کر محتاجوں میں بانٹ دے اس طرح کہ ہر ایک محتاج کو صدقہ فطر کے برابر اناج پہنچ جائے۔ یا حساب لگا کر کہ یہ غلہ بانٹنے سے کتنے محتاجوں کو پہنچتا۔ ان کی تعداد کے مطابق اتنے ہی دن کے روزے رکھے یہ اس کے کرتوت کی سزا ہے جو اسے بھگتنی پڑے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ اسلام سے پہلے بھی احرام کی حالت میں شکار کرنا جرم سمجھا جاتا تھا۔ اگر اللہ چاہتا تو جس نے اس وقت اس حالت میں شکار کیا تھا۔ اس کا بدلا اس وقت لے سکتا تھا لیکن اللہ نے اپنی مہربانی سے گذرے ہوئے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔ ہاں جو اس وقت اسلام کی حالت میں وہی گناہ پھر کرے گا۔ اس سے اللہ بدلا لے گا۔ اللہ زبردست ہے کوئی مجرم اس سے بچ کر نہیں بھاگ سکتا۔ اور اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ برائی کا بدلا لینے والا ہے دنیا میں بھی بدلا بھول چوک کر احرام کی حالت میں شکار کرنے والے سے بھی لیا جائے گا لیکن جان بوجھ کر شکار کرنے والے کو آخرت میں سزا بھی ملے گی۔

احرام میں شکار

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ
حلال کیا گیا تمہارے لیے شکار دریا کا اور کھانا اس کا
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَ
فائدہ تمہارے لیے اور واسطے مسافروں کے اور
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ
حرام کیا گیا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو تم
حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ
احرام میں اور ڈرو اللہ سے وہ جس کی طرف
تُحْشَرُونَ (۹۶)
جمع کیے جاؤگے

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ
تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا حلال ہوا
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَ
تمہارے فائدے کے واسطے اور سب مسافروں کے واسطے اور تم پر
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ
حرام ہوا جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں
حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ
رہو اور اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہوگے
تُحْشَرُونَ (۹۶)
ڈرتے رہو

اس آیت میں شکار کے کچھ اور حکم بیان کیے گئے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! تمہارے لیے دریا کا شکار یعنی مچھلی پکڑنا ہر حالت میں حلال ہے اور احرام کی حالت میں بھی اس کی ممانعت نہیں۔ اسی طرح بغیر پکڑے کوئی مچھلی تمہارے ہاتھ لگ جائے۔ بشرطیکہ وہ پانی سے زندہ نکل آئی ہو اور باہر آکر مری ہو۔ اس کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور اس لیے حلال کی گئی ہے کہ تم اس رخصت سے وقت پر فائدہ اٹھاؤ اور سفر کی حالت میں مسافر بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔

تالاب، گڑھے، کنوئیں، ہوسر وغیرہ جہاں پانی بھرا ہو اور اس میں مچھلیاں ہوں۔ سب دریا کے حکم میں ہیں۔ اس کے آگے پھر دوبارہ فرما دیا کہ جب تک احرام کی حالت میں رہو تو تم پر جنگل میں شکار کرنا یا اس میں کسی طرح شامل ہونا، فرمائش کرنا یا شرکت کرنا حرام ہے۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ احرام کے اندر فقط جنگلی جانوروں کا شکار منع ہے مچھلی کے شکار کی اجازت ہے چاہے خود پکڑو۔ چاہے تمہارے لیے دوسرے پکڑیں اور تم ان سے فرمائش کرکے پکڑواؤ اور یہ اجازت ہر وقت ہے۔

جیسے احرام کی حالت میں جنگلی شکار مارنا منع ہے، ایسے ہی مکہ شریف کی حرم کے احاطہ میں بھی ہر شخص کے لیے چاہے وہ احرام میں ہو یا نہ ہو۔ شکار مارنا منع ہے۔

احادیث میں چند موذی چیزیں نام لے کر بتائی گئی ہیں کہ ان کو احرام کی حالت میں اور بغیر احرام والا حرم کے اندر مار سکتا ہے اور اس کو کوئی جرمانہ دینا نہ پڑے گا۔ وہ چیزیں یہ ہیں: کوا، چیل، سانپ، بچھو، چوہا، اور باؤلا کتا، بھیڑیا وغیرہ۔

کعبہ کیا ہے؟

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ

کردیا اللہ نے کعبہ کو جو گھر ہے بزرگی والا

قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ

ٹھیراؤ واسطے لوگوں کے اور مہینے بزرگی والے

وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا

اور قربانی اور پٹے پڑے ہوئے جانور اس لیے کہ جان لو تم

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

بے شک اللہ جانتا ہے جو ہے بیچ آسمانوں کے

وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ

اور جو ہے بیچ زمین کے اور یہ کہ اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

ساتھ ہر چیز کے علم رکھنے والا ہے

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ

اللہ نے کعبہ کو جو بزرگی والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا

قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ

باعث کر دیا اور بزرگی والے مہینوں کو اور قربانی کو جو کعبہ کی

وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا

نیاز ہو اور جن کے گلے میں پٹے ڈال کر کعبہ کو لے جائیں یہ اس لیے کہ تم

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں

وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ

اور زمین میں ہے بے شک اللہ جانتا ہے

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

یہاں کعبہ کی بابت چند حکموں کا بیان ہے کہ اس گھر کی تعظیم کرنی چاہیئے۔ اور اس کی طرف آنے والے حاجیوں کی اور ان کی قربانیوں کی اور اس سے متعلق تمام رواجوں اور رسموں کی بہت قدر کرنی چاہیئے ——— ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے کعبہ کو جو ہمیشہ سے عزت اور امن و امان کا گھر رہا ہے۔ تمام لوگوں کی زندگی کا باعث اور ان کے قائم رہنے کا سبب بنا دیا ہے اور حج کے مہینے اور حج میں جو باتیں ہوتی ہیں۔ جیسے قربانی کے جانور لے کر آنا اور ان کے گلے میں پٹے یا اور چیزیں ان کی پہچان کے لیے لٹکانا اور خوب دھوم دھام سے انہیں کعبہ میں لانا۔ ان سب کو بھی آدمیوں کے لیے زندگی اور ان کی چہل پہل کا ذریعہ مقرر کر دیا ہے۔ یہ باتیں پہلے بھی امن و امان کی اور دنگا فساد روکنے کی علامتیں تھیں اور آج بھی ہیں۔ یہ اس قدر صاف پیش گوئی ہے کہ سوا اس کے جو ہر چیز کا جاننے والا ہو کوئی نہیں کر سکتا اور جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا۔ اس کی سچائی نمایاں معلوم ہوتی رہے گی اور تم جان لوگے کہ بے شک اللہ آسمان و زمین کی تمام باتوں اور سب بھیدوں سے واقف ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے اور اسی نے کعبہ کو دنیا کی زندگی کا سبب قرار دیا ہے۔ اور اسی کی تعظیم اور حج کے اندر دنیا کی بہتری اور اس کے قیام کا راز پوشیدہ ہے ؂

اللہ کی صفتیں

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

جان لو کہ بے شک اللہ سخت ہے عذاب میں

وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اور بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ

نہیں اوپر رسول کے مگر پہنچا دینا

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ

اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور

مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

جو تم چھپا کر کرتے ہو

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اور بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ

رسول کے ذمے نہیں مگر پہنچا دینا

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ

اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر ہیں کرتے ہو اور

مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

جو تم چھپا کر کرتے ہو

قرآن مجید انسان کو جو باتیں سکھانا چاہتا ہے، ان کا خلاصہ ان جیسی آیتوں میں جگہ جگہ رکھ دیا جاتا ہے۔ اس سورت میں شروع ہی سے کچھ کاموں کے کرنے کا اور کچھ کاموں سے رکنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ان پر غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجائے گا کہ ہمارا طرز عمل زندگی میں کیا ہونا چاہیئے۔

آج ارشاد ہے کہ خوب سمجھ لو کہ اللہ سزا دینے میں سخت ہے اور وہ اپنی مہربانی سے قصور معاف کرنے والا بھی ہے اس کے بعد پھر وہی فقرہ دہرایا گیا ہے۔ کہ رسول کا کام فقط پیغام اچھی طرح پہنچا دینا ہے۔ آگے ہر ایک کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ وہ سب کھلے اور چھپے کاموں سے واقف ہے۔ ان آیتوں پر غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ دنیا میں انسان کو اپنے کام شروع کرنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس ساری دنیا کا اور سارے کاموں کا اور خود اس کا پیدا کرنے والا۔ ایک اللہ ہے۔ جو سب سے زبردست ہے۔ وہی سب کا مالک ہے اور سب اس کے بندے ہیں اور خادم ہیں۔ اس کے سوا کوئی کسی کو نہ کچھ دے سکتا ہے، نہ چھین سکتا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر نہ کوئی کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے۔ اس لیے اس کے سوا نہ کسی سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی خوشامد اور بندگی کرنے کی حاجت ہے۔ وہ برے کاموں پر سخت سزا دینے والا ہے اور اپنے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکنے والوں کے قصور اور گناہ معاف کرنے والا ہے۔ برے کام وہ ہیں جن سے اس نے قرآن مجید میں جسے رسول ہمارے پاس لائے ہیں منع کر دیا ہے اور اچھے کام وہ ہیں جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے۔ اس لیے ہماری زندگی کا سوا اس کے کوئی مقصد نہیں کہ اس کا حکم مانیں اور جو اس کا رسول کہے وہ کریں اور جس سے وہ روکے اس سے رک جائیں اس کو چھوڑ کر ہم یا ہے جو کچھ کریں سب فضول اور بے کار ہے۔

خبیث و طیّب

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ
کہہ دے نہیں برابر ہے ناپاک اور پاک
وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ
اگرچہ بھلی لگے تجھ کو کثرت ناپاک کی
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ
پس ڈرو اللہ سے اے صاحبان عقل
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰
شاید تم فلاح پاؤ

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ
تو کہہ دے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں
وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ
اگرچہ ناپاک کی کثرت تم کو بھلی لگے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ
سو اے عقل مندو اللہ سے ڈرتے رہو
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰
تاکہ تم کو نجات ہو

ع

اس رکوع سے پہلے پاک طیب چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرنے سے مسلمانوں کو منع کیا تھا۔ اور اس کے بعض چیزیں جو ناپاک اور خبیث ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ یہ اشارہ کردیا گیا تھا کہ ناپاک اور خبیث چیزیں وہ ہیں جن سے شیطان کو آپس میں لڑوانے اور دنگا فساد کرانے کے موقع ملتے ہیں اور حلال ستھری چیزیں ہیں اللہ نے تمہارے لیے بڑے بڑے فائدے رکھے ہیں۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اللہ جن چیزوں سے منع کرتا ہے۔ ان میں ضرور انسان کا نقصان ہوتا ہے اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس میں ضرور انسان کا فائدہ ہوتا ہے۔ دنیا کا ہو یا آخرت کا اس لیے مسلمانوں کو جس سے اللہ منع کرے اس سے فوراً رک جانا چاہیے اور جن چیزوں کے کرنے کو کہے ان کو فوراً کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ اس کی بتائی ہوئی چیزوں میں کوئی نہ کوئی فائدہ نہ ہو۔

آج کی آیت میں اسی مضمون کو اور صاف کر دیا ہے کہ انسان کا علم چیزوں کی بھلائی برائی معلوم کرنے کے لیے کافی نہیں۔ اسی لیے انہیں بتا دینا چاہیے کہ پاکیزہ چیزیں اور ناپاک چیزیں درجہ میں ہرگز برابر نہیں۔ پاکیزہ چیز اگر تھوڑی سی بھی ہو تب بھی وہ ناپاک چیز سے بہتر ہے۔ اگرچہ ناپاک ہر طرف پھیل جائے اور عام رواج ہو جانے سے یہ دھوکا ہوتا ہو کہ جب سب جگہ رائج ہوگئی تو اچھی ہی ہوگی۔ کوئی چیز اگر پھیل جائے اور لوگ اسے بکثرت کرنے لگیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اچھی ہی ہوگی۔ کسی چیز کا اچھا یا برا ہونا اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ عقلمند لوگوں کو چاہیے کہ اللہ سے ڈر کر کام کریں۔ اسی میں ان کی نجات کی امید ہے۔ اس آیت میں اشارہ نکلتا ہے کہ فیصلہ کثرت رائے پر موقوف نہیں۔ بلکہ اللہ اور رسول کے حکم پر موقوف ہے۔

سوالات سے نقصان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ
اے وہ لوگو جو ایمان لاتے ہو مت پوچھو بابت
اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ
ان باتوں کے کہ اگر کھول دی جائیں تم پر بری لگیں تم کو اور
اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ
اگر پوچھو گے ان کی بابت جب کہ نازل کیا جا رہا ہو
الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ
قرآن تو کھول دی جائیں تم پر درگزر کی اللہ نے
عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۱۰۱)
ان سے اور اللہ بخشنے والا برداشت کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ
اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو
اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ
کہ اگر تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور
اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ
اگر یہ باتیں ایسے وقت میں پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے
الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ
قرآن تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے ان سے
عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۱۰۱)
درگزر کی ہے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

پچھلے دو رکوع میں جو کچھ بیان ہوتا رہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کی باتوں میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کرو جس بات کے کرنے کا حکم دیا جائے وہ کرو اور جس سے منع کیا جائے اس سے رُک جاؤ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ایک اور بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے آپ سے ایسے سوال پوچھنے شروع کیے کہ اگر ان کا جواب دے دیا جاتا۔ تو وہ شریعت کا ایک قانون بن جاتا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا۔ ایسی کریدنی سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے اس میں خواہ مخواہ ایک کھلے ہوئے راستہ کو تنگ کرنا ہے۔

ارشاد ہے کہ ایمانداروں کو لازم ہے کہ ایسی چیزوں کی بابت سوال نہ کیا کریں۔ جن کے جواب سے مشقت بڑھ جائے یا رنج و غم پیدا ہو جائے۔ کیونکہ وحی نازل ہونے کے زمانے میں ہر جواب وحی سے دیا جائے گا اور پھر اس کے مطابق عمل ضروری ہو جائے گا' یہ اللہ کی طرف سے آسانی ہے کہ بہت سی باتوں کو یونہی چھوڑ دیا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قصور معاف کرنے والا بھی ہے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ جو حکم کیا جائے اس پر عمل کرنے کے لیے تیار رہیں اور اپنی طرف سے خواہ مخواہ ہر بات کی بابت نہ پوچھیں۔ اس آیت میں وہی تعلیم ہے جس کو قانون سازی کا بہترین طریقہ مان لیا گیا ہے۔ یعنی جو چیزیں صاف طور پر مفید ہیں اس کو جائز قرار دینا اور جو چیزیں کھلم کھلا مضر ہیں ان سے بالکل روک دینا اور بیچ کی باتوں کو کرنے والے کی مرضی پر چھوڑ دینا کہ وہ خود سوچ کر فیصلہ کرے۔ اسلام نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے افسوس کہ بہت سے لوگ نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہیں تو اس کے مطابق عمل نہیں کرتے ؛

بتوں کے نام کے جانور

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ
تحقیق پوچھ چکی ہے ان کو ایک جماعت سے پہلے تم
ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ (١٠٢) مَا جَعَلَ
پھر ہوگئے وہ اس سے انکار کرنے والے نہیں مقرر کیا
اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّ
اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور
لَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ
نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
وہ لوگ جو کافر ہوئے بہتان باندھتے ہیں اوپر اللہ کے
الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا
جھوٹ اور بہت سے ان میں نہیں
يَعْقِلُوْنَ (١٠٣)
سمجھتے

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ
ایسی باتیں تم سے پہلے ایک جماعت پوچھ چکی ہے
ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ (١٠٢) مَا جَعَلَ
پھر وہ ان باتوں سے منکر ہوگئے اللہ نے نہیں مقرر
اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ
کیا بحیرہ اور نہ سائبہ
وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ
اور نہ وصیلہ اور نہ حامی لیکن
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
کافر لوگ اللہ پر بہتان باندھتے
الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا
ہیں اور ان میں اکثروں کو
يَعْقِلُوْنَ (١٠٣)
عقل نہیں

ارشاد ہے کہ تم سے پہلے ایک جماعت نے ایسی باتوں کی بابت سوالات کیے تھے جن کو صاف طور پر حرام نہیں کیا گیا تھا پھر جب ان کو جواب دیا گیا۔ تو انہیں معلوم ہوا کہ اس پر عمل کرنا مشکل ہے اور اس کے ماننے سے انکار کر بیٹھے۔ ایک تو یہ کہ ایسی بات کا حکم پوچھ کر جو آسانی کے لیے یونہی چھوڑ دی گئی تھی۔ انہوں نے اپنے لیے مشکل پیدا کر لی۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں حکم ملنے کے بعد اس کے ماننے سے انکار کر دیا اور کافر ہوگئے۔

دوسری آیت میں بت پرستوں کی ایک اور بے ہودہ رسم سے منع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ایسی چیزوں کو حرام کر لیا جاتا تھا۔ جو اللہ نے حرام نہیں کیں مثلاً کسی جانور کا دودھ پینا چھوڑ دیتے اور کہتے تھے کہ ان کو فلاں بت کے نام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان سے کوئی فائدہ اٹھائے گا جیسے آج کل بھی سانڈھ وغیرہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان جانوروں کے نام الگ الگ تھے بحیرہ وہ تھا جس کا دودھ چھوڑ دیا جاتا۔ سائبہ جس کو آزاد پھرنے دیا جاتا۔ وصیلہ وہ اونٹنی جو لگاتار بارہ اونٹنیاں جن چکی ہو اور ان کے بیچ میں کوئی نر نہ جنا ہو۔ حامی وہ سانڈھ جو بہت سے بچوں کا باپ ہو۔ یہ سب کچھ بتوں کو خوش کرنے کے لیے کیا جاتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اللہ بھی ان باتوں سے خوش ہوتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے یہ حکم کہیں نہیں دیا۔ جو لوگ اسے اللہ کا حکم کہتے ہیں وہ جھوٹے ہیں عقل سے کام نہیں لیتے۔

باپ دادا کی اندھی تقلید

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ
اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ اِلَی الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا
حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ
اَوَ لَوۡ کَانَ اٰبَآؤُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ
شَیۡئًا وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ
اور جب ان کو کہا جاتا ہے اس کی طرف آؤ
اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا
جو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں
حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ
ہم کو وہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا
اَوَلَوۡ کَانَ اٰبَآؤُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ
بھلا اگر ان کے باپ دادے کچھ علم نہ رکھتے ہوں
شَیۡئًا وَّلَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾
اور نہ راہ جانتے ہوں

اس آیت میں معاشرہ کی اصلاح کی تعلیم بہت دلچسپ طریقے سے سوال کر کے دی گئی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ جو کچھ اللہ اور اس کا رسول کہے اس پر عمل کیا جائے۔ باپ دادا کے طریقے اور رسم و رواج اگر اس کے خلاف ہوں تو انہیں بالکل چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ ان طریقوں اور رسموں کے اچھے ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول جو کہتے ہیں اس کی دلیل بھی موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کامیابی اور نجات کی ذمہ داری بھی ہے۔ اس لیے یہ بہانہ کرنا کہ یہ بات ہمارے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے، اسے کیسے چھوڑ دیں۔ بالکل لچر ہے۔ عقل سے ذرا کام لینے سے اس کی لغویت ظاہر ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کیے ہوئے راستہ کی طرف بلایا جاتا ہے۔ تو وہ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ ہمارے لیے تو وہی طریقہ کافی ہے۔ جو ہمارے باپ دادا ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ وہ خود ساری عمر یہی باتیں کرتے رہے اور ہمیں بھی یہی سکھاتے رہے اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ان سے یہ تو پوچھو کہ تمہارے باپ دادا کا اصلی باتوں سے ناواقف ہونا ممکن ہے یا نہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ انہیں ٹھیک راستہ کا پتہ ہی نہ چلا ہو؟ تو کیا ایسی حالت میں بھی تم ان ہی کے پیچھے چلنا پسند کرو گے؟ یہ بات تو عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

موٹی سی بات ہے کہ اگر کوئی ان سے زیادہ جاننے والا اور راستوں سے زیادہ واقف شخص یوں کہے کہ یہ راستہ جس پر وہ خود بھی چلتے رہے اور اولاد کو بھی چلاتے رہے۔ آخر میں ایک اندھے گڑھے میں جا کر گرا دیگا اور پھر وہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا تو یقیناً اس تجربہ کار اور واقف کار شخص کی بات توجہ سے سننے اور ماننے کے قابل ہے۔

تم اپنا فکر کرو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو فکر کرو
اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ
جانوں اپنی کا نہیں ضرر دیتا تم کو جو بھٹکا
اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ
جب راہ پر ہو تم طرف اللہ کے لوٹنا ہے تم
جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
سب کو پھر جتلا دے گا وہ تم کو ساتھ اس کے
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (١٠٥)
جو تھے تم کرتے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ
اے ایمان والو تم پر اپنی جان کا فکر
اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ
لازم ہے جو کوئی گمراہ ہو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا
اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ
جب تم راہ پر ہوئے تم سب کو اللہ کے پاس لوٹ کر
جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
جانا ہے پھر وہ تم کو جتلا دے گا جو
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (١٠٥)
کچھ تم کرتے تھے

اس آیت میں مسلمانوں کو ایک ایسا قاعدہ بتایا گیا ہے، جو تمام انسانوں کے لیے مفید ہے اور اس پر عمل کرنے سے سب کو سیدھا راستہ مل جاتا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے۔ کسی شخص کو یہ نہیں چاہیے کہ دوسرے کی دیکھا دیکھی اپنا نقصان کرلے بلکہ لازم ہے کہ ایسے کاموں سے خود بھی بچا رہے اور جہاں تک ہوسکے دوسروں کو بھی ان سے روک دے اگر کوئی نہ مانے تو وہ جانے اور اس کا کام۔

ارشاد ہے کہ مسلمانو! تمہیں لازم ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچاؤ۔ بلکہ ہر ایک کو یہ سمجھ دو کہ بُرے کام کا وبال اسی کے سر پڑے گا۔ اس لیے ہر ایک کو بُرے کاموں سے بچنا چاہیے۔ اگر وہ تمہاری نصیحت نہیں مانتا تو پھر اپنی ہی بگاڑتا ہے تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی بُری باتوں میں پھنس جانے سے تم اپنا نقصان کرو گے اور یہ بات کسی عقل مند کو زیبا نہیں کہ اپنا نقصان کرے۔

یاد رکھو! تم سب ایک دن اللہ کے پاس جمع ہو گے اور اس دن اللہ تمہیں دکھا دے گا کہ ہر انسان کو اپنے بُرے کاموں کی سزا خود بھگتنی پڑے گی اور جس کی نقل کر کے وہ برائی میں پھنسا تھا وہ خواہ باپ دادا ہوں یا کوئی اور اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی کو کسی کام کے کرنے سے پہلے خوب سوچ لینا چاہیے کہ اس کام کا ذمہ دار وہ خود ہے اگر وہ بُرا کام ہے تو اسے ہرگز نہ کرے ورنہ اس کی سزا وہ خود بھگتے گا۔ دوسروں کو برائی سے روکنا مسلمان کی ذمہ داری ہے اور تبلیغ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ خود نیک کام کرے تاکہ اسے دیکھ کر دوسرے بھی نیک کام کریں۔

وصیّت پر گواہی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ

اے ایمان والو گواہی

بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

درمیان تمہارے جب پہنچے کسی کے پاس تم میں سے

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ

موت وقت وصیت کے دو

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ

منصف دار ہوں تم میں سے یا دو

مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ

تمہارے سوا اور ہوں میں سے اگر تم سفر کررہے ہو

فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ

بیچ زمین کے پس پہنچے تم کو

مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ

مصیبت موت کی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ

اے ایمان والو جبکہ تم میں کسی کو موت پہنچے تو

بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

وصیت کے وقت تمہارے درمیان دو

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ

معتبر شخص تم میں سے گواہ ہونے

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ

چاہئیں یا دو اور گواہ ہوں

مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ

تمہارے سوا اگر تم نے ملک میں

فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ

سفر کیا ہو پھر تم کو موت کی

مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۔

مصیبت پہنچے

ان آیتوں میں مرتے وقت وصی مقرر کرنے کا طریقہ بتایا ہے ۔ وصی وہ ہے جس کو مرنے والا اپنا مال سپرد کر جائے کہ بعد میں وارثوں کو دے دے۔ بہتر تو یہ ہے کہ وصی دو معتبر عدل و انصاف کرنے والے مسلمان ہوں۔ لیکن اگر معتبر شخص نہ ملیں تو مسلمانوں میں سے جس کو چاہے وصی بنا سکتا ہے لیکن اگر سفر میں ہو اور موت آجائے تو غیر مسلم کو بھی وصی بنا سکتا ہے۔

ارشاد ہے کہ مسلمانوں کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ اگر مرتے وقت کسی کو وصی بنائیں تو وصی دو مسلمان عادل و منصف ہوں' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے شخص ہوں ۔ جن پر سب اعتماد کرتے ہوں اور ایمانداری کے اندر مشہور ہوں ۔ اگر ایسے معتبر مرتے وقت نہ ملیں تو مسلمانوں میں سے کوئی سے دو آدمی (جن کا حال معلوم نہیں) مقرر کیے جا سکتے ہیں ۔ کیونکہ مسلمان یوں بھی بے ایمان نہیں ہو سکتا ۔

اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ سفر میں اگر مسلمان نہ ملیں تو غیر مسلم کو وصی بنا سکتا ہے ۔ ورنہ ذمی مسلمان ہی کو بنانا چاہیئے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں مسلمان ہی ایسے لوگ تھے جنہیں بے ایمانی سے بالکل پاک سمجھا جاتا تھا آج کل بدقسمتی سے غیر مسلم مشرک لین دین میں مسلمانوں سے زیادہ معتبر اور دیانتدار سمجھے جاتے ہیں ۔ مسلمانوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ؟

وصی کی جانچ

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ
روک لو | ان دونوں کو | پیچھے | نماز کے
فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ
پس وہ دونوں قسم کھائیں | اللہ کی | اگر | تمہیں شبہ ہو
لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ
کہ نہیں بیچیں گے | اس کے بدلے | مال | اگرچہ | ہو وہ
ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ
رشتہ دار | اور نہیں | چھپاتے ہم | گواہی | اللہ کی
اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ (۱۰۶)
بلاشبہ ہم اس وقت ہوں گے البتہ گنہ گاروں میں سے

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ
ان دونوں کو نماز کے بعد کھڑا کر لو
فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ
اور وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں اگر تم کو شبہ پڑے
لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ
کہ ہم اس قسم کے بدلے مال نہیں لینا چاہتے اگرچہ کوئی
ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ
کسی سے قرابت ہی ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپاتے
اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ (۱۰۶)
ورنہ ہم بے شک گنہ گار ہیں

پچھلی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ وصی مقرر کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ دو معتبر مسلمانوں کو مقرر کرے اور سفر میں دو غیر مسلم بھی مقرر کر سکتا ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر وارثوں کو شبہ ہو جائے کہ وصیوں نے میّت کا کچھ مال غائب کر دیا ہے اور دیانت داری سے کام نہیں لیا۔ مگر غبن ثابت کرنے کے لیے گواہ موجود نہ ہوں تو اس صورت میں وصیوں سے قسم لی جائے گی کہ انہوں نے غبن نہیں کیا۔ اور قسم ان سے نماز کے بعد لی جائے گی۔ مفسّروں نے لکھا ہے کہ نماز عصر کے بعد قسم لینا زیادہ مناسب ہے۔ ورنہ ہر قسم ہر نماز کے بعد لی جا سکتی ہے۔ کیونکہ خدا کا خوف تو ہر نماز کے بعد ہوگا۔ اور اگر وصی غیر مسلم ہوں تو ان سے ان کی عبادت کے وقت کے بعد قسم لینی چاہیے، کیونکہ بہرحال پوجا پاٹ کے بعد ہر شخص کے دل میں خدا کا خوف اور وقتوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر تمہیں وصیوں پر بد دیانتی کا شبہ ہو اور تمہارے پاس ان کی بد دیانتی کے ثابت کرنے کے لیے گواہ نہ ہوں تو دونوں وصیوں کو نماز کے بعد ٹھہرا لو۔ اور وہ سب کے سامنے اس بات پر اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم دیانت دار ہیں۔ اور کہیں کہ اس قسم سے ہم ہرگز جھوٹ بول کر کچھ مال دبانا نہیں چاہتے۔ نہ ہمیں خود مال کا لالچ ہے اور نہ بات ہمیں بے ایمانی پر آمادہ کر سکتی ہے کہ کسی قریبی رشتہ دار کو کچھ زیادہ مال دلوا دیں۔ ہم اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتے ہیں کہ ہم اس کا نام لے کر جھوٹی گواہی نہ دیں گے اور نہ اس کا حکم ٹالیں گے اور نہ سچی بات چھپائیں گے۔ اگر ایسا کریں تو ضرور ہم گنہ گار ہیں۔

ایسا ایک واقعہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ جس میں وصی دو عیسائی تھے ان کی بد دیانتی کا شبہ ہوا تو ان سے قسم لی گئی۔

وصی کی دروغگوئی

فَ اِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّ هُمَا
پھر اگر کوئی ... دونوں نے
اسْتَحَقَّا اِثْمًا فَ اٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ
تو ... گناہ ... دو ... کھڑے ہوں
مَقَامَ هُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ
... حق دبا ہے
عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ
... قریب ترین ... دار ہوں

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا
پھر اگر خبر ہو جائے کہ وہ دونوں حق بات
اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ
دبا گئے تو ان کی جگہ دو گواہ کھڑے
مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ
ہوں ان میں سے جن کا حق دبا ہے جو
عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ
میت کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدیل نامی ایک مسلمان اور دو عیسائی تمیم اور عدی مل کر سفر پر گئے۔ راستے میں بدیل کا انتقال ہو گیا اور وہ مرتے وقت اپنا سارا مال ان عیسائیوں کے سپرد کر گیا کہ میرے وارثوں کو پہنچ دینا۔ انہوں نے مال لا کر وارثوں کو دے دیا اس میں سے مال کی فہرست نکلی تو معلوم ہوا کہ چاندی کا ایک کٹورہ جس میں سونے کا کام تھا کم ہے۔ دونوں عیسائیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں وہ کٹورا اور دوسرا سامان خرچ ہو گیا اس پر وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ ایک کٹورہ غائب ہے۔ اس پر آپ نے پہلی آیت کے مطابق عیسائیوں سے قسم لی۔ وہ دونوں قسم کھا گئے کہ کل مال یہی ہے ہم نے کچھ نہیں دبایا۔ آپ نے ان کو بری کر دیا۔ کچھ دن بعد وہ کٹورا سنار کے ہاں ملا اور اس نے کہا کہ تمیم اور عدی میرے ہاتھ بیچ گئے ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کے مطابق کارروائی کی گئی۔ کیوں کہ وارثوں سے ... نقصان ... ہے کہ اگر اس کے بعد ظاہر ہو کہ دونوں وصیوں نے بے ایمانی کی ہے اور کچھ مال دبا لیا ہے اور جو قسم انہوں نے کھائی وہ جھوٹی تھی۔ تو جن حق داروں کا اس بے ایمانی سے نقصان ہوا ہے ان میں سب سے زیادہ میت کے دو قریبی رشتہ دار ان وصیوں کی جگہ آگے بڑھ کر ـــــ کھڑے ہوں۔ اس کے بعد وہ کیا کریں اس کا بیان آگے کی آیت میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میت کے وارث جب دوبارہ مقدمہ لے کر آئے اور گواہ نہ لا سکے تو آپ نے یہی کیا کہ ان میں سے دو سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو بلا کر آگے کھڑا کیا اور چونکہ اب وہ وصیوں کے سچا ہونے کے دعوے کا انکار کر رہے تھے اس لیے ان سے قسم لی گئی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کلام اللہ میں کس قدر چھوٹی چھوٹی باتوں کا واضح طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کے اخلاق اور عقائد کی طرح اس کے اعمال و افعال اور باہمی تعلقات بھی درست ہو جائیں کوئی کسی کا حق نہ مار سکے اور اگر کوئی بدکار ایسا کر بیٹھے تو اس کی تلافی ہو سکے۔ کیونکہ سارے دین کی پرکھ تو معاملات ہی ہیں۔

وارثوں کی قسمیں

فَ يُقْسِمٰنِ بِ اللّٰهِ لَ شَهَادَتُ نَآ
پس دونوں قسم کھائیں ساتھ اللہ کے کہ بے شک گواہی ہماری
اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِ هِمَا وَ مَا
زیادہ وزنی ہے بہ نسبت گواہی ان دونوں کے اور نہیں
اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾
زیادتی کی ہم نے بیشک ہم اس وقت ضرور ظالموں میں سے ہیں
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
یہ قریب ہے اس کے کہ لائیں وہ شہادت کو اوپر
وَجْهِ هَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ
طریقہ کے اس کے یا ڈریں کہ رد کر دی جائیں گی قسمیں ہماری
بَعْدَ اَيْمَانِ هِمْ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
بعد قسم ان کی کے اور ڈرتے رہو اللہ سے
وَ اسْمَعُوْا ۚ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
اور سنو اور اللہ نہیں راہ دکھاتا قوم کو
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
نافرمانوں کی

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ
پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی
اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا
پہلوں کی گواہی کے مقابلہ میں حق ہے اور ہم نے
اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾
زیادتی نہیں کی نہیں تو ہم بے شک ظالم ہیں
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
یہ قریب تر ہے کہ شہادت کو ٹھیک طرح پر
وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ
ادا کریں اور ڈریں کہ ہماری قسم ان کی قسم
بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
کے بعد الٹی پڑے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو
وَاسْمَعُوْا ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
اور سن رکھو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت راہ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع
نہیں دکھاتا

آیت مسلسل چل رہی ہے پہلے حصہ میں جو بات باقی تھی وہ اب بیان ہو رہی ہے کہ:

وہ دونوں رشتہ دار اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان وصیوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم زیادتی نہیں کر رہے ہیں ورنہ پھر ہمارے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ارشاد ہے کہ اس طرح قسم کھانے سے امید ہوتی ہے کہ قسم زیادہ ذمہ دار رہے گی اور وہ پھر اس سے بھی ڈریں گے کہ کہیں پہلے وصیوں کی طرح ہماری گواہی بھی رد نہ کر دی جائے۔

پھر ارشاد ہے کہ کام تو جبھی ٹھیک ہوگا۔ جب دل میں اللہ کا ڈر ہوگا' اور اس کی سزا کے ڈر سے بری باتوں سے بچا جائے گا اور اس کی باتیں کان لگا کر سنی جائیں گی۔ اس لیے بار بار یاد دلایا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی بات سنو۔ جو اس سے نہ ڈرے نہ اس کی بات سنے وہ نافرمان نہیں تو اور کیا ہے اور اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ وہ نافرمانوں کو سیدھے راستہ پر نہیں چلاتا اور وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ جو نہ دھمکی سے ڈرے اور نہ سیدھی بات سنے وہ ٹھیک راستے پر کیسے چل سکتا ہے؟

انبیاء سے سوال

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ
جس دن جمع کرے گا اللہ سب رسولوں کو پھر کہے گا
مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا
کیا جواب تمہیں ملا وہ کہیں گے نہیں خبر ہم کو
اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾
بیشک تو توہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ
جس دن اللہ سب پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر کہے گا
مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا
کہ تم کو کیا جواب ملا تھا وہ کہیں گے کہ ہم کو خبر نہیں
اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾
بیشک تو ہی ہے چھپی باتوں کا جاننے والا

وصیت اور وصی کے بیان سے چند آیات میں پہلے یہ کہا گیا تھا کہ ہر شخص کو اپنا اپنا فکر چاہیئے۔ جو خود درست ہے اس کو دوسرے کی گمراہی سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ گویا جب تک انسان خود ٹھیک نہ ہو اور نیک کام نہ کرے اس وقت تک دوسروں کا ٹھیک ہونا اور نیک کام کرنا اس کے کام نہ آئے گا۔

یہ کہا گیا تھا کہ تم سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے اس وقت اللہ تم کو بتا دے گا کہ تمہارے اعمال کیسے تھے گویا ہمیں دنیا میں تمام کام یہ قاعدہ سامنے رکھ کر کرنے چاہئیں کہ اللہ کے ہاں ان کی حقیقت کھلے گی اور ان کی جانچ پڑتال ہوگی۔ اس کے بعد کاموں کو ٹھیک طور پر کرنے کی ایک مثال دی گئی۔ جس کے ذریعے وصی کو دیانت داری کی تاکید کی گئی اور بددیانتی کا علاج بتایا گیا۔

اس آیت میں اسی مضمون کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کے پاس قیامت کے دن سب لوگ جمع ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو اکٹھا کرکے ان سے کہے گا کہ بتاؤ لوگوں نے تمہارے وعظ و نصیحت اور اچھے کاموں کی طرف بلانے کا تمہیں کیا جواب دیا۔ رسول کہیں گے۔ اس کی بابت ہمیں کچھ علم نہیں کہ انہوں نے ہماری بات مانی یا نہ مانی۔ کیوں کہ ماننے نہ ماننے کا تعلق دل سے ہے۔ اور وہ ایک چھپی ہوئی چیز ہے۔ اور چھپی ہوئی چیزوں کا حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہمارا کام یہ تھا کہ جب تک ہم ان میں رہے ان کو آپ کا پیغام پہنچاتے رہے اور اس پر خود عمل کر کے انہیں دکھاتے رہے۔ اس مدت میں بھی ان کے دل کا اصلی حال ہمیں معلوم نہیں تھا۔ پھر ہماری وفات ہوگئی۔ اس کے بعد تو ان کے ماننے نہ ماننے کا حال آپ ہی کو معلوم ہے۔ جو چیزیں ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ ان کا علم صرف آپ ہی کو ہے۔ سوائے اس کے کہ جس کو جتنا آپ بتا دیں۔ اس سے عام انسانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جب رسول بھی سوال سے نہ بچ سکیں گے تو تم کیا چیز ہو۔

حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیتیں

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ بیٹے مریم
اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى
یاد کر انعام میرا اوپر تیرے اور اوپر
وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ
تیری ماں کے جب مدد کی میں نے تیری ساتھ روح
الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ
پاک کے باتیں کرتا تھا تو لوگوں سے بیچ گود کے
وَكَهْلًا
اور بڑے پن میں

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
جب اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ
اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى
میرا احسان جو تجھ پر اور تیری
وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ
ماں پر ہوا یاد کر جب میں نے پاک روح سے تیری
الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ
مدد کی تو لوگوں سے کلام کرتا تھا گود میں
وَكَهْلًا
اور بڑی عمر میں

پچھلے سبق میں قیامت کے دن کی اہمیت جتلائی گئی تھی اور اس دن کے حساب سے ڈرتے رہنے اور اس کے لیے تیاری کرتے رہنے کی ضرورت اس طرح واضح کی گئی تھی کہ رسولوں تک سے سوال ہوگا کہ تمہاری امتوں نے تمہیں کیا جواب دیئے۔

آج کی آیت سے ان رسولوں میں سے خاص طور پر حضرت عیسیٰؑ کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ یہودیوں نے بہت زیادتیاں کیں اور عیسائیوں نے ان کے مرتبے کو اتنا بڑھایا کہ وہ ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اس لیے اس سارے رکوع میں ان کی فضیلتیں اور خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں اور ان کو ان تمام برائیوں سے پاک صاف بتایا گیا ہے جو یہودی ان میں نکالتے تھے۔ اس کے بعد رکوع میں ایک اور سوال اور جو وہ جواب دیں گے اس کا ذکر ہے تاکہ عیسائیوں کو معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے ویسے ہی بندے ہیں جیسے اور لوگ۔ اور وہ حضرت عیسیٰؑ کے جواب میں غور کر کے اس میں سے اپنے لیے نصیحت نکالیں اور اپنے اعمال درست کریں۔ اس کے بغیر حضرت عیسیٰؑ ان کے کسی کام نہ آئیں گے اور ان کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰؑ ان کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں اور ان کو کوئی عذاب نہ ہوگا بالکل فضول اور بے ہودہ ہے۔

ارشاد ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ عیسیٰ مریمؑ کے بیٹے سے کہے گا کہ اے عیسیٰؑ یاد ہے کہ ہم نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کس قدر انعام کیے ہم نے تیری مدد کے لیے روح القدس کو خاص طور پر مقرر کیا اور تو نے ماں کی گود میں شیر خواری کی حالت میں لوگوں سے گفتگو کی اور بڑے ہو کر ان کو خوب وعظ و نصیحت کی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے عطا ہوئے۔ ان میں سے ایک اہم معجزہ یہ تھا کہ بالکل شیر خوارگی کی ابتدائی ایام میں یعنی پیدائش کے فوراً بعد انھوں نے اللہ کے حکم سے باتیں کیں اور لوگوں کو ان سوالات اور اعتراضوں کا جواب دیا جو ان لوگوں نے ان کی والدہ پر کیے۔

حضرت عیسیٰؑ کے اور معجزے

وَ اِذْ عَلَّمْتُ كَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ
اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت کی باتیں
وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ج وَ اِذْ
اور تورات اور انجیل اور جب
تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَ هَيْئَةِ الطَّيْرِ
بناتا تو گارے سے مانند صورت پرندہ کے
بِ اِذْنِيْ فَ تَنْفُخُ فِيْهَا فَ تَكُوْنُ
ساتھ میرے حکم کے پھر پھونک مارتا تو اس میں پس ہوجاتی تھی وہ
طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
اڑنے والی میرے حکم سے اور اچھا کرتا تو جنم کے اندھے
وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِ يْ ج وَ اِذْ تُخْرِجُ
اور کوڑھی ساتھ حکم میرے کے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا تو
الْمَوْتٰى بِ اِذْنِ يْ ج
مُردوں کو ساتھ حکم میرے کے

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت کی باتیں
وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ج وَاِذْ
اور تورات اور انجیل اور جب
تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
تو میرے حکم سے گارے سے جانوروں کی صورت بناتا
بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ
تھا پھر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ اڑنے والا
طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
ہو جاتا میرے حکم سے اور میرے حکم سے مادرزاد اندھے
وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ج وَاِذْ تُخْرِجُ
اور کوڑھی کو اچھا کرتا تھا اور جب میرے حکم سے
الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ج
تو مُردوں کو نکال کھڑا کرتا تھا

ارشاد ہے کہ اے عیسیٰؑ وہ وقت یاد کر جب میں نے تجھے اپنے پاک کلام کے سمجھنے کی قوت عطا کی اور بھید کی باتیں بتائیں اور تورات اور انجیل کا علم دیا اور وہ واقعہ بھی یاد کر جب تو میری اجازت سے گُندھی ہوئی مٹی کی ایک چڑیا بناتا اور پھر اس میں پھونک مارتا وہ میرے حکم سے زندہ جانور ہوکر اڑنے لگتی۔ پھر یہ بھی یاد کر کہ میرے حکم سے تو مردے کو زندہ کرکے اٹھا دیتا تھا۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چار خصوصیتوں کا ذکر ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص معجزے کہلاتے ہیں۔

۱۔ وہ مٹی کا گارا لے کر اس سے ایک پرندہ کی سی شکل بناتے اور پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ زندہ ہوکر اڑنے لگتا تھا۔

۲۔ پیدائشی اندھے کو اچھا کر دیتے تھے اور وہ نابینا دیکھنے لگتا تھا۔

۳۔ کوڑھ کے مریض کو اچھا کر دیتے تھے۔

۴۔ مردے کو قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ کے حکم سے اُٹھ) کہہ کر زندہ کر دیتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کا ذکر اس سے پہلے سورۃ بقرہ میں تیسرے پارے کے شروع میں آچکا ہے۔ اور پھر سورۂ آل عمران کے پانچویں اور چھٹے رکوع میں آیا ہے۔ یہاں تمام مذکورہ باتوں کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے جس پر غور کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے معجزوں کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے:

حضرت عیسیٰؑ کے مزید معجزے

وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ
اور جب روکا میں نے اولاد اسرائیل کو تجھ سے
اِذْ جِئْتَ هُمْ بِ الْبَيِّنٰتِ فَ قَالَ
جب آیا تو ان کے پاس ساتھ نشانیوں کے پس کہا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ
انہوں نے جو کافر تھے ان میں سے نہیں یہ
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۱۱۰) وَ اِذْ اَوْحَيْتُ
مگر جادو کھلم کھلا اور جب دل میں ڈالا میں نے
اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ
طرف حواریوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور
بِ رَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ
اوپر میرے رسول کے کہنے لگے ایمان لائے ہم اور گواہ رہو
بِ اَنَّ نَا مُسْلِمُوْنَ (۱۱۱)
کہ تحقیق ہم فرماں بردار ہیں

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ
اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب
اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ
تو ان کے پاس نشانیاں لے کر آیا تو جو ان
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ
میں کافر تھے کہنے لگے یہ تو صریح
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۱۱۰) وَاِذْ اَوْحَيْتُ
جادو کے سوا کچھ نہیں اور جب میں نے
اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ
حواریوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ ایمان لاؤ مجھ پر
بِرَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ
اور میرے رسول پر تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اور گواہ
بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ (۱۱۱)
رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں

حَوَارِيّٖنَ: حواری کی جمع ہے جس کے معنی خاص دوست، ساتھی اور مددگار ہیں۔ یہ لفظ پہلے سورۂ آلِ عمران میں گذر چکا ہے

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مزید انعامات کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ اے عیسیٰؑ! یہ بھی یاد کر کہ بنی اسرائیل نے تجھے اس قدر ستایا تھا کہ قتل کا ارادہ کر چکے تھے اور وہ لوگ تیری باتیں نہ ماننے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ وہ معجزوں کو جو رسول ہونے کی نشانیاں تھیں، جادو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے جادو ہونے میں شک کی گنجائش ہی نہیں۔ وہ کہتے تھے کہ جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن میں نے ان کا ہاتھ تمہارے قتل سے روک دیا اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے تمہیں آسمان پر اٹھا لیا۔

پھر ایسی حالت میں کہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے اور کوئی بات نہ سنتا تھا۔ میں نے چند لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ تیرے دوست اور مددگار بنیں۔ وہ لوگ اللہ کی باتیں سن کر سچے دل سے کہہ اٹھے کہ ہم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو سچا مان لیا۔ اے اللہ تو ہماری اس بات پر گواہ رہ کہ ہم تیری اور تیرے رسول کی پوری پوری تابعداری کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا لقب حواری ہوا جن کو دوسری جگہ انصار اللہ (اللہ کی مدد کرنے والے) کہا گیا ہے، جیسا کہ پہلے سورۂ آل عمران میں اور آگے سورۂ الصف میں آئے گا۔

حواریوں کی درخواست

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يَا عِيسَى ابْنَ
جب کہا حواریوں نے اے عیسٰی بیٹے
مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ
مریم کے کیا کرسکتا ہے رب تیرا کہ
يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ
اتارے ہم پر بھرا ہوا خوان آسمان سے کہا
اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۱۲)
ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے
قَالُوْا نُرِيْدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَ
انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں ہم اس سے اور
تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ أَنْ قَدْ
مطمئن ہوں دل ہمارے اور جانیں کہ بے شک
صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ
سچ کہا تو نے ہم سے اور ہوں ہم اس پر منجملہ
الشّٰهِدِيْنَ (۱۱۳)
گواہوں کے

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيسَى ابْنَ
جب حواریوں نے کہا اے عیسٰی مریم کے
مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ أَنْ
بیٹے کیا تیرا رب کرسکتا ہے کہ ہمارے اوپر
يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ط قَالَ
بھرا ہوا خوان اتارے اس نے
اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۱۲)
جواب دیا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو
قَالُوْا نُرِيْدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَ
وہ بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھاویں اور
تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ أَنْ قَدْ
ہمارے دل مطمئن ہوجاویں اور ہم جان لیں کہ
صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ
تو نے ہم سے سچ کہا اور ہم اس پر گواہ
الشّٰهِدِيْنَ (۱۱۳) الربع
رہیں

جب حضرت عیسٰیؑ کے ماننے والے حواریوں نے دیکھا کہ حضرت عیسٰیؑ بیماروں کو اچھا کردیتے ہیں مردوں تک کو زندہ کر دیتے ہیں اور لوگوں کو ان کے چھپے ہوئے بھید بتا دیتے ہیں۔ تو انہوں نے حضرت عیسٰیؑ سے ایک سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے عیسٰیؑ کیا اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ایسا کرسکتا ہے کہ بنا بنایا کھانوں سے بھرا ہوا سجا سجایا ایک خوان ہمارے واسطے آسمان سے بھیج دے حضرت عیسٰیؑ نے جواب دیا۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اس سے ڈرو اور اس کے حکموں کی تعمیل کرو انہوں نے کہا کہ ہمارا ایمان تو درست ہے ہم اللہ کی آزمائش نہیں کررہے ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت سے ہمارے دلوں میں چین بڑھ جائے اللہ کی عبادت خوب کریں اور اس کی مہربانی پر گواہ رہیں اور سمجھیں اس میں ذرا بھی شبہ نہ رہے کہ جو راستہ آپ ہمیں بتا رہے ہیں وہ ٹھیک ہے اور آپ بالکل سچے ہیں حضرت عیسٰیؑ کے جواب میں یہ ہدایت پوشیدہ ہے کہ اللہ نے انسان کے لیے اس کی اپنی ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے کا جو طریقہ مقرر کردیا ہے اسی طریقہ سے ان چیزوں کو حاصل کرنا چاہیے۔ فقط تقویٰ کا خیال رکھنا ضروری ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے باہر نہ نکلے اور اس کے غضب سے ڈرتا رہے یہ انسان کے لیے عام قاعدہ ہے:

ذکرِ مسیح علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت لوگوں نے بہت سے غلط خیال قائم کر رکھے ہیں۔ لیکن اگر اس رکوع پر غور کیا جائے تو ان کی بابت ساری غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔ اول تو ان کی پیدائش نرالے طریقے سے ہوئی ہے اور لوگ نہیں سمجھتے کہ بغیر باپ کے بھی کوئی شخص پیدا ہو سکتا ہے یہودیوں نے حضرت مریم پر معاذ اللہ تہمت لگائی۔ بعض لوگوں نے ان کی شادی ثابت کرنے کی کوشش کی اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ... کی بابت کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ یہاں تک کہ بعض لوگ ان کی قبر تک ثابت کرنے کو تیار ہیں۔

ان کے معجزے ماننے سے کچھ لوگ ہچکچاتے ہیں، ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک انسان لاعلاج بیماریوں کا کیسے علاج کر سکتا ہے۔ اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو صحت مند کیسے کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ اس رکوع میں ان کی ساری فضیلتیں بہت کھول کر بیان کی گئی ہیں۔ قیامت کے دن تو سب سمجھ ہی جائیں گے۔ لیکن یہاں بھی ان پر غور کیا جائے تو سارے غلط خیالات درست کیے جا سکتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت تمام شبہات کا جواب اصل میں ایک ہی جملہ میں دے دیا گیا ہے اذ ایدتک بروح القدس ہم نے روح قدس کے ذریعہ اس کی تائید کی، اور ان کی ساری خصوصیتوں کی جڑ یہیں سے نکلتی ہے۔ پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ انسان دو الگ الگ اجزا کا مجموعہ ہے، ایک بدن دوسرے روح، بدن ایک مشین ہے۔ مشین مختلف پرزوں کو قرینے سے جوڑ کر بنتی ہے۔ پر جب بن جاتی ہے تو خود کچھ کام نہیں کر سکتی۔ جب تک اس کے اندر بھاپ داخل نہ ہو جائے، ایسے ہی انسانی بدن کی مشین کو چلانے والی ایک قوت ہے۔ جیسے ہم اپنی بنائی ہوئی مشینیں بجلی یا بھاپ کی قوت کے بغیر نہیں چلا سکتے۔ ایسے ہی انسانی بدن کی مشین بغیر اس قوت کے بیکار ہے۔ اس قوت یعنی روح کا ایک خزانہ ہے جیسے بجلی کا یا بھاپ کا خزانہ ہوتا ہے۔

روح کے اس خزانہ کا نام روح القدس ہے۔ بدن تک روح القدس کی طاقت لانے والا اسی روح کا ایک افسر ہے اس کا نام جبریل رکھا گیا ہے اور روح پہنچنے کا نام نفخ روح یعنی روح پھونکنا ہے۔

بدن کی مشین کا مسالحہ معمولی قاعدے کے مطابق باپ اور ماں دونوں سے مل کر حاصل ہوتا ہے اور ماں کے پیٹ میں تیار ہوتا ہے۔ لیکن دو دفعہ اس قاعدے کو توڑا گیا ہے۔ ایک حضرت آدمؑ کا بدن بناتے وقت ———— اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت۔

آدم علیہ السلام کے نہ باپ تھے نہ ماں تھی۔

دوسری دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت باپ کے حصہ کا مسالحہ قدرت خداوندی سے لیا گیا، جبریلؑ نے روح پھونک دی۔ یہ روح اتنی زوردار تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اس سے بنائے ہوئے مٹی کے پتلوں میں روح دوڑا دیتے تھے، اور اسی روح سے وہ بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے اس پر غور کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت ساری باتیں سمجھ میں آسکتی ہیں جو لوگ بجلی کی طاقت کو مانتے ہیں مگر روح کی طاقت کو نہیں مانتے ان پر تعجب ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی دُعا

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ
عیسیٰ مریمؑ کے بیٹے نے کہا کہ اے اللہ
رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً
ہمارے رب اتار ہم پر خوان
مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا
آسمان سے کہ ہمارے پہلوں اور
لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً
پچھلوں کے لیے عید کا دن ہو اور تیری طرف
مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ
سے نشانی ہو اور ہم کو روزی دے اور تو ہی
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
سب سے بہتر روزی دینے والا ہے

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ
کہا عیسیٰ بیٹے مریم نے اے اللہ
رَبَّ نَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً
رب ہمارے اتار ہم پر خوان
مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا
آسمان سے ہووے وہ ہمارے لیے عید
لِّ اَوَّلِ نَا وَ اٰخِرِ نَا وَ اٰيَةً
واسطے پہلوں ہمارے کے اور پچھلوں ہمارے کے اور نشانی
مِّنْكَ ۚ وَ ارْزُقْ نَا وَ اَنْتَ
تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہی
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
بہترین روزی دینے والا ہے

مائدہ: خوان۔ اس لفظ میں حواریوں کی اس خواہش کی طرف اشارہ ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ آسمان سے تیار کھانے دسترخوان میں لگے ہوئے نازل ہوں اور انہیں ہاتھ پیر ہلائے بغیر سب کچھ حاصل ہو جائے۔

پچھلی آیت میں جب حواریوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی آزمائش مقصود نہیں ہے بلکہ اس کی خاص عنایت طلب کرتے ہیں، تاکہ فراغت کے ساتھ اس کی شکرگزاری اور عبادت میں جی لگا کر مشغول ہوں اور اس کے حکم بجا لائیں اور آپ کی سچائی ہم پر بالکل واضح ہو جائے اور اس کی کھلی نشانی ہماری آنکھوں کے سامنے آجائیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حضور میں عرض کیا کہ یا اللہ آپ ہی ہماری ساری ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے والے ہیں، اپنی رحمت سے ان کے حاصل کرنے میں ہماری محنت و مشقت کی ضرورت نہ چھوڑ بلکہ تیار کھانے سے سجا سجایا دسترخوان ہمارے اوپر آسمان سے بھیج دے، تاکہ ہمارے اگلے پچھلے سب کے لیے خوشی اور عید کا باعث بن جائے اور آپ کی شفقت اور مہربانی کی کھلی ایک نشانی ہمارے ہاتھ آجائے آپ ہم سب کو رزق دینے والے ہیں اور ہر صورت میں رزق آنا آپ ہی کی طرف سے ہے آپ کو رزق دینے کا طریقہ بدلنے میں کیا دیر لگے گی۔ آپ کی قدرت میں سب کچھ ہے اور رزق اور روزی دینے میں آپ کی برابری تو کیا آپ کی نقل بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ گو بہ ظاہر کتنا ہی فیاض اور مالدار ہو۔

ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی یہ دعا حواریوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے لیے تھی "تاکہ وہ کھانے پینے کی فکر سے آزاد ہو کر سارا وقت اللہ کی شکرگزاری اور دین کے حکموں کے بجالانے میں صرف کریں۔

نافرمانی کی سزا

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُ هَا عَلَيْكُمْ
کہا اللہ نے بے شک میں اتارنے والا ہوں اس کو تم پر
فَ مَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ
پس جو ناشکری کریگا اس کے بعد تم میں سے تو بے شک میں
اُعَذِّبُ هٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُ هٗٓ
اسے عذاب دوں گا ایسا عذاب کہ نہ عذاب دوں گا ایسا
اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
کسی کو جہان والوں میں سے

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ
کہا اللہ نے بے شک میں وہ (خوان) تم پر اتاروں گا
فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ
پھر جو کوئی تم میں سے اس کے بعد ناشکری کریگا تو میں اسے
اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ
ایسا عذاب دوں گا کہ جہان میں
اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع
کسی کو نہ دوں گا

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی دعا کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں یہ خوان تمہارے اوپر ضرور اتاروں گا۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ اس دن کے بعد تم میں جو ناشکری کرے گا، اس کو ایسا سخت عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں ویسا عذاب کسی کو نہ دوں گا۔

اس کے بعد قرآن مجید میں یہ ذکر کہیں نہیں کہ وہ خوان واقعی اترا یا نہیں کیوں کہ قرآن مجید میں اتنی ہی بات بیان کی جاتی ہے جس سے انسان کے لیے کوئی ہدایت نکلتی ہو۔ حضرت عیسیٰؑ کی دعا اور اس کے جواب میں انسان کو ایک نہایت کام کی بات بتائی گئی ہے اس پر غور کرنا چاہیے، خوان کے اترنے یا نہ اترنے کا فیصلہ آج تک نہیں ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اترا تھا۔ لیکن لوگوں نے ناشکری کی اور اس کا اترنا بند ہوگیا اور انہیں ناشکری کی سزا ملی۔ بعض کی رائے ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا کا جواب سن کر لوگ ڈر گئے اور اپنی درخواست واپس لے لی۔ بہرحال دعا اور جواب دونوں کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

اس میں ہمیں کئی مفید باتیں سکھائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے آگے رسول تک بے بس ہیں۔ اولیاء کا تو ذکر ہی کیا۔ ہمیں اللہ میں اور بندے میں اچھی طرح فرق سمجھ لینا چاہیے۔ ولی اور رسول سب اللہ کے بندے ہیں اور اللہ سب کے اوپر حاکم ہے۔ بندے فقط دعا کرسکتے ہیں۔ منظور کرنا یا نہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس سے عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰ (معاذ اللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔ غلط ٹھہرانا مقصود ہے اور ہمیں اس سے یہ سیکھنا ہے کہ اللہ اور بندے میں بڑا فرق ہے اس کے علاوہ اس سے یہ بھی سکھانا مقصود ہے کہ انسان کو رزق ان طریقوں سے حاصل کرنا چاہیے۔ جو اس کے لیے حلال طور پر مقرر کردیئے گئے ہیں اور اس کے لیے اس کو کچھ نہ کچھ محنت ضرور کرنی چاہیئے۔ دعا ذلیلوں اور نرالے طریقوں سے بیٹھے بٹھائے رزق ملنے کی تمنا یا کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس کا شکر آسان نہیں اور ناشکری کا انجام سوا عذاب کے کچھ نہیں۔ اور سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ انسان مفت کی دولت مل جانے سے متکبر یا شیطان ہوجاتا ہے یا نرا جانور۔

حضرت عیسیٰؑ کی وعید

ایک اور بات جو یہاں سے سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو بے محنت و مشقت
کے بیٹھے کھانا مل جایا کرے گا۔ تو وہ دل لگا کر اللہ کی عبادت میں سارا وقت صرف کریں گے اور آپس کے فساد او جھگڑے
کم ہو جائیں گے انہیں اپنی خواہشوں کو قابو میں رکھنا آ جائے گا اور لوگوں کے لیے راہبوں کی سی زندگی بسر کرنی آسان
ہو جائے گی اور اسی لیے حضرت عیسیٰؑ نے دعا کرنے سے پہلے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ اللہ سے ڈرو۔ مطلب یہ تھا کہ ابھی
آسانیاں طلب کرتے ہو تو اس کے بعد تم سے پرہیزگاری اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ کا مطالبہ بھی کیا جائے گا کیا تم میں اتنا ندر دار
ایمان ہے کہ کمائی کی محنت سے چھوٹ کر جو وقت بچے گا۔ اس کو کھیل کود اور بے ہودہ تفریح میں نہ صرف کرو گے بلکہ ہر وقت اللہ
کی مرضی کے کاموں میں لگے رہو گے۔

اس کے جواب میں لوگوں نے انہیں یقین دلایا کہ وہ آسمان سے مائدہ اترنے کے بعد اللہ کے شکرگذار بندے بن کر رہیں گے یہ سن کر
حضرت عیسیٰؑ نے اللہ سے دعا کی اور مائدہ طلب کیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں مائدہ نازل کردوں گا لیکن اس کے
بعد جو میرا نیک اور شکرگذار بندہ بن کر نہ رہے گا اس کو عذاب بھی اتنا سخت دوں گا کہ کسی کو ایسا عذاب نہ دیا جائے گا۔

حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں دو چیزوں کی درخواست ہے ایک مائدہ کی دوسرے رزق کی۔ مائدہ کے اترنے نہ اترنے میں تو اختلاف
ہے، لیکن رزق کی فراخی اور آسانی کی دعا انسان کے لیے مقبول ہوئی۔ یعنی جو شخص کمانے کے مقرر طریقے اختیار کرے گا
اسے رزق کی فراخی دی جائے گی۔ لیکن شرط اس کے ساتھ بھی وہی ہے کہ جو اس رزق کو نیک اور جائز طریقوں
سے خرچ کرے گا اور اللہ کے حکم بجا لائے گا وہ تو نجات پائے گا۔ مگر مال دار بخیلوں اور بدکاروں کو سخت سزا
ملے گی۔ جس سے مفلس لوگ محفوظ رہیں گے۔ اس دعا کا اثر اس وقت کے یہودیوں اور عیسائیوں میں خاص طور پر ظاہر
دونوں کے لیے دنیا میں دولت کے دروازے کھول دیئے گئے گو یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ
سے دولت کے ساتھ ذلت بھی نصیب ہوئی۔

عیسائیوں کو ان کے مان لینے کی وجہ سے دولت اور عزت دونوں نصیب ہوئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
موجود تھی۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے تھا کہ دولت کمانے کے ان ذرائع سے جو ان کے لیے آسان کر دیئے ہیں۔ دو
کما کر اگر وہ اسے برے کاموں میں اور اپنی بڑائی ڈھونڈنے میں صرف کریں گے تو اس کے معنی
کی ناشکری کے ہوں گے اور ناشکری اللہ کے عذاب کا سبب بنے گی۔ اگر یہ عذاب ان کو دنیا میں نہ بھی
آخرت میں وہ اس سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔

افسوس عیسائی دولت کی وجہ سے مغرور ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے اس حصہ کو بھول گئے جس
میں اللہ کی ناشکری کرنے والوں کو عذاب کی دھمکی دی گئی تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کی گواہی

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰا عِيْسَى ابْنَ
اور جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ بیٹے
مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِ النَّاسِ
مریم کے کیا تو نے کہا واسطے لوگوں کے
اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ
ٹھیرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود کے
دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا
سوا اللہ کہا پاک ہے تو نہیں
يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ
ہے میرے لیے یہ کہ کہوں میں وہ بات کہ نہیں
لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ
میرے لیے ٹھیک

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ
اور جب اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے
مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
عیسیٰ کیا لوگوں کو تو نے کہا تھا
اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ
کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو
دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا
معبود ٹھیرا لو کہا تو پاک ہے مجھ کو
يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ
لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھ
لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ
کو حق نہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں پہ رزق کی فراخی کا وعدہ ہے۔ لیکن دولت کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنے والوں کو عذاب بھی سخت دیا جائے گا۔ یہ رزق کی فراخی کا وعدہ تو پورا کیا گیا۔ لیکن عیسائیوں نے دولت اللہ کے حکم کے مطابق خرچ نہ کی۔ بلکہ بیہودہ عیاشی اور کھیل کود میں صرف کی۔ ان کے کان کھولنے کے واسطے اس رکوع میں قیامت کا ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عیسےٰؑ سے ان کی وجہ سے باز پرس ہوگی۔ اس بیان سے مقصد یہ ہے کہ اپنی بغاوت اور سرکشی کو چھوڑ دیں ورنہ ان کو اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

ارشاد ہے کہ کان لگا کر سن لو۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا کر ہماری پرستش کرنا۔ حضرت عیسیٰؑ جواب میں عرض کریں گے کہ اے سب عیبوں سے پاک اللہ میری کیا مجال کہ میں ایسی بات منہ سے نکالوں جس کا نکالنا میرے لیے کسی طرح سزاوار نہیں۔ بھلا مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں تیرا بندہ اور پیغمبر ہو کر ایسی بات کہوں کہ جس کو کوئی معمولی بندہ بھی نہیں کہہ سکتا۔

یہ سارا رکوع اس قدر اللہ کی عظمت و جلال اور اس کے سامنے انسان کی بندگی اور عاجزی سے پُر ہے کہ اس کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمان بھی حضرت عیسےٰؑ کے ماننے والے ہیں، اس لیے جو سبق حضرت عیسیٰؑ کے اس واقعہ سے عیسائیوں کو سیکھنا چاہیئے وہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں کو سیکھنا ہے اس بات کو انشاء اللہ اس رکوع پر جس کے ساتھ یہ سورت بھی ختم ہوتی ہے۔ بیان کریں گے۔

دل کا حال

إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ
اگر ہوں میں کہا میں نے یہ پس تحقیق
عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي
جانتا ہے تو اس کو جانتا ہے تو وہ بات جو میرے جی کے
وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ
اور نہیں میں جانتا جو کچھ جی تیرے کے ہے
إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۱۱۶﴾
بیشک تو جاننے والا ہے چھپی باتوں کا

إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ
اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم
عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي
ہوگا جو میرے جی میں ہے تو جانتا ہے
وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ
اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے
إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۱۱۶﴾
بیشک تو چھپی باتوں کا جاننے والا ہے

پچھلے سبق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہاں تک کہا تھا کہ اے پاک اللہ مجھے تو کوئی حق نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جو میرے لیے کسی طرح بھی منہ سے نکالنی ٹھیک نہیں۔ اس آیت میں اس سے آگے کا بیان ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو ضرور معلوم ہوگا۔ کیونکہ آپ سب چیزوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور آپ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ یہ نہ جانتے ہوں۔ کہ میں نے ایسی لغو اور ناپاک بات منہ سے نکالی ہے ——— میرے تو دل میں بھی ایسا خیال کبھی نہیں گذرا۔ ورنہ وہ بھی آپ کو معلوم ہو جاتا۔ کیونکہ آپ کھلی اور چھپی دونوں طرح کی چیزوں سے اچھی طرح واقف ہیں اور میرے تو علم کیا وہم و گمان میں بھی کبھی آپ کے بھید کی باتیں نہیں گذر سکتیں۔ درحقیقت علم غیب فقط آپ ہی کا خاصہ ہے۔ کیونکہ غیب کہتے ہی اُسے ہیں جو انسان کی نظر سے غائب ہے آپ کے لیے تو کوئی غیب ہے ہی نہیں۔ کیونکہ آپ کے سامنے ہر چیز حاضر ہے۔

پچھلے سبق میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کا حصّہ گذرا۔ اس میں زور اس بات پر تھا کہ جب آپ نے مجھے پیغمبری کا اعلیٰ مرتبہ عطا کیا۔ تو پھر میرے منہ سے ایسی بات کیسے نکل سکتی تھی۔ جس میں آپ کی بے ادبی ہو اور یہ ثابت ہو کہ معاذ اللہ آپ کسی مددگار کے محتاج ہیں۔ آپ کو کسی کا محتاج ہونا ایک عیب کی بات ہے اور آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔ اس لیے جواب کے شروع میں سُبْحٰنَكَ کہا۔ تو یہ بات مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ میں اپنے آپ کو اور ماں کو خدا کہہ کر یہ ظاہر کروں کہ نعوذ باللہ آپ خدا ہونے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ آیت کے اس حصّہ میں یہ کہا کہ آپ عالم الغیب ہیں میری کھلی اور چھپی باتوں کو جانتے ہیں۔ بس آپ کے علم کو اپنا گواہ پیش کرتا ہوں۔ کہ میں نے ہرگز یہ بات نہیں کہی۔ غرض ہر طرح اس جرم سے اپنا بری ہونا ظاہر کرنا چاہتے ہیں ؛

نبی کی شہادت

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ
نہیں کہا میں نے ان سے مگر جو حکم دیا تو نے مجھ کو
بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ
اس کا یہ کہ بندگی کرو اللہ کی میرا رب اور
رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا
تمہارا رب اور تھا میں ان پر دیکھ بھال کرنے والا جس
دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ
مدت تک رہا میں ان کے اندر پس جب اٹھا لیا تو نے مجھ کو تو تھا تو
اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ
آپ نگہبان ان پر اور تو اوپر ہر
شَيْءٍ شَهِيْدٌ (۱۱۷)
چیز کے دیکھ بھال رکھنے والا ہے

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ
میں نے ان کو کچھ نہیں کہا مگر جو تو نے
بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ
حکم کیا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا
رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا
رب ہے اور جب تک میں ان میں رہا میں ان
دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ
سے خبردار تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان کی
اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ
خبر رکھنے والا تو ہی تھا اور تو ہر چیز سے
شَيْءٍ شَهِيْدٌ (۱۱۷)
خبردار ہے

حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ کے حضور میں اپنا بے قصور ہونا ظاہر کرنے کے لیے بے قرار ہیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ اتنا بڑا سوال بے وجہ نہیں ضرور اس میں کچھ حکمت ہے، پہلے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے ایک تیرا بندہ جس پر تو نے اپنی بڑی مہربانی کی کہ اپنا رسول اور پیغامبر مقرر کیا۔ ایسی گستاخی کیسے کر سکتا ہے کہ آپ کی برابری کا دعوٰی کرے پھر عرض کرتے ہیں کہ مجھے تو اتنا علم نہیں کہ آپ کے بھید سمجھ سکوں اور اس سوال کے اندر جو حکمت ہے اس کو دریافت کر سکوں۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال بھی نہیں گذرا کہ خود خدا بن بیٹھوں۔ پھر جو کچھ انہوں نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے دنیا میں کیا وہ بیان کرتے ہیں اس آیت میں اسی کا بیان ہے وہ کہتے ہیں کہ:

اے اللہ میں نے ان سے سوا اس کے کچھ نہیں کہا جس کے کہنے کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ یعنی میرا اور تمہارا پالنے والا اور حفاظت کرنے والا اللہ ہے۔ اس لیے اس کے آگے بندوں کی طرح سر جھکاؤ اور اس کے ساتھ اپنی بے بسی اور بے چارگی کا اقرار کرو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے۔ اے اللہ مجھے تو ان کی باتوں کی جبھی تک خبر تھی۔ جب تک میں ان کے اندر موجود تھا جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو پھر ان کی دیکھ بھال کرنے والا تو آپ ہی تھا اور تیرے سوا اور کون ہے جو دیکھ بھال کرے کیونکہ تو ہی ہر چیز کا نگران اور محافظ ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خیال آیا کہ ضرور اس سوال سے غرض یہ ہوگی۔ میری پیروی کے دعوے داروں کا اس طریقہ سے قصور ثابت کر کے ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی جائے۔ اس لیے ایک رحم دل پیغمبر کی حیثیت سے ان کی نہایت مناسب الفاظ میں سفارش کرتے ہیں جو آگے کے سبق میں ہے:

اللہ سے رحم کی درخواست

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ
اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے
عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ
بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کردے تو تو
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾
زبردست حکمت والا ہے

اِنْ تُعَذِّبْ هُمْ فَ اِنَّ هُمْ
اگر عذاب دے تو ان کو تو بےشک وہ
عِبَادُ كَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَ اِنَّ كَ
بندے تیرے اور اگر بخشدے تو ان کو پس بیشک تو
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾
تو ہی زبردست حکمت والا ہے

ایک زبردست حاکم کے سامنے مجرم کی بخشش کی درخواست کرنے کے لیے اس سے بہتر طریقہ نہیں ہوسکتا۔ جب کسی مجرم کا جرم بلاشبہ ثابت ہو جائے اور حاکم بھی ایسا ہو کہ جس کے فیصلے کو نہ کوئی ٹال سکتا ہے نہ اس کی اپیل ہوسکتی ہے تو سفارش کرنے والا یہی الفاظ استعمال کرسکتا ہے، جو یہاں حضرت عیسٰیؑ نے کہے ہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جو کچھ اب تک کہا وہ ایسا صاف بیان ہے کہ اس کے بعد خود عیسائیوں کا قصور ثابت ہونا لازمی ہے۔ اس واقعہ میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کی والدہ دونوں کو دنیا میں معبود بنایا گیا۔ اس کی وجہ دو کے سوا تیسری نہیں ہوسکتی۔ یا تو خود حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جو انہیں اللہ کا پیغام پہنچانے والے تھے کہا کہ اللہ کی نہیں بلکہ میری اور میری ماں کی پوجا کرو اور یا عیسائیوں نے یہ دانستہ خود بخود اختیار کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے جواب سے ان کے بے گناہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اس طرح اس حقیقت میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ فعل عیسائیوں کا اپنا ایجاد کیا ہوا ہے اور اس لیے وہ مجرم ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اسی خیال سے عرض کریں گے کہ اے احکم الحاکمین آپ ان کو عذاب دیں تو کوئی آپ کو روکنے والا نہیں۔ کیونکہ آپ اُن کے پورے طور پر مالک ہیں اور یہ آپ کے بےکس اور لاچار بندے ہیں۔ شیطان کے بہکانے سے سب سے بڑا جرم کر بیٹھے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو ان کو بخش بھی سکتے ہیں اس صورت حال میں بھی آپ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ سب سے زیادہ طاقت اور قوت والے ہیں۔ کسی کی مجال کیا کہ آپ کے فیصلہ میں چون و چرا کر سکے اور پھر آپ ہی یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے معاف کر دینے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ کیونکہ آپ حکیم ہیں اور ہر بات کی تہ کو پہنچے ہوئے ہیں اور ہر کام کے نتیجہ سے واقف ہیں۔ ایک زبردست دانا و بینا حاکم سے رحم و کرم کی درخواست کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی بےبسی کا اور اس کی بے پناہ قدرت اور طاقت کا اقرار کیا جائے۔

اللہ کا فیصلہ

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ
فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ نفع دے گا سچوں کو
صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
ان کا سچ ان کے لیے باغ ہیں بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
سے نیچے ان کے نہریں رہیں گے
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ
اس میں ہمیشہ راضی ہوا اللہ ان سے اور
رَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾
راضی ہوئے وہ اس سے یہی ہے کامیابی بڑی
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
اللہ کے لیے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی
وَ مَا فِيْهِنَّ ۭ وَ هُوَ عَلٰي كُلِّ
اور جو ان میں ہے اور وہ پر ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾
چیز کے قدرت والا ہے

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ
اللہ نے فرمایا یہ دن ہے کہ سچوں کے
صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
ان کا سچ کام آویگا ان کے لیے باغ ہیں جن
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان ہی میں
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ
ہمیشہ رہا کریں گے ان سے اللہ راضی ہوا اور
رَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾
وہ اس سے راضی ہوئے یہی بڑی کامیابی ہے
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
زمین و آسمان کی سلطنت اور جو کچھ
وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ
ان کے بیچ میں ہے اللہ ہی کے بیچ ہے اور وہ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾ ع ۱۶ / ۵
ہر چیز پر قادر ہے

اللہ نے حضرت عیسیٰ کا بیان سن کر فیصلہ فرمایا کہ آج ٹھیک راستے پر چلنے والوں کے لیے ان کا ٹھیک ٹھیک رہنا ان کو نفع دے گا۔ اور آج سچے آدمیوں کے ان کی سچائی کام آوے گی۔ اس فیصلہ میں مجرموں کا کوئی ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کا حال اسی فیصلہ سے بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے اس کے صاف صاف ذکر کی ضرورت نہیں اور یہ دو طرزِ بیان ہے جو کلام پاک ہی کا حصہ ہے۔

ارشاد ہے کہ آج کا دن وہ ہے کہ جس میں اچھے کام کرنے والوں کو ان کے اچھے کاموں کا بدلہ ملے گا اور جنہوں نے سچائی اور خلوص کے ساتھ دنیا میں اللہ کے حکموں کی تعمیل کی ہے آج وہ اس کا پھل پائیں گے انہیں رہنے کے لیے ایسے باغ ملیں گے جن کے صحنوں اور درختوں کے نیچے صاف شفاف نہریں بہ رہی ہوں گی اور پھر یہ باغ ان سے کبھی چھینے نہیں جائیں گے بلکہ وہ انہیں کو بخش دیے جائیں گے تاکہ وہ ان میں ہمیشہ رہیں۔ یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ یہ انعامات اللہ کی طرف سے ملیں گے جس کے قبضہ میں آسمان زمین اور ان کے اندر جتنی چیزیں ہیں سب کچھ ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہو سکتی۔ جو اس کی قدرت سے خارج ہو۔

اس فیصلہ میں بُرے لوگوں کے ساتھ جو سلوک ہوگا اس کو چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ وہ خود سمجھ لیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا۔

سورۂ مائدہ کا موضوع

پچھلے سبق کے ساتھ سورۂ مائدہ ختم ہوئی۔ آج ہم اس کے مضمونوں پر پھر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ سورت ہمیں کیا سکھاتی ہے۔

اصل میں اس کے سارے مضمون ایک ہی موضوع کے گرد گھومتے ہیں۔ اگر ہم اس موضوع کو سمجھ لیں تو ہم اس سورت سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور زندگی خوشی اور کامیابی کے ساتھ بسر کر سکتے ہیں۔

انسان کی پیدائشی خصلت یہ ہے کہ وہ اپنی ہر خواہش کو بلا روک ٹوک پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ کچھ ایسی ترکیب کرنی چاہیے کہ میں جو چاہوں وہ ہوجائے اور میرا دل جو کچھ چاہتا ہے۔ اس کے حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ بلکہ سب میری مرضی کی پیروی کریں اور میرے مقصد کے حاصل کرنے میں میری مدد کریں۔ قرآن مجید اس خصلت کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر آدمی کی آزادی ایک طریقے اور قاعدے کی پابند ہونی چاہیے۔ ورنہ وہ انسان نہیں نرا جانور ہے۔

یہ قاعدہ وہ ہے جسے قانون کہتے ہیں اور یہ قانون اسی نے بنایا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اسی بات کو مان لینے کا نام ایمان ہے۔ اس قانون کا نام قرآن ہے اور اس کا بنانے والا اللہ ہے۔ اس سورت کے شروع میں ہی حکم دیا گیا ہے کہ قانون کی پابندی کرو۔ اس کو اس طرح کہا گیا ہے کہ اللہ اور قرآن کا اقرار کر لینے کا نام ایمان ہے۔ اپنی ذمہ داریاں پوری کرو۔ جس کے معنی یہ ہوتے کہ تمہاری انفرادی آزادی قانون کے سامنے کوئی چیز نہیں اور قانون بنانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ یہ ایمان کی پہلی علامت ہے۔ جس کے بغیر کوئی شخص ایمان دار نہیں کہلا سکتا۔

قانون کے جاری کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ چند رسمیں قائم کردی جاتی ہیں اور پھر سب سے کہہ دیا جاتا ہے کہ کوئی شخص ان رسموں کے خلاف نہ کرے۔ اس بات کی نگرانی بہ حیثیت مجموعی ساری امت کے ذمے ہوتی ہے —— اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ قانون کے اصول، اللہ نے بنائے ہیں اور ان کی نگہبانی پوری امت کے ذمے ہے۔

معلوم ہوا کہ اصل چیزیں جن کی طرف دنیا میں توجہ کرنی چاہیئے چار ہیں (۱) اللہ (۲) رسول اور قانون یعنی قرآن اور اس کی شرح کرنے والی حدیثیں (۳) فرد بشر (۴) پوری امت۔ اللہ اور قرآن اپنی اپنی جگہ اٹل ہیں فرد اور سوسائٹی کے آپس کے تعلقات ان کے دیئے ہوئے اصول کے مطابق قائم کرتے ہیں۔ سوسائٹی کا فرض ہے کہ ہر فرد کے لیے قانون کے سمجھنے کا پورا پورا انتظام کرے اور اسی کا نام تعلیم ہے۔ فرد کا فرض ہے کہ سوسائٹی کی قائم کی ہوئی رسموں کا پابند ہو اور جب دیکھے کہ کوئی رسم خلاف قانون ہو چکی ہے تو سوسائٹی کو اس سے آگاہ کردے اور خود اس رسم کی پابندی چھوڑ دے۔ اس سورت میں یہی سمجھایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ پہلی امتوں نے ان باتوں کے سمجھنے یا ان پر عمل کرنے میں غلطیاں کی ہیں ان غلطیوں کو واضح کیا گیا ہے تاکہ ہم ان سے بچیں:

سورۂ مائدہ پر ایک نظر

قرآن شریف میں جو حکم بھی دیا گیا ہے۔ وہ ساری امت کو دیا گیا ہے۔اس لیے حکم اکثر جمع کے صیغے سے دیئے جاتے ہیں اور جہاں کہیں مفرد کا صیغہ اختیار کیا گیا ہے وہاں اس کے مخاطب رسول ہیں۔ جو تمام امت کے نمائندہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فرد کی خودی امت کی یعنی سوسائٹی کی خودی کے اندر گم ہے اور سوسائٹی کا کام ہر شخص کی فرداً فرداً خبرگیری کرنا ہے۔ یعنی کوئی شخص ایسا کام نہیں کرسکتا جس سے سوسائٹی کو نقصان پہنچے۔ یا جس سے سوسائٹی درہم برہم ہو۔ بغاوت۔ سرکشی۔ چوری۔ خودسری وغیرہ۔ یہ سب سوسائٹی کو درہم برہم کرنے والے جرم ہیں۔ اس لیے ان کی سزا بہت سخت ہے۔ چنانچہ اس سورت میں ان کا بیان ہے۔ اور سوسائٹی کو تاکید ہے۔ کہ جرم ثابت ہونے پر مجرم کی کوئی رعایت نہ کرے۔

سوسائٹی ہمیشہ افراد کی بد اعمالیوں سے بگڑتی ہے۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک فرد یا چند افراد مل کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور دوسروں کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں اور رسول اور اس کی قانونی کتاب (توراۃ، انجیل، قرآن) کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیتے ہیں اور اپنا ہی حکم چلانا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ پہلے مالداروں کی بدمعاشیوں کی وجہ سے سوسائٹی بگڑتی ہے اور وہ اپنے تمام افراد کی نگہبانی نہیں کرسکتی۔ اور بدکاروں کو سزا دینے کی قدرت نہیں رکھتی۔ اس کے بعد افراد کو کھل کھیلنے کا موقع ملتا ہے اور وہ اپنی سی کر گزرتے ہیں یہودیوں اور عیسائیوں میں یہی ہوا۔ اس لیے ان کا حال بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ان کی بری باتوں سے بچنا چاہیئے۔

سوسائٹی کا بگڑنا انسان کے لیے تباہی کا باعث ہے اور یہ ہمیشہ مالداروں کی بدکاریوں سے بگڑتی ہے اس کی بابت قیامت میں باز پرس ہوگی اور چونکہ سوسائٹی کا سب سے بڑا نگران دنیا میں رسول ہوتا ہے۔ اس لیے قیامت میں سب سے پہلے ان سے سوال ہوگا کہ کیا تم نے سوسائٹی کو صحیح اصول پر قائم نہیں کیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ سے سوال کیے جانے کا یہی مطلب ہے کہ ان کی بے گناہی ثابت کر کے ان مفسدوں کو جنھوں نے سوسائٹی کو درہم برہم کیا تھا۔ قرار واقعی سزا دی جاتے ــــ حضرت عیسیٰؑ سے خاص طور پر اس لیے سوال ہوگا۔ کہ ان کی امت انسانی سوسائٹی کے بگاڑنے کی سب سے زیادہ مجرم ہے گویا حضرت عیسیٰؑ سے باز پرس ان کی امت کی سزا کا پیش خیمہ ہے۔ یہود اس لیے مجرم ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ پر انہوں نے جب تک ان کا بس چلا کبھی انسانی سوسائٹی قائم ہی نہ ہونے دی اور ان کے ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ــــ پھر ان دونوں کا یہ جرم ہے کہ آخری قانون یعنی قرآن کو جس کے مطابق انسانی سوسائٹی قائم ہونا چاہیئے تھی انہوں نے رد کردیا اور اپنی تخریبی کارروائیوں میں سرگرم رہے۔ مسلمانوں کو ان کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے رسولوں کا دل دکھایا۔ مسلمانوں کو ان کی پیروی کر کے اپنے رسول اکرم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہیں پہنچانی چاہیئے۔

سُورۃ الانعام کا خلاصہ

اب سورۃ الانعام کا خلاصہ مضامین پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس کو خیال میں رکھ کر اس سورت کا مطالعہ کیا جائے۔

اَنْعَام: نَعَم کی جمع ہے اور نعم چوپائے کو کہتے ہیں۔ مویشی اور جانوروں کو اللہ نے انسان کا خادم بنایا ہے لیکن اس میں سے بعض لوگ اپنی مرضی سے کسی کو حرام کر لیتے ہیں۔ اس سورت میں اس کا ذکر ہے اور اس سلسلہ میں انعام کا لفظ کئی جگہ آیا ہے۔ اس لیے اس سورۃ کا نام ہی الانعام قرار پایا۔

یہ سورۃ ایک ہی دفعہ ساری کی ساری مکہ میں نازل ہوئی بجز چند آیتوں کے سوا جو غالباً مدینہ میں نازل ہوئیں اس سورت کے نزول کا زمانہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے اور اس کا اصل مضمون توحید کی تعلیم ہے۔ اور ان سب غلط خیالات کا رد ہے جن میں ایک سے زیادہ خدا مانے جاتے ہیں اور لوگ اللہ کے سوا دوسری چیزوں کے سامنے ادب سے جھکتے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور ان میں ایسی صفتیں اور خوبیاں مانتے ہیں۔ جو فقط اللہ ہی کے لیے مخصوص ہیں۔

قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے دنیا میں شاید ہی کوئی چیز بچی ہو۔ جسے معبود بنا کر اس کی پوجا اور عبادت نہ کی گئی ہو۔ خدا کے ساتھ اور چیزوں کا شریک کرنا اور اس کی خوبیاں اور فضیلتیں دوسروں میں بھی ماننا ایک عام بات تھی۔ پارسی یا مجوسی کہتے تھے کہ دنیا کی اچھی چیزوں کا پیدا کرنے والا خدا اور ہے اور بُری چیزوں کے پیدا کرنے والا اور ہے اچھی چیزوں کو اُجالا یعنی نور کہتے تھے اور بُری چیزوں کو اندھیرا یعنی ظلمت کہتے تھے۔ یہ ان دو خداؤں کے قائل تھے ——— ہندو تینتیس کروڑ دیوتا مانتے تھے اور ہر ایک کے سپرد الگ الگ کام تھا۔ آریہ سماج نے کوشش کر کے ان کو گھٹایا۔ مگر پھر بھی مادہ اور روح کو خدا کی طرح ازلی ابدی اور ایک دوسرے سے مستقل اور غیر مخلوق ٹھہرایا۔ عرب کے مشرک تو درخت، پتھر وغیرہ تک کو اللہ کی خدائی میں شریک اور مددگار مانتے تھے۔

یہودیوں نے خدا کی صفات کو اس قدر معمولی قرار دیا کہ ہر آدمی اس کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بچھڑے کی پوجا کی۔ عیسائیوں نے باپ۔بیٹے۔ روح القدس کو خدائی میں برابر کا حصہ دار ٹھہرایا۔ غرض ایک اللہ کا قائل کوئی مشکل ہی سے تھا۔ اس سورت میں ان تمام عقیدوں کو باطل اور غلط قرار دیا ہے اور سکھایا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ جیسے اس کی ذات یکتا ہے۔ ایسے ہی اس کی صفتیں بھی سب سے نرالی ہیں۔ سب چیزیں اسی نے اپنی قدرت سے پیدا کی ہیں اور جب تک چاہے گا انہیں قائم رکھے گا اور جب چاہے گا۔ فنا کر دے گا۔ دنیا کی حفاظت اور اس کا انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اپنی مخلوق کے لیے زندگی کے الگ الگ قانون مقرر کیے ہیں۔ انسان کو اسی نے بنایا ہے اور اس کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے ہیں جن میں سے بہت سے رسولوں کا اس سورت میں ذکر ہے:-

سب کا خالق اللہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
ساری خوبیاں ہیں اللہ کے واسطے جس نے پیدا کیا آسمانوں
وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ
اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو اور
النُّوْرَ ۵ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اجالے کو پھر وہ لوگ جو کافر ہوتے
بِ رَبِّ هِمْ يَعْدِلُوْنَ ①
ساتھ رب اپنے کے برابر ٹھیراتے ہیں اوروں کو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمان
وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ
اور زمین پیدا کیے اور اندھیرا اور
النُّوْرَ ۵ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اجالا بنایا پھر بھی کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں
بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①
کو برابر کیے دیتے ہیں

السَّمٰوٰت : آسمان، سماء کی جمع ہے۔ سماء وہ چیز ہے جو ہمارے سر سے اوپر ہے اور چونکہ اوپر کی چیزیں بہت سی ہیں۔ جو اوپر کی طرف نگاہ کرنے سے نظر آتی ہیں۔ اس لیے سب کے لیے جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

الظُّلُمٰت : ظلمت کی جمع ہے جس کے معنی اندھیرے کے ہیں اس سے مراد رات اور دن کے اندھیرے ہیں۔

نُوْر : روشنی۔ اس سے مراد دن ہے۔ اندھیرے اور اُجالے میں رات اور دن کے علاوہ وہ سب چیزیں بھی آگئیں۔ جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مثلاً بھلائی، برائی، علم اور جہالت۔ ہدایت اور گمراہی۔

يَعْدِلُوْنَ : عدل سے ہے۔ عدل کے معنی ہیں مساوات اور برابری دو چیزوں کو آپس میں برابر کرنا یا ٹھیرانا۔ اس میں کبھی غلطی ہوجاتی ہے اس سے بچنا چاہیے۔

اس آیت میں وہ اصل بات جو اسلام انسان کو سکھانا چاہتا ہے، بڑی خوبی سے بیان کر دی گئی ہے یعنی تمام جہان کا اور اس کی ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے کیونکہ وہی ایک ذات ہے جس میں ساری خوبیاں، ساری قوتیں اور پوری قدرت موجود ہے۔ اس کے سوا جس کو چاہو لے لو اس میں کوئی نہ کوئی نقص موجود ہوگا اور اپنے موجود ہونے میں دوسرے کا محتاج نظر آئے گا۔

ارشاد ہے کہ آسمان اور زمین اللہ نے پیدا کیے اور انہی میں وہ ساری چیزیں آگئیں، جو ان دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی یہ سب بھی اسی نے پیدا کی ہیں اس کے بعد ان چیزوں میں سے کچھ چیزیں اچھی اور فائدہ والی کر دیں، اور کچھ بری اور نقصان دینے والی کر دیں گویا سمجھانا یہ ہے کہ پیدائش کے لحاظ سے سب چیزیں یکساں ہیں۔ ان میں کوئی برائی نہیں۔ پھر اس کے بعد اللہ نے کسی کو کسی کے لیے مفید اور کسی کو کسی کے لیے مُضر بنا دیا۔ یہاں سے مجوسیوں کا بھی رد ہوگیا، کیونکہ پیدائش میں اچھائی اور برائی کو دخل نہیں اور مشرکوں کا بھی رد ہوگیا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ سارا عالم گواہ ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا نہیں، پھر بھی نہ ماننے والے اللہ کے برابر اور چیزوں کو ٹھیراتے ہیں۔

انسان کی پیدائش

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ
وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے
ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ
پھر مقرر کردی ایک مدت اور ایک مدت
مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ
مقرر ہے نزدیک اس کے پھر بھی تم
تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾
شک کرتے ہو

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ
وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا
ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ
پھر ایک وقت مقرر کیا اور اللہ کے نزدیک
مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ
ایک مدت مقرر ہے پھر بھی تم شک
تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾
کرتے ہو

تمترون: (شک کرتے ہو) امتراء سے ہے جو مریۃ سے بنا ہے جس کے معنی شک کے ہیں۔ امتراء کے معنی شک کرنا ہے۔

پچھلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ سارے جہان کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور کوئی اس قابل نہیں کہ کسی چیز کو اپنی قدرت سے پیدا کر سکے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اسی اللہ نے انسان کو بنایا ہے۔ انسان خود اپنی بناوٹ پر اور حالت پر غور کر کے عالم کی بناوٹ اور حالت کو سمجھ سکتا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور تمہارے لیے زندہ اور قائم رہنے کی ایک مدت مقرر کر دی اسی سے سمجھ لو کہ سارے عالم کے قائم رہنے کی بھی مدت مقرر ہے اور جس طرح ایک نہ ایک دن تمہاری اپنی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک دن سارے عالم کی عمر بھی ختم ہو جائے گی اور قیامت آ جائے گی۔

سمجھانا یہ ہے کہ عالم ایک منصوبے اور مقرر نقشے کے مطابق بنا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کو بدل سکے یا بگاڑ سکے۔ اس کو سمجھنے کے لیے انسان اپنے اوپر غور کرے کہ وہ مٹی سے بنا ہے اس کے لیے اس شکل میں باقی رہنے کی ایک مدت مقرر ہے جس کے گذرنے کے بعد فنا ہو جائے گا۔ جس طرح انسان کے بنانے اور بگاڑنے میں کوئی اللہ کا شریک نہیں۔ اسی طرح سارا جہان اسی ایک اکیلے قادر مطلق نے بنایا ہے۔ اس کے بنانے میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ اس کے انتظام میں اور اس کے فنا کرنے میں کسی اور کا کچھ حصہ ہے۔ اللہ کا یہ تصور اسلام انسان کے دل پر بٹھانا چاہتا ہے۔ اور اسی پر اسلام کے سارے حکموں اور نظام کا دار و مدار ہے۔

انسان کی پیدائش کا حال سورہ مائدہ کی تفسیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ اس پر یہاں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ انسان کے لیے موت آنے والی ہے اور اسی طرح سارا عالم ایک دن فنا ہو جائے گا۔ اور قیامت آ جائے گی۔ کوئی وجہ نہیں کہ انسان ان باتوں میں شک کرے یا عالم کے نظام میں کسی کو اللہ کا شریک ٹھیرائے ؛

اللہ کی صفاتِ حسنہ

وَ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي
اور وہی اللہ ہے بیچ آسمانوں کے اور بیچ
الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ
زمین کے جانتا ہے باطن تمہارا اور
جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③
ظاہر تمہارا اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو
وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ
اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی سے
اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
نشانیوں رب کی ان کے مگر ہوتے ہیں وہ
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ④
اس سے منہ پھیرنے والے

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي
اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی
الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ
اللہ ہے تمہارا چھپا اور کھلا
جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③
جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے
وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ
اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی
اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر اس سے
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ④
تغافل کرتے ہیں

پچھلی آیتوں میں تھا کہ ساری خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں اگر کہیں کسی چیز میں کوئی خوبی نظر آتی ہے۔ تو وہ اس کی اپنی نہیں بلکہ اللہ ہی کی کسی خوبی کی ایک جھلک ہے۔ زمین کو سارے آسمانوں کو اور ان کے اندر جو چیزیں ہیں ان سب کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور ان میں سے کسی کو تمہارے لیے اچھا اور کسی کو بُرا قرار دے دیا جاتا ہے۔ انسان کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ اور اس کی زندگی کی ایک مدت مقرر ہے۔ اور اس کے بعد وہ مر جاتا ہے۔ اس سے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ ساری دنیا کے لیے بھی باقی رہنے کی ایک مدت مقرر ہے۔ اس کے بعد یہ فنا ہو جائے گی۔ آگے یہ یہ سمجھاتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ ہوگا اور اس سے اس کے کاموں کا جو اس نے دنیا میں کیے تھے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اس لیے اس آیت میں اللہ کی قدرت اور اس کے سب سے غالب ہونے کا بیان کرکے بتلایا گیا ہے کہ انسان اللہ کے فیصلے کو رد نہیں کرسکتا۔ ارشاد ہے کہ اللہ آسمانوں میں اور زمین میں ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ اسی کا حکم چلتا ہے۔ اس کو تمہاری چھپی ہوئی اور کھلی ہوئی باتیں ذرا ذرا سی معلوم ہیں اور جو تم کرتے ہو وہ جانتا ہے اس نے اپنی نشانیاں سارے جہان میں پھیلا رکھی ہیں اور اپنا کلامِ پاک بھی بھیج دیا ہے جو سب سے بڑی نشانی ہے۔ جو بھی عقل سے کام لے گا اور ان آیتوں پر غور کرے گا وہ اس کی قوت اور قدرت پہچانے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کی جو نشانی یا قرآن کی جو آیت ان کے سامنے آتی ہے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور ذرا نہیں سمجھتے کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ اگر انسان غور کرے تو اس کے پیدا کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کو پہچانے اور اسی کی بندگی کرے۔

اظہار حقیقت

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵

پس بے شک جھٹلایا انہوں نے حق کو جب آیا وہ ان کے پاس سو عنقریب آتی ہیں ان کے آگے سچی خبریں اس کی کہ تھے وہ ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵

سو بے شک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان تک پہنچا سو ان کے آگے اس بات کی حقیقت جس پر وہ ہنستے تھے آتی جاتی ہے

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ ان غافلوں کے سامنے جو اللہ کی نشانی آتی ہے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اس کو کچھ نہیں گردانتے حالانکہ اگر اس میں غور کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں تو ان کی سمجھ میں آجائے کہ اس ساری دنیا کا اور اس سے پرے دوسرے جہان کا پیدا کرنے والا فقط ایک اللہ ہے اور وہی سب کا مالک ہے اور اس کا نام سرہگا اللہ ہے جس کا مطلب ہے معبود برحق۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یوں تو آسمان اور زمین اور ان کے اندر جو حادثے ہوتے رہتے ہیں ان پر غور کرنے سے عقلمند ضرور اللہ کو مان لے گا۔ لیکن ممکن ہے کہ غفلت کی وجہ سے ان پر غور کرنے کا موقع نہ ملے یا ملے تو کھیل کود میں مشغول ہونے کی وجہ سے حقیقت کے پتہ لگانے کا ارادہ ہی نہ کرے۔ لیکن ایک نشانی تو ان کے پاس ایسی زبردست آچکی ہے کہ اس کے اندر شبہ کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ اس کے ساتھ اس کو سمجھانے والا بھی موجود ہے اور اس کا کام ہی یہ ہے کہ تمام لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلائے اور وہ نشانی انہیں صحیح طور پر سمجھا دے۔ یہ نشانی قرآن مجید ہے اور اس کے لانے والے رسول اکرم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اللہ کے برحق ہونے پر گواہ ہے اور سچائی اور حقیقت کو واضح کرتی ہے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سمجھانے کے لیے موجود ہیں۔ اس کے بعد اس سب سے بڑی نشانی یعنی قرآن مجید سے منہ موڑنے کے لیے کوئی عذر ہی نہیں رہتا اور اگر کوئی منہ موڑتا ہے تو اس کی وجہ اس کی ہٹ دھرمی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد اس کے نہ ماننے والوں کو سزا سے ڈرایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے تو ہٹ دھرمی سے ایک سچی کتاب کو جھٹلایا۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ دن دور نہیں کہ ان پر اس کا وبال پڑے گا، اس کتاب کی ایک ایک بات پوری ہو کر رہے گی اور جن باتوں کی یہ آج ہنسی اڑا رہے ہیں کل یہ باتیں ان کو رلا کر رہیں گی اور وہ اس گستاخی کا مزہ چکھیں گے۔

قرآن مجید میں اس کے نہ ماننے والوں کے لیے دو قسم کی سزاؤں کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ دنیا کی سزا اور آخرت کی سزا۔ دونوں سزاؤں کے یقینی ہونے کا اس قدر صاف اعلان کر دیا گیا تھا کہ سمجھ داروں کے لیے اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ تھی۔ لیکن کافروں نے نہ مانا۔ آخر کار دنیا میں ان کا وہی حال ہوا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ آخرت کی سزا بھی ایسی ہی یقینی ہے:

گذشتہ سے عبرت

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ
کیا نہیں دیکھا انھوں نے کتنی ہلاک کردیں ہم نے کے
قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ
پہلے ان کے امتوں میں سے کہ قوت دی ہم نے ان کو
فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ
بیچ زمین کے اتنی کہ نہیں قوت دی ہم نے تم کو
وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا
اور چھوڑا ہم نے آسمان کو ان پر خوب برستا ہوا

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ
کیا دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی امتیں
قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ
ہلاک کر دیں جن کو ہم نے
فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ
ملک میں اتنا جما دیا تھا کہ جتنا تم کو نہیں جمایا
وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا
اور ہم نے ان پر آسمان کو لگاتار برستا ہوا چھوڑ دیا

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ دوسری نشانیوں میں اور قرآن مجید میں یہ فرق ہے کہ باقی ساری نشانیاں اپنے متعلق لفظوں میں کچھ نہیں کہتیں، دیکھنے والا ان کو دیکھ کر جو سمجھ جائے وہ سمجھ جائے۔ قرآن مجید ایک پاک کلام ہے، وہ خود اپنی بابت سب کچھ بتاتا ہے، بلکہ وہ دنیا کی ساری بے زبان نشانیوں کی زبان ہے، ان کو بیان کرتا اور ان کی طرف توجہ دلاتا ہے اور نہ صرف موجودہ نشانیوں کی طرف بلکہ ان کی طرف بھی جو پہلے گذر چکیں اور لوگ ان کو بھول بھال گئے ہیں۔ اس سے غرض یہ ہے کہ اس زمانے کے انسان ان پر غور کریں، اللہ کو اور اس کی قدرت کو پوری طرح سمجھ جائیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ پیچھے سے پیچھے زمانہ کی طرف دیکھو، یہاں تم سے پہلے اور قومیں بستی تھیں ہم نے ان کو اتنی قوتیں اور طاقتیں عطا کی تھیں کہ تمہارے اندر وہ نہیں پائی جاتیں ان کے اوپر وقت پر برابر مینہ برسائے اور زمین کی پیداوار کا مالک بنایا اور بھی ان پر بہت سے انعام کیے جن کا ذکر آگے آئے گا۔

قرآن مجید واقعی اللہ تعالیٰ کو جیسا پہچاننا چاہیے، پہچاننے کا بڑا زبردست ذریعہ ہے۔ یوں تو عقل مند آدمی دنیا کی ہر چیز پر غور کر کے معرفت الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اس قدر غور کرنے کی ہر شخص سے امید نہیں کی جا سکتی۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی نشانی ہے جو انسان کے لیے اللہ سے بے خبر رہنے کا کوئی عذر نہیں چھوڑتا۔ اوّل تو اور نشانیوں کی طرح خود دنیا میں اس کا نرالے طرز کا وجود ایک نشانی ہے پھر یہ اپنی بابت خود اپنے الفاظ میں سب کچھ کہتا ہے۔ پھر اس کے پہنچانے اور سمجھانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اب بھی اگر کوئی اللہ کو اور اس کی قدرت کو نہ سمجھے تو اس کے حال پر جتنا بھی تعجب اور افسوس کیا جائے کم ہے۔

بد اعمالی کا نتیجہ

وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ
اور ہم نے ان کے نیچے بہتی ہوئی نہریں
تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بنا دیں پھر ان کے گناہوں پر ہم نے
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ
انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم
بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ (۶)
نے اور امتوں کو پیدا کیا

وَ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ
اور بنائیں ہم نے نہریں بہتی ہوئی
تَحْتِ هِمْ فَ اَهْلَكْنَا هُمْ
نیچے ان کے پس ہلاک کیا ہم نے ان کو
بِ ذُنُوْبِ هِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ
بوجہ گناہوں کے ان کے اور پیدا کیں ہم نے
بَعْدِ هِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (۶)
پیچھے ان کے امتیں اور

قَرن: زمانہ، صدی، اس کی جمع قرون ہے۔ اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں اس سے اس زمانہ سے پہلے کے لوگ مراد ہیں۔ اس لئے ترجمہ امت کیا گیا ہے۔ پچھلے سبق میں کہا گیا ہے کہ تمہیں اپنے سے پہلی امتوں کے حال پر غور کرنا چاہیئے۔ جن کا اپنے اپنے زمانہ میں خوب طوطی بول رہا تھا، مال و دولت قوت سب کچھ حاصل تھا، اور تمہارے اندر تو اتنا زور اور بل ہے بھی نہیں جتنا ہم نے انہیں عطا کیا تھا۔ پیداوار کی افراط تھی۔ بارش عین موقع پر ہوتی تھی اور کثرت کے ساتھ لگاتار ہوتی تھی، نتیجہ یہ تھا کہ کھیتیاں اور باغ ہرے بھرے تھے، آسمان سے وقت پر مینہ برستا تھا۔ اس آیت میں ہے کہ ان کے محلوں کے پاس زمین پر درختوں کے نیچے نہریں بہتی تھیں۔ غلہ اور پھل کثرت کے ساتھ پیدا ہوتے تھے۔ کام کی ساری چیزیں ان کی تابع فرمان تھیں۔ اتنی بڑی نعمت اور ساز و سامان لیے ہوتے ہوئے ہونا یہ چاہیئے تھا کہ وہ منعم حقیقی کے شکر میں ہر وقت مصروف رہتے، اور اس کی نافرمانی سے بچتے۔ اس کے رسولوں کا کہا مانتے اور نیک لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے۔

وہ اپنے مال و دولت اور قوت پر گھمنڈ کر کے جوانی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ گئے۔ اللہ کے فرمان کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ رسول کے وعظ و نصیحت کی پروا نہ کی اور گناہوں میں پھنس گئے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے انہیں ان کی شامت اعمال کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا۔ ان کا نام و نشان بھی آج باقی نہیں پھر ان کی جگہ اور قومیں انہی کی جگہ ہم نے پیدا کر دیں اور وہ وہیں بس گئیں جہاں کبھی وہ بسا کرتے تھے۔ پچھلے زمانہ کے لوگوں کی تاریخ اور حالات سے ہمیں اگر کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو یہی ہے کہ ان کے اچھے کاموں کو دیکھ کر ہم بھی اچھے کام کریں اور جو انہوں نے برے کام کیے تھے ان کے نتیجے جو ان کو بھگتنے پڑے دیکھ کر ہم ان کاموں سے بچیں۔

آج کل بعض ظاہری باتوں کو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ دنیا میں حادثے آتے ہی رہتے ہیں ان کو انسان کے برے کاموں سے کیا تعلق۔ لیکن قرآن مجید اور حدیثوں میں بار بار اور صاف صاف کہا گیا ہے کہ انسان کے برے کاموں اور گناہوں کی وجہ سے دنیا میں آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں اور مرنے کے بعد ان کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

ہمیں قرآن مجید اور حدیث شریف ہی کی بات ماننی چاہیئے اور گناہوں سے بچنا چاہیئے۔

ضد کی انتہا

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ
اور گر اتاریں ہم تجھ پر لکھا ہوا بیچ
قِرْطَاسٍ فَ لَمَسُوْ هُ بِ
کاغذ کے پھر چھولیں وہ اس کو ساتھ
اَيْدِيْ هِمْ لَ قَالَ الَّذِيْنَ
ہاتھوں اپنے کے البتہ کہیں گے وہ لوگ جو
كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ
کافر ہوئے نہیں یہ مگر جادو
مُّبِيْنٌ (۷)
کھلا ہوا

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ
اور اگر ہم تجھ پر کاغذ میں لکھا ہوا
قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ
اتاریں پھر وہ اپنے ہاتھوں
بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ
سے چھولیں البتہ کافر
كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ
کہیں گے نہیں ہے یہ مگر کھلا ہوا
مُّبِيْنٌ (۷)
جادو

مکہ والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں وہ کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ لوگ آپ کی باتیں سنیں اور آپ کے کہنے پر چلیں۔ آپ سے قسم قسم کی فرمائشیں کرتے کہ کسی طرح آپ کو عاجز کر دیں۔ اور اپنے ہی جیسا پرانے رسم و رواج کا پابند پھر کر لیں۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا کہ لوگوں کو دین اسلام میں کرامتیں اور معجزے دکھا دکھا کر اور مرعوب کر کے یا ان کی فرمائشیں پوری کر کے داخل کیا جائے۔ کیونکہ اسلام فطری دین ہے اور انسان کی اپنی سمجھ اس کی خوبیاں دریافت کرنے کے لیے کافی ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے فرمائش کی کہ ایک کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب آسمان کے فرشتوں سے اٹھوا کر اتار لاؤ اور ہمارے سامنے رکھو تو ہم جانیں کہ تم اللہ کے رسول ہو۔ اس آیت میں اس کا جواب ہے۔ ارشاد ہے کہ بالفرض اگر ہم ایک لکھی ہوئی کتاب فرشتوں کے ہاتھ بھیج دیں وہ اس کو اترتا ہوا دیکھ لیں اور جب وہ ان کے سامنے آتے تو اس کو ہاتھ سے چھو کر اپنا اطمینان بھی کر لیں کہ یہ سچ مچ کی کتاب ہے اور نری نظر بندی کا کھیل نہیں ہے۔ تب بھی وہ لوگ ماننے والے نہیں کیونکہ یہ ایسی فرمائشیں اپنا شبہ رفع کرنے کے لیے نہیں کرتے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ عاجز ہو جائیں تو وہ آپ ہی چپ ہو جائینگے۔ ارشاد ہے کہ اگر آپ نے ان کا کہنا کر دیا تو پھر بھی نہ ماننے کے سو بہانے ہیں۔ کم سے کم یہ بہانہ تو کہیں نہیں گیا کہ یہ رسول جادوگر ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دین اسلام کوئی وقتی دین نہیں تھا کہ وقت پر خلاف عادت معجزے دکھا دکھا کر لوگوں کو اس میں داخل کیا جاتا۔ بلکہ یہ انسان کو دنیا میں زندگی گذارنے کے لیے جتنے کام کرنے پڑتے ہیں ان سب میں قرآن مجید کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے صاف صاف رہنمائی کرتا ہے اب جو اس کے خلاف چلے گا وہ پچھتائے گا:

انوکھی فرمائشیں

وَ قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ
اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ
وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّ قُضِيَ
اور اگر اتارتے ہم فرشتہ البتہ ختم ہو گیا ہوتا
الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑧
کام پھر نہ مہلت دیے جاتے وہ

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ
اور کہتے ہیں اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا
وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ
اور اگر ہم فرشتہ اتاریں تو قصہ طے
الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑧
ہو جاوے پھر ان کو مہلت بھی نہ ملے

پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ اسلام کو حیرت انگیز معجزے دکھا کر منوانا منظور نہیں۔ اس آیت میں او[ر] اس سے آگے کی آیت میں ان کی اس فرمائش کا جواب ہے کہ اللہ کا پیغام فرشتہ لے کر آتے۔ ارشاد ہے کہ اگر فرشتہ آیا۔ اور پھر بھی انہوں نے بہانہ سازیاں کر کے ماننے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ ان کی ہٹ دھرمی سے خوف ہوتا ہے۔ تو پھر ان کی خیر نہیں کیوں کہ فرشتے کے ان کے سامنے آنے کے بعد پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ ان نہ لا کر بھی کچھ مدت تک صحیح سلامت رہیں۔ اس وقت تو نہ ماننے پر ان کو فوراً ہلاک کر دیا جائے گا۔ مہلت ملنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لیے فرشتے کا چھپ کر فقط رسول کے پاس آنا اور ان کے ذریعہ اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچانا ایک نعمت ہے۔ جس کی قدر یہ نہیں جانتے۔ یہ فرشتے کے کھلم کھلا نہ آنے کی بدولت ہی ہے کہ باوجود کفر اور انکار کے، یہ زندہ ہیں اور ان کو مہلت دی جا رہی ہے ورنہ فرشتے کے ظاہر ہو جانے کے بعد تو قصہ ہی ختم ہے۔

فرشتے کے ظاہر ہونے کی تین صورتیں ہی ہو سکتی ہیں:

۱۔ اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو۔
۲۔ کسی طبعی منظر کی شکل میں ظاہر ہو مثلاً آندھی، طوفان وغیرہ
۳۔ انسان کی شکل میں ظاہر ہو۔

پہلی صورت میں تو انسان اس کے دیکھنے کی تاب ہی نہیں رکھتا۔ صرف اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دوبارہ دیکھا۔ جس سے آپ پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور کوئی آدمی دیکھے تو دہشت کے مارے پتہ ہی پھٹ جائے۔

دوسری شکل میں بھی اگر لوگ علامتوں سے پہچان کر بر وقت ایمان لے آئے اور توبہ کر لی تو شاید بچ جائیں حضرت یونس کی قوم بچ گئی۔ ورنہ یہاں بھی کام تمام ہے۔

نبیوں کی بے ادبی

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّ جَعَلْنٰهُ
اور اگر بناتے ہم اسے فرشتہ البتہ بناتے ہم اسے
رَجُلًا وَّ لَ لَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا
آدمی اور البتہ ڈالتے ہم ان پر وہی جو
يَلْبِسُوْنَ ﴿٩﴾ وَ لَ قَدِ اسْتُهْزِئَ
شبہ کر رہے ہیں اب اور البتہ ضرور ہنسی کرتے رہے ہیں
بِ رُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَ حَاقَ
ساتھ رسولوں کے لوگ پہلے تجھ سے پس گھیر لیا
بِ الَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا
ان لوگوں کو جنہوں نے ہنسی کی اس سے اس چیز نے
كَانُوْا بِ هٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٠﴾
کہ تھے وہ ساتھ اس کے ہنسی کرتے

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ
اور اگر کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو وہ
رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا
آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور ان کو اسی
يَلْبِسُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
شبہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں اور بے شک
بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ
تجھ سے پہلے رسولوں سے ہنسی کرتے رہے ہیں پھر ان سے
بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا
ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے گھیر لیا کہ
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٠﴾ ع
جس پر ہنسا کرتے تھے

اس آیت میں فرشتے کا تیسری صورت میں ظاہر ہونے کا بیان ہے۔ اور حقیقت میں یہی وہ صورت ہے جس میں فرشتہ انہیں ہدایت کر سکتا ہے۔ لیکن اس سے فائدہ کچھ نہیں۔ کیونکہ وہ یہ کیسے سمجھیں گے کہ یہ فرشتہ ہے۔ اس کی ظاہری شکل تو آدمی ہی کی ہوگی۔ پھر انہیں کیسے یقین ہوگا کہ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔ وہ تو اس وقت بھی یہی کہیں گے کہ فرشتہ آتا تو یقین کرتے۔ جیسے اب کہہ رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اگر ہم ان کو سمجھانے کے لیے فرشتہ ہی بھیج دیں تو بھی وہ اپنا کام اسی صورت میں کر سکتا ہے۔ جب وہ ان کے اندر آدمی کی شکل میں آتے اور رہے اور اس وجہ سے ان کے لیے اس کے بعد بھی یہ کہنے کا موقع رہے گا کہ اگر یہ فرشتہ ہوتا تو ہم مان لیتے نہ ماننے کا بہانہ جیسے اب کر رہے ہیں۔ ویسے ہی جب بھی کرتے ——— آگے ارشاد ہے کہ ان کو اصل میں رسولوں کا کہنا ماننا ہی منظور نہیں ہے۔ یہ تو ان کی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان کی تعلیمات کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اے رسول تجھ سے پہلے بھی لوگوں نے اپنے وقت کے رسولوں کی ہنسی اڑائی تھی۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوا؟ وہی باتیں جن کی وہ ہنسی اڑاتے تھے سچی ثابت ہوئیں۔ ان کے نہ ماننے کا وبال ان کے اوپر پڑا اور نافرمانی کی آفتوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ یہ باتیں مکہ کے لوگوں کو سمجھائی جا رہی ہیں۔ افسوس اس پر بھی وہ نہ مانے۔ آخر تباہ و برباد ہوئے اور اسلام کا بول بالا ہوا ؛

سیاحت کا مقصد

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ
کہہ دے سیر کرو بیچ زمین کے پھر
انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
دیکھو کیسا ہوا انجام
الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾
جھٹلانے والوں کا

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ
تو کہہ دے کہ ملک کی سیر کرو پھر
انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا
الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾
انجام ہوا

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے اندر کی تمام چیزیں بنا کر انسانوں کو پیدا کیا اور ان کو بتا دیا کہ ان چیزوں سے تم کام لے سکتے ہو۔ لیکن ان میں سے بعض چیزیں تمہارے لیے مضر ہیں۔ اس لیے تمہیں ان سب چیزوں سے ایک قاعدے اور قانون کے اندر کام لینا ہے۔ تاکہ بُری چیزوں سے بچنا میسّر ہو۔ سمجھانا یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا اور تمہارا پیدا کرنے والا اور تمہارے لیے قانون زندگی بنانے والا ایک اللہ ہے اس کے پہچانے بغیر تمہارے کاموں کی کل درست نہیں بیٹھ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی پہچان اور اپنے قانون منوانے کے لیے نشانیاں مقرر کی ہیں۔ اللہ کی یہ کتاب ایسی نشانی ہے، جو تمام نشانیوں کی طرف توجہ دلاتی ہے اور اللہ کے اور اس کے قانون کے سچے ہونے کی شہادت دیتی ہے۔

اللہ کے قانون کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ دنیا کی ابتدا سے اب تک جس نے اس کو توڑا اور اس کی خلاف ورزی کی وہ یقیناً ہلاک ہوا۔ پچھلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالو۔ قومیں بنیں اور بگڑیں وہ تم سے زیادہ طاقتور اور مال دار تھیں۔ پھر ان کی تباہی کا کیا سبب ہوا۔ غور کروگے تو معلوم ہوگا کہ تباہی کا اصل سبب اللہ کے قانون کا توڑنا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کرنا تھا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ تم سیر و سیاحت کرو اور پچھلی قوموں کے تباہ شدہ نشانات کو دیکھ کر عبرت پکڑو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ بُرے کاموں کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ جو پہلی آیتوں میں تاریخ کی غرض بیان کی گئی تھی۔ وہی غرض اس آیت میں سیاحت کی بیان کی گئی ہے۔ یعنی اللہ کے نہ ماننے والوں اور اس کے قانون اور رسولوں کے جھٹلانے والوں کا انجام دیکھ کر نصیحت حاصل کرنا اس کے قانون پر آپ چلنا اور دوسروں کو چلانے کی کوشش میں لگے رہنا۔ دنیا کی قوموں پر جتنی مصیبتیں آئیں۔ وہ ان کے بُرے اعمال کے سبب آئیں۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جو آفت بھی آئی انہیں پر آئی ہے۔ جو اپنی خواہشوں کے پیچھے شتر بے مہار کی طرح دوڑ رہے تھے اور سمجھانے والے یا تو ان میں باقی ہی نہ تھے یا ان کو انہوں نے بری طرح دبا دیا تھا۔ ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کوئی قوم اللہ کو ایک ماننے والی ہو اور اس کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر چل رہی ہو اور وہ کسی آفت ارضی یا سماوی سے یک قلم تباہ ہوگئی ہو۔

بنیادی قاعدہ (الف)

قُلْ لِّ مَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
کہہ واسطے کس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے
وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى
اور زمین کے ہے کہہ دے واسطے اللہ کے لکھ لی ہے اُس نے اوپر
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ
اپنے نفس کے مہربانی

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
پوچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے
وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى
وہ کس کا ہے کہہ دے اللہ کا ہے اس نے اپنے ذمہ
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ
مہربانی لکھ لی ہے

پچھلی آیتوں میں تھا کہ تاریخ و سیاحت کے ذریعہ معلوم کرو کہ جن لوگوں نے اللہ کو اور اس کے قانون کو جھوٹا قرار دیا تھا۔ ان کا کیا انجام ہوا۔ اس آیت میں واقعات سے صحیح نتیجہ نکالنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ کہ جو آدمی دنیا کے گذشتہ اور موجودہ حالات پر غور کرنے بیٹھے گا۔ اس کے دل میں سب سے پہلے یہی سوال آئیگا کہ اس کائنات کا مالک اور انتظام کرنے والا کون ہے۔ تاریخ میں وہ پائے گا۔ کہ بعض سرپھروں نے اپنے زمانہ میں خود آپ سب کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا اور تھوڑی ہی مدت میں وہ ظلم کرکے فنا ہو گئے۔ ان کے جو آثار اور کھنڈر رہ گئے۔ سیاح انہیں دیکھ کر ان کا انجام معلوم کر سکتے ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم یہ سوال جو ہر سوچنے والے کے دل میں آتا ہے۔ خود اٹھاؤ کہ دنیا کا مالک اور منتظم کون ہے اور پھر اس کا مختصر جواب دے دو کہ اللہ ہے اس کے بعد اس جواب پر غور کرنے کے لیے ان کو چھوڑ دو کہ وہ خود سوچ سمجھ کر اس کو صحیح قرار دیں۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب کا مالک اللہ ہے تو بُرے کام کرنے والوں کو کان پکڑ کر فوراً سزا کیوں نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ دنیا میں اس کے مالک یعنی اللہ نے انتظام کا ایک بنیادی قاعدہ مقرر کر دیا ہے۔ جب تک دنیا کو قائم رکھنا ہے ہر مخلوق کے لیے اسی کے مطابق الگ الگ طریق زندگی اور قانون حیات مقرر کیا جائیگا۔ یہ بنیادی قاعدہ رحمت ہے۔ رحمت کے معنی سورۃ الفاتحہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ مخلوق کی ہر نوع کی الگ الگ ایک اندرونی استعداد ہے۔ اس استعداد کو سدھانے اور اس سے کام لینے کا ایک قانون ہے۔ اندرونی استعداد کا تقاضا ہے کہ اس کے پنپنے اور کام کرنے کے لیے آزادی اور سامان سب کچھ مہیا کیا جائے۔ قانون کا تقاضا ہے کہ جو اُسے توڑے سزا پائے۔ رحمت چاہتی ہے کہ جہاں استعدادی آزادی اور قانون میں تصادم ہو۔ وہاں دنیا میں درگذر سے کام لیا جائے۔ یعنی ضرورت پوری کر دی جائے۔ قانون توڑنے کی پوری سزا قیامت کے دن دی جائے۔ گو کچھ سزا مصلحتاً دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔

بنیادی قاعدہ (ب)

لَ يَجْمَعَنَّ كُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
بیشک جمع کرے گا تم کو تک دن قیامت کے
لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
نہیں شک اس میں جو لوگ ٹوٹے میں ڈال چکے
اَنْفُسَ هُمْ فَ هُمْ لَا
جانیں اپنی وہ ہی نہیں
يُؤْمِنُوْنَ (۱۲)
ایمان لائیں گے

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۱۲)

البتہ تم کو قیامت کے دن تک جس میں کچھ شک نہیں اکٹھا کرے گا جو لوگ اپنی جانوں کو نقصان میں ڈال چکے ہیں وہی ایمان نہیں لاتے

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ دنیا میں انتظام کا قاعدہ رحمت پر مقرر ہے یعنی اندرونی استعداد کی ضرورتیں فوراً مہیا کی جائیں اور قانون کی خلاف ورزی کی سزا قیامت کے دن کے لیے چھوڑ دی جائے۔ دنیا میں جو سزا ملتی ہے۔ وہ اس وقت ملتی ہے۔ جب قانون شکنی عام ہو جائے اور نیک استعداد والوں کو بھی جن کی استعداد ہی یہ چاہتی ہے کہ وہ قانون پر عمل کریں۔ قانون کی پیروی مشکل ہو جائے۔ اس لیے جب دوسرے لوگ ان کی استعداد کا تقاضا پورا نہ ہونے دیں۔ تو رحمت کا تقاضا ہے کہ ان کو ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے اسی بنا پر ان قانون توڑنے والوں کو دنیا میں سزا دی جاتی ہے۔ جو عین رحمت ہے۔ قانون شکنی کی پوری اور خالص سزا کے لیے قیامت کا دن مقرر ہے اور غور کیا جائے تو وہ بھی عین رحمت ہے کیونکہ رحمت کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو جس چیز کے قابل ہو وہ اس کو عطا کی جائے۔

آج کی آیت میں ارشاد ہے کہ قیامت کا دن آنا ضروری ہے اور جو مرجاتا ہے گویا وہ قیامت کے دن کے لیے جمع کر لیا گیا۔ اسی طرح ہم تم سب کو قیامت کے دن تک جمع کرتے رہیں گے اور اس دن سب کو اس کے اعمال کے مطابق جزا سزا دیں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن ان سب کاموں کے برے اثر سے جو خواہش کی پیروی میں قانون کے خلاف کیے گئے ہیں روح کو پاک کر دیا جائے اور جب روح پاک ہوجائے تو اس کو اس کے قانون کے مطابق مقرر جگہ میں پہنچا دیا جائے۔ بعض بدنصیب ان خواہشوں کی پیروی کے اثر سے پاک ہونے کے لیے بڑی مدت لیں گے۔ اس پاک ہونے کی مدت کو دنیا کے حساب کے اعتبار سے ہمیشہ عذاب میں رہنا کہا گیا ہے، روح کا یہ سب سے بڑا خسارہ ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہنا پڑے اور یہ اس بات کی سزا ہے کہ آدمی اس دنیا کے اندر اپنی زندگی میں اللہ کو نہ مانے اور اس کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر نہ چلے اور خواہشوں کے پیچھے ہولے اس بلا سے چھٹکارے کی سوا اس کے کوئی صورت نہیں کہ اپنی ناپاک خواہشوں کو اللہ کے حکم کے آگے بالکل وقعت نہ دے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ ایسے لوگ ہمیشہ آرام و راحت میں رہیں گے۔

اللہ ہی سب کا مالک ہے

وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ
اور اسی کا ہے جو ٹھیرا بیچ رات کے اور
النَّهَارِ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾
دن کے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے
قُلْ اَ غَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا
کہہ دے کیا سوا اللہ کے بناؤں مددگار
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ
جو بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا اور وہ
يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ ۗ
کھلاتا ہے اور نہیں کھلایا جاتا

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ
اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ رات اور دن میں
النَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾
آرام کرتا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے
قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا
تو کہہ دے کیا اللہ کے سوا جو آسمانوں
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ
اور زمین کا بنانے والا ہے اوکسی کو مددگار بناؤں اور وہ
يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ
سب کو کھلاتا ہے اور اسے کوئی نہیں کھلاتا

پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کے بیچ میں جس جگہ بھی جو چیز ہے۔ وہ اللہ کی ملک ہے اور وہ بغیر کسی شریک کے اس کا مالک ہے آج کی آیت میں وہی بات زمانے کی بابت کہی گئی ہے کہ کوئی چیز رات میں یا دن میں کسی وقت موجود ہو وہ اللہ کی ملک ہے۔ دونوں آیتوں کو ملا کر مطلب یہ ہوا کہ جگہ کے لحاظ سے اور زمانہ کے لحاظ سے جو چیز جہاں ہے۔ ان سب کا مالک اللہ ہے۔ یعنی وہ ہر جگہ اور ہر زمانے کا اور ہر زمانہ جو کسی جگہ یا کسی زمانے میں ہے سب کا اکیلا مالک ہے کوئی اس کا اس کی ملک میں شریک نہیں اور نہ کسی کو کسی چیز کا کسی جگہ یا کسی زمانے میں مالک ہونے کا دعویٰ زیب دیتا ہے، نہ جگہ کے بدل جانے سے کوئی چیز اس کے قبضہ سے نکلتی ہے اور نہ زمانے کے بدل جانے سے اس کے قبضہ اور اس کی ملک میں کوئی فرق آتا ہے۔

جب وہ مالک ٹھیرا تو وہی سب کی ضرورتوں کا بھی پورا کرنے والا ہے۔ کیونکہ مالک کے ذمہ اپنی چیزوں کی نگرانی اور دیکھ بھال ہوتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب کی حالت سے ذرا ذرا واقف ہو آیت میں اس کا صاف اعلان ہے کہ یقیناً وہ سب کی سننے والا اور سب کی حالتوں کا پورے طور پر جاننے والا ہے۔ حدیث میں اس کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ وہ اس چیونٹی کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے جو کسی گڑھے میں نہایت ہی چکنے پتھر پر ہولے ہولے رینگ رہی ہو اور اس کے علم کا یہ حال ہے کہ اسے سمندروں کے سارے پانی کی ناپ تمام پہاڑوں کے پتھروں کا وزن بارش کے قطروں کا شمار اور درختوں کے پتوں کی گنتی سب کچھ پورے طور پر معلوم ہے یہ سب بتا کر رسول کو ارشاد ہے کہ ان سے پوچھو تو کہ کیا میں ایسے مالکِ کل سب کی سننے اور سب کے جاننے والے کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا مددگار بنا سکتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بنایا اور جو سب کو کھانا یعنی زندگی کی ضرورت کی چیزیں دیتا ہے اور خود کسی چیز کا محتاج نہیں اور نہ کوئی اسے کچھ دیتا ہے اور نہ دے سکتا ہے؟

اللہ کی اطاعت

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ
کہہ بیشک میں حکم کیا گیا ہوں کہ ہوں میں سب سے پہلا
مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
اس کا جو فرمانبردار ہوئے اور نہ ہو تو ہرگز منجملہ
الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ
شرک کرنے والوں کے کہہ بیشک میں ڈرتا ہوں
اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ
اگر نافرمانی کروں رب کی اپنے عذاب ایک دن
عَظِيْمٍ ⑮
بڑے کے

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ
کہہ دے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم
مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
مانوں اور تو ہرگز شرک
الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ
کرنے والا نہ ہو تو کہہ اگر اپنے رب کی
اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ
نافرمانی کروں تو میں ڈرتا ہوں ایک بڑے دن
عَظِيْمٍ ⑮
کے عذاب سے

اللہ زمین و آسمان اور ہر چیز کا مالک اور خبرگیری کرنے والا ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ وہی سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ سب پر رحمت کرے اور جو کوئی کچھ مانگے اس کو اس کی استعداد کے مطابق دے۔ حقیقت میں ہر چیز ہر جگہ اور ہر لمحے اپنی استعداد اور قابلیت اس کے سامنے پیش کرتی رہتی ہے اور وہ ہر ایک کی اس خفیہ التجا کو سنتا ہے اور جانتا ہے کہ کون کس چیز کا مستحق ہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر چیز ہر لمحے دعا میں مصروف ہے مگر یہ دعا زبانی نہیں بلکہ حالی ہے یعنی ہر لمحہ اس کا حال ایک نئی چیز طلب کرتا ہے۔ بعض دفعہ خود چیز اپنی حالت کو نہیں جانتی۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ اس وقت اس کی حالت کیا چیز طلب کر رہی ہے۔ زبان حال کی یہ دعا ہر لمحہ مقبول ہے لیکن زبان سے دعا کرنے والا چونکہ اپنی حالت کو خود پوری طرح نہیں سمجھتا۔ اس لیے بعض وقت وہ ایسی چیز مانگ بیٹھتا ہے جو اس کی حالت تقاضا نہیں کرتی یہی وجہ ہے کہ بہت دفعہ زبانی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ اسی لیے اللہ کو سمیع و علیم کہا گیا ہے کیا ایسے اللہ کو چھوڑ کر کہ جو سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے اور خود کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ کسی اور کو مددگار سمجھا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ میری تو عقل بھی یہی کہہ رہی ہے اور اللہ کا بھی یہی حکم ہے کہ ہر چیز کو اسی کے سامنے جھکنا چاہیئے چنانچہ اس کے حکم کے مطابق سب سے پہلے میں اس کے آگے جھکتا ہوں۔ اللہ نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ تو سب چیزوں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے جھک اور کبھی اس کا شریک کسی کو نہ مان تاکہ تجھے دیکھ اور لوگ بھی جھکنے لگیں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہوں تو ضرور مجھے ایک ہولناک دن کا سخت عذاب آ پکڑے گا۔ مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے۔

اللہ قادرِ مطلق ہے

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
جو شخص کہ پھیر دیا جائے اس سے (عذاب) اس دن پس تحقیق
رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾
رحم کیا اللہ نے اس پر اور یہی کامیابی ہے ظاہر
وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَ لَا
اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ کچھ سختی پس نہیں
كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ
ٹلنے والا اس کو مگر وہی اور اگر
يَّمْسَسْكَ بِ خَيْرٍ فَ هُوَ
پہنچائے تجھ کو بھلائی پس وہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾
اوپر ہر چیز کے قادر ہے

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
جس سے اس دن عذاب ٹل گیا تو اس پر اللہ نے رحم
رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾
کر دیا اور یہی بڑی کامیابی ہے
وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا
اور اگر اللہ تجھ کو کچھ سختی پہنچا دے تو
كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ
اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں اور اگر
يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ
تجھ کو بھلائی پہنچا دے تو وہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾
ہر چیز پر قادر ہے

پہلی آیت میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے حکم ماننے میں سب سے آگے رہو اور ہرگز اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ اور آپ کو فرماں برداری اور شرک سے بیزاری کی مثال اپنے طرزِ عمل سے قائم کرنے کے لیے کہا گیا کہ اے رسول کہہ دے کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے خوف ہے کہ قیامت کے دن مجھے اللہ کا عذاب گھیر لے گا۔

اس آیت میں اس عذاب کی ہولناکی کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور اس طریقے سے کھینچا گیا ہے کہ سوائے قرآن مجید کے اور کسی کی عبارت اس خوبصورتی سے اس کا نقشہ نہیں کھینچ سکتی۔ اور یہ کہ خدا کے سوا مصیبت میں کوئی مددگار نہیں۔ اس لیے جو مانگنا ہو اسی سے مانگو۔ جو ملے گا اسی کی رحمت سے ملے گا۔ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے کسی اور میں ذرّہ بھر بھی طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن عذاب میں جو پھنس گیا وہ مشکل ہی سے اس سے نکلے گا۔ قیامت کے دن عذاب میں بدنی دکھ، درد، بے چینی اور اضطراب کے علاوہ بے کسی اور بے بسی کا احساس اور ہر طرف سے ناامیدی کی بوچھاڑ روح کو ادھ موا کر دے گی، دکھ درد میں تسلّی اور دلاسا دینے سے تکلیف میں بہت تخفیف ہو جاتی ہے۔ لیکن جب کوئی مددگار ہی نہ ہو اور نہ کوئی ساتھی ہو کہ زبانی دلاسا ہی دیدے تو عذاب کی سختی کا اندازہ کر لینا چاہیئے کہ کتنی ہوگی۔

اللہ قادر مطلق ہے

آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کی تنگی اور عذاب سے اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ جو اس سے بچے گا وہ اللہ ہی کی رحمت سے بچے گا اور یہ بات قیامت کے دن ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہوگی کیونکہ جب ہر شخص اپنی جان بچانے کے لوگوں کو اپنے سے پرے بھاگتا ہوا دیکھے گا۔ نفسی نفسی میں مبتلا پائے گا۔ رشتہ دار، دوست، استاد، شیخ، ولی سبھی جواب دے دیں گے کہ ہمارے بس کا کچھ نہیں۔

لوگ باری باری سے پیغمبروں کے پاس جائیں گے اور امداد کے طالب ہوں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ آخر سب کے سب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر درخواست کریں گے کہ مجھے مخلوق کی شفاعت اور سفارش کرنے کی اجازت مرحمت ہو۔

قیامت میں تو ہر شخص بڑے سے بڑے آدمی جن، فرشتہ، ولی، پیر، پیغمبر سب کو بالکل بے بس اور بے اختیار پائے گا۔ لیکن اس دن کا ذکر کرکے قرآن مجید کو اس طرف توجہ دلانی مقصود ہے کہ تم آج دنیا میں ہی اس بات کو سمجھ لو اور اللہ کے سوا سب کے بے اختیار اور بے بس ہونے کا یقین کر لو اور اس کے سوا کسی سے کوئی حاجت نہ مانگو اور کسی سے کوئی التجا نہ کرو۔ اللہ پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اس بات کا پختہ یقین ہو جائے۔ کہ اس کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر دنیا میں آدمی کو اس کا ایسا ہی یقین ہو جائے جیسا کہ قیامت کے دن ہوگا تو اس کا نام ایمان بالغیب ہے۔ یعنی بے دیکھے فقط اللہ کو اپنا کارساز اور حاجت روا سمجھنا اور اسی سے دعا کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے ایمان دار کو قیامت کے عذاب سے نجات ملے گی۔ یہی مضمون آگے کی آیت میں صاف کر دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تکلیف، دکھ، مصیبت سب اللہ کی طرف سے ہے۔ سوا اس کے کسی کو کوئی ضرر پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا، اور نہ سوا اس کے کوئی ضرر کو دور کر سکتا ہے۔ اسی طرح آرام، راحت اور بھلائی بھی اسی کی طرف سے ہے۔ سوا اس کے کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتا، اور نہ حاجت روا کرسکتا ہے۔ کیونکہ سب کچھ اسی کی قدرت میں ہے۔ اس کے سوا سب عاجز اور بے بس ہیں۔ شاہ عبد القادرؒ نے موضح القرآن میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ میری دی ہوئی مصیبت کوئی دور نہیں کر سکتا۔ لیکن اس زمانے کے نادان لوگ مشکل کے وقت اللہ کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے مدد مانگتے ہیں۔ انہوں نے طرح طرح کی رسمیں مقرر کر رکھی ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم انبیاء اور اولیاء سے جو مدد چاہتے ہیں وہ اس لیے ہے کہ سیڑھی کے بغیر کوئی کوٹھے پر نہیں چڑھ سکتا۔ جواب یہ ہے کہ اس کی سیڑھی اللہ کی فرماں برداری ہے۔ اور اس کا صاف حکم یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو اور مراد نہ چاہو۔ واقعی اس آیت سے یہی مطلب صاف صاف سمجھ میں آتا ہے۔

اللہ سب سے زبردست ہے

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ
اور وہی زبردست ہے اوپر بندوں اپنے کے
وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ
اور وہی حکمت والا خبر رکھنے والا ہے کہہ
اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ
کونسی چیز سب سے بڑی ہے گواہی کے لیے کہہ دے
اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ
اللہ گواہ ہے بیچ میرے اور
بَيْنَكُمْ ۚ
بیچ تمہارے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ
اور اسی کا اپنے بندوں پر زور ہے
وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ
اور وہی بڑی حکمت والا اور سب کی خبر رکھنے والا ہے تو پوچھ
اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ
سب سے بڑا کون ہے کہہ دے
اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ
میرے اور تمہارے درمیان اللہ
بَيْنَكُمْ ۚ
گواہ ہے

اس سورت کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کو اور اس کی صفتوں کو کھول کر بیان کیا جائے یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی نہ شریک ہے نہ ساتھی۔ تمام مخلوق جانور، درندے، پرندے، جن، انسان، فرشتے، نبی، ولی، پیر، پیغمبر وغیرہ سب اس کے بندے ہیں اس کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو۔ کسی سے مراد نہ مانگو۔ کسی سے مدد طلب نہ کرو۔ اس لحاظ سے یہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کی تفسیر ہے۔ جو کچھ ان دونوں سورتوں میں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے اس سورت میں اس کو کھول کر واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کا ہر بیان ہر واقعہ بلکہ ہر جملہ اسی مقصد کو سامنے رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ ساری قدرت اور سارا اختیار اسی کا ہے اور سب چیزیں خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہوں۔ اس کی عظمت اور بڑائی کے سامنے ہیچ ہیں۔ شروع سے یہی مضمون چلا آ رہا ہے اور سورت کے ختم تک یہی مضمون چلے گا۔ اس آیت میں بھی جو کچھ کہا گیا ہے اسی کی بابت کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر زبردست اور غالب ہے اور اسی کو سب پر برتری حاصل ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی مرتبے والا ہو بہرحال اس کا بندہ ہے اور اس کے آگے بےبس ہے۔ حکم چلانا اسی کا کام ہے اور بندوں کا کام صرف یہ ہے کہ اس کا حکم بجا لائیں۔ سورۂ نساء کے آخری رکوع میں کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فرشتوں اور سب کو اللہ کی بندگی کا اقرار ہے۔ وہ سب اسی میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ کلمۂ شہادت میں اس کا صاف اقرار موجود ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر آپ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کا بندہ ہونے سے منہ موڑے۔ اگر کوئی کہے کہ تمہارے اس دعویٰ پر کون گواہ ہے تو ان سے پوچھو کہ تمہارے خیال میں بڑے سے بڑا گواہ کون ہو سکتا ہے۔ عقل سلیم تو یہ کہتی ہے کہ جو ہر شے کی حقیقت سے واقف اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا وہی سب سے بڑا گواہ ہو سکتا ہے اور یہ صفت خدا کے سوا کسی میں نہیں۔ اس لیے میرے اور تمہارے درمیان وہی گواہ ہے ؛

ایک اللہ

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ
اور بھیجا گیا طرف میری یہ قرآن
لِ اُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَ مَنْ بَلَغَ
تاکہ ڈراؤں میں تم کو ساتھ اس کے اور جس کو یہ پہنچے
اَ اِنَّ کُمْ لَ تَشْھَدُوْنَ اَنَّ
کیا سچ مچ تم ضرور گواہی دیتے ہو کہ
مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخْرٰی قُلْ
ساتھ اللہ کے معبود ہیں اور کہہ دے
لَآ اَشْھَدُ
نہیں گواہی دوں گا میں

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ
اور مجھ پر یہ قرآن اترا ہے
لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ط
تاکہ تم کو اور جس کو یہ پہنچے
اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ اَنَّ
اس سے خبردار کردوں کیا تم گواہی دیتے ہو کہ
مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخْرٰی ط قُلْ
اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں تو کہہ دے
لَّآ اَشْھَدُ ج
میں تو گواہی نہ دوں گا

پچھلے سبقوں میں ذکر ہو چکا ہے کہ مشرکوں نے آپ سے کہا کہ تمہارے نبی ہونے پر گواہ کون ہے۔ اس کا جواب آپ کو یہ سکھایا کہ کہدے اللہ میری سچائی پر گواہ ہے اور اگر وہ انجان بن کر پوچھیں کہ اللہ کون ہے اور ہماری نشانیوں سے غفلت کا اظہار کریں تو پھر ان سے کہدے کہ ایک نشانی تو تمہارے سامنے ایسی زبردست موجود ہے جس سے انکار خود اپنی ہستی سے انکار کے برابر ہے۔ وہ نشانی یہ قرآن ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ یہ کسی انسان کا کلام ہو سکتا ہے۔ اس نے تم سے خود کہہ دیا ہے کہ اگر مجھے انسان کا کلام سمجھتے ہو تو کوئی انسان مجھ جیسا کلام بنا کر دکھا دے اور دعویٰ کیا ہے کہ اگر دنیا کے سارے انسان بھی جمع ہو جائیں۔ تب بھی قرآن کے برابر کوئی کتاب نہیں بنا سکتے۔ جب یہ انسان کا کلام نہیں تو پھر ظاہر ہے کہ ضرور انسان سے زیادہ علم رکھنے والے کا کلام ہوگا اور وہ اللہ ہے اور اسی کو میں پیش کرتا ہوں۔

اس آیت میں یہی مطلب ادا کیا گیا ہے کہ میرا گواہ اللہ ہے اور اللہ کا ثبوت یہ قرآن ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ میں بے دھڑک اللہ کو اس لیے گواہ پیش کرتا ہوں۔ کہ میرے پاس یہ قرآن موجود ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے سوا کسی کا کلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سب لوگ اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو چکے ہیں۔ اب میرا کام یہ ہے کہ اس کلام کو جو اللہ نے میری طرف بھیجا ہے لے کر اٹھوں اور تم کو اور ان سب کو جن کے پاس یہ کلام پہنچتا جائے۔ خبردار کر دوں کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ وہ سچ ہے اور اس کے خلاف چلنے والا برباد ہو کر رہے گا۔

اتنی بڑی نشانی اور گواہی کے بعد کیا اب بھی تم یہی رٹ لگائے جاؤ گے کہ اللہ معبود واحد نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ اور معبود ہیں۔ خیر تم جانو نادانی کرتے رہو۔ میں تو ایسی بات کبھی نہیں کہہ سکتا۔

جانتے ہیں اور نہیں مانتے

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ
کہہ | بات یہی ہے کہ وہی | معبود | ایک ہے | اور
اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ
بیشک میں | دور ہوں | اس سے کہ | تم شریک ٹھہراتے ہو | وہ لوگ کہ
اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ
دی ہم نے | ان کو | کتاب | پہچانتے ہیں | اس کو
كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ
جیسے | پہچانتے ہیں | بیٹوں کو | اپنے | جو لوگ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ
نقصان کر چکے | جانوں کا | اپنی | پس | وہی
لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾
نہیں | ایمان لاتے

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ
کہہ دے کہ وہی ایک معبود ہے اور
اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ
میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں جن کو ہم
اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ
نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں
كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ
جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جو لوگ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ
اپنی جانوں کو نقصان میں ڈال چکے ہیں وہی
لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۸
ایمان نہیں لاتے

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ میری سچائی پر اللہ گواہ ہے۔ اور اللہ کی پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ یہ قرآن ہے جس کے مقابلہ کا کلام لانے سے سب عاجز ہو چکے ہیں۔ اگر اتنی بڑی گواہی کے بعد بھی تم لوگ شرک کیے جاؤ تو کوئی عقلمند تمہارا ساتھ نہ دے گا اور میں تو قرآن کی تعلیمات کے پھیلانے ہی کے لیے آیا ہوں۔ میں تمہارے غلط خیال کی گواہی ہرگز نہیں دے سکتا۔ شرک اور کفر کی گواہی دینے سے انکار کر کے اس آیت میں اللہ کے ایک ہونے کا صاف صاف اقرار ہے۔ ارشاد ہے کہ ان سے صاف کہہ دے کہ تم مانو یا نہ مانو واقعہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ معبود فقط ایک اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا اور یہ جو تم اللہ کے شریک ٹھہراتے رہتے ہو اور اس کی وحدانیت کا اقرار نہیں کرتے اس سے میں کچھ واسطہ نہیں رکھتا۔ میرا دل اس سے نفرت کرتا ہے اور میں اس سے کھلم کھلا اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہوں ——— مشرک رسول اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ اپنی رسالت پر کوئی گواہ پیش کرو ہم نے ان لوگوں سے بھی پوچھ کر دیکھ لیا جنہیں کتاب مل چکی ہے وہ بھی تمہارے رسول ہونے کی گواہی نہیں دیتے اس کے جواب میں آپ نے اپنی سچائی پر گواہ تو اللہ کو پیش کیا جس کا ذکر پچھلے سبق میں گذرا۔ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے گواہی نہ دینے کی اصل حقیقت کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے اس سے پہلے جن کے پاس آسمانی کتاب بھیجی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر یقینی طور پر جانتے ہیں جس قدر وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ آپ کے آخری رسول ہونے میں انہیں ذرا شک نہیں۔ کیونکہ ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق صاف صاف بشارتیں اور نشانیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اور وہ ان نشانیوں کو ان میں دیکھ کر انہیں خوب پہچان چکے ہیں۔ لیکن ان کی ضد اور دنیوی طمع نے انہیں جان بوجھ کر انجان بننے پر آمادہ کر رکھا ہے۔ یہی ضد اور لالچ آگے چل کر انہیں تباہ و برباد کرے گا۔ اس لیے وہ تمہارے سامنے آپ کی رسالت کی گواہی نہیں دیتے۔

سچ ہے جو جان بوجھ کر اپنا نقصان کرنے پر تلے ہوئے ہوں وہ کیسے ایمان لائیں گے۔

مُسلمانوں کی ناکامی

گذشتہ آیات میں قرآن مجید کے نزول کی غرض بہت واضح طور پر بتا دی گئی ہے۔ اس غرض کو سامنے رکھنا اور اس کو پورا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اور آپ کی معرفت ساری امتِ مسلمہ پر فرض کر دیا گیا ہے جیسا کہ آیت کے مفہوم سے ظاہر ہے۔

آیت میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس وقت جو لوگ موجود ہیں، ان کو اس کے ذریعہ خبردار کر دیا جائے کہ اس کے خلاف چلنے میں یا اس کی طرف پوری طرح توجہ نہ کرنے میں تمہارے لیے سخت خطرہ ہے اور انہی لوگوں کو نہیں بلکہ جس جس کے پاس یہ قرآن پہنچے ان کے اوپر بھی یہی مضمون واضح کر دینا مسلمانوں کا فرض ہے۔

ظاہر ہے کہ آپ کی وفات کے بعد بھی یہ قرآن اور لوگوں کے پاس پہنچے گا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہ رکھتے ہوں گے اس لیے یہی فرض آپ کی امت پر عائد ہوگا کہ وہ اس پر عمل نہ کرنے کے خطرہ سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ساتھ ہی اس کے مطالب کو اس طرح واضح کر دیں کہ کسی کو یہ عذر نہ رہے کہ ہمیں تو اس طرح سمجھایا نہیں گیا ورنہ ہم اس کے حکموں پر غور کرتے، ان پر عمل کرتے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور نبی ہیں اور قرآن آخری کتاب ہے جو دنیا میں نازل کی گئی۔ اس کے بعد کسی پر کوئی وحی نہ اترے گی۔ تبھی تو یہ کہا گیا ہے کہ جس کے پاس یہ قرآن پہنچا، یا آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک پہنچنے والا ہے۔ ان سب کو سمجھانا آپ کا اور آپ کے بعد آپ کی امت کا فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرض کو اس طرح ادا کیا کہ قرآن مجید لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور ہدایت کر دی کہ تم لوگ بھی اسے دوسروں تک اسی طرح پہنچانے کی کوشش کرتے رہو اور صرف زبانی سنانے پر اکتفا نہ کی بلکہ اس کے مطالب بیان کر دیئے اور اس پر اس پابندی کے ساتھ عمل کیا کہ لوگوں کے دل میں اس کے احکام کی اہمیت اچھی طرح بٹھا دی۔

اس فرض کے دو حصے ہیں ایک تو قرآن شریف کے الفاظ کو خود یاد کرنا اور ان کو دوسروں تک پہنچا دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اس پر عمل کیا، اور جو کچھ اس کے مطالب سمجھانے کے لیے فرمایا۔ جس کو حدیث کہتے ہیں اس کو بھی محفوظ رکھنا اور دوسروں تک پہنچا دینا، دوسرے انسانی زندگی کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت جتا دینا۔

فرض کا پہلا حصہ تو کسی نہ کسی حد تک مسلمانوں نے ادا کیا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دوسرا حصہ کہ وہ جیسا چاہیئے تھا ادا کرنے سے قاصر رہے کسی عملی پروگرام کی جیسا کہ قرآن مجید ہے، وقعت جبھی قائم رہ سکتی ہے جب اس کا زور اور پورا احترام کیا جائے۔ لوگوں کو نصیحت کرنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا نصیحت کو بیکار بنا دیتا ہے۔ میرا کیا منہ ہے کہ میں اسلام کو بہترین طریقہ زندگی کہوں۔ جب کہ میں خود اس پر سختی کے ساتھ عمل نہیں کرتا۔ زبانی اس کو بہت کچھ سراہتا ہوں۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے، تو قرآن مجید کے طریقے کو چھوڑ کر دوسروں سے رہنے سہنے کے طریقے سیکھتا ہوں اور انہی کی طرح رہن سہن اختیار کرتا ہوں۔ آج کل دیکھ لو جس قدر کھیل کود اور بے حیائی، فحش، فسق و فجور، دغابازی وغیرہ دوسروں میں رائج ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں میں رائج ہے، گر زبان پر یہی ہے کہ اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو؟ کیا یہ ناقابلِ معافی جرم نہیں ہے؟

بہت بڑی بے انصافی

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اوپر
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِ اٰيٰتِهٖ ؕ
اللہ کے جھوٹ یا جھٹلائے ساتھ آیتوں کے اس کی
اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ يَوْمَ
بیشک نہیں فلاح پاتے ظالم لوگ اور جس دن
نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ
ہم جمع کریں گے ان کو سب کو پھر ہم کہیں گے
لِ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ
واسطے ان کے جو مشرک ہوئے کہاں ہیں شریک تمہارے
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾
جن کا تھے تم دعویٰ کرتے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر بہتان
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ
باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے
اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ
بلاشبہ ظالموں کو بھلائی نصیب نہیں ہوتی اور جس دن
نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ
ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں کو
لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ
جنہوں نے شرک کیا تھا کہیں گے کہاں ہیں تمہارے شریک
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾
جن کا تم کو دعویٰ تھا

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی بڑی گواہی، خود کلام اللہ ہے پھر یہ بتلایا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے ہیں کہ یہ سچے نبی ہیں۔ کبھی جھوٹ بول ہی نہیں سکتے۔ اس آیت میں دونوں باتوں کو ایک دوسری دلیل سے ثابت کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر نبوت کے دعوے میں جھوٹے ہیں، تو اللہ پر بہتان باندھتے ہیں۔ اس لیے اس بنا پر یہ بڑے ظالم ہیں۔ دوسری طرف جو لوگ قرآن کو نہیں مانتے ہیں اور شرک کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی سب سے بڑی اور صاف نشانی کو جھوٹا کہتے ہیں اس لیے وہ بڑے ظالم ہیں۔ اور ظالموں کے لیے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ وہ آخر میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اب اس کا فیصلہ کہ نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظالم ہیں یا یہ مشرک لوگ، اس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ آخر میں کامیاب کون ہوتا ہے۔ چنانچہ مخالفوں نے دیکھ لیا کہ ناکام کون رہا، اور صاف ظاہر ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کامیاب ہوتے وہ ظالم نہیں سچے ہیں، اور ان کے مخالف جو ناکام ہوئے وہ ظالم تھے اور غلط کہتے تھے، یہ تو دنیا کا فیصلہ تھا، اصل فیصلہ کا دن ابھی آنے والا ہے، اس دن ان سب ظالموں اور غلط کاروں کو جمع کر کے اللہ سوال کرے گا کہ آج وہ تمہارے گھڑے ہوئے معبود کہاں ہیں ——— ارشاد ہے کہ دو شخص بڑے ظالم ہیں ایک تو وہ جو اللہ کے سر ایسی بات لگائے جو اس نے نہیں کی یعنی نبوت کا غلط دعویٰ کرے اور ایک وہ جو اللہ کی صاف نشانیوں کو جھوٹا کہے اور اس کا شریک ٹھہرائے اور ظالموں کے لیے قاعدہ مقرر ہے کہ وہ آخر میں ناکامیاب ہوتے ہیں۔ دنیا میں لوگوں نے دیکھ لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ہوئے اور ان کے مخالف ناکام اس لیے وہ سچے ہیں، اور ان کے مخالف جھوٹے۔ ابھی مشرکوں کو قیامت کے دن یہ کہہ کر اور شرمندہ کرنا ہے کہ جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے آج ان سے التجا کرو اور دیکھو کہ وہ تمہاری کتنی مدد کر سکتے ہیں ورنہ اپنے ظالم ہونے کی سزا بھگتو۔

مسلمان گریبان میں منہ ڈالیں

آیئے پچھلے سبق میں جو آیت گذری ہے۔ اس پر اس سبق میں پھر غور کریں اور دیکھیں کہ ہمارے لیے اس میں کیا سبق ہے۔ اس آیت میں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ ظالم کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ظالم کا لفظ بہت مشہور ہے۔ ظالم اسے کہتے ہیں جو ظلم کرے۔ اور ظلم کہتے ہیں ایسے کام کرنے کو یا ایسی بات کہنے کو کہ جس سے اپنے آپ کو یا کسی اور کو نقصان پہنچے یا جس کی وجہ سے کسی کے بارے میں لوگ غلط رائے قائم کر لیں۔ انجام اچھا نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ظالم دنیا میں ہی ذلیل و خوار ہوتا ہے اور چاہے شروع میں کچھ دن اچھی حالت میں رہے۔ لیکن آخر کار تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی طرح بچ بھی گیا تو مرنے کے بعد سخت عذاب اور بے چینی میں مبتلا ہوگا۔ اس کی موت ایسی حالت میں ہوتی ہے کہ لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

ظلم کی بدترین شکل یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے یا بات کہے جس سے اللہ کی شان میں گستاخی ہوتی ہو یا اس کی بابت لوگوں میں غلط خیالات پھیلتے ہوں یا جس سے کسی نبی کی یا قرآن کی یا اسلام کی توہین ہوتی ہو۔ ظلم کے زمرہ میں شرک، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ، اصولِ اسلام کے خلاف قرآن کی من مانی تفسیر، حدیث کا بالکل انکار اور اس قسم کی سب باتیں آتی ہیں۔

اسلام کے شروع میں دو شکل میں ظلم رائج تھا۔ نبی کو جھوٹا کہنا اور قرآن کو معمولی قصے کہانی کا مجموعہ سمجھنا اور اس کے حکموں کو کچھ اہمیت نہ دینا۔ پچھلے سبق میں ظلم کی انہی دو قسموں کا ذکر تھا۔ گویا یہی اس کا شانِ نزول ہے۔ اس آیت کا کلیہ ہر زمانے میں ظلم کی ہر شکل میں چسپاں ہوگا۔ ہر ظالم کو وہی سزا ملے گی جو اس میں بیان کی گئی ہے۔ فیصلہ کی شکل بھی وہی ہوگی جس کو یہاں واضح کیا گیا ہے۔ یعنی جو آخر میں ذلیل اور ناکام ہوگا۔ وہ ظالم ہے اور جس کو عزت اور کامیابی حاصل ہوگی۔ معلوم ہوگا کہ وہ ظالم نہیں تھا۔

مسلمانوں کو یہ آیت پڑھ کر اپنی حالت پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کہیں کسی قسم کے ظلم میں تو مبتلا نہیں ہیں، کیا وہ ایسی باتیں یا ایسے کام تو نہیں کر رہے۔ جن سے اللہ کی اور اس کے نبی کی، یا قرآن مجید کی یا اسلام کی معاذ اللہ توہین یا تحقیر ہو رہی ہو۔ کہیں ہمارے اعمال ایسے تو نہیں ہیں جن سے ان سب کی توہین اور تحقیر کا خطرہ ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہم بھی بڑے ظالم ہیں اور ظالموں کی جو سزا مقرر ہے اگر آج ہم پر مسلّط نہیں تو کل ہونے کا خوف ہے۔ قرآن مجید نے جو کہہ دیا ہے وہ آج تک غلط ثابت نہیں ہوا تفصیل کی ضرورت نہیں۔ گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیے کہ مسلمان اگر شرابی، جواری، چور، ڈاکو، زناکار، بددیانت، بدمعاش، پیسے کا لالچی، بد اخلاق، منہ پھٹ، فحش باتوں وغیرہ کا شوقین ہے۔ تو کیا وہ اپنے افعال سے کم از کم اسلام کی توہین اور اس کو بدنام نہیں کر رہا ہے؟

مشرکوں کی دروغ حلفی

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ
پھر نہ ہوگی چال ان کی مگر یہ کہ
قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
کہیں گے قسم ہے اللہ رب ہمارے کی نہ تھے ہم
مُشْرِكِينَ (۲۳) انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ
شرک کرنے والے دیکھ کیسا جھوٹ بولا انہوں نے اوپر
أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
جانوں اپنی کے اور نیست و نابود ہوئے ان سے جو تھے وہ
يَفْتَرُونَ (۲۴)
تراشتے

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ
پھر ان کے پاس کوئی فریب نہ رہے گا مگر یہی کہ
قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
کہیں گے اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم
مُشْرِكِينَ (۲۳) انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ
شرک کرنے والے نہ تھے دیکھو تو اپنے رب اوپر کیسا جھوٹ
أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
بولے اور وہ باتیں جو وہ بنایا کرتے تھے ان
يَفْتَرُونَ (۲۴)
سے کھوئی گئیں

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ قیامت کے دن ہم سب کو جمع کریں گے اور پوچھیں گے۔ کہاں آج تمہارے وہ معبود جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے کہاں ہیں۔ ان سے کہو کہ وہ آج تمہارے کام آئیں اور تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا سے بچائیں۔ اس آیت میں ہے کہ اس سوال سے ان کے حواس گم ہو جائیں گے اور کچھ جواب نہ بن پڑے گا۔

دنیا میں بڑے فریب، چالبازیاں، حیلے، بہانے نکال لیتے تھے۔ اس دن نہ کوئی حیلہ یاد آئے گا نہ کوئی فریب۔ کہیں گے تو کیا کہیں گے۔ کہ ہم اپنے رب کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تو کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ ہم تو صرف اللہ ہی کو اپنا معبود مانتے تھے اور کسی سے ہمارا تعلق نہ تھا۔ ذرا دیکھو تو سہی کیسے سٹ پٹا گئے کہ جھٹ پٹ جھوٹی قسم کھا گئے۔ اس کے سوا اور کوئی چال انہیں سوجھی ہی نہیں۔ وہاں وہ دھوکے بازیاں، فریب اور چالبازیاں سب رکھی رہ گئیں اور دروغ حلفی کے مجرم ہوئے سو الگ ان کے مجرم ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ البتہ ان کی اس حرکت سے ان کے جرموں میں اضافہ ہوگا۔

ارشاد ہے کہ ان کے اس سوال سے ہوش گم ہو جائیں گے اور کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔ لے دے کر بس یہی ایک چال سوجھے گی کہ قسم کھا کر اپنا جرم سے بری ہونا ثابت کریں۔ کہیں گے ہمیں اپنے اللہ اور اپنے رب کی قسم! ہم نے تو شرک ہرگز نہیں کیا تھا۔ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانا تھا۔ یہ ان کا حلفیہ بیان جھوٹا اور خلاف واقعہ ہوگا۔ اس کی وجہ سے وہ اپنی جان اور آفت میں پھنس جائے گی۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ذرا دیکھو تو سہی۔ جھوٹی قسم کھا کر کیسا اپنی جان کو اور زیادہ آفت میں پھنسا رہے ہیں۔ دنیا میں یہ کیسی کیسی باتیں گھڑا کرتے تھے آج وہ سب رفوچکر ہوئیں ؛

بعض لوگوں کا طرزِ عمل

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَ
اور ان میں وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں تیری طرف اور
جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ
کیے ہم نے اوپر دلوں کے ان کے پردے تا نہ
يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ
سمجھیں وہ اس کو اور بیچ کانوں کے ان کے
وَقْرًا ۭ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ
بوجھ اور اگر دیکھیں وہ ہر ایک نشانی
لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ
نہ ایمان لاویں وہ اس کے ساتھ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَ
اور بعضے ان میں تیری طرف کان لگائے رہتے ہیں اور
جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ
ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں تاکہ
يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ
اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں پر بوجھ
وَقْرًا ۭ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ
رکھ دیا اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں
لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ
تو بھی ان پر ایمان نہ لاویں

قرآن مجید میں پہلے لوگوں کے اور جو لوگ اس کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے ان کے حالات محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ان کے جمع کرنے سے تفریح یا دل لگی مقصود نہیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ ہم ان سے سبق سیکھیں اور عبرت حاصل کریں اور اپنے اعمال درست کریں۔ تاکہ ان آفتوں سے بچیں جو پہلے لوگوں پر ان کے بُرے کاموں کی وجہ سے آئیں ——— قرآن مجید میں گذشتہ واقعات کا صرف وہی حصّہ لیا گیا ہے جس سے ہمارے لیے کوئی نصیحت نکلتی ہے۔ اس آیت میں مکّہ کے بعض کافروں کا رویّہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہاں کے بڑے بڑے لوگ تھے۔ دوسروں پر اثر رکھتے تھے اور ان کی طبیعت میں اپنے پرانے غلط طریقہ کو قائم رکھنے کا جذبہ جم چکا تھا۔ کیونکہ اگر وہ طریقہ بدل جائے تو پھر ان کی وہ شان و شوکت باقی نہ رہنے کا خوف ہے۔ جس کی بدولت وہ دوسروں کو دبا کر اپنی چلاتے ہیں۔ اسلام اور اس کا نظام ان کو اپنے مفاد کے بالکل خلاف نظر آتا تھا۔ اس لیے ان کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور قرآن سنتے۔ لیکن اپنے قائم کیے ہوئے طریقے کی محبت اور اپنے جاہ و جلال باقی رکھنے کا پختہ ارادہ ان کے دل میں اس کا اثر نہ ہونے دیتا۔ اپنی عزت اور مرتبہ بنائے رکھنے کی تجویزوں کے سوا دوسری باتیں سن نہ سکتے تھے۔ چاہے ہزار نشانیاں دیکھیں ایمان لانے کو تیار نہ تھے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول کچھ لوگ تیری باتیں کان لگا کر سنتے ہیں۔ لیکن ان کی شامتِ اعمال کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ ان کے کانوں میں خوشامدیوں کے الفاظ ٹھسے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے ہم نے انہیں بوجھل کر دیا ہے ان کو کچھ ہی نشانیاں دکھاؤ ان کو ٹھیک اور درست باتوں کا یقین نہ آئے گا۔ ان کا حال سن کر مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ کہیں دنیا کے غل غپاڑوں اور زہریلے مزوں کی وجہ سے ان کی حالت ایسی تو نہیں ہو جائے گی ::

اسلام کے مخالف اپنا نقصان کر رہے ہیں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ
یہاں تک کہ جب آتے ہیں تیرے پاس جھگڑا کرنے تجھ سے
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نہیں یہ مگر
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ
کہانیاں پہلوں کی اور وہ
يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَ
روکتے ہیں اس سے اور دور بھاگتے ہیں اس سے اور
اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا
نہیں تباہ کرتے مگر جانوں اپنی کو اور نہیں
يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
سمجھتے

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ
یہاں تک کہ تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے کو آتے ہیں
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
تو وہ کافر کہتے ہیں یہ تو صرف پہلے لوگوں کی
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ
کہانیاں ہیں اور یہ
يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَ
لوگ اس سے روکتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور
اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا
ہلاک نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں
يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
سمجھتے

پچھلے سبق میں جن لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا تھا اس کو یہاں مکمل کیا گیا ہے کہ ان کی چالبازیاں اس حد تک بڑھ گئی ہیں کہ وہ بظاہر مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں۔ گویا یہ جتانا چاہتے ہیں کہ ہمیں مسلمانوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے ہم ان سے ملتے ہیں اور ان کی باتیں غور سے سنتے ہیں۔ لیکن وہ باتیں ماننے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ فقط پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں بھی ایک چال ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ لوگ سمجھنے کی کوشش بہت کر رہے ہیں، اگر ان کی باتیں ماننے کے قابل ہوتیں تو یہ ضرور مانتے۔ حالانکہ ان کا مقصد ہرگز سمجھنا نہیں ہے۔ بلکہ آپ سے جھگڑنا ہے۔ جب آپ سے مل کر باہر آتے ہیں تو لوگوں کو بتاتے ہیں کہ یہ باتیں مت سنو۔ یہ تو معاذ اللہ فضول باتیں ہیں اور اپنا طریقہ اسلام سے بالکل الگ اور اس کے خلاف رکھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ اس سے اسلام کو تو وہ ذرا بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں اپنی تباہی کا سامان ضرور کر رہے ہیں —— ارشاد ہے کہ ان کی گستاخی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ آپ کے پاس جھگڑنے کے لیے آتے ہیں اور بڑے سمجھداروں کا سا منہ بنا کر یہ کافر لوگ اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ ہاں ہم نے سنا۔ کچھ بھی نہیں ہے ورنہ ہم بھلا اس کو کہیں چھوڑ سکتے تھے؟ یہ کہہ کر وہ ان لوگوں کو ان کی باتیں سننے سے روکتے ہیں اور خود بھی ان سے دور بھاگتے ہیں گویا اپنے قول اور عمل دونوں کے ذریعہ قرآن کی تعلیم کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ یہ نادان لوگ خود نیست و نابود ہو جائیں گے اور اسلام دنیا میں پھلے پھولے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اور ان کی نادانی اچھی طرح دنیا پر ظاہر ہوگئی۔

پچھلی آیت میں غور و خوض

کلام پاک کی آیتیں اور سورتیں خاص خاص موقعوں پر نازل ہوتی تھیں اور جس موقعہ پر نازل ہوتی تھیں اس موقعہ کی پوری تشریح کر دیتی تھیں اور مسلمانوں کو صاف ہدایت کرتی تھیں کہ تمہیں اس وقت کیا کرنا ہے۔ اس وقت کے مسلمان اس کو سن کر گرہ میں باندھ لیتے تھے اور اس کی نصیحت پر عمل کرتے تھے۔ اس کے بعد آیت یا سورت اپنی مناسب جگہ پر رکھ دی جاتی تھی۔ تاکہ بعد کے زمانے کے مسلمان اس کے نازل ہونے کے زمانہ کے حالات سے ملتے جلتے حالات میں اس سے اپنی بہتری کے کام کرنے کا راستہ نکالیں۔ اور جو آیت کہے وہ کریں اور جو وہ سبق سکھائے وہ سیکھیں اور اس کے خلاف ہرگز نہ کریں۔ ورنہ ان کو وہی سزا ملے گی جو اس وقت کے خلاف کرنے والوں کو ملی تھی۔

جس وقت یہ آیت اتری۔ اس وقت کی یہ حالت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے اور قرآن شریف سناتے اور اس کے حکم بتاتے پورے بارہ سال گزر چکے تھے۔ اس زمانے میں مکّہ کے لوگ سوا ان کے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا برابر کوشش کرتے رہے تھے کہ جس طرح ہو ہمیں اسلام کو دبانا اور اس کے ساتھ ضد کر کے اس کے خلاف خود چلنا اور دوسروں کو چلانا ہے۔ بارہ سال کے بعد جو لوگوں کی حالت تھی۔ اس کا نقشہ ان آیتوں میں کھینچا گیا ہے اور اس کو قرآن شریف میں رکھ دیا گیا ہے اور جو فیصلہ ان کے حق میں اس وقت سنایا گیا تھا۔ وہ بھی ساتھ ہی موجود ہے۔ تاکہ ہر زمانے میں لوگ چوکنے رہیں اور اپنی حالت پر غور کرتے رہیں۔ کہ کہیں اس وقت وہی حالت تو نہیں ہے۔ جو اس وقت تھی۔ اگر ہے تو اسے فوراً درست کریں۔ ورنہ ان کو وہی سزا ملے گی۔ جو اس وقت کے نافرمان لوگوں کو ملی تھی۔

اس وقت کی حالت یہ تھی، کہ لوگ قرآن کو سنتے تھے اور اس کو بے فائدہ پرانے لوگوں کے قصّے کہانیوں کا مجموعہ سمجھتے تھے اور اس کی طرف توجہ کرنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ اور خود اس کے طریقہ سے نفرت کرتے تھے۔ ان کے باپ دادوں نے جو عادتیں سیکھی ہوئی تھیں۔ یہ بھی انہی پر جمے رہنا چاہتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ان سے کہتے تھے کہ تم نے معاذ اللہ یہ کیا ڈھکوسلا بنایا ہے۔ یہ کسی مصرف کا نہیں۔ ہمارے یہ بت ہماری ہر کام میں مدد کرتے ہیں انہیں ہم کیسے چھوڑ دیں۔

قرآن مجید نے ان کی بابت فیصلہ سنایا کہ یہ لوگ نادان ہیں اپنی تباہی کا سامان کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ عنقریب یہ تباہ ہوں گے۔ چنانچہ اس کے دوسرے سال آپ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ اور اس کے بعد مکّہ والوں کا جو حشر ہوا۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ دُنیا میں ذلیل و خوار ہوئے۔ اور مارے گئے اور آخرت کا عذاب ابھی بھگتنا باقی ہے۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہے۔ کہ آج کل کے مسلمانوں کی حالت کیا ہے؟

موجودہ حالت

آج کل کے مسلمانوں میں ایسے لوگ بہ کثرت پیدا ہوگئے ہیں۔ جو قرآن شریف اور اس کے حکموں کا بالکل خیال نہیں کرتے ایسے لوگ کم ہیں۔ جو موجودہ مسائل کا حل قرآن شریف میں تلاش کریں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو چند مدرسوں اور مسجدوں کی الماریوں میں بند کردیا گیا ہے اور یہ فیصلہ کرلیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ زمانے میں یہ ہماری رہنمائی نہیں کرسکتا اس لیے اس کے مطالب سے ہمیں بحث نہیں۔ موجودہ مسائل کا حل ہمیں زمانۂ حال کی ترقی یافتہ قوموں سے ملے گا اس قسم کے خیالات کھلم کھلا پھیلتے جا رہے ہیں کہ یا تو قرآن شریف کو بالکل وہی کہنا چاہیئے جو یورپ کے لوگ کہہ رہے ہیں، ورنہ نعوذ باللہ! وہ ایک پرانی کتاب ہے اور آج کل قطعاً قابل عمل نہیں۔ بعض لوگ یہ دیکھ کر کہ قرآن شریف کا نام تو کہیں نہ کہیں رہنا چاہیئے۔ اس کوشش میں مصروف ہیں کہ قرآن شریف کی باتوں کو توڑ موڑ کر آج کل کے تہذیب کے ٹھیکہ داروں کے طرزِ عمل کا حامی ثابت کریں۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ اگر یورپ والوں کی سی ہم نے نہ کہی اور ان کی ہوبہو نقل نہ کی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے اور دنیا سے مٹ جائیں گے۔ اس لیے صرف سیاست ہی نہیں بلکہ بود و باش اور معاشرے میں بھی انہی جیسا بننا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے عمل اور طرز زندگی کے ذریعے قرآن شریف سے روکنا چاہتے ہیں اور جیسے زبان سے کہتے ہیں کہ وہ ایک دقیانوسی کتاب ہے۔ اس لیے آج کل اس کی طرف دھیان کرنا فضول ہے اسی طرح اپنے طرزِ عمل میں اس کی تعلیمات سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں کیا جو اس آیت میں کہا ہے "وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ" وہ اس سے روکتے ہیں اور دور بھاگتے ہیں کیا ان کے طرزِ عمل اور خیالات پر ہوبہو صادق نہیں آتا۔ ہم لوگ ظاہری طور پر اسلام اور قرآن شریف کا نام لیتے ہیں۔ لیکن اس کے صحیح مطالب پیش کرنے والے سے جھگڑنے بیٹھ جاتے ہیں یا اس سے انتہائی تغافل برتتے ہیں۔ کیا یہ وہی حال نہیں ہے جو مکّہ والوں کا تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو جھگڑنے کے لیے آتے اور جب وہاں سے اُٹھ جاتے تو کہتے کہ یونہی پرانے قصے کہانیاں لیے بیٹھے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یورپ کے ہتھیاروں اور مشینوں سے ہمارا کام چل رہا ہے۔ اور ان کی مدد کے سہارے ہمارا بھرم بنا ہوا ہے۔ اس یقینی موجودہ نفع کو چھوڑ کر قرآن کی پرانی اور اگلے جہان کی باتوں پر غور کرنے بیٹھ جانا معاذ اللہ تضیعِ اوقات نہیں تو کیا ہے۔ جو ان باتوں پر غور کرتے ہیں۔ وہ پرانے دقیانوسی لوگ ہیں۔

کیا ہمارے ہاں دھڑلے سے شراب نہیں پی جاتی۔ کیا کمزوروں کو لوٹا نہیں جاتا۔ کیا مال و دولت جمع کرنے کو ہم نے سب سے بڑا مقصد نہیں ٹھہرا رکھا؟ کیا چوری، زنا، قتل و غارت، غنڈا پن ہم میں رائج نہیں ہے۔ کیا ہم بدکاری پھیلانے کے ذرائع عام نہیں کر رہے۔ کیا ناچ گانے، عریانی اور خواہش کو ہوا دینے والی تصویرکشی اور اسی قسم کی چیزوں کو فنونِ لطیفہ کا نام دے کر ہم انسانیت کا گلا نہیں گھونٹ رہے۔ اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر ہمیں تباہی سے بچانے والی کون سی چیز ہے؟

دوزخ کا ہولناک منظر

وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ

اور اگر تو دیکھے جب کھڑے کیے جائینگے وہ اوپر دوزخ کے

فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا

پس کہیں گے اے کاش ہم واپس کیے جائیں اور نہ

نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا

جھٹلائیں ساتھ آیتوں کے رب اپنے کی

وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہوجائیں سے ایمان والوں

وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ

اور کاش کہ تو دیکھے جس وقت وہ دوزخ پر کھڑے کیے

فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا

جائینگے پس کہیں گے اے کاش ہم پھر بھیج دیے جائیں اور

نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا

اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں

وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور ایمان والوں میں سے ہوجائیں

پچھلے سبق میں جن لوگوں کا حال بیان ہوا۔ ان کی بابت اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایک دن ان کو دوزخ کے اوپر کھڑا کیا جائے گا اس کی تیزی اور شدت دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ یہ جو اب کہتے پھرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں۔ ہمارا کام انہی دنیا کی چیزوں سے ہے جو بہت طاقتور ہیں۔ بن جانا ہے ہمیں انہیں کا احسان ماننا چاہیئے۔ یہ سب کچھ بھول جائیں گے۔ اور یقین ہو جائے گا۔ کہ یہ دوزخ ہمارے ان کرتوتوں کی سزا ہے۔ جنہیں ہم دنیا میں ٹھیک سمجھے ہوئے تھے اور بے اختیار ان کے منہ سے نکلے گا کہ کسی طرح ہم پھر دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں تو پھر تو ہم کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں۔ اور ایمان والے بن کر رہیں۔ ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تو وہ ہولناک منظر دیکھے کہ قیامت کے دن دوزخ پر ان کو کھڑا کیا جائے گا اور خوف کے مارے ان کا دم نکلنے کے قریب ہوگا۔ تو پھر تجھے تعجب ہوگا۔ کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ جو دنیا میں فرعون، ہامان، قارون اور شداد بنے پھرتے تھے۔ آج جب قرآن شریف کی ساری باتیں سامنے آئیں تو سٹ پٹا گئے، اور بولے۔ کاش! ہم دنیا میں پھر بھیج دیئے جاتے تو پورے فرمان بردار بن کر دکھاتے۔

قرآن مجید نے نافرمانوں کو دوزخ سے ڈرایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ آگ کا ایک ڈھیر ہے جس کے اندر وہ لوگ جو دنیا میں قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کچھ وقعت نہیں دیتے۔ بلکہ اس میں مین میخ نکالتے ہیں اور اپنی من مانی کرتے ہیں۔ جھونک دیئے جائیں گے۔

آج کل اکثر انسانوں کا یہ رویہ ہے کہ اپنی دلی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور دوزخ سے ڈراؤ تو کہتے ہیں۔ یہ سب بناوٹی بات ہے۔ دوزخ کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ ان کو معلوم ہوجانا چاہیئے کہ مرنے کے بعد حقیقت ظاہر ہوجائے گی:

دوبارہ پھر وہی کریں گے

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ
بلکہ ظاہر ہوگیا ان کے لیے جو تھے وہ چھپاتے
مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوْا لَ عَادُوْا
پہلے اور اگر لوٹائے جائیں وہ البتہ پھر کرنے لگیں
لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّ هُمْ
وہی روکے گئے جس سے اور تحقیق وہ
لَ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾
بیشک جھوٹے ہیں

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ
کوئی نہیں بلکہ جو پہلے چھپاتے تھے وہ ظاہر
مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا
ہوگیا اور اگر پھر بھیجے جائیں تو پھر وہی
لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ
کام کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور وہ بے شک
لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾
جھوٹے ہیں

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ جب نافرمان، کافر، مشرک، دوزخ کے کنارے کھڑے کر دیئے جائیں گے تو ان کا منہ فق ہوجائے گا اور وہ دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی تمنا کریں گے کہ وہاں جاکر اللہ کے فرمانبردار ایمان والے بندے بن کر دکھائیں۔ اس آیت میں ان کی اس تمنّا اور قول و قرار کی قلعی کھولی گئی ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بات یہ ہے کہ دنیا میں یہ جن باتوں کے ماننے کے لیے تیار نہ تھے اور جن کو دبانے اور چھپانے کی تجویزیں سوچتے رہتے تھے۔ آج وہ کھلم کھلا ان کے سامنے آگئی ہیں اور جس دکھ درد اور عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا تھا کہ دنیا میں تمہارے لیے موقع ہے کہ اس سے بچنے کا سامان کرو۔ وہ آج سچ مچ ان کے سامنے آ ہی گیا ہے۔ غیب کی باتوں کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اس لیے وہ فقط اس سے بچنے کے لیے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ان کو دنیا میں پھر بھیج دیا گیا اور یہ عذاب ان کی نظر سے غائب ہوگیا تو بےفکر ہو کر پھر وہی کرنے لگیں گے جو پہلے کرتے تھے۔ اس لیے کہ یہ تو اس کے قائل ہیں کہ جو آنکھوں کے سامنے ہو اسی کو مانو اور غائب چیزوں کی پروا مت کرو۔ اور یہی خیال ان کے دلوں میں بسا ہوا ہے۔ اور اسی کے مطابق عمل کرنے کی انہیں عادت پڑ چکی ہے۔ اس لیے دنیا میں واپس آتے ہی اس کی بھل بھل میں پھر پھنس جائیں گے اور وہی کرنے لگیں گے جو پہلے کرتے تھے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو اس وقت باتیں بنا رہے ہیں۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں۔ بات یہ ہے۔ خوف کے مارے ان کا برا حال ہے اس لیے جان بچانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں، ورنہ دل ویسا ہی سخت ہے، اور اگر انہیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو پھر یہ انہیں باتوں میں پھنس جائیں گے جن سے رک جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ قیامت کے دن مصیبت بہت سخت ہوگی پہلے مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اپنے بنائے ہوئے معبودوں سے کہو کہ اس مصیبت سے تمہیں نجات دیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تو مشرک نہیں تھے، اللہ ہی کو پوجتے تھے مگر یہ جھوٹ نہیں چلے گا۔ پھر جب دوزخ کے دروازے پر ہی پہنچ جائیں گے اور سب چھپی باتیں آنکھوں کے سامنے آ جائیں گی۔ تو وہاں کہیں گے کہ اب کے دنیا میں ہمیں بھیج دیا جائے۔ تو پورے ایمان دار بن کر دکھادیں گے۔ لیکن ان کی یہ بات بھی جھوٹی ہے ؀

سچ کا اقرار

وَ قَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا
اور کہتے ہیں نہیں ہے مگر ہماری زندگی
الدُّنْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾
دنیا کی اور نہیں ہم اٹھائے جانے والے
وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ
اور اگر تو دیکھے جب کھڑے کیے جائیں گے سامنے رب ان کے
قَالَ اَ لَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ
فرمائے گا کیا نہیں یہ سچ
قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا
کہیں گے کیوں نہیں قسم ہمارے رب کی فرمائے گا پس چکھو
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٠﴾
عذاب بوجہ اس کے کہ تھے تم کفر کرتے

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا
اور کہتے ہیں ہمارے لیے زندگی نہیں مگر یہی
الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾
دنیا کی اور ہم کو پھر زندہ نہیں ہونا
وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ
اور کاش کہ تو دیکھے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے
قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ
فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں
قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا
کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے اپنے رب کی فرمائے گا تو اپنے
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع ٣ / ٩
کفر کے بدلے میں عذاب چکھو

ارشاد ہے کہ دنیا میں ان کی نگاہ دنیا کی بے حقیقت مادی چیزوں سے اونچی نہیں اٹھتی اس لیے وہ انہی کی ادھیڑ بُن میں پھنسے رہتے ہیں، اس کے وہ قائل نہیں کہ مرجانے کے بعد وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ایک نئی زندگی شروع ہوگی جس کے بعد موت کبھی نہ آئے گی۔ یہ ان کے خیال میں بھی کبھی نہیں گذر سکتا کہ دنیا کے فائدے، مزے اور آرام کو اس لیے چھوڑ دیں کہ مرنے کے بعد اس سے کہیں زیادہ آرام فائدے اور مزے ملیں گے۔ ان لوگوں کی آنکھیں تب کھلیں گی جب اپنے بنانے والے اور پالنے والے کے سامنے لا کر کھڑے کیے جائیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا۔ کہ کیو آج تمہیں کچھ حقیقت معلوم ہوئی۔ اس وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلے گا۔ یہ تو اپنے رب کی قسم بالکل سچ ہے۔ حکم ہوگا کہ دنیا میں تم سے نہ ہو سکا کہ میری بات کو سچ مانتے اور میرے رسول کی فرمانبرداری کرتے، اچھا اس کے بدلے آج عذاب چکھو۔ اس آیت میں یہی کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کے نزدیک جو کچھ ہے بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ یہ اس بات کے قائل بلکہ دل سے ماننے والے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد پھر زندہ نہیں ہو سکتے۔ ان کا حال اس وقت دیکھنے کے قابل ہوگا، جب یہ اپنے رب کے سامنے لا کھڑے کیے جائیں گے اور وہ خود ان سے پوچھے گا کہ بولو جو کچھ تم سے کہا گیا تھا وہ سچ ہے یا نہیں وہ کہیں گے کہ ہمیں اپنے رب کی قسم کہ سب بالکل سچ ہے اس کے بعد وہ حکم سنائے گا کہ تم دنیا میں مرکر دوبارہ جینے کو ایک فضول گھڑی ہوئی بات سمجھتے تھے، حالانکہ تم سے ہمارے رسول نے صاف کہہ دیا تھا کہ دیکھو اگر مرنے کے بعد پھر جی کر اٹھ کھڑے ہونے کو آج نہ مانا تو کل تمہاری بُری گت بنے گی۔ اب جب آنکھوں سے دیکھ لیا تو کہتے ہو کہ ہاں سچ ہے۔ دنیا میں جو نافرمانی کی تھی اب اس کی سزا بھگتو۔

سوچنے کا مقام

پچھلے سبق کی دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی خرافات میں پھنس کر آخرت کو نہ بھولو اور قیامت اور دوزخ کو بے دیکھے مان لو۔ ورنہ دیکھ کر ماننا کچھ کام نہ آئے گا اور دنیا میں کفر اور انکار کرنے کے بدلے آخرت میں سخت سزا دی جائے گی۔ یہ وہ اصل قاعدہ ہے جس کے مطابق اسلام انسان کو اس دنیا میں زندگی بسر کرنا سکھانا چاہتا ہے اس کو اچھی طرح سمجھے بغیر ممکن نہیں کہ دنیا کی زندگی اچھی طرح بسر ہو سکے۔ اس کو جتنا صاف اور واضح کیا جائے گا اور دل میں بٹھایا جائے گا۔ اتنا ہی انسان اصلی ترقی کر سکے گا۔ ورنہ اس کا کامیاب زندگی بسر کرنا محال ہے۔ انسان کا دل چاہتا ہے کہ میں بے روک ٹوک اپنی ساری خواہشیں پوری کروں اور کوئی میرے راستے میں رکاوٹ پیش نہ آئے۔ لیکن اگر وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کی چیزوں کی مدد سے وہ اپنی دلی خواہش پوری کر سکے گا۔ تو اس کی خام خیالی ہے۔ کیونکہ اس کی ایک خواہش تو اس دنیا میں ہرگز پوری نہیں ہوسکتی۔ اور وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ دنیا میں کوئی شخص ہمیشہ زندہ نہیں رہا اور نہ رہ سکتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ صاف طور پر نکلتا ہے کہ یہ سب دنیا کی چیزیں، مال و دولت، قوت اور عزت، ہنسی، دل لگی، عیش و عشرت سب کچھ رکھا رہ جائے گا۔ اور انسان ایک دن ان سب چیزوں کو یہیں چھوڑ کر چل دیگا۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔

قرآن شریف بتاتا ہے کہ انسان کی یہ دلی مراد کہ میں جو چاہوں ہوجائے پوری ہوجائے گی۔ لیکن مرنے کے بعد۔ اور وہ بھی اس شرط پر کہ وہ دنیا میں اپنی خواہشوں کا غلام نہ بنے۔ بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق چلے' اور دل میں یقین رکھے کہ دنیا میں خواہشوں کو اللہ کے حکم کے ماتحت کرنے سے مرنے کے بعد جنّت میں میری ہر خواہش پوری کی جائے گی اور ایسی زندگی ملے گی جس کے بعد کبھی مرنا ہے ہی نہیں۔

اسی کو قرآن شریف میں جابجا سمجھایا گیا ہے۔ پچھلے سبق کی آیتوں میں ایسے آدمیوں کی مذمّت کی گئی ہے جو دنیا ہی کی زندگی میں اپنی خواہشیں پوری کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ یہ خیال تباہی کی جڑ ہے اور ویسے بھی عقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب انسان کے دل میں فطرتاً یہ خواہش ہے کہ میرے دل کی ساری مرادیں پوری ہوں اور وہ اس دنیا میں ہو نہیں سکتیں تو ضرور اسے اس کی اس فطری خواہش کے پورا ہونے کا موقع ملنا چاہیئے ورنہ اس کی انسانیت کی تکمیل نہ ہوگی۔

اسلام سکھاتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کی یہ خواہش پوری ہوگی لیکن ہر ایک کی نہیں۔ بلکہ فقط اس کی جو اپنی ساری خواہشیں یہاں پوری کرنی نہیں چاہتا۔ اور وہی کرتا ہے جو قرآن شریف نے سکھایا اور ان چیزوں سے جن سے قرآن شریف نے روکا۔ رک جاتا ہے۔ ایسا آدمی مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی پائے گا۔ اور اس کی ہر خواہش بلا محنت و مشقّت پوری ہوگی اور اسی کے مجموعہ کا نام جنّت ہے۔ یعنی ہمیشہ کی زندگی اور ہر خواہش کا پورا ہونا۔

کوتاہیوں پر پچھتاوا

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ
تحقیق تباہ ہوئے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
یہاں تک کہ جب آئے گی ان پر قیامت اچانک
قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ
کہیں گے وائے حسرت ہماری اوپر اس کے کہ کمی کی ہم نے اس میں
وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ
اور وہ اٹھائے ہوں گے بوجھ اپنے اوپر پیٹھوں اپنی کے
اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (٣١)
آگاہ رہو برا ہے وہ جو وہ اٹھائیں گے

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ
وہ لوگ تباہ ہوئے جنہوں نے اللہ کا ملنا جھوٹ جانا
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ پہنچے گی
قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ
تو کہیں گے اے افسوس ہم نے اس میں کیسی کوتاہی کی
وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ
اور وہ اپنی پیٹھوں پر اپنے بوجھ اٹھاویں گے خبردار
اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (٣١)
ہو جاؤ کہ برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھائیں گے

اللہ اللہ۔ قرآن مجید ہمیں کس قدر کھول کھول کر سمجھاتا ہے کہ دنیا میں آدمیوں کی طرح زندگی بسر کرو دیکھو تم جانور نہیں تمہارے پاس ان سے بہت زیادہ سمجھ بوجھ ہے۔ کیا اس سمجھ بوجھ سے بس یہی کام لینا ہے کہ جانور جو حرکتیں کرتے ہیں۔ ان کو ذرا مہذب طریقے سے کیا جائے۔ گویا جانوروں، انسانوں میں صرف یہی فرق ہے کہ جانور اپنی خواہشیں بے ڈھنگے طریقے سے پوری کرتے ہیں اور ان کے پورا کرنے کے طریقے میں کوئی ترقی نہیں کرتے اور انسان اپنی عقل سے ان ہی جسمانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے روز بروز نت نئے راستے ڈھونڈھ کر نکالتا ہے اور ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی عقل کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ خواہشوں کا غلام نہ بنے بلکہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور خواہشوں کو اس کے حکم کے تابع کردے۔ قرآن مجید یہی سکھاتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں اپنی عقل سے یہ کام لینا ہے کہ اللہ کو پہچانے، رسول کو اپنا رہنما سمجھے اور قرآن مجید کے حکموں کے مطابق چلے، اور ہمیشہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد قیامت میں اللہ کے روبرو جانا ہوگا۔ اور جو کچھ دنیا میں کیا ہے اس کا حساب دینا ہوگا۔ اس کے بغیر جان نہ چھوٹے گی اور بہت بُری گت بنے گی۔ ارشاد ہے کہ جو اس بات کو زندگی بھر نہیں مانتا کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اسے حاضر ہونا ہے اس کی پوری پوری شامت آنے والی ہے۔ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی جنہوں نے اس سے غفلت برتی اور قیامت نے اچانک انہیں آ دبایا تو ان کے پاس حسرت اور افسوس کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے افسوس بڑی نادانی کی کہ اس دن کے لیے کوئی تیاری نہ کی حالت یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے جتنے کام کیے ہیں اور جتنے مزے قرآن کو پس پشت ڈال کر اڑائے ہیں۔ ان سب کا بوجھ وہ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے۔ بوجھ کے مارے کمرے جھکی ہوں گی۔ نہ اس بوجھ کو اتار کر رکھ سکیں گے نہ پھینک سکیں گے۔ اس دن انہیں پتہ چلے گا۔ کہ ان گناہوں کا بوجھ کس قدر بھاری اور ہمت شکن ہے۔ اگر وہ آج ہی اس بات کو سمجھ لیں تو بہتر ہے ؎

اصل زندگی

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ
اور نہیں زندگی دنیا کی مگر کھیل
وَّ لَهْوٌ ۭ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
اور جی کا بہلاوا اور البتہ گھر آخرت کا بہتر ہے
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾
ان کے لیے جو پرہیزگاری سے بچتے ہیں کیا نہیں سمجھتے تم

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ
اور دنیا کی زندگانی نہیں ہے مگر کھیل
وَّ لَهْوٌ ۭ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
اور جی کا بہلاوا اور پرہیزگاروں کے لیے آخرت
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾
کا گھر بہتر ہے کیا تم نہیں سمجھتے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوتا رہا ہے۔ کہ آدمی اپنی خواہشوں کے جنجال میں پھنس کر اللہ کے حکموں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیتا ہے۔ یہ خیال نہیں کرتا کہ میں جو اس دنیا میں کر رہا ہوں اس کا بدلہ مجھے مرنے کے بعد کی زندگی میں ملنے والا ہے۔ اور مجھے اللہ کے آگے پیش ہونا ہے اور اس کے سوالوں کا جواب دینا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اس کے سامنے کوئی بناوٹی بات چل سکے یا حیلے بہانے کرکے کوئی اس کے عذاب سے چھوٹ سکے۔ آج کی آیتوں میں اس بات کا خلاصہ دیا گیا ہے اور دنیا کی زندگی کی پوری حقیقت مختصر الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل کود اور دل بہلاوے کے سوا کچھ نہیں۔ ہر شخص جو ذرا بھی عقل رکھتا ہے سمجھ سکتا ہے۔ کہ کھیل کود صرف تھوڑی دیر کی تفریح کا نام ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہمیشہ کھیلنا کودنا ہی رہے۔ اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا چند دن کی عارضی چیز ہے۔ ہمیشہ اس میں نہ کوئی رہا ہے اور نہ رہ سکتا ہے۔ جو شخص دنیا ہی کے دھندوں میں پھنسا رہتا ہے۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنا سارا وقت کھیل کود ہی میں گنوا دے۔ کوئی عقلمند اس کو کام کا آدمی نہیں کہہ سکتا اور پھر یہ بھی ضرور ہے کہ وہ کسی نہ کسی وقت اکتا جائے۔ ایسا ہی حال اس شخص کا ہے جو دنیا میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کے دل میں بہت سی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ہر ایک کے پیچھے دوڑتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس کی خوشی پائیدار رہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ اس سے اُکتا جاتا ہے یا خواہش کو پورا کرکے اس کا دل بھر جاتا ہے۔ اور اپنے کیے پر نادم ہوتا ہے۔ یہاں تک آخرکار اس کی قوت جواب دے جاتی ہے۔ وہ تھک کر پڑ جاتا ہے اور اس قابل نہیں رہتا کہ اپنی خواہش پوری کر سکے۔ اس کا جی للچاتا رہتا ہے لیکن قوتیں جواب دے جاتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی میں جو خواہش ہوگی۔ اس کے پورا کرنے میں نہ تکان محسوس ہوگی۔ اور نہ قوت ختم ہوگی اور نہ ضعف ناتوانی، بیماری، غم و رنج پریشانی اور موت جیسی کوئی چیز لاحق ہوگی۔ اس زندگی کو آدمی فقط اسی طرح حاصل کر سکتا ہے۔ کہ اس دنیا میں تقویٰ اختیار کرے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کے دنیا میں ان باتوں کو قطعاً چھوڑ دے جن سے اُس نے منع کیا ہے۔ کیا تم میں اتنی عقل نہیں کہ عارضی چیز کو چھوڑ کر دائمی چیز کو اختیار کرو۔

لوگوں کی نافرمانی رسول اللہ کو دکھ

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ
بیشک ہم جانتے ہیں کہ ضرور رنجیدہ کرتی ہیں تجھ کو یہ باتیں جو
يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ
یہ کہتے ہیں سو وہ یقیناً تجھ کو نہیں جھٹلاتے
وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
لیکن ظالم لوگ ساتھ نشانیوں کے اللہ کی
يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾
انکار کرتے ہیں

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ
ہم کو معلوم ہے کہ ان کی باتیں تجھ کو غم میں ڈالتی
يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ
ہیں سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے
وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا
يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾
انکار کرتے ہیں

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ دنیا کی ساری چیزیں کھیل کود سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ جیسے کوئی عقل مند شخص اپنا سارا وقت کھیل کود میں صرف کرنا پسند نہ کرے گا۔ اسی طرح ہر وقت دنیا ہی کے دھندوں میں پھنسا رہنا بھی ہر عقل مند کے نزدیک بے وقوفی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس بیوقوفی میں مبتلا دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہوتے۔ آپ کی شفقت اور عنایت تمام انسانوں پر اس شفقت اور عنایت سے کہیں زیادہ تھی۔ جو باپ کے دل میں اپنی اولاد پر ہوتی ہے۔ آپ کے برابر انسان کا ہمدرد کوئی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دیکھتے کہ انسان نادان بچوں کی طرح فضول باتوں میں اپنا وقت گنوا رہا ہے۔ حالانکہ اسے ایسے کام کرنے چاہییں جو آگے چل کر دنیا میں اور قیامت کے دن اور آخرت میں اس کے کام آئیں تو آپ کا دل کڑھتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے تسلی دی کہ اے رسول تو رنجیدہ نہ ہو اور غم نہ کر اور یقین کر کہ تیری بات نہ مان کر یہ اللہ کا سامنا کر رہے ہیں۔ اور اس کی ان آیتوں اور علامتوں کو جو اس نے تجھے سچا ثابت کرنے کے لیے دنیا میں بھیجی ہیں لغو سمجھ رہے ہیں۔ ان کا مقابلہ اللہ سے ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ تجھ کو ان کی باتوں سے جو یہ کرتے اور کہتے ہیں رنج و غم ہوتا ہے۔ لیکن ان کی گستاخیاں اور نادانیاں تو ختم ہونے والی نہیں۔ اس لیے ان پر رنج کرنا اپنی جان کو تکلیف دینا ہے۔ تُو یہ سمجھ لے کہ یہ نادان لوگ بظاہر تو تجھے جھوٹا بتلا رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ اللہ کی بھیجی ہوئی آیتوں اور نشانیوں کا انکار کر رہے ہیں۔ اس لیے ضرور ان کو اللہ سزا دے گا۔ ان کا معاملہ اللہ ہی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ انہوں نے دو طرح اپنے آپ کو قصور وار اور مجرم بنالیا ہے۔ ایک تو کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی ہے۔ دوسرے اللہ کے رسول کو اپنے طرزِ عمل سے دکھ پہنچایا ہے۔ اے رسول تجھے صبر سے کام لینا چاہیے۔ اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو سزا دے کر رہے گا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو قرآن مجید اور سنّت کے ارشاد کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے رہا ہے۔

رسولوں کا مددگار اللہ ہے

وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ
اور البتہ تحقیق جھٹلائے گئے بہت رسول تجھ سے پہلے
فَصَبَرُوۡا عَلٰى مَا كُذِّبُوۡا وَ
پس انہوں نے صبر کیا اوپر جھٹلائے جانے کے اور
اُوۡذُوۡا حَتّٰٓى اَتٰٮهُمۡ نَصۡرُنَا‌ ۚ
ایذا دیئے جانے کے یہاں تک کہ آئی ان کے پاس مدد ہماری
وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ‌ ۚ وَ
اور نہیں کوئی بدلنے والا باتوں کو اللہ کی اور
لَقَدۡ جَآءَكَ مِنۡ نَّبَاِى
البتہ تحقیق پہنچی ہے تجھ کو کچھ خبر
الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳۴﴾
رسولوں کی

وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ
اور تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے ہیں
فَصَبَرُوۡا عَلٰى مَا كُذِّبُوۡا وَ
بس جھٹلانے پر اور ایذا پر وہ صبر
اُوۡذُوۡا حَتّٰٓى اَتٰٮهُمۡ نَصۡرُنَا‌ ۚ
کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد پہنچی
وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ‌ ۚ وَ
اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ کی باتیں اور
لَقَدۡ جَآءَكَ مِنۡ نَّبَاِى
تجھ کو رسولوں کے کچھ حالات پہنچ
الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳۴﴾
چکے ہیں

پچھلے سبق کی آیت سے سمجھ میں آگیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور وہ اس کو سیدھی راہ سے ہٹا ہوا دیکھ کر دل میں بہت کڑھتے اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ بالکل جیسے ایک شفیق باپ اپنے بچوں کو فضول باتوں میں پھنسا ہوا اور کام کی باتوں سے ہٹا ہوا دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلی کام کی باتوں کا جتنا علم ہے اتنا کسی باپ کو نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ جو کوئی حقیقت سے جتنا زیادہ واقف ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ اس کو دوسروں کی نادانیوں پر رنج وغم ہوگا۔ جتنے رسول اس دنیا میں آئے ان میں سے اکثر اسی تکلیف اور رنج میں مبتلا رہے کہ ان کی قوم نے اپنی نادانی کے باعث ان کو جھوٹا سمجھا۔ دلی کوفت تو ان کو جو ہوئی وہ ہوئی۔ نادانوں نے اور بھی قسم قسم کی ایذائیں انہیں پہنچائیں۔ لیکن وہ صبر کرتے اور ان کی بدسلوکیوں کو برداشت کرتے رہے۔ آخر کار اللہ نے قاعدے کے مطابق ان شریروں کے مقابلے میں اپنے رسولوں کی مدد کی۔ قرآن مجید سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار رسولوں کے مقابلے میں بڑے بڑے ہیکڑی کرنے والوں کی کچھ نہ چل سکی۔ رسولوں کو ستانے والے اور ان کا کہنا نہ ماننے والے رسولوں سے دشمنی نہیں کر رہے بلکہ خدا سے دشمنی کر رہے ہیں۔ وہ خواہ کتنے ہی بظاہر کامیاب نظر آتے ہوں۔ آخر کار ان کو خدا کا قہر گھیر لے گا اور وہ بری طرح تباہ ہوں گے۔ ارشاد ہے کہ اے رسول تجھ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا اور وہ اس جھٹلانے پر جو دلی کوفت کا بڑا باعث ہے اور دوسری ایذاؤں پر جو انہیں پہنچائی گئیں صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آپہنچی اور رسول جیتے اور ان کے دشمن ہارے۔ پچھلے رسولوں کی کچھ خبریں تیرے پاس آچکی ہیں ان سے معلوم ہوگا کہ رسول کے خلاف چلنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ رسول اپنے دشمنوں کے مقابلے میں جو حقیقت میں اللہ کے دشمن تھے کیسے ہمیشہ کامیاب ہوئے:

زبردستی مقصود نہیں

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ
اور اگر ہے گراں گذرتا تجھ پر منہ پھیر لینا ان کا
فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا
تو اگر تو کر سکے تو یہ کہ ڈھونڈھے کوئی سرنگ
فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ
زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں
فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ
پس لے آئے تو ان کے پاس ایک نشانی کر اور اگر چاہتا
اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
اللہ تو اکٹھا کر دیتا ان کو سیدھی راہ پر
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾
پس نہ ہو تو بے خبروں میں سے

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ
اور اگر ان کا منہ پھیرنا تجھ پر گراں ہے
فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا
تو اگر تجھ سے ہوسکے تو کوئی سرنگ زمین میں
فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ
یا کوئی سیڑھی آسمان میں ڈھونڈھ نکالے
فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ
اور پھر ان کے پاس ایک معجزہ لائے اور اگر اللہ
اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
چاہتا تو سب کو سیدھی راہ پر جمع کردیتا
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ النصف
سو تو بے خبروں میں سے مت ہو

پچھلے درس کی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی۔ کہ یہ لوگ اگر تجھ کو جھوٹا سمجھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ اس نے قرآن کی آیتیں اسی لیے اتاری تھیں۔ اور دنیا میں اپنی قدرت کی نشانیاں انہیں اسی لیے دکھائی تھیں۔ کہ ان کے اندر غور کر کے اللہ کو پہچانیں اور اس کا کہنا مانیں اللہ نے انسان کے لیے دنیا میں ہدایت کا یہی طریقہ رکھا ہے کہ سیدھے راستے کی علامتیں اور نشانیاں مقرر کر دی ہیں۔ اور انسان کو عقل دے کر چھوڑ دیا ہے کہ ان علامتوں کو دیکھ کر سیدھا راستہ خود پہچانے اور اس پر چلے۔ اگر نہیں چلے گا۔ تو اللہ اسے اس کی سزا دے گا۔ تمام رسول کہنا نہ ماننے پر صبر کرتے چلے آئے ہیں اور اللہ نے ان کی مدد کی ہے۔ کافر کہتے تھے کہ رسول کے ساتھ ایسی نشانی کیوں نہیں ہوتی جس کو دیکھ کر انسان ایمان لانے پر مجبور ہو جائے انکار کر ہی نہ سکے۔ اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ اس طرح ان سب کو ایمان دار کرنا مقصود نہیں۔

ارشاد ہے کہ آپ کو ان کا منہ پھیرنا اور سچی بات نہ ماننا گراں گذرتا ہے۔ اور آپ ان کی ہدایت کے لیے زمین کے اندر سے یا آسمان کے اوپر سے کوئی ایسی چیز ڈھونڈھ کر لانا چاہتے ہیں۔ کہ جس کے آگے ان کے سر جھک جائیں اور سب ایمان لے آئیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے لیکن یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون کے خلاف ہے۔ اللہ کو اگر منظور ہوتا تو سب کو بنا تا ہی ایسا کہ سیدھے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چل ہی نہ سکیں۔ اس لیے اے رسول اس قانون کو اپنے دل میں رکھ اور اچھی طرح سمجھ لے کہ زبردستی سب کو ہدایت کرنا مقصود نہیں ہے۔ تیرا کام سمجھا دینا ہے۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اس خیال میں مت پڑو کہ زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان پر سیڑھی کے ذریعہ چڑھ کر کوئی ایسی بات ڈھونڈ کر لائی جائے جس کا یہ انکار ہی نہ کر سکیں نہیں تو یہ دیکھنا ہے کہ اپنی عقل سے سیدھا راستہ کون اختیار کرتا ہے ؛

ماننے کے لیے عقل کافی ہے

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ
بات یہی ہے کہ ملتے وہ ہیں جو سنتے ہیں
وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ
اور مردے اٹھائے گا ان کو اللہ پھر
اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۳۶
اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ
مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں
وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ
اور مردوں کو اللہ زندہ کرے گا پھر
اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (۳۶)
اس کی طرف لوٹائے جائیں گے

وقف منزل
عند البعض علی
یسمعون

یہ آیت اس قانونِ فطرت کی تشریح ہے جس کی طرف پچھلی آیت میں اشارہ کیا گیا تھا۔ یعنی تمام لوگوں کو زبردستی منوانا مقصود نہیں ہے اگر ایسا کرنا ہوتا تو انسان کی طبیعتیں ہی الگ الگ نہ بنائی جاتیں۔ بلکہ سب کو اس ڈھنگ سے بنایا جاتا کہ سیدھے راستہ کے سوا اور کسی راستہ پر چل ہی نہ سکیں۔ کسی کو اختیار دیا ہی نہ جاتا۔ ظاہر ہے کہ جس کا دل دُنیا کی خواہشوں کی طرف جھک جاتا ہے اس کو لاکھ سمجھاؤ وہ ماننے والا نہیں۔ خواہش انسان کے کان بہرے کر دیتی ہے۔ وہ اپنے مطلب کی بات کے سوا دوسری بات سنتا ہی نہیں۔ وہ اپنی غرض کا بندہ ہے۔ اسی کے لیے جیتا ہے۔ ایسے مردہ لوگوں کے کان قیامت ہی کے دن کھلیں گے۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ فائدہ تو اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کا پیغام دنیا میں سنایا ہے۔ اس کو اس دنیا ہی میں مان لیں۔ اگر دنیا میں نہ مانا تو مرنے کے بعد تو انہیں زندہ کرکے اللہ کے سامنے لا کھڑا کیا ہی جائے گا۔ اس دن ہر چیز ان پر واضح ہو جائیگی۔ لیکن اس وقت کا ماننا کچھ کام نہ آئے گا۔ دنیا میں جو نافرمانیاں کی تھیں ان کی سزا یقیناً بھگتنی پڑے گی۔ اس کو خیال میں رکھ کر آیت کے مضمون کی طرف توجہ کیجیے۔ ارشاد ہے کہ سب لوگوں سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے کیونکہ مانیں گے فقط وہی لوگ جن کے کان خواہشوں نے بند نہیں کر دیئے ہیں۔ جن لوگوں نے حق بات سننے سے کان بند کرلیے، آنکھیں موند لیں۔ وہ اس زندگی میں بالکل گئے گذرے ہوئے۔ اس چیز کے سوا جس میں ان کا دل لگا ہوا ہے۔ اور باتوں کی طرف سے گویا وہ مرگئے اور یہ اپنی ناپاک دنیا کی خواہشیں دل میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔ اور پھر دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے اور اللہ کے آگے لا کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت ان کے کان خوب اچھی طرح کھل جائیں گے۔ ان آیتوں میں کافروں کے اس بہانے کا جواب ہے کہ رسول کے ساتھ ایسی صاف صاف نشانیاں ہونی چاہئیں کہ کسی سے ان کا انکار بن نہ آئے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان لانا ہے تو انہی نشانیوں کو دیکھ کر لاؤ۔ جو تمہارے سامنے موجود ہیں۔ ان میں سے قرآن مجید کی آیتیں سب سے روشن اور صاف نشانیاں ہیں۔ اور انہی میں ان تمام آیتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس سے زیادہ صاف آیتیں چاہتے ہو تو ان کے بعد ایمان لازمی ہوجائے گا اور دنیا دارالامتحان نہ رہے گی ؛

کافر کھلی نشانی مانگتے ہیں

وَ قَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ
اور لوگوں نے کہا کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ
کہہ بے شک اللہ قدرت والا ہے اس پر کہ اتارے
اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾
نشانی اور لیکن بہت سے ان میں نہیں جانتے

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ
اور کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں اتری
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ
کہہ دے اللہ کو اس بات پر قدرت ہے کہ نشانی اتارے
اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾
لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے

جس زمانے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ تقریباً تمام دنیا کے انسان غلط راستہ پر پڑے ہوئے تھے۔ اور انسانی خصوصیات کو بھول کر درندوں کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے۔ زور دار لوگ درندے بن گئے تھے۔ انہوں نے کمزوروں کو بالکل بھیڑ بکری بنا رکھا تھا۔ ہر ایک کی للچائی ہوئی آنکھ دنیا کی مزیدار اور آرام دینے والی چیزوں کی طرف اٹھتی۔ ہر شخص چاہتا کہ یہ سب میرے اور میرے ماننے والوں کے قبضہ میں آ جائیں۔ اور باقی ماندہ سب لوگ ان کے خادم اور غلام بن کر رہیں۔ بیل، گھوڑوں، گدھوں کی طرح ان کی خدمت بجا لائیں۔ عرب میں بھی یہی حالت تھی۔ کچھ لوگ دولتمند اور طاقتور بن گئے تھے۔ لیکن دوسروں کو پورے طور پر غلام نہیں بنا سکے تھے۔ اس لیے اسلام جو انسان میں برابری اور مساوات چاہتا ہے۔ عرب ہی سے شروع کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں کچھ آزادی کی جھلک دکھائی دیتی تھی اسلام کی اس تعلیم نے کہ تمام انسان آپس میں برابر ہیں۔ مکہ کے بااثر اور مالدار لوگوں کو چونکا دیا اور ان کو اپنی عزت اور شوکت کی موت صاف صاف نظر آئی۔ اس لیے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہو گئے۔

اس سورت میں ان کے ہتھکنڈوں کو بیان کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے۔ کبھی تو وہ کہتے کہ اللہ کی طرف سے رسول کوئی فرشتہ آنا چاہیے تھا۔ کبھی کہتے کہ اگر تم رسول ہو تو کوئی نشانی لاؤ جس کو دیکھ کر ہر ایک تمہیں فوراً رسول مان لے ——— ارشاد ہے کہ کافر تم سے کوئی انوکھی نشانی مانگتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اللہ انوکھی سے انوکھی نشانی جو تم کہو بھیج سکتا ہے۔ لیکن یہ مطالبہ تمہاری نادانی کا ثبوت ہے۔ تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو ان قاعدوں اور اصول سے بالکل ناواقف ہیں جن کے مطابق دنیا بنائی گئی ہے۔ انسان کو تمام حیوانوں سے زیادہ عقل ملی ہے۔ اور تمام دنیا ایسی نشانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ جن کو انسانی عقل اگر ذرا بھی غور سے کام لے تو فوراً پہچان سکتی ہے۔ انسان ایسا گدھا نہیں جس کو فقط کوڑا اور ڈنڈا ہی سمجھا سکے۔ اشاروں سے نہ سمجھے۔ تمہارا صاف نشانی کا مطالبہ انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ تو کوئی گدھا ہی کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے کام لینا ہے تو میرے ایک ڈنڈا رسید کرو۔ اس کے بغیر میں ہرگز کام نہ کروں گا:

ہر مخلوق ایک اُمّت ہے

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ
اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ
یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ
اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے مگر امتیں ہیں تم جیسی
مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ
نہیں چھوڑی ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر
اِلٰی رَبِّھِمْ یُحْشَرُوْنَ (۳۸)
اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ
اور زمین میں کوئی چلنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی
یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ
پرندہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتا ہے مگر ہر ایک تمہاری
مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ
طرح امّت ہے ہم نے لکھنے میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر
اِلٰی رَبِّھِمْ یُحْشَرُوْنَ (۳۸)
اپنے رب کے سامنے سب جمع ہوں گے

مکہ کے کافروں کا نشانی طلب کرنے سے یہ مطلب نہ تھا کہ وہ واقعی ایمان لانے کے خواہشمند تھے۔ بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی ایسی انوکھی بات کا مطالبہ کیا جائے جس کے پورا کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاجز ہو جائیں اور اسلام کی دعوت چھوڑ دیں۔ وہ خود اپنی اسی بیہودہ طرز زندگی پر جس کے وہ عادی ہو چکے تھے۔ جمے رہیں خوب مزے اڑائیں جو چاہے کریں۔ پچھلی آیتوں میں کہا گیا تھا۔ کہ اے رسول تو اس کی امید نہ رکھ کہ یہ کھلی نشانی دیکھ کر ایمان لے آئیں گے۔ ان کا مطلب تو یہ ہے کہ کسی طرح کفر ہی پر جمے رہیں۔ نشانی کا مانگنا فقط ٹالنے کے لیے ہے۔ ورنہ جو نشانیاں ہم نے بھیجی ہیں عقل مندوں کے لیے کافی ہیں اس سے زیادہ صاف نشانیوں کی انسان کو ضرورت نہیں۔ اس بات کو ان میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ لیکن جو سمجھنا چاہیں ان کے لیے آج کے سبق کی آیت میں بہت کافی اشارات ہیں۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں خشکی اور تری میں چلنے پھرنے والی اور ہوا میں اڑنے والی سینکڑوں قسم کی مخلوق ہے۔ ان میں سے ہر ایک مخلوق ایک ایسی ہی امت ہے۔ جیسا انسان ہے ہر ایک کے لیے اس دنیا میں رہنے سہنے کے الگ الگ قاعدے مقرر ہیں۔ اور ہم نے وہ قاعدے مقرر کر کے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھ دیتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک بات بھی بغیر لکھے نہیں چھوڑی۔ آخرکار سب کے سب اپنے پروردگار کے سامنے اکٹھے ہوں گے اللہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو اس کی حکمت اور رحمت کا تقاضا ہوگا۔ اس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ مخلوق کی ہر امت کے لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا ایک الگ راستہ مقرر ہے اس راستہ کو سمجھنے کے لیے اس کو جتنی چاہیے عقل دے دی گئی ہے۔ وہ ان نشانیوں کو پہچاننے کے لیے کافی ہے اور اسی قاعدہ کے مطابق ایسی نشانیاں انسان کے لیے بھی مقرر کر دی گئی ہیں جن کو اس کی عقل پہچان سکتی ہے۔ جن کو دیکھ دیکھ کر سیدھے راستہ پر چل سکتی ہے۔ یہ لوگ انوکھی نشانیاں مانگتے ہیں۔ جیسے زمین پھاڑ کر ہمارے سامنے ایک چشمہ بہا دو۔ یا آسمان پر ہماری آنکھوں کے سامنے چڑھو اور وہاں سے کتاب لا کر ہمارے سامنے رکھ دو وغیرہ وغیرہ

اللہ کے پہچاننے میں عقل بے کار ٹھہرتی ہے اور اس کا بیکار کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ ہر زمانے میں عقل انسانی کی ترقی کے مطابق نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں یہ زمانہ عقل کی سب سے زیادہ ترقی کا ہے۔ اس لیے اس کے مطابق نشانیاں بھیجی گئی ہیں ÷

عقل سے کام لینا

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ
اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ بہرے اور
بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ
گونگے ہیں بیچ اندھیروں کے جسے چاہے اللہ
يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ
اسے گمراہ کرے اور جسے چاہے کرے اس کو اوپر راہ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾
راست کے

اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں اللہ جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے سیدھی راہ پر ڈال دے

پچھلی آیت میں تھا کہ ہر مخلوق کو اس کے مقررہ راستہ پر چلنے کے لیے کافی عقل دی گئی ہے جس سے وہ اس راستہ کی نشانیاں پہچانتی ہے اور اس پر چلتی ہے۔ انسان کے لیے بھی راستہ مقرر ہے اور اس کی نشانیاں بھی مقرر ہیں اور قرآن مجید کی آیتوں نے ان کو واضح کر دیا ہے اور انسان کو ان کے سمجھنے کے لیے جتنی عقل چاہیے دے دی گئی ہے۔ اب اگر وہ اس عقل سے کام نہیں لیتا تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ اللہ نے سب کے لیے اپنے راستوں کی نشانیاں لکھ کر مقرر کر دی ہیں اور ان کے پہچاننے کے لیے کافی عقل دے دی ہے۔ اور ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ اس آیت میں ان لوگوں کی حالت سمجھائی گئی ہے جو قرآن مجید کی آیتوں کو جھوٹا کہتے ہیں اور راستہ کی نشانیاں نہیں پہچانتے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام نہیں لیا۔ گویا وہ روشنی بجھا دی۔ جس سے انہیں راستہ سوجھتا اور اس کے نشان دکھائی دیتے اور ان کے لیے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا۔ اب انہیں چاہیئے تھا کہ جب انہیں خود کچھ نہیں سوجھتا۔ تو دوسرے کی باتیں سن کر راستہ معلوم کریں اور اگر وہ اونچا سننے لگے ہیں تو زبان ہلا کر خود راستہ پوچھیں۔ جب ان لوگوں نے اپنی عقل کی روشنی بھی بجھا دی اور دوسروں کی بھی نہیں سنتے۔ اور کسی سے راستہ پوچھتے بھی نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ وہ اندھیروں میں گھرے ہوئے بہرے گونگے ہیں۔ اب ان کے لیے بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ادھر اللہ میں یہ قدرت ہے کہ جسے چاہے گمراہ کرے جسے چاہے ہدایت دے۔ ان لوگوں نے جب ہدایت کے سارے دروازے اپنے اوپر بند کر لیے تو اب ان کے لیے سوا گمراہی کے اور کیا رہ گیا۔ اس لیے اللہ نے انہیں گمراہ کر دیا۔ کیونکہ اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ جو کوئی اپنی حالت جیسی بنا لیتا ہے۔ اس کے ساتھ اسی کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان یا تو اپنی عقل سے کام لے کر ٹھیک ٹھیک چلے یا وہ عقلمندوں کی باتیں سن کر ان پر عمل کرے اور جب بھی اگر سمجھ میں نہ آئے تو خود پوچھ پوچھ کر ٹھیک راستہ معلوم کرے ورنہ وہ اندھیروں میں پھنسا ہوا بہرا اور گونگا شیطان ہے۔

مُصیبت میں اللہ کی یاد

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ

تو کہہ تم یہ تو بتاؤ اگر آئے تم پر عذاب اللہ کا

أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ

یا آئے تم پر قیامت کیا سوا اللہ کے

تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ (٤٠)

پکارو گے تم اگر تم ہو سچے

بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا

کوئی نہیں اسی کو پکارتے ہو پس دور کر دیتا ہے وہ کہ

تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ

پکارتے ہو جس کے لیے اگر چاہے اور بھول جاتے ہو

مَا تُشْرِكُونَ (٤١)

جو تم شریک کرتے ہو

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ

تو کہہ دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب

أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ

یا تم پر قیامت آئے کیا اللہ کے سوا کسی اور کو

تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ (٤٠)

پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو

بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا

بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر اس مصیبت کو جس

تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ

کے لیے اسے پکارتے ہو دور کر دیتا ہے اگر چاہتا ہے اور بھول

مَا تُشْرِكُونَ (٤١) ع ١١/١٠

جاتے ہو جن کو شریک کرتے تھے

پچھلے سبق میں جو بیان ہوا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان اپنی دنیاوی خواہشات لالچ اور خود غرضی میں پھنس کر اللہ کو بھول جاتا ہے۔ اور یہ سب آفتیں اسے اندھیرا بن کر گھیر لیتی ہیں۔ ان اندھیروں میں اسے خود تو کیا سوجھنا۔ دوسروں کی بات بھی نہیں سنتا اور نہ کسی سے پوچھتا ہے۔ یہ غفلت کی انتہا ہے۔ سچ ہے خواہشیں، خود غرضیاں انسان کو اندھا بہرا اور گونگا بنا دیتی ہیں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے سر پر جب کوئی سخت مصیبت آپڑتی ہے۔ تو اس کے ہوش گم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ان خواہشوں کو جنہیں اس نے اپنا خدا اور معبود بنا رکھا تھا۔ بالکل بھول جاتا ہے۔ اور سوا اللہ کے اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ بے تحاشا اسی کو پکارتا ہے۔ اور وہی اگر چاہے تو اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ مایوسی کی حالت میں یہی ہوتا ہے کہ جب کوئی اور مددگار نظر نہیں آتا یا سب مددگار جواب دے دیتے ہیں تو زبان حال تو اللہ کو پکارتی ہی ہے منہ سے بھی اکثر انسان یا اللہ کہہ اٹھتے ہیں اور اپنی اپنی بولیوں میں سب اسی کو پکارنے لگتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول! ان سے یہ تو پوچھ کہ اگر آج تم پر نعوذ باللہ کوئی عذاب نازل ہو جائے یا قیامت جو سب سے بڑی مصیبت ہے آجائے تو سچ سچ بتاؤ کیا اس وقت بھی تم اپنے ان مصنوعی معبودوں کو پکارو گے۔ نہیں نہیں اس وقت تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم اسی حقیقی معبود کو پکارنے لگو گے جسے تم بھولے ہوئے تھے۔

دنیا کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں میں بھی اکثر یہی ہوتا ہے۔ پھر بڑے عذاب اور قیامت کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اس لیے عقلمند وہی ہے۔ جو پہلے ہی اللہ کو پہچان لے اور اس بات کو مان لے کہ سوا اس کے کوئی نہ مددگار ہے اور نہ کوئی مصیبت سے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی چھڑانے والا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی آخر کار ہر مصیبت رنج اور غم سے نجات ہوگی۔

سخت دلی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور تحقیق بھیجے ہم نے رسول امتوں کی طرف تجھ سے پہلے
فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
پھر پکڑا ہم نے ان کو سختی کے ساتھ اور دکھ کے
لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ
تاکہ وہ عاجزی کریں پس کیوں نہیں جب
جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ
آیا ان پر عذاب ہمارا گڑگڑاتے وہ اور لیکن
قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
سخت ہوگئے دل ان کے اور اچھا بنادیا ان کے لیے شیطان نے
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
جو تھے وہ کرتے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور ہم نے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تجھ سے پہلے
فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
پھر ان کو سختی میں اور تکلیف میں پکڑا تاکہ
لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ
وہ گڑگڑائیں پھر کیوں نہ گڑگڑائے
جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ
جب ان پر ہمارا عذاب آیا لیکن
قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
ان کے دل سخت ہوگئے اور ان کو شیطان نے بھلے
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
کر دکھائے جو کام وہ کرتے تھے

پچھلے سبق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ انسان کے ہوش تب درست ہوتے ہیں۔ جب کوئی سخت مصیبت آئے اور کوئی اس کی مدد نہ کر سکے حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ ذرا ذرا سے حادثوں سے عبرت پکڑے اور فوراً اللہ کی طرف رجوع ہو جائے۔ اس سبق میں پچھلے زمانہ کے لوگوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کے حالات دیکھ کر سبق سیکھو۔ کہ انسان کو سمجھانے کے لیے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ اللہ پہلے اپنے رسول لوگوں کے پاس بھیجتا ہے۔ جب ان کی نہیں سنتے تو ان پر سختیاں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ تاکہ وہ اللہ کی قدرت پہچان کر اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جائیں۔ اس پر بھی انسان کی ضد، ہٹ دھرمی ان کے دل سخت کر دیتی ہے اور شیطان دنیا کی بُری باتوں کو ان کے سامنے خوبصورت بنا بنا کر پیش کرتا رہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول تجھ سے پہلے ہم نے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔ جب انہوں نے سیدھی طرح ان کی بات نہ سُنی تو ان کے اوپر کچھ مصیبتیں اور تکلیفیں نازل کی گئیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ ان تکلیفوں کے دیکھتے ہی اللہ کے سامنے جھک جاتے اور اس کے آگے گڑگڑاتے۔ لیکن ہُوا یہ کہ ان کے دل سخت ہوگئے اور شیطان نے ان کے بُرے کام خوب سجا سجا کر ان کے سامنے پیش کیے۔ اور وہ ان میں پھنس کر اللہ سے بالکل غافل ہوگئے۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ جب بُری باتوں اور بُرے کاموں میں پھنس جاتے ہیں۔ اور رسول کے سمجھانے کو خاطر میں نہیں لاتے۔ تو ان پر قحط، وبا، طوفان، زلزلے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کو دیکھ کر اللہ کے آگے جھکیں اور توبہ و استغفار کریں ؎

ظلم کا انجام

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا
پس جب بھول گئے وہ کہ یاد دلائے گئے جس کی پس کھول دیے ہم نے
عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا
ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب
فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
خوش ہوگئے اس سے جو دیا گیا انہیں پکڑ لیا ہم نے ان کو اچانک
فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ
پس ناگاہ وہ مایوس رہ گئے پس کاٹ دی گئی
دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ
جڑ اس قوم کی جنہوں نے ظلم کیا اور
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾
خوبی ساری اللہ کے لیے ہے پروردگار جہانوں کا

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا
پھر جب وہ اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھول گئے تو
عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا
ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب
فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
وہ ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں خوش ہوئے تو ہم نے ان کو
فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ
اچانک پکڑ لیا پس اس وقت وہ ناامید ہو گئے پھر ان ظالموں
دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ
کی جڑ کٹ گئی اور
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾
سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے

پچھلی آیتوں میں کہا گیا تھا کہ لوگوں پر مصیبتیں اس لیے نازل ہوتی ہیں کہ وہ اللہ کے حکموں کو نہیں مانتے۔ ان کے نازل ہونے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کا کہنا مانیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان کی شامت آ جائے گی۔ مناسب یہ ہے کہ پچھلے لوگوں کے حالات سن کر پہلے ہی سوچ لیں کہ اگر نافرمانی کی تو ہمارا بھی وہی حال ہوگا جو ان کا ہوا۔ ان کے پاس اللہ کے رسول آئے اس کی کتابیں آئیں اور جب انہوں نے کہنا نہ مانا تو ان پر مصیبتیں آئیں۔ اس سبق کی آیتوں میں ایسے لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ بتایا گیا ہے تاکہ ان کا حال سن کر لوگ غفلت سے چونکیں۔

ارشاد ہے کہ جب انہوں نے مصیبتوں سے بھی سبق حاصل نہیں کیا تو ہم نے انہیں ڈھیل دی اور مال و دولت، عزت، سلطنت سب کی ان کے اوپر بوچھاڑ کر دی اور انہوں نے دل کھول کر جیسے جی چاہا زندگی کا لطف اٹھایا۔ اور بالکل نڈر ہو گئے۔ اور وہ اپنی گمراہی کو ٹھیک راستہ سمجھنے لگے۔ جب ان کی خوشی مکمل ہو گئی تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور وہ کچھ نہ کر سکے۔ چاروں طرف سے انہیں مایوسی نے گھیر لیا۔ آخر تباہ و برباد ہو گئے۔ اور وہ ان کی ضد، ہٹ، سرکشی، ان کا اترانا اور شیخیاں بگھارنا سب کچھ رکھا رہ گیا۔ غرض ظالم لوگوں کا منہ کالا ہوا۔

اللہ نے انہیں اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی مہلت دی کہ وہ اس جہان کے مالک اور اس کے پالنے والے کو سمجھیں۔ اور اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار کریں۔ لیکن وہ اپنی ہی اکڑفوں میں رہے اور کسی کی نہ سنی۔ آخر بری طرح منہ کی کھائی اور اللہ کا عذاب اس دنیا میں ان پر نازل ہوا اور ان کا ستیاناس ہو گیا۔ آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ الگ رہا ۔

توبہ میں دیر نہ کرے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ
کہہ تو کیا دیکھتے ہو اگر لے لے اللہ کان تمہارے
وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ
اور آنکھیں تمہاری اور مہر کر دے اوپر تمہارے دلوں
مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ
کون معبود ہے سوا اللہ کے جو لا دے تم کو یہ چیز دیکھ
كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ
کس طرح ادل بدل کر لاتے ہیں ہم آیتوں کو پھر وہ
يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ
منہ پھیرتے ہیں کہہ تو دیکھو تو سہی اگر آئے تم پر
عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ
عذاب اللہ کا اچانک یا کھلے طور پر کیا
يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾
ہلاک ہوگا کوئی سوا قوم ظالموں کے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ
تو کہہ دیکھو تو اگر اللہ تمہارے کان
وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ
اور آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے
مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ
تو اللہ کے سوا کون ایسا رب ہے جو تم کو یہ چیزیں لا کر دیدے دیکھ
كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ
ہم کیونکر طرح طرح سے باتیں بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ
يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ
کنارہ کرتے ہیں تو کہہ دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا
عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ
عذاب آوے اچانک یا ظاہر ہو کر
يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾
تو ظالم لوگوں کے سوا کون ہلاک ہوگا

انسانی فطرت یہ ہے کہ صرف اللہ کی طرف جھکے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت سخت مصیبت آتی ہے تو آدمی خواہ مخواہ اللہ ہی کو پکارتا ہے اور دوسری چیزوں کو بھول جاتا ہے اور فطری چیز وہی ہے جس پر انسان مصیبت کے وقت عمل کرے بشرطیکہ وہ شیطان نہ بن گیا ہو۔ اس آیت میں اللہ کے واحد معبود ہونے کی ایک اور دلیل دی ہے۔

ارشاد ہے کہ فرض کرو اللہ تم سے تمہاری کام کی چیزیں چھین لے تو ایسا کون ہے جو ان چیزوں کو تمہیں دے دے۔ تمہاری سب سے زیادہ کام کی چیزیں یہی تین ہیں۔ کان، آنکھ اور دل۔ اگر اللہ کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دے۔ اور دل کو اس کے کاموں سے روک دے۔ اور انسان بہرہ، اندھا اور بے سمجھ ہو جائے تو یہ چیزیں کوئی دے سکتا ہے؟ چنانچہ آج تک کوئی مادر زاد بہرے، اندھے اور بے سمجھ کو اچھا نہیں کر سکا۔ اللہ قرآن مجید میں اس حقیقت کو بار بار سمجھاتا ہے۔ اور ہر بار سمجھانے کا نیا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن لوگ ذرا توجہ نہیں کرتے اور منہ موڑے چلے جاتے ہیں۔ ان سے یہ بھی پوچھو کہ اللہ کا عذاب آیا تو ظالم لوگ تباہی سے کیسے بچیں گے، اس کا عذاب اچانک بھی آسکتا ہے۔ اور مہلت دے کر خبردار کرنے اور نشانیاں بھیجنے کے بعد بھی آسکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ظالم لوگ خود ہی تباہ و برباد ہوں گے۔ اللہ کا وہ کچھ نہیں بگاڑیں گے۔

خوشخبری اور ڈراوا

وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
اور نہیں بھیجتے ہم رسول مگر بشارت دینے والے
وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ
اور ڈرانے والے پس جو ایمان لائے اور ٹھیک چلے
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ
پس نہیں خوف ان پر اور نہ وہ
يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
غمگین ہوں گے اور جن لوگوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا
ہماری آیتوں کو پہنچے گا ان کو عذاب بوجہ اس کے
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾
کہ وہ تھے نافرمانی کرتے

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
اور ہم رسول نہیں بھیجتے مگر خوشی اور ڈر
وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ
سنانے کو پھر جو کوئی ایمان لایا اور سنور گیا
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
تو ان پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ
يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
غمگین ہوں گے اور جنہوں نے ہماری آیتوں
بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا
کو جھٹلایا ان کو عذاب پہنچے گا اس لیے کہ
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾
وہ نافرمانی کرتے تھے

پچھلے رکوع میں مکہ کے کافروں کا رویہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ وہ اللہ کے رسول سے کوئی ایسی انوکھی نشانی طلب کرتے ہیں جس کے دیکھنے کے بعد کوئی شبہ ہی نہ رہے کہ واقعی یہ رسول ہیں۔ کہ اے رسول! ان کی باتوں سے تو رنجیدہ نہ ہو۔ انہوں نے ہمارے رسول کو جھٹلا کر ہماری آیتوں کی توہین کی ہے ہم ان سے بھگت لیں گے۔ تجھ سے پہلے بھی لوگوں کے پاس رسول آتے رہے ہیں۔ اور وہ ان کو ایسے ہی باتیں بنا بنا کر دق کرتے رہے ہیں۔ انہی کی طرح یہ لوگ بھی اپنے مال و دولت کے بل پر اتراتے ہیں اور تجھ کو ستاتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئے گی اور انہیں کی طرح یہ بھی نیست و نابود ہو جائیں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہمارا رسولوں کے بھیجنے سے سوا اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ تمام لوگوں کو خوشخبری اور ڈراوا دے دیں جو لوگ ان کی بات مان کر ایمان لے آئیں اور نیک کاموں میں مشغول ہو جائیں۔ ان کو خوشخبری دے دیں کہ ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ رنج و غم سے پالا پڑے گا۔ اور جو لوگ قرآن کی آیتوں کو اور ان نشانیوں کو جھٹلائیں۔ اور ٹالنے کے لیے کوئی خاص نشانی طلب کریں۔ ان کو ڈرا دیں کہ انہیں عذاب ہوگا۔

یہاں سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے۔ کہ اللہ کے رسول، اللہ کی طرف سے لوگوں کو ایک پیغام پہنچانے آتے ہیں اور وہ پیغام یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں وہی کام کرنے چاہئیں جن کے کرنے کی اللہ نے اجازت دی ہے۔ اور ان کاموں سے جن سے اس نے روکا ہے رک جانا چاہیئے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے انسان خوف اور رنج و غم سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ جس نے اس قانون زندگی کی پروا نہ کی، وہ نافرمان کہا جائے گا اور اس کو اس کی نافرمانی کی سخت سزا ملے گی۔

رسالت کی حقیقت

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ
تو کہہ نہیں کہتا ہیں تم سے میرے پاس خزانے
اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ
اللہ کے اور نہ جانتا ہوں میں غیب اور نہ
اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ
کہتا ہوں میں تم سے میں فرشتہ ہوں نہیں پیروی کرتا میں
اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
مگر جو وحی کیا جاتا ہے میری طرف کہہ تو کیا برابر ہوتا ہے
الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا
اندھا اور دیکھنے والا کیا پس نہیں
تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾
سوچتے تم

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ
تو کہہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے
اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ
خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی بات جانوں اور نہ
اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ
میں تم سے کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی پر چلتا ہوں جو
اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے تو کہہ دے
الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا
اندھا اور دیکھنے والا کب برابر ہو سکتا ہے سو کیا تم
ع ۵ / ۱۱ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾
غور نہیں کرتے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ کہ جن لوگوں کے دل میں رسول کی بات ماننے کا ارادہ نہیں ہے۔ وہ بہانہ بازیاں کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر تم رسول ہو تو ہم جو کہیں وہ کر کے دکھاؤ۔ کبھی کہتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے کہ معمولی آدمیوں کی طرح بازاروں میں چلتا پھرتا اور کام کاج کرتا ہے۔ ان سب کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کے لیے کہا گیا اور بتلایا گیا کہ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی لوگوں نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ دراصل ان کی غرض وہی ہے جو پہلوں کی تھی کہ اپنے ہی طریقے کو برقرار رکھیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہ آنے دیں۔ یہ لوگ اصل بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ان کی ساری باتیں ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ہیں۔ پھر بھی اس آیت میں رسولوں کا اصل کام واضح لفظوں میں بیان کر دیا گیا ہے تاکہ سمجھدار اصل حقیقت کو سمجھ جائیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دے کہ میں نے یہ دعویٰ کبھی کیا نہ اب کرتا ہوں کہ میں اللہ کے خزانوں کا مالک ہوں۔ جو تم مانگو گے وہ تم کو دے دوں گا نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ نہ کبھی میں نے یہ کہا کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ اور دنیا کی ضرورتوں سے آزاد ہوں میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ اتنا فرق ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے۔ اس میں مجھے بتلایا جاتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں وہی کرتا ہوں جو مجھ سے کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں بشر نہیں رہا کچھ اور ہو گیا ہوں۔ بات فقط اتنی ہے کہ بشر بشر میں بھی فرق ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو کہ کوئی بشر زیادہ سمجھدار ہوتا ہے کوئی کم۔ کوئی دور تک کی بات دیکھ لیتا ہے۔ کوئی قریب کی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی اندھا ہے کوئی آنکھوں والا ہے۔ بس مجھ میں اور تم میں اتنا ہی فرق ہے کہ مجھے وہ باتیں سمجھا دی گئی ہیں جن کو اور لوگ نہیں سمجھتے۔ اس میں غور کرو۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا سمجھنا دشوار ہو بات فقط اتنی ہے کہ تم غور اور فکر سے کام نہیں لیتے ؂

قرآن سے فائدہ کون اٹھائیگا

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ
اور ڈراوے ساتھ اس کے ان کو جو خوف کرتے ہیں کہ
يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ
اکٹھے کیے جائیں گے طرف اپنے رب کے نہ ہوگا ان کے لیے
مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ
سوا اس کے کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ وہ
يَتَّقُوْنَ (۵۱)
بچتے رہیں

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ
اور اس سے ان لوگوں کو خبردار کردے جن کو اس کا ڈر ہے
يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ
کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے اس طرح کہ اللہ کے سوا
مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ
نہ کوئی ان کا حمایتی ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ
يَتَّقُوْنَ (۵۱)
وہ بچتے رہیں

پچھلی آیتوں میں کہا گیا کہ یہ لوگ تیرے رسول ہونے پر جو شک کرتے ہیں یہ اس لیے نہیں کہ انہیں حق کی تلاش ہے بلکہ اس لیے کہ رسول کے مان لینے سے ان کو اپنا سارا کام خراب ہوتا نظر آتا ہے یہ لوگ ایمان لانے کے لیے معجزے طلب کرتے ہیں اور اپنے اس رویہ سے رسول خدا کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے سیدھے راستے پر آنے کی کوئی امید نہیں۔ اگر ان کا ارادہ ٹھیک بات سمجھ لینے کا ہوتا تو وہ تھوڑے سے غور سے سمجھ جاتے کہ رسول ایک بشر ہوتا ہے۔ اس کا دعویٰ اللہ کے خزانوں کے مالک ہونے کا۔ غیب کی باتیں جاننے کا اور فرشتہ ہونے کا نہیں ہوتا۔ وہ انسانوں میں ہی ایک نہایت اعلیٰ خوبیوں کا انسان ہوتا ہے جس کو وحی کے ذریعے کچھ ہدایتیں دی جاتی ہیں پہلے وہ اُن کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور دوسروں کو ان پر عمل کرنے کے لیے بلاتا ہے۔ جب یہ سب باتیں سمجھانے کے بعد بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ تو اب تُو ان کا خیال چھوڑ دے اور قرآن مجید ان لوگوں کو سنا اور سمجھا جو اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو یہ خوف ہے کہ ایک دن وہ اپنے رب کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔ اور اس وقت ان کا حمایتی اور سفارشی کوئی نہ ہوگا سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ہر ایک کا معاملہ اپنے پروردگار کے ساتھ ہوگا۔ سوا اس کے کوئی کسی کا ساتھی ہوگا نہ مددگار۔ یہ لوگ قرآن مجید کی ہدایتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قرآن مجید ان کو سمجھائے گا کہ اپنے رب کے سامنے سرخ رو ہونا ہے۔ تو آج اس دنیا میں اس کے حکموں کی تعمیل کرو۔ اور جو اس نے حدیں مقرر کر دی ہیں۔ ان کے اندر اپنی زندگی بسر کرو۔ اور جو کام کرو اس کی رضامندی کے لیے کرو اور جس چیز سے وہ منع کرے اسے بالکل چھوڑ دو۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور یہی لوگ تقویٰ حاصل کر کے متقی بن سکتے ہیں ان میں اس کی صلاحیت موجود ہے۔

سورہ بقرہ کی ابتدائی آیت میں کہا گیا تھا کہ یہ قرآن متقیوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس آیت میں اس کی مزید تشریح کر دی گئی ہے کہ متقی بننے کی صلاحیت اس میں ہوتی ہے جو ڈرتا ہو۔ اور بے باکی سے کوئی کام نہ کرے۔ بلکہ پہلے سمجھنا چاہیئے کہ یہ کام صحیح ہے یا غلط۔ ایسے آدمی کے لیے قرآن ہادی اور رہبر ہے۔

خلوص والوں کو دور مت کرو

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
اور نہ نکال ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو
بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
صبح اور شام چاہتے ہیں اس کی توجہ
مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
نہیں تجھ پر ان کے حساب میں سے کچھ
وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر کچھ
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾
تاکہ دور کرے تو ان کو پس ہوجائے تو ظالموں سے

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
اور ان لوگوں کو جو اپنے رب کو صبح شام
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں
مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
دور مت کر تجھ پر ان کے حساب میں سے کچھ نہیں ہے
وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر کچھ ہے
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾
کہ تو ان کو دور کرنے لگے پس تو بے انصافوں میں ہوگا

پچھلی آیتوں میں مکہ کے لوگوں کی بہانہ بازیوں کا ذکر تھا۔ اور یہ بھی ان سے معلوم ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ کسی طرح یہاں کے معزز دولت مند لوگ میری بات سنیں۔ بلکہ یہ بھی خیال آپ کے دل میں گذرا ہوگا کہ جو نشانیاں یہ مانگتے ہیں کاش میں ان کو دکھا سکتا تو شاید یہ ایمان لے آتے۔ اس خیال کو دور کرنے کے لیے ارشاد ہوا تھا کہ زمین میں نقب یا آسمان میں سیڑھی لگا کر بھی اگر ان کے لیے کوئی نشان تو لے آئے تو بھی یہ ماننے والے نہیں کیونکہ ان کی تو غرض ہی کچھ اور ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی زبردست نشانی دیکھ کر یہ مان بھی گئے تو ایسا ایمان ہمیں منظور نہیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ اپنی عقل سے کام لے کر اور ہماری انہی نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لے آئیں۔ جو ہم نے دنیا میں پہلے ہی بھیج رکھی ہیں۔ لیکن ان نشانیوں کی طرف سے ان کی آنکھ، کان زبان سب کچھ بند ہے۔ وہ نہ خود نشانیاں دیکھیں گے اور نہ کسی ہدایت کرنے والے کی بات سنیں گے اور نہ خود کسی سے پوچھیں گے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان کا خیال چھوڑ دو۔ تمہارا کام پیغام پہنچا دینا تھا تم پہنچا چکے۔ یہ نہیں سنتے تو نہ سنیں۔ اب تم ان کو سناؤ جو سننے کے لیے تیار ہیں اور یہ وہ غریب اور نادار لوگ تھے۔ جو آپ پر ایمان لائے تھے اور قرآن کے حکم بجا لانے کے لیے تیار ہوگئے تھے جیسے حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ بن یاسر اور سالمؓ وغیرہ۔ مکہ کے معزز لوگوں کے پاس ایک بہانہ یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے پاس آکر ایسے بے حیثیت لوگوں کے ساتھ مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ آپ ان کی خاطر سے یہاں تک تیار تھے کہ ان لوگوں کو ہر وقت اپنے پاس آنے سے منع کر دیں تاکہ ان مغرور لوگوں کے پاس یہ عذر نہ رہے اور وہ شاید آکر کچھ سنیں اور مانیں۔ اس بات سے آپ کو اس آیت میں منع کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ قرآن کی ہدایت کے مطابق صبح و شام اللہ کو پکارتے ہیں اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ان کو اے رسول اپنے پاس آنے سے ہرگز منع نہ کر تجھ کو کسی کے دل کے اندر کی حالت کا علم نہیں۔ کہ یہ مفلس لوگ اچھے ہیں یا یہ مغرور لوگ ایمان لا کر اچھے ہوں گے۔ کیونکہ کسی کی دل کی بات کا ذمہ دار کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے تجھے ظاہری حالت کے مطابق ان سے سلوک کرنا چاہیے۔ جو سنے اور مانے اس کو سنا اور جو اپنی ہی اکڑفوں میں رہے اس سے کوئی سروکار نہ رکھ۔ نہ تجھے ان کی طرف سے حساب دینا ہے اور نہ انہیں تیری طرف سے حساب دینا ہے۔

مرتبوں کا فرق آزمائش ہے

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
اور اسی طرح آزمایا ہم نے ان کے بعض کو بعض سے
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
تاکہ کہیں وہ کیا یہی ہیں کہ فضل کیا اللہ نے ان پر
مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ
ہمارے درمیان سے کیا نہیں اللہ جاننے والا
بِالشّٰكِرِيْنَ (۵۳)
شکر گذاروں کا

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض سے آزمایا ہے
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر ہم سب میں اللہ نے
مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ
فضل کیا کیا اللہ شکر کرنے والوں کو
بِالشّٰكِرِيْنَ (۵۳)
خوب جاننے والا نہیں ہے

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مکہ کے لوگ اپنے مال اور دولت کے نشہ میں مست تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اسلام اس قسم کی شیخیوں اور ڈینگوں کو بیکار سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک انسان، انسان سب برابر تھے۔ وہ سکھلاتا تھا کہ سب مل کر برابر کی حیثیت سے بھائی بھائی بن کر رہیں۔ لیکن یہ مکہ والوں کے رسم و رواج کے خلاف تھا۔ اس لیے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر مفلسوں اور کم حیثیت لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے خیال کیا کہ یہ مغرور لوگ اگر اسلام لے آتے تو اس کا اثر سارے عرب پر پڑے گا اور اسلام کو سب لوگ اختیار کر لیں گے۔ اس لیے مفلسوں کو اپنے پاس ہر وقت بیٹھے رہنے سے منع کرنا چاہا، محض اس لیے کہ بڑے لوگ بے تکلف ان کے پاس آ کر ان کی باتیں سنیں اور اسلام کے لیے راستہ کھلے۔ پچھلی آیت میں آپ کو اس سے منع کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ اسلامی اخلاق اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ مغرور منکروں اور پیسے والوں کی خاطر داری کی جائے اور مخلصوں، عاجزوں اور مفلسوں کو جو اسلام کی باتیں شوق سے سیکھتے ہیں، اور ان پر عمل کرتے ہیں آنے سے روک دیا جائے اور ان کا دل توڑا جائے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے ان کے مرتبوں میں فرق اس لیے رکھا ہے اور کسی کو مال دار کسی کو مفلس اس لیے بنایا ہے کہ ان کو ایک بڑی حقیقت سمجھا دیں اور بتلا دیں کہ مال و دولت، مرتبہ حاصل ہو جانے سے یہ ضروری نہیں کہ آدمی پورا انسان بن جائے اور مفلس ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ شخص بالکل گیا گذرا ہے۔ یہ اخلاقی لحاظ سے اچھا ہو ہی نہیں سکتا۔ فضیلت اور شرافت دل کے صاف ستھرے ہونے پر اور اخلاق کی بلندی پر موقوف ہے۔ کسی کے مالدار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اخلاق اور انسانیت میں بھی وہی اچھا ہو اور مفلس ہونے سے نیک سیرت بننے کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا۔ اس آیت میں یہی مطلب بخوبی واضح کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو تم کسی کو مفلس اور کسی کو مال دار دیکھ رہے ہو۔ یہ فقط انسان کی آزمائش کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت مال دار ہونا نہیں ہے۔ وہ مفلسوں کو بھی خلوص اور ایمان داری دے کر ان پر اپنا فضل کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ مال و دولت والے ان کو دیکھ کر تعجب کر سکتے ہیں کہ کیا ہمیں چھوڑ کر ان بے حقیقت لوگوں، مفلسوں اور عاجزوں کو اللہ اپنی رحمت اور کرم سے سرفراز کر سکتا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ ان لوگوں کو جنہیں اللہ کی شکر گذاری کا سلیقہ ہے تم سے زیادہ جانتا ہے۔ اس لیے ان پر اپنا انعام و اکرام نازل کرتا ہے۔ تم اپنی اس خام خیالی سے نجات حاصل کرو کہ دولت اور بزرگی سب سے اچھی چیز ہے۔

مسلمانوں کی دلجوئی کرو

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا
اور جب آئیں تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر
فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى
تو کہہ سلامت تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے اوپر
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ
اپنے رحمت کو کہ جو کرے تم میں سے
سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
برائی نادانی سے پھر توبہ کرے اس کے بعد
وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵۰) وَ
اور نیک ہو جائے تو بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے اور
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ
اسی طرح کھولتے ہیں ہم آیتوں کو اور تاکہ ظاہر ہو جائے
سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (۵۵)
رستہ گنہگاروں کا

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا
اور جب تیرے پاس ہماری آیتوں کے ماننے والے آویں
فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى
تو تو کہہ تم پر سلام ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لکھ
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ
لیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانفیت سے
سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
برائی کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے
وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵۲) وَ
اور نیک ہو جائے تو بات یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے اور
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ
اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ
سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (۵۵) ع
گنہگاروں کا طریقہ کھل جائے

پچھلی آیت میں مالداروں کے غرور اور تکبر کا ذکر کیا تھا کہ ان کو غریبوں کے پاس بیٹھنا تک گوارا نہیں ہے۔ انسان کا دل توڑنے والی اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے کہ اس کو ذلیل سمجھا جائے اور پھر ذلیل بھی وہ سمجھے جو ہر طرح سے اسی جیسا ایک انسان ہے۔ بکّے کے مالدار لوگ اپنے آپ کو مفلسوں اور غریبوں سے بڑھ کر دل میں تو سمجھتے ہی تھے لیکن زبان سے بھی بے تحاشا ان کے منہ پر ان کو کم مرتبہ کہہ دیا کرتے تھے۔ اور یہ ایک بڑا اخلاقی عیب ہے کہ کسی کی کھلم کھلا توہین اور تحقیر کی جائے۔ اس سے ان لوگوں کو جو مفلس و نادار تھے لیکن اسلام کے وفادار تھے انتہائی رنج پہنچنا یقینی تھا۔ اس لیے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ ان کو تسلّی اور دلاسا دیں اور خوشخبری سنا دیں کہ وہ اسلام لا کر اللہ کی رحمت کے مستحق ہو چکے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر نادانی کی وجہ سے ان سے کوئی قصور بھی ہو جائے تو وہ توبہ سے معاف ہو جائے گا۔ اللہ ان کی نیت اور دل کی حالت کو جانتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اس لیے ان کی بھول چوک معاف ہے اور ان کی توبہ قبول ہے۔ اب اس آیت کے خلاصہ پر غور کیجیے۔ ارشاد ہے کہ اے رسول جب تیرے پاس ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے آئیں تو ان کا دعائے خیر سے استقبال کر اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے سلام علیکم کہہ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تم کو تمام آفتوں اور مصیبتوں سے بچائے اور خوش و خرم رکھے۔ اور پھر ان کو خوشخبری سنا کہ اللہ نے تمہارے اوپر رحمت کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ تم میں سے اگر کسی سے کوئی خطا یا قصور بھی ہو جائے کیونکہ مومن جان بوجھ کر گناہ نہیں کرتا۔ تو اللہ اسے توبہ کرنے پر معاف کر دے گا۔ اور تم اس کو معافی مانگنے پر اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا اقرار کرنے پر بخشنے والا مہربان پاؤ گے۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ ان آیتوں میں باتوں کو کھول کھول کر صاف صاف بیان کرتے ہیں یہ ہماری شانِ رحمت اور ہدایت کا تقاضا ہے اور اس سے ایک غرض یہ ہے کہ گنہگاروں اور مجرموں کا راستہ نیک لوگوں کے راستے سے بالکل جدا ہو جائے اور کسی کو ان دونوں رستوں کے الگ الگ ہونے میں ذرا شبہ نہ رہے۔

پچھلی آیتوں میں غور و فکر

یہاں ہم کو ٹھہر کر یہ سوچنا چاہیے کہ یہ جو پچھلی آیتوں میں بیان ہوتا رہا ہے۔ اس سے ہمیں کیا سیکھنا ہے۔ ان آیتوں کے نازل ہونے کے وقت مکّہ معظمہ میں مالدار لوگوں نے مفلسوں اور غریبوں پر اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی۔ اور معاشرے کا ڈھنگ ایسا ڈال دیا تھا کہ شرافت اور عزّت کا معیار مال و دولت بن کر رہ گیا تھا اور بڑے بڑے لوگ باقی لوگوں کو اپنے زیر اثر دبا کر رکھنا چاہتے تھے اور ان کو اپنے حکم پر چلانا چاہتے تھے۔ رعب سے باہر تو حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ تمام لوگ درحقیقت حاکموں اور دولت مندوں کے لونڈی اور غلام تھے۔ اور وہ ان سے بالکل جانوروں کی طرح کام لیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عیش و آرام فقط ہمارا ہی حق ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس مال و دولت، جاہ و حشمت سب کچھ ہے۔ اس لیے سب انسان ہمارے خادم ہیں۔ ان کو ہمارے اشاروں پر چلنا چاہیے اور جو ہم انہیں کھانے پینے کو دیں اس کو شکر گذاری کے ساتھ قبول کر لینا چاہیے۔ اور جو ہم انہیں پہنائیں وہ انہیں پہن لینا چاہیے۔ رعب میں یہ حالت ذرا کم تھی مگر تھی ضرور۔ اسلام کا مقصد انسانوں کے اندر مساوات قائم کرنا تھا۔ اس لیے ابتدا ہی سے ایسا ڈھنگ ڈالنا ضرور تھا کہ فرعونیت کا قلع قمع ہو جائے اور دنیا کی نعمتوں سے ہر شخص بقدر ضرورت اپنا حق سمجھ کر فائدہ اٹھائے۔ اور تمام لوگ مجموعی طور پر اس ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے میں مدد کریں۔ کوئی کسی کو اپنے سے کم درجہ نہ سمجھے اور اس کی تحقیر اور توہین نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے کہ تم مالداروں کی خاطر یا خدمت کرنے کے لیے دنیا میں نہیں آئے ہو۔ اس لیے ان سے کسی قسم کی خاص رعایت نہ کرو۔ اللہ نے شرافت کا معیار دلی خلوص اور اللہ عزوجل کا شکر گذار ہونا قرار دیا ہے۔ یہ باتیں غریبوں میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس لیے اگر وہ آئیں تو ان کو اس خیال سے کہ اسلام کا کیا کام بنے گا۔ مالدار اسلام لائیں گے تو اسلام کی دنیا میں عزت ہو گی۔ ہرگز پاس سے نہ ہٹاؤ۔ ہم نے کسی خاص طبقے کے اوپر اسلام کی عزت موقوف نہیں رکھی۔ بلکہ اسلام کو تمام انسانوں کے لیے ذریعۂ عزت بنایا ہے۔ اگر غریب اللہ کی طرف جھکیں گے اور اس کے شکر گذار بندے بنیں گے۔ تو ان کو اسلام کی وجہ سے ضرور عزت حاصل ہو گی یعنی اسلام اپنی عزت کے لیے انسانوں کا محتاج نہیں ہے بلکہ انسان اصلی عزت حاصل کرنے کے لیے اسلام کا محتاج ہے۔

اس سے ہمیں یہ سیکھنا ہے کہ ہمیں مال و دولت کو ذریعہ شرافت و عزت کبھی نہ قرار دینا چاہیے۔ ہمارا مقصد اسلام نے مال و دولت جمع کرنا قرار نہیں دیا۔ جو لوگ دولت جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں۔ وہ معاشرے کا ستیاناس کر رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص یا ایسے شخصوں کا کوئی جتھا اپنے پاس بہت سی دولت جمع کرنا چاہتا ہے۔ اور دنیا کے سامانِ عیش کا خود مالک بننا چاہتا ہے۔ اور دوسروں سے اپنی دولت کے زور پر اپنے حسب دل خواہ کام لینا چاہتا ہے تو وہ فرد یا جتھا انسانیت کا دشمن ہے۔ بلکہ وہ آزاد انسان ہی نہیں وہ اپنی کمینہ خواہشوں کا غلام ہے۔ اسلامی معاشرہ کا اصل جزو آپس میں ایک دوسرے کی دلجوئی ہمدردی اور تسلی دینا ہے۔ ہر شخص کو چاہیے جس سے ملے اسے سلام کرنا چاہیے سلام اس خواہش کا اظہار کرنا ہے کہ میں تمہیں صحیح و سلامت، تندرست اور آرام و راحت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر اپنے عمل سے اس ہمدردی کو محبت اور ایثار کی شکل میں ثابت کرنا چاہیے۔

رسول کسی انسان کے پیرو نہیں

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ
کہہ دے بیشک میں روکا گیا ہوں کہ میں بندگی کروں
الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
ان کی جنہیں تم پکارتے ہو سوا اللہ کے
قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ
کہہ دے نہیں میں پیروی کرتا تمہاری خواہشوں کی بیشک میں بہک جاؤں گا
اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾
اس وقت اور نہ رہوں گا ہدایت پانے والوں میں

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: تو کہہ مجھ کو اس سے روکا گیا ہے کہ ان کی بندگی کروں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ تو کہہ میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلتا پھر تو میں بے شک بہک جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں نہ رہوں گا۔

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان والوں کے ساتھ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آنے کی تلقین کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ جو بڑا بننا چاہتے ہیں اور مال و جاہ کے نشہ میں مغرور ہیں یہاں تک کہ غریبوں اور مفلسوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا بھی نہیں چاہتے۔ ان سے کچھ سروکار نہ رکھو۔ انہیں جو کچھ سمجھانا تھا سمجھا چکے۔ وہ نہیں سنتے تو ان سے منہ موڑ دو۔ اور ان غریب لوگوں سے جو تمہارے پاس آتے ہیں اور تمہاری بات سن کر اس پر خوشی خوشی عمل کرتے ہیں۔ ان کو اللہ کی مغفرت اور رحمت کی بشارت دو اور ان کو اسلام اور قرآن کی باتیں سمجھاؤ۔ اس آیت میں رسول کے فرض منصبی کو اور کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اور رسول سے کہا گیا ہے کہ ان متکبر اور جابر فرعونوں اور ہامانوں سے کہہ دو کہ میں دنیا میں تمہاری خوشامد کرنے نہیں آیا ہوں کہ جو تم کہو وہی کرنے لگوں اور تمہاری رضامندی کا خیال رکھوں مجھے نہ تم سے کچھ لالچ ہے اور نہ میں تم سے اپنی خدمت چاہتا ہوں مجھے تمہاری خواہشیں بالکل جانوروں کی سی نظر آتی ہیں۔ میں بھی اگر تمہاری خواہشوں کی پیروی کرنے لگوں تو پھر سیدھی راہ سے جو مجھے اللہ کی طرف سے سمجھائی گئی ہے منحرف ہو جاؤں گا اور تمہاری طرح اندھیرے میں بھٹکتا پھروں گا۔ اب اس آیت کے معنی پر غور کیجیے۔

ارشاد ہے کہ ان نادانوں سے جو میری بات نہیں سنتے کہہ دے کہ میری عقل اور وہ روشنی جو اللہ نے میرے دل میں وحی کے ذریعے پیدا کی ہے مجھے بالکل اجازت نہیں دیتی کہ میں اللہ کو چھوڑ کر تمہارے معبودوں کو تمہاری طرح پکارنے لگوں، ان کی عبادت کروں اور ان سے اپنی مرادیں مانگوں یہ تو تمہاری اپنی گھڑی ہوئی غلط اور گمراہ کرنے والی باتیں ہیں۔ ان کے ماننے پر تمہاری بیہودہ خواہشوں نے تمہیں مجبور کر رکھا ہے مجھے تو تمہاری خواہشوں پر نہیں چلنا۔ اگر میں بھی وحی کی ہدایتوں کو چھوڑ کر تمہارے کہنے پر چلنے لگوں تو پھر دنیا میں سیدھے راستہ کا تو پتہ نشان ہی نہ رہے گا اور میں بھی تمہاری طرح گمراہ ہو جاؤں گا۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کرنے والوں کو مالدار اور بااثر طبقے کی خوشامد ہرگز نہیں کرنی چاہیے بلکہ سچی بات صاف صاف بے لاگ اور بغیر کسی رو رعایت کے بے دھڑک کہنی چاہیے۔ جو ان باتوں کو مانیں ان کی عاجزی اور مفلسی کی طرف نہ دیکھنا چاہیے بلکہ ان کی ہمت بڑھانی چاہیے اور ان کو دین کی باتیں سمجھانی چاہئیں۔ سب کو ہر ایک چیز دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں تو پھر کیوں نہ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے ہی مانگی جائے اور اسی کی تابعداری اور رضا جوئی کی جائے اور کسی دوسرے پر نظر رکھ کر اس کی اطاعت اور رضا جوئی کے کیا معنے؟

منکروں کا فیصلہ اللہ پر ہے

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ
کہہ دے بیشک میں دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور
کَذَّبْتُمْ بِہٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا
جھٹلاتے ہو تم اس کو نہیں میرے پاس وہ چیز
تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ ؕ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا
جلدی کرتے ہو تم جس کی نہیں حکم مگر
لِلّٰہِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ ھُوَ خَیْرُ
اللہ کے لیے بیان کرتا ہے وہ سچ اور وہ بہترین
الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾
فیصلہ کرنے والا ہے

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ
تو کہہ دے مجھ کو میرے رب کی شہادت پہنچی اور
کَذَّبْتُمْ بِہٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا
تم نے اس کو جھٹلایا میرے پاس نہیں ہے جس کی
تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ ؕ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا
تم جلدی کر رہے ہو اللہ کے سوا کسی کا حکم
لِلّٰہِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ ھُوَ خَیْرُ
نہیں وہ حق بات بیان کرتا ہے اور وہ سب سے اچھا
الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾
فیصلہ کرنے والا ہے

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ منکروں سے کہہ دو میں تمہاری طرح کفر اور شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ تمہاری اپنی خواہش کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں اور مجھے تمہاری خواہشوں کی پیروی کرنی منظور نہیں ورنہ میں بھی تمہاری طرح گمراہ ہو جاؤں گا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے کہ ان سے کہہ دو میرے پاس بالکل صاف صاف دلیلیں موجود ہیں کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں اور میرے رب نے میرے پاس قرآن شریف بھیجا ہے جس میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ اللہ ایک ہے وہ کوئی اس کا کسی بات میں شریک نہیں یہ دلیلیں اور آیتیں تمہارے سامنے بھی رکھی گئی ہیں اور میرے سامنے بھی۔ میں ان کو سچا مانتا ہوں اور تم ان کو جھوٹا کہتے ہو۔ میں ان پر ایمان لایا ہوں۔ اس کا مجھے انعام ملے گا۔ تم ان کا انکار کرتے ہو اس کی تمہیں سزا ملے گی۔ تم کہتے ہو کہ ہم تو نہیں مانتے اگر تو سچا ہے تو اللہ سے کہہ وہ نعوذ باللہ ہم پر عذاب نازل کرے۔ میرا جواب یہ ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ میں فوراً تم پر عذاب نازل کرا دوں یا اپنی طرف سے تمہیں کچھ سزا دوں۔ اس کا فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سچی اور حق باتیں کھول کر بیان کر دیتا ہے۔ اور نہ ماننے والوں پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ اپنے اختیار میں رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جب چاہے گا تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تم اسی کے کہنے کے مطابق عذاب سے بغیر ایمان لائے بچ نہیں سکتے اب اس کا فیصلہ کہ کیسا عذاب ہو گا اور کب آئے گا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اب اس کے معنی پر غور کیجیے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول کہہ دے میرے رب کی کھلی دلیلیں آچکی ہیں۔ اور اس نے قرآن مجید میں خود گواہی دی ہے کہ اللہ ایک ہے تم نے ان سب کے جھٹلانے پر کمر باندھی ہے۔ اور ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ ہم تو نہیں مانتے ہم پر عذاب نازل کر۔ اب خوب کان کھول کر سن لو کہ عذاب بھیجنا میرے اختیار میں نہیں۔ نافرمانی کی سزا تمہیں ضرور ملے گی لیکن تم جو اس میں جلدی کر رہے ہو تو تمہارا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ عذاب دینا میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ نہ میں نے کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے حکم دینا فقط اللہ کا کام ہے وہ اپنے سچے اور کھلے احکام صاف صاف بیان کر دیتا ہے۔ نہ ماننے والوں کو سزا دینے کا فیصلہ اسی کے اختیار میں ہے اور اس سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا کوئی اور ہو بھی نہیں سکتا۔ مجھے تو اس کا فیصلہ خوشی سے منظور ہے اور تمہیں بھی آخر مجبور ہو کر اس کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔

سزا دینا صرف اللہ کا کام ہے

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ

کہہ دے | کہ ہوتا | میرے پاس | وہ جلدی کرتے ہو تم

بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ

جس کی | ضرور چکایا جاتا معاملہ | میرے درمیان | اور | تمہارے درمیان

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝۵۸

اور اللہ | سب سے زیادہ جانتا ہے | ظالموں کو

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ

تو کہہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے

بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ

ہو تو میرے اور تمہارے درمیان جھگڑا طے ہو چکا ہوتا

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝۵۸

اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے

پچھلی آیت میں سمجھایا گیا تھا کہ انکار کرنے والے خواہشوں کے غلام اور بے دھڑک رنگ رلیاں منانے والے ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ ہم تو ماننے والے نہیں اور نہ دھمکیوں سے ڈرنے والے ہیں۔ اگر تو ایسا ہی سچا ہے تو ہم پر عذاب ہی ابھی بھجوا دے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ ان سے کہہ دو عذاب میرے اختیار میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فقط اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ اس کی بات غلط یا جھوٹی نہیں ہو سکتی اور اس سے اچھا فیصلہ کرنے والا بھی کوئی نہیں —— اس آیت میں ایک بھید بیان کیا گیا ہے کہ اگر عذاب بھیجنے کا اختیار سوا اللہ عزوجل کے کسی اور کے ہاتھ میں ہوتا تو دنیا کی کیا گت ہوتی۔ بشر کا علم اور تحمل دونوں محدود ہیں۔ اگر اس کے اختیار میں نافرمانی کی سزا دینی آجائے تو وہ اس کی سزا میں دیر نہیں لگائے گا۔ برخلاف اس کے اللہ عزوجل کا علم تمام حالات کا پورا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ہر کام کے نتیجوں سے پورے طور پر واقف ہے پھر اس کی صفت حکیم ہے۔ وہ ہر کام کا موقع محل اور اس کے مناسب وقت اور اس کی مصلحتوں کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ وہ حلیم بھی ہے خطا کار کو ڈھیل دے سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مجرم کی حالت پوری پوری طرح جانتا ہے۔ اور جرم کی نوعیت اور مقدار سب اس کے اوپر واضح ہے۔

اگر انسان کے ہاتھ میں عذاب دے دیا جاتا تو جانے دنیا کب کی تہس نہس ہو گئی ہوتی۔ انسان کے اندر اللہ کے رسولوں میں اللہ کا دیا ہوا علم، حلم، صبر سب سے زیادہ ہوتا ہے جب رسول ہی سے فرما دیا کہ کہہ دے میرے ہاتھ میں اگر عذاب ہوتا تو کام کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا تو اور کسی کا تو ذکر ہی کیا ہے اب آیت کا مطلب سنیے۔ ارشاد ہے اے رسول کہہ دے تم جس بات کی جلدی کر رہے ہو وہ اگر میرے اختیار میں ہوتی تو جھگڑا کب کا چک گیا ہوتا۔ لیکن معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جب مناسب سمجھے گا عذاب بھیج دیگا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا منصب واضح کر دیا ہے کہ ان کا کام کسی کی رعایت، خوشامد کرنا یا کسی سے ناراض ہونا اور اسے سزا دینا نہیں اور نہ وہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ ان کا کام تو فقط یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے ان کے پاس جو حکم آئے وہ اس کے بندوں تک پہنچا دیں۔ اور اس کی تلقین و تفہیم اور عمل کے ذریعے سے اچھی طرح سمجھا دیں کہ سب کچھ اللہ کے اختیار اور قبضۂ قدرت میں ہے۔

اللہ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ
اور اس کے پاس خزانے ہیں غیب کے نہیں جانتا ان کو
اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ
مگر وہ اور جانتا ہے جو خشکی میں اور تری میں ہے
وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا
اور نہیں گرتا کوئی پتا مگر وہ جانتا ہے اس کو
وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا
اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ
رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۵۹)
تر اور نہ خشک مگر بیچ کتاب واضح کے

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں کہ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو جنگل اور دریا میں ہے وہ جانتا ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا کہ وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ سوکھی چیز، سب کتاب مبین میں ہے

مفاتح: مِفتح کی جمع بھی ہوسکتی ہے۔ مَفتح خزانے کو کہتے ہیں اور مفاتح کے معنی اس صورت میں خزانے ہیں اور یہ مِفتح کی جمع بھی ہوسکتی ہے۔ مِفتح کنجی کو کہتے ہیں اور مفاتح کے معنی اس صورت میں کنجیاں ہیں۔ کنجی کو مفتاح بھی کہتے ہیں۔ جس کی جمع مفاتیح ہے۔

غیب: یہ لفظ سورہ بقرہ کے شروع میں آچکا ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کی آنکھ سے اوجھل اور اس کی محسوسات سے بالاتر ہو۔

کتاب مبین: سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں کائنات سے متعلق ہر چیز درج ہے۔

پچھلی آیتوں میں معلوم ہوچکا ہے کہ فیصلہ کرنا اسی کا حق ہے جس کا علم سب سے زیادہ وسیع ہو اور جو جرم، مجرم، سزا کی نوعیت اس کے دینے کا مناسب موقع محل اور وقت، غرض تمام چیزوں سے پورے طور پر واقف ہے۔ اس آیت میں اللہ کے علم کا صحیح تصور کرنے کے لیے اصول بیان کر دیے گئے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ واقعی اس سے زیادہ علم کوئی نہیں رکھتا اور اسی لیے اسی کو فیصلہ کرنے اور انعام و سزا دینے کا کلی اختیار ہونا چاہیئے

ارشاد ہے کہ جو چیزیں تم نہیں جانتے کیونکہ تمہاری عقل فکر اور ذہن بہر حال محدود ہیں اور اسی لیے تمہارے لیے بہت سی چیزیں غیب ہیں۔ وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ سارے غیب کے خزانے بھی اس کے پاس ہیں اور اس کے کھولنے کی کنجیاں بھی اسی کے قبضہ میں ہیں۔ اس لیے ان خزانوں کو کوئی چھیڑ نہیں سکتا۔ نہ ان میں سے کوئی چیز نکال سکتا ہے۔ جب یہ خزانے صرف اسی کے پاس ہیں تو ظاہر ہے کہ خشکی تری کی ساری چیزیں وہ جانتا ہے۔ درختوں کے پتوں کی گنتی۔ زمین کے اندھیروں میں چھوٹے سے چھوٹا سا دانہ۔ غرض جو خشک و تر اس عالم میں ہے سب اس کے رجسٹر اور دفتر میں جس کا نام لوح محفوظ ہے تفصیل کے ساتھ صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیب کی بات کوئی نہیں جان سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اُسے نہ بتائے۔ کیونکہ غیب کے سارے خزانے اللہ کے قبضہ میں ہیں اور ان کی کنجیاں اس کے پاس ہیں۔ کسی کی مجال نہیں جو ان میں سے کسی کو کھول کر ذرا سی چیز بھی نکال لے۔ ہاں وہ اپنے خزانہ سے کوئی چیز کسی کو موقعہ بہ موقعہ نکال کر دے دے تو دے سکتا ہے۔

انسان کو اپنا بھی ہوش نہیں

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور وہی ہے جو لے لیتا ہے تم کو رات کے وقت اور جانتا ہے جو کیا تم نے دن کے وقت۔ پھر بھیج دیتا ہے تم کو دن میں تاکہ پورا کیا جائے وقت مقرر پھر اسی کی طرف لوٹنا ہے تمہارا پھر بتا دے گا تم کو وہ چیز کہ تھے تم کرتے

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور وہی ہے جو رات میں تمہیں قبضہ میں لے لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کر چکے ہو پھر تم کو اس میں اٹھا دیتا ہے تاکہ وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے پورا ہو پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر تم کو اس کی جو کچھ تم کرتے ہو خبر دے گا

پچھلی آیت میں اللہ کے علم کی وسعت کا بیان کیا گیا تھا جس سے معلوم ہو گیا تھا کہ انسان دنیا میں قانون بنانے سزائیں دینے اور حکم چلانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا مگر اتنا ہی جتنا کہ اللہ اس کی بساط کے مطابق اسے عطا کر دے اس محدود اختیار کے کام میں لانے میں بھی وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتا ہے اور اللہ کی ہدایت جو اس نے اپنے رسول کی معرفت اس کے پاس بھیجی ہے اسے تباہی سے بچا سکتی ہے۔ ورنہ اس سے الگ ہو کر تو وہ صرف اپنے تباہی کا گڑھا کھودنے میں ہی لگا رہتا ہے۔ اور وہ ہاتھ نہ بڑھے تو اس میں گرنا یقینی ہے اسی مضمون کو اس آیت میں اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ انسان سوچے کہ جب سو جاتا ہے تو اس کی کام کرنے کی طاقتیں کہاں چلی جاتی ہیں۔ اس کے بس میں نہ سوچ چار رہتا ہے نہ کام کرنا پہلی آیت سے معلوم ہوا تھا کہ انسان آئندہ کی بات نہیں جان سکتا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اسے اپنے گذشتہ دن کے کاموں کا بھی رات کو سوتے وقت کچھ ہوش نہیں رہتا۔ دونوں چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے کیونکہ اسے نہ تکان ستاتی ہے نہ نیند کی ضرورت ہے۔ وہ ہر وقت ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔ پھر انسان کو یہ بھی اختیار نہیں کہ سونے کے بعد آپ سے آپ اٹھ کھڑا ہو۔ اللہ ہی اسے اٹھاتا ہے اور موت آنے تک اسی طرح رات کو سلاتا اور دن کو اٹھاتا رہے گا۔ موت کے بعد جیسے ایک لمبی نیند چاہیے وہ ایک دن پھر اٹھائے گا اور جو کچھ اس نے کیا ہو گا وہ سب اس کے سامنے رکھ دے گا۔ اب آیت کے خلاصہ پر غور کیجیے۔

ارشاد ہے کہ رات کو جب تم سو جاتے ہو تو اللہ تمہاری سدھ بدھ سب کچھ تم سے لے لیتا ہے تمہیں ان باتوں کی خبر بھی نہیں رہتی جو تم دن بھر کرتے رہے مگر اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ پھر جب دن ہوتا ہے تو وہ تمہیں پھر اٹھا بٹھاتا ہے۔ تاکہ اپنی مقرر عمر پوری کرو۔ آخر کار عمر ختم ہو جاتی ہے اور انسان ایسا سوتا ہے کہ پھر نہیں اٹھتا۔ لیکن اللہ اسے پھر اٹھائے گا اور عمر گذشتہ کی ساری کارستانیاں اس کے سامنے رکھ دے گا۔

اس آیت میں انسانی زندگی کا عجیب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ انسان کی عمر ایک محدود وقت کے اندر گھری ہوئی ہے۔ اس میں وہ دن کو کام کرتا اور رات کو تھک کر سو جاتا ہے اور دن بھر جو کام کیے تھے ان کا کچھ ہوش نہیں رہتا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ بالکل سو جائے گا اور لمبی نیند کے بعد ایک دن اٹھے گا اور دنیا کے سارے کام اس کے سامنے آ جائیں گے اور وہ اس کا نتیجہ بھگتے گا اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

انسانی زندگی کا مکمّل نقشہ

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ
اور وہی غالب ہے اوپر اپنے بندوں کے اور بھیجتا ہے
عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ
تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آتی ہے
اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا
تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ کرتے ہیں اس پر ہمارے فرشتے
وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (٦١) ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى
اور وہ کمی نہیں کرتے پھر لوٹائے جائینگے طرف
اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۚ وَ
اللہ کی ان کا مالک سچا ہے خبردار اسی کا حکم چلے گا اور
هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (٦٢)
وہ سب سے جلدی حساب لینے والا ہے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ
اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور بھیجتا ہے
عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ
تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب تم میں سے
اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا
کسی کو موت آپہنچے تو اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبضہ
وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (٦١) ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى
میں لے لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے پھر اللہ کی طرف جو ان کا
اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۚ وَ
سچا مالک ہے پہنچائے جائیں گے سُن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ
هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (٦٢)
بہت جلد حساب لینے والا ہے

پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ انسان کی عمر چند حالتوں اور چند دنوں کا مجموعہ ہے رات کو وہ سو جاتا ہے اور دن کو اٹھ کر پھر کام میں لگ جاتا ہے اٹھنا اس کے اختیار میں نہیں اور نہ اسے پچھلے دن کا کام سوتے میں یاد رہتا ہے۔ اللہ ہی اُسے اٹھا دیتا ہے اور اس کے کاموں کا سلسلہ اسے یاد دلاتا ہے اور وہ پھر انہیں کاموں میں لگ جاتا ہے جو اس نے سوتے وقت ادھورے چھوڑ دیئے تھے اس سے یہ جتلانا مقصود تھا۔ کہ موت بھی نیند ہی کی طرح ہے۔ مگر وہ ایک لمبی نیند ہے۔ اس کے بعد اللہ اسے پھر اٹھائے گا۔ اور اس کے سارے پچھلے اعمال یاد دلائے گا اور بتائے گا کہ ان کاموں کا انجام ابھی نہیں دیکھنا ہے اور تمہارے دنیا کے کاموں کا سلسلہ اس لحاظ سے ادھورا رہ گیا ہے۔ اب اسے اپنے کیے ہوئے کی پوری سزا بھگت کر یا پوری جزا حاصل کر کے پورا کرو۔ ارشاد ہے کہ انسان دنیا میں اپنی عمر کچھ سو کر اور کچھ جاگ کر بسر کر دیتا ہے۔ اسے سوچنا چاہیئے کہ اس میں نہ سونا اس کے بس کا ہے اور نہ جاگنا۔ اللہ ہی اسے سلاتا ہے اور پھر وہی اسے جگاتا ہے اور پھر روزانہ اسے اس کے کام یاد دلاتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اللہ ہر طرح اپنے بندوں پر غالب ہے اور ان کے کاموں کی نگہبانی کرنے والے روزانہ ان کے پاس بھیجتا ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان اعمال کے نگہبان فرشتوں کے بدلے موت کے فرشتے آجائیں گے اور اپنا کام پورے طور پر بغیر رورعایت یا کوتاہی کے انجام دیں گے اور انسان قیامت تک کے لیے سو جائے گا جب اس نیند کی مدت ختم ہو جائے گی۔ تو پھر اللہ انسان کو جگائے گا۔ اور وہ اپنے اس اصلی اور سچے مالک کے روبرو جا کر کھڑا ہو گا۔ اس وقت اسے پورا پورا پتہ چل جائے گا کہ اس کی قسمت کا فیصلہ فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے ہاں اس دن دیر کا کام نہیں۔ انسان کی دنیا کی ساری زندگی کا کارنامہ چشم زدن میں اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ اور پھر جب اس کو یقین دلا دیا جائے گا کہ تیرے ہی کام ہیں اور کانٹے میں تول تول کر اس کے اچھے اور بُرے کام الگ الگ کر دیئے جائیں گے تو اس کے مطابق اسے بُرے کاموں کی سزا بھگتنے اور اچھے کاموں پر انعام لینے کے لیے مناسب مقامات پر بھیج دیا جائے گا:

ہر مشکل میں اللہ ہی مددگار ہے

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ
کہہ کون بچاتا ہے تم کو اندھیروں سے زمین کے
وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً
اور سمندر کے کہ پکارتے ہو تم اس کو عاجزی سے اور چپکے چپکے
لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
کہ اگر بچا لے ہم کو اس بلا سے تو ہوں ہم سے
الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ
شکرگزاروں میں کہہ دے اللہ بچاتا ہے تم کو
مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ
اس سے اور ہر سختی سے پھر بھی تم
تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾
شرک کرتے ہو

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ
تو کہہ تم کو جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے اندھیروں سے
وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً
کون بچاتا ہے جس وقت کہ تم اس کو پکارتے ہو گڑگڑا کر اور چپکے سے
لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
کہ اگر ہم کو وہ اس بلا سے بچا لیوے تو البتہ ہم ضرور احسان
الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ
مانیں گے تو کہہ دے اللہ تم کو اس سے
مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ
اور ہر سختی سے بچاتا ہے پھر بھی تم شرک
تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾
کرتے ہو

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور اللہ کے روبرو لے جا کر کھڑے کیے جاؤ گے۔ اور وہ بہت ہی جلد تم کو تمہارے اعمال کے نتیجے سے آگاہ کر دے گا۔ یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ جب آخر میں اللہ ہی سے کام پڑنا ہے۔ تو پھر اس دنیا ہی میں اسے پہچان لینا چاہیے اپنے سب کام اسی کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ اس آیت میں اللہ کو دنیا میں پہچاننے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ کیونکہ انسان کے دل میں یہ خیال بڑے زور سے اٹھتا ہے۔ کہ ہر کام دنیا میں میری اپنی کوششوں سے پورا ہوتا جا رہا ہے۔ پھر مجھے اللہ کے ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ خیال انسان کی تباہی کا باعث ہے۔ اور اس کو اس طرح دور کرنا چاہیے۔ کہ یقیناً بعض مواقع ایسے آتے ہیں کہ انسان کے ہوش و حواس جواب دے دیتے ہیں اور وہ نہیں جانتا کہ کیا کرے۔ اس کی سوچ سمجھ پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اس قسم کے مواقع کسی آفت میں اچانک مبتلا ہونے کے وقت پیش آتے ہیں۔ مثلاً آندھی، طوفان، زمین اور یا سمندر میں کسی درندے کا حملہ یا زبردست دشمن سے مقابلہ جس میں آدمی بے بس ہو جاتے جب اپنے بس کا کچھ نہیں رہتا تو اسے اپنی عاجزی کا احساس ہوتا ہے اور بے ساختہ اپنے دل میں ایک زبردست طاقت والے کا دھیان کرتا ہے اور اس کے سامنے چپکے چپکے گڑگڑاتا ہے اور پختہ ارادہ کرتا ہے اس آفت سے بچ گیا تو ساری عمر شکرگزار رہوں گا۔ یہ زبردست طاقت ہی اللہ ہے اور ہر سختی کے وقت وہی بچانے والا ہے اس کو ماننا چاہیے اور کسی کو اس کا شریک نہ کرنا چاہیے۔ ارشاد ہے ان سے پوچھ کہ سخت مصیبت کے وقت جب تمہارا کچھ بس نہیں چلتا تو تمہارا دل کدھر متوجہ ہوتا ہے اور تم کو عاجزی سے گڑگڑا کر پکارتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمیں اس آفت سے بچا لے ہم ہمیشہ شکرگزار اور احسان مند رہیں گے۔ یہی اللہ ہے وہی تم کو ہر مصیبت اور آفت سے بچانے والا ہے لیکن جب مصیبت جاتی رہتی ہے تو تم اللہ کو بھول جاتے ہو اور چیزوں کو یا اپنی کوششوں کو اپنا مددگار اور کارساز سمجھنے لگتے ہو۔

اللہ ہر طرح کا عذاب بھیج سکتا ہے

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

کہہ دے وہی قادر ہے اس پر کہ بھیج دے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

عذاب تمہارے اوپر سے یا نیچے سے تمہارے پاؤں کے

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ

یا بھڑا دے تم کو فرقے بنا کر اور چکھا دے تم میں سے ایک کو

بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

لڑائی دوسرے کی دیکھ کس طرح ہیر پھیر کرتے ہیں ہم آیتوں کو

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

تاکہ وہ سمجھ جائیں

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

کہہ دو کہ اسی کو اس پر قدرت ہے کہ تم پر عذاب

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

بھیجے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ

یا تم کو مختلف فرقے کر کے بھڑا دے اور ایک کو

بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

ایک کی لڑائی چکھا دے دیکھو ہم کس طرح آیتوں کو بیان کرتے ہیں

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

تاکہ وہ سمجھ جاویں

پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ اللہ ہی انسان کو ہر آفت سے بچانے والا ہے اور بے بسی کے وقت انسان خواہ مخواہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ اس کی اپنی طاقت جواب دے چکتی ہے اس لیے فطری بات ہے کہ اسے اپنے سے زیادہ طاقت والے کا خیال آئے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس بے بسی کی حالت گذر جانے کے بعد بھی اس کو یاد رکھتا اور اپنی نجات کا ذریعہ فقط اسی کو سمجھتا لیکن وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ یا تو وہ اس کو بالکل ہی بھلا دیتا ہے یا اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کر دیتا ہے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کو اس کی مدد کے ذریعے سے نہیں پہچانو گے تو یاد رکھو وہ تم پر عذاب بھی بھیج سکتا ہے پھر وہ یا تو تم کو بالکل فنا ہی کر دے گا مثلاً آسمان سے آندھی پتھروں کی بارش، کڑک وغیرہ۔ یا زمین سے زلزلے، سیلاب، وغیرہ بھیج کر جو سے پہلی امتوں کو فنا کیا گیا یا فرقوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کی دشمنی اور آپس کی لڑائی کا مزہ چکھا دے گا اور تمہارا چین و آرام کھو دے گا۔ اب آیت کے مضمون پر غور کیجیے۔

اے رسول ان سے کہہ دے کہ اللہ ہی میں یہ بھی قدرت ہے کہ تمہارے اوپر عذاب نازل کر دے مثلاً آسمان سے آندھی یا زمین سے زلزلہ دیدے یا تمہارے اندر تفرقہ ڈال دے کہ آپس میں ایک دوسرے سے کتوں کی طرح لڑنے لگو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ انسان کو راہ راست پر چلانے کے لیے ہوتا ہے۔ انسان کے فائدے کے لیے اللہ نے ہوا، پانی، مینہ، گرمی، سردی، رات اور دن سب کچھ بنایا ہے اور ان سے اسے بے انتہا فائدے پہنچتے ہیں۔ انہی کو دیکھ کر اسے اللہ کو سمجھ لینا چاہیے اس کے بعد اپنے رسولوں کو انہی چیزوں کی طرف انسان کی توجہ دلانے اور ان پر غور کر کے اللہ کو پہچان لینے کے لیے بھیجا اور انہیں کتابیں دیں جن میں انہیں سب باتیں سمجھائی گئیں مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی امتوں کو آندھی، کڑک، طوفان، سیلاب، زلزلہ وغیرہ سے ہلاک کیا گیا لیکن آج کل ایسے عذاب بھیج کر کسی قوم کو یک قلم تباہ نہیں کیا جائیگا۔ ہاں آپس کی ناچاقی اور فرقہ بندیوں کی وجہ سے بے چینی اور پریشانیوں میں مبتلا کیا جائے گا اور سوچ سوچ کر درست ہونے کا موقع دیا جائے گا:

ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ

اور جھٹلایا اس کو تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے کہہ دے

لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ

نہیں میں تم پر زبردستی کرنے والا واسطے ہر

نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

خبر کے ایک ٹھکانا ہے اور عنقریب تم جان لو گے

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ

اور اس کو تیری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے کہہ دے

لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ

میں تم پر داروغہ نہیں ہر ایک

نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

چیز کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان لو گے

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ ہم اپنی آیتوں کو طرز بدل بدل کر قرآن شریف میں رکھتے ہیں تاکہ کسی طرح یہ لوگ سمجھ جائیں اور مان لیں کہ جو کچھ قرآن مجید میں لکھ دیا گیا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے اور ان کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ اب یہ لوگ اس سے بڑھ کر جو اور نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے ہم نشانیاں تو بس اتنی ہی بھیجتے ہیں جن کو انسان کی عقل سمجھ جائے۔ مگر یہ اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیتے تو پھر ہمارے رسول کے کہنے سے انہیں مان لینا چاہیے۔ اور یہ ضرور مان لیتے لیکن ان کو ان کی بیجا خواہشوں نے اور دنیا کے نام و نمود کے شوق نے سچائی کے اختیار کرنے سے روک رکھا ہے اور یہ ہماری کتاب قرآن مجید کو غلط کہتے ہیں حالانکہ یہ بالکل سچ اور حق ہے۔ اب اس آیت پر غور کیجیے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول! تیری قوم نے اس قرآن کو جھوٹ جانا حالانکہ وہ سچ ہے۔ اب وہ اس کی آیتوں پر کان دھرنے سے کتراتے ہیں اور بات ٹالنے کے لیے عجیب و غریب نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دے کہ میں تمہیں ہدایت کرنے کے لیے تم پر داروغہ مسلّط نہیں کیا گیا ہوں۔ میں تو تمہیں فقط قرآن مجید سنانے اور سمجھانے آیا ہوں۔ اس میں تمہارے لیے بڑے بڑے انعام کے وعدے ہیں۔ اور اگر تم نہ مانو تو عذاب اور سزا کی دھمکیاں بھی ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے مانو یا نہ مانو۔ اتنی بات اور کہے دیتا ہوں کہ جو کچھ اس میں وعدے وعید ہیں۔ وہ پورے ہو کر رہیں گے۔ فقط اتنی بات ہے کہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ جب وقت آجائے گا وہ چیز ہو کر رہے گی۔ یہ سمجھ لو کہ جو چیز ہونے والی ہے اور اس کے واقع ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور اس کی خبر قرآن میں دے دی گئی ہے۔ وہ دیر یا سویر ہونے والی ضرور ہے اس وقت نہیں سمجھتے تو وقت آنے پر سب کچھ جان لو گے۔ عربی میں ایک کہاوت ہے كُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ یعنی جو چیز آنے والی ہے وہ ضرور آکر رہے گی۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لیے قرآن مجید کے بتاتے ہوئے راستہ پر چلنا اس کی بھلائی کے لیے ضروری ہے قرآن مجید میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس میں شک یا شبہ کی گنجائش ہو۔ اور نہ کوئی ایسی بات ہے جو کسی سلجھی ہوئی عقل والے انسان کی عقل کے خلاف ہو۔ اس لیے اس کو ہر شخص بے دھڑک مان سکتا ہے یہ ناممکن ہے کہ ان باتوں کو خالص اور سچے دل سے ماننے والے کا انجام خراب ہو۔ ہاں نہ ماننے والے کو آخر میں حسرت، رنج اور افسوس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ماننے کا موقع یہی اس دنیا کی زندگی ہے۔ ورنہ اس کے بعد ماننے کا وقت ہی نہیں ہوگا۔

قرآن کے ساتھ تمسخر

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ
اور جب دیکھے تو ان کو جو طعن کرتے ہیں ہماری
اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا
آیتوں میں تو کنارہ کر ان سے یہاں تک کہ مشغول
فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ
ہوجائیں بات کسی اور میں اس کے سوا اور اگر بھلا دے تجھ کو
الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی
شیطان پس نہ بیٹھ بعد یاد آنے کے
مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٦٨﴾
ساتھ قوم ظالموں کے

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ
اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں
اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا
جھگڑتے ہیں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ وہ اور کسی بات
فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ
میں مشغول ہو جائیں اور اگر شیطان تجھ کو بھلا دے
الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی
تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے
مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٦٨﴾
پاس مت بیٹھ

یَخُوْضُوْنَ: خوض سے بنا ہے۔ اس کے اصل معنی ہیں پانی کے اندر گھس جانا۔ اس سے مراد ہوتی ہے کوئی بات شروع کر دینا۔ یہاں یخوضون کے معنی ہیں۔ قرآن کی آیتوں کی بابت بات چیت کرنے لگیں۔ کافروں کی یہ بات چیت ہمیشہ تمسخر کے لیے ہوتی تھی اور وہ قرآن کی آیتوں کی ہنسی اڑاتے تھے۔ دوسری جگہ یخوضون کے معنی مشغول ہو جانے کے ہیں۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ مکہ کے لوگ قرآن کی باتوں کو جھوٹی سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں قرآن کی باتیں بالکل سچی ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ آپ اعلان کر دیں۔ میرے پاس تو فقط قرآن ہی ہے تم سنو یا نہ سنو۔ میں تمہیں سناتے جاؤں گا۔ کافروں کا رد یہ قرآن مجید کے ساتھ یہ تھا۔ کہ وہ اس کی آیتوں کو بگاڑ بگاڑ کر پڑھتے۔ ان کے واہی تباہی معنی کر کے ان کے ساتھ ٹھٹھا اور تمسخر کرتے۔ ان کی غرض یہ تھی۔ کہ لوگ اس کو بھی معمولی باتیں سمجھیں اور کوئی وقعت نہ دیں۔

اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ جب یہ لوگ قرآنی کی آیتوں کے ساتھ بے ادبی کریں۔ ان کو منہ بگاڑ کر پڑھیں یا ان کے ایسے معنی کریں کہ دوسرے ہنس پڑیں اور سمجھانے کے باوجود اس سے باز نہ آئیں۔ تو تم ان کے پاس سے اٹھ جاؤ۔

ارشاد ہے کہ اے رسول جب تو دیکھے کہ یہ لوگ قرآن کے ساتھ ٹھٹھا اور ہنسی کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے اٹھ کر چلا جا۔ ہاں جب وہ جھک مارنا چھوڑ دیں۔ اور کوئی اور کام کی باتیں کرنے لگیں۔ تو پھر ان کے پاس بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ کسی وقت اگر شیطان اس بات کو بھلا دے کہ ایسی حالت میں ان لوگوں سے کنارہ کشی کرنی ہے تو یاد آتے ہی فوراً اٹھ جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں۔ اور قرآن کے ساتھ مسخرہ پن کر کے اپنا سخت نقصان کر رہے ہیں۔ ایسے جاہل اور نادان لوگوں سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیئے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے [illegible] کو قائم رکھنا اور اس کا ادب کرنا ہمارا فرض ہے۔ جو لوگ اس کی تحقیر کرتے ہوں اور اس کے معنی توڑ موڑ کر اپنی خواہش کے مطابق [illegible] ان لوگوں سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان سے علیحدہ رہنا چاہیئے:

نیک لوگوں کی ذمّہ داری

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ
اور نہیں ان پر جو بچتے ہیں ان کے حساب سے
مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ
کوئی چیز لیکن نصیحت ہے تاکہ وہ
يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾
بچ جائیں

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ
اور پرہیزگاروں پر جھگڑنے والوں کے حساب میں
مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ
کوئی چیز نہیں ہے لیکن ان کے ذمے نصیحت کرنی ہے
يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾
تاکہ وہ ڈریں

یتقون: مضارع کا صیغہ ہے۔ جس کا مصدر اتقاء ہے۔ اور وقیٌ سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں بچانا۔ حفاظت کرنا۔ اتقاء کے معنی ہیں خود بچنا، پرہیز کرنا۔

حساب: شمار، گنتی۔ یہاں اس سے مراد ان کے کام اور عمل ہیں

ذکری: اس کے معنی وہی ہیں جو ذکر کے ہیں اور یہ اس کی دوسری شکل ہے یعنی یاد دلانی۔

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ جو بدتمیز اور شریر لوگ قرآن مجید کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ ان کے ساتھ میل جول نہ رکھو اور ایسی صحبت میں ان کی مجلس سے اُٹھ جاؤ۔ جب آپ نے لوگوں کو یہ آیت سنائی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم حرم کعبہ میں طواف اور عبادت کرنے جاتے ہیں۔ اور وہاں مشرک بھی ہوتے ہیں۔ اور ان کا کام ہر وقت یہی ہے کہ ہماری اور ہمارے کاموں کی ہنسی اڑائیں اور قرآن شریف کی آیتوں کی بُری طرح نقلیں اتاریں۔ تو کیا ہمارا وہاں جانا منع ہو گیا ہے کیونکہ ہم جائیں گے تو ہمیں دیکھ کر وہ اور بھی زیادہ شرارت کرنے لگیں گے گو ہم عبادت کے لیے جاتے ہیں لیکن ان کی مجلس میں شرکت بھی ہو جائے گی اور اس آیت کا خلاف لازم آئے گا۔ بعض لوگوں نے کہا اگر ہم ان کے پاس نہ جائیں پھر ان کی اصلاح کیسے ہوگی۔

اس آیت میں اس مشکل کا حل کیا گیا ہے۔ کہ جو طواف کعبہ اور عبادت کی نیت سے مسجد حرام میں جائے ان کی باتوں سے کوئی سروکار نہ رکھے اور ان کی حرکات کو برا سمجھے اور ان کے ستانے پر صبر کرے تو ان کے کاموں کی برائی اس کے سر نہ پڑے گی۔ کیوں کہ وہ وہاں اپنے کام سے گیا ہے اور اس کی غرض طواف کعبہ اور عبادت ہے لیکن ہاں وعظ و نصیحت ان کے کانوں تک کسی طرح پہنچاتے رہنا چاہیئے جس کی قسمت میں ہو گا۔ وہ سنور جائے گا۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ان لوگوں سے بچتے ہیں اور ان کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے نہیں۔ وہ ان لوگوں کے گناہوں کے ذمہ دار نہیں ٹھہرائے جائیں گے۔ اگر کسی کو اپنے کسی کام سے ایسے لوگوں میں ان کی شرارت بھری باتوں کے درمیان جانا پڑے تو ان کا شریک نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ اور ان کے گناہوں کا وبال اس پر نہیں پڑے گا۔ اور نہ اس وقت وہ انہیں سمجھا سکتا ہے۔ ہاں جب بھی مناسب موقع اور محل ہو۔ ان کے سمجھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ ان میں سے جسے راہ راست پر آنا ہو وہ آجائے۔ شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان شریروں میں نصیحت کرنے کے لیے نہ جائے تو اس پر ان کے گمراہ ہونے کا کوئی گناہ نہیں لیکن نصیحت بہتر ہے کہ شاید ان کو ڈر ہو اور وہ نصیحت کرنے والا ثواب پائے ۔

شریروں سے بچو

وَ ذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا
اور چھوڑ دے ان کو جو بناتے ہیں اپنے دین کو کھیل اور تماشا
وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ
اور دھوکا دیا ان کو دنیا کی زندگی نے اور
ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا
نصیحت کر قرآن کے ساتھ تا کہ گرفتار ہو جائے کوئی جی بسبب
كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اپنے اعمال کے نہیں اس کے لیے اللہ کے سوا
وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ ۚ
کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا
اور چھوڑ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا
وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ
بنا رکھا ہے اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور
ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا
ان کو قرآن سے نصیحت کرتا کہ اپنے کیے ہیں
كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
کوئی گرفتار نہ ہو جائے اور اس کے لیے اللہ کے سوا
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ
کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہیں

ذَرْ: امر ہے جو ذر سے بنا ہے وذر کے معنی ہیں چھوڑ کر الگ ہو جانا ذر کے معنی ہوئے چھوڑ کر الگ ہو جا۔ اس سے کوئی کام نہ رکھ۔

لَعِبًا وَّلَهْوًا: کھیل کود۔ یہ الفاظ اسی سورت کے چوتھے رکوع میں بھی گذر چکے ہیں۔

غَرَّتْ: ماضی کا صیغہ ہے اور غرور سے بنا ہے۔ غرور کے معنی ہیں بہکانا، دھوکا دینا۔ مغرور اس شخص کو کہتے ہیں جو دھوکے اور غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

تُبْسَلَ: (پکڑا جائے) مضارع مجہول ہے بسل سے جس کے معنی ہیں پکڑ لینا۔ گرفتار کر لینا۔

پہلے لوگوں نے اپنے دین کو اتنا بگاڑ لیا کہ ناچ گانا اور کھیل تماشے بھی اپنے دینی ارکان میں داخل کر لیے اور بعد میں یہی جی بہلانے والی چیزیں سارا دین بن گئیں اور ان رسومات کے سامنے اصل دین یعنی عبادات اور معاملات بالکل مٹ گیا۔ گویا دین فنا ہو گیا۔ اور اس کے بگاڑنے والی وہ قومیں بھی باقی نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ تاکہ دین بھی اپنی اصلی صحیح شکل میں قائم رہے اور اس کے ماننے والے مسلمان بھی اچھی حالت میں رہیں۔ فرمایا کہ ان سے بول چال چھوڑ دو۔ البتہ قرآن شریف کا پیغام ان کو پہنچا دو اور مناسب طریقے سے ان کو سمجھا دو کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ تم اپنے اعمال کے باعث گرفتار ہو جاؤ گے اور تمہارا کوئی دوست مددگار نہ ہوگا۔ حالت یہ ہوگی کہ تمہارے اعمال جن میں اللہ کے حکموں کا اور اس کے بنائے ہوئے قانون اور قاعدوں کا کوئی خیال نہیں کیا گیا بلکہ ان کو خواہشوں کی پیروی کر کے توڑا گیا۔ تمہاری تباہی کا باعث ہوں گے۔ دوست تم سے کترائیں گے، سفارش کرنے والے تم سے بھاگیں گے۔ اللہ کے سوا جس سے تم دنیا میں سارے تعلقات قطع کر چکے تھے اور کوئی تمہیں نظر نہ آئے گا اور تمہیں یقین ہو جائے گا۔ کہ اب تمہاری خیر نہیں اللہ جس سے آخر میں پالا پڑنا تھا اس کو دنیا میں تم نے چھوڑ دیا اور اپنے سے ناراض کر لیا اور اللہ کو چھوڑ کر جن سے تم نے رشتے جوڑے تھے وہ آج تمہیں چھوڑ گئے۔ آج تمہارا معاملہ فقط اللہ سے ہے اور وہ تم سے ویسے ہی پیش آئے گا جیسے اس نے ایسی حالت پیش آنے سے پہلے ہی دنیا میں قرآن مجید کے ذریعے تمہیں خوب کھول کھول کر جتا دیا تھا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار۔ اس لیے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔

بدلہ قبول نہ کیا جائے گا

وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ
اور اگر بدلہ دے سارا بدلا نہ لیا جائے
مِنْهَا أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا
اس سے وہی ہیں جو پکڑے گئے
بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ
اس میں جو کمایا انہوں نے ان کے لیے پینا ہے
مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا
کھولتا ہوا پانی اور عذاب دردناک اس سے
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
تھے وہ کفر کرتے

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ
اور اگر بدلے میں سارے بدلے دے تو اس سے قبول نہیں
مِنْهَا أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا
ہوں یہی لوگ ہیں جو اپنے کیے
بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ
گرفتار ہوئے ان کو گرم پانی پینا
مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا
ہے اور دردناک عذاب ہے کفر
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
کے بدلے میں

ع ۱۴

تعدل: بدلہ دے۔ عدل سے ہے عدل کے معنی عربی میں برابری کے ہیں۔ جو کسی کے برابر ہو وہی اس کا بدلہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہاں اس کے معنی بدلے کے ہیں۔ شَرَابٌ: پینا۔ عربی میں ہر پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں، جیسے ہر کھانے کے قابل چیز کو طعام کہتے ہیں۔ حرام شراب کے لیے عربی میں خمر وغیرہ دوسرے لفظ ہیں۔ حَمِيْم کے معنی گرم کے ہیں۔ یہ ح۔ م۔ م سے بنا ہے۔ اس مادہ سے دو لفظ ہمارے ہاں مشہور ہیں، ایک حمام غسل کی جگہ جہاں عام طور پر گرم پانی ہوتا ہے اور حمام خود بھی گرم رکھا جاتا ہے۔ دوسرا لفظ حُمّٰی ہے جس کے معنی بخار ہیں۔

یہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے پہلے حصہ میں کہا گیا تھا کہ اللہ کے سوا ان کو کوئی حمایتی اور مددگار نہ ملے گا۔ اس آیت میں ہے کہ اگر وہ بدلے میں سب کچھ جو ان کے پاس ہے دے کر بھی جان چھڑانی چاہیں گے تو ممکن نہ ہوگا۔ دنیا بھر کے سارے معاوضے وہاں بیکار ہوں گے۔ اگر بالفرض ان کے پاس ساری دنیا ہو اور وہ اسے دے کر خود بچنا چاہیں تو بھی بچ نہ سکیں گے۔ وہاں تو فقط نیک اعمال کی پوچھ ہے جب ان کے اعمال ہی ان کی گرفتاری کا باعث بنے۔ تو اب ان کے چھوٹنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

ارشاد ہے کہ بڑے سے بڑا بدلہ بھی وہاں مقبول نہ ہوگا۔ قیامت میں ایسے لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ گناہوں کی شامت نے انہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہوگا اور وہ اپنے کیے کی سزا بھگتنے کے لیے مجرموں کی طرح اللہ کے دربار میں قیدی بنے کھڑے ہوں گے، ان کے اعمال ہتھکڑیاں اور بیڑیاں بن کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیں گے۔ دنیا میں بڑے بڑے ٹھنڈے پانی کے گلاس پیے ہوں گے برف میں دبی ہوئی بوتلوں کے سوا بات ہی کی ہو گی۔ نرم نرم گدوں اور کرسیوں پر آرام سے براجمان رہے ہوں گے۔ لیکن وہاں تو ان کے کفر ہی کو سامنے رکھا جائے گا۔ یہ کہ یہ دنیا کے معزز کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ ان کی رعایت چاہیے۔ دنیا کا طمطراق اور مال و جاہ وہاں کچھ کام نہ آئے گا۔ پینے کو کھولتا ہوا پانی ملے گا اور دکھ درد دینے والا عذاب بے چینی اور اضطراب سر تا سر جسم و جان کا عذاب بھگتنا ہوگا اور وہ فقط اس لیے کہ دنیا میں اللہ کو نہ پہچانا اور اس کے حکموں سے منہ موڑا۔

تبلیغ کا طریقہ

مسلمانوں پر تبلیغ فرض ہے اور یہ فرض وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ عزوجل نے مقرر کیا اور ان کے بعد امتِ مسلمہ کی طرف جو آپ کی نائب ہوئی عائد ہوا۔اس سورت میں ایک مرتبہ تبلیغ کا ذکر پہلے آچکا ہے۔اب دوسری مرتبہ پچھلے چار سبقوں میں جو تین آیتیں گذریں۔ان سے امّت پر تبلیغ صرف فرض ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا طریقہ بھی بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔اس سبق میں اسی پر غور کرنا ہے تاکہ اس فرض کی اہمیت سمجھ کر اس کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔گزشتہ تین آیات اس سلسلہ کی کڑی ہیں۔ان میں پہلی آیت ۷ خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف سن کر اس کی ہنسی اڑائیں اور اس کی اپنی زبان سے یا حرکتوں سے بے ادبی کریں۔اور آدمیت کے ساتھ سننے کے لیے تیار نہ ہوں۔ان کے پاس سے اٹھ جانا چاہیے۔کیونکہ ایسی حالت میں ان کے پاس بیٹھے رہنے سے خوف ہے کہ ہم بھی کہیں انہیں میں نہ لکھ لیے جائیں اور اسی رنگ میں نہ رنگے جائیں پھر ان کے پاس جب تک وہ کسی اور شغل میں نہ لگ جائیں جانا بھی نہیں چاہیے۔

مکّے کے کافروں نے ایسا ہی کیا تھا کہ مسلمانوں سے قرآن سن کر اس کی بگاڑ کی نقلیں نکالتے تھے اور اس کے ساتھ ٹھٹھا مخول کرتے تھے اس پر لوگوں کے دل میں خیال گذرا کہ پھر ان کی ہدایت کی کیا صورت ہوگی کیونکہ ہمارے جاتے ہی تو کافر وہی لعن طعن ہنسی گستاخی شروع کر دیتے ہیں۔اس کا جواب دوسری آیت میں یہ دیا گیا کہ ایسی حالت میں کنارہ کشی سے تم پر کوئی الزام عاید نہ ہوگا۔مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ ان کے پاس قرآن کے احکام پہنچانے ضرور جائیں تاکہ ان میں سے جو سمجھدار ہوں وہ شاید سمجھ جائیں۔تیسری آیت میں صاف صاف کہہ دیا گیا کہ ان گستاخ لوگوں سے جو دین کو کھیل کود ہنسی دل لگی بنا بیٹھے ہوتے ہیں۔تعلق نہ رکھو۔لیکن پھر بھی یہی ارشاد ہوا کہ ان کو وعظ نصیحت کی باتیں اور قرآن کی آیتیں پہنچاتے رہو۔اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جن سے یہ خوف ہو کہ ہم ان کے پاس جائیں گے تو وہ ہماری ہنسی اڑائیں گے۔ان کے پاس جانا اور زبانی وعظ ونصیحت کرنا فرض نہیں رہ جاتا۔اس لیے تبلیغ کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے کہ تبلیغ بھی ہوجائے اور نزاع کی صورت بھی نہ پیدا ہونے پائے ——— سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طریقہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر خود عمل کرکے اسے سب سے اچھا دین ثابت کریں۔کسی سے کچھ کہنے سننے سے پہلے اپنی حالت ایسی درست کریں کہ سب کہنے لگیں کہ بے شک اخلاق۔بات چیت۔لین دین معاشرت۔سیاست میں بھی ہم سب سے اچھے ہیں۔ہمدردی۔نصیحت اور انسانی خیر خواہی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اتفاق اور اتحاد کی مجسم مثال ہیں۔جب ہم خود اپنے آپ کو درست کرکے دکھا دیں گے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ واقعی ہم سب سے ہی اچھے ہیں تو پھر وہ خود بخود ہمارا طریقہ اختیار کریں گے۔اس حالت کے ساتھ جس میں مسلمان اب مبتلا ہیں۔غیر مسلموں کے پاس جانا اپنی ہنسی اڑانا ہے موجودہ صورت میں تو خود مسلمانوں ہی سے ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔کیونکہ وہی ہمیں پھٹ سے جواب دیتے ہیں کہ پہلے اپنی طرف دیکھو پھر دوسرے سے کہنا بیکار ہے ایسی حالت میں ہم غیروں سے کیا امید رکھ سکتے ہیں۔پس تبلیغ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے لیے نمونہ بناؤ اور اس کے ساتھ دوسروں کو بھی پیغام سناؤ ؏

ماسوای اللہ کی پکار

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
کہہ دے کیا پکاریں ہم اللہ کو چھوڑ کر ایسے جو نہ
يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا
نفع دے اور نہ ضرر دے ہم کو اور لوٹ جائیں اوپر ایڑیوں اپنی کے
بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ
پیچھے جبکہ راہ دکھائی ہم کو اللہ نے مانند اس کے کہ بہکا دیا اس کو
الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ
جنوں نے زمین میں بہکا ہوا اس کے ہیں
اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا
رفیق ہیں کہ بلاتے ہیں اس کو راستہ کی طرف ہمارے پاس آ

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
تو کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا ان کو پکاریں جو ہم کو نہ
يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا
نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان اور کیا ہم اُلٹے پاؤں پھر
بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ
جائیں اس کے بعد دکھا چکا ہم کو اللہ راہ سیدھی اس شخص کے مثل
الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ
کہ اس کو جنوں نے جنگل میں رستہ بھلا دیا ہو جب کہ وہ
اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا
حیران ہے اس کے رفیق اسے راستہ کی طرف بلاتے ہیں کہ چلا آ ہمارے پاس

اَعْقَابٌ: عقب کی جمع ہے جس کے معنی ایڑی کے ہیں۔

استھوت: ماضی کا صیغہ ہے۔ استھواء سے بنا ہے اور اس کا مادہ ہ۔و۔ی ہے استھواء کے معنی ہیں بہکانا۔

الشیطین: شیطان کی جمع ہے۔ یہ لفظ پہلے بہت دفعہ آچکا ہے یہاں اس سے مراد وہ خبیث روحیں ہیں جنہیں چھلاوہ، غول وغیرہ کہتے ہیں۔ اوپر اس کا ترجمہ جن کیا ہے۔ جن وہ ہے جو آنکھ سے دکھائی نہ دے لیکن اور طرح محسوس ہو۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ کیا تم ہم سے یہ چاہتے ہو کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر پتھروں، درختوں وغیرہ کو پکاریں اور ان کی پوجا کریں۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ نہ ہمیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ کیا تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہم سیدھے راستہ پر پڑنے کے بعد پھر اس سے الٹے پاؤں پھر جائیں۔ اللہ نے تو ہمیں ہدایت کی اور ہم پھر اس ہدایت سے منہ موڑ لیں۔ ان سے پوچھو کہ تم اس شخص کو کیسا سمجھو گے جو اپنے خیر خواہ دوستوں اور رفیقوں کے ساتھ سیدھی سڑک پر چل رہا ہے۔ شریر، خود غرض، ستانے والے شیطان اسے اشارے کر کر کے اس کے ساتھیوں سے چھڑا دیتے ہیں اور اسے پھر جنگل میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ اب وہ ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا ہے۔ خبیث روحوں کے اثر سے ہوش و حواس غائب ہیں۔ کبھی اس چیز کی طرف لپکتا ہے کبھی اس چیز کی طرف دوڑتا ہے۔ اس کے ساتھی اسے ہمدردی سے آواز دے رہے ہیں کہ ادھر کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ ہمارے پاس آ جاؤ۔ ان پریشانیوں سے چھوٹ جاؤ گے۔ مگر وہ گمراہ شیطانوں کے قبضہ میں ہے۔ وہ ان کی نہیں سنتا۔ ہم اگر اب اسلام چھوڑ دیں تو ہماری حالت بالکل ایسے ہی شخص کی ہوگی۔

اس آیت سے ہمیں یہ سبق سیکھنا چاہیئے کہ بُری خواہشوں کے بہکاوے میں آ کر سچے مسلمانوں کے راستہ سے الگ نہ ہونا چاہیئے ورنہ اگر خواہشوں کا ترجمہ گیا تو پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور خیر خواہ دوستوں کی آواز ہمارے کانوں تک نہ پہنچے گی کیونکہ خواہشیں اندھا بہرہ کر دیتی ہیں اور پھر تنہا بھٹکا کر چل دیتی ہیں۔

اللہ کی صفات

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا
تو کہہ دے بیشک اللہ کی راہ ہے وہی ٹھیک راہ اور حکم دیا گیا ہمیں
لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ
کہ فرمانبردار ہیں پروردگار عالم کے اور یہ کہ قائم کرو نماز کو
وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
اور ڈرتے رہو اس سے اور وہی ہے جس کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے
وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ
اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسا چاہیے
وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ۬ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ
اور جس دن کہے گا ہو جا بس ہو جائے گا اسی کا کہنا سچ ہے
وَ لَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ
اور اسی کا ملک ہے جس دن پھونکا جائیگا صور میں جاننے والا ہے
الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۷۳﴾
چھپے اور کھلے اور وہی حکمت والا خبر رکھنے والا ہے

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا
تو کہدے کہ اللہ نے جو راہ بتائی ہے وہی سیدھی راہ ہے اور ہم کو حکم ہے
لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ
کہ پروردگار عالم کے تابعدار رہیں اور یہ کہ نماز قائم رکھو
وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی ہے کہ جس کے سامنے تم سب اکٹھے ہو گے
وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ
اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا
ربع وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ۬ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ
اور جس دن کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا اسی کی بات سچی ہے
وَ لَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ
اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائیگا چھپی اور کھلی باتوں کا
الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۷۳﴾
جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا جاننے والا

خَلَقَ (بنانا) یہ خلق سے بنا ہے خلق کے اصل معنی ہیں کسی چیز میں کاٹ چھانٹ کر کے کوئی اور چیز کاٹنا بنانا جیسے کپڑے کے تھان میں سے قمیص ایک اندازے سے کاٹ کر بنا لیتے ہیں سارے آسمان اور زمین ایک چیز سے ٹھیک اندازے کے ساتھ کاٹ چھانٹ کر لیتے ہیں فرق اتنا ہے کہ قمیص کاٹنے سے تھان کم ہو جاتا ہے مگر وہ چیز جس سے آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی چیزیں بنی ہیں وہ کم نہیں ہوتی۔

صُوْر: عربی میں نرسنگے کو کہتے ہیں جو سینگ کو کھوکھلا کر کے بنتا ہے اور اس کے پتلے سرے کو منہ میں لے کر پھونک مارنے سے بڑے زور کی آواز نکلتی ہے لیکن یہ ایک چیز عالم غیب میں تیار ہے جس میں اسرافیل فرشتہ وقت آنے پر پھونک مارے گا اور اس کی ڈراونی آواز سے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ پھر جب خدا کو منظور ہو گا تو وہ دوبارہ پھونک مارے گا جس سے پھر سب لوگ زندہ ہو جائیں گے اور قیامت قائم ہوگی ہمارے سمجھانے کے لیے اسے صور کہا ہے ورنہ اس کی حقیقت اس وقت سمجھنی مشکل ہے۔

پچھلی آیت میں کہا تھا کہ مشرکوں سے کہہ دو کہ ہم بت پرست نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمیں حقیقی معبود کی پہچان ہو گئی ہے۔ اس آیت میں اسی اصلی معبود کی صفتیں بیان کی گئی ہیں (۱) وہ تمام جہان کا پالنے والا ہے (۲) قیامت کو سب اس کے سامنے حساب کتاب کے لیے جمع ہوں گے (۳) اس نے آسمان زمین بنائے (۴) وہ کُن (ہو جا) کہہ کر پیدا کرنے والا ہے (۵) جو وہ کہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے (قولہ الحق) (۶) قیامت کے دن بادشاہت اسی کی ہوگی (۷) وہ چھپے اور کھلے دونوں سے واقف ہے۔

ابراہیم علیہ السّلام کی مثال

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ
اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو کیا پکڑتا ہے تو
اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ
بتوں کو معبود بےشک میں دیکھتا ہوں تجھے اور تیری قوم کو بیچ
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۷۴) وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ
گمراہی ظاہر کے اور اسی طرح دکھائیں ہم نے ابراہیم کو
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ
بھید ہیں آسمانوں کی اور زمین کی اور تاکہ ہو جائے وہ
مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (۷۵)
یقین کرنے والوں ہیں

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ
اور یاد کر جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو کہا تو کیا
اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ
بتوں کو خدا مانتا ہے میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۷۴) وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ
گمراہ ہیں اور اسی طرح ہم ابراہیم کو
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ
آسمانوں کے اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ اس کو
مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (۷۵)
یقین آجائے

آزر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام ہے جو بت پرست تھا اور اس کی قوم ساری ہی بت پرست تھی۔

اصنام: (بت) صنم کی جمع ہے۔ صنم کسی خیالی چیز کی ایک مقرر کی ہوئی جسمانی شکل کو کہتے ہیں۔ بتوں کو بھی اصنام اس لیے کہتے ہیں کہ وہ خیالی دیوتاؤں کے مجسمے ہوتے ہیں۔

الہۃ: اللہ کی جمع ہے۔ الٰہ کے لفظی معنی ہیں۔ کوئی چیز جو دل پر گہرا اثر کرے اس سے مراد معبود ہے۔

ملکوت: سارے عالم کے نظام کو ملک کہتے ہیں۔ اس کے ماتحت چھوٹے چھوٹے نظام ملکوت کہلاتے ہیں دنیا میں جو چیز ہے اس کا ایک اپنا نظام ہے اور پھر یہ نظام ایک بڑے مجموعی نظام کے ماتحت ہے پہلا نظام ملکوت ہے اور دوسرا ملک ہے۔

پچھلی دو آیتوں میں کہا گیا ہے کہ کافروں سے پوچھو کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر بتوں کا پوجنا کس نے بتایا ہے۔ جس میں ذرا سی بھی عقل ہے کہ بت نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے کائنات کے اندر نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کو پہچانا اور بتوں کو اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ اور ناکارہ پایا انہوں نے اپنے باپ کو بھی یہی سمجھایا۔

ارشاد ہے کہ دیکھ ابراہیم نے اپنے باپ سے کیسی عقل مندی کی بات کہی کہ کیا تم ان پتھر، مٹی کی گھڑی ہوئی اور بنائی مورتوں کو پوجتے ہو اور ان کو اپنا معبود قرار دیتے ہو۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم سب ایک نہایت کھلی ہوئی اور فاش غلطی میں پھنسے ہوئے ہو بھلا اس سے زیادہ نادانی کیا ہوگی کہ اپنے ہاتھ سے ایک مورت گھڑی اور لگے اس کی پوجا کرنے۔ آگے ارشاد ہے کہ ابراہیمؑ نے جب بتوں کو چھوڑا تو ہم نے اس پر آسمانوں اور زمینوں کے بھید ظاہر کرنے شروع کر دیئے۔ اور بتایا کہ جس چیز کو دیکھو وہ ایک الگ اپنا نظام رکھتی ہے اور پھر یہ سارے نظام ایک عظیم الشان نظام کے تحت چل رہے ہیں جو اللہ کی قدرت سے قائم ہے۔

عقل کا کام

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ
پھر جب اندھیرا کرلیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارہ
قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ
کہا یہ میرا رب ہے پھر جب غائب ہوگیا کہا نہیں میں پسند کرتا
الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا
غائب ہوجانے والے پھر جب دیکھا اس نے چاند چمکتا ہوا کہا یہ
رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ
میرا رب ہے پھر جب غائب ہوگیا کہا البتہ اگر نہ ہدایت کی مجھ کو
رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۹﴾
میرے رب نے البتہ ضرور ہوجاؤں گا میں بھی قوم گمراہوں کے

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۹﴾

پھر جب اندھیرا کرلیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارہ کہا یہ میرا رب ہے پھر جب غائب ہوگیا کہا نہیں پسند کرتا میں غائب ہوجانے والے پھر جب چاند کو چمکتا ہوا اس نے دیکھا بولا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ غائب ہوگیا کہا اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرے تو بے شک میں گمراہ لوگوں میں ہوجاؤں گا

جَنَّ (ڈھانپ لیا) فعل متعدی ہے جس کا مصدر جنٌّ ہے اس کے معنی ہیں ڈھانپ لینا۔ چھپا لینا۔ جنون حاصل مصدر ہے جس کے معنی ہیں پوشیدگی پردہ میں ہوجانا۔ چھپ جانا۔ ڈھک جانا۔ اسی سے جن بنا ہے جو ایک پوشیدہ مخلوق ہے اور آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی۔ یہاں اس سے مراد اندھیرے میں چھپا لینا ہے۔

اَفَلَ (غائب ہوگیا) فعل لازم ہے۔ اس کا مصدر افول ہے (غائب ہوجانا۔ غروب ہوجانا۔ چھپ جانا) اٰفِلٌ اسی سے اسم فاعل ہے غائب ہونے والا۔

پچھلی آیت میں ذکر تھا، کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا تو اللہ نے ان کی عقل کو اور روشن کر دیا اور انہیں معلوم ہوگیا کہ صرف بت ہی نہیں بلکہ دنیا کی اور چیزیں بھی خواہ وہ بظاہر شاندار نظر آتی ہوں خدائی کے قابل نہیں۔ اگرچہ انہیں بھی لوگوں نے خدا بنا رکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی بچپن ہی تھا، کہ انہوں نے اس بارے میں سوچ بچار شروع کر دیا۔ اس آیت میں اور اگلی آیتوں میں اسی کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ رات کے اندھیرے میں انہیں آسمان پر ایک بڑا روشن ستارہ نظر آیا۔ خیال کیا کہ شاید یہ خدا ہے اور میرا رب ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ غائب ہوگیا۔ تو ان کے دل نے فیصلہ کیا۔ کہ ایسی ہرتی پھرتی چیزیں خدا نہیں ہوسکتیں۔ اس کے بعد انہوں نے چمکتا ہوا چاند دیکھا اور اس کی چمک دمک سے اس کی خدائی کا خیال گذرا۔ وہ بھی تھوڑی دیر میں غائب ہوگیا۔ تو آپ نے کہا کہ اگر میرے رب نے مجھے اپنی طرف راستہ نہ دکھایا تو میں یقیناً بھٹک جاؤں گا۔ حضرت ابراہیم کا یہ دعوتِ توحید پر غور کرنے کا عمدہ تشبیہ ہے۔

عقل کا فیصلہ

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ

پھر جب دیکھا سورج چمکتا ہوا کہا یہ میرا رب ہے

هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ

یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ چھپ گیا کہا اے میری قوم میں بیشک

بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

بیزار ہوں ان سے جنہیں تم شریک ٹھیراتے ہو۔ بیشک میں نے موڑ لیا اپنا منہ

لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا

اس کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے الگ ہو کر

وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾

اور نہیں ہیں مشرکوں میں سے

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ

پھر جب سورج جھلکتا ہوا دیکھا کہا یہ میرا رب ہے

هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ

یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غائب ہوگیا بولا اے میری قوم جن

بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

کو تم شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزار ہوں میں اپنے منہ کو یک سو

لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا

ہو کر اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾

میں شرک کرنے والا نہیں ہوں

جب دن نکلا تو سورج بڑی آب و تاب سے جلوہ گر ہوا۔ در و دیوار روشن ہو گئے۔ اس کی چمک دمک سے آنکھوں میں چکاچوند ہونے لگی۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ شاید یہ میرا رب ہونے کے قابل ہے یہ سب سے زیادہ بڑا اور شاندار نظر آتا ہے۔ آخر دن ڈھلنے پر وہ ماند پڑ گیا اور رفتہ رفتہ نظروں سے بالکل غائب ہوگیا۔ اب تو حضرت ابراہیمؑ نے فیصلہ کر لیا کہ جب ستارے، چاند، سورج سب کے سب مجبور ہیں تو ان میں سے کوئی بھی میرا خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں نے قطعاً ان چیزوں کو چھوڑا۔ اور اے لوگو! سن رکھو کہ جب اتنی بلند اور روشن چیزیں خدا نہیں ہو سکتیں۔ تو یہ تمہارے بت کس گنتی میں ہیں۔ میں تمہارے ان سب خداؤں کا انکار کرتا ہوں اور اپنے خدا۔ اللہ عزیز و حکیم کے آگے سر جھکاتا ہوں اور تم جو چیزیں اس کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہو۔ ان سب سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ اب ان آیتوں کے خلاصہ پر غور کیجیے۔

ابراہیمؑ نے دن کے وقت سورج کو دیکھا اور اس کی شان و شوکت اور آب و تاب سے مرعوب ہو کر خیال کیا۔ کہ یہ تو ستارے اور چاند سب سے بڑا ہے، بلندی پر اکیلا براجمان ہے اور اپنی روشنی اور گرمی سے سب کو گھیرے ہوئے ہے' ضرور یہی میرا خدا ہے۔ آخر جب وہ بھی ڈوب گیا تو لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ بس اب حد ہو چکی ہے۔ میں تمہارے مصنوعی خداؤں سے بیزاری کا کھلم کھلا اظہار کرتا ہوں اور اپنا منہ اس عالی شان ہستی کی طرف موڑتا ہوں۔ جس نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو بغیر نمونے کے پیدا کر دیا۔ میں اپنا رخ تمام چیزوں کی طرف سے پھیر کر فقط اسی کی طرف کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا۔

یہ طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسان کو عقل سے کام لینے کا سکھایا اور انہوں نے اس طرح اللہ کی پہچان کر کے اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانے والوں کا نام مسلم رکھا:

کٹھ حجتی کا جواب

وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَاجُّوْٓنِّيْ فِي
اور جھگڑا کیا اس سے اس کی قوم نے کہا کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ کے
اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا
بارے میں اور وہ ہدایت کرچکا مجھ کو اور میں نہیں ڈرتا اس سے
تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ
کہ شریک کرتے ہو تم اس کے ساتھ مگر یہ کہ چاہے میرا رب
شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ
کچھ گھیرلیا میرے رب نے ہر چیز کو علم میں
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾
کیا پس نہیں سوچتے تم

وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَاجُّوْٓنِّيْ فِي
اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا۔ ابراہیم نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے ایک
اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا
ہونے میں جھگڑا کرتے ہو اور وہ مجھ کو سمجھا چکا۔ اور میں ان سے نہیں ڈرتا
تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ
جس کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کوئی تکلیف
شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ
پہنچانی چاہے۔ میرے رب کے علم نے سب چیزوں کا احاطہ کر لیا
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾
ہے کیا تم سوچتے نہیں

حَاجَّهٗ جھگڑا کیا اس سے۔ باب مفاعلہ سے ماضی ہے جس کا مصدر محاجۃ ہے اور مادہ ح ج ج ہے (حجۃ)۔ حجۃ کے معنی دلیل بیان کرنا اور محاجۃ کے معنی ہیں دوسرے کی دلیل توڑنا اور اپنی دلیل زور سے بیان کرنا جس کا نتیجہ جھگڑے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس لیے اس سے مراد جھگڑا کرنا ہی ہوتا ہے۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ اپنے جیسے اور انسانوں سے مل کر ایک بستی بسا لیتا ہے اور تھوڑے ہی دن میں اس بستی کے لوگ اپنے رہنے سہنے کا ایک طریقہ مقرر کر لیتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس کے ایسے عادی ہو جاتے ہیں کہ اس سے ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ اسی کا نام رسم و رواج ہے۔ رسم و رواج میں کچھ باتیں صحیح اور کچھ غلط ہوتی ہیں۔ ان غلط باتوں کے درست کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے رسول اور پیغمبر بھیجے جاتے ہیں۔ ان کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ لوگ پرانی رسموں سے ہٹنا نہیں چاہتے۔ ان کو اپنے غلط رسم و رواج ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں اور پیغمبر کی اصلاح کو رد کر دیتے ہیں اور پیغمبر ان کو سمجھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اللہ کے پیغمبر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں غلط خداؤں کے ماننے کا رواج پڑ گیا ہے۔ اس کی اصلاح ضروری ہے۔ پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ انہوں نے بتوں، ستاروں، چاند، سورج سب کو خدا ہونے کے نااہل قرار دیا اور لوگوں سے کہا انہیں چھوڑ دو اور ایک خدا کو مانو۔ گروہ بہت سے خداؤں کی پوجا کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ سے جھگڑنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ ابراہیم کی قوم نے اُن کی بات نہ مانی اور لگے کٹھ حجتی کرنے۔ ابراہیمؑ نے کہا تم چاہتے ہو کہ میں بھی تمہاری طرح اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے خداؤں کو ماننے لگوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ نے تو مجھ کو اپنی صاف صاف نشانیاں دکھا کر اپنی پہچان کا سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ چنانچہ میں اس قادر مطلق کے سامنے ہر چیز کو بے بس پاتا ہوں۔ پھر میں اسے چھوڑ کر ان کو اپنا معبود اور خدا کیسے مان سکتا ہوں۔ تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے خداؤں کو نہ ماننے کا تو وہ ناراض ہو کر تجھے سزا دیں گے۔ میں نہیں مانتا۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ یہ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ یہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ سنوار سکتے ہیں۔ ہاں اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ میرا رب ہے۔ اور وہ ایک ایک کی حالت سے اچھی طرح واقف ہے۔

مشرک خطرے میں ہیں

وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا
اور کیونکر ڈروں میں اس سے جسے تم شریک کرتے ہو اور نہیں
تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ
ڈرتے تم اس سے کہ تم شریک کرتے ہو اللہ کا
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَٰنًا
وہ کہ نہیں اتاری اس نے جس کی تم پر کوئی دلیل
فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن
پس کون دونوں فریقوں میں زیادہ حق دار ہے چین کا اگر
كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾
ہو تم سمجھ رکھتے (تو بولو)

وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَٰنًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾ وقف لازم

اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کا شریک ان کو کرتے ہو جس کی اس نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری اب دونوں فریقوں میں دلجمعی کا کون مستحق ہے بولو اگر تم سمجھ رکھتے ہو

سُلْطَان (دلیل) سلطان کے معنی غلبہ، قوت اور اقتدار کے ہیں۔ جس کے پاس کسی بات کے کرنے کی قوی دلیل یا سند ہوتی ہے وہ دلیر اور قوی ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ دلیل یا سند کیا گیا ہے۔ اس کے معنی اجازت، اختیار، حکمرانی کے بھی ہیں۔ کیونکہ ان سب سے دلیری اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

پچھلی آیت میں گذرا کہ حضرت ابراہیمؑ نے مشرکوں کو جو انہیں اپنے خداؤں کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ جواب دیا کہ ڈرنا تو اس سے چاہیئے جو کچھ طاقت رکھتا ہو۔ یہ تمہارے معبود تو بے جان ہیں جب ان میں جان ہی نہیں تو طاقت کا کیا ذکر ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو۔ تمہارے ان حقیر اور بے بس معبودوں سے میں کیا خوف کر سکتا ہوں جن میں کچھ بھی طاقت نہیں۔ اور تم خود جانتے ہو کہ یہ تمہیں نہ کچھ دے سکتے ہیں نہ تم سے کچھ چھین سکتے ہیں۔ پھر عقل کیسے اجازت دے سکتی ہے کہ بے جان اور بے طاقت چیزوں سے خواہ مخواہ ڈرا جائے۔ اب تم اپنی طرف دیکھو کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ حالانکہ اس میں تمہیں سزا دینے کی پوری قوت اور طاقت ہے اور وہ تمہارا پورا مالک اور تمہیں پالنے والا ہے اور تم اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ وہ تمہارا حاکم ہے۔ اس نے تمہیں کہیں اجازت نہیں دی کہ تم اس کے سوا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاؤ۔ اور بیکار چیزوں کو اس کے برابر سمجھو اور غلطی سے خیال کرنے لگو کہ اسے مددگاروں کی ضرورت ہے اور وہ خود اکیلا کام نہیں کر سکتا۔ تم مجھے بے جان اور بے طاقت چیزوں سے جنہیں تم نے اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے ڈراتے ہو اور میں تم کو ایک بڑی قدرت اور طاقت والے سے ڈراتا ہوں۔ اب سوچو کہ تم جن سے ڈرنے کے لیے مجھے کہتے ہو۔ وہ بالکل بے طاقت۔ اور میں جس سے ڈرنے کے لیے تمہیں کہتا ہوں وہ سب سے زیادہ طاقتور۔ اب ہم دونوں میں کس کو بے فکری اور دل کا چین حاصل ہوگا۔ تم تو علم کا اور سمجھ کا دعویٰ کرتے ہو۔ اگر علم رکھتے ہو تو بولو کہ اپنے گھڑے ہوئے معبودوں سے ڈرنے والے دنیا اور آخرت میں چین و آرام سے رہیں گے۔ یا سب کو چھوڑ کر ایک سب سے زیادہ قدرت اور طاقت رکھنے والے اللہ کو معبود ماننے والے دونوں جہاں کا آرام اور اطمینان حاصل کریں گے۔

مطمئن کون ہیں؟

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ
جو لوگ ایمان لائے اور نہ ملایا اپنے ایمان میں
بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ
کھوٹ ان ہی کے لیے چین ہے اور وہی
مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾
راہ پانے والے ہیں

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ
جن لوگوں نے یقین کر لیا اور اپنے یقین میں کوئی
بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ
نقصان نہیں ملایا دلجمعی انہی کے لیے ہے اور وہی
مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع
سیدھی راہ پر ہیں

۹ ع ۱۲ ۱۵

لم یلبسوا (نہیں ملایا)، یہ فعل مضارع ہے جو لبس سے بنا ہے۔ لبس کے معنی غلط ملط کر دینے، ملا دینے کے ہیں۔

بظلم: ظلم سے یہاں مراد وہ فعل ہے جس سے ایمان میں خلل آجاتا ہے۔ جیسے شرک، اللہ کی نافرمانی، غیر اللہ سے مدد مانگنا، گناہ پر اصرار وغیرہ

مھتدون (راہ یاب)، یہ اسم مفعول ہے جو اہتدار سے بنا ہے اور اہتدار کا مادہ ہدایت ہے۔ ہدایت کے معنی ہیں راستہ دکھانا اور اہتدار کے معنی ہیں راستہ پالینا۔

اس سے پہلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں۔ یہ تو بیچارے بالکل بے جان اور ناتواں ہیں۔ ڈرنا تو اللہ سے چاہیئے جس میں پوری پوری قوت اور طاقت موجود ہے۔ جب تم ایسے طاقتور سے نہیں ڈرتے تو مجھے تمہارے بے بس معبودوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے بعد پوچھا گیا تھا کہ اگر تم میں کچھ سمجھ بوجھ ہے تو بتاؤ کہ تم خطرے میں ہو یا میں خطرے میں ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ تمہارے معبود میرا کبھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس لیے میں تو بے خوف ہوں لیکن اللہ تعالیٰ تو تمہیں دنیا اور آخرت دونوں میں سزا دے سکتا ہے۔ اس لیے تمہارے لیے ہر وقت خطرہ ہی خطرہ ہے اب کہو کہ مجھے چین اور بے فکری حاصل ہونی چاہیئے کہ تمہیں اس آیت میں اس سوال کا بہت صاف اور واضح جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے اللہ کو مان لیا اور دل سے یقین کر لیا کہ اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے اور پھر اس بات پر جم گئے اور ایمان لے آئے۔ اور پھر ایسی کوئی بات نہ کی جس سے ایمان میں خلل آئے۔ ان لوگوں کے لیے چین ہی چین ہے۔ کیونکہ جس کا اللہ حمایتی ہو گیا۔ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھے راستے پر ہیں اور سیدھے راستہ پر چلنے والا راستہ کی پریشانیوں سے بھی بچتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچ کر بھی اسے چین اور آرام ملتا ہے۔

اس آیت سے یہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کی مصنوعی چیزوں میں پریشانی ہی پریشانی ہے۔ جو شخص پریشانیوں سے چھٹنا اور ایسی جگہ پہنچنا چاہتا ہے جہاں اس کے لیے آرام و راحت کے سارے سامان مہیا ہیں تو اس کو چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانے اور اللہ پر ایمان لے آئے اور پھر قرآن شریف کے مطابق زندگی اختیار کرے۔

اگر کوئی اپنا ایمان مرتے دم تک بچالے گیا تو وہ یقیناً آرام و اطمینان کی جگہ پہنچ جائے گا۔ اور اس دنیا میں بھی اس کو بڑی حد تک پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔

نبیوں کا گروہ

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ
اور یہ ہماری دلیل ہے دی تھی ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے اوپر بلند کرتے ہیں
دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾
درجے جس کے چاہیں بے شک تیرا رب حکمت والا جاننے والا
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ
اور بخشا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب سب کو ہدایت کی ہم نے
وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ
اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سے پہلے اور نوح کی اولاد میں سے داؤد
وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَ
اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى
اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم نیک کام کرنے والوں کو اور زکریا اور یحییٰ
وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ
اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسمٰعیل
وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا
اور الیسع کو اور یونس اور لوط کو اور سب کو بزرگی دی ہم نے
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
جہان والوں پر اور بعض کو ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے
وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى
اور ان کے بھائیوں میں سے اور چنا ہم نے ان کو اور ہدایت کی ہم نے ان کو طرف
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾
راستے سیدھے کے

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ
اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جس کے
دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾
چاہیں درجے بلند کرتے ہیں بے شک تیرا رب حکمت والا اور جاننے والا ہے
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ
اور ہم نے اسحاق اور یعقوب اس کو بخشا ہم نے سب کو ہدایت دی
وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ
اور ان سب سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد میں سے داؤد
وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَ
اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى
نیک کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ
وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ
اور عیسیٰ اور الیاس کو سب نیک بختوں میں ہیں اور اسمٰعیل
وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا
اور الیسع کو اور یونس اور لوط اور ہم نے سب کو سارے جہان والوں
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
پر بزرگی دی اور ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی
وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى
اولاد اور بھائیوں میں سے ہدایت کی اور ہم نے ان کو پسند کیا اور
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾
سیدھی راہ پر چلایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دنیا کی چیزوں اور واقعات سے بالکل ٹھیک نتیجہ نکالنے کی سمجھ عنایت کی تھی اس غیر معمولی توجیہ کی بدولت اللہ نے ابراہیمؑ کو نبیوں کے گروہ میں ممتاز کیا اور ان کی نسل سے بہت انبیا مبعوث کیے اس آیت میں آٹھ نبی نام لے کر ذکر کیے ہیں آپ کے جد امجد نوح علیہ السلام تھے۔

اللہ کی ہدایت

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ
یہ رہنمائی ہے اللہ کی راہ دکھاتا ہے
بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
جس کے ذریعہ جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے
وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ
اور اگر یہ شرک کرتے تو ضائع ہو جاتا ان سے
مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾
جو تھے وہ کرتے

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ
یہ اللہ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جس
بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
کو چاہے اس پر چلاتا ہے
وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ
اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ
مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾
انہوں نے کیا تھا سب وہ ضائع ہو جاتا

هُدًى (رہنمائی، ہدایت) یہ لفظ سورۃ البقرہ کے شروع میں آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں راستہ دکھانا، راستہ پر ڈال دینا اور چلانا۔
يَهْدِيْ فعل مضارع ہے جو اسی سے بنا ہے۔

حَبِطَ (ضائع ہو) فعل ماضی ہے جو حَبْطٌ سے بنا ہے حبط کے معنی ہیں نیست و نابود اور ملیا میٹ ہو جانا۔

اس سے پہلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لوگوں کو توحید کا سبق دیا۔ یہی وہ سبق تھا جسے اس سے پہلے بھی تمام نبی سکھاتے چلے آتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اس کے سکھانے والے بہت سے پیدا ہوئے۔ یہ سب کے سب برگزیدہ چنے ہوئے اور مقبول لوگ تھے جن کو اللہ نے دنیا میں سب پر فضیلت دی تھی۔ ان آیات میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی اللہ کی ہدایت کا نمونہ دنیا میں واضح طور پر دیکھنا چاہے تو ان لوگوں کو دیکھ لے۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ خدا اپنے بندوں میں سے جسے چاہے سیدھے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ اب تم اچھی طرح سن لو کہ سیدھا راستہ یہی ہے کہ اللہ کو ایک اور اقتدار کا اصلی مالک دل سے مانا جائے۔ اسی کا نام توحید ہے۔ اور جو توحید کو نہ مانے تو خواہ بظاہر اس کا رکھ رکھاؤ کتنا ہی بھلا اور شاندار ہو وہ مشرک ہے۔ اور شرک کرنے والوں کا کوئی عمل قبول نہیں۔ اگر یہ لوگ جن کا ذکر ہوا ہے شرک کرتے تو وہ چاہے جتنے نیک کام کرتے ان کے کچھ کام نہ آتے اور ان کا شمار نیک لوگوں میں نہ ہوتا۔ آخرت میں قرآن مجید کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ اللہ کو نہ مان کر یا اس کے سوا دوسری چیزوں کو کام بنانے والا مان کر کوئی شخص یا کوئی قوم فلاح کو نہیں پہنچ سکتی۔ فلاح انہی لوگوں کے لیے ہے جو فقط اللہ کو اپنا معبود اور کارساز مانتے ہیں۔ اس کو چھوڑ کر جو لوگ اوروں کی طرف جھکتے ہیں خواہ وہ بت ہوں، بڑے لوگ ہوں، ستارے، چاند وغیرہ ہوں یا اپنی نفسانی خواہشیں ہوں۔ ضرور کچھ دن بعد دنیا ہی میں یا مرنے کے بعد انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ بالکل کورے اور خالی ہاتھ ہیں اور انہیں اپنی ناکامیابی کا احساس اور پچھتاوا کہیں کا نہ چھوڑے گا۔ جو لوگ اللہ کو بھول گئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام یونہی چل جائے گا۔ وہ لوگ بالکل نادان ہیں۔ آخر میں کام اللہ ہی سے پڑے گا۔ اور اگر اس دنیا میں آنکھ بند رکھیں تو اس وقت تو ضرور کھل جائیں گی۔ جب کنکر، پتھر بولنے لگیں گے اور دنیا کی سب چیزیں جواب دے جائیں گی۔ اس وقت ان کے لیے کچھ نہ ہوگا۔ ان کا سوائے ندامت، حسرت اور افسوس کے کوئی ساتھی نہ ہوگا۔

زبردست پیشگوئی

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ
یہی ہیں وہ لوگ جن کو ہم نے دی کتاب
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا
اور شریعت اور نبوت پھر اگر کفر کریں اس کے ساتھ
هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا
یہ لوگ پس تحقیق سونپ دی ہم نے یہ باتیں ایک ایسی قوم کو جو
لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾
نہیں ہیں اس کے ساتھ کفر کرنے والے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ
یہی وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا
اور شریعت اور نبوّت دی پھر اگر ان باتوں کو یہ
هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا
لوگ نہ مانیں تو ہم نے ان باتوں کے لیے ایسے لوگ مقرر
لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾
کردیے ہیں جو ان سے منکر نہیں

اَلْكِتٰبَ (کتاب) لکھی ہوئی چیز کو کتاب کہتے ہیں خواہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ اس لیے اس کے معنی رسالہ۔ خط۔ مقالہ وغیرہ سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد آسمانی کتابیں ہیں جو اللہ نے اپنے رسولوں کو عنایت کیں۔

اَلْحُكْمَ (حکم) اس لفظ کے تین معنی ہیں (۱) فیصلہ کرنا (۲) فیصلہ (۳) وہ چیز جس کی بنا پر فیصلہ کیا جائے یعنی قانون۔ قانون ہی کا دوسرا نام شریعت ہے۔

اَلنُّبُوَّةَ (نبوّت) وہ انتہائی صفت جو دل کی پاکیزگی کی وجہ سے اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ یہ ایک اندرونی شے ہے جس کا تعلق براہ راست اللہ کے نور سے ہوتا ہے۔ یہ انسانی کمال کی انتہائی ترقی ہے اور جسے یہ حاصل ہو جاتی ہے۔ اسے اللہ اپنی کتاب اور شریعت دے کر اپنا رسول مقرر کرتا ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔ ولی ہر شخص ہو سکتا ہے۔ نبی خاص ہوتے ہیں اور رسول ہر نبی نہیں ہوتا۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولی۔ نبی اور رسول سب کچھ ہیں۔ نبوّت اور رسالت آپ پر ختم ہے۔

وَكَّلْنَا (ہم نے مقرر کر دیے) فعل ماضی ہے اور اس کا مصدر توکیل ہے اور وکالۃٌ سے بنا ہے۔ وکالت کے معنی ہیں دوسرے کا کام اپنے ذمّہ لینا۔ اسی سے وکیل بنا ہے۔ توکیل کے معنی ہیں اپنا کام دوسرے کے ذمّے ڈالنا۔ اس سے مؤکّل بنا ہے یعنی دوسرے کو کام سپرد کرنے والا۔

پچھلی آیتوں میں بہت سے نبیوں کا نام بتایا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ یہ لوگ اللہ کی ہدایت کے علم بردار تھے۔ اس آیت میں ان کی تین صفتیں بتائی ہیں جو انسانی کمال کی انتہا ہیں یعنی اللہ کی کتاب ملنا۔ شریعت عطا ہونا اور نبوّت ملنا۔

ارشاد ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں میں سے بعض کو ہم نے اپنی کتاب دی اور نئی شریعت عطا کی اور ان سب کو نبی بنایا۔ انہی کی طرح تو بھی ان کے پاس کتاب اور شریعت لے کر آیا ہے اگر یہ (مکّہ کے لوگ) تیری ان باتوں کو نہیں مانتے تو کوئی مضائقہ نہیں ہم نے اور لوگوں پہلے ہی مقرر کر دیا ہے۔ وہ تیری کتاب اور شریعت کو دل و جان سے قبول کریں گے اور تجھے سچّا نبی مانیں گے۔

یہ آیت مکّہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں زبردست پیشگوئی ہے جو آپ کے مدینہ تشریف لے جانے پر ہو بہو پوری ہوئی۔

ہر نبی سیدھی راہ پر ہے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ
یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت کی اللہ نے بس ان کے طریقہ پر
اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا
چل کہہ دے نہیں مانگتا میں تم سے اس پر مزدوری
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾
نہیں وہ مگر نصیحت جہان والوں کے لیے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ
یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی سو ان کے طریقے
اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا
پر چل۔ تو کہہ میں تم سے اس پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع
یہ تو جہان کے لوگوں کو محض نصیحت ہے

پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے پہلے اور پچھلے نبیوں کا ذکر کیا گیا اور بتلایا گیا کہ ان کو ہم نے کتاب، شریعت اور نبوت عطا کر کے دنیا میں بھیجا کہ اللہ کے بندوں کو سیدھا راستہ بتائیں۔ انہوں نے اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کو سمجھایا اور اللہ نے ان کے لیے جو راستہ مقرر کیا تھا وہ ان کو بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ ان کے ذمہ بھی وہی کام ہے جو اور نبیوں نے اپنے اپنے زمانے میں کیا۔

اس آیت میں اس مضمون کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انسان کے اس دنیا میں آنے کے وقت سے ان کے پاس ہر زمانے اور ہر امت میں نبی اور رسول آتے رہے۔ وہ انسان کو وہی ایک طریقہ بتاتے رہے ہیں جو ان کے لیے ان کے پیدا کرنے والے اور پالنے والے یعنی خالق اور رب نے مقرر کر دیا ہے۔ اور جس پر اس کے ہر فرد کو چلنا چاہیے۔ اس کے اصول ہر زمانے میں ایک ہی رہے ہیں اور وہ تین ہیں (۱) اپنے خالق اور رب کو پہچاننا (۲) اس کے رسول کو پہچاننا (۳) رسول جو رب کے حکم ان کو پہنچاتا ہے ان کو بے چون وچرا ماننا۔

رسول کو جو کتاب ملتی ہے اس میں اصل حکم موجود ہوتے ہیں۔ رسول ان کے مطابق رہنے سہنے اور اپنے، اپنے رب کے اور تمام انسانوں کے درجہ بدرجہ حقوق ادا کرنے کا طریقہ مقرر کر دیتا ہے۔ ان طریقوں کے مقرر کرنے میں انسان کی ترقی کی رفتار اس کی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی بڑھتی ہوئی قابلیت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور ہر رسول اپنے زمانے میں اصول کے تحت ان باتوں کا خیال رکھتے ہوئے راستہ مقرر کرتا ہے جس کو شریعت کہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دنیا کا آخری دور ہے اور اس سارے دور کے لیے دنیا کے ختم تک ایک شریعت مقرر ہے۔ اب رسول کے آنے کی ضرورت نہیں۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول جتنے رسول اور نبی دنیا میں تجھ سے پہلے آئے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے سیدھے اور صاف راستے پر چلنے والے تھے۔ تجھے بھی انہی کے راستہ پر چلنا ہے اور انہی کے طریقہ پر کام کرنا ہے۔ اور وہ طریقہ قرآن مجید میں پورے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی دنیا کے اس دور آخر کے مطابق ترمیم واصلاح کر دی گئی ہے۔ ان سے کہہ دے کہ میں تمہیں سیدھا راستہ بتانے کا کام اللہ کے حکم سے کر رہا ہوں۔ اس کے لیے میں تم سے کوئی صلہ، انعام یا مزدوری طلب نہیں کرتا۔ یہ تو تمام جہان والوں کے لیے اللہ نے نصیحت کرنے اور سبق سکھانے کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے تاکہ وہ ادھر ادھر نہ بھٹکتے پھریں۔ اور آسانی سے اس راستہ پر ہولیں جو انہیں اطمینان آرام اور راحت سے منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے :۔

اللہ کی کتاب

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ
اور نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی ٹھیک جیسی قدر کرنی چاہیے
اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ
جب انہوں نے کہا نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر
مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ
کوئی چیز کہہ کس نے اتاری کتاب
الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى
وہ جو لے کر آئے موسیٰ روشنی اور ہدایت
لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا
لوگوں کے لیے کر دیا تم نے اس کو ورق ورق ظاہر کرتے ہوئے اس کو
وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ
اور چھپاتے ہوئے بہت کچھ

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ
اور انہوں نے اللہ کو نہیں پہچانا پورا پہچاننا
اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ
جب کہنے لگے کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز
مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ
نہیں اتاری پوچھو وہ کتاب کس نے اتاری جو
الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى
موسیٰ لے کر آیا تھا روشنی تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے
لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا
جس کو تم نے ورق ورق کرکے لوگوں کو دکھلایا اور بہت
وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ
سی باتوں کو تم نے چھپا رکھا تھا

قَدَرُوْا قدر کی فعل ماضی ہے جس کا مصدر قدر ہے۔ قدر کے معنی ہیں جانچنا، اندازہ لگانا، کسی چیز کی قیمت مقرر کرنا۔ یہاں اس سے مراد پہچاننا ہے۔

قَرَاطِیْسَ: زذ قرطاس کی جمع ہے جس کے معنی کاغذ کے ورق کے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں نبیوں کا سلسلہ بیان ہوا اور اس سے سمجھ میں آگیا کہ اللہ عزوجل نے انسان کی نوع پیدا کرکے اس کی ہدایت کا طریقہ یہی مقرر کیا ہے کہ اس کے اندر وقتاً فوقتاً اس کے پیغامبر پیدا ہوتے رہیں۔ یہاں تک کہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں۔ عرب کے لوگ یہود سے سن کر نبیوں کو جانتے تھے۔ خاص کر حضرت موسیٰؑ سے خوب واقف تھے۔ لیکن جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اللہ کی کتاب قرآن مجید کو ان کے سامنے پیش کیا تو صاف انکار کر گئے۔ کہ اللہ نے کبھی کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی۔ اس آیت میں ان کو اس کا جواب دو طرح دیا گیا ہے ایک تو یہ کہ تم اللہ کو مانتے تو ہو۔ لیکن اس کے علم قدرت اور حکمت سے واقف نہیں ہو۔ اس لیے تم نے اس کو پوری طرح نہیں پہچانا۔ اس نے انسان کے لیے اپنی حکمت سے طریقہ ہی یہ رکھا ہے کہ اس کی ہدایت کے لیے رسول اس کی کتاب لائیں اور اسے لوگوں کو سمجھائیں۔ دوسرے یہ کہ تم اپنے غلط طریقے کی حمایت میں یہ بھی بھول گئے کہ تم موسیٰؑ کو نبی اللہ اور تورات کو کتاب اللہ مانتے تھے اسے یاد کرو اور انکار سے باز آؤ۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اللہ کی صفات کا پورا پورا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں اور اس کی قدرت اور حکمت کا انکار کرتے ہیں اس لیے ان کے منہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ نے کبھی کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی۔ ان سے کہو کہ تم توراۃ کو مانتے ہو تو بتاؤ موسیٰؑ کو وہ کتاب کس نے دی۔ جو کسی زمانے میں لوگوں کے لیے مشعل راہ تھی۔ اب اگرچہ وہ اس کے کچھ اوراق پریشان دکھاتے پھرتے ہیں لیکن بہت سے کونوں کھدروں میں چھپا کر ڈال رکھے ہیں کیونکہ وہ باتوں کے ظاہر کرنے میں مصلحت نہیں دیکھتے اور یا ان سے اتنے غافل ہیں کہ ان کا ہوش ہی نہیں ہے۔

اُن سے اللہ سمجھے

وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ
اور سکھایا گیا تم کو جو نہ جانتے تھے تم
وَلَآ اٰبَآؤُکُمْ ؕ قُلِ اللّٰہُ ۙ ثُمَّ
اور نہ باپ تمہارے کہدے اللہ نے پھر
ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾
چھوڑ ان کو ان کے بیہودہ شغل میں کہ کھیلتے رہیں

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ
اور تم کو سکھلا دیا جو تم نہ جانتے تھے
وَلَآ اٰبَآؤُکُمْ ؕ قُلِ اللّٰہُ ۙ ثُمَّ
اور نہ تمہارے باپ کہدے کہ اللہ نے اتاری
ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾
پھر ان کو ان کی خرافات میں چھوڑ دے کہ کھیلتے رہیں

ذَرْهُمْ: (چھوڑ دے ان کو) ذر امر کا صیغہ ہے اور ذ ر ء سے بنا ہے جس کے معنی چھوڑ دینا ہے۔

خَوْضٌ: (شغل) خوض کے معنی ہیں پانی کے اندر گھس جانا پھر اس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی شغل میں ایسا لگ جانا اور کسی چیز کا ہوش نہ رہے یہاں اس سے مراد وہ بیہودہ خیالات ہیں جن کے اندر وہ گم ہیں۔

یَلْعَبُوْنَ: (کھیلتے رہیں) فعل مضارع ہے جو لعب سے بنا ہے لعب کے معنی کھیل کود کے ہیں۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ مکہ کے مشرکوں نے ضد میں آ کر قرآن شریف کو اللہ کی کتاب نہ مانا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ نے کوئی کتاب کسی آدمی پر اتاری ہی نہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ان سے پوچھو کہ حضرت موسیٰ پر توراۃ کس نے اتاری جس کی بدولت دنیا میں روشنی اور ہدایت پھیلی اگرچہ اب وہ لوگ جن کی ہدایت کے لیے وہ کتاب اتری تھی۔ اس پر پوری طرح عمل نہیں کرتے بلکہ اس کے کچھ ورق جو ان کے مطلب کے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھا دیتے ہیں۔ اور وہ ورق جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر درج ہے چھپا لیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے یہود کو اس کے یعنی تورات کے ذریعے ایسی باتیں سکھائیں جن کو وہ نہ جانتے تھے۔ اور وہ لوگ یا ان کے بڑے بوڑھے بھی ان سے بے خبر تھے۔ اور پھر یہود نے ان کو عرب میں بھی پھیلایا۔ اور تمہیں بھی اس کی بدولت وہ باتیں معلوم ہوئیں۔ جن سے تم اور تمہارے بزرگ بالکل بے خبر تھے۔

یہ واقعہ ہے کہ اس وقت عرب میں یہود ہی پڑھے لکھے لوگ تھے۔ یہاں تک کہ قرآن شریف اور محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت توراۃ میں جو کچھ لکھا تھا وہ بھی انہوں نے آپ کے آنے سے پہلے ہی بتا دیا تھا لیکن آپ کے تشریف لانے کے بعد غرور اور ضد کی وجہ سے آپ کا انکار کر دیا۔ مدینہ کے قبیلوں اوس اور خزرج کے لوگ جب مکہ میں آئے تو انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود ہی کی بتائی ہوئی نشانیوں سے پہچانا اور آپ کو اللہ کا رسول مان لیا اور خود یہود ایمان سے محروم رہ گئے۔ بلکہ انہی کی وجہ سے عرب کے مشرکوں کو انکار کی جرأت اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اور وہ یہاں تک کہہ بیٹھے کہ اللہ نے کوئی کتاب کبھی اتاری ہی نہیں۔ اس کے بعد اشارہ ہے کہ ان سے توقع نہیں کہ یہ اس سوال کا ٹھیک جواب دیں گے۔ تم خود ہی ان سے کہہ دو کہ تورات بھی اللہ کی اتاری تھی۔ اس کے بعد انجیل اتاری۔ اور ان سب کی تکمیل قرآن مجید اتار کر کر دی۔ اس کے بعد اگر وہ نہ سنیں تو ان کو اپنے بیہودہ خیالات اور غرور اور تکبر میں مست رہنے دو۔ بیکار باتوں اور کھیل کود میں وقت ضائع کرنے دو عنقریب اس سب کی سزا انہیں مل جائے گی۔ دنیا میں بھی تباہ ہوں گے اور آخرت میں بھی اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔

اللہ کی کتاب

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور یہ قرآن کتاب ہے برکت والی جو ہم نے اتاری اور ان کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلی ہیں اور تاکہ تو مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ڈراوے اور جو لوگ یقین کرتے ہیں آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ اس پر اور وہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ
اور یہ کتاب ہے اتارا ہم نے اس کو برکت والی سچا کہنے والی

الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ
ان کتابوں کو جو اس کے پہلے آئیں اور تاکہ ڈراوے تو مکہ

الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ الَّذِيْنَ
والوں کو اور ان کو جو اس کے ارد گرد ہیں اور جو لوگ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ
یقین کرتے ہیں آخرت کا ایمان لاتے ہیں وہ اس پر

وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾
اور وہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں

مُبَارَكٌ (برکت والا) یہ اسم مفعول ہے اور اس کا مصدر مُبَارَکۃٌ ہے جو برکۃ سے بنا ہے برکۃ کے معنی خود بخود بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں۔ اس کا استعمال اس معنی میں اچھی چیزوں کے اندر ہوتا ہے بری چیزوں میں برکت نہیں ہوتی۔ مبارکت سے ماضی بَارَکَ ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کے فائدہ کو بڑھا دینا۔ اس لیے مُبَارَکٌ کے معنی ہیں فائدہ میں بہت زیادہ یعنی جس کے فائدے بے شمار ہیں۔

اُمَّ الْقُرٰی (بستیوں کی ماں) شہر مکہ کا لقب ہے کیونکہ یہ آبادی کی جڑ ہے اور یہیں سے سب جگہ ہدایت پھیلی۔

پہلے یہ بیان کیا گیا کہ جو اللہ کو پورے طور پر سمجھ لے گا وہ ضرور مانے گا کہ اللہ نے اپنی کتابیں وقتاً فوقتاً نازل کی ہیں تمہارے سامنے تورات کے ماننے والے موجود ہیں۔ اسے اللہ ہی نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا اگرچہ توراۃ والے اس پر پورے طور پر عمل نہیں کرتے اور اس کے بہت سے حصے جان بوجھ کر چھپاتے ہیں پھر بھی اس کی روشنی اور ہدایت کو مٹا نہیں سکتے یہ سب کچھ کہنے کے بعد اب قرآن مجید کی غرض اس آیت میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ قرآن جو تمہارے سامنے ہے یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے اتاری ہے۔ اس کی خوبیاں ان گنت ہیں اور انسان کے لیے اس کے فائدے بے شمار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اس میں ان سب کتابوں کو جو اس سے پہلے انسان کی ہدایت اور فائدے کے لیے اتریں سچا اور برحق تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ان کی ساری اچھی باتوں کا خلاصہ اس میں دے دیا گیا ہے یہ ہمارا رحم و کرم ہے کہ انسان کے لیے اتنا ہدایت کا سامان مہیا کر دیا۔ اور پھر ایسا سامان جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ انسان کی بہتری کے لیے اب کوئی نئی بات نہیں کہی جا سکتی جو اس سے باہر ہو اس لیے اس کے بعد کسی نبی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے ہر ایک کو اسی میں سے اپنی بساط کے موافق خود فائدہ اٹھانا اور دوسروں کو نفع پہنچانا ہے اے رسول تو اس سے فائدہ اٹھانے کی بنیاد اس طرح ڈال کہ مکہ والوں کو اور جو اس کے قرب و جوار میں بستیاں ہیں ان کو سمجھانا اور برے انجام سے ڈرانا اور اس سے بچنے کا طریقہ بتانا شروع کر جو لوگ مرنے کے بعد نیکی کا پھل پانے کے قائل ہیں وہ اس کتاب کو دل سے مانیں گے اور پھر اس کے حکموں کے مطابق چلیں گے۔ اور یہ لوگ اپنی نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کریں گے کیونکہ نماز کی پابندی اس بات کی نشانی ہے کہ یہ فرمانبردار بندے ہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید سے اصلی فائدہ اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو آخرت کو مانتے ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

اللہ کی بے ادبی

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ
اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو گھڑے اللہ پر
كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ
جھوٹ یا کہے وحی کی گئی میری طرف حالانکہ نہیں وحی کی گئی
اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ
اس کی طرف کچھ اور جو کہے میں بھی اتارتا ہوں
مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ؕ
ویسا ہی جیسا اتارا اللہ نے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ
اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر بہتان
كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ
باندھے یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر کچھ
اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ
بھی وحی نہیں اتری اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں
مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ؕ
اس کے مثل جو اللہ نے اتارا

اِفْتَرَاءٌ (جھوٹ گھڑنا) یہ لفظ فَرِیٌّ سے بنا ہے۔ فری جھوٹ اور بے اصل بات کو کہتے ہیں۔ افترار کے معنی ہیں کسی کے سر جھوٹی بات لگانا۔ یا ایسی بری بات کسی میں بتانا جو اس میں نہ ہو۔

اُوْحِیَ (وحی کی گئی) یہ ماضی مجہول ہے جس کا مصدر ایحاءٌ ہے۔ یہ لفظ وحی سے بنا ہے یہاں وحی کے معنی ہیں اللہ کا وہ پیغام جو فرشتہ کے ذریعے کسی کے پاس آئے۔ ایحاء کے معنی ہیں وحی بھیجنا۔ اُوْحِیَ کے معنی ہوئے وحی بھیجی گئی۔

پہلے بتایا گیا کہ یہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ جو انسان کے فائدے کے لیے دنیا میں بھیجی گئی ہے۔ اس کے فائدے کبھی ختم نہ ہوں گے پہلی کتابوں کی تکمیل اور تصدیق کرتی ہے۔ اس لیے جیسے تم تورات کو اللہ کی کتاب مانتے ہو۔ اسی طرح اسے بھی اللہ کی کتاب مانو۔ فرق یہی ہے کہ یہ آخری کتاب ہے۔ اور اس کو قیامت تک کے لیے ہدایات کا ذریعہ قرار دے دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مبارک کہا گیا۔ یعنی اس کی ہدایت اور منافع کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اگر تم اس کا انکار کرتے ہو تو تم سب سے زیادہ ظالم ہو۔ قرآن مجید کا انکار کرنے کے لیے مکّہ کے کافر تین باتیں کہا کرتے تھے۔ ان تینوں کو اس آیت میں سب سے بڑا ظلم کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ کی بابت غلط خیال قائم کرے۔ یعنی یہ کہے کہ اللہ نے کوئی کتاب نہیں اتاری۔ یا یوں کہے کہ قرآن اگر وحی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو وحی میری طرف بھی آتی ہے اور میں بھی نبی ہوں۔ حالانکہ وحی اس پر نہیں آئی۔ اور نہ وہ نبی ہے۔ یا یوں کہے کہ یہ قرآن جسے تم کہتے ہو کہ اللہ نے اتارا ایسا قرآن میں بھی اتار سکتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو یہ کہے کہ اللہ نے کوئی کتاب نہیں اتاری۔ انسان آزاد ہے جو چاہے کرے۔ وہ کافر ہے۔ اسی طرح جو یہ دعویٰ کرے میں نبی ہوں اور میرے اوپر وحی آتی ہے۔ حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے اور نہ کسی پر وحی آ سکتی ہے۔ وہ بھی کافر ہے۔ آئندہ کے لیے نبی اور وحی اس لیے موقوف ہو گئے کہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے اور کسی نئی بات کی نہ ضرورت ہے اور نہ کوئی انسان کی بہتری کی راہ اس سے اچھی نکال سکتا ہے۔ وحی بے ضرورت نہیں آتی۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے جب وحی کی ضرورت نہیں تو ظاہر ہے کہ نبی کی بھی ضرورت نہیں۔ اب جو یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے وہ اس آیت کے مطابق جھوٹا ہے اور سب سے بڑا ظالم ہے:

ظالموں کی سزا

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ
اور اگر تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں
وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا
اور فرشتے پھیلائے ہوں اپنے ہاتھ نکالو
اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
جانیں اپنی آج بدلہ دیے جاؤ گے تم عذاب ذلت کا
بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ
بوجہ اس کے کہ تھے تم کہتے اللہ پر جھوٹی
الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾
بات اور تھے تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ
اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں
وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا
اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ اپنی
اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
جانیں نکالو آج تم کو ذلت کا عذاب بدلے میں ملے گا
بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ
اس سبب سے کہ تم اللہ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور
الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾
اس کی آیتوں سے تکبّر کرتے تھے

ظَالِمُوْنَ (ظلم کرنے والے) ظالم کی جمع ہے جو ظلم سے بنا ہے ظلم کے معنی ہیں۔ غلط، بے تکی اور ضرر دینے والی باتیں یا کام کرنا۔ ظالم وہ ہے جو سراسر مضر باتیں اور نقصان کرنے والے کام کرتا ہے۔

غَمَرَات (سختیاں) غَمْرَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کے اصل معنی گہرے ڈبا دینے والے پانی کے ہیں۔ جو شخص گہرے پانی میں گر پڑے۔ وہ مشکل اور سختی میں پھنس جاتا ہے۔ اس لیے اس کے معنی سختی کے ہو گئے۔

غَیْرَ الْحَقِّ: غیر کے معنی مخالف اور حق کے معنی ٹھیک اور سچی بات۔ غیر الحق سچی بات کے مخالف بات جسے ایک لفظ میں جھوٹ کہتے ہیں۔

ظلم کئی طرح کا ہوتا ہے۔ جو شخص بدخیالی سے زبان سے، ہاتھ پاؤں سے، آنکھوں کے اشاروں یا کسی حرکت سے اپنے آپ کو یا دوسروں کو نقصان پہنچائے وہ ظالم ہے۔ قرآن مجید میں جابجا ظلم کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ اس کی برائی دکھائی ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ کا بیان کیا ہے۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ سب سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو اللہ کے لیے کوئی ایسی بات یا صفت تجویز کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے ایسے ہی نبی ہونے کا دعویٰ کرنا بڑا ظلم ہے۔

ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو ظالموں کی موت کی حالت دیکھے تو خوف سے کانپ اٹھے۔ جب موت آئے گی تو دنیا کی کوئی چیز ان کے کام نہ آئے گی۔ دنیا کو بھول جائیں گے ظاہری آنکھ بند ہو گی۔ مگر آخرت کا ہولناک منظر ان کے سامنے ہو گا۔ جان کنی کی سختیاں ان کو گھیرے ہوئے ہوں گی۔ ان کے بُرے اعمال ڈراؤنی شکل کے فرشتے بن کر ان کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ وہ اپنے لمبے لمبے ہاتھ پھیلا کر غیظ و غضب میں ڈراؤنی آواز سے کہیں گے چھوڑ اپنی چہیتی جان کو۔ دنیا کے غرور اور عزت کے بدلے آج تجھے ذلت اور رسوائی نصیب ہو گی۔ تو نے دنیا میں اللہ کی بابت غلط بیانی کی اور ایسی باتیں اس کی شان میں کہیں جو سراسر جھوٹی تھیں۔ آج تجھے تیرے غرور اور تکبر کی سزا ملے گی۔

غور کا مقام

قرآن مجید کی آیتیں پڑھنے کے بعد ان کے مضامین پر غور کرنا ساری عبادتوں کی جڑ ہے۔ اس رکوع میں جو پچھلے سبق میں ختم ہوا۔ ہمیں کام کی باتیں سکھائی گئی ہیں۔ پہلے تو یہ کہا گیا۔ کہ جو لوگ قرآن کا انکار یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ اللہ نے کتاب اتاری ہی نہیں۔ ان کو یہ کہنا زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی تورات کو اللہ کی اتاری ہوئی کتاب مانتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جس اللہ نے تورات نازل کی جس سے قسمت والوں کو روشنی اور ہدایت حاصل ہوئی۔ اسی اللہ نے اب قرآن نازل کیا ہے۔ اس کا انکار اللہ کی قدرت اور حکمت کا انکار ہے۔ اس کے بعد قرآن کی صفتیں بتائیں کہ یہ کتاب سب سے زیادہ خیر و خوبی اور برکت والی ہے۔ اور اس سے پہلے جتنی بھی کتابیں آئیں۔ ان سب کو یہ سچا اور ٹھیک بتاتی ہے۔ جیسے وہ سب اپنے اپنے زمانے میں انسان کے لیے روشنی اور ہدایت کا سرچشمہ تھیں۔ اور اسی طرح یہ قرآن اس آخری زمانے میں قیامت تک روشنی اور ہدایت پھیلاتا رہے گا۔

اس کے بعد ہمیں بتلایا گیا ہے کہ اس قرآن پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جو آخرت کو مانتے ہوں۔ آخرت اور قرآن کے ماننے کے بعد لازمی ہے کہ وہ اپنی صلوٰۃ پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہیں گے۔ صلوٰۃ چونکہ ساری عبادتوں کا خلاصہ ہے۔ برائیوں اور فحش باتوں سے بچنے کا ذریعہ ہے اس لیے مطلب یہ ہوا کہ آخرت اور قرآن پر ایمان رکھنے والے اللہ کے فرمانبردار برائیوں سے بچنے والے اور نیک خیال لوگ ہوں گے۔

اس کے بعد آخرت پر یقین پیدا کرنے کا طریقہ بتایا ہے اور وہ ہے موت کا اور جان کنی کی مصیبتوں کا یاد کرنا اور دنیا کی اور اس کی چیزوں کی بے وفائی کا تصور کرنا۔ ساری چیزیں یہیں رکھی رہ جائیں گی۔ اور انسان اکیلا اپنی راہ لے گا۔ اس کے ساتھ سوا ان اچھے یا بُرے کاموں کے جو اس نے دنیا میں کیے ہوں گے اور کوئی چیز نہ ہوگی۔ اعمال کا نتیجہ جان نکلنے کے وقت ہی سامنے آجائے گا۔ ادھر سے آنکھ بند ہوتے ہی اُدھر کی چیزیں صاف صاف نظر آنے لگیں گی۔ اُس وقت آخرت کا یقین ہوگا۔ عقلمند آدمی وہ ہے جو دنیا کی بے ثباتی کو دیکھ کر یہاں کے قیام کو بالکل عارضی سمجھے۔ آخرت کا یقین کرلے۔ اور موت کے عذاب سے بچنے کے لیے جو کچھ ہو سکے یہیں کرلے۔ دوسروں کو مرتا ہوا دیکھ کر ہو نہیں سکتا کہ کسی کو یہ خیال نہ آئے کہ مجھے بھی ایک دن مرنا ہے۔ لیکن دنیا کے دھندوں میں پھنس کر انسان غافل ہوجاتا ہے۔ اور سیر و تفریح میں دل لگا کر اپنا غم غلط کرتا ہے اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ مجھے یقیناً مرنا ہے۔ سارے عقلمند لوگ کہتے ہیں۔ کہ بُرے کاموں کی وجہ سے مرنے کے بعد بہت سخت بے چینی اور اضطراب سے پالا پڑے گا۔ اس لیے اسے یہ فکر پیدا ہونا چاہیئے کہ یہ تھوڑے دن کی زندگی کس طرح بسر کرے تاکہ مرنے کے بعد راحت ملے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اسے قرآن مجید کی باتوں پر یقین آنا شروع ہوجائے گا۔ جس میں صاف صاف لکھا ہے کہ اگر مرنے کے بعد راحت مطلوب ہے تو میری بات مانو اور جس طرح میں کہوں اس طرح زندگی بسر کرو۔ قرآن مجید دنیا میں بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ انسان فقط دنیا کی زندگی کا عیش و آرام ڈھونڈنے ہی میں نہ لگ جائے۔ بلکہ موت کے بعد کی زندگی کا بہت زیادہ خیال کرے۔ اور وہاں کے آرام و راحت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ورنہ مرنے کے بعد کچھ نہ ہو سکے گا۔

قرآن مجید کی طرف جب انسان جھکے گا تو وہ اسے بتائے گا۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ نماز کو وقت پر پابندی کے ساتھ ادا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری دونوں جہانوں کی بہبودی کا سامان اسی نماز میں پوشیدہ ہے۔

مرتے وقت انسان تنہا ہوگا

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
اور البتہ آگئے تم ہمارے پاس ایک ایک کرکے جیسے کہ پیدا کیا تھا ہم نے تم کو
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ
پہلی بار اور چھوڑ آئے جو دیا ہم نے تم کو
وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ
پیچھے پیٹھوں اپنی کے اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ
شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ
سفارش کرنے والے تمہارے جن کو تم کہا کرتے تھے کہ وہ
فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ
تم میں ساجھی ہیں البتہ کٹ گیا علاقہ تمہارا
وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾
اور گم ہوگیا تم سے جو تھے تم دعویٰ کرتے

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
اور البتہ تم ہمارے پاس ایک ایک ہو کر آگئے جیسے ہم نے تم کو پہلی بار
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ
پیدا کیا تھا اور جو اسباب ہم نے تم کو دیا تھا وہ تم
وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ
اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے
شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ
سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کو تم بتلایا کرتے تھے
فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ
کہ ان کا تم میں ساجھا ہے البتہ تمہارا علاقہ منقطع ہوگیا
وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾ ع ۱۲
اور جو دعویٰ کہ تم کیا کرتے تھے جاتے رہے

فُرَادٰى: (ایک ایک کرکے) یہ لفظ فرد سے بنا ہے اور عربی میں اس کا وہی مطلب ہے جو ہم اپنی زبان میں فرداً فرداً سے ظاہر کرتے ہیں۔

خَوَّلْنَا (عطا کیا ہم نے) یہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تخویل ہے۔ تخویل، خَوْل سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نوکر چاکر، خادم، آرام کے سامان جو امیروں کے پاس ہوتے ہیں تخویل کے معنی ہیں۔ زندگی کے آرام و آسائش کے سامان دینا۔

زَعَمْتُمْ (تم گمان کرتے تھے) ماضی کا صیغہ ہے۔ زعم سے بنا ہے۔ زعم کے معنی ہیں گمان کرنا کوئی غلط بات دل میں سوچنا مازعما۔

اس سے پہلے کہا گیا۔ کہ آدمی اپنے جاہ و حشمت میں مطمئن کر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میرے برابر کوئی نہیں بس جو کچھ ہوں میں ہوں میرا حکم چلتا ہے میرے اشارے پر میرے خادم کام کرتے ہیں۔ سامان عیش و عشرت موجود ہے اسی کو تکبر کہتے ہیں۔ تکبر کرنے والے سے اگر کوئی کہے کہ قرآن کی آیتوں میں نماز روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا حکم ہے تو وہ اپنی ترنگ میں کہہ بیٹھتا ہے کہ دنیا میں فقط یہ کام نہیں ہے۔ مجھے اچھے کاموں سے فرصت نہیں۔

اس آیت میں ایسے لوگوں سے کہا گیا ہے کہ سب ساز و سامان جس کے نشے میں تم مست ہو رکھا رہ جائے گا۔ اور تم ویسے ہی خالی ہاتھ جاؤ گے جیسے آئے تھے۔ دنیا کا یہ سب سامان کھڑاگ یہیں رہ جائے گا۔ ہاں اس کی محبت کی وجہ سے تمہاری جان بڑی مشکل سے نکلے گی۔ تمہارے ساتھ ان چیزوں میں سے کوئی بھی نہ ہوگی۔ مشرک کہتے ہیں کہ یہ بت وغیرہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے اور عذاب سے نجات دلائیں گے۔ ہمارے کام یہاں بھی ان کے ذریعے چلتے ہیں اور وہاں بھی چلیں گے۔ لیکن ہوگا یہ کہ ان کے پاس مرتے وقت ڈراؤنی شکل کے فرشتے آئیں گے۔ اور ان کی جان زبردستی نکال کر اللہ کے حضور میں لے جائیں گے۔ اس وقت وہ تنہا ہوں گے۔ اور کوئی سفارش کرنے والا اس کے ساتھ نظر نہ آئے گا۔ اور وہ سب بیکار خیالات اور جھوٹے دعوے غائب ہو جائیں گے۔ سب سے رشتے اور علاقے ٹوٹ جائیں گے۔

قدرت کے کرشمے

(١)

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى
بے شک اللہ ہے چیرنے والا دانے کا اور گٹھلی کا
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ
نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى
مردہ کو زندہ سے یہ ہے اللہ پس کہاں
تُؤْفَكُوْنَ (٩٥) فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَ جَعَلَ
تم بہکے جا رہے ہو چیر کر نکالنے والا ہے صبح کو اور کیا اس نے
الَّيْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا
رات کو باعث آرام اور سورج اور چاند حساب کے لیے
ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (٩٦)
یہ اندازہ کیا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى
اللہ ہے جو دانہ اور گٹھلی پھوڑ نکالتا ہے
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ
مردے سے زندہ نکالتا ہے اور زندہ سے
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى
مردہ نکالنے والا ہے یہ ہے اللہ پھر تم کدھر
تُؤْفَكُوْنَ (٩٥) فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ
بہکے جا رہے ہو صبح کی روشنی کو پھوڑ نکالنے والا اور اس
الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا
نے آرام کو رات بنائی اور حساب کے لیے سورج اور چاند
ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (٩٦)
یہ زور آور خبردار کا اندازہ رکھا ہوا ہے

فَالِقٌ: چیرنے والا۔ اسم فاعل ہے فلق سے۔ فلق کے معنی ہیں کسی چیز کو چیر کر اس میں سے ایک اور چیز نکالنا۔ اس آیت میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ پہلی جگہ اس کے معنی ہیں۔ دانے اور گٹھلی کو چیر دیتا ہے اور اس میں سے درخت اور پودا نکلتا ہے۔ دوسری جگہ یہ رات کے اندھیرے کو چیر کر اس کے اندر سے صبح نکالتا ہے۔

سَكَنٌ: سکون سے بنا ہے۔ سکون کے معنی ٹھہرنا یا ٹھہراؤ۔ سکن وہ چیز ہے جس کے اندر ٹھہرنے سے یا جس کے پاس ہونے کی وجہ سے آرام ملے۔

حُسْبَانٌ: کے معنی حساب کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ سورج اور چاند ہر ایک کی حرکت ایسے طریق پر ہوتی ہے جو حساب سے مقرر کیا ہوا ہے اور ان کے ذریعے سے وقت کا حساب لگایا جاتا ہے۔ اس سے پہلے رکوع میں کہا گیا کہ جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے۔ وہ اللہ کو جیسا سمجھنا چاہیے سمجھے نہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس کی قدرت بہت بڑی ہے۔ اس نے سارے عالم کو بنایا ہے اور اس کا ایک نظام قائم کیا ہے۔ اسی نظام کے مطابق یہ ضروری تھا کہ قرآن مجید انسان کو سیدھا راستہ بتلانے کے لیے دنیا میں بھیجا جائے اور اس کا رسول اسے لے کر آئے اس کے بعد قرآن شریف کی خوبیاں بیان کی گئیں۔ اس کے بعد اسی بات کو سمجھانے کے لیے اللہ کی قدرت کے کرشمے بیان کیے گئے ہیں تاکہ اس کی قدرت کو جس نے نظام عالم کو قائم کر رکھا ہے لوگ سمجھیں اور اس غلط فہمی سے نجات پائیں کہ انسان کے لیے اس نظام میں کوئی چیز اس کو ہدایت کرنے والی نہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی قدرت کو دیکھو دانہ زمین میں ڈال دو تو وہ پھٹ جاتا ہے اور اس کے بیچ میں سے غلّے کے پودے نکلتے ہیں گٹھلی پھٹ کر بڑے بڑے درخت پیدا ہوتے ہیں انڈے سے زندہ جانور اور زندہ جانور سے انڈہ نکلتا ہے۔ یہ سب کچھ وہی کرتا ہے۔ اسی طرح اندھیرے کو چیر کر اس میں سے روشن صبح نکالتا ہے۔ چاند سورج حساب سے حرکت کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے سے دنیا میں وقت کا حساب لگایا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے تم اللہ کے سمجھنے میں غلطی کیسے کرتے ہو یہ چیزیں تو صاف صاف بتا رہی ہیں کہ ان کو ایک بڑی قوت اور قدرت والے نے ٹھیک ٹھیک اندازہ کر کے بنایا ہے ::

قدرت کے کرشمے (۲)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ
اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے ستارے
لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
تاکہ راستہ پاؤ ان کے ذریعے اندھیروں میں جنگل اور سمندر کے
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾
بیشک کھول دیں ہم نے نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
اور وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا شخص ایک سے
فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
پس ٹھکانہ اور امانت کی جگہ ہے بیشک کھول دیں ہم نے نشانیاں
لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾
ان لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ
اور وہی ہے جس نے تمہارے واسطے ستارے بنا دیے کہ ان کے
لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
ذریعے سے جنگل اور دریا کے اندھیروں میں راستہ معلوم کرو
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾
بیشک ہم نے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
پتے کھول کر بیان کر دیے ہیں وہی ہے جس نے تم سب کو
فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے
لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾
جانے کی جگہ ہمنے ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں کھول کر پتے بیان کر دیے ہیں۔

مُسْتَقَرٌّ (ٹھکانا) اسم ظرف ہے اور استقرار سے بنا ہے۔ جس کا مادہ قرار ہے۔ قرار کے معنی ٹھہر جانا۔ یہی معنی استقرار کے ہیں۔ مستقر ٹھہرنے کی جگہ

مُسْتَوْدَعٌ (امانت کی جگہ) یہ بھی اسم ظرف ہے اور استیداع سے بنا ہے جو ودیعت سے نکلا ہے۔ ودیعت کے معنی کوئی چیز جو بطور امانت رکھی جائے۔ استیداع کے معنی ہیں امانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا مستودع۔ وہ جگہ جہاں امانت رکھی جائے۔ مستقر اور مستودع میں فرق یہ ہے کہ مستقر خود اپنے ٹھکانے کو کہتے ہیں اور مستودع وہ جگہ جہاں کوئی چیز ایک مقررہ مدت کے لیے رکھی جائے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو رات کے وقت تم تارے دیکھتے ہو ان کا بنانے والا اللہ ہے۔ تمہارے لیے ان کے اندر فائدہ یہ ہے کہ جنگل بیابان میں جہاں سوا چٹیل میدان کے اور کچھ نہیں ہوتا اور سمندر میں جہاں پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ٹھیک راستہ کا اندازہ لگا لو۔ ستاروں کو دیکھ دیکھ کر جاننے والے ٹھیک راستے جان لیتے ہیں۔ جاننے والوں کے لیے اللہ اپنی معرفت کے طریقے اور اپنے ڈھونڈنے کا پتہ کھول کھول کر بتاتا ہے۔ لوگ ان کا خیال کریں تو اللہ کا پہچان لینا کوئی مشکل بات نہیں۔

اس کے بعد اس بات کو سوچو کہ تمہیں کس نے بنایا اور تم کیسے پیدا ہوئے اور کہاں جاؤ گے۔ سنو تم سب کو اللہ ہی نے بنایا ہے۔ اور تم ایک ہی شخص یعنی حضرت آدمؑ کی اولاد ہو۔ تمہاری پیدائش اس طرح ہوئی۔ کہ پہلے ماں کے پیٹ میں امانت کی طرح رکھا۔ وہاں آہستہ آہستہ بڑھتے۔ پھر جب مدت پوری ہو گئی تو دنیا میں آئے۔ یہاں کچھ مدت تک تمہارا ٹھکانا رہا۔ اس کے بعد تمہیں قبر میں جانا ہے۔ وہاں جب تک اللہ کو منظور ہے رہو گے یہ ساری جگہیں عارضی ہیں قبر سے نکل کر جنت یا دوزخ میں جا کر ٹھہرو گے۔ ان دونوں میں سے کوئی سی جگہ تمہارا مستقر بنے گی۔ پہچاننے والوں اور سوچنے والوں کے لیے یہ نشانیاں بھی اللہ نے کھول کر بیان کر دیں ؂

اللہ نے سب پھل ترکاریاں پیدا کیں

وَ هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
اور وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی
فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا
پھر نکالی ہم نے ان کے ذریعہ روئیدگی ہر چیز کی پس نکالی ہم نے
مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا
اس سے سبز کھیتی نکالتے ہیں ہم اس سے دانے
مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا
ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گچھوں میں سے
قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ
خوشے نیچے جھکے ہوئے اور باغ انگور کے
وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ
اور زیتون اور انار آپس میں ملتے جلتے اور
غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ
ایک دوسرے سے الگ الگ

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
اور اسی نے آسمان سے پانی اتارا
فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا
پھر اس سے ہر قسم کی اگنے والی چیزیں نکالیں پھر ہم نے
مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا
پھر اس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم دانے نکالتے ہیں
مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا
ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے
قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ
جھکے ہوئے گچھے اور باغ انگور کے
وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ
اور زیتون اور انار آپس میں ملتے جلتے اور
غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ
جدا جدا بھی

مُتَرَاكِبًا: اس کا مصدر تراکب ہے جو رکوب سے بنا ہے۔ رکوب کے معنی ہیں چڑھنا سوار ہونا۔ تراکب کے معنی ہیں ایک دوسرے پر چڑھا ہوا ہونا، سوار ہونا۔ متراکب سے مراد یہ ہے کہ دانے اس کثرت سے ہیں کہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں۔

قِنْوَانٌ: (خوشے) قنو کی جمع ہے۔ قنو خوشے کو کہتے ہیں

مُشْتَبِهًا: ملتے ہوئے۔ اس کا مصدر اشتباہ ہے جو شبہ سے بنا ہے۔ شبہ کے معنی کسی سے ملنا کسی جیسا ہونا۔ تشبیہ سے مراد شکل مزے رنگ وغیرہ میں ملتا ہوا ہونا۔ غیر متشابہ سے مراد ایسی چیز جو دوسری سے نہ ملے۔

اس آیت میں اور نشانیاں بیان کی گئی ہیں جن پر غور کرنے سے انسان اللہ کو پہچان سکتا ہے۔ انسان کو عادت ہو گئی ہے کہ زمین کے اُگے ہوئے پھل ترکاریاں، غلّہ وغیرہ کھاتا رہتا ہے اور کبھی نہیں سوچتا کہ یہ چیزیں کیسے پیدا ہوئیں اور کس نے پیدا کیں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بیج ڈالنے کے بعد کھیتی پکنے اور پھل لگنے تک جو کچھ ہوتا ہے۔ اس میں انسان کا کچھ دخل نہیں۔ اس لیے اسے سوچنا چاہیے کہ یہ سب کچھ کون کرتا ہے۔ اللہ مینہ برساتا ہے اس سے زمین میں بیج اور پودا جم جاتا ہے اور ادھر اُدھر سے ضروری چیزیں اپنے اندر اکٹھی کرتا ہے۔ پھر ہری بھری کھیتیاں سامنے لگتی ہیں۔ انگور لیتے ہیں زیتون اور انار پیدا ہوتے ہیں۔ کھجوروں میں گچھے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے خوشے نکلتے ہیں۔ پھر نیچے اوپر سب طرف کھجوریں لگتی ہیں۔ یہ بے شمار پھل ہم دیکھتے ہیں ان کی شکلیں، مزے اور رنگ بھی یکساں ہوتے ہیں اور کبھی الگ الگ۔ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں ۞

اللہ خیال سے برتر ہے

انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ

ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو

إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۹۹﴾

ان چیزوں میں ایمان والوں کے واسطے نشانیاں ہیں

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ

اور ان کا شریک جنوں کو ٹھہراتے ہیں حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے

وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ

اور اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں تراشتے ہیں جہالت سے

عِلْمٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۲

وہ ان باتوں سے جو لوگ بیان کرتے ہیں پاک ہے اور بہت دور ہے

انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ
إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۹۹﴾
بیشک اس میں نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے ہیں
وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ
حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا
وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ
بیٹے بیٹیاں بغیر
عِلْمٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۰۰﴾
علم کے پاک ہے وہ اور بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں

يَنْعِهِ۔ یہ مصدر ہے اس کے معنی پختگی اور پکنے کے ہیں۔ پختہ اور پکے ہوئے پھل کو ثمر یانع کہتے ہیں۔

جِنٌّ۔ ہر وہ مخلوق جو آنکھ سے نظر نہ آئے اور دکھائی نہ دیتی ہو جن ہے جن کے لغوی معنی پوشیدگی کے ہیں۔ اس میں فرشتے، دیو، بھوت، پریت اور جراثیم وغیرہ جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتے مگر ان کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ اکثر اس کا اطلاق ایک خاص غنصری مخلوق پر ہوتا ہے۔ جو آگ سے بنی ہے۔ یہاں مراد عام ہے۔

خَرَقُوا۔ وہ تراشتے ہیں۔ خرق سے ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کے اصل معنی پھاڑنے کے ہیں۔ اس کے بعد اٹکل پچو بات گھڑ لینے کے معنی میں مستعمل ہوا۔ اس آیت میں اللہ نے اپنی معرفت کی وہ نشانیاں بیان کی ہیں جن کا تعلق زمین سے پھل اور غلہ اگانے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ مینہ برساتا ہے اور اس کی وجہ سے سبزیاں، ہرے بھرے درخت اور پودے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سوا اللہ کے کسی کا کام نہیں۔

ارشاد ہے کہ ان پھلوں اور غلوں کے درختوں اور کھیتوں میں لگنے اور پیدا ہونے کا حال تم نے دیکھا۔ اس کے بعد وہ پختہ ہوتے ہیں اور پکتے ہیں۔ اس کے بعد تم انہیں توڑ کر جمع کرتے ہو اور کھاتے ہو۔ انسان جیسے غلوں اور پھلوں کو پیدا کرنے میں بے بس ہے۔ اسی طرح ان کے پختہ کرنے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ یہ بھی محض اللہ کی قدرت سے ہوتا ہے اور خیال کرو تو بڑی بات ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ انسان کے کام کے نہیں ہو سکتے۔ ایسے بڑے کریم کارساز کو چھوڑ کر ان لوگوں کو دیکھو کہ اپنی طرف سے فرشتوں، جنوں وغیرہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب اس کی مخلوق ہے اور اس نے اپنی قدرت سے بغیر کسی کی مدد کے انہیں پیدا کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فرشتے وغیرہ اللہ کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔ یہ سب ان کی جہالت کی بات ہے۔ اللہ ان سب باتوں سے پاک اور بلند ہے۔ ان کو چاہیئے کہ ان کی نشانیاں دیکھ کر اس کو ٹھیک طور پر سمجھنے کی کوشش کریں۔

اللہ کے اولاد نہیں!

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ اَنّٰى
نئی طرح بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا کیوں کر
يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
ہو اس کے اولاد حالانکہ نہیں ہے اس کی
صَاحِبَةٌ ۭ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَ هُوَ
بیوی اور اس نے بنائی ہر چیز اور وہ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۰۱)
ہر چیز کو جاننے والا ہے

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى
آسمان اور زمین کا نئی طرح پر بنانے والا ہے اس کے
يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اس کی کوئی
صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ
بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز بنائی اور وہ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۰۱)
ہر چیز سے واقف ہے

بَدِيْعُ: نئی طرح بنانے والا۔ بدیع بھی سمیع، علیم، خبیر اور بصیر کی طرح اسم صفت ہے اور بدع سے بنا ہے۔ بدع کے معنی نئی چیز جس کا کوئی نمونہ پہلے موجود نہ ہو۔ بدعت بھی اسی سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں وہ انوکھی چیز جس کا نمونہ دین میں موجود نہ ہو۔ اس لیے بدیع کے معنی ہوئے ایسا کاریگر جو بغیر نمونہ کے کوئی نئی چیز بنائے۔ ایسی چیز بنانے کو بدع کہتے ہیں۔ اسی سے اسم فاعل مبدع ہے جس کے معنی ہیں نئی چیز ایجاد کرنے والا جس میں یہ صفت دائمی ہو وہ بدیع ہے۔

صَاحِبَةٌ: ساتھ رہنے والی۔ اسم فاعل مؤنث ہے اور صحب سے بنا ہے۔ صحب مصدر کے معنی ہیں ساتھ رہنا۔ اسی سے صحبت حاصل مصدر ہے یہاں صاحبۃ سے مراد زوجہ ہے جسے ہم اپنی زبان میں بیوی کہتے ہیں۔

پچھلے سارے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی صفتیں بیان کی گئیں جن کے آثار دنیا میں ظاہر ہیں۔ ان آثار پر غور کر کے ہر شخص اللہ کو اچھی طرح پہچان سکتا ہے۔ اس رکوع کی تین آیتوں میں کچھ اور صفتیں بیان کی گئی ہیں جن سے اللہ کی قدرت کا اندازہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کا بے نمونہ بنانے والا اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور جاننے والا کہا ہے۔ پھر جو لوگ اپنی نادانی سے اللہ کی اولاد بتلاتے ہیں ان کا رد کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو تم اپنے سر کے اوپر آسمان اور پاؤں کے نیچے زمین دیکھتے ہو یہ کس قدر عجیب و غریب چیزیں ہیں۔ ان کو اللہ نے بغیر کسی نمونے کے بنایا ہے۔ اسی طرح اس نے ہر چھوٹی اور بڑی چیز بنائی ہے۔ اور وہ ہر چیز کو ہمیشہ سے جاننے والا ہے اور اسی علم کے مطابق سب کو بنایا ہے۔ جب وہ ہر چیز ایک لفظ کُن سے پیدا کر سکتا ہے۔ تو ہر چیز کو اس کی مخلوق کہنا چاہیے۔ بیٹا، بیٹی اولاد جو اس دنیا میں ہوتی ہے وہ تو بڑے جھگڑے سے ہوتی ہے۔ اس کے لیے ایک بیوی چاہیے۔ بغیر بیوی کے اولاد کسی کے نہیں ہوتی۔ اور بیوی خاوند کی ہم جنس ہوتی ہے اور خاوند کے مرتبہ کے برابر ہوتی ہے۔ بس اتنا فرق ہوتا ہے کہ وہ مذکر ہوتا ہے اور یہ مؤنث۔ لیکن اللہ کے برابر کی تو کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ اور کسی چیز کو اس سے ذرا بھی مشابہت نہیں ہے۔ پھر اس کی بیوی کیسے ہو سکتی ہے۔ اللہ تو اپنے حکم سے ہر چیز پیدا کر دیتا ہے اس لیے اس عالم میں جو بھی ہے اس کا پیدا کیا ہوا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں۔

کائنات سے اللہ کو پہچانو

ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
یہی اللہ رب ہے تمہارا نہیں کوئی معبود مگر
هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ
وہی پیدا کرنے والا ہر چیز کا پس عبادت کرو اس کی
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (۱۰۲) لَا
اور وہ اوپر ہر چیز کے کام بنانے والا ہے نہیں
تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ
پا سکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پاتا ہے
الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۰۳)
آنکھوں کو اور وہ لطیف خبردار ہے

ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
یہی اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود
هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ
نہیں ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا سو تم اس کی عبادت کرو
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (۱۰۲) لَا
اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے نہیں
تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ
پا سکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے
الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۰۳)
آنکھوں کو اور وہ نہایت لطیف اور خبردار ہے

ذٰلِکُمْ: (یہ) عربی میں کسی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اصل لفظ ذا ہے۔ اشارہ قریب کی چیز کی طرف کرنا ہو تو ذا ہی کافی ہے اور اگر وہ چیز کچھ دور ہو تو اس میں مخاطب کی ضمیروں میں سے کوئی ضمیر لگا دیتے ہیں اور یہ ضمیر اس کے مطابق ہوتی ہے جس کو اشارہ کر کے سمجھانا مقصود ہے۔ اگر وہ ایک ہو تو کَ دو ہیں تو کُمَا اور زیادہ ہیں کُمْ۔ اگر جس کی طرف اشارہ ہے وہ بہت دور ہو تو ذا اور ضمیر کے پہلے ایک لام مکسورہ لگا دیتے ہیں جیسے ذٰلِکَ، ذٰلِکُمَا، ذٰلِکُمْ۔

اللہ عزّوجلّ کی صفتیں بیان کرنے کے بعد یہ سمجھاتا ہے کہ اللہ کو پہچانو۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کی خاص نشانیاں اچھی طرح کھول کر بتانے سے اس کی ایک صورت ذہن میں آجاتی ہے اور وہ ایسی صاف بنتی ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ پچھلے رکوع میں جو کام گنوائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے ان سب کاموں پر غور کر کے اللہ کا تصوّر واضح طور پر ذہن میں آجاتا ہے۔ اسی تصوّر کی طرف اشارہ کر کے اس آیت کو شروع کیا گیا ہے۔ یہ تصوّر گو ہمارے دل میں ہے لیکن جس کا تصوّر ہے وہ بہت بلند اور برتر ہے اور عظمت کے لحاظ سے بہت دور ہے۔ اس لیے اشارہ کی شکل ذٰلِکُمْ ہے۔

ارشاد ہے کہ جس میں اوپر کی بیان کی ہوئی سب صفتیں جمع ہیں یہ اللہ ہے اور یہی تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ اس لیے معبود فقط وہی ہے۔ سب چیزیں اسی نے پیدا کی ہیں۔ تم اس کی بندگی میں جھک جاؤ۔ سب کا کام بنانے والا وہی ہے۔ تم اس کی صفتوں اور کاموں پر دھیان جما کے اس کا تصور تو کر سکتے ہو لیکن تمہاری یہ موجودہ آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ وہ آنکھوں کی ساخت اور بناوٹ اور اس کی قوت سے اچھی طرح واقف ہے کیونکہ اس کی صفت خبیر ہے۔ یہ تمہاری موجودہ آنکھ تو ہوا وغیرہ کو بھی نہیں دیکھ سکتی۔ پھر اللہ تو اصلی معنی میں پورے طور پر لطیف ہے۔

اللہ کے پہچاننے کا طریقہ

انسان کی فطری خواہش ہے کہ وہ اللہ کو پہچانے۔ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر غافل ہوجائے تو اور بات ہے، ورنہ جہاں اسے ذرا سوچنے کی فرصت ملی وہیں اسے ان خیالات نے آکر گھیرا، کہ مجھے کس نے بنایا ہے۔ یہ آسمان کیا ہے۔ یہ چاند، سورج، ستارے، زمین، پہاڑ، دریا، سمندر کہاں سے آئے۔ یہ میری کھانے، پینے، پہننے، برتنے اور استعمال کرنے کی چیزیں مجھے کون دیتا ہے۔ شیطان انسان کو ایسے خیالات سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ اس کی کوشش فقط یہ ہے کہ اسے دنیا کے مزوں، لذتوں اور دھندوں میں ایسا پھنسا کر رکھا جائے کہ یہ سوالات اس کے دل میں آنے ہی نہ پائیں۔ اس لیے اول تو وہ انسان کو ان سب سوالوں کے سرسری جواب دے کر ان پر غور کرنے ہی سے روکنا چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ چیزیں تو ہمیشہ سے یونہی چلی آرہی ہیں۔ اور یونہی چلتی رہیں گی۔ ان سے تو فقط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ انسان سے کہتا ہے کہ اے انسان دیکھ دنیا میں کیسے کیسے مزے ہیں۔ فضول خیال چھوڑ اور مزے اڑانے کی کوشش کر۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان پر غور کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے لیے شیطان یہ سوچتا ہے کہ انہیں ایسے چکر میں پھنسانا چاہیئے کہ جس میں سے وہ نہ نکل سکیں۔ کیونکہ مقصد تو یہ ہے کہ وہ اللہ تک نہ پہنچیں۔ اس کے سوا وہ چاہے کہیں پہنچیں۔ شیطان کا مطلب حاصل ہے۔ اسے تو انسان کو جس طرح ہوسکے خدا سے روکنا ہے اور اس راستے سے دور رکھنا ہے جو سیدھا اللہ کی طرف پہنچاتا ہے۔

شیطان کے ان ہتھکنڈوں سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید دنیا میں بھیجا۔ جس کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کو پہچانے۔ اس لیے وہ انسان کو ان سوالات پر غور کرنے کی ہدایت کرتا ہے جن پر غور کرنے سے شیطان اسے روکتا ہے اور بجائے اس کے دنیا کی زندگی اور اس کی لذتوں میں پھنسا کر رکھنا چاہتا ہے یا یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ اللہ کے بغیر بھی فلسفہ اور سائنس کے ذریعے سارا کام چلایا جا سکتا ہے۔ پچھلی امتوں کو دیکھو ان سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کی زندگی کی حقیقت کچھ نہیں۔ اس کے آگے جو آخرت کی زندگی ہے وہی اصل زندگی ہے۔ جو یہ بات پہچان لیں گے۔ وہ ضرور قرآن پر ایمان لے آئیں گے۔ اور پھر قرآن انہیں بتائے گا۔ کہ دنیا میں کچھ نہیں رکھا۔ اصل چیز اللہ کی عبادت ہے اور عبادت کی صورت نماز ہے۔ نماز اس کو دنیا میں ہر وقت پھنسے رہنے سے روکے گی۔ اور اللہ کی معرفت کا سبق سکھائے گی۔ نماز پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں جی لگانے سے جان بڑی مشکل سے بچے گی۔ اور بعد میں سختی اور عذاب کے سوا کچھ نصیب نہ ہوگا۔ موت آنے میں کوئی شک نہیں۔ ہر ایک کو مرنا ہے۔ جب مرنا ہی ہے تو اس طرح مرنا چاہیئے کہ جان آسانی سے نکلے اور نکلتے ہی ہمیشہ کا چین اور آرام نصیب ہو۔ جو لوگ پچھلے دور کی امتوں پر غور کریں گے۔ ان کی سمجھ میں ان سوالوں کا جو پہلے بیان ہوئے سیدھا سادا جواب فوراً آجائے گا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اس کے آرام کے لیے دنیا کی سب چیزیں بھی اسی نے بنائیں۔ لیکن انسان کو اس لیے نہیں بنایا کہ دنیا میں پھنس کر رہ جائے۔ بلکہ اسے اس لیے بنایا ہے کہ اللہ کو پہچان کر اس کی عبادت کرے۔ اور اسی میں اپنی دونوں جہان کی بہتری سمجھے ورنہ نتیجہ ٹھیک نہیں۔ بہت برا انجام ہوگا۔

کامیاب کون ہے

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ
تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آچکیں
فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ
جس نے دیکھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا
فَعَلَیْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ (۱۰۴)
سو اپنے نقصان کو اور میں تم پر نگہبان نہیں
وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا
اور یوں ہم طرح طرح سے آیتیں سمجھاتے ہیں اور تاکہ وہ کہیں کہ
دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (۱۰۵)
تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ واضح کر دیں ہم اس کو سمجھ والوں کے واسطے

بصائر: نشانیاں۔ بصیرۃ کی جمع ہے جو بصر سے بنا ہے۔ بصر کے معنی بینائی کے اور دیکھنے کے ہیں لیکن دیکھنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک ظاہری آنکھ سے دیکھنا۔ اس کے لیے بصارۃ کا لفظ مستعمل ہے اور ایک دل کی آنکھ سے دیکھنا جیسے سمجھ کہتے ہیں۔ اس کے لیے بصیرۃ کا لفظ مستعمل ہے دونوں بصر سے بنے ہیں۔ یہاں بصیرت سے مراد وہ چیز ہے جس سے سمجھنے میں مدد ملے جیسے دلیل، نشانی، علامت وغیرہ۔

حفیظ: نگہبان۔ اسم صفت ہے اور حفظ سے بنا ہے۔ حفظ کے معنی ہیں دیکھ بھال اور نگہبانی۔ حفیظ سے یہاں مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کے کام دیکھنا رہے اور ان سے زبردستی کام کرائے۔ حفاظت اسی سے ہے جو بہت مستعمل ہے۔

نصرف: تصریف سے مضارع ہے۔ تصریف کا مادہ صرف ہے جس کے معنی ادل بدل کرنے کے ہیں۔ تصریف سے مراد ہے ایک ہی چیز کو مختلف شکلوں میں ظاہر کرنا۔ درست: پڑھا تو نے۔ ماضی کا صیغہ ہے اور درس سے بنا ہے۔ درس کے معنی پڑھنا سیکھنا۔ مدرسہ (پڑھنے کی جگہ) اسی سے بنا ہے۔

قرآن مجید اللہ عزوجل نے دنیا میں بھیجا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر آتے ہیں۔ پچھلی آیتوں میں قرآن کی حقیقت واضح طور پر کھول دی گئی ہے۔ جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ ان کے لیے اس کتاب سے بڑھ کر اس زندگی کے آرام حاصل کرنے کا طریقہ کہیں اور میسر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہاں کی زندگی بھی جیسی سنورنی چاہیے تھی نہیں سنور سکتی۔ اس کے بعد اللہ کی صفتیں بیان کی گئی ہیں تاکہ انسان اس کو اچھی طرح پہچان لے اور اس کا حکم بجا لانے کے لیے نماز پابندی کے ساتھ باقاعدہ پڑھے تو ان کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ زندگی کا ٹھیک تصور قائم کرنا۔ وہ یہ کہ زندگی مرنے سے ختم نہیں ہوتی بلکہ مرنے کے بعد دوسری زندگی شروع ہوتی ہے۔

۲۔ قرآن کی سچائی پہچان کر اس پر عمل کرنا

۳۔ اللہ کی صفتوں کا ٹھیک تصور قائم کرنا جس نے اپنے آخری رسول کی معرفت انسان کے پاس قرآن جیسا دستور العمل بھیجا۔

۴۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا۔ یہی اصول ہیں جنہیں قرآن کریم منوانا چاہتا ہے اور انہی کو بار بار اس میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی کی بابت اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس تمہیں سمجھانے کے لیے نشانیاں بھیج دی گئی ہیں (باقی اگلے سبق میں)

اندھے کا انجام

گو انسان کی آنکھ میں یہاں اتنی طاقت نہیں رکھی گئی کہ اللہ کو اور اصل حقیقت کو کھلم کھلا دیکھ لے۔ لیکن اس کو اتنی عقل دی گئی ہے کہ اس کی بھیجی ہوئی نشانیاں دیکھ کر غیب کی باتیں پہچان لے۔ یہ نشانیاں اس نے تمام عالم میں پھیلا رکھی ہیں ان نشانیوں کو دیکھ کر انسان کو چاہیئے کہ ان چار چیزوں کو اچھی طرح سمجھ لے جس پر اس کی بہبودی اور فلاح کا دارو مدار ہے۔ اور وہ چیزیں پچھلے سبق میں بیان ہو چکی ہیں۔ یعنی زندگی، قرآن اور اللہ کا صحیح تصوّر اور پھر یہ کہ اللہ کی تابعداری کے لیے جان و دل سے تیار ہو جائے۔ ان چار چیزوں کو انسان اللہ کی بھیجی ہوئی نشانیاں دیکھ کر بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

ان نشانیوں میں سب سے بڑھ کر نشانیاں قرآن مجید کی آیتیں ہیں۔ جن پر غور کرنے سے انسان کو یہ سب چیزیں معلوم ہو جائیں گی۔ زندگی کے پورے پورے معنی معلوم ہوں گے۔ کیونکہ قرآن اسے بتائے گا کہ ہر انسان کو مرنا ہے اور مرتے وقت بہت سے ارمان اور ارادے جو اس دنیا میں پورے نہیں ہو سکے۔ وہ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس کی ایک اور زندگی ہونی چاہیئے۔ جس میں اس کے یہ سب ارمان اور ارادے پورے ہوں۔ اور وہ آخرت کی زندگی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس کے لیے اسی دنیا میں تیاری کرے۔ اور قرآن شریف سے معلوم کرے کہ آخرت میں اپنے ارمان اور ارادے پورے کرنے کے لیے خود وہ ارمان اور ارادے کیسے ہونے چاہئیں اور ان کو آخرت میں پورا کرنے کے لیے اس دنیا میں زندگی کس طریقے سے گذارنی چاہیئے۔ پھر یہ معلوم ہوگا کہ انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اسی نے یہ دنیا کی اور آخرت کی زندگی مقرر کی ہے۔ اللہ کو اچھی طرح پہچاننا چاہیئے تاکہ اس کے رسول اور اس کی کتاب قرآن کی قدر و منزلت دل میں جم جائے۔ اور اس کے حکموں پر عمل آسان ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ سب کچھ پہچاننے کے بعد سب سے پہلا کام یہ ہے کہ نماز پابندی سے ادا کرے۔ یہ آیتیں اور نشانیاں بہت واضح اور صاف ہیں جو ان کو دیکھ لے گا اس کی جان کو چین نصیب ہوگا اور وہ اپنے آپ کو بہت بڑا فائدہ پہنچائے گا اور جو ان سے آنکھیں بند کر لیگا۔ اے رسول تو ان سے کہدے کہ میں تمہیں قرآن سمجھا سکتا ہوں اور عمل کا طریقہ بتا سکتا ہوں لیکن یہ میرا کام نہیں ہے کہ تمہیں زبردستی باتیں سمجھاؤں اور ٹھیک راستے پر چلاؤں کیونکہ مجھ کو تمہارے اوپر نگران نہیں مقرر کیا ہے کہ تم سے مزدوروں کی طرح کام لوں۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول دیکھ کہ ہم ایک ہی بات کو کتنے طریقوں سے بار بار بیان کرتے ہیں۔ یہ ہماری شانِ رحیمی کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی آیتوں کو طرح طرح ادل بدل کر انسان کے سامنے رکھیں اور نئے نئے بیان سے اس کے ذہن میں سچی باتیں بٹھائیں۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ ان میں سے سب ان کے سمجھنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کے اثر کو یہ کہہ کر اڑا دینے کی کوشش کریں گے۔ کہ تو کہیں سے ان آیتوں کو کسی سے پڑھ کر سیکھ آیا ہے اور اس سے یاد کی ہوئی باتیں ہمارے سامنے دہراتا ہے لیکن اس سے کچھ حرج واقع نہ ہوگا کیونکہ سمجھدار اور جاننے والے لوگ انہیں سچ سمجھیں گے۔ ہمارے طریقِ بیان سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس سے جو غرض ہے وہ بخوبی پوری ہوگی یعنی عقلمندوں پر ہماری باتیں اچھی طرح واضح ہو جائیں گی۔ گو نادانوں کے پلے کچھ نہ پڑے ؛

وحی پر چلنے کا حکم

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ
تو اس پر چل جو تیرے رب کی طرف سے تجھ کو
رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ
حکم آیا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے
عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
منہ پھیر لے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ
مَآ اَشْرَكُوْا ؕ
لوگ شرک نہ کرتے

اِتَّبِعْ (پیروی کر) اِتّباع سے امر کا صیغہ ہے۔ اتباع تبع سے بنا ہے۔ تبع کے معنی پیچھے پیچھے چلنا۔ اتباع کے معنی بھی یہی ہیں کسی کے حکم اور طریقے پر چلنا۔

اَعْرِضْ (منہ پھیر لے) امر کا صیغہ ہے اور اعراض سے بنا ہے۔ اعراض عرض سے ہے جس کے معنی کنارے کے ہیں۔ اعراض کے اصل معنی ہیں ایک کنارے ہو جانا۔ کسی کی طرف سے کسی کے منہ پھیر لینے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص اس سے کنارہ کش ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ منہ پھیر لے کیا گیا ہے اور یہ اسی معنی میں مستعمل ہے۔

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے قرآن مجید کی آیتیں انسان کے دل کی آنکھیں کھولنے کے لیے بھیجی ہیں اور ان کو ان کے ذریعے سے طرح طرح سے سمجھایا ہے۔ پھر بھی بعض لوگ کہیں گے کہ یہ آیتیں اللہ کی طرف سے نہیں ہیں۔ اس آیت میں اسی بات کو اور واضح کرکے بیان کیا گیا ہے۔ اور طرزِ بیان بدل دیا ہے۔ سبحان اللہ! انہی آیتوں میں نبی کا ذکر بھی ہے اور انہی میں اس کی مثال بھی ہے۔ ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول! ان کو کہنے دے کہ قرآن تو نے کسی سے طریقہ سیکھ کر خود ہی گھڑ لیا ہے۔ حقیقت تو یہی رہے گی کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو تیرا رب ہے اور اس نے وحی کے ذریعے تیری طرف نازل کی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جس کے سامنے اپنا عاجز ہونا ظاہر کیا جائے۔ کوئی نہیں جس کے سامنے انسان خادموں کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جس کے سامنے عاجزی کے ساتھ سر جھکائے ماتھا زمین پر ٹیکے ادب سے ذلیلوں کی طرح بیٹھے۔ کوئی چیز مانگے، سوال کے لیے ہاتھ پھیلائے یا سمجھے کہ سوا اس کے کسی اور کو بھی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار ہے۔ ظاہر ہے کہ تیرا یہ راستہ ان لوگوں سے الگ ہے جو اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے ہیں۔ ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہمیں کچھ دے سکتے ہیں یا لے سکتے ہیں۔ یہ لوگ مشرک ہیں ان سے کنارہ کشی اختیار کر۔ ان سے منہ پھیر لے اور ان سے کوئی سروکار نہ رکھ اور یوں سمجھ لے کہ اللہ کے ہاں انسان کو زبردستی سیدھے راستے پر چلانے کا قاعدہ نہیں ہے۔ اس نے اپنے علم و حکمت سے انسان کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا ہے کہ دنیا میں اپنے رسول بھیجے اپنی کتاب بھیج دی۔ کتاب میں سارے حکم کھول کر رکھ دیے اور انسان کو اختیار دے دیا کہ اپنی عقل کو کام میں لائے۔ اللہ کی کتاب سنے۔ اس کے رسولوں سے اس پر عمل کرنے کا طریقہ سیکھے اور پھر اپنے ارادہ و اختیار سے اس طریقہ پر چلے۔ اللہ چاہتا تو سب کو زبردستی مسلمان بنا دیتا لیکن اس نے

زبردستی نہیں ہے

وَ مَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ
اور نہیں کیا ہم نے تجھ کو اوپر ان کے دیکھ بھال کرنے والا
وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾
اور نہیں تو اوپر ان کے مسلّط

وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ
ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان نہیں کیا
وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾
اور تو ان پر داروغہ نہیں ہے

حَفِيْظٌ کے معنی سبق ۱۴۰ میں گذر چکے ہیں یعنی نگران۔

وَكِيْلٌ: اس کے معنی سبق نمبر ۳۰ گذرے۔ اس سے مراد یہاں وہ شخص ہے جو دوسروں سے زبردستی کام لینے پر مسلط کیا گیا ہو۔

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ اللہ کو منظور ہوتا تو یہ لوگ شرک کرتے ہی نہیں جس سے سمجھ میں آگیا کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنانا مقصود نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ لوگ سوچ سمجھ کر اپنے نفع نقصان کا اندازہ کر کے اپنے ارادہ اور اختیار سے اسلام کے راستہ پر چلیں۔ اس سے ان کا دونوں جہان کا بھلا ہوگا۔ جب اللہ زبردستی کسی کو شرک سے بچانا نہیں چاہتا اور نہ اسلام کا راستہ ان کے سر جبراً ان کی مرضی کے ڈالتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس نے رسول اس لیے نہیں بھیجے کہ لوگوں کو ڈنڈے مار مار کر ٹھیک راستے پر چلائیں۔ یہ طریقہ تو گدھوں کے چلانے کا ہوتا ہے۔ انسان جیسی سمجھ دار ہستی پر زبردستی کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ اس کے سامنے سیدھا راستہ کھول دینا چاہیے اور اس کی قطعی علامتیں اور نشانیاں مقرر کر دینی چاہئیں تاکہ جس کی عقل ان نشانیوں کو دیکھ کر سیدھا راستہ پہچان لے اور اس پر چلنے کے لیے تیار ہو وہ چلے۔ اور جو شخص نہ چلنا چاہے وہ اپنا سر کھائے۔ دونوں کے کیے کے پھل انہیں ملیں گے۔ کچھ اسی زندگی میں اور کچھ مرنے کے بعد کی زندگی میں یہی بات اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول ہم نے تجھ کو ان پر نگران اور چوکیدار مقرر نہیں کیا ہے کہ ہر وقت ان کو دیکھتا رہے۔ اور کسی کو غلط راستہ پر نہ چلنے دے۔ تیرا کام فقط ہماری آیتوں کو ان کے سامنے کھول کر بیان کرنا۔ اور ان کے مطابق عمل کرنے کا طریقہ مقرر کر دینا ہے اور جو تیری بات مان کر تیرے مقرر کیے ہوئے طریقہ پر اپنی رضامندی اور خوشی سے چلنا چاہے ان کی رہنمائی کرنا ہے۔ تجھے ان سے کوئی کام نہیں۔ جو شرک ہی کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور تیری بات نہیں سنتے۔

ہم نے اے رسول تجھ پر یہ فرض نہیں کیا ہے۔ کہ تو ہر ایک کو پکڑ پکڑ کر ان کی مرضی کے بغیر توحید پر قائم کرے اور کہے نہیں اللہ کو ایک ماننا ہوگا۔ اور کسی کو اس کے برابر نہ ٹھہرانا ہوگا۔ اور جو شرک کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ اسلام کوئی پولیس کا محکمہ نہیں ہے۔ اور نہ تو کوئی پولیس افسر یا داروغہ ہے کہ ہر ایک کے سر پر ڈنڈا لیے کھڑا رہے۔ اور جو تیرا حکم نہ مانے اس کے ڈنڈا رسید کرے یا قید خانے میں ڈال دے یا کوئی اور سزا دے۔ چنانچہ تو ان پر نہ حفیظ ہے نہ وکیل۔ اس آیت میں صاف حکم ہے کہ دین میں زبردستی نہیں چلتی۔ انسان میں اتنی عقل اس کے پیدا کرنے والے نے رکھ دی ہے کہ جس سے وہ اپنے نفع اور ضرر کو اپنی بھلائی اور برائی کے راستہ کو خود پہچان سکتا ہے۔

غور کا مقام

یہاں ٹھہر کر پچھلی چند آیات پر غور کیجیے۔ صفحہ نمبر ۲۲۲ کی آیت میں سب انسانوں سے کہا گیا ہے کہ اللہ نے اپنی آیتیں تمہارے پاس بھیج دی ہیں۔ اور وہ تمہارے پاس آ چکی ہیں۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے ان آیتوں کے ماننے سے ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ تمہارے نہ ماننے سے ہمارا کوئی نقصان ہے۔ ہم نفع و نقصان سے بالاتر ہیں۔ لیکن تمہارے لیے ان کے ماننے میں فائدہ ہے اور نہ ماننے میں نقصان ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے۔ کہ ہم نے یہ آیتیں طرح طرح سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بعض لوگ انہیں نہیں مانیں گے۔ اور تجھ سے یہ کہیں گے کہ ادھر ادھر سے سیکھ سکھا کر تو نے کچھ عبارتیں یاد کر لی ہیں۔ وہی تو ان کے سامنے دہراتا رہتا ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ سمجھ دار لوگ ہماری آیتوں سے اور ان کے دہرانے سے بہت متاثر ہوں گے اور ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اس کے بعد رسول علیہ السلام کو ارشاد ہے کہ یہ آیتیں تو نے کسی انسان سے نہیں سیکھی ہیں۔ یقین کر کہ یہ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہیں۔ اس لیے ان کے مطابق چل اور سمجھ لے کہ تیرا رب وہی ایک اللہ ہے۔ جس کے سوا کسی کی عبادت بجز حماقت اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ معبود فقط وہی ہے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ جو لوگ کسی بات میں اس کے برابر کسی اور کو مانتے ہیں وہ مشرک ہیں۔ ان سے کوئی سروکار نہ رکھ۔ تیرا کام سمجھا دینا ہے۔ ہم نے تجھے ان کا نگران مقرر نہیں کیا ہے۔ کہ ان کے اعمال کا جائزہ لینا ہے اور نہ ان پر داروغہ بنا کر بھیجا ہے کہ ان کو مار مار کر سیدھا کرے۔

یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے۔ وہی ان کی امت کے لیے ہے۔ ہم کو خدا کے فضل سے آپ کی امت ہونے کا فخر اور شرف حاصل ہے۔ ہمیں اپنا طرز عمل اسی کے مطابق بنانا چاہیے۔ جو باتیں یہاں سے صاف صاف سمجھ میں آتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ ہمارا کام یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں میں جو حکم دیے گئے ہیں ان کے مطابق چلیں جن میں پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکیں اور سمجھ لیں کہ وہی ہمارا رب ہے۔ وہی ہمیں پالتا ہے۔ ہماری حفاظت کرتا ہے۔ اور ضرورت کی سب چیزیں ہمیں وہی دیتا ہے۔ اس کے سوا نہ کسی میں کچھ دینے کی طاقت ہے نہ چھیننے کی۔

۲۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ضرور رہیں گے۔ جو قرآن مجید کو کوئی اہمیت نہ دیں گے۔ ان کے ساتھ ہمیں کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ صفحہ نمبر ۲۲۴ کی آیت سے سمجھ میں آتا ہے کہ جب تم ان کو قرآن کے الفاظ پہنچا دو۔ اور ان پر عمل کر کے دکھا دو کہ بہتری کا یہی طریقہ ہے۔ تو پھر اپنے عقائد اور اعمال کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ تم ان کو زبردستی مسلمان کرو۔ باقی دنیا کی زندگی میں تم اور وہ برابر ہو۔ اس زندگی میں تمہیں ان پر کسی طرح کی فوقیت جتانے کا حق ہے اور نہ تمہیں اپنے برتاؤ سے انہیں اپنا دشمن بنانا چاہیے۔ جب تک وہ تمہیں نہ ستائیں تمہیں ان کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ اور تم دونوں انسان ہو۔ اور ایک جگہ رہنے سہنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ اس لیے ان کے ساتھ عدل و احسان کے مطابق سلوک کرو۔ اور ان کے اوپر خواہ مخواہ بڑا بن کر چھا جانے کی کوشش نہ کرو۔ اسلام یہ ہے کہ نہ تم اپنے آپ کو خواہ مخواہ اوروں سے بڑا سمجھو اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھو۔ تمہارا چال چلن اگر اچھا ہے تو تمہیں دیکھ کر وہ خود اچھا بنیں گے۔

رواداری کی تعلیم

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
اور نہ گالی دو ان کو جنہیں یہ پکارتے ہیں
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ
اللہ کے سوا پس وہ گالیاں دینگے اللہ کو
عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ
گستاخی سے بے سمجھے بوجھے

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
اور تم ان کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں تم لوگ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ
ان کو برا نہ کہو پس وہ اللہ کو بے ادبی سے
عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ
بغیر سمجھے برا کہنے لگیں گے

لَا تَسُبُّوْا (مت برا کہو) نہی کا صیغہ ہے اور سَبٌّ سے بنا ہے۔ سب کے معنی ہیں گالیاں دینا۔ برا کہنا۔ حقارت کرنا۔

عَدْوًا (بے ادبی سے) عدو کی دوسری شکل عُدْوَانٌ ہے۔ اس کے اصلی معنی ہیں مناسب حد سے آگے نکل جانا۔ اس سے مراد یہاں بے ادبی اور گستاخی ہے۔

پچھلی آیتوں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ مسلمانوں کو خواہ مخواہ دوسروں کو برا بھلا نہ کہتے رہنا چاہیئے۔ بلکہ اپنی ساری توجّہ اس میں صرف کرنی چاہیئے کہ اپنے عقیدے درست کریں۔ اور اپنے چال چلن، اخلاق اور برتاؤ سے دُنیا کے اوپر ثابت کر دیں کہ وہ تمام انسانوں میں سب سے افضل ہیں۔ اس سے پہلے ہم یہ سمجھ چکے ہیں کہ تبلیغ کے اصل معنی یہی ہیں۔

اوپر کی آیتوں میں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ دنیا کے اندر سبھی قسم کے لوگ رہیں گے۔ ایک دوسرے کو خواہ مخواہ نیست و نابود کرنے کی کوشش یا ان کو دبا کر رکھنے اور اپنے آپ کو ان پر مسلط کرنے کا ارادہ فضول اور تضیعِ وقت ہے اور انسانوں کے طریقے کو چھوڑ کر وحشی درندوں کا شیوہ اختیار کرنا ہے۔ قرآنی طریقہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی سے لڑنے کی پہل نہ کرو۔ اس کو اپنے طرزِ عمل سے اپنا دشمن مت بناؤ۔ اور جو تمہیں نہ ستائے بلکہ اچھے سلوک سے پیش آئے تمہیں بھی اس کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا چاہیئے۔ آپس میں امن و امان قائم کرو۔ تمہاری توجہ فقط اس طرف ہونی چاہیئے۔ کہ نیک اخلاق اور اچھے کاموں میں تم سب سے آگے آگے اور سب سے بڑھ کر نظر آؤ۔ دوسروں کے ساتھ فضول جھگڑے مول لیتے رہو گے۔ تو تمہارا سارا وقت انہی کے اندر ضائع ہو جائے گا۔ اور تم قرآن کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنی اصلاح اور درستی کا کام جیسا چاہیئے نہ کر سکو گے۔ اس آیت میں اسی مطلب کی اور زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! اور لوگوں کے معبودوں کو خواہ وہ کوئی ہو برا نہ کہو انہیں گالیاں نہ دو۔ ان کی تحقیر نہ کرو۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ بھی جوش میں آ کر بے سمجھے بوجھے تمہارے معبود یعنی اللہ عزّ و جل کے ساتھ بے ادبی سے پیش آئیں گے گستاخی اور دریدہ دہنی سے اس کو نعوذ باللہ گالیاں دینی شروع کر دیں گے اور اس قسم کا جوش بالکل فطری ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔ یہ وہ سنہری اصول ہے جس کو مضبوطی کے ساتھ گرہ میں باندھ لینا چاہیئے۔ اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی کو یا کسی کے عزیز یا بزرگ کو گالیاں دو گے ــــــــــــــ تو وہ تمہیں اور تمہارے عزیزوں اور بزرگوں کو گالیاں دے گا۔ اس لیے اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور خیال رکھو کہ تمہاری کسی بات سے دوسروں کی توہین اور تحقیر نہ ہو۔ ورنہ وہ تمہاری تحقیر اور توہین کرے گا۔

ہر ایک کو اپنا اپنا طریقہ پسند ہے

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

اسی طرح ہم نے ہر ایک فرقے کی نظروں میں ان کے عمل کو مزین

ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ

کر دیا پھر ان سب کو اپنے رب کے پاس پہنچنا ہے تب وہ ان کو

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٠٨)

بتلا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٠٨)

مزین ... تزیین سے بنا ہے۔ زین کے معنی ہیں ... زینت ... صفائی ستھرائی، تزیین کسی کو بنا دینا سنگھار کر کے اس کو خوبصورت اور پسندیدہ بنا دینا خواہ ... خوبصورت نہ ہو۔ مزین اسی سے اسم مفعول ہے یعنی وہ جس کی تزیین کر دی گئی ہو۔

امت: یہ لفظ پہلے گزر چکا ہے وہاں اس کے معنی بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امت آدمیوں کا وہ گروہ ہے جس کے عقیدے اعمال زندگی اور اخلاق کے اصول ملتے ہوتے ہوں خواہ وہ ایک ملک میں ہوں یا مختلف ملکوں میں۔

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ کسی کے معبودوں کو گالی نہ دو۔ ورنہ وہ جوش میں آ جائے گا اور بے سوچے سمجھے اللہ کو جو تمہارا واحد معبود ہے گالیاں دینے لگے گا۔ اس کی وجہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے ... وہ یہ ہے کہ دنیا میں ہم نے طریقہ ہی یہ رکھا ہے کہ ہر امت اپنے ہی طرز عمل کو پسند کرتی ہے۔ اور اپنی اختیار ... باتیں آسانی سے نہیں چھوڑتی۔ اس لیے یہ امید رکھنا کہ وہ تم کو اپنے سے بہتر اور افضل ایک دم مان لیں گے۔ فضول ہے۔ دنیا میں اس کے بغیر چارہ نہیں کہ ہر ایک کو اس کے حال پر چھوڑا جائے اور اپنے طرز عمل سے اپنے آپ کو سب سے اچھا بنا کر دکھایا جائے۔ اس دنیا میں اللہ نے سب کو قائم رکھنے اور پالنے کا ذمہ لیا ہے اور وہ سب کا رب ہے۔ ہاں مرنے کے بعد ان سب کو اپنے رب کے سامنے جا کر جمع ہونا ہے وہاں وہ اس کا فیصلہ کر دے گا کہ کون اچھا ہے اور کون برا۔

مسلمانوں کو اس آیت میں دنیا کے اندر رہنے کا طریقہ ایسی اچھی طرح سمجھایا ہے کہ کوئی کیا سمجھائے گا۔ جس زمانے میں مسلمانوں کو بری طرح ستایا جا رہا تھا اور ان کی ایذا میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جا رہی تھی۔ قرآن مجید ان کو تحمل اور بردباری کا سبق سکھا رہا ہے۔ ہمیں اس سبق سے آج اور بھی زیادہ کام لینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو اس زمانے میں جس قدر تحمل، برداشت اور رواداری چاہیے، وہ ان میں نظر نہیں آتی۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہمارے گزشتہ طرز عمل نے ہم کو خاص طور پر آج کل طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ اس لیے اس پر بگڑنے کی بجائے اپنے سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

نہ ماننے کے سو بہانے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ
اور قسم کھائی انہوں نے اللہ کی زور کی قسموں سے
لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
البتہ اگر آئے ان کے پاس کوئی نشانی تو وہ ضرور ایمان لائیں گے
بِهَا
اس پر

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ
اور وہ تاکید سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ
لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو اس پر ضرور
بِهَا
ایمان لائیں گے

جَھْد سخت کوشش مادہ ج۔ھ۔د کے معنی کوشش کرنا ہیں۔ اب اگر یہ کوشش ایسی ہو جس میں پوری طاقت لگانی اور سختی جھیلنی پڑے تو اس کو جَھْد (جیم کے زبر سے) کہتے ہیں اور معمولی کوشش کو جُھد (جیم کے پیش سے) کہتے ہیں۔ جہاد بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی کے مقابلے میں کوشش کرنا۔ اسی کو مجاہدہ بھی کہتے ہیں خاص کر اپنی بُری خواہشوں کو دبانے کی کوشش

اَیْمَان قسمیں یمین کی جمع ہے قسم کو کہتے ہیں۔ پہلے گذر چکا ہے۔ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ اپنی قسموں میں سے بڑی سخت قسم۔ یہ لوگ مشرک تھے مگر اللہ کو سب سے بڑا مانتے تھے اور اللہ کی قسم ان کے ہاں سب سے بڑی سخت قسم سمجھی جاتی تھی۔

اس سے پہلی آیت میں مسلمانوں کو صبر و تحمل سے کام لینے کو کہا گیا تھا تاکہ کافر لوگ ان کی بدزبانی سے مشتعل نہ ہو جائیں اور کہنے لگیں کہ مسلمان تو منہ پھٹ اور بداخلاق لوگ ہیں۔ ان کی بات ماننے کے قابل نہیں۔ احتیاط سے کام لینے کی اس لیے اور بھی ضرورت ہے کہ دنیا میں ہر ایک کو اپنا ہی طریقہ بھلا لگتا ہے۔ پرانی عادتوں کو انسان مشکل سے چھوڑتا ہے۔ اور اس کو نہ چھوڑنے کے لیے اسے ہزاروں بہانے مل جاتے ہیں۔ اس لیے تم اپنی بدزبانی سے ایک اور بہانہ ان کے لیے نہ پیدا کرو۔ مثلاً:

مکّے کے مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ سے کہتے کہ تم کہتے ہو موسیٰؑ لاٹھی کو اژدہا بنا دیتے تھے۔ عیسیٰؑ مردوں کو جلا دیتے تھے۔ مٹی کے جانور بنا کر اپنی پھونک سے انہیں زندہ کر دیتے تھے۔ اور بھی معجزے بہت سے نبیوں کے بیان کرتے ہو تم بھی کوئی ایسی ہی صاف نشانی اپنی نبوّت کی لاؤ۔ آپ نے پوچھا تم کیا نشانی چاہتے ہو۔ کہنے لگے اور کچھ نہیں تو اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دو۔ آپ نے کہا اگر یہ پہاڑ سونے کا ہو گیا تو تم ایمان لے آؤ گے۔ انہوں نے کہا ہم بڑے زور کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے چاہا کر دعا کریں اور مسلمانوں نے بھی آپ سے درخواست کی کہ دعا فرمایئے۔ اگر اسی طرح ان کو ہدایت نصیب ہو جائے تو مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ارشاد ہے کہ یہ مشرک لوگ بڑے زور کی قسم کھا رہے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر ہمارے پاس ایسی کھلی نشانی آ گئی مثلاً صفا پہاڑ سونے کا ہو گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے اور ہم سچ کہتے ہیں کہ ہم نہیں سچا نبی مان لیں گے بھلا ایسی کھلی نشانی کون جھٹلا سکتا ہے۔

اس سورت کے شروع میں بھی اس کا ذکر آ چکا ہے کہ مکّے کے مشرک کوئی ایسی نشانی مانگتے تھے جس کا انکار کسی سے نہ ہو سکے۔ اور یہ سب بہانہ بازیاں تھیں یہاں ان بہانہ بازیوں کی فطری وجہ بتائی گئی ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ نہ ماننے کے لیے طرح طرح کے بہانے کیوں ڈھونڈتے ہیں وجہ صرف یہ ہے کہ ان کی طبیعت خراب رسموں کی خوگر ہو گئی ہے۔ اور وہ انہیں سب سے اچھی معلوم ہوتی ہیں:

نشانیاں دیکھ کر بھی نہ مانیں؟

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا

تو کہہ دے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں مگر اے

يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ

مسلمانو! تم کو کیا خبر ہے کہ نشانیاں آویں تو یہ ایمان

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

لے ہی آویں گے

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا
يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

پچھلے سبق میں بیان ہو گزرا تھا کہ مشرک پہلے نبیوں کے معجزے اور نشانیاں سُن سُن کر ٹالنے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ کوئی نئی نشانی آئے مثلاً یہ صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں۔ اس کا جواب اسی سورت میں گزر چکا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے ان کو ایماندار بنانا منظور نہیں ہم نے اپنی نشانیاں پہلے ہی ان کے پاس بھیج دی ہیں۔ اور ان کے سمجھنے کی اُن کو کافی عقل دے دی ہے اور ہم عقل کا امتحان منظور ہے کہ دیکھیں یہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کو پہچانتے ہیں یا نہیں۔ یہاں اسی کی بابت پھر کہا گیا ہے کہ اللہ کے ہاں نشانیوں کی کیا کمی ہے اگر اس کے پاس نشانیاں نہ ہوں گی تو پھر کس کے پاس ہوں گی۔

ارشاد ہے کہ اے رسول! تم ان کے کہنے سے دعا مانگنے کے لیے تیار ہو گئے کہ یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے۔ مسلمان بھی ان کا کہنا ٹھیک سمجھنے لگے کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا ہو گیا تو یہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ آخر ایسی زبردست پکّی قسم کھا رہے ہیں۔ اس سے کیا پھریں گے۔ لیکن تمہیں سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ایسی نشانیوں کے آنے کے بعد اگر یہ ایمان نہ لاتے۔ تو مقررہ قاعدے کے مطابق عذابِ الٰہی نازل ہونا ضروری ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ اپنے پرانے رسم و رواج کی محبّت میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ یہ اس سے نکلتے نہیں معلوم ہوتے۔ اس کے بعد نہ ماننے کا کوئی اور بہانہ تلاش کریں گے۔ اس لیے ان سے کہہ دے کہ جتنی نشانیاں تم کہو اللہ کے پاس موجود ہیں اور اسی کے پاس ہو بھی سکتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد نہ مانا تو کہیں کے نہ رہو گے۔ اور اے مسلمانو! تمہیں کیا خبر، کہ نشانیاں آنے کے بعد یہ ایمان ضرور لے ہی آئیں گے۔ جن پرانے طریقوں پر یہ قائم ہیں ان کی محبّت ان کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ اور ان کی وجہ سے انہیں دنیا کے بہت سے فائدے پہنچ رہے ہیں۔ نشانیاں مانگنا تو ایک بہانہ ہے۔ اور قسمیں بھی اس لیے کھا رہے ہیں کہ انہیں اللہ کی قدرت کا اندازہ نہیں۔ اور ایسی نشانیوں کو جیسے سارا پہاڑ سونے کا ہو جانا یہ محال سمجھے ہوئے ہیں۔ اس لیے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایسی زبردست نشانی دیکھ کر ایمان ضرور لے ہی آویں گے۔ بلکہ ان کے لچھن تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اُسے جادو وغیرہ کہہ کر ٹال ٹول دیں گے۔ اور پھر اپنے ہی مشرکانہ طریقوں پر جمے رہنے کے لیے کوئی اور بہانہ کھڑا کر دیں گے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس میں مومن، کافر، مشرک وغیرہ سبھی رہیں گے اور ساتھ ہی ایسی نشانیاں بھی رہیں گی جنہیں دیکھ کر عقلمند اسلام کا راستہ اختیار کر لیں۔

پہلی ضد نہیں اب بھی رو کے گی

وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا
اور ہم الٹ دیں گے ان کے دل اور ان کی آنکھیں جیسے
لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ
نہیں ایمان لائے وہ اس پر پہلی بار اور چھوڑ دیں گے ہم ان کو
فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع
ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا
اور ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں الٹ دیں گے جیسے کہ
لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ
نشانیوں پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو
١٣ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع
١٧ ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑے رکھیں گے

اَفْـِٕدَةٌ (دل) فُؤَادٌ کی جمع ہے۔ فواد دل کو کہتے ہیں۔

یَعْمَهُوْنَ (بھٹکتے ہوئے) مضارع کا صیغہ ہے جو عَمَہٌ سے بنا ہے۔ عَمَہ کے معنی ہیں۔ بھٹ بیڑے مارنا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر جانا۔ بھٹکنا۔ دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ نے پختہ قاعدے مقرر کر دیے ہیں اور وہ انہی قاعدوں کے مطابق چل رہی ہے۔ کوئی چیز ان قاعدوں سے باہر نہیں جا سکتی۔ یہ قاعدے اللہ ہی کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کے مطابق جو کام بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے یعنی قرآن میں اسے اس طرح کہا جاتا ہے کہ اللہ نے کیا۔ مثلاً انسان کے دل پر بہت سی چیزوں کا اثر پڑتا ہے اور ایک دفعہ جس چیز کا گہرا اثر پڑ جائے تو پھر وہ مشکل سے جاتا ہے۔ انسان کوئی کام کرے تو اس کا اثر دل قبول کرے گا۔ لیکن جیسے وہ ہلکا ہوگا۔ اب اگر اس کام کو چھوڑ دیا تو وہ اثر جاتا رہے گا لیکن اگر پھر کیا تو اس پہلا اثر پہلے اثر کے ساتھ مل کر اور گہرا ہو جائے گا۔ اور اگر کرتا ہی رہا تو اثر گہرا ہوتا چلا جائے گا۔ اب اگر یہ کام اچھا ہے تو اس کا اثر بار بار کرنے سے جتنا بھی گہرا ہوگا اتنا ہی مفید ہوگا۔ اور اگر برا ہے اور اس کو چھوڑا تو اس کا اثر بھی ہر دفعہ گہرا ہوتا چلا جائے گا۔ اور جتنا گہرا ہوگا اتنا ہی مضر ہوگا۔ مکہ کے مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی سے رسول اللہ نہ مانا اور آپ کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ اور قرآن آیا تو اس کی آیتوں کا انکار کر دیا۔ اس انکار کا اثر جو ان کے دل پر ہوا اس کا نام اقرب ہے۔ انکار روز بروز بڑھتا گیا۔ نشانیوں پر نشانیاں آئیں۔ آیتوں پر آیتیں نازل ہوئیں۔ لیکن ان کا انکار بڑھتا گیا۔ اس سے ان کا اثر گہرا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ سارے دل کو ڈھانک لیا۔ گویا مہر لگ گئی۔ اور یہ سب اسی قاعدے کے مطابق ہوا کہ ایک چیز کے بار بار کرنے سے اس کا اثر دل پر گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ قاعدہ اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس لیے قرآن میں اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ہم ان کے دل پھیر دیں گے اور آنکھیں الٹ دیں گے کیونکہ انہوں نے شروع میں انکار کر دیا اور پھر برابر انکار کرتے چلے گئے۔ ارشاد ہے کہ ان کی پہلی ضد اور ہٹ دھرمی کے برابر جاری رہنے کا اور ایمان کے بجائے برابر انکار کرتے رہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اب جو بھی آیت یا نشانی آئے گی اس کا انکار ہی کریں گے۔ اور چونکہ انکار کا اثر بار بار کرتے کرتے گہرا ہو چکا ہے۔ اس لیے ہم آئندہ نشانی آنے پر بھی ان کے دل اور آنکھیں الٹے دیں گے اور وہ نہ کچھ سمجھ سکیں گے نہ دیکھ سکیں گے۔ اب ان کا یہ حال ہوگا کہ سرکشی اور ضد بڑھتی جائے گی۔ اس کے اثر سے دل سیاہ ہوتا چلا جائے گا اور وہ اس کے اندر بھٹکتے پھریں گے ؞

انوکھی نشانیوں کا مطالبہ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ
اور اگر ہم اتاریں ان کی طرف فرشتے
وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ
اور کلام کرتے ان سے مردے اور جمع کر دیں ہم ان پر
كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا
ہر چیز سامنے نہیں ہوا وہ کہ ایمان لائیں
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
مگر یہ کہ چاہے اللہ اور لیکن بہت سے ان میں
يَجْهَلُوْنَ (۱۱۱)
جانتے نہیں

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ
اور اگر ہم ان پر فرشتے اتاریں اور ان سے
وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ
مردے باتیں کریں اور ہم ہر چیز کو ان کے
كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا
سامنے زندہ کر دیں تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
نہیں مگر یہ کہ اللہ چاہے لیکن اکثر ان میں
يَجْهَلُوْنَ (۱۱۱)
جاہل ہیں

پچھلی آیتوں میں جو کچھ کہا گیا تھا۔ اس آیت میں اس کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ مشرک لوگ ایمان لانا تو چاہتے ہی نہ تھے.... صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاجواب کر دیں۔ اور انہی پر سارا الزام رکھ کر سستے چھوٹ جائیں اس لیے وہ ایسی نشانیاں مانگتے تھے جن کا لانا ان کے نزدیک مشکل تھا۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات مختلف طور پر سمجھائی گئی ہے کہ تمہارا کام عجیب وغریب نشانیاں دکھانا نہیں ہے۔

قرآن مجید جو دین پیش کرتا ہے کوئی گھڑا ہوا زبردستی کا دین نہیں۔ یہ وہ راستہ ہے جس کی بات کو انسان کی عقل ذرا سی توجہ سے سمجھ سکتی ہے کہ واقعی انسان کی بہتری کے لیے یہی راستہ درست ہے۔ جب تک انسان کا علم اس کی عقل کی رہنمائی کے لیے نہ تھا۔ ان کو معجزے دکھا کر صحیح دین کی طرف بلایا جاتا تھا۔ لیکن اب جب کہ انسان کا علم کافی ترقی کر گیا ہے۔ اور آگے اور بھی ترقی کی امید ہے۔ انسان کی عقل اس کی روشنی میں انسان کے بھلے برے میں اچھی طرح تمیز کر سکتی ہے۔ اس لیے لوگوں سے کہا گیا۔ کہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق غور کرو۔ وہ تمہیں سچائی کے پہچاننے کی کافی نشانیاں بتا دے گا۔ اب دین کو سمجھنے کے لیے کسی عجیب وغریب کرشمے کی ضرورت نہیں ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھیجتے۔ یا مُردوں کی ان سے باتیں کرا دیتے یا تمام اگلی پچھلی اُمتوں اور چیزوں کو ان کے سامنے لاکھڑا کر دیتے تو ان سے دین کے سمجھنے میں کچھ بھی مدد نہ ملتی۔ اس کے معنی تو یہ ہوتے کہ اللہ ان کو زبردستی ایمان والا بنانا چاہتا ہے حالانکہ اللہ کی سنت نہیں کہ لوگ زبردستی ایمان لائیں۔ اس کو تو یہ منظور ہے کہ لوگ عقل سے کام لے کر خوب سوچ سمجھ کر اسلام کو اختیار کریں قرآن مجید اسلام کو دلائل کے ذریعہ سمجھانا چاہتا ہے۔ زبردستی کا کوئی کام نہیں۔ پھر ایسی عجیب وغریب نشانیاں مانگنی فضول ہیں۔ جن سے سوچ سمجھ کو کوئی مدد نہیں ملتی۔ ایسی نشانیاں طلب کرنا محض ٹالنے کے لیے ہے ؛

نبی کے دشمن

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
اور اسی طرح کیے ہم نے واسطے ہر نبی کے دشمن
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ
شرارت کرنے والے آدمی اور جنّ ڈالتے ہیں
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
بعض ان کے طرف بعض کے بھڑک دار بات
غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ
بہکانے کو اور اگر چاہتا تیرا رب نہ کرتے وہ یہ بات
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
پس چھوڑ تو ان کو اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن کر دیے
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ
شریر آدمیوں کو اور جنّوں کو جو ایک دوسرے
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
کو فریب دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں
غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ
سکھاتے ہیں اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ

شیٰطین: سرکش شیطان کی جمع ہے۔ یہ لفظ بار بار قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ جو چیز انسان کو سیدھے راستے سے روکے یا بڑائی کی طرف لے جائے یا کوئی نقصان پہنچانا چاہے وہ شیطان ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا کوئی ایسی عورت ہو جو انسان کو دکھائی نہ دے۔

یوحی: دل میں ڈالنا۔ مضارع کا صیغہ ایحار سے ہے جو وحی سے نکلا ہے۔ اس کے معنی ہیں کوئی بات کسی طریقہ سے کسی کو بتا دینا۔ کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں وحی سے اس کے لغوی معنی ہی مراد ہیں۔ اصطلاحی معنی نہیں۔

زخرف: اوپر سے چمک دار، کوئی چیز جو اندر سے خراب ہو مگر اوپر سے ملمع وغیرہ کر کے چمکا دی گئی ہو۔

غرور: دھوکا اور فریب دینا۔ ظاہری آرائش کر کے کسی کو بری چیز پکڑا دینا۔ غرور کے لفظی معنی دھوکہ دہی ہیں۔ چنانچہ وہ شخص جو خود فریبی میں مبتلا ہو اسے مغرور کہا جاتا ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جو بات کسی مقررہ قاعدے کے مطابق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے یعنی اللہ کا کلام یوں ہوتا ہے کہ ہم نے ایسا کیا۔ ظاہر بات ہے کہ تمام قواعد و ضوابط اور ان کے نتائج اسی نے مقرر کیے ہیں۔ انہی قاعدوں کے مطابق عمل کے بعد نتیجہ میں کوئی ہدایت پاتا ہے کوئی گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اس کو یوں بیان فرماتا ہے کہ ہم نے ہدایت دی اور ہم نے گمراہ کیا۔ اور ہم چاہتے تو نہ کوئی گمراہ ہوتا اور نہ بہکاتا۔ ان الفاظ سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے مقررہ ضابطوں کی خلاف ورزی نہ کرتا تو اس کے نتیجہ میں ہم اسے گمراہ اور بدکار نہ ٹھیراتے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو شریر لوگ تیرے گرد جمع ہیں ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے گرد ان کے زمانے میں جمع کر دیے تھے یہ انسان اور جن دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ آپس میں شرارت کی باتیں ایک دوسرے کو سمجھاتے رہیں اور نیک لوگوں کے اور اللہ کے نبیوں کے ستانے پر ان کی باتوں میں کوئی جان نہیں ہوتی فقط ظاہری شکل کے لحاظ سے لبھانے والی ہوتی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو نیک بنا دیتا اور شرارت کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اگر اللہ جبر سے کام لیتا تو کوئی گمراہ نہ ہوتا لیکن ہدایت اور گمراہی اختیار کرنا اس نے خود انسان پر چھوڑ دیا ہے۔

بُرے لوگوں کے کام

وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ

اور تاکہ جھکیں اس کی طرف دل ان کے جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ

ایمان نہیں لاتے آخرت پر اور تاکہ پسند کرلیں اس کو

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور تاکہ کرتے رہیں جو کچھ وہ کر رہے ہیں

وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ

اور اس لیے کہ ان لمع کی ہوئی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل مائل

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

ہوں جن کو آخرت کا یقین نہیں اور وہ ان کو پسند بھی کرلیں

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور جو کچھ بُرے کام وہ کر رہے ہیں کیے جائیں

تَصْغٰى (مائل ہو) مضارع کا صیغہ صغوٌ سے بنا ہے جس کے معنیٰ جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔

يَقْتَرِفُوْا (کریں) مضارع کا صیغہ ہے اس کا مصدر اقتراف ہے جو قَرَفَ سے بنا ہے۔ قرف کے معنیٰ ہیں کمانا۔ اقتراف سے یہاں مراد ہے بُرے کام کرنا۔ مقترف اسی سے اسم فاعل ہے یعنی کرنے والا۔ مقترفون اس کی جمع ہے۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا ہے کہ دنیا میں جہاں بھلے لوگ ہیں وہاں بُرے بھی ہیں۔ بُرے لوگ ہمیشہ بھلوں کی مخالفت میں لگے رہے ہیں اور کبھی اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہیں آتے اور ان کی خواہشیں انہیں سیدھا راستہ دیکھنے سے روکتی ہیں۔ یہ کبھی نیک لوگوں کی بات نہیں سنتے ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ فوری مزے چاہتے ہیں اور انجام کو نہیں دیکھتے اور جو ان سے کہے کہ تمہارے کرتوت آگے چل کر تمہیں تباہ کر دیں گے۔ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں، ان کی باتیں کھوکھلی ہوتی ہیں ان کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ فقط ظاہری صورت چمکدار اور بھڑکیلی ہوتی ہے، جیسے بوسیدہ اور خراب چیزوں پر لمع کر کے لوگ اوروں کو دھوکا دیتے ہیں اور ان کو خراب چیز دے کر ان کی اچھی چیزیں لے لیتے ہیں۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے دوسروں کو ورغلاتے ہیں۔ اس لمع سازی اور جھوٹ کو سچ بنا کر دکھانے سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی جماعت بڑھ جائے اور لوگ ان کی باتوں کو پسند کر کے ان کے ساتھی ہو جائیں اور پھر سب مل کر واہی تباہی کام کرتے رہیں۔ کوئی ان کو کہنے سننے والا نہ ہو۔ مگر ان کا قابو انہی لوگوں پر چلتا ہے۔ جو اس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اس بات کو بالکل نہیں مانتے کہ مرنے کے بعد آخرت آئے گی، اور وہاں ان سب باتوں کا جو جو اس دنیا میں کی ہوں گی، حساب دینا پڑے گا اور بُرے کاموں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

اب اس آیت پر غور کیجیے — ارشاد ہے کہ یہ لوگ جھوٹی اور غلط باتوں پر دل لبھانے والا لمع کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں تاکہ نادان اور ناعاقبت اندیش لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں اور وہ ان کی باتوں اور کاموں کو پسند کرنے لگیں اور پھر سب مل کر شیطنت میں مصروف ہوں، بے حیائی کے کام کریں۔ اچھے لوگوں کا ناطقہ بند کر دیں۔ اور ہر طرح اپنا اُلّو سیدھا کریں۔ اس آیت میں انہیں لوگوں کی قلعی کھولی گئی ہے ؛

فیصلہ اللہ ہی کرسکتا ہے

اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّھُوَ الَّذِیْٓ
کیا پس سوا اللہ کے ڈھونڈوں میں منصف اور وہی ہے جس نے
اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ
اتاری تمہاری طرف کتاب کھلی ہوئی
وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ
اور جو لوگ کہ دی ہم نے ان کو کتاب وہ جانتے ہیں
اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ
کہ وہ اتاری گئی ہے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ
فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (۱۱۴)
پس نہ ہو تو شک کرنے والوں میں سے

اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّھُوَ الَّذِیْٓ
سو کیا اب اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں
اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ
حالانکہ اسی نے تم پر واضح کتاب اتاری
وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ
اور جن لوگوں کو ہم نے واضح کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں
اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ
کہ یہ کتاب تیرے رب کی طرف سے ٹھیک نازل ہوئی ہے
فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (۱۱۴)
سو تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو

اَبْتَغِیْ (ڈھونڈوں) مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر ابتغاء ہے۔ بغی کے معنی ہیں طلب کرنا۔ ابتغاء کے معنی ہیں ڈھونڈنا، تلاش کرنا اور چاہنا۔

حَکَمٌ (فیصلہ کرنے والا) یہ حکم سے بنا ہے۔ حَکَمٌ کے معنی قاضی، جج اور منصف کے ہیں۔

اَلْمُمْتَرِیْنَ (شک کرنے والے) اسم فاعل مُمْتَرِیْ کی جمع ہے۔ جس کا مصدر اِمْتِرَاءٌ ہے اور وہ مِرْیَۃٌ سے بنا ہے اور مِرْیَۃ کے معنی شک کے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ دنیا کے اندر انسان کو غلط راستے پر ڈالنے والے شیطان بہت سے ہیں اور وہ ہمیشہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ناعاقبت اندیش لوگوں کو پھندے میں پھنسانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اکثر لوگ جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں۔ ان لوگوں سے اللہ کے نبیوں کو ہمیشہ دکھ پہنچتا رہتا ہے۔ آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انہیں انسان نما شیطانوں سے کام پڑا اور آپ کے پیروؤں کو بھی ان سے سابقہ پڑتا رہے گا۔ حق کی تلاش کرنے والوں کو چاہیئے کہ ان کے نرغے میں پھنس کر اپنے ہوش وحواس گم نہ کریں اور اس آیت کو دیکھیں کہ وہ ان کو ایسی حالت کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا سبق سکھاتی ہے۔ اس میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طریق فکر بتایا گیا ہے۔ وہ انسان کی دینی حفاظت اور رہنمائی کے لیے اکسیر اعظم ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان کردے کہ کیا ان نادان لوگوں کے اور ہمارے درمیان اللہ کے سوا کوئی اور بھی فیصلہ کرنے والا ہوسکتا ہے جس نے انسان کی ہدایت کے لیے یہ کتاب مقدس (یعنی قرآن مجید) دنیا میں بھیج دی ہے اور اس کے اندر ساری کام کی باتیں خوب کھول کر صاف صاف بیان کردی ہیں۔ میں تو اسے چھوڑ کر کسی اور کو فیصلہ کرنے والا نہیں ٹھہرا سکتا۔ وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ پہلے سب لوگ جن کو کتابیں مل چکی ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ آخری کتاب تیرے رب کی طرف سے بالکل ٹھیک ٹھیک اور سچی باتیں لے کر آئی ہے۔ اس کی سچائی کی طرف سے کوئی شک اور شبہ ہرگز نہ گذرنا چاہیئے۔

قرآن مجید کے احکام اٹل ہیں

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا
اور پورا ہے کلام تیرے رب کا سچائی میں
وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ
اور انصاف میں نہیں کوئی بدلنے والا اس کے کلام کو اور وہی
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾
سننے والا جاننے والا ہے

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا
اور تیرے رب کی بات پوری سچی اور انصاف
وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ
کی ہے اس کی بات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾
سننے والا جاننے والا

عدل: (انصاف) اس کے معنی برابری کے ہیں۔ یعنی ایسی بات یا حکم جس میں نہ کسی کا نقصان ہو اور نہ کسی پہ کوئی زیادتی ہو۔

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ قرآن مجید دنیا میں بالکل ٹھیک باتیں لے کر آیا ہے، اس میں شک و شبہ نہ کرو، یہ ہر طرح سے قابل اعتماد کتاب ہے اور ہمیشہ کے لیے اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔ کوئی شخص اس میں سے ایک لفظ بھی اِدھر سے اُدھر نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا تغیر و تبدل کا اس میں خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیشہ جیسی ہے ویسی ہی رہے گی۔ اس آیت میں قرآن مجید کے ہمیشہ اور ہر وقت قابل اعتماد ہونے کے کچھ دلائل بیان کیے گئے ہیں مثلاً:

(۱) یہ اس کا کلام ہے جو سب کا رب ہے، اسی لیے انسان کا بھی رب ہے اور اس کی تربیت اسی کے ذمہ ہے۔ تربیت کے معنی ہیں ایک چیز کی ساری ضرورتیں پوری کر کے اسے رفتہ رفتہ کمال کو پہنچانا۔ انسان کی تربیت کے لیے ضروری تھا کہ اس کی عقل کو روشن کرنے کے لیے ہدایت کی صاف صاف روشنی دنیا کی بھیجے، یہ قرآن مجید وہی روشنی ہے جیسے ظاہری آنکھوں کے لیے سورج روشنی کا ذریعہ ہے ایسے ہی قرآن مجید باطنی آنکھوں کے لیے روشنی کا ذریعہ ہے (۲) اس میں ہر چیز واقعہ کے مطابق ہے (۳) اس پر عمل کرنے سے ہر شخص ظلم اور زیادتی سے محفوظ رہے گا (۴) اس میں کوئی کچھ رد و بدل نہیں کر سکتا (۵) اس کا بھیجنے والا ہر ایک کی بات سننے والا اور ہر ایک حکم کے موقع و محل کا اور ہر ایک کے دل کی بات کا جاننے والا ہے۔
اب آیت پر غور کیجیے:

ارشاد ہے کہ یہ کلام تیرے رب کا ہے جو تمام جہان کا بھی رب ہے۔ اس میں سچائی کوٹ کوٹ کر بھری ہے، نیز اس میں ہر ایک نقصان سے بچانے کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ کسی کی کیا مجال جو اس میں کچھ تغیر و تبدل کر سکے تمہیں کچھ ضرورت نہیں کہ کسی کی بات سنو اور اس کے ورغلانے میں آ جاؤ۔ جو کچھ کہنا ہے اپنے رب سے کہو۔ وہ سب کی سننے والا ہے۔ یہ تمہارے ارد گرد جو تمہارے بہکانے والے جمع ہیں۔ ان کو واقعات کا کچھ علم نہیں اور جس نے یہ قرآن تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اس کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ یہ لوگ تمہیں تمہارے نفع کی بات نہیں بتا سکتے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ انسان کے لیے کون سی چیز نفع مند ہے۔ اور کون سی چیز نقصان پہنچانے والی ہے۔ ان کی جہالت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عارضی لذتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں ۔

گمراہ کُن

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
اور اگر کہنا مانے گا تو بہت سوں کا ان میں سے جو زمین میں ہیں
يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنْ
بہکا دیں گے وہ تجھ کو راستے سے اللہ کے نہیں
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ
پیروی کرتے وہ مگر گمان کی اور نہیں وہ
اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (۱۱۶)
مگر اٹکل دوڑاتے

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
اگر تو ان لوگوں میں سے جو دنیا میں ہیں اکثر کا کہنا مانے گا
يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنْ
تو تجھ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ سب تو
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ
اپنے خیال میں چلتے ہیں اور سب
اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (۱۱۶)
اٹکل ہی دوڑاتے ہیں

اِنْ: یہ لفظ اس آیت میں تین جگہ آیا ہے۔ پہلی جگہ اس کے معنی "اگر" کے ہیں۔ دوسری اور تیسری جگہ اس کے معنی نہیں کے ہیں۔ اس لفظ کے یہ دو معنی یاد رکھنے چاہئیں۔ اکثر تو یہ اگر ہی کے معنی میں آتا ہے لیکن بعض جگہ اس کے معنی "نہیں" کے ہوتے ہیں۔

يَخْرُصُوْنَ: اٹکل کرتے ہیں۔ فعل مضارع ہے جو خرص سے بنا ہے۔ خرص کے معنی ہیں اندازہ اور اٹکل سے کوئی بات کہنا۔

پچھلی آیتوں میں قرآن مجید کی بابت بتایا گیا تھا کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ اس میں نہ شک و شبہ اور نہ کسی کی مجال کہ اس میں کسی طرح کا تغیر و تبدل کر سکے۔ اس آیت میں ایک اور حقیقت کو واضح کر کے قرآن مجید کی اہمیت ثابت کی ہے۔ اس کو اگر اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو زندگی کے سارے خرخشے ختم ہو جاتے ہیں۔ دنیا بھی آرام و آسائش کے ساتھ بسر ہو سکتی ہے اور آخرت کا دائمی عیش و آرام بھی میسر آ سکتا ہے۔ سمجھانا یہ ہے کہ دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ یقینی بات نہیں کہہ سکتے فقط گمان اور اٹکل سے کام لیتے ہیں اس کے برخلاف قرآن مجید کی ہر بات یقینی اور اٹل ہے اگر اس کو چھوڑ کر ان کی بات مانی جائے تو آدمی کو گمراہی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں تجھے اکثر لوگ ایسے ہی ملیں گے کہ ان کے کہنے پر عمل کرنے سے تو صحیح راستہ سے بھٹک جائے گا کیونکہ ان کی باتیں یقینی نہیں ہوتیں بلکہ محض گمان اور اٹکل پر مبنی ہوتی ہیں اور سیدھے راستہ پر اٹکل سے نہیں چلا جاتا بلکہ دنیا کے کام بھی بے ڈھنگے طور پر چلتے ہیں اور اگر کچھ درست ہوتے بھی ہیں تو اس وقت جب برسوں کے تجربے سے اس گمان اور اٹکل والی بات کا صحیح یا غلط ہونا ثابت ہو جائے۔ پھر اس کو یقین کے ساتھ دل جمعی سے کیا جائے یا چھوڑا جائے۔

ذرا سا غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اگر اللہ کے رسول دنیا میں نہ آتے اور انسان کو یقینی باتیں نہ بتاتے تو انسان اتنا بلد مہذب نہیں ہو سکتا تھا جتنا وہ اب نظر آتا ہے کیونکہ اس کو گمان اور اٹکل کی باتوں پر چلنا پڑتا اور وہ اس وقت تک ٹھوکریں ہی کھاتا رہتا جب تک تجربے سے اس کو ساری باتیں یقینی طور پر نہ معلوم ہو جاتیں جن پر اس کی معاشرت اور اخلاق کی بنیاد قائم ہے۔ یہ نبیوں کا کام تھا کہ اللہ کی طرف سے کتاب لا کر انسان کو وہ یقینی باتیں بتا دیں جن پر اس کی دائمی بہتری اور اصلاح کا دار و مدار تھا۔

گمراہی سے پناہ

اس آیت میں مسلمانوں کو دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنے کا گر بتایا گیا ہے جس کے مضبوط پکڑ لینے سے وہ کبھی نیچا نہیں دیکھ سکتے اور نہ کبھی راہِ راست سے بھٹک سکتے ہیں۔ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ لیکن سبق ساری امت کو سکھایا جارہا ہے۔ سبق بھی ایسا جو قیامت تک ہر زمانے اور ہر حال میں ان کے لیے مستقل ضابطۂ حیات بن کر رہے گا۔ اگر خدا نخواستہ انہوں نے کبھی اس پر عمل چھوڑ دیا تو کہیں کے نہ رہیں گے اور ان کی قومی ہستی حرف غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ اس آیت سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ اہل اسلام کو سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے سے ایک بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹنا ہے۔

ایک مسلم کو پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ انسان دنیا میں مسافر ہے دنیا میں آنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے گھر اور وطن سے نکل کھڑا ہوا۔ اب اسے منزل بہ منزل راستہ طے کرکے یہ سفر ختم کرنا ہے' اس سفر کا خاتمہ موت ہے مرجانے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کا سفر ختم ہوا اور انسان وطن میں پہنچ گیا۔ پیدائش سے لے کر موت تک اسے ایک خاصا لمبا چوڑا میدان طے کرنا ہے۔ اس میدان کا نام دنیا ہے۔ موت کے بعد یہ وطن میں داخل ہوگا۔ اس وطن کا نام آخرت ہے پہلے اسے قبر، قیامت، حشر، حساب کتاب' پل صراط کے مرحلوں سے گذرنا ہے۔ پھر یہ اپنے گھر پہنچ جائے گا جو یا جنت ہوگا یا دوزخ جنت آرام کا مقام ہے اور دوزخ بے چینی کی جگہ ہے۔

انسان کو اگر سیدھا جنت میں پہنچنا ہے تو اس کے لیے اس دنیا میں ایک راستہ مقرر ہے۔ یہ راستہ اللہ نے مقرر کیا ہے اور اس کے بتانے کے لیے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دے کر دنیا میں بھیجا ہے' اس راستہ سے بھٹکنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان سیدھی سڑک چھوڑ کر اندھیرے جنگل میں اتر گیا۔ خبر نہیں کہ کس جھاڑ جھنکار میں پھنس کر یا کونسی دلدل میں دھنس کر مر رہے اور موت کے آگے کے مرحلوں میں اس پر کیا گذرے اور دوزخ میں اس کی جان پر کیا بنے۔ اس سیدھے راستہ کو صراطِ مستقیم، صراط اللہ، صراط الانبیاء اور سیدھا راستہ کہتے ہیں۔ اس پر چلنے سے دنیا میں گڑھوں' دلدلوں' پریشانیوں سے بچے گا اور موت کے وقت آسانی ہوگی۔ آخرت کے مرحلے آسانی سے طے ہوں گے۔ جنت میں بنا بنایا آرام کا گھر رہنے کے لیے تیار ملے گا۔ یہ راستہ فقط قرآن مجید پر چلنے سے مل سکتا ہے۔ اس سے بہکانے کے لیے انسان کے بہت سے دشمن انہیں ان کی دنیاوی خواہشوں کے بلا روک ٹوک پورا کرنے کی طرف بلاتے ہیں اور قرآن مجید کہتا ہے کہ اپنی خواہشوں کو روک کر میرے کہنے کے مطابق عمل کرو اور جہاں میں روکوں رک جاؤ۔ انسان کا اصل دشمن جو اسے بلا روک ٹوک دنیا کی خواہشیں پوری کرنے کی طرف بلاتا ہے شیطان ہے' اور دنیا کے اکثر لوگ قرآن کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ اس لیے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ذریعے تمام انسانوں کو اور خاص کر امتِ مسلمہ کو ہدایت کی ہے کہ دنیا میں شیطان بہت ہیں ان کا کہنا نہ مانو اور قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

گمراہ اور ہدایت یافتہ

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ
بے شک تیرا رب وہی زیادہ جانتا ہے اس کو جو بہکتا ہے
عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾
اس کی راہ سے اور وہی زیادہ جانتا ہے راہ پانے والوں کو
فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ
پس کھاؤ اس سے کہ ذکر کیا گیا نام اللہ کا
عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ
اس پر اگر ہو تم اس کی آیتوں پر
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
ایمان لانے والے

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ
تیرا رب اس کو جو اس کی راہ سے بہکتا ہے خوب
عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾
جانتا ہے اور وہی ان کو جو اس کی راہ پر ہیں خوب جانتا ہے
فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ
سو تم اس جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام
عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ
لیا گیا ہے اگر تم کو اس کے حکموں پر
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
ایمان ہے

قرآن مجید جس وقت نازل ہوا، اس وقت دنیا کے تقریباً تمام لوگ اللہ کے راستے سے ہٹ چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قرآن مجید سنا کر لوگوں کو صحیح باتیں بتانی شروع کیں تو ان پر اپنے غلط راستوں کا چھوڑنا شاق گذرا۔ کیونکہ وہ ان کے عادی ہو چکے تھے اور نئی تنظیم میں انہیں اپنی موت نظر آتی تھی حالانکہ اصلی زندگی کا راز اسی میں پوشیدہ تھا۔

قرآن مجید کے طریقے پر مکہ کے لوگ اعتراض کرتے تھے۔ بجائے اس کے کہ اصل بات کے سمجھنے کی کوشش کریں، انہیں فقط اعتراض کرنے سے کام تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید نے جب موت سے مرے ہوئے مردہ جانور کا گوشت کھانے سے منع کیا اور اس کو حرام قرار دیا تو اس پر مکہ کے کافروں نے اپنی عادت کے مطابق ناک بھوں چڑھائی اور جو ان میں زیادہ سمجھ دار بنتے تھے انہوں نے کہا عجیب بات ہے کہ جس کو اللہ مارے وہ تو حرام اور جس کو انسان خود ذبح کر کے مارے وہ حلال۔ اس کا جواب سمجھانے کے لئے پچھلی آیتوں میں تمہید کے طور پر بیان کیا گیا کہ اللہ کے راستہ سے ہٹانے والے ظاہری بات کو بنا سنوار کر کہتے ہیں۔ لیکن ان کی باتوں میں دھوکے بازی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ حلال و حرام اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ اعتراض کی اصل جڑ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کو بھی ہماری خواہشوں کا پابند ہونا چاہیئے اور جیسے ہمارے بت ہمیں کچھ نہیں کہتے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، اسی طرح اللہ کو بھی ہم پر حکم نہ چلانا چاہیئے۔ پچھلی آیتوں میں ان کے خیالات کی غلط بنیاد کی قلعی کھولی اس آیت میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ حکم دینا اللہ کا کام ہے اور اس کا ماننا انسان کا کام ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے سے بھٹکنے والوں اور اس کے مقرر کیے ہوئے اور سیدھے راستہ پر چلنے والوں کو سب سے زیادہ اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کے واہی تباہی خیالات سے غلط راستہ ٹھیک نہیں ہو سکتا، غلط ہمیشہ ہی غلط رہے گا اس لیے تم ان نادانوں کے کہنے سننے کی پروا نہ کرو۔ یہ بات غلط ہے کہ جو جانور خود مر جائے اسے اللہ مارتا ہے اور جو ذبح کیا جائے اسے انسان مارتا ہے۔ سب کو اللہ ہی مارتا ہے لیکن ذبح کے وقت چونکہ اللہ کا نام لیا جاتا ہے اس لیے اس کے نام کی برکت سے اس کا کھانا حلال اور جائز ہو جاتا ہے، چنانچہ کوئی چیز اگر اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کی جائے تو وہ بھی حرام ہے خواہ اسے ذبح ہی کیا گیا ہو لہٰذا حلال ہونا فقط اللہ کے نام اور اس کے حکم سے ہے۔

بے بنیاد اعتراض

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
اور کیا ہوا تم کو یہ کہ نہیں کھاتے تم اس میں سے کہ لیا گیا نام
اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا
اللہ کا جس پر حالانکہ کھول دیا اللہ نے تمہارے لیے جو
حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
حرام کیا اس نے تم پر مگر جب کہ مجبور ہو جاؤ تم
إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ
اس کی طرف اور بے شک بہت سے البتہ بہکاتے ہیں
بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ
اپنی خواہشوں کے مطابق بغیر سمجھے بوجھے بے شک تیرا رب وہی ہے
أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ (۱۱۹)
زیادہ جاننے والا زیادتی کرنے والوں کو

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
اور کیا سبب ہے کہ تم اُن جانوروں سے جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہے
اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا
نہیں کھاتے اور جو کچھ کہ اس نے تم پر حرام کیا ہے وہ
حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
واضح کر چکا ہے سوائے اُن کے کہ جب اس کے کھانے پر مجبور
إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ
ہو جاؤ اور بہت لوگ اپنے خیالات پر بغیر تحقیق
بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ
بہکاتے پھرتے ہیں یقیناً تیرا رب
أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ (۱۱۹)
حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے

أَلَّا: اصل میں یہ دو لفظوں کا مجموعہ ہے اَنْ یہ کہ لَا نہیں ۔ نون کو لام میں ادغام کر دیا۔ اس لیے وہ بولنے میں نہیں آتا پھر اسے لکھنے میں بھی چھوڑ دیا۔

اُضْطُرِرْتُمْ (مجبور ہو جاؤ) ماضی مجہول کا صیغہ ہے اضطرار سے جو ضُرٌّ سے بنا ہے۔ ضر کے معنی تنگی۔ سختی۔ لاچارگی ہیں۔ اضطرار کے معنی ہیں تنگی میں پھنسانا۔ جس میں کوئی چارہ ہی نہ رہے۔

الْمُعْتَدِیْنَ: اسم فاعل مُعْتَدِیْ کی جمع ہے جو اعتداءٌ سے بنا ہے۔ اعتداء عدوان سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں سرکشی، زیادتی ۔ اعتداء کے معنی سرکشی کرنا۔ زیادتی کرنا یعنی کسی کام میں مقرر حد سے آگے بڑھنا اور قانون کی خلاف ورزی کرنا۔

بیان ہو چکا ہے کہ دنیا میں اکثر لوگ اپنی خواہشوں کے غلام بنے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی انہی کے مطابق چلانا چاہتے ہیں۔ لازم ہے کہ تم ان کی ظاہری بنیادی باتوں میں نہ آؤ بلکہ قرآن مجید کے کہنے پر چلو اور اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھاؤ۔ اس آیت میں اسی کی مزید وضاحت ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ ذبح کیے ہوئے جانور وہ ہونے چاہئیں جن کو تم پر حرام نہیں کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تمہیں اس سے پہلے واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ کون کون سی چیز تم پر حرام ہے ان چیزوں کو بجز اس حالت کے کہ تمہاری جان ہی نکلنے لگے مت کھاؤ۔ اس مقصد کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں یہ ہیں اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ (سوائے اس کے جس کے لیے تم مجبور ہو جاؤ) اس کے سوا جو حلال جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اسے شوق سے کھاؤ جس جانور کی موت کے وقت کوئی انسان اللہ کا نام لے کر اس کو ذبح کر دے۔ اس کا گوشت بھی حلال ہے۔ ان باتوں کو وہی سمجھتے ہیں جن کو حقیقت کا علم ہے مگر یہ لوگ سرکش ہیں۔ اللہ انہیں خوب جانتا ہے ؛

گناہ نہ کرو

وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ
اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ
بے شک وہ جو کماتے ہیں گناہ سزا دیے جائیں گے
بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
اس کی جو تھے وہ کرتے

وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ
اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ
بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ اپنے کیے کی
بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
سزا پائیں گے

يَقْتَرِفُوْنَ (کرتے ہیں) یہ اقتراف سے مضارع کا صیغہ ہے۔ اقتراف قرف سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسب و عمل اور کمانا۔

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو ٹھیک بات سوچتے اور درست کام کرتے ہیں۔ زیادہ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اپنی باگ ڈور اپنی خواہشوں کے ہاتھ میں دے دی ہے، جدھر وہ چلاتی ہیں ادھر چلتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی معرفت آپ کی امت کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی کے کہنے پر مت چلو۔ قرآن مجید میں جو لکھا ہے اس کے مطابق چلو اوروں کے کہنے پر چلنا گمراہی ہے اور قرآن مجید کے مطابق چلنا سیدھے راستہ پر چلنا ہے۔ اس آیت میں اسی بات کو اور طرح سمجھایا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ کھلا ہوا گناہ بھی چھوڑ دو اور چھپا ہوا گناہ بھی چھوڑ دو جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا ضرور دی جائے گی۔ اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

اگر کوئی کسی ایسے شخص کے کہنے سے جو قرآن مجید کے خلاف کہتا ہے کوئی کام کرے تو یہ کھلا گناہ ہوگا۔ اور اگر جو وہ کہتا ہے وہ کرے تو نہیں لیکن دل میں قرآن مجید کے حکم کے اندر شبہ کرنے لگے تو یہ چھپا ہوا گناہ ہوگا۔ ان دونوں سے بچنا چاہیے نہ ایسے شخص کے کہنے پر عمل کرے اور نہ اس کے کہنے سے قرآن کی طرف سے دل میں شبہ لائے۔

جو لوگ دوسروں کو ستانے سے چوری، رشوت، بدمعاشی سے فقط حکومت کے خوف سے بچتے ہیں کہ کہیں پولیس نہ پکڑ لے، اور حاکم سزا نہ دے۔ وہ بھی گنہ گار ہیں اور ان کا یہ فعل چھپا گناہ ہے۔ کیونکہ جب انہیں ایسا موقعہ ملے گا کہ نہ وہاں پولیس دیکھتی ہے نہ حاکم موجود ہے تو وہ نڈر ہو کر کھلم کھلا گناہ کر بیٹھیں گے۔ (۱۲) یعنی یہاں چھپے ہوئے اور کھلے ہوئے گناہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ گناہ پولیس اور حاکم کے خوف سے نہیں بلکہ اس لیے چھوڑے کہ قرآن مجید کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہے۔ اور تنہائی میں بھی اس لیے رکے کہ قرآن مجید نے منع کیا ہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو اس آیت کے مطابق دونوں کو سزا ملے گی کیونکہ پولیس اور حکومت کے خوف سے بُرے کام سے بچنے والے کا دل گنہگار رہے۔ اور اس کے گناہ کو اور کوئی جانے نہ جانے اللہ تو جانتا ہے۔ اسی طرح تنہائی میں گناہ کرنے والے کو کوئی روکنے والا نہیں لیکن وہ قرآن مجید کے حکم کو توڑ رہا ہے اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی سزا اسے دے گا۔

اس آیت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہمارا رب یعنی اللہ ہمیں ظاہر اور باطن دونوں کو پاک و صاف رکھنے کا حکم دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ نہ کسی کے سامنے گناہ کرو اور نہ تنہائی میں اور نہ اعضا سے کرو اور نہ دل سے گناہ ہر حالت میں گناہ ہے۔

غیر کے نام کا ذبیحہ حرام ہے!

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ
اور نہ کھاؤ تم اس میں سے کہ نہیں ذکر کیا گیا نام اللہ کا
عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
اور اس کے اور یہ کھانا البتہ گناہ ہے اور بے شک شیطان
لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ
البتہ وسوسہ ڈالتے ہیں طرف دوستوں اپنے کے تاکہ وہ جھگڑا کریں تم سے اور
اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع
اگر کہنا مانا تم نے ان کا تو بے شک تم ضرور مشرک ہو گئے

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ
اور جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ
عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
اور یہ کھانا گناہ ہے اور شیطان اپنے رفیقوں کے
لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ
دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور
اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہو گئے

فِسْقٌ: نافرمانی۔ شرع کے خلاف کام کرنا۔ جو ایسے کام کرے وہ فاسق ہے اس کے ہم معنی لفظ فاجر بھی ہے جو فجور سے بنا ہے۔ فجور کے معنی ہیں حد کو چیر کر باہر نکل جانا۔ فاجر وہ شخص ہے جو قانون کی حد کے اندر نہ رہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اس کا کھانا شرع کے خلاف ہے۔

يُجَادِلُوْكُمْ: تاکہ وہ جھگڑا کریں تم سے۔ مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر مجادلہ اور جدال ہے۔ باہم جھگڑنا۔ اصل میں یجادلون ہے۔ لام پہلے آنے سے نون گر گیا۔

اَوْلِيَآءُ: ولی کی جمع ہے۔ ولی کے معنی ہیں قریبی رشتہ دار۔ دوست۔ ساتھی اور رفیق۔

تشریح: پچھلی آیتوں میں یہ بیان ہوتا آ رہا ہے کہ کھانا انہی چیزوں کا حلال ہے جن کے کھانے کی اجازت اللہ نے قرآن مجید میں دی ہے لوگ چاہے جتنا قرآن کی باتوں کو جھٹلائیں تم اس کی پروا نہ کرو۔ ان کی بات پر عمل کرنا کیا ان کا خیال بھی نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا نخواستہ ان کی باتوں کو ذرا بھی وقعت دے کر قرآن کی طرف سے دل میں شک و شبہ پیدا ہو جائے۔ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت بے دھڑک کھاؤ جو آپ سے مر گیا ہو اسے ہرگز نہ کھاؤ۔ اس آیت میں بھی اسی کی بابت کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جس جانور کو اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔ وہ حرام ہے اس کا گوشت نہ کھانا چاہیے۔ ورنہ گناہ لازم آئے گا۔ کیونکہ قانون شرع کی خلاف ورزی ہو گی۔ شیطان اپنے تابعداروں کو یہ سکھاتے رہتے ہیں۔ کہ وہ تم سے کج بحثی کریں۔ مقصد یہ ہے کسی طرح تم شرع کے قانون کی پابندی نہ کرو۔ اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم میں اور مشرکوں میں فرق کیا رہ گیا۔ وہ بھی تو یہی کرتے ہیں کہ اللہ کو جیسے ماننا چاہیئے نہیں مانتے اس کے حکموں کی پروا نہیں کرتے۔ اس میں اپنی طرف سے مین میخ نکالتے ہیں اور کٹھ حجتی کرتے ہیں جیسے پہلے گذرا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے فیصلہ کے خلاف کسی اور کا فیصلہ ماننا بھی شرک ہے۔ ہاں اگر قرآن کے خلاف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں اگر قرآن کے خلاف ہو تو اس کا ماننے والا اس آیت کی رو سے مشرکوں میں شامل ہے۔

روشنی اور اندھیرا برابر نہیں

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا

اور کیا جو وہ تھا مردہ پھر ہم نے اسے زندہ کردیا اور کردی ہم نے

لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

اس کے لیے روشنی چلتا ہے اسے لے کر بیچ لوگوں کے اس جیسا

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ

جس کا یہ حال ہے کہ اندھیروں میں ہے نہیں نکلنے والا اس سے

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

اسی طرح زینت دی گئی کافروں کے لیے اس کو کہ ہیں

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

وہ کرتے

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا

بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا

لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

اور ہم نے اس کو روشنی دی کہ اس کو لوگوں میں لیے پھرتا ہے اس کے

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ

برابر ہو سکتا ہے کہ جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں پڑا ہے اور وہاں سے

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

نہیں نکل سکتا۔ اسی طرح کافروں کی نگاہ میں ان کے کام

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

مزین کردیے

پچھلی آیتوں میں مردہ جانور اور اللہ کا نام لے کر ذبح کیے ہوئے جانور کی بابت حکم بیان کیے گئے کہ مردہ حرام ہے۔ اور اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا حلال ہے۔ یہ بھی کہا گیا تھا، کہ جو لوگ اللہ، رسول اور قرآن کی بات نہیں مانتے وہ اس قابل نہیں کہ ان کی بات سُنی جائے اس آیت میں یہی حقیقت ایک مثال کے ذریعہ سے سمجھائی ہے۔

ارشاد ہے کہ ایک شخص گمراہی اور جہالت کی وجہ سے مُردہ ہو چکا تھا، پھر ہم نے اسے ایمان کی روح عطا کر کے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک روشنی عطا کر دی جس کے ذریعہ وہ ہر چیز کو دیکھ کر اچھی طرح سمجھ لیتا ہے اور اسی کو لیے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے اور ان کی باتوں کی اچھائی برائی دیکھ سکتا ہے۔ کیا اس کے برابر وہ شخص ہوتا ہے جو بہت سے اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے۔ اور کوئی صورت ان سے نکلنے کی نہیں۔ نہ اس کا دل زندہ ہے جو ایمان اور یقین کامل سے ہوتا ہے۔ اور نہ اس کے پاس کوئی روشنی ہے جس سے وہ اردگرد کی چیزوں کو دیکھے اور اچھے بُرے میں تمیز کر سکے۔ اس اندھیرے میں جو چیزیں اس کے لگ گئی ہیں یا کسی نے اسے پکڑا دی ہیں۔ بس وہ انہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ ان کے سوا نہ کچھ دیکھ سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا ہے اور اس کا دل تاریک ہے۔ جہالت کے پردے پڑے ہوئے ہیں تعصب کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ اور اسی جیسے لوگ اس کی برابر تائید کر رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی غلط باتوں میں اور بھی دھنسا چلا جاتا ہے۔ یہی تاریکیاں اور اندھیرے اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ اپنی باتوں اور اپنے کاموں کے سوا اور کوئی چیز اس کی نظر میں نہیں جچتی۔ ظاہر بات ہے کہ اس کی باتوں کو وہی پسند کرتا ہے۔ یا اسی جیسے لوگ مان سکتے ہیں۔ آنکھوں والے اور اپنے پاس روشنی رکھنے والے ان باتوں کو نہیں مان سکتے۔ کیونکہ وہ ان کی بھلائی برائی ان دونوں کے ذریعہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ اسی سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اندھیرے میں پھنسے ہوئے لوگ کیوں اپنی انہی چیزوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس نہ زندہ روح ہے اور نہ روشنی ہے۔ پھر وہ ان کی برائی کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ مقررہ قاعدے کے مطابق ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوبصورت کر دیا ہے ان کو وہ سامان میسر ہی نہیں جس سے وہ اچھی چیزوں کو دیکھیں اور پرکھیں۔

بڑے مجرم

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ
اور اسی طرح بنایا ہم نے بیچ ہر بستی کے
اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ
بڑے لوگوں کے مجرم تاکہ شرارت کریں اس میں
وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ
اور نہیں وہ شرارت کرتے مگر اپنے ساتھ اور
مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾
نہیں وہ سوچتے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ
اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں ان کے
اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ
بڑوں ہی کو مجرم بنایا تاکہ وہ چال چلیں اس میں
وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ
اور نہیں چال چلتے وہ مگر اپنی ہی جانوں پر اور
مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾
نہیں سوچتے

پچھلی آیت میں بتایا تھا کہ جس کو اللہ نے مردہ سے زندہ کیا اور روشنی دی۔ اور جو اپنے کرتوتوں کے باعث بہت سے اندھیروں میں پڑا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جس کے پاس نہ روحانی زندگی ہے نہ روشنی ہے۔ اس کے نزدیک تو اس کے اپنے ہی کام دلچسپ اور دلکش ہوں گے۔ اللہ نے جن قاعدوں کے مطابق دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اس کی رو سے یہی ضروری ہے کہ اللہ کے نہ ماننے والوں کو اپنی ہی حالت پسند ہو اور اپنے ہی مشغلوں کے اندر مست رہیں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو چیز دنیا میں مقررہ قاعدوں کے مطابق ہوتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کی ہے۔

اس آیت میں ایک اور چیز بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کی عادت یہ ہے کہ جب اس کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو جاتی ہے اور لوگ اس کا کہنا ماننے لگتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔ اور پھر ایسی تدبیریں سوچتا ہے کہ اس کی دولت بڑھتی ہی رہے اور اس کا اقتدار باقی رہے اور عزت جوں کی توں رہے بلکہ روز بروز زیادہ ہو۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے وہ جوڑ توڑ کرتا رہتا ہے اور مکر و فریب سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ ہم نے اس دنیا کو ایسا ہی بنایا ہے کہ شرارتیں مال و جاہ والوں ہی سے سرزد ہوتی ہیں۔ ارشاد ہے کہ جیسے تم نے دیکھا کہ ہم نے ہر ایک کی نگاہ میں اسی کے کاموں کو خوبصورت بنا دیا ہے۔ اسی طرح ہم نے ہر بستی میں شرارت کرنے والا مالداروں اور سرداروں کو ہی بنایا ہے جس کے پاس مال جمع ہوا اور لوگ اس کی ماننے لگے۔ پھر وہ ایسی چالیں چلتا ہے کہ حق سے اس کا رعب و جلال قائم رہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے شرارتوں پر اتر آتا ہے اور اس قدر آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ اسے سوا اپنے اور کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ یہ نہیں سوچتا کہ میں جو یہ شرارتیں اپنا مرتبہ اور وقار قائم رکھنے کے لیے کر رہا ہوں یہ آخر میں میرا ہی ناس کر کے چھوڑیں گی اور ان کا سارا وبال آگے چل کر میرے ہی سر پر پڑے گا۔ اور یہ انجام کار میری ہی تباہی کا باعث نہیں گی۔ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ عرب کے کافر جو اپنے مرتبہ اور مال میں مست تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے کے لیے سوچ سوچ کر نئی نئی ترکیبیں نکالتے تھے آخر موت کے گھاٹ اتارے گئے اور اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا ہوا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شرارت اور فتنہ و فساد کے بانی وہی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے مال اور مرتبہ میں مست ہو کر اپنا اور اپنی قوم کا انجام نہیں سوچتے۔ مفلس اور نادار لوگ ٹھیک بات کو جلد قبول کر لیتے ہیں اور اگر مالدار ان کو نہ اکسائیں تو وہ شرارت نہیں کرتے تاریخ سے ظاہر ہے ؎

رسالت کسی نہیں

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
اور جب آتی ہے ان تک کوئی آیت کہتے ہیں ہم کبھی نہ مانیں گے
حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ
جب تک کر دیا جائے ویسا ہی جو دیا گیا رسولوں کو اللہ کے
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ
اللہ زیادہ جانتا ہے کہاں بھیجے اپنے پیغام
سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ
عنقریب پہنچے گی ان کو جنہوں نے جرم کیے ذلت
عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا
اللہ کے ہاں اور عذاب سخت اس لیے کہ تھے وہ
يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾
مکر کرتے

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز نہ مانیں گے
حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ وقف لازم
جبتک جیسا کچھ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے ہم کو نہ دیا جائے
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ
اللہ اس موقع کو خوب جانتا ہے جہاں اپنے پیغام بھیجے
سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ
عنقریب ان گنہگاروں کو اللہ کے ہاں ذلت
عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا
پہنچے گی اور عذاب سخت اس وجہ سے کہ تھے وہ
يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾
مکر کرتے

اس سے پہلے کہا گیا کہ دولت اور مرتبہ والے سیدھی اور سچی بات کہنے والوں کی چلنے نہیں دیتے اور ایسے حیلے اور مکر کرتے ہیں کہ وہ کبھی آگے نہ بڑھ سکیں اور نہ ان کی کوئی بات چلنے پائے۔ مکہ کے بااثر لوگ یہی کرتے تھے اور ایسے سرچڑھے ہوگئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ ہم بڑے اور عزت والے ہیں۔ رسول ہوتے تو ہم ہوتے تمہارے پاس نہ دولت نہ نام نہ مرتبہ تم کیسے رسول ہوگئے۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کا حال تو دیکھو جب کوئی آیت یا نشانی ہمارا رسول ان کے پاس لاتا ہے تو غرور سے منہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم تو تیری بات ہرگز نہ مانیں گے جب تک خود ہمارے اوپر وحی نہ اترے اور جو تم کہتے ہو کہ اللہ کے رسولوں کو جو ملا کرتا ہے وہی ہم کو بھی ملے۔ ہم مالدار اور بارسوخ ہونے کی وجہ سے رسول ہونے کے تم سے زیادہ مستحق ہیں ان سے کہہ دو کہ اللہ کو تم سے زیادہ اس بات کا علم ہے کہ رسول ہونے کا مستحق کون ہے اور رسالت کسے ملنی چاہیئے۔ مالدار اور سردار ہونا اللہ کے ہاں کوئی وقعت کی چیز نہیں ہے۔ تم جو اپنے مال و دولت کے نشے میں چور ہو سچی اور ٹھیک بات کو ٹھکرا دیتے ہو۔ اور گستاخی سے کہہ دیتے ہو کہ اللہ کو ہدایت دینی ہوگی۔ تو خود ہمارے پاس فرشتے بھیج کر اپنا پیغام براہ راست بھیجے کہ تم جیسوں کی بات ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں۔ تمہاری اس گستاخی اور غرور کے بدلے تم پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔ اور اس مکر و فریب کے بدلے میں جس کی بدولت تم نے یہ سب ڈھونگ رچا رکھا ہے تمہیں ذلیل کیا جائے گا اور تم پر سخت مار پڑے گی۔ یہ تمہارا مکر و فریب دھوکے بازیاں اور بڑھ چڑھ کے بولنا عنقریب رنگ لائے گا تم دنیا میں بھی کہیں کے نہ رہو گے اور آخرت میں بھی منہ کی کھاؤ گے۔

اللہ اللہ دنیا کی دولت اور عزت بھی کس بلا کی نشہ لانے والی چیز ہے کہ آدمی سچی باتوں کی طرف سے بالکل اندھا بہرہ ہو جاتا ہے اور جب تک سر پر ہی نہ آجائے نہ آنکھ کھلتی ہے نہ کان۔ اللہ اس آفت سے بچائے اور دولت والوں کو دولت کا صحیح استعمال کرنا سکھائے۔ آمین ؛

محروم ہدایت

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ
پس جس کے لیے ارادہ کرے اللہ یہ کہ اس کو ہدایت کرے کھول دیتا ہے
صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ
سینہ اس کا واسطے اسلام کے اور جس کے لیے ارادہ کرتا ہے یہ کہ
يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا
گمراہ کرے کر دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ بھینچا ہوا
كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ
گویا زور سے چڑھتا ہے بیچ آسمان کے اسی طرح
يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ
کرتا ہے اللہ عذاب اوپر ان کے جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾
ایمان نہیں لاتے

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ
سو اللہ جس کو چاہتا ہے کہ ہدایت کرے اس کے سینے کو
صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ
اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے
يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا
گمراہ کرے تو اس کے سینہ کو تنگ سے نہایت تنگ کر دیتا ہے
كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ
گویا وہ زور سے آسمان پر چڑھتا ہے اور اسی طرح
يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ
اللہ عذاب ڈالے گا ایمان نہ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾
لانے والوں پر

ضَيِّقًا: صفت کا صیغہ ہے جو ضیق سے بنا ہے۔ ضیق کے معنی تنگی ہیں ضَیِّق: تنگ

حَرَجًا: اسم ہے اس کے معنی ہیں ایسی گھنی جھاڑیاں جن میں کوئی گھس نہ سکے۔ یہاں اس سے مراد ہے بھینچا ہوا اور گھٹا ہوا۔

يَصَّعَّدُ: مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر تَصَعُّد ہے اصل میں یَتَصَعَّدُ تھا۔ تا کو صاد میں ادغام کرکے یَصَّعَّدُ بنا لیا۔ اس کا مجرد صعود ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ تَصَعُّد کے معنی ہیں زور لگا کر زبردستی اوپر چڑھنا

رِجْسَ: پلید چیز۔ شیطان۔ ناپاکی۔ لعنت۔ پھٹکار۔ یہاں اس سے مراد دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب ہے یعنی دونوں جہان کی پھٹکار۔

دنیا میں کسی کے مزاج اور طبیعت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ ٹیڑھی چال چلے۔ کوئی بہت جلد سیدھے راستے کو پہچان لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جو سیدھے راستہ پر چلتا ہے اُسے ہدایت کی جاتی ہے اور جو راہ راست کو چھوڑ دیتا ہے اس کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بچلا دیا۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ پیدائشی طور پر نیک ہیں سمجھ لینا چاہیے۔ کہ اللہ کا ارادہ انہیں ہدایت کرنے کا ہے اور اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور اس کا دل ٹھیک بات کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔ اور جو پیدائشی طور پر کٹھ حجت ہے۔ اس کا سینہ بھینچا ہوا کر دیتا ہے۔ سیدھی باتوں سے اس کا دل گھبرانے لگتا ہے۔ یہ لوگ اس قدر گھبراتے اور بوکھلا جاتے ہیں گویا انہیں آسمان کی بلندی پر زبردستی چڑھنا پڑ رہا ہے۔ پہاڑ پر تو کچھ قدم جمانے کی جگہ بھی ہوتی ہے۔ ان کو سیدھا اوپر چڑھنا پڑ رہا ہے اور وہ بھی زبردستی اور محنت کے ساتھ

اس کے بعد فرمایا کہ ہم ایمان سے بھاگنے والوں کو اسی طرح دونوں جہان کی آفتوں اور مشکلوں میں پھنسا دیتے ہیں:-

سیدھا راستہ

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ
اور یہ راہ ہے تیرے رب کی سیدھی ہم نے
فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾
کھول دیا نشانیوں کو ان لوگوں کے لیے جو نصیحت پکڑتے ہیں
لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ
انہی کے لیے گھر ہے چین کا پاس ان کے رب کے اور وہی
وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
ان کا مددگار ہے اس کی وجہ سے جو تھے وہ کرتے

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ
اور یہ تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے ہم نے
فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾
نشانیوں کو غور کرنے والوں کے لیے واضح کر دیا ہے
لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ
انہی کے لیے اپنے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہ
وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
بر سبب ان کے اعمال کے ان کا مددگار ہے

يَذَّكَّرُوْنَ (نصیحت حاصل کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ اصل میں تیذکرون ہے جس کا مصدر تذکّر ہے اور ذکر سے بنا ہے۔ ذکر کے معنی یاد کرنا ہیں خواہ زبان سے ہو یا دل سے تذکّر کے معنی ہیں غور کرنا اور نصیحت حاصل کرنا یہاں تا کو ذال میں ادغام کرکے اوّل میں ہمزہ بڑھا دیا گیا ہے۔ اس طرح اذّکّر ہو گیا پھر اس سے جو فعل بنا اس میں بھی یہی شکل قائم رہی چنانچہ ماضی اِذَّكَّرَ ہوئی اور مضارع يَذَّكَّرُ

دَارُ السَّلٰمِ: دو لفظ سے مرکب ہے دار اور السلام۔ دار کے معنی گھر اور السلام کے معنی امن چین اور آرام و آسائش۔ دار السلام کے معنی ہوئے آرام و آسائش کا گھر۔ یہ جنّت کا نام بھی ہے۔

وَلِيٌّ: (مددگار) صفت کا صیغہ ہے اور ولیٌ سے بنا ہے جس کی ایک شکل ولایت بھی ہے۔ دونوں کے معنی نزدیکی کے ہیں۔ ولیٌ کے معنی نزدیک اور قریبی رشتہ دار، آقا اور مددگار نیز دوست اور ساتھی۔ غرض کوئی شخص جس کا دوسرے شخص سے بہت قریب کا تعلق ہو وہ اس کا ولی ہے جس کا ولی اللہ ہو جائے اس کے کیا کہنے ہیں۔

پہلے معلوم ہوا کہ کچھ انسان ٹیڑھی طبیعت کے ہوتے ہیں اور کچھ بھلے مانس۔ کج طبیعت لوگوں کا اللہ دل تنگ بنا دیتا ہے۔ سچی بات ان کے دل میں جگہ ہی نہیں پاتی اور بھلے مانس کا دل کشادہ اور اس کا حوصلہ فراخ ہوتا ہے۔ اس کا دل سچی اور سیدھی بات کو جھٹ قبول کر لیتا ہے۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جس کی طبیعت دنیا کی بناوٹ کی رو سے جیسی بن گئی ہے اور جس کی افتاد جیسی پڑ گئی۔ ہے اس کے مطابق اللہ اُسے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے یا اس کی طبیعت اور اعمال کے مطابق اسے گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو قرآن مجید بتا رہا ہے اور اے رسول جو کچھ تو انہیں سکھا رہا ہے۔ یہی تیرے رب کی مقرر کی ہوئی سیدھی راہ ہے جو انسان کو منزل مقصود تک پہنچائے گی۔ جو اس پر چلیں گے وہ ایسی جگہ پہنچ جائیں گے۔ جہاں انہیں سارے جھگڑوں سے امان اور نجات مل جائے گی۔ ان کے رب کے پاس ان کے لیے جنّت کی تمام نعمتیں تیار ہیں۔ دنیا میں جو انہوں نے اپنی خواہشوں کو خیرباد کہہ کر اپنے رب کی فرماں برداری پر کمر باندھی تھی اس کے صلہ میں ان کو اپنے رب کا قرب حاصل ہوگا اور وہ ان کا ولی اور مددگار بن جائے گا۔

شیطان کا راستہ

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ

اور جس دن   جمع کرے گا ان   سب کو   اے گروہ

الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَ

جنوں کے   تم نے بہت سے منگوا لیے   انسانوں میں سے   اور

قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا

کہا   دوستوں نے ان کے   انسانوں میں سے   اے ہمارے رب

اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ

فائدہ اٹھایا   بعض نے   بعض سے   اور   پہنچے ہم

اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ

اپنے وقت کو   جو   مقرر کیا تو نے   ہمارے لیے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ

اور جس دن ان سب کو جمع کرے گا۔ فرمائے گا اے جنات کی

الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ

جماعت تم نے آدمیوں میں سے بہت کچھ اپنے تابع کر لیے اور

قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا

آدمیوں میں سے ان کے دوست دار کہیں گے اے ہمارے رب

اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ

ہم نے ایک دوسرے سے کام نکالا اور ہم اپنے وعدے

اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ

کو پہنچے جو تم نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا

اِسْتَكْثَرْتُمْ: تم نے بہت سے لے لیے۔ ماضی کا صیغہ۔ اس کا مصدر اِسْتِكْثَار ہے جو كَثْرَةٌ سے بنا ہے۔ کثرۃ کے معنی زیادتی کے ہیں۔ استکثار کے معنی ہوئے بہت سا حصہ لے لینا اور زیادہ چیز منگوا لینا۔

اِسْتَمْتَعَ: فائدہ اٹھایا۔ ماضی کا صیغہ استمتاع سے ہے جو متاع سے بنا ہے۔ متاع کے معنی ہیں کوئی کام کی چیز۔ مال و دولت، ساز و سامان وغیرہ۔ استمتاع کے معنی ہیں بہت سا مال متاع یعنی سامان دولت وغیرہ اکٹھا کر لینا۔ فائدہ اٹھانا۔

اَجَلٌ: اس کے معنی مقررہ وقت اور ساری مدت کے بھی ہیں۔ یہاں موت مراد ہے جو مقررہ وقت پر آتی ہے۔

اَجَّلْتَ: وقت مقرر کیا تو نے۔ تاجیل سے ماضی کا صیغہ ہے۔ تاجیل اجل سے بنا ہے اس کے معنی ہیں اجل یعنی وقت مقرر کرنا۔

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ اکثر انسان غلط راہ اختیار کرتے ہیں۔ اور غلط راہ ہمیشہ شیطان کے بہکانے سے اختیار کی جاتی ہے جو انسان کا قدیمی اور پیدائشی دشمن ہے۔ اللہ نے اس کو ڈھیل دی ہے لیکن ساتھ ہی کہہ دیا ہے کہ میرے خاص بندوں پر تیرا داؤ نہ چلے گا۔ اس سے پہلی آیت میں کہا ہے کہ نیک لوگوں کا ولی یعنی ساتھی اللہ ہے۔ اس آیت میں بُرے لوگوں کا حال بتایا ہے۔

ارشاد ہے کہ ایک دن سب انسان اور شیطان اللہ کے سامنے جمع ہوں گے شیطانوں سے انسانوں کے منہ در منہ کہا جائے گا۔ کہ تم نے دنیا میں خوب ہاتھ مارا۔ اور بہت سے انسانوں کو اپنا تابع اور غلام بنا لیا۔ چور کی ڈاڑھی میں تنکا شیطانوں کے غلام خود بخود بول پڑیں گے۔ کہ ہم ان کے غلام نہ تھے۔ نہ ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے۔ یونہی ایک دوسرے سے مل ملا کر کبھی ہم ان کا اور کبھی یہ ہمارا کہنا مان لیتے تھے۔ اور ایک دوسرے کا کام نکال دیتے تھے۔ یہاں تک کہ موت آگئی اور جتنے دن آپ نے دنیا میں ہمارے جینے کے لیے مقرر کیے تھے۔ وہ ختم ہوئے شیطانوں سے پہلے پوچھنے کا مطلب یہی تھا کہ جواب انسانوں سے بیا جائے آگے اُن کا جواب دیا جائے گا:

بُروں کا حشر

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

فرمائے گا آگ ہے ٹھکانا تمہارا رہنے والے ہو اسی میں

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ

مگر جب چاہے اللہ بے شک تیرا رب ہے حکمت والا

عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ

جاننے والا اور اسی طرح ساتھی بناتے ہیں ہم بعض

الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا

ظالموں کو بعض کا بوجہ اس کے جو تھے وہ

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

کماتے

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

فرمائے گا تمہارا گھر آگ ہے اسی میں رہا کرو گے

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ

مگر جب چاہے اللہ البتہ تیرا رب حکمت والا

عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ

خبردار ہے اور اسی طرح ہم گنہ گاروں کو ایک دوسرے

الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا

کے ساتھ ملا دیں گے ان کے اعمال کے

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵ ۸

سبب

پچھلی آیت میں گذرا کہ انسان اور ان کے بہکانے والے شیطان قیامت میں سب کے سب اللہ کے سامنے جمع ہوں گے شیطانوں سے کہا جائے گا کہ تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا۔ اس پر وہ لوگ جو شیطان کے بہکاوے میں آ کر ان کے غلام بن گئے تھے اپنی جان بچانے کے لیے بول پڑیں گے کہ اے ہمارے رب ہم تو ان کی پوجا اور غلامی نہیں کرتے تھے۔ یونہی ان سے سرسری میل جول تھا۔ مل جل کر ایک دوسرے کے کام آجاتے تھے سو وہ بھی فقط موت آنے تک تھا اس کے بعد ختم ہوا۔ یہ غلط جواب ان کو اس لیے دینا پڑے گا کہ اس وقت ان پر ساری حقیقت روشن ہو جائے گی اور صاف پتہ چل جائے گا کہ آج اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی خیر نہیں۔ عذر تو ان کے پاس کوئی ہوگا نہیں۔ یونہی داؤں گھاتی باتیں بنائیں گے۔ لیکن اللہ تو سب کی حقیقت سے واقف ہے۔ اس کے سامنے غلط بات کیسے چل سکتی ہے

اللہ تعالیٰ ان کی لچر باتیں سن کر جواب دے گا تم سب بہکنے اور بہکانے والوں کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے۔ وہیں تمہیں رہنا ہوگا۔ اس میں سے نکلنا نہ تمہارے اپنے بس کا ہوگا نہ کسی اور کے بس کا۔ تمہارے معبود جن کی تم پوجا کرتے تھے جن پر نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ سب اپنا سا منہ لے کر رہ جائیں گے۔ ان میں سے کوئی ذرہ بھر بھی تمہارے کام نہ آئے گا۔ اختیار فقط اللہ کا ہوگا اور تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ بات تمہیں دنیا میں ماننی چاہیے تھی۔ آج جو تم مجبوراً مان رہے ہو یہ کوئی ماننا نہیں ہے۔ آج تم اس کے سوا کچھ اور مان ہی نہیں سکتے۔ کہ سارے کام اللہ کی مرضی پر موقوف ہیں اور کوئی خواہ وہ کچھ ہی ہو بالکل کچھ نہیں کر سکتا۔ اور بات اصل میں ہے بھی یہی کہ سب کچھ اس کی مشیت اور رحم و کرم پر موقوف ہے اور کسی میں نہ کوئی طاقت ہے نہ کسی کو کچھ اختیار ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ جیسے تم نے شیطانوں اور ان کے ماننے والوں کا حال سنا ایسے ہی ہم بدکاروں کو باہم اکٹھا کر دیں گے اور سب کو ملا جلا کر دوزخ میں جھونک دیں گے۔ کیونکہ ان کے اعمال اسی قابل ہیں۔ اور ان کی یہی سزا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جتنے برے کام اور شرک کرنے والے ہیں وہ سب آپس میں ایک ہیں اور دوزخ میں ایک دوسرے سے مل جائیں گے ❊

انبیاء کا پیغام

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

اے گروہ جنوں کے اور آدمیوں کے کیا نہیں آتے تمہارے

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ

رسول تم میں سے بیان کرتے تھے تم پر آیتیں میری

وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا

اور ڈراتے تھے تم کو ملاقات سے تمہارے دن کی جو یہ ہے

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ

کہیں گے گواہی دیتے ہیں ہم خلاف اپنی جانوں کے اور بہکایا ان کو

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

زندگی نے دنیا کی اور گواہی دی انہوں نے اوپر جانوں اپنی کے

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (١٣٠)

کہ تھے وہ کفر کرنے والے

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (١٣٠)

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے رسول نہیں پہنچے تھے کہ تم کو میرے حکم سناتے تھے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے کہیں گے گواہی دیتے ہیں ہم خلاف اپنی جانوں کے اور بہکایا ان کو زندگی نے دنیا کی اور گواہی دی انہوں نے اور جانوں اپنی کے کہ وہ تھے کفر کرنے والے

یقصون: بیان کرتے تھے مضارع کا صیغہ ہے اور قصص سے بنا ہے جس کے معنی بیان کرنا ہیں قصہ اس کی دوسری شکل ہے جس کے معنی کہانی کے ہیں۔

شہدنا: رصدق کہہ دیا ہم نے، ماضی کا صیغہ ہے جو شہادت سے بنا ہے۔ شہادت کے معنی ہیں دیکھی ہوئی اور یقینی طور پر معلوم بات کو کھلم کھلا کہہ دینا شہدُوا بھی اسی سے ہے۔

غرّت: (بہکایا) ماضی کا صیغہ غرور سے بنا ہے۔ غرور کے معنی ہیں دھوکا، دھوکا دینا، بہکانا۔ جو شخص دھوکا کھائے ہوئے ہو اسے مغرور کہتے ہیں۔ یہ اسی سے بنا ہے اور مشہور لفظ ہے۔

لقاء: اس کے معنی ملاقات کے ہیں بلکہ یہ لفظ ملاقات ہی کی دوسری شکل ہے۔ اس کا مادہ ل۔ق۔ی ہے۔ ملاقات مشہور لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شخص یا کسی چیز کے سامنے آجانا۔ اس سے ملنا۔

اس سے پہلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن سب پر حقیقت کھل جائے گی اور اس وقت سب ایمان لے آئیں گے اور سمجھیں گے کہ یہ ایمان ان کے کام آجائے گا۔ مگر ایمان وہی کام آئیگا۔ جو اس دنیا میں اللہ کے رسولوں کو عقل سے پہچان کر اور اللہ کی آیتیں سن کر دیکھ کر لایا گیا ہو۔

ارشاد ہے کہ قیامت میں کہا جائے گا کہ اے جن و بشر! کیا دنیا میں تمہارے پاس ہمارے رسول تمہیں میں سے نہیں آئے تھے اور انہوں نے تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی تھیں۔ اور تمہیں آج کے دن سے نہیں ڈرایا تھا۔ سب لوگ جواب دیں گے کہ ہاں آج ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور ہمیں صاف نظر آرہا ہے کہ ہم سخت غلطی پر تھے اور ہم نے دنیا میں رسولوں کا کہنا نہ مان کر آج اپنے آپ کو بڑی آفت میں پھنسا لیا۔ اس دن تو یہ کہیں گے لیکن آج ان کو دنیا نے بڑا دھوکا دے رکھا ہے۔ وہ یہیں کی زندگی کی خرافات میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔

سوچنے کی ضرورت

قرآن مجید کی ہر آیت میں ہمارے لیے ایک پیغام ہے جب تک ہم اس پیغام کو اچھی طرح نہ سمجھ لیں۔ اس آیت کا پورا حق ادا نہیں ہوتا اور نہ ہماری دنیوی زندگی سنورنے کی امید ہو سکتی ہے نہ آخرت کی۔ پہلے ہمیں اس کو اچھی طرح دل میں بٹھا لینا چاہیے۔ کہ یہ دنیا کی زندگی ہمیں فقط اپنی آخرت کی زندگی سنوارنے کے لیے ملی ہے۔ دنیا کی زندگی کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ہر شخص یہیں کے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں لگ جائے۔ ہر وقت اس پر یہی دھن سوار ہو کہ ساری اچھی اچھی چیزیں میرے ہی قبضہ میں آجائیں اور سب سے کہہ دوں کہ خبردار میری طرف نہ دیکھنا۔ ورنہ میں نے اپنے پاس اتنی قوت اور طاقت اکٹھی کر لی ہے کہ تمہاری آنکھیں نکال دوں گا۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ دیکھو! دنیا کے پھندوں میں پھنس کر آخرت کو نہ بھول جانا۔ یہاں کی عزت اور مرتبہ عیش و آرام، دولت و حکومت سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ اس کے بعد اور زندگی شروع ہوگی اور اس زندگی میں اسی کو آرام اور چین ملے گا۔ جو یہاں کی دولت عزت اور مرتبہ نہیں چاہتا اور ہٹ بٹ دھرمی اور ضد سے فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑا نہیں پھیلاتا۔ قرآن مجید برملا کہہ رہا ہے کہ یہاں کی زندگی کا کچھ ایسا انتظام کرو کہ مل جل کر سب کے گذارے کا بندوبست ہو جائے۔ اور سب کو کھانا، کپڑا، گھربار اور ضرورت کی تمام چیزیں آسانی کے ساتھ میسر آجائیں کوئی ضرورت سے زیادہ سب کے کام آنے والی چیزیں اپنے پاس اکٹھی نہ کرے جو ایسا کر رہا ہے یا ایسا کرنے والوں کو ہمت دلا رہا ہے بس! قرآن مجید کی ہوا بھی نہیں لگی ہے۔ اگر اس بات کو ماننے والے، دنیا کا مال و دولت اکٹھا کرنے اور دنیا کا جاہ و جلال حاصل کرنے میں مست ہوئے ہیں تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ انہیں قرآن مجید کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ اور اوروں کی طرح انہیں بھی دنیا نے اپنے دھوکے میں پھنسا رکھا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اس آیت پر غور کریں اور سمجھیں کہ انہیں خود کیا کرنا چاہیئے اور لوگوں کو زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ سکھانا چاہیئے۔

اس آیت میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن سارے بھید کھل جائیں گے اور جنّ اور انسان بے ساختہ اعتراف کریں گے کہ ہم دنیا میں کام کی باتوں کو چھوڑ کر بیکار باتوں میں پھنسے ہوئے تھے اس وقت ان کو ملامت کی جائے گی اور اس ملامت سے ان کے دل کو جو کوفت ہوگی۔ وہ ان کی جان کے لیے ایک بڑا سخت عذاب ہوگا اس عذاب سے بچنے کا یہ طریقہ ہے کہ: (۱) اللہ اور اس کے رسول کا اقرار کرو (۲) آیات قرآنیہ کو اپنا دستور العمل بناؤ (۳) قیامت کو برحق سمجھو اور اس کی مصیبتوں سے بچنے کی اسی دنیا میں تیاری کرو (۴) دنیا کے اندر ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ بیکار شور و غل اور تھوڑی دیر کے دھوم دھڑکے میں کچھ نہیں رکھا اس سے دھوکا مت کھاؤ (۵) ہر وقت اپنا امتحان لیتے رہو کہ کہیں ہم کفر کی آفت میں تو مبتلا نہیں ہیں۔

یہ باتیں آج ہی اس دنیا کی زندگی میں کرنے کی ہیں۔ ورنہ مرنے کے بعد قیامت میں آنکھ کھلی تو سوا دکھ اور تکلیف کے اور کچھ نصیب نہ ہوگا۔

اللہ کے ہاں اندھیر نگری نہیں ہے

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ
یہ اس لیے کہ نہیں ہے رب تیرا ہلاک کرنے والا
الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ
بستیوں کا ان کے ظلم پر جبکہ وہاں کے لوگ بے خبر ہوں اور
لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۗ وَ مَا
ہر ایک کے واسطے درجے ہیں اس سے جو کیا انہوں نے اور نہیں
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
رب تیرا بے خبر اس سے جو وہ کرتے ہیں

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ
یہ اس واسطے کہ تیرا رب بستیوں کو ان کے ظلم پر ہلاک
الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ
کرنے والا نہیں جب کہ وہاں کے لوگ بے خبر ہوں اور
لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۗ وَ مَا
ہر ایک کے لیے ان کے عمل کے درجے ہیں اور تیرا
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
رب ان کے کام سے بے خبر نہیں

مُهْلِكَ (مٹانے والا) اسم فاعل اہلاک سے ہے جو ہلاک سے بنا ہے۔ ہلاک کے معنی تباہی و بربادی کے ہیں۔ اہلاک کے معنی ہیں تباہ کرنا، مٹانا اور نیست و نابود کرنا۔

ظُلْم (بدکاری) یہ لفظ قرآن مجید میں بار بار آتا ہے اور اس کی تشریح بھی پہلے ہو چکی ہے اس کے معنی عربی میں ایسے کام کے ہیں جو نامناسب ہو اور جس میں اپنا یا کسی کا نقصان ہو۔ انسان کے لیے اللہ نے جو راستہ اس دنیا میں چلنے کا مقرر کیا ہے اس سے ذرا سا بھی ہٹ جانا ظلم ہے۔ ظلم کے بہت سے درجے ہیں۔ ظالم اور مظلوم اسی سے بنے ہیں۔ جن سے ہم کسی پر زیادتی کرنے والا اور وہ شخص جس پر زیادتی کی گئی ہو مراد لیتے ہیں۔ لیکن ایک آدمی اپنے اوپر بھی ظلم کر سکتا ہے۔ اس حالت میں وہ خود ہی ظالم اور خود ہی مظلوم ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے رسولوں کو بھیج کر پہلے سے انسان کو آنے والی مصیبتوں سے خبردار کر دینے کا سلسلہ مقرر کیا ہے کیونکہ وہ کسی کو بے خبری میں اس کی زیادتیوں کی وجہ سے سزا دے کر تباہ و برباد نہیں کرتا۔ پہلے وہ اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ تمہارے لیے چلنے کا یہ راستہ ہے۔ اس راستہ سے ذرا سا بھی ہٹنا ظلم ہے اور اس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہے۔ خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں میں۔ اسی کے واضح کرنے کے لیے دنیا میں رسول آتے ہیں۔ رسول زبان سے اس راستہ کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے۔ اور خود اس پر عمل کر کے دکھا دیتا ہے جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے تو انسان کو موقع دیا جاتا ہے کہ اس کے مطابق چلے۔ پھر اس کے اعمال دیکھے جاتے ہیں اور ان کے مطابق اس کے درجے مقرر ہوتے ہیں۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو جی چاہے کرے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اللہ سب اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے انسان کو اس کے ذرا ذرا سے عمل کا بدلہ ملے گا اس کو چاہیئے کہ جو کچھ کرے سوچ سمجھ کر کرے۔ اور قرآن کی ہدایت سے باہر ذرا بھی جائے۔

خدا کو تمہارے ماننے نہ ماننے کی پروا نہیں

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ
اور تیرا رب بے پروا رحمت والا ہے اگر چاہے
يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا
لے جائے تم کو اور قائم کردے تمہارے بعد جس کو
يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ
چاہے جیسے پیدا کیا تم کو سے اولاد
قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿۱۳۳﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ
قوموں دوسری کی بے شک جو وعدہ کیے گئے تم سے
لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۳۴﴾
ضرور آنے والا ہے اور نہیں تم عاجز کر دینے والے

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ
اور تیرا رب بے پروا ہے رحمت والا ہے اگر چاہے تو تم کو
يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا
لے جاوے اور تمہارے پیچھے جس کو چاہے قائم کر دے
يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ
جیسا تم کو اور دوں کی اولاد سے
قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿۱۳۳﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ
پیدا کیا جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے
لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۳۴﴾
وہ آنے والی ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے

غَنِيٌّ: (بے پروا) یہ صفت کا صیغہ ہے اور غِنیٰ سے بنا ہے غِنیٰ کے معنی ہیں بے حاجتی اور غَنِیٌّ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا محتاج نہ ہو جس کے پاس سب کچھ اپنا ہو۔

يَسْتَخْلِفُ: (پیچھے لائے) مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر استخلاف ہے جو خلف سے بنا ہے۔ خلف کے معنی پیچھے کے ہیں۔ استخلاف کے معنی ہیں کسی کے بعد اس کا کوئی قائم مقام مقرر کرنا۔ اس قائم مقام کو اس شخص کا خلیفہ کہتے ہیں۔ خلیفہ اس کو بھی کہتے ہیں جسے کوئی اپنا کام کرنے کے لیے خود دیدے۔

أَنشَأَ (پیدا کیا) ماضی کا صیغہ ہے انشاء سے جو نشاء سے بنا ہے۔ نشاء کے معنی پیدا ہونے کے ہیں۔ انشاء کے معنی پیدا کرنا۔ اس کے معنی لکھنے کے بھی ہیں جبکہ لکھنے والا خود سوچ کر لکھے کیونکہ وہ بھی ایک چیز پیدا کرتا ہے یہاں انشاء سے پیدا کرنے کے معنی مراد ہیں۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا محتاج ہے کہ تم اس کے کہنے پر چلو۔ اگر تم اس کا کہنا نہ مانوگے تو اس کے کام رک جائیں گے جیسے اس دنیا میں ہوتا ہے کہ اگر لوگ بادشاہ کی بات نہ مانیں اور اس سے بغاوت کر دیں تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادت اور تابعداری کی ضرورت نہیں ہے وہ بے پروا ہے۔ اس نے جو اپنے حکم تمہاری طرف بھیجے ہیں یہ اس کی رحمت ہے اور ان کے ماننے میں سراسر تمہارا ہی بھلا ہے اس کی سلطنت کا کارخانہ تمہارے بنتے پر قائم نہیں ہے کہ اگر تم اس کی ٹہل اور خدمت نہ کروگے تو اس کی حکومت میں کچھ فرق آجائیگا۔ اگر اس کا کام دوسروں کے اوپر موقوف ہوتا تو وہ نافرمانوں کو کان پکڑ کے نکال دیتا اور ان کی جگہ فرمانبردار خادم مقرر کر دیتا۔ اس کے لیے ایک کو ہٹا کر دوسرے کو اس کی جگہ لے آنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ تم اپنی ہی طرف دیکھو کہ تمہاری جگہ پہلے یہاں اور لوگ تھے۔ اب وہ یہاں نہیں ہیں اور ان کی اولاد میں سے آج کل تم ہو جو یہاں رہتے ہو۔ اسی طرح تم کو ہٹا کر اوروں کو تمہاری جگہ لے آنا اس کے نزدیک کیا مشکل ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اگر وہ تم کو مٹانا چاہے تو تم اس سے بچ کر کہیں چھپ جاؤگے اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو اس نے کہہ دیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ نری دھمکی ہے ہونا ہوانا کچھ نہیں۔

کھلا ہوا مقابلہ

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ
کہہ دے اے میری قوم کرتے رہو کام اپنی جگہ پر بے شک میں بھی
عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ
کام کرتا ہوں بس عنقریب جان لوگے کون ہے ہوتی ہے
لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ اِنَّهٗ لَا
جس کے لیے عاقبت اس گھر کی یقیناً بات یہ ہے نہیں
يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
پنپتے ظلم چلنے والے

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

تو کہہ دے اے لوگو تم اپنی جگہ پر کام کرتے رہو میں بھی کام کرتا ہوں عنقریب تم جان لوگے کہ عاقبت کا گھر کس کو ملتا ہے یقیناً ظالموں کا بھلا نہ ہوگا

مکانتہ: یہ اسم ظرف ہے۔ ور دوں سے بنا ہے کون کے معنی ہیں ہونا۔ مکان۔ ہونے کی جگہ۔ مکان اسی سے بنا ہے اس میں ایک تہ بڑھادی ہے جو ظرف میں زیادہ بڑھادیتے ہیں جیسے مقام مقامتہ کتب مکتبہ معنی دونوں کے ایک ہی رہتے ہیں۔

عاقبة الدار: انجام اس گھر کا۔ اسم فاعل مونث ہے۔ جو عقب سے بنا ہے عقب کے معنی ہیں پیچھے۔ عاقبتہ پیچھے آنے والی چیز۔ الدار۔ گھر۔ اس سے مراد یہ گھر یعنی دنیا ہے۔ عاقبتہ الدار مضاف مضاف الیہ ہے یعنی دنیا کے گھر کے ختم ہونے کے بعد جو چیز آنے والی ہے۔

اس سے پہلے کہا گیا کہ اللہ نے اپنی رحمت سے انسان کے لیے نہایت مناسب راستہ مقرر کر دیا ہے جس پر چلنے سے وہ منزل مقصود تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول سے کہا ہے کہ ان سے کہہ دو اب تمہارا جو جی چاہے کرو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ انجام کس کا اچھا ہوتا ہے ہمارا یا تمہارا۔ مگر یہ قاعدہ یاد رکھو کہ ظالم فلاح نہیں پا سکتے۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ اے میری قوم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو اپنی قوم کہہ رہے ہیں) مجھے جو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا وہ میں تمہیں بتا چکا۔ اگر تم اب بھی اپنے ہی طریقے پر جمے رہنا چاہتے ہو تو تم جانو۔ مگر یہ طریقہ غلط ہے۔ میں اس پر نہیں چل سکتا۔ میں تو وہی کروں گا جو اللہ نے مجھے بتایا ہے۔ تمہاری ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہی کہنا پڑتا ہے کہ اب میرا تمہارا راستہ ایک نہیں رہا۔ تم اپنے طریقے پر عمل کیے جاؤ۔ اور میں اپنے طریقے پر عمل کرتا ہوں۔ آگے چل کر معلوم ہو جائیگا کہ انجام کس کا اچھا ہوتا ہے۔ میرا یا تمہارا۔ اتنی بات البتہ ضرور سچ ہے کہ ظالم کبھی نہیں پھلتے پھولتے۔ آخر میں انہیں ہمیشہ سر پکڑ کر رونا ہی پڑتا ہے۔

جن لوگوں سے یہ کہا گیا ہے۔ وہ مکے کے کافر ہیں۔ اور اس وقت کوئی آثار نہیں تھے۔ کہ یہ کھاتے پیتے طاقتور لوگ کبھی نیچا دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد بدر کی جنگ ہوئی اور سب نے ان کا انجام دیکھ لیا کہ کیا ہوا۔ اور یہ تو دنیا میں ان کے کرتوتوں کا پھل تھا۔ ابھی اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد آخرت میں ان کا جو حشر ہوگا وہ الگ رہا۔ اس آیت کا کہنا یہاں تک تو سچ ہو ہی چکا ہے یقیناً وہاں بھی سچ ہوگا:

کافروں کے کرتوت

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ
اور کرتے ہیں اللہ کے لیے ان میں سے جو پیدا کیا اس نے کھیتی سے
وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ
اور مویشی سے ایک حصہ بس کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے
بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ
ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے پس جو
لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا
ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ نہیں پہنچتا اللہ کی طرف اور جو
كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ
ہے اللہ کے لیے پس وہ پہنچتا ہے طرف ان کے شریکوں کے
سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ
اور اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں سے اس نے
وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ
ایک حصہ ٹھیراتے ہیں پھر اپنے خیال میں کہتے ہیں
بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ
یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے سو جو
لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا
حصہ شریکوں کا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو
كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ
اللہ کا ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے
سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
کیا ہی بُرا انصاف کرتے ہیں

يَصِلُ: فعل مضارع ہے اور وصول سے بنا ہے وصول ایک مشہور لفظ ہے جس کے معنی پہنچنے کے ہیں۔

شُرَكَآءُ: ساجھی، شریک کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے اور شرک سے بنا ہے شرک کے معنی ساجھے یعنی حصہ داری کے ہیں۔ شریک وہ ہے جو کسی چیز میں کسی کا ساجھی ہو یعنی اس کا بھی اس میں حصہ ہو۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو راستہ انسان کے لیے مقرر کیا ہے اور اپنے رسول بھیج کر اس کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔ اس راستہ سے انسان بھٹک گیا ہے۔ اس لیے یہ لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر نہیں چلتے۔ لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر چلنا ضروری ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ ان سے کہہ دو کہ اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے تو آگے چل کر پچھتاؤ گے۔ تم جانو جو تم کرتے ہو کیے جاؤ اور مجھے جو کرنا ہے وہ میں کرتا ہوں عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارا انجام اچھا ہوتا ہے یا میرا۔ ارشاد ہے کہ ان کے لیے اللہ نے اپنی رحمت سے ہری بھری کھیتیاں تیار کیں اور مویشی پیدا کیے اور ان چیزوں کے پیدا کرنے میں ان کے جھوٹے معبودوں اور بتوں وغیرہ کا کوئی دخل نہیں پھر بھی ان کی عقل دیکھو کہ اللہ سے زیادہ اپنے بنائے ہوئے معبودوں کا خیال کرتے ہیں۔ اور ان چیزوں میں سے اپنے خیال میں ایک حصہ اللہ کے لیے نکالتے ہیں اور ایک حصہ بت کے لیے پھر کہتے ہیں کہ اللہ تو بے نیاز ہے اسے حصہ کی کیا ضرورت ہے اس لیے اللہ کے حصہ میں سے کچھ نکال کر بت کے حصے میں ڈال دیتے ہیں اور بُت کے حصے میں سے لے کر اللہ کے حصے میں کچھ نہیں بڑھاتے کبھی ایسا کرتے ہیں کہ اگر اللہ کے حصہ میں بڑھیا مال چلا گیا اور بُت کے حصہ میں گھٹیا تو اسے بدل دیتے ہیں اور گھٹیا اللہ کی طرف اور بڑھیا بت کی طرف کر دیتے ہیں۔ ان کی یہ باتیں بری ہیں۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں اللہ کا احترام نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ مانتے ہوئے کہ اللہ محتاج نہیں اور بت محتاج ہیں۔ بتوں کو اللہ کے برابر ٹھیراتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ماننے میں۔ غرض ان کا یہ فعل تو سراسر حماقت ہے۔ اور اس کے اندر جو خیال ہے وہ بہت بُرا ہے اور ان کے لیے سخت مضر ہے۔ یہ اللہ کے ساتھ بے ادبی کرتے ہیں اور اس کی انہیں سخت سزا ملے گی۔

ایک اور اس سے بھی بڑھ کر حماقت

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اسی طرح اچھا بنا دیا بہتوں کے لیے مشرکوں میں سے
قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ
مار ڈالنا اپنی اولاد کا ان کے شریکوں نے تاکہ برباد کریں ان کو
وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ
اور تاکہ گڈمڈ کر دیں ان پر دین ان کا اور اگر
شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ
چاہتا اللہ نہ کرتے وہ یہ پس ان کو چھوڑ دے
وَمَا يَفْتَرُوْنَ (۱۳۷)
اور جو وہ جھوٹ بناتے ہیں

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں
قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ
نے ان کی اولاد کے قتل کو مزین کر دیا تاکہ ان کو
وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ
ہلاک کر دیں اور ان کے دین کو ان پر گڈمڈ کر دیں اور اگر
شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ
اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے
وَمَا يَفْتَرُوْنَ (۱۳۷)
وہ جانیں اور ان کا جھوٹ

شُرَكَآؤُهُمْ : ان کے شریکوں نے۔ شریک کی جمع ہے۔ اور جو صفت کا صیغہ ہے۔ شرک سے بنا ہے۔ شرک کے معنی ہیں ساجھا۔ شریک ساجھی۔ شرکاؤہم۔ ان کے شریک یعنی وہ جن کو وہ ساجھی بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ کا یا اپنا۔ اس سے مراد ان کے بہکانے والے شیطان ہیں جو ان کو برے کام سکھاتے ہیں۔

يُرْدُوْهُمْ : ہلاک کریں ان کو۔ فعل مضارع ہے اصل میں يُرْدُوْنَ ہے۔ لام پہلے آجانے سے نون گر گیا۔ اس کا مصدر ارداء ہے۔ جو ردی سے بنا ہے۔ ردی کے معنی تباہی بربادی کے ہیں۔ اردار کے معنی تباہ کرنا، ہلاک کرنا۔

يَلْبِسُوْا : ملا دینا ہیں فعل مضارع ہے۔ اصل میں یلبسون تھا۔ لام اوّل میں آجانے سے آخر کا نون گر گیا۔ یہ لبس سے بنا ہے جس کے معنی ہیں چیزوں کو ایسا ملا دینا کہ الگ الگ پہچانی نہ جائیں۔ گڈمڈ کرنا، خلط ملط کرنا۔ یہ لفظ اسی سورت کے پہلے رکوع میں آچکا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان میں سے بہت سے ایک اور عجیب حرکت کرتے ہیں۔ ان کے شیطانوں نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ اولاد کو بتوں کے نام پر ذبح کرنا بڑا اچھا کام ہے چنانچہ اب ان میں ہر بہانے سے اپنے بچوں کو مار ڈالنے کا رواج ہو گیا۔ دین میں یہ طریقہ مقرر ہے کہ اللہ کے نام پر جانور قربان کرو۔ انہوں نے اولاد کو مارنا شروع کر دیا۔ دین میں جانور کی قربانی تھی۔ شیطان نے کہا کہ اولاد کی قربانی اس سے بڑھ کر ہے۔ دین میں اللہ کے نام پر قربانی کرنے کا حکم ہے شیطان نے کہا کہ بتوں کے نام پر کرنی چاہیئے۔ یہ ان کے عقل کی کوتاہی ہے کہ ہمیشہ شیطان ہی کا کہنا مانتے ہیں۔ اللہ نے بھی دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے اسے آزمانا ہے کہ دیکھیں عقل سے ٹھیک کام کون لیتا ہے۔ ورنہ اگر وہ چاہتا تو کسی کو بھی ایسے بیہودہ کام نہ کرنے دیتا۔ لیکن نہیں دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ یہاں زبردستی ٹھیک راستے پر چلانا مقصود نہیں۔ اس لیے ان کی غلط باتوں کو اور ان کو دونوں کو چلنے دو۔

معلوم ہوا کہ دین کی اصل شکل کو بگاڑنا شیطانی کام ہے۔ ایسے کام نہ کرنے چاہئیں جو دیکھنے میں تو دین کے نظر آئیں۔ لیکن باطن میں دین کی جڑ کو کھودتے ہوں ؎

دین کی اور غلط شکلیں

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ
اور کہا انہوں نے یہ ہیں چوپائے اور کھیتی جن کا کھانا منع ہے
لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ
نہیں کھائیگا اس کو مگر جسے ہم چاہیں اپنے گمان کے موافق
وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ
کچھ چوپائے منع کی گئیں پیٹھیں ان کی اور کچھ چوپائے
لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا
کہ نہیں لیتے نام اللہ کا ان پر
افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا
جھوٹ باندھتے ہوئے اوپر اس کے عنقریب سزا دے گا ان کو اس کی جو
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾
تھے وہ جھوٹ باندھتے

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ
اور کہتے ہیں کہ یہ مواشی اور کھیت ممنوع ہے اس کو
لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ
کوئی نہ کھادے مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق
وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ
اور بعض مواشی کی پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا
لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا
اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے
افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا
اللہ پر بہتان باندھ کر عنقریب وہ ان کو ان کے
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾
جھوٹ کی سزا دے گا

حِجْرٌ: (ممنوع) اسم ہے جو حجر سے بنا ہے۔ حجر کے معنی روکنا، منع کرنا، حرام کرنا۔ حجر سے مراد وہ چیز ہے جس کے استعمال سے روک دیا جائے اس کے اصل معنی رکاوٹ کے ہیں۔

اس آیت میں ان کے چند اور بیہودہ کام بیان کیے گئے ہیں جن کو انہوں نے شیطان کے بہکانے سے اپنا دین بنا رکھا تھا۔ بعض چیزوں مثلاً کسی جانور اور کسی کھیت کو بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے اور ان کے کھانے کی عام اجازت نہ تھی۔ کسی کے لیے یہ تھا کہ اس کو عورتیں نہ کھائیں۔ یا بیاہی ہوئی کھائیں کنواری یا بیوہ نہ کھائیں۔ یا یہ کہ نرے مرد کھائیں، یا جوان کھائیں بچے اور بوڑھے نہ کھائیں یا اس کے برعکس یا فقط بتوں کے مہنت کھائیں وغیرہ یہ فقط ان کی خیالی باتیں تھیں جو سوچا کر لیا۔ اسی طرح بعض جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے کہ ان پر کوئی سواری نہ کرے۔ بعض کا دودھ نکالتے وقت یا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا منع تھا اس ڈر سے کہ کہیں بتوں کے ساتھ اس میں خدا کا حصہ نہ ہو جائے۔ پھر تماشا یہ تھا کہ ان سب باتوں کو اللہ کا حکم بتلاتے تھے کہ ہم کو ایسا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور انہی باتوں کو کرنے سے اس کی رضامندی حاصل ہو سکتی ہے' ان باتوں کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس جھوٹ اور افترا پردازی کی انہیں سزا ملے گی۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جانور یہ کھیت بتوں کے نام کے ہیں' انہیں وہی کھا سکتے ہیں جسے ہم اجازت دیں' ہر ایک نہیں کھا سکتا یہ سب ان کی من گھڑت ہے بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کی پیٹھ پر کوئی بیٹھے نہ بوجھ لادے۔ بعض کے اوپر اللہ کا نام لینے سے رکتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو سراسر جھوٹ ہے' اللہ پر بہتان باندھتے ہیں اللہ اس جھوٹ بولنے کی انہیں سزا دے گا۔

مشرکوں کی اور فضول باتیں

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ
اور کہا جو کچھ پیٹوں میں ان جانوروں کے ہے
خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى
نرا ہمارے مردوں کے لیے ہے اور حرام ہے ہماری
اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ
عورتوں پر اور اگر ہووے مردہ پس وہ سب
فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ
اس میں شریک ہیں عنقریب ان کو سزا دے گا
وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾
ان کے باتیں بنانے کی بیشک وہ حکمت والا جاننے والا
قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ
بیشک نقصان میں ہیں وہ جنہوں نے مار ڈالا اپنی اولاد کو
سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا
بیوقوفی سے بے جانے اور حرام کر لیا جو
رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاۗءً عَلَى اللّٰهِ ۭ
رزق دیا ان کو اللہ نے جھوٹ باندھتے ہوئے اللہ پر
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾
بیشک بھٹک گئے وہ اور نہیں وہ راہ پانے والے

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ
اور کہتے ہیں جو بچہ اس مویشی کے پیٹ میں ہے
خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى
اس کو تو خاص مرد ہی کھائیں وہ ہماری عورتوں پر
اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ
حرام ہے اور جو بچہ مردہ ہو تو اس کے کھانے
فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ
میں سب برابر ہیں ان تقریروں کی وہ عنقریب
وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾
ان کو سزا دے گا وہ حکمت والا جاننے والا ہے
قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ
بےشک خراب ہوئے جنہوں نے اپنی اولاد کو
سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا
قتل کیا نادانی سے بغیر سمجھے اور اس رزق کو جو اللہ
رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاۗءً عَلَى اللّٰهِ ۭ
نے انہیں دیا حرام ٹھہرا لیا اللہ پر بہتان باندھ کر
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع ۱۲ الربع
بیشک وہ گمراہ ہوئے اور سیدھی راہ پر نہ آئے

وَصْفَهُمْ ان کا کہنا۔ وصف کے معنی ہیں بیان کرنا۔ یہاں اس سے ان کا حرام حلال کے بارے میں حکم چلانا ہے۔

اس آیت میں ان کی ایک اور فضول رسم کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ ان کے ہاں بتوں کے نام پر آزاد کیے ہوئے جانور جن کے نام بحیرہ سائبہ وغیرہ ہوتے تھے اور ان کا ذکر سورۃ المائدہ میں گزر چکا ہے کوئی بچہ جنیں تو اس کا کھانا عورتوں کو منع ہے اسے فقط مرد کھا سکتے ہیں لیکن اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اسے مرد عورت سب کھا سکتے ہیں اگر ان سے پوچھو کہ اس کی وجہ تو کہتے ہیں کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ ان کا یہ کہنا بڑی گستاخی ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔ آگے ارشاد ہے کہ ان کے گناہ سراسر ان کے نقصان کا باعث ہیں۔ ایک تو نادانی اور جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کرنا خواہ بتوں پر قربانی کے طور پر ہو یا تنگدستی کے خوف سے ہو یا ننگ و عار کے ڈر سے ہو جیسا کہ بعض جاہل لڑکیوں کی بابت خیال کرتے تھے کہ ان کی دوسرے سے شادی ہوگی یہ ان کے لیے باعث شرم ہے اور دوسرا اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کر لینا اور پھر جھوٹ کہنا کہ اللہ نے حرام کیا ہے۔ یہ سب باتیں یقیناً گمراہی کی ہیں سیدھے راستے پر چلنے والے ایسی باتیں نہیں کرتے ؛

پچھلی آیتوں پر غور

اسلام کا اصل سبق جو وہ انسان کو سکھانا چاہتا ہے توحید ہے اور اس سورت میں اسی کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ مسلمانوں کو توحید پر بڑی سختی سے قائم رہنا چاہیئے۔ اور ایسی چیز کے پاس کبھی نہ پھٹکنا چاہیئے۔ جس سے توحید میں ذرا سا بھی خلل آتا ہے۔

توحید کا لفظ وحدت سے بنا ہے اور وحدت کے معنی ہیں اکائی یعنی ایک ہونا۔ اسی سے لفظ وحدانیت بھی بنا ہے۔ جو چیز ایک ہو اُسے واحد اور اَحَد دونوں کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا نام واحد بھی ہے اور احد بھی۔ توحید کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک ماننا یا کہنا۔ لیکن اسلام میں توحید کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو واحد اور احد یعنی ایک کہنا اور محض اسی کو عبادت اور حقیقی تعظیم و تکریم کا مستحق سمجھنا اور کسی کے آگے سر نہ جھکانا اور نہ اپنے آپ کو کسی اور کے آگے ذلیل کرنا۔ اس کے حکم کے آگے کسی کا حکم نہ ماننا خواہ وہ غیر کوئی آدمی یا اور چیز ہو یا اپنی خواہشیں ہوں یعنی باتوں کی اس نے اجازت دی ہے انہیں کرنا اور جن سے اس نے روکا ہے ان سے رک جانا۔ اس نے کرنے اور نہ کرنے کی باتیں اپنی کتاب قرآن مجید میں صاف صاف بیان کر دی ہیں اور اپنے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اسے دنیا بھر کے انسانوں اور جنوں کے لیے دنیا میں بھیج دیا ہے۔ ان سب باتوں کا اقرار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہے۔ اور اس کے کہتے ہی آدمی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اللہ کے احکام پر سچے دل سے عمل کرنے سے اسے اللہ کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ یقین کے بہت سے درجے ہیں اور ہر درجے کا نام ایمان ہے۔ یقین کے ساتھ اللہ کا کہنا ماننے سے ایمان میں روشنی آتی ہے اور یقین کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔

مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ توحید میں خلل آنے دے۔ توحید میں خلل یا تو اللہ کے ساتھ کسی اور میں اسی کی سی صفتیں ماننے سے آتا ہے۔ مثلاً کسی کے اندر مارنے جلانے، رزق دینے، اولاد دینے وغیرہ کی قدرت ماننے۔ یہ ساری قدرتیں اللہ ہی کے اندر ہیں اور کسی میں کوئی طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے۔ اس لیے کسی کے آگے التجا کرنی۔ کسی سے مراد مانگنی کسی کی منت ماننی غلط ہے اور نری غلط ہی نہیں بلکہ شرک ہے جس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ شرک کو کلام الٰہی میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس کی بابت صاف کہہ دیا گیا ہے کہ کبھی بخشا نہیں جا سکتا۔

اسی طرح سوا اللہ کے کسی اور کی نذر نیاز کرنا یا اس پر پابندیاں لگانا کہ اس کو فلاں کھائے اور فلاں نہ کھائے یا قرآن شریف کے فیصلے کے خلاف کسی اور کا فیصلہ ماننا شرک ہے جیسا کہ پچھلی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ بزرگوں کے پاس یا ان کے مزاروں پر اس نیت سے جانا کہ وہ ہمیں ہماری مرادیں دے سکتے ہیں۔ شرک ہے۔ البتہ نیک لوگوں سے یہ کہنے میں کہ ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ قبولیت کا باعث ہے۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور ایمان تازہ ہوتا ہے۔ زیارت قبور سے بھی یہ باتیں حاصل ہوتی ہیں، وہاں اسی خیال سے جانا مناسب ہے۔ مرادیں پوری کرنا، رزق یا اولاد دینا مصیبتیں دور کرنا۔ فقط اللہ عز و جل کا کام ہے اور کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اس بات کا اقرار ہے کہ ہم اللہ کے سوا نہ کسی سے سفارش کریں اور نہ مدد مانگیں گے۔

اللہ کی مہربانیاں

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ

اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ اونچے چڑھائے ہوئے

وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ

اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور اور کھیتی

مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ

الگ الگ ہیں پھل اس کے اور زیتون اور انار

مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ

ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے کھاؤ اس کے پھل میں سے

اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ

جب وہ پھلے اور دو اس کا حق دن کاٹنے کے اس کے

وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۱۴۱)

اور مت فضول خرچی کرو بیشک وہ نہیں پسند کرتا بیجا خرچ کرنے والوں کو

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ

اور اسی نے باغ پیدا کیے جو ٹیلوں پر چڑھائے جاتے ہیں

وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

اور جو ٹیلوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی کہ

مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ

ان کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار کو پیدا کیا

مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ

ایک دوسرے کے مشابہ اور جدا جدا بھی جس وقت پھل لائیں ہے

اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ

ان کے پھل میں سے کھاؤ اور جس دن ان کو کاٹو ان کا حق ادا کرو

وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۱۴۱)

اور بیجا نہ خرچ کرو بیجا خرچ کرنے والے اس کو خوش نہیں آتے

مَعْرُوْشٰتٍ: (اونچے چڑھائے ہوئے) معروشۃ کی جمع ہے جو اسم مفعول مؤنث ہے اور عرش سے بنا ہے۔ عرش کے معنی ہیں اونچا کرنا۔ بیلوں کو لکڑیوں کے ٹھاٹھ پر چڑھانا جیسے انگور کی بیلیں لکڑیوں کی ٹٹیاں چھت کی شکل میں باندھ کر ان پر چڑھائی جاتی ہیں اور غیر معروشات وہ جن کو اوپر چڑھانے کا دستور نہیں ہے جیسے تربوز، خربوزہ وغیرہ کی بیلیں جو زمین ہی پر پھیل جاتی ہیں یا تنے دار پودے۔

حَصَاد: پکنے پر پھلوں اور غلوں کو توڑ کر اور کاٹ کر اکٹھا کرنا۔

حَقٌّ: یہاں اس سے مراد پیداوار کا وہ حصہ ہے جو محتاجوں کے لیے نکالنا چاہیے۔

اس آیت میں اللہ کی کھلی ہوئی مہربانیوں اور عنایتوں کا بیان ہے جن کو ہر شخص ذرا سی توجہ سے سمجھ کر ان سے اللہ کو پہچان سکتا ہے اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور اپنے پھلوں، غلوں اور کھانوں میں سے ان کے نام کا حصہ الگ نکال دیتے ہیں، حالانکہ ان جھوٹے معبودوں نے نہ کچھ پیدا کیا اور نہ کر سکتے ہیں اور اللہ کو بالکل بھولے ہوئے ہیں جس نے انسان کے لیے زمین سے سب کچھ پیدا کیا۔ ارشاد ہے اللہ کو پہچاننا ہے تو اپنے ارد گرد باغوں کو دیکھو جن میں انگور کی بیلیں اونچی اونچی ٹٹیوں پر چڑھی ہوئی ہیں اور ان میں انگور کے خوشے لٹک رہے ہیں۔ ان بیلوں کو دیکھو جو آپ ہی آپ زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔ کھجور کے درختوں اور کھیتوں کو دیکھو جن میں مختلف قسم کے پھل، میوے اور غلے پیدا ہوتے ہیں زیتون اور انار کو دیکھو ان سب میں شکل میں ملتی جلتی اور الگ الگ شکل کی مزے میں مختلف میٹھی، کھٹی، کھٹ مٹھی اور پھیکی کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں، یہ چیزیں جب پک کر تیار ہو جائیں تو ان میں سے شوق سے کھاؤ اور ان کے کاٹنے اور توڑنے کے دن اللہ کے نام پر مسکینوں اور محتاجوں کا حصہ نکال کر الگ رکھ دو لیکن اس کا خیال رکھو کہ کوئی چیز فضول ضائع نہ کی جائے اللہ تعالیٰ فضول ضائع کرنے والوں کو اور حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

جانور بھی بنائے

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا
اور چوپایوں میں سے لادو اور بچھے قد والے کھاؤ
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
اس سے جو دیا تم کو اللہ نے اور نہ پیچھے چلو قدموں کے
الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۱۴۲)
شیطان کے بے شک وہ تمہارے لیے دشمن ہے کھلا
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ
آٹھ جوڑے بھیڑ میں سے دو
وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ
اور بکری میں سے دو کہہ کیا دونر
حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ
حرام کیے یا دو مادہ یا وہ کہ لپیٹے ہیں
عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ
جس پر بچہ دانی دونوں مادہ کے

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا
اور چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے پیدا کیے
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر
الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۱۴۲)
نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ
آٹھ نر مادہ پیدا کیے دو بھیڑ میں سے
وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ
اور دو بکریوں میں سے پوچھو تو کہ اللہ نے دونوں
حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ
نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ جس پر
عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ
دونوں مادہ کے ارحام مشتمل ہیں

حَمُوْلَةً: (بوجھ اٹھانے والے) صفت کا مبالغہ ہے جو حمل سے بنا ہے جس کے معنی ہیں بوجھ اٹھانا۔ یہاں اس سے مراد ایسے جانور ہیں جو بار برداری کے کام آتے ہیں جیسے اونٹ خچر وغیرہ۔

فَرْشٌ: بچھونا۔ یہاں اس سے مراد چھوٹے قد کے جانور ہیں جو زمین سے تقریباً لگے ہوتے ہیں جیسے بھیڑ بکری وغیرہ۔

اَمَّا: اصل میں اَمْ۔ مَا دونوں لفظوں سے بنا ہے۔ ایک کو دوسرے میں ادغام کرکے لکھنے میں بھی ملا کر لکھا جاتا ہے اور پڑھنے میں بھی اکٹھا پڑھا جاتا ہے اَمْ کے معنی (یا) مَا کے معنی (جو)

اِشْتِمَالٌ: (لپیٹ جانا) یہ شمل سے بنا ہے جس کے معنی کسی چیز کو ڈھانک لینے اور اپنے اندر چھپانے کے ہیں۔ اشتمال کے معنی کسی چیز کے گرد لپٹ جانا اور اس کو اپنے اندر چھپا لینا جیسے اوڑھنے کی چادر گرد لپٹ جاتی ہے اور بدن کو ڈھانک لیتی ہے یہاں یہ کہا گیا ہے کہ بچہ کو پیدا ہونے سے پہلے مادہ کا رحم یعنی بچہ دانی اپنے اندر لپیٹے رکھتی ہے۔ اس رحم کی جمع ارحام ہے۔

اللہ نے چوپائے بھی انسان کے لیے بنائے جن میں سے بعض بوجھ اٹھانے اور لادنے کے کام آتے ہیں۔ یہ دراز قد ہیں اور بعض پست قد ہیں جن کا دودھ اور گوشت کھایا جاتا ہے ان کو کھاؤ۔ ارشاد ہے کہ ان سے پوچھو کہ تم جو بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر حرام یا حلال کر لیتے ہو بتاؤ یہ اللہ نے کہاں کہا ہے ان جانوروں کے نر مادہ مل کر آٹھ جوڑے ہیں، دو بھیڑوں کے اور دو بکریوں کے، دو دو جوڑے آگے آئیں گے۔ اب یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان میں سے نر کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا ان کے بچوں کو۔ اگر اس نے نہیں کیا۔ تو تمہیں کیا حق ہے کہ ان میں سے کسی کو حرام یا حلال کر دو۔

جانوروں کی دو باقی قسمیں

نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
خبر دو تم مجھے اس کے علم کی اگر ہو تم سچے
وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ
اور اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو
قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
کہہ کیا دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ
اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ
یا وہ جو کہ لپٹے ہیں اس پر بچہ دان دونوں مادہ کے
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ
کیا تھے تم حاضر جب حکم دیا تھا تم کو اللہ نے
بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
اس کا پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر
كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
جھوٹ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بغیر علم کے بے شک اللہ
لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾
نہیں راہ دکھاتا لوگوں ظلم کرنے والوں کو

نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
اگر تم سچے ہو تو مجھ کو سند بتلاؤ
وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ
اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو پیدا کیے
قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
پوچھ تو دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ
اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ
یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں دونوں مادہ کے بچہ دان
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ
کیا جس وقت اللہ نے تم کو یہ حکم دیا تھا تم حاضر
بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
تھے پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ
كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
پر جھوٹا بہتان باندھے تاکہ لوگوں کو بلا تحقیق گمراہ کرے بے شک
لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع
اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا

ارشاد ہے کہ مجھے بتاؤ ان جانوروں کے حرام ہونے کا علم تمہیں کیسے ہوا کیونکہ علم کے لیے سند کی ضرورت ہے اگر تم سچے ہو تو بتاؤ تم سے اللہ کے کس نبی نے یہ کہا۔ اسی طرح اللہ نے اونٹ کے نر مادہ اور گائے کے نر مادہ کے دو جوڑے بنائے۔ ان کی بابت پوچھو کہ اللہ نے ان کے نر حرام کیے یا ان کی مادہ یا ان کے پیٹ کے بچے۔ اگر کسی نبی نے کہا ہو تو اس کی سند لاؤ۔ اور نہیں تو یہ بتلاؤ کہ جب اللہ نے انہیں حرام کیا تھا کیا تم خود اس وقت حاضر تھے اور تم نے اپنے کانوں سے سنا جب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو بتاؤ کہ اس آدمی سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کا جھوٹا نام لگائے اور جس کو اس نے حرام نہیں کیا اس کے بارے میں کہے کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ جب ان کے کرتوتوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ ہر طرح ظالم ہیں اور ان میں سچی بات سمجھنے اور سیدھی راہ پر چلنے کی صلاحیت ہی نہیں تو پھر ان کو ہدایت کیسے ہو۔ اللہ نے تو یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جن میں ٹھیک کام کرنے کی صلاحیت نہیں۔ ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت میں بہت وضاحت کے ساتھ ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو اپنے گھڑے ہوئے حیلے بہانوں سے بغیر سند کے چیزوں کو اپنے اوپر حلال یا حرام کر لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یقینی علم کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں کوئی معتبر آدمی بتائے یا خود سنے یا دیکھے اس لیے قرآن مجید میں جو باتیں ہیں وہ یقینی ہیں کیونکہ اس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا کہ کر ہمیں دیا ہے اور آپ سے بڑھ کر معتبر آدمی دنیا میں کوئی نہیں :

حرام چیزیں

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا
تو کہہ نہیں پاتا میں اس میں جو وحی کی گئی طرف میری حرام
عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ
کسی کھانے والے پر جو کھاوے اس کو مگر یہ کہ ہو وہ
مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ
مردار یا خون بہتا ہوا یا گوشت
خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ
سؤر کا کیونکہ وہ ناپاک ہے یا ناجائز (ذبیحہ) پکارا گیا
لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ
واسطے غیر اللہ کے جس پر پس جو بیقرار ہو جاوے نہ نافرمانی کرنے والا
وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾
اور نہ زیادتی کرنیوالا پس تحقیق تیرا رب معاف کرنیوالا نہایت مہربان ہے

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا
تو کہہ کہ میں اس وحی میں جو مجھ کو پہنچی ہے
عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ
کھانے والے پر کسی ایسی چیز کو جو اسے کھائے حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ
مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ
وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت
خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ
جو ناپاک ہے یا ناجائز (ذبیحہ) جس پر اللہ کے سوا
لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ
کسی اور کا نام پکارا جائے پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جائے نافرمانی
وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾
نہ کرے اور نہ زیادتی تو تیرا رب بڑا معاف کرنیوالا نہایت مہربان ہے

فِسْقً : (قانون کے خلاف اور گناہ کے کام) اس کے اصل معنی ہیں قانون سے باہر نکلنا اور بدکاری کرنا۔ فاسق بدکار کو کہتے ہیں یہاں فِسْقًا سے مراد وہ جانور ہے جسے خلاف قانون ناجائز طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔

اُهِلَّ : (اعلان کیا گیا) ماضی مجہول ہے جس کا مصدر اہلال ہے اس کا مادہ ہ۔ل۔ل ہے جس کے معنی ظاہر ہونا ہیں۔ ہلال اسی سے بنا ہے۔ پہلی تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں جو تین روز غائب رہنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ اہلال کے معنی ہیں کھلم کھلا پکارنا اور اعلان کرنا۔ مطلب یہ ہے ایسا جانور جس کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کر دیا ہو یا ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام اس پر لیا گیا ہو۔

بَاغٍ : (نافرمان) اصل میں باغی ہے جو بغاوت سے بنا ہے۔ بغاوت کے معنی ہیں کسی کا حکم ماننے سے انکار کر دینا۔ یہاں اللہ کا نافرمان مراد ہے۔

عَادٍ : اصل میں عادی ہے جو عدوان سے بنا ہے اس کے معنی پہلے گذر چکے ہیں یعنی حد سے نکل جانا اور زیادتی کرنا۔

ارشاد ہے کہ تمہیں کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ کا کام ہے۔ مجھے اللہ نے جو چیزیں حرام بتائی ہیں وہ میں گنوا دیتا ہوں ان میں وہ کوئی نہیں ہے جسے تم خواہ مخواہ حرام کر بیٹھتے ہو۔ سنو اللہ کی حرام کی ہوئی چار چیزیں ہیں :

۱۔ مردار جانور
۲۔ بہتا ہوا خون
۳۔ سور کا گوشت
۴۔ کسی اور کے نام کی چیز مثلاً یوں کہنا شیخ سدو کا بکرا۔ سید احمد کبیر کی گائے۔

حرام چیزیں سورہ مائدہ کے پہلے رکوع میں گنوا دی گئی ہیں وہ یہی چار ہیں۔ باقی ان کی تفصیل ہے۔

یہودیوں پر حرام

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ
اور اوپر ان کے جو یہودی ہوئے حرام کیا ہم نے ہر ایک
ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا
ناخن والا جانور اور گائے سے اور بکری سے حرام کیا ہم نے
عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ
ان پر چربیاں ان کی مگر جو اٹھائی ہوں
ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ
ان کی پیٹھوں نے یا انتڑیوں نے یا جو ملی ہوئی ہو
بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ
ساتھ ہڈی کے یہ بدلہ دیا ہم نے ان کی سرکشی کا
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
اور ہم بے شک سچے ہیں

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ
اور یہود پر ہم نے ہر ایک ناخن والا جانور حرام
ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا
کیا تھا اور گائے اور بکری میں سے ان کی چربی
عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ
حرام کی تھی مگر جو پیٹھ پر یا انتڑیوں
ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ
پر لگی ہو یا جو چربی ہڈی کے ساتھ
بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ
ملی ہو یہ ہم نے ان کو ان کی شرارت پر سزا دی
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
تھی اور ہم سچ کہتے تھے

حَوَايَا: انتڑیاں، حَوِیَّۃ کی جمع ہے جو حَوِیٌ سے بنا ہے حَوِیٌ کے معنی گھیرنا کسی چیز کو اپنے اندر لپیٹ لینا۔ حَوِیَّۃ وہ چیز جو کسی کے گرد لپیٹ کر اس کو اپنے اندر چھپا لے، یہاں مراد آنتیں ہیں جو ایک دوسرے سے لپٹی ہوتی ہیں۔ اور ان کے ساتھ چربی بھی لگی ہوتی ہے۔

پچھلی آیتوں میں یہ ذکر چلا آرہا ہے کہ جو شخص حلال حرام کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور میں مانے وہ مشرک ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ کسی آدمی کو نہ خود اختیار ہے نہ کسی اور میں اسے یہ اختیار ماننا چاہیئے کہ وہ اس کے لیے قانون اور قاعدے مقرر کر سکتا ہے۔ یا اس کی زندگی کے کسی شعبہ کے لیے قانون بنا سکتا ہے۔ انسان کے لیے اللہ کے سوا کوئی قانون بنانے والا نہیں۔ اس کے تمام معاشرتی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی قوانین کی بنیاد اللہ کے حکموں پر ہے۔ جو قانون اس بنیاد پر نہ بنا ہو وہ کسی طرح ماننے کے قابل نہیں۔ اس بارے میں یہ سمجھانا ہے کہ تم کسی چیز کو نہ حلال کر سکتے ہو نہ حرام۔ اللہ نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ انسان کے لیے سب چیزیں حلال ہیں سوا ان کے جن کو اللہ نے خود حرام کیا۔ پچھلی آیت میں ان چیزوں کا بیان ہوا جن کا کھانا یا استعمال کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اس آیت میں اپنے اختیار کو واضح کرنے کے لیے بتایا گیا ہے کہ ہم نے بعض حلال چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے حرام کر دی تھیں۔

ارشاد ہے کہ یہودیوں پر سر کھُر والا جانور جس کی انگلیاں الگ الگ نہ ہوں مثلاً اونٹ ہم نے حرام کیے اور گائے بکری کی چربی بھی جو پیٹھ پر یا انتڑیوں پر یا ہڈی کے ساتھ نہ لگی ہو حرام کر دی۔ یہ اس لیے کہ وہ شریر تھے۔ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور اللہ کے حکم نہ مانتے تھے ہم نے جو کہا ہی سچ ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ یہود کہتے تھے کہ یہ چیزیں ہم پر نافرمانی کی وجہ سے حرام نہیں ہوئیں بلکہ یہ قدیم سے حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ کے زمانے سے حرام چلی آرہی ہیں۔ پارہ لن تنالوا کے شروع میں اس کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے ؏

مجرم بچ نہیں سکتے

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ

پس اگر جھٹلائیں تجھ کو پس کہہ دے رب تمہارا رحمت والا ہے

وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

جو وسعت والی ہے اور نہ ٹلے گا اس کا عذاب ان لوگوں سے

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

جو جرم کرنے والے ہیں

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ

پھر اگر تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت بڑی

وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

بڑی وسعت ہے۔ اور گنہ گار لوگوں سے اس کا عذاب

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

نہیں ٹلے گا

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ ہم نے یہود پر ان کی شرارت کی وجہ سے وہ حلال چیزیں جن کا بیان ہوا حرام کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود سے کہا تو انہوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ یہ تو قدیم سے حرام چلی آ رہی ہیں۔ قرآن شریف میں ان کے اس قول کی تردید کی گئی لیکن وہ اسی پر اڑے رہے گو اس پر کوئی دلیل نہ لا سکے۔ غلط بات کو غلط جانتے ہوئے اس پر اڑ جانے والے اس مغالطہ میں رہتے ہیں کہ انہیں فوراً سزا نہیں ملتی۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر یہ لوگ تجھ کو جھوٹا کہیں، حالانکہ اس کے سوا جھوٹا کہنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ان کا دل تیری بات ماننے کو نہیں چاہتا۔ ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اگر مان لیں تو ان کی بات کرکری ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ تم خود جھوٹے اور غلط بات پر جمنے والے ہو اور تم کو اس کی سزا فوراً اس لیے نہیں ملتی کہ تمہارے رب کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ جرم کرنے والے کو فوراً نہیں پکڑتا۔ بلکہ اسے ڈھیل دیتا ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تمہارا طرزِ عمل ٹھیک ہے اور تم مجرم نہیں ہو۔ اللہ مجرم کو ڈھیل تو دے دیتا ہے لیکن [illegible] دیر اسے سزا ضرور ملے گی۔ اگر وہ اپنے گناہ پر پچھتا کر معافی مانگتا ہوا اللہ کے دربار میں حاضر نہ ہوا تو اسے سزا مل کر رہے گی۔ کیوں کہ اللہ کا عذاب مجرموں کے سر سے کبھی نہیں ٹلتا۔ صرف اس کی رحمت نے اسے روک رکھا ہے کہ شاید گنہ گار گناہ سے توبہ کر لے۔

یہاں سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں (۱) قرآن مجید کے حکموں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ہنسی خوشی چاق و چوبند چلتے پھرتے دیکھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ گنہ گاروں کو سزا اور عذاب کا اعلان محض دھمکی ہے ورنہ اس کی کیا وجہ کہ ساری نعمتیں گنہ گاروں کو حاصل ہیں اور وہ مزے سے دندناتے پھر رہے ہیں کسی کا بال تک بیکا نہیں ہوتا

اس آیت سے اور بہت سی اور آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ مجرموں کو عذاب مل کر رہے گا۔ دیر لگنا کسی مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا ایک وقت مقرر ہے جب وقت آ گیا پھر وہ ٹلنے والا نہیں۔

۲۔ اگر کسی قوم کا کوئی فرد گناہ کرے تو اس کا وبال اس کی ساری قوم پر پڑتا ہے۔ افراد کے جرم اگر بڑھتے رہے تو وقت آنے پر ساری قوم فنا ہو گی اس لیے کہ مجرم کو بدکاری سے روکنا ساری قوم کا فرض ہے اگر قوم اس فرض سے غافل رہی تو آخرکار فنا ہو گی۔

دھوکا

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ
اب کہیں گے یہ لوگ جنھوں نے شرک کیا اگر چاہتا اللہ
مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ
نہ شرک کرتے ہم اور نہ باپ دادا ہمارے اور نہ حرام کرتے کوئی
شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
چیز اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو پہلے تھے ان سے
حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ
یہاں تک کہ چکھا انہوں نے عذاب ہمارا

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ
مشرک اب کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم
مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ
شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام
شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
کرتے اسی طرح ان سے اگلے جھٹلاتے رہے
حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ
یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا

پچھلی آیت سے سمجھ میں آیا تھا کہ اللہ کا عذاب مجرموں کے سر پر ہمیشہ منڈلاتا رہتا ہے گناہ کرنے والا کچھ دنوں کے لیے بچا رہتا ہے لیکن آخر کب تک۔ اس کی شامت ساری قوم کی گردن پر سوار رہتی ہے اور جب بااثر اور مالدار لوگوں کی دیکھا دیکھی بدکاریاں عام ہو جائیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ قوم تباہی کی طرف جا رہی ہے اگر نہ سنبھلی اور افراد کو بدکاریوں سے نہ روکا تو عذاب آنا یقینی ہے۔ اس کا ایک دم نہ آنا بھی رحمت ہے۔ کیونکہ مہلت ملنے سے اصلاح کا موقعہ ملتا ہے۔ اس آیت میں اس مضمون کو زیادہ واضح کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ شرک کرنے والے اور بدکاریوں میں پھنسے رہنے والے اپنے خلافِ انسانیت فعلوں کا یہ بہانہ ڈھونڈھ لیں گے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ تو وہی باتیں ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں اگر اللہ کو یہ باتیں پسند نہ ہوتیں تو اس نے کب کا روک دیا ہوتا تم جو کہتے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر اور چیزوں کے خیال میں لگا رہنا اور بغیر اس کے حکم کے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام کر لینا یہ سب باتیں چھوڑ دو بھلا بتاؤ ہم تمہاری بات کیسے مان لیں یہ باتیں پہلے زمانہ سے چلی آتی ہیں نہ کسی کی تباہی ہوئی نہ عذاب آیا۔ ان کے ان بے ہودہ خیالات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے کہہ دو ایسا عذاب جس سے سب تباہ ہو جائیں اللہ کی وسیع رحمت کی وجہ سے رکا ہوا ہے مہلت اس لیے دی جا رہی ہے کہ شاید یہ گناہ کرنے والے اب بھی سنبھل جائیں اور بدکاریاں چھوڑ دیں ورنہ مجرموں کے لیے عذاب ہر وقت تیار ہے۔ پہلے لوگوں کے اوپر عذاب آ چکے ہیں اور وہ اپنی نافرمانیوں کی شامت سے تباہ ہو چکے ہیں۔ عذاب آنے سے پہلے وہ بھی یہ کہتے تھے کہ گناہ کوئی چیز نہیں جو جی چاہے وہ کیے جاؤ عذاب اور سزا کوئی چیز نہیں آخر ان پر عذاب آیا اور وہ مٹ گیے۔

اس آیت میں ہمارے لیے بہت سخت تنبیہ ہے ہم کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن مجید میں جن کاموں سے منع کیا گیا ہے اور ان کے کرنے والوں کو سزا کی دھمکی دی گئی ہے ان کو چھوڑ دینے کا یہی وقت ہے۔ اس مہلت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ یہ زلزلے طوفان، بیماریاں وغیرہ اور آفتیں جو دنیا میں آتی رہتی ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کے غضب سے ڈر کر اس کی نافرمانی کرنا چھوڑ دے۔ کیونکہ انسان کو طوفانوں اور زلزلوں کو روکنے کی کوئی طاقت نہیں ہے انسان کے تجربے ضرور بڑھ گیے لیکن ان سے وہ زیادہ سے زیادہ فقط ان آفتوں کے مادی سبب بیان کر سکتا ہے ان کو روک نہیں سکتا۔ یہ کہنا کہ یہ تو طبعی حادثات ہیں انسان کے اعمال کو ان میں کیا دخل۔ محض ان کی باتیں ہیں :-

اٹکل پچّو باتیں

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ

کہدے کیا تمہارے پاس کوئی یقینی بات ہے تاکہ نکالو تم اس کو

لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ

ہمارے لیے نہیں پیروی کرتے تم مگر گمان کی اور نہیں

اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ

تم مگر اٹکل چلاتے کہدے پس اللہ ہی کے لیے ہے

الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

حجت پوری پس اگر وہ چاہتا تو ہدایت کرتا

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

سب کو

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ

تو کہہ تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے کہ اس کو ہمارے سامنے

لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ

ظاہر کرو تم تو نری اٹکل پر چلتے ہو اور صرف

اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ

تخمینے ہی کرتے ہو تو کہہ دے بس اللہ کا

الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

ہدایت کر دیتا

علم: جاننا۔ یہاں اس سے مراد ایسا فیصلہ ہے جس سے دل کو اطمینان ہو جائے خواہ اس کا ذریعہ منطقی دلیلیں ہوں یا تجربہ وغیرہ۔

تخرجوہ: نکال کر سامنے لاؤ تم اس کو۔ مضارع کا صیغہ ہے اصل میں تخرجون ہے سوال کے بعد فا آنے سے آخری نون گر گیا۔ اس کا مصدر اخراج ہے جو خروج سے بنا ہے خروج کے معنی نکلنا۔ باہر جانا۔ ظاہر ہونا۔ اخراج کے معنی نکالنا سامنے ظاہر کرنا۔

ظن: ایسا فیصلہ جس سے دل کو پورا اطمینان نہ ہو کیونکہ ابھی تجربے یا دلیل سے ثابت نہیں ہوا لیکن صحیح ہونے کی امید ہو۔

خرص: (اٹکل کرنا) اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا اور نہ ظن ہم اسے اٹکل پچو بات کرنا کہتے ہیں۔

الحجۃ البالغۃ: ایسی دلیل کو جس سے دعویٰ ثابت ہو حجت کہتے ہیں۔ البالغہ بلوغ سے ہے جس کے معنی ہیں حد کو پہنچ جانا۔ البالغہ کے معنی حد کو پہنچی ہوئی۔ پوری جس میں عقل سلیم کو شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

اس آیت میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ اس قسم کی باتوں کی کہ دنیا کی مصیبتوں کو انسان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے اور عذاب ثواب کوئی چیز نہیں ہے کسی کے پاس یقینی اور قطعی دلیل نہیں ہے۔ جو لوگ اپنی خواہشوں کے دلدادہ ہیں ان کی اپنی مرضی ہی انہیں دلیل معلوم ہوتی ہے اس کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو باتیں کہتے ہیں وہ قطعی ہوتی ہے اور اس کی دلیل اور حجت ایسی پختہ ہوتی ہے کہ دل کو اس پر پورا یقین اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں کی عقلیں جو حیوانی خواہشوں کے غلام نہیں ہوتے اسے فوراً قبول کر لیتی ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے پاس کوئی قطعی دلیل ہے کہ بُرے اعمال سے عذاب نہیں آتا۔ تو پیش کرو۔ ورنہ ظاہر ہے کہ تمہاری ساری باتیں اٹکل پچو ہیں اللہ نے جو کچھ کہا ہے اس کے پاس اس کی بڑی قوی حجت ہے۔ جس کو وہ عقل انسانی جس کو وحی کی روشنی حاصل ہے۔ فوراً قبول کرتی ہے اور خود ہر انسان کی ضمیر اس کے اوپر گواہ ہے بشرطیکہ وہ مادی بوجھ سے دب کر بیکار نہ ہو گئی ہو۔ اللہ اس حجت کے ذریعہ انسان کو ٹھیک بات منوانا چاہتا ہے ورنہ اس کے نزدیک کیا مشکل تھا کہ سب کو یونہی ہدایت کر دیتا۔

گواہ لاؤ

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
کہہ دے لاؤ اپنے گواہ جو
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ
گواہی دیں کہ اللہ نے حرام کیا یہ سب
فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ
پس اگر گواہی دیں تو تو گواہی نہ دے ان کے ساتھ
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
اور نہ پیروی کر خواہشوں ان لوگوں کی جنہوں نے جھوٹا کہا
بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
ہماری آیتوں کو اور جو نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے
وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
اور وہ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں اوروں کو

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
تو کہہ دے کہ اپنے گواہ لاؤ جو اس
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ
بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کیا
فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ
پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں تو بھی تو ان کا اعتبار نہ کر
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
اور ان کی خوشی پر نہ چل جنہوں نے ہمارے حکموں کو
بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
جھٹلایا اور جو آخرت کا یقین نہیں کرتے اور وہ اوروں
ع ۱۸ ۲ ۵ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
کو اپنے رب کے برابر کرتے ہیں

هَلُمَّ: (لاؤ) یہ اسم ہے جو امر کے معنی میں مستعمل ہے۔ عربی میں چند ایسے لفظ ہیں جو اسم ہیں لیکن ان کے معنی فعل امر یا ماضی کے ہوتے ہیں ایسے لفظ کو اسم فعل کہتے ہیں۔

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ جو چیزیں تم نے حرام ٹھہرا رکھی ہیں ان کے حرام ہونے کی کوئی دلیل پیش کرو۔ ظاہر ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں صرف اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ دلیل تو تمہارے پاس کوئی نہیں اچھا اب اگر کوئی ایسی گواہی دینے والا تمہارے پاس ہو تو لاؤ، جو کہے کہ ہاں جس وقت اللہ نے یہ چیزیں حرام کیں میں موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ ان کے پاس ایسے گواہ بھی نہیں ہیں اگر بالفرض انہوں نے اپنے اثر سے یا رشوت سے ایسے گواہ بھی پیدا کر لیے تو وہ یقیناً جھوٹے ہوں گے تم ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاؤ اور نہ ان کی بات مانو۔ اب چونکہ ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ گواہ۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ محض اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں اور جو جی چاہتا ہے وہ کرتے ہیں۔ تجھے کچھ ضرورت نہیں کہ ان کی خواہشوں کی پیروی کرے اور ان کے کہنے پر چلے تو ہرگز ایسے لوگوں کی بات نہ مان جو ہماری آیتوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور اپنے رب کے برابر اوروں کا رتبہ ٹھہراتے ہیں۔

یہاں سے ایک بڑے کام کی بات معلوم ہوتی ہے اور اس سے ایک ضروری امر کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کا کہنا نہ ماننا چاہیئے جو قرآن کو سچے دل سے نہیں مانتے آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور اپنے رب کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ اور لوگوں کو اور ان کے کہنے کو اہمیت دیتے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں خدانخواستہ ایسے لوگ ہوں تو ان کو قانون بنانے یا قانونی فیصلے کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ قانون بنانے کے یا اجتہاد کے مقدموں کے فیصلے کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

اللہ کے صریح حکم

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
تو کہہ آؤ تم پڑھ کر سناؤں جو قطعی مقرر کیا تمہارے رب نے
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا
تم پر کہ نہ شریک ٹھہراؤ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو
وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا
اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور نہ قتل کرو
اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
اپنی اولاد کو بوجہ افلاس کے ہم دیتے ہیں رزق تم کو
وَاِيَّاهُمْ ۚ
اور ان کو

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
تو کہہ تم آؤ میں سنا دوں جو تم پر تمہارے رب نے
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا
حرام کیا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو
وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا
اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اپنی اولاد کو
اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
بوجہ مفلسی کے مار نہ ڈالو ہم تم کو اور ان کو
وَاِيَّاهُمْ ۚ
رزق دیتے ہیں

تَعَالَوْا: امر کا صیغہ ہے جس کا مفرد تَعَالَ ہے اس کا مصدر تعالیٰ ہے جو عُلُوٌّ سے بنا ہے۔ عُلو کے معنی بلندی کے ہیں۔ تعالیٰ کے معنی ہیں بلند ہونا۔ اوپر ہونا۔ اگر کوئی شخص اونچی جگہ مثلاً اونچے چبوترے یا کوٹھے پر ہو اور وہ نیچے سے کسی کو اپنے پاس بلائے تو عربی میں یوں کہے گا تَعَالَ جس کی اردو ہے اوپر چلے آئیے۔ اس کے بعد ہر شخص کو پاس بلانے یا اس کو متوجہ کرنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ یہاں اس سے مراد ہے ادھر توجہ کرو اردو میں کہیں گے "آؤ تمہیں احکام سناؤں"۔

حَرَّمَ، ماضی ہے جس کا مصدر تحریم ہے جو حرام سے بنا ہے حرام کے معنی پہلے گزر چکے۔ ایک اس کے معنی قطعی اور مقرر حکم کے بھی ہیں۔ یہاں تحریم سے یہی مراد ہے یعنی قطعی طور پر حکم دینا۔ فرض کرنا۔

اِمْلَاق: مَلق سے بنا ہے مَلق کے معنی ہیں لطف، نرمی۔ املاق کے معنی ہیں خرچ کر کے پیسہ نبیڑ دینا۔ کنگال ہو جانا۔

انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ کے حکموں کی تعمیل کرے اپنی طرف سے اپنے اوپر کوئی پابندی عائد نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو ظالم اور جابر کہلائے گا اس سے پہلے رکوع میں کھانے پینے کی چیزوں میں اللہ کے قطعی حکم بتائے گئے تھے اس رکوع میں اخلاق اور معاملات کے بارے میں قطعی اور صاف ہدایتیں دی گئی ہیں، انسان کی اپنی سوچی ہوئی باتیں وہم و گمان پر مبنی ہوتی ہیں لیکن اللہ کے حکم یقینی اور قطعی ہیں جن میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں۔

ارشاد ہے کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ اللہ نے تمہارے لیے کیا کیا کام مقرر کیے ہیں تمہارا فرض ہے کہ اس کے احکام بجا لاؤ اپنی مرضی سے قاعدے مت بناؤ۔ قانون بنانا تمہارا کام نہیں یہ تو فقط اللہ کا کام ہے تمہیں چاہیئے کہ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرو۔ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اولاد کو اس وجہ سے کہ تمہارے پاس ان کے پالنے میں پیسہ سب ختم ہو جائے گا اور مفلسی چھا جائے گی قتل مت کرو ہم ہی تمہیں رزق بھی دیتے ہیں اور ہم ہی ان کو رزق دیں گے ——— عرب میں انسانیت کے خلاف بہت سے دستور رائج تھے بتوں کی پوجا ہوتی تھی ان لوگوں نے اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ بتوں کو سمجھ رکھا تھا۔ یہ بچوں کو قتل کر ڈالتے تھے کہ خود کھانے کو نہیں ملتا ان کو کہاں سے دیں گے ؛

بے حیائی مت کرو!

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کے جو کھلی ہو اس سے
وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي
اور جو چھپی ہو اور نہ قتل کرو جان کو جسے
حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ
حرام کیا اللہ نے مگر ساتھ حق کے یہ
وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾
حکم کیا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم سمجھو

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
اور بے حیائی کے کام کے پاس مت جاؤ جو اس میں ظاہر ہو
وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي
اور جو پوشیدہ ہو جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے
حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ
اسے مار نہ ڈالو مگر حق پر یہ تم کو حکم
وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾
کیا ہے تاکہ تم سمجھو

اَلْفَوَاحِشَ (بے حیائی اور گناہ کی باتیں) فاحشہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بے شرمی اور بے حیائی کی بات۔ یہاں اس سے مراد گناہ کبیرہ ہے جیسے زنا وغیرہ۔

حَرَّمَ: تحریم سے ماضی ہے۔ حرام کرنا۔ حرام اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کی حفاظت، ادب اور تعظیم ضروری ہو۔ تحریم سے یہاں یہی مراد ہے یعنی جس کی حفاظت اور احترام کا حکم دیا ہے۔

وَصّٰكُمْ (وصیت کی تمہیں) توصیہ سے فعل ماضی ہے جو وصیۃٌ سے بنا ہے۔ وصیۃٌ کے معنی ہیں خیر خواہی کی بات۔ توصیۃٌ کے معنی ہیں خیر خواہی کے لیے کچھ کہنا یا دینا۔ جب وصیت اللہ کی طرف سے ہو تو اس کے معنی حکم دینے کے ہوتے ہیں۔

اللہ کے مقرر کیے ہوئے باقی حکموں کا اس آیت میں بیان ہے۔
ارشاد ہے کہ بے حیائی اور برائی کے کاموں کے پاس نہ جاؤ خواہ وہ کھلم کھلا ہوں یا پوشیدہ ہوں جس جان کی حفاظت اور احترام کا اللہ نے حکم دیا ہے یعنی انسان کی جان اس کو ناحق مت قتل کرو۔ ناحق قتل وہ ہے جس کا حکم شرع نے نہ دیا ہو۔ ان باتوں کا حکم تمہیں اس لیے دیا گیا ہے کہ تم عقل سے کام لو اور سمجھو کہ تمہارا کام حکم کرنا اور چال چلن کے قاعدے مقرر کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ کے حکموں کے مطابق چلنا ہے۔
عربوں نے آپس میں یہ دستور جاری کر رکھا تھا کہ برے کام زنا وغیرہ کھلم کھلا منع ہیں اور چھپ کر کرنے میں جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ کوئی حرج نہیں۔ یہاں ان سے کہا گیا ہے کہ گناہ چاہے سب کے سامنے ہو یا چھپ کر ہر حالت میں منع ہے۔ اسی طرح عرب میں آدمی کا مار ڈالنا کوئی بات نہ تھی لوٹ مار ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ یہاں ان باتوں سے انہیں روکا گیا ہے آدمی کی جان لینا کسی طرح جائز نہیں جب تک کہ شرع فتویٰ نہ دے اسی طرح حرم مکہ کے اندر جانور کا مارنا بھی جائز نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے معاملات اور چال چلن کے قاعدے مقرر کر کے یہ سمجھا دیا کہ انسان اپنی خوشی کے قاعدے اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے نہیں بنا سکتا۔ اس کا کام یہ ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے قاعدوں پر چلے اور اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے سے آدمی کا ہر کام اللہ کی عبادت بن جاتا ہے۔

عدل اور انصاف کرو

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقہ سے
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ج وَ
کہ وہ بہتر ہو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے بلوغ کو اور
اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ج
پورا کرو ماپ اور تول ساتھ انصاف کے
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ج وَ
نہیں تکلیف دیتے ہم کسی جان کو مگر جتنی اس کو طاقت ہو اور
اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى
جب کچھ کہو تو انصاف کرو اگرچہ ہو رشتہ دار

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طرح کہ
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ج وَ
بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور
اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ج
ماپ تول کو انصاف سے پورا کرو
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ج وَ
ہم ہر کسی کے ذمے وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اس کو
اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى
طاقت ہو جب بات کہو تو حق کی کہو اگرچہ وہ اپنا قریبی ہو

ارشاد ہے یتیم کے مال کو ہاتھ مت لگاؤ۔ ہاں جب تک وہ بچہ ہے اور سوچ کر خرچ کرنے کا اسے ابھی ہوش نہیں آیا ہے۔ اس وقت تک اس کا وہ سرپرست جس کی حفاظت میں وہ رہتا ہے احتیاط کے ساتھ اس کا مال اس کی ضرورتوں میں اور اس کے نفع کی باتوں میں خرچ کرسکتا ہے نفع کے کاروبار میں لگا سکتا ہے لیکن جب وہ سمجھ دار ہو جائے اور مال کے نفع و نقصان کو پہچاننے لگے۔ اس وقت اس کا مال اس کے اختیار میں دے دینا چاہیئے اور نیک مشورے سے اس کی مدد کرنی چاہیئے۔

آگے ارشاد ہے کہ لین دین میں ماپ تول کا خیال رکھو تاکہ کسی کے حق میں کمی نہ ہو اور انصاف سے جتنا جس کو پہنچنا چاہیئے اسے پہنچ جائے۔

ارشاد ہے کہ ہم کسی کے اوپر اس کی طاقت سے زیادہ مشقت نہیں ڈالتے پس اس بات کا خیال رکھو کہ جب کوئی بات کہو یا فیصلہ کرو تو اس میں عدل و انصاف کا خیال رکھو اگر کوئی ملنے والا یا رشتہ دار بھی ہو تب بھی انصاف کو ہاتھ سے نہ دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تم کسی سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہو اور نہ تمہارے اثر کی وجہ سے کوئی تمہارا اقریب کا رشتہ دار، دوست، ملازم، نوکر وغیرہ کسی پر کسی قسم کی دست درازی کا حق رکھتا ہے اور نہ تم کسی معاملہ میں اپنے رشتہ دار یا دوست کی بے جا طرف داری کرسکتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے دین میں مشقت ضرور ہے لیکن ایسی مشقت نہیں جو انسان کے بس کی نہ ہو۔ ہر شخص اللہ کے دین پر بخوبی چل سکتا ہے اور اس کے احکام کو اپنی طاقت کے مطابق بجا لا سکتا ہے۔ بات فقط اتنی ہے کہ اپنی خواہش کو دبا کر اللہ کے قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے لیکن اس کے فائدے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس قدر ہیں کہ ان کی خاطر تھوڑی سی مشقت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

اللہ کا سیدھا راستہ

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ
اور ساتھ عہد اللہ کے وفاداری کرو یہ حکم کیا تم کو ساتھ اس کے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ
تاکہ تم نصیحت پکڑو اور یہ کہ یہ راستہ ہے میرا
مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
سیدھا پس چلو اس پر اور نہ پیروی کرو اور رستوں کی
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ
پس جدا کر دیں تم کو اس کے راستہ سے یہ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾
حکم کیا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم بچ کے چلو

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ
اور اللہ کا عہد پورا کرو تم کو یہ حکم دیا ہے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ
تاکہ تم نصیحت پکڑو اور یہ کہ میری راہ
مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
سیدھی ہے سو اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ
کہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے یہ تم کو
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾
حکم دیا ہے تاکہ تم بچتے رہو

عَهْدٌ: پختہ وعدہ قول و قرار، کسی بات کا ذمہ لینا، دو فریق کا کسی بات پر عمل کرنے کا باہمی فیصلہ کر لینا۔ معاہدہ کہلاتا ہے جو ایک مشہور لفظ ہے۔

اَوْفُوْا: (پورا کرو) امر ہے اور جمع کا صیغہ ہے اس کا مصدر ایفاء ہے جو وفا سے بنا ہے۔ وفا کے معنی ہیں قول کی اور وعدے کی پابندی۔ ایفاء کے معنی ہیں وفا کرنا۔ قول دے کر اس پر جمے رہنا۔ وعدہ پورا کرنا۔

شروع رکوع میں جو حکم بیان ہوتے چلے آ رہے ہیں انہیں کے سلسلے میں اس آیت کے اندر مزید احکام سنائے گئے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اللہ کو مان لینا گویا اس بات کا پختہ وعدہ کرنا ہے کہ ہم تیرے سارے حکم بے چون و چرا بجا لائیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کو مانے بھی اور اس کی نافرمانی بھی کرے جو نافرمانی کرتا ہے اس نے اللہ کو مانا ہی نہیں۔ جو ایمان لے آیا اس نے حکم برداری کا ذمہ لے لیا۔ لہذا اس قول و قرار پر پورے اترو اور اپنا وعدہ وفا کرو۔ یہ احکام تمہیں اسی لیے سنائے جا رہے ہیں کہ تمہیں اپنا وعدہ یاد آ جائے اور تم بات کہہ کر اس سے نہ پھر جاؤ۔ حکم پڑھ کر سنانے سے یہ بھی غرض ہے کہ تم پر اللہ کا سیدھا راستہ واضح ہو جائے۔ اس لیے سنو کہ یہ باتیں جو تم کو بتائی جا رہی ہیں یہی اللہ کا مقرر کیا ہوا سیدھا راستہ ہے۔ سورہ فاتحہ میں تمہیں سکھایا گیا تھا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ ہمیں صراط مستقیم دکھا۔ اب اس صراط مستقیم کو تم پر واضح کر دیا گیا ہے اس راہ کو مضبوط پکڑو اس کے سوا اگر کسی اور راستہ پر چلے تو اللہ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو آپس کے اختلاف سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کا ایک دین ایک راستہ مقرر ہے جس پر قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اگر اختلاف ہوا تو ظاہر ہے کہ سب کا ایک راستہ نہ رہے گا اور مختلف لوگ مختلف راستوں پر پڑیں گے اس آیت میں منع کیا گیا ہے کہ ایک راستہ کو چھوڑ کر اور راستے مت ڈھونڈنا۔ ورنہ بھٹک جاؤ گے۔ ١٢ سے اتفاق کی تائید اور اختلاف کی برائی نکلتی ہے:

صراطِ مستقیم

پچھلی تین آیتوں میں انسان کے لیے کامیاب زندگی کے اصول وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ جب آپ ان مبارک آیتوں کی تلاوت کریں گے تو آپ کو اس بات میں ذرا شک نہ رہے گا کہ انسان دنیا اور آخرت میں کامیاب زندگی بسر کرے تو اس کے سوا کہ اندیشہ ہے کہ اندر شیطان کی انگلی پکڑ کر چلے اور وہ کچھ کر نہیں سکتی۔ انسان کو زندگی کی تمام آفتوں سے نجات انہی سے حاصل ہو سکتی ہے کہ پورے یقین کے ساتھ ان پر چلے۔ یہ اسلامی ثقافت کے وہ کلی اصول ہیں جن پر انسان کی ذہنی معاشی، اجتماعی، تہذیبی ترقی اور صحت مند نشو و نما کا دار و مدار ہے۔ خود آیتوں ہی میں احکام کے ساتھ ان کے مقاصد بھی بیان کر دیے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) لعلکم تعقلون تاکہ تمہیں عقل سے کام لینا آجائے۔ (۲) ... تاکہ تم اپنی بھلائی کی ساری باتیں سیکھ سکو۔ (۳) لعلکم تتقون تاکہ تم ساری برائیوں سے بچ سکو۔ آج کل ... انسان کو ضروری مشغلہ کوئی نہیں ہو سکتا کہ آدمی کو جب فرصت ملے ان باتوں پر تنہا یا اپنے سے زیادہ سمجھدار آدمی کے ساتھ مل کر غور کرنے بیٹھ جائے۔ ان کا خلاصہ ترتیب وار سنیے:

۱۔ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو۔ اس کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کسی کی خوشامد کرے نہ کسی سے ڈرے بلکہ اسے اس کا یقین ہو جائے کہ مجھے نہ کوئی کچھ دے سکتا ہے اور نہ مجھ سے کچھ چھین سکتا ہے۔ میں دنیا میں ہر ایک کو اپنے برابر کا انسان سمجھ کر احترام کر سکتا ہوں لیکن بڑے سے بڑا اور چھوٹا رب سوا اللہ عزوجل کے کسی کو نہیں مان سکتا اور نہ کوئی اس کی وجہ ہے کہ اس کے سوا کسی سے ڈروں کیونکہ اس کے حکم کے بغیر سب ایسے ہی عاجز ہیں جیسے میں ہوں۔

۲۔ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو ماں باپ سب سے قریبی رشتہ دار ہیں کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم ہے لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں کہ انسان کا رشتہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ پھیلتے پھیلتے تمام دنیا میں پھیل جاتا ہے اس لیے درجہ بدرجہ ہر انسان ہر انسان کے نیک سلوک کا مستحق ہے۔

۳۔ اولاد کو کسی طرح قتل نہ کرو۔ عرب قتل کر دیتے تھے لیکن اس آیت سے جسمانی قتل بھی منع ہو گیا یعنی کمائی کی خاطر بچوں کو برے کام کرنے کی عادت ڈالنا کیونکہ دونوں کا سبب افلاس کا خوف ہے اس سے منع کرنے کے بعد ... تم اس کا فکر مت کرو عقلمندوں کی تحقیق یہ ہے کہ سوسائٹی یعنی مجتمع انسان دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے اور جو کام اللہ نے اپنے ذمے لیے ہیں اس کا فرض ہے کہ انہیں انجام دے۔

۴۔ فحش اور بے حیائی کے کام مت کرو۔ اس سے سارے بے ہودہ اور ... جذبات کو بھڑکانے والے کام منع ہو گئے۔

۵۔ کسی آدمی کو قتل نہ کرو جب تک قانون حکم نہ دے۔

۶۔ یتیموں کا مال خرد برد مت کرو اور ان کے بڑے ہونے تک اس کی حفاظت کرو۔ اس سے یہ نتیجہ ... ضعیفوں کی جان و مال کی حفاظت کا حکم نکلتا ہے اور خلیفۃ اللہ یعنی سوسائٹی کا فرض ہے کہ اس کو پورا کرے۔

۷۔ آپس کے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لو۔ ناپ تول میں کمی مت کرو۔

۸۔ سب مل کر دین کو قائم کرو کیونکہ تم نے اللہ کے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔

۹۔ دین کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں ہرگز تفرقہ اور اختلاف نہ ہونا چاہیے۔ انسان اگر عقل سے کام لے تو اپنی بہتری کے سارے طریقے ان آیتوں سے نکال سکتا ہے اور امن و امان کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔

ہدایت کا سلسلہ

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی نیک کام کرنے والوں پر نعمت

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

پوری کرنے کے واسطے اور ہر شے کی تفصیل کے واسطے

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ

اور ہدایت اور رحمت کے لیے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے

رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ ع ۱۹

ملنے کا یقین کریں

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى
الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ
رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

پھر [illegible] ... اور ہدایت اور رحمت [illegible] تاکہ وہ لوگ [illegible] اپنے رب کے [illegible] ایمان لے آئیں۔

[illegible] آنواں [illegible] کے لیے مختلف سے مقرر ہیں۔ اور شروع سے جتنے بھی نبی آئے وہ حسب موقع بھی احکام لوگوں کو بتاتے اور سمجھاتے رہے [illegible] ہوئے۔ آتی کی خرابی و تصحیح کرنے کے لیے اُن کے پاس نبی آیا۔ اور اس پر [illegible] بنی نوع انسان میں سے [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا ہوئی اور اس میں اچھے کام کرنے والوں کے لیے پورے قوانین بیان کر دیے گئے اور تفصیل کے ساتھ سارے حکم بتا دیے گئے۔ یہ انسانی زندگی کا ایک مکمل طریقہ تھا اور اس میں اس زمانے کے مطابق نیک لوگوں کے لیے ہر طریقے کے واضح کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

ارشاد ہے کہ انسان کے واسطے دنیا کی زندگی بسر کرنے کے لیے اللہ نے جو قاعدے شروع ہی سے مقرر کر دیے ہیں۔ وہ تم نے سنے۔ یہی قاعدے انسانوں کو ہر زمانے میں ان کے نبی بتاتے رہے جو نبی اپنی قوم میں کوئی خاص برائی دیکھتا تھا۔ جو ان قاعدوں میں سے کسی کے خلاف ہوتی تھی اسی قاعدے پر وہ اپنے زمانے میں زور دیتا تھا۔ پھر جب حضرت موسیٰ کا زمانہ آیا اور مصر کے ظالم فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر [illegible] کر دیا۔ تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کو فرعون کے پنجے سے نکالا اور ان کی ہدایت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔

اس کتاب میں ہم نے اس زمانے کے مطابق ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا تاکہ ہر مشکل کے وقت ان کی رہنمائی کرے اور ان کو اپنے رب کے پہچاننے کا موقع ملے اور اس بات کا یقین ان کے دلوں میں بیٹھ جائے کہ مرنے کے بعد ان کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں فرماں برداروں کو انعام ملے گا اور نافرمان اپنی نافرمانی کا خمیازہ بھگتیں گے۔

دنیا میں قانون الٰہی کی پہلی کتاب توریت ہے اور بنی اسرائیل پہلی قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل شریعت عطا فرمائی۔ جو اس زمانے کے حالات کے مطابق تھی۔ زبور اسی کا ضمیمہ تھی۔ انجیل اس کے ایک پہلو پر زور دینے کے لیے آئی جس پر زمانے کے لحاظ سے زور دینا ضروری تھا۔ ان سب کا خلاصہ اور مہذب نسخہ قرآن مجید ہے جو ہر زمانے کے لیے کافی ہے اس کا ذکر آگے ہے:

قرآن شریف

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ
اور یہ کتاب ہے جو ہم نے اتاری برکت والی پس چلو اس پر اور
اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ
ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو کہ کبھی کہو تم سوا اس کے نہیں کہ
اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا
اتاری گئی کتاب اوپر دو فرقوں کے ہم سے پہلے
وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٦﴾
اور بیشک ہم تھے ان کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل بے خبر
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ
یا کہو کہ اگر بیشک ہم پر اتاری جاتی کتاب
لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ
البتہ ہوتے ہم ... ان سے

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ
اور ایک یہ کتاب ہے برکت والی کہ ہم نے اتاری سو اس پر چلو اور
اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ
ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو اس واسطے کہ کبھی تم نے
اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا
لگو کہ کتاب جو اتری تھی سو ان ہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے
وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٦﴾
اور ہم کو تو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہیں تھی
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ
یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم تو
لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ
راہ پر ان سے بہتر چلتے

اس سے پہلے ذکر ہوا کہ حضرت موسیٰ کو تورات دی گئی اور اس میں خوب کھول کر انسان کے لیے سارے احکام جو پہلے حسب موقع نازل کیے جاتے تھے جمع کر دیے گئے۔ اس کے بعد وہی کتاب ایک مدت تک دستور العمل رہی۔ زبور اور انجیل جو اس کے بعد اتریں وہ کچھ رد و بدل کے ساتھ تورات ہی کے اجزا سمجھنے چاہییں۔ ان کے بعد زمانہ اپنی رفتار سے چلتا رہا۔ اور انسان کی حالت اس کے ساتھ بدلتی رہی یہاں تک کہ وہ وقت آپہنچا کہ انسان کے لیے اس نے تمام ضروری احکام ایک کتاب میں جمع کر دیے جائیں تاکہ اس کے بعد اس کو ہدایت کے لیے کسی اور کی طرف نہ جانا پڑے اور ہر حالت کے لیے اس میں سے ضروری ہدایات نکالے جا سکیں۔ وہ کتاب یہ قرآن مجید ہے مبارک اس لیے ہے کہ اس کے اندر سے ہدایت کا ایک ایسا چشمہ ابل رہا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جو چیز شکل کے لحاظ سے محدود ہو مگر فیض کے لحاظ سے لامحدود ہو اور کبھی ختم نہ ہو اسے مبارک کہتے ہیں یعنی برکت والی۔

ارشاد ہے کہ اب ہم نے تورات کے بعد انسان کی ہدایت کے لیے یہ کتاب نازل کی ہے اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی خیر و برکت کبھی ختم نہ ہوگی اور جب تک دنیا قائم ہے انسان کے لیے اس میں سے رہنمائی اور ہدایت ملتی رہے گی۔ انسان جب کبھی اس کی طرف رجوع کرے گا اسے اس کی حالت کے مطابق عمل کا راستہ سمجھائے گی۔ اس کے بعد کسی کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے اس کو مضبوط پکڑو اور اس کی مخالفت سے بچو۔ اس کی مخالفت میں یہ خوف ہے کہ تم بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے اور اگر اس کے مطابق چلتے رہے تو تم پر رحمت ہوگی اور تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے بچ جاؤ گے۔ اب تمہارے لیے یہ کہنے کا موقع نہیں کہ تورات اور انجیل تو یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے نازل ہوئی تھیں ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ ان میں کیا لکھا ہے ہم نے تمہارا یہ ارمان بھی پورا کر دیا کہ کاش! ہمارے پاس کوئی کتاب آتی تو ہم اسے پوری طرح عمل کر کے دکھاتے۔ اور یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر کتاب پر عمل کرنے والے ثابت ہوتے۔ اب اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔

قرآن حکیم سے منہ موڑنا

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى

پس تحقیق آ گئی تمہارے پاس حجت تمہارے رب سے اور ہدایت

وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ

اور رحمت پس کون ہے زیادہ ظالم اس سے جو جھٹلا دے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي

آیتوں کو اللہ کی اور منہ موڑے ان سے ہم سزا دیں گے

الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا

ان لوگوں منہ موڑتے ہیں ہماری آیتوں سے

سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ (١٥٧)

بُرا عذاب اس سے کہ تھے وہ منہ موڑتے

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى

سو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حجت اور ہدایت اور

وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ

رحمت آ چکی ہے اب اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي

آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے کترائے ہم ان کو جو

الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا

ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں سزا دیں گے

سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ (١٥٧)

بُرا عذاب اس کترانے کے بدلے

صَدَفَ (منہ موڑا) ماضی کا صیغہ ہے صَدْفٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں منہ موڑنا، کترانا، اعراض کرنا۔ یَصْدِفُوْنَ بھی اسی سے مضارع کا صیغہ ہے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں آئی ہمارے پاس کتاب آتی تو ہم اس پر خوب عمل کر کے دکھاتے تمہارے پاس سب سے بڑھ کر کتاب بھیج دی جو ہدایت کا سرچشمہ ہے اب اگر تم نے اس پر عمل کر کے نہ دکھایا تو بڑا ظلم کیا۔

ارشاد ہے کہ یہ کتاب تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس آ پہنچی ہے اس میں بہت صاف صاف نہایت واضح اور روشن دلیلیں موجود ہیں۔ سیدھے رستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور اس میں جو بات ہے سراسر تمہارے فائدے کی ہے یہ خدا کی رحمت ہے جو اس نے تم پر نازل کی ہے جس کتاب میں یہ ساری خوبیاں موجود ہوں اور پھر ایسی کہ کبھی ختم ہونے کا نام ہی نہ لیں ہر وقت رہنمائی کے لیے تیار، ہر حالت میں مدد کے لیے موجود، آڑے وقتوں میں کام آنے والی اپنے ماننے والوں کی خوشحالی اور عزت کی ضامن اللہ کے ساتھ رشتہ جوڑنے والی اس سے اگر غفلت برتی جائے اور اس کے حکموں کو اگر بیٹھ پیچھے پھینک کر فضول باتوں میں مشغول رہا جائے تو واقعی بڑی بدبختی اور ندامت کی نشانی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ اگر کوئی ایسی کار آمد اور مفید کتاب کو بھلا کر بیٹھ جائے اور اس کی طرف سے منہ موڑ لے تو اس سے زیادہ زیاں کار، اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے والا کون ہو سکتا ہے۔ اس کو چھوڑ بیٹھنا انتہائی ظلم ہے جو کوئی اپنی جان پر بلکہ بنی نوع انسان پر کر سکتا ہے ہو نہیں سکتا کہ اس کا خمیازہ اسے نہ بھگتنا پڑے۔ ہم نے ایسے لوگوں کے لیے بُرا عذاب تجویز کر رکھا ہے وہ اپنی غفلت کی سزا یہاں بھی بھگتیں گے ان سے ساری قومی عظمت اور عزت چھین لی جائے گی اور مرنے کے بعد بھی انہیں چین نہیں ملے گا۔

مکّہ والوں کو یہ آیتیں سنائی گئیں بہت کم لوگوں نے ان پر یقین کیا۔ باقی سب نے اس کان سنا اُس کان اڑا دیا تاریخ گواہ ہے کہ ماننے والوں کو کیسی ترقی نصیب ہوئی اور ان کے مرتبے اور درجے کہاں سے کہاں پہنچے اور نہ ماننے والوں کو کیسی ذلت اور خواری سے پالا پڑا۔ انہی مٹھی بھر ماننے والوں نے ان منکرین کا بھرکس نکال دیا۔ نہ ان کی غلط بات پر اتحاد نے کام دیا اور نہ ان کے سامان اور ہتھیاروں نے انہیں کچھ فائدہ پہنچایا۔ پیغام آج بھی اسی طرح باقی ہے، سننے والوں کو ہوش سے کام لینا چاہیئے۔

اب کیسا انتظار؟

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

کیا انتظار کر رہے ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے

اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ

یا آئے تیرا رب یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ

جس دن آئی کوئی نشانی تیرے رب کی نہ کام آئے گا

نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ

کسی کے ایمان اس کا کہ نہ تھا ایمان لایا پہلے

قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ

سے یا کمائی تھی اپنے ایمان میں کچھ بھلائی

قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

کہہ دے انتظار کرو ہم بھی انتظار میں ہیں

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

لوگ کاہے کی راہ دیکھتے ہیں مگر یہی کہ ان کے پاس فرشتے آئیں

اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ

یا تیرا رب آئے یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ

جس دن تیرے رب کی ایک نشانی آئے گی کسی کے اس کا

نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ

ایمان لانا کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا

قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ

یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی

قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

تو کہہ دے تم راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں

خَيْرًا: بھلائی کو کہتے ہیں یہاں اس سے مراد توبہ ہے۔

اس سے پہلے بیان ہوا کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لیے اپنے احکام رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجے۔ اس لیے بعد تورات حضرت موسیٰ کو دی گئی۔ اس کے بعد انسان کی ہدایت کے لیے یہ مبارک کتاب جس کا نام قرآن مجید ہے نازل کی۔ اس میں تمام انسانوں کے لیے ہر زمانے اور ہر حالت میں ہدایت کا پورا پورا سامان جمع کر دیا۔ اب انسان کے لیے امن و امان کی زندگی اسی کی رہنمائی سے نصیب ہو سکتی ہے۔ اس لیے ارشاد ہوا۔ اس کی پیروی کرو۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ انسان کی ہدایت کا اتنا اہتمام کر دینے کے بعد اب کس چیز کی ضرورت باقی ہے جس کے پورا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ کتاب آ چکی اس کے سمجھانے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بتانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کیا یہ لوگ اب یہ راہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا وہ رب جس نے یہ سب کچھ انسان کے لیے کیا خود ان کے سامنے آئے یا اس کی کوئی ایسی نشانی آئے جس کے بعد کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہے؟ واقعی ایمان نہ لانے والے یہی باتیں اپنے منہ سے کہتے تھے ان سب کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ کہ ایمان اور گناہوں سے توبہ کرنا اسی وقت کام آئے گا۔ جب قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اپنی عقل اور سمجھ سے کام لے کر مان لو گے ورنہ جب کوئی ایسی مصیبت جس سے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرا رہے ہیں سر پر آ پڑی تو اس وقت ایمان لانا یا توبہ کرنا بیکار ہوگا۔ کیونکہ فائدہ دینے والا ایمان وہ ہے جسے غیب کے اوپر ایمان لانا کہتے ہیں اور غیب وہ ہے جس کو صرف قرآن اور رسول کے کہنے سے اور اپنی عقل کی گواہی سے مانا جائے جب غیب کی باتیں ظاہر ہو گئیں جو کہ موت کے وقت ظاہر ہونی شروع ہو جاتی ہیں یا جو دنیا کے فنا کے قریب ظاہر ہوں گی جیسے سورج کے نظام کا بگڑ جانا وغیرہ۔ اس وقت کا ایمان ایمان بالغیب نہ ہوگا اس لیے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اس وقت گنہ گار مسلم کی توبہ قبول ہوگی۔

فرقہ بندی

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۱۵۹)

جنہوں نے اپنے دین میں راہیں نکالیں اور بہت سے فرقے ہوئے تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں ان کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے پھر ان کو وہی جتلا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

اس میں بہت واضح بیان ... لوں کو مختلف طور پر گنوا کر جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مقرر کر دی ہیں کہا گیا تھا کہ اللہ کی مقرر کی ہوئی انسان کے لیے بہترین ... دین ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار کرنا گمراہی ہے۔ پھر کہا تھا کہ انہی باتوں کو تورات میں بیان کیا گیا اور سب کے بعد ان کو آئندہ ہونے کے انسانوں کے لیے قرآن شریف میں مناسب ردوبدل کے ساتھ جمع کر دیا گیا اور دنیا کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دنیا میں بھیج دیا گیا۔ اب انسان کو چاہیے کہ اس کی پیروی کرے۔ کیونکہ اس وقت اس کے لیے اللہ کا مقرر کیا ہوا دین یہی ہے جسے ... دیا گیا۔ اس دین کے ٹکڑے ٹکڑے مت کرنا اور دین میں الگ الگ فرقے مت بنانا۔ اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے نہایت تاکید کے ساتھ اس آیت میں دین کے اندر فرقہ بندی کی ممانعت کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں نے تجھ سے پہلے دین میں کاٹ چھانٹ کی اور اپنے اپنے الگ الگ فرقے بنا کر بیٹھ گئے یا تیرے بعد دین میں تفرقہ ڈالیں گے اور فرقے بنا کر اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالیں گے تجھے ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس دین پر جو ہم نے تجھے دے کر بھیجا ہے قائم نہیں رہے اور یہ وہی دین ہے جو ہمیشہ سے انسان کے لیے مقرر رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس میں تفرقہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ اس میں فرقہ بنائیں گے ان سے اللہ خود نمٹ لے گا جب وہ اس کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے افسوس ہم نے بہت جھک مارا اگر ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج کر موقعہ دیا جائے تو ہم یقیناً سچے دین پر قائم ہو کر دکھائیں جو خدا کی دی ہوئی عقل سے پہلے کام نہیں لیتے ان کو بعد میں ایسا ہی پچھتانا پڑتا ہے۔

یہاں سے صاف سمجھ میں آرہا ہے کہ دین انسانی کے اعتقادی اور عملی اصول جو قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کر دیے گئے ہیں۔ وہ وہی ہیں جو ہمیشہ سے انسان کے لیے مقرر ہیں اور مقرر رہیں گے۔ ان میں الگ الگ راستے رکھنے اور الگ الگ فرقے بنانے کی گنجائش نہیں اور وہ اصول یہی ہیں (۱) شرک مت کرو (۲) انسانوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرو (۳) کسی کو ناحق قتل نہ کرو (۴) بےحیائی کی گندی اور فحش باتیں اور کام مت کرو نہ کھلم کھلا اور نہ چھپ کر (۵) معاملات میں عدل و انصاف سے کام لو اور انصاف کو چھوڑ کر اپنوں کی رعایت مت کرو (۶) آپس میں اتفاق اور اتحاد رکھو۔

نیکی کا ثواب

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

جو آئے ساتھ نیکی کے پس اس کے لیے دس ہیں اس کے برابر

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا

اور جو آئے ساتھ بدی کے پس نہ بدلہ دیا جائے گا مگر

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ

اس کے برابر اور وہ نہ ظلم کیے جائیں گے کہہ دے بے شک میں

هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

ہدایت کی مجھ کو میرے رب نے طرف راستہ سیدھے کی

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا

ایک دین مضبوط شریعت ابراہیم کی جو یکسو تھا

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

اور نہ تھا مشرکوں میں سے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا
وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا
مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ
هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

دِینٌ عمل کا راستہ۔ کام کرنے کا بہتر طریقہ۔ اسی دینیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ ملت کہتے ہیں اور شریعت بھی یہی ہے۔ قِیَمًا سیدھا مضبوط۔ مقرر۔ صفت کا صیغہ ہے۔ اصل قِوَمًا ہے۔ حرف کے ذریعے سے واو کو یا سے بدل دیا۔ اس کا مادہ ق و م ہے جس کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں۔ قیام اسی سے بنا ہے۔ اسی مادہ سے قائم۔ قیم۔ مستقیم۔ قوام۔ قوم۔ مقام وغیرہ بنے ہیں۔ اور ان سب میں مضبوطی اور استحکام کے معنی پائے جاتے ہیں۔ قیم۔ قائم اور مستقیم کے ایک ہی معنی ہیں۔ قیم میں مبالغہ زیادہ ہے۔ حَنِیْفًا سب سے منہ موڑنے والا۔ صفت کا صیغہ۔ حنف سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جھک جانا۔ مڑ جانا۔ یہ لفظ پہلے سورہ آل عمران میں آچکا ہے۔

اس آیت میں اعمال کے بدلے ملنے کا عام ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ قانون کی بنیاد اس رحمت عامہ پر ہے جس کا ذکر اس سورت کے دوسرے رکوع کے شروع میں کیا گیا۔ کتب علی نفسہ الرحمۃ۔ اس رحمت کا تقاضا تھا کہ انسان نیک کام کرے تو اسے اس کا انعام دیا جائے لیکن چونکہ وہ نیک کام جبھی کرے گا جب وہ اپنی خواہش نفسانی کو دبائے گا۔ اس لیے نیک کام کرنے کے بدلے کے علاوہ اس کو اس محنت کا جو اسے اپنی خواہش کے دبانے میں کرنی پڑی ہے بدلہ الگ ملے گا اور وہ یہ ہوگا کہ اس کو ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا اور برائی کا بدلہ صرف اسی کے کرنے کا بدلہ ہوگا۔ اس کے ساتھ کوئی اور محنت نہیں ہے جس کا بدلہ ملے۔ ظاہر ہے کہ اس میں ظلم کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آگے ارشاد ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دے کہ میرے رب نے مجھے بالکل سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور یہ بالکل سیدھا راستہ وہ مضبوط اور متین دین ہے جس کے قاعدوں کی بنیاد ابراہیم علیہ السلام نے رکھی۔ وہ خالص نیت والے تھے۔ ان کو خدا کی مرضی تلاش کرنے کے سوا اور کسی بات کی قطعاً خواہش نہ تھی اور جب کسی کے دل میں خود غرضی اور خواہشوں کی غلامی نہیں ہوتی وہ مشرک نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام ہرگز مشرکوں میں نہ تھے اور بت پرستی اور خود غرضی جو عرب میں رائج ہے ہرگز دین ابراہیمی میں نہیں ہو سکتی۔

خالص توحید

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ
تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور
مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۲)
میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ
اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھے حکم ہوا
وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۶۳)
اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ
مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۲)
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ
وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۶۳)

پہلے سے ذکر چلا آ رہا ہے کہ اللہ نے دنیا بھر کے انسانوں کے لیے اس دنیا میں بسر کرنے کا ایک ہی طریقہ مقرر کیا ہے اس کا نام دین قیم یا صراط مستقیم ہے جو اس راستہ سے ہٹے گا وہ نباہ ہو کر رہے گا اس راستہ کے بتانے کے لیے وقتاً فوقتاً دنیا میں رسول بھیجے اور وہ انسان کو اپنے اپنے زمانے میں وہ باتیں بتاتے رہے جو اس زمانے کے لحاظ سے دین پر قائم رہنے کے لیے ضروری تھیں جب تک انسان کی زندگی سادہ تھی قانون بھی سادے تھے جب آبادی بڑھی اور زندگی کے مسائل رفتہ رفتہ زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے دین کے قوانین بھی زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا اور وہ تورات لے کر آئے جس میں تفصیلی ہدایتیں درج تھیں۔ سب سے آخر میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری کتاب یعنی قرآن مجید لے کر دنیا میں تشریف لائے اس کتاب میں انسان کے لیے زندگی کے تمام قاعدوں اور قانونوں کو جمع کر دیا گیا اور کہا گیا کہ اس کی روشنی میں عقل سے کام لے کر کھرا کھوٹا پرکھو اور اس کے بتلائے ہوئے سیدھے راستہ پر چلو اس راستے کا نام دین اور اس مجموعہ قوانین کا نام ملت اسلام ہے اس آیت میں اسلام کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بت پرست، آتش پرست، وہم پرست اور خواہش کے بندے کافر مشرک وغیرہ اپنا اپنا طریقہ تیرے سامنے پیش کرتے ہیں ان سے کہہ دے کہ مجھے جو اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے وہ تمہارے سامنے بیان کر دیتا ہوں مجھے اللہ نے دنیا میں اسی طریقہ کے چلانے کے لیے بھیجا ہے اور میں تم سے پہلے اس پر پورے یقین کے ساتھ عمل کرنے کے لیے تیار ہوں اس سے بال برابر بھی ادھر اُدھر نہ ہٹوں گا میں یہی بتلانے اور اسی پر عمل کرنے کا طریقہ سکھانے آیا ہوں مجھے حکم ملا ہے کہ کہہ دوں میری عبادت، قربانی، نذر نیاز، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے نہ کوئی اس کا قوت اور حکومت میں ساجھی ہے۔ مجھے یہی کرنے کا حکم ملا ہے اور اس کے حکم بجا لانے کے لیے سب سے پہلے حاضر ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی جڑ توحید ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بندگی، پوجا، قربانی، منت، دعا، عاجزی کا اظہار، نماز، روزہ، حج، خیرات غرض ہر قسم کی عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی چاہیئے۔ ان باتوں میں کسی کو اس کا شریک نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ زندگی کے سارے کام اسی کے حکم کے مطابق کرنے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی فرمانبرداری نہیں کرنی۔ مگر جس کی فرمانبرداری کا وہ حکم دے اس کے کہنے کے مطابق چلنا جس کی وہ اجازت دے وہ کرنا اور جس سے وہ روکے اس سے رک جانا یہی دین اسلام ہے۔

اللہ کے سوا کوئی کچھ دینے لینے والا نہیں

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ
کہہ تو کیا سوا اللہ کے ڈھونڈوں میں کوئی رب اور وہی رب ہے
كُلِّ شَىْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا
ہر چیز کا اور نہ کرے گا کوئی جی کچھ مگر
عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ
اس کا جواب ہے اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ
پھر طرف تمہارے رب کے ہے لوٹنا تمہارا پس خبر دے گا تم کو
بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾
اس کی جو تھے تم بیچ اس کے اختلاف کرتے

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ
كُلِّ شَىْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا
عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

لَا تَزِرُ (نہ اٹھائے گا) مضارع کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر وِزْر ہے جس کے معنی ہیں بوجھ اٹھانا۔ وَازِرَۃٌ اسی سے اسم فاعل مونث ہے (بوجھ اٹھانے والی) اور نفس کی صفت ہے جو یہاں مقدر ہے۔ نفس عربی میں مونث ہے۔ اس لیے اس کی صفت بھی مونث ہے۔ وِزر بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی بوجھ ہیں اور وزیر بھی اسی سے ہے۔

اُخْرٰی (دوسری) صفت کا صیغہ مونث ہے اس لیے کہ یہاں بھی نفس مقدر ہے اس کا مذکر آخر ہے جس کے معنی ہیں دوسرا، غیر، کوئی اور۔

جب ہم دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ایک عجیب و غریب انتظام نظر آتا ہے۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ قاعدے اور قرینے سے سجی ہوئی ہے۔ اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کی چیزیں باقاعدہ مل رہی ہیں اور ان کا یہی نتیجہ ہے۔ سوا اللہ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ اس لیے سوا اس کے چارہ نہیں کہ اللہ کو سب کا رب مانا جائے۔ اس آیت میں یہی مضمون ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ اللہ کے سوا اس سارے جہان کا پالنے والا یعنی رب کوئی نہیں۔ اس لیے میں کیا کہ میں بھی کسی کو اپنا رب قرار دوں۔ اور اپنی ضرورت کی ہر چیز اسی سے مانگوں۔ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف جھکتے ہیں وہ نادان ہیں۔ دھوکا کھائے ہوئے ہیں۔ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئیگا۔ ہر ایک اپنے ہی گناہوں کا بوجھ لادے ہوگا۔ وہ دوسرے کا بوجھ کیا اٹھائے گا۔ اس میں یہ بھی صاف کر دیا گیا ہے کہ کوئی کسی کا ذمہ دار سفارشی بوجھ اٹھانے والا نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ ہر ایک اپنے بوجھ سر پر اٹھائے ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اور اللہ اسے بتا دے گا کہ کون ٹھیک تھا اور کون غلط۔ کون انعام کا مستحق ہے اور کون سزا کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے بہکانے سے کوئی برا کام ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کا وبال کرنے والے کے سر پڑے گا۔ اور بہکانے والا اپنی ہی مصیبت میں گرفتار ہوگا وہ کسی کو کیا بچائے گا۔ یاد رکھنا چاہیے، قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ وہاں کا اٹل قاعدہ یہ ہے کہ جو کرے گا وہ بھرے گا۔

انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَـٰٓئِفَ الْأَرْضِ
اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب مقرر کیا ہے
وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَـٰتٍ
اور تم میں سے ایک پر ایک کے درجے بلند کر دیئے
لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ
تاکہ تم کو اپنے دیئے ہوئے میں آزمائے۔ بے شک تیرا رب
سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ
جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا
رَّحِيمٌۢ ﴿١٦٥﴾ ع
مہربان ہے

خلٰئف نائب۔ خلیفہ کی جمع ہے۔ خلیفہ کے معنی سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں گذر چکے ہیں۔ جہاں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انسان اس زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے اس کو کچھ خاص اختیار اور قوتیں دے کر زمین پر بھیجا ہے تاکہ اس سے یہاں اپنا کام لے اور جو کوئی اس کام کو جہاں تک انجام دے اس کے مطابق اس کو جزا دے۔ یہ سورہ مکہ میں پہلے نازل ہو چکی تھی۔ سورۃ البقرہ بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس لیے سورۃ البقرہ کو اس کی تفسیر اور تشریح سمجھنا چاہیئے۔ بعض مکی سورتوں میں بھی اس کی تشریح موجود ہے جیسے کہ آگے کی سورۃ یعنی سورۃ الاعراف میں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ نے تم کو یعنی انسانوں کو زمین میں اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اور ہر ایک کو کچھ اختیار دیئے ہیں اور اس کے ذمے کچھ کام مقرر کیے ہیں جو اسے کرنے چاہئیں۔ انسانوں میں مختلف درجے کے لوگ ہیں اور یہ اختلاف جسمانی اور روحانی دونوں قوتوں میں نظر آتا ہے۔ کوئی زور دار ہے کوئی کمزور ہے۔ کوئی ذہین ہے کوئی کند ذہن ہے۔ ہر آدمی اپنی وضع میں دوسرے سے نرالا ہے۔ ایسے ہی ہر ایک کی حاجتیں بھی مختلف ہیں مثلاً کوئی مالدار ہے کوئی مفلس ہے کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت ہے۔ اللہ نے یہ اختلاف اس لیے رکھا ہے کہ ہر ایک کا اس کی اپنی لیاقت و قابلیت کے مطابق امتحان لے۔ اور اس کی کامیابی اور ناکامیابی کے لحاظ سے اسے جزا یا سزا دے۔ اللہ سزا دینے میں دقت آنے پر دیر نہیں لگاتے اگر تعمیل میں کچھ قصور رہ جائے تو وہ معاف کرنے والا ہے اور اچھا کام کرنے والوں کو اپنی رحمت سے انعام بھی دینے والا ہے۔ غور کرنے والوں کے لیے اس آیت میں انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کا پورا طریقہ سمجھا دیا گیا ہے کہ کائنات میں انسان کا مرتبہ کیا ہے۔ اور اس کے ذمے اس کے کام کیا ہونے چاہئیں۔ گُر کی بات یہ ہے کہ ہر ایک کو جو کچھ ملا ہے۔ اس میں اس کا امتحان مقصود ہے۔ قوی کی قوت اس کو اس لیے نہیں دی گئی ہوئی ہے۔ اس کو کمزوروں کے دبانے کے لیے نہیں۔ بلکہ ان کی اعانت کے لیے صرف کرنا چاہیئے۔ مال دار کا مال بھی اس کے امتحان کے لیے ہے۔ اگر یہ جا نمود و نمائش اور حیوانی خواہش کے پورا کرنے میں صرف کرے گا تو سزا پائے گا۔ اگر حاجت مندوں کو اللہ کے لیے دے گا فلاح پائے گا۔ اسی طرح جو چیز جس کو ملی ہے اس لیے ملی ہے کہ اللہ کی مرضی کے مطابق اسے صرف کرے۔

سُورۃ الانعام ہمیں کیا سکھاتی ہے

اس سورۃ میں اسلام کے بنیادی اصول نہایت خوبصورتی سے واضح کر دیئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے بعض درج کیے جاتے ہیں۔ تاکہ ان کو سامنے رکھ کر اس سورۃ کا پھر غور سے مطالعہ کیا جائے اور جب تک وہ اچھی طرح سمجھ میں نہ آجائیں۔ سمجھنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔ اور پھر روزانہ تلاوت میں ان کی تشریح و توضیح جس سے سارا قرآن شریف بھرا پڑا ہے تلاش کی جائے۔

١۔ آسمان زمین اور ان میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ نے پیدا کی ہیں اور وہی ان کو پالتا ہے۔ اس لیے انسان کو اُسی کی طرف جھکنا چاہیئے اور سوا اس کے کسی سے نہ کچھ امید رکھنی چاہیے اور نہ ڈرنا چاہیے۔

۲۔ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور دنیا بھر کے تمام انسانوں کے لیے زندگی کے سارے قانون اس میں موجود ہیں۔ اس کے خلاف چلنے والوں کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ نافرمانی کے نتیجوں سے ڈرانے کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کتاب دے کر حکم ہوا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس کا پیغام پہنچا دو تاکہ لوگ سیدھے راستے پر چلیں اور تباہی سے بچیں یہی فرض آپ کی امت پر عاید ہوتا ہے۔

۳۔ قرآن شریف اُسی دین کی تعلیم کرتا ہے جو شروع دنیا سے انسان کے لیے مقرر ہے اور ہر زمانہ میں ہر جگہ اس کے سمجھانے اور پھیلانے کے لیے رسول اور نبی آتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید انسان کی ہدایت کے لیے بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے اور جب تک دنیا قائم ہے اس کے اندر انسان کے لیے پوری پوری ہدایت موجود ہے۔

۴۔ دین یعنی شرع بنانے اور مقرر کرنے کا سوا اللہ کے کسی کو اختیار نہیں ہے۔ انسان اپنی خواہش کے مطابق نہ کسی کام کو اچھا بتا سکتا ہے اور نہ اپنے دل سے لیے ضروری قرار دے سکتا ہے اور نہ کسی کام سے منع کر سکتا ہے۔ اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا یا کام کا حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ انسان کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ ہاں دین سے واقف لوگ جو پختہ علم رکھتے ہیں جن میں خلوص ہے اور خود غرضی سے پاک ہیں اللہ کے احکام حسب موقعہ مناسب شکل میں جاری رکھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اسلامی روح قائم رہے اور رسوم صالحہ میں کسی طرح کا خلل نہ ہونے پائے۔

۵۔ اسلامی روح یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کے لیے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہو۔ کوئی شخص کسی سے کسی طرح کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائے نہ کسی کو ستائے نہ دبائے۔ ہر معاملہ میں عدل و انصاف کا خیال رکھے۔ اور ظلم سے بچے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے کسی کو اذیت یا کسی طرح کا نقصان پہنچے۔

رسوم صالحہ وہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مقرر کیا ہے اور جو پوری پابندی سے برابر جاری ہیں اور جن پر سارے مسلمان ہر زمانے میں برابر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ یعنی نماز کی شکل اور اس کا طریقہ۔ اس کا وقت اور اس کی شرطیں۔ طہارت۔ رکعتوں کی تعداد۔ قیام۔ رکوع۔ سجود اور قعدہ۔ زکوٰۃ کی مقدار اور ادا کرنے اور وصول کا طریقہ۔ روزہ کا وقت اور اس کا طریقہ۔ حج کا وقت اور اس کا طریقہ۔ یہ چاروں چیزیں متواتر چلی آرہی ہیں۔ ان کے بدلنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ ایسے ہی اخلاق اور معاملات کا معیار ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا ہے۔ ان چیزوں کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ ان سب کی رعایت رکھتے ہوئے مصالح اور دل کے صاف قانون اور شریعت سے اچھی طرح واقف لوگ معاملات کے وقتی ضوابط بنا سکتے ہیں۔ جن پر ایسے ہی لوگوں کی مجلس شوریٰ کا اتفاق ہو جائے۔ اس آیت سے یہ سب باتیں سمجھ میں آتی ہیں جس پر یہ سورت ختم ہوتی ہے۔

خلافت الٰہی کا مطلب (الف)

سورۃ الانعام اللہ کے فضل سے ختم ہوئی لیکن درحقیقت اس کے ختم ہونے کو اس پر غور کرنے اور سمجھنے کی ابتدا کہنا چاہیے جو اسلام کے مفہوم کو دل میں بٹھانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی آخری آیت معلومات کا ایک سمندر ہے جس میں سے ہر وقت غوطہ زن وقتاً فوقتاً بیش قیمت موتی نکالتے رہیں گے۔ سورت کا مختصر خلاصہ اس سے پہلے سبق میں پیش کیا جا چکا ہے۔ ذیل میں ہم ان باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جو اس آخری آیت سے سمجھ میں آتی ہیں۔ ان کو خیال میں رکھنے سے اس سورت کے تمام مضامین واضح ہو جائیں گے اور اس سے اسلام کے سمجھنے میں مدد ملے گی انشاء اللہ۔

۱۔ اس سورت کا نام الانعام ہے جس کے معنی مویشی ہیں۔ مویشی کا کام بوجھ اٹھانا اور انسان کی ضروریات میں کام آنا ہے مثلاً اس کے کھانے پینے کے لیے دودھ۔ گوشت۔ اون وغیرہ مہیا کرنا یہ سب انسان کے خادم ہیں۔ اور وہ ان سے جیسے چاہتا ہے کام لیتا ہے۔ اسی طرح غلے ترکاریاں پھل پھول، میوے وغیرہ سب انسان کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جن کو وہ کھانے پینے، کپڑے وغیرہ بننے کے لیے کام میں لاتا ہے۔ اس سورت میں یہ سب کچھ بیان کرکے آخر میں کہا گیا کہ انسان ان سب سے مرتبہ میں اونچا اور ساخت میں سب سے افضل ہے۔

۲۔ انسان اللہ کا اس زمین میں خلیفہ ہے۔ یہ ایک ایسا اعلان ہے جس سے انسان کو اپنی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ اس کو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ہر انسان کو ایک خاص عزت دے کر اللہ نے اپنا کام سپرد کیا ہے یعنی ... ہے۔ ... سرکاری ملازم ہے دنیا میں دیکھو کہ سرکاری ملازم اپنے آپ کو کس قدر اونچے مرتبہ والا سمجھتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا ... مرتبہ کا خیال ہے۔ اسی طرح ہر انسان کو اپنی اس عزت کا احساس ہونا چاہیے۔ جو اسے سب سے اونچی سرکار اپنے مالک اور آقا یعنی اللہ تعالیٰ کے غلام ہونے کی وجہ سے حاصل ہے یہاں سے انسانی مساوات کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ سب ایک آقا کے غلام ہیں۔ کوئی کسی پر اس لحاظ سے فوقیت نہیں رکھتا اس سے ہر ایک کے اندر اپنی عزت اور خودداری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ کی غلامی میں جیسے فارمی ... اور عربی میں عبادت کہتے ہیں سب انسان برابر ہیں۔ قوم۔ ملک۔ ذات۔ خاندان۔ کنبے۔ قبیلے کی وجہ سے نہ کوئی کسی سے بڑا ہے نہ چھوٹا۔ مگر ظاہر بات ہے کہ قوتیں ... سب کی برابر نہیں۔ دماغی اور بدنی قوتیں سب کی الگ الگ ہیں لیکن ہر ایک کو اس کی قوت جتنی اور جس قسم کی بھی ہے۔ اللہ نے دی ہے۔ اور ان قوتوں ... اس لیے ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ امتحان لینا ہے۔

امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ تمام انسانوں کے لیے ایک راستہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی علامتیں۔ نشانیاں اور جگہ جگہ نشان راہ ساری دنیا میں پھیلا دیے ہیں۔ پھر رسولوں کے ذریعے کتابیں بھیج کر بھی اسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے۔ ہر قدم پر اس راستہ کی طرف بلانے والے بھی موجود ہیں اور اس سے ہٹانے والے بھی لگے ہوئے ہیں۔ انسان کے اندر ان دونوں کو سمجھ لینے کی ایک عام قوت ہے۔ جو ہر ہر فرد میں موجود ہے۔ اور پھر خاص قوتیں ہیں جو کسی میں کم ہیں کسی میں زیادہ۔

انسان کا کام یہ ہے کہ اس راستہ کو ڈھونڈھ کر اور عقل سے پہچان کر اس پر چلے یا جہاں تک ہو سکے اس کے قریب رہے ہر ایک کو اپنی قوتیں اسی راستے کو ڈھونڈنے اور اس پر چلنے میں صرف کرنی چاہئیں:

خلافتِ الٰہی کا مطلب (ب)

۴- اس سے معلوم ہوا کہ قوتوں اور حالتوں کا اختلاف اس لیے نہیں ہے کہ قوت والا کمزور کو، مال دار مفلس کو اور اونچے درجے والا کم درجے والے کو دبانے لگ جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس قوت کو اللہ کا عطیہ سمجھ کر اسی کے کام میں لگائے رسول جو کتے ہیں رہتے ہیں اور جن میں سب سے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آخری کتاب قرآن مجید ہے۔ان میں خوب کھول کر بیان کر دیا ہے کہ آدمی کو اپنی اللہ کی دی ہوئی طاقتیں کن کاموں میں صرف کرنی چاہییں وہ کام قرآن مجید میں کلی طور پر بتا دیے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عمل کرنے کا طریقہ بتا دیا ہے اور خود عمل کر کے دوسروں کے لیے راستہ قائم کر دیا ہے۔ حدیثوں میں اسی کا بیان ہے۔

۵- جو شخص اللہ کے بتائے ہوئے رستہ پر چلنے اور دوسروں کے لیے مثال قائم کرنے میں اپنی توفیق صرف کرے گا اور مرتے دم تک اسی کوشش میں لگا رہے گا کہ اللہ کا بول بالا ہو۔ وہ امتحان میں کامیاب ہے۔ اور مرنے کے بعد بڑی خوشی نصیب ہوگی لیکن دنیا میں بھی اسے اس خوشی کی جھلک دکھائی جائے گی۔ جس کی نشانی دل کا چین اور اپنے ہم نوع مخلوق کو درست کرنے اور ان کی مدد کرنے کی خواہش ہے۔ اور جو آدمی اس راستے سے بچانے والوں اور دنیا کے کاموں میں پھنسانے والوں کی کوشش کر کے اپنی قوتیں غلط کاموں میں صرف کرے گا۔ اور دوسروں کے لیے بُری مثال قائم کرے گا۔ اور مرتے دم تک ایسی ہی حرکتیں کرتا رہے گا۔ وہ امتحان میں ناکامیاب ہے اور مرنے کے بعد اسے سخت مصیبت اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا اور اس دنیا میں بھی اسے سوا پریشانی۔ دل کی بے چینی اور کوفت کے انجام کار کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۶- اس آیت سے ہم اتنا سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ راستہ جو اللہ نے انسان کے لیے مقرر کیا ہے۔ وہ دنیا میں ہر انسان کے لیے ہے۔ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی خاص شخص فرقے یا قوم کے لیے نہیں ہے۔ ہر شخص ان ذہنی اور دماغی قوتوں سے جو اللہ نے اسے دی ہیں حسب قابلیت اسے سمجھ سکتا ہے اور اختیار کر سکتا ہے۔ اس کی کامیابی اور ناکامیابی کا اعلان قیامت کے دن ہوگا اور پھر اس کو اس کی جزا اور سزا دی جائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کو حق نہیں ہے کہ کسی سے زبردستی اپنی بات منوائے۔ جو لوگ اسی دھن میں رہتے ہیں کہ ہمارے پاس دنیا کی قوت' دولت اور عزت سب جمع ہو گئی ہو جیسا کہ ہم دوسروں سے اپنی بات منوا سکیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ وہ انسان سے اس کی آزادی چھیننا چاہتے ہیں۔ اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں رہنے کی صحیح صورت یہ ہے کہ سب انسان اس طرح رہیں کہ ہر ایک کو اپنے طور پر سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ ملے۔ امن و امان قائم ہو۔ زندگی کی ضروریات کھانا پینا وغیرہ ہر ایک کو بسہولت ملیں۔ اور کوئی اپنی زبان یا ہاتھ پاؤں سے کسی کا دل نہ دکھائے۔ اور ہر ایک کو بہ فراغت تلاش حق کا موقعہ حاصل رہے۔ یہ سب کچھ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ اور ہر شخص کو امتحان میں دل جمعی اور سکون کے ساتھ اپنی کامیابی کی کوشش کرنی ہے۔ اس لیے دنیا فضول شور و شغب سے اسی طرح خالی ہونی چاہیے جیسے کسی یونیورسٹی یا گورنمنٹ کے امتحان لینے کا کمرہ یا ہال شور و شغب سے خالی ہوتا ہے امیدواروں کی فوری ضرورتوں کا انتظام منتظموں کے ذمے ہوتا ہے تاکہ وہ فقط اپنے امتحان کے پرچوں کے جواب لکھنے میں لگے رہیں اور کوئی چیز انہیں نہ ستائے۔

خلافتِ الٰہی کا مطلب (ج)

اس آیت کے اوپر غور کرنے کے بعد یہاں تک پہنچ کر ہمارے لیے یہ سمجھنا آسان ہو گا کہ اسلام کس قسم کی سوسائٹی اور کیسی گورنمنٹ چاہتا ہے۔

جب دنیا ایک امتحان کا ہال ہے۔ تو ظاہر بات ہے کہ دنیا میں توجہ کا مرکز فرد یعنی شخص ہے۔ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان، ادھیڑ ہو یا بوڑھا۔ ہر شخص اس امتحان گاہ میں ایک امیدوار کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن امتحان گاہ میں وہ پیدا ہوتے ہی داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ پیدائش سے لے کر بلوغ تک اس کی تیاری کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد تاریخ بلوغ سے اس کا امتحان شروع ہے۔ اس کے امتحان کا طریقہ اس پر واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے کام آپ کرنے میں آزاد اور خود مختار ہے۔ وہ جو جی چاہے کر سکتا ہے اس کا ہر کام لکھا جا رہا ہے اور اس کے نامۂ عمل کا نتیجہ قیامت کے دن اسے سنا دیا جائے گا۔ لیکن ضابطۂ امتحان کی رو سے وہ ایسا کام کوئی نہیں کر سکتا جس سے دوسرے امیدواروں [illegible]

سوسائٹی کا یہ فرض ہے کہ [illegible] کرے جس سے امتحان گاہ امتحان گاہ نہ رہے۔ بلکہ لڑائی جھگڑے اور فساد کا گھر بن جائے اور امیدواروں کو آزادی کے ساتھ اپنے پرچوں کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں سہولت باقی نہ رہے۔ یہاں سے سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ہر فرد بشر کے لیے وہ سب سہولتیں مہیا کرنا سوسائٹی کا فرض ہے جس سے وہ اپنے امتحان دینے کا کام آسانی سے بلا روک ٹوک کر سکے جن لوگوں نے یونیورسٹی وغیرہ کا کوئی امتحان دیا ہے۔ وہ دنیا کے انتظام کا نقشہ اسی نمونے پر قائم کرنے کو بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ہر قسم کا آدمی خواہ وہ دنیا کے کسی حصے کا ہو اور خواہ کسی نسل، ذات، قوم وغیرہ سے تعلق رکھتا ہو امتحان کے کمرہ میں سب کے برابر ہے اور اس کو جب تک وہ امتحان دے رہا ہے وہی سہولتیں ملیں گی جو اوروں کو مل رہی ہیں۔ اسی پر دنیا کے انتظام کو قیاس کر لینا چاہیے۔

دنیا کا پیدا کرنے والا خود ہر آدمی کا امتحان لے رہا ہے۔ اور اس نے امتحان گاہ کی فضا قائم رکھنے کے لیے انتظامی قواعد بنا دیے ہیں۔ ان کا پابند ہر فرد بشر کو رہنا ہو گا۔ سوسائٹی اور حکومت انہی قواعد کی دیکھ بھال کے لیے ہے۔ اسے امیدوار کے نصاب امتحان اور مضامین امتحان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کو تو یہ دیکھنا ہے۔ کہ امتحان گاہ کا امن و امان، سکون و اطمینان قائم رہے۔ امیدوار کو کوئی ایسی ضرورت یا دوسرے کی طرف سے ایسی رکاوٹ پیش نہ آئے جو اس کو آزادی کے ساتھ اپنا نامۂ اعمال تیار کرنے میں مانع ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت اور اس جیسی بہت سی آیتوں میں صاف صاف کہہ دیا ہے۔ کہ امتحان اسی [illegible] کا ہے کہ آدمی اپنے [illegible] کون سا دین اختیار کرتا ہے۔ اسی لیے سچے اور اصلی دین کے ساتھ جھوٹے اور بناوٹی دین بھی موجود ہیں۔ دنیا میں ہر دین کے سمجھانے والے اور بتانے والے ہیں۔ لیکن ان کا [illegible] اپنے اپنے دین کو زبان سے اور کام سے ٹھیک ثابت کرنا ہے۔ زور، زبردستی [illegible] یا دوسروں پر بے جا دباؤ ڈال کر کسی بات کو منوانا نہیں ہے۔ اللہ کی حکومت قومی، مذہبی یا ملکی نہیں ہے۔ دنیا میں سب کو برابر [illegible] اور سب کو برابر آرام کی چیزیں پہنچائی جائیں گی۔ یہ امتحان گاہ کا انتظام ہے۔ دنیا کی حکومتیں اسی امتحان گاہ کے انتظام کے نمونہ پر ہونی چاہییں۔ امتحان میں کامیابی یا ناکامیابی کا فیصلہ اللہ قیامت کے دن خود کرے گا۔

سُورۃ الاعراف

قرآن مجید کی سورتوں میں یہ ساتویں سورت ہے۔ اس کے نازل ہونے کا زمانہ وہی ہے جو سورۃ الانعام کا ہے۔ یعنی مکّہ میں ہجرت سے پہلے اور اس سے متصل۔

الاعراف (بلندیاں) عُرف کی جمع ہے۔ عرف اونچے مقام کو کہتے ہیں جیسے ٹیلہ، پہاڑ وغیرہ۔ الاعراف کا ذکر اس سورت میں آیا ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ کچھ اونچے ٹیلے یا چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ جو جنّت اور دوزخ کے درمیان واقع ہیں۔ وہاں کھڑے ہونے والوں کو ایک طرف جنّت اور ایک طرف دوزخ صاف نظر آتی ہے۔ یہاں ان لوگوں کو جن کی نیکیاں اور برائیاں میزان میں برابر ہوں گی ٹھہرا دیا جائے گا۔ وہاں سے وہ جنّت والوں کو جنّت میں اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھیں گے جب جنّتی جنّت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے گئے تو پھر ان کا فیصلہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں جنّت میں جگہ دے گا۔

اس سے پہلی سورت یعنی الانعام میں اللہ کی توحید کا ذکر تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ اس ساری کائنات کا خالق اللہ ہے۔ اس لیے اس کو کائنات کی ہر چیز سے بلند و برتر مانو۔ اور اس کے حکموں کی تعمیل کرو۔ عقلمند لوگ کائنات کی بڑی بڑی چیزوں پر غور کر کے اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ ان میں سب سے آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے پھر ان کے بعد ان کی اولاد و اقرب میں جتنے بھی نبی ہوئے۔ سب توحید کے قائل اور احکام الٰہی کے سچّے پیرو تھے۔

اس سورت میں ان بدنصیب ہستیوں کا ذکر ہے۔ جو اللہ کے راستے سے روکنے والی ہیں۔ ان میں سب سے آگے اور سب کا سرغنہ ابلیس (شیطان) ہے جس نے اللہ کی نافرمانی کا بیڑا اٹھایا اور انسان کو ہر طرح اللہ کی طرف سے غافل کرنے پر کمر باندھی۔ اور پہلے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے موقع پر تو اور پھر ان چیزوں کا بیان ہے جنہوں نے انسان کے بہکانے میں شیطان کی مدد کی۔ اس کے بعد انسان کو اس کے دشمنوں سمیت دنیا میں بھیج دیا اور یہ انتظام کر دیا گیا کہ اللہ کا سیدھا راستہ دکھانے کے لیے اس کے رسول اور پیغامبر اس کی کتابیں اور پیغام لے کر آئیں گے۔ جن کی قسمت میں ہدایت ہے۔ ہدایت پا لیں گے۔ اور جن پر شیطان اور اس کے مددگاروں کا داؤ چل جائے گا وہ ہدایت سے محروم رہ جائیں گے۔

اس کے بعد دنیا کی بعض پہلی قوموں کا ذکر ہے جنہوں نے شیطانی راہ اختیار کی۔ ان کے پاس رسول بھیجے گئے لیکن انہوں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا۔ آخر کار دوسرے لوگوں کو ان کی تقلید اور ان کے اثر سے بچانے کے لیے ان کو ہلاک کر دیا گیا لیکن شیطان نے پھر نئی باتیں سمجھا کر دوسرے لوگوں کو بھی سیدھی راہ سے بھٹکا دیا اور وہ بھی تباہ ہو گئے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو وہاں سے نجات دلائی۔ اور ارض مقدس میں لا کر بسایا۔ لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد خدا کا کہنا پوری طرح سے نہ مانا۔ اور طرح طرح کے عذاب اور مصیبتوں میں مبتلا ہوئے جو ان کی شامت اعمال کا نتیجہ تھیں۔

پھر یہ ہدایت کا سلسلہ نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آیا۔ آپ کے ذکر کے بعد یہ سورت آیت سجدہ پر ختم ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاعراف مکیۃ — آیاتہا ۲۰۶

اللہ کی کتاب

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ
المص یہ کتاب تجھ پر اتری ہے سو چاہیے کہ اس کے
فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ
پہنچانے سے تیرا جی تنگ نہ ہو تاکہ تو اس سے ڈراوے
وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ
اور ایمان والوں کو نصیحت ہو۔ چلو اس پر جو تم پر اترا
اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
تمہارے رب کی طرف سے اور اس کے سوا اور رفیقوں
اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ﴿۳﴾
کے پیچھے نہ چلو تم دھیان بہت کم کرتے ہو

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ
فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ
وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ
اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ﴿۳﴾

الٓمّٓصٓ: یہ ایک لفظ نہیں ہے بلکہ الگ الگ چار حرف ہیں۔ ان کو الگ الگ اس طرح پڑھنا چاہیے: الف۔ لام۔ میم۔ صاد۔ قرآن مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں چند حرف دیے گئے ہیں جن کے معنی نہیں بتائے گئے۔ مگر وہ پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو حروفِ مقطعات کہتے ہیں۔ ان کی بابت سورۃ البقرہ کے شروع میں لکھ دیا گیا ہے وہاں دیکھ لیں۔

سورت کے شروع ہی سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں راہِ حق سے روکنے والوں اور کہنا نہ ماننے والوں کا بیان ہوگا۔ دنیا کا قاعدہ پرانا ہے کہ راہ میں سچی بات کہنے والوں کی بات ماننے والے کم ہوتے ہیں اور اکثر لوگ شروع میں کھلم کھلا مخالف ہو جاتے ہیں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ظاہر میں ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں اور دل میں مخالف ہوتے ہیں۔ ان دونوں قسموں کا ذکر سورۃ البقرہ کے شروع میں کر دیا ہے۔ پچھلی قسم کے دونوں آدمی سچے آدمیوں کو بہت ستانے والے اور ایذا رساں ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ کے رسولوں کو ایسے لوگوں نے بہت دکھ پہنچائے ہیں۔ چونکہ مکہ میں منافق نہ تھے کھلے دشمن تھے۔ اس سورت میں جو مکی ہے سچائی کے کھلے دشمنوں کا ذکر ہے۔ اس لیے شروع ہی میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھاتا ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے تجھے دی ہے وہ اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے مخالفوں اور دشمنوں کو ڈرایا جائے اور ماننے والوں کو ان کے کام کی باتیں بتا دی جائیں۔ اگر لوگ نہیں مانتے تو نہ مانیں تو تجھے دل تنگ اور ملول نہ ہونا چاہیے اور نہ قرآن کے سنانے سے دل میں جھجک پیدا ہونی چاہیے۔ تو پورے یقین کے ساتھ [illegible] قرآن کی آیتیں بے دھڑک سناتا رہ۔ اور کسی کے کہنے سننے کی پروا نہ کر۔ اس کتاب کی باتوں میں ماننے والوں کے [illegible] ان سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ سب سے کہہ دے کہ ادھر آؤ۔ یہ کتاب کسی آدمی کی گھڑی ہوئی نہیں ہے [illegible] تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی ہے۔ یہ جو تم نے اپنے ساتھی۔ دوست۔ رفیق بنا رکھے ہیں۔ ان میں سے کسی کی مت سنو۔ تمہارا رب تمہارا سب سے بڑھ کر رفیق اور ساتھی ہے اس کا کہنا مانو اور کسی کا نہ مانو۔ وہی تمہاری ضرورت کی ساری چیزیں دیتا ہے لیکن افسوس ہے تم لوگ دھیان کم کرتے ہو۔ ذرا بھی غور کرو اور اس کے انعامات کو تو یقیناً تم اس کے ہو رہو اور کسی کی نہ سنو۔ اور یہ مانو۔ سورت کے نازل ہونے کے زمانے میں یہ مکہ والوں سے کہا جا رہا ہے لیکن یہ دراصل سارے دنیا والوں سے خطاب ہے اور ہر زمانے میں سارے انسانوں اور سمجھداروں کے لیے یہی حکم ہے:

نافرمانوں پر عذاب

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا

اور بہت سی بستیاں ہلاک کیا ہم نے جن کو پس آیا ان پر عذاب ہمارا

بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ

رات کو یا وہ جب دوپہر کو سوتے تھے پس نہیں تھی پکار ان کی

اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا

جب آیا ان پر عذاب ہمارا مگر یہ کہ کہا انہوں نے بے شک

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ

تھے ہم گنہگار پس ضرور پوچھیں گے ہم ان سے کہ رسول بھیجے گئے

اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ

جن کی طرف اور ضرور پوچھیں گے ہم بھیجے ہوؤں سے پس بتائیں گے ہم

عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾

ان کو علم کے ساتھ اور نہ تھے ہم غیر حاضر

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا

اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ ان پر ہمارا عذاب پہنچا راتوں

بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ

رات یا دوپہر کو سوتے ہوتے جس وقت کہ ان پر ہمارا

اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا

عذاب پہنچا پھر ان کی پکار یہی تھی کہ کہنے لگے بے شک

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ

گنہگار ہمیں تھے سو ہم کو ان سے جن کے پاس رسول

اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ

بھیجے گئے تھے ضرور پوچھنا ہے اور ہم کو رسولوں سے ضرور پوچھنا ہے

عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾

پھر ہم ان کو اپنے علم سے احوال سنائیں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے

قَآئِلُوْنَ (دوپہر کو سونے والے) یہ قائل کی جمع ہے جو قیلولہ سے بنا ہے۔ قیلولہ کے معنی دوپہر کے وقت سونے کے ہیں کہنے والے کے لیے لفظ قول سے جو قائل سے بنا ہے صرف عربی کے قاعدے سے دونوں لفظ قائل بولے جاتے ہیں اس لیے اس کے معنی آگے پیچھے کی عبارت ملا کر سمجھ میں آتے ہیں یا تفسیروں اور حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں۔

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ مخالفوں کو ڈرا دو اور اس کتاب کے مطابق چلو۔ اس آیت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور ان پر اچانک عذاب نازل ہوا اور پھر کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑی۔

ارشاد ہے کہ ہم غفلت اور نافرمانی کی وجہ سے بہت سی بستیوں کو تباہ و برباد کر چکے ہیں۔ کیونکہ ان کے درست ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ بے فکری سے اپنے کھیل کود میں مصروف رہتے تھے۔ اور چین سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے۔ ان میں سے بعض کو رات کے وقت بے خبری میں عذاب نے آ لیا۔ اور بعض کو دوپہر کے وقت سوتے میں آ دبوچا۔ اس وقت چیخ و پکار مچی۔ ہائے واویلا کا شور ہوا۔ ہر ایک کی زبان سے سوائے اس کے کچھ نہ نکلتا تھا۔ کہ افسوس! ہم نے بڑا ظلم کیا۔ غفلت اور گناہوں میں پھنسے رہے۔ یہ معلوم نہ تھا کہ اس کا انجام یہ ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت پچھتانا کچھ کام نہ آیا۔ اس سے پہلے ان کے غفلت میں پھنسے رہنے اور گناہوں میں مبتلا رہنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ان کو سیدھا راستہ بتا دیا گیا تھا۔ رسول ان کے پاس آ چکے تھے۔ اس کی بابت ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ ان مجرموں سے یہ پوچھیں گے۔ کہ بتاؤ تم نے ہمارے رسولوں کا کہنا کیوں نہ مانا۔ اور رسول ان کے پاس آ چکے تھے اس کی بابت ہم ان سب سے ضرور سوال کرینگے۔ ان مجرموں سے یہ پوچھیں گے کہ بتاؤ تم نے ہمارے رسولوں کا کہنا کیوں نہ مانا۔ اور رسولوں سے سوال کریں گے کہ تم نے ہمارا پیغام انہیں پہنچا دیا تھا یا نہیں۔ اس کے بعد ہم ان کو صاف صاف بتا دینگے کہ ہمیں تمہاری ہٹ دھرمی بھی معلوم ہے۔ اور رسولوں کا حال بھی معلوم ہے تم کوئی ہماری آنکھ سے اوجھل نہ تھے اور نہ ہم کبھی تمہارے پاس سے غائب تھے۔ لو یہ تمہارے گناہوں کا ثبوت موجود ہے۔ اب ان کی سزا بھگتو۔

کاموں کی تول

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ

اور تول اس دن ٹھیک ہوتی پس جو بھاری ہوئے

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾

اعمال ان کے پس وہ لوگ ہی کامیاب ہیں

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور جو ہلکے ہوئے اعمال ان کے پس وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

نقصان کیا اپنی جانوں کا اس وجہ سے کہ تھے وہ ہماری آیتوں کو

يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾

جھٹلاتے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ

اور اس دن تول ٹھیک ہوگی جس کی تولیں بھاری

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾

ہوئیں سو وہی نجات پانے والے ہیں

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور جن کی تولیں ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

جنہوں نے اپنا نقصان کیا اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا

يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾

انکار کرتے تھے

مَوَازِیْن: موزون کی جمع ہے جو وزن سے بنا ہے۔ موزون کے معنی ہیں وہ چیز جو وزن کی جائے۔ موازین میزان کی بھی جمع ہے جس کے معنی ترازو ہیں۔

یَظْلِمُوْنَ: مضارع کا صیغہ ہے ظَلَمَ سے۔ ظلم سے یہاں مراد ہے حق دبانا۔ حق تلفی کرنا۔ آیتوں کی حق تلفی یہ ہے کہ ان کا انکار کیا جائے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے پاس رسول آئے تھے تم نے ان کا کہنا مانا یا نہیں اور رسولوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ہمارا پیغام لوگوں کو پہنچایا یا نہیں۔ اس کے بعد لوگوں کو ان کے اعمال کی بالکل سچی سچی حقیقت ان پر ظاہر کر دی جائے گی۔ ارشاد ہے کہ اس دن وزن بالکل ٹھیک تلا ہوگا جس کے کام وزنی ہوں گے ان کو کامیابی اور نجات حاصل ہوگی اور جس کے کام ہلکے ہوں گے ان کو ناکامی اور مصیبت سے پالا پڑے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے دنیا میں ہماری ہدایت کے مطابق کام نہیں کیا۔

اس آیت سے یہ بات سمجھانا مقصود ہے کہ دنیا میں آدمی جو کام بھی کرتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اسے کچھ اندازہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ کرنے سے پہلے اسے ہر کام کو ان قاعدوں کے مطابق جانچ لینا چاہیے جو قرآن حکیم کی آیتوں میں درج ہیں اور جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی طور پر واضح کر دیا ہے۔ اور جو ان آیتوں میں مقرر کیے ہوئے معیار سے کاموں کو دنیا میں نہیں جانچتا۔ بلکہ ناپ تناپ جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا حساب لیا جائیگا۔ اور انہی آیتوں میں مقرر کیے ہوئے معیار کے مطابق اس کے اعمال کی ناپ تول کی جائے گی۔ دنیا میں یہ معیار ان آیتوں میں پوشیدہ ہے۔ اس کی کسوٹی پر تمہیں ہر کام کو پرکھ کر دیکھنا چاہیئے تھا لیکن تم نے نہیں پرکھا۔ قیامت کے دن یہ سب آئینیں جو اعمال کے جانچنے کے ذریعے کسوٹی معیار اور مقیاس ہیں ترازو کی شکل میں ظاہر ہونگی اور ہر ایک شخص کھلم کھلا دیکھ لے گا کہ اس کے کاموں کا وزن کیا ہے اور اس کی کیا قیمت ہے۔ دنیا میں کسی چیز کی قدر و قیمت معلوم کرنے کے ذریعے یہی ترازو کسوٹی معیار مقیاس وغیرہ ہوتے ہیں۔ اس لیے قیامت میں قرآنی احکام ایک محسوس شکل میں ظاہر ہوں گے جسے ہمیں سمجھانے کے لیے میزان کہا گیا۔ یہ میزان یہی قرآن کے بتائے ہوئے حکم اور قاعدے ہیں جن سے ہمیں یہیں اپنے کاموں کو جانچنا تھا انہی کو وہاں ایک ایسی محسوس اور نمایاں شکل دی جائے گی جس کے ذریعے سے کسی کو اپنے کاموں کی قدر و قیمت معلوم کر لینے میں ذرا بھی شبہ نہ رہے گا۔

زندگی کا سامان

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا
اور البتہ جگہ دی ہم نے تم کو زمین میں اور کر دیے ہم نے
لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا
تمہارے لیے اس میں زندگی کے سامان کچھ یوں ہی سا
تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰
تم شکر کرتے ہو

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا
اور ہم نے تم کو زمین میں جگہ دی اور اس میں
لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا
تمہارے لیے روزیاں مقرر کر دیں تم بہت کم
تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ ع ۱ ۸
شکر کرتے ہو

مَكَّنّٰا : ٹھکانا دیا ہم نے ، ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تمکین ہے جو مکان سے بنا ہے۔ مکان کے معنی جگہ ، ٹھکانا ، تمکین جگہ دینا ، ٹھہرانا۔ اس کے معنی مالک بنانے کے بھی ہیں ۔ مَعَايِشَ : سامان زندگی ، معیشۃ کی جمع ہے۔ جو عیش سے اسم ظرف ہے۔ عیش کے معنی ہیں جینا ، زندہ رہنا۔ معیشۃ زندگی کا ذریعہ ، گذارے کی چیز ، نفع دینے والی جنس۔

شروع سورت سے یہاں تک بیان ہوا کہ یہ کتاب تمہاری نصیحت کے لیے آئی ہے۔ اس کے حکم مانو اور اس کو چھوڑ کر کسی کے کہنے پر مت چلو کیونکہ حکم نہ ماننے والے تم سے پہلے سزا پا چکے ہیں اور اسی دنیا میں اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں اور قیامت میں ان سے باز پرس ہوگی اور رسول سب کہہ دیں گے کہ ہم نے اپنا پیغام ان کو پہنچا دیا تھا۔ اب آپ جانیں اور یہ جانیں۔ اس کے بعد اس آیت میں انسان کو اپنے رب کی پہچان کا طریقہ بتایا ہے۔

ارشاد ہے کہ تم غور کرو کہ زمین میں تم کو اتنی طاقت دے کر کس نے بسایا۔ صرف اللہ تعالیٰ نے جس کے آگے سر جھکی جاتی ہے اگر اس کے خلاف کسی کا دعویٰ ہے تو اسے پیش کرو تاکہ وہ اپنا دعویٰ ثابت کرے لیکن اول تو کسی کو ایسا دعویٰ کرنے کی مجال نہیں اور اگر نادانی سے کر بھی بیٹھا تو منہ کی کھائے گا۔ کیونکہ وہ اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ سنو تمہیں زمین میں ہم نے جگہ دی ہے اور تمہارے نفع کی بہت سی چیزیں پیدا کر دی ہیں اور تمہیں ان کا مالک بنا دیا۔ ان سے تمہاری ساری زندگی کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ یہ سب ساز و سامان دے کر ہم نے تمہیں دنیا کا بادشاہ بنایا ہے۔ تمہارا پہلا کام یہ ہے کہ اپنے ایسے منعم اور محسن کا شکر ادا کرو۔ لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ تم اکثر ناشکری کرتے ہو۔ اور اگر کبھی شکر ادا بھی کیا تو تھوڑا سا برائے نام۔

مقصود یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں اپنے مرتبے اور جاہ و حشم کو دیکھ کر سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ سب کس نے دیا۔ یہ اس کی عقل کا کام ہے اور اس کے لیے اتنی ہی عقل کافی ہے جو بعض جانوروں کو بھی ملی ہے۔ جانور اس شخص کو جو انہیں کھانے پینے کی چیزیں دے اور ان کی خبر گیری کرے پہچانتے ہیں اور اپنے طور پر اس کی خدمت کرتے ہیں۔ ان کے بہت سے کاموں اور اشاروں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اپنے مالک کو پہچانتے اور اس کا احسان مانتے ہیں۔ آدمی اس معمولی عقل میں بھی ان سے زیادہ ہے اسے ہرگز زیب نہیں دیتا کہ محسن کے پہچاننے اور اس کا شکر ادا کرنے میں جانوروں سے بھی گیا گذرا ہو اور اتنا بھی نہ سمجھے کہ مجھے اپنے محسن کا شکر ہر طرح سے ادا کرنا چاہیئے۔ اور اس کا ہر حکم بجا لانا چاہیئے۔

یوں تو انسانوں میں بڑے بڑے عقل والے ہیں جو اپنے خالق ، مالک اور رب کو بہت اچھی طرح پہچانتے ہیں لیکن اتنی عقل ہر ایک کو ملی ہے جس سے وہ اتنی بات اچھی طرح جان سکتا ہے کہ میرا پیدا کرنے والا اور مجھ کو یہ سب طاقت اور قوت دینے والا اور میرے لیے زندگی کی ساری ضرورتیں مہیا کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ ضرور دنیا سے بالاتر کوئی ہستی ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور یہ سب کچھ دیا ہے۔ اسی کا مجھے شکر گذار ہونا چاہیئے۔

انسان کا مرتبہ

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ

اور البتہ پیدا کیا ہم نے تم کو / پھر / صورت دی تم کو

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

پھر کہا ہم نے / فرشتوں کو / سجدہ کرو / آدم کو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ

پس سجدہ کیا انہوں نے / مگر / ابلیس / نہ تھا وہ

مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (۱۱)

سجدہ کرنے والوں میں

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ

پھر فرشتوں کو حکم کیا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ

پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس وہ سجدہ کرنے

مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (11)

والوں میں نہ تھا

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ اے انسانو! تمہیں زمین پر ساری مخلوق کا سردار بنا کر اس پر قبضہ دیا اور اس کے مطابق قوتیں عطا کیں۔ زمین میں وہ ساری چیزیں پیدا کیں جن کی تمہیں اپنی زندگی قائم رکھنے کے لیے ضرورت تھی۔ ان قوتوں کو ان چیزوں کے حاصل کرنے کے کام اور باہر کی دنیا میں سوا ایک قوت کے باقی سب قوتیں تمہاری مطیع و فرماں بردار ہیں اس کی مزید تشریح اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے تمہارے پیدا کرنے کے لیے مادہ کے اجزاء کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ پھر ان کو ترتیب سے جوڑ کر تمہاری صورت بنائی (آگے کی سورتوں میں آئیگا کہ پھر اس میں اپنی روح داخل کی) اور پھر فرشتوں سے کہا کہ دیکھو یہ آدم ہیں اور تمام انسانوں کے باپ ہیں ان کو سجدہ کرو یہ سن کر سب فرشتے سجدہ میں گر پڑے لیکن ابلیس جو ان میں ملا کھڑا تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا۔ اور اس کے عمل نے اسے فرشتوں سے علیحدہ کر دیا۔ حالانکہ زبانی وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ اور رب کہتا رہا۔ مگر نافرمانی سے مردود ہو گیا۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر اس سے پہلے سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع میں گزر چکا ہے۔ وہاں کہا گیا ہے۔ کہ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ آدم کو خلیفہ بنانے سے ان کی اولاد بھی اللہ کی خلیفہ ہوئی۔ اس کا ذکر اس سے پہلی سورۃ یعنی سورۃ الانعام کی آخری آیت میں ہے اور اس کی تشریح اس آیت کی تفسیر میں کر دی گئی ہے۔

یہاں قصہ آدم سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسانوں کو ابلیس کی دشمنی سے پورے طور پر آگاہ کر دیا جائے اور اچھی طرح خبردار کر دیا جائے۔ کہ دنیا میں تم سب سے قوت والے ہو تم اپنی اندرونی قوتوں کی بدولت جس طرح چاہو دنیا کی چیزوں میں تصرف کر سکتے ہو دنیا کی ساری بیرونی قوتیں تمہاری خادم اور فرماں بردار ہیں لیکن ایک قوت نے تمہارا خادم اور فرماں بردار ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ ضروری ہو گیا کہ تمہیں اس سے خبردار رہنے کی ہدایت کی جائے۔ تاکہ تم سمجھ لو کہ جب تم اپنی قوتیں اپنی بہتری کا سامان حاصل کرنے کے لیے صرف کرو گے۔ تو ایک قوت ایسی بھی ہے جو تمہاری انہی قوتوں کو مکر و فریب کے ذریعے، چاپلوسی سے، دھمکی دے کر جس طرح سے ہو سکے گا اس طرح صرف کرنے کے لیے کہے گی جس سے تمہیں بجائے فائدہ کے الٹا نقصان ہو گا۔ اس لیے تمہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم اپنی قوتیں ابلیس کے کہنے کے مطابق صرف نہ کرنا۔ یہ تمہارا دشمن ہے تمہیں برباد کر کے چھوڑے گا۔ ہم نہیں ان کے صرف کرنے کا طریقہ بتا دیں گے اس طرح صرف کرنا:

ابلیس کو دھتکار

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ
کہا کس نے منع کیا تجھ کو کہ نہ سجدہ کرے تو جب حکم کیا میں نے تجھ کو
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ
بولا میں بہتر ہوں اس سے بنایا تو نے مجھے آگ سے
وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ
اور بنایا تو نے اس کو مٹی سے کہا پس اتر تو
مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ
اس جگہ سے پس نہیں ہے تیرے لیے یہ کہ بڑائی مارے تو
فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
اس جگہ پس نکل جا تو بیشک تو ہے ذلیلوں میں سے

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ
کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ جب میں نے حکم دیا تو نے سجدہ نہ کیا
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ
بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے بنایا
وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ
اور اس کو مٹی سے بنایا کہا اتر تو یہاں
مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ
سے تو اس لائق نہیں کہ یہاں تکبر کرے
فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
پس باہر نکل تو ذلیل ہے

اِهْبِطْ: (تو اتر جا) امر ہے ہبوط سے، ہبوط کے معنی نیچے اتر جانا جگہ سے یا مرتبہ سے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

اَلصّٰغِرِيْنَ: (ذلیلوں) صاغر کی جمع ہے۔ اور یہ صغار سے بنا ہے جس کے معنی ذلت اور رسوائی کے ہیں۔ یہ لفظ سورۃ النمل میں بھی آیا ہے۔ ابلیس نے اللہ کے حکم دینے پر آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اور سوچتا رہا سجدہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کا مطیع اور فرمانبردار رہوں گا۔ فرشتے سمجھ گئے کہ اللہ کی مرضی یہی ہے شیطان اللہ کو تو بھول گیا اور اپنی طرف دیکھنے لگا۔ اس آیت میں یہی بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی اور کہا کہ جب حکم میں نے دیا تھا پھر تو نے سجدہ کیوں نہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس سے کہیں اچھا ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔ بھلا مٹی کو آگ سے کیا نسبت۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو نے ہماری نافرمانی کی۔ اب تیرا ہمارے نزدیک کوئی مرتبہ نہیں ہے اس لیے نیچے اتر جا۔ یہ جگہ جہاں تو ہے اس میں اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنے والے متکبر دل کے رہنے کا کچھ کام نہیں ہے۔ یہاں رہ کر تو تکبر نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہاں سے نکل جا۔ اب تو ذلیلوں میں داخل ہے۔

یہ فرشتے جنہیں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا وہ ہیں جنہیں زمین کے کاموں کی خدمت سپرد ہے۔ کسی کو ہوا کی، کسی کو پانی کی، کسی کو آگ کی۔ ان سب نے سجدہ کیا لیکن آگ سے بنے ہوئے ابلیس نے انکار کر دیا۔ اور اللہ کے حکم کے آگے جھکنا بھول گیا۔ خیال یہ آگیا کہ آدم کے جسم میں تو اصل بڑی مٹی ہے جو سب سے نیچے پڑی رہتی ہے میں اس کے آگے جھکوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مفسروں نے لکھا ہے کہ آگ میں تیزی اور ہلکا پن ہے اور غصہ اور جلن اس کی خاص نشانیاں ہیں۔ آدم کے مرتبہ کو دیکھ کر ابلیس کی آتش حسد بھڑک اٹھی اور دل ہی دل میں جلنے لگا۔ اس کی سزا یہ ملی کہ بارگاہ الٰہی سے ذلیل ہو کر نکالا گیا۔ جلن اور غصہ کی جڑ تکبر ہے۔ اور یہ آدمی کی علامتیں ہیں۔ ابلیس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔ اس میں اسے یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس کا کام بھی ساری مخلوق کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ اس لیے اسے نافرمانی کی وجہ سے ذلت اور رسوائی نصیب ہوئی۔

ابلیس نے بہکانے کی ٹھان لی

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ
بولا مہلت دے مجھ کو اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے فرمایا
اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ
بچھا تو مہلت دیئے گیوں سے ہے کہا پس جس طرح گمراہ کیا تو نے مجھ کو
لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾
ضرور بیٹھوں گا میں ان کے لیے تیرے راستے سیدھے پر
ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ
پھر آؤں گا میں ان تک بیچ میں سے ان کے ہاتھوں کے اور سے
خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ
پیچھے ان کے اور دائیں سے ان کے اور بائیں سے ان کے
وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾
اور نہ پاوے گا تو اکثر ان کے شکر کرنے والے

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ
بولا مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے فرمایا
اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ
تجھ کو مہلت دی گئی بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ
لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾
کیا ہے میں بھی ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا
ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ
پھر ان پر آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے
خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ
پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے
وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾
اور تو ان میں سے اکثروں کو شکر گزار نہ پائے گا

ارشاد ہے کہ جب ابلیس کو دیس نکالا مل گیا۔ تو سوچا کہ یہ تو بُری بات ہوئی۔ آخر آگ کا بنا ہوا تھا۔ جھنجھلا اٹھا۔ یہ بھی وہ دل میں جانتا تھا کہ میرے اپنے آپ کو جلا بھُننے سے بنے بنائے گا کچھ نہیں۔ کیونکہ اصل ذلت اور عزت تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی دے تو ملے ورنہ کوئی صورت نہیں۔ دھتکار تو مجھ پر پڑ ہی چکی۔ بھلا بن کر تو میں اب کچھ کرنے سے رہا۔ صورت یہی ہے کہ آدم کو خراب کرنے کی طاقت اللہ سے مانگ لوں۔ اور وہ طاقت ایسی ہو کہ جب تک آدم کی نسل کا ایک فرد بھی دنیا میں ہے۔ اس کے بہکانے میں اسے استعمال کر سکوں۔ ایسا کچھ منصوبہ بنا کر اور سب طرف سے مایوس ہو کر چلّایا۔ کہ مجھے قیامت قائم ہونے تک برقرار رکھا جائے۔ اس وقت تک مجھے اختیار دیا جائے کہ میں جو چاہے کروں مجھ سے کچھ باز پرس نہ کی جائے۔ قیامت کے دن آپ کو اختیار ہے جو چاہے مجھے سزا دیں۔ بارگاہِ الٰہی میں دیر کا کیا کام ہے جو جس کے قابل ہے مانگنے سے اسے ملے گا۔ اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ چاہے جو کچھ کرے۔ عالم کے نظام کو نہیں بگاڑ سکتا۔ چلو اسے بھی اپنی سعی کر لینے دو۔ حکم ہُوا کہ جا تجھے مہلت دی گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ ابلیس کی دلی مراد بن آئی۔ وہ جوشِ انتقام میں اندھا ہو رہا تھا۔ مارے خوشی کے ناچنے لگا۔ اگر اس کے خوشی میں پاگل ہو جانے کا کچھ اندازہ لگانا ہے تو عدالتِ فوجداری میں جا کر اس شخص کی حالت دیکھیے جس کو اپیل میں موت کی سزا سے عمر بھر کے لیے بچا دیا گیا ہو۔ ایسا شخص جوشِ مسرت میں سچ مچ پاگل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ابلیس دندناتا ہے۔ اور حاکمِ مطلق کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ میں بھی اپنی سعی کر کے دکھا دوں گا۔ اگر آدم کو اور اس کی اولاد کو سیدھے راستہ پر چلنے دوں تو میرا نام بدل دیجیے گا۔ میں اس کے گرد چاروں طرف سے گھیرا ڈال کر بیٹھ جاؤں گا۔ فریب اور چال بازی کا جال بچھاؤں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ اکثر میرے جال میں پھنس کر آپ سے باہر ہو جائیں گے اور آپ کا کچھ خیال نہ کریں گے۔ اور اللہ عزّ و جل بے پروائی سے اسے جھڑک دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ جا تجھے چھٹی ہے۔ اپنی سی کر دیکھ اس کا انجام تیرے سامنے آ جائے گا۔

ابلیس نکالا گیا

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ
کہا نکل تو اس میں سے ذلیل خوار
لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
البتہ جو پیچھے چلا تیرے ان میں سے ضرور بھر دوں گا دوزخ
مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ
تم سے سب سے اور اے آدم سکونت کر
اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
تو اور تیری بیوی جنت میں پس کھاؤ جہاں
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
سے چاہو تم اور نہ قریب جاؤ اس درخت کے
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾
پس ہو جاؤ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ
کہا نکل یہاں سے بُرے حال سے مردود ہو کر
لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
جو کوئی ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں دوزخ کو
مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ
تم سب سے بھر دوں گا اور اے آدم تو اور
اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
تیری عورت جنت میں رہ پس جہاں سے چاہو
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جاؤ
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾
پھر تم گنہ گار ہو جاؤ گے

مَذْءُوْمًا ذلیل اسم مفعول ہے ذَاْمٌ سے۔ ذَاْمٌ کے معنے ہیں عیب، برائی، ذلت۔ مذء ومٌ۔ عیبی، برا۔ ذلیل۔
مَدْحُوْرًا خوار اسم مفعول ہے۔ دُحُوْرٌ سے۔ دحر کے معنی ہیں نکال دینا۔ دور کر دینا۔ عوامی زبان میں کھدیڑنا۔ مَدْحُوْرًا۔ مردود۔
ظٰلِمِيْنَ گنہ گار، ظالم کی جمع ہے جو ظلم سے بنا ہے ظلم کے معنی اپنا یا کسی کا نقصان کرنا۔ یہاں یہی مراد ہے کہ تم نقصان اٹھاؤ گے۔

پچھلی آیت میں گذرا کہ شیطان قیامت تک مہلت ملنے پر پھولا نہ سمایا اور کہنے لگا کہ آدم کی وجہ سے میں ذلیل و خوار تو ہوا ہوں لیکن اب میں اس سے دل کھول کر بدلہ لوں گا اور اس کی اولاد میں سے بہت سوں کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ آگے کا حال اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بات سن کر فرمایا۔ تو ذلیل و خوار و مردود ٹھہرایا گیا ہے چل یہاں سے نکل ہمیں اس کی پروا نہیں کہ تو آدم کی اولاد کو بہکا کر غلط راستے پر چلائے گا۔ اس میں ہمارا کیا جائے گا ہم تجھ کو اور تیرا کہنا ماننے والوں کو اکٹھا دوزخ میں جھونک دیں گے پھر آدم کو حکم ہوا کہ تو اپنی بیوی سمیت جنت میں رہ۔ تم دونوں کو یہاں ہر قسم کی آزادی ہے۔ مگر ہاں یہ درخت جو سامنے نظر آرہا ہے۔ اس کے پاس مت پھٹکنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

آدم علیہ السلام کا قصہ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے وہاں کہا گیا ہے کہ آدم کی پیدائش سے پہلے اللہ نے فرشتوں سے کہہ دیا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بناؤں گا۔ اس سے ظاہر ہو گیا تھا کہ اس کو خاص قوتیں دے کر اس کے ذمہ کچھ کام ڈالا جائے گا اور اس طرح اس کا امتحان لیا جائے گا کہ یہ وہ کام ٹھیک طور پر کرتا ہے یا نہیں سورۃ الانعام کی آخری آیت میں سب انسانوں سے صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ تم سب کو اللہ نے زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور اس سے تمہارا امتحان مقصود ہے۔ اس سورت میں آدم کو اسی امتحان کے لیے تیار کرنے کا ذکر ہے اسے جنت میں رکھا گیا جس سے یہ سمجھانا مقصود تھا کہ آدم کی اور ان کی اولاد کی اصل جگہ یہ ہے۔ پابندی اس لیے لگائی گئی کہ دنیا میں جا کر اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں رہنا ہمیں سیکھ جائے اور گناہ کا مطلب اور اس کے معاف کرنے کا طریقہ بھی اسے معلوم ہو جائے۔

شیطان کا فریب

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ

پس وسوسہ ڈالا ان دونوں کے لیے شیطان نے تاکہ ظاہر کر دے

لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

ان کے لیے وہ جو چھپائی گئی تھی ان دونوں سے ان کی شرم گاہوں سے

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

اور کہا نہیں منع کیا تم کو تمہارے رب نے اس

الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ

درخت سے مگر اس لیے کہ ہو جاؤ تم دونوں فرشتے یا

تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ

ہو جاؤ تم دونوں ہمیشہ رہنے والے اور قسم کھائی کہ میں

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ

تم دونوں کے لیے البتہ خیر خواہوں میں ہوں پس مائل کیا ان دونوں کو دھوکے سے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ

پھر ان کو شیطان نے بہکایا تاکہ ان پر ان کی شرم گاہوں سے

لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

وہ چیز کھول دے کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

اور بولا کہ تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے نہیں

الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ

روکا مگر اس لیے کہ کبھی تم فرشتے ہو جاؤ یا

تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ

ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ اور ان کے آگے قسم کھائی

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ

کہ میں البتہ تمہارا دوست ہوں پس مائل کر لیا ان کو فریب سے

وَسْوَسَ بہکایا۔ ماضی ہے جس کا مصدر وسوسۃ ہے اس کے معنی ہیں چپکے سے کوئی بات دل میں ڈال دینا۔ غلط خیال پیدا کر دینا۔ ایسے خیال کو اور جو خیال ڈالے اس کو بھی وسواس کہتے ہیں۔ یُبْدِیَ ظاہر کر دے۔ مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر ابداء ہے جو بَدْءٌ سے بنا ہے۔ بدء کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔ ابداء ظاہر کرنا۔ وُرِیَ چھپایا گیا۔ ماضی مجہول ہے اس کا مصدر مواراۃ ہے جو وَرْیٌ سے بنا ہے۔ وری کے معنی چھپنا۔ مواراۃ ایک دوسرے سے چھپانا۔ سَوْاٰت (شرم گاہیں) سَوْءَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی بری چیز کے ہیں۔ مرد یا عورت کے بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے اور جس کا کھولنا باعث شرم ہے۔ دَلّٰی (جھکایا) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر تدلیۃ ہے۔ اور یہ دَلْوٌ سے بنا ہے جس کے معنی ڈول کے ہیں۔ تدلیۃ کے معنی ہیں۔ ڈول لٹکانا پھر اس کے معنی کسی چیز کو نیچے جھکانے یا لٹکانے کے ہو گئے یہاں اس سے مراد ہے آدم کو اپنی بات کی طرف مائل کر لیا۔ اپنی طرف جھکا لیا۔

شیطان کو جو یہ معلوم ہوا کہ آدمؑ کو جنت میں ایک خاص درخت سے منع کیا گیا ہے تو اس نے سمجھ لیا کہ آدم کو نقصان پہنچانے کا یہی طریقہ ہے کہ کسی طرح انہیں اس درخت تک پہنچا یا جائے۔ ــــ شیطان نے کیا چال چلی کہ ان کے دل میں یہ کہہ کر شبہ پیدا کر دیا۔ کہ اللہ نے یہ درخت تم پر حرام نہیں کیا ہے۔ بلکہ یونہی کسی خیال سے روک دیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اس کے کھانے سے تم دونوں فرشتے بن جاؤ گے۔ یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لو گے یہ شیطان کی پرانی چال ہے کہ وہ انسان کے دل میں کسی ترکیب سے اللہ کے حکم کی وقعت باقی نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے کہ یہ حکم ضروری نہیں ہے یونہی کسی خیال سے دے دیا گیا ہے۔ اگر توڑ نے میں تمہارا فائدہ ہو تو توڑ سکتے ہو۔ اس کے بعد ظالم دونوں کے آگے جھوٹی قسم کھا گیا کہ میں تمہاری خیر خواہی کی بات کہتا ہوں جھوٹ نہیں بولتا۔ یہ سن کر وہ دونوں دھوکا کھا گئے۔ اس چالبازی سے شیطان نے اپنی بات منوالی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے نورانی لباس غائب ہو گئے اور انہیں جسم کے وہ حصے بھی نظر آنے لگے جن کا دیکھنا برا ہے۔

فریب کا نتیجہ

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
پس جب دونوں نے چکھا درخت کھل گئیں ان کے اوپر
سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ
ان کی شرم گاہیں اور لگے جوڑ جوڑ کر رکھنے اپنے اوپر سے
وَّرَقِ الْجَنَّةِؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ
پتّوں جنّت کے اور پکارا دونوں کو ان دونوں کے ربّ نے کیا نہ
اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ
منع کیا تھا تم کو اس درخت سے اور کہہ دیا تھا تم سے
اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (۲۲)
کہ شیطان تم دونوں کا دشمن ہے کھلا

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
پھر جب دونوں نے چکھا تو ان پر ان کی شرم گاہیں
سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ
کھل گئیں اور لگے اپنے اوپر بہشت کے پتے
وَّرَقِ الْجَنَّةِؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ
جوڑنے اور ان کو ان کے رب نے پکارا کیا
اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ
میں نے تم کو اس درخت سے منع نہ کیا تھا اور نہ تم کو نہ کہہ
اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (۲۲)
دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن۔

طفقا یخصفٰن (جوڑنے لگے) یخصفان مضارع کا صیغہ ہے جو خصف سے بنا ہے۔ خصف کے معنی ہیں آپس میں جوڑنا۔ ملانا۔ اس سے پہلے طفقا عربی میں وہی کام دیتا ہے جو ہماری زبان میں "لگے" کا لفظ کام دیتا ہے۔

حضرت آدم نے اور ان کی بیوی نے اس کی قسم سے دھوکا کھایا اور اس درخت سے کچھ تھوڑا سا پھل چکھ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کا لباس ان کے بدن سے نیچے گر گیا۔ اور وہ ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہو گئے اور شرم کے مارے جنّت کے درختوں کے پتے ایک دوسرے سے ملا ملا کر اپنا اپنا بدن ڈھانپنے لگے۔ پہلی سی حالت ہی نہ رہی احساسات بدل کر کچھ کے کچھ ہو گئے۔ ضرور خیال آیا ہوگا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ ایسی حالت میں شرم۔ ندامت اور حیرت کا دلوں پر یکدم حملہ ہوا ہوگا۔ اتنے میں ان کے رب کی طرف سے آواز آئی کیوں اب مبہوتوں کی طرح سے کھڑے ہو۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کر دیا تھا اور صاف نہیں کہہ دیا تھا۔ کہ یہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یہ کبھی تمہارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تمہارے پاس نئی نئی شکلوں میں آئیگا۔ لیکن اس کی غرض ہمیشہ یہ ہو گی کہ مکر و فریب سے اپنی بات تم سے منوالے۔

آدم و حوا جب پیدا ہوئے تو بچے نہ تھے دونوں پورے قد آور مکمل دماغی اور بدنی قوتوں والے انسان تھے۔ لیکن چھل بٹے۔ فریب بھسا زی۔ دھوکے بازی سے قطعی نا آشنا تھے۔ اگر شیطان ان کو سجدہ کرنے سے انکار نہ کر دیتا تو ہمیشہ ایسے ہی بھولے بھالے پاک صاف بے گناہ بشر رہتے اور ہمیشہ جنت کی فضا میں وہاں کا نورانی لباس پہنے بسر کرتے کھاتے پیتے پھرا کرتے۔

ظاہر بات ہے کہ جب کوئی خود پاک صاف دل کا کھرا ہو تو دوسرے کو خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو اتنا دھوکے باز فریبی۔ دل کا کھوٹا نہیں سمجھ سکتا۔ شیطان بھی پہلے دھوکے باز بے ایمان نہ تھا۔ اس کے غرور نے اسے مردود کر دیا۔ اور پھر اس نے دشمنی کی ٹھان لی اور دشمنی ایسی بری بلا ہے کہ دشمن کو زک دینے کے لیے سب کچھ سکھا دیتی ہے۔ ایسی حالت میں حضرت آدم اور ان کی بیوی کا اس کی بات اور قسم کا اعتبار کرنا فطری بات تھی۔ یہاں سے سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان بذات خود بھولا بھالا اور ایماندار ہے۔ بگڑتا ہے تو کسی کے بہکانے سے بگڑتا ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور راہ نمائی کا محتاج ہے۔

زمین پر آ گئے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ
کہا ان دونوں نے اے ہمارے رب ظلم کیا ہم نے اپنے آپ پر اور اگر
لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
بخشا تو نے ہم کو اور رحم نہ کیا ہم پر تو ضرور ہو جائیں گے ہم
الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
پانے والوں میں فرمایا اترو تم ایک تمہارا ایک کا
عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ
دشمن اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے
اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا
ایک مدت تک فرمایا اسی میں جیو گے تم اور اسی میں
تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾
مرو گے تم اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ
وہ دونوں بولے اے ہمارے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اگر
لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ
الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
ہو جائیں گے فرمایا تم اترو تم ایک دوسرے کے
عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ
دشمن ہو گئے اور تمہارے لیے ایک وقت تک زمین میں
اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا
ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے۔ فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے اور
تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۲ ۹
اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے

انسان میں فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی پہچان کی قوت موجود ہے وہ اس کا فرمانبردار و خادم ہے۔ اس کے حکم کے سمجھنے کی عقل موجود ہے چونکہ فطرتاً خود نیک ہے اس لیے کسی کو بغیر معاملہ پڑے بدمعاملہ، فریبی اور دھوکے باز ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس کے اندر بات کے بھول جانے کا عیب بھی موجود ہے اس سے قصور اور کوتاہی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں پھر یہ بھی اس کی فطرت میں داخل ہے کہ قصور ہو جائے تو اس پر نادم ہوتا ہے اور پچھتاتا ہے۔ اور اگر کوئی اس کو یقین دلا دے کہ تو نے میرے حق میں کوتاہی کی ہے تو اس سے معافی مانگنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے ان سب باتوں کو دھیان میں رکھ کر دیکھیے تو حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی سے جو کچھ ہوا وہ سب ان کی فطرت کا ظہور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس درخت کے پاس نہ جانا۔ وہ اللہ عزوجل کو اپنا رب جانتے تھے انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ان سے کہا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ وہ اس کو سمجھ گئے لیکن خود نیک ہونے کی وجہ سے اس کی چالبازی کا انہیں خیال بھی نہیں آسکتا تھا۔ اس نے قسم کھائی وہ اسے سچ کے سوا کچھ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ وہ جھوٹ کا نام بھی نہیں جانتے تھے اس کی باتوں کو سچ جانا۔ اور اللہ کے حکم کا مطلب اس کے کہنے کے مطابق سمجھ لیا۔ جب پھل کھا لیا اور ننگے ہو گئے تو قصور کا احساس ہوا اور ندامت شروع ہوئی۔ پھر اللہ نے انہیں وہ بات یاد دلائی جو وہ بھول گئے تھے یعنی ابلیس ان کا دشمن ہے۔ اس پر انہیں احساس ہوا کہ یہ تو نعوذ باللہ ایک طرح سے اللہ کی نافرمانی ہوئی فوراً اللہ سے معافی مانگنے لگے اور کہا جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے کہ دونوں اپنے رب کے آگے جھک گئے اور عرض کی اے مولا! ہم نے بڑی زیادتی کی تو ہمارا رب ہے۔ اگر تو نے ہمارا گناہ معاف نہ کیا تو سوا نقصان کے ہمیں کچھ نصیب نہ ہوگا۔ وہاں سے حکم ہوا۔ اب تمہاری سمجھ میں آیا کہ دشمن کیسا ہوتا ہے۔ اب تم سب یہاں سے زمین پر جاؤ اور اپنی اپنی قوتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آزماؤ۔ اب تمہیں ایک مقررہ مدت تک زمین میں رہنا ہوگا کیونکہ جنت، دشمنی اور باہمی زور آزمائی۔ اکھاڑ پچھاڑ کا اکھاڑہ نہیں بن سکتی۔ اور تمہاری اچھی قوتیں بغیر مقابلہ کے ابھر نہیں سکتیں۔ زمین تمہارے لیے موزون ہے۔ اب تمہارا جینا، مرنا اور دوبارہ زندہ ہو کر یہاں آنے کی تیاری سب کچھ زمین پر ہی واقع ہوگا۔ اگر مقابلہ میں کامیاب ہوئے تو پھر یہاں آجاؤ گے۔

قصہ آدمؑ سے کیا سیکھنا چاہیے

قصہ خلق آدم قرآن مجید میں کئی جگہ بیان ہوا ہے اور ہر جگہ موقع کے لحاظ سے ایک خاص پہلو پر زور دیا گیا ہے۔ انسان کو اس قصہ سے چند عملی باتیں سمجھ لینی چاہئیں، جو اس کے لیے سمجھنی ضروری ہیں۔ ذیل میں ان کی طرف مختصر طور پر توجہ دلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۱) انسان اس دنیا میں اللہ عزّ وجلّ کا خلیفہ ہے۔ اس لیے زمین کی ساری چیزیں اس کی تابع فرمان ہیں۔ ہر انسان کے دل میں یہ احساس ہونا چاہیئے کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے اُسے اپنے مالک یعنی اللہ کے روبرو شرمندہ ہونا پڑے (۲) انسان کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے پیچھے ایک دشمن لگا ہوا ہے جس کا نام شیطان ہے اور وہ اسے کسی نہ کسی طرح اللہ کے روبرو شرمندہ کرنے کا بیڑا اٹھا چکا ہے (۳) انسان میں اتنی عقل ہے کہ اپنا بھلا بُرا پہچان سکتا ہے اور اتنا اختیار ہے کہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس لیے اس کو کچھ مدت کے لیے ایسی جگہ چھوڑنا ضرور تھا جہاں بھلائی بھی ہو اور برائی بھی۔ تاکہ اس کو عقل اور اختیار دونوں سے کام کرنے کا موقع ملے۔ اور عقل سے پہچان کر بھلائی اختیار کرنے کا انعام اور برائی اختیار کرنے کی سزا ملے۔ دنیا انسان کی ان دونوں قوتوں کی امتحان کی جگہ ہے۔ بھلائی اختیار کرنے کا انعام جنت اور برائی اختیار کرنے کی سزا دوزخ ہے۔ بھلائی برائی پہچاننے میں عقل کی مدد کے لیے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال موجود ہے۔ شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی بیوی سمیت کچھ دن جنت میں رکھ کر عمل کی زندگی کا نمونہ دکھا دیا گیا۔

(۴) عقل اور اختیار آدم یعنی انسان کے اپنے آپ یعنی نفس کے اندر کی پیدائشی قوتیں ہیں۔ اس لیے وہ جنت میں بھی آدمؑ کے ساتھ رہیں لیکن جنت میں برائی کا کھلم کھلا شکل میں ہونا ممکن نہ تھا۔ اور ان دونوں قوتوں کو عمل کا پورا موقع تبھی مل سکتا تھا جب برائی بھی ان کے سامنے ہو۔ اس لیے جنت میں برائی کو ایک درخت کی شکل میں چھپا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اور کہہ دیا کہ جنت میں رہنا ہے تو اس درخت کے قریب نہ جانا۔ انسان اس حکم کو ماننے کے لیے تیار تو ہو گیا لیکن عقل کو دھن لگ گئی کہ اس سے بچنے کو کیوں کہا گیا ہے۔ اور اختیار مچل گیا کہ میری آزادی کیوں چھینی گئی۔ اس لیے ضروری ہوا کہ بھلائی اور برائی کو خوب پھیلا کر اور ملا کر ان کے ملے جلے ماحول میں انسان کو کچھ دن چھوڑ دیا جائے تاکہ اس کی عقل اور اختیار کو بلا روک ٹوک کام کرنے کا موقع ملے۔ اور جب انسان ان دونوں سے پورا کام لے کر اپنے تجربے سے بھلائی اختیار کر کے اور برائی چھوڑ کے جنت میں واپس آئے تو پھر ہمیشہ جنت میں رہے۔ اس لیے دنیا میں آنا ضروری ہو گیا۔ شیطان نے جو آدم و حوّا سے کہا کہ اس درخت کے چکھے بغیر تم جنت میں ہمیشہ نہیں رہ سکتے۔ یہ ظاہر میں تو دھوکا دہی ہے لیکن ہونا یوں ہی تھا۔ گو وہ اس کو جانتا یا نہ جانتا ہو۔ انسان کا نقصان اس میں اتنا ضرور ہوا کہ کچھ لوگ عقل اور اختیار کو غلط طریقے سے کام میں لائیں گے اور جنت سے محروم رہیں گے اور شیطان اُن کو اپنے ساتھ اللہ کے حکم سے دوزخ میں لے جائے گا۔ لیکن اسی کی وجہ سے ماننے والوں کے جو درجے بڑھیں گے وہ ایسی نعمت ہے جس کے سامنے نکمے لوگوں کی قربانی ہیچ ہے۔

(۵) اس قصہ سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے۔ کہ دنیا میں بھلائی اور برائی ساتھ ساتھ رہیں گی۔ اس لیے دونوں قسم کے لوگوں کو دنیا میں رہنے کی آزادی ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرے۔ اس کوشش کا نام فساد ہے۔ اور اسی لیے اس سے بچنے کے لیے کہا گیا ہے۔ اس سے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ دنیا میں کوئی کسی دوسرے کے بھلے یا بُرے ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ یہ فیصلہ تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔ دنیا میں فقط اس کی ضرورت ہے کہ کسی کی بدی پھیل کر دوسروں کے لیے مصیبت کا باعث نہ بنے۔ یہ فساد ہے اور حکومت کا فرض فساد کا روکنا ہے۔

لباسِ تقویٰ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا
اے اولادِ آدم اتاری ہم نے تم پر پوشاک
يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ
کہ ڈھانکے شرمگاہیں تمہاری اور بڑھیا کپڑے اور لباس
التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ
پرہیزگاری کا وہ سب سے اچھا یہ نشانیوں سے ہے
اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾
اللہ کی تاکہ وہ غور کریں

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا
اے آدم کی اولاد ہم نے تم پر پوشاک اتاری جو
يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ
تمہاری شرمگاہیں ڈھانکے اور آرائش کے کپڑے اتارے
التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ
اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ کی قدرت کی
اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾
نشانیاں ہیں تاکہ وہ لوگ غور کریں

اَنْزَلْنَا: ہم نے اتارا۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر اِنْزَال ہے جس کے معنی ہیں اتارنا۔ اور یہ نزول سے بنا ہے جس کے معنی ہیں اترنا۔ نزلہ اسی سے ہے۔ جو ناک اور آنکھ سے پانی نیچے گرنے کو کہتے ہیں۔ نزول کے معنی کسی چیز کا رفتہ رفتہ شکلیں بدل کے مکمل شکل میں ظاہر ہونا بھی ہیں۔ اس کے مطابق انزال کے معنی ہوں گے۔ ایک چیز کو کئی شکلیں بدلنے کے بعد قابلِ استعمال کرنا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ چونکہ لباس پہلے روئی وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے۔ پھر اس کے دھاگے بنتے ہیں۔ پھر ان سے کپڑا بنا جاتا ہے۔ پھر اسے ضرورت کے مطابق کاٹ کر لباس بنتا ہے اور سی کر پہنا جاتا ہے۔ لباس کے انزال سے یہی مراد ہے اور یہ سب کام اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انسان کے لیے سہل کرتا ہے۔

رِیْشًا: زینت کا سامان۔ اصل میں پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں۔ پروں سے پرندوں کی زینت اور سجاوٹ ہوتی ہے اور وہ اسے سردی گرمی وغیرہ سے بچتے ہیں۔ انسان کے لیے کپڑے بھی یہی کام دیتے ہیں اور اسے گرم بھی رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ انسان کے لیے ریش کے مانند ہیں۔

تَقْوٰی: بری باتوں سے بچنا۔ یہ لفظ بہت جگہ آیا ہے۔ یہاں اس سے مراد حیا اور شرم ہے۔ جو فحش اور بے ہودہ باتوں سے بچاتی ہے۔ انسان کا اصل لباس یہی ہے۔ آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو اچھی طرح اونچ نیچ سمجھا کر جنت سے دنیا میں بھیج دیا گیا۔ اب ان کی اولاد کو نصیحت کی جاتی ہے۔ پہلی نصیحت اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے اے آدم کی اولاد ہم نے دنیا میں زمین سے ایسی چیزیں اگائیں جن سے تم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں سے کام لے کر اپنا لباس تیار کر سکتے ہو۔ اور ان سے اپنے بدنوں کے ان حصوں کو ڈھانک سکتے ہو جن کا کھولنا باعثِ شرم ہے۔ اس کے علاوہ لباس تمہارے بدن کی سجاوٹ اور اس کے گرم رکھنے کا بھی ذریعہ ہے اور تمہارے لیے وہی کام کرے گا۔ جو پرندوں کے لیے ان کے پر و بال کرتے ہیں لیکن اصل میں یہ لباس تمہارے حیا و شرم کا مددگار ہے۔ اصل چیز جس سے تمہارے بدن اور روح کی حفاظت ہو سکتی ہے وہ تقویٰ ہے جس کا بڑا حصہ حیا و شرم ہے۔ یہ حیا و شرم اور خدا کا خوف ہی ہے۔ جو تمہیں بے حیائی، فحش باتوں اور گندگیوں سے بچائے گا۔ ظاہری لباس تقویٰ کا مددگار ہے۔ اگر تقویٰ نہ ہو تو نرا لباس گناہوں سے روکنے کے لیے کافی نہیں۔ لباس تو اللہ کی ظاہری نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ——— جس پر غور کرنے سے تم سمجھ سکتے ہو کہ اللہ تمہیں پاک اور صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے۔ اگر تم لباس سے اتنی بات نہ سمجھے۔ کہ یہ دل کی پاکیزگی کا پیش خیمہ ہے۔ تو تم نے غور و فکر سے وہ کام نہیں لیا۔ جو عاقل بالغ ہونے کی حیثیت سے تمہیں لینا چاہیے جب تقویٰ اصل ٹھہرا تو لباس بھی شرع کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

شیطان سے ہوشیار رہو!

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ
اے اولاد آدم نہ بہکانے پائے تم کو شیطان جیسا کہ
اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا
نکالا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے اتروا کر ان سے
لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ
ان کے لباس تاکہ دکھلائے ان کو ان کی شرمگاہیں بے شک وہ
يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ
دیکھتا ہے تم کو وہ اور اس کی قوم جہاں سے کہ نہیں دیکھتے تم ان کو
اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ
بے شک ہم نے کیا شیطانوں کو دوست ان لوگوں کا جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ (۲۷)
نہیں ایمان لاتے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ
اے آدم کی اولاد تم کو شیطان نہ بہکا دے جیسا کہ اس نے
اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا
تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا ان سے ان کے کپڑے
لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ
اتروائے تاکہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھا دے وہ اور
يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ
اس کی قوم تم کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے
اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ
ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا رفیق بنا دیا ہے
لَا يُؤْمِنُوْنَ (۲۷)
ایمان نہیں لاتے

لَا يَفْتِنَنَّ (نہ بہکانے پائے) مضارع کا صیغہ نون تاکید کے ساتھ ہے۔ یہ فتنہ سے بنا ہے۔ اس کا مصدر فتون ہے جس کے معنی فتنہ میں پھنسانا ہیں۔ فتنہ مصیبت اور مشکل کو کہتے ہیں۔ يَنْزِعُ (چھین لے) مضارع کا صیغہ ہے جو نزع سے بنا ہے۔ اس کے معنی کسی سے کچھ چھین لینا۔ اگر دو آدمی ایک دوسرے کی چیز چھیننے کی کوشش کریں تو اسے نزاع کہتے ہیں۔ اور اگر بہت سے آدمیوں کے درمیان آپس میں چھینا جھپٹی ہونے لگے تو اسے تنازع کہتے ہیں۔ قَبِيْل (قوم) قبل سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پہلے۔ آگے۔ قَبِيْل۔ وہ چیز جو کسی کے آگے یا سامنے ہو۔ ان لوگوں کو بھی جو کسی کے سب سے قریب ہوں۔ اور اس کے ہر وقت سامنے رہتے ہوں مجموعی طور پر قبیل کہہ دیتے ہیں۔ اس لیے اس کا ترجمہ قوم کیا گیا ہے۔

آدم کی اولاد کو یہ دوسری نصیحت ہے اس میں صاف طور پر شیطان کے ہتھکنڈوں سے خبردار رہنے کے لیے کہا گیا ہے اور آگے کی کئی آیتوں میں سمجھایا گیا ہے کہ شیطان تم سے کیا کام لینا چاہتا ہے اور اللہ نے کون سے کاموں کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد دیکھو تم شیطان کے پھندے میں کبھی نہ پھنسنا۔ تمہارے سامنے تمہارے والدین آدم و حوا کا قصہ اسی لیے کھول کر رکھ دیا ہے کہ تم شیطان کی چالوں سے واقف ہو جاؤ۔ اس قصہ سے تمہیں پتہ چل جائے گا۔ کہ اس نے کس طرح فریب اور دھوکے کی باتیں ان کے سامنے کیں اور اپنی چکنی چپڑی باتوں سے انہیں کیسا ورغلایا۔ آخر وہ اس کی چال میں آ گئے اور اس کم بخت کی وجہ سے انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔ اور ان کا لباس ان سے چھین لیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر کھل گئیں۔ آخر اللہ سے گڑگڑا کر معافی طلب کی اور ان کا قصور معاف کیا گیا۔ اور دنیا میں رہنے کی جگہ ملی۔ جہاں عمر بھر ان کی اولاد کو شیطان سے سابقہ پڑے گا۔ وہ تمہارا بڑا خطرناک دشمن ہے اکثر چھپ کر تمہاری گھات میں بیٹھتا ہے۔ جہاں سے وہ تو تمہیں دیکھتا ہے مگر تم اکثر اسے نہیں دیکھ سکتے۔ اس لیے اللہ کی پناہ ڈھونڈو کیونکہ شیطان ہر وقت اس کی نگاہ میں ہے اور اللہ اپنے ماننے والوں کو اس کے کھلے اور چھپے دونوں طرح کے حملوں سے بچا سکتا ہے مگر جو اللہ کو نہیں مانتا۔ اور اس پر ایمان نہیں لاتا اس کے لیے اس کے حملے سے کوئی پناہ نہیں ہے۔

بے حیائی

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا
اور جب کرتے ہیں بُرا کام کہتے ہیں پایا ہم نے
عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ
اس پر اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے حکم دیا ہمیں اس کا
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ
کہہ دے تحقیق اللہ نہیں حکم دیتا بُرے کام کا
اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾
کیا کہتے ہو اللہ کے خلاف وہ جو نہیں جانتے تم

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا
اور جب کوئی بُرا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے
عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ
اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے دیکھا اور اللہ نے ہم کو یہی حکم دیا ہے
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ
تو کہہ دے کہ اللہ بُرے کام کا حکم نہیں کرتا۔
اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾
اللہ کے ذمے وہ باتیں کیوں لگاتے ہو جو تمہیں معلوم نہیں

فاحشۃ اور الفحشآء دونوں اسم ہیں جو فحش سے بنے ہیں اور تینوں کے معنی بُرے کام، بے حیائی اور گناہ ہیں۔

پہلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے سے بدن چھپانا انسان کی فطری عادت ہے چنانچہ جب شیطان کے بہکاوے میں آکر آدم اور حوّا نے اس درخت کو جس کے چکھنے سے انہیں منع کیا گیا تھا چکھ لیا اور ان کے جنت کے کپڑے ان کے بدنوں سے گر پڑے اور وہ ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہو گئے تو جلدی جلدی درختوں کے پتّے اٹھا کر ان سے اپنا بدن چھپانے لگے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ستر عورت کے لیے آدمی کو لباس بنانے کی تعلیم دی اور اسے اس کی زیب و زینت کا ذریعہ بنایا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے زمانے میں مکّہ والوں میں اور ان کی دیکھا دیکھی سب میں یہ عام رسم رائج تھی کہ مرد و عورت بالکل ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے دو وجہ بتائیں ایک یہ کہ ہمارے باپ دادا ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں ہم بھی ان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ دوسری یہ کہ اللہ نے ہمیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت میں ان کے اس فعل کو بے حیائی کا کام کہا ہے اور ان کی بتائی ہوئی دو وجہوں کا رد کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ جب کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے چلے آئے ہیں ہم تو ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اس کا جواب تو قصہ آدم سے نکل آیا کہ وہ تم سب کے باپ تھے لیکن وہ شیطانوں کے بہکانے میں آگئے اس لیے باپ کی تقلید ہر کام میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بعض کام شیطان کے بہکانے سے کیے ہوں جن سے اولاد کو بچنا ضروری ہے۔

ایک بات وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے کہ ننگے طواف کرو۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں ان سے کہہ دے کہ اللہ بے حیائی اور فحش باتوں کا حکم نہیں دیا کرتا۔ اس کی سند تمہارے پاس کیا ہے کہ تمہیں اللہ نے ننگے ہو کر طواف کرنے کو کہا ہے۔ اس نے تو تمہارے لیے لباس بنانے کا سامان دنیا میں پیدا کر دیا ہے۔ پھر ننگے کیوں رہتے ہو اگر باپ دادا کی تقلید ہی کرنی ہے تو اپنے باوا آدم کی تقلید کرو کہ وہ جب یکایک ننگے ہو گئے تو درختوں کے پتّوں ہی سے اپنا بدن ڈھانکنے لگے۔ تم تو ایسی باتیں اللہ کے سر مت لگاؤ جو اس نے تمہیں نہ بتائیں نہ سکھائیں۔

اس آیت میں تمام فحش باتوں، بے حیائی اور برے کاموں سے ہمیشہ کے لیے روک دیا گیا جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔

گناہ کو گناہ سمجھو

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ
کہدے حکم کیا میرے رب نے راستی کا اور سیدھے کرو اپنے چہرے
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ
بوقت ہر عبادت کے اور پکارو اس کو خالص کرکے
لَهُ الدِّیْنَ ط كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾
اُس کیلئے تابعداری جیسا پہلے پیدا کیا تم کو ویسے ہی لوٹو گے
فَرِیْقًا هَدٰى وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ
ایک گروہ کو ہدایت کی اور ایک گروہ ثابت ہوئی ان پر
الضَّلٰلَةُ ط اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ
گمراہی تحقیق انہوں نے بنایا شیطانوں کو
اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ یَحْسَبُوْنَ
دوست سوا اللہ کے اور گمان کرتے ہیں
اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾
کہ وہ ٹھیک راستے پر ہیں

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ
تو کہدے میرے رب نے سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے اور
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ
اپنے منہ ہر نماز کے وقت سیدھے کرو اور اس کو خالص اس کے فرمانبردار
لَهُ الدِّیْنَ ط كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾
ہو کر پکارو جیسے تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہو گے
فَرِیْقًا هَدٰى وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ
ایک فرقے کو ہدایت کی اور ایک فرقے پر
الضَّلٰلَةُ ط اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ
گمراہی مقرر ہو چکی۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں
اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَیَحْسَبُوْنَ
کو رفیق بنایا اور سمجھتے ہیں کہ
اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾
وہ ہدایت پر ہیں

قسط: انصاف۔ عدل۔ بیچ کا راستہ جس میں بھٹکنے کا خوف نہ ہو۔ سیدھی راہ جس میں ٹیڑھ نہ ہو۔

ارشاد ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہدے کہ میرا رب آدمیت کے سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ہدایت کرتا ہے کہ عبادت کرو تو اپنا رخ سیدھا کر لیا کرو۔ اور اللہ کو پکارو تو فقط اسی کے تابعدار بن کر پکارو کسی کے کہنے سننے کا خیال یا غلط رسم و رواج کی تابعداری مت کرو۔ کیونکہ مرنے کے بعد ہر ایک دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور ہر ایک کا فقط اللہ سے پالا پڑے گا۔ باپ دادا' غلط راستے بتانے والے یار دوست کچھ کام نہ آئیں گے۔ اللہ کے ہاں سرخرو فقط وہی لوگ ہوں گے جو دنیا میں عبادت کے وقت اپنے ظاہر اور باطن دونوں کو صاف کرکے اللہ کے دربار میں خالص اسی کی فرماں برداری کی نیت سے حاضر ہوتے ہیں اور اس کے حکم کے سامنے کسی کی پروا نہیں کرتے۔ اللہ نے ہدایت کا راستہ اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے سب پر واضح کر دیا ہے۔ پھر کچھ لوگ تو سمجھ کر سیدھے راستے پر چلنا چاہتے ہیں۔ ان کو اللہ سیدھے راستہ پر چلاتا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ گمراہی ان کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں سے دوستی گانٹھ لی ہے۔ انہوں نے انہیں غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ اور ان کے دل میں بٹھا دیا ہے کہ ٹھیک راستہ یہی ہے جس پر تم چل رہے ہو جو لوگ غلط کو صحیح سمجھ بیٹھے ہیں وہ اسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر گمراہی مقرر اور مسلط ہو چکی ہے۔ اصل میں اشارہ ہے کہ جو لوگ آدم علیہ السلام کی طرح بتانے سے اپنی خطا فوراً تسلیم کر لیتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور توبہ کر لیتے ہیں وہ گمراہی سے بچ جاتے ہیں۔

کھانے پینے میں زیادتی

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ
اے اولادِ آدم پہن لو اپنے لباس بوقت ہر
مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ
نماز کے اور کھاؤ اور پیو اور مت خرچ کرو فضول
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع
تحقیق وہ نہیں پسند کرتا فضول خرچوں کو

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ
اے آدم کی اولاد اپنی آرائش لے لو ہر نماز کے
مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ
وقت اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع
اس کو بے جا خرچ کرنے والے خوش نہیں آتے

ع ۳

خُذُوْا: لے لو۔ امر کا صیغہ ہے اَخْذٌ سے اخذ کے معنی ہیں۔ لے لینا۔ یہاں اس سے مراد پہن لینا یا اوڑھ لینا ہیں۔

زِيْنَتَكُمْ: سجاوٹ، یہاں اس سے مراد کپڑا ہے جس سے کم از کم ستر ڈھک جائے مردوں کے لیے کپڑا اتنا ہی فرض ہے جس سے ستر ڈھک جائے۔

مَسْجِدٌ: سَجْدٌ سے بنا ہے اور سجدہ بھی اسی سے ہے۔ یہ مصدر میمی ہے۔ اس کے معنی مصدر کے ہیں۔ یعنی پیشانی زمین پر ٹیکنا۔ یہاں مراد نماز اور طواف کعبہ ہے۔

لَا تُسْرِفُوْا: مت فضول خرچی کرو، نہی کا صیغہ اسراف سے بنا ہے جس کا مادہ س۔ ر۔ ف ہے۔ اس کے معنی حد سے نکل جانا ہیں۔ اسراف: بے فائدہ اور بیکار خرچ کرنا۔

اس رکوع کی آیتوں میں ان بیہودہ رسموں سے منع کیا ہے۔ جو عبادت کے صحیح طریقے میں عربوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر لی تھیں۔ کعبہ کا طواف عرب میں ہمیشہ سے بڑی عبادت سمجھی جاتی تھی اور وہ کعبہ کی تعظیم ضروری خیال کرتے تھے بعض لوگ اس خیال سے کہ ہم اپنے کپڑوں میں جانے کیا کیا گناہ کرتے رہتے ہیں طواف کعبہ کے وقت انہیں اتار کر الگ رکھ دیتے تھے۔ اگر قریش نے ان کو اور کپڑے دے دیئے تو ان کو پہن کر اور اگر نہ مل سکے تو ننگے طواف کرتے تھے عورتیں بھی ننگے طواف کرتی تھیں اور سب اس کو ایک قسم کی نیکی سمجھتے تھے۔ اسی طرح حج کے زمانے میں بعض چیزیں مثلاً گوشت، چربی، گھی وغیرہ عمدہ چیزیں کھانا چھوڑ دیتے تھے اور فاقے کو یا تھوڑا کھانے کو ضروری سمجھتے تھے۔ اس آیت میں اسی کی بابت ہدایت ہے ارشاد ہے۔ "اے اولاد آدم، طواف کے وقت کپڑے پہن لیا کرو۔ ننگا ہونا انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ نیکی کی باتیں نہیں ہیں۔ کپڑے تمہارے لیے زینت ہیں۔ عبادت کے وقت یہ اور بھی ضروری ہیں۔ کیونکہ اپنے رب کے سامنے اس کے عطا کیے ہوئے لباس کو پہن کر آنا چاہیے۔

اسی طرح حج کے زمانے میں کھانا، پینا چھوڑ دینا بھی ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں نعمتیں دی ہیں۔ انہیں کھاؤ پیو۔ فقط اتنا خیال رکھو کہ اناپ شناپ مت کھاؤ پیو اور نہ ضرورت کی چیزوں کو بلا ضرورت اڑاؤ۔ ایسے لوگوں کو جو اپنا مال و دولت بیہودہ اور بیکار باتوں میں ضائع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا۔

اس آیت سے علماء کرام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ نماز میں اور ہر حالت میں مرد کے لیے کمر سے زانو تک اور عورت کو سارا بدن ڈھکنا فرض ہے۔ اسی طرح ضرورت کی چیزوں کو نام و نمود، شیخی جتانے اور لوگوں کے دکھاوے کے لیے لٹانا حماقت ہے۔ آدمی کو اعتدال سے چلنا چاہیے۔

خود کوئی چیز حرام مت کرو

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ
تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو
اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ
نکالی اس نے اپنے بندوں کے لیے اور ستھری چیزیں کھانے کی
قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ
کہہ دے یہ ان کے لیے ہیں جو ایمان لاتے زندگی میں
الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
دنیا کی خالص انہی کے لیے دن قیامت کے
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۳۲)
اسی طرح کھولتے ہیں ہم آیتوں کو واسطے اس قوم کے جو جانتے ہیں

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ
تو کہہ اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے
اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ
واسطے پیدا کی اور کھانے کی ستھری چیزوں کو کس نے حرام کیا
قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ
تو کہہ یہ نعمتیں دنیا کی زندگی میں اصل میں ایمان
الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
والوں کے واسطے ہیں خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۳۲)
اسی طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتیں ان کے لیے جو سمجھتے ہیں

پچھلی آیت میں اور اس سے پہلی آیتوں میں یہ بیان چلا آرہا ہے کہ دنیا میں اللہ نے انسان کے واسطے لباس بنایا ہے جو اس کے لیے باعث زینت ہے اسی طرح کھانے پینے کی چیزیں بنائیں کہ ان سے فائدہ اٹھائے ان کو اس طرح استعمال کرو کہ ان کی غرض پوری ہو۔ ان کی بابت حلال حرام کی پوری تفصیل قرآن حکیم کی آیتوں میں موجود ہے۔ اپنی طرف سے کپڑے پہننے اور کھانے پینے میں بندشیں لگانے اور ان کے چھوڑ دینے کو عبادت کی ایک رسم قرار دینے کا انسان کو کوئی حق نہیں ہے اس آیت میں اسی کو دوسری طرح سمجھایا ہے

ارشاد ہے کہ یہ طواف کے وقت کپڑے اتار کر الگ رکھ دینا کس نے بتایا ہے۔ اللہ نے تو کپڑے کو انسان کی زینت بنایا ہے تاکہ اپنی شرم کی جگہوں کو چھپا کر رکھے۔ ایسے ہی کھانے کی صاف ستھری چیزیں تمہارے لیے ہر وقت حلال ہیں یہ کس نے کہا کہ حج کے دنوں میں فاقہ کشی کرو اور اسے عبادت کی شرط سمجھو اصل بات جو تمہیں سمجھ لینی چاہیئے وہ یہ ہے کہ یہ چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اور ان کا طریقہ استعمال بتا دیا ہے اس طریقہ سے انہیں استعمال کرو جو چیزیں اس نے حرام کر دی ہیں وہ صاف طور پر بتا دی گئی ہیں انہیں چھوڑ دو یا جس وقت اس نے اچھی چیزوں کے بھی چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے مثلاً روزے میں۔ اس وقت ضرور چھوڑ دو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کو یہ بھی سمجھا دو کہ یہ چیزیں یعنی لباس خوراک وغیرہ دنیا میں انہی لوگوں کے لیے بنی ہیں جو انہیں اللہ کا عطیہ مان کر اس کے حکم کے مطابق ان کو استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح استعمال کرنے سے یہی نعمتیں ان کو قیامت کے دن تمام جھگڑوں اور برائیوں سے پاک صاف ہو کر ملیں گی۔ کیونکہ دنیا میں ان کے ساتھ محنت، دکھ، درد، بیماری، لڑائی کچھ نہ کچھ جھگڑے لگے ہوتے ہیں وہاں یہ ان سب برائیوں سے خالی ہو کر ان کو نصیب ہوں گی اور وہ پوری آزادی کے ساتھ ان کو استعمال کر سکیں گے، جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے ان کو دنیا میں بھی یہ چیزیں بڑے جھگڑے کے ساتھ ملیں گی اور قیامت کے دن ان کا ان میں کوئی حصہ نہ ہوگا کیونکہ قیامت کے دن ان نعمتوں کے ملنے کی یہ شرط ہے کہ آدمی دنیا ہی میں انہیں اللہ کا عطیہ سمجھ لے اور اس کا شکر گذار ہو کر ان کا استعمال کرے ؛

حرام باتیں

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ
تو کہہ دے کچھ نہیں مگر حرام کیا میرے رب نے فحش باتوں کو
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ
جو کھلی ہیں ان میں سے اور جو چھپی ہیں اور گناہ
وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ
اور زیادتی ناحق اور یہ کہ شریک کرو اللہ کے ساتھ
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا
وہ جو نہیں اتاری اس نے اس کے لیے کوئی سند اور یہ کہ کہو
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾
اللہ کے ذمے وہ جو نہیں جانتے تم

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ
تو کہہ دے میرے رب نے صرف بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ
جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو
وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ
اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ اللہ کا شریک کرو
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا
ایسی چیز کو کہ جس کی سند اس نے نہیں اتاری اور اس بات
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾
کو کہ اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جو تم کو معلوم نہیں

:: پچھلی آیت میں تھا کہ اللہ نے کپڑے پہننے اور ستھری چیزوں کے کھانے سے نہیں روکا بلکہ اس نے یہ سب چیزیں بنائی ہی اس لیے ہیں کہ دنیا میں اس کے بندے فائدہ اٹھائیں، اس آیت میں وہ باتیں بتائی ہیں جنہیں اس نے حرام کیا ہے۔

۱۔ اس نے فحش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے یہ باتیں اور یہ کام کھلے بندوں کیے جائیں یا چھپ کر ہر حالت میں حرام ہیں

۲۔ اس نے گناہ کو حرام کیا ہے آیت میں اثم کا لفظ ہے یعنی اللہ نے اثم کو حرام کیا۔ اثم کہتے ہیں ایسی خلاف شرع بات کو جس کا اثر دوسرے پر برا ہو یا جس میں اپنا نقصان ہو جیسے خودکشی، حلال چیزوں کو بلاوجہ اپنے اوپر حرام کر لینا۔ نماز، روزہ وغیرہ بدنی عبادتوں میں سستی اور اسی قسم کی باتیں مثلاً شراب نوشی، نشہ کی چیزوں کی عادت، جوا، زہروں کا استعمال، اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ سکھا لینا جیسے بعض جوگی کرتے ہیں۔

۳۔ دوسرے پر بلاوجہ زیادتی کرنا۔ کسی کو ستانا۔ دکھ پہنچانا اس میں قتل، ڈکیتی، چوری اور سب باتیں آ گئیں جس میں کسی کا نقصان ہو خواہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو یہ سب حرام اور بغی میں داخل ہیں۔

۴۔ اللہ کے سوا کسی کی پوجا پاٹ کرنا یا حاجت روائی مشکل کشائی میں کسی دوسرے کا دخل سمجھنا جیسے عرب کے مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم بتوں کی اس لیے تعظیم کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے آگے ہمارے سفارشی ہیں اور کہتے تھے کہ اللہ نے خود ان کو ہمارے اور اپنے درمیان واسطہ بنایا ہے ہمارا جو کام ہوتا ہے انہی کے ذریعے ہوتا ہے ان باتوں کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اللہ نے ایسی کوئی آیت نہیں اتاری جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اس نے اپنے بندوں کی حاجت روائی کسی اور کے سپرد کر دی ہے۔

۵۔ اللہ کے نام اٹکل پچو باتیں لگانا۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ عزوجل کی بابت ہمیں اتنا ہی علم ہے جتنا قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا ہے ان کی بتائی اور سمجھائی ہوئی باتوں کے سوا اللہ کی بابت اور کچھ اپنی طرف سے کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ ہم ایسی بات کہہ رہے ہیں جو ہمیں بتائی نہیں گئی جیسے مکہ والے کہتے تھے کہ اللہ نے ہمیں ننگے طواف کرنے کا حکم دیا ہے، یہاں سے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ نے ننگے ہونے کو فحش کہا ہے اور فحش کو حرام کہا ہے۔ اگر اسے فنون لطیفہ میں داخل کر دیں تب بھی وہ بدستور فحش اور حرام ہی رہے گا۔

مقرر مدت

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ
اور ہر ایک جماعت کے لیے وقت مقرر ہے پس جب آئے گا
اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
ان کا وقت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے ایک گھڑی
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾
اور نہ آگے بڑھ سکیں گے

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ
اور ہر ایک فرقے کے واسطے ایک وقت مقرر ہے پھر جب
اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
ان کا وقت آپہنچے گا نہ ایک گھڑی پیچھے سرک سکیں گے
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾
اور نہ آگے بڑھ سکیں گے

اَجَلٌ: مدت ختم ہونے کا مقرر وقت کسی کام کے کرنے کے لیے کچھ مدت دی گئی ہو تو اس مدت کے ختم ہونے کا آخری لمحہ اجل ہے۔
اُمَّةٌ: فرقہ۔ گروہ۔ جماعت۔ جتھہ۔ اصل لغت کی رو سے اس کے معنی ایک مجموعہ کے ہیں۔ جو چند مستقل چیزوں کے جڑ جانے سے خود ایک مستقل چیز بن گئی ہو۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا۔ کہ اللہ نے انسان کو بعض باتوں سے منع فرما دیا ہے۔ وہ اسے بالکل چھوڑ دینی چاہئیں۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ سن کر ضرور یہ خیال گذر سکتا ہے۔ کہ بہت سے لوگ ان منع کی ہوئی باتوں کو دھڑلے کے ساتھ کرتے ہیں۔ لیکن ان کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ اور وہ مزے سے دندناتے پھرتے ہیں۔ پھر منع کرنے سے کیا فائدہ۔ اگر منع کی ہوئی بات کے کرنے والوں کو فوراً سزا مل جائے تو البتہ منع کرنے کے معنی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ ورنہ منع کرنا ایک بیکار سی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس آیت میں اس شبہ کا جواب ہے۔

ارشاد ہے کہ ہر جتھے کو زندگی کے کام کاج کے لیے ایک مدت دی گئی ہے۔ اس مدت کے ختم ہونے کا وقت مقرر ہے اور جب یہ وقت آجائے گا تو وہ ایک منٹ نہ ادھر ہٹ سکیں گے نہ اُدھر۔ اس آیت پر غور کرنے سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ کوئی شخص دنیا میں تنہا نہیں رہتا بلکہ اس کا کسی خاص جماعت۔ فرقے۔ شہر۔ ملک اور تمام انسانوں سے تعلق ہوتا ہے۔
اس آیت کے نزول سے پہلے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ تم کہتے ہو اللہ کی نافرمانی سے عذاب آتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس آیت میں اسے جو جواب دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اے شخص تو اس لیے کچھ دن کے لیے بچا ہوا ہے کہ تیری قوم کو مہلت ہوئی ہے۔ وہ گناہ گار شخص قوم کی پناہ میں ہے۔ اور جب تک وہ اس کی خبرگیری کرتی رہے گی وہ بچا رہ سکتا ہے لیکن یہ قوم ایک دن فنا ہو گی اور پھر اس شخص کا کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔

۲۔ امت کو مہلت ملنا دنیا کی بناوٹ میں داخل ہے تاکہ وہ اپنے افراد کو سیدھے راستے پر چلائے۔ جب وہ اس قابل نہ رہے گی ختم ہو جائے گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عزت۔ نیک نامی برباد ہو جائے گی۔ اور وہ ذلیلوں کی طرح زندگی بسر کرے گی۔ اس کا وقار اور دبدبہ جاتا رہے گا۔ اور دوسری قومیں اس پر مسلّط کر دی جائیں گی۔ اور یہ اس کا نتیجہ ہو گا۔ کہ وہ اپنے عروج کے زمانے میں جب اس کو مہلت ملی ہوئی تھی اپنے افراد کو نہ سنبھال سکی۔ افراد کو یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ ہمارے گناہوں سے ہماری قوم تباہ ہو گی۔ اس کی تباہی ہماری یقینی تباہی ہے :

نجات کا طریقہ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ
اے آدم کی اولاد اگر تمہیں تمہارے پاس رسول
مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ
تم میں سے کہ بیان کریں تم پر میری آیتیں پس جو
اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
ڈرا اور نیک بنا پس نہیں خوف ان پر
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھوٹا کہا
بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ
ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے وہ لوگ
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾
ساتھی ہیں آگ کے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آویں کہ تم کو میری آیتیں سنائیں تو جو ڈرے اور نیک بنے تو ان پر خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کیا تو دوزخ میں رہنے والے وہی ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے

اِمَّا (اگر) اصل میں اِنْ مَا ہے۔ اِنْ حرف شرط ہے اس کے معنی اگر ہیں اس میں مَا زیادہ کر دیا گیا ہے اور نون کو میم میں ادغام کر دیا گیا ہے۔

اِتَّقٰی (ڈرا) ماضی کا صیغہ ہے اور اِتِّقَاءٌ اس کا مصدر ہے اور تقویٰ حاصل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ بچاؤ۔ اتقاء کے معنی ہیں کسی ڈر کی وجہ سے برے کام سے بچنا۔ اس لیے اس کا ترجمہ ڈر کیا ہے۔

اِسْتَکْبَرُوْا (تکبر کیا) ماضی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر استکبار ہے جو کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی ہیں بڑائی۔ استکبار کے معنی ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ آیتوں سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہہ کر یہ ہمارے درجہ کے لائق نہیں ہیں ان سے منہ پھیر لینا۔ جیسے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں کیا سمجھاتے ہو ہم کوئی بچہ نہیں ہیں۔ ایسا کرنے والے نصیحت سے استکبار کرتے ہیں۔

پچھلی آیت میں اشارہ تھا کہ امت کو موقع دیا جاتا ہے اور مہلت ملتی ہے کہ اپنے افراد کو ٹھیک راستے پر چلائے تاکہ وہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کر سکیں لیکن اس آیت میں اشارہ ہے کہ آدم کی اولاد ایک امت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ سب کا مل کر فرض ہے کہ افراد کی خبر گیری کریں اور ہر فرد کو کہا گیا ہے کہ تقویٰ حاصل کرے اور اپنی اصلاح میں ہر وقت لگا رہے۔ ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد میں نے تمہاری ہدایت کا دنیا میں بندوبست کر دیا ہے۔ اس کام کے لیے میرے رسول جو تمہیں جیسے آدمی ہوں گے تمہارے پاس آئیں گے۔ ان کی تابعداری کرنا۔ وہ تمہیں دو چیزوں کی ہدایت کریں گے۔ ایک بری باتوں سے بچنا اس کا نام تقویٰ ہے۔ دوسرے نیک کام کرنا۔ اس کا نام اصلاح ہے۔ وہ تم کو میری آیتیں سنائیں گے جو رسولوں کا کہنا مانیں گے۔ وہ ساری آفتوں سے خود بھی بچیں گے۔ اور امت کو بھی ذلت اور رسوائی سے بچا لیں گے لیکن جو ان کا کہنا نہ مانیں گے آخرت میں ان کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہوگا۔

اقراری مجرم

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ

پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر

کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ

جھوٹ یا جھٹلاوے اس کی آیتیں وہ ہیں

یَنَالُھُمْ نَصِیْبُھُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ ؕ حَتّٰٓی

کہ ملے گا ان کو ان کا حصہ کتاب میں لکھا ہوا یہاں تک کہ

اِذَا جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَھُمْ ۙ قَالُوْٓا

جب آئیں گے ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے جان نکالنے ان کی پوچھیں گے

اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

کہاں ہیں وہ کہ تھے تم پکارا کرتے جن کو چھوڑ کر

اللّٰہِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓی

اللہ کو وہ کہیں گے گم ہوگئے وہ ہم سے اور اقرار کریں گے اپنی

اَنْفُسِھِمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

جانوں پر کہ وہ تھے تھے نہ ماننے والے

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ

پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان

کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ

باندھے یا اس کے حکموں کو جھٹلاوے وہ لوگ ہیں

یَنَالُھُمْ نَصِیْبُھُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ ؕ حَتّٰٓی

کہ ان کو ملے گا جو ان کا حصہ کتاب میں لکھا ہوا ہے یہاں تک کہ

اِذَا جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَھُمْ ۙ قَالُوْٓا

جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان لینے کو پہنچیں گے

اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تو کہیں گے کیا ہوئے وہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے

اللّٰہِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓی

تھے بولیں گے وہ ہم سے کھوئے گئے اور اپنے

اَنْفُسِھِمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

اوپر اقرار کریں گے کہ وہ بے شک کافر تھے

یَنَالُ: ملے گا مضارع کا صیغہ ہے نَیل سے نیل کے معنی ہیں پالینا۔ پہنچ جانا۔ یَنَالُ کے معنی ہیں پہنچ جاتے گا ان کو مل رہے گا ان کو۔

کِتَابٌ: لکھی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہے لوح محفوظ۔ جس میں ہر شخص کو جو ملنا ہے وہ لکھا ہوا ہے۔

رُسُلُنَا: ہمارے بھیجے ہوئے۔ "رُسُل" رسول کی جمع ہے۔ رسول صفت کا صیغہ ہے جو رسالت سے بنا ہے۔ رسالت کے معنی ہیں بھیجنا۔ رسول بھیجا ہوا۔ یہاں رسول سے مراد فرشتے ہیں۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں سے بڑھ کر گھاٹے میں کون ہوگا' جو اللہ کی آیتوں کو ہنسی کھیل سمجھتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ یہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہی اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے حالانکہ ان کا کہنا غلط اور جھوٹ ہے۔ یا اللہ کی آیتوں کو انسان کی گھڑی ہوئی عبارتیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ غلط سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنا ناس کر رہے ہیں۔ جو کچھ آرام یا دکھ ان کے لیے لکھا ہے وہ انہیں پہنچے گا۔ پھر جب موت کا وقت آئے گا اور ہمارے فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں گے تو ان کے ہوش گم ہو جائیں گے۔ اور ہمیشہ کا دکھ اور عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ فرشتے ان سے کہیں گے کیوں آج وہ لوگ یا بُت یا تمہارے داہی تباہی شغل کہاں ہیں جن میں تم پھنسے رہتے تھے۔ اس وقت وہ ہکّے بکّے ہو کر جواب دیں گے کہ ان ہمارے یاروں اور مددگاروں میں سے تو سچ مچ کوئی نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہمیں وہ دل بہلاوے اور کھیل کود جن سے ہم اپنی مصیبتوں اور رنج و غم کا علاج کیا کرتے تھے اس وقت یاد آتے ہیں۔ اس وقت انہیں یقین آجائے گا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار تھا اور نہ ہو سکتا ہے اور وہ لوگ واقعی غلط راستے پر تھے۔

دوزخیوں کا جھگڑا

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

فرمائے گا داخل ہو جاؤ ان امتوں کے درمیان جو گذر چکیں تم سے

قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ

پہلے جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے آگ کے اندر

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى

جب داخل ہوگی ایک امت لعنت کرے گی اپنے ساتھی کو یہاں تک کہ

اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ

جب مل جاویں گے اس میں سب کہیں گے

اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ

ان کے پچھلے اپنے پہلوں کو اے ہمارے رب انہوں نے ہی

اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ

بھٹکایا ہم کو پس دے ان کو عذاب دگنا آگ کا

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

فرمائے گا دوزخ کے اندر اور امتوں کے ہمراہ جو تم سے

قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ

پہلے جن اور آدمیوں سے ہو چکی ہیں داخل ہو جاؤ

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى

ایک امت جب داخل ہوگی تو دوسری امت کو لعنت کرے گی یہاں تک

اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ

کہ جب اس میں سب گر چکیں گے تو ان کے

اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ

پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے ہمارے رب انہوں نے

اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ

ہم کو گمراہ کیا سو تو ان کو آگ کا دگنا عذاب دے

اِدَّارَكُوْا (مل جائیں گے) ماضی کا صیغہ ہے اصل میں تدارکو تھا۔ جو تدارک سے بنا ہے۔ تدارک کا مادہ درک ہے۔ درک کے معنی ہیں پالینا۔ تدارک کے معنی ہیں ایک دوسرے کو پالینا۔ باہم مل جانا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جب وہ سب دوزخ میں ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔

ضِعْفٌ (دگنا) ضعف کے معنی ایک چیز کے برابر اور اتنی ہی اس کے ساتھ اور ملا دینا خواہ کتنی ہی دفعہ ہو۔ کم سے کم ایک دفعہ ملانا۔ جس سے وہ چیز دگنی ہو جائے۔ جب کافر اپنے منہ سے اپنے کفر کا اقرار کرلیں گے۔ تو اقراری مجرم ہو جائیں گے پھر ان کو سزا دی جائے گی۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا۔ اب تم جنوں اور انسانوں کی ان تمام قوموں کے ساتھ جو تم سے پہلے اپنے کفر کی آفت میں مبتلا تھیں مل کر دوزخ میں جاؤ۔ کیونکہ کفر کی یہی سزا ہے۔ ہم نے تم سب کو دنیا میں اپنی کتابیں اور رسول بھیج کر بتا دیا تھا۔ اگر تم دنیا ہی میں اس کو سمجھ جاتے۔ تو آج آگ کے عذاب سے بچ جاتے لیکن تم نہیں مانتے تو اب اس کا عذاب بھگتو۔ چنانچہ وہ سب دوزخ میں داخل ہوتے جائیں گے۔ اور ایک دوسرے کو کوستے جائیں گے۔ جب لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے سب کے سب دوزخ میں جا کر جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ اگلوں کو دیکھ کر اپنی بھڑاس اس طرح نکالیں گے۔ وہ ان کے لیے بددعا کرنی شروع کردیں گے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ان کم بختوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ ان کو ہم سب سے دگنا عذاب دے۔

عجیب بات ہے کہ ایسے بے لاگ اور صاف ڈراوے کے بعد آدمی دنیا میں وہی باتیں کرتا رہے جن کے انجام سے اسے ڈرایا جاتا ہے۔ برے کام کرنے والے دوسروں کو برا کام کرتے دیکھ کر ہی تو برا کام کرتے ہیں آج وہ دوست نظر آتے ہیں کل وہی انہی کو اللہ سے دگنا عذاب دینے کی خود درخواست کریں گے۔

جھگڑا فضول ہے

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾
فرمائے گا ہر ایک کے لیے دگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے
وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ
اور کہیں گے پہلے ان کے اپنے پچھلوں کو پس نہ ہوئی
لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
تمہارے لیے ہمارے اوپر کچھ فضیلت پس چکھو عذاب
بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾
بدلے اس کے کہ تھے تم کماتے

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾
فرمائے گا کہ دونوں کو دگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے
وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ
ان کے پہلے پچھلوں کو کہیں گے پس تم کو ہم پر
لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
کچھ نہ ہوئی بڑائی اب عذاب چکھو
بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع
بسبب اپنی کمائی کے

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ جب دنیا میں اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والے جان کنی کے وقت فرشتوں کی صورتیں دیکھ کر اور ان کا سوال سن کر لاجواب ہو جائیں گے۔ اور صاف سمجھ جائیں گے کہ واقعی ہم کافر ہیں۔ ہمیں اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں نے دنیا میں یہ سمجھایا کہ کفر نہ کرو۔ ورنہ مرنے کے بعد سزا ملے گی۔ مگر اس وقت ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس وقت ہم صاف دیکھ رہے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا اور رسول نے سمجھایا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ قیامت کے دن انہیں حکم ہوگا کہ اپنے جیسے اور لوگوں کے ساتھ مل کر جہنم میں جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ آگے پیچھے اس میں داخل ہوں گے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے جائیں گے۔ داخل ہونے کے بعد پچھلے لوگ اپنے رب سے درخواست کریں گے کہ ان سے پہلے لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اس لیے ان کو ہم سے دگنا عذاب ملنا چاہیے۔ اس درخواست کا جواب اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ اچھی بات ہے چونکہ وہ آپ بھی بہکے اور تم کو بھی بہکایا۔ اس لیے انہوں نے دو جرم کیے اس حساب سے تم ٹھیک کہتے ہو کہ ان کو دوسرا عذاب ملنا چاہیے۔ چنانچہ ان کو دوسرا عذاب ملے گا۔ لیکن تمہیں یہ معلوم نہیں کہ خود تمہارے اوپر بھی دو جرم عاید ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم نے بُرے کام کیے۔ دوسرا یہ کہ اپنی سمجھ سے کام نہ لیا۔ قرآن شریف میں تمہیں بتایا گیا کہ دیکھو تم سے پہلے لوگوں نے بُرے کام کیے اور ان کو ان کی سزا دنیا میں دی گئی۔ یہ بتلانے کے لیے کہ برائی کا پھل برا ہے۔ لیکن تم نے ایک نہ سنی اس لیے تم بھی دوہرے مجرم ہو اور تمہیں بھی دوہری سزا ملے گی۔ اس بنا پر فیصلہ یہ ہے کہ اگلوں پچھلوں دونوں کو دوہری سزا ملے گی۔ یہ فیصلہ سُن کر پہلے لوگ پچھلوں کو چڑائیں گے کہ ہمارے لیے تم دگنی سزا دیے جانے کی درخواست کرنے لے تھے کیا ہاتھ آیا۔ الٹی منہ کی کھائی تم میں کیا سرخاب کا پر تھا جو تم کو کم سزا ملتی۔ مجرم مجرم سب برابر کیونکہ ان کے گناہ برابر۔ اس لیے اپنے اپنے کیے کو تمہیں بھی بھرنا پڑے گا اور ہمیں بھی۔ اپنے کرتوتوں کی سزا میں یہ عذاب تمہیں بھی بھگتنا ہے اور ہمیں بھی۔ اللہ ہی اپنا رحم کرے ورنہ اس سے جان چھوٹتی نظر نہیں آتی۔ کاش! اس بات کو ہم لوگ دنیا ہی میں سمجھ لیں کہ ایک روز مرنا ہے ؎

رہے گر کوئی تا قیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

قرآن مجید کی باتیں اٹل ہیں

بھائیو! یہ قرآن مجید کی آیتیں تمہارے سامنے ہیں آنکھیں کھول کر دیکھو اور کان لگا کر سنو کہ آخر یہ کہتی کیا ہیں۔ ان کے سوچنے کا وقت ہمارے پاس یہی ہے۔ اس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں کہ یہ وقت ختم ہو جائے گا۔ اور موت کے بعد آنکھیں اِدھر سے بند ہو جائیں گی اور اُدھر سے کھل جائیں گی اور معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ قرآن مجید نے کہا تھا وہ بالکل سچ تھا لیکن اس وقت آنکھوں کا کھلنا کچھ کام نہ آئے گا۔ کام جب بنے گا جب ابھی آنکھیں کھل جائیں

ان آیتوں میں نافرمانوں کے انجام کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ یقیناً دل ہلا دینے والا ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں اپنی خواہشیں پوری کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا کے عیش و عشرت میں کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ ان کے لیے پچھلے رکوع میں حقیقت حال کو واضح کر دیا ہے ان سے کہا گیا ہے کہ دنیا کی ساری چیزیں انسان کے آرام کے لیے بنائی گئی ہیں۔ لیکن تمہیں ان کے استعمال کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔ اللہ کے تمام رسول جو وقتاً فوقتاً دنیا میں آتے رہے ہیں۔ ان کا کام یہی تھا کہ انسان کو ان کے استعمال کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ بتلائیں۔ کیونکہ اس کا ایک دشمن جو بڑا خطرناک ہے اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام یہی ہے کہ رسولوں نے دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا جو طریقہ بتایا ہے اس پر انسان کو نہ چلنے دے اور بیچارے کا بیڑا غرق کر دے۔ وہ انسان سے کہتا ہے کہ تجھ میں ارادہ موجود، قوت موجود اور تیرے سامنے عیش و عشرت کے سامان موجود۔ حیف ہے کہ تو اپنی من مانی نہ کرے اور خواہ مخواہ خیالی باتوں سے ڈر کر دنیا کے مزے چھوڑ دے۔ وہ کہتا ہے کہ ارے نادان! جنت دوزخ کو کس نے دیکھا۔ ان دیکھی چیزوں کی رغبت بیکار ہے اور ایسے ہی ان سے ڈرنا بیکار ہے تجھے ایسی کیا پڑی کہ نقد مال کو چھوڑ کر کورے وعدوں پر سختیاں جھیلے اور پرہیزگاری کے لیے پاپڑ بیلے

قرآن مجید کہتا ہے کہ دنیا کی پاکیزہ چیزوں سے اعتدال کے ساتھ فائدہ اٹھاؤ۔ بے حیائی سے چھپی اور کھلی دونوں قسم کی بدکاریوں سے گناہ سے کسی پر ناحق ظلم و زیادتی کرنے سے، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کا کہنا ماننے سے اور اللہ کا غلط تصور کرنے سے بچو' یہ چیزیں تمہارے اوپر حرام ہیں حلال چیزوں سے اعتدال کے ساتھ فائدہ اٹھانا۔ حرام چیزوں سے بچنا۔ بس یہی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کی زبانی تم سے کہا ہے اس پر آج عمل کرو تو کرو ورنہ جب آنکھ بند ہو گئی تو کہنا نہ ماننے والوں کی پوری پوری شامت آ جائے گی۔ اللہ کے فرشتے ان کے سامنے آ جائیں گے۔ بدن سے ان کی جان کھینچیں گے اور کہیں گے بولو رسولوں کا کہنا کیوں نہ مانا۔ آج وہ شیطان اور اس کے اہلی موالی کہاں ہیں جن کے اشاروں پر تم چلتے تھے انہیں پکارو کہ تمہیں اس آفت سے جو تمہارے سر پر آ پڑی ہے بچائیں۔ وہ لوگ مایوسی کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھیں گے اور منہ سے سوا اس کے کچھ نہ نکلے گا کہ ہائے ان کا تو کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ اس جواب میں جتنی بے کسی اور مایوسی بھری ہوئی ہے اس کا اندازہ اسی وقت کر لینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے بصد عجز و زاری ابھی اسی دنیا میں التجا کرنی چاہیئے کہ بار الٰہا ہم پر یہ مصیبت نہ ڈالنا اور اس کے ساتھ ہی پختہ ارادہ کر لینا چاہیئے کہ خواہ کچھ ہو ہم دنیا میں فقط اسی طرح زندگی بسر کریں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ساری کتابوں کے خلاصے یعنی قرآن مجید میں لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سارے رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ؎

نافرمانوں کا فیصلہ

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا
بے شک جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا
عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا
ان سے نہ کھولے جائیں گے ان کے لیے دروازے آسمان کے اور نہ
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي
داخل ہوں گے وہ جنت میں یہاں تک کہ داخل ہو جائے اونٹ
سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ (۴۰)
سوئی کے ناکے میں اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم مجرموں کو
لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ
ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے
غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ (۴۱)
اوڑھنا اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم ظالموں کو

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا
بے شک جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا
عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا
ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي
جنت میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی
سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ (۴۰)
کے ناکے میں گھس جائے اور یوں ہم گنہ گاروں کو بدلہ دیتے ہیں
لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ
ان کے واسطے دوزخ کا بچھونا ہے اور اوپر سے
غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ (۴۱)
اوڑھنا اور ہم ظالموں کو یوں بدلہ دیتے ہیں

غَوَاشٍ: اوڑھنا، تہ ہیں غواشی ہے اور غاشیہ کی جمع ہے جو غشی سے بنا ہے غشی کے معنی ہیں ڈھانک لینا۔ غاشیہ: ڈھانکنے والی چیز۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے نافرمانوں کی غفلت، رسول کے بتائے ہوئے طریق زندگی کی مخالفت گناہوں اور جرموں پر اصرار یہ سب باتیں مرنے کے بعد دوزخ کی آگ کی صورت میں ظاہر ہوں گی اور جیسے وہ یہاں بُرے کاموں سے چمٹے ہوئے تھے وہاں ان سے یہ آگ چمٹی رہے گی۔ ان کے لیے ان کے اعمال کے باعث جنت میں جانے کی کوئی صورت نہیں۔

ارشاد ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو دنیا میں گھڑی ہوئی اور جھوٹی باتیں بتایا اور اپنے غلط فیصلوں کے سامنے ان آیتوں کے فیصلوں اور انعام اور عذاب کے وعدوں اور دھمکیوں کو حقارت سے ٹھکرایا۔ ان کے لیے جنت میں کوئی جگہ نہ ہوگی۔ دنیا میں یہ کہا کرتے تھے کہ جنت اور دوزخ تو بچوں کو بہلانے اور ڈرانے کے لیے فرضی نام گھڑے ہوئے ہیں۔ اب انہیں مرنے کے بعد جنت میں جانے کا کوئی حق نہیں۔ وہ تکبر میں مبتلا ہیں اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں اور جنت کی بابت جو کچھ قرآن کی آیتوں میں کہا گیا ہے ان کو چھوٹے درجے کی باتیں سمجھتے ہیں جو ان کی شان سے بہت گری ہوئی ہیں ان کے اس خیال کی تصویر کھینچی جائے تو وہ بعینہٖ ایسی ہوگی گویا وہ ایک اونٹ ہیں اور جنت ایک سوئی کا ناکہ۔ بڑائی اور چھوٹائی کی نسبت سے بڑی مثال یہی ہو سکتی ہے۔ اب اگر یہ جنت میں گئے تو گویا اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اونٹ سوئی کے ناکے میں نہیں داخل ہو سکتا۔ اسی طرح یہ بھی جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں جنت میں جس کو یہ اپنی شان کے آگے چھوٹی بات سمجھتے ہیں داخل نہیں ہو سکتے۔ مجرموں کو سزا دینے کا ہمارے ہاں یہی طریقہ ہے کہ ان کے اعتقادات کو عذاب کی شکل میں بدل دیتے ہیں جنہوں نے دنیا میں زندگی گزارنے کے غلط تصور اپنے دماغوں میں قائم کر لیے ہیں اور ان رسموں اور خیالوں کے مقابلے میں اللہ کے احکام کو نہیں مانتے اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ عقیدے ہمیں پسند نہیں۔ مذہب پر چلنے والے لوگوں سے بہت آگے ترقی کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے ان کے غلط خیالات ہی دوزخ بن جائیں گے اور انہی کے مطابق انہیں عذاب ہوگا۔

نیکوں کی جزا

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا
اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے نیک نہیں
نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ
بوجھ ڈالتے ہم کسی جان پر مگر اس کی طاقت کے مطابق وہی
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۴۲)
رہنے والے ہیں جنت کے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے
وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
اور کھینچ لیا ہم نے جو ان کے سینوں میں تھا کینہ میں سے
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ
بہتی ہوں گی نیچے ان کے نہریں

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا
اور جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں ہم کسی پر بوجھ
نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ
نہیں ڈالتے مگر اس کی طاقت کے موافق وہی
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۴۲)
جنت میں رہنے والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے
وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
اور جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی تھی ہم نکال لیں گے
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ
نہریں ان کے نیچے بہتی ہوں گی

نَزَعْنَا: نکال دیا ہم نے۔ ماضی کا صیغہ ہے نزع سے۔ نزع کے معنی ہیں کسی جمی ہوئی چیز کو کھینچ کر باہر نکال لینا۔ یہاں اس سے مراد دور کر دینا ہے۔

غِلّ: کینہ، ناراضگی اور خفگی کو کہتے ہیں۔ حسد، بغض، کینہ، عداوت بھی اس کے معنی ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جنت والوں کے دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کوئی غبار وغیرہ نہ ہوگا جیسا کہ دوزخیوں کی بابت پہلے کہا گیا ہے کہ وہ آپس میں لڑتے ہوئے داخل ہوں گے۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو سچا سمجھا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانا۔ ان کی ہدایت کے مطابق چلے اور نیک کاموں میں لگے رہے وہ لوگ جنت والے ہیں۔ بیچ میں یہ بھی بتا دیا کہ ہم نے قرآن مجید میں جن کاموں کے کرنے کی ہدایت کی ہے۔ وہ کچھ مشکل نہیں ہیں۔ اس کی ہدایتوں کو ماننا۔ جو کہے وہ کرنا اور جس سے روکے رک جانا۔ ہر بشر کی طاقت کے اندر ہے۔ جو ہمارے کہنے کے مطابق چلنے کا پختہ ارادہ کر لے اور ہمارے وعدہ وعید کی طرف سے کوئی شبہ اس کے دل میں نہ رہے تو ہماری طرف سے اس کو خفیہ مدد پہنچنے لگتی ہے۔ اور نیک کاموں کے کرنے میں جو تھوڑی بہت مشقت ہوتی بھی ہے وہ ہماری خفیہ مدد سے جاتی رہتی ہے۔ یہ لوگ جو ہمیں، ہماری کتاب اور ہمارے رسول کو دل سے سچا مانتے ہیں اور نیک کام کرنے اختیار کر لیتے ہیں ہم نے انہیں لوگوں کو جنت میں رہنے والا قرار دیا ہے۔ اور پھر یہ بھی کچھ تھوڑے سے دنوں کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پھر ان پر ایک خاص انعام یہ ہوگا کہ دنیا میں کسی کے دل میں بمقتضائے بشریت کسی کی طرف سے کچھ شکایت اور رنجش تھی بھی تو وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کے دل سے نکال دی جائے گی۔ داخل ہونے کے وقت کسی کو کسی سے رنجش ہوگی نہ شکایت۔ ہر ایک کا دل ایک دوسرے کی طرف سے صاف ہوگا۔ غور کیا جائے تو دنیا میں آدمی کی بے چینی اور اضطراب کا باعث آپس کی رنجش، کینہ، بغض، حسد، عناد اور دشمنی کے سوا کچھ نہیں۔ آدمی کے دل میں اگر یہ بیہودہ جذبات جن کو خواہش، نفرت، بغض و عناد وغیرہ کہتے ہیں نہ ہوں تو پھر اس کی پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔ دنیا میں بشر کو اس سے بالکل نجات حاصل ہونا مشکل ہے۔ البتہ جنت والوں کے دل ان سب کدورتوں سے پاک و صاف کر دیے جائیں گے اور پھر ان کو معلوم ہوگا کہ اصلی خوشی کسے کہتے ہیں۔

اللہ کا شکر

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدٰىنَا
اور کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہدایت کی ہمیں
لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ
اس کی طرف اور نہ تھے ہم کہ ہم ہدایت پاتے اگر نہ کہ
هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا
ہدایت کرتے ہم کو اللہ کوئی شک نہیں، آئے پیغمبر ہمارے رب کے
بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ
سچی بات لے کر اور نداء دی جائے گی کہ یہ جنت ہے
أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾
وارث بنائے گئے تم اس کے بدلے اس کے بدلے تم کرتے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدٰىنَا
اور وہ کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک
لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ
پہنچا دیا اور اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم
هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا
راہ پانے والے نہ تھے بے شک ہمارے رب کے رسول سچی بات
بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ
لائے تھے اور آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم
أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾
اعمال کے بدلے میں [illegible] وارث [illegible]

نُوْدُوْا: پکارے جائیں گے وہ۔ ماضی مجہول کا صیغہ ہے جس کا مصدر نداءٌ ہے۔ اس کے معنی ہیں پکارنا۔ [illegible] کے معنی جمع کرنا، اکٹھا کرنا۔ ندوہ اسی سے بنا ہے یہاں یہ مطلب ہے کہ ان سے پکار کر کہا جائے گا۔

اُوْرِثْتُمُوْهَا: تم وارث بنائے گئے تم اس کے۔ ماضی مجہول ہے جو ایراث سے بنا گیا ہے۔ وہ وِرْثٌ سے اور ورثہ میراث [illegible] اسی سے بنے ہیں۔ ورث کے معنی ہیں وارث ہونا۔ ایراث کے معنی ہیں وارث کرنا۔ اصل میں [illegible] واؤ زائد کر دی گئی۔

حقیقت میں انسان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں کہ اسے مرنے کے بعد جنت مل جائے۔ دنیا میں نیک کام [illegible] آنکھیں بند ہوئیں تو فرشتے خوشخبری لے کر آئے۔ قیامت میں حکم ہوگیا [illegible] وہاں پہنچ کر جو دل میں [illegible] بغض، کینہ، حسد نکال دی گئیں۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے جنت میں داخل ہوئے [illegible] پوری آزادی۔ اس سے بڑھ کر اور خوش نصیبی کیا ہوگی۔ اس کے لیے جنتیوں کی زبان پر خدا [illegible]

ارشاد ہے کہ جنتی جنت میں داخل ہو کر کہیں گے [illegible] اللہ کا فضل اور انعام ہے۔ لائق ستائش اور شکر وہی ہے کہ جس نے اپنی رحمت سے ہمیں یہاں پہنچنے کا [illegible] تو ہم یہاں پہنچ نہ سکتے تھے [illegible] کہ اللہ کے رسول [illegible] ملاوٹ ذرا بھی نہ تھی۔ اس پر ان کو غیب سے آواز [illegible] بدلے ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ [illegible] رہے جن سے جنت ملے یہاں [illegible]

گفتگو

وَ نَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ

اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو

اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

کہ تحقیق پایا ہم نے جو وعدہ کیا تھا ہم سے رب نے ہمارے سچا

فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ

پس کیا پایا تم نے جو وعدہ کیا تھا تمہارے رب نے سچا

قَالُوْا نَعَمْ ۚ

وہ کہیں گے ہاں

وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ

اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو

اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچا پایا

فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ

سو کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا

قَالُوْا نَعَمْ ۚ

وہ کہیں گے ہاں

قیامت میں انسانوں کے تین گروہوں کے (۱) دوزخ میں جانے والے (۲) جنت میں جانے والے (۳) وہ گروہ جو جنت دوزخ کے بیچ میں کھڑا ہوگا اور لوگوں کو جنت اور دوزخ میں جاتے ہوئے دیکھے گا۔ پہلے بیان ہوا کہ دوزخی دوزخ میں لڑتے ہوئے اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہوئے داخل ہوں گے اور جنتی آپس میں ہنستے بولتے جائیں گے۔ اور دنیا میں اگر کسی کو کسی سے کچھ رنجش تھی بھی تو وہ جنت میں داخل ہوتے وقت سب ان کے دلوں سے نکل جائے گی اور جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کریں گے جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو جنتی دوزخیوں کو یاد کریں گے۔ اور ان کو پکار کر سوال کریں گے اور وہ اس کا جواب دیں گے۔ اسی طرح جو لوگ بیچ میں کھڑے ہیں وہ بھی ان سے بات کریں گے اس کے بعد دوزخ والے جنت والوں سے کچھ درخواست کریں گے آگے کی آیتوں میں اسی باہمی گفتگو کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ جنت والے جنت کی نعمتوں پر جو انہیں نصیب ہوں گی۔ اللہ کا شکر کر کے دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے اپنے رسول کے ذریعے سے قرآن شریف میں جو ہم سے وعدہ کیا تھا۔ وہ آج پورا ہوا اور ہم نے ان سب باتوں کو جو ہم سے کہی گئی تھیں سچ پایا۔ اب تم کہو کیا تم سے بھی جو کچھ عذاب اور سزا کی بابت کہا گیا تھا۔ وہ سچ نکلا یا نہیں۔ اور تمہارے رب نے جو تم سے کہا تھا وہ ٹھیک ٹھیک اسی طرح پورا ہوا یا نہیں؟

دوزخ والے ان کا سوال سن کر یہ جواب دیں گے کہ ہاں وہ سب کچھ ٹھیک تھا اور ہو بہو وہی ہوا جو کہا گیا تھا۔

یہ جواب جس حسرت اور مایوسی کا اظہار کرتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ایک طرف دوزخ کی ناقابل برداشت بیرونی مصیبت اور اذیت اور دوسری طرف دلی رنج۔ کوفت۔ حسرت اور ندامت آج انسان کو یہ سب باتیں سوچ کر ان سے بچنے کی جس طرح ہو سکے کوشش کرنی چاہیے۔ ورنہ اگر خدانخواستہ آج اسے معمولی بات سمجھ کر اڑا دیا۔ تو کل سر پر مصیبت آپڑنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گی۔ اپنی تکلیف اور بے چینی کے علاوہ جنت والوں کے اور ان لوگوں کے جو جنت میں ابھی نہیں گئے مگر جانے کے امیدوار ہیں لعن طعن الگ سننے پڑیں گے۔

غیبی آواز

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ
پس پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے بیچ میں کہ پھٹکار
اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ
اللہ کی ظالموں پر جو روکتے تھے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ
اللہ کے راستہ سے اور تلاش کرتے تھے اس میں کجی اور
هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا
وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے اور ان دونوں کے
حِجَابٌ ۚ
بیچ میں آڑ ہوگی

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ
پھر ان کے بیچ میں ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اللہ کی
اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ
لعنت ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ
روکتے تھے اور اس میں کجی ڈھونڈتے تھے اور
هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا
وہ آخرت سے منکر تھے اور دونوں کے بیچ میں
حِجَابٌ ۚ
ایک دیوار ہوگی

ارشاد ہے کہ پھر ایک پکارنے والا ان دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو کر پکار دے گا کہ آج وہ لوگ اللہ کی عنایت اور مہربانی سے محروم کر دیے گئے جو دنیا میں سچی باتوں سے دور بھاگتے تھے اور اللہ کے رستے پر چلنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ اور اللہ کی سیدھی ہدایتوں کے ٹیڑھے میڑھے معنی تلاش کرتے تھے اور ان کی صحیح شکل بگاڑنے کی کوشش کرتے تھے اور اس بات کو بالکل نہ مانتے تھے کہ اس دنیا کے بعد انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ان کے اعمال جانچے اور تولے جائیں گے۔ اور نیک کام کرنے والوں، اللہ کے فرمان برداروں کو جنت رہنے کے لیے ملے گی اور بدکاروں، نافرمانوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ان کو وہاں اپنی بدکرداری کی سزا ملے گی۔ آج ان دونوں کا ٹھکانا بالکل الگ الگ ہے اور ان کے درمیان ایک آڑ اور دیوار حائل ہے کہ جس سے نہ جنت کا عیش و آرام دوزخ میں آسکتا ہے اور نہ دوزخ کی مصیبتیں دکھ درد جنت میں جاسکتی ہیں۔

جنت والوں اور دوزخ والوں کا یہ مقابلہ جو ان آیتوں میں کیا گیا ہے اس سے مقصود اس دنیا میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ انسان کی موجودہ زندگی ختم ہو جانے کے بعد اس کو پھر زندہ کیا جائے گا اور اس دنیا میں جو اس نے عمر بھر کام کیے جو عقیدے اس نے دل میں جمائے اور جن باتوں کو اس نے سچا یا جھوٹا کہا یہ سب دو شکلوں میں اس کے سامنے ظاہر ہوں گے۔ یا تو ان کے بھرے بھرے اور تر و تازہ باغ بن جائیں گے جس میں رہنے کے لیے شاندار محل اور مکانات ہوں گے۔ صاف و شفاف نہریں ہر طرف بہتی ہوں گی۔ پاکیزہ بیویاں اس کی محرم و ہمراز ہوں گی اور آدمی ان سب کا مالک بن کر عیش و عشرت سے بسر کرے گا اور وہاں جس چیز کو اس کا جی چاہے گا وہ ملے گی یا دوسری شکل اعمال کی دہکتی ہوئی آگ کی ہوگی جس کے اندر انسان پڑا جلا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کتاب دے کر اسی لیے بھیجا ہے کہ انسان کے لیے اور یہ واضح کر دے کہ دنیا میں انسان کے لیے وہ اعمال کون سے ہیں جو مرنے کے بعد جنت کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور وہ کون سے ہیں جو وہاں جا کر آگ بن جائیں گے اگر یہاں ان کو نہ سمجھا تو وہاں سوا پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

اعراف

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا
اور اوپر اعراف کے کچھ مرد ہوں گے پہچانتے ہوں گے ہر ایک کو ان
بِسِيمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
کی نشانی سے اور پکاریں گے جنت والوں کو
أَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ
کہ سلام علیکم نہیں داخل ہوئے اس میں اور وہ
يَطْمَعُونَ ﴿۴۶﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصٰرُهُمْ
امیدوار ہیں اور جب پھیری جائیں ان کی آنکھیں
تِلْقَآءَ أَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوا رَبَّنَا لَا
طرف دوزخ والوں کے کہیں گے اے رب ہمارے مت
تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿۴۷﴾ ع
بنا ہمیں ساتھ قوم ظالموں کے

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا
دراعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ ہر ایک کو ان کی نشانی
بِسِيمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
سے پہچانیں گے اور وہ جنت والوں کو پکاریں گے
أَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ
کہ سلامتی ہے تم پر ابھی وہ جنت میں داخل نہیں ہوئے
يَطْمَعُونَ ﴿۴۶﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصٰرُهُمْ
اور وہ امیدوار ہیں اور جب ان کی نگاہ دوزخ والوں کی
تِلْقَآءَ أَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوا رَبَّنَا لَا
طرف پھرے گی تو کہیں گے اے رب ہمارے ہم کو
تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿۴۷﴾ ع ۵/۱۲
گنہ گار لوگوں کے ساتھ مت کر

الاعراف: پہلے گزر چکا ہے کہ جنت والوں اور دوزخ والوں کے درمیان حجاب۔ دیوار۔ آڑ ہو گی۔ اسی حجاب کا نام الاعراف ہے اسی لفظ سے سورت کا نام بھی الاعراف رکھا گیا ہے۔ اس کی تشریح سورت کے شروع میں گذر چکی ہے۔

الظّٰلمین: (گنہگار) ظالم کی جمع ہے جو ظلم سے بنا ہے ظلم کے اصل معنیٰ ہیں کسی کا حق مار لینا جو کسی کو ملنا چاہیئے وہ اسے نہ دینا، ظالم حق مارنے والا، ستانے والا، دوسرے کو بے جا دبانے والا۔ ہر ایک گناہ میں خود اپنی یا کسی اور کی حق تلفی ہوتی ہے اس لیے ہر گناہ ظلم ہے۔

سیما: (علامت) کسی چیز کی مخصوص علامت کو سیما کہتے ہیں۔ یہ لفظ سوم سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں علامت دار ہونا۔

جنت دوزخ کے بیچ کے ٹیلوں پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ جو جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہوتے اور رہتے دیکھ رہے ہوں گے یہ لوگ جنت کے امیدوار ہوں گے لیکن ابھی اس میں داخل نہ ہوئے ہوں گے ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ بیچ کے ٹیلوں یعنی اعراف پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے جن کے سامنے ایک طرف جنت نظر آ رہی ہو گی اور دوسری طرف دوزخ۔ یہ لوگ چہروں ہی سے سمجھ جائیں گے کہ یہ جنتی ہے یہ دوزخی ہے۔ جنت والوں کو دیکھ کر یہ ان سے کہیں گے "سلام علیکم" یہ لوگ ابھی خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے لیکن داخل ہونے کی امید کر رہے ہوں گے جنت والوں سے ہٹ کر ان کی نگاہ جب دوزخ والوں پر پڑے گی تو ان کی افسردہ اور مرجھائی ہوئی شکلیں دیکھ کر اللہ سے پناہ مانگیں گے اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکلے گا کہ ہمارے رب ہمیں ان بدکاروں اور بدبختوں کا ساتھی مت بنا۔

جنت اور دوزخ کے اندر داخل ہونے والوں کی آپس میں گفتگو پہلے بیان کر دی۔ ایک کے الفاظ سے خوشی اور دوسروں کے جواب سے غم کا اظہار ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ ابھی دونوں سے باہر ٹیلوں پر کھڑے ہیں ان کی رائے بھی بیان کر دی گئی ہے:

اعراف والے

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ
اور پکاریں گے اعراف والے کچھ لوگوں کو جنہیں وہ پہچانتے ہیں
بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ
ان کی علامت سے کہیں گے نہ فائدہ دیا تم کو تمہاری جماعت نے
وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ
اور جو تھے تم تکبر کرتے کیا یہی وہ لوگ ہیں
اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ
کہ قسم کھاتے تھے تم نہ پہنچائے گا ان کو اللہ رحمت
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ
داخل ہو جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تمہارے اوپر
وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٤٩﴾
اور نہ تم غمگین ہو گے

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ
اور اعراف والے ان لوگوں کو پکاریں گے کہ ان کو ان کی نشانی سے
بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ
پہچانتے ہیں کہیں گے تمہاری جماعت اور جو تکبر کیا کرتے
وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ
تھے تمہارے کام نہ آئے اب یہ وہی ہیں کہ تم
اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ
قسم کھایا کرتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت نہ پہنچے گی
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ
چلے جاؤ جنت میں نہ تم پر ڈر ہے
وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٥٠﴾
اور نہ تم غمگین ہو گے

ارشاد ہے کہ اعراف والے دوزخیوں میں کچھ ایسے لوگ دیکھیں گے جن سے وہ دنیا میں واقف تھے وہ ان کو صورت شکل وضع قطع سے پہچان لیں گے اور ان سے کہیں گے تم تو دنیا میں کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے اپنے اتحادیوں اور حمایتیوں کے بل پر ناچا کرتے تھے۔ آج وہ تمہارے جتھے والے کہاں گئے۔ آج کچھ جتھہ وغیرہ استعمال کر کے ہمیں چھڑا کیوں نہیں لیتے۔ تم تو ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتے تھے۔ فرعون ہامان اور قارون کو اپنے سامنے پشہ سمجھتے تھے۔ وہ دھن دولت، غرور تکبر، وہ لاؤ لشکر اور وہ سازو سامان، وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر شیخیاں، وہ تمہارے اشارے پر ناچنے والے تمہارے پٹھو۔ وہ سب آج کہاں ہیں تمہارے کچھ کام نہیں آتے۔ ادھر ہم جنت میں ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں جن کو تم کہا کرتے تھے کہ یہ کسی مصرف کے نہیں۔ کیا یہ سچ مچ یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کی بابت تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ یہ نکمے لوگ ہیں ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت کیسے ہو سکتی ہے کیا یہ خیال آنے کی بات ہے کہ ہم جیسے لائق فائق لوگ ہر کام میں حاذق اور یہ فن مولا تو تکتے کے تکتے رہ جائیں اور یہ لوگ جنت میں جا براجیں۔ تم کہتے تھے جنت دوزخ کوئی چیز نہیں یونہی ایک ڈھکوسلہ ہے۔ ہمیں دنیا میں اچھی حالت میں دیکھ کر ان لوگوں نے ہمارے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کو گھڑ لیا ہے۔ آج جو وہ کہتے تھے وہ سچ ہو گیا ان کو پروانہ مل گیا۔ کہ جاؤ جنت میں جہاں چاہو۔ آج تمہارا وہ رنج و غم وہ خوف و ہراس جو تم دنیا میں دنیاداروں کے ہاتھوں جھیلتے تھے، سب ختم ہوا۔ آج تمہارے لیے نہ خوف ہے اور نہ رنج والم میں گھلنا ہے۔ دوزخ والے، اعراف والوں کے طعن و تشنیع کا کیا جواب دے سکتے ہیں سوکے گھونٹ پی کر رہ جائیں گے۔

دوزخیوں کی درخواست

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ

پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو

اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا

کہ بہاؤ ہم پر پانی میں سے یا اس سے جو

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا

روزی دی تم کو اللہ نے کہیں گے بے شک اللہ نے حرام کر دیا ان دونوں کو

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ

کافروں پر جنہوں نے بنایا اپنے دین کو

لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ

کھیل و کود اور دھوکا دیا ان کو زندگانی دنیا نے

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ

اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے

اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا

کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا کچھ اس میں سے جو

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا

اللہ نے تم کو روزی دی کہیں گے اللہ نے ان دونوں کو کافروں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ

سے روک دیا ہے جنہوں نے اپنا دین

لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ

کھیل تماشا ٹھہرایا اور دنیا کی زندگانی نے ان کو دھوکے میں ڈالا

اَفِیْضُوْا (بہاؤ تم) امر کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر افاضۃ ہے جو فیض سے بنا ہے فیض کے معنی بہنا، بہاؤ۔ افاضۃ کے معنی بہانا یہاں اس سے مراد ہے کہ جنت کا کچھ پانی ہم پر چھوڑ دو کہ ہم جلے جاتے ہیں۔

ان آیتوں میں پہلے تو یہ بیان کیا گیا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو جنت والے اپنے سامنے وہ تمام چیزیں دیکھ کر جن کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا بہت خوش ہوں گے۔ فوراً ان کو خیال آئے گا کہ نافرمانوں سے دوزخ کا وعدہ کیا گیا تھا، وہ بھی ضرور پورا ہوا ہو گا۔ اس لیے وہ نافرمانوں کو خطاب کر کے ان سے سوال کریں گے۔ کہ تم نے تو اللہ کا وعدہ سچا پایا کیا تم نے بھی وہ وعدہ جو اللہ نے تم سے کیا تھا، سچ پایا۔ اس پر دوزخی چلائیں گے کہ ہاں ہاں وہ بالکل سچ تھا۔ اس کے بعد ان باتوں کا ذکر تھا۔ جو اعراف والے جنت اور دوزخ والے دونوں سے کریں گے۔ سب سے آخر میں اب اس کا ذکر ہے کہ دوزخ والے جنت والوں سے کیا کہیں گے۔

ارشاد ہے کہ دوزخی دوزخ میں سے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے بدن اس آگ میں جل رہے ہیں۔ گرمی کی شدت برداشت سے باہر ہے تم ہمارے اوپر تھوڑا سا جنت کا پانی بہا دو اور اللہ نے آرام و راحت کے سامان جو تمہیں عطا کیے ہیں ان میں سے ہمیں بھی کچھ دے دو۔

جنت والے اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہاں تو اللہ عزوجل نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ دنیا میں جن لوگوں نے ہماری باتوں پر دھیان نہیں دیا اور زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ ہم نے مقرر کیا تھا۔ اس کو کچھ وقعت نہ دی کھیل کود، ناچ گانے، سیر و تفریح کو اپنا شغل زندگی قرار دے دیا اصل دین کو کھیل کود بنا دیا۔ دنیا کے دھندوں میں ایسے پھنسے کہ آخرت کا کبھی خیال ہی نہ آیا۔ آج اس کے بدلے جنت کی چیزوں سے انہیں محروم کر دیا گیا ہے۔

غفلت کا نتیجہ

فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ

پس آج بھلا دینگے ہم ان کو جیسا بھلایا انہوں نے ملنا آج کے دن کا

هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

جو یہ ہے اور جیسے تھے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى

اور البتہ تحقیق لائے ہم ان کے پاس کتاب جسے ہم نے کھول کر بیان کیا علم

عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

کی بنا پر ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ

کیا انتظار کرتے ہیں وہ یہی کہ اس کا کہنا پورا ہو جائے

فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ

سو آج ہم ان کو بھلا دینگے جیسا انہوں نے اس دن کے ملنے کو

هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

بھلا دیا اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے منکر تھے

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے

عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

خبرداری سے مفصل بیان کیا ہے ایمان والوں کے لیے راہ دکھانے والی اور رحمت

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ

یہ کیا اب اسی کے منتظر ہیں کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جاوے

تَاْوِیْل: کہنا پورا ہونا۔ اس کا مادہ اول ہے جس کے معنی ہیں لوٹ جانا۔ جگہ پر واپس آنا لفظ آل اسی سے بنا ہے جو عام طور پر مستعمل ہے۔ اس کے معنی مرجع اور انجام کے ہیں۔ تاویل کے معنی ہیں۔ آخری مطلب ظاہر کر دینا۔ بات کا پورا کر دینا۔

پچھلی آیتوں میں بیان تھا کہ جنہوں نے دنیا میں نافرمانی کی وہ دوزخ کے اندر بُرے حال میں گذاریں گے اور جنتیوں سے بھیک مانگیں گے لیکن وہ کہیں گے یہ چیزیں دینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ بیان فرمائی ہے۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہم ان کافروں سے توجہ ہٹالیں گے اور ان کو جنت کی نعمتوں سے محروم کر دیں گے کیونکہ انہوں نے دنیا میں ہماری باتوں کی طرف توجہ نہ کی اور آخرت کا خیال ہی دل سے نکال دیا۔ آج انہوں نے دیکھ لیا کہ جو ہم نے کہا وہ سچ تھا۔ لیکن دیکھنے کے بعد ماننے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر دنیا میں آخرت کو مان لیتے تو وہ ماننا آج کام آتا۔ آج ماننے کا دن نہیں ہے دنیا میں نہ ماننے کی سزا کا دن ہے۔

دنیا میں ہم نے ان کے پاس اپنی کتاب بھیج دی تھی۔ اس میں اٹکل پچو باتیں نہ تھیں۔ ہم نے جو کچھ اس میں لکھا تھا وہ خوب کھول کر بیان کر دیا تھا۔ ایمان والوں کے لیے وہ کتاب سراسر رحمت تھی۔ یہ لوگ کافی سوجھ بوجھ والے تھے۔ اگر توجہ کرتے تو ہماری کتاب کا سمجھ لینا ان کے لیے کچھ دشوار نہ تھا۔ آج اے رسول ان سے پوچھ کہ اس قدر سب کچھ صاف صاف بیان کرنے کے بعد تمہارے نہ ماننے کی کیا وجہ ہے۔ جنت۔ دوزخ کا پورا حال تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے۔ اب کیا اس انتظار میں ہو کہ جو کچھ کہا ہے وہ بالکل آنکھوں کے سامنے آجائے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں تو ہمارے کہنے پر یقین کر کے ماننا ہوگا۔ آخرت میں سب کچھ سامنے آجائے گا۔

بے موقعہ ایمان

يَوْمَ يَأْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ
جس دن آئے گا انجام اس کا کہیں گے وہ لوگ جو بھولے تھے اس کو
مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ
پہلے سے بے شک آئے تھے رسول ہمارے رب کے سچی بات لے کر
فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ
پس کیا ہیں ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے پس سفارش کریں ہمارے لیے یا
نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ
لوٹائے جائیں ہم پس کریں ہم سوا اس کے جو تھے ہم کرتے
قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ
بے شک نقصان کیا انہوں نے اپنا اور گم ہو گیا ان سے
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ع (۵۳)
جو تھے وہ جھوٹ گھڑتے

يَوْمَ يَأْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ
جس دن اس کا مضمون ظاہر ہو جائے گا وہ لوگ جو اس کو بھول رہے تھے
مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ
کہنے لگیں گے بے شک ہمارے رب کے رسول سچی بات لائے تھے
فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ
سو اب کوئی ہماری سفارش کرنے والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا
نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ
ہم واپس بھیج دیے جائیں تو ہم اس کے خلاف عمل کریں جو ہم کر رہے تھے
قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ
بے شک انہوں نے اپنے آپ کو تباہ کیا اور ان سے گم ہو جائے گا
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ع (۵۳) ع ۱۲
جو وہ افترا کرتے تھے

گذشتہ آیتوں میں فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا انجام پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔ حقیقت میں سارے قرآن حکیم میں اسی بات کا سمجھنا مقصود ہے کہ آدمی اگر اپنی بہتری چاہتا ہے تو اسے اسی راستہ پر چلنا ضرور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے انسان کے لیے مقرر کیا ہے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب قرآن مجید اور فرقان حمید نے اس کو خوب واضح کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے اور پھر سمجھانے کے ہر طریقے سے اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ تعلیم کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن مجید کے کہنے کے مطابق چلنے والوں کو جنت ملے گی، اور اس کے خلاف چلنے والوں کو دوزخ میں رہنا ہوگا۔

ارشاد ہے کہ مرنے سے کوئی بچ نہیں سکتا مرنے کے بعد اس کے آگے سب کچھ آجائے گا۔ اور اسے یقین ہو جائے گا کہ قرآن کی آیتوں کا جو مطلب تھا، ٹھیک تھا۔ اس وقت بے ساختہ سب کے منہ سے نکلے گا کہ واقعی ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ اللہ کے رسول دنیا میں ہم سے بالکل سچی بات کہتے تھے لیکن ہم نے دنیا کے مخمصوں میں پھنس کر ان کے کہنے پر کبھی دھیان نہ دیا۔ قیامت میں وہ لوگ ان باتوں کو جنہیں وہ دنیا میں بھولے بیٹھے تھے۔ سچ مچ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر سٹپٹا جائیں گے، اور انہیں عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئے گی۔ مایوس ہو کر چلائیں گے۔ کاش ہمیں آج کوئی ایسی بے چین کرنے والی آفت سے بچا لیتا اور بارگاہ رب العزت میں ہماری سفارش کر دیتا یا ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاتا تا کہ ہم نیک کام کر کے دکھاتے اور اپنے اعمال کو درست کرتے، لیکن اب اس کا موقعہ کہاں، وہ دنیا کا موقعہ کھو چکے اور اپنے کرتوتوں سے اپنی جان آفت میں پھنسا چکے اور اپنا ناس کر چکے۔ آج ان کے کام وہ جھوٹی باتیں جو دنیا میں تراشتے تھے بالکل نہ آئیں گی اور سوا اندوہ و غم یاس و حرمان کے اور کچھ ان کے پلے نہ پڑے گا۔

رب اللہ ہے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
تحقیق رب تمہارا اللہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
اور زمین بیچ چھ دن کے پھر قرار پکڑا
عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ
اوپر عرش کے اڑھاتا رات کو دن کو پیچھے آتا ہے اس کے
حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ
دوڑتا ہوا اور سورج اور چاند اور تارے
مُسَخَّرٰتٍۭ بِأَمْرِهٖ ؕ
تابع اس کے حکم کے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر قرار پکڑا
عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ
عرش پر رات پر دن اوڑھاتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے
حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ
دوڑتا لگا آتا ہے اور پیدا کیے سورج اور چاند اور تارے
مُسَخَّرٰتٍۭ بِأَمْرِهٖ ؕ
اپنے حکم کے تابع

پہلے سے یہ بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو صاف معلوم ہو جانے گا کہ اس کا رب اللہ ہے اور اس نے انسان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول اور ان کے ساتھ اپنی کتابیں بھیجی تھیں اور جو کچھ رسولوں نے کہا تھا اور کتابوں میں لکھا تھا وہ سب سچ تھا۔ لیکن اس وقت کے ماننے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ دنیا میں جنہوں نے اپنے رب کو پہچان کر اس کی فرمانبرداری کی تھی انہیں جنت میں رکھا جائے گا اور نافرمانوں کو دوزخ میں جگہ دی جائے گی۔ اس رکوع سے اس کا بیان شروع ہوتا ہے کہ اپنے رب کو دنیا میں پہچان لینے کا کیا طریقہ ہے۔

ارشاد ہے کہ آسمان۔ زمین۔ رات دن۔ چاند۔ سورج اور ستاروں کی طرف دیکھو اور سوچو کہ اس سارے عالم کا نظام کس قدر قاعدے اور قرینے کے ساتھ قائم ہے کیا یہ یونہی آپ ہی آپ قائم ہوگیا؟ نہیں کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں ہوتی۔ ان ساری چیزوں کا بنانے والا اور ایک نظام کے تحت قائم رکھنے والا اور ان کو رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانے والا اللہ ہے جس کو آج ہم اس جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے مگر اس کی نشانیوں کو دیکھ کر عقل سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ہے اور ضرور ہے۔ یہ سارے آسمان اور زمین اسی کے بنائے ہوئے۔ دفعے ایک مدت میں جا کر بنے اور اپنی اپنی جگہوں پر قائم ہوئے۔ یہ مدت چھ دن تھی۔ لیکن یہ دن وہ نہیں جو سورج کے ذریعے متعین ہوتے ہیں بلکہ اللہ کا ہے۔ اور یہ دن، رات، سورج، چاند اور ستارے سب رفتہ رفتہ ظاہر ہوئے۔ ان کے اوپر آسمان، زمین کی پیدائش کے دنوں کی پیمائش موقوف، نہیں۔ ان سب کی مختلف مگر باقاعدہ حرکتیں اللہ کے حکم پر موقوف ہیں۔ ان سے دن رات ایک دوسرے کے بعد دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ اور یہ سب اللہ کے حکم کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ ان سب چیزوں پر غور کر کے اللہ کو پہچانو اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ آخرت کے عذاب سے بچو۔

خالق اور حاکم

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ
سن لو اسی کے لیے ہے پیدا کرنا اور حکم کرنا برکت والا ہے
اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ
اللہ پالنے والا جہان کا پکارو اپنے رب کو
تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ
عاجزی سے اور چپکے چپکے بے شک وہ نہیں پسند کرتا
الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾
حد سے نکل جانے والوں کو

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ
سن لو پیدا اور حکم فرمانا اسی کا کام ہے اللہ جو سارے
اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ
جہان کا رب ہے بڑی برکت والا ہے۔ اپنے رب کو گڑگڑا کر اور
تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ
چپکے چپکے پکارو اس کو حد سے گذرنے والے
الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾
خوش نہیں لگتے

جب اللہ کو آسمان زمین وغیرہ اور ان کے نظام کو دیکھ کر پہچان لیا تو اب سن لو کہ اس کی صفتیں کیا ہیں۔ پہلے سبق میں کہا گیا تھا کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر کے آپ ان کے اوپر حاکم اور بادشاہ ہو کر تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔ وہ نظر نہیں آتا اور نہ اس کا تخت جس کا نام عرش ہے نظر آتا ہے۔ نہ اس کے بیٹھنے کی کیفیت ہمیں معلوم ہے۔ لیکن ہمیں سمجھانے کے لیے اس نے ان باتوں کو اسی شکل میں بیان کیا ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں یہاں بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کا حکم اس کے ملک میں جاری ہے۔ اسی طرح اللہ کا حکم ساری کائنات میں جاری ہے۔ اور تخت حکومت اسی کے قبضہ میں ہے عرش پر قرار پکڑنے کا مطلب اس آیت میں واضح کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہاں کے بادشاہ تو بنی بنائی چیزوں پر حکومت کرتے ہیں لیکن اللہ کی بابت سن رکھو کہ اس نے یہ ساری چیزیں اپنی قدرت سے بنائی ہیں کسی اور کی مدد اس میں شامل نہیں ہے۔ پھر اس کے سوا اور کون ان پر حکم چلا سکتا ہے۔ اسی نے انہیں پیدا کیا اور اسی نے ان کے اندر انتظام قائم کیا۔ اس لیے ہر بات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ خیال کرو کہ اگر ایک بڑا زبردست انجینئر ایک بڑے زبردست کارخانے کا نقشہ جماتا ہے۔ اس کے لیے تمام مناسب کل پرزے اور ہر ایک کے لیے اس کا کام اور جگہ مقرر کرتا ہے اس کے بعد اس زبردست کارخانے کو اپنے ہی سدھائے ہوتے کاریگروں اور صناعوں کے ذریعے بنا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس کارخانے کے چلانے کے لیے ہر قدم پر اسی کا حکم چلے گا۔ کیوں کہ اس کے کل پرزوں سے اور ان سے کام لینے کے طریقوں سے پورے طور پر اس کے سوا کوئی واقف نہیں۔

اسی طرح کارخانۂ عالم کے بنانے، اس کی تربیت کرنے اور دیکھنے والا وہی رب العلمین ہے جس کے لیے ہر ذرہ ذرہ چیز اسی کی توجہ سے مہیا ہوتی ہے۔ اور اسی کا نام برکت والا ہے۔ اس لیے انسان کو جو اس کارخانے کا ایک معزز مزدور ہے لازم ہے کہ عاجزی کے ساتھ دل ہی دل میں اسی کو پکارے اور اسی سے مدد مانگے۔ وہ بندگی کی حد سے نکل جانے والوں کو ناپسند کرتا ہے، کیونکہ جب سب کچھ اسی کا ہے تو دوسرے سے مانگنے کے کیا معنی؟

خواہ مخواہ گڑبڑ

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا
اور نہ فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد
وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ
اور پکارو اس کو ڈرتے ہوئے اور توقع کرتے ہوئے بے شک رحمت
اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۵۶)
اللہ کی قریب ہے اچھے کام کرنے والوں سے

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا
اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت ڈالو
وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ
اور اس کو ڈر اور توقع سے پکارو بے شک رحمت
اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۵۶)
اللہ کی نیک کام کرنے والوں سے قریب ہے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ یہ جو کچھ کائنات نظر آرہی ہے یہ سب اللہ نے بنائی ہے اور سب کے اندر اسی کا حکم جاری ہے۔ ہر ایک کے لیے اس نے ایک راستہ مقرر کر دیا ہے اور وہ اس کے حکم کے تحت اسی پر چل رہا ہے۔ انسان کو بھی سوچنا چاہیئے کہ اسے بھی اللہ نے بنایا ہے اور اس کے لیے بھی اس نے ایک قانون زندگی بسر کرنے کا مقرر کر دیا ہے۔ اور چیزیں تو اس راستہ اور قانون سے جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے ہٹ نہیں سکتیں۔ لیکن انسان میں چونکہ ارادے اور اختیار کی قوت کا ظہور تمام حیوانات سے زیادہ ہے اس لیے اسے اس قانون کو پہچان کر اپنے ارادے سے اختیار کرنا چاہیئے اور وہ اس سے ہٹ بھی سکتا ہے۔ یہ زمین جس پر انسان رہتا ہے اپنے مقررہ قاعدوں اور قانون کے مطابق چل رہی ہے۔ اور جب تک اللہ کا حکم اس کے قائم رکھنے کا ہے قائم رہے گی۔ اس میں فقط انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے جو اس کی حالت کو کسی حد تک اپنے لیے سنوار یا بگاڑ سکتا ہے۔ اگر وہ انسان اسی قانون پر چلا جو اس کے لیے مقرر ہے تو اس کے لیے زمین کی حالت سنوری رہے گی۔ اور اگر اس نے اس قانون کی خلاف ورزی کی تو وہ اپنے لیے زمین کی حالت بگاڑ لے گا۔ شیطان جو انسان کا دشمن ہے وہ اس کو بہکا کر قانون سے ہٹانے کی کوشش کرے گا اور اس کا قانون سے ہٹنا زمین کے اندر فساد کا باعث ہوگا۔ حاصل یہ کہ انسان کا اللہ کے قانون پر چلنا زمین کی اصلاح ہے اور قانون کا توڑ دینا زمین پر فساد ہے جس کے معنی بگاڑ کے ہیں۔ اس میں یہی کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ زمین کی اصلاح کا طریقہ یہ تھا کہ انسان کو اس کا ٹھیک راستہ سمجھا دیا جائے۔ چنانچہ وہ اس کے اوپر خوب واضح کر دیا گیا۔ اب اس کو چاہیئے کہ اس کے لیے جو قانون مقرر کیا ہے اس کے اوپر چلے ورنہ زمین پر فساد برپا ہو جائے گا اور اس میں اسی کا نقصان ہوگا۔ اس کے لیے اللہ کو پکارنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے حکم پر چلے جو قانون اس نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے اس کی پیروی کرے اور شیطان کے بہکاوے میں آکر اس کی نافرمانی نہ کرے۔ اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب سے ڈرے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ یہ اس کو معلوم رہنا چاہیئے کہ اللہ کی رحمت ان لوگوں سے قریب ہے جو اس کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق اچھے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرتے ہیں۔

دعوتِ فکر

۳۲۳ سبق سے جو رکوع شروع ہوا ہے اس کی تین آیتیں یہاں ختم ہوتی ہیں۔ نوعِ انسان کو ان سے جو سکھانا مقصود ہے اس پر خوب غور کیے بغیر یہاں سے آگے نہ بڑھنا چاہیئے۔ قرآن حکیم ہمیں اس بات کی خود تعلیم دیتا ہے کہ اس کی آیتوں کو پڑھو اور مناسب مقامات پر ٹھہر کر سوچو کہ یہ ہمیں کیا سکھانا چاہتی ہیں۔ اس لیے ان پر دوبارہ، سہ بارہ بلکہ جتنی دفعہ موقعہ ملے غور کرو۔

اس سے پہلے رکوع کے آخر میں کہا گیا تھا کہ بدکار نافرمان لوگ اپنی آنکھوں سے دوزخ کا عذاب اور جنت کی آسائشیں دیکھ کر بے ساختہ چلا اٹھیں گے کہ ہمارے رب نے ہمارے پاس دنیا میں جو رسول بھیجے تھے وہ بالکل سچی اور ٹھیک باتیں کہتے تھے کاش ہمیں آج کوئی بیچ میں پڑ کر اس دردناک عذاب سے چھڑا دے اور واپس دنیا میں بھجوا دے تو ہم وہاں اپنے رب کے فرمان بردار بندے بن کر دکھائیں۔ اس کے بعد ختم اس پر کیا گیا تھا کہ انہوں نے اپنے بے بنیاد خیالات پر اعتماد کر کے اپنا بہت بڑا نقصان کر لیا۔ اس دل توڑنے والے آیندہ کے واقعہ کا اس قدر واضح نقشہ کھینچنے کے بعد ضروری ہو گیا کہ اس سے بچنے کا طریقہ بھی واضح طور پر بیان کر دیا جائے تاکہ انسان کے پاس کل کو یہ بہانہ نہ رہے کہ ہم کو ایسی دل شکن حسرت اور ندامت سے بچنے کا راستہ نہیں سمجھایا گیا۔

یہ آیتیں صاف صاف سمجھا رہی ہیں کہ وہ تمہارا رب جس کی باتوں کو تم قیامت کے دن آنکھ سے دیکھ کر سچا مانو گے اور اس کے اور اس کے رسولوں کی سچائی کے قائل ہو گے آج تمہیں ان آیتوں کے ذریعے بتلا دینا چاہتا ہے کہ اس رب کو آج ہی پہچان لو۔ قیامت کے دن عذاب، حسرت اور ندامت سب سے چھوٹ جاؤ گے اور وہ رب اللہ ہے جل جلالہ جو سب کا خالق اور حاکم ہے۔

دیکھو! کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں ہوا کرتی اس کا کوئی کرنے والا ضرور ہونا چاہیئے۔ اس سے سمجھ لو کہ آسمان، زمین اور کائنات کا یہ وسیع اور منظم کارخانہ جس میں سورج، چاند اور تارے اپنے اپنے مقام پر اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ کوئی گھوم رہا ہے، کوئی ٹھہرا ہوا ہے کبھی دن ہے اور کبھی رات ہے کہیں دھوپ ہے کہیں چھاؤں ہے۔ آپ ہی آپ نہیں بن گیا ہے اس کا بنانے والا اللہ ہے اور وہی تمہارا رب ہے اسی نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔ اور ان سب پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ کوئی اس کے حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا۔

بھائیو! اور بہنو!! تمہیں بھی لازم ہے کہ تم تمام مخلوقات کی طرح، اللہ کو اپنا رب اور حاکم تسلیم کرو اور اس کو دل ہی دل میں عاجزی کے ساتھ پکارو، اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے رب کی تابعداری کی حد سے باہر نہ نکل جاؤ۔

دیکھو ایک مقررہ وقت تک اس زمین کو قائم رکھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اور تم کو یہاں سب سے زیادہ قوتیں اور طاقتیں دے کر بسایا گیا ہے۔ اور تمہارے کام کرنے کے لیے رسول اور کتابیں بھیج کر صاف صاف ہدایتیں دے دی گئی ہیں۔ ان ہدایتوں کے موجود ہوتے ہوئے تمہیں ایسا کوئی کام نہ کرنا چاہیئے، جس سے زمین میں فساد پھیلے۔ کیونکہ اگر فساد پھیلے گا تو تمہارے اپنے عمل سے پھیلے گا ورنہ اصلاح کے باقی سارے ذرائع اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر تمہارے عمل نیک ہوئے اور تم نے اچھے کاموں کو اپنا نصب العین بنایا تو اللہ کی رحمت تمہارے قریب ہے اور تم دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں سے بچے رہو گے۔

زمین کا انتظام

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ
وہ وہی ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری کے طور پر درمیان
یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا
دونوں ہاتھوں اپنی رحمت کے یہاں تک کہ جب اٹھا لاتی ہیں وہ بادل
ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ
بھاری ہانک دیتے ہیں ہم اس کو طرف شہر مردہ کے پھر اتارتے ہیں ہم اس سے
الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
پانی پس نکالتے ہیں ہم اس سے ہر قسم کے پھلوں سے
كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾
اسی طرح نکالیں گے ہم مُردوں کو تاکہ تم غور کرو

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ
اور وہی ہے جو مینہ سے پہلے خوش خبری لانے والی ہوائیں چلاتا
یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا
ہے یہاں تک کہ جب ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی
ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ
ہیں تو ہم اس بادل کو ایک مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر اس
الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
بادل سے ہم پانی اتارتے ہیں پھر اس سے سب طرح کے پھل نکالتے ہیں
كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾
اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے تاکہ تم غور کرو

اَقَلَّتْ (اٹھایا) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر اِقْلَالٌ ہے جو قِلَّۃٌ سے بنا ہے اس کے اصل معنی تھوڑا ہونا ہیں اور اس کا مقابل کَثْرَۃٌ ہے اس معنی میں اس کے کئی لفظ بنتے ہیں جو خوب مستعمل ہیں جیسے اقلیت، قلت، قلیل وغیرہ۔ اس کے بعد اس لفظ کے معنی بوجھ اٹھانے کے ہو گئے کیونکہ اٹھانے والا ایک چیز کو جبھی اٹھائے گا جب اسے تھوڑا سمجھے گا۔ اس معنی میں لفظ اقلال کا استعمال ہے جس کے معنی ہیں اٹھا لینا۔ ایک اور لفظ استقلال بھی اس معنی میں ہے یعنی اپنا بوجھ خود اٹھا لینا اور اسے کو زیادہ ہو تھوڑا سمجھنا اور اس لیے اس کے اٹھانے میں دوسرے سے مدد نہ لینا اس آیت میں زمین کی اصلاح کے ان سامانوں کا بیان ہے جو اللہ نے اپنی قدرت سے مقرر کر دیئے ہیں اور انسان کا ان میں دخل نہیں ہے۔

ارشاد ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے زمین پر بارش کرنے کا کیسا انتظام کیا ہے۔ پہلے خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں پھر وہ بادلوں کو اِدھر اُدھر سے اٹھا کر لاتی ہیں۔ پھر اللہ اس میں سے اس زمین پر پانی برساتا ہے اور اس کے اندر سے مزیدار پھل اور خوشنما پھول نکلتے ہیں۔ اس پر تم غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ جیسے اس نے اس زمین کو مرجانے کے بعد اپنی رحمت سے پانی برسا کر زندہ کر دیا۔ اسی طرح وہ انسان کو بھی اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرے گا زمین کا خشک ہو جانا اس کی موت ہی ہے تم دیکھتے ہو کہ اللہ اسے مینہ کے ذریعے دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح اس کے پاس ایسے ذریعے موجود ہیں۔ جن سے مردہ انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور زندہ ہونے کے بعد ان کو اپنے دنیا میں کیے ہوئے کاموں کا پھل ملے گا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر پھولنا پھلنا ہے تو اس دنیا میں اس روحانی بارش سے فائدہ اٹھاؤ جو اس نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے برسائیں۔

پیداوار کی صلاحیّت

وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ
اور زمین پاکیزہ نکلتی ہے اس کی روئیدگی ساتھ حکم اس کے
رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا
رب کے اور جو خراب ہوئی نہیں نکلتا اس میں سے کچھ مگر
نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ
ناقص اسی طرح ہم ادل بدل کرتے ہیں آیتیں ان کے لیے
یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾
جو حق کا اقرار کرتے ہیں

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ
اور جو زمین پاکیزہ ہے اس کا سبزہ اس کے رب کے حکم سے
رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا
نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں ناقص کے سوا کچھ
نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ
نہیں نکلتا۔ یوں پھیر پھیر کر لاتے ہیں ہم آیتیں حق ماننے والے
یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾
لوگوں کے لیے

ع ۵
۱۴

بَلَدٌ (شہر) اس کے اصل معنیٰ ہیں زمین کا کوئی قطعہ۔ سرسبز ہو یا بنجر۔ آباد ہو یا خالی۔ قریب قریب کے ٹکڑوں کے ایک مجموعہ کو بلدۃ کہتے ہیں جس میں کچھ حصہ آباد اور کچھ خالی ہو۔ یہ لفظ پچھلی آیت میں بھی آیا ہے۔ دونوں جگہ اس کے معنی زمین اور اس کی آبادی کے ہیں جسے شہر کہتے ہیں۔

نَكِدٌ (ناقص) اس کو نکد بھی پڑھتے ہیں۔ دونوں صفت کے صیغے ہیں اور اس کے معنی ہیں دشواری سے تھوڑی سی حاصل ہونے والی چیز۔

یَشْكُرُوْنَ (شکر کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جو شکر سے بنا ہے شکر کے معنی ہیں کسی کے احسان کا اقرار کرنا۔ اقرار وہی کرتا ہے جو پہچانتا ہو کہ جو کچھ مجھے ملا ہے وہ اچھا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ یہاں یہ ہے "جو لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمیں اچھی چیز ملی ہے۔"

پچھلی آیت میں بیان ہوا تھا کہ مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت بھیجتا ہے اور اس سے خشک زمین میں طراوت پیدا ہوتی ہے اور اس میں طرح طرح کی سبزیاں، گھاس، پھل، پھول نکلنے لگتے ہیں۔ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ بارش تو ساری زمین کے لیے رحمت ہے جس میں اسے زندگی دینے والی طاقت موجود ہے۔ لیکن اس میں زمین کی استعداد کو بھی دخل ہے۔ اچھی زمین کو بارش کا فائدہ زیادہ پہنچے گا اور اس میں سے اس کی استعداد کے مطابق سبزیاں، ترکاریاں، کام کی گھاس، پھل پھول والے درخت اور پودے اگیں گے۔ لیکن اگر زمین خراب ہوئی مثلاً کھاری یا پتھریلی تو اسے بارش سے کوئی زیادہ فائدہ نہ ہو گا اوّل تو اس میں کچھ اُگے گا ہی نہیں اور اگر اُگا تو بہت مشکل سے تھوڑا سا برائے نام اور وہ بھی زیادہ تر بیکار جھاڑ جھنکار۔

ارشاد ہے کہ پاک صاف ستھری زمین میں بارش کے اثر سے خوب سبزہ اگتا ہے۔ پھل اور پھول والے درخت پیدا ہوتے ہیں۔ لہلہاتے ہوئے ہرے بھرے کھیت آنکھوں کو تر و تازہ کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے اذن اور اجازت سے ہوتا ہے لیکن اگر زمین نکمی ہے، شور یا پتھریلی ہے تو اس میں سے بمشکل کبھی کچھ اُگا تو اُگا۔ ورنہ بنجر پڑی رہتی ہے اور بارش کا پانی اس کے کچھ کام نہیں آتا۔ ادھر اُدھر بہہ جاتا ہے یا اندر ہی اندر غائب ہو جاتا ہے یا دلدل بن کر سڑتا ہے۔ ہمارے سمجھانے کا طریقہ یہی ہے کہ اپنی آیتوں کو شکل اور عبارتیں بدل بدل کر بار بار بیان کرتے ہیں، تاکہ سمجھ دار شاکر لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

پچھلے دو سبق

اس رکوع میں اللہ کو پہچاننے اور اس کی عبادت کے طریقے کا بیان ہے۔ پہلی تین آیتوں میں انسان کی توجہ ان چیزوں کی طرف دلائی گئی ہے جو زمین سے اوپر ہیں اور جن میں سے کچھ آنکھوں سے نظر آتی ہیں۔ اور کچھ آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ جہاں ہماری معمولی نظر کام نہیں کرتی۔ انسان مدتوں سے ان کی چھان بین میں لگا ہوا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں دریافت کر لیں جن سے اس کی نظر بہت زیادہ دور تک پہنچ سکتی ہے۔ ان اوپر والی چیزوں کو کائنات الجو کہتے ہیں۔ جو کچھ معمولی نگاہ سے نظر آتا تھا۔ وہی عقل کو حیران کرنے کے لیے کافی تھا۔ اب جو دوربینوں اور خوردبینوں سے نظر آنے لگا ہے۔ وہ تو حیرت انگیز کیا دہشت انگیز ہے۔ سمجھدار لوگوں کو اللہ پر اور اس کی قدرت کاملہ پر اعتقاد ان نئے انکشافات کے ساتھ ہر لحظہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور اس بات کا یقین زیادہ ہو جاتا ہے کہ واقعی قرآن حکیم کا یہ ارشاد کہ کائنات الجو کا مطالعہ اللہ پر ایمان قوی کر دیتا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ کائنات بجائے خود معرفت الٰہی کا ذریعہ ہیں لیکن آیت میں ان کے انتظامی اثر کی طرف توجہ دلانی زیادہ مقصود ہے جو وہ زمین پر ڈالتی ہیں۔ چونکہ انسان کا رہنا سہنا زمین پر ہے۔ اس لیے جو چیز زمین پر اچھا اثر ڈالتی ہے۔ وہ اس کے لیے اس کے رب کی رحمت کا ظہور ہے۔ ان کے پہچاننے سے اپنے رب کی شکرگزاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو بندوں کو اپنے آقا کی فرمانبرداری کی طرف مائل کرتا ہے۔

اس کے بعد کی دو آیتوں میں ان رحمتوں کا بیان ہے جو اللہ نے خاص زمین پر اپنے بندوں یعنی بنی نوع انسان کے فائدہ کے لیے نازل کی ہیں اور جن کو وہ ذرا سی توجہ سے بخوبی سمجھ سکتا ہے اور جب سمجھ لے گا تو ضرور ہے کہ ان کے لیے اپنے رب کا شکرگزار ہو گا اور یہ شکرگزاری ہی اس کی نجات کا باعث ہے۔ ان رحمتوں کے دو پہلو ہیں:

(۱) ظاہری اور (۲) باطنی

(۱) ظاہری پہلو تو یہ ہے کہ خوشگوار ٹھنڈی ہوائیں چل کر بادلوں کو ادھر ادھر سے گھیر گھار کر اکٹھا کرتی ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہے انہیں اٹھا لاتی ہیں۔ ان بادلوں میں سے پانی برستا ہے۔ وہ جب زمین پر پڑتا ہے۔ تو مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ سبزہ نمودار ہونا شروع ہو جاتا ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں ہرے بھرے کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ درختوں میں پھول پھل آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور تھوڑے دنوں میں پھلوں، غلوں اور میووں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ اور انسان کی بدنی آسائش کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ بارش کائنات الجو کے مفید اثرات سے ہوتی ہے اس سے زندگی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور اس کی پیداوار سے انسان کا بدن جو زمین ہی سے بنا ہے نشوونما پاتا ہے۔

(۲) باطنی پہلو کی طرف اشارہ اس ارشاد میں موجود ہے کہ زمین ہی کی طرح ہم مُردوں کو بھی زندہ کرتے ہیں۔

انسان بدن اور روح کا مجموعہ ہے اور روح اصل زندگی ہے اس کے زندہ کرنے کا سامان فرشتے، رسول، نبی اور اللہ کی کتابیں ہیں ان کے ذریعے ہدایتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ جیسے اچھی زمین بارش سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح اچھا آدمی ہدایت کی بارش سے فائدہ اٹھاتا ہے اور برا آدمی ناقص زمین کی طرح محروم رہ جاتا ہے۔

نوح علیہ السلام

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا پس اس نے کہا

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ

اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود

غَیْرُہٗ ط اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ

نہیں میں تم پر خوف کرتا ہوں ایک بڑے دن کے

یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۵۹) قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖٓ

عذاب سے اس کی قوم کے سردار بولے ہم

اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۶۰)

تجھ کو صریح بہکا ہوا دیکھتے ہیں

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ

غَیْرُہٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ

یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۵۹) قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖٓ

اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۶۰)

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ انسان کی ظاہری اور جسمانی زندگی کے لیے ہم نے زمین کو بارش کے ذریعے زندہ کرنے کا انتظام کیا ہے تاکہ اس میں سے سبزی اور پھل اور ترکاریاں پیدا ہوں اور انسان کے بدن کے لیے غذا میسر ہو یہاں سے اس کا بیان شروع ہوتا ہے کہ اسی طرح ہم نے اس کی باطنی اور روحانی زندگی کے لیے بھی انتظام کیا ہے۔ اور رسولوں کے ذریعہ اپنے پیغامات انسانوں کے پاس بھیجے ہیں جو اس کی روح کو زندہ کرنے کے لیے بارش کی طرح ہیں ان پر عمل کرنے سے روح ویسی ہی سرسبز اور ہری بھری ہو جاتی ہے جیسے مینہ سے زمین ہوتی ہے لیکن بعض روحیں بالکل بنجر زمین کی طرح ہوتی ہیں کہ ان کو بارش سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ارشاد ہے کہ ایک زمانے تک حضرت آدمؑ کی اولاد جن کو ان کی بیوی سمیت زمین پر بسنے کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔ ٹھیک انہی کے بتائے ہوئے قاعدوں پر چلتی رہی لیکن ایک مدت کے بعد لوگ اس راستہ سے نکل گئے۔ تو ہم نے حضرت نوحؑ کو اپنا پیغمبر بنا کر ان کے پاس بھیجا اور انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ دیکھو عبادت فقط اللہ کی کرنی چاہیے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اگر تم نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بنایا تو مجھے خوف ہے کہ قیامت کے دن جو بڑے معرکے کا دن ہے تم دکھ درد سے بھرا ہوا عذاب بھگتو گے۔ یہ سن کر ان کے بڑے بڑے معزز اور مالدار لوگ بولے اے نوحؑ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) تیری عقل جاتی رہی ہے کیونکہ ہم گمراہی کی صاف صاف نشانیاں تیرے اندر پاتے ہیں۔ مفسر لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کو بتا دیا تھا کہ ہمیں شیطان نے جنت سے نکلوا دیا ہے اور ہم سے اللہ نے کہہ دیا ہے کہ اگر تم دنیا میں مجھے پہچان کر فقط میری عبادت کی اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا۔ تو مرنے کے بعد قیامت کے دن تمہارا احساب کر کے کامیاب لوگوں کو جنت میں پھر داخل کر دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کے دو رکن اصلی توحید اور آخرت کا یقین ہیں۔

اولاد آدمؑ توحید پر بہت دن قائم رہی۔ اور ان میں بڑے مرتبہ والے لوگ پیدا ہوتے لوگ ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ مرنے کے بعد ان کے بت بنا کر ان کی پوجا کرنے لگے۔ اس لیے ان کو سمجھانے کے لیے حضرت نوحؑ کو بھیجا گیا۔

نوح علیہ السّلام کا جواب

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
اس نے کہا اے میری قوم نہیں میرے پاس گمراہی لیکن میں
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾ اُبَلِّغُكُمْ
بھیجا ہوا ہوں منجانب رب العلمین کے پہنچاتا ہوں تم کو
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ
پیغامات اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تم کو اور جانتا ہوں
مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾
اللہ کی طرف سے جو نہیں تم جانتے

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
بولا اے میری قوم میں ہرگز نہیں بہکا لیکن میں جہان
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾ اُبَلِّغُكُمْ
کے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں پہنچاتا ہوں تم کو
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ
پیغام اپنے رب کے اور تم کو نصیحت کرتا ہوں اور اللہ کی
مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾
طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

ارشاد ہے کہ نوحؑ نے ان سے کہا نہ میری عقل میں فتور ہے اور نہ میں سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہوں۔ بات اتنی ہے کہ میں تمام جہانوں کے پالنے والے کا ایلچی ہوں۔ وہی تمہارا بھی رب ہے اور وہی میرا بھی۔ میں اپنے رب کے پیغام تمہیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں۔ دل سے چاہتا ہوں کہ تمہاری حالت درست ہو اور تم تباہی اور بربادی سے بچ جاؤ۔ مجھے اللہ نے ایسی باتیں بتا دی ہیں جن سے تم ناواقف ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کے جواب سے چند بڑی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ اللہ کا رسول ایسی باتیں بتاتا ہے جو ان لوگوں کی سمجھ میں جو دنیا کے غلط رسم و رواج میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنے ذاتی مفاد کے دلدادہ ہیں نہیں آتیں۔ ان میں سے بہت سی باتیں انہیں اپنی موجودہ مصلحتوں کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کی بنا ایسی دوراندیشی پر ہوتی ہے جس سے یہ تنگ نظر لوگ عاری ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ رسولوں کی بابت فیصلہ کر دیتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔

۲۔ رسول کی بتائی ہوئی باتیں سمجھنے کے لیے گو اکثر لوگوں کی سمجھ کافی نہیں ہوتی۔ لیکن ہر شخص غور کر کے خود ان کی ذات میں کچھ ایسی خوبیاں دیکھ سکتا ہے۔ جو اس بات کے یقین دلانے کے لیے کافی ہوتی ہیں کہ ایسا شخص کبھی جھوٹا اور فریبی نہیں ہو سکتا۔ رسول کا عمل اور برتاؤ ایسا ہوتا ہے کہ جس سے ہر شخص بشرطیکہ انصاف سے کام لے اس کے سچے ہونے کا یقین کر سکتا ہے۔

۳۔ رسول کی پہچان چند باتوں سے ہوتی ہے:

اوّل: یہ کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں جو سب کا پالنے والا ہے اس لیے اس کے اخلاق سب سے بلند ہوتے ہیں۔

دوسرے: وہ لوگوں سے ایسی باتیں کہتا ہے جو سب کے فائدے کی ہوتی ہیں ان میں خود غرضی کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ لوگوں سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگتا اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتا ہے۔

تیسرے اس کی تعلیم میں انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

چوتھے: وہ کسی انسان کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کو خود اللہ ایسی باتیں سکھا دیتا ہے جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتیں جس میں یہ باتیں ہوں اس کی ہدایت پر یقین کرنا چاہیے اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا چاہیے:

پیغمبر بھی بشر ہے

اَوَعَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَكُمۡ ذِكۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِيُنۡذِرَكُمۡ وَلِتَتَّقُوۡا وَلَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۶۳﴾

کیا تم کو تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ایک مرد کی زبانی جو تمہیں میں سے ہے تاکہ وہ تم کو ڈراوے اور تاکہ تم بچو اور تاکہ تم پر رحم ہو

ذِكۡرٌ یاد دہانی ذکر کے معنی یاد دلانا ہیں۔ اور اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کے ذریعے کوئی بات یاد دلائی جائے۔ جیسے رقعہ یا خط وغیرہ قرآن مجید بھی ایک ذکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ساری باتیں جو اس کے پیغمبر انسانوں کے پاس لے کر آئے ہیں سب ذکر ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ وہ باتیں یاد دلائی جاتی ہیں۔ جن کے کرنے کا پیدائش سے پہلے ہی انسان اللہ سے وعدہ لے چکا ہے۔ اور جن میں سراسر اس کی بھلائی ہے۔

لعلّ شاید یہ لفظ کسی بات کے ہونے کی توی امید ظاہر کرتا ہے جسے توقع کہتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کے بعد اپنے کام کی غرض ذیل میں بیان فرماتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ نوح نے اپنی قوم سے پوچھا کیا تم مجھے جھوٹا کہتے ہو اور اسے ایک انوکھی کی بات سمجھتے ہو کہ تم ہی جیسے ایک انسان پر تمہارے رب کی طرف سے وحی بھیجی جائے اور وہ انسان جو بھی تم ہی میں سے ایک۔ اور وحی کی غرض یہ ہو کہ تم کو اس کے ذریعے رسول انسانیت کے غلط راستہ اختیار کرنے کے انجام سے ڈرائے اور تم ڈر کر تمام برے کاموں سے بچنے لگو۔ اور پھر اس بات کی قوی امید ہو جائے کہ تم پر رحم کر دیا جائے۔ رسولوں کے آنے کی غرض اس آیت میں صاف بیان کر دی گئی ہے۔ رسول کا کام یہ ہے کہ اللہ کا پیغام لے کر انسان کے پاس آئے۔ اور وہ خود بھی انسان ہو۔ رسول کی جسمانی اور روحانی قوتوں میں ایسا اعتدال اور توازن ہوتا ہے کہ جس کی بدولت وہ دوسروں کو ہدایت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ اعتدال اور توازن رسول میں فطری اور پیدائشی ہوتا ہے اس میں اپنی کوشش اور کسب کو دخل نہیں۔

رسول اچھے اخلاق کا دنیا کے انسانوں کے لیے نمونہ ہوتا ہے۔ جو کام انسانوں کے لیے نقصان دہ ہیں رسول ان کے پاس کبھی کو نہیں گذرتا۔ اس کا کام ہی یہ ہوتا ہے۔ کہ انسانوں کو برے کاموں کے نتیجوں سے ڈرائے۔

آدمی کو برا کام کرنے سے وہی آدمی منع کر سکتا ہے جو خود اس سے بچتا ہو۔ ورنہ اس کے اپنے کام اس کی باتوں کو جھٹلا دیتے۔ بچھلا اس کے قول کا اثر کیا ہوگا۔ رسول کے ڈرانے سے سمجھ دار لوگ ضرور برے کاموں سے بچنا شروع کر دیں گے۔ اور اللہ کی رحمت کے مستحق ہو گئے۔ رحمتِ الٰہی اللہ کی رحمت کی نشانی یہ ہے کہ ہر طرف امن و امان قائم ہو اور ہر انسان کا دل مطمئن ہو۔ کوئی کسی کو نہ ستائے۔ لوگ نیک کام کر کے خوش ہوں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

ناسمجھوں کا انجام

فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَٰهُ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥ فِى
پس جھٹلایا انہوں نے اس کو پس بچا لیا ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے
ٱلْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟
کشتی میں اور ڈبو دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے
بِـَٔايَٰتِنَآ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾
ہماری آیتوں کو بیشک وہ تھے لوگ عقل کے اندھے

فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَٰهُ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥ فِى
پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو پھر ہم نے اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ
ٱلْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟
تھے کشتی میں بچا لیا اور ان کو غرق کر دیا جو جھٹلاتے تھے
بِـَٔايَٰتِنَآ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾ ع
ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ اندھے تھے

عَمِینَ: اندھے۔ عَمِیٌّ کی جمع ہے جو صفت مشبہ ہے۔ اس کا مادہ ع م ی ہے جس کے معنی ہیں اندھا پن۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ آنکھوں کے اندھے کو اعمیٰ اور دل کے اندھے کو عَمِی کہتے ہیں۔ دونوں کا مادہ ع م ی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا کہ اپنے رب کو پہچانو اور صرف اسی کی عبادت کرو اور کسی کو تمہارے کاموں کے بنانے سنوارنے اور آفتوں سے ٹالنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ ان کے بڑے بڑے لوگوں نے کہا تو یہ ... باپ دادا کے خلاف باتیں کرنی گمراہی کی نشانی ہے۔ ہمیں صاف نظر آرہا ہے کہ تو گمراہ ہے۔ ہم تیری بات کیسے مان سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کو برا بھلا اور ستانا شروع کر دیا۔ افتراء پرداز اور جھوٹا تک کہنے لگے آخر ان کا انجام جو کچھ ہوا اس کو مختصر طور پر یہاں بیان کیا گیا ہے۔ مزید تفصیل سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں آئے گی۔

ارشاد ہے کہ نوح کی قوم نے اس کو جھوٹا ٹھہرایا۔ انجام یہ ہوا کہ ہم نے نوح اور ان کے ماننے والوں کو کشتی کے ذریعے بچا لیا اور باقی لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ڈبو دیا۔ کھینچ کر غرق کر دیا۔ یہ لوگ بالکل ناسمجھ تھے۔

اس کائنات کے خالق اور اس کے رب نے اس کائنات کو پیدا کر کے اس کے لیے کچھ قاعدے مقرر کر دیے ہیں جن کے مطابق اس کے اندر تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ زمین کائنات کا ایک حصہ ہے اس کے اردگرد اور خود اس کے اندر بے شمار قوتیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعتدال قائم رہے تو زمین کی حالت ٹھیک رہتی ہے اور اگر کوئی قوت یا اس کا کوئی جز مجموعہ پر غالب آ جائے خواہ پانی کا یا ہوا کا طوفان، زلزلے زمین کے کسی حصہ کا پانی میں غرق ہو جانا۔ پانی کا خشکی خشکی کا پانی بن جانا، زمین کا دھنس جانا وغیرہ آفتیں برپا ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ کے رسول اور اس کی کتابیں ہمیں بتاتی ہیں کہ کسی بڑی آفت کے آنے سے بہت پہلے اللہ اپنا رسول اور کتاب بھیج کر انسانوں کو خبردار کر دیتا ہے کہ اگر اس آفت سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو میری بنائی ہوئی ہدایت پر عمل کرو۔ میں اپنی رحمت سے تمہیں بچا لوں گا۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے۔ ان کے ذریعے ہمیں قیامت تک کے لیے بتا دیا گیا ہے۔ کہ اللہ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق عمل کرنے سے ایسی مصیبتوں سے جو زمین پر آتی رہتی ہیں محفوظ رہو گے اور اگر اس کو چھوڑ دیا تو پھر دل کی پریشانی۔ ڈر، خوف، بے اطمینانی ان کو اور بھی بھیانک بنا دیں گی۔ اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کو اپنی تدبیر سے نہیں بچا سکتا۔

حضرت ہود علیہ السلام

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ بولا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ

اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ

سو کیا تم ڈرتے نہیں۔ اس کی قوم میں سردار جو

کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ

کافر تھے بولے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو

سَفَاھَۃٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ

عقل نہیں اور ہم تجھ کو گمان کرتے ہیں

الْکٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾

جھوٹوں میں سے

عَادٍ : یہ ایک بڑی زبردست طاقتور قوم کا نام ہے۔ یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارم کی اولاد تھے اور یمن کے اندر احقاف کے علاقہ میں سکونت رکھتے تھے۔

ھُوْدٌ : یہ اللہ کے رسول ہیں اور ارم کی اولاد سے ہیں۔ اس لیے یہ عاد کے جدی بھائی ہیں۔

عاد بڑے بت پرست لوگ تھے۔ یہ بہت زور آور طاقتور تھے اور کمزوروں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ ان سے بڑی محنتیں لیتے تھے اور ان سے غلاموں کا سا سلوک کرتے تھے اور ان کو جانوروں کی طرح سمجھتے تھے۔ حضرت ہود نے ان کو سمجھایا کہ اپنی طاقت اور اپنے تن و توش پر اس قدر اترانا فضول ہے۔ اللہ تم سے زیادہ طاقتور ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ ان لوگوں میں بتوں کی پوجا رواج پا گئی تھی۔ اور ہر کام کا ایک الگ دیوتا تھا۔ کوئی دولت کا، کوئی قوت کا، کوئی عزت خوشی شفا تندرستی وغیرہ کا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ اس لیے اسی کی عبادت کرو۔ اور کمزوروں کو اپنی طرح کا انسان سمجھو۔ ان کو کسی طرح نہ ستاؤ۔ مگر انہیں اپنی دولت اور بدنی طاقت پر غرور تھا انہوں نے ان کی بات نہ مانی۔ ارشاد ہے کہ ہم نے عاد کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لیے ہودؑ کو اپنا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا۔ اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم بت پرستی سے باز آؤ تمہارے پاس دولت قوت صحت عزت جو کچھ ہے۔ یہ سب ایک اللہ کی عطا ہے۔ اس کے سوا کوئی کچھ دینے والا نہیں ہے۔ یہ جو تم نے دیوتا بنا رکھے ہیں۔ انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ قدرت۔ بے جان چیزوں کے بڑے بڑے نام رکھ لینے سے کچھ نہیں ہوتا سوا اللہ کے تمہارا کوئی معبود نہیں اس لیے اسی کی پرستش کرو۔ اسی کے آگے جھکو اسی سے مانگو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ کیا تم بری باتوں سے بچنا نہیں چاہتے اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہو اس کے غضب سے نہیں ڈرتے۔ یہ سن کر قوم عاد کے اونچے طبقے کے لوگوں نے جن کی وجہ سے بت پرستی کا رواج قائم تھا جواب دیا کہ اے ہود! تو تو بالکل عقل سے خالی معلوم ہوتا ہے کہ جمے جمائے سمجھ ... کو مٹانا اور ایک الگ طریقہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات جو تو بتا رہا ہے بالکل جھوٹی نظر آ رہی ہے ؂

ہود علیہ السلام کا جواب

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
کہا اے میری قوم نہیں مجھ میں بے عقلی لیکن میں
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ
بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ
پیغامات اپنے رب کے اور میں تمہارے لیے خیرخواہ ہوں
اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ
اعتماد کے لائق کیا عجیب جانا تم نے کہ آیا تمہارے پاس
ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
ذکر تمہارے رب کی طرف سے اوپر ایک آدمی کے تمہیں میں سے
لِيُنْذِرَكُمْ ؕ
تاکہ ڈرا دے تم کو

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
بولا اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں ہوں لیکن میں
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ
پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں تم کو اپنے
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ
رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیرخواہ ہوں
اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ
اور اعتماد کے لائق کیا تم کو تعجب ہوا کہ تمہارے پاس
ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے
لِيُنْذِرَكُمْ ؕ
تھا تاکہ تم کو ڈراوے

عاد کی قوم نے حضرت ہود علیہ السلام پر دو الزام لگائے ایک تو یہ کہ تم جو کہتے ہو یہ کوئی عقل کی بات نہیں۔ ان کے نزدیک یہ بات عقل کے خلاف تھی کہ جو رسم و رواج قوم میں چلے آ رہے ہیں ان کے خلاف کوئی بات پیش کی جائے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی سب سے الگ ہو تو ایسی بات کہے تو وہ جھوٹا سمجھا جانے کے قابل ہے۔ ان الزاموں کا جواب حضرت ہودؑ دیتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ ہودؑ نے کہا کہ تم جو مجھے اس بنا پر کہ میں سب سے انوکھی بات کہتا ہوں بیوقوف ٹھہراتے ہو تو میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ میں تمام جہانوں کے پالنے والے کا پیغام تمہارے پاس لایا ہوں۔ جو اس نے تم تک پہنچانے کے لیے مجھے دیا ہے وہ تمہیں پہنچاتا ہوں یہ بیوقوفی تو جب ہوتی جب میں اپنی طرف سے کسی اپنی غرض کے لیے نئی بات گھڑ کر کہتا اور تم جو اس دعوی میں مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ میں ہمیشہ تمہارا خیرخواہ رہا ہوں اور اب بھی وہی بات کہتا ہوں جس میں تمہارا بھلا سمجھتا ہوں۔ مجھے تمہارا بھلا منظور ہے پھر یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے کبھی دھوکا نہیں دیا کبھی تمہارے ساتھ بے وفائی دغا یا خیانت نہیں کی تمہارا اعتماد ہمیشہ مجھ پر رہا ہے تم جانتے ہو کہ میں دھوکہ دے کر اپنا کام نکالنے کا عادی نہیں ہوں پھر تمہیں اس بارے میں مجھ پر شبہ کیوں ہوتا ہے کہ میں تمہیں جھوٹ بول کر دھوکا دے رہا ہوں۔ کیا تمہیں تعجب ہوتا ہے کہ تمہارا رب تمہیں میں سے ایک آدمی کو منتخب کر کے اس کے ذریعے تمہیں تمہاری بھولی ہوئی باتیں یاد دلائے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے تمہیں ڈرا دے کہ عذاب الٰہی سے بچنے کی تیاری کر لو۔ ورنہ غافل لوگوں کے لیے عذاب آنے کے بعد کوئی جائے پناہ نہیں ہے اور نہ انہیں کوئی بچا سکتا ہے۔ بچتے صرف وہی ہیں جو اللہ کی ہدایتوں کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان سے تقریباً وہی کہا جو حضرت نوحؑ کی قوم نے حضرت نوحؑ سے کہا تھا۔ اور حضرت ہودؑ کے جواب بھی قریب قریب وہی ہیں جو حضرت نوحؑ کے تھے بلکہ آج تک رسولوں کے اوپر وہی پرانے الزامات لگائے جاتے ہیں اور ان کے جواب اس وقت بھی وہی ہیں جو اس وقت تھے:

قومِ نوحؑ سے سبق

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

اور یاد کرو جب کردیا تم کو جانشین پیچھے

قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ

نوح کی قوم کے اور زیادہ کیا بناوٹ میں فراخی سے اندر

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

پس یاد کرو نعمتیں اللہ کی تاکہ تم فلاح پاؤ

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ

کہنے لگے کیا تو آیا ہے پاس ہمارے کہ ہم پوجیں اللہ کو فقط اور

نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا

چھوڑ دیں جو تھے پوجتے ہمارے باپ پس لے آ تو وہ چیز کہ

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾

دھمکی دیتا ہے تو ہمیں اگر ہے تو سچے آدمیوں میں سے

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

اور یاد کرو جب کہ تم کو نوح کے پیچھے سردار

قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ

کردیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ زیادہ کردیا

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

سو یاد کرو اللہ کے احسان کو تاکہ تمہارا بھلا ہو

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ

بولے کیا تو آیا ہے ہمارے پاس اس لیے کہ ہم اکیلے اللہ کی بندگی کریں

نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا

اور چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے۔ پس تو لے آ ہمارے پاس

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾

جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے

خُلَفَآءَ: جانشین۔ خلیفہ کی جمع ہے پہلے کئی جگہ آچکا ہے۔ خلف سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جانشین ہونا اور یہ عزت کی نشانی ہے اس لیے اس کا ترجمہ با اقتدار اور سردار کیا گیا ہے۔

بَصْۜطَةً (پھیلاؤ) اصل میں بسطة ہے یہ لفظ سورۃ البقرۃ میں آچکا ہے اس کا مطلب ہے چوڑان، چکلان، لمبان، انجان میں پھیلاؤ۔

اٰلَآءَ (نعمتیں) یہ جمع کا صیغہ ہے اور اس کا مفرد الی یا الٰی ہے نعمت، احسان، فضل۔

تَعِدُ (وعدہ کرتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے اور وَعْدٌ سے بنا ہے۔ وعد کے معنی ہیں کسی سے کہنا کہ تجھے فلاں چیز ملے گی بھلی ہو یا اچھی۔

اس آیت میں حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کے پہچاننے کا اور اس کی فرمانبرداری کرنے کا اصل طریقہ بتلاتے ہیں اور درحقیقت اس جواب میں ہر زمانے کے انسانوں کے لیے توحید کی طرف دعوت ہے اور اس کو قرآن حکیم نے ہمیشہ کے لیے دنیا میں حضرت ہودؑ کے ذکر کے ضمن میں قائم کر دیا ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: یہ بات یاد کرو کہ تم سے پہلے دنیا میں نوحؑ کی قوم سب سے زبردست تھی آج اس کی جگہ تم کو انہی کی سی عزت اور قوت دے کر زمین کا حاکم مقرر کیا ہے بلکہ تم کو تن و توش اور دماغی اور بدنی قوت میں ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر بنایا ہے۔ سوچو کہ یہ نعمتیں اور فضیلتیں جو تم کو عطا ہوئی ہیں۔ یہ کس نے دی ہیں۔ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ اللہ نے دی ہیں اور اس بات کے اقرار کرنے میں ہی انسان کی کامیابی اور فلاح کا راز پوشیدہ ہے۔ قوم نے یہ سن کر کہا اے ہود! کیا تم ہمارے پاس یہی کہنے کے لیے آئے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ کر فقط ایک اللہ کی پوجا کریں۔ یہ تو ہم سے نہیں ہو گا جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ اگر تو سچا ہے تو جا اس کو ہمارے سر پر لے آ ہم تو تیری باتیں ماننے نہیں۔ جو تیرا جی چاہے وہ کر؛

حضرت ہودؑ کا آخری جواب

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ
کہا واقع ہو چکا ہے تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب
وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ
اور غضب کیا جھگڑتے ہو تم مجھ سے ان ناموں میں
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ
کر رکھ لیا ہے ان کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ
اللہ نے ان کی کوئی دلیل پس انتظار کرو میں بھی
مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾
تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ
کہا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واقع
وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ
ہو چکا ہے مجھ سے ان ناموں پر جو تم نے اور تمہارے باپ
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ
دادوں نے رکھ لیے کیوں جھگڑتے ہو ان کی اللہ نے
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ
کوئی سند نہیں اتاری سو منتظر رہو میں بھی
مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾
تمہارے ساتھ منتظر ہوں

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو ہر طرح سمجھایا اور اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ دیکھو تم توانا اور تندرست ہو، تمہارے پاس زندگی کی ضروریں پوری کرنے کا سامان بافراط موجود ہے۔ بدنی قوت میں اور ڈیل میں تم سب سے بڑھے ہوئے ہو۔ غرض کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہ آرام اور تندرستی کیا تم کو تمہارے یہ بت دے سکتے ہیں۔ یہ تو مٹی اور پتھر کی مورتیاں ہیں۔ اگر کوئی ان کو توڑ ڈالے تو ٹوٹ جائیں گی۔ سنو یہ سب چیزیں تم کو اللہ نے دی ہیں اور اسی میں سب قوت اور قدرت ہے۔ ایک بے جان مورت کا نام دیوتا رکھ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

ان کی قوم نے ان کی بات نہ سنی اور کہا تو یہ کہا کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک ان دیکھے معبود کی پرستش نہیں کر سکتے۔ اگر تو ہمیں عذاب سے ڈراتا ہے تو جا اپنا وہ عذاب لے آ ہمیں بھی دیکھنا ہے تو کیسا عذاب لاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت ہودؑ نے فرمایا۔ دنیا میں بے شمار قوتیں اپنا اپنا کام کر رہی ہیں۔ ان کے اثر سے آندھیاں۔ طوفان۔ زلزلے وغیرہ آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ عنقریب دنیا میں سخت آندھی کا طوفان آنے والا ہے۔ تمہارے انکار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس آفت میں پھنس کر رہو گے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ تمہارا کفر و عناد اس بات کی نشانی ہے کہ تمہارا رب اس عذاب اور غضب میں تم کو پھنسانے اور غارت کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ بھلا اس نادانی کا کوئی ٹھکانا ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایک مورت گھڑ لی۔ اور کہہ دیا کہ یہ ہمارا رزق تندرستی مال عزت وغیرہ دینے والا دیوتا ہے۔ کیا تمہارے بزرگوں کے تمہارے نام رکھ دینے سے یہ مورتیں واقعی ایسی ہی ہو جائیں گی۔ جیسا تم کہتے ہو اللہ نے تو اس کی کوئی سند یا دلیل نہیں دی۔ پھر ان کے نام مقرر کر کے انہیں اللہ کے مقابلے میں لاتے ہو۔ اور ان کی پوجا پاٹ کرتے ہو اور میں جو تمہیں اس حرکت سے روکتا ہوں۔ تو مجھ سے ان کی حمایت میں جھگڑتے ہو بھلا کہاں وہ زبردست قدرت والا اللہ اور کہاں یہ مٹی کے کھلونے اتنی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی اور عذاب بھگتنے کے لیے تیار ہو گئے ہو اگر یہی لچھن ہیں تو عذاب آ کر رہے گا۔ اس کا انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ مگر مجھے میرا رب اس سے بچا لے گا۔

نافرمان تباہ ہو گئے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
پس نجات دی ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے ساتھ رحمت کے
مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ
اپنی طرف سے اور کاٹ دی جڑ ان کی
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا
جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور نہ تھے وہ
مُؤْمِنِيْنَ ع
ایمان والے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
پھر ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے
مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ
بچا لیا اور جو ہماری آیتوں کو
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا
جھٹلاتے تھے اور نہیں مانتے تھے ان کی
ع ۹ / ۱۶ مُؤْمِنِيْنَ ع (۷۲)
جڑ کاٹی

ارشاد ہے کہ جب عاد کی قوم نے اپنے رسول ہود کا کہنا نہ مانا۔ تو مقررہ وقت پر جو آفت آنی تھی وہ آئی ہود علیہ السلام اور جنہوں نے اس کا کہنا مانا تھا بچ گئے۔ باقی سب فنا ہو گئے ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ اور اس کے ساتھیوں کو اس آفت سے محفوظ رکھا اور جو ہماری نشانیوں کو دیکھ کر ان کا یقین نہ کرتے تھے ہمیں اپنا اللہ معبود نہ مانتے تھے اور شرک میں مبتلا تھے۔ ان کو جڑ سے کھود کر پھینک دیا۔

دنیا میں کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہتی ہے۔ کوئی معمولی ہوتی ہے کوئی زبردست۔ آندھی، طوفان، زلزلے وغیرہ معمولی حادثے ہیں۔ جو طبعی قوتوں کی باہمی کشمکش سے ہوتے ہیں۔ انسان اگر ان سے بچنے کا سامان وقت سے پہلے نہ کرے۔ تو بالکل بے جان چیزوں کی طرح ان کی لپیٹ میں آ کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے انسان کو عملی تدبیریں اختیار کرنی لازم ہیں۔ قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے۔ کہ طبعی قوتوں کے باہمی ٹکراؤ سے یا ایک خاص طریقے کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ مل جانے سے ہولناک حادثے پیدا ہونے ضروری ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انسان کو ان سے محفوظ رہنے کے طریقے عقلمند لوگ وقتاً فوقتاً سمجھاتے رہتے ہیں۔ مگر ان سب میں پختہ بات ان کی ہوتی ہے جن کو رسول کہتے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ انسان کے دل کو مضبوط کریں تاکہ وہ مصیبت کے وقت گھبرا نہ جائے وہ بتلاتے ہیں کہ اللہ عزوجل پر ایمان لانا اور اس کی رحمت پر پورا بھروسہ کرنا اصل چیز ہے۔

جو آدمی اللہ پہ اعتماد نہیں رکھتا۔ اور ایمان و یقین سے محروم ہے۔ اور اس کی بجائے اپنی قوت اور اپنے لوگوں، ساتھیوں، عمارتوں، قلعوں، ہتھیاروں وغیرہ ظاہری ساز و سامان پر بھروسا کرتا ہے۔ اور رسولوں کے سمجھانے اور ان کی ہدایتوں پر نہیں چلتا۔ وہ نہ دنیا کی زبردست آفتوں سے بچ سکتا ہے۔ اور نہ مرنے کے بعد چین سے رہ سکتا ہے یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان کے اپنے غلط اعمال جو رسولوں کی ہدایت کے مطابق نہیں ہوتے اس کو آفتوں کا شکار بنا دیتے ہیں اور چونکہ وہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے دلی اطمینان سے محروم ہوتا ہے اس لیے اسے آخرت کا چین بھی نصیب نہیں ہوگا۔

پہلی قوموں کے حالات جو قرآن حکیم ہمارے سامنے بیان کرتا ہے اس سے ہمیں یہی سبق سکھانا مقصود ہے کہ انسان دنیا کی آفتوں اور آخرت کے عذاب سے تبھی بچ سکتا ہے جب رسول کی ہدایت پر چلے اور اس کے سوا اور کوئی صورت بچنے کی نہیں۔

ثمود کا حال

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ
اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو کہا
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی نہیں تمہارا کوئی معبود
غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
سوا اس کے تحقیق آ چکی تمہارے پاس دلیل تمہارے رب سے
هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا
یہ اونٹنی اللہ کی ہے تمہارے لیے نشانی پس چھوڑ دو اس کو
تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
کہ کھاوے اللہ کی زمین میں اور نہ چھوؤ تم اس کو بری طرح
فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۷۳)
پس پکڑے تم کو عذاب دردناک

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ
اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا بولے
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی
غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
معبود نہیں تم کو تمہارے رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی ہے
هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا
یہ اللہ کی اونٹنی ہے نشانی تمہارے لیے سو اس کو چھوڑ دو
تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
کہ کھاوے اللہ کی زمین میں اور اس کو بری طرح ہاتھ نہ لگاؤ
فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۷۳)
ورنہ تم کو دردناک عذاب پکڑے گا

ثَمُوْدَ: ایک قوم کا نام ہے۔ جو حجاز اور شام کے درمیان اس علاقہ میں رہتی تھی جس کو حجر کہتے تھے۔ قوم عاد کے تباہ ہو جانے کے بعد رفتہ رفتہ اس قوم کو عروج حاصل ہوا یہ بھی انہیں کی طرح توانا اور تندرست لوگ تھے اور ان میں بھی وہی تمام خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں جو قوت پر مغرور لوگوں میں ہوتی ہیں۔

صَالِحَ: اسی قوم کے ایک نیک نہاد شخص تھے اللہ عزوجل نے ان کو اپنا رسول بنا کر ان لوگوں کے سمجھانے کے لیے مقرر کیا۔

نَاقَةُ اللّٰهِ: (اللہ کی اونٹنی) حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم ثمود کو سمجھایا کہ دولت، جماعت اور ساز و سامان پر فخر کرنا درست نہیں اللہ نے تمہیں سرکشی، بت پرستی، جانوروں کی طرح خواہشوں کے پورا کرنے میں لگے رہنے سے منع فرمایا ہے۔ اور دنیا میں آدمیوں کی طرح رہنے سہنے کے قاعدے تمہارے لیے مقرر کر دیئے ہیں۔ قوم نے یہ سن کر ان کی ہنسی اڑائی کہ اگر اس پہاڑ کے اندر سے ایک اونٹنی ہمارے سامنے نکل آئے اور نکلتے ہی اپنے برابر کا بچہ جنے تو ہم تیری سن سکتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی اور اونٹنی پہاڑ میں سے نکلی اور ان کے سامنے اپنے ہی جیسا بچہ جنا حضرت صالحؑ نے اس کو ناقۃ اللہ کہا۔

ارشاد ہے کہ ہم نے قوم ثمود کو سمجھانے کے لیے انہی کی برادری کے ایک فرد حضرت صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو سمجھایا کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تم جو نشانی چاہتے تھے۔ وہ اللہ نے بھیج دی۔ اب تمہیں میری باتوں پر شک و شبہ کی کوئی وجہ نہ ہونی چاہیئے۔ وہ نشانی یہ اونٹنی ہے جو اللہ کی قدرت سے اس پہاڑ سے تمہارے سامنے نکلی ہے اس کو آزادی سے میدانوں میں کھانے پینے دو۔ دیکھو اسے کوئی دکھ درد نہ پہنچے۔ یہ تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے اس کی سلامتی میں ہی تمہاری سلامتی ہے۔ اگر اس کو ستایا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ تم پر بڑا سخت ہولناک عذاب آئے گا۔

فساد مت کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ
اور یاد کرو جب بنا تم کو با اختیار پیچھے
عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ
عاد کے اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں بناتے ہو
مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ
اس کی نرم جگہوں میں محل اور گھڑتے ہو
الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ
پہاڑوں کو گھر کی شکل میں پس یاد کرو نعمتیں اللہ کی
وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾
اور مت بگاڑ پھیلاؤ زمین میں فساد کرکے

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ
اور یاد کرو جب کہ تم کو عاد کے بعد سردار کیا
عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ
اور زمین میں تم کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین
مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ
میں محل بناتے ہو اور تراشتے ہو
الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ
پہاڑوں میں گھر سو اللہ کے احسان کو یاد کرو
وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾
اور زمین میں فساد مت مچاتے پھرو

بَوَّاَ (ٹھکانا دیا) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تَبْوِئَۃٌ ہے اور مادہ بَوْءٌ۔ بوء کے معنی ہیں واپس آنا، لوٹنا۔ مباءۃ لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا۔ تَبْوِئَۃٌ کے معنی ٹھکانا دینا، ٹھہرانا۔

سُهُوْلٌ (نرم جگہیں) سہل کی جمع ہے۔ نرم مٹی کے میدان کو کہتے ہیں۔

قُصُوْرٌ (محل) قصر کی جمع ہے قصر اس پختہ اونچے مکان کو کہتے ہیں جسے ہموار زمین پر چوکور، اینٹوں اور چونے مٹی وغیرہ سے بنایا ہو۔

تَنْحِتُوْنَ (تراشتے ہیں) مضارع کا صیغہ نَحْتٌ سے بنا ہے۔ نحت کے معنی ہیں پتھر کو کاٹ چھانٹ کر تراشنا اور اس سے کوئی چیز گھڑنا۔

لَا تَعْثَوْا (مت بگاڑو) نہی کا صیغہ ہے جو عَثْوٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں چیزوں کو بے تحاشا برباد کرنا۔ بنی باتوں کو بگاڑنا۔ لوگوں کا امن چین برباد کرنا۔ عَثْوٌ فساد کی سخت شکل ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اپنی حالت پر غور کرو۔ تم سے پہلے عاد کی قوم گذر چکی ہے۔ اب ان کے بعد تم نے ان کی جگہ سنبھالی ہے۔ یہ دولت، قوت اور فارغ البالی تم کو کس نے عطا کی ہے۔ یہ اسی اللہ کی مہربانی سے تمہیں ملی ہے جس نے تم سے پہلے عاد کو یہی سب کچھ عطا کیا تھا۔ تم میدانوں میں بڑے اونچے اونچے شاندار محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں محفوظ مکانات بناتے ہو تاکہ موسمی تغیرات سردی، آندھی، طوفان وغیرہ سے ان میں پناہ لو۔ جب اللہ نے تم کو اس قدر قوت، طاقت عطا کی ہے اور اتنا ساز و سامان دیا ہے تو شرطِ انصاف یہ ہے کہ اس کا شکر کرو اور ان چیزوں کو اس کے حکم کے مطابق کام میں لاؤ۔ یہ اس لیے نہیں ہے کہ مسکینوں اور محتاجوں کا حق دباؤ اور اپنے زور اور سامان کے زعم میں کسی کو خاطر میں نہ لاؤ۔ لوگوں کے لیے جینا دشوار کر دو۔ اپنا ہی گھر بھرنے سے کام رکھو۔ مار دھاڑ کر کے، دھکڑ کر کے لوگوں میں دہشت پھیلاؤ اور اپنی خدمت اور آرام کی خاطر دوسروں کو دبا کر اور لونڈی غلام بنا کر رکھو۔ ان سے محنت مشقت کے کام لو۔ ان کی کمائی سے آپ مزے اڑاؤ اور ان کے آگے جانوروں کی طرح تھوڑا بہت چارہ ڈال کر ڈنڈے کے زور سے ان سے کام لو اور کولہو کے بیل کی طرح ہر وقت چکر میں پھنسائے رکھو۔

بڑوں کی چھوٹوں سے گفتگو

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

کہا معزز لوگوں نے جو بڑے بنتے تھے اس کی قوم میں سے

لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

ان لوگوں سے جو ضعیف بنا دیئے گئے تھے ان سے جو ایمان لا چکے تھے ان میں سے

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

کیا تم جانتے ہو کہ صالح بھیجا ہوا ہے اس کے رب کی طرف سے

قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾

انہوں نے کہا بیشک ہم اس پر جو لایا ہے وہ یقین رکھتے ہیں

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ

کہا ان لوگوں نے جو بڑے درجے کے تھے ہم تو اس چیز کا

اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

کہ ایمان لائے تم جس پر انکار کرنے والے ہیں

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

اس کی قوم میں جو متکبر سردار تھے غریب لوگوں کو کہ جو ان میں

لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

ایمان لا چکے تھے کہا تم کو یقین ہے کہ

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

صالح کو اس کے رب نے بھیجا ہے

قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾

بولے ہم کو تو اس پر جو وہ لے کر آیا یقین ہے

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ

وہ لوگ جو متکبر تھے کہنے لگے جس پر تم کو یقین

اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

ہے ہم اس کو نہیں مانتے

حضرت نوح اور حضرت ہود کی قوم نے تو اپنے رسولوں سے کوئی معجزہ طلب نہیں کیا تھا۔ پہلی قوم نے تو یہ کہہ کر کہ تو راہ سے بھٹکا ہوا ہے ان کی طرف توجہ نہ دی اور دوسری اپنے رسول کو بے وقوف اور بے عقل بنا کر اپنے کام میں لگی لیکن ثمود نے حضرت صالحؑ سے ایک اونٹنی طلب کی اور سمجھے کہ یہ اس کو کر نہیں سکے گا اور ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ یہ نہ سمجھے کہ انسان کی جان اس دنیا میں آنے کے بعد یوں نہیں چھوٹ سکتی۔ چھوٹنے کی صورت یہی ہے کہ رسولوں کی ہدایت پر چلا جائے۔ اگر رسولوں کو چھوڑ کر اپنے نکالے ہوئے راستوں پر چلا جائے گا۔ تو اس کا خمیازہ دنیا میں بھی دیر یا سویر بھگتنا پڑے گا۔ اور آخرت میں بھی جواب دہی کرنی ہوگی۔ بے وقوفوں نے معجزہ بھی مانگا تو کیا ایک اونٹنی آپ ہی آپ اس پہاڑ میں سے نکل آئے۔ اللہ کی قدرت کے آگے یہ کیا مشکل تھا۔ اونٹنی نکلی اور لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس کا کھلانا پلانا اور حفاظت ان کے ذمے پڑی۔ پہاڑی علاقوں میں چارے پانی کی کچھ ضرورت سے زیادہ افراط نہیں ہوتی۔ اونٹنی سب چٹ کر جاتی اور ان کے اپنے مویشی وغیرہ بھوکے مرتے۔ البتہ محتاجوں کو فائدہ ہوا کہ ان سب کو اونٹنی کا دودھ بافراط ملنے لگا۔

ارشاد ہے کہ بڑے بڑے سرداروں نے عوام کو دیکھا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اور خوشحال ہیں تو ان سے کہا کیا تم صالحؑ کے ساتھ اس دعوے کو سچا سمجھتے ہو کہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا پیغامبر ہے۔ وہ بولے اتنا بڑا ثبوت دیکھ کر سمجھ تو تم بھی گئے ہو کہ یہ رسول ہے لیکن تم دھاندل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے۔ ہم سچے دل سے اس کی باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ اور اس کو واقعی اللہ کا رسول مانتے ہیں۔ اس کا جواب ان سر پھرے سرداروں کو کچھ نہ سوجھا لیکن سرداری کے زعم میں دھونس جمانے کی کوشش کی کہ مانا کرو تمہارے ماننے سے کیا ہوتا ہے جب تک ہم نہ مانیں گے۔ صالح کا کام نہیں چل سکتا سن لو کہ ہم اس کی ہر بات کو نہیں مانتے:

نافرمان بھٹک گئے

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ
پس کاٹ ڈالا انہوں نے اونٹنی اور سرکشی کی حکم سے اپنے رب کے
وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِنْ كُنْتَ
اور کہا اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ڈراتا ہے اگر ہے تو
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۷۷) فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
رسولوں میں سے پس پکڑ لیا ان کو زلزلے نے
فَأَصْبَحُوا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۷۸) فَتَوَلّٰى
پس ہو گئے اپنے گھر میں اوندھے پس پیٹھ پھیری
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ
ان سے اور کہا اے میری قوم تحقیق پہنچا یا میں نے تم کو پیغام
رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ
اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم نہیں پسند کرتے
النّٰصِحِيْنَ (۷۹)
خیر خواہوں کو

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ
پھر انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے پھر گئے
وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِنْ كُنْتَ
اور بولے اے صالح اگر تو رسول ہے تو لے آ ہم پر جس سے
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۷۷) فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
تو ڈراتا تھا پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا
فَأَصْبَحُوا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۷۸) فَتَوَلّٰى
پھر صبح کو اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے پھر صالح ان
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ
سے الٹا پھرا اور بولا اے قوم میں تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا
رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ
اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم کو خیر خواہوں سے
النّٰصِحِيْنَ (۷۹)
محبت نہیں

عَقَرُوْا: (کاٹ ڈالا انہوں نے) ماضی کا صیغہ ہے جو عقر سے بنا ہے جس کے معنی ایڑیاں کاٹ ڈالنا ہیں۔ اونٹ کی پہلے ایڑیاں کاٹتے ہیں۔ کے بعد سینے میں نیزہ مارتے ہیں اور وہ فوراً گر پڑتا ہے۔

عَتَوْا: (سرکشی کی) ماضی کا صیغہ ہے اور عُتُوٌّ سے بنا ہے۔ عُتُوٌّ کے معنی ہیں سرکشی کرنا، نافرمانی کرنا۔

رَجْفَةٌ (زلزلہ) اس کے معنی زور سے ہلنا، کپکپانا۔ یہاں مراد زمین کا زلزلہ ہے۔ یہ بہت سخت زلزلہ تھا اور اس سے پہلے کڑک کی آواز تھی۔

جٰثِمِيْنَ (اوندھے گرے ہوئے) اسم فاعل جاثم کی جمع ہے جو جثوم سے بنا ہے۔ جثوم کے معنی ہیں۔ زمین پر منہ کے بل نڈھال ہو کر پڑ جانا۔

ارشاد ہے کہ ثمود کی قوم کے بڑے لوگوں نے حضرت صالحؑ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی اور پھر ڈھٹائی سے کہا کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اگر تو رسول ہے تو جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا تھا اسے لے آ۔ آخرکار ایک بڑا سخت زلزلہ آیا اور اس کے ساتھ بڑے زور کی کڑاک کی سی آواز سنائی دی اور وہ اپنے گھروں میں زمین پر منہ کے بل اس طرح گر پڑے جیسے چوپائے سوتے وقت گردن اور ٹھوڑی زمین سے لگا دیتے ہیں۔ حضرت صالحؑ ان کے حال پر افسوس کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے اور اپنے افسوس کو ان الفاظ میں ادا کیا۔ "اے میری قوم! میں نے تو تمہیں تمہارے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی میں کوئی کسر نہ رکھی۔ لیکن تم نے اپنے خیر خواہ کو پہچانا ہی نہیں اس کی قدر تو کیا کرتے"۔

پچھلے لوگوں کے حالات سے عبرت

اسلام فقط نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے رسمی طور پر ادا کرنے کا نام نہیں ہے۔ اور نہ اسلام کا حق اس سے ادا ہوتا ہے کہ واعظ جیسے بڑے وعظ کہہ دیں اور عوام سر جھکا کر سنیں۔ اور اس کے بعد دونوں اپنے کام میں جا لگیں۔ برخلاف اس کے اسلام اس کا نام ہے کہ ہر فرد انسان کی بھلائی کے کاموں میں ہر وقت خلوص اور ہمدردی سے لگا رہے۔

پچھلے سبقوں میں تین پرانی قوموں کے حالات آپ نے سنے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان میں کیا برائیاں تھیں جن کو ان کی طرف بھیجے ہوئے رسولوں نے دور کرنا چاہا۔ اور وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے رسولوں کی بات نہ سُنی۔ اور ان کے نافرمان آسمانی اور زمینی آفتوں کا شکار ہوئے۔

تینوں قوموں میں مشترک برائی یہ تھی۔ کہ وہ جسمانی طاقت، مال و دولت اور دوسروں پر حکم چلانے ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے تھے۔ ان کا نقطہ اس زندگی کے جاہ و جلال سے اوپر نہیں جاتی تھی۔ نتیجہ یہ تھا۔ کہ زبردست لوگ سب کچھ اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے اور زیردستوں سے محنت سے کام لیتے تھے پھر ان کو تھوڑا بہت برائے نام دے کر ٹرخا دیتے تھے۔ اور ان کے پسینے کی کمائی سے خود گلچھرے اڑاتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم یہ نہ تھی ان کے ہاں ذات پات کوئی وقعت نہ رکھتی تھی۔ انسانوں میں طبقہ بندی کا نام و نشان نہ تھا۔ اور سب لوگ اللہ کو اپنا خالق اور رب مان کر اسی کے آگے جھکتے تھے۔ اور اپنی اپنی بساط کے مطابق کام کر کے محنت کی پیداوار کو مل بانٹ کر اپنی اپنی ضرورتوں میں صرف کرتے تھے۔ جب اللہ کو بھول گئے۔ تو اس کی جگہ من مانے معبود بن گئے۔ اور اسی کے ساتھ مساوات رخصت ہوئی۔ اور فرقہ بندی کے ساتھ قوموں میں شروع ہو گئی۔ قدرت کی چیزوں پر قبضہ کر کے بیٹھنے میں مزہ آنے لگا۔ اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا ہر وقت عمل دخل ہو گیا۔ زبردست لوگ اونچے درجے کے بن بیٹھے اور سیدھے سادے لوگوں کو نیچے دھکیل دیا۔ رسولوں نے سمجھایا کہ دیکھو دنیا ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ اس میں بڑے بڑے تباہ اور ہلاک کرنے والے حادثے کسی وقت بھی واقع ہو سکتے ہیں۔ اس فاطر الذبط کی زندگی میں تم ان سے بچنے کا کوئی سامان نہیں کر سکتے۔ مالدار اور اپنی شان و شوکت کے چوکیدار اس پر بھڑک اٹھے اور کہا کہ کسی کی کیا مجال کہ ہمارا بال بیکا کر سکے۔ ہمارے پاس قوت ہے۔ سامان ہے۔ تابعدار خدم ہیں۔ ہم ہر ایک حادثے کے لیے تیار ہیں۔ دیکھیں کون ہے جو ہماری طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھے۔

آپ نے دیکھا کہ اونچے طبقے والے کیسے اکڑ گئے۔ رسولوں کی بات اگر سنی تو کچھ نیچے طبقے کے مفلس اور نادار لوگوں نے سنی۔ تینوں پیغمبروں نے کوشش کی کہ سرکش لوگ اپنی اکڑفوں سے باز آ جائیں۔ اور آپس میں بھائی بھائی بن کر آنے والے خطرے سے بچنے کی سب مل کر تیاری کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام جانتے تھے کہ پانی کا زبردست طوفان آنے والا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام آنے والی آندھی سے خبردار تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام زلزلے کی آمد سے واقف تھے۔ لیکن ان سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی۔ اور وہ یہ کہ غرور میں مبتلا لوگ اپنی شیخیاں چھوڑ دیں۔ اللہ کو اپنے سے زیادہ قوت والا مانیں اور سب مل کر اس کی تابعداری میں کوشش کریں۔ تاکہ وہ راضی ہو کر ان لوگوں پر سے عذاب ہٹا دے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جب کوئی بڑی مصیبت آتی ہے۔ تو اس سے پہلے بڑے لوگ غرور میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اور وہ اپنے غرور کی وجہ سے ہی عام لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا یا کسی بات میں برابر کا شریک ہونا پسند نہیں کرتے۔ اور ان غریبوں کا نبی کے دین کو قبول کر لینا ہی ان کے دین سے دور ہو جانے کا باعث ہو جاتا ہے۔

قومِ لوطؑ کا حال

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ
اور لوط کو جب اس نے کہا اپنی قوم سے کیا تم آتے ہو
الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ
بے حیائی کے پاس نہیں پہل کی تم سے اس کے ساتھ کسی نے
مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾
جہان والوں میں سے

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ
اور لوط کا ذکر کر جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی
الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ
بے حیائی کرتے ہو کہ جہان میں سے تم سے پہلے اس کو
مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾
کسی نے نہیں کیا

لوط علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر بت پرست اور بت تراش کو چھوڑ کر عراق سے شام کی طرف ہجرت کر گئے تو ان کے ساتھ حضرت لوط بھی شام چلے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں ذکش ہوئے اور لوط علیہ السلام اردن چلے گئے وہاں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا پیغام دے کر سدوم جو وہیں کے ایک شہر کا نام ہے اور اس کے مضافات کے باشندوں کی ہدایت بھیجا تاکہ ان کو سمجھا کر ان کی بُری عادت چھڑائیں۔

قَوْمِهٖ۔ اس کی قوم۔ سدوم اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں کے باشندے جنہیں ایک بُرے کام کی عادت پڑ گئی تھی۔

اَلْفَاحِشَةَ: یہ لفظ فحش سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کھل جانا۔ ظاہر ہو جانا۔ اس سے الفاحشۃ اور الفحشاء دو لفظ بنے ہیں۔ جو کھلی ہوئی بے حیائی اور بے شرمی کے کام کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں یعنی کھلا گناہ۔

سدوم والوں میں ایک ایسا گندہ خلاف فطرت اور بے حیائی کا کام عام طور پر پھیل گیا تھا جس کے وہ خود موجد تھے۔ یہ انہوں نے کسی کو دیکھ کر نہ سیکھا تھا کیونکہ ان سے پہلے کوئی اس کا مرتکب نہ ہوا تھا جانور تو اس کے پاس کبھی پھٹکتے ہی نہ تھے۔ کیونکہ وہ اپنی طبعی خواہشوں کو اسی طرح پورا کرتے ہیں جس طرح فطرت نے ان کے پورا کرنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اس کے خلاف وہ سوچ ہی نہیں سکتے۔ البتہ انسان ایک ایسی ہستی ہے، جو فطرت کے طریقے توڑ سکتا ہے اس لیے جانوروں کے مقابلے میں اس کی تباہی کے سامان دنیا میں زیادہ ہیں۔ جانوروں کی تباہی تو عموماً بیرونی اسباب اور آفات سے زیادہ ہوتی ہے لیکن انسان کو ختم کرنے کے لیے ان بیرونی اسباب اور آفات کے علاوہ اندرونی آفتیں بھی ہیں جو اس کی طاقتور خواہشوں کی طغیانی کا نتیجہ ہیں۔ آدمی کے جسم میں جتنے حصے ہیں۔ اُن سب کا کوئی نہ کوئی کام ہے جیسے آنکھ کا کام دیکھنا، پاؤں کا چلنا۔ اور فطری طور پر ہر ایک عضو کو اپنا کام کرنے کا شوق دیا گیا ہے۔ سارے اعضاء کے شوق جمع کیے جائیں تو اس مجموعہ کا نام نفس ہوگا۔ نفس اپنا شوق پورا کرنے کے لیے پوری آزادی چاہتا ہے۔ دین اور اخلاق نفس پر پابندیاں لگا دیتے ہیں۔ اور ان پابندیوں کا نام مذہب اور تہذیب ہے جب نفس بغاوت کر کے ان پابندیوں کو توڑ دیتا ہے۔ تو ظلم اور فساد برپا ہو جاتے ہیں۔ قتل، لوٹ، زنا اسی قسم کے فساد ہیں۔ جن سے انسانی معاشرہ برباد ہو جاتا ہے۔ سدوم والوں نے ایک نئی بغاوت اختیار کی کہ جو فطری تعلق آدمی کو عورت سے ہے وہ لڑکوں سے قائم کر لیا جس کی وجہ سے سوسائٹی میں کئی خرابیاں پیدا ہو گئیں اور گھرانے برباد ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو خصوصی طور پر اس نئی برائی سے روکنے کے لیے اس قوم کی جانب بھیجا۔

ایک بالکل نیا گناہ

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ
یہ تو تم دوڑنے لگے مردوں پر خواہش سے علیحدہ
دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
چھوڑکر عورتوں کو بلکہ تم تو وہ لوگ ہو
مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾
جو فطرت کی حد سے نکل گئے

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ
تم تو مردوں پر شہوت کے مارے دوڑتے ہو عورتوں کو
دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
چھوڑ کر بلکہ تم حد سے گذرنے والے
مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾
لوگ ہو

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم والوں سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سمجھ میں نہ آیا ہوگا کہ ایسا وہ کیا کام کرتے ہیں۔ گویا ان کے اندر یہ فعل ایسا عام ہو گیا تھا کہ اس کی برائی کا احساس بھی انہیں نہ رہا تھا۔ اس لیے حضرت لوط علیہ السلام کو اس کی تشریح کرنی پڑی لیکن تشریح کریں تو کیسے کریں۔ جب یہ گناہ پہلے کبھی ہوا ہی نہ تھا۔ تو ظاہر ہے کہ اس کے لیے لفظ بھی وضع نہیں ہوئے تھے اور اگر فرض کرو ہوتے بھی تو ایسے گندے کام کا زبان سے سیدھے لفظوں میں ذکر کرنا کسی شریف انسان کے بس کا نہیں ہو سکتا۔ آپ کو یہ کیا خبر تھی کہ ان کی فطرت اس قدر مسخ ہو چکی ہے کہ اشارے کنائے سے اتنے بُرے کام کی خباثت کو نہیں سمجھ سکتے۔ سمجھانا اس لیے ضروری تھا کہ آپ کو حکم ہوا تھا کہ انہیں جا کر سمجھاؤ۔ ناچار آپ نے پلید لوگوں سے کہا کہ تم ایک فطری خواہش کے جوش کے وقت جسے تمہیں فطری طریقے سے پورا کرنے کے لیے عورت کے پاس جانا چاہیئے تھا۔ اپنے ہی جیسے مردوں کے پاس جاتے ہو۔ یہ فطری قاعدے کا توڑنا ہے۔ اور انسانیت کی حد سے باہر نکل جانا ہے۔ اس کا نتیجہ سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ جو انسانی فطرت کی حدوں کو توڑ کر باہر نکل جاتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار رہا ہے۔ اس کا انجام بُرا ہونا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ کیا تمہاری عقل بالکل ماری گئی ہے جو تم ایسے ناشائستہ، خبیث اور گندے کام کرتے ہو۔

ایسا کرنا نسل انسانی پر ظلم کرنا ہے۔ اس کی جڑ کاٹ ڈالنا ہے۔ اور آدم علیہ السلام کے سلسلہ کو ختم کر دینا ہے۔ جس کی خاطر یہ سب کچھ پیدا کیا گیا۔ اور اس طرح پروردگارِ عالم کے مقصد کے خلاف ایسا کرنا اس کے ساتھ بغاوت کرنا ہے۔ اور جب ایسا ہو جائے تو یہ ناممکن ہے۔ کہ خدائے قدوس کے احکام کو توڑنے کے بعد کوئی شخص زندہ رہ سکے۔ اس خبیث کام کی زد سب سے پہلے گھریلو زندگی پر پڑتی ہے۔ جب آدمی کو اپنی بیوی سے ہی رغبت نہ رہی تو اس کی دیکھ بھال اور خاطر داری میں بھی فرق آ جائے گا۔ اوّل تو اولاد ہی نہ پیدا ہوگی۔ اور اگر ہو بھی گئی تو اس کی پرورش اور تعلیم میں کمی رہے گی۔

دوسرے بیوی اپنے خاوند کی بے رُخی سے دل برداشتہ ہو کر نہ معلوم کیا کر بیٹھے جس سے گھر ہی اجڑ جائے۔ یقیناً یہ بُرا کام انسانی نسل کو تباہ اور ختم کرنے کا باعث بن سکتا ہے اور اپنے ان تعلقات کی بنا پر بہت سے کبیرہ گناہوں کے مجموعہ کے برابر ہے۔ اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ جہاں شروع ہو جائے بڑی تیزی سے پھیلتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق چلنے کی توفیق دے۔

قومِ لوطؑ میں یہ گناہ کیسے شروع ہوا

حضرت لوطؑ نے اہل سدوم کو سمجھاتے وقت کہا کہ جو بُرا کام تم کرتے ہو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ اس سے مفسروں کو اس بات کی کھوج لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ آخر یہ بلا پیدا کیسے ہوئی۔ اور اس گندے اور بیہودہ کام کی طرف انسان کی توجہ کیسے گئی۔ انسان کی تاریخ کا پتہ لگانے والوں نے ان کو بتایا۔ کہ سدوم اور اس کے آس پاس کا علاقہ ایک زرخیز علاقہ تھا۔ میووں کے باغ وہاں بڑی افراط کے ساتھ تھے کھانے پینے کی چیزوں کی کچھ کمی نہ تھی اور لوگ بڑی فارغ البالی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنی ہر خواہش آزادی اور بے فکری کے ساتھ پوری کرتے تھے۔ خوشحال اور بے فکرے لوگوں کا شہوت رانی کی طرف مائل ہوجانا آسان بات ہے۔ شیطان کو جو انسان کا ناس کرنے کے لیے ہر وقت موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے بہکانے کا موقعہ بہت اچھا مل گیا۔ لوگوں کے خیالات کو مفید کاموں اور مشغلوں کی طرف سے ہٹا کر شہوت کو جوش دلانے والے اسباب کی طرف متوجہ کر دیا۔ اور وہ ہر وقت شہوت کو جوش میں لانے والی باتوں میں مشغول رہنے لگے باوجود اس کے ان کے دل میں غیر فطری طور پر جوہر انسان کو ضائع کرنے کا خیال پیدا نہ ہوسکتا تھا کہتے ہیں کہ شیطان نے ایک غیر معمولی چال سے ان کو بہکا دیا۔ اور نسلِ انسانی کو جڑ سے مٹانے کا سامان کر دیا۔

مصیبت یہ ہوئی کہ انسان اپنے آپ کو اس طرح تباہ کرنے کے لیے تیار ہوگیا عقل نے جواب دے دیا۔ نہ فعل کے گھناؤنے اور بیہودہ ہونے کا دھیان رہا۔ اور نہ اس کے تباہ کن نتیجوں کی طرف توجہ کرنے کا موقع رہا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ برا کام آگ اور آندھی کی طرح پھیلتا ہے۔ اور آخر جو اس کی زد میں آئے اسے جلا کر یا زمین پر پٹک کر چکنا چور کر کے چھوڑتا ہے۔ سدوم کے لوگ شیطان کی چال میں آگئے اور مر مٹے جلنے کا سامان خود مہیا کر لیا۔ اس سے ہمیں کئی مفید سبق سیکھنے چاہئیں۔

۱۔ اس قسم کا بیہودہ کام انسان کے خیال میں خود نہیں آسکتا۔ جب تک اسے شیطان کسی نئے طریقے سے نہ بہکائے اس لیے اپنے اس قدیمی دشمن سے بچتے رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۲۔ شیطان کا داؤ نوجوان، بے فکرے، بے کار پیٹ بھرے لوگوں پر بہت جلدی چلتا ہے۔ اس لیے نوجوانوں کو محنت کے مفید کاموں میں ہر وقت مشغول رہنا چاہیئے۔ ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ جس نے انہیں اس دنیا میں پیدا کیا ہے۔ اور سب نعمتیں دی ہیں۔ وہ ان کو ہر وقت دیکھ رہا ہے اور آخر میں ہر ایک سے حساب لے گا کہ ہماری دی ہوئی قوتیں اور سامان عیش بری طرح تو خرچ نہیں کیے مجرموں کو سخت سزا دے گا۔

۳۔ کھانے پینے میں زیادتی اور لہو کا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور شہوت انگیز خیالوں، شغلوں، کھیل تماشوں اور فحش باتوں سے دور رہنا چاہیئے بھوکا رہنے کی مشق کرنی چاہیئے۔ ہر خواہش ابھارنے سے ابھرتی اور دبانے سے دبتی ہے۔ بے ہودہ الفاظ، گالی گلوچ، فحش گیت، رقص و سرود، عشقیہ ناول اور افسانے، الا بلا اناپ شناپ کھانا پینا خواہش کو اکسانے والی چیزیں ہیں ان سے بچنا چاہیئے۔ ورنہ موت کے وقت اور اس کے بعد بری حالت ہوگی۔

۴۔ انسان کو دنیا میں اپنی خواہشیں بری طرح پورا کرنے سے حقیقی تسکین حاصل نہیں ہوتی۔ جوش تو منٹوں اور سیکنڈوں میں ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد اس کے بُرے نتیجے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتے ہیں اور بغیر سچی توبہ اور پرہیزگاری کے عمر کے ہمیشہ کے لیے باعث عذاب بنے رہتے ہیں اور آنے والی نسلیں بھی ان کے خراب نتائج سے مصیبت اٹھاتی ہیں ⁂

کھسیانی بلّی کھمبا نوچے

وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
اور نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہی کہ
قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ
کہنے لگے نکال دو ان کو اپنی بستی سے

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
اس کی قوم نے کچھ جواب نہ دیا مگر یہی
قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ
کہا کہ نکالو ان کو اپنے شہر سے

اگر کوئی کسی ناشائستہ کام کا عادی ہوجائے تو اس کے پاس اپنے سمجھانے والے کی بات کا کیا جواب ہے۔ غور کیجیے تو کوئی معقول جواب نہیں۔ خاص کر جب کہ کام انتہائی نفرت انگیز ہو اور اس میں دوسرے کا ستانا ناگزیر ہو۔ وہ جواب میں ایک بھونڈی اور بے تکی بات کے سوا کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ سمجھانے والے کی بات ایک خلاف عقل اور انسانیت سوز فعل کے اس طرح بخیے ادھیڑ کر رکھ دیتی ہے کہ انسان سوا اس کے کہ دل ہی دل میں شرمندہ اور ساتھ ہی جز بز ہو اور کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے باطن کا بہترین حصّہ خود اس سے جھگڑنے اور اس کو ملامت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ یہ حصّہ اس کا نفس لوّامہ ہے۔ جو نصیحت کرنے والے کی تائید میں اپنا سارا زور لگا دیتا ہے اور انسان اگر اپنی ضمیر کا گلا بالکل نہ گھونٹ چکا ہو تو نصیحت کے دو تین کڑے جھٹکوں میں سیدھا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ضمیر مردہ ہو چکی ہے تو پھر ناصح کی اچھی سے اچھی بات باوجود نرم بانی ہونے کے اسے زہر ہلاہل نظر آتی ہے۔ قوم لوطؑ کے جواب سے ظاہر ہے کہ ان کی مت ماری گئی تھی۔ وہ انسان کی ایک بہترین صفت یعنی بیرونی اور اندرونی پاکیزگی اور صفائی کو جو حضرت لوطؑ میں اور ان کے ماننے والوں میں موجود تھی۔ ایک خطرناک عیب قرار دیتے ہیں۔ اور اپنی پلیدی اور گندگی کو اس کے مقابلے میں قابل ترجیح ٹھہراتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کی عقل بالکل الٹ گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ لوطؑ کی قوم کے سامنے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور بے تکے پن پر اتر آئے۔ انسان کو جب کوئی جواب نہیں سوجھتا تو وہ گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ اور مار پیٹ تک سے نہیں چوکتا۔ اس لیے اگر کوئی شخص گالی بک رہا ہو یا مارنے کے لیے آستینیں چڑھا رہا ہو تو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ وہ سمجھ داری کے میدان میں اپنے حریف سے ہار چکا ہے۔ اور سوا گالی گلوچ اور مار پیٹ کے اور کسی چیز میں اپنی نجات نہیں دیکھتا۔ گالی گلوچ اور ہاتھا پائی سولہ آنے ہار کی نشانی ہے۔ لوطؑ کی قوم ان کی بات سے دل ہی دل میں زچ ہوئی اور بولی تو یہ بولی کہ ان لوگوں کو اپنے درمیان سے نکال دو۔ ان کو اپنی بستی سے باہر کر دو۔

اس قسم کا جواب لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا انہوں نے بھی بحث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہار مان لی کیونکہ فیصلہ یہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دو۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص کسی بات کے محرک کو سزا دینے مثلاً قید یا جلا وطن کر دینے یا مارنے پیٹنے پر آمادہ ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ محرک سچا ہے اور اس کا سزا دینے والا بحث میں اپنی ہار مان چکا ہے۔ ورنہ اگر اس کے پاس اپنی صفائی اور اپنے کام کی سچائی کی ایک بھی دلیل ہوتی تو ضرور اسے پیش کرتا اور اپنے مخالف کو سمجھاتا۔

پاکیزگی کو جرم ٹھہرا لیا

اِنَّھُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوْنَ (۸۲)

تحقیق یہ وہ لوگ ہیں جو ستھرا رہنا پسند کرتے ہیں

اِنَّھُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوْنَ (۸۲)

یہ لوگ پاک صاف رہنا چاہتے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر اہل سدوم اپنی اس شیطانی اور انسانیت سوز حرکت کی حمایت میں کوئی بات پیش ہی نہ کر سکتے تھے جو کچھ انہوں نے کہا۔ وہ بالکل اسی نوعیت کا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے لاجواب ہو کر آپس میں کہا کہ ابراہیم کو آگ میں ڈال دو۔ ان کا یہ کہنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کا جواب نہ تھا۔ بلکہ اپنے جرم کا اقرار اور اس کے اوپر بلاوجہ قائم رہنے پر اصرار تھا۔ یہی اقرار اور اصرار یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ تو پہلی آیت میں کہا گیا۔ اس آیت میں اس فردِ جرم کا ذکر ہے۔ جو قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کے سر لگائی۔

ارشاد ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے حضرت لوطؑ کی معقول باتوں کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر کھسیانے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ یہ لوطؑ اور اس کے چیلے چانٹے تو ہماری یوں ہی جان کھاتے جائیں گے جو کچھ ہم کر رہے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں اسے وہ ہمیں چین کے ساتھ نہ کرنے دیں گے اس لیے ان کو اپنے شہر سے نکال دو۔ کیونکہ ان سے پیچھا چھڑانے کی فقط ایک ہی صورت ہے۔ پھر سوال ان کے شہر بدر کرنے کی وجہ بھی تو تلاش کرنی چاہیئے تاکہ ہمارے سر الزام نہ رہے۔ اور گھروں سے نکالے جانے کی ذمہ داری انہی کے سر پڑے۔ لیکن باوجود تلاش کے ایسی کوئی بات ان مخلص لوگوں کے اندر نہ ملی جس کی سزا جلاوطنی ہو۔ جب انسان کی مت ماری جاتی ہے تو اسے بری بات اچھی اور اچھی بات بری سوجھنے لگتی ہے۔ ایسی الٹی کھوپڑی والوں کے ہاتھ میں جب اقتدار اور حکومت آجاتی ہے۔ تو وہ اچھے لوگوں کے اچھے کاموں کو ہی جرم قرار دے لیتے ہیں۔ ان کے استدلال کا خلاصہ ہٹ دھرمی اور دھاندلی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ ان بُری عادتوں کو جو انہوں نے اختیار کر رکھی ہیں زبردستی اچھا قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ اپنے دل میں انہیں قائل ہونا پڑتا ہے کہ ہاں ہماری عادتیں بُری ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وُہ اپنی قبیح باتوں کو واقعی اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی ضمیر مردہ ہو چکی ہوتی ہے۔ قوم لوط کا یہی حال تھا۔ وہ غلاظت اور گندگی میں لت پت رہنے کے عادی ہو چکے تھے اور اسی کو اچھا سمجھنے لگے تھے۔ طہارت اور پاکیزگی ان کے نزدیک بُری چیز ہو چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ لوطؑ اور اُن کے ساتھی پاک صاف اور ستھرے رہنے کے مجرم ہیں اس لیے ان کو اپنی بستی سے نکال دینا چاہیئے۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ جس فعل سے آدمی کی عقل اُلٹ جائے اور سمجھ مسخ ہو جائے۔ وہ فعل انسانیت کا قاتل نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا ایسے افعال کے کرنے والے زندہ رہنے کے مستحق ہیں؟ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس کارخانۂ ہستی میں کہیں بھی ان کے خلاف نفرت اور غضب کی زبردست لہر پیدا نہیں ہو رہی ہے؟ اگر یہ بدکار ایسا ہی سوچتے ہیں تو صریح غلطی پر ہیں۔ دنیا میں ایک قانون جاری ہے کہ ہر کام کا نتیجہ ضرور نکلے گا۔ اس کے پنجے سے نکل کر کوئی نہیں جا سکتا۔ یہاں دیر ہے۔ اندھیر نہیں ہے۔

آگے آتا ہے کہ ان مخبوط الحواس لوگوں کا کیا حشر ہوا۔

آخر تباہ ہوئے

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ
پس نجات دی ہم نے اُس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر عورت اس کی
كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۸۳﴾
وہ تھی رہ جانے والوں میں

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ
پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بچا لیا مگر اس کی عورت
كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۸۳﴾
کہ وہاں کے رہنے والوں میں رہ گئی

غَابِرِیْنَ (رہ جانے والے) غابر کی جمع ہے جو غبر سے بنا ہے اور اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ غبر کے معنی گذر جانا اور باقی رہ جانا۔ دونوں ہیں۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ اور غابرین سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں اور ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد اس بستی میں باقی رہ گئے تھے۔

اکثر لوگ اس خبط میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جو ہم جانتے ہیں وہ دوسرا نہیں جانتا۔ انہیں اپنی ہی معلومات سب سے بڑھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ وہ محض اپنی خواہشوں کو اپنا امام بناتے ہیں اور آنکھ بند کر کے ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ وہ سراسر بُرے کام کرتے ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں یہی کرنے کے قابل ہیں۔ بات فقط اتنی ہوتی ہے کہ انہیں بہت سے لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے مل جاتے ہیں۔ اور دوسروں کی کمزوری کی وجہ سے ان کے ہاتھ میں زور آ جاتا ہے لیکن انتظام کائنات کچھ اس طرح کا رہا ہے کہ ہر زمانے میں رسول آخر الزمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ کے رسول انسانوں کی طرف بھیجے جاتے رہے ہیں اور آپ کی بعثت کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا لیکن اس کا انتظام کر دیا گیا ہے کہ دین کے مجدد آتے رہیں گے۔ اور آپ کے فرمان بھولے ہوئے لوگوں کو یاد دلاتے رہیں گے۔ رسول کی ظاہری آنکھوں کے علاوہ باطنی آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور وہ ہر چیز کو اپنی اندرونی روشنی سے دیکھتا ہے۔ اسے صاف نظر آتا ہے کہ دنیا کے خود غرض لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ انہیں تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔ ان کے اعمال کا وبال تھوڑے ہی دن میں ان کے سر پر پڑنے والا ہے۔ انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اس عالم کے کارخانے کا بنانے والا ان کے کاموں کو پسند نہیں کرتا جب ان کی بدفعلیاں حد سے گذر جائیں گی تو وہ اپنی بے شمار قوتوں اور طاقتوں میں سے کوئی زبردست طاقت ان کے اوپر کسی نہ کسی شکل میں مسلط کر دے گا۔ اور وہ ان کا تہس نہس کر کے رکھ دے گی۔ یہ بات وہ ان سر پھرے لوگوں کو سمجھاتے ہیں لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور وہ بری طرح تباہ ہوتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اسی غلط فہمی میں مبتلا تھی۔ حضرت لوطؑ نے انہیں لاکھ سمجھایا لیکن ان کی سمجھ میں ان کی بات نہ آنی تھی نہ آئی۔ آخر نتیجہ وہی ہوا جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ لوط علیہ السلام اور اس کے گھر والوں اور ماننے والوں کو ہم نے بچا لیا۔ وہ حسب ہدایت راتوں رات اس بستی کو چھوڑ کر نکل گئے اور بچ گئے۔ لیکن حضرت لوطؑ کی بیوی نے قوم کا ساتھ دیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بدنصیب عورت حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں آباد ہونے اور ان کی دو لڑکیوں کی ماں ہونے کے باوجود ان پر ایمان نہ لائی۔ اور نہ اُن کی نصیحت اور وعظ کو دل سے مانا۔ بلکہ اپنی قوم کے ہم خیال اور ہمدرد رہی۔ ظاہرداری سے اپنے خاوند اور بیٹیوں کے ہمراہ چل تو پڑی مگر مڑ مڑ کر پیچھے دیکھتی جاتی تھی۔ نافرمان قوم کی اس محبت نے اُسے بھی ان کے ساتھ ہی تباہ کر دیا۔ اور ایک پتھر نے سر توڑ کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

مجرموں پر پتھر برسے

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ
اور برسایا ہم نے ان پر ایک مینہ پس دیکھ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ۸۴
کیسا ہوا انجام مجرموں کا

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ
اور ہم نے ان کے اوپر مینہ برسایا یعنی پتھروں کا پس دیکھ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ۸۴ ع ۱۲/۱۰
گنہگاروں کا کیا انجام ہوا

اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سدوم اور اس کے مضافات کے لوگ ایک نہایت ہی گندی اور گھناؤنی عادت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو انہیں سمجھانے کے لیے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اور انہوں نے ان کے بیہودہ فعل کی برائیاں انہیں سمجھائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ گئے۔ کہ واقعی یہ کام گندہ اور ناپاک ہے۔ اور اس کا انجام تباہی ہے لیکن اس پر نادم ہونے کے بجائے ان کے دل میں ایک ضد پیدا ہو گئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ سمجھ جانے کے بعد اپنی شیطانی حرکت پر شرمندہ ہوتے۔ مگر ہوا یہ کہ اس کے بدلے انہیں اس پر شرمندگی ہونے لگی کہ ہمارے فعل کی برائی ایک اور شخص انہیں سمجھا رہا ہے۔ گویا ہم سمجھ میں اس سے کم ہیں۔ ہم اپنی خوشی سے چھوڑتے تو چھوڑتے۔ اس کے کہنے سے تو ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ یہ وہ شیطانی داؤ ہے جس سے وہ اللہ کے بہت سے بندوں کو سیدھے رستے سے روک چکا ہے اور روکتا ہے اور انہیں اللہ کے رسولوں کی خاص نصیحت سے بالکل محروم کر دیتا ہے۔ ان کے دل میں یہ اکڑ پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ یہ شخص ہمیں ہمارے اپنے کام سے روکنے والا کون ہے۔ حضرت نوحؑ کی قوم پر یہی خبط سوار ہوا۔ اور وہ ڈوب گئی۔ عاد اسی اکڑ میں مارے گئے۔ ثمود نے اپنا اسی طرح ناس کیا۔ اسی اکڑفوں سے بے جا ضد پیدا ہوتی ہے۔ انسان مرنا قبول کرتا ہے لیکن اپنے مقابلے میں دوسرے کو ذرا بھی بڑھا ہوا دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور فوراً ضد میں آ کر منع کیے ہوئے کام کو اور بھی زور سے کرتا ہے۔ اگرچہ جانتا ہے کہ یہ کام مجھے تباہ کر کے چھوڑے گا۔ اس کو شرِ نفس کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ نفس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگیں۔ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ۔ اس آیت میں ان ضدیوں اور ہٹ دھرموں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے ان لوگوں پر پتھروں کا مینہ برسایا۔ اس کے بعد دیکھ لو۔ ان مجرموں کا انجام کیا ہوا۔ زمین و آسمان کی طاقتیں اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ شاید صورت یہ ہوئی ہو گی کہ جیسے آتش فشاں مادے پھٹتے رہتے ہیں۔ زمین کے اس طبقے کے نیچے آتش فشاں مادے گندھک وغیرہ کے ہوں گے۔ وہ زور کر کے ابھرے۔ اور زمین کے اس ٹکڑے کو جس پر یہ نافرمان بدکردار لوگ بستے تھے۔ اوپر لے اڑے۔ جہاں سے وہ اس گڑھے میں جو زمین کے اڑ جانے سے پیدا ہو گیا تھا الٹے گرے اور ان پر پتھر وغیرہ اڑ اڑ کر گرتے رہے۔ اللہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین:۔

بُرے کاموں کی سزا

اللہ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے انسان کو ایک سیدھا سادا پیغام بھیجا ہے۔ جس کے سمجھنے کے لیے ہر انسان کی عقل جو خود اللہ نے اسے عطا فرمائی ہے۔ بالکل کافی ہے۔ اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں نے ہمیں بتایا کہ یہ کارخانۂ عالم جو تمہارے سامنے ہے۔ اللہ نے اسے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کا سارا نظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے عالم کی ہر ایک چیز زمینی ہو یا آسمانی اللہ کے مقرر کیے ہوئے نظام کے مطابق چل رہی ہے۔ اور جو راستہ اُس نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے اس سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتی۔ ہر قوت اور طاقت اسی کے زیر اقتدار ہے۔ اور جس طرح وہ اسے حکم دیتا ہے اسی طرح وہ کام کرتی ہے۔ زمین کے ارد گرد، اندر باہر بے شمار قوتیں اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ اور ان کے ذریعے زمین میں تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں۔ گرمی اور سردی، رات اور دن، سطحی تغیرات، پانی کا خشکی، خشکی کا پانی ہو جانا، بارش، طوفان، زلزلے وغیرہ سب انہیں قوتوں کے کرشمے ہیں۔ یہ سب زمین کی بناوٹ میں داخل ہیں۔ اور جب اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ ان کے واقع ہونے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب تک اس کو منظور ہے یہ قوتیں اپنا اپنا کام کرتی رہیں گی۔ جب تک زمین کو باقی رکھنا ہے۔ کوئی قوت اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتی۔ جب اسے مٹانا منظور ہوگا۔ یہ اپنا زور حد سے زیادہ دکھائیں گی۔ اور زمین تباہ اور برباد ہو جائے گی۔

اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اس ماحول کے اندر زمین پر رہنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ یہ ساری قوتیں جو تم دیکھتے ہو سب میرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ تمہیں انہی کی کشمکش کے اندر کچھ دن رہنا ہے۔ جب تک تم یہاں رہو۔ زندگی اس طریقے سے بسر کرو۔ جس طرح میں اپنے پیغمبروں کے ذریعے تمہیں بتاؤں۔ تمہیں ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ اور اس کے بعد تمہاری اعلیٰ زندگی شروع ہوگی۔ اُس زندگی میں آرام اور چین اسی کو نصیب ہوگا جس نے اس دنیا میں اپنی زندگی میری ہدایت کے مطابق بسر کی ہوگی۔ اس دنیا میں تمہارا دشمن شیطان ہے۔ وہ تمہیں بہکائے گا اور جہاں تک اس کا بس چلے گا۔ تمہیں اس راستہ پر جو میں نے تمہارے لیے مقرر کیا ہے نہ چلنے دے گا۔ اگر تم نے میرے مقرر کیے ہوئے سیدھے راستے کو چھوڑ دیا۔ تو یہ میری ناراضگی کا باعث ہوگا۔ تم سب مل کر ایک امت بن جاؤ اور اللہ کے راستے کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہر فرد کو اپنی اجتماعی قوت سے اس راستے کے باہر جانے سے روکو۔ اگر تم سب کے سب بگڑ گئے تو تمہیں اسی دنیا میں کسی آفت، زلزلے، آندھی، کڑک، آتش فشاں مادہ کے ذریعے تباہ کر دوں گا۔ چنانچہ میں تم سے پہلے بہت سی امتوں کو تباہ کر چکا ہوں۔ ان کے قصے میرے رسول میری کتابوں کے ذریعے تم کو سنا چکے ہیں۔ ان سے عبرت حاصل کرو۔ میرے ہاں قاعدہ ہے کہ جب تک کسی امت میں کافی افراد میرے حکم مانتے رہیں گے۔ میں ان کی برکت سے عام عذاب نہ بھیجوں گا۔ لیکن اگر یہ صرف تھوڑے سے رہ گئے تو ان کو بچا لوں گا اور باقیوں کو تباہ کر دوں گا۔ مرنے کے بعد کا عذاب اس سے الگ ہے۔

مدین کا قصہ

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا
قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی نہیں
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ
تمہارے لیے کوئی معبود سوا اس کے تحقیق آچکی تم تک
بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
دلیل تمہارے رب کی طرف سے

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا
قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
بولا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ
سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے
بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی ہے

مَدْیَنَ : بعض مفسروں کا خیال ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ لیکن اکثر اس طرف گئے ہیں کہ یہ ایک معزز شخص کا نام ہے جس کی اولاد اسی کے نام پہ مدین کہلائی جیسے عاد اور ثمود۔ دو آدمیوں کے نام ہیں۔ بعد میں ان کی ساری اولاد ہی کا نام عاد اور ثمود پڑ گیا۔ ان کا وطن بھی اردن کے علاقہ میں ہے۔

شُعَیْب : یہ اللہ کے رسول ہیں اور مدین ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ اس لیے ان کو مدین کا بھائی کہا گیا۔ یہ اپنی قوم کی معاشرتی خرابیوں کو جن کی بنیاد توحید سے انکار پر تھی اور جو ان میں عام طور پر پھیل گئی تھیں۔ درست کرنے کی ہدایت کرتے ہیں یہی برائیاں ایک اور ہمسایہ قوم میں جو اصحاب الایکہ کہلاتی تھی رواج پا چکی تھیں۔ وہ مدین کی اولاد نہ تھے لیکن برائیوں میں ان کے شریک تھے۔ اس لیے ان کے رسول بھی حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہیں۔ یہ اپنی فصاحت اور خوش بیانی میں مشہور ہیں۔ اس لیے ان کو خطیب انبیار کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے بیان ہوا کہ قوم نوح' عاد' ثمود اور قوم لوط اپنے مجرمانہ طرز زندگی کی شامت میں مبتلا ہو کر اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے۔ اور چونکہ سوا گنتی کے چند آدمیوں کے سارے کے سارے اپنی اپنی بری عادتوں پر اڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام کی خادم قوتوں میں سے ایک قوت کو اشارہ کیا اور اس نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا۔ قوم نوح پانی کے طوفان سے' عاد آندھی کے جھکڑوں سے' ثمود زلزلے اور کڑک سے اور قوم لوط آتش فشاں مادے کے زد سے ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد قوم مدین کا دور آیا۔ جن کا حال اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ ارشاد ہے کہ قوم مدین کی طرف ہم نے انہیں کی برادری کے ایک معزز شخص شعیب علیہ السلام کو ان کے سمجھانے کے لیے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ یہ لوگ اپنے خالق' داتا اور مربّی' اللہ کو بھول بیٹھے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ بھائیو! انسان کو جس کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکنا چاہیے۔ وہ تو فقط اللہ عزّ وجلّ ہے۔ اس کے سوا تو اور کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ میری طرف دیکھو میری رفتار' گفتار اور کردار میں تم ایسی نشانیاں پاؤ گے۔ جو میرے سچا اور مخلص ہونے کی گواہی دے رہی ہیں تمہارے رب نے میرے ساتھ ایسی باتیں بھیجی ہیں جن کو دیکھ کر اور سن کر تمہیں میری سچائی میں ذرا بھی شبہ نہ رہنا چاہیے۔ جن قوموں کا بیان ہو رہا ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں ایک خاص قسم کی برائی رواج پا چکی تھی۔ لیکن ان سب کی جڑ ایک ہی تھی یعنی اللہ کو بھلا دینا اور دوسری چیزوں کی طرف جھکنا۔ یہ دوسری چیزیں اپنی بُری خواہشوں کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔ مختلف قسم کی برائیوں کی شکلیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مدین کی برائیاں

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا
پس پوری کرو ماپ اور تول اور مت گھٹاؤ
النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي
لوگوں ہیں ان کی چیزیں اور مت فساد کرو
الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
زمین میں پیچھے اس کے سنورنے کے یہ بہتر ہے
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾
تمہارے لیے اگر ہو تم ایمان والے

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا
سو ماپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کو
النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي
ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو اور زمین میں
الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت ڈالو یہ بہتر ہے
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾
تمہارے لیے اگر تم ایمان والے ہو

اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کن کن برائیوں سے اپنی قوم کو روکنا چاہا اور اس غرض کے لیے کن الفاظ میں ان کو سمجھایا۔ یہ برائیاں ان میں رائج ہو چکی تھیں۔ ارشاد ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ جو چیزیں تم دوسروں کو ان کا پورا معاوضہ لے کر دینے ہو۔ وہ اگر ماپ کر دینے کی ہیں تو ان کو پورا پورا ماپا کرو۔ اگر تول کر دینے کی ہیں۔ تو پورا پورا تول کر دو۔ لوگوں کو ان کی ضروریات کی چیزیں کم تول کر کے مت دیا کرو۔ اور جب لین دین کا طریقہ طے ہو چکا۔ اور لوگ طمینان سے اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ تو اب تم ماپ تول میں کمی کر کے اور لوگوں کے حق مار کے ناحق کے جھگڑے مت پیدا کرو۔ یہ مت سمجھو کہ کمزور کا حق اگر دبا لیا تو وہ بے چارہ بے بس ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کہے گا۔ اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسی بات کبھی نہیں سوچ سکتا وہ جانتا ہے کہ اللہ اس کمزور اور بے بس کا بھی ویسا ہی رب ہے جیسا کہ میرا ہے۔ اگر میں اپنے آپ کو اونچے درجے کا سمجھ کر نیچے درجے والوں کو ستاؤں گا۔ تو اللہ مجھے اس کی سزا دیگا۔ کیونکہ میں اس کے ایک بندے کو بے وجہ نقصان پہنچا رہا ہوں اور اس کو ستا رہا ہوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں روپیہ پیسہ اور سکے کا بالکل رواج نہ تھا یا تھا تو بہت کم۔ ضرورت مند اپنے پاس کی جنس دے کر اس کے بدلے دوسرے سے اپنی ضرورت کی جنس لینا تھا۔ بازار کے نرخ مقرر تھے کہ فلاں جنس دے کر اپنی ضرورت کی چیز اتنی لے سکتا ہے۔ اس لیے بائع اور مشتری دونوں ماپ تول کر اپنی اپنی جنس نرخ کے حساب سے دیتے تھے۔ مدین میں یہ خود غرضی پھوٹ پڑی تھی کہ جس کے پاس ضرورت کی چیز ہوتی وہ ضرورت مند سے اس کے ماپ کی جنس تو خوب ٹھیک ناپ تول کر لیتا اور اپنی چیز اسے بازار کے نرخ سے کم دیتا تھا۔ بہرحال معاوضہ جنس ہو یا نقد دونوں کا یہی حکم ہے کہ جب معاوضہ پورا لے لیا تو چیز بھی پوری پوری ناپ تول کر دینی چاہیئے۔

اس آیت میں حضرت شعیب نے اپنی قوم کی اس خرابی کو واضح کیا۔ اور اس کو دور کرنے کی تاکید کی۔ کیونکہ لیتے وقت پورا ناپ تول کر لینا اور دیتے وقت کم دینا دوسرے کا حق مارنا ہے اور بازار کے طے شدہ بھاؤ کو بگاڑنا ہے۔ جس کے معنی اصلاح کے بعد فساد کرنا ہوئے۔

دوسروں کو سیدھی راہ سے روکنا

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ
اور مت بیٹھو ہر راستے پر ڈراتے تم
وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ
اور روکتے تم اللہ کے راستے سے اس کو جو
اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا
ایمان لائے اس پر اور ڈھونڈو اس میں ٹیڑھ

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ
اور راستوں میں مت بیٹھو کر ڈراؤ اللہ کے
وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ
راستہ سے اس کو جو ایمان لاتے اور
اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا
روکو اور اس راستہ میں عیب ڈھونڈو

جب شعیب علیہ السلام نے لوگوں کو سمجھانا شروع کیا اور سننے والوں پر آپ کے میٹھے میٹھے الفاظ کا اثر ہونے لگا تو ان کی قوم کے گمراہ لوگوں نے آمد و رفت کے راستوں پر بیٹھکیں قائم کیں اور لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے اور ان کی باتیں سننے سے روکنے لگے یہاں تک کہ ڈرانے دھمکانے پر اتر آئے اور ان کے بتائے ہوئے طریقے میں عیب نکالنے لگے اور لوگوں کو اپنے بُرے راستے پر قائم رہنے کی ترغیب دینے لگے۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھو ایسا مت کرو کہ لوگوں کا راستہ گھیر کر بیٹھ جاؤ۔ اور ان کو ڈرا دھمکا کر میرے پاس آنے سے روکو اور جو یہ دین کا راستہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اس کی طرف سے ان لوگوں کو جو اللہ پر ایمان لا چکے ہیں اور اس کی فرمانبرداری پر تیار ہیں ان کو ہٹانے کی کوشش کرو اور سیدھے راستے میں خواہ مخواہ عیب نکالو۔ اور لوگوں کے دل میں اس کی طرف سے شک و شبہ پیدا کر کے انہیں اس کے چھوڑ دینے پر اکساؤ۔

شیطان نے شروع ہی سے انسان کو ہر طرح تباہ و برباد کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا تھا۔ انسان کی تاریخ شاہد ہے کہ شیطان نے اپنی سعی کرنے میں کسر نہیں رکھی۔ جس وقت اور جہاں اسے موقعہ ملا اس نے بھولے بھالے انسان کو سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اسے اس کا اچھی طرح علم ہے کہ انسان کی بھلائی کن باتوں میں ہے اس کے لیے اس بات کی کوشش آسان ہے کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو اس کی اپنی بھلائی کے کام نہ کرنے دے۔ سیدھے راستے سے ہٹا کر ہمیشہ ٹیڑھے راستے پر چلائے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کی بھلائی اس میں ہے کہ اللہ کو اپنا خالق و مالک مانے۔ اس کے رسولوں کو پہچانے اور ان کے کہنے پر چلے اور یقین کرے کہ ان کا کہنا نہ ماننا تو مجھے انجام کار سزا مل کر رہے گی۔

شیطان انسان سے کہتا ہے کہ اللہ کوئی شے نہیں جو کچھ ہے وہ تو ہے اور تیری اپنی طاقت۔ اس لیے فقط اپنے آپ کو اور اپنی طاقت کو جس طرح ہو سکے بڑھاتے رہیے جو کچھ ہے وہ دنیا ہی ہے رسولوں کی بات نہ سُن۔ وہ تجھے خواہ مخواہ مشقت میں پھنساتے ہیں اور دنیا کے عیش و عشرت سے روکتے ہیں اور اس کے بدلے جنت کا وعدہ کرتے ہیں۔ جو کسی نے دیکھی نہ سنی۔

جب شیطان کے ماننے والوں کی ایک جماعت برسر اقتدار آ جاتی ہے۔ تو وہ اسی کے سکھائے ہوئے طریقے پر چلتی ہے۔ جب ہے کہ اپنا اقتدار قائم رکھو۔ لوگوں سے اپنی بات منواؤ۔ رسولوں کی اور ان کے ماننے والوں کی باتیں نہ سنو نہ اوروں کو سننے دو۔ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر یا لالچ دے کر ان سے اپنی ہی بات منواؤ:

بروں کے انجام سے سبق لو

وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ص
اور یاد کرو جب تھے تم تھوڑے پس زیادہ کیا تم کو
وَ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
اور دیکھو کیسا ہوا انجام
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
فسادیوں کا

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ص
اور یاد کرو جب کہ تم بہت تھوڑے تھے پھر تم کو بڑھا دیا
وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
اور دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
کیسا ہوا

اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی بہبودی اور فلاح کا کوئی راستہ نہیں سوا اس کے کہ وہ اللہ کو پہچانے اور اس کے حکم بجا لانے کے لیے دل وجان سے تیار ہو جائے اور اس کے مقابلے میں کسی کی نہ سنے جو اس کو اس کے سوا اور کوئی راستہ سجھائے اسے شیطان یا اس کے پھندے میں پھنسا ہوا شخص سمجھے اور اس کی بات کو بالکل رد کر دے۔ اللہ کی پہچان کا سہل طریقہ یہ ہے جسے اس آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کے قول کی صورت میں نقل کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اس بات کو سوچو کہ تم پہلے ایک مٹھی بھر آدمی تھے۔ زندگی کی ضرورت کے سامان بھی تمہارے پاس تھوڑے سے تھے اس کے بعد تم ایک بڑی طاقتور قوم بن گئے تمہاری مردم شماری بہت بڑھ گئی اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے ساز و سامان کا بھی انبار لگ گیا۔ اب تم ایک معزز اور دولت مند قوم ہو۔ اس ترقی سے تم آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہو کہ یہ اللہ کا بڑا احسان تھا جو اس نے تمہارے ساتھ کیا۔ وہ تم پر مہربانی نہ کرتا۔ تو تم ایسے راستوں پر پڑ گئے ہوتے جس سے نہ اولاد ہوتی ہے اور نہ ضروریات زندگی فراہم ہوتی ہیں تم ان لوگوں کو دیکھ لو جو تم سے پہلے گذرے۔ انہوں نے اللہ کو بھلایا بری عادتیں اختیار کیں۔ ان کے کرتوتوں سے دنیا میں فساد پھیلا امن و امان کا نشان نہ رہا۔ آخر صفحۂ دنیا سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے۔

اگر اللہ کو بھلا دیا جائے اور ساری نسلی اور مالی ترقیوں کو اپنے علم اور کوشش کا نتیجہ سمجھا جائے۔ تو پھر انسان کو دنیا میں فساد سے روکنے والی کوئی موثر چیز باقی نہیں رہتی۔ ہر ایک کو اپنی طاقت کا زعم ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو اپنے سے کم درجہ کا سمجھنے لگتا ہے اور ان کو دبا کر رکھنے کی کوشش کرتا ہے ظاہر ہے کہ دبا رہنے کے لیے آپ سے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی طاقت بڑھانے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنی قوت اور کوشش کو مفید انسانیت کاموں میں لگانے کے بجائے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے سامان اکٹھا کرنے میں لگا دیتا ہے۔ اس کی دولت اور قوت تباہی کے سامان جمع کرنے میں ضائع ہو جاتی ہے۔ اب اگر جنگ ہوئی تو سب ہلاک ہوئے اور جنگ نہ ہوئی تو زندگی کے سامان کم ہوتے چلے گئے۔ جان کنی کی نوبت پہنچی دونوں صورتیں انجام کار سوا تباہی کے اور کچھ نہیں لا سکتیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی یہ نصیحت آج بھی ویسی ہی مفید ہے اسے ماننے سے روکنے والی صرف اپنی نفسانی خواہشیں ہیں نفس پرست آدمی آسانی سے دوسروں کو اپنے برابر سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اسی لیے اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے ظلم اور زیادتی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

اختلاف کا فیصلہ

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا

اور اگر ہے ایک گروہ تم میں سے ایمان لایا

بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ

اس پر جو بھیجا گیا مجھے ساتھ اس کے اور ایک گروہ

لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ

نہیں ایمان لایا پس صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کرے اللہ

بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ہمارے درمیان اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا

اور اگر تم میں سے ایک فرقہ اس پر جو میرے ساتھ

بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ

بھیجا گیا ایمان لایا اور ایک فرقہ

لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ

ایمان نہیں لایا تو صبر کرو جب تک اللہ ہمارے درمیان

بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

فیصلہ کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا۔ کہ اللہ کو مانو۔ اس نے جو پیغام تمہارے پاس میرے ہاتھ بھیجا ہے۔ اس کو سنو اور اس پر عمل کرو۔ میں تمہارے پاس اسی کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔ میرے سچے ہونے کی نشانیاں صاف صاف ظاہر ہیں۔ میرے رسول ہونے میں شک مت کرو۔ لوگوں کے ساتھ معاملے درست کرو۔ ناپ تول میں کمی مت کرو۔ زمین میں فساد مت کرو۔ کسی کو مت ستاؤ۔ جو ٹھیک بات سن کر عمل کرنے کے لیے تیار ہو۔ اس کو دھمکیاں یا لالچ دے کر گمراہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ اللہ کو ماننے کی دلیلیں بہت سی ہیں۔ یہی دلیل کیا کم ہے کہ اس نے تم کو نیچے درجے سے اونچے درجے پر پہنچایا۔ تمہاری آبادی تھوڑی سی تھی۔ اس کو زیادہ کر دیا۔ تمہارے پاس کھانے پینے اور ضرورت کی چیزوں کی کمی تھی۔ اب ان کی افراط ہے۔ یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔ ورنہ اگر تمہیں بیماریوں خشک سالیوں اور دوسری آفتوں میں پھنسا دیتا۔ تو تمہارے نہ آدمی بڑھتے نہ دولت نصیب ہوتی۔ یہ ہماری صاف صاف باتیں جن کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں تعجب ہے کہ تم میں سے بہت سے ان کو نہیں سمجھتے۔

۱ ارشاد ہے کہ (حضرت) شعیب (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو سب کچھ سمجھانے کے بعد کہا کہ اگر اب بھی تم سب کے سب میری باتوں کو نہیں سمجھتے اور اللہ عزوجل نے جو حکم تمہارے لیے میرے ذریعے بھیجے ہیں۔ ان کو تم میں سے کچھ لوگ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ تو میں تم سب کو زبردستی نہیں منوا سکتا۔ میرا منصب یہ نہیں ہے کہ تمہیں زبردستی اللہ کے مقرر کیے ہوئے سیدھے راستے پر چلاؤں۔ اگر تم میں سے کچھ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے تو اس کا فیصلہ میرے بس کا نہیں کہ ماننے والوں کو جتاؤں اور نہ ماننے والوں کو نیچا دکھاؤں۔ یہ فیصلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نہ ماننے والوں کو اس کے غضب سے ڈراتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ وہ جو فیصلہ کرتا ہے۔ اس کو فوراً جاری بھی کر دیتا ہے۔ کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ اب میں اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں کہ اسی پر فیصلہ چھوڑ دوں اور تم دونوں گروہ بھی اس فیصلہ کا انتظار صبر سے کرو اور میں بھی۔

مطلب کیا ہے؟

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو جو سمجھانا تھا۔ اور جو پیغام اللہ کی طرف سے انہیں پہنچانا تھا وہ پہنچا چکے۔ آخر میں نہ ماننے والوں کو ڈرا بھی دیا کہ نہ مانو گے۔ تو اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ان قصوں کو قرآن مجید میں بیان کرنے کا مقصد کیا ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے دل لگی یا وقت گذارنے کا شغل مہیا کرنا مقصود نہیں ہے جیسے آج کل قصے گھڑ گھڑ کے قصہ گو اور افسانہ نویس سناتے ہیں جن سوا اس کے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ کہ فرصت کا وقت ان میں گذار دیا جائے۔ قصہ گو کا تو یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس کو بیچ کر کچھ مالی فائدہ حاصل کرے۔ لیکن قرآن شریف کا حاشا وکلا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے۔

اس کا مقصد فقط یہ ہے کہ انسان کو اس کی فطری خواہشوں کی طغیانی کی مضرتوں سے بچایا جائے اور سمجھایا جائے کہ اپنی خواہشوں کو خاص اصول کے مطابق سدھائے بغیر تیرا بھلا ہونا ناممکن ہے۔ دنیا میں انسان کے لیے اپنی فطری خواہشوں سے کام لینے کا ایک طریقہ مقرر ہے اور یہ طریقہ اسی کا مقرر کیا ہوا ہے جس نے اسے بنایا ہے۔ اسی کے سمجھانے کے لیے اس نے اپنے رسول دنیا میں بھیجے اور جب انسان کی عقل ایک خاص معیار پر پہنچ گئی۔ تو اس طریقے کو وضح طور پر اپنی آخری کتاب یعنی قرآن مجید میں بیان کر دیا۔ اور اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے دنیا بھر میں پہنچا دینے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ سکھا دینے کے لیے مقرر فرما دیا اور چونکہ قرآن شریف آخری کتاب ہے۔ اس لیے ضرور تھا کہ پچھلے رسولوں کی تعلیم کا خلاصہ اس میں دے دیا جائے اور مختلف زمانوں میں مختلف قوموں نے ان کا کہنا مان کر جو فائدہ اٹھایا اور نہ مان کر جو سزا بھگتی اس کو زمانے کے لوگوں کے سامنے بیان کر دیا جائے تاکہ وہ ان کی طرح خواہشوں کے بھنور میں پھنس کر تباہ نہ ہو جائیں اور ان کوتاہیوں سے جو ان سے ہوئیں بچنے کی کوشش کریں۔ اب ان پر ترتیب وار غور کریں۔

۱۔ سب سے پہلے حضرت آدم کا قصہ ہے اس میں انسان کا دنیا میں موقف اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے۔ انسان کے اندر قوتیں ہیں خواہشیں ہیں۔ جن کو وہ اپنی تباہی کا ذریعہ بھی بنا سکتا ہے اور اپنی نجات کا بھی شیطان انسان کا دشمن ہے اور اس کو ہمیشہ یہی سمجھائے گا کہ تیری قوتیں ہر قید سے آزاد اور تیری خواہشیں پوری طور پر اسی دنیا میں پورا کیے جانے کے لیے ہیں۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر شیطان کا داؤ نمایاں طور پر چل گیا۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ اور لوگوں میں اونچے نیچے طبقے مقرر کر دیئے۔

۳۔ عاد اور اس کے بعد ثمود نے اپنی قوتوں کو ظلم وستم میں آزادی کے ساتھ استعمال کرنا اختیار کیا اور سمجھے کہ ہم سے زبردست کوئی نہیں نہ اللہ کوئی ہستی ہے اور نہ رسول کوئی چیز ہیں۔ کمزوروں کو غلام بنایا اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیا۔

۴۔ قوم لوط خواہشوں کی طغیانی میں بہ گئی اور انسانی نسل کی تذلیل وتحقیر کی اور انجام کار اس کے مٹانے کے سامان کر دیئے۔

۵۔ مدین والوں نے بھی اپنی خواہشوں کو بے لگام کر دیا۔ انہوں نے انسانی زندگی کی ضروریات کو صرف اپنے ہی گھر میں بھرنا چاہا۔ دوسرے اس سے محروم ہوں تو ہوا کریں۔

ان سب قوموں کا انجام تباہی اور بربادی ہوا۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ ان باتوں سے بچو ورنہ مارے جاؤ گے:

قوم کا جواب

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا
کہا سرداروں نے جو بڑے بنتے تھے
مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ
اس کی قوم میں سے ابھی نکال دیں گے ہم تجھ کو اے شعیب اور ان کو جو
آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ
ایمان لائے تیرے ساتھ اپنی بستی سے یا آنا پڑے گا تم کو
فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿٨٨﴾
ہمارے دین میں کہا کیا اگرچہ ہوں ہم بیزار
قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا
تحقیق باندھا ہم نے اللہ پر جھوٹ اگر ہو گئے ہم
فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا
تمہارے دین میں بعد اس کے کہ نجات دی ہم کو اللہ نے اس سے

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا
اس کی قوم میں جو متکبر سردار
مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ
تھے بولے اے شعیب ہم تجھ کو اور ان کو جو تیرے
آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ
ساتھ ایمان لائے اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے
فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿٨٨﴾
دین میں آجاؤ بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی
قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا
اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں اس کے بعد کہ اللہ ہم کو اس سے
فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا
نجات دے چکا تو بے شک ہم نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا

انسان کے اندر ایک اکڑ پائی جاتی ہے جو اس کو دوسرے کی بات ماننے سے روک دیتی ہے۔ اسے ضد یا اڑ کہتے ہیں۔ جس سے بہت سے لوگ اپنا نقصان کر لیتے ہیں۔ شیطان اس کو آدمی کے گمراہ کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھتا ہے۔ اس خصلت کا اثر یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی نہیں مانتا بلکہ اپنی ہی ہٹ پر قائم رہنا چاہتا ہے۔ اسی لیے جب کسی بات پر انسان بگڑ جاتے تو نصیحت کرنے والوں کو بڑی دقت پیش آتی ہے۔ انسان کو شیطان ہر وقت بہکاتا ہے۔ کہ تو ٹھیک ہے اور تیرے سمجھانے والے غلط ہیں۔ دیکھیے مدین کے ضدی سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کیا جواب دیا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے مغرور سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت سن کر ان سے کہا کہ اگر زیادہ بڑھ بڑھ کر بولا۔ تو ہم تجھے اور تیرے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے یا تجھے زبردستی اپنے طریقے پر لا کر چھوڑیں گے۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ یہ باتیں جنہیں تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ ہم اپنے لیے زہر سمجھتے ہیں۔ تو کیا تم ہمیں زبردستی زہر کا پیالہ پلاؤ گے۔

تمہارے اندر جو بُری باتیں اور عادتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اللہ نے ہمیں ان سے بچا رکھا ہے۔ تمہارا دین اور طریقہ جان بوجھ کر اختیار کرنے کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ ہم جو کچھ اب تک تم سے نصیحت کی باتیں کرتے رہے وہ غلط تھیں اور ہم نے انہیں اللہ کی باتیں کہہ کر گویا اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا تو یہ تو ہم اس کا کبھی خیال بھی نہ کرنا۔ انسان کے اندر یہ غرور اور اپنی بڑائی کا زعم جس کی وجہ سے وہ رسولوں کی نصیحت کو ٹھکرا دیتا ہے۔ یہی کفر اور بے ایمانی کی اصل جڑ ہے۔ اسلام اس خصلت کا بالکل الٹ ہے۔ اس کے معنی ہیں نصیحت ماننے کے لیے ہر وقت تیار رہنا اور یہی ایمان کی جڑ ہے ۔

معاملہ دو ٹوک ہو گیا

وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ
اور نہیں ہے واسطے ہمارے کہ لوٹیں ہم اس میں مگر
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا
یہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا گھیر رکھا ہے ہمارے رب نے
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا
ہر چیز کو علم میں اللہ پر بھروسا کیا ہم نے اے ہمارے رب
افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ
کھول دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ ۔ اور
اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ
تو بہتر کھولنے والا ہے اور کہا سرداروں نے
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ
جو کافر تھے اس کی قوم میں سے اگر پیروی کی تم نے
شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾
شعیبؑ کی تو ضرور تم اس وقت ٹوٹا اٹھانے والے ہو جاؤ گے

وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ
اور ہمارا کام نہیں کہ ہم اس میں لوٹ آئیں مگر یہ
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا
کہ اللہ ہمارا رب چاہے۔ ہمارا پروردگار سب چیزوں کو اپنے
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا
علم میں گھیرے ہوئے ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا اے
افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ
ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر
اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ
اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور اس کی قوم کے سردار
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ
جو کافر تھے بولے اگر تم شعیب کی پیروی کرو گے
شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾
تو بے شک تم خراب ہو گے

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے سرداروں کو جواب دے رہے ہیں۔ کہ تم ہم سے کہتے ہو کہ تمہارا دین اپنی مرضی کے خلاف اختیار کریں یہ ہم سے نہ ہو گا۔ اس آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کے جواب کا باقی حصہ مذکور ہے۔ ارشاد ہے کہ شعیبؑ نے کہا کہ تمہارے دین کو قبول کر لینا ہمارا کام نہیں۔ اگر اللہ کو یہی منظور ہے تو اور بات ہے ورنہ ہم سے یہ ہرگز نہ ہو گا۔ ہمارا رب ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہم نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا۔ اس کے حکم کے آگے ہمارا سر خم ہے۔ اے ہمارے رب ہم ان لوگوں کو تیرے حکم کے مطابق سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں اور یہ لوگ ہمیں زبردستی اپنے ٹیڑھے راستے پر چلانا چاہتے ہیں۔ اب فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے ہم دونوں فریقوں کے درمیان ایسا فیصلہ کر کہ جو جس چیز کا مستحق ہے۔ وہ اسے مل جائے۔

ایسے فصیح و بلیغ الفاظ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا سننے کے بعد بھی انہیں ہوش نہ آیا اور وہ ہٹی اور ضدی سردار جو کفر پر تلے ہوئے تھے۔ ان لوگوں سے یہی بولے کہ سنو! اگر تم نے شعیبؑ کا کہنا مانا تو یہ ہمارا سارا بنا بنایا کام بگڑ جائے گا اور ہم سب کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا۔ غرض مندوں کے ہاتھ میں اقتدار آجائے تو وہ اسے قائم رکھنے کے لیے عوام کے خیر خواہوں کو کچلنے اور عوام کو دبا کر اپنے قابو میں رکھنے کی اسی طرح اندھے، بہرے بن کر کوششیں کرتے ہیں۔ انجام کار نصیحت کرنے والوں کا کچھ نہیں جاتا۔ غرض مند خود بھی تباہ ہوتے ہیں اور عوام کو بھی اپنے ساتھ لے مرتے ہیں ۔

آخر وہی ہوا جو ہونا تھا

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
پس پکڑ لیا ان کو زلزلہ نے پس ہوگئے اپنے گھر میں
جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا
اوندھے پڑے وہ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو
كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا
گویا نہ بسے تھے اس میں جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو
كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
تھے وہی نقصان اٹھانے والے پس منہ پھیر ان سے
وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ
اور کہا اے میری قوم البتہ تحقیق پہنچا دیے میں نے تم کو پیغامات
رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى
اپنے رب کے اور خیر خواہی کی تمہاری پس کیوں کر افسوس کروں
عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾
قوم پر کافرین

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
پھر ان کو زلزلے نے آپکڑا پس صبح کو اپنے گھروں کے اندر
جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا
اوندھے پڑے رہ گئے وہ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا
۹۲ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا
گویا وہ کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا
كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
وہی خراب ہوئے پھر ان لوگوں سے الٹا پھرا
وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ
اور کہا اے میری قوم میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچا چکا
رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى
اور تمہاری خیر خواہی کر چکا اب کافروں پر
ع ۹ عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾
افسوس کیا کروں

لَمْ يَغْنَوْا (نہ بسے تھے) مضارع منفی بلم ہے جو ماضی کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس کا مادہ غ۔ن۔ی جس کے معنی بسنے اور آباد ہونے کے ہیں اس سے لفظ مغنیٰ بنا ہے جس کے معنی مکمن ہیں۔

اٰسٰی (میں غمگین ہوں) مضارع متکلم ہے جو اَسٰی سے بنا ہے اَسٰی کے معنی ہیں سخت رنج افسوس۔ اس کا مادہ ا۔س۔ی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ ان کے اور میرے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ یہ لوگ زبردستی پر اتر آئے ہیں، ادھر میرے ساتھیوں کا سوا تیرے کوئی مددگار نہیں۔ ارشاد ہے کہ آخر ان غافل مغرور لوگوں کو زلزلہ نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گر پڑے اور پڑے کے پڑے رہ گئے یہ لوگ جو حضرت شعیبؑ کا بڑی اکڑفوں کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے، اور ان کو اور ان کے ماننے والوں کو شہر سے نکالنے کے درپے تھے اور اپنی قوت اور زور کے سامنے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ زلزلے کے زبردست جھٹکوں سے بالکل تباہ ہو گئے۔ اس سے تھوڑے دن پہلے زور دکھا رہے تھے اور ہنکار رہے تھے کہ شعیبؑ کا کہنا نہ مانا نہیں تو بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ آج دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ ان کا خیال غلط تھا۔ ان کا کہنا مان کر وہ جان و مال سب سے ہاتھ دھو بیٹھے حضرت شعیبؑ عذاب آتا دیکھتے ہی اپنے لوگوں کو لے کر باہر چلے گئے تھے اور جاتے وقت کہتے جاتے تھے کہ اے میری قوم میں نے اپنے رب کے حکم تمہیں پہنچائے تمہاری خیر خواہی کی افسوس تم نے میری ایک نہ سنی۔ اب میں کیا کروں۔ ایسی ضدی اور ہٹی کافر قوم پر رنج وافسوس کروں تو کیا ؟

تباہ کرنے سے پہلے مہلت

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ
اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر
اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
پکڑا ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی میں اور دکھ میں
لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ
تاکہ وہ عاجزی کریں پھر بدل دی ہم نے جگہ
السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا
برائی کی بھلائی یہاں تک کہ بڑھ گئے اور بولے
قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ
پہنچ چکی ہیں ہمارے باپ دادوں کو تکلیف اور خوشی
فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾
پھر پکڑا ہم نے ان کو اچانک اور وہ بے خبر تھے

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ
اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ
اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
پکڑا ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں
لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ
تاکہ وہ گڑگڑائیں پھر ہم نے
السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا
برائی کی جگہ بھلائی بدل دی یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے
قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ
کہ ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی پہنچتی رہی ہے
فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾
پھر ہم نے ان کو ناگہاں پکڑا اور ان کو خبر نہ تھی

بَاْسَآء، ضَرَّآء، سَرَّآء: تینوں ایک ہی وزن کے اسم ہیں جو ترتیب وار بَأْسٌ (سختی) ضَرٌّ (دُکھ) اور سُرُوْرٌ (خوشی) سے بنے ہیں۔

عَفَوْا (بڑھ گئے) ماضی کا صیغہ عَفْوٌ سے بنا ہے۔ عفو کے معنی بہت سے ہیں معاف کرنا۔ مٹ جانا۔ زیادہ ہو جانا۔ ترقی کرنا۔ بڑھ جانا۔ یہاں پچھلے معنی مراد ہیں۔ یعنی ان کا ایسا اچھا حال ہو گیا کہ وہ خوب بڑھے پھولے پھلے۔ آبادی اور خوشحالی میں ترقی کی۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جس بستی میں اپنے نبی لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجتے ہیں وہاں کے لوگوں پر پہلے مصیبتیں اور تنگیاں نازل کرتے ہیں۔ اس کے بعد خوش حالی اور فراوانی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ دنیا میں یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہمارے باپ دادوں پر بھی کبھی خوش حالی کبھی بد حالی آتی رہتی تھی اس کے بعد ہم انہیں اچانک پکڑ لیتے ہیں اور انہیں سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ نبیوں کے بھیجنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی طرف جھکیں اور اس کو پہچانیں۔ اور ان کی زبانی نصیحتوں کے ساتھ ساتھ حالات کے تغیر و تبدل بھی چلتے ہیں۔

مصیبتیں گھیر لیتی ہیں۔ اس سے یہ سمجھانا ہوتا ہے کہ مصیبتوں کے وقت اللہ سے التجا کرو کہ وہ ان کو دفع کرے۔ اس کے بعد راحت نصیب ہوتی ہے۔ تاکہ لوگ اللہ کا شکر کریں اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں جب دونوں حالتوں میں لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں اور نبیوں کے اس کہنے کی پرواہ نہیں کرتے۔ کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی عبادت کرو بلکہ کہنے لگتے ہیں۔ کہ یہ تو دنیا کا قاعدہ ہے۔ ہمارے باپ دادا بھی کبھی تنگ حال اور کبھی آسودہ حال رہتے تھے، اس کا اللہ سے کیا تعلق۔ تو پھر ان پر اللہ کا عذاب ناگہاں نازل ہوتا ہے۔

ایمان اور تقویٰ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
اور اگر ہوتے بستیوں والے ایمان لاتے اور بدی سے بچتے
لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ
تو کھول دیتے ہم ان پر برکتیں آسمان سے
وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ
اور زمین سے لیکن انہوں نے جھٹلایا پس پکڑا ہم نے ان کو
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾
بدلے اس کے جو تھے وہ کمائی کرتے

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے
لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ
تو ہم ان پر برکتیں کھول دیتے آسمان
وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ
اور زمین سے لیکن انہوں نے جھٹلایا پس ہم نے ان کو
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾
ان کے اعمال کے بدلے پکڑا

برکت: نعمتیں۔ برکۃ کی جمع ہے جس کو ہم نے اردو میں برکت بنا لیا ہے۔ برکت کے معنی دو ہیں وہ بھلائی جو ہمیشہ رہے اور وہ تھوڑی چیز جس کا فائدہ بہت زیادہ ہو۔ یہاں ہر قسم کی بھلائی مراد ہے۔

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ لوگ جب رسول کے فرمان پر دھیان نہیں دیتے تو ان پر عارضی سختیاں اور مصیبتیں بھیجی جاتی ہیں اور غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ ڈر کر رسولوں کا کہنا مانیں اگر وہ اس سے نہیں سنورتے تو پھر ان پر عارضی نعمتوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے حالات کے ان تغیرات سے جب وہ کوئی سبق نہیں سیکھتے۔ بلکہ ٹال دیتے ہیں کہ یہ معمولی باتیں ہیں ہمیشہ ہوتی چلی آتی ہیں اور ہمیشہ ہوتی رہیں گی کبھی دھوپ کبھی چھاؤں کبھی گرمی، کبھی سردی کبھی اندھیرا کبھی اجالا۔ اللہ کے ماننے اور نہ ماننے سے انہیں کیا تعلق اور ہمارے اعمال سے کیا واسطہ۔ اس آیت میں اس واسطہ کو سمجھایا گیا ہے اور صاف صاف کہا گیا ہے کہ اگر سب ایمان لے آئیں اور اچھے کام کرنے لگیں۔ برے کاموں سے بچنے لگیں تو ان پر آسمانی اور زمینی نعمتیں لگاتار جاری رہیں اور تھوڑی محنت سے بڑے نفعے حاصل ہوں۔

ارشاد ہے کہ اگر ان بستیوں کے لوگ رسولوں کا کہنا مان کر اللہ پر ایمان لے آتے اور بری عادتوں اور گناہوں کو چھوڑ دیتے تو ان پر آسمان سے وقت پر مناسب طریقے سے بارشیں ہوتیں لیکن لوگوں نے بجائے اس کے نبیوں کو جھوٹا ٹھہرایا۔ ان کے بتائے ہوئے مفید کاموں سے منہ موڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اخلاق بگڑ گئے۔ آخر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ خواہشوں کی اندھادھند پیروی اپنا رنگ لائی۔ قانون کی خلاف ورزی کا مزہ چکھنا پڑا اور اپنے کرتوتوں کے کارن ہلاک ہو گئے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے مقرر کردہ قانونوں کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو پہلے عارضی مصیبتیں بھیجی جاتی ہیں تاکہ لوگ ڈر کر گناہوں سے توبہ کریں اور برے کام چھوڑ کر اچھے کام کریں۔ اگر اس سے آنکھ نہیں کھلتی اور گناہ برابر جاری رہتے ہیں تو پھر خوشحالی دے دی جاتی ہے لیکن یہ بھی عارضی ہوتی ہے اور اگر لوگ پھر بھی ناسمجھی پر تلے رہیں۔ تو پھر ان پر اچانک کوئی بڑی آفت آتی ہے جس سے وہ چرمر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس آیت میں صاف بتا دیا گیا ہے کہ لوگوں کی بدمعاشیاں ہی ان کی تباہی کا باعث ہوتی ہیں اور اول تو وہ دنیا ہی میں تباہ ہو جاتے ہیں اور اگر یہاں کسی وجہ سے بچ بھی گئے تو مرنے ہی تو ہمیشہ کی جان کنی میں مبتلا ہونا ہی ہے ؛

عذاب اچانک آسکتا ہے

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا
کیا پس نڈر ہو گئے / بستیوں والے / کہ / آئے ان پر / ہمارا غضب
بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿۹۷﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ
راتوں رات / جبکہ وہ / سو رہے ہوں / یا کیا / نڈر ہو گئے
الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ
بستیوں والے / کہ آئے ان پر / عذاب ہمارا / دن چڑھے / جبکہ وہ
يَلْعَبُونَ ﴿۹۸﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ
کھیل رہے ہوں / کیا پس نڈر ہو گئے / اللہ کی پکڑ سے / پس نہیں بےخوف ہوتے
مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۹﴾
اللہ کی پکڑ سے / مگر / وہ لوگ / جو اپنا نقصان کرنے والے ہیں

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا
اب یہ بستیوں والے اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہمارا آفت
بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿۹۷﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ
راتوں رات آپہنچے جب وہ سوتے ہوں یا نڈر ہیں اس بات سے
الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ
بستیوں والے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آپہنچے جب وہ
يَلْعَبُونَ ﴿۹۸﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ
کھیلتے ہوں کیا اللہ کے داؤ سے نڈر ہو گئے سو اللہ کے
مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۹﴾ ع
داؤ سے نڈر نہیں ہوتے مگر خرابی میں پڑنے والے

مَکْر: یہ لفظ پہلے سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ مخالف کی تدبیروں کے توڑ میں تدبیر کرنا۔ دشمن کو بےخبری میں دبوچنے کی تیاری کرنا اسی کو داؤ کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے والے یہ بات بھلا بیٹھے ہیں کہ جب اللہ کو ہر چیز کا پورا علم ہے اور اس کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے تو اس کی پکڑ سے نڈر ہو کر بیٹھ رہنے کی وجہ کوئی نہیں۔ کوئی اس بات سے کیونکر بےخوف ہو سکتا ہے کہ رات سوتے میں اچانک کوئی آفت آپڑے یا جب دن چڑھے یعنی جب سورج خوب روشن ہو اور لوگ اپنے کھیل کود اور دنیاوی کاروبار میں مصروف ہوں ایک دم کوئی مصیبت آدبوچے۔ جو لوگ غفلت کی وجہ سے بےخوف ہو جاتے ہیں سراسر غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک پورے خبردار اور زبردست حاکم کے حکم کی بے دھڑک خلاف ورزی کی جائے جب اس کے قبضے میں سب کچھ ہے تو اپنے خلاف چلنے والوں کو سزا دینے کی تدبیر اس کے پاس ضرور ہوگی۔

اس رکوع میں ان سب قوموں کے حالات پر تبصرہ ہے جن کا اوپر بیان ہوا۔ اُن کے پاس نبی بھیجے گئے۔ اور اللہ کی طرف توجہ دلانے کے لیے ان پر مصیبتیں بھیجی گئیں تاکہ ڈر کر اس کی نافرمانی سے باز آئیں۔ ان کو نعمتیں دی گئیں تاکہ شاید وہ انہی کے ذریعے وہ راہ راست پر آجائیں اور اللہ کو اپنا مہربان آقا سمجھ کر اس کی شکر گذاری اور عبادت میں مصروف ہو جائیں لیکن انہوں نے نہ مصیبتوں سے سبق لیا۔ نہ نعمتوں کو کچھ گردانا۔ نبیوں نے جب ادھر توجہ دلائی کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے اس لیے اس پر ایمان لانے سے تمہاری حالت یکساں آرام و اطمینان کی ہو جائے گی۔ جانکاہ مصیبتوں سے چھوٹ جاؤ گے تو اس پر بولے کہ یہ دنیا کا دستور ہے۔ ہمارے باپ دادا پر اسی طرح کبھی مصیبت کبھی راحت کی گھڑیاں گذریں اسی طرح ہم پر گذر رہی ہیں۔ ہم کیا بچے ہیں کہ ہم سے کبھی ڈرا کر کبھی سبز باغ دکھا کر خواہ مخواہ ایک بات منوائی جا رہی ہے۔ آخر ان نادانوں کو ان کی بےوقوفی لے ڈوبی اس سے موجودہ انسانوں کو سبق لینا چاہیئے۔ اور انبیا علیہم السلام کی نصیحت کو دل و جان سے قبول کرنا چاہیئے۔

پہلوں کی حالتوں سے پچھلے سبق سیکھیں

اَوَ لَمْ یَھْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ

کیا نہیں واضح ہوا ان لوگوں کو جو وارث ہوتے زمین کے بعد پیچھے

اَھْلِھَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ ج

اس کے بسنے والوں کے کہ اگر ہم چاہتے تو مصیبت ڈالتے ان پر ان کے گناہوں کے بدلے

وَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (۱۰۰)

اور مہر لگاتے ہیں ہم ان کے دلوں پر پس وہ نہیں سنتے

تِلْکَ الْقُرٰی نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآئِھَا ج وَ

یہ بستیاں ہیں کہ بیان کرتے ہیں ہم تجھ پر کچھ خبریں ان کی اور

لَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ج فَمَا کَانُوْا

یقیناً آئے ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر پس نہ تھے وہ

لِیُؤْمِنُوْا بِمَا کَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ط کَذٰلِکَ

کہ ایمان لاتے اس پر جسے جھٹلایا پہلے سے اسی طرح

یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِ الْکٰفِرِیْنَ (۱۰۱)

مہر کرتا ہے اللہ دلوں پر کافروں کے

اَوَ لَمْ یَھْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَھْلِھَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ ج وَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (۱۰۰)

کیا ان لوگوں پر جو زمین کے وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد وارث ہوئے ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں پر پکڑ لیں اور ہم نے مہر کر دی ان کے دلوں پر سو وہ نہیں سنتے

تِلْکَ الْقُرٰی نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآئِھَا ج وَ لَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ج فَمَا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا کَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ط کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِ الْکٰفِرِیْنَ (۱۰۱)

یہ بستیاں ہیں کہ ہم تجھ کو ان کے کچھ حالات سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس رسول نشانیاں لے کر پہنچ چکے پھر ہرگز نہ ہوا کہ اس بات پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے ایمان لائیں اللہ کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ جب زمین کے مختلف حصوں کے بسنے والوں کے حالات خراب ہوئے تو ان کی رہنمائی کے لیے اللہ نے رسول بھیجے۔ انہوں نے انہیں سمجھایا کہ جو کام تم کر رہے ہو تمہیں تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ تمہارے پیدا کرنے والے نے تمہارے سمجھانے کے لیے ہمیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہمارا چال چلن تم سے مختلف ہے اور ہمیں حکم ملا ہے کہ تمہیں بھی اسی راستہ پر چلانا سکھائیں جس پر ہم چل رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ پچھلے نافرمانوں کی تباہی کیا موجودہ لوگوں کو اتنی بات نہیں سمجھاتی۔ کہ اللہ انہی کی طرح ان کو بھی ان کی بداعمالیوں اور ان کے گناہوں کی پاداش میں تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ اگر یہ اتنا نہیں سمجھتے تو ظاہر ہے کہ ان کے دلوں میں سوا اپنی بیہودہ باتوں کے کسی بات کی گنجائش نہیں۔ جس کی ظاہری شکل ان کی ضد اور ڈھٹائی ہے۔ جو ان کو صحیح بات سننے سے روکتی ہے۔ اے ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے پچھلے لوگوں کی بستیوں کے کچھ حالات تجھے سنا دیئے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رسول اپنی سچائی کی کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر ان کی بات ان کی سمجھ میں نہ آئی۔ رسولوں نے لاکھ سمجھایا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے ان میں سننے سمجھنے کی طاقت موجود تھی وہ بہرے یا پاگل نہ تھے۔ لیکن ان کی ضد نے ان کا بیڑا غرق کر دیا۔ کافروں کے دلوں پر اللہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی مہر لگا دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

فرعون کا حال

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ
اور نہیں پایا ہم نے — ان میں سے اکثر میں — عہد کا پاس
وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
اور درحقیقت ہم نے پائے — اکثر ان کے — کھلے بدکار
ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى
پھر بھیجا ہم نے — ان کے بعد — موسیٰ کو
بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا
اپنی نشانیاں دے کر — فرعون کی طرف — اور اس کے سرداروں کے — پس انکار کیا
بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
ان کا — پس دیکھ — کیسا — ہوا
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾
انجام — فسادیوں کا

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ
اور ان کے اکثر لوگوں میں ہم نے عہد کا نباہ نہ پایا
وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
[illegible] نافرمان پائے
ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى
پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے موسیٰ کو [illegible]
بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا
نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی [illegible]
بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
نے ان کے مقابلہ میں کفر کیا سو دیکھو کہ
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾
مفسدوں کا کیا انجام ہوا

اِنْ: (تحقیق) اکثر اس لفظ کے معنی اگر کے آتے ہیں اور عربی میں شرط کی طرح مستعمل ہوتا ہے لیکن یہاں اس کے معنی تحقیق اور حقیقت اور فی الواقعہ کے ہیں کیونکہ یہاں اِنَّ کا مخفف ہے اور اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے جو ہمیشہ واقع کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اصلی شکل میں یہ اِنَّہٗ تھا جس کا ترجمہ ہے تحقیق واقعہ یہ ہے ہُ کو حذف کر کے اِنَّ کو اِنْ بنا لیا ہے ایسے اِنْ کی خبر میں کہیں نہ کہیں لام تاکید آنا ضرور ہے چنانچہ لَفٰسِقِیْنَ پر لام موجود ہے اس کی مثال ہے اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ

ظَلَمُوْا: انہوں نے ظلم کیا ظلم کے معنی پہلے گذر چکے ہیں کسی کا حق ادا نہ کرنا۔ جیسا سلوک کسی کے ساتھ کرنا چاہیئے وہ نہ کرنا۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ ان آیتوں کا حق یہ تھا کہ انہیں سچا اور ٹھیک مانا جاتا۔ نہ مانا گیا تو ان کے ساتھ ظلم ہوا

ارشاد ہے کہ جن نافرمان قوموں کا اب تک ذکر ہوا۔ ان میں دو باتیں مشترک تھیں اور انہی کی شامت سے وہ نبیوں کی ہدایت سے ذرہ نہ اٹھا سکے۔ اللہ عزّ و جلّ فرماتا ہے کہ ہم نے ان میں اکثر کو بدعہدی میں مبتلا پایا اور اکثر ایسے تھے کہ گناہ اور نافرمانی کرنے میں بے باک تھے۔ مفسرین نے عہد سے عہد الست مراد لیا ہے جس کا ذکر اسی سورت میں آگے آئے گا۔ عہد الست سے مراد وہ عہد ہے جو ہر انسان کی روح اپنے رب سے پیدائش کے پہلے کر چکی ہے کہ دنیا میں وہ اس کے فرمان پر چلے گی۔ یا اس آیت میں وہ عہد مراد ہے جو نافرمان لوگ سزا ملنے پر اپنے نبی سے کرتے تھے کہ اللہ اس عذاب سے ہمیں نجات دے تو ہم آئندہ اس کی نافرمانی کبھی نہ کریں گے اور جب عذاب ٹل جاتا تو اپنا قول بھول کر یا جان بوجھ کر توڑ دیتے تھے۔ لیکن آیت کا مفہوم عام ہے اور اس میں ہر شخص جو دنیا میں اپنے قول و قرار کا پابند نہ ہو داخل ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ بداخلاقی اور جرائم پیشہ ہونے کی جڑ یہ ہے کہ آدمی اپنے قول و قرار کا پابند نہ ہو۔ آگے ارشاد ہے کہ اب فرعون اور موسیٰؑ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرعون نے اور اس کے لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جو ہم نے موسیٰؑ کے ساتھ بھیجی تھیں جھٹلایا پھر دیکھ لو ان کا کیا حشر ہوا آخر تباہ و برباد ہوئے:

موسیٰ علیہ السلام

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ

اور کہا موسیٰ نے اے فرعون بے شک میں رسول ہوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى

منجانب پروردگار عالم کے بجا ہوا اس پر

اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

کہ نہ کہوں میں اللہ کے اوپر مگر سچ بات

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

تحقیق آیا ہوں میں تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر تمہارے رب کی

فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ؕ

پس بھیج تو میرے ساتھ بنی اسرائیل

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ

اور موسیٰ نے کہا اے فرعون میں رسول ہوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى

پروردگار عالم کا اس بات پر قائم

اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

ہوں کہ اللہ کی طرف سے نہ کہوں مگر جو سچ ہے

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لایا ہوں

فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ؕ

سو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے

حَقِيْقٌ۔ جما ہوا۔ قائم۔ یہ صفت مشبہ ہے جو حق سے بنی ہے۔ حق کے معنی قریب قریب وہی ہیں جو حقیقت کے ہیں۔ ٹھیک سچ بات سزاوار لائق اپنی جگہ استوار قائم اور جمی ہوئی چیز یا بات۔ یہاں ترجمہ میں پچھلے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ یعنی میں اس بات سے ہٹ نہیں سکتا کہ میں اللہ عزوجل کا پیغام جوں کا توں پہنچا دوں۔ بناوٹ اور تصنع کو ذرا دخل نہ دوں۔ اس سورت میں اب تک پچھلے نبیوں میں سے حضرت آدم، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام کا ذکر ہوا۔ یہ لوگ اپنی اپنی قوم میں سے خاص خاص برائیاں دور کرنے کے لیے آئے تھے اور چونکہ ان برائیوں کی جڑ یہ تھی کہ لوگ اصلی رب کے تصور کو بھول گئے تھے۔ اس لیے توحید کی ضروری تعلیم دینے کے بعد انہوں نے اپنی توجہ اس خاص برائی کے دور کرنے میں صرف کی جو ان کی قوم میں جڑ پکڑ چکی تھی۔ یہ قومیں اپنے اپنے نبی کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے ایک ایک کرکے تباہ و برباد ہوئیں۔ انہی نبیوں کے زمرے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام مصر کے قبطیوں کو جن کا بادشاہ فرعون بڑا سرکش اور جابر تھا اس ظلم و ستم سے روکنا تھا جو وہ بنی اسرائیل پر ڈھا رہے تھے۔ پہلے نبیوں کی طرح آپ کا حکم نہ ماننے والے بھی تباہ و برباد ہوئے اور آپ بنی اسرائیل کو ان کے پنجے سے چھڑانے میں کامیاب ہوتے۔

اس آیت سے ان واقعات کا بیان شروع ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقابلہ کے وقت پیش آئے۔ ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ میں اس سارے جہان کے پالنے والے کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے پیغام کو ٹھیک ٹھیک تم تک پہنچا دینا میرا کام ہے اس میں میری طرف سے کوئی غلطی، آمیزش یا ملاوٹ نہ ہوگی۔ میرے پاس اپنے نبی ہونے کی صاف صاف دلیلیں موجود ہیں جن کے بعد میری سچائی میں ذرا بھی شبہ باقی نہ رہنا چاہیے اے فرعون بنی اسرائیل پر جو جو ظلم و ستم تو نے توڑ رکھے ہیں انہیں چھوڑ اور انہیں میرے ساتھ روانہ کر۔ تاکہ میں ان کو ان کے اصلی وطن میں لے جا کر بساؤں اور ان کو آدمیوں کی طرح رہنا سکھاؤں۔

حضرت موسیٰؑ کے معجزے

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ
بولا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو اس کو
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۰۶) فَاَلْقٰى
اگر ہے تو سچوں میں سے پس ڈالا اس نے
عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (۱۰۷) وَّ
عصا اپنا پس ناگاہ وہ اژدہا تھا کھلم کھلا اور
نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ
نکالا ہاتھ اپنا پس ناگاہ وہ چمکدار تھا
لِلنّٰظِرِيْنَ (۱۰۸)
واسطے دیکھنے والوں کے

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ
بولا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو اس کو
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۰۰) فَاَلْقٰى
اگر تو سچا ہے تب ڈال دیا
عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (۱۰۷) وَّ
اس نے اپنا عصا تو اسی وقت وہ صریح اژدہا بن گیا اور
نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ
نکالا اپنا ہاتھ تو وہ اسی وقت چمکدار نظر آنے لگا
لِلنّٰظِرِيْنَ (۱۰۹) ع ۹
دیکھنے والوں کو

فرعون اپنی قوت پر بہت ہی بھروسا کرتا تھا۔ اس کے خبط کو دور کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزے دیے گئے تھے کہ جن سے واسطہ خدائے قہار و جبار کی شان عظمت و کبریائی ظاہر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پہلے ہی پیغام میں کہہ دیا کہ میرے پاس اپنی سچائی کی ایسی نشانیاں موجود ہیں جن کو دیکھ کر اے فرعون تجھے اپنے آپ کو خدائے قوی و برتر کے سامنے عاجز اور بے بس ماننا پڑے گا۔ فرعون کے پاس ظاہری قوتیں موجود تھیں۔ ملک کی ساری دولت پر اس کا قبضہ تھا۔ لوگ اس کی پرستش کرتے تھے اس کے حکم پر بے سوچے سمجھے چلتے تھے۔ ملک میں پیداوار کی فراوانی تھی۔ دریا تھے نہریں تھیں۔ یہ سب چیزیں اپنے قبضہ میں دیکھ کر اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی اور بھی طاقتور ہو سکتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ طاقتور اللہ ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ فرعون نے کہا اچھا تیرے پاس اس کی کوئی نشانی موجود ہے تو لا پیش کر۔ ہم بھی دیکھیں کہ وہ کیسی نشانی ہے۔

ارشاد ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سن کر کہا کہ اگر تیرے پاس سچ مچ کوئی نشانی ہے تو دکھا۔ تاکہ تیرا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تو پہلے ہی بطریقہ اللہ نے بتا دیا تھا۔ انہوں نے بے تامل اپنے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا۔ عصا زمین پر گرتے ہی ایک بڑا زبردست سانپ بن گیا جسے اژدہا کہتے ہیں اور لگا پھنکاریں مارنے اور لوگوں کی طرف لپکنے۔ لکھا ہے کہ یہ دیکھتے ہی دیکھتے فرعون کی طرف بڑھا اور ادھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بغل کے نیچے رکھ کر باہر نکالا۔ وہ سورج کی طرح چمکنے لگا یہاں تک کہ فرعون کی اور دیگر حاضرین کی نگاہ میں چکاچوند ہوگئی اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ادھر اژدہا ہے کہ پھنکاریں مارتا ہوا لپکا چلا جا رہا ہے۔ اور دوسری طرف ہاتھ کی چمک آنکھ بند کیے دیتی ہے۔

جادُوگر

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ

کہا سرداروں نے قوم سے فرعون کی بیشک

هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُرِيْدُ أَنْ

یہ جادوگر واقف کار ہے چاہتا ہے کہ

يُخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا

نکال دے تم کو تمہاری زمین سے پس کیا

تَأْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ

مشورہ دیتے ہو بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو

وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور بھیج شہروں میں جمع کرنے والے

يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

لے آئیں تیرے پاس ہر جادوگر واقف کار کو

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾

فرعون کی قوم کے سردار بولے یہ تو کوئی بڑا واقف کار جادوگر ہے

يُرِيْدُ أَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہارے ملک سے اب تمہاری کیا صلاح ہے

قَالُوْٓا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

بولے اس کو اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے اور پرگنوں میں جمع کرنے والوں کو بھیج

يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

کہ تیرے پاس جو کامل جادوگر ہیں جمع کر لائیں۔

ارجہ: (مہلت دے اس کو) اصل میں ارجئہ ہے۔ امر کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر اِرجَاءٌ ہے جو رَجَاءٌ سے بنا ہے۔ رجا کے معنی توی امید اور توقع کے ہیں۔ اِرجَاء کے معنی امید دلانا، متوقع کرنا۔ یہاں اس سے مراد ہے کچھ مدت کے لیے چھوڑ دینا۔

ساحر: (جادوگر) اسم فاعل ہے جو سِحرٌ سے بنا ہے۔ یہ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ سِحرٌ جادو کو کہتے ہیں۔ سحر کی حقیقت اتنی ہے کہ آدمی اپنے خیال کو کسی چیز پر جما لیتا ہے۔ جب اس کو خوب مشق ہو جاتی ہے تو وہ اپنے خیال کا اثر دوسروں کے خیال پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ بھی وہی خیال کرنے لگتے ہیں جو وہ خیال کرنے لگتا ہے ایسے آدمی کو ساحر کہتے ہیں۔ سَاحِرٌ عَلِيْمٌ وہ ہے جو اس مشق میں پختہ ہو چکا ہو۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزے دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ یہ بڑا بھاری جادوگر معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد ہے کہ فرعون کے بڑے درباریوں نے (حضرت) موسیٰؑ کے معجزے دیکھ کر فرعون سے کہا کہ ایسے شعبدے ساحر دکھایا کرتے ہیں موسیٰؑ ایک بہت بڑا ماہر فن ساحر معلوم ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو ابھی کچھ دن کے لیے یونہی چھوڑ دیا جائے اور ان سے کچھ نہ کہا جائے اور اپنے معتبر آدمیوں کو اِدھر اُدھر ملک کے ہر حصے میں روانہ کیا جائے کہ وہ ہر جگہ سے ڈھونڈ کر بڑے بڑے ماہر ساحروں کو اس دربار میں جمع کر دیں۔ تاکہ وہ سب مل کر موسیٰؑ کے جادو کا زور توڑ کر رکھ دیں۔

فرعون کو اپنے درباریوں کی رائے ٹھیک معلوم ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو جادو کا ایک ڈھکوسلہ قرار دیا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی نادانی نے انہیں معاملہ کی تہ کو نہ پہنچنے دیا۔ اور اپنی بات کی پیچ اور مقابل کو مات دینے کی دھن کے سوا ضدی آدمی اور کچھ کر ہی نہیں سکتا اور یہی بربادی کے لچھن ہیں۔

جادوگر آدھمکے

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
اور آئے جادوگر فرعون کے پاس بولے ضرور
لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾
ہمارے لیے صلہ ہے اگر ہوئے ہم جیتنے والے
قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
بولا ہاں اور تم ضرور مقربوں میں سے ہو جاؤ گے
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ
بولے اے موسیٰ یا یہ کہ تو ڈالے اور یا کہ
نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ج
ہوں ہم ڈالنے والے کہا تم ڈالو

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾
اور فرعون کے پاس جادوگر آئے بولے اگر ہم غالب ہوئے تو ہمارے لیے کچھ مزدوری ہے
قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
بولا ہاں اور تم بے شک مقرب ہو جاؤ گے
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ج
بولے اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا ہم ڈالتے ہیں کہا ڈالو

پچھلی آیت میں گذرا کہ فرعون کے معزز درباریوں نے فرعون کو صلاح دی کہ موسیٰؑ نے جادو کا عجیب و غریب کرشمہ دکھایا ہے۔ ڈر ہے کہ وہ بہت جلد عوام کو اپنی طرف مائل کر لے گا اور پھر ہمارا یہاں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ بہتر ہے کہ موسیٰؑ کا مقابلہ ساحروں سے کرا دیا جائے اور اس کو مجمع عام میں شکست دی جائے۔

ارشاد ہے کہ لوگ ہر طرف سے پرانے تجربہ کار ساحروں کو فرعون کے پاس گھیر لائے اور انہوں نے آتے ہی فرعون سے پہلی بات یہ کہی کہ آپ کے اقبال سے جیتیں گے۔ آپ مہربانی فرما کر ہمارے انعام و اکرام کا اور محنت کے معاوضہ کا جو ہمیں ملنا چاہیئے ابھی تقرر فرما دیں تاکہ ہمارا دل بڑھ جائے اور ہم جان توڑ کر جیتنے کی کوشش کریں۔ فرعون نے کہا کہ ہاں ہاں ضرور تمہیں بڑا معاوضہ اور انعام ملے گا۔ اور ساتھ ہی تم میرے خاص مقربوں اور منتخب لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ جادوگر خوش ہو گئے اور حضرت موسیٰؑ کی طرف منہ کر کے کہا۔ بولو تم پہلے اپنا کرتب دکھاتے ہو یا ہم دکھائیں۔ انسان اپنی بات کے آگے دوسرے کی نہیں سنتا۔ وہ کہتا ہے کہ میرے پاس کس چیز کی کمی ہے جو میں دوسرے کو خواہ مخواہ اپنے سے بڑا مانوں یہ ضد ان لوگوں میں ہوتی ہے۔ جن کے پاس اتفاق سے بہت سا ساز و سامان۔ لاؤ لشکر جمع ہو جاتا ہے اور کم درجے کے پست لوگ ان کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑے رہنے کو اپنی عزت کا ذریعہ سمجھنے لگتے ہیں۔ اس وقت جہاں تک ہو سکتا ہے یہ لوگ ہمیشہ اپنا ہی اقتدار قائم رکھنے کی دھن میں لگ جاتے ہیں اور اپنے مرتبے اور جاہ و حشم کا مقابلہ کرنے والے کو جس طرح ہو سکے پست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرعون اور اس کے سرداروں کے قصے میں ایسے لوگوں کے لیے سراسر عبرت کا سامان جمع ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے۔ کہ ان کے سامان اور دولت سے بھی بڑھ کر کوئی ایسی قوت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو ان کے سارے کھیل کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

جادو کا پول کھل گیا

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ
پھر جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی آنکھوں کو باندھ دیا
وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾
اور ان کو ڈرا دیا اور بڑا جادو لائے
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ
اور ہم نے موسیٰؑ کو حکم بھیجا کہ اپنا عصا ڈال دے
فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ فَوَقَعَ
سو وہ جبھی لگا نگلنے جو سوانگ انہوں نے بنایا تھا۔ پس ظاہر ہوگیا
الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
حق اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا غلط ہوگیا
فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
پس اس جگہ ہار گئے اور ذلیل ہو کر لوٹ گئے

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ
وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ
فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ
الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
پس مغلوب ہوگئے وہیں اور الٹے ہوگئے ذلیل

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے کہا کہ پہلے تم ہی جو کچھ ڈالنا ہے ڈالو۔ جادوگروں نے اپنے بانس، بلیاں، لکڑیاں بہت سی زمین پر ڈال کر پھیلا دیں۔ تھوڑی دیر میں وہ سب سانپ اور اژدہوں کی طرح دوڑتے نظر آنے لگے جیسا کہ اس آیت میں بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ جادوگروں نے اپنی چیزیں جو وہ ساتھ لائے تھے۔ زمین پر ڈال دیں اور پھر لوگوں کی آنکھوں پر ایسا جادو کیا کہ ان کو وہ سب چیزیں دوڑتے ہوئے سانپ نظر آنے لگیں۔ لوگ ڈر کے مارے کانپنے لگے۔ حقیقت میں یہ جادو کا ایک بڑا کرشمہ تھا جو بغیر خیال جمانے کی اتنی مشق کے کہ جس سے دوسروں کے خیالوں کو اپنے خیال سے متاثر کیا جا سکے۔ دکھایا نہیں جا سکتا۔ لیکن یہ سب انسانی خیال کے ڈھکوسلے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس خیالی باتوں کا کیا کام۔ وہ تو انسانی خیال و وہم بلکہ عقل سے کہیں بالاتر، تمام چیزوں کے پیدا کرنے والے اور ان میں جیسے چاہے تصرف کرنے والے مالک ذوالجلال کی بے انتہا قوت اور قدرت کا ظہور تھا جس سے عصائے موسیٰ زمین پر گرتے ہی سچ مچ اژدہا ہو جاتا تھا۔ وہاں انسانی خیال کے پرچلتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اب تو اپنا عصا زمین پر پھینک دے۔ عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے اژدہا بن کر جادوگروں کی رسیوں اور لکڑیوں کو نگلنا شروع کر دیا۔ یہاں سے وہاں تک میدان صاف ہو گیا۔ جادو کے ڈھکوسلے سب غائب ہوگئے۔ جادوگروں کا بنا بنایا کھیل آناً فاناً بگڑ گیا۔ سب کے سب شرمندگی اور خوف و ہراس سے جھینپنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام کی جیت ہوئی اور جادوگر بڑی طرح مات ہوگئے۔ فرعون اور اس کے اہالی موالی ایسے ذلیل ہوئے کہ انہیں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہی۔

جادوگر اللہ پر ایمان لے آئے

وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا
اور ڈال دیئے گئے جادوگر سجدہ کرنے والے بولے ہم ایمان لائے
بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ
پالنے والے پر جہانوں کے جو رب ہے موسیٰ اور
هٰرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
ہارون کے کہا فرعون نے ایمان لے آئے تم اس پر
قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا
پہلے اس سے کہ اجازت دوں میں تم کو تحقیق یہ
لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا
ضرور ایک چال ہے جو تم نے چلی ہے اس شہر میں تاکہ نکال دو
مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٢٣﴾
اس سے اس کے رہنے والوں کو پس عنقریب جان لو گے تم

اور جادوگر سجدہ میں گر پڑے بولے ہم پروردگارِ عالم پر ایمان لائے جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔ فرعون بولا کیا تم اس پر میری اجازت سے پہلے ایمان لے آئے۔ تو یہ ضرور ایک چال ہے جو تم سب نے اس شہر میں بنا رکھی ہے تاکہ اس شہر سے اس کے رہنے والوں کو نکال دو سو اب تم کو معلوم ہوا جاتا ہے۔

جب جادوگروں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا زمین پر پڑتے ہی اژدہا بن کر ان رسیوں اور لکڑیوں کو نگل گیا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یقیناً یہ دونوں بھائی ٹھیک کہتے ہیں کہ اس دنیا کا قائم رکھنے والا اور پالنے والا ایک رب العالمین ہے اور وہی ہمارا رب ہے اسی کی قدرت میں ہر چیز ہے۔ قوت اور طاقت میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے دیکھا کہ فرعون کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے انہیں شکست دی اور وہ بیٹھا دیکھتا رہا۔ اور ان کی کچھ بھی مدد نہ کر سکا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ فوراً سارے جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور کہا ہم رب العالمین پر ایمان لائے جسے موسیٰ اور ہارونؑ اپنا رب کہتے ہیں اور فرعون سے منہ موڑا۔ فرعون دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا کہ اس کے تابعدار بندے اس سے منحرف ہو گئے۔ بولا یہ کیا میری اجازت کے بغیر ایمان لانے کے کیا معنی۔ ضرور تم نے موسیٰؑ سے پہلے ہی سازباز کر رکھی تھی کہ یہ جو فرعون نے اکھاڑا جمایا ہے اس میں ہم بھرے مجمع میں تجھ سے مات کھا جائیں گے اور شکست کھا جائیں گے۔ تاکہ فرعون اور ان کے ماننے والوں کو باہر نکال کریں گے اور تجھے اپنا بادشاہ بنا لے خود تیرے معزز درباری اور عہدہ دار ہو جائیں۔ تم نے یہ سازش کی ہے ابھی ابھی تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے میں طاقتور ہوں یا موسیٰؑ کا رب طاقتور ہے۔

دنیا میں جو لوگ اقتدار مال و دولت اور شان و شوکت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ دوسرے ... سے ... نقطہ یہی ہے کہ انہیں ہٹا کر خود ان چیزوں پر قبضہ کر لے۔ ان کے نزدیک حق و صداقت کوئی چیز نہیں کہ جس کے لیے کوئی کچھ ... نگاہ کا دنیا سے اونچا اٹھانا ہمت والوں ہی کے لیے ممکن ہے۔

صبر کی دُعا

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ
البتہ ضرور کاٹوں گا میں تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں سے
خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۱۲۴)
مخالف سمت پھر میں ضرور سولی دوں گا تم سب کو
قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (۱۲۵) وَ
وہ بولے ضرور ہم اپنے رب کی طرف لوٹ جانے والے ہیں اور
مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ
نہیں دشمنی کرتا تو ہم سے مگر اسی لیے کہ ہم ایمان لائے نشانیوں پر
رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ
اپنے رب کی جب آئیں وہ ہم تک اے ہمارے رب انڈیل دے
عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (۱۲۶)
ہم پر صبر اور وفات دے ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ
میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں
خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۱۲۴)
پھر تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا
قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (۱۲۵) وَ
وہ بولے ہم کو تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے اور
مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ
تیری ہم سے یہی دشمنی ہے کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیوں
رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ
کو جب وہ ہم تک پہنچیں مان لیا۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر کے
عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (۱۲۶) ع
دہانے کھول دے اور ہم کو مسلمان مار

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ فرعون کے جمع کیے ہوئے ساحر حضرت موسیٰؑ سے ہار گئے۔ لیکن پھر بھی اپنا رعب جمانے کے لیے جی کڑا کر کے جادوگروں کو ڈانٹا۔ کہ تم سب کو اس سرکشی کا مزہ نہ چکھاؤں تو میرا نام فرعون نہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ فرعون نے جادوگروں سے مخاطب ہو کر کہا تم سب کے پہلے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور پھر تم سب کو سولی دے دوں گا۔ جادوگروں نے کہا کہ ہم سب اپنے رب کی طرف جا کر ہی رہیں گے۔ مرنا سب کو ہے تیرے ہی ہاتھ سے موت آنی ہے تو یوں ہی سہی۔ یہ تیری سزا تھوڑی دیر اذیت اور دکھ دے گی اس کے بعد جب جان نکل گئی تو پھر چین ہی چین ہے۔ مرے گا تو بھی۔ لیکن تیرے لیے مر کر چین نہیں۔ اس لیے تجھے جو کرنا ہے کر لے ہم بالکل بے گناہ ہیں قہر ہم پر فقط اس لیے غضب ناک ہو رہا ہے کہ ہم نے اپنے رب کی کھلی نشانیاں دیکھ کر جو ہمیں موسیٰؑ کے ذریعے اس نے دکھائیں۔ اس پر ایمان لاتے۔ کوئی معقول آدمی سچائی کو دیکھ کر اس کے ماننے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بات میں بُرا ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ نہ تجھے اس پر بگڑنے کا کوئی حق ہے۔ لیکن اگر تو ظلم پر ہی تلا ہوا ہے تو تو جان ہم تو اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ہمت اور صبر دے تاکہ یہ تھوڑی دیر کی اذیت جھیلنی ہمارے اوپر آسان ہو جائے۔ اے ہمارے رب ہماری التجا یہ ہے۔ کہ ہم پر صبر کے دروازے کھول دے تاکہ ہمارا قدم تیری راہ سے نہ ڈگمگائے اور ہم تجھے دل سے اپنا رب مانتے ہوئے اور تیری فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوں۔ دکھ اور درد کی وجہ سے ہمارے ایمان میں خلل نہ آئے اور ہم تیرے فرمانبردار ہو کر تیرے دربار میں حاضر ہوں۔

دبانے کی تدبیر

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ
اور کہا سرداروں نے قوم میں سے فرعون کی کیا تو چھوڑے گا
مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
موسیٰ اور اس کی قوم کو کہ فساد کریں وہ زمین میں
وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ
اور چھوڑ دیں تجھ کو اور تیرے بتوں کو کہا ہم عنقریب قتل کر دیں گے
أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَ
ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑیں گے ان کی عورتوں کو اور
إِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ (۲۰)
ہم ان کے اوپر غالب ہیں

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ
اور قوم فرعون کے سردار بولے تو موسیٰ کو اور
مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
اس کی قوم کو یونہی چھوڑتا ہے کہ اودھم مچائیں ملک میں اور
وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ
وہ تجھ کو اور تیرے بتوں کو چھوڑ دیں۔ بولا اب ہم ان کے
أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَ
بیٹوں کو مار ڈالیں گے اور عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور
إِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ (۱۲۷)
ہم ان پر زور آور ہیں

الھتک: تیرے مقرر کیے ہوئے معبود۔ الھۃ۔ الہ کی جمع ہے الہ معبود کو کہتے ہیں۔ فرعون سب سے بڑا معبود تو خود آپ کو کہتا تھا اور لوگوں سے اپنے آپ کو سجدہ کراتا تھا۔ لیکن لوگوں کے گھروں میں چھوٹے چھوٹے معبود اپنے مقرر کیے ہوئے رکھ چھوڑے تھے تاکہ فرعون کے سامنے نہ ہونے کے وقت ان کو اپنے سامنے رکھیں اور ان کو سجدہ کریں بعض نے کہا ہے کہ وہ گائے کے مجسم بُت تھے۔

پہلے تو فرعون کے درباریوں نے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ساحروں سے کرایا اور جب ان کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام جیت گئے تو اب یہ فکر ہوئی کہ اگر ان دونوں بھائیوں کو یونہی چھوڑے رکھا تو یہ تو تھوڑے دن میں ملک کا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل تو ان کی مٹھی میں ہیں ہی اور ہمارے آدمیوں میں سے بھی بہت سے لوگ اس کی باتوں میں آجائیں گے اس وقت بڑی مشکل ہوگی۔ یہ سوچ کر فرعون کے پاس گئے اور اس سے جو کچھ کہا اس کا اس آیت میں بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جب ساحروں کا قصہ تمام ہوگیا تو فرعون کی سلطنت کے اراکین کو یہ فکر پڑی کہ اب موسیٰ علیہ السلام کو کس ترکیب سے روکا جائے کہ وہ اپنی قوم کو ان کا حمایتی بن کر اپنے ساتھ نہ ملالے ورنہ ان کو یہ اپنی باتیں اور منصوبے سنا کر ملک کے خلاف کھڑا کر دے گا۔ اس کی تعلیم اور تقریریں امن عام کے خلاف ہیں کسی دن میں خون خرابہ ہوجائے گا اور لوگ کھلم کھلا بغاوت پر کمر باندھ لیں گے۔ چنانچہ وہ فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ یہ تو بالکل خلاف مصلحت ہے کہ موسیٰ کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ یہ تو اپنی قوم کو تھوڑے ہی دن میں اٹھا کھڑا کرے گا اور وہ دلیر ہو کر قتل و غارت کا بازار دھوم دھام سے شروع کر دیں گے اور موسیٰ آگے بڑھ کر ان کو تیری غلامی سے اور تیرے مقرر کیے ہوئے معبودوں کی پرستش سے الگ کر دے گا۔ اس کی کوئی تدبیر کرنی ضروری ہے۔ فرعون نے کہا اس کی ہمارے پاس وہی تدبیر ہے جس سے ہم نے پہلے بھی بنی اسرائیل کو ایک مردہ قوم بنا دیا تھا اب پھر یہی کام کر دیں گے کہ ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی مروا دیں گے اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اس طرح ان میں کبھی دم آہی نہیں سکتا۔ موسیٰ کس کو بغاوت پر آمادہ کرے گا تم جانتے ہو ہمارے ہاتھ میں سلطنت کی باگ ہے۔ لوگ ہمارے اشاروں پر چلتے ہیں۔

اللہ سے مدد مانگو

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ

کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے مدد مانگو اللہ سے

وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا

اور صبر کرو تحقیق زمین اللہ کی وارث کرتا ہے

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ

جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اور انجام کار جنت

لِلْمُتَّقِينَ (۱۲۸)

پرہیزگاروں کے لیے ہے

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو

وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا

اور صبر کرو بے شک زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ

جس کو چاہے اس کا وارث کر دے اور آخر میں بھلائی

لِلْمُتَّقِينَ (۱۲۸)

ڈرنے والوں کے لیے ہے

فرعون نے اپنے درباریوں کے کہنے سے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کا طریقہ تجویز کیا کہ آپ کی قوم کو ابھرنے کے قابل ہی نہ رکھا جائے۔ پھر اکیلے موسیٰ علیہ السلام کیا کر سکیں گے۔ اس نے پہلے بھی یہی کیا تھا کہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دا دیتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ اللہ کی قدرت سے موسیٰ علیہ السلام اسی حالت میں پیدا ہوئے اور خود فرعون ہی کے گھر میں پلے۔ آپ کی پیدائش کا ذکر سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قصص میں آئے گا۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے مقابلہ کے لیے اپنی قوم کو کیا ہدایت کی۔

ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے آگے جھک جاؤ اور اس سے اس مصیبت میں مدد مانگو اور جو سر پر پڑے صبر کے ساتھ برداشت کرو۔ اللہ نے فرعون اور اس کے لوگوں کو اس وقت سلطنت دے رکھی ہے اور اس سرزمین پر اس کا اقتدار قائم ہے زمین کا اصل مالک اللہ ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی اس پر قبضہ نہیں کر سکتا وہ اپنی حکمت اور مصلحت کی بنا پر جاہے جس کو تھوڑی مدت کے لیے اس کی حکومت دے دیتا ہے۔ اب اگر وہ ظلم و ستم سے کام لیتا ہے اور اللہ کے بندوں کو نسل اور نسب کا خیال کیے بغیر آرام و آسائش سے نہیں رکھتا تو مظلوم لوگ بے بس ہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے لیے فقط ایک راستہ ہے کہ اللہ کو پہچانیں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں وہ اس کے غضب سے ڈریں، توبہ و استغفار کریں، نیک کام اختیار کریں۔ ایسے لوگ آخرکار اپنے دشمنوں پر غالب آکر رہیں گے۔ اور اللہ ظالموں سے اختیار اور قوت چھین کر ان کو دے دے گا۔ یہ اللہ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے طریقے رکھے ہیں۔ اسی طرح ہوتا رہا ہے اور اسی طرح ہوتا رہے گا جب تک اللہ کو منظور ہے۔

اللہ کے رسول ہر زمانے میں انسان کو یہی طریقہ بتاتے رہے ہیں کہ ظالموں سے نجات حاصل کرنی ہے۔ تو اللہ کی فرماں برداری پر کمر باندھو اور اسی سے مدد کے لیے التجا کرو۔ صبر سے کام لو۔ سیدھی راہ پر چلنے میں خواہ کتنی ہی مصیبتیں اور مشکلیں پیش آئیں۔ سب کو بخندہ پیشانی برداشت کرو۔ ظالموں سے ہار مت مانو۔ ان کا ڈٹ کر جہاں تک ہو سکے مقابلہ کرو۔ آخر انجام یہ ہو گا کہ ایک دن ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی اور ظالموں کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

بے چینی

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا
کہنے لگے اذیت دیے گئے ہم اس سے پہلے کہ تو آئے ہم میں
وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى
اور اس کے بعد کہ تو آیا ہم میں کہا قریب ہے
رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ
تمہارا رب کہ ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ کر دے تم کو
فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ع (۱۲۹)
زمین میں پھر دیکھے کیوں کر کام کرتے ہو

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا
وہ بولے ہم پر تیرے آنے سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد
وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى
تکلیفیں رہیں کہا نزدیک ہے کہ
رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ
تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو ملک میں خلیفہ
فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (۱۲۹) ع ۵ ۵
کر دے پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو

اس وقت جن کا بیان ہو رہا ہے یعنی بنی اسرائیل۔ وہ خود اپنے ہی ہم جنسوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے تھے ظالم اور جابر مصری ان سے زبردستی بیگار میں کام لیتے تھے حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تمہارے لیے صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں لیکن تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یقیناً تمہارا ایک بڑا زبردست مددگار موجود ہے۔ وہ اس سارے جہان کا خالق اور منتظم ہے۔ اس نے اپنی حکمت کی بنا پر فرعون اور اس کے لوگوں کو اس وقت زبردست کر دیا ہے اس سے مقصد یہ ہے کہ تم بے بس ہو کر اللہ کی طرف جھکو اس کے سامنے گڑگڑاؤ اور اپنی عاجزی پیش کر کے اس سے مدد طلب کرو۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی حالت میں یہی ایک تدبیر ہے جو کارگر ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے لیکن اس میں صبر کی ضرورت ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہی کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور مصیبت میں صبر کرو۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر جھلا گئے اور ڈرتے ڈرتے یہ عرض کیا۔ کہ اے موسیٰؑ! تیرے آنے سے پہلے بھی ہم پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے۔ اور اب تیرے آنے کے بعد بھی وہی چرچے ہو رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کے نر بچوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالو تاکہ یہ رفتہ رفتہ نیست و نابود ہی ہو جائیں۔ آخر صبر کی بھی کوئی حد ہے ہم کہاں تک صبر کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سُن کر فرمایا کہ تم ہمت مت ہارو۔ دل کو قوی رکھو تم تھوڑی ہی مدت میں دیکھ لو گے کہ تمہارا دشمن تباہ و برباد ہو گیا اور اس کی جگہ ساری قوت اور سارا اختیار تمہارے ہاتھ میں دے دیا گیا تاکہ تمہیں کام کرنے کا موقع دیا جائے اور دیکھا جائے کہ تم صاحب قوت و اختیار ہو کر کیا ڈھنگ اختیار کرتے ہو۔ فرعون کی طرح آپے سے باہر ہو کر خونخوار اور ظالم بن جاتے ہو یا آدمیت کے ساتھ رہ کر خود بھی چین سے بسر کرتے ہو اور دوسروں کو بھی آرام سے رکھتے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو یہ سمجھا رہے ہیں۔ کہ دنیا میں قوموں کے اوپر سختی اور نرمی۔ مصیبت اور راحت۔ قوت اور ضعف سبھی قسم کے حالات آتے ہیں۔ اور ہر ایک میں انسان کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ انسان وہی ہے کہ ہر حالت میں اللہ کو پہچانے۔ اور اس سے اپنا تعلق پیدا کرے۔ اور دنیا کے راحت و آرام مصیبت و آلام کو آنی جانی چیز سمجھے۔ نہ راحت میں اللہ کو بھولے اور نہ مصیبت میں اس کی یاد سے غافل ہو۔

بنی اسرائیل کے قصّہ سے عبرت

انسان کی سب سے زیادہ قابل اعتراض حیوانی خصلت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو دبا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اتفاق سے اگر کسی کو ایسے اسباب میسر آجائیں۔ تو پھر وہ اپنے آپ کو خبر نہیں کیا سے کیا سمجھنے لگتا ہے۔ فقط یہی نہیں کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ بلکہ وہ ان کو ذلیل کر کے اپنی مرضی کا تابع اور غلام بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اللہ کی طرف سے رسول اس کے سمجھانے کے واسطے بھیجے جاتے ہیں جو اسے دنیا میں اونچ نیچ کا راز سمجھانا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آدمی کو اللہ نے قوت اور ضعف میں مختلف بنایا ہے سب کے حالات ایک سے نہیں رکھے اس سے وہ اس کا امتحان لینا چاہتا ہے کہ قوت والا اپنی قوت سے کیا کام لیتا ہے اور کمزوروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے۔ مغرور لوگ رسولوں کا کہنا نہیں مانتے اور تباہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے بعد پھر ویسے ہی مغرور لوگ پیدا ہو جاتے ہیں اور جو پہلوں نے کیا تھا وہی کرنے لگتے ہیں۔ انسانی ظلم و ستم کا سب سے بڑا شکار غالباً بنی اسرائیل تھے۔ فرعون اپنی دولت اور اپنے مددگاروں کے بل پر ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا تھا۔ اس کو گھمنڈ یہ تھا کہ مجھ سے بڑھ کر طاقت اور قوت والا کوئی نہیں، جو مجھے روک سکے میں جو چاہے کروں، مجھے کوئی ٹیڑھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی سرکش کو رام کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس کو نیچا دکھایا۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا قصہ اللہ عزّ و جلّ نے سرکشوں کے لوگوں کو سمجھانے کے لیے رکھ دیا ہے جس سے زبردستوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی زبردستی ہمیشہ نہیں چلے گی اور ان کو یقیناً ایک نہ ایک دن نیچا دیکھنا پڑے گا۔ اور زیردستوں کو اطمینان رکھنا چاہیے۔ کہ اگر انہوں نے صبر سے کام لیا اور اللہ سے التجا کرتے رہے تو ان کو ضرور ظالموں کے پنجے سے رہائی حاصل ہوگی۔ اور ان کو زبردست سے اس کی طاقت چھین کر دے دی جائے گی تاکہ ان کو بھی آزمایا جائے۔ کہ اب وہ اپنی قوت اور طاقت کو کس طرح کام میں لاتے ہیں اور پہلوں کے عبرت ناک انجام سے سبق سیکھتے ہیں یا نہیں۔

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس وقت وہاں کی حالت کچھ ایسی ہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ماننے والوں پر کفارِ مکہ ظلم و ستم ڈھا رہے تھے اور اہل اسلام بڑی بڑی اذیتوں کا شکار ہو رہے تھے۔ قرآن مجید کے مؤثر الفاظ کا ان کے دلوں پر گہرا اثر ہوا اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ ہمارے ستانے والے ایک دن تباہ ہوں گے اور ان کی ساری اکڑ فوں ختم ہو جائے گی اور اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان پر غالب کرے گا اور ان کو نیچا دکھائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے کہنا کہ صبر کرو عنقریب اللہ عزّ و جلّ تمہارے دشمنوں کو تباہ کر کے تمہیں ان کی جگہ بٹھانے والا ہے۔ اور پھر دیکھے گا کہ تم اپنی باری میں کس قماش کے لوگ ثابت ہوتے ہو۔ مکہ کے مسلمانوں کے لیے پیغامِ مسرت تھا اور گویا ان کو پہلے ہی سے اس بات پر آمادہ کرتا تھا کہ عنقریب کفار پر فتح دے کر اللہ ان کا امتحان لینے والا ہے۔ چنانچہ انہوں نے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ ہم اپنی قوت کو کمزوروں کے دبانے کے لیے نہیں بلکہ ان کی ہر طرح کی مدد کرنے کے لیے کام میں لائیں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اہل اسلام نے اپنے اس عزم کو پورا کر کے دکھایا۔ کمزور و ناتواں اللہ کی بدولت قوی اور توانا ہو گئے اور ظالموں نے ان کے سامنے ہر جگہ ہتھیار ڈال دیئے لیکن افسوس کہ آگے چل کر ان میں بھی ایسے لوگ پیدا ہونے لگے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو بھلا کر دوسروں پر زیادتی کی اور اس کی سزا پائی۔

مزید تنبیہ

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ
اور البتہ تحقیق پکڑا ہم نے فرعون کے لوگوں کو ساتھ قحطوں کے اور
نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
کمی کے پھلوں میں سے کہ شاید وہ یاد کریں
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ
پس جب آئی ان کے پاس بھلائی کہنے لگے ہمارے لیے یہی ہے
وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى
اور اگر پہنچی ان کو برائی نحوست بتائی موسیٰ کی
وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
اور اس کے ساتھیوں کی سن رکھو بات یہی ہے ان کی بدبختی اللہ کے پاس ہے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾
اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ
اور ہم نے فرعون والوں کو پکڑ لیا قحطوں میں اور
نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
پھلوں کے نقصان میں تا کہ وہ نصیحت مانیں
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ
پھر جب ان کو بھلائی پہنچی کہنے لگے یہ ہمارے لائق ہے
وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى
اور اگر برائی پہنچتی تو موسیٰ کی اور اس کے ساتھ والوں
وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
کی نحوست بتلاتے سن لو ان کی شومی تو اللہ کے پاس ہے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾
پر اکثر لوگ نہیں جانتے

سِنِیْنَ (سال) سَنَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی سال ہیں۔ سالوں سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر سال ان پر قحط اور خشک سالی آتی تھی۔

یَطَّیَّرُوْا (بدشگونی لی) اس کا مصدر طَیَّرٌ ہے جو طیر سے بنا ہے۔ طیر کے معنی پرندے کے ہیں۔ وہ لوگ پرندوں کے ذریعہ بدشگونی لیتے تھے۔ اس لیے یَطَّیَّرُوْا کے معنی شگون لینے کے ہو گئے۔ پرندوں سے شگون اس طرح لیتے تھے کہ اگر کسی کام کا ارادہ کیا اور کوئی پرندہ سامنے سے اڑ گیا تو کہتے تھے اب یہ کام نہیں کریں گے اس لیے کہ پرندے کا ٹھیک کام کے وقت اڑنا بری علامت ہے۔ طائر بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی پرندہ ہیں۔ اسی وجہ سے اس سے بھی مراد نحوست، بدشگونی، شومی اور بدبختی ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے فرعون کی قوم پر قحط سالی کی بلا نازل کی۔ شہروں میں میووں کی کمی ہو گئی۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ ڈر کر توبہ کریں لیکن ان کی ڈھٹائی اور بڑھ گئی۔ اچھی حالت ہوتی تو کہتے ایسا ہونا ہی چاہیے۔ کیوں کہ ہم معزز اور شریف لوگ ہیں۔ ہم پر مصیبت آنے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ کوئی مصیبت آتی تو کہتے یہ سب (نعوذ باللہ) موسیٰ اور اس کی قوم کی بدبختی ہے جس کا اثر ہم پر پڑ رہا ہے۔ حالانکہ خود بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے ہر بلا سے محفوظ تھے اور جو بلا نازل ہوتی تھی۔ فرعون کے لوگوں پر ہی ہوتی تھی۔ بے وقوفوں کو اتنی سیدھی بات سمجھائی نہ دی کہ یہ سب ہمارے کرتوتوں کا پھل ہے جو اللہ کی طرف سے ہمیں مل رہا ہے۔ اچھی حالت میں رکھنا اور بری حالت میں پھنسانا دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں اور وہ حسب مصلحت کسی کو اچھی حالت میں اور کسی کو بری حالت میں رکھتا ہے اور اس سے دنیا کو سبق دینا مقصود ہوتا ہے۔ مصیبت اور راحت دونوں میں صلاحیت ہے کہ انسان کے لیے اپنے مولائے حقیقی کی طرف رجوع کرنے کا موقع بہم کرے۔

نشانیوں کو بھکاوا ٹھہرایا

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ

اور کہا جو جو لائے گا تو ہم پر اس کو بطور نشانی

لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۳۲)

تاکہ تو سحر کرے ہم پر اس کے ساتھ پس نہیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ

پس بھیجے ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور چچڑی

وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ

اور مینڈک اور خون نشانیاں جدا جدا

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (۱۳۳)

پھر بھی اکڑتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہ گار

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ

اور کہنے لگے کہ کچھ تو ہمارے پاس نشانی لائے گا کہ

لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۳۲)

اس کی وجہ سے ہم پر جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ

پھر ہم نے ان پر بھیجا طوفان اور ٹڈی اور چچڑی

وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ

اور مینڈک اور خون بہت سی الگ الگ نشانیاں

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (۱۳۳)

پھر بھی تکبر کرتے رہے اور وہ گنہ گار لوگ تھے

مَهْمَا: جو۔ اصل میں یہ لفظ ما ما ہے۔ عربی میں ما کے معنی جو ہیں۔ اسی کو دو دفعہ کہا تو اس کے معنی جو جو ہو گئے۔ بولنے میں پہلے الف کو ہ بنا لیا۔ مہما ہو گیا۔ معنی وہی رہے۔

فرعونیوں کی ڈھٹائی دیکھیے: سچ کہا ہے کہ ضد و بحث میں آدمی جان تک کھونے کو تیار ہو جاتا ہے اس وقت ہم دیکھ سکتے ہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ کچھ بڑا نہ تھا وہ فقط اتنا ہی تو چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دیا جائے لیکن فرعون کی قوم کو ان کے غرور اور اقتدار نے اندھا باؤلا کر رکھا تھا۔ ان کا تکبر کبھی اجازت نہ دے سکتا تھا کہ مفت کے غلاموں کو آسانی سے اپنے ہاتھ سے نکل جانے دیں۔ خود عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ زمانہ تو پھر بھی ہمارے زمانے سے کم مہذب تھا۔ ہم آج کل تہذیب و تمدن کے دعویداروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کمزور قوموں کو دبا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اور ان سے اپنے مطلب کے کام نکال کر کچھ پیسے دے دیتے ہیں وہ کبھی اس بات پر رضامند نہیں ہوتے کہ ان کے اوپر سے اپنی گرفت ڈھیلی کریں۔ جب آج کل کے مدعیان تہذیب کا یہ حال ہے۔ تو فرعون کی قوم کی ڈھٹائی اور تکبر میں تعجب کی کوئی بات نئی نہیں۔ دیکھئے وہ حضرت موسیٰؑ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! تو چاہے جتنی انوکھی باتیں دکھا، ہم تیرے جال میں پھنسنے والے نہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ ہم نے ان پر مصیبتیں ڈالنی شروع کیں۔ بنی اسرائیل تو مصیبتوں سے بچے رہے لیکن فرعونیوں پر رہ رہ کر طوفان، ٹڈیوں اور چچڑیوں کی آفتیں آئیں۔ مینڈکوں کی کثرت نے آرام سے رہنا دشوار کر دیا۔ پانی ان کے لیے خون ہو گیا۔ لیکن واہ رے بدمستی مصیبت آئی تو رونے لگے اور جب وہ دور ہوئی تو پھر وہی سرکشی اور وہی ضد۔

واقعہ یہ ہے کہ ان کی طبیعت بگڑ چکی تھی اور وہ ظلم و ستم کے عادی ہو چکے تھے۔ ان میں اس کی صلاحیت ہی نہ رہی تھی کہ بھلائی برائی میں تمیز کریں اور نصیحت کرنے والوں کی بات سنیں۔ یہی خرابی کے لچھن ہیں ؛

فرعون والوں کی ضد

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى
اور جب واقع ہوتا ان پر کوئی عذاب کہتے اے موسیٰ
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ
پکار ہمارے لیے اپنے رب کو اس طرح کرنا بتایا اس نے تجھ کو البتہ اگر
كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ
کھول دیا تو نے ہم سے یہ عذاب ضرور ایمان لے آئیں گے ہم تجھ پر اور
لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا
البتہ ہم ضرور بھیج دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پس جب
كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ
کھول دیا ہم نے ان سے عذاب اس مدت تک کہ وہ
بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
پہنچنے والے تھے اس تک۔ یکایک وہ توڑ دیتے عہد

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى
اور جب ان پر کوئی عذاب پڑتا تو کہتے اے موسیٰ
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ
ہمارے واسطے اپنے رب سے دعا کر جیسا کہ اس نے تجھ کو بتلا رکھا ہے
كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ
اگر تو نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو بے شک ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے
لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا
اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیں گے پھر جب
كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ
ہم نے ان سے عذاب اٹھا لیا ایک مدت تک کہ ان کو اس وقت
بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
تک پہنچنا تھا اسی وقت عہد توڑ ڈالتے

عَهِدَ: (اس نے بتایا) عَہِدَ ماضی کا صیغہ ہے عہد کے معنیٰ ہیں کسی سے کچھ کہنا، بتانا، کسی کام کا طریقہ سکھانا یا کسی کے ذمے کچھ کام ڈالنا۔

عَہِدَ عِنْدَكَ: (اس نے تجھ کو بتا رکھا ہے) لفظی معنیٰ ہیں اس نے تیرے پاس ہدایت چھوڑی ہے یعنی تجھ کو جو طریقہ دعا کا سکھا رکھا ہے۔

ارشاد ہے کہ فرعون کی قوم کی عادت تھی کہ مگرے بن کر اپنا کام کیے جاتے تھے۔ جب ان کی تنبیہ کے لیے کوئی عذاب آتا تو اس وقت عاجز ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور کہتے اے موسیٰ تیرے رب نے تجھے دعا کا جو طریقہ بتا رکھا ہے اس طریقے سے اپنے رب سے ہمارے لیے دعا مانگ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیری دعا سے اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور تجھے سچا مان لیں گے اور تیرے اوپر ایمان لے آئیں گے اور فقط یہی نہیں بلکہ تیرے ساتھ تمام بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ مگر جب ہم تھوڑی مدت کے لیے ان پر سے عذاب دور کر دیتے۔ اور ان کو توبہ کی مہلت دیتے تو وہ عذاب کے دور ہوتے ہی فوراً اپنے قول و قرار سے پھر جاتے اور پھر انہی بدمعاشیوں پر اتر آتے جن کے وہ عادی ہو چکے تھے۔

انسان ہمیشہ اسی چکر میں رہتا ہے۔ وہ پہلے بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اور آج تک بھی نہیں سمجھا کہ وہ انسان ہے اور انسان کے لیے ایک راستہ مقرر ہے جس پر اس کو چلنا چاہیئے اور یہ راستہ اس کے واسطے پیدا کرنے والے اور پالنے والے نے مقرر کیا ہے۔ اس راستہ سے ہٹ جانا آدمی کے لیے زہر ہے اس سے ہٹ کر جو وہ کام کرے گا اس کے بُرے اعمال میں شمار ہوگا۔ اس کے سمجھانے کے لیے اس پر کبھی سختی اور کبھی خوش حالی آئے گی۔ اگر وہ ان دونوں میں سے کسی سے بھی نہ سنبھلا تو اپنے کیے کی سزا پائے گا۔

کرتوتوں کا وبال

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ
پس انتقام لیا ہم نے ان سے پس ڈبو دیا ہم نے ان کو دریا میں
بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
اس لیے وہ جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور تھے وہ ان سے
غٰفِلِيْنَ (۱۳۶) وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ
غفلت کرنے والے اور وارث بنایا ہم نے ان لوگوں کو جو
كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ
تھے کمزور کیے جاتے مشرقوں کا زمین کے
وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا
اور اس کے مغربوں کا کہ برکت رکھی جس میں ہم نے

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ
پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا سو ہم نے ان کو دریا میں ڈبو دیا
بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے
غٰفِلِيْنَ (۱۳۶) وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ
تغافل کرتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے
كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ
وارث کر دیا اس زمین کے مشرق اور
وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا
مغرب کا کہ جس میں ہم نے برکت رکھی تھی

اِنْتَقَمْنَا: ہم نے انتقام لیا۔ ماضی کا صیغہ ہے اور انتقام اس کا مصدر ہے جو نِقْمَۃٌ سے بنا ہے۔ نقمت کے معنی عذاب اور دکھ کے ہیں۔ انتقام کے معنی آرام چھین چھین کر دکھ اور عذاب دینا۔ نعمت لے کر زحمت دینا۔

مَشَارِقَ الْاَرْضِ، مَغَارِبَهَا: زرخیز اور کھیتی پیداوار والے مشرق اور مغرب کے حصے سے مراد شام اور مصر ہے۔ بنی اسرائیل پہلے فلسطین پر قابض ہوئے پھر ان کے بڑے بڑے بادشاہوں کے زیر نگیں زمین کے بڑے بڑے حصے آ گئے۔

فرعون کی قوم پر یکے بعد دیگرے جلدی جلدی بہت سی بلائیں آئیں۔ جب بلا آتی تو حضرت موسیٰؑ کے پاس آتے اور کہتے اس بلا کو دور کرا دے۔ ہم تیرا کہنا ماننے کو تیار ہیں۔ جب بلا چلی جاتی پھر ویسے ہی ہو جاتے۔ آخر طاعون نے آ دبوچا اور لوگ مرنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل گئے۔ کئی دن کے بعد فرعون والوں کو کچھ ہوش آیا تو بنی اسرائیل کو پکڑنے کے لیے دوڑے اور دریائے قلزم پر جب پکڑا۔ یہ قصہ سورۃ الشعراء میں آئے گا۔ اور اس سے پہلے سورۃ البقرہ میں بھی گذرا ہے۔ دریا بنی اسرائیل کے لیے خشک ہو گیا اور وہ پار اتر گئے۔ ان کے پیچھے فرعون بھی مع لاؤ لشکر دریا میں اترا۔ دریا پانی سے بھر گیا۔ فرعون اور فرعون والے غرق ہو گئے۔

ارشاد ہے کہ جب وقت آیا تو ہم نے ان سے ان کی سرکشی کا بدلہ لیا اور سب کو دریا میں ڈبو دیا اس کے سوا اور ان کا علاج ہی کیا تھا ہماری نشانیوں کو وہ برابر جھٹلاتے رہے ان پر لگاتار مصیبتیں پڑیں اگر سمجھ ہوتی تو سنبھل جاتے اور درست ہو کر آدمیوں کا سا رویہ اختیار کرتے۔ لیکن انہوں نے گمراہی اختیار کیا اور جان بوجھ کر انجان بن گئے۔ نصیحتیں اس کان سے سنیں اس کان سے اڑا دیں مصیبتیں دیکھیں۔ لیکن اندھے بن گئے غفلت کی انتہا کر دی۔ آخر تباہ ہو گئے اور ہم نے ان کی جگہ انہی بنی اسرائیل کو جنہیں کمزور اور ناتواں سمجھا جاتا تھا ان کی تمام چیزوں کا وارث کر کے بٹھا دیا۔ اور وہ اس ملک کے جو نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز خطۂ زمین تھا تنہا مالک ہو گئے۔

صبر کا پھل

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى
اور پوری ہو گئی وعدہ تیرے رب کا نیکی کا اوپر
بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ
بنی اسرائیل کے بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا اور
دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ
برباد کردیا ہم نے جو تھے بناتے فرعون اور
قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
اس کی قوم اور جو تھے وہ اونچا پھیلاتے

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى
اور تیرے رب کا نیکی کا وعدہ بنی اسرائیل پر بہ سبب
بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ
ان کے صبر کرنے کے پورا ہو گیا اور
دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ
ہم نے خراب کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم نے
قَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ الربع
بنایا تھا اور جو اونچا کر کے چھایا تھا

كَلِمَتُ: بول، عام طور پر اس کو کلمۃ لکھتے ہیں۔ کلام مجید میں اس جگہ لمبی تَ سے لکھا جاتا ہے۔ ہر معنی والا لفظ جو منہ سے نکلے کلمہ کہلاتا ہے یہاں اس سے مراد وہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی کیا تھا کہ عنقریب فرعون اور اس کی قوم کو تباہ کر کے بنی اسرائیل کو ان کا وارث اور جانشین بنایا جائے گا۔

الْحُسْنٰى: اسم تفضیل ہے اور احسن کا مؤنث ہے یہ دونوں حُسْنٌ سے بنے ہیں جس کے معنی اچھائی، نیکی اور خوبصورتی کے ہیں۔ احسن کے معنی ہیں دل خوش کرنے والا، دل فریب، خوبصورت۔ کلمۃ چونکہ مؤنث ہے اس لیے الاحسن کے بجائے اس کی صفت الحسنٰی ہو گی۔

دَمَّرْنَا: تباہ کر دیا ہم نے ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تدمیر ہے جو دمار سے بنا ہے۔ جس کے معنی تباہی اور بربادی کے ہیں۔ تدمیر تباہ و برباد کرنا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے فرعون کو اس کے آدمیوں سمیت غرق کر کے بنی اسرائیل کو مصر اور شام کے زرخیز علاقوں کا مالک بنا دیا اور رفتہ رفتہ ان کے بادشاہوں کی سلطنت روئے زمین پر پھیل گئی اور اس طرح اللہ کا وہ احسان کا وعدہ جو اس نے بنی اسرائیل سے کیا تھا۔ پورا ہوا اور یہ ان کے صبر کا بدلہ تھا جس سے وہ مدتوں فرعون کے ظلم و ستم سہتے رہے جو مصیبتیں اس نے ان پر ڈالیں انہیں خاموشی سے برداشت کیا۔ فرعون اور اس کی قوم نے ایکا کر کے اپنے غرور اور تکبر پر اتراتے ہوئے غریب اور ناتواں لوگوں کے ستانے کے لیے جو ڈھونگ رچایا تھا۔ اسے ہم نے تہس نہس کر دیا۔ اونچی اونچی فراخ چھتوں والے محل چھوڑ کر دریا کی تہ میں بیٹھ گئے اور بنی اسرائیل نے دنیا میں ابھرنا شروع کر دیا۔ اس آیت میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ آدمی کی بہبودی اور فلاح اس کے اخلاق و عادات کی درستی پر موقوف ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کہ اخلاق و عادات کیسے ہی ہوں دولت اور قوت سارے کام بنا دیتی ہے۔ دولت سے سخت سے سخت مخالفوں کو رام کیا جا سکتا ہے اور قوت سے سخت سے سخت دشمن کو کچلا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ دن کے لیے یہ ڈھونگ چل جائے اور زبردست لوگ سمجھیں کہ اب ہم پورے طور پر دنیا پر مسلط ہو گئے اور ہمارے آگے کسی کی نہیں چل سکتی لیکن یہ خیال خام ہے اس نے بہت سے لوگوں کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ان کی تباہی کے خودبخود دایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو کبھی ان کے وہم و گمان میں بھی نہ گذرے تھے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں شانے چت جا پڑتے ہیں اور ان کے مخالف جنہیں انہوں نے دبا رکھا تھا اور کمزور سمجھتے تھے، صبر اور تحمل کی بدولت اوپر آ جاتے ہیں ۔

غلامی رنگ لائی

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا

دریا پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پس آئے وہ

عَلٰي قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ

ایک قوم پر جو جمے ہوئے تھے بتوں پر اپنے

قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ

بولے اے موسیٰ بنا دے ہمارے لیے بت جیسے ان کے

اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (۱۳۸)

بت ہیں کہا یقیناً تم ایک قوم ہو جو جہالت میں مبتلا ہو

اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ

تحقیق یہ لوگ تباہ ہونے والی ہے وہ جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور

بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۳۹)

غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا تو ایک

عَلٰي قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ

قوم پر پہنچے جو اپنے بتوں کے پوجنے میں لگ رہے تھے

قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ

بولے اے موسیٰ ہماری عبادت کے لیے بھی ایسے ہی بت بنا دے جیسے ان کے

اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (۱۳۸)

بت ہیں کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو

اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ

یہ لوگ جس چیز میں لگے ہوئے ہیں وہ تباہ ہونے والی ہے اور

بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۳۹)

جو وہ کر رہے ہیں ۔ غلط ہے

يَعْكُفُوْنَ : رجمے ہوئے ہیں ، مضارع کا صیغہ ہے جو عکف سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک طرف دھیان جما کر بیٹھ جانا۔ اعتکاف اسی سے بنا ہے۔

اَصْنَامٍ : اَب صنم کی جمع ہے کسی خیال کو مورت کی شکل میں ظاہر کیا جاتے تو اسے صنم کہتے ہیں یہ مورت جس کو یہ لوگ پوجتے تھے گائے کی تھی جو آدمی کی نفع کا مجموعہ ہے ابتدا میں رب کا خیال ظاہر کرنے کے لیے اس شکل کو سامنے رکھتے تھے پھر رب کو بھول گئے اور اسی کی پرستش کرنے لگے۔

اَلْبَحْرُ : (دریا سمندر) اس بحر سے مراد بحیرہ قلزم کی وہ شاخ ہے جو مصر اور جزیرہ نمائے سینا کے درمیان ہے۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جب مصر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سمندر پار کر کے ساحل پر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سامنے بت رکھ کر ان کی پوجا پاٹ کر رہے ہیں۔ انہیں بھی خیال آیا کہ اس میں کیا حرج ہے کہ اللہ کی عبادت کریں اور خیال کو یکسو کرنے کے لیے کوئی مورت اپنے سامنے رکھ لیں۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے لیے بھی ایسی ہی صورتیں اور مورتیں بنانے کی اجازت ملنی چاہیئے جیسے انہوں نے بنا رکھی ہیں کہ ان کو سامنے رکھ کر عبادت کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم نہیں جانتے کہ اس میں کیا نقصان ہے۔ سنو! یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں سب بے اصل خرافات ہے اور ایک دن مٹ کر رہے گی۔ کیونکہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے فائدہ کوئی بھی نہیں۔ بنی اسرائیل مدتوں سے مصر میں بت پرستوں کے اندر رہتے چلے آرہے تھے اب جو یہاں لوگوں کو بت پوجتے دیکھا تو وہی شوق چرایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا شرک کا جال ہے اس کا مٹانا ہمارا فرض ہے ۞

معبود فقط اللہ ہے

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ
کہا کیا اللہ کے سوا تمہارے لیے ڈھونڈوں کوئی معبود اور اس نے
فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ
بڑھایا تم کو تمام جہان پر اور جب چھڑایا ہم نے تم کو
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
لوگوں سے فرعون کے دیتے تھے تم کو برا عذاب
يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ
مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور جیتا رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو
وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾
اور اس میں احسان ہے تمہارے رب کا بڑا

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ
کہا کیا اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود ڈھونڈوں حالانکہ اس نے
فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ
تم کو تمام جہان والوں پر بڑائی دی اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو برا عذاب دیتے تھے جو تمہارے
يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ
بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے
وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶/۱۲
اور اس میں تمہارے رب کا بڑا احسان ہے

يَسُوْمُوْنَكُمْ: پہنچاتے تھے تم کو تکلیف۔ مضارع کا صیغہ ہے اور سوم سے بنا ہے۔ سوم کے معنی تکلیف پہنچانا، اذیت دینا، ستانا۔

يَسْتَحْيُوْنَ: زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اس کا مصدر استحیاء ہے جو حیات سے بنا ہے۔ حیات کے معنی زندگی۔ استحیاء کے معنی زندہ رہنے دینا۔

بَلَآءٌ: اس کے اصل معنی آزمائش کے ہیں۔ یہ کبھی مصیبت کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور کبھی احسان کے ذریعہ سے۔ اس لیے اس کے معنی مصیبت اور احسان دونوں ہیں۔ یہاں احسان مراد ہے۔

پچھلی آیت میں گذرا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بتوں کو سامنے رکھ کر عبادت کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ طریقہ خطرناک ہے اس کے انجام سے تم واقف نہیں ہو۔ یہ آخر میں جا کر انسان کو اصلی رب سے غافل کر دیتا ہے۔ فائدہ تو محض برائے نام ہے جا نے حاصل ہو یا نہ ہو یعنی توجہ ہو ایک چیز پر جمانا۔ لیکن نقصان یقینی ہے یعنی شرک صریح میں مبتلا ہو جانا۔

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ کو بھول جانا انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے کیا ایسی بات کا اختیار کرنا مناسب ہو سکتا ہے جو ابتدا میں تو بے ضرر ہی معلوم ہوتی ہو لیکن آخر اس کا انجام یہ ہو کہ لوگ بتوں ہی کو سب کچھ سمجھ لیں۔ اور کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں۔ میں تمہاری خواہش نہیں مانتا کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی اور معبود بنا کر کھڑا کر دوں۔ اللہ کی ایسی زبردست نشانیاں دیکھتے ہوئے کہ اس نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم کو سارے جہان والوں سے اس وقت مرتبہ میں اونچا کر دیا۔ اس کے بھول جانے کے سامان کرنا بڑا ظلم ہے۔ آگے کی آیت میں یہودیوں کو پھر اس نعمت عظمٰی کی یاد دلائی جاتی ہے۔ جو ان کے آباء و اجداد پر کی گئی۔ اگر یہ نعمت ان پر نہ کی گئی ہوتی تو آج ان کا بیج زمین پر ڈھونڈے بھی نہ ملتا۔

ارشاد ہے ہم نے تمہارے بڑوں کو فرعون سے نجات دی کہ وہ تمہارے بیٹوں کو پیدائش کے وقت ہی مار ڈالتا تھا اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا اس وقت تم کو نجات دینا اللہ کا واقعی بڑا احسان ہے۔

قانون کی طلب

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّ اَتْمَمْنٰھَا

اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس رات کا، اور پورا کیا ہم نے اس کو

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ۚ

دس سے پس پوری ہوئی مدت تیرے رب کی چالیس رات

وَ قَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ

اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے میرا نائب رہ

فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ

میری قوم میں اور اصلاح کر اور نہ پیروی کر راہ

الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

فساد والوں کی

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا

اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا اور ان کو پورا کیا

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ۚ

دس سے پس تیرے رب کی مدت چالیس رات پوری ہو گئی

وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ

اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تو میرا خلیفہ رہ

فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ

میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کی راہ

الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

پر مت چلنا

مِیْقَاتٌ : اسم ہے جو میزان کے وزن پر وقت سے بنا ہے اس کے معنی ہیں ایک معیّن مدت جو کسی ایک کام کے پورا کرنے کے لیے کافی ہو۔

ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کے لیے تیس دن کی مدت مقرر کر دی کہ کوہ طور پر جا کر عبادت اور دعا میں مشغول رہیں۔ روزہ رکھیں اور اللہ کے دھیان گیان میں سارا وقت گذاریں۔ جب تیس دن پورے ہو گئے تو دس کا اس میں اضافہ کیا گیا اور خلوت میں عبادت کا ایک چلّہ پورا ہو گیا۔ جب حضرت موسیٰؑ اس حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہو کر جانے لگے تو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ تم میرے پیچھے بنی اسرائیل کے نگران رہو گے ان کی دیکھ بھال کرنا کہ یہ کہیں واہی تباہی باتوں میں نہ پھنس جائیں۔ ہر وقت ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا کیوں کہ ان میں کبھی کبھی ان بیہودہ رسموں کا شوق خواہ مخواہ چرّاتا ہے۔ وہ جو مصر میں مدّتوں تک دیکھتے رہے ہیں اور جن پر فرعون انہیں زبردستی چلاتا رہا ہے۔ ان میں بہت سے لوگ ابھی شیطانی کاموں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں اور فتنہ و فساد پھیلانے میں انہیں خاص طور پر دلچسپی ہوتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ غالب آجائیں اور سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے۔ تم ہرگز ان کے داؤ گھات کو کامیاب نہ ہونے دینا اور جو وہ کہیں اس کے برخلاف کرنا۔ ورنہ وہ ان سب کے تباہ کرنے میں کسر نہ رکھیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ مفسد لوگوں کو اگر یہ احساس ہو گیا کہ اب ہمارا کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے تو وہ کھل کھیلیں گے اور جو کچھ نہ کر گذریں وہ تھوڑا ہے ایسے لوگوں کو دم دلاسا دے کر اور اگر موقعہ ہو تو گھرکی جھڑکی سے کام لے کر غرض کبھی نرمی اور کبھی سختی سے ان کے شیطنت کے کاموں سے روکتے رہنا چاہیئے اور اچھی طبیعت والے لوگوں کو اس کام میں اپنا ساتھی اور مددگار بنائے رکھنا چاہیئے تاکہ بربادی پسند لوگ دبے رہیں اور اپنا انسانیت سوز مشغلہ اختیار نہ کرنے پائیں۔ تنظیم قوم اسی کا نام ہے کہ اچھے لوگ سوسائٹی میں غالب رہیں اور شور و شر کرنے والے لوگ ان کے رعب سے دبے رہیں۔

اللہ کا دیدار

وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ
اور جب آیا موسیٰ ہماری مقررہ مدت کےلیے اور کلام کیا اس
رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ
اس کے رب نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا کہ میں نظر کروں تیری طرف
قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ
کہا تو ہرگز نہ دیکھے گا مجھ کو اور لیکن نظر کر پہاڑ کی طرف
فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ
پس اگر وہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پس عنقریب دیکھ لے گا تو مجھ کو

وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ
اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر پہنچا اور کلام کیا اس سے
رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ
اس کے رب نے بولا تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں
قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ
فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ
فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ
اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو مجھ کو دیکھ لے گا

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تیاری کر کے اللہ کی مقررہ کی ہوئی مدت خلوت میں کوہ طور پر بسر کرنے کے لیے روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے اور سب سے ہٹا کر اپنی توجہ اللہ عزوجل کی طرف موڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا۔ ان سے ایک عجیب سرور و نشاط حاصل ہوا۔ تو دل میں اللہ کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی۔ سوچا کہ جس کے کلام میں یہ لطف ہے اس کے دیدار میں کس قدر شادمانی اور مسرت ہوگی۔ فرط شوق میں یہ خیال نہ رہا۔ کہ جسمانی آنکھ تو صرف جسم کے رنگ اور نقشے کو دیکھ سکتی ہے۔ مگر جو جسم اور جسمانیت سے بالکل مبرا اور منزہ ہو۔ اس کو اس آنکھ سے دیکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ بہرحال شوق دیدار ایسا غالب ہوا کہ بے ساختہ درخواست کر بیٹھے اے میرے رب کوئی ایسی صورت نکال کہ میں تجھے آنکھ سے دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ جب تک انسان اس دنیا میں بقید حیات ہے۔ یہاں کے دستور کا پابند ہے یہ اٹل قانون ہے کہ جسمانی نظر بے کیف چیز کو نہیں دیکھ سکتی۔ تیری تسلی کے لیے اتنا کیا جا سکتا ہے کہ ایک ایسا منظر تیرے سامنے پیش کر دیا جائے۔ جس سے تیرے اوپر مادہ کی بے بسی ظاہر ہو جائے کہ سخت سے سخت ٹھوس چیز بھی اصل تجلی الٰہی کو جسے تو دیکھنا چاہتا ہے برداشت نہیں کر سکتی۔ انسان کی آنکھ تو مادی لحاظ سے ضعیف ترین چیز ہے یہ اس کی برداشت کیسے کرے گی۔ یہ پہاڑ جو تیرے سامنے ہے اس پر نظر کر اس پر ہم اپنی ذرا سی جھلک ڈالتے ہیں۔ اگر یہ اس کا تحمل کر گیا اور اپنی جگہ پر قائم رہا۔ تو تو بھی دیکھ سکتا ہے۔ ورنہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس دنیا میں اس آنکھ سے اللہ کا دیدار ممکن نہیں۔ دنیا میں جو آنکھ انسان کو دی گئی ہے یہ کئی چیزوں کو اپنی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتی۔ مثلاً خوشی ایک مخفی چیز ہے جس کو آنکھ نہیں دیکھتی۔ لیکن اس کی نشانیاں دیکھتی ہے۔ آدمی کے چہرہ کا نقشہ بدل جانا۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ اعضاء کی ایک خاص قسم کی حرکت۔ آنکھوں میں ایک نئی چمک۔ دل کو دھڑکن۔ ایک خاص قسم کا قہقہہ۔ ان سب باتوں کو جمع دیکھ کر اس کی عقل فیصلہ کرتی ہے کہ اسے خوشی حاصل ہے اور یہ اسی کی نشانیاں ہیں۔ انسان اللہ کو دیکھ نہیں سکتا۔ فقط اس کی نشانیاں دیکھ کر اس کو پہچان سکتا ہے اور دل میں اس کا تصور کر سکتا ہے۔

تجلّی کا اثر

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ
پس جب ظاہر ہوا اس کا رب پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو
دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ
ریزہ ریزہ اور گرا موسیٰ بے ہوش پس جب ٹھیک ہوا
قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا
بولا پاک ہے تو توبہ کی میں نے تیری طرف اور میں
اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
پہلا ہوں یقین کرنے والوں میں

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ
پھر جب اس کے رب نے پہاڑ کی طرف تجلی کی
دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ
اس کو ڈھا کر برابر کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑا پھر جب ہوش
قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا
میں آیا بولا تیری ذات پاک ہے میں نے تیری طرف توجہ کی اور میں
اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
سب سے پہلے یقین لایا

تجلی [illegible] ماضی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر تجلّی ہے جو جلوہ سے بنا ہے جلوہ کے معنی کھلم کھلا ظہور۔ تجلی کے معنی ظاہر ہونا۔

صعقا: بیہوش۔ صفت کا صیغہ ہے جو صعق سے بنا ہے۔ صعق کے معنی ہیں لاشعوری، بیہوشی۔ صَعِقٌ جسے اپنی سدھ بدھ نہ رہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اشتیاق دیدار میں بے تاب ہو کر اپنے رب سے درخواست کی کہ مجھے ان آنکھوں سے اپنا خاص جلوہ دکھا دیجیے جو[اب] ملا کہ اس جسمانی آنکھ کے لیے ممکن نہیں کہ مجھے دیکھ سکے۔ آنکھ کیا کوئی مادی چیز میرے جلوۂ خاص کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس کی بابت تیرا اطمینان کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ ہم اپنی تھوڑی سی جھلک اس پر ڈالتے ہیں اگر یہ اسے سہار گیا تو تو بھی مجھے دیکھ لے گا

ارشاد ہے کہ موسیٰ کے رب نے موسیٰ کو یقین دلانے کے لیے کہ دنیا میں اللہ کا دیدار کھلم کھلا نہیں ہو سکتا۔ پہاڑ پر اپنے نور کی تھوڑی سی جھلک ڈالی پہاڑ کا وہ حصہ جس پر وہ جھلک پڑی ریزہ ریزہ ہو کر زمین کے برابر ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا۔ تو اقرار کیا۔ کہ واقعی اے رب تو کسی مخلوق کے مشابہ نہیں۔ اس لیے یہ آنکھ تجھے نہیں دیکھ سکتی تو ان چیزوں سے پاک ہے جن کا یہ آنکھ احساس کرتی ہے۔ میں آپ کی درگاہ میں اپنے سوال پر نادم ہو کر حاضر ہوں۔ اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں جسے اس بات کا پورا یقین تجربے سے حاصل ہو گیا ہے کہ واقعی اس دنیا میں آپ کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ایسی طاقت اور بینائی کی ضرورت ہے جو بے رنگ اور بے کیف حقیقت کو دیکھ سکے۔ تو رنگ اور جسمانی کیفیات سے پاک ہے۔ اس لیے بظاہری آنکھ یہاں بالکل بے بس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے طور بے انتہا ہیں۔

چیزوں کا وجود ہی اس کی کسی نہ کسی طرح کی تجلی پر موقوف ہے۔ لیکن اس کی ذاتی تجلّی دنیا میں کسی نہ کسی پردہ میں پوشیدہ ہے۔ پردے کے باہر اس کی نشانیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے بعض کو آنکھ دیکھ بھی سکتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ ذاتی تجلی کا بے پردہ مشاہدہ کریں۔ ورنہ پہلے نبوت ملتے وقت آگ کے پردہ میں تجلی تو وہ دیکھ چکے تھے اس وقت کے تجربے سے ان کو کامل یقین ہو گیا۔ کہ دنیا میں تجلی ذاتی کے لیے حجاب لازم ہے چنانچہ اپنی جسارت پر نادم ہوئے اور توبہ

موسیٰؑ کو تسکین

قَالَ يٰمُوسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ

کہا اے موسیٰ میں نے امتیاز دیا تجھ کو لوگوں پر

بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ

اپنے پیغاموں کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ پس پکڑ لے جو میں نے تجھے دیا اور ہو جا تو

مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ

شکر گزاروں میں سے اور لکھ دی ہم نے اس کے لیے تختیوں میں ہر

كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ

چیز میں سے نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا

پس پکڑ اس کو زور سے اور حکم کر اپنی قوم کو لے لیں وہ

بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اس میں سے بہتر جلد دکھاؤں گا میں تم کو گھر نافرمانوں کا

قَالَ يٰمُوسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ

فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھ کو لوگوں سے امتیاز دیا

بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ

اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا سو لے جو میں نے تجھ کو دیا

مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ

اور شاکر رہ اور ہم نے اس کو تختیوں پر ہر قسم

كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ

کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا

سو ان کو زور سے پکڑے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ اس کی

بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

بہتر باتیں پکڑے رہیں عنقریب میں تم کو نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین دلایا گیا کہ رب کا دیدار اس دنیا میں ان آنکھوں سے ناممکن ہے کیونکہ اللہ کی بے حجاب تجلّی کا کوئی سخت سے سخت مادی چیز بھی تحمل نہیں کر سکتی آنکھ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا جا رہا ہے کہ ان کا کام بہت عظیم الشان ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اس لیے انہیں اللہ کا شکر گزار رہنا چاہیے اور اپنے فرض کو بہت زور کے ساتھ انجام دینا چاہیے۔ دنیا میں انسان کی عظمت کا دارومدار اس کام کی نوعیت پر ہے جو اللہ نے اس کے ذمّے مقرر کیا ہے۔ دیدارِ الٰہی دنیا کا نہیں آخرت کا مسئلہ ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ عزّ وجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ! تجھے خوش ہونا چاہیے کہ میں نے تجھے اپنا پیغام لوگوں کی طرف پہنچانے کے لیے منتخب کیا اور تجھ سے خود براہ راست کلام کیا۔ اب جو کچھ میں نے تجھے اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے اس کو لے اور اس کے لیے میرا شکر گزار ہو۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چند تختیاں (جن سے تورات مراد ہے) دی گئیں جن پر عمل کی ہدایات اور احکام لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم نے اس کو تختیوں پر لکھی ہوئی ہر امر سے متعلق ضروری باتیں اور ہدایات عطا فرمائیں جن میں وعظ و نصیحت، جہالت کی باتوں سے بچنے کی ترغیب اور تفصیل کے ساتھ حلال و حرام کا فرق، مجرموں کی سزاؤں کے قانون، عبادت کے طریقے اور دین سے متعلق ساری باتیں درج تھیں اور کہا کہ ان سب باتوں پر پوری کوشش اور قوّت کے ساتھ خود عمل کر اور اپنی قوم بنی اسرائیل سے میری طرف سے یہ کہہ دے کہ ان میں سے بہتر سے بہتر باتیں جن کر ان پر عمل کریں یعنی نری رخصتوں پر ہی نہیں بلکہ ان پر بھی جن پر زیادہ ثواب کا وعدہ ہے دین اسی وقت محفوظ رہتا ہے جب اس کی احسن باتوں کو کوشش کے ساتھ قائم رکھا جائے اس کے بعد ارشاد ہے کہ عنقریب میں تم کو ان لوگوں کے مقام اور ٹھکانے دکھاؤں گا جنھوں نے میری نافرمانی پر کمر باندھی ؛

متکبر ٹیڑھے چلتے ہیں

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ
عنقریب میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان کو جو اکڑتے پھرتے ہیں
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا
زمین میں ناحق اور اگر دیکھیں وہ
كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا
ہر نشانی نہ ایمان لائیں وہ اس پر اور اگر دیکھ لیں
سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا
راستہ ہدایت کا نہ پکڑیں اس کو راستہ اور اگر دیکھ لیں
سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ
راستہ گمراہی کا پکڑ لیں اس کو راستہ

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ
میں اپنی نشانیوں سے ان کو پھیر دوں گا جو
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا
زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر دیکھ لیں
كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا
ساری نشانیاں ایمان نہ لاویں اس پر اور اگر دیکھ لیں
سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا
ہدایت کا راستہ اس کو راہ نہ ٹھہراویں اور اگر دیکھ لیں
سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ
گمراہی کا راستہ تو اس کو راہ ٹھہرالیں

يَتَكَبَّرُوْنَ: اکڑے پھرتے ہیں۔ اس کا مصدر تکبّر ہے جو کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی یہاں ہیں بناوٹی طور پر بڑا بننا یعنی ایک شخص واقع میں تو چھوٹے درجے کا ہے مگر خواہ مخواہ بڑا بنتا ہے یہ معنی بغیر الحق سے جو اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے سمجھ میں آتے ہیں۔

بِغَيْرِ الْحَقِّ: حق کے معنی واقعی اور ٹھیک کے ہیں۔ غیر الحق کی جگہ ہم اپنی زبان میں ناحق کہیں گے یعنی کوئی چیز واقع میں تو کسی کی نہ ہو لیکن وہ اس پر قبضہ کرلے۔ رشد و غی ایک دوسرے کے مقابل لفظ ہیں۔ رشد کے معنی ہیں سچائی۔ درستی اور راستی۔ غی اس کا الٹ ہے یعنی جھوٹاپن خرابی اور کجی۔ سبیل الرشد۔ سیدھا راستہ۔ سبیل الغی۔ ٹیڑھا راستہ۔

اس سے پہلے یہ ذکر چلا آرہا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنی چاہیئے۔ اگرچہ اللہ کو اس دنیا میں آنکھ سے دیکھا نہیں جاسکتا۔ لیکن اس کی واضح نشانیاں جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ دیکھ کر ہم عقل سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ یقیناً موجود ہے مگر بہت سے لوگ ان کی نشانیوں سے غافل ہیں۔ وہ ان کو دیکھتے ہیں۔ اور ان سے جانے کیا کیا سمجھ جاتے ہیں مگر نہیں سمجھتے تو اللہ کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہی خیال میں مست ہیں اور اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اپنی نفسانی خواہشوں میں پھنسے رہتے ہیں کوئی انہیں سیدھا راستہ بتائے تو اس کی بات کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کا دل پھیر دیں گے۔ جو اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتے حالانکہ وہ اگر غور کریں تو ان میں کوئی بڑائی نہیں۔ وہ سرتاپا عاجز ہیں۔ یہ اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان کو دیکھ کر اللہ کو نہ سمجھیں گے۔ ان کی خصلت تو یہ ہے کہ سیدھا راستہ دیکھ بھی لیں تو اس سے کترا کر چلیں گے اور ٹیڑھا راستہ دیکھتے ہی جھٹ اس کو اختیار کرلیں گے جو آدمی کسی چیز کی نشانیاں دیکھ کر عقل سے اس کے وجود کو نہ سمجھے تو جان لینا چاہیئے کہ وہ اپنی خواہشوں کے جنجال میں پھنسا ہوا ہے۔ خودغرضی نے اسے اندھا کر رکھا ہے سیدھے راستہ کو جان بوجھ کر چھوڑتا ہے۔

کام کیے بغیر مزدوری کیسی

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا
یہ بوجہ اس کے کہ انہوں نے جھوٹا کہا ہماری آیتوں کو اور رہے
عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (١٤٦) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
ان سے بے خبر اور جن لوگوں نے جھوٹا کہا
بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
ہماری آیتوں کو اور ملنے کو آخرت کے بیکار ہوئے عمل ان کے
هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (١٤٧)
کیا بدلہ پائیں گے وہ مگر اس کا جو تھے وہ کرتے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا
یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹ جانا اور
عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (١٤٦) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
ان سے بے خبر رہے اور جنہوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو ان کی محنتیں برباد ہوئیں
هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (١٤٧) ع
وہی بدلہ پائیں گے جو عمل کرتے تھے

پہلے گذرا کہ جو لوگ اپنے آپ ہی کو خواہ مخواہ بڑا سمجھتے ہیں حالانکہ انہیں اس کا کوئی حق نہیں اور ہماری نشانیوں کو دیکھ دیکھ کر جھٹلاتے ہیں اور سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھا اختیار کرتے ہیں۔ انہیں ہم اپنی آیتوں پر غور کرنے سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس آیت میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ متکبر لوگ غور و فکر سے اس لیے محروم ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ کی ان آیات کو جھٹلاتے ہیں جنہیں اس نے اپنی کتابوں میں اتارا ہے یا عام طور پر دنیا میں ظاہر کیا ہے۔ اور جو لوگ انہیں اللہ کی ہستی کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ انہیں معاذ اللہ بے وقوف کہتے ہیں وہ ان نشانیوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو کھیل تماشا سمجھتے ہیں۔ یا ان کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اپنی رنگ رلیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ان کی عادت ہی یہ ہو جاتی ہے کہ کوئی کچھ ہی کہے انہیں اپنے کام سے کام ہے۔ ایسی عادت ان کی عقل پر پردہ بن کر پڑ جاتی ہے۔ اور دل کو سوا خواہشوں کی بے دھڑک پیروی کے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ نے ان کو ہدایت سے محروم کر دیا ہے اور اپنی آیتوں کے سمجھنے کی قوت ان سے سلب کر لی ہے اور یہ خود انہی کی بد اعمالی کا نتیجہ ہے۔ ایسے لوگ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا بیٹھے اور آخرت کے دن کا صاف انکار کر دیا۔ اور رسولوں کے کہنے کو کہ قیامت کا آنا اٹل ہے۔ ہنسی میں اڑا دیا اس بات کی امید نہ رکھیں کہ انہیں مرنے کے بعد ان کے اچھے کاموں کا پھل ملے گا اور سکھ چین نصیب ہو گا۔

مرنے کے بعد کا آرام تو انہیں نصیب ہو گا۔ جو اس دنیا میں اللہ کی نشانیاں دیکھ کر اس کو پہچان لیں گے۔ اور اس کا یقین کر کے کہ ایک دن اللہ کے روبرو حاضر ہو کر جواب دہی کرنی پڑے گی۔ نیک کام کریں گے۔ مرنے کے بعد نیک اعمال ہی کام آئیں گے اور ان ہی کا پھل ملے گا۔ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے۔ ظاہر ہے کہ آخرت کے لحاظ سے ان کے سب کام اکارت گئے اگر وہ اچھے ہیں بھی تو انہیں ان کا بدلہ کسی نہ کسی شکل میں ان کو مل ملا کر رہے گا۔ مرنے کے بعد جب اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے اور آخرت کا حساب کتاب شروع ہو گا۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ لاؤ آج کے لیے کیا کیا ہے تاکہ اس کا بدلہ دیا جائے کیونکہ بغیر کام کے بدلہ کیسا۔ آج تم اگر خالی ہاتھ ہو تو تم کسی نیک بدلے کے مستحق نہیں ؛

آخر بچھڑا اپنا ہی لیا

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ

اور بنایا — موسیٰ کی قوم نے — ان کے پیچھے — اپنے زیورات سے

عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ

بچھڑا — ایک بدن کہ اس کی گائے کی سی آواز تھی — کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ وہ

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ

نہیں بولتا ان سے — اور نہ بتلاتا ہے انہیں — راستہ

اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا

بنایا انہوں نے اس کو — اور تھے وہ — ظلم کرنے والے — اور جب

سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ

گرنی شروع ہوگئی ان کے ہاتھوں میں — اور دیکھا — کہ وہ گمراہ ہوگئے

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا

کہنے لگے — البتہ اگر — نہ رحم کیا ہم پہ — ہمارے رب نے — اور نہ بخش دیا ہم کو

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

ضرور ہوجائیں گے ہم گھاٹا پانے والوں میں سے

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ

اور موسیٰ کی قوم نے اس کے پیچھے اپنے زیور سے

عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ

بچھڑا بنا لیا ایک بدن کہ اس میں گائے کی آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ

کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا اور نہ رستہ بتلاتا ہے

اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا

اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظالم تھے اور جب

سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ

پچتائے اور سمجھے کہ ہم بے شک گمراہ ہو گئے

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا

تو کہنے لگے اگر ہم پر ہمارا رب رحم نہ کرے اور ہم کو نہ بخشے

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

تو بے شک ہم تباہ ہوجائیں گے

مِنْ حُلِيِّهِمْ (اپنے زیوروں سے) حُلِيّ جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد حَلْیٌ ہے۔ حلی زیور کو کہتے ہیں یعنی ان لوگوں نے اپنے گھر کے سارے زیور اکٹھے کرکے اس سے بچھڑے کی شکل بنالی۔

سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ (پچتائے) یہ عربی کا ایک محاورہ ہے جس کو ایسے موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب کسی بھاری غلطی پر عام پچھتاوا پھیل جائے۔

ارشاد ہے کہ موسیٰؑ کے چلے جانے کے بعد اس کی قوم نے اپنے زیورات اکٹھے کیے اور ان کے سنار سامری نے اس سے انہیں سونے کا ایک بچھڑا گھڑ دیا اور اسے اندر سے خالی رکھا اور اس میں نلکیاں اس ترکیب سے لگا دیں کہ جب اس میں زور کی ہوا گذرے یا گذاری جائے تو اس میں سے بچھڑے کی سی آواز نکلے۔ انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ نہ ان سے بول سکتا ہے اور نہ انہیں کسی قسم کی ہدایت دے سکتا ہے پھر یہ آواز ہے کس کام کی۔ بچھڑا بنا کر اسے سامنے رکھ کر سجدہ کرنے لگے۔ بیوقوفوں نے بڑا ظلم کا کام کیا۔ کیونکہ شرک کا راستہ کھول دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور ان کو اس حرکت پر ڈانٹا تو پھر وہ پچتائے اور سوچا کہ واقعی یہ تو سیدھے راستے سے پھسل کر ٹیڑھے راستے پر پڑنا ہوا۔ بولے یہ تو ہم نے بہت برا کیا۔ اگر اللہ نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمارے گناہ کو بخشا تو ہمارے تباہ و برباد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام غضب ناک ہوئے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰٓ إِلَىٰ قَوْمِهِۦ غَضْبَٰنَ
اور جب واپس آیا موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضبناک
أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِى مِنۢ بَعْدِىٓ ۖ
افسوس کرتا کہا بری طرح نیابت کی تم نے میری میرے پیچھے
أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى ٱلْأَلْوَاحَ
کیا جلدی کی تم نے حکم سے اپنے رب کے اور ڈال دیں تختیاں
وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُۥٓ إِلَيْهِ ۚ
اور پکڑا سر اپنے بھائی کا کھینچنے لگا اس کو اپنی طرف

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰٓ إِلَىٰ قَوْمِهِۦ غَضْبَٰنَ
اور جب موسیٰ اپنی قوم میں لوٹے تو غصہ میں بھرا ہوا
أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِى مِنۢ بَعْدِىٓ ۖ
افسوسناک کہا تم نے میرے بعد کیا بری نیابت کی
أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى ٱلْأَلْوَاحَ
کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے اور تختیاں پھینک دیں
وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُۥٓ إِلَيْهِ ۚ
اور اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور لگا اس کو اپنی طرف کھینچنے

موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چالیس دن پورے کرتے ہی اپنی قوم کی طرف واپس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ تیری قوم کے لوگ تیرے بعد گمراہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے پرانے خبط کے زیر اثر بچھڑے کی مورت بنا کر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام یہ اطلاع پاکر غضبناک ہوئے اور اپنی قوم کی نادانی پر انہیں سخت افسوس ہوا۔ اسی حالت میں اپنی قوم کی طرف تورات کی تختیاں لیے ہوئے لوٹے اور آتے ہی غضب اور افسوس دونوں کا اظہار کیا۔ اسی کا اس آیت میں بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو ان کے دل پر رنج و افسوس دونوں کا غلبہ تھا۔ آتے ہی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے میرے بعد جو نہیں کرنا تھا وہ کیا۔ جو میں تمہیں کہہ گیا تھا میرے بعد خیال نہیں رکھا۔ میں تمہارے ذمے ایک کام دے گیا تھا کہ میرے بجائے تم متفقہ طور پر بڑوں کو گمراہی اور کفر و شرک کی باتوں سے بچاتے رہنا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے میرا کہا نہیں کیا اور میری نیابت کا کام بری طرح اپنی غفلت کے ہاتھوں ضائع ہونے دیا۔ کیا میں نے تمہیں صاف طور نہیں سمجھا دیا تھا کہ میں اللہ عزوجل سے تمہارے لیے قانون لینے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد اللہ کے وعدہ کے مطابق میں تمہارے لیے زندگی بسر کرنے کے پورے پورے قاعدے لے کر آؤں گا۔ اس وقت تک اپنی طرف سے کوئی بے ہودہ رسم قائم نہ کر لینا اور صبر کے ساتھ میرے آنے کا انتظار کرنا۔ تم پر ایسی کیا بپتا پڑی تھی کہ میرے آنے کی راہ نہ دیکھی۔ اللہ کے حکم ملنے سے پہلے ہی بت کی عبادت شروع کر دی۔ یہ کہہ کر تورات کی تختیاں جو لاتے ہوئے لائے تھے۔ جلدی سے نیچے رکھ کر اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ عام لوگوں کی طرح نہ تھا جو اپنی بات نیچی ہوتے دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی حمیت اور جوش ایمان سے بے قابو ہو گئے تھے ان کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ ہارون علیہ السلام کی طرف سے فرائض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ یہ حق کی حمایت کا جوش ایمان کا جوش تھا جس کی وجہ سے آپ نے تورات کی تختیاں نیچے ڈال کر بڑے بھائی کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر انہیں زور سے اپنی طرف کھینچا۔ اس میں نہ کوئی خود غرضی تھی۔ اور نہ ہارون علیہ السلام کی اہانت مقصود تھی۔ بلکہ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ حق کی حمایت میں رشتہ اور قرابت کوئی چیز نہیں اور یہی سبق بنی اسرائیل کو سکھانا تھا۔

حضرت ہارونؑ بے قصور تھے

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِىْ
وہ بولا اے میرے ماں جائے تحقیق قوم نے کمزور سمجھا مجھ کو
وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِىْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِىَ الْاَعْدَآءَ
اور قریب تھی کہ قتل کر ڈالیں مجھ کو پس نہ خوش کر مجھ پر دشمنوں کو
وَلَا تَجْعَلْنِىْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ
اور نہ کر تو مجھ کو ساتھ قوم ظالموں کے کہا
رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَلِاَخِىْ وَاَدْخِلْنَا فِىْ
اے میرے رب بخش تو مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو
رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٥١﴾ ع
اپنی رحمت میں اور تو زیادہ کرنے والا ہے سب رحم کرنے والوں سے

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِىْ
وہ بولا اے میری ماں جائے لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا
وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِىْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِىَ الْاَعْدَآءَ
اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں سو مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسا
وَلَا تَجْعَلْنِىْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ
اور مت ملا مجھ کو گنہ گار لوگوں میں بولا
رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَلِاَخِىْ وَاَدْخِلْنَا فِىْ
اے میرے رب بخش تو مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی
رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٥١﴾ ع ۱۸ ۸
رحمت میں اور تو زیادہ رحم کرنے والا سب رحم کرنے والوں سے

استضعفونی: (مجھے کمزور سمجھا) یہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر استضعاف ہے۔ جو ضعف سے بنا ہے ضعف، کمزوری کو کہتے ہیں

اِسْتِضْعَافٌ: کمزور سمجھنا

لَاتُشْمِتْ: (مت خوش کر) نہی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر اشمات ہے جو شماتت سے بنا ہے۔ شماتت کے معنی ہیں دوسرے کی مصیبت سے خوش ہونا۔ اشمات کے معنی ہیں دوسرے کو کسی پر ہنسنے کا موقعہ دینا۔ بنی اسرائیل حضرت ہارون علیہ السلام کو خود ستانا چاہتے تھے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ان کو ڈانٹا تو وہ خوش ہوئے۔ حضرت ہارونؑ نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ ان کو سب کے سامنے ڈانٹ رہے ہیں تو سمجھ گئے کہ انہیں یہ شبہ ہو گیا ہے کہ میں نے جان بوجھ کر اپنے فرض میں کوتاہی کی ہے اس لیے ان سے اصل واقعہ کہا۔

ارشاد ہے کہ ہارونؑ نے موسیٰؑ کو اپنے اوپر ناراض دیکھ کر ان سے کہا کہ اے میرے ماں جائے بھائی۔ میں اس سرزنش کا مستحق نہیں ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں یہاں تقریباً تنہا تھا اور میرے ساتھی اور مددگار کچھ زیادہ نہ تھے قوم قریب قریب ساری کی ساری ایک طرف ہو گئی تھی۔ نقار خانے میں طوطی کی صدا کون سنتا ہے انہوں نے ہم کو دبا دیا۔ یہاں تک کہ مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ہمارے لیے اس وقت سوا خاموشی کے کوئی چارہ نہیں۔ اگر ہم سختی کرتے ہیں تو آپس کی لڑائی چھڑتی ہے اور قوم میں تفرقہ ہو جاتا ہے اور پھر ہم چونکہ تعداد میں کم ہیں۔ اس لیے جان جوکھوں کا معاملہ آ پڑتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے آنے تک صبر و تحمل سے کام لیں۔ یہ لوگ پہلے ہی مجھے ذلیل کرنے پر تلے ہوئے تھے تو نے بھی آکر پہلے مجھی پر اپنا غصہ اتارا۔ اس سے یہ لوگ جو ہمارے دشمن ہیں کیسے خوش ہو رہے ہوں گے کہ اچھا ہوا ہارون پر ڈانٹ پڑی۔ خدا کے لیے ان کو میرے اوپر خوش ہونے کا موقعہ نہ دے اور ہرگز خیال نہ کر کہ میں بھی انہیں ظالموں کا ہم خیال ہوں یا ہو گیا تھا۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنگے فساد سے بچنا چاہیئے اور اصلاح کے لیے مناسب موقعہ کا انتظار کرنا چاہیئے ؎

گناہ کا علاج توبہ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ
تحقیق جن لوگوں نے بنا لیا معبود بچھڑے کو عنقریب پہنچے گا ان کو
غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ
غضب ان کے رب کا اور ذلت زندگانی میں دنیا کی
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ
اور اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو اور جن لوگوں نے
عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا
کیے برے کام پھر توبہ کی اس کے بعد
وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا
اور ایمان لائے بے شک تیرا رب بعد اس کے
لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾
البتہ بخشنے والا مہربان ہے

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ
جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا ان کو ان کے
غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ
رب کا غضب پہنچے گا اور دنیا کی زندگی میں ذلت
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ
اور ہم بہتان باندھنے والوں کو یہی سزا دیتے ہیں اور جنہوں نے
عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا
برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کی
وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا
اور ایمان لائے تو بے شک توبہ کے بعد تیرا رب
لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾
البتہ بخشنے والا مہربان ہے

سَيَنَالُهُمْ: (عنقریب پہنچے گا ان کو) اس کے معنی عنقریب ہیں۔ یَنَالُ مضارع کا صیغہ ہے جو نیل سے بنا ہے۔ نیل کے معنی پانا، حاصل کرنا
هُمْ: ان کو

الدُّنْيَا: (دنیا) یہاں یہ صفت کا صیغہ ہے اور ادنیٰ کا مؤنث ہے۔ ادنیٰ اسم تفضیل ہے یعنی زیادہ قریب۔ یہی معنی دنیا کے ہیں۔ فقط شکل مؤنث ہے۔ دنو سے بنا ہے جس کے معنی ہیں قریب، نزدیک ہونا۔

ارشاد ہے کہ اے موسیٰ ان کو سنا دے جنہوں نے بچھڑا بنا کر اس کی پوجا کی ہے۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت دونوں اسی دنیا میں نازل ہوں گے۔ ہمارے ہاں ایسوں کی جو اپنی طرف سے نئی باتیں اور عبادت کے طریقے تراش کر اسے دین میں داخل کر لیتے ہیں اور پھر اسی کو دین سمجھتے ہیں۔ یہی سزا ہے۔ یہ لوگ دین پر جھوٹ کا ملمع چڑھاتے ہیں۔ اور اس کو ایک ہنسی کھیل بنانا چاہتے ہیں کہ جو جس کے دل میں آئے کر بیٹھے اور پھر لوگوں میں اسے دین کہہ کر رواج دے۔ ایسے لوگ انسانوں کے لیے گمراہی کا راستہ کھولتے ہیں۔ اور دین کو اپنی مرضی کا تابع بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایسے لوگوں کے لیے خالص توبہ کے بغیر کوئی بخشے جانے کی صورت نہیں ہے ہاں جن لوگوں نے ہمارے مقرر کردہ قاعدے کے مطابق توبہ کر لی اور اپنے خلوص اور صدق کا ثبوت دے دیا۔ اور ایمان دار بن گئے تو اللہ ایسی توبہ کے بعد ان کو معاف کر دے گا۔ اور ان پر رحم کرے گا۔ یعنی آخرت میں ان کو عذاب نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جو توبہ کا طریقہ اللہ کے حکم سے بتایا۔ اس کا ذکر سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ بچھڑا پوجنے والوں کو وہ لوگ جنہوں نے بچھڑا نہیں پوجا اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔ اس میں غضب اور رسوائی دونوں چیزیں شامل ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

دیدار کی طلب

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ

اور جب ٹھہر گیا موسیٰ کا غصہ لے لیا اس نے

الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ

تختیوں کو اور ان کے لکھے ہوئے میں ہدایت اور رحمت تھی

لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ

ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور چن لیے

مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ

موسیٰ نے اپنے قوم کے ستر مرد ہمارے مقررہ وقت کے لیے

فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

پس جب آلیا ان کو زلزلہ نے

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ

اور جب موسیٰ کا غصہ تھم گیا اس نے

الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ

تختیوں کو اٹھایا اور جو ان میں لکھا ہوا تھا اس میں ان کے

لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ

واسطے رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰ نے

مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ

اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کو

فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ۔

چن لیے پھر جب زلزلے نے ان کو آ پکڑا

نُسْخَتِهَا: نسخ سے ہے جس کے معنی لکھنا ہیں۔ نسخۃ لکھی ہوئی چیز۔ باقی الفاظ کے معنی پہلے گذر چکے ہیں بچھڑا پوجنے والوں کی سزا پچھلی آیت میں بتائی گئی تھی اور ساتھ ہی مقرر کیے ہوئے طریقہ سے توبہ کرنا ان کے لیے باعث نجات تجویز کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال پھر اس آیت سے بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے کہ جب موسیٰؑ کا غضب جاتا رہا اور غصہ اتر گیا۔ تو انہوں نے تورات کی تختیاں جو نیچے ڈال دی تھیں اٹھا لیں۔ ان کے اندر جو کچھ لکھا ہوا تھا اس میں اللہ کے ماننے والوں کے لیے جو ان کا رب ہے کام کی باتیں درج تھیں۔ رب کے ماننے والوں کی نشانی آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اس سے ڈرتے ہیں۔ اور ہر بات میں سب سے پہلے اس کا خیال رکھتے ہیں۔ کہ کہیں وہ ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ سچ مچ اگر کسی کو اس کا یقین ہو جائے۔ کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے۔ وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے سوا اس کے اور کوئی دینے والا نہیں ہے۔ میری زندگی اسی وجہ سے قائم ہے کہ وہ ہر وقت میری خبر گیری کرتا ہے۔ اور جس وقت جو چیز میرے زندہ رہنے اور میری حالت کے سنورنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ وہ فوراً مہیا کرتا ہے تو وہ کبھی اپنے ایسے شفیق، مربی اور محسن کو ناراض نہیں کر سکتا۔ ہر وقت اس سے ڈرتا ہے کہ اگر اس نے میری طرف سے توجہ ہٹالی تو میں پھر کہیں کا نہ رہوں گا۔ آیت میں یرھبون کے یہی معنی ہیں کہ وہ اسے ہر وقت راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کے بعد کی آیت میں اس قصہ کا ذکر ہے جس کا سورہ بقرہ میں بیان ہو چکا ہے کہ بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ ہم تو جب مانیں گے جب اپنے کانوں سے اللہ کی آواز سن لیں گے۔

وقت مقرر پر حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر اپنے ساتھ ستر آدمی بنی اسرائیل کے لے گئے انہوں نے جب اللہ کے دیکھنے پر اصرار کیا تو ان پر زلزلہ آیا اور بجلی گری اور بے حس و حرکت مردے کی طرح ہو گئے۔

حضرت موسیٰؑ کی دعا

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ
کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا ہلاک کر دیتا ان کو پہلے ہی اور
اِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ
مجھ کو کیا ہلاک کرتا ہے تو ہم کو اس پر جو کیا بے وقوفوں نے ہم میں سے
اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ
نہیں یہ مگر تیری آزمائش بھٹکا دے تو اس میں جس کو چاہے
وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
اور راہ دکھا دے جس کو تو چاہے تو خبرگیر ہے ہمارا پس بخش تو ہم کو
وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ١٥٥
اور رحم کر تو ہم پر اور تو بہترین بخشنے والا ہے
وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً
اور لکھ دے ہمارے لیے بیچ اس دنیا کے بھلائی
وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ
اور بیچ آخرت کے بے شک ہم رجوع ہوئے تیری طرف

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ
تو بولا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی ہلاک
اِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ
کر دیتا کیا ہم کو اس کام پر جو ہماری قوم کے احمقوں نے کیا ہلاک کرتا ہے
اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ
یہ سب تیری آزمائش ہے اس میں جس کو تو چاہے بچلا دے
وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
اور جس کو چاہے سیدھا رکھے تو ہی ہمارا تھامنے والا ہے سو بخش دے ہم کو
وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ١٥٥
اور رحم کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے
وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً
اور ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی
وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ
لکھ دے ہم نے تیری طرف رجوع کیا

هُدْنَا: رجوع کیا ہم نے۔ ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر ہَوْد ہے۔ ہَوْد کے معنی ہیں آسانی سے کسی بات یا چیز کی طرف لوٹنا۔ اسی سے هَوَادَة بنا ہے جو عربی میں مستعمل ہے جس کے معنی درستی، صلح اور جلدی سے کسی کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا۔ اے میرے رب اگر تو چاہتا انہیں اور مجھے دونوں کو پہلے ہی فنا کر دیتا۔ اور ہم میں سے کسی کو یہاں آنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ لیکن تو نے کرم فرمایا اور میں ان لوگوں کو لے کر آپ کی اجازت سے حاضر ہوا۔ اب اگر ان میں سے چند بے وقوفوں نے اپنی لیاقت سے زیادہ سوال کر لیا تو کیا تو ان سب کو تباہ کر دے گا؟ یہ مصیبت تیری طرف سے ایک آزمائش ہے۔ مجھی نے یہ آفت ان پر ڈالی ہے اور تو ہی ان کی مدد کرے گا کہ یہ اس میں سے نکلیں اور ایمان کی نعمت سے مالا مال ہوں۔ تو جس کو چاہے معصیت کے ذریعہ گمراہ کر دے اور جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھا دے۔ ہمارا ولی اور سرپرست تو ہی ہے۔ ہمارے اوپر تجھے پورا اختیار حاصل ہے۔ ہماری خطائیں بخش دے۔ ہمارے اوپر رحم و کرم کر۔ تو ہم سب کا حقیقی اور اصلی مالک ہے۔ تو فیصلہ فرما دے کہ ہمیں دنیا میں نیک نامی، عزت اور غلبہ نصیب ہو۔ اور آخرت میں بھی مرتبہ اور عزت میسر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا اور وہ پھر ہوش میں آ گئے۔ اور جی اُٹھے۔

نیک بخت کون ہیں؟

قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ
فرمایا میرا عذاب پہنچاتا ہوں اس کو جسے میں چاہوں
وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا
اور میری رحمت گھیرے ہوئے ہے ہر چیز کو بس لکھ دوں گا اسے
لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
ان کے لیے جو ڈرتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ
وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾
اور جو لوگ وہ ہیں ہماری آیتوں پر ایمان لاتے

قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ
فرمایا میرا عذاب میں دیتا ہوں اس کو جس کو چاہوں
وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا
اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے سو اس کو ان کے لیے
لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں
وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾
اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں

اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرا غضب اور میری رحمت کسی فرقے یا امت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس کا تعلق آدمی کے اپنے اعمال کے ساتھ ہے رحمت تو کسی نہ کسی شکل میں ہر ایک پر ہر وقت ہوتی ہی رہتی ہے عذاب فقط ان ہی کو دیا جاتا ہے جن کے اعمال حد درجہ خراب ہو جاتے ہیں۔ عذاب کسی پر ہر وقت مسلّط نہیں رہتا۔ البتہ رحمت ہر شے کو ہر وقت گھیرے رہتی ہے۔ لیکن تم جو بنی اسرائیل کے لیے جو تمہاری امت ہے یہ چاہتے ہو کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں سب پر فائق رہیں۔ اور دونوں جہان کی انہیں عزت نصیب ہو۔ تو یہ رحمت ہم نے ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دی ہے۔ جو اللہ سے ڈر کر بری باتوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جو اپنے مال کا کچھ حصہ ضرورت مندوں اور محتاجوں کو دیتے رہتے ہیں۔ اور جو ہماری آیتیں اور نشانیاں دیکھ کر ہمیں پہچان لیتے ہیں اور یقین کر لیتے ہیں کہ اللہ کی ان کے ظاہر کرنے سے غرض یہی ہے کہ انسان اسے پہچانے اس کو اپنا اور ساری کائنات کا خالق رب اور مالک مانے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عام رحمت کے بغیر تو دنیا میں کسی چیز کا موجود ہونا اور باقی رہنا ممکن ہی نہیں۔ خاص رحمت جس کا مطلب دونوں جہان کی بھلائی اور دنیا اور آخرت میں عزت اور مرتبہ ہے وہ ضرور انسان ہی کے لیے ہے مگر چند شرائط کے ساتھ مخصوص ہے۔

۱۔ برائیوں سے بچنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کی سی چالیں یعنی اچھل کود، دھینگا مشتی کرنا۔ شتر بے مہار کی طرح آزاد پھرنا۔ چوپایوں کی طرح کھانا پینا اور خواہش پوری کرنا۔ انسان کو اللہ کی رحمت خاص سے دور کر دیتا ہے۔

۲۔ مال کو سمیٹ سمیٹ کر نہ رکھنا بلکہ اس میں سے مفلسوں اور بے بسوں کا حصہ نکال دینا۔ مراد یہ ہے کہ مال کی ہوس ذلّت اور خواری کا باعث ہے۔

۳۔ اللہ کو اس کی آیتیں سن کر اور نشانیاں دیکھ کر پہچاننا اور اس پر ایمان لانا۔ اللہ کو مانے بغیر انسان کو چین نصیب نہیں ہوتا۔

باقی شرطیں

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ
وہ جو تابعداری کرتے ہیں رسول کی جو نبی امّی ہے
الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي
جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس بیچ
التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
تورات اور انجیل کے حکم دیتا ہے وہ ان کو نیک کام کا
وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ
اور روکتا ہے ان کو بُرے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے
الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ
پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں
وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ
اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور قید و بند
الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ
جو تھے ان پر

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ
وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے
الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي
جن کو وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس
التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
تورات اور انجیل میں وہ ان کو نیک کام کا حکم دیتا ہے
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ
اور بُرے کام سے منع کرتا ہے اور ان کے لیے
الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ
سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے
وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ
اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر
الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ
تھیں اتارتا ہے

اَلْاُمِّيُّ : اسم منسوب ہے جس کی نسبت تین چیزوں کی طرف ہو سکتی ہے۔ اُمٌّ (ماں) اُمُّ الْقُرٰى (مکّہ) اور امت (قوم) پہلے لحاظ سے اس کے معنی ہیں بالکل ویسا ہی جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ یعنی کسی سے کچھ پڑھا نہ سیکھا۔ دوسرے لحاظ سے مکّہ کا رہنے والا تیسرے سے ایسا ہی اَن پڑھ جیسے عرب کے عام لوگ تھے۔ پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ اللہ کی خاص رحمت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو متقی پرہیزگار رہو (؟)۔ فیاض ہوں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہوں اس آیت میں ان کی ایک اور صفت بیان کی ہے جس کا ہونا ضروری ہے۔

ارشاد ہے کہ اس کے ساتھ ایک شرط اور ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رسول کی جو بے پڑھا لکھا نبی ہے اور جس کا ذکر ان کی کتابوں تورات اور انجیل میں موجود ہے پیروی کریں اور وہ کیسے کریں۔ یہ رسول ان کو ٹھیک باتیں کرنے کو کہتا ہے اور غلط باتوں سے روکتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ پاک ستھری چیزیں کھاؤ پیو۔ اور گندی اور ناپاک چیزوں سے دور رہو۔ ان پر سے کڑی پابندیاں ہٹا کر آسان طریقے مقرر کرتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ ایسے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ان کی امت کو دنیا اور آخرت میں بڑا مرتبہ دیا جائے۔ جواب میں ارشاد ہوا۔ کہ انہیں متقی، پرہیزگار، سخی، ایمان دار بننا چاہیے۔ اور جب آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئیں تو ان کی تابعداری اختیار کرنی چاہیے کیونکہ دونوں جہان کا مرتبہ انہی کے لیے مخصوص ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور ان کو ان نشانیوں سے پہچان لیں جو ان کی تعلیم سے ظاہر ہوں گی۔

رسولِ عربی (ص)

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ

پس جو لوگ ایمان لائے اس پر اور اس کی حمایت کی اور اس کی مدد کی

وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ

اور پیچھے چلے اس روشنی کے جو اتاری گئی اس کے ساتھ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع

یہ لوگ وہی کامیاب ہیں

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ

جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور مدد کرتے ہیں

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ

اور اس نور کے تابع ہوئے جو اس کے ساتھ اترا ہے

١٩ ع ٢ ٩ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع

وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچے

عَزَّرُوْهُ: تعظیم کی، ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تعزیر ہے۔ جو عزر سے بنا ہے۔ عزر کے معنی روک، طاقت۔ تعزیر کے معنی کسی کو طاقت پہنچانا۔ اس کو بڑا مان کر اس کی حفاظت اور حمایت کرنا۔

النُّوْرَ: روشنی، یہاں اس سے مراد وحی ہے جس میں قرآن اور آپ کے ارشادات جو حدیث میں وارد ہیں سب آگئے۔

الْمُفْلِحُوْنَ: یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے۔ اس کا مادہ فلاح اور مصدر افلاح ہے۔ فلاح کے معنی زراعت اور اس کی پیداوار ہیں۔ فلاح کے معنی کھیتی کر کے اس سے پورا نفع اٹھانا۔ پوری پوری پیداوار حاصل کرنا۔ یہاں اس سے مراد کامیاب ہونا ہے۔ آیت کے اس حصہ میں پہلی ساری باتوں کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔ پہلے کہا گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کا نچوڑ یہ ہے کہ وہ نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں۔ نفیس، پاکیزہ اور نفع مند چیزوں کا کھانا پینا حلال قرار دیتے ہیں۔ گندی، ناپاک اور مضر چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ اور پہلے دینوں میں جو مشکل اور باعث مشقت باتیں تھیں ان کو موقوف کر کے ان کی جگہ سہل اور آسان باتیں کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ سب اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی وحی کے ذریعے سے ہوتا ہے کیونکہ خود تو نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے سکھانے سے کہتے ہیں۔ پھر جب واقعہ یہ ہے کہ جو بات بھی کہتے ہیں وہ اچھی ہی ہوتی ہے تو پھر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اوپر جتنی باتیں کہی گئیں۔ ان سب کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ جو لوگ اس رسول کے کہنے کا یقین کریں گے اور اس کو سچا مانیں گے۔ جان و دل سے اس کی حفاظت، حمایت، تعظیم اور توقیر کریں گے۔ اس کی مدد کریں گے۔ اور اس کے پاس جو وحی کے ذریعے سے سکھائی ہوئی ہدایتیں موجود ہیں۔ ان کے مطابق عمل کریں گے۔ کوئی شبہ نہیں کہ کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ اور فتح و نصرت ان کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی۔

یہاں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام کسی خاص فرقے یا جماعت کا طرف دار نہیں ہے۔ صرف اپنے اصول کا طرف دار ہے۔ اور جو ان کی پیروی کرے اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی اور فوز و فلاح کا ذمہ لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اپنی قوم کا مرتبہ سب سے بلند کیے جانے کی دعا کر رہے تھے اللہ کے فیصلہ کے آگے سر خم کر دیا۔ اور بنی اسرائیل کو ہدایت کی کہ ان اصولوں پر عمل کریں اور وقت آنے پر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں۔

رسالت عامہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
کہدے اے لوگو تحقیق میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف
جَمِيْعًا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ
سب کی وہ اللہ کہ جس کے لیے ہے حکومت آسمانوں کی اور زمین کی
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا
نہیں کوئی معبود مگر وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے پس ایمان لاؤ
بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ
اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر جو
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ
یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے احکام پر اور تابعداری کرو اس کی
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ
تاکہ تم راہ پاؤ اور قوم سے موسیٰ کی ایک گروہ ہے
يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
جو راہ بتاتے ہیں حق کی اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
تو کہہ دے اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں تم
جَمِيْعًا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا
اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے سو اللہ پر
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ
ایمان لاؤ اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر جو
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ
اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ
تاکہ تم راہ پاؤ اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ہے
يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ لوگوں سے کہہ دو کہ وہ رسول جس کی تابعداری کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ میں ہی ہوں مجھے اللہ نے اپنی ساری سمجھ دار مخلوق کی طرف اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے کہ انہیں پہنچا دوں۔ اللہ کی حکومت سارے آسمانوں میں اور ساری زمین میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے سوا کسی کی بندگی ایک نا معقول فعل ہے۔ وہی اکیلا سب کا معبود ہے۔ اسی کے ہاتھ میں جلانا اور مارنا ہے اس لیے لوگوں کو پورا یقین کرنا چاہیے کہ فقط اللہ ہی ان کا معبود ہے۔ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا ہے۔ اللہ نے آپ کو وحی کے ذریعے انسان کی بہتری کا راستہ بتا دیا ہے۔ آپ کا پہلا کام یہ ہے کہ خود اللہ عزوجل پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور اس کی وحی کو اور کتابوں کو جو اس نے اس سے پہلے بھیجی ہیں۔ اور قرآن کو جو آپ پر نازل کیا ہے برحق مانتے ہیں۔ آپ کے کہنے پر چلو۔ سیدھی راہ تمہیں اسی ذریعے سے مل سکتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہودیوں میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو کہ حق پسند ہیں اور لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کو سامنے رکھ کر انصاف کرتے ہیں۔ اس سے مراد عبد اللہ بن سلام وغیرہ ہیں۔ جو یہودی تھے۔ اور اسلام اختیار کر لیا تھا۔ نیز وہ تمام یہودی داخل ہیں جو قیامت تک تعصب چھوڑ کر اسلام کی سچی تعلیم اختیار کر لیں ؛

بنی اسرائیل کے قبیلے

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا
اور الگ الگ کر دیا ہم نے ان کو بارہ دادا کی اولاد
اُمَمًا وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ
بڑی بڑی جماعتیں اور وحی بھیجی ہم نے طرف موسیٰ کی جب
اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
پانی مانگا اس سے اس کی قوم نے کہ مار اپنی لاٹھی
الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ
پتھر کو پس ظاہر ہوئے اس سے بارہ
عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ط
چشمے پہچان لیا ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا
اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا بارہ دادوں کی اولاد
اُمَمًا وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ
بڑی بڑی جماعتیں اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا جب
اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ مار اپنی لاٹھی اس
الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ
پتھر پر تو اس سے پھوٹ نکلے بارہ
عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ط
چشمے ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ پہچان لیا

قَطَّعْنَا: (الگ الگ کر دیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے جو تقطیع سے بنا ہے۔ اس کا مادہ قطع ہے۔ قطع کے معنی کاٹنا ہیں۔ تقطیع کاٹ کر الگ الگ کر دینا۔

اَسْبَاطٌ: سبط کی جمع ہے۔ یہ لفظ پارہ الٓمّٓ کے آخری رکوع میں گذر چکا ہے یہاں اس سے مراد ایک دادا کی اولاد ہے۔
حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا۔ ان کے ۱۲ بیٹے تھے۔ ان کی اولاد اسباط کہلائی اور ان کے ۱۲ قبیلے بن گئے جو بنی اسرائیل مشہور ہیں۔

اِنْبَجَسَتْ: (ظاہر ہوئے) ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر انبجاس ہے جو بجس سے بنا ہے۔ جس کے معنی ظہور کے ہیں۔

انبجاس کے اصل معنی رسنا ہیں۔ سورۃ بقرۃ میں اس موقعہ پر انفجرت آیا ہے جس کے معنی ہیں بہہ پڑنا۔ دونوں کو ملا کر مطلب یہ ہوا کہ پہلے پانی رسنے لگا اور تھوڑی دیر میں بہہ پڑا۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کو وہی احسانات جتائے گئے ہیں۔ جن کی یاد دہانی اکثر سورتوں میں کی گئی ہے۔ ان احسانات کو بار بار اس لیے یاد دلایا جاتا ہے۔ کہ ان پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے سے انکار کرنا اللہ عزوجل کے حکم سے منہ موڑنا ہے جس نے ان کو ہمیشہ اپنے احسان و کرم سے نوازا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کی سہولت کے واسطے ہم نے ان کو بارہ بڑے بڑے خاندانوں میں بانٹ دیا۔ اور بارہ دادوں کی اولاد الگ الگ ایک بڑی امت بن گئی۔ ایک دفعہ جب وہ جنگل میں پیاسے ہوئے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے حکم دیا کہ سامنے کے پتھر پر اپنی لاٹھی مار۔ لاٹھی مارتے ہی اس میں سے بارہ چشمے ظاہر ہوئے۔ اور ان کے ہر قبیلہ نے ایک ایک چشمہ پر قبضہ کر لیا ؎

جنگل میں آرام

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا

اور سایہ کیا ہم نے ان پر ابر کا اور اتارا ہم نے

عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ

ان پر من اور سلویٰ کھاؤ

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا

ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو اور نہیں ہم نے ظلم کیا ان پر

وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا

اور ہم نے ان کے اوپر ابر کا سایہ کیا اور ہم نے

عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ

ان پر من و سلویٰ اتارا کھاؤ

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا

ستھری چیزیں جو ہم نے تم کو دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

لیکن وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے

ظَلَّلْنَا: سایبان بنایا ہم نے ان پر۔ اس کا مصدر تظلیل ہے جو ظُلَّۃٌ سے بنا ہے۔ ظلہ سایبان کو کہتے ہیں یعنی وہ چیز جو دوسری پر سایہ ڈالے۔

سَلْوٰی: یہ لفظ سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ بٹیر۔ یہ شام کو ان کے گرد ڈھیروں جمع ہو جاتے۔ اندھیرا ہونے پر وہ ان کو آسانی سے پکڑ لیتے

مَنّ: ترنجبین کی طرح کی ایک میٹھی چیز جو رات کو اوس میں بکثرت برستی صبح کو اسے سمیٹ کر اکٹھا کر لیتے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کے لیے جنگل میں پانی کے ۱۲ چشمے بہا دیے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ دھوپ کی تیزی سے بچنے کے لیے ابر بھیج دیا۔ جو دن بھر ان پر سایہ کیے رہتا۔ اور کھانے کے لیے من و سلویٰ بھیج دیئے۔ غرض پانی سایہ اور کھانے کا ان کے لیے جنگل بیابان میں خوب انتظام کر دیا۔ مگر ان لوگوں نے ناشکری کی اور ایسی باتیں کرنی شروع کر دیں۔ جو حالات کے لحاظ سے بالکل نامناسب تھیں۔

اوّل: تو کھانا دوسرے وقت کے لیے بچا کر رکھنے لگے۔ بھلا جب بلا ناغہ روزانہ وقت پر کھانا مل جائے۔ تو پھر اٹھا کر رکھنے کی کیا ضرورت۔ وقت پر تازہ کھانا ملتا ہو تو باسی کھانے کو کھانا کون سی عقلمندی ہے۔ مگر انہوں نے اپنی پرانی عادت کے مطابق کھانا بچا کر رکھنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بگڑ کر خراب ہو جاتا۔ پھر اس جنگل بیابان میں پیاز لہسن، دال، گیہوں وغیرہ مختلف چیزوں کی فرمائش کر بیٹھے۔ اور یہ بالکل بے موقعہ بات تھی۔ ایسی بے وقت کی راگنی کو عربی میں ظلم کہتے ہیں۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ایسی بے تکی اور بے محل باتیں کر کے ہمیں تو نقصان کیا پہنچاتے اپنا ہی کچھ بگاڑ لیا۔ ناشکرے کہلائے۔ بے صبرے بنے اور مصیبت کی کوفت میں رہنے لگے سو الگ۔

آدمی کو چاہیئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے۔ اس پر اس کا شکر گذار رہے اور بے ضرورت چیزوں کی حرص نہ کرے۔ اور پھر دیکھے کہ کیسے آرام سے زندگی بسر ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل کا یہ قصہ ہمارے لیے موجب عبرت ہے۔ ان لوگوں نے صبر و شکر سے ذرا کام نہ لیا اور اسی وجہ سے بہت سی مصیبتیں مول لیں۔ یہ سب باتیں ان کو قرآن شریف میں بار بار یاد دلائی گئی ہیں۔ لیکن نصیحت کی بات کو ٹھکرا دینا اب ان کی گھٹی میں پڑ گیا ہے اور خود سری اور خود ستائی ان کا قومی شعار بن چکی ہے۔ اگر قرآن مجید کے اس تذکرے سے انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ تو وہ جانیں۔ ہمیں ان کی ان عادات سے بچنا چاہیئے۔ اور قرآن حکیم کی باتوں سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

شہر میں بسنے کی اجازت

وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
اور جب کہا گیا ان سے رہو سہو اس شہر میں
وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا
اور کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو اور کہو
حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
بخش دے اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ
بخش دیں گے ہم تمہاری خطائیں عنقریب زیادہ دیں گے ہم
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
نیکی کرنے والوں کو

وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
اور جب ان کو حکم ہوا کہ اس شہر میں بسو
وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا
اور اس میں جہاں سے چاہو کھاؤ اور کہو
حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
ہم کو بخش دے اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو تو
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ
ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے نیکی کرنے والوں کو
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
ہم البتہ زیادہ دیں گے

بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد چالیس سال سینا کے جنگل میں جسے وادی تیہ بھی کہتے ہیں خانہ بدوش پھرتے رہے یہ انہیں نافرمانی کی سزا ملی تھی۔ اس کا مفصّل ذکر سورۃ **البقرہ** اور سورۃ المائدہ میں گذر چکا ہے۔ اس زمانے میں ان پر خدا کی بڑی بڑی نعمتیں ہوئیں۔ دھوپ میں ابر نے سایہ کیا۔ پانی پینے کے لیے پتھر سے چشمے بہنے لگے۔ کھانے کو من و سلوٰی ملا لیکن یہ لوگ طرح طرح کی سبزیاں، ترکاریاں اور غلے کھانے کے عادی تھے۔ جب جنگل میں پھرتے پھرتے اور ایک ہی طرح کی غذا کھاتے کھاتے اکتا گئے تو ان کی درخواست پر انہیں حکم ہوا کہ شہر میں جا کر بسیں۔ اس شہر کا نام اریحا تھا۔ جو بیت المقدس کے قریب ایک آباد اور سرسبز شہر تھا۔ اور بعض نے بیت المقدس ہی کہا ہے۔ یہ شہر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانے میں فتح کیا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اس شہر میں بسنے کا حکم دیا اور اجازت دی کہ پیداوار خوب کھائیں۔ لیکن مزاج میں سرکشی اور غرور نہ آنے پائے۔ فاتحوں کی طرح شہر میں چیختے چلاتے، باجے بجاتے، بے ہودہ شور و غل کرتے داخل نہ ہوں۔ بلکہ اللہ کے سامنے عاجزی سے سر جھکاتے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہوں۔ اس رویّہ کے اختیار کرنے سے ہم ان پر مہربانی کریں گے۔ اور ان کی خطائیں معاف کر دیں گے۔ اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔ یعنی ابھی ایک شہر فتح ہوا ہے۔ چال چلن اور سبھاؤ ٹھیک رہا تو ابھی اور ملک ملے گا۔ نیز ٹھیک طرح چلنے والوں کو آخرت میں ان کے نیک اعمال کی جزا الگ ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر کیے ہوئے قاعدوں اور قانون پر چلنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں دنیا میں بھی اچھی طرح رکھا جائے گا اور مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی انہیں آرام اور چین نصیب ہوگا:

ظالم پھر بھی نہ چوکے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا
پس بدل ڈالا انہوں نے جو ظالم تھے ان میں سے قول
غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
چھوڑ کر اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا پس بھیجا ہم نے ان پر
رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾
عذاب آسمان سے بوجہ اس کے کہ تھے وہ ظلم کرتے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا
پس ان میں ظالموں نے اس لفظ کو جو ان سے
غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
کہا گیا تھا بدل کر اور لفظ کہا پھر ہم نے ان پر
رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع
بسبب ان کی شرارت کے آسمان سے عذاب بھیجا

انسان کی نہ جانے کیسی افتاد پڑ گئی ہے کہ ٹھیک بات بتانے والوں سے چڑتا ہے۔ اپنے خیر خواہوں پر طرح طرح کے الزام رکھ کر ان سے دور بھاگتا ہے۔ اور جو وہ کہیں اس کے خلاف کرتا ہے اور وجہ سوا کٹ اور ضد کے اور کچھ بھی نہیں ہوتی۔ بنی اسرائیل کے حالات پڑھ کر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ ملک شام کے رہنے والے تھے۔ جہاں ان کے جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا لقب اسرائیل تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ رہا کرتے تھے۔ ان کے ۱۲ بیٹے تھے جن میں حضرت یوسف علیہ السلام ایک عجیب طریقے سے جس کا ذکر سورہ یوسف میں تفصیل سے آئے گا مصر پہنچ گئے۔ اور رفتہ رفتہ وہاں کے بادشاہ ہو گئے۔ شام میں قحط پڑا، تو حضرت یوسفؑ نے اپنے ماں باپ اور تمام بھائیوں کو مصر میں بلا کر بسا لیا۔ حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد مصر کی سلطنت بنی اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی اور وہاں کے اصلی باشندے برسر اقتدار آ گئے۔ انہوں نے بنی اسرائیل پر بڑے بڑے ظلم و ستم توڑنے شروع کر دیے اور قوم کی قوم کو غلام بنا کر رکھ دیا۔ آخر حضرت موسیٰ آئے اور ان کو مصر سے نکال کر پھر شام لائے۔ اور کہا کہ یہ ملک تمہارا موروثی ملک ہے۔ اس پر قبضہ کر لو اور چین سے اپنے وطن رہو۔ انہوں نے کہا کہ وہاں تو بڑے بڑے زبردست اور لمبے تڑنگے لوگوں کا قبضہ ہے۔ ان سے لڑنا اور وہاں سے انہیں نکال کر ملک پر قبضہ کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس نافرمانی کی یہ سزا ملی کہ چالیس سال تک جنگلوں کی خاک چھاننی پڑی اور وادی تیہ میں بھٹکتے پھرے۔ اس خانہ بدوشی کی زندگی میں جو جو احسانات ان پر ہوئے ان کو یہاں گنوایا گیا ہے۔ آخر جب آوارہ گردی کی مدت ختم ہوئی تو حضرت موسیٰؑ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور حضرت یوشع کی قیادت میں انہوں نے اریحا شہر فتح کیا۔ یہ اسی شہر میں داخل ہونے اور بسنے کے ادب طریقے تھے جو انہیں سکھائے گئے اور جن کا ذکر پچھلی آیت میں گذرا۔ لیکن انہوں نے ان ہدایتوں کے بالکل خلاف کیا اور اپنی اکڑ فوں سے کام خراب کر لیا انہوں نے بجائے تواضع اور انکساری اختیار کرنے کے تکبر اور گستاخی کو اپنا شعار بنایا۔ اور منہ سے واہی تباہی کلمات بکنے لگے۔ آخر اس کی سزا ملی اور ان میں سخت طاعون پھیل گیا۔ لکھا ہے کہ آدھے ہی دن میں ستر ہزار افراد مر گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نافرمانی سے بچائے اور ہر ایک آفت اور بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین

حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قصہ سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے۔ قرآن حکیم نے اس کو بار بار بیان کر کے ہمیں جتا دیا ہے کہ جن باتوں میں پھنس کر یہود تباہ و برباد ہوئے۔ ان کے قریب بھی نہ پھٹکنا چاہیے۔

ایک اور واقعہ

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ
اور ان سے پوچھ بابت اس بستی کے جو تھی سامنے
الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ
دریا کے جب حد سے بڑھتے وہ ہفتہ کے بارے میں جب آتی تھیں ان کے پاس
حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ
مچھلیاں ان کی دن ان کے سبت کے کھلم کھلا اور جس دن
لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ
سبت نہ ہوتا تو نہ آتی تھیں اسی طرح
نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۱۶۳)
آزماتے تھے ہم ان کو اس وجہ سے کہ تھے وہ نافرمانی کرتے

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ
اور ان سے اس بستی کا حال پوچھ جو دریا کے
الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ
کنارے تھی جب وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے جب ان کے پاس
حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ
مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر آنے لگیں
لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ
اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو وہ نہ آتی تھیں اس طرح
نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۱۶۳)
ہم نے ان کو آزمایا اس لیے کہ وہ نافرمان تھے

اَلْقَرْيَةُ: گاؤں۔ اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک شہر ایلہ ہے۔ جو بحر قلزم کے کنارے مدین اور طور کے درمیان واقع تھا۔ اور چونکہ دریا ان کے قریب تھا۔ اس لیے یہ لوگ مچھلی کے شکار کے عادی تھے۔ جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا۔ جہاں پہلے شہر ایلہ تھا۔ آج کل اس جگہ عقبہ ہے۔

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ: حاضرۃ حضور سے اسم فاعل مونث کا صیغہ ہے۔ حضور کے معنی سامنے ہونا، حاضر ہونا۔ حاضرۃ سامنے، قریب۔ البحر سے مراد دریائے قلزم ہے۔ اَلسَّبْتُ: عربی میں ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں۔ یہ دن یہود کے لیے کاروبار کے بند کرنے اور عبادت کے لیے مقرر تھا۔

حِيْتَانُ: مچھلیاں۔ حوت کی جمع ہے جو عربی میں مچھلی کو کہتے ہیں۔

شُرَّعًا: شارع کی جمع ہے جو شرع سے اسم فاعل ہے۔ شرع کے معنی ظاہر ہونا۔ شارع وہ چیز جو بکثرت ظاہر ہو اور سب کو کھلم کھلا نظر آئے۔ چوڑی سڑک کو جسے سب دیکھ سکیں شارع (شاہراہ) کہتے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مچھلیاں کثرت سے تھوڑی تھوڑی دیر میں پانی میں ابھرتی تھیں اور بہت موٹی تازی تھیں۔

اس آیت میں یہود کے ایک فرقے کی بے باکی، ضد اور ہٹ دھرمی کا بیان ہے۔ ایلہ کے باشندے بہت شورہ پشت تھے۔ اور احکام شرع کے توڑنے میں بہت دلیر تھے۔ یہود کے لیے حکم تھا کہ ہفتہ کے دن سوا اللہ کی عبادت کے کچھ نہ کریں۔ چنانچہ ہفتہ کے دن اور کاروبار کی طرح مچھلی کا شکار بھی ان کے لیے حرام تھا۔ ایلہ کے لوگوں کو اس آزمائش میں مبتلا کیا گیا کہ اور دنوں میں دریا میں مچھلی بہت کم آتی لیکن ہفتہ کے دن دریا مچھلیوں سے بھر جاتا۔ یہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان تھا۔ آیت میں ارشاد ہے کہ نافرمان لوگوں کو اللہ اسی طرح آزمائش اور امتحان میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ تاکہ انہیں فرمانبرداری کی عادت ہو اور سرکشی چھوڑ دیں۔

پچھلے قصّے کا بقیّہ

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ
اور جب کہا ایک فرقے نے ان میں سے کس لیے نصیحت کرتے ہو
قَوْمَا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
ایسی قوم کو کہ اللہ ہلاک کرنے والا ہے انکو یا عذاب کرنے والا ہے ان کو
شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ
سخت وہ بولے عذر کرنے کے لیے تمہارے رب کے سامنے
وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۱۶۴)
اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر کر بچیں

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ
اور جب ان میں سے ایک فرقے نے ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے
قَوْمَا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
ہو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا ان کو سخت
شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ
عذاب دے وہ بولے تمہارے رب کے آگے الزام اتارنے کی غرض
وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۱۶۴)
سے اور اس لیے کہ وہ شاید ڈریں

تَعِظُوْنَ: سمجھاتے ہو۔ مضارع کا صیغہ وعظ سے بنا ہے۔ وعظ کے معنی کسی کی خیر خواہی کر کے اسے ٹھیک بات سمجھانا۔

مَعْذِرَةً: اس کے وہی معنی ہیں جو عذر کے ہیں۔ اور یہ اسی کی دوسری شکل ہے۔ عذر کے معنی ہیں بے گناہی کا ثبوت۔ یہاں اس سے مراد بے گناہی کا ثبوت پیش کرنا ہے جس کے لیے دوسرا لفظ اعتذار ہے۔ دوسرے موقعوں پر اس کے معنی اس ثبوت کے قبول کرنے کے بھی آتے ہیں۔

جب ایلہ کے لوگوں نے دیکھا کہ سبت کو مچھلی بہت آتی ہے۔ اور اور دنوں میں اتنی نہیں آتی تو اب وہ سوچنے لگے کہ کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہیے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یعنی کھلا حکم عدولی بھی نہ ہو اور مچھلی بھی ڈھیر ساری ہاتھ لگے۔ ان میں سے چلتے ہوئے لوگوں نے یہ ترکیب سوچی کہ بڑی بڑی نالیاں کھود کر دریا کا پانی بڑے بڑے جوہڑوں میں لا ڈالا۔ دریا کا پانی ان جوہڑوں میں کھول دیتے اور پانی کے ساتھ مچھلی بھی چلی آتی۔ ہفتہ میں نالیوں کا منہ بند کر دیتے۔ پھر اتوار کو ان مچھلیوں کو بہ آسانی پکڑ لیتے۔ سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ یہ فقط ایک حیلہ ہے۔ اس کے معنی تو کھلم کھلا ہفتہ کے دن شکار کرنے کے ہوتے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔ تھوڑے دن انہیں سمجھاتے رہے پھر جب دیکھا کہ وہ شورہ پشت لوگ ہماری نہیں سنتے تو کچھ لوگ مایوس ہو کر خاموش ہو گئے مگر اور سمجھانے والوں نے سمجھانا جاری رکھا۔

ارشاد ہے کہ یہود کو یاد ہو گا۔ کہ ایک فرقہ نے مایوس ہو کر نافرمانوں کو سمجھانا چھوڑ دیا اور جو برابر سمجھاتے رہے ان سے کہا کہ ان ڈھیٹ لوگوں کے ساتھ کیوں مغز زنی کرتے ہو۔ یہ اپنی بے ہودگیوں سے باز آنے والے نہیں۔ خواہ مخواہ اپنا سر کیوں کھپاتے ہو ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سرکشی کی وجہ سے یا تو اللہ ان کو ایک دم تباہ کرنے والا ہے اور یا کسی سخت عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے۔ سمجھانے والوں نے کہا کہ ہم انہیں سمجھانا اس لیے نہیں چھوڑتے کہ اپنے رب کے سامنے عذر پیش کر سکیں کہ ہم نے تو بخوبی اپنا فرض ادا کیا لیکن انہوں نے نہ مانا ہمارا اس میں قصور نہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ عذاب میں نہ پکڑ۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ ممکن ہے ہمارے کہنے سننے سے ان کے دل میں ڈر پیدا ہو اور یہ اپنے اس برے فعل سے باز آ جائیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کسی حالت میں جائز نہیں۔

نافرمانوں کی سزا

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا
پس جب بھول گئے اس کو کہ سمجھائے جاتے تھے جس کے ساتھ بچا لیا ہم نے
الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا
ان کو جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍۭ بِمَا
ان کو جنہوں نے ظلم کیا عذاب سخت میں اس وجہ سے
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا
کہ تھے وہ نافرمانی کرتے پھر جب سرکشی کی اس سے کہ
نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا
منع کیے گئے تھے جس سے حکم دیا ہم نے ان کو ہو جاؤ
قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾
بندر ذلیل و خوار

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا
پھر جب انہوں نے ان باتوں کو بھول گئے جو ان کو سمجھائی گئی تھیں تو ہم نے
الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا
ان کو جو برے کام سے منع کرتے تھے نجات دی اور گنہ گاروں
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍۭ بِمَا
کو بہ سبب ان کی نافرمانی کے برے عذاب
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا
میں پکڑ لیا پھر جب اس کام میں
نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا
جس سے وہ روکے گئے تھے بڑھنے لگے تو ہم نے
قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾
حکم کیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ

بَئِیْسٍ: سخت۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو بأس سے بنا ہے۔ بأس کے معنی سختی اور شدت کے ہیں۔ بَئِیْس سخت اور شدید۔
خَاسِئِیْنَ: ذلیل۔ خاسیٔ کی جمع ہے۔ جو خسأ سے بنا ہے۔ خسأ کے معنی ہیں دُور دُور۔ پھٹ پھٹ۔ خاسیٔ وہ شخص یا جانور جو جہاں جائے دھتکارا جائے۔

پچھلی آیت میں اس کا ذکر تھا کہ ایلہ کے سمجھدار لوگوں نے ایلہ والوں کو سمجھایا کہ مچھلیاں سبت کے دن کسی طرح نہ پکڑنی چاہئیں۔ یہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے دل میں اللہ کے حکم کی اصلی وقعت نہ تھی۔ وہ سمجھے کہ ہماری چال سے ہماری نیت پر پردہ پڑ جائے گا۔ لیکن اللہ دلوں کا حال جاننے والا ہے اور ہر ایک کی نیت سے واقف ہے۔ اسے کوئی تدبیر یا چال دھوکا نہیں دے سکتی۔ اس نے انہیں ڈھیل دی کہ شاید سوچ سمجھ کر اپنی حرکت ناشائستہ سے باز آجائیں لیکن انہوں نے نصیحت کو کچھ نہ گردانا۔ آخر ان کا انجام کیا ہوا۔ اس میں اس کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ جب انہوں نے سمجھانے والوں کی بات پر کان نہ دھرے۔ یہاں تک کہ بہت سے سمجھانے والے ان کی ہدایت سے مایوس ہو کر بیٹھ رہے۔ تو ہم نے ان سب منع کرنے والوں کو بچا لیا۔ لیکن ان نافرمانوں کو ان کی نافرمانی کی سزا میں سخت عذاب میں مبتلا کر دیا۔ جب وہ اس پر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور حکم عدولی میں دن بدن بڑھتے ہی چلے گئے تو پھر ہم نے حکم دیا کہ بندر بن جاؤ اور ذلت و خواری کا مزہ چکھو۔ اس واقعہ کا ذکر سورۃ البقرہ میں بھی آیا ہے۔ وہاں اس کی تشریح بھی گذر چکی ہے۔ بنی اسرائیل اس کو اچھی طرح سمجھتے اور جانتے تھے چنانچہ یہود کی مقدس کتابوں میں آج بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ انسان کو اس واقعہ سے یہ سبق سیکھنا ہے کہ اس کو بے جیلے حوالے کیے خالص نیت کے ساتھ اس راستہ پر چلنا چاہیئے۔ جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے:۔

ایک اور سزا

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ
اور جب خبر دی تیرے رب نے البتہ ضرور بھیجے گا ان پر
إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ
قیامت کے دن تک ایسا شخص جو دیا کرے ان کو برا
الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ
عذاب بے شک تیرا رب البتہ جلد دینے والا ہے عذاب
وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۶۷)
اور بیشک وہ ہے البتہ بخشنے والا مہربان

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ
اور اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے خبر کر دی تھی
إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ
کہ یہود پر قیامت کے دن تک ضرور ایسے شخص کو بھیجتا رہے گا جو
الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ
ان کو برا عذاب کرے بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے
وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۶۷)
اور وہ بخشنے والا مہربان ہے

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے حق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ان کو دنیا اور آخرت میں برتر اور معزز قوم بنا یا جائے۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا تھا کہ عزت اور برتری نسل اور قومیت پر نہیں بلکہ اللہ کی فرمانبرداری پر ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے بعد کے رویہ سے ثابت کر دیا کہ وہ اللہ کے حکموں کو بال برابر بھی وقعت نہیں دیتے وہ دین سے بھاگتے ہیں اور تمام غلط چیزوں کی طرف دوڑتے ہیں جن سے انہیں منع کیا گیا ہے اس لیے ان کو دنیا کے اندر ذلت اور پستی میں مبتلا رکھا گیا اور رکھا جائیگا اور آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔ یہ آج تک بھی تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں سورۂ بقرہ۔ آل عمران۔ الاعراف وغیرہ میں اسی کو دہرایا گیا ہے تاکہ ان کے حال سے مسلمان عبرت پکڑیں۔ اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ کی نافرمانی، ناشکری اور تکبر کرنے والے دنیا اور آخرت میں ذلیل و خوار بنتے ہیں اس آیت میں اسی کو بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اس واقعہ کو بھولنا نہ چاہیئے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیرے رب نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی اور بد معاشی کی وجہ سے ذلت اور خواری ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لکھ دی گئی اگر انہوں نے اپنا رویہ درست نہ کیا تو قیامت تک ایسے لوگ دنیا میں پیدا ہوتے رہیں گے جو ان پر مصیبتیں ڈالیں اور کچل کر رکھ دیں اور تیرا رب بھی قیامت میں ان پر عذاب مسلّط کریگا۔ کیونکہ وہ عذاب دینے میں جلدی کرتا ہے کوئی چیز اسے روکنے والی نہیں ہے اور ساتھ ہی وہ گناہوں کا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا بھی ہے۔ جو توبہ کر لیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو درست کر لیتا ہے۔ اسے وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل اپنی کرتوتوں کی وجہ سے ہمیشہ ذلیل و خوار رہے۔ قدیم زمانے میں یونانی۔ کلدانی اور بخت نصر وغیرہ نے ان کو تہس نہس کیا اس دور میں جرمنی ہنگری وغیرہ نے ان کو ملک بدر کیا۔ اور اب دوسروں کے بل بوتے پر جی رہے ہیں۔ اگر ان کے طرفدار آج انہیں چھوڑ دیں۔ تو پھر ان کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں۔ اور یہ سب مسلمانوں کی نصیحت اور عبرت کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بھی قرآن مجید میں جگہ جگہ کامیابی اور فتح کا وعدہ کیا ہے لیکن ساتھ ہی ہر جگہ یہ شرط لگائی ہے کہ یہ مدد اور فتح تب ہی ملے گی جب اللہ کے فرمانبردار اور تابعدار رہیں گے کیونکہ تابعداری کا نام ہی تو اسلام ہے۔ اس کے بغیر اسلام کا دعویٰ محض نفاق ہے جس کی یہی سزا ہے جو بیان کی گئی ہے۔

یہودی تتّر بتّر ہو گئے

وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ

اور منتشر کر دیا ان کو زمین میں فرقہ فرقہ بعض ان کے

الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ز

نیک اور بعض ان کے سوا اس کے

وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ

اور آزمایا ہم نے ان کو آزمائش کی خوبیوں میں اور برائیوں میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۱۶۸)

تاکہ وہ لوٹ آویں

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ

اور ہم نے ان کو ملک میں فرقے فرقے کرکے منتشر کر دیا۔

الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ز

بعض ان میں سے نیکوکار ہیں اور بعض اور طرح کے

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ

اور آزمایا ہم نے ان کو آزمائش کی خوبیوں میں اور برائیوں میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۱۶۸)

تاکہ وہ لوٹ آویں

قَطَّعْنَا ۔ منتشر کر دیا ہم نے ۔ ماضی کا صیغہ ہے ۔ اس کا مصدر تقطیع ہے ۔ جو قطع سے بنا ہے ۔ قطع کے معنی کاٹنا ۔ تقطیع کے معنی کاٹ کر چھوٹا چھوٹا کرنا ۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تتّر بتّر ہو کر چھوٹے چھوٹے فرقے بن گئے ۔

بنی اسرائیل ۱۲ بھائیوں کی اولاد تھے ۔ اور ان کے بڑے بڑے ۱۲ خاندان تھے ۔ جن کو حضرت موسٰی علیہ السلام نے مصر سے جہاں انہیں فرعون اور اس کی قوم نے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رکھا تھا نکال کر فلسطین میں لا کر بسانا چاہا تھا ۔ یہ لوگ بحر قلزم کو پار کرکے جزیرہ نمائے سینا میں داخل ہوئے ۔ لیکن فلسطین میں بغیر لڑے بھڑے داخل نہ ہو سکتے تھے ۔ سورۃ مائدہ میں اس کا مفصل ذکر ہے کہ انہوں نے لڑنے سے انکار کر دیا ۔ اور اس کی سزا میں چالیس سال تک وادی سینا کے لق و دق میدانوں میں بھٹکتے پھرے ۔ پھر حضرت یوشع کے زمانے میں انہوں نے فلسطین کو فتح کر لیا ۔ اور ارض مقدسہ میں داخل ہو گئے اور بنی اسرائیل کی بڑی زبردست سلطنت قائم ہو گئی ۔ جب تک ان میں باہم اتفاق رہا سلطنت بنی رہی ۔ جب منتظم لوگ اٹھ گئے ۔ سلطنت اور حکومت ہاتھ سے نکل گئی ۔ آخر کار آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے جہاں جس کے سینگ سمائے چلا گیا ۔

اس آیت میں ارشاد ہے ۔ کہ آپس کی لڑائی اور باہمی بغض و عناد کی وجہ سے ہم نے ان کو چھوٹے چھوٹے فرقے بنا کر مختلف ملکوں میں پھیلا دیا ۔ ان میں کچھ نیک بھی تھے ۔ لیکن اکثر نافرمان اور فاسق تھے ۔ ان پر خوشحالی کا دور دورہ بھی رہا ۔ مصیبتوں سے بھی پالا پڑا ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ حکوگی حالات سے عبرت اور سبق حاصل کرتے ۔ اور آپس میں دوبارہ متفق ہو کر اجتماعی قوت حاصل کرتے ۔ لیکن یہ لوگ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہی رہے ۔ اور ان کی حالت بد سے بدتر ہی ہوتی چلی گئی ۔ بنی اسرائیل کے حالات کے بیان کرنے سے امت مسلمہ کو یہ سبق سکھانا مقصود ہے کہ ان کے حالات سے عبرت حاصل کریں ۔ اور کبھی باہمی اتحاد و اتفاق کو ہاتھ سے نہ جانے دیں ۔ افسوس یہ ہے کہ ہم نے ان کے حالات سے کچھ عبرت حاصل نہ کی اور آپس میں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں بھی متحد و متفق نہیں ہو سکے ۔ قرآن حکیم برابر للکار رہا ہے لیکن ہم ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے ۔ معاذ اللہ !

آگے کیا ہوا

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا
پس آئے ان کے بعد نالائق جانشین جو وارث بنے
الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى
کتاب کے لے لیتے ہیں متاع اس گھٹیا زندگی کا
وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ
اور کہتے ہیں معاف کر دیا جائے گا ہمیں اور اگر ان کے پاس آئے
عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ
سامان اسی جیسا تو اسے لے لیتے ہیں

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا
پھر ان کے پیچھے آئے ناخلف جو کتاب کے
الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى
وارث بنے اس ادنیٰ زندگی کا سامان لے لیتے ہیں
وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ
اور کہتے ہیں ہمیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر ان کے پاس
عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ
ایسا ہی سامان پھر آئے اس کو لے لیویں

خَلَفَ (پیچھے آیا) ماضی کا صیغہ ہے جو خ-ل-ف سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کے پیچھے باقی رہنا۔ جانشین بننا۔

خَلْفٌ (کپوت) کسی کے پیچھے اگر اس کی اولاد نالائق اٹھے تو اس اولاد کو خلف کہتے ہیں یعنی کپوت۔ اور اگر لائق اور نیک ہو۔ تو اسے خَلَف کہتے ہیں (سپوت) اسی لیے خَلْف کا ترجمہ ناخلف ہے۔

عَرَضٌ (سامان) اس سے مراد مال متاع، ساز و سامان روپیہ پیسہ وغیرہ ہے جسے اس زندگی میں کارآمد سمجھا جاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل کے پہلے لوگوں میں تو کچھ نیک لوگ بھی تھے لیکن پچھلے تو ایسے نالائق اٹھے کہ معاملہ ہی ملیٹ کر دیا۔ توریت شریف ان کے ہاتھ لگی تو لگے اس سے روپیہ کمانے۔ کہیں سے کچھ تھوڑا سا بھی ساز و سامان ملتے دیکھا تو آیتوں کے کبھی لفظ بدل دیئے۔ کبھی معنی کچھ کے کچھ کر دیئے۔ "نذرانہ" تحفہ تحائف دینے والوں کو خوش کرنے کے لیے ان کی مرضی کے مطابق فتوے دینے لگے۔ اگر کسی نے ٹوکا کہ یہ طرزِ عمل تو ٹھیک نہیں اس طرح تم عذاب الٰہی میں پکڑے جاؤ گے تو گردن ہلا کر بے پروائی سے کہہ دیتے۔ ہم نبیوں کی اولاد ہیں۔ ان کی سفارش ہمیں صاف بچالے گی۔ کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے لاڈلے بچے ہیں۔ ہمیں سزا نہیں مل سکتی۔ جب ایسی ذہنیت ہو جائے تو آدمی گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ اور جب موقع مل جائے خوب ہاتھ رنگتا ہے۔ بلکہ موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے کہ کب کوئی شکار پھنسے اور کب میں اپنا اُلّو سیدھا کروں۔

اس آیت کو پڑھنے کے بعد مسلمان علما کو گریبان میں منہ ڈالنا چاہیئے۔ کیا کہیں وہ مال داروں کو خوش کرنے کے لیے قوانین شرع کی کوئی بے جا تاویل تو نہیں کر رہے۔ بعض وقت انسان اپنے کسی سرپرست یا مربی کو خوش کرنے کے لیے کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے جو شرع میں جائز نہیں ہوتی۔ اس وقت وہ ایسی ہی باتوں سے دل بہلاتا ہے جو یہود کی باتوں سے ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ مثلاً کہتا ہے کہ اس وقت مصلحت اسی میں ہے کہ کام چلتا کیا جائے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جہاں اور گناہ معاف ہوں گے۔ وہاں یہ بھی معاف ہو جائے گا۔ فلاں بزرگ کی شفاعت بچالے گی۔ ان خیالات سے اللہ بچائے بعض وقت یہ انسان کو گناہ پر دلیر کر دیتے ہیں۔ یہود کے طرزِ عمل سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیئے:

کتاب کی صریح مخالفت

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ
کیا نہیں لیا گیا ان پر عہد کتاب کا
اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ
کہ نہ کہیں اللہ کے نام سے مگر سچ
وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ
اور وہ پڑھ چکے جو اس میں تھا اور گھر آخرت کا
خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا
بہتر ہے ان کے لیے جو ڈرتے ہیں کیا پس نہیں
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ
تم سمجھتے اور جو لوگ مضبوط پکڑے ہوئے ہیں
بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا
کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز کو بے شک ہم نہیں
نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾
ضائع کرتے ثواب اچھے کام والوں کا

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ
کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا تھا
اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ
کہ نہ بولیں اللہ پر سوا سچ کے
وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ
اور انہوں نے پڑھا جو کچھ اس میں لکھا ہے اور ڈرنے والوں
خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا
کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے کیا تم
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ
سمجھتے نہیں اور جو لوگ کتاب کو خوب
بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا
پکڑ رہے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں بے شک ہم
نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾
نیکی والوں کا ثواب ضائع نہ کریں گے

مِيْثَاقُ الْكِتٰبِ (کتاب میں لکھی ہوئی ہدایات) کتاب سے مراد توریت شریف ہے۔ مِیْثَاق: ایسا حکم جس کے ماننے کا سننے والا اقرار کرے۔

دَرَسُوْا (پڑھ لیا) ماضی کا صیغہ ہے جو درس سے بنا ہے۔ درس کے معنی سیکھنا۔ پڑھنا۔ تدریس اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں سکھانا، پڑھانا اسی سے مدرس بنا ہے جو پڑھانے والے کو کہتے ہیں۔ مدرسہ بھی درس سے بنا ہے یعنی پڑھنے کی جگہ۔

اس سے پہلے بیان ہوا کہ دنیا کا ذرا سا بھی نفع ہوتے دیکھ کر یہود اللہ کی سچی باتوں اور اس کے کھلم کھلا احکام کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیتے ہیں اور کوئی اعتراض کرے تو بے پروائی سے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ہم اللہ کی کتاب کو سمجھتے ہیں کسی اور کو کچھ سمجھنا ہو تو ہم سے سمجھے۔ ہم غلطی نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے خیالات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے علم کو اوروں سے زیادہ سمجھتا ہے اور اپنی ہی بات منوانا چاہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ توراۃ میں ان کو یہ حکم لا تھا۔ اور اس کی تعمیل کا انہوں نے پختہ عہد کیا تھا۔ کہ اللہ کے نام سے لوگوں کو وہی باتیں سکھائیں گے جو اس نے واقعی سکھائی اور سمجھائی ہیں اپنی طرف سے باتیں گھڑ کر اور انہیں اللہ کا حکم ٹھہرا کر لوگوں کے سامنے کبھی پیش نہ کریں گے۔ یہ لوگ کتاب پڑھ چکے ہیں اور اس کی باتیں سمجھ چکے ہیں۔ اب جان بوجھ کر ان کو بدلنا، اپنے قول و قرار سے پھرنا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کو آخرت کا خیال زیادہ چاہیئے۔ آخرت اس دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ آخر کیا یہ عقل سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ کتاب پر عمل کرنے والے اور باقاعدہ نماز کے قائم رکھنے والے نیک لوگ ہیں ان کا اجر ہم کبھی ضائع نہ ہونے دیں گے ؛

بنی اسرائیل کا عہد

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور جب اٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے اوپر گویا وہ سایبان ہے اور گمان کیا انہوں نے کہ وہ گرنے والا ہے ان پر پکڑو جو دیا ہم نے تم کو قوت کے ساتھ اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم بچتے رہو

اور جس وقت ہم نے ان کے اوپر پہاڑ مثل سائبان کے اٹھایا اور گمان کیا کہ وہ ان پر گرے گا ہم نے کہا زور سے پکڑو جو ہم نے تم کو دیا اور جو اس میں ہے یاد رکھو تاکہ تم بچتے رہو ع ۹

نَتَقْنَا اٹھایا ہم نے، ماضی کا صیغہ ہے۔ نَتْقٌ سے بنا ہے۔ نتق کے معنی ہیں اٹھانا۔ بلند کرنا۔

ظُلَّۃٌ (سائبان) ظِلٌّ سے بنا ہے جس کے معنی سایہ اور سایہ ڈالنا ہے۔ ظُلَّۃٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو سر کے اوپر سایہ کیے ہوئے ہو جیسے چھت۔ سائبان وغیرہ۔

اس سے پہلے بیان ہوا کہ بنی اسرائیل کو تورات میں حکم دیا تھا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیم کو اور لوگوں تک بھی ٹھیک ٹھیک بغیر ردوبدل کے پہنچا دینا۔ دنیا کے تھوڑے سے فائدہ کے لیے اس کے احکام میں رد و بدل نہ کرنا۔ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور وہ پرہیزگاروں کو حاصل ہو گی۔ ہمارا وعدہ ہے۔ کہ ہم کتاب پر پوری طرح عمل کرنے والوں اور نماز قائم کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر دیں گے اور اس میں ذرا بھی کمی نہ آنے دیں گے۔ اس کی بابت یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اقرار اور عہد کر لیا تھا کہ ہم یہ سب احکام بجا لائیں گے۔ اور یہ عہد ان سے خاص طور پر لیا گیا تھا۔ تاکہ اسے ہمیشہ یاد رکھیں اور بھولنے کا کوئی بہانہ ان کے پاس نہ رہے۔

ارشاد ہے کہ جس وقت کسی بات کو منوانے کے لیے کوئی خاص اہتمام کیا گیا ہو۔ اس کے بھولنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انہیں یاد ہو گا کہ انہوں نے سیدھی طرح اطاعت کا اقرار کرنے میں ہچر مچر کی۔ اس لیے پہاڑ کو بلند کر کے ان کے سر پر کھڑا کر دیا گیا۔ اس طرح کہ گویا ان کے سر پر گرنے ہی والا ہے۔ یہ خوف کے مارے کانپنے لگے۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ اگر اس وقت اقرار نہ کیا تو یہ پہاڑ ہم پر ٹوٹ پڑے گا۔ اور ہم اس کے نیچے دب کر رہ جائیں گے۔ اس حالت میں ان سے کہا گیا۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں تمہیں حکم دیے گئے ہیں۔ انہیں مضبوطی سے پکڑو اور ہر وقت یاد رکھو۔ بس اسی سے تمہارے متقی ہونے کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو تم کہیں کے نہ رہو گے۔

پہاڑ کا یہ ہولناک منظر اس لیے پیدا کیا گیا تھا کہ یہ انہیں ہمیشہ یاد رہے گا۔ اور اس کے ساتھ وہ عہد بھی یاد آجاتا رہے گا۔ جو انہوں نے کیا تھا۔ کیوں کہ جس بات کے ساتھ کوئی انوکھی بات نتھی کر دی جائے۔ وہ بھولی نہیں جا سکتی ؏

تاریخ ایک درسِ عبرت ہے

قرآن حکیم نے ہمارے سامنے پچھلے لوگوں کے حالات رکھے ہیں۔ لیکن مسلسل تاریخ اور مکمل قصوں کے طور پر نہیں بلکہ مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے انہی حالات کو بار بار پیش کیا ہے جن سے ہمیں کوئی نہ کوئی سبق ملتا ہے اور زندگی بسر کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی مفید بات معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت تک اس سورت میں حضرت آدم، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب اور موسیٰ علیہم السلام کی قوموں کا حال بیان ہو چکا ہے اور ہر ایک میں ہمارے لیے بہت سی کام کی باتیں موجود ہیں۔ خاص کر بنی اسرائیل کے حالات سے تو ہمیں بہت کچھ سیکھنا چاہیئے۔ یہ لوگ اُس زمانے میں تھے۔ جب اس زمانے کے انسانی تمدن کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی۔ ان کو سیدھے سادے پُر امن طریقے سے رہنا سکھایا جا رہا تھا اور ان برائیوں کو منظرِ عام پر لایا جا رہا تھا جن میں انسان کی تباہی کے جراثیم پوشیدہ تھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر بنی اسرائیل تورات کے احکام پر سچے دل سے پورا پورا عمل کرتے تو اس وقت دنیا کا یہ خطرناک نقشہ نہ ہوتا جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

انسان کو غلط راہ پر ڈالنے کی تقریباً ساری ذمہ داری اسی قوم پر ہے جس کو آج بھی بنی اسرائیل یا اسرائیلی کہتے ہیں۔ ان کے ضروری حالات قرآن حکیم نے ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ اس سے اوّل تو خود یہود کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلانا مقصود ہے۔ اور ساتھ ہی ہمارے لیے تاکید ہے کہ اگر وہ نہ مانیں۔ تو تمہیں ان کے انسانیت سوز کاموں سے قطعی پرہیز کرنا چاہیئے۔ تاکہ انسان کے لیے تم اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ پیش کر سکو اور خود اس کا نمونہ بن کر دکھا سکو۔ اور جو کام یہود کے ذمے ڈالا گیا تھا اور ان سے نہ ہو سکا تم اس کو انجام دو اور خیرِ امت کے لقب کا اپنے آپ کو سزاوار ثابت کر سکو۔

پہلے سبقوں میں موقعہ بہ موقعہ ان اصول فائدوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ہم بنی اسرائیل کے حالات سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر جب کہ احوال بنی اسرائیل اس سورت میں ختم ہو رہے ہیں ہمیں ان خاص خاص باتوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جن کی وجہ سے بنی اسرائیل اس دنیا میں انسانوں کے رہنما بننے سے محروم ہوتے اور اس وقت سوا تخریب انسانیت اور اشاعت فتنہ و فساد کے اور کوئی ان کا کام دنیا میں نہیں ہے۔

۱۔ اس دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھا۔ اور باوجود اقتدار حکومت سے محروم ہو جانے کے اس کوشش میں رہے کہ کسی نہ کسی طرح اور دل پر عزت اور غلبہ حاصل کریں جس کا نتیجہ سوا اس کے کہ جہاں ہوں فساد اور خرابی پھیلائیں اور کچھ نہیں ہوا۔

۲۔ ان کو مال و دولت سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرنے کی لت لگ گئی۔ اور دوسروں کو اپنا محتاج بنا کر رکھنے کی کوشش میں مشغول ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خود ان کے اپنے ہی اندر مال دار اور نادار دو مستقل طبقے موجود ہو گئے اور ہمیشہ موجود رہیں گے اور مال دار مفلسوں کو دبائیں گے۔

۳۔ آج کل سرمایہ داروں اور محنتیوں کی جو کشمکش دنیا میں پھیل رہی ہے اور دونوں طبقے ایک دوسرے کا گلا گھونٹنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اٹیمی اسلحہ سے ایک دوسرے کو ڈرا رہے ہیں یہ سب یہودی ذہنیت کے نتائج ہیں۔

ان سب باتوں سے ہمیں پرہیز کرنا لازم ہے۔ ہمیں یہودیوں کی طرح آپس کے اختلافات میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے بلکہ اسلام کے اصول مساوات و اخوت انسانی کو سامنے رکھ کر آپس میں اتحاد و اتفاق کا بیج بونا چاہیئے۔

قرآن قوموں کی تاریخ نہیں بتاتا بلکہ وہ فلسفہ تاریخ بتاتا ہے کہ ان قوموں کی زندگی سے کیا سبق حاصل کیا جا سکتا ہے:

عہدِ الست

یہودیوں کی بابت پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ ان سے اطاعتِ الٰہی اور تورات کے احکام کی پابندی کا عہد لیا گیا تھا اور قرآن مجید کے ذریعہ انہیں اس عہد کی دوبارہ یاد دلائی گئی۔ اور ان کو پھر موقعہ دیا گیا۔ کہ وہ عہد جو انہوں نے اللہ عز و جل سے کیا تھا۔ وہ گو انہوں نے توڑ دیا۔ لیکن اللہ کے ہاں وہ عہد قائم ہے۔ اور اب بھی اگر وہ اس عہد کا اپنا حصہ پورا کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو اللہ عز و جل اپنا حصّہ بدستور پورا کرے گا۔ وہ عہد ان سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اس کے بعد اللہ عز و جلّ ان کو وہی مرتبہ عطا کرے گا جس کی حضرت موسٰی علیہ السلام نے ان کے لیے درخواست کی تھی۔ اور وہ اسی شرط پر قبول ہوئی تھی کہ وہ نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں۔

آگے اس عہد کا ذکر آتا ہے۔ جو تمام بنی آدم سے ان کی اس دنیا میں پیدائش سے پہلے عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔ اور نہ ہمے کہ اس میں یہودی بھی شامل تھے۔ اس عہد کی بنا پر بھی انہیں اسلام کا حلقہ بگوش ہونا لازم آتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ ہر انسان کو لازم آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوگا۔ کہ یہودی بار بار عہد شکنی کے الزام میں گرفتار ہونے کے قابل ہو چکے ہیں۔ ایک عالم ارواح کا عہد۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تابعداری کا عہد۔ تیسرے اسلام میں داخل ہونے کا عہد۔

انسان اصل میں روح کا نام ہے۔ جس کو بدن کچھ مدت تک رہنے کے لیے ملا ہے۔ بدن یا نفس چونکہ اس دنیا کی چیز ہے اس لیے وہ اسے دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن روح عالم بالا سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس میں اپنے رب کی پہچان فطری طور پر موجود ہے۔ اگر یہ بدن خواہشوں سے پاک ہو جائے تو روح اپنے رب کی طرف ہی مائل ہوتی ہے۔ اس لیے بدن اور روح میں کشمکش جاری رہتی ہے۔ اور انسان اکثر بدنی آرام و آسائش کے جنجال میں پھنس کر روح کے تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس غفلت کے دور کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے رسول بھیجے جاتے ہیں۔ اور وہ اس کو بتاتے ہیں کہ بدن ایک عارضی چیز ہے۔ اور روح ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے بدنی ضرورتوں کی طرف صرف بقدر حاجت توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ اس میں اتنی قوت تو رہے کہ وہ اللہ اور رسول کے احکام بجا لائے اور روح کو اللہ سے گہرا تعلق اسی زندگی میں قائم کر لینے دے اور یہ نہ ہو کہ منہ زور گھوڑے کی طرح بدن کو بھی اپنی مرضی پر جہاں چاہے لے جائے۔

روح جب دنیا کے جھگڑوں سے علیحدہ کر دی جاتی ہے تو اس کی اندرونی آنکھ کھلنی شروع ہو جاتی ہے۔ اسے احساس ہونے لگتا ہے کہ میں نے بدن میں آنے سے پہلے اللہ کے سامنے عہد کیا تھا کہ تو ہی میرا رب ہے۔ یہی اس کی سعادت کی نشانی ہے۔ روح کو اپنی اصلی حالت کا احساس تب ہی ممکن ہے جب انسان اپنا سارا وقت اور ساری محنت دنیا کی کمائی اور عزت حاصل کرنے کے پیچھے نہ لگا دے بلکہ جتنا وقت ضرورت سے زیادہ بچے اُسے دین اور اخلاق سیکھنے میں صرف کرے۔ اور جو کچھ دنیاوی حرج یا نقصان دین اور اخلاق کے سیکھنے میں پیش آئے اُسے خوشی سے برداشت کرے۔

عہدِ الست

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ

اور جب لیا تیرے رب نے بنی آدم کی

مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ

پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنایا ان کو

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ

ان کی جانوں پر کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب بولے ہاں

شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ہم نے اقرار کیا کبھی کہنے لگو قیامت کے دن

اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

کہ تھے ہم اس سے بے خبر

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی

مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ

پیٹھوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ

ان کی جانوں پر اقرار کرایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بولے ہاں

شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ہم اقرار کرتے ہیں کبھی کہنے لگو قیامت کے دن

اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی

وَاِذْ (اور جب) اس سے پہلے اذکر یعنی یاد کر۔ آپ ہی آپ سمجھ میں آتا ہے۔ گو لفظوں میں مذکور نہیں۔

اَخَذَ (لیا) ماضی کا صیغہ ہے اور اَخْذٌ سے بنا ہے۔ اَخْذٌ کے معنی ہیں لے لینا۔ پکڑنا۔ نکالنا، یہاں نکالنا مراد ہے۔

اَنْ تَقُوْلُوْا (کہ کہنے لگو) اس کا پہلی عبارت سے ربط ہے یعنی ہم یہ بات اس لیے یاد دلاتے ہیں۔ کہ کبھی تم قیامت میں عذر پیش کرنے لگو۔

اس آیت کے مضمون پر غور کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اپنے رب کو پہچاننے کے لیے انسان کو بڑی بڑی منطقی اور فلسفی دلیلوں کی ضرورت نہیں۔ ذرا سی توجہ سے اس کی سمجھ میں آپ ہی آپ آجاتا ہے۔ کہ میرا اور ہر چیز کا پالنے والا کوئی اور ہے۔ جو کائنات کی ان ظاہری چیزوں سے بلند و برتر ہے ظاہری چیزوں میں سے بڑی سے بڑی چیز بھی کوئی بات اپنے اختیار سے نہیں کرتی بلکہ قاعدوں اور قانونوں میں جکڑی ہوئی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کا بھی پالنے والا اور اس کے لیے اس کے کام اور قاعدے مقرر کرنے والا کوئی اور ہے۔ اس کو یہاں دیکھا نہیں جا سکتا۔ لیکن اس کی علامتیں اور نشانیاں اس قدر صاف اور واضح ہیں کہ اس کے ماننے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی یہی وجہ ہے کہ جاہل، نادان، ان پڑھ تک ذرا سے اشارے سے جانتے ہیں کہ میرا رب ان سب ظاہری چیزوں سے بڑا ہے۔ اس کی وجہ اس آیت سے معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسولؐ! تیرے رب نے ہر فرد بشر سے سارے باپوں سے اور ان کی ساری ہونے والی اولاد سے پیدا ہونے سے پہلے ان کی روحوں کو اکٹھا کر کے ایک ایک سے پوچھ پوچھ کر کہ بول میں تیرا رب ہوں یا نہیں اقرار کرا لیا ہے کہ ہاں بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ لیکن پیدا ہونے کے بعد چیزوں کی نمود و نمائش میں پھنس کر اپنے اس اقرار کو بھول جاتے ہیں۔ کبھی کسی کو اور کبھی کسی کو اپنا رب بتانے لگتے ہیں۔ اس لیے ہم اپنے رسول کے ہاتھ یہ قرآن ہر انسان کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ دیکھ تو میرے رب ہونے کا اقرار کر چکا ہے اس کو یاد رکھ۔

قرآن مجید پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہر ایک انسان اپنے اصلی رب کو بآسانی پہچان سکتا ہے کیونکہ اس کی روح اس کے رب ہونے کا پیدا ہونے سے پہلے ہی اقرار کر چکی ہے اور اس اقرار کو ہمارے رسولوں اور ہماری کتابوں نے اسے اس دنیا میں یاد دلا دیا ہے۔

شرک میں تقلید عذر نہیں

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا

یا کہنے لگو بات یہی ہے کہ شرک کیا ہمارے باپوں نے

مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ

پہلے ہی اور تھے ہم اولاد ان کے بعد

أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (۱۷۳)

کیا ہلاک کرتا ہے تو ہمیں اس پر جو کیا گمراہوں نے

وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ

اسی طرح کھولتے ہیں ہم آیتوں کو اور تاکہ وہ

يَرْجِعُونَ (۱۷۴)

لوٹ آئیں

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا

یا کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادوں نے ہم سے

مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ

پہلے نکالا تھا اور ہم ہوئے ان کی اولاد ان کے پیچھے

أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (۱۷۳)

کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس پر جو گمراہوں نے کیا

وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ

اور یوں ہم باتیں کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ

يَرْجِعُونَ (۱۷۴)

لوٹ آئیں

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ ہم نے آدم کی اولاد کے ایک ایک فرد سے پیدا کرنے سے پہلے اقرار کرایا ہے کہ میں اس کا رب ہوں اور اب اس قرآن کے ذریعے ان کو اس کا عہد یاد دلایا جا رہا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ عذر نہ کرنے لگے کہ مجھے تو کوئی عہد یاد نہیں آیا اور نہ کسی دلانے والے نے مجھے یاد دلایا۔ اب اس کا یہ عذر نہ چلے گا کیونکہ اس کو صاف طور پر اس کا عہد اس آیت کے ذریعے یاد دلایا جا رہا ہے۔ ایک عذر اور ہے۔ جو ہر شخص کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ ہمارے باپ دادا نے ہمیں اپنے طرزِ عمل سے شرک ہی سکھایا۔ ہم ان کے بچے ہیں۔ اس لیے ہم وہی سیکھ سکتے تھے جو انہوں نے سکھایا۔ ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ اگر پکڑنا ہے تو انہیں پکڑنا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے غلط طریقہ رائج کیا ان کی غلطی کی سزا ہم کیوں بھگتیں۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے صاف کہہ دیا کہ ہر فردِ بشر نے اکیلے اکیلے ہم سے یہ عہد کیا ہے کہ ہم فقط تجھی کو اپنا رب مانیں گے اس لیے اس کا یہ عذر قابلِ سماعت نہیں کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے رائج کیا ہم تو ان کی تقلید کرنے والے تھے۔

اس کے بعد کی آیت میں ارشاد ہے کہ ہمارے ہاں یہی طریقہ مقرر ہے کہ قرآن حکیم کی آیتوں میں سچی سچی باتیں خوب کھول کر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا کرتے ہیں تاکہ ہر شخص ان پر غور کرے اور اگر غلط طریقے پر چل رہا ہو تو اسے چھوڑ کر صحیح طریقے پر واپس آجائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی دیکھا دیکھی شرک کرنا بھی ویسا ہی گرفت کے قابل ہے جیسے خود کرنا۔ کیونکہ دین کے معاملہ میں ہر شخص ذمہ دار ہے کہ رشتے، کنبے، ملنے جلنے والے یا قوم قبیلے کا خیال کیے بغیر خود تحقیقات کرے اور فقط اللہ کو اپنا رب مانے کسی کو اس کا شریک نہ کرے۔

عرب میں دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ اہلِ کتاب اور مشرک۔ یہ دونوں اپنے اپنے باپ دادا اور کنبے قبیلے کے رواج یافتہ مذہب چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کو یہ پیغام سنایا گیا کہ دونوں عہد شکن اور غدار ہیں۔ ہر انسان کو اس سے یہ سبق لینا چاہیئے کہ اسلام جو ایک ہی رب ماننا سکھاتا ہے انسان کا اصلی فطری مذہب ہے۔

شیطان کی پیروی

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ
اور پڑھ ان کے سامنے خبر اس شخص کی دیں ہم نے اس کو
اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ
اپنی آیتیں پس وہ باہر نکل گیا ان سے پس پیچھے لگ گیا اس کے
الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾
شیطان پس ہو گیا وہ گمراہوں سے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ
اور ان کو اس شخص کا حال سنا دے جس کو ہم نے اپنی
اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ
آیتیں دی تھیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا پھر اس کے پیچھے
الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾
شیطان لگ گیا تو وہ گمراہوں میں ہو گیا

پچھلی آیتوں میں یہ بات سب کو یاد دلائی جا چکی ہے کہ ہر انسان اللہ کو پہچاننے کا ذمہ دار ہے اس کو چاہیئے کہ کسی کی تقلید میں پھنس کر کسی اور کو اپنا رب نہ سمجھ بیٹھے۔ بلکہ صرف اللہ کو اپنا رب مانے۔ اگر اس نے اپنی روح کو لوگوں کی دیکھا دیکھی گناہوں سے آلودہ نہیں کیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اللہ کو پہچان کر اس کے رب ہونے کا اقرار نہ کرے۔ اس کی روح اس دنیا میں آنے والے سے پہلے اللہ کے سامنے اس بات کا اقرار کر چکی ہے۔ کہ میرا رب تو ہی ہے۔ تو اب اس آیت میں ان لوگوں کا حال بنایا جا رہا ہے۔ جو اس دنیا کے عارضی نفع کے لالچ میں پھنس کر سب کچھ بھلا بیٹھتے ہیں اور نجھ مجھ کو اپنا سرپرست مربّی اور دانا سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ اللہ کی آیتیں سنتے اور دیکھتے ہیں۔ اس کی نشانیاں برابر ملاحظہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کو ذرا خاطر میں نہیں لاتے۔ ارشاد ہے کہ اے نبی اب تو ان سب کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دے جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں جن سے اس کو صاف معلوم ہو گیا کہ اللہ کی تابعداری ہی میں سب کچھ ہے۔ لیکن جب امتحان کا وقت آیا۔ تو وہ اپنے اس علم کے مطابق عمل نہ کر سکا اور آیتوں کے برخلاف چلا۔ دنیا کے لالچ میں پھنس کر اندھا ہو گیا۔ شیطان تو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا ہی ہے۔ وہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گیا اور اسے بہکا کر کہاں سے کہاں لے گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا نام ہدایت یافتہ لوگوں میں سے کاٹ کر گمراہوں اور کج رو دل میں لکھ دیا گیا۔

مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ شخص کون تھا۔ اکثر نے اس کا نام بلعم بن باعور بتایا ہے۔ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ اور بڑا عابد زاہد تھا۔ اس کی دعا فوراً قبول ہوتی تھی۔ یہ خوب جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر بھی آپ کے دشمنوں نے اسے بہت سے تحفے تحائف دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا۔ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بد دعا کرے۔ اور وہ مال و زر کی طمع میں اس کے لیے تیار ہو گیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہمیں نام سے کوئی غرض نہیں۔ نشانیاں جو بتائی گئی ہیں۔ وہ پہلے بھی بہت سے لوگوں میں پائی گئی ہیں۔ اور آج بھی ایسے لوگوں کی کچھ کمی نہیں۔ جو جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کرتے ہیں اور دنیا کے لالچ میں پھنس کر اپنی آخرت تباہ و برباد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور حرص و ہوا پر لات مار کر سیدھے راستہ کو مضبوط پکڑنا چاہیئے۔

دُنیا کا لالچ

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ
اور اگر چاہتے ہم تو بلند کرتے اس کو ان کے ساتھ لیکن وہ
اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ
مائل ہوا زمین کی طرف اور پیروی کی اپنی خواہش کی
فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ
سو اس کا حال کتے کا سا حال ہے اگر تو لادے اس پر
يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ
تو وہ ہانپے یا چھوڑ دے اس کو تو ہانپے

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ
اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اس کا مرتبہ بلند کرتے لیکن
اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ
وہ تو زمین کا ہو رہا اور اپنی خواہش کے پیچھے ہو لیا
فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ
تو اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا اس پر تو بوجھ لادے
يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ
تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے

اَخْلَدَ: ہو رہا، رہ پڑا۔ یہ ماضی ہے اس کا مصدر اِخْلَاد ہے جو خلد سے بنا ہے۔ خلود کے معنی ہیں ہمیشہ رہنا۔ اَخْلَدَ: ہمیشہ کے لیے اختیار کرنا۔ اخلد الی الارض اس نے زمین ہی میں رہنا پسند کیا۔ یعنی اس دنیا کی چیزوں کو ترجیح دی۔

يَلْهَثْ: وہ ہانپے۔ مضارع کا صیغہ ہے اور لہث اس کا مصدر ہے۔ لہث کے معنی ہیں زبان باہر لٹکا دینا اور تیزی کے ساتھ زور زور سے سانس لینا۔ جیسے کتا کیا کرتا ہے تاکہ اندر کی گرمی نکلے اور تر و تازہ ہوا جلد جلد اندر جائے جو اس کی دنیاوی زندگی کے لیے ضروری ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی آیتیں آدمی کا مرتبہ بلند کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اور اس کو حیوانیت کی سطح سے اٹھا کر انسانیت کے بلند مقام پر پہنچا سکتی ہیں۔ لیکن ہر انسان اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر اس کی فطرت کا سبق اس کے ماحول نے اسے بھلا دیا ہے۔ اور وہ باوجود رسولوں کی تنبیہ کے اور اللہ کی آیتوں کا علم رکھنے کے اس کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی خراب عادتیں اسے تباہ کریں گی اور اس کو اللہ کی آیتیں کچھ نفع نہ پہنچائیں گی وہ اپنی خواہش کا غلام ہو چکا۔ دنیوی منافع کی ظاہری اور عارضی ٹیپ ٹاپ اس کے دل کو موہ چکی۔ اس کی مثال بالکل کتے کی سی ہے۔ جیسے وہ اپنی عادت کے مطابق چاہے اس پر بوجھ لاد دیا یا نہ لادو ہانپنا نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح یہ شخص اپنی خواہشوں کی پیروی میں بری بری عادتیں ڈالے گا۔ اور اس پر علم کا بوجھ لدا ہوا ہو یا نہ ہو برابر ہے جو اس کی طبیعت کا تقاضا ہے کر کے رہے گا۔

اس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے۔ جو باوجود عالم ہونے اور تمام باتیں جاننے کے اللہ کے احکام کا خیال نہیں کرتے۔ اور دنیا کے گرویدہ ہو کر شیطان کے [illegible] پر چلنے لگتے ہیں۔ ان کا علم ان کے کچھ کام نہیں آتا۔ اور بری عادتیں ان پر اتنی غالب آ جاتی ہیں گویا طبیعت ثانیہ بن جاتی ہیں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ علم بغیر عمل کے کسی کام کا نہیں۔ الٹا انسان کی غلط کاریوں کے لیے مشعل راہ بن جاتا ہے۔ اور وہ دنیا کے منافع حاصل کرنے کی ایسی تدبیریں سوچ کر نکالتا ہے۔ جو بے علم لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔ اگر علم کے ذریعہ خرابی ہونے میں شبہ ہو۔ تو ایٹم بم کو دیکھیے اور سوچیے کہ سائنس دانوں نے تباہی کا سامان مہیا کرنے میں شیطان کے بھی کان کترے ہیں یا نہیں۔ یہ ہے آج کل کے علم کا کرشمہ۔

گمراہوں کی مثال

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ
جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس بیان کر دے
الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾
احوال شاید وہ سوچیں

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیتوں
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ
کو جھٹلایا سو یہ احوال
الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾
بیان کر تا کہ وہ دھیان کریں

مَثَلٌ : کے بہت سے معنی ہیں کسی سے ملتی ہوئی چیز، مشابہ، نمونہ۔ ایسا حال جو بہت سی صورتوں پر چسپاں ہو جائے یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

فَاقْصُصْ : امر کا صیغہ ہے جو قص سے بنا ہے۔ قصہ بھی اسی سے ہے۔ قصّ کے معنی ہیں بیان کرنا۔ کسی کے پیچھے لگ جانا۔ یہاں بیان کرنا مراد ہے۔

اَلْقَصَصَ : مفرد اسم ہے اس کے معنی ہیں کہانی، حال، قصہ اور یہ مصدر بھی ہے اس کو قصہ کی جمع سمجھنا غلط ہے قِصّہ کی جمع قِصَص ہے۔

پہلی آیتوں میں ایک ایسے شخص کے حالات بیان کیے گئے جس کو اللہ نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا۔ لیکن دنیا کے عارضی فائدوں کے لالچ میں آکر وہ ان آیتوں کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستہ پر پڑ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے دنیا کی حرص نے اندھا کر دیا تھا۔ اور اپنی خواہشوں کے تقاضے بے روک ٹوک پورا کر لینے پر اتر آیا تھا۔ علم نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا۔ گو وہ اس کے اوپر ایک بوجھ کی طرح لدا ہوا تھا۔ وہ ایک کتے کی طرح تھا جس کو ہانپنا ضرور چاہیے اس پر کوئی بوجھ لدا ہوا ہو یا نہ ہو۔ اس کی بری عادتیں اسے گمراہی کی طرف لے گئیں۔ اگر اسے علم نہ ہوتا تب بھی وہ یہی کرتا اور علم ہونے پر بھی اس نے یہی کیا اللہ نے بھی اسے ڈھیل دی۔ اگر وہ چاہتا تو اسے اس کے علم کے ذریعے ایک بلند مرتبہ انسان بنا دیتا۔ لیکن اس کی دنیا کی حرص و ہوا اس پر غالب آئی اور وہ گیا گزرا ہوا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس آدمی کی ہی خاص بات نہیں جتنے ہماری آیتوں کے جھٹلانے والے ہیں۔ وہ سب اسی طرح کے ہوتے ہیں انہیں ان کی اندرونی خباثت لے ڈوبتی ہے۔ وہ جانتے سب کچھ ہیں لیکن مانتے بالکل نہیں۔ یہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ آخرت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اللہ کے رسول لاکھ ان کو سمجھائیں۔ اللہ کی آیتیں پکار پکار کر انہیں کتنا ہی جھنجھوڑیں۔ ان کی آنکھ خوابِ غفلت سے نہیں کھلتی۔ نہ وہ دوسروں کے عبرت ناک حالات سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ پھر بھی اے رسول تو ان کو پہلے لوگوں کے حالات سناتے جا۔ اور ان کا افسوس ناک انجام انہیں یاد دلاتے جا اس سے یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ شاید ان کے دل میں کچھ خیال پیدا ہو جائے اور یہ اپنی سمجھ سے کام لینا شروع کر دیں۔ ورنہ وعظ و نصیحت کے بند کر دینے کے بعد تو سوائے اس کے کہ تباہ و برباد ہوں اور کوئی امید ان کے لیے ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ آیت ان لوگوں کے لیے جو اپنے آپ کو عالم کہتے ہیں۔ ایک تازیانہ ہے۔ ان کو چاہیے کہ وہ اپنے علم پر بڑی احتیاط کے ساتھ عمل کریں اور اپنے قول و فعل دونوں سے دوسرے لوگوں کے لیے اچھا نمونہ بن کر دکھائیں ؛

اللہ ہی بچانے والا ہے

سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا
بری ہے مثال ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (۱۷۷)
ہماری آیتوں کو اور اپنی ہی جانوں پر رہے ظلم کرتے
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ
جس کو راہ دکھائے اللہ پس وہی راہ یاب ہے
وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جس کو گمراہ کرے پس وہ وہی ہیں
الْخٰسِرُوْنَ (۱۷۸)
ٹوٹے ہیں

سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا
بری ہے مثال ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو
بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (۱۷۷)
جھٹلایا اور وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ
جس کو اللہ راستہ دے وہی راستہ پائے
وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جس کو گمراہ کرے سو وہی
الْخٰسِرُوْنَ (۱۷۸)
ٹوٹے میں ہیں

پہلے ان آدمیوں کو جو دنیا کی شان و شوکت اور دھوم دھڑکے کو اہمیت دیتے ہیں۔ کتے سے تشبیہ دی گئی ہے یہ لوگ اس دنیا کی عشرت کے سامان جمع کرنے میں ہر وقت پریشان ہیں اور ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں پریشان اور بدحواس رہتے ہیں۔ ان کو نصیحت کرو یا نہ کرو۔ کام کی باتیں سناؤ یا نہ سناؤ۔ انہیں ہر وقت اپنی ہی دھن میں لگے رہنے سے کام ہے۔ اس آیت میں بیان ہے کہ یہ لوگ انسانیت سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ یہ لوگ دنیا ہی کے جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ مال، دولت اور قوت میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں اور اپنا ناس کر رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان دنیا کے دلدادوں نے اللہ کی آیتوں کو تو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ اب انہیں نقصان سے بچانے والی کیا چیز باقی رہ گئی۔ یہ دنیا کے نام و نمود کے پیچھے دیوانہ وار دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اور چاروں طرف اندھیرا ہے۔ کیوں کہ روشنی تو فقط اللہ کی آیتوں سے حاصل ہو سکتی تھی۔ ان کو انہوں نے جھوٹی اور من گھڑت کہہ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ اب کوئی چیز نہیں جو انہیں راستے کے گڑھوں اور ٹھوکروں سے بچا دے۔ عنقریب کسی گڑھے میں اوندھے منہ جا پڑیں گے۔ یقیناً یہ ہماری آیتوں کو جھٹلا کر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ ہمارے پاس علم ہے۔ ہم سائنس دان ہیں۔ ہماری دھاک ہر جگہ بیٹھی ہوئی ہے۔ ہمارے پاس روشنی کی کیا کمی ہے۔ تو ان کو سنا دو۔ کہ علم اور سائنس سے ضروری نہیں کہ مفید ہی باتیں ہی سوجھیں۔ جب تک اللہ دستگیری اور رہنمائی نہ کرے۔ علم بھی تباہی کا باعث ہے۔ جنہوں نے اللہ سے منہ موڑ لیا اور اللہ نے انہیں غلط راستے سے بچانا چھوڑ دیا وہ آج نہ مرے تو کل مر جائیں گے۔ سوا نقصان کے ان کے پلے کچھ نہیں پڑ سکتا۔

حقیقت یہی ہے کہ علم اور سائنس انسان کی نجات کے کفیل نہیں ہو سکتے۔ ان پر کسی کو مغرور نہ ہونا چاہیے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے علم سے سب کچھ تو حاصل کر لیا۔ اب اللہ کی اور اس کی آیتوں کی کیا ضرورت رہی۔ اس نادان سے کہہ دو کہ اللہ کے علم اور قوت کے مقابلے میں تمہارے علم اور قوت کی رائی کے دانے کے برابر بھی حقیقت نہیں۔ اگر چاہے تو تمہارے پکڑی کے جائے ایک پل میں توڑ کر رکھ سکتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا اور اب بھی کچھ دیر نہیں لگ سکتی معاذ اللہ۔

بہت سے جہنم ہی کے لیے بنے ہیں

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
اور البتہ ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے بہت
الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ
جن اور انسان میں سے ان کے دل ہیں
لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ
نہیں سمجھتے ان سے اور ان کی آنکھیں ہیں
لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ
نہیں دیکھتے ان سے اور ان کے کان ہیں
لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ
نہیں سنتے ہیں ان سے وہ ہیں مویشیوں کے مانند بلکہ
هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (۱۷۹)
وہ زیادہ بے راہ ہیں یہ لوگ وہی ہیں غفلت کرنے والے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
اور ہم نے دوزخ کے واسطے پیدا کیے بہت سے
الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ
جن اور آدمی ان کے دل ہیں کہ
لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ
ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ
لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ
ان سے نہیں دیکھتے اور کان ہیں کہ ان
لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ
سے سنتے نہیں اور وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ
هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (۱۷۹)
ان سے بھی زیادہ بے راہ وہی لوگ غافل ہیں

پچھلی آیتوں سے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ بہت سے لوگ پڑھے لکھے، خاصے سمجھ دار، سنتے، دیکھتے، دنیا کی عارضی راحت اور خوشی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ حالانکہ ان کے علم و فضل کا تقاضا یہ تھا کہ انسانیت میں ترقی کرتے لیکن وہ جانوروں کی طرح کھانے پینے، ہنسی دل لگی ہی میں پھنسے رہتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ وہ جانتے بوجھتے ہو کر بچوں کی طرح دنیا کی چیزوں پر مچلتے ہیں۔ اور جب تک لے نہیں لیتے چین سے نہیں بیٹھتے۔ بلکہ لے کر بھی چین نہیں آتا۔ کیونکہ ایک خواہش پوری نہیں ہونے پاتی کہ دوسری آموجود ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ ہماری مخلوقات میں بہت سے جن اور بہت سے آدمی دوزخ کے لیے ہی بنے ہیں۔ اگر ان کی نشانیاں پوچھتے ہو تو سن لو۔ وہ اپنے دل سے سوچنے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ آنکھیں ہیں مگر ان سے نہیں کام کی بات نہیں سوجھتی۔ کان ہیں مگر فائدے کی بات نہیں سنتے۔ وہ آدمی کی شکل ہیں۔ لیکن جانوروں کی طرح خواہشوں کے پورا کرنے میں مبتلا ہیں بلکہ وہ جانوروں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ کیونکہ جانور تو اپنے مالک کا کہنا مانتے ہیں۔ اس کا کھاتے ہیں تو اس کا کام بھی کرتے ہیں اور یہ ہیں کہ اپنے مالک کو پہچانتے ہی نہیں عقل، آنکھ، کان ہوتے ہوئے نہ اس کے احکام سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف دیکھتے ہیں نہ اس کی سنتے ہیں اگر غفلت میں سرشار مخلوق کسی کو دیکھنی ہو تو ان کو دیکھ لے۔

جب کوئی چیز بنائی جاتی ہے تو اس کے ساتھ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں اصلی چیز کے حاصل کرنے کے لیے پھینکنا پڑتا ہے۔ میووں کے ساتھ سخت چھلکے اور گٹھلیاں، شربت کے ساتھ اوپر کے جھاگ اور میل۔ اصل چیز کے گھڑنے میں اس کی چھیلن اور ٹیڑھے بانکے پہلوؤں اور کونوں کی کاٹ چھانٹ وغیرہ۔ یہی عالم کی مخلوق کے ساتھ بھی مخلوق بھی۔ ہے جن کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسی قابل ہیں۔ اچھے لوگوں کو چھانٹ کر انعام دیا جائے گا۔ اچھوں کے ساتھ بروں کا ہونا اس دنیا کی پیدائش کا قانون ہے۔ تاؤ دے کر ہی کھرے کو کھوٹے سے الگ کیا جاتا ہے ۔

غفلت کا علاج

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ
اور اللہ کے لیے ہیں تمام نام اچھے پس پکارو اس کو
بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ
ان ناموں سے اور چھوڑو ان کو جو ٹیڑھے چلتے ہیں
فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا
اس کے ناموں میں عنقریب بدلہ دیے جائیں گے اس کا جو تھے وہ
یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ
کرتے اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا کیا
اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ
کچھ لوگ ہیں جو راہ بتاتے ہیں ٹھیک اور جن کے ساتھ
یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾
انصاف کرتے ہیں

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ
اور سب اچھے نام اللہ کے ہیں سو اس کو پکارو وہی
بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ
نام لے کر اور اس کے ناموں میں جو کج راہ چلتے ہیں
فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا
ان کو چھوڑ دو وہ اپنے کیے کا بدلہ
یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ
پائیں گے اور لوگوں میں جن کو ہم نے پیدا کیا
اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ
ہے ایک جماعت ہے جس کے افراد بھی راہ بتاتے ہیں اور
یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع
اسی کے مطابق انصاف کرتے ہیں

ذَرُوْا (چھوڑ دو) امر کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر وذر ہے جس کے معنی چھوڑ دینا ہیں۔ اس کے مضارع میں واو گرا دی گئی جس سے ذر فعل امر بنا جس کی جمع کا صیغہ ذروا یہاں استعمال ہوا ہے۔

یُلْحِدُوْنَ (کج روی کرتے ہیں) اس کا مصدر الحاد ہے جس کے معنے ٹیڑھا چلنا ہیں۔ یہ لحد سے بنا ہے جس کے معنی کجی اور ٹیڑھا پن ہیں۔ اس سے مشتق لفظ ملحد بنا ہے جس کے معنی ہیں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جھکنے والا۔ ٹیڑھا چلنے والا۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ کچھ لوگ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوکر انجان بن جاتے ہیں۔ وہ دنیا ہی کی ادھیڑ بن میں رہتے ہیں۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ دنیا کسی کے کام آنے والی نہیں۔ اس میں پھنس کر اللہ عز وجل کو بھول جانا انتہائی نادانی ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔ وہ نام لے لے کر اسے پکارو۔ لیکن جو لوگ اس کے ناموں میں اپنی عقل چلاتے ہیں اور غلط طریقے اختیار کرتے ہیں ان سے کچھ سروکار نہ رکھو انہیں ان کے فعلوں کی سزا ملے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ ہماری مخلوقات میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جو سچائی کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتی ہے اور لوگوں میں ٹھیک طریقے سے عدل وانصاف قائم رکھتی ہے۔ یہ جماعت امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللہ کے ناموں میں ٹیڑھی چال یہ ہے کہ اس کے لیے اختیار دوسروں میں ماننا اور اس کے نام انہیں دینا۔ یا اللہ کے نام اپنی مرضی سے جو چاہنا رکھنا، یا نامناسب مقصد حاصل کرنے کے لیے اس کے نام کے وظیفے پڑھنا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کو انہیں ناموں سے پکارنا چاہیے جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں اور دعا اسی طریقے سے اور انہیں مقاصد کے لیے کرنی چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

مُنکروں کی پکڑ ایک دم نہیں

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
اور جو لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم ان کو رفتہ رفتہ پکڑیں گے
مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَ اُمْلِیْ
اس طرح کہ نہیں خبر بھی نہ ہوگی اور مہلت دوں گا
لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾
ان کو بے شک میرا داؤ پکا ہے

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے
مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَ اُمْلِیْ
اس طرح کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو
لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾
ڈھیل دوں گا بے شک میرا داؤ پکا ہے

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ: رفتہ رفتہ پکڑیں گے ہم ان کو۔ نستدرج مضارع کا صیغہ ہے۔ جس کا مصدر استدراج ہے۔ اور یہ دَرْجٌ سے بنا ہے۔ درج کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا بڑھنا۔ درجہ بھی اسی سے ہے جو مشہور لفظ ہے اور اس سے مطلب منزل یا سیڑھی لی جاتی ہے استدراج کے معنی ہیں درجہ بدرجہ آگے چلنا۔ تھوڑا تھوڑا ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھانا۔ مراد یہ ہے کہ انہیں گناہ کرتے دیں گے۔ اور ان کی سزا میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوتا رہے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی کہ شامت آنے والی ہے۔

اُمْلِیْ: (چھوڑے رکھوں گا) اس کا مصدر املاء ہے جس کے معنی ہیں مہلت دینا۔ ڈھیل دینا۔ اصل میں یہ مَلْوٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں زمانے کا ایک حصہ۔ مَلَوَان رات اور دن کو کہتے ہیں۔ املاء کے معنی ہوئے زمانہ گذرنے دینا۔

كَیْدِیْ: (داؤ) مخالف کے مقابلے میں خفیہ تدبیر کرنا جس سے بالفعل اسے کوئی نقصان نہ ہو لیکن آخر میں جا کر پوری سزا مل جائے۔

مَتِیْنٌ: (پکا) صفت کا صیغہ متن سے ہے۔ متن کے معنی ہیں مضبوطی، پختگی۔ متین اصل، مضبوط، پختہ چیز جو توڑی نہ جاسکے ایسی چیز کو متن بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہاں یہ مراد ہے کہ میری خفیہ تدبیر بہت پختہ ہوتی ہے اس کا توڑ نہیں ہوسکتا۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو یہ کہہ کر کہ یہ تو جھوٹی باتیں ہیں۔ ان سے منہ موڑ لیا۔ ان کو اکثر و بیشتر فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ ان کو غفلت میں بڑھنے دیا جاتا ہے۔ اور دنیا کی دولت، قوت اور حشمت خوب دی جاتی ہے۔ وہ خوش ہوتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اللہ، رسول، کتاب، قیامت، یہ سب ایک ڈھکوسلا بنا رکھا ہے۔ دیکھو ہم اپنی ہوشیاری اور دانائی سے کہاں سے کہاں تک پہنچے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ میں انہیں ڈھیل دیتا رہتا ہوں۔ تاکہ انجام کار ان کو اچانک پکڑ لوں۔ وہ میرے داؤ اور خفیہ تدبیر سے بچ نہیں سکتے۔ وہ ان کو چاروں طرف سے گھیر کر خوب مال و دولت اور خوشحالی میں بڑھتے ہوئے رکھ کر آخر سخت مصیبت اور عذاب میں پھنسا کر چھوڑے گی۔ یہ آیت بڑی عبرت ناک ہے۔ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے۔ رسولوں اور کتابوں کو فضول سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مال و جاہ میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیئے کہ اگر اسی طرح چلتے چلتے ایک دن اچانک سخت مصیبت آ پڑی تو کچھ کیے دھرے نہ بن پڑے گا۔ اس لیے مناسب ہے کہ اسلام کے احکام سچے دل سے مانیں اور دنیا کا کام عارضی سمجھ کر کریں اور اتنا ہی کریں جتنا جینے کے لیے ضروری ہے۔ باقی آخرت کی فکر میں لگیں۔

فکر کی دعوت

اَوَ لَمۡ یَتَفَكَّرُوۡا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ

کیا نہیں سوچا انہوں نے نہیں ان کے ساتھی کو کچھ جنون

اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمۡ

نہیں وہ مگر ڈرانے والا کھلا کھلا کیا نہیں

يَنۡظُرُوۡا فِىۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

غور کیا انتظام میں آسمانوں اور زمین

وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ۙ وَّاَنۡ عَسٰٓى

اور جو پیدا کی اللہ نے کوئی چیز اور اس میں کہ شاید

اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ ۚ

یہ بات ہو کہ بہت قریب آگئی ہے ان کی گھڑی

اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ

کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا کہ ان کے رفیق کو کچھ بھی جنون نہیں

اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمۡ

وہ تو ایک صاف ڈرانے والا ہے کیا انہوں نے

يَنۡظُرُوۡا فِىۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

آسمان اور زمین کی سلطنت میں اور دوسری چیزوں میں جو

وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ۙ وَّاَنۡ عَسٰٓى

اللہ نے پیدا کی ہیں نظر نہیں کی اور یہ نہیں سوچا

اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ ۚ

کہ شاید ان کی اجل قریب ہی آگئی ہو

مَلَکُوْتِ: ملک سے بنا ہے ملک کے معنی ہیں۔ سب چیزوں پر عام بادشاہت۔ ملکوت کے معنی ہیں۔ مخلوق کی ہر نوع کا اس کے مطابق انتظام اور اس پر حکومت پچھلی آیت میں اللہ کی آیتوں سے منہ پھیر کر چلنے والوں کو ڈرایا گیا تھا۔ وہ اپنی خوش حالی اور دنیا کی کامیابی سے دھوکا نہ کھائیں۔ اللہ عزوجل سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ انہیں سمجھنا سوچنا چاہیئے۔ کہ آخر اللہ تعالیٰ نے جو قرآن مجید کے دنیا میں بھیجنے کا اس قدر اہتمام کیا ہے۔ کیا اس کے کچھ معنی نہیں؟ نہیں اس کے بڑے گہرے معنی ہیں۔ اور وہ یہ کہ جس شخص یا قوم کو باوجود اللہ کے حکموں کے پس پشت ڈال دینے کے دنیا میں مال و دولت، جاہ و جلال حاصل کرنے کا موقعہ مل جائے۔ اس کی آنکھیں قرآن کے ذریعہ کھول دی جائیں کہ اس پر اترا کر نہ بیٹھ جانا۔ اور یہ مت سمجھ لینا کہ میرے پاس تو سب کچھ آگیا۔ اب قرآن کی آیتوں کے سننے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس آیت میں ان کو اپنی حالت پر غور کرنے کی دعوت ہے۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ اللہ کے رسول اتنی زبردست سختیاں برداشت کرکے اور محنت اٹھا کر اللہ کا پیغام پہنچانے میں اتنی سرگرمی کیوں دکھاتے ہیں۔ ان کے دماغ میں نعوذ باللہ کوئی فتور نہیں۔

ارشاد ہے کہ آخر انہیں اتنا تو سوچنا چاہیئے۔ کہ یہ اللہ کا پیغام پہنچانے والا اور ان آیتوں کا لانے والا اللہ کا رسول ہمیشہ سے ان کے اندر رہتا سہتا چلا آرہا ہے اس کی عادتوں سے یہ خوب واقف ہیں۔ اس کی دیانتداری سمجھ اور دانائی کا اور معاملات میں پاک صاف ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کی بے غرضی اور عوام کی خیر خواہی کی شہادت دیتے ہیں۔ اسے جنون نہیں۔ بے عقل نہیں۔ بلکہ ان سب سے زیادہ ہر معاملہ میں عقلمندی اور دوراندیشی کا ثبوت دیتا ہے۔ پھر اس کی بات نہ سننے کی وجہ کیا ہے۔ ان کے اوپر حکومت کرنے کی خواہش نہیں۔ وہ انہیں اپنا مطیع و فرماں بردار بنا کر اپنی سلطنت جمانا نہیں چاہتا۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ ان کے پاس ہے مجھے دے دیں اور میرے خادم اور غلام بن کر رہیں۔

اصل میں سوچنے کی باتیں

آگے ارشاد ہے۔ انہیں فرصت نکال کر کچھ اور باتوں پر بھی غور کرنا چاہیے۔ عیش و عشرت میں پھنس کر کام کی باتوں کو بھلا دینا کون سی عقلمندی کی بات ہے دنیا میں بے شمار کارخانے ہیں ہر کارخانے کا انتظام اس کی ضرورت کے مطابق ہو رہا ہے جس نوع مخلوقات میں دیکھیے الگ ہی بندوبست ہے کام کرنے کے ڈھنگ الگ رہنے سہنے کے طریقے ایک دوسرے سے مختلف اگرچہ کچھ کچھ ایک دوسرے سے ملتے ہوئے بھی کائنات مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور ہر حصے کا انتظام ایک مقررہ قانون اور چند معین قاعدوں کے تحت ہو رہا ہے۔ عام مخلوقات الگ الگ عالموں میں منقسم ہے آسمانوں کے عالم بے شمار ہیں نظر اٹھا کر دیکھو تو ان گنت ستارے اور سیارے ادھر لٹکے ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ وہ تیزی سے حرکت کرتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے انسان نے جو کچھ ان کی بابت معلوم کیا ہے اس کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ زمین کے عجائبات بھی حیرت انگیز ہیں جتنا علم بڑھتا جاتا ہے اتنا مقررہ قانون اور سوچ کر بنائے ہوئے قاعدوں کے تحت انتظام دنیا قائم ہونے کا یقین ہوتا جاتا ہے۔ اس علم سے انسان بس یہیں تک فائدہ اٹھانے پر تلا ہوا ہے کہ ان سے اپنی خواہشوں اور ارادوں کے اپنی مرضی کے مطابق پورا کرنے کا کام لے۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ آپس میں نزاع بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ نئے نئے علوم کے ذخیرے فقط میرے ہی قبضہ میں آ جائیں تاکہ ان سے فقط میں ہی فائدہ اٹھاؤں اور دوسرے ترستے رہیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے نئے نئے جتھے قائم ہو گئے ہیں۔ نئی نئی قومیں بن گئی ہیں اور آپس میں اس قدر کھینچا تانی ہو رہی ہے کہ اطمینان کے ساتھ سانس تک لینا دشوار ہو گیا ہے۔

آیت کے اندر ایک مکمل فطری طریق فکر پیش کیا گیا ہے کہ کائنات کے قاعدے اور قانون اور ان کے تحت اس کا مقررہ قانون معلوم کر کے نتیجہ یہ نکالنا چاہیے کہ ان قاعدوں کا کوئی بنانے والا اور ان کے مطابق انتظام عالم قائم رکھنے والا ایک اللہ ہے جس کا علم سب کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس نے وہ قانون جو انسان کے لیے مقرر کیا ہے۔ اپنے رسول کی معرفت انسان پر ظاہر کر دیا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ اس کی پیروی کرے۔ انسان اگر اپنی عقل سے اتنی بات نہیں سمجھتا تو وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ آخر ایسی بھی غفلت کس کام کی کہ ایک ایسی بات کو جس کا واقع ہونا یقینی ہے۔ بالکل بھلا دیا جائے۔ انسان کو اور باتوں میں شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ آخر ایک دن مرنا ہے۔ پھر بھی دنیا میں ایسا دل لگا ہوا ہے کہ کبھی بھول کر بھی اس کا خیال نہیں آتا کہ مجھے یہ سب سامان، مال و دولت، حکومت سلطنت غرض سب کچھ چھوڑ کر ایک دن خالی ہاتھ یہاں سے چپ چاپ چل دینا ہے۔ ایسا بھی کیا دنیا کے دھوکے میں پھنسنا کہ ایک مانی ہوئی بات کا خیال تک نہ آئے۔

ہر فرد کا ایک انجام ہے۔ ہر قوم کا ایک انجام ہے۔ آخر یہ کیا ہو گیا ہے۔ اس کا خیال کبھی آتا ہی نہیں۔ کہ کہیں ہماری آخری گھڑی قریب ہی نہ آ گئی ہو۔ اگر اس کو سوچیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قرآن کو مان کر آخرت کی تیاری نہ کریں۔

قرآن آخری پیغام ہے

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَهٗ
پس کون سی بات پر اس کے بعد
یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
ایمان لاویں گے

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَهٗ
سو اس کے پیچھے وہ کس بات پر
یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
ایمان لائیں گے

اس سے پہلے بیان ہُوا کہ انسان کا انسان بننا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے اور یہ بھی کہہ دیا گیا کہ رب کے پہچاننے سے جو چیز روکتی ہے۔ وہ دنیا کی چیزوں کا لالچ ہے۔ انسان کی خواہشیں مچلتی ہیں کہ انہیں پورا کیا جائے۔ اس کے رب کا حکم ہے کہ خبردار خواہشوں کے جال میں نہ پھنسنا۔ اس دنیا کے اندر ان کے پورا کرنے میں ہم نے بندشیں لگا دی ہیں اور حدیں مقرر کر دی ہیں۔ ان حدوں کے اندر رہ کر جتنی خواہشیں پوری ہو سکتی ہیں انہیں پورا کرو حد سے باہر کبھی نہ نکلو۔ انسان کے لیے یہ اتنی مشکل چیز ہے کہ ہر وقت وہ رسا تڑا کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے پابندی میں اپنی موت نظر آتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ زندگی نام ہی اس کا ہے کہ خوب کھائے پیئے اور مزے اڑائے۔ اس کے لیے ذرائع مہیا کرتا ہے۔ مال جمع کرتا ہے اگر نہیں ہو سکتا تو دوسروں سے چھین جھپٹ کرتا ہے۔ ان جھگڑوں میں بھلا کسے فرصت ہے جو رب کی تلاش میں مشغول ہو۔ پھر ان باتوں کے سمجھانے کے لیے رسول آتے ہیں۔ اللہ کی کتابیں لاتے ہیں انہیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ ان کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ان پر خود عمل کر کے دوسروں کو عمل کرنا سکھاتے ہیں۔ اگر ان کا کہنا مان لیا جائے تو پھر رب کی پہچان اور اس کی اطاعت آسان ہو جاتی ہے۔ رسول ان کو خواہشوں کے پھندے سے نکالتا ہے۔ اور ان کو آدمیوں کی طرح پورا کرنے کے طریقے سکھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کے مرتبہ کے مناسب نہیں کہ جانوروں کی طرح ہر وقت کھانے پینے اور شہوت رانی میں لگا رہے اس کے لیے اللہ نے اس کی ترقی کے راستے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان راستوں پر چلنا اس کا فرض ہے۔

رسول اللہ کی کتاب ان کو دینے کے لیے آتے یہاں تک کہ رسولوں کا سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اور آپ نے انسان کی ہدایت کے لیے اللہ کی سب سے آخری کتاب قرآن حکیم انسان کو لا کر دے دی۔ اس میں ان سب باتوں کا نچوڑ اور خلاصہ موجود ہے۔ جو پہلے رسولوں نے اپنے اپنے زمانے میں اس وقت کے انسانوں کو پہنچائیں۔ اب آپ کے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ اور کوئی کتاب آئے گی۔ اس لیے اگر انسان کو انسان بننا ہے۔ تو اس کتاب کی پیروی اس کے لیے لازم ہے۔ اور اگر جانوروں کی طرح اپنی نفسانی خواہشوں کو بگ ٹٹ چھوڑنا ہے اور ان کے پورا کرنے میں عمر عزیز بسر کرنی ہے تو اسے اختیار ہے۔ ہم اس کے لیے کوئی حکم نہیں لگاتے۔ یہی اللہ کی کتاب اس سے پوچھنا چاہتی ہے۔ کہ اس کتاب کو نہ مانا تو اور کیا رکھا ہے جسے مانو گے۔ اگر وہ مانتا ہے تو اسے سمجھنا چاہیئے کہ اس کتاب نے دنیا میں پھنسنے والوں کی جو خرابیاں بتائی ہیں اگر وقت آنے پر وہ ان کو ملیں تو پھر سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو کوسے اور کسی پر الزام نہیں رکھ سکتا۔ پھر تو جو سر پر پڑے گا بھگتنا ہو گا۔ انسان میں جو بڑی کمزوری ہے وہ نفسانی خواہشیں ہیں۔ اور انسان چاہتا ہے کہ ان کو فوراً پورا کر لے۔ اللہ تعالیٰ ان خواہشوں سے انسان کو نہیں روکتا البتہ وہ طریقہ سکھاتا ہے جس میں نفع تو پورا ملے اور نقصان نہ ہو لیکن اس کے لیے کچھ محنت ضروری ہے جیسے نکاح کر کے بیوی کا خرچ برداشت کرنا جس سے گھر اور اولاد کی وہ راحت نصیب ہوتی ہے جو بدکاری میں نہیں ؛

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ
جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ دکھانے والا
لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ
نہیں اور اللہ ان کو ان کی شرارت میں سرگردان
يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾
چھوڑے رکھتا ہے

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ
جس کو گمراہ کرے اللہ پس نہیں کوئی راہ دکھانے والا
لَهٗ وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ
اس کو اور وہ چھوڑے رکھتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں
يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾
سرگردان

پہلے بیان ہوا کہ سوچنے والوں کے لیے دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جن سے وہ صحیح فکر کے ذریعے صحیح نتیجے نکال سکتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ دنیا کی دل بھانے والی چیزوں کی طرف اتنی ہی توجہ کرنی چاہیے جس سے کام کی باتوں کی طرف سے دل نہ ہٹے، بلکہ اصل توجہ انہی کی طرف رہے۔ کیونکہ یہاں کا عیش و آرام، یہاں کے مزے اور لذتیں صرف عارضی ہیں۔ مال و دولت، عزت و دبدبہ سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس۔ دل ان باتوں میں لگانا چاہیے جو انسان کے ساتھ ہر وقت رہنے والی ہوں اور اس کی دائمی خوشی کا باعث ہوں۔ یہ باتیں کیا ہیں یہ انسان کو اور کہیں نہیں مل سکتیں۔ ان کے سکھانے والے فقط اللہ کے رسول ہیں ان کا ذخیرہ فقط اللہ کی کتابیں ہیں۔ اگر انسان کو واقعی دائمی سکون و راحت ابدی اطمینان اور خوشی کی تلاش ہے تو آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان گرہ میں باندھے۔ قرآن مجید کا پختہ ارادے اور عزم کے ساتھ مطالعہ شروع کرے اور آنکھ بند کر کے اس کے کہنے پر چلے۔ افسوس یہ ہے کہ دنیا کی طرف بلانے والے تو بے شمار اور قرآن کی طرف بلانے والی فقط گنتی کی ہستیاں۔ دنیا کی چیزیں پیش کرنے والوں کے پاس نیا رمال اور فوری نفع۔ لیکن آخرت کی طرف بلانے والوں کے پاس نرے وعدے اور ڈراوے اور آئندہ کے نفع کی امید۔ دنیا والوں کا قانون تو نقد نہ تیرہ ادھار۔ آخرت والوں کا رویہ صبر کے ساتھ اللہ کی عبادت کیے جانا اور اس کے فضل کا امیدوار رہنا۔ موجودہ نفع کو اس کی رضامندی کی تلاش میں قربان کر دینا۔ اور جو کچھ اپنے پاس ہو سب اس کی راہ میں دے دینا۔ کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس کش مکش میں کوئی اللہ کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔ واقعی بہت مشکل ہے اس آیت میں ارشاد ہے کہ دنیا کے عارضی فائدوں کی طرف سے دل ہٹا دنیا آخرت کے فائدوں کی طرف مائل کر دینا انسان کے بس کا نہیں یہ فقط اللہ کا کام ہے اگر وہ کسی کو دنیا میں پھنسا رہنے دے اور سیدھی راہ نہ دکھائے تو پھر کسی کی طاقت نہیں کہ اسے ہدایت کر سکے۔

اس آیت سے اللہ کا اس بارے میں مقررہ قاعدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول، کتاب اور اس کے علاوہ بہت سی نشانیاں دنیا میں سب کے سامنے رکھ دی ہیں۔ زبردستی کسی پر نہیں۔ اگر کوئی دنیا ہی کی دھوکے بازیوں میں پھنسا رہنا چاہتا ہے۔ اور اس سے اوپر اس کی نگاہ اٹھتی ہی نہیں تو اللہ اسے اسی میں پھنسا کر چھوڑ دے گا۔ اور وہ اپنی شرارتوں میں ادھر ادھر بھٹکتا پھرے گا۔ اور ایک دن چل بسے گا۔ اس کی دولت، قوت، دبدبہ اس کا زور شور اس کا جاہ و جلال اس کی اکڑ فوں غرضیکہ کوئی چیز اس کو نہ بچا سکے گی۔

یہاں تو یہ کہہ دینا آسان ہے کہ آخرت کوئی چیز نہیں۔ عذاب و ثواب، جنت و دوزخ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لیکن اگر یہی سچی ہو گئیں تو پھر ان لوگوں کی مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے۔ اللہ ہمیں قیامت کے دن اس دائمی حسرت و افسوس سے محفوظ رکھے اور دنیا میں ہدایت نصیب کرے۔

آمین

قیامت کب آئیگی؟

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ
پوچھتے ہیں تجھ سے قیامت کی بابت کب ہے
مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ
قائم ہونا اس کا کہہ بات یہ ہے اس کا علم میرے رب ہی کو ہے
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ
نہ ظاہر کریگا اس کو اس کا وقت آنے پر مگر وہی بھاری ہے وہ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ
آسمانوں میں اور زمین میں نہ آئیگی تمہارے پاس
اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ
مگر اچانک تجھ سے پوچھتے ہیں گویا تو ڈھونڈ میں ہے
عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ
اس کی کہہ دے بات یہی ہے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۱﴾
لیکن بہت سے آدمی نہیں جانتے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ
تجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے
مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ
کا وقت کب ہے تو کہہ دے کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہی ہے
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ
وہی اس کو اس کے وقت پر کھول کر دکھا دیگا۔ وہ آسمانوں
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ
اور زمین میں بھاری بات ہے جب تم پر آئے گی
اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ
تو بے خبر آئے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا تو اس کی
عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ
تلاش میں لگا ہوا ہے تو کہہ اس کی خبر خاص اللہ کے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۱﴾
پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

اَلسَّاعَةُ: وقت کا ایک چھوٹا سا حصہ جس کو گھڑی کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد قیامت کی گھڑی ہے جس میں سب کا حساب کتاب ہوگا۔

مُرْسٰی (ٹھہراؤ) یہ ارساء سے بنا ہے اور مصدر میمی ہے۔ ارساء کے معنی ٹھہرانا۔ یہ رَسْوٌ سے بنا ہے جس کے معنی ٹھہرنا ہیں۔ مُرسی کے وہی معنی ہیں جو رساء کے ہیں یہاں اس سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے۔

حَفِیٌّ (کھوج لگا رہا ہے) اس کا مادہ حَفْوٌ ہے جس کے معنی ہیں متوجہ ہونا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ اسی کے جاننے کی جستجو کر رہا ہے۔

قیامت کی بابت لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کب آئے گی اس کا ذکر تو پہلے ہی آسمانی کتابوں میں ہو چکا ہے قرآن مجید نے اس پر زور دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ تو لوگ سمجھے کہ آپ نے بھی اس مسئلہ پر غور و خوض کیا ہے لہٰذا آپ سے سوال کیا کہ آپ یہ بتائیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ قیامت کے آنے کا وقت پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اس کو سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ لوگوں کی اصلاح کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ بلکہ اس کا وقت نہ بتانے میں یہ مصلحت ہے کہ لوگ ہر وقت اس سے ڈرتے رہیں جب اس کا وقت آئیگا اللہ اسے کھلم کھلا سب کو دکھا دے گا۔ آسمان اور زمین میں یہ سب سے بھاری حادثہ ہوگا۔ اس کے علم کی برداشت کی کسی مخلوق میں طاقت نہیں۔ اگر اس کے آنے کا وقت مخلوق کو معلوم ہو جائے تو ان کے لیے اپنا اپنا کام کرنا دشوار ہو جائے جب اس کو آنا ہوگا بالکل اچانک اور بے خبری کی حالت میں آئے گی۔ رسول ان باتوں کے جاننے کی کوشش نہیں کرتے جو ان کو اللہ نے خود نہیں بتائیں۔ اس کا پورا پورا علم فقط اللہ کو ہے اکثر لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے چھپانے میں کیا مصلحتیں ہیں۔

غیب کا علم اللہ کو ہے!

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

کہہ نہیں مالک ہوں میں اپنی جان کے لیے بھلے کا اور نہ بُرے کا

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

مگر جو چاہے اللہ اور اگر میں ہوتا جانتا غیب کو

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ښ وَمَا مَسَّنِيَ

تو بہت سمیٹ لیتا بھلائیاں اور نہ چھوتی مجھ کو

السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ

بُرائی نہیں میں مگر ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۱۸۸)

ان لوگوں کو جو ایمان لائے

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور بُرے

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جان لیا کرتا

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ښ وَمَا مَسَّنِيَ

تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو بُرائی

معانقہ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ

کبھی نہ پہنچتی میں تو بس ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں

ع ۲۳ ۱۴ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۱۸۸)

ایمان دار لوگوں کو

آدمی ہر وقت دنیا کے نفع کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہر کام کرنے سے پہلے وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ انجام کار اس میں نفع ہوگا یا نقصان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگوں کو بتانا شروع کیا کہ مرنے کے بعد ہر ایک کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا۔ اور لوگ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے تو لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ آئندہ کی باتیں بتا رہے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہیے کہ اس وقت کیا چیز خرید لیں جو آگے چل کر مہنگی ہو جائے۔ جو ذرا اونچے خیال کے تھے انہوں نے قیامت کی بابت پوچھنا شروع کیا۔ اس آیت میں آپ کو ان لوگوں کا جواب سکھایا گیا ہے جس میں نبوت کی شان پورے طور پر واضح کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نبی کا کام یہ نہیں کہ تم کو تمہارے کاروبار کے نفع و نقصان کی باتیں بتایا کرے یا بڑے بڑے واقعات کا ٹھیک وقت بتایا کرے۔ اس کا کام فقط یہ ہے کہ ایمان والوں کو خوش خبری سنا دے اور باقی لوگوں کو ایمان نہ لانے کے نتیجے سے ڈرا دے۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دے کہ مجھے تو اپنے بھلے یا بُرے کی بھی کچھ خبر نہیں۔ میں تم کو تمہارے نفع نقصان کی بابت کیا بتاؤں گا۔ اللہ ہی جانتا ہے تو مجھے موقع کے اوپر کسی کام کی بھلائی بُرائی اور اس کے نفع و نقصان سے آگاہ کر دیتا ہے۔ اگر میں آئندہ کی بات معلوم کر لیا کرتا تو خوب نفع کماتا اور نقصان میرے پاس کبھی بھی نہ پھٹکتا۔ مجھے نہ پچھتاوے سے کام ہوتا اور نہ کوئی اذیت پہنچتی۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ مجھے خوشی بھی پہنچتی ہے اور رنج بھی، تکلیف بھی ہوتی ہے اور آرام بھی ملتا ہے۔ ہاں البتہ مجھے یہ کام سپرد کیا گیا ہے کہ تمہیں ایسے کاموں سے ڈراؤں جن کا نتیجہ مرنے کے بعد تمہارے لیے بُرا ہوگا۔ اور جو ایمان لے آئیں ان کو بشارت دے دوں کہ ان کا انجام بہت اچھا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک بشر سے بہت زیادہ علم عطا فرمایا ہے لیکن وہ آخرت کی بہبودی سے متعلق زیادہ ہے۔ دنیا کی بابت آپ کو یہ حکم ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ میرا علم اپنا ذاتی علم نہیں ہے۔ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ میں تم سے اپنی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ میں تم سے وہی بات کہوں گا جس کے کہنے کا اللہ تعالیٰ مجھے حکم دے گا اس کے سوا مجھے علم نہیں۔

انسان کی نسل

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو نفس
وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
ایک سے اور بنایا اسی سے اس کا جوڑا
لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا
تاکہ آرام لے اس کے پاس پس جب چھا گیا اس پر
حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ
اٹھایا اس نے بوجھ ہلکا پس لیے پھری
بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا
اس کو پس جب بھاری ہو گئی پکارا دونوں نے اللہ اپنے رب کو
لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ
البتہ اگر دیا تو نے ہم کو اچھا بچہ تو ضرور رہوں گے ہم
مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾
شکر کرنے والوں میں

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے
وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا
لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا
تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو
حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ
ڈھانپا تو ہلکا سا حمل رہا تو اس کے ساتھ
بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا
چلتی پھرتی رہی تو پھر بوجھل ہو گئی تو دونوں نے
لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ
اللہ اپنے رب کو پکارا اگر تو ہم کو بھلا چنگا بچہ بخشے تو ہم
مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾
تیرا شکر کریں

نَفْسٍ (جان) یہ لفظ پہلے سورۃ النساء کی شروع کی آیت میں گذر چکا ہے سارے انسان ایک ہی باپ کی اولاد ہیں جن کا نام آدم ہے انہی کے اندر سے اس کے جوڑے (زوج) کو بھی نکالا ہے۔

تَغَشّٰى (اوپر سے ڈھانپ دیا) یہ ماضی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر تغشی ہے جو غشی سے بنا ہے۔ غشی کے معنی ڈھانپنا اوپر سے چھا جانا۔ یہاں اس سے مراد مرد کا عورت سے ملنا ہے۔

اس آیت میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اللہ نے اپنی قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر ان کے آرام اور سکون کے لیے انہی میں سے ان کے جوڑے حوا کو نکالا۔ پھر اس کے بعد مرد و عورت کے باہم ملنے سے اولاد پیدا ہونے کا سلسلہ جاری کیا۔

ارشاد ہے کہ ہم نے تمام انسانوں کو ایک ہی نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اسی کے اندر سے اس کی رفیقۂ حیات حوا کو بنایا تاکہ وہ اس کے ساتھ آرام و سکون سے رہے سہے۔ اس کے بعد پیدائش کا سلسلہ جاری ہوا پہلے مرد عورت کے پاس اپنی فطری خواہش سے جاتا ہے۔ عورت ابتدا میں ایک بہت تھوڑا سا بوجھ اپنے اندر اٹھا[illegible] معمول چلتی پھرتی بیٹھتی اٹھتی اور کام کاج کرتی رہتی ہے

جب حمل کو کچھ دن گذر جاتے ہیں۔ تو پیٹ کا بوجھ بڑھ جاتا ہے۔ دونوں اپنے رب کے سامنے اس تمنا کا اظہار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ایک صحیح تندرست اور کام کا بچہ عنایت کر ہم تیرے شکر گذار رہیں گے۔

شرک کی آفت

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ
پس جب دیا ان دونوں کو اچھا بچہ تو ٹھہرانے لگے اس کے
شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ
شریک اس میں جو اس نے انہیں دیا پس بلند ہے اللہ
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ
اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں کیا شریک کرتے ہیں اس کو جو نہیں پیدا کرتے
شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
کوئی چیز اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور نہیں طاقت رکھتے
لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾
ان کی مدد کی اور نہ خود اپنی ہی مدد کرتے ہیں

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ
پھر جب ان کو چنگا بھلا بچہ دیا تو اس کی بخشی ہوئی چیز میں
شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ
اس کے لیے شریک بنانے لگے سو اللہ ان کے شریک
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ
بنانے سے برتر ہے کیا ایسوں کو اس کا شریک بناتے ہیں
شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
جو ایک چیز بھی پیدا نہ کریں اور خود پیدا ہوئے ہوں وہ ان کی مدد نہیں
لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾
کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں

دنیا میں اللہ نے بعض خاص خاص چیزیں فقط اسی لیے پیدا کی ہیں کہ وہ انسان کو اپنے رب کے پہچاننے کا طریقہ سکھائیں۔ یہ چیزیں اللہ کے رسول اور اللہ کی کتابیں ہیں۔ لیکن عام طور پر جو بات بھی انسان سے تعلق رکھتی ہے اس کے اندر غور کرنے والوں کے لیے ایسی نشانیاں موجود ہیں جن سے وہ اپنی عقل سے مدد لے کر اپنے رب کو پہچان سکتا ہے۔ رب کے صحیح طور پر پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اس کی ذات اور صفات میں یکتا مانا جائے اور کسی چیز کو اس کی کسی چیز میں ساجھی، شریک یا حصہ دار نہ ٹھہرایا جائے۔ ان آیتوں میں انسان کی پیدائش کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس میں بھی رب کے پہچاننے اور اس کا شریک کسی کو نہ ماننے کا راستہ بالکل صاف دکھائی دے رہا ہے۔ انسان کی پیدائش چار شکلوں سے ہو سکتی تھی (۱) بغیر ماں باپ کے جیسے حضرت آدم علیہ السلام (۲) بغیر ماں کے جیسے حوا (۳) بغیر باپ کے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴) مرد و عورت کے ملاپ سے۔

دنیا میں تین صورتوں کی تو ایک ایک مثال دکھا دی۔ چوتھی صورت کو خاص طور پر سمجھایا گیا۔ اس میں ہم بشری اور عمل کی تمام منزلوں میں انسان اپنے اندر پیدائش کی کوئی طاقت اور اختیار نہیں رکھتا اور اللہ ہی کی طرف امید کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ بچہ صحیح تندرست چاق چوبند ہو۔ لیکن جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اللہ کو بھول کر بچہ کی پیدائش میں اوروں کا اثر ماننے لگتا ہے۔

ارشاد ہے کہ سب کچھ تو ہم نے کیا۔ اور جب کام ہو گیا۔ تو تم دوسروں کا نام لگانے لگے۔ یہ کس قدر بے انصافی کی بات ہے۔ اس کا وبال خود انسان کے اپنے اوپر پڑتا ہے۔ اسے سوچنا چاہیے کہ کیا ایسی چیزیں جو خود پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور کسی چھوٹی سی چیز کو بھی پیدا نہیں کر سکتیں اللہ کے برابر قوت والی ٹھہرائی جا سکتی ہیں۔ پیدا کرنا تو الگ وہ تو کسی کی ذرا بھی مدد نہیں کر سکتیں اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتی ہیں۔

بُت تمہاری نہیں سنتے

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ
اور اگر پکارو تم ان کو سیدھے راستے پر نہ پیروی کریں وہ تمہاری
سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ
برابر ہے تم پر کہ پکارو تم ان کو یا تم
صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
چپکے رہو بے شک جن کو پکارتے ہو تم
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ
سوا اللہ کے بندے ہیں تم جیسے
فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ
پس پکارو ان کو پس چاہیے کہ وہ مانیں تمہاری اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
تم ہو سچے

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ
اور اگر تم ان کو سیدھے راستہ کی طرف پکارو تو تمہاری پکار پر نہ چلیں
سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ
برابر ہے تمہارے لیے کہ ان کو پکارو یا
صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
چپکے رہو جن کو تم اللہ کے سوا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ
پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے بندے ہیں
فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ
بھلا پکارو تو ان کو پس چاہیے کہ وہ تمہارے پکارنے کو قبول
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
کریں اگر تم سچے ہو

اللہ کے ساتھ اور چیزوں کو شریک ٹھہرانے والے سوچ فکر سے کچھ کام نہیں لیتے۔ جاندار وں کو تو شریک ٹھہراتے ہی ہیں۔ بعض وقت بے جان بتوں کو بھی اللہ کا ساجھی اور شریک سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگ اور بھی زیادہ قابل سرزنش ہیں۔ اس آیت میں ان کو سمجھایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ جو تم بے جان چیزوں اور اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے بتوں کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہو ان میں تو اتنی طاقت بھی نہیں کہ تمہاری آواز سن سکیں اگرچہ تم ان کے آنکھ، کان اور ناک وغیرہ بنا دیتے ہو لیکن جب ان کے اندر سننے دیکھنے وغیرہ کی طاقت ہی نہیں تو ان کے بنا دینے سے کیا فائدہ۔ ان کا پکارنا برابر ہے پکارا کرو یا چپکے کھڑے رہو۔ دونوں حالتیں یکساں ہیں کوئی فرق نہیں۔ اس کے بعد یک عام قاعدہ بیان کر دیا جس میں سب چیزیں بے جان جاندار بت صنم، مورتیں آ گئیں۔ فرمایا کہ اللہ کے سوا تم جس چیز کو بھی پکارو گے۔ وہ مخلوق ہو گی اور اس نے اپنے خالق کی تابعدار ہو گی۔ ہر مخلوق تمہاری ہی طرح اللہ کے آگے عاجز اور بے طاقت ہے۔ بلکہ بعض چیزیں تو تم سے بھی گئی گذری ہیں۔ ان کو معبود بنا لینا اور ان کے اندر کچھ دینے یا چھین لینے کی قوت مان لینا انتہائی نادانی ہے۔ اگر تم انہیں صاحب تصرف جاننے میں سچے ہو۔ تو بھلا انہیں پکار کر دیکھو۔ اب اگر ان میں کچھ بھی طاقت ہے تمہاری پکار سن کر انہیں تمہاری مدد کرنی چاہیے اور تمہاری فریاد رسی کے لیے فوراً آنا چاہیئے۔ حالانکہ وہ تمہاری پکار کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے۔ انسان ایک زمانے میں اس قدر غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کہ دکھ سکھ مصیبت ڈالنا۔ آرام دینا۔ کھانے پینے کی چیزوں کا مہیا کرنا سب کچھ بتوں کے اختیار میں سمجھتا تھا پہلی قوموں نے اپنے نبیوں کو سچ مچ اسی بات سے ڈرایا کہ اگر تم اپنی باتیں نہ چھوڑو گے۔ تو یہ بت تمہیں کسی سخت مصیبت میں پھنسا دیں گے۔ خود کفار مکہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کے غضب سے ڈرایا۔ بلکہ آج تک بھی ایسے نادان لوگ موجود ہیں جو بتوں سے ڈرتے ہیں اور انہی کو ہر چیز دینے والا سمجھتے ہیں:

بُت کچھ نہیں کر سکتے

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ
کیا ان کے پاؤں ہیں وہ چلتے ہیں جن سے یا
لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ
ان کے ہاتھ ہیں وہ پکڑتے ہیں جن سے یا
لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ
ان کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتے ہیں جن سے یا
لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ
ان کے کان ہیں وہ سنتے ہیں جن سے کہہ دے
ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ
بلا لو اپنے شریکوں کو پھر داؤ کرو مجھ پر
فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾
پس نہ مہلت دو مجھ کو

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ
کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا
لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ
ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں یا
لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ
ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں یا
لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ط قُلِ
ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں تو کہہ
ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ
اپنے شریکوں کو پکارو پھر میرے حق میں برائی کرو
فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾
اور مجھ کو ڈھیل نہ دو

کِیْدُوْنِ: اصل میں کِیْدُوْنِیْ ہے۔ کِیْدُوْا امر کا صیغہ ہے۔ کَیْدٌ کے معنے داؤ کرنے کے ہیں۔ کِیْدُوْا۔ داؤ کرو اور نِیْ کے معنی مجھ پر اس کی یائے بولنے میں گرا دی گئی ہے اور نون پر کسرہ باقی رہ گیا ہے۔

تُنْظِرُوْنِ۔ اصل میں تُنْظِرُوْنِیْ ہے تُنْظِرُوْا انظار سے امر ہے۔ انظار نظر سے بنا ہے جس کے معنی مہلت دینا ہیں۔ نِیْ کے معنی مجھ کو یہاں سے بھی ا بولنے میں گر پڑی ہے۔ اور ٹھہرنے کی وجہ سے کسرہ بھی گر گیا ہے۔ اس آیت میں بتوں کی بے بسی کا ذکر ہے مشرکوں پر تعجب ہے کہ وہ بتوں کی شکل جانداروں کے نمونے پر گھڑ لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان سب کچھ بنا دیتے ہیں لیکن کیا وہ ان مصنوعی اعضاء سے جانداروں کی طرح کام لے سکتے ہیں۔ اگر سوچا جائے تو وہ ان سے بھی زیادہ عاجز ہیں جو اپنے اعضاء سے جو کام لینا ہو لے سکتے ہیں۔ اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

ارشاد ہے ذرا ان سے پوچھو تو کہ یہ بت جو تم نے بنائے ہیں مانا کہ تم نے ان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان بھی بنا دیے ہیں۔ لیکن کیا وہ ان سے اصل اعضاء کا کام لے سکتے ہیں۔ پاؤں سے چل سکتے ہیں؟ ہاتھوں سے پکڑ سکتے ہیں؟ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں؟ کانوں سے سن سکتے ہیں؟ افسوس ہے تمہاری عقل پر اور اس پر طرہ یہ کہ تم مجھے ان سے ڈراتے ہو۔ گویا یہ باوجود کھلم کھلا بے بسی کے میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تمہیں اختیار ہے کہ تم دھوکے میں پھنسے رہو۔ لیکن میری تو ظاہری اور باطنی آنکھیں اللہ نے کھول دی ہیں مجھے تو صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے ہیں تم سے کھلم کھلا کہتا ہوں کہ تم ان سب کو بلا لو اور میرے ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ دیکھیں یہ میرا کیا کر لیں گے۔ ضعیف الاعتقاد لوگ ایسا کھلا چیلنج نہیں دے سکتے۔ ان پر بتوں کے گرد پیدا کیے ہوئے ماحول کا اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ وہ سچ مچ ڈرنے لگتے ہیں کہ خبر نہیں کچھ ہو ہی نہ جائے۔ ان پر وہمی اور خیالی باتوں کا اتنا اثر ہو جاتا ہے کہ ان کی سمجھ بالکل جواب دے دیتی ہے۔

قوتِ ایمانی

إِنَّ وَلِيِّـيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ
یقیناً میرا ساتھی اللہ ہے جس نے اتاری کتاب
وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَ الَّذِيْنَ
اور وہ سنبھالتا ہے نیک بندوں کو اور جن کو
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
تم پکارتے ہو اس کے سوا نہیں طاقت رکھتے
نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾
تمہاری مدد کی اور نہ اپنی جانوں ہی کی مدد کر سکتے ہیں
وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ
اور اگر بلاؤ تم ان کو سیدھی راہ پر نہ سنیں وہ
وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ
اور دیکھتا ہے تو ان کو آنکھیں کیے ہوئے ہیں تیری طرف اور انہیں
لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾
سوجھتا کچھ نہیں

إِنَّ وَلِيِّـيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ
میرا ساتھی تو اللہ ہے جس نے کتاب اتاری
وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ
اور وہ نیک بندوں کی حمایت کرتا ہے اور جن کو
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری
نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾
مدد نہیں کر سکتے اور نہ اپنی جان بچا سکیں
وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ
اور اگر تم ان کو پکارو راستے سیدھے کی طرف تو کچھ نہ سنیں
وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ
اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ تیری طرف تک رہے ہیں اور
لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾
وہ دیکھتے کچھ نہیں

ان آیتوں میں یقین و اطمینان کی اس قدر قوت بھری ہوئی ہے کہ جس کا اندازہ کرنا عقل بشری کے لیے بہت مشکل ہے۔ اس لیے اس کو انہی الفاظ میں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ قوت اندازہ سے باہر ہے اور سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا قلب اس قوت کا مالک نہیں ہو سکتا۔

پچھلی آیتوں میں یہ کہہ کر کہ یہ تمہارے بت جنہیں تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ میرا مددگار، میرا ساتھی، میری حمایت کرنے والا اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی ہے۔ وہ ان بتوں کی طرح (معاذ اللہ) سننے۔ دیکھنے اور گرفت سے عاری نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کے لیے احکام جاری کرتا ہے۔ ان کی فریاد سنتا ہے۔ ان کے پاس ہر وقت موجود ہے۔ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے۔ وہ سارے سمجھ دار لوگوں کے جو اس کا سہارا لیتے ہیں۔ اور اس کے سوا کسی سے نہ کچھ التجا کرتے ہیں اور نہ کسی کی مدد کی توقع رکھتے ہیں۔ اپنی رحمت سے سارے کام آسان کر دیتا ہے۔ میں نے بھی سب کو چھوڑ کر اسی کا آسرا ڈھونڈا۔ وہ میری حفاظت اور مدد کرے گا۔ تم یا تمہارے نکمے معبود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ کو چھوڑ کر ان کو تم فضول پکارتے ہو۔ یہ تمہاری ذرا مدد نہیں کر سکتے۔ تمہاری مدد تو کیا کرتے ان کو اپنا ہی کچھ ہوش نہیں ہے۔ ابھی کوئی چاہے تو ان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ یہ اپنے آپ کے بچاؤ کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ تم ان کو کوئی ہدایت کر کے دیکھو۔ یہ تمہاری ذرا بھی نہ سنیں گے۔ تمہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر ان کی آنکھوں میں دیکھنے کی قوت کہاں۔ وہ تو تم نے ہاتھوں سے ایک نشان بنا دیا ہے ؛؛

ہٹ دھرموں کے ساتھ سلوک

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ
اختیار کر درگذر اور حکم دے بھلائی کا اور منہ پھیر لے
عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ
جاہلوں سے اور اگر چھیڑے تجھ کو
مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
شیطان کا کوئی وسوسہ پس پناہ مانگ اللہ کی
اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾
تحقیق وہ ہے سننے والا جاننے والا

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ
درگذر کرنے کی عادت کر نیک کام کرنے کا حکم کر اور کنارہ کر
عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ
جاہلوں سے اور اگر تجھ کو ابھارے
مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
شیطان کی چھیڑ تو اللہ سے پناہ مانگ
اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾
وہی سننے والا جاننے والا ہے

عَفْوٌ: درگذر۔ یہ لفظ پہلے سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے اس کے بہت سے معنی ہیں۔ ایک معنی اس کے تحمل ہیں وہی یہاں مراد ہیں۔

يَنْزَغَنَّ: (چھیڑے تجھ کو) مضارع کا صیغہ ہے جس کے ساتھ نون تاکید لگا ہوا ہے۔ اس کا مصدر نزغ ہے جو اس کے بعد آیت میں موجود ہے۔ نزغ کے معنی ہیں کسی نوکدار چیز سے چھیڑنا۔ کچوکا لگانا۔ یہاں اس سے مراد شیطانی وسوسہ ہے۔

پچھلی آیتوں میں کہا گیا ہے۔ کہ انسان اللہ کو مانتے ہوئے بھی بچّہ کی پیدائش کے بعد دوسرے کو اس کی پیدائش میں اللہ کا شریک ٹھہرا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا نام بھی مشرکوں کا سا رکھ لیتا ہے۔ جیسے عبدالحارث وغیرہ۔ چنانچہ انسان کو شرک کی آفتوں سے آگاہ کیا گیا۔ یہ بات بالکل سچی تھی۔ لیکن آدمی کے آگے سچ بولنا اس سے لڑائی مول لینا ہے۔ اس لیے مشرکوں کا مشتعل ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی آیت میں ان سے کھلم کھلا کہہ دیا کہ تمہارے بت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا والی اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں ولی ہونے کی حیثیت سے آپ کو ہدایت کرتا ہے کہ آئندہ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے ارشاد ہے کہ اے رسول درگذر و تحمّل اور بردباری کو اپنا شعار بنا۔ سچی بات کہہ اور انسانیت کے کام کرنے کی تاکید کیے جا مخالف جہالت اور اکھڑ پن پر اتر آئیں۔ تو ان کا جواب نہ دے۔ اور اس سے جو کوفت ہو اسے برداشت کر۔ اگر کبھی شیطان اس بات پر اکسائے کہ لوگ تیری بے عزتی کر رہے ہیں۔ ان کی گالیوں کا جواب گالیوں سے دے اور گھونسے کے بدلے لات مار اور یہ تقاضائے بشریت کچھ تیرے دل میں بھی اس وسوسہ کے اثر کا خوف ہو تو فوراً اللہ سے پناہ مانگ۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ ان کی گستاخیوں کا جواب نہ دے اپنے کام سے کام رکھ۔ یہ اتنی بڑی کام کی بات ہے کہ اس سے زندگی کے بڑے بڑے معاشرتی اور سیاسی مسائل حل ہوتے ہیں۔ انسان جب ملے سچی بات کہے اور نیک کام کرنے کا حکم دے۔ مخالفوں کی اشتعال انگیزی کا جواب صبر و تحمل سے دے اپنی طرف سے لڑائی کا موقع نہ دے اگر وہ پھر بھی نہ مانیں تو ایک دن فیصلہ کا آئے گا اور اللہ کی مدد صابروں کے ساتھ ہوگی ؛

شیطان کے پھندے

إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ
تحقیق جو لوگ ڈرتے ہیں جب چھوتا ہے ان کو
طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا
کوئی گذرنے والا شیطان کی طرف سے تو وہ جھٹ سنبھل جاتے ہیں
فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَ
اور فوراً وہ سمجھ لیتے ہیں اور
إِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ
شیطان کے بھائیوں کو شیطان کھینچتے ہیں گمراہی میں
ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾
پھر وہ کوتاہی نہیں کرتے

إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ
جن کے دل میں ڈر ہے جہاں ان پر شیطان کا
طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا
گذر ہوا وہ چونک گئے
فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَ
پھر اسی وقت ان کو سوجھ آ جاتی ہے اور
إِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ
جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے لیے
ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾
جاتے ہیں پھر وہ کمی نہیں کرتے

طٰٓئِفٌ (گھومنے والا) اسم فاعل ہے طوف سے بطوف کے معنی ہیں گرد گھومنا۔ شیطان آدمی کے ہر وقت گرد گھومتے رہتے ہیں۔ اور جب جی چاہتا ہے اسے چھو لیتے ہیں جس سے وہ سیدھی راہ سے نکل جاتا ہے۔

مُبْصِرُوْنَ (سوجھ لیتے ہیں) اسم فاعل ہے جو مبصر کی جمع ہے۔ اس کا مصدر ابصار ہے جس کے معنی ہیں دیکھنا۔ یہاں اس سے مراد ہے اندرونی آنکھ سے دیکھ لینا۔ یعنی سمجھ بوجھ لینا۔

يَمُدُّوْنَ (کھینچتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر مَدٌّ ہے۔ مَدٌّ کے معنی کھینچنا۔ يَمُدُّوْنَ ان کو کھینچتے ہیں۔ یعنی گمراہی میں کھینچے لیے چلے جاتے ہیں۔

لَا يُقْصِرُوْنَ (کمی نہیں کرتے) مضارع منفی ہے۔ اس کا مصدر اقصار ہے۔ اقصار کے معنی ہیں کوتاہی کرنا۔ کمی کرنا۔ یہ قصر سے بنا ہے قصر کے معنی ہیں روک دینا۔ ٹھہرا دینا۔ لا یقصرون کسر نہیں اٹھا رکھتے۔

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی تھی کہ دشمنوں کے مقابلے میں بردباری اور تحمّل سے کام لیں طیش اور غضب شیطانی وسوسہ ہے اس سے اللہ کی پناہ مانگیں۔ یہاں آپ کی پیروی کرنے والوں کو آپ کے نقش قدم پہ چلنے کی ہدایت کی ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کا حکم مانتے ہیں ان پر جب کوئی شیطان اپنا اثر ڈالتا ہے تو وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں اور انہیں فوراً یاد آ جاتا ہے کہ ہمیں شیطان سے بچنے کا حکم ہے۔ اتنا یاد کرتے ہی ان کی سمجھ میں یہ بات یاد آ جاتی ہے کہ ہمیں اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ فوراً وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہم میں تو اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ سب کچھ آپ ہی عطا کرتے ہیں ہمیں قوت دیجیے۔ کہ ہم اس کے بہکاوے میں نہ آویں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا یہی مطلب ہے۔ اور شیطانی وسوسے کے وقت یہی کلمہ اسی ارادے سے زبان پر جاری کرنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن جو لوگ ایمان کے کمزور ہیں۔ ان پر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے اور وہ ان کو گمراہی کی بھول بھلیاں میں پھنسا دیتا ہے۔ جہاں سے ان کا نکلنا بغیر کسی جاننے والے کی دستگیری کے بہت مشکل ہے۔ اس لیے انہیں اپنے خیر خواہوں اور مصلحوں کے کہنے پر چلنا ضروری ہے:

نبی کا صحیح تصور

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا
اور جب نہیں لاتا تو ان کے پاس آیت کہتے ہیں کیوں نہیں
اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا
گھڑ لیتا تو اس کو کہ دے واقع یہ ہے کہ میں چلتا ہوں اس پر جو
يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ؕ هٰذَا بَصَآئِرُ
وحی آتی ہے مجھ پر میرے رب کی طرف سے یہ سوجھ کی باتیں ہیں
مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ
تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا
اور جب تو ان کے پاس کوئی آیت نہ لائے تو کہتے ہیں
اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا
چھانٹ کیوں نہ لایا اپنی طرف سے کہ دے میں تو اس پر چلتا ہوں جو
يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ؕ هٰذَا بَصَآئِرُ
میرا رب مجھ پر وحی کرتا ہے یہ تمہارے رب کی طرف
مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ
سے سوجھ کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
ان لوگوں کے لیے جو مومن ہیں

اٰيَةٍ: یہاں مراد قرآن کی آیت ہے یا کوئی معجزہ۔

اجْتَبَيْتَهَا: (پسند کیا تو نے اس کو) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اجتباء ہے۔ اجتباء کے معنی ہیں۔ ڈھیر میں سے ایک چیز چھانٹ لینا۔ اس کا مادہ جبیٌ ہے۔ جس سے جبایۃ بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں اپنی پسند کی ہوئی بات، رقم، چیز وغیرہ۔ زرعی زمین کے ٹیکس کو بھی جبایہ کہتے ہیں جو حاکم رعایا سے اپنی مرضی اور پسند کے مطابق وصول کرتے ہیں۔

بَصَآئِرُ: (سوجھ کی باتیں) بصیرۃ کی جمع ہے جس کے معنی باطنی بینائی کے ہیں۔ بصیرۃ اس بات کو بھی کہتے ہیں جو عقل کا راستہ سجھائے۔

دنیا کی چیزوں اور باتوں میں پھنس کر رہ جانے کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ آدمی اللہ کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور رسول اور قرآن کسی کو نہیں مانتا۔ چنانچہ کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شعبدہ باز اور بازی گر کہتے تھے اور قرآن کی آیتوں کی اور معجزوں کی ہنسی اڑاتے تھے۔ یہ وہی شیطان کے بھائی ہیں جو شیطان کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اور اپنی عقل سے کام نہیں لیتے۔ ارشاد ہے کہ یہ حقیقت کے سمجھنے سے اتنے دور ہیں کہ آیتیں لانے کی فرمائشیں کرتے ہیں۔ اور معجزے طلب کرتے ہیں۔ اور جب ان کی فرمائشیں پوری نہیں ہوتیں تو ہنسی اڑاتے ہیں کہ اللہ میں جس پر اس کا ایمان ہے اتنی قدرت نہیں کہ اس کے کہنے کے مطابق کر دے۔ اور پھر اپنی طرف سے یہ گستاخانہ تجویز پیش کرتے۔ کہ آخر معاذ اللہ تو قرآن تو خود ہی گھڑتا ہے۔ فرمائش کے وقت کیوں نہیں گھڑ لیتا۔ اور انوکھی باتوں میں سے وہی باتیں کیوں نہیں چن لیتا جسے ہمارا دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ کہ دے کہ تم نے اصلی بات نہیں سمجھی میں کوئی مداری اور باتیں گھڑنے والا نہیں ہوں تو ان باتوں پر ٹھیک ٹھیک چلنے والا ہوں۔ جو اللہ میری طرف وحی کے ذریعے بھیجتا ہے۔ میں اس پر خود عمل کرتا ہوں اور پھر وہی تمہارے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ اگر تم غور کرو تو ہر ایک بات تمہاری آنکھیں کھول دینے والی ہے۔ اور اگر تم ان کو یقینی مان کر ان پر چلو تو پھر یہ یقین کرنے والوں کے لیے سرمایہ ہدایت اور رحمت ہیں اور کامیابی کی علم بردار ہیں۔ ماننے والوں کے لیے ہر مفید کام کا دروازہ کھول دیں گی اور انہیں دونوں جہان میں سرخ رو کر کے چھوڑیں گی ۔

قرآن ذریعہ رحمت کیسے ہوتا ہے

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ
اور جب پڑھا جائے قرآن پس غور سے سنو
وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾
اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ
اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو
وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾
اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو

اِسْتَمِعُوْا (غور سے سنو) امر کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر استماع ہے۔ جو سمع سے بنا ہے۔ سمع کے معنی کان اور سننے کی قوت۔ استماع اس قوت سے پورا کام لینا۔

اَنْصِتُوْا (خاموش رہو) امر کا صیغہ انصات سے ہے اس کا مادہ نصت ہے جو خاموشی کو کہتے ہیں۔ انصات خاموش رہنا۔

تُرْحَمُوْنَ (رحم کیے جاؤ تم) مضارع کا صیغہ ہے جو رحم سے بنا ہے۔ رحمت اسی لفظ کی دوسری شکل ہے۔ یہ دونوں لفظ ہماری زبان میں بہت مستعمل ہیں۔ اس لیے ان کے معنی کی طرف کوئی خیال نہیں کرتا۔ رحم کے معنی ہیں ضرورت مند کو اس کی ضرورت کی چیز فوراً دینا۔ رحمت وہ چیز جس سے ضرورت فوراً پوری ہوتی ہو۔ آدمی کوئی چیز کسی کو اس پر ترس کھا کر دیتا ہے۔ اللہ اپنی بے انتہا فیاضی سے ہر ایک کی ضرورت کی چیزیں اس کو دیتا ہے۔ اللہ نے انسان کی دینی اور دنیوی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اُسے قرآن دیا۔ یہ اس کے رحم کا کرشمہ ہے۔ اور قرآن اس کی دی ہوئی رحمت ہے۔ جس سے ہر ایک فائدہ اٹھا سکتا ہے اور درحقیقت قرآن رحمت اسی کے لیے ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے۔

اس آیت میں قرآن سے فائدہ اٹھانے کی ترکیب بتائی ہے۔ تاکہ وہ رحمت ثابت ہو۔ گویا یہ فائدہ اٹھانے کی پہلی سیڑھی ہے۔ ارشاد ہے کہ قرآن اپنے ماننے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے۔ اب اگر اس سے فائدہ اٹھانا ہے تو سب سے پہلے تمہیں دو باتیں کرنی پڑیں گی۔

۱۔ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو کان لگا کر پوری توجہ کے ساتھ سنو۔ اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ یہ ہم سے کیا کہہ رہا ہے۔

۲۔ بالکل خاموش رہو۔ بولنا، بتلانا، اِدھر اُدھر دیکھنا چھوڑ دو۔ کیونکہ اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اور گو کان میں آواز آتی رہتی ہے لیکن مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔

اس طرح سننے سے قرآن تمہارے لیے ذریعہ رحمت ہو سکتا ہے۔ یعنی تم اس سے اپنے کام کی ہر بات حاصل کر سکتے ہو۔ اور وہ ہر مشکل میں تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس ارشاد کو گرہ میں باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تلاوت فرماتے تو وہ ہمہ تن گوش بن جاتے تھے۔ الفاظ کے کان میں پڑھتے ہی مطلب ان کے دل میں اُترتا جاتا تھا۔ اگر کہیں سمجھنے میں کچھ دشواری ہوتی تو بعد میں فوراً ہر ایک آپ سے پوچھ لیتا۔ اور جو آپ سمجھاتے اس کو دل میں رکھ لیتا۔ نتیجہ یہ تھا کہ ہر معاملہ میں قرآن ان کی رہنمائی کرتا۔ اور وہ اس کے ارشادات کے مطابق جدوجہد کیا کرتے تھے۔ اور دنیا جانتی ہے جو کامیابی انہیں دنیا اور آخرت میں نصیب ہوئی ؛

اللہ کی یاد دل سے کرو

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا
اور یاد کر اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے
وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ
اور ڈرتے ہوئے اور کم پکار کر بولنے سے
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ
صبح اور شام اور نہ ہو تو
مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾
بے خبروں میں سے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا
اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرتا رہ گڑگڑاتا ہوا
وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ
اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ
بولنے سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت اور
مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾
بے خبر مت ہو

تَضَرُّعًا : (عاجزی سے) یہ لفظ ضَرْعٌ سے بنا ہے جس کے معنی عاجزی اور انکسار کے ہیں اس مادہ سے لفظ ضراعت زیادہ مستعمل ہے۔ اس کے معنی ہیں اپنے آپ کو ناچیز اور بالکل بے بس سمجھنا۔ تضرع کے معنی ہیں اپنی حالت ایسی بنانا جس سے بے بسی اور ناتوانائی ظاہر ہو۔

خِيْفَةً : (ڈرتے ہوئے) یہ لفظ خوف سے بنا ہے اور خوف کی حالت ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے یعنی خوف کی حالت پیدا کر کے اللہ کو یاد کرو۔

غُدُوّ : دن کے پہلے حصّے کو کہتے ہیں۔ صبح کا وقت اس کو غدوۃ اور بکرۃ بھی کہتے ہیں۔

اٰصَال : اصیل کی جمع ہے۔ اصیل وہ وقت ہے جب سورج کی تیزی کم ہو گئی ہو اور شام قریب ہو۔ آصال دن کے آخری گھنٹے۔

پچھلی آیت سے ظاہر ہوا تھا کہ قرآن مجید انسان کو دنیا میں اس کی کام کی باتیں بتانے آیا ہے اس لیے لازم ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اسے غور سے سنا جائے اور جو کچھ وہ بتا رہا ہے اسے اچھی طرح سمجھا جائے۔ اس سے رحمت کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور بھولی ہوئی کام کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ اس لیے قرآن مجید ایک مکمل ذکر ہے۔ اس آیت میں اس کے علاوہ اللہ کو ہر وقت یاد رکھنے اور اس کے ذکر کرنے کی اہمیت بتائی ہے۔ اور اس کا طریقہ تلقین کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ کو دل سے یاد کرو۔ اس طرح کہ اس کے آگے اپنی عاجزی اور انکسار کا اظہار ہو۔ دل میں اس کی عظمت اور جلال کا تصوّر ہو اور اس کا ڈر بیٹھا ہوا ہو۔ دل کے ساتھ زبان پر بھی اس کا نام جاری ہو اور آواز بہت اونچی نہ ہو۔

اللہ کی یاد کے لیے صبح اور شام خاص طور پر موزوں وقت ہیں گو اس کے خیال سے کسی وقت بھی **غافل** نہ ہونا چاہیے۔ قرآن مجید کو دھیان سے سننے کا پہلا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہوتا ہے۔ زبان کے ساتھ دل بھی ہونا چاہیے اور ذکر میں آواز کو بہت اونچا نہ کرنا چاہیے۔ زبانی ذکر شروع میں کیا جاتا ہے۔ اور دل کو زبان کے ساتھ ہو جانے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ اس کے بعد دل ذکر میں پہل کرنے لگتا ہے۔ اور زبان کو بھی اپنے ساتھ لگا لیتا ہے۔ اس وقت سمجھنا چاہیے کہ اللہ کی طرف سے کچھ غفلت دور ہوئی اور ذکر کا اصل مقصد حاصل ہوا۔ رفتہ رفتہ غفلت زائل ہوتی جاتی ہے۔ اور انسان کا دل ہر وقت اللہ کی یاد میں محو رہنے لگتا ہے۔ اور فرشتوں کی خصلت حاصل ہو جاتی ہے جو ہر وقت ذکر کرتے رہتے ہیں :

مقرّب فرشتوں کا حال

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
تحقیق جو نزدیک ہیں تیرے رب کے نہیں تکبّر کرتے
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ
اس کی عبادت سے اور تسبیح کرتے ہیں اس کی اور اسی کو
يَسْجُدُوْنَ ۝۲۰۶ ع السجدۃ
سجدہ کرتے ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی بندگی سے تکبّر نہیں
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ
کرتے اور یاد کرتے ہیں اس کی ذات کو اور
يَسْجُدُوْنَ ۝۲۰۶ ع السجدۃ
اسی کو سجدہ کرتے ہیں

اِسْتَكْبَار (بڑا سمجھنا) یہ لفظ کبر سے بنا ہے جس کے معنی بڑائی کے ہیں۔ استکبار۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ یہاں اس سے مراد ہے کسی نیک کام کے کرنے سے یہ کہہ کر کہ یہ ہماری شان کے خلاف ہے انکار کر دینا۔

عِبَادَة (بندگی) قرآن میں اس کے معنی انتہائی عاجزی کے اظہار کے ہیں۔ انسان کو اس بات سے روکا گیا ہے۔ کہ کسی کے سامنے اپنی ذلت اور عاجزی کا اظہار کرے۔ فقط اللہ عزوجل کے سامنے انسان ہاتھ جوڑ کر، کھڑا ہو کر، جھک کر، زمین پر ماتھا ٹیک کر، زبانی اقرار سے، دل کی حالت سے اپنی عاجزی اور ذلت کا اظہار کر سکتا ہے۔ اور کسی کے سامنے ایسا کرنا اس کی شان کے خلاف ہے اور اس کو تباہی کی طرف لے جانے والا ہے۔

يُسَبِّحُوْنَ: تسبیح سے مضارع کا صیغہ ہے۔ تسبیح ایک ایسا فعل ہے جس میں دل اور زبان دونوں کا حصہ ہے۔ اللہ عزوجل کے ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک صاف ہونے کا دل سے یقین کرنا۔ اور ساتھ ہی زبان سے سبحان اللہ کہہ کر اس کی پاکیزگی کا اقرار کرنا۔

يَسْجُدُوْنَ (سجدہ کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے اور سجد سے بنا ہے۔ اس کا مصدر سجود بھی ہے۔ یہ شرع کا ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ اور اس کے معنی زمین پر اللہ کے آگے ماتھا، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے انگوٹھے، بیک وقت ٹیک دینے کے ہیں۔ اور اس کا اصل جز سر جھکا کر پیشانی زمین پر رکھنا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی کے آگے نہ کرنا چاہیئے۔

پچھلی آیت میں انسان کو اللہ سے غافل نہ رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور غفلت کے دور کرنے کا طریقہ اللہ کا ذکر بتایا گیا ہے۔ اصل مقصود اللہ کا ہر وقت دھیان رکھنا اور دل سے اس کی یاد کرنا ہے۔ انسان کے لیے یہ مشکل بات ہے۔ اس لیے کہ ایک طرف تو دنیا کے دھندے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ دوسری طرف شیطان ہر ملنے سے اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو خود سب سے زیادہ طاقتور ہے اور عقل کے زور سے سب کو زیر کر لیتا ہے تجھے کیا ضرورت ہے کہ ان دیکھے خدا کو اپنے سے بڑا مانے اس آیت میں اس بیہودہ خیال کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ تم سے بہت زیادہ معزز مخلوق ایک اور ہے جو اللہ کے آگے ذرا تکبّر نہیں کرتی۔ اور ہر وقت اس کی بڑائی اور پاکیزگی کا اقرار کرتی ہے۔ اور اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتی ہے۔ تم کیا اس سے زیادہ قوّت وجاہ والے ہو جو اس قدر غرور پر کمر باندھی ہے۔ اگر اللہ کے نہیں تو پھر اپنی خواہشوں کے غلام بنو گے اور ان کے حکم کے ذرا خلاف نہ کرو گے اس سے اللہ کی غلامی ہزار درجہ بہتر ہے۔

اس آیت کو پڑھنے کے بعد یا دوسرے سے سننے کے بعد سجدہ کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ سورۃ الاعراف ختم ہوئی۔

سورہ اعراف پر ایک نظر

اس سورت کے شروع میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے کہا گیا ہے۔ کہ یہ قرآن ایک بڑی عظیم الشان کتاب ہے اور تیرے اوپر اس لیے نازل کی گئی ہے۔ کہ تو تمام انسانوں کو خبردار کرے کہ تمہیں فقط دنیا ہی میں نہیں جینا۔ بلکہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ملے گی۔ اور وہی اصل زندگی ہے۔ اس لیے ایسے کام کرو جو اس زندگی میں کام آئیں۔ یہاں کے فائدے عیش و آرام چند روزہ ہیں جو عنقریب ختم ہو جائیں گے۔ اور تمہارے یہاں کے سارے کام اس نظر سے قیامت کے دن تولے جائیں گے کہ آخرت کی زندگی میں کام آنے والے کاموں کو اس دنیا کے عارضی فائدے کے کاموں سے الگ کر لیا جائے۔ اور اگر ان کا وزن زیادہ ہوا تو تمہیں دائمی عیش و آرام عطا کیا جائے۔ اگر کہیں خدانخواستہ دنیا کے فائدے کے کام وزن میں زیادہ ہو گئے تو پھر دائمی حسرت اور بے چینی کی زندگی سے پالا پڑے گا۔ اب یہ اللہ کی رحمت اور عنایت پر موقوف ہے کہ کسی قسمت کے دھنی کو اس سے چھٹکارا مل جائے۔ ورنہ قرآن مجید کا کہنا ہے کہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو کر رہنا ہوگا۔

قرآن حکیم کے نازل کرنے کی دوسری غرض یہ بتائی گئی ہے کہ جو اس کو مانیں ان کو ان کے فائدے کی باتیں ہر وقت بتاتا رہے۔ انسان کو لازم ہے کہ صرف اسی آخری کتاب کی آیات کے موافق عمل کرے۔ اس کو چھوڑ کر کسی کے بہکانے سکھانے میں نہ آئے اگرچہ بہت سے لوگ دوستی اور خیر خواہی کا دعویٰ کرکے اس کو اپنی ڈگر پر چلانے کی کوشش کریں گے لیکن ان میں سے کسی کی نہ سننی چاہیئے۔ اس کے بعد انسان پیدائش سے لے کر اب تک جن خیالی الجھنوں میں مبتلا رہا اور ان سے نکالنے کی ہر زمانے میں رسولوں اور نبیوں نے جو کوششیں کیں ان سب کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ دنیا کے لہو و لعب اور مال و جاہ میں پھنس کر جن لوگوں نے نبیوں کا کہنا نہ مانا ان کا انجام دکھلایا گیا ہے۔ اور ان کے قصوں کے ضمن میں بیش بہا نصیحتیں اور کام کی باتیں ہم لوگوں کے لیے درج ہیں جن سے ہر زمانے میں مفید مطلب نتیجے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ اور زندگی کو نہایت خوشگوار بنایا جا سکتا ہے۔

آخر سورت میں اس پر زور دیا گیا ہے۔ کہ انسان کے لیے لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے۔ جن لوگوں نے دنیا کے تھوڑے دن کے آرام اور عارضی عیش و عشرت کی خاطر اصلی رب کو بھلا دیا۔ اور اپنا سرپرست اور مربی دوسروں کو سمجھنے لگے وہ شیطان کے پھندے میں پھنس گئے۔

دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے کہنے سننے کی پرواہ مت کرو۔ ان کے ساتھ رواداری اور درگذر کا برتاؤ کرو۔ لیکن کسی کی خاطر سے نیک باتوں اور اچھے کاموں میں نہ آپ سستی کرو اور نہ دوسروں کو کرنے دو۔ جو تمہارے ساتھ جہالت کرے اس سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ شیطان ورغلائے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ قرآن کو توجہ سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ کی یاد دل سے کرو۔ زبان سے اس کی تسبیح کرو۔ اپنے آپ کو اس کے سامنے عاجز اور درماندہ سمجھو۔ اور اسی کو سجدہ کرو۔ فرشتے جو نیکی کا نمونہ ہیں وہ چاہے جتنے بڑے مرتبے کے ہوں۔ اللہ کے سامنے سرنیاز خم کرتے ہیں۔

سُورۃ الانفال

یہ سورت مدینہ میں ۲ھ کے اندر نازل ہوئی۔ اس سے پہلے بدر کی مشہور جنگ ہو چکی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو مکہ کے کافروں پر عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ مسئلہ یہ درپیش آیا کہ مال غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔ مسلمانوں کی یہ پہلی لڑائی تھی۔ اس سے پہلے دشمن سے چھینے ہوئے مال کے بانٹنے کا موقع نہیں آیا تھا۔ عرب میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عمل تھا۔ زبردست سب کچھ اپنے قبضہ میں کر لیتا اور باقی منہ دیکھتے رہ جاتے۔ اس صورت میں اوّل مرتبہ دولت کی تقسیم کے قانون کی عرب میں بنیاد رکھی گئی۔ اور بتلایا گیا کہ اس کی بابت تم آپس میں جھگڑا مت کرو۔ مال کسی کا نہیں فقط اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔ اس لیے اس کے مقرر کردہ قانون کے مطابق اس کی تقسیم ہوگی۔

جنگ بدر دنیا کی تاریخ میں اپنی قسم کی ایک ہی جنگ ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد کل ۳۱۳ تھی جنہیں آپ ۳ رمضان ۲ھ کو ساتھ لے کر مدینہ کے باہر نکلے۔ ان میں گھوڑے کل ۲ تھے چنانچہ کل دو ہی سوار تھے جن کے نام تاریخ میں مقداد بن عمر اور زبیر بن العوام بتلائے گئے ہیں اور ستر اونٹ تھے جن پر باری باری سے لوگ سوار ہوتے تھے۔ ہتھیار اور سامان جنگ محض برائے نام تھا۔ ان کا مقابلہ کافروں کی ایک جماعت سے ہوا جس میں مکہ کے تقریباً سارے بڑے بڑے مشہور کھاتے پیتے لوگ تھے۔ آدمیوں کی تعداد ۹۵۰ تھی۔ جن میں سو گھوڑے سوار تھے اور ہر آدمی کے پاس ضروری ہتھیار تھے اور سامان جنگ موجود تھا۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کا فتح یاب ہونا واقعی عجائبات زمانہ میں سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لڑائی کی تاریخ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ ۱۷ رمضان ۲ھ بروز جمعہ وقت صبح ہے۔

اس لڑائی میں کفار مکہ کے بڑے بڑے ستر آدمی قتل ہو گئے۔ اور ستر کو مسلمان زندہ گرفتار کر کے لے آئے۔ مسلمانوں میں سے کل ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔ ۶ مہاجرین میں سے اور ۸ انصار میں سے۔ اس سورت میں اس لڑائی کا ذکر ہے اس کے اسباب اور وجوہ کی طرف اشارہ ہے۔ مال غنیمت کا قانون ہے۔ قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنے کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے بہت سی کام کی باتوں کی ہدایت ہے۔ اس لڑائی سے مکہ والوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور مسلمانوں کی عرب میں دھاک بیٹھ گئی اور ان کے لیے اپنے دشمنوں سے نمٹنے کا راستہ کھل گیا۔

جنگ و پرخاش اسلامی چیز نہیں ہے۔ یہ ان برائیوں میں سے ایک ہے جنہیں اسلام نے دنیا میں پایا اور مٹانا چاہا لیکن یہ نہ مٹ سکی۔ لڑائی کی جڑ دوسروں سے بڑھ چڑھ کر رہنے کی خواہش اور اس کے پورا کرنے کا جنگلی طریقہ ہے۔ جو انسان نے وحشی حیوانات خصوصاً درندوں سے سیکھا ہے۔ اسلام آدمی کو انسان بنانا چاہتا ہے۔ دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرنی سکھاتا ہے۔ باہمی میل جول کے ساتھ انسان کو دنیا میں رہنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ اس کو لڑائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ لیکن اگر انسان انسان نہ بننا چاہے۔ اور اپنی ہی قوت کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کا ذریعہ ٹھہرائے تو وہ ایک ایسی مشین ہے جو مار دھاڑ میں حیوانات سے بھی سبقت لے جا سکتا ہے۔ اور اس کے طریقے کو اپنی عقل و دانائی کے زور سے کہیں سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔

اسلام میں جہاد کا مسئلہ گو بذات خود زیادہ پیچیدہ نہیں ہے۔ لیکن حیوان نما انسانوں نے اس کو بھی اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کر کے انتہا درجہ کا مشکل اور پیچیدہ بنا دیا ہے۔

پس منظر

انسان کی زندگی کا خلاصہ کشمکش اور جد وجہد ہے۔ اس کی فطرت ہے اپنی خواہشوں کا پورا کرنا۔ اور جو ان کے پورا کرنے میں آڑے آئے اس کو دبانا اور کچلنا۔ بعینہٖ یہی بات ہم جانوروں یعنی حیوانوں میں دیکھتے ہیں اور اسی لیے انسان کو ایک جانور قرار دیتے ہیں۔ اس دنیا میں حیوان کی زندگی کی علامت کشمکش اور موت کی نشانی اس کشمکش کا ختم ہوجانا ہے۔ اسلام زندگی کو مٹانا نہیں چاہتا، بلکہ باقی رکھنا چاہتا ہے اس لیے مخالفوں کے ساتھ کشمکش کرنے کا حامی ہے اور مخالفوں پر غالب آجانے کو عزت اور ان سے دب جانے کو ذلت کہتا ہے۔ انہی مخالفوں پر غالب آجانے کا نام عربی میں جہاد ہے۔ اس کے بعد اس بات کا سمجھ لینا آسان ہے کہ زندگی اسلام اور جہاد ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ اسلام نے جہاد کی تاکید کی ہے۔ کیونکہ وہ زندگی کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی صاف طور پر سمجھا دیا ہے کہ انسانی جہاد اور حیوانی جہاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ حیوانی زندگی انسانی زندگی سے مختلف ہے۔ اس لیے دونوں کے جہاد میں فرق ہونا چاہیئے۔ حیوان کا جہاد فقط اس لیے ہے۔ کہ اس دنیا کی ضروریات کو جو اس سے چھیننا چاہے اُسے مار بھگائے تاکہ خود آرام سے رہے۔ اس لیے اسے اپنے ہم جنس افراد سے اکثر لڑنا پڑتا ہے۔ اسلام انسان کو سکھاتا ہے۔ کہ تیرا جہاد اس لیے ہونا چاہیئے کہ خود تو اور تیرے ہم جنس اصلی یعنی آخرت کی زندگی کے آرام حاصل کر سکیں۔ اس لیے اپنے جنس کے افراد سے لڑنا صرف اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب وہ اس غرض کے پورا کرنے میں رکاوٹ پیدا کریں اور لڑنے مرنے پر تیار ہو جائیں۔ انسان اپنے جیسے انسان سے اس لیے نہیں لڑ سکتا۔ کہ اس دنیا کا مال و دولت اور سامان راحت دوسرے سے چھین کر اپنے گھر میں بھر لے۔ یہ طریقہ حیوان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر انسان بھی یہی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ تو وہ انسانیت سے کوسوں دُور ہے اور اب تک نرا حیوان ہے اور وہ بھی بدترین قسم کا حیوان جس کو درندہ کہتے ہیں۔ انسان دوسرے انسان سے فقط اس وقت لڑے گا۔ جب وہ اس کو دائمی زندگی حاصل کرنے کی کوشش سے زبردستی روکنا چاہے گا۔ اسلام انسانی کشمکش کی سطح کو بہت بلند کر دیتا ہے۔ اور اسے لازوال زندگی کے دشمنوں سے مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ اس لیے اس کے جہاد کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور اگر خود انسان اس کا مخالف ہو جائے اور اس کوشش سے اسے روکنا چاہے تو اس وقت جہاد یہی ہے کہ اس سے لڑے اور ایسے جہاد کا نام قتال فی سبیل اللہ ہے۔ آخرت کی زندگی کی کوشش سے روکنے والوں سے لڑنا اسلامی زندگی ہے۔ دنیا کے سامان، حکومت اور عزت کے لیے لڑنا حیوانی زندگی ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

جن لوگوں نے قرآن مجید کی مکی سورتوں کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مکہ کی ۱۳ سالہ زندگی کو پوری توجہ سے دیکھا ہے۔ وہ آسانی سے سمجھ لیتے ہیں کہ اسلام انسان کو امن و امان کی زندگی کے گُر سکھانا چاہتا تھا۔ لیکن مکہ کے سر پھرے مغرور لوگوں نے اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر اسلام۔ اہل اسلام اور داعی اسلام کی دشمنی پر کمر باندھی۔ اور ایسی ایسی ایذائیں پہنچائیں کہ سن کر ہوش اڑتے ہیں۔ اس لیے اسلام کو مجبوراً لڑائی کے لیے کمربستہ ہونا پڑا اور آخر میں حق کی فتح ہوئی۔ ایسی لڑائی اور ایسی فتح کے لیے مخصوص قانون ہے۔ لیکن اگر مسلمان ملک گیری اور دنیا کے لیے لڑیں اور قانون وہی قتال فی سبیل اللہ کے اس صورت میں بھی نافذ کریں تو یہ ایک دھینگا مشتی ہوگی جس کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو ہم آج کل دیکھ رہے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قانونِ تقسیمِ غنیمت

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ
پوچھتے ہیں تجھ سے بابت غنیمت کے کہہ دے غنیمت کا مال
لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا
اللہ کے لیے اور رسول کیلیے ہے پس ڈرو اللہ سے اور سنوارو
ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
آپس کے تعلقات اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱)
اگر ہو تم ایمان لانے والے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ
تجھ سے غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں تو کہہ دے مال غنیمت
لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا
اللہ اور رسول کا ہے سو اللہ سے ڈرو اور آپس میں
ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
صلح کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱)
اگر تم ایمان رکھتے ہو

اَلْاَنْفَال (لوٹی ہوئی چیزیں) نفل کی جمع ہے۔ نفل وہ مال ہے جسے دشمن لڑائی میں چھوڑ کر بھاگ جائے اور وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔

ذَاتَ بَيْنِكُمْ (آپس کی باتیں) عربی میں ذات کا لفظ ذُو کا مؤنث ہے اور "والی" اور "والے" کے معنی میں آتے ہیں۔ بین کے معنی درمیان، بَيْن کے معنی ہیں۔ درمیانی تعلقات۔ رشتے جھگڑے۔ آپس کے معاملے اور قضیے۔ ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ وہ باتیں جو تمہیں مل جل کر رہنے کی وجہ سے آپس میں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔

مکہ میں برابر ۱۳ سال تک مسلمانوں کو کفار مکہ سے سخت سے سخت اذیتیں پہنچتی رہیں۔ اور وہ ان کو غیر معمولی صبر کے ساتھ جھیلتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو لاکھ سمجھایا کہ اسلام کے اندر تمہاری ابدی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر تم اس کو قبول نہیں کرتے۔ تو تم جو لیکن جو اسلام میں بخوشی داخل ہونا چاہے۔ اُسے روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ مل جل کر رہو اور دین کے بارے میں ہر ایک کو آزاد رکھو لیکن انہوں نے آپ کی دشمنی۔ مسلمان اس مدت میں بہت پریشان ہوتے۔ اور ان کے ظلموں کا بدلہ لینے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا صبر کرو۔ اور جب تک اللہ کی طرف سے صریح اجازت نہ آئے کسی سے نہ لڑو۔ جب ظلم کی حد ہوگئی اور مکہ والوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ کرلیا۔ تو آپ کو حکم ہوا کہ مدینہ چلے جائیں۔ وہاں اور مسلمان پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ آپ نے تشریف لے جاتے ہی اسلامی اجتماعی زندگی کا فوراً سنگ بنیاد رکھ دیا۔ سورۃ البقرہ میں اللہ نے صاف اجازت بھیج دی کہ مسلمان مکہ والوں سے ان کے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہیں۔ اس ہجرت کے کوئی ڈیڑھ سال بعد جنگ بدر ہوئی۔ کفار بری طرح ہارے اور ان کا مال مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اس سورت میں اس مسئلہ کا فیصلہ کر دیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکوں سے چھینے ہوئے مال کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس کی بابت یہ فیصلہ سن لو کہ وہ کسی کا ذاتی حق نہیں ہے اس کا مالک اللہ ہے اور اس کا رسول۔ مال کی تقسیم میں اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔ اور جو حکم آئے اس پر عمل کرو تمہارا کام اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ اپنی خواہش کو بالکل دخل نہ دو۔ اللہ کو ماننے اور اس پر ایمان لانے اور اس کے حکم پر چلنے کے یہی معنی ہیں:۔

تقسیم کا قاعدہ

اس آیت میں غنیمت کی تقسیم کے قانون کی بابت قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے اور لوگوں کو سمجھایا گیا ہے۔ کہ تم نے کفار سے اللہ کے حکم کے مطابق لڑائی کی ... لڑائی کا کیا۔ اس کے بعد فتح اللہ کی مدد سے ہوئی۔ اور تمہارا اس میں کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ اس لیے مناسب نہیں کہ غنیمت کے مال میں ہر ایک اپنا اپنا حق جتائے۔ یہ مال اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے۔ انہیں اختیار ہے کہ اس کی بابت جو چاہے کریں۔

بدر کی لڑائی میں نوجوان آگے بڑھ کر لڑے۔ اور ان سے بڑے لوگ ان کے پشت پناہ بنے کھڑے رہے۔ کچھ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مصروف رہے۔ ان میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ غنیمت ہمارا حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کی ہمت بڑھانے کے لیے ان سے کہہ دیا تھا۔ کہ جو بڑھ چڑھ کر کام کرے گا۔ اسے اس کا بدلہ غنیمت میں ملے گا۔ جب وقت آیا تو نوجوانوں نے کہا ہم نے آگے بڑھ کر بہت سوں کو مارا اور بہت سوں کو قید کیا۔ اس لیے ہمارا انعام دلوایئے۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس حساب سے تو سارا مال غنیمت یہی لے جائیں گے۔ اور دوسرے بالکل محروم رہ جائیں گے۔ ان جھگڑوں کے فیصلہ کے لیے اس آیت میں سب سے پہلے یہ سمجھایا جاتا ہے کہ یہ سب مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ تم نے لڑائی میں جو کام کیے وہ سب اللہ اور اس کے رسول کے لیے کیے غنیمت حاصل کرنے کے لیے نہیں کیے۔ یہ سب تمہارے ایمان کی علامت تھی۔ اب جب اللہ نے فتح دی تو ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ غنیمت کا مال اللہ اور رسول کی ملک مانو اور اس کے بارے میں جو وہ فیصلہ کریں اس پر عمل کرو۔ یہ فیصلہ اسی سورت میں آگے آئے گا۔ اس آیت میں مومنوں کو چار ہدایتیں دی گئی ہیں۔

۱۔ غنیمت کا مال اللہ کا ہے۔ جو فتح ... اسی کی مدد سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ کا نائب ہے اس لیے اسے اس میں تصرف کا حق ہے۔

۲۔ تم جو کام کرو۔ اس میں فقط اللہ کی رضا کا دھیان رکھو۔ اور اس کی ناراضی سے ڈرو۔

۳۔ آپس میں ذرا ذرا سی بات کے لیے جھگڑے مت کرو۔ اور اپنے باہمی تعلقات کو سنوارو۔

۴۔ ہر جھگڑے میں فیصلہ اللہ اور اس کے رسول پر چھوڑ دو۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ جو یہ کہہ دیں اس پر بے چون و چرا عمل کرو۔ ان بیانات کے سامنے سب نے سر جھکا دیا اور مان لیا کہ واقعی فتح صرف اللہ کی مدد سے ہوئی۔ اس لیے مال میں جو فتح کی بدولت حاصل ہوا ہمارا کوئی حق نہیں۔ اور نہ ہم اس پر قبضہ جما کر دوسروں کو اس سے محروم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بہرحال لڑائی میں ہر ایک کی کوشش کو کچھ نہ کچھ دخل ہے۔

یہ وہ سبق ہے جو قرآن مجید نے شروع ہی میں مسلمانوں کو سکھایا۔ اس میں صاف بتا دیا گیا کہ مومنوں کا کام یہ ہے کہ قانون کی پابندی کریں۔ اور قانون بنانا اللہ کا کام ہے۔ اور اس کے مطابق فیصلے کرنا رسول کا اور اس کے ملے ہوئے نائبوں اور خلفاء کا فرض ہے۔ مومنوں کا کام سوائے قانون کے احترام اور اس کی پیروی کے اور کچھ نہیں۔ آپس کی تو تو میں میں سے بچنا چاہیئے۔ اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔

مومنوں کی نشانیاں

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ
حقیقت میں ایمان والے وہ ہیں کہ جب ذکر کیا جائے
اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ
اللہ کا ڈر جائیں دل ان کے اور جب پڑھی جائیں
عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا
ان کے سامنے آیتیں اس کی بڑھا دیں وہ ان کا ایمان
وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ
اور جو اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں وہ جو
يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
قائم رکھتے ہیں نماز اور اس میں سے جو ہم نے دیا ان کو
يُنفِقُونَ ﴿٣﴾
خرچ کرتے ہیں

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ
ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام
اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ
آوے تو ان کے دل ڈر جاویں اور جب ان پر اس کا کلام
عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا
پڑھا جاوے تو ان کا ایمان زیادہ ہو
وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ
اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ لوگ
يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دیا ہے
يُنفِقُونَ ﴿٣﴾
اس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَجِلَتْ: (ڈر جاویں) ماضی کا صیغہ ہے وَجَل سے بنا ہے۔ وجل کے معنی ڈر، خوف۔ وَجِلَتْ کے ڈر یں ہیں۔
تُلِیَتْ: (پڑھی جاویں) ماضی مجہول کا صیغہ ہے جس کا مصدر تلاوۃ ہے اور مادہ ت ل و ہے۔

اس آیت میں **مومن کی علامتیں** صاف طور پر بتائی گئی ہیں۔ ارشاد ہے کہ مومن وہی ہیں کہ:

۱۔ جب اللہ کا نام سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور خوف کی وجہ سے ان کا دل لرزنے لگتا ہے۔

۲۔ جب ان کے سامنے اللہ کے قرآن میں نازل کی ہوئی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کو سن کر ان کا ایمان زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ ضرور یہ اللہ نے وحی کے ذریعے اپنے رسول کی عزت اور اپنے رسول کے ذریعے ہماری ہدایت بھیجی ہے۔ انہیں محسوس ہوتا ہے کہ خود اللہ ان سے کلام کر رہا ہے۔

۳۔ وہ نماز قائم رکھتے ہیں اور وقت پر اس کے ادا کیے جانے کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

۴۔ بجائے اس کے کہ دوسروں سے ناجائز طور پر چھین کر مال و دولت جمع کرنے کی فکر میں رہیں۔ وہ ہر اس چیز کو جو ان کے پاس ہے۔ اللہ کی دین سمجھتے ہیں۔ اور ہر موقعہ پر اس میں سے اس کے نام پر خرچ کرتے ہیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۔ ان کا بھروسا فقط اپنے رب کے اوپر ہوتا ہے۔ وہ اسی سے مانگتے ہیں اس کے سوا کسی کی نہ عبادت کرتے ہیں۔ اور نہ کسی سے مدد چاہتے ہیں۔

سچے مومنوں کا انعام

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ

یہی لوگ ہیں ایمان والے ٹھیک ٹھیک ان کے لیے

دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ

درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ④

اور روزی ہے باعزت

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ

یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے انہی کے لیے

دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ

اپنے رب کے پاس درجے ہیں اور معافی ہے

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ④

اور عزت کی روزی ہے

سب سے پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر تم اپنے آپ کو مومن کہتے ہو۔ تو ہر بات میں اللہ کا خیال رکھو اور اس کے حکم سے باہر نہ جاؤ۔ ذرا ذرا سی باتوں پر جھگڑے نہ کرو۔ کیونکہ جب سب اللہ کے فرماں بردار بن گئے تو جھگڑے کا کوئی موقعہ ہی نہ رہا۔ معلوم ہوا ہے کہ آپس میں جھگڑوں کے مٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ سب کے سب ایک اللہ کے حکم کے آگے گردن جھکا دیں۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ منہ سے اپنے آپ کو مومن کہہ دینے کے بعد ایک طریقہ کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ صرف کہہ دینا کافی نہیں بلکہ ایمان کی علا… اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر ان علامتوں کو بیان فرمایا جن کی تفصیل پچھلے سبق میں گذری۔ اس آیت میں ان مومنوں کے جو اپنے ایمان کے … اقرار ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ مومنوں کی سی عادتیں اور خصلتیں اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اجر اور انعام کا بیان ہے جو ان کے لیے اللہ نے مق… کر رکھا ہے۔

ارشاد ہے جن میں یہ پانچ خصلتیں ہوں وہی سچے مومن ہیں۔ یوں تو ہر ایک اپنے آپ کو مومن ہی کہتا ہے۔ کافر کے لقب سے کوئی خوش نہیں ہو… کام تو جب بنے گا جب اپنے اخلاق اور اعمال سے بھی ثابت کر دے گا کہ میں واقعی مومن ہوں۔

ایسے لوگوں کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں اونچے درجے ہیں۔ ان کے درجے کے مطابق ان کو اللہ اپنی نزدیکی اور قرب کا مرتبہ عطا فرمائے گا۔ ان کی معمولی کوتاہیاں معاف کر دی جائیں گی۔ ان کی بھول چوک سے درگذر کی جائے گی۔ اور ان کو کھانے پینے، آرام و راحت سے رہنے سہنے … اللہ کی نعمت میں ہر وقت مگن رہنے کے سب سامان عطا کیے جائیں گے اور وہ عزت کے ساتھ اپنی آرام گاہوں پر بیٹھے بیٹھے یہ سب کچھ پائیں گے۔

سمجھ داروں نے ان آیتوں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلامی برادری میں داخل ہونے کے لیے اللہ، رسول اور آخرت کا زبانی ا… کافی ہے۔ جو شخص اس کا اقرار کرے اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے طریقے سے رہنا سہنا اختیار کرے۔ وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اس کی حفا… اور مدد مسلمانوں کے ذمہ بحیثیت مجموعی واجب ہو گئی۔

اس کے بعد اسے چاہیے کہ دل کے اندر ایمان کی سچائی بٹھلانے اور ان عادتوں کے دل سے اختیار کرنے کی کوشش کرتا … جن کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا۔

لڑائی کیسے ہوئی

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ

جس طرح نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے ٹھیک کام کے لیے

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور بے شک ایک گروہ ایمان والوں کا

لَكٰرِهُوْنَ ۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ

بیزار ناخوش تھا جھگڑتے تھے وہ تجھ سے ٹھیک بات میں

بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ

اس کے بعد کہ وہ ظاہر ہو چکی تھی گویا کہ وہ چلائے جا رہے ہیں

اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۶

موت کی طرف اور جبکہ وہ دیکھ رہے ہیں

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ

جیسے تجھ کو تیرے رب نے حق کام کے واسطے تیرے گھر سے نکالا

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی

لَكٰرِهُوْنَ ۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ

نہ تھی وہ تجھ سے حق بات میں

بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ

اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد جھگڑتے تھے گویا

اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۶

وہ آنکھوں دیکھتے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں

حَقّ: (ٹھیک بات) حق کا لفظ عربی زبان میں مناسب اور ٹھیک بات کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہاں وہ کام مراد ہے جس کا ذکر کرنا بالکل توقع کے مطابق ہو۔

كَارِهُوْنَ: (برا جاننے والے) اسم فاعل کَارِهٌ کی جمع ہے جو کرہ سے بنا ہے۔ مصدر کے معنی ناراضی، زبردستی اور ناپسندیدگی ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

يُسَاقُوْنَ: سوق سے مضارع مجہول ہے۔ سوق کے معنی ہیں ہانکنا، پیچھے پیچھے رہ کر کسی کو آگے آگے چلانا۔

پچھلی آیتوں میں غنیمت کے مال کی بابت حکم ہوا تھا کہ یہ مال اللہ کا ہے۔ وہ اپنے رسول کے ذریعے جیسے چاہے گا اسے بانٹے گا۔ اس بات کو اس آیت میں اور اس سے آگے کی آیتوں میں خود بدر کی لڑائی کے بڑے بڑے واقعات بیان کر کے سمجھایا گیا ہے۔ کہ ان واقعات پر غور کرو اور سوچو کہ یہ محض اللہ کی مرضی اور اس کے حکم سے واقع ہوئے۔ شروع سے لے کر آخر تک تمہاری مرضی کو ان میں کوئی دخل نہیں۔ پھر اس میں تمہاری فتح بھی محض اللہ کی مدد سے ہوئی ورنہ تمہارے پاس فتح کا کچھ سامان نہ تھا۔ پھر اب تم مال پر اپنا حق کیسے جتاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ جس کی صواب دید سے جنگ ہوئی اور جس کی مدد سے فتح ہوئی۔ وہی اس مال کا مالک ہے۔

ارشاد ہے کہ انفال (مال غنیمت) اللہ کی ملکیت ہے۔ اور یہ ویسی ہی بات ہے جیسی کہ یہ ساری لڑائی شروع سے آخر تک ہوئی۔ شروع میں اللہ ہی نے اے رسول تیرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کفار سے ان کے خلاف انسانیت سوز سلوک کے بدلہ لینے کا یہی موقع ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی ایک جماعت تو شروع ہی سے لڑائی کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ اور جب آگے چل کر سوداگروں کے قافلے سے نہیں بلکہ خود مسلح لوگوں کے لشکر سے مقابلہ پڑا تو بہت سے لوگ جھگڑنے لگے۔ اور ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا ان کو جان بوجھ کر موت کے گڑھے کی طرف ہانکا جا رہا ہے۔ مگر یہ اللہ ہی کی مرضی تھی کہ لشکر سے مقابلہ ہوا اور نہتے مسلمانوں کی فتح ہو۔

قافلے کے بدلے لشکر ملا

وَ اِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ
[illegible]
اَنَّھَا لَکُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ
[illegible]
الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَ یُرِیْدُ اللّٰہُ
[illegible]
اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَ یَقْطَعَ
[illegible]
دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ ۝

وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ
اور جس وقت تم سے اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ
اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ
کر رہا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ تم کو
الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ
وہ ملے جس میں کانٹا نہ لگے اور اللہ چاہتا تھا کہ
اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَیَقْطَعَ
سچ کو اپنے احکام کے ذریعہ سچا کر دے اور
دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ ۝
کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے

غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ وہ جس میں کانٹا نہ ہو۔ شَوْکَۃ کے اصل معنی عربی میں کانٹے کے ہیں۔ اس کے بعد قوت اور دبدبہ کے ہوگئے۔ مراد یہ ہے۔ وہ جماعت جس سے لڑنا بھڑنا نہ پڑے اور بلا زحمت مال ہاتھ لگ جائے۔

مسلمانوں کو مدینہ میں آئے ہوئے ایک سال سے کچھ ہی زیادہ عرصہ ہوا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آپس میں مل جل کر آرام سے بسا دیا تھا۔ لیکن مکہ والوں کی طرف سے ہر وقت کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اور یقین تھا کہ وہ اپنی ریشہ دوانیوں سے کبھی نہ چوکیں گے۔ اس لیے آپ مدینہ کے گرد و نواح میں ماحول کی خبر رکھنے کے لیے کچھ جماعتیں بھیجتے رہتے تھے۔ اور کفار مکہ کے نقل و حرکت کی خبر رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آخر ایک دن خبر پہنچی کہ شام سے ایک قافلہ سوداگروں کا بہت کچھ مال و دولت اور ساز و سامان لے کر مکہ واپس آرہا ہے۔ اور مدینہ کے نواح ہی میں سے اس کے گذرنے کا راستہ ہے۔ قافلہ کا سردار ابوسفیان تھا۔ اس نے ایک سانڈنی سوار مکہ کو دوڑا دیا کہ قافلہ کی حفاظت کے لیے دوڑو۔ مسلمانوں کے حملہ کا خطرہ ہے۔ یہ سنتے ہی مکہ کے سارے بڑے بڑے لوگ لڑنے کی تیاری کر کے نکل کھڑے ہوئے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکل پڑے۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ سوداگروں کا قافلہ مل جائے گا۔ اور بغیر کسی زحمت کے دشمنوں کے مال پر قبضہ ہو جائے گا۔ لیکن ہوا یہ کہ قافلہ کو ابوسفیان مدینہ سے بچا کر اور راستہ سے لے کر نکل گیا۔ اور مکہ سے جو لشکر اس کو بچانے کے لیے آیا تھا اس سے مسلمانوں کی بدر کے مقام پر مڈبھیڑ ہوتی۔

اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ تم چاہتے تھے کہ بغیر لڑے بھڑے دشمن کو مالی زک پہنچاؤ لیکن، اللہ عالم الغیب نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ تمہارا مسلح لشکر سے مقابلہ ہو اور کافروں کو شکست ہو اور اللہ کے حکم سے حق کا حق دنیا پر ظاہر ہو جائے اور باطل مٹ جائے کافروں کو شکست بھی ایسی ہوتی کہ ان کی جڑ ہی کٹ گئی ؛

جنگ بدر کی غرض

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ
تاکہ حق کردے حق کو اور جھوٹا کردے جھوٹ کو اگرچہ
كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ
ناپسند کریں گنہ گار جب فریاد کرنے لگے تم
رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ
اپنے رب سے پس جواب دیا اس نے تم کو کہ میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری
بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾
ساتھ ہزار کے فرشتوں میں سے آنے والے ایک دوسرے کے پیچھے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ
تاکہ سچ کو سچا کرے اور جھوٹ کو جھوٹا کردے اگرچہ
كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ
گنہ گار ناراض ہوں جب تم اپنے رب سے فریاد کرنے
رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ
لگے تو وہ تمہاری فریاد کو پہنچا کہ میں تمہاری مدد کو
بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾
ہزار فرشتے لگاتار آنے والے بھیجوں گا

يُحِقُّ (سچ کردے) مضارع ہے احقاق سے جو حق سے بنا ہے حق کے معنی ہیں سچی بات۔ سچ مراد یہ ہے کہ جو سچ ہے اس کا سچا ہونا ثابت ہو جائے۔

يُبْطِلُ (جھوٹ کردے) مضارع ہے ابطالٌ سے جو بطل سے بنا ہے بطل کے معنی ہیں جھوٹ۔ غلط۔

تَسْتَغِيثُونَ (تم فریاد کرنے لگے) مضارع کا صیغہ استغاثۃ سے ہے جو غوث سے بنا ہے۔ غوث کے معنی مدد اور استغاثۃ کے معنی مدد چاہنا یا طلب ہے کہ تم اپنی عاجزی کا اظہار کرکے اپنے رب سے مدد کے طالب ہوئے۔

اِسْتَجَابَ (فریاد قبول کی) ماضی کا صیغہ ہے استجابۃٌ سے جو جواب سے بنا ہے۔ جواب کے معنی مشہور ہیں۔

اِسْتِجَابَةٌ کے معنی ہیں جواب دینا۔ درخواست منظور کرنا۔ قریب قریب اسی معنی میں اجابۃٌ بھی آتا ہے۔

مُرْدِفِينَ (لگاتار آنے والے) اسم فاعل ہے۔ جو مُرْدِفٌ کی جمع ہے جو اِرْدَافٌ سے بنا ہے۔ ارداف کے معنی ہیں پیچھے آنا۔ ردف اور ردیف اس کو کہتے ہیں جو کسی کے پیچھے بیٹھا ہو یا چل رہا ہو۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ سوداگروں کا قافلہ تمہاری زد سے نکل جائے اور مکہ کے مسلح لڑنے والوں سے مقابلہ ہو۔ تاکہ اللہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے۔ اور تھوڑے سے نہتے مسلمان اپنے سے تگنے مسلح آدمیوں کو ماریں اور فتح پائیں تاکہ سچی بات دنیا میں آشکارا ہو جائے گو کافر اور مجرم لوگ کتنی ہی ناراضی ظاہر کریں اور ان کو اپنا شکست کھا جانا کتنا ہی گراں گذرے تم اپنے آپ کو ان کے مقابلہ کے قابل نہ سمجھتے تھے۔ اپنی تعداد کی قلت تمہیں پریشان کر رہی تھی تم نے اللہ کے آگے مدد کے لیے ہاتھ پھیلایا اور اللہ نے تمہاری درخواست منظور کی اور کہا کہ میں ہزار فرشتے تمہاری مدد کے لیے بھیجوں گا جو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں گے۔ فرشتے انسان کو دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن ان کا اثر دل پر فوراً پڑتا ہے۔ اور اطمینان کامل پیدا ہوتا ہے۔ آدمی کو مشکل کے موقع پر دعا کے بعد اگر اطمینان محسوس ہو اور پریشانی جاتی رہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ فرشتے اس کی مدد کر رہے ہیں۔

خوشی اور اطمینان

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ

اور نہیں بنایا اس کو اللہ نے مگر خوشخبری اور

لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ

تاکہ مطمئن ہوں اس کے ساتھ دل تمہارے اور نہیں مدد

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

مگر اللہ کی طرف سے یقیناً اللہ زبردست

حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

حکمت والا ہے

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ

اور یہ تو اللہ نے فقط خوش خبری دی تاکہ

لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ

تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد نہیں

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

مگر اللہ کی طرف سے ہے بے شک اللہ زور آور

حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع ۱۵

حکمت والا ہے

یہی آیت پہلے سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہے۔ وہاں بھی اس سے پہلے یہی ذکر تھا۔ کہ مسلمان اپنی تعداد کی کمی اور بے سروسامانی کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ اللہ ضعیفوں کی ہزار طریقے سے مدد کرسکتا ہے اور یہاں بھی اس سے پہلے یہی مضمون ہے کہ جب اپنے سے تگنے لوگوں سے مقابلہ آپڑا اور ساز و سامان کی بھی انتہائی کمی محسوس ہونے لگی۔ تو مسلمان بہت پریشان ہوئے۔ اپنی عاجزی اور بے بسی کی حالت کا اظہار اللہ کے سامنے کرنے لگے۔ ادھر سے ارشاد ہُوا۔ کہ تم اپنی تعداد کی کمی کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ میرے پاس فرشتوں کی کمی نہیں میں ہزار اور سورۃ آل عمران کی آیت میں ہے تین ہزار اور پانچ ہزار غرض جتنی ضرورت ہوا تنے فرشتے بھیج دوں گا۔ دونوں جگہ یہی کہا گیا ہے۔ کہ موقعہ پر تمہاری فرشتوں سے مدد کی جائے گی۔ اور دونوں جگہ اس کے بعد یہی آیت آتی ہے۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ فرشتوں کی مدد کی کیفیت سمجھانا مقصود ہے۔ فرشتوں کو ہر آدمی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا ہے۔ لیکن ان کا اثر آدمی کے دل پر پڑتا ہے۔ موقعہ پر دل کا مضبوط ہوجانا اور گھبراہٹ پریشانی کے بجائے اطمینان اور سکون پیدا ہوجانا غیبی مدد کی علامت ہے۔ جو فرشتوں کے ذریعے عمل میں آتی ہے۔ یہ اطمینان اور سکون ہی ایسی چیز ہے جس سے تھوڑے سے آدمی زیادہ آدمیوں پر غالب آجاتے ہیں یہی وہ قوت ہے جو ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی مدد ایک زبردست خوش خبری ہے۔ جس سے تمہارے دل مضبوط ہوں گے۔ اللہ کی مدد کی بے انتہا صورتیں ہیں۔ لیکن جس طرح کی مدد بھی ہو۔ ہوتی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اس نے قاعدہ مقرر کردیا ہے کہ جن کا ایمان پختہ ہوگا وہ ڈھل مل یقین والوں پر یقیناً غالب آئیں گے۔ مادی مدد ہر ایک کو اس کی کوشش کے مطابق اللہ کے دنیا میں مقرر کیے ہوئے قاعدوں کی رُو سے ملتی ہے۔ لیکن فتح و نصرت نہ اس ظاہری ساز و سامان پر موقوف ہے اور نہ لڑنے والوں کی تعداد پر بلکہ وہ دل کے اطمینان اور مضبوطی پر موقوف ہے۔ جو فقط اللہ پر ایمان لانے اور اس پر پورا بھروسہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ سب پر غالب ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے ؎

مدد کی صورتیں

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ

جب ڈال دی اس نے تم پر اونگھ تسکین کے لیے اپنی طرف سے

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً

اور اتارا تم پر آسمان سے پانی

لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ

تاکہ پاک کردے تم کو اس کے ساتھ اور دور کردے تم سے

رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ

پلیدی شیطان کی اور تاکہ باندھ دے تمہارے دلوں پر

وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

اور جمادے اس سے قدم

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ

جس وقت اس نے تم پر اونگھ ڈال دی اپنی طرف سے

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً

تسکین کے واسطے اور تم پر آسمان سے پانی اتار کر

لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ

تم کو پاک کردے اور تم سے شیطان کی نجاست

رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ

کو دور کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے

وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

اور اس سے تمہارے قدم جمادے

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ فرشتوں کی مدد تمہارے لیے بڑی خوش خبری ہے۔ تمہارے دلوں کے لیے باعث اطمینان ہے۔ یہ مدد کی وہ صورت خاص ہے جو فقط ایمان داروں کے لیے مخصوص ہے۔ ویسے مدد چاہے جس طرح کی ہو ہوتی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اسی میں ساری قوت ہے اور وہی مدد کرنے کی صورتوں اور ان کے موقع و محل سے پوری طرح واقف ہے۔ اس آیت میں ان صورتوں کا بیان ہے جن سے مسلمانوں کی جنگ بدر میں مدد کی گئی۔ یہ جنگ واقع میں ان کے لیے بہت ہی سخت آزمائش کا موقع تھا۔ ادھر تو تعداد کم ادھر دشمن تین گنا۔ پھر یہ نہتے اور وہ ہتھیاروں سے لیس۔ نکلے اس ارادہ سے کہ سوداگروں کا قافلہ لوٹ لیں گے۔ اور سر پر آ پڑی لڑائی۔ دشمن نے پہلے ہی اچھی جگہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ زمین ریتلی جس میں چلتے وقت پیر دھنستے۔ گرد و غبار کی پریشانی۔ پانی نہ پینے کو نہ ضروری نہانے دھونے کو۔ ان سب باتوں سے دل کا پریشان ہونا یقینی بات تھی شکست سامنے نظر آ رہی تھی۔ اللہ نے اپنی رحمت سے ان سب مشکلات کو دور کیا۔ زور کا مینہ برسا۔ ریت جم گئی۔ پینے، غسل اور وضو کے لیے پانی بہ فراط میسر آ گیا۔ گرد و غبار سب بیٹھ گیا۔ زمین پر قدم جمنے لگے۔ ان باتوں سے بے فکری ہوئی تو مسلمانوں پر غنودگی سی طاری ہوئی۔ ہوشیار ہوئے تو دل ہلکے نظر آئے۔ خوف و ہراس سب کافور ہوا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کی مدد کی خوشخبری سنائی۔ سب ہشاش بشاش ہو گئے۔ اس آیت میں یہی باتیں یاد دلائی ہیں۔

ارشاد ہے کہ وہ وقت یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے اونگھ بھیج کر تمہارے دل میں چین اور سکون پیدا کر دیا۔ آسمان سے مینہ برسایا تاکہ تم نہا دھو کر پاک صاف ہو۔ پانی سے تشنگی بجھاؤ۔ شیطانی وسوسے دلوں سے دور ہوں۔ دل مضبوط ہوں۔ زمین جم جائے اور پاؤں جمنے لگیں۔

فرشتوں کی مدد

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي
جب وحی بھیجی تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں
مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي
تمہارے ساتھ ہوں پس ثابت رکھو ان کو جو ایمان لائے عنقریب ڈالوں گا
فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
بیچ دلوں کے ان کے جو کافر ہوئے ڈر
فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا
پس مارو اوپر گردنوں کے اور چوٹ لگاؤ
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾
ان کی ہر پور پر

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي
جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں
مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي
تمہارے ساتھ ہوں سو تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو میں
فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
کافروں کے دل میں دہشت ڈال دوں گا
فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا
سو مارو گردنوں پر اور ان کی
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾
پور پور کاٹ دو

يُوحِي (وحی بھیجی) مضارع کا صیغہ ہے ایحاء سے جو وحی سے بنا ہے۔ وحی کے لغوی معنی دل میں ڈالنا، الہام کرنا، اشارہ کرنا، رسول کی طرف جو وحی ہوتی ہے۔ اس کی ایک خاص صورت ہے۔ باقی صورتوں میں اوپر کے معنوں میں سے کوئی نہ کوئی معنی مراد ہوتے ہیں۔ یہاں الہام مراد ہے۔

أَعْنَاق (گردنیں) عنق کی جمع ہے جس کے معنی گردن ہیں۔

فَوْقَ الْأَعْنَاقِ: گردنوں کے اوپر کے حصے میں یعنی سر اور چہرہ پر۔

بَنَان: انگلیوں کے پوروں کو کہتے ہیں۔ اور جوڑ کے معنی بھی آئے ہیں۔ یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ فوق الاعناق میں کھوپڑی، کنپٹی، ناک، کان، ٹھوڑی، جبڑا وغیرہ شامل ہیں۔ بنان میں بدن کے سارے جوڑ آ گئے یعنی انگلیوں کے جوڑ، کلائی، گھٹنے وغیرہ فوق الاعناق اور بنان پر مارنے سے ضرب کاری پڑتی ہے اور فوراً ہلاک کرتی ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے مسلمانوں کو دلیری اور بے باکی کے ساتھ کفار سے لڑنے کی ہدایت کی گئی ہے اور لڑائی کا خاص طریقہ سکھایا ہے۔ اس آیت کے دو حصے ہیں۔

پہلے حصے میں کہا گیا ہے۔ کہ تیرے رب نے اس لڑائی کے لیے خاص تدبیریں کر دی ہیں۔ فرشتوں کو بھیج کر ان کو ہدایت کر دی ہے کہ تمہارا کام مسلمانوں کے دلوں کو قوی کرنا ہے۔ تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے دل بڑھاؤ اور شیطان جو وسوسے ڈال کر ان کے دل میں خوف و ہراس پیدا کر رہا ہے۔ اسے دور کرو۔ اور فتح و نصرت کی خوشخبری دو۔

دوسرے حصے میں مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ میں کافروں کے دل میں تمہارا رعب بٹھائے دیتا ہوں تم بے دھڑک ان کے بدن کے ان حصوں پر وار کرو جس سے وہ فوراً یا تو مر جائیں یا ان کا بدن حرکت کے قابل ہی نہ رہے:۔

فسادیوں کی یہی سزا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے لڑائی ٹھانی اللہ اور اس کے رسول سے
وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ
اور جو سرتابی کرے خلاف اللہ کے اور اس کے رسول کے تو یقیناً
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ
اللہ سخت سزا دینے والا ہے تو تم
فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ
اس کو ابھی چکھو اور یقیناً کافروں کے لیے
عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾
عذاب ہے دوزخ کا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
یہ اس واسطے ہے کہ وہ اللہ کے اور اس کے رسول کے مخالف ہوئے
وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ
اور جو اللہ کا اور اس کے رسول کا مخالف ہو تو بے شک
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ
اللہ کا عذاب سخت ہے یہ تو تم
فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ
چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں کے لیے
عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾
دوزخ کا عذاب ہے

شَآقُّوْا (اختلاف کیا) ماضی ہے اور اس کا مضارع یُشَاقِقُ ہے جو اسی آیت میں موجود ہے۔ ان دونوں ماضی اور مضارع کا مصدر مشاقہ ہے جو شق سے بنا ہے اور اسی سے شقاق بھی بنا ہے جو پارہ الٓمٓ کے آخری رکوع میں آچکا ہے۔ شق اور شقاق کے معنی جدا کر دینے اور جدائی کے ہیں۔ ٹکڑے کر دینا، پھاڑ دینا بھی اس کے معنی ہیں۔ مشاقہ کے معنی ہیں ایک دوسرے سے الگ ہونے کی جد و جہد کرنا۔ مراد یہ ہے کہ جو اللہ سے لڑائی ٹھانے گا اللہ اسے سخت مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

پچھلی آیت میں وعدہ کیا گیا تھا کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ ایمان والوں کی ہمت بڑھائیں اور پھر حکم دیا تھا کہ کافروں کے سروں اور جوڑوں پر مار کرو۔ اس آیت میں اس قدر سختی سے مارنے کی وجہ بتائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے۔ اس لیے اے ایمان والو اللہ نے تمہیں ان پر مسلط کر دیا ہے اس واقعہ کی بابت جو احادیث وارد ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی وار کسی کافر پہ اس لڑائی میں شاذ و نادر ہی خالی گیا ہو گا۔ اور اکثر حملہ کرنے والوں نے بتایا ہے کہ ہم نے مارنے کے لیے ابھی ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اتنے میں کافر کا سر زمین پر گر بھی پڑا۔ گویا مارنے کے بجائے مارنے کا اشارہ ہی مخالف کا کام تمام کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس کی وجہ مسلمانوں کا رعب اور فرشتوں کی مدد تھی۔

آگے کافروں سے خطاب ہے کہ یہ تو تمہارے لیے دنیا کی ذلت، رسوائی اور مصیبت ہے جو تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے تم پر نازل ہوئی ہے چکھو اور اپنے نصیبوں کو روو۔ اس کے بعد جب قیامت میں فرمانبرداروں کو انعام ملے گا تو تمہارے لیے حکم ہو گا کہ انہیں کھینچ کر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔ جو کافروں کے لیے ہم نے تیار کر رکھی ہے۔ معاذ اللہ۔

میدان سے مت بھاگو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ
اے ایمان والو جب تم کافروں سے میدان جنگ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ
میں بھڑ جاؤ تو ان سے پیٹھ مت
الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
پھیرو اور جو کوئی ان سے اس دن
دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا
پیٹھ پھیرے مگر یہ کہ ہو داؤ لگاتا ہو لڑائی کا یا
اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ
جا ملتا ہو فوج میں سو وہ اللہ کا غضب لے کر
وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾
اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ
الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا
اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

زحفًا (لڑائی کو) زحف کے معنی لڑنے کے لیے آگے بڑھنا یہاں مراد ہے لڑنے کے ارادے سے آگے بڑھنا۔

متحرفاً (داؤ لگاتے ہوئے) اس کا مصدر تحرّف ہے جو حرف سے بنا ہے۔ حرف کے معنی کنارے اور ایک طرف کے ہیں۔ تحرّف کے معنی ہیں۔ اس طرف یا اس طرف ہٹنا۔ یعنی داؤ بدلنے کے لیے آگے پیچھے دائیں بائیں ہٹنا۔ اسی کو پینترا بدلنا بھی کہتے ہیں۔

فئۃ (جماعت۔ گروہ) یہاں اس سے مراد بڑا لشکر ہے یعنی چھوٹی سی جماعت جو بھاگ کر بڑے لشکر میں جا ملے۔

ایمان والوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب لڑائی ہو رہی ہو۔ اور دونوں فریق آپس میں بھڑنے کے لیے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہوں تو اس موقعہ پر لڑائی سے جان بچا کر موت کے خوف سے بھاگنا نامردی ہے۔ ایسا تم ہرگز مت کرنا کہ لڑائی کے میدان میں خوف کے مارے پیٹھ دکھاؤ اور دشمنوں کے ڈر سے بھاگ جاؤ۔

ارشاد ہے کہ جو اللہ پر ایمان لا چکے ان کو اپنے مخالفوں سے مقابلہ کے وقت ڈر کر بھاگنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ جب لڑائی کرنی ہی پڑ گئی۔ تو مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیئے۔ بھاگنے کے کیا معنی۔ جو شخص ایسے موقعہ پر بھاگے گا وہ گنہ گار ہوگا۔ پیٹھ موڑ کر بھاگنا فقط دو موقعوں پر جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ لڑنے کے وقت کوئی داؤ کیا جائے۔ اور پینترا بدل کر وار کرنا مقصود ہو تو جس طرف چاہے ہٹ سکتا ہے۔ یا چھوٹی سی جماعت ہے اور بڑی جماعت سے مل جانا ہے۔ اور بڑا لشکر کسی قدر دور ہے تو یہ جماعت مقابلہ سے بھاگ کر بڑی جماعت کے اندر پناہ لے سکتی ہے ورنہ اور کسی حالت میں مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں۔ ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔ جو بھاگے گا وہ اللہ کے غضب کا سزاوار ہوگا۔ دنیا میں ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کریگا۔ اور آخرت میں اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جو بہت بری جگہ ہے۔

جو کیا اللہ نے کیا

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪

پس انہیں نہیں قتل کیا تم نے اور لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور نہیں پھینکا تو نے جب پھینکا تو نے اور لیکن اللہ نے

رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ

پھینکا اور تاکہ کرے وہ مومنوں پر اپنی طرف سے

بَلَاۤءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

احسان اچھا تحقیق اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

جاننے والا ہے

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪

سو تم نے ان کو نہیں قتل کیا لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور تو نے مٹھی بھر خاک جس وقت پھینکی تو تو نے نہیں بلکہ

رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ

اللہ نے پھینکی اور تاکہ ایمان والوں پر اپنی

بَلَاۤءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

طرف سے خوب احسان کرے بے شک اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

جاننے والا ہے

بَلَاۤءً: آزمائش۔ اس کے اصلی معنی آزمائش کے ہیں لیکن آزمائش خوشحالی سے بھی ہوتی ہے اور بدحالی سے بھی۔ اس لیے یہ احسان انعام اور مصیبت دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق پہلے گذر چکی ہے۔

لِيُبْلِيَ: تاکہ احسان کرے۔ اس کے پہلے لام ہے اس کے معنی ہیں تاکہ۔ یُبلی مضارع کا صیغہ ہے۔ ابلاءٌ سے جو بلاء سے بنا ہے جس کے معنی اوپر بیان ہوئے۔ ابلاء کے معنی ہیں بلا نازل کرنا جس کے معنی یہاں احسان کے ہیں یعنی احسان کرنا۔

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ و حکم سے مسلمانوں کو بدر کے موقع پر اپنے سے تگنے کافروں کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا تاکہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے اور کافروں کو ان مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھ سے شکست دے۔ اس غرض کے لیے اس نے کافروں کے دل میں مسلمانوں کی دہشت بٹھا دی۔ فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے روانہ کیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ کافروں پر بے دھڑک وار کرو وہ تم سے آج دبے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی کیا مجال جو کچھ کر سکے۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ مسلمانوں نے کافروں کو قتل کیا اس لیے کہ اللہ چاہتا تھا کہ وہ قتل ہوں۔ لڑائی جس وقت زوروں کی ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک کی بھر کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (بگڑ گئے ان کے چہرے) وہ خاک کافروں کے منہ پر لگی اور سان کے دل ٹوٹ گئے۔

ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! تم تو کافروں کو کیا قتل کرتے ان کو تو ہم نے قتل کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تو نے خاک کی مٹھی جو کافروں کی طرف پھینکی تھی وہ تو نے نہیں اصل میں اللہ نے پھینکی تھی۔ اور اسی وجہ سے اس کا اثر ایسا ہوا کہ ان کی جان پر بن گئی۔ کیوں کہ اللہ کو منظور تھا کہ اس لڑائی میں مسلمان جیتیں اور ان کو دنیا میں عزت اور غلبہ حاصل ہو۔

اللہ مومنوں کے ساتھ ہے

ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ

یہ تو ہو چکا اور بے شک اللہ سست کرنے والا ہے تدبیر

الْكٰفِرِيْنَ ⑱ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ

کافروں کی اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو تو

جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ

آ چکا ہے تمہارے پاس فیصلہ اور اگر رک جاؤ تو وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ

بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر تم نے پھر کیا تو ہم بھی یہ پھر کریں گے

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ

اور ہرگز نہیں آئے گا کام تمہارا جتھا کچھ اگرچہ

كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑲

زیادہ ہو اور سنو اللہ ساتھ مومنوں کے ہے

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ

یہ تو ہو چکا اور جان لو کہ اللہ سست کر دے گا

الْكٰفِرِيْنَ ⑱ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ

کافروں کی تدبیر اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارے

جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ

پاس فیصلہ پہنچ چکا اور اگر باز آؤ تو تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ

لیے بہتر ہے اور اگر پھر یہی کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کریں گے

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ

اور تمہارا جتھا تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اگرچہ بہت

كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑲ ع ۹ ۱۶

ہو اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے

ذٰلِكُمْ (وہ) اسم اشارہ ہے مخاطب ایک جماعت ہے اس لیے ضمیر جمع مخاطب كُمْ اُس پر اضافہ کی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تو ہو چکا ہے اب اس کے آگے اور سنو۔

مُوْهِنُ (سست کرنے والا) اسم فاعل ہے ایہان سے جو وہن سے بنا ہے۔ وہن کے معنی ضعف سستی۔ ایہان ضعیف کر دینا۔

تَنْتَهُوْا (باز آؤ تم) مضارع کا صیغہ ہے اس کا مصدر انتہا ہے جس کے معنی حد پر پہنچ جانا۔ ختم ہو جانا۔ رک جانا۔ یہ نہایۃٌ سے بنا ہے جس کے معنی انجام اور آخر کے ہیں۔

ارشاد ہے کہ تم نے دیکھا اللہ نے کفّار کے سارے منصوبے ملیا میٹ کر دیئے اور جیسے تم نے اس وقت اس کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ دیکھا ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی ان کی تمہارے خلاف سب تدبیریں خاک میں ملا دی جائیں گی۔

آگے کافروں سے خطاب ہے کہ تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو یہ فیصلہ تمہارے سامنے ہے۔ آج تم ذلیل ہوا اور مسلمانوں کو تم پر غلبہ حاصل ہے اور یہ تو اس دنیا کی سزا ہے۔ اس کے بعد جب مر کے دوبارہ اٹھو گے تو وہاں کی سزا الگ بھگتنی پڑے گی۔ اب اگر تم اپنی شیطنت سے باز آجاؤ تو خیر ورنہ اگر پھر شرارت پہ کمر باندھی تو پھر تمہاری اسی طرح خبر لی جائے گی۔ یہ مت سمجھنا کہ تم اپنے حمایتیوں کے بل بوتے پر کود تے پھرو گے وہ اگر بہت زیادہ بھی ہوں تب بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ ادھر یہ یاد رکھو کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے اور ان کی مدد کا وعدہ کر چکا ہے ؛

اللہ اور رسول کی اطاعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کہنا مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور مت پھرو اس سے جب کہ تم سن چکے ہو اور مت ہو ویسے جنہوں نے کہا سنا ہم نے حالانکہ وہ نہیں سنتے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾

اے ایمان والو اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن کر اس سے مت پھرو اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں

:: پچھلی آیت میں کافروں سے صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ تمہیں دنیا ہی میں تمہاری سرکشی کا کچھ کچھ مزہ چکھا دیا گیا ہے۔ اب تم اپنی شیطنت سے باز آ جاؤ تو دنیا میں کچھ دن زندگی بسر کر لوگے۔ اور اگر شرارت سے باز نہ آئے تو پھر تمہارے لیے یہی سزا تیار ہے اور آخر میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔ اب اس آیت میں مومنوں سے کہا گیا ہے کہ تمہارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے تاکہ تم اللہ کی اس عنایت کے مستحق بن سکو اور اللہ تمہارا ساتھی اور مددگار رہو۔

ارشاد ہے کہ دیکھو ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ کی آیتیں تمہارے سامنے شب و روز پڑھی جاتی ہیں اور تم ان کو سنتے ہو۔ ایسا نہ کرو کہ ان کو سن کر ان سے منہ پھیر لو۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جو تمہیں اللہ سے غافل کرنا اور اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے بہکاوے میں آکر ان آیتوں کی طرف سے منہ مت پھیر لینا۔ کیونکہ ر کے سوا اور کہیں سے تمہیں ہدایت نہیں مل سکتی۔ دیکھو تم سے پہلے ایسی قومیں گذری ہیں بلکہ خود تمہارے اندر بھی ایسے لوگ اس وقت موجود ہیں جو قرآن مجید کو اور رسول کے فرمان کو سن سن کر زبانی تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا لیکن وہ دل سے ان کے خلاف چلنے پر تلے ہوتے ہیں۔ تم ہرگز ان جیسے مت بنو۔ یہ لوگ سنتے ہوئے بہرے ہیں۔ انہوں نے دل میں ٹھان لی ہے کہ اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر ہرگز نہ چلیں گے۔ اور قرآن کی آیتوں کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سُن ضرور لیں گے لیکن عمل ان کے خلاف کریں گے یہ لوگ سننے کا اقرار زبانی کر لیتے ہیں لیکن توجہ سے نہیں سنتے۔ اس لیے ان کا سننا نہ سننا برابر ہے۔ تمہیں ایسا نہ ہونا چاہیئے۔

یہ رکوع شروع سے لے کر آخر تک نہایت قیمتی نصیحتوں سے بھرا ہوا ہے۔ مسلمان اگر ان باتوں پر جو انہیں اس رکوع میں بتائی گئی ہیں۔ سچے دل سے عمل کریں تو وہ دنیا میں کبھی پست اور ذلیل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔ یہ وہ بیش بہا خزانہ ہے جس پر قبضہ رکھنے والے نہ کبھی کسی کے محتاج ہو سکتے ہیں اور نہ کفش بردار۔

بدترین مخلوق

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ
بے شک بدترین جلنے پھرنے والے نزدیک اللہ کے
الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ (۲۲)
بہرے گونگے جو نہیں سمجھتے
وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ
اور اگر جانتا اللہ ان میں بھلائی تو ضرور سنا دیتا ان کو
وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ (۲۲)
اور اگر وہ ان کو سنا دے تو وہ ضرور پھر جائیں درآنحالیکہ وہ منہ پھیرنے والے ہیں

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ
بے شک اللہ کے نزدیک سب جانداروں میں بدتر
الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ (۲۲)
بہرے گونگے ہیں جو سمجھتے نہیں
وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ
اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو ان کو سنا دیتا
وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ (۲۳)
اور اب اگر ان کو سنا دے تو ضرور منہ پھیر کر بھاگیں

دَوَابّ: (چلنے پھرتے) دابۃ کی جمع ہے۔ یہ لفظ سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے ہر جاندار جو چل پھر سکتا ہے دابۃ کہلاتا ہے۔

الصُّمُّ الْبُكْمُ: (بہرے، گونگے) الصُّمُّ اصم کی اور البُکْمُ، اَبْکَمُ کی جمع ہے۔ یہ دونوں لفظ سورۃ البقرۃ میں گذر چکے ہیں۔

مُعْرِضُوْنَ: (منہ پھیرنے والے) اسم فاعل معرض کی جمع ہے۔ جس کا مصدر اعراض اور مادہ عرض ہے۔ عرض کے معنی کنارے کے ہیں۔ اعراض ایک طرف ہٹ جانا۔

اس سے پہلے ارشاد ہوا تھا کہ تمہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی چاہیئے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے جو سنتے ہیں مگر مانتے نہیں۔ اس آیت میں اسی کو اور زور دے کر بیان کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب جانداروں میں بدتر وہ جاندار ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں سے ٹھیک کام جیسا لینا چاہیئے نہیں لیتے اس نے کان اس لیے دیے تھے کہ اچھی باتیں سنیں۔ زبان اس لیے دی تھی کہ اس سے حق کا اظہار کریں اور جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں۔ دل و دماغ اس لیے دیئے تھے کہ جو کچھ سنا اور پوچھا ہے اس سے مفید نتیجے اخذ کریں۔ جن لوگوں نے کان، زبان، عقل اور فکر سے یہ کام نہیں لیے جو ان کے لیے اللہ نے مقرر کیے ہیں وہ بالکل گئے گذرے لوگ ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے تو اچھے بھلے کان دیئے تھے۔ لیکن یہ شخص جان بوجھ کر بہرہ بن گیا۔ زبان دی تھی۔ لیکن گونگا بن گیا۔ اس ڈھٹائی کی وجہ سے ان میں اچھی باتیں سننے سمجھنے کی قابلیت ہی نہیں رہی اس لیے ان کو سنانا بے کار ہے اور ایسی حالت میں اگر سنایا بھی جائے تو سوا اس کے کہ وہ اس سے منہ پھیر کر چل دیں ان سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔

یہاں سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ انسان جب اپنی اچھی قوتوں کو بیکار کر لیتا ہے۔ اور ان سے ٹھیک کام نہیں لیتا تو اللہ اس کو سیدھی راہ دکھانا چھوڑ دیتا ہے اور اس کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ ایمان والے تو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان توجہ سے سنتے ہیں:۔

زندگی کا پیغام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو بات مانو اللہ کی
وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ
اور رسول کی جب بلاوے وہ تم کو واسطے اس کے جو زندہ کرے تم کو
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ
اور جان لو کہ اللہ حائل ہو جاتا ہے درمیان
الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ
آدمی کے اور اس کے دل کے اور یہ کہ اسی کی طرف
تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
تم اکٹھے کیے جاؤ گے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ
اے ایمان والو اللہ کا اور اس کے رسول کا
وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ
کا حکم مانو جس وقت وہ تم کو اس کام کے لیے بلاتے
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ
جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ آدمی کو
الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ
اس کے دل سے روک لیتا ہے اور یہ کہ
تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
اسی کے پاس جمع ہو گے

اِسْتَجِيْبُوْا (بات مانو) اِستجابۃٌ سے امر کا صیغہ ہے۔ اسی مصدر سے ماضی کا صیغہ اِستجاب اسی سورت کے پہلے رکوع میں آچکا ہے وہاں دیکھیں۔

يُحْيِيْكُمْ (جلائے تمہیں) اِحیَا سے مضارع کا صیغہ ہے اس کا مصدر احیاء ہے جس کے معنی جلانا، زندہ کرنا ہیں۔ یہ حیات سے بنا ہے۔

يَحُوْلُ (بیچ میں آجاتا ہے) حول سے مضارع ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں یہاں دو چیزوں کے بیچ میں حائل ہونا مراد ہیں۔

اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول کا کہنا ماننے کے لیے کہا گیا ہے اور یہی معنی اسلام کے ہیں۔ یقیناً اللہ اور رسول انہیں باتوں کا حکم دیتے ہیں جس میں انسان کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ کا حکم اور اس کے رسول کا حکم ایک ہی بات ہے۔ کیونکہ رسول ایسی کسی بات کا حکم نہیں دیتے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو اس حکم کے ماننے کے دو نتیجے یقینی ہیں۔ ایک یہ کہ اسے دنیا میں عزت نصیب ہوگی۔ دوسرے یہ کہ آخرت میں ہمیشہ آرام و راحت سے بسر کرے گا اور یہی وہ زندگی ہے جس کی طرف اللہ کا رسول دعوت دیتا ہے۔

ارشاد ہے کہ جب تم ایمان کا اقرار کر چکے تو اب رسول کے کہنے پر چلے چلو۔ دونوں جہان میں کامیابی یقینی ہے۔ اوّل تو جو وہ کہتے ہیں انسانی عقل بہ آسانی سمجھ سکتی ہے کہ وہی انسان کے لیے بہترین رستہ ہے۔ لیکن اگر کسی کی سمجھ میں اتنی بات نہ آوے تب بھی رسول کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھے اور اپنے سے بہتر عقل والوں کے کہنے سے مان لے کہ یقیناً اسی میں بہتری ہے جو آدمی رسول کے حکم میں پس و پیش کرے گا اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس شک و شبہ کی شامت سے اس کا دل ایمان سے نہ پھر جاوے۔ انسان کا دل سراسر اللہ کے قبضہ میں ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ جدھر چاہے انسان کا دل پھیر سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ شک و شبہ کی شامت سے اللہ تمہارا دل راہ راست سے پھیر دے۔ پھر ایک دن تم سب اس کے سامنے اکٹھے ہو گے اور تمہارے اوپر واضح ہو جائے گا کہ شک و شبہ اور اللہ کے حکم ماننے میں سستی اور کاہلی کس قدر تباہ کرنے والی چیزیں تھیں۔

کریں تھوڑے بھریں سب

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ
اور بچو فساد سے جو نہ پہنچے گا ان کو
ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے فقط اور جان لو کہ
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾
اللہ سخت ہے عذاب دینے میں

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ
اور بچتے رہو اس فساد سے کہ تم میں خاص ظالموں ہی
ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
پر نہیں پڑے گا اور جان لو کہ
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾
اللہ کا عذاب سخت ہے

اس آیت میں ایک بڑے کام کی بات بتائی ہے خلاصہ یہ کہ برے کاموں کا وبال فقط کرنے والوں ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں تک پہنچتا ہے اس لیے ان سے بہرحال پرہیز کرنا چاہیئے اس سے ہمیں دو سبق حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ کسی شخص سے نادانی کی بنا پر تنہائی میں کوئی بُرا کام ہو جائے تو اس سے چپکے ہی چپکے توبہ کرے، اللہ سے معافی مانگے اور پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ یہ کام کبھی نہ کروں گا۔ اگر وہ اپنی توبہ اور آئندہ نہ کرنے کے ارادے میں سچا ہے تو اللہ اس کو بخش دیگا ایسے کاموں کا کسی سے ذکر نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کسی کے دل میں بھی ویسا ہی کام کرنے کا خیال آجائے یا خود اسی کو اقرار کی وجہ سے سزا مل جائے۔ وہ اپنا معاملہ فقط اللہ کے ساتھ رکھے کیونکہ وہی اس کو دیکھ رہا تھا۔

۲۔ کھلم کھلا گناہ سے آپ بھی بچے اور دوسروں کو بھی بچائے۔ کیونکہ اگر کوئی گناہ کسی کی وجہ سے پھیل گیا تو اس کی سزا سب کو ملے گی۔ اور عذاب آیا تو سب پر آئے گا۔ کرنے والے پر تو اس کے کرتوت کی وجہ سے اور نہ کرنے والوں پہ اس لیے کہ انہوں نے اسے روکا کیوں نہیں اس لیے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی برائی نہ کرے اور دوسروں کو بھی روکے

یہاں سے صاف یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ جن لوگوں کا دوسروں پر اثر پڑتا ہو مثلاً ماں باپ، استاد، پیر، قائد، مولوی، واعظ وغیرہ ان کو خاص طور پر گناہوں سے اور بُرے کاموں سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ لوگ وہی کام کریں گے جو انہیں کرتے دیکھیں گے۔ ان کے سمجھانے کا وہ یہ جواب دیں گے کہ آپ بھی تو کرتے ہیں پھر ہمیں کیوں روکتے ہیں۔ اس لیے واعظوں، پیروں، استادوں وغیرہ کو بڑی احتیاط سے زندگی بسر کرنی پڑتی ہے تاکہ لوگ ان کا بہانہ کر کے غلطیوں میں نہ پھنس جائیں۔

اس آیت میں بڑی سخت دھمکی ہے۔ ارشاد ہے کہ دیکھو احتیاط سے چلو ورنہ بُرے کاموں کی وجہ سے عذاب آیا تو کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں اسے بھگتیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ کا عذاب اور اس کی گرفت بڑی سخت ہے، اس لیے ایسا انتظام کرو۔ کہ لوگ برائی کے پاس جاتے ہوئے بھی ڈریں ورنہ تھوڑے لوگوں نے بھی برائی کی تو اس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑے گا۔

جن لوگوں کی وجہ سے بُری رسمیں جاری ہوتی ہیں یا جاری ہونے کا خوف ہوتا ہے انہیں چاہیئے کہ وہ اس آیت کو بار بار پڑھیں؛

اللہ کا شکر کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ
اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے ضعیف سمجھے جاتے تھے
فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ
زمین میں ڈرتے تھے کہ اُچک لے جاویں تم کو
النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ
لوگ پس ٹھکانہ دیا تم کو اور طاقت دی تم کو اپنی مدد سے
وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ
اور رزق دیا تم کو ستھری چیزوں سے تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
شکر کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے ملک میں مغلوب پڑے ہوئے ڈرتے تھے کہ تم کو لوگ اچک لیں پھر اس نے تم کو ٹھکانہ دیا اور تم کو اپنی مدد سے قوت دی اور تم کو ستھری چیزیں روزی دی تاکہ تم شکر کرو

مُسْتَضْعَفُوْنَ (کمزور) اِسْتِضْعَاف سے اسم مفعول ہے اور مُسْتَضْعَفٌ کی جمع ہے۔ جو ضعف سے بنا ہے۔ ضعف کمزوری کو کہتے ہیں۔ استضعاف کے معنی ہیں کمزور کر دینا، دبا دینا۔ مستضعف وہ شخص جس کو کمزور کر دیا جائے، یا سمجھا جائے۔

يَتَخَطَّفَ (اُچک لے) تخطف سے مضارع ہے جو خَطْفٌ سے بنا ہے۔ خطف کے معنی ہیں جھپٹا مارنا۔ اچک لینا۔ تخطف کسی چیز کو جھپٹ کر لے جانا جیسے چیل لے جاتی ہے۔

اٰوٰی: ایواء سے ماضی ہے۔ اس کا مادہ ء۔ و۔ ی ہے جس سے ماوٰی بنا ہے جو ایک مشہور لفظ ہے اور ٹھکانے کو کہتے ہیں۔ ایواءٌ کے معنی ہیں کسی کے لیے ٹھکانا مہیا کرنا۔ ٹھہرنے کی جگہ دینا۔

ارشاد ہے کہ اس بات کو ہمیشہ دھیان میں رکھو کہ شروع میں تم کل ایک مٹھی بھر آدمی تھے۔ سامان بھی کچھ تمہارے پاس نہ تھا۔ تمہیں ہر وقت یہ ڈر رہتا تھا کہ اگر یہ لوگ ہم پہ پل پڑے تو تکا بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔ اور پنجوں میں دبا دبا کر اڑا لے جائیں گے۔ اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھو کہ تمہارے لیے مدینہ میں ایک مضبوط اور مستقل ٹھکانا مقرر کیا اور وہاں کے لوگوں کے دلوں میں تمہاری الفت اور محبت ڈال دی۔ اور انہوں نے تمہیں بھائی بنا کر بلکہ بھائی سے بھی زیادہ عزیز رکھا۔ پھر بدر کے موقعہ پہ اپنی خاص مدد بھیج کر تمہیں قوت اور طاقت دی۔ تمہارے دشمنوں کو ہمیشہ کے لیے زیر کر دیا۔ ان کا مالِ غنیمت اور فدیہ کی شکل میں تمہیں دلوایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال ستھری چیزیں عطا کیں اور اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔

قرآن مجید میں ان سب باتوں کو ہمیشہ کے لیے درج کرنے سے مطلب یہ ہے کہ مسلمان انہیں ہر وقت یاد رکھیں اور اللہ کے شکر گزار بندے بنے رہیں اور ہمیشہ اس کے حکم پر چلیں۔

خیانت مت کرو (۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خیانت مت کرو اللہ

وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ

اور رسول کی اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں حالانکہ تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

جانتے ہو اور جان لو حقیقت یہ ہے کہ تمہارے مال

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ

اور تمہاری اولاد خرابی کا باعث ہیں اور یہ کہ اللہ کے پاس

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

ثواب ہے بڑا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ

اے ایمان والو اللہ اور رسول کی خیانت مت کرو اور اپنی

وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ

امانتوں میں خیانت مت کرو حالانکہ تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

جانتے ہو اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ

خرابی میں ڈالنے والے ہیں اور یہ کہ اللہ کے

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ۹

پاس بڑا ثواب ہے

لا تخونوا: مت خیانت کرو۔ نہی کا صیغہ ہے جو خونٌ سے بنا ہے اور اسی سے لفظ خیانت نکلا ہے۔ جو عام طور پر مستعمل ہے دوسری جگہ فقط تخونوا آیا ہے۔ لیکن وہی لا جو پہلے تخونوا پر ہے۔ یہاں بھی لگے گا۔ دونوں جگہ اس کے معنی خیانت مت کرو ہیں۔ خیانت کا مفہوم ہے اپنے ذمہ کو پورے طور پر نہ ادا کرنا۔ اپنے فرض میں کوتاہی کرنا۔

امٰنٰت: امانت کی جمع ہے۔ سورۃ النساء میں یہ لفظ گذر چکا ہے۔ جہاں حکم دیا تھا کہ امانتیں ان کے مستحقوں کو ادا کرو۔ امانت ہر وہ چیز یا بات ہے جو کسی کے ذمہ میں ڈال دی جائے اور کہہ دیا جائے کہ جب موقعہ آئے تو اس کو جوں کی توں جسے دینا چاہیئے دے دینا یا پوری کر دینا۔

فتنۃ: ہر چیز، بات یا عادت جو کسی خرابی کا باعث ہو فتنہ ہے۔ اس سے اس طرح کام لینا چاہیئے کہ اس کی خرابی سے بچ کر اس کا فائدہ حاصل ہو جائے۔

یہ آیت اسلام کے تمام تمدنی قوانین کا سرچشمہ ہے۔ اس میں دو باتوں کی ہدایت ہے:

پہلی یہ ہے کہ قانون کی ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے پیروی کرو۔ ظاہری و باطنی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے سامنے کوئی کام نہ کرو جس میں قانونی گرفت ہو۔ باطنی پیروی یہ ہے کہ تنہائی میں بھی کوئی ایسا کام نہ کرو جس کی قانون اجازت نہیں دیتا۔ قانون کی باطنی پیروی کو اس آیت کے پہلے حصہ میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ اور رسول کی خیانت مت کرو اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دین اسلام کے قانون اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں اور وہ ہر وقت تمہارے ہر کام کو دیکھتا ہے اور تنہائی میں بھی وہ تمہارے ساتھ ہے اس لیے اس کے احکام کے خلاف تنہائی میں بھی کچھ نہ کرو۔ ورنہ بگڑ جاؤ گے۔ دوسرے حصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قانون کی ظاہری پابندی احتیاط کے ساتھ کرو کسی کا حق مت دباؤ۔ ہر چیز یا کام اسی کے سپرد کرو جس کا وہ مستحق ہے۔

خیانت مت کرو (ب)

جب قانون کا احترام کرنا سیکھ لیا۔ اور اللہ رسول کے حکم کو تسلیم کر لیا۔ تو پھر اور خیال کرنا چاہیئے کہ امانت میں خیانت نہ ہو۔ اگر امانت اور خیانت کے معنوں پر جو اوپر بیان کیے گئے غور کر لیا گیا ہے۔ تو اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔ امانت انسان کی وہ صفت ہے جس سے ایک دوسرے کے اوپر اعتماد اور بھروسہ پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کو دوسرے کی بابت یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مجھے کبھی دھوکا نہ دے گا اور میرے ساتھ برائی نہ کریگا نہ میرے سامنے اور نہ میرے پیٹھ پیچھے۔ اکٹھے رہنے میں ہر ایک انسان کا یہ پہلا فرض ہے کہ دوسرے کے دلوں میں اپنے اوپر اعتماد کرنے کا جذبہ پیدا کرے یعنی لوگوں میں اپنا اعتبار قائم کرے جس شخص کا اللہ پر اور رسول پر ایمان ہوگا اور ظاہر اور باطن دونوں میں اس کے احکام کی پابندی خلوص کے ساتھ سچے دل سے کرے گا۔ عمل کے اندر دین کی شرع یعنی مقرر کیے ہوئے قانون کا خیال لازمی طور پر ہوگا۔ اور دل کے اندر اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر برائی کے منصوبوں اور برے خیالات تک سے بچے گا اسے اپنی امانت کا خیال لازمی طور پر ہوگا۔ شرع کی پابندی کا نام دین ہے۔ دین کو قبول کرتے ہی انسان نے اللہ سے عہد کر لیا کہ میں دل و جان سے آپ کے حکموں کی تعمیل کروں گا۔ جو آدمی اپنے دیندار ہونے کا اقرار کرے لیکن اس کو یہ احساس نہ ہو کہ اس اقرار کے ساتھ اس نے اللہ سے اس کے حکم بردار ہونے کا عہد بھی کر لیا ہے۔ وہ حقیقت میں دیندار نہیں کیونکہ دیندار کو ساتھ ہی اس عہد کا احساس ہونا ضروری ہے۔ دین کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس طرح رہو کہ لوگ تمہارا ہر وقت، ہر کام میں اعتبار کریں اور اس سے بالکل بے خوف ہو جائیں کہ تم انہیں کسی وقت دھوکا دے سکتے ہو۔ یہ ایمان کی نشانی ہے اور جو شخص اس طرح رہتا ہے وہ ایماندار ہے یہ اعتبار کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟ اس طرح کہ آدمی جان بوجھ کر امانت میں خیانت کبھی نہ کرے۔ ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں جن سے واضح ہوگا کہ امانت کیسے کہتے ہیں اور اس میں خیانت کس طرح ہوتی ہے۔

۱۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر رہے تو یہ دوسرا آدمی اس سے توقع رکھتا ہے کہ یہ مجھے نہ ستائے گا نہ دھوکا دے گا۔ اور نہ میری بابت سنی سنائی باتوں کا یقین کرے گا۔ جب تک اسے تجربہ سے نہ معلوم ہو جائے کہ میں واقعی برا ہوں۔ اس دوسرے شخص کی یہ توقع پہلے شخص کے پاس ایک امانت ہے اگر وہ اس توقع کے خلاف کام کرے گا تو خیانت کا مرتکب ہوگا۔

۲۔ سوسائٹی ہر شخص سے توقع کرتی ہے کہ وہ کسی کام کے لیے انتخاب کے وقت اسی شخص کے حق میں ووٹ دے گا جسے وہ سچ مچ اس کام کے کرنے کا اہل سمجھتا ہے اگر اس توقع کو کوئی پورا نہ کرے گا تو وہ خیانت کا مجرم ہوگا۔

۳۔ ہر شخص سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ عدل و انصاف کے وقت اپنے مال اولاد تک کا لحاظ نہ کرے گا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خیانت کرتا ہے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ امانت میں خیانت کا باعث مال کی طمع یا اولاد کی محبت ہے۔ اس محبت کو اپنی کوشش سے اس کا باعث نہ ہونے دو۔ اللہ اس کا تمہیں بڑا اجر دے گا۔ تم دنیا میں بھی باعزت رہو گے۔ اور آخرت میں بھی فلاح کو پہنچو گے۔

تمام مشکلات کا حل

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو اگر ڈرتے رہو گے اللہ سے
يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
کر دے گا تمہارے لیے فیصلہ اور مٹا دے گا تم سے تمہارے گناہ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹
اور بخش دے گا تم کو اور اللہ مالک ہے فضل عظیم کا
وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ
اور جب سوچتے تھے تیری بابت وہ جنہوں نے کفر کیا کہ قید کر دیں تجھ کو
اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ
یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ سوچتے ہیں اور سوچتا ہے
اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰
اللہ اور اللہ بہتر ہے سوچنے والوں میں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے
يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
تو وہ تم میں فیصلہ کر دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹
اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے
وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ
اور جب تدبیر کر رہے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا
يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ
مار ڈالیں یا نکال دیں وہ تدبیر کرتے تھے اور اللہ بھی
اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰
تدبیر کرتا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کرنے اور امانتوں میں خیانت کرنے سے روکا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ مال اور اولاد کی بے جا محبت انسان کو خیانت پر آمادہ کرتی ہے۔ مال اور اولاد کی پروا اتنی مت کرو کہ وہ تمہیں مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور نیکی کرنے سے روک دیں۔ اس آیت میں اسی کا مختصر خلاصہ ہے۔ گویا ساری پہلی نصیحتوں کا عطر نکال کر رکھ دیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو یعنی تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جو خیانت، دغا اور فریب سے بچے اور یہی باتیں ہیں جن سے بچنے کے لیے پہلے سے کہا جا رہا ہے۔ تقویٰ سے تمہیں یہ فائدے حاصل ہوں گے کہ اللہ تمہیں نیک و بد میں تمیز کرنے کی قوت عطا فرماتے گا جس کا نام فرقان ہے۔ تمہاری خطاؤں اور لغزشوں کا بُرا اثر تم پر نہیں ہونے دے گا اور ان پر گرفت بھی نہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ بڑا فیاض ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے۔

اس سے آگے کی آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول وہ وقت یاد کرو جب ہجرت سے پہلے کفار تجھے قید کرنے یا قتل کرنے یا نکال دینے کا ارادہ کر رہے تھے۔ لیکن ادھر وہ اپنی تدبیروں میں مصروف تھے اور ادھر اللہ عزوجل اپنی تدبیریں کر رہا تھا۔ آخر اللہ کی تدبیر غالب آئی اللہ سے بہتر تدبیر کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ ان احسانات کے یاد دلانے سے یہ مقصود ہے کہ جب اللہ کی تدبیر سب پر غالب ہے تو پھر اوروں سے ڈرنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔ اسی کے حکم کو سامنے رکھنا چاہیئے اور سوا اس کے کسی سے نہ ڈرنا چاہیئے ؎

ضد کی انتہا

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ
اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں تو کہتے ہیں اچھا
سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ
سُن لیا اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ہم بھی جیسا
اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾
نہیں یہ مگر قصے پہلے لوگوں کے
وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا
اور جب کہنے لگیں اے اللہ اگر ہے یہی
هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ
فقط سچا دین تیری طرف سے تو برسا
عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا
ہم پر پتھر آسمان سے یا لے آ ہم پر
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾
عذاب دکھ دینے والا

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ
اور جب ان پر کوئی ہماری آیتیں پڑھے کہیں ہم
سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ
سن چکے اگر ہم چاہیں تو لیا ہم بھی کہہ لیں یہ تو
اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾
کچھ بھی نہیں مگر اگلوں کے افسانے ہیں
وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا
اور جب وہ کہنے لگے کہ اے اللہ تیری طرف سے
هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ
یہی سچا دین ہے تو ہم پر آسمان سے
عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا
پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾
دردناک عذاب لے آ

اَسَاطِيْرُ (قصے) اسطورۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں لکھی ہوئی چیز۔ کہانی۔ یہ سطر سے بنا ہے۔

اس آیت میں کافروں کی ایک اور ہٹ دھرمی کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ تم نے دیکھا جب ان کافروں کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو بے پروائی سے کہتے ہیں۔ بس سن لیا کہ ان میں دھرا کیا ہے۔ نرے اگلے لوگوں کے قصے کہانیاں جوڑ کر لکھ لی ہیں۔ ہم بھی لکھنے بیٹھیں تو لکھ لیں۔ اس کا جواب مکی اور مدنی سورتوں میں بار بار دیا گیا ہے کہ تم پوری کتاب تو کیا لکھو گے دس سورتیں ہی اس جیسی بنا لاؤ۔ اس کے بعد کہا۔ اچھا دس نہیں تو ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ لیکن وہ نہ لا سکے اور عملی جواب جنگ بدر میں مل گیا۔ اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ معلوم ہو گیا کہ قرآن مجید قصے کہانیوں کا مجموعہ نہیں ایسی قوت کا سرچشمہ ہے جس کے آگے کوئی سر اٹھا ہی نہیں سکتا۔

اس کے بعد وہ کہنے لگے۔ اے اللہ اگر یہی دین سچا ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی سخت دکھ دینے والا عذاب نازل کر۔ کافروں کی اس دعا سے ان کی انتہائی ضد تو ظاہر ہی ہے۔ مگر یہاں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی سخت دعا مانگ کر وہ مسلمانوں کو بھی متاثر کرنا چاہتے تھے۔

عذاب نہ آنے کی وجہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

اور نہیں ہے اللہ کہ عذاب کرے ان کو جب تک تو ان میں ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ

اور نہیں ہے اللہ عذاب کرنے والا ان کو جب تک وہ

يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ

استغفار کریں گے اور کیا ہے ان میں کہ نہ عذاب کرے ان کو

اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ

اللہ جب وہ روکتے ہیں مسجد

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ

حرام سے حالانکہ نہیں وہ اس کے والی وارث نہیں

اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ

اس کے والی وارث مگر اللہ سے ڈرنے والے لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اکثر ان میں سے نہیں جانتے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

اور اللہ ان کو ہرگز عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ

اور ان کو اللہ ہرگز عذاب نہ کرے گا جب تک وہ

يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ

معافی مانگتے رہیں گے اور ان میں کیا بات ہے کہ اللہ ان کو

اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ

عذاب نہ کرے اور وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ

حالانکہ وہ اس کے والی وارث نہیں۔ اس کے

اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ

والی وارث تو فقط پرہیزگار ہیں لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

ان میں سے اکثر کو اس کی خبر نہیں

ارشاد ہے کہ عذاب دو وجہ سے رُکا ہوا ہے۔ ورنہ یہ تو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کبھی کے عذاب کے مستحق ہو چکے تھے۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان میں موجود ہونے کی وجہ سے عذاب نہ بھیجا۔ پہلے اپنے رسول کو ان میں نکال لیا تب عذاب بھیجا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں توبہ اور استغفار کی آواز بلند ہے۔ کیوں کہ مسلمان ان میں ملے جلے ہیں۔ اور وہ اللہ سے اس کی مغفرت اور رحمت طلب کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ استغفار کرنے والوں پر عذاب نہیں بھیجتا۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ سب کام ایسے ہی کر رہے ہیں جن سے ان پر عذاب آنا لازم ہے ذرا دیکھو تو یہ لوگ مسجد حرام پر ناجائز قبضہ جمائے بیٹھے ہیں اس سے بڑھ کر سوسائٹی کے لیے کوئی برائی نہیں ہو سکتی کہ ایک انسان دوسرے کا حق چھین لے اس کے دکھ اور تکلیف کا کچھ خیال نہ کرے صرف اپنی بڑائی اور اقتدار جمانے کی کوشش میں لگا رہے ان لوگوں کا بھلا مسجد حرام سے کیا کام، مسجد حرام اللہ کی عبادت کی ایک مقدس جگہ ہے۔ اس پر صرف انہیں لوگوں کا قبضہ اور اختیار ہونا چاہیے۔ جو اللہ کو مانتے ہیں اور اس کی سزا کے خوف سے دنیا میں احتیاط سے بچ بچ کر چلتے ہیں۔ عبادت صرف معبود کو راضی اور خوش کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس کا طریقہ انسان آپ مقرر نہیں کر سکتا۔ یہ خود معبود ہی بتا سکتا ہے کہ میں ان باتوں سے خوش ہوتا ہوں اور ان باتوں سے ناراض۔ اس سے ظاہر ہے کہ معبود دانا، بینا اور بولنے والا ہونا چاہیے آگے ان کے غلط طریقہ عبادت کا بیان ہے۔

مال کا غلط خرچ

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً
اور نہ تھی نماز ان کی نزدیک کعبہ کے مگر سیٹیاں
وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
اور تالیاں پس چکھو تم عذاب بدلے اس کے کہ
تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
تھے تم کفر کرتے تحقیق جنہوں نے کفر کیا
يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ
وہ خرچ کرتے ہیں مال اپنے تاکہ روکیں
سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ
اللہ کے راستے سے سو وہ خرچ کریں گے پھر ہو جائے گا وہ
عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ
ان کے لیے حسرت پھر وہ مغلوب ہوں گے اور جنہوں نے
كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾
کفر کیا طرف جہنم کے اکٹھے کیے جائیں گے

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً
اور کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں تھی مگر سیٹیاں
وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
اور تالیاں بجانا سو عذاب چکھو بدلے اپنے
تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
کفر کے بے شک جو لوگ کافر ہیں
يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ
وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کے
سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ
راستے سے روکیں سو وہ خرچ کریں گے پھر وہ ان کے
عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ
لیے موجب حسرت ہو جائیگا آخر وہ مغلوب ہوں گے اور منکر
كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾
کافر ہیں وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے

مُکَآءً: سیٹی بجانا، مصدر ہے جس کے معنی منہ سے سیٹی بجانا ہیں۔

تَصْدِیَۃً: تالی بجانا، صدیٰ سے بنا ہے جس کے اصلی معنی گونج کے ہیں یہاں اس سے مراد ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنا۔

پچھلی آیتوں میں کہا گیا کہ ان کے برے کاموں کی وجہ سے عذاب ان کے سر منڈلا رہا ہے۔ فقط اس وجہ سے بچے ہوئے ہیں کہ ان کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی استغفار کی آواز گونجتی رہتی ہے۔ عبادت کرنا یہ نہیں جانتے۔ معبود سے بے واقف نہیں۔ عبادت اس کا نام رکھا ہے کہ جمع ہو کر سیٹیاں تالیاں بجائیں۔ دوسرے اس کا پتہ ہی نہیں کہ عبادت معبود کے خوش کرنے کے لیے ہوتی ہے نہ اپنے خوش کرنے کے لیے۔ اس کفر و الحاد کی وجہ سے ان کو سخت عذاب چکھنا پڑے گا۔

آگے کی آیت میں کافروں کی ایک اور غلطی کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مال اور دولت اور سامان حرب ہی ایسی چیزیں ہیں جو لڑائی میں کامیاب کرتی ہیں۔ ارشاد ہے کہ مال کے خرچ کرنے سے کیا ہوگا۔ خرچ کیے جاؤ گے لیکن آخر سوا پشیمانی کے کچھ پلے نہ پڑے گا۔ تمہارا مال کچھ نہ کر سکے گا تمہیں شکست ہوگی اور اگر پھر بھی ہوش ٹھکانے نہ آئے اور اسلام قبول نہ کیا۔ تو پھر سب کو اکٹھا کرکے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

اچھّے کو بُرے سے الگ کرنا

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ
تاکہ جدا کر دے اللہ گندے کو ستھرے سے
وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ
اور کر دے گندے کو ایک کو دوسرے پر
فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ؕ
پھر ایک ڈھیر بنا دے سب کا اکٹھا پھر کر دے اس کو جہنّم میں
أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۳۷﴾
وہ لوگ وہی ہیں جو ٹوٹے میں ہیں

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ
تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے
وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ
اور ناپاک کو ایک دوسرے کے اوپر رکھے
فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ
پھر اس کو اکٹھا کر کے ایک ڈھیر بنا دے پھر اس کو دوزخ میں ڈالے
أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۳۷﴾ ع
وہی لوگ ہیں جو نقصان میں ہیں

لِيَمِيزَ (جدا کر دے) مضارع کا صیغہ ہے مَيْزٌ سے۔ میز کے معنی الگ الگ کر دینے کے ہیں۔ اسی مادہ سے تمیز ممتاز وغیرہ لفظ بنے ہیں۔

يَرْكُمَ: (اکٹھا کر دے) رَكْمٌ سے مضارع ہے۔ رکم کے معنی بکھری ہوئی چیزوں کو اکٹھا کر دینا ہیں۔

اس سے پہلے بیان ہوا کہ کافر اس کوشش میں لگے رہیں گے کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکیں۔ اس کے لیے وہ اپنا جان و مال سب کچھ صرف کر دیں گے لیکن وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ دنیا میں اچھے بُرے سبھی طرح کے لوگ ہیں اور وہ اپنی سعی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول بھیجتا ہے وہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیتے ہیں۔ کہ یہ مفید ہیں۔ یہ نکمّے ہیں۔ یہ باتیں اچھی ہیں۔ یہ بری ہیں۔ بری عادتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنی عادتیں بدلنی نہیں چاہتے اور اچھے لوگوں کو اور ان کی باتوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔ لیکن جب موقع آتا ہے اور اچھوں اور بروں کا ڈٹ کر مقابلہ ہوتا ہے۔ تو اللہ اچھوں کی مدد کرتا ہے اور بروں کو نیچا دکھاتا ہے۔ وہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور اللہ کا بول بالا ہو جاتا ہے۔ اچھوں اور بروں میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مکّہ معظمہ کے لوگوں کے ساتھ یہی ہوا۔ ان کے اندر اسلام پھیلنا شروع ہوا۔ کافروں نے اسے دبانے کی کوشش کی۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا اور کافروں سے ان کا کھلم کھلا مقابلہ کرا دیا۔ ان سب سے مقصد کیا تھا۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کو یہ منظور تھا کہ بدطینت ناپاک لوگوں کو ستھرے اور پاک لوگوں سے جدا کر دے۔ اور جب اچھے لوگ بروں سے چھٹ کر علیحدہ ہو جائیں تو بروں کو اکٹھا کر کے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر لکڑیوں کا گٹھا بنائے اور سب کو اٹھا کر ایک دم جہنّم میں جھونک دے۔ تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ انہوں نے نیک لوگوں کی مخالفت کر کے سراسر نقصان ہی نقصان اٹھایا۔ دنیا میں ذلّت و رسوائی پلّے پڑی اور آخرت میں دوزخ نصیب ہوئی سو الگ۔ اس سے زیادہ نقصان اور کیا ہو گا۔

اللہ کا دستور

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ

کہہ دے ان سے جو کافر ہوئے اگر باز آجاؤ معاف کر دیا جائے تمہارے لیے

مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ

جو گذر چکا اور اگر پھر وہی کرو تو جاری ہوچکا ہے

سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى

طریقہ پہلے لوگوں کا اور لڑو ان سے یہاں تک

لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ

نہ رہے فساد اور ہوجائے دین سب

لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا

اللہ کا پس اگر باز آجائیں تو بے شک اللہ اس کو جو

يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳۹ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا

وہ کرتے ہیں دیکھنے والا ہے اور اگر منہ موڑیں تو جان لو

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى

کہ اللہ تمہارا ساتھی ہے اچھا ساتھی ہے وہ

وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۴۰

اور اچھا مددگار

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ

تو کافروں سے کہہ دے کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ ہوچکا

مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ

وہ ان کو معاف کر دیا جائیگا اور اگر پھر وہی کریں گے تو پڑ چکا

سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى

ہے پہلے لوگوں کا راستہ اور ان سے لڑتے رہو یہاں

لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ

تک کہ فساد نہ رہے اور حکم سب کا سب اللہ کا

لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا

ہوجاوے پھر اگر وہ باز آجاویں تو اللہ ان کے کام کو جو

يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳۹ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا

وہ کرتے ہیں دیکھتا ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى

کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے کیا خوب حمایتی ہے

وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۴۰

اور کیا خوب مددگار

فِتْنَةٌ: فساد۔ اس لفظ کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔ یہاں اس سے مراد دنگا و فساد ہے۔

دِيْنٌ وَّحُكْمٌ: دین کے بہت سے معنی ہیں جو پہلے بیان ہوچکے ہیں۔ یہ لفظ سورہ فاتحہ میں اور کئی جگہ بعد میں آچکا ہے۔ وہاں موقعہ کے مناسب اس کے معنی لیے گئے ہیں یہاں اس سے مراد چال چلن کا طریقہ ہے جو بڑے لوگوں کے اثر سے قائم ہوجاتا ہے۔ یہاں کہنا یہ ہے کہ آدمی کے چال چلن کا طریقہ وہی ہوجائے جو اللہ نے مقرر کیا ہے اور جس پر چلنے کا حکم دیا ہے اور کسی کے کہنے پر نہ چلے۔

ارشاد ہے کہ ان کافروں سے کہہ دے کہ تم شیطنت سے باز آجاؤ تو تمہاری پچھلی نا سزا باتیں ساری معاف کر دی جائیں گی۔ لیکن اگر تم نے پھر سر اٹھایا تو یاد رکھو تو پھر وہی سزا ملے گی جس کا تم مزہ چکھ چکے ہو۔ مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم ان سے لڑنے کے لیے اس وقت تک پورے طور پر تیار رہو جب تک یہ فتنہ و فساد پر آمادہ رہیں اور ان کا چال چلن بالکل اسی طرح کا نہ ہوجائے جس کا طریقہ اللہ نے خود مقرر کر دیا ہے اگر وہ مان جائیں تو ان کو کچھ نہ کہو اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ اگر نہ مانیں تو ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تمہارا ساتھی اور مددگار ہے اور اس سے بہتر ساتھی اور مددگار کوئی نہیں ہوسکتا۔

تقسیم غنیمت

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ
اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تم سے کسی چیز کی پس تحقیق
لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
اللہ کیلیے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لیے اور قرابتداروں اور یتیموں کے لیے
وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ
اور محتاجوں کے لیے اور مسافروں کے لیے اگر ہو تم
اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا
ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر
يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ
فیصلہ کے دن جس دن مل گئیں دو فوجیں
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (41)
اور اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ
اور جان رکھو کہ جو تم کو کسی چیز سے غنیمت ملے سو اس کا
لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
پانچواں حصہ اللہ کے واسطے اور رسول کے واسطے اور قرابت داروں اور یتیموں
وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ
اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے ہے اگر تم کو
اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا
اللہ پر یقین ہے اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر
يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ
فیصلہ کے دن اتاری جس دن دونوں فوجیں بھڑ گئیں
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (41)
اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

الفرقان: فیصلہ، یہ فرق سے بنا ہے جس کے معنی جدائی کے ہیں۔ فرقان کے معنی وہ چیز جس سے دو حریفوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے یہاں یہ فیصلہ جنگ بدر کے ذریعہ ہوا۔ اس لیے اس سے مراد جنگ بدر ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے جو کفار سے لڑ کر ہاتھ آئے۔ پانچواں حصہ اللہ کے نام کا نکال دو۔ کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور تم کو یقین ہے کہ بدر کی لڑائی میں فتح پانا تمہارے بس کا نہ تھا۔ وہ تو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اس کے خاص بندے ہیں خاص مدد کی اور لڑائی کے دوران میں انہیں تسلی دی اور اطمینان بخشا۔ فرشتے مدد کے لیے بھیجے۔ تو فتح نصیب ہوئی۔ اس کا یقین کرتے ہوئے پانچواں حصہ اللہ کے نام کا نکال دینا کچھ مشکل نہیں۔ اس پانچویں حصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے اس طرح خرچ کریں گے:

(۱) اپنی ذات پر (۲) اپنے قرابت داروں، بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب پر جنہوں نے شروع میں آپ کا ساتھ دیا اور جن کو زکوٰۃ لینا حرام ہے (۳) یتیموں پر (۴) محتاجوں پر (۵) مسافروں پر۔

باقی کے چار حصے لشکر میں تقسیم کیے جائیں گے۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کا حصہ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ نہیں رہا فقط یتیم۔ محتاج، مسکین ہی حق دار رہ گئے۔ علمائے کرام کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت میں سے کچھ حصہ خانہ کعبہ کے لیے نکالتے تھے۔ ان کی رائے ہے کہ جو کعبہ سے دور رہتے ہیں انہیں کچھ حصہ اپنی مسجدوں کے لیے نکالنا چاہیے۔

جنگ بدر اللہ کو منظور تھی

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ
جب تم تھے اس کنارے پر جو قریب تھا اور وہ اس کنارے پر
الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ
جو دور تھا اور قافلہ نیچے کی طرف تم سے اور اگر وعدہ کرتے
لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا
تو خلاف کرتے مقررہ وقت پہنچنے میں لیکن تاکہ پورا کرے اللہ ایک کام
كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ
جو تھا کیے جانے والا تاکہ مرے جو مرے حق
بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَ
جان کر اور جیے جو جیے حق پہچان کر اور
إِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ (۴۲)
تحقیق اللہ البتہ سننے والا جاننے والا ہے

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ
جس وقت تم ادھر والے کنارے پر تھے اور وہ پرلے کنارے
الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ
پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا اور اگر تم آپس میں وعدہ
لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا
کرتے تو وعدہ پر ایک ساتھ نہ پہنچتے لیکن اللہ کو ایک کام جو مقرر ہو چکا
كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ
تھا کر ڈالنا تھا تاکہ جس کو مرنا ہے وہ حجت قائم ہونے کے بعد
بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَ
مرے اور جس کو جینا ہے وہ حجت کے بعد جیے اور
إِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ (۴۲)
بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے

العدوۃ (کنارہ) اس کا مادہ ع۔ د۔ و ہے جس کے معنی دوڑنے، حد سے نکل جانے کے ہیں۔ عدوان، عداوۃ وغیرہ اسی سے ہیں۔ اس کے معنی اس جگہ کے ہیں جو فاصلہ پر ہو۔

الدنیا (قریب) اس کا مادہ د۔ ن۔ و ہے جس کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں۔ دنیا، ادنیٰ کی مؤنث ہے دونوں کے معنی قریب کے ہیں۔

القصوٰی (دور) اس کا مادہ ق۔ ص۔ و ہے جس کے معنی دور رہنے کے ہیں۔ قصویٰ، اقصیٰ کا مؤنث ہے دونوں کے معنی دور کے ہیں۔

بینۃ (واضح دلیل) صفت کا صیغہ ہے اور بین کی مؤنث ہے مادہ ب۔ ی۔ ن ہے جس سے بیان، تبیان وغیرہ بنے ہیں۔

بینۃ کے معنی روشن دلیل اور حجت کے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ حق پر ایسی دلیل اور حجت قائم ہو جاوے کہ کسی کو شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

جنگ بدر میں مسلمان اس جانب تھے جو مدینہ کے قریب تھی اور کفار مکہ اس جگہ تھے جو مدینہ سے دور تھی۔ اور قریش کا تجارتی قافلہ اس مقام سے نیچے کی طرف اتر کر سمندر کے کنارے مکہ کی طرف جا رہا تھا۔ اسی قافلہ کے مال پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے مسلمان مدینہ سے نکلے تھے وہ تو بچ نکلا۔ لیکن کفار مکہ سے جو اس کے بچانے کے لیے آتے تھے مسلمانوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ اس آیت میں بدر کے مقام پر دونوں جماعتوں اور قافلے کی جگہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ مسلمان بدر کے میدان کے اس کنارے پر تھے، جو مدینہ سے قریب تھا۔ کفار ان کے سامنے اس کنارے پر ڈٹے ہوئے تھے جو مدینہ سے دور تھا۔ اور قافلہ ان دونوں گروہوں سے گذر کر کافروں کے لشکر کے پیچھے محفوظ مقام پر دوسری وادی میں پہنچ چکا تھا۔ اس طرح کفار مسلمانوں اور قافلہ کے بیچ میں تھے۔ ارشاد ہے کہ یہ سارا نقشہ جنگ اللہ کی مرضی سے قائم ہو گیا کیونکہ اللہ کو منظور تھا کہ اس دن مقام بدر پر حق اور باطل صاف صاف ظاہر ہو جائیں اور دنیا جان لے کہ مسلمان حق پر تھے اور کفار باطل پر۔

لڑائی کے سامان

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ

جب دکھائے تجھے ان کو اللہ نے تیرے خواب میں تھوڑا اور اگر

اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ

دکھاتا تجھے ان کو بہت تو بزدلی کرتے تم اور جھگڑتے

فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

اس معاملہ اور لیکن اللہ نے محفوظ رکھا تحقیق وہ جاننے والا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

دلوں کی بات

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ

جب اللہ نے وہ کافر تجھ کو تیرے خواب میں تھوڑے دکھلائے اور وہ

اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ

اگر تجھ کو بہت دکھا دیتا تو تم لوگ بزدلی دکھاتے اور جھگڑا اٹھاتے

فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا اس کو خوب معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

جو دلوں کی بات ہے

فَشِلْتُمْ : نامردی کرتے تم ۔ ماضی کا صیغہ ہے فشل کے معنی ہیں ڈھیلا پڑجانا ۔ کام کے وقت سستی دکھانا ۔

تَنَازَعْتُمْ : جھگڑتے ، ماضی کا صیغہ ہے تنازع سے ۔ جو نزع سے بنا ہے ۔ نزع کے معنی ہیں کھینچنا ۔ تنازع چھینا جھپٹی ۔ باہمی جھگڑا ۔ مراد یہ ہے کہ تم آپس میں جھگڑنے لگتے ۔

اَمر : کے بہت سے معنی ہیں ۔ یہاں اس سے مراد وہ کام ہے جو اس وقت درپیش تھا یعنی کافروں سے لڑنا ۔

ذَاتِ الصُّدُوْرِ : ذات کے معنی ہیں والا ۔ صدور ، صدر کی جمع ہے ۔ سینہ کو کہتے ہیں ۔ سینہ میں دل ہوتا ہے ۔ اس لیے اس سے مراد یہاں دل ہے ۔ ذات الصدور دلوں والی ۔ یعنی وہ باتیں جو لوگوں کے دلوں میں آتی ہیں ۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کو منظور یہی تھا ۔ کہ تمہاری کفار سے جھڑپ ہو اور تم ان کو نیچا دکھاؤ ۔ کیونکہ اللہ سب کی مصلحتوں سے واقف ہے ۔ اس نے اپنے رسول (علیہ السلام) کو خواب میں دکھایا ۔ کہ کافروں کی تعداد جن سے مسلمانوں کو مقابلہ کرنا پڑے گا ' تھوڑی سی ہے ۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ مسلمانوں کی ہمت بندھی رہے ۔ اور ارادوں میں کمزوری اور سستی نہ آنے پائے ۔ اگر کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھتے کہ کفار کی تعداد بہت زیادہ ہے جیسا کہ واقعی تھی بھی اور لوگ آپ کا یہ خواب سنتے تو ان کی ہمتیں ٹوٹ جاتیں اور ارادے پست ہو جاتے ۔ کوئی کہتا کہ ہم لوگ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں باہر نکلنا ٹھیک نہیں ۔ کوئی کہتا نہیں چلنا چاہیئے ۔ جب آپس میں کسی کام کے کرنے نہ کرنے میں اختلاف ہو جاتے تو وہ کام ٹھیک نہیں ہوتا ۔ اللہ نے ان کے بچانے اور محفوظ رکھنے کا سامان کر دیا ۔

اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا کہ کفار تھوڑے سے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ تھا ۔ کہ گو دیکھنے میں زیادہ ہے ۔ لیکن یہ تعداد بے کار ہے ۔ کیوں کہ ان کو ایسی ہی بری طرح شکست ہوگی ۔ جو تھوڑے آدمیوں کو ہوا کرتی ہے ۔

وقت پر تدبیر

وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ
اور جب دکھائی تم کو وہ فوج جب ملے تم تمہاری آنکھوں میں
قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ
تھوڑی اور تھوڑا دکھایا تم کو ان کی آنکھوں میں تاکہ پورا کرے
اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ
اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا اور اللہ کی طرف
تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾
لوٹتے ہیں سب کام

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ
اور جب مقابلہ کے وقت تم کو وہ فوج تمہاری آنکھوں میں تھوڑی
قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ
دکھائی اور تم کو ان کی آنکھوں میں تھوڑا دکھایا کہ اللہ ایک
اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ
کام جو مقرر ہو چکا تھا کر ڈالے اور سب کام اللہ
تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع ۵
تک پہنچتا ہے

اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ بدر پر لڑائی ہو۔ کیوں کہ اس کے ہاں اس کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اسلام کا بول بالا کرنا ہے اور کافروں کو نیچا دکھانا ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو یہ سبق بھی دینا تھا کہ تعداد کی زیادتی ظاہری ساز و سامان اور طمطراق پر فتح موقوف نہیں۔ آدمی کا دل مضبوط ہونا چاہیئے اور اللہ پر پورا بھروسہ ہونا چاہیئے کہ اس کی مدد کے آگے دشمن کی تعداد کی زیادتی اور سامان کی کثرت کام نہیں دیتی۔ کافر بہت تھے اور ان کے پاس روپیہ پیسہ بہت تھا، ساز و سامان سے پورے طور پر لیس تھے مسلمان اصلی حالات سے اگر واقف ہو جاتے تو ہمت ہار دینے کا خوف تھا۔ اس لیے پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا کہ دشمن کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس پر مسلمان ہمت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر جب دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو عجیب تماشا ہوا جس کا اس آیت میں بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جب تم کافروں کے مقابلہ میں ڈٹ کر لڑائی کے میدان میں کھڑے ہوئے تو اللہ نے ان کی صحیح تعداد تم پر پھر بھی ظاہر نہ ہونے دی۔ تمہاری نگاہ میں وہ کوئی مٹھی بھر آدمی جچے۔ حالانکہ وہ تم سے تین گنا تھے۔ اسی طرح جب انہوں نے تم پر نگاہ ڈالی تو انہیں بھی یہی اندازہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

اس لیے دونوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ کہ حریف کو ابھی زیر کیے لیتے ہیں اتنے سے آدمیوں کا زیر کرنا ہی کیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ کیونکہ اللہ کے ہاں یہ بات مقرر ہو چکی تھی کہ یہ لڑائی ضرور ہو گی اور کافروں کا زور اس لڑائی سے ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ہر ایک کام کا فیصلہ اللہ ہی کرتا ہے۔ اسی کے دربار میں ہر واقعہ پیش ہوتا ہے اور وہ جبھی ہوتا ہے جب وہ اس کے ہونے کا حکم دے۔ کاش! آج کل کے مسلمان بھی اس بات کا ایسا ہی یقین کر لیں جیسا کہ پہلے مسلمانوں نے کیا تھا۔ اس یقین سے ایسی قوت دل میں پیدا ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ مسلمان کافروں کی نگاہ میں جو تھوڑے جچے تو یہ لڑائی کے شروع میں ہوا اور اس کی غرض یہی تھی کہ لڑائی شروع ہو جائے لیکن جب لڑائی ہونے لگی تو کافروں کو معلوم ہوا کہ مسلمان غول کے غول چڑھے آ رہے ہیں اور اس قدر کثرت سے ہیں کہ اندازہ بھی مشکل ہے اس سے مسلمانوں کی فتح ہو گئی۔ سورہ آل عمران میں اس کا ذکر ہے کہ کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے

فلاح کا راستہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً
اے ایمان والو جب لڑو تم کسی جماعت سے
فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ
رہو اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم
تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فلاح پاؤ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی
وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ
جھگڑو آپس میں پس بزدل ہو جاؤگے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا
وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾
اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً
اے ایمان والو جب کسی فوج سے بھڑو تو ثابت قدم
فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ
رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم
تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
مراد پاؤ اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو
وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ
اور آپس میں جھگڑو کہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی
وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾
اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

تَفْشَلُوا: (تم بزدل ہو جاؤ گے) مضارع کا صیغہ ہے اور فشل سے بنا ہے فشل کے معنی سست ہو جانا، کمزوری کا احساس ہونا، بزدلی دکھانا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی مدد اس وقت آتی ہے۔ جب آدمی ہمت دکھائے اور صبر و استقلال کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرے۔ اللہ کو یاد رکھو۔ سست اور نکمّے لوگ، بے صبرے، مشکلات میں گھبرا جانے والے، جزع فزع کرنے والے اس قابل نہیں کہ قدرت ان کی مدد کرے۔ جو اللہ کو بھولے ہوئے ہیں وہ اس کی خاص مدد سے محروم ہیں۔

ارشاد ہے کہ ایمان والوں کو لازم ہے کہ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں اسلام خواہ مخواہ لڑائی نہیں چاہتا۔ وہ دنیا کے لیے امن کا پیغام ہے۔ اس نے سب سے پہلے انسان کو وہ عام اصول بتائے ہیں۔ جن کو اختیار کر کے اس کا ہر فرد یا گروہ خود بھی زندہ رہ سکتا ہے اور دوسروں کو بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔

امن و امان قائم کرنا اس کا پہلا مقصد ہے۔ لیکن اگر شریر لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آئیں۔ اور فساد کے رفع کرنے سوا لڑائی کے اور کوئی صورت نہ ہو۔ اس وقت مسلمانوں کو لازم ہے کہ انتہائی صبر و استقلال دکھائیں۔ اور اللہ کو ہر وقت یاد کریں۔ اللہ کا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا ماننے کے لیے دل و جان سے تیار ہو جائیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا بالکل موقوف کر دیں۔ آپس میں لڑنے جھگڑنے سے قوم یقیناً کمزور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ دنیا میں رسوائی اور بدنامی حاصل ہوتی ہے۔

اس کے بعد ان کو چاہیئے کہ سختیوں اور شدتوں سے بالکل نہ گھبرائیں اور مشکلات کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹے رہیں ... والے اور صابر و شاکر ایمان والوں کے ساتھ اللہ عزوجل ہر وقت موجود ہے۔ اور انہیں ہر قدم پر اس

کافروں کا چھچھوراپن

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
اور نہ ہو جاؤ ان کی طرح جو نکلے اپنے گھروں سے

بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ
اتراتے اور دکھاوے کے لیے لوگوں کے اور روکتے تھے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
اللہ کے راستے سے اور اللہ اس کو جو وہ کرتے تھے

مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
گھیرے ہوئے ہے اور جب خوشنما کر دیا ان کے لیے شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ
ان کے کاموں کو اور کہا نہیں غالب تم پر آج

مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ
آدمیوں میں سے کوئی اور بے شک میں حمایتی ہوں تمہارا

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے

بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ
اور لوگوں کے دکھانے کے لیے نکلے اور اللہ کے راستے سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
روکتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ سے

مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
قابو میں ہے اور جس وقت شیطان نے ان کے عملوں کو

اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ
کی نظروں میں خوشنما کر دیا اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے

مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ
کوئی تم پر غالب نہ ہو گا اور میں تمہارا حمایتی ہوں

بَطَرًا: اتراتے ہوئے۔ بَطَر کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اچھی چیز پا کر انسان پھول جائے شیخی میں آ جائے اور اس کو غلط استعمال کرے۔

رِئَآءَ: دکھاوا۔ قِتَال کے وزن پر باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ رأی ہے جس کے معنی دیکھنے کے ہیں۔

رِئَآء کو ہم ریا بولتے ہیں۔ اس کی دوسری شکل عربی میں مراءٰۃ ہے اس کے معنی ہیں کام کو اس طرح کرنا کہ لوگوں کو اچھا معلوم ہو۔ لیکن حقیقت کچھ بھی نہ ہو یعنی دل میں خود اس کام کو اچھا نہ سمجھتا ہو۔ یا وقعت نہ دیتا ہو۔

جَارٌ: حمایتی۔ عربی میں جار کے کئی معنی ہیں۔ پڑوسی، پناہ دینے والا، حمایتی، دوست، مددگار۔ یہاں پچھلے معنی مراد ہیں۔

اس آیت میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ لڑائی میں ایک طرز عمل وہ بھی ہے جو کفار مکہ نے اختیار کیا۔ اس طرز عمل کو بیان کر کے حکم دیا کہ تمہیں یہ رویہ اختیار نہ کرنا چاہیے۔

ارشاد ہے کہ تمہارے مقابلہ کے لیے کفار مکہ نکلے تو بڑی دھوم سے نقارے، ڈھول باجے بجاتے ہوئے نکلے۔ چنانچہ وہ شیخیاں بگھارتے جاتے تھے۔ شیطان ان کی ہمت بڑھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کسی سے مت ڈرو۔ میں تمہارا مددگار ہوں تم پر آج کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

کفار کے لشکر کو ابوجہل لے کر نکلا تھا۔ راستہ میں اس سے کسی نے کہا کہ جس قافلے کے بچانے کے لیے تم جا رہے ہو وہ تو بچ کر نکل گیا۔ تم بھی اپنے گھر جاؤ۔ ابوجہل نے کہا کہ ہم تو بدر پہنچ کر تین دن جشن منائیں گے۔ اسے کیا خبر تھی کہ اس کی شامت اعمال اسے دھکیل کر موت کے منہ میں لے جا رہی ہے:

شیطان کی شیطنت

فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى
پھر جب آمنے سامنے ہوئے دونوں گروہ تو الٹا پھرا اپنی
عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ
ایڑیوں پر اور بولا میں الگ ہوں تم سے
اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ
تحقیق میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے بے شک میں
اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ
ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ سخت
الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾
عذاب ہے۔

فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى
پس جب دونوں فوجیں سامنے ہوئیں تو وہ الٹا پھرا
عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ
اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں
اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ
میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں
اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ
اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب
الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ ع
سخت ہے

نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ : وہ الٹا پھرا ایڑیوں پر۔ یہ ایک عربی کا محاورہ ہے جس کا مطلب اپنی زبان میں یہ ہے۔ سب چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ موڑی۔ لفظوں کی تشریح یہ ہے نکص ماضی ہے نکوص اور نکص جس کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں الٹا پیچھے ہٹ جانا۔ عقب ایڑی کو کہتے ہیں علی عقبیہ اپنی دونوں ایڑیوں پر۔ مطلب یہ کہ پیچھے مڑ کر بھاگا جس سے اس کی ایڑیاں وہاں آگئیں جہاں پہلے پنجے تھے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قریش جب مسلمانوں کو مرعوب کرنے مکّہ سے نکلے۔ تو انہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ تھا۔ وہ کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ ہاں قبیلہ بنی کنانہ سے ان کی لاگ ڈانٹ تھی۔ انہیں یہ خوف تھا کہ کہیں وہ اس وقت بھانجی نہ ماریں اور خاصا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیں۔ شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں جو بنی کنانہ کا سردار تھا۔ ابوجہل کے اور قریش کے دوسرے سرداروں کے پاس آیا اور کہا کہ بنی کنانہ کا فکر مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر قریش پھول گئے اور شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں ابوجہل کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ساتھ ساتھ ان کا دل بڑھاتا ہوا اور ڈینگیں مارتا ہوا ساتھ ہولیا جب یہ کافر مسلمانوں کے سامنے آئے اور گھمسان کی لڑائی ہوئی تو شیطان نے فرشتوں کو دیکھا کہ مسلمانوں کی بڑی تن دہی سے مدد کر رہے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی وہ ابوجہل کے ہاتھ میں سے ہاتھ چھڑا کر الٹے پاؤں بھاگا۔ اسی کا اس آیت میں ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ جب دونوں فوجیں بھڑ گئیں۔ تو شیطان کفار کو چھوڑ کر یہ کہتا ہوا الٹے پاؤں بھاگا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں تم جانو تمہارا کام۔ میں تمہارے ساتھ ایک منٹ نہیں ٹھہر سکتا۔ میں اپنی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں سجھائی نہیں دیتا۔ میرا ڈر کے مارے دم نکلا جا رہا ہے اللہ کے غضب کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ میری تو کیا مجال ہے۔ اس کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ وہ تمہارے اوپر غضب ناک ہے اور اس کے فرشتے اس کے حکم سے تمہیں تہ تیغ کر رہے ہیں۔ اب یہاں ٹھہرنا میرے بس کا بالکل نہیں۔

دین دھوکا نہیں ہے

إِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي
جب کہتے تھے منافق اور وہ لوگ جن کے
قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِينُهُمْ
دلوں میں بیماری ہے دھوکا دے رکھا ہے ان کو ان کے دین نے
وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ
اور جو بھروسا کرے اللہ پر پس تحقیق اللہ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۴۹﴾
زبردست ہے حقیقت سے واقف

إِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي
جب منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے کہتے تھے
قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِينُهُمْ
یہ لوگ اپنے دین پر مغرور ہیں
وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ
اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالےٰ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۴۹﴾
قوت والا حکمت والا ہے

مُنٰفِقُونَ: منافق کی جمع ہے سورۃ البقرۃ کے دوسرے رکوع میں ان کا ذکر آچکا ہے ایسے لوگ جماعت کے سخت دشمن ہوتے ہیں اور اجتماعی قوت کے لیے گھن کا کام دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے میٹھے ہوتے ہیں لیکن دل میں جماعت کی بربادی پر تلے رہتے ہیں۔

غَرَّ: (بہلاوا دے رکھا ہے) ماضی کا صیغہ ہے غرور سے۔ غرور کے معنی ہیں۔ کسی کے بل پر اترانا۔ کسی کے بڑھاوے چڑھاوے دینے سے پھول جانا۔ کسی بے حقیقت شے کی باتوں میں آجانا۔ دنیا کا مال، جاہ و جلال، قوت و طاقت وغیرہ سب فنی جانی چیزیں ہیں لیکن آدمی ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھ کر ان پر بھروسہ کر لیتا ہے اور آخر میں خالی خولی رہ جاتا ہے۔

بعض لوگ دین کو بھی ایسی ہی چیز سمجھتے ہیں کہ اس میں رکھا کچھ نہیں یوں ہی بڑھاوے چڑھاوے دے کر بعض لوگوں پر اس کا داؤ چل گیا ہے اور وہ لوگ جانے سے کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔

مسلمانوں میں بہت سے منافق ملے ہوئے تھے۔ ان پر کفار کی ظاہری طمطراق کا بڑا رعب تھا۔ وہ مسلمانوں کی بابت کہا کرتے تھے کہ دین کے دھوکے میں ہر ایسی باتیں کر بیٹھتے ہیں کہ جن کا سر نہ پیر۔ کہاں یہ مٹھی بھر بھوکے ننگے لوگ اور کہاں مکّہ کے طاقتور اور مالدار جتھے۔ ان کی شامت نے دھکا دیا ہے جو ان سے جا کر بھڑ رہے ہیں۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا ہے اور دین کی اصلیت سمجھائی ہے۔

ارشاد ہے کہ منافق اور کمزور یقین والے لوگوں کو تم نے دیکھا یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین نے دھوکہ دے رکھا ہے۔ ان کو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ دین اسلام کسی کو دھوکا نہیں دیتا۔ یہ تو اللہ پر بھروسا کرنا سکھاتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کیا ہے وہ سب سے زیادہ زبردست ہے اس کے مقابلے میں سب ہیچ ہیں۔ جو اس پر بھروسا کرنا سیکھ جائے۔ اس کو کس چیز کی کمی ہے۔ اس کے ساتھ اللہ حکیم بھی ہے وہ ہر بات کی حقیقت سے واقف ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی حکمت کے مطابق کرتا ہے۔ اس کے حکم بردار بندے اس پر بھروسہ کر کے بے فکر ہو جاتے ہیں اور وہ ان کے سب کام بنا دیتا ہے۔ یہ ہے دین کی حقیقت! بتاؤ اس میں دھوکے کا کیا کام ہے؟

کافروں کی بُری گت

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا
اور اگر تو دیکھے جب جان کھینچتے ہیں ان کی جنہوں نے کفر کیا
الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَ اَدْبَارَھُمْ
فرشتے ضربیں لگاتے ہوئے ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر
وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِکَ بِمَا
اور چکھو عذاب آگ کا یہ بدلے ہیں اس کے جو
قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ
بھیجا تمہارے ہاتھوں نے اور اس لیے کہ اللہ نہیں ہے
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۵۱﴾
ظلم کرنے والا بندوں پر

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا
اور اگر تو دیکھے جس وقت کافروں کی جان فرشتے قبض
الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ
کرتے ہیں مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کی پشت پر
وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِکَ بِمَا
اور کہتے ہیں دوزخ کا عذاب چکھو یہ بدلہ اس کا ہے
قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ
جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اس واسطے کہ اللہ بندوں
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۵۱﴾
پر ظلم نہیں کرتا

یتوفّٰی: مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر توفّی ہے اور مادہ و۔ف۔ی ہے اس سے لفظ وفا، وفاۃ وغیرہ بنتے ہیں۔ یہ لفظ پہلے آچکا ہے۔ اس کے معنی پورا کر دینے کے ہیں۔ توفی کے معنی ہیں عمر پوری کر دینا۔ اسی لیے یہاں ترجمہ جان نکالنا کیا گیا ہے لیکن اس سے پہلے یہ لفظ عمر ختم کر دینے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے خواہ جان نکال کر ہو یا اٹھا کر۔ مگر یہاں جان نکالنا، روح قبض کرنا مراد ہے۔

پچھلی آیتوں میں کفار کے طرز عمل کا ذکر بہت دور سے چلا آ رہا ہے۔ یہ لوگ دنیا کی ظاہری شان و شوکت، تدبیر و انتظام میں اس قدر محو ہوتے ہیں۔ کہ وہ اس سے آگے جاتے ہی نہیں۔ لیکن جس نے یہ تمام عالم بنایا ہے۔ اس کو آدمیوں کی یہ سرکشی، غرور اور تکبر پسند نہیں اس لیے کبھی کبھی ان کو سبق سکھایا جاتا ہے۔ یہ اپنی تدبیریں ہی کرتے رہتے ہیں اور وہاں ان کو آندھی، پانی کے طوفانوں وغیرہ کے ذریعے مٹا دیا جاتا ہے۔ اللہ کے لشکر کی کوئی انتہا نہیں۔ بدر میں ایک مٹھی بھر مسلمانوں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کرا دیا۔ ارشاد ہے کہ عمر بھر تو اکڑتے پھرے لیکن جب موت نے آ دبایا تو کچھ بناتے نہ بنی۔ ان کی بے بسی کی وہ حالت دیکھنے کے قابل ہے کہ فرشتے ان کی جان کھینچ رہے ہیں اور ان کے چہروں اور پچھلے حصے پر زبردست چوٹیں لگا رہے ہیں اور ساتھ ہی کہتے جاتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں آگے جب آگ میں جلنا پڑے گا۔ تب حقیقت کھلے گی۔ یہ کیفیت ان کی ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے ہاں تو ظلم کا کوئی کام ہی نہیں۔ بے بسوں کو اور بے گناہ کو ستانا ہماری رحمت کے آگے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ البتہ قصور کرنے والے کو اس کی سزا ملتی ہے۔ کیونکہ اس کی بداعمالی کا یہی تقاضا ہے۔ اس کے ساتھ سورۂ مائدہ کی پانچویں پارہ کی آخری آیت کو بھی دیکھنا چاہیے۔ جہاں ارشاد ہے کہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر گذار بندے بن جاؤ تو اللہ تمہیں عذاب کر کے کیا کرے گا؟

شریر پہلے بھی تھے

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
جیسے دستور تھا فرعون والوں کا اور ان کا جو ان سے پہلے تھے
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
کفر کیا انہوں نے اللہ کی آیتوں کا پس پکڑ لیا ان کو اللہ نے
بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ
ان کے گناہوں پر بے شک اللہ قوت والا سخت
الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ
عذاب والا ہے یہ اس لیے کہ اللہ نہیں ہے
مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
بدلنے والا کوئی نعمت جو اس نے دی کسی قوم کو یہاں تک کہ
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ
بدلیں وہ اپنے دلوں کی حالت اور یہ کہ اللہ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾
سننے والا جاننے والا ہے

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
جیسے فرعون والوں کا اور ان سے پہلوں کا دستور تھا
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
وہ اللہ کی باتوں سے منکر ہوئے سو اللہ نے ان کو اُن کے
بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ
گناہوں پر پکڑا بے شک اللہ زور آور اور سخت
الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ
عذاب کرنے والا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ اس نعمت کو
مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
جو اس نے کسی قوم کو دی ہرگز بدلنے والا نہیں جب تک
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ
اپنے جیوں کی بات نہ بدل ڈالیں اور یہ کہ اللہ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾
سننے والا جاننے والا ہے

آلِ فِرعَون : آل کے معنی گھر والوں، رشتہ داروں، ساتھیوں اور کنبے قبیلے کے ہیں۔ یہ ان سب معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ کسی کے ماننے والے بھی اس کی آل کہلاتے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

پچھلی آیتوں میں مکہ کے کافروں کا طرزِ عمل بیان ہوا۔ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم اور اس کے تابعدار بھی اسی قماش کے تھے اور فرعون ہی پر کیا موقوف ہے۔ اس سے پہلے بھی جتنے کافر سرکش ہوئے ہیں۔ ان سب کا یہی رویہ رہا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اسی طریقہ پر چل رہے ہیں جو فرعون کے آدمیوں نے اور ان سے پہلے تمام سرکشوں اور کافروں نے اختیار کیا تھا انہوں نے ان باتوں کو جو اللہ نے اپنے رسول کی معرفت انہیں بتائیں نہ مانا اور کھلم کھلا اس کے خلاف کرتے رہے۔ رسول نے کہا کہ اپنے مال و دولت، قوت، لاؤ لشکر پہ مغرور نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ واہ انہیں چیزوں سے تو ہمارے سارے کام بنتے ہیں۔ انہیں ہم چھوڑ دیں۔ تو کیا کریں۔ آخر جب ان کی سرکشی بہت بڑھ گئی تو ایک دن اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب بھیج دیا۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ نے جو نعمتیں اپنے بندوں کو دی ہیں وہ ان سے نہیں چھینتا۔ جب تک خود بندے اس کی نافرمانی نہ کریں اور اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے سے نہ ہٹ جائیں۔ وہ سب کی باتیں سنتا اور سب کے حالات جانتا ہے ان کے دلوں کے بُرے خیالات اور ان کے اعمال ان کے سروں پر آفتیں لانے کا باعث ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ نیت اور اعتقاد پر موقوف ہے۔

پچھلوں کی تباہی

كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ
جیسے دستور تھا فرعون والوں کا اور ان کا جو ان سے پہلے تھے
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ
جھٹلائیں انہوں نے آیتیں اپنے رب کی پس تباہ کیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا
اور غرق کر دیا ہم نے فرعون والوں کو اور سارے تھے
ظٰلِمِيْنَ (۵۴)
ظلم کرنے والے

كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ
جیسے فرعون والوں کا اور ان سے پہلے والوں کا دستور تھا
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ
انہوں نے اپنے رب کی آیتیں جھٹلائیں پھر ان کے گناہوں پر ہم نے
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا
انہیں ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو ہم نے ڈبو دیا اور وہ سارے
ظٰلِمِيْنَ (۵۴)
ظالم تھے

پچھلی آیت میں بیان ہوا ہے کہ پچھلے لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کر کے کیا پھل پایا جو یہ پائیں گے۔ اللہ اپنے بندوں کی خطاؤں سے درگذر کرتا رہتا ہے اور ان سے اپنی نعمتیں جو اس نے انہیں عطا کی ہیں نہیں چھینتا۔ لیکن جب بندوں کی سرکشی حد سے گذر جائے اور کسی طرح باز آنے کا نام نہ لیں تو پھر اس کا عذاب بھی سخت ہے اس کے بعد ایک قاعدہ بیان کیا تھا کہ جب لوگوں کے اعتقاد خراب ہو جاتے ہیں تو اللہ ان سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے۔ وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے کوئی اس سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ اس آیت میں اس قاعدے کو واضح کرنے کے لیے دوبارہ پچھلے لوگوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کی نیتیں خراب ہو گئی ہیں اور ان کے اعتقاد ٹھیک نہیں رہے ہیں۔ یہی کیفیت فرعون کی قوم کی اور ان سے پہلے کافروں کی تھی۔ انہوں نے اللہ کے تمام احکام کو ٹھکرا دیا تھا چنانچہ تمام کافروں کو ان کے کیے کی سزا ملی۔ نوحؑ کی قوم پانی کے طوفان سے ہلاک ہوئی۔ عاد کو آندھی کے جھکڑنے پکڑا۔ ثمود زلزلے اور کڑک سے اوندھے منہ آ رہے۔ غرض جس نے سرکشی کی۔ آخر کار سزا پائی۔ فرعون کی قوم نے شیطنت پر کمر باندھی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو یعنی بنی اسرائیل کو ذلیل سمجھا تو ان کو سمندر میں غرق کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک ظالم تھا۔ انہوں نے خوش حالی کو اپنا حق سمجھا اور دوسروں کو ستانے پر تُل گئے۔ حالانکہ انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ عاجزی کے ساتھ آسمان و زمین کے بنانے والے کے آگے جھکا رہے اور سمجھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ مجھ میں نہ کچھ طاقت ہے نہ اختیار ہے۔ میں اللہ کا بندہ اور خادم ہوں۔ میرا اس کے سوا کچھ کام نہیں۔ کہ جو اس نے اپنے رسول کی معرفت مجھے حکم دیا ہے اس کو دل و جان سے بجا لاؤں۔ اگر میں یہ نہیں کرتا تو میں اپنی حد سے آگے نکل جانے والا ہوں اور اسی کا نام ظلم ہے۔

سرکش لوگ جو اپنے جیسا کسی کو نہیں سمجھتے اور ہمیشہ دوسروں کے دبانے کی دھن میں رہتے ہیں وہ سب فرعون ہیں۔ مکّہ کے کافروں میں یہی عیب تھا۔ اس لیے انہیں فرعون کی قوم کی حالت سنائی جا رہی ہے تاکہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ اور اللہ کی نافرمانی نہ کریں ؛

بدترین خلائق

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ
تحقیق بدترین چلنے پھرتے لوگ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے
کَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِیْنَ
کفر کیا پس وہ نہیں ایمان لاتے وہ لوگ
عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ
جن سے تو نے عہد کیا ان میں سے بعض پھر وہ توڑ ڈالتے ہیں
عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾
اپنا عہد ہر دفعہ اور وہ ڈر نہیں رکھتے

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ
سب جانداروں میں بدتر اللہ کے ہاں وہ ہیں جو
كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِیْنَ
منکر ہوئے پھر وہ ایمان نہیں لاتے جن سے
عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ
تو نے معاہدہ کیا ان میں سے پھر وہ ہر بار اپنا
عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾
عہد توڑتے ہیں اور وہ ڈر نہیں رکھتے

الدَّوَآبّ: (چلنے پھرنے والے) دابۃ کی جمع ہے۔ جو اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ دبّ کے معنی ہیں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل ہونا مراد جاندار ہیں جو خود بخود چل پھر سکتے ہیں۔

یَنْقُضُوْنَ: (توڑتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے نَقْض سے۔ نقض کے معنی توڑنا کسی کے خلاف چلنا یا کرنا۔ نقیض۔ مناقضہ۔ تناقض اسی مادہ سے بنے ہیں۔ سب میں توڑنے یا خلاف ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم ہمیں یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو بالکل آزاد نہ سمجھے۔ اس کے دل میں یہ یقین ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ایک سب سے زیادہ قوی اور طاقت ور آقا کا تابع فرمان ہے جس نے اسے اور ان سب چیزوں کو جو اس کے اردگرد نظر آ رہی ہیں پیدا کیا ہے۔ اور ہر چیز اس کے مقررہ قاعدے کے مطابق چل رہی ہے مخلوقات میں انسان سب سے زیادہ سرکش نظر آتا ہے۔ ان میں سے بعض تو اللہ کو اور اس کے قانون ہی کو جو اس نے انسان کے لیے مقرر کیا ہے نہیں مانتے اور اپنی چلانی چاہتے ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کو جو اس زمانے میں موجود ہیں اور جن کا اسلام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ پڑا ہے ان کے احوال کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔

ارشاد ہے کہ سب سے بدتر وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور جن کے ایمان لانے کی امید نہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ کے نہ ماننے والے اپنے عہد و پیمان پر قائم نہیں رہ سکتے۔ بلکہ جب موقع ملتا ہے۔ عہد توڑ ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ تمام مخلوقات میں سب سے بدتر ہیں۔ جیسے پہلے فرعون کے لوگ تھے جن کا حال سورۃ الاعراف میں گزرا ہے کہ مصیبت میں پھنسے تو حضرت موسیٰؑ سے نیک چلنی کا عہد کیا مصیبت ٹل گئی تو فوراً عہد توڑ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہود بنی قریظہ بھی ایسے ہی تھے۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے آپ سے عہد کر لیتے کہ ہم مشرکین کی مدد نہیں کریں گے۔ لیکن لڑائی میں ان کے طرف دار ہو جاتے اور آپ سے بعد میں کہتے کہ ہمیں یاد نہیں رہا تھا ہم پھر غیر جانب داری کا عہد کرتے ہیں۔ لیکن موقع آنے پر پھر توڑ ڈالتے۔ آگے بتایا گیا ہے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے:

عہد شکنوں کی سزا

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ
پس اگر پائے تو ان کو لڑائی میں تو بھگا ان کے ذریعہ
مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا
ان کو جو ان کے پیچھے ہیں تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور اگر
تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ
تجھے ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے ان کی طرف
عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
برابر برابر بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا
الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾
دغابازوں کو

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۱۰/۳

سو اگر تو ان کو کبھی لڑائی میں پاوے تو ان کو ایسی سزا دے کہ دیکھ کر ان کے پچھلے بھاگ جاویں تاکہ ان کو عبرت ہو اور اگر تجھ کو کسی سے دغا کا ڈر ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دے اس طرح کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ۔ اللہ کو دغاباز خوش نہیں آتے

تَثْقَفَنَّهُمْ: پائے تو ان کو۔ مضارع کا صیغہ ہے ثقف سے۔ اس کے ساتھ تاکید کے لیے نون ثقیلہ لگا ہوا ہے۔ ثقف کے معنی ہیں پالینا۔ اس معنی میں یہ لفظ یہاں اور اس سے پہلے سورۃ النساء میں آیا ہے۔ اس کے معنی درست اور سیدھا کرنے کے بھی ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے اس سے ثقافت بنا ہے جو عام طور پر اخلاق کی درستی کے طریقے کے معنی میں مستعمل ہے۔

شَرِّدْ: بھگا دے۔ امر کا صیغہ ہے تشرید سے جو شرد سے بنا ہے۔ شرد کے معنی بھاگ جانا۔ تشرید اس کا متعدی ہے جس کے معنی ہیں بھگا دینا۔

اِمَّا: اور اگر۔ یہاں یہ لفظ دونوں جگہ اِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ اِنْ حرف شرط ہے اگر کے معنی میں۔ اس پر ما بڑھا کر اور نون کو میم میں ادغام کر کے اِمَّا بنا لیا ہے۔ ما اکثر حرف شرط وغیرہ پر بڑھا دیتے ہیں جس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسے اِذْ سے اِذْ مَا۔ اِذَا سے اِذَا مَا وغیرہ۔

فَانْۢبِذْ: پھینک دے۔ امر کا صیغہ ہے نَبْذٌ سے۔ نَبْذٌ کے معنی پھینکنے کے ہیں اور یہی یہاں مراد ہیں۔ اس کے اور معنی بھی ہیں۔ جنہیں اس مقام سے کوئی تعلق نہیں۔

شروع رکوع میں کافروں کے رویّہ کا بیان تھا کہ دنیا میں فقط اپنی ہی زندگی ضروری سمجھتے ہیں اور دوسرے کو اگر وہ ان سے خلاف رائے رکھتا ہو، ناحق ستانے اور تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدینہ میں یہود بنی قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ آپ کے دشمنوں کی مدد نہ کریں گے۔ لیکن انہوں نے بارہا اپنا عہد توڑا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں مکہ والوں کی مدد کی۔ یہ طرزِ عمل انہیں لوگوں سے ملتا جلتا تھا جن کا اوپر بیان ہوا۔ اس لیے اس آیت میں ان کے ساتھ سلوک کرنے کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے تم سے عہد کر رکھا ہے ان سے غداری اگر کھلم کھلا ثابت ہو جائے تو ان کو ایسی سزا دو جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ اور اگر علامتیں بتاتی ہوں کہ غدر کی تیاری کر رہے ہیں تو ان کو اطلاع دے دو کہ تم باز آ جاؤ ورنہ ہم سخت سزا دیں گے۔ اب ان پر حملہ کرنے میں دھوکے اور خیانت کا شبہ نہ ہوگا۔ دھوکا اور خیانت اللہ کو پسند نہیں اور خیانت کرنے والوں کی طرف داری نہیں کرتا۔

تیاری سے کچھ نہ ہوگا

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور نہ گمان کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا
سَبَقُوْا ط اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ (۵۹)
کہ وہ بچ گئے بےشبہ وہ عاجز نہیں کر سکتے

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ بھاگ
سَبَقُوْا ط اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ (۵۹)
نکلے وہ ہم کو ہرگز نہ تھکا سکیں گے

سَبَقُوْا: (بچ گئے) ماضی کا صیغہ ہے۔ سبق کے معنی ہیں آگے نکل جانا، بھاگ جانا، بچ جانا۔ اس لفظ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر یہاں یہی مراد ہیں۔

يُعْجِزُوْنَ: (تھکا دینا۔ عاجز کر دینا) مضارع کا صیغہ ہے اعجاز سے جو عجز سے بنا ہے۔ عجز کے معنی درماندگی اور بے بسی کے ہیں۔ اعجاز اس کا متعدی ہے اس کے معنی ہیں مقابلہ کے وقت حریف کو عاجز اور بے بس کر دینا۔ معجزہ اسی سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں دوسروں کو عاجز کر دینے والی چیز۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ خیانت اللہ کو پسند نہیں۔ اس لیے اگر کوئی قوم تمہاری دشمن بھی ہو اور تمہیں علامتوں سے یقین ہو جائے کہ وہ تم پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں اور عہد و پیمان کی پروا نہیں کرتے تو محض علامتوں کی بنا پر ان پر حملہ نہ کرو۔ کیونکہ وہ عہد کی بنا پر تم سے بے خوف ہیں۔ پہلے ان کو اطلاع دے دو کہ تم خلاف عہد کارروائیاں کر رہے ہو یا تو ان کو چھوڑ دو۔ ورنہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے۔ اب تم اور وہ برابر کے مرتبہ میں ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا حملہ نامناسب نہ کہلائے گا۔ جو لوگ اخلاقی قدروں کو چنداں وقعت نہیں دیتے۔ ان کو یہ بات ہوشیاری کے خلاف معلوم ہوئی۔ کیونکہ زرت پھرت کام کرنے سے دشمن کا صفایا بہ آسانی کیا جا سکتا تھا۔ اطلاع دے دینا گویا ان کو اپنے بچاؤ کا سامان جمع کرنے کی مہلت دینا ہے۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تمہارے دشمن خوش ہوتے ہوں گے۔ کہ مسلمان عہد کا خیال کریں گے۔ اور لڑنے سے پہلے معاہدین کو اپنے ارادے سے اطلاع دیں گے اور ہم خوب تیاری کر کے مسلمانوں کو لڑ کر بھگا دیں گے۔ تم ان کی اس خوشی کی پروا نہ کرو۔ اور ان کو عہد پر قائم نہ رہنے کی اطلاع دے دو۔ یہ اخلاقی فرض ہے جس کا خیال ضروری ہے۔ اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ کافر خواہ کتنی ہی تیاری کر لیں بچ نہیں سکتے۔ وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اللہ ان کو عاجز اور پست کر دے گا۔ یہ ہدایت ان کے بارے میں ہے جنہوں نے کھلم کھلا عہد نہیں توڑا ہے مگر علامتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے خلاف تیاری کر رہے ہیں۔

کتب تواریخ میں ذکر کیا گیا ہے کہ امیر معاویہ رضؓ اور قیصر روم کا معاہدہ ہو گیا تھا۔ کہ کچھ مدت باہمی جنگ بند رہے گی۔ اس زمانہ میں امیر معاویہؓ نے چاہا کہ اس دوران میں اپنی فوج سرحد پر اکٹھی کر لیں۔ تاکہ معاہدہ ختم ہو جائے تو لڑنے میں آسانی ہو۔ ایک صحابی عمرو بن عنبسہ نے ان کی توجہ اس آیت کی طرف دلائی اور وہ اپنے ارادے سے فوراً باز آ گئے۔

اپنی قوّت بڑھاؤ

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ
اور تیار رکھو ان کے لیے جو تم سے ہو سکے قوّت سے
وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ
اور بندھے ہوئے گھوڑوں سے کہ ڈراؤ تم اس سے اللہ کے دشمن کو
وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج
اور اپنے دشمن کو اور دوسروں کو ان کے سوا
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا
نہیں جانتے تم ان کو اللہ جانتا ہے ان کو اور جو تم خرچ کرو
مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ
کسی چیز سے اللہ کی راہ میں پوری لوٹائی جائے گی تمہاری طرف
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (۶۰)
اور تم ظلم نہیں کیے جاؤ گے

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ
اور ان کی لڑائی کے واسطے قوّت میں سے اور پلے ہوئے
وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ
گھوڑوں میں سے جو کچھ جمع کر سکو تیار کر رکھو اس سے اللہ کے دشمنوں پر
وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج
اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر دھاک بیٹھے گی
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا
تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم
مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ
اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تم کو پورا ملے گا
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (۶۰)
اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا

اَعِدُّوْا: (تیار کرو) امر کا صیغہ ہے اعداد سے۔ اعداد کا مادہ ع۔ د۔ د ہے۔ جس سے عدد۔ معدود۔ استعداد وغیرہ الفاظ بنتے ہیں۔ عَدّ کے بہت سے معنی ہیں۔ گننا، شمار کرنا۔ اعداد کے معنی ہیں کسی چیز کو گن کر، شمار کر کے حفاظت سے اٹھا رکھنا تاکہ وقت پڑنے پر کام آئے۔

رِبَاطِ (باندھ رکھنا) یہ لفظ ربط سے بنا ہے۔ ربط کے معنی جوڑنا ہیں۔ رباط گھوڑوں کے باندھنے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور خود بندھے ہوئے گھوڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ گھوڑے اس لیے باندھے جاتے ہیں کہ ان کی حفاظت اور پرورش کی جائے تاکہ لڑائی میں کام آئیں۔

تُرْهِبُوْنَ (تم ڈراؤ) مضارع کا صیغہ ہے ارہاب سے۔ جو رَهْبَةٌ سے بنا ہے۔ رَهْبَةٌ کے معنی ڈر اور خوف کے ہیں۔ ارہاب اس کا متعدی ہے یعنی دوسرے کو ڈرانا، خوف زدہ کرنا۔

لَا تُظْلَمُوْنَ (نہ ظلم کیے جاؤ گے) مضارع مجہول ہے جو ظلم سے بنا ہے۔ یہ لفظ بہت جگہ آیا ہے۔ اس کے معنی ہیں دوسرے کا حق دبا لینا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو صاف ہدایت کی گئی ہے کہ کبھی اپنے آپ کو ایسا کمزور مت بناؤ کہ جس کا جی چاہے دبالے بلکہ لڑائی کے ہتھیاروں کا استعمال سیکھو، گھوڑے پالو، سواری سیکھو۔ تاکہ جو اللہ کے نافرمان، کافر اور تمہارے دشمن ہیں اور تم کو ستاتے ہیں۔ ان پر تمہارا رعب اور دبدبہ قائم رہے اور تم سے لڑائی کرنے کی جرأت نہ کریں۔ تمہارے دشمن یہی نہیں ہیں جنہیں تم کھلم کھلا اپنے آپ سے لڑتے دیکھ رہے ہو۔ بہت سے خفیہ دشمن ہیں۔ جو اللہ کو معلوم ہیں اور تمہیں ان پر شبہ بھی نہیں۔ مثلاً منافق یا آئندہ تمہارے مخالف جو قومیں ہونے والی ہیں ان سب کو مرعوب رکھنا ضروری ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ بدن کی قوت بناؤ اور ہتھیاروں کا استعمال سیکھو۔ اس پر جو تمہارا خرچ ہوگا۔ اس کا بدلہ تمہیں اللہ کے ہاں سے پورا پورا ملے گا۔ تمہارا حق ذرا سا بھی دبایا نہ جائے گا۔

صلح کا حکم

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا
اور اگر وہ مائل ہوں صلح کی طرف تو مائل ہو تو اس کی طرف
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
اور بھروسا کر اللہ پر یقیناً وہ وہی ہے
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾
سننے والا جاننے والا

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا
اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اسی طرف جھک
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
اور اللہ پر بھروسہ کر بے شک وہی
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾
سننے والا جاننے والا ہے

جَنَحُوْا (وہ جھکیں) ماضی کا صیغہ ہے جو جَنْحٌ سے بنا ہے۔ جنح کے معنی ہیں جھکنا۔ مائل ہونا۔ اسی مادہ سے اِجْنَحْ امر کا صیغہ ہے جو اس کے آگے اسی آیت میں ہے یعنی جھک جا۔ مائل ہو۔

سَلْم (صلح) اس مادہ سے بہت سے لفظ بنے ہیں۔ مسلم۔ اسلام۔ سلامت۔ سلام۔ تسلیم وغیرہ ان سب میں صلح، آشتی، امن، تابعداری قانون کی پابندی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد صلح اور لڑائی سے باز رہنے کے ہیں۔

پچھلی آیت میں حکم تھا کہ لڑائی کی تیاری میں مشغول رہو۔ کیونکہ لوگوں میں تمہاری مخالفت کا جوش ہے۔ اور مخالفت کی بنا محض خود غرضی ہے جس سے دنیا میں سارے فساد برپا ہوتے ہیں۔ جب تک لوگ اس اصل کو تسلیم نہ کرلیں۔ کہ ہر شخص عقیدہ کے بارے میں آزاد ہے بشرطیکہ وہ عقیدہ فتنہ و فساد کا باعث نہ ہو۔ اس وقت تک حریت کے طرفداروں کو لڑائی کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں لڑائی کا مقصد خون ریزی اور ملک گیری نہیں بلکہ امن و امان کے دشمنوں کا دبانا ہے۔ تاکہ دنیا میں امن و امان قائم ہو۔ اور ہر شخص آزادی کے ساتھ حق کی جستجو میں مشغول ہو سکے۔ اور حق کے پالینے کے بعد اسے اس کے اختیار کرنے سے کوئی چیز روکنے والی نہ ہو۔ اس لیے ضروری ہوا کہ امن و امان کے حامی لڑائی کے سامان سے پوری طرح لیس رہیں۔ تاکہ فسادی لوگ دبے رہیں۔

اسی لیے اس آیت میں ارشاد ہے کہ فسادی لوگ اگر صلح کا خیال ظاہر کریں اور اس بات پر آمادہ ہوں کہ ہم کسی کو زبردستی حق کے اختیار کرنے سے نہ روکیں گے۔ اور فتنہ و فساد نہ پھیلائیں گے۔ تو تمہیں بھی صلح کے لیے آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ جب تمہارا مقصد بغیر خون ریزی کے حاصل ہوتا ہے۔ تو تمہیں خواہ مخواہ خون ریزی کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کا حکم ہے۔

اسلامی قتال کی حقیقت، غرض و غایت اور عملی صورت سمجھنے کے لیے ان آیات پر غور کرنا چاہیئے۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر لوگ مل جل کر رہنے کے اصول کی پابندی پر آمادہ ہوں اور کسی کے اندر زبردستی اپنے خیالات کے ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ حق کے تلاش کرنے والے کی ہر طرح کی مدد کے لیے تیار ہوں تو لڑائی کی مطلق ضرورت نہیں۔ اسلام کے اندر ابتدا میں جو لڑائیاں لڑی گئی ہیں۔ اس میں دنیا کی تمام جنگوں کے مقابلہ میں سب سے کم خون ریزی ہوئی ہے۔ کبھی اس بات پر زور نہیں دیا کہ زبردستی اسلام کے عقیدے کو مانو ورنہ مار دیئے جاؤ گے۔ البتہ فسادی اور انسان کی آزادی کے مخالفوں کو سختی اور شدت کے ساتھ دبایا گیا۔ اور جب وہ دب گئے تو ان سے کچھ نہ کہا گیا۔

دھوکے بازوں کا علاج

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ
اور اگر وہ چاہیں کہ تجھے دھوکہ دیں تو
حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ
کافی ہے تجھ کو اللہ وہی ہے جس نے طاقت دی تجھ کو
بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ
اپنی مدد کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ اور الفت دی
بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ
بیچ ان کے دلوں کے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ
اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں تو تجھ کو
حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ
اللہ کافی ہے اور اسی نے تجھ کو اپنی مدد کا
بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ
اور مسلمانوں کا زور دیا اور ان کے
بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ
دلوں میں الفت ڈال دی

پچھلی آیت میں حکم دیا کہ اگر تمہارے مخالف صلح کی خواہش کریں تو تم بھی صلح پر راضی ہو جاؤ۔ کیونکہ اسلام کی اصل غرض لڑنا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کے دین کی اشاعت کی آزادی کا برقرار رکھنا اور فتنہ و فساد کو دور کرنا ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں باہمی قول و قرار سے ہی حاصل ہو جائیں تو لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ صلح کی درخواست پر صلح کرنا بہرحال افضل ہے۔ اور اگر یہ شبہ ہو جائے کہ صلح کی درخواست سے ان کا مقصد فقط دھوکا دینا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو صلح کے سلانے سے غافل کر کے چپکے چپکے شرائط صلح کی خلاف ورزی کرتے رہیں گے۔ اور مسلمانوں کو اندر ہی اندر ستاتے رہیں گے۔ اور باہر صلح کا پردہ ڈالے رکھیں گے۔ کیونکہ مسلمانوں کو تو ان کے دین میں یہ تاکید کر دی گئی ہے کہ ایمانداری سے شرائط صلح کی پابندی کرو اس لیے وہ تو پابندی کے خیال سے نہ ظاہر میں شرائط صلح کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں اور نہ باطن میں لیکن ہمیں اس بہانے سے ان کے ستانے کا خوب موقع ملے گا۔ ارشاد ہے کہ اگر صلح کرنے سے ان کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں غافل کر کے آپ صلح کے شرائط کی چالاکی سے خلاف ورزی کرتے رہیں اور اس حالت تک پہنچنے کا خوف ہو کہ تم صلح کی وجہ سے کچھ نہ کر سکو۔ اور وہ دھڑلے سے تمہیں ستانے پر کمر باندھ لیں تو بھی صلح کرنا ہی بہتر ہے۔ وہ ان دغا بازیوں اور چالاکیوں سے تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ تمہاری وفاداری اور ایمانداری اللہ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ وہ تمہاری طرف سے ان کی دغابازی کا بدلہ لینے کے لیے کافی ہے۔ دیکھو شروع میں انہوں نے تمہیں کتنا ستایا۔ لیکن اللہ نے اپنے رسول کی خود بھی مدد کی اور مسلمانوں کو بھی ان کی مدد کے لیے آمادہ کیا۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت اور الفت ڈال دی اور وہ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے گو پہلے ان کے اندر سخت دشمنی اور لڑائی تھی۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے مدینے کے دو بڑے عرب قبیلوں اوس اور خزرج میں بے حد دشمنی تھی۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو آپس میں ایک دوسرے پر جان و مال نثار کرنے لگے۔ اسی طرح مکہ کے لوگ مسلمان ہونے کے بعد اپنی پہلی لڑائیاں سب چھوڑ بیٹھے۔ اسلام کا یہ ایک معجزہ تھا جو دنیا میں ظاہر ہوا۔ عرب جیسے لڑاکا لوگوں کو ملا دینا سوائے اسلام کے کسی کے بس کا نہ تھا۔

یہ ملاپ کس نے کرایا

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ
اگر خرچ کر دیتا تو جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ نہ
اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ
الفت ڈال سکتا تو ان کے دلوں کے درمیان اور لیکن اللہ نے الفت ڈالی
بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۶۳﴾
ان کے درمیان تحقیق وہ زبردست حکمت والا ہے
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ
اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ اور جو
اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۴﴾ ع
تابعداری کرتے تیری مسلمانوں میں سے

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ
اگر جو کچھ زمین میں ہے تو سارا خرچ کر دیتا ان کے
اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ
دلوں میں الفت نہ ڈال سکتا لیکن اللہ نے الفت
بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۶۳﴾
ڈالی بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ
اے نبی تجھ کو اللہ کافی ہے اور جتنے
اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۴﴾ ع
تیرے ساتھ مسلمان ہیں

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ مخالف اگر صلح کی درخواست کریں، تو تم بھی صلح پر راضی ہو جاؤ۔ صلح کرتے وقت یہ مت سوچو کہ ممکن ہے کہ مخالفوں کے دل میں دغا بازی ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ۔ اور سوچو کہ جب اس نے ہماری ان کے مقابلے میں ایسے آڑے وقت میں مدد کی جب ہمارے مٹانے میں فسادی لوگوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ تو اب بھی وہ ہماری مدد کرے گا۔ اور ان کی چالیں تدبیریں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ ان کے بول اور خفیہ سازشیں جب پہلے ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں اور اللہ نے ان کو نیچا دکھایا اور ہم کو اونچا کیا تو آئندہ بھی ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ عرب کا یہ حال تھا کہ ہر وقت آپس میں لڑنے بھڑنے میں مصروف تھے اللہ نے اپنی رحمت سے تمہارے اندر امن قائم کیا۔ اور ایک دوسرے کی محبت سے سرشار ہو گئے۔ اس نعمت کو یاد دلا کر اس آیت میں بیان کیا ہے کہ یہ کس قدر مشکل کام تھا جیسے اللہ کے فضل سے وہ آسان ہو گیا۔ ایسے ہی ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول! ان کو آپس میں ملا دینا تیرے بس میں نہ تھا۔ اور اگر ساری دنیا کے خزانے بھی خرچ کر دیتا۔ تو ان میں باہمی الفت اور میل جول پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو اللہ نے اپنی رحمت سے ان کے دل ایک دوسرے سے ملا دیے اور یہ آپس کی دشمنی اور عداوت چھوڑ کر باہم شیر و شکر ہو گئے۔ اس سے تجھے یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ کے مقابلے میں کسی کی کیا ہستی ہے جو ٹکر لے۔ وہ سب پر غالب ہے۔ وہ اگر قوت دکھانے پر آئے تو دم زدن میں اچھے اچھوں کا دم نکال کر رکھ دے۔ وہ ہر چیز اور ہر بات کے موقع و محل کو جانتا ہے۔ جہاں طاقتور اور قوی ہے تو اس کے ساتھ حکیم بھی ہے جس موقعہ پر جو مناسب سمجھتا ہے کرتا ہے کسی کی مجال نہیں جو اسے روک سکے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہے کہ اے نبی تیرے لیے اللہ کافی ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے تن و تیرا مطیع وفادار بنا دیا ہے ان کو غنیمت سمجھ یہ آڑے وقت میں تیرے کام آئیں گے ان کی مدد کے لیے بھی اللہ کافی ہے۔

حقیقت میں عرب کی کایا پلٹنے میں ضرور ایک ایسی زبردست قوت کا ہاتھ ماننا پڑے گا۔ جو مادی اور دنیاوی چیزوں میں نہ کبھی دیکھی گئی اور نہ دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ قوت اللہ عزوجل کی ہے اور اس قدر صریح دلیل کے بعد ہو نہیں سکتا کہ اس کو نہ مانا جائے۔

نا سمجھ ٹھہر نہیں سکتے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اے نبی مسلمانوں کو لڑائی کا شوق
عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ
دلا اگر تم میں بیس شخص
صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ
ثابت قدم رہنے والے ہوں تو ۲۰۰ پر غالب ہوں اور اگر تم میں
مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ
سو شخص ہوں تو ہزار کافروں پر غالب ہوں اس واسطے
كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (٦٥)
کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اے نبی ترغیب دے مومنوں کو
عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ
لڑنے کی اگر ہوں تم میں سے بیس
صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ
تم برداشت والے غالب ہیں وہ دو سو پر اور اگر ہوں
مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ
ان میں سے سو غالب آئیں وہ ہزار پر ان میں سے
كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (٦٥)
جو کافر ہیں کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے

حَرِّضْ ابھارنا، شوق دلانا۔ امر کا صیغہ ہے اور تحریض سے بنا ہے۔ تحریض کا مادہ حرض ہے جس کے معنی ہیں گھٹنا۔ گھلتے جانا۔ گویا تحریض کا مطلب یہ ہے کہ اس گھٹنے گھلنے اور کمزور ہونے کا تدارک کرنا تا کہ یہ رک جائے۔ جیسے مرض کے معنی بیماری کے ہیں۔ لیکن تمریض کے معنی ہیں تیمارداری کرنا یعنی مرض کے روکنے کی تدبیر کرنا۔ اسی طرح تحریض کے معنی ہیں مرض کو روکنا جس کے لازمی معنی یہ ہوئے کہ لوگوں کو ایسی تدبیریں اختیار کرنے پر آمادہ کرنا جس سے تباہی کی طرف بڑھنا رک جائے۔ قتال اس وقت مسلمانوں کو تباہی سے بچانے کے لیے ضروری تھا۔ اس لیے اس کی ترغیب دلانے کو کہا گیا۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جس وقت لوگ اتنے بٹ دھرم ہو جائیں کہ لوگوں کو فقط اپنے ہی طریقہ پر زبردستی چلانا چاہیں۔ اور ان کو سچی اور صحیح بات کے تلاش کرنے اور ہاتھ آجانے کے بعد اس کے ماننے کا موقع دینے کے لیے تیار نہ ہوں اور اپنی ضد سے کسی طرح باز نہ آئیں۔ بلکہ سچ کی جستجو کرنے والوں کو دق کریں اور اس کے ماننے والوں کے ستانے پر کمر باندھ لیں تو پھر مسلمانوں کو لڑائی کے بغیر چارہ نہیں۔ وہ اس وقت تک لڑیں گے۔ جب تک کہ دین کے اختیار کرنے کی آزادی نہ حاصل ہو جائے۔ اور فسادی اپنے شر سے باز آجائیں۔ پچھلی آیت میں اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ کہ جو لوگ ظالموں سے لڑنے کے لیے دل وجان سے تیار ہو جائیں گے۔ اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ اس وقت یہی موقع ہے کہ دشمن تمہیں ناحق ستانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور شرارت سے کسی طرح باز نہیں آتے۔ اس لیے تمہیں لڑنے کے لیے بالکل آمادہ رہنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ کے ہاں قاعدہ ہے کہ وہ انہی کی مدد کرتا ہے جو اپنی کوشش شروع کر دیں۔

ارشاد ہے کہ اے نبی ان ایمان والوں سے کہہ دے کہ اگر تباہی سے بچنا ہے تو لڑنے پر آمادہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اس میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اگر مر گئے تو شہید اور جیت گئے تو غازی اور فاتح۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ تم بزدلی کرو۔ اگر دشمن تم سے دس گنا بھی ہوں تو بھی ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ کیونکہ تم سمجھ بوجھ کر ایک اعلیٰ مقصد کے لیے لڑ رہے ہو۔ اور ان لوگوں کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ فقط اس لیے لڑ رہے ہیں کہ ان کی سرداری بنی رہے۔ یہ نادانی کی کھلی علامت ہے۔ اس لئے دل پرست مقصد والے بلند ترین مقصد رکھنے والوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔

دو گنوں سے لڑو

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم سے اور جان لیا

اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

کہ تم میں کم ہمتی ہے پس اگر ہوں تم میں سے

مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ

سو ڈٹنے والے بھاری پڑیں گے دو سو پر اور

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ

اگر ہوں تم میں سے ہزار غالب ہوں گے دو ہزار پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

حکم سے اللہ کے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور جان

اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

کہ تم میں سستی ہے سو اگر تم میں سو شخص ثابت قدم

مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ

رہنے والے ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے اور

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ

اگر تم میں ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب ہوں گے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اللہ کے حکم سے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے

صَابِرَةٌ: صبر کرنے والے۔ اسم فاعل مؤنث ہے صبر سے اس کا مذکر صابر ہے جس کی جمع صابرین ہے۔ صبر کے معنی ٹھہرنے اور قائم رہنے کے ہیں۔ مصیبت میں گھبرائے نہیں اور چیخ و پکار نہ مچائے۔ یہ بھی صبر ہے کسی چیز کے حاصل کرنے میں برابر لگا رہے اور مشکلات کی وجہ سے جی نہ چھوڑے یہ بھی صبر ہے۔ اچھے کام اور اچھی باتیں ہمیشہ کرتا رہے اور کبھی جان بوجھ کر ناغہ نہ کرے یہ بھی صبر ہے۔

پچھلی آیت میں شکل تو خبر کی تھی۔ مگر اصل میں حکم دیا گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کو اپنے سے دس گنوں کے مقابلے سے بھاگنا نہ چاہیئے۔ اس وقت مسلمان بڑے پختہ ایمان والے اور جوشیلے تھے۔ ان کو یہ حکم ماننا آسان تھا چنانچہ انہوں نے مانا۔ اور اللہ نے ان کا صبر و ثبات دیکھ کر ان کی مدد کی اور ان کی کوششوں کو پروان چڑھایا۔ اس کے بعد جب زمانہ گذرنے کی وجہ سے یہ پرانے لوگ بڈھے اور ضعیف ہو گئے اور نئے لوگوں میں وہ ولولہ اور جوش جو پہلے لوگوں میں تھا۔ کسی قدر کم ہو گیا تو ان کی حالت کی رعایت کر کے پہلے حکم کو ہلکا کر دیا گیا۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ چونکہ تم اب پہلے کی نسبت کچھ سست ہو گئے ہو اور تمہاری ہمت بھی پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔ اس لیے تمہیں پہلا حکم کس قدر گراں گذرے گا۔ خیر اب تمہیں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے سے دگنے لوگوں کے سامنے سے مت بھاگو۔ ان کے سامنے مردانگی سے ڈٹے رہو۔ تم نے اپنی ہمت دکھائی۔ تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔ اور تم فتح یاب ہو گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد سے لے کر آج تک یہی حکم قائم ہے۔ کہ اگر دشمن تعداد میں مسلمانوں سے دوگنے ہوں۔ تو مسلمانوں کو ان کے سامنے سے بھاگنا نہ چاہیئے۔ بلکہ ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ کیا تو گنہ گار ہوں گے یہ رخصت کا درجہ ہے۔ لیکن اگر دشمن دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ اور مسلمان اللہ کی مدد پر اعتماد کر کے اس سے لڑتا ہے۔ تو اس کا درجہ یقیناً زیادہ بلند ہے۔

پہلے دھاک بٹھاؤ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى
نہیں ہے نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس قیدی
حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ
یہاں تک کہ سختی کرے زمین میں تم چاہتے ہو
عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ
سامان دنیا کا اور اللہ ارادہ کرتا ہے
الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾
آخرت کا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى
نبی کو نہیں چاہیے کہ اپنے پاس قیدیوں کو رکھے
حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ
جب تک ملک میں خونریزی نہ کرلے تم دنیا کا اسباب
عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ
چاہتے ہو اور اللہ کے ہاں آخرت
الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾
چاہیے اور اللہ زور آور حکمت والا ہے

اَسْرٰى (قیدی) اسیر کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے اور اَسْرٌ سے بنا ہے۔ اسر کے معنی قید کرنے کے ہیں۔ اسیر قید کیا ہوا۔
يُثْخِنُ (سختی کرے) مضارع کا صیغہ ہے۔ اِثْخان سے جو ثخن سے بنا ہے ثخن کے معنی ہیں شدت اور سختی۔ اثخان کے معنی ہیں سختی کرنا۔
یہاں مراد یہ ہے کہ موقعہ ملنے پر پہلے اپنا خوب رعب بٹھانا چاہیئے تاکہ فسادی فساد سے باز آجائیں اور عبرت پکڑ کے ضد چھوڑ دیں۔
جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے قریش کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ۷۰ بڑے بڑے آدمی مسلمانوں نے قید کرلیے۔
اس وقت اس بات کا فیصلہ درپیش تھا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ مال لے کر چھوڑ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے۔
اس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا۔ کہ بتاؤ کیا صلاح ہے۔ زیادہ تر رائے اس طرف تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے
لیکن حضرت عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ یہ لوگ مسلمانوں کو بہت ستا چکے ہیں۔ زندہ چھوڑ دیا۔ تو پھر کوئی
نہ کوئی فتنہ کھڑا کر دیں گے۔ لیکن اکثر نے ان کا قتل کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ ممکن ہے بعد میں ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔ بعض
نے فطرتاً رحم دل ہونے کی بنا پر ان سے زر فدیہ لے کر جان بخشی کی رائے دی۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ مسلمانوں کو اس وقت مال وسامان
معیشت کی ضرورت ہے بہتر ہے کہ مال لے کر چھوڑ دیا جائے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا۔ کہ ہر ایک سے جان کے بدلے مال لے کر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اسی فیصلہ پر
عمل کیا گیا۔ لیکن چونکہ یہ سیاسی مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی اور اس کاروائی کے غلط ہونے سے آگاہ کیا گیا۔
بدر پہلی جنگ تھی۔ تدبیر سیاسی کا تقاضا یہ تھا۔ کہ ایسے موذی دشمن کو سخت سے سخت سزا دی جائے جس سے آئندہ کوئی فسادی
دنیا کے امن و امان میں خلل نہ ڈال سکے۔ اور کہا گیا کہ مال و زر ہاتھ لگنے سے فقط تھوڑا سا وقتی فائدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کے چھوڑ دینے
کا انجام اچھا نہیں۔ چنانچہ گو کچھ ان میں سے مسلمان ہو گئے۔ لیکن اکثریت نے دوسرے سال پھر حملہ کیا اور مسلمانوں کے ستر آدمی شہید
ہو گئے۔ اللہ نے اپنی رحمت سے مسلمانوں کو شکست فاش سے بچا لیا۔ ورنہ مٹنے میں کچھ کسر نہ رہی تھی ؟

مال کی حرص باعث عذاب ہے

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
اگر نہ ہوتا نوشتہ اللہ کا جو پہلے ہی لکھا جا چکا البتہ پہنچ چکا تم کو
فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوْا
اس میں جو تم نے لیا عذاب بڑا پس کھاؤ
مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ
اس میں سے جو تم نے لے لیا حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾
تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
اگر ایک بات جس کو اللہ پہلے لکھ چکا نہ ہوتی تو تم کو اس
فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوْا
کے لینے میں بڑا عذاب پہنچتا سو کھاؤ جو
مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ
تم کو غنیمت میں ملا حلال ستھرا اور اللہ سے ڈرتے رہو
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ ع ٥
اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس سے پہلے کہا گیا کہ مسلمانوں کو دنیا کے عارضی فائدہ کا خیال نہ کرنا۔ بلکہ ہر کام کرنے سے پہلے اس کا انجام سوچنا چاہیے۔ مکہ کے لوگ اگر اسلام کے مقابلے میں جیت جاتے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا۔ کہ انسان کی قوتِ فکر کی آزادی ملیامیٹ ہو جاتی۔ جس کا عملی نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ جس کا جی چاہتا۔ ظاہری قوت۔ مال و دولت۔ سامان حرب اور چیلے چانٹے جمع کر کے دوسروں کو زبردستی اپنی ڈگر پر چلانے کا شیوہ اختیار کرتا اور دنیا سے امن و امان مفقود ہو جاتا۔ بس یہی ایک مشغلہ رائج ہو جاتا۔ کہ ہر ایک دوسروں کی دھن میں لگا رہے اور دوسروں کو ذلیل بنا کر رکھے۔ مگر اللہ نے قرآن مجید میں فیصلہ کر دیا۔ کہ انسانی ضمیر کی حریت کے دشمنوں کو مٹا کر چھوڑو۔ ان پر رحم کرنا، انسانیت کو مٹانا اور حیوانیت کے قانون کو رواج دینا ہے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اس موقعہ پر قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا اتنی زبردست غلطی تھی کہ اس کی وجہ سے تم پر بڑا سخت عذاب آ سکتا تھا۔ کیونکہ انسانی فطرت کے قاعدے توڑنے والوں کی رعایت لازمی طور پر عذاب کا سبب ہے۔ اگر عذاب نہیں آیا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ اس سے پہلے کچھ فیصلہ کر چکا ہے اور وہ اس وقت عذاب کے آڑے آ رہے ہیں وہ فیصلے یہ ہیں:

(۱) کافر قیدیوں کی یہ رعایت جان بوجھ کر نہیں کی گئی۔ کیوں کہ اللہ تعالٰی نے صاف حکم کوئی نہیں دیا تھا۔ کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا منع ہے اس لیے یہ اجتہادی غلطی ہے اور اجتہادی غلطی پر عذاب نہیں (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں عذاب نہیں آئے گا (۳) استغفار کرنے والوں پر عذاب نہیں آئے گا۔

اتنی بڑی دھمکی سے مسلمان سہم گئے اور سمجھے کہ اس مال کو ہاتھ نہ لگانا چاہیئے۔ اس لیے آگے ارشاد ہوا کہ یہ غلطی جان بوجھ کر نہ تھی۔ اس لیے معاف کر دی گئی۔ جو مال تم لے چکے ہو وہ تمہارے لیے حلال طیب ہے۔ اس کو اپنے کام میں لاؤ۔ اور آئندہ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو۔ نادانی سے جو غلطی ہو جائے اس کے لیے مغفرت طلب کرو۔ اور اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو اور یقین رکھو کہ اللہ توبہ استغفار کرنے والوں کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ اور اپنے فرماں برداروں کو اپنے رحم و کرم سے نوازتا ہے:۔

مغفرت کا وعدہ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ

اے نبی کہہ دے ان سے جو تمہارے قبضے میں ہیں

مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

قیدیوں میں سے اگر معلوم ہوئی اللہ کو تمہارے دلوں میں

خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ

بہتری تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو لے لیا گیا تم سے

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۷۰)

بخش دے گا تمہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا

اور اگر انہوں نے ارادہ کیا تجھ سے دغا کا تو بے شک دغا کر چکے

اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

اللہ سے اس سے پہلے پس قابو دے دیا ان پر اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۷۱)

جاننے والا حکمت والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ

اے نبی جو تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں

مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

ان سے کہہ دیں اگر اللہ تمہارے دل میں

خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ

کچھ نیکی جانے گا تو تم کو اس سے جو چھن گیا بہتر دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۷۰)

اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا

اور اگر وہ تجھ سے دغا کرنا چاہیں گے تو وہ اللہ سے

اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

اس سے پہلے دغا کر چکے ہیں پھر اس نے ان کو پکڑوا دیا اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۷۱)

سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے نبی مسلمانوں نے جو جنگ بدر میں قیدی پکڑے ہیں اور جن سے کچھ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ اس وقت تو تمہیں مال دے کر ہی قید سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ اس وقت تمہارے اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کا موقع نہیں ہے تم مال داخل کرو اور اپنے گھر جاؤ اس کے بعد اللہ تمہیں پرکھے گا۔ اگر تم واقعی سچے دل سے اسلام میں داخل ہو گئے اور تمہاری نیتیں صاف شفاف نظر آئیں۔ تو اللہ تمہیں اتنا کچھ دے گا جس کے مقابلے میں یہ مال جو تم اب جان بچانے کے لیے دے رہے ہو کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور ساتھ ہی تمہاری پچھلی خطائیں اور گذشتہ گناہ معاف کر دے گا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔ اور اسے بخشتے دیر نہیں لگتی۔ اور اگر اے نبی ان کے دل میں کھوٹ ہے اور وہ تجھے دھوکا دے کر اس وقت اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ وہ اس سے پہلے اللہ کو دھوکا دے چکے ہیں اور قول و قرار کر کے اس سے پھر چکے ہیں۔ پہلے تو اس قول سے پھرے جو ان کی روحوں نے روز الست کہا تھا، اور اللہ کو اپنا رب ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔ پھر ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بنی ہاشم ہیں اور ابوطالب کے سامنے انہوں نے عہد کیا تھا کہ ہم کفار مکہ کے مقابلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف داری اور حمایت کریں گے۔ اور وہ آج عہد توڑ کر کفار مکہ کے ساتھ تجھ سے لڑنے آئے ہیں اللہ ان کے دلوں کی بات جانتا ہے اور اس کو ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرنے کا ڈھنگ معلوم ہے۔ وہ ان سے نبٹ لے گا۔ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا۔ جو ان میں سے مسلمان ہوئے ان کی اولاد نے دنیا میں بادشاہت کی اور جو نہ ہوئے وہ خراب اور تباہ ہوئے ؛

اسلامی برادری

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ
تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور
جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ
جہاد کیا اپنے مالوں سے اور جانوں سے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا
اللہ کے راستے میں اور جن لوگوں نے ٹھکانا دیا
وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ
اور مدد کی وہ سب لوگ ایک ان میں سے
اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ
دوست ہیں دوسرے کے

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ
جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور
جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ
اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا
جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی
وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ
اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے
اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ
رفیق ہیں

اٰوَوْا (ٹھکانا دیا) ماضی کا مادہ ا۔و۔ی ہے جس سے بنا ہوا لفظ ماوٰی مشہور ہے۔ ماوٰی ٹھکانے اور مسکن کو کہتے ہیں۔ ایواءٌ کے معنی ہیں۔ کسی کو ٹھکانہ دینا۔ رہنے کی جگہ دینا۔

مسلمان اس وقت دو جگہ بٹے ہوتے تھے۔ کچھ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے ہجرت کرکے چلے آئے تھے اور کچھ ابھی مکہ ہی میں تھے اور کفار مکہ کے ساتھ سے چلے رہتے تھے۔ آیت کے اس حصہ میں ان کے تعلقات کا ذکر ہے۔ جو مدینہ کے مسلمانوں کے اندر آپس میں ہونے چاہئیں۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لاکر ہجرت بھی کرلی۔ اور گھر چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ اور اپنے مال اور جانیں دونوں اللہ کی راہ میں وقف کردیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے مدینے میں ان کو جگہ دی اور ان کے رہنے کا سامان کردیا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق اور ساتھی ہیں، پہلے لوگ مہاجر ہیں۔ جو مکہ سے مدینے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے آئے۔ دوسرے لوگ مدینے کے اصل باشندے ہیں جو انصار کہلائے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ یہ دونوں مل کر ایک ہی مجتمع (سوسائٹی) بنلتے ہیں۔ ان کے داخلی اور خارجی تعلقات دونوں ایک ہی طریق پر چلیں گے۔ داخلی انتظام سب کے لیے ایک ہوگا۔ ابتدا میں اس کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مہاجر کو لے کر ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ یہاں تک کہ ایک انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو آدھا مال دے دیا۔ اور آدھا اپنے پاس رکھا اور یہی آپس میں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ یعنی مدینے کے مسلمان ہر بات مل جل کر طے کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قائد، سردار اور رہبر تھے۔ قرآن حکیم ان کا قانون تھا۔ باہر والوں سے صلح ہوتی تھی تو مل کر ہوتی تھی اور لڑتے تھے تو سب مل کر لڑتے تھے۔ کسی بات میں کوئی اختلاف نہ تھا:

جنہوں نے ہجرت نہ کی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ
اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی نہیں تمہارے لیے
مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ
ان کی رفاقت سے کوئی چیز یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر
اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ
مدد طلب کریں وہ تم سے دین میں تم پر ضرور ہے ان کی مدد
اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
مگر اس قوم کے خلاف کہ تم میں اور ان میں عہد ہو
وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۷۲)
اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ
اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی
مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ
رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ چھوڑیں اور اگر
اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ
وہ تم سے دین میں مدد چاہیں تو ان کی مدد کرنا تم کو لازم ہے
اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
مگر ان لوگوں کے مقابلہ میں کہ تم میں اور ان میں عہد ہو
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۷۲)
اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے

اس آیت میں ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو ہجرت کر کے مدینہ نہ آسکے بلکہ مکہ ہی میں رہے۔ جہاں کافروں کا زور تھا۔ اور انہی کی بات چلتی تھی۔ ان کی صلح و جنگ میں مدینہ کی سوسائٹی کے افراد شریک نہیں۔ یعنی وہ اگر مصلحتاً مکہ کے کافروں سے کوئی سمجھوتہ کر لیں۔ تو مدینے کے مسلمانوں پر اس کی پابندی لازم نہیں اور نہ وہ ان کے وہاں بیٹھے بیٹھے وارث ہو سکتے ہیں جب تک ہجرت کر کے مدینہ نہ چلے آئیں۔

ارشاد ہے کہ جو ایمان والے کسی وجہ سے مکہ ہی میں رہ گئے اور ہجرت کر کے مدینہ نہ آسکے۔ ان کے معاملات میں تمہیں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر دینی باتوں میں انہیں مدد کی ضرورت پڑے۔ مثلاً کفار انہیں زبردستی مرتد کرنے پر تل جائیں اور دین اور ضمیر کی آزادی کو تسلیم نہ کریں اور ان پر صرف اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ظلم و ستم روا رکھیں اور وہ تنگ آ کر تم سے مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد کرنی لازم ہے۔ لیکن اگر وہ ان لوگوں کے مقابلے میں تمہاری مدد طلب کریں جن سے تمہارا عہد و پیمان پہلے ہی ہو چکا ہے۔ تو جب تک وہ عہد و پیمان کی پابندی کریں اور اس کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ توڑیں۔ تم ان کے مقابلے میں مکہ کے مسلمانوں کی مدد نہیں کر سکتے۔ اس کا خیال رکھو کہ جو کچھ کرو۔ اس میں اپنا ظاہر و باطن یکساں رکھو اور یہ مت سمجھو کہ اللہ سے کوئی بات چھپائی بھی جا سکتی ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور تمہارے ظاہر اور باطن دونوں سے یکساں واقف ہے۔

ان آیتوں میں جتنے احکام بیان کیے جا رہے ہیں۔ یہ فقط اس وقت کے مکہ اور مدینہ والوں کے لیے ہیں۔ کیونکہ ان میں لڑائی محض اس وجہ سے چھڑی تھی۔ کہ مکہ والے مسلمانوں کو بے جا دبانے پر کمربستہ تھے۔ یعنی وہ اس کو نہ مانتے تھے کہ ہر عاقل و بالغ کو اختیار ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر جو دین اختیار کرنا چاہیے، اختیار کرے۔ اس آزادی کا انکار فساد کی اصل جڑ ہے اور جب تک یہ جڑ نہ کٹ جائے گی مسلمان لڑتے رہیں گے۔ جو لڑائیاں اس آزادی کے برقرار رکھنے کے لیے نہ لڑی جائیں بلکہ ان کی کوئی اور غرض ہو۔ ان کے احکام وہی ہوں گے جو موقع محل اور دستور کے لحاظ سے قابل عمل ہوں گے ؛

فساد کو دباؤ

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ

اور وہ لوگ جو کافر ہوئے بعض ان کے مددگار ہیں بعض کے

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ

اگر یوں نہ کرو گے تم یہ تو ہوگا شور و شر زمین میں

وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿٧٣﴾

اور فساد بڑا

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ

اگر تم یوں نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ پھیلے گا

وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿٧٣﴾

اور بڑی خرابی ہوگی

ارشاد ہے کہ جو لوگ کفر پر تلے ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایمان والوں نے ایک دوسرے کی وقت پر مدد نہ کی تو زمین فتنہ و فساد کا اکھاڑہ بن جائے گی اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید مکہ میں نازل ہونا شروع ہوا اور اسی وقت سے اسلام کی ابتدا ہوئی۔ تیرہ سال تک آپ مکہ ہی میں رہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ مکہ کے لوگوں کو اسلام سکھائیں اور قرآن مجید کی آیتیں سنائیں تاکہ اس کے بعد جس کا جی چاہے اسلام قبول کر کے اس کے احکام کی پیروی شروع کر دے اور اپنی زندگی بالکل اس کے حکموں کے مطابق ڈھال لے۔ مکہ والوں نے آپ کی بات نہ مانی۔ بلکہ دوسروں کو زبردستی اسلام قبول کرنے سے روکنا شروع کر دیا۔ اور فقط زبانی روکنے پر بس نہ کی بلکہ ماننے والوں کو دکھ پہنچانے اور ستانے پر کمر باندھ لی۔ یہ انسانیت کے خلاف تھا۔ فقط نہ ماننا اسلام میں لڑائی کا سبب نہیں بن سکتا لیکن کسی کی آزادی چھیننا اور یہ کہ تمہاری سمجھ میں بھی آ جائے کہ اسلام سچا ہے اتب بھی نہ ماننے دیں گے یہ لڑائی کا ٹھیک سبب ہے لیکن پھر بھی مکہ کے قیام کے دوران میں لڑنے کا حکم نہ ہوا اور فرمایا کہ صبر کرو۔ چنانچہ مسلمانوں نے جہاں تک ہو سکا صبر کیا کچھ وطن چھوڑ کر حبشہ چلے گئے۔ لیکن کفار مکہ اپنی ضد سے باز نہ آتے تھے نہ آئے۔ اس کے بعد آپ کو مدینہ چلے جانے کا حکم ہوا۔ مکہ والوں کا پھر بھی وہی رویہ رہا۔ کہ اسلام اچھا سہی لیکن ہم کسی کو اس کے قبول کرنے کی اجازت نہ دیں گے۔ آخر مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت ہوئی اور کہا گیا کہ کفر تو انہوں نے خیر کیا ہی تھا لیکن دوسروں کو ان کی پسند کی چیز سے زبردستی روکنے کے کیا معنی؟ یہ فساد کی جڑ ہے اس کو مٹانا چاہیے تلوار سونتو جب تک اس فساد کی جڑ نہ مٹا لو۔ دوبارہ مت رکھو۔

یاد رکھو۔ جب تک دوسروں کی آزادی سلب کرنے کی ضد ان کے دماغ سے نہ نکل جائے۔ ان کو جہاں پاؤ مارو اور توڑ پھوڑ برباد کر دو کیونکہ یہ دنیا سے انسانیت کی جڑ مٹانے کے درپے ہیں۔ اور لوگوں سے ان کی پسندیدہ بات چھڑوا کر اپنی بات ان سے زبردستی منوانا چاہتے ہیں۔ اس ضد کو تمہیں مٹانا ہے اور دنیا میں انسان کی ضمیر کی آزادی قائم رکھنی ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ کوئی کافر ہو۔ یہودی بنے عیسائی رہے۔ اگر وہ اس سے مطمئن ہے تو اسے اختیار ہے جو چاہے بنے۔ لیکن سچائی کے اظہار کی آزادی دنیا میں قائم رہنی چاہیے۔ جو آزادی کو مٹانا چاہے اس سے لڑنا اور اس کو دبا کر رکھنا انسانی فرض ہے اس لیے اس سے لڑو خواہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ کہتا ہو۔

یہاں جتنے احکام کافروں اور مسلمانوں کے تعلقات کے بیان ہوئے ان سے وہ کافر مراد ہیں جو دوسروں کو زبردستی ان کی پسندیدہ بات سے روکنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ فساد کی نہیں کرتے وہ اسلام کو نہ مانتے ہوں ان سے تعلقات کی صورت اور جگہ بیان ہوئی ہے یہاں نہیں۔

سچّے ایمان دار

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۴﴾

اور جو لوگ ایمان لاتے اور ہجرت کر گئے اور جہاد کیا اللہ کے راستے میں اور جن لوگوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی یہ لوگ وہی ایمان والے ہیں درحقیقت ان کے لیے بخشش ہے اور روزی عزت کی

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۴﴾

اور جو لوگ ایمان لاتے اور اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی سچے مسلمان ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے

اسلام کے معنی اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں جس وقت جو حکم ملے اسے فوراً بجالانے والا مسلم ہے۔ اس کی دل کی حالت سے ہمیں بحث نہیں۔ جو کوئی اللہ اور رسول کا حکم ماننے والا اس کا مطیع اور فرمان بردار ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اس سے یہ بات نکلی کہ جو مسلمانوں کی طرح رہے۔ اور اپنی زندگی کے طور طریق مسلمانوں جیسے رکھے جس سے بظاہر اس میں اور دوسرے مسلمانوں میں فرق نہ محسوس ہو اس کو ہم بھی ظاہری قانون کے ماتحت مسلمان شمار کریں گے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں گے۔ رسم و رواج کا درست رکھنا' یہ اسلامی مجتمع (سوسائٹی) کا فرض ہے۔ ان کا ماننے والا بہرحال مسلم ہے۔ اگر غلط رسم و رواج قائم ہو گئے ہیں تو اس کی ذمہ داری مجتمع پر ہے۔ ماننے والے پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا ماننا ہی اس کے مسلمان بنا دینے کے لیے کافی ہے۔ البتہ دل سے ماننے والے اور یقین کامل رکھنے والوں کا درجہ بڑا ہے۔ یہ یقین کامل کبھی کسی کو شروع میں ہی نصیب ہو جاتا ہے۔ لیکن اکثر لوگوں کو اسلام کے ظاہری قانون پر چلتے چلتے کبھی زیادہ کم رفتہ رفتہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کو چند نشانیوں اور علامتوں سے جن کا احادیث میں ذکر ہے پہچان سکتے ہیں۔ اسی یقین کامل کو ایمان کہتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے خوش قسمت ہیں کہ جن کا مومن ہونا قرآن مجید نے تسلیم کر لیا ہے۔ اور ان کے ایمان کی صراحتاً تصدیق کر دی ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے بعض لوگوں کا یقینی مومن اور جنتی ہونا ثابت ہے۔ اور اور لوگ اسلام میں تو داخل ہیں۔ لیکن ان کے ایمان کی بابت یقینی اور قطعی حکم کرنا ہمارے بس کا نہیں جس میں ہم اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی ایمان کی علامتیں دیکھیں اس کو ایماندار گمان کر سکتے ہیں اور بس۔

اس آیت میں مکّہ سے مدینہ چلے آنے والے مسلمان مہاجروں اور مدینہ کے رہنے والے انصار کو قطعاً ایمان دار کہا گیا ہے۔ کیونکہ مہاجروں نے اللہ کی راہ میں اپنا تن۔ من۔ دھن سب کچھ قربان کر دیا اور انصار نے ان کو اپنے اندر رہنے کی جگہ دی۔ اور ان کو ہر طرح کی مدد دی۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایمان سب کا ایک سا ہے گھٹتا بڑھتا نہیں۔ ان کی ایمان سے مراد اسلام ہے جس کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے۔ باقی جو گھٹنے بڑھنے کے قائل ہیں ان کے ایمان سے وہ اندرونی یقین مراد ہے جو کسی کو سوائے اللہ کے معلوم نہیں ہو سکتا۔

بعد کے مہاجر

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا

اور جو لوگ ایمان لائے اس کے بعد اور ہجرت کی

وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ

اور جہاد کیا تمہارے ساتھ پس وہ تم ہی سے ہیں

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى

اور رشتہ دار بعض ان کے قریب تر ہیں

بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بعض کے اللہ کے حکم میں تحقیق اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٥﴾

ہر چیز کا جاننے والا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا

اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے

وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ

اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑے وہ لوگ بھی تم ہی سے ہیں

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى

اور رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار

بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ہیں اللہ کے حکم میں تحقیق اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٥﴾ ع الربع

ہر چیز سے خبردار ہے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس کے بعد اسلام میں داخل ہو کر جتنے مہاجرین تم میں آکر ملتے جائیں اور تمہارے کاموں میں تمہارا ہاتھ بٹائیں اور تمہاری سعی و کوشش میں تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ تو وہ تمہارے بھائی برادر ہیں۔ ان کے اندرونی اور بیرونی تعلقات وہی ہیں جو تمہارے ہیں۔ ہاں اگر پہلے مہاجروں کے قریبی رشتہ دار مسلمان ہو کر ہجرت کر کے چلے آئیں۔ تو پھر وہ اپنے رشتہ داروں کے وارث ہوں گے۔ اور اللہ کی کتاب میں جو قرابت داروں کا حصہ میراث میں مقرر کیا گیا ہے اس کے مطابق میت کا مال تقسیم ہوگا۔ نئے بھائی چارے کی وجہ سے وہ محروم نہ کیے جائیں گے۔ بھائی چارے کی وجہ سے ورثہ اسی وقت تک ملے گا۔ جب تک اصلی رشتہ دار ہجرت کر کے اپنے رشتہ داروں سے نہیں آملتے جب وہ آملے تو ان کا حق مقدم ہے اور میت کا ورثہ انہی میں تقسیم ہوگا۔ اللہ کے علم میں ہر چیز ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ورثہ کس طرح تقسیم ہونا چاہیئے۔ اور اس میں کس کا حق مقدم ہے۔ اس نے اپنے علم کی بنا پر مہاجرین اور انصار کو بھائی چارہ کی رو سے ایک دوسرے کا وارث قرار دیا۔ پھر جب مہاجروں کے رشتہ دار ہجرت کر کے ان سے آملے تو قانون میراث اصلی جاری کر دیا۔ چنانچہ اس کے مطابق میت کا مال تقسیم کیا جائے گا۔ اور اب کسی کو میت کی میراث میں کمی بیشی کا اختیار نہ رہا۔ البتہ ایک تہائی تک اگر مرنے والا کسی کے ساتھ احسان کر جائے تو اس کا اسے اختیار ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت کو درست کر کے شرعی تقسیم کے مطابق کر دیا جائیگا۔

اولوا الارحام ذو رحم کی جمع ہے۔ رحم کے معنی قرابت اور رشتہ داری کے ہیں۔ یہاں اولوا الارحام سے جن کو ذوی الارحام بھی کہتے ہیں۔ مراد وہ سب قریبی رشتہ دار ہیں جن کا حصہ میت کے مال میں مقرر ہے۔ اور جنہیں حصے داروں کو دے کر بچا ہوا مال ملتا ہے۔ پہلوں کو ذوی الفروض اور دوسروں کو عصبہ کہتے ہیں۔ اس آیت میں بھی رشتہ دار مراد ہیں۔

فقہ کی اصطلاح میں اولوا الارحام میں وہ رشتہ دار بھی شامل ہیں جو ذوی الفروض اور عصبہ نہیں ہیں۔ میراث میں ان کے حق ہونے نہ ہونے کی بابت فقہ کی کتابوں میں تفصیل درج ہے۔ وہاں سے ان کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

سورۃ الانفال پر ایک نظر (۱)

سورۃ الانفال ختم ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں دستور کے مطابق اس سورت پر پھر ایک اجمالی نظر ڈال لینی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ یہ ہمیں کیا سکھاتی ہے۔

اسلام کی اصل غرض یہ ہے کہ روئے زمین کے انسانوں کو ایک برادری کے اندر اکٹھا کر دے اور ان کے بنیادی خیالات کو ایک مرکز پر قائم کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی۔ آپ کا لوگوں سے برتاؤ اور مکہ میں نازل ہونے والی قرآن مجید کی سورتیں سب اسی بات کی تائید کرتی ہیں۔ آپ کی مکہ کی زندگی عوام کی زندگی سے حالات کے لحاظ سے ممتاز نہیں تھی۔ ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لیے آپ کے مشاغل وہی ہیں جو اس وقت کے لوگوں کے تھے۔ جیسے محنت مزدوری۔ جانور چرانا یا تجارت وغیرہ البتہ لوگوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ ایسا تھا جو دنیا کے شریف سے شریف انسان کا ہو سکتا ہے۔ سب کے ساتھ کھلے دل سے ملنا۔ کسی کو دھوکا فریب، دغا نہ دینا، قرابت داروں کا خیال رکھنا۔ مسکین۔ بیوہ اور یتیم کی خبر گیری کرنا۔ مشکل میں پھنسے ہوئے کی مدد کرنا۔ خواہشوں پر قابو رکھنا۔ آدمی ہونے کے لحاظ سے خود داری، وقار اور عزت کا ہر صورت میں لحاظ رکھنا۔ انسان کا مرتبہ سمجھ کر اس کے قائم رکھنے کی کوشش کرنا۔ خلاف انسانیت کاموں سے نفرت کرنا۔ دنیا کی کسی چیز کے آگے عاجزی سے سر نہ جھکانا اور سمجھنا کہ انسان سب سے برتر ہے۔ اور صرف یہ کہ اسی کے سامنے سر جھکایا جا سکتا ہے جو اس سے بھی برتر ہو۔ امانت اور خیر خواہی یہ سب باتیں آپ کی طبیعت میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور ایسی عادتوں کو جو دل میں گھر کیے ہوئے ہوں خُلق کہتے ہیں۔ خلق برا بھی ہو سکتا ہے اور اچھا بھی۔ لیکن آپ کے تمام اخلاق اچھے تھے۔ قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو اس نے بھی انہی اچھی باتوں کی تائید کی جو آپ کا خلق بن چکی تھیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے باہمی اختلافات انہی باتوں کے اختیار کرنے سے دور ہو سکتے ہیں مکہ کے لوگوں نے آپ کو خلق کے لحاظ سے یکتا مانا۔

بہر حال مکہ والے قرآن کی تعلیم پر متفق نہ ہو سکے۔ اور اپنے چھوٹے چھوٹے ذاتی مفاد پر۔ عام انسان کے مفاد کو قر[بان] کر دیا۔ یہاں یہ بات سمجھ لینے کے قابل ہے کہ انسانی دین انسان پر اوپر سے زبردستی ٹھونسا نہیں جاتا۔ بلکہ خود ا[س] کے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کامل فطرتاً اسی طریقہ پر چلتا ہے۔ جو نوع انسان کے لیے اس کی بناوٹ کے لحاظ سے معین ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی آپ وہی طریقہ بچپن سے اختیار کرتے تھے۔ جو انسانی دین کے مطابق تھا۔ اس لیے دین وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور خصلتوں اور اعمال سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ گویا آپ قرآن شریف کے نازل ہونے سے پہلے ہی خود بخود دین کا راستہ اختیار کیے تھے۔ اور پیدائشی طور پر ان باتوں سے جو دین انسانی کے خلاف ہیں نفرت کرتے تھے۔ جب آپ کا دین پختہ تھا اور اخلاق صاف نمایاں ہو گئے۔ اور سب نے آپ کے بہترین انسان ہونے کی گواہی دی۔ تو قرآن شریف نازل ہونا شروع ہوا اور اسی طریقے کو جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے۔ اور ان اخلاق جن کو آپ اختیار کر چکے تھے۔ قرآن مجید نے الفاظ کے اندر بند کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ اور آپ [کے] اعمال کے طریقے کو واضح اور معین کر دیا ؏

سورۃ الانفال پر ایک نظر (ب)

اور آپ کے عادات اور اخلاق پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یہ قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ "تو نہایت شان دار خلق پر قائم ہے"۔ اور حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ کہ آپ کے خلق پر کچھ روشنی ڈالیے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ آپ کا خلق قرآن حکیم ہے۔ نیز آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اسی قسم کی اور آیتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین پر اور انسانی خلق پر پہلے ہی قائم تھے۔ کلام الٰہی نے اس کی تصدیق اور توثیق کر دی اور آپ کے ایمان کو محکم کر دیا اور بتلا دیا کہ اب اس کتاب سے اپنے اعمال کو منظم کر لو وہ راستہ جس پر تم چل رہے ہو ٹھیک ہے۔ اگر اس نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو دین کا فطری ہونا صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک ایسا انسان جس پر بیرونی اثرات نے اپنا قبضہ نہ جمایا ہو خود بخود اسی پر چلتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آپ ہی چلے۔ قرآن مجید نے نازل ہو کر اس کی تصدیق اور تکمیل کر دی اور اس کو ہمیشہ کے لیے عبارات اور الفاظ کے اندر محفوظ کر لیا۔ جو لوگ حدیث کو جو صرف سنّت نبوی کو بیان کرتی ہے۔ ضروری نہیں قرار دیتے انہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ قرآن مجید نے کسی دین کا اختراع نہیں کیا ہے۔ وہ صرف ان ہی باتوں کو صحیح کہتا ہے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے۔ اور انہیں کی تنظیم کے اصول و قواعد پیش کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں پہلے پہلے سنتِ قائم کو محفوظ کرنا چاہیئے۔ اور وہ فقط رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اور تمام امت کے علی التواتر ہر زمانے میں اس پر عمل کرنے سے ہی ثابت اور محفوظ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ بحمد اللہ ان دونوں طریقوں سے محفوظ ہے۔ اس کی صحت کی جانچ کا ذریعہ قرآن مجید ہے۔ اور ہر زمانے میں اس پر پیش کر کے اس کی تجدید اور اصلاح ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ قرآن مجید کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا۔ اس دین کی تائید، حمایت اور تنظیم کرتا ہے۔ جسے ایک مکمل انسان خود بخود اختیار کرتا ہے۔

مکہ والوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسان کامل مانا۔ لیکن جب قرآن مجید نے کہا کہ اسی انسان کامل کی اطاعت اور فرماں برداری کرو تو یہ ان پر شاق گذرا۔ نظر اتنی وسیع نہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سردار بنا لیتے اور انسان کے رہنما ہونے کا فخر حاصل کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس دین کی آزادی کے ساتھ تبلیغ کرنے دو اور تم مانو یا نہ مانو لیکن جو ماننا چاہیئے اسے ماننے دو۔ یہ بھی انہیں منظور نہ ہوا۔ آخر ماننے والوں کا لقب مؤمن اور نہ ماننے والوں کا کافر قرار دے کر انہیں الگ الگ کرنا پڑا۔ اور انسان کے ہمیشہ کے لیے دو بڑے جتھے ہو گئے۔ آپ مدینہ تشریف لے گئے اور جن مسلمانوں کو موقعہ میسّر ہوا وہ بھی آپ کے ساتھ وہیں پہنچ گئے۔ بدر کا معرکہ ہوا اور لڑائی کے قوانین مرتب کرنے کی ضرورت ہوئی جن کی اگر مکہ والے سیدھے رہتے تو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی موقعہ پر سورت نازل ہوئی۔ اس میں بدر کی لڑائی کا نام فرقان رکھا اور بتلا دیا کہ مکہ والوں کی ہٹ دھرمی سے آج انسان دو فرقوں میں بٹ گئے تمہارے مقابل جو فرقہ ہے وہ تمہاری مخالفت کے اوپر متحد اور اپنے جتھے میں منظم ہے۔ اس کے مقابلے میں تم بھی منظم رہو۔ اگر وہ دین کی آزادی تسلیم نہ کرے تو وہ گویا دنیا میں فساد کی جڑ جماتا ہے۔ اس فساد کی جڑ اکھیڑنے کے لیے تم اپنی تنظیم کرو۔ اس تنظیم کا طریقہ اس سورت میں بہ تفصیل بیان کیا گیا ہے۔ اس تنظیم کے مطابق مدینہ کی ابتدائی سوسائٹی قائم ہوئی۔ اور اس نے بدر کی لڑائی سے شروع کر کے رفتہ رفتہ مکہ کو فتح کر لیا۔

سورۃ الانفال پر ایک نظر (ج)

قرآن حکیم کے نازل ہونے کے طریقہ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی مسلمان ضرورت کے وقت اپنی انسانی فطرت کی بنا پر موقع کے مطابق ایک طریق عمل مقرر کر لیتے تھے۔ اور پھر انتظار کیا جاتا تھا کہ وحی یا نبی کے الہام کے ذریعے اس کی توثیق ہو جائے تو کام شروع کر دیا جائے۔ وحی اکثر سردار رسل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص اور وفادار ساتھیوں کی رائے کے مطابق ہوتی تھی۔ یا اس میں ترمیم و تنسیخ کر کے اس کی اصلاح کر دیتی تھی۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ اپنی اور مسلمانوں کی صواب دید سے ایک کام کر لیتے تھے اور بعد میں وحی اس کو اس حالت کے لیے جائز قرار دیتی تھی۔ لیکن دوسرے موقعہ پر موقعہ کی رعایت کرتے ہوئے مکمل قانون کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیتی تھی اور پہلی وحی بھی قائم رکھی جاتی تھی۔ تا کہ اگر وہی پہلا موقعہ پھر نمودار ہو تو پھر وہی کیا جائے جو پہلے کیا تھا۔ اس سورت کی آیتوں سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی رائے قائم کر کے بدر کے قیدیوں کو مال لے کر چھوڑ دیا۔ اس طرز عمل کو اس سورت میں اس خاص وقت کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ لیکن بعد میں اس کی بابت مکمل قانون بتلا دیا۔ کہ اب اس کے مطابق کرنا۔ اس بات پر غور کرنے سے ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے لیے ایک دائمی طریق عمل نکلتا ہے۔ جس کی پابندی کرنے سے بہت سے خرخشے مٹ سکتے ہیں۔ اس وقت نئی وحی کا آنا تو بالکل ناممکن ہے۔ البتہ وحی قدیم بہ شکل قرآن حکیم بحمد اللہ محفوظ ہے۔ اور ادھر خوش قسمتی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے جانشینوں کے فیصلے جو انھوں نے مختلف حالات میں بہ شکل حدیث دائر کیے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اسی طرح علمار کرام کے فتووں کا جو انھوں نے ان اصول کے مطابق وقتاً فوقتاً دیئے جو ان سے مستنبط کیے ہوئے تھے انبار کا انبار ہمارے قبضہ میں ہے۔ ان سب میں وحی الٰہی کی روشنی جلوہ گر ہے۔ راستہ اب بھی وہی ہے کہ ہم موجودہ قضیوں کے فیصلے خود آپ سوچ سمجھ کر باہمی مشورہ سے کریں اور پھر ان فیصلوں کو کتاب حدیث اور اقوال مجتہدین کی کسوٹی پر کسیں۔ اگر پورا اترے تو اس پر عمل کریں۔ فرق اتنا ہی ہے کہ پہلے وحی براہ راست اس کی توثیق یا تضعیف کرتی تھی۔ آج کل قرآن۔ حدیث اور فقہ اس کے قائم مقام ہیں۔ اگر ان میں کسی مسئلہ کی تصریح نہ ملے۔ تو پھر اجماع اور قیاس کا راستہ کھلا ہوا ہے اور اس کے اصول صدیوں سے مقرر ہوتے چلے آرہے ہیں۔ خلوص اور للہیت کے ساتھ جو فیصلہ بھی ہم کریں گے۔ وہ قابل عمل ہوگا۔ بشرطیکہ قرآن و حدیث کی روح کے خلاف نہ ہو۔

آخر سورت میں مہاجر، انصار اور ان مسلمانوں کے جنھوں نے ابھی ہجرت نہیں کی۔ باہمی تعلقات کا ذکر ہے۔ لیکن ۲ھ میں جب یہ سورت نازل ہوئی اکثر تعلقات عارضی بنیاد پر ہی قائم کیے جاسکتے تھے۔ جب مکہ فتح ہو گیا۔ تو مسلمانوں کا ایک دوامی مرکز بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس کے لیے جو تیاریاں کرنی تھیں۔ اس کا ذکر اس کی اگلی سورت میں ہے۔ اور اس سے اگلے صفحہ میں اس کا ذکر کیا جائے گا۔

سورۃ التوبہ

اس سورۃ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی جاتی۔ اس میں مشرکوں کی بابت غضب آلود احکام درج ہیں۔

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی نویں سورت ہے۔ اور یہ ۹ھ میں مدینہ کے اندر نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہو چکی تھی۔ صورت یہ ہوئی۔ کہ قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ ہو چکی تو بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اور بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔ دو سال بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس کا خیال نہ کیا۔ کہ ان کے حلیف قریش اور مسلمانوں کے درمیان حدیبیہ پر صلح ہو گئی ہے۔ اور اس کی ایک شرط یہ ہے۔ کہ دس سال تک قریش اور مسلمان ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں گے۔ اور نہ حملہ کرنے والوں کی مدد کریں گے۔ قریش نے بنو بکر کی ہتھیاروں وغیرہ سے مدد کی۔ اور یہ صلح حدیبیہ کی صریح خلاف ورزی تھی۔ مسلمانوں کے لیے بنو خزاعہ کی مدد معاہدہ کی رو سے ضروری تھی۔ اس لیے آپ نے رمضان ۸ھ میں مکہ پر حملہ کر کے اسے بڑی آسانی سے فتح کر لیا۔

فتح مکہ کے وقت عرب کے قبیلوں کے ساتھ مسلمانوں کے مختلف قسم کے تعلقات تھے۔ بعض کے ساتھ ایک معین مدت تک معاہدہ تھا۔ بعض کے ساتھ مدت کے تعین کیے بغیر معاہدہ کر لیا گیا تھا۔ بہت سے ایسے قبیلے تھے جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا۔ مکہ پر قبضہ کرنے کے معنیٰ یہ تھے۔ کہ تمام جزیرۃ العرب پر قبضہ ہو گیا۔ اللہ کے علم میں اس کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ سارا جزیرۃ العرب اسلام کا ایک مضبوط قلعہ ہو گا۔ جہاں سوا مسلمانوں کے کسی کا عمل دخل نہ ہو گا۔ اور مکہ کی برادری پھیل کر تمام عرب کو ایک کر کے رہے گی۔ اس مقصد کے پورا کرنے کے لیے لگاتار حسب ذیل واقعات نمودار ہوئے۔

۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ ۸ھ میں قریش نے اسی شرط کی خلاف ورزی کر کے اسے توڑ ڈالا اور اسی سال مسلمانوں نے مکہ پر اچانک حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ ۹ھ میں سورۃ توبہ نازل ہوئی۔ جس میں تمام جزیرہ عرب کو براہ راست مسلمانوں کے بلا شرکت غیرے زیر اقتدار لانے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ یہ سورۃ جس وقت نازل ہوئی ہے مسلمانوں کا قافلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگرانی اور قیادت میں حج کے لیے مکہ روانہ ہو چکا تھا۔ سورت کے نازل ہوتے ہی ایک قاصد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ حضرت ابوبکر رضی کے پاس روانہ کیا گیا۔ اور آپ کو ہدایت کی گئی کہ حج کے وقت عرفات یا منیٰ میں اعلان کر دیں کہ مشرکوں کے ساتھ کیے ہوئے تمام معاہدے توڑ دیے گئے۔ جس کو اسلام منظور نا ہو۔ اپنا ٹھکانا کر لے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت علی نے یہ اعلان پڑھ کر سنا دیا۔

اس سورت میں مختلف آیتیں مختلف قبیلوں اور واقعوں سے متعلق نازل ہوئی ہیں اس کا اجمالی خلاصہ یہ ہے:

۱۔ شروع میں مشرکوں کو خبردار کر دیا گیا۔ کہ اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں تمہیں چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس میں یا تو مسلمان ہو کر اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ یا جزیرۃ العرب سے باہر چلے جاؤ۔ تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی رسوائی لکھی جا چکی ہے۔ اس اعلان سے عرب میں ہمیشہ کے لیے بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا۔

۲۔ روم کی عیسائی سلطنت مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر اس کے دبانے کی تیاری کر رہی تھی۔ اس کی بابت خبریں اور ان سے آئندہ جو لڑائی ہو گی اس کی بابت ہدایتیں ہیں۔

۳۔ مسلمانوں کو منافقوں سے الگ اور ان کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی گئی ہے:

عہد کے خاتمہ کا اعلان

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ
بری الذمہ ہونے کا فیصلہ اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے
اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱
ان کے لیے جن سے تم نے عہد کیا مشرکوں میں سے
فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
پس پھر چلو اس سرزمین میں چار مہینے۔
وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ
اور سمجھ رکھو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ کو
وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝۲
اور یہ کہ اللہ ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔ کافروں کو

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ
اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے
اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱
ان مشرکوں کو صاف جواب ہے جن سے تمہارا عہد ہوا تھا
فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
سو اس ملک میں چار مہینے پھر لو
وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ
اور جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے
وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝۲
اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے

بَرَآءَةٌ (چھٹکارا۔ خلاصی) یہ مصدر ہے جو مادہ ب۔ ر۔ء سے بنا ہے بُرْءٌ کے معنی الگ ہو جانا، بیماری سے اچھا ہو جانا۔ ہماری زبان میں اس مادہ سے بنے ہوئے لفظ بَرِیْءٌ کو بری کر لیا گیا ہے اور بہت مستعمل ہے۔ جیسے فلاں حاکم نے ملزم کو بری کر دیا۔ وہ مقدمہ میں بری ہو گیا۔ براءۃ کے معنی ہیں پیچھا چھڑانا۔ خلاصی حاصل کرنا یہاں اس سے مقصود یہ ہے کہ ہم سب عہد و پیمان منسوخ کرتے ہیں۔

سِيْحُوْا (چلو۔ پھرو) اس کا مادہ س۔ ی۔ ح ہے اور مصدر سَيَاحَةٌ ہے اور یہ اسی سے امر کا صیغہ ہے۔ ہماری زبان میں سَيَاحَةٌ کو سیاحت کر لیا گیا ہے اور ہم اسے خوب استعمال کرتے ہیں کسی ملک میں سیر سپاٹے کے لیے جانا اور آزادی سے اِدھر اُدھر گھومنا۔ سیاحت کرنے والوں کو سیاح کہتے ہیں۔ جو اسی مصدر سے صفت کا صیغہ ہے۔ یہاں یہ کہنا ہی مقصود ہے کہ آزادی کے ساتھ چلو پھرو۔

مُخْزِی (رسوا کرنے والا) اسم فاعل ہے اِخْزَاءٌ سے جو خِزْیٌ سے بنا ہے۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ اخزاءٌ، خِزْیٌ کا متعدی ہے۔ خِزْیٌ: رسوائی اخزاءٌ: رسوا کرنا۔

کٰفِرِیْنَ: کافر کی جمع ہے اور کُفْرٌ سے اسم فاعل ہے جابجا استعمال ہوا ہے۔ اور ہر جگہ اس سے مراد اللہ کا انکار کرنے والا ہے۔ لیکن اس سے مراد ایسا کافر ہے جو خود ہی انکار نہ کرے بلکہ دوسروں سے بھی زبردستی انکار کرائے۔ اس کے مقابل کا لفظ مومن ہے جو اللہ کے ماننے والے کو کہتے ہیں۔ مومن اللہ کا اقرار کرتا ہے اور دوسروں کو صلاح دیتا ہے کہ اللہ کا ماننا بہتر اور ضروری ہے۔ لیکن کسی کو زبردستی منوانا نہیں چاہتا۔ کافر بھی اگر زبردستی ایمان سے نہ روکے تو اس سے کوئی لڑائی نہیں۔ لڑائی جب ہوتی ہے جب وہ زبردستی ایمان سے لوگوں کو روکنا شروع کر دیتا ہے۔ ان آیتوں میں یہ فیصلہ سنایا گیا ہے۔ کہ آئندہ ان مشرکوں سے جن سے غیر میعادی عہد ہے۔ کسی عہد و پیمان کی پابندی نہیں کی جائے گی۔ ان کو اور ان کو جن سے کوئی عہد نہیں چار مہینے کی مہلت ہے کہ وہ اس ملک میں آزادی کے ساتھ چل پھر سکیں۔ اس کے بعد اگر جزیرۃ العرب میں رہنا ہے تو مسلمان ہونا پڑے گا۔ ورنہ یہاں سے نکل جانا ہو گا۔ ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ اللہ کافروں کو دونوں جہان میں رسوا اور ذلیل کرنے والا ہے۔

اعلانِ عام

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَى النَّاسِ
اور اعلان ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کے لیے
يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ
بڑے دن حج اکبر کہ اللہ کو سروکار نہیں
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُہٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ
مشرکوں سے اور نہ اس کے رسول کو پس اگر باز آجاؤ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا
تو وہ بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر منہ موڑو تم تو سمجھ لو
اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰہِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ
کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ کو اور خوشخبری دے ان کو
كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳﴾
جو کافر ہوئے عذاب دردناک

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَى النَّاسِ
اور اعلان ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کے سامنے
يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ
بڑے حج کے دن کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُہٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ
بالکل الگ ہیں سو اگر تم توبہ کرو تو
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا
وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم
اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰہِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ
اللہ کو تھکا نہ سکو گے اور کافروں کو دردناک
كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳﴾
عذاب کی خوشخبری سنا دے

اَذَانٌ: پکار کر سنانا اینا، اذین کا حاصل مصدر ہے جو اَذَنٌ سے بنا ہے حاصل مصدر اس کام کا نام ہوتا ہے جس کا کرنا مصدر سے ظاہر ہو مثلاً سلام تسلیم کا اور کلام تکلیم کا حاصل مصدر ہے۔ اَذَانٌ کے معنی ہیں سننا، تاذین کے معنی ہیں سنانا۔ اذان وہ بات جو سنائی جائے اسی مادہ سے اِذْنٌ بھی بنا ہے جس کے معنی اجازت کے ہیں لیکن یہاں اس سے کوئی تعلق نہیں، اسی سے اُذُنٌ بھی ہے جس کے معنی ہیں کسی کے کان پر مارنا۔

اَلْحَجُّ الْاَكْبَرُ: (بڑا حج): حج کے معنی ہیں قصداً کہیں جانا۔ حج دو قسم کے ہیں۔ ایک بڑا جس کے لیے ذوالحجہ کی تاریخیں مقرر ہیں یعنی ۸-۹-۱۰ ذی الحجہ ان ایام میں تمام حاجی عرفات اور پھر منٰی کے میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ اور ایک چھوٹا حج جس کو عمرہ بھی کہتے ہیں اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر نہیں اور نہ کہیں جمع ہونا ضروری ہے اس کی پہلی آیتوں میں مشرکین سے وہ مشرک مراد ہیں جن سے بلامدت مقرر کیے ہوتے معاہدہ ہو گیا تھا کہ ہم آپس میں نہ لڑیں نیز انہی میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ دونوں کو سنا دیا گیا کہ ۴ مہینہ کی مہلت ہے۔ اس میں تم مسلمان ہو جاؤ یا جزیرۃ العرب سے نکل جاؤ۔ ورنہ مار دیے جاؤ گے۔

اس آیت میں مشرکین سے وہ مکہ والے اور ان کے حلیف مراد ہیں جن سے دس سال کے لیے بمقام حدیبیہ صلح کا معاہدہ ہوا تھا۔ یہ معاہدہ اگرچہ قریش نے توڑ ڈالا اور اسی وجہ سے مکہ فتح کر لیا گیا۔ لیکن فتح مکہ کے ایک سال بعد ۹ھ میں سالانہ حج کے موقعہ پر جس کے امیر حضرت ابوبکر رضؓ تھے۔ مدینہ میں سورہ توبہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حضرت علی رضؓ ان کو لے کر مکہ روانہ ہوئے اور عین سالانہ حج کے اجتماع میں اس کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ کہ اب ہماری مشرکوں سے کوئی صلح نہیں ہے۔ مشرک اگر توبہ کر لیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں تو بہتر ورنہ جزیرۃ العرب کو غیر مسلموں سے خالی کرا لیا جائے گا اور مشرک اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

کچھ لوگ ابھی بچ رہیں گے

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
مگر وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا مشرکین میں سے
ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ
پھر نہ کوتاہی کی انہوں نے کچھ اور نہ
يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا
مدد کی تمہارے خلاف کسی کی پس تم پورا کرو
اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ
ان سے ان کا عہد ان کی مدت تک
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④
تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے بچ کر چلنے والوں کو

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ
ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ
کچھ قصور نہ کیا اور تمہارے
يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا
مقابلہ میں کسی کی مدد نہ کی سو ان سے ان کا
اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ
عہد ان کے وعدہ تک پورا کرو
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④
بے شک اللہ کو احتیاط والے پسند ہیں

لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ : انہوں نے تم سے کمی نہ کی۔ مضارع کا صیغہ ہے۔ نقص کے معنی ہیں کم کر دینا۔ گھٹا دینا۔ کوتاہی کرنا یہاں کوتاہی نہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ معاہدہ کی شرطوں میں سے کسی کی خلاف ورزی نہ کی نقصان اسی مادہ سے ہے جس کے معنی کمی کے ہیں۔

لَمْ يُظَاهِرُوْا : نہ پیٹھ ٹھونکی ۔ مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر "مظاهرة" ہے جو ظہر سے بنا ہے جس کے معنی پیٹھ اور کمر کے ہیں۔ مظاہرہ سے مراد کسی کی کمر تھامنا ۔ مدد کرنا۔ مظاہرہ۔ کسی بات کو کھلم کھلا سب کے سامنے کرنے کے بھی ہیں لیکن وہ ظہور سے بنا ہے جس کے معنی ظاہر ہونا ہیں۔ بہر حال یہاں پہلے معنی مراد ہیں جن کا مطلب ہے پشت پناہی کرنا اور وہ ظہر سے بنا ہے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے ساتھ ایک وقت مقررہ تک صلح کا معاہدہ تھا۔ اور انہوں نے اس معاہدہ کو نباہا اور اس کے خلاف کوئی کام نہ کیا۔ ارشاد ہے کہ جن مشرکوں سے تم نے ایک مدت کے لیے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اور انہوں نے اس معاہدہ کی خود بھی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ اور تمہارے دشمنوں میں سے بھی کسی کی مدد نہیں کی ان کے ساتھ مدتِ معاہدہ ختم ہونے تک معاہدہ جاری رکھو۔ اور ان کو بالفعل ان کے حال پر چھوڑ دو۔ جب مدتِ معاہدہ ختم ہو جائے گی ۔ ان کے ساتھ بھی اسی اعلان کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ آیت کو اس پر ختم کیا گیا ہے کہ اللہ احتیاط سے چلنے والوں کو پسند کرتا ہے ۔ جو اپنے طرزِ عمل سے اپنے اوپر کسی طرح کا الزام عائد ہونے کا موقع نہ دیں اور کوئی کام ایسا نہ کریں جن سے ان کی نیک نامی اور شہرت کو بٹا لگے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو عہد و پیمان کا پورا کرنا ضروری ہے ۔ کیوں کہ اگر غدار مشہور ہو گئے تو اسلام کا نام بدنام ہو گا۔ اور مسلمانوں کو لوگ کہنے لگیں گے۔ کہ وہ بات کہہ کر مکر جاتے ہیں اس لیے اس قابل نہیں کہ ان پر اعتبار کیا جائے۔ یہاں سوچنا یہ ہے کہ قرآن مجید تو یہ ہدایت کرتا ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے تم بدنام ہو جاؤ۔ اور دنیا تم پر اعتبار کرنا چھوڑ دے اور ہم یہ کر رہے ہیں۔ کہ اپنے آپ کو دنیا بھر کی برائیوں کا اڈہ بنا لیا ہے ۔ اللہ رحم کرے :

باقی لوگوں سے سلوک

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
پھر جب گذر جائیں مہینے حرمت کے تو قتل کرو
الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ
مشرکوں کو جہاں پاؤ ان کو اور
خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ
پکڑو ان کو اور گھیرو ان کو اور بیٹھو ان کے لیے
كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
گھات کی جگہ میں پھر اگر وہ کرلیں توبہ اور قائم کریں نماز
وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ
اور دیں زکوٰۃ چھوڑ دو ان کا راستہ بے شک
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٥)
اللہ بخشنے والا مہربان ہے

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
پھر جب پناہ کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو
الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ
مارو جہاں پاؤ اور
خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ
پکڑو اور گھیرو اور ہر جگہ ان کی
كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
گھات میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں
وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ
اور زکوٰۃ دیا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو بے شک
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٥)
اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اِنْسَلَخَ (گذر جائیں) ماضی کا صیغہ ہے انسلاخ سے جس کا مادہ س.ل.خ ہے۔ سلخ کے ایک معنی ختم ہوجانے اور گذر جانے کے ہیں۔ انسلاخ کے معنی کسی چیز کے اندر سے نکل کر چلے جانا جس کو ہماری زبان میں کھسک جانا کہتے ہیں یہاں اس سے مراد گذر جانا ہے۔

اَلْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (وہ مہینے جن میں لڑنا حرام ہے) اَشْهُرُ شہر کی جمع ہے۔ شہر عربی میں مہینہ کو کہتے ہیں۔ حُرُمٌ۔ حرام کی جمع ہے۔ حرام حرمت سے بنا ہے اس کے معنی وہ جگہ یا وہ زمانہ جس کی حرمت کی جائے اور جس میں لڑنا جھگڑنا بند رکھا جائے۔ عرب لڑاکا لوگ تھے لیکن سب نے مل کر ایک دستور بنا یہ تھا کہ سال میں چار مہینے کوئی کسی سے نہ لڑے گا۔ اسلام نے ان کے اس دستور کو باقی رکھا کیونکہ وہ اپنی طرف سے صلح سے متعلق ہر چیز کو باقی رکھنا ہے۔ سورۃ بقرہ میں شہر حرام کا ذکر گذر چکا ہے اور آگے اس صورت میں بھی تفصیل کے ساتھ آئے گا۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو مستثنےٰ کیا گیا ہے ان کو چھوڑ کر تمام مشرکوں سے مسلمانوں کا عہد ٹوٹ چکا اور اس کا اعلان ہوگیا۔ لیکن اتنی رعایت دی جاتی ہے کہ محرم کا مہینہ جو حرام ہے ختم ہو لینے دیا جائے۔ کیوں کہ خواہ مخواہ ایک مفید مقرر رسم کو اپنی طرف سے مٹانے سے کیا فائدہ۔ لیکن جب محرم کے ختم ہونے کے ساتھ حرام مہینے رجو کہ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم ہیں ختم ہوجائیں۔ تو پھر جزیرہ عرب کو فسادی لوگوں سے خالی کرنے کا وقت آگیا کہ یہ لوگ نہ خود چین سے رہیں گے اور نہ تمہیں چین سے رہنے دیں گے۔ آیندہ ان کو امن وامان میں خلل ڈالنے کا موقعہ نہ دیا جائے گا۔ اب تو جزیرۃ العرب میں فقط وہی لوگ رہیں گے جو اسلامی زندگی اختیار کریں گے۔ اسلامی زندگی سراسر امن وامان ہے۔ ان میں جو لوگ سچے دل سے اپنی پچھلی حرکتوں کو چھوڑ دیں نماز باقاعدہ پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ تو وہ شوق سے رہیں۔ ان کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے گی۔ اور اللہ ان کے پچھلے کرتوتوں کے باعث ان کو مصیبت میں نہ ڈالے گا۔ کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں کے قصور معاف کر دیتا ہے اور ان پر رحمت کرتا ہے۔

مزید رعایت

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اگر کوئی مشرکوں میں سے
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ
پناہ مانگے تجھ سے تو اسے پناہ دے یہاں تک کہ وہ سن لے
كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ
اللہ کا کلام پھر پہنچا دے اس کو اس کی حفاظت کی جگہ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝
یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں جانتے

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ
تو اس کو پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ اللہ کا
كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ
کلام سن لے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ ٦ ع
یہ اس واسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے

اِسْتَجَارَ (پناہ مانگے) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِسْتِجَارَۃٌ ہے۔ اور مادہ ج۔ا۔ر سے بنا ہے۔ جار عربی میں پڑوس اور پناہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ استجارہ کے معنی ہیں پناہ طلب کرنا کسی سے حفظ و امان کا طالب ہونا۔

اَجِرْ (پناہ دے) امر کا صیغہ ہے اجارۃ سے بنا ہے اور اوپر کے لفظ کی طرح جار ہی سے نکلا ہے اس کے معنی ہیں پناہ دینا۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ مار ڈالو۔ لیکن جو لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اور زندگی تمہارے طریقے سے بسر کرنے پر آمادہ ہوں ان کو چھوڑ دو۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اسلام سے ناواقف ہوں گے۔ ان میں سے اگر کوئی شخص مسلمانوں کے پاس اسلام کے سمجھنے کے لیے آنا چاہے ان سے پناہ مانگے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسے اپنی پناہ میں لے لیں۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جو مشرک تم سے کہے کہ مجھے قتل مت کرو۔ میں تمہارے اندر اس لیے رہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کو سمجھوں۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں وہ کیا چیز ہے اور کیا چاہتا ہے تو ایسے آدمی کو اپنے اندر رہنے کی اجازت دو۔ اور اس کی حفاظت کرو۔ اور اس کو قرآن مجید کی آیتیں جو اسلام کی جڑ ہیں پڑھ کر سناؤ اور اسلام کے طریقے سمجھاؤ۔ اگر سب کچھ سن سنا کر اور سمجھ سمجھا کر وہ یہی فیصلہ کرے کہ میں اسلام میں داخل نہیں ہوں گا۔ تو اس کو قتل مت کرو۔ بلکہ وہ جہاں جانا چاہے اور سمجھتا ہو کہ وہاں وہ امن چین سے رہ سکے گا۔ تو اسے وہاں پہنچا دو۔ یہ حکم اس واسطے دیا جاتا ہے کہ یہ مشرک لوگ چونکہ اپنے ہی طریقے سے زندگی بسر کرنے کے عادی ہیں اور اس بات سے آگاہ نہیں کہ ہمارے طریقے سے ایک بہتر طریقہ بھی ہے جس کا نام اسلام ہے۔ اس لیے اگر وہ چاہیں تو ان کو اپنے پاس رکھ کر سمجھنے کا موقعہ دو۔ اور قرآن مجید کا پیغام اُن تک پہنچا دو۔ اگر سمجھنے کے بعد بھی نہ ماننے کا فیصلہ کریں تو وہ جائیں۔ ان کا کام محض نہ ماننا ایسا قصور نہیں جس کی بنا پر قتل جائز ہو۔

اس آیت سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ مشرکوں کے قتل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اسلام قبول نہ کرتے تھے بلکہ اس لیے کہ وہ اسلام کو خواہ کچھ ہی ہو اندھا دھند مٹانے پر تلے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو محض دشمنی اور عناد کی بنا پر دنیا ہی سے مٹانا چاہتے تھے۔

عہد کی کوئی صورت ہی نہیں

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ
کیسے ہو مشرکوں کے ساتھ قول قرار نزدیک
اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ
اللہ کے اور نزدیک اس کے رسول کے سوا ان لوگوں کے
عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا
جن سے عہد کیا تم نے پاس مسجد حرمت والی کے پس جب تک
اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ
سیدھے رہیں وہ تم سے سیدھے رہو تم ان سے
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑦
تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے بچ کر چلنے والوں کو

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ
مشرکوں سے اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے
اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ
نزدیک عہد کیسے ہو مگر جن لوگوں نے تم سے
عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا
عہد کر لیا تھا مسجد حرام کے پاس سو جب تک
اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ
وہ تم سے سیدھے رہیں تم ان سے سیدھے رہو
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑦
تحقیق اللہ کو احتیاط والے پسند ہیں

مَا اسْتَقَامُوْا جب تک سیدھے رہیں وہ۔ مَا کے معنی بہت سے ہیں یہاں جب تک کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس کو ما ظرفیہ کہتے ہیں۔

اِسْتَقَامُوْا: ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِسْتِقَامَۃٌ ہے۔ اس کا مادہ ق۔ و۔ م ہے۔ اس مادے سے بہت سے لفظ ہماری زبان میں استعمال کیے جاتے ہیں جیسے قوم۔ مقام۔ قیام۔ اقامت۔ مستقیم۔ قیامت وغیرہ۔ استقامت کے معنی سیدھا۔ اسی سے مستقیم بنا ہے جس کے معنی سیدھے کے ہیں۔ اس کے آگے کا لفظ اِسْتَقِيْمُوْا اسی مصدر سے امر کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں سیدھے رہو۔

پہلے رکوع کا شروع جو سورت کا بھی شروع تھا لفظ بَرَاءَۃٌ سے کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ اور رسول مشرکین عرب کے ساتھ عہد کی پابندی کے آئندہ ذمہ دار نہیں اور نہ کوئی ان سے نیا عہد کریں گے یہاں سے دوسرا رکوع شروع ہوتا ہے۔ اور اس میں اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ ان سے عہد کیوں نہیں کیا جا سکتا۔

ارشاد ہے کہ ان مشرکوں سے آئندہ اللہ اور رسول کے عہد و پیمان کی کوئی صورت نہیں۔ ہاں جن لوگوں سے تم صلح حدیبیہ کے زمانے میں مسجد حرام کے پاس دس سال تک لڑائی نہ کرنے کا عہد کر چکے ہو۔ وہ عہد مدت ختم ہونے تک پورا کیا جائے گا۔ بشرطیکہ تم سے عہد کر کے عہد کی خلاف ورزی نہ کریں اور صلح کی شرطوں کے پابند رہیں جب تک وہ شرائط صلح کے پورا کرنے کا خیال رکھیں اور سیدھے رہیں۔ تو تم بھی اس عہد کا خیال رکھو جو ان سے ہو چکا ہے اور ان کے ساتھ سیدھی طرح کا برتاؤ کرو۔

پیچھے گذر چکا ہے کہ یہ عہد قریش مکہ نے توڑا اور بنو بکر کی مدد کی جنہوں نے معاہدہ کے خلاف مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس کے جواب میں مکہ پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ ۹ھ میں حج اکبر کے موقعہ پر یہ اعلان ہوا کہ آئندہ کسی عہد کی پابندی نہ کی جائے گی چار ماہ کی مہلت ہے اس کے بعد مشرک جزیرہ عرب میں نہیں رہ سکتے۔ اعلان کے وقت کچھ قبیلے ایسے تھے جو صلح حدیبیہ کے عہد نامے میں داخل تھے۔ اور میعاد ختم ہونے میں نو مہینے ابھی باقی تھے ان لوگوں نے وفاداری سے عہد کی پابندی کی اس لیے مدت کے ختم ہوتے تک ان سے کچھ نہ کہا گیا ؛

صلح کیسے ہو؟

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا

کیسے ہو — وہ اگر وہ غالب آجائیں — تم پر — نہ لحاظ کریں

فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ

تم میں — رشتہ کا — اور نہ عہد کا — راضی کرتے ہیں تمہیں

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ

اپنے منہ سے — اور نہیں مانتے — ان کے دل — اور

اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ

اکثر ان میں — بدکار ہیں — لے لیا انہوں نے — اللہ کی آیتوں

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ

کے بدلے — مول — تھوڑا — پھر روکنے لگے — اس کے راستے سے

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩﴾

تحقیق وہ لوگ — برا ہے — جو ہیں — وہ — کرتے

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا

صلح کیسے رہے اور اگر وہ تم پر قابو پا لیں تو نہ تمہاری قرابت

فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ

کا لحاظ کریں اور نہ عہد کا تم کو اپنے منہ کی بات سے

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ

راضی کر دیتے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور

اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ

ان میں سے اکثر بد عہد ہیں انہوں نے اللہ کے حکم

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ

تھوڑی قیمت میں بیچ ڈالے پھر اس کے راستے سے روکا

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩﴾

برے کام ہیں جو وہ لوگ کر رہے ہیں

اِنْ يَّظْهَرُوْا: اگر قابو پا لیں۔ مضارع کا صیغہ ہے ظہر سے۔ ظہر کے معنی ہیں کسی کے اوپر غالب آجانا۔ ظہر پیٹھ کو بھی کہتے ہیں۔ یہ معنی بھی غالب کے مناسب ہیں کیونکہ کسی جانور کی پیٹھ پر بیٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر قابو پا لیا۔

اِلًّا: قرابت۔ نزدیکی۔ عربی میں قرابت، رشتہ، گہری دوستی، عہد و پیمان اور قریبی تعلق کو اِلّ کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان مشرکوں سے عہد و پیمان کی صورت ہی نہیں۔ یہ جب تک دبے رہتے ہیں تو بظاہر عہد و پیمان بھی کر لیتے ہیں لیکن جہاں تم پر کسی قدر قابو پاتے ہیں۔ تو نہ قرابت اور میل جول کا خیال کرتے ہیں۔ نہ قول اقرار کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں جہاں تک بس چلتا ہے۔ تمہارے ستانے میں کسر نہیں رکھتے۔ ان کی دلی دشمنی اپنا رنگ لاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ایذا رسانی پر کمر کس لیتے ہیں۔ دل میں تمہاری طرف سے وہی کدورت، وہی عداوت اور وہی دشمنی بھری ہوئی ہے جو انہوں نے اول دن سے اختیار کر لی ہے اور جس کا باعث سوا اس کے کچھ نہیں کہ وہ تمہیں فقط اپنے طریقے پر چلانا چاہتے ہیں اور اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ تم کوئی نیا طریقہ اختیار کرو خواہ عقل کے نزدیک بہترین طریقہ ہی کیوں نہ ہو ان کے دل میں ضد بیٹھ گئی ہے۔ ان کا دل نہیں مان سکتا کہ وہ تمہارے ساتھ مل جل کر رہیں۔ اور پھر ان میں اکثر ایسے ہیں کہ انہیں برائی سے روکنے والی کوئی چیز نہیں۔ ان کی سرشت ہی بری ہے۔ ان کے ہاں اخلاقی معیار ہی موجود نہیں۔ ان کو برے بھلے کی تمیز ہی نہیں۔ وہ اپنی ضمیر کو پامال کر چکے ہیں اور بے دھڑک فسق و فجور کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے جو ہدایت کی باتیں انسان کی طرف آئی ہیں۔ ان کو دنیا کے عارضی فائدے پہ قربان کر چکے ہیں اور سوا اس کے کہ دوسروں کو بھی اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے سے روکیں اور ان کا کوئی مقصد نہیں۔ انہی ہی باتوں پہ اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں اور اس کا ایسا ہی اجر پائیں گے۔

مل کر رہنا نہیں جانتے

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ
نہیں خیال رکھتے مومن کے بارے میں قرابت کا اور نہ عہد کا
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ
اور یہی لوگ تو حد سے نکل جانے والے ہیں پس اگر
تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ
توبہ کریں اور قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ
فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ
تو وہ بھائی ہیں تمہارے دین میں اور کھولتے ہیں ہم
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾
آیتوں کو ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ
کسی مسلمان کے حق میں نہ قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد کا
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ
زیادتی کرنے والے یہی لوگ ہیں سو اگر
تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ
وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو
فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ
وہ تمہارے بھائی ہیں شریعت کے حکم سے۔ اور ہم جاننے والوں
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾
واسطے حکموں کو کھول کر بیان کرتے ہیں

لَا يَرْقُبُوْنَ (نہیں رعایت کرتے) مضارع کا صیغہ ہے۔ ر۔ق۔ب سے اس کا مصدر رقابت اور رقوب ہے اس کے معنی ہیں نگہبانی کرنا۔ رعایت کرنا۔ لحاظ کرنا۔ مراقبہ اسی سے بنا ہے جو مشہور لفظ ہے اور جس کے معنی ہیں کسی خاص چیز پر دھیان جمانا۔

اَلْمُعْتَدُوْنَ (زیادتی کرنے والے) اسم فاعل ہے اعتدار سے جو عَدْوٌ سے بنا ہے۔ عدو کے معنی ہیں تیز دوڑنا۔ اعتدا کے معنی ہیں مناسب حد سے آگے بڑھ جانا۔ سرکشی کرنا۔ زیادتی کرنا۔

ارشاد ہے کہ ان کو ایمان سے بیر ہے اگر کسی کو سُن لیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہے تو جبھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں نہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ہمارا اپنا رشتہ دار ہے۔ مدتوں سے ہمارا اس کا ساتھ رہا ہے اور ہم سب مل کر رہتے سہتے چلے آئے ہیں اور نہ اس کا خیال کرتے ہیں کہ یہ تو اس قبیلہ کا ہے جس سے مسلمان ہوتے ہوئے بھی ہمارا قول و قرار ہو چکا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے نہ لڑیں گے۔

یہ لوگ کھلم کھلا زیادتی کر رہے ہیں۔ دنیا میں چین سے بسر کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ کسی پر زیادتی نہ کی جائے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنے کی جو حدیں اور قاعدے مقرر ہیں ان کو توڑ کر ان سے آگے نہ بڑھا جائے۔ یعنی انسانی چال چلن کی مقرر حد یہ ہے کہ جب تک کوئی اپنے افعال سے دنیا کے امن عام میں خلل نہ ڈالے، وہ اپنے لیے جو چاہے جو نسا راستہ مقرر کرے اسے اختیار ہے یعنی جب تک فساد کا اندیشہ نہ ہو ہر شخص اپنے افعال کا مختار اور ذمہ دار ہے۔ لیکن اگر اس کے کسی فعل سے امن عام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو یا کسی کی حق تلفی ہوتی ہو تو اسے زبردستی اس فعل سے روکا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ جو عرب میں آئندہ رہنا چاہے اسے یہ دو شرطیں پوری کرنی پڑیں گی

(۱) نماز کا پابند رہے اور اس کو مقررہ طریقے سے ادا کرے۔

(۲) مسکینوں اور محتاجوں کی مدد کے لیے ایک معین حصہ اپنے مال کا حکومت کو ادا کرے۔ جو یہ شرطیں مان لے وہ تمہارے بھائی بند ہیں کیونکہ انہوں نے تمہارا طریقہ اختیار کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وہ دین میں تمہارے ساتھی ہیں۔ یہ احکام ہم ان لوگوں کو کھول کھول کر سنا رہے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

عہد شکنوں سے لڑو

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
و اگر توڑ ڈالیں اپنی قسمیں پیچھے
عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا
عہد کرنے کے اور زبان درازی کریں تمہارے دین میں تو لڑو
اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ
سرغنوں سے کفر کے وہ ایسے لوگ ہیں کہ قسمیں کچھ نہیں
لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿١٢﴾
ان کی شاید کہ وہ باز آجائیں

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اور اگر وہ اپنی قسمیں توڑ دیں عہد کرنے
عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا
کے بعد اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے
اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ
سرداروں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں
لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿١٢﴾
تاکہ وہ باز آجائیں

نَكَثُوْا: توڑ ڈالیں۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ نَكْثٌ سے نکث کے معنی ہیں کسی چیز کو بنا کر توڑ ڈالنا۔ قول و قرار سے پھر جانا۔

طَعَنُوْا: اور برائی نکالیں۔ ماضی کا صیغہ ہے طَعْنٌ سے طعن کے معنی ہیں کسی تیز چیز مثلاً نیزے وغیرہ کی نوک سے کچوکے لگانا۔ یہاں مراد ہے زبان درازی کرنا۔ برا کہنا۔ منہ در منہ دل آزار طریقے سے برائیاں بیان کرنا۔

اَئِمَّةَ: سردار۔ امام کی جمع ہے۔ امام اس کو کہتے ہیں جو کسی بات میں اوروں سے آگے ہو۔ یا خود لوگوں نے آگے کر دیا ہو۔ امام بھلائی کا ہوتا ہے اور برائی کا بھی۔ یہاں برائی کے امام مراد ہیں جن کو عموماً سرغنہ کہتے ہیں۔

اَيْمَانُ: قسمیں۔ یمین کی جمع ہے۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں آچکا ہے۔ اس کے معنی قسم کے ہیں۔ یہاں عہد و پیمان، قول و قرار مراد ہے۔ جو بڑے شد و مد سے کیا جاتا ہے۔

اس سے پہلے ذکر تھا کہ مکہ کے اور گرد و نواح کے مشرکوں سے مسلمانوں کا آئندہ کوئی عہد باقی نہیں ہے۔ چار ماہ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد کوئی مشرک جزیرۃ العرب میں نہیں رہ سکتا۔ اس کی وجہ یہ کہ ان کو مسلمانوں نے خوب آزما کر دیکھ لیا اور ان کی دست درازیوں پر صبر کرتے کرتے تھک گئے۔ یہ لوگ درحقیقت مل کر رہنا ہی نہیں چاہتے۔ پھر بھی جن سے پہلے عہد کیا جا چکا ہے اسے پورا کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ عہد کی خلاف ورزی نہ کریں ان کا اس آیت میں ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ پہلے عہد کر چکے ہیں۔ اگر وہ اسے توڑ ڈالیں اور تمہارے دین کو برا کہیں تو وہ کافروں کے سرغنہ ہیں ان سے لڑو۔ کیونکہ لاتوں کا بھوت باتوں سے نہیں مانتا۔ یہ دغا باز اور بے ایمان ہیں، ان کے نزدیک زبان دے کر پھر جانا کوئی بات نہیں البتہ اگر تم ان کا سر کچل دو تو شاید اپنی شرارت سے باز آجائیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہدایات ان لوگوں کے مقابلہ میں دی جا رہی ہیں۔ جو اپنی بات کے سوا چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، دوسرے کی چلنے نہیں دیتے اور اس کے لیے لڑنے مرنے اور مارنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ کافروں سے مراد ایسے لوگ ہیں جو کڑوالے تھے ان میں وہ شامل نہیں جو ہٹ دھرمی اور ضد سے پاک صاف ہیں اور مل کر رہنا چاہتے ہیں ؎

لڑائی کن سے ہے؟

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوٓا أَيْمَانَهُمْ
کیا نہیں لڑتے تم۔ ان لوگوں سے کہ توڑ ڈالیں جنہوں نے اپنی قسمیں
وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم
اور ارادہ کیا نکالنے کا رسول کو اور ان ہی نے
بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ
چھیڑ خوانی تم سے کی پہلے پہل کیا ڈرتے ہو تم ان سے
فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم
سو اللہ زیادہ مستحق ہے اس کا کہ ڈرو اس سے اگر ہو تم
مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾
ایمان لانے والے

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوٓا أَيْمَانَهُمْ
کیا تم ایسے لوگوں سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں
وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم
توڑیں اور رسول کے نکالنے کی فکر میں رہے اور انہوں نے
بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ
پہلے تم سے چھیڑ کی۔ کیا ان سے ڈرتے ہو
فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم
سو اللہ کا ڈر تم کو زیادہ چاہیے۔ اگر تم
مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾
ایمان رکھتے ہو

اس آیت میں ان مسئلوں کو بالکل صاف کر دیا گیا ہے (۱) مسلمان کیوں لڑے (۲) کن لوگوں سے ڈرے (۳) آئندہ کے لیے لڑائی کا کیا قاعدہ ہوگا۔ اس آیت پر غور کرنے سے "اسلام میں لڑائی اور قتال" کا مسئلہ صاف سمجھ میں آ جائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس قدر سخت احکام کن حالات میں دیئے گئے اور آئندہ یہ احکام کس طرح جاری ہوں گے۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں سے لڑنا اور ان پر سختی کرنا تمہارے لیے اس واسطے ضروری ہوگیا۔ کہ انہوں نے تم سے عہد و پیمان کر کے انہیں توڑ ڈالا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے وطن سے نکالنے کے درپے ہو گئے۔ ستانے اور دکھ دینے لگے اور اس کے بعد لڑنے میں بھی پہل کی۔ ان سے ہرگز کچھ خوف مت کرو۔ تم لوگ اللہ پر ایمان لا چکے ہو۔ تمہیں فقط اسی سے ڈرنا چاہیئے۔ ہرگز ان کے رعب میں نہ آنا چاہیئے۔ آدمی اپنے سے طاقتور کے سامنے فطرتاً جھکتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کو طاقتور مانتے ہی نہیں، ظاہر ہے کہ وہ کسی کے آگے کیوں جھکنے لگے۔ یہی ایمان کے معنی ہیں کہ سوا اللہ کے کسی کا خوف نہ رہے اور نہ اس کے سوا کسی سے کچھ امید ہو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جو کفار مکہ کی طرح اپنے سوا کسی کو آزادی کے ساتھ جینے کا حق دینے کے لیے تیار نہ ہوں اور نہ اپنے برابر کسی کو مانیں۔ سچی بات کہنے والے کو چین سے نہ بیٹھنے دیں۔ یہاں تک کہ وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔ عہد و پیمان۔ صلح و آشتی جس پر اس دنیا کی زندگی کا دار و مدار ہے۔ ان کے نزدیک کوئی وقعت نہ رکھتی ہو۔ آج اقرار کریں کل توڑ ڈالیں کیوں توڑ دیتے ہیں اس لیے کہ ان کو اپنا وقتی نفع نظر آ رہا ہے گو دوسرے لوگ تباہی میں پھنس جائیں۔ لڑائی شروع کرنے میں پہل کریں اور دوسروں کو خواہ مخواہ اشتعال دلائیں۔ یہ لوگ انسانیت کے دشمن ہیں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

اُن سے جنگ کرو (۱)

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ

لڑو تم ان سے تا عذاب دے ان کو اللہ تمہارے ہاتھوں سے

وَيُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

اور ذلیل کرے ان کو اور مدد کرے تمہاری ان کے خلاف

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۴)

اور شفا دے دلوں کو اس قوم کی جو مومن ہیں

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَ

اور دور کردے تاؤ ان کے دلوں کا اور

يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَ

توجہ کرے گا اللہ جس پر چاہے گا اور

اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۵)

اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ

ان سے لڑو تاکہ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے

وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۴)

اور مسلمانوں کے دل ٹھنڈے کرے

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَ

اور ان کے دل کی جلن نکالے

يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَ

اور اللہ جس کو چاہے گا توبہ نصیب کرے گا اور

اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۵)

اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

مکہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے زمانے میں مسلمانوں نے جو صبر و استقلال دکھایا اور جس طریقے سے مشرکوں کی ایذائیں سہیں، اس کی نظیر تاریخ عالم میں ڈھونڈے سے نہیں ملتیں۔ دنیا میں زیادہ تر یہی طرز عمل دیکھا جاتا ہے جب کسی نے کسی کو ستایا اس نے پلٹ کر اس کی خوب خبر لی۔ زبردست ہوا تو جیت کر دیا کمزور ہوا تو دب گیا۔ عام قاعدہ یہ رہا ہے کہ یا مار دیا مر جاؤ۔ عرب میں یہی رواج تھا اور ان میں دلیری، بہادری اور شرافت کا صرف یہی نشان تھا۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ آخر عرب تھے، ان پر پرانی عادت کے خلاف صبر کرنا کس قدر شاق گذرا ہوگا لیکن ان کو اللہ اور اس کے رسول کا یہی حکم تھا کہ ساری مصیبتیں کافروں کے ہاتھ سے برداشت کرو اور اُف تک نہ کرو۔ گھربار چھوڑنا پڑے تو جلاسے چھوڑ دو۔ لیکن جھگڑا نہ کرو۔ آخر یہ سب کس لیے تھا۔ پہلی غرض تو یہ تھی کہ اسلام جو لڑاکوں کو ملانے کے لیے آیا ہے۔ اس کی ابتدا لڑائی سے نہیں صلح و صفائی سے ہو تو اچھا ہے۔ دوسری غرض یہ تھی کہ اگر مشرکوں نے صلح و صفائی کا طریقہ نہ مانا اور اپنی ٹیڑھی چال پر اڑ گئے تو بہرحال ان سے لڑنا پڑے گا مسلمانوں کو صبر کا حکم دے کر اس کے لیے سدھایا جا رہا تھا کہ تمہیں جاہلوں اور فسادیوں کی طرح نہیں لڑنا ہے۔ بلکہ خوب سوچ سمجھ کر اللہ کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تحت لڑنا ہے۔ آپ نے صلح و صفائی اور امن وامان کی مکہ میں انتہائی کوشش کر لی لیکن مغرور ضدی کافروں نے آپ کی ایک نہ چلنے دی۔ آخر مدینہ میں آکر حکم ہوا کہ یہ لوگ یوں نہ مانیں گے تمہیں ان سے الگ ہو کر اپنا راستہ بنانا پڑے گا۔

جو اس بات پر غور کرے گا کہ مسلمانوں نے بلا کے ستم سہے اور ستانے والوں سے ۱۳ سال تک کچھ نہ کہا اور ساری سختیاں جھیلیں اسے ذرا بھی شبہ نہیں رہے گا کہ اسلام جنگ نہیں صلح و صفائی سے سب کے ساتھ مل کر رہنا چاہتا تھا:

ان سے جنگ کرو

(ب)

ارشاد ہے کہ تم نے بہت صبر کر لیا۔ اور اپنی طرف سے تمام لوگوں سے مل جل کر رہنے کی کوشش بھی کی۔ مگر یہ لوگ کسی طرح مل کر رہنا نہیں چاہتے۔ ان کے دل میں یہ سودا سمایا ہے کہ لوگ فقط ہماری مانیں اور کسی کی نہ سنیں۔ ہماری اطاعت کریں اور ہمیں اپنا سردار مان کر رہیں۔ ہمارے بتوں کے سامنے نذر نیاز چڑھائیں۔ ہمیں مذہبی پیشوا مانیں اور ہمارے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہیں۔ لیکن یہ ان کا خیال خام ہے۔ دنیا میں سب انسان برابر ہیں اور ہر ایک کو اختیار ہے کہ سوچ سمجھ کر جو راستہ چاہے اختیار کرے۔ صرف اس کا خیال رکھے کہ دوسرے کی کسی طرح کی حق تلفی نہ ہو۔ اور خود کسی سے اونچا بن کر رہنے کی کوشش نہ کرے۔ کیوں کہ اللہ نے ہر ایک کو الگ الگ قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ اور ہر ایک قوت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے مقابل کو دبائے۔ اگر ان قوتوں میں تصادم کا راستہ کھل گیا تو دنیا میں کوئی چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اس لیے فلاح کا راستہ یہ ہے کہ سب مل کر اللہ کی قوت کو سب سے زیادہ مانیں۔ اور سب اس کے آگے جھک جائیں۔ اور اپنی قوتوں کو اس کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کی ہمدردی اور حاجت روائی میں صرف کریں اور سمجھیں کہ یہ قوتیں ہماری اپنی نہیں۔ یہ سب اللہ کی عطا کی ہوئی ہیں۔ اس نے ہر ایک کو اس کے مناسب ایک الگ قوت دی ہے تاکہ ہر ایک کی مددگار ہو اور سب مل کر ایک مجموعی انسانی طاقت بن جائے۔ جو ضرورت کے وقت ہر ایک کے کام آئے۔

اسلام یہی چاہتا تھا۔ لیکن افسوس یہ لوگ اپنی اپنی طاقتیں محدود حلقے میں جمع کر کے الگ الگ جتھے بن کر بیٹھ گئے۔ اور ہر ایک جتھے نے دوسرے کو دبا کر آپ اس کے اوپر رہنا چاہا۔ خیر ان کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ نے ہمیں ان کو سزا دینے کے لیے مقرر کیا ہے۔ ان سے لڑو اور اتنا مارو کہ ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔ اللہ کو یہی منظور ہے کہ ان کا اور ان کے خیالات اور اعمال کا پول کھل جائے۔ اور لوگ ان کو ذلیل سمجھنے لگیں۔ تم کو لازم ہے کہ تم اپنے آپ کو دنیا کے سامنے ہمدرد انسان بلند خیالات کے حامی نیک کاموں کے پھیلانے والے اور بُرے کاموں سے روکنے والے اپنے اعمال سے ثابت کرو۔ اللہ ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا۔ لڑنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے۔ کہ تم نے ان کے ہاتھوں سے اب تک جو تکلیفیں اٹھائی ہیں اور ایذائیں سہی ہیں ان کا پورا پورا تدارک اور ان کی پوری پوری تلافی ہو جائے۔ ایمان والوں کے دل غم و غصہ سے نجات پائیں اور ان کے دل کی ساری جلن کافور ہو جائے۔

اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے ان کی بداعمالی کی سزا دلوانا چاہتا ہے۔ ان میں سے اگر کوئی سچے دل سے بُرے اعمال سے توبہ کر کے تمہارے ساتھ نیک اعمال میں شامل ہو گیا۔ تو اللہ اس کی خطاؤں سے درگذر کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں کی جماعت میں داخل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کو تمام باتوں کا علم ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے اس کے ساتھ اس کی لیاقت کے مطابق سلوک کرے گا۔ وہ ہر چیز اور ہر کام کے موقع و محل سے واقف ہے۔ ہر ایک کو اس کا اجر مناسب طریقے سے دے گا اور اپنی رحمت سے مزید انعام عطا فرماتے گا۔

کام ایک جانچ ہے

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ
کیا تم گمان کرتے ہو کہ چھوڑ دیے جاؤ گے اور اب تک معلوم نہیں کیا
اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ
اللہ نے ان کو جنہوں نے کوشش کی تم میں سے اور نہیں
يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ
بنایا سوا اللہ کے اور نہ اس کے رسول کے
وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ
اور نہ ایمان والوں کے گہرا دوست اور اللہ جانتا ہے
بِمَا تَعْمَلُونَ ⑯
جو تم کرتے ہو

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ
کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی
اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ
معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا اور
يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ
اللہ اور اس کے رسول اور
وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ
مومنین کے سوا کسی کو بھیدی نہیں بنایا اور اللہ کو خبر ہے
ع ١٠ / ٨ بِمَا تَعْمَلُونَ ⑯
جو تم کرتے ہو

وَلِيجَةً (بھیدی) صفت کا صیغہ ہے۔ و۔ ل۔ ج مادے سے جس سے مصدر دُلُوجٌ ہے۔ ولوج کے معنی داخل ہونا ہے۔

وَلِيجَةً : اندرونی اور پرائیویٹ معاملات میں دخل دینے والے گہرے دوست۔ اس کے ہم معنی لفظ بطانۃ ہے جو آل عمران میں گذرا۔ دونوں لفظوں میں تانیث کی نہیں بلکہ مبالغہ کی ہے۔ جیسے علامۃ یہ لفظ ایک کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور جماعت کے لیے بھی۔

پچھلی آیتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ صلح حدیبیہ میں مکے کے مشرکوں کو باوجود عقیدوں کے اختلاف کے مل جل کر رہنے کی تعلیم دینے کی انتہائی کوشش کی تھی۔ انہوں نے اس صلح کی خلاف ورزی کی اور معلوم ہو گیا کہ ان کی اکڑ اور ہٹ دھرمی انہیں کسی کے ساتھ ملنے نہیں دے گی۔ اس کے بعد شرائط صلح کے خلاف چلنے کی وجہ سے مکے کے مشرکوں پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور مکہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ تجربے سے معلوم ہو گیا کہ یہ شریر مشرک تم سے مل کر نہ رہنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ اس لیے تم اپنی تنظیم علیحدہ کر لو اور ان کو عرب سے نکال دو تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اپنے لوگوں سے لڑنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور پھر اپنا طرز عمل ایسا اختیار کرو کہ دنیا تمہیں نیکی اور اصلاح انسانی کا علم بردار تسلیم کرے اور شریر اور فسادی لوگ تمہارا نام ہی سن کر کانپنے لگیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں بغیر کوشش اور جدوجہد کے کوئی گروہ یا فرد پروان نہیں چڑھتا جو کوشش کرے وہ اپنی کوشش کا پھل پائے گا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے ترقی کا راستہ طے کر سکتے ہو۔ اللہ عزوجل نے اس دنیا میں قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ہر گروہ اور ہر شخص کام اور عمل کے ذریعے جانچا جائے گا۔ صبر بجائے خود اچھی چیز ہے۔ لیکن وہ خود کسی ترقی کا باعث نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سوچنے سمجھنے اور عمل کا راستہ مقرر کرنے کے لیے مہلت اور ذریعہ ہے۔ بے صبرا مصیبت کے وقت جلدی کر بیٹھتا ہے۔ اور بسا اوقات مارا جاتا ہے۔ صبر کرنے والا ٹھہر کر سوچتا ہے کہ اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ اور وہ کامیاب ہوتا ہے تمہیں یوں ہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ عملی میدان میں اتار کر تمہاری کوشش اور آپس کی ہمدردی اور اتفاق کا امتحان لیا جائے گا۔

راہِ عمل

پچھلے سبق میں جو آیت گذری۔ وہ مسلمانوں کے لیے بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے۔ کامیابی کی کنجی ہے۔ اور ایک ایسا زبردست عمل اور پروگرام ہے کہ بہت سی کتابیں پڑھ کر بھی قسمت والوں کو ہی اس کی کچھ جھلک ملے تو ملے۔ دریا کو کوزے میں بند کرنا قرآن مجید ہی کا کام ہے۔

اس کا پس منظر عرب کی سرزمین ہے۔ جس کا مرکز شہر مکہ ہے۔ یہاں کے لوگوں میں کچھ اندرونی خوبیاں ہیں۔ جن کو غلط فہمیوں اور بے ہودہ رسم و رواج نے دبا رکھا ہے۔ دنیا و مافیہا کے پیدا کرنے والے نے چاہا کہ اس قوم کو اونچا اٹھا کر سارے انسانوں کے لیے عمل کا نمونہ بنائے۔ اس کے لیے کیا ترکیب اختیار کی گئی۔ انہی میں سے ایک ایسا کامل فرد پیدا کر دیا جو خود ان کے لیے عمل کے میدان میں پورا نمونہ ہو۔ عرب کی قوم نے اسے دیکھا، جانچا اور پرکھا عقلمند لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اور ایک نگاہ میں بھانپ لیا۔ کہ یہ انسان کامل ہے۔ اور اسی کی پیروی میں نوع انسان کی نجات ہے۔ آگے چل کر رب العالمین نے اس پر اپنی کتاب نازل کی۔ اور اس میں اسے یقین دلایا کہ تو بے شک سیدھے راستے پر چل رہا ہے۔ اب تیرے ذمے یہ کام ہے۔ کہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو اسی راستہ پر چلنے کی دعوت دے۔ ہم نے تجھے لوگوں کی طرف اپنا رسول اور پیغام بر مقرر کیا ہے اس کا یقین کر اور بے خوف و خطر لوگوں کے سامنے اپنے عمل اور قول سے اس راستہ کی منزلیں اور علامات مقرر کر کے یہ راستہ پیش کر دے۔ آپ نے اپنا کام سنبھالا اور راہ کی علامتیں واضح کرنی شروع کر دیں۔ عقلمند تو پہلے ہی جو سمجھنا تھا، سمجھ چکے تھے۔ اب انہوں نے پکے ارادے کے ساتھ آپ کی ہدایتوں پر چلنے کا تہیہ کر لیا۔ بدقسمتی سے کچھ لوگ جو حرص و ہوا اور جھوٹی خواہشوں کے جنجال میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ کے اور آپ کے ماننے والوں کے مخالف ہو گئے۔ ابتدا میں انہیں سمجھایا گیا اور موقعہ دیا گیا کہ اس دعوت نامہ کی مخالفت نہ کریں اور لوگوں کو اس کے قبول کرنے میں آزاد چھوڑ دیں۔ مل جل کر رہنے کا طریقہ واضح ہے اسے ہم اور واضح کر کے سمجھائے دیتے ہیں۔ خلاصہ اس کا یہی ہے۔ کہ ضروریات زندگی میں باہم تعاون، نشر و فساد سے کلی پرہیز اور ہر ایک کے لیے اپنے یا غیر کو مطمئن کرنے کا بے روک ٹوک موقعہ مہیا کرنا۔

اس نصیحت کو انہوں نے نہ مانا۔ آخر مسلمانوں سے کہا گیا۔ ان سے الگ ہو جاؤ اور شریر اور فسادی لوگوں سے بلا تامل لڑو۔ کیونکہ یہ انسانیت کے دشمن ہیں تم ہمیشہ بھلائی اور نیکی کے کام کرنے کی کوشش میں مشغول رہو۔ اور سوا نیک لوگوں کے اور کسی سے دلی تعلق قائم مت کرو۔ اپنا بھیدی صرف انہی کو بناؤ۔ جن کا باطن صاف اور درست ہے۔ اب تک تمہیں صبر اور برداشت کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ تمہیں میدان عمل میں دوڑ دھوپ کرنے کے لیے تیار کیا جائے۔ اب تمہاری یہ دوڑ دھوپ کوشش اور سعی دیکھنی ہے اور یہ معلوم کرنا ہے کہ تمہارے اندر اللہ اس کے رسول اور اپنے جانباز ساتھیوں کے ساتھ کتنا خلوص ہے اور کہاں تک ان کی دوستی کا حق ادا کرتے ہو۔

شریروں کی اور تمہاری لڑائی ہمیشہ جاری رہے گی اور اسی میدان عمل میں تمہارا امتحان ہوتا رہے گا۔ امتحان میں پورے اترے تو تمہیں سعادت اور فلاح دارین نصیب ہوگی۔

مسجدوں کی آبادی

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا
نہیں ہے مشرکوں کے لیے تاکہ آباد کریں
مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى
مسجدیں اللہ کی تسلیم کرتے ہوئے اپنے
اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ
آپ پر کفر کو یہ وہ ہیں
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ ۖ وَفِى النَّارِ
کہ بے کار ہیں عمل ان کے اور آگ میں
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾
وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا
مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ کی مسجدیں
مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى
آباد کریں جب کہ وہ اپنے اوپر کفر
اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ
کو تسلیم کر رہے ہوں ان لوگوں
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ ۖ وَفِى النَّارِ
کے اعمال اکارت ہیں اور وہ آگ
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾
میں ہمیشہ رہیں گے

اَنْ يَّعْمُرُوْا (آباد کریں) مضارع کا صیغہ ہے جو مادہ ع۔م۔ر سے بنا ہے۔ اس کا مصدر عِمَارَۃٌ اور عُمْرَانٌ ہے جس کے معنی کسی جگہ کا آباد کرنا ہیں۔ اس کے معنی گھر بنانا بھی ہیں۔ اسی سے تعمیر بنا ہے جس کے معنی دونوں ہیں۔ آباد کرنا اور گھر بنانا ہماری زبان میں گھر بنانے کے معنی میں زیادہ مستعمل ہے یہاں اس سے آباد کرنا اور بنانا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

حَبِطَتْ (بیکار ہو گئے) یہ ماضی کا صیغہ ہے اور حبط سے بنا ہے جس کے معنی خراب ہو جانا، بگڑ جانا، اکارت ہو جانا ہیں۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین مکہ جو کعبہ اور اس کے گرد مسجد حرام پر قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔ وہ اس قابل نہیں کہ مسجد حرام کی حفاظت اور دیکھ بھال کر سکیں۔ وہ اس کے مجاور اس لیے بنے بیٹھے ہیں کہ عرب میں ان کی دھاک بیٹھے۔ کیونکہ عرب کعبے کی اور مسجد حرام کی تعظیم کرتے تھے اس لیے ان کے متولیوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ارشاد ہے کہ مشرکوں کو مسجدوں کے محافظ، متولی اور بانی ہونے کا حق نہیں پہنچتا۔ مسجد حرام مکہ میں، اللہ کے نام پر بنائی گئی ہے۔ مگر انہوں نے اس میں جا بجا بت کھڑے کر دیے ہیں اور ان کے پجاری بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ حالانکہ مسجدیں صرف اللہ کی عبادت کے لیے ہوتی ہیں، جو ان میں بتوں کی عبادت کا رواج قائم کرتے ہیں۔ وہ دنیا سے کھلم کھلا کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ اللہ کے منکر ہیں، ان کے اعمال ان کے کفر پر گواہی دے رہے ہیں۔ مسجدوں میں خالص اللہ کی عبادت ہونی چاہیے اور ان کے اندر اسی کے آگے جھکنا اور سجدہ کرنا چاہیے۔ یہ بالکل نازیبا حرکت ہے کہ ایک جگہ اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص ہو۔ اور اس پر بت پرست قبضہ کر کے بیٹھ جائیں یہ لوگ خواہ مسجدوں کی کتنی ہی دیکھ بھال، مرمت اور خدمت کریں ان کے عمل کا انہیں کوئی پھل نہ ملے گا۔ کیونکہ مسجد سے جب اصل غرض پوری نہیں ہوتی تو ان کی خدمت کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان کی ساری خدمتیں بیکار اور لاحاصل ہیں۔ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔

مسجد کے متولّی

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ

بات یہی ہے کہ آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی وہ جو ایمان لایا

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ

اللہ پر اور دن پر آخرت کے اور قائم کیا نماز کو

وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ

اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا مگر اللہ سے

فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا

بس توقع ہے ان لوگوں سے کہ ہوں وہ

مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۱۸﴾

ہدایت پانے والوں میں سے

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۱۸﴾

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین لایا اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا سو وہ لوگ امیدوار ہیں کہ ہدایت والوں میں سے ہوویں

ارشاد ہے کہ مشرکوں کا کیا منہ ہے جو مسجد پر قبضہ جما کر بیٹھیں۔ ان کے قبضہ کا نتیجہ اس وقت تک یہ ہوا کہ سینکڑوں بت وہاں رکھ دیے گئے اور دھڑا دھڑ ان کی پوجا ہونے لگی۔ حالانکہ مسجد صرف اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہے۔ اس لیے قاعدے سے مسجد کا متولی وہی ہو سکتا ہے جو اللہ کو مانتا ہو اور اس پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ نے اپنی عبادت کا جو خاص طریقہ اپنے بندوں کو بتایا ہے اسی کی پیروی کرتا ہو اور اس کے ساتھ آخرت کے دن پر بھی یقین رکھتا ہو نماز مقررہ طریقے کے مطابق ادا کرتا ہو اور اللہ کی راہ میں اس کے حکم کے مطابق خرچ کرنے کے لیے مقررّہ زکوٰۃ پابندی کے ساتھ دیتا ہو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو۔ مشرک تو اللہ سے منہ موڑ چکے اور سیدھے راستے سے بھٹک چکے۔ اب ان کے راہ راست پر آنے کی کیا توقّع ہے۔ وہ سوا اس کے کہ مسجد کو خراب کریں اور کیا کریں گے۔ البتہ وہ لوگ جن کی صفتیں اوپر بیان ہوئیں۔ یعنی اللہ کو اور آخرت کے دن کو ماننے والے، نمازیں باقاعدہ پڑھنے والے، زکوٰۃ دینے والے اور فقط اللہ سے ڈرنے والے یہی لوگ راہ راست پر ہونے کے امیدوار ہو سکتے ہیں اور ان سے توقّع کی جاتی ہے کہ مسجدوں کو باقاعدہ ٹھیک طریقے سے آباد رکھیں گے۔

عبادت خانے ہر مذہب والے بناتے ہیں۔ لیکن یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ جو جگہ اللہ کی عبادت کے لیے بنی ہو اس پر غیر اللہ کے پوجنے والے قبضہ کریں۔ انہیں اختیار ہے کہ اپنے اپنے عبادت خانوں میں جس کی چاہیں پوجا کریں۔ لیکن اللہ کے نام سے اس کی عبادت کے لیے جو جگہ بنائی گئی ہو اس پر ان کا قبضہ رکھنا کسی حال میں مناسب نہیں۔ ورنہ پھر اس کی اصل غرض فوت ہو جاتی ہے۔

ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیے کہ ہم اس قابل ہیں یا نہیں جو اس آیت کے مطابق مسجدوں کے دعویدار بنیں کہیں فقط عزت اور غیر دینی اغراض کے لیے تو سر پھٹول نہیں ہوتی۔

مسجدوں کی ظاہری چہل پہل

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ

کیا کر دیا تم نے پانی پلانا حاجیوں کو اور بسانا

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

مسجد حرام کا برابر اس کے جو ایمان لایا اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ

اور دن آخرت کے اور کوشش کی اللہ کی راہ میں

لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

یہ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ نہیں ہدایت کرتا

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ وقف لازم

قوم کو ظالموں کی

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ

کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

حرام کا بسانا اس کے برابر کر دیا جو اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ

اور آخرت کے دن پر یقین لایا اور اللہ کی راہ میں لڑا

لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

اللہ کے نزدیک وہ برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ وقف لازم

راستہ نہیں دکھاتا

سِقَايَةٌ: پانی پلانا مصدر ہے اس کے وہی معنی ہیں، جو سَقْی کے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہیں، بعد میں سِقَایَۃ کے معنی اس جگہ کے بھی ہو گئے جہاں پانی پلایا جائے اور اس برتن کو بھی سقایۃ کہہ دیتے ہیں جس میں پانی پلایا جائے مثلاً کٹورہ، پیالہ وغیرہ۔

سِقَایَہ: عربی میں وہ ظرف یا چھوٹا سا حوض ہے جس میں پانی جمع ہو اور برتنے کے کام آئے۔ ہم لوگوں نے اپنی زبان میں اسے سقہ وہ بنا لیا ہے۔

عِمَارَۃ: بسانا اس لفظ کی تشریح سابق میں گذر چکی۔ یہاں اس سے مراد ہے ظاہری چہل پہل قائم رکھنا۔

مشرکوں کو اس بات پر فخر تھا کہ ہم کعبہ کی زیارت کے لیے آنے والوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ ان کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ ان کے آرام کا خیال رکھتے ہیں۔ ایسی جگہ کے لیے انہی باتوں کی ضرورت ہے کہ آنے جانے والوں کے لیے آرام ملے۔ رونق اور چہل پہل ہو۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اصل کام جو کرنے کے ہیں وہ اور ہیں جو لوگ ان کاموں کو کرتے ہیں، وہ ان سے افضل ہیں۔ جو ظاہری نمائش اور دھوم دھڑلے ہی کو سب کچھ سمجھے بیٹھے ہیں۔

اصل کام یہ ہیں کہ آدمی اللہ پر ایمان لائے۔ آخرت کے دن کا یقین کرے۔ جس دن ہر شخص کے اعمال کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کے بعد اب آدمی کا یہ کام ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال کے ساتھ کوشش شروع کر دے اور عمر بھر اسی میں لگا رہے۔ جو لوگ حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام میں ظاہری رونق ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لا کر اپنی عمر اللہ کے کام کے لیے وقف کر دیتے ہیں یہ دونوں برابر نہیں۔ انہیں برابر سمجھنے والے لوگ اپنے اوپر اور اللہ کی مخلوق پر ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ ظالموں کو سیدھی بات نہیں سمجھاتا اور نہ سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ ان لوگوں کو جو مسجدوں کی ظاہری ٹیپ ٹاپ میں وقت اور روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت سے سبق حاصل کرنا چاہیے:

کامیابی کی راہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور کوشش کی
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
اللہ کے راستے میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
بہت بڑے ہیں درجہ میں اللہ کے نزدیک اور وہ لوگ وہی
الْفَآئِزُوْنَ (۲۰) يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
کامیاب ہیں خوشخبری دیتا ہے ان کو ان کا رب
بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ
رحمت کی اپنی طرف سے اور خوشنودی کی اور باغوں کی ان کے لیے
فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (۲۱) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
ان میں نعمت ہے پائدار رہیں گے ان میں ہمیشہ
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۲۲)
تحقیق اللہ اس کے پاس اجر ہے بڑا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
جو ایمان لائے اور گھر بار چھوڑ گئے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ
اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
ان کے لیے اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور وہی مراد کو
الْفَآئِزُوْنَ (۲۰) يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی طرف سے
بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ
خوشخبری دیتا ہے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں
فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (۲۱) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
ان کو ہمیشہ کا آرام ہے رہا کریں اس میں مدام
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۲۲)
بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

ارشاد ہے کہ اللہ پر ایمان والے اس کے لیے گھر بار تج کر نکل کھڑے ہونے والے اور اللہ کے راستے میں جان و مال کے ساتھ کام کرنے والے اللہ کے نزدیک بڑے درجہ کے لوگ ہیں۔ دونوں جہان کی کامیابی انہیں لوگوں کے لیے لکھ دی گئی ہے۔ ان کا رب انہیں خوشخبری سناتا ہے کہ وہ ان پر اپنی طرف سے رحمت کرے گا اور ان سے راضی ہوگا اور ان کو ہمیشہ رہنے کے لیے باغ عنایت کرے گا۔ جن کا آرام و راحت، ناز و نعمت کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یاد رکھو جو کوئی اللہ کا کام کرتا ہے۔ اللہ اسے بڑا اجر دیتا ہے۔ جو اس کی فرمانبرداری کے لیے جان اور مال سے حاضر ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہ روح پرور، نشاط انگیز باتیں جس کی سمجھ میں آ جائیں، خوشی کے مارے جھومنے لگتا ہے۔ یقین جانیے ان کے سامنے بہترین گانے، غزلیں، قوالیاں، باجے گاجے، پرکاہ کے برابر حقیقت نہیں رکھتے۔ یہ وہ بے خود کر دینے والے سُر ہیں۔ جن سے مست ہو کر ہوشیار لوگوں نے میدان، جنگل، دریا، سمندر، سب روند ڈالے اور اپنے مستانہ نعروں سے دنیا کو مسخر کر لیا یہی وہ جاں بخش الفاظ ہیں۔ جنہوں نے فقیروں کو تاجدار ہی نہیں، بلکہ تاج بخش بھی بنایا۔ دنیا ان کے پاؤں پر گر پڑی۔ لیکن انہوں نے اسے لات مار کر پرے پھینک دیا۔ اور طرارے بھرتے ہوئے پستی سے بلندی تک مکان سے لامکان تک آناً فاناً پہنچ گئے۔ کیا ہمارے لیے آج ان میں کشش ہے؟

ایمان والوں کی صفت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بناؤ
اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ
اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو ساتھی اگر
اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ
وہ اختیار کریں کفر کو ایمان پر
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ
اور جو ان کو بھی دلی بنائے گا تم میں سے تو وہ لوگ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۳)
وہی ظالم ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا
اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو
اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ
رفیق مت گردانو اگر
اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ
وہ ایمان چھوڑ کر کفر اختیار کریں
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ
اور جو تم میں ان کی رفاقت کرے پس وہ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۳)
لوگ گنہ گار ہیں

لَا تَتَّخِذُوْا (مت بناؤ) نہی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر اِتِّخَاذٌ ہے جو اَخْذٌ سے بنا ہے۔ اَخْذٌ کے اصل معنی ہیں پکڑنا۔ اِتِّخَاذٌ کے معنی محاورہ کے لحاظ سے ہیں بنانا۔ اختیار کرنا۔ گردانا۔

اِسْتَحَبُّوْا (پسند کریں) ماضی کا صیغہ ہے استحباب سے جو حُبٌّ سے بنا ہے اس کی دوسری شکل مَحَبَّۃٌ ہے جسے ہم نے محبّت کر لیا ہے۔ محبّت کے معنی چاہنا، پسند کرنا۔ استحباب کے معنی ہیں کسی چیز کو محبّت کے لیے اختیار کرنا یعنی فیصلہ کرنا کہ اس سے محبّت کی جائے گی۔

اَوْلِيَآءَ (دوست) وَلِیٌّ کی جمع ہے یہ لفظ پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے اس سے قریبی رشتہ دار، رفیق، بے تکلف دوست وغیرہ مراد ہیں۔

پچھلی آیتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ جو ایمان لے آئے اور فقط اللہ کے ہو رہے۔ وہ کبھی اس کی مرضی کے خلاف نہیں چل سکتے۔ اللہ ان کا ساتھی اور مددگار ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ہے: اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ سورۂ آل عمران میں کہا ہے کہ ایمان والے، اللہ کا انکار کرنے والوں کو قریبی، بے تکلف دوست، رفیق اور ساتھی نہ بنائیں۔ ان کی رفاقت کے لیے ایمان والے ہی کافی ہیں۔ کیونکہ ایمان والوں کو جو اللہ کے احکام بجا لاتے ہیں وہ لوگ کیسے پسند کریں گے جو اللہ کو مانتے ہی نہیں کہ ان کے قریبی بے تکلف دوست بجائے اس کے کہ ان کے ساتھ ہنسی، دل لگی، کھیل کود، تفریح مزاج وغیرہ میں شامل ہوں، ایک ایسے آقا کے حکم بردار نہیں جو ان کو ان سب باتوں سے روکتا ہے اور اپنے ہی احکام کی بجاآوری میں مشغول رکھنا چاہتا ہے۔

اس آیت میں اسی کو اور زیادہ مبالغے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ غیر تو کجا اگر اپنے ماں، باپ، بھائی وغیرہ بھی، اللہ کو نہ مانتے ہوں تو وہ بھی آدمی کو دنیا کے مشاغل ہی میں پھنسانا چاہیں گے۔ اس لیے ان سے ایسے تعلقات مت رکھو کہ ان کی خاطر تمہیں اللہ کے احکام کے بجالانے میں کوتاہی کرنی پڑے ان کو دکھ مت دو۔ ان کو آرام پہنچاؤ۔ لیکن ایسے گہرے تعلقات مت رکھو جو اللہ کے کاموں میں حارج ہوں کیونکہ ایمان لانے کے بعد پہلا کام اللہ کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری ہے۔

زبردست دھمکی

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ
کہہ دے اگر ہیں باپ تمہارے اور بیٹے تمہارے
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ
اور بھائی تمہارے اور بیویاں تمہاری اور کنبہ تمہارا
وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
اور مال جو کمائے ہیں تم نے اور سوداگری کہ ڈرتے ہو
كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ
اس کے بند ہو جانے کا اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں زیادہ پیارے تم کو
مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ
اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش سے اس کی راہ میں
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ
تو ٹھیرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا فیصلہ اور اللہ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾
نہیں ہدایت کرتا ان لوگوں کو جو بدمعاش ہیں

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ
کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ
اور بھائی اور بیویاں اور برادری
وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند
كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ
پڑجانے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو
مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ
زیادہ محبوب ہیں تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ
میں کوشش کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ ع ٨
اللہ نافرمان لوگوں کو رستہ نہیں دکھاتا۔

اٰبَآءَ: اَبٌ کی جمع ہے باپ۔ اَبْنَآءَ ابن کی جمع ہے بیٹا۔ اِخْوَانٌ اَخٌ کی جمع ہے بھائی۔ اَزْوَاجٌ۔ زَوْجٌ کی جمع ہے زوجہ۔ بیوی۔ عَشِيْرَةٌ کنبہ برادری کو کہتے ہیں۔

اِقْتَرَفْتُمْ (کمایا تم نے) ماضی کا صیغہ ہے اِقْتِرَافٌ سے جو قرف سے بنا ہے قرف کے معنی ہیں کمانا۔ اِقْتِرَافٌ محنت سے کمانا۔
كَسَادَ (سرد بازاری) کساد بازاری اردو میں مستعمل ہے جس کے معنی ہیں تجارت وغیرہ کا نہ چلنا۔ بکری بند ہو جانا۔

یہ آیت بہت غور طلب ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ آدمی ان چیزوں کے جھگڑوں میں پھنس کر جو اس آیت میں گنوائی ہیں۔ اللہ کو، رسول کی سنت کو اور اللہ کے کاموں میں کوشش کرنے کو بھول جاتا ہے۔ ایسے آدمی کو چاہے ڈھیل دے دی جائے مگر غفلت کی سزا کبھی نہ کبھی مل کر رہے گی۔

جہاد کے معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے وقت کوشش کی یہی صورت آپڑی تھی کہ فسادی لوگوں سے جنگ کی جائے۔ اس وقت اگر فسادیوں سے مقابلہ آپڑے اور ساری تدبیریں ان کے سمجھانے کی بیکار ثابت ہوں تو جنگ ضروری ہو جاتی ہے۔ آخر میں ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی نافرمانی ہی کی ٹھان چکے ہیں۔ انہیں اللہ سیدھا راستہ نہیں دکھاتا:

اسلام کیا ہے؟ (ل)

پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام میں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کے بعد سارا زور جہاد فی سبیل اللہ پر ہے۔ اس لیے جہاد فی سبیل اللہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ اسی کے سمجھنے پر اسلام کو صحیح طور پر سمجھنا موقوف ہے۔ اس کی کچھ تشریح پہلے بھی انہی سبقوں میں گذر چکی ہے۔ لیکن سبق ۵۲۱ و ۵۲۲ کی آیتوں میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے بات سمٹ کر بالکل نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔

سبق نمبر ۵۲۱ میں کہا گیا کہ اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو ان سے خصوصی تعلقات نہ رکھو۔ کیوں کہ ان سے سوا اس کے کہ تمہیں جہاں تک ہو سکے اللہ کے راستے سے روکیں اور کوئی امید نہیں۔

سبق نمبر ۵۲۲ میں کہا گیا ہے کہ تمہیں اللہ، رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کو دنیا کی تمام چیزوں پر مقدم رکھنا ہے۔ جو چیز تمہیں ان تینوں باتوں سے چھڑاتی ہے اس کو تم خود چھوڑ دو اور اپنا فکر کرو۔ کیوں کہ جو لوگ دنیا کی باتوں کو نہ چھوڑیں گے وہ دنیا میں بچ بچ کر احتیاط سے نہیں چل سکتے۔ وہ فاسق ہیں ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں، اس لیے ان سے الگ رہنا ضروری ہے۔

دنیا میں رہ کر کسی فرد بشر کو جہاد کیے بغیر چارہ نہیں اگر کوئی جہاد چھوڑے گا تو اس کو فاسق ہوئے بغیر چارہ نہیں اس لیے کہ جو جہاد سے جان چراتے ہیں ان کی زندگی باقاعدہ منظم نہیں ہو سکتی اور جن کی زندگی منظم نہ ہو وہ بجائے انسان کہلانے کے کسی اور نام کے زیادہ مستحق ہیں اور وہ نام فاسق ہے یعنی بے اصول۔ پس جہاد تنظیم کی کوشش کا نام ہے۔ اگر یہ تنظیم اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق ہے تو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے ورنہ شیطان کی راہ میں کوشش ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔

اسلام نام ہے اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انسانی تنظیم کا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں کہہ لیجیے کہ اللہ پر ایمان، رسول پر ایمان اور اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہے یعنی تمام انسانوں کو مل جل کر رہنے کی تلقین۔ اس کے لیے کبھی اپنی خراب خواہشوں سے لڑنا پڑتا ہے۔ اور کبھی ان فسادیوں سے جو انسانوں کو الگ الگ ٹولیاں بنا کر رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اپنا الو سیدھا کریں لڑنا پڑتا ہے۔ یہی دونوں قسم کی لڑائی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ عرب کے مشرکین نے اسلام کے پہلے ہی مرحلہ میں انسانوں کے اندر نفاق کا بیج ڈال دیا اور مسلمانوں کے لیے اس وقت جہاد کی فقط ایک صورت رہ گئی۔ یعنی فسادیوں سے جنگ کرنا اور اپنی طاقت سے تنظیم انسانی کی کوشش کرنا۔

اسلام کیا ہے؟ (ب)

خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے معنی اللہ کے بتاتے ہوئے اصول کے مطابق انسانی تنظیم کے ہیں۔ اس لیے تنظیم انسانی کی ذمہ داری، اللہ اور رسول کے ماننے والوں پر آپڑتی ہے۔ اس تنظیم انسانی میں مشرکین مکہ کے سرداروں نے رکاوٹ ڈال دی اس لیے مسلمانوں کو اپنے طریقے سے اپنی الگ تنظیم کی ضرورت آپڑی، تاکہ فسادیوں کو مجموعی طاقت سے دبایا جائے۔ اور تنظیم انسانی کی کوشش کی جائے۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اپنی تنظیم اس غرض کو سامنے رکھ کر کرنی چاہیئے۔ کہ آگے چل کر تمام انسانوں کی تنظیم کا فرض پورا کرنا ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لیے قرآن مجید میں جو اصول بتائے گئے وہ ان سورتوں یعنی سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ میں خاص طور پر سمجھائے گئے ہیں تاکہ اگر ان کے مطابق مسلمانوں نے اپنی تنظیم کر لی تو پھر وہ تمام دنیا کی تنظیم بخوبی کر سکتے ہیں، وہ اصول یہ ہیں:

اصل اوّل: اللہ، اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کے دن کو ماننا (اس کی ظاہری علامت نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا باقاعدہ ادا کرنا ہے۔

اصل دوم: (۱) تمام انسانوں کو جملہ حقوق اور فرائض انسانی کے لحاظ سے مساوی ماننا (۲) نیک کاموں میں تعاون اور برے کاموں سے علیحدگی کا شیوہ اختیار کرنا (۳) ہر شخص کو خیالات و عقائد میں جو اس کی ذاتی چیزیں ہیں آزادی دینا بشرطیکہ وہ امن و سکون میں خلل ڈالنے اور کسی کی دل آزاری کا کسی طرح سے باعث نہ بنے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی کسی کو اجتماعی یا انفرادی طور زبردستی یا لالچ دے کر اپنا ہم خیال اور ہم عقیدہ بنانے کی کوشش نہیں کر سکتا۔ ہاں نرمی اور تحمّل کے ساتھ اچھی بات کی نصیحت کر سکتا ہے۔

(۴) باہمی صلح و آشتی، رفاہ عام کے کاموں اور انسانی قدروں کو ہر شکل میں ترقی دینا اور مل جل کر قائم رکھنے کی کوشش کرنا۔

(۵) محتاج کی مدد کا پیسے سے بندوبست کرنا اور غریبی کو ہر ممکن طریق سے دور کرنے کی کوشش کرنا۔

نوٹ: مسلمانوں کو رشتہ، کنبہ، مال تجارت، جائداد وغیرہ کا خیال ان فرائض کے بجالانے سے روک نہیں سکتا اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اسے صاف دلی اور نیک نیتی سے ماننے والے اسلامی برادری میں داخل ہیں۔ ان کے فیصلے متحد ہوں گے اور ان کا ماننا ہر ایک پر لازم ہوگا۔

اسلام کیا ہے؟ (ج)

اصل سوم: جو شخص اس جماعت کی کسی بات کا جان بوجھ کر انکار کرے گا یا اس کے خلاف چلے گا اور ایسا کرنے سے امن اور جماعتی زندگی کو نقصان پہنچے گا، اس کے ساتھ قانونی برتاؤ کیا جائے گا۔

اصل چہارم: اسلامی برادری تمام دنیا کے انسانوں سے جو اس کا ساتھ دینے کو تیار ہوں، اتحاد اور تعاون کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ ان سے کسی حالت میں جنگ نہ کی جائے گی۔ جب تک کہ وہ مسلمانوں پر ویسی ہی بے جا زیادتی نہ کریں جیسی ابتدا میں مشرکین مکہ نے کی تھی خواہ اس کے ذریعے اور طریقے مختلف ہوں۔

اصل پنجم: وطن، قوم وغیرہ سہولتِ انتظام کے لیے دنیا کی آبادی کی تقسیم ہے۔ یہ سب چیزیں جب تک باہمی بے جا تعدی کا باعث نہ بنیں اور اصول بالا کو نہ میں اسلام ان کا خیر مقدم کرتا ہے۔

(ب) **مال و دولت کا طریق کسب و تقسیم، ذاتی ملکیّت وغیرہ:** اگر عوام الناس کی تکلیف کا باعث بنیں تو ان کی ترمیم و اصلاح اسلامی برادری کا فرض ہے۔ جو قوم اس کی اصلاح و ترمیم کے لیے بے غرضانہ طور پر تیار ہو اسلامی برادری ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار ہے۔ کیوں کہ اسلام کا کوئی حکم ایسے کام سے ہرگز نہیں روکتا۔ جس کا مقصد عام لوگوں کو نفع پہنچانا ہو بلکہ جو ایسے اعمال میں مشغول ہوں، ان کے ساتھ شریک ہونے اور ان کا ہاتھ بٹانے کی ہدایت کرتا ہے۔

(ج) جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ صلح و صفائی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ مسلمان بھی آخر ان کے ہم وطن و ہم زبان ہیں اس لیے ان کے ہم قوم بھی شمار ہو سکتے ہیں۔ نہ ان کو بلاوجہ ستا سکتے ہیں اور نہ ان سے جنگ کر سکتے ہیں۔

یہ پانچ اصول اسی سورت یعنی سورۃ براءۃ اور اس سے پہلی سورت یعنی سورۃ الانفال سے سمجھ میں آتے ہیں اس میں داخلی اور خارجی تعلقات دونوں کی تنظیم کو معیّن اور صاف کر دیا ہے۔

دراصل یہی اصول مکّہ والوں کے سامنے ابتدا میں پیش کیے گئے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے ان کو نہ مانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم میں ہدایت کی گئی ہے کہ کہہ دو میں تمہاری بہترین تنظیم کر دیتا ہوں۔ بشرطیکہ تم فساد، ضد، صرف اپنی شان و شوکت اور تنگ نظری چھوڑ دو۔

سورہ حٰمٓ الشوریٰ میں آیت موجود ہے:

قُـلْ لَّآ اَسْـئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْـمَوَدَّةَ فِى الْقُـرْبٰى یعنی میں تم سے اپنے کام کا کوئی انعام نہیں مانگتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپس کے میل جول، قرابت، ہمسائگی وغیرہ کا خیال رکھو اور بے جا ستانا اور ضد کرنا چھوڑ دو۔

خیال فرمائیے۔ یہ ان سے کہا جا رہا ہے، جو اسلام کو رد کر چکے ہیں۔ ان کے ساتھ رہنے اور مل کر تنظیم کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہیں۔

اسلام کیا ہے؟

(د)

اس موضوع کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ جب تک کہ مسلمانوں کے لیے قرآن حکیم کی روشنی میں اچھی طرح یہ واضح نہ ہو جائے کہ مسلمانوں کو آج کل کیا کرنا چاہیئے۔ کم سے کم ہمیں اس کو سمجھنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ ہماری کوشش بارآور ہو۔

ان دونوں سورتوں سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے آج کل جنگ کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ دنیا میں صدائیں گونج رہی ہیں کہ رائے کی اور مذہب کی آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے، کوئی کسی پر اپنی رائے یا اپنا مذہب نہیں ٹھونس سکتا اس کے ساتھ ہی اس آزادی پر بھی زور دیا جا رہا ہے کہ ہر کوئی اپنی بات منوانے یا اپنا طریقہ رائج کرنے کے لیے کوئی شخص یا فریق چھپی ہوئی ـــــ یا ـــــ کھلی دھمکیاں' دباؤ یا شاطرانہ چالیں کام میں نہیں لا سکتا۔ اگر دنیا ان باتوں پر سچ مچ اتفاق کر چکی ہے۔ اور اس بات کا فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ ہر شخص اور ہر قوم اپنے اپنے طریقہ پر چلنے میں آزاد ہے۔ اور کھلم کھلا ہر قوم اپنی اندرونی روشنی کے مطابق اپنے اعمال کی تنظیم کر سکتی ہے۔ اور اپنے فیصلوں کو پھیلا سکتی ہے۔ اور مجموعی طور پر جمعیت اقوام ہر ایک کی آزادی کی نگرانی کرے گی۔ تو پھر تو وہ جڑ ہی کٹ گئی۔ جس کی بنا پر اسلام کے سر جنگ کا بوجھ زبردستی ڈالا گیا تھا۔ اسلام اپنے پیروؤں کو تاکید کے ساتھ ہدایت کرتا ہے۔ کہ سوائے انسانی ضمیر کی آزادی قائم رکھنے کی غرض کے کسی اور غرض سے ہرگز کسی سے نہ لڑو۔ مسلمانوں کی مکہ کی تیرہ سال کی مصیبت بھری زندگی اس کی گواہ ہے۔

ان سورتوں سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جو مسلمانوں سے دین کی بنا پر نہ لڑے۔ اس کے ساتھ مسلمان صلح و امن و امان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ انسانی سوسائٹی میں مسلمانوں کا وجود فقط اس لیے ہے۔ کہ اپنے اخلاق اور برتاؤ سے لوگوں کے دل میں یقین بٹھا دیں کہ واقعی یہ امت اس قابل ہے کہ اس کی تقلید کی جائے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی اعمال نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ اس لیے مقرر کیے گئے ہیں کہ ان کے ذریعے ہمیں اچھی عادتیں اپنے اندر پیدا کرنی سکھائی جائیں۔ اگر یہ غرض ان سے حاصل نہیں ہوتی۔ تو یا تو ہم نے اسلام کو ٹھیک طور پر سمجھا نہیں۔ اور یا یہ سمجھا ہے کہ مسلمانوں کے نام سے دنیا کو یوں ہی کانپنا چاہیئے۔ چاہے ان کے عقائد نکمے' اعمال بیکار اور اخلاق انتہا درجے کے پست ہوں۔ یاد رکھو اس طرح کی دھونس جمانا اسلام کا مقصد نہیں۔ اسلام یہ سکھانا چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے اپنا اخلاق اور برتاؤ دکھا کر دنیا کو اس بات کے ماننے پر مجبور کر دیں کہ اگر دنیا میں سب سے بہتر اور سب سے شریف کوئی لوگ ہیں تو یہ ہیں:

ع اگر یہ نہیں تو بابا یہ سب کہانیاں ہیں

اللہ کی مدد

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ
البتہ مدد کی تمہاری اللہ نے موقعوں پر بہت سے
وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
اور حنین کے دن جب خوش کیا تم کو تمہاری کثرت نے
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
پس نہ فائدہ دیا اس نے تمہیں کچھ اور تنگ ہوگئی تم پر
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ
زمین باوجود فراخ ہونے کے پھر منہ موڑا تم نے
مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾
پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ
اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے بہت سے میدانوں میں
وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر خوش ہوئے
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ
زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہوگئی پھر تم
مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾
پیٹھ دے کر ہٹ گئے

مَوَاطِنَ: (موقع) مَوْطِن کی جمع ہے۔ جس کا مادہ و۔ط۔ن ہے۔ وطن اسی سے بنا ہے۔ جس کے معنے رہنے کے بھی ہیں۔ اور رہنے کی جگہ کے بھی ہیں اور اس جگہ کے بھی جہاں کوئی چیز واقع ہو۔ اس لیے یہ میدان جنگ کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔

يَوْمَ حُنَيْنٍ (حنین کا دن) یوم کے معنی دن کے ہیں۔ اور حنین ایک پست زمین کا نام ہے جو پہاڑوں کے نیچے واقع ہے۔ اور ایسی زمین کو وادی کہتے ہیں۔ یوم حنین سے مراد وہ دن ہے جس میں حنین کا معرکہ ہوا یہ جگہ مکہ کے قریب طائف کے راستہ میں ہے۔

فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کی فوج دس ہزار تھی۔ فتح مکہ کے بعد خبر ملی کہ طائف کے قبیلوں ہوازن اور ثقیف وغیرہ نے اپنے سارے سرداروں، عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے اور سارا پیسہ اکٹھا کر کے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کی تیاری کر لی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دس ہزار آدمیوں کو لے کر جن میں ان کے علاوہ مکہ کے دو ہزار نومسلم بھی شامل ہو گئے تھے۔ فوراً طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ دشمن کی کل چار ہزار فوج تھی اور مسلمان اس وقت بارہ ہزار تھے اور بہت خوش تھے کہ جاتے ہی مار لیں گے۔ ادھر سے قبائل مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ مکہ سے تھوڑی دور حنین کے میدان میں دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی اور مسلمانوں نے کافروں کو بھگا دیا اور ان کا مال لوٹنے لگ گئے۔

اتنے میں کافروں کے تیراندازوں نے جو اپنے فن میں مشہور تھے۔ پہاڑوں پر سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اور مسلمان پریشان ہو کر بھاگ نکلے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل دس آدمی رہ گئے۔ آخر حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کو للکارا اور وہ ان کی آواز پر لوٹے اور کافروں کو شکست ہوئی۔

اس آیت میں یہ دکھایا گیا ہے کہ مقابلہ کے وقت فتح فقط اللہ کی مدد پر موقوف ہے۔ آدمی اور سامان کی کمی اور بیشی سے کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ بدر کے معرکہ نے ثابت کر دیا۔

اطمینانِ قلب

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

پھر اتارا اللہ نے اطمینان اپنی طرف سے اپنے رسول پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ

اور ایمان والوں پر اور اتارے لشکر کہ نہیں

تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ

دیکھا تم نے انہیں اور عذاب دیا ان کو جو کافر ہوئے اور یہی

جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ

جزا ہے کافروں کی پھر توبہ نصیب کرے گا اللہ

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

اس کے بعد جس کو چاہے گا اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

بخشنے والا مہربان ہے

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ

تسکین اتاری اور فوجیں اتاریں کہ جن کو تم نے

تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ

نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور یہی

جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ

جزا ہے منکروں کی پھر اس کے بعد اللہ جس

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

کو چاہے توبہ نصیب کرے گا اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

بخشنے والا مہربان ہے

سَكِيْنَتَهٗ: تسکین، تسلی، یہ لفظ س۔ک۔ن سے بنا ہے جس سے سکون، ساکن، مسکن وغیرہ بنے ہیں اور ہماری زبان میں مستعمل ہیں۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ مسکن کے معنی ٹھہرنے کی جگہ۔ سکینۃ۔ وہ چیز جس سے دل کا اضطراب جاتا رہے اور اطمینان حاصل ہو جائے۔

اُحد کے بعد حنین کا دوسرا موقعہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے نرغہ میں آئے۔ اس موقعہ پر دشمنی پر تلے ہوئے چار ہزار کافروں نے آپ کو گھیر لیا تھا۔ اکثر مسلمان کافروں کی تیر اندازی سے پریشان ہو کر تتر بتر ہو گئے تھے۔ آپ کے ساتھ تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے جن میں حضرت عباسؓ آپ کے چچا اور ابو سفیان آپ کے دوسرے چچا کے بیٹے بھی تھے۔ چاروں طرف سے تیر برس رہے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں مطلق ہراس نہ تھا۔ اللہ نے آپ کے دل کو مضبوط کر دیا تھا۔ آخر حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کو پکارا کہ ادھر آؤ۔ مسلمان آواز سن کر بے تحاشا دوڑتے آئے اور اللہ نے ان کے دل میں اطمینان اور سکون پیدا کر دیا۔

ارشاد ہے کہ مسلمان تھوڑی دیر بہت پریشانی کی حالت میں بھاگتے پھرے۔ لیکن آخر کار وہی سکون و اطمینان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو حاصل تھا۔ مسلمانوں کے دل میں بھی سرایت کر گیا۔ اللہ نے خفیہ قوتیں فرشتوں کی شکل میں ان پر نازل کیں۔ جن کو انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن دل میں ان کا اثر محسوس کیا۔ کافروں کو شکست ہوئی مارے گئے لوٹے گئے بے شک فسادیوں کی یہی سزا ہونی بھی چاہیئے تھی۔ اس کے بعد جب لڑائی جھگڑے ختم ہو چکے تو ان کافروں میں سے بہت سے قسمت والے مسلمان ہو گئے اللہ نے ان کی خطائیں معاف کیں اور ان پر اپنی رحمت نازل فرمائی۔ ان آیات میں سکھایا گیا ہے کہ گو ہر کام کے لیے کوشش اور تدبیر ضروری ہے لیکن بھروسا فقط اللہ پر ہونا چاہیئے۔

پاکیزگی ایمان سے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو بات یہی ہے کہ یہ مشرک لوگ
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ
ناپاک ہیں سو نہ آویں نزدیک مسجد حرام کے بعد
عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً
اپنے سال اس کے اور اگر ڈرتے ہو محتاجی سے
فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ
تو عنقریب اللہ کردے گا غنی تم کو اللہ اپنے فضل سے
اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۲۸
اگر چاہے تحقیق اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ
اے ایمان والو مشرک جو ہیں وہ
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ
پلید ہیں سو مسجد حرام کے نزدیک اس سال کے بعد
عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً
نہ آنے پاویں اور اگر تم تنگدستی سے ڈرتے
فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ
ہو تو عنقریب اللہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا
اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۲۸
اگر چاہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

نَجَسٌ (ناپاک) صفت کا صیغہ ہے ن۔ ج۔ س سے جس سے مصدر نجاستہ ہے (نجاستہ۔ گندا ناپاک ہونا) نجاست ہماری زبان میں بھی ناپاکی۔ گندگی کو کہتے ہیں مگر نون کے زیر سے۔ اور وہ عربی ہی سے لیا ہے۔ نجس کے معنی ہیں گندا ناپاک۔

عَيْلَةً (فقر) حاصل مصدر اور مصدر ہے یعنی احتیاج و فقر۔ تنگ دستی اور محتاجی کو بھی کہتے ہیں اور محتاج، فقیر، تنگدست ہو جانے کو بھی کہتے ہیں۔ عیال بھی اس سے بنا ہے۔ وہ سب لوگ جن کا کھانا پلانا اور ضرورتیں مہیا کرنا ایک شخص کے ذمہ ہو اس کے عیال کہلاتے ہیں ایسا شخص اکثر تنگدست رہتا ہے۔ ہماری زبان میں بھی عیال دار ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے ذمے بہت سے لوگوں کا پالنا ہو اور اس وجہ سے تنگدستی سے بسر کرتا ہو۔ عربی میں ایسے شخص کو عائل کہتے ہیں۔ جب مکّہ کے کفار نے ابتدا ہی میں اپنے چال چلن سے ظاہر کر دیا کہ وہ مسلمانوں کو ان کا بس چلے گا۔ تو زندہ نہ رہنے دیں گے تو ان کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنے سے مایوسی ہو گئی۔ فتح مکّہ کے بعد ۹ھ میں حج کے موقعہ پر اعلان کر دیا گیا کہ مسجد حرام کے اندر کوئی مشرک آئندہ داخل نہ ہونے پائے گا۔ یہاں اب مسلمانوں کا عمل دخل ہو گا۔ مشرکوں نے ان سے دشمنی کر کے ظاہر کر دیا کہ ان کے دل کینہ، حسد اور عداوت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی بلاوجہ۔ اور یہ وہ چیزیں ہیں جو دل کو پلید کر دیتی ہیں۔ کیوں کہ ان کے ساتھ ایمان اور خوش خلقی کا بیر ہے۔ اور دنیا میں فقط یہی وہ چیزیں ہیں جو آدمی کو پاک صاف کر سکتی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو ہدایت ہوئی۔ کہ خراب خیالات رکھنے والے پلید، مشرکوں کو مسجد حرام کے قریب بھی مت پھٹکنے دو۔ اس کے بعد جب دیکھا کہ مسلمان اپنی تنظیم ان مفسدوں کے ساتھ رہ کر کر ہی نہیں سکتے تو حکم ہوا کہ ان مشرکوں کو سارے عرب سے نکال دو ؛

پاکیزگی ایمان سے

(ب)

احادیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق جزیرہ عرب کو مشرکوں سے پاک صاف کر دیا۔ اب وہاں بسنے کی اجازت مشرکوں کو دینا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔ حنفی اتنی اجازت دیتے ہیں کہ عارضی طور پر امام اگر مناسب سمجھے تو انہیں وہاں ٹھہرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ دیگر مجتہدین اتنی اجازت بھی نہیں دیتے۔

آگے ارشاد ہے کہ اگر تمہیں یہ خوف ہو۔ کہ ان مشرکوں کے چلے جانے سے تجارت اور کاروبار پر اثر پڑے گا۔ اور ضرورت کی چیزوں کی تنگی ہو جائے گی۔ تو یہ فکر دل سے نکال دو۔ کیونکہ اصل چیز سکون و آرام اور اطمینان ہے اور یہ ان کی موجودگی میں بیستر نہیں آسکتا۔ ضروریاتِ زندگی کی بہم رسانی اللہ اپنے فضل سے آسان کر دے گا اور اگر وہ چاہے تو تمہیں اتنا دے گا۔ کہ تم ان کی مدد سے بے پروا ہو جاؤ گے۔ اطمینان رکھو کہ اللہ ان سب باتوں سے اچھی طرح واقف ہے جن کی بدولت انسان کو غنا اور تونگری حاصل ہوتی ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کسی بات کے کرنے کا مناسب موقع و محل کون سا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ تم بھی بے کھٹکے اپنے سارے کام اُس کے سپرد کر کے اس کے حکموں کو بجا لانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ تمہارے سب کام اپنے علم اور اپنی حکمت کے مطابق موقعہ آنے پر ٹھیک کر دے گا۔

انسان کو خود غرضی اور دوسروں سے خواہ مخواہ کی دشمنی کسی کام کا نہیں رکھتی۔ جب آدمی کو فقط اپنے لوگوں کے پیٹ بھرنے کا اور دوسروں کو اپنا خادم بنا کر رکھنے کا خبط ہو جائے۔ وہ یقیناً انسانیت سے خارج ہو چکا۔ اس کا باطن نجس اور پلید ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو جب تجربہ ہو چکا کہ مکہ کے مشرک جن کے ساتھ یہود اور نصاریٰ بھی مل گئے تھے۔ ہرگز انہیں پنپنے نہ دیں گے۔ تو ان کو حکم ہوا۔ کہ ان تمام فسادی غیر مسلموں کو فقط مسجد حرام ہی سے نہیں بلکہ سارے جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ تاکہ تمہیں پہلے اپنے آپ کو سنوارنے اور پھر ساری دنیا کے سنوارنے کا بلا روک ٹوک موقعہ ملے۔ اور تم اس کام کے لیے اپنے آپ کو تیار کر سکو۔

ظاہر بات ہے کہ اگر عرب کے مشرک اور یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتے۔ تو صورت حال یہ نہ ہوتی۔ ضد اور دشمنی چھوڑتے ہی ان کے دل پاک صاف ہو جاتے۔ اور وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر باہم صلح و امن کے معاہدے کر کے رہتے۔ لیکن ان لوگوں نے کسی طرح نہ مانا۔ اس لیے ایسے سخت احکام جاری کیے گئے اور مسلمانوں سے ایک اپنا الگ ٹھکانا بنانے کے لیے کہا گیا۔ مشرکوں کا حکم تو اس آیت میں بیان ہوا۔ آگے کی آیت میں یہود و نصاریٰ کی بابت حکم دیا گیا ہے:

اسلام کے دیگر مخالفین (۱)

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر

وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا

اور نہ دن آخرت پر اور نہ حرام کرتے ہیں اس کو جسے

حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ

حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ مانتے ہیں

دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ

سچا دین ان لوگوں میں سے جنہیں دی گئی کتاب

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ

یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ ہاتھ سے

وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

اور وہ ماتحت ہو کر رہیں

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ

ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں ان لوگوں سے

وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا

لڑو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر اور

حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ

نہ جس کو اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام کیا حرام

دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ

جانتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں دی گئی کتاب

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ

نہ سچا دین قبول کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے

وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۴ ۵ ۱۰

جزیہ دیں ذلیل ہو کر

لَا یَدِیْنُوْنَ (نہیں چلتے) مضارع کا صیغہ ہے جو دین سے بنا ہے۔ دین کے معنی ہیں مقررہ طریقہ اور یہی مصدر بھی ہے جس کے معنی ہیں مقررہ طریقے پر چلنا۔ اس سے لَا یَدِیْنُوْنَ بنا ہے لَا کے معنی نہیں یَدِیْنُوْنَ کے معنی طریقہ پر چلنا۔ یعنی سچے طریقے پر نہیں چلتے۔

جِزْیَۃٌ اسم ہے۔ اس مال کو کہتے ہیں۔ جسے دے کر غیر مسلم، مسلمانوں کی حفاظت میں رہ سکتا ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے۔

جس وقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا اعلان کیا۔ اس وقت عرب کے اندر عموماً تین قسم کے لوگ تھے۔ کُھلم کھلا بُت پرست، یہودی اور نصاریٰ۔ ان میں سے کچھ لوگ اسلام کے پیرو ہو گئے۔ لیکن اور لوگوں نے اس نئے مذہب کی مخالفت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ تم چاہے نہ مانو۔ مگر لوگوں کو اس سے روکنے کی کوشش نہ کرو۔ لیکن وہ نہ مانے آخر مسلمان اپنی علیحدہ تنظیم پر مجبور ہوئے اور دشمنوں سے لڑ کر ان پر فتح پائی ان کو حکم ہوا کہ مشرک تو بڑے سخت مجرم ہیں ان کو چار ماہ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد جزیرہ عرب سے نکل جائیں ورنہ جہاں پائے جائیں گے۔ قتل کیے جائیں گے۔ یہود و نصاریٰ نے مشرکوں کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن ان کے مقابلہ میں کم مجرم تھے۔ اس لیے کہا کہ ان سے لڑو اور زیر کر کے رکھو تاکہ فساد نہ کرنے پائیں۔ اس کے بعد اگر تمہاری عملداری میں رہنا چاہیں تو تابع فرمان اور حکم بردار بن کر رہیں ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ اور ان سے کوئی قومی خدمت نہ لی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ اس کے بدلے نقد روپیہ ادا کریں جو ان کی حفاظت کا معاوضہ سمجھا جائے گا۔ اور ان کا درجہ مسلمانوں کے درجے سے نیچا ہو گا کیونکہ انہوں نے بھی ان سے دشمنی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اگر یہ شرط منظور نہ ہو تو عرب سے باہر نکل جائیں یہ حکم تو جزیرہ عرب کے مشرکوں پہ یہود و نصاریٰ کی بابت ہوا۔

اسلام کے دیگر مخالفین (ب)

لیکن ان میں سے بہت سے اسلام کو روکنے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے اور مسلمانوں کی تذلیل اور تضحیک کی اور اپنے لوگوں کو سمیٹ کر مسلمانوں پر چڑھائی کرنے اور ان کے مٹانے پر آمادہ کیا۔ لامحالہ ان کے ساتھ جنگ کرنی پڑی اس آیت میں ایسے لوگوں کے لیے عام حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں ان سے بلا تامّل لڑو۔ کیوں کہ اسلام فقط یہی چاہتا ہے کہ دنیا بھر کے لوگوں کو اپنا پیغام پہنچا دے۔ اس کا اعتماد انسان کی فطری آزادی پر ہے جس کا تقاضا ہے کہ ہر شخص سوچ سمجھ کر اپنا راستہ پسند کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اسلام یہی سکھاتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ آخرت کے دن کا یقین کرو اور ان باتوں سے جن سے اللہ نے روکا ہے رُک جاؤ اس کا رسول ان باتوں کی تشریح کر دے گا۔ جو اللہ نے حلال اور جائز قرار دی ہیں۔ انہیں اختیار کرو۔ اور ان باتوں کو بھی بتا دے گا۔ جن کو اللہ نے حرام کیا ہے ان سے باز رہو۔ جو لوگ ان باتوں کے سننے سے دوسروں کو زبردستی روکنا چاہتے ہیں وہ انسانی مجرم ہیں اور ان کا طریقہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ٹھیک طریقہ (دین حق) یہ ہے کہ اعتقاد و عمل میں ہر انسان آزاد ہے۔ بشرطیکہ اس سے فساد برپا نہ ہو اور امن عام میں خلل نہ آئے۔ اور ہر ایک کو آزادی حاصل ہے کہ وہ دوسرے کو وہ باتیں سہولت کے ساتھ سمجھائے۔ جو اس کے نزدیک صحیح ہیں۔ لیکن اس کے منوانے کے لیے زور زبردستی بالکل اختیار نہ کرے۔ اور نہ مال و زر کی طمع دلا کر لوگوں کو بہکانا اور رہم خیال بنانا چاہیے۔ جو لوگ دین حق یعنی اس اصول آزادی کو نہیں مانتے وہ انسانی عدالت کے مجرم ہیں۔ وہ اگر تم سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو تمہارا فرض ہے کہ حتی الوسع ان کا قلع قمع کرو تا کہ دنیا میں ظلم و جور و تعدی اور ہر قسم کی دست درازیاں رُک جائیں اور دین انسانی کو جس کے اصول، ضمیر کی آزادی، قیام امن و امان، اصلاح اور میل جول ہیں۔ ہر جگہ تسلیم کر لیا جائے۔ ان سے اس وقت تک لڑتے جاؤ۔ جب تک وہ ان اصولوں کو پورے طور پر تسلیم نہ کریں۔ جہاں ایسے فسادیوں پر جو تم سے ضد اور دشمنی کی بنا پر الجھ پڑتے ہیں تمہیں فتح نصیب ہو اور وہاں تمہیں انتظامی سلطنت قائم کرنی پڑے تو اس اصول پر انتظام قائم کرو کہ فسادی بالکل دبے رہیں اور سر جھکا کر تابعدار بن کر رہیں۔ اس کے بعد ان کی حفاظت کے عوض میں مال لو اور ان کو دبا کر رکھو تا کہ دنیا کے امن و امان میں خلل نہ پڑے۔

ظاہر ہے کہ یہ احکام ان لوگوں کے مقابلے میں ہیں جو انسان کی مانی ہوئی آزادیوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اور لوگوں کو فقط اپنا تابع اور غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔

جن لوگوں نے مسلمانوں سے دشمنی اور عداوت کا اظہار نہیں کیا۔ اور آزادی کے اصول پر متفق ہو کر ان کے ساتھ مل جل کر رہنے کے لیے تیار ہو گئے ان سے لڑنے کا مسلمانوں کو حکم نہیں ہے۔ بلکہ ان کے امن و امان سے رہنے اور اپنی حفاظت کے لیے جزیہ دینے کے بعد مسلمان ان کے جان و مال اور ناموس کے محافظ ہوں گے۔ اور کوئی ان پر حملہ کرے گا تو ان کی حفاظت کریں گے ؛

دین حق کے خلاف باتیں

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَ
اور کہا یہود نے عزیر بیٹا ہے اللہ کا اور
قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ
کہا عیسائیوں نے مسیح ہے بیٹا اللہ کا
ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِـُٔونَ
یہ کہنا ہے ان کا اپنے منہ سے ریس کرتے ہیں
قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ
بات ان لوگوں کی جو کافر ہوئے ان سے پہلے
قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾
ناس کرے ان کا اللہ کیوں کر پھرے جاتے ہیں

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَ
اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور
قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ
نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے
ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِـُٔونَ
یہ باتیں اپنے منہ سے کہتے ہیں پہلے کافروں
قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ
کی بات کی ریس کرنے لگے
قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾
اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں پھرے جاتے ہیں

یُضَاهِـُٔوْنَ (ریس کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر مضاھاۃ اور مادہ ض۔ ہ۔ ی ہے۔ اس سے ضہی مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی کے ہم شکل ہونا۔ مُضَاھَاۃٌ کے معنی ہم شکل بنانا۔ نقل کرنا۔ ریس کرنا۔

ارشاد ہے کہ یہود نے عزیرؑ کو جو ان کی طرح کے بشر تھے۔ اتنا چڑھایا کہ ان کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اس زمانہ میں علم میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اور ان کی ایک مناسب حد تک تعظیم و توقیر بجا تھی۔ لیکن اللہ کا بیٹا کہہ دینا یہ تعظیم کا نہایت گستاخانہ طریقہ ہے۔ اس سے اللہ کی (معاذ اللہ) توہین ہوتی ہے۔ اللہ کا تصور ہی اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ سب سے ممتاز۔ اکیلا۔ سارے اقتدار کا مالک۔ باپ اور بیٹا ہونے سے پاک ہو۔ ان کے اس عقیدے سے ظاہر ہو گیا۔ کہ وہ اللہ کو جیسا ماننا چاہیے نہیں مانتے۔ یہی دھوکا عیسائیوں کو لگا۔ اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ یہ باتیں تو کافروں کی سی ہیں جو ان کے پہلے سے رومی۔ یونانی اور دیگر کافروں میں چلی آ رہی ہیں اور یہ بھی دیکھا دیکھی اُن کی ریس کرنے لگے ہیں۔ اللہ ان لوگوں کا ناس کرے یہ دین حق سے پھر کر کہاں سے کہاں چلے جا رہے ہیں۔

دین حق کی ایک پہچان اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ اس میں کسی انسان کو ان کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد اس کے ظاہری یا خیالی بُت کو اتنا ہرگز نہیں بڑھایا جا سکتا۔ کہ وہ اللہ کے اقتدار میں اور اس کی مخصوص صفات میں اس کا شریک یا ساتھی بن جائے۔

دوسری پہچان دین حق کی یہ ہے کہ وہ آخرت کو برحق ماننے پر زور دیتا ہے۔ اور یہ اللہ کو پورا صاحب اقتدار ماننے کا ضروری نتیجہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے اور پرسش کرنے پر قادر ہے۔

رب فقط اللہ ہے

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا

بنایا انھوں نے — اپنے عالموں — اور درویشوں کو — رب

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ

اللہ کو چھوڑ کر — اور مسیح — بیٹے — مریم کو — اور نہیں

اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ

حکم کیا ان کو مگر — یہ کہ بندگی کریں — ایک — معبود کی — نہیں کوئی معبود

اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۳۱)

مگر وہی — پاک ہے وہی اس سے جو — وہ شریک کرتے ہیں

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا

اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو پروردگار

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ

ٹھہرا لیا اور مریم کے بیٹے کو بھی اور

اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ

ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ ایک معبود کی بندگی کریں اس کے سوا

اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۳۱)

کسی کی بندگی نہیں وہ پاک ہے ان کے بنائے ہوئے شریکوں سے

اَحْبَارٌ (عالم) احبر کی جمع ہے۔ حبر؛ عالم، عقلمند۔ دانش ور کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی لکھنے کی روشنائی بھی ہیں اور خوشی کے بھی۔ اور بھی کئی معنی ہیں لیکن یہاں احبار سے مراد یہودیوں کے علماء ہیں۔

رُهْبَانٌ (درویش) صفت کا صیغہ ہے جو رھب سے بنا ہے۔ رھب کے معنی ڈر اور خوف کے ہیں۔ رہبان خوف کرنے والا۔ اس کے لیے دوسرا لفظ راہب ہے۔ مگر رہبان میں مبالغہ زیادہ ہے۔ دونوں کے معنی ہیں اللہ کے خوف سے دنیا کی لذتیں ترک کرنے والا۔ عیسائیوں میں زاہد لوگوں کو راہب یا رہبان کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہود نے اپنے علماء کو اور عیسائیوں نے اپنے راہبوں کو اتنا بڑھایا چڑھایا کہ انہی کو اپنا رب اور داتا ماننے لگے اور مسیح ابن مریم (علیہ السلام) کو اللہ کا بیٹا اور اس کا شریک ٹھہرانے لگے اور ان کی پرستش کرنے لگے یہ ان کی نہایت نازیبا حرکت تھی۔ کیوں کہ ایک انسان اپنے جیسے انسان کو جو مادی چیزوں سے پیدا ہوا ہو معبود کیسے ٹھہرا سکتا ہے اور پھر ان کو صاف صاف حکم بھی سنا دیا گیا تھا کہ تم فقط ایک ہی معبود کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل ہے ہی نہیں۔ پھر کوئی دوسرا معبود کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سب چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور ان کی ہستی اُس کے دم سے ہے چاہے تو ایک دم میں سب کو فنا کر دے۔ اس کا شریک کسی کو ٹھہرانا انسان کی انتہائی نادانی ہے۔ اور اللہ کی معاذ اللہ سخت توہین ہے۔ کیونکہ شریک اس کا ہوتا ہے جسے اپنے کام کے لیے دوسرے کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ایک عیب ہے جس سے اللہ بالکل پاک ہے۔

یہی وہ توحید کا سبق ہے جو ہر زمانے میں ہر نبی اپنی قوم کو سکھاتے چلے آرہے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو بالکل صاف کر دیا۔ اور اپنی مہر تصدیق اس پر ثبت کر دی۔ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں کہ اللہ کی مخصوص صفتوں میں کسی اور کو حصہ دار یا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس کو ذات صفت میں یکتا مانو اور کسی کے آگے نہ سر جھکاؤ اور نہ کسی سے مرادیں مانگو۔

دین کا نور (الف)

يُرِيْدُوْنَ | اَنْ يُّطْفِـُٔوْا | نُوْرَ اللّٰهِ
ارادہ کرتے ہیں | کہ بجھا دیں | اللہ کی روشنی
بِاَفْوَاهِهِمْ | وَيَاْبَى اللّٰهُ | اِلَّآ | اَنْ
اپنے منہ سے | اور نہ مانے گا اللہ | مگر | یہ کہ
يُّتِمَّ | نُوْرَهٗ | وَلَوْ كَرِهَ | الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾
پورا کرے | اپنی روشنی کو | اگرچہ ناراض ہوں | کافر لوگ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ
چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی اپنے منہ سے
بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ
بجھا دیں اور اللہ اپنی روشنی پوری کیے
يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾
بغیر نہ رہے گا کافر پڑے بُرا مانیں

اَنْ يُّطْفِـُٔوْا (بجھا دیں) مضارع کا صیغہ ہے جس کے آخر کا نون اَنْ کی وجہ سے گر پڑا ہے۔ اس کا مصدر اِطْفَاءٌ ہے جو ط۔ ف۔ ء سے بنا ہے۔ طَفِئَ سے مصدر طُفُوْءٌ ہے جس کے معنی ہیں آگ کا بجھ جانا۔ مدھم پڑ جانا۔ اطفاء اسی کا متعدّی ہے جس کے معنی بجھا دینا۔ ٹھنڈا کر دینا ہیں۔

يَاْبٰى (نہ مانے گا) مضارع کا صیغہ ہے۔ ا۔ ب۔ ی سے۔ اس کا مصدر اِبَاءٌ ہے جس کے معنی ہیں کسی کا کہنا ماننے سے انکار کر دینا۔ اپنی بات پر اَڑ کر دوسرے کی بات کو ٹھکرا دینا۔ شیطان نے اللہ کا حکم نہ مانا تھا۔ اس لیے اس کی بابت سورۂ بقرہ میں اَبٰی کا لفظ آیا ہے۔

پچھلے رکوع کے ختم میں مسلمانوں کے لیے عرب کے اہل کتاب سے جنگ کرنے کا قانون مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس سے پہلے مکّہ کے مشرکوں سے لڑنے کی بابت کہا جا چکا تھا کہ جب تک فساد اور اس کے اسباب کا بالکل قلع قمع نہ ہو جائے اور انسانی چال چلن خود غرضی اور ذاتی فائدے کے خیال سے پاک صاف نہ ہو جائے۔ ان لوگوں سے لڑو۔ اور نہ مانیں تو انہیں نکال دو۔ چونکہ خود غرضی اور ذاتی مفاد کے حصول کے خیال سے اللہ کو سب سے بڑا تسلیم کیے بغیر پورا پورا چھٹکارا نہیں ملتا۔ اس لیے ارشاد ہوا تھا کہ اس وقت تک ان سے لڑتے جاؤ جب تک کہ دین خالص اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔ اگر مشرک اس اکسیر سے جس کے سامنے خود غرضی کا مرض کھڑا نہیں رہ سکتا منہ موڑیں تو ان کو نکال باہر کرو۔ اہل کتاب سے یہ امید تھی کہ وہ مشرکوں کا ساتھ دیں گے اور اللہ اور آخرت کو مانتے ہوئے دین حق کے مٹانے پر تُل جائیں گے۔ اس لیے ان کے واسطے عرب میں رہنے کی یہ شرط لگا دی گئی کہ مسلمانوں کے تابع فرمان ہو کر رہیں۔ لیکن وہ مغرور لوگ اپنی شرارت سے کب باز آنے والے تھے۔ اس لیے بعد میں ان کو بھی عرب سے نکال دیا گیا۔ یہ اس دین حق کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے مٹانے کے درپے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بھی شرک رائج ہو چکا ہے۔ اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے برابر مرتبہ دیتے ہیں اور کھلم کھلا منہ سے کہتے پھرتے ہیں کہ یہ بڑے بڑے لوگ دنیا کے انتظام میں اللہ کی طرف سے آزاد اور مختار بنا دیے گئے ہیں۔ بس جو کچھ لینا ہو انہی سے مانگتے رہو۔

دین کا زور

(ب)

دنیا کے بادشاہ امیر، وزیر اور درباریوں کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کرتے بلکہ کر ہی نہیں سکتے۔ اسی طرح ان کے خیال میں اللہ عزوجل بھی بغیر ان مددگاروں کے انتظام میں شریک کیے بغیر کچھ کر نہیں سکتا۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قدرت نہ پہچانی اور اسے بھی ایک معمولی فانی بادشاہ کی طرح وزیروں اور امیروں کا محتاج سمجھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی وہ بے نیاز ذات ہے کہ وہ کسی کام کے لیے کبھی کسی کا محتاج نہیں اور جس چیز کا حکم دیدے وہ ہو جاتی ہے بلکہ اس کے تو چاہنے ہی سے وہ کام ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں ان تمام لوگوں کا جو اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں حال بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ نے دنیا کا باطنی اندھیرا دور کرنے کے لیے دین حق کو روشنی کا خزانہ بنایا ہے۔ اگر یہ خزانہ نہ رہے تو انسانی عقل سوا اس کے کہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتی رہے اور صحیح راستہ کو ٹٹولتی پھرے اور کبھی پورے طور پر اسے نہ پا سکے کچھ نہیں کر سکتی۔ انسانی عقل جب تک دین حق کی روشنی سے کام نہ لے بالکل اندھی ہے جیسے ظاہری آنکھ بغیر روشنی کے کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ اسی طرح دل کی آنکھ یعنی عقل بغیر وحی الٰہی کے ٹھیک طور پر نہیں دیکھ سکتی۔ کچھ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ عقل کے لیے اپنے طور پر روشنی کا سامان مہیا کریں تاکہ دین کی ضرورت ہی نہ رہے۔ مگر وہ نادان نہیں جانتے کہ اگر انہوں نے سمجھ کے مطابق ہدایت کے کچھ اصول گھڑ بھی لیے۔ اور ان کو اپنی لچھے دار تقریروں سے لوگوں کے دلوں میں بٹھانا چاہا۔ تو وہ بھی دین حق سے بے نیاز نہ خود ہو سکتے ہیں۔ اور نہ دوسروں کو کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مصنوعی باتیں اس فطری نور کی شعاعوں کو ماند نہیں کر سکتیں۔ اللہ جو اس تمام کائنات کا خالق اور منتظم ہے۔ اس کو انسانی عقل کے لیے روشنی کا ذریعہ ٹھہرا چکا ہے۔ اور یہ روشنی منہ سے پھونک مار کر بجھائی نہیں جا سکتی۔ بلکہ یہ جتنا اپنی من گھڑت باتوں سے اسے بجھانا چاہیں گے اتنا ہی زیادہ اس کی چمک دمک میں اضافہ ہوگا۔ اس کا انکار کرنے والے اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ اللہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اسے پھیلا کر ہی رہے گا۔

اس دعوٰی کی تصدیق واقعات سے ہو چکی ہے۔ شروع میں مشرکوں نے اور اہل کتاب نے اس دین کے مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا۔ لیکن کچھ نہ کر سکے۔ اور یہ باطنی آفتاب دنیا بھر کو روشنی پہنچانے کے لیے بڑی آب و تاب سے چمکا۔ یہ لوگ اپنی ریشہ دوانیوں اور مخالفت سے باز نہ آئے لیکن اس کی روشنی کو پھیلنے سے نہ روک سکے۔

آج کل جاننے والے جانتے ہیں کہ فلسفی اور سائنس والے مدتوں اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد آج اس کے اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور سمجھ دار لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا اگر بھلا ہو سکتا ہے تو محض اسلام اور اس کی کتاب قرآن حکیم کے احکام پر چلنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ ورنہ انسان کا تباہ ہونا لازمی امر ہے۔

اللہ کی تدبیر

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وہی جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ
اور حقیقی دین دے کر تاکہ غالب کرے اس کو دین پر
كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾
کل پر اگرچہ ناپسند کرتے ہیں مشرک لوگ۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾
اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر غلبہ دیں اور مشرک پڑے برا مانیں

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ نے اپنے نور کو پھیلانے کا عزم بالجزم کر لیا ہے گو نادان لوگ جو اللہ کو نہیں ملتے اس کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ اس کو اپنی آزادی میں خلل ڈالنے والا جانتے ہیں۔ پھر بھی اللہ اس کو پھیلا کر رہے گا۔ وجہ یہ کہ جس طرح آنکھ کو دیکھنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح انسانی عقل کو ٹھیک طرح اپنا کام کرنے کے لیے ایک خاص قسم کی روشنی کی ضرورت ہے۔ اس روشنی کا بھی دنیا میں ہونا انسان کی عقل کے ٹھیک کام کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یہ روشنی کیا ہے اور کس طرح پھیلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ روشنی اس راستہ کو دیکھنے کے لیے ہے جو فطری طور پر انسان کے چلنے کے لیے مقرر ہے۔ راستے اور بھی ہیں جو لوگوں نے اپنی اپنی عقل کی اندرونی پیدائشی کام کرنے کی طاقت سے اٹکل پچو مقرر کر لیے ہیں لیکن نری عقل سے سیدھا راستہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں صحیح راستہ کی پہچان دے کر بھیجا۔ اور وہ پہچان قرآن مجید کی آیتوں میں رکھ دی۔ یہی قرآن مجید ہدایت اور روشنی ہے۔ عقل جب اس روشنی میں اپنے اردگرد نظر ڈالے گی تو اس کو صحیح راستہ صاف صاف نظر آنے لگے اور وہ سب راستوں کو چھوڑ کر اسی صحیح راستہ کو اختیار کرے گی۔ اس راستہ کا نام "دین حق" ہے۔ قرآن مجید عقل انسانی کے لیے روشنی اور ہدایت ہے اس روشنی میں عقل تمام راستوں کے بیچ میں سچے راستے "دین حق" کو نمایاں اور غالب دیکھے گی۔

مشرک لوگ جو اس روشنی سے کام لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس کو گُل کرنا چاہتے ہیں۔ اندھیرے میں ہیں۔ انہیں راستہ نہیں سوجھتا۔ ان کی عقل ٹٹول ٹٹول کر ادھر اُدھر کے راستے ان کے لیے نکال کر رکھ دیتی ہے۔ اور وہ انہی راستوں میں سے کسی نہ کسی کو پسند کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ کی ہدایت یعنی قرآن مجید کو قبول نہیں کرتے۔ لیکن ان کے قبول کرنے اور ناپسند کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ دیکھنے والے اس روشنی میں وہ کچھ دیکھتے ہیں جو اور لوگوں کو اندھیرے میں اپنی مصنوعی روشنیوں سے کبھی سوجھ ہی نہیں سکتا۔ دین حق اللہ کی روشنی ہے اور وہ قرآن مجید میں محفوظ ہے۔ حدیث اس کے پھیلانے کا ذریعہ ہے۔

دین حق کا غلبہ

پچھلے سبق کی آیت کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ اس دنیا میں انسانی زندگی کے انتظام کے لیے ضروری تھا کہ نوع انسان کے لیے ایک خاص طریقہ مقرر ہو جس پر وہ چلے۔ بالکل اسی طرح جیسے اور تمام مخلوقات کی نوعوں کے لیے خاص خاص راستے مقرر ہیں۔ انسان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس راستے کو جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے۔ انسان کو اپنی عقل اور کوشش سے دریافت کرنا اور پہچاننا ہے اور حیوانوں میں یہ بات نہیں وہ اپنا راستہ عقل کے زور سے دریافت نہیں کرتے کیونکہ ان میں اتنی زوردار عقل نہیں۔ فقط اتنی ہی عقل ہے۔ جو ایک خاص ضرورت کے وقت اندرونی تقاضوں کی بنا پر ایک فوری حل تلاش کر لیتی ہے اور وہ وہی ہوتا ہے جو ان کی نوع کی زندگی کے مناسب ہوتا ہے۔ انسان کی عقل بہت تیز ہے۔ لیکن وہ اس راستہ کے دیکھنے کے لیے ایک خاص روشنی کی محتاج ہے۔ روشنی نہ ہو تو وہ راستہ تو کوئی نہ کوئی تلاش کر ہی لیتی ہے۔ لیکن وہ ٹھیک وہی راستہ نہیں ہوتا جو اس کی نوع کے لیے اس تمام عالم کے بنانے والے نے مقرر کیا ہے۔ اس لیے اللہ نے اپنے رسول وقتاً فوقتاً بھیجے اور انہوں نے عقل کے لیے وہ روشنی مہیا کر دی جس میں وہ ٹھیک ٹھیک راستہ دیکھ لے۔ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس راستہ پر چل کر انسان کو دکھا دیا۔ کہ اس طرح چلو اور اس کی بڑی بڑی علامات ان کے سامنے رکھ دیں۔ ان علامتوں کا مجموعہ قرآن مجید ہے۔ اور اس کے مطابق چلنے کے طریقے کا نام دین حق ہے۔ جو آپ نے عملی طور پر مقرر کر دیا۔ وہ ہمارے پاس حدیث کے ذخیرے میں موجود ہے۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس دین کو پہچان کر اس پر چلنا ہماری عقل کا فرض ہے اور اس کا دنیا میں قائم رکھنا ہماری ذمہ داری ہے اور اسی ذمہ داری کے پورا کرنے پر انسان کی بہتری کا دارومدار ہے۔

اس کی ذمہ داری کے پورا کرنے کے لیے لازم ہے کہ دنیا میں لڑائی جھگڑا اور جنگ و جدل کا جو انسانوں کے لیے ان کی تنگ نظری اور بے جا خواہشوں کی وجہ سے پھیلتے ہیں۔ قلع قمع ہو۔ اس لیے امن و امان کا قائم رکھنا مسلمانوں کا پہلا مقصد ہے۔ اسی کے اوپر یہ بات موقوف ہے کہ عقل کو دیکھ بھال کی فرصت ملے اور انسان سوچ سمجھ کر دین حق کو قبول کرے۔ اللہ نے دین حق کو غالب کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا فرض ہے کہ امن و امان قائم کریں تا کہ انسان کی عقل اس طرف پورے طور پر متوجہ ہو۔ اس کے بعد ہو نہیں سکتا کہ دین حق غالب نہ ہو۔

امن و امان قائم کرنے کے دو ہی طریقے ہیں (۱) دنیا بھر کے انسانوں کی بین الاقوامی انجمن قائم ہو اور وہ بیکار اور خود غرضی پر مبنی آپس کے جھگڑے چکانے کا ذمہ لے (۲) ایک عالمگیر جنگ ہو جس میں تمام شریروں کا صفایا ہو جائے۔

اسلام (۱) کا حامی ہے

اور بدرجہ مجبوری اگر (۲) اختیار کرنا پڑے۔ تو وہ شرارتی اور فسادی لوگوں کو مٹانے والوں کا طرف دار ہے اور ان کے ساتھ مل کر انہیں مٹائے گا، اور اگر کوئی اور نہ ملے تو خود اس کی تیاری کرے گا۔

اہل کتاب کے علماء اور درویش

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا
اے لوگو جو ایمان لائے ہو تحقیق بہت سے
مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ
یہودی پڑھے لکھے لوگ اور عیسائی درویش البتہ کھاتے ہیں
اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ
مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
اللہ کے راستے سے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا
اے ایمان والو اہل کتاب کے بہت سے
مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ
عالم اور درویش لوگوں کے
اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ
مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
راستے سے روکتے ہیں

پچھلی آیت میں دین حق کو سب دینوں پر غالب کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کا ارادہ پورا کرنے میں جان و مال سے کوشش کرنی چاہیے۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ ایمان والوں کو خبردار رہنا چاہیے۔ کہ دین حق کے غلبہ کو روکنے کے کون سے راستے ہیں۔ دین کی راہ میں کون کون سی رکاوٹیں ہیں۔ ان رکاوٹوں کا دور کرنا ان کا فرض ہے۔ دین حق آپ ہی چمک اٹھے گا۔ یہ رکاوٹیں پہلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ میں اپنا کام کرتی رہی ہیں اس لیے ان کے حال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ تم لوگ اللہ پر ایمان لا چکے ہو۔ اللہ کے دین کا پھیلانا تمہارا فرض ہے۔ یہی فرض پہلے لوگوں کا اپنے اپنے وقت میں تھا۔ لیکن وہ اس کو پورا نہ کر سکے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ان کے پڑھے لکھے بااثر لوگ دنیا کی حرص میں پھنس گئے۔ اور لالچ میں گرفتار ہو گئے۔ جب وہ دین کی خدمت کے لیے دنیا سے منہ موڑ بیٹھے تھے تو ان کو چاہیے تھا کہ دنیا کی طرف رخ نہ کرتے۔ لیکن انہوں نے دیکھا کہ لوگ ہمیں مانتے ہیں۔ اور ہمارے کہنے پر چلتے ہیں۔ کیوں کہ ہم دین کے عالم مانے جاتے ہیں۔ اس لیے ان سے اس خدمت کے انجام دینے کے عوض روپیہ پیسہ مال و زر وصول کریں۔ جب لوگ نذرانے دینے لگے تو اس کے ساتھ ہی اُن کا تقاضا یہ ہوا کہ ہمیں ہمارے مفید مطلب احکام بتائیں۔ عالموں اور زاہدوں نے دیکھا کہ واقعی اُن پر آسانی کرنی چاہیے۔ ہمارا کیا حرج ہے۔ ان کا کام ان کی مرضی کے مطابق ہو جائے اور ہمیں منہ مانگا معاوضہ مل جائے اس سے اچھی اور کیا بات ہے اس طرح انہوں نے اپنا تو پیٹ بھر لیا لیکن اللہ کا راستہ دنیا میں قائم نہ کر سکے اور دین کا ستیاناس ہو گیا۔

مسلمانوں کی برادری میں یہ بات نہ پھیلنی چاہیے۔ عالموں، درویشوں اور پیروں کا فرض ہے کہ دنیا کے لالچ میں آکر دین کو خراب نہ کریں اور لوگوں کو وہی باتیں بتائیں جو دین حق میں ان کے لیے مقرر کر دی گئی ہیں۔

مال جمع کرنے کی سزا

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
اور جو لوگ اکٹھا رکھتے ہیں سونا اور چاندی
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ
اور خرچ نہیں کرتے اس کو اللہ کے رستے میں سنا دے ان کو خوشخبری
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾
عذاب دردناک کی

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ
اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾
دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے

يَكْنِزُوْنَ (اکٹھ کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے کنز سے۔ کنز کے معنی ہیں جمع کرنا، اکٹھا کرنا، سمیٹ کر رکھنا۔ روپیہ خواہ الماریوں میں ہو یا بنکوں میں ہو یا زمین میں گاڑا جائے۔ سب کنزا کے تحت آتا ہے۔ کنز کے معنی خزانہ کے بھی ہیں یعنی وہ جگہ جہاں روپیہ اکٹھا کیا جائے۔

اس سے پہلے کہا گیا کہ اہل کتاب کے دین کے عالم، شیخ اور پیر روپیہ اکٹھا کرنے کے پیچھے پڑ گئے۔ لوگوں کو ان کی سہولت پر نظر کر کے غلط سلط رستے بتاتے اور بدلے میں ان سے نذرانے تحفے وصدقات خیرات وغیرہ بٹورنے شروع کر دیئے یہ اوّل تو ان لوگوں کے زمرے میں آتے ہیں جو مال جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں ایک سزا تو اس کی ملے گی کہ وہ بے کار روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ دوسرے اس کی سزا الگ رہی کہ وہ دین کے پردے میں لوگوں کو دھوکا دے کر ان سے بے تحاشا روپیہ وصول کر رہے ہیں۔ ان کا یہ جرم سب سے بڑا ہے۔ کہ وہ دین کو خراب ورسوا اور بدنام کر رہے ہیں۔ پہلے روپیہ جمع کرنے والوں کی عبرتناک سزا اس آیت میں بتائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ، دولت اکٹھی کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور خزانوں اور تجوریوں میں روپیہ پیسہ بے تحاشا اکٹھا کر رہے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو سنا دے کہ تمہارے لیے بس یہی خوشخبری ہے۔ کہ تم کو ایسا عذاب دیا جائے گا۔ کہ جس کے دکھ درد سے تم چیخنے لگو گے۔ اس عذاب کا ذکر اس کے بعد آتا ہے۔

یہ تو ان لوگوں کی سزا ہے جو حلال کی کمائی سے روپیہ جمع کرتے ہیں۔ اور جو حرام طریقوں سے جمع کرتے ہیں۔ ان کو جمع کرنے کا عذاب تو یہی ملے گا۔ لیکن اس کے علاوہ حرام کام اختیار کرنے کی سزا الگ ملے گی۔

روپیہ جمع کرنے کا ہر وہ طریقہ جس سے دوسروں کی حالت بگڑتی ہو یا جس میں کسی کی حاجت اور مصیبت سے بے جا فائدہ اٹھایا جا رہا ہو حرام ہو جاتا ہے۔ اس میں سے زکوٰۃ بھی مقبول نہیں۔ کیوں کہ مال تو خیر ہے۔ اور اس کو اچھے کاموں پر لگایا جانا چاہیئے۔ جو شخص مال کو اس کے صحیح مقام سے روک کر جمع کرتا ہے وہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتا ہے اور اسی کی سزا پائے گا۔

مال کا وبال

یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْہَا فِیْ نَارِ جَہَنَّمَ
اس دن کہ دہکائی جائے گی اس پر آگ میں دوزخ کی
فَتُکْوٰی بِہَا جِبَاہُہُمْ وَجُنُوْبُہُمْ
پھر داغے جائیں گے اس سے ان کے ماتھے اور پہلو ان کے
وَظُہُوْرُہُمْ ہٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ
اور پیٹھیں ان کی یہ ہے جو جوڑتے تھے تم اپنے لیے
فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾
پس چکھو جو تھے تم جوڑتے

یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْہَا فِیْ نَارِ جَہَنَّمَ
جس دن کہ اس مال پر دوزخ کی آگ دہکا دیں گے
فَتُکْوٰی بِہَا جِبَاہُہُمْ وَجُنُوْبُہُمْ
پھر اس سے ان کے ماتھے اور پہلو
وَظُہُوْرُہُمْ ہٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ
اور پیٹھیں داغیں گے یہ ہے جو تم نے اپنے واسطے
فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾
گاڑ کر رکھا تھا اب اپنے گاڑنے کا مزہ چکھو

یُحْمٰی ۔ دہکائی جائے گی ۔ مضارع مجہول ہے ۔ حَمْیٌ کے معنی ہیں آگ کا بہت تیز ہو جانا ۔ بعد میں عَلٰی آنے سے متعدی ہو گیا ۔ یعنی تیز کی جائے گی مال پر جہنم کی آگ ۔

تُکْوٰی ۔ داغا جائے گا ۔ مضارع مجہول ہے ۔ اس کا مادہ ک ۔ و ۔ ی ہے ۔ اور مصدر کَیٌّ ہے جس کے معنی ہیں آگ میں چیز کو سرخ کر کے بدن پر رکھ دینا جس سے بدن جل کر اس پر داغ پڑ جائے ۔

اس آیت کا خلاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جو اکثر جمعہ کے خطبوں میں دہرایا جاتا ہے ۔ یعنی اَلْکَنْزُ کَیٌّ مِنَ النَّارِ ۔

مطلب یہ ہے کہ اس وقت تو روپیہ جمع کرنا ہر ایک نے اپنا سب سے بڑا شغل بنا رکھا ہے ۔ اور اس کی محبت میں پھنس کر کچھ لوگ بظاہر عیش و آرام بھی کرتے نظر آتے ہیں ۔ اگرچہ دراصل تکلیفیں ہی جھیلتے ہیں مگر روپیہ کے مقابلہ میں ان کو خاطر میں نہیں لاتے ۔ سچ تو یہ ہے اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو دنیا میں بھی روپیہ پیسہ مال و دولت بہت سے لوگوں کے لیے بہت سی پریشانیوں کا باعث ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ کبھی اس کی فکر میں بھوک پیاس اور نیند تک غائب ہو جاتی ہے بلکہ جان تک کے لالے پڑ جاتے ہیں ۔ لیکن مرنے کے بعد تو یہ سوا دکھ پہنچانے کے اور کسی کام نہ آئے گا ۔

آدمی ایک پیسہ ہی کو آگ پر لال کر کے ہتھیلی پر رکھ کر دیکھے کہ کیا گت بنتی ہے ۔ اس کے بعد غور کرے کہ یہ سارا سونا چاندی معمولی آگ میں نہیں دوزخ کی آگ میں تپا کر مالدار کے بدن پر رکھ دیا جائے گا اور پھر ٹھنڈا ہوتے تک ہلایا نہ جائے گا ۔ ٹھنڈا ہونے کے بعد پھر گرم کر کے رکھا جائے گا اور اسی طرح برابر ہوتا رہے گا اس وقت کیا حال ہو گا

مفسرین نے لکھا ہے کہ بخیل سے روپیہ کسی اچھے کام کے واسطے دینے کے لیے کہو تو پہلے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں اور زیادہ کہو تو پہلو بدل کے منہ پھیر لیتا ہے اور اگر اصرار کرو تو پیٹھ موڑ کر چل دیتا ہے اس لیے انہی تین چیزوں یعنی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر داغ دیا جائے گا ۔ اگر عذاب سے بچنا ہے تو جمع مت کرو، اللہ کے واسطے خرچ کرو ۔

مال و دولت کا حکم

ایک زمانے سے لوگوں پر مال و دولت، روپیہ پیسہ جمع کرنے کا خبط سوار ہے اور آج کل تو ہر شخص سوا اس کے اور کچھ چاہتا ہی نہیں۔ یہ ایک قسم کی دیوانگی ہے جو حد سے گذر چکی ہے بعض لوگ خاصے پڑھے لکھے کہتے ہیں کہ اسلام نے کسی شخص کو پیسہ کمانے سے نہیں روکا۔ فقط یہ کہا ہے کہ سال بھر میں جتنا جمع ہو اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دیا کرو۔ اور پھر چاہے جتنا جمع کرو کوئی روک ٹوک نہیں۔ ہر شخص کمائی میں آزاد ہے جتنا چاہے کمائے فقط زکوٰۃ دے دیا کرے۔ اس کے بعد موج کرے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی تعلیم کی روح یہ نہیں ہے۔ جو لوگ یہ سمجھے ہوتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خوب مال کماؤ۔ لیکن زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرنے کے قابل ہو جاؤ۔ اور ثواب کے مستحق ہو۔ گویا زکوٰۃ اور حج مال جمع کرنے کی ترغیب دینے کے لیے ہیں۔ یہ ایک سیدھی سادی بات کو الجھا دینے اور کچھ نہیں۔

سیدھی بات یہ ہے کہ روپیہ پیسہ اس لیے ہے کہ ہر شخص اس کو دے کر اپنی ضرورت کی چیز مثلاً غلہ کپڑا وغیرہ لے سکے۔ روپیہ پیسہ بجائے خود اصل مقصود نہیں۔ بلکہ ضروریات زندگی مہیا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے ہر شخص کو بہ آسانی اتنا روپیہ ملنا چاہیئے کہ جس کو دے کر وہ اپنے آرام کی چیزیں آسانی سے حاصل کر سکے۔ یہ روپیہ ہر ایک کو کیسے ملے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کے بھلے کے لیے کوئی کام یا محنت کرے اور اس کی مزدوری میں اسے اس کی ضرورت کے مطابق روپیہ دے دیا جائے۔ اسلام کا ضابطہ محنت کے بارے میں یہ ہے۔ کہ ہر شخص سوسائٹی کو نفع پہنچانے کے لیے اپنی مقدور بھر خوب محنت کرے۔ لیکن نیت روپیہ کمانے کی نہ کرے۔ بلکہ یہ سوچ لے کہ میں اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے محض اللہ کے واسطے یہ کام کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اس سے کام لینے والوں کا یہ فرض ہے۔ کہ ایسے شخص کو اتنا معاوضہ دے کہ وہ بہ فراغت تمام آرام کی زندگی بسر کر سکے۔ یہ شخص اس و فضول خرچی کیے بغیر اپنی ضرورتوں میں صرف کرے۔ یہ اس کی حلال کی کمائی ہے۔ اگر کچھ اس میں سے بچ رہے تو صدقہ کرے۔ اور جمع بھی کر سکتا ہے۔ یہ جمع جب زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جائے۔ تو زکوٰۃ دے۔ جس کو حکومت بے طاقت، اپاہج لوگوں کی مدد کے لیے خرچ کرے۔ اگر پھر بھی کچھ بچ جائے تو حج کرے۔ بشرطیکہ اس کی شرطیں پوری ہو جاتیں۔

روپیہ جمع کرنے کا جو طریقہ آج کل رائج ہے۔ جس میں ظلم، تعدی، لوٹ کھسوٹ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ اس سے چند لوگوں کے پاس روپیہ اکٹھا ہو جاتا ہے باقی لوگ ضروری چیزوں کو ترستے ہیں۔ ایسے مال سے زکوٰۃ، حج، صدقہ وغیرہ کچھ مقبول نہیں ہوتا، بلکہ آیت کے بموجب آدمی الٹا عذاب کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ یہ طریقہ ظلم و تعدی سے خالی نہیں ہو سکتا۔

زمانے کی تقسیم (رکوع ۱)

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ
تحقیق گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ
شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
مہینے ہے اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے پیدا کیے آسمان
وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ
اور زمین ان میں سے چار ادب کے ہیں یہی
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ
دین ہے سیدھا پس مت ظلم کرو ان میں
اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً
اپنے اوپر اور لڑو مشرکوں سے پورے طور پر
كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں پورے طور پر اور جان لو کہ
اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۞
اللہ بچ کر چلنے والوں کا ساتھی ہے

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ
مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے
شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
ہے اللہ کے حکم میں جس دن اس نے آسمان
وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ
اور زمین بنائے ان میں چار مہینے ادب کے ہیں یہی ہے
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ
سیدھا دین سو ان میں اپنے اوپر ظلم
اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً
مت کرو اور سب مشرکوں سے ہر حال میں لڑو
كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
جیسے وہ تم سب سے ہر حال میں لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ
اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۞
ڈرنے والوں کے ساتھ ہے

: اَلْقَيِّمُ (سیدھا۔ استوار) یہ لفظ مادہ ق۔ و۔م سے اسی طرح بنا ہے جیسے س۔ و۔ د سے سیّد اور دونوں کے معنی بھی ملتے جلتے ہیں۔ ق۔ و۔م سے مصدر قوم ہے جس کے معنی ہیں سیدھا کھڑا ہو جانا۔ آدمیوں کی جماعت کو بھی قوم کہتے ہیں۔ کیوں کہ جماعت، حالات کے قائم اور سیدھا کرنے کا ذریعہ ہے۔ قیّم صفت کا صیغہ ہے، اس کے معنی سیدھی اور مضبوط چیز کے بھی ہیں اور دوسری چیز کو سیدھا اور مضبوط بنانے والے کے بھی ہیں۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

كَاۗفَّةً (پورے طور پر) یہ لفظ سورۃ بقرۃ میں آچکا ہے۔ اس کا مادہ ک۔ ف۔ ف ہے۔ جس کے معنی ہیں تھام لینا۔ روک لینا۔ جب کسی جماعت میں ایسا ایکا ہو جائے۔ کہ ہر ایک آدمی ایک دوسرے کا سہارا اور جماعت کا جزو بن جائے، اور پھر وہ مل کر کوئی کام کریں۔ تو اس کو مجموعی طاقت سے اکٹھے ہو کر کرنا کہتے ہیں۔ عربی میں اسی حالت کو كَاۗفَّةً کہہ کر ظاہر کیا جاتا ہے۔

پچھلی آیتوں میں بہت پہلے سے یہ بیان ہو رہا ہے۔ کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے دین کو بگاڑ ڈالا ہے اور اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے کو چھوڑ کر اپنے بڑے آدمیوں کا مقرر کیا ہوا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ایک حکم یہ ہے جسے انہوں نے توڑا:

زمانے کی تقسیم (ب)

ارشاد ہے کہ اللہ نے جس دن زمین و آسمان بنائے۔ اسی دن سے انسان کے لیے زمانے کے اندازہ کرنے کا سیدھا سادا طریقہ مقرر کر دیا۔ جس میں پیچیدہ حساب کی ضرورت ہی نہیں پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ۔ ہر شخص چاند کو دیکھ سکتا ہے۔ اور اس کا نکلنا، بڑھنا، گھٹنا، غائب ہو جانا ہر ایک پر واضح ہے۔ چاند غائب ہونے کے بعد ہلال کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ پھر یہ بڑھتا، گھٹتا اور غائب ہو جاتا ہے۔ اور دوبارہ پھر ہلال بن کر دکھائی دیتا ہے۔ اس سے دوسرا مہینہ شروع ہوتا ہے۔ اس حساب سے بارہ مہینے کا سال اللہ کے ہاں مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور اسی پر انسانوں کے عبادت ادا کرنے، تہوار منانے اور اللہ کے دیگر احکام بجالانے کے اوقات کا دار و مدار ہے۔ دین ابراہیمی میں جو آپ کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذریعہ عرب میں پھیلا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے امن و امان کے مقرر کر دیئے گئے۔ جس میں لوگ آپس کے جھگڑے بند کر کے بے کھٹکے اِدھر اُدھر آئیں جائیں۔ آپس میں ملیں جلیں۔ یہ ایک عام امن و امان کی زندگی بسر کرنے کا رواج قائم کرنے کی ایک تمہید تھی۔ کیونکہ عرب میں کیا ساری دنیا میں لوگوں کو آپس میں لڑنے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ خاص کر عرب کے لوگ تو لڑاکا مشہور تھے اور لڑنے کے لیے ذرا ذرا سے بہانے ڈھونڈتے تھے۔ دین ابراہیمی کی بدولت انہیں چار مہینے لڑائی، لوٹ مار، بداخلاقی کے کام اور گناہوں سے امن نصیب ہوا وہ اس کا احترام کرتے تھے۔

اسلام نے بھی اس دستور کو قائم رکھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا۔ کہ اگر فسادی لوگ بہانہ بازیاں کر کے، ان مہینوں کی حرمت کا خیال نہ کریں۔ اور لڑائی کے لیے نکل آئیں۔ تو تم بھی بلا تامل ان سے لڑو۔ حرمت توڑنے کا وبال ان کے ذمہ رہے گا۔ تم فقط ایک انسانی فرض ادا کر رہے ہو۔ اس لیے تم پر کوئی الزام نہیں۔ ویسے ان مہینوں میں اس کا زیادہ خیال رکھو۔ کہ کوئی گناہ سرزد نہ ہونے پائے۔ اور اپنی اندرونی پاکیزگی اور ستھرائی کی ان ایام میں خاص طور پر کوشش کرو اور دین ابراہیمی میں جو حرمت قائم کی گئی تھی۔ اسے قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔ جو برائیوں سے بچتے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے:

کہ ان فساد پھیلانے والے مشرکوں سے جن میں اہل کتاب بھی عملاً شامل ہیں:

سب اتفاق سے مل جل کر مقابلہ کرو۔ کیوں کہ وہ بھی تمہارے مقابلے کے لیے ایسے ہی متحد ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے سارے اختلافات بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

آگے کی آیت میں اس قاعدے کے توڑنے کی جو خود غرض با اثر لوگوں نے ترکیبیں کیں۔ اس کا بیان ہے:

حکم توڑنا

إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ

بیشک یہ مہینہ کا ہٹا دینا زیادتی ہے کفر میں گمراہ کیے جاتے ہیں

بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَّ

اس سے وہ لوگ جو کافر ہوئے حلال کرتے ہیں اسے ایک سال اور

يُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوا عِدَّةَ مَا

حرام کر لیتے ہیں ایک سال تاکہ برابری کریں گنتی سے اس کی جو

حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۚ زُيِّنَ

حرام کیے اللہ نے پس حلال کر لیتے ہیں اس کو جو حرام کیا اللہ نے مزین کر دیے

لَهُمْ سُوٓءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

ان کے لیے بُرے اعمال ان کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا

الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۷﴾

ان لوگوں کو جو کفر کرنے والے ہیں

إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَّيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۷﴾ ع ۵ / ۱۱

یہ جو مہینہ کا ہٹا دینا ہے سو یہ کفر کے عہد میں بڑھتی ہوئی بات ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں اس مہینہ کو ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام رکھتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری کر لیں جو اللہ نے ادب کے لیے رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں وہ مہینہ جو اللہ نے حرام کیا ان کے بُرے کام ان کی نظر میں بھلے کر دیئے گئے اور اللہ کافروں کو راستہ نہیں دکھاتا

نَسِیْءٌ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں جگہ سے پیچھے ہٹا دینا۔ ملتوی کر دینا۔ یہاں اس سے مراد وہ رسم ہے جو اسلام سے پہلے عرب کے با اثر سرداروں نے جاری کی تھی یعنی وہ حرام مہینے کو جگہ سے ہٹا کر پیچھے کر دیتے تھے۔ مثلاً محرم کے مہینہ کو جو حرام ہے ہٹا کر صفر میں لے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اس سال بجائے محرم کے صفر کا مہینہ حرام مانا جائے گا۔ اور محرم حلال ہوگا۔

یُوَاطِـُٔوْا: (پوری کر لیں) مضارع کا صیغہ ہے مُوَاطَاۃٌ سے۔ جس کا مادہ و۔ ط۔ ء ہے۔ وَطْءٌ کے معنی نرم کرنا، سہل کرنا۔ مُوَاطَاۃٌ کے معنی ہیں۔ کسی چیز کو کسی کے موافق کر دینا۔ یہاں یہ مطلب ہے کہ اللہ نے سال میں چار ماہ حرام مقرر کر دیئے تھے۔ انہوں نے ان کی گنتی تو چار ہی رکھی۔ لیکن جب چاہتے۔ ان کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے۔ گو حرام مہینوں کی گنتی چار ہی رکھتے۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ کی مقرر کی ہوئی مہینوں کی گنتی بتا دی گئی۔ ان میں چار مہینے ایسے تھے جن میں لڑائی دنگا فساد خاص طور پر منع تھے۔ ان کو حرام مہینے کہتے تھے۔ یہ مہینے رجب، ذی قعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم تھے۔ کبھی عرب کا بڑا سردار اٹھ کر حکم دیتا کہ اس سال محرم میں لڑنا حلال ہے۔ اس کے بدلے صفر کا مہینہ حرام ہوگا۔ اسی طرح سرداروں کے کہنے سے حرام مہینے اپنی جگہ سے ہٹتے رہتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کافروں نے اپنے سرداروں کا حکم اللہ کے حکم سے زیادہ ضروری قرار دیا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ مہینوں کا ہٹانا۔ کافروں کی اپنی پیدا کی ہوئی بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہے :

پچھلی دو آیتوں کا خلاصہ

دنیا میں جنگ فقط اس لیے ہوتی ہے کہ لوگ عموماً اس طریقے یا دین سے جو کل کائنات کے بنانے والے نے انسانوں کے لیے مقرر کیا ہے ہٹ جاتے ہیں اور ہر قوم اپنے واسطے **اپنی اپنی** راستے سے اپنا ایک الگ دین مقرر کرلیتی ہے۔ اور پھر اسے دوسروں کے سر زبردستی تھوپنا چاہتی ہے۔ یہ کام ہوتا اس طرح ہے کہ ہر قوم کے ہادی، لیڈر، قائد یا رہنما خود غرض لوگ بن جاتے ہیں۔ اور لوگ انہیں عالم سمجھ کر ان کی پیروی بے سوچے سمجھے کرنے لگتے ہیں۔ زیادہ چلتے ہوئے لوگ ان عالموں کو بڑھاوے چڑھاوے دے کر ان کے سامنے رشوتیں اور نذرانے پیش کرکے ان سے اپنے مفید مطلب شرعی فتوے حاصل کرلیتے ہیں۔ اور ان فتووں کے بل پر خود حکم چلاتے ہیں۔ اور عالم محض ان کے فرمانبردار ملازم اور خوشامد کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اسلام جب آیا۔ تو اسے ایسے ہی لوگوں سے پالا پڑا۔ عرب کے مشرک تو اپنا آسمانی دین بالکل ہی مسخ کرچکے تھے۔ اور ان میں اب فقط ان کے سرداروں کا حکم چلتا تھا۔ یہ سردار فقط اپنے مفاد اور اقتدار کا خیال رکھتے تھے اور اپنی ہی بات منوانے پر تُلے ہوئے تھے، عوام ان کی مٹھی میں تھے۔

یہود و نصاریٰ اپنے آسمانی دین کا نام قائم رکھے ہوتے تھے۔ ان سے مسلمانوں کی لڑائی نہ ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن ان کے بھی خود غرض لوگ دین کو تقریباً مٹا چکے تھے۔ اور اپنی ضد پر اڑے رہنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ بھی مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ مسلمانوں کو حکم ہوا۔ کہ تمہیں اپنی تنظیم کے لیے تمام خود غرض لوگوں سے لڑنا ضروری ہے۔ جب تک وہ فساد اور ضد سے باز نہ آجائیں۔ اور تمہیں اصلاح انسانی کا کام بے روک ٹوک نہ کرنے دیں۔

ان دو آیتوں میں سکھایا گیا ہے کہ ان مشرکوں اور اہل کتاب میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں اللہ کے دین کو بگاڑ چکے ہیں اور چیزوں کا حلال حرام کرنا انہوں نے اپنی رائے پر موقوف کرلیا ہے۔ کچھ لوگ اپنے مال و دولت یا ذاتی اثر سے اوروں پہ چھا گئے ہیں۔ اور جاہل اور عالم سب کے سب ان کی خوشامد میں لگ گئے ہیں۔ عالم اللہ کے احکام کو بڑی بڑی ترکیبوں سے بدل ڈالتے ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بڑے دیندار ہیں۔ لیکن اصل میں دین کی جڑ کھودنے والے یہی ہیں۔ ان میں سوا خود غرضی اور اقتدار کی ہوس کے کوئی صفت باقی نہیں۔ اس لیے ان سے لڑے اور ان کے دبائے بغیر چارہ نہیں۔ ہاں اگر یہ سیدھے ہوجائیں۔ اور ان کا نکلنے کا سا بل نکل جائے، تو تم ان کے ساتھ مل سکتے ہو۔ ورنہ نہیں۔

وقت پر کاہلی بُری ہے (۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا ہوا تمہیں جب کہا جائے
لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ
تم سے چل پڑو اللہ کی راہ میں تو گرجاتے ہو تم
اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
زمین کی طرف کیا پسند کر بیٹھے زندگانی دنیا کی
مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
آخرت چھوڑ کر پس نہیں عیش کا سامان دنیا کی زندگانی کا
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (۳۸)
آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ
اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے
لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ
کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین پر
اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
گرے جاتے ہو کیا آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگانی
مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
پر خوش ہو گئے سو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگانی
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (۳۸)
کا کچھ نفع نہیں مگر تھوڑا

اِنْفِرُوْا: نکل پڑو۔ امر کا صیغہ ہے نفر سے۔ نفر کے معنی اٹھ کر روانہ ہونا۔ پھرتی سے چلنے کے لیے مستعد ہو جانا۔

اِثَّاقَلْتُمْ: اگرے پڑتے ہو۔ ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِثَّاقُل ہے جو تَثَاقُل کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اس کا مادہ ث۔ق۔ل ہے۔ ثقل مشہور لفظ ہے جس کے معنی بوجھ کے ہیں۔ اِثَّاقُل کے معنی ہیں بوجھل ہو کر گر جانا۔

مَتَاعٌ: (ساز و سامان) سونے چاندی کے سوا آرام کی جتنی چیزیں دنیا میں ہیں سب متاع کہلاتی ہیں۔

جو کچھ اس سورت میں اور اس سے پہلی سورت میں بیان ہوا۔ اس سے جہاد کے معنی غور کرنے والوں کی سمجھ میں بالکل آ جاتے ہیں اور انہیں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کہ جہاد کا مطلب اللہ کو اپنا سب سے بڑا آقا مان کر اس کے احکام کے مطابق انسان کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے اور ساتھ ہی اپنے آپ کو انسان کے لیے اعمال و اخلاق کا نمونہ بن کر دکھلانے کی جد و جہد ہے۔ لڑائی اس وقت ضروری ہوتی ہے۔ جب کوئی غرور و تکبر کے گھمنڈ میں اس اصلاح انسانی کی راہ میں کھنڈت ڈالے۔

چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی اسلام پہنچانے شام کی سرحد کے عرب عیسائی حاکم کے پاس روانہ ہوا۔ تو راستہ میں عیسائیوں میں سے کسی نے اس ایلچی کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے جا حرکت کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں کی فوج کا ایک دستہ عیسائیوں کی تنبیہ کے لیے بھیجا۔ اس سے لڑنے کے لیے شام کے سارے عیسائی اور قیصر روم کے لوگ جس کے تحت شام کے یہ عیسائی عرب کے حاکم تھے، جمع ہو گئے۔ اور کوئی ایک لاکھ سپاہی میدان میں اتر آئے۔ مسلمانوں کی فوج میں صرف تین ہزار سپاہی تھے۔ مؤتہ کے مقام پر مقابلہ ہوا۔

یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اس سے پہلے اسی سال اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اور خالد بن ولید اس فوج میں شامل تھے۔

وقت پر کاہلی بُری ہے (ب)

مسلمان اس لڑائی میں بڑے پریشان ہوئے۔ جس سردار نے عَلَم لیا وہ شہید ہُوا۔ آخر خالد بن ولید نے جھنڈا اٹھایا اور اپنی تدبیر سے مسلمانوں کو عیسائیوں کے نرغے میں سے نکال کر مدینہ لے آئے اس کے بعد مکہ فتح ہُوا معرکہ حنین اور طائف کا محاصرہ یکے بعد دیگرے پیش آئے۔ جب سب بخیر و خوبی ختم ہوگئے اور آپ مع مسلمانوں کی فوج کے مدینہ واپس پہنچے تو خبر ملی کہ شام کے عیسائی بڑی تیاری کر رہے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ مدینہ پر چڑھائی کریں۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ ہمیں خود بڑھ کر عیسائیوں کو تنبیہ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ آپؐ نے رجب ۹ھ میں کھلم کھلا اعلان کر دیا۔ کہ مسلمانوں کو شام کے عیسائیوں سے لڑنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔ مسلمان تیار ہوئے۔ اور آپ تیس ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر جس میں دس ہزار سوار تھے، شام کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام تبوک پر پہنچ کر بیس روز قیام کیا۔ شام کے عیسائیوں کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیوں کہ قیصر روم نے جس کے بل بوتے پر وہ کودتے تھے۔ ان کی اس موقعہ پر مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ آس پاس کے عیسائی عربوں نے کسی نے خوشی سے اور کسی نے قید ہو کر جزیہ دینے پر صلح کر لی اور آپ مظفر و منصور مدینہ تشریف لائے۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔

اس لشکر کشی کا نام غزوۂ تبوک ہے، اس کی تیاری میں بڑی مشکلیں پیش آئیں۔ گرمی سخت تھی کھجوروں کی فصل پک کر تیار تھی۔ لوگ آرام اور سایہ دار درختوں کے طالب تھے۔ لشکر بڑی مشکل سے تیار ہُوا۔ اسی لیے اس لشکر کو جَیْشُ الْعُسْرَۃِ کہتے ہیں جنی تنگی کے زمانے کا لشکر۔ اس میں کچھ مسلمانوں نے بھی سستی دکھلائی اور منافقوں نے تو خباثت کی حد کر دی۔ اس آیت سے اسی غزوہ کا حال شروع ہے اور دور تک چلے گا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اے ایمان والو! جب جہاد کے معنی سمجھ چکے۔ تو اب ہر موقعہ پر اس کے لیے تیار رہنا تمہارا فرض ہے اس ہجر مجر کے کیا معنی تم سے کہا جا رہا ہے کہ اٹھو لڑائی کے لیے اور تم ہو کہ سستی اور کاہلی کے مارے اور زمین پر بیٹھے لیٹے جاتے ہو۔ دُنیا کا تمام عارضی چیز ہے۔ یہ ایک ڈھلتی چھاؤں ہے۔ اصل عیش آخرت کا عیش ہے۔ دنیا کی راحت اور آسائش اس کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں۔ اس لیے دنیا کے آرام کو قربان کر کے آخرت کا آرام حاصل کرنا چاہیئے۔

یہاں سے آخر سورت تک اسی غزوہ سے متعلق باتوں اور واقعات کی تفصیل ہے۔ اور ان کے مطالعے سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ اسلام کی غرض عرب میں بھی اور عرب سے باہر بھی صرف ایک تھی۔ اور وہ یہ کہ اسلام کو صلح اور آشتی کے سایے میں تعلیم و تفہیم کے ذریعے دنیا کے لوگوں میں پھیلایا جائے: تا کہ جس کو شامل ہونا ہو برضا و رغبت اسلام میں شامل ہو۔ لیکن لوگ اس غرض کے مخالف ہو گئے۔ چنانچہ عرب میں سے مخالفین کو بالکل نکال دینا پڑا اور باہر والے جب لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ تو ان سے لڑ کر یا گفتگو کے ذریعہ شرائط صلح طے کی گئیں۔ اور تبلیغ اسلام کے لیے راستہ صاف کیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ عیسائیوں کی اس زیادتی سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو شہید کر دیا۔ اور پھر مقابلہ پر اتر آئے۔ شام اور مصر کی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ اور یہ ملک اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہوئے۔:

تم نہیں تو اور

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
اگر نہ نکلے تم عذاب دے گا تم کو عذاب
اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ
دکھ دینے والا اور بدلے میں لے آئیگا اور قوم سوا تمہارے
وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ
اور نہ بگاڑو گے اس کا کچھ اور اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾
چیز کے قدرت والا ہے

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
اگر تم نہ نکلو گے تو تم کو دردناک عذاب
اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ
دے گا اور بدلے میں تمہارے سوا اور لوگ لا دے گا
وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ
اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾
پر قادر ہے

واقعی غزوہ تبوک کے لیے تیاری کا حکم مسلمانوں کا بڑا سخت امتحان تھا۔ لوگ حنین اور طائف سے لڑتے لڑتے تھکے ماندے واپس آئے تھے۔ گرمی بلا کی پڑ رہی تھی۔ سفر لمبا تھا۔ اور جس علاقے میں سے گزرنا تھا۔ وہاں تپتی ہوئی ریت کے میدانوں کے سوا اگر کچھ تھا تو وہ گرم ہوا کے سخت جھونکے تھے اور پانی کی کمیابی۔ مدینہ میں اس وقت بڑی چہل پہل تھی۔ کھجوریں پک کر تیار ہو گئی تھیں۔ کھانے پینے کی کمی نہ تھی۔ تیز دھوپ سے پناہ لینے کے لیے سایہ دار درخت تھے۔ یہ سب آرام و راحت کے اسباب چھوڑ کر جنگل بیابان میں دور دراز کا سفر اختیار کرنا۔ لُو کے جھلس دینے والے تھپیڑے کھانا، چلچلاتی دھوپ میں چلنا حقیقت میں اللہ کے ان ہی بندوں کے بل بوتے کا تھا جن کے سینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے تمام کدورتوں اور بے ہودہ خیالات سے پاک صاف ہو گئے تھے۔ انھوں نے دنیا کو اپنے اصلی رنگ میں دیکھ لیا تھا۔ اور اسے آخرت کے مقابلے میں بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ قرآن مجید کے رعب دار الفاظ ان کی ہمتوں کے لیے تازیانہ کا کام دیتے تھے۔ ذرا اس آیت کو دیکھیے۔ کیا کہتی ہے۔ ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ اور رسول کے حکم پر مستعدی کے ساتھ کمر کس کر باہر نہ نکلے تو سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے یہ آرام و چین سب رکھا رہ جائے گا۔ اگر تم نہ اٹھے تو تمہارے بدلے اس کام کے لیے اور لوگ مقرر کر دیئے جائیں گے۔ اللہ کے کام رُکے نہیں رہ سکتے۔ تم سستی کرو گے تو دنیا میں اور اس کے بندے بہت ہیں۔ تمہیں عذاب دیتے۔ اور دوسروں سے تمہارے بدلے کام لیتے اسے کیا دیر لگ سکتی ہے۔ اس کی قدرت کے تحت سب کچھ ہے جو چاہے کر دے۔

لمحۂ فکریہ

اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں کے سننے کے بعد اسلام کے سچے شیدائیوں کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ حالات پر غور کرنے والے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر سر جھکایا۔ تھکان اور گرمی کی شدّت کی کوئی پروا نہ کی اور خوشی خوشی تیاری میں مشغول ہوگئے۔ اسلام کی تاریخ میں یہ زمانہ نہایت نازک تھا۔ اگر کہیں اس وقت اپنے ہادیٔ اکبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فوری تعمیل میں ذرا بھی سستی ہوتی تو انسانیت خاک میں مل ہوگئی ہوتی اور آج اس کا نشان ڈھونڈے سے کبھی نہ ملتا۔ ان جانبازوں نے وقت کی نزاکت کو سمجھا اور اپنی نئی امّت کو بچانے کے لیے سینہ سپر ہو کر سامنے آگئے۔ ان کی اس ہمت سے فقط یہی نہیں ہُوا کہ مسلمان تباہی سے بچ گئے۔ بلکہ حقیقت میں دنیا کے اندر انسانی زندگی کے صحیح سانچے پر ڈھلنے کا سہرا بھی انہی کے سر رہا۔ آپ ان مشکلات کا تصور کیجیے۔ جو اس وقت مسلمانوں کو درپیش تھیں۔ فطری آرام طلبی کے علاوہ اتنے بڑے سفر کے راستے میں کئی رکاوٹیں تھیں۔ لیکن ان شیر مردوں نے ان سب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور تباہی کی روک تھام کے لیے مدینہ سے شام کی سرحد تک بڑی تن دہی اور جوش و خروش کے ساتھ پہنچنے کا عزم کر لیا اور پہنچ کر اپنا کام کیا سب سے بڑی مشکل وہی تھی جو ایسے وقت عموماً پیش آیا کرتی ہے یعنی سفر کا ساز و سامان جنگی ہتھیار کچھ بھی نہ تھا اس کے لیے انہوں نے دل کھول کر مال دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اپنے گھر میں جو کچھ تھا سب لاکر حضور کے سامنے رکھ دیا اور گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے مال میں سے آدھا لے آئے اور سمجھے کہ آج تو میں حضرت ابوبکرؓ سے بھی بڑھ کر رہونگا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ حضرت ابوبکر صدیق اپنا سارا مال لے آئے پکار اُٹھے کہ ان سے دینی خدمات میں بازی لے جانا ناممکن ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت سا ساز و سامان لاکر ڈھیر کر دیا۔ کہتے ہیں کہ غلّہ اور کھانے کے سامان سے لدے ہوئے تین سو اونٹ اور ایک ہزار سونے کے دینار لشکر اسلامی کے خرچ کے لیے پیش کیے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شاباش حاصل کی۔ لیکن منافقوں نے جن کا سردار عبداللہ بن اُبیّ تھا۔ اس غزوہ میں کوئی حصّہ نہ لیا بلکہ آپ کے سامنے اور آپ کی روانگی کے بعد اسلام کے خلاف بے جا حرکتیں کیں۔ تین مخلص مسلمان بھی اس میں شریک نہ ہوسکے۔ ان سب کا ذکر آگے کی آیتوں میں آئے گا۔ ان قربانیوں کی مثال دُنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ انصاف پسند غیر مسلم بھی ان پر عش عش کر اٹھے۔ اور کہتے ہیں کہ واقعی اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر دنیا میں نہیں ہے، وہ خود اپنی آپ نظیر ہیں ؎

اللہ کی مدد

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ
اگر نہ مدد کرو گے تم اس کی تو ابھی مدد کی ہے اس کی۔ اللہ نے
إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا
جب نکالا اس کو ان لوگوں نے جو کافر ہوئے
ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
دوسرا دو میں کا جب وہ دونوں غار میں تھے
إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ
جب وہ کہتا تھا اپنے ساتھی سے مت کر غم
إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ج
تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ
اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو اللہ نے اس کی مدد کی ہے
إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا
جس وقت کافروں نے اس کو نکالا تھا کہ
ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں غار میں تھے
إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ
جب وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا تو نہ غم کھا
إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ج
بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس سے پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام انسان کے لیے اللہ کا مقرر کیا ہوا اصل دین ہے۔ اور دنیا میں اس کا قائم رہنا اللہ کے فیصلے کے مطابق ضروری ہے۔ یہ کسی خاص فرقے یا خاص قوم کا دین نہیں ہے۔ اگر کسی وقت کسی قوم کو اس کی مدد کا موقعہ ملے تو اسے اس بات کو اپنی خوش قسمتی سمجھنا چاہیئے۔ جو حسن اتفاق سے اسے مل رہا ہے۔ مدینہ کے مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ اللہ کو اس وقت یہ کام تم سے لینا منظور ہے۔ اگر تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے اس موقعہ پر سستی سے کام لیا۔ تو یقیناً اللہ آپ کی مدد کے لیے کوئی اور قوم کھڑی کر دے گا۔ اور تم ایک بڑی سعادت سے محروم رہ جاؤ گے اور عذاب کے مستحق ٹھیرو گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کو اس دین کے قائم رکھنے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ کسی سے اس سلسلہ میں کام لیتا ہے۔ تو اس لیے کہ اس کے درجے بڑھائے اور اس کو اپنے انعام و اکرام سے سرفراز کرے۔ اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو کہ اللہ تنہا کیسے کسی کی مدد کر سکتا ہے۔ تو ہجرت کے واقعات پر غور کرو اور دیکھو کہ جب مکہ کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ہمارے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور اس ارادہ سے سارے قبیلوں کے جمع ہوئے لوگوں نے آپ کے گھر کے دروازے کو گھیر لیا۔ کہ آپ جب نکلیں گے تو سب لوگ ایک دم حملہ کر کے نعوذ باللہ آپ کا کام تمام کر دیں گے۔ آپ اندر ہی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت علیؓ کو اپنی جگہ چھوڑ کر گھر سے باہر نکلے۔ اور ان سب کے سامنے سے ان کی آنکھوں میں خاک جھونک کر صاف نکل گئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو ان کے گھر سے ساتھ لے کر مکہ سے باہر نکلے اور پاس ہی کے ثور نامی ایک غار کے اندر دونوں جا کر چھپ گئے۔ کافر تلاش میں نکلے اور اس غار کے دروازے تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر گھبرائے کہ اگر انہوں نے دیکھ لیا۔ تو مشکل بنے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اطمینان و سکون

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ
پس اتاری اللہ نے اپنی تسکین اس کے اوپر اور مدد کی اس کی
بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ
ایسی فوجوں سے جو تم نے نہیں دیکھیں اور کر دی بات ان کی
كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ
جنہوں نے کفر کیا نیچی اور بات اللہ کی ہی
الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾
اونچی ہوتی ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ
پس اللہ نے اپنی طرف سے اس پر تسکین اتاری اور اس کی مدد کو
بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ
وہ فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کی بات
كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ
نیچے ڈالی اور اللہ کی بات ہمیشہ
الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾
اوپر ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

ارشاد ہے کہ ہم نے اس وقت تم میں سے کسی کو اپنے رسول اور ان کے ساتھی کی مدد کے لیے نہ بلایا۔ بلکہ وہاں آدمی کی مدد کا موقعہ ہی نہ تھا۔ ہمارے رسولؐ اور ان کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ دونوں غار میں تنہا تھے اور کافر غار کے منہ پر کھڑے تھے۔ ابوبکرؓ پریشان تھے کہ اگر انہوں نے نیچے نگاہ ڈالی تو ضرور ہمیں دیکھ لیں گے۔ اس وقت اللہ نے کافروں کے دفع کرنے کے لیے مکڑی اور کبوتر کے جوڑے سے کام لیا۔ مکڑی نے غار کے منہ پر اپنا جالا تن دیا۔ اور کبوتروں نے وہاں انڈے دے دیئے۔ مکڑی کے جالے کو صحیح سلامت اور کبوتروں کے جوڑے کو وہاں بیٹھا دیکھ کر کافروں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ اگر کوئی آدمی اس غار میں گھستا تو یہ مکڑی کا جالا ثابت نہ رہ سکتا تھا اور نہ جنگلی کبوتر اطمینان کے ساتھ اپنے گھونسلے میں بالکل دروازے کے اوپر بیٹھے رہ سکتے تھے۔

یہ تو ظاہر مدد تھی۔ اور اندرونی مدد یہ کی۔ کہ فرشتوں کے خفیہ لشکر بھیج دیئے۔ جنہیں انسان نہ دیکھ سکتا تھا۔ لیکن ان کا اثر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر پڑ رہا تھا اور حضورؐ میں مطلق کسی قسم کا خوف و ہراس نہ تھا۔ عین اس وقت جب کفار غار کے منہ پر کھڑے موقعہ کا جائزہ لے رہے تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ڈرو نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ ساتھی کے دل پر بھی آپ کے دل کا اثر پڑا اور گھبراہٹ کا نام و نشان تک نہ رہا۔ کافر اپنے بُرے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کی تدبیر بالکل ناکام رہی۔ اور انہیں نیچا دیکھنا پڑا۔ اللہ کا ارادہ غالب رہا۔ اور جو اس نے چاہا تھا وہ ہو کر رہا۔ وہ بڑی قوت والا ہے اور جانتا ہے کہ کس وقت کس قسم کی اور کس طریقے سے مدد پہنچانی مناسب ہے۔ اس وقت کے سمجھ دار مسلمان ان آیتوں کو سن کر سمجھ گئے۔ کہ واقعی اللہ نے ہمیں اس وقت اسلام کے بول بالا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور یہ اس کا ہم پر بڑا فضل ہے۔ اگر ہم اس کے حکم پر کمر کس کر نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ تو وہ ہر مشکل میں ہماری مدد کریگا۔ اور اگر ہم نے اس وقت سستی کی تو اللہ اپنا کام اپنی قدرت سے انجام دے ہی لے گا۔ لیکن ہماری شامت پوری پوری آجائیگی اور ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔

عام تیاری کا حکم

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا
نکل کھڑے ہو ہلکے اور بوجھل اور کوشش کرو
بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر ہو تم
تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾
جانتے

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا
نکلو ہلکے اور بوجھل اور جہاد کرو
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم میں
تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾
سمجھ ہے

خِفَافٌ (ہلکے) خفیف کی جمع ہے جو خِفَّۃٌ سے بنا ہے۔ خفت کے معنی ہلکا ہونا۔ خفیف اس سے صفت کا صیغہ ہے۔ ہلکا وہ آدمی جو بوجھل نہ ہو یا جس کے پاس ساز و سامان نہ ہو۔ ہلکا پھلکا۔ یہاں یہی مراد ہے۔

ثِقَالٌ (بوجھل) ثقیل کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے اور ثقل سے بنا ہے۔ جس کے معنی بوجھل ہونے کے ہیں۔ اور خود بوجھ کو بھی کہتے ہیں۔ ثقیل جو بوجھل ہو یا جس کے پاس ساز و سامان ہو۔ یہاں یہی مراد ہے۔

پچھلی آیت میں سمجھا دیا گیا کہ اللہ کو نہ تمہاری ضرورت ہے نہ تمہاری مدد کی۔ وہ تم سے کام اس لیے لیتا ہے کہ تمہارے درجے بڑھائے اور تمہاری فرماں برداری آزما کر تمہیں انعام و اکرام سے مالا مال کرے۔ اس لیے اگر سعادت دارین حاصل کرنی ہے تو اس کا یہی وقت ہے۔ کام کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر تیار ہو تو سنو تمہیں اس وقت کیا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس کے بجا لانے میں کوئی عذر یا بہانہ مت کرو جس حالت میں ہو گھر بار چھوڑ کر فوج میں شامل ہو اور کوچ کر ڈالو۔ اس آیت میں اسی حکم کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ کوئی پیادہ ہو یا گھوڑے والا ہو۔ فقیر ہو یا غنی ہو۔ غرض جس حالت میں ہو فوراً اٹھ کھڑا ہو۔ جس کے پاس صرف جان ہو، وہ جان اور جس کے پاس مال بھی ہو۔ وہ جان اور مال دونوں لے کر حاضر ہو۔ اس وقت کوئی عذر نہ سنا جائے گا یہ ان باتوں کے سوچنے کا موقع نہیں ہے۔ کہ گرمی سخت ہے ساز و سامان نہیں ہے۔ یا پختہ فصلیں کاٹنی ہیں۔ اس وقت اپنے سپہ سالار اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا اعتماد کرو اور یقین رکھو کہ اس سفر جنگ میں تمہارے لیے بہتری ہی بہتری ہے۔

آگے چل کر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا گو اس وقت تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس سفر میں مسلمانوں کے ہاتھ کیا آتے گا۔ بظاہر تو نقصان ہی نقصان نظر آ رہا ہے۔ گھر کا آرام اور ٹھنڈک چھوڑنا۔ گرمی کی شدت برداشت کرنا۔ خشک جنگلوں میں بھوکے پیاسے تیز چلنا۔ پھر فصلوں کا نقصان الگ رہا۔

اس حکم کو سن کر تمام مسلمان تیار ہو گئے۔ البتہ منافقوں نے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے شروع کر دیئے۔ آگے ان کا بیان ہے:

منافقوں کے حیلے بہانے

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا
اگر ہوتا غنیمت کا مال قریب اور سفر آرام کا
لَّاتَّبَعُوكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
تو پیچھے ہو لیتے تیرے لیکن دور لگا ان کو
الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا
فاصلہ اب وہ قسم کھائیں گے اللہ کی اگر ہمارے بس میں ہوتا
لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُونَ اَنْفُسَهُمْ ۚ
تو ضرور نکلتے ہم تمہارے ساتھ تباہ کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿٤٢﴾
اور اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا
اگر مال نزدیک ہوتا اور سفر ہلکا تو وہ
لَّاتَّبَعُوكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
ضرور یقیناً تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو مسافت ہی
الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا
دور نظر آئی اور اب اللہ کی قسمیں کھاویں گے کہ اگر ہم سے ہو سکتا
لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُونَ اَنْفُسَهُمْ ۚ
تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے اپنی جانوں کو وبال میں ڈالتے ہیں
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿٤٢﴾ ع
اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

عَرَضٌ (مال) یہ لفظ پہلے آچکا ہے۔ ہر قسم کے سامان اور مال و متاع کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد مال غنیمت ہے۔

قَاصِدٌ (آرام۔ ہلکا) یہ لفظ قَصْدٌ سے اسم فاعل ہے۔ قَصْدٌ درمیانی سیدھی راہ، بیچ کی حالت جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔ قاصد سیدھا چلنے والا۔ کوئی چیز یا حالت جس میں دکھ تکلیف کوئی نہ ہو۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ اسی سے اقتصاد ہے جس کے معنی ہیں اعتدال کی راہ جس میں بیچ کی حالت کا خیال رکھا جائے۔ قصد کے معنی کسی طرف توجہ کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لفظ کے معنی کسی جانب توجہ کرنے والا ہوں گے۔ قاصد پیغام رساں کو بھی کہتے ہیں۔

شُقَّةٌ (مسافت۔ دشوار گذار لمبا راستہ۔ دو چیزوں کا درمیانی فاصلہ) یہ اسم ہے جو شق ق ق سے بنا ہے۔ شق کے معنی ہیں توڑ ڈالنا۔ ایک چیز کو چیر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دینا۔ اسی سے شقاق بنا ہے جس کے معنی آپس کی ناچاقی کے ہیں۔ یہ لفظ سورۃ بقرہ میں آچکا ہے۔ اسی مناسبت سے دو چیزوں کے درمیانی فاصلہ کو شقہ کہتے ہیں۔

غزوہ تبوک کی تیاری کا حکم ایسا کڑا امتحان تھا جس میں کمزور ایمان والے پاس نہیں ہو سکتے تھے۔ ارشاد ہے کہ اگر تھوڑی سی دور چل کر مال غنیمت ملنے کی امید ہوتی اور سفر میں تکلیفیں اور صعوبتیں نہ ہوتیں تو یہ لوگ خوشی خوشی تیرے ساتھ چل پڑتے۔ لیکن اتنے بڑے دور دراز کا سفر اختیار کرنے سے ان کی جان نکلتی ہے۔ یقیناً جنگی مہم میں شامل نہ ہونے کے لیے یہ بہانہ بازیاں کریں گے۔ ان میں کچھ تو پہلے ہی اور کچھ تمہاری واپسی کے بعد آ کر قسمیں کھائیں گے کہ ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ لیکن کچھ کام ایسے پیش آ گئے کہ ہم شامل نہ ہو سکے۔ ان حرکات سے یہ اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ یہ دین و دنیا دونوں میں تباہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

منافقوں کا پول

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ

بخشے اللہ تجھے کیوں اجازت دی تو نے انہیں

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

یہاں تک ظاہر ہو جاتے تجھ پر وہ لوگ جو سچ بولتے ہیں

وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (۴۳)

اور جان لیتا جھوٹوں کو

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ

اللہ تجھے بخشے تو نے ان کو رخصت کیوں دے دی

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

یہاں تک کہ تجھ پر ظاہر ہو جاتے سچ کہنے والے

وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (۴۳)

اور تو جھوٹوں کو جان لیتا

عفا: معاف کرے۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ عَفْوٌ سے۔ عفو کے معنی ہیں خطا معاف کرنا۔ لیکن آپس کی گفتگو میں ہر شخص کے لیے یہ کلمہ بطور دعا کے کہہ دیتے ہیں۔ اس وقت اس کے معنی رحمت کے ہوتے ہیں۔ "اللہ تجھے معاف کرے" کے معنی دی لیے جاتے ہیں۔ جو "اللہ تجھ پر رحمت کرے" کے ہوتے ہیں۔ یہاں عفا اللہ عنك اسی طرح استعمال کیا گیا ہے جیسے یرحمک اللہ یا رحمک اللہ گفتگو کرتے وقت ہر ایک سے کہہ دیتے ہیں۔ گذشتہ آیت میں بیان ہوا کہ بعض لوگ جن کے ایمان درست نہیں ہیں۔ آسان آسان مرحلوں میں تو بڑے شوق سے شریک ہو جاتے ہیں۔ جن میں بلا ئے نام مشقت سے ڈھیر سا مال ہاتھ لگنے کی امید ہوتی ہے۔ لیکن دشوار راستوں کے طے کرنے اور کڑی مشقتوں کے جھیلنے سے کتراتے ہیں۔ اس آیت میں انہی منافقوں کے حال کی اور زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ مکار لوگ فیصلہ کر چکے ہیں۔ کہ غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوں گے۔ لیکن دکھانا یہ چاہتے ہیں۔ کہ تجھ سے قوی عذر کی بنا پر اجازت لے کر شامل نہیں ہو رہے۔ تو ان کی جھوٹی باتوں میں آ کر ان کو اجازت دے دیتا ہے۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ یہ تو جب بھی شامل نہ ہوتے جب تو انہیں اجازت نہ دیتا۔ لیکن اجازت نہ دینے میں یہ فائدہ ہوتا کہ ان کا بھرم کھل جاتا۔ اور یہ کھلم کھلا نافرمان اور جھوٹے ثابت ہو جاتے۔ اور اپنے آپ کو سچے اور فرمان بردار لوگوں میں کبھی نہ گنوا سکتے۔ اور مسلمانوں کو بھی کھل کر معلوم ہو جاتا کہ ذرا ذرا سی بات پر بہانہ بنانا نفاق کی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منافق آتے اور کہتے کہ ہم اس جنگ میں شرکت ضرور کرتے۔ لیکن اس وقت ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ ہم شامل نہیں ہو سکتے۔ آپ یہ دیکھ کر کہ ان کا شامل ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ ان کا عذر قبول فرما لیتے۔ اور انہیں گھر ٹھہرنے کی اجازت دے دیتے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو جھوٹے سچوں میں تمیز ہو جاتی۔ اس میں سرزنش نہیں ہے۔ بلکہ ایک لطیف پیرایہ میں منافقوں کی اندرونی خباثت کا اظہار مقصود ہے۔ جس سے منافق بھی سمجھ جائیں۔ کہ ان کا فریب چھپا ہوا نہیں ہے۔ سب لوگ انہیں ان کے عمل سے پہچانتے ہیں۔

ایمان والوں کا رویہ

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
اجازت نہیں مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لے آئے
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا
اللہ پر اور دن آخرت پر جہاد پر بیٹھ رہنے کی
بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ
اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اور اللہ
عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ (۴۴)
جانتا ہے ڈرنے والوں کو

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
تجھ سے رخصت وہ لوگ نہیں مانگتے جو اللہ پر اور
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا
آخرت کے دن پر ایمان رکھتے اس لیے کہ اپنے
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
مال اور جان سے جہاد کریں۔ اور اللہ
عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ (۴۴)
ڈرنے والوں کو خوب جانتا ہے

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تھا کہ یہ بہانہ باز لوگ جو آپ کے پاس دوڑ دوڑ کر آ رہے ہیں۔ یہ فقط ظاہری طور پر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے بڑے فرمانبردار اور خادم ہیں۔ اور آپ جو حکم دیتے ہیں۔ وہ اس کو بے چون و چرا بجا لاتے ہیں۔ درحقیقت یہ مکار لوگ پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ کہ اس غزوہ میں کبھی شریک نہ ہوں گے۔ لیکن دکھاوے کے لیے جھوٹے عذر تراش کر کے آپ سے غیر حاضری کی رخصت چاہتے ہیں تاکہ لوگوں میں رسوا نہ ہوں۔ اس موقعہ پر رخصت طلب کرنا سچے اور ایمان والوں کا کام نہیں ہے۔ پختہ ایمان والے تو ایسے موقعوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ کہ تن دہی سے کام کر کے اللہ عزوجل کے سامنے سرخ رو ہوں اور آخرت میں انعام و اکرام کے مستحق ہوں۔

جہاد سے بیٹھ رہنے کے لیے بہانے تلاش کرنا اور رخصت کی درخواست کرنا۔ اوّل درجہ کی بے ایمانی کی نشانی ہے۔ کیوں کہ ایمان اس کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ کہ اللہ کے حکم سے بچنے کے لیے عذر تلاش کیے جائیں۔ اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی جان و مال کو اللہ کی حکم برداری سے بڑھ کر عزیز نہیں رکھتے۔ وہ تو انتظار کرتے رہتے ہیں۔ کہ کب موقعہ آئے۔ اور کب ہم اللہ کے لیے اپنی جان اور مال پیش کریں۔ اللہ پر ایمان اور آخرت پر پورے یقین کی علامت یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فقط اللہ کی خوشنودی کا خیال دل میں جاگزین ہو جائے۔ اور دنیا کے عیش و آرام کو آخرت کے عیش و آرام کے لیے چھوڑنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ ہم میں سے ہرایک کو چاہیے کہ اس کسوٹی پر اپنے ایمان کو کس کس کر گھڑی گھڑی دیکھتا رہے۔ اگر دنیا میں جی لگتا ہے اور آخرت کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تو اس آیت کے مطابق ایمان میں کچھ خلل ہے۔ اللہ پر اور اس کے وعدوں پر اطمینان نہیں ہے۔ روپیہ پیسہ اور دنیا کی شان و شوکت زیادہ محبوب ہے۔ اللہ بچائے۔

بہانے بازوں کا کھوٹ

اِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

رخصت تجھ سے وہی مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں سو وہ اپنے شک میں ہی بھٹک رہے ہیں

يَسْتَاْذِنُ: رخصت مانگنا۔ یہ لفظ پچھلی آیت میں بھی آیا ہے اس کا مادہ ا۔ ذ۔ ن ہے۔

اِذْنٌ: مشہور لفظ ہے۔ اس کے معنی اجازت اور رخصت کے ہیں۔ اسی سے استیذان بنا ہے جس کے معنی اذن یعنی اذن چاہنا۔ اور اس سے یستاذن مضارع ہے۔

اِرْتَابَتْ: رشک میں ہیں۔ ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر تَرَدُّدٌ ہے جو ردّ سے بنا ہے۔ ردّ کے معنی مشہور ہیں۔ ردّ کر دینا ہم بھی بولتے ہیں۔ تردّد کے معنی ہچکچاہٹ ہیں۔ جب کہ دل کسی بات کے ہر مطلب کو رد کر دیتا ہے اور کسی پر اطمینان نہیں کرتا۔

اس سے پہلی آیت میں کہ کہ جن لوگوں کا اللہ پر ایمان ہے۔ اور آخرت کے دن کو برحق مانتے ہیں۔ ان کو اللہ ورسول کے حکم کے آگے بہانہ بازیوں کی نہیں سوجھتی۔ وہ تو راہ ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ کہ کب حکم آئے اور کب ہم اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوں

اس آیت میں ارشاد ہے کہ بہانہ بازیاں وہ لوگ کرتے ہیں۔ جو زبانی تو بہت کچھ کہتے رہتے ہیں۔ لیکن دل میں نہ وہ اللہ کو مانتے ہیں۔ اور نہ آخرت کو کچھ گردانتے ہیں۔ ان کا دل شک وشبہ میں گرفتار رہتا ہے۔ وہ دنیا کے نفع و آرام کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اس سے اونچی ان کی نظر اٹھتی ہی نہیں۔ کبھی مسلمانوں سے اور ان کے کاموں سے فائدہ پہنچ گیا۔ تو ان کی سی کہنے لگے۔ اور جہاں کچھ سختیاں برداشت کرنے اور مصیبتیں جھیلنے کا موقعہ آیا۔ تو طرح طرح کے بہانے تراش کے کھسک گئے۔ اور ظاہرداری کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے غیرحاضری کی رخصت بھی حاصل کر لی۔

معلوم ہوا ہے کہ ایمان کی علامت یہ ہے کہ اللہ اور رسول کا حکم ملتے ہی فوراً تعمیل کے لیے تیار ہو جائے جو اس کی تعمیل سے حیلے بہانے کر کے قاصر رہا۔ وہ اصل ایمان سے بے بہرہ ہے:

نفاق کا ثبوت

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ
اور اگر ارادہ کرتے وہ نکلنے کا ضرور تیار کرتے اس کے لیے
عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ
کچھ سامان لیکن ناپسند کیا اللہ نے ان کا اٹھنا
فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ
پس روک دیا ان کو اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھو ساتھ
الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾
بیٹھنے والوں کے

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ
اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو ضرور اس کا کچھ
عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ
سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا
فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ
سو ان کو روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھے رہو بیٹھنے
الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾
والوں کے ساتھ

اَعَدُّوْا: تیاری کرتے۔ ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِعْدَاد ہے اور مادہ ع۔ د۔ د ہے۔ عَدٌّ کے معنی شمار کرنا۔ عدد ہے۔ اعداد کے معنی ضرورت کی چیز مہیا کرنا۔ گن گن کر کام کے وقت کے لیے رکھنا۔ یہ چیزیں سامان کہلاتی ہیں جس کو عربی عُدَّةٌ ہے۔

اِنْبِعَاثٌ: اٹھ کھڑا ہونا۔ مصدر ہے جو بعث سے بنا ہے۔ بعث متعدی ہے جس کے معنی ہیں دوسرے کو اٹھا تیار کرکے کہیں بھیجنا۔ انبعاث اس کا لازم ہے یعنی خود اٹھ کھڑا ہونا اور تیاری کرکے کہیں چل دینا۔

ثَبَّطَ: روک دیا۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ جس کا مصدر تَثْبِيْط ہے۔ اور مادہ ث۔ ب۔ ط ہے۔ ثَبْط اور تثبیط دونوں کے معنی کسی کام سے روک دینے کے ہیں۔ لیکن تثبیط میں زیادہ زور ہے۔ کسی کو اصل کام سے روکنے کے لیے اور مشغول میں پھنسا دینا۔

ارشاد ہے کہ ان دکھاوے کے مسلمانوں کا جو اے رسول تجھ سے آ آکر کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ چلنے کو تیار تھے۔ لیکن کچھ کام ایسا آپڑا کہ جا نہیں سکتے۔ جھوٹ تو یہیں سے ظاہر ہے کہ انہوں نے چلنے کی تیاری نہیں کی ہے۔ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تیار تھے مگر کام کی مجبوری سے لاچار رک گئے۔ لیکن ان کے گھر میں جاکر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ سفر کی تیاری کی کوئی علامت نہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو منظور ہی نہیں۔ کہ یہ اس غزوے میں شرکت کریں۔ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کہ ہمیں بھی سب کے ساتھ اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ اور جنگ میں حصّہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالےٰ نے اس خیال سے ان کے دل پھیر دیئے ہیں۔ اس لیے انہیں چلنے کا خیال نہیں۔ بلکہ بیٹھ رہنے کا پختہ ارادہ ہے۔ یہ ہمیشہ مسلمانوں کو دھوکا دینے اور انہیں زک پہنچانے کی علت میں گرفتار رہے ہیں۔ اس لیے یہ اس کی شامت ہے۔ کہ اللہ نے ان کو غزوے میں شریک ہونے کی فضیلت سے محروم کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ جاؤ اور بیٹھنے والوں کے ساتھ تم بھی مل کر بیٹھے رہو۔ مسلمان اس سفر سے سرخرو ہوکر واپس آئیں گے۔ اور تم اپنی شامت اعمال کی وجہ سے بیٹھ کر ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار ہو جاؤ گے۔

بُرے دُور ہی اچھّے

لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا
اگر نکلتے وہ تم میں تو نہ بڑھاتے تم کو مگر
خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ
خرابی اور ضرور دوڑتے پھرتے تمہارے درمیان تلاش کرتے ہوئے تمہیں
الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ
فتنہ میں اور تم میں سننے والے ہیں ان کے واسطے
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾
اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو

لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا
اگر تم میں نکلتے تو تمہارے لیے کچھ نہ بڑھاتے سوائے خرابی
خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ
اور تمہارے اندر گھوڑے دوڑاتے بگاڑ کرانے کی
الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ
تلاش میں اور تم میں بعض ان کے جاسوس ہیں
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾
اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے

خبالا ۔ امت ۔ اس کے معنی فساد، تباہی اور خرابی کے ہیں یہ لفظ آل عمران میں گذر چکا ہے۔

لاَاَوْضَعُوْا : اس کے شروع میں لام تاکید ہے جس کے معنی البتہ کے ہیں اس کے بعد کا لفظ اَوْضَعُوْا ہے۔ جو اِیْضَاعٌ سے ماضی کا صیغہ ہے۔ اِیْضَاعٌ وضع سے بنا ہے۔ وضع کے معنی رکھنا ہیں۔ ایضاع کے معنی اونٹ کو جلدی جلدی رکھنا۔ تیز چلنا۔ لام تاکید کو اَوْضَعُوْا کے ہمزہ سے ملا کر لکھا تو اس کی شکل لا ہوگئی۔ اس کو لا نہ پڑھنا چاہیئے جس کے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ لَاَوْضَعُوْا پڑھنا چاہیئے۔ قرآنی رسم خط میں اوضعوا کا الف لا سے الگ لکھنے میں آتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا۔ کہ یہ لوگ جو تمہارے ساتھ اس غزوہ میں جانے کی تیاری نہیں کر رہے۔ اور بیٹھ رہنے کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ پسند نہیں فرماتا۔ کہ یہ اس جنگ میں شریک ہوں۔ اور تم میں مل کر سفر کریں۔ اس لیے اس نے ان کا دل ہی اس کی طرف سے پھیر دیا ہے۔ اور ان کو جانے سے روک دیا ہے۔ اور انہیں اس پر آمادہ کر دیا ہے کہ بیٹھنے والے اپاہج لوگوں کے ساتھ مل کر یہ بھی بیٹھے رہیں۔ اس آیت میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ انہیں اس جنگ میں تمہارے ساتھ شامل کرنا کیوں نہیں چاہتا۔

ارشاد ہے۔ کہ ان کو اسلام سے اور جہاد سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اگر تم میں مل کر یہ بھی نکلتے۔ تو تمہیں بھی تمہارے فرض سے غافل کرنے کی کوشش کرتے۔ فرض کو فرض سمجھ کر نہ کرنا اور اس میں کوئی اور غرض مثلاً تفریح، دل لگی، ناموری، دنیا کا نفع وغیرہ شامل کر لینا تباہی کی نشانی ہے۔ یہ سوا اس کے کہ تمہارے اندر تفرقہ ڈالیں اور کسی کام نہ آتے تمہارے اندر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کی سنتے ہیں اور تمہارے بھید ان کو بتا دیتے ہیں۔ ان ظالموں سے اللہ خوب واقف ہے ؀

پرانے فتنہ پرداز

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ
یقیناً ڈھونڈتے رہے ہیں فتنہ پہلے
وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتّٰى
اور الٹ پلٹ کرتے رہے تیرے لیے کاموں کو یہاں تک کہ
جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ
آگیا حق اور چھا گیا اللہ کا حکم
وَهُمْ كٰرِهُونَ ﴿۴۸﴾
اور وہ بڑبڑاتے ہی رہے

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ
وہ بگاڑ کی تلاش پہلے سے کرتے رہے ہیں
وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتّٰى
اور تیرے کاموں کو الٹتے پلٹتے رہے ہیں یہاں تک کہ
جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ
دین حق پہنچ گیا اور اللہ کا حکم غالب ہو
وَهُمْ كٰرِهُونَ ﴿۴۸﴾
اور وہ ناخوش ہی رہے

اِبْتَغَوْا (تلاش کرتے رہے ہیں) جمع کا صیغہ ہے اِبْتِغَاءٌ سے۔ یہ لفظ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اس کا مادہ بَغْیٌ ہے۔ بغی کے معنی تلاش کرنا ہیں۔ اس معنی میں ابتغاء خاص طور پر مستعمل ہے۔

قَلَّبُوْا (الٹ پلٹ کرتے ہیں) جمع کا صیغہ ہے تقلیب سے جو قَلْبٌ سے بنا ہے۔ قلب کے معنی الٹنا ہیں۔ تقلیب میں مبالغہ ہے یعنی بار بار الٹ پلٹ کرنا۔ قلب دل کو بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اپنے فیصلے بدلتا رہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ تو وہی ہیں جو پہلے ہی سے تمہارے کام خراب کرنے کی فکر میں لگے رہے ہیں اور جب موقع ملا ہے کبھی نہیں زک دینے سے نہیں چوکے۔ یہ تو اللہ کے ارادے اور اس کے حکم کے آگے بے بس ہو گئے۔ ورنہ اپنی طرف سے تمہارے تباہ کرنے میں انہوں نے کسر اٹھا نہیں رکھی جب دیکھا کہ اسلام غالب معلوم ہوتا ہے۔ اور اب کسی کے بلائے نہ بنے گا تو جماعت مسلمانوں کا کلمہ پڑھنے لگے۔ مگر دل میں یہی سوچتے رہے کہ یہ تو اچھا نہ ہوا۔ وہ رنگ رلیوں منانے کے پرانے زمانے غائب ہی ہو گئے۔ زندگی باقاعدہ ہو گئی۔ نماز روزے کا دور دورہ ہو گیا۔ وہ عیش و عشرت کی آزادی نہ جانے کہاں چلی گئی۔ مرتے کو اور مارتے رہے۔ زبردستوں کے آگے جھکتے رہے۔ غرض جس طرح خود اپنی آزادی کو پیدا کیا اور جو جی چاہتا ویسے کر مزے سے دندناتے پھرتے اب قدم قدم پر پکڑ دھکڑ ہے۔ یہ کرو یہ نہ کرو۔ یہاں تھوکو یہاں نہ تھوکو۔ چوری کرو تو ہاتھ کاٹا جائے۔ عورتوں سے منہ کالا کرو تو کوڑے پڑیں۔ شراب پیو تو کوڑے کھاؤ غرض ہر طرح جان عذاب میں ہے۔ الغرض جب تک اللہ کے حکم سے اسلام کا غلبہ پورا نہ ہو گیا۔ یہ اپنی شیطنت سے باز نہ آئے۔ اسلام کا بول بالا ہوا تو جز بز ہو کے رہ گئے مگر کیا کرتا۔ گو دل میں خباثت اب بھی بھری ہوئی ہے۔

شروع کے غزوات میں منافقین نے جو کچھ کیا۔ اس کا ذکر آل عمران میں آچکا ہے۔ سورہ نساء میں بھی ان کی روزمرہ کی زندگی میں ریشہ دوانیوں کا ذکر گذر چکا ہے۔

نہ کرنے کے سو بہانے

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي
اور ان میں سے بعض (وہ) ہیں جو کہتے ہیں اجازت دے مجھے
وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ
اور نہ فتنہ میں ڈال مجھ کو آگاہ رہو فتنہ کے اندر وہ پھنسے ہوئے ہیں
وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ (۴۹)
اور بیشک جہنم گھیرنے والی ہے کافروں کو

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي
اور بعضے ان میں کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے دے اور
وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ
گمراہی میں نہ ڈال سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں
وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ (۴۹)
اور بے شک دوزخ کافروں کو گھیر رہی ہے

لَا تَفْتِنِّي: اور فتنہ میں نہ پھنسا مجھ کو۔ نہی کا صیغہ ہے۔ جو فتنۃ سے بنا ہے۔ اس مادہ سے مشہور لفظ فتنہ ہے۔ جس کے معنی آزمائش۔ گمراہی۔ کفر۔ گناہ۔ رسوائی۔ باہمی اختلاف بہت سے ہیں۔ یہاں پر سب معنی ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ یہ لفظ سورہ بقرہ میں آچکا ہے۔

اوپر سے ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ جو اسلام میں دنیاوی غرض سے داخل ہوگئے ہیں۔ لیکن ان کا دل ابھی جہالت اور خلاف انسانیت باتوں کو پسند کرتا ہے۔ جن میں وہ اسلام سے پہلے پھنسے ہوئے تھے۔ ایسے لوگ محنت اور مشقت کے وقت جان چراتے ہیں۔ مدینہ میں ایسے لوگ شروع میں تھے۔ اور وہ ہر موقعہ پر مسلمانوں کو ہمت اور توسیع کے کاموں سے روکتے تھے۔ پختہ ایمان والے لوگ تو ان کی شرارتیں سب سمجھتے تھے۔ لیکن عوام میں سے بعض پر ان کی ریشہ دوانیوں کا اثر پڑتا تھا۔ اس موقعہ پر ایک خاص شخص کی طرف اشارہ ہے جس کا نام جُد بن قیس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غزوہ میں شریک ہو کر شام چلنے کی دعوت دی

اس شریر نے کیا بہانہ تراشا کہ حضور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر میرا دل قابو میں نہیں رہتا۔ رومی عورتیں بہت حسین ہوتی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ میں وہاں جاکر گناہ میں پھنس جاؤں گا۔ اس لیے مجھے یہیں رہنے کی رخصت دیجیے۔ البتہ مال سے میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تم جاؤ ہمیں ایسی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھا آپ نے جھوٹی پرہیزگاری جتا کر سفر کی مشقتوں سے بچنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اسلام کا دل پر ذرا اثر نہیں ہے۔ اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرکے عام منافقوں کی حالت پر تبصرہ کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں۔ مجھے تو اپنے ساتھ لے جانے سے معاف رکھیے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ میں وہاں جاکر عورتوں کے ساتھ گناہ کی آفت میں پھنس جاؤں۔ کیونکہ میرا دل انہیں دیکھ کر بے قابو ہو جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ رکا تو اس لیے ہے کہ یہ اور اس کے ساتھی پہلے ہی بہت سی آفتوں میں پھنسے ہوئے ہیں جھوٹے بہانے، غدر، دغا اور فریب ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں ان کو تو آخرت میں دوزخ کی آگ چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

دوست نما دشمن

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ
اگر پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی غمگین کرتی ہے ان کو
وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا
اور اگر پہنچے تجھ کو مصیبت تو کہتے ہیں
قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ
ہم نے سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی
وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ (۵۰)
اور چل دیتے ہیں اور وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ
اگر تجھ کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو بری لگتی ہے
وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا
اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں
قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ
ہم نے اپنا کام پہلے ہی سنبھال لیا تھا
وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ (۵۰)
اور پھر جاتے ہیں خوشیاں کرتے

حَسَنَةٌ: بھلائی۔ خوشی (حسنۃ اسم ہے۔ ح۔س۔ن سے۔ جس کے معنی ہیں ہر وہ چیز جو دل کو خوش کرے۔ یہاں اس سے مراد دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی ہے۔ اسی طرح مصیبت سے مراد شہید ہو جانا۔ زخمی ہو جانا۔ شکست پانا ہیں۔

اَخَذْنَا: (سنبھال لیا، ماضی کا صیغہ ہے اخذ سے۔ اخذ کے معنی ہیں پکڑنا۔ قابو میں کر لینا۔ یہاں اس سے مراد ہے۔ دور اندیشی کر کے نقصان سے بچ جانا۔

مدینہ کے منافقوں کا طرز عمل بیان ہو رہا ہے۔ یہ رہتے تھے مدینہ میں جہاں مسلمانوں کا پورا عمل دخل ہو چکا تھا۔ لیکن ان کی ہمدردیاں مکہ والوں کے ساتھ تھیں۔ اور مسلمانوں کا عروج دیکھ کر جلتے تھے۔ ان کا کچھ ذکر پچھلی سورتوں میں آچکا ہے۔ یہ مسلمانوں سے کھلم کھلا بگاڑ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے بظاہر ملے جلے رہتے تھے۔ اور باطن میں پوری بدخواہی پر کمر باندھ رکھی تھی۔ ہمیشہ اسی دھن میں رہتے کہ مسلمانوں کو کسی طرح زک پہنچے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی بابت ان کا عام رویہ بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ تو ہمیشہ سے ایسے لوگ ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو فتح اور کامیابی نصیب ہوتی ہے تو ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ جاتی ہیں اور بہت غمگین اور اداس ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے۔ بہت سے شہید یا زخمی ہو جاتے ہیں۔ تو بہت خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی اپنا بندوبست کر لیا تھا۔ کہ کہیں ہم پر آنچ نہ آئے۔ ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ مسلمان شکست کھائیں گے۔ یہ جیت نہیں سکتے۔ اتفاق سے کبھی جیت بھی گئے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ آخر ایک دن جو ہونا ہے۔ وہ ہو کر رہے گا۔ اسی طرح کی ڈینگیں مارتے مجلسوں سے اٹھ کر اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ خوشی چھپائے نہیں چھپتی۔ منافق لوگ قوم کے لیے بغلی گھونسہ ہوتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر امن و امان کے لیے کسی چیز سے خطرہ نہیں۔ یہ تو اللہ عزوجل نے وحی بھیج کر ان کا پردہ فاش کر دیا۔ ورنہ کسی کی کیا مجال کہ ان سے کچھ کہہ سکے۔

اللہ پر بھروسہ

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ
کہہ دے ہرگز نہ پہنچے گا ہمیں مگر وہی جو لکھ دیا
اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ
اللہ نے ہمارے لیے وہی ہمارا مولیٰ ہے اور اللہ ہی پر
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۵۱)
بھروسا کرنا چاہیئے ایمان والوں کو

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ
تو کہہ دے ہمیں ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے
اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ
ہمارے لیے لکھ دیا وہی ہمارا کارساز ہے اور چاہیئے کہ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۵۱)
مسلمان اللہ پر ہی بھروسا کریں

انسان کی انتہائی نادانی یہ ہے۔ کہ وہ دوسرے کی مصیبت سے خوش ہو۔ اور اپنے آپ کو اس مصیبت سے بچا ہوا پاکر خوشی سے بغلیں بجانے لگے۔ اور اپنی تدبیر کی اچھائی کا راگ گانے لگے۔ اس رویہ کے تحت ایک غلط خیال دل میں بیٹھ ہوا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ انسان اپنے اوپر اپنی نادانی ہی کی وجہ سے مصیبتیں لاتا ہے۔ اور جو شخص مصیبتوں سے بچتا ہے۔ وہ اپنی دور اندیشی سے ہی ان سے بچنے کا پہلے سے سامان کر لیتا ہے بغور کرکے دیکھا جائے تو یہ خیال انسان کو بہت ہی دلیری اور جرأت کے کاموں سے روک دیتا ہے۔ اور انجام کار وہ جن مصیبتوں سے اپنی احتیاط کی بدولت بچنا چاہتا تھا۔ ان سے کہیں زیادہ سخت بلاؤں میں اپنی حد سے زیادہ احتیاط اور بزدلی کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف دنیا کے آرام و راحت کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے کہ تم اللہ کے حکم بجا لانے پر تیار ہو جاؤ۔ دنیا کا آرام و راحت عارضی چیز ہے۔ ایسے ہی یہاں کی مصیبت اور مشقت زیادہ ڈر کی بات نہیں۔ دنیا کی زندگی میں راحت و مصیبت دونوں سے ہر ایک انسان کو کسی نہ کسی شکل میں پالا پڑتا ہے۔ دونوں حالتوں میں انسان کو اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ اور اسی کی اطاعت کو اپنا اصل مقصد قرار دینا چاہیئے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ایک ایسا گر بتایا گیا ہے۔ جس سے وہ دنیا کی مصیبتوں کو ہیچ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور ایک ایسے شغل میں لگ جاتے ہیں۔ کہ جس میں نہ راحت کی پروا ہوتی ہے نہ مصیبت کی۔

ارشاد ہے کہ ان منافقوں سے کہہ دو کہ راحت اور مصیبت جو آنی ہے۔ وہ تو آکر ہی رہے گی۔ ہمیں ان دونوں سے زیادہ اونچا خیال دل میں جمانا چاہیئے۔ تاکہ ان کا اثر کام کی باتوں سے روک ہی نہ سکے۔ وہ یہ کہ اللہ ہمارا نگہبان اور مددگار ہے۔ اس کی طرف سے جو ہمیں ملے گا اس میں سراسر ہماری ہی بہتری ہوگی۔ اس لیے مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور ہمہ تن اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ پر توکل کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ساری قوتیں اور طاقتیں اللہ کے حکموں کی تعمیل میں لگا دیتا ہے۔ اور مصیبتوں سے اس کی ہمت پست نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسے کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔

پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ
کہہ دے کیا انتظار کرتے ہو تم ہمارے بارے میں مگر
اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ
ایک کا دونوں خوبیوں میں سے اور ہم
نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ
انتظار میں ہیں تمہارے لیے کہ پہنچائے تمہیں
اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ
اللہ کوئی عذاب اپنے پاس سے یا
بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ
ہمارے ہاتھوں سے اچھا انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ
مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾
انتظار کر رہے ہیں

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ
تو کہہ دے تم ہمارے حق میں کیا امید کرو گے مگر
اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ
دو خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم تمہارے
نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ
حق میں امیدوار ہیں کہ تم پر اللہ اپنے پاس
اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ
سے کوئی عذاب ڈالے یا
بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ
ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ
مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾
منتظر ہیں

تَرَبَّصُوْنَ (انتظار کرتے رہو) مضارع کا صیغہ ہے تَرَبُّصٌ سے۔ جو رَبْصٌ سے بنا ہے۔ رَبْصٌ کے معنی ہیں کسی کے لیے بھلائی یا برائی کا انتظار کرنا۔ تَرَبُّصٌ اس کے ہم معنی ہیں۔

اَلْحُسْنَيَيْنِ (دو بھلائیاں) اَلْحُسْنٰی کا تثنیہ ہے جو حُسْنٌ سے افعل التفضیل ہے اور اَحْسَنُ کا مؤنث ہے یعنی سب سے اچھی چیز۔

منافق ہمیشہ اسی انتظار میں رہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کو شکست ہو اور ان پر کوئی مصیبت پڑے اس کا جواب پہلی آیت میں دیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کو نہ دنیا کی تکلیفوں کی کوئی پروا ہے اور نہ اس کی خوشیوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔ ان کا کام فقط اللہ کے حکموں کی تعمیل کرنا ہے۔ دنیاوی تکلیفیں ہر انسان کو کچھ نہ کچھ پہنچتی ہیں۔ مسلمان ان کو اللہ کی مقرر کی ہوئی تقدیر سمجھتا ہے۔ اس کے مطابق انسان کو کبھی راحت نصیب ہو گی۔ کبھی دکھ پہنچے گا۔

ارشاد ہے کہ تم ہماری بابت دو ہی باتیں سوچ سکتے ہو یا فتح یا شکست۔ ہمارے لیے دونوں اچھی ہیں۔ فتح ہو گئی تو غازی ہوئے۔ مال غنیمت ہاتھ لگا۔ اور اللہ کے فرمانبردار بندے لقب ملا۔ شکست ہوئی تو شہید ہوئے اور شہید کے لیے آخرت میں وہ نعمتیں تیار ہیں جو یہاں کسی کے سان گمان میں بھی نہیں ہے۔ تم تو اللہ کے نافرمان بندے ہو۔ اس کی سزا تمہیں مل کر رہے گی۔ یا تم پر کوئی سخت مصیبت ویسے ہی آ پڑے گی۔ اور یا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں تباہی اور بربادی نصیب ہو گی۔ دنیا دیکھ چکی ہے کہ اسلام کا اور مسلمانوں کا آخر میں بول بالا ہوا اور مشرک، کافر، منافق، ذلیل و خوار ہو کر رہے۔ یہ سب قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کا نتیجہ تھا۔ جب یہ دونوں باتیں جاتی رہیں۔ مسلمان اصلی معنوں میں مسلمان ہی نہ رہے اور مخالفوں کی بن آئی۔

مال کی بے وقعتی

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا
کہہ دے خرچ کرو رضی سے یا ناراضی سے
لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ
ہرگز نہ قبول کیا جائیگا تم سے بے شک تم ہو
قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ
لوگ نافرمان اور کوئی مانع نہیں
اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ
اس سے کہ قبول کیے جائیں ان سے ان کے صدقے مگر
اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ
یہی کہ انھوں نے کفر کیا اللہ کا اور اس کے رسول کا
وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ
اور نہیں آتے وہ نماز کو مگر اس طرح کہ وہ
كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ
سست ہیں اور نہیں مال دیتے مگر اس طرح کہ وہ
كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾
بیزار ہیں۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا
کہہ دے کہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے
لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ
ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے بے شک تم
قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ
نافرمان لوگ ہو اور ان کے خرچ کا
اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ
قبول ہونا موقوف نہیں ہوا مگر
اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ
اسی بات پر کہ وہ اللہ سے اور اس کے رسول
وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ
سے منکر ہوگئے اور نماز کو نہیں آتے مگر
كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ
ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر
كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾
بُرے دل سے

نَفَقٰتُ (خرچ) نفقۃٌ کی جمع ہے۔ آدمی جو مال خرچ کرے، وہ نفقہ ہے۔ خواہ ضرورت میں خرچ کرے۔ یا رفاہ عام کے کاموں میں۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں آچکا ہے۔ یہاں اس سے مراد صدقے اور خیرات ہیں۔

کُسَالٰی (ہارے جی) کسلان کی جمع ہے، جو کسل سے بنا ہے۔ کَسل کے معنی سستی اور جی چھوڑنے کے ہیں۔ کسلان اسی سے صفت کا صیغہ ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال کا محتاج نہیں۔ اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ تمہاری نیتوں کا حال کھل گیا۔ اس کے بعد تم مسلمانوں کی مدد کے لیے مال خوشی سے دو یا زبردستی کسی طرح قبول نہ کیا جائے گا جب اللہ کی نافرمانی کر بیٹھے۔ رسول کے حکم پر کان نہ دھرا۔ نماز میں ہارے تھکے گرتے پڑتے دکھاوے کو شامل ہوگئے۔ مال دینا پڑا تو با دلِ نخواستہ دے دیا۔ تو تم اس قابل نہیں رہے کہ تمہارے خیرات اور صدقات مسلمانوں کی مدد کے لیے قبول کیے جائیں۔ ہمیں تمہارا مال بالکل نہیں چاہیے۔ اللہ تو دل دیکھتا ہے۔ جب دل ہی کھوٹا ہے۔ تو مال کا خرچ کرنا بے کار ہے۔ اس کا کوئی ثواب نہیں۔

مال کا وبال

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ
پس تعجب میں ڈالیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
بات یہی ہے کہ چاہتا ہے اللہ یہ کہ عذاب دے ان کو ان کے ذریعے
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
زندگانی میں دنیا کی اور نکلے ان کی جان
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
اس حال میں کہ وہ کفر میں مبتلا ہوں اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی
اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ
کہ وہ اپنے تم میں سے ہیں اور نہیں وہ تم میں سے
وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ
لیکن وہ وہ لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں اگر
يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا
پا دیں وہ جائے پناہ یا غار یا گھسنے کی جگہ
لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾
تو پھر جاویں وہ اس طرف سب تعلق کو توڑ کر

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ
سو تو ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
اللہ ہی چاہتا ہے کہ ان کو ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
زندگی میں عذاب میں رکھے اور وہ اس وقت تک کہ
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
ان کی جان نکلے کافر ہی ہیں اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ
اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ
بیشک وہ تم سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں
وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ
لیکن وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں اگر کوئی
يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا
پناہ کی جگہ پاویں یا غار یا سر گھسانے کی جگہ
لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾
تو الٹے اسی طرف بھاگیں رسیاں تڑاتے

تَزْهَقُ (نکل جائے) مضارع کا صیغہ ہے۔ جو زَهُوْقٌ سے بنا ہے۔ زهوقٌ کے معنی مٹ جانا۔ باطل ہو جانا۔ جگہ چھوڑ کر چل دینا۔

يَفْرَقُوْنَ (ڈرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ جو فرق سے بنا ہے۔ فرق کے ایک معنی ڈرنا بھی ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

مُدَّخَلًا گھسنے کی جگہ) یہ اسم ظرف ہے جس کا مصدر ادخال اور مادہ د۔خ۔ل ہے۔ دخل کے معنی اندر گھس جانا۔

يَجْمَحُوْنَ (سرکشی کرنے) مضارع کا صیغہ ہے۔ جو جَمْحٌ سے بنا ہے جمحٌ کے معنی ہیں سرکشی کرنا۔ سب بندشیں توڑ کر بھاگنا۔

ارشاد ہے کہ ان بے دین منافقوں کے ڈھیر سارے مال اور مٹی کٹی اولاد ان کے لیے ایک جنجال ہے جس میں پھنس کر وہ طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں سہتے ہیں۔ اسی طرح وہ یہ بھی جھوٹ کہتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھی ہیں۔ آج اگر انہیں کوئی سر چھپانے کی ذرا بھی جگہ مل جائے۔ تو اس کی طرف رسیاں تڑا کر بھاگ جائیں۔

لالچی

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ج
اور بعض ان میں وہ ہیں جو طعنے دیتے ہیں تجھ کو صدقوں کے بانٹنے میں
فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا
پس اگر دیے جائیں وہ ان میں سے تو راضی ہو جائیں اور اگر نہ دیے جائیں وہ
مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ
ان میں سے تو بھی تب وہ بگڑ جاتے ہیں اور اچھا ہوتا اگر
اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ
وہ راضی ہو جاتے اس پر جو دیا انہیں اللہ نے اور
رَسُوْلُهٗ لا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہمیں اللہ
سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ لا
دے گا ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول
اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾
ہم تو اللہ ہی کی طرف رغبت کرتے ہیں

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ج
اور بعض ان میں وہ ہیں جو تجھ کو خیرات بانٹنے میں طعنے دیتے ہیں
فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا
سو اگر ان کو اس میں سے ملے تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے تو
مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ
جبھی وہ ناخوش ہو جائیں اور کیا اچھا ہوتا اگر
اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ
وہ اسی پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ نے اور اس کے
رَسُوْلُهٗ لا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
رسول نے دیا اور کہتے ہم کو اللہ کافی ہے
سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ لا
وہ ہم کو اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول
اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۴
ہم کو تو اللہ ہی چاہیے

یَلْمِزُ طعنے دیتے ہیں مضارع کا صیغہ ہے۔ لَمْزٌ سے۔ لمز کے معنی ہیں کچوکنا۔ تیز نوک کسی میں چبھونا۔ پھر اس کے معنی کسی کے کام میں عیب نکالنا۔ کام کی برائی کرنا۔ طعن و تشنیع ہو گئے۔ ان آیتوں میں خود غرض منافقوں کی ایک اور عادت کا بیان ہے پچھلی آیتوں میں بیان کیا گیا۔ کہ ان کو تمہاری خوشامد اس لیے کرنی پڑتی ہے۔ کہ کہیں تمہیں ان کا اصلی حال نہ معلوم ہو جائے تو پھر کہیں کے نہ رہیں گے۔ اگر انہیں کوئی اور سر چھپانے کی جگہ نظر آجائے تو تم سے منہ موڑ کر فوراً اس میں جا چھپیں۔ اس کے بعد ان کی ایک اور عادت کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیرات و صدقات بانٹتے دیکھ کر کہتے ہیں۔ کہ یہ تو اپنے ہی اپنوں کو دیتے ہیں۔ سب کا برابر خیال نہیں رکھتے۔ لیکن اگر انہیں اس میں سے جی بھر کر مل جاتا ہے۔ تو پھر راضی رہتے ہیں۔ اگر نہ ملا تو پھر ویسی ہی باتیں بنانے لگتے ہیں۔ بہتر تو یہ تھا۔ کہ اللہ پر اور اس کے رسول کے انصاف پر بھروسا رکھتے۔ اور وہ جو انہیں دے دیتے اس پر راضی ہو جاتے لیکن یہ تو اس بات سے کوسوں دور ہیں۔ ایمان والوں کی شان تو اس سے کہیں اعلیٰ ہے۔ وہ تو بہرحال اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔ اور اسی کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اور رسول کا عطیہ بخوشی قبول کر کے اس پر راضی رہتے ہیں۔

صدقوں کے مستحق

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ
بات یہ ہے کہ صدقے ہیں مفلسوں کے لیے اور محتاجوں کے لیے
وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ
اور جو کام کریں ان پر اور پرچائے جائیں جن کے دل
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ
اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے
اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ
رستے میں اور راہ چلنے والوں کے لیے مقرر کیا ہوا ہے اللہ کی طرف سے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۶۰)
اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ
زکوٰۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں اور محتاجوں کا اور
وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ
زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہے
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ
اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے رستے
اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ
میں اور راہ کے مسافر کو اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۶۰)
اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ بعض منافق چاہتے ہیں کہ سارے صدقات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بانٹیں وہ انہی کو ملیں۔ دوسرے کو کچھ نہ ملے۔ اس سلسلے میں صدقات یعنی زکوٰۃ کے مال کا پورا قاعدہ اس آیت میں بتا دیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسی کا حق صدقات میں من مانے دعووں اور خواہشوں سے قائم نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ ذیل کے مقصدوں کے لیے صرف کی جاتی ہے۔ جو لوگ ان مستحقین کے زمرہ میں جن کا اس آیت میں بیان ہے نہیں آتے۔ انہیں زکوٰۃ وصدقات میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ ارشاد ہے کہ زکوٰۃ آٹھ قسم کے لوگوں کو دینی چاہیئے۔

(۱) فقیر یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو (۲) مسکین یعنی جو اس کے پاس ہے اس سے اس کی حاجت پورے طور پر پوری نہ ہو (۳) عامل یعنی وہ ملازم جو زکوٰۃ کے وصول کرنے اور اکٹھا کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے معیّن کر دیئے گئے ہیں (۴) مؤلفۃ القلوب یعنی جو لوگ اپنی مالی حاجتیں پوری ہوتی دیکھ کر اسلام میں داخل ہونے کو تیار ہوں (۵) غلاموں کے آزاد کرانے کے لیے (۶) ناگہانی ضرورت کی وجہ سے مالی امداد کے طلب گار لوگوں کے لیے (۷) اللہ کے کاموں میں مصروف لوگ جیسے جہاد کرنے والے اور رفاہ عام کے کام کرنے والے (۸) مسافر جس کے پاس سفر میں پیسہ نہ رہا ہو گو گھر میں ہو۔

زکوٰۃ کے مال کے خرچ کرنے کا طریقہ خود اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ اس نے اپنے علم اور دانائی کی بنا پر اس کو خود ایک ذمی فریضہ قرار دے دیا ہے۔ اپنی طرف سے اس میں کوئی ردو بدل نہیں کر سکتا۔ اگر ان میں سے کبھی کوئی جماعت نہ رہے تو زکوٰۃ کا مال باقی ماندہ جماعتوں میں بانٹنا چاہیئے۔

مخالفت کا نتیجہ

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ
اور ان میں سے وہ لوگ ہیں جو ایذا دیتے ہیں نبی کو اور
يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ
کہتے ہیں وہ تو کان ہے کہہ کان ہے بھلائی کا
لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ
تمہارے لیے یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے
لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ
مومنوں کا اور رحمت ہے ان کے لیے جو
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ ستاتے ہیں
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۱)
رسول اللہ کو ان کے لیے عذاب ہے دردناک

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ
اور بعض ان میں سے نبی کی بدگوئی کرتے ہیں اور
يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ
کہتے ہیں یہ شخص تو کان ہے تو کہہ کان ہے تمہارے بھلے
لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ
کے واسطے اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں کی
لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ
بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے ایمان والوں کے لیے
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
باعث رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کی بدگوئی
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۱)
کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے

:: پچھلی آیتوں میں بعض منافقوں کے لالچی اور مطلب غرض ہونے کا ذکر کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں زکوٰۃ کے مال کا قاعدہ بھی بتا دیا۔ کہ اللہ نے یہ مال چند قسم کے لوگوں کے دینے کے لیے بطور اجتماعی فرض کے مقرر کردیا ہے۔ اسے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے تقسیم کرنا چاہیے۔ ان کے علاوہ اور کوئی شخص اس مال میں کوئی حق نہیں رکھتا۔ اس آیت میں منافقوں کی ایک اور بری عادت کا ذکر بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ بعض منافق اپنی مل بیٹھنوں کی جگہوں میں آپس کی بات چیت کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور اس پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی خبر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچے گی تو انہیں رنج ہوگا اور دکھ پہنچے گا۔ تو کہتے ہیں کہ ہم حیلے بہانے کرکے انہیں راضی کرلیں گے۔ کیوں کہ وہ تو نرے کان ہیں۔ جو کوئی ان سے کچھ کہتا ہے۔ وہ سن کر اس کا یقین کر لیتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اے نبیؐ ان کو جواب دے دے کہ یہ نبیؐ کا اخلاق تمہاری ہی بہتری کے لیے ہے۔ ورنہ اگر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ذرا ذرا سی بات میں جوش آجایا کرتا۔ تو تم تو کبھی کے مٹ چکے ہوتے۔ بھلا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اخلاق درست کیوں نہ ہو۔ اس کو اللہ پر یقین ہے۔ وہ اپنے ایمان دار ساتھیوں کی سچائی پر اعتماد رکھتا ہے۔ اور وہ تم میں سے جو سچے مسلمان ہیں ان کے لیے مجسّم شفقت اور رحمت ہے۔ اب اگر کوئی اس خوش خلقی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی اور عنایت حاصل کرنا چاہے تو وہ خوش قسمت ہے۔ اور جو اس نرمی اور بردباری سے غلط فائدہ اٹھا کر آپ کی برائیاں اور غیبتیں کرتا پھرے۔ تو اس کے لیے سخت مصیبت والا عذاب تیار ہے۔ ایسے لوگوں کو دونوں جہان میں سخت سزا ملے گی ؂

منافقوں کی چال

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ
قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے آگے تاکہ راضی کریں تم کو اور اللہ
وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا
اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ راضی کریں وہ ان کو اگر ہیں وہ
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ
ایمان والے انہوں نے کیا نہیں جانا کہ جو مقابلہ کرے
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
اللہ کا اور اس کے رسول کا پس بے شک اس کے لیے آگ ہے دوزخ کی
خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ
ہمیشہ رہیں گے اس میں یہی ہے رسوائی
الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾
بڑی

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ
تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں اور اللہ
وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا
اور اس کے رسول کو راضی کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ
ایمان رکھتے ہیں کیا وہ جان نہیں چکے کہ جو
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
اللہ سے اور اس کے رسول سے مقابلہ کرے تو اس کے واسطے
خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ
دوزخ کی آگ ہے اس میں سدا رہیں گے۔ یہی بڑی
الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾
رسوائی ہے

يُحَادِدُ : مقابلہ کرے۔ مضارع کا صیغہ ہے جو مُحَادَدَۃٌ سے بنا ہے۔ اور جس کا مادہ ح۔ د۔ د ہے۔ حدّ کے معنی ایک طرف اور کنارے کے ہیں۔ مُحَادَدَۃ کسی کے سامنے کے کنارے پر لڑنے کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہو جانا۔ آمنا سامنا کرنا۔ منافقوں کی عادت یہ تھی کہ جب موقع ملتا اور میدان خالی پاتے۔ تو مسلمانوں کی خوب برائیاں کرتے۔ گو بظاہر ان کے ساتھ بڑا گہرا بھائی چارہ بنائے رکھتے تھے۔ جب ان کی یہ دغا بازی کھل جاتی تو دوڑے ہوئے مسلمانوں کے پاس آتے۔ اور کہتے ہماری بابت افواہوں کا یقین نہ کرو۔ اور قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ ہماری نیتیں تمہاری طرف سے صاف ہیں۔ ہم کسی طرح تمہاری برائی اور نقصان کے خواہش مند نہیں۔ ہمارا تمہارا دوستانہ بہت اچھا ہے۔ اسی طرح کی باتیں بنا بنا کر مسلمانوں کو منانے اور راضی کرنے کی کوشش کرتے۔ اس آیت میں ان کی اس چالبازی کا حال بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ بھانڈا پھوٹ جانے پر تمہارے پاس دوڑے ہوئے آتے ہیں۔ اور قسمیں کھا کھا کر تمہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ حالانکہ تمہارے راضی کر لینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اصل چیز تو یہ ہے۔ کہ اللہ کو اور اس کے رسول کو راضی کریں۔ کیوں کہ اللہ ان کے اصلی حالات سے بخوبی واقف ہے۔ اور اپنے رسول کو بھی ان کے ہتھکنڈوں سے واقف کرتا رہتا ہے۔ اتنی بات ہر ایک سچے ایمان دار کو معلوم ہونی چاہیئے۔ اگر ان میں ایمان ہے تو اللہ اور رسول کو منانے کی کوشش کریں۔ ورنہ انہیں معلوم رہنا چاہیے۔ کہ اللہ اور رسول کے مخالف چلنے والا دوزخ کی آگ میں ہمیشہ جلتا رہے گا۔ اور یہ اتنی بڑی رسوائی اور ذلت ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کے سارے عارضی نفعے ہیچ ہیں۔

منافقوں کی پریشانی

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ
ڈرتے رہتے ہیں منافق کہ نازل ہو
عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا
مسلمانوں پر کوئی سورت جو جتلا دے ان کو وہ جو
فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ
منافقوں کے دل میں ہے کہہ دے ٹھٹھے کیے جاؤ
اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾
تحقیق اللہ کھولنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ
منافق اس بات سے ڈرا کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایسی
عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا
سورت نازل ہو کہ ان کو جتلا دے جو ان کے
فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ
دل میں ہے تو کہہ دے ٹھٹھے کرتے رہو
اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾
تحقیق اللہ اس چیز کو جس کا تمہیں ڈر ہے کھول کر رہے گا۔

منافقوں کی حالت واقعی عجیب تھی۔ ان کا دل تو بالکل نہ چاہتا تھا۔ کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہوتے چلے جائیں۔ اور اسلام کا بول بالا ہو۔ کیوں کہ اس میں انہیں اپنی سرداری اور بڑے پن کی موت صاف نظر آرہی تھی۔ لیکن واقعات سے مجبور تھے۔ کیونکہ ان کی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کی تعداد دن دونی اور رات چوگنی بڑھ رہی تھی۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بناتے رکھنا روز بروز زیادہ ضروری ہوتا جاتا تھا۔ اس لیے جہاں تک ہوسکتا۔ یہ لوگ ظاہر میں مسلمانوں کی خوشامد کرتے۔ لیکن دل سے مجبور ہوکر تنہائی میں برائی سے بھی نہ چوکتے۔ اور دل میں یوں بہلاتے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچ گئی تو وہ تو بڑے حلیم اور بردبار ہیں۔ باتیں بنا کر انہیں سمجھا بجھا لیں گے۔ لیکن وحی کا انکار بھی مشکل تھا۔ کیوں کہ اس کی سچائی میں اب ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اس لیے ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا تھا۔ کہ کوئی ایسی سورت مسلمانوں پر نازل نہ ہو جائے۔ جس سے ہمارا کچا چٹھا کھل جائے۔ اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ دوغلے ظاہر دار لوگ گھبراتے ہیں۔ کہ کہیں مسلمانوں پر ایسی سورت نازل نہ ہو جائے۔ جس میں ہمارے دلی بھید سارے ظاہر ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہماری پوری شامت ہی آجائے گی۔ آگے ارشاد ہے کہ تم اپنی دھوکے بازی کا جال بچھاتے رہو۔ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کی اور ان کی ہنسی اڑانے کی عادتیں جاری رکھو۔ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

رفتہ رفتہ تمہارے سارے بھید کھول کر رکھ دے گا۔ اور تم اپنا سا منہ لے کر رہ جاؤ گے۔ تمہارا ڈر تمہارے سامنے آجائے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ تمہارے شرارتی ہتھکنڈوں سے دین حق کی ترقی رک جائے۔ اور دنیا پھر اسی تاریکی میں جا پڑے جس میں وہ ایک مدت سے ٹھوکریں کھا رہی ہے؛

منافقوں کا عذر لنگ

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا
اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے کچھ نہیں ہم تھے
نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ
بات چیت کرتے اور دل لگی کرتے کہہ دے کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے احکام کے ساتھ
وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾
اور اس کے رسول کے ساتھ تھے تم ٹھٹھا کرتے
لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
مت عذر کرو تم کافر ہو گئے ہو ایمان کے بعد
إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ
اگر ہم معاف کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے تو عذاب دیں گے
طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾
ایک گروہ کو اس لیے کہ وہ تھے مجرم

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا
اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت
نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ
اور دل لگی کرتے تھے تو کہہ کیا تم اللہ اس کے حکموں
وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾
اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے
لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے ایمان ظاہر کرنے کے بعد
إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ
اگر ہم تم میں سے بعض کو معاف کر دیں گے تو بہت بعض
طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾
کو سزا بھی دیں گے

جب انسان کے دل میں کسی چیز کی حقیقی وقعت نہیں ہوتی۔ تو وہ اس کی بناوٹی وقعت قائم رکھنے میں ہر وقت کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کے دل کی اصلی حالت اپنا رنگ لاتی اور بھید کھولتی ہے۔ کچھ منافق جو مسلمانوں کے ساتھ بادلِ ناخواستہ غزوہ تبوک میں نکل پڑے تھے۔ راستہ میں کہنے لگے کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو تھوڑے سے عرب پر قابو پا کر (نعوذ باللہ) اتنا اترا گیا ہے۔ کہ شام و روم کے شاندار شہروں اور لوگوں کو فتح کرنے چلا ہے۔ کہاں یہ تھوڑے سے ناتجربہ کار مسلمان جو ہر وقت قرآن اور نمازیں پڑھتے رہتے ہیں جنہیں کسی بڑی قوم سے لڑائی کا سابقہ نہیں پڑا۔ اور کہاں وہ شامی اور رومی سوار جو رات دن باقاعدہ لڑائیوں میں ملک کے ملک فتح کرتے رہتے ہیں۔ ان کی اس شرارت کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو آپ نے ان کو بلا کر پوچھا کہ اپنے لوگوں کی ہمت ایسی باتیں بنا کر پست کرنے کے کیا معنی ہیں۔ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے

ارشاد ہے کہ اے رسول تیرے پوچھنے پر وہ فوراً جواب دیتے ہیں کہ یا حضرت یہ باتیں کوئی ہم دل سے تھوڑی ہی کہتے ہیں۔ یہ تو محض راستہ میں دل بہلانے کے لیے خوش گپیاں ہیں۔ اے رسول ان سے کہہ کہ کیا ہنسی اور دل لگی کے لیے تمہیں اللہ اس کا رسول اور اس کے احکام ہی ملے ہیں۔ یہ تمہارے بہانے اور عذر بیکار ہیں۔ تم تو ایماندار بنتے تھے۔ ایسی کفریہ باتوں سے کیا تم مسلمان رہ سکتے ہو۔ اس کی سزا تمہیں مل کر رہے گی۔ —— جن منافقوں نے ایسی علانیہ گستاخیاں اور شر انگیزیاں نہیں کیں۔ انہیں تو چند روز کی ڈھیل مل بھی جائے گی۔ مگر جو لوگ بالکل کھلم کھلا فساد کا بیج بو رہے ہیں۔ انہیں ان کے جرموں کی سزا ملنی یقینی ہے۔ وہ کبھی بچ کر نہ جائیں گے۔

نفاق کی علامتیں

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ
منافق مرد اور منافق عورتیں بعض ان کے بعض
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ
میں سے ہیں کرنے کو کہتے ہیں بُری بات اور روکتے ہیں
عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ
بھلی بات سے اور بھینچتے ہیں اپنے ہاتھ
نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
بھول گئے وہ اللہ کو پس وہ بھول گیا ان کو تحقیق منافق
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾
وہی ہیں نافرمان

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ
منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ
ہے بُری بات سکھاویں اور بھلی بات
عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ
چھڑاویں اور اپنی مٹھی بند رکھیں
نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
اللہ کو بھول گئے سو وہ ان کو بھول گیا۔ تحقیق منافق
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾
وہی نافرمان ہیں

منافقوں کا ذکر بہت دور سے چلا آرہا ہے۔ یہ گروہ مدینہ میں آنے کے بعد ظاہر ہوا۔ اس سے پہلے مکہ میں دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ کھلم کھلا مسلمان یا کھلم کھلا کافر۔ مدینہ میں کچھ لوگوں نے اس میں اپنی مصلحت سمجھی کہ بہ ظاہر مسلمان بنے رہیں۔ اور جب موقع آئے تو مسلمانوں کو زک پہنچانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ یہ لوگ مسلمانوں میں بغلی گھونسہ بن کر رہے۔ احد کی لڑائی میں انہوں نے سخت تکلیف دی۔ لیکن مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ بلکہ اپنا ہی کچھ بگاڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر موقعہ پر ان کی شرارتوں سے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو آگاہ کیا۔ لیکن آپ کی بُردباری اور خوش خلقی کی بدولت یہ لوگ دلیر ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ غزوۂ تبوک کے لیے تیاری کا حکم ہوا۔ اس میں ان کی خباثت کا پورے طور پر بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور اس کے بعد سر نہ اٹھا سکے۔

اس آیت میں ان کی عام نشانیاں بیان کر دی گئی ہیں۔ ارشاد ہے کہ منافقوں کا مرد ہوں یا عورت ایک سا رویّہ ہے۔ بہ ظاہر یہ دوست بنتے ہیں اور چھپ کر داؤ کرتے ہیں۔ ان سب کا قاعدہ ہے کہ جن باتوں کو سب لوگ بُرا قرار دے چکے ہوں یہ انہیں کرنے کا لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کو سب اچھا مان چکے ہوں۔ ان کے چھوڑ دینے کو کہتے ہیں۔ پرلے درجے کے بخیل ہوتے ہیں۔ مال جمع کرنا ان کا شیوہ ہے اور خرچ کرنے سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ یہ اللہ کو دل سے کبھی نہیں مانتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ان سے تغافل کرتا ہے۔ اصل بے دین اور نافرمان یہی لوگ ہیں۔ کیونکہ دین کے قانون کا زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ لیکن وقت پر قانون کے خلاف چلتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ گناہوں سے وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کو حاضر ناظر مانتا ہو اور اس کی پکڑ سے ڈرتا ہو۔ ورنہ اگر کوئی اللہ کو نہ مانتا ہو تو اس کو کوئی طاقت اصلی سچا اور دیانتدار نہیں بنا سکتی۔

کافروں اور منافقوں کی سزا

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ
مقرر کر دی اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں
وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
اور کافروں کے لیے آگ دوزخ کی رہا کریں گے
فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ
اس میں وہی کافی ہے ان کو اور رحمت سے دور کر دیا ان کو
اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (٦٨)
اللہ نے اور ان کے لیے عذاب ہے ہمیشہ رہنے والا
كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا
جس طرح وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے وہ تھے
اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا
زیادہ بڑھے ہوئے تم سے زور میں اور بڑھے ہوئے تھے مال میں
وَّ اَوْلَادًا ۭ
اور اولاد میں

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو
وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
اور کافروں کو دوزخ کی آگ کا وعدہ دیا ہے اس میں پڑے
فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ
رہیں گے ان کو وہی بس ہے اللہ نے ان کو
اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (٦٨)
پھٹکار دیا اور ان کے لیے برقرار رہنے والا عذاب ہے
كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا
جس طرح تم سے اگلے لوگ تم سے زور میں
اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا
زیادہ تھے اور مال اور اولاد میں تم سے زیادہ
وَّاَوْلَادًا ۭ
رکھتے تھے

پچھلی آیت میں منافقوں کی مشترک علامتیں بیان کر دیں۔ کافروں کی بھی یہی عادتیں ہیں۔ لیکن وہ کھلم کھلا مقابلے میں آ کر لڑتے ہیں۔ اور منافق موقع تاکتے رہتے ہیں اور چھپ کر وار کرتے ہیں۔ بہرحال ان کے مشترک رویہ کا عذاب بھی مشترک ہے۔ ہاں منافقوں کو دھوکے اور دغابازی کا بدلہ الگ ملے گا۔ اس آیت میں اس عذاب کا بیان ہے جو منافقوں اور کافروں دونوں کے لیے ان کی اسلام کی مخالفت کی وجہ سے تیار ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ چھپے اور کھلے دشمن اسلام یعنی منافق اور کافر دونوں اپنے طرز عمل کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہیں۔ دوزخ میں پڑے جلا کریں گے۔ منافقوں کے لیے جو دوزخ کا طبقہ مقرر ہے، وہ بہت زیادہ دکھ درد سے بھرا ہوگا، جیسا کہ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔ یہ دوزخ کا عذاب ان کے کرتوتوں کی سزا کے لیے کافی ہوگا۔ اور انہیں صاف معلوم ہوتا رہے گا کہ یہ فلاں جرم کی سزا ہے، یہ فلاں گناہ کی پاداش ہے۔ خدا ان کی فریاد نہ سنے گا۔ کیونکہ وہ دنیا کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دور کر دیے گئے ہیں۔ اور یہ عذاب ہر وقت ان سے چمٹا رہے گا۔ چاہے نوعیت بدل جائے لیکن یہ ابد تک رہے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کا طرز عمل ویسا ہی ہے جیسے تم سے پہلے زمانے کے لوگوں کا تھا۔ جو ان سے جسمانی قوت میں بھی کہیں بڑھے ہوئے تھے، مال بھی ان کے پاس ان سے زیادہ تھا، اور اولاد کی کثرت میں بھی ان سے بالا تھے۔ جو لوگ اللہ کی قدرت اور طاقت کو بھولے ہوئے ہیں ان کو پچھلی قوموں کے حالات کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جو ان سے ہر لحاظ سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

پہلی قوموں سے عبرت

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ
پھر انہوں نے فائدہ اٹھایا اپنے حصہ سے پس تم نے فائدہ اٹھایا
بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ
اپنے حصے سے جیسے فائدہ اٹھایا انہوں نے
مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ
جو تم سے پہلے تھے اپنے حصے سے اور تم بھی پھنسے
كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
جیسے وہ لوگ پھنسے تھے ان لوگوں کے اکارت ہوئے
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
اعمال ان کے دنیا میں اور آخرت میں
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾
اور وہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ
پھر فائدہ اٹھا گئے اپنے حصہ سے پھر تم نے اپنے حصے سے فائدہ
بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ
اٹھایا جیسے تم سے اگلے اپنے حصے سے
مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ
فائدہ اٹھا گئے اور تم بھی انہی کی سی چال
كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
چلتے ہو وہ لوگ ان کے عمل
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
دنیا اور آخرت میں مٹ گئے
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾
اور وہی لوگ نقصان میں پڑے

پچھلی آیت میں اگلے زمانوں کے لوگوں کے حال سے عبرت حاصل کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اس آیت میں ان کے اور ان کے طرزِ عمل کے یکساں ہونے کا مفصل حال بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ پہلے زمانے کے لوگ جتنی دنیا ان کے حصے میں آئی تھی اس سے جی بھر کر لطف اٹھاتے رہے اور انجام کا کبھی خیال نہ کیا۔ اب تم اپنی طرف دیکھو کہ تم کیا کر رہے ہو۔ دنیا جو تمہارے حصے میں آئی ہے۔ وہ ان سے زیادہ نہیں ہے جو ان کے حصے میں آئی تھی۔ وہ بدنی طاقتوں میں تم سے بڑھے ہوئے تھے اور ساز و سامان اور مال و متاع دنیا بھی ان کے پاس تم سے زیادہ تھا۔ تم ہر بات میں ان سے کم ہوتے ہوئے بھی انہی کی طرح غافل اور بدمست ہو کر رنگ رلیاں منا رہے ہو۔ اور چال چلن کا بالکل وہی انداز ہے۔ جو ان کا تھا۔ وہ اپنے ساز و سامان اور قوت و طاقت میں مست ہو کر اللہ کو اور اس کی قدرت کو بھولے ہوئے تھے تم بھی انہی کی طرح دنیا ہی میں پھنسے ہوتے ہو اور اللہ کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ پھر تم نے دیکھا ان کا انجام کیا ہوا۔ ان کے طاقتور بدن، سنگین اور پختہ مکان، اور ناز و نعمت ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ تم ان باتوں میں ان سے کم ہو کر بھی انہی کی طرح دنیا کے جنجال میں پھنسے ہوتے ہو۔ ذرا سوچو کہ جب دنیا کے بڑھے ہوتے سامان بھی ان کو تباہی سے نہ بچا سکے۔ تو تم یہ تھوڑا سا سامان عذاب الٰہی سے کس طرح بچا سکتا ہے۔

ان کا کیا کرایا یقیناً سب اکارت ہوگیا۔ نہ دنیا ہی میں اس نے کچھ کام دیا اور نہ آخرت میں وہ ان کے کسی کام آئے اگر نقصان اور گھاٹے میں پھنسے ہوئے لوگوں کو دیکھنا چاہتے ہو تو ان کو دیکھو ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو۔ اپنا چال چلن درست کرو اور اللہ سے ڈرو۔

پہلوں کی خبریں

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
کیا نہیں آئی ان تک　خبر　ان لوگوں کی　جو ان سے پہلے تھے
قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﵟ وَقَوْمِ
نوح کی قوم　اور　عاد　اور　ثمود　اور ابراہیم
اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ
کی قوم　اور　مدین والے　اور الٹی ہوئی بستیاں
اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ
آئے ان کے پاس ان کے رسول صاف احکام لے کر　پس نہ تھا
اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
اللہ　کہ ظلم کرتا ان پر　اور لیکن　تھے وہی
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾
اپنی جانوں پر　ظلم کرتے

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
کیا ان کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے
قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﵟ وَقَوْمِ
نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم
اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ
کی قوم اور مدین والے اور بستیاں جو الٹ دی گئی تھیں
اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ
ان کے پاس ان کے رسول صاف حکم لے کر پہنچے سو اللہ تو
اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنے آپ
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾
پر ظلم کرتے تھے

اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ ان منافقوں کی غفلت شعاری اور محض دنیا ہی کے عیش و عشرت میں پھنسے رہنے کا وہی حال ہے جو پہلے زمانے کے نافرمان لوگوں کا تھا۔ آج ان لوگوں کا بھی وہی حال ہے۔ حالانکہ دنیا کا جتنا حصہ انہیں ملا ہے اور وہ یقیناً اس سے کم ہے جو ان سے پہلے لوگوں کو ملا تھا۔ مگر طرزِ زندگی ان کا وہی ہے جو ان کا تھا۔ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا اور اسی کی الجھنوں میں پھنسے رہنے کو زندگی کا حاصل ؛ یہ دنیا بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسے ان سے پہلے لوگوں کا تھا۔ آخر ان کو سوچنا چاہیے کہ ان کا انجام کیا ہوا۔ بھلا یہ اس بات سے کس طرح نڈر ہو گئے۔ کہ ان کے اوپر بھی آفتیں آسکتی ہیں جیسے اُن پر آئیں۔ اس بات میں پہلے زمانوں کی خاص قوموں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے پاس ان قوموں کا حال نہ پہنچا ہو۔ جو ان کے قریب ملک کے اطراف و جوانب میں گذر چکی ہیں۔ قومِ نوح نے سرکشی کی اور طوفان سے تباہ ہوئی۔ عاد نے غرور اور تکبر سے کام لیا اور آندھی سے فنا ہوئی۔ ثمود خود سر ہو گئے اور ایک غیبی چنگھاڑ سے ہلاک ہوئے۔ مدین والے جنہیں اصحاب الایکہ بھی کہتے ہیں۔ زلزلہ اور گڑگڑاہٹ سے دندھے منہ آ رہے ان سب کا ذکر سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے اور آگے بھی آئے گا۔ ابراہیمؑ اور ان کی قوم کا ذکر سورۃ البقرہ۔ آل عمران اور سورۃ الانعام میں گذرا اور آگے بھی آئے گا۔ مؤتفکٰت قوم لوط کی بستیوں کا نام ہے۔ ان کو اُلٹ کر ان پر پتھر برسائے گئے۔ سورۃ الاعراف میں ان کا ذکر گذرا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور غفلت شعاری سے ہلاک ہوئے۔ ان پر ہم نے نہیں بلکہ خود آپ انہوں نے ظلم کیا۔ منافقوں کو ڈرنا چاہیے کہ ان کا حشر بھی کہیں ویسا ہی نہ ہو۔

مومنوں کی خصوصیتیں

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
اور مومن مرد اور مومن عورتیں بعض ان کے مددگار
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
بعض کے حکم دیتے ہیں نیک کام کا اور روکتے ہیں
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ
برے کام سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں
الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ
زکوٰۃ اور فرمانبردار ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے
اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
یہی لوگ ہیں کہ رحم کرے گا ان پر اللہ تحقیق اللہ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾
زبردست حکمت والا ہے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
ہیں نیک بات سکھلاتے ہیں اور بُری بات سے
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ
منع کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے
الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ
ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں
اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
وہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾
زبردست حکمت والا ہے

منافقوں کی خصوصیتیں اور ان کے لیے مقرر سزائیں بیان ہو چکیں تو اب اس کے مقابلہ میں خالص ایمان والوں کی خصوصیتوں اور اس کے بعد ان کے انعام و اکرام کا بیان کیا جاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ ایمان والے مرد ہوں یا عورت سب کی خاص صفت یہ ہے۔ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے غمخوار ہمدرد اور مددگار ہوتے ہیں جن باتوں میں سب کا بھلا ہے ان کے کرنے کا حکم کرتے ہیں اور جو باتیں انسان کے لیے تباہ کرنے والی ہیں ان کے چھوڑ دینے کے لیے کہتے ہیں اللہ کو ہر وقت یاد رکھتے ہیں۔ اور اس کے ذکر کے لیے وقت پر مل کر نماز ادا کرتے ہیں۔ بخل نہیں کرتے بلکہ محتاجوں کی مدد کے لیے مال کا مقرر حصہ یعنی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ سرکشی اور نافرمانی نہیں کرتے۔ بلکہ اللہ کے اور اس کے رسول کے حکم کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ غرض ان کی ہر عادت منافقوں کی عادتوں کا الٹ ہے۔ اس لیے یقیناً ان کا انجام بھی ان کے بالکل مخالف ہوگا۔ اُن پر اللہ نے لعنت کی۔ ان پر اللہ رحم کرے گا۔ اللہ کی قوت سب سے بڑی ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے مناسب جزا سزا دے گا۔

منافقوں کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ وہ اللہ کے غضب سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ چونکہ ان سے ملتے جلتے لوگ پہلے گذر چکے ہیں اس لیے انہیں چاہیے کہ ان کے حالات سے سبق حاصل کریں۔ مومنوں کو آخر میں کہا گیا۔ کہ تم نے دنیا میں جو طرز زندگی اختیار کرکے اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کر دی۔ اس کا اور بدلہ تو ملے گا ہی۔ لیکن سب سے بڑا بدلہ یہ ہوگا کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔ اور تم ہمیشہ کے لیے اس کے غضب اور لعنت سے دور ہوگے:

مومنوں کا انعام

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ
مقرر کردیے اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
باغات جاری ہیں ان کے نیچے نہریں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً
ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مکانات صاف ستھرے
فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ
باغوں میں جو رہنے کے ہیں اور خوشنودی
اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
اللہ کی سب سے بڑی یہی وہ کامیابی ہے
الْعَظِيْمُ (۷۲)
بڑی

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
باغوں کا وعدہ دیا ہے کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً
انہی میں رہا کریں اور ستھرے مکانوں کا
فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ
رہنے کے باغوں میں اور اللہ کی رضامندی سب
اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
سے بڑی ہے یہی بڑی کامیابی
الْعَظِيْمُ (۷۲) ع ۶/۵
ہے

عَدْنٍ: رہنے کی جگہ۔ عدن اس جگہ یا مکان کو کہتے ہیں جو آدمی کی اپنی مستقل رہائش گاہ ہو۔ وقتی سرائے۔ ہوٹل، عارضی اقامت گاہ نہ ہو۔ آدمی کو اصلی خوشی جبھی ہوتی ہے جب آرام کی جگہ اس کی اپنی ہی مستقل رہنے کی ہو ورنہ ہوٹلوں اور سراؤں میں عیش ہوا بھی تو کے دن۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے سچے دل سے ماننے والے مرد اور عورت اس دنیا کی زندگی کو اللہ کے اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق بسر کرنے کا پختہ ارادہ کر چکے اور دل میں ٹھان لی کہ کوئی کام جس کی اجازت شرع میں نہ ہو ہرگز نہ کریں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کی نیک کاموں میں مدد کریں گے۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کے لیے کہیں گے، بُرے کام سے روکیں گے۔ نماز کو وقت پر مستعدی سے ادا کریں گے۔ ناداروں کی مدد کے لیے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم بجا لانے کے لیے ہر وقت جان اور مال سے تیار رہیں گے۔ ظاہر بات ہے کہ اس پروگرام پر عمل کرنے کی خاطر انہیں بہت سی دنیا کی تفریحیں، سیر اور تماشے چھوڑنے پڑیں گے۔ جن سے سوا تضیع اوقات کے کوئی نتیجہ نہیں۔ مگر ان میں کشش ایسی زبردست ہے کہ اچھے اچھے معقول صورت لوگ ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ ان سب کا صلہ مومنوں کو یہ ملے گا کہ ہرے بھرے سایہ دار اور سیراب باغ انہیں ہمیشہ کے لیے دے دیے جائیں گے۔ جن کے چھن جانے کا کوئی خطرہ ہی نہ ہوگا اور ان باغوں میں جو عارضی نہیں بلکہ مستقل رہائش گاہ ہوں گے۔ ان کے رہنے کے لیے صاف ستھرے سجے سجائے مکان اور محل ہوں گے اور سب سے بڑھ کر یہ انعام ہوگا۔ کہ اللہ انہیں یقین دلائے گا کہ میں تم سے راضی اور خوش ہوں۔ اس سے بڑھ کر سعادت اور کامیابی کوئی نہیں اور یہ صرف اس کا صلہ ہوگا کہ آدمی ایمان لا کر بے چون و چرا اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے لیے ہر طرح تیار ہو جائے۔ جو کہنے میں تو آسان ہے لیکن کرتے وقت اس سے زیادہ مشکل کوئی چیز نہیں۔ اگر دل میں اس کا سچا شوق نہ ہو۔

جہاد کی ضرورت

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
اے نبی جہاد کر کافروں سے
وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَ
اور منافقوں سے اور سختی کر ان پر اور
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ
ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بُرا ہے
الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا
وہ ٹھکانا قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی نہیں
قَالُوْا ۚ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ
کہا انہوں نے اور البتہ ضرور کہہ انہوں نے کلمہ کفر کا
وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا
اور منکر ہوگئے اسلام لانے کے بعد اور قصد کر بیٹھے اس کا
لَمْ يَنَالُوْا ۚ
جو نہیں ملی انہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
اے نبی کافروں اور منافقوں سے
وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَ
جہاد کر اور ان سے تند خوئی کر اور
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ
ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُرا
الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا
ٹھکانا ہے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ
قَالُوْا ۚ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ
ہم نے نہیں کہا اور بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ
وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا
کہا اور مسلمان ہو کر منکر ہو گئے اور اس چیز کا قصد
لَمْ يَنَالُوْا ۚ
کرلیا جو انہیں نہ ملی

جَاهِدْ (مخالفت کر) یہ جہاد سے امر کا صیغہ ہے۔ جہاد کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں (یعنی کوشش) اس آیت میں حکم ہے کہ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ کسی سے مقابلہ میں جہاد کرنا عام جہاد کی ایک خاص صورت ہے یعنی اس بات کی ہر طرح کوشش کرنا کہ مقابل اپنے ادنیٰ اور مضر انسانیت افعال و اعمال سے یکدم یا انجام کار باز آجائے۔

اس آیت میں کافروں اور منافقوں کے ساتھ سختی کے برتاؤ کا حکم ہے یعنی ان کے ساتھ مداہنت سے پیش نہیں آنا چاہیئے۔ بلکہ معاملہ کا رویہ اختیار کرنا چاہیئے اسلام میں باہمی میل جول اور خوش اخلاقی کی فضا چاروں طرف سے محیط ہوتی ہے۔ اس میں ہر شخص باہمی درگذر اور مدامات کا علم بردار ہوتا ہے۔ اور یہ ماحول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات اور طرزِ عمل سے عرب میں اور ان کے ذریعہ ساری دنیا میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن عرب کے کئی سرپھرے لوگوں نے پہلے پہلے اس کو قائم نہ ہونے دیا اور مقابلہ کیا۔ تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ ہدایت ملی۔ کہ شریر لوگوں کو سختی سے اور ضرورت پڑے تو لڑائی کر کے دبانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے ارشاد ہے کہ یہ شریر کافر جو کھلم کھلا دشمن ہیں۔ یوں نہ مانیں گے۔ یہ زیادہ ڈھیل سے اور زیادہ شرارت کرنے پر دلیر ہوتے ہیں۔ ان پر ہر طرف سے گھر کی جھڑکی کر دو تا کہ یہ دبے رہیں اور جو لوگ کھلم کھلا نہیں لڑتے۔ اس لیے ان سے لڑائی کا موقعہ تو آنے کا نہیں لیکن اپنے برتاؤ سے ثابت کر دو کہ وہ بدترین اور شریر ترین لوگ ہیں۔ ان کی سزا آخرت میں جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے:

ناشکری کی سزا

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ
اور انہوں نے بدلہ دیا انہوں نے مگر اس کا کہ مالدار کر دیا ان کو اللہ نے
وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا
اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے پس اگر باز آجائیں وہ
يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا
ہوگا اچھا ان کے لیے اور اگر پیٹھ موڑیں
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا
تو عذاب دے گا ان کو اللہ عذاب دردناک دنیا میں
وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
اور آخرت میں اور نہیں ان کا ساری زمین پر
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾
کوئی ساتھی اور نہ مددگار

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ
اور یہ سب اسی کا بدلہ تھا کہ ان کو اللہ نے
وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا
اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے دولتمند کر دیا۔ سو اگر توبہ قبول
يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا
کرلیں تو ان کے حق میں بھلا ہے اور اگر نہ مانیں گے تو
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا
اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک
وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
عذاب دے گا اور روئے زمین پر کوئی ان کا نہ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾
حمایتی ہے اور نہ مددگار ہوگا

پچھلی آیت میں حکم ہوا تھا کہ ان کھلے اور چھپے دشمنوں کو زیادہ ڈھیل نہ دو۔ بلکہ ان کو ہر موقع پر ڈانٹتے ڈپٹتے رہو۔ کیونکہ اب یہ مخفی نہیں کہ ان کے ساتھ رواداری برتی جائے یا ان کی کوئی رعایت کی جائے۔ اس کے بعد ان کی کچھ شیطانی حرکات بتائی تھیں۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے جی بھر کر اسلام کو برا کہتے ہیں۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی یہ خبر پہنچتی ہے۔ تو دوڑے آتے ہیں۔ اور قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے ہرگز ایسی باتیں نہیں کہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کی تبوک سے واپس آنے کی خبر پاکر انہوں نے ایک پہاڑی راستہ میں ان کے گھیر لینے کا منصوبہ تیار کیا اور چہروں کو ڈھالوں سے چھپا کر تاکہ پہچانے نہ جائیں اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ارادہ یہ تھا کہ ہوسکے تو خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ صاف کریں اور سارا قصہ ہی ختم کر دیں۔ لیکن ان بدبختوں نے منہ کی کھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثاروں نے انہیں مار بھگایا۔ گو پہچان نہ سکے کہ وہ کون تھے یہاں تک پچھلے بیان ہوا اس کے آگے اس کا تتمہ ہے

ارشاد ہے کہ اللہ کے فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ان کی حالت پہلے سے بہت درست ہوگئی ہے۔ مال ودولت بھی ان کے صدقے میں بہت کچھ مل گیا ہے۔ اور امن وامان سے اسلام کے زیر سایہ بسر کرتے ہیں۔ اس کے بدلے میں یہ احسان فراموش، مسلمانوں کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچاتے ہیں۔ ان حالات میں یہ کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ ان کو قدر عافیت معلوم ہونی چاہیے۔ اگر اپنی شرارتوں سے باز آجائیں تو بہتر۔ ورنہ دنیا اور آخرت میں ان کو ایسا سخت عذاب ملے گا کہ بلبلا اٹھیں گے اور روئے زمین پر نہ ان کا کوئی دوست اور ساتھی ہوگا نہ مددگار۔

نفاق کی جڑ بخل

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾

اور بعض ان میں وہ ہیں کہ عہد کیا اللہ سے البتہ اگر دے وہ ہم کو اپنے فضل سے تو صدقہ دیں ہم اور ضرور ہو جائیں نیک لوگوں میں پھر جب دیا ان کو اپنے فضل سے تو بخل کیا اس میں اور پیٹھ پھیر گئے اور وہ روگردانی کرتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ دھر دیا اللہ نے نفاق ان کے دلوں میں اس دن تک کہ ملیں وہ اس سے بوجہ خلاف کرنے کے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا انہوں نے اور اس وجہ سے کہ تھے وہ جھوٹ بولتے

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا

مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ

کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہمیں دے تو ہم ضرور خیرات کریں اور

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ

نیکوں میں ہوں پھر جب اس نے انہیں اپنے

فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ

فضل سے دیا تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

ٹال کر اس کے اثر نے ان کے دلوں میں

اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا

نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے اس لیے کہ

وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾

انہوں نے جو وعدہ اللہ کے ساتھ کیا تھا اس کے خلاف کیا

اَعْقَبَ: (پیچھے لایا) ماضی کا صیغہ ہے۔ جس کا مصدر اعقاب ہے جو عقب سے بنا ہے۔ عقب کے معنی پیچھے کے ہیں۔ اعقاب ایک بات کے پیچھے دوسری بات پیدا کرنا۔

ایک شخص ثعلبہ بن حاطب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ بہت مال و زر دے تاکہ میں خوب خیرات کروں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اسی کو نیک کاموں میں خرچ۔ زیادہ کیا کرے گا۔ اس نے اصرار کیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور اس کے مال و دولت میں اتنی برکت ہوئی۔ کہ گاؤں سے باہر اپنی بستی الگ بسالی۔ اور جمعوں اور جماعتوں میں شامل ہونا چھوٹ گیا۔ زکوٰۃ وصول کرنے آپؐ کے آدمی پہنچے تو حیلے حوالے کر کے ٹال گیا۔

ارشاد ہے کہ کچھ لوگ پہلے تو بڑے بڑے وعدہ کرتے ہیں کہ بہت سا مال ملا تو خیرات کریں گے۔ لیکن مال دار ہوتے ہی مٹھی بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دل میں نفاق پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ ان کی وعدہ خلافی اور جھوٹی باتیں بنانے کا اثر ہوتا ہے۔ اس شخص کی بابت لکھا ہے کہ بعد میں وہ ڈر کر زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے قبول نہ فرمائی۔ کہ ہمیں تیری زکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ تینوں حضرات نے اس کی زکوٰۃ قبول نہ کی۔ آخر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مر گیا۔

نفاق کی علامت

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ

کیا نہیں جانا انھوں نے کہ اللہ جانتا ہے بھید ان کے

وَنَجْوٰىھُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۷۸﴾

اور مشورے ان کے اور یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے چھپی ہوئی باتوں کو

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں خوشی سے خیرات کرنے والوں پر

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ

مسلمانوں میں سے صدقات کے بارے میں اور ان پر جو

لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ فَیَسْخَرُوْنَ

جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت پس ہنسی کرتے ہیں

مِنْھُمْ سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ وَلَھُمْ

ان سے ہنسی کی ہے اللہ نے ان سے اور ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۹﴾

عذاب ہے دردناک

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ

کیا وہ نہیں جان چکے کہ اللہ ان کے بھید اور ان کے

وَنَجْوٰىھُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۷۸﴾

مشورے جانتا ہے اور اللہ چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ

وہ لوگ جو طعنے دیتے ہیں ان مسلمانوں کو جو

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ

دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو لوگ

لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ فَیَسْخَرُوْنَ

نہیں پاتے مگر اپنی محنت کا پھر ان سے ٹھٹھا

مِنْھُمْ سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ وَلَھُمْ

کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۹﴾

دردناک عذاب ہے

اَلْمُطَّوِّعِیْنَ: کشادہ دلی کرنے میں۔ مُطَّوِّعٌ کی جمع ہے۔ جو اِطَّوُّعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس کا مادہ طوع ہے۔ طوع کے معنی ہیں دل سے اور خوشی سے کرنا گو فرض نہ ہو۔ تَطَوُّعٌ، تَطَاوُعٌ کی دوسری شکل ہے اور یہ لفظ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔

منافقوں کی خاص پہچان یہ ہے کہ ظاہر برتاؤ اچھا رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ان سے سب خوش رہیں۔ اور وہ ظاہر میں سب کو خوش رکھ کر دل میں کسی کی بابت انتہائی برائی کے منصوبے تیار کرتے رہیں۔ ظاہر ہوتے پر چکنی چپڑی باتیں بنا کر مخالف کو منا لیں لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے انہیں کیسا اتو بنا رکھا ہے۔ ان کے دل کے بھید کوئی نہیں جانتا۔ ایک فقط اللہ چھپی باتوں سے واقف ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ اللہ کو نہیں مانتے۔ اس لیے کہ یہ بے خوف ہیں کہ ان کے دل کے بھید کوئی نہیں جانتا۔ ایک فقط اللہ چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے جب اس کا انکار کر بیٹھے۔ پھر اب کس کا ڈر۔ پیٹھ پیچھے سب کی برائی ان کا شیوہ ہونا ہی چاہیے۔ چنانچہ جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں۔ ان کو کہتے ہیں کہ عقل ماری گئی ہے۔ نام نمود پر مرتے ہیں اور جو اپنی بساط کے موافق پیسہ دیتے ہیں۔ انہیں کہتے ہیں کہ لو لگا کے شہیدوں میں نام کرتا ہے کہ ہم بھی ہیں۔ پانچوں سواروں میں۔

یہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ وہ ان کے بھید جانتا ہے اور انجام کار وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ یہ ظاہری حال سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ اپنی جڑ آپ کاٹ رہے ہیں۔

مغفرت کے لیے ایمان شرط ہے

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
مغفرت طلب کر ان کے لیے یا نہ مغفرت طلب کر ان کے لیے
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً
اگر تو مغفرت طلب کرے گا ان کے لیے ستر بار
فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
تو بھی ہرگز نہ بخشے گا اللہ ان کو یہ اس لیے کہ وہ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ
کافر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ
لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۸۰)
نہیں راہ دکھاتا ان لوگوں کو جو نافرمان ہیں

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
تو ان کے لیے بخشش مانگ یا نہ مانگ
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً
اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش مانگے
فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
تو بھی اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا یہ اس واسطے کہ وہ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط وَاللّٰهُ
اللہ سے اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ
لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۸۰)
نافرمان لوگوں کو رستہ نہیں دکھاتا

منافقوں نے مدینہ کے اندر مسلمانوں کو بہت ستایا۔ یہ بدنصیب لوگ اسلام کے خلاف لوگوں کو اکساتے پھرتے۔ لیکن جب بازپرس ہوتی تو صاف مکر جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے بعید تھا کہ وہ کسی کو بغیر ثبوت صرف شبہ پر سزا دیں۔ آخر جب ان کی چالبازیاں حد سے گذر گئیں تو قرآن حکیم کی آیتوں میں ان کی بدکرداریوں سے آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ اس سے پہلی آیتوں میں مسلسل انہی کی دھوکے بازیوں کا بیان چلا آرہا ہے۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارۃً ان کے ساتھ میل جول کم کرنے کو کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کی خراب عادتیں حد سے گذر چکی ہیں۔ ان کے لیے مغفرت کی دعا بے سود ہے۔ یہ راندۂ درگاہ ہو چکے ہیں اگر تو ان کے لیے ستر بار بھی مغفرت طلب کرے تو بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں۔ یہ آپ کے سامنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا ہے۔ ان کے دل میں ذرا بھی ایمان نہیں، نہ یہ اللہ کو مانتے ہیں، نہ رسول کو کچھ گردانتے ہیں۔ اللہ کی بے دھڑک نافرمانیاں کرتے ہیں۔ اور آنکھ سے اوجھل ہوتے ہی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا برملا انکار کرتے ہیں۔ جب ان کا دل اللہ اور رسول کو مانتا ہی نہیں تو انہیں ان کی شان میں گستاخیاں کرنے سے روکنے والی کون سی چیز ہو سکتی ہے۔ اللہ ان لوگوں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا، جو بے دھڑک اس کی حکم عدولی کرتے ہیں

مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ اس آیت سے آپ سمجھ گئے۔ کہ منافقوں سے میل جول کم کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر بھی جب مدینہ میں اس آیت کے نزول کے بعد عبداللہ بن اُبی کا انتقال ہوا تو آپ نے اس کے لیے دعائے مغفرت کی، نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اس آیت کی طرف دلائی تو آپ نے فرمایا بخشنا نہ بخشنا اللہ کا کام ہے۔ مجھے صاف طور پر منع نہیں کیا گیا اس لیے مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں اس کے بعد ایک اور آیت اتری جس میں آپ کو صاف طور پر منع کر دیا پھر آپ نے کبھی بھی منافقوں کے لیے دعائے مغفرت نہ کی؛

منافق کی پرکھ جہاد سے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ
خوش ہوئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے خلاف
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
رسول اللہ کے اور ناپسند کی یہ بات کہ جہاد کریں
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ
اور انہوں نے کہا مت جو جگہ سے گرمی میں

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ
پیچھے رہنے والے اپنے رسول اللہ سے جدا ہو کر بیٹھ
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
رہنے سے خوش ہو گئے اور اس سے گھبرائے کہ اپنے
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ
اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں

اجتماعی ترقی میں جس قدر کھنڈت منافق لوگ ڈالتے ہیں کوئی نہیں ڈالتا۔ یہ لوگ ظاہر میں تو جماعت کے ساتھ رہتے ہیں بلکہ ان میں مل ملنے میں اوروں سے کچھ آگے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے دل جماعتی کارروائیوں سے متنفر رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب اجتماعی کام کا کوئی اہم موقع آتا ہے اس وقت وہ جماعت کی مدد سے اِدھر اُدھر کی باتیں بنا کر پہلو بچایا جاتے ہیں اور ایسے بہانے کرتے ہیں جنہیں ایک مخلص آدمی کوئی اہمیت نہیں دے سکتا۔ وہ عام قومی بہبودی کے کاموں میں نہ مالی مدد دینا چاہتے ہیں اور نہ کوئی جسمانی تکلیف برداشت کرنا چاہتے ہیں۔ گو وہ جماعت کی بدولت طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہیں۔ لیکن اسی کے بیرونی دشمنوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور اکثر ان کو ترغیب دیتے ہیں کہ ہمارے ملک پر چڑھائی کرو ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور اپنی جماعت کو کھلم کھلا چھوڑ کر تمہارے ساتھ مل جائیں گے۔ ایسے لوگوں سے آج کل بھی تقریباً ہر ملک کو سابقہ پڑتا ہے۔ اور شروع اسلام میں تو مسلمانوں کو ان کی وجہ سے بہت سی زحمتیں اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں۔ وہ تو یوں کہو کہ قومی اور اجتماعی بلہ بھاری تھا۔ جس کی وجہ سے انہیں نیچا دیکھنا پڑا۔ ورنہ انہوں نے مسلمانوں کے برباد کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ غزوہ تبوک کی تیاری کے وقت انہوں نے کیا کیا۔

ارشاد ہے کہ ان کا دل تو مسلمانوں کے ساتھ کبھی تھا ہی نہ تھا۔ اس موقع پر جان اور مال دونوں سے فوری مدد کے لیے آگے بڑھنے کا مطالبہ ہوا تو ان کے پران چھوٹ گئے اور بہانے گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر پر ٹھہرنے کی اجازت مانگنے آکھڑے ہوئے۔ آپ نے انہیں مجاز قرار دے کر اجازت دے دی تو ان کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا اور لوگوں سے کہنا شروع کیا۔ کہ بھلا ایسی شدت کی گرمی میں جنگلوں میں سفر کرنا کس نے بتایا ہے۔

ذرا غور فرمایئے۔ ساری قوم اپنی عزت اور نام بچانے کے لیے متحدہ طور پر کوشش کر رہی ہے اور ان کو گرمی سردی کی پڑی ہے۔ یہی لوگ خودغرض ہوتے ہیں جو اپنے عارضی آرام و راحت کی خاطر قوم کو آگے بڑھنے سے روکتے ہیں:

ہمیشہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتا ہے

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ
تو کہہ دوزخ کی آگ بہت سخت گرم ہے اگر
كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (٨١) فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا
ان کو سمجھ ہوتی سو وہ ہنسیں تھوڑا
وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
اور رویں بہت بدلہ اس کا جو وہ
يَكْسِبُوْنَ (٨٢)
کماتے تھے

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ
كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ٨١ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا
ہوتے وہ سمجھ رکھتے پس چاہئیں کہ ہنسیں تھوڑا
وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
اور روئیں بہت بدلہ اس کا جو تھے وہ
يَكْسِبُوْنَ ٨٢
کمائی کرتے

ملک کے اندر کے دغا بازوں یعنی منافقوں کا دبانا سب سے زیادہ مشکل کام ہے خاص کر اس وقت جب کہ انہیں ملک کے بیرونی دشمن کا سہارا ہو۔ ان دغا بازوں کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ ملک کے اصلی خیرخواہ وہی ہیں اور ملک جبھی پنپ سکتا ہے۔ جب ان کا اقتدار قائم ہو جائے۔ مدینے کے منافق اسی قماش کے لوگ تھے۔ وہ مسلمانوں کے بیرونی دشمنوں سے سانٹھ گانٹھ کر کے مسلمانوں کو مٹانا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہ ان کے ہم قوم اور وطنی بھائی تھے۔ لیکن مسلمانوں کو تائید غیبی حاصل تھی۔ اور ملکی بیرونی دشمنوں کو کچلنا تھا۔ غزوہ تبوک اس بات کی تمہید تھی۔ کہ غیر ملکی بیرونی دشمنوں سے بچاؤ کی صورت پیدا کی جائے۔ یہ بھلا منافقوں کو کیسے پسند آ سکتا تھا ان کی تو اس کے برخلاف یہ تمنا تھی کہ شام والے ہمارے ملک پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کو ملیا میٹ کر دیں اور یہ پھر ہماری بن آئے اور ہم ان کے بل پر مزے سے دندناتے پھریں۔ اسلام نے اس وقت ان منافقوں کا ایسا علاج پیش کیا جس کو آج کل ساری دنیا مان رہی ہے، بلکہ اس پر عمل کر رہی ہے۔ وہ علاج یہ تھا کہ منافقوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور مخلصوں اور خیرخواہوں کو ایک مرکز پر متحد کر کے جمع کر لیا جائے۔ منافق آگے چل کر خود بخود دبیٹھ رہیں گے۔

ارشاد ہے کہ یہ گرمی کی وجہ سے جنگ کے لیے نکلنا نہیں چاہتے اچھا انہیں چھوڑ دو اور مخلص لوگوں سے کہو کہ مالی اور جانی قربانی کا یہی وقت ہے۔ اور موجودہ منافقوں سے کہو کہ اچھا تم اس موسمی گرمی سے بچ لو اور سایوں میں آرام کر لو۔ اپنا مال بھی اپنے پاس رکھو ہمیں نہ تمہارے مال کی ضرورت ہے نہ تمہاری جانوں کی۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ آرام عارضی ہے آگے چل کر تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ آج تمہارے لب پر جو ہنسی ہے یہ تھوڑی دیر کی ہے۔ اس کے بدلے آگے چل کر تمہارے لیے سوا رونے کے کچھ نہیں۔ رہی گرمی سو اے عقل کے دشمنو! دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے کہیں زیادہ سخت ہے یہ گرمی تو عارضی ہے ختم ہو جائے گی لیکن وہ دائمی ہے اور کبھی نہ چھوڑے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلص کام کرنے والوں کو اپنی طاقت بڑھانے کی تدبیریں کرنی چاہئیں۔ مخالفوں سے الجھ کر سوا تضیع اوقات کے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر مخلص لوگ متحد ہو گئے تو منافق خود بخود دبیٹھ جائیں گے۔

منافقوں سے قطع تعلق

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَائِفَةٍ
پس اگر پھیر لے جائے تجھ کو اللہ طرف کسی گروہ کے
مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ
ان میں سے پھر وہ اجازت چاہیں تجھ سے نکلنے کی تو کہہ دے
لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوا
ہرگز نہ نکلو گے تم میرے ساتھ کبھی اور ہرگز نہ لڑو گے
مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ
میرے ساتھ کسی دشمن سے بے شک تم کو پسند آیا
بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا
بیٹھ رہنا پہلی بار پس بیٹھے رہو
مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾
پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَائِفَةٍ
سو اگر اللہ تجھ کو ان میں سے کسی فرقہ کی طرف پھیر
مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ
لے جاوے پھر تجھ سے نکلنے کی اجازت چاہیں تو کہہ دینا
لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوا
تم ہرگز نہ نکلو گے کبھی میرے ساتھ اور نہ کسی دشمن
مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ
سے لڑو گے میرے ساتھ تم کو پہلی
بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا
بار بیٹھنا پسند آیا سو بیٹھے رہو
مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾
پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ

جب قوم کی بہبودی کے لیے کوئی بڑا کام کرنا پڑے۔ تو عموماً ایسا ہوتا ہے۔ کہ کچھ لوگ ہمیں میں سے اس کی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ اب اگر ہمیں سچ مچ کام کرنا ہی ہے۔ تو صحیح طریقہ یہ ہوگا۔ کہ مخالفوں سے بالکل نہ الجھیں۔ بلکہ اپنے ہم خیالوں اور ہمدردوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنی مجموعی طاقت بڑھائیں۔ مخالفوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ اور جو وہ کریں کرنے دیں۔ اس آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ اگر وہ پہلے مرحلہ میں تمہاری مخالفت کرکے آگے چل کر پھر کسی وقتی غرض کے ماتحت آپ سے گھلنا ملنا چاہیں۔ تو اس وقت ان پر بھروسہ کرنے اور ان سے مل کر کام کرنے میں پوری پوری احتیاط برتنی چاہیئے۔ اگر تمہارے ساتھی مضبوط ہیں تو یہ برتاؤ ان کی جڑ بنیاد ہلا دینے کے لیے کافی ہے۔ ارشاد ہے کہ اپنی طرف سے تو ان سے نہ کچھ کہو نہ سنو۔ بلکہ ہمہ تن اپنی جماعت کو متحد اور مضبوط کرنے میں لگ جاؤ۔ لیکن اے رسول اگر کبھی اتفاق سے ان کی طرف تیرا گذر ہو اور مسلمانوں کی کوشش بار آور ہوتی دیکھ کر ان میں سے کچھ زیادہ سمجھ دار لوگ آگے بڑھیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کے لیے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو ان سے کہہ دو کہ میاں جب شامل ہونے کا موقعہ اور اس کی ضرورت تھی۔ اس وقت تو تم پیچھے ہٹنے والوں کے ساتھ مل کر بیٹھ رہے اور اب جب تمہاری ضرورت بالکل نہیں ہے تو تم کیوں خواہ مخواہ کی تکلیف اٹھا کر ہمارے سروں پر احسان کر رہے ہو۔ ہمارا کام تمہارے بغیر ہی ہوجائے گا۔ دغا باز لوگوں سے ایسی ہی احتیاط برتنی مناسب ہے کہ ان سے تو نہ الجھ جاتے مگر اپنے کام سے کام رکھا جائے۔

فاسقوں کا علاج

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ
اور نہ نماز پڑھو کبھی پر ان میں سے جو مر گیا ہو
اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ
کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر بے شک وہ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا
کافر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور مر گئے
وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾
اس حال میں کہ وہ نافرمان تھے

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ
اور ان میں کسی پر جو مر جائے کبھی نماز نہ پڑھو
اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ
اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو وہ اللہ سے
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا
اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور
وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾
نافرمان مر گئے

ارشاد ہے کہ ان فسادی شریر منافقوں سے میل جول وابھی ہی رکھو تاکہ انہیں صاف طور پر معلوم ہو جائے کہ ان کا رویہ جماعت کے نزدیک سخت قابل اعتراض ہے۔ اور وہ اپنی غلطی محسوس کر کے اپنا طریقہ درست کریں۔ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اے رسول اس کے جنازے کی نماز مت پڑھا اور مرنے کے بعد اس کی قبر پر مت کھڑا ہو۔ کہ اس نے بھی ان کے ساتھ کچھ لگاؤ ظاہر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو بحیثیت جماعت ان سے بے رخی برتنی چاہیئے۔ اس لیے ان کا امیر ایسے شخص کی نماز نہ پڑھائے جس کی بابت معلوم ہو کہ شرعی قانون کی پروا نہ کرتا تھا۔ اس کے رشتہ دار نماز جنازہ پڑھا کر اسے دفن کر سکتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بے باکی کے ساتھ کھلم کھلا اللہ اور رسول کا انکار کرتے رہے اور نافرمانی کرتے کرتے ہی مر گئے۔ تو یہ نصیب نہ ہوئی۔ ایسے لوگوں کے ساتھ جماعت کو واسطہ نہ رکھنا چاہیئے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ عبداللہ بن ابی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مر گیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام انسانی ہمدردی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائی۔ اور کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک بھی عنایت فرمائی۔ دفن کے وقت دعائے مغفرت بھی کی۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس کے بعد آپ نے کسی منافق کے جنازے اور کفن میں شرکت نہیں فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے نام بتا دیئے تھے۔ اس لیے حضرت عمرؓ کسی کے جنازے میں شریک ہوتے وقت یہ دیکھ لیا کرتے کہ حضرت حذیفہؓ اس میں شریک ہیں یا نہیں اگر وہ نہ ہوتے تو آپ بھی شریک نہ ہوتے۔ آج کل یہ مسئلہ پیچیدہ ہو گیا ہے کہ بدمعاشوں اور غنڈوں کو کیوں کر سیدھا کیا جائے۔ اس کے لیے قانون بنانے اور ان کی طرف سے ہوشیار رہنے کی عام ہدایات سے کچھ نہیں ہوتا۔ علاج یہی ہے۔ کہ جو ان آیات سے سمجھ میں آتا ہے۔ یعنی قانون پر چلنے والے عوام ان سے معاشرتی تعلق قطع کر لیں۔ تاکہ وہ بائیکاٹ سے عاجز آکر اپنے آپ کو درست کرنے پر مجبور ہو جائیں یا لڑ کر فنا ہوں۔ برادری سے خارج کر دینے سے زیادہ مؤثر ان کا کوئی علاج نہیں۔ آجکل شریر لوگوں سے برابر میل جول جاری رکھا جاتا ہے۔ اس لیے ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

اُن کی خوشحالی جنجال ہے

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ۭ
اور نہ تعجب میں ڈالے تجھ کو ان کا مال اور ان کی اولاد
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا
بات یہی ہے کہ چاہتا ہے اللہ یہ کہ عذاب میں پھنسائے ان کو
فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
دنیا میں اور نکلے جان ان کی
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
اس حال میں کہ وہ کافر ہوں

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ۭ
اور ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا
اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان کو دنیا میں ان چیزوں کے
فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
باعث عذاب میں رکھے اور ان کی جان ایسی حالت میں
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
نکلے کہ وہ کافر ہی رہیں

آج کل فریبیوں اور دغا بازوں کی ہر جگہ زیادہ تر اس وجہ سے چل رہی ہے۔ کہ وہ بڑے دولتمند ہیں۔ اور دولت کے سب نشانات کوٹھی اور کار اور نوکر چاکر۔ دربار۔ احباب اور اولاد بھی ان کی کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی سی نہ کہیں گے تو کہاں رہیں گے۔ ان کا اثر ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ وہ کہ منتظمان سلطنت' پولیس وغیرہ سب ان کی مٹھی میں ہیں اور لوگوں کو دبتے دلاتے بھی رہتے ہیں۔ اپنے طرف داروں کی آؤ بھگت بھی خوب کرتے ہیں۔ غرضیکہ دنیا میں بہشت کی سی زندگی بسر کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ ان کا طریقہ ہی کچھ اچھا ہوگا۔ جو یہ اس قدر خوشحال نظر آتے ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔ ان کی یہ دولت اور خوشحالی نرے دکھاوے کی ہے۔ اصل میں ان کا مال۔ ان کی اولاد اور ان کے زیر اثر لوگ ان کے لیے وبال جان ہیں۔ ان کے دوست احباب ان کے لیے چیں کروں کا حکم رکھتے ہیں۔ اور جب ان کا داؤ چلتا ہے۔ ان کی بوٹیاں تک نوچ رہے ہوتے ہیں۔ ہزار طرح کی دھمکیاں دے کر ان سے روپیہ اینٹھتے ہیں۔ ان کے اندرونی بھید معلوم کرتے اور ان کے واقف کار ہو کر راز فاش کرنے کی دھمکی دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں۔ اور وہ اپنا بھرم بنائے رکھنے کی خاطر ان کو ہر طرح راضی رکھنے پر مجبور ہیں۔ ادھر چور اچکے' ڈاکو الگ ان کی تاک میں ہر وقت لگے رہتے ہیں غرض ان کی نجی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو سوا پریشانی' اضطراب اور بے چینی کے اس کے کچھ نظر نہیں آتا۔ اپنی اور اپنے مال کی حفاظت کا فکر ان کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے ان کو اتنی فرصت کہاں کہ دنیا کے جھگڑوں سے ذرا سر بلند کر کے آئندہ زندگی کے لیے بھی کچھ کریں۔ اسی غفلت اور تُو تُو میں میں کے اندر ان کی جان نکل جاتی ہے۔ اور کافروں میں ان کا نام مرتے وقت درج ہو جاتا ہے۔ ایسی زندگی کسی کے لیے قابل رشک نہ ہونی چاہیے۔

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے سبق ہے۔ جو مالداروں کے ٹھاٹھوں سے مرعوب ہو کر ان کی سی کہنے لگتے ہیں۔

ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا
اور جب اتاری جاتی ہے کوئی سورت کہ ایمان لاؤ
بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ
اللہ پر اور لڑائی کرو اس کے رسول کے ساتھ مل کر
اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ
تو اجازت چاہتے ہیں مقدور والے ان کے
وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ
اور کہتے ہیں چھوڑ دے ہم کو کہ ہو جائیں ہم بیٹھنے
الْقٰعِدِيْنَ (۸۶)
والوں کے ساتھ

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ (۸۶)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر لڑائی کرو تو تجھ سے ان کے مقدور والے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دے کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں

مدینہ کے منافقوں کے عام رویّہ کا بیان ہے۔ ان لوگوں سے اس زمانے میں قرآن کی زیرِ ہدایت جو مسلمانوں نے برتاؤ اختیار کیا۔ اس سے ان کی دال نہ گلنے پاتی۔ ورنہ وہ اپنے ہی جھگڑوں میں پھنسا کر مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیتے۔ قرآن حکیم کی آیتوں نے مسلمانوں کو بتایا۔ کہ تم خلوص کے ساتھ اپنی طاقت اور جماعت بڑھاؤ۔ منافقوں کی خوشحالی اور ظاہری بناؤ سے دھوکا نہ کھاؤ۔ ہمیشہ ان کو کمزور اور نہتا بنا کر رکھنے کی تدبیر میں مصروف رہو۔ ورنہ ان کے چال چلن سے ظاہر ہے کہ یہ تم کو اگر ان کا بس چلا پنپنے نہ دیں گے۔ اس کے بعد اس آیت میں ان کے عام رویہ کی طرف پھر خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ بظاہر تم سے کیسے گھلے ملے رہتے ہیں۔ لیکن جب کام کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ تو کیسے کیسے بہانے تراش کر نکل بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کسی سورت میں حکم نازل ہوتا ہے۔ کہ اللہ کے اوپر خلوص کے ساتھ ایمان لاؤ اور جب رسول اپنے بچاؤ کے لیے دشمنوں سے لڑنے کے لیے نکلے تو تم ہر طرح اس کا ساتھ دو اور اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی حفاظت کے لیے جان اور مال کی بازی لگا دو تو اس وقت تم دیکھتے ہو کہ ان لوگوں میں سے صاحب استطاعت ہٹے کٹے، کھاتے پیتے مال دار لوگ بسورتے ہوئے آتے ہیں۔ اور مصیبت زدوں کا سا منہ بنا کر کہتے ہیں۔ کہ کیا کریں صورت کچھ ایسی آ پڑی ہے کہ ہم اس وقت آپ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے۔ ہم دل و جان سے چاہتے ہیں کہ شریک ہوں لیکن حالات اجازت نہیں دیتے۔ اس لیے ہمیں رخصت عطا فرمائیے۔ کہ انہیں لوگوں میں بادل ناخواستہ رہنے کے لیے ہمیں بھی چھوڑ دیا جائے۔ جو باہر نہیں نکل سکتے جیسے بچے، عورتیں، بوڑھے اور اپاہج۔ حالانکہ یہ سب جھوٹے بہانے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اللہ پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچھ نہیں گردانتے؛

تندرست ہو کر اپاہج بنتے ہو

رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ
راضی ہوئے اس پر کہ رہ جاویں پیچھے رہنے والیوں کے ساتھ
وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ
اور مہر کر دی گئی ان کے دلوں پر پس وہ
لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾
سمجھتے نہیں

رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ
خوش ہوئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں
وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ
اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی وہ
لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾
نہیں سمجھتے

جب آدمی کی سمجھ اس کی بے جا خواہشوں کے تابع ہو جاتی ہے۔ تو وہ اصل بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ عقل کی روشنی اس کے اندر پہنچ ہی نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے اسلام میں بڑے زور سے ہدایت کی گئی ہے۔ کہ دیکھو خراب خواہشوں سے دل کو پاک رکھو ان کا اثر دل پر نہ جمنے پائے۔ ورنہ کوئی سیدھی بات اس کے اندر جانے نہ پائے گی۔

آرام طلبی، نکمے پن، بدمعاشی وغیرہ کو صحیح اور درست دل والا کبھی اچھا نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن اگر دل پر کمینی باتوں اور خراب عادتوں کا اثر جم چکا ہے۔ تو وہ اپنی ہی دھن میں رہتا ہے۔ اور اپنی ہی سی کرنی چاہتا ہے۔ مدینے کے منافقوں کو دیکھیے۔ اسلام کی دشمنی اور جاہلانہ رسم و رواج کی محبت ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے۔ اس لیے انہیں بہت سی بری اور کمینہ خصلتوں سے بھی کوئی عار نہیں آتی۔

ارشاد ہے کہ دل کے بگڑ جانے اور عقل کے بے کار ہو جانے کی مثال اگر دیکھنی ہے۔ تو ان منافقوں کا حال دیکھو۔ کمزور دل، عورتوں اور بچوں کے زمرے میں شامل ہونے سے انہیں کوئی شرم نہیں آتی۔ بلکہ وہ بیٹھ رہنے سے بہت خوش ہیں۔ کیوں کہ انہیں بزدل اور نامرد بنا منظور ہے۔ اور مسلمانوں کا آگے بڑھنا ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ مسلمانوں کی یہ عداوت ان کے دل میں ایسی جم گئی ہے۔ کہ اب کوئی اچھی عقل کی بات اس میں جا ہی نہیں سکتی۔ سمجھ دار سمجھتے ہیں۔ کہ ان کی عقل ماری گئی ہے۔ لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ بالکل ایسی بات ہے۔ کہ ان کے دل میں اسلام کی دشمنی بھر کر اس پر مہر لگا دی گئی ہے۔ اب نہ وہ دشمنی نکل سکتی ہے۔ اور نہ کوئی سمجھ کی بات ان کے دل کے اندر جا سکتی ہے۔ اس آیت سے اشارتاً یہ بات بھی سمجھی جاتی ہے کہ دل کے اندر کسی خراب بات کے بیٹھ جانے سے آدمی عقل کی باتیں سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس لیے بری صحبتوں اور خراب اثروں سے دل کو بچانا چاہئے ورنہ اس کی تباہی میں کوئی شک نہیں۔

مومنوں کی شان

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

لیکن رسول اور وہ جو ایمان لائے اس کے ساتھ

جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ

لڑے وہ اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے

وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ز وَ

اور ان کے لیے خوبیاں ہیں اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾

وہی کامیاب ہیں

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

لیکن رسول اور اس کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے

جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

وہ اپنے مال اور جان سے لڑے ہیں

وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ز وَ

اور انہی کے لیے خوبیاں ہیں اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾

وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

منافقوں کی بابت پچھلی آیت میں کہا گیا۔ کہ یہ لوگ اسلام کو اور مسلمانوں کو کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ نہ ان کے آگے بڑھنے کی کوشش کو کوشش قرار دیتے ہیں۔ اور نہ ان کی قربانیوں کو کامیابیوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں۔ ان میں سے مالدار اور با اثر لوگ رسمی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں بنا کر جنگ میں شامل نہ ہونے کی رخصت طلب کرتے ہیں۔ معذور لوگوں میں مل کر گھروں میں بیٹھ رہنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ نہیں کہ وہ واقعی کسی طرح معذور ہیں۔ بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ ان کی سمجھ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور دل مضبوطی کے ساتھ بند ہیں کہ ان میں کوئی معقول بات سما ہی نہیں سکتی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے کاموں کو کھیل سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اور بے پروائی سے کہتے ہیں۔ کہ ابھی انہیں کسی واقعی جنگجو قوم سے سابقہ نہیں پڑا ہے۔ اور اب شام اور روم سے ٹکر لینے چلے ہیں۔ امید ہے کہ اسی مرحلہ میں تماشے کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ ورنہ انجام کار تو وہ ان کو دبا ہی لیں گے۔ اور اس میں کچھ دیر نہیں لگے گی۔ کیونکہ وہ لوگ دنیا بھر کو فتح کیے بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے ان کی کیا چل سکتی ہے۔ اور اگر بالفرض چلی بھی تو کے دن۔ ان کے برخلاف اس آیت میں اسلام کے طرف داروں کی حالت بیان کی گئی ہے۔ جو دین کی خدمت کرنے میں کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ارشاد ہے کہ منافقوں کا حال تو تم نے سنا۔ اب سچے ایمان والوں کا حال سنو۔ یہ رسول کے ماننے والے اور اس کے ساتھ اسلام کی ترقی کی ہر کوشش میں دل و جان سے حصّہ لینے والے ہیں۔ ان کی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے۔ کہ جب موقعہ ہاتھ آتا ہے اپنی جان اور مال لے کر حاضر ہو جاتے ہیں اور جو حکم ہوتا ہے۔ بلا پس و پیش بجا لاتے ہیں۔ ان اطاعت گذاروں اور فرمانبرداروں کا انجام کیا ہوگا۔ اس کا فیصلہ کرنے والے یہ منافق لوگ کون ہوتے ہیں اس کا فیصلہ ہم سے سنو۔ دو جہان کی کامیابی اور بہترین زندگی انہی کے لیے ہے۔ اور یہ ہر جگہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوں گے اور ان کا اچھا پھل پاویں گے۔

دنیا کی کامیابی تو ابھی ظاہر ہو جاوے گی۔ اور آخرت میں جو ان کو اجر ملے گا۔ اس کا بیان آگے کی آیت میں آتا ہے :۔

آخرت کا بدلہ

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے لیے باغ کہ جاری ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾
یہی ہے کامیابی بڑی

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
اللہ نے ان کے واسطے باغ تیار کر رکھے ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں رہا کریں گے
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع
یہی ہے بڑی کامیابی

غزوۂ تبوک کی تیاری کا جس حالت اور جس زمانے میں حکم ہوا ہے۔ اس کا کچھ حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مسلمان تھکے ماندے لڑائی سے اسی وقت واپس آئے تھے۔ فوراً انہیں دوسری جنگ کے لیے پھر تیار ہو جانے کا حکم ہوا۔ گرمی بلا کی تھی۔ آدمی کا دل خواہ مخواہ سایہ کی جگہوں میں آرام سے پڑے رہنے کو چاہتا تھا۔ خاص کر تھکے ماندے لوگ جو ابھی ابھی دھوپ میں سفر کر کے آئے ہوں کسی طرح آرام سے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے لیکن اس موقعہ پر مسلمانوں نے جو مستعدی دکھائی۔ خلوص اور اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ حکم ملتے ہی تمام مسلمان تعمیل حکم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور سوائے تین آدمیوں کے کوئی صاحب مقدور اس غزوہ میں شامل ہوئے بغیر نہ بچا۔ اپنی جان لے کر اس کو اسلام پر قربان کرنے کے لیے سب حاضر ہو گئے۔ جو مال دار تھے انہوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مال لا کر حاضر کر دیا۔ بلکہ بعض لوگوں نے تو حیثیت سے زیادہ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنا سب مال اٹھا لائے۔ حضرت عمرؓ نے آدھا مال دے دیا۔ حضرت عثمانؓ نے دل کھول کر مدد کی۔ اور یہ سب کسی دنیاوی لالچ کے لیے نہیں۔ بلکہ سچے دل سے اللہ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پھر ان کو جو کامیابی نصیب ہوئی یقیناً وہ اس کے مستحق تھے۔

پچھلی آیت میں ان کے لیے دونوں جہان کی عام کامیابی کا حکم سنایا گیا۔ جو دنیا میں اس طرح پورا ہوا کہ غزوۂ تبوک سے بامراد واپس ہوئے اور اطراف عالم میں ان کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور سب ان کے نام سے کانپنے لگے۔ اس آیت میں اس آرام و آسائش کا ذکر ہے جو ان کے لیے آخرت میں تیار ہے۔ انہوں نے اس غزوے میں شامل ہونے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر سایہ دار درخت، ٹھنڈا پانی، گھر کا آرام سب کچھ چھوڑا۔ ان کے لیے آخرت میں سرسبز لہلہاتے میووں سے لدے ہوئے باغ تیار ہیں۔ وہاں سے انہیں کوئی نکالنے والا نہیں۔ ہمیشہ آرام و آسائش کے ساتھ بسر کریں گے۔ ٹھنڈے پانی کی نہریں ان کے سامنے بہتی ہوں گی۔ اور ان سب نعمتوں سے جی بھر کر لطف اندوز ہوں گے۔ اس سے بڑھ کر اور کامیابی کیا ہو گی۔ دنیا کے چند روزہ عارضی آرام کو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چھوڑ کر اور ان کی فرمانبرداری میں یہاں کی دھوپ گرمی اور پیاس سہہ کر آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے آرام کا تمام سامان حاصل کر لینا واقعی خوش قسمتی کی انتہا ہے۔ اور آج بھی جو خوش نصیب یہ ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہی قربانی کا راستہ کھلا ہے۔

دیہاتیوں کا حال

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

اور آئے بہانے باز دیہاتیوں میں سے

لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ

تاکہ رخصت دی جائے ان کو اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے

كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ

جھوٹ بولا تھا اللہ سے اور اس کے رسول سے عنقریب پہنچے گا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ

ان کو جو کافر ہوئے ان میں سے عذاب

اَلِيْمٌ (۹۰)

دردناک

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

اور بہانہ کرنے والے گنوار آئے

لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ

تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے جنہوں نے

كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ

اللہ سے اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ

اور اب ان کو جو ان میں سے کافر ہیں۔ عذاب

اَلِيْمٌ (۹۰)

دردناک پہنچے گا

پچھلی آیتوں میں ان منافقوں کا ذکر ہوا جو شہر مدینہ میں آباد تھے۔ یہ لوگ غزوۂ تبوک کی تیاری کو کچھ اہمیت نہ دے کر اپنے اپنے بہانے لے کر حاضر ہوئے اور گھر بیٹھ رہنے کی رخصت طلب کی۔ اس آیت میں دیہاتیوں کا ذکر ہے۔ انہوں نے جب سنا کہ مسلمانوں کو شام کی طرف لڑائی کے ارادے سے کوچ کرنے کا حکم مل چکا ہے۔ اور لوگ اس کے لیے تیاری کر رہے ہیں تو ان میں سے بعض تو ظاہری تعلقات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس موقعہ پر ہماری شرکت مشکل ہو گی۔ علاوہ فصل کی تیاری اور موسمی گرمی کے ہمیں یہ بھی خطرہ ہے کہ آس پاس کے دشمن ہماری غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ہمارے گھر بار و مال سب لوٹ لیں گے۔ اس لیے ہمیں اجازت مل جائے کہ ہم گھر ہی پر ٹھہریں۔ یہ لوگ مُعَذِّرُوْنَ میں شامل ہیں۔ کچھ ایسے تھے کہ انہوں نے جنگ کی تیاری نہ کی۔ خبر اس کان سے سنی اور اس کان سے نکال دی۔ اور گھر سے ہلے ہی نہیں۔ یہ لوگ قَاعِدُوْنَ کہلائے۔ اس آیت میں ان دونوں کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ دیہات والوں میں سے کچھ تو ظاہری بھرم بنائے رکھنے کے لیے گھر پہ ٹھہرنے کی اجازت حاصل کرنے مدینہ آئے اور کچھ یوں ہی بیٹھ رہے۔ اور ظاہرداری کی بھی پروا نہ کی۔ یہ دونوں قسم کے لوگ قابل الزام ہیں۔ اب اگر انہیں آگے چل کر توبہ نصیب نہ ہوئی بلکہ کافر ہی جیے اور کافر ہی مرے تو ان کے لیے آخرت میں بڑا دردناک پہنچانے والا عذاب تیار ہے ہاں جن لوگوں کے عذر معقول ہیں وہ اجازت کے مستحق ہیں۔ باقی جھوٹے بہانے باز دنیا میں بھی پچھتائیں گے اور آخرت میں بھی عذاب کے مستحق ہوں گے بشرطیکہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔

مفسرین نے ان دیہاتیوں کے نام لکھے ہیں لیکن ان کے ناموں کا جاننا نہ جاننا برابر ہے۔ غرض تو یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں کا انجام معلوم ہو جائے تاکہ ہر ایک اپنی جگہ پر ڈرے۔ اور اچھی طرح سمجھ لے کہ اللہ اور رسول کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ وہاں تو خلوص اور سچے ایمان کی پوچھ ہے۔ باتیں بنانے والے کسی گنتی میں نہیں۔ ان کی بری نیتوں کا انہیں بدلہ مل کر رہے گا۔ اگر موقعہ ہوا تو دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور بالضرور۔ اور ان کی یہ سزا مسلمانوں کے لیے موجب عبرت ہے کہ وہ بھی اللہ کی اطاعت سے یونہی بہانے بنا کر تو منہ نہیں موڑ رہے :

قابلِ قبول عذر

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى
نہیں ہے ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر
وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ
اور نہ ان پر کہ نہیں پاتے جو وہ خرچ کریں
حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ
کوئی گناہ جب کہ خیرخواہ ہوں اللہ کے اور اس کے رسول کے
مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ
نہیں نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ الزام کی اور اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾
بخشنے والا مہربان ہے

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى
نہیں ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر
وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ
اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں
حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ
کچھ گناہ جبکہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دل سے صاف ہوں
مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ
نیکی کرنے والوں پر الزام کی کوئی راہ نہیں اور اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾
بخشنے والا مہربان ہے

پچھلی آیت میں جھوٹے عذر کرنے والوں اور جھوٹ موٹ کے بہانے گھڑنے والوں کا ذکر ہوا۔ اس آیت میں ان لوگوں کو گنوایا ہے۔ جن کے عذر قابل قبول ہیں۔ وہ عذر یہ ہیں۔ کمزوری۔ بیماری۔ تنگ دستی۔ ان کے علاوہ ایک اور عذر بھی قابل سماعت ہے جس کا ذکر آگے کی آیت میں آئے گا۔

ارشاد ہے کہ عورتیں، بچے، بوڑھے کمزوری کی وجہ سے معذور ہیں۔ یہ اگر لڑائی میں شامل نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو بیماری کی وجہ سے مشقت بدنی برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں وہ بھی غیر حاضر ہیں۔ مفلس لوگ بھی معذور رکھے جا سکتے ہیں۔ کیوں کہ سفر کے واسطے زادِ راہ اور لڑائی کے واسطے ہتھیار اور بچاؤ کے سامان کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر شامل ہونا اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ اگر جنگ میں شامل نہ ہوں تو ان کا عذر قبول کیا جا سکتا ہے یہ واقعی معذور ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ رہیں۔ وہ خلقی مدد سے انہیں تقویت پہنچائیں۔ تندرست مالدار لوگوں کو جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب دیں۔ ایسی کوئی بات اپنے قول و فعل سے ظاہر نہ ہونے دیں۔ جس سے دوسروں کی ہمت ٹوٹے۔ اپنی ہر بات سے نیکی اور خلوص کا ثبوت دیں۔ اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی اس مرحلے میں ہر طرح مدد جو ان کے بس کی ہے کریں۔

ایسے لوگ جو ہر قدم پر اپنے نیک ہونے کا ثبوت دیں۔ ہر الزام سے بری ہیں۔ یہ سب محسنین کے زمرے میں داخل ہیں اور محسن پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی چھوٹی موٹی خطائیں جو بہ تقاضائے بشریت سرزد ہوں اللہ معاف کرے گا۔ وہ غفور و رحیم ہے:

سواری نہ ہونا عذر ہے

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ
اور نہ ان پر جو جب تیرے پاس آئے
لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ
تاکہ سواری دے تو ان کو تو نے کہا نہیں پاتا میں وہ چیز کہ تمہیں سوار کروں
عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ
جس پر الٹے پھرے اور ان کی آنکھیں بہ رہی ہیں
مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا
آنسوؤں سے اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ
مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ ﴿۹۲﴾
وہ چیز کہ خرچ کریں

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ
اور نہ ان لوگوں پر کہ جب تیرے پاس آتے کہ تو
لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ
ان کو سواری دے تو تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں
عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ
جس پر تمہیں سوار کروں تو الٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے
مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا
آنسو بہتے تھے اس غم میں کہ نہیں پاتے
مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ ﴿۹۲﴾
وہ چیز کہ خرچ کریں

واقعی ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ کبھی کسی ایسی تحریک سے جان نہیں چُرا سکتا۔ جو جمہور نے اپنی حفاظت اور ترقی کے لیے ضروری قرار دی ہو۔ وہ اس میں جان و مال سے شریک ہونے کی ضرور کوشش کرے گا۔ اس کا دل کبھی نہیں مان سکتا کہ وہ ایسے موقعہ پر کسی کونے میں دبک کر بیٹھ رہے۔ اور اگر اس کے پاس شامل ہونے کے لیے کافی سامان نہیں ہے اور نہ کہیں سے دستیاب ہو سکتا ہے' تو اس کے دل پر ایسا صدمہ ہوگا' جیسے اپنے کسی ذاتی نقصان سے کسی کو ہو سکتا ہے۔ اس جذبۂ تعاون کا ثبوت جتنا صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دیا ہے۔ دنیا کی تاریخ کے صفحات اس سے خالی ہیں۔

ارشاد ہے کہ کچھ اللہ کے بندے جہاد کے شوق میں تیرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے ضرورت کے مطابق سامان سفر کا بندوبست کر لیا ہے۔ مگر اتنا مقدور نہیں کہ سواری کے لیے گھوڑے وغیرہ کا بندوبست کریں۔ آپ اس کا ہمارے لیے بندوبست کر دیں۔ اور جب تو ان کو یہ جواب دیتا ہے کہ میرے پاس جو سامان جمع ہوا تھا وہ سب کام میں آچکا۔ اب میرے پاس کوئی گھوڑا یا اونٹ نہیں ہے' جو میں تمہاری سواری کے لیے تمہیں دوں۔ تو وہ لوگ یہ سن کر افسردہ دل اور غمگین ہوتے ہیں اور ناکام واپس آتے ہیں اور رنج کے مارے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہوتے ہیں کہ ہائے افسوس ہمارے پاس اتنا بھی نہیں کہ سواری خرید سکیں' اور جہاد میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

تبوک کی طرف سفر چونکہ ایک دور دراز کا سفر تھا۔ اس میں بغیر سواری شامل ہونا نہایت دشوار تھا۔ اس لیے جن کے پاس سواری نہ تھی اور نہ عام چندے کے مال میں سے دی جا سکتی تھی۔ ان کو شمولیت سے معذور رکھا گیا۔ اور ان کے دل کے جذبات کو ان کی شمولیت ہی کے برابر سمجھا گیا۔

گرفت کن کی ہے؟

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ
بجز اس کے نہیں کہ الزام کا راستہ ان لوگوں پر ہے
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا
جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ دولت مند ہیں راضی ہوئے
بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ
اس سے کہ رہیں وہ رہ جانے والوں میں اور مہر کر دی
اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا
اللہ نے ان کے دلوں پر پس وہ نہیں
يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾
جانتے

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ
الزام کی راہ تو ان پر ہے
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا
جو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں اور وہ مالدار ہیں وہ اس بات
بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ
سے خوش ہوئے کہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں
اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا
اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی سو وہ نہیں
يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾
جانتے

ت: پیچھے ذکر ہوا کہ مخلص لوگ جو کسی صحیح عذر کی وجہ سے لشکر میں شامل نہیں ہو سکتے وہ واقعی معذور ہیں۔ ان پر کسی قسم کے نفاق یا بغاوت کا جرم عاید نہیں ہو سکتا۔ کمزور، بیمار، مفلس لوگ واقعی مجبور ہیں۔ ان کی عملی شرکت کی جگہ ان کا خیر خواہی کا جذبہ قبول کیا جائے گا۔ اور ان کو ان کی نیت کا ثواب ملے گا۔ اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے۔ جو ملی غدر اور بغاوت کے الزام کے سزاوار ہیں۔

ارشاد ہے کہ مواخذہ تو صرف ان سے ہو گا۔ جن کے دل قومی خیر خواہی سے خالی ہیں اور ان لوگوں کی مدد سے گریز کرتے ہیں جن کے دل انسانی حقوق کے حاصل کرنے کے لیے جان اور مال کی قربانی کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔ ان کا زبانی یہ کہنا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں کسی کام کا نہیں۔ کیونکہ ان کے دل صحیح جذبے سے خالی ہیں اور وہ اپنی قوم کی فتح کے بجائے ان کو نیچا دکھانے کے درپے ہیں اور ان کے دشمنوں کی اخلاقی مدد کر رہے ہیں۔ ایسے موقعہ پر کہ جب ساری قوم اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو کر اپنا حق زندگی طلب کر رہی ہے۔ یہ لوگ عورتوں اور اپاہجوں کے زمرے میں اپنا نام لکھانے پر راضی ہیں۔ ایسے پُرفریب اور دغاباز لوگوں کے کرتوت کیا انہیں دُنیا اور آخرت میں ترقی اور عزت دلا سکتے ہیں نہیں بلکہ وہ تو ان کے دلوں کو اصلی عزت اور ترقی کی باتوں کی طرف سے پورے طور پر ہٹا چکے ہیں۔ ان کے بُرے خیالات اور اعمال نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اللہ عزوجل نے بھی حسبِ ضابطہ حکمت ان کی اس مُہر کو برقرار رہنے دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب ان کے لیے صحیح اور درست باتوں کے جاننے کا کوئی موقع نہیں رہا ہے۔ ان کی عقل ان کی بیجا خواہشوں کی یار و مددگار ہو گئی ہے۔ اب جو بھی یہ سوچتے ہیں وہ ٹیڑھی ہی بات ہوتی ہے۔ سیدھی اور اصلی راہ سے یہ بالکل نکل چکے ہیں۔ نہ ان کی خود غرضی انہیں حق بات کو دیکھنے دیتی ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو قوم اپنے انسانی بنیادی حقوق حاصل کرنے کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اتر چکی ہو، ان کی مدد یا کم سے کم اخلاقی ہمدردی، ہر راست باز سیدھی چال چلنے والے انسان کا فرض ہے اور یہ فرض اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ جب لڑنے والے اس سے اور بھی رشتے رکھتے ہوں:

واپسی پر پھر اپنا رونا روئیں گے

یَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ
عذر کرتے رہیں گے وہ تمہارے پاس جب واپس جاؤ گے تم
اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ
ان کی طرف کہہ دے عذر نہ کرو ہرگز ہم یقین نہ لائیں گے تمہارا
قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَ سَيَرَى
بتا دیا ہے ہمیں اللہ نے سب حال تمہارا اور عنقریب دیکھے گا
اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ
اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر لوٹائے جاؤ گے تم
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ
طرف جاننے والے پوشیدہ اور ظاہر کے
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾
پھر وہ تم کو بتائے گا جو تھے تم کرتے

یَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ
بہانے لائیں گے تمہارے پاس جب تم ان کی طرف پھر کر
اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ
جاؤ گے تو کہ بہانے مت بناؤ ہم تمہاری بات ہرگز
قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى
نہ مانیں گے ہم کو اللہ تمہارے احوال بتا چکا ہے اور ابھی دیکھے گا
اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ
اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر تم اس چھپے
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
اور کھلے کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾
پھر وہ تم کو بتائے گا جو تم کر رہے ہو

یَعْتَذِرُوْنَ (بہانے کریں گے) مضارع کا صیغہ ہے جو اعتذار سے بنا ہے جس کا مادہ عذر ہے۔ عذر کے معنی ہیں کسی کام کے نہ کرنے کی جھوٹی یا سچی وجہ بتانا۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ کام کا حکم کرنے والا ناراض نہ ہو جائے۔

نَبَّاَ (خبر دے دی) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تَنْبِئَةٌ ہے جو نَبَاءٌ سے بنا ہے۔ نَبَاءٌ کے معنی خبر کے ہیں۔ اس سے نَبَّاَ اور اَنْبَاءُ فعل بنائے گئے ہیں اور دونوں کے معنی خبر دے دینا، حال بتا دینا ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (چھپے اور کھلے کا جاننے والا) غیب وہ چیز ہے جو انسان کو نظر نہ آئے اور شہادۃ کھلی ظاہر چیز ہے۔ اس سے مراد اللہ عزوجل ہے۔ کیوں کہ وہ ظاہر اور باطنی دونوں قسم کی چیزوں سے واقف ہے۔

غزوۂ تبوک کے وقت منافق لوگوں نے جھوٹے بہانے بنا کر شرکت سے معافی چاہی۔ پھر جب مسلمان غزوہ سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے۔ تو وہی منافق دوبارہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔

ارشاد ہے کہ جب تم تبوک سے واپس آئے۔ تو یہ منافق پھر جھوٹے عذر لے کر آ گئے۔ ان سے کہہ دو کہ تمہارا سارا حال اللہ نے ہمیں بتا دیا ہے۔ اب تم آئندہ کی فکر کرو۔ کیونکہ اللہ تمہارے دل کی تہ سے واقف ہے۔ اب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری کرتوتوں پر نگاہ رکھیں گے۔ اور ان کے مطابق تمہیں سزا یا جزا ملے گی۔ مرنے کے بعد تم اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور وہ تمہاری چھپی اور کھلی باتیں کھول کر تمہارے سامنے رکھ دے گا۔

منافقوں کے ساتھ برتاؤ

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ
اب وہ قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے آگے جب واپس آؤ گے
اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا
ان کی طرف تاکہ تم درگذر کرو ان سے پس درگذر کرو
عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ
ان سے بے شک وہ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا
جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
دوزخ ہے بدلے ہیں اس کے جو تھے وہ
يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾
کماتے

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ
اب جب تم ان کی طرف پھر کر جاؤ گے تو تمہارے سامنے
اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا
اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگذر کرو سو تم ان
عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ
سے درگذر کرو بے شک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا
جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
دوزخ ہے ان کے کاموں کے
يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾
بدلے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لشکر سمیت جب غزوہ تبوک سے واپس آئے تو منافق جو پہلے جھوٹے بہانے کر کے گھر بیٹھ رہے تھے۔ جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہونے سے خوف زدہ ہوئے۔ کہ کہیں پچھلی باتوں کی وجہ سے ہم سے باز پرس نہ کر لی جائے اگر ایسا ہوا تو ممکن ہے کچھ سزا ملے۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس تشریف لانے پر فوراً دوڑے آئے اور نئے سرے سے اپنے قصور کی معذرت پیش کرنے لگے۔ منشا یہ تھا کہ مسلمان ہم سے ناراض نہ ہوں۔

ارشاد ہے کہ جب تم واپس مدینہ پہنچ جاؤ گے۔ تو یہ منافق لوگ تمہارے پاس آئیں گے۔ اور چاپلوسی اور خوشامد شروع کر دیں گے مقصد یہ ہوگا۔ کہ ان کی پچھلی خطاؤں کی وجہ سے ان کی گرفت نہ کی جائے۔ اور معاملہ کو رفع دفع کر دیا جائے اور مل جل کر ہنسی خوشی جیسے پہلے رہتے تھے رہتے رہیں۔ دل میں رنجش باقی نہ رہے بالکل راضی ہو جائیں۔

[illegible] سے تعرض نہ کرو۔ اور ان کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ کیوں کہ یہ لوگ مجسم ناپاکی اور گندگی ہیں۔ گندگی کا ایک طرف پڑا رہنا ہی اچھا ہے۔ ورنہ اس کے چھیڑنے سے سوائے بدبو پھیلنے کے کچھ نتیجہ نہ نکلے گا۔ دنیا میں تمہیں ان کے ساتھ یہی [illegible] حالات کے لحاظ سے ضروری ہوگیا ہے۔

آخرت میں تو تمہیں ان سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اور بالکل پیچھا چھوٹ جائے گا۔ کیوں کہ ان کے اعمال تمہارے اعمال سے بالکل جدا ہیں۔ ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان کی سزا بھگتیں گے۔ اور تم اللہ کی فرماں برداری کے عوض میں جنت میں ہو گے۔ اور ان کے اعمال انہیں کھینچ کر دوزخ میں لے جائیں گے۔ اور وہی ان کا ٹھکانا ہوگا۔

یہ طے شدہ بات ہے۔ کہ آخرت میں آدمی وہیں جائے گا۔ جہاں کسی کے عمل اسے لے جائیں گے۔ اور قرآن [illegible] تعلیم کا نچوڑ یہی ہے۔

اللہ نافرمانوں سے راضی نہیں

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ
تمہارے سامنے وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ
فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى
سو اگر تم ان سے راضی ہو گئے تو اللہ نافرمان
عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾
لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ
قسمیں کھائیں گے تمہارے آگے تاکہ راضی ہو تم ان سے
فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى
پس اگر تم راضی ہوئے ان سے تو تحقیق اللہ نہیں راضی ہوتا
عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾
ان لوگوں سے جو نافرمان ہیں

ارشاد ہے کہ منافقوں کی ساری قسمیں اور خوشامدانہ باتیں اس لیے ہیں کہ کسی طرح تم ان سے راضی ہو جاؤ لیکن یہ نادان لوگ نہیں جانتے کہ آدمیوں کا راضی کرنا تو فقط اس عارضی دنیاوی زندگی کی سہولتیں حاصل کرنے کے لیے کام آ سکتا ہے۔ آخرت میں جا کر تو اللہ سے کام پڑے گا اور یہ دنیا کا سب دھندا یہیں رہ جائے گا۔ ان کو چاہیے کہ اگر یہ کچھ عقل رکھتے ہیں تو اللہ کو راضی کریں۔ اللہ کے راضی کرنے کا طریقہ اللہ نے واضح طور پر بتا دیا ہے اور چونکہ انسان کے لیے یہی بات سب سے اہم ہے کہ وہ اللہ کو راضی کرے۔ اس لیے اللہ عزوجل نے اس کے لیے خاص انتظام کیا ہے۔ اس نے وقتاً فوقتاً اپنے رسول دنیا میں بھیجے۔ ان کو کتابیں عطا فرمائیں اور حکم دیا کہ یہ کتابیں ان کو پڑھ کر سنا دو اور سمجھا دو کہ جو کچھ ان میں لکھا ہے، ان کے مطابق عمل کریں۔ تاکہ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور آخرت میں دائمی عیش و آرام نصیب ہو۔ جو اللہ کے راضی کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

آخر میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم دے کر بھیجا۔ کہ اگر اللہ کو راضی کرنا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنو۔ وہ تم کو قرآن مجید پر عمل کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔ تاکہ تم اللہ کو راضی کر سکو۔

اس آیت سے اشارہ نکلتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں بُروں سے پالا پڑتا ہے۔ ان کے ساتھ معافی اور درگزر کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ اپنی گندگی کو پھیلا کر فضا کو ناقابل زیست نہ بنا دیں اور ان کو نرمی سے سمجھاتے رہنا چاہیے کہ ہمیں فقط دنیا ہی کا خیال کسی طرح زیبا نہیں۔ بلکہ آخرت کا فکر بھی ضروری ہے۔ اس لیے اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا بندوبست کرنا مناسب ہے۔ یہی عفو، درگزر اور میل ملاپ کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیدائشی خوش اخلاقی اور قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق شروع سے دنیا میں پھیلانا چاہا تھا لیکن شریر لوگوں نے نہ مانا اور مسلمانوں کو جنگ پر مجبور کر دیا۔ اسلام کو فقط یہ سمجھانا مقصود ہے۔ کہ زندگی صرف دنیا ہی کی زندگی نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی ایک زندگی ہے۔ اس لیے دونوں کے سنوارنے کا خیال کرنا چاہیے۔ دنیا میں پھنس کر آخرت کی زندگی کو نہ بھولنا چاہیے۔

دیہاتیوں کا حال

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا
دیہاتی لوگ زیادہ سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں
وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ
اور اسی لائق کہ نہ سیکھیں وہ خاص طریقے
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ
جو نازل کیے اللہ نے اپنے رسول پر
وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾
اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا
گنوار کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں
وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ
اور اسی لائق ہیں کہ وہ قواعد جو اللہ تعالیٰ نے
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ
اپنے رسول پر نازل کیے نہ سیکھیں
وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾
اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

اَجْدَرُ زیادہ موزوں ہیں، افعل التفضیل ہے جَدُرٌ سے۔ جدر کے معنی لائق ہونا۔ قابل ہونا۔ اس سے صفت جدیر ہے۔ اور جو مقابلے میں دوسرے سے زیادہ ہو اسے اجدر کہتے ہیں۔ عام بول چال میں اس کے یہ کہتے ہیں۔ یہ اسی جوگا ہے۔ اور کچھ نہیں کرسکتا۔ شہر کے باشندے اخلاق و آداب جلدی سیکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ماحول میں تربیت کے ذرائع پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے دیہات کے باشندے سخت مزاج ہوتے ہیں اور نئی باتوں کو جلدی نہیں سیکھتے۔ پہلے شہری باشندوں کی بابت ذکر ہوا۔ کہ ان میں کافر منافق اور خالص ایمان والے تینوں قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مزاج کی صلاحیت چاہتی ہے کہ اچھی باتوں کو جلدی سیکھ لیں۔ دیہاتی ان کے مقابلے میں زیادہ اکھڑ ہوتے ہیں۔ چنانچہ شہری اور دیہاتی کا فرق روزمرہ مشاہدے میں آتا ہے۔ پھر بھی ان میں لوگوں کی یہ تینوں قسمیں موجود ہیں اس آیت میں دیہاتیوں کا عام حال بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ عام طور پر دیہات کے رہنے والے گنوار اپنی پرانی عادتوں پر زیادہ جمے ہوتے ہوتے ہیں۔ ان میں اونچی باتوں کے سوچنے سمجھنے والے کم ہوتے ہیں۔ کفر اور نفاق جب ایک دفعہ ان میں رائج ہو چکا۔ تو اب ان عادتوں کو وہ سختی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں۔ اور دونوں میں طاق ہیں۔ ان لوگوں کی طبیعتیں ہی ایسی ہوگئی ہیں۔ کہ یہ کسی نئے قاعدے اور طریقے کے سیکھنے میں بہت سست ہوتے ہیں۔ یہ ان باضابطہ قواعد و احکام کو جنہیں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے سکھایا سیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ مگر اللہ سب کی طبیعتوں کی افتاد اور قابلیت سے واقف ہے۔ اور وہ ہر ایک کے ساتھ اس کی قابلیت اور لیاقت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اس لیے ان کے لیے مشکل کام نہیں رکھے گئے۔ اور ان کو وہ بلند درجے بھی نہیں دیئے جائیں گے۔ جو شائستہ مزاج عقلمندوں کے لیے رکھے گئے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کا مزاج درست کرنے میں اس کے اردگرد کے حالات کو بہت دخل ہے۔ مہذب لوگوں میں رہنے سے ہی آدمی بڑی حد تک درست ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ تعلیم و تربیت کے لیے ماحول کو درست کرنا نہایت اہم عنصر ہے۔

دیہاتی ماحول کا اثر

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا
اور بعض گنوار ایسے ہیں کہ سمجھتے ہیں تمہارے لیے
يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ
جو وہ خرچ کریں تاوان اور دیکھ رہے ہیں تمہارے لیے
الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ
گردشوں کی انہی پر ہے گردش تباہی کی
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۹۸)
اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا
اور بعض گنوار ایسے ہیں کہ اپنے خرچ کو تاوان
يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ
شمار کرتے ہیں اور تمہارے لیے زمانے کی
الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ
گردشوں کا انتظار کرتے ہیں انہی پر آ رہی ہے بُری گردش
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۹۸)
اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

مَغْرَمٌ (تاوان) اس کا مادہ غ۔ر۔م ہے اور اسی سے غَرَامَۃٌ بنا ہے۔ جو فقہ میں مستعمل ہے۔ ان دونوں کے معنی جرمانہ، تاوان ہیں جس کو عام طور پر چٹی بھی کہتے ہیں۔ یعنی وہ رقم جو زبردستی یا دلِ نخواستہ ادا کرنی پڑے۔

اس سے پہلی آیت میں گاؤں والوں کی عام کیفیت بیان کی گئی۔ ان کی تعلیم و تربیت شہریوں سے مختلف طریقے پر ہوتی ہے۔ اور ان کے رہنے سہنے کے طریقے ان کو شائستہ اور مہذب نہیں ہونے دیتے۔ اگر کوئی ان کو کچھ سکھانا چاہے۔ تو مناسب فضا میسر نہ ہونے کی وجہ سے اس کو موٹی موٹی باتیں سکھانے پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ قانونی حد بندیوں کو یہ لوگ کم خاطر میں لاتے ہیں۔ اسلام کے جس زمانے کا ان آیات میں ذکر ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو مفت کا تاوان اور ڈنڈ سمجھتے تھے۔ کیونکہ دل میں اللہ کی اور اس کے مقرر کیے ہوئے قانونوں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی۔ اس لیے وہ اپنی رقم خرچ کرتے ہوئے جز بز ہوتے تھے اور کہتے تھے یہ مسلمان کہاں سے پیدا ہو گئے جو ہر وقت ہم لوگوں سے مالی امداد اور چندے وصول کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہ ہوں تو کیسی بےفکری سے زندگی بسر ہو۔ مسلمانوں کو کوستے تھے اور ہر وقت اس انتظار میں رہتے تھے۔ کہ ان پر کوئی ایسی مصیبت پڑے۔ کہ جس سے ہمیں ان کے پنجے سے رہائی ملے اور ہم آزادی کے ساتھ جو چاہیں کریں اور ان کی پابندیوں سے چھٹکارا نصیب ہو۔

ارشاد ہے کہ کچھ ان گنواروں میں سے زکوٰۃ۔ صدقات اور رفاہِ عام کے کاموں میں روپیہ دینے کو چٹی سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان تباہ ہو جائیں۔ تو یہ بھی اسلام سے نکل جائیں۔ لیکن مسلمان تو اپنے مخلص عملوں کی وجہ سے اللہ کی مدد پا کر کامیاب ہوں گے۔ اور یہی لوگ اپنے نفاق کی وجہ سے برباد ہونگے۔ اللہ اپنے تمام بندوں کی سنتا ہے۔ اور وہ ہر ایک کی رگ رگ سے واقف ہے۔ ان کے اعمال اسی قابل ہیں کہ ان پر بڑی بڑی مصیبتیں نازل ہوں۔

بعض دیہاتی اچھے بھی ہیں

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
اور بعض دیہاتی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور دن پر
الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ
آخرت کے اور گردانتے ہیں جو وہ خرچ کرتے ہیں نزدیکیاں
عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ
اللہ سے اور دعائیں رسول کی سن رکھو
اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ
یقیناً وہ نزدیکی ہے ان کے لیے جلد داخل کرے گا ان کو
اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
اللہ اپنی رحمت میں بے شک اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾
مہربان ہے

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
اور بعض گنوار وہ ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے
الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ
دن پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے خرچ کرنے کو اللہ کے نزدیک
عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ
ہونا اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں سنو!
اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ
بے شک وہ ان کے لیے نزدیکی کا وسیلہ ہے اللہ ان کو
اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲
مہربان ہے

قُرُبٰتٍ: نزدیکیاں، قُرْبَةٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی نزدیکی کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہے نزدیکی کا وسیلہ۔

صَلَوٰتٌ: دعائیں، صَلٰوۃٌ کی جمع ہے۔ بڑے آدمیوں کی دعائیں صلوات کہلاتی ہیں۔ یہ عجیب تماشا ہے کہ اردو میں اس کے معنی بُرا کہنے اور گالیوں کے ہیں۔ محاورہ ہے کہ "میں نے بھی اسے خوب صلواتیں سنائیں"۔ خوب، برعکس نہند نام زنگی کافور

پہلے ذکر تھا کہ بعض دیہاتی تعلیم و تربیت سے محروم ہونے کی وجہ سے اچھے اخلاق سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اور اگر انہیں کچھ اللہ کی راہ میں دینا پڑ جائے تو منہ بناتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو کوستے ہیں کہ ان کا ناس ہو۔ یہ ہم پر خرچ کا بار ڈالتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ سے غافل ہیں اور اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اگر اللہ کو اور قیامت کے دن کے حساب اور اعمال کی جزا سزا کو برحق مانیں تو ممکن نہیں ایسی نادانی کی باتیں کریں۔ ان کے مقابلے میں بعض دیہاتی اچھے بھی ہیں۔ وہ اپنی پیدائشی نیک مزاجی کی وجہ سے گاؤں کی خراب فضا سے متاثر نہیں ہوتے۔ انہیں اس بات کا یقین آ جاتا ہے کہ اللہ برحق ہے۔ اور قیامت کا دن برحق ہے۔ اس میں ہمیں ہمارے اعمال کی جزا یا سزا ملے گی۔ اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ ان دیہاتیوں میں بعض اچھے لوگ بھی ہیں۔ ان کی فطری صلاحیت انہیں نیک کاموں اور اچھے خیالوں سے محروم نہیں ہونے دیتی۔ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں۔ اس کو اللہ کا قرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اچھی طرح سن لو کہ ان کی یہ امید پوری ہو گی۔ اور اللہ ان کو اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کا بیڑا پار کریں گی۔ اللہ ان کے قصور بخش دے گا۔ اور ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

اسلام لانے والوں کا انعام

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ
سبقت کرنے والے سب سے پہلے مہاجرین میں سے
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ
اور انصار سے اور وہ جو پیرو ہوئے ان کے اچھائی کے ساتھ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے
وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا
اور تیار کر دیے ان کے لیے باغات بہتی ہیں نیچے ان کے
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ
نہریں رہنے والے انہی میں ہمیشہ یہی
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۰۰)
کامیابی ہے بڑی

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ
اور مہاجرین اور انصار میں سے جنہوں نے سبقت کی اور
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ
اور وں سے پہلے ایمان لائے اور جو نیکی کے ساتھ ان کے پیرو
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
ہوئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے
وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا
اور تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغ کہ جن کے نیچے بہتی
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ
ہیں نہریں رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۰۰)
بڑی کامیابی ہے

جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کوئی وقعت نہ دی۔ ان لوگوں نے دین تو کھویا ہی۔ دنیا سے بھی تھوڑے دنوں میں ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن کچھ لوگ اللہ کے سعادت مند بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے فوراً لپکے۔ اور آپ کی مدد کے لیے کمر کس لی۔ اس کے بعد اوروں نے بھی ان کی تقلید کی۔ اور یکے بعد دیگرے اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ انہوں نے دنیا میں کامیابی حاصل کی۔ اور آخرت میں بھی انعام و اکرام کے مستحق ہوئے۔ مخالفوں کے حالات بیان کرنے کے بعد اس آیت میں دعوت اسلام قبول کرنے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ان میں بھی چند طبقے تھے۔ کچھ تو سننے کے ساتھ ہی فوراً ایمان لے آئے اور کچھ ان کے بعد رفتہ رفتہ داخل اسلام ہوتے رہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ داعی اسلام کی آواز سنتے ہی لپکے۔ اور اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئے۔ جن میں سے بعض مکّہ کے رہنے والے مہاجر اور بعض مدینہ کے باشندے انصار تھے۔ ان سے اور نیز جو لوگ نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ ان کے بعد یکے بعد دیگرے اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ ان سب سے اللہ راضی ہُوا۔ اور وہ بھی اللہ سے راضی ہوئے۔ یعنی ان کی نیک نیتی اور خلوص کو اللہ نے پسند فرمایا۔ اور انہوں نے بھی سب کچھ چھوڑ کر اللہ کا سہارا لیا۔ اور اس کی اطاعت میں تکلیفیں جھیلنے کو تیار ہو گئے۔ ان سب کے لیے اللہ نے سرسبز و شاداب باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ حقیقت میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

اردگرد کے لوگوں کا حال

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ
اور ان میں جو تمہارے گرد ہیں دیہاتیوں میں سے
مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا
منافق ہیں اور مدینے والوں میں سے کچھ اڑے ہوئے ہیں
عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ
نفاق پر نہیں جانتا تو ان کو ہم انہیں جانتے ہیں
سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ
عنقریب انہیں ہم عذاب دیں گے دو بار پھر وہ لوٹائے جائیں گے
اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ (۱۰۱)
طرف عذاب عظیم کے

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ
اور بعض تمہارے گرد کے گنوار
مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا
منافق ہیں اور بعض مدینے کے لوگ نفاق پر
عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ
اڑ رہے ہیں تو ان کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں
سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ
عنقریب انہیں ہم عذاب دیں گے دو بار پھر وہ بڑے عذاب
اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ (۱۰۱)
کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

وقف منزل مع ا

مَرَدُوْا (اڑ گئے) ماضی کا صیغہ ہے۔ جو مادہ م۔ر۔د سے بنا ہے۔ اسی مادہ سے بنا ہوا تمرّد ایک مشہور لفظ ہے۔ تمرّد کے معنی عربی میں سرکشی کے ہیں۔ جس کا نتیجہ کسی بات پر بےجا طور سے اڑ جانا ہوتا ہے۔ تمرّد میں یہ معنی بالکل ظاہر ہیں یعنی تکبّر کے ساتھ سرتابی کرنا۔

پچھلی آیتوں میں دیہاتی لوگوں کی عادتوں اور مزاج کا ذکر تھا۔ کہ اسلام جو پابندیاں عاید کرتا ہے وہ اس سے گھبراتے ہیں خاص کر خرچ سے تو بالکل جان چراتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا ذکر تھا۔ کہ بعض دیہاتی سلجھی ہوئی طبیعت کے ہوتے ہیں اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان ایمانداروں کے صدقات و خیرات ضرور انہیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔

اس آیت میں مدینہ اور اس کے گرد و نواح کی آبادی کا حال مسلمانوں کے آگے بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے کہ مدینہ کے گرد و نواح کے گاؤں کے بعض لوگ منافق ہیں۔ جو ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ اور مدینہ میں بھی بہت سے لوگ ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ ان کی ظاہری وضع اور رویّہ سے یہ کہنا مشکل ہے کہ محض دکھاوے کے مسلمان ہیں۔ لیکن اللہ کو ان کا سارا حال معلوم ہے۔ ان کو دو دفعہ سزا دی جائیگی۔ یک تو ان کو دنیا کی مصیبتوں میں پھنسایا جائے گا۔ ذلیل و خوار کیا جائے گا۔ پھر عذاب قبر میں مبتلا ہونگے۔ آخرکار قیامت کے دن ان کو بہت بڑے عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

اس میں اشارہ ہے کہ کسی دنیاوی غرض کے لیے بظاہر مسلمان بن جانا انجام کار عذاب سے نجات نہیں دلا سکے گا۔ نجات کے لیے ضروری ہے۔ کہ دل میں ایمان ہو۔

خطاکار مسلمان

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ

اور کچھ لوگ ہیں کہ اقرار کیا اپنے گناہوں کا

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا

ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بُرا

عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ

توی امید ہے اللہ سے کہ پھر توجہ کرے ان پر

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾

تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ

کچھ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا

اور ایک نیک کام اور دوسرے بد کام کو ملا دیا

عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ

امید ہے کہ اللہ ان کو معاف کرے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

مسلمانوں کو ان عام لوگوں کے احوال سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ جو اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ ان میں سے کچھ دیہات کے اور کچھ شہر مدینہ کے باشندے دل سے مسلمان نہیں ہوئے ہیں۔ ظاہر میں باتیں مسلمانوں کی سی کرتے ہیں۔ لیکن دل میں ایمان کا ذرا اثر نہیں ہے۔ مسلمانوں میں ملے رہتے ہیں۔ لیکن موقعہ پر ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے انہیں نقصان پہنچے۔ ان لوگوں کا ظاہری اسلام کچھ کام نہ آئے گا۔ یہ بدباطن لوگ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ ان کو ایک دفعہ تو دنیا میں ان کے اس دوغلے پن کا برا پھل ملے گا۔ دوسری مرتبہ قبر میں بے چینی نصیب ہوگی۔ اور ان کے کرتوت ڈراؤنی شکلیں اختیار کر کے ان کو دکھ درد میں پھنسائے رکھیں گے۔ تیسری مرتبہ آخرکار جہنم کے کندے بن جائیں گے اور بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ دل سے اللہ کو مانتے ہیں اور رسول کو برحق مان کر ان کے فرمان پر چلتے ہیں۔ لیکن طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے کوئی گناہ کا کام بھی ان سے سرزد ہو جاتا ہے۔ اور جب ہوش میں آتے ہیں۔ تو اپنے گناہ پر نادم ہوتے ہیں اور اپنی خطا کا اقرار کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن پھر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے۔ اور گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ تو پھر توبہ کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ بھلے اور بُرے کام ملے جلے کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان کے دل میں ایمان صحیح موجود ہے۔ اس لیے امید ہے کہ اللہ ان کی خطاؤں سے درگذر فرمائے گا۔ اور ان کو اپنے جوار رحمت میں پناہ دے گا۔ کیونکہ اس کی مغفرت اور رحمت بہت وسیع ہے۔ اکثر مسلمان اسی طبقہ کے اندر داخل نظر آتے ہیں ان کو چاہیئے کہ شرک سے دور رہیں۔ اور بشریت کے تقاضے سے کوئی گناہ سرزد ہو۔ تو فوراً اللہ کے سامنے حاضر ہو کر عاجزی سے گڑگڑا کر معافی کے خواستگار ہوں۔ سچے دل سے توبہ کریں۔ جان بوجھ کر نافرمانی نہ کریں۔ امید ہے کہ اللہ ان کی خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔

نیک کاموں کی ترغیب

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

لے ان کے مالوں میں سے صدقہ

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ

کہ پاک کرے تو ان کو اور برکت پیدا کرے ان میں اس سے اور دعا کر

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ

ان کے حق میں تحقیق تیری دعا تسکین ہے ان کے لیے

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۰۳﴾

اور اللہ سننے والا جاننے والا

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

لے ان کے مال میں سے صدقہ کہ تو ان کو

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ

پاک اور بابرکت کرے اس کی وجہ سے اور دعا کر

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ

ان کے لیے بلاشبہ تیری دعا ان کے لیے باعث [illegible] ہے

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۰۳﴾

اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے

تُطَهِّرُ (پاک کرے تو ان کو) مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تطہیر ہے جس کے معنی پاک کرنا ہیں۔ اس کا مادہ ط۔ ہ۔ ر ہے۔ اس سے دو لفظ طہر اور طہارت بہت مستعمل ہیں۔ دونوں کے معنی پاکی اور ستھرائی ہیں۔

تُزَكِّيْ (بڑھاتے ان کو) مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تزکیہ ہے۔ اس کے معنی زیادہ کرنا اور بڑھانا ہیں۔ اس کا مادہ ز۔ک۔و ہے۔ جس سے لفظ زکات بہت مشہور ہے۔ اس کے معنی ہیں صدقہ۔ اپنے مال سے محتاج کو دینا یہ بڑھوتری اور زیادتی کا باعث ہوتا ہے۔ اور اسی کو برکت کہتے ہیں۔ زکات جس کو زکوٰۃ بھی لکھتے ہیں۔ مال کے بڑھنے اور اس میں برکت کا باعث ہے۔ پچھلے سبق میں ذکر کیا گیا۔ کہ بہت سے اللہ کے بندے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ لیکن گناہ بھی کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ فوراً توبہ کریں۔ اور نیک کام کریں۔ کیونکہ نیک کام کرنے سے برائیوں کا کفارہ ہوتا رہتا ہے۔ اس آیت میں ایک خاص نیک کام کا ذکر ہے جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور سوسائٹی کی حالت سدھرتی ہے۔ اور عام لوگ فقر و فاقہ کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا نہیں ہوتے۔ ارشاد ہے کہ ان کی کمائی میں سے محتاجوں کے لیے صدقہ لیا کریں۔ کیونکہ صدقہ ان کو برائیوں سے پاک کرے گا اور لوگ نسبتاً خوشحال ہوں گے۔ لوگوں کی خوشحالی بھلے کاموں کی طرف بلانے کا موقع دیتی ہے۔

پھر ان لوگوں کے لیے دعا بھی کر۔ کیونکہ تیری دعا سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوگا۔ اور اس بات سے کہ اللہ اور رسول ہمارے حامی ہیں۔ ایک ہم پر رحمت کی بارش کر رہا ہے اور ایک ہماری بہتری کی دعائیں مانگ رہا ہے۔ ان کے دل میں اچھے کام اور صدقہ اور خیرات کرنے کی امنگ پیدا ہوگی۔ اور آپس کا میل جول بڑھے گا۔ نیک کام کرنے کو اور زیادہ جی چاہے گا۔ آپس میں بھی اچھی باتوں کے مذاکرے کا موقع ملے گا۔ اللہ ان سب باتوں کا سننے والا اور دل کے ارادوں کا جاننے والا ہے۔ وہ ان کو نیکی کے راستے پر چلنے کی توفیق دے گا اور ان پر مہربانی فرمائے گا۔

اللہ سب کے کام دیکھ رہا ہے

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ
کیا نہیں جانا انہوں نے کہ اللہ خود قبول کرتا ہے
التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ
توبہ اپنے بندوں کی اور لیتا ہے صدقے
وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾
اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے
وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ
اور کہہ عمل کیے جاؤ پس دیکھے گا اللہ تمہارے عمل
وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ
اور اس کا رسول اور ایمان والے اور جلد لوٹائے جاؤ گے تم
إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم
طرف جاننے والے چھپے اور کھلے کے پس وہ بتا دیگا تمہیں
بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾
جو تھے تم کرتے

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ
کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ بندوں کی توبہ
التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ
قبول کرتا ہے اور صدقے لیتا ہے
وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾
اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے
وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ
اور کہہ دو کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے اللہ اور اس کا رسول
وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ
اور مسلمان تمہارے عملوں کو دیکھ لیں گے پھر تم لوٹائے جاؤ گے
إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم
چھپے اور کھلے کے جاننے والے کی طرف پھر وہ
بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾
تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے

اَلصَّدَقٰتِ (صدقے) یہ صَدَقَۃٌ کی جمع ہے جو اس سے پہلی آیت میں گذرا۔ صَدَقَۃ کا مادہ ص۔ د۔ ق ہے۔ اس سے دو لفظ صدق اور صداقت مشہور ہیں۔ پہلے کے معنی سچائی اور دوسرے کے معنی خیرخواہی اور دوستی کے ہیں۔ سچائی اور دوستی میں گہرا تعلق ہے۔ دوست وہی ہے جس کا دل سچا کھلا ہوا ہو۔ صدقہ اس چیز کو کہتے ہیں جو سچائی اور خیرخواہی اور خوشی سے دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لیے دی جائے۔ اور صَدُقَہ۔ دال کے پیش سے مہر کو کہتے ہیں۔ جو شادی کے موقعہ پر دلہن کو خوشی سے دیا جاتا ہے۔ یہاں مراد فرض۔ نفل اور خیرات ہے۔

ایمان والے جانتے ہیں کہ اللہ لوگوں کی توبہ اور دعا اور ان کے صدقات اور خیرات خود قبول کرتا ہے۔ اور وہی براہ راست مہربانی فرماتا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ان کا تعلق براہ راست اللہ سے ہے جو کام وہ اس کے لیے کریں گے وہ اسے قبول کرے گا۔ ان سے کہہ دیں کہ نیک کام کیے جاؤ۔ اس کو اللہ تو دیکھتا ہی ہے۔ اس کا رسول اور ایمان والے بھی سب دیکھیں گے۔ دنیا میں تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا جیسے تمہارے عمل امتحان سے ثابت ہونگے۔ آخرکار ایک دن اللہ کے روبرو پیش ہوگے وہ تمہاری چھپی اور کھلی سب باتوں سے واقف ہے تم کو بتا دے گا کہ تمہارے عمل کس قابل ہیں اور ان کا بدلہ کیا ملنا چاہیئے ؛

دو اور گروہ

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا
اور دوسرے اور ہیں جو ٹھہرا دیئے گئے ہیں اللہ کے حکم سے یا
يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
عذاب دے تو ان کو اور یا توبہ قبول کرے ان کی اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
جاننے والا حکمت والا ہے اور جو لوگ جنھوں نے بنائی
مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ
مسجد ضرر پہنچانے کو اور کفر پہ اور پھوٹ ڈالنے کو
بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ
مسلمانوں کے درمیان اور گھات کے لیے اس شخص کی جو لڑا
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ
اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے ہی سے

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا
اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ رکا ہوا ہے اللہ کے حکم
يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
آئندہ یا ان کو عذاب دے یا ان کو معاف کر دے اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
جاننے والا حکمت والا ہے اور جنھوں نے بنائی
مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ
مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو
بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ
مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص کی جو
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ
اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی سے لڑ رہا ہے

مُرْجَوْنَ (رکے گئے) اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اصل میں مُرْجَاؤُنَ ہے۔ پڑھنے میں ہمزہ کو گرا دیا ہے۔ اس کا مصدر اِرْجَاء ہے۔ جس کے معنی ہیں ملتوی کر دینا اور کسی اور وقت پر ٹال دینا۔ اس کا مادہ ر۔ ج۔ ء ہے رَجَاءٌ کے معنی امید اور توقع کے ہیں۔ اِرْجَاءٌ امید میں رکھنا۔ انتظار میں رکھنا۔

ضِرَارٌ (دوسرے کو نقصان پہنچانا) یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور ضرر سے بنا ہے۔ اس کی دوسری شکل مُضَارَّۃٌ ہے۔ دونوں کے معنی ہیں۔ دوسرے کو ضرر پہنچانا۔

اِرْصَادٌ (گھات لگانا) مصدر ہے جو رصد سے بنا ہے۔ رصد کے معنی گھات کے ہیں۔ ارصاد گھات لگانے میں مدد دینا۔ جگہ مہیا کرنا۔

بہت دور سے ان لوگوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ جنھوں نے غزوہ تبوک میں حصہ نہیں لیا۔ ان میں سے کچھ منافق تھے۔ اور کچھ مخلص مسلمان تھے۔ جو شامل نہ ہوئے۔ ان مسلمانوں میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو فوراً نادم ہوئے اور اپنے آپ کو خود سزا دے دی۔ یہ ابولبابہ تھے۔ جنھوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ کس کر باندھ دیا۔ اور کہا کہ اب اس سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی واپس آ کر کھولیں گے۔ تین آدمی ایسے تھے جنھوں نے نہ ندامت کا اظہار کیا نہ توبہ کی ان کا ذکر آگے آئے گا۔

دوسری آیت میں کچھ اور لوگوں کا ذکر ہے جنھوں نے مسجد قبا کو چھوڑ کر دوسری مسجد بنا لی اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ یہ لوگ مسلمانوں کے خفیہ دشمن تھے۔ اس مسجد کو ابو عامر نے اپنا اڈہ بنانا مقرر کرنا چاہا تھا تاکہ مسلمانوں کے زک دینے کی تدبیریں وہاں بیٹھ کر سوچے۔ یہ ایک عیسائی راہب تھا۔ جو مسلمانوں سے ہر لڑائی میں کافروں کے ساتھ ہو کر لڑا۔

بظاہر خیر خواہ بنتے ہیں

وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ
اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی
وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (۱۰۷)
اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں
لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ
تو اس میں کبھی نہ کھڑا ہو

وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ
اور وہ قسمیں کھائیں گے نہیں چاہا ہم نے مگر بھلائی
وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (۱۰۷)
اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں
لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا
نہ کھڑا ہو تو اس میں کبھی

مدینہ سے باہر ایک محلہ قبا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو پہلے اسی محلہ میں ٹھہرے۔ قبا میں جہاں آپ نے نمازیں ادا کی تھیں۔ وہاں آپ کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں نے مسجد تعمیر کر لی۔ اس مسجد کا نام مسجد قبا ہے۔ اس میں محلہ کے تمام لوگ نماز ادا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں نے ان لوگوں کے مقابلے میں وہاں ایک اور مسجد بنا لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ ہم نے یہ مسجد قریب کے لوگوں، حاجت مندوں اور ضعیفوں کے آرام کے لیے بنوائی ہے۔ آپ اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھ لیں۔ تو یہ مسجد با برکت ہو جائے۔ آپ اس وقت غزوۂ تبوک پر روانہ ہونے کی تیاری فرما رہے تھے۔ ان سے کہا کہ اس وقت تو فرصت نہیں تبوک سے واپسی پر اس کا انتظام کیا جائے گا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو مدینہ کے بالکل قریب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان میں بتایا گیا کہ یہ نئی مسجد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی غرض سے بنائی گئی ہے۔ اس میں آپ ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے یہ مسجد تعمیر کی ہے منافق ہیں اور اسلام کے سخت دشمن۔ ابو عامر مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ عیسائی ہو کر راہب بن گیا تھا۔ اور لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ تو اس نے اپنی بات بگڑتے دیکھی۔ اسلام کا دشمن ہو گیا۔ اور ہر غزوہ میں کفار کی مدد کی آخر کار شام چلا گیا۔ اور وہاں سے مدینہ کے منافقوں کو لکھا۔ کہ تم ایک مسجد بنا لو تاکہ ہمارا ایک ٹھکانا ہو جائے۔ عنقریب میں شام والوں کو مسلمانوں پر چڑھا کر لاتا ہوں۔ وہ ان کا کام تمام کر دیں گے۔ ارشاد ہے کہ ان مکاروں نے یہ مسجد کفر کی مدد، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اللہ اور رسول کے دشمن ابو عامر کی کمین گاہ کے طور پر بنائی ہے۔ یہ غلط کہتے ہیں کہ ان کی نیت درست ہے۔ اللہ گواہ ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ تو کبھی اس میں نماز نہ پڑھ۔ چنانچہ آپ نے مدینہ پہنچ کر حکم دیا کہ اس مسجد کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دو۔ اور آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

نیک نیتی اصل چیز ہے

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
بے شک وہ مسجد جو اٹھائی گئی ہے تقویٰ پر
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ
شروع دن سے سزاوار ہے اس کی کہ تو قیام کرے اس میں
فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ
اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں پاک رہنا
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد اول دن سے پرہیزگاری
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ
پر رکھی گئی ہے اس لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو
فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ
اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے

پچھلی آیت میں آپ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا۔ کہ جو لوگوں نے پرانی مسجد قبا کے مقابلے میں بنائی تھی۔ اور بنانے والوں کی بدنیتی کو صاف بیان کر دیا گیا۔ کہ یہ مسجد اس غرض سے بنائی گئی ہے۔ کہ سلام کے مقابلے میں کفر کو رائج کریں۔ اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر سردست کم سے کم دو جماعتیں تو پیدا کر ہی دیں۔ آگے چل کر اور اختلافات کے پھیلانے کا موقع ملے گا۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نماز ادا کرنے کے لیے کونسی مسجدیں مناسب ہیں جو مسجدیں اس آیت کے معیار پر پوری نہ اتریں وہ اس قابل نہیں کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اس میں نمازیں ادا کریں۔

ارشاد ہے کہ وہ مسجدیں جو شروع ہی سے خلوص اور نیک نیتی کی بنا پر بنائی گئی ہیں۔ یہی اس قابل ہیں کہ ان میں نماز پڑھی جائے۔ ایسی مسجدیں اس وقت مسجد نبوی اور پرانی مسجد قبا تھیں۔ ان مسجدوں میں ایسے لوگ ہیں جن کے دل کفر اور نفاق اور بدنیتی سے پاک صاف ہیں۔ اور اپنے ظاہر کو بھی وہ قاعدے کے مطابق پاک وصاف رکھتے ہیں۔ اللہ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مسجد کی تعمیر خالص اللہ کی عبادت کے لیے ہونی چاہیے۔ مسجد کی تعمیر کسی خاص گروہ کی تائید اور مدد کے لیے بنانا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں کے اندر اختلاف اور تفرقہ پیدا ہوگا اور بجائے اس کے کہ خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کی جائے۔ اپنے فرقہ کی حمایت اور ترقی کے منصوبے سوچنے کے کام آتے گی۔ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا فرقہ بنانے والوں کی تائید کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان بڑے کر بہت سے فرقے بن جائیں گے۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اسلام میں سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ آدمی ضد میں آکر خبر نہیں کیا کیا کر بیٹھتا ہے۔ اس بات کا خوف کیا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ دوسروں کو زک پہنچانے کے لیے کفر تک نوبت پہنچ جائے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل نفاق کی علامات تو کھلم کھلا دیکھی جا رہی ہیں۔ کفر کی بابت یہ ہے کہ اگر احتیاط سے کام لو تو کافر نہ کہو ورنہ علامتیں اس کی بھی کچھ کم ظاہر نہیں۔

تقویٰ پائیدار بنیاد ہے

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ
پس کیا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی ڈر پر
مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ أَسَّسَ
اللہ کے اور خوشنودی پر بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی
بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ
اپنی عمارت کی اوپر کنارے گڑھے گرنے والے کے پس گرا وہ
بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
اس کو لے کر دوزخ کی آگ میں اور اللہ ہدایت نہیں کرتا
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾
ان لوگوں کو جو ظالم ہیں

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ
بھلا جس نے اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور
مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ أَسَّسَ
اس کی رضامندی پر بنیاد رکھی وہ بہتر ہے یا جس نے اپنی
بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ
عمارت کی بنیاد رکھی ایک کھائی کے کنارے پر جو گرنے کو ہے پھر وہ
بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
اس کو لے کر گر پڑی دوزخ کی آگ میں اور اللہ راہ نہیں دیتا
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾
ظالم لوگوں کو

اَسَّسَ (بنیاد رکھی) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تاسیس ہے جس کا مادہ ا۔س۔س ہے۔ اسی سے لفظ اساس بنا ہے۔ جو نیو اور بنیاد کے معنی میں مشہور ہے۔ اُسّ اس کی دوسری شکل ہے۔ جو اسی معنی میں مستعمل ہے۔

جُرُفٍ (گڑھا۔ کھائی) ایسا گڑھا جس کے کنارے کو پانی نے نیچے سے کھا کر کھوکھلا کر دیا ہو اور وہ گرنے کو ہو۔

ھَارٍ ہَور سے اسم فاعل ہے اور اِنْھَارَ جو اس کے بعد ہے وہ بھی اسی مادہ سے بنا ہے اور ماضی کا صیغہ ہے انہیار سے جس کے معنی ہیں گر پڑنا۔

پہلے سے مسجد قبا کا اور جو اس کے مقابلے میں مسجد بنائی گئی تھی اور جس کا نام قرآن مجید کے فرمان کی رُو سے مسجد ضرار پڑ گیا۔ اس کا ذکر چلا آ رہا ہے اور یہ کہہ دیا گیا ہے۔ کہ پہلی مسجد جو نیک نیت اور پاک صاف لوگوں نے محض اللہ کی عبادت کی خاطر بنائی ہے۔ اس میں ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ بدنیت تفرقہ انداز لوگوں کے ساتھ ان کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھی جائے۔

ارشاد ہے کہ جو شخص مسجد اس نیت سے بنائے کہ اس کے اندر اللہ کی عبادت کرنے کے لیے اس کے فرمانبردار لوگ جمع ہوں۔ وہ اس شخص سے کہیں بہتر ہے جس کی نیت ڈانواں ڈول ہے۔ اور مسجد بنانے سے اس کی غرض اللہ کی رضامندی حاصل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مختلف دنیاوی مقاصد ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک گڑھے کے کنارے پر جو گرنے کو ہو رہا ہو مکان بنائے۔ یقیناً وہ کبھی نہ کبھی دن اس گڑھے میں گر پڑے گا۔ اس کے بعد وہ اپنی بدنیتی کی وجہ سے اپنے اعمال سمیت دوزخ میں جا پڑے گا۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوا۔ کہ اللہ کا خوف اور اس کو راضی کرنے کی خواہش آدمی کے ہر عمل کی بنیاد ہونی چاہیے۔ اس کے سوا اور سب نیتیں دنیا کی زندگی کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔ اور اس کے اعمال جو ان پر مبنی تھے جو بظاہر نیک تھے سب برباد ہو جائیں گے۔

مسجد ضرار کا وبال

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً
جو عمارت انہوں نے بنائی تھی۔ اس سے ان کے دل میں ہمیشہ
فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ
شبہ رہے گا مگر جب ان کے دل کے ٹکڑے ہوجائیں
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۱۰) ع
اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً
ہمیشہ رہے گی ان کی عمارت جو بنائی انہوں نے شبہ اور شک
فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ
ان کے دلوں میں مگر یہ کہ ٹکڑے ہوجائیں ان کے دل
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۱۰)
اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

رِيْبَةً ربے اطمینانی، اس کا مادہ ر۔ ی۔ ب ہے۔ رَيْب سورۃ البقرہ کی پہلی آیت میں اور اس کے بعد کئی جگہ گذرا ہے۔ رِيْبَةً اسی کی دوسری شکل ہے۔ دونوں کے معنی ہیں ایسی چیز جو دل کو بے قرار رکھے اور اطمینان نصیب نہ ہونے دے۔ ایسی حالت ہمیشہ بے چینی اور اضطراب کا باعث ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ شک و شبہ، بدنیتی، غم، غیظ و غضب سے حاصل ہوتی ہے۔ حسرت اور ندامت بھی یہی حالت پیدا کر دیتی ہے یہاں یہ سب معنی کھپ سکتے ہیں۔

تَقَطَّعَ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے، مضارع کا صیغہ ہے۔ اصل میں تَتَقَطَّعَ تھا، پہلی تا بولنے میں گرا دی گئی۔ اس کا مادہ قطع ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں اس مادہ سے لفظ قطعہ، تقطیع، انقطاع، مقاطعہ وغیرہ مستعمل ہیں۔ یہاں جو لفظ ہے اس کا مصدر تقطع ہے۔ اس کے اور انقطاع کے معنی کٹ جانے اور جدا ہوجانے کے ہیں۔ باقی الفاظ کے معنی کاٹ دینے کے ہیں۔

اس آیت میں بھی مسجد ضرار کا جو منافقوں نے مسجد قبا کے مقابلے میں بنائی تھی ذکر ہے۔ اس مسجد کی بنیاد بدنیتی پر تھی مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اس کا مقصد تھا۔ لیکن چونکہ اس کی بابت بذریعہ وحی اطلاع دے دی گئی۔ اس لیے اس کو ڈھا دیا گیا اور بنانے والوں کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ البتہ اسلام سے ان کا دل اور زیادہ پھر گیا۔ نفرت اور غیظ و غضب کے جذبات بھڑک اٹھے اور دل کا اطمینان غائب ہوگیا۔

ارشاد ہے کہ جو عمارت مسجد کے نام سے انہوں نے بنا کر کھڑی کی تھی۔ وہ تو اس قابل تھی ہی نہیں جو محفوظ و صحیح سالم رکھی جاتی۔ وہ تو اسی قابل تھی کہ ڈھا دی جاتی۔ چنانچہ ڈھا دی گئی۔ لیکن منافقوں کے دل میں نفاق، عداوت اور حسد اس مسجد کی وجہ سے اور زیادہ بیٹھ گئے۔ وہ کچھ کر تو نہ سکے لیکن دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے رہے۔ یہ کمینہ جذبات ان کے دلوں میں بہت گہرے بیٹھ گئے ہیں اور اب یہ نکل نہیں سکتے جب تک کہ ان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیا جاتے۔ اللہ کو ان کی بدنیتی کا بخوبی علم تھا۔ اس نے مصلحت اور حکمت کی بنا پر ان کا وار خالی کر دیا اور ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ اور مسلمانوں کو ان کے ایمان اور نیک نیتی کی وجہ سے ہر طرح سرخرو کیا اور اپنی رحمت سے عزت و دولت عطا کی۔ اور آئندہ کے لیے ہر مسلمان کو اس واقعہ سے یہ سبق لینا چاہیئے کہ کسی معاملہ میں اللہ کی رضا کے سوا اور دنیاوی فائدے مدنظر نہ رکھے۔

نفع کا سودا!

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ
بیشک اللہ نے خرید لیں ایمان والوں سے ان کی جانیں
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُوْنَ
اور ان کے مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے لڑتے ہیں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا
اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ
یہ وعدہ ہے اس کا ٹھیک تورات میں اور انجیل میں
وَالْقُرْاٰنِ ۚ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ
اور قرآن میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے قول کا اللہ سے
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۚ
پس خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو کر لیا تم نے اس سے
وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾
اور یہ خصوصاً کامیابی ہے زبردست

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ
اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُوْنَ
اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے لڑتے ہیں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا
اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور مرتے ہیں
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ
وعدہ ہو چکا اس کے ذمے سچا تورات میں اور انجیل میں
وَالْقُرْاٰنِ ۚ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ
اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون ہے
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۚ
سو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے خوشیاں کرو
وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾
اور یہی بڑی کامیابی ہے

بَایَعْتُمْ (سودا کیا تم نے) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر مبایعۃ ہے۔ یہ بیع سے بنا ہے بیع کے معنی ہیں خرید و فروخت۔
مُبَایَعَۃ (دوسرے کے ساتھ سودا کرنا۔ اپنا مال دوسرے کو دے کر اس کے بدلے اس سے کچھ لینا)

یہ آیت دین اسلام کا خلاصہ ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جس کو سارے نبی سکھاتے چلے آئے ہیں۔ اور ہر رسول کو جو کتاب ملی اس میں اس کو اسی طرح پیش کیا گیا ہے اس آیت کے مضمون پر غور کرنا چاہیے۔ ارشاد ہے کہ انسان کے لیے جو دین مقرر کر دیا گیا ہے۔ وہ نہایت آسان ہے۔ انسان سمجھ سے کام لے تو اس میں کوئی بات مشکل نظر ہی نہیں آتی۔ جو رسول جس زمانے میں انسان کو گمراہی سے جس کی وجہ سے زندگی میں تمام مشکلات پیش آتی ہیں بچانے کے لیے آیا۔ اس نے انسانوں سے یہی کہا کہ اللہ کا دل سے یقین کرو یعنی اس پر ایمان لاؤ اس کے بعد اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تم سے یہ چاہتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی تم اللہ کے ساتھ عہد و پیمان کر کے اس کے حکم کے مطابق بسر کرو۔ اللہ کے ہاتھ اپنی جانیں اور اپنے مال بیچ دو یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جب کوئی حکم کرے فوراً اپنی جان اور مال سے اس کی تعمیل کے لیے حاضر ہو جاؤ جان جاتے یا رہے مال رہے یا نہ رہے۔ دونوں صورتوں میں تمہیں اس کے حکم کی تعمیل کے بدلے میں جنت ملے گی۔ یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں موجود ہے۔ اللہ سے زیادہ قول کا سچا کوئی نہیں اس لیے تم خوش ہو جاؤ کہ تم نے اس سے سودا کر لیا اور جان و مال اس کے ہاتھ بیچ کر جنت خرید لی۔ یہ اتنی بڑی کامیابی ہے جس کے مقابلے میں ساری عارضی کامیابیاں ہیچ ہیں۔

مُسلمانوں کے کام

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ
توبہ کرنے والے عبادت گزار حمد و ثنا کرنے والے
السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ
بے تعلق رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے
الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ
حکم کرنے والے نیک کام کا اور روکنے والے
عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ
بُرے کام سے اور خیال رکھنے والے اللہ کی قائم کی ہوئی
اللّٰہِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾
حدوں کا اور بشارت دے مومنوں کو

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ
وہ توبہ کرنے والے بندگی کرنے والے شکر کرنے والے
السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ
بے تعلق رہنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے
الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ
نیک بات کا حکم کرنے والے بری بات سے
عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ
منع کرنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے
اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾
ہیں اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے

اَلسَّآئِحُوْنَ (چلنے پھرنے والے) سائح کی جمع۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے سیاحۃ سے۔ سیاحت کے معنی جا بجا پھرتے رہنے کے ہیں۔ سیاح لوگ۔ ایک جگہ جم کر نہیں رہتے۔ بلکہ شہر بہ شہر ملک بہ ملک پھرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کے کہیں مستقل تعلقات قائم نہیں ہوتے مطلب یہ ہے کہ مسلمان دنیا سے مستقل تعلق قائم نہیں کرتا مسافروں کی طرح رہتا ہے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ اللہ کے ماننے والے کا اللہ کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ ایمان لانے والا اللہ کے ہاتھ اپنی جان و مال بیچ دیتا ہے اور اللہ اس کو خرید لیتا ہے۔ اور اس کی قیمت میں اسے جنّت عطا کرتا ہے۔ اللہ مومن کی جان و مال خرید کر انہیں اسی کے پاس چھوڑ دیتا ہے۔ اس شرط پر کہ جب ان کے خرچ کرنے کو کہا جائے گا تو وہ انہیں اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرے گا اور مرنے جینے مفلس ہونے کی پرواہ نہ کرے گا۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جو یہ سودا اللہ کے ساتھ سچے دل سے کر لیتا ہے اس میں مندرجہ ذیل صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ کوئی قصور ہو جائے۔ تو فوراً توبہ کرتا ہے۔ اللہ کی بندگی میں مشغول رہتا ہے۔ اس کا شکر زبان سے اور وضع قطع سے ادا کرتا رہتا ہے۔ دنیا میں اپنے آپ کو سیاح اور مسافر سمجھتا ہے۔ اور انہی کی طرح چیزوں سے حسب ضرورت فائدہ اٹھاتا ہے مگر ان سے بے تعلق رہتا ہے۔ اللہ کے سامنے عاجزی سے سر جھکاتا ہے۔ ماتھا زمین پر ٹیکتا ہے۔ نیک کام کرنے کو کہتا ہے۔ برے کاموں سے رکتا رہتا ہے۔ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے کسی بات یا کسی کام میں باہر نہیں نکلتا۔ اللہ سے سودا کر لینے والے اور ان صفات پر قائم رہنے والے لوگ البتہ ایمان دار لوگ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان کو خوشخبری سنا دے کہ یہ لوگ دونوں جہان میں کامیاب ہوں گے۔

ان دو آیتوں میں دین کی حقیقت پورے طور پر واضح کر دی گئی ہے اور دیندار جس طرح اس دنیا میں بسر کرتے ہیں۔ اس کا پورا نقشہ کھینچ کر سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ ہر شخص اسلام کو سمجھنا چاہے اسے چاہئے کہ ان آیتوں پر غور کرے۔

مشرکوں سے دینی بے تعلقی

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
نہیں ہے نبی کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے
اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا
یہ کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ ہوں وہ
اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ
قرابت والے اس کے بعد کہ کھل چکا ان پر
اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۱۱۳
کہ وہ دوزخ والے ہیں

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
نبی کو اور مسلمانوں کو لائق نہیں
اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا
کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اور اگرچہ وہ
اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ
قرابت والے ہوں جب ان پر کھل چکا
اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۱۱۳
کہ وہ دوزخ والے ہیں

مسلمانوں کو پچھلی آیتوں میں اسلام کا مطلب سمجھا کر اور ان کے فرضِ عمل پر پوری روشنی ڈال کر اب یہ بتلایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں سے جو اسلام میں داخل ہونا نہیں چاہتے یعنی یا تو اللہ کو سرے سے مانتے ہی نہیں بلکہ دوسروں کو اپنا معبود ٹھہرا رکھا ہے یا زبان سے مانتے ہیں اور دل سے اس کے ساتھ عہد و پیمان مذکور (یعنی مبایعت) نہیں کرتے۔ ان کے ساتھ مسلمانوں کا کیا سلوک ہونا چاہیے۔ پہلے جو کچھ کہا جا چکا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کے ساتھ دنیا میں وہی سلوک کرو جو وہ تمہارے ساتھ کریں۔ اگر مل جل کر رہنا چاہیں اور معاملات میں سیدھے رہیں۔ تو تم بھی مل جل کر رہو۔ بلکہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ اور اگر دشمنی کریں اور ستانے پر کمر باندھیں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں۔ تو تم بھی ان سے لڑو اور فساد ختم کر کے دم لو۔ اس آیت میں ان کے ساتھ دینی پہلو سے سلوک بتایا ہے۔ دینی اعتبار سے تم میں اور ان میں بہت بڑا فرق ہے۔ تم اللہ کے فضل و کرم کے امیدوار ہو اور وہ اللہ سے کھلم کھلا یا دل سے برگشتہ ہیں۔ اس لیے اللہ کی مغفرت کے سزاوار نہیں ہیں۔ اس لیے تم ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب مت کرو۔ کچھ رحم دل مسلمان اور خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو رحمتِ مجسم ہیں اللہ کی رحمت کی وسعت دیکھ کر اپنے مشرک یا منافق رشتہ داروں ماں، باپ، بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرتے تھے اور اپنے غیر مسلم زندہ یا فوت شدہ متعلقین کے لیے بخشے جانے کی دعا مانگتے تھے اس آیت میں اس کی بابت صاف ہدایت ہے۔

ارشاد ہے کہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت مانگنا نبی کو اور مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کا اللہ سے کوئی عہد نہیں ہے۔ اور وہ اس کی طرف سے بالکل غافل تھے یا ہیں۔ اس لیے خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کے لیے جب تمہیں معلوم ہو چکا کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے دعائے مغفرت مت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت کا وعدہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے ہاتھ اپنا سب کچھ بیچ چکے ہیں۔ اور ان کی زندگی ان [illegible] شغلوں میں بسر ہوتی ہے۔ جن کا پچھلی آیت میں ذکر ہوا۔ جو لوگ ایسے نہیں ان کے لیے مغفرت کی دعا نہ کرنی چاہیے [illegible]

ایک غلط فہمی کی اصلاح

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ
اور نہ تھا مغفرت مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے
اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا
مگر بسبب ایک وعدہ کے جو کر لیا تھا اس سے پھر جب
تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ
کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا بیزار ہو گیا اس سے
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (۱۱۴)
تحقیق ابراہیم البتہ بڑا نرم دل بردبار تھا

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ
اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہ تھا
اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا
مگر ایک وعدہ کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب
تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ
ابراہیم پر کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوا
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (۱۱۴)
بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تحمل کرنے والا تھا

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔ اس میں بیان تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو بہت اچھی طرح دلیلیں دے دے کر سمجھایا کہ بت پرستی چھوڑ دے۔ لیکن باپ نے صاف انکار کر دیا۔ بلکہ دھمکایا کہ اگر ایسی باتیں کیں تو میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ یہاں تیرا رہنا مجھے گوارا نہیں کہیں اور چلا جا اور میرا پیچھا چھوڑ دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے افسوس کے ساتھ کہا کہ اچھا میں جاتا ہوں۔ اب میرے بس کا یہی ہے کہ تیرے لیے اللہ سے دعا کروں کہ اسے ہدایت کرتا کہ ایمان لے آئے۔ اور اسی کی بدولت اس کی پچھلی خطائیں معاف ہو جائیں۔ اس قصہ کو سن کر بعض مسلمان بھی اپنے مشرک ماں باپ اور رشتہ داروں کے حق میں بخشش طلب کرنے لگے۔ پچھلی آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عام مسلمانوں کو اس سے روک دیا گیا۔ اور کہہ دیا گیا کہ جب وہ بوجہ ایمان نہ لانے کے دوزخ کے مستحق ہیں۔ تو ان کے لیے مغفرت کی دعا نہ کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو اپنے مشرک باپ کے لیے دعا کی تھی۔ اس کی ایک وجہ تھی۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لیے جو مغفرت کی دعا کی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جیتے وقت انہوں نے باپ سے کہہ دیا تھا کہ میں اپنے رب سے تیرے گناہوں کی معافی کی درخواست کروں گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ رب سے دعا کریں گے کہ اس کو ہدایت کر کہ یہ ایمان لے آئے اور اس کی بدولت اس کے گناہ بخشے جائیں۔ لیکن جب کفر کے اندر ہی مرگیا تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ اس کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ اس لیے بعد آپ نے اس کی طرف سے بالکل توجہ ہٹالی۔ اور کبھی دعائے مغفرت نہ کی۔ اس لیے جب کسی کا بیتوں [illegible] صاف علامتوں سے معلوم ہو گیا۔ کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ پھر اس کے لیے دعائے مغفرت مانگنی کیا ہے اس کا معاملہ اللہ ارحم الراحمین کے حوالے کرو۔ اور خود اللہ کے احکام کی تعمیل میں جان اور مال سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو کر لگ جاؤ۔

جان کر نہ ماننا گمراہی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ
اور نہیں ہے اللہ کہ گمراہ کرے کسی قوم کو بعد اس کے کہ ہدایت دی انہیں
حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
یہاں تک کہ کھول دے ان پر جس سے وہ بچیں تحقیق اللہ
بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ
ہر چیز کا جاننے والا ہے تحقیق اللہ ہی کے لیے بادشاہت
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا
آسمانوں کی اور زمین کی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور نہیں
لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾
تمہارے لیے سوا اللہ کے کوئی ساتھی اور نہ مددگار

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ
اور اللہ ایسا نہیں کہ کسی قوم کو گمراہ کرے جب کہ ان کو راہ پر لا چکا
حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
جب تک ان پر کھول دے جس سے انہیں بچنا چاہیے۔ بے شک اللہ
بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ
ہر چیز سے واقف ہے اللہ ہی کی عظمت ہے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا
آسمانوں میں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور سوا
لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾
اللہ کے تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں

پچھلی آیت میں اس کا بیان تھا کہ کچھ لوگ مسلمانوں میں سے اپنے مشرک ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتے تھے۔ ان کو اس سے یہ کہہ کر روک دیا کہ مغفرت ان کے لیے ہے جو اللہ کو مان کر اس کے حکم کی تعمیل کے لیے جان و مال سے تیار ہو گئے مشرک اللہ کو مانتے ہی نہیں اس لیے ان کی مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آیت میں یہ حکم دینے کے بعد بعض مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے جنہوں نے مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کی کیا ان کی پکڑ ہو گی۔ اس آیت میں اس کا تفصیل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ پکڑ گمراہوں کی ہو گی۔ اور اللہ کے نزدیک گمراہ وہ ہیں۔ جو کسی حکم کے نازل ہونے کے بعد اس کی خلاف ورزی کریں جس چیز سے رک جانے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کوئی اسے کر بیٹھا ہے۔ اس سے کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ اس کی بابت کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لا چکے اور اسلام کے طریقے پر چلنے لگے۔ ان کو گمراہ صرف اس وقت شمار کیا جائے گا۔ جب پہلے صریح حکم نازل کر دیا جائے کہ اس کام کو نہ کرو اور پھر وہ اس کو جان بوجھ کر نہ مانیں۔ اس لیے جنہوں نے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مشرکوں کے لیے استغفار کیا۔ ان سے ان کے اس فعل کا مواخذہ نہ ہو گا۔ مواخذہ ان سے ہو گا جو منع کرنے کے بعد ایسا کریں گے۔

آسمانوں کا اور زمین کا بادشاہ اور حاکم اللہ ہے سب پر اسی کا حکم چلتا ہے جو اس کی حکم عدولی کرے گا۔ اسے اس کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔ اس لیے اسی کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہو وہی تم پر رحم کرے گا اور حکم نہ ماننے والوں کو سزا دے گا۔

ایثار کا بدلہ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ
البتہ خاص توجہ کی اللہ نے نبی پر اور ہجرت کرنے والوں پر
وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
اور ان کے مددگاروں پر جو ساتھ رہے نبی کے تنگی کی گھڑی میں
مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ
اس کے بعد کہ قریب تھا پھر جائیں دل ایک فریق کے
مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ
ان میں سے پھر متوجہ ہوا وہ ان پر تحقیق وہ ان پر
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾
مہربان رحم کرنے والا ہے

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ
اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین
وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
اور انصار پر جو مشکل گھڑیوں میں نبی کے ساتھ رہے
مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ
بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے بعضوں کے
مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ
دل پھر جائیں پھر ان پر مہربان ہوا بے شک وہ ان پر
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾
مہربان رحم کرنے والا ہے

سَاعَةِ الْعُسْرَةِ سختی کا وقت۔ ساعۃ تھوڑے سے زمانہ یعنی ایک گھڑی کو کہتے ہیں یہاں اس سے مراد وقت ہے۔ عسرۃ کے معنی مشکل سختی اور تنگی کے ہیں۔ ساعۃ العسرۃ سے مراد غزوہ تبوک کی تیاری کا زمانہ ہے۔ اس وقت چاروں طرف مشکل ہی مشکل تھی۔ مسلمانوں کا لشکر جو ایسے وقت میں تیار ہوا وہ بھی جیش العسرۃ کہلاتا ہے۔ اس وقت یہ مشکلیں درپیش تھیں۔ لوگ تھکے ہوئے تھے کیونکہ ابھی لڑائی سے واپس آئے تھے۔ گرمی بہت سخت تھی۔ کھجوروں کے پکنے کا موسم تھا۔ ایسے موسم میں مالکوں کی حاضری ضروری ہوتی ہے۔ دور دراز کا سفر تھا۔ ایک بڑے طاقتور دشمن سے مقابلہ تھا۔ ساز و سامان کچھ نہ تھا۔ لشکر میں کھانے کے لیے روزانہ دو سپاہیوں کو ایک کھجور ملتی تھی۔ آخر میں ایک ہی کھجور کو کئی آدمی باری باری چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ سواری بمشکل تھی۔ دس دس آدمی ایک اونٹ پر باری باری اترتے چڑھتے۔ ان حالات میں ثابت قدم رہنا ہر ایک کے بس کا نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مہاجر اور انصار نے اس وقت جس ہمت اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایسا ایثار اور وفاداری کی مثال دنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

آیت میں ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے سچے وفاداروں نے ایسی سخت گھڑی ایسی ہمت اور ایثار سے کام لیا جس سے رحمت الٰہی نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ مسلمان سب کے سب مشقتیں اور سختیاں جھیلنے کو آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ صرف چند اشخاص بلا عذر کے رہ گئے۔ جن کا بیان آگے آتا ہے۔ ان سب کو اللہ نے اپنے انعام و اکرام کا مستحق ٹھہرایا۔ اور جو لوگ پس و پیش کے بعد شامل ہوئے ان کو بھی معاف کر دیا۔ اللہ مسلمانوں پر مہربانی اور رحم کرنے والا ہے۔ جو وقت پر ساتھ دیں۔ وہی لوگ سزاوار رحمت ہیں ❊

ایمان والوں کو معافی

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا
اور ان تین پر جن کو پیچھے رکھا گیا تھا یہاں تک کہ جب
ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ
اور تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں اور جان گئے کہ
لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ
نہیں پناہ اللہ سے مگر اسی کی طرف پھر
تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ
توجہ کی اللہ نے ان پر تاکہ وہ متوجہ ہوں تحقیق اللہ
هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۱۸)
یقیناً توجہ کرنے والا رحم کرنے والا ہے

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا
اور ان تین شخصوں پر بھی جن کا معاملہ پیچھے ڈال دیا گیا تھا یہاں تک کہ
ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
جب ان پر زمین باوجود کشادگی کے تنگ ہوگئی
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ
اور وہ جانوں سے تنگ آگئے اور سمجھ گئے کہ
لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ
اللہ سے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کی طرف پھر
تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ
مہربان ہوا ان پر اللہ تاکہ وہ پھر آئیں بے شک اللہ
هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۱۸)
مہربان اور رحم والا ہے

اس آیت میں ذکر ہے کہ اللہ کی رحمت میں وہ تین آدمی بھی شامل ہیں۔ جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اور اللہ کے زمانے میں مسلمانوں کو ان سے بالکل قطع تعلق کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع ہیں۔ یہ لوگ سچے مسلمان تھے اور مالدار بھی تھے۔ لیکن آج روانہ ہوں گے۔ کل روانہ ہوں گے۔ کرتے کرتے رہ گئے اور لشکر میں شامل نہ ہو سکے۔ واپسی پر تینوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ سچ سب کچھ کہہ دیا۔ اور اپنے قصور کا اقرار کیا۔ ان تین کی بابت کوئی فیصلہ نہیں سنایا گیا۔ اس آیت میں ان کا بیان ہے۔ کہ وہ انتظار کی زحمت کے علاوہ قطع تعلق کی مصیبت میں اتنے دن تک پھنسے رہے، جب تک یہ آیت نازل ہوئی۔ آخر ان کو بھی معاف کر دیا گیا۔ کیوں کہ ان میں سے کسی کی نیت بری نہ تھی، سچے ایمان والے، شرک اور نفاق دونوں سے پاک تھے۔

ارشاد ہے کہ ان کا بھی قصور معاف کر دیا گیا۔ جن کا فیصلہ فوراً نہیں سنایا گیا تھا۔ ان لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لوگوں نے ملنا جلنا، بول چال سب ترک کر دی تھی۔ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ تو آپ ان کی طرف سے منہ پھیر لیتے۔ اور کوئی بھی ان کے ساتھ نہ بولتا تھا سب کترا کر نکل جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا جینا دشوار ہو گیا۔ ناک میں دم آگیا۔ دن رات گریہ و زاری کرتے تھے کہ یا اللہ تیرے سوا ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت کعب بن مالک کو غسان کے عیسائی بادشاہ نے یوں ورغلانا چاہا کہ ان کے نام ایک خط بھجوا دیا کہ تم وہاں کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو۔ ہمارے پاس آجاؤ اور آرام سے رہو۔ لیکن یہ سچے مسلمان تھے کسی کی نہ سنی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر اپنا قصور معاف کیے جانے کی التجا کرتے رہے۔ آخر اللہ نے رحم فرمایا اور معافی کی بشارت آگئی۔

سچائی کی قدر

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ
اے لوگو جو ایمان لاچکے ہو ڈرو اللہ سے
وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۱۹) مَا کَانَ
اور ہوجاؤ سچے لوگوں میں سے نہیں زیب دیتا
لِاَہْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَمَنْ حَوْلَہُمْ مِّنَ
مدینے والوں کو اور ان کو جو ان کے گرد
الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ
دیہاتی ہیں کہ ساتھ چھوڑیں رسول اللہ کا
وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِہِمْ عَنْ نَّفْسِہٖ ط
اور نہ یہ کہ زیادہ چاہیں اپنی جانوں کو رسول کی جان سے

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو
وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۱۹) مَا کَانَ
اور سچوں کے ساتھ رہو مدینے
لِاَہْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَمَنْ حَوْلَہُمْ مِّنَ
والوں کو اور ان کے گرد کے
الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ
دیہاتیوں کو نہ چاہیے کہ رسول اللہ کے ساتھ سے پیچھے رہ جائیں
وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِہِمْ عَنْ نَّفْسِہٖ ط
اور نہ یہ کہ رسول کی جان سے زیادہ اپنی جان کو چاہیں

پچھلے واقعات سے مسلمانوں کو جو سبق سیکھنا چاہیے۔ اس کو اس آیت میں واضح کیا گیا ہے۔ جب غزوہ تبوک کی تیاری کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ تو لوگوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ سچے مسلمان حضورؐ کے جاں نثار تو حسب دستور بے چون و چرا ہر طرح تیار ہو گئے اور سامان کی درستی کے لیے حسب توفیق مال لا حاضر کیا۔ انہی میں کچھ لوگ سوچ میں پڑ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ادھر انتہائی دکھ اور تکلیف۔ آخر ایمان نے مجبور کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری مشقتیں برداشت کر رہے ہیں۔ تو ہمیں پیچھے رہ جانے کا کیا حق ہے۔ اور اپنی دلی کمزوری پر نادم ہو کر شامل ہو گئے۔ لوگوں میں تین رہ سوا ان تین آدمیوں کے جن کا ذکر پچھلی آیت میں گذرا۔ اور سوا ان کے جنہوں نے اپنے آپ کو سزا دے لی۔ اب فقط کمزوروں اور ناداروں کا گروہ باقی رہ گیا۔ اور ان کے علاوہ ایک گروہ منافقوں کا بھی باقی رہ گیا۔ پہلا گروہ تو معذور تھا۔ دوسرا گروہ دنیا اور آخرت میں سخت سزا کا سزاوار ہوا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قابل تقلید کون لوگ ہیں جو دوسروں کے لیے نمونہ بن سکتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ کے غضب اور عتاب سے ڈریں اور آئندہ ان لوگوں کی جماعت میں شامل رہیں۔ جنہوں نے خلوص اور سچائی کو اختیار کیا۔ یہ لوگ ان صفتوں کی بدولت انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرے اور جن سے کچھ کوتاہی ہوئی تھی۔ انہیں ان کی سچائی اور نیک نیتی کی بنا پر معاف کر دیا گیا۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ مدینہ اور ارد گرد کے لوگوں کو ہرگز یہ زیبا نہیں کہ آپ راحت اور آرام سے گھروں میں بیٹھے رہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں گرمی، بھوک اور پیاس کی تکلیفیں جھیل رہے ہوں۔ ان کو لازم ہے کہ اپنی جانوں سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو عزیز رکھیں۔

مشقّت کا اجرا

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ

یہ | اس لیے | نہیں پہنچتی ان کو | پیاس | اور نہ مشقت

وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ

اور نہ بھوک | اللہ کے راستے میں | اور نہ وہ چلتے ہیں

مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ

ایسی جگہ | جس سے جلیں | کافر | اور نہ وہ حاصل کرتے ہیں | دشمن سے کچھ

نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ

چھین | مگر لکھا جاتا ہے ان کے لیے | اس کے بدلے | ایک نیک کام | تحقیق

اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (۱۲۰)

اللہ | نہیں ضائع کرتا | اجرت | اچھے کام کرنے والوں کی

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ

یہ اس لیے ہے کہ جہاد کرنے والوں کو راہ میں پیاس، محنت

وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ

اور بھوک کی مصیبت نہیں پہنچتی اور کوئی قدم نہیں رکھتے جو

مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ

خفا ہوں نہیں اٹھاتے اور دشمن سے کوئی چیز نہیں

نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ

چھینتے مگر اس کے بدلے ان کے واسطے نیک عمل لکھا جاتا ہے

اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (۱۲۰)

بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کا حق ضائع نہیں کرتا

لَا يَطَئُونَ: نہیں چلتے۔ مضارع کا صیغہ ہے جو وَطْءٌ سے بنا ہے۔ وطء کے معنی کسی چیز کو پاؤں سے روندنا، چلنا۔

مَوْطِئٌ: چلنے کی جگہ۔ یہ اسی مادہ سے اسم ظرف ہے اور مصدر میمی بھی ہے۔ ترجمہ میں سے حاصل مصدر لیا گیا ہے یعنی چال۔

لَا يَنَالُونَ: نہیں لیتے۔ مضارع کا صیغہ ہے نَيْلٌ سے جو اس کے بعد ہی آیت میں مذکور ہے۔ نیل کے معنی کوئی چیز پا لینا۔ لے لینا۔

پچھلی آیت میں مسلمانوں کو جو مدینے اور اس کے اطراف میں موجود تھے۔ ہدایت کی گئی۔ کہ تمہیں اللہ کے راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محنت مشقت میں مستعدی اور خلوص کے ساتھ شریک ہونا چاہیئے۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ تو آرام چھوڑ کر اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے سختیاں، دکھ اٹھائیں۔ بھوکے پیاسے رہیں اور تم آرام سے گھروں کے اندر مجنت بیٹھو اور کھانے پینے میں مشغول رہو۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے واسطے جو تکلیف برداشت کرو گے۔ وہ تمہارے نامۂ اعمال میں نیک عمل شمار ہوگی۔

ارشاد ہے کہ یہ مسلمانوں سے اس لیے کہا جا رہا ہے کہ اس میں ان کے لیے آخرت میں بڑے درجے ہیں۔ ہر ایک تکلیف کے بدلے ایک نیک عمل ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور پھر اس کا پھل دنیا اور آخرت دونوں جگہ ملے گا۔ دنیا میں آخرکار کامیابی، عزت، نیک نامی نصیب ہوگی اور آخرت میں جنت ملے گی۔ ان کی بھوک، پیاس، محنت اور سرکش کافروں کے دبانے کے لیے کوئی قدم اٹھانا۔ ان کو ان کی ڈھٹائی اور سرکشی کی مناسب سزا دینا۔ چونکہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کے لیے ہے اس لیے ان میں سے ہر ایک چیز عمل صالح کے تحت لکھی جائے گی۔ اللہ تم سے مفت کام لینا نہیں چاہتا۔ اس کے ہاں اچھے کام کرنے والوں کے لیے اجر اور ثواب مقرر ہے۔ کسی کا کوئی اچھا کام اس کے ہاں ضائع نہیں ہونے پاتا۔

نیکی کا بدلہ

وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَۃً صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً
اور نہیں کرتے وہ کچھ خرچ چھوٹا اور نہ بڑا
وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا کُتِبَ
اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے
لَھُمْ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ
ان کے لیے تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ بہتر اس سے
مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۱۲۱)
جو تھے وہ کرتے

وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَۃً صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً
اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا یا بڑا
وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا کُتِبَ
اور نہ کوئی میدان طے کرتے ہیں مگر ان کے
لَھُمْ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ
واسطے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ان کو اللہ بہتر بدلہ دے
مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۱۲۱)
اس کام کا جو وہ کرتے تھے

نَفَقَۃً: کوئی چیز جو خرچ کی جائے۔ یہ لفظ سورۃ بقرۃ میں گذر چکا ہے۔ یُنْفِقُوْنَ اسی سے بنا ہے۔ جو انفاق سے مضارع کا صیغہ ہے۔ انفاق کے معنی ہیں کوئی چیز خرچ کرنا۔

یَقْطَعُوْنَ: طے کرتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے قطع سے۔ قطع کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ راستہ کاٹنا ہماری زبان میں بھی محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کسی میدان کو طے کرنا۔

اس آیت میں نیک کاموں کا ذکر ہے جو مسلمان کریں۔ یہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے۔ چونکہ ہر مسلمان کا ہر کام ایمان اور نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ جو سختیاں جھیلتا ہے وہ اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے جھیلتا ہے۔ اس لیے سختی جھیلنا بھی نیک کام ہی شمار ہوگا یعنی نیک کام کرنا اور کوئی تکلیف برداشت کرنا دونوں اس کے اچھے عمل کی صورت میں لکھ لیے جائیں گے۔

ارشاد ہے کہ مسلمان جو بھی خرچ کریں تھوڑا ہو یا بہت اور جو چیز بھی اللہ کے واسطے دیں چھوٹی ہو یا بڑی۔ اور جہاد میں وہ محض اللہ کے واسطے اور اسلام کی مدد کرنے کے لیے طے کریں یہ سب کچھ ان کے نامۂ اعمال میں نیک عمل شمار کر کے درج کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کے بدلے ان کو ایسی اجرت ملے گی جو ان کے کام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگی۔ اس آیت میں مسلمانوں کی ساری جانی بدنی اور مالی قربانیوں کی بابت بتایا ہے کہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ ان میں ہر ایک چھوٹی یا بڑی قربانی کا اللہ کے ہاں بہت بڑا بدلہ ملے گا۔

دنیا میں تو ان کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی جماعت منظم اور مضبوط ہو کر آگے بڑھے گی۔ ان میں اتفاق اور اتحاد ہوگا۔ اور ان کے سامنے دشمن ان کے ہاتھوں تباہ ہوں گے۔ اور اسلام کا یہ پودا جو شروع میں چھوٹا سا تھا۔ اپنی جڑ مضبوطی سے جما کر ایک عظیم الشان درخت بن جائے گا جس کی شاخیں اور پتے اس قدر پھیلیں گے کہ تمام دنیا اگر چاہے تو اس کے سایہ میں آرام و عافیت کی زندگی بسر کرے گی اور اس کے پھل کھائے گی اور آخرت میں یہ سب چھوٹی یا بڑی قربانیاں ہمیشہ کے لیے آرام و راحت کا باعث بنیں گی۔ جنت کا آرام دیکھ کر مسلمان کہہ اٹھیں گے کہ ان نعمتوں کے مقابلے میں ہمارے دنیا کے کام اور کوششیں تو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔

قومی کام کرنے کا طریقہ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً

اور نہیں ہیں مسلمان اس لیے کہ نکلیں سب کے سب

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ

پس کیوں نہ نکلیں ہر فرقے میں سے ان سے

طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

کچھ لوگ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں

وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ

اور تاکہ وہ خبردار کردیں اپنی قوم کو جب وہ لوٹیں ان کی طرف

لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۱۲۲

تاکہ وہ بچ بچ رہیں

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً

مسلمانوں کے لیے یہ نہیں ہے کہ سارے کے سارے نکل

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ

کھڑے ہوں سو کیوں نہ نکلے ہر فرقے میں سے ان کا ایک

طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

حصہ تاکہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کریں

وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ

اور جب قوم کی طرف لوٹ کر آئیں تو اس کو خبردار کریں

ع ۱۵ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾

تاکہ لوگ بچتے رہیں

یَنْفِرُوا (چل پڑیں) مضارع کا صیغہ ہے نَفَرَ سے نفر کے معنی ہیں جگہ چھوڑ کر نکل کھڑے ہونا۔ اس کے بعد لفظ نَفَرَ اسی سے ماضی کا صیغہ ہے یہاں مراد ہے رفاہِ عام کے کام کے لیے اُٹھ کھڑے ہونا۔

ارشاد ہے کہ اگر ہر کام کرنے کے لیے سارے کے سارے آدمی اُٹھ کھڑے ہوں تو کام بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ اور دوسرے کام پڑے رہ جائیں گے۔ اس کے لیے محنت آپس میں بانٹ لینی چاہیے اور ہر کام کے لیے وہی لوگ اٹھنے چاہئیں۔ جو اس کام کے اہل ہوں۔ چنانچہ مثال دے کر سمجھایا گیا۔ کہ علم حاصل کرنا قومی فرض ہے۔ کیونکہ جب تک قانون سے واقف لوگ عوام کی رہنمائی کے لیے موجود نہ ہوں گے۔ نظم و نسق تہ و بالا ہوجائے گا۔ اب اگر سارے قانون کا علم حاصل کرنے میں لگ جائیں۔ تو دوسرے کام جو زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً زراعت، تجارت، صنعت و حرفت ان کو انجام دینے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ کچھ لوگ جو ذہنی اعتبار سے تحصیلِ علم کے اہل ہوں۔ دین کے قانون میں مہارت حاصل کرنے میں لگ جائیں۔ اور بوقتِ ضرورت عوام کو ان کے ٹھیک چال چلن کا طریقہ سکھا دیں۔ اور جس کو ضرورت ہو۔ ان سے پوچھے اور مشورہ کرے۔ اسی طریقہ پر چلنے سے یہ امید ہو سکتی ہے۔ کہ لوگ مضر کام چھوڑ کر مفید کاموں میں لگے رہیں گے۔ اس آیت میں صاف صاف تقسیم کار کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص کی قابلیت یکساں نہیں ہوتی۔ کوئی ہاتھ پاؤں کا مضبوط ہوتا ہے۔ وہ محنت کے کام مثلاً کاشتکاری اور جنگ وغیرہ کے لیے موزوں ہے۔ کسی کا ذہن تیز ہوتا ہے۔ وہ مختلف علوم و فنون حاصل کرنے میں حسبِ قابلیت لگ سکتا ہے۔ البتہ اگر ساری قوم دشمن کے نرغے میں پھنس گئی ہے اور گورنمنٹ نے ہر ایک کو لڑائی کے لیے اٹھنے کا اعلان کردیا ہے۔ اس وقت سب کچھ چھوڑ کر قوم کے بچاؤ کے لیے ہر ایک کو حاضر ہوجانا چاہیے۔ اور جو کام اس کو دیا جائے اس کو انجام دینا چاہیے :-

حفاظت کا طریقہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ
اے ایمان والو اپنے نزدیک کے کافروں سے
يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ
لڑتے جاؤ اور چاہیئے کہ وہ تمہارے اندر اپنے بارے
غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
میں سختی پائیں۔ اور جان لو کہ اللہ
مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾
ڈرنے والوں کے ساتھ ہے

پچھلی آیت میں مسلمانوں کو ہر کام کے مناسب لوگوں کی جماعتیں بنا لینے کی ترکیب سمجھائی گئی تھی۔ اس آیت میں لڑائی کا اور دشمنوں کو بےبس کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کام بھی زبردستی مسلمانوں کے سر پر آ پڑا تھا۔ دنیا نے نہیں سکھایا کہ شورہ پشت لوگوں کے دبانے کا آخری طریقہ سوا جنگ کے اور کوئی نہیں۔ انسان کی شخصی اور جماعتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ حیوانی صفات کو انسانی صفات کے تحت دبا کر رکھا جائے۔ اور ان سے بوقت ضرورت اتنا ہی کام لیا جائے۔ جتنے کی ضرورت ہے۔ لیکن حیوانی صفات کے غلبہ نے اس وقت مشرکوں کو اتنی بات سمجھنے سے روک دیا اور یہی نہیں۔ بلکہ انہوں نے وحشی درندوں کی طرح مسلمانوں کو چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہا اور سمجھے کہ ہم بدنی اور اجتماعی قوت سے ان کو ملیا میٹ کر دیں گے۔ آخرکار مسلمانوں کو بتایا گیا کہ انسانی درندے بھی طاقت ہی سے دبائے جا سکتے ہیں۔ پہلے پہل کافروں کا زور توڑنے کے لیے سب کو جمع ہو کر لڑنا پڑا۔ لیکن جب دیکھا کہ لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو پھر اس کا روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ناچار اس کے لیے قوانین مقرر کرنے پڑے۔ اور ان میں حیوانی طریقے سے لڑنے کو خلاف انسانیت بتایا گیا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو اس کے حکم بردار ہیں۔ اور اس کے غضب سے ڈرتے ہیں۔ اس اصل کو سامنے رکھ کر دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ چاہیئے کہ مسلمانوں کی ہر بستی اپنے قریب کے دشمنوں پر اپنا رعب جمائے رکھے اور ان کے سامنے قوت کا مظاہرہ کرتی رہے۔ تاکہ وہ شرارت سے باز آ جائیں اور سمجھ لیں۔ کہ نرا جانور بننے سے کام نہیں چلے گا۔ انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ جسمانی اور مادی قوت کے بل پر دوسروں کو دبانے کی کوشش انسانیت کو ختم کرنے کے ہم معنی ہے۔ ان کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ مسلمان امن و امان کے حامی ہیں۔ لڑنے میں کبھی اپنی طرف سے پہل نہ کریں گے۔ ہاں اگر کوئی ان کو ظلم اور زبردستی سے دبانے کی کوشش کرے گا تو اس کو اپنے پروردگار کے حکم سے دبا کر رہیں گے اور جب تک وہ درست نہ ہو جائے گا اس کو نہ چھوڑیں گے ؛

وحی کا اثر

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ
اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت تو ان میں سے
مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ
بعض کہتے ہیں تم میں سے کون ساہے کہ زیادہ کر دیا اس کو
هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اس نے ایمان میں سو جو لوگ
اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ
ایمان لائے ہیں اس نے بڑھا دیا ان کو ایمان میں اور وہ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾
خوشیاں مناتے ہیں

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ
اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے
مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ
بعض کہتے ہیں اس سورت نے تم میں سے
هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
کس کا ایمان زیادہ کر دیا سو جو لوگ ایمان لائے ہیں
اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ
ان کا ایمان اس سورت نے زیادہ کر دیا اور وہ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾
خوش دل ہوتے ہیں

اس آیت میں ان لوگوں کا جن کے دل میں نور ایمان نہیں ہے ایک اور طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے۔ ایسے لوگ اسی زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے اور اس کے بعد آج تک ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں۔ اور بظاہر احوال ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہوتے ہی رہیں گے جن کے دل میں اسلام کی ذرا بھی وقعت نہ تھی۔ ایسے لوگ اسلام ہی نہیں بلکہ ہر نظام اور ہر جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ جو قانون اور تنظیم کو بے معنی سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ہر سوسائٹی میں گھن کا کام دیتے ہیں اور اندر ہی اندر اسے کھوکھلا کرتے رہتے ہیں۔ اگر سوسائٹی میں مخلص سمجھ دار اور باوفا لوگ نہ ہوں۔ تو ایسے لوگوں کے ہاتھوں تباہی آنا یقینی ہے۔

پہلے بھی بیان ہوا ہے کہ مدینہ کے اندر اور اس کے گرد و نواح میں ایسے لوگ موجود تھے۔ اب ارشاد ہے کہ جب قرآن کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے۔ تو منافق لوگ آپس میں یا بعض سیدھے سادے مسلمانوں سے کہتے ہیں۔ کیوں جی اس سورت سے تمہارا ایمان کتنا بڑھا۔ اور اس میں کیا اضافہ ہوا۔ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ہنسی اڑائیں اور لوگوں کو کسی طرح بتائیں۔ کہ اس میں کچھ نہیں رکھا۔ ان کی بے ہودگی کے جواب میں واقعی بات نہایت بردباری اور سہولت کے ساتھ سمجھائی گئی ہے۔ کہ جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں اور اپنے اللہ سے لو لگائے ہوئے ہیں۔ انہیں ان سورتوں میں دل کی تسکین، جان کا حقیقی آرام اور اللہ کے وعدوں کے پورا ہونے کا سامان کھلم کھلا نظر آتا ہے۔ انہیں اپنی امیدیں جو انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ لگا رکھی ہیں پوری ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ اور ان کا دل مزید یقین اور اطمینان کے ساتھ اللہ کے حکموں کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔

نفاق کی حقیقت

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
اور جو لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں
مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا
بیماری ہے تو بڑھادی اس نے ان کی پلیدی
اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ
پلیدی پر اور مرے وہ ایسے کہ وہ
كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾
کفر کرنے والے تھے

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
اور جن کے دلوں میں مرض
مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا
ہے سو ان کے لیے گندگی
اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ
پر گندگی بڑھا دی اور وہ مرتے دم تک
كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾
کافر ہی رہے

لیکن جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری جم گئی ہے۔ انہیں ان سورتوں میں کچھ نظر نہیں آتا۔ بلکہ ان کے مرض میں اور زیادتی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ وہ ایمان داروں کو اپنے یقین و استحکام میں روز بروز بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں اور ان کے ارادوں کی پختگی کے سامنے ان کے اپنے ارادے انہیں روز بروز پست ہوتے نظر آتے ہیں اور ان کی باطنی صحت لحظہ بہ لحظہ گھٹتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سے ان کے حسد، کینے اور بغض میں اور ترقی ہوتی ہے اور یہ وہ روحانی امراض ہیں جن کا واحد علاج صرف اللہ کے مقرر کردہ قانون کا اتباع اور اس کے رسول کی ہدایت پر چلنا ہے۔ جتنا اللہ، رسول اور اس کے قانون یعنی قرآن پر بھروسہ اور اعتماد حاصل ہوگا۔ اتنی ہی انسان کی اندرونی خباثت گھٹتی جائے گی۔ اس خباثت ہی کا نام روحانی مرض ہے۔ چنانچہ جو نئی سورت قرآن کی نازل ہوتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے لیے باعث تسلی اور اطمینان ہوتی ہے۔ اور وہی منافقوں کی ضد اور دشمنی میں اور اضافہ کردیتی ہے۔ بالکل جیسے بارش سے اچھی زمین سرسبز ہوجاتی ہے۔ اور خراب زمین میں بجز خار دار جھاڑیوں کے کچھ نہیں اگتا۔

ان آیتوں میں انسان کے دو قسم کے فریقوں کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہر زمانے میں انسان کے دو فریق نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو اچھی بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور قانون کی پابندی کو انسان کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو قانون کی پابندی کو وبال جان سمجھتے ہیں۔ اور آزادی کے معنی یہ لیتے ہیں۔ کہ انسان بالکل وحشی جانوروں کی طرح پھرے۔ ان میں سے بعض کھلم کھلا قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ اور بعض گو ظاہر میں شریف بنتے ہیں۔ لیکن باطن میں خبیث ہوتے ہیں۔ یہ منافق ہیں۔ پہلے فریق پر اچھی باتوں کا اثر صحت بخش ہوتا ہے۔ اور یہی باتیں دوسرے فریق کی شرارت پر تازیانہ کا کام دیتی ہیں:

بلاؤں سے سبق نہیں لیتے

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي
کیا نہیں دیکھتے وہ کہ وہ بلاؤں میں پھنسائے جاتے ہیں ہر
كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا
سال کے اندر ایک بار یا دو بار پھر بھی نہ
يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾
وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ وہ سبق حاصل کرتے ہیں

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي
کیا دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال آزمائے جاتے ہیں
كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا
ایک بار یا دو بار پھر بھی
يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾
توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں

یہ آیت پہلے ہی مضمون کا تتمہ ہے۔ اور اس میں بد باطن لوگوں کو مصیبتوں سے مفید سبق حاصل کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ اسلام سے منہ موڑنے والے اور خلاف انسانیت آزادی کے قائل لوگ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بڑی بڑی مصیبتوں میں پھنستے ہیں۔ کبھی قحط ہے، کبھی دبا ہے، کبھی زلزلہ ہے، کبھی طوفان ہے۔ غرض کوئی سال آفتوں سے خالی نہیں جاتا چاہیے تو یہ تھا۔ کہ ہر مصیبت کے بعد اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکتے اور سمجھ لیتے۔ کہ ہر چیز اسی کے قبضے قدرت میں ہے۔ اسی کے حکم کے آگے سر جھکائے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن یہ اور الٹے سرکش ہو جاتے ہیں۔ اللہ کو تو مانتے نہیں۔ بجائے اس کے اپنی عقل اس میں لڑانے لگتے ہیں کہ ایسی تدبیر کیا ہو۔ کہ ان آفتوں سے نجات ہو۔ اور زندگی چین آرام سے کٹے۔

۔ نہیں سمجھتے کہ چین اور آرام تو اللہ کو مان لینے سے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ عقلی ڈھکوسلوں سے اگر کچھ حاصل ہوا بھی۔ تو اس سے تمام افراد انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کچھ لوگ البتہ عارضی طور پر گلچھرے اڑا لیتے ہیں۔ لیکن اور لوگ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اتنے میں دونوں کو موت آ دباتی ہے۔ اور وہ اس کے ہاتھ سے بے بس ہو جاتے ہیں۔ اور منہ کھول دیتے ہیں۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ شاید حسرت کے ساتھ ہر آدمی اس وقت یہ دیکھتا ہوگا۔ کہ جان نکل کر جسم کو خالی چھوڑ کر چلی جا رہی ہے۔ اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔ مغرور لوگ اسی دھوکے میں پھنسے رہتے ہیں۔ کہ مجموعی طور پر ہماری قوم ترقی کر رہی ہے۔ افراد تو مرتے ہی رہتے ہیں۔ ان کا خیال کرنا فضول ہے۔

یہ نہیں جانتے۔ کہ افراد کا مرنا بھی ایک مصیبت ہے جس سے عقل مندوں کو سبق لینا چاہیے۔ کہ اگر ان کو خود کچھ نہیں سوجھتا۔ تو ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے اللہ کے رسول اور ان کی کتابیں موجود ہیں۔ ان کی طرف رجوع کرنے سے انسانی ہستی کا راز بخوبی معلوم ہو سکتا ہے:

منافقوں کی بدنصیبی

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ
اور جب آتاری جاتی ہے کوئی سورت تو دیکھتا ہے
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ
ایک ان کا ایک کو کہ کیا دیکھتا ہے تم کو
مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ
کوئی پھر چل دیتے ہیں پھیر دیئے
اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ
اللہ نے دل ان کے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں
لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾
کہ نہیں جانتے

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ
اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ
میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتا ہے کہ کیا
مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ
تم کو کوئی مسلمان دیکھتا ہے پھر چل دیتے ہیں
اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ
ان کے دل اللہ نے پھیر دیئے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ
لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾
لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے

مسلمانوں کے ساتھ منافقوں کے ایک طرزِ عمل کا اس آیت میں بیان ہے۔ مسلمانوں کو حکم تھا کہ سوا اس کے جو ان پر کھلم کھلا زیادتی کرے کسی کو نہ ستائیں بلکہ سب کے ساتھ احسان کریں اور لوگوں کے قصور اور کوتاہیوں کو معاف کرتے رہیں۔ اور سمجھیں کہ یہ لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور انہوں نے نادانی کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ اسلام بے شک یہی سکھاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی سکھاتا ہے تاکہ لوگ مسلمانوں کی بردباری سے دلیر ہو کر ان کو نقصان پہنچانے کی جرأت نہ کر بیٹھیں۔ اس لیے آیت قرآنی میں ان کی شرارتوں کو کھول دیا گیا ہے۔ اور ان کی علامتیں بیان کر دی گئی ہیں تاکہ مسلمان ان سے دھوکا نہ کھائیں اور ان کی چال سے آگاہ رہیں۔ اس آیت میں ان کی ایک عادت کا بیان ہے جس سے ان کی بدنیتی صاف عیاں ہے۔

ارشاد ہے کہ جب یہ لوگ مسلمانوں کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور کوئی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے اور آپ اسے حاضرین کو پڑھ کر سناتے ہیں تو سچے مسلمان تو کان لگا کر سنتے ہیں اور جو ارشاد ہوتا ہے اس کو گرہ میں باندھتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو اس کا سننا ناگوار ہوتا ہے خاص کر جبکہ وحی میں منافقوں کی بُری عادتوں کو بیان کیا گیا ہو۔ یہ لوگ چپکے سے وہاں سے کھسکنا چاہتے ہیں۔ اور آپس میں اشارے کرتے ہیں کہ جس وقت کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ آنکھ بچا کر چل دینا چاہیے۔ چنانچہ موقعہ تاک کر سارے کے سارے ایک ایک کر کے کھسک جاتے ہیں اور مجلس سے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ اللہ کے ہاں کیا پرواہ ہے۔ وہ اس کی پاداش میں ان کے دل اچھی باتوں کی طرف سے پھیر دیتا ہے۔ جب یہ ہدایت کی باتیں سننا ہی نہیں چاہتے نادانی میں مبتلا رہنا چاہتے ہیں تو اللہ کو کیا غرض پڑی ہے کہ ان کو سیدھا راستہ زبردستی دکھلائے۔

اکثر لوگوں کا اب بھی یہی حال ہے کہ مجلس میں جب تک ہنسی مذاق، تفریح کی باتیں اور شغل ہوتے ہیں، تو بڑے ذوق شوق سے بیٹھے رہتے ہیں اور جہاں اصلاح عمل اور درستی اخلاق وغیرہ سے متعلق کام کی باتیں شروع ہوئیں۔ تو بد دلی ان کے چہرہ سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور وہ موقعہ پاتے ہی نظر بچا کر کھسک جاتے ہیں ۔

رسول کا تعارف

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
بے شک تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بھاری ہے اس پر جو تمہیں ضرر پہنچے دل سے چاہتا ہے تمہاری بھلائی
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۸)
ایمان والوں پر شفیق مہربان ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
تمہارے پاس رسول تم ہیں کا آیا ہے
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بھاری ہے اس پر جو تکلیف پہنچے تمہیں حریص ہے تمہاری بھلائی
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۸)
یہ ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے

مَا عَنِتُّمْ (جو دکھ تم جھیلتے ہو) ما موصولہ ہے جس کے معنی جو ہیں۔ عَنِتُّمْ ماضی کا صیغہ ہے جو عَنَتْ سے بنا ہے۔ عَنَتْ کے معنی ضرر، دکھ، تکلیف کے ہیں۔ عَنِتُّمْ کے معنی جو چیز تمہارے لیے دکھ اور ضرر کا باعث ہو۔ یہ لفظ سورۃ نساء میں پانچویں پارے کے شروع میں آچکا ہے۔ وہاں اس سے مراد رنج و غم، شرمندگی، خفت وغیرہ ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہر وہ چیز جو دل یا بدن کو دکھ پہنچائے۔

حَرِيْصٌ (طلبگار) صفت کا صیغہ ہے حرص سے۔ حرص مشہور لفظ ہے جس سے مراد کسی چیز کی بہت زیادہ خواہش کرنے کے ہیں۔ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ کا مطلب عربی محاورے کے مطابق یہ ہے کہ وہ ہر طرح تمہاری بھلائی چاہتا ہے اور ان کے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہے۔

اس آیت میں پہلے رسول اللہ علیہ وسلم کا عام انسانوں کے ساتھ اور پھر خاص ایمان والوں کے ساتھ تعلق نہایت صاف اور واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے۔ اور اس سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ انسان اگر ایسے اوصاف والے رسول کی قدر نہ پہچانیں تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ یہاں وہ اوصاف گنوائے گئے ہیں جن کا تعلق دوسروں کے ساتھ ہے اور ان پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ اور یہ چار صفتیں ہیں جن میں سے پہلی تین کا تعلق تمام انسانوں کے ساتھ اور چوتھی کا خاص طور پر ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سب انسانوں سے افضل ہیں ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنے سارے کام آپ کے طریقے کے مطابق سرانجام دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی مخلوق نہیں بنایا جس کی کوئی انسان پیروی نہ کر سکے۔

۲۔ ان کے اندر انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ دوسرے کی تکلیف اور اذیت ان پر بہت شاق گذرتی ہے۔

۳۔ یہ ہمدردی فقط احساس تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ ہر ایک کو اذیت اور دکھ سے بچانے کی دل و جان سے کوشش کرتے ہیں۔ واقعی تعجب ہے اگر ایسے انسان پر ہر شخص جان و مال نچھاور کرنے کے لیے تیار نہ ہو جائے۔

۴۔ ایمان والوں کے ساتھ بھی بہ حیثیت انسان ہونے کے ان کا یہی برتاؤ ہے۔ ان کے اوپر شفقت اور مہربانی فطری طور پر زیادہ ہے۔ کیونکہ جو نصیحت قبول کرے اور بات مان لے، اس کی دل جوئی کا زیادہ خیال ہوتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ۖ لَآ اِلٰـہَ

پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے کافی ہے مجھے اللہ جس کے سوا

اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ

کوئی بندگی کے لائق نہیں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور وہی مالک ہے

الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۲۹﴾

تخت بڑے کا

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ۖ لَآ اِلٰـہَ

پھر بھی اگر منہ پھیریں تو کہہ دے کافی ہے مجھے اللہ بس

اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ

کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پہ بھروسا کیا۔ اور

الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۶

وہ عرش عظیم کا مالک ہے

عَرْش: تخت۔ لغت میں عرش کے معنی اونچا اٹھانے کے ہیں۔ جو چیز اونچی ہو اسے بھی عرش کہتے ہیں۔ اسی لیے یہ لفظ تخت شاہی کے معنی میں مشہور ہوگیا۔ بادشاہ کا تخت اس کی قوت اور اقتدار کی علامت ہے۔ اللہ عزو جل سارے جہان کا بادشاہ ہے۔ اس لیے اس کا تخت عرش عظیم یعنی بڑا عظیم الشان تخت ہے۔ یہ عرش اس نے اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ اس کی شکل و صورت ہم پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ فقط اس کی قدرت کے سب سے زیادہ زبردست ہونے سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا عرش کس شان کا ہوگا۔

پچھلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسانوں کو چاہیئے کہ اس رسول کی قدر و منزلت سمجھیں اور اس کے حکم پر خوشی کے ساتھ چلیں کیونکہ انسان جن صفات کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ وہ سب ان میں موجود ہیں۔ یہ انسانیت کا کامل نمونہ ہیں۔ ایسا انسان جو تمام انسانوں کا ہمدرد اور خیرخواہ اور ہر اچھی بات میں ان کا مددگار ہو ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ تمہیں اللہ نے اپنی حکمت سے بیٹھے بٹھائے دے دیا ہے اس کی حقیقی قدر کرو کم ہے۔ اس کی اطاعت میں تمہارا سراسر فائدہ ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول اگر باوجود ان سب اچھی عادتوں کے لوگ تیری طرف متوجہ نہ ہوں اور پیٹھ موڑ کر بیٹھ رہیں۔ تو تجھے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تیرا حامی اور مددگار اللہ ہے۔ لوگوں کو سمجھنا چاہیئے کہ ان کے لیے رسول کی عنایت اور شفقت خود ان کے لیے مفید ہے۔ اس لیے اے رسول تو دل میں یہ کہا کر کہ مجھے اللہ کا سہارا کافی ہے۔ وہی میرا مددگار اور حامی ہے۔ میرا بھروسا اسی پہ ہے۔ میرا سہارا وہی ہے۔ وہ سارے جہان کا بادشاہ اور مالک ہے۔ جہان بھر کے تخت سلطنت کا بھی وہی مالک ہے اس کی قدرت میں سب کچھ ہے۔

یہ ارشاد ہم لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ خود دوسروں کی ضرورت کے وقت ان کی مدد کے لیے تیار رہیں لیکن خود سوا اللہ کے کسی سے مدد نہ مانگیں نہ کسی کے سامنے اپنی احتیاج ظاہر کریں۔ یہ سبق ہے جس کو اگر انسان سیکھ لے۔ تو دنیا کی تمام خرابیاں دور ہوجائیں۔

یہ آیت انسان کے لیے ایک بڑا زبردست سہارا ہے اور سبق ہے۔ اس کا مضمون دل کی تمام کمزوریاں دور کرنے کے لیے اکسیر اعظم ہے۔

سورۂ توبہ پر ایک نظر

پچھلے صفحہ میں ایک عظیم الشان آیت پر سورۂ توبہ ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ دوسری منزل بھی ختم ہوئی۔ اس کے آگے سورۂ یونس ہے جس سے تیسری منزل شروع ہوتی ہے۔ سورۂ توبہ کے مضامین پر غور کرنے کی آج کل بہت ضرورت ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں اس سے کیا سبق ملتا ہے۔

یہ سورت ہمیں اسلامی سیاست کے وہ اصول بتاتی ہے جنہیں اس دنیا کی زندگی میں ہمیں اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ ہم ۲۳ سال تک کلام مقدس یعنی قرآن مجید انسان کو اس کی بھلائی اور بہبودی کے اصول سمجھاتا رہا۔ ان اصولوں کو اس وقت کے انسان قبول کر لیتے تو مسلمانوں کی ایک الگ امت نہ بنتی۔ بلکہ تمام انسان ایک امت ہوتے۔ قوم کے تمام مل جل کر دنیا میں امن و امان کی زندگی بسر کرتے اور مرنے کے بعد آرام و راحت کی زندگی حاصل کرنے کا موقعہ ہر اس شخص کو آسانی کے ساتھ حاصل ہوتا۔ جو آخرت کو مانتا وہ بھی اس دنیا میں سب کے ساتھ مل کر بے کھٹکے یہاں کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا۔

لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہوا اس لیے مدینہ میں پہنچتے ہی مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اپنی الگ تنظیم کر لیں اور کہہ دیا گیا۔ کہ تمہارے ساتھ جو جیسا سلوک کرے۔ اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے احسان کرو۔ اور باہمی اتحاد اور اتفاق کسی حالت میں نہ چھوڑو۔ مسلمانوں کو اپنے اندرونی انتظام کا یہ طریقہ سکھایا گیا ہے کہ رسول کی رہنمائی اپنی زندگی کا بندھن اور شیرازہ سمجھیں یہ انسانوں کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو ایسا مہربان حلیم اور ہمدرد انسان رسول مل گیا وہ جو تمہیں حکم دیتا ہے قرآن حکیم کی روح کو سامنے رکھ کر دیتا ہے۔

تمہارے سامنے تین قسم کے لوگ ہیں۔ ان کے ساتھ جیسا ہونا چاہیئے۔ ویسا برتاؤ کرو۔

۱۔ کافر یہ وہ لوگ ہیں۔ جو تم سے کھلم کھلا لڑتے اور اگر ہو سکے تو تمہیں نیست و نابود کرنے کی کوشش کریں گے ان کے مقابلہ کے لیے ہر وقت تیار رہو۔ جب تک کہ وہ یہ نہ سمجھیں۔ کہ اسلام دنیا میں جم کر رہنے کے لیے آیا ہے اس کی مخالفت کرنا دنیا میں فساد پھیلانے کا سبب ہوگا اور اس نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ کہ اس سے آشتی و صلح کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ وہ چاہے اسلام کو مانیں یا نہ مانیں۔ لیکن اس کے ساتھ مصالحت کر کے رہنا دنیا کے امن و امان کے لیے ضروری ہے۔ تم خود کسی سے لڑنے میں پہل نہ کرو۔ جو تم سے لڑے وہ فسادی ہے۔ اس لیے اس حد تک لڑو کہ وہ مصالحت کے لیے تیار ہو جائے۔

۲۔ منافق یہ لوگ چھپے دشمن ہیں اور اپنی علامتوں سے پہچانے جائیں گے۔ ان کی طرف سے چوکنا رہو ان کی چالوں میں مت آؤ۔

۳۔ مسلمان تمہارے بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ مہربانی، ہمدردی، شفقت اور امداد باہمی کے طریقے اختیار کرو یہ سب اس سورت میں موجود ہے۔ اس لیے اسے بار بار مطالعہ کرنا چاہیئے۔

سورۃ توبہ کیا سکھاتی ہے

اس سورت کے ختم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ آپ نے اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ کیا۔ وہ انہی اخلاق کے تحت تھا۔ حتیٰ کہ آپ کی اپنے مخالفوں سے جنگ بھی انہی اخلاق پر مبنی تھی۔ آپ کی جنگ لٹیروں، ڈاکوؤں کی سی نہ تھی اور نہ دوسرے لوگوں پر بادشاہ بن کر حکومت کرنے کے لیے تھی۔ بلکہ انسان کی بہتری اور امن و امان کی زندگی دنیا میں قائم کرنے کے لیے تھی۔ اس کا مقصد یہ نہ تھا کہ سفاکی کے ساتھ انسانوں کا خون بہاکر دوسروں پر رعب جمایا جائے اور ان کو زبردستی اپنا خادم بناکر رکھا جائے۔ اور مجبور کیا جائے کہ وہ آپ کو بادشاہ مان کر آپ کے اشاروں پر چلیں۔ اور آپ کے دنیاوی عیش و عشرت کا سامان مہیا کرنے میں لگے رہیں۔

وہ زمانہ جس میں آپ رسول بناکر دنیا میں بھیجے گئے انتہائی ظلم و ستم کا زمانہ تھا۔ دنیا بھر میں ہر ملک پر خودغرض عیش و عشرت کے دلدادہ اور خواہشوں کے غلام لوگوں کا قبضہ تھا۔ زبردست لوگ اپنا جتھا قائم کر کے کسی سرکش اور ظالم کو اپنا سرغنہ بناکر اس کے مددگار ہوجاتے تھے۔ اور اسے بادشاہ کہہ کر اس کے نام سے عوام الناس کو اپنے عیش و عشرت کا سامان مہیا کرنے کے لیے مجبور کرتے تھے اور ان کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کرتے تھے زبردست اپنی زندگی کا مقصد زبردست کو دبانا بنائے ہوئے تھا۔ خدا کی مخلوق ظالموں کے پنجے میں پھنسی ہوئی تھی۔ اور قریب تھا کہ انسانیت دنیا سے مٹ جائے اور زور آور انسان خونخوار درندے بن کر کمزوروں کو بالکل کھا جائیں اور اپنے برابر والوں سے اس کا شکار خود چھیننے کے لیے لڑیں۔ اور ہر ایک اپنی طاقت بڑھانے میں لگا رہے اور دنیا میں قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، چھینا جھپٹی کے سوا انسان کا اور کوئی شغل ہی نہ رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج ان سرکش لوگوں کے بالکل خلاف تھا۔ آپ کے اخلاق فطری مزاج کے مطابق خود بخود بننے شروع ہوئے اور اللہ کی حفاظت ہر قدم پر آپ کے ساتھ رہی۔ شروع ہی سے آپ کی نظر کائنات پر ایسے زاویۂ نگاہ سے پڑی۔ جو دنیا میں پھنسے ہوئے لوگوں کے نقطۂ نظر سے بالکل علیحدہ تھا۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ اگر انسان کو اس دنیا میں رہنا ہے۔ تو اس کا طریقہ یہ نہیں جو عام طور پر پھیلا ہوا ہے۔

آپ وہ طریقہ ڈھونڈتے تھے جو انسان کی بقا کا ضامن ہو اور اس کی روح کو اضطراب اور بے چینی سے عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے بچائے۔ اس طریقہ کا بتانے والا آپ کو دنیا میں کوئی نظر نہ آیا۔ اس وقت آپ کی طبیعت تنہائی کی جانب زیادہ مائل ہوئی۔ اور حکیم مطلق نے آپ کو جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا تھا اپنی خاص رحمت سے اس کو پورا کرنے کا کام شروع کر دیا۔

اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے دیکھنے والے تمام تاریخ نویس اور سارے وقائع نگار متفقہ طور پر شہادت دیتے ہیں کہ بحیثیت انسان آپ سمجھ اور عقل میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ حالات کو دیکھ کر جو رائے قائم کرتے تھے۔ وہ سب سے اچھی ہوتی تھی۔ فضول اور لغو باتوں سے بچتے تھے چہرے سے بشاشت ٹپکتی تھی، ہنس مکھ تھے۔ خاموشی پسند تھے اکثر چپ رہتے تھے۔ دنیا کے بنانے والے اور پالنے والے کو یاد کرتے تھے۔ عرب میں اس لیے اللہ کا لفظ پہلے ہی موجود تھا۔ آپ کے دل میں اس کا تصور اوروں سے مختلف تھا۔ آپ سمجھتے تھے کہ وہ ایک ہے۔ وہ کسی اور کا محتاج نہیں۔ وہ عالم، سمیع، بصیر اور خبیر ہے۔ زبان سے چپکے چپکے اس کا ذکر کرتے اور ہدایت کی دعا مانگتے رہتے تھے۔ صحیح بات کو فوراً مان لینے والے ملنسار اور خوش خُو تھے۔ آپ کے نزدیک اپنا پرایا زور آور اور کمزور خویش اور اجنبی حقوق انسانی میں سب برابر تھے۔ مسکینوں سے محبت کرتے تھے۔ نادار کو اس کے افلاس کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے تھے۔ بادشاہوں اور جابروں کے رعب میں ذرا نہ آتے تھے۔ کسی کے زبردست ہونے کی وجہ سے اس سے نہ ڈرتے تھے۔ شریف لوگوں اور اچھی عادت والوں کی خاطر کرتے تھے۔ ملنے والے کا دل موہ لیتے تھے۔ جو ملنے آتا اس کے پاس سے خود نہ ہٹتے تھے۔

جب تک وہ خود ہی نہ جانا چاہتا۔ اپنے ملنے والوں کے حالات پوچھتے رہتے۔ اور لوگوں کے عام حالات لوگوں سے دریافت کرتے رہتے تھے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ دودھ خود دوہتے۔ جوتی خود گانٹھتے کپڑے میں خود پیوند لگاتے، پیوند لگے ہوئے اور گانٹھے ہوئے جوتے اور کپڑے پہننے سے عار نہ کرتے۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت تک کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ مہینہ مہینہ اور دو دو مہینے گذر جاتے اور آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ چند کھجوروں اور پانی پر گذر کرتے رہتے۔ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتے اور اپنے لیے کسی سے مدد نہ مانگتے اپنے گرد کے تمام لوگوں کے ساتھ اپنے ہوں یا پرائے انسانیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ اور آپ کی خوش خلقی، امانت داری اور انصاف کا ادنیٰ اور اعلیٰ سب کو اعتراف تھا۔ ایسے اعلیٰ اوصاف کا مالک ہوتے ہوئے آپ کو لڑائی کیوں کرنا پڑی۔ آپ حکومت کے طلب گار نہ تھے۔ کسی سے کچھ چھیننے کے بجائے اس کو خود اپنے پاس سے کچھ نہ کچھ دینا چاہتے تھے۔ ہر ایک کی غمخواری، ہر ایک سے ہمدردی ہر ایک پر شفقت اور مہربانی آپ کا شیوہ تھا۔ ظاہر بات ہے کہ ایسا کریم اور ایسا شفقت کرنے والا کسی کو ستانے پر راضی نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کو لڑنا پڑا تو کیوں؟ فقط کفار مکہ کی ناسمجھی اور ناعاقبت اندیشی سے:

لڑائی کا سبب

جب آپ کا وقار سب کرنے لگے اور ہر ایک بڑے چھوٹے کے دل میں آپ کی محبت اور عزت بیٹھ گئی۔ رب العالمین نے آپ کو اپنا رسول بنانے کے لیے انتخاب کیا۔ آپ کے اخلاق کو سراہا۔ اور حکم دیا کہ تم ہمارے رسول ہو اپنے گھر، شہر اور ملک والوں کو سمجھا کر اپنے ساتھ لو۔ اور دنیا بھر میں اعلان کردو کہ تم جس طریقے سے تم زندگی بسر کر رہے ہو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا چھوڑ دو۔ تمہارا خالق اور رب سب سے بڑا ہے۔ اپنے آپ کو اس کا بندہ سمجھو۔ اور اسی کے احکام بجا لاؤ۔ اللہ نے آپ کا دل اپنے نور سے روشن کر دیا۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ میرا رب نگہبان ہے اور کوئی مجھے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ ضرر۔ کمر ہمت باندھ کر تعمیل حکم الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جن لوگوں میں نیکی کی صلاحیت تھی۔ آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ جو لوگ انسان کی صفت سوا خود غرضی کے اور کوئی مانتے ہی نہ تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہو نہ ہو۔ یہ ایک نئے طریقے سے اپنا اثر جما کر دنیا کے جاہ و جلال کا طالب ہے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک ایک سمجھ دار انسان کی اور کوئی غرض ہو ہی نہیں سکتی۔ ان کی اس غلط فہمی سے دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اور جو ہونا چاہیے تھا وہ نہ ہونے پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاکھ سمجھایا۔ کہ میں اپنے لیے کچھ نہیں چاہتا۔ جو کچھ کہتا ہوں۔ تمہارے بھلے کو کہتا ہوں۔ تیرہ ۱۳ سال کامل تکلیفیں جھیل کر، ایذائیں سہہ کر ان کو سمجھایا۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر باہر کے آنے والوں کے سامنے اپنا پیغام پیش کیا۔ مدینے والوں کی قسمت میں سعادت دارین لکھی تھی۔ وہ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور آپ پر جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آخر کار جب مکہ والے اپنی ضد پر اڑ ہی گئے تو آپ نے مدینہ کا رُخ کیا اور اسلامی سوسائٹی کی بنیاد قائم کی۔

قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں جن میں ۸۸ مکہ میں اور ۲۶ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ انسان کی بہبودی اور سعادت کے تمام اصول کھول کھول کر مکی سورتوں میں سمجھا دیئے گئے ہیں۔ جن کی تقدیر میں سعادت تھی۔ انہوں نے ان کو گرہ میں باندھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنے کے لیے کمربستہ ہوئے۔ مکہ میں صبر اور استقلال کا سبق سیکھا۔ اور مدینہ میں جب لڑنے کا حکم ہوا۔ تو بہترین لڑنے والے ثابت ہوئے۔

مدنی سورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو حکم ہوا کہ مکہ کے لوگ جن کے ساتھ اہل کتاب بھی مل گئے ہیں۔ بغیر گوشمالی کے باز نہ آئیں گے۔ اس لیے ان سے لڑو لیکن زیادتی اور ظلم نہ کرو۔ کیونکہ لڑائی سے غرض صرف فساد کا دفع کرنا ہے۔ اور کوئی غرض نہیں ؛

اسلام میں لڑائی

لڑائی کی اجازت مل جانے کے بعد مدنی سورتوں میں اس کی بابت ہدایات تفصیل کے ساتھ دی گئیں اور ساتھ کے ساتھ سوسائٹی کا طریق کار سکھایا جاتا رہا اور سیاست کی تعلیم پورے طور پر دی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر بنفس نفیس اسلامی لشکر کی قیادت کی اور چند مقام پر اپنے معتمد غلاموں میں سے کسی کو یہ کام سپرد کیا۔ آپ جن لڑائیوں میں شریک ہوئے ان میں سے اول غزوۂ بدر اور آخری غزوۂ تبوک ہے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو بلا ارادہ اور بلا تیاری کے لڑنا پڑا۔ غزوۂ تبوک میں ارادتاً تیاری کی گئی۔ لیکن لڑنے کی نوبت نہیں آئی اس آخری لڑائی کا ذکر سورہ توبہ میں تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔

لڑائی سے یہ خرابی تو ضرور ہوئی کہ اسلام کے سمجھنے میں دشواریاں پیدا کی گئیں۔ خود غرض لوگ اگرچہ اسلام کو جنگ کے ذریعے دبا تو نہ سکے۔ لیکن اس کی اصل خوبی کو گرد وغبار کے اندر چھپا دینے کی کوشش میں لگے رہے۔ اسلام چاہتا تھا کہ دنیا میں فساد اور خون ریزی کا قلع قمع ہو۔ لیکن شرارت پسند خود غرضوں نے کہا۔ کہ لڑائی دنیا میں رہے گی اور کمزوروں کو دبانے کا دستور باقی رہے گا۔ اسلام نے بہ مجبوری خود غرض لوگوں کے ہوش درست کرنے کا ذریعہ اس وقت کے حالات میں یہی مناسب سمجھا کہ ان کی گوشمالی کی جائے۔ لیکن اس سے ایک فائدہ بھی ضرور ہوا۔ اور وہ یہ کہ خود مسلمانوں کی تنظیم میں اس سے بڑی مدد ملی۔ کمزور، خائن، دغاباز اور منافق چھٹتے چلے گئے اور صرف مخلص مسلمان ہی میدان میں باقی رہ گئے۔ مشقتیں اور دشواریاں جھیلتے جھیلتے ارادے میں استواری عزم میں پختگی اور اخلاق میں اعتدال پیدا ہوگیا۔

اس سورت کے ذیل میں صرف آخری مہم یعنی غزوۂ تبوک کے واقعات پر غور کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسا سخت امتحان تھا کہ ابتدا میں خود مسلمانوں کا ایک گروہ سخت کشش و پیچ میں پھنس گیا تھا۔ آخرکار نور ایمان نے ان کی رہنمائی کی۔ اور وہ راہ راست پر آگئے۔ مسلمان اس وقت سینکڑوں کی نہیں ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ سبھی اس دشوار سفر کے لیے تیار ہوگئے۔ صرف معذور، اپاہج اور نادار لوگ رہ گئے۔

منافق جو ان میں ملے جلے تھے۔ وہ اپنی چال بازیوں کی وجہ سے پہچانے گئے اور وحی نے ان کا پردہ بالکل فاش کر دیا۔ اور وہ سب کے سب حیلے بہانے کرکے الگ ہوگئے۔ مخلص مسلمانوں میں صرف تین شخص ایسے تھے۔ جو لیت ولعل میں رہ گئے اور ان کی توبہ ایک کڑی سزا کے بعد قبول ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی سرگذشت اس غزوہ سے متعلق خود بیان کرتے ہیں۔ اس سے ضروری باتیں اس غزوہ کی بابت معلوم ہوں گی۔ آئندہ صفحات میں اسی کو بیان کیا جائے گا:

بیان حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

ان کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک رہا۔ سوائے غزوۂ تبوک کے۔ اس زمانے میں میں سب سے زیادہ طاقتور اور خوشحال تھا۔ اس وقت میرے پاس پہلی بار دو اونٹ ہو گئے تھے۔ جو بڑے طاقتور اور سامان سے لد کر سفر کے قابل تھے۔ اس سے پہلے جس غزوے میں آپ کو جانا ہوتا۔ تو اس کا اعلان نہ فرماتے تھے۔ لیکن تبوک کے لیے آپ نے اعلان فرمایا اور تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ اس وقت گرمی بہت سخت تھی۔ دور دراز کا سفر تھا۔ بڑے بڑے خشک اور چٹیل میدان طے کرنے تھے اور ایک زبردست دشمن سے مقابلہ تھا۔ اس لیے جہاں جانا تھا اور جس لیے جانا تھا۔ صاف صاف سب کو بتا دیا۔ اور اس کے لیے مناسب تیاری کا حکم دیا۔ اس وقت پھل تیار تھے۔ لوگ آرام سے سایہ دار درختوں کے نیچے رہنا اور پھلوں سے حظ اٹھانا چاہتے تھے۔ میں بھی اسی طرف مائل تھا۔ روزانہ صبح تیاری کا ارادہ کرتا۔ لیکن شام کو دیکھتا کہ کچھ نہیں ہوا۔ پھر کہتا اچھا کل ضرور تیاری کروں گا۔ دل میں تھا کہ میری تیاری میں کیا لگے گا۔ سب کچھ موجود ہے۔ جب چاہوں گا فوراً چل دوں گا۔ اسی لیت و لعل میں لشکر چل دیا۔ اور بہت دور نکل گیا۔ میں نے چاہا کہ روانہ ہو جاؤں اور اس سے جا ملوں۔ لیکن اس میں بھی سستی کی اور آخر رہ گیا۔ اب میرے گرد سوا منافقوں اور معذوروں کے کوئی نہ تھا۔ حتیٰ کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔ اس کے بعد بھی ایک انصاری ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ ہمت کر کے آپ سے جا ملے۔ لیکن مجھے اس کی توفیق نہ ہوئی۔ جب آپ واپس تشریف لائے۔ تو میں نے سوچا کہ کوئی جھوٹا بہانہ گھڑ کے آپ کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا۔ لیکن پھر قصد کر لیا کہ جو کچھ بھی ہو میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔ کچھ اوپر اسّی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور جھوٹے عذر بیان کر کے آپ کو راضی کرنا چاہا۔ آپ نے ان کی بات مان لی اور ان کے دل کا حال خدا پر چھوڑ دیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے سچ سچ کہہ دیا کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں تھا۔ آج کل کرتا رہ گیا۔ آپ نے سن کر فرمایا تم نے سچ کہہ دیا۔ اب جاؤ اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو میں چلا آیا۔

لوگوں نے کہا اب بھی جا اور کوئی جھوٹا عذر پیش کر دے۔ آپ حلیم و کریم ہیں۔ معاف کر دیں گے۔ میں نے پوچھا میری طرح کسی اور نے بھی کیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں دو شخص اور بھی تیری طرح کے ہیں جنہوں نے سچ بولا ان کا نام مرارۃ بن الربیع اور ہلال بن امیہ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ بہت نیک بزرگ لوگ ہیں۔ میں انہی کی پیروی کروں گا۔ اور جھوٹا مقدمہ پیش کرنے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے۔ میری دنیا اندھیر ہو گئی۔ ہر چیز مجھ سے اجنبی بن گئی۔ پچاس دن ہم نے اسی حالت میں گذارے۔ میرے

دو ساتھی تو گھر میں سوگ کرتے رہ گئے۔ میں ان سب میں زیادہ جوان اور ہمت والا تھا۔ نمازوں میں شریک ہوتا اور
بازاروں میں پھرتا رہا۔ نماز کے بعد حاضر ہوکر آپ کو سلام کرتا۔ لیکن جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے
اور کوئی بات نہ کرتے یہ حال دیکھ کر میں ابو قتادہ کے گھر کی دیوار پر چڑھا جو میرے چچا زاد بھائی تھے۔ اور
مجھ سے محبت رکھتے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ خدا کی قسم انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں
مایوس ہوکر نیچے اترا۔ بازار میں سے گذر رہا تھا۔ کہ میں نے سنا۔ شام کا ایک دیہاتی جو تجارتی جنس بیچنے آیا
تھا مجھے پوچھ رہا ہے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ کہ وہ ہے۔ وہ میرے پاس آیا اور مجھے غسان کے
بادشاہ کا خط دیا۔ جس میں لکھا تھا۔ "سنا ہے کہ تیرے پیشوا نے تجھے نکال دیا ہے اور تو تنگ حال
ہے۔ ہمارے پاس چلا آ ہم تیری خاطر کریں گے"۔ میں نے پڑھ کر دل میں کہا۔ یہ ایک اور مصیبت
آئی اور اس خط کو تنور میں جھونک دیا۔

چالیس دن کے بعد حضور کا قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ حضورؐ کا حکم ہے کہ اپنی بیوی سے الگ رہ۔
میرے دو ساتھیوں کو بھی یہی حکم ملا۔ ہلال بن امیہ نے درخواست بھجوائی کہ میں بوڑھا ہوں مجھے خادم کی ضرورت
ہے۔ آپ نے اجازت دی کہ تیری بیوی تیری خدمت کر سکتی ہے۔ لیکن تو اس سے دور رہ۔ لوگوں نے مجھ
سے کہا کہ تو بھی یہی کر۔ میں نے کہا نہیں میں جوان ہوں۔ جب پچاس روز کامل گذر گئے۔ اللہ نے آپ پر
وحی بھیجی اور میرا قصور معاف کر دیا گیا۔ لوگ خوشخبری لے کر میری طرف دوڑے۔ اور میں حضور کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ فرمایا: آج کا دن تیرے لیے جب سے تو پیدا ہوا۔ بہترین
دن ہے۔ اللہ نے تجھے معاف فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ جی چاہتا ہے اس خوشی میں اپنا سارا مال صدقہ
کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں کچھ اپنے گذارے کے لیے بھی چھوڑنا چاہیئے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ
اللہ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے معاف کیا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ مرتے دم تک جھوٹ نہ بولوں گا۔
چنانچہ اس کے بعد سے میں نے آج تک جان بوجھ کر کبھی جھوٹ نہ بولا۔

میں اپنے اس عمل کو سب سے بڑھ کر سمجھتا ہوں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے اپنا حال سچ سچ عرض کر دیا۔ اور ان لوگوں میں شامل نہ ہوا جن کی مذمت میں بوجہ
جھوٹے عذر پیش کرنے کی آیتیں نازل ہوئیں۔

اس واقعہ

سے ہمیں یہ سیکھنا ہے۔ کہ جھوٹ اور دھوکے بازی سے بچیں۔ اور جو کام کریں۔ اللہ سے
ڈر کر کریں۔ کیوں کہ وہ ظاہر اور باطن دونوں سے واقف ہے۔ اور اس سورت میں منافقوں
کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں ان سے بچیں۔ کیوں کہ اللہ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ اور
مسلمانوں کا معاملہ سب سے پہلے اللہ کے ہاتھ ہے ۞ دوسری منزل تمام ہوئی۔ الحمد للہ

درس قرآن

تیسری منزل

سورۂ یُونُس — هُود — یُوسُف — اَلرَّعد — اِبرَاهِیم — اَلحِجر — اَلنَّحل

سوا دس پارے سے چودھویں پارے تک

مُرتّبہ

درس قرآن بورڈ

شائع کردہ

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ ۱۰۶ ایمپکلوڈ روڈ لاہور

درس قرآن بورڈ

ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور نے درس قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کے لیے ایک بورڈ مقرر کیا ہوا ہے۔ اس بورڈ کے مندرجہ ذیل حضرات نے اس تیسری منزل کو مرتب کیا۔

۱۔ مولانا خواجہ عبد الحی صاحب فاروقی مرحوم

سابق صدر شعبہ اسلامیات و عربی۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ۔ لاہور

۲۔ مولانا حافظ مرغوب احمد صاحب توفیق مرحوم

مولوی فاضل منشی فاضل۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل

سابق صدر اسلامیات و عربی ڈھاکہ یونیورسٹی

۳۔ عبد الواحد صاحب ایم۔ اے

سابق انسپکٹر آف سکولز

فہرست مضامین

درس قرآن — الف
درس قرآن بورڈ — ب
فہرست مضامین — ج

فہرست مضامین و آیات المنزل الثالث د تا ع

—— پارے ——

پارہ یَعْتَذِرُوْنَ ۱۱ — صفحہ ایک تا ۱۱۲
پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ ۱۲ — صفحہ ۱۱۳ تا ۲۳۸
پارہ وَمَآ اُبَرِّئُ ۱۳ — صفحہ ۲۳۹ تا ۳۷۸
پارہ رُبَمَا ۱۴ — صفحہ ۳۷۹ تا ۵۰۴

—— سورتیں ——

سُوْرَۃُ یُوْنُس — صفحہ ۱ تا ۱۰۹
سُوْرَۃُ ھُوْد — صفحہ ۱۱۰ تا ۱۹۶
سُوْرَۃُ یُوْسُف — صفحہ ۱۹۷ تا ۲۸۰
سُوْرَۃُ الرَّعْد — صفحہ ۲۸۱ تا ۳۳۲
سُوْرَۃُ اِبْرَاھِیْم — صفحہ ۳۳۳ تا ۳۷۶
سُوْرَۃُ الْحِجْر — صفحہ ۳۷۷ تا ۴۱۳
سُوْرَۃُ النَّحْل — صفحہ ۴۱۴ تا ۵۰۴

سرٹیفکیٹ:- میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے سُورۃ نمبر، آیت نمبر، پارہ نمبر اور متن میں کوئی کمی وبیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

محمد رمضان
مولوی محمد رمضان
چاہ میراں لاہور

فہرست مضامین و آیات المنزل الثالث

سورۃ یونس ـــ ہود ـــ یوسف ـــ الرّعد ـــ ابراہیم ـــ الحجر ـــ النّحل

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
	پارہ یعتذرون (۱۱)		۱۴	قرآن کی عظمت	
	سورۃ یونس		۱۵	قرآن میں ردّوبدل	۱۵
۱	سورۃ یونس		۱۶	کھلا ثبوت	۱۶-۱۷
۲	فرق مراتب	۲	۱۷	بتوں کی حقیقت	۱۸
۳	رسول کی شان		۱۸	قرآن کا مرتبہ	
۴	اللہ کی پہچان	۳	۱۹	دین حق ایک ہے	۱۹
۵	دوسری زندگی	۴	۲۰	لمحۂ فکر ۱	
۶	اللہ کی پہچان کے اور ذریعے	۵	۲۱	لمحۂ فکر ۲	
۷	بات کا خلاصہ	۶	۲۲	نشانی مانگتے ہیں	۲۰
۸	غافلوں کا ٹھکانا	۷-۸	۲۳	معجزہ	
۹	اللہ والوں کا حال	۹-۱۰	۲۴	مکّاری کی سزا	۲۱
۱۰	انسانی زندگی کا نقشہ		۲۵	آدمی کا رویّہ	۲۲
۱۱	مہلت	۱۱	۲۶	اللہ سے بغاوت	۲۳
۱۲	مصیبت میں فریاد	۱۲	۲۷	دنیا کی مثال	
۱۳	دنیا میں سزا	۱۳-۱۴	۲۸	دنیا کی رونق	۲۴
			۲۹	اللہ کی عنایت	۲۵

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۳۰	اچھوں کا انعام	۲۶	۵۱	اللہ ظالم نہیں	
۳۱	بُروں کی سزا	۲۷	۵۲	احوالِ قیامت	۴۵
۳۲	قرآن حکیم کا پیغام		۵۳	سزا مل کر رہے گی	۴۶-۴۷
۳۳	تبلیغ		۵۴	وعدہ پورا کرنا	۴۸-۴۹
۳۴	مشرک اور ان کے معبود	۲۸	۵۵	عذاب کوئی کھیل نہیں	۵۰-۵۱
۳۵	حقیقت کا ظہور	۲۹-۳۰	۵۶	یہ سب کچھ ہو کر رہے گا	۵۲-۵۳
۳۶	اللہ کی دعوت		۵۷	قیامت کے دن کی ندامت	۵۴
۳۷	اللہ کی پہچان	۳۱	۵۸	جو کچھ ہے اللہ کا ہے	۵۵-۵۶
۳۸	عقلِ سلیم		۵۹	انسان اور اس کا ماحول	
۳۹	خلاصۂ کلام		۶۰	قرآن مجید کا تعارف	۵۷
۴۰	تمہارا رب اللہ ہی ہے	۳۲-۳۳	۶۱	اللہ کی رحمت	۵۸
۴۱	اللہ کی قدرت	۳۴	۶۲	اپنی مرضی یا اللہ کی	۵۹
۴۲	حقیقی ہادی	۳۵	۶۳	یوم حساب	۶۰
۴۳	وہم و گمان	۳۶	۶۴	حاضر ناظر ہستی	
۴۴	انسانی علم کی بے بسی		۶۵	ذرہ ذرہ محفوظ ہے	۶۱
۴۵	قرآن مجید کی شان	۳۷	۶۶	اللہ کے دوستوں	۶۲-۶۳
۴۶	سیدھی بات	۳۸		کو خوشخبری	۶۴
۴۷	کافروں کی نادانی	۳۹-۴۰	۶۷	اللہ ہی کا سب کچھ ہے	۶۵
۴۸	ادائے فرض	۴۱	۶۸	اٹکل پچو باتیں	۶۶
۴۹	مختلف قسم کے لوگ	۴۲-۴۳	۶۹	اللہ کی پہچان	۶۷
			۷۰	وہم کے کرشمے	۶۸
۵۰	ظالم کون ہے	۴۴	۷۱	کافروں کا انجام	۶۹-۷۰

نمبر شمار	مضمون	آیات نمبر
٧٢	نوح علیہ السلام کی قوم	٧١
٧٣	اللہ والوں کا منصب	٧٢
٧٤	ضد کرنے والوں کا انجام	٧٣
٧٥	بعد کا حال	٧٤
٧٦	موسیٰ اور ہارون علیہما السلام	٧٥
٧٧	فرعون کی ڈھٹائی	٧٦-٧٧
٧٨	فرعونی ذہنیت	٧٨
٧٩	جادوگروں کا مقابلہ	٧٩-٨٠
٨٠	جادو بے کار ہے	٨١-٨٢
٨١	فساد کی جڑ	٨٣
٨٢	ہارے ہوئے کا ہتھیار	٨٤-٨٥-٨٦
٨٣	نجات کی تدبیر	٨٧
٨٤	تنظیم اور اتحاد	
٨٥	سرکشی کا سبب	٨٦
٨٦	بددعا	٨٨-٨٩
٨٧	شامت اعمال	
٨٨	فرعون کی تباہی	٩٠
٨٩	فرعون سے عبرت	٩١-٩٢
٩٠	بنی اسرائیل کا امتحان	٩٣
٩١	قرآن مجید کی تصدیق	٩٤-٩٥
٩٢	ایمان سے محرومی	٩٦-٩٧

نمبر شمار	مضمون	آیات نمبر
٩٣	ایمان کا نفع	٩٨
٩٤	ایمان میں زبردستی نہیں	٩٩-١٠٠
٩٥	لوگوں کو ہدایت	١٠١
٩٦	اب کیا انتظار ہے	١٠٢-١٠٣
٩٧	قرآن مجید کا مقام	
٩٨	دنیا کا نظام	
٩٩	اصل اصول	
١٠٠	ایک اللہ کی عبادت	١٠٤
١٠١	ایمان باللہ	١٠٥
١٠٢	توحید کی عملی صورت	
١٠٣	شرک ظلم ہے	١٠٦
١٠٤	اظہار حقیقت	
١٠٥	قادر مطلق	١٠٧
١٠٦	حق آچکا	
١٠٧	اب تم جانو	١٠٨
١٠٨	رسول کا کام	١٠٩
١٠٩	سورت یونس کیا سکھاتی ہے	
١١٠	**سُوْرَةُ هُوْد**	
١١١	قرآن مجید کا مقصد	١-٢
١١٢	نافرمانی کی سزا	٣-٤-٥

نمبر شمار	مضمون	آیات نمبر
	وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ (۱۲)	
۱۱۳	خالق اور رازق	۶
۱۱۴	اللہ کی قدرت	۷
۱۱۵	جزا سزا یقینی ہے	۸
۱۱۶	امتحان کا طریقہ	۹
۱۱۷	شکر اور صبر کا مقام	۱۱ - ۱۰
۱۱۸	نبی کریمؐ کی تبلیغ	۱۲
۱۱۹	رسول ہونے کی نشانی	۱۳
۱۲۰	پھر مانتے کیوں نہیں	۱۴
۱۲۱	زندگی کا قانون	۱۶ - ۱۵
۱۲۲	نادان انسان	
۱۲۳	دینِ فطرت	۱۷
۱۲۴	ہدایت کا سلسلہ	
۱۲۵	ظالموں پر لعنت	۱۸
۱۲۶	ظالموں کے کام	۲۰ - ۱۹
۱۲۷	عملوں کا پھل	۲۳-۲۲-۲۱
۱۲۸	دونوں کی مثال	۲۴
۱۲۹	نوح علیہ السلام کا پیغام	۲۶ - ۲۵
۱۳۰	قوم کا جواب	۲۷
۱۳۱	حضرت نوح علیہ السلام کا جواب	۲۸

نمبر شمار	مضمون	آیات نمبر
۱۳۲	مال سے بے نیازی	۲۹
۱۳۳	اللہ کا خوف	۳۰
۱۳۴	پیغمبر کی شان	۳۱
۱۳۵	ہٹ دھرمی	۳۳-۳۲
۱۳۶	نصیحت کا نفع	۳۵-۳۴
۱۳۷	عذابِ الٰہی	۳۷-۳۶
۱۳۸	کام کا آغاز	۳۹-۳۸
۱۳۹	آخری ہدایتیں	۴۰
۱۴۰	اصلی سہارا	۴۱
۱۴۱	کشتی چلی	۴۳-۴۲
۱۴۲	طوفان کا خاتمہ	۴۴
۱۴۳	راضی برضا	۴۵
۱۴۴	حقیقتِ حال	۴۶
۱۴۵	لمحۂ فکریہ	
۱۴۶	نوح علیہ السلام سمجھ گئے	۴۷
۱۴۷	نوح علیہ السلام کو تسلّی	۴۸
۱۴۸	قصّہ کا نتیجہ	۴۹
۱۴۹	ہود علیہ السلام کا حال	۵۱-۵۰
۱۵۰	زندگی کا بہترین طریقہ	۵۲
۱۵۱	الٹی سمجھ	۵۳
۱۵۲	حضرت ہود علیہ السلام کا جواب	۵۵-۵۴ ۵۶

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۱۵۳	عذاب کا ڈراوا	۵۷
۱۵۴	عاد کا انجام	۵۸
۱۵۵	عبرت	۵۹-۶۰
۱۵۶	حضرت صالح علیہ السلام	۶۱
۱۵۷	ثمود کا جواب	۶۲
۱۵۸	سیدھی بات	۶۳
۱۵۹	آخری امتحان	۶۴-۶۵
۱۶۰	ایمان والوں کی نجات	۶۶
۱۶۱	صورتِ عذاب	۶۷-۶۸
۱۶۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۶۹
۱۶۳	خوش خبری	۷۰-۷۱
۱۶۴	اللہ کی قدرت	۷۲-۷۳
۱۶۵	شفقت کی شان	۷۴-۷۵
		۷۶
۱۶۶	قومِ لوط کا حال	۷۷
۱۶۷	مت ماری گئی	۷۸-۷۹
۱۶۸	انتہائی پریشانی	۸۰
۱۶۹	بقیہ ہدایت	۸۱
۱۷۰	عذاب کی صورت	۸۲-۸۳
۱۷۱	اصحابِ مدین	۸۴
۱۷۲	برائیاں چھوڑ دو	۸۵-۸۶
۱۷۳	قوم کا جواب	۸۷
۱۷۴	جڑ کی بات	۸۸
۱۷۵	انجام بینی	۸۹-۹۰
۱۷۶	غرور کی حد	۹۱
۱۷۷	اللہ سے غفلت	۹۲
۱۷۸	اظہارِ ناراضگی	۹۳
۱۷۹	عذاب کی صورت	۹۴-۹۵
۱۸۰	موسیٰؑ اور فرعون	۹۶-۹۷
۱۸۱	لوگوں کو تنبیہ	۹۸-۹۹
۱۸۲	نتیجہ	۱۰۰-۱۰۱
۱۸۳	عذاب الٰہی	۱۰۲-۱۰۳
		۱۰۴
۱۸۴	قیامت کا حال	۱۰۵
۱۸۵	بدبخت لوگ	۱۰۶-۱۰۷
۱۸۶	نیک بخت لوگ	۱۰۸
۱۸۷	ظاہری حال	۱۰۹
۱۸۸	انسان کی غفلت	۱۱۰-۱۱۱
۱۸۹	استقامت	۱۱۲-۱۱۳
۱۹۰	لائحہ عمل	۱۱۴-۱۱۵
۱۹۱	نیک لوگوں کا حال	۱۱۶
۱۹۲	عذاب کا سبب	۱۱۷
۱۹۳	دنیا کی بناوٹ	۱۱۸-۱۱۹
۱۹۴	قصوں کی حکمت	۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۱۹۵	خلاصۂ کلام	۱۲۳
۱۹۶	سورہ ہود پر ایک نظر	
	سُورۂ یُوسف	
۱۹۷	سورۂ یوسف	
۱۹۸	احسن القصص	۱-۲-۳
۱۹۹	پچھلی آیتوں کا خلاصہ	
۲۰۰	خواب	۴
۲۰۱	باپ کی نصیحت	۵
۲۰۲	پیش گوئی	۶
۲۰۳	بھائیوں کا حسد	۷-۸
۲۰۴	تین تجویزیں	۹-۱۰
۲۰۵	باپ سے درخواست	۱۱-۱۲
۲۰۶	جذبات کی کشمکش	۱۳-۱۴
۲۰۷	بدسلوکی	۱۵
۲۰۸	درسِ عبرت	
۲۰۹	کام کا سلیقہ	
۲۱۰	بہانہ بازی	۱۶-۱۷
۲۱۱	عذرِ گناہ	۱۸
۲۱۲	خرید و فروخت	۱۹
۲۱۳	یوسف بک گئے	۲۰
۲۱۴	مصر پہنچ گئے	
۲۱۵	یہ سب کیوں ہوا	۲۱
۲۱۶	سمجھ دار نوجوان	۲۲

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۲۱۷	زبردست آزمائش	
۲۱۸	حیرت انگیز ضبط	۲۳
۲۱۹	ستھرے خیالات	۲۴
۲۲۰	پاکیزگی	
۲۲۱	انجام	۲۵
۲۲۲	مشکل کا حل	۲۶-۲۷
۲۲۳	فیصلہ	۲۸-۲۹
۲۲۴	نصیحت	
۲۲۵	عورتوں میں چرچا	۳۰
۲۲۶	ملاقات کا نتیجہ	۳۱
۲۲۷	دھمکی	۳۲-۳۳
۲۲۸	قید و بند	۳۴-۳۵
۲۲۹	قید خانہ	۳۶
۲۳۰	دین کی تعلیم	۳۷
۲۳۱	دینِ حق	۳۸
۲۳۲	یوسف علیہ السلام کا پیغام	۳۹-۴۰
۲۳۳	توحید	
۲۳۴	تعبیر	۴۱-۴۲
۲۳۵	قدرتی سامان	۴۳-۴۴-۴۵
۲۳۶	خواب کی تعبیر	۴۶-۴۷-۴۸-۴۹
۲۳۷	مقدمہ کی پیشی	۵۰
۲۳۸	بے گناہی کا ثبوت	۵۱-۵۲
	وَمَا أُبَرِّئُ (۱۳)	

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۲۳۹	انکسار	۵۳
۲۴۰	شاہی منشیر	۵۴-۵۵
۲۴۱	بادشاہت	۵۶-۵۷
۲۴۲	بھائیوں کی آمد	۵۸-۵۹
۲۴۳	مزید تاکید	۶۰-۶۱
۲۴۴	مال واپس	۶۲
۲۴۵	دوبارہ دہی درخواست	۶۳
۲۴۶	جواب درخواست	۶۴
۲۴۷	سفر سے واپسی	۶۵
۲۴۸	ظاہری انتظام	۶۶
۲۴۹	احتیاط	۶۷
۲۵۰	نصیحت بہ عمل	۶۸
۲۵۱	ایک تدبیر	۶۹-۷۰
۲۵۲	پیالے کی تلاش	۷۱-۷۲
۲۵۳	چوری کی سزا	۷۳-۷۴-۷۵
۲۵۴	تلاشی	۷۶
۲۵۵	بوکھلاہٹ	۷۷
۲۵۶	بے سود خوشامد	۷۸-۷۹
۲۵۷	مشورہ	۸۰
۲۵۸	باپ کے آگے پیشی	۸۱-۸۲
۲۵۹	جواب	۸۳-۸۴
۲۶۰	صبر کی تلقین	۸۵-۸۶
۲۶۱	امید کا سبق	۸۷

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۲۶۲	درخواست	۸۸
۲۶۳	میل ملاپ	۸۹-۹۰
۲۶۴	بالکل معافی	۹۱-۹۲
۲۶۵	مصیبت کا خاتمہ	۹۳
۲۶۶	خوشی کی آمد	۹۴-۹۵
۲۶۷	خوشی کی گھڑی	۹۶-۹۷-۹۸
۲۶۸	آداب گفتگو	
۲۶۹	ملاقات	۹۹
۲۷۰	محسن اللہ ہے	۱۰۰
۲۷۱	آخری تمنا	۱۰۱
۲۷۲	دلیل نبوت	۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴
۲۷۳	نشانیوں سے غفلت	۱۰۵-۱۰۶
۲۷۴	اللہ سے ڈرو	۱۰۷
۲۷۵	رسول کی راہ	۱۰۸
۲۷۶	پہلے رسول	۱۰۹
۲۷۷	اللہ کی مدد	۱۱۰
۲۷۸	قصہ کی غرض	۱۱۱
۲۷۹	سورۂ یوسف پر غور	
۲۸۰	ہمیں اس سے کیا ملتا ہے ؟	
۲۸۱	**سُورَۃُ الرَّعْد**	
۲۸۲	قرآن حق ہے	۱

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۲۸۳	اللہ کی معرفت	
۲۸۴	انتظام عالم	۲
۲۸۵	زمین	
۲۸۶	زمین کی پیداوار	۳
۲۸۷	عجیب انتظام	
۲۸۸	عقل کا کام	۴
۲۸۹	جائے تعجب	
۲۹۰	رب کا انکار	۵
۲۹۱	عذاب میں تاخیر	۶
۲۹۲	معجزہ کی طلب	۷
۲۹۳	اللہ کی صفات	۸ - ۹
۲۹۴	ظاہر اور باطن	۱۰
۲۹۵	قومی تنزل کا قانون	
۲۹۶	قانون کی تشریح	۱۱
۲۹۷	خوف اور امید	۱۲ - ۱۳
۲۹۸	پکارنا کسے چاہیئے	۱۴
۲۹۹	کارساز اللہ ہے	
۳۰۰	اللہ کی تابعداری	۱۵
۳۰۱	توحید	
۳۰۲	صاف فیصلہ	۱۶
۳۰۳	کوڑا کرکٹ	
۳۰۴	حق اور باطل	۱۷
۳۰۵	انجام	۱۸
۳۰۶	عقل کا کام	۱۹ - ۲۰
۳۰۷	اچھے لوگ	۲۱
۳۰۸	اچھی خصلتیں	۲۲
۳۰۹	بھلائی کا پھل	۲۳ - ۲۴
۳۱۰	دوسرا گروہ	۲۵
۳۱۱	دنیا و آخرت	۲۶
۳۱۲	وہی رٹ	۲۷
۳۱۳	رجوع کی نشانی	۲۸ - ۲۹
۳۱۴	رحمٰن اللہ ہی ہے	۳۰
۳۱۵	اللہ کی صفتیں	
۳۱۶	معجزے کی غرض	
۳۱۷	مسلمان نہ گھبرائیں	۳۱
۳۱۸	اللہ کا وعدہ	
۳۱۹	سبق عبرت	۳۲
۳۲۰	اللہ کے ساتھ شریک	
۳۲۱	واقع کے خلاف	
۳۲۲	حقیقت حال	۳۳ - ۳۴
۳۲۳	جنت اور دوزخ	۳۵
۳۲۴	رسول کی شان	۳۶
۳۲۵	قرآن کا فیصلہ	۳۷
۳۲۶	رسولوں کا سلسلہ	۳۸
۳۲۷	لوح محفوظ	۳۹
۳۲۸	کوئی زبردستی نہیں	۴۰

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۳۲۹	یومِ حساب	۴۱
۳۳۰	اللہ کی تدبیر	۴۲
۳۳۱	اللہ گواہ ہے	۴۳
۳۳۲	سورہ الرعد کا پیغام	
۳۳۳	سُوْرَۃُ اِبْرَاھِیْم	
۳۳۴	قرآن کا مقصد	۱
۳۳۵	کفر کی سزا	۲ - ۳
۳۳۶	کفر کی غلط کاریاں	
۳۳۷	غرض ہدایت ہے	۴
۳۳۸	عربی زبان	
۳۳۹	رسول کی مثال	۵
۳۴۰	موسیٰ علیہ السلام کا طرزِ عمل	۶
۳۴۱	شکر کا پھل	۷ - ۸
۳۴۲	گذشتہ سے عبرت	
۳۴۳	عبرتناک حالات	۹
۳۴۴	رسولوں کے جواب	
۳۴۵	وجہ انکار	۱۰
۳۴۶	دکھتی رگ	
۳۴۷	سہارا سب کا اللہ ہے	۱۱ - ۱۲
۳۴۸	دنیا کا نقشہ	
۳۴۹	نقشہ کا اوتار	۱۳-۱۴
۳۵۰	دائمی عذاب	۱۵-۱۶-۱۷
۳۵۱	بے کار عمل	۱۸
۳۵۲	دوبارہ اُٹھنے کی حقیقت	۱۹ - ۲۰
۳۵۳	آپا دھاپی	۲۱
۳۵۴	شیطان کا جواب	
۳۵۵	شیطان کو کورا جواب	۲۲
۳۵۶	ایمان اور نیکی	۲۳
۳۵۷	اچھی بات	۲۴ - ۲۵
۳۵۸	بُری بات	۲۶ - ۲۷
۳۵۹	ناشکرے	۲۸ - ۲۹
۳۶۰	سخت نادانی	۳۰
۳۶۱	مسلمانوں کا کام	۳۱
۳۶۲	اللہ کی نعمتیں	
۳۶۳	اللہ کی نعمتیں	۳۲-۳۳
۳۶۴	نعمتیں بے شمار ہیں	۳۴
۳۶۵	قریش کے جدِ امجد	۳۵
۳۶۶	بتوں سے نفرت	۳۶
۳۶۷	خوش حالی	۳۷
۳۶۸	اللہ کا علم	۳۸
۳۶۹	ادائے شکر	۳۹
۳۷۰	دعائے مغفرت	۴۰ - ۴۱
۳۷۱	مہلت ملی ہوئی ہے	۴۲ - ۴۳
۳۷۲	تنبیہ	۴۴
۳۷۳	حالِ زار	۴۵ - ۴۶
۳۷۴	وعدہ پورا ہو کر رہے گا	۴۷-۴۸-۴۹
۳۷۵	مجرمو! سمجھ جاؤ	۵۰-۵۱-۵۲

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۳۷۶	اختتام سورت	
۳۷۷	سُوْرَۃُ الْحِجْر (۱۵)	
۳۷۸	کتاب اور قرآن	۱
	پَارَہ رُبَمَا (۱۴)	
۳۷۹	پچھتاوا	۲-۳-۴-۵
۳۸۰	بقیہ پچھتاوا	
۳۸۱	ہمارے لیے سبق	
۳۸۲	عقل کا فتور	۶-۷
۳۸۳	فرشتوں کا کام	۸-۹
۳۸۴	گناہ کی نحوست	۱۰-۱۱-۱۲
۳۸۵	شامتِ اعمال	۱۳-۱۴-۱۵
۳۸۶	عجائبات قدرت	۱۶-۱۷-۱۸
۳۸۷	زمین کا انتظام	۱۹-۲۰
۳۸۸	چیزوں کی پیدائش	۲۱
۳۸۹	مزید تدبیر	۲۲
۳۹۰	اللہ کی شان	۲۳-۲۴-۲۵
۳۹۱	انسان کی پیدائش	۲۶-۲۷
۳۹۲	فرشتوں کو حکم	۲۸-۲۹
۳۹۳	سرکشی ابلیس	۳۰-۳۱-۳۲-۳۳
۳۹۴	ابلیس پر عتاب	۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸
۳۹۵	عزم فاسد	۳۹-۴۰-۴۱
۳۹۶	بروں کا انجام	۴۲-۴۳-۴۴
۳۹۷	پرہیزگار لوگ	۴۵-۴۶-۴۷-۴۸
۳۹۸	رحمت اور عذاب	۴۹-۵۰-۵۱
۳۹۹	مہمانوں کا قصّہ	۵۲-۵۳
۴۰۰	اچانک خوشی	۵۴-۵۵-۵۶
۴۰۱	فرشتوں کے آنے کی غرض	۵۷-۵۸-۵۹-۶۰
۴۰۲	حضرت لوط علیہ السلام اور فرشتے	۶۱-۶۲-۶۳-۶۴
۴۰۳	عذاب سے نجات	۶۵-۶۶
۴۰۴	تباہی کی وجہ	۶۷-۶۸-۶۹-۷۰
۴۰۵	ناگہانی عذاب	۷۱-۷۲-۷۳-۷۴
۴۰۶	عبرتناک واقعات	۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹
۴۰۷	ثمود کا حال	۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴
۴۰۸	یہ کائنات کھیل نہیں	۸۵-۸۶
۴۰۹	اللہ کا انعام	۸۷-۸۸
۴۱۰	دعویٰ معہ دلیل	۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳
۴۱۱	اعلان کا حکم	۹۴-۹۵-۹۶
۴۱۲	دل کی تنگی کا علاج	۹۷-۹۸-۹۹
۴۱۳	سورۃ الحجر پر ایک نظر	
۴۱۴	سُوْرَۃُ النَّحْل	
۴۱۵	قیامت قریب ہے	۱-۲
۴۱۶	پیش گوئی	
۴۱۷	اللہ کی معرفت	۳-۴
۴۱۸	انسان پر انعامات	۵-۶

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۴۱۹	مزید انعامات	۷-۸
۴۲۰	اللہ تعالیٰ کی راہ	۹
۴۲۱	رازق اللہ ہے	۱۰-۱۱
۴۲۲	انسان کی خاطر	۱۲-۱۳
۴۲۳	دریائی نعمتیں	۱۴
۴۲۴	زمینی نعمتیں	۱۵-۱۶
۴۲۵	خالق، رحیم اور علیم	۱۷-۱۸-۱۹
۴۲۶	غیر اللہ کی حقیقت	۲۰-۲۱
۴۲۷	ایمان کیوں نہیں لاتے	۲۲-۲۳
۴۲۸	تکبّر کے معنیٰ	
۴۲۹	بھٹکانے کا وبال	۲۴-۲۵
۴۳۰	پچھلوں سے عبرت	۲۶
۴۳۱	آخرت کا عذاب	۲۷
۴۳۲	کفر کا انجام	۲۸-۲۹
۴۳۳	نیک لوگ	۳۰
۴۳۴	متقیوں کا گھر	۳۱
۴۳۵	خوب سوچ لو	۳۲
۴۳۶	سزا کا قانون	۳۳-۳۴
۴۳۷	عجیب منطق	۳۵
۴۳۸	رسول کا کام	
۴۳۹	رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی	۳۶-۳۷
۴۴۰	غلط یقین	۳۸
۴۴۱	مرنے کے بعد جینا	۳۹-۴۰
۴۴۲	دونوں جہان کا باہمی رشتہ	۴۱-۴۲
۴۴۳	رسولوں اور کتابوں کا سلسلہ	۴۳
۴۴۴	آخری رسول اور قرآن	۴۴
۴۴۵	غرور کی جڑ	۴۵
۴۴۶	عذاب کی صورتیں	۴۶-۴۷
۴۴۷	کائنات کا مطالعہ	۴۸
۴۴۸	اللہ کی حکومت	۴۹-۵۰
۴۴۹	شرک غلط ہے	۵۱-۵۲
۴۵۰	منعم حقیقی	۵۳-۵۴-۵۵
۴۵۱	بے انصافی	۵۶-۵۷
۴۵۲	لڑکیوں سے نفرت	۵۸-۵۹
۴۵۳	لفظی تصویر	۶۰
۴۵۴	دنیا میں مہلت	۶۱
۴۵۵	عجیب منطق	۶۲
۴۵۶	سمجھ کا پھیر	۶۳
۴۵۷	نزول قرآن	۶۴
۴۵۸	رحمت کا نمونہ	۶۵
۴۵۹	رحمت کے اور نمونے	۶۶
۴۶۰	پینے کی اور چیزیں	۶۷
۴۶۱	ایک اور نعمت	۶۸
۴۶۲	شہد کی پیدائش	۶۹
۴۶۳	خود اپنی حالت	۷۰
۴۶۴	غلام اور آقا برابر نہیں	۷۱

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۴۶۵	اللہ کی نعمت	۷۲	۴۸۸	قرآن مجید پڑھنے کا طریقہ	۹۹-۹۸
۴۶۶	غلط طریقہ	۷۴-۷۳			
۴۶۷	ایک مثال	۷۵	۴۸۹	شیطان کا داؤ	۱۰۱-۱۰۰
۴۶۸	ایک اور مثال	۷۶	۴۹۰	قرآن کی حقیقت	۱۰۲
۴۶۹	مثالوں کا مطلب		۴۹۱	عجیب بات	۱۰۴-۱۰۳
۴۷۰	مخلوقات کا بھید	۷۷	۴۹۲	کافروں کا انجام	۱۰۵
۴۷۱	اللہ کی قدرت	۷۹-۷۸			۱۰۶
۴۷۲	انسان کا آرام	۸۰	۴۹۳	ڈھٹائی کی وجہ	۱۰۸-۱۰۷
۴۷۳	مزید انعامات	۸۱	۴۹۴	کافر نقصان میں ہیں	۱۱۰-۱۰۹
۴۷۴	ہٹ دھرمی	۸۳-۸۲	۴۹۵	ناشکری کی سزا	۱۱۲-۱۱۱
۴۷۵	قیامت میں کیا ہوگا	۸۵-۸۴	۴۹۶	رسولوں کی آمد	۱۱۴-۱۱۳
۴۷۶	مشرکوں کا رویّہ	۸۶	۴۹۷	حرام چیزیں	۱۱۵
۴۷۷	ہوش و حواس گم	۸۸-۸۷	۴۹۸	اختیار اللہ کو ہے	۱۱۷-۱۱۶
۴۷۸	قرآن عظیم	۸۹	۴۹۹	رحمت کی وسعت	۱۱۹-۱۱۸
۴۷۹	قرآنی تعلیم کا خلاصہ	۹۰	۵۰۰	ابراہیمؑ کا نمونہ	۱۲۱-۱۲۰
۴۸۰	آئین اور دستور				۱۲۲
۴۸۱	عہد و پیمان	۹۱	۵۰۱	ابراہیمی ملّت	۱۲۳
۴۸۲	خود غرضی		۵۰۲	ہفتہ کا دن	۱۲۴
۴۸۳	قوت و ضعف	۹۲	۵۰۳	کرنا کیا چاہیے	۱۲۶-۱۲۵
۴۸۴	اختلاف مشیت الٰہی ہے				۱۲۸-۱۲۷
۴۸۵	بد اخلاقی کا نتیجہ	۹۴	۵۰۴	سورۃ النحل کا خلاصہ	
۴۸۶	اللہ کا عہد	۹۵	⁘	⁘	⁘
۴۸۷	پاکیزہ زندگی	۹۷-۹۶	⁘	⁘	⁘

ایک ضروری گذارش

آپ اپنے حلقۂ احباب میں درس قرآن کا جہاں تک ہو سکے تعارف کرا دیں۔ تاکہ عوام قرآن حکیم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں اور اللہ رب العزت کی رضا حاصل کر سکیں۔ اور آپ کو بھی اشاعت قرآن حکیم کا ثواب حاصل ہو۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کا پھیلانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ ہے۔ جو کوئی یہ محنت برداشت کرے گا اور قرآنی تعلیم کو گھر گھر پہنچائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ہی نوازیں گے جیسا کہ اپنے مقبول بندوں کو نوازا کرتے ہیں۔ یہ کام کسی فرد واحد کا نہیں بلکہ پوری امّت کا فریضہ ہے۔ ہر کلمہ گو کو اس کی اشاعت میں حصّہ لے کر اخروی سعادتوں سے اپنے دامن کو بھرنا چاہیئے۔

الحمدللہ! اس کار خیر کے اثرات آج ہر گھر میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ اور قرآن حکیم کے سمجھنے کا ذوق نمایاں طور پر بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان تمام حضرات کی سعی کو قبول فرمائے، جنہوں نے اس نعمت عظمٰی کے تیار کرنے میں اپنا فکر اور وقت صرف فرمایا اور جنہوں نے اس کی اشاعت کی توسیع میں نمایاں حصّہ لیا۔

ادارہ کے پیش نظر اس سلسلہ کے جاری کرنے سے کوئی دنیاوی غرض و غایت و منفعت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ صرف قرآن حکیم کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لیے یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ تاکہ مخلوق خدا اس حکیم مطلق کے نافذ کردہ قوانین کو سمجھ سکے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو بسر کر کے دنیا و عاقبت میں سرخ رو ہو سکے۔

ظاہر ہے کہ یہ کام پوری امت کا ہے، اس کام میں آپ کی معاونت نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا آپ سے پھر درخواست کی جاتی ہے۔ کہ اس کی اشاعت بڑھانے میں جس قدر ہمارا ہاتھ بٹا سکتے ہیں، بٹائیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

عبدالعزیز، سیکرٹری ادارۂ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ، لاہور

سورۃ یونس

یونسؑ ایک اللہ کے برگزیدہ بندے کا نام ہے۔ اس سورت کا نام سورۃ یونسؑ اس لیے ہوا۔ کہ اس میں یونسؑ اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔ اس قوم کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اللہ کے عذاب کے آثار دیکھ کر ڈر گئے۔ اللہ پر ایمان لائے اور سب نے رو رو کر اللہ سے معافی مانگی اور عذاب ٹل جانے کی دعا کی۔ ان پر سے عذاب ٹل گیا۔ ایسا اور کسی قوم نے ان سے پہلے نہیں کیا تھا۔ یہ سورت مکہ میں غالباً ہجرت سے چار سال پہلے نازل ہوئی اسی لیے اور مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی انسان کو ہدایت کی گئی ہے کہ دنیا کے کارخانے اور اس کے نظام کو دیکھ کر اس کے بنانے والے اور انتظام کرنے والے کو پہچانیں کہ اس ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ایک ہے اور وہی اس کا پالنے والا ہے۔ وہی ہر ایک کو اس کی زندگی کی تمام ضروری چیزیں دیتا ہے۔ خود انسان بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ اس نے اس کو زیادہ سمجھ اس لیے عطا کی ہے کہ کائنات کا اور فطرت کا مطالعہ کرکے ان کے اور اپنے خالق اور رب کو اچھی طرح پہچانے اور پھر اپنی ساری قوتیں اس کے راضی کرنے میں صرف کر دے۔

انسان کی ہدایت کے لیے اس نے انسانوں ہی میں سے کچھ لوگوں کو اپنا رسول بنا کر وقتاً فوقتاً بھیجا ہے تاکہ وہ لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کریں اور انہیں بتائیں کہ تمہیں مرنے کے بعد اپنے مالک اور رب کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور وہ تمہارے سارے کاموں کا حساب لے گا۔

اسی سورت میں آگے چل کر حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور حضرت یونس علیہم السلام کا حال اور ان کی قوموں کا ان کے ساتھ سلوک بیان کرکے توجہ دلائی گئی ہے کہ پچھلی امتوں کے حالات سے بھی تمہیں بہت کچھ سیکھنا ہے۔

انسان کی سرکشی دور کرنے اور قانون الٰہی کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہنے کے لیے نہایت واضح اور مؤثر طریقے سے اس سورت میں ہدایات دی گئی ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ایک طرف تو انسان کو زندگی بسر کرنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور دوسری طرف اس پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اس دنیا میں انتظام اور امن و امان قائم رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ پھر یہ بات صاف نظر آنے لگتی ہے کہ بغیر اللہ کے حکم پر چلے انسان مصیبتوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکتا ہے۔

فرقِ مراتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝١
الف۔لام۔را یہ آیتیں ہیں اس کتاب کی جو مضبوط اور پختہ ہے
اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى
کیا ہوگیا لوگوں کے لیے اچنبھا کہ ہم نے وحی بھیجی ایک
رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ
مرد پر انہی میں سے کہ ڈرا دے لوگوں کو اور خوشخبری دے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ
ان کو جو ایمان لائے کہ ان کے لیے مرتبہ ہے بلند ان کے
رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا
رب کے ہاں کہا کافروں نے • بلاشک یہ
لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝٢
ضرور ایک جادوگر ہے کھلا

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝١
یہ پکی کتاب کی آیتیں ہیں
اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى
کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے
رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ
ایک مرد پر وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سنا دے اور ایمان
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ
والوں کو خوش خبری سنا دے کہ ان کے لیے
رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا
اپنے رب کے ہاں بلند مرتبہ ہے منکر کہنے لگے بلاشک یہ تو
لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝٢
صریح جادوگر ہے

(حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

الْحَكِيْمِ (پکا، پختہ) صفت کا صیغہ ہے جس کا مادہ ح۔ک۔م ہے اس مادہ سے مشہور الفاظ حکم، حکمت، حکیم وغیرہ بنے ہیں۔ اور عام طور پر مستعمل ہیں، ان سب کے اندر پختگی اور پکے پن کا مفہوم موجود ہے جو اس کے مادہ کے اصل معنی ہیں اس لیے حکیم کے معنی ہیں وہ رائے یا وہ چیز جو پکی استوار اور پختہ ہو جس میں اندرونی کمزوری کی وجہ سے بدل جانے کا خوف نہ ہو جب تک اس سے بڑھ کر کوئی پختہ چیز اس کے مقابلے میں نہ آجائے، اس میں تغیر نہ ہو۔

قَدَمَ صِدْقٍ قدم کے معنی ڈگ کے ہیں چونکہ قدم بڑھانے سے آگے بڑھنا ہوتا ہے اس لیے اس کے دوسرے معنی مرتبہ، کامیابی اور ترقی کے ہوگئے کیونکہ ان کے لیے قدم اٹھانا ضروری ہے۔ صدق کے معنی سچائی کے ہیں لیکن اس کے معنی ٹھوس، مضبوطی اور درستی کے بھی ہیں۔

رسول کی شان

یہ سورت ان سورتوں میں سے ہے جن کے پہلے حروف مقطعات رکھے گئے ہیں۔ جن کے معنی اللہ ہی جانتا ہے، یا جن کو اس نے بتا دیا ہے وہ جانتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ یہ آیتیں جو تم پڑھ رہے ہو اور سُن رہے ہو، یہ ایک کتاب کی آیتیں ہیں جس میں شک و شبہ تغیّر و تبدّل کی گنجائش نہیں۔ اس میں جو بات ہے وہ نہایت پختہ ہے، یہ کتاب اللہ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر انہیں انسان کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے ایک انسان کو بڑھی ہوئی صلاحیتیں اور نمایاں فضیلتیں عطا فرما کر اپنی رسالت کے کام پر مقرر فرمایا۔ کہ وہ دُنیا بھر کے انسانوں کو ڈراوے اور خبردار کر دے کہ انسان اس دنیا میں جانوروں کی طرح غیر ذمہ دارانہ زندگی بسر کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے اس کے سارے کاموں کا جو وہ یہاں کریگا۔ مرنے کے بعد حساب ہوگا جنھوں نے اللہ کو نہیں مانا اور اس کے قانون کی پابندی نہیں کی، ان کو سزا ملے گی اور وہ اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے بڑے سے بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے لیکن جو اللہ کو مان کر اس کے قانون کے پابند ہو جائیں گے ان کو خوشخبری سنا دے کہ اس ایمان اور قانون کی پابندی کی انہیں بہت بڑی جزا ملے گی اور ان کا رب انہیں اپنی راہ میں قدم اٹھانے کی وجہ سے بڑے بڑے درجے عنایت فرمائے گا۔

مزید ارشاد ہے کہ اس میں کوئی تعجّب کی بات نہیں کہ اللہ انسانوں میں سے ایک انسان کو اپنا رسول مقرر کر دے اور اس کو وحی کے ذریعے اپنا پیغام سمجھا کر لوگوں کے پاس بھیج دے تاکہ انسان کے لیے اس کا راستہ واضح ہو جائے۔ لیکن یہ البتہ تعجّب کی بات ہے کہ اللہ کے رسول کی باتیں سُن کر لوگ اللہ کو نہ مانیں اور رسول کی باتوں میں اور قرآن کی آیتوں میں غیر معمولی اثر دیکھ کر رسول کو جادوگر کہہ دیں اور ان کی سمجھ میں اتنی بات نہ آئے کہ جادو کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ محض تھوڑی دیر کا ڈھکوسلا ہوتا ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم کا اثر جس پر ہو جائے وہ پھر زائل نہیں ہوتا۔ اس آیت کا مضمون جس پر کافروں کو غور کرنا چاہیئے یہ ہے کہ ہر انسان کی قابلیت جُدا جُدا ہے، کوئی سمجھدار ہے کوئی ناسمجھ۔ کوئی محنتی اور جفاکش ہے کوئی سست اور نا کارہ ہے۔ کوئی فہم و ذکا میں اتنا تیز ہے کہ بات کی تہ کو فوراً پہنچ جاتا ہے کوئی سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔ اس قاعدے کے مطابق جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہو کہ اس کی اندرونی اور بیرونی قوتیں کامل ہوں اور اس کو اللہ اپنا رسول مقرر کر دے اور اس پر وحی نازل کر کے دوسرے لوگوں کا رہنما بنا دے تو اس میں تعجّب کی کون سی بات ہے۔

اللہ کی پہچان

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
بلاشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان
وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی
اور زمین چھ دن میں پھر قائم ہوا
عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ
عرش پر بناتا ہے سارا کام کوئی سفارشی نہیں
اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
مگر بعد اس کی اجازت کے وہ ہے اللہ
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾
تمہارا رب پس پوجو اسے کیا تم سوچتے نہیں

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
تحقیق تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان
وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی
اور زمین چھ دن میں بنائے پھر قائم ہوا
عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ
عرش پر۔ کام کی تدبیر کرتا ہے کوئی سفارش نہیں کر سکتا
اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
مگر اس کی اجازت کے بعد وہ ہے اللہ تمہارا
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾
رب سو اس کی بندگی کرو کیا تم دھیان نہیں کرتے

دنیا میں آنکھ اٹھا کر جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ اللہ کے موجود ہونے کی گواہی دیتی ہے۔ یہ آسمان اور زمین اور دونوں کا باہم رشتہ جو ایک پختہ نظام کے ساتھ قائم ہے، سب کچھ آپ ہی آپ نہیں ہوا۔ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی شخص ایک خوش حال ملک کی سیر کرے اور دیکھے کہ ہر کام کا بخوبی انتظام موجود ہے۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر وہ سمجھ جائے گا کہ اس ملک کا کام سنبھالنے والا کوئی بڑا زبردست منتظم بادشاہ ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ تمہارا پالنے والا اور تمہاری ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے والا ہے۔ آسمان، زمین کو دیکھو یہ اس کے بنائے ہوئے ہیں وہ سارے جہان کا بادشاہ ہے اس کا ایک تخت ہے جس پر وہ جلوہ فرما ہے اس کے حکم کے ساتھ ہر چیز کے موجود ہونے کا سامان اکٹھا ہو جاتا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ آسمان اور زمین چھ دن میں مکمل ہوئے وہ ان سب چیزوں کا خالق ہے اور ان کے قائم رکھنے کا انتظام کرتا ہے۔ اس کے درباری سب اس کے حکم کے تابع ہیں بغیر اس کی اجازت کے کوئی کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔ ان سب باتوں سے اللہ کو پہچانو۔ اللہ کی قوت اور دبدبہ کا اندازہ کرو اور اس کے آگے سر جھکاؤ۔ اس کے لیے سوچنے کی ضرورت ہے پھر سوچتے کیوں نہیں ؟

دوسری زندگی

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ

اسی طرف لوٹنا ہے تمہارا سب کا اللہ کا وعدہ ہے سچا

اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ

تحقیق وہی شروع کرتا ہے پیدا کرنا پھر دوبارہ کریگا اس کو تاکہ بدلہ دے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ

ان کو جو ایمان لائے اور کیے کام نیک انصاف کے ساتھ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ

اور جنہوں نے کفر کیا ان کو پینا ہے کھولتا ہوا پانی

وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴

اور عذاب ہے درد دینے والا بوجہ اس کے کہ تھے وہ کفر کرتے

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ

تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے

اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ

وہی اوّل بار پیدا کرتا ہے اور پھر دوبارہ پیدا کرے گا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ

تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اور نیک کام کیے تھے انصاف کے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ

ساتھ بدلہ دے اور جو کافر ہوئے ان کو کھولتا ہوا پانی پینا ہے اور

وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴

ان کے لیے دردناک عذاب ہے اس لیے کہ وہ کفر کرتے تھے

ہر ایک کی کوششوں کی بنیاد عملاً اس پر آکر ٹھہرتی ہے کہ دنیا کی چیزوں میں سے جو چیزیں اس کی خواہش کو پورا کرتی ہیں یا پورا کرنے میں مدد دیتی ہیں ان پر قبضہ جمالے اور دوسروں کو ان سے جس طرح ہوسکے محروم کر دے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ اس کام کے سرانجام دینے سے اسے کوئی روکنے والا نہ ہو۔ بعض لوگ اسی کا نام آزادی رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جانوروں کی سی آزادی انسان کو زیب نہیں دیتی۔ قرآن کریم انسان کی آزادی کو محدود کرتا ہے اور اس کو قانون الٰہی کا پابند بنانا چاہتا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ تمہارا کام جب ٹھیک ہوگا۔ جب تم اپنے آپ کو ایک ذمہ دار مخلوق سمجھو گے اور یقین کرلوگے کہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہوکر جواب دہی کرنی ہوگی۔ اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور اپنے اطاعت گذار بندوں کو ان کے اعمال کا انصاف کے ساتھ بدلہ دے گا۔ اور نہ ماننے والوں کو یہ بدلہ ملے گا کہ وہاں انہیں آزار رساں چیزیں دی جائیں گی مثلاً کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور رنج والم ان کو ہر طرف سے گھیر لیں گے۔

اللہ کی پہچان کے اور ذریعے

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً
وہی ہے جس نے بنایا سورج کو روشنی
وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ
اور چاند کو اُجالا۔ اور مقرر کردیں اس کے لیے منزلیں
لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ
تاکہ جانو تم گنتی برسوں کی اور حساب
مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ
نہیں پیدا کیا اللہ نے یہ سب مگر مقرر نظام کے ساتھ
یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۵
کھولتا ہے وہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو دانش مند ہیں

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً
وہی ہے جس نے سورج کو چمک دار بنایا
وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ
اور چاند کو چاندنا اور اس کے لیے منازل مقرر کیں
لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ
تاکہ برسوں کی گنتی اور حساب پہچانو
مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ
اللہ نے یہ سب کچھ نہیں بنایا مگر تدبیر سے
یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۵
نشانیاں ان لوگوں کے لیے ظاہر کرتا ہے جنہیں سمجھ ہے

ضِیَآءً جس کو ضوء بھی کہتے ہیں اور نور بھی دونوں کے معنی روشنی کے ہیں لیکن تیز چمکدار اور دور دور تک پھیلنے والی روشنی کو ضیاء اور ضوء اور مطلق روشنی کو نور کہتے ہیں۔ قَدَّرَهٗ مقرر کردیں اس کے لیے ماضی کا صیغہ ہے تقدیر سے۔ جو قدر سے بنا ہے۔ قدر کے معنی خاکہ بنانا۔ تقدیر کے معنی اس خاکہ کے مطابق ہر چیز کو مقرر اور متعین کردینا۔ ہٗ کی ضمیر قمر کی طرف ہے۔ قمر مقرر راستہ پر اپنا دورہ ۲۹ تا ۳۰ دن میں پورا کرتا ہے۔ اور اس کے دوروں سے شرعی مہینے اور سال عبادت کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اللہ کے ماننے میں پس و پیش کیوں کرتے ہو۔ سورج اور چاند ہی کو دیکھو ایک تیز روشن اور دوسرا مدھم روشنی دینے والا ہے۔ چاند کے لیے ایک دائرے کے اندر چکر لگانے کا راستہ اس نے مقرر کردیا ہے۔ اس سے مہینوں اور سالوں کا اندازہ آسانی سے ہوجاتا ہے اور اسی سے حساب لگا کہ روزہ، حج اور دیگر وقتی عبادتیں ادا کی جاتی ہیں۔ یہ چیزیں عبث اور کھیل کے طور پر نہیں بنائی ہیں۔ ان کو اللہ نے ایک مقرر نظام کے مطابق اپنی حکمت سے بنایا ہے اور ان سب کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس سے فقط سمجھ دار لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں ؛

بات کا خلاصہ

اِنَّ فِي اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ
تحقیق بدلنے ہیں رات اور دن کے
وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ
اور جو پیدا کیا اللہ نے آسمانوں میں اور زمین میں
لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ ⑥
البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں

اِنَّ فِي اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ
البستہ رات دن کے بدلنے ہیں
وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ
اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا
لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ ⑥
ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں نشانیاں ہیں

کہنے والے جو چاہے کہیں اور کرنے والے جو چاہے کریں. قرآن مجید اور فرقان حمید اپنی باتوں کو پورے وثوق اور اطمینان کے ساتھ ہمیشہ دہراتا چلا جائے گا۔ اور کسی کی مخالفت سے نہ دبے گا کوئی مانے یا نہ مانے۔ اُسے سچی بات کہنے سے کام ہے' جیسے دنیا کا نظام ازل سے ایک ڈھنگ پر چلا آرہا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کو بھی سمجھانے سے کام ہے اور سمجھاتا ہی چلا جائے گا۔ کیوں کہ اس کا منصب ہی یہی ہے سب دیکھتے ہیں کہ سورج نکلتے ہی دن ہو جاتا ہے اور اس کے غروب کے بعد رات آجاتی ہے۔ آسمان اور اس کا دلچسپ منظر' سورج' چاند تارے' زمین اور اس کے متغیر حالات ہر لحہ لاکھوں انسانوں کے سامنے سے گذرتے ہیں' کسی کو خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کیا ہے اور کیوں ہے لیکن قرآن مجید اسی روزمرہ کے مشاہدے کو اپنی بات سمجھانے اور اس کے لیے مثالیں دینے کے کام میں لاتا ہے وہ بتاتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں اور اس کے تغیرات میں ایسی نشانیاں پوشیدہ ہیں جن کو دیکھ کر سعادت مند لوگ بہت بڑے نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں۔ ان کی بابت کبھی کہا گیا ہے کہ یہ عقل والے سمجھ دار لوگ ہیں کہیں ان کو علم رکھنے والے کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کو متقی یعنی تقویٰ رکھنے والے کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ دنیا میں دیکھ بھال کر چلتے ہیں' پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہیں اور جانوروں کی طرح اندھا دھند کلانچیں بھرتے نہیں پھرتے' بلکہ ان کے دل میں خوف بیٹھا ہوا ہے کہ پردۂ غیب میں ظاہری کائنات کے پیچھے کچھ نہ کچھ ضرور پوشیدہ ہے۔ یہ لوگ دن رات کے ادل بدل میں اور دنیا کی ہر چیز کی ظاہری حالت میں ایک خفیہ طاقت کا اثر دیکھتے ہیں اور اس کا مالک ایک اللہ کو سمجھتے ہیں اور اس کے قہر و غضب سے ڈرتے ہیں ٭

غافلوں کا ٹھکانا

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا
تحقیق جو لوگ توقع نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی
وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا
اور خوش ہو گئے زندگی سے دنیا کی اور اطمینان کر لیا
بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا
اس پر اور جو لوگ وہ ہماری نشانیوں سے
غٰفِلُونَ ۝٧ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ
غافل ہیں ایسے لوگ ٹھکانا ان کا آگ ہے
بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝٨
بدلے اس کے جو تھے وہ کماتے

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا
البتہ جو لوگ ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے
وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا
اور دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے اور اسی پر مطمئن ہو گئے
بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا
اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے
غٰفِلُونَ ۝٧ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ
بے خبر ہیں ایسوں کا ٹھکانا آگ ہے
بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝٨
اس کے بدلے میں جو وہ کماتے تھے

یہ آیت ایک انسان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ یہ ایک ایسا عام حکم ہے جس کے اندر کسی کی رو رعایت نہیں۔ پچھلی آیت میں صاف کہہ دیا گیا ہے۔ کہ دنیا میں جو چیز ہے وہ بتا رہی ہے کہ وہ ایک نظام کے تحت ہے اور اس کا بنانے والا اور اس نظام کے تحت اس کی جگہ مقرر کرنے والا اللہ ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو انسان کو جانور سے زیادہ مرتبہ نہیں دیتے۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ انسان کو ایک ذمہ دار ہستی نہیں مانتے اور اللہ کے روبرو اپنے اعمال کا حساب دینے کے قائل نہیں۔ ان کی نظر میں دنیا ہی سب کچھ ہے۔ وہ یہاں کی چیزوں سے اور حالات سے مطمئن ہیں اور عالم کو خالق اور رب کے وجود کی علامت نہیں سمجھتے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ قانون الٰہی کے سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اور ان کے اعمال کی بنیاد یہ نہ ہو گی۔ کہ ان سب کا حساب مرنے کے بعد ایک دن دینا پڑے گا۔ اور دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ سخت دکھ اور درد میں مبتلا ہوں گے۔ یہ لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ دنیا میں متقیوں کا مسلک صحیح تھا چنانچہ ان کے اندر رنج و افسوس کی آگ بھڑکے گی اور ان کے اندر اور باہر سب کو جلا کر خاک کر دے گی۔

اللہ والوں کا حال

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے نیک
يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ
راستہ دکھائیگا ان کو ان کا رب ان کے ایمان کی بدولت بہتی ہوں گی
مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٩﴾
ان کے نیچے نہریں باغوں میں چین آرام کے
دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ
دعا ان کی ہوگی اس میں پاک ہے تو اے اللہ اور ملتے وقت کا کلام
فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ
جس میں سلام ہوگا اور خاتمہ ان کی دعا کا یہ ہوگا کہ خوبی ساری
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ ع
اللہ کے لیے پروردگار کل جہانوں کا

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
البتہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے
يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ
ان کو ان کا رب ایمان سے ہدایت کرے گا ان کے نیچے
مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٩﴾
نہریں بہتی ہوں گی آرام کے باغوں میں
دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ
ان کی دعا اس جگہ یہ ہے کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ اور
فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ
ملاقات ان کی وہاں سلام اور ان کی دعا کا خاتمہ اس پر کہ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ ع
سب خوبی اللہ کو ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے

پچھلی آیتوں میں مخلوقات کو دیکھ کر اللہ کا پہچاننا انسان کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے اور صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جنہوں نے نہ پہچانا بلکہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے۔ اور یہاں کے کھیل تماشے میں پھنس کر عمر گنوا دی ان کے اعمال انہیں لے جا کر آگ میں جھونک دیں گے

اس آیت میں قرآن مجید کا واضح فیصلہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کو مان کر اس کی مقرر کردہ شرع کی پابندی کرنے والے ہر طرح سے فائدہ میں رہیں گے۔ اللہ کو پہچان کر اس کے حکم پر چلنے والوں کے لیے مرنے کے بعد دل کشا باغ اور مکانات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی رہنے کو ملیں گے جن میں بہترین چیزیں ہوں گی سلامتی اور امن کی زندگی ہمیشہ کے لیے میسر ہوگی اللہ کا شکر کریں گے اور مزے سے رہتے سہیں گے وہاں کسی قسم کا کوئی دنیاوی جھگڑا یا ناراضگی نہ ہوگی سب خوش و خرم ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو بھی سلام اور دعا سے ہی یاد کریں گے۔

انسانی زندگی کا نقشہ

پچھلی دو آیتوں سے سوچنے کے بعد اس دنیا سے انسان کا تعلق واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے۔ انسان ایک مخلوق ہے۔ جس کا اصل تعلق عالم بالا سے ہے اور اسے پیدا کرکے پہلے وہیں رکھا گیا تھا۔ چونکہ شیطان نے انسان کو سجدہ نہ کیا تھا اس لیے اس نے کوشش کر کے اسے جنت سے نکلوا کر چھوڑا۔ انسان کے لیے حکم ہوا کہ اسے جنت سے باہر بھیجا جائے اور ایسی جگہ رکھا جائے۔ جہاں اس کا اس شیطان سے مقابلہ ہو۔ اور جب یہ اس پر غالب آجائے تو پھر اسے جنت میں جگہ دی جائے۔ اس غرض سے اسے دنیا میں بھیج دیا گیا۔ دُنیا کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایک بڑا وسیع بھول بھلیاں ہے، جیسے پرانے مقبروں کی عمارتوں میں بعض بڑے بڑے لوگوں نے بھول بھلیاں بنائی ہیں۔ اس میں داخلے کے بے شمار دروازے ہیں اس کے اندر گھستے ہی بے شمار پیچیدہ راستے ہیں جن میں سے ایک سے دوسرے میں جانا کوئی بات ہی نہیں۔ یہ سب راستے دنیا کے دوسرے سرے پر ختم ہوتے ہیں اور انسان آخر کار بھٹکتے بھٹکتے باہر نکلنے کے لیے کسی نہ کسی دروازے پر پہنچ جاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔ ان راستوں سے داخلہ کے دروازے کی طرف تو واپس آنا ممکن نہیں، ہاں ہر ایک راستہ بیشمار موڑ توڑ کے بعد باہر نکل جاتا ہے۔ اور ہر ایک سے نکلتے ہی انسان آگ میں داخل ہو جاتا ہے۔ صرف ایک راستہ ایسا ہے۔ جو جنت پر ختم ہوتا ہے۔ یہ راستہ وہ ہے جس کو اللہ عز و جل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے واضح کردیا ہے اور اس کی نشانیاں اور علامتیں صاف طور پر بتا دی ہیں۔ جو اس راستے پر چلا وہ آخر کار جنت میں پہنچ کر رہیگا۔ لیکن اور سب راستے دوزخ پر ختم ہوتے ہیں اور شیطان انہی میں سے کسی نہ کسی پر انسان کو بہکا کر ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پچھلی آخری آیت میں فرمایا کہ جس کے دل میں ایمان ہوتا ہے۔ یعنی جو اپنے رب کو پہچان کر اس کی تابعداری کے لیے دل و جان سے تیار ہوتے ہیں انہیں اللہ اس راستے پر ڈال دیتا ہے۔ بے ایمان لوگ اور راستوں پر بھٹکتے بھٹکتے آخر کار جہنم رسید ہو جاتے ہیں ؛

مہلت

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ
اور اگر جلدی بھیج دے اللہ لوگوں کے لیے برائی جیسے وہ جلدی مانگتے ہیں
بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ
بھلائی تو ختم کر دیا جائے ان کے لیے ان کی عمر پس چھوڑتے ہیں ہم
الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا
ان کو جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١﴾
ان کی سرکشی میں سرگرداں

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ
اور اگر اللہ لوگوں کو برائی جلدی پہنچا دے جیسے کہ
بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ
وہ بھلائی جلدی مانگتے ہیں تو ان کی عمر ختم کر دی جائے۔ سو ہم ان
الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا
کو جنہیں ہماری ملاقات کی جلدی امید نہیں ان
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١﴾
کی شرارت میں سرگرداں چھوڑے رکھتے ہیں

نَذَرُ چھوڑتے ہیں ہم۔ مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر وَذْرٌ ہے جس کے معنی چھوڑ دینا ہیں۔ نَذَرُهُمْ چھوڑے رکھتے ہیں۔
يَعْمَهُوْنَ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے عَمَهٌ سے جس کے معنی اندھاپن ہے جس سے راستہ نہیں سوجھتا۔ يَعْمَهُوْنَ کے معنی ہیں وہ اِدھر اُدھر بھٹکتے رہتے ہیں۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ بعض لوگ ایسے گستاخ ہیں کہ اپنے لیے برائی مانگ بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ جب کفار کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا تو وہ لوگ کہتے کہ کیوں باتیں بناتے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو عذاب کیوں نہیں آتا اور بعض تو یہاں تک دلیر تھے کہ اللہ کا نام لے کر اس سے کہتے کہ اگر اسلام تو نے بھیجا ہے اور یہی سچ ہے تو ہم پر پتھر برسا دے یا کوئی اور دکھ دینے والا عذاب بھیج دے (سورہ انفال میں گذر چکا ہے) ان سے کہہ دے کہ اگر عذاب بھی اسی طرح جلدی آجایا کرتا جیسے شب و روز تم پر انعام و اکرام کی بارشیں ہوتی رہتی ہیں تو دنیا میں تمہارا زندہ رہنا دشوار ہو جاتا جو لوگ ایمان سے محروم ہیں۔ بعض دفعہ مصیبت میں یا غضب میں اپنے آپ کو یا دوسروں کو بری طرح کوسنے کاٹنے بھی لگتے ہیں۔ اگر ان کا کہنا کر دیا جائے تو دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن دنیا کو قائم رکھنا ہے تاکہ نیک لوگ نیکیاں کر لیں اور آخرت میں اجر کے مستحق ہوں۔ اس لیے ان کی بد دعاؤں کا خیال نہیں کیا جاتا اور ان کو ان کی بدمستیوں میں غافل رہنے دیا جاتا ہے۔

مصیبت میں فریاد

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا
اور جب پہنچتا ہے انسان کو دکھ تو پکارتا ہے ہمیں
لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا
اپنے پہلو پر پڑا یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پھر جب
كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ
دور کر دیتے ہیں ہم اس سے اس کا دکھ چل دیتا ہے گویا نہ پکارتا تھا ہمیں
اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ
کسی دکھ میں جو اسے پہنچا تھا اسی طرح آراستہ کر دیا گیا گستاخوں کے لیے
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢﴾
جو ہیں وہ کر رہے

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا
اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے
لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا
پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا ہوا پھر جب ہم
كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ
اس سے وہ تکلیف دور کر دیتے ہیں چلا جاتا ہے گویا ہم کو کسی تکلیف
اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ
پہنچنے پر پکارا نہ تھا اسی طرح پسند آیا ہے بے باک
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢﴾
لوگوں کو جو کچھ وہ کر رہے ہیں

كَشَفْنَا (دور کر دیتے ہیں ہم) ماضی کا صیغہ ہے کشف سے کشف کے معنی کھول دینا مصیبت کا کھولنا یہی ہے کہ اس کو دور کر دیا جائے۔ اس لیے یہاں اس سے مراد دور کر دینا ہے۔ مَرَّ (گذر گیا) ماضی کا صیغہ ہے مرور سے۔ مرور کے معنی گذرنا چل دینا معمولی کاموں میں پھر مشغول ہو جانا۔ یہاں بھی یہی معنی مراد ہیں۔ الْمُسْرِفِيْنَ (بیباک گستاخ) اسم فاعل کا صیغہ ہے اور مسرف کی جمع ہے جو اسراف سے بنا ہے۔ اسراف کے معنی حد سے باہر نکل جانا۔ قانون کا خیال نہ کرنے والے اور فضول خرچ کو مُسرِف کہتے ہیں یہ فاسق کے قریب ہے۔

ارشاد ہے کہ انسان خوشحالی میں اللہ کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا لیکن جب اس پر کوئی سخت مصیبت پڑتی ہے اور کوئی چارۂ کار نہیں رہتا تو وہ جس حالت میں بھی ہو لیٹا ہو، بیٹھا ہو، یا کھڑا ہو بے ساختہ اللہ کو پکارتا اور اس کی مدد طلب کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جب مصیبت میں اور کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوتا تو انسان ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی مصیبت دور کر دیتے ہیں تو اس کو بھول جاتا ہے کہ مصیبت دور کرنے کی اللہ سے التجا کی تھی اور اس بھول جانے کو وہ معمولی بات سمجھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس منعم حقیقی کی ناشکری کا وبال اس پر پڑے گا۔

دُنیا میں سزا

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا

اور البتہ ہم نے ہلاک کیا قوموں کو تم سے پہلے جب ظلم کیا انہوں نے

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

اور آچکے تھے ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر اور وہ نہ تھے

لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

کہ ایمان لاتے اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم قوم کو

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ

مجرموں کی پھر کیا ہم نے تم کو نائب زمین میں

مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کیسے کام کرتے ہو تم

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا

اور البتہ ہم تم سے پہلے جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جب وہ ظالم ہو گئے

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لاتے اور وہ ایمان

لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

لانے والے ہرگز نہ تھے۔ ہم گناہ گار قوم کو یونہی

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ

سزا دیتے ہیں پھر ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں

مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

نائب کیا تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو

ارشاد ہے کہ ہم نے اس دنیا میں یہ طریقہ مقرر کر دیا ہے کہ نافرمانوں کو ڈھیل دی جاتی ہے اور صحیح راستہ سمجھانے کے لیے انہیں میں سے رسول بنا کر ان کے پاس بھیجے جاتے ہیں پھر جب اس پر بھی وہ باز نہیں آتے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو ان پر کوئی آفت آسمانی بھیجی جاتی ہے اور وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اسی قاعدے کی رُو سے اے عرب کے رہنے والو! سُن لو اور تمام دنیا کو سنا دو کہ ہم نے پہلے زمانہ میں تم سے پہلے بہت سے جتھوں اور قبیلوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ کیوں کہ انہوں نے ظلم پر کمر باندھ لی اور کسی طرح شرارتوں اور بدمعاشیوں سے باز نہ آئے لیکن یہ ایکدم اچانک نہیں ہوا بلکہ پہلے ان کے پاس ہمارے پیغام پہنچانے والے آئے اور ان کو کھلی ہوئی نشانیاں دکھا دیں تاکہ وہ پہچان لیں۔ کہ واقعی یہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر جب باوجود اس کے وہ ایمان نہ لائے اور اپنی بدمستیوں میں غرق رہے تو ہمارا عذاب ان پر نازل ہوا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ ہمارے ہاں مجرموں کو سزا دینے کا یہی قاعدہ ہے۔ ان کے ہلاک ہونے کے بعد اب ہم نے تم کو زمین پر بسایا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم بھی انہی کی طرح سے سرکشی اختیار کرتے ہو یا سیدھی طرح رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے ہو۔

قرآن کی عظمت

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں جو واضح ہیں

قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ

کہتے ہیں وہ جو توقع نہیں کرتے ہم سے ملنے کی لے آ

بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ

کوئی قرآن سوا اس کے یا اسے بدل دے

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ

اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں

قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ

تو وہ لوگ جن کو ہم سے ملاقات کی امید نہیں کہتے ہیں کہ

بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ

اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آیا اس کو بدل دے

عرب کے لوگ اللہ کا نام تو لیتے تھے۔ لیکن اس کا اور اس کی صفات کا ان کے دل میں وہ تصور نہ تھا جو ہونا چاہیئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے کہا کہ اللہ نہ خالق ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ اس کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً رسول بھیجے اور ان کو اپنی کتابیں دیں۔ چنانچہ اب مجھے تمہاری اور تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کتاب دی ہے جس کا نام قرآن کریم ہے اس کو سنو، سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ مکہ کے لوگ بتوں کے پجاری تھے، عوام پر ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کا ذکر سن کر چکرا گئے۔ سنا تو واقعی قرآن کریم میں نصیحتیں بھی بڑی اچھی نظر آئیں لیکن یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذمہ یہ ہے کہ اس کو جوں کا توں پہنچا دے، اور اس پر خود عمل کر کے دکھا دے اور لوگوں سے کہہ دے کہ تم بھی اسی طرح عمل کرو۔ ان لوگوں نے جب بتوں کی اور ان کی پوجا کی برائیاں اس میں سنیں تو نادانی یا ہنسی کے طور پر کہنے لگے کہ کوئی ایسا قرآن لا، جس میں بتوں کی اور ان کی پوجا کی مذمت نہ ہو۔ ورنہ تو خود ان آیتوں کو جن میں ایسی باتیں ہیں بدل کر اور آیتیں رکھ دے۔

وہ یہ نہ سمجھ سکے یا سمجھنا نہ چاہا کہ قرآن مجید میں ردو بدل کوئی نہیں کر سکتا، اس کے احکام اٹل ہیں۔ رسول کا کام یہ ہے کہ اس کو سنا دے اور خود عمل کر کے دوسروں کو عمل کرنا سکھا دے۔

قرآن میں ردّوبدل

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ

کہہ دے نہیں ہے میرے لیے کہ اس کو بدلوں جانب سے

نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ

اپنی نہیں پیروی کرتا میں مگر اس کی جو وحی آئے میری طرف

اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ

بے شک میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

عذاب سے ایک دن کے جو بڑا ہے

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ

تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ میں اس کو اپنی طرف سے

نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ

بدل ڈالوں میں اسی کی تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف حکم

اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ

آئے میں ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

بُرے دن کے عذاب سے

ارشاد ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دے کہ میرا کام اس پیغام خداوندی میں ترمیم اور تبدیل کرنا نہیں ہے اپنی طرف سے نہ میں اس میں کچھ گھٹا بڑھا سکتا ہوں اور نہ ردّوبدل کر سکتا ہوں۔ میرا کام فقط یہ ہے کہ جو میری طرف وحی کی جائے اس کے مطابق عمل کروں اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں اور اس کے حکم سے منہ موڑوں تو ڈر ہے کہ قیامت کے دن جو بڑے معرکے کا دن ہے میں سخت سزا کا مستحق ٹھہروں۔ اس کلام میں کوئی ذرا بھی تغیّر و تبدّل نہیں کر سکتا۔

نیک لوگ تو اس لیے نہیں کر سکتے۔ کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں اور اس کے عذاب کے ڈر سے لرزتے رہتے ہیں۔ اور بد لوگ اس لیے نہیں کر سکتے۔ کہ اللہ خود اس کلام ذی شان کا محافظ ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس میں کچھ بدل سکے۔ اس کے الفاظ بھی محفوظ ہیں اور معانی بھی وہی ہیں جو اللہ کے علم میں ہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم کو جس طرح اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے وہ دنیا کے قیام تک اسی طرح رہے گا۔ اور سمجھ دار لوگ جو اس کی روح سے واقف ہو جائیں گے اس کے مطابق خود بھی چلیں گے اور دوسروں کے لیے بھی راستہ صاف کریں گے۔ یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو غلط اور من گھڑت تاویلوں کے ذریعے پہلے سے قائم کی ہوئی اپنی رائے کے مطابق کرنا جرم ہے۔ قرآن کو تو تمام اثرات سے ذہن خالی کر کے دیکھنا چاہیئے۔ اس کے بعد اس کے معنی کا پتہ چلے گا۔

کھلا ثبوت

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ
کہدے اگر چاہتا اللہ نہ پڑھتا میں اس کو تم پر
وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا
اور نہ وہ خبر کرتا تم کو اس کی پس تحقیق رہا ہوں میں تم میں ایک عمر تک
مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ
اس سے پہلے کیا تم سوچتے نہیں پھر کون زیادہ ظالم ہے
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ
اس سے جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا جھوٹا کہے
بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾
اس کی آیتوں کو۔ واقعہ یہ ہے کہ نہیں فلاح پاتے مجرم

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ
کہدے اگر اللہ چاہتا تو میں اس کو تمہارے سامنے نہ پڑھتا
وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا
اور نہ وہ خبر کرتا اس کی تم کو کیونکہ میں اس سے پہلے ایک عمر تک
مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ
تم میں رہ چکا ہوں کیا پھر تم سوچتے نہیں۔ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ
جو اللہ پر بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے
بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾
بے شک گناہ گاروں کا بھلا نہیں ہوتا

تَلَوْتُ (پڑھتا میں) ماضی کا صیغہ ہے جو تِلَاوَۃٌ سے بنا ہے تِلَاوَۃٌ جس کو اردو میں تلاوت لکھتے اور بولتے ہیں کے معنی پڑھنے کے ہیں یہ لفظ اردو میں مستعمل ہو گیا ہے اور تلاوت کرنا عام طور پر بولا جاتا ہے۔ اَدْرٰی (جتلاتا) ماضی کا صیغہ ہے اِدْرَاءٌ سے۔ اس کا مادہ د۔ ر۔ ی ہے جس سے مصدر دِرَایَۃٌ ہے دِرَایت کے معنی سمجھ لینا اِدْرَاءٌ اس کا متعدی ہے یعنی تبلانا سمجھانا۔

ارشاد ہے کہ انہیں سنا دے کہ میں نے نہ اسے تصنیف کیا اور نہ میں کر سکتا ہوں۔ یہ تو مجھ پر اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو وہ مجھے تمہارے سامنے اس کے پڑھنے کی توفیق نہ دیتا اور نہ تمہیں اس کے مضامین سے خبردار کرتا۔ موٹی سی بات ہے کہ میں چالیس سال سے تمہارے اندر رہتا چلا آ رہا تھا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے کسی نے نہ پڑھنا سکھایا اور نہ لکھنا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بے پڑھا آدمی ایسی فصیح و بلیغ کتاب اچانک لکھ ڈالے ذرا سوچو تو سہی تم جن آیتوں کو جھٹلاتے ہو یہ اللہ عزوجل کی آیتیں ہیں اس لیے تم سے بڑھ کر ظالم اور مجرم کوئی نہیں۔ مجرم کبھی کامیابی کی شکل نہیں دیکھ سکتا۔

بُتوں کی حقیقت

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ
اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا اس کو جو نہ ضرر پہنچا سکے
وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا
اور جو نہ نفع دے سکے ان کو اور کہتے ہیں یہ سب سفارشی ہیں ہمارے
عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا
اللہ کے پاس کہہ دے کیا خبر دیتے ہو تم اللہ کو اس کی جو وہ
لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ
نہیں جانتا آسمانوں میں اور نہ زمین میں پاک ہے وہ
وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۱۸)
اور بلند ہے اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ
اور اللہ کے سوا اس چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکے
وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا
اور نہ نفع اور کہتے ہیں یہ تو ہمارے سفارشی ہیں
عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا
اللہ کے پاس تو کہہ کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو اسے
لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ
معلوم نہیں آسمانوں میں اور زمین میں وہ پاک ہے
وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۱۸)
اور برتر ہے اس سے جس کو شریک کرتے ہیں

تُنَبِّئُوْنَ (خبر دیتے ہو تم) مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر تَنْبِئَۃٌ ہے جو نَبَأٌ سے بنا ہے نَبَأٌ کے معنی خبر کے ہیں تَنْبِئَۃٌ خبر دینا۔
ناسمجھ بت پرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کو بدل ڈالنے یا اس میں ترمیم کرنے کے لیے اس لیے کہتے تھے کہ اس میں بتوں کی اور ان کی پوجا کی برائی بیان کی گئی تھی ورنہ ویسے وہ قرآن مجید کی فصاحت بلاغت اور اعلیٰ درجے کی نصیحتوں سے بہت متاثر ہوتے۔ ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو دیکھو یہ ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہیں جو انہیں نہ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان۔ اس سے منع کرو تو کہتے ہیں کہ واہ یہی تو ہمیں کہہ سن کر اللہ سے سب کچھ دلواتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو ہماری رسائی اللہ تک کیسے ہو۔ ان سے کہہ دو کہ یہ تمہاری من گھڑت بات ہے۔ واقعے کے ذرا بھی مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ واقعی باتیں وہ ہیں جن کو اللہ جانتا ہے۔ زمین اور آسمان کی ساری کائنات اس خیال کو جھٹلاتی ہے۔ اس کے کاموں میں اور تدبیر میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ یہ سب اس کی مخلوق ہے اور اس کے حکم کے تابع ہے کوئی چیز اس پر حکم نہیں چلا سکتی ؎

قرآن کا مرتبہ

مکّہ کے کافروں کو یہ غلط فہمی تھی کہ ہمارے باپ دادا صدیوں سے ان بتوں کو سجدہ کرتے رہے ہیں اور انہی کی مدد سے ان کے سارے کام بنتے رہے ہیں، ہم ان کا طریقہ ایک شخص کے کہنے سے کیسے بدل دیں۔ مانا کہ اس میں ساری خوبیاں ہیں۔ مگر ایک شخص کا جم غفیر کے مقابلہ میں کہنا کیسے مانا جائے۔ وہ کہتے تھے کہ تقریباً سارا عرب سالہا سال سے مانتا چلا آرہا ہے اور اب بھی مان رہا ہے کہ اللہ بغیر ان بتوں کی سفارش بلکہ مدد کے کچھ نہیں کرتا۔

ایک شخص ہم میں سے اٹھتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے اور ایک کتاب پیش کرتا ہے جس میں لکھا ہے کہ بُت کوئی چیز نہیں ان کے ہاتھ میں نہ نفع ہے نہ نقصان ہے یہ اندھے گونگے بہرے، بے جان پتھر یا درخت کسی کو کیا دے سکتے ہیں اور کسی کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ آسمانوں میں اور زمین میں ہر چیز اپنے منہ سے کہہ رہی ہے کہ میں اپنے بس میں نہیں۔ جس طرف سے سنو یہی صدا آتی ہے کہ ہمارا ظہور اور وجود بالکل اللہ کے علم کے مطابق ہے اس ساری کائنات کے نظام کا منصوبہ اور ہر ایک جنس اور نوع کے لیے اس کی زندگی کا الگ الگ قانون اسی نے بنایا ہے ذرہ ذرہ کا اسے علم ہے۔

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دے کہ بہت سے لوگوں کے ایک بات پر اڑ جانے یا جم جانے سے وہ بات صحیح نہیں ہو جاتی۔ صحیح وہ بات ہے۔ جو اللہ کے علم میں صحیح ہے اور جس نے اس علم کے مطابق اپنی کتاب میں اسے کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اصل چیز تو یہ کتاب ہے اس کو اگر سارے انسان رد کر دیں اور ایک انسان مانے تو وہ ایک انسان ٹھیک ہے اور اس کے مقابلے میں نہ ماننے والے سارے انسان غلط ہیں۔ قرآن حکیم کی بابت یہ غلط فہمی اس وقت بھی تھی اور آج بھی ہے۔ کہ اس میں ترمیم تنسیخ جمہور کی رائے سے کی جا سکتی ہے لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ اس کے اصول کو ساری دنیا ایک طرف ہو جائے تب بھی نہیں بدل سکتی ۰

دین حق ایک ہے

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً
اور نہ تھے لوگ مگر امت
وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
ایک پس الگ الگ ہوتے اور اگر نہ ہوتا حکم
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
جو پہلے ہی ہو چکا تیرے رب کی طرف سے تو فیصلہ ہو جاتا ان کے درمیان
فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۱۹
اس کا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً
لوگ جو ہیں سو ایک نبی کی اُمّت
وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
ہیں پیچھے جدا جدا ہو گئے اور اگر تیرے رب کی
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
ایک بات جو پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ ہو جاتا
فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۱۹
اس کا جس میں اختلاف کر رہے ہیں

اُمَّةً (خیالات میں متفق گروہ) ہم اس لفظ کو امّت بولتے اور لکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے اور مختلف معنی مراد لیے گئے ہیں لیکن ہر معنی میں مجموعہ کا مفہوم موجود ہے۔ قوم کے معنی بھی گروہ کے ہیں لیکن قوم میں اور امّت میں فرق یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم ملک اور وطن میں شریک لوگوں کی جماعت ہوتی ہے اور امّت اعتقادات میں یکساں ہونے کی وجہ سے بنتی ہے چاہے اس کے افراد الگ الگ ملکوں اور مقاموں میں رہتے ہوں۔ انہی اعتقادات کے یکساں ہونے کا نام دین ہے جن پر کسی گروہ کے عمل کا دارو مدار ہو۔

ارشاد ہے کہ قرآن کوئی نیا دین نہیں سکھاتا بلکہ وہ دین سکھاتا ہے جو انسانوں کا قدیم دین ہے لوگوں نے اس دین کو بدل کر اپنی اپنی مرضی کے دین بنالیے اور الگ الگ امّت بن بیٹھے۔ وہ سب غلط دین ہیں۔ قرآن مجید انسان کو ان کا اصلی دین پھر سکھاتا ہے دنیا میں اللہ نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ دینِ حق کو رسولوں پر وحی بھیج کر صاف اور واضح کر دیا جائے صحیح دین والے جنّت میں رہیں گے اور غلط دین والے دوزخ میں مقیم ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ جغرافیائی اختلافات کی وجہ سے مختلف قومیں تو پہلے ہی بن گئے تھے لیکن ان سب کا دین ایک تھا اور اس لیے وہ ایک امّت تھے قیامت کے دن قومیت نہیں پوچھی جائے گی لوگ امّتوں کے اعتبار سے اکٹھے کر دیئے جائیں گے اور اپنے اپنے دین کے مطابق جزا سزا پائیں گے ؞

لمحۂ فکر

پچھلی آیت کا مفہوم قابل غور ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں مختلف مقامات پر آیا ہے چنانچہ اسی قسم کی آیت پہلے سورۃ البقرہ میں گذر چکی ہے۔ اس میں خوب تفصیل سے مطلب واضح کیا گیا ہے ان سب آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے لیے دنیا میں ایک ہی دین ہے۔ جو پہلے انسان اور نبی حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا گیا تھا۔ جب اس کو لوگوں نے اپنی غلط فہمیوں سے اور دنیاوی فائدوں کی خاطر بگاڑ دیا۔ تو اس کو دوبارہ واضح کرنے کے لیے اللہ نے اپنے رسول بھیجے اور ان کو کتابیں دیں انہوں نے لوگوں کو سمجھایا اور نصیحتیں کیں مگر کچھ مدت گذرنے کے بعد لوگوں نے ان ہدایات کو توڑ موڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔

آخر کار ایک زمانہ آیا کہ مختلف ملکوں کے لوگ اپنا اپنا دین الگ الگ بنا بیٹھے اور ظلم و ستم کا بازار گرم ہوا۔ زبردستوں نے زیردستوں کو غلام بنا لیا۔ خود زندگی کے مزے اڑانے لگے اور دوسروں کو ان کی ضروریات تک سے محروم کر دیا۔ بیچارے کمزوروں کو جو کچھ طاقتور دے دیتے لے لیتے اور دم نہ مارتے۔ ان حالات میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تمام انسانوں کو ہدایت کرنے کے لیے رسول مقرر کر کے بھیجے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ ایسا انتظام فرما دیا۔ کہ اصلی دین قیامت تک کے لیے محفوظ ہو جائے۔ اس کے لیے ایک بنی بنائی کتاب جس کا نام قرآن ہے۔ اپنے آخری رسول پر تھوڑی تھوڑی کر کے نازل کی اور اس کو مکمل کر کے اصلی انسانی دین کو دنیا میں پورے طور پر واضح کر دیا۔ یہ وہی دین ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر چلا آ رہا ہے اور قیامت تک قائم رہے گا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن دنیا کو جوں کا توں پہنچا دیا اور اس کو قول و عمل دونوں کے ذریعے سمجھا دیا۔ دیکھنے والوں نے آپ کے اقوال و افعال کو بھی جمع کر کے آنے والے لوگوں کے لیے محفوظ کر دیا۔ جو حدیث کے نام سے دنیا میں موجود ہے۔ قرآن ہی دنیا میں ایک ایسی انوکھی کتاب ہے جس میں کسی کی مجال نہیں کہ تھوڑا سا بھی ردو بدل کر دے۔ اس میں یہ عجیب بات ہے کہ ہر زمانے کے مطابق اس کے اندر سوچنے والے پوری پوری ہدایات دیکھتے ہیں اور اس کے اصول کے مطابق ہر وقت کے لیے ضابطے بنا سکتے ہیں۔ ایک کبھی نہ بدلنے والی اصل جو ان آیات میں بیان کی گئی ہے اس کو ہم آیندہ صفحہ میں واضح کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ۔

لمحۂ فکر ۲

انسان پیدا ہوتا ہے اور مرجاتا ہے۔ پیدائش اور موت کے درمیان کی مدت اس کی دُنیاوی زندگی ہے۔ اس زندگی کو وہ جس طرح چاہے بسر کرسکتا ہے۔ لیکن عموماً ہر انسان وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جو اس کے کنبے، قبیلے، شہر اور ملک والوں نے پہلے سے اختیار کر رکھا ہے ایسے طریقے کو عربی میں دین کہتے ہیں۔ دین بہت سے ہوسکتے ہیں۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ انسان کے لیے صحیح دین ایک ہی ہے باقی سب غلط۔ اس دین کو بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں ہی سے زیادہ سمجھ دار انسانوں کو وقتاً فوقتاً اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان سے کہا ہے کہ انسان پر اس کا صحیح دین واضح کردو اس کے بعد ہر ایک کو اختیار ہے کہ صحیح دین پر چلے یا غلط پر۔ اس اختیار کا صریح مطلب یہ ہے کہ دین کے بارے میں کوئی کسی کو مجبور نہیں کرسکتا۔ دنیا میں ہر شخص انفرادی یا اجتماعی طور پر جس طرح چاہے زندگی بسر کرے کوئی روک ٹوک نہیں۔ معلوم ہُوا دنیا میں طریق زندگی کے اندر باہم اختلاف بھی رہے گا۔ اور باوجود اس کے اسی دنیا میں سب ایک ساتھ مل کر بھی رہیں گے یعنی دنیا میں اختلاف بھی قائم رکھنا ہے اور سب کی زندگی بھی قائم رکھنی ہے اس کی کیا صورت ہے؟ یہی کہ دین کے بارے میں کوئی فرد یا جماعت کسی فرد یا جماعت سے نہ لڑے اور باہم عہد و پیمان ہوجائے کہ کوئی کسی سے نہ لڑے گا۔ بلکہ امن و امان کے ساتھ زندہ رہنے اور زندہ رکھنے میں ایک دوسرے کی خلوص کے ساتھ پوری پوری مدد کریں گے اور جن چیزوں سے انسانی زندگی میں خلل واقع ہوتا دیکھیں گے اسے سب مل کر دبائیں گے اور فسادیوں کو ہرگز نہ پنپنے دیں گے۔ دین یعنی زندگی بسر کرنے کا طریقہ کسی کا کچھ ہی ہو اس سے ہمیں سروکار نہیں ہم صرف فساد، شور و شر، دوسروں کو دبا کر رکھنے کی کوشش، ضروریات زندگی پر تنہا قبضہ جمانے کا ارادہ، ڈرا دھمکا کر کام نکالنے کا عزم، دنگا، ہر کے اکھاڑے بازی وغیرہ ان سب کا قلع قمع کریں گے۔ بہ نیک نیتی کے ساتھ لوگوں کی خالص خیر خواہی کے پیش نظر اچھے طریقہ زندگی یعنی اپنے دین کا ہر شخص پرچار کرسکتا ہے۔ اسی طرح مناسب طریقے سے قرآن کے سکھائے ہوئے اصلی دین کو بھی اس کے ماننے والے اپنے قول، عمل، وعظ، نصیحت، اچھے چال چلن اور پاکیزہ اخلاق کا نمونہ پیش کرکے دنیا کے سامنے پیش کرسکتے ہیں، اور دنیا والوں کو قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ قرآن دنیاوی زندگی کی سہولتیں ہر ایک کے لیے پہلے مہیا کرنے کا حامی ہے۔ اس کے بعد انسان کو آخرت کی تیاری کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور ہر ایک کو اس کا اختیار دیتا ہے کہ جو چاہے اس کی ہدایت پر چلے اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اسلام انسان کو اپنا بنایا ہُوا دین زبردستی منوانا چاہتا ہے؟

نشانی مانگتے ہیں

وَ يَقُولُونَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

اور کہتے ہیں کیوں نہ اتاری گئی اس پر

اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ج فَقُلْ اِنَّمَا

کوئی نشانی اس رب کی طرف سے سو کہہ دے بات یہی ہے

الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ج اِنِّيْ مَعَكُمْ

کہ غیب اللہ کے لیے ہے پس انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع

انتظار کرنے والوں میں ہوں

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

اور کہتے ہیں اس کے رب کی کوئی نشانی اس پر

اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ج فَقُلْ اِنَّمَا

کیوں نہ اتری سو تو کہہ دے کہ غیب

الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ج اِنِّيْ مَعَكُمْ

کی بات اللہ ہی جانے سو منتظر رہو۔ میں بھی تمہارے

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲/۱۰

ساتھ انتظار کرتا ہوں

منکروں نے کہا۔ قرآن ہمارے دین سے الگ کوئی نیا دین چلانا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا۔ کہ انسانوں کے لیے شروع میں ایک ہی دین تھا' بعد میں اسے بگاڑ کر لوگوں نے اپنے اپنے دین الگ الگ بنا لیے۔ قرآن ہی اصلی دین سکھاتا ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے یہ حکم ہے کہ تمہیں قرآن سنا دوں۔ اس کا مطلب سمجھا دوں۔ اور اس پر عمل کر کے دکھا دوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تم رسول ہو۔ تو کوئی انوکھی نشانی دکھاؤ تو ہم سمجھیں کہ تم رسول ہو۔ اس آیت میں اس کا جواب ہے ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی فرمائش کی ہوئی نشانی مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ رسول ہے تو اسے اپنے رب سے درخواست کر کے کوئی انوکھی نشانی لانی ضروری ہے۔ ورنہ ہم کیسے مان لیں کہ یہ رسول ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان کو جواب دو۔ کہ عقل مندوں کے لیے میری سچائی کی کافی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ ماننے والوں نے انہیں کو دیکھ کر مجھے سچا رسول مان لیا۔ آگے دیکھنا پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ اس دین کو سب پر غالب کر دے گا اور نہ ماننے والے منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ اچھا اگر نہیں مانتے تو انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں :

معجزہ

مکّہ کے مشرکوں کو جب قرآن مجید میں سمجھایا گیا۔ کہ اصل دین انسانی وہی ہے جو قرآن مجید سکھاتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ وہ دین جس پر تم قائم ہو اور جس کو تمہارے باپ دادوں نے اختیار اور قائم کیا تھا، وہ سراسر غلط ہے۔ یہ بت جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو اور جن کی پوجا کرتے ہو یہ تمہیں نہ کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ یہ تو بالکل بے بس پتھر یا پتھر کی مورتیں ہیں۔ ان میں طاقت اور قوت کا کیا ذکر ہے۔ مکّہ کے مشرک ان باتوں کو سن کر کہنے لگے۔ کہ ہم کیسے یقین کر لیں کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھے اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تو اپنے رب سے کوئی ایسی نشانی مانگ اور ہمیں دکھا۔ جو بالکل نئی ہو اور کوئی انسان تیرے سوا اس کو نہ دکھا سکے۔ بیٹھے بیٹھے زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کر دے، میوے دار درختوں کا ایک تیار باغ فوراً لگا دے جس میں ہر طرف نہریں بہتی ہوں، آسمان کو توڑ کر ہم پر گرا دے۔ اپنے اللہ سے کہہ کہ وہ اپنے فرشتوں کو لے کر شان و شوکت سے ہمارے سامنے ظاہر ہو، یا تو اپنے لیے سنہری گھر جگمگاتا ہوا بنا لے یا آسمان پر خالی ہاتھ چڑھ اور وہاں سے ایک تیار لکھی لکھائی کتاب لے کر اُتر وغیرہ۔ غرض کوئی ایسی بات دکھا جس کے دکھانے سے سب عاجز ہوں، جسے معجزہ کہتے ہیں۔

قرآن حکیم نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ ہمارے رسول کا کام ہدایت کرنا ہے۔ اسے ہم نے ایک کتاب یعنی قرآن دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس جیسی کتاب جس کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ ہو۔ اور جس میں انسان کی بہتری کی تمام باتیں ہر زمانے کے لیے جمع کر دی گئی ہوں۔ تم میں سے کوئی نہیں بنا سکتا اور نہ آئندہ دنیا میں کوئی بنا سکے گا۔ کیا یہ رسالت کے ثبوت میں کافی نہیں ہے؟ اگر نہیں مانتے تو تم دیکھو گے کہ اس کتاب کا آگے چل کر بول بالا ہوگا اور اس کے مخالف ذلیل و خوار ہوں گے۔ جو انسان روحانیت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اس سے آپ ہی آپ عجیب و غریب باتیں سرزد ہونے لگتی ہیں جسے کرامت کہتے ہیں۔ نبی کی کرامتیں انوکھی ہوتی ہیں وہ سب سے زیادہ کامل انسان ہوتا ہے اور اس کی سی کرامت کسی اور کی نہیں ہوسکتی اس لیے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

مکّاری کی سزا

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ
اور جب چکھائیں گے ہم لوگوں کو رحمت پیچھے
ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ
دکھ کے جو انہیں پہنچے اسی وقت ان کے لیے حیلہ ہے میں
اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ
ہماری آیتوں کہہ دے اللہ زیادہ جلدی کرسکتا ہے حیلے میں تحقیق
رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾
ہمارے فرشتے لکھتے ہیں جو تم حیلہ بازی کرتے ہو

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ
اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں ایک تکلیف
ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ
کے بعد جو ان کو پہنچی تھی اس وقت ہماری قدرتوں میں
اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ
حیلے بنانے لگیں۔ کہہ دے اللہ سب سے جلد حیلے بنا سکتا ہے۔ تحقیق
رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾
ہمارے فرشتے تمہاری حیلہ بازی لکھتے ہیں

مَسَّتْ: ماضی کا صیغہ ہے مَسّ سے مِس کے معنی ہیں چھونا۔ یہاں مراد ہے پہنچنا۔ مَكْرٌ۔ یہ سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ اس کے معنی چال، فریب، تدبیر، غلط بیانی کے ہیں۔ یہاں پہلی جگہ غلط بیانی اور دوسری جگہ اس کی سزا مراد ہے۔ تَمْكُرُوْنَ بھی اسی سے بنا ہے یعنی جو مکاری کرتے ہیں۔ اٰيَاتٌ: نشانیاں آیۃ کی جمع ہے۔ ہر وہ چیز جس کے ذریعہ کوئی دوسری چیز ظاہر ہو' اس دوسری چیز کے لیے آیت ہے۔ یہاں اس سے مراد دنیا کے واقعات ہیں جن سے اللہ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔

دنیا میں جو واقعہ بھی ہوتا ہے اس سے اللہ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے اس لیے ہر واقعہ کو دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچنا چاہیے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اگر واقعہ فائدہ دینے والا ہے تو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر رنج پہنچانے والا ہوتا ہے تو اس سے اس کے دُور کرنے کی دعا کرنی چاہیے۔ قحط پڑتا ہے تو اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اسے دُور کر جب دُور ہو جاتا ہے تو اللہ کا خیال بھی نہیں آتا اور کہتے ہیں کہ بارش کی وجہ سے قحط دور ہوا۔ غرض کام اللہ بناتا ہے اور نام دوسروں کا ہوتا ہے۔ ظاہری حیلوں بہانوں میں پھنس کر اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اللہ اس غفلت کی سزا میں اس خوشحالی کو فوراً بدحالی میں بدل سکتا ہے۔ اس کے ہاں آدمی کی ہر بات اچھی ہو یا بُری لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں جو کسی بات کو بے لکھے نہیں چھوڑتے اور وہ کفر اور ناشکری کی سزا میں آرام کو یکایک دکھ میں بدل سکتے ہیں۔

آدمی کا رویّہ

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓى
وہی ہے جو پھراتا ہے تم کو خشکی میں اور دریا میں یہاں تک
اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ
کہ جب ہوتے ہو تم کشتیوں میں اور چلتی ہیں وہ ان کو لیکر ساتھ ہوا
طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ
پاکیزہ کے اور خوش ہوتے ہیں وہ اس سے آئی ان کشتیوں پر ہوا تیز
وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ
اور آئی ہے ان پر موج ہر جگہ سے اور
ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ
جان لیتے ہیں وہ کہ تحقیق گھیر لیا گیا ہے ان کو پکارنے لگتے ہیں اللہ کو
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا
خالص کر کے اس کے لیے تابعداری البتہ اگر نجات دے تو ہم کو
مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (۲۲)
اس سے ضرور ہوں گے ہم شکر گذاروں میں سے

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓى
وہی تم کو جنگل اور دریا میں پھراتا ہے یہاں تک کہ
اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ
جب تم کشتیوں میں بیٹھے اور وہ لوگوں کو لے کر چلیں اچھی
طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ
ہوا سے اور اس سے خوش ہوئے کشتیوں پر تند ہوا آئی
وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ
اور ان پر موج آئی ہر جگہ سے اور
ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ
انہوں نے جان لیا کہ وہ گھر گئے لگے پکارنے اللہ کو
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا
اس کی بندگی میں خالص ہو کر اگر تو نے ہم کو اس سے بچا لیا
مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (۲۲)
تو بے شک ہم تیرے شکر گذار رہیں گے

انسان کی عجیب حالت ہے مصیبت میں تو اللہ کو یاد کرتا ہے مصیبت ٹلتے ہی بھول جاتا ہے اس آیت میں اور اس سے آگے کی آیت میں انسان کے اس رویّہ کو بیان کیا گیا ہے اور اس پر اسے تنبیہ کی گئی ہے۔ ارشاد ہے یہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں اتنی طاقت دی کہ خشکی اور تری میں سیر کرتے پھرو کشتیوں کی سیر میں ہوا خوشگوار چلتی رہے تو لوگ بڑے خوش رہتے ہیں اور بہت کم ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں مگر جب طوفان آتا ہے تو اس وقت نہ پوچھیے کیا حالت ہوتی ہے۔ بلا کی تیز ہوا، چاروں طرف سے پہاڑ جیسی موجیں سمجھے کہ اب گھر گئے۔ ایسی حالت میں انسان کو صرف اللہ ہی یاد آتا ہے اسی کو سچے دل سے پکارتا ہے کہ اے اللہ اس آفت سے بچا لے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ تیرا شکر گذار اور وفادار خادم رہوں گا۔

اللہ سے بغاوت

فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ
پھر جب بچا لیا ان کو فوراً وہی لوگ لگے شرارت کرنے
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
زمین میں ناحق کی اے لوگو
اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ
اور کچھ نہیں تمہاری شرارت تم ہی پر پڑے گی کچھ دن اٹھا لو مزہ
الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ
زندگانی دنیا کی پھر ہماری طرف تمہیں لوٹنا ہے پھر ہم تمہیں بتا دیں گے
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾
جو تھے تم کرتے

فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ
پھر جب اللہ نے ان کو بچا دیا اسی وقت لگے
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
زمین میں شرارت کرنے ناحق سنو لوگو
اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ
تمہاری شرارت تم ہی پر ہے دنیا کی زندگی
الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ
کا نفع اٹھا لو پھر تمہیں ہمارے پاس لوٹنا ہے پھر ہم
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾
تمہیں بتلا دیں گے جو کچھ تم کرتے ہو۔

ارشاد ہے کہ جب ہم انہیں اس مصیبت سے اپنے فضل و کرم سے نجات دے دیتے ہیں تو پھر وہ کیا کرتے ہیں۔ ان کی وہ سب باتیں جو مصیبت کے وقت زبان پر جاری ہوئی تھیں اور دل سے نکلی تھیں سب غت ربود ہو جاتی ہیں وہی شرارتیں ظلم و ستم لوٹ کھسوٹ سب باتیں ہونے لگتی ہیں۔ آگے ارشاد ہے کہ لوگو تمہاری شرارتوں کا وبال تمہیں پر پڑے گا ہمارا تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہو۔ اگر ظلم و ستم سے کچھ دنیاوی فائدہ حاصل کر بھی لیا تو کے دن کے لیے۔ آخر ایک روز مرنا ہے اور اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے وہاں ساری حقیقت کھل جائے گی تفسیروں میں لکھا ہے۔ فتح مکہ کے بعد عکرمہ فرزند ابوجہل مکہ سے نکل گئے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر براہ فرار اختیار کی۔ ناگاہ تھوڑی دیر کے بعد کشتی ایک زبردست طوفان میں پھنس گئی۔ ناخدا نے کہا کہ خبردار یہاں کسی بت کو اس کا نام لے کر پکارنا کام نہ دے گا فقط ایک اللہ کو پکارو وہی اس آفت سے نجات دینے والا ہے۔ عکرمہ نے دل میں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے اللہ نے ہدایت دی اور وہ واپس آ کر اسلام میں داخل ہوئے۔

دُنیا کی مثال

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ
بس حالت زندگانی دنیا کی پانی کی سی ہے
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ
کہ اتارا ہم نے اس کو۔ آسمان سے پس گھن دار نکلی اس سے
نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ
روئیدگی زمین کی جس سے کھائیں آدمی اور چوپائے

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ
دنیا کی زندگانی کی وہی مثل ہے جیسے
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ
ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے
نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ
زمین کا سبزہ رلا ملا نکلا جو کہ آدمی اور جانور کھاتے ہیں

انسان کی حالت پچھلی آیتوں میں بیان ہوئی۔ یہ دنیا پر لٹو ہو رہا ہے۔ کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب جان ہی پر آبنتی ہے تو خدا خدا کرنے لگتا ہے کہ اس آفت سے بچا لے تو ساری عمر تیری ہی بندگی میں گذاروں گا۔ لیکن مصیبت دور ہونے ہی پہلے سے بھی زیادہ سرکش ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے کہا گیا تھا کہ یہ تمہاری سرکشی تمہارے ہی اوپر آفت لائے گی۔ دنیا چند روزہ ہے اس میں اگر بچ بھی گئے تو کیا۔ آخر ہمارے پاس آؤ گے اور اپنے کیے کی سزا پاؤ گے۔ اس آیت میں انہیں دنیا کی حقیقت سمجھائی گئی ہے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ایسی ناپائیدار چیز سے دل لگانے کے کوئی معنی نہیں۔

ارشاد ہے کہ لو دنیا کی جس چیز پر مفتون ہو اس کی مثال سن لو ہم نے آسمان سے مینہ برسایا تو زمین پر سبزہ لہلہانے لگا۔ نباتات کی کثرت سے سارے میدان بھر گئے۔ تل دھرنے کی جگہ نہ رہی، کچھ ایسی تھی کہ آدمیوں کی غذا بنی۔ کچھ جانوروں کے کھانے کے کام آئی۔ ہر قسم کے غلے، میوے، پھل، ترکاریاں، طرح طرح کی گھاس، پھوس، پھولوں سے لدے ہوئے بوٹے گلہائے گوناگوں، آنکھوں کی طراوت، دل کی راحت، غرض دیکھتے ہی دیکھتے اس سرے سے اس تک زمین ہر قسم کی روئیدگی سے لد پھد گئی اور دیکھنے والے اس کی بہار دیکھنے لگے اور اس کی خوبیوں میں محو ہو کر رہ گئے پھر کیا ہوا۔ آگے کی آیت دیکھیے ٭

دنیا کی رونق

حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ
یہاں تک کہ جب لے لی زمین نے اپنی رونق اور آراستہ ہو گئی

وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ
اور سمجھا زمین والوں نے کہ وہ بس رکھتے ہیں اس پر آیا اس پر

اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا
حکم ہمارا رات کو یا دن کو پس کر ڈالا ہم نے اس کو کٹا ہوا ڈھیر

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
گویا نہ تھی وہ موجود کل اسی طرح کھولتے ہیں ہم نشانیاں

لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾
ان لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں

حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ
یہاں تک کہ جب زمین نے رونق پکڑی اور مزین ہو گئی

وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ
اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ ہمارے ہاتھ لگے گی ناگاہ اس

اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا
پر ہمارا حکم پہنچا رات کو یا دن کو پھر اس کو کاٹ کر ڈھیر کر ڈالا

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
گویا وہ کل موجود ہی نہ تھی اسی طرح ہم نشانیوں کو کھول کر بیان کرتے

لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾
ہیں ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں

زُخْرُفَ: ظاہری ٹیپ ٹاپ سطح کی چمک دمک کو کہتے ہیں چاہے اندر مٹی کا ڈھیر ہو۔ یہ لفظ سورۃ الانعام پارہ وَلَوْ اَنَّنَا میں گذر چکا ہے۔ اِزَّيَّنَتْ (آراستہ ہو گئی) ماضی کا صیغہ ہے جو زِيْنَةٌ سے بنا ہے۔ زینت مشہور لفظ ہے جس کے معنی بناؤ سنگھار کے ہیں۔ حَصِيْدًا (کاٹی ہوئی) اس کا مادہ ح۔ص۔د ہے۔ اسی سے حصاد بنا ہے جو سورۃ الانعام میں گذرا جس کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں حصید کٹی ہوئی کھیتی۔ لَمْ تَغْنَ (نہ رہی تھی) مضارع کا صیغہ ہے جو اصل میں تَغْنٰى تھا لَمْ کی وجہ سے آخر کا الف گر گیا۔ اس کا مادہ غ۔ن۔ی ہے جس کے معنی آباد ہونا رہنا سہنا ہیں۔

سبزہ کھیتی میدان میں اُگی بڑھی پھلی پھولی پوری رونق پہ آئی اور پک کر تیار ہو گئی زمین والے یقین کیے بیٹھے ہیں کہ بس اب یہ ہماری ہے۔ ناگاہ اللہ کا حکم ہوا۔ زور کی آندھی بگولا چلے اولے پڑیں یا ٹڈی دل آجائے چنانچہ رات کو یا دن کو کوئی ایسی آفت آئی کہ ساری کھیتی تباہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ ہیں ہمارے سمجھانے کے طریقے ہم نشانیاں کھول کر بیان کر دیتے ہیں سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں اور انہی کی خاطر تفصیل بھی کی جاتی ہے۔ مناسب یہی ہے کہ اللہ کو سچا تو اور اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرو پھر دنیا رہے یا اجڑ جائے تم پر کوئی آنچ نہ آئے گی ؎

اللہ کی عنایت

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ
اور اللہ بلاتا ہے طرف آسودگی کے گھر کے
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
اور ہدایت کرتا ہے جسے چاہے طرف راہ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾
سیدھی کے

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ
اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
اور جس کو چاہے سیدھا راستہ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾
دکھاتا ہے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا۔ کہ یہ دُنیا جس پر تم اس بُری طرح ریجھ رہے ہوئے ہو، ڈھلتی چھاؤں ہے۔ اس پر تکیہ کر کے بیٹھ جانا بے وقوفی ہے اگر اللہ اپنے رحم و کرم سے انہیں نہ روکے۔ تو آفتیں چاروں طرف سے تمہاری زندگی تلخ کر دیں تمہیں معلوم نہیں کہ تم اور تمہاری چیزیں فقط اس لیے بچی ہوئی ہیں کہ اللہ ہر لحظہ تمہاری اور ان کی حفاظت کرتا ہے ورنہ تمہارے دشمن جو تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تمہاری بوٹیاں نوچ کر کھا جائیں اور تمہارے کام کی چیزیں ساری برباد کر دیں۔ اب سنو یہ تمہارا حافظ اور محافظ اللہ تم سے کیا چاہتا ہے اور تمہیں اور تمہاری کام کی چیزوں کو کس لیے قائم رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے اس آیت پر غور کرو۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی جگہ کی طرف بلا رہا ہے کہ جہاں کوئی آفت نہیں اور نہ وہاں کوئی دشمن ہے کہ تمہیں ستائے دنیا کو اس لیے بنا رکھا ہے کہ جو اس کی آفت زدہ زندگی سے اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام لے کر دلی برداشتہ ہو جائے اسے اللہ سیدھا راستہ جو سلامتی اور امن وامان کے گھر پہنچاتا ہے دکھا دے اور اس پر یہ مضمون بالکل واضح کر دے کہ آفتوں سے بچنا ہے تو اس دنیا سے دل لگانا بالکل چھوڑ دینا چاہیئے اور اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر صبر و استقلال سے قائم ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنی رحمت سے جنت میں پہنچا دے جہاں امن و امان چین چان کے سوا کچھ نہیں جہاں چاروں طرف سے اور خود اللہ کی طرف سے سلام سلام کی آوازیں آرہی ہوں گی دل خوشی سے لبریز ہوگا امنگیں پروان چڑھ رہی ہوں گی اور زبان سے بے ساختہ نکل رہا ہوگا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارا سب دکھ، درد، رنج و غم دور کر دیا ہمارے سارے دشمنوں سے نجات دی اور اپنے فضل سے سب کچھ عطا فرمایا۔

اچھّوں کا انعام

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ

ان کے لیے جنھوں نے بھلائی کی بھلائی ہے اور زیادہ

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا

اور نہ ڈھانکے گی ان کے چہروں کو سیاہی اور نہ

ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ

ذلّت وہ لوگ رہنے والے ہیں جنّت کے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٦﴾

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ

جنھوں نے بھلائی کی ان کے لیے بھلائی ہے اور زیادتی

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا

اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چڑھے گی اور نہ

ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ

رسوائی وہ لوگ جنّت والے ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٦﴾

وہ اسی میں ہمیشہ رہا کریں گے

عقل کہتی ہے کہ اے انسان تیرے ارمان نکلنے کی جگہ دنیا نہیں ہے۔ یہاں پر اپنی آرزوؤں اور امیدوں کو تہ کر کے رکھ۔ ضرور تجھے ایک ایسی زندگی ملنے والی ہے۔ جہاں تو اپنے سارے ارمان آزادی سے نکال سکے گا۔ قرآن مجید اس پر مزید روشنی ڈالتا ہے کہ یقیناً ایسی جگہ انسان کے لیے تیار ہے جہاں اس کے لیے بے روک ٹوک اپنی من بھاتی زندگی بسر کرنے کا پورا پورا موقعہ اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے ملے گا۔ اے انسان اگر وہاں جانا ہے تو اچھّے کام کر اور بُرے کام چھوڑ دے۔ اس کتاب میں اچھے بُرے کام سب بتا دیئے گئے۔ اب ان کا انجام سُن۔ ارشاد ہے کہ جو اچھے کام کرے گا اسے اچھا بدلہ ملے گا۔ اور وہ اس جگہ پہنچ جائے گا جس کا نام جنّت ہے اس کے چہرے پر اداسی بالکل نہ ہو گی جو ارمانوں کے دبانے سے پیدا ہوتی ہے وہ اپنے سارے ارمان پورے کرے گا اور رسوائیوں اور ذلّتوں سے بے خوف رہے گا۔ اس سے بڑھ کر ایک اور چیز بھی ملے گی جس کا یہاں تصوّر بھی نہیں ہو سکتا یعنی یہ حالت کسی آفت کی وجہ سے ختم ہونے والی نہ ہو گی بلکہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ ارمان نکالنے کا موقعہ اور خواہشیں پورا کرنے کی آزادی بجائے خود بہترین چیزیں ہیں جنت میں صرف یہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ ایک اور چیز نصیب ہو گی۔ وہ کیا ہے؟ وہ وہ چیز ہے جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں وہ ہر شخص کو اس کی بساط کے مطابق ملے گی وہ اللہ کا دیدار ہے جس سے ہر شخص اپنی بساط کے موافق خوشی حاصل کرے گا:

بُروں کی سزا

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ

اور جو کمائیں برائیاں بدلہ

سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ

برائی کا اس کے برابر ہے اور ڈھانکے گی ان کو رسوائی

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ

نہیں ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا گویا

اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ

ڈھانک لیے گئے چہرے ان کے ٹکڑوں سے رات کے

مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

کالی سیاہی کے وہ لوگ رہنے والے آگ کے ہیں وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

اسی میں ہمیشہ رہیں گے

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ
سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ
مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ
اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ
مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور جنہوں نے برائیاں کمائیں برائی کا بدلہ اس کے برابر اور رسوائی ان کو ڈھانک لے گی ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانک دیئے گئے وہ دوزخ والے ہیں وہ اسی میں رہا کریں گے

ارشاد ہے کہ بُرے کام کرنے والے سُن لیں۔ ان کے لیے قاعدہ یہ رکھا گیا ہے کہ جتنی برائی ہوگی۔ اس کے برابر انہیں سزا دیجائیگی اس میں زیادتی نہ کی جائے گی۔ دنیا میں انہوں نے اللہ کا قانون توڑا تھا اور گناہ کیا تھا قیامت میں انہیں اس کی پاداش میں ذلیل اور رسوا کیا جائے گا۔ دنیا میں جو اپنی خواہشیں پوری کی تھیں ان کا پچھتاوا تاریکی بن کر ان کے چہرہ پر چھا جائے گا وہ اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائیں گے کہ شاید ہمیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی مل جائے لیکن وہاں کس کی مجال ہوگی جو چوں کر سکے مجرم انسان کو اللہ کے ہاتھ سے بچانے والا کوئی نہیں کیونکہ اللہ کے پیارے اور مقبول بندے تو خود اللہ کے دشمنوں اور نافرمانوں سے سب بیزار ہیں۔ یہ نافرمان دنیا میں ان کے پاس نہ بھٹکے تو آخرت میں بھی انہیں ان کے قریب نہ آنے دیا جائے گا۔ یہ لوگ دوزخی ہیں اور یہاں کا ٹھکانا ہمیشہ کے لیے وہی ہے جب تک خدا چاہے:

قرآن حکیم کا پیام

آپ نے پچھلی آیتوں کو پڑھا اُن کے مضمون کو ایک مرتبہ پھر سلسلہ وار پیش کیا جاتا ہے تاکہ غور کرنے سے اور کوئی نئی بات سمجھ میں آسکے۔
انسان کے دل کو دنیا کی ظاہری بھڑک اور آرائش اپنی طرف کھینچتی ہے اور وہ اس میں محو ہو کر اللہ کو بھول جاتا ہے جب تک راحت و آرام سے گذرتی ہے کبھی بھول کر بھی اللہ کو یاد نہیں کرتا۔ ہاں جب کوئی سخت مصیبت آتی ہے۔ موت سامنے آکھڑی ہوتی ہے اور کوئی مددگار نظر نہیں آتا تب اللہ کو پکارتا ہے لیکن! دھر مصیبت ٹلی ادھر اللہ کو بھولا۔ اے انسان ان بدمستیوں کا وبال خود تیرے ہی سر پڑیگا۔ اس دنیا کی حقیقت جس کا تو اس قدر شیدا ہے یہ ہے کہ یہ صرف تھوڑی دیر کی بہار ہے اور اس میں بھی ناگہانی آفت کا کھٹکا لگا ہوا ہے۔ ابھی کھیتی ہری بھری کھڑی تھی ابھی اولے پڑ گئے یا ٹڈی دل آگیا اور آناً فاناً سب کا صفایا ہو گیا اور جو خدمت کی آس لیے بیٹھے تھے کلیجہ تھام کے بیٹھ رہے۔ سوا یاس و حرمان کے کچھ پلّے نہ پڑا۔ اللہ تمہیں ایسے گھر کی طرف بلا رہا ہے۔ جہاں نہ کوئی آفت ہے اور نہ خواہشوں کے پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ ہے۔ اگر کسی کو اللہ کی دعوت قبول ہے تو آگے آئے اور عرض گذارے کہ مجھے قبول ہے۔ اگر عرض منظور ہو گئی تو اسے اس گھر کا سیدھا راستہ بتا دیا جائے گا بشرطیکہ اللہ کے احکام بجا لائے اور اس کے رسول کا فرمانبردار بن جائے اور کبھی ان کی نافرمانی نہ کرے۔ غرض تابعداروں کے لیے جنّت اور نافرمانوں کے لیے دوزخ تیّار ہے۔ سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں میں دنیا کا بالکل ٹھیک نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے اور انسان کا اس سے تعلّق پورے طور پر واضح کر دیا گیا ہے۔

انسان کے دنیا سے تعلق کی غلط فہمی نے آج انسان کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا ہے۔ ایٹمی اسلحہ تیار ہیں۔ اس غلط فہمی کے ساتھ ایک تھوڑی سی غلطی یا غلط فہمی کی کسر اور رہ گئی ہے اگر کوئی غرور کے نشے میں وہ غلطی کر بیٹھا تو بس بیڑا غرق ہے۔

یہ آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ دنیا کی سجاوٹ صرف اوپری ہے ورنہ اس کا ہر لمحہ بے شمار آفتوں سے گھرا ہوا ہے اگر اللہ ہر لمحہ اس کی حفاظت نہ کرے تو آفتیں ایک دم اس پر ٹوٹ پڑیں اور یہ سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے حفاظت اسی وقت تک کی جائے گی جب تک اللہ کی دعوت کے منظور کرنے والے اس میں باقی رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ ان کے لیے قبول کرنے کا موقعہ باقی رکھنا ہے۔ اگر خدانخواستہ دنیا بھر کے انسانوں میں کوئی بھی ایسا نہ رہے جو اللہ کی دعوت پر کان دھرے اور سب دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھنے لگیں تو اللہ کو اس دنیا کی حفاظت کی ضرورت نہیں کسی آفت کو اشارہ کر دے گا اور فنا کا نقارہ بج جائے گا۔

تبلیغ

اس سے معلوم ہوا۔ کہ دنیا اس لیے قائم ہے کہ اللہ کی دعوت گوشہ گوشہ میں پہنچ جائے اور ہر فرد بشر اسے سن لے۔ قرآن تمام دنیا کے انسانوں کے لیے صلائے عام ہے۔ یہ دعوت کا اعلان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کام سپرد کیا ہے۔ کہ یہ پیغام دعوت ہر جگہ پہنچادیں۔ آپ نے یہ پیغام اپنے قریب کے لوگوں کو پہنچا دیا۔ اور خوب سمجھا دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کو قرآن مجید اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ سکھلا کر ان کے ذمہ یہ فریضہ لگا گئے۔ کہ دنیا بھر میں اللہ کا پیغام یعنی قرآن پہنچا دینا اور اپنے قول وعمل سے اس کا مفہوم دنیا کو اچھی طرح سمجھا دینا۔ مسلمانوں کا پہلا کام یہ ہے کہ اپنی کوشش سے ایسا ماحول قائم کریں کہ دنیا امن وامان کے ساتھ قائم رہے اور لوگوں کو اتنی فرصت نصیب ہو کہ اللہ کا پیغام سنیں۔

اسلام کا پہلا مرحلہ امن قائم کرنا اور باہمی ہمدردی کا پھیلانا ہے۔ اور ہر فرد انسان کو اس طرف متوجہ کرنا ہے۔ کہ اللہ کا پیغام کان لگا کر سنے اور مسلمانوں کا سا اخلاق اور ان سے باہمی تعاون کا طریقے سیکھے۔ مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ جو اخلاق قرآن حکیم نے انہیں سکھائے ہیں اور جن کا نمونہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طرز عمل میں دیکھا ہے۔ وہی دنیا کے سامنے پیش کریں ورنہ وہ پیغام رسانی کے فرض سے عہدہ برآنہ ہوں گے۔

مسلمانوں کو اللہ نے سلطنت دی لیکن وہ فقط اس لیے کہ دنیا کے سامنے اسلام کے قانون کے مطابق رہنے کا عملی نمونہ پیش کریں۔ اور شور وشر فساد اور ظلم کا قلع قمع کریں۔ اگر کسی ملک پر ان کا اقتدار اور قبضہ قائم ہو جائے تو اس سے وہاں کے رہنے والوں کی اصلاح اور درستی کا کام لیں۔ بادشاہ بن کر محض گلچھرے نہ اڑانے لگیں اور سوچ میں نہ پڑ جائیں کہ ان لوگوں سے کام لے کر ان کی کمائی کے بل پر عیش اڑانا چاہیئے جس وقت وہاں کے لوگ باہمی میل جول کے طریقے ہمدردی اور تعاون کے معنی اچھی طرح سمجھ جائیں اور آزادی اور اختیار سے جیسا کہ چاہیئے کام لینا سیکھ جائیں تو مسلمان اپنے عمل کے لیے اور میدان تلاش کریں اور اللہ کی دعوت کا پیغام پہنچانے میں مشغول ہو جائیں۔ ہر وقت اپنے آپ کو اس لیے تیار رکھیں کہ اگر کسی ملک پر کوئی زیادتی کرے تو مظلوموں کی مدد کے لیے فوراً پہنچیں اور مفسد اور ظالم کو دبا کر دم لیں۔ غرض ان کا پہلا کام دنیا میں امن وامان قائم کرنا ہے تاکہ لوگ بیکار جھگڑوں میں پھنس کر عمر عزیز ضائع نہ کریں۔ بلکہ جس کا جی چاہے اللہ کا پیغام سنے اور اپنی خوشی سے اس کی دعوت قبول کرے۔ مسلمانوں کا لڑنا جینا اور مرنا صرف ایک مقصد کے لیے ہے کہ زبان سے عمل اور برتاؤ سے نرمی اور لطف کے ساتھ اللہ کی باتیں سننے کی طرف لوگوں کو بلائیں۔

مشرک اور اُن کے معبود

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ
اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ان سب کو پھر ہم کہیں گے ان سے جنہوں نے
أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ
شرک کیا تھا کھڑے رہو اپنی اپنی جگہ پر تم اور تمہارے شریک
فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم
پس جدائی ڈال دیں گے ہم ان کے درمیان اور کہیں گے ان کے شریک
مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾
نہ تھے تم ہماری عبادت کرتے

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ
اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر شرک کرنے والوں
أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ
سے کہیں گے اپنی اپنی جگہ پر تم اور تمہارے شریک کھڑے ہو جاؤ
فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم
پس الگ الگ کردیں گے ہم ان کو آپس میں اور ان کے شریک کہیں گے
مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾
تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے

زَيَّلْنَا: (تفرقہ ڈال دیں گے) ماضی کا صیغہ ہے تزییل سے جو زَیْلٌ سے بنا ہے۔ زَیْلٌ کے معنی جگہ سے ہٹ جانا۔ زائل ناپائیدار کو کہتے ہیں جو مٹ جائے اور چلا جائے۔ یہ اردو میں مستعمل ہے کہا کرتے ہیں کہ مثلاً دوا کا اثر زائل ہو گیا اس کا متعدّی ازالہ ہے جو اردو میں مستعمل ہے مثلاً ازالہ حیثیت عرفی۔ تزییل کے معنی ہیں ملی ہوئی چیزوں کو جدا جدا کر دینا۔ چیزوں کے باہمی ربط اور علاقے کو توڑ دینا۔ انہیں الگ الگ کر دینا۔ پچھلی آیتوں میں دنیا کی ناپائیداری کو واضح کیا گیا ہے۔ فقط اللہ نے اسے بچا رکھا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ جسے اللہ کو پہچاننا ہو اور اس کی ہدایتوں پر چلنا ہو اسے اُس کا موقعہ مل جائے۔

ارشاد ہے کہ فنا ہو جانے کے بعد ایک دن پھر سب کو جمع کیا جائے گا اور وہ حشر کا دن ہو گا جسے قیامت بھی کہتے ہیں۔ اس دن تمام افراد انسانی اکٹھے کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن ہمارے سوا کسی کا حکم نہ چلے گا۔ جو لوگ ہمارے سوا اوروں کو پوجتے تھے ان کو حکم ہو گا کہ تم اور تمہارے معبود سب اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔ ہم ان کے سارے مصنوعی تعلقات جو انہوں نے اپنے خیال کے مطابق اپنے معبودوں کے ساتھ قائم کر رکھے تھے درہم برہم کر دیں گے۔ پوجنے والے اس توقع میں ہوں گے کہ آج یہ معبود ہمیں بچا لیں گے لیکن وہ نام نہاد معبود کانوں پر ہاتھ رکھیں گے اور کہیں گے کہ ہم تمہارے معبود کبھی بھی نہیں تھے ہم میں نہ وہ طاقتیں تھیں نہ وہ صفتیں جن کو تم زبردستی ہمارے سر تھوپتے تھے اور ہمیں سجدے کرتے تھے در اصل تمہارے معبود خود تمہارے وہم اور خیالات تھے اس لیے تم خود ان کے ذمہ دار ہو وہی تمہارے معبود ہوں گے ہم ہرگز تمہارے معبود نہیں ؛

حقیقت کا ظہور

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ
پس کافی ہے اللہ گواہ ہمارے بیچ میں اور تمہارے بیچ میں
اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (۲۹)
تحقیق ہم تھے تمہاری بندگی سے یقیناً بے خبر
هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ
وہاں جانچ لے گا ہر شخص جو اس نے پہلے کیا
وَ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ
اور لوٹائے جائیں گے اللہ کی طرف ان کا مالک حقیقی اور
ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۳۰) ع
جاتا رہیگا ان سے جو تھے وہ تراشتے

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
سو اللہ کافی شاہد ہے ہمارے اور تمہارے بیچ میں
اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (۲۹)
ہم کو تمہاری بندگی کی خبر نہ تھی
هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ
وہاں ہر کوئی جانچ لے گا جو اس نے پہلے کیا تھا
وَ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ
اور اللہ کی طرف رجوع کریں گے جو ان کا سچا مالک ہے اور
ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۳۰) ع ۸
جو جھوٹ باندھا کرتے تھے وہ ان کے پاس سے جاتا رہے گا

النصف

تَبْلُوْا جانچ لے گا مضارع کا صیغہ ہے جس کا مادہ ب۔ل۔و ہے بَلَاءٌ بھی اسی سے بنا ہے جو کئی جگہ آچکا ہے اس کے معنی آزمائش کے ہیں خواہ مصیبت کے ذریعے ہو یا نعمت کے ذریعے۔ بلو کے معنی ہیں چیز کو سامنے رکھ کر اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھنا اور اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جانا۔ ارشاد ہے کہ مشرکوں کے معبود ان لوگوں سے کہیں گے۔ اللہ گواہ ہے کہ ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ حاشا و کلا ہم نے تم سے کبھی نہیں کہا کہ تم ہماری عبادت کرو کیونکہ ہم اس قابل ہی نہیں کہ ہماری عبادت کی جائے اللہ تعالیٰ ہماری حالت سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہمیں ذرا بھی اس کی خبر نہیں کہ تم ہماری عبادت کر رہے ہو۔ یہ باتیں سن کر مشرکوں کی آنکھیں کھلیں گی۔ انہیں اس میں کوئی شک و شبہ نہ رہے گا۔ کہ ہمارا مالک آقا رب معبود غرض جو کچھ ہے اللہ ہے۔ دوسروں کو معبود بنانا ہماری غلط فہمی تھی اور سچ مچ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ ہماری عبادت کرو ہم تمہارے معبود ہیں بلکہ انہیں اس کی خبر ہی نہیں کہ ہم نے انہیں واقعی معبود بنا رکھا ہے چنانچہ اس غلط فہمی میں جو کام بھی ہم نے کیے وہ سب اکارت ہوئے بلکہ آج وہ ہمارے لیے وبالِ جان ہیں۔ چنانچہ ان کے وہ سارے خیالات کہ فلاں دیوتا ہمارا کام کرتا ہے۔ فلاں یہ کرتا ہے سب غت ربود ہو جائیں گے۔ سوا اللہ کے اور کوئی سہارا نہ رہے گا۔

اللہ کی دعوت

قرآن مجید دنیا کے اندر شرک کو مٹانا چاہتا ہے۔ اللہ کی عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اس لیے مقرر کی گئی ہیں کہ انسان اللہ کی طرف متوجہ رہے اور کسی دوسرے کو اپنا حاجت روا بالکل نہ سمجھے۔ پچھلی آیتوں پر غور کیجیے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے راستے سے بھٹکنے کا خود ذمہ دار ہے۔ وہ اپنی کمزوری کی تلافی محسوس چیزوں کی مدد سے کرنا چاہتا ہے۔ اس کا وہم ایک طرف تو اس کی اپنی صورت اس کے سامنے ایک عاجز، بے کس، بے بس کی سی پیش کرتا ہے۔ دوسری طرف ان چیزوں کی عظمت سے جو ظاہر میں بلند اور شاندار نظر آتی ہیں اسے مرعوب کرتا ہے۔ سورج، چاند، ستارے، اونچے اونچے پہاڑ، سمندر، دریا، اندھیرا، چمک ان سب کو وہ اپنے سے زیادہ بلند، بارعب اور طاقتور دیکھتا ہے ان کے سامنے جھکتا ہے۔ ماتھا ٹیکتا ہے، ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوتا ہے ان کو دیوتا مانتا ہے اور ہاتھ پھیلا کر ان سے مدد مانگتا ہے پھر ایسا ہوتا ہے کہ خود انسان ہی کے بعض افراد اسے اپنے سے زیادہ طاقتور نظر آتے ہیں، کچھ مادی اور جسمانی قوت میں زیادہ اور کچھ باطنی قوتوں میں بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا مددگار سمجھتا ہے اور جس طرح ہوتا ہے ان کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کی وفات ہو جاتی ہے تو ان کی مورتیں بنا کر سامنے رکھتا ہے ان کی پوجا کرتا ہے۔

غرض انسان کو اس کا وہم اور خیال عجیب وغریب چکروں میں پھنسائے رکھتا ہے۔ اس کو چکر سے نکالنے کے لیے اللہ نے وقتاً فوقتاً اپنے رسول بھیجے۔ انہوں نے اپنے اپنے وقت میں سمجھایا۔ کہ تمہاری کمزوری، ضعف اور بے کسی کا علاج صرف یہ ہے۔ کہ تم اپنے اور اس ساری کائنات کے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ ہو۔ عقل سے کام لو۔ توہمات میں کب تک مبتلا رہو گے۔ کچھ عقل مند لوگوں نے ان کی بات مانی اور راہ راست پر آ گئے۔ کچھ لوگ ان رسولوں کو ہی دیوتا بنا بیٹھے۔

اللہ عزوجل نے اپنی آخری کتاب اپنے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر دنیا میں بھیجا اور کہا کہ ان سے کہہ دو کہ مجھے یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لیے دی ہے اور میں اس کا رسول ہوں مجھے حکم ہے کہ اس کتاب میں جو پیغام ہے۔ وہ تمہیں سمجھا دوں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کچھ طاقت نہیں کہ تمہیں کچھ دے سکے یا کچھ چھین سکے۔ طاقت ور اور کمزور دونوں اپنے اپنے دائرے میں اس کے محتاج ہیں۔ اللہ نے تمہیں عقل دی ہے۔ وہ اس بات کے سمجھانے کے لیے کافی ہے۔ کہ تمام قوتوں کا مالک صرف ایک اللہ ہے۔ اس کو پہچانو اور اس کی عبادت کرو۔ اسی سے مدد مانگو اور اسی سے التجا کرو۔ کہ وہ تمہیں اپنے نیک بندوں کی راہ پر چلائے سرکشوں اور گمراہوں کے طریقوں سے بچائے۔ آمین!

اللہ کی پہچان

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

کہہ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان اور زمین سے

اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ

یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون

يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو

مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ

زندہ سے اور کون چلاتا ہے کام پس کہہ اٹھیں گے

اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۳۱)

اللہ تو تُو کہہ کیا پس نہیں ڈرتے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

پوچھ تو کون روزی دیتا ہے تمہیں آسمان سے اور زمین سے

اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ

یا کان اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور

يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے کون

مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ

نکالتا ہے اور کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے سو بول اٹھیں گے کہ

اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۳۱)

اللہ تو تُو کہہ پھر کیا ڈرتے نہیں ہو؟

اَمَّنْ (یا کون ہے) قرآن مجید میں جس شکل میں اس کو لکھا گیا ہے۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ ایک لفظ ہے لیکن حقیقت میں یہ دو لفظ ہیں اَمْ اور مَنْ۔ اَمْ کے معنی یا اور مَنْ کے معنی کون۔ لیکن بولنے میں ایک کا میم دوسرے کے میم میں مل گیا پھر اس کو لکھنے میں بھی ملا دیا گیا۔ قرآن مجید میں آسمان اور زمین کی کائنات اور حوادث کا جگہ جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور جن آیتوں میں ان کا ذکر ہے ان کو اکثر ان الفاظ پر ختم کیا گیا ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (پھر کیا تم سمجھ نہیں رکھتے) اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (کیا تمہارے کان نہیں) اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تمہاری آنکھیں نہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی عقل، کان، آنکھ اور علم کا اصل کام فقط یہ ہے۔ کہ کائنات کی ہر چیز سے اور گرد و پیش کے تمام حوادث و واقعات سے اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ ان سب چیزوں کا بنانے والا، قائم رکھنے والا اور ان کا انتظام کرنے والا فقط ایک اللہ تعالیٰ ہے اس کا کوئی نہ ساتھی ہے، نہ مددگار ہے، نہ شریک۔ اگر مطالعہ کائنات سے بشر اس نتیجہ پر نہیں پہنچا تو وہ اور چاہے کتنی ہی مادی ترقی کرے، قرآنی اصطلاح میں وہ نادان ہے۔

عقلِ سلیم

ارشاد ہے کہ اگر تم عقل سے ٹھیک طرح کام لو۔ تو سب سے پہلے تمہارے سامنے یہ سوال آنے چاہئیں۔ کہ ہمیں ہماری ضرورت کی چیزیں کون دیتا ہے، بارش کون برساتا ہے کھیتی کون اُگاتا ہے۔ مانا کہ ہمارے ہاتھ پیر ہلانے کو بھی اس میں کچھ دخل ہے لیکن ہمیں اپنے اعضاء سے کام لینے کے قابل کس نے کیا۔ دیکھنے کو آنکھیں کس نے دیں، سننے کو کان کس نے عطا کیے۔ پھر یہ بے جان چیزوں کے اندر جاندار چیزیں اور جانداروں کے اندر سے بہت سی بے جان چیزیں کون نکالتا ہے۔ مثلاً انڈا یا نطفہ بے جان چیزیں ہیں۔ اس کے اندر سے جاندار بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور پھر یہی بے جان چیزیں جانداروں کے اندر سے نکلتی ہیں۔ پھر اس ساری کائنات کا انتظام کون کرتا ہے۔ یہ باہم ایک دوسرے کے مخالف قوتیں مل جل کر کیسے چل رہی ہیں۔

انسان نے ان سوالوں کے جواب ہر زمانے میں اپنی اپنی عقل اور قابلیت کے مطابق مختلف دیئے ہیں لیکن جن کی عقل پر مادیات کا گہرا پردہ نہیں پڑا۔ ان کا جواب بلا تامّل یہی رہا۔ کہ ان سب باتوں کا کرنے والا اللہ ہے۔ اور جب انسان کی عقل رسا اس کو یہی جواب سکھاتی ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ انسان اس کائنات کے خالق، مالک۔ اور مربّی کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق نہ چلے اور تقویٰ اختیار نہ کرے۔ لیجیے اس آیت نے فیصلہ کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب تینوں چیزیں برحق اور انسان کے لیے ضروری ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ تو اس لیے برحق ہے کہ انسان کی عقل بشرطیکہ باہر کے اثرات سے اس کی روشنی دھندلی نہ ہو گئی ہو۔ اس کے سوا کائنات کی کسی چیز کو اس قابل نہیں دیکھتی۔ کہ یہ ساری باتیں جو ہو رہی ہیں کر سکے، لیکن چونکہ یہ ساری باتیں ہو رہی ہیں۔ اس لیے اس کا کرنے والا کوئی ضرور ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جو تمام کائنات سے بالاتر ہے (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔ اس لیے کہ عقل انسانی کے کمال کا مظہر ہیں، کیونکہ عقلوں کے فرق سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی انسان میں اور انسانوں سے بڑھ کر عقل ہونی چاہیئے۔

(۳) کتاب اس لیے برحق ہے کہ اس کے سوا عقل کو اس کے اصلی کام کی طرف متوجہ کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے بتایا کہ انسان کو عقل سے اللہ، رسول اور کتاب کی سچائی پہچاننی چاہیئے اور یہی اس کا اصل کام ہے۔ کتاب کی رہنمائی کے بغیر انسان کو سیدھا راستہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ پھر سیدھا راستہ قانون کی پابندی کا نام ہے اسی پابندی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ اس لیے قرآن مجید نے شروع ہی میں کہہ دیا کہ جو لوگ تقویٰ حاصل کرنے کی صلاحیّت رکھتے ہیں ان کے لیے اس کتاب میں پوری ہدایتیں موجود ہیں۔

خلاصۂ کلام

یہ آیت بتاتی ہے کہ اگر انسانی عقل ظاہری اسباب کے چکر میں ہی پھنس کر رہ جائے تو اس نے اپنا اصلی کام پورا نہیں کیا۔ انسانی عقل کے کمال کا آخری مرتبہ یہ ہے کہ وہ اللہ کو پہچانے۔ اگر اس سے نیچے کے کسی مرحلہ میں اٹک کر رہ گئی تو وہ عقل ابھی ناقص ہے۔ یہ ناقص عقل والے لوگ ہرگز اس قابل نہیں کہ انسان ان کی قائم کی ہوئی راہ پر چلے۔ ورنہ وہ بھی انہی کی طرح انسانی کمال حاصل کرنے سے محروم رہ جائے گا۔

ظاہر بات ہے کہ دنیا میں اللہ کے برگزیدہ لوگوں کے سوا کسی کی نظر ظاہری مادی اسباب سے اونچی نہیں اٹھتی۔ لیکن انسانی فطرت کے اندر یہ خلفشار موجود ہے کہ یہ ظاہری دنیاوی زندگی انسانی شان کے مناسب نظر نہیں آتی۔ ضرور اس کے لیے کوئی اور زندگی ہونی چاہیے۔ جس میں یہ اپنے بلند عظیم الشان ارادے بلا روک ٹوک پورے کرے۔ ایک شاعر دنیا کی زندگی کا نقشہ کھینچتا ہے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

جو لوگ اسی دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔ ان کو پورا انسان کتنے ہوئے تامّل ہوتا ہے۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا اور موت۔ اُگنا، لہلہانا، مرجھانا اور گر پڑنا۔ اس کے درمیان میں دکھ، بیماری، مفلسی، مالداری، مصیبت، ضعف، قوت برائے نام اور اور جانے کیا کیا بلا سب ڈنکے کی چوٹ بتا رہے ہیں کہ دنیا فقط ایک ڈھلتی چھاؤں ہے۔ اگر انسان کی کُل یہی کائنات ہے تو یہ سب سے زیادہ بدبخت جانور ہے کیونکہ اور جانور تو جو انہیں کرنا ہے یہیں کر لیتے ہیں زیادہ کی انہیں ہوس نہ ارمان۔ لیکن انسان اتنے بڑے بڑے اور لمبے چوڑے ارادے بناتا ہے۔ کہ ابھی ان کی داغ بیل بھی نہیں ڈالنے پاتا کہ وقت پورا ہو جاتا ہے اور وہ تمنائیں سینے میں لیے ہوئے رخصت ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ خواہشوں کو لگام دے کیونکہ دُنیا کا میدان اُن کے پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ اللہ کو پہچانے اور اس کے بنائے ہوئے قانون پر چلے۔ تقویٰ حاصل کرے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کو اس کے بدلے ایک اور زندگی ملے گی۔ جو کبھی ختم نہ ہو گی۔ اور ساری قوتیں بھی ہمیشہ برقرار رہیں گی جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ جہاں ہر شخص جیسے اس کی فطرت کا تقاضا ہے اپنی خواہشیں بلا روک ٹوک پوری کر سکے گا۔

عقل اتنی بات سمجھانے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ اسے قرآن مجید کی روشنی حاصل ہو۔

تمہارا رب اللہ ہی ہے

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا
پس یہ اللہ ہے تمہارا رب حقیقی پھر کیا رہ گیا
بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾
سچ کے بعد سوا گمراہی کے پس کدھر پھرے جا رہے ہو
كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
اسی طرح ٹھیک اتری بات تیرے رب کی ان پر جو
فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾
نافرمان ہوئے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا
سو یہ اللہ تمہارا رب ہے سچا پس کیا رہ گیا
بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾
سچ کے پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں لوٹے جاتے ہو
كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
اسی طرح ان نافرمانوں پر تیرے رب کی بات ٹھیک آئی
فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾
کہ یہ ایمان نہ لائیں گے

پچھلی آیتوں میں ارشاد ہوا تھا کہ کائنات کا انتظام کرنے والا فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جب تم سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا رازق، مالک تمام کائنات کا خالق کون ہے۔ تو تم فوراً بول اٹھتے ہو کہ اللہ۔ پھر اس کا کہنا کیوں نہیں مانتے؟ دیکھو! اللہ تعالیٰ جب یہ سب باتیں کرتا ہے اور تمہیں پالتا ہے اور تمہاری پرورش کرتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ وہی تمہارا اصلی رب ہے۔ تمہارے جواب سے ظاہر ہے کہ اس کے سوا تمام عالم میں کوئی نہیں جو یہ سارے کام انجام دے سکے اور چیزوں کا سوا اس کے اور کوئی فرض نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمّہ جو کام مقرر کیا ہے وہ کریں۔ اگر کسی کے ذریعے کوئی تمہارا کام ہو جائے تو اس کو رب سمجھنا غلطی ہے۔ اس نے تو جو کچھ کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا اسے نہ کوئی قوت اور نہ کوئی اختیار۔ اتنی بات سمجھ لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو کارساز یا رب سمجھنا سوا گمراہی کے اور کچھ نہیں۔

تعجب ہے کہ تم سچی بات کا اقرار کر کے بچلے چلے جاتے ہو۔ آخر سوچو تو، کہ یہ کیسا رویہ ہے اور تمہیں کہاں لے جا رہا ہے۔ یہ جان بوجھ کر کج روی صاف بتا رہی ہے۔ کہ تم اپنی جان کے خود دشمن ہو اور تمہارا فسق و فجور تمہاری سرکشی اور نافرمانی تمہیں کفر کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ اللہ کا قول کہ گناہ گار اپنی شامت اعمال کی وجہ سے ایمان نہ لائیں گے ٹھیک ثابت ہوا۔

اللہ کی قدرت

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ
کہہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پہلی بار بھی پیدا کرے
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ
پھر دوبارہ بھی لوٹائے کہہ اللہ پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾
پھر دوبارہ بھی لوٹائے گا پس کہاں بہکے جاتے ہو

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ
پوچھ تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو خلق کو پیدا کرے
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ
پھر دوبارہ زندہ کرے تو کہہ اللہ پہلے پیدا کرتا ہے
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾
پھر اس کو دہرائے گا پھر کہاں پلٹے جاتے ہو

دنیا میں اکثر لوگوں کا رویہ ہے کہ دنیا کے دھندوں ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور جب ان سے پوچھا جائے کہ بھلا یہ تو بتاؤ یہ سارا کارخانہ کس نے بنایا ہے اور اسے کون چلا رہا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے۔ حالانکہ ان کے دل کی نظر اسباب پر جمی ہوتی ہے قرآن حکیم ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی پر بھروسا کرنا غلط ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ تم جو اور چیزوں کو دنیا کے کارخانے میں دخیل سمجھتے ہو کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ کوئی چیز کسی چیز کو ابتداءً پیدا بھی کر سکتی ہے یا نہیں۔ انسان کی پرواز بس یہیں تک ہے کہ موجودہ چیزوں کی خاصیتیں دریافت کر کے ان کے مطابق کچھ توڑ جوڑ کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں مادہ اور قوت دو بنیادی چیزیں ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی ابتدا میں پیدا کرنا انسان کے بس کی بات نہیں اور جب اس کے بس کا نہیں تو کسی کے بھی بس کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں کی ترکیب سے جاندار چیزیں بنائیں۔ اور یہ دونوں باتیں سوا اس کے اور کوئی نہیں کر سکتا پھر وہ کچھ دن کے بعد ان کو فنا کر کے دوبارہ بنائے گا۔ ابتدا میں پیدائش تو تم مانتے ہو کہ اللہ نے کی۔ اس لیے فنا کر کے دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ پہلی بات کو صرف زبانی نہیں دل سے مانو۔ جب یہ مان لو گے۔ تو دوسری بات کا مان لینا بھی بالکل آسان ہے کیونکہ وہ پہلی کا نتیجہ ہے جس نے پہلے پیدا کیا وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔

اللہ کے سوا نہ کوئی پہلی بار پیدا کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ۔ پھر تم شریکوں کو بیچ میں کہاں سے لے آئے اور وہ کون سا مرحلہ ہے جہاں سے سیدھی سڑک چھوڑ کر غلط ڈگر پر پڑ گئے۔

حقیقی ہادی

قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِيۡۤ
کہہ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو راستہ بتائے
اِلَى الۡحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهۡدِىۡ لِلۡحَقِّ ؕ اَفَمَنۡ
حق کی طرف کہہ اللہ راستہ بتاتا ہے حق کا کیا پس جو
يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ
راہ دکھائے حق کی زیادہ حقدار ہے اس کا کہ اس کی مانیں
اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّىۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى
یا جو خود راستہ نہیں پاتا مگر یہ کہ اسے راستہ بتایا جاتا ہے
فَمَا لَـكُمۡ ۟ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿۳۵﴾
پس کیا ہوا تم کو کیسے فیصلہ کرتے ہو

قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِيۡۤ
پوچھ ہے کوئی تمہارے شریکوں میں جو صحیح
اِلَى الۡحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهۡدِىۡ لِلۡحَقِّ ؕ اَفَمَنۡ
راہ بتائے تو کہہ صحیح راہ اللہ بتاتا ہے تو اب جو کوئی
يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ
صحیح راہ بتائے اس کی بات ماننی چاہیئے یا
اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّىۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى
اس کی جو آپ راہ نہ پائے مگر جب کوئی اور اسے راہ بتائے
فَمَا لَـكُمۡ ۟ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿۳۵﴾
سو تم کو کیا ہو گیا کیسا انصاف کرتے ہو

لَا يَهِدِّىۡ (خود راستہ نہیں پاتا) مضارع کا صیغہ ہے جو اصل میں یَهۡتَدِیۡ ہے۔ بولنے میں ت اور دال دونوں کو ملا دیتے ہیں اور اس کے پہلے کی ہ کو زیر دیتے ہیں۔ اہتداء کے معنی راستہ پا لینا۔ لَا یَهۡتَدِیۡ (یَهِدِّیۡ) راستہ نہیں پاتا۔

ارشاد ہے کہ تمہارے بزرگ احبار، رہبان، مہنت، برہمن اور گرو وغیرہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتے۔ ہدایت ان کے اختیار میں نہیں۔ اللہ سے ہدایت حاصل کر کے دوسروں کو ہدایت کر سکتے ہیں، خود کچھ نہیں۔ یہود نے اپنے احبار اور رہبان کو اپنا رب مانا۔ عیسائیوں نے مسیح کو خدا کہا۔ دیگر مشرکوں نے اپنے دینی علما کو اپنا کارگزار قرار دیا۔ یہ سب گمراہ ہوئے، ان سب کو اور خاص کر مسلمانوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کے فیصلے غلط ہیں۔ اللہ کے سوا کسی کو کسی کے دینے یا کسی سے کچھ چھیننے یا کسی کو مارنے، جلانے یا ہدایت دینے کا اختیار نہیں۔

اس کے سوا مُبۡدِیٔ، مُعِیۡدُ اور ہادی نہ کوئی ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ سچ یہی ہے۔ باقی سب من گھڑت ڈھکوسلے ہیں۔
اللہ ہمیں راہ راست دکھائے اور اس پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!!

وہم وگمان

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ

اور نہیں پیروی کرتے اکثر ان کے مگر گمان کی

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ

تحقیق گمان نہیں کام دیتا حقیقت کے بارے میں کچھ

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

بے شک اللہ خوب واقف ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ

اور ان میں سے اکثر محض اٹکل پر چلتے ہیں

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ

سو اٹکل حق بات میں کچھ بھی کام نہیں دیتی

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

اللہ کو جو کچھ وہ کرتے ہیں خوب معلوم ہے

ظَنَّ (اٹکل) اس کے معنی گمان۔ اٹکل۔ تخمین۔ وہم اور بے بنیاد خیال کے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اگر کوئی واقعی کسی چیز کی حقیقت دریافت کرنا چاہتا ہے تو اسے وہم وگمان اور اٹکل پچو خیالات کو چھوڑ دینا ہوگا کیونکہ حق بات وہم وخیال کے دائرے سے باہر ہے۔ تخمینہ، اٹکل پچو، باتیں، قیاس آرائیاں حقیقت کو واضح نہیں کرتیں۔ اگر ان کے بل بوتے پر انسان کوئی کام کر بیٹھے۔ تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس کا کام ٹھیک ہے، بلکہ معمولی انسان کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون سا کام ٹھیک ہے کون سا غلط ہے۔ انسانی کاموں کی حقیقت صرف اللہ کو معلوم ہے اور جو کچھ انسان کرتا ہے۔ اس کی بابت سوا اللہ عز وجل کے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ اس کے لیے مفید ہے یا مضر۔ اس کا علم فقط اللہ کو ہے۔ اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب دے کر اسی لیے بھیجا ہے کہ انسان کو بتا دیں کہ کچھ کام ان کے لیے مضر ہیں۔ کچھ مفید۔ پرزے جوڑ جوڑ کر بڑی بڑی کلیں بنا لینا، دوسروں سے چھین کر اپنے پاس دولت جمع کر لینا زبردستی اوروں پر حکومت کرنا، انسان کے لیے کچھ مفید چیزیں نہیں ہیں۔ مشینوں کے دور سے تو انسان اور بھی زیادہ مصیبتوں میں پھنس گیا ہے اور پھنسا جا رہا ہے۔

اس کی بہتری کی باتیں صرف قرآن حکیم میں ہیں اور کہیں نہ ملیں گی۔

انسانی علم کی بے بسی

اس سورت کا دوسرا رکوع یہاں سے شروع ہوا تھا۔ کہ انسان بھلائی کا طالب ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسے اس کی ہر محنت کا پھل فوراً مل جائے۔ کیوں کہ وہ اپنی ناسمجھی میں یہ یقین کر بیٹھتا ہے کہ اس کی ہر محنت کا پھل اس کے حق میں ضرور اچھا ہی ہوگا۔ حالانکہ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اس کی کوشش کا نتیجہ اس کے اپنے حق میں نقصان دہ اور خطرناک ہوتا ہے۔ وہ اپنے بھولے پن سے اپنے نقصان کے لیے جلدی کر رہا ہوتا ہے اور اسے نہیں جانتا۔ اس آیت پر غور کرنے سے اس کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ کہ انسان کے اپنے عمل کو اچھا سمجھنے سے نتیجہ کا اچھا ہونا کیوں ضروری نہیں۔ انسان اپنے ساتھ خود کوئی علم لے کر تو دنیا میں آتا نہیں۔ اسے اپنے نفع و نقصان کی سب باتیں یہیں آکر سیکھنی پڑتی ہیں۔ اور یہ باتیں اس کے ارد گرد کے لوگ ہی اسے بتاتے ہیں۔ مگر ان میں جہاں بہت سی باتیں درست ہوتی ہیں وہاں کئی غلط بھی ہوتی ہیں۔ وہ بات جو ساری کی ساری درست اور مفید ہو اور جس میں غلط اور نقصان دہ بات کی ذرا سی ملاوٹ بھی نہ ہو صرف انسان کا پیدا کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے سچے نبی ہی بتا سکتے ہیں اور ان کی بتائی ہوئی نصیحت اور ہدایت پر عمل کرکے ہی ہر انسان دونوں جہان کی کامیابی اور خوشی حاصل کر سکتا ہے۔ ورنہ اپنے خیالات اور رسم و رواج اور جی کے چاؤ پر چلنے سے تو ہمیشہ یہی ہوتا رہے گا۔ کہ کبھی کچھ فائدہ ہو گیا اور کبھی اس سے کئی گنا زیادہ نقصان ہو گیا۔

انسان جو کام اپنے اختیار اور ارادے سے کرتا ہے وہ یقیناً کسی ایسی چیز کے حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے جس سے اسے خوشی اور آرام حاصل ہو لیکن اسے اس کا علم نہیں کہ کون سی چیز اسے حقیقت میں راحت دینے والی اور کون سی دکھ دینے والی ہے۔ اور نہ اس کو کوئی انسان یہ بتا سکتا ہے کہ یہ اچھی چیز ہے یا بری ہے۔ اس کا علم فقط اللہ کو ہے۔ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جسے اس نے قرآن مجید دے کر خیر و شر کے بارے میں سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی سب سے پہلی تعلیم یہ ہے کہ ہر مشکل میں فقط اللہ کی طرف رجوع کرو اور اسی کے احکام بجا لاؤ۔ کیونکہ تمہاری اسی میں بہتری ہے۔ اپنی طرف دیکھو گے تو بھٹک جاؤ گے۔ باسوا قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور سے مشورہ کرو گے۔ تو وہ تمہیں سوا ان باتوں کے جن کی بنیاد وہم و گمان پر ہے اور کچھ نہیں بتا سکتا اور اس کا نتیجہ سوا گمراہی کے اور کیا ہو سکتا ہے ::

قرآن مجید کی شان

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ

اور نہیں ہے یہ قرآن کہ

يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

بنالیا جائے اللہ کے سوا اور لیکن تصدیق ہے

الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ

اس کی جو اس سے پہلے ہے اور تفصیل ہے کتاب کی

لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾

اس میں شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ

اور یہ قرآن وہ نہیں جو

يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

اللہ کے سوا کوئی بنا لے اور لیکن اگلے

الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ

کلام کی تصدیق کرتا ہے اور ان چیزوں کو جو تم پر لکھی گئیں بیان

لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾

کرتا ہے جس میں کوئی شبہ نہیں پروردگار عالم کی طرف سے

يُفْتَرٰى (گھڑا جائے) مضارع مجہول ہے اِفْتِرَاءٌ سے جس کا مادہ ف۔ ر۔ ی ہے۔ فَرْیٌ کے معنی نقصان کو اندازہ کے مطابق کاٹنا۔ کر پھر ٹکڑے ٹکڑے جوڑ کر لباس تیار کیا جائے۔ افتراء بنا دٹی مصنوعی چیز بنانا۔

ارشاد ہے کہ اس قرآن مجید کو دیکھو، پڑھو، سنو اور غور کرو۔ اس کے فصیح الفاظ، فقروں کی اندرونی سجاوٹ پھر ان کی عبارت کے اندر ترکیب و ترتیب پھر ان کے اندر شاندار مضامین و مطالب کی چمک دمک بالکل جیسے سنہری زیورات میں موتی اور جواہر جڑے ہوں۔ اس کا انداز بیان، کلام کا زور، ہر چیز اپنے اپنے مناسب مقام پر رکھی ہوئی اور پھر انسان کے لیے مفید ہدایتیں، یقینی فیصلے، دنیا کی حقیقت انسانی زندگی کا راز پھر انداز ایسا دلچسپ اور دلکش کہ کبھی پڑھنے اور سننے سے دل نہ اکتائے۔ کیا ایسی خوبیوں والی کتاب کوئی انسان بنا سکتا ہے یا کوئی اور مخلوق بنا کر پیش کر سکتی ہے۔ ان سب کے علاوہ انسان کے اس دنیا میں ظاہر ہونے سے لے کر اب تک جتنے احکام اس کے لیے پچھلی کتابوں میں نازل ہوئے۔ ان سب کا مجموعہ اور ان سب کی تفصیل اس میں موجود ہے۔ پھر کہیں اٹکل اندازے اور تخمینے کا نام نہیں جو بات ہے بالکل اٹل اور یقینی۔ شک و شبہ کا گذر ہی نہیں۔ کیا ایسی خوبیوں کی جامع کتاب سوا اللہ کے جو ساری کائنات اور سارے جہان کا رب ہے کسی اور کی ہو سکتی ہے عقل نہیں مان سکتی کہ ایسی یقینی باتوں کو چھوڑ کر کوئی انسان اٹکل پچو، ڈھل مل یقین خیالات کو پسند کر سکتا ہے اور اپنی عمر عزیز ان میں گنوا سکتا ہے۔

سیدھی بات

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ
کیا کہتے ہیں وہ ۔ گھڑ لایا ہے یہ اس کو کہہ دے پس لے آؤ ایک ہی سورت
مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ
اس جیسی اور بلا لو جسے تم بلا سکو سوا
اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۸﴾
اللہ کے اگر ہو تم سچے

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ
کیا لوگ کہتے ہیں کہ بنا لایا ہے اس کو تو کہہ دے تم ایک ہی سورت
مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ
ایسی لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کو بلا سکو بلالو
اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۸﴾
اگر تم سچے ہو

دیکھنے والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم دید حالات، پیدائش سے لے کر وفات تک کے صحیح صحیح بیان کر دیئے ہیں کسی نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کسی وقت کسی پڑھے لکھے کے پاس کبھی بہ طور شاگرد بیٹھے ہوں ۔ جب ان لوگوں کو جو آپ کے ان سب حالات سے واقف تھے آپ نے قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ بھونچکے سے رہ گئے۔

یہ کلام سن کر بے ساختہ بول اٹھے کہ عربی زبان میں اس سے پہلے ایسا کلام نہ سنا تھا چنانچہ سمجھ دار لوگوں نے تو فیصلہ کیا کہ انسان ایسا کلام نہیں بنا سکتا۔ آپ کی نبوّت اور رسالت کا اقرار کیا اور دل وجان سے اس کلام کی ہدایتوں پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

کچھ لوگوں نے دیکھا کہ کلام کے بے نظیر اور مفید ہونے میں شبہ نہیں لیکن اگر اسے مانتے ہیں تو بنا بنایا گھر بگڑتا ہے اس لیے نہ ماننے کے بہانے تلاش کرنے شروع کیے اور کچھ تو نہ سوجھی جھوٹ پر کمر باندھی۔ کہنے لگے ۔ اللہ کو کیا غرض کہ اپنا کلام بھیجے ۔ اور پھر وہ بھی ایسے شخص کے ہاتھ جس کے پاس نہ دھن، نہ دولت، نہ ملک، نہ بادشاہت ۔ ہو نہ ہو۔ یہ باتیں بنا کر عزت حاصل کرنا اور دولت بٹورنا چاہتا ہے اور اس لیے خود اس نے توڑ جوڑ کر کے کچھ عبارت بنالی ہے۔ اس لیے اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ تمہیں شرم نہیں آتی۔ اگر آدمی ایسا کلام بنا سکتا ہے تو تم ایک ہی سورت اس جیسی بنا لاؤ۔ ہم تمہیں اتنی سہولت دیتے ہیں کہ جس پڑھے، لکھے آدمی سے چاہو مدد لے سکتے ہو اور ایک دو نہیں جتنے تمہیں مل سکیں سب کو اکٹھا کر لو ورنہ پھر تم قطعاً جھوٹے ہو۔

کافروں کی نادانی

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا

بات یہ ہے جھٹلانے لگے اس کو کہ نہ احاطہ کیا انہوں نے جس کے لیے علم کا اور ابھی نہیں

يَأْتِهِمْ تَأْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

آئی ان تک اس کی آخری بات۔ اسی طرح جھٹلاتے رہے وہ لوگ جو

قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾

ان سے پہلے تھے پس دیکھ لے کیسا ہوا انجام ظالموں کا

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور ان میں سے جو ایمان لے آئیں گے اس پر اور ان میں سے وہ ہیں جو

لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾

ایمان نہ لائیں گے اس پر اور تیرا رب خوب جانتا ہے فسادیوں کو

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا

بات یہ ہے کہ جس کے سمجھنے پر انہوں نے قابو نہ پایا اسے جھٹلانے لگے اور

يَأْتِهِمْ تَأْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

ابھی تک اس کی حقیقت ان کے سامنے نہیں آئی اسی طرح ان سے اگلے جھٹلاتے

قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾

رہے سو دیکھ لے گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور بعض ان میں قرآن کا یقین کریں گے اور بعض

لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع

یقین نہ کریں گے اور شرارت کرنے والوں کو تیرا رب خوب جانتا ہے

تَاْوِیْل حقیقت، یہ لفظ اَوَل سے بنا ہے جس کے معنی انجام کو پہنچنے کے ہیں۔ یہ لفظ سورہ آل عمران، الانعام اور الاعراف میں گذر چکا ہے۔ اس کے معنی کلام کا مطلب، اصل حقیقت اور انجام کے ہیں اور یہاں یہی پچھلے معنی مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہ قرآن حکیم کے جھٹلانے والے ان لوگوں میں سے ہیں جو ان باتوں کو جو اُن کی سمجھ سے باہر ہوتی ہیں جھوٹا کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی کی سمجھ میں نہ آنے سے خود بات جھوٹی نہیں ہو جاتی۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اس میں جو وعدے وعید کیے گئے ہیں۔ ان کے پورا ہونے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے انہوں نے وہ انجام جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے اور جو ہو کر رہے گا۔ ابھی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے یہ طریقہ کہ جو سمجھ میں نہ آئے اسے جھوٹا کہہ کر الگ ہو جانا پہلے لوگوں نے بھی اختیار کیا تھا۔ انہوں نے اپنے اپنے وقت کے رسولوں سے کہہ دیا کہ تمہاری باتوں میں سے اکثر ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور انہیں جھوٹا ٹھہرا کر اپنے کام سے کام رکھا۔ اے رسول پھر دیکھ کہ اس کے نہ ماننے کا جو انجام ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ اور وہ تباہ و برباد ہوئے۔ آگے ارشاد ہے کہ ان میں سب نادان نہیں ہیں بعض سمجھدار بھی ہیں وہ ایمان لائیں گے اور ناسمجھ اپنی ہٹ اور ضد پر اڑے رہیں گے اور ایمان نہ لائیں گے اللہ تعالیٰ فسادیوں سے خوب واقف ہے وہ ضرور انہیں کافی سزا دے گا۔

اداۓ فرض

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ

اور اگر جھٹلائیں تجھے تو کہہ میرے لیے میرا کام

وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ

اور تمہارے لیے تمہارا کام تم بری ہو اس سے

اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۴۱)

جو میں کرتا ہوں اور میں بری ہوں اس سے جو تم کرتے ہو

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ

اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ میرے لیے میرا کام

وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ

اور تمہارے لیے تمہارا کام تم پر میرے کام کا ذمہ

اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۴۱)

نہیں اور جو تم کرتے ہو اس کا مجھ پر ذمہ نہیں

پچھلی آیتوں پر غور کیجیے۔ واقعی قرآنِ حکیم نے نادان انسان کو صحیح بات سمجھانے کا حق ادا کر دیا کہ نادانو! یہ تو سوچو کہ تمہیں رزق دینے والا کون ہے۔ وہ کون ہے جس نے آسمان سے مینہ برسانے کا اور زمین سے غلّہ اُگانے کا بندوبست کیا۔ اگر تم کہو کہ یہ سب کچھ ہمارے بت کر رہے ہیں تو تمہارے بت تو مسلمانوں نے توڑ پھوڑ ڈالے۔ کیا ان کے جاتے رہنے سے رزق بند ہو گیا؟ دنیا کے نظام میں فرق آ گیا؟ جو غیر اللہ کو دینے والا سمجھتے ہیں وہ دیکھیں کہ وہ انہیں چھوڑ دیں۔ تب بھی ان کے سارے کام ویسے ہی پورے ہوں گے جیسے پہلے پورے ہوتے تھے۔ پھر جب ان پر کسی کام کا بھی دارو مدار نہیں، تو پھر کیوں نہیں مانتے کہ یہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہے۔ وہی پیدا کرتا ہے، وہی مارتا ہے، وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور ٹھیک سچّی باتوں کا بتانے والا بھی وہی ہے۔ انسان کو حقیقت کا علم نہیں۔ وہم و گمان میں مبتلا ہے، صرف قرآن مجید ہی سچّی باتیں بتاتا ہے۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ اس کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ اس جیسی ایک سورت بھی نہیں بنا سکتے، چاہے سب جمع ہو جائیں۔ ارشاد ہے کہ اے رسول! اگر یہ تجھے اس قدر صاف طور پر سمجھا دینے کے بعد بھی جھٹلاتے ہی چلے جائیں، تو کہہ دے کہ لو اب تم جانو تمہارا کام۔ میں اپنا کام کر چکا۔ مجھ سے صرف میرے ہی کاموں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اگر میں سچا ہوں تو مجھے اس کا پھل ملے گا۔

ادھر تم نے میری نہ مان کر اپنی ذمہ داری آپ لے لی ہے اس لیے تم اپنے کرتوتوں کے لیے خود جواب دہ ہو گئے۔ میں نے اپنا کام کر دیا اور انہیں سمجھا دیا۔ لیکن انہوں نے میری نہ سنی اس لیے میں ان سے بری الذمہ ہوں۔

مختلف قسم کے لوگ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ
اور ان میں سے وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں تیری طرف
اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا
کیا پس تو سنائے گا بہروں کو اگرچہ ہوں وہ
لَا يَعْقِلُوْنَ (٤٢) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ
سمجھ نہ رکھتے اور ان میں سے وہ ہیں جو نظر کرتے ہیں
اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ
تیری طرف کیا پس تو راہ دکھائے گا اندھوں کو
وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ (٤٣)
اگرچہ ہوں وہ بینائی نہ رکھتے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ
اور بعض ان میں تیری طرف کان لگاتے ہیں
اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا
کیا تو بہروں کو سنائے گا اگرچہ انہیں
لَا يَعْقِلُوْنَ (٤٢) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ
سمجھ نہ ہو اور بعض ان میں تیری طرف
اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ
نگاہ کرتے ہیں کیا تو اندھوں کو راہ دکھائیگا
وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ (٤٣)
اگرچہ وہ سوجھ نہ رکھتے ہوں

ارشاد ہے کہ کچھ لوگ قرآن حکیم کو کان لگا کر سنتے نظر آتے ہیں۔ لیکن چونکہ دل اُدھر متوجہ نہیں۔ اس لیے یہ کان لگانا بے کار ہے۔ کسی کے کان میں باتوں کی آواز تو آ رہی ہو لیکن دل کہیں اور لگا ہوا ہو تو وہ بے بہرہ ہے۔ وہ اس کلام سے جسے وہ سُن رہا ہے کیا خاک فائدہ اٹھائے گا۔ اسی طرح بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے ہیں لیکن چونکہ دل غائب ہے۔ اس لیے ان میں اور اندھوں میں کوئی فرق نہیں۔ ایسے لوگوں کو عملی نمونے دکھا دکھا کر راہ راست پر لانا ناممکن ہے۔ کان اور آنکھ انسان کی اسی وقت مدد کر سکتے ہیں جب ان کے ساتھ اس کا دل متوجہ ہو ورنہ کانوں اور آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ واقعی جس کا دل کسی طرف سے اچاٹ ہو اسے آپ لاکھ وعظ و نصیحت سنائیں، عملی نمونے دکھائیں وہ کبھی اس طرف نہ آئے گا جس طرف اس کا دل اسے آنے سے روک رہا ہے۔ تقریر اور تحریر اس وقت کام کرتی ہے جب اس کی طرف کوئی دل سے متوجہ ہو اور سمجھنے کی کوشش کرے یوں آپ بولتے رہیئے۔ لکھتے رہیئے۔ لیکن سننے والوں اور دیکھنے والوں میں سے وہی فائدہ اٹھائیں گے جو ظاہری نہیں باطنی کان اور آنکھ سے سنیں یا دیکھیں گے۔

ظالم کون ہے؟

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ
تحقیق اللہ نہیں ظلم کرتا لوگوں پہ ذرا بھی اور لیکن
النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾
لوگ آپ اپنی جانوں پہ ظلم کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ
اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن
النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾
لوگ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں

ظلم کے مشہور معنی حق تلفی کے ہیں۔ یعنی کسی کا حق دبا لینا اور جو چیز اسے ملنی چاہیئے تھی اسے نہ ملنے دینا۔ حکومت کا ظلم یہ ہے کہ لوگوں پر اپنا بنایا ہوا قانون چلائے جس سے لوگ راضی نہ ہوں۔ ایسا بادشاہ جو اپنی قوّت اور زور کے بل پر لوگوں کو دبا کر رکھنا چاہتا ہو اور لوگوں نے فرداً فرداً اس کے بادشاہ ماننے پر بخوشی رضامندی نہ ظاہر کی ہو، ظالم ہے۔ لیکن اگر لوگ اپنی آزادانہ رائے کے مطابق اسے اپنا بادشاہ اور حاکم تسلیم کر چکے ہوں اور اس کے حکم کو ماننے کا عہد کر چکے ہوں۔ تو اب وہ ان پر اپنا حکم چلانے پر ظالم نہیں کہلائے گا۔ بشرطیکہ ان کو اس حکم کے اصول سمجھا دیئے گئے ہوں اور وہ ان کا اقرار کر چکے ہوں اور ان کو وقتاً فوقتاً ان کے عہد و پیمان کی یاد دہانی کی جاتی رہی ہو۔ تاکہ کوئی یہ بہانہ نہ کر سکے۔ کہ مجھے تو یہ عہد بالکل یاد نہیں مجھ پہ زبردستی حکم چلایا جا رہا ہے۔ یہ حاکم یا گورنمنٹ جس کو لوگ بخوشی اپنا حاکم تسلیم کر چکے ہوں اور جس کی فرماں برداری کا عہد کر لیا ہو۔ ان اصول کے تحت جو حکم نافذ کرے گا وہ ظلم نہیں کہلا سکتا۔ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس نے انسان پر جبر و تشدّد کے ساتھ حکومت کرنا پسند نہیں فرمایا۔ آدمؑ کی تمام ہونے والی اولاد کو عالم ارواح میں اکٹھا کیا اور ان پر تجلّی فرمائی اور پوچھا کہ بولو میں تمہارا رب ہوں یا نہیں؟ اللہ کی عظمت و شان، رحم و کرم، عدل و انصاف تمام صفات حمیدہ کا وہ روحانی بصیرت سے مشاہدہ کر رہے تھے۔ سب نے کہا بے شک ہم مانتے ہیں تو ہی ہمارا رب ہے تیرے سوا اور کوئی رب نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ سے کہا کہ تم زمین پر جاؤ۔ وہاں رہنے کی تمہیں ہدایات دی جائیں گی۔ ان پر چلنے والے جنّت میں اور باقی دوزخ میں جائیں گے۔ اس کے بعد انسان کو بتایا کہ تجھے ماننے نہ ماننے کا اختیار دیا جاتا ہے فرمانبرداروں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا دی جائے گی۔ تجھے یہ منظور ہے؟ انسان نے کہا کہ مجھے منظور ہے جب دنیا میں آ کر یہ سب عہد و پیمان اور قول و قرار بھولنے لگا۔ تو اس کو یاد دلانے کے لیے اپنے رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ اب جو کچھ ہو رہا ہے اسی عہد و پیمان اور قول و قرار کے موجب ہو رہا ہے اس میں ظلم کا نام بھی نہیں۔

اللہ ظالم نہیں

قرآن مجید کی آیتوں کے بہ غور مطالعہ کرنے سے اللہ کا اور اس کائنات کا تعلق یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اس کائنات کا پہلے بالکل وجود نہ تھا۔ اللہ نے اپنے علم اور ارادۂ ازلی کی بنا پر اسے جس صورت پر چاہا، بنا دیا۔ ساری کائنات پر اس کا مالکانہ قبضہ ہے۔ جو چاہے اور جس طرح جی چاہے اس میں تصرف کرے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا نہ کسی کو چون وچرا کی گنجائش ہے۔ تمام مخلوق بے جان اور جاندار زبانِ حال سے اقرار کر رہے ہیں۔ کہ ہمارا خالق مالک، حاکم اور رب اللہ ہے اور مخلوق کی طرح انسان نے بھی زبان حال سے اُس کے خالق، مالک، رب اور حاکم ہونے کا اقرار کیا۔ اس حیثیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ان کے ساتھ ان کا مالک جو سلوک کرے گا۔ وہ ظلم نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ظلم دوسرے کی ملکیّت میں بے جا تصرّف کرنے کو کہتے ہیں۔ یہاں کسی اور کی ملکیّت کا سوال نہیں، جو کچھ ہے۔ اسی سے ہی اور اسی کا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ارشاد بالکل حق ہے کہ ہم لوگوں پر ظلم نہیں کرتے لیکن انسان کا اللہ سے ایک اور خاص تعلق بھی ہے جو اس کی مخصوص قوّتوں کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوتیں یہ ہیں۔ پہچاننا یعنی معرفت۔ جانچنا یعنی عقل۔ یقین یعنی ایمان اور ارادہ۔ یہ روحانی قوتیں ہیں۔

عالم ارواح میں اس کی روح نے اللہ کو پہچانا۔ اس پر ایمان لایا اور اپنے ارادہ سے اس کے خالق، رب اور حاکم ہونے کا اقرار کیا۔ اس سے کہا گیا کہ ہم ہدایتیں تو وقتاً فوقتاً بھیجتے رہیں گے لیکن ان سے فائدہ اٹھانا تیرے اختیار میں ہوگا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اس لیے تم میں سے فرماں برداروں کو تو اجر دیا جائے گا اور نافرمانوں کو سزا دی جائے گی۔

چنانچہ ثواب اور عذاب کی شرط پر انسان نے یہ اختیار منظور کر لیا۔ حکم ہوا کہ یہ اختیار تیرے پاس ہی میری امانت ہے۔ کسی اور مخلوق نے اس شرط پر اختیار کی امانت منظور نہ کی۔ اب یہ امانت دے کر تجھے دنیا میں بھیجا ہے۔ اگر اس میں خیانت کی یعنی اختیار سے بے جا اور غلط کام لیا۔ تو تو خود اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اتنے عہد و پیمان اور قول و قرار کے بعد اب تمہارے گناہوں پر جو سزا تمہیں ملے وہ ہرگز ہرگز ظلم نہیں کہلا سکتی ؛

احوالِ قیامت

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً

اور جس دن جمع کریگا ان کو گویا نہ ٹھیرے تھے وہ مگر ایک گھڑی

مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ

دن کی پہچانیں گے آپس میں تحقیق ٹوٹے میں رہے جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

جھٹلایا اللہ سے ملنے کو اور نہ تھے وہ راہ پانے والے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً

اور جس دن ان کو جمع کرے گا گویا وہ نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی

مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ

دن کی۔ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ جنہوں نے اللہ سے ملنے کو

كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

جھٹلایا بیشک خسارے میں پڑے اور وہ راہ پر نہ آئے

پچھلی آیت میں فرمایا کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا خود لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ دنیا کی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور اس کے عارضی مزے انسان کو اس قدر مگن کر دیتے ہیں کہ اسے بالکل خیال نہیں رہتا کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور اللہ عزوجل سے کیا قول و قرار کیا تھا۔

ارشاد ہے کہ کبھی قیامت کے دن کو بھی یاد کر لیا کرو۔ اس وقت تو تم اسے من گھڑت کہانی سمجھتے ہو لیکن جب آ ہی بنے گی تو سوا بغلیں جھانکنے کے اور کچھ بن نہ پڑے گا یہ رنگ رلیوں کی راتیں سیر و تفریح کے دن جن سے تم عمر بھر مزے لیتے رہے اور جن میں پھنس کر کبھی ایک دم کے لیے بھی موت کو یاد نہ کیا قیامت کے دن ایک خواب پریشان کے سوا کچھ نظر نہ آئیں گے جس وقت تمہیں میدان حشر میں اکٹھا ہونے کا حکم ہو گا کہو گے کہ افسوس وہ عیش و عشرت کے دن کس قدر جلدی گذر گئے کیسی ہولناک بانوں سے پالا پڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں صرف گھڑی بھر ٹھیرنا ملا تھا ایک اور مصیبت یہ ہو گی کہ مستی اور غفلت سب جاتی رہے گی۔ دنیا کے رشتہ دار ساتھی ایک دوسرے کو پہچانیں گے لیکن کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا سب کو اپنی اپنی پڑی ہو گی یار دوست ملنے جلنے والے جھوٹے معبود، حاکم محکوم ٹکا سا جواب دیں گے عجیب کس مپرسی کا عالم ہو گا سب ساتھ ہوں گے لیکن ہر ایک تنہا ہو گا۔ ہاں جنہوں نے دنیا اور دنیا والوں سے بے غرض ہو کر اللہ اور اس کے رسول سے ربط قائم کیا تھا۔ اور سب سے توڑ کر ان سے رشتہ جوڑا تھا وہ اس وحشت سے آزاد ہوں گے جو دنیا میں یقین کر چکے تھے کہ ایک دن اللہ عزوجل کے روبرو حاضر ہونا ہو گا اور اس سے ملاقات ہو گی۔ وہ لوگ پریشانیوں سے دور ہوں گے۔ لیکن اللہ کی ملاقات کا انکار کرنے والے قرآن حکیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو خاطر میں نہ لانے والے اس دن پچھتائیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ سراسر گھاٹے میں ہیں۔ دنیا میں جو راہ انہوں نے اختیار کی تھی وہ سر بسر غلط تھی۔ مگر اس وقت کا سمجھنا کچھ کام نہ آئے گا یہ باتیں انہیں آج سمجھنی چاہئیں۔

سزا مل کر رہے گی

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ
اور اگر دکھائیں ہم تجھ کو کچھ ان میں سے جو وعدہ کیا ہم نے ان سے
أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ
یا وفات دیں تجھ کو پس ہماری طرف لوٹنا ہے ان کا پھر
اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ (۴۶) وَلِكُلِّ
اللہ گواہ ہے اس پر جو وہ کرتے ہیں اور واسطے
أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ
ہر امت کے ایک رسول ہے پھر جب آیا ان کا رسول فیصلہ کر دیا گیا
بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (۴۷)
ان میں ساتھ انصاف کے اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ
اور اگر ہم تجھ کو ان وعدوں میں سے جو ہم نے ان سے کیے ہیں
أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ
دکھائیں یا تجھ کو وفات دیں سو ان کو لوٹنا ہماری طرف ہے پھر
اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ (۴۶) وَلِكُلِّ
اللہ ان کاموں پر جو وہ کرتے ہیں شاہد ہے اور ہر امت کا
أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ
ایک رسول ہے پھر جب آچکتا ہے ان کا رسول فیصلہ کر دیا
بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (۴۷)
جاتا ہے ان میں انصاف سے اور ان پر ظلم نہیں ہوتا

نَتَوَفَّيَنَّكَ: دے لیں ہم تجھ کو۔ مضارع کا صیغہ ہے جو اصل میں نَتَوَفّٰی ہے۔ تاکید نون ثقیلہ آخر میں لگنے سے نَتَوَفَّيَنَّ ہو گیا۔ کَ ضمیر مفعول ہے جس کے معنی ہیں تجھ کو فَتَوَفّٰی کا مصدر تَوَفّٰی ہے اور مادہ و۔ ف۔ ی ہے جس سے وَفَاءٌ اور وَفَاةٌ لفظ بنے ہیں۔ وَفَاةٌ کے معنی ہیں پورا کرنا۔ تَوَفّٰی کے معنی ہیں پورا لے لینا۔ اس سے مراد وفات دینا ہوتا ہے۔ اسی سے بنا ہے لفظ مُتَوَفّٰی جو سورۃ آل عمران ع ۲ میں گذرا جو آدمی مر جائے اسے مُتَوَفّٰی کہتے ہیں۔ اَلْقِسْط: (انصاف) قسط کے دو معنی ہیں (۱) عدل و انصاف (۲) کج روی۔ غلط راستہ پر چلنا۔ قرآن مجید میں دونوں معنی کے اندر استعمال ہوا ہے یہاں اس سے پہلے معنی مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ان نافرمانوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے ان سے کچھ وعدے تو تیرے سامنے ہی پورے ہو جائیں گے جیسے بدر وغیرہ میں دکھلایا گیا۔ لیکن اگر ہم نے تجھے وفات دے دی پھر بھی اسلام کی فتح جاری رہے گی ہم دفعتاً فوقتاً ہر امت میں رسول بھیج کر انسان کو یہ سب کچھ یاد دلاتے رہے ہیں جب رسول آچکا اور یاد دہانی کرا چکا۔ تو پھر ان کے ساتھ وہی معاملہ دنیا میں ہوا اور آخرت میں بھی ہو گا۔ جس کا انصاف تقاضا کرتا ہے ان پر ظلم بالکل نہ کیا جائے گا:

وعدہ پورا کرنا

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ
اور کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم
صَادِقِينَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي
سچے کہہ دے نہیں مالک ہوں میں اپنے لیے
ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ
ضرر کا اور نہ نفع کا مگر جو چاہے اللہ واسطے
أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا
ہر امت کے ایک گھڑی ہے جب آجائے گی ان کی گھڑی پس نہ
يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۴۹﴾
پیچھے ہٹیں گے ایک منٹ اور نہ آگے سرکیں گے

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ
اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہے اگر تم
صَادِقِينَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي
سچے ہو تو کہہ میں اپنے لیے مالک نہیں
ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ
برے کا یا بھلے کا مگر جو چاہے اللہ۔ ہر امت کا
أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا
ایک وعدہ ہے جب ان کا وعدہ آپہنچے گا تو پھر نہ
يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۴۹﴾
پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے

ارشاد ہے کہ یہ لوگ غفلت کے نشہ میں مست ہیں ان کو برا ہی برا سوجھتا ہے سمجھاؤ تو کہتے ہیں جاؤ جی جاؤ بے کار باتیں نہ بناؤ۔ عذاب وغیرہ ہم کچھ نہیں مانتے، سچے ہو تو عذاب ابھی لاؤ۔ ورنہ ہماری جان نہ کھاؤ۔ ہم ایسے ڈھکوسلوں کو کچھ نہیں گردانتے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ان کو جواب دو کہ میں تمہیں سمجھانے کی خاطر یہ اذیتیں اٹھا رہا ہوں اور مصیبتیں جھیل رہا ہوں تمہارے اوپر عذاب آنے میں تو میرا نفع ہے کہ ان مشقتوں سے بچ جاؤں اور آرام سے زندگی بسر کروں تمہارے کافر ہونے کے باوجود بچے رہنے سے مجھے صعوبتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں، اور ایک گونہ ضرر پہنچ رہا ہے میرے بس میں ہوتا تو عذاب لا کر قصہ ختم کرتا۔ لیکن میرے اختیار میں تو اپنا بھی نفع نہیں۔ یہاں تو یہ ماجرا ہے کہ تمہارا اور میرا دونوں کا نفع و نقصان اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہی ہم دونوں کا فیصلہ کرے گا۔ اس وقت تو تم اس کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔ اگر تم نے ہدایت کا راستہ اختیار نہ کیا اور اسی مخالفت میں اڑے رہے تو تمہاری منہ مانگی عذاب کی مراد بھی آخر کار مل رہیگی اور اپنے کیے کی سزا بھگتو گے۔ عذاب میں جلدی مچانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کام اسی نظام کے مطابق ہو کر رہے گا جو اللہ تعالیٰ مقرر کر چکا ہے اور جس کو انسان برضا و رغبت مان چکا ہے جب اس کی روح بالکل صاف اور سادہ تھی ؛

عذاب کوئی کھیل نہیں

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ

کہہ دیکھو تو اگر آپہنچے تم پر عذاب اس کا

بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ

رات کو یا دن کو کیا ہے جس کی جلدی کرتے ہیں

مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٠﴾ اَ ثُمَّ اِذَا مَا

اس سے گنہ گار کیا پھر جب

وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ

وہ آپڑا تو ایمان لاؤ گے اس پر اب مانے اور تحقیق

كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٥١﴾

تھے تم اس کے لیے جلدی مچاتے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر تم پر اس کا عذاب

بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ

راتوں رات یا دن کو آپہنچے تو اس سے پہلے

مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٠﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا

گنہ گار کیا کرلیں گے کیا پھر جب عذاب

وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ

واقع ہو چکے گا تب اس پر یقین کرو گے اب قائل ہوئے

كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٥١﴾

اور تم اسی کا تقاضا کرتے تھے

اَرَاَيْتُمْ: صورت کے لحاظ سے یہ ایک استفہامیہ جملہ ہے یہ اَرَاَيْتَ۔ اَرَاَيْتَكُمْ اور اَرَاَيْتَكَ کی شکلوں میں بھی آیا ہے۔ محاورے میں اس کے معنی ویسے ہی لیے جاتے ہیں جیسے ہم اپنی بولی میں کہتے ہیں۔ بھلا دیکھو تو، بھلا بتاؤ تو۔

ارشاد ہے کہ تم عذاب کی جلدی مچا رہے ہو یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس رات کو یا دن کو عذاب سچ مچ آگیا تو وہ کھیل تماشا تو ہوگا نہیں جس میں ہنسی، دل لگی کے شعبدے یا ٹوٹکے ہوں گے۔ نہ کوئی گیدڑ بھبکی ہوگی جس سے بھاگ کر کہیں بچ جاؤ گے۔ وہ تو ایک ایسا ہولناک واقعہ ہوگا کہ تمہارے ہوش و حواس سب جواب دے جائیں گے اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گی۔ نہ اس کا موقعہ ہوگا کہ عذاب آنے کے بعد ایمان لاکر جان بچالو۔ کہہ دیا جائے گا کہ تمہیں اب ایمان لانے کی سوجھی اس سے پہلے کیا کر رہے تھے تم سے کہا گیا کہ:

"اللہ کی باتیں سنو۔ اس کی آیتوں پر غور کرو اس کے بتائے ہوئے طریقے سے نجات حاصل کرو —!" لیکن اس وقت تمہارے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ بولے کہ جا عذاب لے آ ہم تو نہیں مانتے۔ اب یہ وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے:

یہ سب کچھ ہو کر رہے گا

ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا

پھر کہا جائے گا ان سے جو ظالم تھے چکھو

عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا

عذاب ہمیشگی کا کیا بدلہ دیے جاؤ گے تم مگر اسی کا جو

كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ

تھے تم کمایا کرتے اور خبر پوچھتے ہیں تجھ سے کیا سچ ہے

هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ

یہ کہہ ہاں قسم میرے رب کی تحقیق وہ البتہ سچ ہے

وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۳﴾ ع

اور نہیں تم عاجز کر دینے والے

ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا

پھر ظالموں سے کہا جائے گا ہمیشگی کا عذاب

عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا

چکھتے رہو تم کو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو

كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ

تم کمانے تھے۔ اور تجھ سے خبر پوچھتے ہیں کیا یہ بات سچ

هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ

ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم یہ سچ ہے

ع ۱۴ ۱۰ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۳﴾

اور تم تھکا نہ سکو گے

ان آیتوں میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ مر کر جینے کے بعد ظالموں سے کہہ دیا جائے گا۔ کہ اس غفلت اور بے ہوشی کے بدلے جس میں تم دنیا کے اندر اینڈتے رہے آج دائمی عذاب چکھو جو کچھ تم کرتے تھے آج تمہارے سامنے آئے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ حشر میں ان بے جا اور نامناسب حرکتیں کرنے والے ظالموں سے کہہ دیا جائے گا۔ کہ آج تمہارے اعمال کی تمہیں سزا دی جائے گی اور تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہی کام جن کے اندر تم دنیا میں مشغول تھے اور ایک دم ان سے جدا ہونا نہ چاہتے تھے آج عذاب کی شکل میں تمہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور کبھی آپ سے جدا ہونے کا نام نہ لیں گے۔ تم نے انہیں دنیا میں نہ چھوڑا۔ وہ تمہیں آخرت میں نہ چھوڑیں گے۔ کوئی ان میں سے آگ بن کر جلائے گا کوئی سانپ بچھو بن کر ڈسے گا کسی کی شکل کھولتے ہوئے پانی کی ہو جائے گی جو پینا پڑے گا غرض جو ان کے اندر عارضی دل لگی کا نام و نشان نہ تھا وہ بالکل مٹ جائے گا اور نری تکلیف دہ اور ایذا رساں باتیں رہ جائیں گی۔ اگر آج یہ باتیں سن کر وہ تعجب سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سب کچھ سچ مچ ہونے والا ہے۔ تو ان سے کہہ دے کہ میں اپنے رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ ضرور بالضرور ہوگا تمہاری کوئی حالت مثلاً ہڈیوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا بدن بکھر کر خاک ہو جانا۔ اللہ کو اس بات سے عاجز نہیں کر سکتی کہ وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے۔

قیامت کے دن کی ندامت

وَلَوۡ اَنَّ لِكُلِّ نَفۡسٍ ظَلَمَتۡ مَا
اور اگر ہو واسطے ہر شخص کے جس نے ظلم کیا جو کچھ
فِى الۡاَرۡضِ لَافۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا
زمین میں ہے تو فدیہ دے دے اس کو اور چھپائیں گے
النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ وَ قُضِىَ
ندامت جب دیکھیں گے عذاب اور فیصلہ کیا جائے گا
بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۵۴﴾
ان میں ساتھ عدل کے اور وہ نہ ظلم کیے جائیں گے

وَلَوۡ اَنَّ لِكُلِّ نَفۡسٍ ظَلَمَتۡ مَا
اور اگر ہر گنہ گار شخص کے پاس جتنا کچھ زمین
فِى الۡاَرۡضِ لَافۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا
میں ہے سب ہو تو اپنے بدلے میں دے ڈالے چھپے چھپے
النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ
پچھتائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ان میں
بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۵۴﴾
انصاف سے فیصلہ ہو گا اور ان پر ظلم نہ ہو گا

اِفۡتِدَاءٌ کے معنی فدیہ دینے کے ہیں اِفۡتَدَتۡ اسی سے ماضی کا صیغہ ہے۔ فدیہ اس چیز کو کہتے ہیں جسے دے کر آدمی اپنی جان چھڑائے ارشاد ہے کہ آخرت کے سخت عذاب سے دنیا میں تو اللہ کی حکم برداری اور اس کی ہدایت کے مطابق صدقات و خیرات کر کے بچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں نہ اس میں کوئی زیادہ دقت ہے۔ کیونکہ دین بہت آسان اور سہل ہے لیکن اگر یہاں غفلت میں بسر کی۔ قرآن حکیم کی بات نہ مانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی۔ تو پھر آخرت میں عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ عذاب کا نزول کو چاروں طرف سے گھیر لے گا۔ اور وہ اپنی جان چھڑانے کے لیے سب کچھ دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے یہاں تک کہ اگر دنیا بھر کا مال و دولت اس وقت کسی کافر کے قبضہ میں ہو تو وہ بلا تامل سب کا سب دے دے لیکن وہاں کسی کے پاس ہو گا ہی کیا۔ عذاب کو دیکھ کر سخت ندامت شروع ہو گی اور چپکے چپکے دل میں حسرت اور افسوس کر رہے ہوں گے کہ دنیا میں اس کا یقین نہ کیا اور اس سے بچنے کی کوشش نہ کی۔

اس کے بعد ان کو ان کا نامہ اعمال دکھایا جائے گا۔ اور مقررہ قانون کے مطابق اعمال کی جزا سزا ملنی شروع ہو جائے گی۔ ظلم ایک رتی بھر نہ کیا جائے گا۔ وہی عہد و پیمان جو یہ اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اور بالکل اسی کے مطابق فیصلے کر دیئے جائیں گے۔ کیا یہ باتیں ایسی ہیں جن کو بے پروائی کے ساتھ رد کر دیا جائے؟ لوگوں کا حال بھی عجیب ہے۔ سب رسول کہہ رہے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد عذاب میں مبتلا ہو گا مگر یہ غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔

جو کچھ ہے اللہ کا ہے

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
یاد رکھو تحقیق اللہ کے لیے ہے جو بیچ آسمانوں کے
وَ الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
اور زمین کے ہے یاد رکھو تحقیق وعدہ اللہ کا سچ ہے
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُوَ
اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے وہی
يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٦﴾
جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
سن رکھو جو آسمان اور زمین میں ہے
وَالْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
اللہ کا ہے سن رکھو اللہ کا وعدہ سچ ہے
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُوَ
پر بہت لوگ نہیں جانتے وہی
يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٦﴾
جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے

چیزوں کی اصلیت سمجھ کر ان سے کام لینے کا ٹھیک طریقہ اختیار کرنا اور ان کے ساتھ انسان کے جو تعلقات ہیں۔ ان کی صحیح حدود قائم کر کے ان ہی حدود کے اندر ان سے کام لینا انسانی زندگی کا اصل مسئلہ ہے۔ قرآن مجید اس مسئلہ کا صحیح حل انسان کو سکھاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ دنیا کی کسی چیز کی طرف اس نگاہ سے ہرگز نہ دیکھو کہ تم اس کے اصلی مالک ہو جتنی چیزیں تمہیں نظر آرہی ہیں۔ ان کا خالق اور مالک اللہ عزوجل ہے۔ یہ نہ آپس میں ایک دوسرے کے قبضے میں ہیں اور نہ اللہ کے سوا ان پر کوئی ملکیت کا دعویدار ہے۔ انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور ان چیزوں سے کام لینے کی اسی نے قوت دی ہے اور اس کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس پر چلنا انسان کے لیے کامیابی کا راستہ ہے کیونکہ اس کی زندگی فقط دنیا ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ایک دن وہ ان سب چیزوں کو یہیں چھوڑ کر خود چلا جائے گا۔ زندگی اور موت انسان کے اختیار میں نہیں۔ اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے۔ اور پھر ایک دن اسی کے سامنے کھڑے ہو کر سب کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اور اللہ نے جو کچھ وعدے انسان سے کئے ہیں۔ وہ پورے کیے جائیں گے۔ انسان ظاہری اسباب کے چکر میں پھنس کر اصل راہ سے نکل جاتا ہے۔ اس کو سب سے پہلے یہی سمجھنا چاہیئے کہ میرا سب سے پہلا تعلق اللہ کے ساتھ ہے اس کے بعد اسی کی معرفت دنیا کی اور چیزوں سے تعلق ہے اور وہی ہے اور اسی قدر ہے جو اللہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں واضح کر دیا ہے اس کا پہلا سبق یہی ہے کہ ہوشیار! سب چیزیں اللہ کی ہیں اور اس کا وعدہ جو اس نے انسان سے کیا ہے بالکل سچا ہے ؎

انسان اور اس کا ماحول

انسان جب دنیا میں پیدا ہوا۔ تو اللہ کے حکم سے اردگرد کی ساری مخلوق نے ابلیس کے سوا اس کے آگے سر جھکایا۔ اس کے بعد اللہ نے آدمؑ سے اور جتنی ان کی پشت میں ان کی اولاد تھی، سب سے اقرار لے لیا۔ کہ تمہارا رب میں ہوں، اسے نہ بھولنا کہ تمہارا سب سے پہلا تعلق میرے ساتھ ہے۔ اس تعلق کا حق یہ ہے کہ باقی تعلقات میرے حکم کے تحت ہوں اور ان کے حقوق وہی ہوں گے جو میں نے قائم کر دیئے ہوں گے۔ اگر اس عہد پر قائم رہے تو درجہ بدرجہ ترقی کے مرتبے طے کرتے رہو گے اور ایک دن مجھ سے آملو گے۔ سب نے اقرار کیا کہ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے ہم تیرے حکم سے منہ نہ موڑیں گے۔

اس کے بعد آدمؑ اور ان کے بعد ان کی اولاد سب زندگی کے مرحلوں سے گذرتے رہے اور ان کے سامنے اپنے ماحول سے تعلقات پیدا کرنے کے طریقے اور ان کے مطابق کام کرنے کا دستور العمل ہر زمانے میں اللہ کے رسول رکھتے رہے۔ اور آخر میں ان سب کو اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں ایک جا جمع کر دیا۔ اور اپنے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دے کر دنیا میں بھیج دیا۔ کہ قیامت تک کے لیے تمام تعلقات اور ان کے حقوق و فرائض سے انسان کو بخوبی آگاہ کر دیں، اسی کا نام اسلام ہے۔ کہ انسان اللہ سے اور دیگر مخلوقات سے اپنے تعلقات کو ٹھیک طور پر سمجھے اور ان سے جو حقوق و فرائض پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان کے مطابق ادا کرے۔ اگر تعلقات اور حقوق و فرائض ادا کرنے میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی پروا نہ کی اور اپنی عقل ناقص سے کام لیا جس سے جو چاہا تعلق پیدا کیا، تو عہد قدیم کے مطابق اس کی سزا ملنی لازم ہے۔

چیزوں پر اپنا قبضہ جمانا اور اپنے آپ کو ان کا مالک، بادشاہ، حاکم وغیرہ سمجھنا، باہمی بغض و عناد، لڑائی اور فساد کی جڑ ہے۔

قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ کوئی چیز تمہاری نہیں، ہر چیز تمہیں عارضی طور پر اس لیے دی گئی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے طریقے مقرر ہیں۔ جن کی پابندی کرنے کا نام اسلام ہے۔ انسان کی نجات کی سوا اسلام اختیار کرنے کے اور کوئی صورت نہیں ❊

قرآن مجید کا تعارف

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ
اے لوگو تحقیق آگئی ہے تمہارے پاس نصیحت
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ
تمہارے رب کی طرف سے اور شفا اس کی جو سینوں میں ہوتا ہے
وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ
اور ہدایت اور رحمت واسطے ایمان والوں کے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ
اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آگئی ہے
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ
نصیحت اور دلوں کے روگ کی شفا
وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾
اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے واسطے

مَا فِی الصُّدُوْرِ (جو سینوں میں ہے) صدور، صدر کی جمع ہے جس کے معنی سینے کے ہیں مراد دل ہے بعناد، حرص، خواہش وغیرہ دل کے روگ ہیں جن سے ہر قسم کے فساد لڑائیاں دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن مجید ان کا علاج ہے۔

اسلام سمجھاتا ہے کہ یہ انسان کی خام خیالی ہے کہ وہ اپنے آپ کو صاحب قوت سمجھتا ہے۔ اور اس کے بل پر ہر چیز پر اپنی ملکیت قائم کرنا چاہتا ہے۔ ارے نادان یہ سب چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اور اسی کی ملک ہیں ہیں۔ تجھے بھی اس نے پیدا کیا ہے اور جو قوت عقلی یا عملی تجھ میں نظر آتی ہے وہ اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اللہ کو پہچانے اور اس کے حکم کے مطابق ان چیزوں سے کام لے۔ اپنی بڑائی چھوڑ دے۔ اسی میں تیری نجات ہے۔ یہ چیزیں تجھے اللہ کی طرف سے تھوڑے دنوں کے لیے استعمال کرنے کو ملی ہیں۔ ان کو اللہ کی امانت سمجھ اور ان سے فقط اتنا ہی فائدہ اٹھا جتنے کی تجھے اجازت ہے۔ یہ طریقہ سیکھنا ہے تو قرآن مجید کی سن۔ ارشاد ہے کہ دنیا بھر کے لوگوں کو کان لگا کر سن لینا چاہیئے۔ کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک مکمل دستور العمل بنا بنایا تیار آچکا ہے۔ اس میں تمہیں بتا دیا گیا ہے کہ بعض چیزیں جو تمہارے لیے مضر ہیں ان سے رک جاؤ اور بعض جو مفید ہیں ان کو کرو۔ یہ ایسی نصیحت ہے جس میں سراسر تمہاری بھلائی ہے۔ پھر اس میں وہ سب ترکیبیں بتا دی گئی ہیں جن سے دل کے روگ دور ہوتے ہیں۔ جو اس کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرے۔ اس کے لیے اس میں پوری ہدایت موجود ہے جس پر چل کر وہ دونوں جہان میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

اللہ کی رحمت

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ
کہہ دیجیے ساتھ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے پس اسی سے
فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾
انہیں خوش ہونا چاہیے یہ بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ
کہہ اللہ کے فضل پر اور اس کی رحمت پر سو اسی پر انہیں
فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾
خوش ہونا چاہیے یہ ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں

پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ لوگوں کو چاہیے کہ قرآن مجید کی طرف رجوع کریں۔ اس میں ان کے کام کی باتیں، دل کے روگوں کے علاج، ماننے والوں کے لیے ہدایت اور انجام کار اللہ کی رحمت سب کچھ موجود ہے۔ دنیا میں زبردستی اور زور سے چیزوں پر قبضہ جمانے اور اپنی قوت اور ہوشیاری پر فخر کرنے اور خوش ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مال و دولت، حکومت، ملک، اقتدار، ان میں سے کسی چیز سے اصلی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ جن چیزوں پر تم خوش ہوئے پھرتے ہو، اور پھولے نہیں سماتے۔ وہ محض عارضی اور ناپائیدار ہیں۔ ہمیشہ کی خوشی تو اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی نصیحتیں سنو اور ان پر عمل کرو۔ دل کو کینہ، حسد، بغض، ہوس وغیرہ سے پاک صاف کرو۔ صدق دل سے قرآن مجید کی باتیں مانو اور آخر کار اللہ کی رحمت جس کا نام فلاح اور کامیابی ہے حاصل کرو۔ یہ اللہ کا انعام ہے۔ جو وہ اپنے فضل سے ان لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔ جو قرآن مجید کو اپنا رہنما قرار دیتے ہیں۔ جسے اللہ کا فضل اور اس کی رحمت مل جائے اس کے لیے البتہ خوش و خرم ہونے کا موقع ہے۔ اور یہ جو دنیاوی کھلونے ہیں جنہیں وہ جمع کرتے ہیں۔ کسی کو بادشاہت کسی کو مال و دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سب بے بنیاد چیزیں ہیں۔ بادشاہت تب حاصل ہوتی ہے جب دوسرے اس سے محروم کر دیئے جائیں۔ مال تب اکٹھا ہوتا ہے جب اور لوگ ایک وقت کے کھانے تک کو ترسیں۔ حیف ہے ایسی خوشی پر جو ہزاروں کو رنجیدہ کرنے سے حاصل ہو۔ اور تُف ہے ایسی ہنسی پر جو ہزاروں کو رُلا کر نصیب ہو۔ ان سب جھگڑوں کو چھوڑ دو۔ جو چیزیں تم جمع کرتے ہو وہ تمہیں خوش نہیں کر سکتیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ اللہ کی رضامندی حاصل کر کے اس کی رحمت کے مستحق بنو۔ اس کی رحمت سے تمہیں اصلی اور پائیدار خوشی حاصل ہو گی ؂

اپنی مرضی یا اللہ کی

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

کہہ بہ تو بتاؤ جو اتاری اللہ نے تمہارے لیے

مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا

روزی پس کرلی تم نے اس میں سے کچھ حرام

وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ

اور کچھ حلال کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تمہارے لیے

اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾

یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ نے تمہارے واسطے

مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا

روزی اتاری پھر تم نے اس میں سے کوئی حرام ٹھہرائی

وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ

اور کوئی حلال کہہ کیا اللہ نے تم کو حکم دیا

اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾

یا اللہ پر افترا کرتے ہو

چھوٹا بچہ اپنے اردگرد کی چیزوں کو نہیں سمجھتا۔ کہ کون سی چیز اس کے لیے فائدہ مند ہے اور کون سی نقصان دینے والی۔ اس لیے جو چیز سامنے آتی ہے اسی پر ہاتھ ڈالتا ہے اور منہ میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے والدین اور بزرگ اسے منع کرتے ہیں تو روتا ہے پھر جب والدین اسے دوا پلاتے ہیں تو نہیں مانتا اور روتا چلا جاتا ہے۔ یہ حالت تو بچے کی ہے۔ جو اگرچہ بڑا ہو کر عقل میں اپنے ماں باپ اور بزرگوں کے برابر ہو جائیگا یا شاید ان سے بھی بڑھ جائے مگر اس وقت ان کی رہنمائی اور حفاظت کا انتہائی محتاج ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت انسان تو کروڑ برس کی زندگی اور تجربہ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور دانش کا کروڑواں حصہ بھی نہیں پا سکتا۔ بھلا وہ اللہ تعالیٰ کی عقل اور نصیحت کی باتوں کے مقابلے میں کیا باتیں سوچے گا۔ اور اس ناقص سوچ کی بنیاد پر کون سا مفید قانون بنائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور شفقت سے انسان کو اپنی اس دنیا میں آرام اور راحت کے ساتھ زندگی گذارنے کا آسان اور سیدھا سادا طریقہ بتا دیا۔ اس کی مثال یوں ہونی چاہیئے۔ جیسے باغ کے مالک اپنے مہمان کو اپنے باغبان کے ساتھ سیر کے لیے بھیجے جو جانتا ہے کہ میٹھا پھل کہاں ہے اور کڑوا کہاں، زہریلے بوٹے اور کانٹے دار جھاڑیاں کس طرف ہیں اور خوبصورت پھولوں کے تختے کس طرف۔ اس مہمان کی انتہائی بدنصیبی ہوگی کہ اس واقف کار اور ہمدرد رہنما سے ہاتھ چھڑا کر خود کسی طرف کو چل دے۔ اب وہ اپنا ذمہ دار آپ ہے۔ کوئی سانپ ڈس لے یا کہیں دلدل میں پھنس جائے تو اپنے سوا کس کا گلہ کر سکتا ہے۔

یومِ حساب

وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ
اور کیا گمان ہے ان کا جو باندھتے ہیں اللہ پر
الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ
جھوٹ (کیا ہوگا) قیامت کے دن تحقیق اللہ البتہ فضل کرنے والا ہے
عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۶۰﴾
لوگوں پر اور لیکن بہت ان میں سے شکر نہیں کرتے

وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ
اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کا
الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ
کیا خیال ہے قیامت کے دن ۔ اللہ تو لوگوں پر فضل
عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع
کرتا ہے اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے

پچھلی آیتوں میں واضح کر دیا گیا کہ انسان دنیا کی چیزوں سے کام لینے اور ان کے استعمال کرنے میں آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا ہے جن کا یہ خیال ہے۔ ان کو اپنی آزادی قائم رکھنے کے لیے دوسروں کی آزادی کا قلع قمع کرنا پڑتا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ہم اپنی قوت اس لیے استعمال کر رہے ہیں کہ انسان کی آزادی قائم رہے محض دکھاوے کے لیے ہے۔ ورنہ ان کی لڑائیوں کا اصل مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کی اپنی بات چلے اور باقی سب ان کے مطیع ہو کر رہیں۔

ارشاد ہے کہ کیا تم قیامت کو سچ مچ نہیں مانتے اور سمجھتے ہو کہ جو کچھ کرنا ہے۔ اسی دنیا میں کرنا ہے۔ چنانچہ تم نے اللہ کے احکام پس پشت ڈال دیئے اور کہا کہ ان پابندیوں میں لگے رہے تو دنیا تو ہمارے ہاتھ سے یوں ہی گئی۔ ہمیں تو جو کچھ کرنا ہے یہیں کرنا ہے۔

جس کا جی چاہے پرہیزگار بنا بیٹھا رہے ۔ ہم تو چیزوں پر قبضہ کریں گے، اور اپنا حکم چلائیں گے

یاد رکھو قیامت آ کر رہے گی۔ اور کان کھول کر سنو۔ یہ اللہ کا انسان کے اوپر بڑا فضل اور کرم ہے کہ اس نے دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات حاصل کرنے کی پوری ترکیب قرآن مجید میں بتادی ہے ان ہدایات سے اکثر لوگ غافل ہیں۔ اور ان سے کام نہیں لیتے۔ دنیا کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ یہاں کی فرصت کو غنیمت جان کر اللہ کے فضل و کرم کا شکر ادا کرو اور اس کے احکام بجا لا کر آخرت کی تمام مصیبتوں سے نجات حاصل کرو اور دائمی آرام کی زندگی سے حظ اٹھاؤ ۔

حاضر ناظر ہستی

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ

اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہیں پڑھتا تو اس میں سے کچھ قرآن اور نہ کرتے ہو تم کوئی کام مگر ہم ہوتے ہیں تم پر گواہ جب تم لگے ہوتے ہو اس میں

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ

اور تو کسی حال میں نہیں ہوتا اور نہ اس میں سے کچھ قرآن پڑھتا ہے اور نہ تم لوگ کچھ کام کرتے ہو مگر ہم تمہارے پاس حاضر ہوتے ہیں جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو

شُهُوْدًا (گواہ) شاہد کی جمع ہے جو شہادت سے بنا ہے شہادت کے معنی ہیں موجود ہونا۔ حاضر ہونا۔ گواہی دینا۔ شاہد وہ شخص جو ایک واقعہ کو دیکھ رہا ہو۔ اور اس پر گواہ ہو۔ مراد یہ ہے کہ اللہ ہر وقت تمہارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کے پاس حاضر ہے۔

تُفِيْضُوْنَ (کرنے لگتے ہو) مضارع کا صیغہ ہے اِفَاضَۃ سے جو فیض سے بنا ہے فیض کے معنی بہنے کے بھی ہیں۔ اِفَاضَۃ کے معنی بہانے کے ہیں لیکن ایک معنی اس کے کسی کام کو شروع کر دینے اور اس میں مشغول ہو جانے کے بھی ہیں اور یہاں یہی مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول انسان کو اس کا عہد قدیم یاد دلانے اور اس کے لئے عمل کا سیدھا راستہ بنانے میں تیری ہر کوشش ہم دیکھ رہے ہیں تیرا قرآن مجید کا پڑھنا اور اس کے احکام پر عمل کر کے دکھانا، تاکہ لوگ سیکھیں۔ یہ سب ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے پھر تیرے علاوہ اور لوگ جو کام بھی کر رہے ہیں اور جو سلوک تیرے ساتھ کر رہے ہیں وہ سب ہم دیکھ رہے ہیں۔

اے لوگو تم جس کام میں بھی مشغول ہو اس کی شروع سے لے کر آخر تک اللہ کو ساری کیفیت معلوم ہے۔ نیکوں کے نیک کام اور بروں کے برے کام سب اس کے سامنے ہو رہے ہیں کوئی چیز اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں یہی ایک واقعہ ایسا ہے کہ اگر انسان اسے اچھی طرح نگاہ میں رکھے تو کبھی برے کام نہیں کر سکتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں آزاد ہوں جو چاہے سو کروں۔ یہ خبر نہیں کہ وہ اکیلا نہیں ہے اس کا مالک ہر وقت اس کے ساتھ ہے اور اس کا ہر کام دیکھ رہا ہے ؛

ذرّہ ذرّہ محفوظ ہے

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ

اور نہیں غائب ہوتا | تیرے رب سے | ایک ذرّہ کے برابر بھی

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ

زمین میں | اور نہ آسمان میں | اور نہ | چھوٹا

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ

اس سے | اور نہ | بڑا | مگر ہے | بیچ کتاب

مُّبِينٍ (۶۱)

کھلی کے

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ

اور تیرے رب سے ایک ذرّہ بھی غائب نہیں رہتا

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ

زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ

سے چھوٹا اور نہ بڑا مگر ہے کھلی ہوئی

مُّبِينٍ (۶۱)

کتاب میں

یَعْزُبُ (غائب رہتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے جو عَزُوْبَۃٌ سے بنا ہے۔ عَزُوْبَۃٌ کا مادہ ع۔ز۔ب ہے اور اس کے معنی دور ہونا، غائب ہونا ہیں۔

ارشاد ہے کہ زمین اور آسمان میں ایک ذرّہ برابر بھی چیز اللہ کے سامنے سے غائب نہیں۔ ذرّہ کے برابر یا اس سے چھوٹی یا بڑی چیز ہر ایک اس کے ہاں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ جو چیز یا بات چھوٹی سے چھوٹی یا بڑی سے بڑی یہاں ظاہر ہوتی ہے۔ فوراً اس کا ہو بہو خاکہ دفتر اعمال میں اُتر آتا ہے۔ جو کام کسی نے کیا چھوٹا یا بڑا، جو بات کسی نے کہی اچھی یا بُری۔ اس کا نقش اسی وقت نامۂ اعمال میں کندہ ہو گیا۔ غرض دنیا میں کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جو وہاں نہ لکھا جائے۔ ایسے زبردست انتظام کے بعد انسان کا یہ سمجھنا خام خیالی ہے کہ میں جو جی میں آئے کر سکتا ہوں کوئی پوچھنے والا نہیں۔

آج کل سنا ہے سائنس والے کہہ رہے ہیں کہ دنیا کی پیدائش سے لے کر آج تک ہر آواز جو نکالی گئی ہر بات جو کہی گئی وہ فضا کے اندر جوں کی توں موجود ہے ایسے آلات کے بنا لینے کی امید کی جا رہی ہے کہ گذشتہ باتوں کو اسی طرح سن لیا اور دیکھ لیا جائے جس طرح وہ ہوئیں اور فضا میں موجود ہیں۔ قرآن مجید سمجھنے والوں کو اس میں تعجب کی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ انہیں یقین ہے کہ انسان اس دنیا میں سُن سکے یا نہ سُن سکے بہرحال وہ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق جوں کی توں محفوظ ہیں۔

اللہ کے دوستوں کو خوشخبری

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ
آگاہ ہو کہ اللہ کے دوست نہ خوف ہے ان پر
وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ ایمان لائے اور
كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ
ہے پرہیزگاری کرتے انہی کے لیے خوشخبری ہے زندگانی میں
الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ
دنیا کی اور آخرت میں بدلنا نہیں باتوں کے لیے
اللّٰہِ ذٰلِكَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۴﴾
اللہ کی یہی ہے وہ جو کامیابی ہے بڑی

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ
یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ ڈر
وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ کہ ایمان لائے اور
كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ
ڈرتے رہے ان کے لیے دنیا کی زندگانی میں
الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَاتَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ
اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ کی باتیں بدلتی نہیں
اللّٰہِ ذٰلِكَ ھُوَالْفَوْزُالْعَظِیْمُ ﴿۶۴﴾
یہی ہے بڑی کامیابی

اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ (اللہ کے دوست) اَوْلِیَاءَ - وَلِیٌّ کی جمع ہے۔ وَلِیٌّ کا مادہ و ل ی ہے۔ جس سے لفظ وَلایت بنا ہے۔ وَلَایَۃٌ کے معنی نزدیکی کے ہیں۔ اس لیے کسی کا ولی وہ ہے جو اس سے نزدیک ہو۔ ولی اللہ اسے کہتے ہیں جو اپنا پہلا تعلق اللہ سے رکھے اور دوسری چیزوں سے فقط اتنا ہی تعلق پیدا کرے جتنے کی اس نے اجازت دی ہو جس تعلق سے منع کیا ہو اس کے پاس نہ پھٹکے خواہ کتنا ہی جی چاہے یہ بات ایمان اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے ہو رہے اور اپنا ساتھی، دوست، مددگار اور محافظ سب کچھ اسی کو سمجھ بیٹھے۔ یہ لوگ ہر قسم کے ڈر اور خوف سے چھوٹ گئے۔ اللہ کی دوستی اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور یقین کرو کہ اس کے سوا نہ کوئی معبود بن سکتا ہے۔ نہ رب ہو سکتا ہے۔ اس یقین سے تقویٰ حاصل ہوگا یعنی انسان ہر وقت اس کوشش میں لگا رہے گا کہ جس بات سے اللہ نے منع کر دیا ہے اس کے پاس تک نہ جاؤں جس کام کی بابت معلوم ہو جائے کہ اللہ نے اس سے روکا ہے اس سے فوراً رک جاؤں۔ آگے فرمایا کہ جو شخص یہ راہیں اختیار کرے گا۔ دنیا میں بھی بے فکر رہے گا۔ اور آخرت میں بھی چین اور آرام سے رہے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے وہ جو حکم جاری کر دیتا ہے اس میں تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں وہ ہو کر رہے گا۔

اللہ ہی کا سب کچھ ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ
اور غمگین کرے تجھ کو ان کی بات تحقیق زور اللہ کا ہے
جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَآ اِنَّ
سارا وہی سننے والا جاننے والا ہے خبردار تحقیق
لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ
اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ
اور ان کی بات سے رنج مت کر اصل میں سب زور اللہ
جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَآ اِنَّ
کے لیے ہے وہی سننے والا جاننے والا ہے خبردار جو کچھ
لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کا ہے

وقف لازم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور اللہ کا کلام یعنی قرآن حکیم لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ یوں تو وہ پہلے ہی سے اللہ عزوجل کے نام سے واقف تھے اور اس کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ لیکن بس اتنی ہی جتنی دیوتاؤں کے بڑے سردار کی ہو سکتی ہے۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اپنی دولت۔ طاقت اور عزت سب کچھ رکھتے ہوئے ان کو اپنی مرضی سے برتنا چھوڑ دیں۔ اور اپنی ساری قوتیں اور سارے کام اللہ کی مرضی کے تابع کر دیں اور اس کے حکم کے بغیر دم بھی نہ ماریں۔

آپ نے سمجھایا کہ دیکھو قرآن مجید کی باتیں اٹل ہیں۔ جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ وہ ہو کر رہے گا۔ فرض کیا کہ تمہارے پاس اس وقت سب کچھ ہے۔ لیکن اس کی بنیاد کچھ بھی نہیں۔ آج مرے کل دوسرا دن۔ یہ سب یہیں رہ جائے گا۔ اور آدمی مر کر سخت جنجال میں پھنس جائے گا۔ یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی اور لگے اول فول بکنے۔ ان کے اس رویہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچنا ضروری تھا۔ آپ بہت غمگین ہوئے۔

اس آیت میں آپ کو تسلّی دی جاتی ہے کہ یہ نادان جو اتنی بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں۔ ان میں کچھ نہیں رکھا۔ ان سے تجھے رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ زور، طاقت، عزت، دبدبہ، شان و شوکت سب کچھ اللہ کے پاس ہے۔ ان غافلوں کی باتیں سب اللہ عزوجل سن رہا ہے اور ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہے۔ وقت پر مناسب فیصلے کر دے گا جس وقت وہ فیصلے کرے گا۔ یہ سب منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ لیکن اس وقت کا جاننا کچھ کام نہ آئے گا۔ سمجھنے کا وقت یہی ہے۔ اچھی طرح سن لو کہ اللہ کے آگے کسی کا فیصلہ نہیں چل سکتا۔ آسمان اور زمین میں جو کوئی ہے سب اللہ کا ہے۔

اٹکل پچّو باتیں

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اور کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں یہ جو پکارتے ہیں سوا

اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

اللہ کے شریکوں کو نہیں اتباع کر رہے یہ مگر گمان کا

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾

اور نہیں وہ مگر اٹکلیں دوڑاتے

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾

اور یہ اللہ کے سوا شریکوں کو پکارنے والے جس چیز کے پیچھے پڑے ہیں سو یہ کچھ نہیں مگر اپنے خیال کے پیچھے پڑے ہیں اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں

يَخْرُصُوْنَ (اٹکل لڑاتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جو خَرْصٌ سے بنا ہے خَرْصٌ کے معنی ہیں۔ کوئی بات اندازے اور اٹکل سے کہنا جو یقینی نہ ہو۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنا اور اس سے مدد مانگنا فقط وہ شخص کر سکتا ہے جسے اصلی علم حاصل نہیں ہے ان کی آنکھیں ظاہر کو دیکھ کر چوندھیا جاتی ہیں اور وحی کی طرف توجہ نہیں کرنے دیتیں لیکن غیب کا اثر ایک پر اس قدر چھایا ہوا ہے کہ اس سے وہ کسی وقت بھی بے پروا نہیں رہ سکتا کسی نہ کسی وقت اسے غیب کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اب اگر اس وقت اسے پیغام وحی یعنی قرآن مجید اور رسول کے ارشادات ٹھیک طور پر مل گئے تو وہ اس علم کی روشنی میں اس مسئلہ کا صحیح حل حاصل کر لیتا ہے اور غلطیوں سے بچ جاتا ہے لیکن اگر وحی کے نور سے محروم ہے تو پھر ادھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے اور غیب کی بابت اپنے خیال ادھر اُدھر دوڑاتا ہے۔ جو علم یقینی کی روشنی سے محروم ہونے کی بنا پہ اندھیرے میں اٹکل سے خیالی تیر پھینکنے کے برابر ہے اور وہ تیر کسی نہ کسی نشانہ پر تو بیٹھ جاتا ہے۔ مگر وہ نشانہ غلط ہوتا ہے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی بھیجے اور اپنی حکمت سے جن لوگوں کو نبوت بخشی ان کی طبیعت اور فطرت اس انداز پر بنائی کہ وہ بغیر تحقیق کیے اور آزمائے ہوئے سنی سنائی باتوں پر اعتبار نہیں کرتے تھے اور نہ اپنے خیالات کے اٹکل پچو گھوڑے دوڑاتے تھے۔ ان مکرم ہستیوں کی جانب جب اللہ تعالیٰ کا پیغام آیا اور جبریل امین نے پڑھ کر سنایا تو اس سچی اور پکی خبر کے سامنے قومی یا خاندانی توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی اور ردیوی دیوتاؤں کے من گھڑت قصے بتوں اور استھانوں کی مشہور قوتیں اولادیں اور مرادیں بخشنے والی صفتیں سب باطل ہو گئیں اور پھر ان مقبول بزرگوں کی نظر میں اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش سے ہٹ کر کسی دوسرے مشکل کشا اور حاجت روا پر نہ ٹھیریں۔ نہ ان کو نمرود کی قوت دھما سکی نہ فرعون کی حکومت ڈرا سکی۔ نہ سولی کا خوف خاموش کر سکا نہ سنگسار ہونے کا خدشہ ایمان سے ہٹا سکا۔

اللہ کی پہچان

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا
وہی ہے جس نے بنائی تمہارے لیے رات تاکہ آرام کرو
فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
اس میں اور دن کو بنایا دیکھنے کے لیے تحقیق اس کے اندر
لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾
نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا
وہی ہے جس نے تمہارے واسطے رات کو بنایا کہ اس میں چین حاصل
فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
کرو اور دکھلانے والا دن بے شک اس میں
لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾
ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں نشانیاں ہیں

پچھلی آیتوں میں ارشاد ہوا کہ آسمان اور زمین میں جتنی کائنات ہے وہ سب اللہ نے پیدا کی ہے اور وہی اس کا مالک اور بادشاہ ہے انسان کا یہ خیال غلط ہے کہ یہ سب چیزیں میری ہیں اور میں ان کے ساتھ جو چاہوں سلوک کروں نہیں۔ ان سب کا ایک نظام ہے جس سے کوئی چیز اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتی اس نظام میں انسان کے ذمہ ایک بڑا کام ڈالا گیا ہے اس کو تصرف کا کچھ اختیار دے کر کائنات کے درمیان رکھ دیا گیا ہے اور اس سے پختہ عہد و پیمان لے لیا ہے کہ اللہ سے غافل نہ ہونا اور اپنے اندر کچھ طاقت دیکھ کر یہ دھوکا نہ کھانا کہ میں جس طرح چاہوں ان چیزوں پر قبضہ کر سکتا ہوں ورنہ پھر ایسے چکر میں بری طرح پھنس جاؤ گے جس سے نکلنا موت کے ہاتھوں ہوگا۔ لیکن مر کر بھی چین نہ ملے گا۔ مرتے ہی یہ چیزیں آگ، سانپ، بچھو اور دیگر موذی چیزوں کی شکل میں بدل جائیں گی اس چکر سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ بغیر اللہ کے حکم کے کسی چیز سے کوئی تعلق قائم نہ کرو۔ اللہ کی اجازت ہوئی تو کچھ لگاؤ پیدا کر لیا۔ ورنہ سب سے الگ تھلگ ہو کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش میں لگ گئے ارشاد ہے کہ یہ جو روزانہ زندگی کے حالات میں نمایاں تغیر تم آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ کبھی رات ہے کبھی دن ہے۔ کبھی اندھیرا ہے کبھی اجالا ہے اس کو ذرا سوچو کہ یہ کیوں ہوتا ہے اور کون کرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ بے سبب تو نہیں ہوتا۔ انسان نے غور کیا تو اس کا سبب اس کے خیال میں آ گیا یعنی تمام کائنات گردش میں ہے۔ زمین کا جو حصہ سورج کے سامنے آ جاتا ہے اس میں دن ہوتا ہے اور جو سورج کے سامنے نہیں ہوتا وہاں رات ہوتی ہے اس کے متعلق کئی قسم کے خیال ہیں مگر جو انسان ان خیالات کی دنیا سے آگے بڑھا اور یقین کر لیا کہ یہ سب نظام اللہ نے اپنی قدرت سے قائم کیا ہے اور اس کو اپنی معرفت کا نشان بنایا ہے وہ علم یقینی کے میدان میں پہنچ گیا اور سارے وہم و گمان سے اس نے چھٹکارا حاصل کر لیا۔

وہم کے کرشمے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ

کہتے ہیں بنالیا اللہ نے بیٹا پاک ہے وہ وہ

الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

بے احتیاج ہے اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ

نہیں تمہارے پاس کوئی سند اس کی کیا کہتے ہو

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

اللہ پر ایسی بات جو تم نہیں جانتے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ

کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنا لیا وہ پاک ہے وہ

الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ

تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں۔ اللہ پر کیوں جھوٹ کہتے ہو

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

جس بات کی تمہیں خبر نہیں

انسان جب سے دنیا میں آیا ہے اس کی فطری عقل نے اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ اوّل تو پیدا ہوتے ہی اس کے دشمنوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ان سے کسی قدر چھٹکارا نصیب ہوا۔ تو کھانے پینے اور ٹھکانہ بنانے کی طرف پوری توجہ سے نگاہ ڈالی جب اس میں بھی کچھ کام چل نکلا تو پھر اس کی دھن لگی کہ یہ دنیا کیا ہے؟ کس نے بنائی ہے میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں۔ اس کے اور دنیا کے بنانے والے نے اس بارے میں اس کی عقل کی رہنمائی کے لیے خاص انتظام کیا۔ اس نے انہی میں سے ان کے پاس رسول بھیجے اور وحی کے ذریعے ان کو ہستی میں انسان کے اپنے فرض منصبی سے پورے طور پر آگاہ کیا۔

ارشاد ہے کہ لوگوں نے اس دنیا کے متعلق جو اٹکل پچو خیالی نقشے بنا رکھے تھے کسی نے کہا کہ دنیا کا پیدا کرنے والا تو ایک اللہ ہے۔ لیکن وہ ایک خاندان کا سب سے بڑا سرپرست ہے اور اس خاندان کی مدد سے دنیا کا کام چلا رہا ہے کسی نے کہا کہ نہیں اس کے بیٹے یا بیٹیاں ہیں اور وہ سب مل کر انتظام کرتے ہیں۔ یہ سب خیالات من گھڑت اور غلط ہیں اور ان کے ماننے والے مشرک ہیں۔ اللہ کی شان کے لائق نہیں کہ اس کا کوئی صلبی بیٹا ہو یا اس نے کسی کو متبنّٰی بنا لیا ہو۔ اس کے زن و فرزند نہیں کہ اس کے شریک، مددگار اور سلطنت میں برابر کے حصہ دار نہیں۔ یا اس کے بیٹے اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ یہ عقل کی گمراہی کا نتیجہ ہے اس کو جب تک وحی کی روشنی نہیں نصیب ہوئی تھی وہ اس قسم کے نتیجے نکالا کرتی تھی۔ اب اللہ کی بابت صحیح علم قرآن مجید سے حاصل کر کے پچھلے توہمات کا قلع قمع کر دینا چاہیے۔

کافروں کا انجام

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ

کہہ تحقیق جو لوگ گھڑتے ہیں اللہ پر جھوٹ

لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا

فلاح نہیں پاتے تھوڑا سا نفع ہے دنیا میں پھر ہماری طرف

مَرْجِعُھُمْ ثُمَّ نُذِیْقُھُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ

ان کو لوٹنا ہے پھر چکھائیں گے ہم ان کو عذاب سخت

بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

بدلے اس کے کہ تھے وہ کفر کرتے

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ

کہہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں

لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا

بھلائی نہیں پاتے۔ دنیا میں تھوڑا سا نفع اٹھا لیتا ہے پھر ان کو ہماری

مَرْجِعُھُمْ ثُمَّ نُذِیْقُھُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ

طرف لوٹنا ہے پھر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے

بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۱۲

بدلہ ان کے کفر کا

ارشاد ہے۔ کہ جب تک قرآن مجید نازل نہ ہوا تھا۔ تم وحی الٰہی کی تعلیم کو بھول بھال کر اللہ کے ساتھ جھوٹے اوصاف چسپاں کرتے تھے۔ لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد اب تمہارے پاس کوئی عذر نہیں ہے کہ تم وہی جھوٹی باتیں اس کے نام لگائے جاؤ۔ اگر اب بھی وہی کہے جاؤ گے جو پہلے کہتے تھے تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ تم سچائی اور حق کی تلاش میں نہیں ہو بلکہ اپنے دنیاوی مفاد اور منافع دیکھتے ہو۔ اس کے نتائج کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔ اتنی بات سن لو جو بالکل یقینی ہے کہ ان افترا پردازیوں سے تمہیں اصلی کامیابی کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ رہے دنیا کے منافع۔ ممکن ہے کہ کچھ تمہیں مل جائیں، لیکن وہ کے دن کے۔ آج مرے کل دوسرا دن۔ آخر آؤ گے ہمارے ہی پاس۔ تم سے پوچھا جائے گا کیوں جی قرآن مجید میں تمہیں سچی اور واقعی باتیں بتا دی گئی تھیں۔ پھر تم نے اللہ کو ٹھیک طور پر کیوں نہ پہچانا۔ دنیا کے لالچ میں پھنس کر اس سے غافل کیوں ہو گئے۔ یہاں تک کہ آخر کار انکار ہی کر بیٹھے۔ تم اس کا جواب کچھ نہ دے سکو گے۔ نتیجہ لازمی طور پر یہ ہو گا۔ کہ تمہیں تمہارے کفر و الحاد کے بدلے سخت عذاب دیا جائے گا اور ہونا بھی یہی چاہیئے۔ کیونکہ قرآن مجید نے سچی بات خوب کھول کر سمجھا دی ہے۔ اس کا انکار رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لیے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

نوح علیہ السلام کی قوم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ م اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ
اور پڑھ ان پر حال نوح کا جب کہا اس نے اپنی قوم سے
يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ
اے میری قوم اگر ہے بھاری ہوا تم پر میرا کھڑا ہونا اور
تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ
میرا نصیحت کرنا اللہ کی آیتوں کے ساتھ پس اللہ پر بھروسہ کیا میں نے
فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا
سو پختہ کرلو اپنا کام اور اپنے شریک پھر نہ
يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ
ہے تمہارے کام میں تمہیں کچھ شبہ پھر
اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾
کر گزرو اپنی سی میرے ساتھ اور نہ مہلت دو مجھے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ م اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ
اور سنا ان کو نوح کا حال جب کہا اپنی قوم سے
يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ
اے قوم اگر تم پر میرا کھڑا ہونا اور
تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ
اللہ کی آیتوں سے نصیحت کرنا بھاری ہوا ہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا
فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا
اب تم سب مل کر اپنا کام مقرر کرو اور اپنے شریکوں کو جمع کرو پھر تم
يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ
کو اپنے کام میں شبہ نہ رہے پھر کر گزرو میرے
اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾
ساتھ اپنی سی اور مجھ کو مہلت نہ دو

اَجْمِعُوْٓا پختہ کرلو امر کا صیغہ ہے اجماع سے جو جمع سے بنا ہے جمع کے معنی اکٹھے کرنے کے ہیں اجماع کے معنی اپنی تجویز کو خوب غور کرکے دیکھ لینا کہ کہیں خلا یا کمزوری تو نہیں اجماع کے دوسرے معنی اپنے تمام طرف داروں کو اکٹھا کر لینا ہیں۔ یہاں اَجْمِعُوْٓا دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے۔

غُمَّةً پیچیدگی، اس کا مادہ غ۔م۔م ہے جس سے لفظ غم بنا ہے غم کے معنی ہیں ایسی پریشانی یا شبہ جس سے دل گھٹنے لگے اور مطلب واضح نہ ہو۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں نوح علیہ السلام کا حال پڑھ کر سنا۔ وہ اپنی قوم کو ہر طریقے سے سمجھاتے رہے کہ اللہ عزوجل پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو جب انہوں نے ان کا کہا نہ مانا تو نوح علیہ السلام نے کہا تم اگر پسند نہیں کرتے تو جاؤ اپنے منصوبے تیار کر لو اور خوب سوچ سمجھ لو۔ اپنے سارے جھوٹے معبودوں کو سمیٹ لاؤ اور جو ہو سکے کر لو میں بھی اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں:

اللہ والوں کا منصب

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ

پھر اگر تم روگردانی کرو تو نہیں طلب کیا میں نے تم سے کوئی اجر

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ

نہیں اجر میرا مگر اوپر اللہ کے اور مجھے حکم ملا ہے

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٧٢﴾

کہ ہوں میں فرمانبرداروں میں سے

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ

پھر اگر تم منہ پھیر لو تو میں نے تم سے مزدوری نہیں چاہی

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ

میری مزدوری تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم ملا ہے

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٧٢﴾

کہ میں فرمانبردار رہوں

ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام نے اس کے بعد اپنی قوم سے کہا کہ میں اپنے کام کی تم سے اجرت بھی نہیں مانگتا رہا تھا و کلا۔ میں اپنا کام خالص اللہ کے واسطے کرتا ہوں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ وہی میرا کفیل کار ہے۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ مجھے نہ تمہاری ہوشیاری چالاکی دبدبے شوکت اور قوت کا خوف ہو سکتا ہے اور نہ تم سے کسی قسم کی مدد معاش کا طالب ہوں۔ نہ میرا ارادہ ہے کہ تم سے اپنی بات منوا کر تمہاری مدد سے بادشاہ بن کر بیٹھ جاؤں یا تم سے کہوں کہ مجھے اپنا تبلیغی اور اصلاحی کام جاری رکھنے کے لیے چندہ دو اور میرے گذارے کا بندوبست کرو۔

میری کوئی غرض تم سے اٹکی ہوئی نہیں۔ میں تو اپنے مولیٰ کا خادم اور فرماں بردار بندہ ہوں۔ اور جب تک دم میں دم ہے، اسی کا حکم بجا لاتا رہوں گا۔ تم میرے کام سے نہ تکلیفیں اور اذیتیں دے کر روک سکتے ہو۔ اور نہ مال و زر کا لالچ دے کر مجھے ورغلا سکتے ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوموں کی نجات اور فلاح کا راستہ اپنے ان بیش قیمت الفاظ میں جو ان آیات میں بیان کیے گئے ہیں ہمیشہ کے لیے واضح کر دیا ہے۔ اس میں ایک طرف تو رہنماؤں' لیڈروں اور قائدوں کو سکھایا ہے کہ اصلاح کا کام جب درست ہو گا جب تم آدمیوں سے اپنی ذاتی غرض نہ رکھو گے نہ اپنے نام و نمود کے طالب ہو گے۔ اور نہ مال و جاہ حاصل کرنے کے پیچھے پڑو گے۔ دوسری طرف عوام کو تنبیہ کر دی ہے۔ کہ اگر تباہی اور بربادی سے بچنا چاہتے ہو تو جھوٹے رہنماؤں اور سچے خیر خواہوں میں تمیز کرنا سیکھو۔

ضد کرنے والوں کا انجام

فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ

پھر انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم نے بچا لیا اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے

فِى ٱلْفُلْكِ وَجَعَلْنَٰهُمْ خَلَٰٓئِفَ وَ

کشتی میں اور کر دیا ہم نے ان کو آباد ان کی جگہ اور

أَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا ۖ فَٱنظُرْ

ڈبو دیا ہم نے ان کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو سو دیکھ

كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾

کیسا ہوا انجام ڈرائے گیوں کا

فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ

پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو

فِى ٱلْفُلْكِ وَجَعَلْنَٰهُمْ خَلَٰٓئِفَ وَ

کشتی میں بچا لیا اور قائم کر دیا ان کو ان کی جگہ اور جو

أَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا ۖ فَٱنظُرْ

ہماری باتوں کو جھٹلاتے تھے ان کو ڈبو دیا سو دیکھ لے

كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾

کیسا انجام ہوا ان کا جنہیں ڈرایا گیا تھا

حضرت نوح علیہ السلام کے مدتوں تک سمجھاتے رہنے کا اثر ان کی قوم پر کچھ نہ ہوا۔ صرف تھوڑے سے نچلے طبقے کے لوگ آپ پر ایمان لے آئے لیکن قوم کے معتزز لوگ آپ سے برابر کھنچے رہے۔ ان لوگوں کے ہاتھ ایک اور بہانہ آگیا کہ نوح علیہ السلام کو تو نیچ ذات کے لوگ گھیرے رہتے ہیں اس لیے وہ پہلے سے بھی زیادہ آپ سے کترانے لگے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں تو فقط اتنا جانتا ہوں کہ انہوں نے اللہ کا پیغام سنا۔ ان کے ذات اور پیشے سے مجھے غرض نہیں۔ اس کا حساب اللہ کے پاس ہے۔ میرا کام سمجھانا ہے جو کوئی سننے اور سمجھنے کے لیے تیار ہو شوق سے میرے پاس آئے اور اللہ کی باتیں سنے۔ آخر تنگ آکر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہہ دیا۔ کر جاؤ جو کرنا ہے کر لو اللہ میرا مددگار ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ تم نے نوح علیہ السلام کی قوم کا رویہ سن لیا۔ اب ان کا انجام سنو۔ انہوں نے ہمارے پیغمبر نوح علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں تیری باتوں کا اعتبار نہیں اور ان کو برملا جھوٹا کہا اور اپنے کام میں لگے رہے۔ آخر ان کو سزا ملی۔ ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان سب کو جو اس کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے بچا لیا اور باقی سب منکروں کو طوفان میں غرق کر دیا جب وہ ڈوب گئے۔ اور پانی خشک ہو گیا۔ تو پھر یہی کشتی والے ان مرنے والوں کی جگہ ان کی بستیوں میں آباد ہوئے اور دنیا میں ان کے جانشین بنے۔ دیکھو جنہیں ڈرایا گیا تھا اور وہ نہ ڈرے ان کا انجام کیسا خوفناک ہوا۔

بعد کا حال

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

پھر بھیجے ہم نے نوح کے بعد کتنے رسول ان کی قوم کی طرف

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

سو آئے وہ ان پاس کھلی دلیلیں لے کر پس نہ تھے وہ کہ ایمان لائیں

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ

اس پر کہ جھٹلا چکے تھے اس کو اس سے پہلے اسی طرح مہر لگاتے ہیں ہم

عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

دلوں پر حد سے نکل جانے والوں کے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

پھر نوح کے بعد ہم نے کتنے پیغمبران کی قوم کی طرف بھیجے

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

پھر ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے سو ان سے یہ نہ ہوا کہ اس بات پر

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ

جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے ایمان لے آئیں اسی طرح ہم حد سے نکل جانے

عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو لاکھ سمجھایا۔ لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ سنی وجہ کیا تھی۔ صرف یہ کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کا انہوں نے ایک اپنا طریقہ مقرر کر لیا تھا۔ انہوں نے لوگوں کے طبقے مقرر کر لیے تھے۔ معزز لوگوں کا حکم چلتا تھا۔ اور ادنیٰ درجے کے لوگ ان کی جوتیاں سیدھی کرتے تھے۔ جب بڑے لوگ اونچے اونچے مسندوں پر اینڈتے تھے۔ اور خادم ارد گرد کھڑے ان کے اشارے پر ادھر اُدھر دوڑتے تھے تو ان کو ایسا مزا آتا تھا کہ پھولے نہیں سماتے تھے۔ ادھر نوح علیہ السلام کا سمجھانا یہ تھا۔ کہ سب انسان اللہ کی مخلوق ہیں۔ کوئی کسی درجے میں نیچا اونچا نہیں معلوم ہوا کہ انسان کی یہ پرانی بیماری ہے کہ زبردست، زیردست کو دبا کر اپنا کام نکالتا ہے اور جو اس سے انہیں منع کرے اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے مختلف قوموں کی طرف رسول وقتاً فوقتاً بھیجے اور انہوں نے ان کو خوب کھول کر سمجھا دیا کہ اللہ نے بعض کو کچھ قوتیں زیادہ اور بعض کو کچھ کم اسی لیے دی ہیں کہ زور والے کمزوروں کی مدد میں اپنا زور صرف کریں لیکن سب قوموں نے وہی طرز اختیار کیا۔ جو ان سے پہلے سرکش لوگ کر چکے تھے۔ رسولوں کو جھٹلایا اور جو جی میں آیا کیا۔ جو اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے اس کا دل اچھی باتوں کی طرف سے پھر جاتا ہے گویا اس پر مہر لگ جاتی ہے پھر اس میں وعظ و نصیحت کا اثر نہیں ہونے پاتا۔ آیت میں دل پر مہر لگ جانا اعتدار کا نتیجہ بتایا ہے۔ اعتدار کے معنی یہ ہیں کہ زور والا کمزور پر زیادتی کرے یہ ایک تباہ کن بیماری ہے جو انسان کا ناس کیے بغیر نہیں چھوڑتی۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ

پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون کو

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىٕهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا

طرف فرعون اور اس کے سرداروں کے ساتھ اپنی نشانیوں کے پس انہوں نے تکبر کیا

وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور تھے وہ لوگ گنہ گار

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ

پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے موسیٰ اور ہارون کو

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىٕهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس نشان دیکر پھر تکبر کرنے لگے

وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور وہ گنہ گار لوگ تھے

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جن قوموں کا اور ان کے پیغمبروں کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔ وہ یہ ہیں (۱) قوم عاد جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا (۲) قوم ثمود جس کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام تھے (۳) قوم ابراہیم علیہ السلام (۴) قوم لوط علیہ السلام (۵) قوم شعیب علیہ السلام۔ ان لوگوں نے وہی سرکشی جو ان کے پہلوں نے کی تھی اختیار کی اور اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ آخر تباہ و برباد ہوئے۔ ان سب کے بعد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بنی اسرائیل کو فرعون مصر کے ظلم سے نجات دینے تشریف لائے۔ اس آیت سے ان کا ذکر شروع ہے اور بہت دور تک چلے گا۔

ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد پیغمبر آتے رہے اور اپنی قوم کو سمجھاتے رہے لیکن قوم نے اپنے پیغمبر کی بات نہ سنی اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ پھر ایک مدت کے بعد مصر میں فرعون اور اس کے بااثر وزیروں اور امیروں نے سرکشی اور تکبر کی راہ اختیار کی۔ بنی اسرائیل جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اس کے ظلم و ستم کے شکار ہوئے یہاں اس بات کے دکھانے کے لیے کہ انسان رہ رہ کر سرکشی کی راہ اختیار کرتا ہے۔ فرعون کی بغاوت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کی طرف پیغام لے کر آئے کہ سرکشی اور تکبر چھوڑ دے۔ تو سب سے زبردست نہیں ہے تجھ سے زبردست اللہ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں یہ تمام کائنات ہے تجھے لازم ہے کہ اس کے آگے جھکے اور اس کی تابعداری کرے بنی اسرائیل کو ستانا چھوڑ دے اور تمام رعایا کے ساتھ ایک سا عدل و انصاف کرے۔ فرعون اور اس کے اہالی موالی سرکشی میں انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ فرعون خود خدا بن بیٹھا تھا۔ اور بااثر لوگ اس کو بڑھاوے چڑھاوے دیتے تھے۔ انہوں نے ان پیغمبروں کی ہدایت کی طرف کچھ توجہ نہ کی وہ جن جرائم کے عادی ہو چکے تھے انہیں میں پھنسے رہے:-

فرعون کی ڈھٹائی

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا

پھر جب آیا ان کے پاس حق ہمارے پاس سے بولے

اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى

تحقیق یہ جادو ہے کھلا کہا موسیٰ نے

اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ

کیا ایسا کہتے ہو سچی بات کو جب وہ آئی تم تک کیا جادو ہے

هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾

یہ حالانکہ کامیاب نہیں ہوتے جادوگر

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا

پھر جب ان کو ہمارے پاس سے سچی بات پہنچی کہنے لگے

اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى

یہ تو کھلا جادو ہے موسیٰ نے کہا

اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ

کیا تم حق بات کو ایسا کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس پہنچی کیا یہ

هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾

جادو ہے اور نجات نہیں پاتے جادوگر

ارشاد ہے کہ جب ان لوگوں کے پاس بالکل سچی باتیں پہنچ چکیں تو انہوں نے ان باتوں کو اپنی عقل اور معلومات کی بنا پر سحر قرار دیا اور سوا اس کے اُن سے کچھ نہ بن پڑا کہ ان کے معجزات کو بازی گروں کے سے شعبدے سمجھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بتایا کہ جادو کے شعبدے تو ایک عارضی چیز ہوتی ہے جسے دکھا کر بعض ہوشیار لوگ عوام کو یا بڑے لوگوں کو خوش کر دیتے ہیں اور اپنا پیٹ پالنے کے لیے ان سے کچھ نقد وصول کر لیتے ہیں۔ وہ اتنے بڑے دعوے کبھی نہیں کر سکتے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں اور ہماری بات نہ مانو گے تو اللہ تمہیں نافرمانی کی سزا دے گا۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کی بات نہیں چل سکتی اور وہ کبھی اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں ہو سکتے بلکہ اگر کوئی بڑا دعویٰ کر بیٹھیں تو پھر ان کے شعبدے بھی جواب دے جاتے ہیں۔ اور وہ عارضی تفریح کے سامان مہیا کرنے کی طاقت کھو بیٹھتے ہیں۔ سحر کا ذکر سورہ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ اس کی حقیقت فقط اتنی ہے کہ کچھ لوگ جن کی قوّت خیال کچھ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اس کو مشق کے ذریعے اتنا بڑھا لیتے ہیں کہ اور لوگوں کا خیال ان کے خیال کے تابع ہو جاتا ہے اور وہ ان ہی چیزوں کو دیکھنے لگتے ہیں جو ساحر اپنے خیال میں جما لیتا ہے۔ یہ مشق پر موقوف ہے اور اس کے طریقے مقرر ہیں جو جاننے والے جانتے اور عمل میں لاتے ہیں۔ ان سے قوّت خیالیہ کو ایک ہی چیز پر جما لینے کی تھوڑی بہت قوّت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کی شکلیں بہت سی ہیں۔ لیکن یہ بات مشق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ کے رسول اس سے بہت بلند ہیں وہ کوئی اس قسم کی مشق نہیں کرتے ان کو اللہ کی طرف سے معجزے دکھانے کی بروقت یک دم قوت عطا ہوتی ہے ۞

فرعونی ذہنیت

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا

کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس آیا ہے اس لیے کہ ہم کو ہٹا دے اس سے کہ پایا ہم نے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ

جس پر اپنے باپ دادا کو اور ہو جائے تم دونوں کے لیے بڑائی

فِى الْاَرْضِؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾

اس سرزمین میں اور نہیں ہم تمہاری ماننے والے

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا

بولے کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم کو اس راستے سے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ

پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اور اس ملک میں سرداری

فِى الْاَرْضِؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾

تم دونوں کو مل جائے۔ ہم تو تمہیں ماننے والے نہیں

حریص انسان کام کی چیزیں اپنے ہی قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس خواہش کی جڑ اس کی خود غرضی ہے لیکن جب کچھ لوگ اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور کچھ مدت یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے تو اس پر قائم رہنے کا ایک بہانہ ان کے ہاتھ آجاتا ہے۔ کہ یہ ہماری پرانی رسم ہے اور باپ دادا سے چلی آتی ہے۔ ہم سے یہ کوئی نہیں چھڑوا سکتا۔ اسی طرح ان کے مقابلے میں کچھ اور لوگ بھی اسی طرح کامیاب ہو جاتے ہیں اور اپنا اکھاڑا الگ جما لیتے ہیں اور دونوں میں لڑائی، دنگا اور فساد شروع ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کی چلنے نہیں دیتا۔ پرانا نئے سے کہتا ہے کہ تو فسادی ہے، ہم سے قدیم باتیں چھڑوا کر آپ بڑا بننا چاہتا ہے اور زمین پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، ہم تیری نہ چلنے دیں گے۔ زندگی کا طریقہ یہی ہے جو قدیم سے ہمارے باپ دادا نے قائم کیا ہے۔ فرعونیوں کے جواب سے انسان کی ایک بڑی تباہ کن علّت کا انکشاف ہوتا ہے اس لیے قرآن مجید نے اسے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے، تاکہ لوگ عبرت پکڑیں۔

ارشاد ہے کہ فرعون نے اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ ہو نہ ہو تم دونوں ہمیں نیچا دکھا کر اپنی سلطنت جمانا چاہتے ہو۔ ہمارا اتنا پرانا طریقہ جو پشت ہا پشت سے چلا آتا ہے ہٹا کر چاہتے ہو کہ اپنا اثر جماؤ۔ ہم تمہاری ہرگز نہ چلنے دیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ٹھنڈے دل سے تمہاری باتوں کا یقین کر لیں۔

انسان کی یہ بدگمانی دنیا میں ساری آفتوں کی جڑ ہے۔ کسی کی اصلاحی کارروائی کا ان کے نزدیک اور کوئی مطلب نہیں لیا جا سکتا سوا اس کے کہ یہ ہم کو دھکیل کر آپ آگے آنا چاہتا ہے چونکہ آپ خود غرض اور حریص ہیں۔ اس لیے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں، اور اُن کو آگے بڑھنے سے روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔

جادوگروں سے مقابلہ

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ
اور کہا فرعون نے لے آؤ میرے پاس جو جادوگر ہو
عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ
واقف کار پس جب آپہنچے جادوگر کہا ان سے
مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾
موسٰی نے ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ
اور فرعون بولا لے آؤ میرے پاس جو جادوگر ہو
عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ
پڑھا ہوا پھر جب جادوگر آگئے کہا ان سے
مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾
موسٰی نے ڈالو جو تم ڈالتے ہو

ارشاد ہے کہ فرعون نے اللہ کے دونوں رسولوں کو دنیا کا طلب گار اور ملک و دولت کا لالچی قرار دے کر دھمکی دی۔ کہ ہم لوگ تمہاری کبھی نہ چلنے دیں گے۔ یہاں کا میں بادشاہ ہوں اور دیکھو ابھی تمہیں زک دینے کی تدبیر کرتا ہوں۔ فرعون نے ان دونوں کو پہلے ہی جادوگر کہہ دیا تھا۔ اس لیے اس نے دربار والوں سے کہا۔ کہ ہمارے ملک میں بہت سے جادوگر ہیں۔ ان میں سے چھانٹ کر بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو میرے پاس لاؤ۔ مجھے بھی دیکھنا ہے۔ کہ یہ دونوں ساحر جو اپنے آپ کو نئے رنگ میں پیش کر رہے ہیں، کتنے پانی میں ہیں۔

جادوگروں سے مقابلہ کا مفصّل حال سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے۔ یہاں صرف اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ دنیا کے لالچی دوسروں کو بھی اپنے جیسا ہی سمجھ کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ ان دوسروں کی اپنی غرض کچھ نہ ہو۔ اور جو یہ کچھ کہتے ہوں ہمارے ہی فائدے کی کہتے ہوں۔ لیکن دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ ایسے بلند خیال کہاں ہو سکتے ہیں؟ وہ تو فقط اپنی ہی حکومت اور بڑائی کی خیر مناتے ہیں۔ اور دوسرے کی ہر تحریک کو خود غرضی پر مبنی ٹھیرا کر مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے یہاں بس اتنا ہی بیان ہے کہ فرعون کے حکم کے مطابق جادوگر ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بلا لیے گئے۔ جو حضرت موسٰی علیہ السلام کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ موسٰی علیہ السلام نے کہا۔ کہ جو کرنا چاہتے ہو کر لو۔ یہ رسیاں اور لکڑیاں زمین پر پھینک کر دیکھیں۔ تم کیا کر سکتے ہو؟

جادو بے کار ہے

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ

پھر جب انہوں نے ڈالا کہا موسیٰ نے جو آئے تم لیے کر

السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ

وہ جادو ہے تحقیق اللہ عنقریب بگاڑ دیگا اس کو تحقیق اللہ نہیں سنوارتا

عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ

کام شریروں کے اور سچ کرتا ہے اللہ حق بات کو

بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

اپنے حکم سے اگرچہ ناپسند کریں مجرم لوگ

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ

پھر جب انہوں نے ڈالا کہا موسیٰ نے جو تم لائے ہو سو

السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ

جادو ہے اب اللہ اسے بگاڑتا ہے بے شک اللہ نہیں سنوارتا

عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ

شریروں کے کام اور اللہ حق بات کو اپنے حکم

بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۱۲/۱۳

سے سچا کرتا ہے۔ گنہگار پڑے بُرا مانیں

اب تک جو کچھ بیان ہوتا چلا آرہا ہے یہ آیت اس کا خلاصہ ہے۔ قرآن مجید وہ اپنے سچے اصول ہمارے ذہن نشین کرنا چاہتا ہے۔ جس پر اس عالم کا نظام قائم ہے کوئی مانے یا نہ مانے آخر کار ہو گا وہی جو اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔ تاریخ کا سوچ سمجھ کر مطالعہ کیجیے یا تاریخ کا خلاصہ جو قرآن مجید نے انسان کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس کو غور سے پڑھیے۔ دونوں سے یہی بات واضح ہو گی، کہ جس انسان کو موقعہ ملا ہے اس نے اپنی اور اپنے حمائتیوں کی بات کو چلانا اور اسے دوسروں سے زبردستی منوانا چاہا ہے۔ وہ دوسرے کی بات ماننے میں اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اب اگر دوسرا بھی ایسا ہی زبردست ہوا تو دونوں کا گتھم گتھا ہونا یقینی ہے۔ فرعون نے یہی کیا۔ لوگوں سے کہا کہ جس طریقے پر ہم چل رہے ہیں۔ ٹھیک یہی ہے۔ موسیٰ ہمیں ہٹا کر اپنی سلطنت جمانا چاہتا ہے۔ اس لیے اسے زک دینی چاہیئے۔ ارشاد ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کی رسیوں اور لاٹھیوں کو ہیبت ناک سانپوں کی طرح دوڑتے دیکھا تو کہا کچھ نہیں یہ جو تم دکھا رہے ہو، یہ جادو ہے یہ کوئی واقعی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں ان سب کو حرف غلط کی طرح ابھی مٹائے دیتا ہوں۔ آگے کہا کہ جو لوگ اپنی بات اونچی رکھنے کے لیے دنیا میں فساد مچاتے ہیں۔ ان کی ساری تدبیریں ملیا میٹ کر کے اللہ انجام کار وہی کرتا ہے جو ہونا چاہیئے۔ لیکن اللہ عزوجل خود غرض فسادی لوگوں کی چلنے نہیں دیتا۔

فساد کی جڑ

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ

پس نہ ایمان لایا موسیٰ پر کوئی مگر چند نوجوان اس کی قوم کے

عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ

ڈرتے ہوئے فرعون سے اور ان کے سرداروں سے

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ

کہ کہیں ان کو دکھ پہنچا دے اور تحقیق فرعون البتہ بڑھا چڑھا ہے

فِى الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

ملک میں اور تحقیق وہ البتہ حد سے باہر ہو چکا

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ

پس موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم کے کچھ لڑکے

عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ

ڈرتے ہوئے فرعون اور ان کے سرداروں سے کہیں

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ

ان کو بچلا نہ دے اور فرعون ملک میں چڑھ

فِى الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

رہا ہے اور وہ حد سے باہر ہو رہا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام فرعون کے سچے خیر خواہ تھے وہ اس کو خوشامدیوں کے پھندے سے چھڑا کر اپنی حالت پر غور کرنا سکھانا چاہتے تھے لیکن فرعون نے بڑی طاقت حاصل کر رکھی تھی اور اس کے خوشامدی جو اس کی ہاں میں ہاں ملانے میں اپنا بھلا دیکھتے تھے، اس کو ہر طرف سے مدد پہنچا رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل فرعون کے ظلم سے تنگ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نجات دہندہ سمجھتی تھی لیکن یہ لوگ فرعون اور اس کے خوشامدی سرداروں کے ڈر کی وجہ سے کھلم کھلا ایمان کا اعلان نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے بڑے لوگ مصلحت اسی میں سمجھتے تھے کہ فرعون ہی کے طرف دار رہیں۔ اس لیے اپنے لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ کہ فرعون کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ نہ دیں۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ باوجود اس کے کہ فرعون (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے مقابلے میں ہار چکا تھا۔ ابھی تک اس کا دبدبہ ویسا ہی قائم تھا۔ لوگ ڈرتے تھے کہ اس کے خلاف ہوئے تو یہ بے دھڑک سزائیں دے گا۔ چنانچہ بظاہر وہ فرعون ہی کے طرفدار بنے رہے اور بجز چند باہمت نوجوانوں کے کسی نے ایمان کا اعلان نہیں کیا۔ دنیا میں ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے کہ زبردست کی چلتی ہے اور وہ اپنی مخالف تحریکوں کو زبردستی دبا دیتا ہے۔ لیکن یہ نہیں سوچتا کہ خفیہ طور پر لوگ اس کے دشمن ہوتے جا رہے ہیں اور موقعہ ملتے ہی اس کا کام تمام کر دیں گے۔

ہارے ہوئے کا ہتھیار

وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ
اور کہا موسیٰ نے اے میری قوم اگر ہو تم ایمان لائے اللہ پر
فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ (۸۴)
تو اسی پر بھروسہ کرو اگر ہو تم فرمان بردار
فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا
پس کہا انہوں نے اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا اے ہمارے رب
لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (۸۵) وَنَجِّنَا
نہ کر ہم کو تختۂ مشق ان لوگوں کا جو ظالم ہیں اور چھڑا ہم کو
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (۸۶)
اپنی رحمت سے ان لوگوں سے جو کافر ہیں

وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ
اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو
فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ (۸۴)
تو اسی پر بھروسا کرو اگر تم فرماں بردار ہو
فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا
تب بولے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا اے ہمارے رب
لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (۸۵) وَنَجِّنَا
ہم پر اس ظالم قوم کا زور نہ آزما اور
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (۸۶)
مہربانی فرما کر ہمیں ان کافر لوگوں سے چھڑا دے

یٰقَوْمِ: اے میری قوم اصل میں یا قومی تھا پکارنے کے لیے آخر کی یا کم کر دی کیونکہ ایسی حالت میں اختصار ہوتا ہے۔

فرعون اور اس کے مددگاروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت نہ مانی۔ اور اپنے طرفداروں کے سمجھانے سے بنی اسرائیل پر اور زیادہ سختیاں شروع کر دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں سر اٹھائیں۔

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تمہارا اگر اللہ پر ایمان ہے تو اسی پر بھروسہ کرو۔ توکّل اس بات کی علامت ہے کہ تم اللہ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہو اور ان عارضی مشکلات کی وجہ سے اس سے پھر نہیں گئے۔ اس پر اس مظلوم قوم نے اقرار کیا کہ ہم بالکل اللہ پر توکل کرتے ہیں اور اپنا معاملہ اسی پر چھوڑتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ اے رب اس سرکش فرعون اور اس کی مغرور قوم کو اس کا موقعہ نہ دے کہ وہ ہم پر اپنی طاقت پورے طور پر آزمائیں اور اپنے ظلم وستم کا ہمیں نشانہ بنائے رکھیں۔

اے رب یہ لوگ کافر ہیں اور تجھے نہیں مانتے اگر ان کو ستانے کا موقعہ ملا تو یہ ہمارے ستانے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں گے۔ اے رب ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں ان کے ظلم سے بچا لے اور ان سے ہمارا پیچھا چھڑا۔

نجات کی تدبیر

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰی وَ اَخِیۡهِ اَنۡ تَبَوَّاٰ

اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف اور اس کے بھائی کو کہ مقرر کرو

لِقَوۡمِکُمَا بِمِصۡرَ بُیُوۡتًا وَّ اجۡعَلُوۡا

اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر اور بناؤ

بُیُوۡتَکُمۡ قِبۡلَۃً وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ؕ

اپنے گھروں کو قبلہ اور قائم کرو نماز

وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۷﴾

اور بشارت دے ایمان والوں کو

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰی وَ اَخِیۡهِ اَنۡ تَبَوَّاٰ

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو حکم بھیجا کہ اپنی

لِقَوۡمِکُمَا بِمِصۡرَ بُیُوۡتًا وَّ اجۡعَلُوۡا

قوم کے واسطے مصر میں گھر مقرر کرو اور اپنے گھر

بُیُوۡتَکُمۡ قِبۡلَۃً وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ؕ

قبلہ رُو بناؤ اور نماز قائم کرو

وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۷﴾

اور ایمان والوں کو خوشخبری دے

بنی اسرائیل کو تنظیم کا طریقہ وہی بتایا جو کسی اللہ کو ماننے والی قوم کا ہو سکتا ہے جب ایسی قوم دوسروں کے ظلم و ستم کا نشکار ہو۔ تو اسے یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے پچھلی آیت میں انہیں بتایا گیا۔ کہ تم اللہ پہ توکّل کرو کیونکہ اسلام والوں کا یہی سب سے بڑا زبردست ہتھیار ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ کہ جب تم سب اللہ کی طرف رجوع کرو گے تو تمہارے اندر یگانگت کی روح پیدا ہو گی تم اس کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اسی پر بھروسہ کرے اس طرح تمام لوگ اللہ کے فضل سے ایک ہی کام میں جس کا وہ حکم دے گا مشغول ہو جائیں گے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اب تم سب سمٹ کر اپنے گھر ایک جگہ بناؤ۔ مصر کے ایک ہی حصہ میں آباد ہو تے لگو۔ گھروں ہی کو عبادت گاہ مقرر کر لو اور اکٹھے ہو کر نمازیں ادا کرو۔ تاکہ تم میں اتفاق اور اتحاد کا احساس قوی ہو۔

اس آیت میں تنظیم کی بہترین صورت کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے مصیبت میں لوگ ایک دوسرے کو پوچھنا بھول جاتے ہیں اور ہر ایک اپنے ہی فکر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایمان والوں کے لیئے جمع ہو جانا آسان ہے۔ ایمان، اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اگر ایمان ہو تو اللہ پہ بھروسہ کر کے اس کے احکام بجا لانے کی طرف ہر ایک کو متوجہ ہو جانا چاہیئے۔ ایمان کی طرف دھیان کرتے ہی پہلی بات بے کسی اور بے بسی کے احساس کا دور ہونا ہے اس کے بعد دوسری چیز مل جل کر اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اس سے جو اجتماعی طاقت حاصل ہوتی ہے وہ کسی سے چھپی نہیں رہتی ❊

تنظیم اور اتحاد

دیکھنے میں آتا ہے کہ مسلمان تتر بتر ہو رہے ہیں۔ آپس میں اجنبیت بڑھتی جا رہی ہے اور اپنی بہتری کے لیے کوئی متحدہ کوشش ان سے نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی مفید چیز ہو لیکن وہ اس سے غفلت برتے تو وہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ دوا کا صرف موجود ہونا بیمار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ اسے استعمال نہ کیا جائے۔ اللہ کے ماننے والوں کے پاس ایمان ایک تیر بہدف دوا ہے جس سے ان کا ہر ایک ظاہری اور باطنی روگ دور ہو سکتا ہے لیکن وہ اس کو کسی طاق کے کونے میں رکھ کر بھول گئے ہیں۔ اپنی مصیبتوں کا انہیں احساس ہے وہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ لحظہ بہ لحظہ پست ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ فرقہ بندی ان کا گلا گھونٹ رہی ہے۔ حرص و ہوا نے انہیں پکا خود غرض بنا دیا ہے وہ جیسے تیسے ارکان اسلام بھی بجا لاتے ہیں۔ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ واعظوں کے وعظ سنتے ہیں۔ ان کے کہنے کے مطابق صدقات وخیرات بھی دیتے ہیں لیکن جو بات پیدا ہونی چاہیئے وہ نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ مل جل کر عبادت کرنا اور دینی پیشواؤں کے کہنے پر عمل کرنا۔ اچھی باتیں ہیں لیکن باوجود ان اچھی باتوں پر عمل کرنے کے آج کوئی انہیں اچھا نہیں کہتا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے: اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا۔

معلوم ہوا کہ تمام نیک اعمال کی روح ایمان ہے۔ ہم اللہ کا نام لیتے ہیں۔ لیکن دل سے اس کی طرف متوجہ نہیں۔ منہ سے کہتے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا کارساز ہے اور دعائیں بھی خوب کرتے ہیں لیکن دل میں اللہ کا یقین نہیں کچھ اور ہی بھرا ہوا ہے۔ نمازیں پڑھتے ہیں، مگر دل اللہ کی طرف متوجہ نہیں۔ حالانکہ ایمان سب مسلمانوں میں مشترک ہے لیکن اس کو عموماً پس پشت ڈال رکھا ہے جب اس چیز کا جو سب میں مشترک ہے احساس ہی نہیں تو پھر عبادت سوا رسم ورواج کی تابعداری کے اور کیا رہ جاتی ہے۔ آپس میں جتنی تو تو میں میں ہیں صرف اس لیے ہے کہ ہم اپنی اپنی رسم کے پابند ہیں۔ ایمان پر نظر نہیں پھر اتحاد ہو تو کیسے ہو اور خدمت دین کی طرف توجہ ہو تو کیوں کر ہو۔

اللہ کے ماننے والوں میں فقط ایمان ہی ایسی چیز ہے جو بچھڑوں کو ملا سکتی ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ پہلے اپنا ایمان ٹٹولو۔ کہ موجود بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔ مل جل کر رہو۔ ایک جگہ عبادت کرو۔ بہبودی کی دعا مل جل کر مانگو۔ اس کے بعد تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو گی اور خود بخود دل سے وہ دعائیں نکلیں گی جن کی بدولت دشمنوں اور منافقوں پر فتح وظفر نصیب ہو گی۔ بنی اسرائیل کو بتایا گیا کہ تنظیم کا پہلا قدم ایمان ہے۔ اس کے بعد اللہ کی عبادت اور اس سے دعا مانگنا جب تک کہ پہلا قدم صحیح نہ ہو گا۔ آگے کا کوئی قدم درست نہ ہو گا۔

سرکشی کا سبب

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ
اور کہا موسیٰ نے اے ہمارے رب تو نے دیئے
فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا
فرعون کو اور اس کے سرداروں کو ٹھاٹھ باٹھ اور مال
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا
زندگی میں دنیا کی اے ہمارے رب تاکہ گمراہ کریں وہ
عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ
تیری راہ سے

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ
اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب تو نے
فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا
فرعون کو اور اس کے سرداروں کو ٹھاٹھ باٹھ اور مال دیئے
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا
دنیا کی زندگی میں اے ہمارے رب تاکہ وہ
عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ
تیری راہ سے بہکائیں

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب فرعون اور اس کے لوگ اپنی روش کو بدلتے نہیں معلوم ہوتے ان کو وہ چیزیں حاصل ہیں جن سے انسان کا مزاج بگڑ جاتا ہے یہ تندرست ہیں، کھانا پینا، سواریاں، سجے سجائے پختہ گھر، مال، دولت ان کے پاس سب کچھ ہے جب تک یہ سارا سامان عیش و راحت انہیں میسّر ہے یہ کسی کی نہ سنیں گے اور جو جی میں آئے گا وہ کریں گے۔ آپ نے ان کو یہ سب کچھ دیا لیکن شامتِ اعمال سے وہ ان کی گمراہی کا اور دوسروں پر زیادتیاں کرنے کا ذریعہ بن گیا۔ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی غلط راستہ پر چلایا۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ مال و دولت صحت، تندرستی، سامان آرام و راحت اللہ کی بخشش ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے جس کو چاہتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ لیکن اس سے سب لوگوں کی آزمائش مطلوب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ ان عطیات سے وہی کام لیتے ہیں۔ جو اللہ نے ان کے لیے تجویز فرمائے ہیں یا ان پر اترا کر سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ خود حاکم بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور اللہ کی مخلوق کو ستانا شروع کر دیتے ہیں۔ جو لوگ خوش حال ہیں۔ انہیں ان آیتوں سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ نادار لوگوں کی مدد اور ان کی حالت درست کرنے میں اپنی قوّت اور دولت صرف کریں اور سب کو ساتھ لے کر آگے بڑھیں۔

بد دعا

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ

اے ہمارے رب تباہی ڈال ان کے مال پر اور سخت گرہ لگا

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا

ان کے دلوں پر پس نہ ایمان لائیں یہاں تک کہ دیکھیں

الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ

عذاب دکھ دینے والا فرمایا تحقیق قبول کر لی گئی

دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ

تم دونوں کی دعا پس ثابت قدم رہو اور نہ پیچھا کرو

سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

راستہ کا ان لوگوں کے جو نہیں جانتے

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ

اے ہمارے رب ان کے مال مٹا دے اور ان کے دل

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا

سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ

الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ

دردناک عذاب دیکھ لیں فرمایا تمہاری دعا قبول

دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ

ہوئی سو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں

سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

کی راہ مت چلو جو ناواقف ہیں

فرعون کا ظلم و تشدد بنی اسرائیل پر بڑھتا گیا۔ آخر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے دعا کی۔ یہ اپنے مال جاہ و جلال میں مست ہیں۔ ان کا مال غارت کر دے اور ان کو تباہ کر۔ یہ سچے دل سے ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ارشاد ہوا کہ تمہاری دعا ہم نے قبول کی۔ اگر اس کا اثر ظاہر ہونے میں کچھ دیر لگے تو تمہیں گھبرانا نہ چاہیئے۔ ہر کام اپنے وقت پر موقوف ہے جب وقت آئے گا۔ یہ لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ تمہارے ثبات و استقلال میں دیر کی وجہ سے کچھ کمی نہ آنی چاہیئے۔ تم ان جاہلوں اور بے وقوفوں کے راستے سے دور رہو اور لوگوں کو راہ راست پر آنے کی ہدایت کرتے رہو۔ دنیا میں بڑی بڑی قوتیں کام کر رہی ہیں۔ گویا یہ جہان ان قوتوں کی کشتیوں کا اکھاڑہ ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ ان سب قوتوں پر اللہ کی قوت غالب ہے۔ وہ ان قوتوں کو کام کرنے دیتا ہے۔ اور ان کا اثر اور نتیجہ ظاہر ہونے دیتا ہے لیکن کسی مصلحت کی بنا پر ان کا اثر کبھی روک بھی دیتا ہے۔ کبھی اس میں اور زور دے دیتا ہے۔ نافرمان انسان اس کی زد میں آکر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ فرماں برداروں کو وہ اپنے پیغمبروں کے ذریعے اس سے بچنے کے طریقے بتا دیتا ہے۔

شامتِ اعمال

اللہ والے اللہ کے سوا کسی سے غرض نہیں رکھتے مخلوقات میں ان کی نہ کسی سے دوستی ہے نہ دشمنی۔ مگر ان کا دل اتنا صاف شفاف ہوتا ہے۔ کہ اس پر اللہ کے علم کی روشنی کا عکس پڑتے ہی وہ جگمگانے لگتا ہے جس کے ذریعے سے انہیں معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ اللہ عزوجل نے قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ نافرمان انسان کو سزا ملے گی۔ سزا کے لیے آخرت مقرر ہے۔ لیکن کبھی کبھی دنیا کو شریروں سے پاک صاف کرنے کے لیے انہیں فنا کر دیا جاتا ہے۔ تا کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کو نہ ستائیں اور لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔ اس کے لیے بعض تباہ کن حادثے جو دنیا میں مختلف قوتوں کے آپس میں ٹکرانے سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو اندرونی روشنی سے معلوم ہو گیا تھا۔ کہ فرعون کی قسمت میں ایمان لانا نہیں ہے۔ اس کو اور اس کے مددگاروں کو عنقریب تباہ کر دیا جائے گا۔ اور اللہ کے فرمانبردار بندوں کو اس کے ظلم سے نجات دے کر دنیا میں آزادی دے دی جائے گی۔ کہ وہ اللہ کی اطاعت میں اپنے اختیار سے سرگرمی دکھائیں۔ اور اس کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی۔ تا کہ اللہ کی اطاعت کرنے والے آزاد ہوں اور اپنی بہبودی کی کوشش کریں۔ اس بددعا میں ذاتی عناد یا دشمنی کو کوئی دخل نہیں۔ انسانی بہبودی کی خواہش جو اللہ نے اپنے مقبول بندوں کے دل میں رکھ دی ہے۔ انہیں بے اختیار مناسب موقعوں پر ایسی دعائیں کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ دنیا کے اندر حادثے ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ بہت سی قوتوں کے باہم ٹکراؤ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان کے اسباب جمع ہوتے رہتے ہیں اور جب مکمل ہو چکتے ہیں۔ تو اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ کہ حادثہ ظاہر ہو۔ یہ اسباب کیا ہیں؟ انسان نے اپنی کوششوں سے کچھ معلوم کر لیے ہیں لیکن بعض ایسے ہیں کہ ان کے سبب ہونے میں ابھی انسان کو شبہ ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا۔ کہ انسان کی بداعمالیاں بھی بعض تباہ کن حادثوں کے دنیا میں ظاہر ہونے کا سبب ہو سکتی ہیں۔ اللہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے ذریعے بتایا ہے کہ انسان کے اعمال کو بھی تباہ کن حادثوں کے پیدا ہونے میں دخل ہے۔

ان حادثات میں پھنستے اکثر وہی لوگ ہیں جو اپنی بدعملی کی وجہ سے پہلے ہی سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے عمل اچھے ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ اکثر ان اچھے عملوں کے اجر میں ان مصیبتوں سے بچا لیتا ہے۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کی تباہی کا جب وقت آیا تو اس کی صورت یہ ہوئی۔ کہ بنی اسرائیل کو دریا کا پانی خشک کر کے پار اتار دیا گیا۔ اور فرعون جب دریا کو خشک دیکھ کر اس میں داخل ہوا تو پانی دریا کا اور چڑھ گیا اور اسے ڈبو دیا گیا۔

فرعون کی تباہی

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ

اور پار کر دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پس پیچھا کیا ان کا

فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰٓی

فرعون نے اور اس کے لشکر نے ظلم اور زیادتی سے یہاں تک کہ

اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ

جب آلیا اس کو ڈوبنے سے کہنے لگا ایمان لایا میں

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ

کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی کہ ایمان لائے جس پر

بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿٩٠﴾

بنی اسرائیل اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا - پھر ان کا

فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی

فرعون نے اور اس کے لشکر نے شرارت اور تعدی سے پیچھا کیا - یہاں تک

اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ

کہ جب ڈوبنے لگا بولا میں نے یقین کر لیا

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ

کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ جس پر

بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿٩٠﴾

بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرماں برداروں میں ہوں

جٰوَزْنَا پار کیا ہم نے ماضی کا صیغہ ہے مُجَاوَزَۃٌ سے جو جوز سے بنا ہے اور اسی سے جواز، تجویز، تجاوز وغیرہ بنے ہیں۔ جوار دو میں مستعمل ہیں۔ اس کے معنی گذر جانا کسی چیز کے اوپر سے گذر کر دوسری طرف چلا جانا ہیں۔ جَاوَزَنَا لازم ہے لیکن ب کے ذریعہ متعدی ہو گیا ہے۔ ایک رات موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات شہر سے نکل جاؤ۔ بنی اسرائیل چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں دریا آ گیا۔ اتنے میں خبر ملی کہ فرعون مع لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ بڑی تشویش ہوئی کہ بُری طرح گھرے۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دریا پر لاٹھی مارو۔ لاٹھی مارتے ہی پانی پھٹ گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سمیت دریا میں اتر گئے اور پار پہنچ گئے۔ فرعون جب پہنچا اور پانی میں راستے بنے ہوئے پائے تو وہ بھی لشکر سمیت دریا میں اتر گیا۔ اس کا اترنا تھا کہ پانی مل گیا فرعون جب غرق ہونے لگا تو چلایا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پہ ایمان لایا اور اب میں اسی کی تابعداری کروں گا۔ سرکشوں اور نافرمانوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ جب تک اپنے مال و دولت کے اندر مست ہوتے ہیں کسی کی نہیں سنتے لیکن جب تباہ ہونے لگتے ہیں تو پھر ایمان لاتے ہیں کہ شاید اسی کی بدولت اس وقت رہائی ہو جائے لیکن ایسے وقت ایمان لانا کام نہیں دیتا ؛

فرعون سے عبرت

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ

کیا اس وقت حالانکہ نافرمانی کی تو نے پہلے اور رہا تو

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ

فسادیوں میں سے سو آج ہم بچائے دیتے ہیں تجھ کو تیرے بدن کے ساتھ

لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ

تاکہ ہو تو ان کے لیے جو تیرے بعد آئیں نشانی اور تحقیق

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾

بہت لوگوں سے ہماری نشانیوں سے غافل ہیں

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ

اب یہ کہتا ہے اور تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ

گمراہوں میں رہا سو آج ہم تیرے بدن کو بچائے دیتے ہیں

لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ

تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی ہو اور بے شک

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾ ع ٩ ١٤

بہت سے لوگ ہماری نشانیوں پر توجہ نہیں کرتے

سرکش انسان کسی کے سمجھانے بجھانے سے نہیں مانتا۔ یہاں ایک فرعون کا حال بیان ہو رہا ہے۔ لیکن دنیا میں ہر جگہ یہی دیکھنے میں آرہا ہے۔ فرعون اور اس کے مددگار دنیا پہ اپنا تسلّط جمانے کی کوشش کر رہے ہیں اور جو اس کے راستے میں حائل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ لڑائی اور دشمنی ٹھن جاتی ہے ایسے آدمی کو ہوش اس وقت آتا ہے۔ جب کوئی اور زبردست اس کو دبا لے اور یہ بے بس ہو جائے جب جان نکلنے لگتی ہے تو کہتا ہے کہ اب میں مانتا ہوں مجھے چھوڑ دو۔ لیکن اس کے پچھلے کرتوت اس قابل نہیں ہوتے کہ اس پر ذرا بھی رحم کیا جائے۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے فرعون کی گرفت کی اور جب دم نکلنے لگا۔ تو بولا میں مانتا ہوں کہ اللہ ہی سب سے زبردست ہے بنی اسرائیل ٹھیک تھے اور میں غلطی پر تھا۔ اس وقت اس سے کہا گیا کہ اگر تو نے اپنے اقتدار کے زمانے میں کچھ بھی صلاحیت کے آثار ظاہر کیے ہوتے تو تجھ پر رحم کیا جاتا۔ لیکن تو نے تو نافرمانی پر کمر باندھی اور ظلم و فساد کے سوا دنیا میں کچھ نہ کیا۔ اب تجھ پر رحم کرنا دوسروں کو تنگی میں پھنسانا ہے۔ لیکن چونکہ تو نے منہ سے اطاعت کا ارادہ ظاہر کیا ہے اس لیے ڈوبنے کے بعد تیرے بدن کو پانی سے نجات دی جائے گی اور کنارے پہ پھینک دیا جائے گا تاکہ لوگ تجھے بے بس پڑا دیکھ کر سمجھ لیں کہ اللہ عزوجل کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا۔ اس لیے اسی کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ دنیا میں تیرا بدن بھی ہماری قدرت کی ایک نشانی ہو گی ۔

بنی اسرائیل کا امتحان

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ

اور البتہ تحقیق ٹھکانا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا

صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ فَمَا

اچھا اور رزق دیا ہم نے ان کو پاکیزہ چیزیں پس نہ

اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ إِنَّ

اختلاف کیا انہوں نے یہاں تک کہ آگیا ان کے پاس علم تحقیق

رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

تیرا رب فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن اس چیز میں

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

کہ تھے وہ اس میں اختلاف کرتے

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو پسندیدہ جگہ دی

صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ فَمَا

اور کھانے کو ستھری چیزیں دیں سو ان میں

اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ إِنَّ

پھوٹ نہیں پڑی یہاں تک کہ انہیں خبر پہنچی بے شک

رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

تیرا رب ان میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

جس بات میں کہ ان میں پھوٹ پڑی

ارشاد ہے کہ ہم نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت ہلاک کیا اور بنی اسرائیل پر راستہ کھل گیا۔ کہ وہ جہاں چاہیں رہیں اور وہاں اچھی اچھی چیزیں کھائیں ان کو توراۃ دی گئی جس میں وہ سب باتیں ان کو بتا دی گئیں جن پر وہ خود بھی چلیں اور دنیا کو بھی چلائیں یہ لوگ آزاد ہوتے ہی خود سر ہو گئے۔ تورات کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے نبیوں کی بات سننی چھوڑ دی۔ فرعون کے ہلاک ہوتے ہی ان کے لیے سب دروازے کھل گئے تھے وہ چاہتے تو مصر پر قبضہ کر لیتے۔ لیکن ان کو حکم ہوا کہ فلسطین کو آباد کرو اور وہاں بیٹھ کر علم و ثقافت کی روشنی د میں پھیلاؤ۔ شام پر عمالقہ کا قبضہ تھا۔ بنی اسرائیل ان سے ڈر گئے اور جہاد سے انکار کر دیا۔ پورے چالیس سال تک جنگل میں بھٹکتے پھرے۔ اس اثنا میں پہلے حضرت ہارون علیہ السلام اور پھر حضرت موسٰی علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور جہاد سے انکار کرنے والے بھی مر کھپ گئے پھر ان کی اولا حضرت یوشع کی قیادت میں ملک شام فتح کیا اور وہاں ان کے بڑے بڑے بادشاہ ہوئے لیکن بنی اسرائیل نے پھر وہی سرکشی اختیار کی جو ان کے پہلوں نے کی تھی۔ تورات کی باتوں کو بدل بدل کر فرقے بن گئے اور آپس میں کھٹا چھپنی شروع ہو گئی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام انہیں سمجھانے آئے ا کی بات نہ مانی ارشاد ہے کہ قیامت میں ان کے اس اختلاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

قرآن مجید کی تصدیق

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

پس اگر ہے تو شک میں اس سے جو اتارا ہم نے تیری طرف

فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ

پس پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے

لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ

بیشک آ گئی ہے تیرے پاس سچی بات تیرے رب کی طرف سے پس مت ہو تو

مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

شک کرنے والوں سے اور مت ہو تو ان میں سے جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾

اللہ کی آیتوں کو پس ہو جائے تو نقصان اٹھانے والوں میں سے

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

پس اگر تو اس چیز سے شک میں ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری

فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ

تو ان سے پوچھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں

لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ

بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق بات آئی ہے سو تو ہرگز

مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

شک کرنے والا مت ہو اور مت ہو ان میں جنہوں نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا پھر

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾

تو بھی خرابی میں پڑنے والا ہو جائے

انسان کو چاہیے کہ پہلے اپنا یقین پختہ کرے اور اپنے دل کے شک اور شبہے دور کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جاننے والوں سے پوچھے اور پوچھنے کی کوشش اس وقت تک جاری رکھے جب تک اسے پختہ یقین نہ ہو جائے کہ ہاں یہ طریقہ جسے میں سیکھنا چاہتا ہوں، بالکل درست ہے۔ آیت میں یہ سکھانا مقصود ہے کہ جس کام کی پوری تحقیق منظور ہو اس کے ماہر اور جاننے والوں سے پوچھے۔ دین کے بارے میں جو لوگ اللہ کی کتابوں اور رسولوں کا حال پہلی کتابوں میں پڑھ چکے ہیں۔ ان میں سے ایمان دار لوگ اتنی بات بتا سکتے ہیں کہ اللہ نے پہلے بھی دنیا میں رسول بھیجے اور انہوں نے اللہ کی آیتوں کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی۔ جو شخص اتنی بڑی بات کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دے۔ اور رسول اور قرآن پر جاننے والوں سے پوچھ پوچھ کر دل میں یقین پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ وہ انسانیت کے فرض سے غافل ہے۔ علم حاصل کرنا اور اس سے قرآن مجید پر یقین پیدا کرنا، انسان کا فرض ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو بے کار سمجھتے ہیں۔ ان کا دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان ہو گا۔ علم کبھی غلط بھی سکھایا جاتا ہے اور اس پر لوگ یقین کر بیٹھتے ہیں لیکن اصل علم وہی ہے جس سے اللہ کی آیتوں پر یقین حاصل ہو۔

ایمان سے محرومی

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ
تحقیق وہ لوگ کہ ثابت ہو چکی جن پر بات
رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (۹۶) وَلَوْ جَاءَتْهُمْ
تیرے رب کی ایمان نہ لائیں گے خواہ آجائے ان تک
كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ
ہر نشانی یہاں تک کہ دیکھ لیں وہ عذاب
الْأَلِيمَ (۹۷)
دکھ دینے والا

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ
وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے
رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (۹۶) وَلَوْ جَاءَتْهُمْ
وہ ایمان نہ لائیں گے اگرچہ اُن کو
كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ
ساری نشانیاں پہنچیں جب تک کہ دردناک
الْأَلِيمَ (۹۷)
عذاب نہ دیکھ لیں

فرعون کی سرکشی اور اس سرکشی کا انجام بیان کرنے کے بعد دو نصیحتیں کی گئی ہیں۔ اس سے پہلی آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر انسان کو کسی بات کے سچ اور جھوٹ ہونے میں تمیز مشکل ہو جائے تو اس کو چاہیئے کہ اللہ کی کھلی اور صاف نشانیوں پر غور کرے اور جاننے والوں سے پوچھے۔ اس آیت میں ہے کہ بعض بدبخت ایسے بھی ہیں۔ کہ وہ اپنی اکڑفوں کے سامنے کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے اور اللہ کے رسولوں کی بات ہی نہیں سنتے جو لوگ اپنے ہی طریقہ اور رویہ کو راست و درست سمجھے بیٹھے ہیں۔ اگرچہ ان سے زیادہ سمجھدار اور جاننے والے لوگ اس کو غلط ہی بتا رہے ہوں وہ اپنی شامتِ اعمال سے مجبور ہیں ان کے سیدھے ہونے کی امید نہیں۔ ان کے سر پر کوئی ایسی ہی آفت آپڑے کہ جس سے چھٹکارا ناممکن ہو تو شاید حق بات کے سننے کو تیار ہو جائیں۔ ان بدقسمتوں کے حق میں اللہ کا وہ فیصلہ ناطق ہے جس میں کہہ دیا گیا ہے کہ دنیا میں بعض لوگ باوجود سمجھانے کے ایمان نہ لائیں گے۔ دنیا میں ہر قسم کی طبیعت اور مختلف مزاج والے لوگوں کا موجود رہنا دنیا کی بناوٹ میں داخل ہے۔ کیونکہ اچھے اور برے کا یونہی امتحان ہو سکتا ہے۔ اس میں ہر شخص کو اپنے اختیار کے برے طریقے پر چلنے کی عام رخصت ہے۔ ہاں البتہ سمجھداروں اور حق کی تلاش کرنے والوں کو وہی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے، جو انہیں قرآن مجید میں بتایا جا رہا ہے۔ یعنی اپنی بات پر بے جا مت اڑو اور سچی بات معلوم کرنے کی کوشش کرو۔

ایمان کا نفع

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ
پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر نفع دیتا اس کو
اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا
اس کا ایمان مگر قوم یونس جب وہ لوگ ایمان لائے
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ
دور کردیا ہم نے ان سے عذاب رسوائی کا زندگانی میں
الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾
دنیا کی اور نفع پہنچایا ان کو ایک مدت تک

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ
پھر کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر ایمان لانا
اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا
اس کے کام آتا مگر یونس کی قوم جب وہ ایمان لائی
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ
ہم نے ان پر سے اٹھا لیا ذلت کا عذاب دنیا کی زندگانی
الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾
میں اور ان کو ایک وقت تک فائدہ پہنچایا

ارشاد ہے کہ دنیا میں پھنس کر انسان اس قدر غافل ہو جاتا ہے کہ اللہ کی طرف دھیان ہی نہیں کرتا۔ اسی غفلت کی وجہ سے بہت سی قومیں اللہ کے عذاب سے تباہ و برباد ہوئیں۔ اللہ کے اوپر ایمان لائے بھی تو کس وقت، جب ان کے سر پر واقعی عذاب آ ہی پڑا۔ یونس (علیہ السلام) کی قوم کی البتہ ایک ایسی مثال ہے جو عذاب کی بالکل ابتدائی علامات دیکھ کر سمجھ گئے کہ یونس علیہ السلام نے سچ کہا تھا کہ اللہ پر ایمان نہ لائے تو اس کا عذاب نازل ہوگا۔ آسمان پر غیر معمولی نشانیاں سخت طوفان وغیرہ کی علامتیں دیکھ کر سب نے یونس علیہ السلام کو ڈھونڈا۔ لیکن وہ نہ ملے۔ آخر وہ سب بیوی، بچوں بلکہ پالتو جانوروں تک کو لے کر جنگل میں نکل گئے اور اللہ کی درگاہ میں رونے چلاّنے اپنی تقصیر کا اقرار کیا اور توبہ کی اور سچے دل سے اللہ پہ ایمان لائے۔ ان کی گریہ وزاری سے ان پر سے وہ عذاب ٹل گیا۔ اور وہ تباہی اور بربادی کی ذلت سے بچ گئے۔ اللہ کے فرماں بردار بندے بن کر اس کی نعمتوں سے مالا مال ہوئے اور دنیا کی زندگی کامیابی سے بسر کی۔ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورۃ والصّٰفّٰت میں آئے گا۔ یہاں فقط اتنا بتانا مقصود ہے کہ اور سب قوموں پر اتنے گہرے غفلت کے پردے پڑ گئے کہ جب تک عذاب سر پر ہی نہ آ پڑا۔ ایمان نہ لائے۔ صرف یونس علیہ السلام کی قوم ایسی تھی جس نے عذاب کی علامات ہی دیکھ کر اللہ کی نافرمانی سے توبہ کی اور سچے دل سے ایمان لے آئے۔ حضرت یونس علیہ السلام تنگ آ کر قوم سے کہہ بیٹھے تھے کہ تمہارے اوپر تین دن کے بعد عذاب آئے گا اور ان سے یہ کہہ کر خود باہر چلے گئے تھے۔ یہ سب کچھ ان کے بعد ہوا۔

ایمان میں زبردستی نہیں

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ
اور اگر چاہتا تیرا رب البتہ ایمان لے آتے۔ جو زمین میں ہیں
كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى
سب کے سب کیا پس تو مجبور کرے گا لوگوں کو تا کہ
يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ
ہو جائیں وہ ایمان والے اور نہیں ہے کسی جاندار کے لیے
اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَجْعَلُ
کہ ایمان لائے مگر ساتھ حکم اللہ کے اور وہ مقرر کر دیتا ہے
الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
گندہ پن ان پر جو عقل سے کام نہیں لیتے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ
اگر تیرا رب چاہتا تو بے شک جتنے لوگ زمین میں ہیں
كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى
سارے کے سارے ایمان لے آتے اب تو کیا لوگوں پر
يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ
زبردستی کرے گا کہ ایمان والے ہو جائیں اور کسی سے نہیں ہو سکتا
اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَجْعَلُ
کہ ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ گندگی
الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
ان پر ڈالتا ہے جو سوچتے نہیں

ارشاد ہے کہ پچھلی قوموں کے حالات سے ظاہر ہو چکا۔ کہ انہوں نے سمجھ سے کام نہ لیا۔ عذاب کی علامتیں دیکھ کر بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں جب عذاب کی گرفت میں آ گئے تو اللہ کو مانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو دنیا میں موقعہ دیا جاتا ہے کہ اپنی سمجھ سے کام لے کر اللہ پر ایمان لائے اس کو مجبور نہیں کیا جاتا کہ ایمان لانا ہی پڑے گا۔ اس لیے یہ خیال چھوڑ دینا چاہیئے کہ کسی کو زبردستی صاحبِ ایمان بنایا جا سکے گا۔ اس دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے۔ کہ اس میں مومن، کافر، منافق، مشرک، ملحد وغیرہ سبھی قسم کے لوگ رہتے ہیں اور ایمان وہی لائیں گے۔ جنہوں نے اپنی استعداد کو بُرے عملوں سے ضائع نہ کیا ہو گا۔ اور اپنی عقل سے صحیح کام لیں گے اور دنیا کے حالات دیکھ کر اللہ کو پہچانیں گے۔ یہ استعداد اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔ اس لیے دوسرے لفظوں میں اسے اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے اسے ایمان لانے کی توفیق بخشی۔ کیوں کہ قوتوں سے صحیح کام لینے کی توفیق ہی اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ کی طرف سے اسے ایمان نصیب ہوا ہے۔ اگر کسی میں یہ استعداد نہ رہی ہو۔ تو ظاہر ہے کہ وہ واقعات سے غلط سلط نتیجے نکالے گا۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ نے اسے نفیس اور پاک چیز یعنی ایمان سے محروم کر دیا اور پلیدی اور خباثت اس کے اندر بھر دی ہے۔

لوگوں کو ہدایت

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کہہ دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ

اور نہیں فائدہ دیتیں نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو

لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

جو ایمان نہیں لاتے

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ

اور نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کے کام نہیں آتے

لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

جو نہیں مانتے

ارشاد ہے کہ دنیا طرح طرح کی چیزوں، واقعات اور مناظر سے بھری پڑی ہے۔ کیا ان سب کو دیکھ کر ادھر کسی کا خیال نہیں جاتا کہ یہ سب کیا ہے کہاں سے آیا اور کہاں جائے گا؟ نہیں ضرور جاتا ہے لیکن صرف ان کا جن کی عقل اسی طرح کام کرتی ہے جس طرح کرنا چاہیئے۔ انسان کی عقل اس کے لیے بے چین رہتی ہے کہ جتنی معلومات انسان کے ذہن میں جمع ہوں ان کو سلیقے سے جوڑ جوڑ کر نتیجے نکالے۔ ہر عقل نتیجے ضرور نکالتی ہے لیکن سلیقہ ہر ایک کو میسّر نہیں ہوتا۔ بعض انسانوں کی طبیعت اور مزاج کی بناوٹ ہی ایسی ہے جو اس کو غلط نتیجوں سے مطمئن کر دیتی ہے لیکن بعض لوگ ایسے نتیجوں سے مطمئن نہیں ہوتے اور گو ساری ضرورتیں پوری ہوتی دیکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ خوشی اور اطمینان نہیں دیکھتے اور ان کا دل نہیں مانتا۔

وہ کہتے ہیں کہ جب خوشی اور اطمینان ہی مفقود ہے تو جن نتیجوں پر ہم پہنچے ہیں، وہ کسی کام کے نہیں۔ ابھی آگے چلنا چاہیے اور اطمینان بخش نتیجوں کے بغیر کوشش ترک نہیں کرنی چاہیے۔ جو لوگ مادی فائدوں کو ٹھکرا دیتے ہیں، ان پر یہ راز کھلتا ہے کہ ان سب کا بنانے والا اللہ ہے۔ اور اس پر ایمان لانے سے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ کی ہستی کی نشانی دنیا کی ہر چیز میں نظر آنے لگتی ہے اور آخر کار وہ اللہ پہ ایمان لاتے ہیں۔ اور پھر ان کو اس کی پیدا کی ہوئی نشانیاں اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب کی آیتیں اور رسول کا سمجھانا کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ مادی فوائد کو اپنا مقصد اصلی نہ بنائے بلکہ اپنے خالق اور رب کو پہچان کر دونوں جہان کی بھلائی حاصل کرے۔

اب کیا انتظار ہے؟

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ

پس کیا وہ انتظار کرتے ہیں مگر مثل دنوں کے

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا

ان لوگوں کے جو گذرے ان سے پہلے کہہ دے پس انتظار کرو

اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ

میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں پھر بچالیتے ہیں ہم

رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا

اپنے رسولوں کو اور ان کو جو ایمان لاتے اسی طرح ذمہ ہے

عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾

ہمارا کہ نجات دیں گے ہم ایمان والوں کو

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ

سو اب کچھ نہیں جس کا انتظار کریں مگر انہی کے مثل دنوں کا

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا

جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں تو کہہ اچھا راہ دیکھو

اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ

میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہوں پھر ہم اپنے

رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا

رسولوں کو اور ان کو جو ایمان لائے بچالیتے ہیں اسی طرح ذمہ ہے

عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ ع ١١ ١٥

ہمارا بچادیں گے ہم ایمان والوں کو

ارشاد ہے کہ اب ایمان لانے میں ہچکچاہٹ کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ تم لوگ ویسے ہی عذاب کی را دیکھ رہے ہو جیسے پہلی قوموں پر نازل ہوا۔ اگر یہی بات ہے تو انا للہ وانا الیہ راجعون اے رسول ان سے کہہ دے کہ ہدایت کے راستے صاف ظاہر ہو گئے۔ کوئی بات لگی لپٹی، چھپی، ڈھکی نہیں رہی جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے اور ایمان نہیں لاتے۔ تو پھر سوا عذاب کے اور کچھ نہیں رہتا۔ اب اگر تم ایمان نہیں لاتے تو عذاب کا انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کرنے والوں میں شامل ہو جاتا ہوں۔ عذاب آئے گا اور حق و باطل میں تمیز ہو جائے گی۔ اس کے بعد یہ بھی کہہ دے کہ اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ جب عذاب آتا ہے، تو اللہ اپنے رسولوں کو اور جو ایمان لا چکے ہوتے ہیں۔ ان کو بچالیتا ہے، جیسا کہ پہلے قوموں کے واقعات سے ظاہر ہے۔ اسی طرح اب بھی وہ ایمان والوں کو مع رسول کے عذاب سے بچالے گا وہ فرما رہا ہے کہ ایمان والوں کے بچانے کا ہم ذمہ لیتے ہیں، اللہ کے یہ ارشادات اور انسان کی یہ غفلت ؛

قرآن مجید کا مقام

قرآن مجید میں پہلے لوگوں کے قصّے تفریح کے لیے یا تاریخی معلومات جمع کرنے کے لیے بیان نہیں کیے گئے ہیں۔ ان کے بیان کرنے سے غرض صرف یہ ہے کہ انسان ان سے اپنے لیے مفید نتیجے نکالے۔ اور جو غلطیاں انہوں نے کیں، خود ان سے بچے۔ قرآن مجید انسان کو دنیا میں اس طرح رہنا سکھاتا ہے۔ کہ اس کو سکھ اور چین نصیب ہو۔ صرف دنیا کی زندگی ہی میں نہیں۔ بلکہ آئندہ کی زندگی میں بھی جو مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ ایسی زندگی کے اصول بیان کرتے وقت اگر ان کے کسی خاص پہلو کی تشریح مطلوب ہوتی ہے تو اس کے لیے پہلی قوموں میں سے کسی کا رویہ جو اس خاص پہلو کی بابت رہا تھا بیان کیا جاتا ہے۔

مثلاً اسی سورت کو لیجیے۔ اس میں انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کو ماننا اس پر ایمان لانا۔ اس کی کتاب یعنی قرآن مجید کی ہدایتوں پر چلنا اور ان کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے سمجھنا انسان کی دونوں زندگیوں کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ اگر ان کو نہ مانا جائے۔ بلکہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے لیے زندگی کا طریقہ گھڑا جائے تو انجام بُرا ہوگا۔

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد عام طور پر بتایا گیا ہے کہ بعد کی قوموں نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی طرح اپنے رسول کا کہنا نہ مانا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئیں۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا حال بیان کیا گیا ہے۔ فرعون نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بات نہ مانی۔ بنی اسرائیل کو بچا دیا گیا۔ اور فرعون کو غرق کر دیا گیا۔ سمجھانا یہ ہے کہ رسول اور کتاب کی بات عذاب آنے سے پہلے ماننی چاہیے۔ کیونکہ اس سے اپنی زندگی سنوارنا مقصود ہے۔ جب زندگی ہی ختم ہوگئی تو ایمان بے کار ہے اور اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اسی نکتہ کو سمجھانے کے لیے فرعون کے ایمان اور قوم یونس کے ایمان کا فرق بیان کیا گیا جن میں سے ایک غیر مفید اور دوسرا مفید رہا ؛؛

دُنیا کا نظام

پچھلے رکوع کے بیان پر اگر غور کیا جائے تو اس سے ہمیں چند بہت ضروری اصول زندگی سمجھ میں آتے ہیں :-

۱- دنیا میں سارے آدمی ایمان نہیں لائیں گے۔ صرف وہ لوگ جن کے دل میں سچائی اور حق کی تلاش کی دھن ہے۔ اس مسئلہ کی طرف دل سے متوجہ ہوں گے۔ جو لوگ سرسری باتوں پر دل لگا کر دنیا کے فائدے سمیٹنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کو لاکھ سمجھاؤ۔ اللہ کی کتاب کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناؤ۔ ان پر ذرا اثر نہیں ہو گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے زندگی کا قانون ایسا بنایا ہے کہ حق کے ڈھونڈنے والوں کے لیے مکمل ہدایتیں قرآن مجید میں جمع کر دی ہیں اور اللہ کی اس کتاب کو سمجھانے والے عالم بھی دنیا میں ہمیشہ باقی رہے ہیں۔ حق کے تلاش کرنے والے جوق جوق ان کے پاس آتے رہے ہیں تاکہ اس کتاب کو ان سے سمجھیں اور اپنے شبہات رفع کریں۔

۲- کوئی شخص کسی دوسرے کو ایمان پر مجبور نہیں کر سکتا۔ ہر شخص کو اختیار بخشا گیا ہے کہ اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق اپنے لیے راستہ تلاش کرے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ لوگوں میں مختلف مذاہب اور الگ الگ خیالات رکھنے والے لوگ قیامت تک موجود رہیں گے۔ اس لیے فقط یہی کافی ہے۔ کہ ہر شخص اپنے شبہات اپنے عالم سے پوچھ پوچھ کر حل کرے۔ اب اس عالم کا فرض ہے کہ حق بات بتانے میں کوئی اپنا دنیاوی فائدہ مدنظر نہ رکھے جو لوگ تلاش حق میں اس کے پاس آئیں انہیں کسی لالچ کے بغیر حق بات اللہ کی رضا کے لیے بتائے اور محض اس لیے کہ قرآن مجید کا حکم یہ ہے کہ پوچھنے والے پوچھیں اور سمجھانے والے سمجھائیں اپنا فرض ادا کرے۔

۳- ایسا ماحول قائم رکھنے کے لیے کہ حق کے تلاش کرنے والے آزادی کے ساتھ اپنی کوشش جاری رکھ سکیں اور عقاید میں خواہ مخواہ نہ الجھیں بلکہ ٹھنڈے دل سے ان کی بابت سمجھیں اور سمجھائیں۔ ضروری ہے کہ دنیا میں امن و امان قائم ہو۔ کوئی کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہ کر سکے۔ اور ضروریات زندگی سب کو بقدر ضرورت مل سکیں۔ جب دین جیسی اہم چیز کے لیے کسی پر زبردستی روا نہیں ہے تو دنیاوی مفاد کی خاطر ایک دوسرے پر زیادتی اور ظلم کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ہر عقیدے کے لوگ موجود رہیں گے۔ اس لیے لازم ہے کہ امن و امان اور عدل و انصاف کی حکومت ہو۔

اصل اصول

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ

کہہ دے اے لوگو اگر ہو تم شک میں

مِّنْ دِيْنِىْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

میرے دین سے تو میں عبادت نہیں کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللہ کے سوا

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ

تو کہہ دے اے لوگو اگر تم میرے دین سے شک میں ہو

مِّنْ دِيْنِىْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

تو میں عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

عبادت کرتے ہو

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دے لو میں تمہیں خود اپنے دین کا خلاصہ بتائے دیتا ہوں کان کھول کر سنو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تم لوگوں نے جو اپنے معبود اپنی مرضی سے مقرر کر رکھے ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو نہیں مانتا۔ میرا معبود فقط ایک اللہ ہے میں اس کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود نہیں بناتا۔ صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اکیلا معبود بننے کے لیے کافی نہیں۔ وہ مکمل معبود جب ہوگا جب اس کے ساتھ اوروں کو ملایا جائے گا۔ یہ دونوں باتیں میرے دین کے خلاف ہیں۔ پہلی بات کفر ہے یعنی اللہ کا بالکل انکار کر دینا اور اس کو چھوڑ کر اور چیزوں کو معبود بنانا۔ دوسری چیز شرک ہے یعنی اللہ کو معبود ماننا لیکن اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرنا۔

اس آیت میں اسلام کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی اصل بتائی گئی ہے جس کا نام توحید ہے۔ توحید کے معنی ہیں، کائنات میں سے کسی چیز کے آگے نہ جھکنا اور کسی کی شان و شوکت سے مرعوب ہو کر اپنے آپ کو اس کے سامنے ذلیل نہ کرنا۔ انسان کو اس کے ظاہری حواس دھوکے میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اسے فطرتاً اپنی کمزوری کا احساس ہے۔ وہ جس چیز کو طاقتور خیال کرتا ہے اس کے آگے جھکتا ہے۔ دوسرے کو اپنے سے زیادہ طاقتور دیکھ کر اس کے آگے ادب اور تعظیم سے جھک جانا ہی اسے اپنا معبود بنا لینا ہے۔ اسلام کی ابتدا ہی یہاں سے ہوتی ہے کہ سب سے طاقتور اللہ ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے آگے عاجز ہے اس لیے انسان کو اس کے سوا کسی کے آگے نہ جھکنا چاہیئے۔

ایک اللہ کی عبادت

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَ

اور لیکن عبادت کرتا ہوں میں اللہ کی جو اٹھالیتا ہے تم کو اور

اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

مجھے حکم ہے کہ ہوں میں ایمان والوں میں سے

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَ

اور لیکن میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں کھینچ لیتا ہے اور

اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں رہوں

يَتَوَفّٰى: (اٹھا لیتا ہے تَوَفِّی سے ہے جو وفات سے بنا ہے وفات کے معنی پورا اترنا نبھانا ہیں۔ تَوَفِّی پورا پورا وصول کرلینا لے لینا ختم کر دینا جان کھینچ لینا۔ اس سے مراد ہے آدمی کی دنیاوی عمر ختم کر دینا۔

ارشاد ہے کہ لوگوں سے کہہ دے کہ تمہارے گھڑے ہوئے معبودوں کی میں عبادت نہیں کرتا میں فقط ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو سب سے زبردست ہے اور جس کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔ جس کو چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے۔ پھر اس کی زندگی ختم کر کے دنیا سے اٹھا لیتا ہے۔ حیات اور موت اس کے قبضے میں ہے۔ اسی پر غور کرو تو اس کا اقرار لازم آجاتا ہے اور باقی چیزوں کی بے بسی اس کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے، اور کوئی چارہ نہیں رہتا سوا اس کے کہ کسی کو معبود نہ مانا جائے۔ اتنی بات سمجھ لینے کے بعد مجھے یہ حکم ہے کہ میں ایمان لاؤں یعنی اس بات پر اپنا یقین پختہ کروں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور وہ معبود برحق ہے۔ یقین کی پختگی کے حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ اس سے آگے کی آیت میں بیان کیا جائے گا۔

اس رکوع کی آیتوں پر غور کرنے سے دین اسلام کی حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کا پہلا قدم لوگوں کے بنائے ہوئے معبودوں سے بیزاری کا اظہار ہے۔ وہ سارے معبود صرف انسان کی خودغرضی کی خیالی تصویریں ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں اس لیے میرا معبود وہی ہوگا جسے میں معبود بنا لوں۔

آیت میں کہا گیا ہے کہ یہ غلط ہے بلکہ تیرا معبود وہ ہے جو تجھے وقت آنے پر ختم کر دے گا اور دنیا سے اٹھا لے گا۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ اس کے آگے تعظیم سے جھک جائے اور پھر ساری عمر ایمان کی تکمیل میں مشغول رہے تاکہ خاتمہ بالخیر ہو۔

ایمان باللہ

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ
اور یہ کہ سیدھا کر اپنا منہ دین کے لیے سب سے موڑکر
وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾
اور ہرگز نہ ہو شرک کرنے والوں میں سے

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ
اور یہ کہ سیدھا کر منہ اپنا دین پر حنیف ہو کر
وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾
اور شرک کرنے والوں میں مت ہو

ارشاد ہے کہ دنیا والوں کے مصنوعی معبودوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے بعد مسلمان کا کام یہ ہے کہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے دین کے مطابق چلے۔ اس لیے اے ہمارے رسول آپ مسلمانوں کو یہ سکھا کہ زندگی بسر کرنے کے تمام طریقے چھوڑ کر سچے دل سے اللہ کے دین کو مضبوط پکڑیں اور اپنے اعمال کو اس کے مطابق ڈھالیں لیکن ہر وقت اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ شرک نہ ہونے پائے۔ اس خیال سے جو عمل ہوگا۔ اس سے ایمان میں ترقی ہوگی جو مسلمان کا اصل مقصد زندگی ہے۔ اس آیت سے سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام چند عقائد و اعمال کا مجموعہ ہے جس سے مقصد ایمان کو پختہ کرنا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ توحید کو مانے جس کے دو پہلو ہیں۔ اللہ کے سوا کسی اور کو معبود بنانے سے انکار اور اللہ کو معبود بنانے کا تہیہ۔ اس کے بعد دین کے مقرر کیے ہوئے طریقے پر چلنا فوراً شروع کردے۔ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوگا۔ کیوں کہ آپ نے قرآن مجید سے لے کر ہمارے واسطے ہمیشہ کے لیے زندگی بسر کرنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کا نام شرع اور سنّت ہے۔

نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ مسلمانوں کے تمام کاموں اور کوششوں کے اٹل مرکز ہیں۔ ان میں مشغول رہ کر باہمی اتحاد و اتفاق بڑھانا۔ اچھے اخلاق سیکھنا اور سکھانا۔ بُرے کاموں سے رکنا اور روکنا۔ معاملات کو انصاف کے ساتھ طے کرنا۔ ظلم اور زیادتی سے پرہیز کرنا۔ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ہمارے لیے بہت آسان ہے۔ عمل کی یہ صورت اختیار کرکے شرک کی تمام چھپی اور کھلی صورتوں سے بچنا اور توحید کو مکمل کرنا۔ ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اسی سے ایمان میں ترقی ہوگی جو اسلام کے سارے سلسلہ کا آخری مقصد ہے جس پر آخرت کی بہبودی موقوف ہے۔

توحید کی عملی صورت

وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا
اور مت پکار سوا اللہ کے ایسے کو جو
لَا يَنۡفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ج
نہ نفع پہنچائے تجھ کو اور نہ ضرر دے

وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا
اور اللہ کے سوا مت پکار ایسے کو جو
لَا يَنۡفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ج
نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا

پچھلی آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ اسلام اعتقاد اور عمل کا مجموعہ ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ دونوں کو ساتھ ساتھ چلا کر ایمان کو پختہ کیا جائے۔ اعتقاد علم کی ایک شکل ہے۔ اس لیے دوسرے لفظوں میں اسلام کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ علم و عمل دونوں کو صحیح طریقے پر ڈھالا جائے۔ تاکہ ان کے ذریعے ایمان کو پختہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی روح ایمان ہے اور اس کا ڈھانچہ صحیح علم و عمل ہے۔ علم کے حصہ کو توحید کہتے ہیں اور عمل کو دین۔ اسلام میں داخل ہونے کے لیے توحید کا زبانی اقرار اور دین اسلام پر اپنے سارے کاموں کو ڈھالنے کا ارادہ کافی ہے۔ توحید پر یقین ہو جانے کا نام ایمان ہے جتنا یقین بڑھے گا اتنا ہی ایمان کامل ہوتا چلا جائے گا۔

ارشاد ہے کہ اے رسول تو کسی کو سوا اللہ کے نہ پکار۔ کیونکہ پکارنا اسے چاہیئے جو نفع پہنچانے یا ضرر پہنچانے کی قدرت رکھتا ہو اور جس کے بس میں نفع اور ضرر نہ ہو۔ اسے پکارنا بے کار ہے۔ فقط اللہ کو پکارنا توحید کو پختہ کرتا ہے اور اس سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

توحید کے دو الگ الگ حصے ہیں: اوّل دنیا والوں کے تمام مصنوعی معبودوں سے علیحدگی اختیار کرنا، اور ان کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کرنا۔ دوم بندہ جب پکارے تو اللہ ہی کو پکارے اور اچھی طرح ذہن میں بٹھا لے کہ سوا اللہ کے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ کسی کو نفع یا ضرر پہنچا سکے۔ پھر اوروں کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا بے کار ہے۔ کیونکہ فقط اللہ میں مارنے اور زندہ کرنے کی قوت ہے اور نفع اور ضرر بھی اس کے اختیار میں ہے اس لیے اس کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف نظر کرنا بے کار ہے۔

شرک ظلم ہے

فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا
پس اگر کرے تو تو بلاشک تو اس وقت
مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۰۶)
ظالموں میں سے ہے

فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا
پھر تو اگر ایسا کرے گا تو تو بھی اس وقت
مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۰۶)
ظالموں میں ہوگا

ان آیتوں میں بتایا جارہا ہے کہ عبادت سوا اللہ کے کسی کی نہیں اور حدیث میں ہے کہ عبادت کا مغز یعنی پکارنا ہے اس لیے پچھلی آیت میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اور کسی کو پکارا تو گویا اس کی عبادت کی۔ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت شرک ہے۔

جب یہ حقیقت ہے کہ مارنا اور زندہ کرنا اسی کا کام ہے۔اس کے سوا نہ کوئی کسی کو پیدا کر سکتا ہے۔ نہ مار سکتا ہے اور پھر نفع اور ضرر کا مالک بھی وہی ہے۔ اگر بہ ظاہر کسی سے نفع یا ضرر پہنچے بھی تو وہ بھی اسی کے حکم سے ہے اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کسی کو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان دے سکتا ہے۔ تو پھر انسان کی صحیح عقل اس کی اجازت نہیں دے سکتی کہ سوا اس کے کسی اور کے آگے جھکا جائے، اور اسے اپنا حاجت روا سمجھا جائے۔ پہلی آیت میں اس سے صراحتاً منع کیا گیا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے تمام انسانوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ اس حقیقت کے سمجھنے کے بعد کسی اور کو پکارنا ظلم ہے اور یہ ایسا کرنے والا ظالموں میں شمار ہوگا۔

ظلم کے معنی بہت جگہ گذر چکے ہیں۔ صحیح طریقہ عمل کو چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرنا ظلم ہے۔ اور اس کی بے شمار شکلیں اور صورتیں ہیں۔ ہر صورت میں یہ پایا جائے گا، کہ انسان کی عقل صحیح کا فیصلہ چھوڑ کر نفسانی خواہشات کے کہنے پر چلنا اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً صحیح عقل کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ ساری قوتیں اللہ عزوجل میں ہیں اور وہ کہہ رہا ہے کہ میرے سوا کسی سے مدد نہ مانگو۔ باوجود اس کے اگر کوئی اس فیصلہ کے خلاف چلے۔ تو یہ ظلم ہوگا اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے عقل کا فیصلہ چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کی۔

اظہارِ حقیقت

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا
اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ کوئی ضرر تو نہیں
كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ
ہٹانے والا اس کا مگر وہی اور اگر ارادہ کرے تیرے ساتھ
بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ
بھلائی کا تو نہیں کوئی رد کرنے والا اس کے فضل کو

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا
اور اگر اللہ تجھ کو کوئی دکھ پہنچائے تو اس کے دور کرنے والا
كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ
اس کے سوا کوئی نہیں اور اگر تجھ کو کچھ بھلائی
بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ
پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی پھیرنے والا نہیں

ارشاد ہے کہ جیسے یہ صحیح ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کو نہ نفع اور آرام پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور دکھ دے سکتا ہے، اسی طرح یہ بھی واقعہ ہے۔ کہ اگر اس کے حکم سے کسی کو نقصان یا دکھ پہنچے۔ تو اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اسی کے حکم سے یہ دکھ یا نقصان پہنچا ہے اور اسی کے حکم سے دور ہوگا اور اگر اس کا فیصلہ یہ ہو۔ کہ فلاں شخص کو یہ آرام یا یہ فائدہ پہنچے گا، تو پھر کسی کی مجال نہیں، جو اس کو روک سکے، وہ آرام یا فائدہ اسے پہنچ کر رہے گا۔

جب اس کے سوا کوئی فائدہ دینے والا بھی نہیں اور جو فائدہ وہ پہنچانا چاہے اس کا کوئی روکنے والا بھی نہیں، تو پھر اس کے سوا کسی سے کچھ مانگنے سے کیا حاصل ہے جب دکھ، بیماری اور نقصان سب کچھ اسی کے حکم سے ہے تو پھر کسی اور کی بابت یہ گمان کرنا کہ یہ اس دکھ کو دور کر دے گا صریح ظلم ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت سے اور اس جیسی اور بہت سی آیتوں سے یہی سمجھانا مقصود ہے کہ نفع نقصان سب اللہ کی طرف سے ہے۔ کامیابی یا ناکامی اسی کے حکم سے ہے۔ بیماری اور شفا سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اسلام کی پیروی کرنے والے اگر اپنے ایمان کی خیر منانا چاہتے ہیں تو انہیں اس پر یقین کرنا چاہیئے اور عبادت اور دعا کے ذریعے اس یقین کو دم بہ دم پختہ کرنا چاہیئے کہ بغیر خدا کے حکم کے نہ کسی کو کوئی فائدہ پہنچانے والا ہے۔ اور نہ کوئی نقصان یا دکھ بیماری دینے والا ہے۔ اگر ہم بہ ظاہر تدبیر علاج وغیرہ کرتے ہیں تو یہ ایک طرح کی دعا ہے کہ یا اللہ ہمیں کامیاب کر۔

قادر مطلق

يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
پہنچائے اس کو جسے چاہے اپنے بندوں میں سے
وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۱۰۷)
اور وہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
پہنچائے اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے
وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۱۰۷)
اور وہی بخشنے والا مہربان ہے

ارشاد ہے کہ جب تم سمجھ چکے کہ نفع اور ضرر کا مالک سوا اللہ کے کوئی نہیں تو یہ بھی سمجھ لو کہ نفع یا ضرر اللہ کی مرضی پر موقوف ہے کہیں اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کو نقصان یا دکھ پہنچنا چاہیے اور کہیں مصلحت اس میں ہوتی ہے کہ ایک شخص کو فائدہ اور آرام پہنچنا چاہیے۔ اس کا فیصلہ اس کے ارادہ اور مرضی پر موقوف ہے کسی اور کو اس میں دخل نہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ جو اللہ نے اسے حکم دیا ہے۔ اس کے بجا لانے کے لیے جان و مال سے ہر وقت حاضر رہے اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرے۔ نہ کسی کو اس کے سوا نفع یا ضرر پہنچانے والا سمجھے۔ اپنے قصور اور خطائیں جو کمزوری اور نادانی سے سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے سامنے پیش کرتا رہے اور اس سے مغفرت مانگتا رہے کیونکہ بعض وقت اس کی کوتاہیاں مصیبتوں کا باعث ہو جاتی ہیں۔ اللہ سے مغفرت مانگتا رہے تو اس کے فضل سے بہت سی آفتیں ٹل جاتی ہیں۔ اللہ نے اس آیت میں اپنے آپ کو غفور و رحیم کہہ کر یہ سمجھایا ہے کہ نفع و ضرر سب میرے اختیار میں ہے لیکن اکثر ضرر کا ظاہری سبب انسان کا ضعف اور نسیان ہوتا ہے اور نفع کا سبب انسان کا اللہ کے سامنے عجز و انکسار اور اس کی ہدایتوں پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ ضعف اور نسیان کا علاج اللہ سے مغفرت طلب کرنا، اس کی عبادت کرنا اور اس سے مدد مانگنا ہے۔ اس کی ہدایتوں پر عمل کرنے سے انسان اس کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان آیتوں کا خاتمہ الغفور الرحیم پر کیا ہے تاکہ نفع اور ضرر کے تنہا مالک کی طرف سے ان ظاہری اسباب کی طرف بھی اشارہ ہو جائے۔ جو نفع اور ضرر کا باعث بنتے ہیں۔ تاکہ انسان نفع کے اسباب تلاش کرے اور ضرر کے اسباب سے بچے اور ہر وقت اس کی مغفرت کا طالب رہے:

حق آچکا!

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ
کہہ اے لوگو آگئی تمہارے پاس ٹھیک بات
مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
تمہارے رب کی طرف سے پس جو راہ پر آئے تو قطعاً
يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
وہ راہ پر آتا ہے اپنی جان کے نفع کے لیے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ
کہہ دے اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی
مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
طرف سے حق پہنچ چکا اب جو کوئی راہ پر آئے تو وہ راہ
يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
پاتا ہے اپنے بھلے کو

دنیا میں انسان کی بہت سی ضرورتیں ہیں۔ ان کے پورا کرنے کے لیے اس کو سوچ سمجھ اور کام کرنے کی قوت دی گئی ہے۔ زندگی کے اکثر کام وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ ضرورتیں پوری کرنے کے لیے بہت سے راستے اس کے سامنے ہوتے ہیں اور وہ دیکھ بھال کر ان میں سے ایک راستہ پسند کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی معلومات محدود ہیں۔ اس لیے وہ راستے کے انتخاب میں اکثر غلطیاں کرتا ہے۔ جن کا سبب یہ ہے کہ وہ اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور اس امر سے غافل ہوتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جس کو آخرت کی زندگی کہتے ہیں۔ اس کو یہاں کی بھلائی کے لیے کوشش کرتے وقت یہ خیال نہیں ہوتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کوشش آخرت کی زندگی کے مفاد کے خلاف ہو۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہاں کے سارے کام اس طریقے سے ہونے چاہئیں جس سے دونوں زندگیاں سنور جائیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو قرآن مجید کی باتیں اچھی طرح سمجھا کر ان سے کہہ دے کہ یہ جو تم کو بتایا جا رہا ہے۔ یہ وہ درست، سیدھا اور ٹھیک طریقہ ہے۔ جو تمہارے رب نے تمہارے اوپر واضح کر دیا ہے۔ اس طریقے کا نام دین اسلام ہے عقل اتنی بات سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ انسان کے لیے یہی طریقہ سب سے بہتر ہے اس کے اختیار کرنے سے تمہارا دونوں جہان میں بھلا ہو گا۔ تمہاری دنیا بھی اس سے سنور جائے گی اور مرنے کے بعد آخرت میں بھی اس کا اچھا پھل پاؤ گے ⁂

اب تم جانو

وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ
اور جو بھکا تو یقیناً وہ بھکے گا اپنے ضرر کیلیے اور
مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾
نہیں میں تم پر ذمہ دار

وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ
اور جو کوئی بھکا پھرے سو وہ اپنے برے کو بھکا پھرے گا اور
مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾
میں تم پر مختار نہیں ہوں

ارشاد ہے کہ اتنی صاف صاف ہدایتیں آنے کے بعد بھی اگر کوئی حق بات کو نہ مانے بلکہ اپنی ہی چلاتا رہے تو وہ غلط راستوں پر بھٹکتا پھر رہا ہے۔ اس بھٹکتے پھرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر میں سخت نقصان میں رہے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ ان سے کہہ دے۔ تمہارے رب نے تمہاری ہدایت کے لیے اپنے رسول بھیجے کتابیں بھیجیں۔ تمہیں عقل اور سمجھ دی۔ جس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے لیے ٹھیک راستہ کون سا ہے۔ اور اس دنیا کی گڈ مڈ اور ملی جلی باتوں میں حق بات کیا ہے۔ میں اس کا آخری رسول ہوں۔ اور آخری کتاب لے کر تمہیں سنانے سمجھانے آیا ہوں لیکن اور رسولوں کی طرح میرا کام بھی فقط سمجھانا ہی ہے مجھے تم پر اقتدار دے کر مسلط نہیں کیا گیا ہے کہ تم سے زبردستی حق بات منواؤں اور جو غلط راستہ اختیار کرے اسے پکڑ کر سیدھے راستہ پر ڈال دوں۔

دنیا میں انسان کو سمجھ اور اختیار دے کر سیدھے راستہ کی پوری پوری علامتیں بتا دی ہیں۔ اچھے اور برے کاموں کے نتیجوں سے اسے آگاہ کر دیا ہے۔ میرا کام یہ ہے۔ کہ یہ باتیں تمہیں اچھی طرح کھول کر سمجھا دوں۔ ماننے نہ ماننے کا تمہیں اختیار ہے جو مانے گا فائدہ اٹھائے گا اور اپنے حق میں بھلائی کرے گا۔ جو نہ مانے گا نقصان پائے گا۔ اور اسے جلد معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس نے اپنے حق میں برے کانٹے بوئے ہیں۔ اور اس کو سوا دکھ اور درد کے ان سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

قرآن مجید کی آیتوں میں واقعی انسان کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ البتہ مسلمانوں پر یہ الزام ضرور عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا کے سامنے صحیح رنگ میں پیش نہیں کیا ؛

رسول کا کام

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ
اور پیروی کر اس کی جو وحی آئے۔ تیری طرف اور صبر کر یہاں تک کہ فیصلہ کرے
اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾
اللہ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ
اور تو اسی پر چل جو تیری طرف حکم پہنچے اور صبر کر جب تک اللہ
اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾ ع ۱۷
فیصلہ کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی ہدایتیں سمجھا کر ان سے کہہ کہ یہ جو کچھ میں تمہیں سنا رہا ہوں یہ وہ صاف اور سچی بات ہے جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے بھیجی گئی ہے۔ آپ نے یہ سب کچھ ان سے کہہ دیا لیکن ان کی ناسمجھی اور ضد نے انہیں اصل بات نہ سمجھنے دی۔ اس سے آپ کو رنج پہنچا۔ ان کی ہٹ دھرمی کا تو افسوس ہوا ہی لیکن ممکن ہے، یہ خیال بھی آپ کو آیا ہو کہ کہیں میرے سمجھانے میں کوتاہی تو نہیں ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ مخالفانہ رویہ اس وجہ سے ہو کہ میں ان کے سامنے ان حق باتوں کو ایسے طریقے سے پیش نہ کرسکا جیسے کرنا چاہیئے تھا۔ انسان کے لیے یہ خیال سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے کہ اس کے دل میں اتنی کوتاہی اور قصور کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ کام جو نہیں چل رہا تو اس کا الزام مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ ایسے موقعہ پر افسر اعلیٰ کی دل دہی کام آتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دیتے ہیں کہ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب اگر یہ نہ سمجھیں تو یہ جانیں۔

ارشاد ہے کہ تو اس غم میں اپنے آپ کو نہ گھلا۔ کہ یہ سمجھتے کیوں نہیں۔ تیرا کام فقط یہ ہے کہ جو وحی تجھ پر بھیجی جائے اس کی پیروی کرے اور اس میں جو حکم دیا جائے اسے بجا لائے تو اپنا کام کیے جا۔ اور قرآن مجید کو اپنے قول اور عمل سے لوگوں کو سمجھائے جا۔ جو تیری مانیں وہ سعادت مند ہیں اور جو تیری نہ سنیں بلکہ اپنے قول اور عمل سے تیری مخالفت پر کمر باندھ لیں اور تجھے اور تیرے ساتھیوں کو ستانا اور ایذائیں دینی شروع کر دیں تو صبر کر اور اپنے ساتھیوں کو بھی صبر کی ہدایت کر۔ اور اللہ کے فیصلہ کا انتظار کر۔ اسے ان کی حرکتوں کا پورا پورا علم ہے ؞

سُورۃ یونس کیا سکھاتی ہے؟

اللہ کا شکر ہے کہ پچھلے درس پر سورت یونس ختم ہوئی۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید ہر لحاظ سے ایک پختہ اور محکم کتاب ہے، نہ اس کے الفاظ بدلے جا سکتے ہیں۔ اور نہ اس کے احکام کو منسوخ کرنے کے لیے کوئی اور کتاب آسکتی ہے اس میں جو بات ہے بالکل ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے انہی میں سے ایک آدمی کو اگر اپنا رسول مقرر کر دیا۔ تو اس میں تعجّب کی کوئی بات نہیں۔ رسول کا آنا اس لیے ضروری ہے۔ کہ انسان کے بہکانے والے دنیا میں بہت ہیں اور اس کے لیے بہت مشکل ہے کہ بغیر بتائے سیدھا راستہ ڈھونڈ لے۔ اللہ نے اپنے رسول بھیج کر ان کو سیدھا راستہ بتا دیا اور رسول سے کہہ دیا کہ اچھے لوگوں کو خوشخبری سُنا دو کہ اللہ کے ہاں ان کا رتبہ بڑا ہے اور بُرے لوگوں کو ڈرا دو کہ ان کا انجام اچھا نہیں۔ اُن کو بُرے کاموں سے باز آنا اور اچھے کاموں کو اختیار کرنا چاہیئے۔ تب کہیں جا کر کام بنے گا۔ پھر سمجھایا کہ یہ عالم سارے کا سارا اللہ نے اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ اس کے عجیب وغریب نظام پر غور کرو اور اس سے اللہ کو پہچانو۔ یہاں تمہیں عارضی طور پر رکھا گیا ہے۔ اور تمہاری اصل زندگی مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ اس زندگی کا آرام وہ لوگ پائیں گے۔ جو اس زندگی میں اللہ کو پہچان کر اس کے کہنے کے مطابق چلیں گے۔ ساری سورت میں اسی پر زور دیا گیا ہے۔ اللہ کو پہچانو اور اس کی بندگی کرو ورنہ مرنے کے بعد پچھتانا پڑے گا۔ دنیا کی ظاہری رونق اور چہل پہل دیکھ کر دھوکا مت کھاؤ۔ یہ تمہارا ساتھ نہ دے گی۔ اور جہاں تم آخر کار جاؤ گے وہاں فقط ایمان کی پوچھ ہوگی۔ اگر اللہ کو دنیا میں مانا ہوگا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوگا اور اس کے حکم کے مطابق چلے ہوگے تو تمہاری نجات ہوگی ورنہ عذاب میں گرفتار ہوگے۔

اس کے مقابلے میں دنیا میں اللہ پر ایمان والوں اور اس کے حکم پر چلنے والوں کی راحت و آرام کا اندازہ کرنا ہے تو اس سے کرلو۔ کہ انہیں ہرے بھرے میووں سے لدے ہوئے باغ سجے سجائے پختہ گھر رہنے کو ملیں گے اور جس چیز کو جی چاہے گا۔ تو وہ فوراً ملے گی۔ انہی باتوں کو پچھلی امتوں کے حالات بیان کر کے واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ آخرت کا چین تو ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے ہی۔ دنیا میں بھی وہی لوگ آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہیں گے جو اللہ عزّ و جلّ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔

سُورَۃ ہُود

یہ قرآن مجید کی گیارھویں سورت ہے اور مکہ میں ہجرت سے چند سال پہلے نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سورۂ یونس میں جو مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ اس سورت میں انہیں کی تکمیل کی گئی ہے۔ سورۂ یونس میں کہا گیا کہ انسان کو زندگی کا سیدھا اور صاف راستہ دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے رسول بھیجے جنہوں نے بتایا کہ یہ سارا عالم اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے ایک مقررہ نظام کے مطابق پیدا کیا ہے۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ انسانوں میں ہی سے بہترین انسانوں کو اپنا رسول مقرر فرمائے۔ جو انسان کو سمجھائیں کہ اسے اپنی دماغی اور جسمانی قوتوں سے کس طرح کام لینا چاہیئے چنانچہ ان رسولوں میں سے نوح علیہ السلام کا اور پھر موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر سورۂ یونس میں فرمایا۔ اور کہا کہ ان کے درمیان کی مدت میں اور کئی پیغمبر اپنی اپنی قوموں کی طرف آئے۔

ترتیب اس سورت میں یہ ہے: نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام۔ صالح علیہ السلام۔ ابراہیم علیہ السلام۔ لوط علیہ السلام۔ شعیب علیہ السلام۔ قرآن مجید میں سمجھایا گیا ہے۔ کہ یہ سب رسول رسولوں کے سلسلے کی کڑی تھے۔ ان کے حالات تمہیں خود تمہارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنائیں گے۔ یہ اول تو اس بات کی نشانی ہوگی۔ کہ یہ بھی اللہ کے رسول ہیں۔ جنہوں نے خود کسی سے علم حاصل نہیں کیا۔ اور پھر بھی پہلے لوگوں کے حالات صحیح صحیح بتا رہے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ انہیں اللہ عزوجل نے بتایا ہے۔ دوسرے ان حالات سے تمہیں سبق حاصل کرنا سکھایا جائے گا۔ کہ تم ان غلطیوں سے جو انہوں نے کیں اپنے آپ کو بچا کر رکھو۔ سورۂ ہود میں سورۂ یونس کی طرح رسولوں کی تعلیمات کا خلاصہ نکال کر سامنے رکھ دیا گیا ہے اور قرآن کریم کے نازل کرنے کی غرض بیان کی گئی ہے۔ یہ ان آیات کا مجموعہ ہے۔ جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ دنیا میں آخری کتاب ہے جو آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے۔ تاکہ وہ تمام پہلے رسولوں کی تعلیمات کو صاف اور واضح کر کے انسان کے لیے ایک مکمل دین تیار کر دیں۔

سورۂ یونس میں بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے دنیا میں لوگ عذاب میں مبتلا ہوئے۔ سورۂ ہود میں قیامت کے احوال کا نقشہ کھینچ کر سامنے رکھ دیا ہے۔ قیامت کا نقشہ اس قدر ڈراؤنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ (۵۲) آیاتہا : ۱۲۳ رکوعاتہا : ۱۰

قرآن مجید کا مقصد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الۤرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ
الف لام را یہ کتاب ہے مضبوط کی گئی ہیں اس کی آیتیں پھر تفصیل کی گئی ہے
مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
ان کی طرف سے ایک حکمت والے خبردار کے یہ کہ عبادت کرو
اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ
مگر اللہ کی تحقیق میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈرانے والا اور
بَشِيْرٌ ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
بشارت دینے والا ہوں اور یہ کہ مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر رجوع کرو
اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ
اس کی طرف کہ نہال کرے تم کو نہال کرنا اچھا ایک وقت
مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ
مقرر تک اور دے ہر زیادہ کام کرنے والے کو اپنی طرف سے زیادہ اجر

الۤرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ
یہ کتاب ہے کہ اس کی باتوں کو جانچ لیا ہے پھر کھولی گئی ہیں
مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے کہ عبادت نہ کرو
اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ
مگر اللہ کی میں تم کو اس کی طرف سے ڈر اور
بَشِيْرٌ ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
خوشخبری سناتا ہوں۔ اور یہ کہ اپنے رب سے گناہ بخشواؤ، پھر اس کی طرف
اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ
رجوع کرو کہ تم کو اچھا فائدہ پہنچائے ایک وقت مقرر
مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ
تک اور دے ہر زیادتی والے کو اپنی زیادتی

ارشاد ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں کو ہر لحاظ سے پہلے اچھی طرح اللہ عزوجل نے جانچ لیا ہے۔ جو ہر چیز سے واقف اور عالم کے نظام کو قائم کرنے والا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ کہ کہہ دے میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور اس کی عبادت کرنے والوں کو خوش خبری دینے اور اس کے نافرمانوں کو ڈرانے آیا ہوں۔ کہ ہر وقت اللہ سے جو تمہارا رب ہے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے رہا کرو۔ اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرو وہ تمہیں ایک وقت مقررہ تک ہر چیز سے اچھی طرح فائدہ اٹھانے کا موقع دے گا۔ اور جو اس کی عبادت زیادہ اچھی طرح کرے گا۔ اس کو اپنی طرف سے اجرت اور ثواب بھی زیادہ دے گا۔

نافرمانی کی سزا

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ
اور اگر پھر جاؤ تو تحقیق میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے
یَوْمٍ کَبِیْرٍ ﴿۳﴾ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ
ایک دن بڑے کے طرف اللہ کی لوٹنا ہے تمہارا اور وہ اوپر ہر
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴﴾ اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ
چیز کے قادر ہے سنو! یہ لوگ دوہرے کرتے ہیں اپنے سینے
لِیَسْتَخْفُوْا مِنْہُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ
تاکہ چھپائیں اس سے سنو جب پہنتے ہیں وہ
ثِیَابَھُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ
اپنے کپڑے جانتا ہے وہ جو چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں
اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۵﴾
تحقیق وہ جاننے والا ہے دلوں کے بھید

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ
اور اگر تم پھر جاؤ گے تو میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب
یَوْمٍ کَبِیْرٍ ﴿۳﴾ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ
سے ڈرتا ہوں تم کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴﴾ اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ
چیز پر قادر ہے سنتا ہے وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں
لِیَسْتَخْفُوْا مِنْہُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ
تاکہ اس سے چھپائیں سنتا ہے جس وقت وہ اپنے کپڑے
ثِیَابَھُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ
اوڑھتے ہیں وہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں
اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۵﴾
وہ تو دلوں کی بات جاننے والا ہے

ارشاد ہے کہ حاکم اللہ ہے۔ مرنے کے بعد تم سب اس کے سامنے حاضر ہوگے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے سزا دینے کی بھی اور سزا جاری کرنے کی بھی۔ اس کو ہر چیز کا علم ہے۔ تم لاکھ کوشش کرو کہ اس سے اپنی باتیں چھپاؤ کبھی نہیں چھپا سکتے۔ خیالات کو تہہ کرکے رکھو۔ تاکہ اس کی اندرونی خرابیاں نہ دکھائی دیں۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں۔ خواہ تم بدن پر کتنے کپڑے پہن لو۔ اللہ تمہارے بدن کی پوری حالت سے واقف ہے۔ بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کی تہ کے اندر پوشیدہ باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

خالق اور رازق

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶﴾

اور نہیں کوئی چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے رزق اس کا اور جانتا ہے اس کا ٹھکانا اور قیام گاہ سب کچھ کتاب مبین میں ہے

اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے اور وہ جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ کھلی کتاب میں موجود ہے

دَآبَّةٍ (چلنے والا) اسم فاعل ہے دَبٌّ سے۔ اس سے مراد ہر جاندار ہے جسے رزق کی ضرورت ہے۔ مُسْتَقَرَّ وَمُسْتَوْدَعَ: ٹھکانا اور قیام گاہ۔ پہلا لفظ استقرار سے ہے جو قرار سے بنا ہے۔ دوسرا لفظ استیداع سے ہے جو ودیعت سے بنا ہے۔ مستقر سے مراد اصلی اور آخری ٹھکانا۔ مستودع: بیچ کی منزلیں۔ جہاں سے چلنے والے کو گذرنا پڑتا ہے۔

گزشتہ آیتوں میں قرآن مجید کے ماننے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی اور کہا گیا کہ جو اس سے منہ موڑے گا۔ اس کا فیصلہ قیامت کے دن اللہ خود کرے گا۔ وہ سب پر غالب اور سب سے زیادہ طاقت ور ہے اور اس سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ وہ دنیا میں ہر جاندار کے رزق کا ذمہ دار ہے اور اس کی زندگی کے ہر واقعہ سے واقف ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا آخری ٹھکانا کہاں ہوگا۔ ہر مرحلہ میں جس چیز کی بھی زندگی قائم رکھنے کے لیے جسے ضرورت پڑتی ہے وہ اس کا سامان پہلے ہی سے کر دیتا ہے اور آخرکار جہاں اس کا ٹھکانا ہوگا۔ وہاں کی تمام ضرورتیں بھی اس نے پہلے ہی سے مہیا کر رکھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ رزق وہی مہیا کر سکتا ہے جسے محتاج کی حالت اور اس کی موجودہ ضرورت کا علم اور اس ضرورت کو پورا کرنے کی پوری قدرت ہو۔ [illegible] تا ہے کہ زندگی کے جس مرحلے میں وہ ہے اس میں اس کی کیا کیا ضرورتیں ہیں اللہ کو ہر چیز کا فقط علم ہی نہیں بلکہ اس نے ہر بات کو پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھ بھی دیا ہے۔ اس سے ہر ایک کو اللہ کی قدرت اور اس کے علم کا اندازہ ہو سکتا ہے جیسے دنیا میں وہ ہر جاندار کی حالت سے واقف ہے اور اس کی یہاں کی ساری ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن وہ اس کے اعمال کا حساب کر کے ہر ایک کو اس کے آخری ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔ اور وہاں اس کے مناسب اس کے لیے ساری چیزیں مہیا کر دیگا جو ثواب کا مستحق ہے اسے بے انتہا نعمتوں سے نوازیگا اور جو نافرمانی اور کفر کے اندر دنیا کی زندگی گذار کر گیا ہے وہاں اسے دکھ درد کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

اللہ کی قدرت

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ

اور وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ

اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ

دن میں اور تھا اس کا عرش پانی پر تاکہ آزمائے تمہیں

اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ

کون تم میں سے اچھا ہے کام میں اور اگر کہے تو کہ تم اٹھائے جاؤ گے

مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا

موت کے بعد تو البتہ کہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾

نہیں یہ مگر جادو کھلا

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ

اور وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں

اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ

بنائے اور اس کا تخت پانی پر تھا تاکہ تم کو آزمائے کہ

اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ

تم میں سے کون اچھا کام کرتا ہے اگر تو کہے کہ تم مرنے کے بعد اٹھو گے

مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا

تو البتہ کافر کہنے لگیں

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾

یہ کچھ نہیں مگر کھلا ہوا جادو

آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کا عرش ماء کے اوپر تھا۔ عرش اللہ کا تخت سلطنت ہے جہاں سے وہ احکام جاری کرتا ہے۔ ماء ذرات کا ایک دریائے ذخار ہے جو ان احکام کے مطابق ہلتا یا ٹھہرتا ہے۔ سائنسدانوں نے اب آکر دریافت کیا ہے۔ کہ دنیا کی اصل صرف دو چیزیں ہیں قوت اور مادہ جن کو انرجی اور میٹر کہا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں انرجی عرش اور میٹر ماء ہے۔ اللہ عزوجل نے انرجی اور میٹر دونوں کا دائرہ کار علیحدہ علیحدہ مقرر کر دیا۔ دونوں اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں ان میں سے عرش فاعل اور ماء منفعل یا پہلا مؤثر دوسرا متاثر ہے۔ عرش یا انرجی اللہ کے حکم سے حرکت پیدا کرتی ہے اور ماء یا میٹر کے ذرے اس کے مطابق ملتے اور الگ ہوتے ہیں۔ تمام مادی دنیا کا نظام اسی حکم اور تعمیل حکم پر چل رہا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت نے بتایا کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ اس سے انسان کا امتحان مقصود ہے کہ دیکھیں وہ اس کو دیکھ کر اللہ کو پہچانتا ہے یا نہیں اور اس کی مرضی کے مطابق نیک کام کرتا ہے یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ کہہ دے کہ اصل چیز تمہارے اعمال ہیں ان کے حساب اور ان کی جزا اور سزا کے لیے تمہیں موت کے بعد اٹھایا جائے گا لیکن ان لوگوں کا عجب حال ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر کہتے ہیں کہ اس کی بات میں جادو کا اثر ہے۔

جزا سزا یقینی ہے

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ

اور البتہ اگر تاخیر کر دیں ہم ان سے عذاب میں ایک گنی ہوئی

مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ

مدت تک ضرور کہنے لگیں کیا چیز روک رہی ہے آگاہ رہو جس دن

يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ

آجائیگا ان پر نہ ٹالا جائے گا ان سے اور گھیر لے گی

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑧ ع

ان کو وہ چیز کہ تھے وہ جس کی ہنسی اڑاتے

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ

اور اگر ہم ان سے عذاب روک کے رکھیں ایک معلوم

مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ

مدت تک تو کہنے لگیں کس چیز نے روک لیا عذاب کو جس دن

يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ

آجائے گا تو ان سے پھیرا نہ جائے گا اور گھیر لے گی

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑧ ع

ان کو وہ چیز جس سے وہ ٹھٹھا کرتے تھے

اُمَّةٌ (مجموعہ) یہ لفظ پہلے آچکا ہے۔ اس کے اصل معنی ہیں اکٹھی چیز یہاں دنوں کا مجموعہ مراد ہے جسے مدّت بھی کہتے ہیں۔

حَاقَ: (گھیر لیا) ماضی کا صیغہ ہے حَیْقٌ سے جس کے معنی گھیر لینا، سر پہ آپڑنا ہیں۔

اس سے پہلے کہا گیا کہ یہ دنیا انسان کے امتحان کی جگہ ہے گویا اس کو ساری ضروری طاقتیں دے کر میدان میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہاں اس کے گرد بہت سی چیزیں ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ ان سے کس طرح کام لیتا ہے۔ کام لینے کے طریقے بہت سے ہیں لیکن اللہ کے علم میں صرف ایک طریقہ اچھا ہے اور اس نے اس کو اپنے رسول بھیج کر بتا بھی دیا ہے جو شخص اس طریقے پہ چلے گا اس کی زندگی آفتوں سے پاک ہو گی اور جو اسے چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا اس پہ عذاب نازل ہو گا۔ یہ عذاب تھوڑا بہت اس زندگی میں بھی مل سکتا ہے لیکن اگر یہاں کسی وجہ سے نہ ملا تو مرنے کے بعد ضرور ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں سن کر دنیا میں پھنسے ہوئے لوگوں نے ان کی ہنسی اڑانی شروع کی اور کہا کہ یہ کوئی ماننے کے قابل بات ہے کہ مر کر پھر زندہ ہوں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم عذاب آنے میں تاخیر کر دیتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ عذاب آنا ہے تو آخر رکا ہوا کیوں ہے۔ جواب میں ارشاد ہے کہ خوب کان کھول کر سن لو کہ جس دن عذاب آئے گا ٹلے نہ ٹلے گا اور آج تم جس کی ہنسی اڑا رہے ہو۔ ایک دن وہ عذاب تمہارے سر پہ آپڑے گا اور تم اس کے اندر گھر جاؤ گے۔

امتحان کا طریقہ

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ

اور البتہ اگر چکھا دیں ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت پھر

نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ⑨

چھین لیں ہم اسے اس سے تو بے شک وہ البتہ مایوس ناشکرا ہے

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ⑨

اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیں پھر اس کو اس سے چھین لیں تو وہ نا امید اور مایوس ہو جاتا ہے

یَئُوْسٌ نا امید صفت کا صیغہ ہے یاس سے۔ یاس کے معنی ہیں آس توڑ دینا نا امید ہو جانا جو آس توڑ دے وہ یئوس ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ سارا جہان پیدا کیا اور اس کو درجہ بدرجہ تکمیل کو پہنچایا۔ پھر عالم کے پیدا کرنے کی غرض بتائی کہ انسان کا امتحان لینے کے لیے اس سارے کارخانے کو قائم کیا گیا ہے۔ یہاں وہ عمر بھر کام کرتا رہے گا۔ اس کے بعد مر جاتے گا۔ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کر کے اسے اس کے کاموں کا بھلا یا بُرا پھل ملے گا۔ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیت میں اس کی فطری کمزوری کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جس کا اس نے تدارک نہ کیا تو امتحان میں ناکامی کا خوف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اچھی حالت میں تو مگن رہتا ہے لیکن جہاں ذرا سی تکلیف پہنچی تو فوراً گھبرا اٹھتا ہے۔ مایوسی چھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بابت اس کے دل میں بُرے بُرے خیالات گذرنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کا انکار ہی کر بیٹھتا ہے۔ یہی امتحان میں ناکام ہونے کی علامتیں ہیں۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ آدمی خوش حالی میں تو اللہ کو مانتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے۔ کہ اس نے مجھے مال و دولت دی اور خوش رہتا ہے لیکن جہاں ذرا سا نقصان ہوا تو فوراً چلانا شروع کر دیتا ہے۔ بس جی اب کیا دھرا ہے۔ جو ہونا تھا ہو چکا، پھر نہ وہ نماز ہے نہ وہ شکر گذاری ہے۔ نہ وہ عبادت کا جوش و خروش ہے۔ بلکہ ناشکری کے کلمے منہ سے نکلنے لگتے ہیں۔ یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ وہ ان باتوں کا صحیح تصوّر نہیں رکھتا۔ جو اس سے پہلے بیان ہوئیں۔ وہ عالم کی پیدائش کی صحیح غرض نہیں سمجھتا۔ یہاں کی حالت ادلتی بدلتی رہتی ہے اسے سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس تغیّر و تبدل سے اس کے صبر و استقلال اور ایمان کی آزمائش مقصود ہے خوشحالی اور دولت مندی محض اس لیے ہے کہ دیکھیں۔ انسان ان سے کیا کام لیتا ہے مفلسی اور تنگی میں یہ دیکھنا ہے کہ اس حالت میں بھی وہ ایمان پر قائم رہتا ہے یا نہیں دنیا کی حالتیں سب عارضی ہیں ؂

شکر اور صبر کا مقام

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ
اور البتہ اگر چکھادیں ہم اس کو نعمت بعد سختی کے
مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ
جو پہنچی اسے تو کہنے لگ جاتا ہے جاتی رہیں مصیبتیں مجھ سے
اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
بے شک وہ اترانے والا ڈینگیں مارنے والا ہے مگر وہ لوگ
صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط اُولٰٓئِكَ
جنہوں نے صبر کیا اور کام کیے اچھے یہی ہیں کہ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾
جن کے لیے مغفرت ہے اور مزدوری بڑی

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ
اور اگر ہم اس کو تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی
مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ
آرام چکھادیں تو بول اٹھے دور ہوئیں مجھ سے برائیاں وہ
اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
اترانے والا شیخی خورا ہے مگر جو لوگ
صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط اُولٰٓئِكَ
صابر ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں ان کے
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾
واسطے بخشش ہے اور بڑا ثواب

ارشاد ہے کہ جب مصیبت دور ہوتی ہے اور خوشحالی آتی ہے تو اس وقت انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ اب تو مزے ہی مزے ہیں مصیبتوں اور بے چینیوں کا کالا منہ ہوا۔ راحت اور آرام کی گھڑیاں آئیں۔ پریشانیوں سے پیچھا چھوٹا اور کیوں نہ ہو میں نے محنت کی۔ دولت کمائی۔ مشقتیں برداشت کیں۔ یہ میرا حق ہے اور مجھے مل گیا۔ ایک طرف تو ذرا سی تکلیف سے بے حد گھبرا جانا۔ مایوسی کے کلمات منہ سے نکالنے لگنا۔ اللہ سے پھر جانا اور دوسری طرف آرام و راحت کے وقت خوشی سے پھول جانا۔ شیخی بگھارنا اور اس کو اپنی تدبیر اور ہوشیاری کا نتیجہ سمجھنا۔ انسان کی معمولی باتیں ہیں لیکن ان سب سے اس کی نادانی ٹپکتی ہے اور چھچھورا پن ظاہر ہوتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں باتیں انسان کے شایان شان نہیں۔ بلکہ اس کے درجے سے بہت گری ہوئی ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر حالت میں وقار اور تحمل ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ بدحالی میں شکستہ خاطر نہ ہو اور خوشحالی میں آپے سے باہر نہ ہو جائے اس کے لیے مناسب طرز عمل یہ ہے کہ جس حال میں ہو صبر و تحمل سے کام لے۔ بدحالی اور خوش حالی دونوں صورتوں میں کام وہی کرے جو اس کے مرتبے اور شان کے لائق ہیں اور جن کو عقل مند اچھے کام کہتے ہیں ایسے لوگوں کی خطائیں اور لغزشیں معاف کر دی جائیں گی اور ان کو دنیا میں دلی سکون اور آخرت میں اجر عظیم نصیب ہو گا:

نبی کی تبلیغ

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَ
پس شاید کہ تو چھوڑنے والا ہے کچھ حصہ اس کا جو وحی کی گئی تیری طرف اور
ضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ
تنگ ہونے والا ہے اس سے تیرا جی اس پر کہ کہتے ہیں کیوں نہ
اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ
اترا اس پر خزانہ یا آیا اس کے ساتھ فرشتہ
اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى
بات یہ ہے کہ تُو تو فقط ڈرانے والا ہے اور اللہ کا اوپر
كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ⑫
ہر چیز کے اختیار ہے

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَ
سو کیا کہیں تو چھوڑ بیٹھے گا کچھ چیز اس میں سے جو تیری طرف وحی آئی اور
ضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ
اس سے تیرا جی تنگ ہوگا اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہ
اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ
اترا اس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اس کے ساتھ فرشتہ
اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى
تُو تو فقط ڈرانے والا ہے اور اللہ ہر
كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ⑫
چیز پر قادر ہے

وَكِيْلٌ (اختیار والا) صفت کا صیغہ ہے جس کا مادہ و۔ک۔ل ہے۔ وکل کے معنی سونپنا۔ سپرد کرنا۔ وکالت۔ توکل۔ موکل وغیرہ اسی سے بنے ہیں۔ وکیل وہ ہے جس کے ہاتھ میں معاملہ سپرد کر دیا جائے تصرف کرنے والا صاحب اختیار۔ دنیا میں اللہ کے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب قرآن مجید ہے جس وقت آپ دنیا میں تشریف لائے لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ہر زبردست کمزور کو کھائے جا رہا تھا۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا کہ ہمارے طریقے کی مذمت چھوڑ دو ہم تم سے کچھ نہ کہیں گے۔ اس آیت میں آپ کو سمجھایا گیا ہے کہ قرآن حق بات کہتا ہے اور تیرا فرض ہے کہ اسے جوں کا توں سب کے پاس پہنچا دے ورنہ پھر حق اپنی اصلی شکل میں کیسے باقی رہے گا۔ اور یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ مال و دولت کا خزانہ ہوتا یا کوئی فرشتہ ساتھ ہوتا تو تجھے اللہ کا رسول مانا جاتا۔ بغیر شان و شوکت خالی خولی باتوں سے دوسروں پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ ان کے کہنے سے تیرے دل میں کچھ تنگی یا احساس کمتری نہ ہونا چاہیے۔ تجھے اللہ نے سب سے بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اور اپنا رسول مقرر کیا ہے تاکہ لوگوں کو ڈرا دے کہ اللہ کی نافرمانی سے تم پر عذاب آئے گا۔ یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ وہ جسے چاہے اپنا رسول مقرر کرے کیونکہ اس کا ہر چیز پر قبضہ اور اختیار ہے جس صورت سے مناسب سمجھتا ہے سارے کاموں کا انتظام کرتا ہے۔

رسول ہونے کی نشانی

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ

کیا کہتے ہیں کہ گھڑلایا ہے اس کو کہہ دے تم بھی لے آؤ دس سورتیں

مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

اس جیسی گھڑکر اور بلالو جسے تم بلا سکو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

اللہ کے سوا اگر ہو تم سچّے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ

کیا کہتے ہیں کہ تو قرآن بنالایا ہے کہہ دے تم بھی ایسی دس سورتیں

مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کو بلا سکو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

بلا لو اگر تم سچے ہو

مُفْتَرَيٰتٍ (گھڑی ہوئی) مفتراۃ کی جمع ہے۔ جو صفت کا صیغہ ہے اور مفتری کا مؤنث ہے۔ یہ افترا سے ہے جس کا مادہ فری ہے فری کے معنی یونت کر اس کے مطابق قطع کرنا۔ افترا کے معنی سوچ کر کوئی چیز گھڑ لینا۔

اس سے پہلی آیت میں ذکر ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول نہ ماننے کا یہ بہانہ کرتے ہیں کہ ان کے پاس نہ مال ہے نہ دولت پھر ان کو اللہ عزوجل کا رسول کیسے مان لیا جائے۔ ان کے سامنے جب قرآن پیش کیا جاتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہی آپ کے رسول ہونے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ تو اس نے (معاذ اللہ) خود گھڑا ہے اور اِدھر اُدھر سے جوڑ توڑ کر کے آپ بنا لیا ہے۔

اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔ کہ آخر تم بھی عرب ہو اور زبان کے دعویدار ہو تم سارا نہ کیا صرف دس سورتیں ہی ایسی بنا لاؤ اور اگر اکیلے تم سے نہ بن سکیں تو سارے قابل لوگوں کو اکٹھا کر لو۔ بلکہ جنہیں تم نے اللہ کے سوا اپنا کوئی معبود بنا رکھا ہے ان کی مدد بھی اگر وہ دے سکتے ہیں اور تم لے سکتے ہو تو لو۔ اگر تم سچ مچ یہ سمجھتے ہو کہ یہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ گھڑا ہے تو پھر دیر کاہے کی ہے تم بھی کوشش کرو اور سب کام چھوڑ کر اسی میں لگ جاؤ۔ اگر بشر ایسا کلام بنا سکتا ہے تو تم بھی بنا لوگے۔ ورنہ پھر یہ غلط اعتراض ہے جس سے کچھ حاصل نہیں۔ کلام مجید میں کئی جگہ منکروں کا یہ شبہ اور اس کا جواب مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے۔ ابتدا میں کہا گیا کہ اگر تم اس قرآن مجید کو اللہ کا کلام نہیں مانتے۔ تو اس جیسا خود بنا کر دکھاؤ۔ اس کے بعد کہا گیا کہ اچھا سارا نہیں تو دس سورتیں ہی بنا لاؤ۔ جیسا کہ اس سورت میں ہے پھر سورۃ یونس اور سورۃ البقرہ میں کہا گیا کہ ایک ہی سورت اس جیسی بنا لاؤ۔ اس کا جواب ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

پھر مانتے کیوں نہیں

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ

پس اگر کہنا نہ کریں تمہارا تو جان لو کہ یہ تو اتارا گیا ہے

بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ

اللہ کے علم سے اور یہ کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی پس کیا

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

تم حکم ماننے والے ہو

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

پھر اگر تمہارا کہنا پورا نہ کریں تو جان لو کہ قرآن تو اللہ کی وحی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی حاکم نہیں پھر اب تم حکم مانتے ہو؟

اِلَّمْ (اگر نہ) اصل میں اِنْ (اگر) لَمْ (نہ) ہے۔ قرآن مجید میں دونوں لفظوں کو ملا کر لکھا جاتا ہے اور بیچ کا نون گرا دیا جاتا ہے۔

يَسْتَجِيْبُوْا (مانیں) اصل میں يَسْتَجِيْبُوْنَ ہے لم کی وجہ سے نون گر گیا۔ اس کا مصدر استجابہ ہے جو جواب سے بنا ہے۔ استجابہ کے معنی کہنا کر دینا۔ جو کہا گیا ہو اسے مان لینا ہیں۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو پھر فیصلہ ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں۔ اس کے بعد سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ اللہ عزوجل کے علم بے نہایت کا ظہور ہے اور اس نے وحی کے ذریعے اس کلام مقدس کو اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے۔ جب یہ خود اس کا کلام ہوا اور اس کے علم سے ظاہر ہوا تو پھر اس کی ہر بات بالکل ٹھیک سچی اور واقعی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے برابر کا کوئی نہیں اس لیے وہی معبود اور وہی سب کا حاکم ہے۔ کیونکہ ان سب باتوں کے جوڑنے سے اس کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ جب یہ فیصلہ ہو گیا تو اب اس کا حکم ماننے میں ہیچر میچر کیسی۔ اب اس کے اوپر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اس کے حکموں کے آگے سر کیوں نہیں جھکاتے۔

سیدھی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کا ورد کرو اور اس کے معنی سمجھو۔ اور جو یہ کہے وہ کرو۔ پھر دیکھو کہ تمہاری دنیا کی زندگی کیسی صاف اور ستھری، شور و شر سے پاک، رنج و غم سے آزاد اور آرام و راحت سے پُر ہوتی ہے اور مرنے کے بعد تمہیں کیسی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ کیسے کیسے انعام ملتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کے ماننے والوں نے وہ کچھ کر دکھایا جو آج تک کسی کو نصیب نہ ہوا اس کے نہ ماننے والے تباہ ہوئے اور جو بچے وہ اپنا اطمینان کھو بیٹھے۔

زندگی کا قانون

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا
جو ہو ارادہ کرتا دنیا کی زندگی کا اور اس کے ٹھاٹھ باٹھ کا
نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا
پورا کردینگے ہم ان کے لیے ان کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں اور وہ اس کے اندر
لَا يُبْخَسُوْنَ ۞۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ
نگھاٹا اٹھائیں گے یہی وہ لوگ ہیں نہیں ان کے لیے
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا
آخرت میں مگر آگ اور اکارت گیا جو کیا تھا انہوں نے
فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞۱۶
بیچ اس کے اور جھوٹا ہوا جو کچھ کہ تھے وہ عمل کرتے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا
جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہے ہم دنیا ہی میں
نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا
ان کو ان کے عمل بھگتا دیں گے اور ان کے لیے دنیا میں کچھ
لَا يُبْخَسُوْنَ ۞۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ
نقصان نہیں یہ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا
کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہوا جو کچھ یہاں کیا تھا
فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
اور خراب گیا جو کمایا تھا

نُوَفِّ (پورا بدلہ دیں گے) مضارع کا صیغہ ہے تَوْفِيَةٌ سے اصل میں تُوَفِّيْ ہے جو وَفَاءٌ سے بنا ہے۔ يُبْخَسُوْنَ (نقصان نہ دیئے جائیں گے) مضارع کا صیغہ ہے بَخْسٌ سے بَخْسٌ کے معنی ہیں کمی کر دینا نقصان پہنچانا۔ حَبِطَ (برباد ہوا۔ مٹ گیا) ماضی کا صیغہ ہے حَبْطٌ سے جس کے معنی برباد ہو جانا بیکار ہو جانا ہیں۔

اس سے پہلی آیتوں میں دلیل سے واضح کر دیا گیا۔ کہ قرآن مجید اللہ عز وجل کا کلام ہے اس لیے لازم ہو گیا کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کیا جائے۔ اسلام کے یہی معنی ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کی سمجھ پر حرص و ہوا کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کی رنگینیاں انہیں اپنے دلکش جال میں پھنسا لیتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کان کھول کر سن لو۔ اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ کسی بشر کا کلام ہے۔ باوجود اس کے اگر کوئی اس کے کہنے پر نہیں چلتا اور دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اور یہیں کے ساز و سامان، زینت و آسائش پر لٹو ہے اور دن رات اسی کے سمیٹنے میں لگا ہوا ہے تو اس کو اس کی کوشش کا نتیجہ دنیا میں پورا پورا دے دیا جائے گا۔ مال و دولت، شہرت، اقتدار جتنا اس دنیا میں مل سکتا ہے اسے مل جائے گا مگر آخرت میں اس کے لیے سوا آگ کے کچھ نہیں۔

نادان انسان

پچھلی آیتوں میں انسان کو جو کچھ سمجھایا گیا ہے اس سے زیادہ کوئی کیا سمجھا سکتا ہے اس کے بعد فقط اس بات کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ اس کو بار بار پڑھ کر اس پر غور کیا جائے اور جو نصیحتیں اس میں کی گئی ہیں۔ ان کا خلاصہ دل میں بٹھایا جائے تاکہ زندگی سنورنے کی صورت پیدا ہو۔ ورنہ آخر میں سوا تباہی اور بربادی کے کچھ نہیں۔ قرآن حکیم کہہ رہا ہے کہ انسان کی دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور اس لیے دی گئی ہے کہ کہ وہ اس اصلی زندگی کے لیے جو مرنے کے بعد شروع ہوگی تیاری کرے۔ دنیا ایک امتحان گاہ ہے جس میں انسان کے لیے مفید اور مضر دونوں قسم کی چیزوں کو ملا جلا کر پھیلا دیا گیا ہے اور رسولوں کے ذریعے اسے سمجھا دیا گیا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کو اپنی اصلی زندگی ہرگز مت سمجھنا اور اس کو اپنا مقصد مت قرار دینا۔ یہ فقط اصلی زندگی کا ایک عجیب طرح کا عکس ہے جس میں معمولی نظر والوں کو وہی چیزیں دلکش دکھائی دیتی ہیں جن کی صورت اصلی زندگی میں اضطراب، بے چینی، سانپ، بچھو اور آگ کے سوا کچھ نہیں، جو یہاں انہی چیزوں کے پیچھے پڑ جائے گا جن کی طرف اس کی نظر اس کے دل کو کھینچتی ہے۔ اسے وہ چیزیں اسی دلکش مصنوعی شکل میں مل جائیں گی اور وہ اس سے جی بھر کر ممکن ہوا تو فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن مرتے ہی وہ چیزیں اپنی اصلی شکل میں بدل جائینگی۔ اور وہ دیکھے گا۔ کہ یہ تو آگ کا انبار ہے جس میں سوا جلانے اور دکھ دینے کے اور کوئی صفت ہے ہی نہیں جس شخص نے قرآن حکیم کا کہنا مان کر ان چیزوں کی اصلیت پہچان لی اور ان کی دل کشی کو دھوکا سمجھ لیا۔ دل کو ان کی طرف مائل ہونے سے روکا اور ان چیزوں سے دل لگایا جو یہاں پرہیزگاری، تقویٰ، خواہشوں کی روک تھام کی شکل میں جلوہ گر ہیں اور وہاں عیش و آرام کی شکل میں نمایاں ہوں گی۔ وہ امتحان میں کامیاب ہوگا اور اس کی اصلی زندگی سنور جائے گی۔ ایک اور بات جو ان آیتوں سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تقویٰ، پرہیزگاری، خواہشوں کی روک تھام وغیرہ بہرحال اچھی چیزیں ہیں لیکن آخرت کی زندگی میں ان کا نفع فقط اسی صورت میں ظاہر ہوگا۔ جب ان کو خالص اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا جائے گا۔ اگر اس کے سوا کوئی اور غرض ہوگی۔ تو یہ آخرت میں کسی کام نہ آئیں گی۔ جہاں کامیابی کا معیار فقط یہ ہوگا کہ کسی شخص نے اچھے کام فقط اللہ کے واسطے کتنے کیے ہیں۔ جو نیک کام کسی اور غرض سے کیے گئے ہونگے ان کا فائدہ دنیا ہی میں جتنا مقدر میں ہوگا مل جائیگا اور آخرت میں وہ کچھ کام نہ آئیں گے ایسے لوگوں سے کہہ دیا جائے گا کہ جس غرض کے لیے تم متقی بنے تھے وہ تو دنیا ہی میں پوری کر دی گئی۔ اب یہاں تمہارے لیے کچھ نہیں البتہ اس تقویٰ کی شکل جو تم نے دنیا کے لیے اختیار کیا تھا یہاں آگ ہے چنانچہ انہیں آگ میں ڈال دیا جائے گا ۔

دین فطرت

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِۦ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ
کیا پس (یہ برابر) اس شخص کے جو ہے صاف راستے پر اپنے رب کے اور ساتھ ہے اس کے ایک گواہ
مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِۦ كِتَٰبُ مُوسَىٰٓ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ
اللہ کی طرف سے۔ اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی جو امام ہے اور رحمت ہے۔ یہی لوگ
يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ مِنَ ٱلْأَحْزَابِ فَٱلنَّارُ
مانتے ہیں قرآن کو اور جو انکار کرے اس کا فرقوں میں سے پس آگ
مَوْعِدُهُۥ ۚ فَلَا تَكُ فِى مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن
ٹھکانا ہے اس کا پس مت ہو تو شک میں اس سے تحقیق وہ حق ہے
رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۷﴾
تیرے رب کی طرف سے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِۦ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ
بھلا کیا اور دوسرے برابر ہے ایک شخص جو اپنے رب کے صاف رستہ پر ہے اور اس کے ساتھ
مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِۦ كِتَٰبُ مُوسَىٰٓ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ
ساتھ اللہ کی طرف سے ایک گواہ ہے اور اس سے پہلے گواہ تھی موسیٰ کی کتاب راستہ بتاتی
يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ مِنَ ٱلْأَحْزَابِ فَٱلنَّارُ
اور بخشواتی یہی لوگ قرآن کو مانتے ہیں اور جو کوئی اس سے منکر ہو فرقوں میں سے سو دوزخ
مَوْعِدُهُۥ ۚ فَلَا تَكُ فِى مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن
ہے اس کا ٹھکانا سو تو اس سے شبہ میں مت رہ۔ بے شک وہ حق ہے تیرے
رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۷﴾
رب کی طرف سے۔ لیکن بہت سے لوگ یقین نہیں کرتے

بَيِّنَةٍ (کھلا صاف راستہ) صفت کا صیغہ ہے بَین سے۔ بَین کے معنیٰ ہیں ظہور، روشنی۔ بَيِّنَةٌ روشن صاف نشانی یا راستہ یہاں اس سے مراد انسانی فطرت ہے۔ يَتْلُوا (پیچھے پیچھے چلنا) مضارع کا صیغہ ہے تلوٌ سے۔ تلو کے معنی ہیں کسی کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے پیچھے چلنا یہاں اس سے مراد ہے اس کی تائید اور تصدیق کرتا ہے۔ اِمَامٌ (پیشوا) وہ شخص یا چیز جو دوسروں کی رہنمائی کرے اور سب کے لیے نمونہ ہو یہاں اس سے مراد ہدایت کرنے والی ہے۔

ارشاد ہے کہ دنیا پر لٹو ہو جانے والوں کا حال تم نے سنا اب اس شخص کی طرف بھی دیکھو جو اپنے رب کی دی ہوئی اندرونی روشنی سے زندگی کا صاف راستہ دیکھ لیتا ہے۔ پھر اسے قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب مل جاتی ہے پھر وہ دیکھتا ہے کہ اور آسمانی کتابیں بھی جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات راہ نمائی اور انسانی ہمدردی میں سب سے نمایاں ہے۔ یہی کہتی ہیں۔ ان سب باتوں سے اسے یقین ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو انسان کو اس کی فطرت کے مطابق چلانا چاہتی ہے وہ اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کی ہدایتوں کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ رہے اور لوگ تو ان میں سے جو گروہ قرآن حکیم کو نہ مانے گا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے پس اے رسول کسی کا انکار قرآن مجید کی سچائی میں شک کا باعث نہیں ہو سکتا لوگوں سے فرمائیے کہ شک و شبہ سے دل پاک کریں اور قرآن کو مضبوط پکڑیں ؛

سلسلۂ ہدایت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو انسان کا رب ہے۔ اس کو بہت سی دماغی اور جسمانی قوتیں عطا کی ہیں۔ تاکہ وہ سوچ سمجھ سے کام لے کر زندگی کا ٹھیک راستہ اپنے لیے انتخاب کرے۔ لیکن اس کی عقل اکثر خیالات اور توہمات کے گورکھ دھندے میں پھنس کر رہ جاتی ہے اور اسے صاف راستہ نہیں سوجھتا۔ دنیا کی ظاہری ٹیپ ٹاپ اس پر اپنا پردہ ڈال دیتی ہے اور وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتی رہتی ہے عقل کو اس اندھیرے میں ٹھیک راستہ سجھانے کے لیے اس کے پروردگار نے اس کے اندر ایک خاص روشنی رکھ دی ہے جو ہر انسان کے اندر کم و بیش موجود ہے جو شخص دنیا کی نمائشی بھڑکدار چیزوں سے متاثر نہیں ہوتا اور ریاں کی آلائشوں سے بچ بچ کر چلتا ہے۔ اس کے اندر یہ روشنی اپنی چمک دمک دکھاتی ہے اور اس کی عقل کو اس روشنی میں وہ سیدھا راستہ سوجھنے لگتا ہے جو اللہ عزوجل نے انسان کے چلنے کے لیے اس دنیا میں مقرر کیا ہے اور جس کا نام دین فطرت ہے۔ ہر انسان کے اندر یہ روشنی پیدائشی طور پر موجود ہے۔ اگر انسان کی عقل پر دنیا کی محبّت کا پردہ پڑ جائے تو یہ روشنی اس پردے کے پیچھے چھپ جاتی ہے عقل کو صحیح راستہ نہیں سوجھتا۔ اور انسان غلط راستوں پر پڑ جاتا ہے جس شخص کے اندر یہ روشنی کام کرتی ہے تو وہ صحیح راستہ دیکھنے لگتا ہے۔ اس کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے اسی غرض کے لیے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دے کر بھیجا تھا لیکن اب تورات اور پہلی تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ قرآن مجید میں درج کر دیا گیا ہے اس لیے اندرونی روشنی والے اس کتاب مقدس میں وہ سب کچھ تفصیل کے ساتھ پاتے ہیں جو اس روشنی میں ان کی عقل کو سوجھتا ہے۔ اس لیے وہ اس پر فوراً ایمان لے آتے ہیں اس کو اپنا رہنما قرار دیتے ہیں ان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہود، نصاریٰ، عرب، عجم، مجوس، بت پرست غرض دنیا کے تمام فرقوں کا صحیح رہنما اس وقت قرآن حکیم ہے جو شخص خواہ وہ دنیا کے کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ قرآن حکیم کا انکار کرے گا۔ اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ وہ دنیا میں عارضی طور پر پھلے پھولے۔ لیکن جب اس دنیا سے جائے گا اس وقت اس کے ہاتھ سوا افسوس اور پچھتاوے کے کچھ نہ آئے گا۔ قیامت کے روز اپنے حقیقی مالک کو جواب نہ دے سکے گا۔ اگر یہ دنیا میں سوجھ بوجھ سے کام لیتا تو اس دن عذاب سے بچ جاتا۔ لیکن اس کی قسمت پھوٹ گئی۔ اس لیے وہ اس دن روئے گا:

ظالموں پر لعنت

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ

اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر

کَذِبًا اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَ

جھوٹ وہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب پر اور

یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا ۚ

کہیں گے گواہ یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ بولا

عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾

اپنے رب پر آگاہ رہو لعنت ہے اللہ کی ظلم کرنے والوں پر

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر

کَذِبًا اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَ

جھوٹ باندھے وہ لوگ اپنے رب کے روبرو آئیں گے اور

یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا

گواہی دینے والے کہیں گے یہی ہیں جنہوں نے اپنے رب پر

عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾

جھوٹ کہا تھا سنو اللہ کی پھٹکار ہے بے انصاف لوگوں پر

اِفْتَرٰی (تراشتے) ماضی کا صیغہ ہے۔ اِفْتِرَاءٌ سے اس کی تحقیق پہلے گذر چکی ہے یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ افترار سے مراد سوچے ہوئے منصوبے کے مطابق واقعات کو ڈھالنا۔ کافروں نے دل میں ٹھان لی تھی کہ اسلام کو نہیں چلنے دیں گے اس کے مطابق وہ واقعات میں غلط بیانی کرتے رہتے تھے تاکہ ان کا منصوبہ پورا ہو جائے اسی کو ظلم کہا گیا ہے۔

یہ لوگ دنیا کے فائدوں کو مدنظر رکھ کر اسلام کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ اگر مانتے ہیں تو اسلام میں ان کو اپنی موت نظر آرہی ہے۔ اس لیے وہ حق بات کو نہیں مانتے ظلم کی یہ سب سے بدترین قسم ہے کہ قرآن مجید کی صداقت کا انکار کیا جائے جس کا مطلب یا تو یہ ہوا کہ (معاذ اللہ) اللہ عزوجل کو جھوٹ بولنے والا قرار دے رہے ہیں۔ یا یہ ہوا کہ اللہ نے کہا ہی نہیں کہ یہ میرا کلام ہے بلکہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنا لیا اور نام اللہ کا لگا دیا کہ اس نے کہا ہے۔ اس میں اللہ کو نہیں بلکہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا ٹھہرایا۔ حالانکہ آپ کی سچائی اور دیانت داری مسلّم ہے۔ یہ بھی ظلم کی بدترین قسم میں داخل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور سارے سچے گواہ اس بات کی گواہی دیں گے۔ کہ ان لوگوں نے یقیناً اللہ عزوجل کی بات کو جھوٹا کہا۔ اس لیے یہ لوگ بدترین قسم کے ظالم ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ظالموں پر جو سچی بات کو جھٹلاتے ہیں سچوں کو جھوٹا کہتے ہیں اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنا چاہتے ہیں اللہ کی لعنت ہے اللہ ان سے دنیا اور آخرت دونوں میں ناراض ہے۔

ظالموں کے کام

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا
وہ جو روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور تلاش کرتے ہیں اس میں
عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ
کجی اور وہی آخرت کا بالخصوص انکار کرنے والے ہیں وہ لوگ
لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ
نہیں ہیں تھکانے والے زمین میں نہیں ہے ان کے لیے
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ
اللہ کے سوا کوئی حمایتی دوگنا کردیا جائے گا ان کے لیے عذاب
مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾
نہیں تھے وہ طاقت رکھتے سننے کی اور نہ تھے وہ دیکھتے

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا
جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور اس میں کجی ڈھونڈتے
عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ
ہیں اور وہی ہیں آخرت سے منکر وہ لوگ
لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ
زمین میں بھاگ کر تھکانے والے نہیں اور ان کے لیے
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ
اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں ان کے لیے دوگنا عذاب ہے
مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾
نہ وہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ دیکھتے تھے

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اللہ کو (معاذ اللہ) جھوٹا کہہ کر بہت سی بیہودہ باتوں میں پھنس گئے ہیں۔ یہ خود تو ڈوبے ہی تھے اوروں کو ڈبونے کی بھی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ لوگ قرآن مجید کو نہ مان کر اس سیدھے راستے سے بھٹکے جو اللہ نے اس دنیا میں انسان کے لیے مقرر کیا ہے پھر اپنی بات کی ضد پڑ گئی تو دوسروں کو بھی اس پر چلنے سے روکنے لگے سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھی گلیوں میں گھس جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی لالچ، دھوکا، دھمکی دے کر اور خوشامد کر کے انہی میں گھسیٹنا چاہتے ہیں۔ ان پر دنیا نے کچھ ایسا جادو کر دیا ہے کہ آخرت کی طرف ان کا دھیان ہی نہیں جاتا۔ اگر کوئی اس کی طرف توجہ دلاتا ہے تو اس کو مکار، فریبی، طالب شہرت وغیرہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔

پھر ارشاد ہے کہ اچھا یہ جاتے کہاں ہیں زمین کا کوئی حصہ انہیں پناہ نہ دے سکے گا۔ یہ ہمیں بھاگ کر اور چھپ چھپا کر تھکا نہیں سکتے نہ عاجز کر سکتے ہیں یہ جہاں جا کے چھپیں گے ہم انہیں کھینچ لائیں گے۔ ان کا کوئی یار و مددگار ساتھی ہمارے ہاتھ سے انہیں نہیں بچا سکتا۔ ان کو دو چند سہ چند عذاب دیا جائے گا۔ بھلا غضب ہے کہ جن غیب کی باتوں کو نہ انہوں نے سنا نہ دیکھا انہیں یقین کے ساتھ جھوٹا کہتے ہیں گویا انہیں ان کی بابت بہت کچھ معلوم ہے ۔

عملوں کا پھل

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے برباد کیا اپنی جانوں کو اور گم ہو گیا

عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ

ان سے جو تھے وہ تراشتے شک نہیں کہ وہ

فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ

آخرت میں وہی ہیں سب سے زیادہ خسارہ میں تحقیق جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوٓا

ایمان لائے اور کیے نیک کام اور عاجزی کی

إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ

اپنے رب کے سامنے وہی لوگ جنت والے ہیں وہ

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾

اس میں ہمیشہ رہیں گے

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ

وہی ہیں جو اپنی جان کھو بیٹھے اور گم ہو گیا

عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ

ان سے جو جھوٹ باندھا تھا اس میں شک نہیں کہ یہی

فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ

لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں البتہ جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوٓا

ایمان لائے اور نیک کام کیے اور عاجزی کی

إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ

اپنے رب کے سامنے۔ وہ جنت کے رہنے والے ہیں وہ

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾

اس میں ہمیشہ رہا کریں گے

اَخْبَتُوْا (عاجزی سے جھکے) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِخْبَاتٌ ہے جو خبت سے بنا ہے۔ خبت کے معنی پست نیچی جگہ۔ اِخْبَاتٌ اپنے آپ کو عاجز، پست اور ذلیل ظاہر کرنا۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ دنیا کی ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھ کر اس پر ریجھ گئے۔ خوب اپنی خواہشیں پوری کیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی جان آفت میں پھنس جائے گی۔ لازمی بات ہے۔ کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارے میں یہی لوگ رہیں گے۔ دنیا کے عارضی سامان پہ لات مار کر جو لوگ اللہ پہ ایمان لائیں گے۔ اس کے کہنے کے مطابق نیک کام کریں گے اور اللہ کو اپنا رب مان کر اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکیں گے۔ ان لوگوں کو آخرت میں رہنے کے لیے جنت ملے گی اور ہمیشہ وہیں رہا کریں گے۔ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنی جان بچا لی ؛

دونوں کی مثال

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ
مثال دونوں فریقوں کی جیسے اندھا اور بہرا
وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ
اور دیکھتا اور سنتا کیا برابر ہیں دونوں
مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾
حالت میں کیا پس نہیں غور کرتے تم

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ
ان دونوں فریقوں کی مثال جیسے ایک تو اندھا اور بہرا
وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ
اور دوسرا دیکھتا ہے اور سنتا ہے کیا دونوں کا حال
مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع ۲
برابر ہے پھر کیا تم غور نہیں کرتے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اللہ کی توحید کا اعلان کیا اور لوگوں سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لیے اسلام کو دین مقرر کیا ہے اس پر چلو۔ اپنے گھڑے ہوئے معبود چھوڑ دو۔ پرانی غلط رسموں کو ترک کرو۔ اور اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر سب اکٹھے ہو جاؤ۔ یہ ایک سیدھا سادا پیغام تھا۔ اگر مان لیتے تو یقیناً بغیر خون خرابے کے ان کی زندگی سنور جاتی لیکن انہوں نے نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو فریق پیدا ہو گئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جو تمہاری بات مانے اس کی دلجوئی کرو اور جو ماننے کے لیے تیار نہ ہو اس کو سمجھاؤ۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سارے آدمی اپنی سمجھ سے کام لینے میں برابر نہیں ہوتے اسی طرح جیسے جسمانی حالت سب کی یکساں نہیں ہوتی۔ اگرچہ اللہ کے دین میں کچھ کمی نہیں۔ لیکن ہر ایک اس قوت میں سے اتنی ہی لے سکتا ہے۔ جتنی اس کی بناوٹ کو قبول کر سکتی ہے۔ بعض میں مادہ کا اتنا قصور ہوتا ہے کہ آنکھ اور کان اس قابل بنے ہی نہیں جو اس قوت کو قبول کریں۔ یہی لوگ اندھے اور بہرے رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح دماغی قوتوں کا بھی حال ہے ان میں سے بھی اپنی بناوٹ کی کمی کی وجہ سے ہر شخص پورا پورا حصہ نہیں لے سکتا۔ کسی کی سمجھ تیز ہوتی ہے۔ کوئی بالکل بے وقوف ہوتا ہے۔ کسی کو دانائی اور بینائی کا حصہ تو خاصہ مل جاتا ہے۔ لیکن باہر کے اثر کچھ ایسے زوردار ہوتے ہیں کہ ان کو اپنا کام پورے طور پر نہیں کرنے دیتے۔ اگر ان بیرونی اثرات کو ہٹا دیا جائے تو پھر وہ ٹھیک ٹھیک دیکھ سن بھی سکتے ہیں اور عقل بھی ٹھکانے آ جاتی ہے ایسے ہی لوگوں کو وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

نوح علیہ السلام کا پیغام

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بے شک میں

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا

تمہیں ڈرانے والا ہوں کھلم کھلا کہ نہ عبادت کرو

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

مگر اللہ کی تحقیق میں ڈرتا ہوں تم پر

عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

عذاب سے ایک دن دکھ دینے والے کے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ

اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا

تم کو ڈر کی بات کھول کر سناتا ہوں کہ اللہ کے سوا

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

پرستش نہ کرو میں تم پر دردناک دن کے

عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

عذاب سے ڈرتا ہوں

ارشاد ہے کہ ہم نے نوحؑ کی قوم کی طرف نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ ہمارا پیغام انہیں سنا دے۔ کہا کہ میں تمہیں صاف صاف الفاظ میں ڈرانے آیا ہوں۔ کیونکہ تم غلط راستے پر چل رہے ہو اور اس کا انجام تمہارے لیے اچھا نہ ہوگا۔ سنو! بتوں کی پوجا چھوڑو اور اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ اس کو اپنا معبود مانو اور کسی کے آگے نہ جھکو۔ نہ اس کے سوا کسی کی تعریف کے گیت گاؤ۔ فقط اللہ ہی کی حمد و ثنا کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ ان بتوں نے تمہیں کچھ نہیں دیا اور نہ ان لوگوں نے کچھ دیا۔ جن کی شکل کے یہ بت بنا کر تم نے رکھے ہیں۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے۔ سب اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اس لیے اسی کی عبادت کرو۔ اسی کی حمد و ثنا کے گیت گاؤ اور ہر وقت اسی کا شکر ادا کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ ایک ہولناک دن آنے والا ہے۔ جس میں تمہارے سارے کاموں کو جانچا جائے گا۔ اور اللہ کی طرف سے منہ موڑ کر ان بتوں کی عبادت اور پوجا کرنے کے بدلے تمہیں عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا۔

جن لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام سمجھا رہے ہیں انہیں چاہیئے تھا کہ عقل سے کام لیتے اور سوچتے کہ واقعی یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن ان کی عقل غلط ڈگر پر پڑ چکی تھی وہ سیدھی نہ ہوئی ۔

قوم کا جواب

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

بس کہا سرداروں نے جو کافر تھے اس کی قوم کے

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ

نہیں دیکھتے ہم تجھ کو مگر ایک آدمی اپنے جیسا اور نہیں دیکھتے ہم تجھ کو کہ

اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا

تابعداری کی ہو تیری مگر انہوں نے جو خاص طور پر نیچ لوگ ہیں ہم میں

بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا

سرسری نظر ڈال کر اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے لیے اپنے اوپر

مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

کوئی فضیلت بلکہ ہم گمان کرتے ہیں تم کو جھوٹا

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

پھر اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے بولے ہم کو تو تُو نظر

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ

نہیں آتا مگر ہم جیسا ایک آدمی اور ہم نہیں دیکھتے کوئی

اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا

تیرا تابع ہُوا ہو مگر جو ہم میں نیچ قوم ہیں

بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا

بلا تامل اور یہ ہم تم میں اپنے اوپر کچھ بڑائی

مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

نہیں دیکھتے بلکہ ہمارا تو خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو

اَرَاذِلُنَا (ہمارے رذیل) یہ ارذل کی جمع ہے جو رَذْلٌ سے بنا ہے۔ رذل کے معنی نیچا ہونا۔ کم درجہ ہونا۔ اسی سے رذالت بنا ہے۔ نیچے درجے کے آدمی کو رذیل کہتے ہیں۔ عرب اسی کو ارذل بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں صفت مشبہہ کے صیغے ہیں۔ یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ادنیٰ درجے کے پیشوں سے روٹی کماتے ہیں مثلاً بھنگی وغیرہ

ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام کی بات کو اس کی قوم نے کوئی وقعت نہ دی کما تو یہ کہا کہ تو بھی ہمیں جیسا ایک آدمی ہے۔ پھر تیری بات کیوں مانیں۔ پھر جن لوگوں نے اب تک تجھے مانا ہے وہ بھی نیچ ذات کے ہیں کوئی بڑی حیثیت والے لوگ نہیں۔ پھر تم لوگوں کی جماعت نے کوئی نمایاں کام بھی کر کے نہیں دکھایا۔ جس سے ہم تم کو اپنے سے بڑا سمجھیں۔ صاف بات یہ ہے کہ ہم تو تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تم نے ایک نیا طریقہ اس لیے گھڑا تھا کہ کچھ نام و نمود اور شہرت حاصل کریں لیکن ہُوا ہوایا کچھ نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ذات پات کا فرق انہی لوگوں سے چلا اور بت پرستی بھی انہی سے نکلی۔ کیونکہ انہوں نے ایک طبقے کو بڑا مانا اور ان کے بعد ان کی مورتیاں بنالیں جن کی رفتہ رفتہ پوجا ہونے لگی۔

حضرت نوح علیہ السّلام کا جواب

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

کہا اے قوم دیکھو تو اگر میں ہوں صاف راستے پر

مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

اپنے رب کی طرف سے اور دی اس نے مجھ کو رحمت اپنی جانب سے

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا

پھر وہ پوشیدہ کردی گئی تم پر تو کیا زبردستی منوائیں ہم تم کو اس سے

وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

حالانکہ تم اس سے بیزار ہو

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر میں اپنے رب کے صاف راستہ

مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

پر ہوں اور اس نے مجھ پر اپنے پاس سے رحمت بھیجی

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا

پھر اس کو تمہاری آنکھ سے مخفی رکھا تو کیا ہم تم کو اس پر مجبور

وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

کر سکتے ہیں اور تم اس سے بیزار ہو

بَيِّنَةٌ روشن چیز کھلی دلیل یا صاف راستہ۔ یہ لفظ پہلے کئی جگہ آچکا ہے۔ عُمِّيَتْ (چھپا دی گئی) ماضی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر تَعْمِيَةٌ ہے جو عمی سے بنا ہے۔ عمی اندھے پن کو کہتے ہیں۔ تعمیہ کے معنی چیز کو ایسا چھپانا کہ دوسرا نہ دیکھ سکے معمیٰ مشہور لفظ ہے جو اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں چھپائی ہوئی چیز اَنُلْزِمُكُمُوْهَا (کیا زبردستی دکھائیں ہم تمہیں اسے؟) کیا۔ نُلْزِمُ ہم زبردستی ڈالیں تمہارے سر کُمُوْ اصل میں کُمْ ہے جس کے معنی ہیں تمہارے۔ واؤ اس میں بڑھا دی گئی ہے نُلْزِمُ مضارع کا صیغہ الزام سے ہے۔ جو لزم سے بنا ہے۔ لزوم، لازم، لوازم وغیرہ اسی سے بنے ہوئے الفاظ ہیں۔ لزوم کے معنی ہیں کسی سے چمٹ جانا۔ ہر وقت اس سے ملا رہنا۔ الزام کے معنی کوئی چیز زبردستی دوسرے کے سر تھوپ دینا۔ زبردستی بات منوا لینا۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ نے مجھے سیدھا راستہ دکھایا اور مجھے اپنی رحمت سے اپنا رسول مقرر کیا کہ تمہیں بھی وہ راستہ سمجھاؤں۔ مانا کہ میرے پاس مال و دولت اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کچھ نہیں۔ لیکن بزرگی ان چیزوں سے نہیں حاصل ہوتی۔ بزرگی عقل کی درستی اور اخلاق کی عمدگی سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ نے اپنے فضل سے یہ دونوں چیزیں مجھے عنایت فرمائی ہیں تمہیں اگر نظر نہیں آتیں تو اس کا کیا علاج۔ تم تو ان دونوں سے محروم ہو۔ بلکہ ان سے بھاگتے ہو جس کو خود کچھ نہ سوجھے اسے ہم زبردستی کیسے سمجھا سکتے ہیں؟

مال سے بے نیازی

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ

اور اے میری قوم نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مال نہیں

اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

میری مزدوری مگر اللہ پر اور نہیں ہوں ہانکنے والا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ

ان کو جو ایمان لائے تحقیق وہ ملنے والے ہیں اپنے رب سے

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

اور لیکن میں دیکھتا ہوں تم کو ایک قوم جہالت میں مبتلا

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ

اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا میری

اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

مزدوری نہیں مگر اللہ پر اور میں ایمان والوں کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ

ہانکنے والا نہیں ان کو اپنے رب سے ملنا ہے

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جاہل ہو

بِطَارِدِ (نکال دینے والا، دھتکار دینے والا) اسم فاعل ہے طَرْدٌ سے۔ طَرْدٌ کے معنی ہیں، ہانک دینا، نکال دینا، اپنے پاس سے دور کر دینا۔

حضرت نوح علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ تم میرے مفلس ہونے سے یہ سمجھے ہو گے کہ ایک نئی بات نکال کر تم سے کچھ مال چندہ وغیرہ طلب کرتا ہوں۔ حاشا وکلا، میں تم سے ایک پائی کا طلب گار نہیں۔ میں تو اپنا کام اللہ کے حکم سے اور محض اسی کی رضا کے لیے کرتا ہوں، میری مزدوری وہی دے گا۔

دوسری بات جو تم کہتے ہو کہ میرے پاس غریب پیشہ در نیچے طبقہ کے لوگ آتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ مل بیٹھنے میں تم اپنی ہتک سمجھتے ہو۔ تو یہ تو سوچو کہ جب میں مال کا طالب نہیں محض اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ تو میں کسی شخص کو جو میرے پاس ایمان لانے کی غرض سے آئے کیسے نکال سکتا ہوں۔ ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ وہ ان کا رب ہے۔ ایک دن ان لوگوں کو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے تم مجھ سے ان کے نکال دینے کا مطالبہ کرتے ہو۔ اس سے صاف تمہاری نادانی اور جہالت ظاہر ہوتی ہے تم لوگوں کے رذیل اور کم درجہ ہونے کا فیصلہ ان کی ظاہری حالت کی بنا پر کرتے ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آدمی، مال و دولت اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی وجہ سے شریف اور معزز نہیں ہوتا۔ اس کی عزت اور شرافت اس کی نیک عادتوں اور اچھی خصلتوں پر موقوف ہے۔ مال اور پیسہ تو اکثر لوگوں کو بد مزاج، ضدی اور کمینی عادتوں والا بنا دیتا ہے۔ غریب لوگ اچھی بات کو جلدی قبول کر لیتے ہیں۔

اللہ کا خوف

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ
اور اے میری قوم کون بچائے گا مجھے اللہ سے اگر
طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣٠﴾
میں ہانک دوں ان کو کیا پس نہیں دھیان کرتے تم

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ
اور اے قوم مجھ کو اللہ سے کون چھڑا دے گا اگر
طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣٠﴾
میں انہیں ہانک دوں کیا تم دھیان نہیں کرتے

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور اس اعتبار سے سب ایک دوسرے کے برابر ہیں مجھے کوئی حق نہیں کہ میں دنیا کی عارضی مال و دولت، جاہ و جلال کی بنا پر لوگوں کے گروہ قائم کروں اور فقط انہی لوگوں کو پاس آنے دوں جو دنیا میں اپنے آپ کو بڑے مرتبے والے سمجھتے ہیں۔ یہ خود ان کی من گھڑت بات ہے۔ اللہ نے دنیا کے مرتبہ کو ہیچ قرار دیا ہے۔ اب ذرا سوچو کہ میں ان غریب غربا کو جو میرے پاس اللہ کا پیام سننے آتے ہیں کس منہ سے کہہ دوں کہ تمہارے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے تم میرے پاس مت آؤ اور جو آئے بیٹھے ہوں انہیں دھتکار کر نکال دوں۔ اگر میں ایسا کر دوں تو اللہ مجھے اس کی سزا دے گا کیونکہ یہ اس کی نافرمانی ہے پھر مجھے اس کے غضب سے کون بچائے گا۔

اللہ تعالیٰ تم مغرور مال داروں کی سفارش کیوں سننے لگا۔ سفارشیں تو دنیا کے لالچی حاکم سنا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس مال داروں کی طرف سے رشوتیں اور تحفے تحائف بھی پہنچتے رہتے ہیں۔ اور انہیں وقت آنے پر ان کی رعایت ضروری ہے۔ ورنہ وہ بڑے لوگ ان سے ناراض ہو جائیں گے۔ اللہ عزوجل تو احکم الحاکمین ہے۔ اس کے ہاں سفارش اور رشوت کچھ نہیں چلتی۔ کیا تم میں اتنی عقل نہیں ہے کہ ان باتوں کو سوچو اور نامناسب باتیں منہ سے نہ نکالو۔

یہ آیت صاف کہہ رہی ہے۔ کہ ذات پات، مال داری مفلسی نسل، ملک، قوم کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ کی نگاہ میں وہ شخص جو تخت پر بادشاہ بنا بیٹھا ہے۔ اور وہ شخص جو خون پسینہ ایک کر کے اپنا اور اپنے کنبہ کا پیٹ پالتا ہے۔ دونوں بالکل برابر ہیں۔ بلکہ اگر یہ غریب اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور اس کی بندگی کرتا ہے۔ تو وہ اس بادشاہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہیں بہتر ہے۔

پیغمبر کی شان

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ
اور نہیں کہتا میں تم سے میرے پاس خزانے ہیں اللہ کے اور نہ
اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ
جانتا ہوں میں غیب کی بات اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ
اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ
کہوں گا ان لوگوں کو کہ حقیر سمجھتی ہیں تمہاری آنکھیں ہرگز نہ
يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
دے گا ان کو اللہ بھلائی اللہ زیادہ واقف ہے اس سے جو
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۳۱)
ان کے دلوں میں ہے بیشک میں اس وقت البتہ ظالموں میں سے ہوں گا

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ
اور میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ
اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ
غیب کی خبر رکھوں اور نہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ
اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ
کہوں گا کہ جو لوگ تمہاری آنکھ میں حقیر ہیں اللہ ان
يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
کو بھلائی نہ دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۳۱)
ان کے جی میں ہے یہ کہوں تو میں بے انصاف ہوں

حضرت نوح علیہ السلام پیغمبروں کی حالت کو واضح کر کے اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ عزوجل نے اپنا رسول مقرر کیا ہے۔ اس لیے میں تم سے مذکورہ بالا قاعدے کی بنا پر یہ نہیں کہتا کہ مجھے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے، یا مجھے غیب کا علم ہے، یا میں آدمی نہیں کوئی فرشتہ ہوں جو بشریت کی حاجتوں سے پاک ہوتا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا ہے اس کی بنا پر البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ تم جن لوگوں کو حقیر، ذلیل اور کم درجہ کا سمجھتے ہو ان میں باطنی خوبیاں ہو سکتی ہیں جن کی بنا پر وہ اللہ عزوجل کے ہاں بڑے بڑے مرتبے حاصل کر سکتے ہیں یہ نہیں کہ جن کو تم نے دنیاوی ساز و سامان کے لحاظ سے نیچ اور کمینہ قرار دے دیا وہ کوشش کر کے آگے نہیں بڑھ سکتے مجھے ان لوگوں کے دل کا حال معلوم نہیں کہ ان کی بابت از خود کوئی حکم لگا دوں اور کہہ دوں کہ واقعی یہ ہر طرح سے گئے گذرے لوگ ہیں۔ ایسی الٹی سیدھی باتیں کرنے والے غلطی پر ہیں۔ اگر میں بھی ایسی گمراہوں کی سی باتیں کرنے لگوں تو میرا شمار بھی ظالموں میں ہو جائے گا کیونکہ ظالم وہی ہے جو کج فہمی اور دبنگ پن سے غلط فیصلے کرے اور پھر ان کو زبردستی صحیح قرار دے کر ان کے مطابق عمل کرے۔

ہٹ دھرمی

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ
بولے اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا پس بہت بڑھا دیا
جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ
جھگڑا ہم سے پس لے آ ہم پر جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر ہے تو
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ
سچوں میں سے کہا کرنی نہیں لائے گا تم پر اس کو مگر اللہ
اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾
اگر چاہے گا اور نہیں تم عاجز کر دینے والے

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾

بولے اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑ چکا اب لے آ جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر تو سچا ہے کہا کہ اس کو تو اللہ ہی لائے گا اگر چاہے گا اور تم بھاگ کر تھکا نہ سکو گے

حضرت نوح کی قوم نے نوح علیہ السلام کی باتیں سن کر جو جواب دیا۔ اس سے ان کی ساری ذہنیت سامنے آجاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں پیغمبر کے معنی سمجھائے اور ان صفات کو گنوایا جن پر پیغمبری ملتی ہے۔ پیغمبر مال و دولت، قوت، نصرت کا مالک نہیں ہوتا بلکہ اس کو انسانوں سے ہمدردی ہوتی ہے۔ اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ انہیں تباہی کے راستہ پر چلتا ہوا دیکھے اور یونہی چھوڑ دے۔

اس غرض کے لیے اللہ عزوجل اسے کچھ باتیں بتا دیتا ہے۔ اور وہی باتیں وہ لوگوں کو بتانی چاہتا ہے۔ اس آیت میں وہ آخری جواب ہے۔ جو ان کی قوم نے ان کی باتیں سُن کر دیا۔ اس سے انتہا درجے کی غفلت، ضد، ہٹ دھرمی اور کام کی باتوں کی حقارت ٹپکتی ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بس بس ہم بہت کچھ سن چکے۔ اگر تو سچا ہے تو جا ہمارے اوپر وہ عذاب ابھی لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام یہ سن کر فرمانے لگے کہ عذاب تو اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے گا تو تمہیں دنیا ہی میں عذاب چکھا دے گا۔ عذاب پر فقط وہی قدرت رکھتا ہے۔ کسی کے بس کا بھی روگ نہیں لیکن جب آئے گا تو تمہیں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ اللہ عزوجل کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا، تمہاری تو بساط ہی کیا ہے:

نصیحت کا نفع

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ
اور نہ نفع دے گی تم کو میری نصیحت اگر میں چاہوں کہ نصیحت کروں
لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ
تمہیں اگر ہے اللہ چاہتا کہ گمراہ کرے تم کو
هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۳۴ اَمْ
وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تم کیا
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ
کہتے ہیں وہ کہ گھڑ لایا ہے اس کو کہہ دے کہ اگر میں گھڑ لایا ہوں تو مجھ پر ہے
اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝۳۵ ع
میرا گناہ اور میں بری ہوں اس سے جو تم گناہ کرتے ہو

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ
اور تمہارے لیے میری نصیحت کارگر نہ ہوگی اگر میں چاہوں کہ تم
لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ
کو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا کہ تم کو گمراہ کرے
هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۳۴ اَمْ
وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر آؤ گے کیا
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ
کہتے ہیں کہ قرآن کو بنا لایا ہے کہہ دے اگر میں بنا لایا ہوں تو میرا گناہ
اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝۳۵ ع ۳
مجھ پر ہے اور میں بری ہوں اس سے جو تم گناہ کرتے ہو

حضرت نوحؑ نے پہلے تو یہ فرمایا کہ عذاب کا لانا نہ لانا تو اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے گا تو بھیج دے گا لیکن جب آئے گا تو تمہاری پوری پوری شامت آجائے گی۔ دنیا کا کوئی کونہ تمہیں پناہ نہ دے سکے گا تمہاری اس ڈھٹائی اور گستاخی سے معلوم ہوگیا کہ تم راہ راست پر آنے والے نہیں یہ علامتیں صاف بتا رہی ہیں کہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ ہی رکھنے کا ہے پھر میرا سمجھانا بجھانا بیکار ہے۔

اللہ کے ارادہ کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔ وہ تمہارا پروردگار ہے۔ اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا جو حال قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ مکّہ کے لوگوں پر بالکل چسپاں ہوتا ہے۔ اسلام کے نہ ماننے کے ایسے ہی بہانے وہ بھی کرتے تھے۔ اب جو آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کا حال سنایا تو چیخ اٹھے کہ یہ تو تُو نے ہمارے جواب سُن سُن کر خود گھڑ لیا ہے اور قرآن میں داخل کر دیا ہے۔ اس کے بارے میں بعد کی آیت میں فرمایا کہ ان سے کہہ دے کہ کسی طرح تم اصل بات سمجھ جاؤ اور وہ یہ ہے اللہ کی نافرمانی اور اس سے مقابلہ کرنا ٹھیک نہیں میں نے یہ قصّہ گھڑ لیا ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے لیکن تم جو حق بات کے ٹلانے کے لیے نت بہانے ڈھونڈتے ہو یہ بڑا اور ناقابل معافی جرم ہے میں اس سے بری ہوں۔

عذابِ الٰہی

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ
اور وحی بھیجی گئی نوح کی طرف کہ ہرگز ایمان نہ لائے گا سے
قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا
تیری قوم میں مگر وہی جو ایمان لا چکا پس غمگین نہ رہ اس پر جو
كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا
ہیں وہ کر رہے اور بنا کشتی ہمارے سامنے
وَ وَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
اور ہمارے حکم سے اور نہ بات کر مجھ سے ان کے بارے میں کہ ظلم کیا انہوں نے
اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾
وہ بے شک ڈوبنے والے ہیں

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ
اور نوح کی طرف حکم بھیجا گیا کہ اب تیری قوم میں کوئی
قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا
ایمان نہ لانے گا مگر جو ایمان لا چکا سو ان کاموں پر جو وہ
كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا
کر رہے ہیں غمگین نہ رہ اور ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بنا
وَ وَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
اور ظالموں کے حق میں مجھ سے بات نہ کر
اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾
یہ بے شک غرق ہوں گے

ارشاد ہے کہ نوح کی طرف وحی کی گئی۔ کہ تیری قوم میں سے جنہیں ایمان لانا تھا، لا چکے۔ اب اور کوئی ایمان نہ لائے گا۔ ان کے اعمال انہیں عذاب کا سزاوار ٹھیرا چکے ہیں۔ اس لیے ان کی غلط کاریوں اور بد اعمالیوں پر رنجیدہ ہونا بیکار ہے۔ عنقریب پانی کا زبردست طوفان آنے والا ہے۔ یہ لوگ اس میں ڈوب کر سب مر جائیں گے۔ اپنے اور اپنے ماننے والوں کے بچاؤ کا فکر کرو اور ایک عظیم الشان کشتی بنانی شروع کر دے۔ اس کام کی حفاظت اور نگرانی ہم کریں گے۔ اور تجھ کو کشتی بنانے کا طریقہ الہام اور وحی کے ذریعے سکھاتے رہیں گے۔ ان گمراہ لوگوں کا خیال چھوڑ دے۔ طوفان کا آنا بالکل اٹل ہے اور ان سب کا اس میں ڈوب مرنا یقینی ہے۔ اب ہمارے سامنے ان ظالموں میں سے کسی کی سفارش نہ کر۔ یہ اب اس قابل نہیں کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔ جب ارادۂ الٰہی کے ظہور کا وقت قریب ہوتا ہے تو رسولوں سے کہہ دیا جاتا ہے کہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا سامان کر دو۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو یہاں ہدایت کر دی گئی کہ وہ ایک بڑی کشتی بنانی شروع کر دیں۔ اللہ کی طرف سے ان کے دل میں تو خود بخود الہام ہوتا رہے گا کہ کشتی کیسی اور کس طرح بنائی جائے ؁

کام کا آغاز

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ

اور بنانے لگا کشتی اور جب کبھی گذرتے اس پر سردار

مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۚ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا

اس کی قوم کے ہنسی کرتے ان سے کہتا اگر تم ہنسی کرتے ہو

مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ہم سے تو ہم بھی ہنسیں گے تم سے جیسے تم ہنسی کرتے ہو

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

پس عنقریب جان لوگے کون ہے کہ آتا ہے اس پر عذاب جو

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

اس کو رسوا کرے اور نازل ہوتا ہے اس پر عذاب ہمیشہ رہنے والا

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ

اور کشتی بنانے لگا اور جب اس پر اس کی قوم کے سردار

مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۚ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا

گذرتے تو اس سے ہنسی کرتے بولا اگر تم ہم پر ہنستے ہو

مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسے تم ہنستے ہو

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

اب جلد جان لوگے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اس کو

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

رسوا کرے اور اترتا ہے اس پر دائمی عذاب

ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام نے کشتی بنانی شروع کی۔ الہام سے انہیں معلوم ہوتا رہا کہ اس کی شکل و صورت کیسی اور لمبائی چوڑائی کتنی ہونی چاہیئے۔ کتنے درجے الگ الگ مقرر ہونے چاہئیں۔ صبح سے شام تک اسی میں مصروف رہتے تھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا۔ قوم کے بڑے بڑے لوگ ادھر سے گذرتے اور حضرت نوح علیہ السلام کو تختے جوڑتے ہوئے دیکھتے تو طنزاً کہتے کہ اچھا اب وہ سب وعظ و نصیحت چھوڑ کر آخر یہ اب کیا بنا رہے ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے کہ ایک تیرنے والا گھر بنا رہا ہوں۔ اس پر ہنستے۔ بھلا خشکی پر تیرنے والے گھر کی کیا ضرورت یہ کہہ کر ہنستے ہوئے چل دیتے۔

حضرت نوح علیہ السلام کہتے کہ ہنستے کیا ہو ہمیں تمہارے سر پر موت کھڑی نظر آ رہی ہے۔ ہم بھی تمہاری بے خبری اور نادانی پر ہنستے ہیں کہ سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں۔ اچھا جتنا ہنسنا چاہے ہنس لو۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مصیبت میں ہم مبتلا ہوتے ہیں یا تم اور ہمیشہ کا عذاب تمہیں نصیب ہوتا ہے یا ہمیں۔

آخری ہدایتیں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ
یہاں تک کہ جب آیا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے
قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ
کہا ہم نے چڑھالے اس میں ہر جانور کا ایک جوڑا
اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ
یعنی نر مادہ اور اپنے گھر والے سوا اس کے کہ پہلے ہو چکا
عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ
اس پر حکم اور جو ایمان لایا ہو اور نہیں ایمان لائے تھے
مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾
اس کے ساتھ مگر تھوڑے سے

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ
یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا
قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ
ہم نے کہا لے ہر قسم سے جوڑا
اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ
دو عدد اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس پر پہلے حکم ہو چکا ہے
عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ
اور سب ایمان والوں کو کشتی میں چڑھا لے اس کے ساتھ ایمان نہ لائے
مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾
تھے مگر تھوڑے

فَارَ (جوش مارا) ماضی کا صیغہ ہے فور سے۔ فور کے معنی اچھل کر زور سے نکلنا۔ لفظ فوارہ جو ہمارے ہاں عام طور پر مستعمل ہے اسی سے بنا ہے۔ تنور (تندور) اس کے معنی سب جانتے ہیں۔ آگ سے گرم رہتا ہے لیکن اس وقت اس سے بھی پانی ابلنے لگا تھا۔ مِنْ کُلٍّ (ہر ایک میں سے) کل کے معنی ہر یا تمام کے ہیں (یہاں اس سے مراد وہ پالتو جانور ہیں جن سے انسان کو ہر طرح کی مدد پہنچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب ہمارا حکم پہنچا۔ بادل نمودار ہوئے۔ بارش شروع ہوئی۔ آسمان سے پانی برسنے کے ساتھ ہی زمین سے بھی جگہ جگہ سے پانی ابلنے لگا۔ یہاں تک کہ تنوروں میں سے بھی پانی جوش مارنے لگا۔ ہم نے نوحؑ کو حکم دیا کہ اس پانی سے جس کو بچانا ہے اسے کشتی میں چڑھا لے۔ کام کے جانوروں میں سے نر و مادہ کا ایک ایک جوڑا لے لے۔ اپنے گھر کے لوگوں کو سوار کر لے۔ سوا ان کے جن کی بابت ڈوبنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کو بھی لے لے جو ایمان لا چکے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سب کو کشتی میں بٹھا لیا۔ جن جانوروں کو بچانا تھا ان کا ایک ایک جوڑا لے لیا۔ ان کے گھر والے بھی سب کشتی میں بیٹھ گئے صرف ایک بیٹا یام جو کنعان مشہور ہے اس کی والدہ واعلہ یہ نہ بیٹھے اور یہ ڈوبنے والوں کے ساتھ ڈوب گئے ایمان والے بھی سب بیٹھ گئے کیوں کہ ان کی تعداد تھوڑی سی تھی :۔

اصلی سہارا

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا

اور کہا سوار ہو جاؤ اس میں اللہ کے نام سے ہے چلنا اس کا

وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

اور ٹھہرنا اس کا تحقیق میرا رب البتہ بخشنے والا مہربان ہے

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا

اور بولا سوار ہو جاؤ اس میں۔ اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا

وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب بخشنے والا مہربان ہے

مَجْرٰی (چلنا) مصدر میمی ہے جس کا مادہ ج۔ ر۔ ی ہے جَرْیٌ اور مَجْرٰی دونوں کے معنی چلنا ہے۔ اصل میں مَجْرٖهَا کو مَجْرَاهَا پڑھنا چاہیے لیکن اس آیت میں اس کا الف یائے مجہول کی طرح پڑھا جاتا ہے یعنی مَجْرٖے ہا۔

مُرْسٰی (ٹھہرنا) یہ بھی مصدر میمی ہے اور اس کا اصل مصدر اِرْسَاءٌ ہے۔ دونوں رَسْوٌ سے بنے ہیں۔ رَسْوٌ کے معنی ٹھہرانا کشتی کا لنگر ڈال دینا یعنی ٹھیرا لینا۔

ایمان والوں کا اصل سہارا اللہ ہے وہ ہر کام کرتے وقت اسی پر نظر رکھتے ہیں۔ مقصد حاصل کرنے کے لیے ظاہری اسباب جمع کرتے ہیں تو اس خیال سے نہیں کہ ان اسباب سے ہمارا کام بن جائے گا۔ ان اسباب کو جمع کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہی حکم دیا ہے کہ ہر چیز کو حاصل کرنے کی اسی طریقے سے کوشش کرو جو ہم نے مقرر کر دیا ہے کسی مقصد کے حاصل کرنے کے لیے اس کے اسباب جمع کرنے کی کوشش کرنا دراصل ایک دعا ہے۔ جو ہم اللہ سے کر رہے ہیں ہماری ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ عزوجل کی درگاہ میں عرضی گذار رہے ہیں کہ یا اللہ ہم تیرا حکم بجا لائے اب ہمیں وہ چیز عطا کر جو ہم مانگتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کو اللہ کے حکم سے مکمل کر لیا اور جن آدمیوں کو چڑھانا تھا، مخاطب ہو کر کہا۔ اللہ کا نام لے کر کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ اسی کے حکم سے یہ پانی پر تیرے گی اور پھر ٹھہر جائے گی۔ ڈوبنے سے بچانے والا تو اللہ ہے۔ لیکن اسی نے ہمارے لیے اس کشتی کو بچاؤ کا ذریعہ ٹھہرا دیا ہے وہی سب خطاؤں کا بخشنے والا اور قصوروں کا معاف کر دینے والا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ طریقہ ہم سب کے لیے ایک نمونہ ہے کہ اپنی سب کوششیں کر لو۔ اور اس کے بعد اللہ کی رحمت اور فضل کے امید وار رہو۔

کشتی چلی

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَ

اور کشتی چلی انہیں لے کر لہروں میں جو پہاڑ جیسی تھیں اور

نَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ

آواز دی نوح نے اپنے بیٹے کو اور تھا وہ ایک کنارے اے میرے بیٹے

ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

سوار ہو جا ہمارے ساتھ اور مت ہو کافروں کے ساتھ

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ

بولا میں ٹھکانہ ڈھونڈ لیتا ہوں۔ ایک پہاڑ پر جو بچا لے گا مجھے پانی سے

قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا

کہا نوح نے کوئی بچانے والا نہیں آج اللہ کے قہر سے مگر

مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ

جس پر وہی رحم کرے اور آ گئی ان دونوں کے درمیان لہر

فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

پس ہو گیا وہ ڈوبنے والوں میں

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَ

اور کشتی ان کو لیے جا رہی تھی پہاڑ جیسی لہروں میں اور

نَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ

نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ کنارے ہو رہا تھا اے میرے بیٹے

ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

ساتھ سوار ہو جا ہمارے اور کافروں کے ساتھ مت رہ

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ

بولا جا چڑھوں گا کسی پہاڑ پر جو مجھے پانی سے بچا لے گا

قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا

کہا آج اللہ کے فیصلے سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر

مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ

وہی رحم کرے اور دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی

فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

پھر وہ ڈوبنے والوں میں ہو گیا

اس آیت میں سمجھانے کے آخری مرحلہ کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ پانی برابر چڑھ رہا ہے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اِدھر اُدھر بچتا پھر رہا ہے مگر کشتی میں نہیں بیٹھتا۔ حضرت نوح علیہ السلام آواز دیتے ہیں۔ کہ بیٹا کشتی میں آ جا۔ وہ کہتا ہے کہ میں کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا مگر قوم کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے حکم کے آگے پہاڑ میں کیا طاقت ہے جو کسی کو بچا سکے۔ ایسی حالت میں وہی رحم کرے تو جان بچے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ پانی کی موج کا ایک زور کا تھپیڑا لگا اور حضرت نوح علیہ السلام کا فرزند اوروں کی طرح پانی میں ڈوب گیا۔ یہ عقل بجھ جانے کی انتہائی صورت ہے۔ ظاہری چیزوں پر اس قدر اعتماد کہ جس نے ان کو بنایا ہے اس کی قدرت کا بھول کر بھی خیال نہ آئے۔ انسان کی انتہائی بدبختی ہے۔

طوفان کا خاتمہ

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ

اور کہہ دیا گیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان

اَقْلِعِىْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ

تھم جا اور اترنا چلا گیا پانی اور ہو چکا کام

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا

اور جا لگی کشتی جودی پہاڑ پہ اور کہہ دیا گیا دوری

لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۴۴)

واسطے ان لوگوں کے جو ظالم ہیں

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ

اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان

اَقْلِعِىْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ

تھم جا اور پانی سکھا دیا گیا اور کام ہو چکا

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا

اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پہ اور حکم ہوا دور ہو

لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۴۴) الربع

ظالم قوم

اِبْلَعِىْ (نگل جا) امر مونث ہے جو بَلْعٌ سے بنا ہے بلع کے معنی ہیں نگل جانا۔ یہاں مراد پانی پی جانا یا جذب کر لینا ہے۔

اَقْلِعِىْ (تھم جا) امر مونث ہے اِقْلَاع سے جو قلع سے بنا ہے۔ قَلْع کے معنی جگہ سے اکھیڑ کر پھینک دینا۔ اقلاع کے معنی ہیں کام روک دینا۔

غِيْضَ (غائب کر دیا گیا) ماضی مجہول ہے۔ غ۔ی۔ض اس کا مادہ ہے۔ غَيْضٌ کے معنی ہیں کسی چیز کا نیچے غائب ہو جانا یا غائب کر دینا۔ یہاں اس سے پانی کا سکھا دینا مراد ہے۔

بُعْدًا (دور ہو) یہ مصدر ہے جس کے معنی دوری کے اور دور ہو جانے کے ہیں جب اس کو اس کی شکل میں رکھا جائے تو اس سے مراد بد دعا اور ڈانٹنا ہے جیسے ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں دور ہو مردود۔ یہاں ان ظالموں سے نفرت کا اظہار ہے جو مرتے مر گئے مگر اپنی ہٹ سے باز نہ آئے۔

ارشاد ہے کہ آخر زمین کو حکم ملا کہ اپنا پانی باہر پھینکنا بند کر۔ آسمان سے کہا گیا کہ بارش روک دے تھوڑے دن میں پہاڑوں کی چوٹیاں پانی میں ظاہر ہونی شروع ہو گئیں اور کشتی ایک پہاڑ پہ ٹھیر گئی جس کا نام جودی ہے۔ اس طوفان نے خود سر فسادی لوگوں کو بالکل ختم کر دیا۔ فضا میں آواز گونجی کہ دور ہو کم بختو! قرآن مجید میں اس امر کا ذکر صراحت کے ساتھ نہیں ہے کہ طوفان ساری زمین پر آیا تھا یا صرف اقلیم بابل۔ اس سے فقط یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دنیا میں بدکار قوموں کی بدکاری جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ کا عذاب انہیں تباہ کر دیتا ہے خواہ وہ کوئی صورت اختیار کرے مثلاً قحط، یا وبا یا سیلاب یا جنگ۔ اس لیے اللہ کے عذاب سے ڈرنا اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنا چاہیے۔

راضی برضا

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو پس کہا اے میرے رب تحقیق

اِبْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

میرا بیٹا میرے گھرانے سے ہے اور تحقیق تیرا وعدہ سچا ہے

وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾

اور تو حاکموں میں سب سے بڑا حاکم ہے

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا کہا اے میرے رب میرا

اِبْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے بے شک تیرا وعدہ سچا ہے

وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾

اور تو سب سے بڑا حاکم ہے

اس سے پہلے ذکر آچکا ہے کہ کشتی میں حضرت نوح علیہ السلام کے سب گھر والے بیٹھ گئے لیکن ایک بیٹا یام جس کا لقب کنعان تھا وہ نہ بیٹھا۔ نوح علیہ السلام نے اسے سمجھایا۔ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ مگر لڑکے کا دل اپنے ہم مشرب دوستوں کے ساتھ لہو و لعب میں لگا ہوا تھا۔ وہ رہتا تو تھا حضرت نوح علیہ السلام کے گھر لیکن تھا آوارہ مزاج۔ حضرت نوحؑ کے ساتھی سیدھی سادی طبیعت کے لوگ تھے۔ ان کے ہاں عیش کے سامان چہل پہل، میلے ٹھیلے، ہنسی دل لگی کی باتیں کہاں، برخلاف اس کے شہر کے لوگوں میں اس کو زندگی کی بہار نظر آتی تھی اور وہ انہی کے ساتھ وقت گذارنا اور رنگ رلیوں میں مشغول رہنا پسند کرتا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا خیال ہو گا کہ مصیبت کے وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی سے اس کے خیال درست ہو جائیں گے اور طوفان کے پانی میں لوگوں کو ڈوبتے دیکھ کر ہمارے ساتھ کشتی میں آبیٹھے گا۔ اور جب ان کا ساتھ چھوٹ جائے گا تو نیک لوگوں کا رویہ خود بخود اختیار کرلے گا۔ انہیں اس کا اندازہ نہ تھا کہ اس کا مزاج بالکل بگڑ چکا ہے۔ جب آپ کے بلانے پر اس نے بے پروائی سے جواب دیا کہ مجھے کشتی وشتی کی ضرورت نہیں۔ ایک اونچے سے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کو اس کی طرف سے مایوسی ہوئی۔ اتنے میں اچانک پانی کا ایک ریلا آیا اور اس کو بہا کر لے گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام حیران رہ گئے۔ مگر اس وقت جلال الٰہی کے سامنے دم نہ مارا۔ جب طوفان فرو ہوا اور کشتی پہاڑ پر لگی، تو اس وقت بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ بار الٰہا! یہ تو میرے اہل میں سے تھا اور میرا ہی بیٹا تھا۔ اور آپ نے میرے اہل کے بچانے کا وعدہ فرمایا تھا اور اتنا کہہ کر ادب سے خاموش ہو گئے۔

حقیقتِ حال

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ

فرمایا اے نوح تحقیق وہ نہیں تیرے گھر والوں میں

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ

بیشک وہ ایسے کام کرنیوالا ہے جو ٹھیک نہیں بس نہ پوچھ مجھ سے

مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ

ایسی بات کہ نہیں تجھ کو اس کا علم تحقیق میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو

اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾

کہ کہیں نہ ہو جائے تو نادانوں میں سے

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ

فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ

اس کے کام خراب ہیں سو مجھ سے مت پوچھ جو

مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ

تجھ کو معلوم نہیں میں تجھ کو نصیحت کرتا

اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۷﴾

ہوں کہ تو جاہلوں میں سے نہ ہو جائے

عَمَلٌ (کام) آدمی جو کرے وہ اس کا عمل کہلاتا ہے یہاں اس سے مراد عمل والا ہے مطلب یہ ہے کہ تیرا بیٹا برے عمل والا ہے۔

مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (وہ بات جس کا تجھے علم نہیں) یعنی ایسی بات مت مانگ جس کے مناسب یا نامناسب ہونے کا تجھے علم نہیں مثلاً کنعان کی نجات۔ ارشاد ہے کہ جذبات کو اللہ کے حکم کے تابع کرنا چاہیئے۔ اسی کا نام صبر و تحمل ہے۔ علاوہ بریں یہ لڑکا تیرے اہل میں داخل ہی نہیں تھا کیونکہ اہل وہ ہو سکتا ہے جو اس کی عادتوں اور خصلتوں میں اس کا مشابہ ہو۔ نیک آدمی کا اہل وہ ہے جو خود نیک ہو۔ یہ لڑکا تو بری عادتوں والا بدکار تھا۔ دنیا کے اندر ایک جگہ یا ایک مکان میں سکونت رکھنا اہل ہونے کے لیے کافی نہیں۔ گو ظاہری برتاؤ اس کے ساتھ وہی ہو جو اہل کے ساتھ ہوتا ہے۔ آخرت میں اہل وہ ہے جو اپنے بڑوں کے ساتھ ایمان اور نیک کاموں میں شریک ہو۔ ورنہ مرنے کے بعد مومن اور کافر کا کوئی تعلق اور رشتہ باقی نہیں رہے گا صرف متقی اور پرہیزگار ایک دوسرے کے ساتھی اور رشتہ دار ہوں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ یہ باتیں نصیحت کی تجھے اس غرض کے لیے سنائی جا رہی ہیں کہ تیرا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے۔ تیرا یہ لڑکا اور اس کی ماں حقیقت میں تیرے اہل کے اندر داخل نہیں ہیں۔ انہوں نے تیرا طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ گمراہوں کے ساتھ گمراہ رہنا پسند کیا ہے۔ تجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ درست نہ ہوں گے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ یہ راہِ راست پر نہیں آ سکتے۔ اس لیے ان کی سفارش نہ کر:

لمحۂ فکریہ

اللہ عزوجل کے ارشاد سے کہ "اے نوح" کنعان تیری اہل میں داخل نہیں اس کے کام بُرے ہیں۔ ایک غلط خیال کا قلع قمع ہونا ہے جس میں اہل کتاب پھنسے ہوئے تھے۔ اور آج تک بھی وہ اور بہت سے اور لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ اہل کتاب بہت سی اور باتیں بھول چکے تھے پھر بھی آخرت کے قائل تھے، جنّت دوزخ کو مانتے تھے، عذاب ثواب کا انکار نہ کرتے تھے۔ لیکن اپنے نسلی امتیاز پر نازاں تھے۔ یہودی مسلمانوں سے کہتے۔ کہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں۔ ہم اگر گناہ بھی کریں تو کوئی حرج نہیں۔ ہمارے باپ دادا ہمیں بخشوالیں گے۔ دوزخ کا عذاب اگر ہوا بھی تو کچھ دن کے لیے ہوگا۔ جن کے باپ دادا اس قدر مرتبے والے ہوں، جیسے ہمارے تھے وہ بھلا اپنی اولاد کو دوزخ میں کیوں چھوڑنے لگے۔ وہ اللہ کے مقرّب اور محبوب لوگ تھے۔ ان کی اولاد بھلا مقرّب اور محبوب کیوں نہ ہوگی۔ نصاریٰ کہتے تھے کہ ہمارے سفارش کرنے والے خود اللہ کے بیٹے یسوع مسیح ہیں۔ انہوں نے ہمارے لیے جان قربان کردی۔ اب ہم چاہیں کچھ کریں وہ ہمیں ضرور بخشوالیں گے۔ ان دونوں خیالوں کی تردید قرآن پاک نے نہایت صراحت اور وضاحت سے کردی ہے۔ تاکہ مسلمان اس غلطی میں نہ پھنسیں۔ کہ کسی بڑے آدمی کے ساتھ نسبت انسان کی نجات کے لیے کافی ہے۔ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں یہی بات سمجھائی ہے۔

سورۃ الجاثیہ میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ سوا ان لوگوں کے جو دنیا میں گناہوں سے بچتے، اور نیک عمل کرتے ہیں، آخرت میں کوئی کسی کا رشتہ دار نہ ہوگا، بلکہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ وہاں نہ نسب کام آئیگا۔ نہ ذات پات کی کچھ اہمیت ہوگی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے صاف فرمادیا۔ کہ اے فاطمہؓ اس خیال میں نہ رہنا کہ میری بیٹی ہونا تیری نجات کا باعث ہوگا۔ تجھے نیک کاموں کا اللہ کی اطاعت کا اور اس کی عبادت کا ذخیرہ اکٹھا کرنا چاہیئے۔

سورۂ لقمان میں صاف ارشاد ہے کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور گناہ چھوڑ دو، اور اس دن کی مصیبتوں سے بچنے کی تدبیر کرلو جس دن نہ باپ بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کو بچاسکے گا۔

نوح علیہ السلام سمجھ گئے

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ

کہا اے میرے رب تحقیق میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ

اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

سوال کروں تجھ سے ایسی شے کا کہ نہیں مجھ کو اس کا علم

وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ

اور اگر نہ بخشے تو مجھ کو اور رحم نہ کرے مجھ پر تو ہوں میں

مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾

ٹوٹا پانے والوں میں سے

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ

بولا اے رب میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ

اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

تجھ سے پوچھوں جو مجھ کو معلوم نہ ہو

وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ

اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں

مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں

اِلَّا (اگر نہ) اصل میں اِنْ۔لَا ہے۔ اِنْ کے معنی اگر اور لا کے معنی نہیں۔ لکھنے میں دونوں کو ملا کر لکھ دیا ہے۔ اِنْ کا نون نہیں لکھا۔

اللہ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو خود ادب اور قاعدے سکھاتا ہے اور ہر وقت ان کی خاص نگرانی اور خاص حفاظت کرتا ہے: تاکہ وہ کسی دینی اور اخلاقی معاملے میں راہِ راست سے ذرا بھی الگ نہ ہوں اور دوسروں کے لیے نمونہ بنیں اس تعلیم کا بعض دفعہ قرآن مجید میں ذکر کر دیا جاتا ہے تاکہ ہمیشہ کے لیے سمجھ دار لوگ اس سے ادب اور قاعدے اپنی بساط کے موافق سیکھتے رہیں اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ جائیں کہ پیغمبر لوگوں کو وہی باتیں بتاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کو سکھاتا ہے اس لیے ان کا فرمان اسی طرح واجب العمل ہے جیسے خود اللہ عزوجل کا فرمان پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھایا کہ ہر بات اس قابل نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی بابت سوال کیا جائے یا اس کے ہونے کی دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے اور دعا کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خود اس نے سکھایا ہے۔

اس آیت میں جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا وہ بالکل اس ہدایت کے مطابق ہے عرض کرتے ہیں اے میرے پروردگار مجھے اس بات سے بچا کہ میں تجھ سے ایسا سوال کر بیٹھوں جو تیری مرضی کے خلاف ہو یا ایسی دعا مانگوں جو تو نے مجھے نہیں بتائی ہے اگر تو میری خطا معاف نہ کرے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں نقصان اٹھانے والا اور زیاں کار ہو جاؤں گا ÷

نوح علیہ السلام کو تسلی

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

کہا گیا اے نوح اتر جاؤ سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ تجھ پر اور ان فرقوں پر جو منجملہ تیرے ساتھیوں ہیں۔ اور کچھ فرقے ہیں کہ ہم نہیں فائدہ پہنچائیں گے پھر پہنچے گا انہیں ہم سے عذاب دکھ دینے والا

حکم ہوا اے نوح اتر ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور برکتوں کے ساتھ تجھ پر اور ان فرقوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور کچھ فرقے ایسے ہیں کہ ہم ان کو فائدہ دیں گے پھر ان کو ہماری طرف سے عذاب پہنچے گا

سَلٰمٌ (امن و امان چین آرام) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشحالی اور بہتری کا وعدہ ہے۔ امن، خوشحالی اور مصیبتوں سے اللہ ہی نجات دینے والا ہے۔ اُمَمٌ (گروہ) اُمَّۃٌ کی جمع ہے۔ امۃ کا لفظ پہلے سورۃ البقرۃ اور سورۃ الانعام میں گزر چکا ہے۔ اس کے معنی گروہ کے ہیں آدمیوں کا ہو یا اور جانداروں کا یہاں آدمیوں کے گروہ اور فرقے مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ فسادیوں کا قلع قمع ہوا۔ طوفان کا پانی اتر گیا اور عنقریب خشک ہو جائے گا۔ اب تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سے اتر اور زمین پر آباد ہو۔ اب زمین تیری ہی اولاد سے آباد ہو گی۔ اب ہماری طرف سے زمین پر قیامت سے پہلے ایسا عالم گیر عذاب نہ بھیجا جائے گا۔ تو اور تیرے ساتھی آرام اور چین سے زندگی بسر کریں گے۔ تجھ پر، تیرے ساتھیوں پر اور ان کی اولاد میں سے بہت سوں پر ہماری برکتیں نازل ہوتی رہیں گی۔ اور انہیں راحت کے سامان میسّر ہوتے رہیں گے۔ البتہ بعض فرقے ان میں سے سرکشی اختیار کریں گے۔ ان کو پہلے پہل تو دنیا کے عیش و عشرت کے سامان دیئے جائیں گے لیکن آخر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر تباہ کن عذاب نازل ہو گا اور وہ دنیا سے ملیامیٹ کر دیئے جائیں گے۔

یہاں سے وہ سیدھا راستہ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے دنیا کی زندگی بسر کرنے کے لیے مقرر فرمایا ہے سمجھ میں آتا ہے یعنی اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت اور سرکشی اور فساد سے پرہیز۔

قصہ کا نتیجہ

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ
یہ ہیں غیب کی کچھ خبروں میں سے کہ ہم وحی کرتے ہیں تیری طرف
مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ
نہ تھا جانتا ان کو تو اور نہ تیری قوم سے
قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ
پہلے اس کے پس صبر کر تحقیق نیک انجام
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع
متقیوں ہی کا ہے

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ
یہ آیتیں منجملہ غیب کی خبروں سے ہیں کہ ہم تیری طرف بھیجتے ہیں
مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ
ان کی خبر نہ تجھ کو تھی اور نہ تیری قوم کو تھی اس
قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ
سے پہلے سو تو صبر کر یقیناً ڈرنے والوں کا
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع
انجام بھلا ہوگا

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ سنانے کے بعد اس آیت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ یہ صدیوں پہلے کے حالات ہیں جو ہم تجھ کو سناتے ہیں ان کو انسان بھول بھال گئے اور اس لیے یہ غیب میں داخل ہو گئے۔ اب ان کا علم سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، اور جب تک وہی نہ بتائے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے پہلے بھی وحی کے ذریعے اپنے نبیوں کو بتایا تاکہ وہ اپنی قوموں کو سنائیں اور لوگ ان سے عبرت حاصل کریں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب یہ پرانے قصے ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف وحی کے ذریعے بھیجے ہیں اور یہ تیرے رسول ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ ایک ایسا آدمی جو اُمیّوں ہی میں پلا ہو، نہ کسی سے باقاعدہ پڑھا ہو اور نہ ان لوگوں کے درمیان رہا ہو جنہیں پہلی کتابوں کا علم ہے۔ وہ ایسی تفصیل کے ساتھ ان حالات کو کیسے سنا سکتا ہے۔ اگر ایک اسی بات پر یہ لوگ اچھی طرح غور کر لیں تو انہیں اس بات میں شبہ نہیں رہے گا کہ یہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائے ہیں اور اس لیے وہ اللہ کے رسول ہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان پرانے قصوں کے سنانے سے تفریح یا دل کا بہلاوا مقصود نہیں ہے بلکہ ان غلطیوں سے بچانا مقصود ہے جس میں پہلے لوگ پھنسے اور باوجود سمجھانے کے نہ سمجھے۔

ہود علیہ السلام کا حال

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ

اور طرف عاد کے ان کے بھائی ہود کو کہا اس نے اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ

بندگی کرو اللہ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود سوا اس کے

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰقَوْمِ لَاۤ

نہیں تم مگر غلط باتیں گھڑنے والے اے میری قوم نہیں

اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا

مانگتا میں تم سے اس پر مزدوری نہیں میری مزدوری مگر

عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

اوپر اس کے جس نے پیدا کیا مجھے کیا پس نہیں سوچتے تم

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ

اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا بولا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ

اللہ کی بندگی کرو سوا اس کے کوئی تمہارا حاکم نہیں

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰقَوْمِ لَاۤ

تم سب جھوٹ کہتے ہو اے میری قوم میں تم

اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا

سے اس پر مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری اسی پر ہے جس

عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

نے مجھے پیدا کیا پھر کیا تم سمجھتے نہیں

قرآن مجید انسان کو یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے بتائے بغیر انسان سیدھے راستے پر کبھی نہیں چلا پہلے لوگوں کے حالات اس بات کے واضح کرنے کے لیے سنائے جا رہے ہیں کہ رسولوں کی ہدایت کو ٹھکرا دینے والوں کا انجام کیا ہوا۔

طوفان نوح (علیہ السلام) کے بعد رفتہ رفتہ دنیا پھر بس گئی اور لوگ جگہ جگہ بستیاں بنا کر آباد ہو گئے۔ حضر موت اور نجران کے درمیان احقاف میں عاد کی قوم ابھری۔ یہ عاد کی اولاد میں سے تھے۔ عاد حضرت نوح علیہ السلام کا پوتا ہے۔ یہ لوگ بڑے طاقتور قدآور اور تن و توش رکھنے والے تھے۔ انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیم کو بھلا دیا اور لگے بتوں کی پوجا کرنے۔ حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم کے ایک فرد تھے اس لحاظ سے ان کے بھائی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا رسول مقرر کر کے ان کو سمجھانے کے لیے بھیجا اور انہوں نے ان سے کہا کہ دیکھو یہ بت تمہاری اپنی ایجاد ہیں تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تمہیں کچھ دے سکتے ہیں یا تم سے کچھ چھین سکتے ہیں ان غلط معبودوں کو چھوڑو اور فقط ایک اللہ کی عبادت کرو۔ انسان کے لیے یہی ایک سیدھا راستہ ہے۔ باقی سب غلط ہیں دیکھو میں جو تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ اس میں میری کوئی غرض پوشیدہ نہیں ہے میں تم سے کچھ نہیں مانگتا جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے سب کچھ دے گا۔ اس بات کو سوچو اور کہنا مانو اس میں تمہارا ہی بھلا ہے ؛

زندگی کا بہترین طریقہ

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

اور اے میری قوم مغفرت مانگو اپنے رب سے پھر رجوع کرو

اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا

اس کی طرف بھیجے گا وہ آسمان سے تم پر خوب بارش

وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

اور بڑھائے گا تم کو زور پر اور زور دے کر اور نہ منہ پھیرو

مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

مجرم ہو کر

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

اے میری قوم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ اور پھر اس کی طرف

اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا

رجوع کرو چھوڑے گا آسمان سے تم پر دھاریں

وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

اور زیادہ دے گا تم کو زور پر زور اور گنہگار ہو کر

مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

روگردانی نہ کرو

مِدْرَارًا: (خوب برسنے والا) یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جو دَرٌّ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں بہنا، برسنا۔ مِدْرَارٌ خوب برسنے والا۔

عاد کا علاقہ خشک تھا لیکن زمین بڑی زرخیز تھی۔ بارش زور کی ہو جاتی تو ہر چیز خوب پیدا ہوتی اور اگر بارش نہ ہوتی تو پھر پانی کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام انہیں یاد دلاتے ہیں۔ کہ یہ جو قحط کی بلا تمہارے سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔ اس سے بچنا چاہتے ہو تو میں تمہیں بچنے کا طریقہ بتاتا ہوں۔

اس آیت میں اسی کا ذکر ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں زندگی آرام سے بسر کرنے کا کیا طریقہ بتایا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ سے اپنے قصوروں اور خطاؤں کی معافی مانگتے رہو۔ ہر بات میں اور ہر مشکل میں اسی کی طرف توجہ کرو۔ وہ تمہارے لیے وقت پر خوب مینہ برسائے گا۔ جس سے تمہارے باغ اور کھیتیاں ہری بھری رہیں گی اور ان میں خوب پیداوار ہو گی۔ جس سے تمہاری ظاہری مادی قوت بڑھے گی۔ اسی کے ساتھ اللہ عزوجل پر ایمان لانے اور ہر بات میں اس کی طرف رجوع کرنے سے روحانی قوت کا اس پر اضافہ ہو گا۔ اور مجموعی طور پر تمہاری قوت کئی گنا ہو جائے گی۔ اللہ عزوجلّ کی طرف سے منہ موڑ لینے اور دوسری چیزوں کی طرف دھیان کرنے سے تم دونوں طرح سے کمزور ہو جاؤ گے۔

الٹی سمجھ

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ
انہوں نے کہا اے ہود نہیں آیا تو ہمارے پاس کوئی سند لے کر اور نہیں ہم
بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ
چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے اور نہیں ہم
لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا
تجھ پر ایمان لانے والے نہیں کہتے ہم کچھ اور مگر
اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ
مبتلا کر دیا ہے تجھ کو کسی نے ہمارے معبودوں میں سے کسی بیماری میں

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ
بولے اے ہود تو ہمارے پاس کوئی سند لے کر نہیں آیا
بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ
اور ہم تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے
لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا
والے نہیں اور ہم تجھے ماننے والے نہیں ہم تو
اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ
یہی کہتے ہیں کہ تجھے ہمارے معبودوں میں کسی نے آسیب پہنچایا ہے

اِعْتَرٰا: (پیش آیا) ماضی کا صیغہ ہے اِعْتِرَاءٌ سے جس کا مادہ ع۔ر۔و ہے عرو کے معنی پیش آنا، پہنچنا۔ اِعْتِرَاء کے معنی بھی یہی ہیں ب کی وجہ سے متعدی ہو گیا۔ اِعْتِرَاءٌ بِسُوْٓءٍ کے معنی ہوئے دکھ پہنچانا۔ بلا میں پھنسانا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان کی باتیں سن کر جواب دیا کہ تیرے پاس اپنی سچائی کی کوئی دلیل نہیں ہم تو تجھے سند اور دلیل کے بغیر سچا ماننے کے لیے تیار نہیں اور نہ اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے چھوڑنے والے ہیں ہمیں تو سوا اس کے اور کچھ کہتے نہیں بن پڑتا کہ ہمارے معبود تیرے منہ سے اپنی برائیاں سن سن کر تجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اور ان میں سے کسی نے غضبناک ہو کر تجھ پر کچھ آسیب کر دیا ہے جس کی وجہ سے (نعوذ باللہ) تیرے حواس میں خلل آ گیا ہے اور تیرا دماغ ٹھیک نہیں رہا۔

جن لوگوں کی عقل پر بھاری بھاری پردے پڑ جاتے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔ ان کو یہ خبط ہو جاتا ہے کہ ہم جو کہتے اور کرتے ہیں بس وہی ٹھیک ہے۔ اس کے خلاف اگر کوئی نئی بات کہے تو اس کے دماغ میں خلل ہے، حالانکہ خلل خود ان کے دماغ میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی بابت بجا فرمایا ہے۔ کہ ان لوگوں کے دل ان کی خود غرضیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے سخت ہو گئے ہیں، اس لیے ان پر ٹھیک باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

حضرت ہود علیہ السلام کا جواب

قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ
کہا میں گواہ کرتا ہوں اللہ کو اور گواہ رہو تم بھی کہ میں بیزار ہوں
مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ
اس سے جو تم شریک کرتے ہو سوا اس کے سو دار کرو مجھ پر سب پھر
لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ
مہلت نہ دو مجھ کو تحقیق میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو میرا رب ہے
وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ
اور تمہارا رب ہے نہیں کوئی چلنے والا زمین پر مگر وہ تھامے ہوئے ہے اس کی چوٹی
اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾
تحقیق میرا رب اس راہ پر ہے جو سیدھی ہے

قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ
بولا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم گواہ رہو کہ میں ان سے بیزار ہوں
مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ
جنہیں تم شریک کرتے ہو اس کے سوا سو تم سب مل کر میرے حق میں برائی کرو
لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ
پھر مجھے مہلت نہ دو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے
وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ
کوئی زمین پہ پاؤں دھرنے والا نہیں مگر اس کے ہاتھ میں اس کی چوٹی ہے
اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾
بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے

کِیْدُوْا (وار کرنا) امر کا صیغہ ہے کَیْدٌ سے۔ کید کے معنی ہیں داؤ۔ گھات کرنا۔ ستانا۔ دق کرنا۔ وار کرنا۔

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کی باتیں سن کر بھانپ گئے کہ یہ لوگ ماننے والے نہیں اور مقابلہ کریں گے۔ اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کا حال بتا دینا مناسب سمجھا اور فرمایا۔ کہ میرا تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں تم سے کھلم کھلا اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ خوب کان کھول کر سن لو کہ میں تمہارے ان بتوں کو دھتا بتاتا ہوں جو بالکل بے بس ہیں جنہیں تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ عزوجل کو جو اصلی معبود ہے چھوڑ بیٹھے ہو۔ اب تم سب جمع ہو کر جتنے چاہو لگا نار داؤ پیچ کیے جاؤ۔ مجھے تمہارا کچھ بھی خوف نہیں۔ میرا اعتماد اور بھروسا اللہ عزوجل پر ہے۔ وہی میرا رب ہے بلکہ وہی تمہارا بھی رب ہے۔ تم سمجھو یا نہ سمجھو اور مجھ پہ اور تم پہ ہی کیا موقوف ہے اس کے قبضے میں ہر جاندار ہے اور ہر ایک پہ اس کا پورا پورا قابو ہے۔ اس نے اپنے بندوں کے لیے ایک سیدھا راستہ مقرر کر دیا ہے جو اس پر چلے گا وہ اس کو پا لے گا اور اس کی رحمت اس کو ہر طرف سے گھیر لے گی پھر اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

عذاب کا ڈراوا

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ
پس اگر تم منہ موڑو تو پہنچا دیا میں نے تم کو جو بھیجا گیا تھا
بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا
مجھے دیکر تمہاری طرف اور تمہاری جگہ لے آئے گا میرا رب اور قوم
غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ
سوا تمہارے اور نہ بگاڑو گے تم اس کا کچھ تحقیق میرا رب
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٥٧﴾
اوپر ہر چیز کے نگہبان ہے

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ
پھر اگر تم منہ پھیر دو گے تو میں تم کو پہنچا چکا جو میرے ہاتھ تمہاری
بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا
طرف بھیجا تھا اور میرا رب کوئی اور قوم تمہارے
غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ
قائم مقام کرے گا اور نہ بگاڑ سکو گے اللہ کا کچھ تحقیق میرا رب
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٥٧﴾
ہر چیز پر نگہبان ہے

تَوَلَّوْا: (منہ پھیرو گے) تم مضارع کا صیغہ ہے تَوَلّٰی سے۔ اس کا مادہ و۔ل۔ی ہے۔ اصل شکل تَتَوَلَّوْنَ ہے پہلی ت بولنے میں چھوڑ دیتے ہیں اور آخر کا نون اِنْ کی وجہ سے گر گیا۔ تَوَلّٰی کے معنی ہیں منہ موڑ لینا۔ رُخ پھیر لینا۔ اس کے اور بھی معنی ہیں مگر یہاں یہی مراد ہیں یہ لفظ پہلے بھی آ چکا ہے۔ یَسْتَخْلِفُ (لے آئے گا تمہاری جگہ) مضارع کا صیغہ ہے استخلاف سے جو خلف سے بنا ہے۔ خلف کے معنی ہیں قائم مقام جو کسی کے پیچھے آئے۔ خلیفہ کے بھی یہی معنی ہیں اور وہ بھی اسی سے بنا ہے۔ استخلاف کے معنی ہیں ایک کی جگہ دوسرے کو بٹھا دینا۔ پہلے آ چکا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر تم اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے اور اللہ کی طرف سے منہ پھیرے ہی رکھا تو پھر میرا کچھ قصور نہیں۔ تم آپ سزا بھگتو گے مجھے جو پیغام دے کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ وہ میں نے تم کو سنا دیا۔ تمہارے لچھن ٹھیک نہیں۔ خوف ہے کہ تم دنیا سے مٹا دیئے جاؤ گے۔ اور اللہ عزوجل تمہاری جگہ دوسرے لوگ لا بٹھائے۔ تم اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ اپنا ہی کچھ بگاڑو گے۔ وہ ساری چیزوں کا نگہبان ہے۔ ضرور ہماری حفاظت کا سامان کر دے گا۔ اس کے فرماں بردار بندوں کا بال بیکا نہیں ہوتا اور نافرمان کچل دیئے جاتے ہیں۔ حیف ہے کہ تم ایسے قادر و توانا کے غضب سے نہیں ڈرتے۔ رات دن تمہارے مشغلے ایسے ہی ہیں جنہیں وہ پسند نہیں کرتا۔ معلوم ہوتا ہے تمہارے سر پر شامت سوار ہے۔

عاد کا انجام

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا

اور جب آیا حکم ہمارا بچادیا ہم نے ہود کو

وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

اور ان کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ رحمت کے ساتھ

مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اپنی طرف سے اور نجات دی ہم نے ان کو سے ایک عذاب

غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾

جو بھاری تھا

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا

اور جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے ہود کو

وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بچا دیا اپنی رحمت

مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ

سے اور ان کو ایک بھاری عذاب سے

غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾

بچا دیا

غَلِيْظٍ: بھاری۔ یہ صفت کا صیغہ ہے جو غ۔ل۔ظ سے بنا ہے۔ غلاظت اسی سے بنا ہے اس کے معنی موٹاپے اور بھاری پن کے ہیں۔ غلیظ ایسی چیز جس کا اٹھانا دشوار ہو یا جس کا دیکھنا ناگوار ہو۔

دنیا میں اللہ عزوجل کے انتظام اور حکم کے مطابق طبعی حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے اسباب اور اوقات مقرر ہیں۔ سمندر اور دریاؤں کے قریب کے علاقوں میں پانی کے طوفان سیلاب وغیرہ آتے رہتے ہیں۔ خشک علاقوں میں آندھیاں اور سخت ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں زلزلے آتے رہتے ہیں۔ انبیاء کی موجودگی میں ان کے مخالفوں کے لیے انہی میں سے کسی کو عذاب کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے۔ انبیاء کو اور ان کی بات ماننے والوں کو بچا دیا جاتا ہے۔

عاد کا علاقہ خشک تھا۔ صحرا قریب تھا۔ ان کے لیے آندھی کو ذریعۂ عذاب بنا دیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیا۔ اور باقی کے لوگ آندھی کی سخت ہوا اور ناقابلِ برداشت جھکڑوں سے اڑ اڑ کر گرے اور تباہ و برباد ہوئے اور اللہ نے اپنی رحمت سے ہود علیہ السلام اور ان کے اوپر جو ایمان لائے تھے بڑے سخت عذاب سے نجات دی۔ ورنہ اپنی تدبیر کے بل پر اس کے عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا تھا۔

عبرت

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ

اور یہ عاد ہیں کہ انکار کیا انہوں نے آیتوں کا اپنے رب کی اور

عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ

نافرمانی کی اس کے رسولوں کی اور پیروی کی حکم کے ہر سرکش

عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

ضدی کے اور ڈالی گئی ان پر اس دنیا میں

لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا

پھٹکار اور دن قیامت کے سنو تحقیق عاد نے

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

نافرمانی کی اپنے رب کی سنو پھٹکار ہے عاد کے لیے قوم ہود کی

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ

اور یہ تھے عاد کہ اپنے رب کی باتوں سے منکر ہوئے اور

عَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ

اس کے رسولوں کو نہ مانا اور اُن کا حکم مانا جو سرکش

عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

مخالف تھے اور پیچھے لگا دی گئی ان کے اس دُنیا میں

لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا

لعنت اور قیامت کے دن بھی سن لو عاد اپنے رب سے

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع ۵

منکر ہوئے سن لو پھٹکار ہے عاد پر جو ہود کی قوم تھی

پروردگار عالم سے منہ پھیرنے والے کبھی فلاح کو نہیں پہنچتے۔ اگر دنیا میں رہ کر انسان نے اللہ کو نہ پہچانا تو اس کا سب کیا کرایا اکارت ہُوا۔ عاد کی قوم کو دیکھو وہ تمہارے سامنے ان کی بستیوں کے کھنڈر پڑے ہیں۔ ان کو اپنی قوت پر ناز تھا۔ اپنی عقل پر اتراتے تھے۔ سب کچھ کرتے تھے مگر اپنے رب اور اس ساری کائنات کے رب کا انکار کرتے تھے۔ رسولوں کے ارشادات کا کچھ خیال نہ کرتے تھے۔ ان کا کہنا نہ مانتے تھے۔ ہاں طاقت ور، زبردست، مغرور، سرکش لوگوں کا ادب کرتے تھے۔ ان کے کہنے کو سر آنکھوں پر رکھتے تھے۔ آخر انجام کیا ہُوا۔ اللہ نے ان کے اوپر آندھی کا عذاب مسلط کر دیا ساری شیخی کرکری ہو گئی۔ سب کچھ رکھا رہ گیا۔ گھاس کے تنکوں کی طرح اُڑ اُڑ اکر گرے۔ زور زور کی پٹخنیاں کھائیں۔ ہوا کے زور نے بدن تک کے ٹکڑے کر دیئے۔ اللہ کی رحمت سے دور ہوئے۔ اس کے غضب کا شکار ہوئے۔ چاہیئے تھا کہ اپنے رب کو پہچان کر اس کے آگے جھکتے۔ لیکن وہ اکڑ کر چلے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاؤ دنیا سے دفع ہو اور قیامت میں بھی جنّت سے محروم رہو۔

حضرت صالح علیہ السلام

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ
اور طرف ثمود کے ان کا بھائی صالح کہا
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود
غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
اس کے سوا اسی نے پیدا کیا تم کو زمین سے
وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ
اور بسایا تم کو اس میں پس مغفرت چاہو اس سے
ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ
پھر رجوع کرو اس کی طرف تحقیق میرا رب نزدیک ہے
مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾
قبول کرنے والا ہے

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ
اور ثمود کی طرف ان کا بھائی صالح کو بھیجا بولا
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی
غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
حاکم نہیں اسی نے تم کو زمین سے بنایا
وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ
اور اس میں تم کو بسایا سو گناہ بخشواؤ اس سے
ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ
اس کی طرف رجوع کرو تحقیق میرا رب قریب ہے
مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾
قبول کرنے والا ہے

اَنْشَاَ (بنایا) اس نے ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِنْشَاءٌ ہے اور مادہ ن۔ش۔ء ہے نَشْأٌ کے معنی اُگنا، بڑھنا۔ انشاء کے معنی اگانا، پیدا کرنا۔ اِسْتَعْمَرَ (آباد کیا۔ بسایا) ماضی ہے اِسْتِعْمَار سے۔ اس کا مادہ ع۔م۔ر ہے۔ عَمْرٌ کے معنی بسنا۔ گھر بنانا ہیں۔ استعمار اسی سے بنا ہے۔ استعمر کے معنی ہیں تم کو بستیوں میں بسایا اور مل جل کر رہنا سکھایا۔

ثمود کے بھائی بندوں میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے ان سے فرمایا۔ کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہ ہونا چاہیئے۔ اسی نے تمہیں زمین کے اجزا سے پیدا کیا۔ پھر تمہیں چاہیئے کہ اس سے بخشش طلب کرو۔ اور ہر بات میں اسی کی طرف رجوع کرو۔ وہ میرا اور تمہارا رب سب سے قریب ہے اور سب کی بات سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے ۞

ثمود کا جواب

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا
کہنے لگے اے صالح تھا تو ہم میں ہونہار
قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا
اس سے پہلے کیا روکتا ہے تو ہمیں اس سے کہ پوجیں ہم اسے جسے
يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا
پوجتے تھے ہمارے باپ دادا اور حقیقت میں ہم شک میں ہیں اس سے کہ
تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾
بلاتا ہے تو ہم کو جس کی طرف تو ڈھلمل یقین کرنے والا ہے

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا
بولے اے صالح تجھ سے تو اس سے پہلے ہمیں
قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا
امید تھی کیا تو ہم کو منع کرتا ہے کہ اس کی پرستش کریں جس کی
يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا
پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور ہم کو تو اس میں
تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾
جس کی طرف تو بلاتا ہے شبہ ہے ایسا کہ دل نہیں مانتا

مَرْجُوًّا (جس سے کچھ امید ہو) اسم مفعول ہے۔ ر۔ج۔و سے بنا ہے جس سے رجاء مصدر ہے رجا کے معنی توقع کے ہیں۔ راجی توقع کرنے والا۔ مَرْجُوًّا جس سے کچھ توقع کی جائے۔

مُرِيْبٍ (شک و شبہ ڈالنے والا) اسم فاعل ہے اِرَابَۃٌ سے جس کا مادہ ر۔ی۔ب ہے۔ اس کے معنی ہیں شک و شبہ میں پھنسا دینا۔

انسان کی گمراہی کا سبب اصل میں ایک ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مجھے کوئی روکنے والا نہ ہو اور میں اپنی ہر خواہش کے حاصل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگادوں اس کے مقابلے میں اللہ کے رسول بھی ہمیشہ ایک ہی بات پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تمہارا اور اس ساری کائنات کا مالک اللہ ہے۔ اسی کے آگے جھکو اور اپنی خواہشوں کو اس کے حکم کے آگے خیرباد کہو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو یہی سمجھایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے صالح ہم کو تو تجھ سے بہت کچھ توقع تھی ہم سمجھتے تھے کہ یہ عقلمند شخص ہے۔ خوب دولت کمائے گا اور گلچھرے اڑائے گا۔ تُو نے تو حد ہی کر دی۔ ایک پرانی رسم کو جس کے ہمارے باپ دادا مدتوں سے پابند چلے آتے تھے مٹانے کا تہیہ کر لیا۔ ہم تیری بات کیسے مان لیں؛ اپنے ٹھاکروں کو چھوڑ دیں اور ایک اللہ کی عبادت کرتے بیٹھ جائیں۔

سیدھی بات

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى
اس نے کہا اے میری قوم کیا تم دیکھتے ہو اگر ہو گیا ہیں ٹھیک
بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً
سمجھ پر اپنے رب کی طرف سے اور دی اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت
فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ
پس کون مدد کرے گا میری اللہ کے سامنے اگر کہنا نہ مانوں اس کا
فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾
پس نہیں بڑھاتے تم میرا کچھ سوا نقصان کے

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى
بولا اے میری قوم دیکھو تو اگر مجھ کو اپنے رب کی طرف سے
بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً
سمجھ مل گئی اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت دی
فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ
پھر کون بچائے گا مجھ کو اللہ سے اگر میں اس کی نافرمانی کر دوں
فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾
سو تم میرا سوا نقصان کے کچھ نہیں بڑھاتے

تَخْسِيْرٍ۔ نقصان، اس کا مادہ خ س ر ہے جس سے لفظ خسارہ اور خسران بنے ہیں۔ خاسرون۔ خاسرین بہت جگہ آ چکا ہے۔ جو خاسر کی جمع ہے اور نقصان اٹھانے والے کے معنی میں ہے تَخْسِيْر تقصیر کے وزن پہ ہے اور معنی بھی ملتے جلتے ہیں یعنی کمی، نقصان۔ حضرت صالح علیہ السلام ثمود سے فرماتے ہیں۔ اے میری قوم! میری بات سنو۔ میرے رب نے اپنی رحمت سے مجھے ٹھیک سمجھ دی اور مجھے صاف صاف بات سمجھا دی اور میں ٹھیک راستہ پر ہو لیا۔

اتنی بڑی عنایت کے بعد اگر میں اللہ عزوجل کی نافرمانی کر بیٹھوں۔ اور وہ مجھے اس کی سزا دے۔ تو اس وقت مجھے بچانے والا کون ہے تمہیں میرے کہنے میں شبہ ہے تو ہوا کرے۔ ہر ایک کی سمجھ الگ الگ ہے۔ مگر مجھے میرے رب نے اپنی رحمت سے روشن عقل دی ہے اور اس پر غفلت یا جہالت کے پردے بھی پڑے ہوئے نہیں ہیں میں جان بوجھ کر اس کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہوں۔

صاف ظاہر ہے۔ کہ تمہاری بات ماننے میں میرے لیے سوا نقصان کے کچھ نہیں ہے۔ تم باپ دادا کے قائم کیے ہوئے رسم و رواج کو چپٹے ہو۔ جس میں تمہارے لیے سوا نقصان کے کچھ نہیں۔ میں بھی تمہاری مانوں تو سوا نقصان کے کچھ پلے نہ پڑے گا۔

آخری امتحان

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً

اور اے میری قوم یہ ہے اونٹنی اللہ کی تمہارے لیے نشانی

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا

پس چھوڑ دو اس کو کہ کھائے اللہ کی زمین میں اور مت

تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

چھوؤ اس کو برائی کے ساتھ پس پکڑے تم کو عذاب

قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا

نزدیک پس ٹانگیں کاٹیں اس کی پس کہا جی لو

فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ

اپنے گھروں میں تین دن یہ وعدہ ہے

غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾

جھوٹا نہ ہونے والا

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً

اور اے قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا

سو چھوڑ دو اس کو کہ کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور

تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

اس کو بری طرح ہاتھ مت لگاؤ پھر تو تم کو عذاب بہت

قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا

جلد آ پکڑے گا۔ پھر انہوں نے اس کے پاؤں کاٹے تب کہا اپنے

فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ

گھروں میں فائدہ اٹھا لو تین دن۔ یہ وعدہ ہے جو

غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾

جھوٹا نہ ہوگا

اللہ عزوجل بڑا بُردبار اور حلیم ہے۔ گنہ گاروں کو مہلت دیئے جاتا ہے تاکہ وہ اب بھی سمجھ جائیں لیکن جب وہ کسی طرح باز ہی نہیں آتے تو ان کو دنیا سے مٹا دیا جاتا ہے۔ تاکہ اور لوگوں کا راستہ کھوٹا نہ کریں۔ حضرت صالح علیہ السلام سے لوگوں نے کہا کہ اس سامنے کی چٹان سے ایک اونٹنی پیدا کر دے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی اور اونٹنی نکل آئی۔ لیکن وہ پھر بھی ایمان نہ لائے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ یہ اونٹنی تم نے طلب کی ہے اسے آزادی کے ساتھ زمین میں جہاں اس کا جی چاہے چرنے چگنے دو۔ تمہاری سلامتی اس کی سلامتی پر موقوف ہے۔ کچھ دن تو وہ چپکے رہے۔ لیکن آخر اکتا کر اپنے ایک غنڈے سے اس اونٹنی کو قتل کرا دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت صالح علیہ السلام نے لوگوں کو خبردار کیا کہ اب تمہیں صرف تین روز کی اور مہلت ہے۔ اس کے بعد تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جاؤ گے۔

ایمان والوں کی نجات

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ

پھر جب آیا حکم ہمارا نجات دی ہم نے صالح کو اور ان کو جو

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْیِ یَوْمِىِٕذٍ ؕ

ایمان لائے اس کے ساتھ رحمت سے اپنی اور رسوائی سے اس دن کی

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۶۶﴾

تحقیق تیرا رب وہی ہے قوت والا زبردست

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ

پھر جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے صالح کو اور جو اس کے ساتھ

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْیِ یَوْمِىِٕذٍ ؕ

ایمان لائے بچا دیا اپنی رحمت سے اور اس دن کی رسوائی سے

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۶۶﴾

بیشک تیرا رب ہی ہے زور والا زبردست

دنیا کی خوشی محض ظاہری خوشی ہے لیکن اس میں بڑا نشہ ہے جس کی ترنگ میں انسان اپنی اصلی حالت سے غافل ہو جاتا ہے شراب کے نشہ کی بھی یہی کیفیت ہے وہ انسان کو مصیبت سے غافل اور خیالی خوشی میں محو کر دیتا ہے۔ پھر اس خیالی خوشی کو قائم رکھنے کے لیے وہ بار بار شراب پیتا ہے تاکہ نشہ اترنے نہ پائے اور خیال میں محویت قائم رہے۔ دنیا کی خوشی کو بھی اس کے دلدادہ بڑی کوشش سے قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اس کے نشہ میں وہ ان اصلی باتوں کو بھولے رہیں جو انسان کو سیدھے راستہ پر چلانا چاہتی ہیں۔ اللہ کے رسول یہ چاہتے ہیں کہ اس نشہ سے انسان کا پیچھا چھڑائیں تاکہ ان کی عقل ٹھیک کام کرنے لگے۔ وہ دنیا کے عیش و عشرت کو ایک پانی کے بلبلے سے زیادہ وقعت نہ دے۔ اس کے سامنے زندگی اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو جائے اور وہ دیکھ لے کہ یہ ایک میدان ہے جو کانٹوں اور جھاڑ جھنکار سے پُر ہے۔ اس میں سے اسے دامن سمیٹ کر بڑی احتیاط سے گذرنا ہے تاکہ وہ اللہ کی معرفت کی سیدھی سڑک پر پہنچ جائے اور پھر عمر بھر چلتا رہے اور اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کی کوشش دل و جان سے کرتا رہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود نے یہ راستہ باوجود سمجھانے کے نہ ڈھونڈا۔ آخر اللہ عزوجل کا دنیا کی قوتوں میں سے جو اس نے پیدا کر رکھی ہیں کسی ایک قوت کے نام حکم آجاتا ہے کہ اس فسادی قوم کو تباہ کر دو۔ حکم کی تعمیل فوراً ہوتی ہے اور سرکش لوگ ذلت اور رسوائی کی موت مارے جاتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ایمان والے ساتھیوں کو اللہ اپنی رحمت سے عذاب کی زد سے بچا لیتا ہے جب اللہ کی قوت کا ظہور ہوتا ہے تو اور ساری قوتیں مکڑی کا جالا ثابت ہوتی ہیں۔

صورت عذاب

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا

اور آپکڑا ان کو جو ظالم تھے چنگھاڑ نے پس صبح کو وہ

فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے گویا کبھی رہے ہی نہ تھے

فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ

ان میں دیکھو تحقیق ثمود نے کفر کیا اپنے رب سے

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

سنو دوری ہو ثمود کو

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا

اور ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا پھر صبح کو اپنے

فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا

گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے جیسے وہاں کبھی رہے

فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ

ہی نہ تھے۔ سنو! ثمود اپنے رب سے منکر ہوئے

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ ع ۶

سنو پھٹکار ہے ثمود پر

اللہ عزّوجلّ کے وعدے اور وعید اٹل ہیں۔ جو کچھ اس نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے اور جو کچھ اس کے رسولوں نے کہہ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کا ایک وقت مقرر ہے اس وقت کے آنے پر پھر دیر نہیں لگتی اور جو کچھ ہونا ہوتا ہے فوراً ہی ہو جاتا ہے۔

ثمود کی قوم نے پہاڑ کی بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر اپنے مکان بنائے تھے۔ غالباً اس خیال سے کہ آندھیوں کے اثر سے محفوظ رہیں۔ انہیں یہ تو معلوم تھا کہ پہاڑ آندھیوں سے نہیں اڑتے۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ پہاڑوں کے غارت کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ رات کو جب وہ سو رہے تھے۔ زلزلے کے جھٹکے شروع ہوئے اور ساتھ ہی ایک ہولناک گھڑگھڑاہٹ اور سخت آواز پیدا ہوئی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس زلزلے نے انہیں بستروں سے نیچے پھینک دیا اور کڑک کی آواز سے اُن کے پتّے پھٹ گئے۔ صبح کو زمین پر اوندھے منہ مرے پڑے تھے ہر جگہ سناٹے کا عالم تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کبھی آبادی تھی ہی نہیں۔ یہ ثمود کی قوم تھی جس نے اپنے رب کو نہ پہچانا۔ آخر دنیا سے ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ اللہ عزّوجلّ نے ان کا قصّہ اس لیے سنایا ہے کہ ہم عبرت حاصل کریں اور عذابِ الٰہی آنے سے پہلے ہی سنبھل جائیں لعنت ہے ثمود پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى
اور البتہ تحقیق آئے ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر
قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ
کہا سلام اس نے کہا سلام پس دیر نہ کی اس نے
اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾
کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى
اور ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آچکے
قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ
ہیں بولے سلام وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ
اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾
ایک تلا ہوا بچھڑا لے آیا

حَنِيْذٍ (تلا ہوا) صفت کا صیغہ ہے اور ح۔ ن۔ ذ اس کا مادہ ہے۔ حنذ کے معنی تلنا بھوننا۔ حنیذ تلا ہوا گوشت وغیرہ

اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام تک جو نبی آئے ان کا بیان ہے۔ ان سب نبیوں کی قوموں نے اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ جو سلوک کیا اور اس سے جو انہیں نقصان پہنچا اس کے قرآن مجید میں جا بجا ذکر کرنے سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کو ڈرانا ہے کہ نبیوں کو ستانے اور ان کا کہنا نہ ماننے کا نتیجہ سوا بربادی کے کچھ نہیں۔

اس سارے رکوع میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا بیان ہے جن کو اللہ نے نبوت عطا کر کے اُردن کے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ فرشتے آدمیوں کی شکل میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کے جواب میں سلام کیا۔ اور جلدی جلدی ان مہمانوں کے کھانے کا بندوبست کرنے تشریف لے گئے اور ایک بچھڑا ذبح کر کے اس کو آگ میں بھونا اور اپنے مہمانوں کے لیے لائے جنہیں وہ ان کی ظاہری شکل سے انسان سمجھے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان کی خاطر داری میں مشہور تھے۔ اپنی عادت کے مطابق سب سے پہلے ان کے کھانے کا فکر ہوا انہیں کیا خبر کہ یہ فرشتے ہیں۔

خوش خبری

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ

پھر جب اس نے دیکھا ان کے ہاتھوں کو کہ نہیں بڑھتے کھانے کی طرف تو کھٹکے ان سے

وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ

اور محسوس کیا ان سے خوف وہ بولے مت ڈر

اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَ امْرَاَتُهٗ

ہم تو بھیجے گئے ہیں طرف قوم لوط کی اور بیوی اس کی

قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ

کھڑی تھی پس وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو۔ اسحاق کی

وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

اور بعد اسحاق کے یعقوب کی

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ

پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں آتے تو کھٹکا

وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ

اور دل میں ان سے ڈرا وہ بولے مت ڈر

اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ

ہم بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف اور اس کی عورت

قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ

کھڑی تھی وہ ہنس پڑی پھر ہم نے اس کو اسحاق کے پیدا ہونے کی

وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانوں کی شکل میں آئے وہ انہیں انسان سمجھ کر ان کے لیے کھانا تیار کرکے لائے۔ لیکن انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف غور سے دیکھا تو چہرے سے ہیبت اور جلال کے غیر معمولی آثار نمایاں ہوئے۔ ادھر یہ بھی ایک منفرد دستور تھا کہ جو کسی کے گھر کا کھانا نہ کھائے وہ ضرور کسی برے خیال سے آیا ہے اس وجہ سے ان کے دل میں وحشت پیدا ہوئی۔

فرشتوں نے یہ حالت دیکھ کر ان کو دلاسا دیا۔ کہ تم کچھ خوف نہ کرو۔ ہم اللہ کے فرستادہ ہیں اور قوم لوط کی تباہی کے لیے آئے ہیں اور تمہیں خوشخبری دینے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ کی بیوی جو پاس ہی کھڑی تھیں۔ خوشی سے مسکرانے لگیں۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام اسحاق ہوگا۔ آگے چل کر اس اسحاق کے لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا۔

اللہ کی قدرت

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا
اس نے کہا اے خرابی کیا جنوں گی میں حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ
بَعْلِىْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾
میرا خاوند بوڑھا ہے۔ تحقیق یہ ایک چیز ہے عجیب
قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ
انہوں نے کہا کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم پر رحمت
اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ
اللہ کی اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو
اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾
تحقیق وہ خوبیوں والا بزرگی والا ہے

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا
بولی اے خرابی کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ
بَعْلِىْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾
میرا خاوند ہے بوڑھا یہ تو ایک عجیب بات ہے
قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ
وہ بولے کیا تو اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہے اللہ کی
اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ
رحمت اور برکتیں ہیں تم پر اے گھر والو
اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾
تحقیق اللہ ہے تعریف کیا گیا بڑائی والا

يٰوَيْلَتٰٓى (اے خرابی میری) وَيْلٌ اور وَيْلَةٌ کے معنی خرابی اور تباہی کے ہیں۔ اصل میں يَاوَيْلَتَا ہے۔ گویا اپنی خرابی شامت کو آواز دینا ہے جس وقت آدمی اچانک کوئی انوکھی بات سنتا ہے تو بوکھلا جاتا ہے اور اس کے منہ سے کچھ ایسے کلمے نکلتے ہیں جس کے کوئی معنی نہیں ہوتے سوا اس کے کہ اپنی حیرت کا اظہار ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بیوی کا نام سارہ تھا۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی اور انہیں اولاد کی ہمیشہ سے تمنا تھی۔ حضرت سارہ کی عمر اس وقت بہت زیادہ ہو چکی تھی۔ فرشتوں نے جو بیٹے کی خوشخبری دی تو تعجب کی کوئی حد نہ رہی اور بے ساختہ زبان سے نکلا لو میری شامت آئی ہیں اس عمر میں جب کہ بڑھیا ہو چکی ہوں اور جب کہ میرے شوہر بوڑھے ہو چکے ہیں بیٹا جنوں گی۔ اچنبھے کی بات ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ تمہارا گھر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ ہے اور کوئی چیز اللہ کے قابو سے باہر نہیں ؛

شفقت کی شان

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ
پھر جب جاتا رہا ابراہیم سے خوف
وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ
اور آگئی اس کے پاس خوش خبری لگا جھگڑنے ہم سے قوم لوط کے
لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ
بارے میں تحقیق ابراہیم بردبار نرم دل
مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ
رجوع کرنے والا ہے اے ابراہیم منہ موڑ
عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ
اس سے یہ تو آچکا حکم تیرے رب کا
وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ
اور ان پر آہی گیا عذاب نہ ٹلایا جانے والا

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ
پھر جب ابراہیم کا ڈر جاتا رہا
وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ
اور اسے خوشخبری ملی جھگڑنے لگا ہم سے قوم لوط
لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ
کے حق میں البتہ ابراہیم تحمل والا نرم دل
مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ
رجوع کرنے والا ہے اے ابراہیم یہ خیال چھوڑ دے
عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ
وہ تو تیرے رب کا حکم آ پہنچا
وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾
اور ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو لوٹایا نہیں جاتا

اَوَّاہٌ زم دل صفت کا صیغہ ہے جو اُوْہٌ سے بنا ہے اوہ کے معنی آہ بھرنا۔ اَوَّاہٌ وہ شخص جو کسی کا دکھ دیکھ کر رنجیدہ ہو۔

فرشتوں سے خوشخبری سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سارا خوف وہراس جاتا رہا جب ادھر کی پریشانی دور ہوئی تو قوم لوط کا خیال آیا کہ اب وہ تباہ کر دیئے جائیں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام فطرتاً رحم دل قصوروار کا قصور معاف کر دینے والے۔ ہر کام میں اللہ کا سہارا لینے والے تھے۔ فرشتوں سے ان کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ اس گفتگو کو اللہ نے یُجَادِلُنَا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ خطاکار سے درگذر کرنے والا۔ دوسروں کی تکلیف اور دکھ سے متاثر ہونے والا اور ہر بات کو اللہ کے حضور میں پیش کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ السلام کی سفارش کی بابت فرمایا کہ "معاملہ سفارش کی حد سے گذر چکا اب ان کو اس کی ذرا بھی مہلت نہیں دی جاسکتی کہ اپنے گندے کاموں سے انسان کی معاشری زندگی کو تباہ و برباد کردیں۔"

قوم لوط کا حال

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ
اور جب آئے ہمارے فرشتے لوط کے پاس رنجیدہ ہوا ان کی وجہ سے
وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوْمٌ
اور گھٹا ان کے آنے سے دل میں اور کہا یہ دن
عَصِیْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ
بڑا سخت ہے اور آئی اس کے پاس قوم اس کی دوڑتی ہوئی
اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ
اس کی طرف اور اس سے پہلے تھے وہ کرتے خبیث کام

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ
اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے غمگین ہوا ان کے
وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ
آنے سے اور تنگ ہوا دل میں اور بولا آج کا دن
عَصِیْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ
بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی
اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ
ہوئی آئی اور پہلے سے کر رہے تھے بُرا کام

ذَرْعًا دل اصل میں ذرع کے معنی پیمائش کرنے کے ہیں پھر چلنے کے ہوئے پھر اس کے معنی طاقت لیے جانے لگے۔ طاقت دل کی ہوتی ہے اس لیے دل کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔

عَصِیْبٌ سخت صفت کا صیغہ ہے جو عصب سے بنا ہے عصب قوت کے معنی میں مستعمل ہے عصیب تنگ۔ کسا ہوا۔ سخت۔ بہت گرم

یُهْرَعُوْنَ دوڑائے جاتے تھے مضارع مجہول ہے اِہْرَاعٌ سے جس کا مادہ ہرع ہے جس کے معنی دوڑنا۔ اہراع دوڑانا مطلب یہ ہے کہ ان کی دلی خواہش انہیں تیز دوڑنے پر مجبور کر رہی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے پہنچے تو حسین و جمیل نوجوانوں کی شکل میں تھے آکر ان سے کہا کہ ہم آپ کے ہاں مہمان آئے ہیں حضرت لوط علیہ السلام بڑے گھبرائے۔ کیونکہ اپنی قوم کی عادت سے واقف تھے کہ وہ ان کے ستانے سے نہ چوکیں گے اور منہ سے نکلا کہ آج کا دن بڑا سخت ہے دیکھیے کیسے گذرتا ہے۔ قوم کی عقل تو ماری گئی تھی ہی مہمانوں کو دیکھ کر بے تابانہ دوڑے۔ کیونکہ وہ پہلے ہی سے برا کام بے دھڑک کرنے کے عادی ہو چکے تھے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے حسین و جمیل لڑکوں کی شکل بنا کر آئے ہی اس لیے تھے کہ ان کے گناہ پر عینی شہادت مل جائے اور بے ثبوت کے اتنی سخت سزا نہ دی جائے ؛

مت ماری گئی

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ
کہا اے قوم یہ میری بیٹیاں ہیں وہ پاک ہیں
لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ
تمہارے لیے پس ڈرو اللہ سے اور رسوا نہ کرو مجھ کو میرے مہمانوں میں
اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا
کیا نہیں تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن انہوں نے کہا
لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ
تُو تو جانتا ہے نہیں ہمارے لیے تیری بیٹیوں میں سے کوئی کام
وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾
اور تحقیق تو جانتا ہے بلاشک۔ کیا چاہتے ہیں ہم

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ
بولا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں یہ ان سے پاک ہیں
لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ
تمہارے لیے پس اللہ سے ڈرو اور مجھ کو میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو
اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا
کیا تم میں ایک مرد بھی نیک چلن نہیں بولے تُو تو
لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ
جانتا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں
وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾
اور جو ہم چاہتے ہیں تجھ کو معلوم ہے

حضرت لوط علیہ السلام انہیں سمجھا رہے ہیں کہ کچھ تو ہوش سے کام لو۔ کیا بالکل پاگل ہو گئے ہو۔ قوم میں اتنی عورتیں موجود ہیں۔ خواہش کے پورا کرنے کا طریقہ اللہ نے مقرر کر دیا ہے۔ ان سے نکاح کرو۔ اور آدمیوں کی طرح رہو۔ کیا اللہ عزوجل کا ڈر تمہارے دل سے بالکل نکل گیا ہے۔ میرے مہمانوں کو ستا کر مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم میں ایک آدمی بھی سمجھ دار نہیں رہا جو تمہیں آدمیت سکھائے۔

وہ بولے ہمیں عورتوں سے کوئی غرض نہیں۔ ہمارے مطلب سے تُو واقف ہے۔ ہم تو وہی کر کے رہیں گے جو ہمارا جی چاہتا ہے۔ ہم تیری بات نہیں مانتے۔ قوم لوط کا جواب سُنا! آدمی جب خواہش میں اندھا ہو جاتا ہے تو اُسے کچھ نہیں سوجھتا اور وہ خبیث شیطان بن جاتا ہے۔ نہ اُسے اچھے کام اور اُن کے اجر یاد رہتے ہیں اور نہ بُرے کام اور ان کی سزا نظروں کے سامنے رہتی ہے۔
شامتِ اعمال اسی کو کہتے ہیں!

انتہائی پریشانی

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ

کہنے لگا کاش کہ میرے لیے تم پر کچھ زور ہوتا یا ٹھکانا لیتا میں

اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ

طرف سہارے مضبوط کے بولے مہمان اے لوط

اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْکَ

ہم ہیں بھیجے ہوئے تیرے رب کے ہرگز نہ پہنچیں گے وہ تجھ تک

فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ

پس روانہ ہو جا اپنے اہل کے ساتھ کسی حصے میں رات کے

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ

کہنے لگا کاش مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھتا میں کسی مستحکم پناہ میں ۔ مہمان بولے اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تجھ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے سو لے نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے

اٰوِیْ (ٹھکانا پکڑتا میں) مضارع کا صیغہ ہے اَوْیٌ سے جس کے معنی ہیں ٹھکانا پکڑنا۔ پناہ لینا۔

رُکْنٌ (ستون۔ سہارا) رکن وہ ہے جو کسی چیز کو اپنے سہارے سے تھامے ہوئے ہو جیسے کھمبا ستون وغیرہ یہاں اس سے مراد کنبہ قبیلہ ہے۔

اَسْرِ (چل پڑ) امر کا صیغہ ہے اِسْرَاءٌ سے۔ اسراء کے معنی ہیں رات کو چلنا۔ اس کا مادہ س ر ی ہے۔ سُرٰی کے معنی ہیں چپکے چپکے پھیل جانا۔ سرایت اسی سے بنا ہے جو ہم بھی بولتے ہیں مثلاً اس میں پانی سرایت کر گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام نبی بنا کر اردن کے علاقہ میں بھیجے گئے تھے۔ آپ نے اسی قوم میں شادی کر لی تھی مگر بیوی بھی اپنی قوم کی طرفدار تھی۔ قوم کی زیادتی دیکھ کر فرطِ غم سے کہہ اُٹھے کاش میرا کوئی اپنا بڑا کنبہ قبیلہ ہوتا تو اس وقت اس کی پناہ لیتا۔

فرشتوں نے جب دیکھا کہ یہ شریر لوگ انہیں بہت دق کر رہے ہیں تو کہا آپ ہماری فکر نہ کریں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ ہم تک تو یہ کہاں پہنچیں گے آپ کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے۔ اس کے بعد فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ رات ہی رات اپنے بال بچوں کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔

بقیہ ھدایت

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ

اور نہ مڑکر دیکھے تم میں سے کوئی مگر عورت تیری

اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ

شان یہ ہے کہ پہنچنے والا ہے اسے جو پہنچا انہیں تحقیق

مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ

وعدہ کا وقت ان کا صبح ہے کیا نہیں صبح

بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾

نزدیک

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ

اور تم میں سے کوئی مڑکر نہ دیکھے مگر تیری عورت

اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ

کہ پہنچ کر رہے گا اسے جو ان کو پہنچے گا ان کے

مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ

وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح

بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾

نزدیک نہیں ہے

فرشتے حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ان لوگوں کی ان حرکتوں سے پریشان نہ ہوں ہم نے ان کی بے حیائی اور بے غیرتی آنکھوں سے دیکھ لی یہ لوگ اتنے بے باک اور دلیر ہیں کہ دروازہ توڑ کر اور دیوار پھاند کر آپ کے گھر گھسنا چاہتے ہیں، یہ انتہا درجے کے نادان ہیں خیر ان کو اب تک ڈھیل دی گئی تاکہ ان کی ڈھٹائی کی حد معلوم ہو جائے اور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ ان میں کوئی سمجھ دار بھی نکلتا ہے یا نہیں۔ اب معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ واقعی بڑے شورہ پشت اور نڈر ہیں۔ یہ اپنی اڑ کے سامنے کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ یقیناً ان کی شامت نے دھکا دیا ہے۔ اس وقت تو ہم حکم باری تعالیٰ ان کو یہیں سے دفع کیے دیتے ہیں۔ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ کچھ رات رہے ان بستیوں سے باہر اپنے اہل و عیال کو لے کر نکل کھڑے ہوں اور سیدھے جنگل کا راستہ لیں اس طرح کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔

اس آیت میں ہدایت کے باقی حصہ کا بیان ہے۔ کہ آپ اپنے گھر والوں کو لے کر صبح ہونے سے پہلے وہاں سے چلے گئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اس طرح آپ اور آپ کے گھر والے بچ گئے لیکن آپ کی بیوی کہ وہ آپ کے ساتھ نہ گئی یا پیچھے مڑ کر دیکھ لیا۔ اسی مصیبت کا شکار ہو گئی جس کا شکار ساری قوم ہوئی۔ فرشتوں نے کہا کہ ان کے تباہ ہونے کا وقت آج صبح مقرر ہے۔ اور اب صبح ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں اس لیے آپ یہاں سے روانہ ہونے کی تیاری کریں۔

عذاب کی صورت

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا
پس جب آیا حکم ہمارا کر ڈالا ہم نے اس کا اوپر
سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً
اس کا نیچا اور برسائے ہم نے ان پر پتھر
مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً
کنکروں کے بنے ہوئے تہ بر تہ نشان کیے ہوئے
عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ
تیرے رب کے پاس اور نہیں یہ ان ظالموں سے
بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾
کچھ دور

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا
پھر جب ہمارا حکم پہنچا کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر
سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً
نیچے اور برسائے ہم نے ان پر پتھر
مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً
کنکر کے تہ بر تہ نشان کیے ہوئے
عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ
تیرے رب کے پاس اور نہیں وہ بستی ان ظالموں
بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾ ع ۱۵
سے کچھ دور

مَنْضُوْدٍ (تہ بہ تہ) اسم مفعول ہے جو نضد سے بنا ہے نضد کے معنی ایک دوسرے پر رکھ کر جما دینا۔ یا برابر رکھ کر جوڑ دینا۔ منض کے معنی ہیں مٹی کی تہہ ایک دوسری پر جمائی ہوئی اور سخت کی ہوئی۔ مُسَوَّمَةً (نشانیاں لگائی ہوئی) اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا مصدر تسویم ہے جو سوم سے بنا ہے رسوم کے معنی ہیں علامت اور نشان۔ تسویم علامت بنانا اور نشان لگانا۔

آخر قوم لوط کی سزا کا وقت آپہنچا۔ فرشتوں نے ان کی ساری بستیاں زمین سے اوپر اٹھالیں اور انہیں پھر اسی جگہ اوندھا ڈال دیا۔ اوپر سے ان کے اوپر پتھر برسائے گئے جو کنکروں سے بنے ہوئے تھے۔ جن میں مٹی کی تہیں آپس میں جم کر سخت ہوگئی تھیں اور اللہ عزوجل نے ان پر الگ الگ علامتیں بنادی تھیں۔

یہ عرب کے شورہ پشت لوگ ان کا انجام دیکھیں اور عبرت پکڑیں۔ یہ بستیاں ان کے قریب ہی تھیں اور اب ان کی جگہ بحیرہ مردار ہے جو مدینہ سے شام کے راستہ میں آتا ہے۔ یہاں سے فقہاء نے یہ اخذ کیا ہے کہ جو ان کی سی حرکت کا مرتکب ہو اس کی سزا یہ ہے کہ اس پر دیوار گرادی جائے یا پتھر برسا کر اسے مار ڈالا جائے۔

اصحاب مدین

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ۭ قَالَ یٰقَوْمِ
اور طرف مدین کے ان کے بھائی شعیب کو کہا اے میری قوم
اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ۭ
عبادت کرو اللہ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود سوا اس کے
وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ
اور نہ کم کرو ناپ اور تول تحقیق میں
اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ
دیکھتا ہوں تمہیں خوش حال اور تحقیق میں ڈرتا ہوں تم پہ
عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ (۸۴)
عذاب سے ایک دن کے جو گھیر لینے والا ہے

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ۭ قَالَ یٰقَوْمِ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، بولا اے میری قوم
اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ۭ
اللہ کی بندگی کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں
وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ
اور نہ گھٹاؤ ناپ اور تول کو میں تم کو
اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ
آسودہ حال دیکھتا ہوں اور تم پر ایک گھیر لینے والے دن
عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ (۸۴)
کے عذاب سے ڈرتا ہوں

خَیْرٌ: اچھی بات یا چیز اکثر اس سے مراد مال ہوتا ہے لیکن خیر ہر اچھی چیز کو کہتے ہیں۔ مال۔ دولت صحت۔ تندرستی وغیرہ۔

مَدْیَن: ایک بستی تھی جو خلیج عقبہ کے قریب واقع تھی اور جزیرہ نمائے سینا سے ملتی تھی۔ اس کے آس پاس درختوں کا ایک بن تھا جس کو ایکہ کہتے تھے (اصحاب الایکہ: بن کے رہنے والے) یہ خطہ سرسبز اور شاداب تھا۔ لوگ خوشحال تھے یہی خوشحالی ان کی غفلت کا باعث ہوئی۔ وہ اللہ کو بھول گئے اور لگے سرسبز، میوہ دار اور فائدہ رساں درختوں کو پوجنے۔ لالچی اس قدر ہو گئے تھے کہ دام پورے لے لیتے اور جنس کی ناپ تول میں کمی کر دیتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام ان میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تاکہ ان کو اس بدمعاملگی سے روکیں اور اللہ کی طرف متوجہ کریں کیونکہ انسان کے اندر برائی کی جڑ اللہ سے غفلت کرنا ہے جو لوگ اللہ کو جس حد تک مانتے ہیں اسی حد تک وہ برائیوں سے بچے رہتے ہیں حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اللہ کی طرف متوجہ کیا اور اس کی بخشی ہوئی خوشحالی کا شکر اس کی فرمانبرداری کی صورت میں ادا کرنے کو کہا۔ ناپ اور تول میں کمی کو نہ چھوڑنے کی صورت میں مصیبت کے دن سے ڈرایا جو نیست و نابود کر دے گا۔

برائیاں چھوڑو

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

اے میری قوم پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا

اور نہ نقصان کرو لوگوں کا ان چیزوں میں اور نہ دنگا مچاؤ

فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ

زمین میں فساد کرتے ہوئے بچا ہوا اللہ کا (دیا)

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ

بہتر ہے تمہارے لیے اگر ہو تم ایمان والے اور نہیں

اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

میں تم پر پہرہ دار

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

اور اے میری قوم ماپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا

اور لوگوں کے لیے ان کی چیزیں مت گھٹاؤ اور زمین میں

فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ

فساد مت مچاؤ اللہ کا دیا جو بچ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ

رہیگا وہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان والے ہو اور میں

اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

تم پر نگہبان نہیں ہوں

لَاتَبْخَسُوْا (کمی مت کرو) نہی کا صیغہ ہے بَخْسٌ سے بخس کے معنی گھٹا دینے اور کم کر دینے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی کی حق تلفی مت کرو۔

لَاتَعْثَوْا (خرابی مت پھیلاؤ) نہی کا صیغہ ہے ع۔ث۔ی سے اس کے معنی ہیں تکبر کرنا۔ دنگا فساد مچانا۔ مار پٹائی کرتے پھرنا۔

یہ لوگ ماپ تول میں تو کمی کرتے ہی تھے۔ دوسرے معاملات میں بھی اوروں کو نقصان پہنچا کر اپنا بھلا کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ڈکیتی، لوٹ مار تک سے نہ چوکتے تھے کوئی یوں نہ دیتا تو اُسے مار ڈالتے تھے اس وجہ سے نہیں کہ وہ مفلس قلاش تھے اور دوسروں سے چھینے بغیر ان کا پیٹ نہ بھر سکتا تھا، بلکہ اس لیے کہ جو کچھ ان کے پاس ہے اس میں اور اضافہ ہو جائے۔ پیسے کے لوبھی اور دولت جمع کرنے کے دلدادہ تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ دوسروں کو دیتے وقت پورا تولو اور پیمانہ پورا بھر کر دو۔ کمی مت کرو۔ ایمان داری سے جو نفع کما سکو، وہ تمہارے لیے حلال طیّب ہے۔ حلال کی کمائی پر گذارہ کرو۔ اللہ اس میں برکت دے گا۔ میں تم کو فقط سمجھانے ہی پر مامور ہوں۔ میرا کام یہ نہیں کہ تمہارا چوکیدار بن کر بیٹھوں اور تمہیں زبردستی برے کاموں سے روکوں۔

قوم کا جواب

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ
کہنے لگے اے شعیب کیا تیری نماز حکم دیتی ہے تجھے
اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ
یہ کہ ترک کریں ہم نہیں جنہیں پوجتے تھے ہمارے باپ یا
اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ
یہ کہ نہ کریں ہم اپنے مالوں میں جو چاہیں واقعی
لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾
ایک تو ہی سمجھ دار نیک چلن ہے

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ
بولے اے شعیب کیا تیرے نماز پڑھنے نے تجھے یہ سکھایا
اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ
کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہم
اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ
انہیں چھوڑ دیں یا جو کچھ اپنے مال میں کرتے ہیں کرنا چھوڑ
لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾
دیں تو ہی نیک چلن باوقار ہے

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان کی نصیحت کو سن کر جواب دیا۔ وہ وہی ہے جو اس قسم کے سر پھرے لوگ دیا کرتے ہیں اول تو وہ ان نصیحت کرنے والوں کے نیک کاموں کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ ان کو چڑاتے ہیں کہ لمبی لمبی نمازیں پڑھ کے ماتھے پر گٹے ڈال کر پارسا بن گئے۔ دوسروں کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ گویا بس آپ ہی دنیا میں ایک نیک آدمی رہ گئے ہیں باقی سب گئے گذرے ہیں۔ ذرا سنیے! حضرت شعیب علیہ السلام کے نصیحت آمیز کلمات سنکر وہ کیا کہتے ہیں کہ اے شعیب آخر تیری یہ لمبی لمبی نمازیں رنگ لائیں آپ خیر سے ہمارے ناصح مشفق بن کر تشریف لائے ہیں اور ہمیں نصیحت کرنے بیٹھے ہیں۔ کہ باپ دادا کی ریتیں چھوڑ دو۔ بتوں ونوں کی پوجا بیکار چیز ہے۔ کیا خوب گویا ہمارے باپ دادا باؤلے ہی تھے بس آپ ہی ایک عقل مند شخص دنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کو ہمارے سر پر بڑا بن کر بیٹھنے کا شوق ہے۔ ہم سے کہتے ہیں کہ دیکھو مالی معاملات میں ایمان داری سے کام لو۔ کیا خوب گویا ہمیں اپنے مال پر اختیار ہی نہیں ہم اس کے ساتھ جو چاہے کر ہی نہیں سکتے۔ ہر بات میں آپ کی نصیحت ہی سے ہمارا کام چل سکتا ہے۔ کیا کہنا ہے آپ ہی تو دنیا میں ایک سمجھ دار شخص رہ گئے ہیں فقط آپ ہی نیک چلن ہیں۔ باقی سب لچے اوباش ہیں۔ بس بس اپنی نمازوں سے دھیان رکھو ہمارے کاموں میں دخل نہ دو:

جڑ کی بات

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

کہ اے میری قوم تم دیکھتے ہو اگر ہوا میں صحیح طریق پر

مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ

اپنے رب کی طرف سے اور دیا اس نے مجھ کو اپنی جانب سے رزق اچھا

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ

اور میں نہیں چاہتا کہ تم سے چھڑوا کر چلا جاؤں اسی کام کی طرف

اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

کہ روکتا ہوں میں تم کو جس سے نہیں چاہتا ہوں مگر سنوارنا

مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ

جتنا ہو سکے اور نہیں میرا کام بننا مگر اللہ کی مدد سے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (۸۸)

اسی پر بھروسا کیا میں نے اور اسی کی طرف میں جھکتا ہوں

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

بولا اے میری قوم دیکھو تو اگر مجھے اپنے رب کی طرف سے سمجھ آ گئی

مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ

اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے نیک روزی عطا کی

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ

اور میں یہ نہیں چاہتا کہ بعد کو خود وہ کام کروں جو تم سے

اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

چھڑاؤں میں تو جہاں تک ہو سکے سنوارنا

مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ

چاہتا ہوں میرا کام بننا اللہ کی مدد سے ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (۸۸)

میں نے اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا خیر نہیں تم تکبر میں اس قدر مبتلا کیوں ہو۔ کہ اپنے سامنے کسی کو سمجھتے ہی نہیں بھلا بتاؤ کہ اس کے مان لینے سے کیا خرابی لازم آتی ہے۔ کہ اللہ نے مجھ کو اتنی دانائی عطا کر دی۔ کہ میں نے سیدھا راستہ پہچان لیا اور مجھ کو وہ کچھ دیا۔ جو تمہیں نہیں دیا جا سکا۔ کلا میرا یہ مقصد نہیں کہ تم کو تو غلط طریقے سے مال جمع کرنے سے روکوں اور خود تمہارا سردار بن کر بیٹھ جاؤں کہ لاؤ میرا گھر بھر دو۔ یہ تو مال جمع کرنے کا ایک غلط طریقہ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ جس چیز سے میں تمہیں روک رہا ہوں وہی اختیار کروں۔ میں تو سوا اس کے کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے تمہاری حالت درست کر دوں یہی میرا ارادہ ہے لیکن اس کا پورا ہونا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کی توفیق نصیب ہو تو کام بنے میرا بھروسا تو اسی پر ہے اور میں ہر کام میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ؞

انجام بغی

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ
اور اے میری قوم نہ ڈالے سر تمہارے مجھ سے ضد کرنا یہ کہ پہنچے تم کو
مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ
اس جیسی چیز کہ پہنچی نوح کی قوم یا ہود کی قوم
اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ
یا صالح کی قوم کو اور نہیں لوط کی قوم تو تم سے
بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
کچھ دور اور استغفار کرو اپنے رب سے پھر لوٹو
اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾
اسی کی طرف تحقیق میرا رب رحم کرنے والا محبت والا ہے

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ
اور اے قوم میری ضد کر کے یہ نہ کمائیو کہ تم پر پڑے
مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ
جیسا کچھ کہ پڑ چکا نوح کی قوم پر یا ہود کی قوم پر
اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ
یا صالح کی قوم پر اور نہ لوط کی قوم تو تم سے کچھ
بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
دور ہی نہیں اور اپنے رب سے گناہ بخشواؤ اور اسی کی طرف رجوع
اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾
کرو البتہ میرا رب مہربان محبت والا ہے

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ (نہ کمائے تمہارے لیے) نہی کا صیغہ ہے جو ج۔ر۔م سے بنا ہے جرم کے معنی ہیں کمانا۔ یہاں اس سے مراد سر تھوپنا ہے۔

وَدُوْدٌ (محبت والا) وُدٌّ سے بنا ہے۔ مَوَدَّۃٌ بھی اسی سے بنا ہے۔ دونوں کے معنی ہیں دوسرے کا خیال کرنا۔ اس کی بھلائی چاہنا۔ یہ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو طرح طرح سے سمجھا رہے ہیں کہ دیکھو میری ضد اور مخالفت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اوپر بھی کوئی عذاب آجائے تم سے پہلے بہت سی قوموں پر اسی وجہ سے عذاب نازل ہو چکا ہے۔ قوم نوح، عاد، ثمود اور قوم لوط اپنے کرتوتوں کی سزا بھگت چکی ہیں۔ تم ان کے حالات سے سبق حاصل کرو اپنے رب سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگو۔ سب کے سب اس کی طرف جھک جاؤ میرا رب توبہ کرنے والوں پر اپنی رحمت نازل کرنے والا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اس کی طرف وہ خاص توجہ فرماتا ہے ؏

غرور کی حد

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا
کہنے لگے اے شعیب نہیں سمجھتے ہم بہت کچھ اس میں سے جو
تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ
تو کہتا ہے اور تحقیق ہم البتہ دیکھتے ہیں تجھ کو اپنے میں کمزور
وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ
اور نہ ہوتے تیرے کنبہ والے تو ہم پتھراؤ کرتے تم پہ اور نہیں
اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾
تو ہمارے نزدیک عزت والا

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا
بولے اے شعیب ہم بہت سی باتیں جو تو کہتا ہے نہیں سمجھتے
تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ
اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں کمزور ہے
وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ
اور اگر تیرے بھائی بند نہ ہوتے تو تجھ کو تو ہم سنگسار کر ڈالتے
اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾
اور ہماری نگاہ میں تیری کچھ عزت نہیں

دیکھیے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کس کس طرح سمجھا رہے ہیں کبھی کہتے ہیں۔ اپنی بڑائی کا تصور ایک خبط ہے آدمی کو تو اضع سے رہنا چاہیے اور یقین کر لینا چاہیے کہ دوسرا مجھ سے ہر بات میں زیادہ ہو سکتا ہے کبھی توجہ دلاتے ہیں کہ غرور کا سر نیچا ہوتے تم نے دیکھ رکھا ہے تم سے پہلے بڑے بڑے سورما ٹیں ہو کر رہ گئے۔ تم تو کیا چیز ہو۔ ان سب کے جواب میں سنیے کہ ان کی قوم کیا کہتی ہے کہ اے شعیب تیری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تیرا جو کچھ دم خم ہے وہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم سب کے مقابلے میں تو ہے کیا چیز۔ تیرے کنبے اور خاندان کے لوگ ہمارے ساتھی ہیں۔

ان کی وجہ سے ہم رُکے ہوئے ہیں۔ ورنہ پتھر مار مار کر تیرا دم نکال دیتے۔ ہمارے نزدیک تیری کوئی عزت نہیں، یہ ہے آدمی کا غرور۔ آدمی کے پاس جب کچھ آ جاتا ہے۔ تو وہ ایسی ہی باتیں کرنے لگتا ہے کہ کوئی میرے سامنے کیا مجال کہ چوں کرے۔ پھر میں ان لوگوں کی جو خواہ مخواہ نصیحت کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں کیوں سنوں۔ یہ مجھے تعلیم دینے والے کون ہوتے ہیں۔ ذرا سی دیر میں اگر چاہوں تو ان کا کام تمام کر سکتا ہوں۔ پس یہی خیال ہے کہ ان کے رشتہ دار بگڑ جائیں گے ورنہ ان کا کام تو کب کا تمام کر دیا ہوتا ؛؛

اللہ سے غفلت

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ
کہا اے میری قوم کیا کنبہ میرا زیادہ زوردار ہے تم پر
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ
اللہ سے اور رکھ دیا تم نے اس کو اپنے سے پرے
ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
پیٹھ پیچھے تحقیق میرا رب اس پر جو تم کرتے ہو
مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾
احاطہ کرنے والا ہے

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ
بولا اے میری قوم کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ
اللہ سے زیادہ ہے اور اس کو تم نے بھلا کر پیٹھ پیچھے
ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
ڈال رکھا ہے تحقیق جو کچھ تم کرتے ہو میرے رب کے
مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾
قابو میں ہے

اِتَّخَذْتُمُوْهُ (بنا لیا تم نے اس کو) اصل میں اِتَّخَذْتُمْ ہے اس کے ساتھ ہائے ضمیر ملی تو بیچ میں ایک واؤ بڑھ گئی اِتَّخَذْتُمُوْهُ ہو گیا۔ اِتَّخَذْتُمْ ماضی کا صیغہ اتخاذ سے ہے جو اَخْذٌ سے بنا ہے۔ اخذ کے معنی پکڑنا۔ لے لینا۔ بنا لینا وغیرہ۔ اِتِّخَاذٌ۔ کر بیٹھنا۔ رکھ دینا۔

ظِهْرِيٌّ (پیٹھ پیچھے پھینکا ہوا) ظَہر پیٹھ کو کہتے ہیں۔ یائے مشدد نسبت کی ہے یعنی پیٹھ سے تعلق رکھنے والا۔ پیٹھ پیچھے پھینکا ہوا۔

شعیب علیہ السلام جواب میں فرماتے ہیں کہ میرے کنبے والوں کا خیال کر کے تم مجھے جینے دے رہے ورنہ مار ڈالتے۔ دیکھو کنبہ والوں سے زیادہ زور اللہ تعالیٰ میں ہے۔ میری قدر تمہیں اس لیے کرنی چاہیئے کہ میں اس کا رسول ہوں لیکن تم آدمیوں کا تو خیال کرتے ہو اور اللہ عزوجل کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ آدمی اگر خفا ہو گئے تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اگر انہوں نے تم سے لڑائی بھی کی تو تم آسانی سے انہیں دبا لوگے۔ لیکن اگر اللہ تعالےٰ تم سے ناراض ہو گیا۔ تو وہ تمہیں چشم زدن میں فنا کر سکتا ہے۔ تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

یہ تمہاری شامت کی نشانی ہے کہ آدمیوں کی تو اتنی رعایت اور اللہ عزوجل سے اس قدر غفلت کہ گویا اسے پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ یاد رکھو وہ تمہارے سارے کرتوتوں پر قابو رکھتا ہے سزا دینے پر آیا تو تمہیں تہس نہس کر دے گا۔

اظہارِ ناراضگی

وَ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ

اے میری قوم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر تحقیق میں

عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ

کام کر رہا ہوں عنقریب جان لوگے کون ہے آتا ہے جس پر

عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ

عذاب کہ رسوا کرے اس کو اور کون ہے کہ وہ جھوٹا ہے

وَ ارْتَقِبُوْۤا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾

اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

وَ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ

اے میری قوم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں بھی کام

عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ

کرتا ہوں آگے معلوم کر لوگے کہ رسوا کرنے والا

عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ

عذاب کس پر آتا ہے اور جھوٹا کون ہے

وَ ارْتَقِبُوْۤا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾

اور تاکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ تاک رہا ہوں

مَكَانَةَ (جگہ) اس کا مادہ ک۔و۔ن ہے۔ کون کے معنی ہیں ہونا۔ اسی سے مکان بنا ہے۔ جو مصدر میمی بھی ہے اور کون کے معنی میں ہے اور اسم ظرف بھی ہے یعنی ہونے کی جگہ (مکانۃ بھی اسم ظرف ہے۔ مکان اور مکانۃ کے استعمال میں فرق ہے۔ مکان کے معنی جگہ کے ہیں۔ مکانۃ کے معنی مرتبہ اور حالت کے ہیں یہاں یہی معنی مراد ہیں یعنی حالت اور مرتبہ۔

جب ان لوگوں کا رویہ یہ دیکھا کہ اللہ کو کچھ گردانتے ہی نہیں تو سمجھ گئے کہ ان کی حالت درست نہیں ہو سکتی اس لیے ان کی ہدایت سے مایوس ہوئے۔ اور پھر جو فرمایا وہ اس آیت میں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم میری بات مانتے معلوم نہیں ہوتے۔ اس لیے جو جی چاہے کرو اور اپنی ضد اور ہٹ پہ اڑے رہو۔ میں بھی اپنی حالت کے تقاضے کے مطابق جو مجھے کرنا چاہیئے کر رہا ہوں۔

تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ عذاب کس کو آگھیرتا ہے اور ذلت ورسوائی کسے حاصل ہوتی ہے مجھے یا تمہیں۔ اور جھوٹا میں ہوں یا تم۔ اب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آیندہ جو کچھ ہونے والا ہے۔ تم اس کا انتظار کرو۔ ادھر میں بھی اب بس یہی کر سکتا ہوں کہ اپنی جگہ پہ انتظار کروں۔

عذاب کی صورت

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّ

اور جب آیا حکم ہمارا بچا دیا ہم نے شعیب کو اور

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ

ان کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ ساتھ رحمت کے اپنی طرف سے

وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا

اور آپکڑا ان کو جنہوں نے ظلم کیا کڑک نے پس انہوں نے صبح کی

فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے گویا

لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ

بسے ہی نہ تھے ان میں سنو دوری ہو مدین کے لیے

كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع

جیسے دور ہوئے ثمود

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّ

اور جب ہمارا حکم آپہنچا ہم نے شعیب کو اور جو اس کے ساتھ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ

ایمان لائے اپنی رحمت سے بچا دیا

وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا

اور ان ظالموں کو کڑک نے آپکڑا پھر صبح کو

فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے گویا

لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ

وہ وہاں بسے ہی نہ تھے سن لو پھٹکار ہے مدین پر

كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع

ع ۱۱ ۸

جیسے پھٹکار ہوئی ثمود پر

انسان کو یہی زیب دیتا ہے کہ اللہ عزوجل کے سامنے عاجزی سے ہاتھ باندھے کھڑا رہے کوئی اس سے مقابلہ کر کے فلاح کو نہیں پہنچ سکتا

اس آیت میں مدین والوں کا انجام دکھایا گیا ہے۔ انہوں نے شعیب علیہ السلام کو کچھ نہ گردانا۔ اس کو سخت سخت جواب دیئے۔ ایذائیں پہنچائیں، ڈراوے دیئے۔ دھمکیاں دیں۔ آخر نتیجہ کیا ہُوا۔ اس آیت میں ہے کہ کڑک سے ہلاک ہوئے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ زلزلے نے آپکڑا گھبرا کر نکلے تو گرمی کے مارے بُرا حال ہُوا۔ ایک ابر آکر ان پر چھا گیا۔ وہ سمجھے اس میں ٹھنڈک ہوگی۔ لیکن اس کے نیچے بلا کی گرمی تھی۔ سب بیہوش ہو کر گر پڑے اور مر گئے۔ ان کی گستاخیاں، بیہودگیاں اور زبان درازیاں کچھ ثمود سے ملتی تھیں اس لیے ان پر عذاب بھی انہی کے عذاب سے ملتا جلتا آیا اور آخر میں ان سے کہہ دیا گیا کہ ثمود کی طرح تم بھی تباہ ہو جاؤ اور انہی کی طرح تمہیں بھی اللہ کی رحمت سے دوری نصیب ہو۔ یا اللہ تو اپنے کرم سے ہمیں نیک عمل کی توفیق دے اپنا مطیع و فرمانبردار بنا اور آخرت کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ۔

موسیٰؑ اور فرعون

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی نشانیوں کے اور سند
مُّبِیْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِہٖ
واضح کے طرف فرعون کے اور اس کے سرداروں کے
فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ
پس پیروی کی انہوں نے حکم کی فرعون کے اور نہیں حکم
فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ﴿۹۷﴾
فرعون کا درست

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ
اور البتہ ہم موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح
مُّبِیْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِہٖ
سند دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیج چکے ہیں
فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ
پھر وہ فرعون کے حکم پر چلے اور فرعون کی
فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ﴿۹۷﴾
بات کچھ کام کی نہیں

فرعون کے ظلم سے بنی اسرائیل کو چھڑانے کے لیے اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول مقرر کیا اور ایسی کھلی ہوئی علامتیں ان کے ساتھ کر دیں جن کو دیکھ کر کسی سمجھ دار کو جو اپنی سمجھ سے کام لیتا ہو ان کے رسول ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا تھا اور ان سے کہہ دیا کہ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ بھی اسی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جس کے تم بندے ہو اور ویسے ہی فرعون کی رعیت ہیں جیسے کہ تم ہو۔ اس بات سے فرعون چونکا۔ کیونکہ وہ خود خدائی کا دعویدار تھا۔ اور کہا کہ مجھے اپنے ملک میں اختیار ہے کہ جا ہے جس پر مہربانی کروں اور جا ہے جس کو ستاؤں مجھے اپنے اختیار کو کام میں لانے سے منع کرنے والا کون ہو سکتا ہے اس کے خوشامدی سردار جو اس کے گرد جمع تھے سب نے اس کی تائید کی اور کہا کہ ہم تو اپنے بادشاہ فرعون کو اپنا مالک سمجھتے ہیں اور اس کا ہر حکم بجالانے کے لیے تیار ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ فرعون کے سارے احکام خود بینی اور تکبر پر مبنی تھے۔ اس لیے وہ جو حکم دیتا تھا وہ غلط ہی ہوتا تھا۔ وہ خود بہت بڑا گمراہ سرکش اور مجرم تھا۔ اس کے حکم ماننے میں لوگوں کی کیا بھلائی ہو سکتی تھی یہاں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر بادشاہ کوئی غلط حکم دے تو اس کو سمجھانا چاہیئے تاکہ وہ اپنی غلطی مان لے اندھا دھند اس کے احکام بجالانا ٹھیک نہیں ۔

لوگوں کو تنبیہ

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ

آگے ہو گا وہ اپنی قوم کے قیامت کے دن پس لاکھڑا کرے گا ان کو

النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (۹۸)

آگ پر اور بُرا ہے وہ گھاٹ جس پر وہ پہنچیں گے

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ

اور پیچھے لگا دیئے گئے اس دنیا میں لعنت اور دن

الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (۹۹)

قیامت کے براہے وہ انعام جو انہیں دیا گیا

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ

قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے ہو گا پھر ان کو آگ پر

النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (۹۸)

پہنچائے گا اور بُرا گھاٹ ہے جس پہ پہنچے

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ

اور اس جہان میں ان کو پیچھے سے لعنت ملتی رہی۔ اور

الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (۹۹)

قیامت کے دن بھی بُرا انعام ہے جو ان کو ملا

فرعون کے مقابلہ کا اس کے ملک کے آس پاس کوئی بڑا بادشاہ نہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے سر سے غرور و تمکنت کا سودا نکالنے کے لیے مقرر کیے گئے۔ انہوں نے کہا مانا کہ تیرے مقابلے کا دنیا میں اس وقت کوئی نہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس دنیا کے بنانے والا بھی تجھ سے بڑا نہیں۔ دیکھ میں اس کا رسول ہوں اور اس نے مجھ کو اتنی طاقت دی ہے کہ جس کا تو مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ گرتے ہی وہ اژدہا بن کر پھنکاریں مارنے لگا۔ ادھر اپنا ہاتھ بغل میں رکھ کر نکالا اور اس کے سامنے کر دیا۔ تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگا۔ فرعون کی اژدہے سے ہی گھگی بندھ گئی تھی۔ اب یہ اور آفت آئی کہ نگاہ بھی ہاتھ کی چمک کے سامنے ماند پڑ گئی۔ چلانا شروع کیا کہ بس بس رحم کر۔ یہ سن کر آپ نے اژدھے کو پکڑ لیا اور وہ پھر عصا ہو گیا اور ہاتھ کی چمک بھی غائب ہو گئی اور بھی آپ نے بہت سی نشانیاں دکھلائیں لیکن اس نے نہ مانا اس کے درباری بھی اسی کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ قیامت کے دن بھی فرعون ان اپنے مددگاروں اور سرداروں کے آگے آگے ہو گا اور ان کو دوزخ میں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ دوزخ بہت بُری جگہ ہے اس کے کنارے پر جو پہنچا۔ وہ بجائے آرام اور ٹھنڈک کے آگ میں جا گرے گا۔ دنیا میں بھی اس پر اور اس کے تابعداروں پر دنیا والے ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے اور قیامت کے دن بھی وہ سب لعنت ہی کے مستحق ہوں گے۔

نتیجہ

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ

یہ کچھ خبریں ہیں بستیوں کی ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر

مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ (۱۰۰) وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

بعض ان میں سے موجود ہیں اور بعض کٹ چکیں اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ

اور لیکن انہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر پس فائدہ نہ دیا

عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ

ان کو ان کے معبودوں نے جنہیں وہ پکارتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ

اللہ کے سوا کچھ جب آیا حکم

رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ (۱۰۱)

تیرے رب کا اور نہ بڑھایا ان کے لیے سوا تباہ کرنے کے

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ

یہ بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں کہ ہم تجھ کو سناتے ہیں

مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ (۱۰۰) وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

بعض ان میں سے اب تک قائم ہیں اور بعض کی جڑ کٹ گئی اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ

لیکن وہی اپنی جان پر ظلم کر گئے پھر ان کے ٹھاکر (معبود)

عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ

جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ

ان کے کچھ کام نہ آئے۔ جس وقت تیرے رب کا حکم پہنچا

رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ (۱۰۱)

اور ان کے حق میں سوائے ہلاک کرنے کے کچھ نہ بڑھایا

حَصِیْدٌ (کٹا ہوا) صفت کا صیغہ ہے جو حَصَدٌ سے بنا ہے حَصَدٌ کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں اسی سے لفظ حصاد ہے جو سورۃ الانعام میں گذرا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ انہیں جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا گیا۔ تَتْبِیْبٍ (ہلاک کر دینا) مصدر ہے جو ت۔ ب۔ ب سے بنا ہے۔ تَبٌّ کے معنی تباہ و برباد ہونے کے ہیں۔ تباب تباہی کو کہتے ہیں۔ تَبَّتْ اسی سے ماضی کا صیغہ ہے جو سورۃ اللھب کے شروع میں آیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے قوم نوح۔ عاد۔ ثمود۔ قوم لوط۔ اہل مدین اور فرعون کے حالات سنائے ہیں۔ ان سے تم اپنے لیے سبق حاصل کرو۔ دیکھو ان لوگوں کی کیا گت بنتی رہی۔ ان میں سے بعض کی بستیاں اب تک موجود ہیں جیسے مصر اور بعض کی بالکل اجڑ گئیں جن کا نام و نشان بھی نہ رہا جیسے قوم لوط۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ وہ سب خود اپنے کرتوتوں کے باعث تباہ ہوئے۔ وہ اللہ عزوجل کو بھول گئے اور اوروں کی پوجا کرنے لگے لیکن ان کے جھوٹے معبود ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے بلکہ وہ الٹا عذاب آنے کا سبب بن گئے۔ اور انہیں سوا تباہی اور بربادی کے کچھ نہ ملا۔

عذاب الٰہی

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو

وَهِيَ ظٰلِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (۱۰۲)

اور وہ ظلم کرتی ہوتی ہیں بے شک اس کی پکڑ دردناک سخت ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ

تحقیق اس میں البتہ نشانی ہے اس کے لیے جو ڈرے عذاب

الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ

آخرت سے وہ ایک دن ہے جمع کیے جائیں گے جس میں سب لوگ

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (۱۰۳) وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ

اور وہ ایک دن ہے حاضری کا اور نہیں پیچھے ہٹاتے ہم اس کو

اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ (۱۰۴)

مگر بوجہ ایک وقت کے جو مقرر ہے

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب بستیوں کو پکڑتا ہے

وَهِيَ ظٰلِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (۱۰۲)

اور وہ ظلم کر رہے ہوتے ہیں بیشک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ

اس بات میں نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب

الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ

سے ڈرتا ہے وہ ایک دن ہے جس میں سب لوگ جمع ہوں گے

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (۱۰۳) وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ

اور وہ سب کے پیش ہونے کا دن ہے اور اس میں جو ہم دیر کرتے ہیں سو

اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ (۱۰۴)

ایک وعدے کے لیے جو مقرر ہے

پچھلی امتوں کے حالات پڑھ کر ہمیں صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی امتوں کو جو سزائیں دنیا میں ملیں وہ اسی وجہ سے کہ انہوں نے ان اعمال سے جن میں ان کی بہتری پوشیدہ تھی منہ موڑا اور وہ کام اختیار کیے جن سے ان کے پیدا کرنے والے نے انہیں منع کیا تھا اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے برے اعمال کی فوراً انتہائی سزا نہیں دیتا بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے اور اپنے رسول اور ان کے ساتھ اپنی واضح نشانیاں بھیج کر انہیں سمجھاتا ہے جب وہ نہیں سمجھتے تو پھر انہیں سخت سزا دیتا ہے ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کے بدلے دینے کا ایک دن یقیناً آئے گا جس کا نام روز قیامت ہے اس دن تمام انسان جمع ہونگے اور سب اللہ عزوجل کے روبرو پیش ہوں گے یہ دن یقیناً آئے گا اور اس کا ایک وقت مقرر ہے اس وقت تک اس دنیا کو قائم رکھنا ہے تاکہ لوگ جتنے کام ان سے کیے جائیں کر لیں اس کے بعد ان سب کو اکٹھا کر کے فیصلہ کر دیا جائیگا کہ تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ یہ ہے جو تمہیں آج دیا جا رہا ہے اسکو اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے یاد دلانے کے لیے ہے ؛

قیامت کا حال

یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا
جس دن وہ آئے گا نہ بولے گا کوئی جاندار مگر
بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴿۱۰۵﴾
اللہ کے حکم سے پھر ان میں سے کوئی بدبخت ہے اور کوئی نیک بخت

یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا
جس دن وہ آئے گا کوئی جاندار بات نہ کر سکے گا مگر اس
بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴿۱۰۵﴾
کے حکم سے سو ان میں بعض بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت

لَا تَكَلَّمُ (نہ بولے گا) مضارع منفی ہے جو کلام سے بنا ہے اور اصل میں لا تتکلم بصیغہ مؤنث غائب ہے بولنے میں پہلے ت گرا دیتے ہیں۔

اس آیت میں انسانی زندگی کا پورا خلاصہ دے دیا گیا ہے اور اس کا انجام بتا دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی اس دنیا کی زندگی کو اس نقطہ نظر سے دیکھے کہ وہ آخرت کے لیے تیاری کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ ایک میدان ہے جس میں بری چیزوں کو بظاہر خوشنما اور بھلی چیزوں کو بظاہر بدنما شکل دے کر پھیلا دیا گیا ہے اور انسان کو اختیار دے دیا گیا ہے کہ اپنی عقل کو کام میں لا کر اچھی چیزیں پہچان کر اختیار کر لے اور بری چیزیں پہچان کر چھوڑ دے۔

اس میں کہا گیا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو اس کی پہلی خصوصیت یہ ہوگی۔ کہ زبان سے کوئی آدمی ایک لفظ بھی نہ نکال سکے گا۔ کیوں کہ بولنا انسان کا ایک عمل ہے جو وہ اس دنیا میں آزادی کے ساتھ کر سکتا ہے اور اس کے لیے جزا سزا مقرر ہے جو دنیا میں بھی ملتی ہے لیکن آخرت دار العمل نہیں ہے۔ اس لیے وہاں بولنے کا اختیار چھین لیا جائے گا۔ جیسا کہ اور اعضاء پہ کوئی اختیار نہ رہے گا۔ زبان بھی ایک عضو ہے اور اعضاء کی طرح وہ بھی اس روز اللہ عزوجل کے حکم کے بغیر کچھ نہ کر سکے گی۔

قیامت میں یہ حقیقت ہر شخص پہ آشکارا ہو جائے گی کہ اس کا پھرنا، چلنا، بھاگنا، دوڑنا، پریشانی اور اطمینان سب براہ راست اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق ہو رہا تھا۔ کیونکہ انسان کے اختیاری عمل کے دن دنیا میں ختم ہو چکے۔ اس لیے اب وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ ان کے دنیا کے اعمال کا نتیجہ ہے اور اس کے مطابق کوئی بدبخت ہوگا کوئی نیک بخت غرض ہر شخص اپنے اعمال کا نتیجہ بھگت رہا ہوگا۔

بدبخت لوگ

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ
پس جو لوگ بدبخت ہیں پس آگ میں ہیں ان کے لیے
فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّ شَھِیْقٌ (۱۰۶) خٰلِدِیْنَ فِیْھَا
اس میں چیخنا ہے اور دھاڑنا رہیں گے اس میں
مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ
جب تک رہیں آسمان اور زمین مگر جو چاہے
رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (۱۰۷)
رب تیرا تحقیق تیرا رب کرڈالنے والا ہے جو کچھ چاہے

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ
سو جو لوگ بدبخت ہیں وہ تو آگ میں ہیں ان کو
فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ (۱۰۶) خٰلِدِیْنَ فِیْھَا
وہاں چیخنا ہے اور دھاڑنا ہمیشہ اس میں رہیں گے
مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ
جب تک آسمان اور زمین ہیں مگر تیرا رب جو
رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (۱۰۷)
چاہے بے شک تیرا رب جو چاہے کر ڈالتا ہے ۔

شَقُوْا (بدبخت ہوئے) شَقُوْا سے۔ اسی سے مصدر شَقَاوَۃٌ بنا ہے۔ شقاوت کے معنی ہیں اچھی چیزوں سے محرومی۔

زَفِیْرٌ۔ شَھِیْقٌ: زفیر زور کی آواز کو کہتے ہیں جو حلق سے نکلے۔ شہیق ہلکی آواز جس میں فقط زور زور سے سانس چلتا ہے۔ گدھے کی شروع کی آواز زفیر اور آخر میں ختم کرتے وقت کی آواز شہیق ہے۔ دوزخی اسی طرح چیختے اور ہانپتے رہیں گے۔

فَعَّالٌ: (کر ڈالنے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے فعل سے مراد یہ ہے کہ اس کو کسی کام کے کرنے میں نہ دیر لگتی ہے اور نہ دقّت پیش آتی ہے۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کی نافرمانی کی اور انہی کاموں میں پھنسے رہے جن سے اللہ نے منع کیا تھا۔ ان کے لیے قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ یہ آگ آدمی کے وہی بُرے کام بن جائیں گے جو اسے دنیا میں اچھے اور آرام دینے والے معلوم ہوتے تھے۔ انہی کی شکل اور کیفیّت وہاں بدل دی جائے گی۔ اور وہاں سخت دکھ دینے والے اور بے چین کرنے والے ثابت ہوں گے۔ وہ کم بخت جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے۔ دوزخ ہی میں جلتے رہیں گے اور درد کے مارے چیختے چلّاتے رہیں گے۔ زمین و آسمان آخرت میں بھی ہوں گے۔ اس لیے ان بدبختوں کا عذاب سے چھٹکارا مشکل ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے ؞

نیک بخت لوگ

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ
اور جو لوگ نیک بخت ہیں سو جنت میں ہیں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
رہیں گے اس میں جب تک رہیں آسمان
وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً
اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب عطیہ ہے
غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (۱۰۸)
نہ منقطع ہونے والا

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ
اور جو لوگ نیک بخت ہیں سو جنت میں ہیں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان
وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً
اور زمین رہیں مگر تیرا رب جو چاہے بخشش
غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (۱۰۸)
ہے بے انتہا

مَجْذُوْذٍ (کٹا ہوا) اسم مفعول ہے مادہ ج۔ذ۔ذ سے۔ اس سے مصدر جَذٌّ ہے۔ جس کے معنی کاٹنا، قطع کر دینا ہیں۔ یہاں اس سے مراد کم کر دینا اور منقطع کر دینا ہے۔ مجذوذ ختم کیا گیا۔ کاٹ ڈالا گیا۔

وہ لوگ جو دنیا میں ہر کام کے اندر اللہ کے حکم کا خیال رکھتے تھے اور اپنی خواہشوں کے غلام بنے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ ان کو روک کر رکھتے تھے اور بغیر حکم شرع کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے۔ اللہ کی فرمانبرداری اور اس کی عبادت کے لیے جان توڑ کوشش کرتے تھے۔ ان کے یہ نیک اعمال سدا بہار پھلے پھولے باغوں کی شکل میں منتقل ہو جائیں گے۔ یہی لوگ نیک بخت اور سعادت مند ہیں۔ اس آیت میں ان کی بابت ذکر ہے۔ کہ یہ نصیب ور لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کے نیک اعمال جن کے لیے وہ بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ اس روز ہرے بھرے باغوں کی شکل بن کر ان کو اپنی آغوش میں لے لیں گے اور کبھی نہ چھوڑیں گے۔ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ مگر اللہ کی مشیت سے وہ اس سے بھی اوپر کے درجے میں جا سکتے ہیں جس میں اس سے بھی زیادہ راحت اور خوشی ہو گی۔ غرض اللہ کی نعمتیں ہر وقت اور ہر لحظہ انہیں گھیرے رہیں گی اور کبھی ختم نہ ہوں گی۔ ان دونوں آیتوں میں ہم کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ آدمی جو وعدہ یا ارادہ کرے۔ اس کے ساتھ اِلَّا مَا شَآءَ اللہ کہہ دیا کرے خواہ وہ کتنا ہی یقینی اور پختہ ہو۔

ظاہری حال

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ

پس نہ رہ تو شک شبہ میں اس سے کہ پوجتے ہیں یہ لوگ

مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ

نہیں پوجتے ہیں مگر جیسا کہ پوجتے تھے ان کے باپ

مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ

اس سے پہلے اور ہم پورا دینے والے ہیں ان کو ان کا حصّہ

غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾

بغیر گھٹائے ہوئے

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ

سو تو ان چیزوں سے دھوکے میں نہ رہ جن کو یہ لوگ پوجتے ہیں

مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ

کچھ نہیں پوجتے مگر ویسا ہی جیسا ان کے باپ دادا

مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ

پوجتے تھے اس سے پہلے اور ہم ان کو ان کا حصّہ پورا

غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع ۹

پورا دینے والے ہیں

مَنْقُوْصٍ (گھٹایا ہوا) اسم مفعول ہے نَقْصٌ سے جس کے معنی ہیں گھٹانا، کم کر دینا۔ نقصان اسی سے حاصل مصدر ہے یعنی گھاٹا۔

اکثر لوگ دنیا میں انکار کرنے والوں کو اور بتوں یا اپنی خواہشوں کے پجاریوں کو مال دار اور خوشحال دیکھ کر دھوکے میں پڑ جاتے ہیں ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ شاید بتوں کی پوجا ٹھیک ہی ہو کیونکہ ہم مشرکوں کو بے دھڑک دنیا میں مزے اڑاتے دیکھتے ہیں۔ دولت کے انبار کے انبار ان کے پاس جمع ہیں اور دن بدن بڑھتے ہی جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ وہ سرکشی میں بھی بڑھتے جاتے ہیں۔

اس آیت میں خطاب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر سمجھانا مقصود ہے مسلمانوں کو کہ اُن کی خوش حالی اور مالداری دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ اور اس سے یہ نتیجہ مت نکالو کہ بتوں کا پوجنا اچھا ہے یا کہ اللہ کے انکار کرنے سے کچھ نہیں بگڑتا۔ اصل بات یہی ہے کہ یہ خوشحالی ان بتوں کی عطا کی ہوئی نہیں ہے۔ بتوں کا پوجنا تو ان کے ہاں رسم کی صورت میں قائم ہو گیا ہے اور ان کے باپ دادا سے یہی رسم چلی آتی ہے۔

خوش حالی تو انہیں ہماری طرف سے عطا کی گئی ہے اس سے ان کا امتحان مقصود ہے کہ دیکھیں یہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں اور مال و دولت کے اصلی دینے والے کو پہچانتے ہیں یا نہیں آخرت میں دنیا کی یہ سب دولت بے کار ثابت ہوگی۔ اور اللہ کا انکار کرنے والوں اور مشرکوں کو قرار واقعی سزا ملے گی۔

انسان کی غفلت

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پس اختلاف کیا گیا

فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اس میں اور اگر نہ ہوتا ایک حکم جو پہلے ہی ہو چکا تیرے رب کی طرف سے

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ

تو فیصلہ کر دیا جاتا ان میں اور بے شک وہ البتہ شک میں ہیں

مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا

اس کی طرف سے جو شبہ میں ڈالے ہوئے ہے اور تحقیق سب کو وقت آنے پر

لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ

پورے بدلے دے گا تیرا رب ان کے اعمال کے تحقیق وہ

بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

اس چیز سے جو وہ کرتے ہیں خبردار ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ

اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی پھر اس میں پھوٹ پڑ گئی

فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اور اگر ایک لفظ کہ تیرا رب پہلے فرما چکا تھا نہ ہوتا

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ

تو ان میں فیصلہ ہو جاتا اور ان کو اس میں شبہ

مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا

ہے کہ مطمئن نہیں ہونے دیتا اور جتنے لوگ ہیں جب وقت

لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ

آئیگا تو بھگتا دے گا تیرا رب ان کو ان کے اعمال اس کو

بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

سب خبر ہے جو وہ کر رہے ہیں

لَمَّا : جب ظرف زمان ہے آگے پیچھے کی عبارت ملانے سے اس کے بعد وقت آ دیگا۔ خود بخود سمجھ میں آتا ہے اس لیے اس کو لفظوں میں ذکر نہیں کیا۔ يُوَفِّيَنَّهُمْ (پورا دے گا ان کو) يُوَفِّيْ مضارع کا صیغہ ہے جو تَوَفِّيَةٌ سے بنا ہے اس کا مجرّد وفاء ہے جس کے معنی نبھانے اور وعدہ پورا کرنے کے ہیں۔ یہ پہلے کئی شکلوں میں آ چکا ہے۔ تَوْفِيَةٌ کے معنی بھگتان کر دینا حساب چکا دینا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے بعض نے مانا بعض نے نہ مانا۔ مگر اللہ عزوجل نے پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کی سزا جزا قیامت کے دن دی جائے گی جزا سزا اور قیامت کے دن میں یہ شک کرتے ہیں۔ یہ شک انہیں ٹھیک فیصلہ نہیں کرنے دیتا۔ ہر ایک کو قیامت کے دن اس کے اعمال کی پوری پوری جزا سزا ملے گی۔ تیرا رب سزا میں جلدی نہیں کرتا اس لیے کہ فیصلہ کا دن پہلے مقرر ہو چکا ہے ؛

استقامت

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ
پس سیدھا ہو جیسا کہ حکم کیا گیا تجھے اور وہ جنہوں نے توبہ کی تیرے ساتھ
وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾
اور نہ نکلو حد سے تحقیق وہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے
وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ
اور نہ مائل ہو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا پس چھوئے تم کو
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
آگ اور نہیں تمہارے لیے سوا اللہ کے کوئی
اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
مددگار پھر تم نہ مدد کیے جاؤ گے

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ
سو تو جیسا تجھے حکم ہوا اور وہ جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی سیدھے
وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾
چلے چلو اور حد سے نہ بڑھو بیشک وہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو
وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ
اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں کبھی تم کو بھی
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
آگ آ لگے اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی
اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
مددگار نہیں پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے

لَا تَطْغَوْا: (مت سرکشی کرو) نہی کا صیغہ ہے طُغیان سے جس کا مادہ ط۔ر۔غ۔و ہے طغیان کے معنی حد سے بڑھ جانا، زیادتی کرنا۔

لَا تَرْكَنُوْا: (مت جھکو) نہی کا صیغہ ہے رکون سے جس کا مادہ ر۔ک۔ن ہے رکون کے معنی جھکنا، مائل ہونا۔ لَا تَرْكَنُوْا، مت جھکو

یہ تو ظاہر ہے کہ آدمی خواہشوں کی پوٹ ہے اور اس کی زندگی ان کے پورا کیے بغیر چل نہیں سکتی۔ لیکن ان کو قابو میں رکھنا۔ اور شرع کی حدمیں رہ کر انہیں پورا کرنا کامیاب زندگی کے لیے ضروری ہے، اگر حد سے نکل گیا تو گمراہ ہو گیا۔ اس کے دشمن یہی چاہتے ہیں کہ اسے گمراہ کریں۔ اور شرع کی حدود سے باہر نکال دیں اور کہیں کہ خواہشوں کو بے روک ٹوک پورا نہ کیا۔ تو زندگی کا مزہ ہی کیا پایا۔ یہاں یہ ہدایت ہے کہ گمراہوں کا کہنا نہ مانو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرع کے قانون پر چلے چلو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے مت نکلو۔

اللہ عزوجل تمہارے سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے دیکھنا کہیں نام نہاد آزادی کے پھندے میں نہ پھنس جانا نہیں تو تم بھی ظالموں میں شامل ہو جاؤ گے اور تمہیں بھی دوزخ کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ یاد رکھو اللہ کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔

لائحہ عمل

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا

اور قائم کر نماز دونوں کناروں پر دن کے اور بعض حصوں میں

مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

رات کے تحقیق نیکیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ

یہ یاد دہانی ہے یاد کرنے والوں کے لیے اور صبر کر پس تحقیق

اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اللہ نہیں ضائع کرتا مزدوری نیکی کرنے والوں کی

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا

اور نماز قائم کر دن کے دونوں طرف اور کچھ رات کے

مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

ٹکڑوں میں البتہ نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ

یہ یاد رکھنے والوں کی یادگاری ہے اور صبر کر البتہ اللہ

اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا

زُلَفَ (رات کے حصے) یہ زُلْفَۃٌ کی جمع ہے زُلْفَۃٌ رات کا وہ حصہ جو دن کے حصے کے متصل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی زندگی کا دستور العمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھایا اور فرمایا کہ ان آیتوں پر پہلے خود عمل کر تاکہ تجھے دیکھ کر دوسرے بھی خود بخود عمل کرتے لگیں۔ دن کے دونوں حصوں غَدَاۃ عَشِی (صبح و شام) میں مقررہ اوقات پر نماز پڑھنے کا رواج قائم کر اور کچھ رات کے حصے بھی نماز کے لیے وقف کر۔ اسی کے مطابق آپ نے دن کے پہلے حصے میں فجر اور ظہر کی نمازیں اور آخر کے حصے میں عصر کی نماز اور رات کے پہلے حصے میں مغرب اور عشا کی نمازیں قائم کیں۔ چنانچہ یہ پانچ وقت کی نمازیں مسلمانوں پر فرض ہیں جو وقت کے اندر کسی عذر کے سبب نہ پڑھ سکے۔ وہ اسے بعد میں قضا کرے اور جو جماعت میں کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ وہ اپنی نماز علیحدہ ادا کرے۔

نماز ایک ایسا عمل ہے جو خالص اللہ کے لیے کیا جاتا ہے ایسے عمل کے نیک ہونے میں شبہ نہیں۔ ادھر انسان بھول چوک کی وجہ سے یا دوسروں کے اثر سے یا بہکانے سے بعض بُری باتیں بھی کر بیٹھتا ہے یہ نماز ان کے لیے کفارہ ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ نیک کاموں سے بُرے کام مٹ جاتے ہیں اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ نمازوں میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر ارشاد ہے کہ نمازیں محنت، پابندی اور استقلال سے ادا کرنی چاہئیں۔ صبر کے یہی معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کے نیک کام کا ثواب ضائع نہیں کرتا۔

نیک لوگوں کا حال

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ
پس جانے کیوں نہ ہوئے ان قوموں میں سے جو تم سے پہلے تھیں
اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي
صاحبان خیر کہ روکتے فساد سے میں
الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ
زمین مگر تھوڑے سے۔ ان لوگوں میں سے کہ نجات دی ہم نے ان میں سے
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ
اور لگے رہے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اسی میں کہ مزہ پایا اس میں
وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (۱۱۶)
اور تھے وہ جرم کرنے والے

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ
سو ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں ایسے لوگ کیوں نہ
اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي
ہوئے جن میں اثر خیر رہا ہو کہ ملک میں بگاڑ کرنے سے منع
الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ
کرتے رہتے مگر تھوڑے سے کہ جن کو ہم نے ان میں سے بچا لیا
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ
اور پیچھے رہے ظالم اسی چیز کے جس میں انہیں عیش ملا
وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (۱۱۶)
اور وہ گنہ گار تھے

بَقِيَّةٌ خیر کا اثر اس کے معنی ہیں بچی ہوئی چیز یہاں اس سے مراد نیکی کا بچا ہوا اثر۔ اُتْرِفُوْا نعمت دیئے گئے ماضی مجہول کا صیغہ ہے اِتْرَافٌ سے جو ترف سے بنا ہے ترف کے معنی خوش حالی اترفوا عیش کا سامان دیئے گئے۔ لَوْلَا کا لفظ پہلے بھی آچکا ہے۔ اس سے دھمکانا اور اظہار ناراضی ظاہر ہوتا ہے۔ اس آیت کو اسی لفظ سے شروع کیا گیا ہے۔ یعنی ان کی شامت اس لیے آئی کہ ان میں ایسے لوگ نہ تھے جن میں نیکی کا اثر باقی ہو، جو لوگوں کو ظلم و تعدّی سے روکیں اور بُرے کاموں سے منع کریں۔ صرف چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے رسول کا کہنا مان کر برائی سے منہ موڑ لیا تھا لیکن ان میں اتنی طاقت نہ تھی جو کسی کو بُرے کاموں سے منع کرتے۔

ان کے علاوہ اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ عیش و عشرت سے کام تھا نکمّے کاموں اور بے ہودہ تفریحوں اور کھیل تماشوں میں روپیہ اور وقت جیسی قیمتی چیز لٹاتے تھے اور کسی کے سمجھانے کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یہ سب کے سب اللہ عزوجل کے نزدیک مجرم تھے۔ آخر اس کے عذاب سے تباہ ہوئے فقط وہ لوگ جو رسولوں کی ہدایت پر چلنے لگے تھے بچ گئے۔

عذاب کا سبب

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى
اور نہیں ہے تیرا رب کہ ہلاک کر دے بستیوں کو
بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
زبردستی اور وہاں کے لوگ درستی میں لگے ہوں

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى
اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں کہ بستیوں کو زبردستی
بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
ہلاک کرے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں

اس آیت میں دنیا کے عذاب اور تباہی سے بچنے کا طریقہ نہایت صاف اور واضح الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ جس بستی میں نیک لوگ زیادہ ہوں اور وہ اپنے اثر اور وعظ و نصیحت سے لوگوں کو برائیاں نہ کرنے دیں تو ساری بستی عذاب سے بچی رہے گی تاکہ لوگوں کو ایک نہایت اہم قاعدہ معلوم ہو جائے اور وہ اللہ عزوجل کے عذاب سے بچے رہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل اس بستی کو ہلاک نہیں کرتا۔ جس کے لوگ اپنی حالت درست کرنے میں ہر وقت لگے رہیں۔ ظلم زبردستی اللہ کی شان نہیں وہ چاہے تو یونہی ہلاک کر دے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس پر اعتراض کرے۔ لیکن اس نے دنیا میں کچھ قاعدے مقرر کر دیئے ہیں جن کے مطابق یہاں کا ہر کام ہوتا ہے عقلمندوں نے اس کو آزما لیا ہے۔ اور جس نتیجے پر وہ پہنچے ہیں اسے اپنی کتابوں اور مقولات میں درج کر دیا ہے۔ انگریزی میں ایک عقلمند کا قول ہے کہ مجھے یقین ہے کہ مجھ پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ بشرطیکہ میں کوئی غلط چال نہ چلوں۔ ایک اور انسانی زندگی پر غور کرنے والا کہتا ہے۔ کہ جب تمہیں کوئی دکھ پہنچے تو اس کی تہہ میں تمہارا اپنا کوئی نہ کوئی قصور نکلے گا۔ خواہ بظاہر وہ تمہیں نظر نہ آتا ہو۔

اسی قاعدہ کو کلی شکل کے اندر قرآن مجید نے پیش کیا ہے اور ایک جگہ نہیں کئی جگہ تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے وہ کلی شکل یہ ہے کہ جس قوم کے اکثر لوگ قوم کی اصلاح، ان کی حالت کی درستی اور ان کو گناہوں سے بچانے میں جد و جہد کرتے رہتے ہوں وہ قوم تباہی سے بچی رہے گی لیکن جہاں اکثر لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں اور روکنے والے کم ہو جائیں، یہاں تک کہ ان کی آواز کوئی نہ سنے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا عذابِ عام بھیجے کہ کوئی نہ بچے (العیاذ باللہ)

اللہ کی بناوٹ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً

اور اگر چاہتا تیرا رب کر دیتا تمام لوگوں کو امت

وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (۱۱۸) اِلَّا

ایک اور نہ رکیں گے وہ اختلاف کرتے ہوئے مگر

مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ

جس پر رحم کرے تیرا رب اور اسی لیے پیدا کیا ان کو

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ

اور پوری ہوئی بات تیرے رب کی کہ البتہ بھر دوں گا جہنم کو

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۱۹)

جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً

اور اگر تیرا رب چاہتا کر ڈالتا لوگوں کو ایک

وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (۱۱۸) اِلَّا

راستہ پر اور ہمیشہ اختلاف میں رہتے ہیں مگر

مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ

جن پر تیرے رب نے رحم کیا اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ

اور پوری ہوئی تیرے رب کی بات کہ البتہ بھر دوں گا جہنم کو

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۱۹)

جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے

کَلِمَۃُ ربات۔ قول۔ یہ لفظ پہلے بھی گذر چکا ہے جو لفظ منہ سے نکلے اور اس کے کوئی معنی ہوں وہ کلمہ ہوتا ہے اس سے مراد فیصلہ۔ حکم ہے۔ اَلْجِنَّۃُ ر ایک مخلوق جو دکھائی نہیں دیتی۔ الجنۃ۔ ایک قسم کی مخلوق ہے جو سوچ سمجھ اور اختیار میں آدمیوں سے ملتی ہوتی ہے لیکن نظر نہیں آتی۔ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اگر سب آدمیوں کو ہم خیال بنا دیا جاتا اور سارے کے سارے رسولوں کے فرمانبردار ہی ہوتے تو بیچارے عذاب سے بچ جاتے۔ اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ انسان کو عقل عطا ہوئی ہے اور کام کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور اس کی ساخت ہی ایسی ہے کہ اپنی عقل سے کام لے کر جو راستہ چاہے اپنی خوشی سے اختیار کرے۔ اللہ عزوجل چاہتا تو ان کو بھی فرشتوں کی طرح نیک ہی بنا دیتا لیکن اس کی قدرت کا تقاضا تھا کہ دو قسم کی مخلوق آدمی اور جن اپنے ارادے کو کام میں لا کر نیک بنیں خلق کی تکمیل جبھی ہوگی۔ اس لیے ان دونوں میں نیک بھی ہوں گے۔ اور بد بھی اور یہ آپس میں مختلف ہی رہیں گے۔ اللہ اپنی رحمت سے لوگوں کو ہدایت کرے گا۔ مگر بُرے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ جہنم کو جن اور انس دونوں کے بُرے لوگوں سے بھر دیا جائے گا، کیونکہ یہی دو دونوں اختیار والی مخلوق ہیں۔

قصّوں کی حکمت

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآءِ الرُّسُلِ
اور ہر چیز بیان کرتے ہیں ہم تیرے آگے احوال میں سے رسولوں کے
مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ
کہ تسلی دیں ہم ساتھ اس کے تیرے دل کو اور آئی تیرے پاس
فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى
اس سورت میں سچی بات اور نصیحت اور یاد دہانی
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
مومنوں کے لیے اور کہہ دے ان سے جو ایمان نہیں لاتے
اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
کام کرو اپنی جگہوں پر ہم بھی کام کرتے ہیں
وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
اور انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآءِ الرُّسُلِ
اور رسولوں کے احوال سے ہم تیرے آگے سب چیزیں بیان
مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ
کرتے ہیں جس سے تیرے دل کو تسلی دیں اور اس سورت میں
فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى
آئی تیرے پاس حق بات اور نصیحت اور یاد داشت
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
مومنوں کے لیے اور جو ایمان نہیں لاتے ان سے
اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
کہہ دے اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ ہم بھی کام کرتے ہیں
وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
اور انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں

پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس میں عقل ارادہ اور اختیار تینوں چیزوں کا تقاضا ہے کہ ہر ایک سوچ سمجھ کر جو چاہے راستہ اختیار کرے۔ اللہ نے اپنی رحمت سے بعض لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور وہ ان چیزوں پر متفق ہو گئے ہیں جن پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے یہ لوگ اللہ کے پیغامبر اور رسول ہیں۔ اور یہ تمام لوگوں کو ان کی اصلی زندگی کے لیے ضروری چیزوں پر اتفاق کرنا سکھاتے ہیں کچھ لوگ ان کی سنتے ہیں اور ان کا کہنا مانتے ہیں۔ لیکن اکثر ان کو چھوٹا سمجھتے ہیں اور ان کے ستانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگلی امتوں کے یہ قصّے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تسلّی دینے کے لیے بیان کیے گئے ہیں کہ جو لوگ سچی بات اور نصیحت قبول کریں گے۔ انہیں بعنایتہ اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی اور جو اس قدر سمجھانے کے بعد بھی نہ سمجھیں گے۔ ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اچھا تم اپنی من مانی کیے جاؤ ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ انجام کا انتظار تم بھی کرو اور ہم بھی کرتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اور اللہ کے پاس ہے چھپی بات آسمانوں کی اور زمین کی
وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ
اور اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے کام سارا پس بندگی کر اس کی
وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
اور بھروسا کر اس پر اور نہیں تیرا رب بے خبر
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
اس سے جو تم کرتے ہو

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اور اللہ کے پاس ہے آسمانوں کی اور زمین کی چھپی بات
وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ
اور اسی کی طرف رجوع ہے سب کام کا سو اسی کی بندگی کر
وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
اور اسی پر بھروسا رکھ اور اللہ بے خبر نہیں
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰ ۱۴
اس سے جو تم کرتے ہو

يُرْجَعُ (لوٹایا جاتا ہے) مضارع مجہول ہے ر ج ع سے رَجْعٌ کے معنی ہے لوٹانا۔ واپس بھیجنا۔ اسی مادہ سے رجوع بھی ہے جو لازم ہے اور اس کے معنی ہیں۔ لوٹنا واپس جانا یہاں متعدّی فعل کے استعمال سے اشارہ اس طرف ہے کہ اٹل قاعدہ اور قانون ہے جس کی رو سے سارے معاملات اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اور ہر کام کا آخری فیصلہ وہی کرتا ہے۔

سورۂ ہود کی یہ آخری آیت ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ جب اس سورت میں حقیقت حال آشکارا کی جا چکی۔ کہ سارے کے سارے انسان وہ راستہ جو قرآن مجید سکھانا چاہتا ہے پورے طور پر اختیار نہیں کریں گے۔ بلکہ بہت سے لوگ ضد اور عناد کی بنا پر اس کے مخالف ہو جائیں گے تو اب لوگوں کی شرارت اور مخالفت سے رنجیدہ ہونا بے کار ہے تو اے رسول ان مخالفوں کا معاملہ اللہ عزوجل کے حوالے کر۔ وہ زمین و آسمان کی ساری چھپی ہوئی باتوں سے بخوبی آگاہ ہے اور آخر کار ہر کام کا فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے ان کے سارے اعمال اس کے علم میں ہیں اور وہ قیامت کے دن اور اگر مصلحت کا تقاضا ہوا تو دنیا میں بھی ان کے بُرے کاموں کی انہیں سزا دے گا۔ ان کی شرارتوں اور دست درازیوں سے دل تنگ ہونے کی ضرورت نہیں تو اپنا کام کر اور ایمان والوں کے سامنے عمل کا نمونہ قائم کر اللہ کی عبادت کر تا کہ تجھے دیکھ کر ایمان والے بھی صرف اللہ ہی کی عبادت کو اپنا شعار بنائیں اور کسی اور کی پوجا نہ کریں ؛

سورۂ ہود پر ایک نظر

قرآن حکیم اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ انسان اللہ کو پہچانے اور اس کے رسول کے کہنے کے مطابق چلے۔ رسول کو حکم ہے کہ لوگوں کو سمجھا دیں کہ انسان قصور اور کوتاہیوں سے خالی نہیں۔ اس لیے اس کو چاہیئے۔ کہ اللہ کے حضور میں ہر وقت توبہ واستغفار کرتا رہے اور اس کے آگے عاجزی سے جھکا رہے۔ اللہ اس کو اس دنیا میں بھی خوش رکھے گا۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو اسے ایک نہ ایک دن سخت عذاب آپکڑے گا۔

اللہ عزوجل تم سب کے اعمال چھپی اور کھلی باتوں سے خبردار ہے۔ ایک دن اس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ وہاں انسان کو اس کے اعمال کی سزا ملے گی۔ اللہ نے یہ سارا کارخانہ، آسمان وزمین اس لیے قائم کیا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں پیدا کر کے اس کا امتحان لے کہ اچھی باتیں کون کرتا ہے اور بُری باتوں کی طرف کون مائل ہوتا ہے۔ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ کام کرتے رہنے کی مہلت دیتا ہے۔ یہ مت سمجھو کہ جو کچھ ہے یہ دنیا ہی ہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں جو فقط دُنیا چاہتا ہے۔ اسے جتنی اس کی قسمت میں ہے دُنیا مل جائے گی لیکن آخرت کے اندر وہ خسارے میں رہے گا۔ یہی بات سمجھانے کے لیے اللہ نے دُنیا میں وقتاً فوقتاً اپنے رسول بھیجے اور ان کے ساتھ اپنی کتابیں نازل کیں تمہیں لازم ہے کہ رسول کی اطاعت کرو اور اس کی کتاب کے احکام جو وہ سمجھائے انہیں مانو ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ حضرت نوح۔ ہود۔ صالح۔ لوط۔ شعیب علیہم السلام اللہ کے رسول یکے بعد دیگرے اپنی اپنی قوموں کو سمجھانے کے لیے دُنیا میں آئے لیکن افسوس ان کا کہنا تھوڑے سے لوگوں نے مانا اور باقی لوگوں نے سرکشی اختیار کی۔ آخر عذاب آیا ماننے والے بچ گئے، نہ ماننے والے تباہ وبرباد ہوئے۔ اب تمہارے پاس اللہ کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی کتاب قرآن حکیم لے کر آئے ہیں۔ ان کی اطاعت کرو اور پچھلی قوموں کی طرح نافرمانی اختیار نہ کرو۔ ورنہ سزا پاؤ گے۔ قیامت کے دن بس دو ہی ٹھکانے ہوں گے۔ جنّت اور دوزخ۔ نیک لوگ جنّت میں اور بُرے لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہاں جب تک اللہ کو منظور ہوگا رہیں گے۔

پچھلے لوگوں کے حالات سے عوام کو یہ سبق سیکھنا چاہیئے کہ رسول کی نافرمانی کرنے سے اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان پچھلے قصّوں میں تمہارے لیے تسلی اور اطمینان کا سبق ہے تم صبر واستقلال کے ساتھ لوگوں کے سامنے نیکی کا عملی نمونہ پیش کرتے رہو اور نتیجہ اللہ عزوجل کے حوالے کرو۔

سورۂ یوسف

یہ سورہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی بارھویں سورت ہے اس کے رکوع بھی بارہ ہیں جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سورۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سوا حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کے اور ان کے نتائج کے جو ہمارے لیے سبق آموز ہیں اور کوئی مضمون نہیں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں کسی اور جگہ بیان نہیں کیا گیا ہے۔ ان کے سوا اور انبیاء کے حالات متعدد مقامات پر مختلف پیرایوں میں ذکر کیے گئے ہیں۔ لیکن ان کا قصہ اسی سورت میں شروع سے لے کر آخر تک تمام و کمال ایک ہی جگہ بیان کر دیا گیا ہے اور کسی اور جگہ ان کے حالات کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ جتنے مختلف حالات میں سے دنیا میں حضرت یوسفؑ کو گذرنا پڑا وہ کسی نبی کو پیش نہیں آئے۔ پھر حالات بھی ایسے کہ جن کے اثر سے انسان کے اصلی جذبات حرکت میں آتے ہیں۔ انسان جذبات کی آندھیوں میں اپنے دل پر قابو مشکل ہی سے رکھ سکتا ہے۔ دوسروں کے جذبات کا اثر بھی اس پر بعض وقت بڑے زور کا ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کا اچھا خاصا حصہ انہیں جذبات کے طوفانوں میں گذرا۔ انہوں نے جس طرح ان کا مقابلہ کیا وہ پورے کا پورا قصہ ایک جگہ رکھ دیا گیا تا کہ آدمی کو ان سے مقابلہ کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے مختلف بیویوں سے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین ایک ہی ماں سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کے باپ کو بہت محبت تھی۔ باپ کا التفات ایک بیٹے کی طرف بہت زیادہ دیکھ کر دوسرے بھائیوں کے دل میں ان کی طرف سے حسد پیدا ہوا۔ اس میں حضرت یوسفؑ کا کوئی قصور نہ تھا لیکن اس کے نتیجے انہیں بھگتنے پڑے اور وہ غلام بنا کر بیچے گئے۔ ایک بڑے عہدہ دار کی بیوی نے انہیں خرید لیا۔ اور ان کے عشق میں مبتلا ہو گئی۔ لیکن آپ نے تقویٰ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور قید خانے میں ڈال دیئے گئے۔ اس کے بعد حالات نے پلٹا کھایا۔ بادشاہ کے وزیر خزانہ ہوئے۔ قحط میں لوگوں کے کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ ماں باپ اور بھائیوں کو بلا کر وہیں بسا لیا اور بھائیوں کا قصور معاف کر دیا۔

(۱۲) سورۃ یوسف مکیۃ (۵۳) آیاتھا ۱۱۱ · رکوعاتھا ۱۲

احسن القصص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الۤرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ

الف لام را یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی ہم نے

اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾

اُتارا اسے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ

ہم بیان کرتے ہیں تیرے سامنے بہت اچھا بیان اس لیے کہ

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ

بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تحقیق

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾

تھا تو پہلے اس کے البتہ بے خبروں میں

الۤرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ

الف لام را۔ یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں ہم نے

اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾

اس کو اتارا عربی زبان کا قرآن تاکہ تم سمجھو

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ

ہم تیرے پاس بیان کرتے ہیں بہت اچھا بیان

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ

اس واسطے کہ ہم نے تیری طرف یہ قرآن بھیجا اور

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾

تو اس سے پہلے بے خبروں میں تھا

نَقُصُّ (بیان کرتے ہیں ہم) مضارع کا صیغہ ہے ق ص ص سے اس کا مصدر قَصٌّ اور قَصَصٌ ہے یعنی بیان کرنا۔ قَصَصٌ (بیان کرنا) یہ نَقُصُّ کا مصدر ہے اس کے اصل معنی ہیں واقعات یا علامات کو ایک مسلسل طریقے سے جوڑنا۔ تاکہ اس سے وہ نتیجے حاصل ہوں جو مقصود ہیں۔ بیان کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ یہاں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی ترتیب میں ایک غرض پوشیدہ ہے انسانوں میں اکثر یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ جس شخص کو بڑھا کر دکھانا ہو اس کے کارناموں کو اجاگر کیا جائے۔ اصل مقصود پڑھنے والوں کی دلچسپی کا سامان مہیا کرنا ہوتا ہے اور ایسے سب بیانات قصص کے تحت آتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں طرز بیان عجیب ہے۔ واقعات سچے ہیں۔ جذبات کا عکس اتار کر رکھ دیا ہے۔ زبان میں فصاحت کوٹ کوٹ کر بھری ہے مقصد انسان کی تعلیم ہے کہ وہ جذبات کے بھنور میں پھنس کر کیا کرے۔ ہر واقعہ کی تصویر الگ الگ کھینچ دی ہے تاکہ ہر ایک واقعہ سے سننے والا کوئی نہ کوئی سبق حاصل کرے اور اس کا خیال آسانی سے نتیجے نکالنے میں خواہ مخواہ مصروف ہو جائے اور یہ شغل اسے کوئی بار نہ معلوم ہو اسی وجہ سے اس کو احسن القصص کہا ہے۔

پچھلی آیتوں کا خلاصہ

ان آیتوں میں کہا جارہا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب کی آیتیں ہیں جن میں انسان کے کام کی باتیں صاف طور پر کھول کر بیان کر دی گئی ہیں۔ جو شخص اپنے اخلاق اور عادات درست کرنا چاہے اور چاہتا ہو کہ جذبات کی آندھیوں میں اس کا قدم نہ لڑکھڑائے تو اسے چاہیئے کہ ان آیتوں کو سنے اور پڑھے۔ اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ اس کی زبان خالص عربی ہے: تاکہ ان لوگوں کو جنہیں اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیتیں سب سے پہلے پڑھ کر سنائیں گے۔ ان کے سامنے کوئی دشواری نہ پیش آئے۔ اس لیے کہ آگے چل کر انہیں دوسروں کو سمجھانا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم بہترین طریقے سے اے رسول تجھ کو ایک قصہ سناتے ہیں اور اس کو اسی قرآن کا جو تیری طرف بذریعہ وحی بھیجا جا رہا ہے ایک جز قرار دیتے ہیں: تاکہ ہمیشہ کے لیے اپنے بیان کی خوبی، زبان کی لطافت اور طریقۂ تعلیم کی باریکیوں کی بدولت انسان کو زندگی کے راستے کے گہرے غاروں اور جذبات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے ہاتھ پکڑ پکڑ کر باہر کھینچتا رہے۔ ان کے دل کی خواہشات کے تھپیڑوں اور جذبات کے جھونکوں میں تھام کر رکھے۔ ان کو دوسروں کی دست درازیوں اور ایذا رسانیوں کی وجہ سے افسردہ دل نہ ہونے دے۔ اور عزم و استقلال، صبر و تحمل، عفو و کرم کی زندہ مثال ان کے سامنے پیش کرے۔

ارشاد ہے کہ اس قصہ سے تو پہلے آپ واقف نہ تھے۔ اب ہم وحی کے ذریعے اس سے تجھے واقف کرتے ہیں اور اس طریقے سے کہ اس سے ہر قدم پر سبق اور نصیحت آپ ہی آپ ظاہر ہوتی اور دل میں بیٹھتی چلی جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان یہودیوں کو تورات کے ذریعے معلوم تھی۔ انہوں نے مکّہ کے مشرکوں کو سکھایا کہ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یوسف (علیہ السلام) کا قصہ پوچھو۔ مشرکوں نے یہی مطالبہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ کیونکہ ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ آپ اس کے بیان سے عاجزی کا اظہار کریں۔ اور لوگوں کی عقیدت آپ کی طرف سے جاتی رہے۔ اللہ عزّوجل نے سورۂ یوسف نازل کی اور قصے کے پردے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا پروگرام بتا دیا کہ کس طرح قوم کے لوگ ایذا دے کر آپ کو وطن سے نکال دیں گے اور کیسے پردیس میں اللہ تعالیٰ عزت اور قوت دے کر قوم کو آپ کے سامنے مغلوب کردے گا اور آپ سب کو معاف کر کے ساتھ ملا لیں گے۔

خواب

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ

جب کہا یوسف نے اپنے باپ سے ابا جان میں نے

رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ

دیکھا گیارہ ستاروں اور سورج

وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾

اور چاند کو دیکھا میں نے ان کو اپنے لیے سجدہ کرتے

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ

جس وقت یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے باپ میں نے

رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ

خواب میں دیکھا گیارہ ستاروں کو اور سورج کو

وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾

اور چاند کو میں نے انہیں اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا

قصہ یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ ایک بچہ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا اور اس کا اپنے باپ سے ذکر کیا یہیں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس بچہ کا نام یوسفؑ ہے اس کا باپ اس کا بہت خیال رکھتا ہے اور وہ بچہ اپنے باپ سے مانوس ہے اور اپنی ہر بات اس سے کہتا ہے اور اس سے صلاح لیتا ہے اور پھر اس کی صلاح پر عمل کرتا ہے۔

آپ کسی کی کتاب یوسف زلیخا پڑھ کر دیکھیے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ قصہ گوئی اور تاریخ کا پہلو غالب ہے اور انہوں نے اس کو ایک حسن و عشق کی داستان بنا کر رکھ دیا ہے اس کے بعد یہی قصہ قرآن مجید میں پڑھیے یہاں محض ضروری باتیں لی گئی ہیں اور ان کو اس ترتیب سے سجایا گیا ہے کہ باقی متعلقہ باتیں پڑھنے والے کی سمجھ میں خود بخود آجاتی ہیں اور دلچسپی کا سلسلہ کہیں نہیں ٹوٹتا۔ پھر طرز بیان نثر اور نظم کے درمیان کوئی شے ہے جس میں نثر کی وضاحت اور نظم کی کشش پورے طور پر موجود ہے۔

اسلوب بیان ایسا اختیار کیا گیا ہے کہ انسان لاکھ زور مارے اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر داستان کی خصوصیت موجود ہوتے ہوئے اخلاقی سبق سارے کے سارے دیدہ ور کے سامنے آجاتے ہیں اور جذبات کی تصویر اپنا کام کرکے مانند پڑتی چلی جاتی ہے فی الحقیقت یہ سورت اپنے دل کش الفاظ، موزوں عبارت جن میں نظم اور نثر دونوں کی کیفیتیں موجود ہیں اور اخلاقی نصیحتوں کے ساتھ دل کو راحت، طبیعت کو تسکین اور اخلاق کو بلندی بخشنے والی ہے۔ اس کا اختصار بلا کا اثر رکھتا ہے اور اس کا اسلوب خواہ مخواہ دل کو کھینچے لیتا ہے۔

اسی آیت کو پڑھیے بچہ کا خواب صاف صاف خارجی حالات کی ترجمانی کر رہا ہے اور بچہ کی اولوالعزمی کا آئینہ دار ہے کہ اس کے ماں باپ اور گیارہ بھائی ایک نہ ایک دن اس بچہ کی فوقیت تسلیم کرکے رہیں گے۔

باپ کی نصیحت

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى

کہا اے میرے لال مت کہنا خواب اپنا اپنے

اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

بھائیوں سے پس تیار کریں گے تیرے لیے کوئی چال تحقیق شیطان

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾

انسان کے لیے دشمن ہے کھلا ہوا

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى

کہا اے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں کے آگے مت

اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

بیان کرنا پھر وہ تیرے واسطے کچھ فریب بنائیں گے البتہ شیطان

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾

انسان کا صریح دشمن ہے

اب سنیے کہ اسی ایک آیت میں کیا کیا بھر دیا ہے۔ اس کے کل چودہ لفظ ہیں لیکن ان کو اس ترتیب سے بٹھایا ہے کہ سمجھ دار آدمی سن کر جھومنے لگتا ہے مطلب بالکل واضح ہے اور عبارت کی روانی تعجب خیز ہے۔ اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی گھریلو زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ ان کی اولاد اور بیویاں مل جل کر صلح صفائی سے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو خواہ مخواہ نہیں ستاتے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کو قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کی طرف میرا دلی التفات اس کے بڑے بھائیوں کے دل میں کھٹکتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام انسانی جذبات کو شیطانی وسوسوں کا دروازہ سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ نوجوان طبیعتوں پر اوائل عمر میں ان کا بہت گہرا اثر ہوتا ہے اور شیطان کو موقع ملتا ہے۔ کہ اس حالت میں جوش دلا کر ان سے کوئی ایسا کام کرا دے جو دوسروں کے لیے یا خود ان کے لیے آگے چل کر مضر ہو۔ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر ان کو خبردار کرتے ہیں کہ اس خواب کا ذکر کسی طرح بھی گھر والوں کے سامنے نہ آئے۔

اس سے ہمیں یہ سبق سیکھنا چاہیئے کہ جس بات سے فساد کا اندیشہ ہو اسے لوگوں میں نہ پھیلائیں بلکہ خاموشی اختیار کریں۔ نیز یہ کہ ایسی باتوں یا تفریحوں سے بچنا چاہیئے جن سے جذبات کے بھڑکنے کا اندیشہ ہو۔ خطرناک جذبات۔ حسد دشمنی، غضب، شہوت لالچ اور تکبر ہیں جو چیزیں انہیں بھڑکائیں ان سے بچنا سعادت مندوں کا شیوہ ہے۔

پیش گوئی

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ
اللہ اسی طرح چن لے گا تجھ کو تیرا رب اور سکھا دے گا تجھ کو ٹھکانے
تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ
پر لگانا باتوں کا اور پوری کرے گا اپنی نعمت تجھ پر
وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ
اور یعقوب کے گھرانے پر جیسے اس کو پورا کیا تیرے باپ دادا پر
مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
اس سے پہلے یعنی ابراہیم اور اسحٰق پر تحقیق تیرا رب
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ع ﴿۶﴾
جاننے والا حکمت والا ہے

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ
اور اسی طرح تیرا رب تجھ کو برگزیدہ کرے گا اور تجھے باتوں کا
تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ
ٹھکانے پر لگانا سکھا دے گا اور اپنا انعام تجھ پر
وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ
اور یعقوب کے گھرانے پر پورا کرے گا جیسے اس سے پہلے
مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر پورا کیا البتہ تیرا
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ع ﴿۶﴾ ع ۲ / ۱۱
رب خبردار حکمت والا ہے

یَجْتَبِیْ (چن لے گا) مضارع کا صیغہ ہے اجتباء سے جس کے مادہ جبی کے معنی ہیں ڈھیر میں سے تھوڑا سا چن لینا۔ اجتباء سے مراد چن لینا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے ہی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نیک مزاجی اور پسندیدہ عادتوں سے واقف تھے جب انہوں نے اپنا یہ خواب ان کو سنایا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ ہونہار لڑکا ہے اور آگے چل کر بڑا آدمی بنے گا کیونکہ ساری بیرونی اور اندرونی علامتیں بتا رہی ہیں کہ یہ سب کا سردار بننے کے قابل ہے اس لیے ان کو یہ نصیحت کرنے کے بعد کہ بھائیوں سے اس خواب کا ذکر کرنا ٹھیک نہیں اس کو دل ہی دل میں رکھو ان سے کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ تم اللہ کے برگزیدہ بندے بننے والے ہو یعنی تم کو نبوت ملے گی اور تم فہم اور فراست میں سب سے بازی لے جاؤ گے لوگوں کے خواب سن کر ان کی ٹھیک ٹھیک تعبیر بتا دیا کرو گے اور واقعات سے ان کا انجام سمجھ جاؤ گے تمہاری معرفت وہ نعمتیں تمہارے خاندان والوں پر بھی پوری پوری عام ہو جائیں گی جیسے پہلے تمہارے باپ اسحٰق پر اور دادا ابراہیم پر اللہ کی خاص نعمتیں ہوئیں اور تمہارے دادا ابراہیم کو مصیبتوں سے نجات دے کر اللہ نے امن و امان کے ساتھ شام میں آباد کیا تمہارے باپ اسحاق کو بہت سے انبیاء کا باپ بنایا اور ان کے خاندان کو دنیا میں عزت عطا فرمائی۔ اسی طرح تمہیں بھی اللہ کی خاص نعمتیں عطا ہوں گی حضرت یعقوب فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ تیرے رب کی طرف سے ہوگا۔ وہ سب کے حال سے واقف اور تدبیر میں یکتا ہے۔

بھائیوں کا حسد

لَقَدْ كَانَ فِىْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ

اور البتہ تحقیق ہیں ۔ یوسف میں اور اس کے بھائیوں میں نشانیاں

لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ

پوچھنے والوں کے لیے جب وہ کہنے لگے البتہ یوسف اور اس کا بھائی

اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ

زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے حالانکہ ہم قوی جماعت ہیں

اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۚ ﴿۸﴾

تحقیق ہمارا باپ بے شک غلطی پر ہے جو ظاہر ہے

لَقَدْ كَانَ فِىْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ

البتہ یوسف کے اور اس کے بھائیوں کے قصے میں نشانیاں ہیں

لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ

پوچھنے والوں کے لیے جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اس کا بھائی

اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ

ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے اور ہم قوت والے لوگ ہیں

اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۚ ﴿۸﴾

البتہ ہمارا باپ صریح خطا میں مبتلا ہے

عُصْبَةٌ ٹولی۔ جماعت ۔ یہ لفظ عَصْبٌ سے ہے جس کے معنی اکٹھا کر کے باندھ دینے کے ہیں عُصْبَہ کم سے کم تین آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں زیادہ چاہے جتنے ہوں ۔ یوسف اور بنیامین کے سوا یہ دس بھائی تھے اور ان کا آپس میں بہت اتحاد تھا۔

ارشاد ہے کہ ان کے قصے میں بہت سی نشانیاں ہیں جو حالات کی تفتیش کرنے والوں کو بہت کچھ سبق سکھا سکتی ہیں ۔ مکّہ والے ان کے حالات تو پوچھتے ہیں ۔ لیکن انہیں ان سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ بعض نادان لوگ جو جذبات کے جوش میں انجام کا خیال نہیں کرتے اور خود اپنے ہی قریبی رشتہ داروں کو اذیت پہنچاتے ہیں وہ آگے چل کر پشیمان ہوں گے ۔ پھر بھی انہوں نے سارا قصہ سنا ۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے سے باز نہ آئے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح آپ آخر میں کامیاب ہوتے اور قریش مکّہ ان کے بھائیوں کی طرح پشیمان اور آپ کے رحم و کرم کے محتاج ہوئے ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بڑے بیٹوں کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کی طرف سے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ دونوں باپ کے زیادہ چہیتے کیوں ہیں ۔ حالانکہ وقت پر کام آنے والے تو ہم لوگ ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے باپ اس بارے میں غلطی کر رہے ہیں ۔ جو صاف ظاہر ہے ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسفؑ سے خاص محبّت تھی ۔ کیونکہ ان کی والدہ بھی انہیں بچّہ ہی چھوڑ کر وفات پا چکی تھیں ۔

تین تجویزیں

اِقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا

قتل کرو یوسف کو یا پھینک دو اس کو کسی سرزمین میں

یَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا

خالی ہو جائیگی تمہارے لیے توجہ تمہارے باپ کی اور ہو جاؤ گے تم

مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ

اس کے بعد لوگ درست حالت والے کہا ایک کہنے والے نے

مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ

ان میں سے مت قتل کرو یوسف کو اور ڈال دو اس کو

فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ

خفیہ کرنے میں کنوئیں کے تاکہ اٹھائے اس کو کوئی شخص

السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰﴾

قافلے میں سے اگر ہو تم کرنے والے

اِقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا

مار ڈالو یوسف کو یا کسی ملک میں پھینک دو تاکہ

یَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا

تمہارے باپ کی توجہ خالص تمہاری طرف رہے اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ

نیک لوگ ہو کر رہنا ایک بولنے والا ان میں

مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ

سے بولا کہ یوسف کو مت مار ڈالو بلکہ اس کو کنوئیں

فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ

میں کسی چھپی جگہ ڈال دو کہ کوئی مسافر اس کو اٹھا

السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰﴾

لے جائے اگر تم کو کچھ کرنا ہے

اِطْرَحُوْا (پھینک دو) امر کا صیغہ ہے طَرْحٌ سے طَرْحٌ کے معنی ہیں بہت سی چیزوں میں سے تھوڑی چیز نکال کر پھینکنا۔ دور کر دینا۔

یوسف علیہ السلام کی بابت مشورہ ہونے لگا تو اکثر کی زبان سے نکلا کہ اسے مار ڈالو یا پکڑ کر کسی دور دراز ملک میں چھوڑ آؤ۔ جب باپ کو تمہارے سوا کوئی نظر نہ آئے گا تو وہ خواہ مخواہ تمہارے اوپر پورا پورا مہربان ہو جائے گا۔ اس کے بعد تم اچھی طرح رہنے سہنے لگو گے، تمہاری حالت درست ہو جائے گی۔ یا یہ کہ گناہ سے توبہ کر کے نیک لوگ بن جانا۔ ان میں سب سے بڑا یہودا تھا۔ اس نے کہا کہ جان سے مارنا تو ٹھیک نہیں ایسا کرو کہ وہ جو بے ڈھنگا سا کھدا ہوا کنواں پڑا ہے جہاں سے مسافر پانی بھرتے ہیں۔ اس کے اندر کسی خفیہ مقام پر یوسف کو ڈال دو۔ وہاں بہت مسافر آتے ہیں کوئی نہ کوئی نکال کر لے ہی جائے گا۔ اگر کچھ کرنا ہے تو بس یہی کرو کہ اس سے بہتر اور کوئی صورت نہیں ؛

باپ سے درخواست

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا

بولے اے باپ ہمارے کیا ہوا تجھے کہ نہیں اعتبار کرتا تو ہمارا

عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ (١١)

یوسف کے بارے میں اور ہم ہیں اس کے البتہ خیر خواہ

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ

بھیج اس کو ہمارے ساتھ کل کہ کھائے وہ اور کھیلے

وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

اور یقیناً ہم اس کے نگہبان ہیں

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا

بولے اے باپ کیا بات ہے کہ تو ہم پر اعتبار نہیں کرتا

عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ (١١)

یوسف کے بارے میں اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ

کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دے خوب کھائے اور کھیلے

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (١٢)

اور ہم اس کے نگہبان ہیں

لَا تَاْمَنَّا (نہیں اعتبار کرتا ہم پر) اصل میں لَا تَاْمَنُنَا ہے لَا تَاْمَنُ مضارع منفی ہے اَمِنَ سے جس سے امانۃ بنا ہے۔ اَمِنَ کے معنی کسی کے بھروسے پر بے خوف ہو جانا۔ نَا کے معنی ہم۔ دونوں اکٹھے آ گئے تو دو نُون کو ایک دوسرے میں ادغام کر کے نون مشدد بنا دیا لَا تَاْمَنَّا ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ تجھے ہم پر اتنا بھروسا نہیں کہ یوسف کو تنہا ہمارے اندر چھوڑ دے۔ ہر دم اسے اپنے آنکھوں کے سامنے رکھتا ہے۔

يَرْتَعْ: (کھائے) مضارع کا صیغہ ہے رَتْعٌ سے جس کے معنی ہیں چرنا۔ مراد یہ ہے کہ بے روک ٹوک سے کھاتے پییے۔

يَلْعَبْ (کھیلے) مضارع کا صیغہ ہے لَعِبٌ سے۔ لعب آزادی کے ساتھ کھیلنے کودنے کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جنگل میں بھاگے دوڑے گا۔

یہ مشورہ کر کے باپ کے پاس گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہلے بھی وہ کچھ اس قسم کی درخواستیں کر چکے تھے اور کہا کہ ابا جان آپ کو ہمارے اوپر اعتبار ہی نہیں ہوتا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ جنگل میں بھیجیں۔ آخر ہم گھر بھر کی بکریاں جانور چراتے ہیں۔ دن بھر جنگل کی تازہ ہوا کھاتے ہیں۔ آپ ہیں کہ یوسفؑ کو اپنی آنکھ سے کبھی اوجھل ہی نہیں ہونے دیتے۔ اسے پھرنے چلنے کھیلنے کودنے کا کوئی موقعہ ہی نہیں دیتے۔ بچوں کو روز نہیں تو کبھی کبھی آزادی کے ساتھ کھیلنا کودنا بھی چاہیے۔ آخر آپ کو ہمارے اوپر اعتبار کیوں نہیں ہم تو اس کے خیر خواہ اور سچے وفادار ہیں۔ آخر تو وہ ہمارا بھائی ہے۔ مہربانی فرما کر جب ہم جانوروں کو لے کر حسب معمول جنگل میں جانے لگیں تو یوسف کو بھی ہمارے ساتھ کر دیجیے ؛

جذبات کی کشمکش

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ
کہا تحقیق مجھے البتہ یہ غمگین کرتا ہے کہ تم لے جاؤ اسے
وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ
اور میں ڈرتا ہوں کہ کھا جائے اسے بھیڑیا اور تم
عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ
اس سے بے خبر ہو کہنے لگے اگر سچ مچ کھا گیا ہے
الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ
بھیڑیا اور ہم طاقتور گروہ ہیں تو بے شک
اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
اس صورت میں ہم بالکل گئے گذرے ہوئے

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ
بولا مجھے اس سے غم ہوتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ
وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ
اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم
عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ
اس سے بے خبر رہو وہ بولے اگر اس کو
الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ
بھیڑیا کھا گیا اور ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تو ہم
اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
نے سب کچھ گنوا دیا

باپ کی شفقت، بھائیوں کا حسد اور اس کے ساتھ ہی جالبانہ طبیعت حضرت یوسفؑ کا بھولا پن، یہ سب جذبات الگ الگ سینوں میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ بھائیوں کو حسد نے اندھا کر دیا۔ انہیں یہ خبط سوار ہے کہ یوسفؑ کو باپ کے پاس سے دور ہٹا دیں۔ اور پھر خدمت اور اطاعت سے باپ کی شفقت حاصل کریں۔ باپ کو فرطِ شفقت سے کسی پر بھروسا نہیں ہوتا کہ یوسف جیسے پیارے بچے کو اس کے ساتھ کر دیں۔ خاص کر جب کہ وہ اپنے باقی بیٹوں کے قبیح جذبات سے بخوبی واقف بھی ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو وہ ایک دفعہ اشارہ کر چکے ہیں کہ بھائیوں سے بچتے رہنا لیکن وہ صاف دل بچہ کسی کے چھل بٹوں سے کیا واقف بھائیوں کے بہکانے میں با آسانی آ گیا کہ سچ مچ ایک دن باہر کی سیر و تفریح میں کیا حرج ہے؟ اگر یوسف علیہ السلام بھائیوں کے طرف دار نہ ہو جاتے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کبھی ان کے بھائیوں کے کہنے پر انہیں باہر نہ جانے دیتے۔ بھائیوں کی درخواست پر تو انہوں نے ان سے کہہ دیا کہ کیا کروں میرا دل تو اس خیال سے بیٹھا ہی جا رہا ہے کہ تم یوسفؑ کو جنگل میں لے جاؤ اور اسے چپکے سے بھیڑیا اٹھا لے جائے اور چیر پھاڑ کر کھا جائے۔

بدسلوکی

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ

پھر جب چلے گئے اسے لے کر اور ٹھان لی کہ ڈال دیں اس کو

فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ

چھپے ہوئے کونے میں کچے کنوئیں کے اور ہم نے چپکے سے کہہ دیا اس سے

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ

البتہ خبر دے گا تو ان کو ان کے کام کی اس کی اور وہ

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

نہ پہچانتے ہوں گے تجھ کو

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ

پھر جب اس کو لے کر چلے اور متفق ہوئے کہ اس کو کنوئیں

فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ

کی چھپی ہوئی جگہ میں ڈال دیں اور ہم نے اس کو خفیہ اشارہ

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ

کیا کہ تو ان کو ان کا یہ کام جتائے گا اور وہ

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

تجھ کو نہ پہچانیں گے

اَوْحَيْنَا (اشارہ کیا ہم نے چپکے سے) ماضی کا صیغہ ہے ایحاء سے جس کا مادہ وحی ہے۔ وحی کے معنی ہیں خفیہ اشارہ۔ ایحاء سے یہاں یہ مراد ہے کہ اچانک حضرت یوسفؑ کے دل میں یہ خیال پختہ ہو گیا کہ ایک دن ایسا ہوگا کہ میں اچھی حالت میں ہوں گا اور انہیں ان کی بدسلوکی کی اطلاع دوں گا اور پھر انہیں معاف کر دوں گا۔ یہ خیال اللہ عزوجل نے ان کے دل میں خود ڈالا تھا بیچ میں کوئی واسطہ نہ تھا۔ پہلے فقرے کا مطلب یہ ہے کہ جب یوسفؑ کو ان کے بھائی لے کر چلے اور کنوئیں میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ بس یہاں بیان کو ختم کر دیا اور اس کا پورا کرنا سننے والے کے فہم پر چھوڑ دیا۔ پھر ذرا ٹھہر کر فرمایا کہ یوسفؑ کے دل میں ہم نے یہ بات ڈال دی کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تو ان کو اس بدسلوکی کا حال خود بتائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ کہ یہ جو ہم سے بول رہا ہے یہی یوسفؑ ہے کیوں کہ اس وقت تو عزیز مصر ہوگا اور یہ تیرے آگے سائل بنے کھڑے ہوں گے۔ کنوئیں میں ڈالنے کا فیصلہ کر کے گھر سے چلنے اور اس خیال کے یوسفؑ کے دل میں پیدا ہونے کے درمیان جو کچھ ہوا ہوگا۔ وہ اتنا تو ضرور ہے کہ انہوں نے لے جا کر یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال ہی دیا اور یہ خیال کنوئیں کی تنہائی میں یکایک پیدا ہو گیا۔ بیچ کی مصیبت بیان نہیں کی۔ کیوں کہ قرآن مجید مصیبتوں پر صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہو سکتی کہ لوگوں کی اپنی یا اور لوگوں کی گذری ہوئی مصیبتوں کو بیان کر کے ان کے جذبات برانگیختہ کرے اور مصیبت ڈالنے والوں کے ظلم و ستم کا بیان کر کے لوگوں کو رونے دھونے اور ماتم کرنے پر خواہ مخواہ اکسائے۔

درس عبرت

سورۂ یوسف جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں نازل ہوئی۔ آپ اس وقت ہر طرف سے مخالفوں کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے ان لوگوں سے سوا ایذا رسانی کے اور کچھ توقع ہی نہ تھی۔ انہوں نے آپ کے ستانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انتہا یہ ہوئی کہ سب نے جمع ہو کر مشورہ کیا۔ کہ اس شخص سے پیچھا چھڑانے کی کیا صورت ہونی چاہیئے۔ آخر کار فیصلہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے۔ یہ وہی فیصلہ تھا جو اس سے پہلے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے باہم اکٹھے ہو کر حضرت یوسفؑ کی بابت کیا تھا۔ ان کے قصہ سے ایک طرف تو یوسف علیہ السلام کے صبر و تحمل کا نقشہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھینچنا تھا تاکہ آپ کے دل کو تسکین ہو اور معلوم ہو جائے کہ بعض وقت اپنے ہی بھائی بند اپنے ذاتی اغراض اور دلی جذبات کے تحت اپنے ہی عزیز بھائی کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بدسلوکی پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے اوپر ظلم پر ظلم توڑے اور آخر کنوئیں میں ڈال دیا۔ آپ نے ان کو صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ آخر ان کے نادان بھائی پست ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام ان سب پر سردار بن گئے اور مصر کی وزارت الگ ملی۔ پھر اس قصہ میں ان لوگوں کے لیے بھی تنبیہ موجود ہے جو جذبات میں پھنس کر اپنے ہی بھائیوں اور عزیزوں کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

انہیں اس قصہ سے یہ سبق سیکھنا چاہیئے کہ اس قسم کا سلوک کرنے والے آخر کار ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور جس کو وہ ظلم و ستم سے دبانا بلکہ نیست و نابود کرنا چاہتے تھے وہی انجام کار کامیاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے عزت و شوکت عطا فرماتا ہے۔ اس سورت کو قرآن حکیم کا جزو بنا کر ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ تاکہ ہر زمانے میں اس سے ظالم و مظلوم دونوں سبق حاصل کرتے رہیں اور ظلم کے انجام سے غافل نہ ہوں۔ ظالم ظلم سے رُکے اور مظلوم ہمت اور صبر سے کام لے اور یقین رکھے کہ ظالم آخر کار پست ہو کر رہے گا۔ اور اللہ اس کو کامیاب کرے گا اور اس عام سبق کے علاوہ قصہ کا طرز بیان خود ہمیں علیحدہ سبق سکھاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی بدسلوکی کا تفصیلی بیان پتھر کے کلیجے کو بھی رلا سکتا ہے۔ مگر قرآن مجید نے صرف اشارہ میں اس کا ذکر کر دیا۔ اصل غرض یہ ہے کہ اس قصہ سے ظالم عبرت کا اور مظلوم صبر کا سبق لیں۔ یہ نہیں کہ لوگ اس کو سن سنا کر رو یا کریں۔

کام کا سبق

عزیز کی بیوی کو حضرت یوسف علیہ السلام سے عشق ہو گیا تھا۔ قرآن مجید نے اس کو صرف تین مختصر جملوں میں ختم کر دیا ہے جیسا کہ آگے آئے گا لیکن ہمارے اہل قلم نے حسن و عشق کی ایک ایسی دلکش داستان بیان کی ہے کہ آدمی جذبات کی رو میں بہ جاتا ہے۔ قرآن حکیم یہ نہیں کرتا جو نیلے سے جو نیلے جذبے کا بیان صرف دو تین جملوں میں ختم کر دیتا ہے۔

اس طرز بیان کے اختیار کرنے سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید جذبات میں رنگین بیانی سے کام لے کر ان کو اُبھارنا نہیں چاہتا۔ حدیثوں اور بزرگوں کے اقوال میں تو خیر تصریح کے ساتھ موجود ہے۔ کہ آدمی اپنی کسی حرکت، رفتار، گفتار سے کبھی کسی کے جذبات کے ابھارنے کی کوشش نہ کرے۔ اگر کسی واقعہ کو جس سے جذبات برانگیختہ ہونے ہوں بیان کرے۔ تو مختصر طور پر اور زیادہ تر اشاروں کے ذریعے اس پر بھی فوراً اس کے مضر نتائج ساتھ ہی ظاہر کر دے تاکہ واقعہ کی طرف سے دھیان ہٹا کر انسان اس کے بُرے نتیجوں کو سوچنے لگے۔

یہاں ہمیں اس بات کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل ہمارے اہل قلم سوا اس کے کہ اپنی تحریرات سے خراب جذبات کو ابھاریں اور کوئی مقصد اپنے سامنے نہیں رکھتے۔ ہماری شاعری کا کام صرف یہ ہے کہ عشق و محبت کے جذبات ابھارے ہمارے نثر نویس حرص۔ لالچ۔ چالاکی۔ دھوکا دہی ابھارنے والے قصے یہاں تک کہ فحاشی اور عریاں بیانی تک سے نہیں چوکتے۔ ڈراما۔ سینما۔ عریاں ناچ۔ تصویر کشی۔ گانے غرض ہر چیز کا ایک ہی مقصد ہے کہ انسانی جذبات کو اُبھارے۔ یہ تمام باتیں قرآن مجید کی تلقین کے خلاف ہیں۔ قرآن مجید مہلک جذبات کا اُبھارنا انسان کے لیے زہر قاتل سمجھتا ہے۔ اس کے بجائے ایسے پاکیزہ جذبات انسان کے لیے پیش کرتا ہے جس سے وہ تمام برائیوں سے پاک صاف ہو کر زندگی کی گندگیوں سے نجات پا جائے۔ دوسری طرف ایک گروہ نے اپنا زور قلم دوسروں کی مصیبت کے بیان کرنے میں صرف کیا ہے وہ اسی میں اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ کہ اچھے لوگوں پر بڑے لوگوں نے جو مصیبتیں کبھی توڑی ہیں ان کا بیان کر کر کے لوگوں کو رلائیں۔

قرآن مجید کے طرز بیان سے صاف ظاہر ہے کہ نہ وہ دنیا کی مصیبتوں کا ذکر کر کے لوگوں کو رلانا اور بزم ماتم منعقد کرنا سکھاتا ہے اور نہ لطیف جذبات کو ابھار کر بد چلنی کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے جو لوگ ان باتوں میں مصروف ہیں انہیں کچھ تو سوچنا چاہیئے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

بہانہ بازی

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا

اور آئے وہ اپنے باپ پاس اندھیرے میں روتے ہوئے بولے

یٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا

اے ہمارے ابا ہم دوڑنے لگے آگے نکلنے کو اور چھوڑا ہم نے

یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ

یوسف کو پاس اپنے سامان کے پس کھا گیا اس کو بھیڑیا اور نہ

اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿١٧﴾

تو یقین کرنے والا ہمارا اگرچہ ہوں ہم سچے

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا

اور آئے اندھیرا پڑے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے کہنے لگے

یٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا

اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور یوسف کو

یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ

اپنے اسباب کے پاس چھوڑا پھر اس کو بھیڑیا کھا گیا اور تو

اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿١٧﴾

ہمارا کہنا باور نہ کرے گا اگرچہ ہم سچے ہوں

نَسْتَبِقُ (آگے بڑھیں ہم) مضارع کا صیغہ ہے استباق سے جس کا مادہ سبق ہے۔ سبق کے معنیٰ ہیں آگے ہوجانا پہلا ہونا۔ استباق دوسرے سے مقابلہ کرنا۔ دیکھیں سب سے آگے کون رہے۔

ایسے اکثر کھیل ہیں جن میں ہر آدمی دوسروں سے مقابلہ میں بڑھ کر رہنا چاہتا ہے۔ مثلاً پٹا لکڑی چلانا۔ تلوار بازی، نیزہ بازی اور پیدل دوڑنا۔ یہ سب مردانہ کھیل ہیں اور ہر زمانے میں رائج رہے ہیں کہنا یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا کوئی کھیل کھیلنے لگے۔

جب اندھیرا چھا گیا تو گھر کو چلے اور پاس پہنچکر رونا دھونا شروع کردیا حضرت یعقوب علیہ السلام رونے کی آواز سُن کر گھبرا کر باہر نکلے ہوں گے اور پوچھا ہوگا۔ کیا ہوا اور یوسف کہاں ہے کہنے لگے اباجان! کیا کہیں جنگل میں نکل کر جی چاہا کہ بھاگیں دوڑیں۔ اور یوسف کو سامان کے پاس بٹھادیا اور خود کھیلنے کودتے دُور نکل گئے۔ قضا کار سامان کے پاس ایک بھیڑیا آگیا اور یوسفؑ کو تنہا پاکر ہڑپ کر گیا۔ آپ تو ہماری طرف سے پہلے ہی بدظن ہیں ہم لاکھ سچے ہوں۔ مگر آپ ہمارا یقین کاہے کو کرنے لگے۔ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ کم سے کم رونے کی آواز بنا رکھی تھی۔ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو ان کا چہرہ بھی بتا دیتا۔ کہ یہ سب بناوٹی باتیں ہیں پھر بھی کہانی صاف گھڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی حضرت یعقوب علیہ السلام جیسا معاملہ شناس شخص اس بات کا کیسے یقین کرسکتا تھا:

عذرِ گناہ

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ ؕ قَالَ

اور آئے وہ اس کی قمیص پر لہو کے ساتھ جو جھوٹا تھا کہا

بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا ؕ

بلکہ بنالی ہے تمہارے لیے تمہارے دلوں نے ایک بات

فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ

پس صبر ہی اچھا اور اللہ ہی مددگار ہے

عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

اس پر جو تم بیان کرتے ہو

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ ؕ قَالَ

اور لائے اس کے کرتے پر جھوٹ لہو لگا کر بولا یہ

بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا ؕ

ہرگز نہیں بلکہ تمہارے لیے تمہارے جیوں نے ایک بات بنادی

فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ

اب صبر ہی بہتر ہے اور اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو

عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں

سَوَّلَتْ (گھڑلی ہے) ماضی کا صیغہ ہے تَسْوِیْلٌ سے جس کا مادہ س۔و۔ل ہے۔ سَوْلٌ کے معنی نرمی اور سہولت کے ہیں تَسْوِیْل دل سے کوئی بات گھڑ لینا اور اس کو کام آسانی سے نکالنے کے لیے وقت پر پیش کر دینا۔

مُسْتَعَانٌ (وہ جس سے مدد مانگی جائے) اسم مفعول یا اسم ظرف ہے اِسْتِعَانَۃٌ سے جس کا مادہ ع۔و۔ن ہے عون کے معنی مدد اور سہارے کے ہیں۔ اِسْتِعَانَۃٌ مدد مانگنا۔ اسی سے نَسْتَعِیْن بنا ہے جو سورہ فاتحہ میں ہے مستعان وہ جس سے مدد مانگی جائے یا وہ ٹھکانا جہاں سے مدد کی امید ہو۔

یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بھائیوں نے یہ ڈھونگ رچایا کہ روتے دھوتے رات پڑے باپ کے پاس پہنچے اور یوسف کی قمیص جو کنوئیں میں ڈالتے وقت ان کے بدن سے اتاری تھی۔ کسی جانور کو مار کر اس کے خون سے بھر لی۔ نادان یہ نہ سمجھے کہ اگر بھیڑیا پکڑتا۔ تو سب سے پہلے قمیص پھٹتی اس کے کیا معنی کہ بدن تو زخمی اور لہولہان ہو گیا۔ لیکن قمیص پر ذرا بھی آنچ نہ آئی حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیکھتے ہی کہہ دیا۔ کہ یہ ساری کہانی تمہاری گھڑی ہوئی ہے اور یہ خون جھوٹا خون ہے۔ بہرحال اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔ ان کے دل میں یقین تھا کہ یوسف زندہ دنیا میں موجود ہے اور ایک دن مجھ سے ملے گا۔ لیکن ہاں اس وقت وہ مجھ سے دور ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں میرے لیے یہی بہتر ہے کہ صبر کروں اور معاملہ اللہ عزوجل پر چھوڑ دوں۔ ان سے کہا اس مصیبت کے وقت میری اللہ عزوجل ہی سے درخواست ہے کہ وہ میری اس غم میں مدد کرے۔

خرید و فروخت

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ

اور آیا ایک قافلہ پس بھیجا انہوں نے اپنا پانی لانے والا

فَأَدْلَى دَلْوَهُ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا

پس ڈالا اس نے اپنا ڈول کہنے لگا اوہ یہ تو

غُلٰمٌ ۭ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ

ایک لڑکا ہے اور چھپا لیا اس کو تجارت کا مال جان کر اور اللہ

عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (۱۹)

جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ

اور ایک قافلہ آیا اس نے اپنا پانی بھر لینے والا بھیجا پس اس نے

فَأَدْلَى دَلْوَهُ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا

اپنا ڈول لٹکایا کہنے لگا کیسی خوشی ہے یہ تو

غُلٰمٌ ۭ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ

ایک لڑکا ہے اور چھپا لیا اس کو مال تجارت سمجھ کر اور اللہ

عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (۱۹)

خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں

اَدْلٰی (ڈالا۔ نیچے لٹکایا) ماضی کا صیغہ ہے اِدْلَاءٌ سے جو دَلْوٌ سے بنا ہے جو اس کے بعد مذکور ہے اور جس کے معنی ڈول کے ہیں۔ اِدْلَاءٌ کنوئیں میں ڈول ڈالنا۔

یٰبُشْرٰی (اے خوشی) بشریٰ حاصل مصدر ہے جس کے معنی خوشی اور خوشخبری کے ہیں۔ اچانک خوشی کا اظہار عربی میں اس لفظ سے کرتے ہیں جیسے ہمارے ہاں اوہو یا واہ واہ ہے

بِضَاعَةً (پونجی) بیچنے کے سامان کو بضاعۃ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس زمانے میں آدمیوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالنے کا رواج تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑا قیمتی مال جان کر اوروں سے چھپا دیا۔ لکھا ہے کہ بھائیوں نے یوسفؑ کو کنوئیں میں تو ڈال دیا لیکن ان کی خبر گیری برابر کرتے رہے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ مر جائیں ان کی دلی خواہش تھی کہ کوئی ان کو نکال لے جائے اور دور لے جا کر بیچ ڈالے۔ اس لیے پل پل کی خبر رکھتے تھے انہیں فوراً معلوم ہو گیا کہ قافلے والوں نے ڈول کے ذریعے انہیں باہر کھینچ لیا ہے اور اب اسے مال تجارت قرار دے کر چھپا رکھا ہے وہ تو خود یہی چاہتے تھے جان میں جان آئی۔ قافلے والوں کے پاس گئے اور اطمینان کر لیا کہ یوسف علیہ السلام ان کے پاس ہے ان سب لوگوں کی کارروائیوں سے اللہ تعالیٰ اچھی طرح واقف تھا وہ خوب جانتا تھا کہ اس سب کا انجام کیا ہونے والا ہے:۔

یوسف بک گئے

وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ ۚ
اور بیچ ڈالا اس کو قیمت کم میں درہم گنتی کے
وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ ﴿۲۰﴾ ع
اور تھے وہ اس سے نفرت کرنے والے

وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ ۚ
اور بیچ آئے اس کو ناقص قیمت میں گنتی کے چند درہم
وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ ﴿۲۰﴾ ع
اور ہو رہے تھے وہ اس سے بیزار

بَخْسٍ (گھٹا ہوا کم) اس لفظ کے معنی بہت کم تھوڑی سی چیز کے ہیں۔ اسی سے فعل مجہول لا یبخسون سورہ ہود کے دوسرے رکوع میں گذرا ہے۔ دَرَاھِمَ (درہم کی جمع ہے) یہ اس وقت کا ایک چاندی کا سکّہ تھا۔ جو تقریباً آج کل کی چونّی[1] کے برابر ہے۔ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ۔ گنتی کی چونّیاں۔ اَلزَّاھِدِیْنَ (بے رغبت) زاہد کی جمع ہے جو زہد سے بنا ہے۔ زہد کے معنی کسی سے دل ہٹا لینا۔ بے رغبتی کرنا۔ بے قدر سمجھنا۔ شَرَوْہُ (اسے بیچ ڈالا) ماضی کا صیغہ ہے ش۔ ر۔ ی شری کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں ہیں۔ یہاں بیچنا مراد ہے۔

لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کنوئیں میں ان کو ڈال کر بے فکر نہیں ہو گئے تھے بلکہ خیر خبر رکھتے تھے۔ ایک دن جو صبح وہاں گئے تو کنوئیں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پایا سامنے قافلے والے نظر آئے۔ ان کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارا ایک غلام بھاگ گیا ہے اور اسے تم نے چھپا لیا ہے۔ یا تو اسے ظاہر کر دو ورنہ تم مجرم قرار پاؤ گے۔ وہ ڈر گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ظاہر کر دیا۔ وہ تو دل سے چاہتے تھے کہ کوئی انہیں نکال کر دوسرے شہر میں لے جائے۔ کیونکہ وہ سچ مچ ان سے جلتے تھے اور ان کے چلے جانے سے انہیں چین ملنے کی امید تھی۔ قافلے والوں سے سودا کیا تاکہ ان کو سچ مچ یوسف کا مالک بنا دیا جائے۔ اور وہ اس کو اپنا مال سمجھ کر اس کی رکھوالی کریں اور کسی بڑے شہر میں لے جا کر بیچیں۔ بڑی قیمت کی تو انہیں کچھ پروا تھی ہی نہیں۔ یوں ہی برائے نام کچھ درہم ٹھیرا لیے۔ موضح القرآن میں لکھا ہے کہ کل اٹھارہ درہم میں بیچ ڈالا۔ درہم اس وقت کا سکّہ تھا۔ جو تقریباً چونّی[1] کے برابر تھا۔ یہ درہم نو بھائیوں نے دو دو فی کس کے حساب سے آپس میں بانٹ لیے۔ ایک بھائی یہودا نے جو پہلے ہی سے یوسفؑ کے ساتھ نرمی کے برتاؤ کا حامی تھا، کہا میں اس میں سے کوئی حصّہ نہ لوں گا۔

[1] اس دور (۱۹۷۶ء) میں درہم کی قیمت ۴ روپے کے لگ بھگ بنتی ہے۔

مصر پہنچ گئے

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ
اور کہا جس نے خریدا اس کو مصر سے
لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ
اپنی بیوی سے آبرودار بنا اس کا ٹھکانا شاید کہ
یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ
نفع پہنچائے ہم کو یا بنا لیں ہم اس کو بیٹا

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ

اور جس شخص نے اسے مصر سے خرید کیا اپنی بیوی سے کہا اس کو آبرو سے رکھ شاید ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں

مَثْوٰی (ٹھکانا) یہ اسم ظرف بھی ہے اور مصدر میمی بھی۔ اس لیے اس کے معنی رہنے کی جگہ اور رہنا دونوں ہو سکتے ہیں۔ اصل مصدر ثَوَاءٌ ہے جس کے معنی ہیں رہنا سہنا۔ اَكْرِمِیْ (عزت کر) امر کا صیغہ ہے اِکرام سے جس کا مادہ کَرَم ہے کرم کے معنی بزرگی۔ اونچا درجہ۔ اکرام کے معنی ہیں اونچا درجہ دینا۔ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ کا مطلب ہوا۔ اس کے رہنے سہنے کا طریقہ اونچے درجے والوں کی طرح کا مقرر کر۔ اس آیت میں فقط اتنا ہے کہ کسی نے مصر میں انہیں خرید لیا لیکن اس سے پہلے جو کچھ ہوا۔ اس کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ دونوں آیتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ یہ قافلہ اپنے وطن سے تجارت کرنے اور نفع کمانے کی غرض سے نکلا تھا۔ راستہ میں اس کنوئیں کے پاس سے گذر ہوا جس میں حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے ڈال رکھا تھا۔ پانی کھینچنے کو ڈول ڈالا۔ تو حضرت یوسف اس میں بیٹھ گئے۔ کھینچنے والے نے کھینچا تو خوشی کے مارے چلا اٹھا کہ یہ تو جیتا جاگتا لڑکا ہے بڑی قیمت میں بکے گا۔ مال تجارت سمجھ کر چھپانا چاہا مگر بھائی تو وہیں تھے۔ انہوں نے پتہ لگا لیا۔ بہرحال انہوں نے اونے پونے بیچ کر اپنے سر سے بلا ٹالی۔ یہ قافلہ چلتے چلتے مصر پہنچا اور وہاں کے بازار میں حضرت یوسف علیہ السلام کو غلام بنا کر بیچنے کے لیے پیش کیا اور ایک شخص نے انہیں خرید لیا۔ اس کے بعد اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ اس نے گھر لے جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو غلاموں کی طرح مت رکھنا۔ یہ بڑا ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے اس کو عزت اور احترام سے رکھو۔ تو امید ہے کہ آگے چل کر اس سے ہمیں نفع پہنچے۔ ہمارے اب تک کوئی اولاد نہیں ہے جی میں آیا تو اسی کو بیٹا بنا لیں گے۔ مفسرین نے کو عزیز مصر (بادشاہ کا مختار عام) بتایا ہے اور اس کا نام قطفیر اور اس کی بیوی کا زلیخا یا راعیل بتایا ہے :

یہ سب کیوں ہوا؟

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ

اور اسی طرح ٹھکانا دیا ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں

وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ

اور تاکہ سکھائیں ہم اس کو کچھ باتوں کا ٹھکانے سے ٹھانا

وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ

اور اللہ بڑھ چڑھ کر رہتا ہے اپنے کام میں اور لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۱)

بہت سے لوگ نہیں جانتے

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ

اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں جگہ دی

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ

اور اس لیے کہ اس کو باتوں کا ٹھکانے پر بٹھانا کچھ سکھائیں

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ

اور اللہ اپنے کام میں غالب رہتا ہے لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۱)

اکثر لوگ نہیں جانتے

مَكَّنَّا (ٹھکانا دیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے تمکین سے۔ تمکین مکان سے بنا ہے۔ مکان کے معنی ہیں جگہ۔ ٹھکانا۔ تمکین۔ مکان دینا۔ جگہ دینا۔ ٹھکانا دینا۔ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (باتوں کا صحیح مطلب معلوم کرنا) یہ لفظ پہلے رکوع میں گذر چکا ہے۔ واقعات سے صحیح نتیجہ پر پہنچ جانا۔ خواب کی تعبیر بیان کرنا۔ بات کی تہ کو پہنچ جانا۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی خاص بندے پر عنایت کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے اور ایسے واقعات شروع ہو جاتے ہیں جو اس خاص بندے کو آخر کار کسی خاص مزید فضیلت اور بزرگی تک پہنچا کر رہتے ہیں۔ گو دیکھنے والے اس بات کو نہ سمجھیں کہ یہ سب واقعات کیوں ہو رہے ہیں۔ یہ حالات جن میں حضرت یوسف علیہ السلام گذرے ان سے ان کی تعلیم و تربیت مقصود تھی۔ اگرچہ وہ بظاہر کس قدر تکلیف دہ تھے۔

ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر پہنچ گئے اور وہاں عزیز مصر نے ان کو خرید کر اپنے گھر میں داخل کیا۔ اور بیوی سے کہا کہ اس لڑکے کو عزت کے ساتھ اچھی طرح رکھو۔ ان سب باتوں سے مقصود یہ تھا کہ حضرت یوسفؑ عزیز مصر کے ہاں آتے ہی اونچے طبقے کے لوگوں سے ملیں جلیں۔ ان کی باتیں سنیں۔ ان کا کام کرنے کا طریقہ دیکھا۔ آگے چل کر اس سے حاصل یہ ہوا کہ مشکلات میں تدبیر سوچنے لگے۔ انتظام میں ماہر ہو گئے۔ خواب کی صحیح تعبیر بتانے لگے۔

سمجھ دار نوجوان

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ
اور جب پہنچ گیا قوت کو اپنی دیا ہم نے اس کو حکم اور
عِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ (۲۲)
علم اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم اچھوں کو

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ (۲۲)
اور جب اپنی قوت کو پہنچ گیا ہم نے اس کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

اَشُدَّ : (قوت) یہ مفرد لفظ ہے اس کے معنی قوت اور طاقت کے ہیں۔ یہ لفظ سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے۔ وہاں اس کے معنی جوانی کے ہیں۔ یہ لفظ ش۔ د۔ د سے بنا ہے جس سے اسم شدت ہے۔ شدت کے معنی مضبوطی اور سختی کے ہیں بَلَغَ اَشُدَّهٗ یعنی جوان بالغ ہوگیا۔

مصیبتیں انسان کے جذبات کے لیے رندے کا کام کرتی ہیں۔ اور اس کے اِدھر اُدھر کے بے جا بڑھے ہوئے کونوں کو گھس گھسا کر ان کو سڈول اور صاف بنا دیتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جن حالات میں سے گذرنا پڑا، وہ ان کے لیے بڑی اچھی تربیت کا ذریعہ بن گئے۔ ان آیتوں سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ دماغی، بدنی اور قلبی قوتوں کی اصلی ترقی بلوغ سے پہلے کی عمر یعنی بچپن میں ہوتی ہے اور ان کی اصلاح اور تربیت کا بہترین طریقہ نرمی اور لطف کے ساتھ بڑوں کا سمجھانا اور اس کے ساتھ ہی بچے کے سامنے اچھی عادتوں کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ اس کے بعد اگر بچہ پر ایسے حالات گذریں کہ جس میں وہ اپنے تجربے سے خود عادتوں کی اصلاح کا طریقہ سمجھ جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بچہ بالغ ہو کر عاقل اور سمجھ دار ہوگا۔

دماغی قوتوں میں اصل چیز انسان کا فکر ہے۔ فکر کے معنی ہیں جو چیزیں علم میں آئیں ان کو قرینے سے جوڑنا اور ان سے اصول اخذ کرنا جن پر اس کے بدن کی اصلاح موقوف ہے۔ قلبی قوتوں میں سے عقل اور ارادہ ہے۔ عقل وہ قوت ہے۔ جو دل کے ارادہ کو فکر صحیح کے تابع کرتی ہے اور جذبات کا فرماں بردار نہیں ہونے دیتی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی ان سب قوتوں کی تربیت بچپن ہی میں ہو چکی تھی اس لیے جب وہ جوان ہوئے تو عالم اور عاقل دونوں تھے۔ انسان جب بالغ ہوتا ہے تو اس میں جنسی خواہش پیدا ہوتی ہے اگر عقل درست ہے تو جوانی میں وہ اس خواہش کی اصلاح بھی کر سکتا ہے۔

زبردست آزمائش

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا

اور پھسلایا اس کو اس عورت نے کہ وہ جس کے گھر میں تھا

عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ

نفس پر قابو رکھنے سے اور بند کر دیے دروازے

وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ

اور کہا آ جا

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا

اور اس کو عورت نے جس کے گھر میں وہ تھا

عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ

اپنا جی تھامنے سے پھسلایا اور اس نے دروازے بند کر دیے

وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ

اور بولی شتابی کر

عَنْ نَّفْسِهٖ (نفس کے روکنے سے) انسان کا نفس خواہشوں کا مخزن ہے اس کو عقل قابو میں رکھتی ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ اس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے نفس کو عقل کی نگرانی سے نکالنا چاہا تاکہ وہ ان کے دل کو اس عورت کی طرف مائل کر دے۔

هَيْتَ لَكَ (آ۔ اپنا کام کر) یہ ایک عبرانی زبان سے لیا ہوا لفظ ہے جسے ایسے موقعہ پر بولتے ہیں جہاں کسی کے سامنے کام کے سارے سامان مہیا ہوں اور اس کو کام کرنے کے لیے کہا جائے اس کے لیے عربی میں دوسرا لفظ تَعَالَ ہے۔

اس آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام جس عورت کے گھر میں رہتے تھے اس نے آپ سے فعل قبیح کا مطالبہ کیا اور ایسے سامان کر دیئے جن سے ایک نوجوان شخص کا اپنے نفس پر قابو رکھنا مشکل ہے مکان کے کمرہ کی اشتعال انگیز سامان سے سجاوٹ کی اور آپ خوب بناؤ سنگھار کیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آپ سے زبانی بھی کہا کہ اب کیا دیر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بچپن میں اپنے والد کی نگرانی میں پلے اور ان کی عملی مثال اور زبانی ہدایات کی بدولت ساری دماغی اور قلبی قوتوں میں ملائمت، نظم اور اعتدال پیدا ہو گیا اب جب بھرپور جوانی آئی تو بالکل ایک نئی حالت سے سابقہ پڑا۔ نئی جوانی میں کسی نوجوان کا جس کی بدنی قوتیں قوی اور درست ہوں اپنے اوپر قابو رکھنا مشکل ہے صرف وہی شخص اس بھنور سے نکل سکتا ہے جس پر اللہ عزوجل کی خاص عنایت ہو کسی قوی اور تندرست نوجوان کو اگر کوئی جنس لطیف خود ورغلانے کے ہتھکنڈے استعمال کرے تو اس کا گناہ سے بچنا تقریباً ناممکن ہے یہاں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا بے جا اور بے تکلف خلط ملط ایک نہایت ہی نازیبا امر ہے۔

حیرت انگیز ضبط

قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیٓ اَحْسَنَ

کہا پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تحقیق وہ میرا مالک ہے بہت اچھا رکھا

مَثْوَایَ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

اس نے میرا رہنا سہنا۔ یقیناً نہیں فلاح پاتے احسان فراموش

قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیٓ اَحْسَنَ

کہا خدا کی پناہ وہ عزیز میرا مالک ہے اس نے مجھ کو اچھی طرح

مَثْوَایَ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

رکھا ہے بیشک بے انصاف لوگ بھلائی نہیں پاتے

گناہوں سے روکنے والی اصل چیز اللہ کا خوف ہے بچے کے دل میں اس کے پالنے والے اگر اللہ کی صفات کا نقشہ شروع ہی سے جما دیں تو آیندہ زندگی میں اللہ کا یہ تصور اُس کو بہت سی تباہ کن عادتوں اور ذلیل کرنے والے گناہوں سے بچائے رکھتا ہے۔ انسان کی صحیح فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے محسن اور مربّی کے ساتھ کسی طرح کا بُرا سلوک نہ کرے۔ بچّہ ماں باپ کا گرویدہ ہوتا ہے۔ اور جوں جوں عمر بڑھتی ہے اس کی عقل اسے بتاتی چلی جاتی ہے کہ یہ میرے محسن ہیں۔ ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنا میرا ذاتی فرض ہے اب اگر ماں باپ بچّے کی صحیح تربیت کرنے والے ہوں تو اسے بخوبی سمجھا سکتے ہیں۔ کہ آدمی کا اصل محسن اور مربّی اللہ ہے۔ اسی نے اپنی رحمت سے ماں باپ کے دل میں شفقت ڈال دی ہے جس کی وجہ سے وہ بچّے کو پالتے ہیں۔ اصل میں حفاظت کرنے والا ضرورت کی چیزیں دینے والا اور خطرے کے وقت بچانے والا وہی ہے۔ اس لیے ہر وقت اسی کی پناہ طلب کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ ماں باپ جدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اللہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے اسے دیکھتا ہے۔ اس کی فریاد سنتا ہے۔ اور اس کی مدد کرتا ہے۔ اس لیے انسان کو بُرے کاموں اور گناہوں سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہیں اور اپنے محسن اور مربّی کو ناراض کرنا بہت ہی بُری بات ہے۔ اگر گناہ اور بُری بات میں پھنسنے کا اندیشہ ہو تو فوراً اللہ تعالیٰ کو مدد کے لیے پکارنا چاہیئے اور اس سے عرض کرنی چاہیئے کہ وہ گناہ سے پناہ دے۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیدائش ہی کے وقت سے سمجھ دار تھے۔ پھر ان کو اللہ کے نبی سمجھانے والے ملے جب دیکھا کہ مجھے فتنہ نے گھیر لیا ہے۔ تو فوراً منہ سے معاذ اللہ نکلا اور دل سے دعا کی کہ اے میرے اللہ مجھے اس گناہ سے بچا لے۔ اللہ عزّوجلّ نے فوراً دل میں ڈالا کہ یہ عزیز کی بیوی ہے اور عزیز میرا مربّی ہے۔ اس کی بیوی کے ساتھ ایسی ذلیل حرکت کرنا اس کی ذلّت کا باعث ہوگا۔ انہوں نے عورت کو جواب دیا کہ عزیز میرا مربّی ہے اس نے مجھے بڑے آرام سے رکھا ہے یہ تو بڑا ظلم ہوگا کہ میں اس کے ساتھ خیانت کروں ۔

ستھرے خیالات

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ

اور پہلے سے لگی تھی عورت اس کے دھیان میں، اور اس نے دھیان کیا اس کا اگر نہ ہوتا یہ

اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ

کہ دیکھے وہ زبردست دلیل اپنے رب کی ایسا ہوا

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ

تاکہ پھیر دیں ہم اس سے برائی اور بے حیائی البتہ وہ ہے

مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ہمارے ان بندوں میں سے جو خالص ہمارے ہی ہیں

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ

البتہ عورت نے اس کا فکر کیا اور اس نے عورت کا فکر کیا اگر یہ نہ ہوتا

اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ

کہ اپنے رب کی قدرت دیکھے یوں ہی ہوا

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ

تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی ہٹا لیں البتہ وہ

مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے ہے

قَدْ هَمَّتْ بِهٖ (پہلے ہی دھن میں تھی اس کی) یعنی یہ عورت پہلے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی دُھن میں رہتی تھی۔ هَمَّتْ ماضی مؤنث ہے هَمٌّ سے۔ هَمٌّ کے معنی دھیان کرنا۔ دھن میں لگ جانا۔ هَمَّ بِهَا (اس کا خیال بھی اس کی طرف متوجہ ہوا) یہ ماضی مذکر ہے هَمٌّ سے یعنی جب اس عورت نے یہ سب ڈھونگ رچایا تو اب یوسفؑ بھی اس کی حالت پر غور کرنے لگے۔ لَوْلَا (اگر نہ) یہ حرف شرط ہے۔ اس کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس کا جواب ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ یہاں آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے یعنی نہیں تو وہ گناہ میں پھنس جاتا۔

اس آیت میں ایک ہی لفظ هَمَّ عورت اور حضرت یوسف دونوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ قَدْ لگا دیا گیا ہے جس کے معنی ہیں پہلے ہی سے کوئی کام کر لینا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قَدْ نہیں لگایا جس کے معنی ہوئے کہ انہوں نے اس کا ابھی ابھی خیال کیا۔ عورت تو پہلے ہی سے ان کی دھن میں تھی اور ان کو ورغلانے کے لیے موقع کی تاک میں تھی لیکن حضرت یوسفؑ کا اس کی طرف ذرا بھی خیال نہ تھا۔ اس وقت جو اس کی بے تابی دیکھی تو اس کی حالت پر غور کرنے لگے۔

غرض آپ کا خیال نہ کبھی پہلے اس عورت کی طرف تھا اور نہ اس وقت اسے بُری نظر سے دیکھ رہے تھے، بلکہ اس کی حالت پہ افسوس اور رحم کی نظر ڈال رہے تھے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے اس کا خیال بھی پاک صاف رکھا اور گناہ کو عمل میں لانے سے بھی بچایا۔ کیونکہ ہم تو اس کو پہلے ہی بُرے خیال اور بُرے کاموں سے چھڑا کر اپنا خالص بندہ بنا چکے تھے۔

پاکیزگی

قصہ گویوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو مختلف انداز سے لکھا ہے جس میں ان سے بہت بڑی چوک ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربیت شروع ہی سے اس طریقے سے ہوئی تھی کہ ان کے دل میں برائی اور بے حیائی کے خیالات جاگزیں نہیں ہو سکتے تھے۔ اس آیت میں قرآن مجید کے انداز بیان سے یہ معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کہ انہوں نے کبھی اس عورت کی جانب بدخیالی سے نہ دیکھا۔ ان کا اس گھر میں رہنے کا طرز اسی خیال پر مبنی تھا۔ جو انہوں نے وقت آنے پر اس عورت کے سامنے صاف الفاظ میں ظاہر کر دیا۔ کہ وہ اس گھر کے مالک عزیز مصر کو اپنا مالک سمجھتے تھے اور اس حیثیت سے اس کی تعظیم و توقیر اپنا فرض منصبی جانتے تھے۔ پھر اس نے جس طرح ان کو رکھا تھا۔ اس سے ظاہر تھا کہ اسے ان پر پورا اعتماد تھا کہ وہ اس کے ناموس اور شہرت پر بٹہ نہ آنے دیں گے۔

آیت اس بات پر ختم ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کی تدبیر پہلے ہی کر دی تھی۔ کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کمینے خیالات بیٹھنے ہی نہ پائیں۔ اللہ عزوجل نے ان کو اپنا خالص بندہ پہلے ہی بنا لیا تھا پھر ان کے دل میں بُرے خیالات کیسے آ سکتے تھے اس لیے ہَمَّ بِهَا کے معنی اس روشنی میں یقیناً یہ ہوں گے کہ یکایک اسی وقت ان کے دل میں اس عورت کا خیال آیا۔ اس سے پہلے اپنے مربّی اور محسن کی اہلیہ ہونے کی حیثیت سے وہ اس کا ادب و احترام کرتے تھے۔ اس کا رویہ دیکھ کر وہ حیرت سے منہ تکتے رہ گئے۔ اور ان کو ان اخلاقی اصول کا خیال آیا جو بچپن ہی سے ان کے دل و دماغ میں پیوست ہو چکے تھے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو ایک آفت میں پھنسا ہوا پایا۔ اور پہلا کلمہ جو ان کے منہ سے بے اختیار نکلا وہ معاذ اللہ تھا۔ جو ہر مومن کی زبان پر مصیبت کے وقت آنا چاہیے۔

اس کے بعد آپ نے جتلا دیا کہ وہ اس عورت کی طرف صرف اس نظر سے ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں، کہ وہ ان کے محسن اور مربّی کی بیوی ہے۔ وہ اپنے اس طرز کو نہیں بدل سکتے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا خالص بندہ بنا لیتا ہے اس کے دل سے بُرے خیالات بہت دور رہتے ہیں۔

انجام

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهٗ
اور آگے پیچھے دوڑے دروازہ کی طرف اور پھاڑ ڈالی عورت نے اس کی قمیص
مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا
پیچھے سے اور پایا دونوں نے عورت کے خاوند کو پاس
الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ
دروازے کے کہنے لگی نہیں سزا اس کی جو
اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ
چاہے تیری اہلیہ کے ساتھ برائی مگر یہ کہ
يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾
قید کیا جائے یا کوئی عذاب دردناک

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهٗ
اور دوڑے دونوں دروازے کی طرف اور چیر ڈالا عورت نے
مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا
اس کا کرتا پیچھے سے اور مل گئے دونوں عورت کے خاوند سے
الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ
دروازہ کے پاس۔ بولی اس شخص کی کیا سزا ہے جو تیری
اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ
بیوی کے متعلق برا ارادہ کرے مگر یہی کہ
يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾
قید میں ڈالا جائے یا دردناک عذاب دیا جائے

قَدَّتْ (پھاڑ ڈالا اس عورت نے) ماضی کا صیغہ ہے ق۔ د۔ د سے قَدٌّ کے معنی پھاڑ ڈالنا۔ چیر دینا۔

اَلْفَيَا (پایا دونوں نے) ماضی کا صیغہ ہے اِلْفَآءٌ سے جو ل۔ ف۔ و سے بنا ہے لَفْوٌ کے معنی نقصان پہنچانا۔ الفاءٌ پا لینا۔ مل جانا۔ تلافی اسی سے بنا ہے۔

جب عزیز مصر کی بیوی سے پیچھا چھڑانے کے لیے حضرت یوسفؑ اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑے تو عورت ان کے پیچھے لپکی پھر حضرت یوسف علیہ السلام تو اس کے ہاتھ نہ آئے لیکن ان کی قمیص کا پیچھے کا دامن اس کے ہاتھ آ گیا۔ اس نے اس کو پکڑ کر زور سے کھینچا تو وہ پھٹ گیا۔ باہر پہنچے تو عورت بھی ان کے پیچھے تھی۔ دونوں کیا دیکھتے ہیں کہ عزیز مصر خود دروازے کے پاس کھڑا ہے۔ عورت نے سوچا کہ یہ تو بڑی بات ہوئی۔ فوراً بولی کہ یہ شخص تیری گھر والی سے یعنی مجھ سے برے ارادے سے پیش آنا اور زبردستی برا کام کرنا چاہتا تھا۔ ایسے شخص کی سزا بس یہی ہو سکتی ہے کہ یا تو اسے قید خانے میں ڈال دیا جائے یا کوئی اور سخت سزا دی جائے مثلاً کوڑے لگائے جائیں۔

مشکل کا حل

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَشَهِدَ
یوسفؑ نے کہا اسی نے بے قابو کرنا چاہا مجھے میرے جی سے اور گواہی دی
شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ
ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے کرتا اس کا پھٹا ہوا
مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾
آگے سے تو یہ سچی ہے اور وہ جھوٹوں میں سے ہے
وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ
اور اگر ہے اس کا کرتا پھٹا ہوا پیچھے سے تو وہ جھوٹی ہے
وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾
اور وہ ہے سچوں میں سے

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَشَهِدَ
یوسف بولا اسی نے مجھ سے خواہش کی کہ اپنے جی کو نہ تھاموں اور
شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ
ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے گواہی دی۔ اگر اس کا کرتہ آگے سے
مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾
پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے
وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ
اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ جھوٹی ہے
وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾
اور وہ سچا ہے

حضرت یوسف علیہ السلام نے صاف صاف کہا کہ یہی خود چالبازیوں سے مجھے ورغلا کر گناہ میں پھنسانا چاہتی تھی میں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی اور خود عورت ہی کے خاندان میں سے ایک گواہ نے آپ کے بے گناہ ہونے کی گواہی دی۔ اس نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھو۔ اگر آگے سے پھٹا ہے تو ظاہر ہے کہ یوسف علیہ السلام کا منہ اس عورت کی طرف تھا۔ اس نے اسی کو کھینچ کر یوسفؑ کو ایک طرف کرنا چاہا۔ اس صورت میں عورت سچی ہے۔ اور اگر کرتے کا پیچھے کا دامن پھٹا ہے تو ظاہر بات ہے کہ یوسفؑ اس سے دور بھاگ رہے تھے اور اس نے اسے کھینچا تو وہ پھٹ گیا۔ اس صورت میں حضرت یوسف علیہ السلام بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے زور کلام سے، عورت کے غیر معمولی طور پر بنے سنورے ہونے سے، یوسف کے آگے آگے بھاگنے اور عورت کے ان کے پیچھے دوڑنے ہی سے سمجھ چکا تھا کہ عورت ہی کا قصور ہے ۔

فیصلہ

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ
پس جب دیکھا اس کی قمیص کو پھٹا ہوا پیچھے سے
قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ
کہا بے شک یہ تم عورتوں کا فریب ہے یقیناً تمہارا فریب
عَظِيْمٌ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۫
بڑا ہے اے یوسف منہ موڑ اس سے
وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ
اے عورت بخشوا اپنا گناہ بے شک تو ہی تھی
مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ؏ (۲۹)
گنہ گاروں میں سے

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ
پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا
قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ
کہا بے شک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا البتہ تمہارا فریب
عَظِيْمٌ (۲۸) يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۫
بڑا ہے یوسف اس ذکر کو جانے دے
وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ
اور اے عورت تو اپنا گناہ بخشوا بے شک گنہ گا
مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ؏ (۲۹) ع ۳/۱۳
تو ہی تھی

کَیْدَ (فریب) اس کو عام بول چال میں داؤ کہتے ہیں۔ داؤ اس چال کو کہتے ہیں جیسے کسی نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے پوشیدہ طور پر سوچ رکھا ہو اور موقع آتے ہی اپنی سوچی ہوئی خفیہ چال چلے اور مقصد حاصل کرلے اسی کو عربی میں کَید کہتے ہیں۔ کید کا اچھا بُرا ہونا اس کے مقصد پر موقوف ہے۔

عزیزِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کا معائنہ کیا اور دیکھا کہ قمیص کا پیچھے کا دامن پھٹا ہوا ہے۔ اس نے فی الفور فیصلہ کر دیا کہ عورت ہی قصور وار ہے۔ یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں اور عورت کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ ایسی ایسی چالبازیاں عورتیں ہی کیا کرتی ہیں۔ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے ان کو بڑی بڑی چالبازیاں بھی آتی ہیں۔ یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اس بات کا چرچا فضول ہے۔ یہ عورت گنہگار ہے۔ اے عورت تو اپنے گناہ سے توبہ کر اور جس کو تو نے بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اس سے معافی مانگ کیونکہ اس معاملہ میں سراسر تیرا ہی قصور ہے۔

نصیحت

یوسف علیہ السلام نے جس طرح جذبات کا مردانہ وار مقابلہ کیا وہ ہمارے لیے سبق آموز ہے۔ انسان میں جب تک اخلاقی جرأت نہ ہو اسے دنیا میں کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔ نوجوان مرد وعورت کے لیے ایسے ماحول میں جہاں چاروں طرف جذبات کے برانگیختہ کرنے کا سامان موجود ہو بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے اپنے گھر میں بیٹوں کی طرح رکھا اور آزادی کے ساتھ گھر والوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے کی اجازت دی اور پردہ کی ضرورت نہ سمجھی۔ نتیجہ کیا ہوا یہی کہ عزیز مصر کی بیوی پر ایک نوجوان کے ساتھ اس طرح بے تکلف رہنے کا اثر ہو کر رہا۔ کیونکہ وہ ایک ناز و نعمت سے پلی ہوئی دولت مند گھرانے کی آزاد خیال عورت تھی۔

تنہائی اور خلوت میں تو فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کا خوف ہی کام آئے تو آئے۔ اور شرع کی دل وجان سے پابندی ہی گناہ سے بچائے تو بچائے۔ پھر بھی شرع میں ایمان اور خوفِ خدا رکھنے والوں کو بھی سختی سے ہدایت ہے، کہ مرد وعورت کو آزادی کے ساتھ ملنے سے روکنا چاہیئے۔ اگر مستورات کو کبھی ضرورتاً باہر نکلنا پڑے، تو انہیں بناؤ سنگھار کر کے نہ جانا چاہیئے اور کوئی محرم ساتھ ہونا چاہیئے۔ لباس میں نمائش کا شوق۔ رفتار میں جھنکار۔ گفتار میں نرمی نامحرم کے سامنے زیبا نہیں۔ مرد وعورت دونوں کو اپنی اپنی نظر نیچی رکھنی چاہیئے۔ یہ پابندیاں ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے ہیں ورنہ قانون شکن دیدہ دلیروں میں، تو مستورات کے لیے گھر سے نکلنا ہی ٹھیک نہیں۔

غرض یہ کہ عورت کے لیے حجاب شرعی تو خالص ایمان داروں کے درمیان میں بھی ضروری ہے لیکن جب لوگ خدا اور رسول کے احکام سے بالکل ہی غافل اور حد درجے کے بے باک ہو جائیں۔ تو پھر تو سخت پردے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ یوسف علیہ السلام کا قصہ ہمیں سبق سکھاتا ہے کہ اجنبی نوجوان مرد اور عورت کا باہم اختلاط یا تو ناجائز تعلق پر ختم ہوتا ہے اور یا دونوں میں سے کسی نہ کسی کے لیے سخت آزمائش بلکہ بعض دفعہ ناگفتہ بہ آلام و مصائب کا باعث بن جاتا ہے ⁂

عورتوں میں چرچا

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ
اور کہا چند عورتوں نے شہر میں عورت عزیز کی
تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ
مانگتی ہے اپنے غلام سے اس کا آپا وہ باولا کرچکا ہے اس کو محبت میں
إِنَّا لَنَرٰىهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا
ہم تو البتہ دیکھتے ہیں اس عورت کو بیچ گمراہی صریح کے پس جب
سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ
سنا اس عورت نے ان کی چال کی بابت دعوت بھیجی ان کی طرف
وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً
اور تیار کی ان کے لیے بیٹھنے کی جگہ

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ
اور کچھ عورتیں اس شہر میں کہنے لگیں عزیز کی عورت
تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ
اپنے خادم سے اس کے جی کو طلب کرتی ہے اسکا دل اس کی محبت میں فریفتہ ہوگیا ہے
إِنَّا لَنَرٰىهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا
ہم تو اس کو صریح خطا پر دیکھتے ہیں پھر جب
سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ
اس نے ان کا فریب سنا تو ان کو بُلا بھیجا
وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً
اور ان کے واسطے ایک مجلس تیار کی۔

شَغَفَ (بھر دیا) اس کا دل (ماضی کا صیغہ ہے ش۔غ۔ف سے۔ شغف کے معنی ہیں دل کی تہ میں داخل ہو جانا اور سوا اپنے اور سب خیال اس میں سے نکال دینا۔ شَغَفَہا (دل میں داخل ہوگیا اس عورت کے) حُبًّا محبت کی راہ سے۔ شَغَفَ مُحبّت کے دل میں بیٹھ جانے کو کہتے ہیں، جو کسی کی محبت میں محو ہو جائے اسے مَشْغُوفٌ کہتے ہیں۔

مَکْر (تدبیر) دل میں کچھ اور ارادہ رکھنا، مگر ظاہر میں کچھ دکھانا۔ ان عورتوں کے دل میں تو یہ تھا کہ یوسف کو دیکھیں کہ وہ کیسا ہے۔ ظاہر میں یہ طعنہ دیا کہ اتنی بڑی عورت ایک غلام پر مرنے لگی۔ غلام کا درجہ ہمیشہ بہت گھٹیا سمجھا گیا ہے۔

عزیز کی بیوی کے واقعہ کی بھنک شہر کی عورتوں تک پہنچ گئی۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ بات تو کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی کہ اتنے بڑے درجے کی عورت ایک غلام پر ریجھنے لگے۔ آخر سب نے یہ رائے قائم کی کہ وہ باولی ہوگئی ہے۔ عزیز کی بیوی نے جب یہ سنا تو ان سب کی دعوت کر دی اور ہر ایک کے بیٹھنے کے لیے جگہ فرش فروش سے آراستہ کی۔ گاؤ تکیے رکھ دیئے تاکہ آرام سے بٹھا کر انہیں یوسف کا معائنہ کرا دیا جائے۔

ملاقات کا نتیجہ

وَاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا
اور دے دی ہر ایک کو ان میں سے ایک چھری
وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ
اور کہا نکل آ ان کے سامنے پس جب دیکھا انہوں نے اس کو
اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ
بھونچکی رہ گئیں اور کاٹ لیے ہاتھ اپنے اور کہا
حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ
پناہ اللہ کی نہیں یہ بشر نہیں
هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (۳۱) قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ
یہ مگر ایک فرشتہ شاندار بولی وہی ہے یہ
الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ
کہ ملامت کی تھی تم نے مجھے جس کے بارے میں

وَاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا
اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری دے دی
وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ
اور کہا نکل آ ان کے سامنے پھر جب اس کو دیکھا
اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ
ششدر رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں
حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ
حاشا للہ یہ شخص آدمی نہیں بلکہ
هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (۳۱) قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ
یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے بولی یہ وہی ہے جس کے
الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ
واسطے تم نے مجھے طعنہ دیا تھا

عزیز کی بیوی نے عورتوں کے آگے کچھ پھل ڈال دیئے اور ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی کہ کاٹو اور کھاؤ اور یوسف سے کہا کہ نکل کر ذرا ان کے سامنے آجا۔ ان کو دیکھ کر ان عورتوں کو اتنا ہوش بھی نہ رہا کہ چھری پھل کے بجائے ان کے ہاتھ پر چل رہی ہے اور ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ ارے یہ تو آدمی نہیں، یقیناً کوئی بڑا شاندار فرشتہ ہے۔ عزیز کی بیوی نے کہا۔ دیکھا تم نے یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے باتیں بنا رہی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام آنے کو تو آ گئے لیکن جب دیکھا کہ عورتوں کی محفل ہے۔ نظریں نیچی کر کے کھڑے ہو گئے۔ عورتوں پر جس چیز کا اثر ہوا۔ وہ آپ کی روحانی قوت تھی۔ دیکھنے والا حسن صورت سے اتنا باؤلا نہیں ہو جاتا کہ اپنے ہاتھ کاٹ لے۔ یہ اس باطنی نور کا رعب تھا جو آپ کے چہرہ مبارک سے جھلک رہا تھا۔ یہ نور اسی کو نصیب ہوتا ہے جس کے اخلاق پاک اور پختہ ہوں۔ معمولی آدمیوں میں یہ نور نہیں ہوتا۔ اسی لیے انہوں نے آپ کو فرشتہ کہا جن کو آدمیوں سے بہ حال زیادہ پاک صاف سمجھا جاتا ہے۔

دھمکی

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

اور البتہ تحقیق طلب کی میں نے اس سے اس کی خواہش پس وہ بچا رہا

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ

اور البتہ اگر نہ کیا اس نے وہ جو میں کہتی ہوں اس سے البتہ قید کر دیا جائیگا

وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ

اور البتہ ہو جائے گا بے عزتوں میں سے کہا اے میرے رب

السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ

قید زیادہ پسند ہے مجھ کو اس بات سے کہ بلاتی ہیں مجھ کو

اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ

اس کی طرف اور اگر نہ پھیرا تو نے مجھ سے داؤ ان کا

اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾

تو جھک جاؤنگا میں ان کی طرف اور ہو جاؤں گا میں جاہلوں میں سے

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

اور میں نے اس سے اس کا جی لینا چاہا تھا پھر اس نے تھام رکھا

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ

اور بے شک اگر جو میں اس کو کہتی ہوں نہ کرے گا تو وہ قید

وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ

میں پڑے گا اور بے عزت ہوگا بولا اے رب

السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ

مجھے اس بات سے جس کی طرف مجھے یہ بلاتی ہیں قید

اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ

پسند ہے اور اگر تو مجھ سے ان کا فریب دفع نہ کرے گا

اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾

تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بے عقل ہو جاؤں گا

عزیزِ مصر کی بیوی کی مہمان عورتیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اتنی بے خود ہو گئیں کہ چھری سے ہاتھ کاٹ لیے اور پتہ نہ چلا۔ تو وہ سمجھ گئی کہ انہوں نے مجھے یوسف کے معاملے میں معذور سمجھ لیا ہے تو اب ان کو اس نے رازدار بنا لیا اپنی بے بسی کا اظہار کرنے کے بعد اسے جوش آیا اور کہا کہ یہ اس خیال میں نہ رہے کہ میں اس کی دلیری اور گستاخی برداشت کروں گی۔ اگر اس نے میرا کہنا مان لیا تو خیر ورنہ اسے قید خانے میں ڈال کر رہوں گی۔ لکھا ہے کہ مہمان عورتوں نے بھی حضرت یوسف کو سمجھانا شروع کیا، کہ اپنے مربّی کی بیوی کے حکم سے سرتابی نہ کرے۔ ورنہ وہ سخت سزا دلوائے گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام ان سب کی بے تکی باتوں سے رنجیدہ ہوئے اور چپکے چپکے اپنے رب سے التجا کی۔ ان عورتوں کے فریب اور چالبازیوں سے تو نے اگر مجھے نہ بچایا تو ڈر ہے کہ کہیں ان کی طرف مائل نہ ہو جاؤں۔ مجھے قید منظور مگر نادانی کا کام منظور نہیں ۞

قید و بند

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ
پس قبول کرلی اس کی دعا اس کے رب نے پس پھیر دیا اس سے
كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾
ان کا داؤ تحقیق وہ ہے سننے والا جاننے والا
ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا
پھر ظاہر ہوا ان پر پیچھے اس کے کہ دیکھیں انہوں نے
الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾
نشانیاں ضرور قید کرنا چاہیئے اس کو کچھ مدت تک

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ
سو اس کے رب نے اس کی دعا قبول کرلی پھر اس سے ان کا فریب
كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾
دفع کیا البتہ وہی ہے سننے والا خبردار
ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا
پھر ان نشانیوں کے دیکھنے پر لوگوں کی سمجھ میں
الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع
یہ آیا کہ اسے ایک مدت قید رکھیں

حضرت یوسف علیہ السلام گناہوں سے طبعاً متنفر تھے ان پر ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی تربیت کا اثر یہ تھا کہ وہ ہمیشہ اچھی باتوں اور نیک کاموں میں مشغول رہتے پھر بھی خوف تھا کہ اگر اسی ماحول میں رہا تو ان عورتوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اللہ عزوجل کی مدد میرے شریک حال نہ ہو۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے یوسف کی دعا قبول کی کیونکہ ہم ہر ایک کی دعا سنتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ گناہوں سے بچنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو ایسے ماحول سے بھاگنا جس میں گناہوں کی طرف ترغیب ہوتی ہو دوسرے یہ کہ تنہائی میں ایسی صورتوں کا خیال دل میں نہ آنے دینا جو گناہ کی طرف مائل کرتی ہیں۔ ان دونوں کا تقاضا یہ ہے کہ بُری صحبت سے بچے اور نیک خیال لوگوں کے پاس بیٹھے جن کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آئے۔ لیکن بُرے لوگوں سے بچنے کے لیے ایسی دعا نہ مانگے جو اس کے لیے بے آرامی کا باعث ہو اور نہ ان سے بچنے کے لیے کوئی ایسا کام کرے جس سے اپنے اوپر آفت آئے بلکہ اللہ سے ہمیشہ عافیت طلب کرے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عورتوں کے مکر و فریب سے تنگ آکر ان سے بچنے کے لیے قید خانہ طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بُری صحبت سے بچا لیا لیکن چونکہ زبان سے قید خانہ کی طلب ظاہر ہوگئی تھی اس لیے بُرے لوگوں سے بچنے کی وہی صورت پیدا کردی۔ ارشاد ہے کہ لوگوں نے حالات پر غور کرکے آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ یوسف کو کچھ دن کے لیے قید خانے بھیج دیا جائے اور مصلحت اسی میں سمجھی کہ وہ عزیز کی بیوی کی نظروں سے الگ ہٹ جائیں۔

قید خانہ

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ

اور داخل ہوئے اس کے ساتھ قید میں دو جوان کہا

اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ

ایک نے ان میں سے میں ہوں میں دیکھتا ہوں نچوڑ رہا ہوں شراب

وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ

اور کہا دوسرے نے میں دیکھتا ہوں اپنے آپ کو اٹھائے ہوئے ہوں اوپر

رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا

سر اپنے کے روٹی کہ کھا رہے ہیں پرندے اس میں سے خبر دے ہم کو

بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۳۶)

اس کی تعبیر کی تحقیق ہم دیکھتے ہیں اچھے کام کرنے والوں میں سے

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ

اور دو جوان اس کے ساتھ قید خانے میں داخل ہوئے ان میں سے

اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ

ایک کہنے لگا میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں

وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ

اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر

رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا

پر روٹی اٹھا رہا ہوں کہ اس میں سے جانور کھا رہے ہیں اس کی

بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۳۶)

تعبیر ہم کو بتلا ہم تجھ کو نیکی والا دیکھتے ہیں

فَتَيٰنِ دو جوان فتیٰ کا تثنیہ ہے جس کا مادہ ف ت ۔ ہے فتو کے معنی زور اور طاقت کے ہیں فتیٰ اسی سے صفت کا صیغہ ہے یعنی جوان

اَعْصِرُ نچوڑتا ہوں مضارع کا صیغہ ہے ع ۔ ص ۔ ر سے عصر کے معنی نچوڑنے کے ہیں اسی سے یہ لفظ بنا ہے۔

اسی زمانے میں جب یوسف علیہ السلام قید خانے میں تھے دو جوان آدمی اور وہاں سزایاب ہو کر قید کاٹنے آئے ان دونوں نے وہاں یہ خواب دیکھے اور ان کو یوسف علیہ السلام سے بیان کیا۔ ایک نے کہا میں نے دیکھا کہ میں شراب بنانے کے لیے انگور کا عرق نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میں سر پہ روٹیاں رکھے لیے جا رہا ہوں اور پرندے انہیں نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اس کے بعد ہر ایک نے حضرت یوسف سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی کیونکہ وہ انہیں اچھا اور نیک آدمی سمجھتے تھے۔ یوسف علیہ السلام قید خانے میں ڈال دیئے گئے اور اپنی اچھی عادتوں اور نیک برتاؤ کی وجہ سے قیدیوں اور قید خانے والوں پر اچھا اثر ڈالا۔ نئے قیدیوں کی بابت مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ دونوں بادشاہ مصر کے جس کا نام ریان بن الولید تھا، ملازم تھے۔ ایک ساقی تھا اور ایک باورچی۔ دونوں اس الزام میں ماخوذ ہوئے کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی۔ دونوں نے اپنے اپنے مناسب خواب دیکھے اور اس خواب کا مطلب سمجھنا چاہا:

دین کی تعلیم

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا

کہا نہ آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تمہیں دیا جاتا ہے مگر

نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ

میں خبر دیدونگا تم کو اس کے مطلب کی پہلے اس کے کہ آئے وہ تمہارے پاس

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ

یہ وہ علم ہے جو سکھایا مجھ کو میرے رب نے تحقیق

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

چھوڑا میں نے دین اس قوم کا جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور وہ آخرت کا وہی انکار کرتے ہیں

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا

بولا تمہارے پاس کھانا جو تم کو روز ملتا ہے نہ آنے پائیگا مگر

نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ

میں تم کو اس کی تعبیر بتا چکوں گا اس کے آنے سے پہلے

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ

یہ علم ہے جو مجھ کو میرے رب نے سکھایا میں نے چھوڑا

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

اس قوم کا دین جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

آخرت سے وہ لوگ منکر ہیں

مِلَّةَ (دین) دین اور ملّت قانون کے دو نام ہیں۔ قانون کے عملی پہلو کا نام دین ہے اور اس کو دفتروں میں لکھ کر محفوظ کر دینے سے وہی دین ملّت ہو جاتا ہے۔

قیدخانہ کی تنہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی روحانی ترقی کی تکمیل ہوئی اور قیدی اور محافظ سب آپ سے متاثر ہوتے دونوں قیدیوں کی خوابوں کی تعبیر کا تو آپ نے وقت مقرر کر دیا کہ کھانے سے پہلے بتادی جائے گی اور موقع غنیمت سمجھ کر انہیں توحید کی تبلیغ کی کہ یہ جو علم مجھے ملا ہے کہ میں خواب کی تعبیر بتلا دیتا ہوں۔ یہ میرے رب نے مجھے سکھایا ہے میرا رب اور ہم سب کا رب وہی ہے۔ اسی نے سب کچھ پیدا کیا۔ وہی سب کی پرورش کرتا ہے اور تمام انسان مرنے کے بعد ایک دن زندہ ہو کر اس کے سامنے حاضر کیے جائیں گے میں نے اسی راستے کو اختیار کیا اور ان لوگوں کا راستہ دین اور طریقہ چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کو مانتے ہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر بتانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اس دین کی باتیں بتادوں خبر نہیں پھر تمہیں ایسی باتیں سننے کا موقعہ ملتا ہے کہ نہ آئے ؛

دینِ حق

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ
اور پیروی کی میں نے دین کی اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق
وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ
اور یعقوب کے نہیں ہے ہمارے لیے کہ شریک کریں ہم اللہ کے ساتھ
مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا
کسی چیز کو یہ ایک فضل ہے اللہ کا ہمارے اوپر
وَعَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
اور لوگوں کے اوپر اور لیکن بہت سے لوگ
لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾
شکر نہیں کرتے

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ
اور میں نے اپنے باپ دادوں ابراہیم اور اسحاق
وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ
اور یعقوب کا دین پکڑا ہمارا کام نہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا
مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا
شریک کریں یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر
وَعَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
اور ان سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ
لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾
احسان نہیں مانتے

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دو قیدیوں سے کہا کہ میں نے اللہ اور آخرت کے نہ ماننے والوں کا طریقہ چھوڑ کر اس طریقے کی پیروی کی جس پر میرے والد یعقوب علیہ السلام اور دادا اسحٰق علیہ السلام اور پردادا ابراہیم علیہ السلام چلتے تھے ہم میں سے کوئی اس بات کے لیے تیار نہیں کہ اللہ کے برابر کسی اور کو مانے یا اس کے ساتھ اور کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے غور کر کے دیکھا جائے تو یہ اللہ کی توحید کا عقیدہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منقح کیا، ہمارے لیے جو ان کی اولاد ہیں اور دنیا کے سب لوگوں کے لیے اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے لیکن اکثر لوگ اپنی نادانی سے اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اللہ کی نعمت کی قدر نہیں کرتے اور نہ اس کا احسان مانتے ہیں۔ یہاں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انسان کو مفید باتوں کا علم اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرنا چاہیئے اور حاصل کر لینے کے بعد اسے تیار رہنا چاہیئے کہ مناسب محل اور موقع پر وہ اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک خاص طریقہ زندگی بسر کرنے کا ایسا ہے کہ جو انسان کے لیے دنیا میں بھی مفید ہے اور مرنے کے بعد اسے چین اور آرام سے رکھے گا۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ اللہ کو ذات و صفات میں یکتا مانے۔ اس کے سوا کسی کو اپنا حاجت روا نہ سمجھے اور اس کی نافرمانی سے بچے ؛

یوسف علیہ السلام کا پیغام

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ
اے میرے دوساتھیو قید خانے کے کیا کئی معبود الگ الگ
خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۳۹) مَا
بہتر یا اللہ اکیلا زبردست نہیں
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً
پوجتے تم سوا اس کے مگر چند نام
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ
کر رکھ لیا ہے انہیں تم نے اور تمہارے باپوں نے نہیں
اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ
اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں حکومت
اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ
مگر اللہ کے لیے حکم دیا ہے اس نے کہ نہ پوجو تم مگر
اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ
خاص اسی کو یہی دین ہے سیدھا لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۴۰)
اکثر لوگ نہیں جانتے

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ
اے قید خانہ کے رفیقو! بھلا کئی معبود جدا جدا
خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۳۹) مَا
بہتر یا اکیلا اللہ زبردست اس کے
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً
سوا تم کچھ نہیں پوجتے ہو مگر نام ہیں
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ
جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں
اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ
اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ اللہ کے سوا کسی کی
اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ
حکومت نہیں ہے اس نے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر
اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ
اسی کو سیدھا راستہ یہی ہے لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۴۰)
بہت سے لوگ نہیں جانتے

اس آیت میں وہ پیغام ہے جو دین اسلام کی جڑ ہے۔ اسلام ساری خوبیوں کا جامع ہے اور انسان کی پیدائش سے لے کر اب تک سارے انبیاء اسی کو سکھاتے چلے آئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ پیغام اپنے زمانے کے دو قیدیوں کو سنایا تھا لیکن قرآن حکیم نے اس کو ان کے قصے کے ضمن میں ساری دنیا میں ہر زمانے کے لیے اور ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا یہ آیت اس ساری سورت کی روح ہے :-

توحید

اللہ کی طرف انسان کی توجہ اللہ کی ایک نہایت ہی واضح صفت کے ذریعے ہوسکتی ہے۔ اس لیے حضرت یوسفؑ اسی کا ذکر پہلے کرتے ہیں۔ انسان اگر اس کے ہوش و حواس میں کچھ خلل نہ ہو تو دوسرے کا احسان ضرور مانتا ہے اور جو اس کی ہر طرح خبرگیری کرے اور اس کے لیے ساری آرام اور ضرورت کی چیزیں مہیا کرے اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اس کو اپنا محسن اور مربّی کہتا ہے۔ اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی تعظیم و توقیر کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دُنیا میں ہر چیز انسان کے فائدے کے لیے ہے۔ سورج، چاند، ہوا، پانی اس کے قریبی رشتہ دار جیسے ماں باپ، بھائی بہن وغیرہ سب اس کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہی مجھے سب کچھ دے رہے ہیں۔ اس لیے ان کی طرف جھکتا بھی ہے۔ اور ان کو اپنے سے زیادہ طاقت ور دیکھ کر ان سے ڈرتا بھی ہے۔ کہ کہیں ناراض ہو کر کوئی چپت رسید نہ کردیں۔ اس لیے ان کی زبان سے خوشامد کرتا ہے۔ دل سے ان کی محبت اور عظمت کا اقرار کرتا ہے۔ اور ان کو اپنا رب مان لیتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اسی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کہ یہ ساری چیزیں تمہیں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اگر ان کو اپنا رب کہہ کر ان کی عبادت کرنے لگو تو بتاؤ کہ کس کس کی عبادت کرو گے۔ ہر انسان نے نادانی سے ان میں سے ایک چیز کو اپنی پسند کے مطابق اپنا رب بنا رکھا ہے۔ کوئی سُورج کو پُوجتا ہے۔ کوئی چاند اور ستاروں کو، کوئی اپنے بڑوں اور بزرگوں کو۔ اس لیے سب نے اپنے الگ الگ اور معبود بنا رکھے ہیں۔

کیا اس سے بہتر طریقہ یہ نہیں کہ ان سب کو ایک تنہا سب پر قدرت والے قادر و مہربان رب کے تحت مان کر اسی اکیلے کی عبادت کی جائے۔ یہ اوروں کو معبود ماننے والے ان میں معبود کی صفات خود اپنے دل سے گھڑتے ہیں۔ تم نے اور تمہارے اگلوں نے ان کے بڑے بڑے نام گھڑ لیے۔ دنیا کے بنانے والے نے دنیا میں کوئی علامت ایسی نہیں رکھی جس سے ثابت ہو کہ ان میں معبود کی صفات ہیں۔ اس کے برخلاف نہ یہ کچھ طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنے ارادے سے کچھ کرسکتے ہیں۔ یہ تو سنتے دیکھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لیے جو میں کہتا ہوں سنو، اسی پر غور کرو اور سمجھو۔ دیکھو حکومت فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی سب کچھ دیکھتا اور سب کی سنتا ہے۔ ہر بات کا فیصلہ وہی کرتا ہے اور اسی کا فیصلہ چلتا ہے۔

تعبیر

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ
اے میرے دوساتھیو قیدخانے کے جو ہے ایک تم میں سے سو پلائے گا اپنے مالک کو
خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ
شراب اور جو ہے دوسرا سو سولی دیا جائے گا پس کھائیں گے پرندے
مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ
اس کے سر میں سے طے ہوا کام وہ جس کی بابت
تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ
تم پوچھتے تھے اور کہا اس سے جس کو گمان کیا کہ وہ بچے گا
مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ
ان دونوں میں سے ذکر کر میرا اپنے مالک کے آگے پس بھلا دیا اس کو شیطان نے
ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝۴۲ ع
ذکر کرنا اپنے مالک سے پس ٹھہرا وہ قید میں کئی سال

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ
اے قیدخانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک جو ہے اپنے مالک کو
خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ
شراب پلائیگا اور دوسرا جو ہے سو سولی دیا جائیگا پھر پرندے اس کے
مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ
سر میں سے کھائیں گے فیصل ہوا وہ کام جس کی تم
تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ
تحقیق چاہتے تھے اور اس شخص سے جس کو گمان کیا تھا کہ ان
مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ
دونوں میں سے بچے گا کہا کہ اپنے مالک کے آگے میرا ذکر کرنا سو اس کو شیطان نے
ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝۴۲ ع ۵ / ۱۵
اپنے مالک سے ذکر کرنا بھلا دیا پھر وہ کئی سال قید میں رہا

حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں قیدیوں کو خواب کی تعبیر الگ الگ بتا دی۔ اور کہا کہ تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا شراب پلانے والا پھر بن جائے گا اور دوسرا سولی پر لٹکایا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے اور یہ دونوں باتیں تمہارے واسطے مقرر ہو چکی ہیں جو ہو کر رہیں گی۔ پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر جس سے وہ کہہ چکے تھے کہ تو بادشاہ کا شراب پلانے والا ہو جائے گا کہا کہ بادشاہ کے آگے میرا بھی ذکر کر دینا۔

آخر وہی ہوا جو آپ نے ان سے کہا تھا ساقی کو آزادی اور نوکری دونوں چیزیں مل گئیں۔ وہ پہلے قصے بھول گیا۔ یہ شیطان کا ایک کاری وار ہے کہ وہ انسان کو دنیا کے دھندوں میں پھنسا کر نیکی کرنے کے کام سے غافل کر دیتا ہے۔

قدرتی سامان

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ
اور کہا بادشاہ نے کہ میں دیکھتا ہوں خواب میں سات گائیں
سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ
موٹی کھا رہی ہیں ان کو سات دبلی اور سات بالیں
خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ
ہری اور دوسری خشک اے سردارو بتاؤ مجھے
فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾
میری خواب کے بارے میں اگر ہو تم خواب کی تعبیر دینے والے
قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ
بولے پوٹلیاں ہیں خیالات کی اور نہیں ہم جوڑنے والے
الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا
ایسے خیالوں کے واقف اور کہا اس نے جو بچا تھا
مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ
ان دونوں میں اور یاد کیا اس نے بعد مدت کے میں بتاتا ہوں تمہیں
بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾
تعبیر اس کی سو مجھے روانہ کرو

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ
اور بادشاہ نے کہا میں خواب دیکھتا ہوں سات موٹی گائیں کہ
سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ
ان کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں
خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ
ہری اور دوسری سوکھی اے دربار والو مجھ سے میری
فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾
خواب کی تعبیر کہو اگر تم خواب کی تعبیر دینے والے ہو
قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ
بولے یہ خیالی خواب ہیں اور ہم کو
الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا
ایسے خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں اور جو ان دونوں میں
مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ
سے بچا تھا اس کو مدت کے بعد یاد آگیا بولا میں تم کو اس
بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾
کی تعبیر بتاؤں سو تم مجھ کو بھیجو

اَضْغَاث گٹھڑیاں ضغث کی جمع ہے ضغث کے معنی بنڈل کے ہیں وہ چیزیں جن کو ایک جگہ اندھا دھند اکٹھی کر کے گٹھڑی بنالیں اَحْلَام (خیالات) حُلُم کی جمع ہے حلم پریشان خواب کو کہتے ہیں جو فقط ایک خیالی ڈھکوسلا ہوتا ہے۔ آخر یوسف علیہ السلام کی رہائی کا وقت آپہنچا مصر کے بادشاہ ریان بن الولید نے ایک خواب دیکھا کہ سات موٹی تازی گایوں کو سات دبلی پتلی گائیں کھاتے جا رہی ہیں۔ اور سات سبز بالوں پر سات سوکھی بالیں لپٹ کر انہیں سکھائے دے رہی ہیں۔ بادشاہ نے درباریوں سے اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ خواب نہیں خیالاتِ پریشان ہیں۔ اتنے میں یوسف علیہ السلام کے ساتھی قیدی کو جو اب شاہی ساقی تھا اور اب دربار میں اپنی جگہ پر حاضر تھا حضرت یوسفؑ یاد آگئے۔ اس نے کہا میں اس کی تعبیر ابھی لاتا ہوں تم مجھے بھیج دو۔

خواب کی تعبیر

يُوسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِىْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ
اے یوسف اے ٹھیک بات بتانے والے بتا ہم کو بارے میں سات گایوں
سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ
موٹی تازی کے کہ کھا رہی ہیں ان کو سات دبلی اور سات
سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّىْٓ اَرْجِعُ
بالوں سبز کے اور دوسری سوکھی کے تاکہ میں لوٹوں
اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۴۶) قَالَ تَزْرَعُوْنَ
لوگوں کی طرف شاید وہ جان جائیں کہا بوؤ گے تم
سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ
سات سال لگاتار پس جو کاٹ لو تم پس چھوڑ دو اسے
فِىْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ (۴۷) ثُمَّ
اس کے خوشہ میں مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے پھر
يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ
آئیں گے بعد میں اس کے سات کڑے سال کھا جائیں گے
مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ (۴۸)
جو رکھا تم نے ان کے لیے مگر تھوڑا سا جو تم بچاؤ گے
ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ
پھر آئے گا اس کے بعد میں ایک سال جس میں مینہ دیے جائیں گے
النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (۴۹)
لوگ اور جس میں وہ نچوڑیں گے

يُوسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِىْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ
اے یوسف اے سچ کہنے والے حکم دے ہمیں اس خواب میں کہ سات موٹی
سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ
گایوں کو کھائی جا رہی ہیں سات دُبلی اور سات
سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّىْٓ اَرْجِعُ
بالیں ہیں ہری اور سات سوکھی تاکہ میں لے جاؤں
اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۴۶) قَالَ تَزْرَعُوْنَ
لوگوں کے پاس شاید انہیں معلوم ہو جائے کہا کھیتی کرو گے تم
سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ
سات برس جم کر پھر جو کاٹو اس کو اس کی
فِىْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ (۴۷) ثُمَّ
بال میں چھوڑ دو مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ پھر
يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ
اس کے بعد سات سال سختی کے آئیں گے کھا جائیں گے
مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ (۴۸)
جو تم نے ان کے لیے رکھا مگر تھوڑا سا جو تم بچا رکھو
ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ
پھر اس کے پیچھے ایک برس آئے گا ع اس میں لوگوں پر مینہ
النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (۴۹) ع ۷ ۱۲
برسے گا اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے

تُحْصِنُوْنَ محفوظ کر دو گے تم مضارع ہے اِحْصَان سے جو حِصْن سے بنا ہے حِصْن کے معنی قلعہ کے ہیں اِحْصَان قلعہ میں بند کرنا محفوظ رکھنا۔

يُغَاثُ مینہ دیے جائیں گے مضارع مجہول ہے اغاثۃ سے جو غیث سے بنا ہے جس کے معنی مینہ کے ہیں اغاثۃ کے معنی مینہ برسانا

قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان سے بادشاہ کا خواب بیان کیا اور کہا کہ اس خواب کی اصلی اور سچی تعبیر بتائیے تاکہ بادشاہ کو پریشانی سے نجات ہو
آپ نے فرمایا کہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں، سات سال تک خوشحالی کی اور سات دبلی گائیں اور سات سوکھی بالیں، سات سال تک خشک سالی کی نشانی ہیں۔
مطلب یہ ہوا کہ اب سے سات سال بعد سات سال تک سخت قحط پڑیگا جس میں سب اندوختہ غلہ ختم ہو جائے گا صرف تھوڑا سا بیج کے لیے بچ رہیگا۔ تعبیر کے ساتھ مناسب تدابیر بھی بتا دیں کہ سات
سال کی پیداوار جتنی کھاؤ اتنی کھالو۔ باقی بالوں ہی میں رہنے دینا تاکہ کیڑا نہ لگنے پائے اور قحط سالی میں کام آئے۔ سات سال قحط کے بعد پھر خوشحالی آئے گی۔

مقدمہ کی پیشی

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ

اور کہا بادشاہ نے میرے پاس لے آؤ اس کو پس جب آیا اس کے پاس

الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ

قاصد اس نے کہا لوٹ جا اپنے مالک کے پاس پس پوچھ اس سے

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ

کیا واقعہ ہے ان عورتوں کا جنہوں نے کاٹ لیے تھے اپنے ہاتھ

اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا

تحقیق میرا رب ان کے داؤ سے واقف ہے بادشاہ نے کہا کیا

خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

قصہ تھا تمہارا جب حیلے کیے تم نے یوسف کو اپنے آپ سے بے قابو کرنے کے لیے

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ

اور کہا بادشاہ نے اسے میرے پاس لے آؤ پھر جب اس کے پاس

الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ

بھیجا ہوا آدمی پہنچا کہا اپنے مالک کے پاس لوٹ جا اور اس سے پوچھ

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ

کیا حقیقت ہے ان عورتوں کی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے

اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا

میرا رب تو ان سب کا فریب جانتا ہے بادشاہ نے کہا جب تم

خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

نے یوسف کو اس کے نفس کی حفاظت سے پھسلانا چاہا تو کیا واقعہ ہوا تھا

جب ساقی نے واپس آکر بادشاہ سے اس کے خواب کی تعبیر جو حضرت یوسف علیہ السلام نے بتائی تھی بیان کی تو وہ ان کی دانشمندی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ فوراً حکم صادر کیا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت یوسفؑ اس قید خانے میں کئی سال گذار چکے تھے۔ اس حالت کا تقاضا تو یہ تھا کہ خوشی کے مارے اچھل پڑتے اور فوراً قاصد کے ساتھ ہو لیتے لیکن آپ کی دوربینی نے جلدی کرنے کی اجازت نہ دی سوچا کہ مجھ پر جو جھوٹا الزام عاید کیا گیا ہے اس کے ہوتے ہوئے میں لوگوں کو کیا منہ دکھا سکوں گا

آپ نے قاصد سے کہا کہ تو ابھی بادشاہ کے پاس جا کہ پہلے میری بے گناہی ثابت کرنے کے لیے ان عورتوں کو طلب کرے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور جن کی رائے کی بنا پر مجھے مجرم ٹھہرا کر قید میں ڈالا گیا تھا۔ ان سے کہے کہ اس واقعہ کی بابت سچا سچا حال بتائیں تاکہ لوگوں پر اصل حقیقت آشکارا ہو جائے۔ اللہ عزّ وجلّ میرا رب میرا مالک تو ان کے مکر و فریب سے پہلے ہی اچھی طرح واقف ہے۔ بادشاہ نے بھی اس معاملہ کو جلد صاف کرنا ہی مناسب سمجھا اور فوراً عورتوں کو طلب کیا اور ان سے اس طرح پوچھا کہ گویا اصل قصہ تو وہ جانتا ہے مگر صرف یہ جاننا چاہتا ہے کہ تم نے یوسفؑ سے بدکاری کا مطالبہ کیا سمجھ کر کیا تھا کیا تمہارا خیال تھا کہ وہ بدکار شخص ہے؟

بے گناہی کا ثبوت

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ

وہ عورتیں بولیں۔ پاکی ہے اللہ کے لیے نہیں معلوم کی ہم نے اس پر کچھ

سُوْٓءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْــٰٔنَ

برائی بولی عورت عزیز کی اب

حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ

ظاہر ہو گئی حقیقت میں نے ہی ہٹانا چاہا اس کو اپنے

نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ

نفس کے ضبط سے اور وہ البتہ سچوں میں سے ہے یہ سب اس لیے

لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ

تاکہ عزیز جان لے کہ میں نے اس کی خیانت نہیں کی چھپ کر اور یہ کہ

اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

اللہ نہیں چلنے دیتا فریب دغا بازوں کا

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْــٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

بولیں پاک ذات ہے اللہ نہیں معلوم کی ہم نے اس کے خلاف کچھ برائی عزیز کی عورت بولی اب سچی بات کھل گئی میں نے ہی اس کو اس کے جی سے پھسلایا تھا اور حقیقت یہی ہے کہ وہ سچا ہے۔ یوسف نے کہا یہ سب اس لیے تھا کہ عزیز جان لے کہ میں نے اس کی خیانت نہیں کی در پردہ اور یہ کہ اللہ دغا بازوں کا فریب نہیں چلنے دیتا۔

بادشاہ کے سامنے پیش ہونے والی عورتوں میں عزیز کی بیوی اور وہ سب نہان عورتیں جن کے سامنے یوسف علیہ السلام کو لا کر کھڑا کر دیا تھا شامل تھیں سوال کا خلاصہ یہ تھا کہ تم نے یوسف علیہ السلام کو پرہیزگار پایا یا بدچلن دیکھا اس کا جواب سب عورتوں نے یک زبان ہو کر دیا اللہ پاک کی قسم ہم نے اس میں بدنیتی اور بدچلنی کا شائبہ تک بھی نہیں پایا عزیز مصر کی بیوی نے کہا آخر کار سچ ظاہر ہو کر رہا اپنے خاص معاملہ میں میرا اس بھرے دربار میں اعتراف ہے کہ شیطان نے مجھے بہکایا تھا کہ میں اس پر ڈورے ڈالوں وہ اپنی بے گناہی کے دعوی میں بالکل سچا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں یہ سب کچھ سن کر اطمینان کا سانس لیا ہو گا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ میں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ عزیز مصر کو کامل یقین ہو جائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کے گھر میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے اس کی عزت میں بٹہ لگے اللہ دھوکہ بازوں کی چالیں کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

انکسار

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ

اور نہیں ٹھیراتا میں اپنے نفس کو تحقیق نفس البتہ حکم کرنے والا ہے

بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ

برائی کا مگر جو رحم کیا میرے رب نے تحقیق میرا رب

غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾

بخشنے والا مہربان ہے

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ

اور میں اپنے جی کو پاک نہیں کہتا بے شک نفس تو

بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ

برائی ہی سکھاتا ہے مگر جو میرے رب نے رحم کر دیا بے شک میرا رب

غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾

بخشنے والا مہربان ہے

اُبَرِّئُ (بری ٹھیراتا) مضارع کا صیغہ ہے تَبۡرِئَةٌ سے جس کا مادہ ب ر ء ہے۔ برءٌ کے معنی اچھائی اور تندرستی کے ہیں۔ تَبۡرِئَةٌ کے معنی بے گناہ قرار دینا۔ بے قصور مان لینا۔ اَمَّارَةٌ (بہت زیادہ کہنے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے امر سے۔ امر کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دینا۔ اَمَّارَةٌ: ہر وقت اُکساتے رہنے والا، کام کرنے کا حکم دیتے رہنے والا۔

اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندے اپنے نیک ہونے پر فخر نہیں کرتے بلکہ نیکی کی توفیق اللہ کی طرف سے جانتے ہیں۔ اگر وہ گناہ سے بچتے ہیں تو وہ اتراتے نہیں پھرتے کہ ہم نیک ہیں اور اس لیے دوسروں سے افضل ہیں۔ بڑے لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نیکی کا کام کر کے اس پر فخر کرنے لگے اور چاہے کہ لوگ اس کی اس وجہ سے تعظیم کریں کہ وہ بزرگ اور نیک چلن آدمی ہے تو اس کی نیکیاں اکارت ہو جاتی ہیں۔ دین کے اصول میں یہ مان لیا گیا ہے کہ دکھاوا، شہرت کی خواہش، مدح کی توقع اور اترانا، نیک عمل کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو بھسم کر دیتی ہے۔

اللہ کے خاص بندے اس میں کوئی اپنی تعریف کی وجہ نہیں دیکھتے کہ وہ پرہیزگار ہیں۔ اور نہ اس وجہ سے دوسروں پر اپنی فوقیت طلب کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس کو بذات خود پاک و صاف قرار نہیں دیتا ہیں جو اس گناہِ عظیم سے بچا۔ تو یہ اللہ کی میرے حال پر رحمت اور عنایت تھی۔ ورنہ نفس تو مجھے لے ڈوبتا۔ اللہ عزّوجل اپنے منکسر مزاج بندوں پر مغفرت اور رحمت کی نظر رکھتا ہے۔

ثنائی منیر

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ
اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس میں خاص کر دوں گا اس کو
لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ
اپنے واسطے پھر جب بات کی اس نے کہا تحقیق تو
الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ
آج سے ہمارے پاس منزلت والا معتبر ہے۔ یوسف نے کہا
اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ
مقرر کر مجھے خزانوں پر ملک کے بے شک میں
حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾
محافظ خبردار ہوں

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ
اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے آؤ میں اس کو اپنے کام میں
لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ
خاص کر رکھوں پھر جب اس سے بات چیت کی کہا واقعی تو نے
الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ
آج سے معتبر ہو کر ہمارے پاس جگہ پائی کہا یوسف
اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ
نے مجھ کو ملک کے خزانوں پر مقرر کر میں
حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾
خوب نگہبانی جاننے والا ہوں

اَسْتَخْلِصْهُ: (سب سے چھڑا لوں اس کو) مضارع کا صیغہ ہے استخلاص سے جو خ ل ص سے بنا ہے۔ خلوص کے معنی بے ملاوٹ ہونے کے ہیں۔ استخلاص کے معنی ہیں سب سے چھڑا کر الگ کر لینا۔ مراد یہ ہے کہ میں اس کو سب سے چھڑا کر اپنے پاس ہی رکھوں گا۔

بادشاہ نے پھر قاصد بھیجا۔ کہ اُسے میرے پاس لے آؤ۔ میں اُسے اپنی خدمت میں رکھوں گا اور کسی سے اس کا تعلق نہ رہے گا۔ جب آپ بادشاہ کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ آج سے تو خاص ہمارا آدمی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اپنے ملک کے خزانہ کا محافظ اور منتظم بنا دیجیے۔ میں مالیات کے انتظام سے خوب واقف ہوں اور موجودہ حالات میں مجھ سے زیادہ مال کے جمع خرچ کرنے کا انتظام اور اس کی حفاظت کا کام کوئی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کے لیے ایک واقف کار اور دیانت دار شخص کی ضرورت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے بھی امانت اور دیانت کا ایک جزو سمجھا۔ کہ عوام کی بہتری کے لیے اپنی خدمات خود پیش کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی خاص قابلیت کو عوام کے نفع کے لیے ظاہر کر سکتا ہے لیکن نام و نمود اور اپنے ذاتی فائدے کے لیے نہیں بلکہ خلق خدا کو نفع پہنچانے کے لیے۔

بادشاہت

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ

اور اس طرح جمایا ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں

يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ

ٹھکانا بنائے اس میں جہاں چاہے ہم پہنچاتے ہیں

بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ

اپنی رحمت جسے چاہتے ہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم ثواب

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ

نیکوکاروں کا اور البتہ بدلہ آخرت کا بہتر ہے

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

ان کے لیے جو ایمان لائے اور رہے پرہیزگاری کرتے

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ

اور یوں ہم نے یوسف کو اس زمین میں قدرت دی

يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ

جگہ پکڑتا اس میں جہاں چاہتا ہم اپنی

بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ

رحمت جس کو ہیں پہنچاتے ہیں اور ہم ضائع نہیں کرتے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ

بھلائی کرنے والوں کا بدلہ اور آخرت کا ثواب ان کے لیے جو

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع

ایمان لائے اور پرہیزگاری میں رہے بہتر ہے

ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے مہتمم خزانہ بننا قبول کیا۔ آخر رفتہ رفتہ سلطنت کے تمام شعبے ان کے سپرد ہو گئے۔ اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ ان سب حالات میں سے گذار کر اللہ کو منظور تھا کہ انہیں عزیز مصر بنائے اور آپ کے ذریعے بنی اسرائیل کو مصر میں لا کر بسائے۔ چنانچہ یہ سب اسی کا سامان تھا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت سلطنت کا کلی اختیار حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا۔ بادشاہ برائے نام بادشاہ تھا کرنے سب کچھ حضرت یوسفؑ ہی تھے۔ جہاں چاہتے جا کر ٹھیرتے اور جو انتظام مناسب ہوتا کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اپنی رحمت سے جسے چاہیں سربلند کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں نیک کام کرنے والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ جو ہمارے مقرر کیے ہوئے قانون کے مطابق چلتا ہے اسے ضرور اس کا صلہ ملتا ہے۔ دنیا میں خوش حال رہتا ہے۔ پریشانی پاس کھٹکنے نہیں پاتی جس مرتبے کے قابل ہوتا ہے اس تک پہنچ جاتا ہے اس کے علاوہ مرنے کے بعد آخرت میں اس کو اس سے بھی اچھا بدلہ ملے گا کیونکہ وہاں سارے ایماندار اور پرہیزگار اپنے کیے کا پھل پائیں گے ؛

بھائیوں کی آمد

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ

اور آئے بھائی یوسف کے پس داخل ہوئے اس کے پاس

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (۵۸) وَلَمَّا

پس پہچان لیا اس نے ان کو اور وہ اس کو نہ پہچانتے اور جب

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ

تیار کر دیا ان کو سامان ان کا کہا لیتے آنا میرے پاس

بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ

وہ بھائی جو تمہارا ہے تمہارے باپ سے کیا نہیں دیکھتے تم کہ میں

اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (۵۹)

پورا کرتا ہوں پیمانے کو اور میں سب سے اچھا اتارنے والا ہوں

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ

اور یوسف کے بھائی آئے پھر اس کے پاس داخل ہوئے تو

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (۵۸) وَلَمَّا

اس نے انہیں پہچان لیا اور وہ نہیں پہچانتے اور جب

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ

اُن کو اُن کا اسباب تیار کر دیا کہا میرے پاس لے آیو

بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ

اپنے بھائی کو جو تمہارا ہے باپ کی طرف سے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں

اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (۵۹)

پورا دیتا ہوں ناپ اور میں بہترین مہمان نواز ہوں

حضرت یوسف علیہ السلام نے سات برس میں غلہ جمع کر کے قحط میں تدبیر سے بانٹنا شروع کیا، دُور دُور تک خبر پہنچی۔ کہ مصر میں ضرورت مند کو غلہ خوب ملتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی یہ سُن کر وہاں غلہ خریدنے آئے۔ جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ لیکن بھائیوں نے نہ پہچانا۔ پھر یوسف علیہ السلام نے ان سے ان کا پتہ نشان پوچھا ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی خوب خاطر کی اور چلتے وقت فیاضی کے ساتھ انہیں غلّہ دیا۔ شاید انہوں نے کہا ہو کہ ہمارا ایک بھائی ہمارے ساتھ نہیں آیا ہے اور سارا حال بیان کر کے درخواست کی ہوگی کہ اگر اس کے حصہ کا غلّہ بھی مل جائے تو بڑی عنایت ہو۔ آپ نے فرمایا اب کے آؤ تو اسے ساتھ لیتے آنا وہ آئے گا تو اس کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ میں ماپ میں کمی نہیں کرتا اور مہمان کی خاطر بھی خوب کرتا ہوں۔ اصل میں حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ اپنے سگے بھائی بنیامین کو اپنے پاس بلائیں ؟

مزید تاکید

فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِىۡ بِهٖ فَلَا كَيۡلَ
پس اگر نہ لائے تم میرے پاس اس کو تو نہیں ناپ
لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ وَلَا تَقۡرَبُوۡنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا
تمہارے لیے میرے پاس اور نہ قریب آنا میرے بولے
سَنُرَاوِدُ عَنۡهُ اَبَاهُ وَاِنَّا
ہم درخواست کریں گے اس کی بابت اس کے باپ سے اور تحقیق ہم
لَفٰعِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾
البتہ کرنے والے ہیں

فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِىۡ بِهٖ فَلَا كَيۡلَ
پھر اگر اس کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لیے میرے پاس
لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ وَلَا تَقۡرَبُوۡنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا
غلّہ کا کوئی پیمانہ نہیں اور میرے پاس نہ آنا بولے
سَنُرَاوِدُ عَنۡهُ اَبَاهُ وَاِنَّا
ہم درخواست کریں گے اس کی اس کے باپ سے اور ہم کو
لَفٰعِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾
یہ کام کرنا ہے

فَلَا كَيۡلَ: ناپ یہاں اس سے مراد غلّہ ہے جو پیمانے سے ناپ کر دیا جائے۔ مراد یہ ہے کہ تمہیں ذرا سا غلّہ بھی نہ ملے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام ابھی اپنے آپ کو ظاہر کرنے میں مصلحت نہیں سمجھتے۔ حقیقت انہیں سب معلوم ہی ہے لیکن بھائیوں سے اسی طرح بات کر رہے ہیں گویا ان کی بابت انہیں وہی معلوم ہے جو وہ بتا رہے ہیں۔ اس لیے جب انہوں نے بنیامین کا حصّہ مانگا۔ تو انہوں نے ان سے کہا کہ اسے اب کے اپنے ساتھ لیتے آنا۔ اس کے ساتھ بھی وہی نیک سلوک ہوگا، جو تمہارے ساتھ ہوا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ آپ نے انہیں ایک دھمکی بھی دی۔ اگر اپنے بھائی کو نہ لائے تو معلوم ہو جائے گا کہ تم محض باتیں بنا کر غلّہ کا ایک اونٹ زیادہ لینا چاہتے تھے۔ اگر تمہاری بات سچی ہے تو تمہیں اس کے ثابت کرنے کے لیے اسے لانا ضرور ہے ورنہ تم جھوٹے ہو۔ اس صورت میں تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ کیونکہ میرے ہاں دھوکہ بازوں کا کچھ کام نہیں۔ اگر آؤ گے تو آنا بے کار ہوگا۔ کیونکہ تمہیں غلّہ کا ایک دانہ بھی نہ دوں گا۔ یہ سن کر وہ ضرور سٹ پٹائے ہوں گے۔ کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ وہ یوسف کے معاملہ میں کیا کر چکے ہیں۔ باپ اب بنیامین کے معاملے میں ان پر کیسے اعتبار کرے گا۔ ایک مشکل میں پھنس گئے۔ اگر نہیں لاتے تو جھوٹے ٹھہرتے ہیں اور لائیں تو کیسے لائیں۔ آخر سوا اس کے کچھ نہ کہہ سکے کہ ہم اپنے باپ کی خوشامد کریں گے اور جس طرح ہو سکے گا۔ انہیں اس پر آمادہ کریں گے کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔

مال واپس

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ
اور کہا اپنے جوانوں سے کر دو ان کی پونجی
فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا
ان کے سامان میں شاید وہ پہچان لیں اس کو جب
انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾
لوٹیں اپنے لوگوں میں شاید وہ واپس آجائیں

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ
اور اپنے خدمت گاروں سے کہہ دیا کہ ان کی پونجی
فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا
ان کے اسباب میں رکھ دو شاید جب پھر کر اپنے گھر
انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾
پہنچیں تو اس کو پہچانیں شاید وہ واپس آجائیں

حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ لوگ اب کے آئیں تو اپنے ساتھ ان کے چھوٹے بھائی بنیامین کو ضرور لیتے آویں۔ اس لیے پہلے تو تفصیل کے ساتھ ان کا پتہ نشان پوچھا۔ پھر پوچھا کہ وہ کتنے بھائی ہیں اور جب چھوٹے بھائی کا تذکرہ آیا۔ تو پہلے تو اُسے لانے کی تاکید کی اور یہ بھی بتا دیا کہ اگر اسے نہ لائے تو آیندہ کچھ نہ ملے گا۔

اس کے بعد چپکے سے ایک اور تدبیر بھی کر دی جس سے بنیامین کا آنا اور بھی یقینی ہو جائے جب بھائی واپس جانے لگے تو ان کا سامان حضرت یوسف علیہ السلام کے ملازم اونٹوں پر لادنے لگے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے ان کے سامان میں چھپا کر ان کا لایا ہوا مال تجارت بھی جس کے بدلے میں انہیں غلہ دیا جا رہا تھا واپس کر دیا کہ جب گھر پہنچ کر سامان کھولیں گے۔ تو اپنا مال پہچان کر سمجھ جائیں گے کہ غلہ تو ہمیں مفت ہی میں مل گیا۔ اس سے ان پر اچھا اثر ہوگا اور ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام بھی سوچیں گے کہ ایسے فیاض شخص کے پاس بنیامین کے بھیج دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ ضرور اس کی بھی خاطر مدارات کرے گا۔ ان سب باتوں سے ان کے واپس آنے اور اپنے بھائی کو بھی ساتھ لیتے آنے کا احتمال تقریباً یقینی ہو جائے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام پہلے ہی سوچ چکے تھے۔ کہ ان سب کو یہاں بلا کر اپنے پاس بسانے کی کیا ترکیب ہونی چاہیے۔ پہلی ہی ملاقات میں اپنے آپ کو ظاہر کر کے انہیں شرمندہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ایک طرح سے ان کو باپ سے پھر ملا دینے کا ذریعہ قرار دینا چاہتے تھے۔

دوبارہ وہی درخواست

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا
پس جب وہ لوٹے اپنے باپ کی طرف بولے اباجان
مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ
روک دی گئی ہم سے ماپ پس بھیج دے ہمارے ساتھ
اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۶۳)
ہمارا بھائی تو ماپ کر لائیں ہم اور تحقیق ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا
پھر جب اپنے باپ کے پاس لوٹے بولے اے باپ
مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ
ہم سے تو غلہ روک دیا گیا سو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو
اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۶۳)
بھیج دو کہ ہم غلہ لائیں اور جب کہ ہم اس کے نگہبان ہیں

نَكْتَلْ۔ ماپ کر لائیں ہم مضارع کا صیغہ ہے اِكْتِیَال سے جو كَیل سے بنا ہے کیل کے معنی ماپنے کے ہیں۔ اِكْتِیَال۔ ماپ کر لینا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ہر طرح اس کا انتظام کر دیا کہ یہ بھائی کو ساتھ لائیں۔ اول تو وعدہ کیا کہ تمہارے بھائی کو اس کے حصے کا پورا غلہ ملے گا۔ دوسرے ایک دھمکی بھی دی کہ اگر بھائی کو نہ لائے تو میرے پاس آنے کا ارادہ نہ کرنا۔ تیسرے چپکے سے ان کا سامان بھی واپس کر دیا۔ بھائی اس وقت یہ وعدہ اور دھمکی سن کر بس یہی کہہ سکے کہ ہم تو اپنی طرف سے باپ کو ہر طرح سے اس بات پر آمادہ کریں گے کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔

ارشاد ہے کہ باپ کے پاس پہنچتے ہی پہلی خبر یہ سنائی کہ اباجان آیندہ ہمیں غلہ وغیرہ کچھ نہیں ملے گا عزیز مصر نے صاف کہہ دیا ہے کہ اپنے بھائی کو جسے پیچھے چھوڑ آتے ہو اب کے آؤ تو ساتھ لے کر آنا۔ ورنہ تمہیں غلہ نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے آپ آیندہ پھیرے میں ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ کر دیجیے۔ ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے وعدہ اور دھمکی کا بہت اثر ہوا انہوں نے اس معاملہ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آگے پیش کرنے میں ذرا بھی دیر نہ کی ظاہر بات ہے کہ انہوں نے پہلے باپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی مہمان نوازی اور خاطرداری کا ذکر سنایا ہوگا اور ان کی فیاضی کی خوب بڑھا چڑھا کر کہانی کہی ہوگی۔ ادھر ادھر انہوں نے غلہ سے لدے ہوئے اونٹ بھی سامنے کھڑے دیکھے ہوں گے۔ غرض انہوں نے اپنی عرضداشت کے پیش کرنے کا موقع و محل خوب تیار کیا ہوگا۔ تاکہ باپ ان کی درخواست بلا تامل منظور کر لیں اس کے بعد یہ بھی کہہ دیا کہ اب کے ہم بھائی کو کھیل کود کے لیے نہیں لے جارہے ہیں اس لیے غفلت کی کوئی وجہ نہیں سفر میں تو حفاظت کے سوا ہمارا اور کوئی کام ہی نہیں ؛

جوابِ درخواست

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ
کہا کیا بھروسہ کروں تم پر اس کے لیے مگر جیسا
اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ
بھروسہ کیا تھا میں نے تم پر اس کے بھائی کے لیے اس سے پہلے
فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ
پس اللہ بہتر ہے نگہبانی کرنے والا اور وہی زیادہ رحم کرنے والا
الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾
سب رحم کرنے والوں سے

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ
کہا میں تمہارا اس کے بارے میں کیا اعتبار کروں مگر وہی جیسا
اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ
کہ اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں اعتبار کیا تھا
فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ
سو اللہ بہتر نگہبان ہے اور وہی سب مہربانوں
الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾
سے بڑھ کر مہربان ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے بھائی کو تمہاری حفاظت کے وعدہ پر تمہارے ساتھ بھیج کر اب تک اس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں اور تم پر بھروسہ کرنے کا نتیجہ خوب دیکھ چکا ہوں اب کیا دوبارہ تم مجھ سے توقع رکھتے ہو کہ تمہاری باتوں پر اعتماد کر کے اب کے یوسف کے بھائی کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دوں۔ تم سے اس کے بھائی کی ہی حفاظت نہ ہو سکی تو تم اس کی حفاظت کیا کرو گے۔ میں نے پہلی غلطی کی کہ تم پر اور تمہارے حفاظت کے پختہ وعدے پر بھروسہ کیا۔ اب میں اپنی غلطی سمجھ گیا ہوں۔ حفاظت کرنے والا فقط اللہ ہے۔ تم کیا حفاظت کرو گے اس کو کسی وقت نہ بھولنا چاہیئے۔ وہ سب سے بہتر محافظ ہے اسے اپنے بندوں کی حالت سب معلوم ہے وہی میری حالت سے بھی واقف ہے۔ اس سے زیادہ رحم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ رحم تو اسی کا کام آتا ہے۔ جو مصیبت دور کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور سارے رحم کرنے والے عاجز ہیں۔ کسی کی مصیبت دیکھ کر وہ فقط یہی کر سکتے ہیں کہ ہمدردی کا اظہار کریں۔ دل میں اس کی حالت پر ترس کھائیں۔ پھر کسی کی دلی کوفت تو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ یہ صرف اللہ عزوجل ہی میں قدرت ہے کہ کسی کے دلی رنج و غم کو دور کر دے۔ بے چینی کے بدلے چین دے اور دکھ کو راحت میں بدل دے اس لیے حفاظت اسی کا کام دے سکتی ہے کیونکہ وہ چھپے اور کھلے دونوں قسم کے دشمنوں کو دیکھتا ہے اور ان کا دفعیہ فوراً کر سکتا ہے تم بیچارے کیا حفاظت کرو گے ؛

سفر سے واپسی

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا
اور جب کھولا انہوں نے اپنا اسباب پایا انہوں نے
بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا
اپنی پونجی کو لوٹائی گئی ان کی طرف بولے
يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا
اے باپ ہمارے کیا چاہتے ہیں ہم یہ ہماری پونجی ہے
رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا
لوٹا دی گئی ہماری طرف اور رسد لائیں گے اپنے گھر
وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ
اور حفاظت کریں گے اپنے بھائی کی اور بھرتی لیویں بوجھ
بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾
ایک اونٹ کا وہ بوجھ آسان ہے

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا
اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا پایا انہوں نے
بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا
اپنی پونجی کو کہ ان کی طرف پھیر دی گئی ہے بولے
يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا
اے باپ ہمیں اور کیا چاہیے یہ ہماری پونجی ہم کو
رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا
پھیر دی ہے اب جائیں تو اپنے گھر رسد لائیں
وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ
اپنے بھائی کی خبرداری کریں گے اور ایک اونٹ کی زیادہ
بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾
بھرتی لیویں وہ آسان بھرتی ہے

نَمِيْرُ: رسد لائیں۔ مضارع کا صیغہ ہے جو مَیر سے بنا ہے مَیر کے معنی کھانے کا سامان لادینا۔ نَمِيْرُ اَهْلَنَا کھانے کا سامان لا دیں ہم اپنے گھر والوں کو۔

سامان کھولا تو دیکھا کہ ساری پونجی جس کے عوض غلّہ لینے گئے تھے سامان میں موجود ہے خوشی خوشی باپ کے پاس دوڑے گئے، کہا سنا آپ نے بادشاہ نے ہماری قیمت واپس کر دی ہے اور غلّہ مفت دیا ہے۔ یہ دیکھو وہ تمام پونجی جو ہم غلّہ کے بدلے دینے لے گئے تھے وہ موجود ہے اب تو جانے کی دیر ہے۔ غلّہ ملا رکھا ہے۔ بادشاہ کی شرط اب پوری کر دیجیے۔ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔ اس کی حفاظت کچھ مشکل نہیں۔ اس کے حصے کا ایک اونٹ غلّہ زیادہ مل جائے گا۔ یہ تو غلّہ لینے کی بڑی آسان ترکیب ہے۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کا مال جو واپس کر دیا تھا اس سے یہاں بھائیوں کو باپ کے راضی کرنے میں بڑی مدد ملی اور یوسفؑ بھی یہی چاہتے تھے۔

ظاہری انتظام

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ
کہا ہرگز نہ بھیجوں گا تمہارے ساتھ یہاں تک کہ دو تم مجھ کو
مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ
پکا قول اللہ کے نام سے البتہ لے آؤ گے میرے پاس اس کو مگر
اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ
یہ کہ گھیر لیا جائے تم کو پھر جب دیا اس کو انہوں نے اپنا پختہ قول
قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ (۶۶)
کہا اللہ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں نگہبان ہے

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ
کہا تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا یہاں تک کہ تم مجھ کو پختہ
مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ
عہد دو خدا کا کہ اس کو میرے پاس ضرور پہنچا دو گے
اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ
مگر جبکہ تم سب گھیرے جاؤ پھر جب اس کو سب نے عہد دیا
قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ (۶۶)
بولا اللہ ہماری باتوں پر نگہبان ہے

مَوْثِق: (عہد و پیمان) یہ مصدر میمی ہے جو وثوق سے بنا ہے وثوق کے معنی بھروسے کے ہیں۔ موثق پکا وعدہ۔ پختہ قول۔ عہد و پیمان

يُحَاطُ (گھیر لیے جاؤ) مضارع مجہول ہے جو احاطہ سے بنا ہے اس کا مادہ ح۔و۔ط ہے۔ حوط کے معنی ہیں گھیرا۔ احاطہ۔ گھیر لینا۔

وَكِيْلٌ (دیکھ بھال کرنے والا) صفت کا صیغہ ہے و۔ک۔ل سے۔ وکل کے معنی ہیں کام سنبھالنا۔ وکیل۔ کام سنبھالنے والا۔ مختار۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا۔ سنو میں اسے تمہارے ساتھ فقط اس شرط پر بھیج سکتا ہوں کہ تم سب اللہ کی قسم کھا کر پختہ وعدہ کرو کہ تم ضرور اسے اپنے ساتھ میرے پاس واپس لے آؤ گے۔ اگر تم سب کو کسی آفت نے یا دشمنوں نے اس بری طرح گھیر لیا کہ نکلنے کی کوئی صورت ہی نہ رہی تب تو اور بات ہے۔ بیٹوں نے قسمیں کھا کر پختہ وعدہ کیا اور قول دے دیا کہ اس کا واپس آپ تک پہنچا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اب یہ معاملہ میں اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں اور اس کی درگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ ان کو توفیق دے کہ یہ اپنے قول و قرار میں سچے ثابت ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی پہلی درخواست پر بات اس پر ختم کر دی تھی کہ تم اس کی کیا حفاظت کرو گے بہترین محافظ تو اللہ ہے۔ اب ان کے قول و قرار کو اس پر ختم کیا کہ یہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام کے انجام دینے کا ایک مسلم کے لیے راستہ یہ ہے کہ ظاہری اسباب کی خوب پختگی کر لے لیکن ان پر بھروسا نہ کرے بلکہ اسباب سے نظر ہٹا کر بھروسا صرف اللہ ہی پر کرے۔

احتیاط

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ
اور کہا اے میرے بیٹو مت داخل ہو دروازے
وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ
ایک سے اور داخل ہو دروازوں سے الگ الگ
وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ
اور نہیں بچاتا میں تم کو اللہ کی کسی چیز سے
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ
نہیں حکم مگر اللہ کا اسی پر بھروسا کیا میں نے
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾
اور اسی پر پس چاہیے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ
اور کہا اے بیٹو ایک دروازے سے مت داخل ہونا
وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ
اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا
وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ
میں اللہ کی کسی بات سے تم کو نہیں بچا سکتا
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ
اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں مجھ کو اسی پر بھروسہ ہے
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾
اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے

اُغْنِيْ عَنْكُمْ (بچانا تم کو) یہ ایک محاورہ ہے جس کی تشریح سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہے اَغْنَاء کے بعد عَنْ آنے سے اس کے معنی بچانے کے یا فائدہ پہنچانے کے ہو جاتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے لوگوں کی نگاہِ بد سے بچنے کے لیے بیٹوں کو ہدایت کی کہ اکٹھے ہو کر ایک دروازے سے شہر میں داخل نہ ہونا ورنہ کہیں لوگ تمہیں بُری نگاہ سے نہ دیکھنے لگیں۔ الگ الگ دروازوں سے ایک ایک دو دو کر کے داخل ہونا۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ ظاہری احتیاط ہے ورنہ اللہ کے حکم کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔ میں نے اپنا سارا معاملہ اسی کے سپرد کر دیا ہے اور چاہیئے بھی یہی کہ جہاں آدمی کی خود کچھ نہ چل سکے۔ وہاں خاص طور پر اپنا کام اللہ کے سپرد کر دے۔ اس کے سوا اور کوئی ایسا نہیں جس پر بھروسہ کیا جائے۔ بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اس سے اور بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ عالمِ اسباب میں ظاہری تدبیر اختیار کرنا عام حالات میں ضروری ہے۔ لیکن بھروسہ اپنی تدبیر پر نہیں اللہ عزوجل پر ہونا چاہیئے۔

نصیحت پر عمل

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ

اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے حکم دیا تھا ان کو ان کے باپ نے

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

نہیں تھا وہ کہ بچا لیتے وہ ان کو اللہ کی کسی بات سے

اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ

مگر ایک منصوبہ تھا دل میں یعقوب کے جسے ظاہر کیا اس نے

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ

اور بے شک وہ جاننے والا تھا اس کا جو ہم نے اسے سکھایا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؏ (۶۸)

اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ

اور جب داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے کہا تھا

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

وہ ان کو اللہ کی کسی بات سے نہ بچا سکتا تھا

اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ

مگر یعقوب کے جی میں ایک خواہش تھی سو پوری کر چکا

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ

اور وہ تو جو کچھ ہم نے اسے سکھایا اس سے خبردار تھا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؏ (۶۸) ؏ ۸ ۱۱

لیکن بہت سے لوگوں کو خبر نہیں

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے شہر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہوئے بلکہ جیسا کہ آپ نے ان کو کہا تھا، الگ الگ دروازوں سے داخل ہوئے۔ لوگوں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ ان کا قافلہ شہر میں پہنچ گیا ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ ہوتا وہی ہے جو اللہ عزوجل کو منظور ہوتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کچھ سکھا دیا تھا اس پر انہوں نے عمل کیا۔ یعنی عالم اسباب میں انسان کو تدبیر اور احتیاط نہ چھوڑنی چاہیئے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی چاہیئے کہ اسباب پر ہی بھروسا نہ کر بیٹھے۔ نظر فقط اللہ پر رکھے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا جنہیں اللہ اپنے پاس سے علم عطا کرتا ہے۔ دنیا میں یہی طرز عمل ہوتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ افراط اور تفریط میں پھنس کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ کوئی نرے اسباب پر ہی تکیہ کر بیٹھتا ہے اور اللہ کو بالکل بھلا دیتا ہے۔ کوئی اسباب کو بالکل چھوڑ کر کونے میں بیٹھ جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا کام کر دے گا لیکن ٹھیک راستہ ان دونوں کے درمیان ہے۔

ایک تدبیر

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ
اور جب داخل ہوئے یوسف پر ٹھکانا دیا اس نے اپنے پاس
اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا
اپنے بھائی کو کہا تحقیق میں ہی تیرا بھائی ہوں پس مت
تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۶۹) فَلَمَّا
کڑھ اس سے جو تھے وہ کرتے پس جب
جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ
تیار کردیا ان کے لیے سامان ان کا رکھ دیا پینے کا پیالہ
فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ
اپنے بھائی کے سامان میں پھر پکارا پکارنے والا
اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۷۰)
اے قافلہ والو بے شک تم ضرور چور ہو

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ
اور جب یوسف کے پاس داخل ہوئے اس نے اپنے بھائی کو
اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا
اپنے پاس رکھا کہا تحقیق میں تیرا بھائی ہوں سو ان کاموں
تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۶۹) فَلَمَّا
سے جو انہوں نے کیے ہیں غمگین مت ہو پھر جب
جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ
ان کے واسطے ان کا سامان تیار کردیا تو پینے کا پیالہ اپنے
فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ
بھائی کے سامان میں رکھ دیا پھر پکارنے والا پکارا
اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۷۰)
اے قافلہ والو البتہ تم چور ہو

ان آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ معاملات کے ظاہری حالات اور اس کی اپنی کوششیں ہی نتیجہ کا باعث ہوں گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پردہ کے پیچھے اللہ عزوجل کا ارادہ اصل کام کرتا ہے جو کبھی ظاہری حالات اور اپنی کوششوں کے خلاف بھی نکل آتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات گذرے وہ ظاہر میں تو ان کے لیے تکلیف دہ تھے لیکن اس کا انجام اللہ کے ارادے کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کی بہبودی اور بلندی اور ان کے ستانے والوں کی پستی پر ہونے والا تھا۔ انہوں نے بنیامین کو خاص اپنے پاس رکھا اور اس پر بھید ظاہر کردیا کہ میں تیرا بھائی ہوں۔ بڑے بھائیوں نے جو کچھ بدسلوکی ہمارے ساتھ کی ہے اس سے رنجیدہ نہ ہو۔ پھر بھائی کو واپس نہ بھیجنے کی انہوں نے یہ ترکیب کی کہ اس کے حصّہ کے اونٹ میں چپکے سے اپنا ایک قیمتی پیالہ رکھ دیا۔ گھر کے سامان کے محافظوں نے ایک پیالہ گھر میں غائب پایا۔ قافلہ والوں پر شبہ ہو گیا اس لیے ان کے پیچھے دوڑے اور کہا ٹھیرو تم چور ہو۔

پیالے کی تلاش

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا
انہوں نے کہا منہ کرتے ہوئے ان کی طرف کیا ہے جو
تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ
تم گم کر بیٹھے بولے ہم گم کر بیٹھے پیمانہ
الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ
بادشاہ کا اور اس کے لیے جو اسے لائے بوجھ ہے
بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾
ایک اونٹ کا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا
وہ ان کی طرف منہ کرکے کہنے لگے تمہاری کیا چیز
تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ
گم ہو گئی بولے ہم بادشاہ کا پیمانہ
الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ
نہیں پاتے اور جو کوئی اس کو لائے اس کو ایک
بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾
اونٹ کا بوجھ ملے اور میں اس کا ضامن ہوں

صُوَاعَ (پیمانہ) یہ لفظ صاع سے بنا ہے جو ایک وزن کا نام ہے (آدھ سیر سے کچھ کم) وہ پیمانہ جس میں اس کے برابر چیز سمائے صُوَاع ہے۔ زَعِيْمٌ (ذمہ دار) صفت کا صیغہ ہے زعم سے جس کے ایک معنی ذمہ داری لینے کے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب یہ آواز سنی تو سرکاری آدمیوں کی طرف منہ کرکے کہا۔ کہ تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے سرکاری آدمیوں نے جواب دیا کہ محل شاہی کے سامان میں سے ایک قیمتی پیالہ غائب ہے بتانے والے کو ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلّہ ملے گا۔ اور اس انعام کا دلوانا میرے ذمہ ہے۔ یوسف علیہ السلام جانتے تھے کہ پیالہ بنیامین کے سامان میں سے نکلے گا اور شریعت اسرائیلی میں اس کی سزا یہ ہے کہ چور کو مال مسروقہ کا مالک ایک سال تک غلام بنا کر رکھے۔ اس ترکیب سے بنیامین ان کے پاس قانونی طور پر رہ جائے گا بھائی کو اپنے پاس رکھنے کی یہ ترکیب اللہ عزوجل نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں ڈالی۔ بظاہر اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ موقعہ دیا گیا۔ کہ ان کے دربار میں ان کے وہی بھائی جنہوں نے انہیں ستایا تھا۔ آج چوری کے الزام میں جواب دہی کے لیے حاضر ہوں اور جیسے خود ان کی حفاظت کا عہد باپ سے پورا نہ کر سکے تھے اسی طرح بنیامین کی بابت بھی ان کا عہد پورا نہ ہو اور بعد میں انہیں ندامت ہو اور وہ توبہ کریں۔

چور کی سزا

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا
کہنے لگے قسم اللہ کی البتہ تحقیق تم جانتے ہو نہیں آئے ہم
لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾
تاکہ فساد کریں ملک میں اور نہ تھے ہم کبھی چور
قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾
بولے پس کیا سزا ہے اس کی اگر ہوئے تم جھوٹے
قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ
کہنے لگے اس کی سزا جو شخص کہ پایا جائے وہ اس کے سامان میں پس وہی
جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾
بدلہ ہے اس کا اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم ظالموں کو

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا
بولے قسم اللہ کی تمہیں معلوم ہے کہ ہم ملک میں
لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾
شرارت کرنے نہیں آئے اور نہ ہم کبھی چور تھے
قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾
بولے پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے نکلے
قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ
کہنے لگے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں نکلے وہی
جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾
اس کے بدلے میں جائے ہم ظالموں کو یہی سزا دیتے ہیں

قافلے والوں نے جو سنا کہ بادشاہ کا چاندی کا پیالہ گم ہے۔ تو وہ حیرت سے کہنے لگے۔ کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہاں ہم اس ارادے سے نہیں آئے کہ لوگوں کو ستائیں یا اُن کا مال چرائیں ہم چور نہیں ہیں۔ یہ سُن کر شاہی ملازموں نے کہا تم یہ کہو کہ اگر پیالہ تم میں سے کسی کے سامان میں نکل آیا تو اس کی کیا سزا ہوگی؟

اسرائیلی شریعت میں چور کی سزا چوری ثابت ہونے پر یہ مقرر تھی کہ جس کی چیز چرائے اس کا غلام بن کر سال بھر اُس کے پاس رہے اور اس کی خدمت کرے ورنہ مصری قانون کے مطابق چور کی سزا یہ نہیں تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو تو یقین تھا کہ ہم میں سے چور کوئی نہیں ہو سکتا اس لیے بے دھڑک سزا بتلا دی۔ جس کے پاس چوری کا مال برآمد ہو۔ وہ اس کے بدلے خود چرائے ہوئے مال کے مالک کی غلامی کرے اور اس کے بعد یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارے قانون میں چوری اور زیادتی کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اقرار کی رُو سے خود ہی پکڑے گئے۔

تلاشی

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ

پس شروع کیا ان کی بوریوں سے پہلے بوری اپنے بھائی کی

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ

پھر نکالا اس کو بوری سے اپنے بھائی کی

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ

اس طرح داؤ کیا ہم نے یوسف کی خاطر نہ تھا وہ کہ لے

اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

اپنے بھائی کو اس بادشاہ کے دین میں مگر یہ کہ چاہے

اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

اللہ بلند کرتے ہیں ہم درجوں کو جس کے چاہیں

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (۷۶)

اور اوپر ہر جاننے والے کے ایک جاننے والا ہے

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ

پھر یوسف نے اپنے بھائی کی بوری سے پہلے ان کی بوریاں دیکھنی شروع

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ

کیں آخر کو وہ برتن اپنے بھائی کی بوری سے نکالا

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ

یوں ہم نے یوسف کو داؤ بتایا وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا

اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

اپنے بھائی کو اس بادشاہ کے دین میں مگر جو چاہے

اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

اللہ ہم جس کے چاہیں درجے بلند کرتے ہیں

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (۷۶)

اور ہر جاننے والے سے اوپر ایک جاننے والا ہے

مصلحت اس میں تھی کہ پہلے بھائیوں کا سامان ٹٹولا جائے تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے کہ خاص بنیامین کے ساتھ اس معاملہ کا تعلق ہے اس کا سامان کھولتے ہی اس میں سے پیالہ برآمد ہوا۔ بھائیوں کا جو حال ہوا ہوگا اس کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔

اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ ہم سب جاننے والوں سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ ہم نے اپنے علم کی رو سے مصلحت کی بنا پر یوسف علیہ السلام کو یہ تدبیر سکھائی۔ اگر ایسا نہ کرتا تو بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق وہ اپنے بھائی کو پاس نہ رکھ سکتا تھا اور اس کے رکھنے میں بہت سی مصلحتیں تھیں مثلاً بھائیوں کی تنبیہ کا ایک اور سامان ہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک اور دھچکا پہنچے اور صبر کا دوبارہ اجر ملے اور پھر سب کے سب مل جائیں اور بھائی ان واقعات کو یاد کر کے اپنے کیے پر نادم ہوں۔

بوکھلاہٹ

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ

بولے اگرچہ ایا اس نے تو تحقیق چوری کی تھی ایک بھائی نے

لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ

اس کے اس سے پہلے پس چھپایا اس کو یوسف نے

فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

اپنے جی میں اور نہ ظاہر کیا اس کو ان کے آگے کہا

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

تم بدتر ہو درجہ میں اور اللہ زیادہ جانتا ہے

بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

جو تم کر رہے ہو

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ

کہنے لگے اگر اس نے چوری کی تو اس کے ایک بھائی نے بھی

لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ

اس سے پہلے چوری کی تھی تب یوسف نے آہستہ سے

فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

اپنے جی میں کہا اور ان کو نہ جتایا کہا جی

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ہیں کہ تم درجہ میں بدتر ہو اور اللہ خوب جانتا ہے

بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

جو تم بیان کرتے ہو

اَسَرَّهَا چھپایا اس چوری کو۔ اَسَرَّ ماضی کا صیغہ ہے اسرار سے جو سِرّ سے بنا ہے۔ سِرّ کے معنی بھید۔ اسرار چھپانا۔ ھا کی ضمیر سرقہ کی طرف راجع ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس کی چوری تو اس کا پیدائشی عیب ہے اور اس کا بھائی بھی اسی عیب میں مبتلا تھا۔ اس جواب سے ظاہر ہے کہ ان کے دل میں اب تک وہی خبط موجزن ہے کہ ہم ان دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اسی خبط کے تحت انہوں نے یوسفؑ کو باپ کی نگاہوں سے دُور کیا اور اب اسی خبط کے خفیہ اثر کی وجہ سے وہ ایسی بات کہہ رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یقیناً بنیامین کا باپ سے دُور ہونا نکلے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسی بے تُکی بات کا جواب ضروری نہ سمجھا۔ ان سے تو کچھ نہ کہا، لیکن چپکے سے دل میں کہا کہ یہ چوری جو بنیامین کے سر تم لگا رہے ہو یہ تو سرے سے چوری ہی نہیں۔ اسی طرح وہ چوری جو تم میرے سر (یوسف کے سر) تھوپ رہے ہو۔ محض جھوٹی بات ہے تم خود اس سے کہیں زیادہ مجرم ہو تم نے باپ کو دھوکا دیا۔ بھائی کے ساتھ (یعنی میرے ساتھ) انتہائی بدسلوکی کی۔ باپ سے چرا کر بیچ ڈالا۔ اب دوسرے بھائی کو دانستہ پھنسا رہے ہو۔ اللہ تم سے اور تمہاری باتوں سے زیادہ واقف ہے ؂

بے سود خوشامد

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا
بولے اے عزیز تحقیق اس کا باپ ہے
شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ
بوڑھا بڑی عمر کا پس رکھ ایک ہمارا اس کی جگہ
اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ
تحقیق ہم دیکھتے ہیں تجھے احسان کرنے والوں میں سے بولا
مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ
اللہ کی پناہ کہ ہم پکڑیں سوا اس کے کہ
وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا
پائیں ہم اپنا مال اس کے پاس تحقیق ہم جب تو
لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع
البتہ ظالموں میں ہیں

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا
کہنے لگے اے عزیز اس کا باپ ایک بوڑھا
شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ
بڑی عمر کا ہے سو اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لے
اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ
ہم دیکھتے ہیں کہ تو احسان کرنے والوں میں سے ہے بولا
مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ
اللہ کی پناہ کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے
وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا
پاس ہم نے اپنی چیز پائی تو تو ہم ضرور
لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع ۹ ۱۱ ۴
بے انصاف ہیں

اگر حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کی طرح مغلوب الغضب ہوتے تو ان کو بے سوچے سمجھے مار بیٹھتے۔ اس وقت وہ صاحب اقتدار تھے اور چاہیے جو سزا ان کو دلوا سکتے تھے لیکن ان کی دور اندیشی اور صبر و تحمّل نے یہاں بھی حسب معمول اپنا کام کیا۔ یہ دیکھ کر بھائی خوشامد پر اُتر آئے اور کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے والد بوڑھے اور کمزور ہیں۔ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے اور اسے از راہِ کرم چھوڑ دیجیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ ایسی بے انصافی سے مجھے بچائے۔ میں ایسے شخص کے سوا جس کے پاس سے میرا مال برآمد ہوا اور کسی کو قانون کی رُو سے کیسے پکڑ سکتا ہوں۔ اگر ایسا کروں تو میرا شمار ظالموں میں سے ہو جائے گا اور قانون کی خلاف ورزی میرے نام لکھی جائے گی۔

مشورہ

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ

بس جب مایوس ہو گئے اس سے الگ جا بیٹھے مشورہ کرنے

قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ

کہا ان کے بڑے نے کیا نہیں جانتے تم کہ تمہارے باپ نے

قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

تحقیق لیا ہے تم سے پکا عہد اللہ کا اور

مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ

اس سے پہلے جو تقصیر کی تم نے یوسف کے بارے میں پس میں ہرگز نہ ٹلوں گا

الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ

اس سرزمین سے اس وقت تک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ یا فیصلہ کر دے

اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

اللہ میرا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ

پھر جب اس سے ناامید ہوئے مشورہ کرنے کو اکیلے ہو بیٹھے

قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ

ان میں کا بڑا بولا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے

قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

تم سے اللہ کا عہد لیا ہے اور پہلے جو

مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ

قصور کر چکے ہو یوسف کے حق میں سو میں اس

الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ

ملک سے ہرگز نہ سرکوں گا جب تک کہ میرا باپ مجھ کو حکم دے یا قضیہ

اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

چکا دے اللہ میرے لیے اور وہ سب سے بہتر چکانے والا ہے

نَجِيًّا: خفیہ بات کرنے والا، صفت کا صیغہ ہے جو ن ج و سے ہے نجویٰ اسی سے بنا ہے جس کے معنی چپکے چپکے بات چیت کرنے کے ہیں۔ نجی اور نجویٰ مفرد اور جمع دونوں کے لیے عربی زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دے دیا تو سب سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ ان میں جو سب سے بڑا تھا بولا تمہیں معلوم ہے کہ اباجان نے ہم سے بڑا پختہ قول و قرار لے لیا تھا اور اللہ عزوجل کو گواہ ٹھیرایا تھا کہ بنیامین کو ضرور ساتھ واپس لے کر آئیں گے۔ پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کے معاملے میں ہم جھوٹے ٹھہر چکے ہیں۔ سنو بھائیو! میں تو یہاں سے ٹلنے والا نہیں جب تک یا تو اباجان خود نہ بلائیں اور یا اللہ تعالیٰ میرا فیصلہ کر دے۔

باپ کے آگے پیشی

ارْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ

لوٹ جاؤ اپنے باپ کی طرف پس کہو اے ہمارے باپ تحقیق

اِبْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا

تیرے بیٹے نے چوری کی اور نہیں کہا ہم نے مگر جو

عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾

ہمیں معلوم تھا اور نہ تھے ہم غیب سے واقف

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا

اور پوچھ لے بستی سے کہ تھے ہم اس میں

وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا

اور قافلہ سے کہ آئے ہم اس میں اور تحقیق ہم

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

سچ بولنے والوں میں ہیں

ارْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ

پھر جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو اے باپ تیرے

اِبْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا

بیٹے نے تو چوری کی اور ہم نے وہی کہا تھا جو ہمیں

عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾

خبر تھی اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا

اور پوچھ لے اس بستی سے جس میں ہم تھے

وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا

اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے اور ہم بے شک

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

سچ کہتے ہیں

شَهِدْنَا (بیان کیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے شہادت سے۔ یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے۔ اس کے معنی موجود ہونے اور اپنے علم کے موافق بیان دینے کے ہیں غرض بڑا بھائی مصر میں رہ گیا۔ باقی بھائیوں کو اس نے صلاح دی کہ تم واپس باپ کے پاس جاؤ اور اس سے کہنا کہ آپ کا برخوردار تو چوری کر بیٹھا اور وہ پکڑ لیا گیا۔ ہم نے جو آپ سے اسے واپس لانے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ اس وقت ہمیں کیا خبر تھی کہ بنیامین چوری کر بیٹھے گا۔ غیب کی باتوں سے ہم واقف نہ تھے۔ پھر ہمیں نے چور کی سزا بھی بتا دی۔ آپ کو ہمارا اعتبار نہیں تو تحقیقات کر لیجیے جہاں ہم آکر مصر میں ٹھیرے تھے۔ وہ لوگ سب اس سے واقف ہیں اور جس قافلہ کے ہمراہ ہم آتے ہیں۔ وہ ابھی یہیں ہے اور اُسے اس واقعہ کا پورا علم ہے اس سے پوچھ لیجیے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ معاملہ کھلم کھلا سب کے سامنے ہوا ہے اس میں کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ؛

جواب

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ
کہا بلکہ گھڑلی ہے تمہارے لیے تمہارے دلوں نے ایک بات
فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ
پس صبر اچھا قریب ہے اللہ کرلے آئے میرے پاس
بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾
ان کو سب کو بے شک وہ ہی جاننے والا حکمت والا ہے
وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى
اور منہ پھیرا ان سے اور کہا ہائے افسوس
يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ
یوسف پر اور سفید ہوگئیں آنکھیں اس کی رنج سے
فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾
پس وہ گھٹ رہا ہے

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ
بولا کوئی نہیں تمہارے جی نے ایک بات بنائی ہے
فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ
اب صبر ہی بہتر ہے شاید اللہ میرے پاس ان سب کو
بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾
لے آئے وہی ہے خبردار حکمتوں والا
وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى
اور منہ پھیرا ان سے اور کہا ہائے افسوس
يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ
یوسف پر اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں
فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾
سو وہ اپنے آپ کو گھونٹ رہا ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی جدائی کا بڑا صدمہ تھا۔ اب جو ان کے بھائی دوبارہ مصر سے بنیامین کے بغیر آئے تو وہ رنج تازہ ہوگیا اور ان کو اس کہانی میں بھی بناوٹ یا کم سے کم بے توجہی کی جھلک نظر آئی انہوں نے کہا کہ سب تمہاری من گھڑت بات ہے میرے لیے تو اب بھی صبر ہی اچھا ہے۔ مجھے اللہ عزوجل کے کرم سے امید ہے کہ تینوں بیٹے جو مجھ سے اس وقت جدا ہوگئے ہیں وہ مجھ سے آملیں گے یہ کہہ کر ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور پہلی مرتبہ بے قابو ہوکر ان کے منہ سے نکلا کہ ہائے یوسف! وہ اپنے رنج و غم کو دل میں گھونٹے ہوتے تھے منہ سے شکایت کا ایک لفظ بھی نہ کہتے۔ مگر ضبط فغاں سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور اس کثرت سے بہنے کہ آنکھوں سے دیکھنا دشوار ہوگیا۔

صبر کی تلقین

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ
کہنے لگے قسم ہے اللہ کی ہمیشہ رہے گا تو یاد کرتا یوسف کو
حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ
یہاں تک کہ ہو جائے تو بے دم یا ہو جائے تو ہلاک
الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا
ہونے والوں سے بولا میں تو شکایت کرتا ہوں
بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ
اپنے دکھ اور اپنے رنج کی فقط اللہ سے اور جانتا ہوں
مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
اللہ کی طرف سے جو نہیں جانتے تم

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ
کہنے لگے اللہ کی قسم تو یوسف کی یاد نہ چھوڑے گا
حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ
جب تک کہ تو گھل ہو جائے یا
الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا
مردہ ہو جائے بولا میں تو اپنا غم اور اضطراب
بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ
اللہ کے سامنے کھولتا ہوں اور اللہ کی طرف
مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

تَفْتَؤُا (نہ چھوڑیگا تو) یہ فعل ناقص ہے حرف ت۔ ء سے بنا ہے فَتَأَ کے معنی ٹل جانا چھوڑ دینا حَرَضٌ (کمزور۔ بے دم) جو شخص بیماری یا رنج و غم سے گھل کر بالکل ڈھانچا بن جائے اسے حَرَض کہتے ہیں۔ بَثٌّ (صدمہ سے زائد بے چینی) جو رنج اتنا بڑھ جائے کہ اس کا ضبط مشکل ہو۔

اس وقت بے اختیار ان کے منہ سے آہ کے ساتھ یوسف کا نام نکلا اور ان کے بیٹوں کو باپ کے رنج و غم کا اندازہ ہوا اور کہا کہ آپ یقیناً یوسف علیہ السلام کی جدائی کے غم میں گھل گھل کر نڈھال ہو جائیں گے اور مرتے دم تک اس کی یاد نہ چھوڑیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سوا اللہ عزوجل کے کسی سے شکایت نہیں کرتا۔ جو کچھ مجھے بے چینی اور کوفت ہے فقط اسی کے سامنے پیش کرتا ہوں میں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں میرا دل کہہ رہا ہے کہ وہ ارحم الراحمین میرے حال پر رحم فرمائے گا اور ایک دن یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہو گی اور پھر سب اکٹھے مل کر رہیں گے اللہ نے مجھے وہ کچھ بتا دیا ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔ اللہ پر سچے دل سے بھروسہ کرنے والے کبھی محروم نہیں رہتے ؛

اُمید کا سبق

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ

اے میرے بیٹو جاؤ پس کھوج لگاؤ یوسف کا

وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ

اور اس کے بھائی کا اور نہ مایوس ہو رحمت سے اللہ کی

اِنَّهٗ لَا يَايْـــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا

تحقیق نہیں مایوس ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر

الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

وہ لوگ جو اللہ کو مانتے نہیں

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ

اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسف کی اور اس کے

وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ

بھائی کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت

اِنَّهٗ لَا يَايْـــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا

ہو بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے

الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

مگر وہی لوگ جو کافر ہوتے

تَحَسَّسُوْا (کھوج لگاؤ) امر کا صیغہ ہے تَحَسُّسٌ سے جو ح س س سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کھوج لگانے میں اپنے سارے حواس دیکھنے، سننے، سونگھنے وغیرہ سے کام لینا۔ تحسس سے مراد کھوج لگانے میں محنت اور کوشش کرنا ہے۔

رَوْحٌ (رحمت) اصل میں اس کے معنی ہوا کے ٹھنڈے جھونکے کے ہیں جس سے طبیعت خوش ہو۔ رَوح اللہ سے مراد اللہ کی رحمت ہے۔

لَاتَايْــَٔسُوْا اور لَا يَايْــَٔسُ: دونوں ایک ہی مادہ یاس سے بنے ہیں۔ یاس ناامیدی کو کہتے ہیں۔ لَاتَايْــَٔسُوْا: نہی کا صیغہ ہے یعنی ناامید مت ہو۔ لَا يَايْــَٔسُ مضارع منفی ہے یعنی ناامید نہیں ہو سکتے۔ مایوس مشہور لفظ ہے اور اسی مادہ سے بنا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں کو سبق سکھاتے ہیں کہ میں کسی فرد بشر، کسی خیالی مددگار، کسی زندہ یا مردہ کے سامنے اپنی مصیبت کا دکھڑا نہیں روتا۔ فقط اللہ سے کام رکھتا ہوں۔ پھر بھی اپنے سے جو ہو سکے وہ کرتے رہنا چاہیئے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنا توکل نہیں۔ اپنی سعی کرتے رہنا اور دل سے اللہ پر بھروسا رکھنا توکل ہے۔ اس لیے تم جا کر جتنا تمہارے بس میں ہو یوسف کا پتہ لگاؤ۔ اس کے بھائی کی جو تدبیر ہو سکے کرو۔ انسان کو کسی حال میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ مایوس فقط وہی ہو سکتے ہیں جو اللہ عزوجل کو نہیں مانتے۔ ماننے والے ہمیشہ اس کی رحمت اور قدرت کی طرف دیکھتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کا یہ سبق ہے۔ جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو سکھایا اور قرآن مجید نے اسے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔

درخواست

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا
پس جب داخل ہوئے وہ اس پر بولے اے
الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا
عزیز چھو لیا ہم کو اور ہمارے گھر کو سختی نے اور آئے ہم
بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ
لے کر پونجی نکمی پس پوری کر ہمارے لیے ناپ
وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي
اور صدقہ کر ہم پر تحقیق اللہ جزا دیتا ہے
الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾
صدقہ کرنے والوں کو

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا
پھر جب اس کے پاس داخل ہوئے بولے اے
الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا
عزیز ہم پہ اور ہمارے گھر پر سختی پڑی اور ہم
بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ
ناقص پونجی لائے ہیں سو ہم کو پوری بھرتی دے
وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي
اور ہم پر خیرات کر اللہ خیرات کرنے والوں
الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾
کو بدلہ دیتا ہے

الضُّرُّ: (سختی) یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے ضُرٌّ ہر ایک برائی کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد تنگدستی اور مفلسی ہے۔

مُزْجٰىةٍ: (تھوڑی اور نکمی) ز ج ی سے اس کا مصدر ازجاء ہے جس کے معنی ہیں آہستہ آہستہ آگے کو چلانا۔ یہاں مزجٰۃ سے مراد وہ چیز ہے جو خود آپ چلنے کے قابل نہ ہو کوشش کر کے اسے چلایا جائے، جیسے کھوٹے سکے، ناقص جنس، کباڑ وغیرہ۔

تَصَدَّقْ (خیرات کر) یہ امر کا صیغہ ہے جو تصدّق ہے جس کا مادہ ص۔ د۔ ق کے معنی ہیں صدقہ دینا۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی پھر خستہ حالت میں مصر پہنچے اور اپنی حالت زار عزیز مصر کے سامنے بیان کی کہ ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر فاقہ کشی کی نوبت آنے والی ہے۔ ہمارے پاس قیمت ادا کرنے کو بھی کچھ نہیں ہے۔ کچھ کاٹھ کباڑ سمیٹ لائے ہیں۔ از راہ کرم قیمت کا کچھ خیال نہ کیجیے اور ہم کو اتنی ہی جنس ناپ دیجیے جتنی آپ دیا کرتے ہیں۔ اس وقت ہماری حالت ایسی ہے کہ آپ ہمیں صدقہ، خیرات کے طور پر دیں۔ اللہ کریم و رحیم ہے۔ دوسروں پر ترس کھانے والوں کو اپنے پاس سے بہت کچھ دیتا ہے۔

میل ملاپ

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ

کہا تمہیں معلوم ہے کیا کیا تم نے یوسف کے ساتھ

وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا

اور اس کے بھائی سے جب تم نادان تھے بولے

ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا

کیا سچ مچ تو ہی ہے یوسف کہا میں

يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ

یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی تحقیق احسان کیا اللہ نے

عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ

ہم پر بات یہ ہے جو کوئی بچتا ہے اور صبر کرتا ہے پس تحقیق

اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

اللہ نہیں ضائع کرتا اجر نیکوں کا

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ

کہا کچھ تمہیں خبر ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے

وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا

بھائی کے ساتھ کیا کیا جب تم کو سمجھ نہ تھی بولے

ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا

کیا سچ مچ تو ہی یوسف ہے کہا میں

يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ

یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان

عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ

کیا بے شک جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ

اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

نیکی کرنے والوں کا حق ضائع نہیں کرتا

حضرت یوسف علیہ السلام کا سا صبر تحمل اور بردباری بڑا مشکل کام ہے پھر بھی بھائی جب خستہ حالت میں آپ کے پاس مصر پہنچے اور اپنی ناداری اور افلاس کا رونا رویا۔ تو آپ کا دل بھر آیا اور زبان سے فقط اتنا پوچھا۔ کہ تمہیں کچھ یاد ہے کہ تم نے نادانی اور بے سمجھی کی وجہ سے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ان کی شکل دیکھ کر اور ان کے یہ الفاظ ہمدردانہ لہجے میں سنکر ان کو ہوش آیا اور کہنے لگے کہ سچ مچ تو یوسف ہے تو جھٹ بول اٹھے کہ میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے ہم پر اللہ عزوجل نے بڑا رحم کیا اور ہم کو اس درجہ پر پہنچایا محض اپنے فضل وکرم سے ہم کو تقویٰ کی راہ پر قائم رکھا اور مصیبتوں میں صبر کی ہمت عطا کی۔ ہم سے جو نیک کام اور لوگوں پر احسانات ظاہر ہوئے اسی کی عنایت کی بدولت تھے اللہ رحیم وکریم ہے۔ وہ نیکی کرنے والوں کی نیکیاں ضائع نہیں کرتا اور ان کو ان کا اجر دے کر رہتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو ان کی بدسلوکی پر کوئی لعن طعن نہیں کیا ؛

بالکل معافی

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا

بولے قسم اللہ کی البتہ بڑھایا تجھ کو اللہ نے ہم پر

وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِیْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ

اور ہم بیشک تھے خطاکار کہا نہیں کوئی سرزنش

عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ

تمہارے لیے آج بخشے اللہ تم کو اور وہ

اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾

سب مہربانوں سے مہربان ہے

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا

بولے اللہ کی قسم تجھ کو اللہ نے ہم سے زیادہ پسند کیا

وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِیْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ

اگرچہ ہم خطاکار تھے کہا آج تم پر

عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ

کچھ الزام نہیں اللہ تم کو بخشے اور وہ

اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾

سب مہربانوں سے مہربان ہے

اٰثَرَ: (اختیار کیا) ماضی کا صیغہ ہے ایثار سے جو اثر سے بنا ہے۔ اثر کے معنی ہیں علامت، نشان۔ ایثار کے معنی ہیں پسندیدگی کا نشان کسی پر لگا دینا۔ ترجیح دینا۔ منتخب کرنا۔ اختیار کرنا۔

تَثْرِیْبَ: (سرزنش) اس کا مادہ ثرب ہے جس کے معنی ہیں عیب وغیرہ لگانا۔ عار دلانا۔ کسی کی برائیاں بیان کرنا۔ سرزنش، ملامت کرنا۔

بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکتے شرم سے سر جھکا لیتے ہیں اپنے خطاکار اور قصوردار ہونے کا اعتراف کرتے ہیں اور قسم کھا کر اپنے یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے تجھ ہی کو پسند کیا اور اپنے انعام واکرام سے مالا مال فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا جو ہونا تھا، وہ ہو چکا۔ میں تمہارے سر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ جو کچھ تم سے ہوا، وہ اصل بات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہوا یا کسی زوردار جذبہ کے تحت ہوا۔ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔ میں تمہارا ویسا ہی احترام کرتا ہوں جیسا بڑے بھائیوں کا ہونا چاہیئے۔ آج تم سے گذشتہ باتوں کی کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ اللہ عزوجل تمہیں معاف فرمائے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے اس کے برابر کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی پریشانی سے متاثر ہو کر صاف نہیں کہا کہ میں تمہیں معاف کرتا ہوں، کیونکہ چھوٹے بڑوں سے یہ نہیں کہا کرتے لیکن یہ کہہ کر کہ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں بات بھی کہہ دی اور ادب کا بھی لحاظ رکھ لیا۔

مصیبت کا خاتمہ

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى
جاؤ تم میری قمیص لے کر یہ پس ڈال دو اس کو
وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِىْ
چہرے پر میرے باپ کے کہ وہ آئے دیکھتا ہوا اور آجاؤ میرے پاس
بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾
اپنے گھر کے لوگ لے کر سارے

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى
یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اس کو میرے
وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِىْ
باپ کے منہ پر ڈال دو کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا اور لے
بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع
آؤ میرے پاس اپنا سارا گھر

قَمِيْصٌ (کرتہ) حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی بابت تفسیر کرنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن قرآن مجید میں فقط قمیص کا لفظ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ آپ کی وہی قمیص ہو گی جسے آپ پہنتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حضرت یوسف علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اس کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پہ ڈال دینے سے ان کی آنکھوں کی بینائی واپس آجائے گی۔ اصل شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے ظاہر میں اس کا بہانہ وہ جس چیز کو چاہے مقرر کر دے۔ شافی اللہ عزوجل ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص اس کا ذریعہ ہوئی۔ اس لحاظ سے یہ ان کا معجزہ ہے۔ جب بھائیوں کو تسلی دے چکے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اب باپ کے پاس جاؤ اور میرا یہ کرتہ لیتے جاؤ اسے ان کے چہرہ پر ڈال دینا۔ اللہ کے حکم سے ان کی بینائی درست ہو جائے گی اس کے بعد تم سب ان کو اور اپنے سارے گھر والوں کو ساتھ لے کر میرے پاس چلے آؤ اور یہیں رہو سہو۔

اللہ عزّوجلّ نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کوئی کام جلدی ہو جاتا ہے کوئی دیر میں۔ دیر میں اور مصلحتوں کے علاوہ بعض دفعہ اپنے خاص بندوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے صبر و تحمل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں اور ان کے مرتبے بڑھیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام شام میں اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں موجود ہیں۔ قافلوں کی آمد و رفت بھی جاری ہے لیکن سالہا سال تک نہ ان کی خبر ان کو ملتی ہے، نہ ان کی خبر ان کو۔

خوشی کی آمد

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ
اور جب جدا ہوا قافلہ کہا ان کے باپ نے
اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ
تحقیق میں البتہ پاتا ہوں خوشبو یوسف کی اگر نہ
اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ
تم بہکتا ہوا کہو مجھے بولے قسم اللہ کی تو بیشک ہے
لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾
ضرور اپنی غلطی پرانی میں

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ
اور جب قافلہ جدا ہوا کہا ان کے باپ نے
اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ
تحقیق میں پاتا ہوں خوشبو یوسف کی اگر نہ کہو تم کہ
اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ
بوڑھا بہک گیا بولے اللہ کی قسم تو بے شک
لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ الربع
ضرور اپنی قدیم غلطی میں ہے

تُفَنِّدُوْنِ (بہکا ہوا کہو مجھ کو) مضارع کا صیغہ ہے تَفْنِیْد سے جو فند سے بنا ہے۔ فند کہتے ہیں ہوش وحواس کی کمزوری کو، تَفْنِیْد کمزور عقل وہوش والا کہنا۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے بڑھاپے کی وجہ سے بہکنے والا اور بے سمجھے باتیں بنانے والا نہ کہو تو یقین کر لو کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔

جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے پاس والوں کو تعجب ہوا کیونکہ کوئی آثار نظر نہ آئے۔ اس سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی بابت کچھ خبر نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ اللہ عزوجل کو منظور نہ ہوا کہ انہیں خبر ہو۔ ان کو ایک مدت تک آزمائش میں مبتلا رکھنا تھا تاکہ وہ بیٹے کی جدائی کے صدمے جھیلیں اور اس کے ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اور اس سے ان کے درجے بڑھیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں اور رسولوں کو بھی کوئی بات بغیر اللہ عزوجل کے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتی اور اس عالم میں اسباب کے سوا چارہ نہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے اور کسی بات کے واقع ہونے کا مناسب وقت آتا ہے تو اللہ عزوجل اپنی قدرت سے بعض وقت کسی کو یا تو آنے والے واقعہ کی پہلے ہی خبر دے دیتا ہے یا خوشخبری کی کوئی خلاف عادت بات ظاہر کر دیتا ہے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے۔

خوشی کی گھڑی

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى
پس جب کہ آیا بشارت والا ڈال دیا اس کو اس کے
وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
منہ پر پس ہو گیا وہ سوانکھا بولا کیا نہ کہا تھا میں نے
لَّكُمْ ۚ اِنِّىْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
تم سے کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو نہیں
تَعْلَمُوْنَ (۹۶) قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا
تم جانتے بولے اے ہمارے باپ مغفرت مانگ ہمارے لیے
ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ (۹۷) قَالَ
ہمارے گناہوں کی تحقیق تھے ہم خطاکار کہا
سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ
عنقریب میں مغفرت مانگوں گا تمہارے لیے اپنے رب سے تحقیق وہ
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۹۸)
وہی بخشنے والا مہربان ہے

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى
پھر جب خوش خبری دینے والا پہنچا اس نے وہ کرتہ اس
وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
کے منہ پر ڈالا پھر لوٹ کر دیکھنے والا ہو گیا۔ بولا میں نے تم سے
لَّكُمْ ۚ اِنِّىْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
نہ کہا تھا کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم
تَعْلَمُوْنَ (۹۶) قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا
نہیں جانتے بولے اے باپ ہمارے گناہوں کو
ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ (۹۷) قَالَ
بخشوا بے شک ہم چوکنے والے تھے کہا
سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ
عنقریب میں بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے بے شک
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۹۸)
وہی بخشنے والا مہربان ہے

ابھی یہ لوگ پہنچنے نہیں پائے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں آپ ہی آپ خوشی کی لہر دوڑ گئی خوشخبری لانے والے نے پیراہن یوسفی لا کر ان کی آنکھوں پر ڈالا قمیص کے منہ پر ڈالتے ہی یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی بحال ہو گئی۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور بیٹوں کو یاد دلایا کہ اللہ کی مہربانی سے کام اس طرح انجام پایا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میرے دل میں وہ باتیں آرہی ہیں جو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں بولے ہم خطاوار ہیں۔ ہمارے گناہ معاف کرائیے۔ فرمایا کہ اچھا میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا وہ بڑا مہربان، غفور اور رحیم ہے۔

آدابِ گفتگو

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کے ساتھ بدسلوکی کی۔ وہ دونوں عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ لیکن اللہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عزت عطا فرمائی اور بھائی ان کے سامنے نادم اور اپنے کیے پر پشیمان ہو کر کھڑے ہوئے۔ ان آیتوں سے ادب کے لحاظ رکھنے کا اشارہ سمجھا جاتا ہے۔ بھائی پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ معافی مانگیں۔ لیکن یوسف علیہ السلام نے ان کے بڑے ہونے کا خیال کیا اور وہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ اللہ نے تجھے صاحب نصیب کیا اور ہم بے شک خطا وار ہیں کہ آگے حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں زیادہ کہنے کا موقعہ نہ دیا۔ بلکہ جلدی سے کہہ دیا کہ اب ان باتوں کا ذکر جانے دو۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، اللہ معاف کرنے والا ہے۔

یہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ فہم ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے بڑوں کے ادب کا دو طرح لحاظ کیا۔ اوّل تو ان کے منہ سے یہ نہ نکلنے دیا کہ ہمارا قصور معاف کر دے کہ اس میں ان کی سبکی تھی اور دوسرے آپ نے بھی یہ نہ کہا کہ میں نے معاف کیا کہ یہ چھوٹوں کے منہ سے زیب نہیں دیتا۔ اس سے ہم یہ سبق سیکھ سکتے ہیں کہ بڑوں سے اگر کوئی خطا ہو جائے تو چھوٹوں کو ندامت کے آثار دیکھ کر ہی فوراً کہہ دینا چاہیئے کہ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔

اس کے بعد جب بیٹے باپ کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے تو ان کے سامنے ندامت کا اظہار کیا۔ لیکن منہ سے یہ نہ نکل سکا کہ ہمارا قصور معاف کر دیجیے۔ کیوں کہ کوئی چھوٹا موٹا قصور نہ تھا۔ فقط اتنا ہی عرض کیا کہ اللہ عزوجل سے ہمارا قصور بھی معاف کرائیے ہم خطا کار ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی ندامت کے آثار دیکھ کر انہیں تسلّی دی کہ میں تخلیہ میں اپنے رب سے عرض کروں گا کہ تمہارا قصور معاف کر دے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس جواب میں اشارہ ہے کہ تمہارا گناہ اتنا بڑا ہے کہ اسے اللہ غفور رحیم ہی معاف کر سکتا ہے اور اس اشارے میں ایک سرزنش کا پہلو ہے جو بڑے اپنے چھوٹوں کو کر سکتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام دونوں کے جواب سے یہ آپ ہی آپ ظاہر ہو گیا کہ ہم نے معاف کیا۔ لیکن دونوں نے طریق گفتگو میں ان آداب کو ملحوظ رکھا جو بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان قابل لحاظ ہیں۔

ملاقات

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ

پس جب داخل ہوئے یوسف پر اس نے ٹھکانہ دیا اپنے پاس

اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ

اپنے ماں باپ کو اور کہا داخل ہو مصر میں اگر چاہا

اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى

اللہ نے امن وامان کے ساتھ اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو

الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ج

تخت پر اور گر گئے سب اس کے آگے سجدہ میں

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ

پس جب یوسف کے پاس داخل ہوئے جگہ دی ماں باپ کو

اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ

اپنے پاس اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا

اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى

تو دل جمعی سے اور اپنے ماں باپ کو تخت پر

الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ج

اونچا بٹھایا اور گرے سب اس کے آگے سجدے میں

سُجَّدًا (سجدہ کرتے ہوئے) ساجد کی جمع ہے جو س۔ ج۔ د سے اسم فاعل ہے۔ سجدہ کے معنی زمین پر پیشانی ٹکانے کے ہیں۔

اس زمانے میں کسی کا شکریہ ادا کرنے کا یہی دستور تھا کہ اس کے آگے جھک کر پیشانی زمین پر ٹکا دیتے تھے، اس سے اس کی تعظیم اور تکریم کا اظہار مقصود تھا۔ شرع کی طرف سے بھی اس کی ممانعت نہ تھی۔ کیونکہ اس سجدہ کا مطلب عبادت کرنا نہ تھا۔ صرف اپنی شکرگذاری دکھانے کے لیے کسی کے آگے اس قدر جھک جاتے تھے کہ پیشانی زمین پر ہی لگ جاتی تھی۔

شریعت محمدیہ نے اس رواج کو موقوف کیا اور اس کو صرف اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص کر دیا۔ اور کہا کہ آپس میں ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرنے کے لیے تعظیم کے اور طریقے اختیار کرو۔ اور سجدہ صرف اللہ کی بندگی اور اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے مخصوص کر دو تاکہ منعم حقیقی کی تعظیم میں اور دوسروں کی تعظیم میں فرق ہو جائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سارے کنبہ کے ساتھ مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنے برابر تخت پر بٹھایا اور کہا کہ اب آپ شہر میں چل کر انشاء اللہ اطمینان اور دل جمعی سے میرے ساتھ رہیے۔ ان سب نے یوسف علیہ السلام کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ان کے سامنے سر اتنا جھکا دیا کہ وہ زمین سے لگ گیا۔

محسن اللہ ہے!

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ
اور کہا اے میرے باپ یہ تعبیر ہے میرے خواب کی
مِنْ قَبْلُ ز قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ط وَ
اس سے پہلے تحقیق کر دیا اس کو میرے رب نے سچ اور
قَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ
احسان کیا اس نے میرے ساتھ جب نکالا مجھ کو سے
السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ
قید خانے اور لایا تم کو گاؤں سے بعد اس کے
اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِيْ ط
کہ گھس پڑا شیطان درمیان میرے اور میرے بھائیوں کے
اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ط
تحقیق میرا رب آسانی کرنے والا ہے جس کے لیے چاہے
اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾
تحقیق وہ وہی جاننے والا حکمت والا ہے

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ
اور کہا اے میرے باپ یہ میرے اس پہلے خواب کا بیان
مِنْ قَبْلُ ز قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ط وَ
ہے میرے رب نے اس کو سچ کر دیا اور
قَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ
اس نے مجھ پر انعام کیا جب مجھ کو قید خانے
السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ
سے نکالا اور تم کو گاؤں سے لے آیا اور اس کے بعد
اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ط
کہ شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں جھگڑا ڈال چکا تھا
اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ط
میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے
اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾
بے شک وہی ہے خبردار حکمت والا

ماں باپ اور سارے بھائیوں نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کا شکریہ اس زمانے کے رائج طریقے سے ادا کیا، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس خواب کو جو بچپن میں دیکھا تھا پورا کر دکھایا اور مجھ پر ہر مرحلے میں لطف اور احسان کیا۔ اوّل مجھے قید خانے سے نیک نامی کے ساتھ رہائی دلوائی پھر تم سب کو دیہات سے لا کر مجھ سے لا ملایا ورنہ شیطان نے تو میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کا پورا سامان کر لیا تھا واقعی اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے اور ہر کام کو بہترین طور پر انجام دینے سے خوب واقف ہے ؛

آخری تمنّا

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ

اے میرے رب تونے مجھے عطا کیا کچھ ملک اور سکھایا مجھ کو

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

باتوں کا مطلب بتانا اے بنانے والے آسمانوں کے

وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

اور زمین کے تو ہی کارساز ہے میرا دنیا میں اور آخرت میں

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

موت دے مجھ کو مسلم اور شامل کر مجھ کو نیک لوگوں کے اندر

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ

اے میرے رب تو نے مجھ کو کچھ حکومت دی اور مجھ کو

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

باتوں کا پھیر پھیر بتایا اے آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

مجھ کو اسلام پر موت دے اور مجھ کو نیک بختوں میں ملا دے

حضرت یوسف علیہ السلام نے گو ابتدا میں تکلیفیں جھیلیں لیکن انجام اچھا ہوا تفسیروں میں لکھا ہے کہ سترہ سال کی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ چالیس سال تک باپ سے جُدا رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے باپ سے دوبارہ ملایا تو سب مل جل کر ۲۴ سال تک ہنسی خوشی مصر میں رہے اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ۲۳ سال دنیا کی نعمتوں سے مالامال ہوئے۔ تو اپنے رب کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا اور دعا مانگی۔ کہ اے میرے رب تو نے مجھ کو حکومت عطا کی اور خواب کی تعبیر کا علم دیا۔ بات کو ٹھیک سمجھنے کی قابلیت عطا فرمائی۔ تیری قدرت بہت وسیع ہے۔ آسمانوں کو اور زمین کو تو نے بنایا اور سنبھالا اور میرے سارے کاموں کا بنانے والا اور دنیا اور آخرت دونوں میں میرا سنبھالنے والا بھی تو ہی ہے۔ جیسے تو نے میری دنیا سنواری آخرت بھی سنوار دے۔ اسلام پر وفات دے اور نیک لوگوں میں شامل کر دے۔

اللہ کے نیک بندے دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اپنے رب اللہ عزّ وجل کو نہیں بھولتے۔ وہ یاد رکھتے ہیں۔ کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ نبی تک بھی اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ ہماری آخرت سنوار دے اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمارا حشر کر :

دلیلِ نبوّت

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ

یہ خبروں میں سے ہے غیب کی وحی کرتے ہیں ہم اس کی تیری طرف

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ

اور نہ تھا تو ان کے پاس جب ٹھیرا رہے تھے وہ اپنا کام

وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ

اور وہ چال چل رہے تھے اور نہیں اکثر لوگ

وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْــَٔـلُهُمْ

اگرچہ چاہے تو ایمان لانے والے اور نہیں مانگتا تو ان سے

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

اس پر کوئی بدلہ نہیں وہ مگر یاد دہانی

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ۧ

جہان والوں کے لیے

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ

یہ غیب کی خبریں ہیں جو تیرے پاس ہم بھیجتے ہیں

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ

اور تو ان کے پاس نہیں تھا جب وہ اپنا کام ٹھیرانے لگے

وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ

اور فریب کرنے لگے اور اکثر یقین کرنے والے نہیں ہیں

وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْــَٔـلُهُمْ

اگرچہ تو کتنا ہی چاہے اور تو اُن سے

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

اس پر کچھ بدلہ نہیں مانگتا یہ تو اور کچھ نہیں مگر سارے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ۧ

عالم کو نصیحت

ع ۱۱ ۵

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ یہود کے اکسانے پر پوچھا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس فصاحت اور بلاغت سے سنایا کہ سننے والے دنگ رہ گئے پھر کچھ ایسی باتیں بھی بتائیں جو یہود کو بھی معلوم نہ تھیں اور نہ ان کی کتاب میں ان کا ذکر تھا۔ ارشاد ہے کہ تجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کے یہ سارے واقعات پہلے معلوم نہ تھے ہم نے انہیں تیرے اوپر وحی کے ذریعے پردۂ غیب سے ظاہر کیا جب ان کے بھائی ایک منصوبہ سوچ رہے تھے اور چال بازی سے کام لینا چاہتے تھے تو تو ان کے پاس نہ تھا۔ جو کچھ تو نے بیان کیا۔ وہ ہمارے بتانے سے کیا۔ پھر انہیں اس قرآن کو ہماری بھیجی ہوئی کتاب ماننے میں کیا تأمّل ہے۔ رسول ہونے کی ایک تو علامت یہ ہے کہ اُمّی ہو کر تو انہیں صحیح تاریخی واقعات بے دھڑک سنا رہا ہے دوسری یہ کہ تو ان سے ان معلومات کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔

نشانیوں سے غفلت

وَكَأَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ
اور بہتیری نشانیاں ہیں آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ
اور زمین میں گذرتے ہیں وہ ان پر اور وہ
عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ
ان سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں اور نہیں ایمان لاتے
اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ
اکثر ان کے اللہ پر مگر اور وہ
مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾
شرک بھی کرتے ہیں

وَكَأَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ
اور آسمان میں اور زمین میں بہتیری نشانیاں
وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ
ہیں جن پر ان کا گذر ہوتا رہتا ہے اور وہ
عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ
ان پر دھیان نہیں کرتے اور بہت لوگ
اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ
اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر ساتھ ہی
مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾
شرک بھی کرتے ہیں

كَأَيِّنْ: (بہت سی) یہ لفظ بھی کم کی طرح عربی میں مقدار یا تعداد ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

کفار مکہ کی ضد اور پرخاش پر انہیں ملامت کی جارہی ہے۔ ارشاد ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں کو تو جھٹلایا ہی تھا، اللہ تعالےٰ کی اور نشانیوں کو بھی جو ان کے چاروں طرف آسمان اور زمین میں پھیلی ہوئی ہیں پس پشت ڈال دیا۔ یہ فقط اتنا چاہتے ہیں، کہ سرداری اور بڑائی ہمارے پاس رہے۔ اللہ کے ماننے سے ہماری یہ شان وشوکت جواب ہے کہاں رہیگی اس وقت ہمارے معبود ہمارے کام بنارہے ہیں۔ یہ سب کچھ چھوڑ کر ایک اللہ کے پجاری بن کر بیٹھ جائیں۔ تو یہ ہمارا سب کچھ کیا کرایا اکارت ہوتا ہے۔ ان پر دنیا کی حرص اور اپنی ہوا و ہوس غالب ہے۔ اور یہ اپنی کم عقلی سے سمجھتے ہیں کہ دنیا کے سارے کام جو ان کے خیال میں اتنے دیوتا مل جل کر کرتے تھے۔ اکیلا اللہ کیسے کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ بہت سی نشانیاں جو عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ان کی طرف دھیان نہیں کرتے ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے بھی ہیں، تو اس کے ساتھ اوروں کو ضرور شریک کر لیتے ہیں۔

اللہ سے ڈرو

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ
کیا اس سے بےخوف ہوگئے کہ آئے ان کے اوپر گھیر لینے والی چیز اللہ کے
عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
عذاب میں سے یا آجائے ان پر مقرر گھڑی
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾
اچانک حالانکہ وہ بےخبر ہوں

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ
کیا اس سے نڈر ہوگئے کہ ان کو اللہ کے عذاب کی
عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
ایک آفت آ ڈھانکے یا قیامت اچانک
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾
آپہنچے اور ان کو خبر نہ ہو

غَاشِیَۃٌ (ڈھانک لینے والی) اسم فاعل مؤنث ہے غ ش ی سے غشی کے معنی ہیں ڈھانک لینا۔ چاروں طرف سے گھیر لینا۔

غَاشِیَۃ: کوئی چیز جو بالکل ڈھانپ لے اور سب طرف چھا جائے یہاں اس سے مراد عام آفت اور مصیبت ہے۔

ارشاد ہے کہ کیا یہ لوگ اس سے ڈرتے نہیں کہ ان کو کوئی ناگہانی آفت آدبوچے اور ان کے پران خطا ہو جائیں۔ آخر ان کے پاس اس سے بچنے کی یقینی صورت کیا ہے۔ زلزلوں کے تباہ کن جھٹکے۔ آندھی۔ مینہ۔ بجلی۔ طوفان۔ دریاؤں اور سمندروں کی ہوش رُبا طغیانی۔ وبا۔ آفتیں دیکھتے دیکھتے فوراً بے اطلاع آکر گھیر سکتی ہیں اور یہ ان سے بچ نہیں سکتے۔ پھر اس قدر نڈر ہو کر کیوں بیٹھ گئے ہیں اور یہ کیوں سمجھنے لگے ہیں کہ ہم جو چاہیں کریں۔ ہمارا بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا کے فنا ہونے کی گھڑی ایک دم آجاتے اور ان کے منہ اس کے ہول سے کھلے کے کھلے رہ جائیں اور ان کی آنکھوں کے سامنے سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے اور انہیں خبر تک نہ ہو۔ اس وقت سوا اس کے کہ بُری موت مریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

حقیقت میں انسان کی غفلت حیرت انگیز ہے۔ ہر سال کوئی نہ کوئی چھوٹی موٹی آفت آتی رہتی ہے۔ زلزلوں سے آدمی مکان۔ مویشی تباہ ہوتے رہتے ہیں۔ سیلاب میں ہر سال فصلیں آدمی اور جانور غارت ہوتے رہتے ہیں۔ بیماریوں اور وباؤں کے حملے ہوتے رہتے ہیں لیکن واہ رے انسان! یہ اللہ عزوجل، اس کے رسول اور کتاب کا قائل ہی نہیں ہوتا اور خم ٹھونک کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ جو مرے سو مرے آگے میں اس کا سب بندوبست کیے لیتا ہوں۔

رسُول کی راہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ قف

کہ یہ راہ ہے میری بلاتا ہوں میں طرف اللہ کے

عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

دانائی پر میں اور جس نے میری پیروی کی

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ

اور پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اور نہیں میں سے

الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۸)

شرک کرنے والوں

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ قف وقف النبی علیہ السلام

کہہ دے میری راہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف بلاتا ہوں

عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ

اور اللہ پاک ہے اور میں شریک

الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۸)

بنانے والوں میں نہیں

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ لوگوں سے صاف کہہ دیں کہ سن لو میرا راستہ یہی ہے جس پر میں چل رہا ہوں۔ مجھے میری عقل نے وحی کی روشنی میں واضح دلیلیں دیکھ کر اور ان پر خوب غور کر کے بتایا ہے کہ میں پورے یقین اور اطمینان کے ساتھ دنیا کے عقلمندوں کو دعوت دوں کہ صرف ایک اللہ کی طرف رجوع کریں۔ قرآن مجید کو سوچ سمجھ کر پڑھیں، اور اللہ کی بابت جو کچھ اس نے بتایا ہے اس کو گرہ میں باندھیں اور اس کے احکام کو دل و جان سے بجا لائیں۔

میں خود اسی طریقہ پر چلتا ہوں اور خوب سمجھ کر چلتا ہوں۔ اور جنھوں نے میرا راستہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے بھی خوب سمجھ بوجھ کر اختیار کیا ہے اور میں دل سے اللہ تعالیٰ کو ساری برائیوں سے اور عیبوں سے پاک سمجھتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ جب اللہ کے سوا اپنی ذات اور صفات کے اندر نقص و عیب سے کوئی خالی نہیں تو پھر اس کا کوئی شریک نہ ذات میں ہو سکتا ہے اور نہ صفات میں۔ میں اللہ کے ماننے والوں میں ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ؃

پہلے رسول

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا
اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے مگر مرد کہ
نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ
وحی بھیجتے تھے ہم ان کی طرف بستیوں والوں میں سے
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا
کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں پس دیکھتے وہ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ
کیسا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے
وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
اور البتہ گھر آخرت کا بہتر ہے ان کے لیے جو
اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
پرہیزگار ہوئے کیا پس نہیں سمجھتے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا
اور جتنے ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے وہ سب مرد ہی تھے
نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ
بستیوں کے رہنے والے کہ ہم ان پر وحی بھیجتے تھے
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا
سو کیا انہوں نے ملک کی سیر نہیں کی کہ دیکھ لیتے کہ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ
کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے
وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
اور آخرت کا گھر تو پرہیز کرنے والوں کے لیے
اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
بہتر ہے کیا اب بھی نہیں سمجھتے

ارشاد ہے کہ اے رسول تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجے ۔ وہ شہر کے لوگوں میں سے ہی تھے ہم نے ان ہی میں سے انتخاب کرکے ایک کے پاس اپنی وحی بھیجنی شروع کر دی ۔ پچھلے لوگوں کے حالات جو ہم انہیں سنا رہے ہیں غلط نہیں ہیں ۔ یہ لوگ اپنے ملک میں گھوم پھر کر دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارے چُنے ہوئے رسول کا کہنا جنہوں نے نہ مانا ان کا انجام بُرا ہوا ۔ یہ لوگ دنیا کے جاہ و جلال پر لٹو ہیں ۔ حالانکہ انہیں مرنا ہے ۔ ان کو چاہیئے کہ مرنے کے بعد کی زندگی کو سنواریں ۔ دنیا کا خیال چھوڑیں ۔ ان سے پہلے سب مرکھپ گئے دنیا کو چھوڑ گئے ۔ کیا ان کے حالات سے عبرت حاصل کرنا انہیں نہیں آتا یہ سراسر ان کی عقل کا قصور ہے ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں سے کوئی نبی نہیں ہوا اور نہ دیہاتیوں کو یہ رتبہ ملا اور رسول ہمیشہ شہری مردوں میں سے ہوئے ؛

اللہ کی مدد

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا
یہاں تک کہ جب مایوس ہونے لگے رسول اور گمان کیا
اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ
کہ ان سے جھوٹ کہا گیا آئی ان کے پاس ہماری مدد
فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُنَا
پس بچا دیئے گئے جن کو ہم نے چاہا اور نہیں لوٹتا ہمارا عذاب
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (۱۱۰)
ان لوگوں سے جو گنہ گار ہیں

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا
یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور خیال کرنے
اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ
لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا ان کو ہماری مدد پہنچی
فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا
پھر ہم نے جن کو چاہا بچا دیا اور ہمارا عذاب
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (۱۱۰)
گنہ گار قوم سے نہیں پھرتا

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ پہلی قوموں کے حالات سُن کر اور ان کی آبادیوں کی تباہی کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ یہاں ارشاد ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کے گناہ کے بعد بھی دنیا جیسی تھی ویسی ہے تو دلیر ہو جاتا ہے اور پہلے سے بھی بڑھ کر آزادی کے ساتھ نامعقول حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ اللہ کی طرف سے ڈھیل ملتی رہتی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ حالات بظاہر پہلے سے بھی زیادہ اچھے نظر آنے لگتے ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں۔ اس سے تو میری اور میرے ساتھ ساری دنیا کی ترقی کے سامان ہو رہے ہیں۔ گناہوں کے ساتھ خوش حالی کو پائیدار اور آگے ترقی کرنے والی دیکھ کر اور عذاب کی کوئی علامت نہ پاکر رسولوں کو مایوسی ہو جاتی ہے کہ اب یہ لوگ ہماری ماننے والے نہیں ؛ اور ان کے دل میں وسوسہ گذرنے لگتا ہے کہ کہیں ہم نے اللہ کا پیغام اور وعدہ وعید کے سمجھنے میں غلطی تو نہیں کی۔ جب یہ حالت پہنچ جاتی ہے، تو ہم اپنے رسولوں کے پاس اپنی مدد بھیجتے ہیں اور عام مصیبت لوگوں پر آپڑتی ہے۔ پھر اس سے صرف وہی بچتے ہیں جنہیں ہم بچانا چاہیں۔ مجرم لوگ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ عذاب آنے کے بعد انہیں کوئی ہمارے عذاب سے نہیں بچا سکتا ؛

قصّہ کی غرض

لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ؕ

البتہ تحقیق ہے ان کے قصہ میں عبرت عقل والوں کے واسطے

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

نہیں ہے بات گھڑی ہوئی لیکن سچ کرنا

الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ

اس کا جو اس سے پہلے ہے اور کھول ہر چیز کا

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور رہنمائی اور رحمت واسطے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے ہیں

لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ؕ

البتہ ان کے احوال پر اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل مندوں کو

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

کچھ بنائی ہوئی بات نہیں یہ تو اس کلام کے موافق

الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ

ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کا بیان اور

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ہدایت اور رحمت ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں

قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے کہ سننے دیکھنے اور سوچنے کی قوتوں سے ٹھیک طرح کام کرلو۔ وہ بتاتا ہے کہ دنیا میں بہت سی نشانیاں بکھری پڑی ہیں۔ اپنی اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھو۔ خود زمین پر چل پھر کر پچھلے لوگوں کے بقیہ آثار بڑی عمارتوں کے کھنڈر آبادی کے اور دیگر نشانات دیکھو پھر ان سب کو بیٹھ کر سوچو کہ یہ سب چیزیں کس نے بنائی ہیں اور اس زمین پر جو لوگ ہم سے پہلے رہتے تھے انہوں نے کیا کیا اور وہ کہاں گئے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ پہلی قوموں کے حالات سن کر اور ان کی آبادیوں کی تباہی کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ یہاں اگر تمہارا فکر ٹھیک کام کرتا ہے تو وہ ان سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ ان سب چیزوں کو پہلے اور پچھلے لوگوں اور خود ہم کو اللہ عزوجل نے پیدا کیا۔ اسی نے اپنے رسول بھیج کر ہمیں پچھلے لوگوں کے حالات سنائے اور سنانے کے بعد کہا۔ کہ ان سب سے تم اپنے لیے مفید نتیجے نکالو۔ یہ گھڑی ہوئی کہانیاں نہیں ہیں۔ یہ انہی لوگوں کے حالات ہیں جو تم سے پہلے اس دنیا میں رہے۔ ان میں سے جنہوں نے بُرے کام کیے۔ وہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ اسی پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ تم بھی اگر بُرے کام کروگے۔ تو انہی کی طرح عذاب پاؤگے۔ قرآن مجید بھی پہلوں کے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ ہر شے کی بابت بتاتا ہے کہ یہ اچھی ہے یہ بُری۔ جو اس کی باتوں کو دل سے مانیں گے انہیں سیدھا راستہ مل جائے گا اور رحمت ان کے شامل حال ہوگی۔

سُورۃ یُوسفؑ پر غور

سورۃ یوسف علیہ السلام پچھلے سبق میں ختم ہوئی اس کے بعد اس کے مضامین پر غور کرنے کا دور آتا ہے۔ قرآن مجید کی ہر سورت کو ترجمے اور تفسیر کے ساتھ سمجھ لینے کے بعد ہی اس پر غور کرنے کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس کو بار بار پڑھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیئے کہ اس سے ہمارے لیے کیا کیا سبق حاصل ہوتے ہیں۔ یہی قرآن مجید کے نزول کی غرض ہے۔ کہ انسان اسے ہر وقت اپنے سامنے رکھے اور تلاوت کے ساتھ ساتھ مضمون کو سوچتا جائے اور اس کی روشنی میں اپنے اعمال اور ہو سکے تو دوسروں کے اعمال درست کرتا جائے۔

یہ سورت ہمیں بتاتی ہے کہ اسلام کوئی وقتی چیز نہیں ہے کہ وقت گذرنے پر ختم ہو جائے بلکہ وہ ایک انسانی دستور العمل ہے۔ جو انسان کی پیدائش کے ساتھ دنیا میں شروع ہوا اور اس کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوگا۔

ایک حیثیت سے قرآن مجید کو اگر رزم نامہ کہا جائے تو بجا ہے۔ یہ ہمارے سامنے اس جہاد کی تصویر کھینچتا ہے جو انسانیت کے سورماؤں نے برائی اور اس کے حامیوں کے ساتھ اختیار کیا۔ یہ بتاتا ہے کہ تمام مذاہب شروع ہی سے ایک سلسلہ کی کڑی ہیں اور سب کا مقصد انسان کو سیدھے راستے پر ڈالنا ہے۔ انسان دنیا کی ہوا و ہوس میں گرفتار ہو کر سیدھے راستے سے ہٹ جاتا ہے اور پھر کسی نہ کسی برائی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ مذہب کی ہدایت اسے دلدل سے نکالنا چاہتی ہے اور اگر اس کی قسمت سیدھی ہے تو وہ نکل بھی آتا ہے۔

قرآن مجید نے ہر مذہب کا صحیح مقصد بتا کر ان کو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا ہے۔ اگر اس کی تعلیم پر عمل کیا جائے تو مذہبی اختلاف اور اس کی وجہ سے آپس کی کاٹ چھنٹی دونوں غائب ہو جاتی ہیں۔

قرآن مجید کو یہ کہنا کہ یہ ان مذاہب کے خلاف ہے جو اس سے پہلے دنیا میں گذرے انصاف کا خون کرنا ہے البتہ یہ اُن غلط بیانیوں اور کج فہمیوں کے خلاف ہے جو زمانے والوں کی خود غرضی سے کسی مذہب میں داخل ہو گئی ہیں۔ یہ اُن سب غلطیوں کو دُور کر کے صاف انسانی مذہب دوبارہ انسان کے سامنے پیش کرتا ہے اور قرآن مجید اس کا آئینہ دار ہے۔

ہمیں اس سے کیا ملتا ہے؟

سورۃ یوسف اللہ کے ایک نبی کا اور اس کے گھرانے کا نقشہ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکوں کے اندر مزاج کے اختلاف کی وجہ سے شروع ہی میں دو گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ ایک گروہ میں یوسف علیہ السلام اور بنیامین دو بھائی تھے اور دوسرے گروہ میں باقی دس بھائی تھے، جو بڑے تنومند اور توانا تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان سب کی صحیح اصول اسلام کے مطابق تربیت کرنا چاہتے تھے جس سے انسان ہر بات کا عزم و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اس مقابلہ میں اس کو مصیبتیں پیش آتی ہیں لیکن وہ صبر و تحمل کے ہتھیاروں سے کام لیتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعلیم سے اصل فائدہ اٹھانے والے ان کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام ہی نظر آتے ہیں۔ ان کی رفتار و کردار سے ان کے والد بھانپ لیتے ہیں۔ کہ یہ لڑکا ہونہار ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے اخلاق کا پورا پورا اثر لیا اور جدھر ان کو چلتے دیکھا۔ آپ بھی ادھر ہی چلنے کی کوشش کی۔ ایسے بچے سے ایسے باپ کا جس کا مقصد اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہو محبت کرنا لازمی امر ہے۔ دوسرے بیٹوں کا رجحان دنیا کی زندگی کی طرف زیادہ تھا اور وہ سمجھتے تھے۔ کہ ہم دنیا کی زندگی کے ساز و سامان اپنی قوت و ہوشیاری سے زیادہ پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے ہم یوسفؑ سے افضل ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دین کی تکمیل کی اور ان کے بڑے بھائی دنیا کے دلدادہ ہو گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام میں دین کی برکت سے حلم، علم، فیاضی، فراخ حوصلہ اور صبر جیسے اچھے اخلاق پیدا ہوئے، بڑے بھائیوں میں دنیا کی نحوست نے حسد، خوف، گھبراہٹ، تنگ دلی، خود غرضی جیسے برے اخلاق نمودار ہوئے دونوں نے اپنے اپنے طریقے سے ان کی زندگی میں کام کیا۔ انجام یہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اخلاق کی بلندی کی وجہ سے دنیا میں بھی بلند ہوتے چلے گئے اور ان کے بھائی اخلاق کی پستی کی وجہ سے نیچے گرتے چلے گئے اور آخر میں جا کر دیکھا کہ اچھے اخلاق والوں کی اطاعت کیے بغیر تو چارہ ہی نہیں ہے

سُورۃ الرعد

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ۔ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی تیرھویں سورت ہے ۔ اس کے چھ رکوع ہیں ۔ رعد بادل کی گرج کو کہتے ہیں ۔ اس سورت میں اس کا ذکر آیا ہے اس لیے اس کا نام سورۃ الرعد ہے ۔ اس میں بھی مکّی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں ۔ دنیا میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ اللہ کی طرف سے ایک امّی پر جس نے کہیں تعلیم نہیں پائی تھی مسلسل تھوڑی تھوڑی مدت کے وقفہ سے ایک عظیم الشان کلام نازل ہوا جس میں انسانیت کے راز کو کھول کر سمجھا دیا گیا ۔ اور جس کے ذریعے دنیا والوں کو ایک مکمّل دستور العمل ہمیشہ کے لیے دے دیا گیا ۔

اس سورت میں بھی اس طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔ کہ یہ قرآن از سرتا پا سچی باتوں سے پُر ہے ۔ یہ سراسر حقیقت کا اظہار ہے ۔ یہ انسان کے پاس اس کے پیدا کرنے والے کا پیغام لے کر آیا ہے ۔ اللہ عزّ و جلّ نے اپنے رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کتاب دے کر تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے ۔ اس لیے اس کی سچائی میں شبہ مت کرو ۔ یہ تم کو بتاتی ہے ۔ کہ عالم کی تمام چیزوں کو بنانے والا اور پیدا کرنے والا ایک اللہ عزّ و جل ہے ۔ وہی بادلوں کو اکٹھا کرتا ہے ۔ اور مینہ برساتا ہے ۔ بادلوں کی کڑک اور گرج اسی کی حمد کرتی ہے ۔ فرشتے اس کی ثنا و صفت میں مشغول ہیں ۔

انسان کو توجّہ دلائی گئی ہے کہ دنیا دار العمل ہے ۔ یہاں کے ہر کام کا بدلہ آخرت میں ملے گا ۔ کہنا ماننے والوں کے لیے جنّت اور نافرمانوں کے لیے جہنّم تیار ہے ۔ قیامت کے دن ہر ایک کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور جو جہاں کا مستحق ہے آسے وہاں بھیج دیا جائے گا ۔

غرض اس سورت میں اللہ کی وحدانیت اور اس کی صفات کی تشریح کی گئی ہے ۔ اور پھر انسان کے لیے اللہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن ، ملائکہ ، جنّت ، دوزخ پر ایمان لانا اس کی نجات کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے ۔

قرآن حق ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

الٓمّٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ ط وَ
الف۔لام۔میم۔را یہ آیتیں ہیں کتاب عظیم کی اور
الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ
جو اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی طرف سے
الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ
حق ہے اور لیکن بہت سے لوگ
لَا یُؤْمِنُوْنَ ①
نہیں ایمان لاتے

الٓمّٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ ط وَ
الٓمّٓرٰ یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور
الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ
جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا
الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ
سو حق ہے اور لیکن بہت سے لوگ
لَا یُؤْمِنُوْنَ ①
نہیں مانتے

حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے ارشاد ہے، کہ یہ آیتیں جو تم اس سورت میں پڑھو گے ایک بڑی عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں اور یہ کلام جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا جا رہا ہے سچائی اور واقعیت سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں شک اور شبہ کی گنجائش ہو۔ پھر بھی اس پر بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اگرچہ اس کی بے تصنع عبارتیں اور بے تکلف بیانات ان کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں لیکن دُنیاوی خواہشیں اُن پر غالب آجاتی ہیں اور اس زندگی کی عارضی بہار ان کے انسانی جذبات کو اپنے اندر محو کر لیتی ہے۔

قرآن مجید حقیقت میں بڑی عظیم الشان کتاب ہے۔ اس کی کوئی بات دل کے صاف آدمی کو بناوٹی نظر نہیں آتی اور اس کا دل بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے۔ جو لوگ اسے اللہ کا کلام نہیں مانتے۔ انہوں نے اصل میں اللہ کو نہیں پہچانا۔ قرآن مجید کی آیتوں پر غور کرنے اور کائنات کی پھیلی ہوئی نشانیوں پر گہری نظر ڈالنے سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے ؎

اللہ کی معرفت

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ
اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى
بغیر سہارے کے دیکھتے ہو تم ان کو پھر قائم ہوا
عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
اوپر عرش کے اور کام میں لگائے سورج
وَالْقَمَرَ
اور چاند

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ
اللہ وہ ہے جس نے آسمان اونچے بنائے
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى
بغیر ستون کے جو تم دیکھ رہے ہو پھر
عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
عرش پر قائم ہوا اور سورج اور چاند
وَالْقَمَرَ
کو کام پر لگا دیا۔

عَمَدٍ (سہارا) ایسی چیز جس کے اوپر دوسری چیز ٹکی ہوئی ہو، جیسے ستون کہ جن پر چھت ٹکی ہوئی ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ قرآن مجید اللہ عزوجل نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انسان کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔ اس لیے پہلے اللہ تعالیٰ کو پہچانو، تب کہیں قرآن عظیم کی قدر معلوم ہوگی۔ اللہ کا پہچاننا عقلمند دل کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ اوپر آنکھ اٹھاتے ہی آسمان، سورج، چاند، ستارے نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ اور عقل مند سوچتا ہے کہ یہ کہاں سے آئے۔ انہیں کس نے بنایا۔ یہ اوپر کیسے تھمے ہوئے ہیں۔ آخر اس کی عقل اسے بتاتی ہے۔ کہ ضرور اس کا پیدا کرنے والا اللہ ہے، جو بڑی قدرت والا ہے۔ ہمیں تو آسمان اپنے اوپر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن کوئی سہارا ستون وغیرہ نظر نہیں آتا جس پر یہ تھما ہوا ہو۔

آیت میں ارشاد ہے۔ کہ یہ عقل کا فیصلہ ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان بنائے۔ وہی انہیں تھامے ہوئے ہے۔ اور اپنے عرش عظیم سے جس پر وہ قابض ہے۔ سارے جہان کا انتظام کرتا ہے اور سورج اور چاند اس کے حکم سے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں ؛

انتظام عالم

كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ
ہرایک چلتاہے وقت پر جو مقرر ہے تدبیر کرتا ہے اللہ
الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
کام کی کھولتا ہے نشانیاں تاکہ تم
بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾
ملنے کا اپنے رب کے یقین کرو

كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾
ہر ایک وقت مقرر پر چلتا ہے (اللہ) کام کی تدبیر کرتا ہے نشانیاں ظاہر کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو

ارشاد ہے کہ سورج اور چاند اپنی اپنی مقررہ مدت کے مطابق چلتے رہیں گے۔ یہ اس نظام کے تحت ہیں جو اللہ عزوجل نے اپنے قدرت اور ارادے سے مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جیسے سورج اور چاند کو ایک مقررہ قاعدے کے مطابق چلا رکھا ہے۔ اسی طرح تمام عالم کی چیزوں کے لیے اس نے قاعدے اور قانون مقرر کر رکھے ہیں۔ جن کے مطابق ہر چیز اپنا اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ اس مکمل اور حیرت انگیز نظام کی نشانیاں اللہ عزوجل نے تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دی ہیں۔ ان کے سمجھنے کے لیے انسان کو عقل دی پھر عقل کو سوچنے کا راستہ بتانے کے لیے اپنے رسول بھیجے اور ان پر کتابیں نازل کیں۔ ان رسولوں میں آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آخری کتاب قرآن حکیم ہے۔ جس کی آیتیں عقل انسانی کے لیے مکمل روشنی مہیا کرتی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اس عالم کی اور چیزوں کے لیے کام کے قاعدے اور قانون مقرر ہیں، ایسے ہی انسان کے لیے بھی قاعدے اور قانون مقرر ہیں، اس کو ان کے مطابق سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیئے۔

نظام عالم سے ظاہر ہے کہ یہاں اسباب کا سلسلہ جاری ہے اور ان کے نتیجے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے اعمال کے نتیجے بھی ظاہر ہوں گے۔ لیکن چونکہ دنیا میں پورے طور پر ظاہر نہیں ہونے پاتے۔ اس لیے ان کے لیے آخرت مقرر کی گئی ہے:۔

زمین

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ
اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور
جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا ؕ
بنائے اس میں بوجھ اور نہریں

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ
اور وہی ہے جس نے زمین پھیلائی اور
جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا ؕ
اس میں بوجھ اور ندیاں رکھیں

اللہ عزوجلّ کے پہچان لینے کی نشانیاں انسان کے گرد ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں جس طرف نظر ڈالیے۔ اس کی قدرت کے کرشمے نظر آتے ہیں بشرطیکہ انسان کی عقل اس طرف متوجہ ہو' اوپر نظر اٹھاتے تو آسمان' سورج' چاند اور بے شمار ستارے زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارا بنانے والا بڑی قدرت والا ہے۔

اس کے علاوہ تم نیچے عالم دنیا پر نظر ڈالو۔ تو اس زمینی نظام میں بھی بہت سی نشانیاں ہیں' جو اللہ کے پہچاننے کے لیے کافی ہیں۔ اوّل زمین نظر آئے گی جو دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں پہاڑ جگہ جگہ اپنے اپنے مقام پر جمے ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی دریا بھی بہہ رہے ہیں۔ اس کو سوچو کہ یہ کس کا کام ہے۔ سوا اللہ کے کسی کے بس کا نہیں۔ کہ یہ زمین اور پہاڑ بنا سکے اور دریا بہا سکے۔ ان سب کا پایا جانا اس بات کی کھلی ہوئی نشانی ہے کہ اللہ عزوجلّ ان سب کا بنانے والا ہے۔ ورنہ پھر تم ہی بتاؤ کہ یہ کس نے بنائے کیا کوئی ہے۔ کہ ان کے بنانے کا دعویٰ کرے۔

جاؤ ساری کائنات میں سے ایک ایک چیز کا جائزہ لو' اس کی قوت کو جانچو۔ قدرت کا امتحان لو' لامحالہ تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ کائنات میں سب سے افضل جاندار چیزیں ہیں اور جانداروں میں سب سے بڑھ کر انسان ہی دکھائی دیتا ہے۔ کیوں کہ اس کی عقل سب سے تیز معلوم ہوتی ہے۔ لیکن صحیح دماغ والے کسی انسان نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ زمین میں نے بنائی ہے ؎

زمین کی پیداوار

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا
اور ہر ایک چیز پھل ہیں سے بنائے اس ہیں
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ
جوڑے دو دو قسم اوڑھاتا ہے رات کو
النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
دن پر تحقیق اس ہیں البتہ نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾
ان لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا
اور اس میں ہر میوے کے جوڑے
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ
دو دو قسم رکھے ڈھانکتا ہے دن پر
النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
رات کو اس میں ان کے واسطے نشانیاں
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾
ہیں جو دھیان کرتے ہیں

پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ زمین۔ پہاڑ اور دریاؤں کا موجود ہونا ہی اللہ کے وجود کی روشن دلیل ہے۔ لیکن اس سے آگے بڑھو۔ تو دیکھو گے۔ کہ تمہارے کام کی ساری چیزیں بھی اسی میں پیدا ہوتی ہیں۔ کبھی تم نے سوچا کہ انہیں کون پیدا کرتا ہے؟ انسان زیادہ سے زیادہ ہل چلا لیتا ہے۔ بیج ڈال دیتا ہے اور کبھی کبھی پانی بھی دے دیتا ہے۔ لیکن آگے یہ بالکل بے بس ہے یہ اللہ ہی ہے۔ کہ اس سے پھل پیدا کرتا ہے۔ اور ہر پھل میں دو دو قسم کے جوڑے ہوتے ہیں۔ یعنی کھٹا میٹھا، چھوٹا، بڑا یا نر و مادہ۔ پھر دن رات کے نظام کی طرف خیال کرو۔ رات دن کو ڈھانک لیتی ہے۔ پھر دن رات کے اوپر چھا جاتا ہے۔ کیا کوئی ایسا بھی بے وقوف ہو سکتا ہے۔ جو خیال کرے کہ یہ آپ ہی آپ ہوتا رہتا ہے۔ نہیں ان سب واقعات کے اندر نشانیاں ہیں جنہیں وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جن میں سوچ فکر کی عادت بھی موجود ہے۔ ان کا فکر انہیں اس نتیجے پر پہنچا کر رہتا ہے کہ ان سب کا بنانے والا اور پھر ان میں ایک دوسرے سے تعلق پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ سلسلہ قائم کر رکھا ہے ؛

عجیب انتظام

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ
اور زمین ہی میں ہیں قطعات پاس پاس اور
جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ
باغات ہیں انگور کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں
صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ
ایک جڑ والی اور نہ ایک جڑ والی سیراب کی جاتی ہیں ساتھ پانی
وَّاحِدٍ قف وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی
ایک کے اور ہم بڑھا دیتے ہیں ایک ان کا ایک
بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ط
پر پھلوں ہیں

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ
اور زمین میں پاس پاس ایک دوسرے کے قطعے ہیں اور
جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ
انگور کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں
صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ
ہیں جڑی ہوئی اور بے جڑی ہوئی ان کو ایک ہی پانی
وَّاحِدٍ قف وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی
دیا جاتا ہے اور ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں ایک کو
بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ط
ایک سے میوؤں میں

مُتَجٰوِرٰتٌ: پاس پاس جمع ہے مُتَجَاوِرَۃٌ کی جو اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے تَجَاوُرٌ سے جس کا مادہ ج۔و۔ر ہے۔ جوار کے معنی ہیں ہمسائیگی۔ تجاور ایک دوسرے کے پاس ہونا مُتَجَاوِرَۃٌ ایک دوسرے سے ..... ملے ہوئے ٹکڑے۔

زمین کے قطعے سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ لیکن خاصیت ہر ایک کی الگ ہے۔ کوئی زرخیز ہے۔ کوئی شور ہے۔ کسی میں میووں اور پھلوں کے باغ لگے ہوئے ہیں کسی میں کھیتیاں ہو رہی ہیں کہیں کھجوریں اُگی ہوئی ہیں۔ ایک جڑ میں سے کئی کئی بھی اور ایک جڑ میں سے ایک بھی۔ ان سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے۔ لیکن پھل الگ الگ مزوں اور شکلوں کے پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی کھٹا کوئی میٹھا، کوئی بکھٹا۔ ان سے ملے ہوئے زمین کے قطعات ہیں جو ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور ایک ہی سورج سے گرمی حاصل کرتے ہیں اور ایک ہی ماحول میں پلتے جاتے ہیں۔ انواع و اقسام کے پھل پیدا ہونا اللہ کی مشیت اور قدرت کی نشانیاں ہیں:

عقل کا کام

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے
یَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾
جو عقل مند ہیں

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کے لیے جو
یَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾
غور کرتے ہیں

انسان کی زندگی کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ کو پہچانے۔ اس کے پہچانے بغیر اس کی زندگی سوا اس کے کہ چند ناپائدار خوشی کی گھڑیوں کا دھندلا سا خاکہ اور کچھ رنج و مصیبت کے تھپیڑوں کا حقیقی مجموعہ ہو اور کچھ نہیں، اللہ عزوجل کے سوا اس کے جذبات کو سیدھی ڈگر پر ڈالنے والا، اس کی امیدوں کا پورا کرنے والا، اس کے ارمانوں کا سہارا اس کی تنہائی کا رفیق، اس کے دل کا تھامنے والا، مایوسی میں ڈھارس دینے والا، مصیبتوں میں کام آنے والا غرض ہر حالت میں اس کا ساتھی، نگران اور خبر گیراں کوئی نہیں۔

عقل مند انسان اللہ والوں کی کامیابی کی داستان سُن کر ضرور اس بات کی معرفت کا طالب ہوگا کہ وہ ان حوادث کی تندو تیز آندھیوں میں اپنے ایمان کو صحیح و سلامت کیسے رکھ سکے۔ فرمایا اللہ کو پہچاننا چاہتے ہو تو اس کی کتاب یعنی قرآن مجید کی آیتوں پر غور کرو۔ یہ اسی نے تمہاری ہدایت کے لیے بھیجی ہیں۔ اس کے علاوہ آسمان، چاند، سورج تمہارے سامنے موجود ہیں۔ زمین تمہیں طرح طرح کے میوے، غلّے اور پھل دیتی ہے۔ گو زمین ایک ہے اور ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہے۔ لیکن رنگ برنگ کے اور الگ الگ مزوں کے پھل پھول اُگاتی ہے۔

ان سب پر غور کرو۔ اگر عقل درست ہے تو تم اس میں بے شمار نشانیاں پاؤ گے جس سے دو نتیجوں پر پہنچنا اٹل ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ موجود ہے اور قادر مطلق ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان بھی زمین کی طرح اصل کے لحاظ سے ایک ہے۔ لیکن ہر فرد الگ الگ حیثیت رکھتا ہے۔ ہدایت سب کے لیے ایک ہے۔ لیکن اس کا اثر ہر ایک پر مختلف ہے۔

جائے تعجب

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ
اور اگر تو تعجب کرے تو عجیب بات ان کا یہ کہنا ہے
ءَ إِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ إِنَّا
کہ کیا جب ہم ہو گئے مٹی کیا ہم سچ مچ
لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۵
زندگی پائیں گے نئی

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ
اور اگر تو عجیب بات چاہے تو ان کا کہنا عجیب ہے
ءَ إِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ إِنَّا
کہ کیا ہم جب مٹی ہوگئے ہم نئے سرے
لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۵
سے بنائے جائیں گے

اس آیت میں انسان کے مرکر دوبارہ پیدا ہونے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تمہیں ان کے دوسری مرتبہ پیدا ہونے کے انکار پر تعجب ہو تو واقعی یہ بات تعجب ہی کے قابل ہے۔ کیونکہ جس قادر مطلق نے پہلی بار انسان کو کھڑا کیا۔ اس کے نزدیک مرنے کے بعد دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہے۔ مٹی سے ہر وقت نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ پھر وہ بگڑ جاتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں دوبارہ پیدا کر دیتا ہے۔

مکہ کے کافر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہ ماننے کے لیے بڑے بڑے بہانے کرتے تھے۔ بڑا بہانہ یہ کہ آپ سکھاتے ہیں۔ کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گا اور یہ عقل میں نہیں آتا ان کا یہ اعتراض اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ زمین و آسمان کے عجائبات میں غور کرنے کے بعد اور یہ دیکھنے کے بعد کہ زمین میں بے شمار چیزیں اللہ کی قدرت سے پیدا ہوتی رہتی ہیں اور بگڑتی رہتی ہیں۔ اور پھر اسی شکل اور صورت میں پیدا ہو جاتی ہیں جس میں وہ پہلے تھیں۔ انسان کی دوبارہ پیدائش میں شک کرنا بڑی عجیب بات ہے ۔

ربّ کا انکار

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ
وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب سے
وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ
اور وہی ہیں کہ طوق ہیں ان کی گردنوں میں
وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
اور وہ دوزخ والے ہیں وہ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾
اسی میں سدا رہیں گے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ
وہی ہیں جو اپنے رب سے منکر ہوئے
وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ
اور وہی ہیں کہ ان کی گردن میں طوق ہیں
وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
اور وہ دوزخ والے ہیں وہ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾
اسی میں برابر رہیں گے

جو لوگ دنیا کے حیرت انگیز کارخانے کو دیکھتے ہیں۔ مگر اس سے اس کے قائم کرنے والے کو نہیں پہچانتے ان کی عقل راستے سے بھٹکی ہوئی ہے اور ان کے ہوش وحواس ایک تنگ دائرے میں قید ہیں۔ اس قید خانے کی دو کھڑکیاں یعنی آنکھ اور کان صرف اسی طرف کھلتی ہیں جس طرف دنیا کی لذتیں ہیں اس قید خانے کے کونے میں ایک مخصوص دروازہ ہے جس سے گلشن روح کی طرف راستہ جاتا ہے۔ ان کی عقل اس کی طرف رخ نہیں کرتی کیونکہ ان کے گلے میں خواہشوں کا طوق پڑا ہوا ہے ان کے ہاتھوں میں دنیاوی آرام کی ہتھکڑیاں اور پاؤں میں نفسانی خواہشوں کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں جب دنیا میں ان کی عقل کا یہ حال ہے۔ تو آخرت میں یقیناً اللہ کے سامنے وہ لوگ کافر کی حیثیت سے پیش ہوں گے۔ ان کی گردن اور پاؤں میں وہی طوق، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لوہے کی بنا کر ڈال دی جائیں گی۔ اور ان کو اسی حالت میں کشاں کشاں دوزخ کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا اور وہاں ان بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہمیشہ جلا کریں گے۔

عذاب میں تاخیر

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ
اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے برائی پہلے بھلائی کے
وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ
حالانکہ گذر چکی ہیں ان سے پہلے بہت مثالیں
وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ
اور تحقیق تیرا رب البتہ مغفرت والا ہے
لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ
لوگوں کے لیے ان کے ظلم پر اور تحقیق
رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾
تیرا رب البتہ سخت عذاب والا ہے

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ
اور تجھ سے بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی مانگتے ہیں
وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ
اور ان سے پہلے بہت سی مثالیں گذر چکی ہیں
وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ
اور تیرا رب لوگوں کو باوجود ان کے
لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ
ظلم کے معاف بھی کر دیتا ہے اور بے شک
رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾
تیرے رب کا عذاب بھی سخت ہے

اَلْمَثُلٰتُ: عبرت ناک واقعے مَثُلَۃٌ ایسا واقعہ جس کو دیکھ کر عبرت حاصل ہو۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اس کو غنیمت نہیں سمجھتے۔ کہ عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔ اور اللہ عزّ وجلّ کے احکام بجالانے کی فرصت ملی ہوئی ہے۔ ان پہ اگر عذاب آگیا۔ تو پھر تو یہ نیست و نابود ہی ہو جائیں گے۔ پھر آخرت کے عذاب سے بچنے کی تیاری کیا کریں گے۔ اگر عذاب کا نمونہ دیکھنا ہی ہے تو اس کے لیے گزشتہ قوموں کی بستیوں کے کھنڈر جا کر دیکھ سکتے ہیں جو رسولوں کے ڈراوے کو خاطر میں نہ لا کر عذاب میں مبتلا ہوئے اور دنیا و آخرت دونوں میں روسیاہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ وہ انسان کو باوجود اس کی گستاخیوں اور تباہ کاریوں کے جلدی سزا نہیں دیتا۔ ان کے ظلم سے درگذر کرتا ہے لیکن اگر وہ یہ سمجھے ہی نہیں اور ہٹ دھرمی پر کمر باندھ لے تو وہ عذاب بھی بڑا سخت دیتا ہے۔

معجزہ کی طلب

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ
اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے کیوں نہ
اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
اتاری گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے
اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ
بات یہی ہے کہ تو ڈرانے والا ہے اور ہر
قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾
قوم کے لیے ہدایت کرنے والا ہوا ہے

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ
اور کافر کہتے ہیں اس کے اوپر کوئی
اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
نشانی اس کے رب کی طرف سے کیوں نہ اتری
اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ
تیرا کام تو ڈر سنا دینا ہے اور ہر
قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ ع
قوم کے لیے راہ بتانے والا ہوا

ارشاد ہے کہ کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ اللہ عزوجل کا رسول ہے۔ تو اسے کسی کے طلب کرتے ہی اس کی مطلوبہ نشانی فوراً دکھا دینی چاہیے۔ مثلاً چشم زدن میں زمین سے چشمے جاری کر دے۔ ایک ہرا بھرا میووں سے لدا ہوا باغ فوراً پیدا کر دے۔ آسمان کا ٹکڑا توڑ کر گرا دے۔ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتوں کو سامنے لا کھڑا کرے۔ سونے کا ایک گھر اپنے لیے فوراً تیار کر کے دکھا دے یا اُچک کر آسمان پر چلا جائے اور وہاں سے مکمل کتاب لا کر ہمارے سامنے رکھ دے۔ اس بے ہودہ بہانے کا جواب اس آیت میں انتہائی سنجیدگی اور متانت سے یہ دیا گیا ہے کہ ان سے کہہ دے۔ میں تو اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ فقط اس کا کلام سناتا ہوں۔ میرا یہی معجزہ ہے کہ ایسا فصیح و بلیغ قرآن تمہارے سامنے پیش کر دیا۔ حالانکہ میں پڑھا لکھا بالکل نہیں ہوں۔ اور پھر قرآن بھی ایسا کہ جس میں تمہارے لیے ہی نہیں ساری دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت کی ساری باتیں موجود ہیں۔ راحت کی زندگی بسر کرنے کا اس سے بہتر طریقہ اور کہیں نہیں پاؤ گے جس میں عاقبت کی خیر بھی انعام میں ملے:۔

اللہ کی صفات

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا

اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو

تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ

کمی ہوتی ہے رحموں میں اور جو زیادتی ہوتی ہے اور ہر چیز

عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ

اس کے پاس اندازہ کے ساتھ ہے جاننے والا ہے چھپے

وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۹

اور کھلے کا بزرگ برتر

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا

اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ پیٹ میں رکھتی ہے اور جو

تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ

پیٹ سکڑتے ہیں اور جو بڑھتے ہیں اور اس کے

عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ

ہاں ہر چیز کا اندازہ ہے پوشیدہ

وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۹

اور ظاہر کا جاننے والا سب سے بڑا برتر

انسان کے خیالات کبھی اصل ٹھکانے پر نہیں بیٹھتے۔ جب تک اسے اللہ عزوجل کا ٹھیک علم نہ ہو جائے اور وہ اس کی صفات اور اس کے ناموں کی صحیح معرفت حاصل نہ کرلے۔ جو لوگ رسالت کے قائل نہیں۔ ان کو دراصل اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل نہیں۔ وہ جیسے خالق ہے ویسے ہی ہادی بھی ہے۔ اپنی مخلوق کو صحیح راستہ دکھانا بھی اسی کا کام ہے۔ انسان کو صحیح راستہ دکھانے کے لیے فرشتوں، رسولوں اور آسمانی کتابوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ وہ سب چیزیں جانتا ہے۔ جو تم نہیں جانتے وہی جانتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کیسا ہے۔ نر ہے یا مادہ۔ پورا ہے یا ادھورا۔ خوبصورت ہے یا بدصورت۔ ایک ہے زیادہ۔ پوری مدت میں پیدا ہوگا یا کم زیادہ میں۔ زندہ ہوگا یا مردہ۔ وہ ہر چیز کو ہر حالت میں اس کے اندازہ اور استعداد کے موافق قائم رکھتا ہے۔ وہ ہر مخفی چیز سے واقف ہے۔ ہر کھلی چیز کو بھی جانتا ہے۔ اور وہ سب سے بڑا، بلند اور برتر ہے۔

ظاہر اور باطن

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ

برابر ہے تم میں جو چھپا کر کہے بات

وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ

اور جو پکار کر کہے اس کو اور جو وہ چھپ رہا ہے کہیں

بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ (۱۰)

رات میں اور جو چل پھر رہا ہے دن میں

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ

تم میں جو آہستہ بات کہے ۔ اور جو

وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ

پکار کر کہے اور جو رات میں چھپ رہا ہے

بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ (۱۰)

اور جو دن کو گلیوں میں پھر رہا ہے برابر ہے

مُسْتَخْفٍ (چھپنے والا) اصل میں مُسْتَخْفِیٌ ہے جو اسم فاعل ہے اِسْتِخْفَاءٌ سے جس کا مادہ خ۔ ف۔ ی ہے خَفِیٌّ۔ خِفَاءٌ کے معنی چھپنے کے ہیں۔ اِسْتِخْفَاءٌ کے معنی ہیں چھپنے میں اور زیادہ اہتمام کرنا۔ مثلاً اندھیرے میں بھی کسی کونے کی اوٹ میں یا کوٹھڑی میں دب جانا۔

سَارِبٌ (راستے پر چلنے والا) اسم فاعل ہے سَرْبٌ سے۔ سَرْبٌ کے معنی راستہ کے ہیں۔ اور جب مصدر ہو، تو اس کے معنی راستہ پر چلنے پھرنے کے ہیں۔ سَارِبٌ: گلیوں، سڑکوں وغیرہ میں پھرنے والا۔

کوئی بات کو کتنا ہی چھپا کر کہے، اللہ کو اس کا ایسا ہی علم ہے جیسا کہ اس بات کا جسے وہ آواز بلند پکار کر کہتا ہے اور سننے والوں کو تو اسی بات کا علم ہو سکتا ہے جسے کوئی پکار کر کہے لیکن اللہ عزوجل کے نزدیک آہستہ دبی آواز سے بات کہنے والا اور پکار کر اعلان کرنے والا دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو اندھیری رات میں بند کوٹھڑی کے اندر کسی کونے میں چھپ رہا ہے اور وہ شخص جو دن میں کھلے بندوں گلی کوچوں اور بازاروں میں پھر رہا ہے۔ اللہ کے علم میں دونوں بالکل برابر ہیں۔ جیسا وہ پہلے شخص کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ اسی طرح وہ دوسرے شخص سے واقف ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے میں اور انسان کے سننے والا، دیکھنے والا ہونے میں فرق سمجھ لو:

قومی تنزّل کا قانون

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ
اللہ کے پہرہ دار ہیں　انسان کے آگے　اور
مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ
اس کے پیچھے　حفاظت کرتے ہیں اس کی　اللہ کے حکم سے
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى
تحقیق　اللہ　نہیں بدلتا　جو کسی قوم کے پاس ہے. یہاں تک
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ
کہ وہ بدلیں　جو کچھ　ان کے دلوں میں ہے

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ
اس کے پہرے والے ہیں　بندہ کے آگے اور
مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ
اس کے پیچھے　اس کی نگہبانی کرتے ہیں　اللہ کے حکم سے
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى
اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ
نہ بدلیں جو ان کے جیوں میں ہے

مُعَقِّبٰتٌ (باری باری آنے والے) اسم فاعل مُعَقِّبٌ کی جمع الجمع ہے۔ پہلی جمع مُعَقِّبَۃٌ پھر اس کی جمع مُعَقِّبَاتٌ۔ مُعَقِّبٌ، تَعْقِیْبٌ سے بنا ہے جس کا مادہ ع۔ق۔ب ہے۔ عقب کے معنی پیچھے کے ہیں۔ تعقیب کے معنی ہیں ایک کے بعد دوسرے کا آنا یہاں اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ کی طرف سے انسان کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں۔

قوموں کی ترقی ظاہری اسباب کی بدولت ہوتی ہے۔ خوش حالی، امن، چین، دولت، قوت، سبھی کچھ ملتا ہے۔ مگر باطنی اسباب یعنی فرشتے وغیرہ برابر ان کی مدد میں لگے رہتے ہیں۔ جب تک کسی قوم کے افراد کی اکثریت اپنا چال چلن درست رکھتی ہے۔ اس قوم کا تنزّل نہیں ہوتا۔ لیکن اکثر افراد کی نیتّیں خراب ہو جائیں تو پھر قوم کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔

قوم کے زوال کی علامتیں دیکھ کر سمجھ جانا چاہیئے۔ کہ اس کے افراد بے ہودہ خیالات اور تباہ کن عادات میں پھنس گئے ہیں۔ اگر اس کا تدارک قوم نے مجموعی طاقت سے کر لیا تو پھر سنبھل جائے گی۔ ورنہ اگر خوابِ غفلت میں محو ہو گئی۔ تو رفتہ رفتہ ادبار اور مصیبت چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور پھر کچھ بنائے نہ بنے گا۔

قانون کی تشریح

وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا
اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا
فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَ مَا لَہُمۡ
تو پھر نہیں ٹلتا اس کے لیے اور نہیں ان کا
مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّالٍ ﴿۱۱﴾
سوا اس کے کوئی والی

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا
اور جب اللہ کسی قوم پر آفت لانی چاہتا ہے
فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَ مَا لَہُمۡ
تو پھر نہیں پھرتی اور اس کے سوا
مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّالٍ ﴿۱۱﴾
ان کا کوئی مدد گار نہیں

یہ پچھلی آیت کا ایک حصّہ ہے۔ اور یہ ساری آیت ملا کر قوموں کے عروج و زوال کا اصل قانون بتاتی ہے اللہ عزوجلّ انسان کی ہر حالت سے واقف ہے۔ جو وہ کہتا ہے خواہ پکار کر کہے یا چپکے سے اللہ اسے سنتا ہے وہ چاہے کہیں ہو۔ اندھیرے میں ہو یا اجالے میں ہو۔ اللہ اس کو برابر دیکھتا ہے۔ پھر اس کے حکم سے فرشتے اس کی ہر حال میں نگہبانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو سن کر ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنا چال چلن درست رکھے۔ ہر حال میں اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے اور یقین کرلے کہ اس کا ہر کام فرشتے لکھ رہے ہیں۔ اس کو ان کا نتیجہ قیامت کے دن بھگتنا ہوگا۔

قوم کی بہبودی کا قانون اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر قوم کے اکثر افراد اپنا چال چلن درست رکھیں گے تو قوم کی حالت درست رہے گی۔ اور اگر اکثر افراد بگڑ جائیں گے تو قوم بگڑ جائے گی۔ اور اس کا وبال ہر شخص پر پڑے گا۔ افراد کی اکثریت کے بگڑنے کے بعد سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ قوم کے زوال کا وقت آگیا ہے۔ اور اللہ عزّوجلّ کا قانون اس کے حکم کے مطابق اس پر جاری ہوگا۔ اس کی بابت آیت میں ارشاد ہے۔ افراد کے اعمال کی شامت کی وجہ سے جب اللہ عزّوجلّ کسی قوم کو گرانے کا ارادہ کرلے تو پھر اسے اس کے غضب سے کوئی بچانے والا نہیں ۞

خوف اور امید

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا
وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی ڈراونی
وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ
اور امید بھری اور اٹھاتا ہے بادل
الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ
بوجھل اور تسبیح کرتا ہے رعد اس کی خوبیوں کے ساتھ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ
اور فرشتے اور اس کے ڈر سے اور بھیجتا ہے
الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ
کڑک دار بجلیاں پس گراتا ہے ان کو جس پر چاہے
وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ
اور وہ جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں اور وہ
شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾
سخت ہے گرفت میں

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا
وہی ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے ڈراونی
وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ
اور امید بھری اور بھاری بادل
الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ
اٹھاتا ہے اور گرجنے والا اس کی خوبیاں پڑھتا ہے
وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ
اور سب فرشتے اس کے ڈر سے اور بھیجتا ہے
الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ
کڑک دار بجلیاں۔ پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے
وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ
اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں اور اس
شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾
کی پکڑ سخت ہے

وہ نفع اور نقصان دونوں پہنچا سکتا ہے۔ تم بجلی کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہو۔ تمہارے دل اس سے دہشت بھی کھاتے ہیں اور بڑے بڑے فائدے پہنچنے کی امید بھی رکھتے ہیں۔ اللہ اس کے ساتھ بھاری بھاری موسلا دھار مینہ والے بادل آسمان پر اٹھاتا ہے۔ کڑک کی آواز سنتے ہو۔ یہ فرشتہ ہے جو اللہ کی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ باقی فرشتے سہم کر اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ کڑک کے ساتھ کبھی بجلی بھی اللہ جس پر چاہے گرا دیتا ہے۔ باوجود ان کھلم کھلا نشانیوں کے لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور رسولوں کا کہنا نہیں مانتے۔ یاد رکھو اللہ کی پکڑ سخت ہے ؛

پکارنا کسے چاہیئے

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

اسی کے لیے ہے پکارنا ٹھیک — جن کو — پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ

اسے چھوڑ کر — وہ نہیں جواب دیتے — انہیں — کچھ

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ

مگر جیسے کہ پھیلانے والا ہے — دونوں ہاتھ کا — پانی کی طرف — تاکہ پہنچ جائے

فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا

اس کے منہ تک — اور نہیں — وہ — اسے پہنچنے والا — اور نہیں

دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

پکار — کافروں کی — مگر — گمراہی میں۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

اسی کا پکارنا سچ ہے اور جن لوگوں کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کے کچھ کام نہیں آتے مگر جیسے کسی نے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے کہ اس کے منہ تک آپہنچے اور وہ اس تک کبھی نہ پہنچے گا۔ اور کافروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی ہے

ارشاد ہے کہ جب تم نے سُن لیا کہ نفع اور نقصان صرف اللہ عزوجلّ ہی پہنچا سکتا ہے اس کے سوا کچھ کسی کے بس میں نہیں تو اب بتاؤ کہ مدد کے لیے کسے پکارنا چاہیئے۔ جب یہ حقیقت واضح ہوگئی۔ کہ ساری چیزوں کا جاننے والا صرف وہی ہے اور چھپے اور کھلے سارے حالات سے وہی واقف ہے۔ اسی میں لینے دینے کی طاقت، نقصان اور دکھ، سکھ پہنچانے کی قدرت ہے تو پھر اب دوسروں کو اپنا معبود کیوں بناتے ہو اور ضرورت کے وقت کسی اور کے آگے ہاتھ کیوں پھیلاتے ہو۔ بےبس اور بے اختیار چیزوں کے پکارنے کی تو وہی مثل ہوئی: جیسے کوئی شخص کوئیں، نہر، حوض بلکہ پانی سے بھرے ہوئے مٹکے، گاگر وغیرہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو جاتے اور پانی سے کہے کہ میرے حلق میں آجا۔ وہ لاکھ سر مارے، پانی اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں، اور نہ وہ پانی یہ بتا سکتا ہے کہ اگر مجھے اپنے حلق میں پہنچانا ہے اور پیاس بجھانی ہے تو اس کے لیے تدبیر کرو۔ اور درحقیقت اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام لینا اللہ ہی کو پکارنا ہے۔ ظاہری چیزوں کو دیکھ کر اللہ کو بھول جانا گمراہی ہے۔ سب کام اللہ عزوجلّ ہی بناتا ہے:

کارساز اللہ ہے

اس سورت میں شروع سے یہ بیان کیا جارہا ہے۔ کہ اللہ کی معرفت عقل مند کے لیے آسان ہے۔ کیوں کہ اس عالم میں ہر چیز زبان حال سے اللہ عزّ وجلّ کے وجود کی گواہی دے رہی ہے۔ سورج، چاند ان کی منظّم رفتار عالم کا مجموعی نظام یہ سب انسان کی نگاہ کے سامنے ہے۔ پھر یہ وسیع زمین جو دور دراز تک پھیلی ہوئی ہے جس میں اونچے اونچے پہاڑ جمے ہوئے کھڑے ہیں، دریا بہہ رہے ہیں۔ انواع و اقسام کے پھل مختلف مزوں کے میوے پیدا ہورہے ہیں۔ کبھی دن ہے کبھی رات ہے۔ یہ سب بجاتے خود صانع کی قدرت کا پتہ دے رہے ہیں۔ ہر قسم کی سبزی اپنے اپنے موسموں میں موجود ہوجاتی ہے۔ پھر ختم اور نیست و نابود ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد پھر پیدا ہوجاتی ہے۔ اس سے عقل مند یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اللہ یقیناً موجود ہے۔ اور یہ سب اسی کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ قرآن مجید جو ان مظاہر کو اللہ عزّ وجلّ کے وجود کی قطعی علامتیں بتاتا ہے۔ یقیناً حقیقت کا اظہار کرتا ہے۔ اس لیے اس کی ہر بات بے چون وچرا قابل تسلیم ہے۔ اس نے جو ہمیں بتایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہوگا یہ جھوٹ نہیں ہوسکتا۔

ایسے قادر مطلق کو جس نے یہ سارا کارخانہ بنایا ہے چھوڑ کر کسی اور چیز کے سامنے اپنی التجا لے جانا گمراہی ہے۔ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے اور مادی چیزوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وہ چیزیں ان کا کچھ کام نہیں بنا سکتیں۔ ان سے تم اسی وقت کام لے سکتے ہو۔ جب اللہ عزّ وجل کے مقرر کیے ہوئے قاعدوں کے مطابق ان تک پہنچو۔ اللہ تعالےٰ کو کارساز اور حقیقی پکار سننے والا ماننے بغیر پانی کو پکارنا کہ میرے حلق میں آجا اور میری پیاس بجھا، میووں اور پھلوں سے کہنا کہ اُٹھ کر آؤ اور میرے منہ میں داخل ہوکر میرا پیٹ بھرو زمین کے اجزاء سے کہنا کہ اُٹھ کر میرے مکان بناؤ یہ سب فضول پکار ہے۔ کام جبھی ہوگا۔ جب اللہ تعالےٰ کے مقرر کیے ہوئے قاعدوں سے کام لوگے، ورنہ یوں چیخنا سراسر گمراہی ہے۔ یہی اللہ کا پکارنا ہے، چاہے مانو یا نہ مانو اور وہی چاہے گا تو تمہاری کوشش کامیاب ہوگی۔

اللہ کی تابعداری

وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
اور خالص اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے
وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ
اور زمین میں خوشی سے اور دباؤ سے اور پرچھائیاں ان کی
بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة
صبح اور شام

وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
اور جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے اللہ ہی
وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ
کو سجدہ کرتا ہے خوشی سے اور دباؤ سے اور ان کی
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة
پرچھائیاں صبح اور شام

عالم میں انواع و اقسام کی مخلوقات ہے اور ساری کی ساری اللہ کے مقرر کردہ نظام کے تابع ہے۔ کوئی چیز اس قانون کے باہر نہیں جاسکتی جو اس کے لیے مقرر ہے۔ کوئی اللہ کو مانے یا نہ مانے لیکن ہے اس کے حکم کے ماتحت۔
بعض عقل مند عالم کے اس عجیب نظام کو دیکھ کر اللہ کو پہچان لیتے ہیں اور اس کو دل سے مان لیتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ جب ہم اس مقرر نظام سے نکل نہیں سکتے۔ تو پھر اس کے قائم کرنے والے کا زبان سے اقرار کیوں نہ کریں اور دل سے اس کو یکتا اور وحدہٗ لاشریک لہ کیوں نہ مانیں۔
چنانچہ وہ اپنی پیشانی عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے زمین پر رکھتے ہیں۔ بعض لوگ اللہ کو ماننا ضروری نہیں سمجھتے لیکن وہ بھی اس کے مقرر کیے ہوئے قانون کے سامنے زبردستی سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان کی پرچھائیاں بھی صبح و شام زمین پر پڑتی ہیں اور اپنی اس روش کو بدل نہیں سکتیں یعنی وہ بھی اللہ کے قانون سے باہر نہیں جاسکتیں اور زبانِ حال سے اقرار کر رہی ہیں۔ انسان ایسی مخلوق ہے جو ارادہ اور اختیار رکھتی ہے۔ اس لیے اسے علاوہ بریں اس کے سامنے اپنے ارادے اور اختیار سے بھی سر جھکانا چاہیئے۔
یہ آیت سجدہ ہے جو اس کو پڑھے یا سنے اسے سجدہ کرنا چاہیئے۔

توحید

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط
کہہ کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا
قُلِ اللّٰهُ ط قُلْ اَ فَاتَّخَذْتُمْ
کہہ اللہ ہے کہہ کیا پس بناتے ہو تم
مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ
اس کو چھوڑکر حمایتی جو بس نہیں رکھتے
لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط
اپنی جانوں کے لیے نفع پر اور نہ نقصان پر

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط
پوچھ آسمان اور زمین کا رب کون ہے
قُلِ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ
کہہ دے اللہ ہے کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا ایسے
مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ
حمایتی پکڑے ہیں جو اپنے بھلے اور
لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط
بُرے کے مالک نہیں

ہر شخص کے دل میں یہ سوال کبھی نہ کبھی ضرور خلفشار پیدا کرتا ہے کہ یہ آسمان اور زمین آخر کس نے بنائے اور ان کا تھامنے والا اور پرورش کرنے والا کون ہے؟ اس لیے اس آیت میں یہ سوال اور اس کا صحیح جواب دونوں ایک ساتھ آمنے سامنے رکھ دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ اسی کے اوپر اس کی اپنی پریشان خیالی کا علاج موقوف ہے۔ اس کو ادھر اُدھر بھٹکتے پھرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود اپنی احتیاج کی وجہ سے کسی اپنے سے قوی تر کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ اس لیے اسے صاف صاف بتا دیا گیا۔ کہ اللہ آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے۔ اور ساری کائنات انہیں کے اندر محصور ہے۔ اور سب پر اسی کا حکم جاری ہے۔ انسان کی ساری ضرورتیں اسی کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔ آسمان سے مینہ برستا ہے، اس کی بدولت زمین سے پھل، غلے، ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر انسان اللہ کو چھوڑ کر اور کسی کا سہارا کیسے لے سکتا ہے۔ عالم کی کوئی چیز اسے خود بہ خود نفع نہیں پہنچا سکتی نہ ضرر دے سکتی ہے۔ اس کے سوا پھر کسی کو اپنا مددگار کیسے مانا جا سکتا ہے؟

صاف فیصلہ

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ
کہہ کیا برابر ہے اندھا اور سوانکھا
اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ
یا کیا برابر ہیں اندھیرے اور اُجالا
اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا
یا بناتے ہیں اللہ کے لیے شریک کہ پیدا کیا انہوں نے
كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ
اس کی خلق کی طرح پس مل جل گئی خلق ان پر
قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ
کہہ اللہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہے
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾
یکتا زبردست

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ
کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے
اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ
یا اندھیرا اور اجالا کہیں برابر ہے
اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا
کیا انہوں نے اللہ کے لیے شریک ٹھیرائے ہیں کہ انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے
كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ
جیسے اللہ نے پیدا کیا پس ان کے نظر میں پیدائش مشتبہ ہو گئی
قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ
کہہ دے اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾
اکیلا زبردست

ارشاد ہے کہ جب اللہ کے برابر کوئی عالم نہیں اور نہ کسی میں اس جیسی قدرت تو پھر کسی کو اس کے برابر ٹھیرانا ایسا ہی ہے جیسے نابینا اور بینا کو ایک دوسرے کے برابر قرار دینا یا اندھیروں کو اجالے کا ہم پلہ ماننا کیا کسی اور نے بھی اللہ عزوجل کی طرح کوئی مخلوق بنائی ہے؟ جب کسی اور نے کوئی ایسی مخلوق بنائی ہی نہیں تو پھر اب شبہ کی گنجائش کہاں رہی، جس نے بنائی وہی پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ وہ اعلان کر دیں کہ ہر چیز کا بنانے والا اللہ ہے۔ اور وہ ذات وصفات میں یکتا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں۔ اور اسی کے تصرف میں دنیا کی ساری چیزیں ہیں:

کوڑا کرکٹ

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ

اتارا اس نے آسمان سے پانی پس بہے

اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ

ندی نالے اپنے اپنے اندازے سے پھر اٹھا لیا نالے کی رَو نے

زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ

جھاگ جمع ہونے والا اور اس سے کہ جلاتے ہیں

عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ

جس پر آگ حاصل کرنے کو زیور یا

مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ

سامان جھاگ ہیں اسی جیسے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ

اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر نالے بہنے

اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ

لگے اپنی اپنی مقدار کے موافق پھر وہ نالہ پھولا ہوا

زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ

جھاگ اوپر لے آیا اور جس کو آگ میں زیور یا

عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ

اسباب کے واسطے دھونکتے ہیں اس میں بھی

مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ

ویسا ہی جھاگ ہے

اس آیت میں ایک واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جس سے آگے حق اور باطل کی اصلیت واضح کی جائے گی۔ ارشاد ہے کہ اللہ آسمان سے بارش برساتا ہے۔ پانی نیچی زمینوں میں جمع ہو کر بہنے لگتا ہے۔ آگے چل کر اس پانی کی سطح پر بہت سا کوڑا کرکٹ جمع ہو جاتا ہے اور پانی کو ڈھانک کر اس کے ساتھ ساتھ بہنے لگتا ہے۔ اسی طرح زیور یا اور سامان بنانے کے لیے کچی دھات کو آگ پر پگھلاتے ہیں۔ تو اس کی سطح پر میل کچیل جھاگ وغیرہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہی حال شربت وغیرہ پکانے کے وقت ہوتا ہے کہ اس پر میل جمع ہو جاتی ہے۔ پانی کا یہ کوڑا کرکٹ دھات وغیرہ کی یہ اوپر کی میل کچیل نکمی اور بیکار چیزیں ہیں، ان کو قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا۔ اصل چیز جو کام کی ہے اور جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے۔ وہ پانی یا دھات ہے جو ان کوڑے کرکٹ اور پھولے ہوئے جھاگوں کے نیچے ہے چنانچہ ان اوپری چیزوں کو پھینک دیا جاتا ہے اور کام کی چیز کام میں آتی ہے یہ کوڑا کرکٹ اور جھاگ خواہ بظاہر اصل چیز کو بالکل ڈھانپ لیں اور اس کے اوپر چھا جائیں آخر کار مٹ جاتے ہیں اور اس کے نیچے اصل چیز رہ جاتی ہے:

حق اور باطل

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬

اس طرح بیان کرتا ہے اللہ سچے اور جھوٹے کو

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ

پس لیکن جھاگ سو جاتا رہتا ہے پھک پھکا کر

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ

اور لیکن جو نفع دیتا ہے لوگوں کو پس ٹھہر جاتا ہے

فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ

زمین میں اس طرح بیان کرتا ہے اللہ

الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾

مثالیں

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬

اللہ حق اور باطل کو یوں بیان کرتا ہے

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ

سو وہ جھاگ تو سوکھ کر جاتا رہتا ہے

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ

اور وہ جو لوگوں کے کام آتا ہے وہ زمین میں

فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ

باقی رہتا ہے۔ اللہ اس طرح مثالیں بیان

الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾

کرتا ہے

يَضْرِبُ (بیان کرتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے ضَرْبٌ سے۔ ضرب کے معنی مارنا، چوٹ لگانا، ٹھوک پیٹ کر مضبوط کرنا، قدم جما جما کر چلنا، زوردار طریقے سے کسی چیز کو بیان کرنا یہاں یہی پچھلے معنی مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزّوجلّ انسان کو سمجھانے کے لیے ایسی ہی مثالیں بیان کرتا ہے۔ اس سے سمجھ لو کہ کام کی چیزوں کے ساتھ نکمی چیزیں اور سنہری چیزوں کے ساتھ گندی چیزیں دنیا میں برابر دیکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح حق کے ساتھ باطل، ایمان کے ساتھ شک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور کچھ دن چلتے ہیں لیکن انجام کار حق کے سامنے باطل نہیں ٹھہرتا۔ ایمان کے مقابلے میں کفر غارت ہو کر رہتا ہے یقین شک و شبہات سے پاک ہو جاتا ہے جیسے ندی نالوں کے جھاگ پانی کے زور میں اِدھر اُدھر پھینک دیئے جاتے ہیں اور اصل چیز یعنی صاف پانی زمین میں ٹھہر جاتا ہے اور زمین کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اسی طرح حق انسان کے کام آتا ہے۔ ایمان نفع پہنچاتا ہے یقین دل کو قوی کرتا ہے اور باطل کفر اور شبہات ختم ہو جاتے ہیں۔

انجام

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِ رَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؔ

ان لوگوں کے لیے جنہوں نے بات مانی اپنے رب کی بھلائی ہے

وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ

اور وہ جنہوں نے نہ مانی بات اس کی اگر یہ ہو کہ

لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ

ان کے پاس جو زمین میں ہے سب ہو اور اتنا ہی

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ

اس کے ساتھ تو بدلہ میں دیدیں اس کو وہی ہیں جن کے لیے

سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ

بُرا حساب ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَ بِئْسَ الْمِهَادُ۠ (۱۸)

اور وہ بُرا بستر ہے

وقف النبی علیہ السلام

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؔ

جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا ان کے لیے بھلائی ہے

وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ

اور جنہوں نے ان کا حکم نہ مانا اگر ان کے پاس

لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ

جو کچھ زمین میں ہے سارا ہو اور اتنا ہی

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ

ان کے ساتھ اور تو سب دے ڈالیں اپنے بدلے میں ان لوگوں کے

سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ

لیے بُرا حساب ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ۠ (۱۸) ع ۸/۱۱ النصف

اور وہ بُرا بچھونا ہے

ارشاد ہے کہ جو لوگ رسولوں کے کہنے اور قرآن کی آیات پر غور کرنے سے اصل بات کو مان لیتے ہیں اور اپنے رب کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہیں یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے حق کو پہچان لیا۔ اب یہ ان کو دُنیا اور آخرت دونوں میں بڑا نفع پہنچائے گا لیکن جنہوں نے اپنے رب کی بات نہ مانی مرنے کے بعد وہ خالی ہاتھ ہوں گے وہاں انہیں دنیا کے ساز و سامان کی حقیقت معلوم ہو گی۔ کہ وہ محض کوڑا کرکٹ اور میل کچیل تھا جو اصلی باتوں کے گرد جمع ہو گیا تھا۔ اس دن اگر وہ سارے کا سارا ان کے پاس ہوتا۔ بلکہ اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہوتا۔ تو وہ اس کو اپنی جان عذاب سے چھڑانے کے لیے فوراً دے ڈالتے لیکن اب وہ ان کے پاس کہاں۔ اس دن انہیں اپنی غلطیوں کا کڑا حساب دینا پڑے گا جس میں رعایت کا نام نہ ہو گا آخر دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے جو بُرا ٹھکانہ ہے اور جس میں دُکھ کے سوا کچھ نہیں ۔

عقل کا کام

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

کیا پس وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو اتارا گیا تیری طرف

مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى

تیرے رب کی طرف سے حق ہے اس جیسا ہے جو اندھا ہو

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

بات یہ ہے کہ سمجھتے عقل والے ہی ہیں

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا

وہ جو پورا کرتے ہیں عہد اللہ کا اور نہیں

يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

توڑتے اس سے قول و قرار

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

بھلا کیا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تجھ پر تیرے رب

مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى

کی طرف سے اترا وہ حق ہے اس کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھا ہو

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

سمجھتے وہی ہیں جنہیں عقل ہے

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا

وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں

يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

اور اس عہد کو توڑتے نہیں

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ تم ہی بتاؤ کہ کیا آنکھوں والا اور اندھا برابر ہو سکتا ہے۔ ایک شخص ہے جس کو قرآن کی صداقت صاف نظر آگئی اور اس نے سمجھ لیا۔ کہ واقعی یہ قرآن عظیم جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رب العالمین نے نازل کیا ہے حق ہے۔ کیا یہ شخص اسی جیسا سمجھا جا سکتا ہے جس کی آنکھیں پٹ گئیں اور اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ظاہر بات ہے کہ پہلے نے تو عقل سے وہی کام لیا جو لینا چاہیے تھا۔ در اصل بات کی تہ کو پہنچنے بھی وہی ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں اور اسے بیکار باتوں میں پھنسا کر ڈال نہیں دیتے۔ یہی لوگ ہیں جنہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ سے جو انہوں نے عہد کیا ہے اور جس کی طرف اللہ عزوجل کے رسول اور اس کی کتاب توجہ دلا رہے ہیں اسے پورا کرنا ان کا انسانی فرض ہے۔

یہ لوگ جب ایک دفعہ اس بات کو سمجھ لیتے ہیں تو پھر اس کے خلاف نہیں کرتے اور قول و قرار نہیں توڑتے ظاہر بات ہے کہ ان دونوں گروہوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔

اچھّے لوگ

وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ
اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس کو حکم دیا اللہ نے
بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ
جسے ملانے کا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے
وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَ
اور خوف کرتے ہیں برے حساب کا اور
الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ
وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا طلب کرنے کے لیے خوشی اپنے رب کی
وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
اور قائم رکھا نماز کو

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ
اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کو اللہ نے
بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ
ملانے کو فرمایا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں
وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَ
اور برے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں اور
الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ
وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی خوشی کے لیے
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
اور نماز قائم رکھی

يَصِلُوْنَ (جوڑتے ہیں) مضارع معروف ہے اسی طرح يُوْصَلَ جو اس کے بعد آیا ہے مضارع مجہول ہے دونوں کا مادہ و ص ل ہے وصل کے معنی ہیں ملانا، جوڑنا۔ یہاں اس سے مراد صلہ رحمی ہے یعنی قرابت داروں سے میل جول قائم رکھنا۔

سُوْٓءَ الْحِسَابِ (بری طرح کا حساب) سوء کے معنی برے کے ہیں۔ برا حساب وہ ہے جس میں سختی سے کام لیا جائے اور ذرا رعایت نہ کی جائے۔ یہ لفظ پہلے رکوع کے آخر میں بھی آیا ہے۔

وہ اپنے تعلقات دوسروں سے اسی طرح قائم کرتے ہیں جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے وہ اس کے غضب سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ انہیں خوف رہتا ہے کہ کہیں ان کے ساتھ حساب آخرت میں سختی نہ ہو۔ وہ لوگ جو ہر حالت میں صبر سے کام لیتے ہیں اور اس سے مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ مقصد نہیں ہوتا کہ لوگ انہیں بہادر مستقل مزاج سمجھیں اور شاباش دیں اور وہ لوگ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

اچھی خصلتیں

وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا
اور خرچ کیا اس سے جو دیا ہم نے انہیں چھپے
وَّ عَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ
اور کھلے اور ٹال دیتے ہیں نیکی کے ساتھ
السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
برائی کو یہی ہیں جن کے لیے
عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾
آخرت کا گھر ہے

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا
اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کیا پوشیدہ
وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ
اور ظاہر اور وہ برائی کے مقابلے
السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
میں بھلائی کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے
عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾
آخرت کا گھر ہے

ارشاد ہے کہ جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس میں سے اللہ کی راہ میں اوروں سے چھپا کر یا اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو اوروں کو جتا کر خرچ کرتے رہتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ کوئی برائی کرے تو اس کے بدلے میں اس کے ساتھ برائی نہیں کرتے بلکہ بھلائی کر کے مناسب طریقے سے اُسے ٹال جاتے ہیں۔ انہی کے لیے آخرت کی زندگی کا آرام لکھا ہوا ہے اور وہ ان مشقتوں کے بدلے جو انہوں نے اللہ کے حکم بجا لانے میں صبر کے ساتھ دنیا میں برداشت کی ہیں ہمیشہ راحت میں رہیں گے۔

اس رکوع کے شروع سے یہاں تک اچھے لوگوں کی صفتیں بتائی ہیں اور کہا ہے کہ ان لوگوں کو آخرت میں آرام و راحت کی زندگی نصیب ہوگی وہ صفتیں یہ ہیں (۱) کلمہ طیبہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ان کا عہد ہو جاتا ہے۔ اسے پورا کرتے ہیں اور اسے کبھی نہیں توڑتے (۲) اپنے تعلقات اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق قائم کرتے ہیں (۳) اللہ کے غضب سے ڈرتے ہیں (۴) انہیں قیامت کے حساب کا اندیشہ رہتا ہے (۵) اللہ کو راضی کرنے کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں (۶) نماز باقاعدہ پڑھتے ہیں (۷) صدقہ دیتے ہیں (۸) برائی کے بدلے بھلائی کرتے ہیں۔

بھلائی کا پھل

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ
باغات رہنے کو داخل ہوں گے ان میں وہ اور جو نیک تھے
مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
ان کے بزرگوں میں اور ان کی بیویوں میں اور ان کی اولاد میں
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ
اور فرشتے داخل ہوں گے ان پر ہر
كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ
دروازے سے سلام تم پر بعوض اس کے کہ تم نے صبر کیا
فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾
پس خوب ہے پچھلا گھر

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ
باغ ہیں رہنے کے وہ ان میں داخل ہوں گے اور جو ان کے
مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
باپ دادوں میں اور بیویوں میں اور اولاد میں نیک ہوئے
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ
اور فرشتے آئیں گے ان کے پاس
كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ
ہر دروازے سے کہتے ہوئے۔ سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کے بدلے
فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾
سو عاقبت کا گھر خوب ملا

عَدْنٍ (رہنا) مصدر ہے جس کے معنی رہنا سہنا ہیں معدن اسی سے بنا ہے جس کے معنی کسی چیز کے ٹھکانے اور مکان کے ہیں۔

ارشاد ہے کہ وہ لوگ آخرت میں باغوں کے اندر رہیں گے جن میں دنیا کے باغوں سے کہیں زیادہ نعمتیں میسّر ہوں گی اور جس قسم کے پھلوں اور میووں کو جی چاہے گا آزادی اور افراط کے ساتھ انہیں ملیں گے۔ اور پھر ان کو اپنے قریبی رشتہ داروں کا ساتھ بھی نصیب ہوگا۔ ان کے باپ دادا، بیویاں اور اولاد سب کے لیے یہی ہے۔ وہاں دنیا کی قرابت اسی حد تک مانی جائے گی۔ جہاں تک نیکی اور پرہیزگاری کے ساتھ ہوگی۔ فرشتے ہر طرف سے جوق در جوق جنّت والوں کے پاس آئیں گے۔ اور ان کو کامیابی پر مبارک باد دیں گے۔ کہیں گے تم نے دنیا میں اللہ کے احکام بجا لانے اور وہاں کی عارضی تکلیفیں اٹھانے میں جو صبر سے کام لیا تھا۔ اس کے بدلے یہاں کی سلامتی، خوشی اور خرمی مبارک ہو۔ اور یہ گھر اس دنیا سے کتنا اچھا ہے۔

دوسرا گروہ

وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ

اور جو لوگ توڑتے ہیں اللہ کا عہد اس کے

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ

مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس کو جسے حکم دیا اللہ نے

بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

ساتھ اس کے جوڑنے کا اور فساد کرتے ہیں ملک میں

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ

یہ لوگ ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے

سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

بُرا گھر ہے

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ

اور جو لوگ اللہ کا عہد مضبوط کرنے کے بعد

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ

توڑتے ہیں اور اس چیز کو جسے اللہ نے جوڑنے

بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

کو کہا قطع کرتے ہیں اور ملک میں فساد اٹھاتے ہیں

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ

ان لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے

سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

بُرا گھر ہے

اس سے پہلی آیتوں میں نیک لوگوں کی نشانیاں بتلا کر فرمایا تھا۔ کہ ان کو مرنے کے بعد آخرت میں چین آرام نصیب ہوگا۔ اس آیت میں دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر ہے جو ان کی بالکل ضد ہیں۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے ساتھ عہد و پیمان کر کے اس سے پھر گئے اور جسے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کو کہا ہے اسے توڑتے رہے۔ ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتے پھرے یہ بُرے لوگ ہیں ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ ان پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار برس رہی ہوگی۔ اور ان کو رہنے کے لیے بہت بُری جگہ ملے گی جہاں سوا دکھ اور رنج کے اور کچھ نہ ہوگا۔

نیکوں کی سب سے پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں بُرے لوگ وہ ہیں جو اس عہد و پیمان سے پھر گئے۔ اس کے لیے مختصر الفاظ ایمان اور کفر ہیں۔ عہد پورا کرنے والے وہ ہیں۔ جو ایمان لے آئے اور عہد توڑنے والے وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ باقی صفات انہیں دونوں صفتوں پر موقوف ہیں۔ ایمان کے ساتھ نیکی سے جنت ملے گی کفر کے ساتھ نیکی بھی بیکار ہے۔

دُنیا و آخرت

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ
اللہ فراخ کرتا ہے روزی جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے
وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ؕ وَمَا الْحَیٰوۃُ
اور خوش ہیں وہ زندگی سے دُنیا کی اور نہیں زندگی
الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾
دنیا کی سامنے آخرت کے مگر تھوڑی سی پونجی

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ
اللہ جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے
وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ؕ وَمَا الْحَیٰوۃُ
اور وہ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہیں اور آخرت کے آگے
الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ ع ۳ / ۹
دُنیا کی زندگی کچھ نہیں مگر متاع حقیر

ایک شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ کافر دنیا میں خوش حال کیوں نظر آتے ہیں اور اکثر ایمان دار تنگی ترشی کے ساتھ کیوں بسر کرتے ہیں۔

بعض لوگ اس سے یہ رائے قائم کرتے ہیں۔ کہ اللہ پر ایمان لانا معاذ اللہ فضول ہے۔ اس آیت میں اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی خوش حالی اور تنگ دستی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول یا مردود ہونے کی نشانی نہیں ہے۔ دنیا میں مال و دولت، عزت منصب اور جاہ کے لیے اللہ نے الگ قاعدے مقرر کر رکھے ہیں۔ ان کی رُو سے وہ جس کو چاہے ڈھیروں مال دے دے، جس کو چاہے نپا تلا رزق عطا فرمائے۔

ان کا دنیا کی خوشحالی پر پھول جانا اور بدحالی پر ناک بھوں چڑھانا اس وجہ سے ہے۔ کہ یہ دُنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور آخرت کی زندگی کو یا تو بالکل نہیں مانتے یا کچھ زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ حالانکہ آخرت کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کچھ بھی نہیں۔ اس زندگی کا کیا بھروسہ ہے، آج مرے کل دوسرا دن۔ اس لیے یہاں کے مال و دولت کے انبار کوئی حقیقت نہیں۔

انسان کے لیے اتنا ہی کافی ہے جس سے اس کی وقتی ضرورت رفع ہو جائے۔ زیادہ دولت جمع کرے گا تو اس کے کس کام آئے گی۔ آخر ایک دن مر جائے گا اور سب کچھ یہیں چھوڑ جائے گا۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ لہٰذا اس کے لیے سامان کرنا چاہیئے۔

وہی ربّ

وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے کیوں نہ اتاری گئی

عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ

اس پر نشانی اس کے رب کی طرف سے کہہ تحقیق

اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْٓ

اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے

اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾

اپنی طرف اسے جو رجوع کرے

وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

اور کافر کہتے ہیں ان پر اس کے رب کی طرف سے کوئی

عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ

نشانی کیوں نہ اتری کہہ دے بے شک

اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْٓ

اللہ جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے اور جو رجوع کرے اس کو

اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾

اپنی طرف راہ دکھاتا ہے

اس سے پہلے ذکر تھا کہ اللہ کو نہ ماننے والے ساتھیوں سے بے مروّتی کرنے والے اپنے نفع کی خاطر دنیا میں فساد برپا کرنے والے بدقسمت لوگ ہیں۔ ان کا دنیا میں خوشحال ہونا ان کے اچھا ہونے کی علامت نہیں ہے اور نہ اللہ کے ماننے والوں کا دنیا میں تنگدست ہونا ان کے بُرے ہونے کی علامت ہے اصل بات آخرت کی کامیابی ہے اور یہ انہیں کو نصیب ہو سکتی ہے۔ جو اللہ کو مانتے اور اس کے کہنے کے مطابق اپنے اعمال درست کرتے ہیں اور دنیا کی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ کافر لوگ یہ کہتے رہتے ہیں کہ اگر تو رسول ہے تو جو ہم کہیں وہ نشانی دکھا، ورنہ ہم کیسے مان لیں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دے کہ ایسی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری قسمت میں ہدایت ہی نہیں۔ میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ کو یہی منظور ہے کہ تم راندۂ درگاہ ہو جاؤ۔ تمہاری طبیعت کی سختی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ ہی رکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ بہت سے نیک طبیعت لوگ قرآن مجید سنتے ہی اللہ کی طرف جھک گئے اور کوئی نشانی طلب نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ قاعدے کے مطابق ایسے ہی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے جو اس کا کلام سن کر اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائیں اور اسی سے اللہ کو پہچان کر اس کو اپنا معبود اور رب مان لیں:

رجوع کی نشانی

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ
وہ لوگ جو ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں ان کے دل
بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ
اللہ کی یاد سے سن رکھو اللہ ہی کے ذکر سے چین پاتے ہیں
الْقُلُوْبُ ؕ (۲۸) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
دل جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے انہوں
الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ
نے اچھے خوشحالی ہے ان کے لیے اور اچھائی
مَاٰبٍ (۲۹)
ٹھکانے کی

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ
وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی
بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ
یاد سے چین پاتے ہیں سنتا ہے دل اللہ کی یاد ہی سے چین
الْقُلُوْبُ ؕ (۲۸) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
پاتے ہیں جو لوگ ایمان لاتے اور انہوں نے
الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ
اچھے کام کیے ان کے واسطے خوشحالی اور اچھا
مَاٰبٍ (۲۹)
ٹھکانا ہے

ارشاد ہے کہ جو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے کلام کو دھیان سے سنتے ہیں وہی وہ لوگ ہیں جو اللہ عزوجل پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے کلام اور نام کو قرآن مجید میں سن کر ان کے دل میں سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید کے سننے سے اور اس کے معنی پر غور کرنے سے یقیناً دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے خوشخبری اور نیک انجام ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اللہ کو پہچانا اور پھر وہی کام اختیار کیے جن کو اللہ نے اچھا کہا ہے۔

انسان کے لیے فطرتاً ضروری ہے کہ کسی شغل میں جی لگائے اور پریشانی کے وقت اس کا سہارا ڈھونڈھے لیکن ایک ایسی حالت بھی آتی ہے کہ اسے کوئی شغل اچھا نہیں معلوم ہوتا اور دل کی گھبراہٹ نہ یار دوستوں کے ملنے سے جاتی ہے۔ نہ گانے بجانے کھیل تفریح سے سکون نصیب ہوتا ہے۔ دل کا اصل اطمینان اسی آدمی کو نصیب ہوتا ہے جو قرآن مجید کی آیتوں پر غور کرنا اپنا شغل ٹھیرائے اور اللہ عزوجل کو ہر وقت یاد رکھے ایسے خوش قسمت شخص کے آگے پریشانی کھڑی نہیں رہ سکتی۔

رحمٰن اللہ ہی ہے

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ
اسی طرح بھیجا ہم نے تجھ کو ایک امت میں کہ گذر چکی ہیں
مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ
اس سے پہلے امتیں تاکہ پڑھے تو ان پر
الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ
وہ جو وحی کی ہم نے تیری طرف اور وہ
يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ
کفر کرتے ہیں رحمٰن کے ساتھ کہہ وہی میرا رب ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ
نہیں کوئی معبود مگر وہ اسی پر میں نے بھروسا کیا اور
اِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾
اسی کی طرف لوٹنا ہے میرا

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ
اسی طرح ہم نے تجھ کو ایک امت میں بھیجا کہ جس کے
مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ
پہلے امتیں گذر چکی ہیں تاکہ جو حکم ہم نے تیری طرف
الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ
بھیجا تو ان کو سنا دے اور وہ
يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ
رحمٰن سے منکر ہوتے ہیں تو کہہ میرا رب وہی ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ
اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسا کیا ہے
اِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾
اور اسی کی طرف رجوع کر کے آتا ہوں۔

مَتَابِ: میرا لوٹنا۔ اصل میں مَتَابِی ہے۔ وقف کی وجہ سے ی گر گئی۔ مَتَاب مصدر میمی ہے توبہ سے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جیسے پہلی امتوں میں مسلم اور کافر دونوں طرح کے آدمی گذرے ہیں اسی طرح اس امت میں بھی بعض تیری بات نہیں مانیں گے۔ ہم نے اچھوں کی ہدایت کے لیے تجھ کو رسول بنا کر بھیجا۔ تاکہ تو ان کو قرآن مجید جو ہم نے وحی کے ذریعے تیری طرف نازل کیا پڑھ کر سنا دے۔ اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ منکر اس کو سنیں یا نہ سنیں۔ یہ لوگ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دے کہ یہی میرا رب ہے۔ اور یہ وہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں۔ اور میرے ہر کام میں وہی سہارا ہے۔ اس لیے اسی سے التجا کرتا ہوں۔

اللہ کی صفتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ والوں کو قرآن مجید کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنانی شروع کیں۔ تو اُس وقت لوگوں کے دو گروہ تھے۔ ایک ان میں وُہ تھے جو اللہ کا نام تو لیتے تھے۔ لیکن اس کا وہ مرتبہ نہ مانتے تھے جو درحقیقت ماننا چاہیئے، وہ زیادہ سے زیادہ اس کو بڑا حاکم مانتے تھے جس کے تحت اور چھوٹے چھوٹے کام کرنے والے حاکم ہوں۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگوں کے سارے کام انہیں چھوٹے حاکموں کے ہاتھوں سے طے ہوتے ہیں اور ان کے وسیلے کے بغیر اعلیٰ حاکم تک رسائی مشکل ہے۔

قرآن مجید نے بتایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔ سارے فیصلے اسی کے ہاتھ میں ہیں اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کی چیزیں وہی دیتا ہے۔ اس کے بہت سے نام ہیں۔ وہ قادر ہے۔ وہ خالق ہے۔ رحمٰن ہے۔ رب ہے۔ وہاب ہے۔ رحمٰن کے معنی زبان دان ہونے کی وجہ سے وہ ضرور سمجھ ہی گئے ہوں گے یعنی ہر چیز دینے والا وہی ہے۔ اللہ کا یہ تصوّر ان کے مانے ہوئے تصوّر کے خلاف تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہماری ضرورتیں تو یہ چھوٹے معبود پوری کرتے ہیں۔ اگر اللہ کو ہم رحمٰن مان لیں۔ تو پھر یہ چھوٹے معبود بالکل بیکار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے صلح حدیبیہ میں جب عہد نامہ لکھا جانے لگا۔ تو آپ نے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوایا مکّہ والوں نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ اس لیے فقط بسم اللہ یا باسمک اللّٰھم لکھو۔ اس وقت تو ان کی ضد پوری کر دی گئی۔ لیکن قرآن شریف درحقیقت جو سمجھانا چاہتا تھا۔ اس کی توضیح برابر کرتا رہا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ جب تم اللہ کو مانتے ہو تو اس کی صفتوں اور ناموں کو بھی سمجھو۔ ورنہ ماننا نہ ماننا برابر ہے۔ اللہ کا یہ تصوّر ٹھیک نہیں کہ وہ دُنیا کو پیدا کر کے چھوٹے چھوٹے اہلکاروں کو اس کا انتظام سپرد کر کے بیٹھ رہا ہے۔ اب اسے مخلوقات کے روزمرّہ کے کاموں سے کوئی تعلق نہیں اس کو سمجھنا ہے تو یوں سمجھو کہ اسی نے پیدا کیا۔ اور ساری چیزیں بھی اپنی مخلوق کو وہی دیتا ہے اور کسی اور میں یہ طاقت نہیں ؛

معجزے کی غرض

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ

اور اگر ہوتا کوئی قرآن کہ چلائے جائیں اس کے ساتھ

الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ

پہاڑ یا ٹکڑے ٹکڑے کردی جائے اس سے زمین

اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ

یا بولنے لگیں اس سے مردے چھوڑو یہ سب اللہ

الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ

کے ہاتھ میں ہے کام سارا

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ

اگر کوئی قرآن ہوتا کہ اس سے پہاڑ

الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ

چلیں یا اس سے زمین ٹکڑے ہو جائے

اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ

یا اس سے مردے بولنے لگیں تو کیا ہوتا بلکہ سارے کام

الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ

تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں

سُيِّرَتْ: (چلائے جائیں) ماضی کا صیغہ ہے تسییر سے جس کا مادہ س۔ی۔ر ہے سیر کے معنی چلنا، تسییر کے معنی چلانا۔

قُطِّعَتْ: (کاٹی جائے) ماضی کا صیغہ ہے تقطیع سے جس کا مادہ ق۔ط۔ع ہے قطع کے معنی کاٹنا، تقطیع کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دینا۔

اس آیت کو حرف شرط لَوْ سے شروع کیا گیا ہے لیکن شرط کے ساتھ اس کی جزا بیان نہیں کی جو خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے یعنی کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قرآن مجید انہیں یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اللہ کو اس کے مبارک ناموں اور صفتوں کے ساتھ پہچانو، تاکہ تمہیں کفر اور شرک سے نجات حاصل ہو۔ قرآن مجید خاص طور پر انسان کے سامنے اللہ کا صحیح تصور پیش کرتا ہے۔ اللہ کا صحیح تصور قائم کیے بغیر انسان کی زندگی میں اعتدال اور تناسب پیدا نہیں ہوتا۔ جو لوگ قرآن کی آیتیں سن کر اللہ کا تصور درست نہیں کرتے وہ اپنے اوقات ضائع کرتے ہیں۔

اس آیت میں یہی بتایا گیا ہے کہ اللہ کی پہچان کے لیے کسی غیر معمولی یا خلاف عادت بات کے ظہور کی ضرورت نہیں مثلاً مکہ والوں کا یہ کہنا کہ اللہ کی قدرت تو جب معلوم ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پہاڑ کو جگہ سے سرکا دیں، زمین کو پھاڑ کر چشمے بہا دیں، باغ لگا دیں۔ مُردوں کو زندگی بخش دیں کہ وہ بولنے لگیں۔ اس وقت ہم ان کو اللہ کا رسول مان لیں گے۔

مسلمان نہ گھبرائیں

اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ
کیا پس نہیں اطمینان ہوتا ان کو جو ایمان لائے کہ
لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ
اگر چاہتا اللہ تو ہدایت کرتا لوگوں کو سارے
وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ
اور ہمیشہ وہ لوگ جو کافر ہوئے پہنچے گی ان کو
بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا
اس پر جو انہوں نے کیا سخت مصیبت یا اترے گی نزدیک
مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ
ان کے گھر سے یہاں تک کہ آجائے اللہ کا وعدہ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع
تحقیق اللہ نہیں خلاف کرتا وعدہ کے

اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ
سو کیا ایمان والوں کی خاطر جمع نہیں کہ اگر
لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ
اللہ چاہے تو سب لوگوں کو راہ پر لے آئے
وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ
اور منکروں کو ان کے کرتوت پر برابر صدمہ
بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا
پہنچتا رہے گا یا ان کے گھر کے نزدیک
مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ
اترے گا جب تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع ۵
بے شک اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا

ایمانداروں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اگر کافروں کا کہنا کر دیا جائے تو شاید وہ ایمان لے ہی آئیں۔ فی الواقعہ اگر اب بھی ان کے مانگے ہوئے معجزے دکھادیئے جائیں تو یہ ضروری نہیں کہ یہ ایمان لے آئیں۔ ایمان والوں کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اللہ تعالے کو زبردستی راہ راست پر لانا منظور نہیں۔ اس نے انسان کو سمجھ دے کر اپنی نشانیاں اس کے سامنے ظاہر کر دی ہیں۔ اپنی کتاب بھیج دی ہے، رسول بھیج دیا ہے پھر بھی یہ نہ مانیں تو یہ جانیں۔ دنیا میں یہ یاد رکھیں کہ ان کو امن چین نصیب نہ ہوگا۔ ان پر یا ان کے گھروں کے نزدیک مصیبتیں نازل ہوتی رہیں گی جو ان کو پریشان رکھیں گی اور صدمے پہنچاتی رہیں گی۔ پھر ایک دن اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے گا اور یہ پوری طرح کیفر کردار کو پہنچیں گے اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اللہ کا وعدہ

پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان کی ہدایت کے لیے سامان تو سب کچھ مہیا کر دیا گیا ہے لیکن اس کی عقل کو اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ کہ اس کائنات کے خالق اور مالک کو اس کی قدرت اور رحمت اور غضب کی نشانیاں دیکھ کر پہچانے۔ اس کی کتاب اور اس کے رسول کو مانے اور اس کی تعلیمات کو گرہ میں باندھے اور برضا و رغبت اللہ کا مطیع و فرماں بردار رہے۔

ان آیتوں میں یہی سبق عرب کے لوگوں کو خاص طور پر اور دنیا بھر کے انسانوں کو عام طور پر سکھانا مقصود ہے جو لوگ قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر اور پڑھ کر ایمان سے مشرف ہوئے۔ ان کو ارشاد ہے کہ ان کافروں کی انوکھی باتوں کی فرمائش محض بہانہ سازی ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں عقل مند کے لیے کیا کچھ نہیں ہے۔

اس کے بعد کافروں سے کہا گیا ہے کہ یہ بہانہ بازیاں چھوڑو اور سیدھی طرح اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ۔ اس کی کتاب کی بتائی باتوں پر عمل کرو۔ ورنہ یاد رکھو۔ کہ تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا۔ آخرت میں تو جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا ہی لیکن دنیا میں بھی کافر چین سے نہ رہیں گے۔ اور ان پر یا ان کے آس پاس ایسی مصیبتیں نازل ہوتی رہیں گی جن سے ان کا دل دہلتا رہے گا۔ یہ اللہ عزوجل کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ لیکن کافروں نے انہیں کچھ نہ گردانا۔ آخر انہوں نے خود آنکھ سے دیکھ لیا۔ کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ تھوڑے ہی دن کے بعد اللہ نے مسلمانوں کو قوت عطا فرمائی۔ اور مکہ کے کافر لوگ لڑائیوں میں مارے گئے۔ قیدی بنے۔ ذلیل و خوار ہوئے۔ ان کے حامی یہود وغیرہ بھی رسوا ہوئے۔ گھروں سے نکالے گئے۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا اور کافروں کا تھوڑے دنوں میں نام و نشان مٹ گیا۔ عام کافروں کے لیے قیامت تک یہ وعدہ باقی ہے کہ وہ دنیا میں بڑے بڑے حادثوں کا شکار ہوتے رہیں گے۔ اس کے بعد آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوں گے ۃ

سبق عبرت

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور البتہ ہنسی کی گئی رسولوں سے تجھ سے پہلے
فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ
پھر میں نے ڈھیل دی ان کو جنہوں نے کفر کیا پھر میں نے ان کو پکڑا
فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾
پس کیسا تھا میرا بدلہ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور کتنے رسولوں سے تجھ سے پہلے ٹھٹھا کر چکے ہیں
فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ
سو میں نے منکروں کو ڈھیل دی پھر ان کو پکڑ لیا
فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾
سو کیسا تھا میرا بدلہ

اَمْلَيْتُ (مہلت دی میں نے) ماضی کا صیغہ ہے اِمْلَاءٌ سے جو مَلْوٌ سے بنا ہے۔ اسی کا مضارع اُمْلِیْ سورہ الاعراف میں گذر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ اس دُنیا کی ساخت کے مطابق اس کی امید فضول ہے کہ سارے آدمی ایمان لے آویں گے اور سیدھا راستہ اختیار کریں گے۔ دُنیا میں خواہشوں کے پُورا کرنے کی دُھن بہت سے لوگوں کو اس بات سے محروم کر چکی ہے۔ کہ وہ رسولوں کی باتوں پر دھیان دیں پہلے رسولوں سے بھی لوگ اسی قسم کا سلوک کر چکے ہیں۔ انہوں نے ان کی باتیں سننے سے انکار کیا۔ طرح طرح کی ایذائیں انہیں پہنچائیں طعن و تشنیع سے ان کا ناک میں دم کیا اور کھلم کھلا ان کی باتوں کی ھنسی اڑائی۔ کافروں نے اپنے رہنے سہنے کا ایسا طریقہ قائم کر رکھا تھا کہ کوئی شخص دنیا کے دھندوں کے سوا اور کسی طرف رخ ہی نہیں کرتا تھا۔ ھنسی، مزاح، دل لگی، تفریح، روپے پیسے کی آپس میں چھینا جھپٹی۔ ہر ایک کو اپنی من بھاتی چیزوں کے اکٹھا کرنے کی فکر۔ چاہے دوسروں کو تکلیف دے کر ہی ہو، یہی ان کے شغل تھے۔ رسول ان سے ایسی باتیں کہتے تھے جو انہیں ان سارے بے ہودہ شغلوں سے روکنے والی تھیں۔ رسول کہتے تھے کہ اللہ سے ڈرو، خواہشوں کو لگام دو۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔ لوگ کہتے تھے کہ ہم ایسی باتیں سننا نہیں چاہتے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے بھی ان کافروں کو ڈھیل دی جب وہ کسی طرح باز نہ آئے تو آخر ان کو سزا دی۔ اور یہ سزا بہت سخت تھی۔

اللہ کے ساتھ شریک

اَ فَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ

کیا پس وہ جو کھڑا ہے ہر شخص پر

بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ

اس کے ساتھ جو اس نے کمایا اور ٹھیراتے ہیں اللہ کے لیے شریک

قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ

کہہ دے نام لو ان کا

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ

بھلا جو ہر کسی کے سر پہ جو کچھ اس نے کیا ہے لیے کھڑا ہے (اور دوں کے

بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ

برابر ہو سکتا ہے) اور اللہ کے لیے شریک مقرر کرتے ہیں

قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ

کہہ ان کا نام لو

اَ (کیا) ؛ یہ آیت ایک سوال سے شروع ہے لیکن اس کا جواب صاف طور پر بیان نہیں کیا گیا اور نہ سوال ہی مکمل ہے کیونکہ آگے چل کر دونوں آپ ہی پورے طور پر سمجھ میں آجاتے ہیں۔ پورا سوال یہ ہے: کیا دانا اور بینا اور قدرت والے اللہ کے برابر بناوٹی معبود ہو سکتے ہیں ؟ جواب یہ ہے کہ نہیں ؟

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کے علم اور اس کی قدرت کی علامتیں اور مظاہر تمہیں سمجھا دیئے گئے اور دکھلا دیئے گئے۔ وہ تمہارے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ فرمان برداروں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا دے سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں تمہارے بنائے ہوئے معبود نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور اگر بالفرض دیکھتے اور سنتے ہوں تو بھی ان کے بس میں نہ کچھ دینا ہے نہ لینا ہے۔ کیا وہ کسی حیثیت سے بھی اللہ کے برابر ہو سکتے ہیں ؟

پھر اس کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکنے کے کیا معنی ؟ باوجود اس قدر صاف فیصلہ کے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کا نام بھی لیتے جاتے ہیں اور اس کے سوا دوسروں کو پکارتے بھی جاتے ہیں۔ کیا تماشا ہے کہ سننے والے، دیکھنے والے نفع اور ضرر پہنچانے کی پوری طاقت رکھنے والے اللہ عزّ وجلّ کے برابر ان پتھروں، مورتوں اور ستاروں وغیرہ کو ٹھیرا دیا جن میں زندگی کا نام بھی نہیں اور جب زندگی ہی نہیں تو سننے، دیکھنے اور نفع یا ضرر پہنچانے کی طاقت کا ذکر ہی کیا ہے؟ اگر کسی کو ایسا سمجھتے ہو تو اس کا نام تو بتاؤ ؛

واقعہ کے خلاف

اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ	اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ
کیا خبر دیتے ہو تم اس کو اس کی جو وہ نہیں جانتا زمین میں	کیا اس کو بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا زمین میں
اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط بَلْ زُيِّنَ	اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط بَلْ زُيِّنَ
یا باتیں بناتے ہو باعتبار ظاہر کے لفظ سے نہیں بلکہ سجا دیا گیا ہے	یا اوپر ہی اوپر باتیں کرتے ہو یہ نہیں بلکہ
لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا
اس کے لیے جو کافر ہوتے ان کا مکر و فریب اور روک دیئے گئے وہ	منکروں کو ان کے فریب بھلے سمجھا دیے گئے ہیں اور وہ راہ
عَنِ السَّبِيْلِ ط	عَنِ السَّبِيْلِ ط
راہ سے	سے روک دیے گئے ہیں۔

تُنَبِّئُوْنَهٗ (جتلاتے ہو اس کو) مضارع کا صیغہ ہے تَنْبِئَةٌ سے جس کا مادہ ن۔ب۔ء ہے۔ نبار کے معنی خبر کے ہیں۔ پہلے بہت سے لفظ آچکے ہیں جو اسی مادہ سے بنے ہیں یہاں تُنَبِّئُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ تم جتلاتے ہو اور خبر دیتے ہو۔

صُدُّوْا (روک دیئے گئے) ماضی مجہول ہے صَدٌّ سے جس کا مادہ ص۔د۔د ہے۔ صَدٌّ کے معنی روک دینا۔ صُدُّوْا روک دیئے گئے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان عقل کے دشمنوں سے پوچھو کہ کیا تم دانش مندی میں اور سمجھ بوجھ میں اتنے بڑھ گئے ہو۔ کہ عالم الغیب والشہادۃ کو پڑھانے کا دعویٰ کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ ہم اسے ایک ایسی بات بتا رہے ہیں جو اسے معلوم نہیں۔ تمہارا علم تو زمین کی پوری چیزوں کا بھی احاطہ نہیں کرتا۔ عالم بالا کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ زمین کے ذرہ ذرہ سے واقف اللہ کو تم یہ بتانے چلے ہو کہ اسی زمین میں اس کے برابر کا شریک بھی موجود ہے جسے وہ نہیں جانتا؟ یا یوں ہی الل ٹپ شریک کا لفظ رٹے جا رہے ہو اور اس کے مطلب پر غور نہیں کیا؟ اصل بات یہ ہے کہ تمہیں دھوکا ہوا ہے اور اس دھوکے کی ظاہری سجاوٹ نے تمہیں اصل حقیقت سے غافل کر دیا ہے اور تم سیدھے راستے سے نکل گئے ہو اور اس کی طرف لوٹ نہیں سکتے۔

حقیقتِ حال

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ

اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس نہیں اس کو کوئی راہ

هَادٍ (۳۳) لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ

بتانے والا ان کے لیے مار ہے زندگی میں

الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

دنیا کی اور البتہ مار آخرت کی

اَشَقُّ ج وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

زیادہ سخت ہے اور نہیں ان کو اللہ سے

مِنْ وَّاقٍ (۳۴)

کوئی بچانے والا

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ

اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ بتانے والا

هَادٍ (۳۳) لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ

نہیں ان کو مار پڑتی ہے دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

میں اور آخرت کی مار تو بہت

اَشَقُّ ج وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

سخت ہے ان کو اللہ سے بچانے والا

مِنْ وَّاقٍ (۳۴)

کوئی نہیں

:: پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ کافروں کی بدقسمتی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے خیال کو بہت درست اور سوہنا سمجھ بیٹھے ہیں اور دوسرے کی بات کو خواہ وہ کتنی ہی اچھی ہو، خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ ایک دھوکا ہے جس کا نام جہل مرکب ہے اور جو اس میں پھنس جائے، سمجھ لو کہ دونوں جہاں سے گیا گذرا ہوا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے اسے اپنی درگاہ سے پھٹکار دیا اور اسے اس راستہ سے جو اس کی طرف جاتا ہے دور پھینک دیا۔ جب اللہ عزوجل نے کسی کو راندہ درگاہ کر دیا تو پھر اب کس کی مجال ہے جو اس کو سیدھے راستے پر ڈالے۔ یہ لوگ یوں ہی سدا غلط فہمی میں مبتلا رہیں گے مگر یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ان کی زندگی چین سے گذر جائے گی۔ حاشا و کلا ان کو دنیا ہی میں ایسی مار پڑے گی کہ یہ ان خطا ہو جائیں گے اور مرنے کے بعد تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ یہ دیکھ لیں گے کہ دنیا کی مار تو اس مار کے آگے کچھ بھی نہ تھی جو وہ بھگتنے والے ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ اللہ عزوجل کے ہاتھ سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں ::

جنّت اور دوزخ

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

کہاوت جنّت کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں سے

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا

جاری ہیں اس کے نیچے نہریں پھل اس کا

دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ

دائمی ہے اور سایہ اس کا وہ جنّت انجام ہے ان کا جو

اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

بچتے رہے اور انجام کافروں کا آگ ہے

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

جنّت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ ہے

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا

اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں میوہ اس کا

دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ

ہمیشہ ہے اور سایہ بھی یہ ان کا بدلا ہے جو

اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ڈرتے رہے اور منکروں کا بدلہ آگ ہے

جو چیز کسی نے نہ دیکھی ہو نہ سنی۔ اس کا سمجھانا آسان کام نہیں۔ جنّت اور جہنّم کی اصلی کیفیّت بیان نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے لیے الفاظ ہی دُنیا کی زبانوں میں نہیں۔

قرآن مجید نے اس کے لیے وہ الفاظ عربی زبان سے چُن لیے جو دُنیا میں اچھی سے اچھی حالت کو ظاہر کرتے ہیں اور پھر کہہ دیا کہ اس سے تم کچھ جنّت کا تصوّر قائم کر سکتے ہو۔ اسی طرح وہ الفاظ جو دکھ اور درد کو ظاہر کرتے ہیں جہنم کی حالت بیان کرنے کے لیے چُن لیے تاکہ جہنم کا کچھ تصوّر حاصل ہو جائے۔

اس آیت میں جنّت اور جہنم کا ذکر ہے اور ان کا ذکر مَثَل کے لفظ سے شروع کیا گیا ہے۔ مَثَل کسی چیز سے ملتی جلتی چیز کو کہتے ہیں۔ دنیا میں جنّت سے ملتی جلتی چیزیں یہی ہیں۔ باغ، نہریں، تازہ بتازہ پھل اور میوے، دھوپ اور تپش سے پناہ اور پھر ان کا ہمیشہ قائم رہنا۔ انہیں کو اس کا بیان کرنے کے لیے اختیار کیا گیا۔ اسی طرح جہنم کو آگ انتہائی حرارت، تپش اور گرمی کا مقام کہا گیا ہے۔ یہ بھی انتہائی تکلیف دہ چیزیں سمجھی جاتی ہیں یہی جہنّم کی تصویر ہے۔

آخر میں کہا گیا ہے کہ یہ ہمیشہ آرام کی چیزیں انجام کار پرہیزگاروں کو ملیں گی۔ اللہ کے تمام نافرمان لوگ سوا آگ میں جلتے رہنے کے اور کچھ نہ پائیں گے ؛

رسول کی شان

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ
اور وہ لوگ کہ دی ہم نے ان کو کتاب خوش ہوتے ہیں اس سے
اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ
جو اُترا تیری طرف اور بعض فرقے ہیں جو انکار کرتے ہیں
بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ
اس کی بات کا کہہ دے بات یہی ہے کہ حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ
اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ
عبادت کروں اللہ کی اور نہ شریک کروں اس کا اسی کی طرف
اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ (۳۶)
بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ
اور وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی اس سے جو
اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ
تجھ پر نازل ہوا خوش ہوتے ہیں اور بعض فرقے
بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ
اس کی بعض بات نہیں مانتے کہہ مجھ کو یہی حکم ہوا
اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ
ہے کہ اللہ کی بندگی کروں اور اس کا شریک نہ کروں اسی کی
اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ (۳۶)
طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے

قرآن حکیم کے نازل ہونے کے وقت مکہ کے لوگوں میں سے کچھ تو پہلے ہی سے کفر اور شرک سے بیزار تھے۔ وہ تو سنتے لیے ساتھ ہی اس کے گرویدہ ہو گئے۔ ان کے علاوہ یہود و نصاریٰ میں بھی پاک طینت لوگ قرآن مجید کی آیتیں سن کر خوش ہوتے گو بعض لوگ قرآن مجید کی بعض باتوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کیوں کہ ان سے وہ اپنا بنا بنایا کھیل بگڑتا دیکھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اس میں سے وہ باتیں جو ان کے دنیاوی مفاد کے خلاف ہیں نکال دی جائیں تو یہ بہت اچھی کتاب ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کا رویہ بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ حق کسی کے خاص مفاد کا تابع نہیں ہوتا وہ صرف نوع انسان کا مفاد دیکھتا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ خالص اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور میرا سہارا وہی ہے وہی میری مدد کرے گا۔

قرآن کا فیصلہ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَ

اور اسی طرح نازل کیا ہم نے اس کو فیصلہ بنا کر عربی میں اور

لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا

البتہ اگر پیروی کرے تو ان کی خواہشوں کی بعد اس کے کہ

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ

آچکا تیرے پاس علم سے نہیں تیرے لیے اللہ کے مقابلے میں

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾

کوئی حمایتی اور نہ بچانے والا

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَ

اور اسی طرح ہم نے یہ کلام عربی زبان میں حکم اتارا ہے اور

لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا

اگر تو ان کی خواہش کے مطابق چلے۔ اس علم کے بعد جو

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ

تجھے پہنچ چکا تو تیرا اللہ سے کوئی

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

حمایتی اور بچانے والا نہیں

اس سے پہلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ لوگ سچائی کے اور حق کے طالب کم ہیں، ہر ایک اپنے مفاد کو دیکھتا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ مجھے نہ کسی کے مفاد سے غرض ہے اور نہ کسی کو نقصان پہنچانا میرا مطلب ہے میں تو ہر ایک کو اللہ وحدہ لا شریک کی طرف بلاتا ہوں اور خود صرف اسی سے کام رکھتا ہوں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول قرآن حکیم کا یہ فیصلہ ہے جو تجھے سنا دیا گیا ہے۔ قرآن مجید ایسے ہی فیصلے صادر کرنے کے لیے عربی زبان میں تیری طرف اور تیری معرفت تمام انسانوں کی طرف نازل ہوا ہے۔ عربی میں اس لیے کہ خود تیری اور تیری قوم کی زبان عربی ہے۔ حق اور صدق اس لیے کہ بلا رو رعایت جو کہنا مناسب ہے کہتا ہے۔ تجھ کو تیری قوم کو اور طالبانِ حق کو لازم ہے کہ حق بات جو اس قرآن عظیم کی معرفت تم سب کی طرف اتاری گئی ہے۔ بے دھڑک کہیں۔ اس میں کوتاہی باعث تباہی ہوگی۔ ان لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اگر تو خود بھی ان کی بے جا خواہشوں کا خیال کرنے لگے اور ان کی رعایت کر کے سچی بات کو چھپانے یا دبانے لگے تو پھر اللہ کے غضب سے تجھے نہ کوئی چھڑا سکتا ہے نہ بچا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی مدد صرف ان کے ساتھ ہے جو صرف اللہ کے حکم بردار ہیں اور اپنی یا کسی کی خواہشوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

رسولوں کا سلسلہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول تجھ سے پہلے اور کیں ہم نے

لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ

ان کے لیے بیویاں اور بچے اور نہیں ہوا

لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

کسی رسول کے لیے کہ لے آئے کوئی نشانی مگر اذن سے

اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

اللہ کے واسطے ہر مدت کے حکم لکھا ہوا ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

اور ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان کو بیویاں اور اولاد دی تھی اور کسی رسول سے نہیں ہوا کہ وہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے اذن سے ہر ایک وعدہ لکھا ہوا ہے

اَجَلٍ (وقت ۔ مدت) : یہ لفظ سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے۔ اس سے مراد یہاں زمانے کی ایک مدت یا اس کا انجام دونوں ہو سکتے ہیں۔

اس آیت میں یہ سمجھایا گیا ہے، کہ انسان کی فطرت رسولوں کی طالب تھی۔ اس لیے ہم نے شروع سے اس کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے جو اور انسانوں ہی کی طرح رہتے سہتے تھے۔ ان کی بیویاں بھی تھیں، اولاد بھی تھی۔ پہلے اہل کتاب سے کہا جا رہا ہے۔ کہ تم نبیوں کے سلسلہ سے واقف ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی کی طرح ہیں۔ پھر انہیں کیوں نہیں مانتے۔ تمہیں جاننا چاہیے کہ رسول لوگوں کی خواہشوں کے مطابق ان کی فرمائشیں پوری کرنے نہیں آتا۔ وہ سچی باتیں بتانے آتا ہے۔ بغیر اللہ کے حکم کے وہ کوئی نشانی اپنی طرف سے نہیں دکھا سکتا۔ اس کا کام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس زمانے کے لیے جو احکام مقرر کیے ہیں۔ وہ اس زمانے والوں کو سمجھا دے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ہر زمانے کے لیے جو احکام اور وعدے مقرر ہیں وہ اللہ کے ہاں الگ الگ لکھے ہوئے موجود ہیں:

لوحِ محفوظ

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ

مٹاتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ

اللہ مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے

پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ ہر زمانے میں اللہ کے رسول دُنیا میں آئے اور انہوں نے انسان کو اس کی زندگی میں سیدھے راستے پر قائم رہنے کا طریقہ بتایا پھر دوسرے زمانے کے لیے دوسری کتاب نیاز ہوئی جن میں پہلے احکام کچھ کچھ بدلے ہوئے مقرر ہوئے۔

اس کتاب میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک زمانے کے جو احکام چاہتا ہے۔ وہ دوسرے زمانے میں منسوخ کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ باقی رکھتا ہے۔ اور اصل کتاب اس کے پاس ہے جس میں سے کوئی چیز نہیں بدلتی۔ یہ اصل کتاب لوح محفوظ ہے جس سے مراد قواعد کلّیہ ہیں، جو کبھی نہیں بدلتے اور ان جزئیات کے لیے ہر زمانے کی کتابیں الگ الگ ہیں، بلکہ ہر فردِ بشر کے لیے بھی اپنی اپنی الگ کتاب ہے جس میں اس کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔

ان خاص کتابوں میں بعض چیزیں جو اس وقت کے موجود اسباب کے تحت ہوتی ہیں لکھ دی جاتی ہیں۔ پھر ان کے نئے اسباب پیدا ہو جانے پر مٹا دی جاتی ہیں اور نئے احکام اور شکلیں درج کر دی جاتی ہیں۔ مگر یہ سب کچھ انہی اٹل کلّی قواعد کے تحت ہوتا ہے جو ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں درج ہیں۔

شکلوں کا اختلاف اسباب کی بنا پر ہوتا ہے مگر یہ اختلاف اصل قواعد کلیہ کے باہر نہیں جانے پاتا۔ انہی اصول کلیہ کو تقدیر مبرم (اٹل) کہتے ہیں۔ اور ان کی مختلف جزئیات کو جو موقع اور محل کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں۔ تقدیر معلّق کہتے ہیں۔ تقدیر مبرم کا نام قدر ہے اور تقدیر معلّق کا نام قضا بھی ہے۔

کوئی زبردستی نہیں

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ

اور اگر دکھا دیں ہم تجھ کو بعض اس کا جو ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

یا ہم وفات دیں تجھ کو پس بات تو یہی ہے کہ تجھ پر ہے پہنچا دینا

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

اور ہم پر ہے حساب کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم

نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا

آ رہے ہیں زمین کو گھٹاتے ہوئے سے اس کے کناروں سے

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ

اور اگر ہم تجھ کو کوئی وعدہ جو ہم نے ان سے کیا ہے دکھا دیں

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

یا تجھ کو اٹھا لیوں سو تیرا ذمہ تو پہنچا دینا ہے

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

اور ہمارا ذمہ حساب لینا ہے کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین

نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا

کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں

نَتَوَفَّيَنَّ (اٹھالیں ہم ضرور) مضارع کا صیغہ ہے جس کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ ضرور کے معنی میں ہے اس کا مصدر تَوَفِّیْ اور مجرد وفات ہے۔ یہ لفظ سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے اس کے معنی ختم کر دینے کے ہیں۔

نَنْقُصُ (گھٹاتے ہیں ہم) مضارع کا صیغہ ہے نَقْصٌ سے نقص کے معنی کم کرنا۔ گھٹانا نقصان بمعنی کمی بھی اسی سے بنا ہے۔

اس آیت میں آپ سے ارشاد ہے کہ ہم نے ان سے وعدے کیے ہیں کہ فرمانبرداروں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا دی جائے گی۔ اگر ان میں سے کچھ انہیں تیری زندگی میں یا تیری وفات کے بعد دکھا بھی دیں تو بھی حقیقت وہی رہے گی جو اب ہے حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر کا کام لوگوں کی انوکھی فرمائشیں پورا کرنا نہیں بلکہ اللہ کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔ اس لیے تیرا کام بھی فقط یہی ہے کہ ان کو اللہ کا پیغام پڑھ کر سُنا دے اور اس کی عملی صورت خود عمل کر کے دکھا دے کوئی مانے یا نہ مانے۔ سزا اور وعدوں کا پورا کرنا ان سب کا انتظام ہمارے ذمہ ہے ہم چاہے جب کریں۔ اس کے لیے نہ تمہیں فکر مند ہونا چاہیئے اور نہ ان کو بے فکر ہو کر بیٹھنا چاہیئے یہی نشانی کافی ہے کہ ہم ان کے لیے زمین تنگ کرتے چلے آ رہے ہیں اسلام چاروں طرف پھیل رہا ہے اور کفر گھٹتا چلا جا رہا ہے۔

یومِ حساب

وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ
اور اللہ حکم کرتا ہے نہیں کوئی پیچھے ڈالنے والا اُس کے حکم کو
وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾
اور وہ جلد لینے والا ہے حساب

وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ
اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اس کا حکم اور وہ
وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾
جلد لینا ہے حساب کو

مُعَقِّبٌ: پیچھے ہٹانے والا اسم فاعل ہے تعقیب سے۔ یہ اسم پہلے اسی سورت میں گذر چکا ہے۔ یہاں اس کے معنی پیچھے ہٹا دینے کے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں اللہ عزوجل کی تدبیر و انتظام کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے دنیا میں اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی بھیجے۔

رسول کا کام یہ ہے کہ اللہ نے جو اسے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرے اور دوسرے لوگوں کے لیے جو احکام اس نے دیئے ہیں وہ ان تک پہنچا دے آگے لوگوں کا تعلق صرف اللہ عزوجل سے ہے۔ وہ ان سے ان کے اعمال کا حساب لے گا اور فیصلہ کرے گا کہ اعمال ان احکام کے مطابق ہیں یا نہیں جو ہم نے رسول کی معرفت ان کے پاس بھیجے تھے۔

اس آیت میں صاف طور پر انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ ہر بات میں جو اس دنیا میں ہو رہی ہے۔ آخری فیصلہ اللہ کا ہے۔ اگر کسی کام کے ہونے کے سارے اسباب مہیا ہو جائیں تب بھی کام کا ہونا یا نہ ہونا اللہ عزوجل کے فیصلے پر موقوف ہے۔ انسان کے فیصلے ٹل سکتے ہیں لیکن اللہ عزوجل کا فیصلہ ٹلنے والا نہیں۔ اس نے قانون مقرر کر دیا ہے کہ انسان کے اعمال کا حساب ضرور لیا جائے گا اور آخری حساب کتاب کے لیے قیامت کا دن مقرر کر دیا ہے۔ یہ اس کا فیصلہ ہے، جسے کوئی ٹلا نہیں سکتا۔ اگر کسی عمل کی جزا سزا میں دیر لگے تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ وقت آنے کی دیر ہے جب آئے گا دم بھر میں حساب لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو وقت آنے کے بعد حساب لینے میں دیر نہیں لگتی۔

اللہ کی تدبیر

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ

اور تحقیق تدبیر کی انہوں نے جو ان سے پہلے تھے سو اللہ ہی کی ہے

الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ

تدبیر تمام وہ جانتا ہے جو کماتا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ

ہر جی اور عنقریب جان لیں گے اللہ کے منکر

لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

کس کا ہے پچھلا گھر

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ

اور جو ان سے پہلے تھے تدبیر کر چکے ہیں سو سب

الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ

تدبیر اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جانتا ہے جو ہر جی

كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ

کماتا ہے اور ابھی معلوم کیے لیتے ہیں کافر کہ

لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

پچھلا گھر کس کا ہوتا ہے

ارشاد ہے کہ ان لوگوں سے پہلے دُنیا میں اور لوگ بھی گذر چکے ہیں۔ یہی پہلے انسان نہیں ہیں۔ جو یہاں آکر آباد ہوئے۔ سوچنا چاہیئے کہ وہ کہاں گئے۔ انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے اپنی طاقت اور عقل کو کام میں لاکر بڑے بڑے انتظام کیے اور مغرور ہو کر بیٹھ گئے کہ اب ہمیں ہم ہیں۔ کوئی ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اپنے مقصد حاصل کرنے کی تدبیریں اپنی دانست میں مکمل کر لی تھیں۔ لیکن وہ اللہ کی تدبیر سے غافل تھے، حالانکہ تدبیر سب کی سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کا انکار کرکے ان کے پلّے کچھ نہ پڑا۔ ان کا کیا دھرا سب اکارت ہُوا۔

آخر وہی ہُوا جو اللہ کو منظور تھا اور وہ لوگ اپنی کیفر کردار کو پہنچے۔ خوب سمجھ لو۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے کام اور کرتوت سے اچھی طرح واقف ہے اور اپنے مقررہ قاعدے کے مطابق بُروں کو عذاب دے گا۔ اور اچھوں کو ثواب عطا فرمائے گا۔ یہ لوگ اس وقت خوابِ غفلت میں ہیں۔ لیکن کوئی دم گذرتا ہے کہ انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ آخرت میں کون کامیاب ہُوا اور کون ناکام رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے ؁

اللہ گواہ ہے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ
اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے نہیں تو
مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ
بھیجا ہوا رسول کہہ دے کافی ہے اللہ گواہ
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ
میرے اور تمہارے درمیان اور وہ کہ اس کے پاس
عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾
کتاب کا علم ہے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ
اور کافر کہتے ہیں تو بھیجا ہوا
مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ
نہیں کہہ دے میرے اور تمہارے درمیان
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ
اللہ گواہ کافی ہے اور جس کو کتاب
عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۶ / ۱۲
کی خبر ہے

اس سورت کے شروع میں کہا گیا ہے۔ کہ ہمارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جو آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ یہ کتاب کی آیتیں ہیں۔ جو اللہ نے ان پر نازل کی ہیں۔ اس کتاب میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ بالکل سچ ہے۔ مگر بعض لوگ نادانی سے اس کتاب کا صاف انکار کر دیتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ تو اللہ کا بھیجا ہوا نہیں ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے' ان سے کہہ دے کہ اللہ عزوجل اس پر گواہ ہے۔ کہ میں اس کا رسول برحق ہوں اور یہ قرآن اسی کا کلام ہے۔ اس قرآن کو پڑھو اور سمجھو۔ اس کی ایک ایک آیت میں وہ آواز ہے جس کے ذریعہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اپنے سچے ہونے کی گواہی خود دے رہا ہے۔ پھر جو لوگ اس کو غور سے سنکر اسے سمجھ لیتے ہیں وہ بے ساختہ ان دونوں کی سچائی اور راستی کی گواہی دینے لگتے ہیں۔ جسے اس کتاب کا علم نصیب ہو جائے۔ وہ اس کی سچائی کا گواہ بنے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح جو لوگ پہلی کتابوں کا علم رکھتے ہیں اور ان کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی نہیں ہے وہ بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی آخری رسول ہیں جن کی خبر پہلی کتابوں نے دی ہے:

سُورۃ الرّعد کا پیغام

پچھلے صفحہ پر سورۃ الرعد ختم ہوئی۔ اس کے مضامین پر پھر ایک دفعہ نظر ڈالنی چاہیئے عجب نہیں کہ ہماری قسمت جاگ اٹھے اور اس کی صحیح اور بے لاگ باتوں سے ہمارے دل میں ان حقیقتوں کا یقین بیٹھ جائے جو اس میں بیان کی گئی ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے۔ کہ انسان کو دُنیا کے دھندوں میں اس قدر پھنسا رہنا نہ چاہیئے۔ کہ اس سے اوپر نگاہ ہی نہ اُٹھے۔ اس کی عقل کا کام یہ ہے۔ کہ مصنوعات کو دیکھ کر صانع کو پہچانے۔ اور اس کے آگے جھک جائے عقل کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے قرآن مجید کو سرمایۂ ہدایت قرار دے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غرض سے دیا گیا ہے کہ وہ انسان کو گری ہوئی چیزوں کے جنجال سے نکال کر کامل اور بلند قدر چیزوں کی طرف توجہ دلائے اللہ کا پیغام دے اور اس پر عمل کر کے ان کے لیے زندگی کا ایک صحیح نمونہ قائم کر دے۔

قرآن مجید انسان کو بتاتا ہے کہ وہ آسمان، ستاروں، سورج اور چاند کی ساخت پر غور کرے اور غور کر کے پہلا نتیجہ یہ نکالے کہ ان سب کا بنانا مخلوقات میں سے کسی کا بس نہیں۔ اس لیے اس کا خالق زبردست قدرت والا اور اس سارے نظام کا قائم رکھنے والا ہے۔

دُنیا کا حال یہ ہے کہ جہاں بھلائی ہے وہاں برائی بھی ہے لیکن یاد رکھو آخر کار بھلائی ہی کام آتی ہے اور برائی چھٹ کر الگ جا پڑتی ہے اور اس کے ساتھ جو لا اسے بھی لے مرتی ہے۔ اللہ کے حکم ماننے والے اچھے لوگ ہیں۔ ان کا انجام اچھا ہوگا وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اپنے تعلقات دوسروں سے درست کرتے ہیں عہد کر کے اس سے نہیں پھرتے۔ اللہ کے غضب سے ڈرتے ہیں اور اعمال کے حساب سے خائف رہتے ہیں۔ نماز باقاعدہ پڑھتے ہیں۔ اچھے کاموں میں اپنا روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ ان سب کے عوض انہیں جنّت نصیب ہوگی۔ اور جو لوگ ان باتوں کے خلاف چلتے ہیں۔ وہ دوزخ میں جلا کریں گے۔ دنیا کا آرام ہیچ ہے۔ یہ جلد ختم ہونے والا ہے۔ آخرت ہمیشہ رہے گی۔ دنیا میں دل کا آرام اور سکون فقط اللہ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کو اور اس کی صفتوں کو پہچانو۔ جو اس کا ہو لیا وہی چین میں رہے گا۔ یہاں بھی اور وہاں بھی ؛

سُورۃ ابراہیمؑ

یہ قرآن مجید کی بہ لحاظ ترتیب چودھویں سورت ہے۔ اس میں ابراہیم علیہ السلام کا اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو وادی مکّہ میں لے جا کر بسانے کا ذکر ہے اور ان دعاؤں کا بیان ہے جو آپ نے اس وقت مانگیں۔ یہ سورت بھی مکّہ میں نازل ہوئی اور ہجرت کے قریب کے زمانے میں نازل ہوئی۔ اس کے مضامین وہی ہیں جو عموماً مکّی سورتوں کے ہیں۔ اس کے سات رکوع ہیں۔ ابتدا میں قرآن مجید کے نزول کی غرض سمجھائی گئی ہے۔ اور جو اس کی ہدایتوں سے کتراتے ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ یہ سلسلہ ہدایت قدیم سے قائم ہے اور بہت سے رسول اس کے قائم رکھنے کے لیے دُنیا میں آتے رہے ہیں جن قوموں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا۔ ان کا انجام بہت بُرا ہوا۔ ان کے عبرت ناک انجام کو دیکھ کر تمہیں چاہیے کہ آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جو دنیا میں تمہارے اندر مبعوث کیے گئے ہیں۔ کہنا مانو۔ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ اللہ کی سلطنت تو ایسی کمزور نہیں کہ تم اس کی نابعداری کرو گے تو قائم رہے گی ورنہ معاذ اللہ اس میں خلل آجائے گا۔

پھر بتایا گیا ہے کہ شیطان انسان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتا ہے اسے مختلف طریقوں سے بہکاتا ہے لیکن جب انسان اس کے بہکانے کے وبال میں پھنس جاتا ہے۔ تو وہ خود انسان پر سارا الزام رکھ کر چل دیتا ہے۔ اس کی چالوں سے خبردار رہو اور یہ چاہے کتنے ہی سبز باغ دکھلائے اس کا کہنا نہ مانو۔ دنیا ہی ایک ایسی جگہ ہے جس میں تم اللہ کے حکم بردار بن کر آخرت کا عیش و آرام حاصل کر سکتے ہو۔ ورنہ مرنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گا۔

اللہ عزوجل کو پہچانو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ دیکھو اللہ عزوجل کے ایک تابعدار ابراہیم علیہ السلام تھے جنہوں نے اپنی بیوی اور خورد سال بچے کو جنگل بیابان میں اللہ کے حکم سے اکیلا لے جا کر چھوڑ دیا اور کسی کی بات کا خیال نہ کیا۔ ہاں ان کے لیے اللہ سے دعائیں مانگیں اور ان کی آئندہ کی بہتری کے لیے التجائیں کیں۔

اللہ عزوجل کو اپنے کرتوتوں سے غافل نہ سمجھیں۔ وہ سب اس کی نگاہ میں ہیں۔ قیامت کا دن بڑا ہولناک ہوگا اس دن ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔

(۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِیْمَ مَکِّیَّةٌ (۷۲) اٰیَاتُهَا ۵۲ رُکُوْعَاتُهَا ۷

قرآن کا مقصد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ

الف لام را۔ یہ ایک کتاب ہے کہ اتارا ہم نے اس کو تیری طرف تاکہ نکالے تو

النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

لوگوں کو اندھیروں میں سے اجالے کی طرف ساتھ حکم ان کے رب کے

اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ ① اللّٰهِ الَّذِیْ

طرف راستہ زبردست خوبیوں والے کے اللہ کے وہ کہ

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط

اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ

یہ کتاب ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری تاکہ تو لوگوں کو

النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے ان کے رب کے حکم سے

اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ① اللّٰهِ الَّذِیْ

اس زبردست خوبیوں والے کے اللہ کے راستہ کی طرف جس کا ہے

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

ان آیتوں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انسان دنیا میں اندھیروں کے اندر ہے جن سے نجات جبھی ہو سکتی ہے جب اس کے لیے کافی روشنی کا سامان مہیا کیا جائے۔ یہ اندھیرے کیا ہیں۔ سب سے زیادہ اس کی حیوانی خواہشیں ہیں جو اس کو چاروں طرف گھیرے رہتی ہیں۔

اس کے لیے ان آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تجھے یہ عظیم کتاب دے رہے ہیں تاکہ تو انسان کو اندھیروں میں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اور ہمارے حکم سے اسے صحیح راستہ پر ڈال دے تاکہ اس کی عقل کو وہ راستہ نظر آنے لگے جو اللہ عزوجل نے انسان کے لیے اس دنیا میں بسر کرنے کا مقرر کیا ہے۔ اللہ زبردست قوت والا ہے اور ساری خوبیاں اسی میں جمع ہیں۔ انسان کی عقل کو ادھر متوجہ کرنا ہے۔ کہ انسان کو لازم ہے کہ اپنی خواہشوں کو لگام دے ورنہ وہ اسے اندھے کنوئیں میں گرا تی رہیں گی۔

کفر کی سزا

وَ وَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ
اور خرابی ہے کافروں کے لیے ایک عذاب
شَدِيْدِ ۞۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ
سخت سے وہ جو پسند کرتے ہیں
الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ
زندگی دنیا کی آخرت سے بڑھ کر اور روکتے ہیں
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا
اللہ کے راستے سے اور ڈھونڈتے رہتے ہیں اس میں کجی
اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۞۳
وہ گمراہی میں ہیں دور کی

وَ وَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ
اور کافروں کے لیے مصیبت ہے ایک سخت
شَدِيْدِ ۞۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ
عذاب سے جو کہ دنیا کی زندگی کو آخرت پر
الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ
ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا
روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں
اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۞۳
وہ راستہ بھول کر دور جا پڑے ہیں

يَصُدُّوْنَ روکتے ہیں مضارع کا صیغہ ہے ص۔ د۔ د سے۔ صَدٌّ کے معنی روکنا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب مبین یعنی قرآن مجید دے کر بھیجا۔ کہ وہ اس کی روشنی پھیلا کر انسان کی عقل کی رہنمائی کریں۔ تاکہ وہ اللہ کو اور اس کی قدرت کو سمجھے۔ اور اسی کو اس ساری کائنات کا خالق اور رب ماننے اور اس کے آگے جھکے۔ جو کوئی اس کے بعد نہ مانے۔ وہ کفر کر رہا ہے اور اللہ کے سیدھے راستے سے جو ادھر اُدھر ٹیڑھے راستے نکلے ہیں۔ ان کی طرف مڑ گیا ہے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کا کچھ بُرا نتیجہ نہ ہوگا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کافروں کے لیے بڑی دردناک مصیبت اور سخت عذاب تیار ہے یہ دنیا جس میں وہ پھنسے ہوئے ہیں چند روزہ ہے۔ کفر کی بلا میں پھنس کر یہ بھی چین سے نہیں کٹے گی۔ اور مرنے کے بعد تو کافروں کی پوری پوری شامت آہی جائیگی۔ قرآن مجید کی روشنی میں عقل کو یہ صاف نظر آجاتا ہے کہ انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو مان کر اس کے حکموں کے مطابق اس دنیا میں زندگی بسر کرے ورنہ انسان کوئی چیز نہیں ٭

کفر کی غلط کاریاں

انسان نے اگر اللہ عزوجل کو اپنا خالق اور رب نہ مانا تو اسے یہ دنیا ہی سب کچھ نظر آئے گی اور وہ یہیں کی چہل پہل کھیل کود عیش وعشرت مال ودولت اور جاہ وجلال کا طالب ہو کر رہے گا۔

ایسے لوگ دنیا ہی کو پسند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی کے لیے آپس میں چھینا جھپٹی کرتے ہیں۔ دوسروں کے دبانے میں انہیں بڑا مزہ ہی نہیں آتا۔ بلکہ اسی کو وہ اپنی دنیا کی عظیم الشان کامیابی سمجھتے ہیں کہ دوسرے کو دبا کر اس سے سب کچھ چھین لیں اور پھر اسی کے سامنے اسے دکھا دکھا کر اس کا حصہ نوش جان فرمائیں۔

یہ کفر کی اوّلین غلط کاری ہے۔ اور اللہ عزوجل کو نہ پہچاننے اور اس کی قدرت سے ناواقف ہونے کا نتیجہ ہے۔ دوسری غلطی ان کی یہ ہے کہ وہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی کے قائل نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ نقد چیز کو چھوڑ کر اس امید میں پھنس کر بیٹھ جانا کہ مرنے کے بعد اس سے اچھی چیز ملے گی۔ نادانی کی انتہا ہے اور کاروباری اصول اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اسی لیے جب وہ رسول کی زبانی قرآن مجید کا پیغام سنتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ہیچ ہے۔ اصل زندگی آخرت کی ہے تو وہ اس کو بے عقل، پاگل، مجنون وغیرہ (معاذ اللہ) سب کچھ ایک ہی سانس میں کہہ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ لوگو! مجھے کون سی چیز نفع دے گی۔ یہ میری جائیداد جو دور تک پھیلی ہوئی ہے یا آخرت کے وعدے جن کا سبز باغ مجھے دکھایا جا رہا ہے۔ اور جس کے پورا کرنے کے لیے یہ سب چیزیں مجھ سے سردست چھڑوائی جا رہی ہیں۔

یہ کافر لوگ ایسی وہمی باتوں کو بنا سجا کر لوگوں کو سناتے ہیں۔ اور اپنی مالداری، طمطراق دکھا کر اللہ عزوجل کے راستے سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں صاف اور سچی ہیں۔ لیکن کافر لوگوں کو بہکانے کے لیے ان میں پیچ وخم پیدا کرتے ہیں اور دین کی سیدھی سڑک کو ٹیڑھا بناتے ہیں۔ کفار کو سیدھی بات یہ نظر آتی ہے کہ دنیا میں ایسے ذریعے حاصل کریں کہ جس چیز کو جی چاہے ان کی بدولت مل جائے اور اس بات کو وہ ٹیڑھا سمجھتے ہیں۔ کہ اللہ کا حکم مان کر یہاں کا ناجائز آرام چھوڑ دیں اور فرمانبرداری کی زندگی بسر کریں۔

غرض ہدایت ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ
اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر زبان میں
قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ
اس کی قوم کی تاکہ بیان کرے ان کے لیے پس بھٹکاتا ہے اللہ جسے
يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ
چاہتا ہے اور راہ پر ڈالتا ہے جسے چاہے اور وہ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾
زبردست ہے حکمت والا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ
اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی بولی
قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ
بولنے والا تاکہ ان کو سمجھا دے پھر اللہ جس کو چاہتا ہے
يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ
راستہ بھلاتا ہے اور جس کو چاہے راستہ دکھاتا ہے اور وہ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾
زبردست حکمت والا ہے

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ جس قوم میں بھی رسول بھیجا جائے۔ وہی زبان بولتا ہو جو اس کی ساری قوم بولتی ہے۔ کیوں کہ رسول بھیجنے سے غرض یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے احکام لوگوں کو سمجھاوے۔ سمجھ لینے کے بعد اگر ان کی قسمت بھلی ہے تو ان کے دل میں تابعداری کا شوق موجزن ہوگا اور اگر ضدی لوگ ہیں تو نہ مانیں گے۔

اللہ عزوجل کی جانب سے اسی بات کا سامان کر دیا جاتا ہے۔ جس کا کسی کی طبیعت تقاضا کرتی ہے۔ کسی انسان کے سر زبردستی کوئی چیز ایسی نہیں تھوپی جاتی جس کی استعداد اس کے اندر موجود نہ ہو۔ یہ قانون اس دنیا میں رائج ہے اور یہ اللہ عزوجل کا بنایا ہوا ہے۔ جو سب پر غالب ہے اور ہر چیز کی حکمت سے واقف ہے اس نے نظام عالم خوب سوچ سمجھ کر قائم کر رکھا ہے۔ یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ اصل چیز اللہ کا پیغام سمجھنا ہے۔ زبان اس کے لیے محض ذریعہ ہے صرف الفاظ پڑھ لینے اور دہرانے سے قرآن حکیم کی اصل غرض پوری نہیں ہوتی۔ ضرورت ہے کہ اس کے معانی کو سمجھا جائے اور اگر خود سمجھ میں نہ آئے تو سمجھانے والوں سے پوچھ پوچھ کر مطلب معلوم کیا جائے۔

عربی زبان

کفارِ مکہ کا دل نہ چاہتا تھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول مانیں۔ اور اس کی وجہ ان کی خود غرضی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہ سودا سمایا ہوا تھا۔ کہ میں سردار بنوں اور سب میری سنیں۔ اور جو میں کہوں وہ کریں۔ پھر ان کو عرب میں ایک بڑا مرتبہ بھی حاصل تھا۔ ان کا جی نہ چاہتا تھا کہ خود گدی پر سے اتر جائیں اور ایسے شخص کو سردار مان لیں جو اپنی اور اپنی قوم کی برتری نہیں چاہتا۔ بلکہ اللہ کی برتری قائم کرکے سب کی برتری ختم کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ سردار بننا اور اپنی قوم کو سب سے اونچا کرنے کی نیت رکھتا۔ تو بھی کچھ نہیں گیا تھا۔ مگر یہ تو دنیا کی عزت اور مرتبے کو زیادہ وقعت نہیں دیتا۔ اللہ کے لیے سب کچھ چھوڑتا ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے سے دنیا خود بخود قدموں پر آپڑے گی۔

دنیا کی کوئی چیز اہم نہیں ہے اللہ کی رضامندی سب سے اہم چیز ہے۔ اس کے احکام کی انتہائی غرض انسان کی آخرت کی زندگی کا سنوارنا ہے، وہ نہیں چاہتا۔ کہ انسان دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ کو اور آخرت کو بھول جائے۔ خود غرض کافروں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ اللہ کے لیے سب کچھ چھوڑ بیٹھو تو اللہ عزوجل سب کچھ دے دیتا ہے۔ اس لیے وہ آپ کو رسول ماننے سے انکار کرتے تھے اور نہ ماننے کے بہانے ڈھونڈتے تھے منجملہ اور باتوں کے وہ کہتے تھے کہ عربی تو اس کی زبان ہے۔ اس میں تو یہ قرآن خود بھی بنا سکتا ہے۔ اور دوسرے عربی زبان دانوں کی مدد سے بھی تیار کرسکتا ہے۔

اللہ عزوجل کا کلام تو ہم جب مانتے جب کسی انوکھی زبان میں قرآن اترتا جسے یہ خود نہ جانتا ہوتا۔ اس بہانے کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ تمہاری خود غرضی تمہیں بہانہ بازیوں پر آمادہ کر رہی ہے۔ ورنہ بات تو بالکل سیدھی ہے ہم نے عربی رسول اس لیے بھیجا ہے کہ پہلے وہ تمہیں سمجھائے اور ظاہر بات ہے کہ کسی کو سمجھانا اسی کی زبان میں سہولت کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ اس سے پہلے بھی جتنے رسول دنیا میں آئے ہیں۔ وہ وہی زبان بولتے تھے جو ان کے ملک میں رائج تھی۔ کیوں کہ اصل غرض تو کام کی باتوں کا سمجھانا ہے اور یہ لوگوں کو انہی کی زبان میں اچھی طرح سمجھائی جاسکتی ہیں:۔

رسول کی مثال

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی نشانیوں کے کہ
اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے طرف
النُّوْرِ ۙ۬ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ
اجالے کی اور یاد دلا انہیں دن اللہ کے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ
بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صابر
شَكُوْرٍ ۝۵
شاکر کے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ
اور ہم نے موسیٰ کو بھیجا تھا اپنی نشانیاں دے کر کہ
اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
اپنی قوم کو نکال اندھیروں سے اجالے کی
النُّوْرِ ۙ۬ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ
طرف اور ان کو اللہ کے دن یاد دلا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ
البتہ اس میں نشانیاں ہیں اس کے لیے جو صبر کرنے والا
شَكُوْرٍ ۝۵
شکر گزار ہے

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (اللہ کے دن) ایام یوم کی جمع ہے جو عموماً دن کے معنی میں ہے اور اس کے معنی سورہ فاتحہ میں گذرے ہیں۔ ان دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن کے اندر پہلی قوموں میں اُن کے بُرے لوگوں پر مصیبت آئی اور نیک لوگوں کو نجات ملی ۔ یہ سارا واقعہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لوگوں کی آزمائش تھی۔

اس آیت میں پہلے رسولوں میں سے ایک عظیم الشان رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیش کیا ہے کہ دیکھو ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول مقرر کر کے بھیجا اور ان سے کہا کہ ان کو غلط باتوں اور بیکار عقیدوں سے چھڑا کر صاف اور سیدھے راستے پر قائم ہونے کا حکم دیں اور کفر و معاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور نیک کاموں کی روشنی میں لے آئیں اور پہلی قوموں پر جو مصیبتیں وقتاً فوقتاً ان کے گناہوں کی وجہ سے آئیں یا جنہیں اچھے عملوں کی وجہ سے نجات ملی ان کا حال سنائیں۔ اس لیے کہ ان کے حالات سے ان کو بہت سے سبق حاصل ہوں گے اور مصیبت میں صبر کرنا اور نعمت کا شکر ادا کرنا سیکھیں گے اور انہیں معلوم ہوگا کہ صبر اور شکر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ذریعے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا طرزِ عمل

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے یاد کرو
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ
احسان اللہ کا اپنے اوپر جب نجات دی تم کو
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
فرعون کی قوم سے پہنچاتے تھے وہ تم کو بُرا عذاب
وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ
اور ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے
نِسَآءَكُمْ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
تمہاری عورتوں کو اور اس میں مدد تھی تمہارے رب کی طرف سے
عَظِيْمٌ ﴿۶﴾ ع
بڑی

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۶﴾ ع

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب تم کو فرعون کی قوم سے چھڑایا وہ تم کو بُرا عذاب پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی مدد ملی

ع ۱/۱۴

یہ آیت بنی اسرائیل کے ذکر کے اندر سورۃ البقرہ اور پھر سورۃ الاعراف میں گذر چکی ہے اور وہاں اس کی تشریح کی جا چکی ہے یہاں اس سلسلہ میں اس کا ذکر پھر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے اپنے فرائض کس طرح انجام دیئے بنی اسرائیل فرعون کے ہاتھ سے بڑی تکلیفیں اٹھا چکے تھے۔ ذرا ذرا سے بہانوں سے انہیں ہر وقت ستایا جاتا تھا ظلم وستم کا تختہ مشق بن کر کوئی قوم اخلاقی توازن قائم نہیں رکھ سکتی۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو کام کرنے تھے۔ بنی اسرائیل کے دل میں سے فرعون اور اس کی قوم قبط کا خوف نکالنا اور بجائے اس کے اللہ عزوجل کا خوف ان کے دل میں بٹھانا اور اس کی رحمت کا امیدوار رہنا سکھانا یعنی اللہ کا خوف اور اس سے امید رکھنا اخلاق کی درستی اور روحانی ترقی کے لیے اکسیر اعظم ہے:

شکر کا پھل

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ

اور جب سنا دیا تمہارے رب نے البتہ اگر شکر کیا تم نے

لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ

تو ضرور زیادہ دوں گا تم کو اور البتہ اگر ناشکری کی تم نے تحقیق

عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ (۷) وَقَالَ مُوۡسٰٓى اِنۡ

میرا عذاب بڑا سخت ہوگا اور کہا موسیٰ نے اگر

تَكۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا

ناشکری کرو تم اور جو زمین میں ہیں سب کے سب

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيۡدٌ (۸)

پس تحقیق اللہ بے پروا خوبیوں والا ہے

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ (۷) وَقَالَ مُوۡسٰٓى اِنۡ تَكۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيۡدٌ (۸)

اور جب تمہارے رب نے سنا دیا اگر احسان مانوگے تو تم کو اور بھی دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو البتہ میرا عذاب سخت ہے اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور سارے لوگ جو زمین میں ہیں کفر کریں گے تو اللہ ساری خوبیوں والا بے پروا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ جس پر احسان کیا جائے اس پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اپنے محسن کا اپنے قول فعل اور دل سے شکر ادا کرے اور اس کو یہ فرض پچھلی مہربانی کے بدلے بغیر کسی آئندہ کی توقع کے ادا کرنا لازم ہے۔ لیکن اللہ عزوجل جو انسان کا محسن حقیقی ہے اپنا شکر ادا کرنے پر آئندہ کے لیے بھی زبردست توقع دلاتا ہے۔ وہ اپنی رحمت اور مہربانی سے اعلان کرتا ہے۔ کہ پچھلی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے تمہارا نام شکر گذاروں میں لکھا جائے گا لیکن اسی پر بس نہیں آیندہ شکر گذاروں کے لیے اور نعمتیں بھی تیار ہیں پچھلی نعمتوں کے بدلے شکر کرنے سے آگے مزید نعمتیں ملیں گی اور جو ناشکری کریں گے ان کو سخت عذاب ملے گا۔ آگے ارشاد ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے شکر کا محتاج ہے اسے تو کسی کے شکر کی پروا نہیں وہ تمام خوبیوں کا مالک ہے اور ان کا ظہور اس بات پر موقوف نہیں کہ کوئی اس کے گن گائے اور زبان سے اس کی تعریف کرے اور دل اور ہاتھ پاؤں سے اس کی خدمت بجالائے۔ ان باتوں سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں البتہ شکر بجالانے میں اور اس کی تابعداری میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے وہ اس شکر گذاری کی بدولت کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے اور دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالامال ہو سکتا ہے۔

گذشتہ سے عبرت

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ
کیا نہیں آئی تم تک خبر ان کی جو تم سے
قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ
پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود کی
وَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ
اور جو ان کے بعد تھے نہیں جانتا ان کو
اِلَّا اللّٰهُ ؕ
مگر اللہ

مع عند المتقدمین

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ
کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے
قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ
پہلے تھے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود
وَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ
اور جو ان سے پیچھے ہوئے کسی کو ان کی خبر
اِلَّا اللّٰهُ ؕ
نہیں مگر اللہ کو

اس سورت کے شروع ہی سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے اور آپ کے اوپر قرآن حکیم کے نازل کیے جانے کی غرض بیان کی جا رہی ہے یعنی اس سے غرض یہ ہے کہ دنیا میں انسان کو ہوا و ہوس کے اندھیروں سے نکال کر روشن اور صاف راستہ پر ڈالا جائے تاکہ وہ اس دنیا میں بھی کامیابی کی زندگی بسر کرے اور آخرت میں بھی اپنے رب کے سامنے سرخ رو اور وہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہو۔ آپ کے لیے ملک عرب کو انتخاب کیا گیا کیوں کہ بہت تھوڑی مدت کے اندر دنیا بھر میں روشنی پھیلانے والا مینار وہیں قائم ہو سکتا تھا اور کوئی سرزمین اس کی سزاوار نہ تھی کہ وہاں اس بنا کی بنیاد رکھی جائے۔ تاریخ پڑھنے والے جانتے ہیں کہ اس زمانے میں اسلام کی کم سے کم مزاحمت عرب ہی میں ممکن تھی کسی اور ملک میں تو زمین ہموار کرنے ہی میں صدیاں گذر جاتیں اور دنیا اندھیرے ہی میں جانے کب تک بھٹکتی پھرتی۔ اس لیے یہاں پہلے عرب کو اور ان کے ذریعے ساری دنیا کو سمجھایا گیا ہے کہ اس رسول اور اس کے پیغام میں شک مت کرو۔ تم سے پہلی قوموں میں بھی رسول آ چکے ہیں۔ انہوں نے رسولوں کی مخالفت کر کے کیا لیا جو تم لوگ۔ حضرت موسیٰؑ کی بیان کرنے کے بعد اس آیت میں عرب سے کہا جا رہا ہے کہ تمہارے پاس قوم نوح۔ عاد اور ثمود کی خبریں کیا نہیں پہنچیں۔ پچھلے لوگوں کے حالات کو محض قصہ کہانی کی طرح سن کر چھوڑ دینا نہ چاہیے بلکہ ان سے اپنے لیے مفید سبق حاصل کرنا چاہیے۔

عبرتناک حالات

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا
آئے ان کے پاس ان کے رسول ساتھ نشانیوں کے پس دے لیے انہوں نے
اَيْدِيَهُمْ فِىْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْٓا اِنَّا
اپنے ہاتھ اپنے منہ میں اور کہا انہوں نے تحقیق ہم
كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِىْ
انکار کرتے ہیں اس کا کہ بھیجے گئے تم ساتھ جس کے اور تحقیق ہم البتہ
شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۹﴾
شک میں ہیں اس سے کہ بلاتے ہو تم ہم کو طرف جس کی کھٹکنے والا ہے

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا
ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے
اَيْدِيَهُمْ فِىْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا
اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دے لیے اور بولے ہم نہیں
كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِىْ
مانتے اسے جو تم کو دے کر بھیجا اور ہمیں تو اس راہ میں
شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۹﴾
جس طرف تم بلاتے ہو شبہ ہے خلجان میں ڈالنے والا

رَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِىْٓ اَفْوَاهِهِمْ: اس کا لفظی ترجمہ ہے ۔ لوٹاتے انہوں نے اپنے اپنے منہ میں ۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی ہی خواہشوں میں لگے رہے اور جب ان کے پاس ہمارے رسول سیدھی اور صاف باتیں لے کر آئے تو ان کو سُن کر بعض فتنہ انگیز لوگ تو آپے ہی سے باہر ہو گئے ۔ اور مارے غصّے کے اپنے ہاتھ منہ میں دے کر کاٹنے لگے ۔ کچھ لوگ منہ پر ہاتھ رکھ کر حقارت کی ہنسی ہنسنے لگے ۔ کچھ گستاخ لوگوں نے رسولوں کو اپنے ہاتھ منہ پر رکھ کر اشارہ کیا ۔ کہ ایسی باتیں مت کرو ۔ خاموش رہو ۔ غرض سب کے سب اپنے اپنے طریقے سے ان کے مخالف ہو گئے ۔ اور صاف صاف کہنے لگے ۔ کہ تم یہ جو کچھ لے کر ہمارے بڑے بن کر ہمیں سمجھانے آئے ہو ۔ اس کو ہم ماننے والے نہیں ۔ صاف صاف یہ ہے ۔ کہ ہمارے دل ان باتوں کا یقین ہی نہیں کرتے ۔ ہمیں ان میں اتنے شک اور شبہے ہیں کہ ہم ان کی وجہ سے اور خلجان میں پڑ جاتے ہیں ۔ ہمارا تو انہی رسم و رواج میں جی لگتا ہے ۔ جو ہمارے باپ دادا کے وقت سے چلے آتے ہیں ؛

رسولوں کا جواب

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ
کہا ان کے رسولوں نے کیا اللہ کے بارے میں شک ہے پیدا کرنے والا
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ
آسمانوں کا اور زمین کا بلاتا ہے تم کو تاکہ بخش دے
لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ
تمہارے لیے کچھ گناہ تمہارے اور مہلت دے تم کو
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
ایک مدت تک جو مقرر ہے

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ
ان کے رسول بولے کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ
آسمان اور زمین بنائے وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تم کو
لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ
کچھ تمہارے گناہ بخشے اور تم کو ایک وعدہ تک
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
ڈھیل دے جو ٹھیر چکا ہے

فَاطِرِ (بنانے والا) اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا مادہ ف۔ ط۔ ر ہے۔ فطر کے معنی ہیں کوئی نئی چیز بغیر پہلے نمونے کے اپنے دل سے بنا دینا۔ فاطر کے قریب قریب معنی بدیع کے ہیں جو سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے۔

رسولوں نے جواب دیا کہ ہم تو تمہیں اللہ عزوجل کی طرف بلاتے ہیں۔ کیا اللہ کے بارے میں بھی کوئی شک کسی عقلمند کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کی بنائی ہوئی بے مثل چیزیں آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ آسمان، چاند، سورج، ستارے اور زمین سب ایک نظام کے مطابق چل رہے ہیں۔

ہم تو تمہیں اسی اللہ کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ جس کی قدرت کی نشانیاں تمہارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ ان نشانیوں کے ہوتے ہوئے سوچنے والوں کے دلوں میں ان کے بنانے والے کی طرف سے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اور ہم کیا بلا رہے ہیں۔ خود اللہ عزوجل تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے۔ اس کی سنو اس کی بات مانو تو وہ مہربانی فرما کر تمہارے پچھلے گناہ جو تم سے غفلت کی حالت میں سرزد ہوئے معاف فرمائے گا اور اس پر ایمان لانے کے بعد تم کو موقعہ دے گا کہ تم اچھے کام کرو۔

وجہِ انکار

قَالُوٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ
بولے نہیں تم مگر آدمی ہمیں جیسے
تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا
ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ روک دو ہمیں اس سے جسے
كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا
تھے پوجتے ہمارے باپ دادا پس لاؤ ہمارے سامنے
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾
کوئی دلیل روشن

قَالُوٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ
کہنے لگے تم تو یہی ہم جیسے آدمی ہو
تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا
تم چاہتے ہو کہ ہم کو ان چیزوں سے روک دو
كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا
جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے رہے
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾
سو کوئی کھلی سند لاؤ

مکّہ کے اکثر لوگ اس کے لیے تیار نہ ہوئے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنیں۔ ان کو ان آیتوں میں سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ اللہ کی قدرت میں شک مت کرو۔ اس نے انسان کی ہدایت کا طریقہ یہی رکھا ہے کہ اپنے رسول ان کے پاس بھیجے۔ دیکھو پہلے لوگوں نے رسولوں کا انکار کیا تو وہ کہیں کے نہ رہے۔ انہوں نے کہا کہ تم میں تو ہمیں کوئی سرخاب کا پر نظر نہیں آتا۔ تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو۔ پھر جیسے اور لوگ خود غرض ہیں۔ تم بھی ضرور ویسے ہی ہو گے۔

تم یہ چاہتے ہو کہ جن بتوں کو پوجتے ہوئے ہماری پشتیں گذر گئیں اور جن کی وجہ سے ہمارے پاس نذر نیاز۔ تحفہ تحائف اڈے چلے آ رہے ہیں۔ تم یہ سب ہم سے چھین لو۔ اور اپنا معبود الگ بنا کر یہی فائدے خود حاصل کرو۔ کیا ہم ایسے پاگل ہیں جو اتنی سی بات نہ سمجھیں۔ اتنا بڑا انقلاب چاہتے ہو تو کوئی انوکھا کرتب دکھاؤ جس سے ہمارا دل خود بہ خود تمہاری بڑائی کا قائل ہو جائے۔ اس کے بغیر ہم تمہاری بات مان کر تمہارے لیے گدی کیسے خالی کر دیں۔ جادو ہوا کھاؤ (معاذ اللہ)

دُکھتی رگ

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ
کہا ان سے ان کے رسولوں نے نہیں ہم
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ
مگر آدمی تمہیں جیسے اور لیکن اللہ احسان کرتا ہے
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ
جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے اور نہیں ہے
لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا
ہمارے لیے یہ کہ لائیں ہم تمہارے پاس سند مگر
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ
اللہ کے حکم سے

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ
ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم تو یہی آدمی
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ
ہیں تمہارے جیسے اور لیکن اللہ اپنے بندوں
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ
میں جس پر چاہے احسان کرتا ہے اور ہمارا کام
لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا
نہیں کہ تمہارے پاس سند لے آئیں مگر
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ
اللہ کے حکم سے

رسولوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہم تمہیں جیسے آدمی ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم بھی تمہاری طرح دُنیا کے طالب ہیں۔ اللہ نے انسان کو شکل و صورت میں ملتا جلتا بنایا ہے لیکن قابلیتیں ہر ایک کی الگ الگ ہیں۔ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں دُنیا کے مال و جاہ کا طالب نہیں بنایا۔ ہمارے خیالات دُنیا سے بہت بلند ہیں ہم اس کی طرف لالچ کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ اللہ کے جمال و جلال کا تصوّر ہمیں دُنیا کے رنج و راحت سے بے پروا رکھتا ہے۔ یہ ہمارے اوپر اس کریم کا احسان ہے کہ ہمیں اپنی پہچان عطا فرمائی۔ یقیناً جو اللہ عزوجل کو پہچان لے گا۔ وہ دُنیا کے مزوں کی طرف دیوانہ وار کبھی نہ دوڑے گا۔ انسان کے اوپر یہ ساری آفتیں اسی لیے آتی ہیں کہ ہر ایک دنیا ہی پر لٹّو ہو رہا ہے۔ باقی تم جو یہ کہتے ہو کہ کوئی غیر معمولی نشانی اپنے رسول ہونے کی دکھاؤ۔ تو یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص کام انجام دینے آئے ہیں ہمیں حکم ہے کہ انسان کو اللہ کا راستہ دکھا دیں۔ یوں اس نے اپنی پہچان کی نشانی سارے عالم ہی کو بنا رکھا ہے۔

سہارا سب کا اللہ ہے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور اللہ پر پس چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ

اور کیا ہوا ہمیں کہ نہ بھروسا کریں اللہ پر اور

قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ

تحقیق دکھا دیں ہمیں اس نے ہماری راہیں اور تحقیق ہم صبر کریں گے

عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

اس پر جو تم ہمیں ایذا دیتے ہو اور اللہ ہی پر

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾

پس چاہیے کہ بھروسا کریں بھروسا کرنے والے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے ایمان والوں کو

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ

اور ہم کو کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسا نہ کریں اور

قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ

وہ ہم کو ہماری راہیں سمجھا چکا ہے۔ اور جو تم

عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

ایذا دیتے ہو اس پر ہم صبر کریں گے۔ بھروسا کرنے

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع ۲ / ۱۴

والوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے

نیز رسولوں نے کہا کہ ہمارے تو ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ ہر بات میں اللہ ہی کی طرف دیکھیں اور اسی پر بھروسا کریں اور ہم پر ہی کیا منحصر ہے۔ جو شخص بھی اللہ پر ایمان لائے گا۔ اسے اس ایمان کی روشنی میں عقلی بھی اس کے حصّے میں آئی ہے۔ یہی سوجھے گا۔ کہ وہ اللہ کے آگے عاجز اور اس کے فرمان کا بندہ بنے۔ اسے اسی پر بھروسا کرنا چاہیئے اور جو وہ حکم دے اسے بجالانا چاہیئے۔ اس کے آگے نہ کسی کی چلی ہے اور نہ چل سکتی ہے۔

اگر تم نے ہمارے ستانے پر کمر ہی باندھ لی ہے تو خیر ہم تمہاری ایذا رسانی پر صبر کریں گے۔ یہ نہ ہو گا کہ ان سے گھبرا کر ان راستوں کو چھوڑ بیٹھیں۔ جو اس نے ہمیں دکھا دیئے ہیں۔ ان ایذاؤں پر صبر بھی ہمیں اللہ عزوجل ہی عطا کرے گا۔ وہی وقت پر کام کرنے کی قوّت دیتا ہے۔ اور وہی مصیبت کے وقت برداشت کی طاقت عطا فرماتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ جسے بھروسا کرنا ہو وہ اللہ پر بھروسا کرے باقی سب ہیچ ہے ؏

دُنیا کا نشہ

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ
اور کہا انہوں نے جو کافر ہوئے اپنے رسولوں سے
لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
ضرور نکال دیں گے ہم تم کو اپنی زمین سے یا تمہیں لوٹ کر آنا پڑیگا
فِيْ مِلَّتِنَا ؕ
ہمارے دین میں

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ
اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں سے
لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا ہمارے
فِيْ مِلَّتِنَا ؕ
دین میں لوٹ آؤ

ذکر اس کا ہے کہ اللہ عزوجل نے یہی قوموں میں وقتاً فوقتاً اپنے رسول بھیجے۔ ان لوگوں میں خدا کی دی ہوئی عقل تھی لیکن ان کے اوپر دُنیا کی محبت غالب آگئی اور انہوں نے اپنی عقل سے بس یہی کام لینا شروع کر دیا کہ وہ ان کی خواہشوں کے پورا کرنے کی ترکیبیں انہیں سمجھایا کرے اور وہ دنیا کے عیش وعشرت کے نت نئے سامان پیدا کرنے میں اور مزے سے خوب گل چھرے اڑئیں چنانچہ جو کچھ ترقی یافتہ سائنس کے زیر سایہ آج کل دنیا میں ہو رہا ہے۔ اس وقت بھی اس وقت کی سائنس کے مطابق یہی ہو رہا تھا۔ ہر شخص اس دُھن میں تھا کہ میں کوئی ایسی ترکیب ایجاد کروں، کہ دُنیا میری مٹھی میں آجائے اور دوسرے میری منت خوشامد کیے بغیر کچھ نہ لے سکیں۔

ایسی حالت میں ضروری تھا کہ انسان کو اس کے خوابِ غفلت سے جگایا جاتا۔ اور زندگی اور موت کے معنی سمجھائے جاتے۔ ان آیات میں لوگوں کی حیل وحجت اور رسولوں کی فہمایش کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

آخر جب رسولوں نے انہیں حجت میں دبا لیا تو وہ ہشت مشت پر اتر آئے اور کہا کہ سنو جی! اگر تم اسی طرح اللہ صبر اور توکل وغیرہ کی رٹ لگاتے رہے۔ تو ہم تم کو اپنی بستیوں سے نکال باہر کریں گے، خوب کان کھول کر سن لو۔ کہ اگر ہمارے اندر رہنا ہے تو جیسے ہم رہتے ہیں۔ اسی طرح رہو اور ہمارا دین اختیار کرو، اپنی مت چلاؤ ورنہ یہاں سے رفوچکر ہو جاؤ (معاذ اللہ)

نشہ کا اوتار

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ
پس وحی بھیجی ان کی طرف ان کے رب نے ہم ہلاک کرکے رہیں گے
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ
ظالموں کو اور بسا کے رہیں گے تم کو اس زمین میں
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ
ان کے بعد یہ واسطے ان کے ہے جو ڈرے
مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾
میرے روبرو کھڑا ہونے سے اور ڈرے میرے ڈراوے سے

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ
پس ان کے رب نے انہیں حکم بھیجا ہم ظالموں کو
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ
غارت کریں گے اور ان کے پیچھے اس زمین میں تم
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ
کو آباد کریں گے یہ اس کو ملتا ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے
مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾
سے ڈرتا ہے اور میرے عذاب کے ڈراوے سے ڈرتا ہے

قرآن حکیم رسولوں کے اس سلسلہ کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ جو پہلے انسان سے شروع ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ اور آپ نے اپنی عقل وافر سے جس کو وحی کی روشنی میں پوری پوری مدد دی گئی۔ وہ سب کچھ واضح کر کے رکھ دیا۔ جو عوام الناس کی خود سمجھ میں نہ آ سکتا تھا لیکن افسوس کہ انسان کا اکثر حصہ اس پر اڑ گیا۔ کہ رسول کوئی چیز نہیں۔ ہم آپ کافی عقل رکھتے ہیں۔ ان آیات میں آج کل کے انسانوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ رسولوں کا کہنا نہ مان کر پہلے لوگ تباہ ہوئے۔ وہ لوگ اپنے اپنے رسول کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے اور رسول غمگین اور رنجیدہ ہوئے۔ جب یہ حالت پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کے ذریعہ سمجھایا جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ گھبراؤ نہیں ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کی جگہ تمہیں اور تمہارے ماننے والوں کو بسا دیں گے۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر حساب دینے کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہوں گے اور اس کے وعدوں پر اعتماد کرتے اور وعیدوں سے ڈرتے ہوں گے۔ افسوس مکہ کے سرپھروں نے آپ کا کہنا نہ مانا۔ آخر ان کا وہی انجام ہوا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا اور ان کی عقل وحی کی رہنمائی کے بغیر ان کے کسی کام نہ آئی۔

دائمی عذاب

وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ
اور فتح مانگی انہوں نے اور نامراد ہوا ہر سرکش
عَنِیْدٍ (۱۵) مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسْقٰى
ضدی پیچھے اس کے ہے جہنم اور پلایا جائے گا وہ
مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ (۱۶) یَّتَجَرَّعُهٗ وَ
پانی سے پیپ کے گھونٹ گھونٹ پیے گا اسے اور
لَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَ یَاْتِیْهِ الْمَوْتُ
نہ قریب ہوگا اس کے کہ حلق سے اتارے اور آئے گی اس کے پاس موت
مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَیِّتٍ ؕ
ہر جگہ سے اور نہ ہوگا مرنے والا
وَ مِنْ وَّرَآىٕهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ (۱۷)
اور پیچھے اس کے عذاب ہے سخت

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ
اور پیغمبر فیصلہ مانگنے لگے اور ہر ایک سرکش ضدی
عَنِیْدٍ (۱۵) مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَیُسْقٰى
نامراد ہوا اس کے پیچھے دوزخ ہے اور پلائیں گے اس کو
مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ (۱۶) یَّتَجَرَّعُهٗ وَ
پیپ کا پانی اس کو گھونٹ گھونٹ پیتا ہے
لَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَ یَاْتِیْهِ الْمَوْتُ
اور گلے سے نہیں اتار سکتا اور موت اس پر ہر طرف
مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ ؕ
سے چلی آتی ہے اور وہ نہیں مرتا
وَمِنْ وَّرَآىٕهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ (۱۷)
اور اس کے پیچھے سخت عذاب ہے

اِسْتَفْتَحُوْا: (مدد مانگی انہوں نے) ماضی کا صیغہ ہے استفتاح سے جس کا مادہ ف۔ت۔ح ہے۔ فَتْحٌ کے معنی کھولنے اور کشائش کے ہیں۔ استفتاح کے معنی فتح کی درخواست کرنا، فیصلہ چاہنا۔

جب کافر باز ہی نہ آئے تو رسولوں نے اللہ سے دعا کی۔ کہ یارب ان کا ہمارا فیصلہ کر اور ہمیں ان پر فتح دے۔ تو اللہ عزوجل نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ سارے ضدی لوگ دنیا ہی میں تباہ و برباد ہوئے۔ ان کے سارے ارمان ارادے رکھے رہ گئے۔ سوا نامرادی کے اور کچھ پلے نہ پڑا اور مرنے کے بعد جہنم میں جائیں گے۔ سوا الگ ان کے بدن سے جل جل کر جو پانی جیسی پیپ بنے گی۔ وہی انہیں پلائی جائے گی۔ وہ ان کے حلق سے نہ اترے گی۔ موت انہیں گھیرے ہوگی مگر وہ مریں گے نہیں اس لیے آگے ان کے لیے اور بھی سخت عذاب ہے (معاذ اللہ)

بے کار عمل

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ

مثال ان کی جنہوں نے کفر کیا ساتھ اپنے رب کے ان کے کام

كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ

راکھ کی طرح ہیں کہ تیز چلے جس پر ہوا اس دن میں

عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ

جو آندھی والا ہو نہ قدرت رکھیں گے اس میں سے جو انہوں نے کمایا کسی چیز پر

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

یہی وہ ہے گمراہی دور بھٹکنے والی

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ

حال ان لوگوں کا جو اپنے رب سے منکر ہوئے ان کے عمل ہیں

كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ

جیسے وہ راکھ کہ اس پر زور کی ہوا چلے آندھی

عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ

کے دن اپنی کمائی سے ان کے ہاتھ میں کچھ نہ ہوگا

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

یہی ہے بہک کر دور جا پڑنا

عَاصِفٍ (تیز ہوا۔ آندھی) صفت کا صیغہ ہے ع ص ف سے عصف کے معنی ہوا کا تیز چلنا۔ یہ لفظ پہلے سورہ یونس میں گذر چکا ہے۔ عاصف اصل میں ہوا کی صفت ہوتی ہے لیکن یہاں دن کی صفت قرار دی گئی ہے۔ اس لحاظ سے کہ اس میں وہ تیز ہوا چلتی ہے۔

بعض لوگوں کے دل میں خیال گذر سکتا ہے کہ ہم تو محتاجوں کی مدد کرتے ہیں۔ بے کسوں کی فریاد کو پہنچتے ہیں۔ دان، پُن، خیرات بہت کچھ کرتے رہتے ہیں۔ لوگوں میں فساد نہیں ہونے دیتے۔ ان کے آپس کے جھگڑے انصاف کے ساتھ نمٹاتے ہیں اور اپنے طریقے سے عبادت گذار بھی ہیں۔ کیا ہم جیسے نیکوکار اور صلح پسند لوگوں کو بھی سزا دی جائے گی۔ اس آیت میں اس بات کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے کہ جو لوگ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور اللہ عز وجل کا انکار کر کے کسی اور کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے اعمال قیامت کے دن کسی کام نہ آئیں گے وہ سب اسی طرح نیست و نابود ہو جائیں گے جیسے تیز ہوا میں راکھ کے ذرّے اُڑ کر غائب ہو جاتے ہیں دنیا میں وہ خوش خلقی، خیرات، صدقات اور نیک کاموں کی بدولت اچھی طرح بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن بغیر ایمان کے ان کا کوئی نیک عمل دوزخ سے نہیں بچائے گا یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے۔

دوبارہ اُٹھنے کی حقیقت

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کیا نہ دیکھا تونے کہ اللہ نے پیدا کیے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

اور زمین ٹھیک ٹھیک اگر چاہے لے جائے تمہیں

وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ

اور لے آئے پیدائش نئی اور نہیں یہ

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

اللہ پر کچھ دشوار

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان اور زمین

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

بنائے جیسے چاہیے اگر چاہے تم کو لے جائے

وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ

اور کوئی نئی پیدائش لے آئے اور یہ اللہ کے

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

لیے کچھ مشکل نہیں

یہ عظیم الشان آسمان اور زمین موجود ہیں۔ ان کی بناوٹ ہی سے ظاہر ہے کہ انہیں نہایت کاری گری سے بنایا اور بڑے سلیقہ سے سجایا گیا ہے پھر جس نے عجیب وغریب چیزوں کا اتنا بڑا اعجائب گھر دنیا میں کھڑا کیا۔ کیا وہ یہ نہیں کرسکتا کہ انہیں مٹا کر پھر نئے سرے سے بنا دے یا ان کی جگہ اور نئی چیزیں پیدا کر دے۔

انسان میں بھی اس بڑے عجائب گھر کی طرح مختلف قسم کی چیزیں ایک ساتھ رکھ کر انہیں ایک نظام کے تحت ایک دوسری سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ کیا وہ کامل کاری گر ان کو کھول اور بکھیر کر پھر جمع نہیں کرسکتا۔ کیا ایک انجن کا بنانے والا اس کے کل پرزوں کی ساخت اور ان کی مناسب جگہوں سے واقف نہیں کیا وہ انہیں الگ الگ کرکے دوبارہ نہیں جوڑ سکتا۔ پھر کیا سارے جہان اور انسانوں کا پیدا کرنے والا کوئی مشکل محسوس کرسکتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ عزوجلّ کے نزدیک انسان کے مرجانے اور اس کے اجزا کے منتشر ہوجانے کے بعد اس کا دوبارہ جلانا اور بکھرے ہوئے جوڑوں کو پھر سے اپنے اپنے ٹھکانوں پر بٹھا دینا کوئی بڑی بات نہیں جس نے پہلے بنایا وہ دوبارہ بھی بنا سکتا ہے۔

آپادھاپی

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا
اور کھڑے ہوں گے اللہ کے سامنے سب پس کہیں گے کمزور
لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا
ان لوگوں سے جو بڑے بنتے تھے یقیناً تھے ہم تمہارے تابعدار
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
پس کیا تم ہلکا کرنے ہو ہم پر سے اللہ کے عذاب میں سے
مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ
کسی قدر وہ کہیں گے اگر راہ دکھاتا ہمیں اللہ
لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ
البتہ راہ دکھاتے ہم تم کو برابر ہے ہمارے لیے خواہ گھبرائیں ہم
اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع
یا صبر کریں ہم نہیں ہمارے لیے کوئی چھٹکارا

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا
اور سارے اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے پھر کمزور
لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا
بڑائی والوں سے کہیں گے ہم تو تمہارے تابع تھے
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
سو کیا بچاؤ گے تم ہم کو اللہ کے عذاب سے
مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ
کچھ۔ وہ کہیں گے اگر اللہ ہم کو ہدایت کرتا
لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ
تو البتہ ہم تم کو ہدایت کرتے اب ہمارے لیے برابر ہے ہم بے قراری
اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع
کریں یا صبر کریں ہم کو خلاصی نہیں

اس آیت میں ارشاد ہے جو اللہ کو نہ مانتے تھے ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ عذاب کی سختی سے گھبرا کر وہ لوگ جو دنیا میں نیچے درجہ کے کمزور اور ضعیف تھے اونچے درجے والے معزز لوگوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہارے تابعدار ہو کر رہے تمہارے اشاروں پر چلتے تھے تمہارے خدمت گذار تھے آج تمہیں چاہیئے کہ تم اس آڑے وقت میں ہمارے کام آؤ۔ دیکھو ہم کیسی مصیبت میں ہیں۔ سب نہیں تو کچھ نہ کچھ ہی ہمارا عذاب کم کرا دو۔ وہ کہیں گے افسوس ہم دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ سے غافل ہو گئے۔ اللہ عزوجل نے ہماری اندرونی روشنی کم کر دی اور ہدایت سے محروم کر دیا۔ اس لیے ہم غلط چلے اور تمہیں بھی غلط چلایا۔ آج ہم تم سے بھی زیادہ مصیبت میں ہیں نہ چیخ پکار سے کچھ ہوتا ہے اور نہ چپ چاپ رہنے سے کچھ بنتا ہے کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی ؛

شیطان کا جواب

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ
اور کہا شیطان نے جب نمٹ چکا کام بے شک اللہ نے
وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ
وعدہ کیا تم سے وعدہ سچا۔ اور وعدہ کیا میں نے تم سے پھر خلاف کیا اس کے
وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ
اور نہ تھا میرے لیے تم پر کوئی زور مگر
اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ
یہ کہ بلایا میں نے تم کو پس کہا مانا تم نے میرا

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ
اور جب سب کام نمٹ چکا شیطان بولا بیشک اللہ نے
وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ
تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کر دیا پھر تم سے وعدہ خلافی کی
وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ
اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی مگر یہ کہ
اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ
تم کو بلایا پھر تم نے میری بات مان لی

قَالَ الشَّيْطٰنُ : (شیطان نے کہا) شیطان یہ بات قیامت کے دن اس وقت کہے گا جب آدمیوں کے اعمال کا حساب کتاب ہو چکے گا۔ لیکن یہاں ماضی کے صیغہ سے بیان فرمایا اس لیے کہ اس کا ہونا یقینی ہے تو گویا ہو چکا۔

قیامت کا دن انسان کے لیے بڑا ہیبت ناک دن ہوگا۔ اس دن وہ باتیں جنہیں وہ یہاں کچھ نہ گردانتا تھا۔ صاف صاف نظر آنے لگیں گی۔ اچانک لوگوں کو شیطان لعین نظر آجائے گا۔ اس سے سب کہیں گے کہ آج ہمارا اچھا نا تیرا فرض ہے شیطان جو جواب دے گا۔ اس کا اس آیت میں ذکر ہے وہ کہے گا۔ آج میں تم کو کھری کھری سنانے پر مجبور ہوں۔ دنیا میں اللہ عزوجل نے اپنے رسول بھیج کر تمہیں اصلی باتوں سے آگاہ کیا۔ اور بالکل سچے وعدے کیے۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ صرف تمہیں دنیا کی بھڑک دار چیزیں دکھا کر اتنا کہا کہ ان کی طرف کیوں نہیں جھکتے۔ اتنا کہتے ہی تم مکھیوں کی طرح ان دھوکے کی چیزوں پر جھک پڑے جو درحقیقت غلاظت کے سوا کچھ نہ تھیں۔ میرے پاس کچھ زور نہ تھا۔ کہ تم کو زبردستی گناہوں میں پھنساتا۔ تعجب ہے کہ تم عقلمند ہو کر ایسے باؤلے ہو گئے ہو کہ میرے اشاروں پر چل پڑے ؎

شیطان کا کورا جواب

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا
پس نہ ملامت کرو مجھے اور ملامت کرو اپنے آپ کو نہیں ہیں
بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ
فریادرس تمہارا اور نہ تم فریادرس میرے میں
كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ
انکار کرتا ہوں اس سے جو تم نے شریک ٹھہرایا اس سے پہلے
اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۲﴾
یقیناً جو ظالم ہیں ان کے لیے عذاب ہے دردناک

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا
سو مجھ کو الزام نہ دو اور اپنے آپ کو الزام دو۔ نہ میں
بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ
تمہاری فریاد کو پہنچوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچو۔ تم نے
كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ
جو اس سے پہلے مجھ کو شریک بنایا تھا میں اس سے بیزار ہوں
اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۲﴾
البتہ جو ظالم ہے ان کے لیے دردناک عذاب ہے

مُصْرِخٌ: مصیبت سے رہائی دینے والے اسم فاعل ہے صراخ سے جس کا مادہ ص۔ر۔خ ہے۔ صرخ کے معنی چیخ و پکار کے ہیں جو درد و غم کی وجہ سے ہو۔ اصراخ کے معنی درد و غم دور کرنا جس سے چیخ و پکار رک جائے اس میں ہمزہ سلب کے لیے ہے۔

اَشْرَكْتُمُوْنِ: اصل میں اَشْرَكْتُمُوْنِیْ ہے۔ عبارت میں آخر کی یا تخفیف کی غرض سے گرا دی گئی۔

شیطان کہے گا تم میرے پاس آ کر کیا لوگے۔ جاؤ اپنے کیے کو رو۔ اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتو۔ سنو جی! آج نہ میں تمہارے کام آسکتا ہوں نہ تم میرے کام آسکتے ہو۔ دنیا میں تم نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ بھلا میری کیا مجال کہ میں اس قادر و قہار کے سامنے ذرا بھی دم مار سکوں۔ میں تمہارے اس بےہودہ کام سے سخت نفرت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں نے اس کی حکم عدولی کی۔ آج اس کی پاداش میں پکڑا ہوا ہوں تم نے خواہ مخواہ میرا کہنا مانا۔ اور اللہ کے صاف اور صریح احکام کو پس پشت ڈالا۔ تم بھی آج اس جرم میں پکڑے ہوئے ہو۔ دونوں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ آج صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ظالموں کے لیے عذاب تیار ہے۔ کاش دنیا میں اس کو سمجھ لیتے تو آج چین سے رہتے۔ اس آیت سے ان کو سبق لینا چاہیے جو ان کاموں میں پھنسے ہوتے ہیں جس کو قرآن حکیم نے شیطانی کام کہا ہے جیسے جھوٹ بولنا، دھوکا دینا وغیرہ ؛

ایمان اور نیکی

وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور داخل کیے گئے　وہ جو　ایمان لائے　اور کام کیے اچھے

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

باغوں میں　بہتی ہیں　جن کے نیچے　نہریں

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ

ہمیشہ رہیں گے　ان میں　حکم سے　اپنے رب کے

تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

تحفہ ملاقات ان کا　اس میں　سلام ہے

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک کام کرتے تھے

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

داخل کیے گئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ

ہمیشہ ان میں رہیں گے اپنے رب کے حکم سے

تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ان کا تحفہ ملاقات وہاں سلام ہے

تَحِیَّۃٌ تحفہ / یہ لفظ پہلے سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔ باہم ملاقات میں جو لفظ پہلے نکلے وہ گویا ایک تحفہ ہے یہ سب سے اچھا لفظ ہونا چاہیے مسلمانوں میں اس کے لیے سلام بہترین لفظ ہے جس کے معنی دنیا میں ہیں تندرست رہو اور جنت میں ہوں گے مبارکباد تَحِیَّۃ کی اصل تَحْیِیَۃٌ ہے اور اس کا مادہ ح۔ی۔ی ہے جس سے حیات بمعنی زندگی بنا ہے۔ سلام کا لفظ کہنا گویا ایک دوسرے کو زندہ رکھنے کی آرزو کا اظہار ہے اس سے بہتر اور کوئی تحفہ بوقتِ ملاقات کیا ہو سکتا ہے جو لوگ جیو اور جینے دو کے قائل حال ہی میں ہوئے ہیں۔ انہیں اسلام کے سلام سے سبق پہلے ہی حاصل کر لینا چاہیے جس کو انسان کے کانوں میں گونجتے ہوتے آج چودہ سو سال ہونے کو آئے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے اللہ پر ایمان لا کر سدا اس کے بتائے ہوئے نیک کام کیے ان کو رہنے کے لیے باغوں میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ باغ سرسبز و شاداب ہوں گے یہ اوپر کی منزلوں میں رہیں گے نیچے صاف شفاف نہریں جاری ہوں گی۔ دل کو آرام اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو گی اور یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہو گا۔ ایک بار داخل ہونے کے بعد پھر اس میں سے نہ نکلیں گے اور من مانی عیش و عشرت کے ساتھ وہیں سدا رہیں گے۔ ہر طرف امن و امان کا سماں ہو گا۔ ملتے وقت ہر شخص ایک دوسرے سے سلام ہی سلام کہے گا جو اپنی خوش قسمتی پر ایک دوسرے کو مبارک مبارک ہو گی۔

اچھی بات

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً
کیا نہ دیکھا تونے کیسی بیان کی اللہ نے مثال بول
طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ
ستھرا جیسے درخت ستھرا جڑ اس کی جمی ہوئی
وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِىٓ اُكُلَهَا
اور اس کی شاخیں آسمان میں دیتا ہے وہ اپنا پھل
كُلَّ حِيْنٍ ۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَ يَضْرِبُ
ہر وقت ساتھ حکم اپنے رب کے اور بیان کرتا ہے
اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
اللہ مثالیں لوگوں کے لیے تاکہ وہ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾
سوچیں

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً
تو نے نہ دیکھا اللہ نے ایک مثال کیسی بیان کی
طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ
ستھری بات جیسے ایک ستھرا درخت جڑ اس کی مضبوط
وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِىٓ اُكُلَهَا
اور ٹہنے آسمان میں اپنے رب کے حکم سے
كُلَّ حِيْنٍ ۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَ يَضْرِبُ
ہر وقت اپنا پھل لاتا ہے اور اللہ لوگوں
اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾
فکر کریں

تمہارے سمجھانے کے لیے اللہ عزوجل ایک مثال بیان کرتا ہے تمہیں اس پر غور کرنا چاہیے۔ ایمان اور عمل صالح دونوں مل کر دین اسلام کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہ دین اسلام اس پاکیزہ اور ستھرے درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہو اور جسے کوئی بیرونی آفتیں اور تیز ہوائیں وغیرہ جگہ سے نہ ہلا سکیں۔ اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف اٹھ کر ہر طرف پھیل رہی ہوں اور اس سے ہر وقت مفید مزے دار پھل حاصل ہو رہے ہوں اور اللہ کے حکم سے اس کی برکتیں پھیل رہی ہوں۔ اسی طرح اسلام کو ایک درخت سمجھو۔ جس کی جڑ اعتقاد صحیح ہے اور جس کا تنہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جس قدر یہ جڑ مضبوط ہوگی اتنا ہی تنہ مضبوط ہوگا۔ اس کی شاخیں عمل صالح یعنی نیک کام ہیں جو آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ جو اس درخت کو لگائے گا۔ اس کا پھل پائے گا۔ اللہ کے فضل سے اس کے پھل ہمیشہ ملتے رہیں گے کبھی ختم نہ ہوں گے۔

بُری بات

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةِ

اور مثال بول گندہ جیسے درخت گندہ

ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا

اکھاڑ لیا جائے زمین کے اوپر سے نہ ہو اس کو

مِنْ قَرَارٍ (۲۶) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

کچھ جماؤ مضبوط رکھتا ہے اللہ ان کو جو

اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ایمان لائے ساتھ بول ۔ مضبوط کے بیچ زندگانی دنیا کی

وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ قف

اور آخرت میں اور بھٹکاتا ہے اللہ ظالموں کو

وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ع (۲۷)

اور کرتا ہے اللہ جو چاہے

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (۲۶) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ قف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ع (۲۷)

اور گندی بات کی مثال جیسے گندہ درخت اکھاڑ لیں اس کو زمین کے اوپر سے کچھ نہیں اس کو ٹھیراؤ اللہ ایمان والوں کو مضبوط کرتا ہے مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ بے انصافوں کو بچلا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کرتا ہے

ع ۷ ۱۶

کلمہ طیبہ کے مقابلے میں کلمہ خبیثہ ہے جس میں وہ بول اور باتیں داخل ہیں جن سے اللہ کی بے وقعتی ظاہر ہوتی ہو اور اس کا انکار ٹپکتا ہو۔ یہ اس درخت کی طرح ہے جس کی کوئی جڑ ہی نہ ہو جس کا جی چاہے اسے ہاتھ مار کر اکھاڑ پھینکے۔ پائیداری کا نام نہ ہو، اور اس کے پھل بد ذائقہ کڑوے تلخ اور کانٹے دار ہوں۔ سارے برے کام، گالی گلوچ، فحش، بکواس، لڑائی جھگڑے وغیرہ سب ایسے ہی جھاڑ جھنکار ہیں جن کے پھل تلخ ہیں اور کسی کام نہیں آتے۔ اس آیت میں دنیا کے غافل انسانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ اصل قوت ایمان میں ہے ایمان والے اپنی جگہ سے نہیں ہلتے اللہ ان کو دنیا و آخرت دونوں میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ ہاں جو سمجھنا ہی نہ چاہے ان کو اللہ ہدایت نہیں کرتا اس میں ہر طرح کی قدرت ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے جو اللہ کی باتیں نہ مانے گا وہ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتا پھرے گا۔

ناشکرے

اَ لَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

کیا نہیں دیکھا تو نے طرف ان کے جنہوں نے بدل دیا اللہ کی نعمت کا

كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾

کفر اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾

جہنم میں داخل ہوں گے وہ اس میں اور برا ہے وہ ٹھکانا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

تو نے نہ دیکھا ان کو جنہوں نے اللہ کے احسان کا بدلہ ناشکری

كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾

دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا جو

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾

دوزخ ہے وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے

بَدَّلُوْا (بدل ڈالا) ماضی کا صیغہ ہے تبدیل سے جس کے معنی ہیں بدل ڈالنا۔ بدلہ دینا۔ اس کا مفرد بَدَّلَ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔

بَوَارِ (ہلاکی۔ تباہی) اس لفظ کا مادہ ب۔و۔ر ہے۔ بَوْرٌ کے معنی تباہ ہونا۔ بَوَار اس کا حاصل مصدر ہے۔ دنیا میں ان کے لیے دار بوار میدان بدر تھا اور آخرت میں دوزخ۔

يَصْلَوْنَ (داخل ہوں گے) مضارع کا صیغہ ہے جو ص۔ل۔ی سے بنا ہے صَلِیٌّ کے معنی یہاں آگ کے اندر داخل ہونے کے ہیں۔

اس آیت میں اس بات پر تعجب کا اظہار ہے کہ یہ مکہ کے بڑے بڑے اور با اثر لوگ اسلام کو اچھا مانتے ہوئے بھی ضد میں آ کر اس کے ماننے سے انکار کر بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو قریش کا سردار بنایا عرب کے تمام لوگوں پر انہیں عزت اور دبدبے والا کیا۔ ان کی ہدایت کے لیے انہی میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اور انہیں ان کے لیے اور ساری دنیا کے لیے رہبر مقرر کیا۔ اگر سوچیں تو یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ افسوس ان تمام نعمتوں کا بدلہ کفر اور ناشکری سے دیا۔ آپ بھی راندۂ درگاہ ہوئے اور اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی جو ان کو پیشوا سمجھتی تھی ہلاکی اور تباہی میں پھنسایا۔ قرآن مجید نے اچھوں کے لیے جنت اور بروں کے لیے جہنم کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے ضد میں آ کر جہنم کو پسند کیا۔ اب یہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ ان سے پھر کہا جاتا ہے کہ جہنم برا ٹھکانا ہے اچھی طرح سمجھ لو:

سخت نادانی

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا

اور مقرر کیے انہوں نے اللہ کے لیے ساجھی تاکہ گمراہ کریں

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ

اس کے راستہ سے کہہ فائدہ اٹھالو پس تحقیق

مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

تمہارا لوٹنا آگ کی طرف ہے

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا

اور ٹھہرائے اللہ کے لیے مقابل کہ بہکائیں

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ

اس کی راہ سے لوگوں کو کہہ مزے اڑالو پھر

مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

تم کو لوٹنا ہے آگ کی طرف

اَنْدَادًا برابر کے نِدّ کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے ن۔ د د سے۔ نِدّ کسی چیز کے برابر کی چیز کو کہتے ہیں۔

مَصِيْر لوٹنا مصدر میمی ہے جس کا مادہ ص۔ ی۔ ر ہے اس سے مصدر صَيْرُوْرَةٌ اور مصدر میمی مصیر ہے جس کے معنی ٹھکانے پر واپس آنا۔ تَمَتَّعُوْا عیش کر لو امر ہے تمتع سے جو متاع سے بنا ہے۔ متاع پہلے کئی جگہ گذرا ہے سامان کو کہتے ہیں۔ تمتّع موجودہ سامان سے فائدہ اٹھانا۔

قریش مکہ کے سرداروں کی ہٹ دھرمی اور شورہ پشتی کا بیان ہو رہا ہے ان پر اللہ کے بہت سے احسانات تھے۔ انہوں نے اپنے سب سے بڑے محسن اللہ عزوجل کو چھوڑ کر اس کے برابر کا دوسروں کو بنا رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ لوگ بھی ان کے اثر کی وجہ سے اللہ عزوجل کو چھوڑ بیٹھے۔ اور اس کے مقرر کیے ہوئے راستے سے ہٹ گئے۔ ان سے کہہ دو کہ اس بت پرستی سے تمہیں سر دست کچھ نذر و نیاز اور ضرورت کی چیزیں تو ضرور مل رہی ہیں۔ اچھا خیر کچھ دن مزے اڑالو۔ آخر تو تمہیں دوزخ کی دہکتی آگ میں جانا ہی ہے۔ کیوں کہ جو کام تم کر رہے ہو یعنی اللہ کا انکار اور اس کی ناشکری اس کا نتیجہ مرنے کے بعد اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ دنیا میں جو مصیبت اس کی وجہ سے آنے والی ہے وہ الگ رہی۔ قریش کے سرداروں کے دو جرم تھے ایک تو آپ بہکنا اور دوسرے دوسروں پر اثر ڈال کر انہیں بہکانا۔ دوسرے کی سزا انہیں دنیا میں بھی ملی اور آخرت میں بھی ملے گی۔ باا ثر لوگوں کو اس سے سبق لینا چاہیے۔

مسلمانوں کا کام

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا

کہدے میرے بندوں سے جو ایمان لے آئے ہیں باقاعدہ قائم کریں

الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

نماز اور خرچ کرتے رہیں اس سے جو ہم نے انہیں دیا چھپا کر

وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ

اور کھلے طور پر اس سے پہلے کہ آپہنچے وہ دن کہ

لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (۳۱)

نہ سوداگری ہے اس میں اور نہ دوستی

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا

میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں کہہ دے نماز قائم

الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے چھپے

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ

اور کھلے خرچ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں

لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (۳۱)

نہ خرید و فروخت ہے اور نہ دوستی

بَيْعٌ: (سوداگری) اس کے معنی خرید و فروخت کے ہیں۔ یہ پہلے سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے مضمون وہاں بھی یہی ہے۔

خِلٰلٌ (دوستی) اس لفظ کا مادہ خ-ل-ل ہے جس کے معنی دو چیزوں کے بیچ میں آجانا ہیں، خُلَّةٌ بھی اسی سے بنا ہے اس کے اور خلال دونوں کے معنی دوستانہ تعلق کے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ میرے حکم بردار بندوں سے کہہ دو کہ روزانہ باقاعدہ نماز کے وقت حاضر ہو کر اپنی بندگی کا میرے سامنے اظہار کریں اور اپنی حلال کی کمائی میں سے حاجتمندوں کو چپکے سے کچھ نہ کچھ دیتے رہیں اور بعض موقعوں پر ظاہر کر کے بھی دیں تم دنیا میں یہ کام کرتے رہو گے تو قیامت میں ان کا پھل پاؤ گے ورنہ خالی ہاتھ رہ جاؤ گے۔

یاد رکھو اس دن خرید و فروخت نہ ہوگی کہ کبھی یہ سمجھو کہ کچھ قیمت دے کر دوسروں کی نیکیاں خرید لیں گے یہ بھی نہ ہو سکے گا اور دوستی بھی کام نہ آئے گی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بزرگوں سے دوستی اور محبت کا اظہار اپنے طریقوں سے چاہے جتنا کیا جائے جب تک ان کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل صالح کی کوشش نہ کی جائے گی وہ بزرگ نجات نہ دلوا سکیں گے۔

اللہ کی نعمتیں

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور

الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

زمین اور اتارا آسمان سے پانی

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

پھر نکالے اس کے ساتھ پھل روزی تمہارے لیے

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ

اور کہنے میں کیا تمہارے کشتی کو تاکہ چلے

فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ

دریا میں اللہ کے حکم سے

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور

الْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

پھر اس سے تمہاری روزی میوے نکالے

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ

اور کشتی کو تمہارے کہنے میں کیا تاکہ دریا میں

فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ

اس کے حکم سے چلے

تَسْخِیْرٌ (کہنے میں کر دینا) اس کا مادہ س۔خ۔ر ہے جس کے معنی ذلت ہیں تسخیر اس سے فعل متعدی ہے جس کے معنی ہیں ذلیل اور تابعدار بنا دینا، مسخر کر دینا۔ ان آیتوں میں اللہ کے احسان اور اس کی نعمتوں کا ذکر کھول کر کیا گیا ہے تاکہ کافر اگر چاہیں تو اس کو پہچان کر اس پر ایمان لے آئیں۔

ارشاد ہے کہ جس اللہ کی عبادت کرنے کے لیے تمہیں کہا جا رہا ہے۔ وہی اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے تمہیں رزق پہنچانے کے سامان مہیا کیے۔ آسمان سے مینہ برسایا۔ زمین نے پانی پیا اور اپنے اندر سے بحکم خداوندی طرح طرح کے میوے نکالے۔ یہ تمہارے ہی لیے تو ہیں۔ پھر تم کو اتنی عقل اور قوت دی۔ کہ دریاؤں اور سمندروں میں کشتی اور جہاز چلاتے ہو اور وہ اللہ کے حکم سے تمہارے اشاروں پر چلتی ہیں۔ آگے انسانوں کو ان سے یہ کام لینا پڑے گا کہ ان کے ذریعے سمندر اور دریا پار کر کے دور دراز ملکوں میں اللہ کا پیغام پہنچائیں اور لوگوں سے مفید تعلقات قائم کریں۔

اللہ کی نعمتیں

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ

اور مسخر کیا تمہارے لیے ندیوں کو اور مسخر کیا

لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ

تمہارے لیے سورج کو اور چاند کو جو ہمیشہ کام میں لگے رہتے ہیں

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾

اور مسخر کیا تمہارے لیے رات کو اور دن کو

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ

اور کام میں لگائیں تمہارے ندیاں اور سورج اور

لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ

چاند کو تمہارے کام میں لگا یا برابر ایک دستور پر

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾

اور دن اور رات کو تمہارے کام میں لگایا

سَخَّرَ: (مسخر کیا) اس لفظ کو ان آیتوں میں بار بار استعمال کیا ہے تا کہ انسان سمجھے۔ کہ یہ سب چیزیں اس کے کام میں لگی ہوئی ہیں اور اللہ عزوجل کے حکم سے برابر مقررہ قاعدوں کے مطابق اسے نفع پہنچا رہی ہیں۔ ان میں سے بعض سے وہ اپنی اور قوت صرف کرکے بھی کام لیتا ہے۔

دَآئِبَيْنِ: (لگاتار باقاعدہ کام کرتے ہوئے) اسم فاعل دَآئِبٌ کا تثنیہ ہے۔ دائب کا مادہ د۔ا۔ب ہے۔ داب کے معنی ہیں ہمیشہ ایک عادت اور قاعدے کے مطابق کام کیے جانا۔ یہ لفظ پہلے سورہ آل عمران اور سورۃ الانفال میں گذر چکا ہے، جہاں اس کے معنی عادت اور طریقے کے ہیں۔

انسان جب سے اس زمین پر بسا ہے اسے اس کے راحت کے سامان برابر ملتے رہے ہیں۔ بارش، دھوپ، چاندنی، رات، دن سب اسے نفع پہنچاتے رہے ہیں۔ انہی کے ذریعے زمین سے غلہ، پھل میوے، ترکاریاں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ بارش کے ذریعے نہریں، نالے، ندیاں زمین پر بہنے لگیں تو انسان ان میں اور سمندر میں کشتیاں چلانے لگا۔

قرآن حکیم جابجا انسان کو ان نعمتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ لیکن طبیعات کے قاعدوں اور طبعی چیزوں کے بنانے والے کو بھی پہچانو۔ اور اس کو خالق کائنات اور رب العالمین مانو۔ اگر ایسا نہ کیا تو تمہاری عقل تمہیں لے ڈوبے گی اور کوئی بچانے والا نہ ہوگا:

نعمتیں بے شمار ہیں

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ
اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر
تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ
شمار کرنے لگو نعمت اللہ کی تو پوری نہ گن سکو
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾
تحقیق انسان البتہ بڑا ظالم ناشکر گذار ہے

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ
اور تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی دیا اور اگر
تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ
اللہ کے احسان گنو تو پورے نہ کر سکو
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۱۷
بے شک آدمی بڑا نا انصاف ہے

لَا تُحْصُوْا (پورا نہ گن سکو) مضارع منفی ہے اِحْصَاءٌ سے اصل میں لَا تُحْصُوْنَ ہے اِن کی وجہ سے نون گر گیا۔ احصاء کا مادہ ح ص ی ہے۔ احصاء کے معنی پورا گن لینا۔ بتلانا یہ ہے کہ اللہ کی نعمتیں انسان پر اس قدر ہیں کہ اگر وہ گننے بیٹھے تو پوری کبھی نہیں گن سکتا۔ ظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (بڑا ظالم۔ بڑا ناشکرا) دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ ایک ظلم سے دوسرا کفر سے جس کے معنی ناشکری کے ہیں۔

مسلم ہر چیز کو اللہ کی دین سمجھتا ہے اور غیر مسلم کو اللہ کا خیال بھی نہیں آتا۔ وہ بعض چیزوں کو اپنی ہی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا ہے اور بعض کو دوسروں کی مہربانی جانتا ہے۔ اسلام اسے سکھاتا ہے کہ تیری کوششیں کچھ بھی نہیں۔ فقط سوال کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک آدمی صبح سے لے کر شام تک روزی کمانے کے لیے بدنی محنت کرتا ہے۔ دوسرا کسی کی خدمت کرتا ہے۔ کوئی اپنی دماغی قوتیں کسی نئی چیز کی ایجاد میں لگاتا ہے۔ غرض کوئی کچھ کرتا ہے کوئی کچھ۔ یہ سب اصل میں اللہ عزوجل ہی سے سوال کر رہے ہیں۔ ہر شخص بلکہ ہر چیز کسی نہ کسی طریقے سے اسی کے آگے دستِ سوال پھیلائے ہوئے ہے اور وہ ہر ایک کو اس کی استعداد یا مصلحت کی بنا پر جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔ لوگ یہ ظلم کرتے ہیں۔ کہ اللہ کا نام بھی نہیں لیتے۔ اپنی محنت یا دوسرے کی مہربانی ہی کو کمائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اصلی دینے والے کی برابر ناشکری ہوتی رہتی ہے۔

قریش کے جدامجد

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ
اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب کردے
هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ
اس شہر کو پُرامن اور بچا مجھ کو اور میرے فرزندوں کو
اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾
کہ پوجیں ہم مورتوں کو

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ
اور جس وقت ابراہیم نے کہا اے رب اس شہر کو
هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ
امن والا کردے اور مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات
اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾
سے دور رکھ کہ ہم مورتوں کو پوجیں

قریش کہتے تھے کہ بت پرستی ہمارے باپ دادا کا دین ہے۔ اسی کی بدولت ہم کعبہ کے مالک بنے بیٹھے ہیں یہاں ان کے اس بہانے کی قلعی کھولی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ تم اصل میں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ انہوں نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ ہاجرہ سمیت عرب کے بیابان میں لاکر چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیابان میں چشمۂ زمزم نکال دیا۔ عرب کے ایک قبیلہ جرہم کا وہاں سے گذر ہوا تو پانی بافراط دیکھ کر وہیں بس گئے۔ غرض حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ہاجرہ کے زندہ رہنے کا بھی سامان ہوگیا۔ اور رہنے سہنے کا بھی آرام مل گیا۔ اس رکوع میں قریش کو بتایا جارہا ہے کہ تمہارے جدامجد ابراہیم علیہ السلام تو یہی دعائیں کرتے کرتے چل بسے کہ میری اولاد میں بت پرستی کا رواج نہ ہو ان کی آخری دعائیں سنو اور شرم کرو کہ ایسے موحد اللہ کے بندے کی اولاد ہو کر بُت پرستی کرتے ہو تمہیں شرم آنی چاہیئے۔

عمر بھر وہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور اسی لیے حنیف کہلائے اور ان کی سعادت مند اولاد وہی ہے جو بت پرستی سے بچی رہی۔ تم ان کی اولاد ہو کر بت پرستی کرتے ہو تم تو ناخلف اولاد ہو۔ انہوں نے آخری موقعہ پر جب اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام سے ملاقات کی تو پہلی دعا جو مانگی۔ وہ یہ تھی کہ اے اللہ اس شہر مکّہ کو امن و امان کی جگہ بنا اور جیسے تُو نے مجھے اپنی رحمت سے بت پرستی سے بچایا میری اولاد کو بھی اس آفت سے بچا۔

بتوں سے نفرت

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

اے میرے رب بتحقیق انہوں نے گمراہ کیا بہت سوں کو لوگوں میں سے

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ

پس جو میرا تابعدار رہا پس تحقیق وہ میرا ہے اور جو میرا نافرمان ہوا

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

پس تحقیق تو بخشنے والا مہربان ہے

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

الٰہی انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہی میں ڈالا

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ

وہ جو میرے راستے پر چلا وہ میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

مانا تو تُو بخشنے والا مہربان ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے شہر مکّہ میں آخری بار ملنے آئے، جہاں وہ پہلے ان کے ساتھ کعبہ بنا کر کھڑا کر گئے تھے تو اس شہر اور اپنے اور اپنی اولاد کے لیے اللہ رب العزت سے بہت سی دعائیں مانگیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ اس شہر مکّہ کو امن و امان کا مقام بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی کی بلا سے بچائے رکھ۔ ابتدائے عمر میں انہیں اپنے وطن میں اور خاص اپنے گھر میں بت پرستی ہی سے پالا پڑا تھا انہیں سے مقابلہ کرتے ہوئے ان کی بہت سی عمر بیت گئی۔ آخر وہ مجبور ہو کر اپنے وطن عراق سے شام کو ہجرت کر گئے۔ اسی تلخ تجربہ کا بیان اپنی دعا میں فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں دیکھ چکا ہوں، کہ ان بتوں نے کس قدر آدمیوں کو سیدھے راستے سے بچلا کر غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ ان بتوں میں رکھا تو کچھ نہیں۔ لیکن ان کے پجاریوں نے ڈھونگ کچھ ایسا جمایا ہے کہ اس بت پرستی کے چکر میں اچھے اچھے آ پھنستے ہیں۔ اے اللہ تو اس سے ہمیں محفوظ رکھ۔ میں نے اپنی اولاد کو اچھی طرح وصیت کر دی ہے اور اپنے بیٹے پوتوں سب سے کہہ دیا ہے کہ میرے راستے پر چلتے رہو گے تو میرے رہو گے ورنہ پھر میں کہاں اور تم کہاں۔ اے اللہ! جو میرا کہا کر میرے راستہ سے ہٹ گیا وہ گمراہ ہو چکا۔ اب اس کا معاملہ تیرے ساتھ ہے تو ان سب کا والی اور رب ہے تیری صفت غفور رحیم ہے۔

خوش حالی

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ

اے میرے رب تحقیق میں نے بسایا ہے اپنی اولاد میں سے میدان میں

غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ

جو نہیں کھیتی والا نزدیک تیرے گھر حرمت والے کے

رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً

اے ہمارے رب تاکہ وہ قائم کریں نماز پس کر دے کچھ دل

مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَ ارْزُقْھُمْ

لوگوں کے مائل ہوتے ہوئے ان کی طرف اور روزی دے انہیں

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

میووں کی شاید وہ شکر کریں

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ

اے رب میں نے ایک کو اپنی اولاد میں سے میدان میں بسایا ہے

غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ

جہاں کھیتی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پاس

رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً

اے ہمارے رب تاکہ نماز قائم رکھیں سو بعض لوگوں کے دل

مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَ ارْزُقْھُمْ

ایسے رکھ کر ان کی طرف جھکتے رہیں اور ان کو میووں

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

سے روزی دے شاید وہ شکر کریں

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے حضرت ہاجرہ کو اسماعیل سمیت لے کر وادی فاران کے ایک چٹیل میدان میں چھوڑ آتے اس وقت اپنی دعا میں اس واقعہ کا تذکرہ اللہ عزوجل کے سامنے کر رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں۔ کہ اے اللہ میں اپنی بیوی بچہ کو اس ریگستانی علاقہ میں اس جگہ چھوڑ گیا تھا جو تیرے گھر کعبہ کے قریب تھی اس غرض سے کہ اس متبرک مقام میں یہ تیرا نام بلند کریں اور تیرے لیے نماز ادا کرنے کی رسم قائم کریں' اے اللہ ان کی طرف کچھ لوگوں کی طبیعت مائل فرما دے اور اپنی قدرت سے ان کو کھانے کے لیے میوے عطا کر تاکہ وہ تیرے شکرگذار بندے بنیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خیر خبر لینے کے لیے بار بار شام سے اس جگہ تشریف لاتے اور دیکھتے کہ اللہ عزوجل نے یہاں چشمۂ زمزم جاری کر دیا ہے۔ قبیلہ جرہم وہاں آکر بس گیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی انہی میں ہوگئی ہے۔ کعبہ جو ان دونوں نے مل کر بنایا تھا زیارت گاہ خلق بن چکا ہے۔ میوے بافراط کھچے چلے آرہے ہیں۔

اللہ کا علم

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا
اے ہمارے رب تحقیق تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو
نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ
ہم دکھاتے ہیں اور نہیں چھپی ہوئی اللہ پر کوئی چیز
فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾
زمین میں اور نہ آسمان میں

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپا کر اور جو کچھ دکھا کر کرتے ہیں اور اللہ پہ کوئی چیز مخفی نہیں زمین میں نہ آسمان میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی ابھی اللہ عزوجل کے سامنے عرض کر رہے تھے کہ میں نے اس سنسان جنگل میں اپنے فرزند اور اس کی والدہ کو تیرے گھر خانہ کعبہ کے قریب لا کر بسایا تھا۔ خانہ کعبہ کا قرب اس لیے پسند کیا تھا کہ اس سے انہیں باقاعدہ نماز ادا کرنے کی رسم قائم کرنے میں آسانی ہوگی۔

اے اللہ! یہاں کے لوگوں کی طرف بھاگ کر آنے کا شوق کچھ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر۔ انہیں کھانے کے لیے ڈھیر سارے میوے اور پھل عطا فرما اور انہیں توفیق دے کہ یہ تیرے شکر گذار بندے بنیں اس کے بعد عرض کرتے ہیں کہ میں یہ باتیں تیرے آگے اس لیے نہیں دہرا رہا کہ تو ان سے واقف نہیں ہے یہ سب تو میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے تیرے انعام و اکرام کی یاد تازہ ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزید عرض کیا کہ یہ تو میرے اوپر تیری بڑی عنایت ہے کہ تو نے مجھے اپنی بارگاہ میں شرفِ باریابی بخشا اور اب انہی باتوں کو جو تجھے مجھ سے زیادہ معلوم ہیں۔ اپنے بندوں کی دلجوئی کے لیے اس کے منہ سے کہلوا کہلوا کر توجہ سے سن رہا ہے۔ تو ہمارے دلوں کے بھید دل اور کھلم کھلا باتوں سب سے بخوبی واقف ہے اور ہم اور ہمارے بھید اور باتیں کیا تجھ سے تو زمین اور آسمان کی ذرا سی چیز بھی چھپی نہیں ہے یہ تو اپنے بندے کو لذتِ مناجات بخشنے کی ایک صورت ہے جو تُو نے اپنے بے پایاں کرم سے اُسے عنایت کی ہے۔

ادائے شکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی
تمام خوبی اللہ کی جس نے دیا مجھ کو عین
الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ
بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق تحقیق
رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾
میرا رب البتہ سننے والا ہے دعا کا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی
اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اتنی بڑی عمر
الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ
میں اسمٰعیل اور اسحاق عطا فرمائے بے شک
رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾
میرا رب دعا کو سنتا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے مناجات میں مصروف ہیں۔ انہیں اپنے رب اللہ عزّوجل کی وہ خاص عنایتیں یاد آگئیں جو اس نے ان پر محض اپنے فضل سے کیں۔ ان کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تجھ سے دعا نہ کروں تو کس سے کروں۔ تو یقیناً دعائیں سنتا ہے اور لوگوں کی درخواستیں پوری کرتا ہے۔ میں بوڑھا ہو چکا تھا۔ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔ میں نے تجھ سے دعا کی کہ مجھے لاولد نہ چھوڑ۔ تو نے میری دعا سنی اور بڑھاپے میں ایک چھوڑ دو فرزند اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے۔

اس کے بعد اس میں شبہ کی گنجائش کہاں رہی کہ تو اپنے بندوں کی دعا ضرور سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اس لیے پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور دعا مانگتا ہوں کہ اس بستی کو بابرکت بنا دے۔ یہاں کچھ پیداوار نہیں ہوتی۔ جب تو نے ظاہری اسباب سے قطع نظر کر کے مجھ جیسے بوڑھے کو بوڑھی بیوی سے اسحاق علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا تو تیرے نزدیک یہ کیا مشکل ہے کہ اس بنجر اور خشک زمین کے رہنے والوں کو میوے اور پھل کھانے کو دے اور ان کو شکر ادا کرنے کی توفیق دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعائیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پہلی نعمتوں کو یاد کر کے ان کا شکر ادا کرے اور ان کو وسیلہ گردان کر مزید نعمتیں طلب کرے۔

دعائے مغفرت

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ

اے میرے رب کر دے مجھ کو قائم رکھنے والا نماز کا اور میری

ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (۴۰) رَبَّنَا

اولاد میں سے اے رب ہمارے اور قبول کر دعا میری اے رب ہمارے

اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور تمام ایمان والوں کو

یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (۴۱)

جس دن قائم ہو حساب

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ

اے ہمارے رب مجھ کو نماز قائم رکھنے والا کر اور میری

ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (۴۰) رَبَّنَا

اولاد میں سے بھی اے ہمارے رب اور قبول کر میری دعا اے ہمارے رب

اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

مجھ کو اور میرے ماں باپ اور سب ایمان والوں کو

یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (۴۱) ع ۱۸

جس دن حساب ہو بخش دے

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزوجل کی پہلی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں۔ کہ اللہ نے مجھے پیرانہ سالی میں اسمٰعیل اور اسحاق علیہم السلام دو فرزند عطا فرمائے وہ مستحق ستائش و شکر ہے۔ اس لیے میں بصدق دل کہتا ہوں کہ تمام خوبیوں اور اچھی صفتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ جو شخص زبان سے اللہ کی نعمت کو یاد کر کے الحمدللہ کہے اس نے اس نعمت کا شکر ادا کر دیا۔ اور اس کا نام شکر گذاروں میں درج کر دیا جائے گا۔ پھر اللہ کی اس غیر معمولی نعمت کا ذکر کر کے اس کے وسیلے سے مزید نعمتیں طلب کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جہاں تو نے اس بندے پر اس قدر بیش قیمت انعام و اکرام کیے۔ وہاں یہ بھی کر کہ میں ہر وقت مقرر پر سب تیری فرض کی ہوئی نمازیں ادا کرتا رہوں اور اسی طرح میری اولاد میں بھی ہمیشہ ایسے لوگ باقی رہیں۔ جو ٹھیک وقت پر نمازیں باقاعدہ طور پر ادا کرتے رہیں۔ اے ہم سب کے رب میرے، میرے والدین اور سارے ایمان والوں کے گناہ معاف فرما اور حساب لینے کے دن یعنی قیامت کے دن ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں ان کی وجہ سے اس روز رسوا نہ کر۔

مہلت ملی ہوئی ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ
اور مت گمان کر ہرگز اللہ کو بےخبر اس سے جو کرتے ہیں
الظّٰلِمُوْنَ ۬ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ
ظالم لوگ بات یہی ہے کہ مہلت دیتا ہے ان کو اس دن تک کہ
تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ
کھلی رہ جائیں گی اس میں آنکھیں لپکے جا رہے ہوں گے
مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ
اٹھائے اپنے سر نہ پھرے گی ان کی طرف
طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾
ان کی آنکھ اور دل ان کے اڑے ہوئے ہوں گے

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ
اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ ان کاموں سے غافل ہے جو
الظّٰلِمُوْنَ ۬ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ
بےانصاف لوگ کرتے ہیں ان کو تو اس دن تک کے لیے ڈھیل دے رکھی ہے
تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ
جب آنکھیں پتھرا جائیں گی اپنے سر اوپر
مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ
اٹھائے دوڑتے ہوں گے نہیں آئیں گی ان کی طرف
طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾
آنکھیں پھر کر اور ان کے دل اڑ گئے ہوں گے

تَشْخَصُ: کھلی ہوں گی۔ مضارع کا صیغہ ہے ش خ ص سے شخوص کے معنی اوپر اٹھ جانا۔ مراد یہ ہے کہ آنکھیں اس دن بند نہ ہو سکیں گی۔ مُهْطِعِيْنَ (دوڑتے ہوتے) اسم فاعل جمع ہے اھطاعٌ سے جو ہطع سے بنا ہے۔ ہطع تیز دوڑ کو کہتے ہیں اہطاع: گھبراہٹ میں تیز دوڑنا۔ مُقْنِعِيْ: اٹھائے ہوئے اصل میں مقنعین ہے۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ اسم فاعل جمع ہے جو ق ن ع سے بنا ہے۔ قنوع اونچا اٹھنا۔ اِقناع: اونچا اٹھانا۔

ارشاد ہے کہ اللہ کا انکار کرنے والے خوب سوچ لیں۔ ان کو اس دنیا میں مہلت دی گئی ہے کہ وہ اللہ عزوجل کو پہچان کر اس کی طرف رجوع کریں۔ قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا۔ کہ دیوانہ وار سراسیمہ بگٹٹ دوڑے چلے جا رہے ہوں گے۔ سر اوپر اٹھے ہوں گے۔ آنکھیں ٹکٹکی لگائے برابر گھور رہی ہوں گی، اوپر اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی، اِدھر اُدھر یا نیچے نہ مڑ سکیں گی دل وحشت کے مارے اڑا جا رہا ہوگا۔

تنبیہ

وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ

اور ڈرا دے لوگوں کو اس دن کو آئے گا ان پر عذاب

فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ

پس کہیں گے وہ جنہوں نے ظلم کیا اے رب ہمارے ڈھیل دے ہم کو

اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ لا نُّجِبْ دَعْوَتَكَ

ایک مدت تک جو قریب ہو کہ قبول کریں ہم تیری دعوت

وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا

اور پیروی کریں ہم رسولوں کی کیا نہ تھے تم

اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

قسمیں کھاتے اس سے پہلے نہیں تمہارے لیے کوئی زوال

وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ

اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا دے کہ ان پر عذاب آئے گا

فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ

تب ظالم کہیں گے اے رب ہمارے ہم کو

اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ لا نُّجِبْ دَعْوَتَكَ

تھوڑی مدت تک مہلت دے کہ ہم تیرا بلاوا قبول کریں

وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا

اور رسولوں کی پیروی کریں کیا تم پہلے قسم نہ کھاتے

اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

تھے کہ تم کو دنیا سے نہیں ٹلنا

انسان اپنی تن پرستی، قوت اور مال پر مغرور ہو جاتا ہے اور خواہشوں کو لگام دینے کی بجائے ان کے پورا کرنے کا سامان اکٹھا کرنا کہیں بہتر مشغلہ سمجھتا ہے۔ لیکن اس کا خالق اور رب عزوجل اس کو ایک شیطانی وسوسہ قرار دیتا ہے۔ اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرا دے اور کہہ دے کہ اگر اسی خیال میں پھنسے رہے تو ایک نہ ایک دن عذاب تم کو آگھیرے گا۔ اس وقت تم بے اختیار چلاؤ گے کہ اے رب واقعی ہم نے دھوکا کھایا۔ اب کے ہمیں اور مہلت دے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب ہم تیرے احکام دل وجان سے بجا لائیں گے اور تیرے رسولوں کا کہنا مانیں گے۔

ارشاد ہوگا کہ تم کو بہت مہلت دی جا چکی ہے لیکن تم دنیا کی رنگ رلیوں میں ایسے مست ہوئے کہ موت کو بھول ہی گئے اور کبھی بولے تو یہی بولے کہ ہماری یہ خوشحالی ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ کون ہے جو ہمیں نیچا دکھا دے۔

حالِ زار

وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

اور رہے تم گھروں میں انہی کی جنہوں نے ظلم کیا

اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا

اپنی جانوں پر۔ اور کھل چکا تھا تم پر کیسا سلوک کیا ہم نے

بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ (۴۵) وَقَدْ

ان کے ساتھ اور بتا دیئے ہم نے تم کو سارے قصے اور وہ

مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ط

داؤ کر چکے اپنا داؤ اور اللہ کے نزدیک ہیں ان کے داؤ

وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ

اور نہیں ہیں ان کے داؤ کہ ٹل جائیں ان سے

الْجِبَالُ (۴۶)

پہاڑ

وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

اور تم انہی لوگوں کی بستیوں میں آباد تھے جنہوں نے اپنی

اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا

جان پر ظلم کیا اور تم پر کھل چکا تھا کہ ہم نے ان سے کیا

بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ (۴۵) وَقَدْ

کیا اور ہم نے تم کو سب قصے سنا تے اور یہ

مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ط

اپنے داؤ بنا چکے ہیں اور ان کا داؤ اللہ کے آگے ہے

وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ

اور نہ ہوگا ان کا داؤ کہ اس سے

الْجِبَالُ (۴۶)

پہاڑ ٹل جائے

قیامت کے دن ارشاد ہوگا۔ کہ جب تمہیں دنیا میں کام کرنے کی پوری سہولتیں حاصل تھیں تم سے یہی تو کہا گیا تھا کہ اس فرصت کو غنیمت سمجھو اور اللہ کے احکام پر چلنے اور رسولوں کا کہنا ماننے کی عادت پیدا کرو تمہارے لیے پہلی امتوں کے حال پر غور کرنے اور اس سے عبرت حاصل کرنے کا موقع میسّر تھا اور تمہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ہم نے ان کے بُرے کاموں کی انہیں کیسی زبردست سزا دی۔ پھر ہم نے ان کے احوال بھی اچھی طرح تمہیں سنا دیئے۔ انہوں نے اپنے اپنے منصوبے پورا کرنے کے لیے بڑی بڑی تدبیریں کی تھیں لیکن اللہ عزّ وجلّ کے سامنے ان کی کچھ نہ چلی۔ بھلا کہیں نادان انسان کی کمزور چالیں ایسی ہو سکتی ہیں۔ جن سے گڑے ہوئے زبردست پہاڑ جگہ سے ہل جائیں ؏

وعدہ پورا ہو کر رہے گا

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ
پس ہرگز نہ گمان کر اللہ کو خلاف کرنے والا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (۴۷) يَوْمَ
تحقیق اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے جس دن
تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ
بدل دیجائیگی زمین اور زمین سے اور آسمان بھی
وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۸)
اور نکل کھڑے ہوں گے اللہ کے آگے جو یکتا ہے زبردست
وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ
اور دیکھے گا تو گنہ گاروں کو اس دن
مُّقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ (۴۹)
ملا کر جکڑے ہوئے زنجیروں میں

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ
سو خیال مت کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے اپنا وعدہ
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (۴۷) يَوْمَ
خلاف کریگا بے شک اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے جس دن
تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ
اس زمین سے اور زمین بدلی جائے اور آسمان بدلے جائیں اور
وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۸)
لوگ اکیلے زبردست اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہوں
وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ
اور گنہ گاروں کو تو اس دن باہم زنجیروں میں
مُّقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ (۴۹)
جکڑے ہوئے دیکھے

مُقَرَّنِيْنَ: ملا کر جکڑے ہوئے اسم مفعول کا صیغہ ہے تقرین سے جو قرن سے بنا ہے قرن ساتھ مل جانے کو کہتے ہیں۔ تقرین ایک جیسی چیزوں کو ملا ملا کر مضبوط کس دینا۔

اَصْفَادِ: زنجیریں، صفد کی جمع ہے۔ لوہے کی زنجیروں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کو کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اے انسان ہرگز یہ خیال مت کر بیٹھنا کہ اللہ عزوجل ان وعدوں کو جو اس نے اپنے رسولوں کی معرفت انسان سے کیے ہیں پورا نہ کرے گا۔ وہ دن آنے والا ہے کہ زمین یہ زمین نہ رہے گی اور نہ آسمان ہی ایسے رہیں گے جیسے ہیں۔ یہ سب کچھ بدل کر کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ اس وقت لوگ اس حالت میں نظر آئیں گے۔ کہ ان کے خیالات کے مطابق ان کے گروہ بنا کر زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے۔

مجرمو! سمجھ جاؤ

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى

کرتے ان کے گندھک کے اور ڈھانکے گی

وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝۵۰ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ

ان کے چہروں کو آگ تاکہ بدلہ دے اللہ

كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

ہر شخص کو جو اس نے کیا تحقیق اللہ جلد

الْحِسَابِ ۝۵۱ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ

حساب لینے والا ہے یہ پہنچا دینا ہے لوگوں کو

وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

اور تاکہ وہ ڈرائے جائیں اس سے اور تاکہ جان لیں کہ درحقیقت وہی معبود ہے

وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۵۲

یکتا اور تاکہ نصیحت حاصل کریں عقل والے

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى

ان کے کرتے گندھک کے ہیں اور ان کے منہ کو آگ

وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝۵۰ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ

ڈھانکے لیتی ہے تاکہ اللہ ہر جی کو

كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

اس کی کمائی کا بدلہ دے بے شک اللہ جلدی

الْحِسَابِ ۝۵۱ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ

حساب لینے والا ہے یہ خبر لوگوں کو پہنچا دینی ہے

وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

اور تاکہ چونک جائیں اس سے اور تاکہ جان لیں کہ معبود وہی ہے

وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۵۲ ع ۱۱ ۱۹

ایک اور تاکہ عقل والے سوچ لیں

قَطِرَانٍ: (سیاہ روغن) ایک قسم کے کول تار جیسے روغن کا نام ہے جو جلدی آگ پکڑ لیتا ہے اور غالباً گندھک کی کان سے نکلتا ہے

بَلٰغٌ: (پہنچانا) یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے یہ حاصل مصدر ہے اس سے مراد پیغام ہے۔

نافرمانوں کے جسم پر جو کرتے ہوں گے۔ وہ ایک بہت جلد آگ پکڑنے والے کالے روغن سے لتھڑے ہوئے ہوں گے آگ کی لپیٹ سے ان کے چہرے اور ان کا سارا بدن سلگ اٹھے گا۔ یہ اس لیے کہ ہر شخص اپنے کیے کا پھل پوری طرح بھگت لے۔ یہ قرآن انسانوں کو یہی پیغام دینے کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ اللہ عزوجل کا قانون مجازات لوگوں پر اچھی طرح واضح ہو جائے اور قرآن کی آیتوں پر غور کر کے یقین کر لیں کہ عبادت کے قابل صرف اللہ عزوجل ہے جو اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے اس سے وہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو اللہ کی دی ہوئی عقل سے ٹھیک کام لینا جانتے ہیں:۔

اختتام سورت

سورت ابراہیم پچھلے صفحہ پر ختم ہوئی۔ اس چھوٹی سی سورت میں مکہ والے یا انہوں رسول کو قرآن مجید کے دنیا میں بھیجنے کی غرض بتائی گئی ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا وہ کام بتایا گیا ہے جو اللہ عزوجل نے ان کے لیے اس دنیا میں مقرر کیا ہے۔

حضرت موسٰی اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی زندگیاں اور فرائض کی انجام دہی کی کوشش کا بیان کیا گیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ ہر رسول کے ذمہ یہ کام تھا کہ اپنی قوم کو اللہ عزوجل کے قانون سمجھائے اور ان کو دنیا میں رہنے کا وہ طریقہ سکھائے جو اللہ نے انسان کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں ساری دنیا کے انسانوں کے لیے بھیجا گیا۔ قرآن مجید نے انہیں بتایا۔ کہ پہلے زمانہ میں لوگوں نے اپنے اپنے رسول کو نہ پہچانا اور اگر پہچانا بھی تو ان کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے کفر کا وبال ان کے سر پر پڑا۔ دنیا میں بھی تباہ ہوئے اور آخرت کا عذاب بھی اپنے کرتوتوں کے عوض مول لیا۔ اللہ نے اپنے رسولوں کی اور ان کے ماننے والوں کی وقت آنے پر دنیا میں مدد کی۔ اور ان کے دشمنوں کو تباہ کیا۔ ان لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرو۔ ورنہ قیامت کے دن یہ لوگ تمہارے کسی کام نہ آئیں گے جن کے پیچھے تم آج چل رہے ہو۔ اور جن کی خاطر تم نے اللہ عزوجل کے حکموں اور اس کے رسول کی نصیحتوں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے۔ خود شیطان جو سب گمراہوں کا گورو گھنٹال ہے۔ اس دن اپنے جان نثاروں کو ٹکاسا جواب دے کر چلا جائے گا۔

تمہیں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رویہ کی پیروی کرنی چاہیئے جنہوں نے تمہاری بھلائی کے لیے کعبہ کو بنا کھڑا کیا۔ اور تمہارے لیے اللہ عزوجل سے اچھی اچھی دعائیں مانگیں۔ آج دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دین کو مکمل کرنے دنیا میں آپہنچے ہیں۔ اگر ان کا کہنا نہ مانا تو مرنے کے بعد ایسے ہولناک حادثوں سے پالا پڑے گا کہ جن کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ؂

سُورۃ الحجر

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت قرآن مجید کی پندرھویں سورت ہے یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کا نام الحجر کے نام پر رکھا گیا ہے۔ جو وادی قریٰ میں مدینہ سے شام جانے والی سڑک پر ایک بستی تھی اور جس کے باشندوں کا ذکر اس سورت کے آخری رکوع کے شروع میں ہے یہاں قدیم زمانے میں قوم ثمود آباد تھی ۹ھ میں تبوک جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ یہاں سے گذرے تھے اور فرمایا تھا کہ یہاں سے جلدی گذرو یہ وہ جگہ ہے جہاں نافرمانوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔

اس سورت میں اور مکی سورتوں کی طرح انسان کو اس کی زندگی اور موت دونوں کی بابت یاد دلایا گیا ہے۔ اور تاکید کی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی کی طرف اتنا ہی دھیان دینا چاہیئے جتنا زندگی کے قیام کے لیے ضروری ہے اور فرصت نکال کر قرآن مجید کا مطالعہ اور ذکر فکر اپنا شغل قرار دینا چاہیئے۔

انسان کی پیدائش کا حال بتا کر توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ اس کا ایک دشمن اس کے ساتھ ہی پیدا ہو چکا ہے جس نے اس کے بہکانے اور ہر طرح سے برباد کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس سے خبردار رہنا چاہیئے جو اس کے بہکاوے میں آ کر راہ راست سے ہٹ جائیں گے مرنے کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ لیکن جو شیطان سے منہ موڑ کر تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کریں گے ان کے واسطے جنت تیار ہے۔ جہاں انہیں ہر طرح کا آرام اور چین نصیب ہوگا۔ وہاں وہ آپس میں مل جل کر خوشی اور خوبی کی زندگی بسر کریں گے۔ اس کے بعد اللہ کے فرماں بردار نیک بندوں کے کچھ حالات سنا کر ان کا رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور کچھ نافرمانوں کے قصے بیان کر کے ان سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ تاکہ کہیں انہی جیسا انجام نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل کی مہربانیوں کا ذکر ہے جس نے اپنے فضل سے انسان کی ہدایت کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری رسول مقرر کیا اور قرآن عظیم عطا کیا تاکہ وہ اس کے مطابق عمل کر کے انسان کے لیے سیدھا راستہ مقرر کر دیں۔

(۱۵) سورۃ الحجر مکیۃ (۵۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ آیاتھا ۹۹ رکوعاتھا ۶

کتاب اور قرآن

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ
الف لام را یہ آیتیں ہیں بڑی کتاب کی اور
قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①
قرآن کی جو صاف اور روشن ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ
الٓرٰ یہ ایک عظیم الشان کتاب کی اور
قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①
واضح قرآن کی آیتیں ہیں

کتاب اور قرآن۔ یہ دونوں لفظ پہلے گذر چکے ہیں۔ کتاب کا مادہ ک۔ ت۔ ب ہے جس کے معنی لکھنے کے اور سلیقہ کے ساتھ جوڑ دینے کے ہیں قرآن کا مادہ ق۔ ر۔ ء ہے۔ قرءٌ کے معنی جمع کر دینے کے ہیں۔ قرآن پڑھنے کے لیے اکٹھے کیے ہوئے کلمات اور عبارتوں کو کہتے ہیں۔ مبین کے معنی صاف اور روشن یعنی اس میں کوئی چیز الجھی ہوئی نہیں آسانی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ کتاب پر الف۔ لام اور قرآن پر تنوین دونوں عظمت اور بے مثل ہونا ظاہر کرنے کے لیے ہیں۔ یعنی دنیا میں ایسی ترتیب و نظام کے ساتھ لکھی ہوئی اور کوئی کتاب نہیں اور اسی طرح پڑھنے والے کے لیے اس سے آسان اور واضح عبارات موجود نہیں۔ قرآن مجید دنیا میں تھوڑا تھوڑا موقع بہ موقع نازل ہوا۔ لیکن دراصل وہ ایک باترتیب لکھی ہوئی کتاب کی آیتیں تھیں۔

لوح محفوظ میں یہ کلام مقدس کتابی شکل میں باترتیب و تنظیم لکھا ہوا موجود تھا لیکن نازل ہونے وقت کبھی کوئی آیت اور کبھی کوئی سورت نازل ہوتی تھی اور نازل ہونے ہی لوگ اسے پڑھنے لگتے تھے اس لیے دنیا میں نازل ہونے وقت یہ صرف قرآن کی شکل میں تھا اور نازل ہونے کے بعد اسی طرح لکھ دیا گیا جیسے لوح محفوظ میں تھا اس لیے یہ کتاب ہو گئی اب وہ کتاب بھی ہے اور قرآن بھی۔ اب پڑھی بھی اسی ترتیب سے جاتی ہے جس ترتیب سے لکھی ہوئی ہے۔ اکثر سورتوں کے شروع میں یہ بات سب سے پہلے یاد دلائی گئی ہے کہ یہ آیتیں جو تم سن رہے ہو یہ کوئی اٹکل پچو عبارت آرائی نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل اور جامع مرتب اور منظم کتاب کی آیتیں ہیں جن کو موقعہ بہ موقعہ نازل کیا جا رہا ہے جس وقت سب نازل ہو چکیں گی ایک کتاب کی شکل میں لکھ دی جائیں گی جس کی فصاحت و بلاغت اسلوب بیان اور رہنمائی کی صلاحیت دیکھنے والوں کو غرق حیرت کر دے گی اس لیے ان آیتوں کو معمولی بے جوڑ عبارتیں سمجھ کر ٹال نہ دو بلکہ غور سے سنو اور اس کے اسلوب بیان اور بلاغت سے زندگی کے معنی سمجھنے کی کوشش کرو۔

پچھتاوا

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا

بسا اوقات چاہیں گے یہ لوگ جو کافر ہوئے کاش ہوتے وہ

مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا

مسلمان چھوڑ ان کو کھالیں اور موج اڑا لیں

وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾

اور بھلائے ان کو آرزو پس عنقریب جان لیں گے

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا

اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر تھی اس کے لیے

كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ

لکھی مدت مقرر نہیں آگے بڑھتی کوئی امت

اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾

وقت مقرر سے اور نہ پیچھے ہٹتے ہیں

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا

کسی وقت یہ لوگ جو منکر ہیں آرزو کریں گے کیا اچھا ہوتا

مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا

جو مسلمان ہوتے ان کو چھوڑ دے کھالیں اور فائدہ اٹھالیں

وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾

اور امید میں لگے رہیں سو آئندہ معلوم کر لیں گے

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا

اور ہم نے کوئی بستی غارت نہیں کی مگر اس کا لکھا ہوا وقت

كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ

مقرر تھا کوئی فرقہ اپنے وقت مقرر سے نہ سبقت

اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾

کرتا ہے اور نہ پیچھے ہٹتا ہے

رُبَمَا اکثر یا کبھی، عربی میں اکثر کبھی کسی کام کے بار بار ہونے یا کبھی کبھی ہونے یا کسی چیز کی تعداد زیادہ یا کم ہونے کو رُبَّ کا لفظ ظاہر کرتا ہے جب اس کے بعد فعل آتا ہے تو اس پر ما کا لفظ زیادہ کر دیتے ہیں اس وقت اسے رُبَّمَا اور رُبَمَا دونوں طرح پڑھتے ہیں۔

يُلْهِهِمْ (غافل رکھے ان کو) اصل میں يُلْهِي ہے۔ امر کے جواب میں آنے کی وجہ سے ی گر گئی۔ هُمْ ضمیر جمع غائب ہے یعنی ان کو۔ يُلْهِي مضارع کا صیغہ ہے اِلْهَاءٌ سے جو ل۔ ہ۔ و سے بنا ہے لَهْوٌ کے معنی کھیل تماشہ کے ہیں الہاء کھیل میں لگا لینا۔ جی بہلانا۔ غافل کر دینا۔ غافل رکھنا۔

ارشاد ہے کہ اس وقت یہ عقل سے کام نہیں لے رہے۔ آگے چل کر بہت سے موقعے ایسے آئیں گے کہ یہ اسلام قبول نہ کرنے پر پچھتائیں گے۔ چنانچہ جب ان کو شکست اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو یہ دنیا ہی میں خوب پچھتائے اور آخرت میں تو ان کو سوا حسرت اور پچھتاوے کے کچھ نصیب ہی نہ ہوگا۔

بقیہ پچھتاوا

درحقیقت مخالفوں کو سُنانا مقصود ہے کہ آئندہ ان کا کیا حشر ہونا ہے۔ ارشاد ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا پیغام تو نے انہیں پہنچا دیا ہے۔ اب اگر یہ نہیں مانتے تو انہیں چھوڑ، یہ جو جی چاہے کریں۔ انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے تیری بات کو رد کرنے میں کس قدر بے وقوفی اور حماقت سے کام لیا۔ ان کو خوب کھانے پینے اور گل چھرے اڑانے دے۔ یہ اپنے خیالی پلاؤ پکاتے رہیں اور آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں کے بھنور میں ڈبکیاں کھاتے رہیں انہیں اس وقت معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بھنور ایک دن ان کو ایسا ڈبوئے گا کہ پھر یہ اُبھرنے کا نام نہیں لیں گے ان کو اس غلطی نے اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے۔ کہ اگر یہ پیغام اللہ عز و جل کی طرف سے ہوتا تو نہ ماننے والوں کو فوراً سزا ملتی۔ ہم کھلم کھلا اس کا انکار کر رہے ہیں لیکن ہمارا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ ان سے کہہ دو کہ اس بیہودہ خیال میں مبتلا نہ رہیں۔

ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ان کی ضدوں اور شرارتوں کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں لیکن ہماری پکڑ فوری نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں ہر ایک امت کو اس کے تباہ کرنے سے پہلے مہلت دی جاتی ہے۔ اور ان کی بربادی کا ایک لکھا ہوا وقت مقرر ہوتا ہے۔ تاکہ اس مہلت کے اندر جس کی قسمت سیدھی ہو وہ حق بات کو مان کر راہ راست پر آجائے جس کی شامت آئی ہو۔ وہ پوری طرح اپنے اعمال کی وجہ سے سزا کا مستحق ہو جائے اور یہ قاعدہ ان ہلاک ہونے والی امتوں ہی کے لیے نہیں۔ بلکہ دنیا میں جو بھی امت ہے اس کے لیے عروج و زوال، موت و حیات کا ایک وقت مقرر ہے کہ جس سے وہ نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔

ساری دنیا ایک مقررہ نظام کے مطابق چل رہی ہے۔ ہر چیز ہر واقعہ اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے اور جب مٹنے کا وقت آتا ہے مٹ جاتا ہے۔ یہی حال قوموں کے اتار چڑھاؤ کا ہے۔ ان کو لازم ہے کہ اس قاعدے کو اچھی طرح سمجھ لیں اور نافرمانی کی سزا فوراً نہ ملنے سے یہ نہ سمجھ بیٹھیں۔ کہ یہ جزا سزا کی بات اٹکل پچو گھڑی ہوئی بات ہے۔

ہمارے لیے سبق

پچھلی آیتیں جو اس سورت کے شروع میں ہیں۔ آج کل کے زمانے کے مسلمانوں کے لیے بہترین سبق ہیں۔ یہ آیتیں سب سے پہلے مکّہ کے معزز لوگوں کو سنائی گئیں جن کی فہم و فراست زندگی کے معاملات کے سمجھنے میں کافی تیز تھی۔ ان سے کہا گیا کہ اگر عقل سے کام لو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ دُنیا کی خوش حالی ہمیشہ رہنے والی نہیں۔ ان کو بتایا گیا۔ کہ انسان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے اللہ کے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کا پیغام لے کر تمہارے درمیان تشریف لے آئے ہیں یہ تم کو اللہ عزوجل کا کلام سنائیں گے۔

قرآن مجید تم کو بتاتا ہے کہ اگر تم نے صحیح راستہ اختیار نہ کیا۔ تو عنقریب تم پر بلائیں نازل ہوں گی۔ مکّہ کے کفّار نے یہ سب باتیں اس کان سُنیں۔ اس کان اڑا دیں۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے پاس مال تھا عیش کے سامان تھے، لوگ ان کا کہنا مانتے تھے، ان کی عزت کرتے تھے ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سب چیزیں ان سے چھن جائیں گی اور وہ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔

نتیجہ کیا ہوا کہ جس مصیبت سے ان کو ڈرایا جا رہا تھا۔ وہ آخر ان پر نازل ہوئی۔ دولت چھنی عزت گئی۔ یار و مددگار دیکھتے دیکھتے چل بسے۔ آخر کار وہ خود بھی چلتے بنے اور آخرت کے عذاب کی مصیبت الگ مول لی۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ کہیں ہماری حالت مسلمان کہلا کر بھی انہی جیسی تو نہیں ہے۔ کیا دولت پہ پھول کر قرآن مجید کے احکام کو ہم بھول تو نہیں بیٹھے۔

افسوس دیکھنے میں تو یہی آتا ہے کہ جس کے پاس چار پیسے ہو گئے پھر وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ قرآن مجید سے منہ پھیر لیتا ہے۔ شریعت کی پابندیوں کو مفت کی زحمت قرار دیتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ یہ مفلس اور قلاش لوگوں کے لیے ہیں۔ دولت مندوں کو کیا غرض پڑی کہ آج کل کے نوایجاد کھیل تماشوں کو چھوڑ کر مُلّا بن جائیں افسوس! کیا یہ رویہ مکّہ والوں کے رویّہ سے مختلف ہے؟ اگر نہیں تو نہایت خوف کا مقام ہے، اللہ کے سوا کسی کی پناہ نہیں۔

عقل کا فتور

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

اور کہا انہوں نے اے وہ کہ اتارا گیا اس پر قرآن

اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ

یقیناً تو دیوانہ ہے کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتوں کو

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾

اگر ہے تو سچوں میں سے

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

اور لوگ کہتے ہیں اے وہ شخص جس پر قرآن اترا ہے

اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ

تو بے شک دیوانہ ہے ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾

لے آتا اگر تو سچا ہے

لَوْمَا: (کیوں نہیں) یہ لَوْ کی دوسری شکل ہے دونوں بات پر زور دینے کے لیے جملے سے پہلے استعمال کیے جاتے ہیں کہنا یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کو وہ کرنا چاہیے جو ہم کہتے ہیں۔

مال کے نشہ میں مست عیش و عشرت کے دل دادہ لوگ سوا اپنے شغلوں کے کسی چیز کو اہمیت نہیں دیتے ان کے نزدیک عقل مند وہ ہے جو پیسہ کمانا جانتا ہو اور اعلیٰ درجہ کی تفریحوں اور رچوٹی کے کھیل تماشوں میں حصہ لے سکے اگر کوئی اس رسم و رواج کے خلاف کچھ کہے تو اس کو بے وقوف، ناداں اور پاگل قرار دیتے ہیں یہی کیفیت مکّہ کے مغرور لوگوں کی تھی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب آوارگیوں کے خلاف آواز اُٹھائی اور فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اپنی تائید میں اللہ کا کلام پڑھ کر سنایا۔ لوگوں کو ڈرایا کہ اگر اپنی ہی بے ہودگیوں میں پھنسے رہے اور میری نہ سُنی تو دنیا میں الگ مصیبت میں مبتلا ہوگے اور مرنے کے بعد سخت عذاب بھگتنے پڑے گا۔ یہ خلاف معمول کھری کھری باتیں اپنے رسم و رواج کے خلاف سُن کر اور ساتھ ہی یہ دیکھ کر کہ یہ شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آئندہ اپنی برتری کا اور ہم جیسے معزز لوگوں کے پست ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے جس کے آثار انہیں اپنی دولت اور عزت کے سامنے بالکل نظر نہیں آتے تھے ایک دم چلّا اٹھے کہ اے قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے دعویدار تیری عقل کہاں گئی۔ یہ تو پاگلوں کی باتیں ہیں جو تو کرتا ہے۔ اگر تو اللہ کا رسول ہے تو تیرے ساتھ فرشتے ہونے چاہئیں وہ کہاں ہیں؟

فرشتوں کا کام

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ
نہیں بھیجتے ہم فرشتوں کو مگر ٹھیک فیصلہ کے ساتھ
وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا
اور نہ ہوں گے وہ اس وقت مہلت دیے گئے تحقیق
نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا
ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور تحقیق ہم ہی ہیں
لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾
اس کے نگہبان

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ
ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر کام ٹھیک کر کے
وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا
اس وقت ان کو مہلت نہ ملے گی یہ نصیحت
نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا
ہم نے خود اتاری ہے اور ہم خود
لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾
اس کے نگہبان ہیں

صحیح اور سچی بات کے نہ ماننے والے اپنے نہ ماننے کے بہت سے بہانے تراشتے رہتے ہیں اور یہ بہانے انہیں دنیا کے عیش و عشرت کی محبّت سکھاتی ہے۔ مکّہ کے مغرور سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو نہ مانا۔ اور کہا یہ قرآن (مجید) جو تم لیے پھرتے ہو۔ اس میں ساری باتیں (معاذ اللہ) عقل کے خلاف ہیں۔ بھلا کوئی صحیح دماغ والا دولت حاصل کرنے اور انواع و اقسام کے کھیل تماشوں کا لطف اٹھانے اور رنگ رلیوں میں آگے کرنے سے منع کر سکتا ہے تم کہتے ہو کہ تم اللہ کے رسول ہو تو پھر اس نے تمہارے ساتھ اپنے فرشتے کیوں نہیں بھیجے۔

جواب میں ارشاد ہے۔ قرآن مجید بجائے خود ایک زبردست نشانی ہے۔ یہ نشانی تو تمہیں سوجھتی نہیں۔ فرشتوں کے آنے کا مطالبہ کرتے ہو سنو! فرشتے تو آخری فیصلہ کے پورا کرنے کے لیے آتے ہیں۔ ان کے آنے کے بعد مجرموں کو مہلت نہیں ملا کرتی۔ اور یہ جو اس قرآن مقدس کی ہنسی اڑاتے ہو تو سن لو کہ ذکر ہم نے نازل کیا ہے۔ تاکہ انسان آخری فیصلے سے پہلے کی مہلت کو کام میں لا کر آیندہ کی نجات کی فکر کر لے۔ اس کی حفاظت کرنے والے ہم خود ہیں کسی کی کیا مجال کہ اس کو مٹا سکے۔

گناہ کی نحوست

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ

اور تحقیق یقیناً ہم بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے گروہوں میں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

پہلے لوگوں کے اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی رسول

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ

مگر تھے وہ اس سے ہنسی کرتے اسی طرح

نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

چلاتے ہیں ہم اس کو دلوں میں گنہ گاروں کے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ

اور ہم تجھ سے پہلے اگلے فرقوں میں رسول

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

بھیج چکے ہیں اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ

مگر اس سے ہنسی کرتے رہے ہیں اسی طرح

نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

ہم گنہ گاروں کے دل میں اس کو بٹھا دیتے ہیں

شِيَعِ : (گروہ) شِيْعَةٌ کی جمع ہے جو مادہ ش ی ع سے بنا ہے شُیُوع کے معنی پھیل جانے کے ہیں شیعہ آدمیوں کا گروہ جس میں ایک خاص خیال پھیل گیا ہو اور وہ سب اس پر متفق ہو جائیں۔

نَسْلُكُ : (چلاتے ہیں ہم) مضارع کا صیغہ ہے س ل ک سے جس سے دو مصدر بنتے ہیں۔ ایک سلوک جو لازم ہے یعنی داخل ہو جانا، چلنا۔ دوسرے سَلْكٌ جو متعدی ہے جس کے معنی ہیں چلانا۔ داخل کر دینا یہاں یہ فعل متعدی ہے یعنی داخل کر دینا، جاگزیں کر دینا۔ جس کا مفہوم ترجمہ میں بٹھانا لیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ انسان فوری اور وقتی فائدوں کی طرف بہت جلد جھک جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا۔ کہ ان عارضی فائدوں کے چھوڑ دینے سے بہت سے دوامی فائدے مل سکتے ہیں۔ انہی عارضی اور دائمی فائدوں کے فرق کو صاف صاف بتا دینے کے لیے ہم نے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے۔ مگر پہلی امتوں کی طرح یہ بھی انہی جھگڑوں میں گرفتار ہیں کہ دُنیا کے عارضی فائدوں سے اونچی ان کی نظر ہی نہیں اٹھتی یعنی جو رسول بھی ان کے پاس آیا۔ وہ لوگ ان کی ہنسی اڑاتے رہے مجرموں کے دل میں ہم یہی بٹھا دیتے ہیں اور یہ ان کے کفر و الحاد کا نتیجہ ہے۔

شامتِ اعمال

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ
نہ ایمان لائیں گے اس پر اور گذر چکی ہے رسم
الْاَوَّلِيْنَ (۱۳) وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا
پہلوں کی اور اگر کھول دیں ہم ان پر دروازہ
مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (۱۴)
آسمان سے پھر رہیں دن بھر اس میں چڑھتے
لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا
البتہ کہیں ہوا یہ کہ باندھ دی گئی ہیں آنکھیں ہماری
بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (۱۵)
بلکہ ہم لوگ جادو میں پھنسے ہوئے ہیں

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ
نہ ایمان لائیں گے اس پر اور گذر چکی ہے رسم
الْاَوَّلِيْنَ (۱۳) وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا
پہلوں کی اور اگر ہم ان پر آسمان سے دروازہ
مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (۱۴)
کھول دیں اور دن بھر اس میں چڑھتے رہیں
لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا
تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نگاہوں کو باندھ دیا ہے
بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (۱۵) ع۵
نہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے

ظَلُّوْا (دن میں کریں وہ) ماضی کا صیغہ ہے ظلال سے۔ ظلال کے معنی ہیں دن میں کوئی کام کرنا جیسے بیات کے معنی ہیں رات میں کام کرنا۔ سُكِّرَتْ: (روک دی گئی ہیں) ماضی مجہول ہے تسکیر سے جو س ک ر سے بنا ہے سکر روک کو کہتے ہیں۔ تسکیر کے معنی ہیں ٹھہرا دینا۔ روک دینا۔

ارشاد ہے کہ جیسے پہلے لوگ دنیا کے جھگڑوں میں پھنس کر رسولوں پر یقین نہ لا سکے ایسے ہی یہ لوگ بھی تیری بات نہ مانیں گے ان کی شامتِ اعمال اور کفر کی نحوست اللہ پر اور اس کے رسول اور قرآن حکیم کی باتوں پر انہیں اعتماد نہیں کرنے دیتی بالفرض ہم آسمان سے ایک دروازہ ان پر کھول دیں اور یہ سارے دن چڑھتے ہی چلے جاویں تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے جو ہم اپنے آپ کو اوپر چڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں نہیں بلکہ ہم پر بڑا زبردست جادو کر دیا گیا ہے جس کے اثر سے ہمارے ہوش گم ہو گئے ہیں اور کچھ کا کچھ دیکھنے لگے ہیں۔

عجائبات قدرت

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا

اور البتہ تحقیق ہم نے بنائے آسمان میں برج اور زینت دی ہم نے انہیں

لِلنّٰظِرِيْنَ (۱۶) وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ

دیکھنے والوں کیلئے اور محفوظ کیا ہم نے اس کو

شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (۱۷) إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ

شیطان مردود سے مگر جو چوری کرے

السَّمْعَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۸)

سننے کی پس پیچھے لگتا ہے اس کے انگارہ چمکتا

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا

اور ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کی نظر میں

لِلنّٰظِرِيْنَ (۱۶) وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ

ان کو رونق دی اور ہم نے اس کو ہر شیطان

شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (۱۷) إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ

مردود سے محفوظ کیا مگر جو چوری سے

السَّمْعَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۸)

سن بھاگا سو اس کے پیچھے چمکتا ہوا انگارہ لگا

بُرُوْجًا: ستاروں کے جمگھٹے، برج کی جمع ہے۔ برج اونچی عمارت کا وہ حصہ ہے جو سب سے نمایاں بنایا جاتا ہے یہاں اس سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں یا ان کا کسی شکل میں اکٹھے ہونا۔ اِسْتَرَقَ (چوری چھپے لے اڑے) ماضی کا صیغہ ہے اِسْتِرَاقٌ جو س۔ ر۔ ق سے بنا ہے۔ سرق کے معنی چوری کرنے کے ہیں۔ استراق السمع سے مراد یہ ہے کہ چھپ کر تھوڑی سی بات سن لی اور اسے لے اڑے۔

ارشاد ہے کہ عالم میں بہت نشانیاں موجود ہیں جو اللہ کا وجود اور اس کی قدرت ثابت کر رہی ہیں۔ رات کو نگاہ اوپر اٹھاؤ، تمہیں ساری فضا چمکتے ہوئے ستاروں سے بھرپور نظر آئے گی۔ ان کے بڑے بڑے گچھے جہاں تک نظر جاتی ہے پھیلے ہوئے ہیں اور دیکھنے والوں کو بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ آخر سوچو کہ یہ لمبی چوڑی فضا ایسے روشن قمقموں سے کس نے سجائی ہے اور اس کی حفاظت کون کرتا ہے۔ شریر اور فسادی شیطان ادھر ادھر منڈلاتے رہتے ہیں مگر پاس نہیں پھٹک سکتے۔ اللہ عزوجل کے فرمانبردار فرشتے اس فضا میں حکم کے منتظر رہتے ہیں اور اللہ کے جو احکام ان کے اوپر نازل ہوتے ہیں ان کی تعمیل کرتے ہیں شیطان چاہتے ہیں کہ ان احکام کو معلوم کر کے ان کو توڑیں مروڑیں اور انتظام عالم خراب کریں۔ ان کے پیچھے آگ کے دہکتے ہوئے انگارے لپکتے ہیں اور وہ بھاگتے ہیں اگر جلنے سے بچ گئے تو بھاگتے بھاگتے جو آواز ان کے کان پر پڑتی ہے اسے صورت بدل کر اپنے مددگار کاہن انسانوں کے اندر پھیلا دیتے ہیں ؛

زمین کا انتظام

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا

اور زمین پھیلایا ہم نے اس کو اور ڈالے ہم نے اس پر

رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

پہاڑ اور اُگائی ہم نے اس میں ہر چیز

مَّوْزُوْنٍ (۱۹) وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ

اندازہ کی ہوئی اور بنا تے تمہارے لیے اس میں سامان معیشت

وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ (۲۰)

اور وہ کہ نہیں تم ان کو روزی دینے والے

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور رکھ دیئے

رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اس پر بوجھ اور اس میں ہر چیز اندازے سے

مَّوْزُوْنٍ (۱۹) وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ

اُگائی گئی اور تمہارے واسطے اس میں معیشت کے اسباب بنا دیئے

وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ (۲۰)

اور وہ کہ نہیں تم روزی دینے والے ان کو

مَدَدْنَا (پھیلایا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے م۔د۔د سے مُدٌّ کے معنی ہیں پھیلانا۔ دُور تک بچھانا اسی سے لفظ مَدّ بنا ہے یعنی اپنے پاس کی چیز دوسرے کا کام چلانے کے لیے بڑھانا جیسے ہم مدد دینا کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اوّل تو زمین کی وسعت ہی حیرت انگیز ہے اس کو چاروں طرف دُور دُور تک پھیلا دینا ہی کوئی آسان کام نہیں۔ پھر اس کی ہموار سطح چونکہ نرم مٹی کی ہے اس لیے اس میں پائداری نہیں اس کے ٹھیراؤ اور مضبوطی کے لیے اونچے اونچے پہاڑ کھڑے کر دیئے تا کہ ان کی سختی اور بوجھ کی وجہ سے زمین ڈگمگا نہ جائے۔ پھر زمین سے طرح طرح کی چیزیں اللہ پیدا کرتا ہے اور ان میں سے بہت سی چیزیں تمہیں زندگی کی ضروریات بہم پہنچاتی ہیں اور بہت سی جاندار چیزیں چوپائے وغیرہ ایسی ہیں کہ جن کا رزق تمہارے اوپر موقوف نہیں وہ اپنی زندگی الگ بسر کرتی ہیں اور تم ان میں سے اکثر سے فائدہ اٹھاتے ہو۔

آخر یہ زبردست زمینی نظام کیا آپ ہی آپ ہو گیا نہیں یہ سب ایک علیم و حکیم خالق اور رب زمین و آسمان کی ایجاد ہے جس نے ہر شے کو اس کے مناسب مقام پر لاکھڑا کیا اور اس کے قیام و ثبات کا ایک مقررہ مدت تک انتظام کر دیا۔ کیا ایسی چیزوں کو دیکھ کر تم ان کے پیدا کرنے والے اور قائم رکھنے والے کو سمجھ نہیں سکتے؟

چیزوں کی پیدائش

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز
اور نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں
وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۱)
اور نہیں اتارتے ہم اس کو مگر ساتھ ایک اندازے مقرر کے

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز
اور ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں
وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۱)
اور ہم مقرر انداز پر اتارتے ہیں

پچھلی آیتوں میں ذکر تھا کہ آسمان اور زمین دونوں کا مجموعی نظام اللہ اور اس کے رسول اور اس کے کلام کے سچا ہونے کی کافی دلیل ہے اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ دنیا کی کسی چیز کو لے لو غور کرو گے تو اس سے اللہ کی قدرت کا اندازہ کرو گے اور سمجھ جاؤ گے کہ سوا اللہ کے کوئی کچھ بھی نہیں بنا سکتا۔ ہر ایک چیز کی پیدائش کے لیے بے شمار اجزار کی ضرورت ہے جن کا اکٹھا ہونا ضروری ہے۔ غلّہ کا ایک دانہ بھی مادہ کے مختلف ذرّات کے جمع کیے بغیر نہیں بن سکتا۔ ان ذرّات کے خزانے اللہ کے ہاں الگ الگ محفوظ ہیں ان مختلف خزانوں میں سے ایک خاص مقدار میں مختلف ذرّات لے کر ایک جگہ خاص نسبت سے باہم ہونا ضروری ہے۔ تب کہیں جا کر ایک چھوٹے سے چھوٹا غلّہ کا دانہ پیدا ہوگا۔ ان ذرّات کو بے شمار خزانوں سے لے کر صرف اسی مقدار میں ملانا جس سے ایک خاص چیز بن سکتی ہے مخلوقات میں سے کسی کے بس میں نہیں ہے۔ پھر ذرّات کے مختلف تناسب کے ساتھ ملانے سے بھی چیز بدل جاتی ہے مثلاً ہائیڈروجن اور آکسیجن کے ذرّات دو اور ایک کی نسبت کے ساتھ ملانے سے پانی بن جائے گا اور انہیں ذرات کو دو اور دو کی نسبت سے ملانے سے ایک اور ہی چیز بنے گی جس کی خاصیت پانی سے بالکل الگ ہے۔

انسانی تحقیق سے بہت سی چیزوں کے اجزار اور ان کا باہمی تناسب معلوم ہو چکا ہے لیکن انسان ابھی تک اس کا قائل نہیں ہوا کہ یہ ذرّات ایک خاص تناسب سے ہر چیز کے لیے جس نے ملائے وہ اس ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اور انتظام کرنے والا ہے۔ انسان اس میں لگ گیا کہ ان اجزار مادہ کو جمع کر کے میں خود چیزوں کو بنا کر دکھاؤں۔ اس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوا مگر افسوس کہ اصلی خالق کو نہ پہچانا۔

مزید تدبیر

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا

اور بھیجا ہم نے ہواؤں کو پانی سے پُر پھر اتارا ہم نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ

آسمان سے پانی پھر پلایا ہم نے تم کو اور نہیں

اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

تم اس کے خزانہ والے

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا

اور ہم نے رس بھری ہوائیں چلائیں پھر ہم نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ

آسمان سے پانی آتارا پھر وہ تم کو پلایا اور تمہارے

اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

پاس اس کا خزانہ نہیں

لَوَاقِحَ: (بوجھل) یہ لَاقِحَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی حاملہ کے ہیں اس کا مادہ ل۔ق۔ح ہے جس کے معنٰی ہیں حاملہ ہونا۔

ارشاد ہے کہ مختلف اجزاء کو ان کے مختلف خزانوں سے اکٹھا کر کے اور ایک خاص نسبت سے ملا کر چیز کا بیج تیار ہوتا ہے۔ اس بیج کو مٹی میں ڈال کر تم الگ ہو جاتے ہو۔ یہ ہم ہی ہیں کہ پانی سے بھری ہوئی ہوائیں اِدھر سے اُدھر چلانی شروع کر دیتے ہیں جن سے بادل بن جاتے ہیں اور موقعہ بہ موقعہ ان سے پانی برستا ہے جس سے مٹی میں پڑا ہوا بیج پھلتا پھولتا ہے اور یہی پانی تمہارے پینے کے کام بھی آتا ہے۔ اسی سے چشمے، نہر، کنوئیں، دریا وغیرہ بن جاتے ہیں اور تمہاری ضرورتوں کے لیے پانی کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ تمہارے بس کا نہیں۔ کہ اپنی کھیتی کیاری کے لیے اور اپنے پینے اور دیگر استعمال کے لیے پانی کا کافی ذخیرہ اکٹھا کر لو۔ پانی آسمان سے مینہ، برف، اولوں وغیرہ کی شکل میں ہواؤں کے ذریعہ زمین پر برستا ہے جس میں سے کچھ دریاؤں، نہروں وغیرہ کی شکلوں میں زمین کی سطح پر بہنے لگتا ہے اور کچھ زمین میں جذب ہو کر اس کے اندر جمع ہو جاتا ہے جس کو تم بوقت ضرورت کنوئیں وغیرہ کھود کر حاصل کر لیتے ہو اگر اللہ عزوجل اس تدبیر سے بادلوں کے ذریعہ پانی نہ برسائے تو تم پانی کا ذخیرہ اپنے لیے اکٹھا نہیں کر سکتے۔

قدرت کی ان تمام نشانیوں اور کار گذاریوں کو دیکھ کر انسان کا پہلا کام یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو پہچانے اور اسی کو تمام جہان کا پیدا کرنے والا اور اس ساری کائنات کا انتظام کرنے والے اور پالنے والا مانے کیونکہ کوئی مخلوق اس قابل نہیں جو یہ سب کام کر سکے۔

اللہ کی شان

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَ نَحْنُ
اور تحقیق ہم البتہ ہم ہی جلاتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم
الْوٰرِثُوْنَ (۲۳) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ
وارث ہیں اور البتہ تحقیق جان رکھا ہے ہم نے اگلوں پر
مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ (۲۴)
تم میں سے اور البتہ تحقیق جان رکھا ہے ہم نے پچھلوں کو
وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ
اور تحقیق تیرا رب البتہ اکٹھا کرے گا ان کو تحقیق وہ
حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ (۲۵) ع
حکمت والا جاننے والا ہے

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ
اور ہم ہی ہیں جلانے والے اور مارنے والے اور ہم ہیں
الْوٰرِثُوْنَ (۲۳) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ
باقی رہنے والے اور ہم نے تم میں سے آگے بڑھنے والوں
مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ (۲۴)
کو جان رکھا ہے اور پیچھے رہنے والوں کو
وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ
اور تیرا رب وہی ان کو اکٹھا کر لائے گا بے شک
حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ (۲۵) ع
وہی ہے حکمتوں والا خبردار

ع ۲ / ۱۰ / ۲۱

الْمُسْتَقْدِمِیْنَ: (آگے رہنے والے) یہ استقدام سے اسم فاعل مُسْتَقْدِمٌ کی جمع ہے جس کا مضارع یستقدمون پہلے گذر چکا ہے۔ اس کا مادہ ق۔ د۔ م ہے۔ قدوم کے معنی آنا ہیں۔ استقدام کے معنی زمانہ، مرتبہ، کام وغیرہ کسی اعتبار سے دوسرے سے آگے بڑھنا یا پہلے ہونا۔ اسی مادہ سے قدم، تقدیم، قدیم وغیرہ الفاظ بنے ہیں۔ اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ (پیچھے رہنے والے) اسم فاعل مُسْتَاْخِرٌ کی جمع ہے اس کا مادہ ا۔ خ۔ ر ہے۔ اخر کے معنی پیچھے ہونے کے ہیں۔ استئخار: زمانہ، مرتبہ، کام وغیرہ کسی اعتبار سے پیچھے ہونا۔ اس کا مضارع یَسْتَاْخِرُوْنَ پہلے گذر چکا ہے۔ اسی مادہ سے تاخیر، آخرت، متاخر وغیرہ بنے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ہمیں جلانے والے ہیں اور ہمیں مارنے والے ہیں اور انسان کے مرنے کے بعد اس کے وارث بھی ہمیں ہیں اس کا کیا دھرا سب کچھ ہمارے ہی پاس رہتا ہے ہم سارے اگلے پچھلے لوگوں کے ذرّہ ذرّہ حالات سے واقف ہیں کون آگے بڑھتا ہے کون پیچھے ہٹتا ہے کون نیک کاموں میں دوسروں سے سبقت لے جاتا ہے کون بہانہ بازیاں کر کے پیچھے رہ جاتا ہے ہمیں سب معلوم ہے اے انسان ہم تیرے رب ہیں اور ہم ان تمام انسانوں کو ایک دن جمع کر دیں گے اور اپنے علم و حکمت کے مطابق ہر ایک کو اس کے اعمال کی سزا عدل و انصاف کے ساتھ دیں گے

انسان کی پیدائش

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ
اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آدم کو بجنے والی
مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۲۶) وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ
کالی مٹی گندھی ہوئی سے اور جان کو ہم نے بنایا
مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (۲۷)
اس سے پہلے آگ سے لُو کی

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ
اور ہم نے آدمی کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے
مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۲۶) وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ
سے بنایا ہے اور جان کو اس سے
مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (۲۷)
پہلے ہم نے لُو کی آگ سے بنایا

صَلْصَالٍ (بجنے والی مٹی ٹھیکرے کو کہتے ہیں وہ مٹی جو سوکھ کر سخت ہو جائے اور اس پر کچھ مارو تو بجنے لگے۔

حَمَاٍ (سڑی ہوئی کیچڑ) مَسْنُوْنٍ (پانی میں ملا کر گارا بنائی ہوئی) اسم مفعول ہے س۔ ن۔ ن سے سِنّن کے معنی ہیں پانی ڈالنا۔

جَآنّ: (جنوں کا باپ) جیسے آدمیوں کے باپ آدم ہیں۔ اسی طرح جنوں کا باپ جانّ ہے انہیں میں سے جو بہت سرکش ہیں ان کا سرغنہ ابلیس ہے۔

ارشاد ہے کہ سنو ہم نے پانی اور مٹی ملا کر گارا بنایا اور گارے کو خوب سڑنے دیا اور اس سے آدم کا پتلا بنایا۔ پھر گرم ہواؤں نے اسے سکھایا۔ اس کے بعد حرارت کی تیزی سے وہ پک گیا اور ہوا کے لگنے سے کھن کھن بجنے لگا۔ اس سے پہلے ہم جنوں کے باپ جانّ کو بنا چکے تھے اس میں ہوا کی حرارت کی شدّت نے سب کچھ جلا دیا تھا اور شعلہ نکلنے لگا تھا اسی شعلہ جیسی لپٹ سے اس کا جسم بنا تھا اور جل جلا کر مٹی کا اثر اس میں سے مٹ چکا تھا لیکن آدم کے پُتلے کو حرارت بالکل نہ جلا سکی۔ صرف اسے پکا کر ٹھیکرا بنا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان میں مٹی کا پورا اثر باقی رہا یعنی سختی اور بوجھ دونوں اس میں رہ گئے سختی کی وجہ سے وہ آنکھوں سے دکھائی دینے لگا بوجھ کی وجہ سے وہ زمین کے اوپر اپنے آپ نہ اُٹھ سکا۔ جنوں میں مٹی کے سارے اجزا جل کر آگ کا شعلہ بن گئے۔ اسی آگ کے شعلہ سے ان کا بدن بنا جس میں نہ سختی ہے نہ بوجھ ہے اسی لیے جنّ نہ دکھائی دیتے ہیں اور نہ زمین سے اونچا ہو کر اُڑنا ان کے لیے کچھ مشکل ہے فرشتے اس سے بھی لطیف چیز یعنی نُور سے بنے ہیں۔

فرشتوں کو حکم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ
اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے تحقیق میں
خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ
بنانے والا ہوں ایک بشر بجنے والی کالی مٹی
مَّسْنُوْنٍ (۲۸) فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ
گندھی ہوئی سے پس جب ٹھیک کرلوں اس کو اور پھونک دوں اس میں
مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (۲۹)
اپنی رُوح میں سے پس گر پڑو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ
اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک
خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ
بشر بناؤں گا کھنکھناتے سنے ہوئے
مَّسْنُوْنٍ (۲۸) فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ
گارے سے پھر جب اس کو ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی
مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (۲۹)
جان میں سے پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ

بَشَرٌ (ظاہری علامتوں والا) صفت کا صیغہ ہے ب۔ش۔ر سے بشرہ ان جسمانی علامتوں کو کہتے ہیں جو آنکھ سے نظر آئیں۔ بشر وہ مخلوق ہے جس کا جسم اور اس کی کیفیات مثلاً مڑنا، تڑنا، سکڑنا وغیرہ آنکھوں سے نظر آئے۔ جنّوں اور فرشتوں کا جسم اور اس کی علامتیں آنکھ سے نظر نہیں آتیں اس لیے وہ بشر نہیں۔ سَوَّیْتُ (ٹھیک کرلیا میں نے) ماضی کا صیغہ ہے تَسْوِیَۃٌ جس کا مادہ س۔و۔ی ہے سَوَاءٌ کے معنی برابر کے ہیں۔ تَسْوِیَۃٌ اجزاء کو اپنے اپنے ٹھکانے سے برابر برابر جما دینا، ٹھیک اپنی جگہ پر بٹھا دینا۔ رُوْحٌ (جان) آدمی میں ظاہری بدن کے علاوہ ایک چیز اور ہے جس سے وہ زندہ ہوجاتا ہے اور جب یہ نکل جاتی ہے تو بدن مُردہ ہوجاتا ہے یہی روح یا جان ہے۔ قَعُوْا (گر پڑو) امر کا صیغہ ہے و۔ق۔ع سے۔ وقع کے معنی گر پڑنا۔ واقعہ، موقعہ، وقوع وغیرہ اسی سے بنے ہیں۔

ارشاد ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک مخلوق مٹی سے پیدا کر رہا ہوں۔ جب اس کا بدن ٹھیک ٹھیک تیار ہوجائے گا تو اس میں اپنے حکم سے روح داخل کروں گا۔ اس وقت تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔ جو اس بات کی علامت ہوگی کہ تم سب اس کی بہتری کے لیے اس کی مدد کرو گے اور اس کی حفاظت کرو گے ؏

سرکش ابلیس

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

پس سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے مل کر

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ

مگر ابلیس نہ مانا وہ کہ ہو ساتھ

السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ

سجدہ کرنے والوں کے اللہ نے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھے

اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ

کہ نہ ہوا تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ بولا

لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

نہیں ہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کے آگے کہ بنایا تو نے اسے

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

کھنکھناتے سیاہ کیچڑ کے گارے سے

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

تب ان فرشتوں نے سب نے مل کر سجدہ کیا

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ

مگر ابلیس نے وہ نہ مانا کہ سجدہ کرنے والوں

السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ

کے ساتھ ہو فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا

اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ

کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا بولا

لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

میں وہ نہیں کہ ایک بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

کھنکھناتے سنے ہوئے کالے گارے سے بنایا

جب وہ مٹی کا بدن ہر طرح سے درست ہو گیا اور اس میں ہم نے اپنی روح داخل کر دی تو سارے فرشتے مل کر اس کے سامنے ہمارے حکم کے مطابق سجدہ میں گر پڑے۔ لیکن ابلیس جو جنوں میں سے تھا اور اپنی طاعت اور عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے اندر جا ملا تھا فرشتوں کے ساتھ آدم کو سجدہ کرنے میں شریک نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے ابلیس کیا وجہ کہ تو نے فرشتوں میں مل کر رہتے ہوئے میرے حکم کی تعمیل نہ کی اور ان کے ساتھ آدم کے سامنے سجدہ نہ کیا۔ ابلیس بولا کہ اس ادنیٰ مخلوق کے سامنے میں اور سجدہ کروں اس کو آپ نے سڑی ہوئی مٹی کے کالے گارے سے میرے سامنے بنایا ہے میں اسے اپنے سے برتر کیسے مان لوں کمبخت یہ نہ سمجھا کہ میرا پہلا فرض اپنے خالق اور رب کا حکم بجا لانا ہے آقا کے قطعی حکم کے بعد بندے کی مجال نہیں کہ فرمانبرداری میں چوں و چرا کرے۔

ابلیس پر عتاب

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (۳۴) وَّ
فرمایا پس نکل اس جگہ سے پس تحقیق تو مردود ہے اور
اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (۳۵) قَالَ
تحقیق تجھ پر لعنت ہے انصاف کے دن تک بولا
رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۳۶)
اے میرے رب پس مہلت دے مجھ کو اس دن تک کہ زندہ ہوں مُردے
قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۳۷) اِلٰى
فرمایا اچھا تو مہلت دیے گیوں میں سے ہے اس
يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۳۸)
دن تک جس کا وقت مقرر ہے

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (۳۴) وَّ
فرمایا تو یہاں سے نکل جا تجھ پر مار ہے اور
اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (۳۵) قَالَ
تجھ پر پھٹکار ہے اس دن تک کہ انصاف ہو بولا
رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۳۶)
اے میرے رب مجھے اس دن تک ڈھیل دے کہ مردے زندہ ہوں
قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۳۷) اِلٰى
فرمایا اچھا تجھ کو ڈھیل دی اسی
يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۳۸)
وقت مقرر کے دن تک

رَجِيْمٌ (راندہ) صفت کا صیغہ ہے ر ج م سے رَجم کے معنی پتھروں سے مارنا مراد یہ ہے کہ جدھر کا رخ کیا تو تجھ پر پتھر اور گولے پڑیں گے۔ اَنْظِرْ (ڈھیل دے) امر کا صیغہ ہے انظار سے۔ جو ن ظ ر سے بنا ہے نظر کے مشہور معنی دیکھنے کے ہیں۔ انظر کے معنی ہیں نظر کے آگے چھوڑے رکھنا۔ يُبْعَثُوْنَ (زندہ کیے جائیں) مضارع کا صیغہ ہے ب ع ث سے بعث کے معنی اٹھا کھڑا کرنا۔ یہاں اس سے مراد مُردوں کا زندہ کیا جانا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اے مردود! تو اس بلند مقام اور رتبہ کے قابل نہیں اس لیے یہاں سے نکل جا تجھ پر قیامت تک دُر دُر پھٹ پھٹ ہوتی رہیگی۔ ابلیس ملعون کی آنکھیں کھلیں سوچا کہ یہ تو معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا سوچا کہ آدم کی وجہ سے مجھے یہ دائمی ذلّت نصیب ہوئی اس لیے اس سے اور اس کی اولاد سے سمجھوں گا۔ جھٹ بول پڑا حضور کم سے کم مجھے اتنی مہلت دیجیے کہ میں بھی اپنے دل کے ارمان نکال لوں۔ مجھے قیامت تک کے لیے چھوڑ دیجیے اس کے بعد جو چاہے سزا دیجیے ارشاد ہوا کہ اچھا تجھے مہلت دی تو اس دن تک جس کا وقت مقرر ہو چکا ہے آزاد ہے جو چاہے کر اس کے بعد تیرے لیے دائمی قیدخانے اور نجات سے محرومی کی سزا مقرر کی جا چکی ہے۔

عزمِ فاسد

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ
بولا اے میرے رب بعوض تیرے مجھ کو گمراہ کرنے کے البتہ آراستہ کروں گا ان کے لیے
فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۳۹)
زمین میں اور البتہ گمراہ کردوں گا ان کو سب کو
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (۴۰) قَالَ
مگر جو تیرے بندے ان میں سے چنے ہوئے فرمایا
هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ (۴۱)
یہ راہ ہے میرے پاس تک سیدھی

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ
بولا اے میرے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھو دیا میں بھی ان
فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۳۹)
سب کو زمین میں بہاریں دکھلاؤں گا اور ان سب کو راہ سے کھو دوں گا
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (۴۰) قَالَ
مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں فرمایا
هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ (۴۱)
یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی

بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ (بدلے اس کے کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو) اَغْوَيْتَ ماضی کا صیغہ ہے اِغْوَاءٌ سے جو غ۔و۔ی سے بنا ہے۔ غَيٌّ کے معنی گمراہی کے ہیں۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ اغواء کے معنی گمراہ کرنا، سیدھی راہ سے ہٹا دینا۔

ابلیس کا حال اس وقت وہی ہوا جو کسی مجرم کا اپنے خلاف فیصلہ سن کر ہو سکتا ہے۔ احکم الحاکمین کا تو وہ کچھ کر نہیں سکتا لیکن اپنے مقابلے میں جیتنے والے حریف کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ آپ نے مجھے جس کی خاطر راندۂ درگاہ کیا ہے میں اس کے تباہ کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔ آپ کے برگزیدہ بندوں پر تو میرا بس نہیں چلے گا۔ لیکن اوروں کو سیدھی راہ سے ہٹانے میں جان توڑ کوشش کروں گا۔ میں ان کے سامنے اس دنیائے فانی کی چیزوں کو اس قدر سجا کے پیش کروں گا کہ اچھے اچھے لوگ ان پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر الگ کھڑا ہو کر تماشا دیکھوں گا۔ کہ ہر ایک کتنی تیزی سے ان کی طرف جھپٹ رہا ہے تُو تُو، مَیں مَیں، چھینا جھپٹی۔ خون خرابہ کا بازار کس قدر گرم ہو رہا ہے اور پھر بغلیں بجاؤں گا کہ اپنے حریف کو کیسا چت کیا ہے۔ واہ رے میں!

احکم الحاکمین بے پروائی اور بے نیازی سے فرماتا ہے کہ میرا راستہ جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔ صاف ہے اسے دیکھ لینے والے کبھی اس سے ہٹنے کا نام نہیں لیں گے۔

بُروں کا انجام

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ
تحقیق جو میرے بندے ہیں نہیں تیرا ان پر
سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ
کچھ زور مگر جو تیری تابعداری کرے سے
الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ
بہکے ہوؤں میں اور تحقیق جہنم البتہ ان کی جگہ ہے
اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ
سب کی اس کے سات دروازے ہیں
لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾
ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ ہے بٹا ہوا

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ
جو بندے میرے ہیں تیرا ان پر کچھ
سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ
زور نہیں مگر بہکے ہوؤں میں سے جو تیری
الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ
راہ پر چلے اور بے شک دوزخ ٹھکانا ہے
اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ وقف لازم لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ
ان سب کا اس کے سات دروازے ہیں
لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع ۳/۱۹
ہر دروازے کے لیے ایک فرقہ بانٹ دیا گیا ہے

سُلْطٰنٌ، زور، اقتدار، حاصل مصدر ہے س۔ل۔ط سے جس کے معنی غلبہ کے ہیں یا وہ چیز جس سے غلبہ حاصل ہو جیسے فرمان حکومت، پروانہ وغیرہ۔

ارشاد ہے کہ جو میرے سچے اور خالص بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا۔ ایسے لوگ بھی تجھے مل جائیں گے جو تیرے کھیل اور کرتب دیکھ کر تیرے پیچھے ہو لیں گے۔ ان کی نظر تیرے سجائے ہوئے کھلونوں پر پڑے گی اور انہیں وہ بہت اچھے معلوم ہوں گے وہ انہیں کے دیکھنے میں محو ہو جائیں گے اور جدھر وہ زیادہ تعداد میں نظر آئیں گے ادھر ہی مڑ جائیں گے۔ اصل راستہ پر ان کی نظر تو پہلے ہی نہ تھی۔ اب قدم بھی اس پر سے ہٹ جائیں گے۔ آخر یہ کھیل ایک دن بگڑ کر رہے گا۔ اور تم سب سیدھے دوزخ کی طرف جاتے نظر آؤ گے۔ پھر تمہارے پسندیدہ دنیا کے مجرمانہ شغلوں کے لحاظ سے تمہارے گروہ بن جائیں گے اور ہر گروہ کے لیے دوزخ کے سات دروازوں میں سے ایک ایک دروازہ مخصوص ہو جائے گا اور ہر گروہ اپنے اپنے دروازے سے جہنم رسید ہو گا مثلاً مشرکوں کا دروازہ، سرکشوں اور مال مستوں کا دروازہ، چوروں اور دھوکے بازوں کا دروازہ، ڈاکوؤں اور قاتلوں کا دروازہ، شہوت پرستوں اور زناکاروں کا دروازہ وغیرہ وغیرہ ؛

پرہیزگار لوگ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾
تحقیق پرہیزگار ہوں گے باغوں میں اور چشموں میں
ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا
داخل ہو ان میں چین سے بے خوف وخطر اور نکال ڈالا ہم نے
مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ
جو ان کے دلوں میں تھا کینہ بھائی ہیں بیٹھے اپنے
سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا
اپنے تخت پر آمنے سامنے نہ چھوئے گی ان کو اس میں
نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾
کوئی پریشانی اور نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں گے

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾
پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں۔ ان سے کہہ
ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا
دیا جائے گا ، جاؤ ان میں سلامتی سے بے کھٹکے اور ان کے
مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ
دلوں میں جو خفگی تھی ہم نے نکال ڈالی۔ بھائی ہو گئے تختوں
سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا
پر آمنے سامنے بیٹھے وہاں انہیں کچھ
نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾
تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ انہیں وہاں سے کوئی نکالے گا

نَزَعْنَا : نکال ڈالا ہم نے ، ماضی کا صیغہ ہے ن ۔ ز ۔ ع سے نزع کے معنی ہیں کھینچ لینا۔

غِلٍّ : خفگی ، اس کا مادہ غ ل ل ہے ۔ ناراضی ، خفگی ۔ دشمنی۔

سُرُرٍ : تخت ، سریر کی جمع ہے ، بیٹھنے کی اونچی جگہ ، تخت وغیرہ۔

نَصَبٌ : بے چینی ، کوئی چیز جو آدمی کے لیے باعث تکلیف ہو۔

پرہیزگاروں کو مرنے کے بعد سرسبز میوے دار باغات جن میں لذیذ چشمے بہتے ہوں گے ، رہنے کے لیے ملیں گے ۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے ۔ سلامتی اور امن و امان کے ساتھ داخل ہو اور رہو سہو ۔ ان کے دلوں سے آپس کا کینہ ، بغض و حسد ہم بالکل باہر نکال دیں گے ۔ اور وہ مسندوں اور گدوں کے تختوں پر آمنے سامنے آرام سے ، صاف دل بھائیوں کی طرح ڈٹے ہوئے ہوں گے ۔ وہاں انہیں نہ کسی قسم کی تکلیف پہنچ سکے گی ، اور نہ ان کو وہاں سے کبھی نکالا جائے گا۔

رحمت اور عذاب

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ
خبر دے میرے بندوں کو کہ میں ہی بخشنے والا
الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ
مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب ہی
الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ
عذاب دردناک ہے اور خبر سنا دے ان کو
عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾
مہمانوں کی ابراہیم کے

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ
خبر سنا دے میرے بندوں کو میں ہی اصل بخشنے والا
الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ
مہربان ہوں اور یہ بھی کہ میرا عذاب وہی
الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ
دردناک عذاب ہے اور ان کو
عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ وقف لازم
ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنا دے

نَبِّئْ (خبر دے) امر کا صیغہ ہے تَنْبِئَةٌ سے جس کا مادہ ن۔ب۔ء ہے نَبَأٌ کے معنی خبر کے ہیں تَنْبِئَۃٌ خبر سنانا۔

اس سبق کی آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آدم اور ابلیس کا واقعہ سنا کر لوگوں کو اللہ عزوجل کی رحمت اور غضب دونوں صفات کی طرف متوجہ کریں اور ان کو بتا دیں کہ تم نے دیکھا اللہ کی رحمت ادنیٰ چیز کو بڑے مرتبہ والا بنا سکتی ہے اور اس کا غضب اونچے مرتبہ والے کو ذرا سی دیر میں نیچے گرا سکتا ہے۔ وہ چاہے تو اپنے بندوں کے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت سے مالامال کر دے اور چاہے تو ان کے جرم کی کڑی سزا دے۔ رحم کرنے والا بھی اس کے سوا کوئی نہیں اور سزا دینے کی طاقت بھی سوا اس کے کسی میں نہیں۔

اگر دنیا میں وہ اللہ عزوجل کی شانِ رحمت اور شانِ غضب کو برملا دیکھنا چاہیں تو ان کو (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ سنا دے جو اصل میں فرشتے تھے۔ انہوں نے ایک طرف حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو خوشخبری دے کر اللہ کی رحمت کا بے نظیر نمونہ دکھا دیا اور دوسری طرف قوم لوط کو ہلاک کر کے اللہ کے بے پناہ غضب کی تصویر پیش کر دی۔

مہمانوں کا قصّہ

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ
جب داخل ہوئے وہ اس پر پھر کہا سلام
قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ (۵۲) قَالُوْا
وہ بولا تحقیق ہم تم سے ڈرتے والے ہیں انہوں نے کہا
لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ
مت ڈر تحقیق ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھے ایک لڑکے
عَلِيْمٍ (۵۳)
علم والے کی

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ
جب اس کے گھر چلے آئے اور بولے سلام
قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ (۵۲) قَالُوْا
وہ بولا ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے بولے
لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ
ڈر مت ہم تجھ کو ایک ہوشیار لڑکے کی خوشخبری
عَلِيْمٍ (۵۳)
سناتے ہیں

وَجِلَ اور لَا تَوْجَلْ (ڈرنے والا، مت ڈر) دونوں کا مادہ و ج ل ہے۔ وَجْلٌ کے معنی ڈر اور ڈرنا وَجِلٌ اس سے صفت کا صیغہ اور لَا تَوْجَلْ اسی سے نہی کا صیغہ ہے خوف نہ کرو۔ وَجِلُوْنَ۔ وَجِلٌ کی جمع ہے۔

ارشاد ہے کہ جب مہمان ان کے گھر پہنچے اور ان سے ملے تو گفتگو سے پہلے اسلام کے دستور کے مطابق جو حضرت ابراہیمؑ کا مسلک تھا، سلام کیا اور حضرت ابراہیمؑ نے سلام کا جواب دیا جس کا ذکر سورۃ ہود میں ہے۔ اس سلام اور جواب سلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ملاقات سلام کرنے والے کو فقط سلام کہنا کافی ہے۔ اور جواب دینے والے کو بھی فقط لفظ سلام ہی کہنا کافی ہے سلام علیکم یا السلام علیکم، سلام کی پوری شکل ہے اور وعلیکم السلام جواب کے محاورے کی شکل ہے ورنہ جواب ویسا ہی لفظ بھی ہو سکتا ہے جیسا سلام ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی پہلے تو مل کر خوش ہوئے لیکن بعد میں غور سے دیکھا تو چھپے ہوئے غضب کا اثر دل پر پڑا اور زبان سے نکل گیا کہ ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ تم بشارت کے پہلو کو دیکھو کیوں کہ وہ تمہارے لیے ہے اور مخفیہ غضب کے پہلو سے مت ڈرو۔ تمہارے پاس تو ہم فقط یہ خوش خبری سنانے آئے ہیں کہ تمہارے ہاں تمہاری زوجہ سارہ سے ایک نہایت دانا فرزند پیدا ہوگا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ کے دل سے خوف دور ہوا۔

اچانک خوشی

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤی اَنْ مَّسَّنِیَ

کہا کیا خوشخبری دیتے ہو تم مجھے اس حالت میں کہ آپکڑا مجھے

الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا

بڑھاپے نے پس کس کی بشارت دیتے ہو بولے

بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ

ہم نے بشارت دی ہے تجھے ٹھیک پس نہ ہو تم سے

الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَ مَنْ یَّقْنَطُ

مایوس ہونے والوں بولا اور کون مایوس ہوتا ہے

مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

رحمت سے اپنے رب کی مگر گمراہ لوگ

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤی اَنْ مَّسَّنِیَ

بولا کیا تم مجھ کو خوشخبری سناتے ہو جب مجھ کو بڑھاپا پہنچ

الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا

چکا اب کاہے کی خوش خبری سناتے ہو بولے

بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ

ہم نے تجھ کو سچی خوشخبری سنائی پس نا امیدوں میں

الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَ مَنْ یَّقْنَطُ

سے مت ہو بولا اپنے رب کی رحمت

مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

سے کون آس توڑے گا مگر جو گمراہ لوگ ہیں

کسی شخص کو اگر کوئی ایسی خوشخبری سنائی جائے جس کی اسے توقع نہ ہو اور وہ شخص یقین کر لے تب بھی کرید کرید کر اسے پوچھے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ خوش خبری دینے والا اس کی تفصیل سناتا ہی جائے تاکہ اس کے دل میں خوشی کا پہلو غالب ہوتا چلا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خوش خبری سُن کر جو کچھ فرشتوں سے کہا اس سے بھی کچھ ایسی ہی بات ظاہر ہوتی ہے جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں اور مجھے خوش خبری دے رہے ہیں تو اپنی حالت پر نظر کر کے انہیں خوشی کے ساتھ تعجب بھی ہوا اور حیرت بھی۔ انہوں نے کہا۔ کیا سچ مچ ایسا ہو گا۔ کیا بوڑھوں کے ہاں بھی اولاد ہو سکتی ہے؟ کیا یہ بشارت تم سوچ سمجھ کر دے رہے ہو۔ فرشتے ان احساسات کو بھانپ گئے اور کہا یہ بشارت بالکل سچی ہے اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں ہو کر رہے گا۔ تمہارے الفاظ میں مایوسی کی جھلک پائی جاتی ہے' اسے دور کرو اور اللہ کی رحمت پر یقین رکھو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سُن کر چونکے اور کہا نہیں نہیں۔ میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔ یہ مایوسی تو گمراہوں کو ہوا کرتی ہے جو اللہ عزوجل کو نہیں مانتے ہیں میں تو اپنے رحیم و کریم پر پورا یقین اور بھروسا رکھتا ہوں۔

فرشتوں کے آنے کی غرض

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

کہا پس کیا اصل کام ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

کہا انہوں نے ہم بھیجے گئے ہیں طرف ایک قوم کے گنہگاروں کی

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ

مگر گھروالے لوط کے ہم البتہ بچائیں گے ان کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا

سب کو سوا اس کی عورت کے ہم نے ٹھیرا لیا ہے تحقیق وہ

لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

رہ جانے والوں میں سے ہے

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

بولا اے اللہ کے بھیجے ہوؤ پھر تمہاری مہم کیا ہے

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

بولے ہم ایک گنہگار قوم پر بھیجے ہوئے ہیں

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ

مگر لوط کے گھر والے ہم ان سب کو بچا لیں گے

اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا

مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھیرا لیا وہ

لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

رہ جانے والوں میں سے ہے

غابرین: رہ جانے والوں میں اسم فاعل ہے غ ب ر سے غبر کے معنی ساتھ چھوڑنا۔ غابر: الگ ہو جانے والا۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ اب آگے انہیں کیا کام کرنا باقی ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ اب ہمیں لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف جانا ہے۔ وہ ایک بہت بری لت میں مبتلا ہیں اور لوط علیہ السلام کا کہنا نہیں مانتے۔ ہم اس قوم کو جا کر ہلاک کریں گے۔

مگر لوط علیہ السلام اور ان کے سب گھر والوں کو بچا دیں گے، سوا ان کی بیوی کے کہ وہ نہ بچ سکے گی اور اس کی بابت اللہ عزّ وجلّ نے ہمیں فیصلہ سنا دیا ہے۔ کہ وہ اُن سے جھوٹ کر ہلاک ہونے والوں میں رہ جائیگی اور ان کے ساتھ ہلاک ہوگی۔ اسی بنا پر ہمارا فیصلہ بھی ہے کہ وہ ضرور ان کے ساتھ ہلاک ہو۔ یہ سُن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش رہے۔

حضرت لوطؑ اور فرشتے

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ

پس جب آئے گھر لوط کے وہ بھیجے ہوئے فرشتے بولا

اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ

تم لوگ ہو اجنبی بولے بلکہ

جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ

ہم تیرے پاس آئے ہیں لیکر وہ چیز کہ تھے وہ اس میں جھگڑتے اور

اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

آئے ہیں ہم تیرے پاس قطعی بات لے کر اور ہم البتہ سچے ہیں

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ

پھر جب وہ بھیجے ہوئے لوط کے گھر پہنچے بولا

اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ

تم لوگ اور طرح کے ہو بولے بلکہ ہم

جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ

تیرے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں وہ جھگڑا کرتے تھے اور

اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

ہم تیرے پاس پکی بات لائے ہیں اور ہم سچ کہتے ہیں

مُنْكَرُوْنَ (اجنبی) منکر کی جمع ہے یہ لفظ پہلے کئی جگہ آچکا ہے اور معروف کا مقابل ہے۔ معروف جانا، پہچانا۔ مُنْكِرٌ جس سے لوگ ناواقف ہوں۔ يَمْتَرُوْنَ: (شک کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے اِمْتِرَاءٌ سے جو مادہ م۔ ر۔ ی سے بنا ہے۔ مِرْيَةٌ کے معنی جھگڑا۔ شک و شبہ جس سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔

پہلے انبیاء کرام کے زمانوں میں فرشتے مجرموں کو عذاب دینے کے لیے نازل ہوتے تھے۔ فرشتوں میں بشری شکل میں ہونے کے باوجود فرشتوں کی صفتیں باقی رہتی ہیں۔ جب لوط علیہ السلام کے پاس یہ فرشتے پہنچے تو اگرچہ نہایت حسین و جمیل شکل میں تھے۔ پھر بھی ان کو دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح بول اٹھے۔ کہ تم تو کچھ نرالے ہی لوگ معلوم ہوتے ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام کے اس کہنے کی اور بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ ان کی قوم کے لوگ ان لوگوں کو جو ان کے پاس باہر سے آتے بُری طرح ستاتے تھے آس پاس کے لوگ اسے جانتے تھے اور ان میں نہ آتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کو فکر ہوا کہ اگر یہ لوگ ان کو ستانے آئے تو مجھے دوہری کوفت ہوگی۔ اس سب کے جواب میں فرشتوں نے کہ گھبراؤ نہیں۔ ہم عذاب کے فرشتے ہیں اور ان کو وہی سزا دینے آئے ہیں جسے یہ تمہارے کہنے سے نہ مانتے تھے۔ اے لوط! خاطر جمع رکھ قطعی عذاب ان کے لیے لے کر آئے ہیں اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں:

عذاب سے نجات

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ
پس چل دے۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ۔ ایک ٹکڑے میں رات کے
وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ
اور خود چل ان کے پیچھے پیچھے اور نہ مڑ کر دیکھے تم میں سے
اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾
کوئی اور چلے جاؤ جہاں حکم کیے گئے ہو تم
وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ
اور فیصلہ کر کے بھیج دیا۔ اس کی طرف اس بات کا کہ
دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾
جڑ ان لوگوں کی کٹی ہوئی ہوگی صبح ہوتے

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ
سو لے نکل اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے سے
وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ
اور تو ان کے پیچھے چل اور کوئی تم میں سے مڑ کر نہ دیکھے
اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾
اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم ہے
وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ
اور طے کر کے بھیج دی ہم نے اس کے پاس یہ بات کہ ان
دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾
لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہی کٹ جائے گی

اَدْبَار: پیٹھ پیچھے۔ دُبُر کی جمع ہے جو بدن کے پیچھے کے سارے حصہ یعنی گردن سے لے کر ایڑی تک کو کہتے ہیں اسی سے دابر بنا ہے جو پہلے آچکا ہے اور نچلے حصہ یعنی جڑ کے معنی میں ہے مُصْبِحِیْنَ (صبح میں ہوتے ہوئے) یہ اسم فاعل ہے جو اِصْبَاحٌ سے بنا ہے اور ص۔ب۔ح اس کا مادہ ہے۔ صبح کے معنی مشہور ہیں۔ اِصْبَاحٌ کے معنی ہیں صبح کرنا یعنی صبح کے وقت میں داخل ہونا مُصْبِح صبح کرنے والا۔ مراد یہ ہے کہ جب لوگ صبح کے وقت میں داخل ہو رہے ہوں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ ہم اس قوم کو تباہ کرنے کے لیے اللہ عزوجل کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ یہ ہدایت ہے کہ تم کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو یہاں سے روانہ کر دو اور آپ ان کے پیچھے دیکھ بھال کرتے چلو اور خیال رکھو کہ تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے سیدھے منہ اٹھائے جہاں کا تمہیں حکم ہے وہاں چلے جاؤ۔ اس امر کا اللہ عزوجل نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ اس شامت زدہ قوم کا صبح ہوتے ڈھونڈے سے بھی نشان نہ ملے گا اور ان کی بالکل جڑ ہی کٹ جائے گی یہ سن کر حضرت لوط علیہ السلام راتوں رات مع اہل و عیال اس بستی سے نکل گئے۔

تباہی کی وجہ

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ

اور آئے شہر والے خوش ہوتے کہا لوطؑ نے

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾

کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں بس مت رسوا کرو مجھ کو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَ

اور ڈرو اللہ سے اور نہ بے آبرو کرو مجھے بولے کیا

لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ

نہیں منع کیا ہم نے تجھے مہمان والوں سے کہا یہ ہیں

بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾

میری بیٹیاں اگر ہو تم کرنے والے

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ

اور شہر کے لوگ خوشیاں کرتے آئے لوطؑ نے کہا

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾

یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو رسوا مت کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَ

اور اللہ سے ڈرو اور میری آبرو مت کھوؤ۔ بولے کیا ہم نے تجھ کو

لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ

جہان کی حمایت سے منع نہیں کیا کہا اگر تم کو کچھ کرنا ہے

بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾

تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں

تَفْضَحُوْنِ: (مت رسوا کرو مجھے) نہی کا صیغہ ہے ف ض ح سے فضح کے معنی ہیں بدنام کرنا، رسوا کرنا۔ اصل میں لاتفضحونی ہے آخر کی یا وقف کی وجہ سے گر گئی جس کے معنی ہیں مجھے۔ لَا تُخْزُوْنِ (مت بے آبرو کرو مجھے) نہی کا صیغہ ہے اِخْزَآءٌ سے جو خ۔ز۔ی سے بنا ہے خِزْیٌ کے معنی بے آبروئی کے ہیں۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ اخزاء اسی سے فعل متعدّی ہے یعنی بے آبرو کرنا یہاں بھی وقف کی وجہ سے آخر کی ی گری ہوئی ہے جس کے معنی ہیں مجھے۔ لَمْ نَنْهَ (منع نہیں کیا) مضارع منفی بلم ہے ن۔ہ۔ی سے جس کے معنی کرنا ہیں۔ اصل میں ننہٰی ہے لم کی وجہ سے آخر کا الف گر گیا جو اصل میں ی ہے۔

جب شہر والوں نے سنا کہ لوط علیہ السلام کے ہاں باہر کے مہمان آئے ہیں اور بہت خوش شکل ہیں تو وہ خوش ہوتے ہوئے آئے کہ اپنی بُری عادت سے ان کو ستائیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ مجھے رسوا نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میری آبروریزی مت کرو۔ وہ بولے ہم تجھے منع کر چکے ہیں کہ تو ہمارے اور لوگوں سے تعلق کے بارے میں دخل نہ دیا کر۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ حاجت پوری کرنی ہے تو حلال طریقے سے کرو۔ یہ تمہاری بیویاں جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں تمہارے پاس اسی لیے ہیں۔ تم خلاف فطرت فعل میں کیوں مبتلا ہوتے ہو؟

ناگہانی عذاب

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ

قسم تیری جان کی وہ لوگ البتہ اپنے نشے ہیں

يَعْمَهُوْنَ (۷۲) فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

مست ہیں پس آپکڑا ان کو چنگھاڑ نے

مُشْرِقِيْنَ (۷۳) فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

سورج نکلتے پس کر دیا ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (۷۴)

اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کھردرے

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ

قسم تیری جان کی وہ لوگ اپنی مستی ہیں

يَعْمَهُوْنَ (۷۲) فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

بے ہوش ہیں پس آپکڑا ان کو چنگھاڑ نے

مُشْرِقِيْنَ (۷۳) فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

سورج نکلتے پھر ہم نے وہ بستی اوپر تلے کر ڈالی

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (۷۴)

اور ان پر کھنگر کے پتھر برسائے

لَعَمْرُكَ: تیری جان کی قسم لام قسم کی تمہید ہے اور آخر کے کاف کے معنی ہیں تیری عَمْر اور عُمر ایک ہی چیز ہے۔ وہ مدت جس میں انسان زندہ رہے یہاں مراد زندگی اور جان ہے یہاں قَسَمِیْ مقدر ہے پوری عبارت یوں ہے لَعَمْرُكَ قَسَمِیْ یعنی تیری جان کی قسم۔

سِجِّيْلٌ کھردرا پتھر اس کو کھنگر بھی کہتے ہیں بعض نے جھانواں ترجمہ کیا ہے یہ کنکریلی زمین میں بن جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ عزوجل اپنے رسول سے ان کی جان کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ انہیں خواہشوں کے جوش نے باؤلا کر دیا تھا۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی جان کی قسم نہیں کھائی کیونکہ قسم اسی چیز کی کھائی جاتی ہے۔ جو اپنی جیسی چیزوں میں سب سے زیادہ اہم ہو۔ ظاہر ہے کہ سب جانوں میں عزیز تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔

سمجھنا یہ ہے کہ بدکار آدمی کی خواہش اس کو باؤلا کر دیتی ہے اور وہ اس کی مستی میں ادب اور قاعدے کا خیال نہیں کرتا۔ اس لیے باؤلے کتے کی طرح اس کو مار ڈالنے کے سوا اس کے زہر سے دوسروں کو بچانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ارشاد ہے کہ صبح سورج نکلتے وقت اچانک ان کو عذاب نے آگھیرا ساری بستی کو اٹھا کر اوندھا نیچے پھینک دیا گیا جس سے اوپر کا حصہ نیچے چلا گیا اور وہ بستی الٹ کر زمین میں زمین دھنس گئی۔ اوپر سے ان پر کھردرے سخت کنکریلے پتھر برسائے گئے۔

عبرتناک واقعات

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ
تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں پرکھ والوں کے لیے اور
إِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ
وہ بستی ایک راستہ پر ہے جو سیدھا ہے تحقیق اس میں
لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَ إِنْ كَانَ
البتہ نشانی ہے۔ ایمان والوں کے لیے اور تحقیق تھے
أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا
بن کے لوگ ظالم پس بدلہ لیا ہم نے
مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾
ان سے اور یہ دونوں راستے پر ہیں کھلے

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ
بے شک اس میں دھیان کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں اور
إِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ
وہ بستی سیدھی راہ پر واقع ہے البتہ اس میں
لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَإِنْ كَانَ
ایمان والوں کے لیے نشانی ہے اور تحقیق
أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا
بن کے رہنے والے گنہ گار تھے سو ہم نے ان سے بدلہ لیا
مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ ع ۵
اور دونوں بستیاں کھلے راستے پر واقع ہیں

مُتَوَسِّمِيْنَ: دھیان کرنے والے اسم فاعل کا صیغہ ہے تَوَسُّم سے۔ جو و س م سے بنا ہے۔ وسم کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں توسم علامتیں دیکھ کر اصل بات پہچان لینا۔ اسی کے قریب قریب لفظ فراست ہے۔

اِمَامٌ: راستہ۔ اس کا مادہ ا م م ہے امام وہ ہے جس کو دیکھ کر اس کے مطابق چلا جائے یہاں مراد راستہ ہے۔

قوم لوط علیہ السلام کے قصے میں پہچان والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جنہیں غور سے دیکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ اپنی بری خواہشوں کے پیچھے پڑ کر اللہ عزوجل کو بھول جانا اور اس کے رسول کے سمجھانے کو خاطر میں نہ لانا، اللہ کی ناراضی کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح قوم شعیب علیہ السلام کا انجام بھی یاد دلاتا ہے کہ غلط راستہ اختیار کرنے والے ظالم ہیں۔ اور ظالموں کو ان کے کرتوتوں کی سزا ملتی ہے۔ ان دونوں قوموں کی بستیوں کے کھنڈر حجاز سے شام کے راستے پر ہیں اور سبق آموز ہیں۔

ثمود کا حال

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ (۸۰) وَ

اور البتہ تحقیق جھٹلایا حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کو اور

اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (۸۱) وَ

دیں ہم نے انہیں اپنی نشانیاں پس رہے وہ ان سے منہ پھیرتے اور

كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ (۸۲)

تھے وہ کہ تراشتے تھے پہاڑوں سے گھر بے خوف وخطر

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ (۸۳) فَمَآ

پس ان کو پکڑ لیا چیخ نے صبح ہوتے پس نہ

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۸۴)

نفع دیا ان کو اس نے جو تھے وہ کمایا کرتے

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ (۸۰) وَ

اور بے شک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور

اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (۸۱) وَ

ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں سو وہ ان سے منہ پھیرتے رہے اور

كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ (۸۲)

تھے وہ کہ تراشتے تھے پہاڑوں میں گھر اطمینان کے ساتھ

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ (۸۳) فَمَآ

پھر ان کو صبح کے وقت چنگھاڑ نے پکڑ لیا پھر ان

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۸۴)

کے کام نہ آیا جو کچھ کمایا تھا

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ: (حجر والے) یہ اس قوم کا ذکر ہے جس کو ثمود کہتے ہیں۔ ان کا قصہ کئی جگہ آیا ہے۔ حجر ان کی بستی کا نام تھا۔

يَنْحِتُوْنَ: (تراشتے تھے) مضارع کا صیغہ ہے ن ح ت سے نحت کے معنی چھیلنا۔ یہاں سنگ تراشی مراد ہے۔

مدینہ سے شمال کی جانب ایک اور بستی تھی جس کا نام حجر تھا یہاں ایک قوم آباد تھی جسے ثمود کہتے تھے۔ یہ لوگ پہاڑوں کو کھود کر ان کے اندر پتھروں کو اوزاروں سے کاٹ کاٹ کر سنگین گھر بناتے تھے جو بڑے کشادہ و مضبوط ہوتے تھے۔ یہ بڑے تن و توش والے مضبوط لوگ تھے اور اپنے سامنے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

ان کے پاس حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ غرور و تکبر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ قوی ہے۔ اس سے ڈرو۔ اسی نے یہ نعمتیں تم کو دی ہیں۔ اس کا شکر ادا کرو۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا کہنا نہ مانا۔ ان پر زلزلہ اور ہیبت ناک چنگھاڑ کا عذاب آیا۔ پھر ان کی قوت کچھ کام نہ آئی اور نہ ان کے مضبوط مکانوں نے انہیں بچایا۔ اس سے سمجھ لو کہ اللہ عزوجل کے مقابلہ میں کسی کی تدبیر نہیں چلتی۔

یہ کائنات کھیل نہیں

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا

اور نہیں بنائے ہم نے آسمان اور زمین اور جو

بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ

ان دونوں کے بیچ میں ہے مگر ساتھ حکمت کے اور تحقیق قیامت کی گھڑی

لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾

البتہ آنے والی ہے پس درگذر کر درگذر کرنا اچھا

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۶﴾

تحقیق تیرا رب وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ میں ہے

بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ

بغیر حکمت کے نہیں بنائے اور قیامت بے شک

لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾

آنے والی ہے پس کنارہ کر اچھی طرح کنارہ

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۶﴾

تیرا رب جو ہے وہی پیدا کرنے والا خبردار ہے

زمین پر بسنے والوں کو دو ہی چیزیں نظر آتی ہیں۔ ایک اوپر کی فضا جو سر پر دائیں بائیں اور ہر طرف پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ دوسری زمین جس پر وہ چلتے پھرتے لیٹتے بیٹھتے تھے۔ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے۔ وہی عالم اور کائنات کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ساری کائنات آپ ہی آپ نہیں بنی ہے۔ اس کا پیدا کرنے والا اللہ عزوجل ہے یہ کوئی کھلونا نہیں ہے۔ بلکہ خوب سمجھ کر اس نے اپنے علم اور حکمت سے اس کے اجزاء کو اپنی اپنی جگہ بٹھایا ہے۔ تم نے پچھلی امّتوں کا حال سنا کہ جس کسی نے بغاوت اختیار کی اس کو مٹا دیا گیا۔

تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنو۔ ورنہ باغی قرار دیئے جاؤ گے اور انجام تباہی ہوگا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دی گئی ہے کہ آپ اپنا پیغام پہنچادیں اور سرکشوں کی زیادتی پر صبر کریں اور ان کی گستاخیوں سے تحمّل اور وقار کے ساتھ درگذر کریں۔ اس عالم کو آپ کے رب نے خوب سمجھ سوچ کر بنایا ہے اور وہ اس کی رگ رگ سے واقف ہے، یہاں سرکش اور فسادی لوگ انجام کار پنپ نہیں سکتے۔ ان کو مہلت ضرور دی جاتی ہے۔ لیکن قیامت تو لازمی طور پر آنے ہی والی ہے وہاں سب پورے طور پر اپنی اپنی سزا بھگتیں گے۔

اللہ کا انعام

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ

اور البتہ تحقیق دیں ہم نے تجھ کو سات آیتیں بار بار پڑھنے کو

وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (۸۷) لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

اور قرآن بڑے درجے کا مت بڑھا ہرگز اپنی آنکھیں

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

اس کی طرف جو برتنے کو دیا ہم نے کئی قسم کے لوگوں کو ان میں سے

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

اور مت غم کر ان پر اور نیچے کر اپنے بازو

لِلْمُؤْمِنِيْنَ (۸۸)

ایمان والوں کے لیے

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ

اور ہم نے تجھ کو سات آیتیں وظیفہ کی دی ہیں

وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (۸۷) لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

اور بڑے درجے کا قرآن اپنی آنکھیں ان چیزوں پر

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

مت ڈال جو ہم نے ان میں سے کئی طرح کے لوگوں کو برتنے کے لیے

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

دی ہیں اور ان پر غم نہ کھا اور ایمان والوں کے واسطے

لِلْمُؤْمِنِيْنَ (۸۸)

اپنے بازو جھکا

مَثَانِيْ (بار بار پڑھنے کی چیزیں) مثنٰی کی جمع ہے۔ جو ث۔ ن۔ ی سے بنا ہے۔ ثَنْیٌ کے معنی دہرا ہونا۔ مثنٰی وہ جو دہرایا جائے۔ سبع مثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے اور بہترین دعا ہے جسے ہر وقت پڑھتے رہنا چاہیے۔

لَا تَمُدَّنَّ (ہرگز نہ بڑھا) نہی مؤکد ہے۔ م۔ د۔ د سے مَدّ کے معنی بڑھانا۔ عَيْنَيْكَ (اپنی دو آنکھیں) مراد یہ ہے کہ نگاہ نہ ڈال۔ اَزْوَاجًا (قسم قسم کے) زوج کی جمع ہے جس کے معنی جوڑے کے ہیں یعنی دو چیزیں جو ایک دوسرے کی مقابل اور ایک دوسرے کا جوڑ ہوں۔ اِخْفِضْ جَنَاحَكَ (جھکا اپنا بازو) اِخْفِضْ مراد ہے خَفْضٌ سے جس کے معنی جھکانا ہے بازو جھکانے سے مراد نرمی سے پیش آنا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے تجھے سورۂ فاتحہ اور قرآن جیسی نعمت عطا فرمائی یہ پڑھنے کے لیے بہترین چیز ہے اس کے پڑھتے ہی تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ان منکروں کی ضد اور دشمنی ہیچ ہے۔ تیری مدد پر قادر و توانا احکم الحاکمین ہے اس کے بعد تجھے نہ ان پر غم کھانے کی ضرورت ہے اور نہ اس دنیا کے عارضی ساز و سامان کی جو ان کے مختلف فرقوں کو ملا ہے کچھ اہمیت باقی رہتی ہے جو ایمان لے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ لطف و مہربانی کا برتاؤ کر اور منکروں کو ان کے حال پر چھوڑ۔ اللہ کا قہر ان سے خود بھگت لے گا۔

دعویٰ مع دلیل

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ (۸۹) كَمَآ اَنْزَلْنَا
اور کہہ دے تحقیق میں بالخصوص ڈرانے والا ہوں صاف جیسے ہم نے اتارا
عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ (۹۰) الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ
ان بانٹنے والوں پر جنہوں نے کر دیا قرآن کو
عِضِیْنَ (۹۱) فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۹۲)
ٹکڑے ٹکڑے پس قسم تیرے رب کی البتہ ضرور پوچھیں گے ہم ان سب سے
عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۹۳) الربع
اس کی بابت جو تھے وہ کرتے

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ (۸۹) كَمَآ اَنْزَلْنَا
اور کہہ دے کہ میں وہی ہوں کھلم کھلا ڈرانے والا جیسا ہم نے بھیجا
عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ (۹۰) الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ
ان بانٹنے والوں پر جنہوں نے قرآن کی
عِضِیْنَ (۹۱) فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۹۲)
بوٹیاں کر دیں سو تیرے رب کی قسم ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے
عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۹۳) الربع
جو وہ کرتے تھے

الرابع

اَلْمُقْتَسِمِیْنَ : (بانٹنے والے) اسم فاعل ہے اقتسام سے جس کا مادہ ق س م ہے قَسْمٌ کے معنی بانٹ دینا اس مادہ سے مقسوم تقسیم وغیرہ الفاظ بنے ہیں۔ اقتسام کے معنی ہیں حصہ کرکے آپس میں بانٹ لینا۔

عِضِیْنَ (پارہ پارہ) عضو کی جمع ہے جس کی جمع عام طور پر اعضاء ہوتی ہے۔ یہاں اس کو جمع سالم کی طرح ی، نون سے جمع کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ تمہارا کام انہیں سمجھا دینا ہے۔ اگر یہ نہیں مانتے تو یہ جانیں۔ جب تم سمجھا چکے تو ان سے تحمّل کے ساتھ علیحدہ ہو جاؤ اور کافروں سے کہہ دو کہ میں تمہیں صاف صاف ڈراتا ہوں کوئی لگی لپٹی بات نہیں ہے۔ عنقریب تم دیکھ لو گے کہ جن کافروں نے اسلام سے روکنے کے کام آپس میں بانٹ لیے ہیں اور اس قرآن کے الگ الگ ٹکڑے کر دیئے ہیں کہ بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہ مانیں گے۔ ان پر وہی عذاب آ پڑا ہے جس سے میں ڈرا رہا ہوں۔ آگے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ تیرے رب کی قسم ہم ان کے کرتوتوں کی بابت باز پرس کریں گے اور کہیں گے کہ آج اس کی وجہ بتاؤ کہ تم نے ہمارے رسول کا کہنا کیوں نہ مانا تھا۔

اعلان کا حکم

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ
پس صاف اعلان کر جس کا تجھے حکم دیا گیا اور منہ پھیرلے
عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ
مشرکوں کی طرف سے تحقیق ہم کافی ہیں تیری طرف سے
الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ
ہنسی کرنے والوں کے لیے جو بناتے ہیں
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾
اللہ کے ساتھ معبود اور پس عنقریب وہ جان لیں گے

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ
سو تو کھول کر سنا دے جو تجھے حکم ہوا۔ اور
عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ
مشرکوں کی پروا نہ کر ہم تیری طرف سے ٹھٹھا
الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ
کرنے والوں کے لیے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ اور
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾
معبود ٹھیراتے ہیں سو عنقریب معلوم کرلیں گے

ارشاد ہے کہ بہ نشاط اور زندگی سے بھر اپیغام نڈر ہو کر علی الاعلان سب کو پہنچاتے رہو۔ یہ بتوں کے پجاری مشرک لوگ آپ تو اس سے محروم ہوتے ہی ہیں لیکن یہ مٹھی بھر لوگ دنیا کی بدبختی کا باعث قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ ان کی شرارتوں اور ریشہ دوانیوں سے قطع نظر کرو۔ اور حق بات کہنے میں ان کی وجہ سے کوتاہی نہ کرو۔ یہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہم تمہاری طرف سے ان سب سے بھگتنے کے لیے کافی ہیں۔ ان سے زیادہ نادان کون ہو گا۔ کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل کے قبضۂ قدرت میں تمام عالم اور اس کی ساری چیزیں ہیں اور وہ ان کا پیدا کرنے والا اور اُن کی ساری ضرورتیں پوری کرنے والا ہے پھر اس کو چھوڑ کر دوسروں کے آگے کیوں ہاتھ پھیلاتے ہیں اور غیروں کے آگے کیوں جھکتے ہیں۔ وہ تو انہیں نہ کچھ دے سکتے ہیں نہ ان سے کچھ چھین سکتے ہیں۔ بالکل بے بس پتھر کی مورتیں ہیں۔ جن کو چاہے جہاں اٹھا کر پھینک دو۔ چاہے جہاں رکھ دو۔ انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی ہنسی اڑانے کا اور ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے کا اور اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو پوجنے کا انجام بُرا ہے ؎

دل کی تنگی کا علاج

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ	وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ
اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں یہ کہ تنگ ہوتا ہے تیرا سینہ	اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا جی ان کی باتوں سے دکھتا ہے
بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ	بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
اس سے جو وہ کہتے ہیں پس جپ خوبیاں اپنے رب کی	جو وہ کہتے ہیں سو تو اپنے رب کی خوبیاں یاد کر
وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ	وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ
اور ہو سجدہ کرنے والوں میں سے اور عبادت کر اپنے رب کی	اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو اور بندگی کیے جا اپنے رب کی
حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾	حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ ع
یہاں تک کہ آئے تجھ تک یقینی بات	یہاں تک کہ تیرے پاس یقینی بات آئے

يَضِيْقُ: تنگ ہوتا ہے۔ مضارع کا صیغہ ہے ض۔ی۔ق سے ضیق کے معنی تنگی ہیں ضیق الصدر سے مراد دل گھٹنا

یَقِیْنُ: جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو ایسی چیز دنیا میں انسان کے لیے موت ہے جو پیدا ہو چکا اس کا مرنا ایک دن یقینی ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کے کام حکمت اور تدبیر سے پُر ہوتے ہیں۔ ان کے سزا دینے میں کسی مصلحت کی بنا پر کچھ دیر بھی لگ سکتی ہے ہم جانتے ہیں کہ ان کی بدزبانیوں اور گستاخیوں کا تمہارے دل پر اثر ہوتا ہے اور ان کی شرارتوں سے تمہارا دل گھٹتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی تسبیح اور تحمید میں لگ جاؤ۔ ہر وقت سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا ورد رکھو، اور اللہ عزوجل کے آگے سجدہ کرنے والوں میں شامل رہو اور اپنے رب کی عبادت میں جب تک دم میں دم ہے مشغول رہو مرنے دم تک اس کی عبادت سے دم بھر کے لیے بھی غافل نہ ہو اس سے تمہارے دل پر سے وہ بوجھ ہٹ جائے گا جو ان شریروں کی زبان درازیوں سے پڑتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کا ہر وقت ذکر نماز، سجدہ اپنے رب رحیم کی بندگی ایسی چیزیں ہیں جن سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اور لوگوں کے لعن طعن سے دل میں تنگی پیدا ہونے نہیں پاتی۔ اس کے بعد ہر مشکل میں آپ نماز کی طرف دوڑتے تھے۔

سورۃ الحجر پر ایک نظر

سورۃ الحجر پچھلے سبق پر ختم ہوئی۔ اس مکّی سورت میں لوگوں کو بتلایا گیا ہے۔ کہ یہ جو آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جارہی ہیں۔ یہ ایک مکمل کتاب ہے۔ اپنی دنیاوی زندگی کا پرخطر راستہ طے کرنے کے لیے ضروری ہدایات اس سے حاصل کریں۔ یاد رکھو کہ جو نا عاقبت اندیش اس وقت اس کی طرف سے منہ پھیر رہے ہیں اور دنیا کی لذتوں میں بے ہوش اور مست ہیں وہ عنقریب اپنی نادانی کی سزا بھگتیں گے۔

ارشاد ہے کہ یہ کتاب ہم نے اپنے رسول کی معرفت دنیا میں بھیجی ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ جو اس نشانی کو رسول کی سچائی کے لیے کافی نہیں سمجھتے۔ وہ اور کسی نشانی کو بھی نہ مانیں گے۔ اس کے بعد انسان کو بتایا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان کی ہدایت کے لیے اس کتاب کو نازل فرمایا ہے۔ کیوں کہ انسان کے ساتھ اس کا ایک دشمن بھی پیدا ہوگیا ہے جو اس کو سیدھی راہ سے ہٹانے کا اور بہکا بہکا کر غلط راستوں پر چلانے کا بیڑا اٹھا چکا ہے۔ اس کے ماننے والے مرنے کے بعد سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ لیکن جو اس کی نہ سنیں گے۔ بلکہ ہمارے رسول کا کہنا مان کر اس کتاب کے مطابق چلیں گے۔ ان کو مرنے کے بعد جنّت ملے گی۔ جہاں ہر قسم کا سامان عیش و عشرت ہمیشہ کے لیے تیار ہے۔ انسان کو اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی عقل دی گئی ہے کہ آسمان اور زمین کی چیزوں اور حالات کو دیکھ کر اللہ کو پہچانے اور پچھلے لوگوں کے حالات سن کر یہ نتیجہ نکالے۔ کہ اللہ عزوجل اپنے فرماں بردار بندوں پر رحمت کرتا ہے اور نافرمانوں کو سخت سزا دیتا ہے۔

دیکھو اللہ عزوجل کی شانِ رحمت کو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں ایک نہایت ہونہار فرزند عطا فرمایا۔ اور اس کی شانِ قہاری کو کہ سرکش اور سرزور قوموں کو جیسے قوم لوط، اصحاب الایکہ اور اصحاب الحجر کو دنیا ہی میں اپنے عذاب سے ہلاک کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے فرمان بردار مسلمانوں کو بتایا گیا ہے۔ کہ ہم نے قرآن مجید جیسی نعمت تمہیں دُنیا میں عطا کی۔ تم اس کو مضبوط پکڑو۔ دنیا داروں اور اُن کی عارضی دولت کی کچھ پروا مت کرو۔ اگر ان سے رنج پہنچے۔ تو اللہ کی تسبیح و تحمید، نماز اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہو اور مرتے دم تک اسی میں لگے رہو۔ تمہارے سارے کام درست ہوجائیں گے ؀

سورۃ النحل

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کی سولھویں سورت ہے مکّہ کے قیام کے آخری ایام میں نازل ہوئی۔ بعض آیتیں ہجرت کے بعد مدینہ کے شروع ایام میں نازل ہوئیں۔ اس کا نام سورۃ النحل اس وجہ سے ہوا کہ اس میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے اور اس کے محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہنے اور دوسروں کے لیے مفید ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ عربی میں نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کے معنی عطا کرنا بھی ہیں اس سورت میں انسان کو اپنے رب اور منعم حقیقی کی نعمتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس نے انسان کو عطا فرمائیں۔ اس لیے انسان کو اس کا شکر گزار ہونا چاہیے اور بندگی اور عبادت کا مستحق صرف اسی کو قرار دینا چاہیے اور کسی کو اس کی ذات اور صفات میں شریک نہ کرنا چاہیے۔

اس سورت میں اللہ کے شکر گزار اور نیک بندوں کے انجام کا ذکر ہے کہ وہ جنّت میں داخل کیے جائیں گے اور بدکاروں اور ناشکر گزاروں کا ٹھکانا جہنّم ہوگا۔ مشرک لوگ اپنے رویّہ کی حمایت میں جو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ اس کا بالکل پوچ ہونا ثابت کیا گیا ہے اور بدکاروں کو ڈرایا گیا ہے۔ کہ ان پر ان کی شامتِ اعمال سے دنیا کی بہت سی آفتیں آسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ قیامت برحق ہے۔ اس دن ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور اس کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔

یہ اللہ عزوجل کی مہربانی ہے کہ دُنیا باوجود انسان کے بُرے کرتوتوں کے قائم ہے اس لیے کہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتی ہے۔ تاکہ جسے درست ہونا ہو وہ درست ہو جائے قیامت کے دن انسان کے اعمال پر معتبر گواہ گواہی دیں گے فیصلہ اٹکل پچو نہ کیا جائے گا بلکہ ہر شخص کو اچھی طرح یقین ہو جائے گا کہ اس کے حق میں جو فیصلہ ہوا وہ بالکل ٹھیک ہے اسی سورت میں انسان کے اخلاق و اعمال کے اصول بتا دیئے گئے ہیں اور آپس کے برتاؤ کے طریقے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طریقے کی آخری تکمیل کے لیے تشریف لائے ہیں، جو ابراہیم علیہ السلام نے اختیار اور قائم کیا تھا۔ اسلام کی تبلیغ کا طریقہ بتایا گیا ہے اور صبر و استقلال کی تلقین کی گئی ہے۔ نیکوں سے اللہ کی مدد پہنچنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۱۶) سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ (۷۰) اٰیَاتُہَا ۱۲۸ رُکُوْعَاتُہَا ۱۶

قیامت قریب ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ

آگیا حکم اللہ کا پس مت جلدی کرو اس میں

سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ①

پاک ہے وہ اور بلند ہے اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ

نازل کرتا ہے فرشتوں کو روح دے کر اپنے حکم کی

عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا

جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے کہ ڈرا دو

اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

کہ کوئی معبود نہیں سوا میرے سو مجھ سے ڈرو

اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ

آ پہنچا اللہ کا حکم سو اس کی جلدی مت کرو

سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ①

وہ پاک ہے اور برتر ہے ان کے شرک کرنے سے

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ

وہ فرشتوں کو اپنے حکم کا بھید دے کر بھیجتا ہے

عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا

جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے کہ خبردار کر دو

اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں سو مجھ سے ڈرو

مکہ والوں کی حالت یہ تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خدا کا پیغام سنایا تو انہوں نے پہلی نافرمان قوموں کا حشر سن کر بھی انہی کی طرح ٹس سے مس نہ کی۔ اس پر انہیں یہ پیغام سنایا گیا۔ کہ اللہ کا حکم اب آیا ہی چاہتا ہے بلکہ یوں سمجھو کہ آچکا کیونکہ کسی قوم پر عذاب آنے سے پہلے ان کے سمجھانے کو رسول بھیجا جاتا ہے اگر وہ رسول کی نہیں سنتے اور اس کو ستاتے ہیں تو ان پر پہلے دنیا ہی میں بڑی آفت آتی ہے۔ اس کے بعد قیامت کا نمبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے اندر آخری نبی مقرر کر کے بھیجا ہے۔ اگر میری نہ مانو گے تو منہ کی کھاؤ گے اور غارت ہو جاؤ گے۔ میرے بعد چونکہ اور نبی کوئی نہیں آئے گا اس لیے میرا آنا قیامت کے آنے کی نشانی ہے۔ کیوں کہ انسان کو جو سمجھانا تھا وہ میرے ذریعے سمجھا دیا گیا۔ اب میرے بعد تمہارے لیے دنیا کا عذاب اور قیامت ہی ہے اور ان کے اور تمہارے درمیان اور کوئی چیز حائل نہیں ہے۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ میں نے تمہاری ابدی زندگی کا ذریعہ اپنے رسول کے ہاتھ بھیج دیا ہے۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے مجھی سے ڈرو ؛

پیش گوئی

اس آیت میں ایک پیش گوئی ہے اور اس قدر وثوق اور یقین کے ساتھ ہے جو قرآن مجید کی آیتوں کے سوا کسی جگہ نہیں ملتی۔ ایسے ماحول میں جہاں دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہو اور ہر طرح کی ایذا رسانی پر تلے ہوئے ہوں اس طرح بے دھڑک ان سے کہہ دینا سوا رسول کے کسی کا کام نہیں کہ عنقریب تم دنیا ہی میں اپنی سزا کو پہنچنے والے ہو جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم سب فنا ہو جاؤ گے اور سارے عرب پر اسلام کی عملداری ہو جائے گی۔ جس وقت یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اس کا سان گمان بھی نہ تھا کہ یہ تھوڑے سے مسلمان مکہ کے سارے طاقتور لوگوں پر غالب آ جائیں گے۔ لیکن قرآن مجید نے صاف صاف اعلان کر دیا۔ کہ تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے والے ہو۔ اتی امر اللہ۔ ان تینوں لفظوں میں وہ زور بھرا ہوا ہے کہ جس کا اندازہ مشکل ہے وہ سمجھے کہ اب آفت آئی لیکن کچھ دن انتظار کر کے جب کچھ نہ ہوا تو لگے کہنے کہ یہ نری باتیں ہی باتیں ہیں۔ ہونا ہوانا کچھ نہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گستاخانہ یہی کہہ دیا۔ آپ نے تحمل سے سنا اور اللہ عزوجل کی طرف رجوع کیا۔ وہاں سے حکم آیا فلا تستعجلوہ ان سے اسی اطمینان کی شان کے ساتھ جو قرآن مجید کا خاصہ ہے کہہ دیا گیا۔ کہ جلدی مت کرو۔ عذاب کے آنے میں کچھ شک نہیں۔ لیکن ان باتوں میں دیر اس لیے لگ رہی ہے کہ شاید جس کی قسمت میں سنورنا ہو سنور جائے اور دُنیا اور آخرت کی رسوائی اور عذاب سے بچ جائے۔

آگے ارشاد ہوا کہ اس مہلت سے کام لو۔ دیکھو ہم نے معتبر فرشتوں کے ہاتھ دائمی زندگی کا راز اپنے رسول کے پاس بھیج دیا ہے۔ وہ رسول ہمارا انتخاب کیا ہوا معتبر انسان ہے۔ اور ہم اپنے علم و حکمت سے جس کو چاہتے ہیں۔ اپنے بندوں میں سے اپنا رسول منتخب کر لیتے ہیں۔ دُنیا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آ چکے ہیں۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ معبود فقط میں ہوں۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے عذاب سے بچنے کے لیے جن باتوں سے میں نے منع کیا ہے انہیں چھوڑ دو۔ اور جو میں نے کرنے کو کہا ہے وہ کرو۔ انسان کی کامیاب زندگی کا راز بھی اسی میں پوشیدہ ہے ؎

اللہ کی معرفت

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴﴾

پیدا کیے آسمان اور زمین ٹھیک ٹھیک بالاتر ہے وہ اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں پیدا کیا انسان کو ایک بوند سے پس ناگاہ وہ جھگڑنے والا ہوا کھلم کھلا

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴﴾

بناتے آسمان اور زمین ٹھیک ٹھیک وہ برتر ہے ان کے شرک کرنے سے آدمی کو ایک بوند سے بنایا پھر اچانک وہ جھگڑا کرنے والا بولنے والا ہو گیا

اس آیت میں انسان کی توجہ اس کے اردگرد کی کائنات کی طرف کی گئی ہے جس کو دیکھ کر پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ کس نے بنایا۔ لو ہم سے سنو! یہ آسمان اور زمین ہم نے بنائے ہیں اور ان کے اندر کی جتنی چیزیں ہیں وہ بھی ساری ہماری بنائی ہوئی ہیں اور یہ سب ایک مضبوط و مستحکم نظام کے تحت اپنی اپنی جگہ کام میں مصروف ہیں۔ کیا مجال جو کوئی اور اللہ تعالیٰ کے برابر ہو سکے۔ وہ ہر لحاظ سے سب سے بلند و برتر ہے۔ انسان کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ اس کی اصل ایک بوند ہے جسے نطفہ کہتے ہیں۔ اس میں کوئی طاقت نہ تھی۔ اللہ عزوجل نے اس کی تربیت کر کے اسے اتنا بڑھایا کہ وہ بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگا ہر بات میں حیل حجت کرنے لگا۔ ہر چیز میں مین میخ نکالنے لگا۔ اپنی طاقت اور قوت پر اتنا مغرور ہوا کہ اپنے خالق اور رب کو بھول گیا۔

اور جب اللہ عزوجل کے رسول نے اسے یاد دلایا کہ یہ ساری قوتیں اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ اس لیے اسی کے آگے جھکنا چاہیے تو کج بحثی کرنے لگا اور کہنے لگا کہ مجھے اللہ عزوجل کی کوئی ضرورت نہیں (معاذ اللہ) میں آپ سب کچھ کر سکتا ہوں لیکن یہ اس کا خیال خام ہے اللہ عزوجل کے آگے کسی کی نہیں چل سکتی۔

انسان پر انعامات

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ

اور چوپائے پیدا کیا ان کو تمہارے لیے ان میں گرم سامان ہے

وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ

اور بہت فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور تمہارے لیے

فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ

ان میں زینت ہے جس وقت شام کو انہیں گھر لاتے ہو

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾

اور جس وقت انہیں چرانے لے جاتے ہو

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ

اور اس نے چوپائے بنا دیئے تمہارے واسطے ان میں گرم کپڑے

وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ

اور کتنے فائدے ہیں اور بعض کو کھاتے ہو اور ان سے

فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ

تمہاری عزت ہے جب شام کو چرا لاتے ہو

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾

اور جب چرانے لے جاتے ہو

دِفْءٌ (گرمی) یعنی ان چوپایوں سے تمہارے لیے گرم کپڑے اور دیگر سامان بنانے کے لیے بال، اون اور چمڑا حاصل ہوتا ہے۔

تُرِيْحُوْنَ (شام کو واپس لاتے ہو) مضارع کا صیغہ ہے اِرَاحَۃٌ سے۔ جو ر۔ و۔ ح سے بنا ہے۔ رَوَاح۔ شام کو جانا۔ اراحۃ اس کا متعدی ہے، شام کو واپس لانا۔ مراد یہ ہے کہ دن بھر باہر چرنے چگنے کے بعد شام کو اپنے جانوروں کو واپس گھر لاتے ہو۔

تَسْرَحُوْنَ (باہر لے جاتے ہو) مضارع کا صیغہ ہے س۔ ر۔ ح سے۔ سرح کے معنی جانوروں کو چراگاہ کی طرف لے جانا۔

ارشاد ہے کہ ان جانوروں کو اللہ عزوجل نے پیدا کیا اور تمہارا تابعدار بنایا۔ اب تم ان کی اون، بال، کھال وغیرہ سے سردی سے بچنے کا سامان تیار کرتے ہو۔ ان کا دودھ پیتے ہو۔ کسی کو ہل میں چلاتے ہو۔ دودھ سے مکھن، گھی، پنیر وغیرہ بناتے ہو اور صبح کو جب انہیں جنگل میں چرانے لے جاتے ہو اور پھر دن بھر چرا کر جب شام کو واپس لاتے ہو تو کیسی رونق اور چہل پہل ہوتی ہے اور اس سے تمہیں کتنی عزت حاصل ہوتی ہے کہ تم اتنے مویشی کے مالک ہو۔ انہی میں سے حلال جانوروں کا گوشت بھی کھاتے ہو۔ آخر کبھی سوچا بھی ہے۔ کہ کس سخی داتا نے تمہارے لیے یہ جانور بنا دیئے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے تمہیں عقل اور قوت دی اس کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے ۔:

مزید انعامات

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا
اور اٹھاتے ہیں تمہارے بوجھ ان شہروں تک کہ نہ تھے تم
بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ
پہنچنے والے ان میں مگر جان ہلکان کر کے تحقیق تمہارا رب
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ وَّ الْخَيْلَ وَ
البتہ مہربان ہے رحمت والا اور گھوڑے اور
الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ
خچریں اور گدھے تاکہ تم سوار ہو ان پر اور سجاوٹ کے لیے
وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸
اور پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے

اور تمہارے بوجھ اٹھا لے چلتے ہیں ان شہروں تک کہ
تم وہاں نہ پہنچتے مگر جان مار کر بے شک تمہارا رب
بڑا شفقت والا مہربان ہے اور گھوڑے اور
خچریں اور گدھے پیدا کیے کہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے
اور پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے

شِقٌّ (تھکا مارنا) اس کا مادہ ش، ق، ق ہے اس سے مصدر شَقٌّ اور شِقٌّ دونوں طرح بنا ہے مشقت بھی اس سے مصدر میمی ہے اصل معنی چیر دینے اور دو ٹکڑے کر دینے کے ہیں شق الانفس اتنی محنت کرنا جس میں جان آدھی رہ جائے۔ مراد سخت محنت اور مشقت ہے۔

خَيْلٌ (گھوڑے) یہ لفظ گھوڑے کی ساری جنس کے لیے استعمال ہوتا ہے ایک گھوڑے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ایک کے لیے لفظ فرس ہے جو اس سے بالکل نہیں ملتا ایسے ہی ابل، نساء اور سماء کے لفظ ہیں جن کے مفرد ان سے ملتے جلتے نہیں ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے تیرے لیے جانوروں کو تابع بنا دیا۔ اگر یہ نہ ہوتے تو تجھے اپنا سامان اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں سخت مشقتیں برداشت کرنا پڑتیں۔ تجھے ماننا چاہیے کہ تیرے اوپر اللہ عزوجل بڑا مہربان اور لطف و کرم کرنے والا ہے۔ ان باربردار جانوروں میں سے گھوڑے، خچر اور گدھے خود تیری سواری کے کام بھی آتے ہیں اور ان سے تیری عزت اور شان بھی دوبالا ہوتی ہے۔ آگے سواری اور باربرداری وغیرہ کے لیے ایسے ایسے ذرائع اللہ عزوجل پیدا کر دے گا جن کا تمہیں اس وقت سان گمان بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ

اور اللہ تک پہنچتا ہے سیدھا راستہ اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں

وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ ع

اور اگر وہ چاہتا البتہ ہدایت کرتا تم کو سب کو

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ

اور سیدھی راہ اللہ تک پہنچتی ہے اور بعض راستے ٹیڑھے بھی ہیں

وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ ع

اور اگر وہ چاہے تو سب کو سیدھی راہ دکھا دے

قَصْدُ (سیدھا) اس کا مادہ ق ص د ہے جس کے معنی سیدھ اور سیدھا دونوں ہیں۔ یہ مصدر بھی ہے اور صفت مشبّہ بھی۔ یہاں یہ صفت مشبّہ ہے اور اس کے معنی سیدھے کے ہیں۔ دوسرا لفظ اس کے لیے مستقیم ہے قصد السبیل سے مراد صراط مستقیم ہے۔

مِنْهَا جَآئِرٌ (اور اس میں سے بعض ٹیڑھی ہے) السبیل مؤنث سماعی ہے جیسا کہ ضمیر ہا سے جو اس کی طرف راجع ہے، معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کے معنی طریق اور صراط ہیں اس لیے اس کے لیے جائر بہ صیغہ مذکر استعمال کیا گیا۔

اس آیت کے اندر انسان کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ سیدھی سمجھ والوں کے لیے ان نعمتوں سے اللہ کی معرفت کی طرف سیدھا راستہ کھلا ہوا ہے جو اس کو اختیار کرے گا اور ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت منعم حقیقی کا شکر گذار ہوگا وہ سیدھا اللہ عزوجل تک پہنچ جائے گا لیکن جو لذّات میں منہمک ہو کر منعم حقیقی سے غافل ہو گیا وہ غلط راستے پر چل پڑا۔

ارشاد ہے کہ جو اللہ کے انعامات سے بہرہ ور ہو کر اس پر ایمان لے آئے گا اور اس کی شکر گذاری پر کمر باندھ لے گا وہ سیدھے راستے پر ہے۔ لیکن اس سیدھی سڑک سے کچھ ٹیڑھی ترچھی پگڈنڈیاں بھی نکلی ہیں۔ جو آخر میں انسان کو کسی نہ کسی جھاڑ جھنکار میں پہنچا دیتی ہیں اور وہ وہاں بھٹکتا پھرتا ہے۔

اللہ عزوجل اگر چاہتا تو سب کو سیدھے راستے پر چلا دیتا۔ لیکن یہ دنیا اس قاعدے پر بنی ہے۔ کہ اس میں سیدھے اور ٹیڑھے راستے دونوں ہیں۔ دونوں کی علامتیں بتا دی ہیں اور انسان سے کہہ دیا ہے کہ اپنی عقل سے علامتوں کے ذریعے سیدھا راستہ پہچانے اور اس پر چلے۔

رازق اللہ ہے

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ

وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی تمہارے لیے اسی سے

شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ⑩

پینا ہے اور اسی سے درخت ہے جس میں تم چراتے ہو

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ

اُگاتا ہے تمہارے لیے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں

وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور انگور اور ہر ایک پھل تحقیق اس کے اندر

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪

البتہ نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ

وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی اتارا اسی سے پیتے ہو

شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ⑩

اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جس میں چراتے ہو

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ

تمہارے واسطے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں

وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور انگور اور ہر قسم کے میوے اُگاتا ہے البتہ اس میں ان

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪

لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں نشانی ہے

شَرَابٌ (پینے کی ہر چیز) اس کا مادہ ش. ر. ب ہے. شراب کے معنی پینے کے ہیں. شراب پینے کی ہر چیز کو کہتے ہیں، جیسے طعام کھانے کی ہر چیز کو کہتے ہیں۔ تُسِيْمُوْنَ (چراتے ہو) تم مضارع کا صیغہ ہے اِسَامَۃٌ سے۔ جو س. و. م سے بنا ہے۔ سوم کے معنی چرنا۔ اِسَامَۃٌ اس کا متعدّی ہے یعنی چرانا۔

اس آیت میں ہے کہ سنو یہ اللہ ہی ہے جس نے آسمان سے مینہ برسایا۔ جس کے ذریعے زمین سرسبز ہوئی اور تمہیں پینے کا پانی میسّر ہوا۔ اس کے سبزہ زار میں تم اپنے جانوروں کو چرنے چگنے کے لیے چھوڑ دیتے ہو۔ اور غلوں اور میووں پھل ترکاریوں سے اپنا پیٹ بھرتے ہو۔ کبھی سوچا بھی ہے۔ کہ یہ سارا انتظام کس نے کر رکھا ہے۔ سوچنے والے اس کو دیکھ کر اللہ کو پہچان لیتے ہیں اور اس سب سے بڑے محسن کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے انسان کی خاطر یہ سب کچھ پیدا کیا اور ان سب چیزوں کو اس کے تابع فرمان کر دیا۔

انسان کی خاطر

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ

اور مسخر کیا تمہارے لیے رات کو اور دن کو اور سورج کو

وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ

اور چاند کو اور ستارے کام میں لگے ہوئے ہیں اس کے حکم سے تحقیق

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۲﴾

اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں

وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا

اور جو پیدا کیا تمہارے لیے زمین میں الگ الگ ہیں

أَلْوَانُهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ

رنگ اس کے تحقیق اس میں البتہ نشانی ہے ان لوگوں کے لیے

يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۳﴾

جو دھیان کرتے ہیں

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ

اور رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے

وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ

کام میں لگا دیا اور ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہیں اس میں

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۲﴾

ان لوگوں کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں نشانیاں ہیں

وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا

اور جو رنگ برنگ کی چیزیں تمہارے واسطے دنیا میں

أَلْوَانُهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ

پھیلائیں اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے

يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۳﴾

جو سوچتے ہیں

سَخَّرَ: (کام میں لگایا) ماضی کا صیغہ ہے تسخیر سے۔ باقاعدہ کام میں لگا دینا۔

ذَرَأَ: (پیدا کیا) ماضی کا صیغہ ہے ذ۔ر۔ء سے ذَرْءٌ کے معنی پیدا کرنے کے ہیں پھیلانے کا مفہوم بھی ہے۔

یہ دن رات سورج اور چاند اور ستاروں کا اپنے اپنے وقت پر باقاعدہ آنا، اللہ عزوجل کی تدبیر اور حکم سے ہے عقل والے تو ان چیزوں کو اور ان کے نظام کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتے کہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ کہ یہ اللہ عزوجل کے بنائے ہوئے ہیں، بالکل ٹھیک ہے۔ ان سب کے علاوہ دنیا میں اور بھی رنگ برنگ اور قسم قسم کی چیزیں پیدا کیں کہ ان سب کو دیکھ کر اللہ، رحمٰن و رحیم، قادر و حکیم کو پہچانو۔ جو سوچیں گے وہ اسے پہچان کر ہی رہیں گے۔

دریائی نعمتیں

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوْا
اور وہی ہے جس نے مسخر کیا دریا کو تاکہ کھاؤ تم
مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ
اس میں سے گوشت تازہ بتازہ اور نکالو تم اس میں سے
حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ
زیور جو تم پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو
مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ
پانی پھاڑتی ہوئی اس میں اور تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے
وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾
اور تاکہ تم شکر کرو

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوْا
اور وہی ہے جس نے دریا کو کام میں لگا دیا کہ اس میں
مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ
سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور جو
حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ
پہنتے ہو نکالو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ
مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ
پانی پھاڑ کر اس میں چلتی ہیں اس واسطے کہ اس کا فضل
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾
تلاش کرو اور تاکہ تم احسان مانو

طَرِيًّا: (تر و تازہ) صفت کا صیغہ ہے ط۔ر۔و سے۔ طَرْوٌ کے معنی تازگی کے ہیں۔ اس کے ساتھ خوش ذائقہ اور نرم ہونا لازم ہے۔ طراوت بھی اسی مادہ سے ہے جو ہماری زبان میں بگڑ کر تراوٹ ہو گیا ہے۔

مَوَاخِرَ (پھاڑنے والیاں) مَاخِرَةٌ کی جمع ہے جو م۔خ۔ر سے بنا ہے۔ مَخْرٌ کے معنی ہیں چیرتے پھاڑتے ہوئے آگے بڑھنا جہاز اور کشتیاں پانی کو چیرتی پھاڑتی آگے بڑھتی ہیں۔

سمندروں اور دریاؤں میں سے انسان خوش ذائقہ تازی مچھلیاں پکڑتا ہے اور ان کو بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ دوسرے اس میں سے موتی، سیپ، مونگا وغیرہ دستیاب ہوتا ہے جو انسان کی زیب و زینت کے کام آتا ہے۔ ایک مشکل سمندروں اور دریاؤں سے یہ پیدا ہو گئی تھی کہ زمین کے خشکی کے حصے ایک دوسرے سے ان کی وجہ سے جدا ہو گئے تھے اور ایک جگہ کے رہنے والے دوسری جگہ کے رہنے والوں سے نہیں مل سکتے تھے مگر اس مہربان اور قدرت والے اللہ نے انسان کو عقل دی کہ جہاز اور کشتیاں بنائے تاکہ وہ پانی کو چیرتی پھاڑتی ایک کنارے پر رہنے والے انسانوں کو دوسرے کنارے والوں تک با آسانی پہنچا دیں۔ انسان کو اللہ عزوجل کی ان نعمتوں کا شکر گذار ہونا چاہیے۔

زمینی نعمتیں

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ
اور ڈالے زمین میں بوجھل پہاڑ کہ جھک نہ پڑے
بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ
تمہیں لے کر اور نہریں اور راستے تاکہ تم
تَهْتَدُوْنَ (۱۵) وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ
راستہ پاؤ اور نشانیاں اور ستاروں سے
هُمْ يَهْتَدُوْنَ (۱۶)
وہ راستہ پا لیتے ہیں

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ
اور زمین پر پہاڑ رکھ دیئے کہ کبھی تم کو لے کر جھک
بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ
نہ پڑے اور ندیاں بنائیں اور راستے تاکہ تم
تَهْتَدُوْنَ (۱۵) وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ
راہ پاؤ اور علامتیں بنائیں اور لوگ ستاروں
هُمْ يَهْتَدُوْنَ (۱۶)
سے راہ پاتے ہیں

رَوَاسِىَ اکڑی ہوئی۔ یہ رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے۔ یہ لفظ اس سے پہلی سورت میں گذر چکا ہے اس سے مراد پہاڑ ہیں۔
تَمِیْدَ (جھک جائے) مضارع کا صیغہ ہے م ی د سے مَیْدٌ کے معنی ہیں ایک طرف جھک جانا۔

ارشاد ہے کہ یہ جو زمین پر اونچے اونچے پہاڑ کھڑے دیکھتے ہو، جانتے ہو یہ کس نے اور کیوں بنائے سنو! اللہ عزوجل نے ان بوجھل اور وزنی پہاڑوں کو زمین کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہے اور زمین تمہیں لے کر کسی دن بتاشے کی طرح بیٹھ جائے۔ پہاڑوں کے پتھریلے سخت اور وزنی اجزاء پانی میں نہیں گھلتے اور سمندر کی زبردست ٹکریں جھیلتے ہیں۔ پھر انہی پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف وغیرہ گر کر جمع ہو جاتی ہے اور پگھل کر بلندی سے بہ پڑتی ہے اور دریا بن کر خشک زمینوں کو سیراب کرتی ہے۔ پھر ان بلند پہاڑوں میں درے اور راستے بھی بنا دیئے۔ تاکہ یہ انسانوں کے باہم ملنے جلنے میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ یہ پہاڑ، چشمے، درے وغیرہ منفرق چیزوں، مقاموں کی جگہیں مقرر کرنے کے لیے علامتوں کا کام بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح ستارے بھی رات کے وقت ٹھیک راستے اور سیدھا رخ معلوم کرنے کے بہت کام آتے ہیں یہ سب چیزیں اللہ عزوجل نے انسان کی مدد کے لیے بنائی ہیں۔

خالق رحیم اور علیم

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا
کیا پس جو پیدا کرے اس جیسا ہے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا پس نہیں
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
دھیان کرتے تم اور اگر شمار کرو اللہ کی نعمت
لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾
پوری گن سکو گے اس کو تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾
اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو تم اور جو ظاہر کرتے ہو تم

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا
بھلا جو پیدا کرے وہ اس کے برابر ہے جو کچھ نہ پیدا کرے
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
کیا تم سوچتے نہیں اور اگر اللہ کی نعمتوں کو گنو تو ان کو
لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾
پورا نہ کر سکو گے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾
اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو

لَا تُحْصُوْا: نہ گن سکو گے۔ مضارع کا صیغہ ہے اِحْصَاءٌ سے جو ح ص ی سے بنا ہے۔ حَصٰی کے معنی چھوٹے چھوٹے کنکروں کے ہیں۔ اِحْصَاءٌ کے معنی ان کا گننا یا سمیٹنا ہیں یہ اصل میں لَا تُحْصُوْنَ ہے۔ نون اِنْ کی وجہ سے گر گیا جو حرف شرط ہے اور شروع میں آیا ہے مطلب یہ ہے کہ گن نہ سکو گے۔

پہلے ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان بنائے زمین بنائی، مینہ برسایا، زمین سے انواع و اقسام کے پھل اور میوے پیدا کیے۔ لیکن تعجب ہے کہ انسان، پتھر، درخت، سورج، چاند اور خبر نہیں کس کس کی پوجا کرنے لگتا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھیراتا ہے۔ کیا خلاق عالم اور اس کی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اس مخلوق کے برابر ٹھیرایا جا سکتا ہے۔ جو ایک مکھی کا پر بلکہ ایک خاک کا ذرہ بنانے سے بھی عاجز ہے۔ اللہ کی نعمتیں انسان پر اتنی ہیں کہ وہ گننے بیٹھے تو ساری گن نہیں سکتا پھر شکر کیا خاک ادا کرے گا۔ اللہ اس کی کوتاہیوں اور تقصیروں کا معاف کرنے والا الغفور الرحیم ہے۔ ورنہ زمین پر ایسے خطا کار گستاخ کے بسنے رہنے کا کیا کام۔ لوگو! یاد رکھو کہ اللہ عزوجل سے تمہاری کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس کی نافرمانی کر کے سزا سے نہیں بچ سکتے اور اس کو مان کر جزا سے محروم نہیں رہ سکتے۔

غیر اللہ کی حقیقت

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور جنہیں وہ پکارتے ہیں

لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝

نہیں پیدا کرتے کچھ اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ

مرے ہوئے ہیں زندہ نہیں ہیں اور نہیں جانتے

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ۲۱

کب اٹھائے جائیں گے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں

لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ ۲۰

وہ کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ

مُردے ہیں جن میں جان نہیں اور نہیں جانتے

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ۲۱ ع ۲/۱۲

وہ کب اٹھائے جائیں گے

دنیا کی ساری نعمتیں کیا چھوٹی کیا بڑی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں اور انسان کے تابع کر دیں۔ ان کا جدا جدا حال بیان کرنا تو بڑی بات ہے کوئی انہیں گننا بھی چاہے تو گن نہیں سکتا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ پیدا کرنے والا اور پالنے والا جس کو کسی نے پیدا نہیں کیا وہ اچھا، یا نکمے بے کار گھڑے ہوئے معبود اچھے جو ایک گھاس کا تنکا بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود اللہ عزوجل کے پیدا کیے ہوئے ہیں ظاہر بات ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے اس کے بعد ان سب سے تمہیں کیا نتیجہ نکالنا چاہیئے۔

اس آیت میں وہ نتیجہ صاف کھول کر سامنے رکھ دیا گیا ہے ارشاد ہے کہ کیا تمہارے ہوش و حواس درست ہیں؟ یہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ تو خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ان کی ہستی ہی خود اپنی نہیں ہے دوسرے کو تو ہستی کیا دیں گے۔ یہ تو مُردہ بے جان ہیں۔ یہ تو اتنا شعور بھی نہیں رکھتے کہ قیامت کب آئے گی۔ اور وہ اور ان کے پوجنے والے کب اللہ عزوجل کے روبرو پیش کیے جائیں گے۔ یہ بے جان اور بے بس بے شعور مورتیں اور صورتیں کیا اس قابل ہو سکتی ہیں کہ اللہ قادر و ذوالجلال کے مقابلہ میں انہیں معبود مان کر ان کی تعظیم کی جائے اور ان کے آگے عاجزی کے ساتھ جھکا جائے اور ان کو حاجت روا سمجھا جائے ہرگز نہیں ؛

ایمان کیوں نہیں لاتے

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
تمہارا معبود معبود ہے اکیلا پس جو لوگ ایمان نہیں لاتے
بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ
آخرت پر ان کے دل انکار کرنے ہیں اور وہ
مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ
تکبّر کرنے والے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ
يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ
جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾
تحقیق وہ پسند نہیں کرتا تکبر کرنے والوں کو

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
تمہارا معبود اکیلا معبود ہے سو جن کو آخرت کا
بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ
یقین نہیں ان کے دل نہیں مانتے اور وہ
مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ
مغرور ہیں بات ٹھیک ہے کہ جو کچھ
يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ
وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اللہ جانتا ہے
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾
وہ غرور والوں کو پسند نہیں کرتا

لَا جَرَمَ (قطعاً۔ یقیناً) لا کے معنی نہیں جرم کے معنی کاٹنا یعنی اس بات کو کوئی نہیں کاٹ سکتا۔ یہ قطعی ہے۔

شروع سورت ہی سے اللہ عزوجل کی خوبیوں اور فیاضیوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ جو ٹھنڈے دل سے غور کرے گا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ وہ معبود یکتا ہے کوئی اس کا نہ شریک ہے نہ مقابل ہے۔ لیکن جن کے دلوں میں دنیا اور اس کے عارضی ساز و سامان کی محبّت بھری ہوئی ہے اور وہ مرنے کے بعد کی زندگی کے قائل نہیں وہ اس کو نہیں مانتے اور تکبّر میں مبتلا ہیں لیکن وہ سُن رکھیں کہ یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سارے کاموں اور بھیدوں سے آگاہ ہے۔ سو وہ ان کے کچّے چٹھے سے واقف ہے اور وہ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم سچی باتوں کو چاہے جتنا جھٹلائیں اور لوگوں کی چاہے جتنی حق تلفی کریں۔ ہم سے کوئی اس کی بابت پوچھنے والا نہیں۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ ہمیں سب سے بڑے زور آور ہیں لیکن یہ خیال غلط ہے اور یہی ان کو ایمان سے روک رہا ہے۔

تکبّر کے معنی

پچھلی آیت میں تکبّر کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ یہ انسان کو اچھے کاموں سے روکتا ہے اور اللہ عزّوجل تکبّر کرنے والے انسان کو پسند نہیں کرتا۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا، حالانکہ اسے اللہ نے حکم دیا تھا کہ سجدہ کرے اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس نے اپنے آپ کو آدم علیہ السلام سے بڑا سمجھا۔ اسی کو تکبّر کہتے ہیں۔ تکبّر کی وجہ سے شیطان نے اللہ کی نافرمانی کی اور ہمیشہ کے لیے مردود اور ملعون قرار دیا گیا۔

آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تکبّر انسان میں آخرت پر یقین نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ آخرت پر یقین نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ انسان جو چاہے کرے، اسے اس کے اعمال کی سزا نہ ملے گی۔ یہ خیال اگر دل میں جم جائے۔ تو ضرور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اپنے آپ سے بڑا کسی کو نہ سمجھے گا اور کہے گا کہ جو کچھ ہوں میں ہی ہوں۔ موت سے پہلے جو کچھ مجھ سے ہوسکے کر لوں۔

اس بنا پر وہ اپنے آپ کو اور اپنی قوتوں اور طاقتوں کو اہمیّت دینی شروع کر دیتا ہے۔ دوسروں کو اپنے آگے کچھ نہیں سمجھتا اور جو اسے سمجھاتا چاہے اسے ذلیل کرنے پر تُل جاتا ہے۔ اللہ عزّوجل کو ایسا شخص مان نہیں سکتا۔ کیوں کہ اس کے ساتھ اسے اس کے حکم کا پابند ہونا لازم آتا ہے اور وہ سوا اپنی خواہشوں کے کسی کا پابند ہو کر رہنا نہیں چاہتا۔

لیکن اس آیت سے بھی اور دیگر آیات، روایات اور احادیث سے بھی یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ ہر تکبّر مذموم نہیں۔ بلکہ ایک تکبّر وہ ہے۔ جسے خود داری کہتے ہیں۔ تکبّر کا لفظ کبر سے بنا ہے کبر کے معنی بڑائی کے ہیں۔ جو تکبّر اسے سچّی بات اور حق کے قبول کرنے سے روکے اور لوگوں کے حق مارنے پر اکسائے وہ بُرا اور بہت بُرا ہے اور کسی طرح انسان کے شایان شان نہیں۔

لیکن جو تکبّر اسے برائیوں اور ذلیل کاموں سے روکے اور ظالموں اور بدکاروں کے آگے جھکنے سے منع کرے وہ قابل تحسین و آفرین ہے۔ ایسے تکبّر کو ہم خود داری۔ شرافت۔ عزت نفس وغیرہ نام دیتے ہیں اور بعض لوگ اس کو خودی کہتے ہیں۔ کیونکہ تکبّر کا لفظ بُرے معنی میں مستعمل ہو گیا ہے۔

بہکانے والا وبال

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ
اور جب کہا جائے ان سے کیا ہے جو آتارا تمہارے رب نے
قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا
کہیں کہانیاں اگلوں کی تاکہ اٹھائیں وہ
اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ
اپنے بوجھ پورے قیامت کے دن اور کچھ
اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ
بوجھ ان کے جنہیں گمراہ کرتے ہیں بے سمجھے بوجھے
اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾
خبردار رہو برا ہے جو وہ اٹھاتے ہیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ
اور جب ان سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا آتارا ہے
قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا
تو کہیں پہلوں کی کہانیاں ہیں تاکہ وہ
اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ
قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اٹھائیں اور کچھ
اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ
ان کے بوجھ جنہیں وہ بہکاتے ہیں بلا تحقیق۔
اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۳
سُن رکھو برا بوجھ ہے جو وہ اُٹھاتے ہیں

اَسَاطِيْرُ (کہانیاں) اُسْطُوْرَةٌ کی جمع ہے، جو س۔ط۔ر سے بنا ہے۔ سطر کے معنی لکھنے کے ہیں۔ سیدھی لکیر کو بھی کہتے ہیں۔ اسطورہ: قصّہ۔ کہانی جو لکھ لی جائے۔ يَزِرُوْنَ (بوجھ اٹھاتے ہیں وہ) مضارع کا صیغہ ہے و۔ز۔ر سے۔ وِزْرٌ بوجھ کو کہتے ہیں۔ اسی کی جمع اَوْزَارٌ ہے جو اسی آیت میں اس سے پہلے آئی ہے۔

قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو مکّہ میں گھر گھر اس کا چرچا ہُوا۔ مکّہ میں جو لوگ باہر سے آتے تو وہ قرآن مجید کا چرچا سن کر قریش مکّہ سے پوچھتے۔ کہ یہ کیا چیز ہے۔ مکّہ والے آپس میں بھی ایک دوسرے سے یہی پوچھتے رہتے ان سب کو بڑے لوگ یہ جواب دیتے کہ اس میں کچھ نہیں رکھا۔ یونہی پہلے لوگوں کے قصّے کہانیاں جمع کر دی ہیں۔ اس طرح وہ دوسروں کو راہِ راست سے روکنے کا سبب بنتے ہیں۔ ان کی اپنی غلط کاریوں کا بوجھ تو ان کے سر پڑے ہی گا۔ دوسروں کے بہکانے کی وجہ سے ان کی غلط کاریوں کا کچھ بوجھ بھی قیامت کے دن ان کے سر پر لادا ہی جائے گا۔

پچھلوں سے عبرت

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى
تحقیق داؤ کیا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے پس آیا
اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ
اللہ کا حکم ان کے گھر پر بنیادوں سے پس گر پڑی
عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ
ان پر چھت ان کے اوپر سے اور آیا ان پر
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
عذاب جہاں سے وہ نہیں جانتے تھے

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى
جو ان سے پہلے تھے وہ البتہ دغا بازی کر چکے ہیں
اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ
پھر اللہ کا حکم ان کی عمارت پر بنیاد سے پہنچا
عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ
پھر ان پر چھت اوپر سے گر پڑی اور ان پر
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر بھی نہ تھی

اَتٰی (آیا) ماضی کا صیغہ ہے ا۔ت۔ی سے اَتیٌ اور اِتْیَانٌ کے معنی ہیں آیا۔ اَتَی اللّٰہُ سے مراد ہے اللہ کا حکم آیا۔
خَرَّ (گر پڑا) ماضی کا صیغہ ہے خ۔ر۔ر سے خَرٌّ کے معنی ہیں گر جانا۔ ڈھے پڑنا۔

ارشاد ہے کہ یہ ہتھکنڈے جن کو یہ کام میں لا رہے ہیں کوئی نئے نہیں ہیں۔ ان سے پہلی قوموں نے بھی انہی کی طرح اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں اور کتابوں کی ہنسی اڑائی۔ آپ بھی ہدایت سے محروم رہے اور اپنا بُرا اثر ڈال کر دوسروں کو بھی اس سے محروم رکھا۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا تھوڑی مدت میں انہیں ڈھیل دے کر کہ شاید وہ اب بھی سنبھل جائیں۔

اللہ عزوجل نے ان کی بنیادیں ہلا دیں اور ان کی چھتیں ان کے سروں پر گر پڑیں۔ وہ لوگ بے خوف بیٹھے تھے کہ کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہم نے اپنا سب انتظام کر لیا ہے۔ ہم اپنے بچاؤ کے سامان سے۔ بس ہیں۔ اگر کوئی ہماری طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھے تو ہم اس کی آنکھیں نکال لیں۔ یہ خبر نہ تھی کہ پس پردہ ان کی تباہی کے اسباب ان کی کرتوتوں کی وجہ سے اکٹھے ہو رہے ہیں آخر ان پر اچانک عذاب آیا اور ایسی جگہ سے آیا کہ جس کا انہیں سان گمان بھی نہ تھا اور وہ دنیا ہی میں چشم زدن میں تباہ ہو گئے۔

آخرت کا عذاب

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ
پھر دن قیامت کے رسوا کرے گا ان کو اور کہے گا
اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ
کہاں ہیں میرے شریک وہ کہ تھے تم
تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ
لڑتے جھگڑتے جن کی بابت کہیں گے وہ لوگ جو
اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ
دیئے گئے علم تحقیق رسوائی آج کے دن
وَ السُّوْۤءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾
اور برائی کافروں پر

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ
پھر قیامت کے دن ان کو رسوا کرے گا اور کہے گا
اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ
وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم
تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ
لڑنے کھڑے ہوجاتے تھے وہ لوگ جن کو خبر دی گئی
اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ
تھی کہیں گے بے شک آج کے دن رسوائی
وَالسُّوْۤءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾
اور برائی منکروں پر ہے

يُخْزِيْ (رسوا کرے گا) مضارع کا صیغہ ہے اِخْزَاءٌ سے۔ رو خ۔ ز۔ ی سے بنا ہے خِزْيٌ پہلے گذر چکا ہے۔ اس کے معنی رسوائی کے ہیں۔ اِخْزَاءٌ۔ رسوا کرنا۔

تُشَآقُّوْنَ (لڑتے تھے) مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر مُشَاقَّةٌ اور شِقَاقٌ دونوں طرح ہے۔ اس کا مادہ ش۔ ق۔ ق ہے۔ شقّ کے معنی ایک جانب کے ہیں مُشَاقَّةٌ کسی کے مقابلہ پر دوسری جانب ڈٹ جانا۔

قیامت کے دن اللہ انہیں ذلیل کرے گا اور کہے گا کہ تمہارے جھوٹے معبود جنہیں تم میرا شریک قرار دیتے تھے اور ان کی حمایت میں لڑنے جھگڑنے کھڑے ہوجاتے تھے آج کہاں ہیں اس کا جواب وہ کچھ نہ دے سکیں گے۔ آخر وہی لوگ جنہیں اللہ نے حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ دنیا میں ان شریروں کو شرک سے منع کرتے تھے بول گے۔ کہ آج اللہ کے انکار کرنے والوں کی رسوائی کا دن ہے!

کفر کا انجام

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ
وہ جو جان قبض کرتے ہیں ان کی فرشتے ظلم کرتے ہوئے
اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا
اپنے آپ پر پس ڈالیں گے صلح کا پیغام نہ تھے
نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ط بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ
ہم کرتے کچھ برائی کیوں نہیں تحقیق اللہ
عَلِيْمٌ ۢبِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۸)
جاننے والا ہے جو تھے تم کرتے
فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط
پس داخل ہو جاؤ دروازوں میں جہنم کے ہمیشہ رہنے والے اس میں
فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۲۹)
پس البتہ برا ہے ٹھکانا اکڑ اکڑ کر کرنے والوں کا

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ
جن کی جان فرشتے اس حال میں نکالتے ہیں کہ وہ اپنے
اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا
حق میں برا کر رہے ہیں تب وہ اطاعت ظاہر کریں گے کہ ہم
نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ط بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ
تو کچھ برائی نہ کرتے تھے کیوں نہیں اللہ خوب
عَلِيْمٌ ۢبِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۸)
جانتا ہے جو تم کرتے تھے
فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط
سو تم داخل ہو جاؤ دوزخ کے دروازوں میں سدا اسی میں رہا کرو
فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۲۹)
سو کیا برا ٹھکانا ہے غرور والوں کا

ظَالِمِيْٓ (ظلم کرنے والے) ظالم کی جمع ہے اصل میں ظالمین ہے اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

اَلْقَوْا (ڈالا انہوں نے) ماضی کا صیغہ ہے اِلْقَآءٌ سے جو ل۔ق۔ی سے بنا ہے لَقِیَ کے معنی کسی کے نزدیک پہنچنا۔ اِلْقَآءٌ اس کا متعدّی ہے یعنی کسی کے نزدیک کر دینا۔ محاورے میں اس سے مراد بات سنانا۔

ارشاد ہے کہ کافر لوگ عذاب دیکھ کر صاف مکر جائیں گے کہ ہم نے تو برے کام نہیں کیے یہ وہی داؤ ہوگا جو مجرم دنیا کے حاکموں کے سامنے کرتے ہیں۔ یعنی جرم کا اقرار نہیں کرتے اور اگر گواہ نہ ہوں تو سزا سے بچ جاتے ہیں لیکن اللہ فرمائے گا کہ میں تمہاری بدکاریوں سے واقف ہوں۔ تم واقعی مجرم ہو۔ جاؤ جہنم میں اور ہمیشہ وہیں رہو۔ مغرور لوگوں کا ٹھکانا یقیناً بہت برا ہے ؛

نیک لوگ

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ

اور کہا گیا ان سے جو پرہیزگار ہوئے کیا اتارا

رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

تمہارے رب نے بولے اچھی بات ان کے لیے جنہوں نے بھلائی کی

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ

اس دنیا میں بھلائی ہے اور البتہ گھر

الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ

آخرت کا بہتر ہے اور البتہ اچھا ہے گھر

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾

متقیوں کا

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ

اور پرہیزگاروں سے کہا گیا تمہارے رب نے

رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

کیا اتارا بولے نیک بات جنھوں نے اس دُنیا میں

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ

بھلائی کی ان کے لیے بھلائی ہے اور گھر

الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ

آخرت کا بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾

پرہیزگاروں کا

خَیْرًا اچھی بات ا ہر مفید اور کام کی بات کو خیر کہتے ہیں خَیْرًا اصل میں اَنْزَلَ خَیْرًا پورا جملہ ہے۔ انزل محذوف کر دیا گیا۔ دوسری جگہ خیر اسم صفت ہے جس میں مقابلہ کا مفہوم پایا جاتا ہے سب چیزوں سے اچھا۔

ارشاد ہے کہ جب متقیوں سے جو اللہ عزوجل کے فرمانبردار بندے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے یہ کیا چیز نازل ہوئی ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارے رب نے ایسی کتاب اتاری ہے جس میں وہ ساری باتیں جن میں انسان کی بھلائی ہے درج ہیں۔ ان لوگوں نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ ان کو دُنیا کی محبّت نے اتنا اندھا نہیں کر دیا تھا کہ وہ سچ بات کو چھپا کر اپنی طرف سے غلط سلط باتیں پھیلائیں۔ نیکوکار لوگ ہیں اور نیک کام کرنے والے اس دنیا میں بھی بہت اچھی حالت میں رہیں گے اور آخرت میں تو ان کے لیے چین ہی چین ہے۔ غرض یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سے ڈر کر بُرے کاموں سے بچتے ہیں ان کو آخرت میں بہت اچھا گھر ملے گا۔ اس آیت سے معلوم ہُوا کہ دُنیا کے عارضی فائدے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ اور دغا بازی میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے اور اللہ سے ڈر کر ساری بُری باتیں چھوڑ دینی چاہیئں۔ اس نیکی کے لیے جو قربانی انہیں دینی پڑے گی اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قیمت ہے اور اس کا بڑا اجر ملے گا۔

مُتّقیوں کا گھر

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ
باغات ہمیشہ رہنے کے داخل ہوں گے ان میں بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا
ان کے نیچے نہریں ان کے لیے اس میں ہے
مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي
جو وہ چاہیں ایسا ہی بدلہ دیتا ہے
اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾
اللہ بُرے کاموں سے بچنے والوں کو

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ
ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ جائیں گے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا
نیچے ان کے نہریں بہتی ہیں ان کے واسطے جو چاہیں
مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي
وہاں ہے اللہ پرہیزگاروں کو ایسا
اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾
ہی بدلہ دے گا

عَدْنٍ: ہمیشہ رہنے کی جگہ/ عدن جنّت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

ارشاد ہے کہ بڑے خوبصورت باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کوئی انہیں وہاں سے نہ نکال سکے گا۔ نہ وہ ان سے کبھی چھینے جائیں گے۔ انہیں وہاں اچھی سے اچھی چیز جس کی وہ خواہش کریں گے ملے گی۔

اللہ عزّوجلّ کے ہاں نیک لوگوں کے لیے ایسا ہی بدلہ تیار ہے۔ جو اللہ سے ڈر کر ان کاموں سے بچتے ہیں جن سے اس نے روکا ہے اس آیت میں جنّت کی دو خاص باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اوّل یہ کہ وہاں کا عیش و آرام کبھی نہ ختم ہوگا اور نہ اس سے دل اکتائے گا۔

اس دنیا میں کبھی انسان کے پاس روپیہ نہیں ہوتا جو وہ آرام کی چیزیں خریدے۔ بلکہ کبھی ضرورت کی چیزیں باوجود روپیہ کے بھی اسے نہیں ملتیں، دوسرے لوگ چھین لیتے ہیں یا کوئی مصیبت مثلاً کال وغیرہ پڑ جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس چیز کو جی چاہے گا وہاں فوراً ہی مل جائے گی۔ دُنیا میں یہ بات کسی کو بھی میسّر نہیں۔ آدمی اکثر ترستا ہی رہ جاتا ہے۔ مگر وہاں جس چیز کو بھی دل چاہا وہ اسی وقت حاضر ہوگی۔ ذرا بھی دیر نہ لگے گی ⁂

خوب سمجھ لو

الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ

وہ جو لے آتے ہیں ان کو فرشتے (اس حال میں کہ) وہ پاک ہیں

یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ادْخُلُوا

کہتے ہیں فرشتے سلام تم پر داخل ہو تم

الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۲)

جنت میں بدلے اس کے جو تھے تم کرتے

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمُ

کیا انتظار کرتے ہیں وہ مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ یَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّكَ ط

فرشتے یا آئے حکم تیرے رب کا

الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ

جن کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں اور وہ ستھرے ہیں

یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ادْخُلُوا

فرشتے کہتے ہیں سلامتی تم پر بہشت میں

الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۲)

جاؤ اس کا بدلہ ہے جو تم کرتے تھے

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمُ

کیا کافر اب اس کے منتظر ہیں کہ ان پر

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ یَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّكَ ط

فرشتے آئیں یا تیرے رب کا حکم پہنچے

تَتَوَفّٰی: لے لیتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے تَوَفِّی سے جو و ف ی سے بنا ہے وَفَاۃٌ کے معنی ہیں ختم ہونا۔ تَوَفِّی ختم کر دینا۔ یہاں اس سے مراد ہے کسی کی دنیا کی عمر ختم کر دینا۔ جان نکالنا۔

ارشاد ہے کہ وہ پرہیزگار لوگ جو مرتے دم تک ایمان پر قائم رہے ہوں گے اور اپنی روح پر گناہوں کا دھبہ نہ لگنے دیا ہوگا۔ جب فرشتے ان کی روح نکالنے آئیں گے تو اس وقت بھی ان کے دل میں کفر اور شرک کی خباثت کا گذر نہ ہوگا۔ فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت خوش خبری دیتے جائیں گے اور ان سے کہیں گے۔ تم پر سلام ہو چلو اب جنت میں رہنے کے لیے چلو۔

اب کافروں کا جو بُرے کاموں میں پھنسے ہوئے ہیں ان کا کیا خیال ہے۔ اگر وہ اپنی عاقبت درست کرنا چاہتے ہیں؟ تو انہیں چاہیئے کہ ان باتوں کو سُن کر ایمان لے آئیں۔ ورنہ جب فرشتے آگئے یا اللہ کے حکم سے قیامت ہی آگئی تو پھر کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گا اور سر پکڑ کر روئیں گے۔

سزا کا قانون

كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

ایسا ہی کیا تھا ان لوگوں نے جو پہلے تھے ان سے

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا

اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ نے اور لیکن تھے وہ

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۳۳) فَاَصَابَهُمْ

اپنے آپ پر ظلم کرتے پس پہنچیں ان کو

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ

برائیاں اس کی جو کیا تھا انہوں نے اور گھیر لیا ان کو

مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۳۴) ع

اس نے کر تھے جس کے ساتھ وہ ہنسی کرتے

كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

اسی طرح جو ان سے پہلے تھے انہوں نے کیا تھا

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا

اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۳۳) فَاَصَابَهُمْ

اپنا بُرا کرتے رہے پھر ان کے سر

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ

ان کے بُرے کام آپڑے اور الٹ پڑا

مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۳۴) ع ۴/۹

ان پر جو وہ ٹھٹھا کرتے تھے

سَيِّاٰتُ (برائیاں) سَيِّئَةٌ کی جمع ہے جو س۔و۔ء سے بنا ہے سَوْءٌ کے معنی ہیں ستانا۔ سَيِّئَةٌ برائی یہاں اس سے مراد بُرا نتیجہ ہے

حَاقَ (گھیر ڈالا) ماضی کا صیغہ ہے ح۔ی۔ق سے حَيْق کے معنی گھیرنا۔ حَاقَ بِهِمْ۔ گھیر ڈال لیا ان کے گرد۔

ان آیات میں مکہ والوں کو اور ان کے ذریعے دُنیا بھر کے انسانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ پہلی قوموں نے رسولوں کا کہنا نہ مان کر اپنا کام دُنیا ہی میں بگاڑ لیا اور آخر ان کی ڈھٹائی اور شورہ پشتی اپنا رنگ لائی۔ ہمارے قانون نے اپنا کام کیا۔ اور انہیں اپنے کرتوتوں کا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ ہم نے انہیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ کہ دیکھو فعل بد کا نتیجہ بد ہے۔ لیکن انہوں نے کچھ نہ سُنا۔ رسولوں کی نصیحت کی باتوں کی ہنسی اڑائی اور عذاب کو نری دھمکی سمجھا اور اپنی طاقت پر مغرور ہو گئے اور کہا کہ کسی کی کیا مجال ہے۔ جو ہمارا کچھ بگاڑ سکے۔ تمہاری قسمت ہی میں دنیا کا عیش و آرام نہیں لکھا۔ یہ دیکھو کیسی کیسی نفیس چیزیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں اور تم ان سے محروم ہو۔ افسوس آخر کار ان کو اسی عذاب نے آگھیرا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے ۔

عجیب منطق

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
اور کہا انہوں نے جو مشرک ہوئے اگر چاہتا اللہ
مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ
نہ پوجتے ہم اس کے سوا کسی چیز کو ہم
وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ
اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام کرتے اس کے بغیر
مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ
کوئی چیز ایسا ہی کیا انہوں نے جو
مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا
ان سے پہلے تھے پس کیا رسولوں پر ہے سوا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾
پہنچا دینے کے صاف صاف

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
اور شرک کرنے والے بولے اگر اللہ چاہتا تو
مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ
اس کے سوا ہم کسی چیز کو نہ پوجتے نہ ہم
وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ
اور نہ ہمارے باپ اور نہ بغیر اس کے حکم کے حرام
مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ
ٹھہرالیتے ہم کوئی چیز اسی طرح کیا ان سے
مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا
اگلوں نے سو رسولوں کے ذمہ نہیں مگر
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾
صاف صاف پہنچا دینا

ارشاد ہے کہ تم اللہ کی دانائی اور حکمت کو نہیں سمجھے۔ اس نے دُنیا کا نظام اس قانون پر قائم کر رکھا ہے کہ بدکاروں کو فوراً سزا نہیں دی جاتی پہلے رسولوں کے ذریعے انہیں سمجھایا جاتا ہے کہ اللہ کے قانون کو سمجھیں۔ وہ اگر چاہتا تو سب کو سیدھے راستے پر ڈال دیتا لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ انسان کو اختیار اور مہلت دے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر خود ٹھیک ہونے کی کوشش کرے۔ تمہارا یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس نے ہمیں شرک سے منع نہیں کیا۔ اس کے رسولوں اور کتابوں نے شرک کی بُرائی صاف صاف سمجھا دی ہے تم ان کی سنو ہی نہیں تو اس کا کیا علاج۔ یہ کہنا کہ ہم اور ہمارے باپ دادا ہمیشہ یہی کرتے رہے اور کچھ نہ ہوا، جو چاہا حلال کیا، جو چاہا حرام کر لیا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ غلط ہے رسول برابر صحیح بات سمجھاتے رہے ہیں۔ پہلے لوگ بھی یہی کہتے رہے۔ آخر ان کو سزا ملی۔ اسی طرح اگر تم نہ مانے تو تمہیں بھی سزا مل کر رہے گی ؛

رسُول کا کام

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول کہ
اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ
بندگی کرو اللہ کی اور بچتے رہو سرکش سے
فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ
پس بعض ان میں سے وہ ہیں کہ ہدایت کی اللہ نے اور بعض
مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ
وہ ہیں کہ ثابت ہوئی ان پر گمراہی

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ
اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی بندگی
اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ
کرو اور بچو ہر ڈنگے سے
فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ
پھر اللہ نے ان میں سے کسی کو راہ سجھائی
مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ
اور کسی پر گمراہی ثابت ہوئی

طَاغُوْتَ: سرکش۔ یہ لفظ پہلے سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔ اس کا ترجمہ یہاں ہر ڈنگا کیا ہے جس میں ہر شخص جو ناحق بڑا بنے اور اپنے سوا کسی کی نہ سنے جیسے شیطان، فرعون اور ہامان کی قسم کے لوگ اور ظالم سب داخل ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا۔ اس غرض سے کہ انہیں سمجھا دے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کی پوجا مت کرو۔ خالص اسی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کسی کے آگے مت جھکو شیطان کے بہکاوے میں مت آؤ اور ان سب سے بچو جو اس کے پھندے میں پھنس کر تنتے اور اکڑتے پھرتے ہیں اپنا خراب اثر ڈال کر دوسروں کو سیدھی راہ سے بھٹکاتے ہیں اور ہنکارتے پھرتے ہیں کہ ہم سب سے بڑے سب سے طاقت ور اور سب سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ ہم سے بڑھ کر کوئی نہیں، ہمارا کہنا مانو اور ہماری ڈگر پر چلو۔

رسولوں نے ان سب کے ہتھکنڈوں سے خبردار کیا اور کہا کہ یہ بڑے خطرناک لوگ ہیں۔ ان کے سائے سے بھاگو کبھی ان کے پاس نہ پھٹکو لیکن ان کی باتوں کو تھوڑے ہی لوگوں نے سُنا، بہت سوں نے ان کی بات سنی اَن سنی کر دی۔ گمراہی نے اپنا اثر ان پر جما لیا اور وہ شیطان اور اس کے گرگوں کے پھندے میں پھنس گئے۔ کیا تم بھی انہیں گمراہوں کی طرح ہونا چاہتے ہو جو رسول کو اپنا رہنما نہیں مانتے اور اس کی باتوں پر کان بالکل نہیں دھرتے۔

رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی

فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانْظُرُوۡا كَيۡفَ
پس چلو پھرو زمین میں پھر دیکھو کیسا
كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۳۶﴾ اِنۡ
ہوا انجام جھٹلانے والوں کا اگر
تَحۡرِصۡ عَلٰى هُدٰٮهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ
تمنا ہو تجھے ان کی ہدایت کی پس تحقیق اللہ
لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمۡ
نہیں ہدایت کرتا جسے وہ بھٹکاتا ہے اور نہیں ان کے لیے
مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۳۷﴾
کوئی مددگار

فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانْظُرُوۡا كَيۡفَ
سو ملکوں میں سفر کرو پھر دیکھو کیسا انجام ہوا
كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۳۶﴾ اِنۡ
جھٹلانے والوں کا اگر
تَحۡرِصۡ عَلٰى هُدٰٮهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ
تُو ان کو راہ پر لانے کی طمع کرے تو اللہ
لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمۡ
اُسے راہ نہیں دکھاتا جسے بچلاتا ہے اور ان کا
مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۳۷﴾
مددگار کوئی نہیں

انسان جب بُرا راستہ اختیار کر لیتا ہے تو اُس کو برائی اچھی معلوم ہونے لگتی ہے شیطان پہلے اس کے جذبات کو اُبھارتا ہے اور عقل جذبات کا مقابلہ کرتی ہے ان دونوں میں کشمکش پیدا ہوتی ہے اگر عقل نے جذبات کو دبا لیا تو آدمی انسان بن جاتا ہے اور اگر جذبات کا قابو چل گیا تو پھر آدمی حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر کوئی چیز بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذرا ہوش سے کام لو۔ دنیا میں چلو پھرو۔ دیکھو کہ پہلے لوگوں نے رسولوں کی مخالفت کر کے کیا پھل پایا۔ اس پر غور کرو۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارا جی تو بہت چاہتا ہے کہ جذبات کے شکار عقل کے دشمن بُرے کام چھوڑ کر اچھے کام اختیار کر لیں لیکن اگر وہ تمہاری نہ سنیں تو تم اداس نہ ہو تم اپنا کام کر چکے۔ ان لوگوں پر جو سنتے نہیں، شیطان کا داؤ چل گیا۔ اور اللہ عزوجل کے ہاں اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ جو شیطان کے پھندے میں پھنس جائے گا۔ اسے میں ہدایت سے محروم کر دوں گا۔ یہ لوگ شیطان کے بہکانے سے خواہشوں کے غلام بن چکے ہیں اور اللہ انہیں گمراہ کر چکا ہے۔ اب اس گمراہی کی سزا سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔

غلط یقین

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا
اور قسم کھائی انہوں نے اللہ کی زوردار اپنی قسموں کی نہ
يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا
اٹھائے گا اللہ اس کو جو مرتا ہے ہاں ہاں وعدہ ہے
عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
اس پر پکا اور لیکن اکثر لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۸)
نہیں جانتے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا
اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں سخت قسمیں کہ نہ
يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا
اٹھائے گا اللہ جو کوئی مرجائے بے شک اٹھائے گا
عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
وعدہ ہو چکا ہے اس پر پکا لیکن اکثر لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۸)
نہیں جانتے

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی قسموں کی پختہ قسم۔ جہد: وہ کوشش جس میں پوری طاقت لگادی جائے۔ اَیْمان جمع یمین کی ہے یمین: قسم۔ یہ فقرہ سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے۔ معمولی محنت کو جُہد اور سخت محنت کو جَہد کہتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کی عقل، انسان کی حقیقت فقط بدن اور اس کی شکل و صورت ہی کو سمجھتی ہے۔ ایسی عقل جو جسمانی خواہشوں کی غلام بن چکی ہے اس سے آگے نہیں جاتی اور اس سے وہ یہ غلط نتیجہ نکالتی ہے کہ جب بدن بگڑ گیا اور اس کے اجزا منتشر ہو گئے تو پھر دوبارہ زندگی کی کوئی صورت نہیں۔

اس آیت میں اس یقین کو غلط کہا گیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کر لیا ہے اس کا پورا کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ وہ ضرور بالضرور انسان کو اس کے مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ جس کے لیے اُسے فقط اتنا ہی تو کرنا ہے کہ رُوح کو دوبارہ بدن عطا کر دے۔ جو اللہ انسان کی روح کو بچپن میں ایک بدن، جوانی میں دوسرا بدن، بڑھاپے میں تیسرا بدن عطا کرتا رہتا ہے۔ وہی اس بدن کے مٹ جانے کے بعد بھی اُسے ایسا ہی بدن عطا کرے گا۔ تجربے سے سائنس والوں نے معلوم کیا ہے کہ انسان کا بدن زندگی کے ہر مرحلے میں نیا بنتا ہے اور پُرانا بگڑتا رہتا ہے۔

مرنے کے بعد جینا

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ
تاکہ بیان کر دے ان کے لیے وہ کہ اختلاف کرتے ہیں وہ اس میں
وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا
تاکہ جان لیں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ وہ تھے
كَاذِبِينَ ﴿٣٩﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا
جھوٹے سوا اس کے نہیں کہ ہمارا کہنا کسی چیز کے لیے جب
أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾ ع
ہم اس کا ارادہ کریں یہ ہے کہ کہیں ہم اس کو ہو جا پس وہ ہو جائے

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ
اٹھائے گا تاکہ ان پر وہ بات ظاہر کر دے جس میں جھگڑتے ہیں
وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا
اور تاکہ کافر معلوم کر لیں کہ وہ
كَاذِبِينَ ﴿٣٩﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا
جھوٹے تھے ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں
أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾ ع ۵
کہ اس کو کہیں ہو جا تو وہ ہو جاتے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ دُنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد انسان اس لیے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ کہ اس کو اپنے کیے کا پھل ملے۔ دنیا میں ہر انسان کو آزادی دی گئی ہے کہ خوب سوچ سمجھ کر جو جی چاہے کرے اور جیسے خیالات چاہے قائم کرے یہاں اس کے خیالات اور اعمال اگر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں یہاں تک کہ دنیا کے قیام ہی میں خلل ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے تب تو فسادیوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔

دُنیا کے قائم رہنے کے لیے لازم ہے کہ امن و امان قائم رہے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کر سکے۔ تاکہ ہر ایک اپنی حد کے اندر رہ کر اپنی زندگی گذارے لیکن دنیا کے امن و امان میں خلل نہ ڈالے عقیدوں کا بدلہ مرنے کے بعد ملے گا۔ وہاں غلط عقیدے والوں کو ان کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ صحیح عقیدے والوں کو ان کے عقائد و اعمال کا اچّھا بدلہ ملے گا۔

جب مرنے کے بعد دوبارہ جینا اس غرض کے پورا کرنے کے لیے ضروری ہُوا۔ تو اب سمجھ لو کہ ہم اسے کر کے رہیں گے اور ہمارے لیے دوبارہ جلانا کچھ دشوار نہیں۔ ہر چیز چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہمارے ارادہ کے تابع ہے اس سے باہر نکل کر نہیں جا سکتی۔ جب کسی چیز کے کرنے کا ارادہ ہو گیا۔ پھر اس کے ہونے میں دیر نہیں لگتی ہمارے ارادے کے بعد نہ کوئی رکاوٹ رہ سکتی ہے اور نہ کوئی کمی بیشی واقع ہو سکتی ہے ۞

دونوں جہانوں کا باہمی رشتہ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا
اور جو لوگ گھر چھوڑ آئے انہوں نے اللہ کے حکم پر اس کے بعد کہ ظلم کیا گیا ان پر
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ
البتہ ٹھکانا دیں گے ہم ان کو دُنیا میں اچھا اور البتہ ثواب
الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۴۱)
آخرت کا سب سے بڑا ہے اگر ہوتے وہ جانتے
الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۴۲)
وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا
اور جنہوں نے اللہ کے واسطے گھر چھوڑا اس کے بعد کہ ظلم اٹھایا
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ
البتہ ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا
الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۴۱)
ثواب تو بہت بڑا ہے اگر انہیں معلوم ہوتا
الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۴۲)
جو ثابت قدم رہے اور اپنے رب پر بھروسا کیا

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ (البتہ ٹھکانا دیں گے ہم ان کو) لَ کے معنی البتہ نُبَوِّءُ ٹھکانا دیں گے ہم۔ نُون ثقیلہ تاکید کے لیے ھُمْ کے معنی ان کو نُبَوِّءُ مضارع کا صیغہ ہے تَبَوُّءٌ سے اس کا مادہ ب۔و۔ء ہے۔ اسی سے بنا ہُوا لفظ بَوَّاْنَا پہلے سورۃ یونس میں گذر چکا ہے تَبَوُّءٌ کے معنی ٹھکانا دینا۔

دُنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے اللہ عزوجل کو مانا۔ اس پر ایمان لاتے۔ دوسرے وہ جنہوں نے اللہ عزوجل کا انکار کر دیا اور اپنے ہی زور میں مست رہے۔ ایمان لانے والے ایمان کا مزہ پا کر چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی اس کی لذت چکھائیں۔ لیکن منکر لوگ دُنیا ہی کے مزوں کو سب کچھ سمجھ کر ان کی مخالفت پر کمر کس لیتے ہیں اور ان کو ستانا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ کے ماننے والے ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے ہیں، مصیبتیں جھیلتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ کے لیے اپنا گھر بار اور وطن کا چین و آرام تک چھوڑ دیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ایسے لوگوں کو ان کی وفاداری کا بدلہ ملے گا۔ دُنیا میں ان کو پہلے سے بہتر گھر اور آرام نصیب ہوگا۔ اس کے بعد آخرت میں ایسے ایسے انعام پائیں گے جن کے آگے یہ دُنیا کے عارضی آرام کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ یہ خوش قسمت لوگ وہ ہیں جنہوں نے صبر کے ساتھ دنیا کی ساری مصیبتیں برداشت کیں اور سوا اپنے رب یعنی اللہ کے کسی پر بھروسا نہ کیا۔

رسولوں اور کتابوں کا سلسلہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا
اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے مگر کچھ آدمیوں کو کہ
نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ
وحی کی ہم نے ان کی طرف پس پوچھ لو یاد رکھنے والوں سے
اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ
اگر ہو تم نہ جانتے ساتھ نشانیوں کے
وَ الزُّبُرِ
اور کتابوں کے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا
اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے کچھ مرد ہی بھیجے کہ ان کی
نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ
طرف حکم بھیجتے تھے سو یاد کرنے والوں سے پوچھو
اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ
اگر تمہیں معلوم نہیں بھیجا نشانیاں
وَالزُّبُرِ
اور کتابیں دے کر

زُبُر: صحیفے/زبور کی جمع ہے جس کے معنی لکھی ہوئی کتاب کے ہیں۔ یہ لفظ سورۂ نساء میں گذر چکا ہے۔

اس سے پہلے ذکر تھا کہ دُنیا کی بناوٹ میں یہ بات داخل ہے کہ یہاں ہر قسم کے لوگ رہیں ان سب کو سمجھ اور عقل دے کر سیدھا راستہ رسول اور کتابوں کے ذریعہ واضح کر دیا جائے۔ اور ہر ایک کو اختیار رہے کہ ان کی بات مانے یا نہ مانے۔ اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہمارا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ آدمیوں کے لیے آدمی ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس کی طرف فرشتہ کے ذریعے حکم بھیجتے رہتے ہیں کہ ان کو فلاں باتوں کے کرنے کے لیے کہو اور فلاں باتوں سے رُکنے کی ہدایت کرو۔ ان رسولوں کو ایسی نشانیاں عطا کیں اور کتابیں بھی دیں جن سے ان کے پہچاننے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اگر تمہیں یہ بات معلوم نہیں تو جو دُنیا میں اصل حالات جاننے والے اور سمجھنے والے موجود ہیں۔ ان سے پوچھ کر اپنی تسلی کر لو۔ کیونکہ نہ جاننے والوں کے لیے اس کے سوا اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے کہ وہ واقف کار لوگوں سے پوچھیں اور ان کے کہنے کے مطابق چلیں۔ یہاں سے صاف معلوم ہو گیا کہ دُنیا میں ایک سے ایک زیادہ سمجھ دار زندگی کے ہر شعبہ میں موجود رہے گا۔ ناسمجھ اور نادان اپنی مشکلات ان کے ذریعے حل کر سکتے ہیں۔

آخری رسول اور قرآن

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ
اور اتارا ہم نے تیری طرف یہ ذکر تاکہ بیان کردے تو
لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ
لوگوں کے سامنے جو اتارا گیا ان کی طرف اور تاکہ وہ
يَتَفَكَّرُوْنَ (۴۴)
فکر کریں

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ
اور ہم نے تجھ پر یہ یادداشت اتاری تاکہ تو
لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ
لوگوں کے سامنے کھول دے وہ چیز جو ان کے واسطے اتری
يَتَفَكَّرُوْنَ (۴۴)
اور تاکہ وہ غور کریں

النصف

ذِکْرٌ (یادداشت) ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں نیز ایسی باتیں اور ہدایتیں جو ایک جگہ لکھ لی جائیں اور جن کے دیکھنے سے پچھلی باتیں یاد آجائیں یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے جو ان تمام اچھی باتوں کو یاد دلاتا ہے جو پہلے لوگوں کو سمجھائی گئی ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اسی سلسلہ کی آخری کڑی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں آخری کتاب یعنی قرآن مجید دے کر ہم نے دنیا میں بھیجا تاکہ رسولوں کے ذریعے انسان کی ہدایت کرنے کا جو کام شروع ہوا تھا۔ اس کی تکمیل ہو جائے اب اے رسول تیرا کام یہ ہے کہ اس آخری کتاب کو جو قیامت تک تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجی گئی ہے اور جس میں پہلی تمام شریعتوں کا خلاصہ اور نچوڑ درج کر دیا گیا ہے۔ لوگوں کو اچھی طرح کھول کھول کر سمجھا دے تاکہ وہ اپنے تمام مشکل مسئلے اس کی بدولت حل کرنے کے قابل ہو جائیں۔

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ قرآن مجید میں وہ تمام اچھی باتیں جو پہلے رسولوں کی کتابوں میں موجود تھیں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں عقل مند لوگ غور کر کے اس کتاب میں سے ہر جگہ اور ہر زمانے میں اپنی تمام مشکلات کا حل ڈھونڈ کر نکال سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقہ بھی اپنی زبانی اور عملی ہدایتوں اور اپنے اقوال و افعال سے واضح کر دیا ہے جس سے ہمیں اپنے مسائل کا حل نکالنے میں آسانی ہو۔ اس لیے حدیث اور اقوال ائمہ مجتہدین و سلف صالحین ہمارے لیے مشعل راہ ہیں جن کے بغیر ہم اپنا کام نہیں کر سکتے۔

غرور کی جڑ

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ

کیا بس نڈر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے داؤ کیے بُرے

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ

کہ دھنسا دیوے اللہ ان کو زمین میں یا

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ

آ جائے ان پر عذاب اس جگہ سے کہ

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾

وہ خبر نہ رکھتے ہوں

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ

سو کیا وہ لوگ جو بُرے داؤ کرتے ہیں نڈر ہو گئے

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ

اس بات سے کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دیوے

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ

یا ان پر عذاب آ پہنچے جہاں سے وہ

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾

خبر نہ رکھتے ہوں

مَكَرُوْا داؤ کیے انہوں نے ، ماضی کا صیغہ ہے م ک ر سے ۔ مکر پہلے کئی جگہ آ چکا ہے اس کے معنی خفیہ داؤ کرنا مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ ایسی تدبیریں سوچیں جن کی بنیاد شرارت اور فساد پر ہو مثلاً یہ کہ اچھے لوگوں کو نہ ابھرنے دیں گے اور سب پر زبردست ہو کر رہیں گے ۔

ارشاد ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ باتیں بنا کر دوسروں پہ دھونس جمانے اور کچھ ہتھیار اور مال پر قبضہ جما بیٹھنے سے ساری خدائی کے تمہیں مالک ہو گئے ۔ کیا تمہیں اس سے ڈر نہیں لگتا کہ زلزلہ آ جائے اور تم زمین میں دھنس جاؤ یا کوئی ایسا عذاب اچانک آ جائے جو تمہارے سان گمان میں بھی نہ ہو ۔ سنو یہ جو تم چھپا چھپا کر خفیہ داؤ کرتے ہو اور ہر آئندہ مصیبت سے اپنے زعم میں بچاؤ کا سامان کر رکھتے ہو کیا یہ تمہیں ہر آفت سے بچا سکتا ہے ۔ اگر اس خیال میں ہو تو ہوش کی دوا کرو ۔ اللہ عزوجل کے ہاں ایسے بے شمار داؤ کرتب تیار ہیں کہ تمہارے وہم میں بھی نہیں آئے اور وہ اس جگہ سے تم پہ عذاب بھیج سکتا ہے جہاں سے تمہیں عذاب کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا ۔ وہ تمہیں ڈھیل دیئے ہوتے ہے تو اس سے دھوکا مت کھاؤ یہ اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ اپنے نادان بندوں کو سوچنے سمجھنے کا موقعہ دے رکھا ہے اور ان کو فوراً سزا نہیں دیتا ۔ ورنہ اگر انہوں نے ڈھٹائی اختیار کی تو اسے عذاب بھیجتے کیا دیر لگتی ہے ۔ معاذ اللہ !

عذاب کی صورتیں

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ
یا پکڑلے ان کو ان کے چلنے پھرنے میں پس نہیں وہ
بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى
عاجز کرنے والے یا پکڑلے ان کو ذرا
تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ
ڈرا کر پس تحقیق تمہارا رب البتہ نرم ہے
رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾
مہربان

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ
یا ان کو چلتے پھرتے پکڑلے سو وہ
بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى
عاجز کرنے والے نہیں یا ان کو ڈرانے کے بعد
تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ
پکڑلے سو تمہارا رب نرم ہے
رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾
مہربان

تَقَلُّبٌ (چلنا پھرنا) یہ ق۔ل۔ب سے بنا ہے قلب کے معنی بدل دینے کے ہیں۔ تَقَلُّبٌ جگہ بدلنا، چلنا، پھرنا
تَخَوُّفٌ (ڈرنا) خ۔و۔ف سے بنا ہے خَوْفٌ کے معنی ڈرنا تَخَوُّفٌ کے بھی یہی معنی ہیں۔ مگر اس میں رفتہ رفتہ کا مفہوم آ گیا ہے۔

اس آیت میں ذکر ہے کہ جب تم اپنے کاروبار میں بے پروائی سے لگے ہوئے ہو اور بے فکری سے چل رہے ہو، ایسی حالت میں ممکن ہے کہ اللہ عزوجل کا عذاب اچانک تمہیں آ پکڑے۔ کیوں کہ تم میں کوئی طاقت نہیں کہ اللہ عزوجل پر پابندی لگاؤ۔ اور اسے عذاب دینے سے زبردستی روک سکو۔ یا وہ ایسا کرے کہ سسکا سسکا کر اور سہما سہما کر رفتہ رفتہ تمہیں ختم کر دے اور تم دیکھتے ہی رہ جاؤ۔ کہ ہماری حالت دن بدن تباہ ہوتی چلی جا رہی ہے لیکن کچھ تدارک نہ کر سکو۔ جیسا کہ بعض موذی امراض ٹی۔بی وغیرہ میں دیکھا جاتا ہے۔ یا بعض دفعہ آمدنی گھٹنی شروع ہو جاتی ہے اور کچھ بنائے نہیں بنتی۔ آخر گھٹتے گھٹتے ایک دن صفر رہ جاتی ہے اور آدمی ایسی حالت میں جیتا ہے جو موت سے بھی بدتر ہے۔

یاد رکھو کہ اللہ عزوجل یہ سب کچھ کر سکتا ہے اور تمہارے لچھن ہیں بھی ایسے ہی کہ تم کو اچانک یا گھلا گھلا کر تباہ کر دیا جائے مگر اللہ عزوجل اپنے بندوں پر بڑا شفیق اور مہربان ہے اس کی شفقت اور مہربانی عذاب کے آڑے آجاتی ہے۔

کائنات کا مطالعہ

اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ
کیا نہیں دیکھا انہوں نے طرف اس کے جو پیدا کی اللہ نے کوئی
شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ
چیز ڈھلتے ہیں اس کے سائے دائیں سے
وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ
اور بائیں سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو اور وہ
دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾
عاجزی کرنے والے ہیں

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ
کیا وہ نہیں دیکھتے جو اللہ نے پیدا کی ہے
شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ
کوئی چیز ڈھلتے ہیں اس کے سائے دائیں طرف سے
وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ
اور بائیں طرف سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے اور
دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾
وہ عاجزی کرتے ہیں

يَتَفَيَّؤُا (ڈھلتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جو فَیْءٌ سے بنا ہے فَیْءٌ ڈھلتے ہوئے سایہ کو کہتے ہیں جو دوپہر کے بعد ہوتا ہے۔

ظِلٰلُهٗ (سائے اس کے) ظِلٌّ کی جمع ہے ظلّ اس سایہ کو کہتے ہیں جو دوپہر سے پہلے ہوتا ہے دوپہر کے بعد یہی سایہ فَیْءٌ ہو جاتا ہے

دَاخِرُوْنَ (ذلیل، تابع) داخر کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے د۔خ۔ر سے۔ دخر کے معنی بے بس ہو کر کسی کے کہنے پر چلنا اس کے ہم معنی لفظ صَاغِرُوْنَ ہے جو سورۃ التوبہ میں گذر چکا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے غافلو! سایہ دار چیز کو کبھی دیکھا ہے۔ صبح کو ہر چیز کا سایہ پیدا ہوتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے دوپہر کو قائم ہو جاتا ہے۔ زوال کے بعد ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ ان سب حالتوں میں زمین پر پڑا رہتا ہے۔ اور کبھی ادھر ادھر جھکتا ہے۔ کبھی ادھر مائل ہو جاتا ہے۔ پیشانی ہر وقت اللہ کے سامنے ٹکی رہتی ہے۔ کیا یہ انہیں اس بات کے سمجھانے کے لیے کافی نہیں کہ وہ بھی اللہ کے قانون سے ذرہ بھر نہیں مڑتا پھر خود وہ چیزیں جن کا سایہ اللہ کی اطاعت میں سر بسجود ہے اللہ عزوجل کے سامنے بے بس ہے اور اس قانون سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں سرک سکتیں جو اس نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے کیا یہ ذلت اور عاجزی اللہ عزوجل قادر و توانا کے وجود کی دلیل نہیں ہے؟ چیزوں کو دیکھ کر فقط یہی نتیجہ نکالنا کہ یہ ہمارے کھانے کی ہے۔ یہ ہمارے رہنے کی ہے یہ ہماری خدمت کرنے کے لیے ہے، ہماری بے وقوفی ہے ان کو دیکھ کر اللہ عزوجل کو پہچاننا ہے۔

اللہ کی حکومت

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
اور اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو
فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ
زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ
نہیں بڑے بنتے ڈرتے ہیں اپنے رب سے
مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع
اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم دیئے جاتے ہیں

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
اور اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو
فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ
زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتوں سے اور وہ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ
تکبّر نہیں کرتے اپنے اوپر سے اپنے رب کا
مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع
ڈر رکھتے ہیں اور جو حکم پاتے ہیں کرتے ہیں

السجدۃ ۳ ع ۱۲ ۶

دَآبَّةٌ: (چلنے والا) یہ لفظ سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے جو جاندار چیز زمین پر چلتی پھرتی ہے وہ دَآبَّۃٌ ہے۔

ارشاد ہے کہ آسمانوں کی ہر چیز خواہ کیسی ہی شاندار نظر آئے اور ایسی ہی زمین کی ہر جاندار چیز اللہ عزوجل کے آگے سربسجود ہے اور جب جاندار ہی جھک گئے تو بے جان کا کہنا ہی کیا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم سے سر پھیر سکے۔ نیز وہ شاندار مخلوق جنہیں فرشتے کہتے ہیں۔ باوجود طاقت اور مرتبہ والے ہونے کے اللہ عزوجل کے آگے عاجزی کے ساتھ سر سجدہ میں رکھے ہوئے ہیں۔

وہ جانتے ہیں کہ ہماری ساری قوت اور عزت اللہ عزوجل کی عطا کی ہوئی ہے ہم اس کے سامنے بالکل عاجز ہیں اور بغیر اس کے حکم اور اس کی اجازت کے کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے دل میں اپنی بڑائی کا خیال تک نہیں آتا۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہم سب سے اوپر ہمارا رب اللہ عزوجل ہے اور ہم سب اس کے نیچے اس کے حکم کے مطابق اپنے اپنے مقررہ کام انجام دیتے ہیں۔ اس لیے ہمارا منصب سوا اس کے کچھ نہیں کہ اس کی بندگی کریں اور جو وہ حکم دے بسر و چشم بجا لائیں چنانچہ وہ وہی کرتے ہیں جو حکم ہوتا ہے۔ یہ سجدہ کی آیتیں ہیں یعنی ان دو آیتوں کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے۔

شرک غلط ہے

وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ
اور کہا اللہ نے مت اختیار کرو معبود
اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ
دو بات یہی ہے کہ وہ معبود ایک ہی ہے
فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَ لَهٗ مَا
پس مجھی سے ڈرو اور اسی کا ہے جو کچھ ہے
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ
آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کے لیے عبادت ہے
وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾
ہمیشہ کیا پس غیر اللہ سے ڈرتے ہو

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور اللہ نے کہا کہ دو معبود مت بناؤ معبود وہ ایک ہی ہے سو مجھ ہی سے ڈرو اور جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اسی کا ہے اور عبادت ہمیشہ اسی کے لیے ہے سو کیا اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے ہو

اِرْهَبُوْنَ (ڈرو مجھ سے) اِرْهَبُوْا امر کا صیغہ ہے رہ ۔ب سے رھب کے معنی ڈرنا جس کے ساتھ دل میں کپکپی، بےچینی بھی ہو۔ اس کے بعد نون زائد ہے۔ نون کے بعد ی ہے جس کے معنی مجھ سے ہیں۔ وقف کی وجہ سے ی گر پڑی۔

وَاصِبٌ (ہمیشہ) یہ اسم فاعل ہے و ص ب سے جس کے معنی دوام کے ہیں۔ اس لیے واصب کے معنی دائم کے ہیں۔

انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ بہکانے سے بہک جاتا ہے۔ اس لیے اس کو سیدھا راستہ بتانے کی ضرورت ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کی فطرت کا خیال کر کے اپنا رسول اور اپنی کتاب دونوں اس کے پاس بھیجے۔ اور فرمایا کہ دیکھو دو معبود کبھی مت بنانا حقیقت یہی ہے کہ معبود ایک ہی ہے اور ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ میں ہوں۔ سو اس لیے میرے خوف سے کانپتے رہو۔ سنو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ اللہ کا ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ تابعداری ہمیشہ اسی کی لازم ہے جب سارے کے سارے اس کے آگے بےبس ہیں تو کسی کی کیا مجال کہ بغیر اس کے حکم کے کسی کو نفع یا ضرر پہنچا سکے پھر کسی اور سے ڈرنے کے کیا معنی؟

منعم حقیقی

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا

اور جو تمہارے پاس نعمت ہے سو اللہ کی طرف سے ہے پھر جب

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾

پہنچتی ہے تمہیں سختی تو اسی کے آگے چیختے ہو

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا

پھر جب کھول دے سختی تم سے ناگاہ

فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾

ایک گروہ تم میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک کرتا ہے

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ

تاکہ انکار کریں اس کا جو ہم نے انہیں دیا سو مزے اڑا لو

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

پس عنقریب جان لوگے

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا

اور تمہارے پاس جو کچھ نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے پھر

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾

جب تمہیں سختی پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا

پھر جب تم سے سختی کھول دیتا ہے تو اسی وقت تم میں

فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾

سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتا ہے

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ

تاکہ اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی منکر ہو جائیں

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

سو مزے اڑا لو آخر معلوم کر لو گے

تَجْـَٔرُوْنَ (فریاد کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے ج۔ء۔ر سے جُؤَارٌ گائے کے سخت آواز نکالنے یا ڈکرانے کو کہتے ہیں جس سے اس کی حاجت معلوم ہوتی ہے۔ ارشاد ہے کہ ہر نعمت جو تمہیں ملی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے بعض دفعہ کسی چیز سے سخت تکلیف پہنچتی ہے اور اس حالت میں لوگ سب کچھ بھول کر اللہ ہی کو پکارتے ہیں انجام کار وہی اس تکلیف کو دور کرتا ہے تھوڑی ہی دیر میں لوگ اللہ کو بھول بھال جاتے ہیں اور دوسروں کو اپنا مشکل کشا سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہوئے۔ کہ وہ اللہ عزوجل کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور جو چیزیں سامنے دکھائی دیتی ہیں۔ انہیں اپنا داتا اور مددگار سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خود اپنی بے بسی اور اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کی گواہی دے رہی ہیں۔ ایسی حالت میں اس ناشکری کا بدلہ دے سکتا تھا۔ لیکن وہ حلیم اور بردبار ہے جلدی گرفت نہیں کرتا۔ اس لیے تمہیں برابر موقع دیئے جاتا ہے۔ کہ اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے جاؤ۔ آخر ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ مہلت ختم ہو جائے گی۔ اس دن انسان کو معلوم ہو گا۔ کہ وہ کس قدر حماقت میں مبتلا تھا؛

بے انصافی

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا

اور مقرر کرتے ہیں اس کے لیے جسے نہیں جانتے حصّہ

مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا

اس سے جو دیا ہم نے انہیں قسم اللہ کی البتہ پوچھے جاؤ گے تم اس سے جو

كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ

تھے تم جھوٹ گھڑتے اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لیے

الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا

بیٹیاں وہ تو اس سے پاک ہے اور اپنے لیے جو

يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾

وہ چاہیں

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا

اور ایک حصّہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے ان کے لیے

مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا

ٹھہراتے ہیں جن کی وہ خبر نہیں رکھتے اللہ کی قسم تم سے پوچھنا ہے جو تم

كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ

بہتان باندھتے ہو اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے

الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا

لیے بیٹیاں وہ اس سے پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو ان

يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾

کا دل چاہتا ہے

يَشْتَهُوْنَ: چاہتے ہیں مضارع کا صیغہ ہے اِشْتِهَاءٌ سے جو ش ہ و سے بنا ہے شَهْوَةٌ کے معنی خواہش جیسے ہم شہوت لمبی ت سے لکھتے ہیں اور فقط جنسی خواہش کے لیے استعمال کرتے ہیں حالانکہ عربی میں ہر خواہش شہوت ہے۔ اشتہا کے معنی دل چاہنا۔

قرآن مجید سکھاتا ہے کہ بتوں کے لیے نذر نیاز چڑھاوے چھوڑو تمہیں جو کچھ ملتا ہے اللہ کی طرف سے ملتا ہے زراعت مویشی تجارت سب اسی کی دین ہے پھر اس کی پیداوار میں سے بتوں کا حصہ کیوں نکالتے ہو اس آیت میں یہی بیان ہے فرماتے ہیں کہ یہ کافر لوگ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے بتوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں یہ سخت بے انصافی ہے یہ جھوٹ موٹ کے معبود جو تم نے گھڑ رکھے ہیں اس کی بابت تم سے ایک وقت سوال ہوگا کہ یہ کہاں سے آئے شیطان نے تمہیں بہکا رکھا ہے اور تم اللہ عزوجل کو منہ سے تو مانتے ہو لیکن تمہارا دل اسے کچھ اہمیت نہیں دیتا اور نہ اس کی صفتوں کو تم اچھی طرح پہچانتے ہو سنو! وہ اولاد سے پاک ہے تم اس کے لیے اولاد مقرر کرتے ہو اور وہ بھی بیٹیاں۔ توبہ کرو اللہ کو اس کی حاجت نہیں۔ وہ محتاجی سے بالاتر ہے اور پھر طرّہ یہ کہ اپنے لیے اچھی سے اچھی چیز پسند کرتے ہو اور ہمیشہ بیٹا مانگتے ہو اور گری پڑی نکمی چیزوں کو اللہ سے نسبت دیتے ہو۔

لڑکیوں سے نفرت

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ
اور جب خوشخبری دی جائے کسی کو ان میں سے لڑکی کی دن بھر رہے
وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾
منہ اس کا سیاہ اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا ہے
يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا
چھپتا پھرے لوگوں سے برائی سے اس کی کہ
بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ
خوشخبری دیا گیا وہ جس کی کہ کیا رکھے اس کو رسوائی کے ساتھ
اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ
یا دبادے اس کو مٹی میں خبردار بُرا ہے
مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾
جو وہ فیصلہ کرتے ہیں

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ
اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری ملے تو سارا دن
وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾
اس کا منہ سیاہ رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے
يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا
اور اس خوشخبری کی برائی کے مارے جو اس نے لوگوں سے سُنی
بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ
چھپتا پھرے کیا اس کو ذلت قبول کر کے زندہ رہنے
اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ
دے یا اس کو مٹی میں دبا دے خبردار بُرا
مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾
فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں

مُسْوَدًّا (سیاہ) اسم فاعل ہے اِسْوِدَادٌ سے جس کا مادہ س۔و۔د ہے۔ سَوَادٌ کے معنی سیاہی کے ہیں۔ اسوداد کے معنی سیاہ ہو جانے کے ہیں۔ كَظِيْمٌ (غم چھپائے) یہ صفت کا صیغہ ہے ک۔ظ۔م سے (دم گھونٹے ہوتے) يَتَوَارٰى (چھپتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے تَوَارِی سے جو و۔ر۔ی سے بنا ہے وَرِیٌ کے معنی پوشیدگی کے ہیں تَوَارِی چھپنا۔

ارشاد ہے کہ جب کسی کو کوئی آکر یہ خوشخبری سناتا ہے کہ تیرے لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے چہرہ مارے غم کے کالا سیاہ ہو جاتا ہے وہ اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اسے زندہ رہنے دوں اور عمر بھر ذلت و رسوائی اور طعنے برداشت کروں یا اس کو زمین میں گاڑ دوں تاکہ زندگی میں رسوائی کا منہ نہ دیکھنا پڑے اپنی تو بیٹی کے معاملے میں یہ حالت ہے اور اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ خوب سن لو یہ ان کی دھاندلی ہے۔٭

لفظی تصویر

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ
ان لوگوں کی جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر صورت حالات
السَّوْءِ ۚ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَ هُوَ
بُری ہے اور اللہ کے لیے شان ہے سب سے بلند اور وہ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع
زبردست ہے حکمت والا

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ
جو آخرت کو نہیں مانتے ان کی مثال
السَّوْءِ ۚ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَ هُوَ
بُری ہے اور اللہ کی مثال سب سے اوپر ہے اور وہی
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع ۱۰
زبردست ہے حکمت والا

ان آیتوں میں مشرکوں کے حالات جو بیان کیے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے جو منعم حقیقی ہے۔ ناشکر گزار اور نافرمان بندے ہیں۔ اس کے قابو سے باہر تو وہ ہو ہی نہیں سکتے اور اتنی بات وہ بھی جانتے ہیں چنانچہ مصیبت میں اسی کو پکارتے ہیں۔ لیکن جب مصیبت دور ہو جاتی ہے تو اسے بھول جاتے ہیں اور بتوں وغیرہ کی نذر نیاز اس کی دی ہوئی روزی میں سے نکالتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ لوگ خود غرض ہیں۔ اچھی اچھی چیزیں آپ لینا چاہتے ہیں۔ اور بُری چیزیں اللہ عزوجل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے ہیں۔ اور ان کے ہاں اگر بیٹی ہو تو اسے اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ ان کے اوصاف کا یہ بیان ان کی لفظی تصویر ہے۔ اور اس سے ان کی یہ شکل ذہن میں آتی ہے۔ نافرمان غلام، آقا کو (معاذ اللہ) بھولا بھالا سمجھنے والا پرلے درجے کا خود غرض ہے۔

ان کی خرابی کی اصل جڑ یہ ہے کہ یہ آخرت کو نہیں مانتے۔ ایسے لوگوں کے حالات سُن کر سوا ان کی برائی کے اور کوئی چیز ذہن میں نہیں جمتی۔ یہ تصویر نری بُرائی دکھاتی ہے۔ کیوں کہ ان میں اچھی صفتیں ہیں ہی نہیں جو بیان کی جائیں۔ برخلاف اس کے اللہ عزوجل کی صفات پر غور کرو۔ ان سے ان کا سب سے بڑا اور عظیم الشان ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کا تصوّر ذہن میں یہ آتا ہے کہ وہ سب سے زبردست اور ساری حقیقت سے واقف ہے ؎

دُنیا میں مہلت

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ
اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے
مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ
نہ چھوڑے زمین پر کوئی چلنے والا اور لیکن
يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا
مہلت دیتا ہے ان کو ایک وقت تک جو مقرر ہے پس جب
جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
آجائے گا ان کا وقت نہ پیچھے ہٹیں گے ایک گھڑی
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾
اور نہ آگے بڑھیں گے

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ
اور اگر اللہ لوگوں کو ان کی بے انصافی پر پکڑے تو زمین
مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ
پر ایک چلنے والا نہ چھوڑے لیکن ان کو
يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا
ایک وقت موعود تک ڈھیل دیتا ہے پھر جب
جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
ان کا وعدہ آپہنچے گا نہ ایک گھڑی پیچھے سرک
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾
سکیں گے اور نہ آگے

ارشاد ہے کہ تم لوگوں کی ہٹ دھرمی، خود غرضی، گستاخانہ روش تو یہی چاہتی ہے کہ تمہاری ہستی سے زمین کو پاک کر دیا جائے اور تمہیں حرف غلط کی طرح یک قلم مٹا دیا جائے یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے جو عرب سے باہر کی دنیا میں رہتے ہیں۔ تم سب کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ تم میں زیادہ لوگ بُرے ہیں اور تھوڑے سے اچھے، تم تقریباً سب کے سب ظالم ہو۔ اب اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بدمعاشی اور ظلم کے بدلے تمہیں ہلاک کر دے تو دُنیا بسے کس طرح۔ نیک لوگ پہلے ہی دُنیا سے بیزار اور آخرت کے طلبگار ہیں ان کی یہاں طبیعت ہی نہیں لگتی اور ساری جاندار چیزیں انسان کے لیے پیدا کی گئی ہیں جب وہی نہ رہا تو یہ رہ کر کیا کریں گی غرض ظالموں کے تباہ ہوتے ہی ساری زمین جانداروں سے خالی ہو جائے گی لیکن اللہ عزوجل علیم و حکیم ہے۔ اس نے اپنے علم و حکمت کی رو سے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کو ایک مقررہ وقت تک قائم رکھنا ہے تاکہ بروں میں سے اچھے نکلتے اور چھٹتے رہیں۔ اس لیے اس وقت تک کے لیے انسان کو باوجود شرارت کے باقی رکھنا ضرور ہے تاکہ جس کو اچھا بننا ہو بن جائے جب وقت مقررہ آپہنچے گا سب وقت پر فنا ہو جائیں گے نہ ایک گھڑی آگے نہ پیچھے ؏

عجیب منطق

وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَ
اور کردیتے ہیں اللہ کے لیے وہ جو خود ناپسند کرتے ہیں اور
تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ
کہتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ
لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ
ان کے لیے خوبی ہے قطعی ہوگیا کہ ان کے لیے
النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ (۶۲)
آگ ہے اور یہ کہ وہ بڑھائے جارہے ہیں

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَ
اور کردیتے ہیں اللہ کے واسطے جس کو اپنا جی نہ چاہے اور
تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ
ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں۔ کہ ان کے
لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ
واسطے خوبی ہے ثابت ہوگیا کہ ان کے لیے
النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ (۶۲)
آگ ہے اور وہ بڑھائے جارہے ہیں

لَا جَرَمَ (نہیں ردّ اس کا) یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے لا کے معنی نہیں جرم کاٹ یعنی اس کی کاٹ نہیں یہ قطعی ہے۔

مُفْرَطُوْنَ (آگے کیے جا رہے ہیں) اسم مفعول مُفْرَطٌ کی جمع ہے جو افراط سے بنا ہے اور جس کا مادہ ف۔ ر۔ ط ہے۔ فَرْطٌ کے معنی آگے بڑھنا اِفْرَاطٌ حد سے آگے بڑھانا تیزی سے دھکیلنا یعنی یہ لوگ آگ کی طرف تیزی سے دھکیلے جا رہے ہیں۔

فرمایا کہ اللہ کی بابت غلط بیانی ظلم ہے لیکن اکثر آدمی اسی میں مبتلا ہیں۔ ان کو ایک مقررہ وقت تک مہلت ہے کہ وہ اپنے آپ کو درست کرلیں۔ اور یہ اللہ کی رحمت کا تقاضا ہے۔ یہ لوگ بُری باتیں تو اللہ عزّوجل کے سر تھوپتے ہیں اور خود اپنی زبان سے بکتے پھرتے ہیں۔ کہ اچھی چیزیں تو ہماری ہیں اور ہم ان کے مستحق ہیں۔ یہ ان کی سراسر جھوٹ اور گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ ایسی باتیں ان کو قطعی طور پر دوزخ کا مستحق بنا رہی ہیں۔

قرآن مجید کی ان آیتوں کو سُن کر کون عقلمند اللہ کے نام وہ صفتیں یا کام لگائے گا جو اس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ وہ ہمیشہ اسے انہیں ناموں اور صفتوں والا مانتا رہے گا۔ جو قرآن مجید نے بتائی ہیں ✦

سمجھ کا پھیر

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ
قسم اللہ کی البتہ تحقیق ہم نے بھیجے رسول طرف امتوں کے
مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
تجھ سے پہلے پس مزین کیے ان کے لیے شیطان نے
اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ
ان کے اعمال پس وہی ان کا رفیق ہے آج کے دن
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾
اور ان کے لیے عذاب ہے درد ناک

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ
قسم اللہ کی ہم نے تجھ سے پہلے مختلف فرقوں میں
مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
رسول بھیجے پھر شیطان نے انہیں ان کے کام اچھے
اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ
کر کے دکھائے سو آج وہی ان کا رفیق ہے
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾
اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے

اس آیت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے ارشاد ہے کہ دنیا میں ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے کہ انسان شیطان کے داؤ میں پھنس جاتا ہے اور ہمارے رسولوں کے کہنے کو خاطر میں نہیں لاتا بہت سے لوگ اپنے بُرے کاموں ہی کو اچھا سمجھتے رہیں گے یہاں تک کہ آخر میں ان کی شامت اعمال انہیں ہر طرف سے گھیر لے گی اور وہ عذاب میں مبتلا ہو کر دنیا سے غارت ہو جائیں گے اور آخرت میں دائمی عذاب کے اندر پھنس جائیں گے۔ اللہ اپنی قسم کھا کر اپنے رسول سے کہہ رہا ہے۔ کہ تجھ سے پہلے ہم نے مختلف امتوں میں رسول بھیجے اور انہوں نے ان کے سمجھانے میں کسر نہیں رکھی لیکن شیطان نے کہا۔ واہ جی کیا ان کے کہنے سے دنیا کے مزے کھیل تماشے چھوڑ دو گے۔ دیکھو کیسے کیسے تفریح کے سامان تمہارے سامنے موجود ہیں تم نے ان سے کام نہ لیا۔ تو دوسرے ان پر اپنا قبضہ جما لیں گے اور تم منہ دیکھتے رہ جاؤ گے۔ تم اپنے ساتھیوں سے مل کر گل چھرّے اڑاؤ۔

وہ لوگ تو شیطان کے بہکانے میں آ کر اپنے ان کرتوتوں کی وجہ سے برباد ہوئے لیکن بد معاشوں کا آج بھی وہی رویّہ ہے وہی اکڑ، وہی ضد، وہی شیطانی وسوسے اپنا کام آج بھی بدستور کر رہے ہیں اور لا محالہ ان کا بھی وہی حشر ہو گا جو ان کا ہوا یہ دونوں جگہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے اور یہ عذاب انہی کے اعمال کا نتیجہ ہو گا :.

نزول قرآن

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ

اور نہیں اتاری ہم نے تجھ پر یہ کتاب مگر اس لیے کہ تو واضح کر دے

لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لا وَ هُدًى

ان پر وہ چیز کہ اختلاف کر رہے ہیں وہ اس میں اور ہدایت

وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۶۴)

اور رحمت واسطے ان لوگوں کے جو ایمان لائے

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ

اور ہم نے تجھ پر کتاب اسی واسطے اتاری کہ تو ان کو وہ

لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لا وَ هُدًى

چیز کہ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں کھول کر سنا دے اور تاکہ

وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۶۴)

ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہو

انسان نے جب سے سوچنا شروع کیا۔ اس کے سامنے برابر یہ سوال آتا رہا ہے کہ اس سارے عالم کا بنانے والا کون ہے' ان تمام چیزوں کو اس کے اندر قرینے سے کس نے سجایا اور اس کا مربّی اور محافظ کون ہے انسان کو کس نے پیدا کیا۔ اسے سمجھ بوجھ کس نے عنایت کی۔ اسے کون مارتا ہے' مرنے کے بعد یہ کہاں جاتا ہے' قانون اور قاعدے کس نے بنائے ہیں حکم کس کا چلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ عزوجل نے دُنیا میں اپنے رسول بھیجے اور ان کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دو کہ اس عالم کو بنانے والا اس کی تربیت اور حفاظت کرنے والا فقط میں ہوں اور میرا ہی یہاں حکم چلتا ہے اور میری صفتیں یہ ہیں' اس لیے مجھے مانو' میری عبادت کرو اور کسی کو میرے ساتھ شریک مت ٹھیراؤ۔

اس آیت میں بیان ہے کہ سب سے آخر میں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا اور تجھ پر کتاب اتاری جس کا نام قرآن مجید ہے۔ اس کے نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ جن باتوں میں لوگوں کا اختلاف چلا آرہا ہے اور باوجود پہلے رسولوں کے سمجھانے کے شیطان نے اپنا اثر ڈال کر اس کو دفع نہ ہونے دیا۔ ان کا قطعی اور دوٹوک جواب دے دیا جائے اور جھگڑے کی جڑ ہمیشہ کے لیے کاٹ دی جائے۔ اب اگر اکثر لوگ پھر بھی نہ مانیں تو تجھے کڑھنے اور رنج کرنے کی ضرورت نہیں جو لوگ اس کتاب کے فیصلے سنیں گے اور ان کو دل سے مانیں گے ان کے لیے یہ کتاب ہدایت کا سرچشمہ ثابت ہوگی اور وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ آرام و آسایش سے زندگی بسر کریں گے ؛

رحمت کا نمونہ

وَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا
اور اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد تحقیق اس کے اندر
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع
البتہ نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا
اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس نے زمین کو
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اس میں ان
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ع ۵ ۱۴
لوگوں کے لیے نشانی ہے جو سنتے ہیں

قرآن مجید ان لوگوں کے لیے جو اسے مان لیتے ہیں ہدایت بھی ہے اور سرچشمۂ آرام و راحت بھی۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ وہ انسان کی زندگی کو سارے خرخشوں سے پاک کرتا ہے اور ایسا اطمینان اور سکون دل کو بخشتا ہے۔ جو نہ دولت سے حاصل ہو سکتا ہے اور نہ جاہ و جلال سے اور نہ نام نہاد سائنس اسے مہیّا کر سکتی ہے۔ یہی وہ رحمت اور بخشش ہے، جو سوا قرآن مجید کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارانِ رحمت۔ کہ جس سے خشک کھیتی ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اور مُردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ یہی اس آیت میں بیان ہے کہ قرآن مجید کے اثر کو سمجھنا ہے۔ تو بارانِ رحمت پر غور کرو۔

اللہ عزوجل آسمان سے مینہ برساتا ہے تو مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ سبزہ اور کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ آدمیوں اور جانوروں کے کھانے پینے کا سامان افراط کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان سب کو دیکھ کر ان پہ جو غور کرو گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ قرآن مجید سے بھی اسی طرح مُردہ روحوں میں جان پڑ جاتی ہے۔

دل میں پاک جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ جان بخش ہواؤں کے جھونکے دل اور جان کو ہر وقت تر و تازہ رکھتے ہیں۔ جسم اور جان دونوں میں نشاط کی لہر دوڑ جاتی ہے:۔

رحمت کے اور نمونے

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ
اور تحقیق تمہارے لیے چوپایوں میں البتہ عبرت ہے
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ
پلاتے ہیں ہم تم کو اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے درمیان
فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا
گوبر اور خون کے دودھ صاف ستھرا
سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۶۶)
خوشگوار پینے والوں کے لیے

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ
اور تمہارے واسطے چوپاؤں میں سوچنے کی جگہ ہے
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ
ہم ان کے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو
فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا
کے درمیان سے تمہیں دودھ پلاتے ہیں صاف ستھرا
سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۶۶)
پینے والوں کے لیے خوشگوار

سَآئِغًا خوشگوار۔ اسم فاعل ہے س۔و۔غ سے۔ سَوْغٌ کے معنی کسی چیز کا گلے میں سہولت اور آسانی سے اُتر جانا جس کے لیے لازم ہے کہ مزے دار ہو۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ زمین کی پیداوار کے علاوہ جانوروں سے بھی تمہاری ضرورت کی چیزیں پیدا کیں۔ دیکھو جو کچھ وہ کھاتے ہیں۔ وہ ان کے پیٹ کے اندر جا کر ان کل پرزوں کے ذریعے جو اندر ہی اندر اپنا کام کر رہے ہیں تین چیزوں کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایک حصّہ تو گوبر وغیرہ بن کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حصّہ خون بن کر ان کی زندگی کو برقرار رکھتا ہے۔ ان دونوں کے بیچ میں ایک تیسری چیز بنتی ہے جسے دودھ کہتے ہیں۔ یہ گوبر اور خون کے درمیان ہی بنتا ہے۔ لیکن ان دونوں گندگیوں اور بدمزگیوں سے پاک ہے۔ یہ ایک سنہری، خوشنما، خوش ذائقہ گلے میں باآسانی اُتر جانے والی غذا ہے جسے پینے والے مزے لے لے کر پیتے ہیں اور جو بچ رہتا ہے۔ اس سے مکھن، دہی اور پنیر وغیرہ بناتے ہیں، جو بہت مقوی اور مزیدار غذائیں ہیں اور جو قوت غلّوں، ترکاریوں، پھلوں وغیرہ سے انسان کو نہیں ملتی یا ملتی ہے تو کم ملتی ہے وہ دودھ کے ذریعے مہیا کی جاتی ہے تاکہ انسان کی جسمانی نشو و نما میں کوئی کمی نہ رہے ؛

پینے کی چیزیں

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ
اور میووں میں سے کھجور اور انگور کے
تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا
وہ کہ بناتے ہو تم اس سے نشہ اور روزی
حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
اچھی تحقیق اس میں نشانی ہے
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾
واسطے ان لوگوں کے جو سمجھتے ہیں

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ
اور کھجور کے اور انگور کے میووں میں سے وہ
تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا
کہ بناتے ہو تم اس سے نشہ اور روزی
حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
اچھی اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾
لیے جو سمجھتے ہیں

سَکَر (نشہ) سُکر کے معنی بیہوشی کے ہیں لیکن اس سے مراد وہ شئے ہے جس سے بیہوشی ہو یعنی خمر، شراب

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ تمہارے لیے کھجور اور انگور اور اس جیسے میوے اور پھل پیدا کیے جس میں سے تم اپنی ضرورت اور تفریح کی چیزیں تیار کرتے ہو جن میں سے بعض اچھی ہیں اور بعض بُری۔ مثلاً کھجور اور انگور سے تم شراب بناتے ہو۔ حالانکہ اس میں تمہارے لیے نقصان ہے پھر انہیں میں سے سرکہ چھوہارے کشمش وغیرہ بناتے ہو جو اچھی اور تمہارے کام کی چیزیں ہیں یہ سب چیزیں اللہ عزوجل نے تمہارے لیے بنائی ہیں اور تم کو قوت اور عقل دی ہے کہ تم سوچ سمجھ کر ان میں سے مفید چیزیں لے لو اور نقصان دینے والی چیزوں سے بچو۔

سب سے زیادہ ضروری کام جو تمہیں عقل سے لینا ہے وہ یہ ہے کہ ان سب چیزوں کو دیکھ کر اور ان کے قاعدا اور نظام پر نظر کر کے ان کے بنانے والے کو پہچانو اور اس کے تمام احسانات کا جو اس نے تم پر کیے ہیں شکر ادا کرو اور ان چیزوں کا استعمال اسی طرح کرو جس طرح وہ حکم دے اور ہر اس چیز اور بات سے بچنے کے لیے تیار رہو جس سے وہ اپنے رسول کے ذریعے منع کر دے یقیناً انسان کی عقل اس قابل ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ عزوجل کو پہچان لے ؞

ایک اور نعمت

وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ
اور دل میں ڈالا تیرے رب نے شہد کی مکھی کے کہ
اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ
بنا پہاڑوں میں گھر اور
الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ﴿۶۸﴾
درختوں میں اور اس جگہ جسے لوگ بلند کرتے ہیں
ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ
پھر کھا ہر قسم کے میووں میں سے پھر چل
سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ
اپنے رب کے راستوں میں آسان کیے ہوئے

وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ
اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ
اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ
پہاڑوں میں اور درختوں میں اور جہاں وہ
الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ﴿۶۸﴾
ٹٹیاں باندھتے ہیں گھر بنا لے
ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ
ہر طرح کے میووں میں سے کھا پھر چل اپنے رب کے
سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ
راستوں میں جو صاف پڑے ہیں

یَعۡرِشُوۡنَ : بلند کرتے ہیں۔ اس لفظ کا مادہ ع۔ ر۔ ش ہے۔ عرش کے معنی اونچا اٹھانے یا اونچی اٹھائی ہوئی چیز کے ہیں۔

ذُلُلًا : آسان کیے ہوئے۔ یہ ذَلُوۡلٌ کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے ذ۔ ل۔ ل سے۔ ذُلٌّ کے معنی نرمی، عاجزی اور سہل ہونے کے ہیں۔ ذَلُوۡلٌ کے معنی نرم جس میں کوئی سختی یا دشواری نہ ہو۔ یہ صفت کا صیغہ ہے جو مذکر اور مونث کے لیے یکساں بولا جاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ تیرے رب نے نحل (شہد کی مکھی) کی فطرت میں یہ رکھ دیا ہے کہ وہ ہمیشہ پہاڑوں، اونچے درختوں یا بلند مکانوں اور انگور کی ٹٹیوں پر گھر بنائے اور خوش ذائقہ میٹھے پھلوں اور پھولوں کا رس چوسے اور پھر اپنے بنائے اونچے گھروں میں واپس آجائے۔ اور وہاں سب مل کر عجیب و غریب نظام کے تحت شہد تیار کریں۔ شہد کی مکھی کو اللہ عزوجل نے انسان کے لیے پینے کی ایک نہایت لذیذ اور نفیس چیز تیار کرنے کے کام میں لگا رکھا ہے۔ اس کی باقاعدہ ایک قانون کے مطابق چال ڈھال مل جل کر متفقہ طور پر اپنے کام میں کوشش کرنا نہایت محفوظ گھر کاری گری سے بنانا انسان کے لیے بجائے خود سبق آموز ہے۔

شہد کی پیدائش

يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے ایک پینے کی چیز کہ الگ الگ ہیں

اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ

رنگ اس کے اس میں شفا ہے لوگوں کے لیے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

تحقیق اس کے اندر البتہ نشانی ہے اس قوم کے لیے

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

جو سوچتے ہیں

يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

ان کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کے

اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ

مختلف رنگ ہیں اس سے لوگوں کے مرض اچھے ہوتے ہیں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

اس میں ان لوگوں کے لیے جو دھیان کرتے ہیں

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

نشانی ہے

پچھلی آیتوں میں بتایا گیا ہے۔ کہ شہد کی مکھی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے یہ بات رکھ دی۔ کہ پہاڑوں، بلند درختوں اور اونچی اونچی جگہوں پر اپنے مکان بنائے اور اس میں خاص انتظام کے ساتھ باطمینان ہر جگہ سے پھر پھرا کر آئے جائے۔ یہاں فرمایا کہ جیسے مویشیوں کے اندر دودھ بنتا ہے۔ اسی طرح شہد کی مکھی ہر پھل اور شیرینی سے نفیس حصہ کھا کر شہد بناتی ہے جو ایک نہایت لذیذ اور شیریں چیز ہے اور اس کے کھانے سے آدمیوں کو بہت سی بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ استعمال کرنے والے اس سے فائدے اٹھاتے ہیں اور غور کرنے والے اس میں اللہ عزوجل کی قدرت کی ایک خاص جھلک دیکھتے ہیں اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس کا اقرار کر کے اسی کی فرماں برداری میں مشغول ہو جانا چاہیئے جن لوگوں کی نظر اس کی قدرت کے یہ سب کرشمے دیکھ کر بھی اس تک نہیں پہنچتی۔ بلکہ خود چیزوں ہی تک محدود رہتی ہے۔ اور وہ خود غرضی کے ساتھ ان سے فائدے اٹھانے ہی میں محو ہو جاتے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ ان میں عزوجل کے تمام بندوں کا حق تسلیم کریں خود اپنا ہی پیٹ بھرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے سوا اس کے کیا کہا جائے کہ وہ تنگ نظر، کم ہمت اور انسانیت سے گرے ہوئے ہیں ؞

خود اپنی حالت

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ
اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ ختم کرتا ہے تمہیں
وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ
اور بعض تم میں سے وہ ہیں کہ لوٹایا جاتا ہے طرف نکمی عمر کے
لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ
تاکہ نہ جانے بعد جاننے کے کچھ تحقیق
اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾
اللہ جاننے والا قدرت والا ہے

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ
اور اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر وہ تم کو موت دیتا ہے
وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ
اور تم میں سے کوئی نکمی عمر کو پہنچ جاتا ہے کہ
لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ
سمجھنے کے پیچھے اب کچھ نہ سمجھے تحقیق
اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ ع ۹ ۵ ۱۵
اللہ قدرت والا خبردار ہے

اس آیت میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ وہ خود اپنی حالت پر بھی غور کرے۔ خود اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کے لیے بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ ارشاد ہے کہ تم کو جس نے بنایا وہ اللہ عزوجل ہے۔ بنانے کے بعد بھی وہ تم پر ہر طرح قادر ہے تم اس کے حکم کے تابع ہو۔ اس کے حکم کے باہر جانا تمہارے بس کا نہیں پس تم میں سے جس جس کی عمر ختم ہوتی جائے گی اسے وہ اٹھاتا چلا جائے گا بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو بڑی عمر تک زندہ رہیں گے اور عمر کے اس حصہ تک پہنچ جائیں گے جس میں آدمی نکمّا ہو جاتا ہے۔ اعضاء اچھی طرح کام نہیں کر سکتے۔ سوچنے سمجھنے کی طاقت بھی گھٹ جاتی ہے پڑھا پڑھایا بھولتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ سیکھا تھا اس میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ اس نے جیسا چاہا اسے بنا دیا جیسی چاہی شکل صورت دے دی اسے ہر چیز کا علم ہے۔ اور وہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ جیسے اسے ہر فرد پر قدرت ہے ایسے ہی اسے تمہاری قوموں اور جماعتوں پر بھی پوری طرح قدرت ہے اور ان میں بھی یہی قاعدہ جاری ہے کہ پیدا ہوتی ہیں اور اپنی عمر پوری کر کے ختم ہو جاتی ہیں بعض کمزور اور ناطاقت ہو کر بُرے احوال جھیلتی رہتی ہیں یہ سب اللہ کی قُدرت کی نشانیاں ہیں ؛

غلام اور آقا برابر نہیں

وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ
اور اللہ نے بڑھایا تم میں بعض کو بعض پر
فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا
روزی میں پس نہیں وہ لوگ جو بڑھائے گئے
بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ
دینے والے اپنا رزق انہیں جن کے مالک ہوتے
اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ
ان کے ہاتھ تاکہ وہ اس میں برابر ہوں
اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾
کیا پس اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں

وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ
اور اللہ نے تم میں ایک کو ایک پر روزی میں
فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا
بڑائی دی سو جن کو اللہ نے بڑائی دی وہ
بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ
اپنی روزی ان کو نہیں پہنچا دیتے جن کے مالک ان کے
اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ
ہاتھ ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں
اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾
کیا پس وہ اللہ کی نعمت کے منکر ہیں

رِزْقِ (روزی) یہ لفظ پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے جو چیز انسان کو ملے۔ مال، دولت، صحت، عافیت، علم و ہنر، خوش حالی وغیرہ۔

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے۔ کہ ہر مخلوق کو اللہ کا بندہ اور مملوک مان لینے کے بعد یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ وہ اللہ عزوجل کے برابر کسی طرح بھی ہو سکتے ہیں۔ تم خود سوچو کہ کیا تم خود اپنے غلاموں کو کسی طرح اپنے برابر مان سکتے ہو۔ تم ان سے مال و دولت، قوت، جاہ و جلال میں بڑھے ہوئے ہو۔ کیا وہ تمہارے غلام ہوتے ہوئے تمہارے برابر ہو سکتے ہیں یا تم برضا و رغبت ان کو اپنے مال وغیرہ میں سے اتنا دے سکتے ہو کہ وہ تمہارے برابر ہو جائیں اور پھر غلام کے غلام رہیں۔ کیا تم اس سے اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی مخلوق اللہ کی بندگی اور غلامی سے کبھی نہیں نکل سکتی۔ اتنا مان کر پھر کسی کو اللہ عزوجل کے برابر کیسے ٹھیرا سکتے ہو یہ مرتبوں کا فرق جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان رکھا ہوا ہے۔ یہ اس کی نعمت ہے۔ کیا غضب ہے کہ خود آپ تو اس نعمت کی بدولت اپنے غلاموں سے بڑے بنتے ہو اور اللہ کے غلاموں کو اللہ کے برابر ٹھیراتے ہو۔

اللہ کی نعمت

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا
اور اللہ نے بنائیں تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں
وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ
اور دیئے تم کو تمہاری بیویوں سے بیٹے
وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط
اور پوتے اور عطا کیا تم کو پاکیزہ چیزوں میں سے
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ
پس کیا جھوٹی بات پر ایمان لائیں گے اور اللہ کی نعمت کو
هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾
وہ جھٹلائیں گے

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا
اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ہی قسم سے عورتیں پیدا کیں
وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ
اور تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے
وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط
اور پوتے دیئے اور کھانے کو تمہیں ستھری چیزیں دیں
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ
سو کیا جھوٹی باتیں مانتے اور اللہ کے فضل
هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾
کو نہیں مانتے

حَفَدَةً: پوتے، حافد کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے ح۔ف۔د سے۔ حفد کے معنی خدمت انجام دینے کے لیے آگے بڑھنا۔ دعائے قنوت میں نَحْفِدُ اسی سے فعل مضارع ہے جس کے معنی "ہم دوڑتے ہیں تیری طرف تیرا حکم بجا لانے کو"۔ حافد وہ جو خدمت کے لیے فوراً حاضر ہو جائے۔ اس میں غلام، نوکر، چاکر، رشتہ دار، داماد، پوتے وغیرہ سب آ گئے۔ حَفِيْدٌ کے بھی یہی معنی ہیں اور اس کی جمع بھی یہی ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری ہی نوع میں سے عورت کو پیدا کر دیا تاکہ وہ تمہارا جوڑا بنے اور اس سے بچے پیدا ہوں اور تمہارے گرد تمہارے مددگاروں، رشتہ داروں، اولاد در اولاد کا ڈھیر لگ جائے پھر تمہاری زندگی قائم رکھنے کے لیے کھانے پینے کی صاف ستھری چیزیں بہ کثرت پیدا کیں تاکہ تمہاری زندگی کے سب کام چلتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نوعی اور شخصی زندگی کے قائم رکھنے کا انتظام سوا اللہ عزوجل کے کسی اور نے نہیں کیا تو تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو جس نے تم پر سارے احسان اور انعام کیے۔ اس کو تو بھلا دیا اور جنہوں نے کچھ بھی نہیں کیا اس کی پوجا پاٹ کرنے لگے ناشکری کی انتہا ہے۔

غلط طریقہ

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ
اور عبادت کرتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر ان کی جن کے بس میں نہیں
لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
ان کے لیے رزق آسمانوں سے اور زمین سے
شَيْئًا وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا
کچھ اور نہ وہ قدرت رکھتے ہیں پس مت چسپاں کرو
لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ
اللہ پر پھبتیاں تحقیق اللہ جانتا ہے اور
اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾
تم نہیں جانتے

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ
اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کی روزی
لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
کے آسمانوں اور زمین میں کچھ بھی مختار
شَيْئًا وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا
نہیں اور نہ وہ قدرت رکھتے ہیں پس اللہ پر
لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ
مثالیں مت چسپاں کرو بے شک اللہ جانتا ہے اور
اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾
تم نہیں جانتے

ان آیتوں میں عقل کے دشمنوں یعنی مشرکوں کی بابت بتایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں سے بھرپور فائدے اٹھاتے ہیں اور پھر اس کو اپنا منعم حقیقی نہیں مانتے۔ ان چیزوں کو اس کے برابر ٹھیراتے ہیں جو انہیں کچھ بھی نہیں دے سکتیں۔ وہ نہ آسمان سے مینہ برسا سکتے ہیں۔ تاکہ کھانے کے لیے غلّہ پیدا ہو اور پینے کو پانی ملے۔ نہ زمین ہی سے کچھ اگانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر غیروں سے پیٹھ موڑ لو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ پھر بھی آسمان سے مینہ برستا ہے اور وقت پر زمین سے غلّہ پیدا ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو انسان کے رزق دینے میں کوئی دخل نہ اب ہے اور نہ آئندہ کبھی ہو گا۔ اس لیے تمہیں چاہیئے کہ سب کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف جھکو اور اس کی قدرت کو پہچانو۔ اس کے لیے دُنیا کے بادشاہوں کی مثالیں مت ڈھونڈو۔ یہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ عزوجل ایک بڑے بادشاہ کی طرح ہے اس تک ہماری رسائی بغیر بتوں یا پہنچے ہوئے لوگوں کی وساطت کے نہیں ہو سکتی۔ یہ نادانی کی باتیں ہیں اللہ کی صفتیں وہی ہیں جو اس نے بتا دیں۔ ان کو وہی جانتا ہے تم نہیں جانتے ؎

ایک مثال

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا
بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک غلام دوسرے کی ملک
لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ
نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر اور وہ کہ دیا ہم نے اُسے
مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ
اپنی طرف سے رزق خوب پس وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے
سِرًّا وَّ جَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ
چھپاکر اور کھلم کھلا کہیں برابر ہوتے ہیں یہ یہ خوبی سب
لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۷۵)
اللہ کیلیے ہے۔ پر اکثر ان کے نہیں جانتے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا
اللہ نے ایک مثال بتلائی ایک بندہ پرایا مال ہو کسی چیز پر
لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ
اختیار نہیں رکھتا اور ایک جس کو ہم نے اپنی طرف سے اچھی
مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ
روزی دی سو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے
سِرًّا وَّ جَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ
چھپا کر اور برملا کہیں برابر ہوتے ہیں۔ ساری خوبی اللہ
لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۷۵)
کے لیے ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے

ایک مثال پر غور کرو۔ دیکھو ایک طرف تو ایک ایسا شخص ہے جو ہر طرح دوسرے کا محتاج ہے وہ غلام ہے اور اپنے مالک کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام انجام دے سکتا ہے دوسری طرف ایک ایسا آدمی ہے جو مال اور جاہ کا مالک ہے اور اللہ عزوجل کی عنایت سے اس کے پاس بہت کچھ ہے خرچ کرنے میں اسے کسی اور سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ دن رات چھپا کر اور دکھا کر ہر طرح کھلے بندوں خرچ کرتا ہے کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ اب بتاؤ کہ کیا وہ محتاج غلام اور یہ مالدار آزاد دونوں کسی طرح ایک دوسرے کے برابر ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد پھر اس پر غور کرو کہ اللہ عزوجل ساری خوبیوں کا مالک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں تمام عالم کا مال اور خزانہ اس کے پاس ہے جو چاہے حکم دے اور جو چاہے کرے کیا اس کے برابر دنیا کی کوئی چیز ہو سکتی ہے بڑی سے بڑی خوبیوں والی چیز اس کے سامنے عاجز و لاچار ہے پھر اس کا کوئی شریک اور اس کی خدائی میں کوئی حصہ دار کیسے ہو سکتا ہے یہ نادانی کی انتہا ہے کہ تم ان بے جان مورتوں اور پتھر مٹی کے گھڑے ہوئے بلکہ ان گھڑ بتوں کو اس کا شریک اور مقابل ٹھیراتے ہو اور کہتے ہو کہ ان کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی کام نہیں کر سکتا نعوذ باللہ پھر بھی اکثر لوگ یا تو جانتے ہی نہیں یا جان کر انجان بنتے ہیں۔

ایک اور مثال

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ

اور بیان کی اللہ نے ایک اور مثال دو مرد ہیں ایک ان میں

اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ

گونگا نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر اور وہ بوجھل ہے

عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ

اپنے آقا پر جہاں بھیجے اُسے نہ لائے کوئی بھلائی

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

کیا برابر ہے وہ اور وہ جو حکم کرتا ہے انصاف سے

وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۧ (۷۶)

اور وہ راستہ پر ہے سیدھا

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ

اور اللہ نے ایک دوسری مثال بتائی دو مردوں میں ایک

اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ

گونگا جو کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ بھاری ہے

عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ

اپنے صاحب پر جس طرف اس کو بھیجے کوئی بھلائی کر کے نہ لائے

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

کہیں برابر ہے وہ اور وہ شخص جو انصاف سے حکم کرتا ہے

وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۧ (۷۶) ع ۱۶/۱۶

اور وہ سیدھی راہ پر ہے

كَلٌّ بھاری۔ بوجھل اس کا مادہ ک۔ل۔ل ہے اور یہ اس سے صفت کا صیغہ ہے۔ کلال اس کا مصدر ہے جس کے معنی تکان، بوجھ، ثقل اور بھاری پن کے ہیں۔ مَوْلٰی: مالک، قریبی رشتہ دار، آقا اور مصاحب کو کہتے ہیں۔ کل علی مولاہ: اپنے آقا یا ساتھی پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ ارشاد ہے کہ ایک گونگا اور بہرا آدمی جو نہ سمجھ سوچ سکتا ہے اور نہ ٹھیک طرح کوئی کام کر سکتا ہے ہر طرح اپنے مربّی اور سرپرست پر ایک بوجھ بنا ہوا ہے۔ اگر وہ اس سے کبھی کسی کام کے کرنے کو کہتا بھی ہے تو وہ اسے بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اوّل تو سمجھتا ہی نہیں کہ میرے مالک نے کیا کہا اور اگر کچھ اوٹ پٹانگ سمجھا بھی تو کرتے وقت سٹ پٹا جاتا ہے۔ اور جو کچھ کرتا ہے۔ اس کی بابت یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر کچھ نہ کرتا تو اچھا ہوتا۔ کیا وہ ایسے شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو ہر طرح سے چاق چوبند ہے، اپنے سارے کام خود ہی کرتا ہے اور ہمیشہ سب سے آگے رہتا ہے اور دوسروں کو بھی یہی سکھاتا رہتا ہے کہ دیکھو آپس کے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لو۔ جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو پھر تم نکمّے اپاہجوں کو اللہ عزوجل کے برابر کیسے ٹھیرا سکتے ہو۔

مثالوں کا مطلب

اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنے والے وہی ہوسکتے ہیں جنہوں نے اس کو ٹھیک طور پر نہیں پہچانا۔ اس کی بابت انہوں نے بس یہی خیال قائم کیا کہ وہ ایک زبردست بادشاہ ہے۔ جیسے دنیا میں زبردست بادشاہ ہوتے ہیں۔ وہ اوروں پر حکم چلاتے ہیں۔ لیکن یہ حکم وزیروں، امیروں اور مقرب درباریوں کے واسطے سے چلتا ہے۔ ان کے دربار میں اسی کی رسائی ہوسکتی ہے جس کی سفارش ان میں سے کوئی کردے۔

عرب کے مشرک اللہ عزوجل کے لیے دُنیا کے بادشاہوں کی مثال دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تو بتوں کی پوجا اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہماری سفارش کرکے اللہ کے دربار میں ہمیں پہنچا دیں اور ہم اس کے قریب ہو جائیں۔

اس کے بعد فرمایا۔ کہ مخلوقات کے اندر ایک دوسرے کی مثال مل سکتی ہے۔ اور وہ مثال اس کی حقیقت کو واضح کرسکتی ہے۔ لیکن خالق اور مخلوق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کے حالات دوسروں پر چسپاں نہیں ہوسکتے۔ تم انسانوں ہی کے اندر دیکھو۔ کہ ایک مفلس، قلاش، دوسرے کا غلام، ایک مال دار صاحب مقدور اور آزاد شخص کے برابر نہیں ہوسکتا اور نہ ایک معذور، اپاہج۔ ایک تندرست و توانا کی ہمسری کرسکتا ہے۔ اس سے تمہیں دو باتیں سمجھنی چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ جب مخلوقات کے مرتبوں میں برابری نہیں۔ قوت اقتدار اور دیگر حالات کے لحاظ سے باہم فرق ہوتا ہے تو اللہ عزوجل تو پورے اقتدار کا مالک ہے۔ اس سے زیادہ قوت والا کوئی نہیں ہے اور نہ کسی اور کی صفتیں اس کی صفتوں کے برابر ہوسکتی ہیں۔ اس لیے کوئی اس کا شریک اور برابر والا کیسے ہوسکتا ہے۔ دوسرے ایک اور بات بھی سمجھنی چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ان بتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ بت تو گونگے بہرے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سیدھے راستے پر چلنے والے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کرنے والے۔ کیا یہ انتہائی غلطی نہ ہوگی۔ کہ ایک ٹنڈ منڈ، بے جان، عاجز و ناچار کے آگے تو بے کار سر جھکایا جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں تک سننے سے انکار کر دیا جائے اگر تم نے ان مثالوں سے فرق مراتب سمجھ لیا ہے تو اللہ عزوجل کو معبود یکتا اور اس کے رسول کو رہبر کامل ماننا تمہارا فرض ہے ۔

مخلوقات کا بھید

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

اور اللہ کے پاس ہے بھید آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ

اور نہیں حال قیامت کا مگر جیسے جھپکنا آنکھ کا

اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

یا وہ اس سے بھی قریب ہے تحقیق اللہ اوپر ہر

شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۷۷)

چیز کے قادر ہے

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور بھید آسمانوں کے اور زمین کے اللہ ہی کے پاس ہیں

وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ

اور قیامت کا کام تو ایسا ہے جیسے نگاہ کی جھپک

اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

یا اس سے بھی قریب اور اللہ ہر چیز پر

شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۷۷)

قادر ہے

لَمْحِ الْبَصَرِ: آنکھ بند کرنا اور فوراً کھولنا۔ لمح کے معنی ہیں اشارہ کرنا۔ آنکھ بند کرنا اور پھر کھولنا لمح البصر آنکھ جھپکنا۔ اسی معنی میں دوسرا لفظ طرفۃ العین ہے۔

کسی آدمی کی بابت کوئی دوسرا آدمی ساری باتیں نہیں جانتا۔ اور نہ جان سکتا ہے۔ ہر ایک میں ایک نہ ایک بھید ہے جس سے دوسرے پورے طور پر واقف نہیں۔ بس وہ اتنا ہی جانتا ہے۔ جتنا وہ اپنے تخمینے سے یا خود اس کے بتلانے سے ہی معلوم کر سکتا ہے۔ ایسے ہی باقی مخلوقات بھی اپنی اپنی الگ خاصیتیں رکھتی ہیں۔ جسے انسان اپنے تجربہ سے یا کسی کے بتانے سے ہی معلوم کر سکتا ہے جب کوئی کسی کی حالت سے پورے طور پر آگاہ نہیں۔ تو پھر ظاہر ہے کہ ہر چیز کا بھید جاننے والا اللہ عزوجل ہی ہے اور کوئی نہیں۔ اس لیے انسان سے اس کا پورا پورا حساب سوا اللہ کے کوئی نہیں لے سکتا۔ اس آیت میں یہی سمجھایا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہر ایک کا بھید اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور وہ اس کا حساب لے گا۔ اس لیے قیامت کا آنا ضروری ہے اور جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرلے گا۔ پلک جھپکنے میں آجائے گی۔ آنکھیں بند کر کے کھولنے میں جتنی دیر لگتی ہے۔ اتنی بھی دیر اس کے آنے میں نہ لگے گی۔ ہر کام کی اس کی قدرت کے آگے یہ حالت ہے کہ ادھر کہا ادھر ہوا۔ چیزوں کے اسی اختلاف نے اول تو اللہ عزوجل کا وحدہ لاشریک ہونا ثابت کیا اور اس کے بعد قیامت اور حساب کتاب کا ضروری ہونا ثابت کیا۔

اللہ کی قدرت

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

اور اللہ نے نکالا تم کو پیٹوں سے تمہاری ماؤں کے

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

نہ جانتے تھے تم کچھ اور بنائے تمہارے لیے کان

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ

اور آنکھیں اور دل تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ (۷۸) اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ

شکر گزار بنو کیا نہیں دیکھا انہوں نے پرندوں کو

مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ

قاعدے کے پابند آسمان کی فضا میں اڑتے نہیں تھامتا انہیں

اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

مگر اللہ تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۷۹)

ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

تم کسی چیز کو نہ جانتے تھے اور دیے تم کو کان

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ

اور آنکھیں اور دل تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ (۷۸) اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ

احسان مانو کیا انہوں نے آسمان کی ہوا

مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ

میں اڑتے جانور حکم کے پابند نہیں دیکھے اللہ کے سوا

اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

نہیں کوئی نہیں تھام رہا اس میں ان لوگوں کے لیے جو یقین

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۷۹)

لاتے ہیں نشانیاں ہیں

ارشاد ہے کہ اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں کچھ مدت رکھ کر باہر نکالا تمہاری حالت اس وقت کیا تھی؟ سوا چند فطری احساسات کے کچھ سمجھ نہ تھی پھر تم کو رفتہ رفتہ ترقی دی یہاں تک کہ تم چیزوں کو سن کر اور دیکھ کر پہچاننے لگے اس کے ساتھ ہی تمہیں دل عطا کیا جو سوچ سمجھ کر ان چیزوں کی بابت رائے قائم کرے اور رفتہ رفتہ تمہیں اللہ عزوجل کی معرفت کی طرف لے جائے اور اس منعم حقیقی کا ہر وقت شکر گذار رہنا سکھائے۔ اس کے بعد ایک اور مخلوق یعنی پرندوں کی طرف توجہ دلاتی ہے ان کی ساخت اور بناوٹ کا تقاضا یہ تھا کہ وہ فضائے آسمانی میں اڑتے پھریں۔ ان کی ہر نوع انہی قاعدوں کے تحت اڑتی پھرتی ہے جو اللہ عزوجل نے اس کے لیے مقرر کر دیئے ہیں۔ دیکھو ان کا سنبھالنے والا اور تھامنے والا فقط اللہ تعالیٰ ہے اپنے اور ان کے حالات میں ایمانداروں کو اللہ کی قدرت کی نشانیاں صاف نظر آتی ہیں۔

انسان کا آرام

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا

اور اللہ نے بنایا تمہارے لیے تمہارے گھروں سے ٹھکانا

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا

اور بنائے تمہارے لیے کھالوں سے چوپاؤں کی گھر

تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ

کہ ہلکے پاتے ہو تم انہیں کوچ کے دن اور ٹھہرنے کے دن

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

اور ان کی اون سے روؤں اور بالوں سے

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾

گھر کا سامان اور برتنے کی چیزیں ایک وقت تک

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا

اور اللہ نے بنا دیئے تمہارے لیے گھر تمہارے بسنے کی جگہ

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا

اور بنا دیئے تم کو چوپایوں کے کھال سے ڈیرے جو تم پر ہلکے

تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ

رہتے ہیں جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں ہو

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

اور اُن کی اون اور رووں اور بالوں سے کتنے

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾

اسباب اور استعمال کی چیزیں وقت مقررہ تک

تَسْتَخِفُّوْنَ: ہلکا پاتے ہو تم۔ مضارع کا صیغہ ہے اِسْتِخْفَاف سے جو خ۔ ف۔ ف سے بنا ہے۔ خِفَّةٌ کے معنی ہلکے پن کے ہیں۔ اسی سے خفیف بنا ہے جس کے معنی ہلکے کے ہیں۔ اِسْتِخْفَافٌ ہلکا محسوس کرنا۔ ہلکا پانا۔ اَصْوَافٌ: اون۔ صوف کی جمع ہے۔ بھیڑ دنبے وغیرہ کی اُون کو کہتے ہیں۔ اَوْبَار: وَبْرٌ کی جمع ہے اونٹ وغیرہ کی نرم رووں کو کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں سے اپنے آرام کا سامان تیار کرتے ہو تمہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ سب ہماری دین ہے ہمیں نے تمہیں راستہ دکھایا کہ اپنے رہنے سہنے کے لیے اینٹ پتھر، لکڑی، لوہا وغیرہ جمع کر کے اچھے اچھے مکان بناؤ۔ اور پھر یہ بھی بتایا کہ جانوروں کی کھالوں سے ڈیرے خیمے وغیرہ بناؤ۔ تاکہ وہ سفر اور حضر میں ہلکے مکانوں کا کام دیں۔ ریختہ مکان جگہ سے نہیں ہل سکتے۔ لیکن تمہیں کسی سفر میں جانا پڑتا ہے کبھی رہائش کے لیے ہی مکان کی جگہ بدلنی پڑتی ہے۔ یہ ڈیرے خیمے اپنے ساتھ اٹھا کر جا سکتے ہو جہاں جی چاہے گاڑ کر بہت اچھا آرام کا عارضی یا مستقل مکان بنا سکتے ہو۔ اس کے علاوہ بھیڑ بکریوں کی اون، اونٹوں کی رووں اور بکری وغیرہ کے بالوں سے بہت سے گھر کے سامان کمبل قالین وغیرہ بناتے ہو اور بہت سی برتنے کی چیزیں مثلاً رسّی وغیرہ تیار کرتے ہو اور مرتے دم تک کرتے رہو گے۔

مزید انعامات

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ

اور اللہ نے بنائے تمہارے لیے اس سے جو پیدا کیا سائے اور

جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ

بنائیں تمہارے لیے پہاڑوں سے پناہ گاہیں اور بنائے

لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ

تمہارے لیے کرتے بچاتے ہیں تمہیں گرمی سے اور کرتے

تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

بچاتے ہیں تمہیں لڑائی میں اسی طرح پورا کرتا ہے اپنی نعمت

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

تم پر تاکہ تم فرمانبردار بنو

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ

اور اللہ نے تمہارے لیے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے

جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ

بنا دیے اور تمہارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی چیزیں

لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ

بنا دیں اور تمہارے لیے کرتے بنا دیے جو بچاؤ ہیں گرمی کا

تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

اور بچاؤ ہیں لڑائی کے اسی طرح اپنا احسان تم پر

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

پورا کرتا ہے تاکہ تم حکم مانو

اَكْنَانٌ: كِنٌّ کی جمع ہے چھپنے کی جگہ۔ سَرَابِيْلَ: سربال کی جمع ہے۔ کرتے کو کہتے ہیں۔

تَقِيْ: بچاتا ہے تمہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے و۔ق۔ی سے وَقْیٌ اور وِقَايَةٌ کے معنی ہیں بچانا۔

بَاْس: شدت سختی، لڑائی۔

ارشاد ہے کہ ہم نے بہت سی چیزوں کے گھرے سائے بنائے مثلاً پہاڑ، درخت، عمارتوں اور بادلوں کے سائے کہ جن کے نیچے تم آرام کے ساتھ ٹھنڈک میں بیٹھتے ہو، نیز پہاڑوں کے اندر چھپنے کی جگہیں بنائیں جن میں تم دھوپ، بارش یا دشمن سے پناہ لے سکتے ہو، پھر گرمی سے بچاؤ کے لیے تمہیں کرتے بنانے سکھائے جن کو پہن کر دھوپ کی تپش سے اپنے بدن محفوظ رکھتے ہو، پھر لوہے کے حلقوں کو جوڑ کر ایک اور قسم کے کرتے بنانے سکھائے جنہیں زرہ کہتے ہیں۔ وہ لڑائی کے وقت تمہارے بدن کو زخمی ہونے سے بچاتے ہیں یہ سارے انعامات تمہارے اوپر کس کی طرف سے ہیں ؟ یقیناً یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے فضل سے تمہارے لیے مہیا کیا ہے۔ اسی نے اس کا سارا سامان تمہیں دیا اور اسی نے تمہیں عقل اور سمجھ دی کہ اس سامان سے اپنے لیے ساری ضرورتوں کی چیزیں تیار کرو۔

ہٹ دھرمی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
پس اگر منہ پھیرلیں تو کچھ نہیں تجھ پر مگر پہنچا دینا
الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ
کھلم کھلا پہچانتے ہیں وہ اللہ کی نعمت پھر
يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع
اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور اکثر ان میں ناشکرے ہیں

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
پھر اگر پھر جائیں تو تیرا کام تو فقط کھول کر
الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ
سُنا دینا ہے اللہ کا احسان پہچانتے ہیں پھر
يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۷
منکر ہو جاتے ہیں اور ان میں اکثر ناشکر گزار ہیں

قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان دُنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھا کر یہ سمجھے کہ ان میری فائدے کی چیزوں کو اللہ عزوجل نے اپنی عنایت سے پیدا کیا ہے اور مجھے اتنی قوت دی ہے اور اتنا اختیار دیا ہے کہ میں ان سے فائدہ اٹھاؤں، ساتھ ہی عقل بھی دی ہے جس سے میں اتنی بات سمجھ سکوں کہ ان چیزوں کا استعمال اس طرح نہ کرنا چاہیئے کہ وہ میرے لیئے بجائے فائدہ پہنچانے کے اُلٹا نقصان پہنچانے کا سبب بن جائیں چیزوں کے استعمال کا طریقہ قرآن مجید میں صاف صاف کھول کر بیان کر دیا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے ہمیشہ کے واسطے انسان کے لیے طرز عمل معین کر دیا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتا ہے کہ یہ نادان اور غافل لوگ تیری نہ سنیں اور اپنی ہی ادھیڑ بن میں لگے رہیں ان کے اس رویّہ سے تجھے ہراساں اور بد دل نہ ہونا چاہیئے۔ تیرا کام تو یہی ہے کہ قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سُنا دے۔ ان پر عمل کرنے کا طریقہ زبانی بتا دے اور ان کے سامنے اس پر عمل کر کے دکھا دے۔ اس کے بعد اگر کوئی نہ سنے اور نہ مانے تو وہ جانے۔ مر کر ہمارے ہی پاس آئے گا اور ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ اس دنیا میں ہم نے انہیں ماننے نہ ماننے کا اختیار دے رکھا ہے۔ ان کی عقل تو انہیں یہی بتائے گی۔ کہ یہ سب نعمتیں آپ ہی آپ پیدا نہیں ہوئیں۔ اللہ عزوجل نے اپنی رحمت اور عنایت سے ان کے موجود ہونے اور جاری رہنے کا پورا پورا بندوبست کر دیا ہے لیکن اکثر لوگوں کی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اتنی کھلی ہوئی بات بھی نہیں سوجھتی وہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے کہ آخر یہ سب چیزیں آئیں کہاں سے جن پر وہ قبضہ جما کر بیٹھے ہیں ۔

قیامت میں کیا ہوگا؟

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقے میں سے ایک بتانے والا

ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا

پھر نہ اجازت دی جائے گی ان کو جنہوں نے کفر کیا اور نہ

هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۴﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

وہ منا سکیں گے اور جب وہ دیکھیں گے جنہوں نے

ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

ظلم کیا عذاب کو پس نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے

وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۸۵﴾

اور نہ وہ ڈھیل دیے جائیں گے

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

اور جس دن ہم ہر فرقے میں ایک بتلانے والا کھڑا کریں گے

ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا

پھر منکروں کو اجازت نہ دی جائے گی اور نہ

هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۴﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

ان کی توبہ قبول ہوگی اور جب ظالم

ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

عذاب دیکھیں گے پھر نہ ان سے ہلکا کیا جائے گا

وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۸۵﴾

اور نہ ان کو ڈھیل ملے گی

شَهِيدٌ (آنکھوں دیکھا حال بیان کرنے والا) یہ صفت کا صیغہ ہے ش۔ ہ۔ د سے جس سے مصدر شہادت ہے شہادت کے معنی ہیں جو دیکھا وہ بیان کر دینا۔ یہاں اس سے مراد رسول ہیں جو قیامت میں اپنی اپنی امت کا سچا سچا حال جو انہوں نے دیکھا ہے بیان کریں گے۔

يُسْتَعْتَبُونَ (منانے کی اجازت دیئے جائیں گے) مضارع مجہول ہے اِستِعتَاب سے جو ع۔ ت۔ ب سے بنا ہے عتاب، عتبیٰ اور مُعْتَبَۃٌ ناراضی اور غصہ کو کہتے ہیں۔ اِستِعتَاب کے معنی ہیں دوسرے کو یہ کہہ کر منانا کہ میں قابل عتاب ہوں مجھے معاف کر دیجیے۔ دنیا میں یہ موقعہ حاصل ہے کہ اللہ عزوجل کے سامنے یہ عرض کر کے اسے منانے کی کوشش کریں۔ قیامت میں اس کا موقعہ نصیب نہ ہوگا۔

ارشاد ہے کہ اس دن تو ہر رسول کو کھڑا کر دیا جائے گا کہ اپنی اپنی امت کا سلوک بتا دے اور وہاں اللہ عزوجل کا انکار کرنے والوں کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ اپنی بابت کچھ بول سکیں یا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد نہ توبہ استغفار کا موقعہ رہے گا۔ اور نہ عذاب میں کوئی تخفیف ہو سکے گی یہ بھی نہ ہوگا کہ سزا ملنے میں کچھ مہلت مل جائے ؛

مشرکوں کا رویہ

وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا شُرَکَآءَهُمْ
اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا اپنے شریکوں کو
قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا الَّذِیْنَ
کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک جنہیں
کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ
تھے ہم پکارتے سوا تیرے پس ڈالیں گے وہ ان کی طرف
الْقَوْلَ اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ (۸۶)
یہ قول یقیناً البتہ تم جھوٹے ہو

وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا شُرَکَآءَهُمْ
اور جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے
قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا الَّذِیْنَ
بولیں گے اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم
کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ
تجھے چھوڑ کر پکارتے تھے تب وہ انہیں جواب
الْقَوْلَ اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ (۸۶)
دیں گے کہ تم جھوٹے ہو

شُرَکَآءَهُمْ (اپنے شریکوں کو) مراد یہ ہے کہ وہ جاندار یا بے جان چیزیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کا کسی صفت میں شریک سمجھتے تھے۔ اِلْقَاءُ الْقَوْلِ (بات ڈالنا) کسی سے کچھ کہنا، بات سننا، جواب دینا۔

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے۔ کہ اس دنیا کو اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے پیدا کیا اور ہر شے قرینے سے اسی نے سجائی ہے۔ یہاں جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے۔ یا ہوگا۔ سب کچھ اسی کے حکم سے ہے۔ لیکن اس دنیا میں انسان، شیطان کے بہکانے سے اور چیزوں کو اپنا داتا سمجھنے لگا۔

قیامت کے دن انسان کو اپنی غلطی صاف طور پر معلوم ہو جائے گی۔ وہاں جب انہیں وہ چیزیں نظر آئیں گی جن کو دنیا میں وہ اپنا معبود بنائے ہوئے تھے تو عرض کریں گے اے ہمارے رب انہی کو ہم آپ کا شریک بناتے ہوئے تھے۔ گویا مطلب یہ تھا کہ انہیں نے ہمیں بہکایا۔ یہ سن کر سب کے سب انہیں یہ جواب دیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بے جان تو کہیں گے ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ تم ہماری پوجا کر رہے ہو۔ بڑے لوگ کہیں گے ہم نے تو تمہیں اپنی زندگی بھر یہی سمجھایا۔ کہ صرف اللہ عزوجل کی عبادت کرو۔ ہمارے بعد جو تم نے کیا ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ شیطان کہے گا کہ میں نے تم پر زبردستی نہیں کی تھی تم خود اللہ کے کہنے کو چھوڑ کر اپنی خوشی سے میرے کہنے پر چلنے لگے اس لیے مجھ پر کوئی الزام نہیں۔

ہوش وحواس گم

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ
اور ڈالیں گے طرف اللہ کے اس دن اطاعت
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۸۷)
اور کھو جائیگی ان سے وہ چیز کہ تھے وہ جھوٹ گھڑتے
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
جن لوگوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کے راستے سے
زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ
بڑھائیں گے ہم ان پر عذاب اوپر عذاب کے
بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ (۸۸)
بدلے اس کے جو تھے وہ فساد کرتے

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ
اور اس دن عاجز ہو کر اللہ کے آگے پڑیں گے
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۸۷)
اور بھول جائیں گے جو جھوٹ باندھتے تھے
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
جو لوگ منکر ہوئے اور اللہ کے راستے سے روکتے رہے
زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ
ان کے لیے بڑھا دیں گے ہم عذاب پر عذاب
بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ (۸۸)
اس کے بدلے جو وہ فساد کرتے تھے

انسان کو بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی محنت اور ہوشیاری سے روپیہ کما لیتا ہوں بیمار ہوتا ہوں تو دوا ڈاکٹر تجویز کر دیتا ہے اور اس سے میں اچھا ہو جاتا ہوں لیکن ایسے موقعے بھی اکثر لوگوں کو پیش آتے ہیں کہ محنت کر کے بھی کافی پیسہ نہیں ملتا۔ دوا اور ڈاکٹر بھی بعض وقت بے کار ثابت ہوتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کام اور ہی کوئی بناتا ہے۔ اتنا سوچتے ہی قرآن مجید اس کی مدد کو پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ کام بنانے والا فقط اللہ عزوجل ہے۔ آج اگر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں تو کیا ہوا۔ قیامت کے دن سارے پردے اٹھ جائیں گے اور ہر شخص اللہ عزوجل کی قدرت کا اعتراف کرے گا اور اس کی اطاعت کے لیے تیار ہو جائے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ قیامت کے دن دیکھ لینے کے بعد ماننا کسی کام نہ آئے گا۔ دنیا میں جو ان کے کرتوت تھے ان کی سزا انہیں مل کر رہے گی۔ وہ اللہ عزوجل سے منہ موڑتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی بہکاتے تھے کہ اللہ نعوذ باللہ کوئی ہستی نہیں ہے۔ دل کھول کر دل کے ارمان نکالو۔ پرہیز گاروں کے کہنے میں آ کر خواہشوں کا خون مت کرو لیکن خواہشوں کی پیروی بہرحال فساد کی جڑ ہے۔ ان کی اس گمراہی کی باتوں سے دنیا میں جو فساد پھیلا اس کے باعث ان کو عذاب پر عذاب دیا جائے گا۔

قرآن عظیم

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
اور جس دن اٹھائیں گے ہم ہر امت میں سے ایک حال بتانے والا
عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ
ان کے اوپر انہی میں سے اور لائیں گے ہم تجھ کو
شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ
گواہ ان لوگوں پر اور اتاری ہم نے تجھ پر
الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى
کتاب کھلا بیان ہر چیز کا اور ہدایت
وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع
اور رحمت اور خوشخبری حکم برداروں کے لیے

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
اور جس دن ہم ہر فرقے میں سے ان کے اوپر انہی میں سے
عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ
حال بتانے والا کھڑا کریں گے اور تجھ کو ان
شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ
لوگوں پر گواہ لائیں گے ۔ اور ہم نے تجھ پر
الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى
کتاب اتاری ہر چیز کا کھلا بیان اور ہدایت
وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۱۲/۱۸
اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کے لیے

انسان کو ان آیتوں میں یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ دنیا میں وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے جو کام کرتا ہے۔ وہ قرآن مجید کے قانون شرعی کے مطابق ہونے چاہئیں۔ ورنہ اس کے کاموں کا انجام برا ہوگا۔ یہ خیال ہرگز نہ کرے کہ وہ یوں ہی چھوٹ جائے گا۔ ایک دن ضرور آنے والا ہے۔ جب انسان کے ہر گروہ میں سے ان کا نبی ان کے سارے حالات بتانے کے لیے کھڑا ہو جائے گا۔ اور پھر ان سارے نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی گواہی دیں گے کہ یہ نبی سچ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا حال مجھے بتا دیا گیا ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنا حال چھپا سکے معلوم ہوا کہ آخری گواہی قرآن مجید کی ہوگی۔ اور گواہی دینے والے اللہ عزوجل کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

آگے ارشاد ہے کہ ہم نے اے رسول تیری طرف ایک عظیم الشان کتاب اتاری جس کا نام قرآن مجید ہے اور جس میں قیامت کے دن تک کے لیے ہر چیز جو دنیا اور آخرت میں انسان کے کام آنے والی ہے خوب کھول کر بیان کر دی گئی ہے۔ اس سے ہر انسان ہدایت حاصل کر سکتا ہے اس میں اسے اس کے فائدے کی ہر چیز ملے گی اور ہر مضر چیز کا نقصان ظاہر ہو جائے گا۔

قرآنی تعلیم کا خلاصہ

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ

تحقیق اللہ حکم کرتا ہے عدل کا اور احسان کا

وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

اور دینے کا رشتہ داروں کو اور منع کرتا ہے بے حیائی سے

وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

اور ناشائستہ کاموں سے اور سرکشی سے سمجھاتا ہے تاکہ تم

تَذَكَّرُوْنَ (۹۰)

نصیحت مانو

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا

وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

اور قرابت والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے سمجھاتا ہے تمہیں تاکہ تم

تَذَكَّرُوْنَ (۹۰)

یاد رکھو

پچھلی آیت میں فرمایا تھا کہ اس کتاب یعنی قرآن مجید میں ہر کام کی چیز کا پورا پورا بیان ہے اس آیت میں ان ساری چیزوں کو چند لفظوں میں بیان کر دیا ہے۔ جن پر انسان کی بہبودی کا دارو مدار ہے۔

ارشاد ہے کہ انسان کو اپنے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں تین چیزوں کا خیال رکھنا چاہیئے (۱) عدل و انصاف (۲) رحم اور مروت (۳) داد و دہش۔ اور تین چیزوں سے بچنا چاہیئے (۱) بے حیائی (۲) ناشائستہ کام (۳) ظلم اور زیادتی پھر ان نیک کاموں کا کرنا اور بُرے کاموں کا چھوڑنا بھی اس خیال سے چاہیئے۔ کہ اللہ عزوجل کا حکم ہے۔ یہی دین اسلام کا پیغام ہے۔ جو وہ دنیا بھر کے انسانوں کو پہنچانا چاہتا ہے۔ ہر وہ شخص جو جمعہ کا خطبہ سنتا ہے اسے یاد ہو گا کہ دوسرے خطبہ کے آخر میں ہر خطیب اس آیت کو پڑھتا ہے۔ اس آیت میں بتلا دیا گیا ہے کہ آدمی ہر کام میں بیچ کی چال اختیار کرے۔ افراط و تفریط سے بچے۔ نہ حد سے آگے بڑھے نہ حد سے پیچھے ہٹے۔ ہر ایک پر ترس کھائے اور ہر جگہ مروّت سے کام لے۔ اپنی ضرورت سے جو بچے۔ وہ کسی دوسرے حاجت مند کو دے دے۔ آیت میں کہا گیا ہے کہ کسی قریبی رشتہ دار کو دے دے۔

آخر میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ آیت تم کو اس لیے سنائی جا رہی ہے کہ تم اپنے حقوق و فرائض کو سمجھو اور ہر وقت یاد رکھو کہ تمہیں کیا کام کرنا ہے اور کیا چھوڑنا ہے ۔

آئین اور دستور

انسان دنیا میں اگر ہر طرح سے کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ اس چھوٹی سی آیت کو ہر وقت نگاہ کے سامنے رکھے اور اس کی ہدایت پر ایمانداری کے ساتھ چلے۔ پہلی بات جو اس سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی اصل زندگی اجتماعی زندگی ہے اور ہر فرد کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اجتماعی زندگی کے سنوارنے میں اپنا سارا زور لگا دے۔ اگر دنیا میں فقط ایک ہی انسان ہوتا تو اول تو اس کو جینا ہی دوبھر ہو جاتا اور اگر جیتا بھی تو بُرے حال سے کیوں کہ اس کی زندگی وحشی جانوروں سے لڑتے ہی گذرتی۔ عقل مند آدمی کو اتنی بات سمجھ لینا آسان ہے۔ کہ دنیا ایک اکھاڑا ہے جس میں مختلف قوتیں ایک دوسرے سے ہر وقت ٹکرا رہی ہیں کچھ قوتیں اسے برقرار رکھنا چاہتی ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں۔ جو اس کے ویران کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔

خود ہر فرد کے اپنے اندر یہ دونوں قسم کی قوتیں موجود ہیں۔ اس کی انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگیاں اس پر موقوف ہیں کہ بگاڑنے کی قوتیں بنانے کی قوتوں سے بڑھنے نہ پائیں جب کوئی قوت حد سے بڑھنے لگے تو اس کو دبا دیا جائے تاکہ پلّہ بھاری رہے۔ اس توازن کے قائم رکھنے کا نام عدل ہے اور اس کا قائم رکھنا ہر فرد کا فرض ہے۔

پھر افراد کے اجتماع یا سوسائٹی کا اور ان کی قائم کی ہوئی گورنمنٹ یا حکومت کا بھی فرض اوّلین یہی ہے۔ عدل سے زندگی کا قیام تو یقینی طور پر ہو جائے گا۔ لیکن ابھی اس کے اچھّی حالت پر لانے اور ترقی دینے کا کام باقی ہے۔ جو احسان سے حاصل ہوگا۔ احسان یہ ہے کہ فرد۔ سوسائٹی اور حکومت تینوں نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اپنی اپنی خدمات دیانت داری سے انجام دیں اور ہر ایک اپنا اپنا ذخیرہ جو اسے میسّر ہے لے کر دوسروں کی مدد کے لیے حاضر ہو جائے۔

اور تیسری چیز کا یعنی داد و دہش کا دروازہ کھل جائے اور گورنمنٹ دینے والے سے کام کی چیز لے کہ ان لوگوں کو دے جنھیں اس کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد تین چیزیں ایسی ہیں۔ جن سے اجتماعی زندگی کا خراب ہونا لازم ہے۔ سوسائٹی اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہر فرد کو ان چیزوں سے روکے۔ ان میں سے ایک چیز تو فحش باتیں اور بے حیائی ہے یعنی بُری خواہشوں کے ابھارنے والی چیزوں کو کھلم کھلا بے دھڑک اختیار کرنا۔ دوسری چیز نیکیوں کو چھوڑ کر برائیوں کا اختیار کرنا ہے۔ تیسری بات اپنی قوّت کو دوسروں کی امداد کی بجائے ان کی ایذا رسانی اور بے جا دبانے میں صرف کرنا ہے۔

ان چیزوں کا جڑ سے اکھاڑنا انسانی سوسائٹی اور اس کی خادم یعنی حکومت کا پہلا فرض ہے۔

عہد و پیمان

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ
اور پورا کرو عہد اللہ کا جب تم آپس میں عہد کرو
وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا
اور نہ توڑو قسموں کو بعد ان کے پختہ کرنے کے
وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا
اور تحقیق کر دیا ہے تم نے اللہ کو اپنے اوپر ذمہ دار
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (۹۱)
تحقیق اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ
اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم آپس میں عہد کرو
وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا
اور قسموں کو نہ توڑو پکا کرنے کے بعد
وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا
اور تم نے اللہ کو اپنا ضامن کیا ہے
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (۹۱)
اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

انسان جبھی ترقی کر سکتا ہے جب آپس کے معاملات میں ان اخلاقی اصولوں کی سختی کے ساتھ پابندی کرے جو انہیں بتائے گئے ہیں ان میں سے ایک بات قول و قرار کی پابندی ہے۔ عرب میں یہ بُری عادت رواج پکڑ گئی تھی کہ جب اپنا کام نکالنا ہوتا تو ایک فریق کسی دوسرے سے سمجھوتہ کر لیتا اور اللہ کا نام لے کر عہد کر لیتا۔ کہ ہم آپس میں ان شرائط کی پابندی کریں گے جو ہمارے درمیان طے ہو گئی ہیں۔ پھر اگر دیکھتا کہ کسی اور زبردست قوم سے سمجھوتہ کرنا زیادہ مفید ہے۔ تو پہلے سمجھوتے کو بلا تامل توڑ ڈالتا۔ اور اس دوسرے سے اسی طرح قسمیں کھا کر پکا معاہدہ کر لیتا۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ اگر آپس میں قول و قرار کا پاس نہ کیا تو دُنیا میں بے اعتباری پھیل جائے گی۔ اور اجتماعی زندگی کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ جب تم قول و قرار کرتے وقت اللہ کا نام بیچ میں لاتے ہو۔ اور ایک دوسرے سے کہتے ہو کہ ہم اس وقت جو کہہ رہے ہیں اس کے خلاف نہ کریں گے تو پھر اس کے توڑنے کے کیا معنی؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ اللہ تمہارے کاموں سے واقف نہیں۔ ایسا خیال کرنا تمہاری نادانی ہے۔ اللہ تمہارے ہر کام سے بخوبی واقف ہے۔ اس کے نام سے جو قول و قرار کرو اس کو پورا کرو۔ ورنہ وہ تمہیں سزا دے گا۔ قول و قرار کر کے توڑ دینا عدل کے خلاف ہے۔

خود غرضی

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا

اور مت ہو — مانند اس عورت کے کہ جس نے توڑا — اپنا کاتا ہوا سوت

مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۖ تَتَّخِذُونَ

پیچھے — مضبوطی کے — ٹکڑے ٹکڑے — بناتے ہو

أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ

اپنی قسموں کو — دخل کا بہانہ — اپنے درمیان — تاکہ ہو جائے

أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ

ایک گروہ — وہی — بڑھا ہوا — دوسرے پر

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا

اور ایسے مت ہو جیسی وہ عورت کہ جس نے اپنا کاتا ہوا سوت

مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۖ تَتَّخِذُونَ

مضبوط کرنے کے بعد توڑ ڈالا ٹکڑے ٹکڑے کر اپنی

أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ

قسموں کو ایک دوسرے کے درمیان دخل دینے کا بہانہ بناؤ

أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ

اس واسطے کہ ایک فرقہ چڑھا ہوا ہے دوسرے پر ؂

غَزْلٌ: (کاتا ہوا سوت) غزل کے معنی کاتنے ہیں مِغْزَلٌ اسی سے بنا ہے جو عربی میں تکلے کو کہتے ہیں۔

اَنْکَاثًا: ٹکڑے ٹکڑے نِکْثٌ کی جمع ہے نَکْثٌ کے معنی مضبوط کرنے کے بعد توڑ ڈالنا۔ اَنْکَاثٌ یعنی بہت سے ٹکڑے۔ دَخَلٌ زیچ میں گھسنا، دَخَل کسی کے درمیان میں گھس جانا تاکہ ان میں فساد یا لڑائی کرادے۔ اَرْبیٰ (زیادہ بڑھا ہوا) اسم تفضیل ر۔ب۔و سے۔ رَبْوٌ کے معنی زیادہ ہو جانا۔ بڑھ جانا۔ رِبوا بھی اسی سے ہے جس کے معنی بڑھوتری کے ہیں۔

اس آیت میں اسی بات کو ایک مثال دے کر سمجھایا گیا ہے کہ قول دے کر پھر جانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک دیوانی عورت بڑی بڑی محنت سے مضبوط سوت کاتتی ہے اور جب تیار ہو جاتا ہے تو اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اور ہمیشہ اسی ادھیڑ بن میں رہتی ہے۔ ارشاد ہے کہ قسمیں کھا کھا کر لوگوں کے اندر گھس جانا اور یقین دلانا کہ ہم دھوکا نہ دیں گے۔ لیکن اس کے بعد کسی اور قوم کو زیادہ مضبوط دیکھ کر پہلی قوم کے عہد کو بغیر اس کے اطلاع دیئے پارہ پارہ کر دینا اور اپنے فائدے کے لیے اس مضبوط قوم سے یارانا گانٹھ لینا۔ انتہا درجے کی بداخلاقی ہے۔ ایسے لوگ آخر اپنا اعتبار کھو بیٹھیں گے۔ اگر فرض کرو یہی عادت عام طور پر ہر جگہ رائج ہو جائے تو اجتماعی زندگی کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ یہ بات عدل کے منافی ہے جو اجتماعی زندگی کی پہلی شرط ہے ؂

قوّت و ضعف

اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَ لَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

بات یہی ہے کہ آزماتا ہے تم کو اللہ اس سے اور اللہ ضرور کھول دے گا تم پر قیامت کے دن وہ کہ تھے تم اس میں اختلاف کرتے

اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَ لَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

یہ تو اللہ تم کو اس سے پرکھتا ہے اور آئندہ قیامت کے دن تم پر کھول دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے

ارشاد ہے کہ وہ قوّت ہی کیا جو اخلاق کے اصول کو توڑ کر حاصل کی ہو۔ اصل قوّت تو اخلاقی قوّت ہے کسی کے ساتھ عہد و پیمان کر لینے سے اصلی قوّت حاصل نہیں ہوتی۔ دنیا میں افراد اور اقوام کے اختلاف حالات کا سبب اللہ عزّ و جلّ کی مشیّت ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے ذریعے تمہارے اخلاق کی آزمائش کرے اور یہ بھی دیکھے کہ تم عقل سے کتنا اور کیسے کام لے سکتے ہو۔ عقل تمہیں بتائے گی کہ جس سے ملاپ کا عہد و پیمان کرو خوب سوچ سمجھ کر کرو۔ اس کی غرض یہ نہ ہونی چاہیئے کہ اس میل ملاپ سے ہمیں دُنیوی فوائد زیادہ حاصل ہوں گے۔ بلکہ اصل غرض یہ ہونی چاہیئے۔ کہ ہم دونوں مل کر آپس میں ایک دوسرے کی حالت درست کریں گے اور ہر شخص ضروریات زندگی کو بخوبی حاصل کر سکے گا۔ اخلاق تمہیں بتائے گا۔ کہ جب تم سوچ سمجھ کر ہر ایک کے حالات درست کرنے کے لیے ایک دفعہ کسی سے عہد و پیمان کر چکے تو اسے اس وقت تک نبھانا چاہیئے جب تک وہ غرض پوری ہوتی دکھائی دے اس کو اس لیے توڑ نہ دینا چاہیئے کہ کسی اور سے مل کر ہم طاقت میں بڑھ جائیں گے اور کمزوروں کو دبا کر اپنا اُلّو سیدھا کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی سے عہد و پیمان کرنے کی غرض کسی اور کا دبانا نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ انسان کی بہبودی عہد و پیمان کا اصل مقصد ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی حالتیں ایک دوسرے سے مختلف بنائی ہیں۔ کہ دیکھیں لوگ اخلاقی معیار کو سامنے رکھتے ہیں، یا محض کمزوروں کو دبانے کے لیے زبردستوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں اور خود غرضی سے پہلا عہد توڑ کر نیا یارانا گانٹھ لیتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اعمال اور نیّتوں کا حال اللہ قیامت کے دن کھول کر رکھ دے گا۔ اور نیک نیّت اور بدنیّت لوگ صاف پہچانے جائیں گے۔

اختلاف مشیّتِ ایزدی ہے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً
اور اگر چاہتا اللہ البتہ کر دیتا تم کو امت
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ
ایک اور لیکن بھٹکاتا ہے جس کو چاہے
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْئَلُنَّ
اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے اور البتہ تم پوچھے جاؤ گے
عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۹۳)
اس کی بابت جو تھے تم کرتے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً
اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ
لیکن وہ جس کو چاہے راہ بھلاتا ہے
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْئَلُنَّ
اور جس کو چاہے راہ سمجھاتا ہے اور تم سے پوچھ ہوگی
عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۹۳)
جو تم کام کرتے ہو

پہلے ارشاد ہوا تھا کہ قوت وضعف، خوش حالی اور بدحالی، عقائد کا اختلاف دنیا میں سب کچھ موجود رہے گا اور اسی میں انسان کا امتحان لینا ہے کہ دیکھیں وہ ایسے ماحول میں اپنا اخلاق درست رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کو منظور ہوتا۔ تو سب کو ایک ہی قسم کا بنا دیتا۔ سب کی ایک حالت ہوتی اور سب کے عقیدے بھی ایک ہی ہوتے۔ لیکن نہیں۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا۔ کہ انسانوں میں مختلف خیالات والے لوگ ہوں اور اسی کے مطابق کسی کو سیدھے راستے سے ہٹا دیا جائے اور کسی کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا کی جائے۔ دنیا میں گمراہ اور راہ یاب، ایمان دار اور کفر کرنے والے سب زندہ رہیں۔ کوئی کسی کو نہ ستائے۔ آپس میں اخلاق کا برتاؤ کریں۔ اور قول وقرار کا خیال رکھیں۔ عارضی فائدے کے لیے اخلاق کا خون نہ کریں۔ خیالات کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں تُو تُو میں میں نہ کریں۔ انسان کے تمام کاموں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ وہاں ایمان دار، بے ایمان، خوش اخلاق، بد اخلاق، ٹیڑھے اور سیدھے سب کا کچا چٹھا کھول دیا جائے گا اور کہا جائے گا۔ بولو دنیا میں کیا کیا، برائیوں میں کیوں پھنسے، نیک کام کیوں نہ کیے؟

بداخلاقی کا نتیجہ

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ

اور نہ بناؤ اپنی قسموں کو ذریعہ فریب آپس میں

فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

پس پھسلے قدم بعد اس کے جم جانے کے اور چکھو تم

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

وبال اس کا کہ روکا تم نے اللہ کی راہ سے

وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

اور تمہارے لیے ہو عذاب بڑا

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ

اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا دینے کا ذریعہ مت بناؤ

فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

کہ کسی کا پاؤں جمنے کے بعد پھسل جائے اور تم بھگتو سزا

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

اس کی کہ تم نے اللہ کی راہ سے روکا

وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

اور تمہیں بڑا عذاب ہو

دَخَلٌ (فریب دینے کا ذریعہ) یہ لفظ ابھی اس سے پہلے گذرا۔ یہاں اس سے مراد ہے۔ دوسروں کو بھکانے اور آپس میں فساد ڈلوانے کا ذریعہ۔

تَزِلَّ: (ڈگمگا جائے) مضارع کا صیغہ ہے ز۔ل۔ل سے زَلَّۃٌ کے معنی قدم کا پھسل جانا۔ ڈگمگا جانا۔

صَدَدْتُّمْ: (روکا تم نے) ماضی کا صیغہ ہے ص۔د۔د سے صَدٌّ کے معنی ہیں روکنا

ارشاد ہے کہ بدعہدیاں کروگے تو وہ لوگ جو تمہاری ایمانداری دیکھ کر تم میں شامل ہیں۔ تم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ کہ یہ لوگ تو دھوکے باز ہیں۔ اور جو تم میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ وہ بھی اپنا ارادہ بدل دیں گے۔ کہ ایسے لوگوں کا کیا اعتبار جو اپنے تھوڑے سے نفع کی خاطر پرانے دوستوں کو چھوڑ کر نئے یارانے گانٹھنے میں کچھ دیر نہیں لگاتے۔ ایسے طرزِ عمل سے تمہارے پکے دوست بھی تم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اسلام بدنام ہو جائے گا۔ اور تمہارا برتاؤ دیکھ کر لوگ اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے سے ڈگمگا جائیں گے یا اسے اختیار کرتے کرتے ایک دم چھوڑ بیٹھیں گے۔ اس سے تمہاری جماعت کو سخت نقصان پہنچے گا اور انجام کار تم سب بڑے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ایسی باتیں ہرگز نہ کرنی چاہئیں جن سے اسلام بدنام ہو اور لوگ اس سے بھاگنے لگیں۔

اللہ کا عہد

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ
اور نہ قبول کرو اللہ کے عہد کے بدلے مول تھوڑا سا
اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
تحقیق جو اللہ کے ہاں ہے وہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ
ہو تم جانتے جو تمہارے پاس ہے
يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ
ختم ہوگا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ
اور اللہ کے عہد پر تھوڑا سا مول نہ لو
اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
بے شک جو اللہ کے ہاں ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ
تم جانتے ہو جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا
يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ
اور جو اللہ کے پاس ہے کبھی ختم نہ ہوگا

يَنْفَدُ (نبڑ جائے گا) مضارع کا صیغہ ہے ن۔ف۔د سے۔ نفد کے معنی ہیں نبڑ جانا۔ ہو چکنا۔ بَاقٍ: (رہنے والا) اسم فاعل ہے۔ ب۔ق۔ی سے۔ بقار کے معنی بچ جانا۔ کبھی نہ نبڑنا۔ اصل میں باقی ہے۔ وقف کی وجہ سے ی گر گئی۔

ارشاد ہے کہ جب عارضی فائدے کے لالچ سے پرانا قول وقرار توڑ کر کسی سے نیا عہد و پیمان کر لینا غداری اور بے وفائی ہے تو پھر اللہ عزوجل سے عہد و پیمان کر کے اس سے پھر جانا تو یقیناً عقل کی کمزوری کی قطعی دلیل ہے اور بد اخلاقی کی انتہا ہے۔

دُنیا کے عارضی فائدوں پر نظر کر کے ایسی باتیں کر بیٹھنا کہ جس سے اللہ عزوجل کی حکم عدولی ہوتی ہو۔ اس عہد و پیمان کا توڑ دینا ہے۔ جو اللہ عزوجل سے کیا تھا۔ یقیناً اللہ عزوجل کے پاس جو کچھ ہے۔ وہ انسان کے لیے دُنیا اور اس کے عارضی عیش و آرام سے کہیں بہتر ہے۔ اگر تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو تو کبھی ایسی حماقت نہیں کر سکتے کہ اس کے حکم کی پروا نہ کر کے دنیا ہی سمیٹنے میں لگ جاؤ اور انعام و اکرام کی قدر نہ کرو جو اس نے اپنے حکم برداروں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو آخرت میں انہیں ملے گا۔ ایک موٹی سی بات یہ یاد رکھو کہ دُنیا کا سارا طمطراق آخر ایک نہ ایک دن ختم ہو کر رہے گا مگر جو اللہ کے پاس انعام تیار ہے وہ کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے گا اب خوب سمجھ لو:

پاکیزہ زندگی

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ

اور البتہ ضرور دینگے ہم ان کو جنہوں نے ۔ صبر کیا ان کا اجر

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۶) مَنْ

ان اچھے کاموں کا جو تھے وہ کرتے جو

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ

کام کرے نیک مرد ہو یا عورت اور وہ

مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

ایمان دار ہو پس دیں گے ہم اس کو زندگی پاکیزہ

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

اور عطا کریں گے ہم ان کو ان کا اجر ان بہتر کاموں کا

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۷)

جو تھے وہ کرتے

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ

اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا اجر دیں گے

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۶) مَنْ

اچھے کاموں پر جو وہ کرتے تھے جس نے

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ

نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ

مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

ایمان دار ہے پس ہم ان کو زندگی دیں گے ایک اچھی زندگی

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

اور بدلے میں دیں گے ان کو اجر بہتر کاموں کا

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۷)

جو وہ کرتے تھے

لَنُحْيِيَنَّ (البتہ جلائیں گے ہم) اصل میں نُحْيِيْ ہے جس کے اوّل میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ثقیلہ لگا ہوا ہے۔ نُحْيِيْ مضارع کا صیغہ ہے اِحْيَاءٌ سے جس کے معنی ہیں زندگی دینا، جلانا۔ یہ لفظ حیات سے بنا ہے جس کے معنی زندگی کے ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ جنہوں نے دنیا میں صبر سے کام لیا اور اندھے باؤلوں کی طرح دنیا کے مزوں اور کھیل تماشوں پر نہ گرے تو ان کو ان کے اچھے کاموں کا پھل ملے گا اور یہاں کی بیہودہ خواہشوں سے رکنے کا اجر بہت بڑا ہوگا۔ اس کے آگے ارشاد ہے کہ ہمارے ہاں مقرر قاعدہ ہے کہ انسان مرد ہو یا عورت جو ایمان لا کر اچھے کام کرے گا ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور اس کے بہترین کاموں کا اجر اور ثواب عطا فرمائیں گے۔ اس آیہ میں ایمان لانے والوں کے لیے بڑی زبردست خوشخبری ہے کہ ان کی زندگی دنیا میں بھی اطمینان بخش اور آسایش کی ہوگی اور جو اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لیے وہ اچھے اچھے کام کریں گے ان کا اجر انہیں آخرت میں بھی بھرپور ملے گا۔

قرآن مجید پڑھنے کا طریقہ

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ
پس جب پڑھے تو قرآن تو پناہ لے اللہ کی
مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّہٗ لَیْسَ
شیطان مردود سے واقعہ یہ ہے کہ نہیں
لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
اس کا کچھ زور ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور
عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾
اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾

سو جب تو قرآن پڑھنے لگے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ لے اس کا زور ان پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں

اِسْتَعِذْ (پناہ مانگ) امر کا صیغہ ہے اِسْتِعَاذَۃٌ سے جو ع۔و۔ذ سے بنا ہے۔ عَوْذ کے معنی پناہ مانگنے کے ہیں۔ اِستعاذہ کے معنی بھی یہی ہیں مگر بالمبالغہ یعنی دل سے بھی اور زبان سے بھی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہنا۔ اس آیت میں یہی حکم ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ قرآن مجید کو دل لگا کر پڑھنے اور اس کے مطلب پر غور کرنے سے انسان کو شیطان روکتا ہے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ انسان کو ایمان نصیب ہو اور نیک کام کرنے لگے۔ اس لیے قرآن مجید پڑھنے لگو۔ تو دل اللہ عزوجل کی طرف متوجّہ کرو اور اس سے عرض کرو کہ اے اللہ شیطان مردود کے داؤگھات سے ہمیں بچا اور زبان سے کہو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اگر تم اس کی طرف سچے دل سے متوجّہ ہوگے اور اس کے اوپر بھروسا کرکے قرآن مجید پڑھ کر اس کے معنی پر توجّہ کروگے تو شیطان کے بہکانے کا تم پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ کیونکہ ایمان لانے والوں پر اور اپنے کُل کام اللہ عزوجل کو سونپ کر اس کی مدد اور پناہ مانگنے والوں پر شیطان ملعون کا کچھ زور نہیں چلتا ورنہ وہ مرُدود اپنی ریشہ دوانیوں سے نہیں چُوکتا۔ کبھی کہتا ہے کہ اے آدمی! قرآن پڑھ کر کیا کرے گا؟ دُنیا میں اور کیا تھوڑے کام ہیں جو تو نعوذ باللہ اس میں وقت گنواتا ہے۔ کبھی یہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہی نہیں نہ اللہ کوئی چیز ہے اور نہ اس کا کوئی رسول اور کلام ہے۔ (نعوذ باللہ)

شیطان کا داؤ

إِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ
بات یہی ہے اس کا زور انہی پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَإِذَا
اور وہ لوگ جو اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں ٭ اور جب
بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ
ہم بدلتے ہیں ایک آیت بجائے ایک آیت کے اور اللہ
اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ
خوب جانتا ہے اس کو جو وہ نازل کرتا ہے کہتے ہیں بات یہی ہے کہ تو
مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
گھڑتا ہے نہیں بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے

إِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ
اس کا زور تو انہی پر ہے جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں اور
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَإِذَا ع ۱۳ ۱۱ ۱۹
جو اس کو شریک مانتے ہیں۔ اور جب
بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ
ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ
اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ
خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں تو تو
مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
بنا لاتا ہے نہیں بلکہ اکثر ان میں بے خبر ہیں

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر شیطان قابو پا لیتا ہے اور وہ اللہ کی مدد اور اس کی خاص عنایت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اچھی باتوں سے علیحدگی اختیار کرلیں اور ہمیشہ دنیا ہی کے جھگڑوں میں پھنسے رہیں اور یہیں کے کھیل تماشوں میں دل بہلانے کے عادی ہو جائیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ لوگ شیطان کو اپنا رفیق اور ساتھی بنا چکے ہیں۔

شیطان اپنے ماننے والوں کو پہلے یہی سکھاتا ہے کہ قرآن مجید کو اللہ کا کلام نہ مانیں۔ اس سے آگے کی آیت میں ارشاد ہے کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں قرآن مجید کی بابت کیا کیا شبہے پیدا کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ قرآن مجید کے احکام تو بدلتے رہتے ہیں۔ پہلے نماز کا کوئی وقت نہ تھا۔ پھر پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔ پہلے قبلہ اور تھا پھر اور ہو گیا پہلے حکم تھا کہ کسی سے نہ لڑو۔ پھر حکم آیا کہ ہتھیار سنبھالو اور مخالفوں سے جنگ کرو۔ اللہ اس آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہم حالات کے بدل جانے سے احکام بدل دیتے ہیں اس پر یہ لوگ جو مصلحت کو ذرا نہیں سمجھتے۔ کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو ایک گھڑا ہوا کلام ہے جیسا چاہا وقت پر بنا لیا۔ یہ لوگ اکثر حقیقت حال سے ناواقف ہیں۔

قرآن کی حقیقت

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ
کہہ دے اتارا اس کو پاکیزگی کی روح نے تیرے رب کی طرف سے
بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
بلاشبہ تاکہ پختہ کرے ان کو جو ایمان لائے اور
هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
ہدایت اور خوش خبری مسلمانوں کے لیے

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ
تو کہہ دے کہ اس کو پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے
بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
اتارا ہے بلاشبہ تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور
هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
مسلمانوں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہو

رُوْحُ الْقُدُسِ: (پاکیزگی کی روح) اقدس کے معنی پاکیزگی کے ہیں۔ پاکیزگی کی روح یعنی پاکیزہ روح۔ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ اس آیت میں قرآن مجید کی اصل حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اس عظیم الشان کتاب کو اے رسول تیرے رب نے تیری طرف بھیجا ہے اور اس کو اس کے پاس سے تجھ تک لانے والا ایک فرشتہ ہے جو تمام ظاہری اور باطنی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک ہے۔ ظاہری آلائش تو اس لیے نہیں کہ وہ نری روح ہی روح ہے۔ ظاہری آلائش تو بدن کی وجہ سے ہوتی ہے اور بدن ہی سے متعلق ہوتی ہے۔ روح کو آلائش ظاہری سے کیا کام۔ باطنی آلائش مثلاً جھوٹ بولنے، دھوکا دینے، خیانت وغیرہ سے بھی پاک روحیں پاک صاف ہوتی ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ اس کے بھیجنے سے دنیا میں تین بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں اول تو یہ کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کے دل قوی ہوتے ہیں اور موقع بہ موقع حسب مصلحت آیتیں اترتی دیکھ کر انہیں اطمینان ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور ہمارے حالات سے واقف ہے جیسا موقع ہوتا ہے اسی کے مطابق حکم نازل فرماتا ہے۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو اس سے ہر حال میں بہ آسانی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس وقت کیا کام کرنا چاہیے۔ اوّل تو خود حکم ہی صاف ہوتا ہے کہ اس وقت یہ کرو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کام میں شریک ہو کر بتا دیتے ہیں۔ کہ اس طرح کام کرو۔ تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ تمہارے کاموں کا تمہیں بہت اچھا پھل ملے گا۔ دنیا میں بھی کامیاب رہو گے اور آخرت میں بھی دائمی عیش و آرام حاصل کرو گے۔

عجیب بات

وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا
اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں بات یہی ہے کہ
يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ
سکھاتا ہے ایک آدمی زبان اس شخص کی کہ اشارہ کرتے ہیں وہ
اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ
جس کی طرف عجمی ہے اور یہ زبان عربی ہے
مُّبِيۡنٌ (۱۰۳) اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ
صاف تحقیق جو لوگ ایمان نہیں لاتے
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهۡدِيۡهِمُ اللّٰهُ
اللہ کی نشانیوں پر نہیں راہ سمجھاتا ان کو اللہ
وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (۱۰۴)
اور ان کے لیے ہے عذاب دردناک

وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا
اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کو تو
يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ
ایک آدمی سکھلاتا ہے اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ
اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ
اشارہ کرتے ہیں عجمی ہے۔ اور یہ قرآن صاف عربی
مُّبِيۡنٌ (۱۰۳) اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ
زبان ہے وہ لوگ جنہیں اللہ کی باتوں پر یقین
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهۡدِيۡهِمُ اللّٰهُ
نہیں اللہ انہیں راہ نہیں بتاتا
وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (۱۰۴)
اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے

يُلۡحِدُوۡنَ: اشارہ کرتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے اِلحاد سے جس کا مادہ ل۔ح۔د ہے لحد ڈھلکانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ الحاد کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف مائل ہونا جھکانا ڈھونڈنا ڈھلکانے لگانا یہاں اس سے مراد تعریض ہے یعنی صاف نام نہ لینا۔ اشارے کنائے کرنا۔

ارشاد ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ قرآن بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھانے والا ایک ایسے شخص کو بتاتے ہیں جس کی زبان بھی عربی نہیں۔ ایسے شخص کی بابت یہ کہنا کہ وہ ایسی فصیح و بلیغ عربی عبارت میں قرآن مجید جیسی کتاب لکھ کر تیار کر سکتا ہے۔ انتہا درجے کی حماقت ہے اور ایسی حماقتیں انہی لوگوں سے سرزد ہو سکتی ہیں جو اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کو نہیں پہچانتے۔ اللہ انہیں ان کی غفلت کی وجہ سے گمراہی میں رہنے دیتا ہے۔ ہاں قیامت کے دن ان کے لیے بہت ہی دکھ دینے والا عذاب تیار ملے گا۔

کافروں کا انجام

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بات یہ ہے کہ گھڑتے ہیں جھوٹ وہی لوگ جو نہیں ایمان لاتے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اللہ کی نشانیوں پر اور یہ لوگ وہی جھوٹے ہیں

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا

جس نے انکار کیا اللہ کا پیچھے ایمان لانے کے مگر وہ نہیں

مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان پر

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ

اور لیکن وہ جس نے کھول دیا کفر کے لیے سینہ پس ان پر

غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

غضب ہے اللہ کا اور ان کے لیے ہے عذاب بڑا

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جھوٹ تو وہ لوگ بناتے ہیں جنہیں اللہ کی باتوں پر

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

یقین نہیں اور وہی لوگ جھوٹے ہیں

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا

جو کوئی یقین لانے کے بعد منکر ہُوا مگر وہ نہیں

مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

جس پر زبردستی کی گئی ہو اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہے

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ

لیکن وہ جو دل کھول کر منکر ہُوا سو ان پر

غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے اللہ کا عذاب ہے

کافروں کا کہنا تھا کہ قرآن مجید آپ نے خود گھڑ لیا ہے۔ اللہ نے فرمایا جھوٹ تو وہ لوگ بولتے ہیں جو اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے۔ آگے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کے علاوہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے جو شخص کسی کے دبانے سے جان بچانے کے لیے کفر کا کلمہ کہہ دے مگر اس کے دل میں ایمان رچا ہُوا ہو۔ وہ تو قابلِ معافی ہے۔ لیکن جو شخص ایمان لانے کے بعد دل ہی سے کافر ہو جائے اور سچ مچ ہی اسلام سے پھر جائے تو اس سے زیادہ غدّار کوئی نہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور ان کو بڑا عذاب دیا جائے گا۔ مرتدوں کی سزا دُنیا میں بھی مقرر ہے جس کا ذکر سورۃ المائدہ میں گذر چکا ہے۔ جو لوگ جان بچانے کے لیے بھی اسلام سے ظاہری طور پر بھی نہ پھریں ان کا درجہ بہت بلند ہے مثلاً حضرت بلالؓ حضرت یاسرؓ وغیرہ ؛

ڈھٹائی کی وجہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا
یہ اس لیے کہ انہوں نے پسند کی زندگی دُنیا کی
عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی
آخرت پر اور اس لیے کہ اللہ نہیں ہدایت کرتا
الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ
ان لوگوں کو جو کافر ہوئے یہی ہیں وہ لوگ کہ
طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ
مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور
اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
ان کی آنکھوں پر اور یہی ہیں وہ جو غافل ہیں

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا
یہ اس واسطے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو
عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی
آخرت سے عزیز رکھا اور اللہ منکروں کو
الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ
راہ نہیں دکھاتا یہ لوگ وہی ہیں کہ
طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ
اللہ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر
اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
اور ان کی آنکھوں پر اور یہی ہیں بالکل غافل

ارشاد ہے کہ ان سب لوگوں میں ایک چیز مشترک ہے جو ان کے کفر، شرک اور مرتد ہو جانے کا باعث بنتی ہے۔ ان کے دل میں دنیا کی زندگی کی اہمیت اور اس کی محبت میٹھی ہوئی ہے یہ آخرت کے قائل نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت کے مزے عیش و عشرت آرام و راحت چھوڑ کر آخرت کی امید پر بیٹھ جانا اور مال و دولت، طاقت و قوت، جاہ و حشمت سب کو یونہی برباد کر دینا یا نہ ہونے کی حالت میں ان کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا عقل کے خلاف ہے۔ جب انسان اس چکر میں پھنس جاتا ہے۔ پھر وہ اللہ عزوجل کا انکار کر دیتا ہے اور اس کی شامتِ اعمال اسے اللہ کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھانے دیتی۔ انہی لوگوں کے دل، کان، آنکھ، اللہ کی آیتوں پر نہ غور کرتے ہیں اور نہ انہیں سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا مقرر کیا ہوا قانون اپنا اثر دکھاتا ہے اور ان کے کرتوتوں کی نحوست ان کی ساری قوتوں کو گھیر کر بند کر دیتی ہے اور اللہ عزوجل ان پر مہر لگا دیتا ہے تاکہ ان کے اندر کوئی ٹھیک بات آہی نہ سکے ان کے دل میں حق کی باتیں گذرتی رہتی ہیں مگر وہ ان کی جانب توجہ نہیں کرتے حق کی آوازیں کانوں میں پڑتی رہتی ہیں آنکھوں کے آگے اس کی نشانیاں گذرتی رہتی ہیں لیکن یہ کسی اور ہی دھن میں لگے رہتے ہیں اور ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔

کافر نقصان میں ہیں

لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۱۰۹)

یقینی ہے کہ یہی لوگ آخرت میں خاص نقصان والے ہیں

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ

پھر تحقیق تمہارا رب ان کے لیے جو ہجرت کر گئے اس کے بعد

مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ

کہ مصیبت اٹھائی انہوں نے پھر جدوجہد کرتے رہے اور صبر کیا تحقیق

رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۱۰)

تمہارا رب بعد اس کے اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۱۰۹)

خود ظاہر ہے کہ آخرت میں یہی لوگ خراب ہیں

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ

پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر جنہوں نے وطن چھوڑا

مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ

مصیبت اٹھانے کے بعد پھر جہاد کرتے رہے اور قائم رہے بیشک

رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۱۰) ع ۱۴/۲۰

ان باتوں کے بعد تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے

ارشاد ہے کہ جب وہ دُنیا کا اس قدر خیال کرتے ہیں کہ اس سے اوپر ان کی آنکھ اٹھتی ہی نہیں تو پھر یہ آخرت میں کیا خاک پائیں گے سوا نقصان کے اور کچھ ان کے پلے پڑ ہی نہیں سکتا۔ مکہ والوں نے مسلمانوں پر ابتداء میں اس قدر ظلم توڑے کہ جن کو پڑھ کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض لوگ شہید بھی ہو گئے۔ انہی شہید ہونے والوں میں ایک بزرگ حضرت یاسرؓ اور ان کی زوجہ سُمَیَّہ تھیں۔ ایک دن ابوجہل نے حضرت یاسرؓ کے چاروں ہاتھ پاؤں چار مضبوط جوان اونٹوں سے باندھ کر انہیں ہانک دیا۔ اور ہاتھ پاؤں کٹ کے جسم سے علیحدہ ہو جانے پر وہ تڑپ تڑپ کر شہید ہو گئے۔

پھر ان کی بیوی سُمَیَّہ کی شرمگاہ میں نیزہ مارا جو کمر تک نکل گیا اور وہ بھی شہید ہو گئیں یہ اسلام کے پہلے شہید ہیں لیکن ان کے جوان فرزند نے جان بچانے کے لیے منہ سے ایسا لفظ کہہ دیا جو قابل اعتراض تھا مگر دل میں ایمان پختہ تھا۔ آخر روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جان یوا مصیبتوں سے بچنے کے لیے منہ سے اسلام کا انکار کر دینا لیکن دل میں ایمان پر قائم رہنا پھر گھر بار چھوڑ کر دین کی خاطر ہجرت کر جانا اور پھر مُسلمانوں کے ساتھ مل کر اسلام کے بچانے کے لیے جدوجہد کرتے رہنا اور صبر و استقلال سے دین پر جمے رہنا ان سب باتوں کے بعد اللہ تعالیٰ پہلی لغزشیں معاف کر دے گا وہ غفور رحیم ہے ؛

ناشکری کی سزا

یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا
جسدن آئے گا ہر شخص جواب سوال کرتاہے اپنی طرف سے
وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (۱۱۱)
اور پورا دیا جائیگا ہر شخص کو جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا
وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً
اور بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بستی کی کہ تھی بے خوف
مُّطْمَىٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ
چین سے آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بافراغت ہر جگہ سے
فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ
پس ناشکری کی اس نے اللہ کی نعمتوں کی پس چکھایا اس کو اللہ نے لباس
الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (۱۱۲)
بھوک اور ڈر کا بدلے اس کے جو وہ کرتے تھے

یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا
جس دن ہر جی اپنی طرف سے سوال کرتا آئے گا
وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (۱۱۱)
اور ہر کسی کو جو اس نے کیا پورا ملے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا
وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً
اور اللہ نے ایک مثال بیان کی کہ ایک بستی تھی امن
مُّطْمَىٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ
چین سے جس کی روزی ہر جگہ سے فراغت کے ساتھ چلی آتی
فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ
پھر اس نے اللہ کے احسان کی ناشکری کی پھر اللہ نے اس کو مزہ چکھایا
الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (۱۱۲)
کہ اس کے کپڑے بھوک اور ڈر ہو گئے اس کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے

اَذَاقَ (چکھایا) ماضی کا صیغہ ہے اِذَاقَۃٌ سے جو ذوق سے بنا ہے۔ ذوق کے معنی مزا چکھنا۔ محاورے میں اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی حالت میں اس طرح پھنس جانا کہ اس کا اثر دل میں محسوس ہو۔ اَذَاقَ اس کا متعدی ہے یعنی مزہ چکھانا۔

پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ یاد رکھو ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ہر شخص اپنی ہی مصیبت میں گرفتار ہوگا اور اپنی جان مصیبت سے چھڑانے کے لیے کبھی کچھ کہے گا کبھی کچھ لیکن اسے ملے گا وہی جس کا وہ اپنے دُنیا کے اعمال کی وجہ سے سزاوار ہوگا۔ دوسری آیت میں مکّہ والوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اس بستی کا تصوّر کرو جہاں اللہ کے فضل سے امن و امان اور چین کا دور دورہ ہے۔ کھانے پینے کا سامان موجود ہے۔ وہاں کے لوگ ایسے مغرور ہوتے کہ اللہ کا خیال بھولے سے بھی ان کے دل میں نہ آیا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ پڑے اللہ نے اس سرکشی کا مزہ انہیں چکھایا اور ہر طرف سے ان کو قحط اور خوف نے گھیر لیا:

رسولوں کی آمد

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ

اور تحقیق آیا ان کے پاس رسول انہی میں سے پس جھٹلایا انہوں نے اس کو

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

پس پکڑا ان کو عذاب نے درآں حالیکہ وہ ظالم تھے

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا

پس کھاؤ اس سے جو دیا تمہیں اللہ نے حلال

طَيِّبًا وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ

ستھرا اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

ہو تم اس کی عبادت کرتے

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ

اور ان کے پاس انہی میں کا رسول پہنچ چکا پھر اس کو جھٹلایا

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

پھر ان کو عذاب نے آپکڑا اور وہ گنہگار تھے

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا

سو کھاؤ جو تم کو روزی دی اللہ نے حلال اور

طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ

پاک اور اللہ کے احسان کا شکر کرو اگر

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

تم اس کو پوجتے ہو

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے اپنے قاعدے کے مطابق ان کے پاس انہی میں سے ایک آدمی کو چن کر اپنا رسول مقرر کیا اور اس سے کہا کہ جاؤ انہیں سمجھاؤ۔ کیونکہ ہم کسی قوم کو تباہ نہیں کرتے جب تک اپنا رسول بھیج کر ان پر حقیقت حال واضح نہ کر دیں لیکن انہوں نے رسول کے کہنے پر کچھ دھیان نہ دیا اور غلط باتوں میں پھنسے رہے۔ انہی غلط کاریوں کے دوران میں انہیں عذاب نے آدبوچا اور وہ اپنی بے جا زیادتیوں کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ آگے ارشاد ہے کہ تم لوگوں کو چاہیئے ان باتوں پر غور کر کے ان سے عبرت حاصل کرو اور دیکھو کہ مکہ میں اللہ عزوجل نے تمہارے لیے کھانے پینے اور آرام و آسایش کے سارے سامان مہیا کر دیئے ہیں اس لیئے تمہیں یہ کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ کہ ان سے فائدے تو اٹھاتے رہو۔ اور اللہ کے شکر گذار بندے بن کر نہ رہو۔ تمہیں چاہیئے کہ اللہ عزوجل نے جو حلال اور ستھری چیزیں تمہیں دی ہیں انہیں کھاؤ پیو۔ اور اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال اور حرام مت ٹھیراؤ اور سمجھو کہ یہ سب نعمتیں تمہیں اللہ عزوجل نے دی ہیں۔ اس لیے اگر اس کا بندہ بن کر رہنا ہے اور اسی کی عبادت میں زندگی بسر کرنی ہے تو شکر گذار بن کر رہو ورنہ سرکشوں میں لکھے جاؤ گے اور احسان فراموشی اور ناشکری کا وبال تمہارے سر پر پڑے گا۔

حرام چیزیں

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

یہی تو حرام کیا اللہ نے تم پر مردار اور لہو

وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ

اور گوشت سور کا اور جو کہ پکارا جائے اللہ کے سوا

بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ

اس پر پس جو لاچار ہوا نہ حکم سے نکلنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٥﴾

پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

اللہ نے تم پر حرام کیا ہے مردار اور لہو

وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ

اور سور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام

بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ

پکارا جائے پھر جو لاچار ہو جائے نہ نافرمانی کرے اور نہ زیادتی

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٥﴾

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ارشاد ہے کہ مُردہ جانور کا گوشت، بہتا ہوا لہو، سوّر کا گوشت اور جس کو اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے ان چیزوں کو چھوڑ دو۔ ہاں اگر کسی کی بھوک کے مارے جان نکلنے لگے اور ان کے سوا اور کوئی چیز میسر نہ ہو وہ ان میں سے اتنا کھا سکتا ہے جس سے جان بچ جائے اس میں نہ تو اس کی یہ نیّت ہو کہ اللہ کی حکم عدولی کرے اور نہ مقرر حد سے آگے نکل جائے۔ ایسی صورت میں اللہ اس کے قصور کو معاف کر دے گا۔ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ قرآن مجید میں جس خاص بات پر زور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ قانون بنانے کا اختیار کسی اور کے یا اپنے اندر ماننا بھی شرک ہے اور شاید بدترین قسم کا شرک یہی ہے اور استعمال کی بعض چیزوں کا اپنے اوپر اپنی مرضی سے حرام کر لینا یا جس چیز کو جی چاہے حلال کر لینا قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لینا ہے جس کی اجازت اللہ کی عظمت کسی صورت میں بھی نہیں دے سکتی۔

سب انسان اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ اس کے سوا نہ کسی کو اجازت دینے کا اختیار ہے اور نہ روکنے کی مجال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں مالک مطلق اور مختار کل اللہ عزوجل ہے اس کے سوا نہ کسی میں کسی کو کچھ دینے کی طاقت ہے اور نہ چھین لینے کی۔ جو شخص اس بات کو نہ سمجھا وہ درحقیقت اسلام ہی کو نہیں سمجھا۔

اختیار اللہ کو ہے

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

اور مت کہو اس لیے کہ بنالی ہیں تمہاری زبانوں سے جھوٹ باتیں

هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا

یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ باندھو

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

اللہ پر جھوٹ تحقیق جو لوگ باندھتے ہیں

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ

اللہ پر جھوٹ فلاح نہ پائیں گے فائدہ ہے

قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

تھوڑا سا اور ان کے لیے ہے عذاب دردناک

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

اور مت کہو اپنی زبان کے جھوٹ بنا لینے سے کہ

هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا

یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے ۔ کہ اللہ

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

پر بہتان باندھو بے شک جو اللہ پر بہتان

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ

باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا سا

قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

فائدہ اٹھالیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے

اس آیت میں انسان کے کان اچھی طرح کھول دیئے گئے ہیں کیا اختیار والا بنا پھرتا ہے۔ جامہ سے باہر ہی ہوا چلا جاتا ہے تجھے یہ کس نے اختیار دیا ہے کہ بیٹھ کر اپنے قانون گھڑے اور جن چیزوں کو اپنا جی چاہے ان کی اجازت دے، اور جنہیں اپنا جی نہ چاہے ان سے روک دے۔

ارشاد ہے کہ چیزوں کے حلال حرام کرنے کا تمہارا دعویٰ جھوٹا ہے یہ تو فقط تمہاری زبان کی گھڑی ہوئی بے بنیاد باتیں ہیں۔ اللہ عزوجل کے ذمہ بہتان مت لگاؤ۔ کیونکہ جو لوگ اللہ کا اور شرع کا نام لے کر اپنی بات منوانا چاہتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ کیا ہوا اگر تھوڑا بہت عارضی فائدہ ان کو پہنچ گیا۔ اس سے کب تک کام چلے گا۔ آخر منہ کی کھائیں گے اور آخرت میں بھی بہت بے قرار کر دینے والا اور دکھ دینے والا عذاب ان کے لیے تیار ہے۔ اس میں الگ مبتلا ہوں گے۔ مسلمانوں میں بھی بعض دنیادار علماء نے اللہ، رسول اور شرع کے نام سے اپنے کام خوب نکالے اور بعض سرکش حاکموں نے لوگوں کو دبا کر جیسا چاہا الٹے سیدھے حکم چلائے۔ آخر کب تک سلطنت ان سے چھن گئی مگر افسوس اکڑ نہ گئی۔

رحمت کی وسعت

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا
اور ان لوگوں پر جو یہودی ہوئے ہم نے حرام کیا جو ہم نے بتایا
عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ
تجھ کو اس سے پہلے اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر اور لیکن
كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ
تھے وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے پھر تحقیق
رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ
تیرا رب ان کے لیے جنہوں نے کی برائی نادانی سے
ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ
پھر توبہ کی اس کے بعد اور اصلاح کی تحقیق
رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع
تیرا رب ان باتوں کے بعد البتہ بخشنے والا مہربان ہے

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا
اور جو لوگ یہودی ہیں ان پر ہم نے حرام کیا تھا جو تجھ کو
عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ
پہلے سنا چکے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن
كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ
وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے پھر بات یہ ہے
رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ
کہ تیرا رب ان لوگوں پر جنہوں نے نادانی سے برائی کی
ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ
پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنا کام سنوارا سو
رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع ۱۵ ۱۶
تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے

ارشاد ہے کہ یہود نے بھی اللہ کے دیئے ہوئے حکموں پر عمل نہ کیا اور اپنی خوشی سے جو چاہا کیا۔ پھر آخر دیکھو کہ ان کا کیا حشر ہوا۔ ان کی سرکشی کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض چیزیں حرام کر دیں۔ ان چیزوں کا ذکر اے رسول ہم پہلے تجھے سنا چکے ہیں۔ ہم نے زبردست ہوتے ہوئے بھی انہیں بلا وجہ سزا نہیں دی۔ ہمارے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ کوئی خود اپنے آپ پر ظلم کرے تو کرے ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ اگر کوئی نادانی سے کوئی برا کام کر بیٹھے۔ پھر اس پر نادم ہو اور پختہ ارادہ کر لے کہ اب کبھی ایسا برا کام نہ کروں گا۔ اور پھر اپنی حالت سنوارنے کی کوشش میں لگ جائے تو ہم اس کا قصور معاف کر دیتے ہیں اور اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔ اگر وہ سو دفعہ توبہ کر کے بہک جائے اور پھر توبہ کرے تو ہم اس کی توبہ سو دفعہ ہی قبول کر لیتے ہیں ۔

ابراہیمؑ کا نمونہ

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ
تحقیق ابراہیم تھا امام مقتدا فرمانبردار اللہ کا
حَنِيفًا ط وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۱۲۰)
سب سے اور نہ تھا وہ مشرکوں میں سے
شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ط اجْتَبٰهُ وَ هَدٰىهُ
شکرگذار تھا اس کی نعمتوں کا اللہ نے اسے چُنا اور چلایا اسے
إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۱۲۱) وَ اٰتَيْنٰهُ
سیدھی راہ پر اور دی ہم نے اسے
فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ
دنیا میں خوبی اور تحقیق وہ آخرت میں
لَمِنَ الصّٰلِحِينَ (۱۲۲)
نیک لوگوں میں سے ہے

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ
اصل میں تو ابراہیم راہ ڈالنے والا اللہ کا فرمان بردار سب سے
حَنِيفًا ط وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۱۲۰)
ایک طرف ہو کر اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں
شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ط اجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ
اس کے احسانوں کا حق ماننے والا اللہ نے اسے چن لیا اور چلایا
إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۱۲۱) وَاٰتَيْنٰهُ
سیدھی راہ پر اور ہم نے
فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ
دنیا میں اسے خوبی دی اور وہ آخرت میں
لَمِنَ الصّٰلِحِينَ (۱۲۲)
اچھے لوگوں میں سے ہے

أُمَّةً: (پیشوا) یہ لفظ ام مم سے بنا ہے یہاں اس کے معنی امام اور پیشوا کے ہیں۔ یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو متبرک ہستیاں ایسی گذری ہیں جو بجائے خود ایک پوری امت ہیں۔ اُن کے نمونے پر جو سوسائٹی بنائی جائے گی وہی ان کی خلیفہ اور قائم مقام ہو سکتی ہے۔ اس آیت میں اسی کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ انسانوں کے اندر اخلاق حسنہ کا مجموعہ تھے وہ اللہ کے فرماں بردار، سب سے ہٹ کر اسی کے ہو رہنے والے تھے وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتے تھے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہتے تھے اللہ نے انہیں اپنا منتخب بندہ بنایا اور سیدھی راہ پر چلایا۔ دُنیا میں بھی خیر و خوبی کے ساتھ رکھا اور آخرت میں بھی وہ اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہوں گے۔

ابراہیمی ملّت

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
پھر وحی بھیجی ہم نے تیری طرف کہ پیروی کر ملت
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ
ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا وہ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۲۳)
شرک کرنے والوں میں سے

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
پھر ہم نے تیری طرف حکم بھیجا کہ ابراہیم کے دین
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ
پر چل جو ایک طرف کا تھا اور شرک کرنے والوں
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۲۳)
میں سے نہ تھا۔

اس آیت میں ملّت ابراہیمی کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانے ہی میں دین کے پختہ اصول لکھ کر رکھ لیے گئے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی اصول بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیے۔ جن میں سے کچھ انہوں نے مانے اور کچھ نہ مانے اور اس طور پر ان یہودیوں نے تمام ملّت کی شکل بگاڑ کر رکھ دی۔ اسی دین کو دوبارہ دُنیا میں رواج دینے اور مکمل طریقے سے ضبط کر کے انسان کے سامنے پیش کرنے کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ان کو قرآن مجید دیا گیا جس میں اس دین کی تشریح کر دی گئی اور دُنیا بھر کے انسانوں کے لیے اس کو ایک مکمل اور منضبط شکل میں پیش کیا گیا۔

ان سب اصولوں کی اصل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کچھ غرض نہ رکھے۔ اور سب سے منہ موڑ کر خالص نیّت کے ساتھ صرف اسی کی طرف متوجّہ ہو۔ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزّ وجل کے ساتھ ذات یا صفات میں کسی کو ذرّہ بھر بھی شریک نہیں کرتے تھے صرف اسی ایک کو تنہا سب کا خالق، مالک اور مربّی مانتے تھے' جو کچھ مانگنا ہوتا اسی سے مانگتے، وہ یقین رکھتے تھے کہ دُنیا کی ساری نعمتیں اسی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ اس لیے اسی خدا کا شکر گذار رہنا چاہیئے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنی چاہیئے۔ اسلام کا خلاصہ یہی ہے اور اس دین کو یہ نام بھی انہی کا دیا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی باتوں کے جاری کرنے کے لیے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ انسان کی سرکشی دور کرنے کے لیے یہی ایک مجرّب دوا ہے:۔

ہفتہ کا دن

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا

بات یہی ہے کہ مقرر کیا گیا ہفتہ ان لوگوں پر جو اختلاف کرتے تھے

فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

اس میں اور تحقیق تیرا رب ضرور فیصلہ کرے گا ان میں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

قیامت کے دن اس چیز کا کہ تھے وہ اس میں اختلاف کرتے

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا

ہفتہ کا دن جو مقرر کیا سو انہی پر جو اس میں اختلاف

فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

کرتے تھے اور تیرا رب حکم کرے گا ان میں قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

کے دن جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ: (جنہوں نے اختلاف کیا اس میں) اس سے مراد یہود ہیں۔ یہاں یہود کہنے کے بجائے ان کی ایک صفت بیان کی ہے تاکہ یہ جتلا دیا جائے کہ یہ صفت ان کا خاصہ لازم بن گئی تھی اور اسی وجہ سے ان کے لیے سخت احکام مقرر کیے جاتے تھے تاکہ اس کی اصلاح ہو اس سے ہمیں یہ بتلانا مقصود ہے کہ تم اس بُری عادت میں مبتلا نہ ہونا بلکہ جو تم کو حکم دیا جائے۔ اس کو سب مل کر بے چون وچرا بجا لانا۔

ارشاد ہے کہ سبت تو فقط یہودیوں کے لیے مقرر کیا گیا تھا اس لیے کہ انہیں اللہ کے حکم کی پابندی کی عادت سکھائی جائے اور نافرمانی کی سزا دنیا ہی میں دے کر دوسروں کے لیے موجب عبرت قرار دیا جائے۔ پھر بھی اس قوم میں فرمانبرداری کی عادت نہ ہونی تھی نہ ہوئی، جو حکم ان کو دیا جاتا۔ اس میں وہ اپنی رائے ضرور ٹھونستے۔ کہ یوں نہیں ہونا چاہیئے وہ بالکل ایک خود رائے، شریر ضدی بچے کی طرح تھے جس کی عادت یہ ہو کہ جو کچھ اس سے کہا جائے اس کے کرنے سے انکار کر دے۔ یہود حسب عادت سبت کے بارے میں بھی مختلف فرقے ہو گئے بعض نے مانا بعض نے نہ مانا۔ آخر نہ ماننے والوں کو دُنیا ہی میں بندر اور سور بنا دیا گیا۔

اس کے بعد عذاب آخرت ابھی باقی ہے جو انہیں ملے گا چنانچہ اسی آیت میں ارشاد ہے کہ جن باتوں میں انہوں نے جھگڑا اور اختلاف کیا۔ ان کی حقیقت انہیں قیامت کے دن معلوم ہو جائے گی یہاں سے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سبق سیکھنا چاہیئے کہ جب ثابت ہو جائے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کا حکم یہ ہے پھر اس کی تعمیل میں حیل وحجت نہ کرنی چاہیئے۔ حکم معلوم ہو جانے کے بعد حکم عدولی کا بہانہ تلاش کرنا یہود کی خصلت تھی یہ اسلام کے خلاف ہے یہاں تو حکم کے آگے سر جھکا دینا شرطِ اولین ہے ۔

کرنا کیا چاہیئے؟

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ
بلا اپنے رب کے راہ کی طرف پکی باتوں سے اور وعظ و نصیحت سے
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ
جو اچھی طرح ہو اور بحث کر ان سے ایسے طریقے سے کہ وہ بہتر ہو تحقیق تیرا رب
هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ
وہی زیادہ جانتا ہے اس کو جو بہکا اس کے راستے سے اور وہی زیادہ جانتا ہے
بِالْمُهْتَدِيْنَ (۱۲۵) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا
راہ پانے والوں کو اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اتنا ہی جتنی
عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (۱۲۶)
برائی کی گئی تم سے اور اگر صبر کرو تم تو یقیناً وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے
وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
اور صبر کر تو اور نہیں صبر تیرا مگر اللہ کی مدد سے اور نہ کر غم ان پر
وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (۱۲۷) اِنَّ اللّٰهَ
اور نہ ہو تنگی میں اس سے جو وہ مکاری کرتے ہیں بے شک اللہ
مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (۱۲۸) ع
ساتھ ہے ان کے جو بچ کر چلیں اور ان کے کہ وہ نیکو کار ہیں

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ
اپنے رب کی راہ کی طرف بلا پکی باتیں سمجھا کر اور بھلی طرح نصیحت
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ
سنا کر اور انہیں دے جس طرح بہتر ہو تیرا رب ہی اس کو
هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ
بہتر جانتا ہے جو اس کی راہ بھول گیا اور وہی بہتر جانتا ہے
بِالْمُهْتَدِيْنَ (۱۲۵) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا
ان کو جو راہ پر ہیں اور بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر تمہیں
عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (۱۲۶)
تکلیف پہنچائی جائے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے
وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
اور تو صبر کر اور تجھ سے اللہ ہی کی مدد سے صبر ہو سکے گا اور ان پر غم نہ کھا
وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (۱۲۷) اِنَّ اللّٰهَ
اور ان کے فریب سے تنگ مت ہو بے شک اللہ
مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (۱۲۸) ع ۱۶ ۹ ۲۲
ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں

ارشاد ہے کہ (۱) بھلی باتیں اپنے قول اور برتاؤ کے ذریعے لوگوں کے سامنے رکھ دو (۲) وعظ و نصیحت بے غرضی کے ساتھ کرو (۳) مناسب موقع پر اچھی سے اچھی بات کہہ کر لوگوں کو قائل کرو۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ کون بھٹکا ہوا ہے اور کون ٹھیک چل رہا ہے پھر ارشاد ہے کہ لوگوں سے جو برائی پہنچے اس کا اگر بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی برائی ہے اور اگر صبر کرو تو صبر کا پھل بہت ہی اچھا ملتا ہے صبر کی توفیق اللہ سے مانگو۔ مخالفین کی ضد اور ہٹ دھرمی سے غمگین اور ان کی چالبازیوں سے تنگ دل مت ہو یقین رکھو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر کر برے کام چھوڑتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے نیک کام اختیار کرتے ہیں:

سورۃ النحل کا خلاصہ

سورۃ النحل ختم ہوئی۔ اوّل ارشاد ہوا کہ دُنیا کی زندگی تھوڑی ہے اس لیے سب کچھ چھوڑ کر پہلے اللہ عزوجل کو پہچانو۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ جانوروں کو تمہارا تابعدار کر دیا۔ ان سے دُودھ، اون، شہد وغیرہ حاصل کرتے ہو۔ بارش برسا کر زمین سے رنگ برنگ کے میوے، پھل، پھول، پیدا کر دیئے۔ سمندر سے مچھلی، موتی اور دیگر قیمتی چیزیں عطا کیں۔ پھر کشتی، جہاز چلانے کا ہنر سکھایا۔ چاند، سورج، ستارے، پہاڑ، دریا سب کو تمہارے فائدے کا ذریعہ بنایا۔ اللہ عزوجل کی نعمتوں کو کہاں تک گنو گے وہ بے شمار ہیں جب اللہ عزوجل کو مان چکے تو اسی کے مقرر کیے ہوئے دین پر چلو اور اپنی گفتار اور کردار سے ثابت کر دو کہ اللہ کے ماننے والے ہی اخلاق وعادات میں سب سے زیادہ ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ اللہ کے ماننے اور اس کے کہنے کے مطابق چلنے سے دُنیا کی زندگی بھی درست ہوگی اور آخرت میں بھی عیش و آرام ملے گا اور اس کا انکار کرنے اور اٹکل پچو راستے اختیار کرنے میں دنیا میں بھی دیر یا سویر بُری گت ہوگی اور آخرت میں بھی انتہائی دکھ درد بھگتنا ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اللہ کے دین کا خلاصہ پہلے سمجھ لو۔ اللہ عدل، احسان، فیاضی کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی نامناسب باتوں اور دوسروں پر دست درازی کرنے سے روکتا ہے۔ اللہ کے دین کو دانائی کی باتوں، مفید وعظ و نصیحت اور عالمانہ بحث و مباحثہ کے ذریعے جو جوش اور دل خراش باتوں سے پاک ہو۔ لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ اور تبلیغ کے راستہ میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کی گوشمالی اس کی برائی کی حد کے مطابق کرو۔ زیادتی اور ظلم مت کرو۔ دوسرے کی زیادتی پر صبر کرنا بہت ہی اچھا ہے۔ اللہ سے صبر کی توفیق مانگنی چاہیئے۔ لوگوں کی بد اخلاقی پر رنج مت کرو۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اس کا صاف اعلان ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جو میرے بتائے ہوئے قانون کے مطابق چلتے ہیں اور مجھ سے ڈر کر بُری باتوں سے بچتے ہیں اور ہر وقت نیکی کرنے کی دھن ہی میں رہتے ہیں۔ اس سورت سے سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کا مالک اور منتظم اللہ عزوجل ہے۔ انسان اس کا خلیفہ ہے۔ کچھ لوگ دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو مجمع خوبی ہیں اور وہ انسان کی سوسائٹی کے لیے پورا نمونہ ہیں وہی اللہ کے خلیفہ ہیں جب ان کے نمونے پر سوسائٹی بن جائے گی تو وہ ان کے بعد اللہ کا خلیفہ ہوگی ان میں سے سب سے بڑا سوسائٹی کا نمونہ پہلے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؛

الحمد للہ تیسری منزل ختم ہوئی

طابع :- ملک سراج الدین اینڈ سنز۔ لاہور (۸)
مطبع :- سراج محمدی پریس۔ لاہور (۷)
محمد شفیع کاتب دارالکلام چھٹا کانہ رسول نگر دگوجرانوالہ



درسِ قرآن

چوتھی منزل

سُورۃ بنی اسرآئیل الکہف مریم طٰہٰ الانبیاء

الحج المؤمنون النور الفرقان

پندرھویں پارے سے سوا اٹھارھویں پارے تک

مُرتّبہ

درس قرآن بورڈ

شائع کردہ:

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور

درس قرآن بورڈ

ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور نے درس قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کے لیے ایک بورڈ مقرر کیا ہوا ہے۔ اس بورڈ کے مندرجہ ذیل حضرات نے اس چوتھی منزل کو مرتب کیا ہے۔

۱۔ مولانا خواجہ عبدالحی فاروقی صاحب مرحوم

سابق صدر شعبۂ اسلامیات و عربی۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور

۲۔ مولانا حافظ مرغوب احمد توفیق صاحب مرحوم

منشی فاضل۔ مولوی فاضل۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل

سابق صدر اسلامیات و عربی ڈھاکہ یونیورسٹی

۳۔ الحاج عبدالواحد صاحب ایم۔ اے

سابق انسپکٹر آف سکولز

سرٹیفکیٹ

میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً بالغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے سورۃ نمبر، آیت نمبر، پارہ نمبر اور متن میں کوئی کمی و بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

محمد رمضان
چاہ میراں
لاہور

فہرست مضامین

درس قرآن چوتھی منزل	الف
درس قرآن بورڈ	ب
فہرست مضامین	ج

فہرست مضامین و آیات المنزل الرابع

پَارَہ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ ۱۵	صفحہ ۱ تا ۱۲۶
سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	صفحہ ۱ تا ۷۸
سُوْرَۃُ الْکَہْفِ	صفحہ ۷۹ تا ۱۴۷
پَارَہ قَالَ اَلَمْ ۱۶	صفحہ ۱۲۷ تا ۲۵۲
سُوْرَۃُ مَرْیَمَ	صفحہ ۱۴۹ تا ۱۸۶
سُوْرَۃُ طٰہٰ	صفحہ ۱۸۷ تا ۲۵۲
پَارَہ اِقْتَرَبَ ۱۷	صفحہ ۲۵۳ تا ۳۶۴
سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآءِ ۲۱	صفحہ ۲۵۳ تا ۳۰۸
سُوْرَۃُ الْحَجِّ ۲۲	صفحہ ۳۰۹ تا ۳۶۴
پَارَہ قَدْ اَفْلَحَ ۱۸	صفحہ ۳۶۵ تا ۵۰۴
سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۲۳	صفحہ ۳۶۵ تا ۴۱۴
سُوْرَۃُ النُّوْر ۲۴	صفحہ ۴۱۵ تا ۴۷۹
سُوْرَۃُ الْفُرْقَان ۲۵	صفحہ ۴۸۰ تا ۵۳۲
پَارَہ وَقَالَ الَّذِیْنَ ۱۹	صفحہ ۵۰۵ تا ۵۳۲

فہرست مضامین و آیات منزل چہارم

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱	پارہ سُبحٰنَ الّذِیۤ سورہ بنیۤ اسرآئیل		۲۰	ماں باپ سے برتاؤ	۲۴-۲۵
۲	اللہ کی تسبیح	۱	۲۱	پیسہ کا مصرف (ا)	۲۶
۳	قدرت کی نشانیاں	۲-۳	۲۲	پیسہ کا مصرف (ب)	۲۸-۲۹
۴	بنی اسرائیل کا طرزِ عمل	۴	۲۳	اعتدال کی تعلیم	۳۰
۵	پہلا واقعہ	۵	۲۴	اولادکشی	۳۱-۳۲
۶	درمیانی رحمت	۶	۲۵	انسان کا قتل	۳۳
۷	دوبارہ شرارت	۷-۸	۲۶	یتیم اور ناپ تول	۳۴-۳۵
۸	قرآن کا کام	۹-۱۰	۲۷	قوتوں کا استعمال	۳۶
۹	انسان کی بہتری		۲۸	اکڑفوں کی چال	۳۷-۳۸
۱۰	انسان کو نصیحت	۱۱	۲۹	دانائی	۳۹
۱۱	اللہ عزوجل کی پہچان	۱۲	۳۰	زبردست گستاخی	۴۰
۱۲	نامۂ اعمال	۱۳-۱۴	۳۱	قرآن حکیم کا مقصد	۴۱-۴۲-۴۳
۱۳	ہدایت کا فائدہ	۱۵	۳۲	کائنات کی تسبیح	۴۴
۱۴	تباہی کا سبب	۱۶-۱۷	۳۳	کفر کی شامت	۴۵
۱۵	دُنیا کا طالب	۱۸	۳۴	سنتے ہیں تو کیوں	۴۶-۴۷
۱۶	آخرت کا طلب گار	۱۹-۲۰	۳۵	گمراہی کی باتیں	۴۸
۱۷	دُنیا اور آخرت	۲۱-۲۲	۳۶	ایک اور نئی بات	۴۹-۵۰
۱۸	ہدایت کا سلسلہ		۳۷	قیامت برحق ہے	۵۱-۵۲
۱۹	زندگی کے آداب	۲۳	۳۸	تبلیغ کا طریقہ	۵۳-۵۴

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۹	اللہ خوب جانتا ہے	۵۶-۵۵
۴۰	بڑے لوگوں کا حال	۵۷
۴۱	قرب قیامت	۵۸
۴۲	انوکھے معجزے	۵۹
۴۳	انسان کا امتحان (الف)	۶۰
۴۴	انسان کا امتحان (ب)	
۴۵	ہوشیار رہو	۶۲-۶۱
۴۶	شیطانی ہتھکنڈے	۶۴-۶۳
۴۷	اللہ کے بندے	۶۵
۴۸	اللہ کی قدرت	۶۶
۴۹	انسان نہیں سیکھتا	۶۸-۶۷
۵۰	بے فکری مناسب نہیں	۶۹
۵۱	انسان کا مرتبہ	۷۰
۵۲	اعمال کا حساب	۷۲-۷۱
۵۳	ورغلانے کی کوشش	۷۳
۵۴	نبی کی معصومیت	۷۵-۷۴
۵۵	دستور الٰہی	۷۷-۷۶
۵۶	عبادت کا طریقہ	۷۹-۷۸
۵۷	وعدۂ فتح ونصرت	۸۱-۸۰
۵۸	قرآن مجید کی منزلت	۸۲
۵۹	انسان کا عجیب رویہ	۸۴-۸۳
۶۰	روح کیا ہے	۸۵

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۶۱	اللہ کی قدرت	۸۷-۸۶
۶۲	قرآن معجزہ ہے	۸۹-۸۸
۶۳	کفار کے مطالبے (ا)	۹۱-۹۰
۶۴	کفار کے مطالبے (ب)	۹۳-۹۲
۶۵	بہانہ بازیاں	۹۵-۹۴
۶۶	اللہ ہی ہدایت کرے تو کرے	۹۶
۶۷	گمراہوں کا حشر	۹۷
۶۸	اعتقاد کی غلطی	۹۸
۶۹	موٹی سی بات	۹۹
۷۰	انسان کی خصلت	۱۰۰
۷۱	اللہ کے احسانات	۱۰۱
۷۲	جان بوجھ کر انکار	۱۰۳-۱۰۲
۷۳	بنی اسرائیل آزاد ہوئے	۱۰۴
۷۴	قرآن برحق ہے	۱۰۶-۱۰۵
۷۵	اہل علم کا حال	۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷
۷۶	مغفرت اور عبادت	۱۱۰
۷۷	صحیح معرفت	۱۱۱
۷۸	سورۂ بنی اسرائیل پر غور	
۷۹	سورۂ کہف	
۸۰	قرآن کی شان	۲-۱
۸۱	اعتقاد کی درستی	۵-۴-۳
۸۲	رسول کا کام	۸-۷-۶

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیات نمبر
۸۳	اللہ کی نشانیاں	۹ - ۱۰
۸۴	نجات حاصل ہوئی	۱۱ - ۱۲
۸۵	اصحابِ کہف	۱۳ - ۱۴
۸۶	شرک سے نفرت	۱۵
۸۷	اللہ کی مدد	۱۶
۸۸	آرام کا بندوبست	۱۷
۸۹	حفاظت کا انتظام	۱۸
۹۰	اللہ نے جگا دیا	۱۸
۹۱	بھوک میں دین کا خیال	۱۹ - ۲۰
۹۲	اطلاع کی حکمت	۲۱
۹۳	بے فائدہ بحث	۲۲
۹۴	اللہ کی ہر وقت یاد	۲۳ - ۲۴
۹۵	غار میں کب تک ٹھہرے	۲۵ - ۲۶
۹۶	اللہ بس باقی ہوس (ا)	۲۷
۹۷	اللہ بس باقی ہوس (ب)	۲۷
۹۸	رسول کا رویہ	۲۸
۹۹	منکروں کی سزا	۲۹
۱۰۰	ایمان والوں کا انعام	۳۰ - ۳۱
۱۰۱	عبرت انگیز کہانی	۳۲ - ۳۳
۱۰۲	مغرور شخص	۳۴ - ۳۵ - ۳۶
۱۰۳	مردِ مومن	۳۷ - ۳۸
۱۰۴	مومن کا رویہ	۳۹ - ۴۰ - ۴۱
۱۰۵	باغ اجڑ گیا	۴۲ - ۴۳ - ۴۴
۱۰۶	دُنیا کی مثال	۴۵
۱۰۷	کام کی چیزیں	۴۶
۱۰۸	فنا کا منظر	۴۷ - ۴۸
۱۰۹	قیامت میں کیا ہوگا	۴۹
۱۱۰	آدمی کا دشمن	۴۹
۱۱۱	شیطان بے بس ہے	۵۰ - ۵۱
۱۱۲	شرک کا انجام	۵۲ - ۵۳
۱۱۳	قرآن کا کام	۵۴
۱۱۴	کیا مٹنا ہی ہے	۵۵
۱۱۵	رسول کیوں بھیجے	۵۶
۱۱۶	منکر بڑے ظالم ہیں	
۱۱۷	نشامتِ اعمال	۵۷
۱۱۸	دُنیا کا نظام	۵۸ - ۵۹
۱۱۹	تواضع کا سبق (ا)	۶۰ - ۶۱
۱۲۰	تواضع کا سبق (ب)	[illegible]
۱۲۱	بھول کا خمیازہ	۶۲ - ۶۳
۱۲۲	منزل کا پتہ	۶۴ - ۶۵
۱۲۳	آنے کی غرض	۶۶ - ۶۷ - ۶۸
۱۲۴	ہمراہی کی شرط	۶۹ - ۷۰
۱۲۵	پہلا واقعہ	۷۱ - ۷۲
۱۲۶	دوسرا مرحلہ	۷۳ - ۷۴

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
	پارہ قَالَ اَلَمْ ۱۶ سورہ کہف	
۱۲۷	دوبارہ یاددہانی	۷۵-۷۶
۱۲۸	تیسرا مرحلہ	۷۷
۱۲۹	خضر اور موسیٰؑ کی جدائی	۷۸
۱۳۰	کشتی کا واقعہ	۷۹
۱۳۱	لڑکے کا قتل	۸۰-۸۱
۱۳۲	دیوار کی درستی	۸۲
۱۳۳	ذوالقرنین کا حال	۸۳-۸۴-۸۵
۱۳۴	مغرب کا سفر	۸۶
۱۳۵	ذوالقرنین کا فیصلہ	۸۷-۸۸
۱۳۶	مشرق کا سفر	۸۹-۹۰-۹۱
۱۳۷	وسط زمین کا سفر	۹۲-۹۳-۹۴
۱۳۸	سدِّ ذوالقرنین	۹۵-۹۶
۱۳۹	کام کے بعد	۹۷-۹۸
۱۴۰	احوالِ قیامت	۹۹-۱۰۰-۱۰۱
۱۴۱	اظہارِ حقیقت (الف)	۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴
۱۴۲	اظہارِ حقیقت (ب)	
۱۴۳	نکمّے لوگ	۱۰۵-۱۰۶
۱۴۴	ایمان والوں کی جزا	۱۰۷-۱۰۸
۱۴۵	علم الٰہی	۱۰۹
۱۴۶	اسلام کا خلاصہ	۱۱۰
۱۴۷	سورہ کہف کیا سکھاتی ہے	

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۴۸	سرآغاز سورۂ مریم	
۱۴۹	سورۂ مریمؑ	۱-۲-۳-۴
۱۵۰	حضرت زکریاؑ کی دعا	۵-۶
۱۵۱	خوش خبری اور تعجّب	۷-۸
۱۵۲	حمل کی نشانی	۹-۱۰
۱۵۳	یحییٰؑ کی پیدائش	۱۱
۱۵۴	حضرت یحییٰؑ کے اوصاف	۱۲-۱۳-۱۴-۱۵
۱۵۵	قصّۂ مریمؑ	۱۶-۱۷
۱۵۶	فرشتے سے کلام	۱۸-۱۹-۲۰
۱۵۷	اللہ کی قدرت	۲۱-۲۲
۱۵۸	ولادت مسیح	۲۳-۲۴
۱۵۹	ضروری سامان	۲۵-۲۶
۱۶۰	لوگوں کا تعجّب	۲۷-۲۸
۱۶۱	حضرت مریمؑ کی پاک دامنی	۲۹-۳۰
۱۶۲	بچّہ کا بقیہ بیان	۳۱-۳۲-۳۳
۱۶۳	سچّی بات	۳۴-۳۵
۱۶۴	اختلاف مت کرو	۳۶-۳۷
۱۶۵	انسان کی غفلت	۳۸-۳۹-۴۰
۱۶۶	اور رسولوں کا ذکر	۴۱-۴۲-۴۳
۱۶۷	باپ کو نصیحت	۴۴-۴۵
۱۶۸	باپ کا جواب	۴۶-۴۷
۱۶۹	ابراہیمی ہجرت	۴۸-۴۹-۵۰

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۷۰	موسیٰ علیہ السلام	۵۱ - ۵۲ - ۵۳
۱۷۱	اسمٰعیل علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام	۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷
۱۷۲	انبیاء کا اخلاق	۵۸
۱۷۳	بعد کے آنے والے	۵۹ - ۶۰
۱۷۴	جنّت کا بیان	۶۱ - ۶۲
۱۷۵	جنّت ملنے کی شرط	۶۳ - ۶۴ - ۶۵
۱۷۶	مرکر اٹھنا	۶۶ - ۶۷ - ۶۸
۱۷۷	قیامت کے واقعات	۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲
۱۷۸	دُنیا کا رویّہ	۷۳ - ۷۴
۱۷۹	مہلت کا مدّعا	۷۵
۱۸۰	منکروں کی امیدیں	۷۶ - ۷۷
۱۸۱	اصل حقیقت	۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲
۱۸۲	منکروں کا حال	۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷
۱۸۳	نادانوں کی گستاخی	۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱
۱۸۴	اللہ کا کوئی ہمسر نہیں	۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵
۱۸۵	تصرف اللہ کو ہے	۹۶ - ۹۷ - ۹۸
۱۸۶	سورۃ مریم ختم ہوئی	
۱۸۷	سورہ طٰہٰ	
۱۸۸	نزول قرآن	۱ - ۲ - ۳ - ۴ - ۵
۱۸۹	اللہ کی صفتیں	۶ - ۷ - ۸
۱۹۰	قرآن کیا ہے؟	
۱۹۱	رسالت کی توضیح	۹ - ۱۰

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۹۲	رسالت مل گئی	۱۱ - ۱۲ - ۱۳
۱۹۳	ہدایات	۱۴ - ۱۵ - ۱۶
۱۹۴	دین فطرت .. (۱۹۵) عصائے موسیٰ	۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱
۱۹۶	یدِ بیضا	۲۲ - ۲۳ - ۲۴
۱۹۷	موسیٰؑ کی درخواست (ا)	۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰
۱۹۸	موسیٰؑ کی درخواست (ب)	۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶
۱۹۹	پہلے احسانات	۳۷ - ۳۸
۲۰۰	موسیٰؑ کی تربیت	۳۹
۲۰۱	آزمائش	۴۰ - ۴۱
۲۰۲	رسالت کا کام	۴۲ - ۴۳ - ۴۴
۲۰۳	اندیشہ کا اظہار	۴۵ - ۴۶
۲۰۴	پیغامِ رسالت	۴۷
۲۰۵	سوال وجواب	۴۸ - ۴۹ - ۵۰
۲۰۶	کج بحثی	۵۱ - ۵۲
۲۰۷	اللہ کی نشانیاں	۵۳ - ۵۴ - ۵۵
۲۰۸	فرعون کی ہٹ دھرمی	۵۶ - ۵۷ - ۵۸
۲۰۹	مقابلہ کا وقت	۵۹ - ۶۰ - ۶۱
۲۱۰	مقابلہ کا مشورہ	۶۲ - ۶۳ - ۶۴
۲۱۱	معرکہ	۶۵ - ۶۶
۲۱۲	موسیٰؑ کا اندیشہ	۶۷ - ۶۸ - ۶۹
۲۱۳	جادوگر مان گئے	۷۰
۲۱۴	سزا کی دھمکی	۷۱
۲۱۵	صاف جواب	۷۲ - ۷۳

۲۱۶	دل کی آواز	۷۴-۷۵-۷۶	۲۳۹	جنت چھوڑنی پڑی	۱۲۳
۲۱۷	بنی اسرائیل کی نجات	۷۷-۷۸-۷۹	۲۴۰	نافرمانوں کا حشر	۱۲۴
۲۱۸	بنی اسرائیل کو یاد دہانی	۸۰-۸۱	۲۴۱	آدمی کی حیرت	۱۲۵
۲۱۹	وعدہ کی تشریح	۸۲-۸۳-۸۴	۲۴۲	اندھے پن کی وجہ	۱۲۶
۲۲۰	قوم کی گمراہی	۸۵	۲۴۳	عبرت کا سامان	۱۲۷
۲۲۱	غصہ کا اظہار	۸۶	۲۴۴	تاریخ سے سبق	۱۲۸-۱۲۹
۲۲۲	عذر گناہ	۸۷-۸۸	۲۴۵	پانچوں نمازوں کے اوقات	۱۳۰
۲۲۳	سیدھی بات	۸۹-۹۰	۲۴۶	مال و دولت کچھ نہیں	
۲۲۴	بیٹے کا جواب	۹۱	۲۴۷	اللہ کی بخشش بہتر ہے	۱۳۱
۲۲۵	ہارونؑ سے باز پرس	۹۲-۹۳-۹۴	۲۴۸	نماز کی اہمیت	۱۳۲
۲۲۶	سامری سے باز پرس	۹۵-۹۶	۲۴۹	سچائی کی دلیل	۱۳۳
۲۲۷	سامری کی سزا	۹۷	۲۵۰	بہانہ بازی	۱۳۴
۲۲۸	قوم کو فہمائش	۹۸-۹۹	۲۵۱	انتظار کرو	۱۳۵
۲۲۹	قیامت میں سزا	۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲	۲۵۲	سورہ طٰہٰ پر ایک نظر	
۲۳۰	قیامت کی دہشت	۱۰۳-۱۰۴		پارہ اِقْتَرَبَ ۱۷	
۲۳۱	پہاڑوں کا حال	۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷	۲۵۳	سورۃ الانبیاء	
۲۳۲	احوال قیامت	۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰	۲۵۴	لوگوں کی غفلت	۱-۲
۲۳۳	اللہ عزوجل کا فیصلہ	۱۱۱-۱۱۲	۲۵۵	خفیہ مشورے	۳-۴
۲۳۴	قرآن کا طرز	۱۱۳	۲۵۶	مشرکوں کی بوکھلاہٹ	۵-۶
۲۳۵	بھولنے کا نتیجہ	۱۱۴-۱۱۵	۲۵۷	آدمیوں کے نبی	۷-۸
۲۳۶	آدمؑ کو ہدایات	۱۱۶-۱۱۷	۲۵۸	نشانِ امتیاز	۹-۱۰
۲۳۷	شیطانی وسوسہ	۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰	۲۵۹	نافرمانی کی سزا	۱۱-۱۲
۲۳۸	بھول کا نتیجہ	۱۲۱-۱۲۲	۲۶۰	کافروں کی پریشانی	۱۳-۱۴-۱۵

۲۶۱	دُنیا کھیل نہیں	۱۶-۱۷	۲۸۴	ہٹ دھرمی	۶۵-۶۶-۶۷
۲۶۲	میدان جنگ	۱۸	۲۸۵	سزا اور نجات	۶۸-۶۹-۷۰
۲۶۳	اور معبود کہاں سے آئے	۱۹-۲۰-۲۱	۲۸۶	اللہ کی مدد	
۲۶۴	معبود اللہ ایک ہے	۲۲-۲۳	۲۸۷	اللہ کا فضل	۷۱-۷۲
۲۶۵	اس کا مددگار بھی کوئی نہیں	۲۴	۲۸۸	نبیوں کے کام	۷۳-۷۴-۷۵
۲۶۶	نقلی دلیل	۲۵-۲۶-۲۷	۲۸۹	حضرت نوح علیہ السلام	۷۶-۷۷
۲۶۷	مقبول بندے	۲۸-۲۹	۲۹۰	داؤدؑ اور سلیمانؑ	۷۸
۲۶۸	عالم کی پیدائش	۳۰	۲۹۱	حضرت داؤدؑ کی خصوصیت	۷۹-۸۰
۲۶۹	قدرت کی نشانیاں	۳۱-۳۲-۳۳	۲۹۲	حضرت سلیمانؑ پر انعامات	۸۱-۸۲
۲۷۰	بشر کا حال	۳۴-۳۵	۲۹۳	حضرت ایوب علیہ السلام	۸۳-۸۴
۲۷۱	رسول کے ساتھ گستاخی	۳۶-۳۷	۲۹۴	اللہ کے اور نیک بندے	۸۵-۸۶
۲۷۲	عذاب کا وعدہ	۳۸-۳۹	۲۹۵	حضرت یونسؑ کی دعا	۸۷-۸۸
۲۷۳	وہ گھڑی اچانک آئے گی	۴۰-۴۱	۲۹۶	حضرت زکریاؑ کی دعا	۸۹-۹۰
۲۷۴	اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا	۴۲-۴۳	۲۹۷	پاک دامن مریمؑ	۹۱-۹۲-۹۳
۲۷۵	غفلت کی وجہ	۴۴	۲۹۸	قانونِ عمل	۹۴-۹۵
۲۷۶	خطرہ سے خبردار	۴۵-۴۶	۲۹۹	علاماتِ قیامت	۹۶-۹۷
۲۷۷	اعمال تولے جائیں گے	۴۷	۳۰۰	بت اور اُن کے پجاری	۹۸-۹۹-۱۰۰
۲۷۸	قرآن حکیم کا مرتبہ	۴۸-۴۹-۵۰	۳۰۱	مقبول بندے	۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳
۲۷۹	ابراہیم علیہ السلام	۵۱-۵۲-۵۳	۳۰۲	گُر کی بات (الف)	۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶
۲۸۰	لوگوں کی حیرت	۵۴-۵۵	۳۰۳	گُر کی بات (ب)	
۲۸۱	عملی سبق	۵۶-۵۷-۵۸	۳۰۴	دعوتِ عامہ	۱۰۷-۱۰۸
۲۸۲	لوگوں کی کھلبلی	۵۹-۶۰-۶۱	۳۰۵	مختار اللہ عزوجل ہے	۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲
۲۸۳	معاملہ کی تحقیقات	۶۲-۶۳-۶۴	۳۰۶	سورۃ الانبیاء پر ایک نظر	

۳۰۷	سورۃ الانبیاء پر ایک نظر (ب)		۳۳۰	اللہ کی بات کی وقعت	۳۰
۳۰۸	سورۃ الانبیاء پر ایک نظر (ج)		۳۳۱	شرک تباہ کن ہے	۳۱-۳۲-۳۳
۳۰۹	سُورَۃُ الحَجّ		۳۳۲	قربانی	۳۴
۳۱۰	اللہ سے ڈرو	۱-۲	۳۳۳	اللہ کے بندوں کی نشانی	۳۵
۳۱۱	کج بحثی	۳-۴	۳۳۴	اونٹ کی قربانی	
۳۱۲	شک وشبہ کا علاج		۳۳۵	قربانی کی روح	۳۶-۳۷-۳۸
۳۱۳	انسان کی پرورش		۳۳۶	قربانی کا فلسفہ	..
۳۱۴	ایک اور منظر	۵-۶	۳۳۷	لڑائی کی اجازت	۳۹
۳۱۵	شبہ فضول ہے (ا)	۷-۸	۳۳۸	دُنیا کا انتظام	۴۰
۳۱۶	شبہ فضول ہے (ب)		۳۳۹	مُسلمانوں کا کام	۴۱
۳۱۷	بدکاروں کا انجام	۹-۱۰	۳۴۰	عبرت کا مقام	..
۳۱۸	ڈھلمل یقین	۱۱	۳۴۱	اللہ کا انکار	۴۲-۴۳-۴۴
۳۱۹	تباہی کا سبب	۱۲-۱۳	۳۴۲	اندھاپن	۴۵-۴۶
۳۲۰	پختہ وعدہ	۱۴	۳۴۳	جلدی بے کار ہے	۴۷-۴۸
۳۲۱	ناامید مت ہو	۱۵	۳۴۴	خلاصہ مطلب	۴۹-۵۰-۵۱
۳۲۲	فیصلہ کا دن	۱۶-۱۷	۳۴۵	شک وشبہ	۵۲
۳۲۳	اللہ کی حکومت	۱۸	۳۴۶	متشابہات کی مصلحت	۵۳
۳۲۴	دو مدّعی	۱۹-۲۰	۳۴۷	پختہ یقین سے ہدایت	۵۴-۵۵
۳۲۵	عذاب کا نقشہ	۲۱-۲۲	۳۴۸	اللہ کی حکومت	۵۶-۵۷
۳۲۶	ایمان والوں کا انعام	۲۳-۲۴	۳۴۹	ہجرت کرنے والے	۵۸-۵۹
۳۲۷	جھگڑے کی مثال	۲۵	۳۵۰	مدد کا وعدہ	۶۰-۶۱-۶۲
۳۲۸	بنائے کعبہ	۲۶-۲۷	۳۵۱	اللہ کی قدرت	۶۳-۶۴
۳۲۹	آنے کی غرض	۲۸-۲۹	۳۵۲	قدرت کی مزید نشانیاں	۶۵-۶۶

۳۵۳	فضول جھگڑے	۶۷ - ۶۸
۳۵۴	فیصلہ کا دن	۶۹ - ۷۰
۳۵۵	شرک کا رد	۷۱
۳۵۶	غصہ کا جوش	..
۳۵۷	اس سے بھی بڑھ کر	۷۲
۳۵۸	ایک کہاوت	..
۳۵۹	کمزوروں کا جمگھٹا	۷۳
۳۶۰	اللہ کو پہچانا ہی نہیں	۷۴ - ۷۵
۳۶۱	ایمان والوں کا راستہ	۷۶ - ۷۷
۳۶۲	مسلمانوں کو ہدایت	..
۳۶۳	مسلمانوں کا فرض	۷۸
۳۶۴	سورۃ الحجّ کا پیغام	..
	پارہ قَدْ اَفْلَحَ	
۳۶۵	سورۃ المؤمنون	..
۳۶۶	ایمان والوں کو خوشخبری	۱ - ۲ - ۳ - ۴
۳۶۷	مومن کی شان	۵ - ۶ - ۷
۳۶۸	فردوس کا وارث	۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱
۳۶۹	مسلمانوں کا طرز عمل	..
۳۷۰	اللہ پہ ایمان	۱۲ - ۱۳
۳۷۱	پیدائش کے مرحلے	۱۴
۳۷۲	زندگی کے بعد کے مرحلے	۱۵ - ۱۶ - ۱۷
۳۷۳	شانِ تربیت	۱۸
۳۷۴	نباتات	۱۹ - ۲۰

۳۷۵	حیوانات	۲۱ - ۲۲
۳۷۶	روحانی انتظام	۲۳
۳۷۷	رسولوں کا ذکر	..
۳۷۸	قیاس آرائیاں	۲۴ - ۲۵ - ۲۶
۳۷۹	کشتی بنانے کا حکم	..
۳۸۰	ڈوبنے سے نجات	۲۷ - ۲۸
۳۸۱	اللہ سے دعا	۲۹ - ۳۰
۳۸۲	ایک اور قوم	۳۱ - ۳۲
۳۸۳	کافروں کے بہانے	۳۳
۳۸۴	خود بینی	۳۴ - ۳۵ - ۳۶
۳۸۵	منکروں کے کلام کا خلاصہ	۳۷ - ۳۸
۳۸۶	حق کی جیت	۳۹ - ۴۰ - ۴۱
۳۸۷	رسولوں کا سلسلہ	۴۲ - ۴۳ - ۴۴
۳۸۸	موسیٰؑ اور ہارونؑ	۴۵ - ۴۶
۳۸۹	غرور کا سر نیچا	۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰
۳۹۰	دین ایک ہے	۵۱ - ۵۲
۳۹۱	انسانی دین	..
۳۹۲	فرقہ بندی	۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶
۳۹۳	بھلائی کمانے والے	۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱
۳۹۴	اصل دین آسان ہے	۶۲ - ۶۳
۳۹۵	عذاب کے وقت چیخ و پکار	۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷
۳۹۶	نہ ماننے کی وجہ کیا	۶۸ - ۶۹
۳۹۷	حقیقت حال	۷۰ - ۷۱

۳۹۸	گمراہی کی وجہ	۷۲-۷۳-۷۴	۴۲۱	تہمت کی سزا	۴
۳۹۹	بے پڑھے نہ مانیں گے	۷۵-۷۶-۷۷	۴۲۲	بیوی پر تہمت	۵
۴۰۰	اللہ کی قدرت	۷۸-۷۹-۸۰	۴۲۳	لعان (الف)	۶-۷
۴۰۱	بھیڑ چال	۸۱-۸۲-۸۳	۴۲۴	لعان (ب)	۸-۹-۱۰
۴۰۲	سیدھی بات	۸۴-۸۵-۸۶-۸۷	۴۲۵	جھوٹا طوفان (الف)	۱۱
۴۰۳	صاف واقعہ	۸۸-۸۹-۹۰	۴۲۶	جھوٹا طوفان (ب)	..
۴۰۴	غلط باتیں	۹۱-۹۲	۴۲۷	ٹھیک طرز عمل	۱۲
۴۰۵	عذاب سے پناہ	۹۳-۹۴-۹۵-۹۶	۴۲۸	سراسر جھوٹے	۱۳-۱۴
۴۰۶	خفیہ دشمن سے پناہ	۹۷-۹۸-۹۹	۴۲۹	عذاب کی وجہ	۱۵
۴۰۷	فضول تمنا	۱۰۰-۱۰۱	۴۳۰	پھر نہ کرنا	۱۶-۱۷-۱۸
۴۰۸	حشر کا نقشہ	۱۰۲-۱۰۳	۴۳۱	بری بات مت پھیلاؤ	۱۹-۲۰
۴۰۹	دوسری دفعہ پچھتاوا	۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶	۴۳۲	شیطان کی چال	..
۴۱۰	صاف جواب	۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹	۴۳۳	پاکیزگی	۲۱
۴۱۱	عمر کی پرسش	۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳	۴۳۴	درگذر	۲۲
۴۱۲	زندگی کھیل نہیں	۱۱۴-۱۱۵	۴۳۵	تہمت کا وبال	۲۳-۲۴
۴۱۳	خلاصہ کلام	۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸	۴۳۶	اعمال کی تقسیم	[illegible]-۲۶
۴۱۴	سورۃ المومنون پر ایک نظر	..	۴۳۷	کسی کے گھر ملنے جانا	۲۷
۴۱۵	سورۃ النور	..	۴۳۸	اڑنا نہ چاہیئے	۲۸
۴۱۶	سورۃ کی اہمیت	۱	۴۳۹	مقصود پاکیزگی ہے	۲۹
۴۱۷	مجرم کی سزا	۲	۴۴۰	پاکیزگی کی دوسری بات	۳۰
۴۱۸	بے حیائی کی روک تھام (الف)	۳	۴۴۱	زینت کا اظہار	..
۴۱۹	بے حیائی کی روک تھام (ب)	..	۴۴۲	مزید رخصتیں	..
۴۲۰	بے حیائی کی روک تھام (ج)	..	۴۴۳	چال ڈھال میں احتیاط	۳۱

۴۴۴	بدکاری کی روک تھام	۳۲
۴۴۵	گناہ سے بہرحال بچو	--
۴۴۶	ایک اور بدی کی روک	۳۳
۴۴۷	قرآن نصیحت ہے	۳۴
۴۴۸	پاکیزہ سوسائٹی	··
۴۴۹	اللہ کا تصور	··
۴۵۰	شفاف روغن	۳۵
۴۵۱	نور کا ظہور	۳۶
۴۵۲	ایک اور وصیت	۳۷-۳۸
۴۵۳	کافروں کا حال	۳۹
۴۵۴	بدکار کافر	۴۰
۴۵۵	طریق معرفت	۴۱-۴۲
۴۵۶	اللہ کی قدرت	··
۴۵۷	کھلی نشانیاں	۴۳-۴۴
۴۵۸	قدرت کا ظہور	۴۵
۴۵۹	منافقوں کا رویہ	۴۶-۴۷
۴۶۰	عجیب طرز عمل	۴۸-۴۹
۴۶۱	تردد کیسا	۵۰
۴۶۲	ایمان والوں کا رویہ	۵۱-۵۲
۴۶۳	زبانی جمع خرچ	۵۳
۴۶۴	بے غرض نصیحت	۵۴
۴۶۵	اللہ کا وعدہ	··
۴۶۶	کس شرط پر (الف)	۵۵-۵۶-۵۷

۴۶۷	کس شرط پر (ب)	··
۴۶۸	آداب خانہ داری (الف)	··
۴۶۹	آداب خانہ داری (ب)	۵۸
۴۷۰	آداب خانہ داری (ج)	۵۹
۴۷۱	پردہ کی احتیاط	۶۰
۴۷۲	میل جول کے قاعدے (الف)	··
۴۷۳	میل جول کے قاعدے (ب)	··
۴۷۴	اظہار بشاشت	۶۱
۴۷۵	ایمان کی نشانی	··
۴۷۶	مرتبہ کا فرق	۶۲
۴۷۷	منافقوں کو تنبیہ	۶۳
۴۷۸	حاصل مطلب	۶۴
۴۷۹	سورۃ النور پر ایک نظر	··
۴۸۰	سورۃ الفرقان	
۴۸۱	اللہ کی تعریف (الف)	۱-۲
۴۸۲	اللہ کی تعریف (ب)	··
۴۸۳	عجیب بے وقوفی	۳
۴۸۴	قرآن کی بے قدری	۴
۴۸۵	شبہات	۵
۴۸۶	جواب	۶
۴۸۷	رسولوں کی بابت خیالات	··
۴۸۸	رسول کیسا ہوتا	۷-۸
۴۸۹	یہ نہ مانیں گے	۹

۴۹۰	رسالت کی غرض	۱۰
۴۹۱	قیامت کا انکار	۱۱
۴۹۲	دوزخ ہولناک ہے	۱۲
۴۹۳	وہاں موت بھی نہیں	۱۳
۴۹۴	ایک موت سے کیا ہوگا؟	۱۴
۴۹۵	پرہیزگاروں کا انجام	۱۵
۴۹۶	ہر تمنا بر آئے گی	۱۶
۴۹۷	جھوٹے معبودوں سے بازپرس	۱۷
۴۹۸	اظہار حقیقت	,,
۴۹۹	غفلت کا سبب	۱۸
۵۰۰	عذاب ٹل نہیں سکتا	,,
۵۰۱	ظالم سزا پائے گا	۱۹
۵۰۲	دوسرا اعتراض	,,
۵۰۳	مقصود آزمائش ہے	۲۰
۵۰۴	دنیا میدان عمل ہے	,,
	وَقَالَ الَّذِيْنَ	
۵۰۵	بڑی سرکشی	۲۱
۵۰۶	کافروں کو تنبیہ	۲۲-۲۳-۲۴
۵۰۷	قیامت کا ذکر	۲۵-۲۶
۵۰۸	کافروں کی حسرت	۲۷-۲۸-۲۹
۵۰۹	قرآن ضروری چیز ہے (الف)	۳۰-۳۱
۵۱۰	قرآن ضروری چیز ہے (ب)	,,
۵۱۱	ایک اور شبہ	۳۲
۵۱۲	قرآن کا کام	۳۳-۳۴
۵۱۳	اگلوں سے عبرت	۳۵-۳۶
۵۱۴	دیگر سرکشوں کا حال	۳۷-۳۸-۳۹
۵۱۵	غفلت کی وجہ	۴۰
۵۱۶	ہنسی کا نمونہ	۴۱-۴۲
۵۱۷	خواہش کا بندہ	۴۳-۴۴
۵۱۸	اللہ کی قدرت	۴۵-۴۶
۵۱۹	مزید نشانیاں	۴۷-۴۸
۵۲۰	پانی کے فائدے	۴۹-۵۰-۵۱
۵۲۱	دو دریا کا میل	۵۲-۵۳
۵۲۲	آدمی کے باہمی رشتے	۵۴-۵۵-۵۶
۵۲۳	رسولؐ کو ہدایت	۵۷-۵۸
۵۲۴	سجدہ کسے کریں	۵۹-۶۰
۵۲۵	باقاعدہ نظام	۶۱-۶۲
۵۲۶	نیکوں کی صفتیں (الف)	۶۳-۶۴-۶۵-۶۶
۵۲۷	نیکوں کی صفتیں (ب)	۶۷-۶۸
۵۲۸	نیکوں کی صفتیں (ج)	۶۹-۷۰
۵۲۹	نیکوں کی صفتیں (د)	۷۱-۷۲
۵۳۰	نیکوں کی صفتیں (ہ)	۷۳-۷۴
۵۳۱	نیکوں کی جزا	۷۵-۷۶-۷۷
۵۳۲	سورۃ الفرقان کا خلاصہ	

سورۃ بنی اسرائیل

بنی اسرائیل کے معنی ہیں اسرائیل کے بیٹے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے اور اس سورت میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ اس قوم کو ہدایت کے لیے تورات ملی تھی لیکن انہوں نے اس کے حکموں کو پسِ پشت ڈال دیا اور کبھی اس کی ہدایات پر پوری طرح عمل نہ کیا اور اس کی سزا پائی۔

عرب کو اور ساری دُنیا کو اس عجیب و غریب امّت کے طرزِ عمل سے قرآن مجید میں جا بجا روشناس کرایا گیا ہے اور مسلمانوں کو خاص طور پر نصیحت کی گئی ہے کہ ایسا نہ کرنا کہ تم بھی ان کی طرح اللہ کی کتاب یعنی قرآن سے غفلت برتو اور اس کے احکام پر پوری طرح عمل نہ کرو۔

بنی اسرائیل کے بعض تاریخی حالات سورت کے شروع ہی میں مختصر طور پر بتا دیئے گئے ہیں اور کہہ دیا گیا ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کی طرف حضرت موسیٰؑ کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اسی طرح اب مدّت دراز کے بعد تمہاری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور انہیں خاص امتیازات دیئے گئے ہیں جن سے ان کی شان کا سب سے ارفع اور اعلیٰ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی خصوصیت معراج ہے جسے اسرا بھی کہتے ہیں۔ اس میں آپ کو راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور پھر وہاں سے آسمانوں پر پہنچا کر وہاں کے عجائبات دکھائے گئے تاکہ اللہ کی قدرت کا منظر دیکھ کر آپ کا ایمان پختہ ہو اور انسانوں کو ان کی بساط کے مطابق دین اسلام کے اصول وثوق کے ساتھ بتا سکیں۔ کیوں کہ انسان کی حالت یہ ہے کہ اپنی بھلائی برائی کو نہیں پہچانتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پہلے اپنی معرفت کی طرف رہنمائی کی۔ پھر صاف صاف بتا دیا کہ تیرے لیے یہ مفید ہے، یہ مضر۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن تیرے اعمال کا حساب ہوگا اس لیے احتیاط سے چل۔ تجھے دُنیا اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن تو ایسا نہ کر کہ اسی کا ہو رہے۔ تیری ہمّت کے مطابق ہم تجھ کو جو مانگے گا دیں گے لیکن دُنیا چند روزہ ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ اس لیے دنیا میں اس طرح چل جس طرح اللہ نے چلنے کا حکم دیا ہے۔ انسان سے کہا گیا ہے کہ شیطان سے بچتے رہنا وہ تمہارا پیدائشی دشمن ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے قصّہ کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ پھر کہا ہے کہ رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اس کے بعد اللہ کی خاص عبادت یعنی نماز کے ادا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ پھر اللہ کی حمد و ثنا پر سورت کا اختتام ہے۔

سورۃ بنی اسرآئیل مکیّۃ ۱۷

المنزل الرابع ۴

اللہ کی تسبیح

ایاتہا ۱۱۱

رکوعہا ۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا

پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات

مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ

وہ کہ برکت دی ہم نے اس کے گرد تاکہ دکھلائیں ہم اس کو کچھ اپنی نشانیاں

اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

تحقیق وہی ہے سننے والا دیکھنے والا

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا

پاک ذات ہے وہ اللہ جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات

مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ

جس کو ہماری برکت نے گھیر رکھا ہے تاکہ اس کو کچھ اپنی

اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

قدرت کے نمونے دکھائیں وہی سننے والا دیکھنے والا ہے

اس عظیم الشان سورت کا افتتاح لفظ سُبحَانَ سے ہوتا ہے کیونکہ اس میں بعض ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں جو معمولی طریقہ سے نہیں ہو سکتے منجملہ ان کے اسرا ہے جس کے معنی ہیں رات کے کسی حصہ میں سفر کرنا۔ اس کے بعد جب حرف "ب" آجاتا ہے تو یہ متعدی ہو جاتا ہے اور اس کے معنی رات میں کسی کو لے جانے کے ہوتے ہیں سبحان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے کام کرنے کے طریقے میں سب سے نرالا ہے اور وہ نقص اور عیب سے پاک ہے۔ اس میں ارشاد ہے۔ کہ اللہ عزوجل اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک خاص حصّے میں مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا۔ جو مکّہ سے بہت دور دراز کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن اس کے لے جانے کا طریقہ سب سے نرالا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے طریقے آپ ہی مقرّر کرتا ہے اور کسی کی نقل نہیں کرتا اور اس طریقے میں کوئی عیب یا نقص نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ عیب و نقص سے پاک ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ بیت المقدس وہ مقام ہے کہ جس کے چاروں طرف ہم نے انواع و اقسام کی فراوانی اور برکت پھیلا رکھی ہے۔ پھر لے جانے کی یہ غرض بیان کی ہے۔ کہ اللہ اپنی نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں انہیں دکھا کر ان کا ایمان پختہ کرنا اور اپنے اوپر اعتماد کرنا سکھانا چاہتا ہے۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر ارادۂ الٰہی کے مطابق ہوا۔ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ خوب سوچ سمجھ کر واقعہ ہوا ؕ

الجزء الخامس عشر ۱۵

المنزل الرابع ۴

قدرت کی نشانیاں

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى
اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا اس کو رہنما
لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ
واسطے بنی اسرائیل کے کہ نہ ٹھیراؤ میرے سوا
وَكِيْلًا ۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ
کسی کو کام کا بنانے والا اولاد ان کی جنہیں ہم نے سوار کیا نوح کے ساتھ
اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۳
تحقیق وہ تھا بندہ شکرگذار

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى
اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کو بنی اسرائیل
لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ
کے واسطے ہدایت کیا کہ میرے سوا کسی کو
وَكِيْلًا ۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ
کارساز نہ بناؤ۔ اولاد ان لوگوں کی جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی
اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۳
پر چڑھایا بے شک وہ حق ماننے والا بندہ تھا

اس آیت میں ارشاد ہے کہ دیکھو اسی سلسلہ میں ہم نے موسیٰؑ کو اپنا رسول بنا کر آپ سے پہلے بھیجا اور ان کو کتاب تورات عطا کی۔ تاکہ بنی اسرائیل کو اللہ کی معرفت کا راستہ بتائیں اور اس کتاب سے ہدایت حاصل کرنے کی تاکید کریں۔ جب وہ اللہ کی قدرت کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے تو انہیں صاف نظر آنے لگے گا۔ کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی اس قابل نہیں کہ اس پر بھروسہ کیا جائے۔ یہ کتاب ان کو بتائے گی۔ کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ میرے سوا کسی کو اپنا کام بنانے والا مت مانو۔ تم انہی لوگوں کی اولاد تو ہو جنہیں ہم نے طوفان سے بچنے کے لیے نوحؑ کی کشتی میں سوار ہو جانے کی ہدایت کی تھی۔ اور اس میں بیٹھ کر وہ ڈوبنے سے بچ گئے تھے۔

غور کرو کہ اس وقت بھی ڈوبنے والے وہی لوگ تھے۔ جنہوں نے اللہ عزوجل کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا مالک اور کارساز بنایا تھا۔ اور اللہ عزوجل کے حکموں کی پروا نہ کی تھی۔ اس کی قدرت کو نہ سمجھے تھے۔ نوح علیہ السلام کو کشتی بناتے دیکھ کر ہنستے تھے۔ کہ خشکی پر کشتی چلائیں گے۔

یہ خبر نہ تھی کہ اللہ کے حکم سے یہی خشکی پل بھر میں دریائے ذخار بن جائے گی اور پھر کسی میں طاقت نہ ہوگی۔ کہ اس کشتی میں بیٹھے بغیر ڈوبنے سے بچ جاتے۔ یہ غیر معمولی طوفان ہم نے نوح علیہ السلام کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ جو ہمارا مخلص بندہ اور ہماری نعمتوں کا شکر گذار تھا اور ہمارے احسانات کو ماننا تھا۔

بنی اسرائیل کا طرزِ عمل

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ
اور صاف کہہ دیا ہم نے بنی اسرائیل سے کتاب میں
لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ
البتہ فساد کروگے تم ملک میں دو بار اور
لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴﴾
سرکشی کروگے سرکشی بڑی

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ
اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں صاف کہہ دیا کہ
لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ
تم ملک میں دوبارہ خرابی کروگے اور
لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴﴾
بڑی سرکشی کروگے

لَتَعْلُنَّ ظلم اور تکبر کروگے۔ مضارع کا جمع مذکر کا صیغہ ہے ع۔ل۔و سے۔ اصل میں تَعْلُوْنَ ہے۔ جس کے پہلے لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ثقیلہ ہے۔ نون ثقیلہ لگاتے وقت ضابطہ کے مطابق آخر کی واؤ نون دونوں کو گرا کر نون مشدّدہ لگایا۔
عُلُوًّا اسی کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں بلند ہونا۔ یہاں اس سے مراد ظلم اور تکبر ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے انہیں کتاب میں سمجھا دیا تھا اور فیصلہ سنا دیا تھا کہ اگر تم نے اپنے کرتوتوں کی اصلاح نہ کی اور اللہ عزوجل کی قدرت کو پہچان کر اس کے سچے فرمانبردار نہ بنے تو تم خود بینی اور تکبر کی بدعادات میں مبتلا ہوجاؤ گے اور دوسروں پر بڑے بڑے ظلم اور ستم کرنے لگو گے اور تم پر اس کی سزائیں آفتیں ٹوٹیں گی۔ بدعادتیں ایک دفعہ پڑجائیں تو مشکل سے جاتی ہیں۔ ایک دفعہ حد درجے کی شرارتیں تمہیں ایسی آفت میں پھنسائیں گی۔ کہ تمہارا اکلے کا سابل نکل جائے گا اور کچھ سیدھے چلنے لگو گے لیکن تھوڑے ہی دنوں میں پھر شرارت سوجھے گی۔ جیسے سگریٹ کے عادی لوگوں کا سگریٹ چھوڑ دینے کے بعد بھی بے اختیار اس کے لیے جی چاہتا رہتا ہے اور وہ اسّی فی صد پھر پینے لگتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی پھر ویسے ہی زور شور کے ساتھ شرارتیں کرنے لگو گے اور پھر تمہارے اوپر ویسی ہی مار پڑے گی۔

عرب کے مسلمانوں کو اور تمام انسانوں کو سمجھایا جارہا ہے۔ کہ اگر تم نے بھی اللہ عزوجل اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی کتاب کو نہ پہچانا۔ تو تمہاری بری عادتیں کبھی تم سے نہ چھوٹیں گی۔ اور تم بھی طرح طرح کی مصیبتوں کے اندر دنیا میں بھی پھنسو گے اور آخرت کے عذاب میں بھی مبتلا ہوجاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے

پہلا واقعہ

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا
پھر جب آیا مقررہ وقت ان دو میں سے پہلے کا بھیجے ہم نے
عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ
تم پر کچھ بندے اپنے لڑنے والے سخت
فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ كَانَ
پس وہ گھس پڑے درمیان آبادیوں کے اور تھا وہ
وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤
مقررکام کیا جانے والا

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا
پھر جب پہلا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے
عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ
بندے بھیجے سخت لڑائی والے
فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ كَانَ
پھر وہ شہروں کے بیچ پھیل پڑے اور وہ
وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤
وعدہ پورا ہی ہونا تھا

فَجَاسُوْا گھس پڑے، ماضی کا صیغہ ہے ج۔و۔س سے جوس کے معنی کونے کونے میں گھس جانا۔ ہر جگہ پھیل جانا۔

بنی اسرائیل پر دُنیا کی ہوس اس قدر غالب تھی اور اپنی مرضی سے رنگ رلیاں منانے کا اس قدر چاؤ تھا۔ کہ احکام الٰہی کی ذرا پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کے نبی ان کو اللہ عزوجل کے غضب سے ڈراتے تو انہیں دھتکار دیتے تھے اور کبھی کبھی تو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ اور اپنے دُنیا کے طالب اور نام کے عالموں سے فتویٰ لے لے کر دھڑلے سے جو چاہتے کرتے تھے اور یہ علماء بھی روپیہ کے لالچ سے آیتوں کے معنی بدل بدل کر ان کی خواہشوں کے مطابق بنا دیتے تھے۔

پچھلی آیت میں ان کو بتا دیا گیا تھا۔ کہ تم سرکشی میں دو مرتبہ اتنے بڑھ جاؤ گے۔ کہ تمہیں اس کی سزا ملنی دنیا ہی میں ضروری ہو جائے گی۔ اس آیت میں ذکر ہے کہ آخر بنی اسرائیل اپنی سی کر کے رہے اور پہلی مرتبہ فساد کا وقت آپہنچا۔ تورات کے احکام کو سمجھانے اشعیا، الیسع نبی کھڑے ہوئے اور چھوٹے موٹے علماء کی تاویلیں نہ چلیں تو بنی اسرائیل نے تورات کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی۔ اشعیا نبی کو قتل کر ڈالا۔

ارشاد ہے کہ اس پر تمہیں سزا دینے کے لیے ہم نے شاہان بابل کو تم پر مسلط کیا۔ اور بخت نصر کے سپاہیوں نے تمہارے گھروں تک میں گھس گھس کر خوب مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی اور تمہارا استیاناس کر دیا اور ہمارا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ یعنی تمہاری سرکشی کی سزا تمہیں مل کر رہی۔

درمیانی رحمت

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ

پھر لوٹائی ہم نے تمہاری باری ان کے اوپر اور مدد کی ہم نے تمہاری

بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿۶﴾

مال ساتھ اور بیٹوں کے اور کیا ہم نے تم کو ان سے زیادہ عدد میں

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۗ

اگر اچھا کیا تم نے تو اچھا کیا اپنی جانوں کے لیے

وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ

اور اگر بُرا کیا تم نے تو انہی کے لیے

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ

پھر ہم نے تم کو ان پر دوبارہ غلبہ دے دیا اور قوت دی تم کو

بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿۶﴾

مال سے اور بیٹوں سے اور ان سے زیادہ کر دیا تمہارا لشکر

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۗ

اگر تم نے بھلائی کی تو اپنا بھلا کیا

وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ

اور اگر برائی کی تو اپنے لیے

كَرَّةَ (باری) اس کا مادہ ک۔ ر۔ ر ہے کَرٌّ اور کَرَّةٌ کے معنی ہیں لوٹ کر پھر حملہ کرنا یہاں مراد یہ ہے کہ ہم نے تمہارے دن پھیرے۔

نَفِيْر (لوگ) اس کا مادہ ن۔ ف۔ ر ہے۔ نفر کے معنی بھاگنے دوڑنے کے ہیں جو دوسرے کی مدد کے لیے کی جائے۔ اسے دوڑ بھی کہتے ہیں نَفِيْرٌ مددگاروں کی جماعت جو فوراً مدد کے لیے اٹھ کھڑی ہو۔

شاہانِ بابل کا بیت المقدس پر حملہ بھی ولادت مسیح سے ۵۸۷ سال پہلے ہوا۔ آخر آفت میں پھنس کر یہودیوں کا خیال بھی نرم ہوا۔ اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اس نے ان کو پھر ان کے ملک میں لا بسایا اور دولت و قوّت عطا کی۔ مال میں برکت دی۔ اللہ کی عنایت سے اولاد نرینہ خوب پیدا ہوئی۔ مال بھی جمع ہو گیا۔ آدمیوں کی تعداد بڑھی۔ لاؤ لشکر بھی خوب بڑھ گیا۔ دشمنوں کو مار بھگایا۔ اور پھر اسی طرح سلطنت کرنے لگے جیسے پہلے کرتے تھے۔ ہر طرف چہل پہل ہو گئی۔

اللہ عزوجل نے فرمایا۔ کہ یہ آفت تمہاری بد اعمالیوں کا بدلہ تھا۔ اور اب جو اچھی حالت ہوئی۔ تو یہ تمہاری نیکی کا ہی بدلہ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اگر بھلائی کرو گے تو اپنے بھلے کے لیے۔ اور اگر برائی کرو گے تو اپنے بُرے کے لیے۔ اس کے بعد کچھ دن اچھے گذرے۔

اس کے بعد شیطان نے پھر ورغلایا اور لگے اندھا دھند بُرے کام کرنے ؏

دوبارہ شرارت

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِیَسُوۡٓءٗا
پس جب آیا وقت دوسرے وعدے کا تاکہ بگاڑ دیں وہ
وُجُوۡهَكُمۡ وَ لِیَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا
چہرے تمہارے اور تاکہ داخل ہوں مسجد اقصٰی میں جیسے کہ
دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا
داخل ہوئے وہ پہلی بار اور تباہ کردیں جہاں تک زور چلے
تَتۡبِیۡرًا ﴿۷﴾ عَسٰی رَبُّكُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَكُمۡ
پورا تباہ کرنا بعید نہیں کہ تمہارا رب رحم فرمائے تم پر
وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَ جَعَلۡنَا
اور اگر وٹے تم توہم بھی لوٹیں گے اور کیا ہم نے
جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا ﴿۸﴾
جہنم کو کافروں کے لیے جیل خانہ

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِیَسُوۡٓءٗا
پھر جب دوسرا وعدہ پہنچا اور بندے بھیجے تاکہ تمہارے
وُجُوۡهَكُمۡ وَلِیَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا
چہرے بگاڑ دیں اور مسجد میں گھس جائیں جیسے پہلی بار
دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِیُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا
گھس گئے تھے اور جس جگہ غالب ہوں تو
تَتۡبِیۡرًا ﴿۷﴾ عَسٰی رَبُّكُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَكُمۡ
پوری طرح خراب کردیں تمہارے رب سے بعید نہیں کہ تم پر رحم کرے
وَاِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَجَعَلۡنَا
اور اگر وہی کروگے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے
جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا ﴿۸﴾
دوزخ کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے

لِیُتَبِّرُوۡا: تباہ کردیں، مضارع ہے تَتۡبِیۡر سے جوت. ب. ر سے بنا ہے۔ تَبۡر کے معنی کاٹ ڈالنا۔ تَتۡبِیۡر میں مبالغہ ہے یعنی خوب برباد کرنا۔

مَا عَلَوۡا: جہاں تک یا جب تک بس چلے، ما وقت یا مدت کا بیان کرتا ہے جیسے ما دام میں۔ مَا عَلَوۡا جب تک یا جہاں تک انہیں غلبہ حاصل ہو۔

حَصِیۡر: جیل خانہ، صفت کا صیغہ ح ص ر سے۔ حصر کے معنی روکنے اور گھیرنے کے ہیں حصیر وہ چیز ہے جو گھیر لے اور روک لے۔ مراد اس سے جیل خانہ اور محبس ہے۔ —— دوسری بار اللہ نے طیطوس رومی کو ان پر مسلط کردیا اور اس نے مار مار کر ان کے حلیے بگاڑ دیے۔ اس کے سپاہی بیت المقدس میں پھر گھس گئے اور پہلے کی طرح اسے تباہ کردیا اور جہاں تک ان کے بس میں تھا بنی اسرائیل کے ملیامیٹ کرنے میں کسر نہ رکھی —— ارشاد ہے کہ اسلام کے تابع ہوکر پھر تمہارے لیے اُبھرنے کا موقع آیا ہے۔ اگر اب بھی شرارت ہی پر کمر باندھی تو ہم تمہیں پھر دنیا میں رسوا کریں گے اور آخرت میں ہم نے اپنے نافرمانوں کے لیے جہنم کا قید خانہ تیار کر رکھا ہے۔ اسی میں تمہیں بھی محبوس کردیا جائے گا۔ پہلا واقعہ میلاد مسیح علیہ السلام سے پہلے کا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا حضرت عیسٰی کی نافرمانی کی اور ان کے قتل کے درپے ہوگئے مگر اللہ نے انہیں بچالیا۔ اس کے بعد انہیں وہ سزا ملی جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

قرآن کا کام

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ
تحقیق یہ قرآن ہدایت کرتا ہے اس طریقے کے لیے
هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ
کہ وہ سب سے سیدھا ہے اور بشارت دیتا ہے ایمان والوں کو جو
يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا
کام کرتے ہیں اچھے یہ کہ ان کے لیے ہے ثواب
كَبِيْرًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بڑا اور یہ کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے
بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا
آخرت پر تیار کیا ہے ہم نے ان کے لیے عذاب
اَلِيْمًا ﴿١٠﴾ ع
دکھ کا

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ
یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی
هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ
ہے اور ایمان والوں کو جو اچھے عمل کرتے
يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا
ہیں خوشخبری سناتا ہے کہ ان کے لیے بڑا
كَبِيْرًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
ثواب ہے اور یہ کہ جو آخرت کو نہیں مانتے
بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا
ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب
اَلِيْمًا ﴿١٠﴾ ع ۱
تیار کر رکھا ہے

ارشاد ہے کہ اب ہمارے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اندر ہمارا قرآن مجید لے کر آئے ہیں ان کی بات سنو اور نافرمانی مت کرو۔ فلاح پاؤ گے۔ دیکھو اس قرآن میں تمام پچھلی کتابوں کا نچوڑ بھرا ہوا ہے۔ اور یہ ایسی راہ بتاتا ہے جو سب سے زیادہ مضبوط اور سیدھی ہے۔ اور صاف صاف کہتا ہے کہ جو اس کی باتوں پہ پوری طرح یقین کریں گے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پہ ایمان لا کر نیک کام کریں گے ان کے لیے خوشخبری ہے کہ وہ لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں چین اور امن وامان کی زندگی بسر کریں گے۔ مگر جو لوگ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھیں گے اور آخرت پہ یقین نہ کریں گے ان کے لیے دکھ، درد، رنج والم کے سوا کچھ نہیں۔ وہ یہاں بھی بُرے حال میں بسر کرینگے اور مر کر بھی بڑے دکھ بھرے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ قرآن مجید کا یہ پیغام جو اس آیت کے ذریعہ پہنچایا گیا ہے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ لیکن یہودیوں کو اس سے خاص طور پہ سبق لینا چاہیئے اور سزاؤں کے چکر سے نکلنا ہے تو قرآن مجید کی یہ بات گرہ میں باندھنی چاہیئے ؎

انسان کی بہتری

اس عظیم الشان سورت کے پہلے رکوع میں ان چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو انسان کو اس کے معراج کمال تک پہنچا سکتی ہیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اللہ عزّوجلّ نے انسان کی بہتری کے لیے جو سامان دُنیا میں پیدا کیے ہیں ان سے اس کی قدرت اور عظمت کا تصوّر کرو۔ اس کی قدر جیسی کرنی چاہیئے کرو۔ دیکھو اس نے انسانوں ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھانٹ کر ان کو ہمیشہ کے لیے انسان کے اخلاق، عادات، چال چلن، برتاؤ، عدل احسان اور فیاضی کا نمونہ بنا دیا۔

حقیقت کا علم سکھانے کے لیے ان کو رسمی تعلیم، تلقین اور تجربے کا محتاج نہ رکھا۔ کیونکہ اس میں ایک زمانہ صرف ہوتا ہے اور اس طریقے سے جب انسان تیار ہوتا ہے تو اس کی باقی عمر اس کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ دوسروں کے اندر رہ کر ان کو اچھی باتوں کا نمونہ بن کر دکھائے۔ اس لیے ان کی تعلیم و تربیت کے لیے اس نے زمان و مکان کا جھگڑا ہی بیچ میں سے اڑا دیا۔ اور ایک ہی رات میں ان کو زمین و آسمان اور ان کی درمیانی فضا میں اللہ کی قدرت کے کرشمے دکھائے جس سے انہیں پورا یقین اور اطمینان حاصل ہو گیا۔ کہ اللہ عزّوجلّ کی قدرت بے پایاں ہے اور اس نے عالم کا جو انتظام کیا ہے وہ انسان کی بہتری کا ہر طرح ضامن ہے۔

انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ انسان کی ہدایت کے لیے رسولوں کا سلسلہ اسی کا قائم کیا ہوا ہے اور مجھے اس نے اپنی رحمت اور حکمت سے اس سلسلہ کی آخری کڑی بنایا ہے۔ اس لیے میرا پہلا فرض ہے کہ میں اسے سب سے نرالی اور اعلیٰ شان والا مانوں اور اقرار کروں کہ وہ تمام زمان و مکان کی قیدوں سے ارفع و اعلیٰ ہے اور اس نے مجھے عجیب طریقے کے ساتھ کعبہ سے بیت المقدس تک لے جا کر اور وہاں سے تمام آسمانوں کی سیر کرا کے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دکھا دی ہیں اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ ہر نقصان اور کمزوری سے پاک ہے۔

اس کے بعد تمام انسانوں کو اور خاص کر بنی اسرائیل کو یاد دلایا گیا ہے۔ کہ تم نے پچھلے رسولوں کا جنہیں خاص تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ کتنا نہ مان کر پوری پوری سزائیں بھگتی ہیں۔ خاص کر دو دفعہ تو تمہاری شرارتوں کے بدلے تمہیں دُنیا سے تقریباً مٹایا جا چکا ہے۔ اب تمہیں یہ سنہری موقعہ دیا گیا ہے۔ کہ آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے دونوں جہان کی سرخروئی حاصل کرو۔

انسان کو نصیحت

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ
اور مانگتا ہے انسان برائی کو جیسے مانگتا ہے
بِالْخَيْرِ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (۱۱)
بھلائی کو اور ہے انسان جلد باز

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ
اور آدمی برائی مانگتا ہے جیسے بھلائی
بِالْخَيْرِ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (۱۱)
مانگتا ہے اور انسان جلد باز ہے

يَدْعُ : پکارتا ہے مُضارع کا صیغہ ہے د-ع-و سے دُعَآءٌ کے معنی مانگنا، پکارنا، دعا مانگنا۔ اصل میں يَدْعُوْ ہے۔ آگے الْاِنْسَانُ کے لام سے ملایا تو التقائے ساکنین کی وجہ سے واؤ گر گئی۔ پھر قرآنی رسم خط میں اسے لکھنے میں بھی گرا دیا۔ دوسری عبارتوں میں واؤ لکھنے میں باقی رہتی ہے مگر بولنے میں گر جاتی ہے۔

عَجُوْلٌ: (جلد باز) صفت کا صیغہ ہے ع-ج-ل سے عُجْلَةٌ اس کا حاصل مصدر ہے جس کے معنی جلد بازی کے ہیں۔

اللہ۔ رسول۔ قرآن اور آخرت ان چار چیزوں پر ایمان لانے کے بعد انسان جب ایک کام اختیار کرے گا۔ تب کہیں جا کر مسلمان صاحب ایمان کہلانے کا مستحق ہوگا۔ اس سورت کے پہلے ہی رکوع میں یہ سب مختصر طور پر دے دیا ہے آئندہ سورت میں انہی چیزوں کی تشریح ہوگی۔ پہلے اس آیت میں انسان کی ایک خصلت بتائی گئی ہے جو اس کو ان باتوں پر عمل کرنے سے روکتی ہے۔

ارشاد ہے کہ انسان ضدّی اور جلد باز ہے اپنے نفع و نقصان کو بھی ان بُری باتوں کی وجہ سے نظر انداز کر دیتا ہے گھبراہٹ میں اپنے آپ کو اور دوسروں کو کوسنے کاٹنے لگتا ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں میں غضبناک ہو جاتا ہے۔ ضد اور جلد بازی کی یہ حالت ہے۔ کہ اپنے منہ سے اللہ عزّوجل سے عذاب کی درخواست کر بیٹھتا ہے جیسے مکّہ کے کافر جھلّا کر کہتے تھے کہ یہ شخص ہماری جان کھائے جاتا ہے۔

غرض انسان پر اس کی جلد بازی کی وجہ سے یہ دشوار ہو جاتا ہے۔ کہ اللہ کے انعام کے وعدوں کا صبر کے ساتھ انتظار کرے اور اس کی عبادت میں لگا رہے۔ اس کی بے صبری اسے مصیبتوں میں پھنساتی ہے۔ اور یہ ٹھنڈے دل سے قرآن مجید کی باتوں پر غور نہیں کر سکتا تا کہ ہدایت حاصل کرے۔

اللہ عزوجل کی پہچان

وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ

اور کردیا ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیاں سو مٹا مٹا کردیا ہم نے

اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

رات کی نشانی کو اور کردیا ہم نے دن کی نشانی کو روشن

لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا

تاکہ تلاش کرو تم فضل اپنے رب کا اور تاکہ جانو تم

عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ

گنتی برسوں کی اور حساب اور ہر چیز کو

فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا (۱۲)

تفصیل سے بیان کیا ہم نے کھول کر

وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ

اور ہم نے رات اور دن دو نمونے بنائے پھر رات کا

اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

نمونہ مٹا دیا اور دن کا نمونہ دیکھنے کو بنا دیا

لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا

تاکہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور برسوں

عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ

کی گنتی معلوم کرو اور حساب اور سب چیز

فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا (۱۲)

ہم نے سنا دی کھول کر

ارشاد ہے کہ دن رات کو ہم نے اپنی قدرت کی دو نشانیاں قرار دیا ہے۔ ایک ان میں سے تاریک ہے جس میں چیزیں آپ ہی آپ نظر نہیں آتیں۔ جب تک کہ تھوڑی بہت روشنی کا انتظام نہ کیا جائے یہ روشنی بھی مدھم ہوتی ہے اور دن کی روشنی کو نہیں پہنچتی۔ جس میں ہر چیز صاف صاف دکھائی دیتی ہے۔ یہ دن کی تیز روشنی سورج سے حاصل ہوتی ہے۔ جو روزانہ اپنے وقت مقررہ پر نکلتا ہے۔ رات کی روشنی کے لیے ہم نے چاند بنایا جس کی روشنی بہت ہلکی ہوتی ہے۔ پھر سورج اور چاند کو اس قدر قاعدے کے ساتھ نکلنا اور چھپنا سکھایا ہے کہ ان کے ذریعہ دنوں، مہینوں اور سالوں کی گنتی بآسانی ہو سکتی ہے اور دن رات کا باقاعدہ نظام حصول معاش میں مدد دیتا ہے۔ دوسرے اس کی باقاعدگی اور آہستہ آہستہ چلنا انسان کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ کاموں میں جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ ہر چیز اپنے وقت پر ہو کر ہی رہے گی۔

ارشاد ہے کہ ہم نے ان سب باتوں کا جو انسان کے کام آنے والی ہیں۔ مفصّل بیان کر دیا ہے اور انہیں خوب کھول کر سمجھا دیا ہے:۔

نامۂ اعمال

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ

اور ہر ایک انسان چمٹا دیئے ہم نے اس کو اس کے کرتوت

فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اس کی گردن میں اور نکالیں گے ہم اس کے لیے قیامت کے دن

كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ

نامۂ اعمال کہ ملیگا وہ اس سے کھلا ہوا پڑھ لے

كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ

اپنی کتاب کافی ہے تو آپ آج

عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ۭ

اپنے اوپر محاسب

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ

اور جو آدمی ہے ہم نے اس کی قسمت اس کی

فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

گردن سے لگا دی ہے اور قیامت کے دن نکال دکھائیں گے

كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ

ایک کتاب کہ اس کو کھلی ہوئی دیکھے گا پڑھ لے

كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ

اپنی کتاب آج کے دن اپنا حساب لینے والا

عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ۭ

تو ہی بس ہے

طَآئِرٌ: (پرندہ) اسم فاعل ہے ط۔ی۔ر سے طیر کے معنی اڑنے کے ہیں۔ طائر پرندہ کو کہتے ہیں۔ عرب پرندہ کے دائیں یا بائیں اُڑنے سے بھلی یا بُری فال لیتے تھے اور کاموں کا کرنا نہ کرنا اسی پر موقوف تھا۔ اس مناسبت سے اس کے معنی عمل کے ہوگئے۔

ارشاد ہے کہ جو کام تم سمجھ بوجھ کر ارادے سے کرو گے۔ اس کی جواب دہی ضرور کرنی پڑے گی۔ قیامت کے دن ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اور وہ اس کے اندر اپنے ہر کام کو صاف صاف لکھا ہوا دیکھے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ لے اس اپنے اعمال نامہ کو خوب پڑھ اور اپنے بھلے بُرے کاموں کا جائزہ لے۔ آج اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی تجھ پر دعویٰ کرے اور نام نہاد عدالت کے فیصلے سے تجھے مجرم ٹھیرائے اور سزا دلوائے۔ آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔ دنیا کی بہانہ بازیاں اور خود فریبیاں یہاں کسی کے کام نہ آئیں گی۔ خود تیرے اندر کی آنکھیں اس قدر روشن ہوجائیں گی۔ کہ اپنے اعمال کی بھلائی برائی صاف صاف نظر آنے لگے گی اور تو خود قائل ہوجائیگا کہ میں نے قرآن مجید کو ٹھکرا کر اپنے اوپر بڑا ظلم کیا۔

ہدایت کا فائدہ

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
جو راہ پر رہا تو بس وہ راہ پر رہا اپنے ہی دم کے لیے
وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا
اور جو بہکا تو بس وہ بہکا اپنے ہی ضرر کے لیے اور نہیں
تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا
اٹھاتا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور نہیں ہم
مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾
عذاب دینے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم کوئی رسول

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
جو کوئی راہ پر آیا تو اپنے ہی بھلے کو آیا
وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا
اور جو بہکا رہا اپنے ہی برے کو اور
تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا
کسی پر نہیں بوجھ پڑتا دوسرے کا اور ہم بلا
مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾
نہیں ڈالتے جب تک کوئی رسول نہ بھیجیں

وَلَا تَزِرُ: یہ جملہ جُوں کا توں سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے۔ وَازِرَۃٌ بوجھ اٹھانے والا نفس کی صفت ہے اس لیے مؤنث کی شکل میں ہے۔

ارشاد ہے کہ انسان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جس راستے کی طرف اللہ عزوجل بلاتا ہے اور جس طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتے ہیں۔ وہ انسان کی کامیابی کی سیدھی راہ ہے اس کے اختیار کرنے میں اختیار کرنے والے کا بھلا ہے اس کے فائدے اسی کو حاصل ہوں گے اس راستہ کو چھوڑ کر اگر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا۔ تو اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے اس کا وبال اختیار کرنے والے ہی پر پڑے گا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمّہ دار ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کا بوجھ دوسرا اٹھالے۔ انسان کے لیے اٹل قانون ہے کہ جو کرے گا وہ بھرے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کرے کوئی سزا بھگتے کوئی اور۔ اس لیے ہر شخص کو خود اپنی اصلاح میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اسی قاعدے کے سمجھانے کے لیے ہم نے رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ مقرر کیا ہے۔

ارشاد ہے:

کہ ہم لوگوں کے کرتوتوں کا بدلہ اسی وقت دیتے ہیں۔ جب پہلے اپنا رسول ان کے پاس بھیج دیں تا کہ وہ ان کو ان کے برے اعمال کے نتیجوں سے ڈراوے۔ ہمارا دستور یہ نہیں کہ بغیر اطلاع دیئے ان پہ عذاب بھیج دیں۔

تباہی کا سبب

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً
اور جب ارادہ کیا ہم نے یہ کہ ہلاک کریں ہم کسی بستی کو
اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ
حکم کیا ہم نے اس کے خوشحال لوگوں کو پس نافرمانی کی انہوں نے اس میں پس ثابت ہو گیا
عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾
ان پر الزام پس اکھاڑ پھینکا ہم نے ان کو پوری طرح
وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ
اور کتنی ہلاک کر دیں ہم نے جماعتیں نوح کے پیچھے
وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ
اور کافی ہے تیرا رب گناہ اپنے بندوں کے
خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾
جاننے والا دیکھنے والا

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً
اور جب چاہا ہم نے کہ کسی بستی کو غارت کر دیں
اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ
حکم بھیج دیا اس کے عیش کرنے والوں کو پھر انہوں نے اس میں نافرمانی کی
عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾
پس ان پر ثابت ہو گئی بات پھر اکھاڑ مارا ہم نے ان کو اٹھا کر
وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ
اور ہم نے بہت سی جماعتیں ہلاک کیں نوح کے بعد
وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ
اور تیرا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہ
خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾
جاننے والا دیکھنے والا

مُتْرَفِيْهَا: اس کے خوش بش لوگوں کو۔ اسم مفعول مُتْرَفٌ کی جمع ہے جو اِتْرَافٌ سے بنا ہے۔ اصل میں مُتْرَفِيْنَ ہے ہا کی طرف اضافت ہونے سے نون گر گیا۔ اس کا مادہ تَرَفٌ ہے جس کے معنی خوشحالی کے ہیں۔ اِتْرَافٌ خوش حال بنانا۔ مُتْرَفٌ خوش حال بنایا ہوا۔

تَدْمِيْرٌ: (ہلاک کرنا) اس کا مادہ د م ر ہے۔ دمر کے معنی تباہی اور بربادی کے ہیں۔ تدمیر تباہ کرنا۔ دَمَّرْنَا اسی سے ماضی کا صیغہ ہے۔

اس آیت میں پہلے مضمون کو واضح کیا گیا ہے کہ ہم حسب قاعدہ مقررہ اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیج دیتے ہیں۔ جب بھر کھانے پینے لوگ ان احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ تو ان کی نافرمانی کے باعث سب کو پورے طور پر تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بہت سی بستیاں نوحؑ کے بعد تباہ ہوئیں۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے اور دیکھنے کے لیے کافی ہے۔ آیت میں تنبیہ ہے کہ انسانوں میں مالدار با اثر لوگ پہلے گمراہ ہوتے ہیں۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی بگڑتے ہیں پھر ان کی شامت اعمال سے تباہی آتی ہے۔

دُنیا کا طالب

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ

جو ہو ارادہ کرتا دُنیا کا

عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ

جلد دے دیتے ہیں اس کو اس میں جتنا چاہیں جس کے لیے

نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ

ہم چاہیں پھر کردیتے ہیں ہم اس کے لیے جہنم

يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

داخل ہوگا اس میں بُرے حال دھکیلا ہوا

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ

جو کوئی پہلا گھر چاہے ہم اس کو اس

عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ

میں جتنا چاہیں جلد دے دیں جس کو چاہیں

نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ

پھر ہم نے اس کے واسطے دوزخ ٹھہرائی ہے

يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

وہ اس میں داخل ہوگا اپنی برائی سن کر دھکیلا جاکر

مَذْمُوْمًا (بُرے حال میں) اسم مفعول ہے ذمٌ سے۔ ذم کے معنی ہیں برائی بیان کرنا۔ مذموم جس کی سب برائی کریں۔

مَدْحُوْرًا (دھکّے دیا ہوا) اسم مفعول ہے دحرٌ سے۔ دَحْرٌ کے معنی ہیں دھکیلنا۔ دھکّے دینا۔ مدحور، ملعون۔ دھکیلا گیا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جو دنیا ہی کی زندگی پر ریجھ گیا۔ اور ارادہ کرلیا۔ کہ وہ یہیں فوراً سب کچھ لے لے گا اور آخرت کے انتظار میں پرہیزگاری کی زندگی نہ بسر کرے گا۔ تو وہ سُن لے کہ ہم اسے مہلت دیں گے اور اس کو جو کچھ اور جتنا چاہیں گے وہ فی الفور عطا کریں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو جو وہ چاہے مل جائے۔ لیکن وہ دنیا میں سب کچھ لینے کا ارادہ کرچکا ہے اور آخرت کو چھوڑ چکا ہے۔ اس لیے اسے مرنے کے بعد کی زندگی میں کچھ نہ ملے گا۔ اور دُنیا کی محبّت جو اس کے دل میں تھی وہ وہاں بہت بُری قابلِ نفرت شکل اختیار کرلے گی اور اسے دھکّے دے دے کر ایک عیب دار اور بدحال شخص کی طرح دوزخ کی طرف نکال دیں گے اور آخرکار اس میں نڈھال ہوکر جا پڑے گا۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ دُنیا کی محبّت ایک نحوست ہے جو مرنے کے بعد اپنا رنگ لاتی ہے گی۔ جو دُنیا ہی سے دل لگا چکے ہیں اور یہیں کے عیش کا سامان اکٹھے کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان کی کوششیں سولہ آنے کامیاب ہوں۔ جتنا کہ نصیب میں ہے ملے گا۔ لیکن دُنیا کی محبّت جو اس کے دل میں بیٹھ چکی ہے وہ مرنے کے بعد اسے دوزخ میں لے بیٹھے گی اور خود اپنے حال پر نفرین کرتا ہوا سب کی نگاہ میں ذلیل و خوار ہوکر وہ دوزخ کی طرف دھکیلا جائے گا۔

آخرت کا طلب گار

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا
اور جو ارادہ کرے آخرت کا اور کوشش کرے اس کے لیے
سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ
جو اس کی کوشش ہے اور وہ ایمان والا ہے پس وہ لوگ ہے
سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ
ان کی کوشش کامیاب ہر ایک کو ہم دیتے ہیں
هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ
ان کو بھی اور اُن کو بھی بخشش سے تیرے رب کی
وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾
اور نہیں ہے بخشش تیرے رب کی روکی جانے والی

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا
اور جس نے پچھلا گھر چاہا اور اس کے واسطے دوڑ کی
سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ
جو اس کی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے سو ایسوں کی
سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ
دوڑ ٹھکانے لگی ہے ہم ہر ایک کو پہنچاتے
هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ
رہتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی تیرے رب کی بخشش سے
وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾
اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں روک لی

اس آیت میں اس کا ذکر ہے جس نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دی اور اس کے حاصل کرنے کے لیے کوشش کا جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طریقہ سے اس کے لیے کوشش کی اور اس کے ساتھ ہی اللہ عزّ و جلّ پر ایمان لایا۔ اور یقین کر لیا۔ کہ جو اس نے وعدے کیے ہیں سچے ہیں۔ اور سب پورے ہو کر رہیں گے ایسے شخص کی کوششیں بار آور ہوں گی۔ اور یقیناً اسے آخرت میں آرام و اطمینان اور سکون و راحت کی زندگی نصیب ہو گی۔

آیت کے الفاظ یہ ہیں:

کہ اس کی سعی مشکور ہو کر رہے گی۔ سعی کوشش کو کہتے ہیں۔ اور مشکور کے معنی ہیں اچھے پھل والی۔ آگے ارشاد ہے۔ کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے رب کی عطا کے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ فرق اتنا ہے۔ کہ جو دنیا ہی کا طالب ہو گا۔ اسے آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں اللہ چاہے گا۔ تو دنیا میں اسے جتنا حالات کے مناسب ہو گا۔ دے دے گا۔ اور آخرت کے طالب کو آخرت تو ضرور ہی ملے گی۔ لیکن دنیا میں بھی اگر حالات سازگار ہوئے تو اسے اللہ بہت کچھ دے سکتا ہے ::

دُنیا اور آخرت

اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ
دیکھ کس طرح فضیلت دی ہم نے بعض کو ان میں سے بعض پر
وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ
اور البتہ آخرت بڑھی ہوئی ہے درجوں میں اور بڑھی ہوئی ہے
تَفْضِیْلًا ﴿٢١﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
فضیلت میں مت ٹھیرا اللہ کے ساتھ کوئی معبود
اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ ع
دوسرا ورنہ بیٹھ رہے گا تو بدحال بےکس ہو کر

اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ
دیکھ ہم نے ایک کو ایک سے کیسے بڑھا دیا
وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ
اور پچھلے گھر میں تو اور بڑے درجے ہیں اور بڑی
تَفْضِیْلًا ﴿٢١﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
فضیلت اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم مت ٹھیرا
اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ ع
پھر بیٹھ رہے گا تو الزام کھا کر بےکس ہو کر ع ٢ ٢

مَخْذُوْلًا: بےکس، اسم مفعول ہے خ۔ذ۔ل سے۔ خَذْلٌ کے معنی چھوڑ دینا۔ اور چھوڑ کر بھاگ جانا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ دُنیا میں ہم نے ایک دوسرے پر رزق کے اعتبار سے فضیلت دی ہے۔ کسی کے لیے سارے حالات سازگار ہوتے ہیں تو وہ زیادہ مرتبہ اور دولت حاصل کر لیتا ہے اور کسی کے حالات موافق نہیں ہوتے۔ تو وہ کم درجہ میں رہ جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ دُنیا کے طالب کو ضرور نہیں کہ دُنیا مل ہی جائے۔ اس لیے نری اسی کی طلب فضول ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے جتنا چاہیے دے۔ لیکن آخرت کے طلب گار کو آخرت کا آرام ضرور ملے گا۔ اگرچہ وہاں بھی اونچے نیچے درجے والے لوگ ہوں گے۔ لیکن ہر درجے والا اپنی جگہ مطمئن اور مسرور ہوگا۔ برخلاف دُنیا والوں کے یہاں کسی درجے میں بھی اطمینان اور دلی سرور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ آخرت کے درجے جیسے بھی ہوں۔ خوشی اور اطمینان کا باعث ہوں گے۔ اس لیے وہاں کے درجے یہاں کے درجوں سے ہر طرح فضیلت رکھتے ہیں۔ ان کے حاصل کرنے کے لیے پہلی شرط یہ ہے۔ کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو۔ ورنہ آخرت سے بالکل محروم رہ جاؤ گے۔ اور بدحال اور بےکس ہی رہ جاؤ گے ؞

ہدایت کا سلسلہ

اس سورت کے شروع کے دو رکوع میں بیان ہوا۔ کہ اللہ عزوجلّ نے انسان کی ہدایت کے لیے انسانوں ہی سے چن کر وقتاً فوقتاً اپنے رسول بھیجے۔ جو ان کو صحیح راستہ پر ڈالیں۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے بعد نوح علیہ السلام کو انسان کے درست کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ جب لوگوں نے درست ہونے سے انکار کر دیا تو ان کو طوفان سے ہلاک کر دیا گیا اور فقط وہی لوگ بچ سکے۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں بیٹھ گئے تھے۔

اس کے بعد حسب ضرورت رسول آتے رہے اور مفسدوں سے دُنیا کو پاک کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب انسان دُنیا میں ہر جگہ آباد ہو گئے۔ تو بنی اسرائیل کی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے انسان کی ہدایت کے لیے مکمل قانون دیا گیا۔ اور بتا دیا گیا کہ اس کے خلاف چلو گے تو تمہیں سزا دی جائے گی۔ یہ قوم اگر تورات کے حکم پر چلتی تو دُنیا کے لیے اچھے اخلاق کا نمونہ بن سکتی تھی۔ لیکن انہوں نے تورات کے احکام کو پسِ پشت ڈال دیا اور اپنی کمینی خواہشیں پوری کرنے میں لگ گئے اور اپنی شرارتوں سے دُنیا کو تہہ و بالا کر ڈالا۔ اللہ عزوجلّ نے ان کو ان کے اعمال کی دنیا ہی میں سزا دی جب یہ لوگ میدان سے نکال دیئے گئے تو اللہ عزوجلّ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دے کر انسان کی ہدایت کے لیے بھیجا اور ان کی تعلیم و تربیت خود اپنے ذمہ لی۔

اس سورت کے شروع ہی میں بنی اسرائیل کے حالات کا مختصر خاکہ کھینچ کر بتا دیا گیا۔ کہ انہوں نے ہماری ہدایت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ تم ان کی سی عادتیں نہ اختیار کرنا۔ وہ دُنیا کے پیچھے پڑ گئے۔ تم ایسا نہ کرنا بلکہ آخرت کو اختیار کرنا۔ ہم نے بنی اسرائیل کو وہ طریقہ بتا دیا تھا۔ کہ آخرت کو اپنا نصب العین بنا کر دُنیا میں ایسے طریقے سے زندگی بسر کریں۔ کہ یہاں کی زندگی بھی درست ہو جائے۔ اور آخرت بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ آگے کی پندرہ آیتوں میں وہ ساری اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ جس پر قرآن مجید کے ماننے والوں کے لیے عمل ضروری ہے۔ تاکہ دُنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہوں ؛

زندگی کے آداب

وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ
اور حکم دیا تیرے رب نے کہ مت پوجو تم مگر
اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا یَبْلُغَنَّ
اسی کو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کر اگر پہنچ جائیں
عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا
تیرے سامنے بڑھاپے کو ان میں سے ایک یا دونوں
فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا
پس مت کہہ ان کو اُف اور مت جھڑک اُن کو
وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾
اور کہہ ان دونوں سے بات ادب کی

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ
اور تیرا رب حکم کر چکا کہ اس کے سوا کسی کو مت پوجو
اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا یَبْلُغَنَّ
اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اگر تیرے سامنے
عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا
بڑھاپے کو پہنچ جائیں ان میں سے ایک یا دونوں
فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا
پس ان کو ہُوں مت کہہ اور ان کو جھڑک مت
وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾
اور ان سے بات ادب کی کہہ

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان کے لیے زندگی کا قانون مقرر کر دیا ہے۔ اس قانون پر انسان کی دنیا کی بہبودی کا دارومدار ہے۔ اور اگر اللہ عزوجل پر ایمان لا کر اس پر عمل کیا۔ تو پھر یہی آخرت کی بہبودی کا بھی سامان ہے اس قانون میں بڑی حکمتیں بھری ہوئی ہیں۔ آدمی ان حکمتوں کو جانے یا نہ جانے آنکھ بند کر کے اس پر عمل کرنے سے بھی اس کا بیڑا پار ہو جائے گا چنانچہ قرآن مجید نے ہمیشہ کے لیے اس قانون کو انسان کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ اسے علی الترتیب ان آیتوں میں حسب ذیل دفعات میں بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی حکمتیں بھی بیان کر دی ہیں: تاکہ جو سمجھنا چاہے۔ اپنی عقل کے مطابق ان کو سمجھ لے۔

(۱) اللہ عزوجل کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ صرف اسی کو اپنا یکتا اور واحد معبود بناؤ۔ اس سے اطمینان قلب ملے گا اور یکسوئی حاصل ہو گی (۲) ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ جب وہ بوڑھے ہو جائیں اور ہر کام میں دوسروں کے محتاج نظر آئیں۔ تو تم ان سے نرمی اور ادب کے ساتھ کلام کرو۔ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے مزاج کے چڑچڑے ہو سکتے ہیں۔ خبردار! ان سے کوئی ایسی بات مت کہو جس سے ان کا ذرا بھی دل دکھے۔ جو بات کہو ایسی کہو کہ جس سے ان کا دل خوش ہو۔ ایسا کوئی لفظ منہ سے نہ نکالو جس سے بدمزاجی ظاہر ہوتی ہو۔ مثلاً ہُوں۔ اُف۔ خبردار۔ چپ رہو وغیرہ وغیرہ ؛

ماں باپ سے برتاؤ

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
اور جھکا دے ان دونوں کے لیے کندھے عاجزی کے شفقت سے
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي
اور کہہ اے رب میرے رحم کر دونوں پر جیسے پالا انہوں نے مجھ کو
صَغِيرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي
بچپن میں تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو جو تمہارے
نُفُوسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُونُوا صٰلِحِينَ فَاِنَّهُ
دلوں میں ہے اگر تم ہو نیک پس تحقیق وہ
كَانَ لِلْاَوَّابِينَ غَفُورًا ﴿۲۵﴾
ہے رجوع کرنے والوں کے لیے بخشنے والا

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کے نیازمندی سے
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي
اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں
صَغِيرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي
پرورش کیا تمہارا رب خوب جانتا ہے جو
نُفُوسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُونُوا صٰلِحِينَ فَاِنَّهُ
تمہارے جی میں ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ
كَانَ لِلْاَوَّابِينَ غَفُورًا ﴿۲۵﴾
رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے

جَنَاحَ الذُّلِّ: (بازو انکسار کے) جناح پرندوں کے پر، آدمی کے کندھے اور بازو کو کہتے ہیں ذُلّ کے معنی فروتنی، عاجزی اور انکسار کے ہیں۔ پروں اور کندھوں کا ڈھیلا چھوڑنا اور ان کو نیچا کرنا۔ انتہائی خوف کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور اپنی عاجزی اور تابعداری ظاہر کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے یہاں عاجزی کا اظہار مراد ہے رَبَّیٰنِیْ (پالا دونوں نے مجھ کو) رَبَّیَا ماضی کے تثنیہ کا صیغہ ہے جس کا واحد رَبّٰی ہے اس کا مصدر تربیت ہے

اس آیت میں اولاد کو نصیحت ہے کہ اپنے ظاہری برتاؤ سے بھی ماں باپ کا ادب اور تعظیم کریں۔ اور دل میں بھی ماں باپ کی طرف سے کبھی کوئی برا خیال نہ لائیں۔ دنیا میں اللہ عزوجل کے بعد بھی وہی تمہاری دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں اور ہر طرح تمہارے آرام کا خیال رکھتے ہیں اور خود تکلیف اٹھا کر تمہیں راحت پہنچاتے ہیں سو تمہارے دل میں ان کی خیر خواہی کے سوا اور کچھ خیال نہ آنے پائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی حالت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اگر کسی سے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی ہو جائے تو وہ اللہ کے سامنے اس سے توبہ کرے اور ہمیشہ ماں باپ کے ساتھ نیک اور مناسب برتاؤ کرے۔ اگر تم نیک رہے تو اللہ تعالیٰ تمہارا عذر قبول کرے گا اور تمہاری کوتاہیوں سے درگذر فرمائے گا اور تمہاری توبہ قبول کر کے تمہارا قصور معاف کر دے گا۔ کیونکہ وہ بڑا بخشش کرنے والا ہے۔ معلوم ہوا کہ ماں باپ کی اللہ کے حکم کے مطابق اطاعت کرنے سے انسان کا دونوں جہان میں بھلا ہوگا۔

پیسہ کا مصرف (۱)

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ
اور دے قرابت دار کو اس کا حق اور محتاج کو
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾
اور مسافر کو اور مت خرچ کر اندھا دھند
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ
بے شک فضول پیسہ اڑانے والے ہیں بھائی
الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ
شیطانوں کے اور ہے شیطان اپنے رب کا
كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾
ناشکر گذار

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ
اور قرابت دار کو اس کا حق دے اور محتاج کو
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾
اور مسافر کو اور بے جا مت اڑا
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ
بے شک بے جا اڑانے والے شیطانوں
الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ
کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب
كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾
کا ناشکرا ہے

لَاتُبَذِّرْ مت فضول اڑا ، نہی کا صیغہ ہے تبذیر سے اور اس سے مُبَذِّر اسم فاعل ہے جس کی جمع مبذرین ہے اور یہ سب الفاظ اسی آیت میں موجود ہیں۔ تبذیر کا مادہ ب۔ ذ۔ ر ہے بذر کے معنی ہیں ادھر اُدھر بکھیر دینا۔ تبذیر میں مبالغہ زیادہ ہے یعنی بیکار بکھیرنا۔ ضائع کرنا

ارشاد ہے کہ اپنی ضرورتیں اعتدال اور کفایت شعاری کے ساتھ پوری کرنے کے بعد دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھو اپنے مال میں سے کچھ حصہ نکالو اور دوسروں کو دو۔ دینے میں قرابت کا لحاظ رکھو۔ سب سے قریب رشتہ دار ماں باپ ہیں۔ ان کو مالی مشکلات میں مدد دو۔ اس کے بعد اور ضرورت مند قرابت داروں کو ضروری مدد پہنچاؤ۔ پھر اور مسکینوں اور محتاجوں کا خیال رکھو۔ میانہ روی اور اعتدال کا ہر مرحلے میں خیال رکھو۔ پیسہ اس لیے نہیں ہے۔ کہ اس کو اپنے اوپر یا اپنے رشتہ داروں پر اندھا دھند خرچ کیا جائے اگر تم زیادہ کما سکتے ہو تو اپنے اوپر اتنا ہی خرچ کرو جس سے رواج کے مطابق آرام کے ساتھ بسر ہو سکے۔ اگر اس سے بچے تو قریبی رشتہ داروں، پڑوسیوں، محتاجوں اور ضرورت مند مسافروں کو دو۔ روپیہ بے جا صرف کرنے والوں، فضول خرچوں اور روپیہ واہی تباہی کھیل تماشوں میں اڑانے والوں کو شیطانوں کا بھائی کہا گیا ہے۔ شیطان کا بھائی ہونا بڑے شرم کی بات ہے۔ وہ تو اپنے خالق اور حقیقی مربی کا ناشکر گذار ملعون بندہ ہے اس کے تو سایہ سے بھی بھاگنا چاہیئے۔

پیسہ کا مصرف (۲)

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ
اور اگر اعراض کرے تو ان سے انتظار میں رحمت کے
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا
اپنے رب کی جس کی تجھے توقع ہے تو کہہ ان سے بات
مَّيْسُوْرًا (۲۸) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
نرمی کی اور مت رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
اپنی گردن سے اور نہ پھیلا اس کو پورا پھیلانا
فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (۲۹)
پس بیٹھ رہے تو ملامت زدہ تھکا ہوا

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ
اور کبھی تو ان سے تغافل کرے اپنے رب کی مہربانی
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا
کے انتظار میں جس کی تجھے توقع ہے تو ان سے نرمی کی بات
مَّيْسُوْرًا (۲۸) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
کہہ دے اور اپنا ہاتھ گردن کے ساتھ
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اس کو پوری طرح کھول دے
فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (۲۹)
پھر تو بیٹھ رہے ملامت زدہ تھکا ہوا

اِمَّا اگر۔ ان آیتوں میں یہ لفظ اِنْ حرف شرط ہے جس کے ساتھ مَا ملا دیا گیا ہے جس کے معنی کچھ نہیں۔ ان کے معنی اگر

مَيْسُوْرًا (آسان، نرم) اسم مفعول ہے ی۔س۔ر سے یسر کے معنی آسانی، نرمی اور شیریں کلامی کے ہیں۔

مَحْسُوْرًا (تھکا ماندہ) اسم مفعول ہے ح۔س۔ر سے جس کے معنی تھکا دینے کے ہیں محسور، تھکا ہوا

ارشاد ہے کہ اگر اعتدال سے چلنے کے باوجود کسی کے پاس دوسرے حاجت مندوں کے لیے نہ بچے تو اس کو چاہیے کہ دل سے پھر بھی سخی رہے اور امیدوار کو سختی کے ساتھ جواب نہ دے۔ دل میں ضرور امید رکھے کہ عنقریب اللہ عزوجل اپنے فضل سے اسے دے گا اور پھر وہ محتاجوں کی امداد کرے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ ہر حال میں اعتدال کا خیال رکھنا چاہیے۔ نہ تو اس قدر ہاتھ روکے کہ ہمیشہ اونچا ہی اٹھا رہے اور گردن سے جدا ہی نہ ہو کسی کے دینے کے لیے نیچے آوے ہی نہیں اور نہ حد سے زیادہ فیاضی دکھاتے کہ دے دلا کر آپ دوسروں کا محتاج ہو کر بیٹھ رہے۔ دونوں حالتوں میں وہ قابل ملامت ہوگا پہلی حالت میں کنجوس مکھی چوس کہلائے گا اور دوسری حالت میں ناعاقبت اندیش۔

اعتدال کی تعلیم

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
تحقیق تیرا رب کھول دیتا ہے روزی جس کے لیے
يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
چاہے اور تنگ بھی کرتا ہے تحقیق وہ ہے اپنے بندوں کا
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا (۳۰)
جاننے والا دیکھنے والا

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
تیرا رب جس کے واسطے چاہے روزی کھول دیتا ہے اور
يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
تنگ بھی وہی کرتا ہے وہی ہے اپنے بندوں کا
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا (۳۰) ع ۳
جاننے والا دیکھنے والا

يَبْسُطُ کھول دیتا ہے مضارع کا صیغہ ہے بَسْطٌ سے بسط کے معنی ہیں بے اندازہ لپ بھر بھر کر دینا۔ بے حساب عطا کرنا۔

يَقْدِرُ تنگ کرتا ہے مضارع کا صیغہ ہے قدر سے۔ قدر کے معنی ہیں ناپ تول کر دینا تاکہ زیادہ دیر تک چلا جائے اس کا نتیجہ تنگی ہے۔

مال کے معاملہ میں لوگ اکثر افراط اور تفریط سے کام لیتے ہیں۔ کسی کو اس کے جمع کرنے کی دھن لگ جاتی ہے۔ اور وہ محتاج کو ایک دانہ تک نہیں دیتے۔ آج کل اسی کا زور ہے لیکن پہلے ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جو دوسروں کی مصیبت سے بے چین ہو جاتے تھے۔ اور جو کچھ اپنے پاس ہوتا تھا حاجت مند کو دے دیتے تھے اور خود خندہ پیشانی سے مشقت اور تکلیف تک جھیلنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ آج کل ایسے لوگ خال خال ہوتے ہیں۔

اس آیت میں دونوں کو سمجھایا گیا ہے کہ نہ اس خیال سے دینے سے ہاتھ روکو کہ نہ دوں گا تو مال دار ہو جاؤں گا اور نہ دوسرے کی ناداری دیکھ کر اتنے بے تاب ہو جاؤ۔ کہ جو کچھ تمہارے پاس ہو وہ اسی کو دے دو اور خود دوسروں کے ہاتھوں کی طرف دیکھو۔ مال دار اور مفلس بنانا اللہ عزوجل کے حکم اور حکمت سے ہوتا ہے اور وہی اپنے بندوں کے حال کو جانتا اور دیکھتا ہے۔

اس آیت سے سمجھ میں آتا ہے۔ کہ ہر شخص جس قدر اپنی خداداد قوتوں اور قابلیتوں سے کما سکتا ہے۔ دوسروں کا حق دبائے بغیر کمائے۔ اس میں سے اپنی ضرورتوں کو اعتدال کے ساتھ پورا کرے۔ اور جو بچ رہے اس کو ان لوگوں کی مدد کے لیے اٹھا رکھے۔ جن کی آمدنی ان کی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے کافی نہیں۔ لیکن کسی کو اپنا بوجھ دوسرے پر ڈال کر بیٹھ نہ رہنا چاہیئے۔

اولاد کشی

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو ڈر سے مفلسی کے

نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ

ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو تحقیق

قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (۳۱)

ان کا قتل ہے گناہ بڑا

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ

اور نہ قریب جاؤ زنا کے تحقیق وہ ہے بے حیائی

وَسَاۗءَ سَبِيْلًا (۳۲)

اور برا ہے راستہ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے مت مار ڈالو

نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ

ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بے شک

قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (۳۱)

ان کا مار ڈالنا بڑی خطا ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ

اور زنا کے پاس نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے

وَسَاۗءَ سَبِيْلًا (۳۲)

اور بُری راہ ہے

اِملاق: (فقر۔ افلاس) یہ لفظ مَلَق سے بنا ہے جس کے معنی آسائش اور نرمی کے ہیں۔ املاق میں ھمزہ سلب کے لیے ہے یعنی آسائش کا نہ ہونا۔ اسی طرح افلاس میں ہے یعنی فلس کا نہ ہونا۔ فلس پیسہ کو کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل مت کرو کہ ان کے کھلانے پلانے کے لیے کہاں سے آئے گا۔ اللہ عزوجل نے انسان کے کھانے پینے کا دنیا میں خوب بندوبست کر دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ جیسے ہم تمہیں کھانے پینے کو دیتے ہیں تمہاری اولاد کو بھی دیں گے عرب والے اسلام سے پہلے بچپن ہی میں اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارا اپنا ہی گذارہ مشکل سے ہوتا ہے۔ انہیں کھلانے کے لیے کہاں سے آئے گا۔ قرآن مجید اس سے منع کرتا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے سارے سامان فراخی کے ساتھ مہیا کر دیتے ہیں اور انسان کو عقل دی ہے یقیناً وہ انتظام ایسا کر سکتا ہے کہ کوئی شخص ضروریات کے لیے نہ ترسے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ بغیر شادی کیے کسی غیر عورت سے ناجائز تعلقات پیدا مت کرو۔ بلکہ ایسی باتوں تک سے بچو جن کی وجہ سے حرام کاری میں پھنسنے کا اندیشہ ہو۔ زنا بے حیائی ہے اور اس سے جو اولاد ہو گی گویا اسے جیتے جی حرام کار ماں باپ نے مار ڈالا۔ کیونکہ وہ بدنامی کی زندگی بسر کریں گے جو موت سے بدتر ہے یہ تو انسان کو نرا جانور بنا دینا ہوا۔ یہ راہ بُری ہے اور انسانیت کی تباہی کا سبب ہے۔

انسان کا قتل

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ
اور مت قتل کرو جان کو جسے حرام کر دیا اللہ نے
اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا
مگر حق کے ساتھ اور جو قتل کر دیا گیا ظلم سے
فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا
پس تحقیق کر دیا ہے اس کے وارث کے لیے ایک اختیار پس نہ
یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
حد سے بڑھے قتل کرنے میں یقیناً وہ ہے
مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾
مدد پہنچایا گیا

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ
اور مت قتل کرو اس جان کو جسے روک دیا اللہ نے
اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا
مگر حق پر اور جو ظلم سے مارا گیا
فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا
تو ہم نے اس کے وارث کو خاص اختیار دیا تاکہ
یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
وہ حد سے نہ نکل جائے قتل کرنے میں۔ بے شک وہ شخص
مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾
امداد کے قابل ہے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ آدمی کو جان سے مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ کوئی آدمی دوسرے کو قتل نہ کرے مگر صرف اس صورت میں جب کہ اس کی زیادتی ثابت ہو جائے۔ سزائے قتل فقط قصاص میں شادی شدہ ہو کر زنا کا مرتکب ہونے میں یا مرتد ہو جانے میں دی جا سکتی ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ جو شخص مظلوم ہو کر مارا جائے تو اس کے وارث کو شرعی قانون حق دیتا ہے کہ قاتل پر قصاص کا دعویٰ کر دے۔ اور حاکم کے فیصلہ کے بعد حکومت اسے قتل کر دے۔ خون کا چھپانا، رشوت دے کر قاتل کو چھڑانا یا کسی صورت سے انصاف کا خون کرنا قانوناً منع ہے نیز تکلیف سے قتل کرنا مثلاً اعضاء وغیرہ کو کاٹنا اور سخت اذیتیں دے کر مارنا بھی منع ہے۔ منصور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو لازم ہے کہ انصاف کے ساتھ بدلہ لینے میں مقتول کے وارث کی مدد کرے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی خود قصاص نہ لے۔ کیوں کہ اس میں یہ خطرہ ہے کہ وہ انتقام لینے میں حد سے بڑھ سکتا ہے اور خود زیادتی کا مجرم ہو سکتا ہے۔ جو شخص اپنی جان کا خطرہ سمجھ کر دوسرے کو مار ڈالتا ہے۔ اس کے وارثوں کو بھی اس پر دعویٰ کرنے کا حق ہے تاکہ عدالت میں ثابت ہو جائے کہ واقعی مقتول کی زیادتی تھی اور قاتل نے واقعی اپنی جان بچانے کے لیے اس کو قتل کیا۔

یتیم اور ماپ تول

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ
اور نہ قریب پھٹکو　یتیم کے مال کے　مگر　اس طریقے سے کہ وہ
اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَ اَوْفُوْا
بہتر ہو　یہاں تک کہ　پہنچے　اپنی جوانی کو　اور پورا کرو
بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (۳۴)
عہد کو　تحقیق　عہد　ہے　پوچھا جانے والا
وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا
اور پورا کرو　ماپ　جب　تم ماپ کر دو　اور تولو
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ
ساتھ ترازو　سیدھی کے　یہ　بہتر ہے
وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (۳۵)
اور اچھا ہے　از روئے انجام کے

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ
اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر جس طرح کہ
اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَ اَوْفُوْا
بہتر ہو جب تک کہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد کو
بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (۳۴)
پورا کرو　بے شک عہد کی پوچھ ہوگی
وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا
اور جب ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ
بھر دو اور تولو سیدھی ترازو سے　یہ بہتر ہے
وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (۳۵)
اور اس کا انجام اچھا ہے

ارشاد ہے کہ یتیم کے مال کو اپنی ضرورتوں میں ہرگز خرچ مت کرو۔ البتہ اس کی حفاظت کے خیال سے یا اس کو ان کے لیے اور زیادہ کارآمد اور نفع مند بنانے کے ارادہ سے اس میں تصرّف کر سکتے ہو۔ اس میں محض یتیموں کی خیر خواہی مدنظر ہونی چاہیے اور جب تک وہ بالغ ہو کر اس قابل نہ ہوں کہ خود اس کی حفاظت کر سکیں اور اس سے نفع کما سکیں۔ اس وقت تک تم ان کے مال کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتے رہو۔ اور جب وہ جوان ہو جائیں اور ان کی دماغی اور بدنی قوّتیں اپنا اپنا کام مناسب طریقے سے کرنے لگیں۔ تو ان کا مال انہیں دے دو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس بہ طور امانت کے تھا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ عہد و پیمان کا خیال رکھو بشرطیکہ وہ شرع کے خلاف نہ ہو۔ اس کی بازپرس ہوگی اور اس کے بے جا توڑ دینے کا وبال پڑے گا اور جب چیزوں کا ناپ تول کر کے تبادلہ کرنے لگو تو اس کا خیال رکھو کہ ان میں کمی زیادتی نہ ہونے پائے۔ لین دین کے وقت ناپنے کی چیز کو پورا ناپو اور تولنے کی چیز کو ٹھیک ترازو سے وزن کرو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے اور انجام کار یہ بات سب کے لیے مفید اور کارآمد ثابت ہوگی ۞

قوّتوں کا استعمال

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ
اور نہ پیچھا کر اس کا کہ نہیں تیرے پاس اس کا علم
اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ
تحقیق کان اور آنکھ اور دل ان میں سے
اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾
ہر ایک ہو گی اس کی بابت پوچھ گچھ

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ
اور نہ پیچھے پڑ اس بات کے جس کی تجھے خبر نہیں
اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ
بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب
اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾
کی بابت پوچھ ہو گی

لَا تَقْفُ: (مت پیچھے چل) نہی کا صیغہ ہے ق۔ف۔و سے قُفُوٌّ کے معنی پیچھے چلنا۔ اسی سے قَفَا بنا ہے جس کے معنی گُدّی کے ہیں۔

فُؤَادَ: (دل) اس سے مراد عقل ہے جس کا کام یہ ہے کہ معلومات سے صحیح نتیجے نکالے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ علم صحیح وہ ہے جس پر عقل سلیم اپنی مہر تصدیق ثبت کر دے اور اس کے بعد اس کا یقین کر لے۔ اگر کوئی عقل سلیم کی تصدیق سے پہلے کسی بات پر یقین کر بیٹھا اور اسے منہ سے نکال دیا یا اس پر عمل کر لیا۔ تو اس سے اس کی باز پرس ہو گی۔ کہ اس جلد بازی کے کیا معنی۔ اور پھر اسے اس کی سزا دُنیا میں یا آخرت میں یا دونوں میں مل کر رہے گی۔ منہ سے کوئی بات نکالنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے۔ کہ کانوں نے ٹھیک سنا ہو۔ آنکھوں نے ٹھیک دیکھا ہو۔ پھر فکر نے اُن ٹھیک سنی اور دیکھی باتوں سے ٹھیک نتیجہ نکالا ہو۔ پھر عقلِ سلیم فتویٰ دے دے کہ یہ ٹھیک نتیجہ ہے۔ پھر دل کو اطمینان ہو جائے۔ کہ اب یہ اس قابل ہے۔ کہ اسے منہ سے نکالا جائے یا اس پر عمل کیا جائے۔ یہاں انسان کو یہ سکھایا جا رہا ہے۔ کہ کسی بات کے کہنے یا کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ان ساری بدنی، دماغی اور عقلی قوتوں نے اپنا اپنا کام ٹھیک ٹھیک انجام دیا ہے یا نہیں۔ اگر سننے میں یا دیکھنے میں غلطی ہے۔ یا فکر نے نتیجہ نکالا ہے یا عقل نے غلط تصدیق کر دی ہے۔ یا دل نے عقل کے مشورے کے بغیر اس بات کے کہنے یا کرنے کا فتویٰ دے دیا ہے۔ تو انسان دنیا اور آخرت کی مشکلوں میں پھنس جائے گا اور ان میں سے ہر ایک قوت کی بابت اس سے باز پرس ہو گی۔

اکڑفوں کی چال

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ
اور مت چل | زمین پر | اکڑتا | تحقیق تو
لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ
نہ پھاڑ ڈالے گا | زمین کو | اور نہ پہنچ جائے گا | پہاڑ کو
طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ
لمبائی میں | ان سب میں | ہے | بری چیز
عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾
نزدیک تیرے رب کے | ناپسندیدہ

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ
اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل تو ہرگز
لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ
زمین کو پھاڑ نہ ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں
طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ
تک پہنچے گا یہ جتنی باتیں ہیں ان سب میں بری
عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾
چیز تیرے رب کی بیزاری ہے

مَرَحً (اکڑ کر۔ اترانا) اکڑنا تننا اور بدن کا ابھارنا۔ آدمی کا خوشی میں اس قدر مست ہونا کہ اس کا اثر چال ڈھال پر ظاہر ہو۔
سَیِّئٌ (بُرا) صفت کا صیغہ ہے س۔و۔ء سے سُوْءٌ کے معنی برا ہونا۔ برائی۔ سَیِّئٌ برا۔ قابل ملامت

اس آیت میں انسان کو تواضع اور انکسار کے ساتھ رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی چال ڈھال میں میانہ روی اختیار کرے۔ تکبّر اسے کسی طرح زیبا نہیں۔ بعض لوگ اپنے زور یا مال و دولت پر اس قدر اتراتے ہیں۔ کہ کسی سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتے۔ ان کی رفتار گفتار سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو اپنے سے نیچا سمجھتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ تو تن کر زمین پر کیوں چلتا ہے۔ ہر قدم اکڑ کر کیوں اٹھاتا ہے۔ کیا تو زمین کو زور زور سے پاؤں مار کر پھاڑ ڈالے گا۔ اور اتنا اپنے آپ کو کیوں کھینچتا ہے اور نظر نیچی کیوں نہیں کرتا۔ کیا تو پہاڑ سے بھی بلند ہو جائے گا۔ تو ان میں سے کوئی بات بھی نہیں کر سکتا۔ اس لیے اپنی طرف دیکھ کر اور اپنی حد کے اندر رہ۔ اللہ عزوجل نے ایک کو ایک سے بڑھایا ہے۔ تو اپنے آپے سے باہر کیوں ہوا جاتا ہے۔ نگاہ نیچی کر اور آہستہ رفتار اور متانت کے ساتھ چل۔ آگے ارشاد ہے کہ سب باتیں بری ہیں۔ اور بُری باتوں سے اللہ تعالیٰ بیزار ہے ؎

دانائی

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ
یہ اس میں سے ہے جو وحی کی تیری طرف تیرے رب نے
مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ
دانائی سے اور مت بنا اللہ کے ساتھ
اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا
معبود کوئی اور پس ڈال دیا جائے تو جہنم میں بُرے حال
مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾
دھکیلا ہوا

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ
یہ ان باتوں میں سے ہے جو تیری طرف تیرے رب نے
مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ
عقل کے کاموں سے وحی کی اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو
اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا
معبود مت بنا۔ پھر تو دوزخ میں پڑے الزام کھا کر
مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾
دھکیلا جا کر

مَدْحُوْرًا (دھکے دیا ہوا) اسم مفعول ہے دح۔ر سے۔ دَحْرٌ کے معنی زبردستی دھکیل کر لے جانا۔ دھکّے دے کر نکالنا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول کریم انسان کو اپنی زندگی کامیاب بنانے کے لیے ان اصولوں کی پابندی ضروری ہے لیکن ہر فرد بشر کی عقل ان کے دریافت کرنے کے لیے کافی نہیں کیونکہ وہ دنیا کی ہوا و ہوس کے دغدغے سے شاذو نادر ہی خالی ہوتی ہے اور دنیا کی ہوا و ہوس عقل کی راہ میں ایسی رکاوٹ ہے کہ وہ ٹھیک بات سوچنے نہیں دیتی۔ ادھر شیطان بھی اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے۔ اس لیے اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں پر وحی کے ذریعے دانائی کی باتیں کھول کر رکھ دیں یہ لوگ اللہ عزّ وجلّ کے رسول تھے جن کے سلسلہ کے ختم کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول آخر الزمان ہیں اس آیت میں ان کو بتایا جا رہا ہے۔ دانائی کی باتوں میں سے چُنی ہوئی باتیں ہم نے تیری طرف وحی کے ذریعے بھیجی ہیں۔ ہر انسان کی دنیاوی زندگی ان احکام پر عمل کرنے سے درست ہو جائے گی لیکن عقل کا تقاضا یہ ہے کہ محض دنیا کا خیال ٹھیک نہیں۔ اس لیے ان اخلاق وعادات کے ساتھ اللہ عزّ وجل پر بھی ایمان لاؤ تاکہ آخرت بھی درست ہو جائے۔ ورنہ اگر آخرت کا خیال نہ کیا اور اخلاق وعادات کو محض دنیا ہی کے بھلے کے لیے سنوارا۔ تو دنیا تو ضرور ٹھیک ہو جائے گی لیکن اللہ عزّ وجل پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے آخرت میں چین نصیب نہ ہو گا۔ اس لیے اعلان عام ہے کہ ہر شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اللہ عزّ وجلّ ہی کو اپنا واحد معبود ماننا چاہیئے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ آخرت میں ذلیل وخوار ہو گا اور بری طرح دھکے دے کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

زبردست گستاخی

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ
کیا پس چن کر دیئے تمہیں تمہارے رب نے بیٹے اور بنالیں اپنے لیے
مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ
فرشتوں میں سے بیٹیاں تحقیق تم البتہ کہتے ہو
قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾
بات بڑی بھاری

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ
کیا تم کو تمہارے رب نے چن کر بیٹے دے دیئے اور اپنے لیے
مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ
فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ۔ بے شک تم بڑی
قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾
بھاری بات کہتے ہو

اَصْفٰی (چن کر دے دیا) ماضی کا صیغہ ہے۔ اِصْفَاءٌ سے جو ص۔ف۔و سے بنا ہے۔ صَفْوٌ کے معنی اچھا صاف ستھرا ہونا۔ اِصْفَاءٌ صاف ستھری چیز دینا۔

اس آیت میں اللہ کی صحیح معرفت کی طرف ہدایت کی گئی ہے اور بہت بڑی غلطی کی اصلاح کی گئی ہے جس میں دُنیا کے اکثر لوگ اور خصوصاً اس وقت کے عرب پھنسے ہوئے تھے۔ وہ اللہ عزوجل کو دُنیا کے بادشاہوں پر قیاس کر کے ایسا سمجھتے تھے۔ کہ وہ سب سے بڑا بادشاہ ہے اور اس کے نیچے چھوٹے چھوٹے بادشاہ اس کائنات کا انتظام کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کو شرک قرار دیا اور کہا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور سارا انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ایک یہ خیال تھا کہ دُنیا کے بادشاہوں کی طرح (معاذ اللہ) اللہ کی بھی اولاد ہے اور وہ اولاد فرشتے ہیں جنہیں عرب اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔

اس خیال کو بہت زور سے رد کیا گیا ہے۔ کئی جگہ اس کو صاف کیا گیا ہے۔ کہ اللہ عزوجل کے کوئی اولاد نہیں۔ کیونکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ یہ بڑا ستم ہے کہ اس کو صاحب اولاد قرار دیتے ہو۔ اور اولاد بھی لڑکیاں جنہیں تم خود اپنے واہی تباہی خیالات کی بنا پر اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔

اس آیت میں اس کو بڑی گستاخی کہا گیا ہے۔ کیوں کہ اس میں دوہری بے ادبی ہے۔ ایک تو اللہ عزوجل کو صاحب اولاد قرار دینا۔ دوسرے اولاد بھی ایسی جس سے تم خود نفرت کرتے ہو اور کبھی نہیں چاہتے کہ تمہارے ہاں بیٹی ہو۔ دُنیا کے قدیم بت پرست بھی ایک کو سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔ لیکن دنیا کے انتظام کو اس کی بیٹیوں کے ہاتھ میں سپرد کیا ہوا جانتے تھے اور ان کو دیویاں کہتے تھے۔

قرآن حکیم کا مقصد

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا ؕ
اور البتہ تحقیق پھیر پھیر کر بیان کیا ہم نے اس قرآن میں تاکہ وہ سوچیں
وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (۴۱) قُلْ
اور نہیں بڑھاتا ان کو یہ مگر نفرت کرنا ہیں کہہ دے
لَّوْ کَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ
اگر ہوتے اس کے ساتھ اور حکمران جیسا کہ کہتے ہیں
اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ
تو اس وقت وہ ضرور ڈھونڈتے عرش والے کی طرف
سَبِیْلًا (۴۲) سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا
راستہ پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جو
یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (۴۳)
یہ کہتے ہیں برتری بڑی

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا ؕ
اور ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر سمجھایا تاکہ وہ سوچیں
وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (۴۱) قُلْ
اور ان کا وہی نفرت کرنا بڑھتا جاتا ہے کہہ
لَّوْ کَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ
اگر اس کے ساتھ اور حاکم ہوتے جیسا یہ بتلاتے ہیں
اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ
تو وہ صاحب عرش کی طرف
سَبِیْلًا (۴۲) سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا
راہ نکالتے وہ ان باتوں سے پاک ہے
یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (۴۳)
اور برتر ہے بے نہایت

صَرَّفْنَا: طرح طرح بیان کیا ہم نے ماضی کا صیغہ ہے تصریف سے جو ص ر ف سے بنا ہے صرف کے معنی شکل بدلنا تصریف ایک بات کو بہت سے طریقوں سے بیان کرنا۔
لِیَذَّکَّرُوْا: تاکہ وہ سمجھیں سوچیں مضارع کا صیغہ ہے جو اِذَّکَّرَ سے بنا ہے ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا اِذَّکَّرَ کے معنی بار بار یاد کرنا نصیحت حاصل کرنا۔

قرآن مجید سب سے بڑی اور اہم بات جو سکھاتا ہے وہ توحید باری تعالیٰ ہے۔ اللہ کے ایک ماننے کا یہ نتیجہ ہونا چاہیئے کہ انسان کی ساری قوتیں مل کر اس کی اطاعت میں کام کریں اور انسان سے کوئی حرکت اللہ کے حکم کے خلاف نہ ہو جب تک قوتوں کی یہ یکسانیت انسان میں ظاہر نہیں ہوتی اس وقت تک اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اللہ کی توحید پر پوری طرح قائم نہیں ہے۔ اللہ کی توحید کو مختلف عبارتوں میں اسی لیے سمجھایا گیا ہے کہ اس کے سمجھنے سے انسان کی اپنی قوتوں میں مل کر کام کی وہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کے بغیر اس کی کامیابی مشکل ہے لیکن انسان اپنی کامیابی کی پروا نہیں کرتا اور قرآن سے غفلت برتتا ہے پس اے انسانوں عقل سے کام لو اگر اللہ کا کوئی شریک ہوتا۔ تو وہ اکیلا یا سب مل ملا کر اللہ کی حکومت سے بغاوت کر دینے کی ضرور کوشش کرتے۔ توبہ کرو اللہ تعالیٰ شریک سے پاک ہے اور اس کی شان شرک سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔

کائنات کی تسبیح

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَ الۡاَرۡضُ
پاکی بیان کرتے ہیں اس کی آسمان سات اور زمین
وَ مَنۡ فِیۡهِنَّ ؕ وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا
اور جو کوئی ان میں ہے اور نہیں کوئی چیز مگر
یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَ لٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ
بیان کرتی ہے خوبی اس کی اور لیکن تم نہیں سمجھتے
تَسۡبِیۡحَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیۡمًا
ان کا بیان تحقیق وہ ہے بردبار
غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾
بخشنے والا

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ
ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے
وَمَنۡ فِیۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا
اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اس کی
یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ
خوبیاں نہیں پڑھتی لیکن تم ان کا پڑھنا
تَسۡبِیۡحَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیۡمًا
نہیں سمجھتے بے شک وہ تحمل والا
غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾
بخشنے والا ہے

اس آیت میں کائنات کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی حمد و ثنا میں مصروف ہے ہر شے اپنے مخلوق ہونے کا اقرار کرتی ہے اور جیسی زبان اس کو ملی ہے اس سے وہ صاف صاف کہہ رہی ہے کہ اللہ کی شان مخلوقات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اس کے برابر یا اس کی کسی صفت میں شریک عالم کی کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ ساتوں آسمان اور یہ زمین اور جو بھی ان سب کے اندر ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل یا مشابہ ہونے کا خیال بھی نہیں کر سکتی لیکن انسان غفلت میں مبتلا ہے۔ لوگو! اللہ عزوجل تمہاری خطاؤں کو دیکھتا ہے لیکن تمہیں مہلت دیتا ہے کہ شاید تم میں سے کوئی توبہ کر لے اور اپنی خطاؤں پر نادم ہو جیسے اس میں تحمل کی صفت ہے۔ ایسے ہی وہ گناہوں سے توبہ کرنے والوں اور خطاؤں پر پشیمان ہونے والوں کے گناہ اور ان کی خطائیں بخش بھی دیتا ہے۔

آیت میں توجہ اس طرف دلائی جا رہی ہے کہ دُنیا میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانونوں اور قاعدوں کی پابند ہے۔ کسی شے کی مجال نہیں کہ اپنی حقیقت خود بدل سکے۔ یا اپنے آپ کو قانون کی پابندیوں سے آزاد کر سکے۔ اس میں زمین و آسمان اور ان کے اندر کی چیزیں سب داخل ہیں۔ کوئی سمجھ دار ہستی اتنی طاقتور نہیں کہ اس پابندی سے اپنے آپ کو آزاد کرا سکے۔ یہی اللہ عزوجل کی ذات و صفات کا اقرار ہے جو ہر شے کر رہی ہے۔

کفر کی علامت

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ
اور جب تو پڑھتا ہے قرآن تو کر دیتے ہیں ہم تیرے درمیان اور
بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا
درمیان ان کے جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر ایک پردہ
مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً
چھپا ہوا اور کر دیتے ہیں ہم ان کے دلوں پر پردے
اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ
کہ نہ سمجھیں وہ اس کو اور ان کے کانوں میں بوجھ

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ
اور جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ان لوگوں کے بیچ میں
بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا
جو آخرت کو نہیں مانتے ایک چھپا ہوا پردہ ڈال
مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً
دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں کہ وہ
اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ
اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیتے ہیں

اَكِنَّةً: (پردے) اکنان کی جمع ہے جو ک۔ن۔ن سے بنا ہے۔ اس مادہ کے معنی چھپنے کے ہیں۔ اسی سے کِنٌّ بنا ہے جس کے معنی چھپنے کی جگہ کے ہیں اور اس کی جمع اکنان ہے سورۃ النحل میں گذرا ہے۔ کنان (پردہ) کوئی چیز جو دو چیزوں کے بیچ میں حائل ہو جائے اور دونوں کو ایک دوسرے سے چھپائے۔

توحید کے علاوہ قرآن مجید انسان کو اچھے اخلاق، بھلے اطوار اور نیک عادتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ جن سے ان کی دنیا کی زندگی درست ہو اور بنا رہے۔ کہ توحید کے اعتقاد کے ساتھ اچھے اخلاق پیدا کرنے سے دنیا میں بھی بھلا ہوگا اور آخرت کی زندگی بھی سنورے گی جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور اس لیے ملی ہے۔ کہ آخرت کی زندگی کے لیے سامان جمع کیا جائے۔

لیکن بہت سے بدقسمت انسان قرآن مجید کو سنتے ہی نہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید ان کے سامنے پڑھتے ہیں تو ان کے شامتِ اعمال کی وجہ سے اللہ عزوجل ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتا ہے۔ جو ظاہر میں تو نظر نہیں آتے لیکن قرآن مجید کی آیتوں اور ان کے دلوں کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں اور ان کے کان میں ایسا بوجھ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی آیات سنتے ہی نہیں!

سُننے ہیں تو کیوں

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ
اور جب ذکر کرتا ہے تو اپنے رب کا قرآن میں فقط ایک کا
وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (۴۶) نَحْنُ اَعْلَمُ
پھر جاتے ہیں اپنی پیٹھوں پر بھاگتے ہوئے ہم خوب جانتے ہیں
بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ
اس غرض کو کر سنتے ہیں، وہ جس سے جب کان لگاتے ہیں وہ تیری طرف
وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ
اور جب وہ آپس میں بات کرتے ہیں جب کہتے ہیں یہ ظالم
اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (۴۷)
نہیں پیروی کرتے تم مگر ایک مرد کی جس پر جادو کا اثر ہے

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ
اور جب تو قرآن میں اپنے رب کا ذکر کرتا ہے
وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (۴۶) نَحْنُ اَعْلَمُ
وہ بدک کر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں
بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ
جس واسطے وہ سنتے ہیں جس وقت تیری طرف کان لگاتے ہیں
وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ
اور جب وہ مشورہ کرتے ہیں جب کہ یہ بے انصاف کہتے ہیں جس کے
اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (۴۷)
کہے پر تم چلتے ہو وہ نہیں ہے مگر ایک سحر زدہ مرد

نُفُوْرًا (نفرت کرتے ہوئے) نافر (نفرت کرنے والا) کی جمع ہے جو ن۔ف۔ر سے اسم فاعل ہے۔ نفرت کے معنی ہیں بدک کر بھاگ جانا، نفرت کرنا۔ نَجْوٰى: (خفیہ مشورہ۔ آپس کی کانا پھوسی) یہ لفظ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔ اس کے معنی ہیں آپس کا مشورہ

مَسْحُوْرًا: (سحر زدہ) اسم مفعول ہے س۔ح۔ر سے سحر کے معنی جادو اور جادو کرنے کے ہیں سحر کا لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے مسحور وہ شخص جس پر جادو ہوا ہو اور وہ اس کے اثر سے بہکی بہکی باتیں کرتا ہو مجنونوں کی سی حالت ہو جائے۔

ارشاد ہے کہ وہ خفیہ پردے جو ان کے دلوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا اثر یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی توحید کی آیتیں پڑھتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں کیونکہ ان کو تو اپنے جھوٹے معبودوں کا ذکر ہی پسند ہے اور ایک اللہ کے ذکر سے انہیں وحشت ہوتی ہے اور جب کبھی وہ کان لگا کر سنتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ تو اس سننے سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ سنتے وقت بھی اور اس کے بعد آپس کے مشورے میں بھی آپ کا ذکر مسخرہ پن اور ہنسی اڑانے کے انداز میں کریں۔ کہتے ہیں کہ تم اس مرد کی بات کیا مانتے ہو، یہ تو جادو کے اثر سے نعوذ باللہ دیوانہ ہو گیا ہے اس کی بات کیا ماننی تھی۔ سنی ان سنی کر دو۔ معاذ اللہ!

گمراہی کی باتیں

اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ
دیکھ کیسی چسپاں کرتے ہیں تجھ پر مثالیں
فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۴۸﴾
پس وہ بہک گئے پس نہیں پا سکتے راہ

اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ
دیکھ لے تیرے لیے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں
فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۴۸﴾ ع ۵
سو بہکتے پھرتے ہیں اور راہ نہیں پا سکتے

الۡاَمۡثَالَ (مثالیں) مَثَل کی جمع ہے۔ مَثَل اس جانی پہچانی چیز کو کہتے ہیں جو کسی نامعلوم یا واقعہ کو سمجھانے کے لیے پیش کی جائے اور کہا جائے کہ بس ایسا ہی اس نامعلوم چیز یا واقعہ کو سمجھ لو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ایسے لقب تیرے لیے تجویز کرنے سے ان کی اپنی ذہنیت کی قلعی کھلتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو دیکھتے ہیں اس کی بابت ٹھیک رائے قائم کرنے کے اہل نہیں اور جو ٹھیک رائے قائم نہ کر سکے۔ وہ ضرور غلط راستے پر چلے گا سیدھا راستہ کبھی اس کے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔

عرب کے لوگ اس وقت اکثر یہی کہتے تھے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی زبردست جادوگر کے جادو کے اثر میں مبتلا ہیں۔ ان کے اس خیال کو قرآن مجید میں کئی جگہ رد کیا گیا ہے۔ بلکہ عجب نہیں کہ اسی خیال کو دور کرنے کے لیے وہ واقعہ دکھایا گیا ہو۔ جس کا ذکر صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ لبید بن الاعصم یہودی کے سحر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ اثر ہونے لگا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے معوّذتین نازل فرمائیں۔ جن کے پڑھنے سے وہ اثر بالکل جاتا رہا۔ اس سے دو باتیں دکھانی مقصود تھیں۔

ایک یہ تھا کہ عملی طور پر دکھا دیا جائے۔ کہ جادو کا اثر اگر ہوتا بھی ہے تو برائے نام۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ معوّذتین کی تلاوت کے بعد آپ اس طرح پھرتی سے کھڑے ہو گئے جیسے کوئی شخص رسی سے بندھا ہوا کھل جائے لیکن یہ حالت آپ کی عمر بھر میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اور آپ ہمیشہ ہر کام اپنے وقت پر نہایت ہوشیاری کے ساتھ پورا کیا کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ سحر سے فقط خیال پر اثر ہوتا ہے؛

ایک اور نئی بات

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا
اور کہا انھوں نے کیا جب ہو گئے ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ
کیا ہم پھر جی اٹھیں گے پیدائش نئی کہہ دے
كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا
ہو جاؤ تم پتھر یا لوہا یا کوئی اور خلقت
مِّمَّا يَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ
اس میں سے جو بڑی ہو تمہارے دلوں میں

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا
اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا چورا ہی ہو جائیں گے
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ
کیا ہم پھر اٹھیں گے نئے بن کر کہہ دے
كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا
تم ہو جاؤ پتھر یا لوہا یا کوئی مخلوق
مِّمَّا يَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ
جسے تم اپنے جی میں مشکل سمجھو

رُفَاتٌ ٹکڑے۔ ریزہ (اسم ہے۔ ر۔ ف۔ ت سے۔ رفت کے معنی بوسیدہ ہو کر بکھرنا۔ ٹوٹنا۔ رُفات: ریزہ جو پرانی چیز سے ٹوٹ کر گرے۔

مکّہ کے لوگ کہتے تھے کہ بھلا دیکھو تو یہ کہتے ہیں کہ جب ہم نری ہڈیاں رہ جائیں گے اور ہمارے جسم کے اجزا بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر ہم نئے سرے سے زندہ ہوں گے اور ہمارا بدن پھر نئے سرے سے بن جائے گا۔ اس بات کو وہ عقل کے خلاف سمجھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کہتے تھے کہ نعوذ باللہ ان کی عقل ٹھیک نہیں ہے اس کا جواب اس آیت میں دیا ہے۔ بدن کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی اس کے ذرّات تو باقی رہتے ہیں ان میں جان پڑ جانا، اتنا مشکل نہیں جتنا پہلی دفعہ پیدا کرنا (جب کہ کچھ تھا ہی نہیں)

مر جانے کے بعد تمہارا بدن کسی نہ کسی شکل میں تو موجود رہے گا۔ ذرّے تو پھر بھی نرم اور آسانی سے جمع ہو جانے والے ہوتے ہیں تمہارا بدن اگر پتھر اور لوہا لاٹ بھی ہو جائے جس کا کاٹنا۔ توڑنا۔ جوڑنا سب کچھ مشکل ہے یا اس سے بھی زیادہ کوئی اور چیز ہو جائے جسے تم پتھر اور لوہے سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر سخت سمجھتے ہو۔ پھر بھی وہی قادرِ مطلق تم کو پہلے جیسی شکل میں زندہ کر سکتا ہے۔ جس نے تم کو اس وقت بنا کر موجود کر دیا۔ جب تم کچھ بھی نہ تھے۔ اسے اس وقت تمہارا بدن بدل کر اسے اصلی حالت میں لانے میں کیا دیر لگتی ہے۔ جب کہ وہ کسی نہ کسی شکل میں پہلے سے ہی موجود ہے!

قیامت برحق ہے

فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ
پس اب کہیں گے کون لوٹائے گا ہمیں کہہ وہی جس نے
فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ
تمہیں پیدا کیا پہلی مرتبہ پس ہلائیں گے وہ تیری طرف
رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ
اپنے سر اور کہیں گے کب ہوگا یہ کہہ
عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ
امید ہے کہ ہو وہ قریب جس دن پکارے گا تمہیں
فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ
پس چلے آؤ گے تم اس کے گن گاتے ہوئے اور گمان کرو گے
اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾
نہیں ٹھیرے تم مگر تھوڑی دیر

فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ
پھر اب کہیں گے کون ہمیں لوٹائے گا کہہ جس نے
فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ
تمہیں پہلی بار پیدا کیا پھر اب تیری طرف اپنے
رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ
سر مٹکائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا تو کہہ
عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ
شاید نزدیک ہی ہوگا جس دن تمہیں پکارے گا
فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ
پھر تم اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور گمان کرو گے
اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع
کہ تم کو تھوڑی سی دیر ہی لگی ہے

يُنْغِضُوْنَ: ہلائیں گے وہ۔ مضارع کا صیغہ ہے انغاض سے جو ن غ ض سے بنا ہے۔ نغض کے معنی ہلنا، حرکت کرنا۔ انغاض حرکت دینا۔ ہلانا، مٹکانا۔

یہ لوگ پھر تجھ سے پوچھیں گے کہ اچھا پھر دوبارہ ہمیں اصلی حالت کی طرف کون لوٹائے گا۔ ان کو بتادے کہ وہی لوٹائے گا جس نے تمہیں پہلے وجود عطا کیا جب کہ تمہارا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس جواب پر وہ تمسخر کے طور پر سر ہلائیں گے۔ گویا وہ بات کی تہ تک پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں۔ کہ ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا اور پھر پوچھیں گے یہ ہوگا کب؟ اس کے جواب میں کہہ کر کیا خبر، شاید بہت جلد ایسا ہونے والا ہو۔ تمہارا دوبارہ اٹھانا مشکل کچھ بھی نہیں۔ ایک آواز میں تم سب اپنی اپنی قبر سے یا جہاں کہیں بھی ہوں گے۔ وہاں اٹھ کھڑے ہوگے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اللہ کے روبرو سب کے سب حاضر ہو جاؤ گے اور بے ساختہ کہنے لگو گے ہائے یہ گھڑی ابھی سے کیوں آ گئی۔ ابھی تو ہم دنیا میں تھوڑی سی دیر ٹھہرنے پائے تھے۔

تبلیغ کا طریقہ

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ
اور کہہ دے میرے بندوں سے کہ کہیں وہی بات جو ہو سب سے اچھی
اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ
تحقیق شیطان جھگڑے ڈلواتا ہے ان میں تحقیق شیطان
کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (۵۳)
ہے انسان کا دشمن کھلا
رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ
تمہارا رب خوب جانتا ہے تمہیں اگر چاہے
یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ
رحم کرے تم پر یا اگر چاہے عذاب دے تمہیں
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا (۵۴)
اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے ان پر ذمہ دار بنا کر

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ
اور میرے بندوں سے کہہ دے کہ بات وہی کہیں جو بہتر ہو
اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ
شیطان ان میں جھڑپ کرواتا ہے بے شک شیطان
کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (۵۳)
انسان کا صریح دشمن ہے
رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ
تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے اگر چاہے
یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ
تم پر رحم کرے اور چاہے تمہیں عذاب دے
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا (۵۴)
اور ہم نے تجھ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا

ارشاد ہے کہ میرے بندوں کو ہدایت کر دے ہمیشہ سوچ سمجھ کر ایسی بات کہیں جو حالات کے لحاظ سے سب سے اچھی ہو اور جس سے باہم جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ شیطان ہمیشہ اس فکر میں رہتا ہے کہ انسانوں کو آپس میں لڑاتا ہے وہ اپنی تو تو میں میں میں پھنسے رہیں اور کام کی باتوں پر دھیان دینے کا انہیں وقت ہی نہ ملے۔ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ وہ کبھی اسے چین سے نہ بیٹھنے دے گا اللہ عزوجل انسان کی فطرت سے خوب واقف ہے وہ جانتا ہے۔ کہ اشتعال انگیز باتوں اور طعن و تشنیع سے کام ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔ چنانچہ تمہارا کام فقط نرمی کے ساتھ اچھی بات کا سمجھا دینا ہے۔ تمہارا یہ کام نہیں ہے کہ لوگوں کو ڈنڈے مار مار کر سیدھا کرو۔ تم اس کی پرواہ مت کرو کوئی تمہاری بات مانتا ہے یا نہیں ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ ہے وہ چاہے جس پر رحم کرے چاہے جس کو عذاب دے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو کوتوال بنا کر نہیں بھیجا ہے فقط راہ حق کے واضح کرنے کے لیے بھیجا ہے اس لیے مسلمانو تم انہی کی روش پر چلو نرمی سے سمجھا دو، پھر اگر کوئی نہ مانے تو خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔

اللہ خوب جانتا ہے

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
اور تیرا رب خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں
وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ
اور البتہ تحقیق فضیلت دی ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر
وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا
اور دی ہم نے داؤد کو زبور کہہ پکارو
الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ
ان کو جنہیں تم گردانتے ہو اس کے سوا وہ تو مالک نہیں
كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾
دکھ دور کرنے کے تم سے اور نہ بدلنے کے

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اور تیرا رب ان کو خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں
وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ
اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض سے افضل کیا ہے
وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا
اور داؤد کو ہم نے زبور دی کہہ پکارو جن کو
الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ
تم سمجھتے ہو سوا اس کے سو وہ اختیار نہیں رکھتے
كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾
کہ تم سے تکلیف دور کردیں اور نہ بدلنے کا

تَحْوِیْل (بدل دینا) یہ حول کا متعدی ہے۔ حول کے بہت سے معنیٰ ہیں بدلنا۔ ہیر پھیر۔ طاقت۔ دو چیزوں کے بیچ میں آجانا۔ یہاں بدل جانا مراد ہے۔ تحویل۔ بدل دینا۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل ہر ایک کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے ہر زمانے میں الگ الگ رسول بھیجے تاکہ اللہ عزوجل کا پیغام اپنے وقت کے لوگوں کو پہنچا دیں۔ ان میں سے بعض کو بعض پر کسی نہ کسی لحاظ سے فضیلت عطا کی۔ انہی میں سے ایک نبی داؤد علیہ السلام تھے جنہیں بادشاہت بھی ملی اور زبور جیسی کتاب بھی عطا ہوئی۔ اسی طرح اس زمانے میں اللہ عزوجل نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں میں سے منتخب کر کے اپنا رسول مقرر کیا اور قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب عطا کی جس میں ایک طرف دنیا میں ملکی انتظام کے قاعدے اور قانون وضع کیے اور دوسری طرف آخرت کی زندگی کے سنوارنے کا طریقہ بتایا۔ ملکی انتظام کے لیے قتال تک بھی ضروری ہے مگر آخرت سنوارنے کے لیے کسی پر زبردستی نہیں جس کا جی چاہے قرآن حکیم کا پیغام سنے اور اپنی عاقبت درست کرے اس کے لیے ان کافروں سے کہہ دو کہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک نہ کرنا انسان کی بہتری کی شرط اولین ہے۔ نہ شرک اس لیے فضول چیز ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی میں طاقت نہیں کہ تمہاری کوئی مصیبت دور کرے یا اسے ہلکا کر دے تم اپنے جھوٹے معبودوں کو پکار کر دیکھ لو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ مددگار فقط اللہ ہے۔

بڑے لوگوں کا حال

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی
وہ لوگ جنہیں یہ پکارتے ہیں ڈھونڈتے ہیں اپنے
رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ
رب کی طرف وسیلہ کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور
یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ
توقع رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے
اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾
تحقیق عذاب تیرے رب کا ہے ڈرنے کی چیز

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی
وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک
رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ
وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کون سا بندہ بہت نزدیک ہے اور
یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ
امید رکھتے ہیں رب کی مہربانی کی اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں
اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾
بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے

وَسِیْلَةَ اَقْرَبُ ۔ نزدیکی ۔ یہ لفظ سورۃ المائدہ میں گذر چکا ہے اور وہاں اس کی تحقیق درج ہے اس کے معنی ہیں نزدیکی اور نزدیک پہنچنے کا ذریعہ۔

قرآن مجید توہم پرستی سے انسان کو نجات دینا چاہتا ہے کہ نفع و ضرر کی طاقت اللہ عزوجل کے سوا کسی میں نہیں اور یہ مقدس لوگ جنہیں تم اپنا مربّی اور محافظ سمجھ کر پکارتے ہو سب اسی قادر مطلق کے آگے جھکتے ہیں اور اس کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں۔ فقط اسی سے رحمت کی توقع رکھتے ہیں اور اسی کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اسی کے بندے ہونے اور اسی کے آگے جھکنے کو انسانیت کی معراج سمجھتے ہیں۔ ان میں نہ کچھ دینے کی طاقت ہے اور نہ کسی کو ضرر پہنچانا ہی ان کے بس کی بات ہے۔

اللہ عزوجل جس کو چاہتا ہے۔ اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔ اس لیے اسی کے سامنے جھکنا اور اسی کے آگے التجا کرنی چاہیئے کہ اے میرے رب ہمارے سارے کام سنوار دے۔ اسی طرح اس کے غضب سے پناہ مانگنا اور اس کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا عذاب واقعی بڑی خوفناک چیز ہے۔ اس کے نافرمان بندے نادانی سے اس کو ناراض کر کے اس کے عذاب کا خطرہ مول لیتے ہیں۔ اگر انہوں نے شرک سے توبہ کر کے صرف اسی کی طرف اس کے عذاب سے بچنے کے لیے رجوع نہ کیا تو ان کی شامت نے یقیناً دھکا دیا ہے۔

قُربِ قیامت

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا
اور نہیں کوئی بستی مگر ہم ہلاک کرنے والے ہیں کو
قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا
پہلے دن قیامت کے یا عذاب کرنے والے ہیں اس کو
عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ
عذاب سخت ہے یہ
فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾
کتاب میں لکھ دیا گیا

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا
اور کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے
قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا
پہلے خراب نہ کردیں گے یا اس پر سخت آفت
عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ
نہ ڈالیں گے یہ کتاب میں
فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾
لکھ دیا گیا ہے

مَسْطُوْرًا (لکھا ہوا) اسم مفعول ہے س۔ط۔ر سے۔ سطر کے معنی لکھنے کے ہیں مسطور لکھا ہوا یہاں یہ مراد ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

قرآن مجید انسان کو سمجھانا چاہتا ہے۔ کہ تمام عالم ایک معین خاکہ اور سوچے ہوئے منصوبہ کے مطابق بنا ہے۔ ہر چیز قرینے سے اپنی اپنی جگہ رکھی ہوئی ہے یہ خاکہ اور منصوبہ ایسا نہیں کہ مٹ جائے بلکہ اسے لوح محفوظ میں لکھ کر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ کہ انسانوں میں اچھے اور برے سب قسم کے لوگ ہوں گے۔ کچھ اللہ کو مانیں گے۔ کچھ اپنی اپنی خواہشوں کی پیروی کریں گے۔ ان نافرمانوں کو گناہوں کی نشامت سے سزائیں ملیں گی۔

اس آیت میں قانون کے مطابق انسانوں کی ہر بستی کا انجام بتایا گیا ہے۔ کیوں کہ خود سروں اور خواہشوں کے غلاموں سے کسی بستی کا بالکل خالی ہونا ناممکن ہے۔ اس لیے یقیناً ان کی شامتِ اعمال کبھی نہ کبھی رنگ لاکر رہے گی۔ قیامت سے پہلے نیک لوگوں کو تو طبعی موت سے ختم کر دیا جائے گا اور ہر بستی میں نرے شریر لوگ رہ جائیں گے۔ ان میں سے جن کی شرارت اور طبیعت کی خباثت حد سے زیادہ ہوگی۔ ان کو تو بالکل تہس نہس کر دیا جاتے گا۔ اور جو کسی قدر کم شریر اور خبیث ہوں گے۔ ان پر سخت عذاب نازل کیا جائے گا۔ آخر سب فنا ہو جائیں گے اور قیامت کی تباہی شروع ہو جائے گی۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یہ قانون اٹل ہے۔ دنیا کی ساخت میں داخل ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ عذاب سے بچنے کے لیے قرآن مجید کے مطابق چلیں۔

انوکھے معجزے

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ
اور نہ منع کیا ہمیں کہ بھیجیں ہم نشانیاں مگر
اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَیْنَا
اس لیے کہ جھٹلایا ان کو پہلوں نے اور دی ہم نے
ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا
ثمود کو اونٹنی ذریعہ بصیرت پس زیادتی کی انہوں نے
بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ
اس کے ساتھ اور نہیں بھیجتے ہیں ہم نشانیاں
اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾
مگر ڈرانے کو

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ
اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لیے موقوف کیں کہ
اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَیْنَا
ان کو پہلوں نے جھٹلایا اور ہم نے
ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا
ثمود کو سمجھانے کے لیے اونٹنی دی پھر اس پر انہوں
بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ
نے ظلم کیا اور ہم جو نشانیاں بھیجتے ہیں
اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾
سو ڈرانے کو

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ دنیا کو ابھی ایک مدت قائم رکھنا ہے اگر تمہارے کہنے کے مطابق کوئی کھلی نشانی ہم نے بھیج دی اور پھر تم نے اسے جھٹلایا تو پھر نیست و نابود کر دیئے جاؤ گے اور کسی کو بھی ہدایت حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملے گا۔

دیکھو ثمود کو ان کی ضد کی بنا پر ایک اونٹنی زندہ اور آنکھیں کھولنے والی نشانی دی گئی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ سب فوراً ایمان لے آتے اور ہمارے رسول کے کہنے کے مطابق چلتے لیکن انہوں نے اس سے بے پروائی کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ پھر نتیجہ کیا ہوا۔ زلزلے اور خوفناک گرج نے انہیں آ پکڑا اور وہ دنیا سے ایسے گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

ایسی نشانیاں چونکہ بالکل کھلی ہوئی ہوتی ہیں اور ان میں غلط فہمی کا ذرا سا بھی موقع نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اگر انہیں نہ مانا جائے تو پھر عذاب کا آنا لازم ہو جاتا ہے وہ ایک بڑا زبردست ڈراوا ہوتا ہے کہ یا تو مانو ورنہ کوئی دم میں خاتمہ ہے اور وہ بھی بہت برا۔ اس لیے غیر معمولی نشانیاں ہم نے بھیجنی روک دی ہیں تاکہ دنیا کی بنا ہی کچھ مدت تک رکی رہے اور جن کو راہ راست پر آنا ہو آ جائیں۔ پھر بھی رسول اور کتاب کا بھیجنا بجائے خود عقلمندوں کے لیے کافی نشانیاں ہیں جن پر غور کر کے راہ راست کا معلوم کر لینا آسان ہے۔ البتہ جن کو غور کرنے کی عادت ہی نہیں وہ ایک نہ ایک دن کیفر کردار کو پہنچیں گے ؛

انسان کا امتحان (۱)

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ
اور جب کہا ہم نے تجھ سے تحقیق تیرے رب نے گھیرا ہوا ہے
بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْٓ
لوگوں کو اور نہیں کیا ہم نے وہ نظارہ جو
اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ
ہم نے تجھے دکھایا مگر جانچ لوگوں کے لیے اور وہ درخت بھی
الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا
جس پر لعنت کی گئی قرآن میں اور ڈراتے ہیں ہم ان کو پس نہیں
يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع
بڑھاتا ان کو ڈرانا مگر سرکشی میں جو بڑی ہے

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ
اور جب ہم نے تجھ سے کہہ دیا کہ تیرے رب نے لوگوں کو گھیر
بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْٓ
لیا ہے اور وہ دکھلاوا جو ہم نے تجھ کو دکھلایا
اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ
سو لوگوں کے جانچنے کو اور ایسے ہی وہ درخت
الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا
جس پر قرآن میں پھٹکار ہے اور ہم ان کو ڈراتے ہیں تو ان
يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع ۶
کی بڑی شرارت ہی زیادہ ہوتی ہے

رُءْيَا (نظارہ) اس کا مادہ ر۔ء۔ی ہے جس سے رَاٰی مصدر ہے رَاٰیٌ کے معنی دیکھنا۔ رُءْیَا وہ چیز جو دیکھی جائے اس سے مراد وہ نظارہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں دیکھا۔

الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ (پھٹکارا ہوا درخت) مَلْعُوْنَةٌ۔ اسم مفعول ہے ل۔ع۔ن سے لعن کے معنی پھٹکار۔ اللہ کی رحمت سے دوری ملعون وہ چیز جو ہر طرح قابل نفرت ہو۔ ہر چیز جس سے اللہ تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار کیا ہو اس سے مراد درخت زقوم ہے۔ جس کا بیان سورۃ الصّٰفّٰت اور سورۃ الدخان میں آیا ہے۔ یہ کانٹے دار درخت دوزخ میں اُگا ہوا ہے اور صورت شکل نہایت ہیبت ناک اور قابل نفرت ہے۔ کافروں نے آپ کی معراج کا اور دوزخ کا اور اس کی ڈراؤنی چیزوں کا انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھے معراج میں وہ کچھ دکھا دیا گیا ہے۔ جو تم میں سے کسی نے نہیں دیکھا۔ نیز مجھے قرآن حکیم عطا ہوا ہے جس کے برابر دنیا کی کوئی کتاب نہیں۔ کافروں نے معراج کو نہ مانا اور کہا معاذ اللہ آپ کی عقل میں فتور ہے۔ جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ قرآن کی ہنسی اڑائی۔ کہ اس نے دوزخ کو آگ کا انبار بنایا ہے اور پھر یہ بھی کہا ہے کہ اس میں ایک درخت بھی ہے۔ بھلا آگ کے اندر درخت کا کیا کام۔ اس طرح معراج اور دوزخ کا درخت دونوں ان کی سرکشی کو بڑھانے کا ذریعہ بن گئے اور یہ افسوسناک بات تھی۔

انسان کا امتحان (ب)

اس آیت میں فرمایا کہ آپ دل میں سے ان منکروں اور کافروں کا خوف بالکل نکال دیں۔ یہ سب ہمارے قبضۂ قدرت میں ہیں ہم نے تمام انسانوں کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے وہ ہمارے احاطہ کے باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔ ہم چاہیں تو ان سب کو نافرمانی کی سزا دے کر تباہ کر دیں۔ لیکن ہم نے دُنیا کو بنایا ہی اس لیے ہے کہ یہاں انسان کا امتحان لیا جائے اور اس امتحان کے ذریعے اچھے لوگوں کو بُرے لوگوں سے چھانٹ کر الگ کر دیا جائے۔

اس لیے ایسی علامتیں ظاہر کر دیں کہ عقل والے انہیں دیکھ کر ہمارے رسول اور ہماری کتاب کو پہچان لیں۔ اگرچہ جن لوگوں کی عقل کو دُنیا کی بھڑک دار چیزوں نے چندھیا دیا ہے وہ اس پہچان سے محروم رہیں گے حضور کا معراج ہی آپ کی رسالت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے عقل مند لوگ آپ کے ایمان کی پختگی اور پکا ارادہ دیکھ کر ہی پہچان سکتے ہیں کہ بغیر اس کے کہ انسان آنکھوں سے بھی ان چیزوں کو جن پہ ایمان لانے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ دیکھ لے ایمان کا کمال ایسا حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا آپ کو حاصل ہے۔

ایمان و عزم کی یہ پختگی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو معراج ہوئی اس لیے عقلمند معراج کی بلا تامّل تصدیق کرتے ہیں اور عقل کے امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں۔ پھر جب آپ کو رسول مان لیا تو پھر اس کے ماننے میں کیا دیر لگ سکتی ہے۔ کہ جو کچھ قرآن مجید میں لفظوں میں بیان کیا گیا تھا وہی باتیں معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعات کی شکل میں آنکھوں سے دکھلا دی گئیں۔ جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سچ ہے اور آدمی خالی الذہن ہو کر سوچے اور اہل علم سے مشورہ کرے تو ہر بات سمجھ میں آ سکتی ہے۔

ایک معتبر آدمی جن کی خوبیوں ہی سے اس کا کمال ظاہر ہے کہہ رہا ہے کہ میں ان سب چیزوں کو جو قرآن حکیم میں درج ہیں آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔ تو پھر ہمارے پاس اس کی بات نہ ماننے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ سیدھی بات یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ظاہری اور باطنی جو ہم اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں اور تجربے سے معلوم کر رہے ہیں ان کے معراج کی دلیل ہیں کیونکہ یہ کمالات بغیر اس کے حاصل نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد دل فوراً کہہ اُٹھتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور قرآن اللہ کی کتاب ہے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اور جو آپ زبان سے کہہ رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔ لیکن سنگ دل لوگ ان کے ڈرانے سے نہیں ڈرتے اور سخت دلی کی وجہ سے یہ ڈرانا ان کی سرکشی کو جو پہلے ہی بڑھی ہوئی ہے اور بھی زیادہ کر دیتا ہے۔

ہوشیار رہو!

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا
اور جب ہم نے کہا فرشتوں سے سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا
اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ
مگر ابلیس نے بولا کیا سجدہ کروں میں اس کو جسے پیدا کیا تو نے
طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ
مٹی سے بولا ذرا دیکھ تو یہ جسے تو نے
كَرَّمْتَ عَلَىَّ ؗ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
عزت دی مجھ پر البتہ اگر ڈھیل دے تو قیامت کے دن تک
لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾
تو البتہ ضرور لگام لگاؤں۔ اس کی اولاد کے مگر تھوڑے سے

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا
اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو سجدہ میں گر
اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ
پڑے مگر ابلیس۔ بولا کیا میں اس شخص کو سجدہ کروں جسے تو نے
طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ
مٹی سے بنایا کہا بھلا دیکھ تو یہ شخص جس کو تو نے
كَرَّمْتَ عَلَىَّ ؗ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
مجھ سے بڑھا دیا اگر تو مجھ کو قیامت کے دن تک ڈھیل دے تو
لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾
میں اس کی اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا مگر تھوڑے سے

اَرَءَيْتَكَ (کیا دیکھا تو نے اپنے آپ کو) یہ لفظ سورۃ الانعام میں گزر چکا ہے اس کو عربی میں مخاطب کی توجہ کسی خاص بات کی طرف دلانے کے لیے استعمال کرتے ہیں اردو میں ہم اس کی جگہ کہیں گے بھلا دیکھیے تو۔ اَخَّرْتَنِ (ڈھیل دے تو مجھ کو) اَخَّرْتَ ماضی کا صیغہ ہے تاخیر سے۔ اصل میں اَخَّرْتَنِیْ تھا تخفیف کے لیے ی گر گئی۔ ی کے معنی مجھ کو۔ اَحْتَنِكُ (قابو میں کر لوں گا میں) مضارع کا صیغہ ہے احتناک سے جو ح۔ن۔ک سے بنا ہے۔ حنک جبڑے کو کہتے ہیں۔ احتناک نیچے کے جبڑے میں مضبوط رسّی یا لوہے کی زنجیر باندھ لینا جس سے جانور قابو میں آجاتا ہے مراد یہ ہے کہ میں ان کو اس طرح قابو میں کر لوں گا کہ جہاں چاہوں انہیں لے جاؤں۔

شیطان انسان کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتا ہے اور اس کو ایک حقیر چیز سمجھتا ہے اور بُرے کاموں میں پھنسائے رکھنے کی کوشش کرتا ہے انسان کو یہ واقعہ ہر وقت یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے باپ آدم علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے فرشتوں نے سجدہ کیا اور شیطان نے ان کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا اور وجہ یہ بتائی کہ میں اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہوں۔

اللہ عزوجل نے اس کی نافرمانی کی وجہ سے اسے راندۂ درگاہ کر دیا اور اس نے قیامت تک کے لیے آدم کی اولاد کو اپنے قابو میں کر کے تباہ کرنے کی ٹھان لی تاکہ اپنے دل کو تسلّی دے کہ ہاں واقعی میں اس سے برتر ہوں ؁

شیطانی ہتھکنڈے

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ
کہا جا پس جو کوئی تابع ہوا تیرا ان میں سے پس تحقیق
جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (۶۳) وَ
دوزخ سزا ہے تمہاری سزا بھرپور اور
اِسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ
بھگالے جا جس کو بھگا سکتا ہے ان میں سے اپنی آواز اور
اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ
کھینچ لا ان کے اوپر اپنے سوار اور پیدل اور شریک ہو ان کا
فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَ مَا
ان کے مالوں میں اور اولاد میں اور وعدے کر ان سے اور نہیں
يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (۶۴)
وعدے کرتا ان سے شیطان مگر دغابازی سے

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ
کہا جا پھر جو کوئی ان میں سے تیرے ساتھ ہوا سو
جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (۶۳) وَ
دوزخ تم سب کی سزا ہے پوری اور
اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ
ان میں سے جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے اس کے قدم اکھاڑ دینا
اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ
اور چڑھا لا ان پر اپنے سوار اور پیادے اور
فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا
مال اور اولاد میں ان سے ساجھا کر اور ان سے وعدے کر اور
يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (۶۴)
شیطان ان سے کچھ وعدے نہیں کرتا مگر دغابازی

اِسْتَفْزِزْ (جگہ سے ہلادے) امر کا صیغہ ہے اِستفزاز سے جس کے معنی جگہ سے ہلا دینا، بھگا دینا یا بھگالے جانا ہیں۔ اس کا مادہ ف۔ز۔ز ہے جس کے معنی ہلکے پن کے ہیں۔

شیطان نے اللہ عزوجل سے مہلت مانگی تاکہ وہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے قیامت تک اس ذلّت و رسوائی کا بدلہ لیتا رہے جو اسے ان کی بدولت حاصل ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ اچھا تجھے مہلت ہے جا اور جو کچھ تجھ سے ہو سکے کر لے ہم نے تیرے اور تیرا کہنا ماننے والوں کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ وہی تمہاری سرکشی کی پوری پوری سزا ہے تیری آواز پر جو تیری طرف لپکیں انہیں سمیٹ لے اور اپنا سارا لشکر سوار اور پیادے ان پر چڑھا لا اور انہیں بہکا کر حرام طریقوں سے مال اور اولاد حاصل کریں تاکہ ان میں تیرا بھی حصّہ ہو جائے اور ان کو سبز باغ دکھا کہ حرام حلال کچھ نہیں مزے اڑاؤ جس طرح جی چاہے مال جمع کرو جس طرح ہو سکے اپنی دنیاوی خواہشیں پوری کرو تاکہ زندگی کا پورا پورا لطف حاصل ہو۔ گناہ، عذاب، نیکی اور ثواب کوئی چیز نہیں میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارا مددگار ہوں تم پر دنیا میں رنگ رلیاں منانے کی وجہ سے کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ لیکن شیطان کا یہ وعدہ نری دغابازی، فریب اور جھوٹ ہے۔

اللہ کے بندے

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ
تحقیق میرے بندے نہیں تیرا ان پر
سُلْطٰنٌ ؕ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ﴿۶۵﴾
کچھ زور اور کافی ہے تیرا رب کام بنانے والا

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ
وہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیری حکومت نہیں
سُلْطٰنٌ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ﴿۶۵﴾
اور تیرا رب کام بنانے والا کافی ہے

اللہ عزوجل نے شیطان کو مہلت دی کہ وہ دنیا کے اندر انسان کے بہکانے میں اپنی سی کر دیکھے ۔انجام کار اس کو اور اس کے ماننے والوں کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ تیرے ہتھکنڈوں میں وہی لوگ آئیں گے جو ہمارے رسولوں کے بتائے ہوئے راستہ پر نہ چلیں گے ۔یہ راستہ ایک ہے اس پر چلنے والے دین و دنیا میں فلاح کو پہنچیں گے پھر اس میں کسی انسان کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں جو اپنی عقل سے کام لے گا ۔اس کے لیے یہ راستہ کھلا ہوا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے رسول وقتاً فوقتاً دنیا میں بھیجتا رہوں گا ۔جو اس راستہ کو تمام خس و خاشاک سے صاف کرتے رہیں گے اور سب سے آخری رسول کو اپنی آخری کتاب قرآن مجید دے کر اس راستہ کی علامتیں ہمیشہ کے لیے بیان کر دوں گا اور تیرا داؤ فقط ان پر چل سکے گا جنہیں یہ علامتیں نہ نظر آئیں گی ۔سارے انسان تیرے پھندے میں نہ پھنسیں گے کچھ میرے بندے ایسے بھی ہوں گے جو مجھے پہچان کر دل و جان سے میری اطاعت کریں گے ۔ان پر تیرا بس نہ چلے گا ۔وہ پہچان لیں گے کہ تو دھوکے باز ہے تیرے سارے وعدے جھوٹے ہیں وہ دیکھ لیں گے کہ تیرا کام سوا دغا بازی کے کچھ نہیں ۔میں اپنے ان بندوں کے سارے کام درست کر دوں گا اور انہیں صبر، ثبات اور استقلال عطا کروں گا ۔

آخر میں ارشاد ہے کہ میرے ماننے والوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ میں ان کے سارے کام بنانے کے لیے کافی ہوں ۔مجھے چھوڑ کر اور کسی کے پاس جانے کی مطلقاً ضرورت نہیں ۔اللہ عزوجل کے اطمینان بخش وعدے پر پورا بھروسا کرنے کا حکم سب سے پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور انہوں نے ساری دُنیا کو دکھا دیا کہ اس حکم پر پورا عمل کر کے انہوں نے کیسا پھل پایا ۔

آج دُنیا نے دیکھ لیا کہ جیسی کامیابی آپ کو دُنیا میں نصیب ہوتی وہ کسی کو نصیب نہ ہو سکی ۔یہ انسان کی بدنصیبی ہے کہ آپ کی قائم کی ہوئی ڈگر پر نہ چلے اور شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں کی پیروی کرے ۔

اللہ کی قدرت

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ
تمہارا رب وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لیے کشتی دریا میں
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ
تاکہ تلاش کرو تم اس کے فضل سے تحقیق وہ ہے تمہارے ساتھ
رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ
رحم کا برتاؤ کرنے والا اور جب چھوتی ہے تم کو مصیبت دریا میں
ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ
بھول جاتے ہو جنہیں تم پکارتے تھے سوا اللہ کے

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ
تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے واسطے دریا میں کشتی چلاتا ہے
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ
تاکہ اس کا فضل تلاش کرو وہی تم پر
رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ
مہربان ہے اور جب تم پر دریا میں آفت آتی ہے
ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ
بھول جاتے ہو جنہیں اللہ کے سوا پکارتے تھے

يُزْجِيْ: (چلاتا، آگے بڑھاتا) مضارع کا صیغہ ہے اِزْجَآءٌ سے جس کا مادہ ز ج ی ہے جس میں حرکت اور ملنے جلنے کا مفہوم ہے اِزْجَآءٌ اس کا متعدی ہے۔

اَلْفُلْكَ: (جہاز، کشتی) اس کا مادہ ف ل ک ہے اور یہ اس سے اسم ہے جو مفرد بھی ہے اور جمع بھی یعنی کشتی یا کشتیاں۔

ان آیتوں میں انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ شیطانی قوتیں تمہیں تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ اور ہم نے شیطانی قوتوں کو ان کا اپنا کام کرنے کی مہلت دے رکھی ہے تاکہ انسان کو جو اختیار دیا گیا ہے اس کا امتحان ہو جائے۔ لیکن یہ شیطانی قوتیں ہمارے قوت و اقتدار سے ہرگز ہرگز باہر نہیں ہیں جو انسان ہماری طرف جھکے گا۔ ہم اسے ان ہلاک کرنے والے اثرات سے ضرور بچا لیں گے۔ ہماری قوت اقتدار کا اندازہ اس سے کر لو کہ تم کو ہم دنیا میں بڑی بڑی مصیبتوں سے بچاتے ہیں۔ دریا اور سمندر میں ہمیں نے تمہارے لیے کشتیاں چلائیں اور ان کی تباہ کرنے والی طاقتوں کو تمہارے تباہ کرنے سے روک دیا اور تم کشتیوں اور جہازوں پر بیٹھ کر اللہ کے فضل اور بخشش کی تلاش کرتے پھرتے ہو اور کامیاب ہوتے ہو۔ پھر شیطان کی تباہ کن طاقتوں سے بچنے کے لیے اللہ کا سہارا کیوں نہیں لیتے۔ تم کو اس بات سے سبق لینا چاہیے کہ جب تم سمندروں کے خطرناک طوفانوں میں پھنس جاتے ہو تو اس وقت تمہیں سوا اللہ کے کوئی یاد نہیں آتا۔ شیطان کے پھندے سمندری طوفانوں سے کہیں زیادہ تباہ کرنے والے ہیں ان سے بچنے کے لیے تم اللہ کی طرف کیوں رجوع نہیں کرتے؟

انسان نہیں سیکھتا

فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ
پس جب نجات دی تم کو خشکی کی طرف منہ موڑ لیتے ہو تم اور ہے
الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ
انسان بڑا ناشکرا کیا بے خوف ہو گئے تم اس سے
يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ
کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے یا بھیج دے
عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ
تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا پھر نہ پاؤ تم اپنے لیے
وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾
کوئی کارساز

فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ
پھر جب تم کو خشکی میں بچا لایا تو پھر جاتے ہو اور انسان
الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ
بڑا ناشکرا ہے کیا تم اس سے نڈر ہو گئے
يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ
کہ تم کو جنگل کے کنارے دھنسا دیوے یا تم پر
عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ
پتھر برسانے والی آندھی بھیج دیوے پھر تم اپنا کوئی
وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾
بچانے والا نہ پاؤ

يَخْسِفَ (دھنسا دیوے) مضارع کا صیغہ ہے خ س ف سے خسف کے معنی دھنس جانا۔ با سے متعدی ہو گیا یخسف بکم تم کو دھنسا دیوے۔

حَاصِبًا (کنکر پتھر برسانے والی ہوا) یہ اسم فاعل ہے ح ص ب سے حَصَبٌ کے معنی کنکر پتھر۔ حاصب: وہ ہوا جو کنکر پتھر برسائے

کاش انسان شیطان کی دشمنی کا اندازہ کرلے اور اس سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لیکن انسان کی حالت عجیب ہے کہ جب طوفان میں پھنسا اور یقین ہو گیا کہ اب مرا تو جھٹ اللہ عزوجل کو پکارنے لگا جب اللہ نے اسے اس آفت سے نجات دی صحیح سلامت خشک زمین پر پہنچا دیا اور اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا تو اللہ عزوجل کو بھول گیا۔ یہ تو بہت بڑی ناشکری ہے مانا کہ انسان میں کچھ کمزوریاں ہیں۔ اور یہ آرام کے وقت ان دوستوں کو بھلا دیتا ہے جنھوں نے کبھی بڑی مصیبت سے چھڑایا تھا لیکن اللہ عزوجل کو تو اس طرح بھلانا نہ چاہیے۔ اس کے قبضہ قدرت میں تو انسان ہر جگہ اور ہر وقت ہے۔ وہ اگر چاہے تو اس ناشکری کی سزا میں انسان کو خشکی ہی کے اندر زمین میں دھنسا سکتا ہے یا کوئی اور آفت بھیج سکتا ہے۔ مثلاً ایسی آندھی جو پتھر کنکر اس زور سے برسائے کہ آدمی کا بھرکس نکل جائے لاکھ ٹاپے لیکن بچ نہ سکے۔ ادھر ادھر نظر دوڑائے مگر کوئی بچانے والا نہ ملے اور جدھر دیکھے سناٹا ہی سناٹا نظر آئے انسان کو شیطان کی دشمنی کا اندازہ نہیں کیونکہ وہ بظاہر بڑا میٹھا اور خیر خواہ بنا رہتا ہے کاش وہ اسے سمجھ جائے اور ہر وقت اس سے اللہ کی پناہ مانگے۔

بے فکری مناسب نہیں

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً

یا بے خوف ہوگئے ہو تم اس سے کہ لوٹائے تم کو اس میں دوسری۔

اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ

بار پس بھیج دے تم پر سخت جھونکا ہوا کا

فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا

پس غرق کردے تم کو بدلے میں تمہاری ناشکری کے پھر نہ پاؤ تم

لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾

اپنے لیے ہم پر اس سے بازپرس کرنے والا

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً

یا بے ڈر ہوگئے ہو اس سے کہ تم کو دوسری بار دریا میں

اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ

لے جائے پھر تم پر ہوا کا ایک سخت جھونکا بھیجے

فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا

پھر تم کو ناشکری کے بدلے میں ڈبو دے پھر اپنی طرف سے ہم پر

لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾

اس کا کوئی بازپرس کرنے والا نہ پاؤ

قَاصِفٌ سخت جھونکا، اسم فاعل ہے ق ص ف سے قصف کے معنی ہیں اکھاڑ پھینکنا۔ قاصف، درختوں مکانوں وغیرہ کو اکھاڑ پھینکنے والا۔

تَبِیْعًا بازپرس کرنے والا صفت کا صیغہ ہے ت ب ع سے تبع کے معنی ہیں پیروی کرنا۔ تبیع وہ جو کسی بات کے پیچھے پڑ جائے اور اس کی جواب طلبی کرے۔

ارشاد ہے کہ افسوس اللہ عزوجل کی قدرت کا انہوں نے ٹھیک اندازہ نہ کیا۔ یہ نہ سمجھے کہ وہ چاہے تو انہیں اس ناشکری کے بدلے خشک زمین ہی میں دھنسا دے۔ اگر طوفان لاکر وہ انسان کو پانی میں ڈبو سکتا ہے تو زلزلے کے ایک جھٹکے میں وہ اسے زمین میں بھی دھنسا سکتا ہے۔ یا کوئی ایسا ضروری سبب پیدا کر سکتا ہے کہ تم پھر دوبارہ جہاز میں بیٹھ کر کسی جگہ جانے پر مجبور ہو جاؤ اور وہ سمندر میں درختوں اور مضبوط مکانوں کو اکھاڑ پھینکنے والی ہوا کا ایک جھونکا بھیج دے اور تمہاری پہلی ناشکری اور احسان فراموشی کے عوض میں تمہاری کشتی الٹ کر تمہیں سمندر میں غرق کر دے۔

یاد رکھو ایسا کوئی نہیں کہ اس سے بازپرس کر سکے۔ تمہارے گناہوں کی سزا میں اگر تمہیں زمین میں دھنسا دے یا دوبارہ سمندر کے سفر پر تمہیں مجبور کر دے اور وہاں تیز ہوا کا جھونکا بھیج کر تمہیں تمہارے سازوسامان سمیت غرق کر دے تو پھر ایسا کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر دعویٰ کر دے اور اس معاملہ کے پیچھے پڑ کر اللہ عزوجل سے اس کی جواب طلبی کرے۔ انسان کے لیے سوا اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ ہر مصیبت سے بچنے کے لیے اللہ عزوجل کی پناہ لے۔ خشکی تری میں جہاں بھی ہو اسی کریم کارساز سے التجا کرے کہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہر مصیبت سے بچا اور اپنی رحمت سے ہمارا بیڑا پار کر۔ سوا اللہ عزوجل کے انسان کو کوئی طاقت شیطان یا کسی اور طوفان وغیرہ آفتوں سے نہیں بچا سکتی۔

انسان کا مرتبہ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ
اور البتہ تحقیق بزرگی دی ہم نے آدم کی اولاد کو اور سواری دی ہم نے ان کو خشکی میں
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ
اور دریا میں اور رزق دیا ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے اور بڑھایا ہم نے ان کو
عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾
بہت سوں پر۔ ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا کیا۔ بڑائی دے کر

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ
اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے اور اس کو جنگل اور دریا میں
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ
سواری دی اور ہم نے ستھری چیزوں سے اسے روزی دی اور ہم نے اسے
عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ ع
بہتوں سے جنہیں ہم نے پیدا کیا بڑائی دے کر بڑھایا

انسان کو چاہیئے کہ اپنا مرتبہ پہچانے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے اس کی عزت میں بٹہ آئے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار بیان کر کے انسان کو جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے اس کا خلاصہ اس آیت میں رکھ دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے انسان کو عقل اور ہدایت کے سامان دے کر اسے بڑی عزت بخشی ہے۔ جتنا اہتمام اس کی ہدایت کا کیا گیا ہے اتنا کسی اور مخلوق کے لیے نہیں کیا گیا۔ ہم نے اس کی دُنیاوی ضرورتوں کے پورا کرنے کا بندوبست وسیع پیمانے پر کر دیا ہے۔ یہ تمام روئے زمین پر سواریوں اور جہازوں کے ذریعے چل پھر سکتا ہے اور اس کے لیے جو پاکیزہ چیزیں ہم نے دُنیا میں پیدا کی ہیں وہ حسبِ ضرورت حاصل کر سکتا ہے۔

ہم نے اس کو دُنیا کی ضرورتوں کے لیے سرگردانی سے اس لیے بچایا ہے۔ کہ کہیں ان کے پورا کرنے میں پھنس کر اپنے سارے قیمتی وقت کو ضائع نہ کر دے۔ اس خیال سے اس کے لیے ایسے وسایل بھی مہیّا کر دیئے ہیں کہ جن کے ذریعے وہ اور بہت سی مخلوقات سے بہت بلند مرتبہ حاصل کر سکتا ہے۔

اس کو چاہیئے کہ اللہ کی عنایت کی قدر کرے اور اس کی ہدایتوں پر چل کر اپنا مرتبہ بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش کرے اور رزق کے حاصل کرنے میں خواہ مخواہ کی پیچیدگیاں اپنی طرف سے نہ پیدا کرے۔ اگر حرص و ہوا سے بچا رہا۔ تو تھوڑی سی محنت سے سب کو بہ آسانی بقدر حاجت رزق مل سکتا ہے۔ اگر اس کے اندر پیچیدگیاں پیدا کیں تو بہت سی فضیلتوں سے اپنے آپ کو محروم کر دے گا۔

اعمال کا حساب

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ
جس دن ہم بلائیں گے سارے فرقوں کو ان کے سرداروں کے ساتھ پس جو
اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ
دیا گیا اپنی کتاب داہیں ہاتھ میں پس وہ پڑھیں گے
كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ
اپنی کتاب اور نہ ظلم کیے جائیں گے وہ دھاگے کے برابر اور جو
كَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ
رہا اس جہان میں اندھا پس وہ آخرت میں بھی
اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾
اندھا اور بھٹکا ہوا ہے راہ سے

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ
جس دن ہم ہر فرقے کو اس کے سرداروں کے ساتھ بلائیں گے سو جس
اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ
کا اعمال نامہ اس کے داہیں ہاتھ میں ملا سو وہ لوگ اپنا لکھا ہوا
كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ
پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہ ہوگا اور جو کوئی
كَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ
اس جہان میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور
اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾
راہ سے بہت دور پڑا ہوا ہے

فَتِيْلًا (دھاگا) اس کا مادہ ف ت ل ہے فتل کے معنی بٹنے کے ہیں۔ روئی وغیرہ کے بٹنے سے دھاگا بنتا ہے۔ اسی کے مشابہ ایک پتلی سی جھلی کھجور کی گٹھلی کے درمیان ہوتی ہے یہ دونوں فتیل کہلاتے ہیں۔

اِمَامٌ (پیشوا) اس کا مادہ ا م م ہے جس سے اُمٌّ اور اُمَّۃٌ وغیرہ لفظ بنے ہیں۔ اس سے ہر وہ شخص، عقیدہ، خیالات، باتیں یا عادتیں مراد ہو سکتی ہیں جس کا انسان غلام بن جاتے۔

اُنَاسٌ (فرقے) اِنْسٌ کی جمع ہے جو ساری نوع انسان کا نام ہے۔ جمع کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے سارے فرقے ظاہر ہو جائیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ قیامت کے دن ہم ہر انسان کو اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیں گے۔ پھر ہر ایک کا اعمال نامہ اسے مل جائے گا جس کا سیدھے ہاتھ میں آیا وہ اسے خوشی خوشی پڑھے گا اور اپنے نیک اعمال کا انعام حاصل کرے گا۔ اس دن کسی پر ظلم یا زیادتی بالکل نہ کی جائے گی۔ جس نے شیطانی خیالات اور اعمال دنیا میں اختیار کیے ہوں گے۔ وہ آخرت میں بھی ذلیل و خوار ہوگا۔ اسے جیسے یہاں کچھ نہ سوجھا وہاں بھی سوا یاس و حرمان کے اندھیرے کے کچھ نظر نہ آئے گا۔ وہ وہاں آرام و راحت سے اور بھی زیادہ دور ہو جائے گا۔

ورغلانے کی کوشش

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ

اور بے شک قریب تھے وہ کہ بچلادیں تجھ کو اس چیز سے جو

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ

وحی کی ہم نے تیری طرف تاکہ جھوٹ گھڑلے تو ہم پر اس کے سوا

وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾

اور اس وقت البتہ بنا لیتے وہ تجھ کو دوست

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾

اور وہ لوگ تو چاہتے تھے کہ تجھ کو اس چیز سے جو ہم نے تیری طرف وحی کی بچلادیں تاکہ تو ہم پر وحی کے سوا اور جھوٹ بنالائے اور تب تو تجھ کو وہ دوست بنا لیتے

اِنْ (تحقیق) یہاں اِنْ حرف شرط اگر کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اصل میں اِنَّ ہے جس کا اسم ھُمْ اس کے ساتھ ہے یعنی اِنَّھُمْ (تحقیق وہ) استعمال میں اِنَّ کو اِنْ کرکے اس کا اسم ضمیر گرا دیتے ہیں اور اس کی خبر میں لام تاکید بڑھا دیتے ہیں اور یہی نشانی ہوتی ہے کہ یہ اِنْ اصل میں اِنَّ ہے۔ قرآن مجید میں اس کا یہ استعمال بہت سی جگہ ہوا ہے۔

يَفْتِنُوْنَ (بچلادیں) مضارع کا صیغہ ہے ف۔ت۔ن سے جس سے مشہور لفظ فِتْنَة بنا ہے اس کا مصدر فَتْنٌ اور فُتُوْنٌ ہے جس کے معنی ہیں اصل چیز کے ساتھ اس سے ملتی جلتی اور چیزیں ملا دینا، تاکہ اس کے ڈھونڈنے میں دقت ہو یا بہلا پھسلا کر اصل بات سے ہٹانے کی کوشش کرنا۔ امتحان لینا، بہکانا، عقل آزمانا۔ فِتْنَة۔ وہ حالت یا چیز جو آزمائش میں پھنسا دے یہاں يَفْتِنُوْنَكَ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے آپ کے سامنے ایسی باتیں پیش کرتے ہیں جس سے آپ اصل بات سے ہٹ جائیں (نعوذ باللہ)

اکثر لوگ آپ سے بڑے سنجیدہ بن کر کہتے تھے۔ کہ تمہاری طرف جو وحی آتی ہے۔ اس میں کچھ ایسے احکام بھی ہونے چاہئیں۔ جن سے ہمارے رسم و رواج کی قدر ظاہر ہوتی ہو، اور ہمارے بتوں کی تعظیم و تکریم نکلتی ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہمارا تمہارا سمجھوتہ ابھی ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ قرآن مجید کے کچھ احکام بدل دو یا ان کو چھوڑ دو، پھر ہماری تمہاری کوئی لڑائی نہیں بلکہ ہم تمہارے تابع ہونے کو تیار ہیں اور اس کے لیے تم جو کہو ہم تمہارے لیے ابھی مہیا کر دیتے ہیں۔ روپیہ پیسہ، حسین عورتیں، مرتبہ جاہ و دولت جو چاہو حاضر ہے۔ فقط اتنا کرو کہ قرآن مجید سے وہ حصہ نکال دو جس میں شرک کی برائی اور بت پرستی کا رد ہے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ اگر تو واقعی (بالفرض محال) ان کا یہ کہنا کر دے تو وہ ابھی ابھی تیرے گہرے دوست بن جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اصلاح کرنے والے بدمعاشوں سے سمجھوتہ کرنے پر اتر آئیں تو پھر دنیا کی اصلاح ہو چکی۔

نبی کی معصومیّت

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ
اور اگر نہ ہوتا یہ کہ جمائے رکھا ہم نے تجھ کو البتہ ضرور لگتا تو جھکنے
اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (۷۴) اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ
ان کی طرف کچھ تھوڑا سا اس وقت البتہ ہم چکھا دیتے تجھے
ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ
دگنا عذاب زندگی کا اور دگنا عذاب موت کے بعد پھر
لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا (۷۵)
نہ پاتا تو اپنے لیے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ
اور اگر یہ نہ ہوتا کہ تجھے سنبھالے رکھا ہم نے تو تُو
اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (۷۴) اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ
ان کی طرف تھوڑا سا جھکنے لگ جاتا تب تو ہم تجھ کو ضرور
ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ
دگنا مزہ زندگی میں اور دگنا مرنے میں چکھاتے پھر
لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا (۷۵)
تو اپنے واسطے ہمارے خلاف مدد کرنے والا نہ پاتا

تَرْكَنُ (مائل ہوتا تو) مضارع کا صیغہ ہے ر ک ن سے اس کا مصدر رُکُوْن ہے۔ رُکُون کے معنی ہیں تھوڑا سا جُھک جانا۔ ضِعْف کے معنی دگنے کے ہیں عبارت کی طرز سے یہاں دُگنا عذاب خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے کیونکہ اور کسی چیز کے سمجھنے کا موقعہ ہی نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طبعاً حلیم اور بردبار تھے۔ دوسروں کی خاطر و مدارات ان کی فطری خصلت تھی لیکن حرص و ہوا کا پتہ نہ تھا۔ آپ ان کے دُنیا کے لالچ دلانے اور مرتبہ جاہ و دولت کی پروا تو کیا کر سکتے تھے۔ آپ کی بے نیازی تو آپ کے مخالفوں کے لیے اس وقت بھی حیرت انگیز تھی اور اب بھی دُنیا بھر کے دل میں حیرت کے ساتھ رعب اور دہشت پیدا کر رہی ہے۔ لیکن اپنے طبعی خلق کی وجہ سے جھگڑا فساد مٹانے کے لیے شاید کچھ ایسا ہلکا سا خیال آسکتا تھا کہ اگر کچھ رعایت کرنے سے ان لوگوں کی دشمنی کچھ کم ہو جائے تو شاید یہ حق بات سننے کے لیے آمادہ ہو جائیں اللہ عزوجل کی طرف سے ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے دُنیا کی بے ہودہ باتوں سے انسان کو بچانے کے لیے تجھے مبعوث کیا ہے۔ تیرا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ تو کسی کی خاطر حق بیان کرنے میں کوتاہی کرنے کا خیال بھی کرے اگر تیری طرف سے ذرا بھی کوتاہی ہوتی ہوتی تو تجھے دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دوہرا عذاب دیا جاتا (العیاذ باللہ) اور پھر کوئی تجھے اس سے بچانے والا بھی نہ ملتا وہ تو خیریت گذری کہ ہم نے تجھے اپنی قدرت سے تیری جگہ پر مضبوطی کے ساتھ جمائے رکھا اور تیرے عزم اور ارادے میں ذرا بھی تزلزل نہ واقع ہوا۔

دستورِ الٰہی

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ

اور تحقیق قریب تھا کہ وہ ہلا دیں تجھ کو اس زمین میں

لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ

تاکہ نکال دیں وہ تجھ کو اس سے اور اس وقت نہ ٹھیریں گے وہ

خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا (۷۶) سُنَّةَ مَنْ

تیرے پیچھے مگر تھوڑا سا یہی دستور رہا ہے ان کے ساتھ

قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ

کہ بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے اور نہ پائے گا تو

لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (۷۷) ع

ہمارے دستور میں ادل بدل

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ

اور وہ تو چاہتے تھے کہ تجھ کو اس زمین سے بھرا دیں

لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ

تاکہ یہاں سے تجھ کو نکال دیں اور اس وقت تیرے پیچھے

خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا (۷۶) سُنَّةَ مَنْ

وہ نہ ٹھیریں گے مگر تھوڑا دستور چلا آتا ہے

قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ

ان رسولوں کا جو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے اور ہمارے

لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (۷۷) ع ع

دستور میں تو کوئی تفاوت نہ پائے گا

یَسْتَفِزُّوْنَ ہلا ڈالیں وہ مضارع کا صیغہ ہے استفزاز سے اس کے معنی اور مادہ گذر چکے ہیں۔ ہلا ڈالنا۔

خِلَافَ پیچھے یہ لفظ سورہ توبہ میں گذر چکا ہے اس کے معنی وہی ہیں جو خلف کے ہیں یعنی تیرے بعد تیرے پیچھے۔

ارشاد ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ تجھے اتنا پریشان کریں کہ تو گھبرا کر مکّہ سے باہر چلا جائے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ تجھے نکال کر مکّہ میں یہ بھی چین سے زیادہ دن تک نہیں بیٹھیں گے۔ تھوڑے دن اور ہوا کھا لیں۔ پھر یہ یہاں سے ہمیشہ کے لیئے نکال باہر کیے جائیں گے۔ یہی قاعدہ پہلے رسولوں کی بابت جاری رہا ہے کہ جب کسی قوم نے اپنے رسول کو ستایا اور ان کا بستی میں رہنا دوبھر کر دیا تو اس کے بعد وہ خود بھی وہاں نہ رہ سکے اور ہلاک کر دیئے گئے۔ اچھی طرح سُن لیں کہ جب ہم ایک قاعدہ مقرر کر دیتے ہیں۔ تو پھر اس میں تغیّر و تبدّل نہیں ہوتا۔ جس شرارت کی سزا پہلے کچھ مل چکی ہے۔ اگر وہ شرارت دنیا میں پھر نمودار ہوئی تو پھر وہی سزا ملے گی۔ سزا میں تو دیر لگ سکتی ہے لیکن وہ کبھی نہ کبھی ملے گی ضرور۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے مقرر کیے ہوئے قانون ہمیشہ یکساں کام کرتے ہیں۔ جن اسباب پر پہلے کوئی نتیجہ مرتّب ہو چکا ہے اگر وہی اسباب پھر جمع ہو جائیں تو پھر ان پر وہی نتیجہ مرتّب ہو کر رہے گا۔ سائنس دانوں نے اس قاعدے کو دریافت کر کے دُنیا میں ہلچل مچا دی ہے لیکن اس سے جو سبق لینا چاہیئے تھا وہ نہیں لیا؛

عبادت کا طریقہ

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ

قائم کر نماز (بوقت) ڈھلنے سورج کے اندھیرے

الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ

رات کے تک اور قرآن فجر کا تحقیق قرآن فجر کا

كَانَ مَشْهُوْدًا (۷۸) وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ

ہے روبرو اور رات میں سے کچھ جاگ قرآن

بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ

کے ساتھ یہ زیادہ چیز ہے تیرے لیے قریب ہے کہ بلند کرے تجھے

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۷۹)

تیرا رب اس مقام میں جو سراہا گیا

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ

نماز کو قائم رکھ سورج ڈھلنے سے رات کے

الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ

اندھیرے تک اور قرآن فجر کا بے شک فجر کا قرآن پڑھنا

كَانَ مَشْهُوْدًا (۷۸) وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ

روبرو ہوتا ہے اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے

بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ

ساتھ یہ زیادتی ہے تیرے لیے قریب ہے کہ تیرا رب تجھ کو

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۷۹)

مقام محمود میں کھڑا کر دے

دُلُوْك (زوال) یہ مصدر ہے د۔ل۔ک سے اس کے معنی جھک جانے اور مائل ہوجانے کے ہیں اس سے زوال کا وقت مراد ہے کیونکہ اس وقت سورج ڈھل جاتا ہے۔ قُرْاٰن (پڑھنے کی چیز) یہ کتاب کا نام ہے جو اللہ عزوجل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی۔ یہاں اس سے مراد نماز فجر ہے کیوں کہ نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے قرآن پڑھنا گویا نماز ہی ہے۔ مَشْهُوْدًا (جسے دیکھنے کو دیکھنے والے حاضر ہوں) اسم مفعول ہے ش۔ہ۔د سے شہود کے معنی حاضر ہونا۔ شاہد حاضر ہونے والا۔ مشہود وہ چیز جسے دیکھنے کے لیے حاضر ہوں۔ یہاں حاضر ہونے والوں سے فرشتے مراد ہیں تَهَجَّدْ (جاگ۔ اٹھ) امر کا صیغہ ہے تَهَجُّدٌ سے جس کے معنی ہیں سو کر جاگ اٹھنا۔ اس کا مادہ ہ۔ج۔د ہے ہجود کے معنی سو جانا تہجد کے معنی سو کر جاگنا۔ نَافِلَةً (زیادہ چیز) ن۔ف۔ل سے اسم فاعل ہے نَفْلٌ کے معنی ضرورت سے زائد ہونا۔ نَافِلَة۔ وہ چیز جو اصل چیز سے زائد ہو۔ مقام محمود (سراہا گیا مرتبہ) اس سے مراد شفاعت کبریٰ کا مرتبہ ہے۔ یہ میدان حشر میں دنیا بھر کے انسانوں کی ہوگی جو صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔

اس آیت سے دن رات میں پانچ وقت کی نماز اور نماز فجر میں لمبی قرأت کی اصل نکلتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تہجد آپ کے لیے فرض ہے کیونکہ آپ کو بڑا مرتبہ ملنے والا ہے:

وعدۂ فتح ونصرت

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ
اور کہہ اے میرے رب داخل کر مجھ کو داخل کرنا کامیابی کا
وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ
اور نکال مجھ کو نکالنا کامیابی کا اور عطا کر مجھے
مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (۸۰) وَقُلْ جَآءَ
اپنے پاس سے غلبہ مدد دینے والا اور کہہ آپہنچا
الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ
حق اور مٹ گیا باطل تحقیق باطل
كَانَ زَهُوْقًا (۸۱)
ہے ہی مٹنے والا

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ
اور کہہ اے میرے رب داخل کر مجھ کو کامیابی کا داخل کرنا
وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ
اور نکال مجھ کو کامیابی کا نکالنا اور مجھ کو اپنے
مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (۸۰) وَقُلْ جَآءَ
پاس سے مدد کرنے والا غلبہ عطا فرما اور کہہ کہ
الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ
حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل
كَانَ زَهُوْقًا (۸۱)
ہے ہی مٹنے والا

مُدْخَلَ اور مُخْرَجَ دونوں مصدر میمی ہیں اور ان کے معنی اِدْخال اور اخراج کے ہیں یعنی داخل کرنا اور نکالنا جو دخول اور خروج سے متعدی ہیں عِصِدْقٍ (استواری پختگی) اس کے معنی سورۂ یونس کے شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔ صدق کے اصل معنی ثابت قدمی اور استواری اور عزت کے ہیں سچائی میں یہ دونوں باتیں ہیں۔ مدخل صدق ایسا داخل ہونا جس میں پائداری اور استواری یعنی مضبوطی ہو۔ ایسے ہی مخرج صدق ایسا نکالنا جس میں ذلت اور رسوائی نہ ہو۔ سُلْطٰنًا (غلبہ۔ قوت۔ حکومت) یہ لفظ اسی سورت کے چوتھے رکوع میں گذر چکا ہے۔ زَهَقَ (مٹ جانا) زہق سے ماضی کا صیغہ ہے زہوق کے معنی سست پڑ جانے غائب ہو جانے اور مٹ جانے کے ہیں۔ زَهُوْقٌ: اسی سے صفت کا صیغہ ہے یعنی کمزور ہوتے ہوتے مٹ جانا ——— ارشاد ہے کہ یوں کہا کرو کہ اے اللہ جس کام یا مقام میں آپ مجھے داخل کریں اس میں مجھے عزت اور آبرو اور ثابت قدمی کے ساتھ داخل کریں۔ اور جس کام یا مقام سے باہر نکالیں عزت اور آبرو کے ساتھ باہر نکالیں اور مجھ کو اتنا غلبہ عطا فرمائیں کہ جس سے سارے کام بن جائیں چنانچہ آپ مکہ سے وثوق اور اطمینان کے ساتھ تشریف لے گئے اور بڑی عزت کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے پھر دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوا آپ کی حکومت قائم ہوئی اور آپ کو سرخروئی کے ساتھ اس اعلان کا موقعہ ملا کہ حق کا ظہور ہوا اور ناحق باتیں ساری مٹ گئیں یہ سب باتیں پوری ہوئیں جو ایسے وقت کہی گئی تھیں کہ کسی کے گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے یہ قرآن کی سچائی کی زبردست دلیل ہے :۔

قرآن مجید کی منزلت

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ
اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں سے وہ جو شفا ہے
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ
اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے اور نہیں بڑھاتا
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (۸۲)
ظالموں کے لیے مگر ٹوٹا

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ
اور ہم قرآن میں وہ باتیں اتارتے ہیں جن سے
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ
روگ دفع ہوں اور ایمان والوں کے لیے رحمت ہو اور گناہ گاروں
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (۸۲)
کا تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے

انسان دنیا میں خراب خواہشوں کے پورا کرنے کے اندر اپنا سارا وقت ضائع کرتا ہے اس سے انجام کار سوا افسوس اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ آخر وہ دیکھے گا کہ اس کے دل کو خواہشوں کے پیچھے اندھا دھند پڑنے سے بہت سی ایسی بیماریاں لگ گئی ہیں جن کا علاج دنیا میں تو موجود تھا لیکن آخرت میں نہیں ہو سکے گا۔ یہ بیماریاں کچھ ایسی تکلیف دہ ہوں گی جس سے وہ ہمیشہ اندرونی درد اور دکھ کی وجہ سے کراہتا رہے گا۔ موت بھی نہ آئے گی جو مر کر ہی چین پا لے۔

اس آیت میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان گناہوں میں پھنس کر شاید کچھ فوری عارضی لذت حاصل کرے لیکن دل پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ اگر انہی لذتوں کا دلدادہ ہو گیا تو یہ چسکا اسے خفیہ بیماریوں میں مبتلا کر دے گا۔ جس کا نتیجہ جان لیوا عذاب ہوگا۔ ان بیماریوں کا علاج قرآن مجید میں موجود ہے۔ جسے دنیا میں انسان کے لیے شفا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے بشرطیکہ وہ اس کی باتوں پر ایمان لائے اور اس کے کہنے کے مطابق خواہشوں سے اعتدال کے ساتھ کام لے اور ان کا غلام نہ ہو جائے بلکہ ان کو قبضہ میں کر کے ان کا مالک بن کر بیٹھے اور شرع کے مطابق انہیں چلائے۔

ارشاد ہے کہ اے انسان آنکھ کھول کر تو دیکھ۔ قرآن مجید میں کیا کیا گن بھرے ہوئے ہیں۔ اس کی باتوں کو مان کر دیکھ یہ تجھے ساری خفیہ بیماریوں اور پوشیدہ روگوں سے شفا بخشیں گی۔ ان میں وہ سب باتیں موجود ہیں جو ماننے والوں کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں اور اس کے اندر کوئی ایسا مرض نہیں چھوڑتیں جو انجام کار اس کو ہمیشہ کے لیے تباہ کر دے لیکن اگر کوئی اس قرآن کی طرف دیکھے ہی نہیں اور اس کی باتوں کو اس کان سے سنے اس کان اڑا دے تو وہ اس مریض کی طرح ہے جو حکیم کا کہنا ہی نہ سنے بلکہ الٹا اس کی مخالفت پر کمر باندھ لے اس کو حکیم کی باتیں کیا فائدہ دے سکتی ہیں۔ ناچار آخر کار اسے صحت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

انسان کا عجیب رویّہ

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ
اور جب نعمت کرتے ہیں ہم انسان پر منہ پھیر لیتا ہے اور
نَاٰ بِجَانِبِهٖ ج وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ
دور ہٹا لیتا ہے اپنا پہلو اور جب پہنچتی ہے اسے برائی
كَانَ يَئُوْسًا (۸۳) قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ
ہو جاتا ہے مایوس کہہ ہر ایک کام کرتا ہے
عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ط فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ
اپنے ڈھنگ پر بس تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو کہ کون ہے وہ
اَهْدٰى سَبِيْلًا (۸۴)
جو ٹھیک پا گیا ہے راستہ

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ
اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے
نَاٰ بِجَانِبِهٖ ج وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ
اور اپنا پہلو بچا لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو
كَانَ يَئُوْسًا (۸۳) قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ
مایوس ہو کر رہ جاتا ہے تو کہہ ہر ایک اپنے ڈھنگ پر
عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ط فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ
کام کرتا ہے سو تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کس نے
اَهْدٰى سَبِيْلًا (۸۴) ع
ٹھیک راستہ پا لیا ہے

نَاٰ (دور ہو گیا) ماضی کا صیغہ ہے ن۔ء۔ی سے نَأْیٌ کے معنی دور ہو جانا۔ نَاٰ بِجَانِبِهٖ اپنا پہلو دور لے جانا۔ با کے ساتھ متعدی ہو گیا۔ یَئُوْسٌ (نا امید ہو جانے والا) صفت کا صیغہ ہے ی۔ء۔س سے یاس کے معنی نا امیدی کے ہیں۔ اردو میں بھی یاس اسی معنی میں مستعمل ہے۔ اس سے یَیْئَسُ مضارع سورۃ الرعد میں گذر چکا ہے۔ شَاكِلَةٌ (ڈھنگ) اس کا مادہ ش۔ک۔ل ہے شکل کے معنی صورت طریقہ اور ڈھنگ کے ہیں۔ مصدر ہو تو اس کے معنی ہیں صورت دینا۔ خد و خال مقرر کرنا۔ شاکلۃ وہ چیز جو کسی چیز کی صورت، شکل مقرر کر دے۔ مراد یہ ہے کہ ہر شخص کی طبیعت میں ایک ایسی چیز پوشیدہ ہے جو اس کے کاموں کی شکل اور ان کے کرنے کا طریقہ مقرر کرتی ہے اسی کی بنا پر اس کی نیت، طریقۂ عمل، مذہب اور چال چلن وغیرہ سارے رنگ ڈھنگ مقرر ہوتے ہیں۔ پہلے فرمایا کہ قرآن مجید انسان کے لیے دنیا میں بڑی نعمت ہے۔ اب فرمایا کہ یہ اس کی بدبختی ہے کہ دنیا کے عارضی فائدوں میں پھنس کر اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس کی عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں وہ اس سے کتراتا ہے اور دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے پھر اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کس کے پاس جائے کیا کرے کیونکہ اللہ عزوجل سے اس نے تعلق ہی نہیں جوڑا جو اس کے سہارے۔ مگر رہنا انسان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جس طرح چاہے کام کرے۔ آخر ایک دن اللہ اس کا فیصلہ کرے گا کہ کون حق پہ تھا اور کون باطل پر وہ ہر ایک کے طرز عمل سے خوب واقف ہے:

روح کیا ہے؟

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ
اور سوال کرتے ہیں تجھ سے روح کی بابت کہہ روح
مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ
میرے رب کے امر میں سے ہے اور نہیں دیے گئے تم علم میں سے
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾
مگر تھوڑا سا

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ
اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کیا ہے کہہ روح میرے
مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ
رب کے امر میں سے ہے۔ اور تم کو تھوڑا سا ہی
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾
علم دیا گیا ہے

انسان کو دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے عملاً جن باتوں کی ضرورت ہے قرآن مجید نے ان کو صاف طور پر کھول کھول کر سمجھا دیا ہے اور ساتھ ہی اس کا خیال رکھا ہے کہ دُنیا میں پھنس کر انسان کی عاقبت خراب نہ ہو جائے۔ بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کا سمجھنا عوام الناس کے لیے نہ دُنیا کی عملی زندگی کے لیے ضروری ہے اور نہ ان کو اتنی سمجھ ہے کہ ان کی تہ کو پہنچیں۔ اس لیے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا عوام کو اُلجھن میں ڈالنے کے برابر ہے اور عوام ہی کیا خواص بھی جو ان باتوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ محض اپنی عقل کے ذریعے ان باتوں کی گتھی نہ سلجھا سکے۔ البتہ جن خواص کی عقل نے وحی کی روشنی میں ان کو دیکھا ہے وہ ان کو کم سے کم اتنا ضرور سمجھ گئے ہیں جس سے ان کے دل کو اطمینان حاصل ہو گیا ہے۔ ورنہ انسان کو ان باریک باتوں میں پھنس کر انجام کار اس کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا کہ اس کو فلسفی کا لقب مل جائے مگر اس کے پلّے سوا قیل و قال کے کچھ نہیں پڑتا۔

اسی جھگڑے میں پھنسانے کے لیے یہودیوں نے مکّہ کے عربوں سے کہا۔ کہ آپ سے پوچھیں روح کیا چیز ہے؟ اس آیت میں اس کا جواب ہے۔ ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ تم بعض مخلوقات کو جن میں انسان بھی ہے۔ زندہ دیکھتے ہو وہ اپنے ارادہ سے چل پھر سکتے اور کام کر سکتے ہیں۔ یہ زندگی ایک قوّت ہے جو ان کے اندر اللہ عزوجل کے حکم سے داخل ہوتی ہے اور وہ جاندار کہلانے لگتے ہیں اور جب وہ نکل جاتی ہے تو مُردہ ہو کر گر پڑتے ہیں۔ یہی روح ہے تمہارے لیے اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ روح اللہ کا حکم ہے جس کو وہ حکم دیتا ہے وہ اپنے ارادہ سے چلتا پھرتا اور سب کام کر سکتا ہے۔ اس سے زائد علم کی نہ تمہیں عملی کاموں کے لیے ضرورت ہے اور نہ تمہیں دیا گیا ہے اس مخمصے میں مت پھنسو اچھے کام کرنے کی کوشش میں لگے رہو۔

اللہ کی قدرت

وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ
اور البتہ اگر ہم چاہیں تو لے جائیں وہ چیز جو
اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ
وحی کی ہم نے تیری طرف پھر نہ پائے تو اپنے لیے اس کا
عَلَیْنَا وَكِیْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ
ہمارے مقابلہ میں کوئی لانے والا مگر از روئے رحمت کے تیرے رب کی طرف سے
اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ﴿۸۷﴾
تحقیق اس کا فضل ہے تجھ پر بڑا

وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ
اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں وہ چیز جو
اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ
ہم نے تیری طرف وحی کی پھر تو اس کے لانے کے لیے ہمارے
عَلَیْنَا وَكِیْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ
مقابلہ میں کوئی ذمہ دار نہ پائے مگر تیرے رب کی رحمت سے
اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ﴿۸۷﴾
اس کی بخشش تجھ پر بڑی ہے

الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ (وہ چیز کہ وحی کی ہم نے تیری طرف) اس سے قرآن مجید اور اس کے احکام مراد ہیں۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ روح، اللہ کے ارادہ اور قدرت کا مظہر ہے اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ اللہ عزوجل کی قدرت بے پایاں اور بے انتہا ہے اس کے حکم سے ہر چیز فوراً ہو جاتی ہے اور اس کے ہونے کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ اگر ہم چاہیں تو یہ جو کچھ وحی کے ذریعہ ہم نے تجھے سکھایا ہے، سب ذرا سی دیر میں واپس لے لیں۔ اس کے بعد کوئی ایسا نہیں کہ اسے دوبارہ لانے کا ذمہ لے سکے۔ ہماری قدرت میں یہ سب کچھ ہے لیکن ہم ایسا کریں گے نہیں۔ کیونکہ یقیناً بہت سے آدمی اس قرآن عظیم سے راہ یاب ہوں گے اور اس کے احکام پر عمل کر کے دین و دنیا میں کامیاب اور سرخ رو ہوں گے اور تجھ کو اس کے پہنچانے کا بہت اچھا بدلہ ملے گا۔ اور بڑے بڑے درجے عطا ہوں گے اور یہ تیرے اوپر اللہ کا بڑا فضل ہے کہ تجھ کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے مقرر فرمایا اور چند شوریدہ بخت لوگوں کے شور وشغب سے تجھ کو منصب ہدایت سے اور سمجھ دار لوگوں کو سیدھی راہ پہچاننے سے محروم نہیں کیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جیسے روح، اللہ کے حکم سے ہے ایسے ہی اس کے کمالات بھی اسی کے حکم سے اور اسی کے عطا کیے ہوئے ہیں، اپنا کسی کا کچھ نہیں ؛

قرآن معجزہ ہے

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى
کہ البتہ اگر جمع ہو جائیں آدمی اور جن اس پر
اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ
کہ لائیں وہ مانند اس قرآن کے نہ لائیں گے وہ
بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾
اس کے مانند اگرچہ ہو جویں بعض ان کے بعض کے مددگار
وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ
اور البتہ پھیر پھیر کر بیان کی ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر
كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾
ایک مثال پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر ناشکری کا

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى
کہ اگر آدمی اور جن سارے اس پر جمع ہوں کہ
اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ
ایسا قرآن لائیں تو وہ ایسا قرآن نہ
بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾
لائیں گے پڑے مدد کیا کریں گے ایک دوسرے کی
وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ
اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو ہر مثل پھیر پھیر کر
كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾
سمجھائی سو بہت سے لوگ ناشکری کیے بغیر نہیں رہتے

سب سے بڑھ کر اللہ کا فضل یہ ہے کہ اس نے تمام انبیاء کی تعلیمات کا نچوڑ قرآن مجید میں جمع کر دیا اور پھر اپنے برگزیدہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر انسان کے لیے اس پر عمل کرنے کا طریقہ بالکل واضح کر دیا۔ انسان اگر اس نعمت کی قدر پوری پوری نہ کرے تو اس کی انتہائی نادانی ہے۔

یاد رکھو کہ اگر قرآن دنیا سے اُٹھ گیا۔ تو پھر اس جیسا جامع قانون بنانا انسان کے بس سے باہر ہے۔ اور انسان ہی کیا اگر دُنیا بھر کے تمام انسان بھی جمع ہو جائیں اور اس کے ساتھ سارے جنّ بھی مل کر مدد کریں۔ اور ایک دوسرے کو پورا اسہارا دینے کے لیے مستعد ہو جائیں اور سارے مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں۔ تب بھی ناممکن ہے کہ اس جیسا قرآن بنا کر رکھ دیں۔

پھر ارشاد ہے کہ ہم نے اس قرآن میں تمام مفید باتوں کو جمع کر دیا ہے اور بار بار کھول کر مثالیں دی ہیں تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ مگر انسانوں کی زیادہ تعداد نے اپنی طاقت سے قرآن مجید کے انکار پر کمر باندھ لی ہے۔ اور اپنی پریشان خیالیوں میں پھنسے رہنے کی ٹھان لی ہے:۔

کفّار کے مطالبے (۱)

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا
اور کہا انہوں نے ہرگز ایمان نہ لائیں گے ہم تجھ پر یہاں تک کہ پھاڑ کر بہادے تو ہمارے لیے
مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ
زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے
لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ
تیرے لیے ایک باغ کھجور کا اور انگور کا پس بہائے تو
الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ
نہریں اس کے درمیان ہر جگہ بہا کر یا گرا دے تو
السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا
آسمان جیسے تو دعویٰ کرتا ہے ہم پر ٹکڑے ٹکڑے

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا
اور بولے ہم تیرا کہا نہ مانیں گے جب تک تو ہمارے واسطے
مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ
زمین سے ایک چشمہ جاری کر دے یا تیرے واسطے
لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ
کھجور اور انگور کا ایک باغ پیدا ہو جائے پھر تو اس کے
الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ
بیچ میں نہریں بہا کر چلا دے یا جیسے تو کہا کرتا ہے
السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا
ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے

تَفْجُرَ: زمین پھاڑ کر نکالے تو۔ مضارع کا صیغہ ہے ف ج ر سے فجر کے معنی پھٹنا۔ ایک چیز کو پھاڑ کر اس میں سے دوسری چیز نکالنا۔ تُفَجِّرَ: بہت سی جگہ سے زمین پھاڑ پھاڑ کر نکالے تو۔ مضارع کا صیغہ ہے تفجیر سے جو اس کے آگے آیا ہے اس کا مادہ وہی ہے لیکن اس میں کثرت کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی جگہ جگہ بہتی ہوئی بہت سی نہریں آپ ہی آپ زمین کے اندر سے نکل کر بہنے لگیں۔

کِسَفًا: ٹکڑے، کِسْفَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں جو کسی چیز میں سے توڑ لیا جائے اس کے معنی وہی ہیں جو قطعہ کے ہیں یعنی کسی چیز کا کاٹا ہوا ٹکڑا۔ قِطْعَةٌ کی جمع قِطَعٌ ہے ایسے ہی کِسْفَةٌ کی جمع کِسَفٌ ہے

زَعَمْتَ: کہتا ہے تو۔ ماضی کا صیغہ ہے ز ع م سے۔ زعم کے معنی دعویٰ کرنا۔ زور کے ساتھ کہنا۔ گمان کرنا۔ یہاں اس سے مراد قرآن کی وہ وعید ہے جو اس کی آیتوں میں موجود ہے۔

مکّہ کے کافروں نے کہا۔ کہ ہم تو تمہیں جب ہی مانیں جب تم ابھی ابھی ہمارے سامنے زمین پھاڑ کر اس میں سے چشمہ ابلتا ہوا دکھا دو یا ابھی ابھی اپنے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ لگا کر اس میں ہر طرف نہریں بہا دو یا جیسے تم کہا کرتے ہو آسمان ہی کے ٹکڑے ہمارے سر پر گرا دو۔

کفّار کے مطالبے (ب)

اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾
یا لائے تو اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے
اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ
یا ہوجائے تیرے لیے ایک گھر سونے کا یا
تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ
چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہرگز نہ مانیں گے ہم تیرا چڑھنا
حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ
یہاں تک کہ لائے تو ہم پر ایک کتاب کہ پڑھیں ہم اس کو
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ
کہہ پاک ہے میرا رب کیا میں ہوں
اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع
مگر ایک آدمی بھیجا ہوا

اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾
یا اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لے آ
اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ
یا تیرے لیے ایک سنہرا گھر ہو جائے یا تو
تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ
آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھ جانے کو نہ مانیں گے
حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ
جب تک تو ایک کتاب ہم پر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھ لیں
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ
تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک
اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع ۱۰ ۹ ۱۰
بھیجا ہوا آدمی

زُخْرُفٍ (سونا) یا اس کا ملمع۔ زخرف کے اصل معنی آرائش اور زیبائش کے ہیں جو سونے سے حاصل ہو یا اس کے ملمع سے۔ قَبِیْلًا (سامنے) صفت کا صیغہ ہے ق ب ل سے قبل کے معنی آگے اور پہلے کے ہیں جو چیز سامنے ہو اسے قبیل کہتے ہیں۔ رُقِیٌّ: (چڑھنا) ر ق ی سے مصدر ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ اصل رُقُوْیٌ بروزن فُعُوْلٌ ہے تعلیل ہوکر رُقِیٌّ ہوگیا۔

سُبْحَانَ رَبِّیْ (میرا رب پاک ہے) یہ کلمہ سبحان اللہ کی طرح تعجب کے وقت بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے اور اس کا اظہار کرتا ہے یا اللہ عز وجل کو اور فرشتوں کو ہمارے روبرو لا کر کھڑا کر یا ہماری آنکھوں کے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھا۔ وہاں سے ہمارے لیے ایک مکمل کتاب لا کر ہمارے سامنے رکھ دے تاکہ ہم اسے پڑھیں اور سمجھیں۔

ارشاد ہے کہ اس سب کے جواب میں ان سے کہہ دے پاک ہے میرا رب میں تو فقط ایک بشر ہوں جو تمہارے پاس اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں۔

بہانہ بازیاں

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ
اور نہیں روکا لوگوں کو اس سے کہ ایمان لائیں وہ جب آئی ان تک
الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ
ہدایت مگر اس نے کہ کہنے لگے کیا بھیجا اللہ نے
بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ
آدمی کو پیغامبر بنا کر کہہ اگر ہوتے زمین میں
مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا
فرشتے چلتے پھرتے بستے سہتے البتہ ہم اتارتے
عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾
ان پر آسمان سے فرشتہ پیغامبر بنا کر

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ
اور لوگوں کو ایمان لانے سے نہیں روکا جب ان کو ہدایت
الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ
پہنچی مگر اسی بات نے کہ کہنے لگے کیا اللہ نے آدمی
بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ
کو پیغام دے کر بھیجا کہہ اگر زمین میں
مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا
فرشتے پھرتے بستے ہوئے تو ہم ان پر
عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾
آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام دے کر اتارتے

مُطْمَئِنِّیْنَ (گھروں میں بستے) اسم فاعل مطمئن کی جمع ہے اطمینان سے جس کا مادہ چار حرفی ط م ا ن ہے۔ طمانیت کے معنی چین و آرام کے ہیں۔ اطمینان۔ چین و آرام سے گھروں میں رہنا۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو فقط اس بات نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ماننے سے روک رکھا ہے کہ اگر اللہ عزوجل کو ہماری ہدایت کے لیے اپنا رسول بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیجا ہوتا۔ شروع سورۃ الانعام میں اس خیال کو لچر ثابت کر دیا گیا ہے یہاں پھر کہا جاتا ہے کہ فرشتہ کو رسول بنا کر تو اس وقت بھیجنا مناسب ہوتا کہ زمین پر بجائے انسان کے نرے فرشتے ہی آباد ہوتے۔ آدمیوں کی ہدایت کے لیے اگر فرشتہ بھیجا جاتا تو آدمیوں کو نظر ہی نہ آتا اور اگر نظر آتا تو اسی وقت جب وہ آدمی ہی کی شکل میں ہوتا۔ اس کے بعد پھر بھی ہوتا کہ وہ اپنی نبوت کی نشانیاں اپنے ساتھ لاتا۔ ان نشانیوں میں پھر انہیں یہی شبہات ہوتے جو اس وقت ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی علامتیں بالکل ظاہر ہیں۔ یہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے انہیں نہیں مانتے۔ ہدایت ان کے پاس پہنچ چکی ہے اس کو قبول نہ کرنے کی وجہ ان کی ضد ہے اور کچھ نہیں۔

اللہ ہی ہدایت کرے تو کرے

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ

کہہ کافی ہے اللہ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا (۹۶)

تحقیق وہ ہے اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا دیکھنے والا

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ

اور جسے ہدایت کرے اللہ پس وہی راہ پانے والا ہے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ

اور جس کو بھٹکائے پس ہرگز نہ پائے گا تو ان کے لیے

اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ

مددگار سوا اس کے

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ

کہہ اللہ حق ثابت کرنے والا کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا (۹۶)

وہ اپنے بندوں سے خبردار ان کا دیکھنے والا ہے

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ

اور راہ پانے والا وہی ہے جسے اللہ راہ دکھائے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ

اور جس کو بھٹکائے تو پھر تو ان کے واسطے

اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ

اللہ کے سوا کوئی رفیق نہ پائے گا

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل خود اس پر گواہ ہے کہ میں اس کا رسول ہوں۔ کیا تم قرآن مجید نہیں سنتے ؟ کیا یہ کسی اور کا کلام ہو سکتا ہے ؟ نہیں اس جیسا کلام بنا لانے سے دنیا بھر عاجز ہے پھر تمہاری عقل کہاں گئی ؟ کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ اپنے بندوں کے ذرہ ذرہ حالات سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کون آدمی کس قابل ہے۔ میں دعویٰ کر رہا ہوں کہ میں اس کا رسول ہوں اور وہ سب کچھ جانتا بوجھتا ہو کر مجھے اس دعویٰ سے نہیں روکتا۔ روکنا کیسا خود اپنا کلام مجھے عطا فرماتا ہے اور اس میں صاف کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کے بعد بھی تم راہ راست پر نہیں آتے تو یہ تمہاری شامت اعمال ہے جس کی وجہ سے اللہ نے تمہیں سمجھ رکھتے ہوئے بھی ہدایت سے محروم کر دیا ہے۔ ہدایت اس کے ہاتھ میں ہے جو اپنی سمجھ سے کام نہ لے اپنی خواہشوں میں گرفتار ہو کر انہی کی پیروی کرنے لگے۔ قرآن مجید پر غور نہ کرے۔ بلکہ اس کی ہنسی اڑائے اس کو اللہ عزوجل ہدایت نہیں کرتا۔ کیوں کہ اس نے ذریعۂ ہدایت قرآن مجید ہی کو ٹھیرایا ہے اور اپنے رسول کے ذریعے اس کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھیں کہ جس کو وہ اس کی شامت اعمال سے گمراہ کر دے تو اس کا کوئی پوچھنے والا نہیں وہی اپنی رحمت کرے تو کرے ورنہ وہ گیا گذرا ہوا۔

گمراہوں کا حشر

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا

اور اکٹھا کریں گے ہم ان کو قیامت کے دن ان کے چہروں کے بل اندھے

وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا

اور گونگے اور بہرے ٹھکانا ان کا دوزخ ہے جب کبھی

خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (۹۷)

دھیمی ہوگی بڑھا دیں گے ہم اس کی تیزی ان کے لیے

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا

اور اٹھائیں گے ہم ان کو قیامت کے دن کہ چلیں گے منہ کے بل اندھے

وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا

اور گونگے اور بہرے ٹھکانا ان کا دوزخ ہے جب بجھنے لگے گی

خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (۹۷)

اور بھڑکا دیں گے ہم ان پر

نصف

عُمْیٌ، بُکْمٌ، صُمٌّ: یہ تینوں لفظ جمع کے ہیں۔ ان کے مفرد علی الترتیب اَعْمٰی۔ اَبْکَمُ۔ اَصَمُّ ہیں۔ یہ لفظ سورہ بقرہ میں گذر چکے ہیں خَبَتْ: بجھنے لگے۔ ماضی کا صیغہ ہے خ ب و۔ ویسے خبو کے معنی دھیما ہوجانا، تیز نہ رہنا، بجھنے لگنا۔ سَعِیْرٌ: بھڑک، تیزی۔ اسم ہے س ع ر سے۔ یہ حاصل مصدر ہے اس کے معنی ہیں وہ کیفیت جو آگ کے زیادہ سلگنے سے حاصل ہوتی ہے۔

مثل مشہور ہے کہ محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک شخص کی نظر میں ایک چیز اچھی جچتی ہے اور وہی چیز دوسرے کو بری نظر آتی ہے۔ ایک شخص کو ریڈیو کی ہر آواز لبھاتی ہے۔ دوسرا کہتا ہے اسے بند کرو میری نیند اڑ گئی۔ اسی طرح ایک شخص کو فحش باتیں بکنے میں مزہ آتا ہے دوسرا انہیں اخلاق سے گرا ہوا سمجھ کر ان سے بچتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے سامنے اگر کوئی ایسا معیار نہ رکھ دیا جائے جس پر کس کر وہ اپنے خیالات کا صحیح اور غلط ہونا معلوم کرتا رہے تو اس کی خواہشیں اس کی قوتوں کو غلط کاموں میں پھنسا دیں گی۔ اللہ عزوجل نے قرآن حکیم کو آدمی کے خیالات کو پرکھنے، اس کو صحیح اعتقادات پر جمانے اور ہر وقت حق گوئی پر آمادہ رکھنے کا کامل ذریعہ مقرر فرما دیا ہے جو اس کی طرف سے غافل رہیگا۔ اس کی آنکھ، اس کے کان، اس کی زبان ٹھیک کام نہیں کر سکتے۔ وہ دنیا میں گمراہ ہی رہے گا۔ یہاں تو وہ خیر جیسے تیسے بسر کر بھی لے گا۔ لیکن مرنے کے بعد تو قرآن مجید ہی کا نور چمکے گا اور کوئی روشنی نہ ہوگی۔ اس لیے جس نے دنیا میں اسے چھوڑے رکھا وہ وہاں روشنی سے بالکل محروم ہو جائے گا۔ اس لیے اندھا ہوگا۔ اس کے کانوں میں دنیا ہی کی خراب خواہشوں کی آوازیں گونج رہی ہوں گی اس سے وہ وہاں کی دلکش آوازوں کی طرف سے بہرہ ہوگا۔ اور اس کی زبان سے بھی سوا ہائے اور واویلا کے کچھ نہ نکلے گا۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ لگاتار یکساں عذاب بھگتیں گے۔

اعتقاد کی غلطی

ذٰلِکَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا
یہ ہے سزا ان کی اس لیے کہ وہ انکار کرتے رہے ہماری آیتوں کا
وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا
اور کہنے لگے کیا جب ہم ہوگئے ہڈیاں اور ریزہ ریزہ
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۵﴾
کیا ہم سچ مچ اٹھائے جائیں گے بنائے جاکر نئے سرے سے

ذٰلِکَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا
یہ سزا ان کی ہے اس واسطے کہ وہ ہماری آیتوں کے منکر رہے
وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا
اور بولے کہ جب ہم ہڈیاں اور چورا چورا ہوگئے
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۵﴾
کیا ہم کو اٹھائیں گے نئے بنا کر

رُفَاتًا (ریزہ ریزہ) صفت کا صیغہ ہے رف ت سے رَفْتٌ بوسیدہ ہو کر چورا چورا ہو جانا۔ وہ چیز جو ریزہ ریزہ ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ جو شخص دُنیا ہی کا دلدادہ ہے وہ دوسروں کو دھکیل کر آپ آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔ اور کسے گا کہ ہر چیز پر میں ہی قبضہ کرلوں اور اس کے حاصل کرنے کے ذریعوں پر بھی میرے سوا کسی کا قبضہ نہ ہونے پائے ایسے لوگوں میں سوا آپس کی کٹا چھنی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ ان کی آنکھ دنیا سے اونچی نہیں اُٹھ سکتی۔ ایسا آدمی سوا یہاں کی باتوں کے اور سب چیزوں کی طرف سے اندھا ہے۔ اس کے کان انہی آوازوں کو سُن سکتے ہیں۔ جو اس کی حمایت میں بلند ہوں اس لیے اور سب آوازوں کی طرف سے بہرا ہے۔ اسی طرح اس کے منہ سے سوا اپنی بڑائی اور فخر کے کچھ نہیں نکل سکتا۔

قرآن مجید دُنیا سے اس کا دل ہٹانا اور آخرت کی طرف اس کا دھیان جمانا چاہتا ہے اس لیے وہ اس کی آیتوں کا انکار نہ کرے گا تو کیا کرے گا۔ مرنے کے بعد اس کی امید کے خلاف وہ دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا لیکن اس دُنیا کی باتیں تو وہاں ہونگی ہی نہیں جنہیں وہ دیکھتا، سنتا اور جن کی بابت بڑھ بڑھ کر بولتا تھا اس لیے اسے وہاں کچھ نہ سُوجھے گا۔ اور وہاں اندھا، بہرہ اور گونگا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ سزا اسے اسی کی ملے گی کہ اس کی آنکھ، کان اور زبان سب دُنیا ہی میں لگے ہوئے تھے۔ اس کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا۔ کہ مر کر جب انسان صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا اور وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جائیں گی تو پھر وہ دوبارہ زندہ کیسے ہوسکتا ہے اسی حالت میں اسے فرشتے پکڑ کر کھینچتے ہوئے دوزخ میں لے جاکر ڈال دیں گے اور وہاں اسے سوا عذاب کی سختی، دکھ اور بے چینی کے کچھ نصیب نہ ہوگا۔ اللہ کی پناہ!

موٹی سی بات

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ
کیا نہ دیکھا انھوں نے کہ اللہ جس نے پیدا کیے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ
آسمان اور زمین قادر ہے اوپر اس کے کہ پیدا کرے
مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ
ان جیسے اور مقرر کردیا اس نے ان کے لیے ایک وقت نہیں شک اس میں
فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾
پس انکار کردیا ظالموں نے مگر نہ ماننے کا

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ
کیا نہیں دیکھ چکے کہ جس اللہ نے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ
آسمان اور زمین بناتے وہ ایسوں کو بنا سکتا ہے
مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ
اور ان کے واسطے اس نے بلا شبہ ایک وقت مقرر کیا ہے
فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾
سو بے انصافوں سے ناشکری کیے بغیر نہیں رہا جاتا

قرآن مجید کہتا ہے کہ اے انسان خواہشوں کی عینک اتار پھینک۔ پھر دیکھ کہ ہر چیز میں تیری آنکھ کو کیا کیا رنگ نظر آتے ہیں تھوڑا سا سوچنے سے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ یہ عالم ایک عظیم الشان عجائب گھر ہے اور اس میں اتنی بڑی بڑی چیزیں موجود ہیں کہ انسان ان کے سامنے صرف ایک پدّی جیسا نظر آتا ہے۔ آنکھ عقل کی عینک لگا کر قرآن مجید کی روشنی میں جب آسمان اور زمین کو دیکھے گی تو اسے سجھائی دے گا۔ کہ یہ تمام کائنات اللہ عزوجلّ نے بنائی ہے۔ پھر جس نے اتنی بڑی کائنات بنا ڈالی اس کے نزدیک انسان کا بنا ڈالنا کیا مشکل ہے یا اسے مٹا کر پھر بنا دینا کیا بڑی بات ہے پھر موت کے بعد دوبارہ زندگی مل جانے کا انکار کس بنا پر کرتے ہو۔ اگر یہ کہو کہ اتنے انسان مر کھپ گئے آج تک ایک بھی دوبارہ پیدا نہ ہُوا۔ پھر ہم مر کر دوبارہ جینے کو کیسے مان لیں۔ تو اس کا جواب بھی قرآن مجید میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ بنانے والے نے دوبارہ زندہ کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ جو یقیناً آکر رہے گا۔ جہاں وہ وقت آیا وہیں سب زندہ ہو جائیں گے۔ لیکن یہ باتیں تو انہی کو سوجھیں گی جو تعصّب اور جہالت کو دھتا بتائیں گے۔ اور اپنی آنکھوں کو خواہشوں کی اندھی عینک لگا کر بے کار نہ کر دیں گے۔ بلکہ عقل کی صاف عینک سے قرآن کریم کی روشنی میں دُنیا پر نظر ڈالیں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے لیے جو کچھ ہے آخرت ہے' دُنیا کچھ بھی نہیں ؛

انسان کی خصلت

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ
کہہ اگر تم مالک ہوتے خزانوں کے
رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ
رحمت کے میرے رب کی جب تو تم ضرور روک لیتے ڈر سے
الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾
خرچ ہو جانے کے اور ہے انسان تنگ دل

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ
کہہ میرے رب کے رحمت کے خزانے تمہارے
رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ
ہاتھ میں ہوتے تو تم ضرور بند رکھتے اس ڈر سے کہ
الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع
خرچ نہ ہو جائیں اور انسان دل کا تنگ ہے

اَمْسَکْتُمْ : روک لیتے تم ماضی کا صیغہ ہے م س ک سے مسک کے معنی رُکنا امساک روک لینا ممسک بخیل کو کہتے ہیں۔

قَتُوْرًا : جو اہل و عیال کو خرچ سے تنگ رکھے صفت کا صیغہ ہے ق ت ر سے قتر کے معنی خرچ روک لینا بخل کرنا کنجوس ممسک۔

انسان جب تک اپنی عاجزی اور نیازمندی کا اقرار کرکے اللہ عزوجل کے اندر کامل قدرت نہ مانے گا اور جب تک بُرے جذبات سے اسے پاک صاف نہ سمجھ لے گا اس کی رحمت کی وسعت کو نہیں پہچان سکتا عربی میں سبحان اللہ کہنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ اللہ عجز و نیاز سے اور نکمے جذبات سے پاک ہے اس کا اقرار کرتے ہی اسے معراج کے ماننے اور اللہ کی رحمت و انعام کی وسعت کے سمجھ جانے میں ذرا بھی دقت نہ پیش آئے گی شروع سورت سے ہی اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ اللہ کی قدرت بے پایاں ہے۔ وہ کسی کام کے کرنے میں دنیاوی قاعدوں کا پابند نہیں۔ اس آیت میں اسے اس طرح واضح کیا جا رہا ہے کہ دیکھو انسان حرص و ہوا کا پابند ہے۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ انسان کی طرح نہیں کہ پاس ہوتے ہوئے بھی کسی کو کچھ دیتے ہوئے اس کا دم نکلتا ہے۔ غرض سمجھانا یہ ہے کہ آدمی کے کاموں میں تو فاصلے اور زمانے کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں۔ فاصلہ کے لیے سواری وغیرہ کا اور زمانہ کے لیے اس کے تیز رفتار ہونے کا بندوبست کرنا ہے۔ دوسری طرف حرص و ہوا کی وجہ سے کسی کو کچھ دیتے ہوئے اس کا دم نکلتا ہے اللہ عزوجل ان دونوں مشکلوں سے پاک ہے۔ دم زدن میں اپنے رسول کو معراج سے سرفراز کیا اور پھر اپنے فضل سے اس کو قرآن جیسی نعمت عطا کی جس سے انسان کو بے انتہا فائدے پہنچے انسان تو تھڑدلا ہے اُسے اگر اللہ کی رحمت کے خزانے بھی ہاتھ لگ جائیں تو بھی بخل کے مارے انہیں روک رکھے کہ کہیں ختم نہ ہو جائیں۔

اللہ کے احسانات

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ
اور البتہ تحقیق دیں ہم نے موسیٰ کو نو نشانیاں واضح
فَسْــَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ
پس پوچھ بنی اسرائیل سے جب وہ ان کے پاس آیا پس کہا
لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی
اس سے فرعون نے بے شک میں البتہ گمان کرتا ہوں تجھ کو اے موسیٰ
مَسْحُوْرًا (۱۰۱)
جادو میں مبتلا

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ
اور ہم نے موسیٰ کو نو صاف نشانیاں دیں
فَسْــَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ
پھر بنی اسرائیل سے پوچھ جب وہ ان کے پاس آیا تو
لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی
اس سے فرعون نے کہا میری اٹکل میں تو موسیٰ
مَسْحُوْرًا (۱۰۱)
تجھ پر جادو ہوا

انسان اگر اللہ عزوجل کو پہچاننا چاہے تو اس کے احسانات سے پہچان سکتا ہے۔ زندگی سے لے کر مرتے دم تک ایک لمحہ بھی ایسا نہیں۔ جس میں انسان پر اللہ کا احسان نہ ہو رہا ہو۔ اس کا کم سے کم شکریہ ہے کہ زندگی کا ایک لمحہ بھی اپنے پیدا کرنے والے کی نافرمانی میں صرف نہ کرے۔ اللہ نے سیدھا راستہ بتانے کے لیے اپنے رسول اور کتابیں بھیجیں۔ آخر میں سب رسولوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور انہیں اللہ عزوجل نے قرآن مجید عطا فرمایا۔ جس میں وہ تمام باتیں یعنی اللہ کی معرفت جسے سب رسول سمجھاتے چلے آئے تھے بالکل واضح کر کے رکھ دی اور اس کا صحیح طریقہ بتا دیا۔ یہ اللہ عزوجل کا وہ احسان ہے جس کو بہت سے انسان ہی کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

ارشاد ہے کہ اس سے پہلے ہم نے موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ وہ سب فرعون کے نرغے میں تھے موسیٰؑ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ انہیں آزاد کر اور اللہ پر ایمان لا۔ اللہ نے انہیں نو معجزے ان کی نبوت کے ثبوت کے لیے عطا کیے لیکن اس بدبخت نے ان کی بات پر توجہ نہ کی اور کہا تو یہ کہا کہ یہ سب جادو کا کھیل ہے اور تو خود جادو ہی کے زور سے یہ کرتب دکھاتا ہے۔ فرعون سب سے بڑا اپنے آپ ہی کو سمجھتا تھا اور خوشامدی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے اس نے موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ سنی اور ان کے معجزوں کو خاطر میں نہ لایا۔

جان بوجھ کر انکار

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ

کہا البتہ تحقیق تو نے جان لیا ہے کہ نہیں اتارا ان کو مگر رب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ

آسمانوں اور زمین کے نے سمجھانے کے لیے اور تحقیق میں البتہ گمان کرتا ہوں تجھے

یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ

اے فرعون تباہ شدہ پھر ارادہ کیا اس نے کہ ہلا ڈالے ان کو

مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾

زمین سے پس ڈبو دیا ہم نے اس کو اور جو ساتھ تھے اس کے سب کو

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾

بولے تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اتاریں مگر آسمان اور زمین کے مالک نے سمجھانے کو اور میری اٹکل میں فرعون تو غارت ہوا چاہتا ہے پھر چاہا کہ بنی اسرائیل کو اس زمین میں چین نہ لینے دے پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو سب کو ڈبو دیا

بَصَآئِرَ: سمجھانے کے لیے۔ یہ بصیرت کی جمع ہے جو ب ص ر سے بنا ہے بصیرت کے معنی عقل کی روشنی اور رہنمائی یا رہنمائی کا ذریعہ۔

مَثْبُوْرًا: تباہ کیا گیا۔ اسم مفعول ہے ث ب ر سے۔ ثبور کے معنی تباہی، بربادی، تباہ کرنا۔ مَثْبُوْرًا۔ ہلاک کیا گیا۔ یَسْتَفِزَّ: نکال دے، مضارع کا صیغہ ہے استفزاز سے جو ف ز ز سے بنا ہے فزّ (بے چینی، گھبراہٹ) استفزاز: کسی کو بے چین کرنا، نکل جانے پر مجبور کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی ضد اور اکڑ پر افسوس ہوا اور اس کا جواب دیا کہ تو دل میں خوب سمجھ چکا ہے کہ یہ معجزے جو میں دکھا رہا ہوں یہ اس ساری کائنات کے پالنے والے نے مجھے اس لیے عطا کیے ہیں کہ تیری عقل ان سے روشن ہو جائے اور تو اس تمام عالم کے رب کو جو خود تیرا بھی رب ہے پہچان لے اگر تو ان معجزوں کو دیکھ کر راہ راست پر نہ آیا تو میں خیال کرتا ہوں کہ تیری کم بختی کے دن آ گئے۔ لیکن فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد اس کان سنا اور اس کان اڑا دیا۔ کہا کہ میں دب کر نہیں رہوں گا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ اس نے ٹھان لی کہ بنی اسرائیل کو کبھی چین سے نہ بیٹھنے دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کبھی موقعہ نہ دوں گا کہ ان کا سرغنہ بن کر ان کو میرے مقابلے میں کھڑا کر دے ان کے بل پر مجھے اور میری سلطنت کو تباہ کر کے خود بادشاہ بن بیٹھے۔

آخر جب فرعون کا ظلم و ستم حد سے گذر گیا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو اور اس کے اہلی موالی سب کو دریا میں غرق کر دیا اور ستم زدوں میں نہ وہ رہا نہ اس کی سلطنت۔

بنی اسرائیل آزاد ہوئے

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا

اور کہا ہم نے | اس کے بعد | بنی اسرائیل سے | رہو سہو

الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا

زمین میں | پس جب | آئے گا | دورہ آخرت کا | لے آئیں گے ہم

بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿١٠٤﴾

تم کو | سمیٹ کر

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا

اور اس کے پیچھے ہم نے بنی اسرائیل سے کہا آباد ہو تم

الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا

زمین میں پھر جب آخرت کا دورہ آئے گا۔ ہم تم کو

بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿١٠٤﴾

سمیٹ کر لے آئیں گے

لَفِیْفٌ (سمٹا ہوا) صفت کا صیغہ ہے۔ ل۔ ف۔ ف سے لف کے معنی ہیں لپیٹ کر جمع کر دینا۔ لفیف مختلف قسم کے انسانوں اور گروہوں کا بڑا مجمع۔

ارشاد ہے کہ فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت ہلاک کرکے ہم نے بنی اسرائیل سے کہا۔ کہ اب تم زمین میں بالکل آزاد ہو اور اپنے کاموں اور معاملات کے مالک و مختار بن کر رہ سکتے ہو۔ اب مصر تمہارے لیے خالی ہے ادھر شام تم سے قریب ہے پھر اگر تم نے اپنا چال چلن درست نہ کیا اور برے کام کرتے کرتے ہی مر گئے۔ توبہ نصیب نہ ہوئی تو مرنے کے بعد آخرت کا مرحلہ باقی ہے۔ اللہ عزوجل اپنا وعدہ پورا کرکے رہے گا مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور تمہارے دشمن بھی زندہ کیے جائیں گے۔ اور تمام اگلے پچھلے انسان جو دنیا میں کبھی رہے ہوں گے سب کو ایک ہی میدان میں اکٹھا کیا جائے گا۔ پھر سب کے عقائد و اعمال کی علیحدہ علیحدہ جانچ پڑتال ہوگی اور ہر ایک اپنے برے بھلے کرتوتوں کی جزا سزا پائے گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ ہے بس دنیا ہی ہے۔ مرنے کے بعد کچھ نہ ہوگا۔ اس مغالطہ نے بہت سے انسانوں کا ستیاناس کیا ہے اور کر رکھا ہے اور اگر اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے رسول آخرت کی طرف توجہ نہ دلاتے تو سارے انسان دنیا میں کب کے تباہ ہو چکے ہوتے اور مرنے کے بعد بھی جانکاہ مصیبتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پھنستے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل اس کے رسول اور اس کتاب پر ایمان لانے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان آخرت کے اوپر بھی پورا پورا یقین رکھے اور ایمان لائے۔ کہ مرنے کے بعد تمام اگلے پچھلے انسانوں کو پھر اٹھایا جائے گا۔ اور ہر انسان نے دنیا میں جو کچھ کیا ہے اس کا حساب اس سے لیا جائیگا آخرت کے ماننے بغیر انسان کی دنیا کی زندگی بھی درست نہیں ہو سکتی ::

قرآن برحق ہے

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ
اور سچ کے ساتھ اتارا ہم نے اس کو اور سچ کے ساتھ اترا وہ
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ۘ
اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا
وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ
اور قرآن ہم نے الگ الگ حصے کر دیئے تاکہ پڑھے تو اس کو لوگوں پر
عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾
ٹھہر ٹھہر کر اور اتارا ہم نے اس کو آہستہ آہستہ

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ
اور ہم نے اس قرآن کو سچ کے ساتھ اتارا اور وہ سچ ہی کے ساتھ اترا
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ۘ
اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر خوشی اور ڈر سنانے والا
وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ
اور ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے پڑھنے کا وظیفہ کیا تاکہ تو اس کو
عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾
لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور ہم نے اس کو اتارتے اتارتے اتارا۔

مُکْثٍ (ٹھہر ٹھہر کر) مکث کے معنی کچھ دیر ٹھہرنے کے ہیں عَلٰی مُکْثٍ یعنی بیچ بیچ میں کچھ مدت کا وقفہ کر کر کے اتارتے رہے اسی طرح اتارنے ہی کو تنزیل کہتے ہیں۔ کسی کتاب کا ایک دم اتارنا انزال کہلاتا ہے۔ قرآن لوح محفوظ میں ایک دم اترا اور پھر وہاں سے دنیا میں وحی کے ذریعے تھوڑا تھوڑا اتارا گیا۔

اگر رسول نہ ہوتے تو انسان جو سیکھتا اپنے تجربہ ہی سے سیکھتا اور تجربے کے لیے بڑی مدت چاہیئے جن لوگوں نے رسولوں کی بات نہ مانی اور اپنے تجربے ہی پر دارومدار رکھا وہ آج تک انسان کی بھلائی کا راستہ دریافت نہ کر سکے اور جو لوگ کسی تجربے کے ختم ہونے سے پہلے ہی مر گئے وہ کہیں کے نہ رہے پھر بہت سی چیزیں ایسی بھی ہیں جو تجربے سے معلوم نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً انسان نے تجربے سے یہ تو معلوم کر لیا کہ ہر ایک کو مرنا ہے لیکن یہ کبھی تجربے سے معلوم نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور اس کے بعد وہ پھر کبھی نہ مرے گا دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن مجید لے کر تشریف لانے سے یہ کمی پوری ہو گئی۔ قرآن مجید میں سوا سچ کے اور کچھ نہیں اللہ تعالیٰ نے اسے سچائی کے ساتھ اتارا اور اسی سچائی کے ساتھ یہ انسان کے پاس پہنچ گیا۔ بیچ میں کسی طرح کا ردّ و بدل اس میں نہ ہوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہی ہے کہ قرآن کو انسان تک پہنچا دیں اور اس پر عمل کر کے دکھا دیں، اچھوں کو خوش خبری سنا دیں اور بُروں کو انجام کار سے ڈرا دیں۔ پھر پڑھنے اور سمجھنے کی سہولت کے لیے قرآن کے حصے مقرر کر دیئے اور پھر ایک ایک حصہ الگ الگ کچھ دن ٹھہر ٹھہر کر اتارا تاکہ اس پر عمل کرنے میں سہولت ہو اور ہر ایک ہدایت پر پورا پورا عمل ہو جائے اس طرح انسان کی ہدایت کا کام پورا ہوا۔

اہلِ علم کا حال

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ
کہہ ایمان لاؤ اس پہ یا نہ ایمان لاؤ تحقیق جو لوگ
اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ
دیئے گئے علم اس سے پہلے جس وقت پڑھا جائے ان پہ
یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ ﴿۱۰۷﴾ وَّ یَقُوْلُوْنَ
گرتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوتے اور کہتے ہیں
سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا
پاک ہے ہمارا رب تحقیق ہے وعدہ ہمارے رب کا
لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ
ضرور پورا ہونے والا اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوتے
وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾
اور بڑھاتا ہے ان میں عاجزی

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ
کہہ تم اس کو مانو یا نہ مانو جن کو اس کے پہلے سے
اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ
علم ملا ہے جب ان کے سامنے اسے پڑھیے
یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ ﴿۱۰۷﴾ وَّ یَقُوْلُوْنَ
تو ٹھوڑیوں پر سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں
سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا
پاک ہے ہمارا رب بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا
لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ
ہو کر رہے گا اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے
وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾
اور یہ قرآن ان میں عاجزی بڑھا دیتا ہے

السجدۃ ۷

یَخِرُّوْنَ: گر پڑتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے خ۔ ر۔ ر سے خَرٌّ اور خرورٌ کے معنی گر پڑنے ہیں۔ یہ لفظ سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے۔ اَذْقَانِ: ٹھوڑیاں۔ ذَقَن کی جمع ہے جس کے معنی ٹھوڑی کے ہیں۔ ٹھوڑی چہرہ کا نیچے کا نمایاں حصّہ ہے۔ اس سے مراد چہرہ ہے اس لیے لِلْاَذْقَانِ کا مطلب چہرہ کے بل ہوا اسی کو منہ کے بل بھی کہتے ہیں۔ اِنْ یہاں اِنَّ کا مخفّف ہے جس کے معنی تحقیق کے ہیں پہلے کئی جگہ آچکا ہے۔

ارشاد ہے اے لوگو! یہ قرآن تمہارے سامنے ہے اسے مانو یا نہ مانو لیکن جنہیں پہلے کتاب دی گئی ہے۔ وہ تو پہچان گئے کہ یہ قرآن وہی کلام ہے جس کا وعدہ کیا گیا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جو بنی اسمٰعیل میں سے مبعوث کیے گئے ہیں چنانچہ ان کے عقلمند لوگ آپ سے قرآن مجید کی آیتیں سنتے ہی سجدہ میں جھک گئے اور کہا ہمارا رب پاک ہے بے شک اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور وہ یقیناً پورا ہونا ہی تھا۔ سجدہ سے سر اٹھایا تو اس کلام کی عظمت کا اثر ان کے دل پر عجیب شان سے ظاہر ہوا اور وہ روتے ہوئے دوبارہ سجدہ میں گر پڑے اور اپنی عاجزی اور تابعداری کا اظہار کیا۔ یہ آیت سجدہ ہے اسی کے مطابق نماز میں دو سجدے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے ۔

مغفرت اور عبادت

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ

کہ پکارو اللہ یا پکارو رحمٰن

اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ

جوکچھ بھی پکاروگے پس اس کے ہیں بہت سے نام اچھے

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا

اور مت اونچی آواز کر اپنی نماز میں اور نہ بالکل پست کر اس میں

وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾

اور تلاش کر درمیان اس کے راہ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ

کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کہہ کر

اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ

جو کہہ کر پکاروگے سو اسی کے ہیں سب نام اچھے

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا

اور پکار کر مت پڑھ اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ

وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾

اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ میں راہ

لَا تُخَافِتْ: (آواز بالکل پست مت کر) نہی کا صیغہ ہے مُخَافَتَۃٌ سے جس کا مادہ خ۔ف۔ت ہے۔ خفوت: آواز کا دھیما ہونا۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو بھی سنائی نہ دے مُخَافَتَۃٌ آواز اتنی پست کرنا کہ دوسرے کو سنائی نہ دے۔

اللہ کی صفتیں سب نرالی ہیں اور ہر ایک صفت کے لحاظ سے اس کا ایک علیحدہ نام ہے۔ ان صفتوں میں سے ہر صفت مکمل اور ہر نقص و عیب سے پاک ہے اسی کے مطابق اس کے نام بھی سب سے اچھے اور شاندار ہیں یہ نام تمہیں بتا دیئے گئے ہیں اب تم اس کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر بات ایک ہی ہے۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہے کہ اللہ کی معرفت ٹھیک ٹھیک قرآن ہی سے حاصل ہو سکتی ہے اس کے بعد اس کی عبادت کا طریقہ بھی وہی سکھاتا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ جب تم نماز میں قرآن پڑھو تو آواز اتنی بلند نہ کرو کہ گستاخ لوگ سن کر اس کی بے ادبی کریں اور اتنی پست بھی نہ کرو کہ تمہارے ساتھی اسے نہ سن سکیں۔ ابتداء میں عرب کے نادان لوگ نماز کی ہنسی اڑاتے تھے اور اس میں آپ جب قرآن پڑھتے تو اس کی بری طرح آوازیں بنا کر نقلیں نکالتے تھے۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ آواز اتنی بلند نہ کرو کہ شریر لوگ نقلیں نکالیں اور نہ اتنی پست کرو کہ پاس والے بھی نہ سن سکیں۔ ان دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کرو۔

صحیح معرفت

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا
اور کہہ ساری خوبیاں اللہ کی ہیں جو نہیں رکھتا اولاد
وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ
اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک حکومت میں اور نہیں ہے
لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾
اس کا کوئی ساتھی بسبب ناتوانی کے اور بڑائی کر اس کی خوب بڑائی

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا
اور کہہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو اولاد نہیں رکھتا
وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ
اور نہ اس کا سلطنت میں کوئی ساجھی اور نہ اس کا
لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۱/۱۲
کوئی مددگار کمزوری کی بنا پر۔ اس کی بڑائی بیان کر بڑا جان کر

ارشاد ہے کہ اللہ ساری خوبیوں اور اچھائیوں کا جامع ہے۔ اس کی عبادت کے لیے اس کی خوبیوں کا تصوّر کرو اور کہو کہ ساری خوبیاں اور لائق ستائش صفتیں اللہ ہی میں ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اسے اولاد کی ضرورت ہے کہ اس کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹائے اور نہ وزیروں اور درباریوں کی حاجت ہے کہ ان کی مدد سے تمام سلطنت کا کام چلائے اور نہ اس میں کوئی کمزوری یا نقص ہے جس کی وجہ سے اسے کسی اور کے سہارے یا اعانت کی ضرورت ہو۔ تمام مخلوق اس کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے۔ کوئی کسی طرح اس کی ہمسری اور برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جب کوئی اس کے برابر ہی نہیں ہو سکتا تو اس سے آگے تو کیا نکلے گا اس لیے وہ سب سے بڑا ہے۔

بس یہی اعتقاد دل میں جماؤ اور اپنے خیالات، اپنی زبان اور اپنے افعال سے بھی ہر طرح یہی ظاہر کرو، کہ اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے۔ تمہاری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلنا چاہیئے۔ جس میں اس کی توہین (نعوذ باللہ) کا ذرا سا بھی شبہ ہو۔ تمہارے دل میں اس کا یقین ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ جو اللہ سے نہیں ہوتا اور اس لیے دوسروں کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔ تمہاری معرفت جبھی مکمل ہوگی جب اللہ تعالیٰ کو پورا پورا رحمٰن، قادر اور کبیر مانو گے۔ اس تصوّر کو دل میں جمانے کے لیے زبان سے ہر وقت سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہو تاکہ دل میں یہ خیال بیٹھ جائے۔ جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بابت ظاہر کیا گیا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل پر غور

سورہ بنی اسرائیل پچھلے صفحہ پر ختم ہوئی۔ اس سورت میں سب سے پہلی بات جو سکھائی گئی ہے۔ وہ اللہ کی صحیح معرفت ہے۔ بہت سے لوگ اللہ کا اقرار تو کر لیتے ہیں۔ لیکن اس کو صحیح طور پر پہچانتے نہیں۔ اس کی پہلی آیت سبحان اللہ سے شروع ہوتی ہے۔ اسم اللہ صراحۃً مذکور نہیں لیکن اللہ کی ایک ایسی صفت کا ذکر ہے۔ جو اس کے سوا کسی اور میں ہو نہیں سکتی۔ اس لیے اس سے اللہ ہی سمجھ میں آتا ہے اور کچھ نہیں۔

اس کی آخری آیت الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے اور اللہ اکبر کے مفہوم پر ختم ہوتی ہے اور بیچ کا مضمون صاف لا الہ الا اللہ پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل کی معرفت کے لیے یہ چار کلمے کافی ہیں:

سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔ ان کا مطلب یہ ہے۔ اللہ ہر قسم کے عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ اس میں نہ کوئی برائی ہو سکتی ہے نہ کوئی کمی اور نہ کسی قسم کی بے بسی اور عاجزی۔ الحمد للہ اس میں ساری خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ اور ساری خوبیاں صرف اسی میں ہیں اور کسی میں نہیں۔ اور اگر کہیں کوئی خوبی نظر آتی ہے تو وہ اسی کی خوبی کی ایک جھلک ہے۔ اصلی خوبی سوا اللہ عزوجل کے کسی کی اپنی نہیں ہے۔ اس لیے اس کی خوبیاں اوروں کی خوبیوں سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ جب وہ سب برائیوں سے پاک ہے اور اسی کی سی خوبیاں بھی کسی میں نہیں اور سب خوبیوں کا جامع بھی ہے تو بے شک وہ سب سے بڑا بھی ہے۔ لا الہ الا اللہ۔ جب وہ سب سے بڑا ہے اور یقیناً وہ سب سے بڑا ہے تو اس کے سوا کوئی معبود ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی سورت سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ ہر چیز اللہ کے آگے بے بس ہے اور زبانِ حال سے اپنی بے بسی کا اظہار کر رہی ہے۔ جو قوّت ہے وُہ اسی میں ہے۔ دوسری جگہ اگر ہے تو اس کی عطا کردہ ہے۔ اور یہی سراسر لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا مضمون ہے۔ اس لیے اللہ کی معرفت سے متعلق اس سورت کا خلاصہ یہ کلمہ ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ سورت اسی کلمہ کی توضیح و تفسیر ہے۔ اس کے ساتھ ہی رسالت اور آخرت کی زندگی کو کھول کر سمجھایا گیا ہے۔ آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ اور اس میں خوشی صرف اسی طرح مل سکتی ہے۔ کہ دُنیا کی زندگی قرآن حکیم کے مطابق بسر کی جائے۔

سورۃ الکہف

قرآن مجید کی ترتیب کی رُو سے یہ اٹھارویں سورت ہے۔ یہ مکّہ معظمہ کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے مضامین دیگر مکی سورتوں سے ملتے ہیں۔ انہی کی طرح اس میں قرآن حکیم کو انسان کے لیے ہدایت کا سرچشمہ کہا گیا ہے اور حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا آخری رسول ثابت کیا گیا ہے۔ یہود نے مکّہ کے عربوں کو چند سوال سکھاتے تھے۔ کیوں کہ انہوں نے یہود سے پوچھا تھا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کچھ ایسی باتیں بتاؤ کہ امتحان کے طور پر ان سے پوچھی جائیں۔ یہود نے کہا کہ ان سے یہ پوچھنا۔ کہ روح کیا چیز ہے؟ اور وہ کون لوگ تھے جو زندہ ہی دنیا سے غائب ہو گئے اور ابھی تک زندہ اور غائب ہیں۔ اور وہ کون شخص تھا جس نے دُنیا کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیر کی۔

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوالات کیے۔ آپ نے فرمایا کل جواب دوں گا اور وحی کا انتظار کرنے لگے اور پندرہ روز تک انتظار کرتے رہے لیکن وحی نہ آئی۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کہ کل جواب دینے کا وعدہ کیا تھا کہ دو ہفتے گذر گئے اور ابھی تک خاموش ہیں۔ آپ کو اس کا قلق ہُوا۔ آخر وحی آئی اور ارشاد ہُوا کہ کسی کام کے کرنے کے لیے یہ مت کہا کرو کہ کل کروں گا۔ بلکہ یوں کہا کرو کہ اللہ نے چاہا تو کل یہ کام کروں گا۔ کیونکہ اللہ کے چاہے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا اللہ کو بھول کر اپنے اوپر بھروسا کرنا نادانوں کی باتیں ہیں۔

اس کے بعد ان تینوں سوالوں کا جواب دیا گیا۔ روح کا جواب تو سورۃ بنی اسرائیل میں گذر چکا۔ باقی دو کا جواب اس سورت میں ہے۔ ان تینوں جوابوں کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ میں سب قدرت ہے۔ وہ سب کام جس طریقے سے چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی قدرت کو انسان کی قدرت پر مت قیاس کرو۔ اس سورت کی آیات میں انسان کو دُنیا کی حقیقت سمجھائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اس کے بکھیڑوں میں پھنس کر آخرت کو بھولنا نہ چاہیئے سب سے بڑی آفت شرک ہے۔ انسان ذرا غور کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ اللہ عزوجل کے برابر کسی اور کو ماننا یا اس کی مخلوقات میں سے کسی کو اس کا شریک اور مددگار ٹھہرانا نادانی کی انتہا ہے۔

دوسری بات انسان کو یہ سمجھائی گئی ہے کہ انسان ارادہ کر کے جو کام کرے گا مرنے کے بعد اس کا حساب ہوگا اور جیسا وہ عمل ہوگا ویسی ہی اس کی سزا یا جزا دی جائے گی:

سورة الكهف مكية وهي — مائة وعشر آيات واثنا عشر ركوعًا

قرآن کی شان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ⓪

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ

سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جس نے اتاری اپنے بندہ پر کتاب

وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ① قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ

اور نہ رکھی اس میں ذرا کجی سیدھی تاکہ ڈراوے

بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ

آفت سخت سے اللہ کی جانب سے اور خوش خبری دے

الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

ایمان لانے والوں کو جو کرتے ہیں نیک کام

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ②

کہ ان کے لیے ہے اجر اچھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب اتاری

وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ① قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ

اور اس میں کچھ کجی نہ رکھی ٹھیک اتاری تاکہ

بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ

ایک سخت آفت کا اللہ کی طرف سے ڈر سناوے اور

الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

ایمان لانے والوں کو خوشخبری دے جو نیکیاں کرتے ہیں

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ②

کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے

انسان کو کس نے بنایا۔ اس کی زندگی کون سنبھالے ہوئے ہے یہ سانس کس کے دم سے قائم ہیں۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ اے نادان تیرا پیدا کرنے والا اور قائم رکھنے والا اللہ عزوجل ہے اس لیے اقرار کر کہ جتنی خوبیاں ہیں۔ سب اللہ کے لیے ہیں اسی نے قرآن جیسی مبارک کتاب نازل فرمائی اور اپنے برگزیدہ بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر وہ کتاب اسے دی۔ اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی یا الجھی ہوئی بات نہیں ہے۔ اس سے ہر انسان اپنے فہم اور اپنی سمجھ کے مطابق ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ انسان کے لیے صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ قائم کرنے والی ہے۔ اور اپنی روشنی میں انسان کی عقل کو اس راستہ کی علامتیں اور نشانیاں صاف صاف دکھاتی ہے۔ انسان کو اس آفت اور سخت مصیبت سے آگاہ کرتی ہے جو اس کے نافرمان بندوں پر اس کی طرف سے آنے والی ہے اور اس کے نیک بندوں کو جو اس پر ایمان لا کر نیک کام کرتے ہیں خوشخبری سناتی ہے کہ ان کو ان کے نیک اعمال کا بہت اچھا اجر ملے گا۔ انسان کی یہ سب سے بڑی غفلت ہے کہ اللہ کو جو اس کا حقیقی محسن ہے نہیں پہچانتا اور اس کے رسول کو برحق مان کر ان کے کہنے کے مطابق نہیں چلتا ؛

اعتقاد کی درستی

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ ﴿٣﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ
ٹھہرے رہیں گے اس میں ہمیشہ اور تاکہ ڈرا دے ان کو
قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۤ ﴿٤﴾ مَا لَهُمْ
جنہوں نے کہا بنا لیا اللہ نے بیٹا نہیں ان کو
بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ
اس کا کوئی علم اور نہ ان کے باپ دادوں کو بڑی
كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ
بات نکلتی ہے ان کے منہ سے نہیں
يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿٥﴾
کہتے وہ مگر خلاف واقعہ

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ﴿٣﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ
جس میں ہمیشہ رہا کریں اور ان کو ڈر سنا دے جو
قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿٤﴾ مَا لَهُمْ
کہتے ہیں اللہ اولاد رکھتا ہے ان کو اس بات کی
بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ
خبر نہیں اور نہ ان کے باپ دادوں کو کیا بڑی
كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ
بات ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ سب
يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿٥﴾
جھوٹ ہے جو یہ کہتے ہیں

مَاكِثِيْنَ ٹھہرنے کی جگہ جمع ہے ماکث کی جو اسم فاعل ہے م۔ک۔ث سے مُکْثٌ کے معنی کسی جگہ ٹھہرنا تھوڑے دن یا بہت دن۔ ارشاد ہے کہ وہ اجر عیش و آرام کی زندگی ہے جس میں ان کی تمام مرادیں بر آئیں گی اور وہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس کے بعد نافرمانوں کے ایک گروہ کا خصوصیت کے ساتھ بیان کر دیا اور فرمایا کہ قرآن خاص طور پر ان کو ڈراتا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ کی (نعوذ باللہ) اولاد ہے۔ جیسے نصاریٰ جو مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور یہود جو عزیرؑ کو اس کا بیٹا بناتے ہیں یا مشرکین مکہ جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ان لوگوں کو قرآن خاص طور پر ڈراتا ہے کہ اوّل تو دنیا میں بھی اس کا وبال ان پر پڑے گا۔ اور اگر کسی وجہ سے یہاں بچ بھی گئے تو آخرت میں تو اس عقیدے کی سزا بہت ملے گی۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ لوگ بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ بیٹھتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ جو کلمات منہ سے نکال رہے ہیں یہ بہت بھاری کلمات ہیں لیکن یہ لوگ نادانی سے ایسا کہہ دینے کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اس کا نتیجہ کیا ہونا ہے اس کے نتیجہ کا انہیں تو کیا ان کے باپ دادا کو بھی علم نہ تھا جن کی یہ اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں اب اچھی طرح کان کھول کر سُن لیں کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ سراسر جھوٹ اور افترا ہے واقعہ سراسر اس کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ کے کوئی اولاد نہیں اس کی شان اس سے کہیں بلند ہے اسے نہ اولاد کی حاجت ہے اور نہ کسی مددگار کی ضرورت ہے وہ ان سب سے بے نیاز ہے ۞

رسول کا کام

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ
پس شاید تو ہلاک کرنے والا ہے اپنی جان ان کے پیچھے اگر
لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (۶) اِنَّا
نہ ایمان لائے وہ اس بات پر افسوس سے تحقیق
جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا
کیا ہم نے جو زمین پر ہے سامان رونق اس کے لیے
لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۷) وَاِنَّا
تاکہ آزمائیں ہم ان کو۔ کون ان میں بہتر ہے کام کرنے میں اور تحقیق ہم
لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا (۸)
کرنے والے ہیں جو کچھ اس پر ہے صاف میدان بے گھاس

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ
پس کہیں تو ان کے پیچھے اپنی جان گھونٹ ڈالے گا پچتا پچتا کر
لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (۶) اِنَّا
اگر وہ اس بات کو نہ مانیں گے جو کچھ
جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا
اس زمین پر ہے ہم نے اسے اس کے لیے رونق بنایا ہے تاکہ
لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۷) وَاِنَّا
لوگوں کو جانچیں کون ان میں اچھا کام کرتا ہے۔ اور جو کچھ اس پر
لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا (۸)
ہے ہمیں اُسے چھانٹ کر میدان کرنا ہے

بَاخِعٌ (ہلاک کرنے والا) اسم فاعل ہے ب۔خ۔ع سے بَخْعٌ کے معنی ملیامیٹ کرنا۔ گھلانا۔ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ: اپنی جان ہلکان کردے گا۔ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (ان کے کرتوت دیکھ کر) آثار۔ اثر کی جمع ہے یعنی وہ نشان جو کوئی چیز اپنے پیچھے چھوڑ جائے۔ یہاں اس سے کاموں کے پھل مراد ہیں یعنی وہ بُری عادتیں جو بُرے کاموں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اَسَفٌ (کسی چیز کے نہ ہونے کا رنج) یہ لفظ سورہ یوسف میں گذرچکا ہے صَعِيْدًا (ریت مٹی) سورۃ النساء اور المائدہ میں گذرچکا ہے۔ جُرُزًا (گھاس سبزی سے بالکل خالی) وہ زمین جو پہلے سرسبز ہو اور پھر چٹیل ہوجائے یہ اسم صفت ہے ج۔ر۔ز سے جرز کے معنی ہیں کاٹ ڈالنا جرز وہ زمین جس کی گھاس وغیرہ کاٹ ڈالی گئی ہو اور وہ خالی میدان ہوجائے۔

ارشاد ہے کہ کیا تو ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کے غم میں گھل گھل کر اپنی جان دے دے گا۔ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو یہ جانیں۔ رسول کا کام فقط راستہ بتادینا اور اس پر چل کر دکھادینا ہے۔ ہم نے انسان کو سوچنے سمجھنے کے لیے عقل دی ہے لیکن ساتھ ہی دنیا کی ظاہری شکل کو زیب وزینت کے ساتھ آراستہ کردیا ہے کیونکہ انسان کی آزمائش منظور ہے کہ دیکھیں یہ دنیا پر ریجھتا ہے یا کہ پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ ہم جو کچھ زمین میں ہے سب صاف کردیں گے اور وہ ایک خشک میدان بن کر رہ جائے گی۔ اس وقت حقیقت حال معلوم ہوگی ⁂

اللہ کی نشانیاں

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ
کیا گمان کیا تونے کہ کہف اور رقیم والے
كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ
تھے ہماری قدرت کے مظاہر میں سے کوئی اچنبھا جب ٹھکانا بنایا جوانوں نے
اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ
غار کو پس کہا انہوں نے اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے
رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾
رحمت اور مہیا کر ہمارے لیے ہمارے کام کی درستی

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ
کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے
كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ
ہماری قدرتوں میں اچنبھا تھے جب جا بیٹھے وہ جوان
اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ
پہاڑ کی کھوہ میں پھر بولے اے رب ہم کو اپنے پاس سے
رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾
بخشش دے اور پوری کر دے ہمارے کام کی درستی

اَصْحٰبُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ (کہف اور رقیم والے لوگ) کہف چوڑے غار کو کہتے ہیں یہ غار ایک وادی میں پہاڑوں کے بیچ میں پست زمین جس کو کھوہ کہتے ہیں، تھا جس کا نام رقیم تھا۔

فِتْيَةٌ (جوان لوگ) فَتًى کی جمع ہے حروف ف۔ت۔ی سے ہے۔ اصل میں فَتَيٌ تھا تعلیل کے بعد فَتًى ہو گیا۔ نوعمر۔ جوان۔

هَيِّئْ (تیار کردے) امر کا صیغہ ہے تَهْيِئَةٌ سے جو تخفیف اور ادغام کے بعد تَهْيِئَةٌ ہو گیا۔ اس کا مادہ ہ۔ی۔ء ہے۔ ہیأۃٌ کے معنی شکل کے ہیں اور تیاری کے بھی۔ تَهْيِئَةٌ: شکل دینا، تیار کرنا، بنانا، پیدا کرنا۔ رَشَدٌ کے معنی سیدھے کے ہیں اور درست راستہ کے جس پر چل کر نجات حاصل ہو جائے

اللہ کی قدرت میں اچنبھے کی کیا بات ہے۔ یہ لوگ تم سے ان لوگوں کا حال پوچھتے ہیں جنہوں نے ایک غار کو جو وادی رقیم میں تھا اپنا مسکن بنا لیا تھا کیونکہ ایک ظالم بادشاہ لوگوں کے پیچھے پڑ گیا تھا کہ میری اور میرے بتوں کی عبادت کرو۔ یہ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پیرو تھے اور فقط اللہ عزوجل کی عبادت کرتے تھے۔ اس کے ظلم سے بچنے کے لیے پہاڑوں کے بیچ میں ایک غار کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا تھا۔ اور وہاں بادشاہ سے چھپ کر اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب ہم کو اپنی خاص رحمت سے نوازیئے۔ اور ہم جس کام میں مشغول ہیں۔ اس میں ہماری مدد فرمایئے اور اس مشکل سے نجات کا سامان بنا دیجیے۔ آگے ان کا ضروری حال بیان فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ان کی نجات کا سامان ہم نے کر دیا۔ اور یہ ہماری قدرت کی ایک نشانی تھی جسے سن کر ہمیں بھی انہی کی طرح ایمان پر ثابت قدم رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے ::

نجات حاصل ہوئی

فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ
پھر تھپک کا ہم نے ان کے کانوں کو اس غار میں کئی سال
عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ
گنتی کے پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ جان لیں کون سا
الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾
دو گروہوں میں زیادہ واقف تھا ان کے ٹھہرانے سے مدت کے لحاظ سے

فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ
پھر ہم نے ان کے کان تھپک دیئے اس کھوہ میں
عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ
چند سال پھر ہم نے ان کو اٹھایا کہ معلوم کریں
الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع ۱۲/۱۳
دونوں فرقوں میں کس نے یاد رکھی جتنی مدت وہ رہے

ضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ: تھپکی دی ہم نے ان کے کانوں پر۔ ضَرَبْنَا ض۔ر۔ب سے ماضی کا صیغہ ہے۔ ضَرْبٌ کے معنی مارنے کے ہیں آہستہ سے یا زور سے۔ یہاں کانوں پر ہلکی پھلکی دینا مراد ہے جس سے بچوں کو نیند آجاتی ہے یعنی ہم نے ان کو سُلادیا۔

یہودیوں کی کہانیوں میں ایک کہانی پرانی چلی آتی تھی۔ کہ کسی زمانے میں کچھ لوگ شہر کی آبادی کسی وجہ سے چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ وہاں ان پر کچھ ایسی گذری کہ وہ پھر واپس نہ آسکے۔ ان کی بابت عجیب وغریب واقعات بیان کیے جاتے تھے جن سے سوا دل بہلاوے کے اور کوئی معقول غرض وابستہ نہ تھی۔

یہودیوں نے مکّہ کے مشرکوں کو سکھایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان غائب ہونے والے لوگوں کا حال پوچھیں۔ اگر ان کے عجیب وغریب حالات بتادیئے تو ان سے پھر اور سوال کرنا۔ اور دو سوال اور بتا دیئے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔
قرآن مجید نے ان آیتوں میں ان غائب ہونے والے لوگوں کا حال بتایا ہے اور اپنی خاص طرز کے مطابق بے کار باتوں کو حذف کر کے وہی باتیں بتائی ہیں جن سے انسان کچھ مفید سبق حاصل کر سکتا ہے اور باقی حالات کی تفتیش سے روک دیا ہے کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

فرمایا کہ ان کی تعداد اور سونے کی مدّت کی بے کار بحث چھوڑ دو۔ اس سے کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا۔ اتنا سمجھ لو کہ وہ چند نوجوان تھے۔ جو ایک مدت دراز تک سونے کے بعد کچھ دیر کے لیے اٹھے اور پھر سو گئے۔ ان کی تعداد اور نیند کی مدّت معلوم کر کے کیا کرو گے۔ کہ انہوں نے اللہ کے لیے سب کچھ چھوڑا۔ اور اللہ نے ان کو آرام سے سلا دیا۔ اس کے بعد اُٹھے اور پھر سو گئے۔ ان باتوں سے جو سبق ملتا ہے وہ آگے آئے گا:۔

اصحابِ کہف

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ نَبَاَهُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّهُمۡ

ہم بیان کرتے ہیں تجھ سے ان کا حال ٹھیک ٹھیک تھے وہ

فِتۡيَةٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ وَ زِدۡنٰهُمۡ هُدًى ۖ ﴿۱۳﴾

چند جوان ایمان لائے تھے اپنے رب پر اور بڑھایا ہم نے ان کو ہدایت میں

وَّرَبَطۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا

اور مضبوطی کردی ان کے دلوں کی جب وہ کھڑے ہوئے پھر کہا ہمارا رب

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ

رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا ہرگز نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا

اِلٰهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

کسی کو معبود البتہ تحقیق کہیں گے ہم اس وقت عقل سے دور بات

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ نَبَاَهُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّهُمۡ

ہم تجھ کو ان کا تحقیقی حال سنا دیں وہ کئی

فِتۡيَةٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ وَزِدۡنٰهُمۡ هُدًى ۖ ﴿۱۳﴾

نوجوان ہیں جو اپنے رب پر یقین لائے اور ہم نے ان کو زیادہ سوجھ دی

وَّرَبَطۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا

اور گرہ دی ان کے دل پر جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ

آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی کو معبود نہ

اِلٰهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

پکاریں گے نہیں تو ہم نے عقل سے دور بات کی

رَبَطۡنَا (گرہ لگا کر مضبوط کر لینا) ماضی کا صیغہ ہے۔ ر۔ ب۔ ط سے ربط کے معنی ہیں کس کر مضبوط کر دینا۔ رَبَطۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ۔ دل کو صبر و استقلال عطا کیا۔

• شَطَطَ (عقل سے بعید بات) شطط کے معنی دور اور بعید کے ہیں اور یہ صفت کا صیغہ ہے۔ ش۔ ط۔ ط سے شَطٌّ کے معنی ہیں حد سے بڑھ جانا۔

ارشاد ہے کہ ہم تجھے ان کا اصلی واقعہ سچ سچ بتائے دیتے ہیں۔ ان نوجوانوں نے اللہ کو پہچان لیا تھا ہم نے ان کے دل میں ایمان مضبوطی کے ساتھ جما دیا تھا جس سے ان کے دلوں میں جرأت اور ہمت پیدا ہوگئی تھی۔ انہوں نے اپنے ظالم بادشاہ دقیانوس کے سامنے کھڑے ہو کر صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تیری دھمکیوں میں آکر شرک کرنے والے نہیں۔ ہمارا رب تو وہی ہے، جو ان آسمانوں کا اور اس زمین کا رب ہے ہم سے یہ ہرگز نہ ہوگا کہ اسے چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا رب کہیں جنہیں تم نادانی سے پوجتے ہو۔ یہ ہماری عقل کے خلاف ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ سوا اس تمام کائنات کے بنانے والے کے ہمارا رب کوئی اور ہو سکتا ہے۔ معاذ اللہ اگر ہم ایسی بات منہ سے نکالیں تو یہ پرلے درجے کی حماقت ہوگی جسے عقل سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

شرک سے نفرت

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ

یہ ہے ہماری قوم بنا بیٹھے ہیں وہ سوا اللہ کے اور معبود

لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ

کیوں نہیں لاتے وہ ان پر کوئی سند کھلی پس کون

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے گھڑلیا اللہ پر جھوٹ

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ

یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود ٹھہرا لیے

لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ

کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی سند کھلی پھر اس سے

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

بڑا گنہ گار کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا

سُلْطٰن (قوی دلیل۔ سند) یہ اسم معنی ہے جس کا مفہوم قوت، غلبہ، قوی دلیل، سند وغیرہ ہے۔

افْتَرٰی (گھڑ لیا) اس کے معنی ہیں جھوٹ موٹ کوئی چیز بنا کر کھڑی کر دینا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس ہماری قوم کو دیکھو۔ معلوم نہیں ان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ ایسی قدرت والے اللہ کو چھوڑ کر جو سب کو پال رہا ہے اور ہر ایک کو ضرورت کی ساری چیزیں اسے اپنی رحمت سے عطا کر رہا ہے جس کی بخشش کی کوئی انتہا نہیں جس کا رحم و کرم بے حد و حساب ہے۔ بے جان بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے پاس کفر و شرک کی کوئی دلیل نہیں۔

اللہ عزوجل کے ماننے والوں کے پاس تو فقط ایک اللہ کو ماننے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں۔ بے بس نظر آتی ہے۔ نہ کسی کے اپنے بس میں جینا ہے نہ مرنا، نہ بڑھنا، نہ گھٹنا پھر ان بے بس مخلوقات سے جنہیں اپنے ہلنے چلنے تک کی بھی قدرت نہیں یہ توقع رکھنا کہ یہ کسی کی مدد کریں گے عقلِ سلیم کے خلاف ہے۔

بات یہ ہے کہ ان کی اوچھی نظر اور بے بنیاد خیالات نے ان کی عقل کو دبا دیا ہے۔ اور بے ہودہ توہمات میں پھنسا دیا ہے۔ یہ ایک بالکل بے بنیاد بات کو واقعی بات سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ خود ان کی عقل اگر اسے وہم و خیال کی الجھنوں سے نکلنا نصیب ہو جائے تو صاف گواہی دے گی۔ کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو معبود بنانا جھوٹی بات ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں۔ پھر ان سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے۔

اللہ کی مدد

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا
اور جب الگ ہوگئے تم ان سے اور جو وہ پوجتے ہیں سوا
اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ
اللہ کے پس ٹھکانہ لو غار میں جاکر تاکہ پھیلا دے تم پر
رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ
تمہارا رب اپنی کچھ رحمت میں سے اور مہیا کردے تمہارے لیے
مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (۱۶)
تمہارے کام میں آرام

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا
اور جب تم نے ان سے اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کنارہ
اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ
کرلیا ہے تو اب اس غار میں جا بیٹھو تمہارا رب تم پر کچھ
رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ
اپنی رحمت سے پھیلا دے اور تمہارے کام میں
مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (۱۶)
تمہارے واسطے آرام بنا دے

اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ (چھوڑا تم نے ان کو) اِعْتَزَلْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ اعتزال کے معنی ہیں چھوڑ کر الگ ہو جانا۔ اس کا مادہ ع۔ز۔ل ہے۔ عزل کے معنی الگ کر دینا۔ اسی سے معزول بنا ہے یعنی وہ جسے الگ کر دیا ہو۔ اعتزال الگ ہو جانا۔ اسی سے معتزلہ بنا ہے یعنی وہ فرقہ جو الگ ہو گیا۔ مِرْفَقٌ : (آرام) مرفق اسم آلہ کا وزن ہے جو۔ ر۔ ف۔ ق سے بنا ہے۔ رفق کے معنی آسائش۔ آرام۔ مِرْفَق وہ چیز یا حالت جس کے ذریعے آرام حاصل ہو۔

اصحاب کہف بادشاہ کے ملازم تھے وہ اپنے آپ کو زبردستی سجدہ کراتا تھا۔ انہوں نے انکار کر دیا اور اللہ سے مدد مانگی۔ آپس میں کہنے لگے کہ جب تم اپنی مشرک قوم اور ان کے بتوں سے کھلم کھلا الگ ہو گئے تو اب پہاڑوں کے بیچ میں جو غار ہے اس میں جا کر اپنا ٹھکانا بناؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تم پر نازل فرمائے گا۔ اور ایسے حالات پیدا کر دے گا۔ کہ تمہیں آرام نصیب ہو گا اور اس ظالم بادشاہ کی پہنچ تم تک نہ ہو گی۔ ان سب کے دل میں یہی بات آئی اور آپس میں مشورہ کر کے غار میں چلے گئے وہاں جا کر ان پر غنودگی طاری ہو گئی اور سب لیٹ کر سو گئے۔ بادشاہ کے نوکروں نے ان کو بہت ڈھونڈا کہیں پتہ نہ لگا۔ آخر تھک کر بیٹھ گئے۔ یہ نوجوان کس مذہب کے تھے۔ اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ عیسائی تھے لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے۔[1] بہرحال قرآن مجید میں ان کو اللہ کا ماننے والا کہا ہے۔ مذہب کی تحقیق سے کوئی فائدہ نہیں۔ ان کے قصے سے تو فقط یہی سبق سیکھنا ہے کہ جو سب کو چھوڑ کر اللہ عزوجل کی طرف دل و جان سے متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد کرتا ہے۔

[1] اب یہ متحقق ہو چکا ہے کہ یہ واقعہ ۲۵۰ء کے لگ بھگ کا ہے (بحوالہ حکیم الامت، طبع ثانی صفحہ ۱۵۰ - از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی)

آرام کا بندوبست

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن
اور دیکھے گا تو سورج کو جب وہ نکلتا ہے بچ جاتا ہے ان کے
كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ
غار سے دائیں طرف اور جب ڈوبتا ہے تو کترا جاتا ہے ان سے
ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ
بائیں طرف اور وہ کھلی جگہ میں ہیں غار کی یہ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ
اللہ کی نشانیوں میں سے ہے جسے ہدایت کرے اللہ پس وہی راہ یاب ہے
وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ ع
اور جسے گمراہ کردے پس ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی رفیق راستہ پر لانے والا

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن
اور تو دیکھے گا دھوپ جب نکلتی ہے تو ان کی غار سے
كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ
دائیں طرف بچ کر جاتی ہے اور جب ڈھلتی ہے تو ان سے
ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ
بائیں کو کترا جاتی ہے اور وہ اس غار کی کھلی جگہ میں ہیں یہ اللہ کی
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ
قدرتوں میں سے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے وہی راہ پر آئے
وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ ع ۲/۱۴
اور جس کو وہ بے راہ کرے پھر تو اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا نہ پائے گا

تَزٰوَرُ (بچ جاتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے تزاور سے جو ز۔ و۔ ر سے بنا ہے زور کے معنی موڑ اور جھکاؤ کے ہیں۔ تزاور ایک طرف ہو جانا، بچ کر نکل جانا تزاور اصل میں تتزاور ہونا چاہیے لیکن استعمال میں اس کی ایک ت گر جاتی ہے۔

تَقْرِضُ (کترا جاتی ہے) مضارع کا صیغہ ہے ق۔ ر۔ ض سے قرض کے معنی کاٹنا۔ مراد یہ ہے کہ سورج ان سے کٹ کر دائیں بائیں نکل جاتا ہے۔

فَجْوَةٌ (کشادہ جگہ) اس کا مادہ ف۔ ج۔ و ہے جس کے معنی کشادگی کے ہیں فَجْوَةٌ کھلی ہوئی کشادہ جگہ۔ اس کی جمع فجوات ہے۔

ارشاد ہے کہ سورج کی گرمی انہیں نہیں ستاتی۔ اور ہوا انہیں برابر پہنچتی رہتی ہے۔ کیوں کہ وہ غار کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جسے دیکھ کر اور سن کر عقل مند لوگ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتے ہیں۔ اور اس کی اطاعت میں صبر اور برداشت کا سبق سیکھتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہر ایک کو نہیں سوجھتیں۔ اللہ ہی سمجھائے تو سمجھیں۔ لیکن جس کی عقل پر ہوا و ہوس کے پردے پڑ گئے ہوں اس لیے اللہ تعالیٰ اسے راہ سے بچلاوے تو پھر کوئی اس کا یار و مددگار ایسا نہیں کر سکتا کہ اسے سیدھی راہ پر ڈال دے۔

حفاظت کا انتظام

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ
اور تو گمان کرے ان کو جاگتا اور وہ سوئے ہوئے ہیں اور موڑتے ہیں انہیں ہم
ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ
دائیں طرف اور بائیں طرف اور کتا ان کا پھیلائے ہوئے
ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ
اپنے دونوں بازو دہلیز پر اگر جھانکتا تو انہیں تو مڑ جاتا
مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ⑱
ان کی طرف سے بھاگتا ہوا اور بھر دیا جاتا ان کی طرف سے دہشت میں

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ
اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور کروٹیں بدلتے ہیں ہم ان
ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ
کی دائیں اور بائیں طرف اور ان کا کتا اپنے
ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ
بازو پسارے ہوئے ہے چوکھٹ پر اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو ان سے
مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ⑱
پیٹھ پھیر کر بھاگے اور تجھ میں ان کی دہشت بھر جائے

اَيْقَاظًا (جاگتے ہوئے) يَقِظٌ اور يَقُظٌ کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے ی۔ق۔ظ سے يَقُظٌ مصدر کے معنی جاگنا۔ يَقِظٌ جاگا ہوا۔

رُقُوْدٌ (سوئے ہوئے) رَاقِدٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے ر۔ق۔د سے۔ رُقْدٌ مصدر کے معنی سونا۔ رَاقِدٌ سونے والا۔

ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ: یمین دایاں اور شمال بایاں۔ ذات کے معنی یہاں دونوں جگہ جانب کے ہیں۔

وَصِيْدِ (دہلیز) و۔ص۔د سے وَصْدٌ کے معنی بند کرنا، روک دینا۔ وصید کسی مکان یا میدان کا وہ حصّہ جہاں سے اس میں داخل ہوا جائے اور جس کو روک دینے یا بند کر دینے سے نہ اس کے اندر جا سکے نہ باہر آ سکے۔ ایسی جگہ دہلیز کہلاتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لیے دروازہ لگا دیتے ہیں یہاں غار کے اندر گھسنے کی جگہ مراد ہے۔

اصحاب کہف غار کے اندر بے خبر سو رہے ہیں۔ لیکن دیکھنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ اللہ کی قدرت سے وہ سوتے ہیں۔ اِدھر اُدھر کروٹ لیتے ہیں۔

ان کے پیچھے ایک کتا بھی ہو لیا تھا۔ وہ بھی وہیں غار کے منہ پہ پنجے پھیلائے ہوئے انہی کی طرح سو رہا ہے۔ ان کا ماحول دہشت انگیز ہے۔ دیکھنے والے کے دل پہ اس سارے منظر سے رعب طاری ہوتا ہے۔ اگر کوئی غار میں جھانک کر دیکھے تو ڈر کے مارے الٹے پاؤں بھاگے۔

اللہ نے جگا دیا

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ
اور اسی طرح ہم نے اٹھایا ان کو تاکہ وہ سوال کریں آپس میں کہا
قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ
ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنی دیر ٹھہرے تم . بولے ہم ٹھہرے ایک دن یا
بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ
کچھ حصہ دن کا . بولے تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے جتنی مدت تم ٹھہرے

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ
اور اسی طرح ہم نے ان کو جگا دیا کہ آپس میں پوچھنے لگیں۔ ان میں سے
قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ
ایک بولا تم کتنی دیر ٹھہرے بولے ہم ایک دن یا ایک دن
بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ
سے کم ٹھہرے بولے تمہارا رب ہی اسے خوب جانتا ہے جتنی دیر تم ٹھہرے رہو

بَعَثْنَا (اٹھا دیا ہم نے انہیں) ماضی کا صیغہ ہے۔ ب۔ ع۔ ث سے بعث کے معنی اٹھا کر بھیجنا بے خبری کی حالت سے اٹھا کر دوبارہ ہوشیار کرنا۔ یہ بے خبری نیند سے ہو یا موت سے جگانا یہاں جگا دینے کے معنی میں ہے۔ اس سے آگے کی آیت میں اسی مادہ سے امر کا صیغہ آیا ہے جہاں اٹھا کر بھیجنا مراد ہے۔

لِيَتَسَآءَلُوْا (تاکہ آپس میں پوچھیں) لام کے معنی تاکہ ہوتے ہیں اور اس سے کام کی غرض ظاہر کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں اس سے نتیجہ ظاہر کیا گیا ہے یعنی ان کے جاگنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ ایسے لام کو لام العاقبہ کہتے ہیں۔ یعنی انجام دکھانے والا لام۔ يَتَسَآءَلُوْا اصل میں يَتَسَآءَلُوْنَ تھا، جو مضارع کا صیغہ ہے تساءل سے جو س۔ ء۔ ل سے بنا ہے۔ سُؤْلٌ اور سُؤال اس سے مصدر ہیں۔ تَسَاؤُل کے معنی ہیں ایک دوسرے سے سوال کرنا۔

ارشاد ہے کہ جب وہ ایک مدت تک غار میں آرام سے سوتے رہے تو جیسے ہم نے اپنی قدرت سے انہیں سلایا تھا۔ ایسے ہی انہیں ایک مناسب وقت پر جگا دیا۔ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہم اتنی دیر سوتے رہے کہ دنیا ادھر سے اُدھر ہو گئی۔ اُٹھتے ہی خیال آیا ہوگا۔ کہ ہمیں بادشاہ کی پکڑ دھکڑ سے بچنے کے لیے کوئی تدبیر کرنی چاہیئے تھی۔ ورنہ یہاں سے نکلتے ہی پھر وہی مصیبت گلے پڑے گی۔ اگر بادشاہ کی دی ہوئی مہلت یوں ہی غفلت میں گذر گئی۔ تو بڑی آفت کا سامنا ہوگا۔ ایک نے کہا کہ ہم ابھی تھوڑی دیر پہلے غار میں آئے تھے۔ آتے ہی نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ اپنے کام کی کچھ سدھ بدھ نہ رہی مگر زیادہ سوئے معلوم نہیں ہوتے۔ شاید دن بھر گذر گیا ہو۔ یا ابھی پورا دن بھی نہ ہوا ہو۔ پھر بولے اللہ ہی جانے کتنے دیر ٹھہرے :-

بھوک میں دین کا خیال

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ
پس بھیجو اپنے میں سے ایک کو روپیہ دے کر یہ شہر کی طرف
فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ
پس وہ دیکھے ان میں کونسا ستھرا ہے کھانے میں پس لائے تمہارے پاس رزق
مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾
اس سے اور دبے پاؤں جائے اور نہ خبر دے تمہاری کسی کو
اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ
تحقیق انہوں نے اگر خبر پالی تمہاری سنگسار کر دیں گے تم کو یا
يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾
لوٹائیں گے تم کو اپنے دین میں اور ہرگز نہ فلاح پاؤ گے تم اس صورت میں کبھی

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ
سو اب اپنے میں سے ایک کو اپنا روپیہ دے کر شہر میں بھیجو
فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ
پھر دیکھے کون سا کھانا ستھرا ہے سو لائے تمہارے پاس اس میں
مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾
سے کھانا اور نرمی سے جائے اور تمہاری خبر کسی کو نہ جتا دے
اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ
وہ لوگ اگر تمہاری خبر پالیں تو تم کو پتھروں سے مار ڈالیں اور
يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾
تم کو اپنے دین میں لوٹائیں اور تب تو تمہارا کبھی بھلا نہ ہو گا

وَرِقٌ (روپیہ) عربی میں وَرِقٌ اور وَرْقٌ چاندی کو کہتے ہیں۔ یہاں چاندی کا سکّہ (روپیہ) مراد ہے جو ان کے وقت میں رائج تھا۔

ارشاد ہے کہ انہوں نے کہا سونے کی مدّت کا ذکر چھوڑو کچھ کھانے کا بندوبست کرو۔ لو یہ ایک روپیہ ہے اسے دے کر اپنے میں سے ایک آدمی کو بھیجو۔ تاکہ شہر میں جا کر تلاش کرے۔ اچھے سے اچھا کھانا کون سا ہے اسے خرید کر لے آئے تاکہ ہم کھائیں مگر اتنا خیال رہے کہ ذرا احتیاط سے کام کرے چپکے چپکے جائے۔ تاکہ آہٹ پا کر لوگ اس کی طرف دیکھنے نہ لگیں۔ نرمی سے بات کرے تاکہ لوگ چونکیں نہیں۔ تم جانتے ہو آفتوں اور مصیبتوں کا زمانہ ہے۔ اللہ عزّوجلّ کے ماننے والے پکڑے جا رہے ہیں۔ بت پرست بادشاہ سب کو زبردستی بت پرست بنانا چاہتا ہے۔ ہماری سُن گن مل گئی تو جیتا نہ چھوڑیں گے۔ پتھراؤ کر کے مار ڈالیں گے۔ یا پھر زبردستی اپنے جیسا مُشرک بنالیں گے۔ ایسا ہوا تو پھر ہم ہمیشہ کے لیے گئے گذرے ہوئے پھر ہماری فلاح کی کوئی صورت نہیں۔ فلاح تو اسی میں ہے کہ آدمی ایک اللہ کو اپنا رب مانے اور اسی کی عبادت کرے اور کسی سے توقع نہ رکھے۔ ایمان ہو تو ایسا ہو۔ یہ لوگ سوتے جاگتے، دکھ تکلیف کسی حالت میں اللہ عزّوجلّ کو نہ بھولے اور شرک کو سب سے بڑی آفت سمجھے۔

اِطّلاع کی حکمت

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ
اور اسی طرح مطلع کیا ہم نے ان پر تاکہ لوگ جان لیں کہ وعدہ
اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ
اللہ کا سچ ہے اور یہ کہ قیامت شبہ نہیں اس میں
اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا
جب جھگڑتے تھے وہ آپس میں اپنی بات پر پس کہا انہوں نے بناؤ
عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ
ان پر ایک عمارت ان کا رب خوب واقف ہے ان سے کہا انہوں نے
غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾
جو غالب تھے اپنی بات پر البتہ بنائیں گے ہم ان پہ عبادت خانہ

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ
اور اسی طرح ہم نے ان کی خبر ظاہر کر دی تاکہ لوگ جان لیں کہ
اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ
اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکا نہیں
اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا
جب آپس میں اپنی بات پر جھگڑ رہے تھے پھر کہنے لگے ان پر
عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ
ایک عمارت بناؤ ان کا رب ان کا حال خوب جانتا ہے بولے وہ
غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾
لوگ جن کا کام غالب تھا ہم ان کی جگہ پر عبادت خانہ بنائیں گے

اَعْثَرْنَا (مطلع کیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے اغثار سے جس کا مادہ ع ث ر ہے۔ عثور کے معنی یکایک کسی چیز سے ٹکرانا۔ ٹھوکر کھانا۔ اغثار کسی چیز سے ٹکرا دینا۔ اس سے مڈبھیڑ کرا دینا۔ یہاں اس سے مراد ہے مطلع کر دینا۔

اصحاب کہف کا آدمی گیا۔ اور چپکے سے ایک دوکان دار کو روپیہ دیا کہ اس کا کھانا دے دے۔ یہ روپیہ اس وقت پرانا ہو چکا تھا اور اس کی جگہ نیا سکہ جاری تھا۔ دوکان دار نے اس آدمی کو پکڑ لیا کہ ضرور اسے کوئی پرانا خزانہ مل گیا ہے اور اس نے اسے چھپا لیا ہے۔ تحقیق کی گئی تو اصل بات معلوم ہو گئی۔ پچھلے واقعات کے دفتر سے اس کی تصدیق بھی ہو گئی۔

اس آیت میں اتنا ارشاد ہے کہ ہم نے اس وقت کے لوگوں کو اصحاب کہف کے حالات سے آگاہ کیا۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ جب صدیوں کے سوتے جاگ اٹھے تو مُردوں کا دوبارہ اٹھ بیٹھنا کیا مشکل ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے جن کی حکومت اس وقت چل رہی تھی فیصلہ کیا۔ کہ ان عجیب و غریب لوگوں کا اصل حال تو ان کا رب ہی جانتے ہیں تو اس جگہ جہاں وہ سوتے رہے ایک عبادت خانہ بنا دینا چاہیئے تاکہ لوگ آئیں اور عبرت حاصل کریں۔

بے فائدہ بحث

سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ
اب کہیں گے وہ تین چوتھا ان کا کتا اور کہیں گے
خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ ۚ وَ
پانچ چھٹا ان کا کتا پتھر پھینکتے ہوئے بے دیکھے اور
یَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّیْٓ
کہیں گے سات اور آٹھواں ان کا کتا کہہ میرا رب
اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۬ۙ
خوب جانتا ہے ان کی گنتی نہیں جانتے ان کو مگر تھوڑے لوگ
فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪
پس مت جھگڑ ان کے بارے میں مگر جھگڑا ظاہری
وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا (۲۲)
اور نہ پوچھ ان کا حال ان میں سے کسی سے

سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ
اب کچھ کہیں گے تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا اور کچھ کہیں گے
خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ ۚ وَ
پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا بے نشانہ دیکھے پتھر چلانا اور
یَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّیْٓ
بعض کہیں گے سات ہیں آٹھواں ان کا کتا تو کہہ میرا رب
اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۬ۙ
ان کی گنتی خوب جانتا ہے ان کی خبر نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ
فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪
سو ان کی بات میں مت جھگڑ مگر سرسری جھگڑنا۔ اور ان میں
وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا (۲۲) ع ۳/۵/۱۵
سے کسی سے ان کا حال مت تحقیق کر

لَاتُمَارِ: (مت جھگڑ) نہی کا صیغہ ہے مُمَارَاةٌ سے جس کی دوسری شکل مِرَاءٌ ہے جو اسی آیت میں اس کے بعد آیا ہے اس کا مادہ م۔ر۔ی ہے۔
مِرْیَةٌ: شک و شبہ۔ مُمَارَاةٌ اور مِرَاءٌ: شک و شبہ سے جھگڑا، پوچھ گچھ۔

اصحاب کہف کے بارے میں جو کچھ قرآن کی آیتوں میں بتایا گیا ہے وہ انسان کو ایک مفید سبق سکھانے کے لیے کافی ہے اور وہ سبق یہ ہے کہ فقط اللہ عزوجل کو اپنا رب ماننے اور فقط اسی کی عبادت کرنے سے ان کے دل کو بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے اور اپنے فضل سے ایسے شخص کے آڑے وقت کام آتا ہے اور اس سبق کے سیکھنے کے لیے کوئی ضرورت نہیں کہ ان کی تعداد معلوم کی جائے یا اس کا پتہ لگایا جائے کہ جب وہ گھر سے نکل کر غار کی طرف چلے تھے تو ان کے ساتھ کوئی اور باہر کا آدمی یا جانور تو ساتھ نہیں لگ لیا تھا۔ ان باتوں میں پھنس کر اور اختلاف کر کے وقت عزیز کو ضائع کرنا فضول ہے کہ وہ تین تھے یا پانچ تھے یا سات تھے اور ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ فقط یہ سمجھ لو کہ اچھوں کے ساتھ جو ہو لیا وہ بھی اچھا ہو گیا اپنے آپ دانستہ نہیں گھڑنا فضول بات ہے جو ضروری تھا وہ ہم بتا چکے اب اس کی بابت کسی سے کچھ پوچھو نہ جھگڑو یہ سب باتیں اللہ کو معلوم ہیں انسانوں میں ان کے جاننے والے کم ہیں ۔

اللہ کی ہر وقت یاد

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ
اور ہرگز نہ کہو کسی چیز کو کر میں کروں گا اسے
غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ
کل مگر یہ کہ چاہے اللہ اور یاد کر
رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ
اپنے رب کو جب بھول جائے اور کہہ امید ہے کہ
یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾
راہ دکھادے مجھ کو میرا رب زیادہ قریب کی اس سے سمجھانے ہیں

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ
اور نہ کسی کام کو منہ سے کہنا کہ یہ میں
غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ
کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کر
رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ
اپنے رب کو جب بھول جائے اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھ
یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾
کو اس سے زیادہ نزدیک نیکی کی راہ دکھائے

اللہ عزوجل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں انسان کی ہدایت کے لیے بھیجا اس سلسلے میں آپ کے اخلاق، آپ کی باتیں، آپ کے کام، آپ کے طرز عمل غرض ہر بات کو دوسروں کے لیے نمونہ بنا کر دنیا کو دکھانا مقصود تھا کہ انسان کے لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ یہ ہے یہاں تک کہ آپ کو حالات بھی ایسے ہی پیش آنے ضروری تھے۔ کہ ہر حالت کے لحاظ سے قرآن حکیم میں احکام نازل ہوتے رہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے بھولنا، غفلت کرنا، جنگ میں شکست کھانا اور ایسی ہی دوسری کمزوریاں آپ میں نہیں ہوسکتیں لیکن نمونہ بننے کے لیے یہ کمزوریاں آپ میں عارضی طور پر پیدا کی گئیں: تاکہ انسان کے لیے آپ کا عملی نمونہ بن جائے اور وہ ہر حالت میں آپ کی پیروی کر سکے۔

ارشاد ہے کہ کسی کام کے لیے یہ مت کہو کہ کل کر لوں گا یا کل ہو جائے گا۔ مگر اس کے ساتھ انشاء اللہ ضرور کہہ لیا کرو۔ اس کے بعد آپ کے ذریعے ہر انسان کو سمجھا دیا۔ کہ موقعہ پر انشاء اللہ، بسم اللہ، الحمد للہ وغیرہ کہنا کسی حال میں نہ بھولے اگر بھول جائے تو جب یاد آجائے کہہ لے۔

آگے ارشاد ہے کہ ساتھ ہی لوگوں سے یہ بھی کہہ دے کہ مجھے تو اللہ سے امید ہے کہ یہ غفلت کی حالت مجھے کبھی پیش ہی نہ آنے گی اور میرے لیے اللہ اپنی یاد کا قریب ترین راستہ فوراً دکھا دے گا۔ اس آیت سے انسان کو یہ سبق سیکھنا ہے کہ دنیا میں ہر کام اللہ کی قدرت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے بغیر اس کے حکم کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

غار میں کب تک ٹھہرے

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

اور ٹھہرے وہ اپنے غار میں تین سو سال

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

اور اس کے علاوہ ٩ سال کہہ دے اللہ خوب جانتا ہے جتنی

لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

مدّت وہ ٹھہرے اسی کے پاس ہیں بھید آسمانوں کے اور زمین کے

اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

کس قدر دیکھتا ہے اور کس قدر سنتا ہے نہیں ان کے لیے اس کے سوا

مِنْ وَّلِیٍّ ؗ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿٢٦﴾

کوئی مدد گار اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

اور ان پر اپنی کھوہ میں مدّت گذری تین سو سال

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

اور ان کے اوپر نو تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی

لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

مدت ان پر گذری اس کے پاس ہیں چھپے ہوئے بھید آسمانوں اور زمین کے

اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے بندوں پر اس کے سوا کوئی مختار نہیں

مِنْ وَّلِیٍّ ؗ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿٢٦﴾

اپنے حکم میں سے کسی کو شریک نہیں کرتا

اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ: اس کے دیکھنے اور سننے کی قوت حیرت انگیز ہے۔ یہ ترکیب یعنی اَفْعِلْ بِہٖ عربی میں حیرت اور تعجب ظاہر کرنے کے لیے آتی ہے اصل میں اَبْصِرْ بِہٖ و اَسْمِعْ بِہٖ ہے اختصار کے لیے آخر کا بِہٖ حذف کر دیا گیا۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ زمان اور مکان کا پابند نہیں۔ اس کی ذات اس سے بہت بلند ہے۔ ارشاد ہے کہ اصحابِ کہف تین سو نو سال غار میں رہے اور اٹھے تو انہیں اپنے ٹھہرنے کی مدّت ایک دن یا اس سے کچھ کم معلوم ہوئی باہر دنیا ہی بدل چکی تھی۔ نہ وہ پہلے لوگ تھے نہ وہ سلطنت تھی۔ اب لوگ اٹکل پچّو ان کی غار میں ٹھہرنے کی مدّت بیان کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو۔ کہ ان باتوں کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے بھید سے وہی واقف ہے۔ نہ اس کے برابر کسی میں دیکھنے کی قوّت ہے اور نہ سُننے کی۔ کوئی اس کی قوّتوں کا اندازہ کرنے لگے تو اس کے پلّے سوا حیرت کے کچھ نہیں پڑے گا۔ بس اتنا سمجھ لو کہ اللہ کے سوا انسان کا نہ کوئی ساتھی ہے نہ مدد گار۔ جو کسی اور کو اپنا مدد گار سمجھتے ہیں۔ انہیں عنقریب اپنی غلطی معلوم ہو جائے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنا حکم صادر کرنے میں کسی کو شریک نہیں کرتا نہ کسی سے اپنے انتظام کے کام میں مشورہ کرتا ہے :-

اللہ بس باقی ہوس (۱)

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۚ
اور پڑھ جو وحی کی گئی تیری طرف تیرے رب کی کتاب
لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ
نہیں کوئی بدلنے والا اس کی باتیں اور ہرگز نہ پائیگا تو اس کے سوا
مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ
کوئی جائے پناہ اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو
یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ
پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام
یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ
چاہتے ہوئے اس کی توجہ

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۚ
اور پڑھ جو تجھ کو تیرے رب کی کتاب سے وحی ہوئی
لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ
اس کی باتیں کوئی بدلنے والا نہیں اور اس کے سوا تو پناہ
مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ
کی جگہ نہ پائے گا اور اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھ
یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ
جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں
یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ
اور طالب ہیں اس کی رضا کے

مُلْتَحَدًا: (امن اور فرار کی جگہ) اسم ظرف ہے التحاد سے جو ل ح د سے بنا ہے لحد کے اصل معنی میلان اور کسی طرف جھکنے کے ہیں اسی سے الحاد بنا ہے جس کے اصطلاحی معنی ہیں باطل کی طرف میلان کرنا۔ یہ لفظ سورۃ النحل میں گذر چکا ہے۔ اسی سے ملتحد ہے جس کے معنی ہیں پناہ گاہ ـــــــ انسان ہمیشہ سے قصہ کہانیوں کا شوقین ہے، کھانے پینے اور آرام کا ٹھکانہ ملنے کے بعد انسان کا سب سے زیادہ شاید اسی میں دل لگا رہتا ہے کہ کوئی اسے مزیدار چیٹ پٹی اور لچھے دار باتیں سناتا رہے چنانچہ بہت سے قصہ گو پیدا ہو گئے اور پھر جب لکھنا آیا تو زبانی کہنے کے علاوہ ان قصے کہانیوں کو لکھنے لگے۔ آگے چل کر ان کا نام تاریخ ہو گیا۔ پھر اصلی واقعات میں جھوٹ موٹ کی خیالی باتوں کے اضافے ہونے لگے۔

قرآن مجید نے اس کی اصلاح کی اور بتایا کہ پہلے لوگوں کے قصے محض دل لگی اور تفریح کے لیے نہیں ہوتے بلکہ ان سے بہت سی نصیحتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ سچے قصوں ہی میں عبرت کا سامان بہت کچھ ہے جھوٹ سے کیا فائدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔ کہ بیکار قصوں کی بجائے لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنا۔ اس میں ساری باتیں سچی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تیری طرف وحی کے ذریعے بھیجی ہیں اللہ عزوجلّ کی باتوں میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکتا۔

اللہ بس باقی ہوس (ب)

قرآن مجید کے سننے سے معلوم ہوگا۔ کہ جو کچھ دنیا میں ہوا یا ہو رہا ہے۔ اللہ عزّ وجلّ کی قدرت کے کرشمے ظاہر کر رہا ہے جس واقعہ پر غور کروگے یہی بتائے گا کہ انسان ہر وقت کسی نہ کسی مصیبت سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ غیر تو غیر اپنے ہی اسے ستانے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ جس طرف دیکھتا ہے کوئی نہ کوئی مصیبت سامنے کھڑی نظر آتی ہے چاروں طرف آفتیں ہی آفتیں منڈلاتی رہتی ہیں۔ جہاں زور ہے وہاں اس کے ساتھ دوسروں پر بے جا ظلم ہے جہاں کمزوری ہے۔ وہاں بےکسی اور بےبسی ہے۔ تاریخیں پڑھ ڈالو سب کا ماحصل یہی نکلے گا کہ زور والے کمزوروں پر غالب آنے کی کوشش کرتے رہے اور کمزور ہمیشہ ان کی جوتیاں سیدھی کرنے میں لگے رہے۔ چلتے پرزے اپنے خزانے خوب ٹھونس ٹھونس کر بھرتے رہے سیدھے سادے لوگ ان کے ہاتھوں روٹی کے ٹکڑوں تک کو ترستے رہے۔ کیا انسانوں کی تاریخ میں اس کے سوا کچھ اور بھی ہے۔ کہ فلاں شخص موقعہ پاکر بادشاہ بن بیٹھا۔ اور دوسروں پر حکم چلانے لگا۔ کہ جاؤ ہل چلاؤ۔ تاکہ میں آرام سے بیٹھ کر کھاؤں۔ کمر پر پانی سے بھری مشکیں اٹھا کر لاؤ۔ تاکہ میں بیٹھے بیٹھے ٹھنڈا پانی پیوں۔ جب میں آرام کرنے لگوں تو مورچھل لے کر کھڑے ہو جاؤ اور مکھی مچھر وغیرہ کسی کو میرے پاس نہ آنے دو۔ دیکھو مجھے ہر طرح کا آرام پہنچانے کے لیے محنت کرتے رہو۔ مشقّت جھیلتے رہو۔ میں ہی تمہارا آقا ہوں۔ میرے حکم کی خلاف ورزی کروگے تو ایسی سزا دوں گا کہ یاد ہی کروگے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت ہے کہ دنیا میں ظالموں کے ظلم و ستم سے بچنے کی انسان کے لیے کوئی صورت نہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اگر امن و امان کی تلاش ہے۔ تو اللہ عزّ وجلّ کی طرف دیوانہ وار دوڑو اس کے سوا کوئی تمہیں مصیبتوں سے نہیں چھڑا سکتا۔ اے رسولؐ جو لوگ تیری باتیں سُن کر اللہ کی طرف ہمہ تن متوجّہ ہو چکے ہیں۔ صبح اور شام اسی کا نام لیتے ہیں انہی کے ساتھ ہر وقت میل جول رکھو۔

ابتدا میں اکثر غریب، نادار لوگ ہی اسلام لاتے تھے۔ جیسے عمّارؓ صہیبؓ، بلالؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ ایسے لوگوں کی دل جوئی کرنا اور بڑے بڑے مغرور مال داروں کو چھوڑ بیٹھنا آسان کام نہیں، بڑے صبر و تحمّل کی ضرورت ہے۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے۔ کہ وقت اٹھاؤ مگر ایسے ہی لوگوں کے ساتھ بسر کرو:۔

رسولؐ کا رویہ

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ
اور نہ پھریں تیری آنکھیں ان سے ارادہ کرتے ہوئے رونق
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا
زندگانی دنیا کی اور مت اطاعت کر اس کی کہ غافل کر دیا ہم نے
قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ
اس کا دل اپنے ذکر سے اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے اور
كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ
ہے اس کا رویہ حد سے نکلا ہوا اور کہہ حق تمہارے رب کی طرف سے
فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ
پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ
اور تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی کی
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا
تلاش میں نہ دوڑیں اور اس کا کہنا مان جس کا دل ہم نے اپنی
قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ
یاد سے غافل کر دیا اور اپنی خوشی کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور
كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ
اس کا کام حد سے نکل جانا ہے اور کہہ سچی بات تمہارے رب کی طرف سے
فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ
ہے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے

لَا تَعْدُ (نہ پھریں) نہی مؤنث کا صیغہ ہے۔ ع۔ د۔ و سے۔ عدو کے معنی ہیں دوڑنا۔ ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا۔ ہٹنا۔
فُرُطًا (نامناسب ہونا۔ نامعقول ہونا) فُرُطًا حاصل مصدر ہے اس کے معنی ہیں ناشائستگی، حد سے زیادتی۔ مراد یہ ہے کہ وہ حد سے زیادہ گستاخ ہے نیز صفت کا صیغہ ہے یعنی حد سے نکلا ہوا۔

بعض سرپھرے لوگوں نے آپ سے کہا تھا کہ مفلس، خستہ حال لوگوں کو آپ اپنے پاس سے اٹھا دیں۔ تو مال دار خوش حال لوگ آپ کے پاس آئیں۔ ان میلے کچیلے لوگوں کے ساتھ بھڑک دار لباس والے صاف ستھرے لوگ نہیں بیٹھ سکتے ان کو سنانے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ کہ اللہ عزوجل کے ہاں کسی کی شیخی نہیں چلتی۔ اس کے نزدیک مال و دولت، جاہ و مرتبت کوئی چیز نہیں۔ اس کو پسند تو وہ ہیں جو اس کی رضا جوئی کے لیے اس کا کہنا ماننے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس کے ہاں دنیا کی آرائش و نمائش کی کوئی قدر نہیں۔

گستاخ، خواہشوں کے غلام، بڑھ چڑھ کر دعوی کرنے والے منہ لگانے کے قابل نہیں۔ ان کا دل اللہ کی یاد سے غافل ہے اللہ کی طرف سے سچی بات آ چکی ہے جس کا جی چاہے مانے جس کا جی چاہے نہ مانے۔

منکروں کی سزا

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ
تحقیق ہم نے تیار کر دی ظالموں کے لیے آگ گھیرے ہوئے ہے
بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا
ان کو قناتیں اس کی اور اگر مدد چاہیں گے وہ تو مدد کیے جائیں گے
بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ
پانی سے مانند پیپ کے بھون ڈالے گا ان کے منہ برا
الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا (۲۹)
پینا ہے اور بری آرام گاہ

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ
ہم نے گناہ گاروں کے واسطے آگ تیار کر رکھی ہے کہ گھیر
بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا
رہی ہیں ان کو اس کی قناتیں اور اگر فریاد کریں گے تو پانی ملے گا
بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ
جیسے پیپ جو منہ کو بھون ڈالے کیا برا
الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا (۲۹)
پینا ہے اور کیا برا کام

اَعْتَدْنَا (تیار کیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے اعتادٌ سے جس کا مادہ ع۔ت۔د ہے۔ اعتاد اس سامان کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے کرنے کے لیے ضروری ہو۔ اعتاد ایسا سامان اکٹھا کر دینا۔ یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ ہم نے ان کو عذاب دینے کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔

سُرَادِقٌ (پردہ کی دیوار) اسم مفرد ہے جس کے معنی پورے خیمہ کے بھی ہیں اور قنات کے بھی ہیں۔ سرادقات اس کی جمع ہے۔

مُهْلٌ (تیل کی تلچھٹ) زیتون وغیرہ کے تیل کے نیچے جو کالی کالی گاد بیٹھ جاتی ہے اسے عربی میں مہل کہتے ہیں اور نیز پیپ کو بھی کہتے ہیں۔ وہ چیز جس کی شکل سے گھن آئے۔

یَشْوِیْ (بھون ڈالے) مضارع کا صیغہ ہے ش۔و۔ی سے۔ شی کے معنی تلنا، بھوننا جیسے ترکاری وغیرہ بھونتے ہیں۔

مُرْتَفَقٌ (آرام یا آرام گاہ) یہ ارتفاق سے اسم مفعول اور اسم ظرف دونوں ہے اس کا مادہ ر۔ف۔ق ہے۔ رفق کے معنی نرمی، سہولت آرام اور آسائش۔ ارتفاق آرام اٹھانا۔ مُرْتَفَق کے معنی بھی یہی ہیں اگر اسم ظرف لیا جائے تو اس کے معنی آرام کی یا ٹھہرنے کی جگہ کے ہوں گے۔

ارشاد ہے کہ ظالموں کے لیے ہم نے آگ کا ایک الاؤ لگا دیا ہے۔ جس کے چاروں طرف سے آگ ہی کی قناتیں کھڑی کر کے گھیر دیا گیا ہے۔ یہ ظالم لوگ اس میں جلیں گے اور اگر پیاس بجھانے کے لیے فریاد کریں گے اور پانی طلب کریں گے۔ تو ان کو تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی شکل کا کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ جو منہ میں پڑتے ہی منہ کو جھلس دے گا۔ ان چیزوں کا یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بس اتنا سمجھ لو کہ یہ پینے کی بہت بری چیز ہے اور وہ آگ کا الاؤ بہت برا ٹھکانا ہے۔ معاذ اللہ!

ایمان والوں کا انعام

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا
تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے تحقیق ہم نہیں
نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ
ضائع کرتے بدلہ اس کا جو اچھا کرے عمل یہ لوگ
لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ
ان کے لیے باغ ہیں رہنے کے جاری ہیں ان کے نیچے نہریں
یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ
زیور پہنائے جائیں گے وہاں ان میں کنگنوں کے سونے کے اور پہنیں گے
ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ
کپڑے سبز رنگ کے باریک ریشم اور دبیز کے تکیہ لگائے ہوئے
فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ
ان میں مسہریوں پر اچھا بدلہ ہے یہ اور
حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾
خوب ہے آرام گاہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا
بے شک جو لوگ یقین لائے اور نیکیاں کیں ہم اس کا
نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ
بدلہ نہیں کھوتے جس نے بھلا کام کیا ایسوں کے
لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ
لیے رہنے کے باغ ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں
یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ
ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور پہنیں گے سبز
ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ
کپڑے باریک اور گاڑھے ریشم کے تکیہ لگائے ہوئے
فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ
ان میں تختوں پر کیا خوب بدلہ ہے اور
حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع
کیا خوب آرام ہے

عَدْنٍ: کے معنی قیام کی جگہ کے ہیں مراد یہ ہے کہ وہ کوئی سرائے یا کرائے کے عارضی باغات نہ ہوں گے بلکہ مستقل اپنے ہوں گے۔ اَسَاوِرَ: کنگن، سوار کی جمع ہے کنگن کو کہتے ہیں یعنی کلائی کا زیور۔ خُضْرٌ: (سبز) اخضر کی جمع ہے۔ سُنْدُسٌ: باریک تار والے ریشم کا کپڑا۔ اِسْتَبْرَقٌ: ریشم کے موٹے تار سے گندھ کر بُنا ہوا کپڑا، دبیز، بغف۔ اَرَآئِك: پردوں اور مسند سے سجے ہوئے تخت مسہریاں۔ اریکہ کی جمع ہے چھپرکھٹ مسہری گدّے اور تکیے لگے ہوئے پردہ دار تخت ——— باغ، نہریں، بڑھیا پوشاک، زیور، زیب و زینت یہی دنیا میں خوش عیشی کے سامان ہیں۔ انہی سے جنّت کی تصویر کھینچی گئی ہے تاکہ جنّت کا کچھ تصوّر ہو جائے۔ ورنہ اصل کیفیت بیان کرنے کے لیے یہاں لفظ ہی نہیں بس وہ اچھا بدلہ ہے اور اچھی جگہ ہے۔

عبرت انگیز کہانی

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

اور بیان کر ان کے لیے کہاوت دو آدمیوں کی بنائے ہم نے

لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

ان میں سے ایک کے لیے دو باغ انگوروں کے اور گھیرا ان دونوں کو

بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾

کھجوروں سے اور بنا دی ہم نے ان دونوں کے بیچ میں کھیتی

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ

دونوں باغ لاتے تھے اپنے پھل اور نہ کم کرتے تھے اس میں سے

شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾

کچھ اور بہا دی ہم نے ان دونوں کے بیچ نہر

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

اور بتلا ان کو مثال دو مردوں کی بنا دیے ہم نے ان

لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

میں سے ایک کے لیے دو باغ انگور کے اور ان کے گرد

بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾

کھجوریں اور رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ

دونوں باغ اپنا میوہ دیتے تھے اور اس میں سے کچھ نہیں گھٹاتے

شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾

تھے اور ہم نے ان دونوں کے بیچ میں نہریں بہا دیں

حَفَفْنَا (احاطہ کیا) ماضی کا صیغہ ہے۔ ح۔ف۔ف سے حفّ کے معنی گھیر دینا۔ احاطہ بنا دینا۔

ثَمَرٌ (پھل) ہر نفع مند چیز جو درختوں کھیتوں یا اپنی محنت اور کوشش سے حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ وہ شخص نصیبہ ور تھا۔

انسان اگر یہ سمجھ لے کہ دنیا میں اسے جو نعمتیں مل رہی ہیں۔ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے مل رہی ہیں مجھے ان سے فائدہ اٹھاتے وقت اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اور ہر وقت اس کا شکر گذار رہنا چاہیئے تو اس کا بیڑا دونوں جہان میں پار ہے۔ اس کے بعد اسے فقط یہ جاننے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ اس کا شکر کس طریقے سے ادا کروں۔ انسان کی اس ضرورت کو بھی اللہ عزوجلّ نے پورا کردیا ہے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب مبین دے کر بھیج دیا ہے کہ جس طرح یہ تمہیں سمجھائیں اس طرح اس دنیا میں زندگی بسر کرو۔ اس طرح تم اس منعم حقیقی کا شکر ادا کر سکو گے اور اس کے مقبول بندے بن جاؤ گے۔ اسی مضمون کو مختلف طریقوں سے قرآن مجید میں سمجھایا گیا ہے اس آیت میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو دو آدمیوں کا قصہ سنا دو تا کہ ان پر واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو اللہ عزوجلّ نے دو باغ عطا فرمائے تھے جن میں انگور کی بیلیں بکثرت اور ان کے گرداگرد کھجور کے درخت تھے اور دونوں باغوں کے بیچ میں کھیتی کیاری کے لیے جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ دولت چاروں طرف سے اس کے پاس اُمڈی چلی آ رہی تھی۔ باغ خوب پھل دیتے تھے۔ کھیت میں خوب پیداوار ہوتی تھی :۔

مغرور شخص

وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ

اور تھا اس کے لیے پھل پس کہا اپنے ساتھی سے اور وہ

يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾

بات چیت کرتا تھا اس سے میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں اور زیادہ معزز ہوں آدمیوں کے لحاظ سے

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ

اور گھسا اپنے باغ میں اور وہ بُرا کر رہا تھا اپنی جان کا بولا

مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَاۤ

نہیں میں گمان کرتا کہ اجڑے گا یہ کبھی اور نہیں

اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ

میں سمجھتا قیامت کو قائم ہونے والی اور البتہ اگر پہنچ گیا میں اپنے رب کے پاس

لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

ضرور پاؤں گا میں بہتر اس سے جگہ

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ

اور تھا اس کے لیے پھل پھر اپنے ساتھی سے جب وہ باتیں کرنے لگا

يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾

بولا میرے پاس تجھ سے زیادہ مال ہے اور جمعیت بھی تجھ سے زیادہ ہے

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ

پھر اپنے باغ میں گیا اور وہ اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا بولا

مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَاۤ

مجھ کو خیال نہیں آتا کہ یہ باغ کبھی خراب ہوگا اور میں

اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ

خیال نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔ اور اگر کبھی اپنے رب کے

لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

پاس پہنچ گیا تو وہاں پہنچ کر اس سے بہتر پاؤں گا

اس مالدار شخص کا دوسرا ساتھی اللہ پر بھروسہ رکھنے والا ایمان دار آدمی تھا۔ مال و دولت کے پیچھے دیوانہ وار نہیں دوڑتا تھا۔ آپس کی بات چیت میں یہ مالدار شخص اپنے مفلس ساتھی سے کہنے لگا تجھے ایمانداری اور پرہیزگاری سے کیا حاصل ہوا۔ دیکھ میرے پاس کس قدر مال و دولت ہے پھر اللہ کو ماننے سے کیا حاصل۔ تو مفلس قلاش ہے کوئی تجھے منہ نہیں لگاتا۔ دیکھ میرے پاس کس قدر ساز و سامان ہے اور میرے گرد میرے مددگار کنبے رشتے والے جمع ہیں اور مجھے ان کی وجہ سے کتنی عزت حاصل ہے پھر وہ اسے لے کر اپنے ایک باغ میں داخل ہوا اسے معلوم نہ تھا کہ اللہ عزوجل کا انکار کر کے وہ اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار رہا ہے اور اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے اس کے دل میں کبر و غرور بھرا ہوا تھا۔ کہنے لگا کہ بھلا کیسے خیال آسکتا ہے کہ ایسا ہرا بھرا باغ کبھی اُجڑ جائے گا میں کیسے مان لوں کہ ایک دن قیامت آنے والی ہے اور اگر تیرے کہنے سے مان بھی لوں کہ قیامت اور اللہ برحق ہے تو جب اللہ نے مجھے اتنا کچھ یہاں دیا ہے تو مجھے وہ اپنے پاس بلا کر ضرور اس سے بہتر ساز و سامان دے گا۔ اکثر لوگ دنیا میں ایسے ہی ہوتے ہیں وہ اپنے مال و دولت پر اترانے لگتے ہیں اور نصیحت کی ضرورت نہیں سمجھتے ؛

مردِ مومن

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ
بولا اس سے اس کا ساتھی اور وہ بات کرتا تھا اس سے
اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ
کیا انکار کر بیٹھا تو اس کا جس نے تجھے پیدا کیا مٹی سے پھر
مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۳۷ لٰكِنَّا۠ هُوَ
ایک بوند سے پھر ٹھیک ٹھیک بنا دیا تجھ کو مرد لیکن میں وہ
اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّىْٓ اَحَدًا ۳۸
اللہ میرا رب ہے اور نہیں شریک کرتا ہیں اپنے رب کے ساتھ کسی کو

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ
دوسرا جب بات کرنے لگا تو کہا کیا تو منکر ہو گیا اس
اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ
سے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر
مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۳۷ لٰكِنَّا۠ هُوَ
قطرے سے اور پھر تجھے مکمل مرد بنا دیا لیکن میں تو وہی
اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّىْٓ اَحَدًا ۳۸
کہتا ہوں وہی اللہ میرا رب ہے اور اپنے رب کا شریک کسی کو نہیں مانتا

سَوّٰى (مکمل کر دیا) ماضی کا صیغہ ہے تَسْوِيَةٌ سے جس کا مادہ س۔و۔ی ہے سَوَآءٌ کے معنی برابر کے ہیں تسویہ ہر چیز کو اس کی جگہ ٹھیک بٹھا دینا۔ لٰكِنَّا (لیکن میں) اصل میں لٰكِنْ اَنَا ہے بیچ کا الف گر کر نون کو نون میں ادغام کر دیا اس کے معنی ہیں "لیکن میں" کہتا ہوں یہاں سے خود سمجھ میں آتا ہے۔

دنیا والے مال و دولت، خوشحالی کو اپنی محنت اور ہوشیاری کا پھل قرار دیتے ہیں۔ دنیا دار کہتا ہے کہ میں نے اپنے علم و ہنر سے یہ سب کچھ حاصل کیا اور اپنی تدبیر سے اس کا انتظام کر رہا ہوں مجھے کمانے کا ڈھب آتا ہے کماتا ہوں اور مزے اڑاتا ہوں۔ لوگ اللہ اور رسول، قرآن اور شریعت کا نام خواہ مخواہ لیتے پھرتے ہیں۔ خود تو کچھ ہو نہیں سکتا۔ دوسروں کو بھی (نعوذ باللہ) اس جنجال میں پھنسا کر اپنے جیسا قلاش بنانا چاہتے ہیں۔ پہلے آدمی کے یہ خیالات سن کر دوسرے نے جواب دیا۔ اتنا مغرور ہونا تو ٹھیک نہیں۔ کیا اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گئے جس نے تم کو نطفہ کی ایک بوند سے جو بہر حال مٹی ہی کے اجزا سے بنا تھا ہٹا کٹا آدمی بنا کر کھڑا کر دیا۔

پھر جب اس کے فضل سے سب کچھ حاصل ہو گیا تو اب اس سے آنکھیں پھیرتے ہو اور کہتے ہو کہ جو کچھ میں نے کیا اپنے بل بوتے پر کیا۔ نہ بابا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو صاف نظر آ رہا ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے مجھے جو کچھ دیا۔ اسی نے اپنی رحمت سے دیا۔ اسی نے بچپن میں میرے پنپنے کا سامان کر دیا۔ بڑا ہوا تو اسی نے مجھے اپنی دی ہوئی قوتوں سے کام لینا سکھایا۔ اب جو کچھ میں کر رہا ہوں اسی کی عطا کی ہوئی ہمت سے کر رہا ہوں۔ مجھے تو اللہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا جس نے مجھے عقل اور توانائی بخشی ہو یا اس کا اس بخشش میں کچھ ہاتھ ہو میں کسی کو اس کا شریک نہیں مانتا۔

مومن کا رویّہ

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ

اور کیوں جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں کہا تو نے جو چاہا اللہ نے

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾

نہیں طاقت مگر اللہ کی دی ہوئی مگر تو مجھے دیکھتا ہے کم اپنے آپ سے مال میں اور اولاد میں

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ

پس قریب ہے میرا رب کہ دے مجھ کو بہتر تیرے باغ سے اور بھیج دے

عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ ۙ

اس پر آفت آسمان سے پھر ہو جاوے وہ مٹی کا میدان چٹیل

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

یا ہو جاوے اس کا پانی غائب پس ہرگز نہ کر سکے تو اس کی تلاش

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ

اور جب تو اپنے باغ میں آیا تھا تو کیوں نہ کہا جو اللہ چاہے سو ہو

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾

طاقت نہیں مگر جو اللہ دے اگر تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال اور اولاد میں کمتر ہوں

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ

تو امید ہے کہ مجھ کو میرا رب تیرے باغ سے بہتر دیدے اور تیرے باغ پر

عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ ۙ

گرم لو کا جھونکا آسمان سے بھیج دے پھر صبح وہ چٹیل میدان بن جائے

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

یا صبح اس کا پانی خشک ہو کر رہے پھر تو اس کو ڈھونڈ کر نہ لا سکے

تَرَنِ (دیکھتا ہے تو مجھ کو) تَرَنِ مضارع کا صیغہ ہے رُؤْیَۃٌ سے جس کے معنی دیکھنا ہیں اِن اصل میں نِی تھا جس میں ی کے معنی مجھے مجھ کو تخفیف کی وجہ سے یہ ی گر گئی۔ اس جگہ انا۔ ی کی تاکید کے لیے ہے یعنی خاص مجھ کو۔ یُؤْتِیَنِ (دے مجھ کو) یُؤْتِیْ مضارع ہے اٰتٰی سے جو اَتْی سے بنا ہے۔ اَتْیٌ کے معنی آنا۔ ایتاءٌ کے معنی عطا کرنا یُؤْتِیَنِ اصل میں یؤتینی ہے ی گر گئی۔ حُسْبَانًا (آفت) اسم ہے ح س ب سے حسب کے معنی شمار کرنا۔ اندازہ کرنا حُسْبَانٌ: وہ شے جو ہلاک کرنے والی شمار ہوتی ہو جیسے سخت گرم ہوا بجلی وغیرہ۔ صَعِیْدٌ (نرم مٹی) یہ لفظ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔ زَلَقٌ (چکنی مٹی پھسلواں) صفت کا صیغہ ز۔ ل۔ ق سے ہے جس کے معنی پھسلنے کے ہیں۔

کاش تو اپنے باغ میں داخل ہو کر کہتا۔ کہ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ کسی میں کوئی قوت نہیں۔ مگر وہی جو اس نے عطا فرمائی۔ تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں مفلس قلاش ہوں۔ میرے پاس نہ مال ہے نہ اولاد۔ تن تنہا ہوں لیکن اللہ کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ وہ مجھے اپنے فضل سے تیرے باغ سے بہتر باغ دے سکتا ہے۔ اور تیری غفلت اور ناشکری کی وجہ سے کوئی آفت بھیج کر چٹیل میدان بنا سکتا ہے۔ یا پانی کو زمین میں غائب کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ تو لاکھ جتن کرے مگر پانی زمین سے نہ نکال سکے۔

باغ اُجڑ گیا!

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ
اور گھیر لیا گیا اس کا پھل پس ہو گیا الٹتا پلٹتا دونوں ہتھیلیاں اپنی
عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا
اس پر جو خرچ کیا تھا باغ پر اور باغ اوندھا پڑا تھا اپنی ٹٹیوں پر
وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا (۴۲)
اور کہنے لگا اے کاش نہ شریک کرتا میں اپنے رب کا کسی کو
وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور نہ ہوئی اس کی کوئی جماعت کہ مدد کرتی اس کی سوا اللہ کے
وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا (۴۳) هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ
اور نہ تھا وہ بدلہ لینے کے قابل اس جگہ اختیار اللہ برحق کو ہے
هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا (۴۴)
وہی بہتر ہے ثواب دینے میں اور بہتر ہے اجرت دینے میں

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ
اور آفت میں گھر گئے اس کے پھل پس ہاتھ ملتا رہ گیا
عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا
اس مال پر جو لگایا گیا تھا اور وہ گرا پڑا تھا اپنی ٹٹیوں پر
وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا (۴۲)
اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا اگر میں اپنے رب کا کسی کو شریک نہ بناتا
وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور اس کی مدد کرنے والی کوئی جماعت نہ ہوئی اللہ کے سوا
وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا (۴۳) هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ
اور نہ وہ خود ایسا ہوا کہ بدلہ لے سکے وہاں سب اختیار ہے سچے اللہ کا
هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا (۴۴) ع ۵
اسی کا انعام بہتر ہے اور اسی کا دیا ہوا بدلہ اچھا ہے

فِئَةٌ (جماعت) مددگاروں اور حمایتیوں کے گروہ کو کہتے ہیں اس کا مادہ ف۔ء۔و ہے اصل میں فئو تھا، واو گر گئی اور ت لگا دی گئی۔

انسان سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اگر آفتوں میں کوئی انسان کی مدد کر سکتا ہے۔ تو فقط اللہ عز و جل ہے۔ ساری کھیتی کیاری، پھل وِل جل جلا کر خاک سیاہ ہو گئے۔ رات کو جانے کیا کیا خیالی پلاؤ پکاتا سویا ہو گا صبح اٹھا تو وہ باغ تھے نہ کھیت۔ انگوروں کے اونچے اونچے ٹھاٹھر زمین پر پڑے تھے۔ اور ان پر دیواریں گر پڑی تھیں۔ ہاتھ مل مل کر کہنے لگا۔ افسوس اس پر کتنی لاگت آئی تھی۔ ساری کی ساری اکارت گئی۔ خیال آیا۔ یہ اللہ کی ناشکری کا بدلہ ہے۔ کاش میں اللہ ہی کو اپنا رب مانتا اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا۔ اب نہ اس کا کوئی یار تھا نہ مددگار۔ اس کے اہلی موالی، اس کا کنبہ قبیلہ اس کی کچھ بھی مدد نہ کر سکا۔ اور نہ خود اس کے اپنے بس کا کچھ تھا۔ سچ ہے جس کو اللہ ہی چھوڑ بیٹھے اس کا مددگار کون ہو سکتا ہے۔ اللہ سے بڑھ کر نہ کوئی انعام دے سکتا ہے اور نہ کام کا بدلہ مصیبت کے وقت وہی سچا معبود آفتوں سے بچانے والا اور جھوٹے معبود سب بے بس ہیں۔

دُنیا کی مثال

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اور بیان کر ان سے مثال زندگی دُنیا کی
كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ
جیسے پانی کہ اتارا ہم نے اس کو آسمان سے پس گھنا اور ملا جلا ہوا اس سے
نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ
سبزہ زمین کا پھر ہو گیا ریزہ ریزہ اڑاتی ہیں اس کو ہوائیں
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾
اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے قدرت والا

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اور ان کو دُنیا کی زندگی کی مثل بتا دے
كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ
جیسے ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کی وجہ سے
نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ
زمین کا سبزہ رلا ملا نکلا پھر گل کر چورا چورا ہوا میں اڑتا ہوا ہو گیا
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾
اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے

فَاخْتَلَطَ (مل نکلا) ماضی کا صیغہ ہے اختلاط سے۔ جو خ۔ ل۔ ط سے بنا ہے۔ خلط کے معنی باہم ملا دینا۔ اختلاط: مل جانا، گھنا اور گنجان ہونا۔ ہر قسم کا سبزہ بہ کثرت اُگنا۔ هَشِيْمًا (ریزہ ریزہ) صفت کا صیغہ ہے ہ۔ ش۔ م سے ہشم کے معنی سوکھ جانا۔ سوکھ کر جھڑ جانا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا۔ بھوسہ بن جانا۔ تَذْرُوْا (بکھیرتی ہیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ ذ۔ ر۔ و کے معنی اڑا کر ادھر اُدھر بکھیر دینا۔ مُقْتَدِرًا (قدرت رکھنے والا) اسم فاعل ہے۔ اقتدار سے جو ق۔ د۔ ر سے بنا ہے۔ قُدْرَةٌ کے معنی زور، قابو۔ اقتدار، زور، قابو رکھنا۔

قرآن مجید انسان کی توجہ دنیا کی بے ثباتی کی طرف دلاتا ہے۔ توحید و رسالت کے بعد یہ اس کا خاص موضوع ہے۔ اس حقیقت کو بہت جگہ عبارتیں بدل بدل کر انسان کے ذہن نشین کیا ہے۔ کہ دُنیا کی زندگی سے دل لگانے کا نتیجہ بُرا ہو گا۔ یہاں ارشاد ہے اور پہلے سورۂ یونس میں بھی سمجھایا جا چکا ہے۔ کہ زمین کو دیکھو بارش کے پانی سے اس میں جان سی پڑ جاتی ہے۔ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔ طرح طرح کے درخت جھاڑیاں، پھلوں اور پھولوں والے درخت اور بوٹے نظر آتے ہیں۔ لیکن پھر کیا ہوتا ہے آخر خزاں آجاتی ہے۔ ہر چیز مُرجھا جاتی ہے۔ اسے ہوا اُڑا کر تتر بتر کر دیتی ہے۔

اسی طرح دُنیا کو سمجھ لو۔ کہ یہ ہر چیز سے معمور نظر آتی ہے۔ ہر طرف چہل پہل، گہما گہمی، نظر فریب اور دل کش نظارے دل موہے لیتے ہیں۔ لیکن ایک دن کچھ بھی نہ رہے گا۔ سب فنا ہو جائے گا اور معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہر چیز اللہ عزّ و جل کے ہی قبضۂ قدرت میں ہے۔

کام کی چیزیں

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ
مال اور بیٹے زینت ہیں زندگی دُنیا کی
وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ
اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں نزدیک تیرے رب کے
ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا (۴۶)
ثواب ہیں اور بہتر ہیں توقع ہیں

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ
مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی رونق ہیں
وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ
اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بدلہ تیرے رب کے ہاں بہتر
ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا (۴۶)
ہے اور توقع کے لحاظ سے بھی وہ بہتر ہے

بَاقِیَاتٌ (رہنے والی) بَاقِیَةٌ کی جمع ہے جو ب. ق. ی سے اسم فاعل ہے. بقا کے معنی ہمیشگی، پائداری. الباقیات الصلحت وہ نیک کام جن کا اثر ہمیشہ رہے.

اَمَلٌ (امید، توقع) اسم مفرد ہے اور مصدر بھی. جس کے معنی ہیں توقع کرنا.

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ دُنیا کی خوشحالی، مال اور اولاد یہ سب آدمی کے دل لبھانے والی چیزیں ہیں لیکن مرنے کے بعد یہ کچھ کام نہ آئیں گی. انسان یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر چل دے گا. اس لیے ان میں دل لگانا بے کار ہے. مرنے کے بعد کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے. اس کے بعد پھر موت نہیں. اور نہ وہاں کی خوشحالی یہاں کی خوشحالی پر موقوف ہے. آدمی کے لیے مال اور اولاد سے فقط دُنیا کی رونق حاصل ہوتی ہے. لیکن دُنیا چونکہ پائیدار نہیں. اس لیے اپنا سارا وقت اور محنت اسی کے حاصل کرنے میں نہ لگا دینا چاہیئے.

آگے ارشاد ہے کہ اگر وہاں کی کامیابی اور آسائش چاہتے ہو تو دنیا میں ایسے نیک کام کرو. جو پائیدار رہیں. یعنی ان سے مخلوق خدا کو ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے. مثلاً قرآن مجید کا علم حاصل کر کے لوگوں کو اس کی ہدایات سے واقف کرنا، اور ان کے مطابق خود عمل کر کے لوگوں کے لیے نمونہ بن کر دکھانا، اور اپنی اولاد کی اچھی تربیت کر کے صالح اور نیک بنانا، اور ان کو دوسروں کے لیے نیک کاموں کا عملی نمونہ بنا کر اپنے پیچھے چھوڑ جانا، اللہ کے واسطے اپنے مال دائمی نفع کے لیے خرچ کرنا، مدرسے اور تربیت گاہیں قائم کرنا. رفاہ عامہ کے کام کرنا. اللہ عزوجل ایسے کاموں کا بدلہ اچھا دے گا. اور ان پر بہتر توقعات قائم ہو سکتی ہیں.

فنا کا منظر

وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ
اور جس دن چلائینگے ہم پہاڑ اور تو دیکھے گا زمین کو
بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾
کھلی ہوئی اور سمیٹیں گے ہم ان کو پس نہ چھوڑیں گے ان میں سے کسی کو
وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا
اور پیش کیے جائیں گے وہ۔ اپنے رب کے سامنے صفوں میں۔ البتہ تحقیق آ گئے تم ہمارے پاس
كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ
جیسا ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی بار نہیں تو تم گمان کر بیٹھے تھے
اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾
کہ ہم ہرگز مقرر نہ کریں گے تمہارے لیے اکٹھے ہونے کی جگہ

وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ
اور جس دن ہم پہاڑ چلائیں اور تو زمین کو کھلی
بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾
ہوئی دیکھے اور ہم ان کو گھیر لائیں پھر ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے
وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا
اور تیرے رب کے سامنے صف باندھ کر آئیں آ پہنچے تم ہمارے پاس جیسا
كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ
ہم نے تم کو پہلی بار بنایا تھا۔ نہیں تم تو کہتے تھے کہ ہم تمہارے لیے
اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾
کوئی وعدہ مقرر نہ کریں گے

نُسَیِّرُ (چلائیں گے ہم) مضارع کا صیغہ ہے جو س۔ ی۔ ر سے بنا ہے سیر کے معنی چلنا۔ جگہ سے ہٹانا۔ مَوْعِدًا (قیامت) یہ اسم ظرف ہے اور مصدر میمی بھی۔ اس کا مادہ و۔ ع۔ د ہے۔ موعد اور میعاد اسی سے بنتے ہیں اور دونوں کے معنی ملنے کی جگہ اور وقت کے ہیں۔ یہاں قیامت مراد ہے۔ بَارِزَةً (کھلی ہوئی) اسم فاعل ہے ب۔ ر۔ ز سے بروز کے معنی ظاہر ہونا، کھلا ہوا ہونا مراد یہ ہے کہ زمین چٹیل میدان ہو گی نہ پہاڑ ہوں گے نہ سبزہ ـــــــ ارشاد ہے کہ اس دن کو یاد کرو جب زمین بالکل چٹیل میدان دکھائی دے گی۔ وہ قیامت کا دن ہو گا اور ہم چن چن کر ایک ایک آدمی کو اس میدان میں اکٹھا کریں گے۔ کوئی نہ بچے گا سب ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور قطاریں بنا کر اللہ عزوجل کے سامنے جو نہایت ادب سے پیش کیے جائیں گے پھر انہیں ڈانٹا جائے گا۔ کہ دیکھا تم نے آج تم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آخر تن تنہا ہمارے سامنے اسی حالت میں حاضر ہو گئے نا جس حالت میں تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ نہیں تو تم تو خیال کر بیٹھے تھے اور منہ سے بھی کہتے رہتے تھے کہ قیامت ایک ڈھکوسلہ ہے۔ یہ کوئی اللہ کی مقرر کی ہوئی چیز نہیں ہے۔ کہ اس کا آنا ضروری ہو نہیں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے اور قرآن مجید کی آیتیں سن کر بھی یقین نہ آتا تھا کہ ایک دن انسانوں کو اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہونا ہو گا۔ آج دیکھ لو یہ وہی حاضری کا دن ہے۔

قیامت میں کیا ہوگا؟

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
اور رکھ دیا جائیگا لکھا ہوا پس تو دیکھے گا مجرموں کو
مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا
ڈرتے ہوئے اس سے جو اس میں ہے اور کہیں گے وہ ہائے بدبختی ہماری
مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً
کیا ہوگیا اس کتاب کو کہ نہیں چھوڑتی چھوٹی چیز
وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا
اور نہ بڑی مگر گھیرتی ہے اس کو اور پایا انہوں نے جو کچھ
عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (۴۹)
کیا تھا سامنے اور ظلم نہ کرے گا تیرا رب کسی پہ

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
اور ہر ایک کے ہاتھ میں اعمالنامہ دے دیا جائیگا پھر تو گنہگاروں کو
مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا
ڈرتے ہوئے دیکھے گا اس سے جو اس میں ہے اور کہیں گے ہائے خرابی یہ
مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً
کاغذ کیسا ہے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی
وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا
جو اس میں نہ آگئی ہو اور جو کچھ کیا ہے اپنے
عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (۴۹) ع ۶/۱۸
سامنے پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا

لَا یُغَادِرُ: (نہیں چھوڑتا) مضارع کا صیغہ ہے مُغَادَرَۃٌ سے جس کا مادہ غ۔د۔ر ہے غدر کے ایک معنی چھوڑ کے بھاگ جانا۔ مُغَادَرَۃٌ: ترک کر دینا۔ اَحْصٰی: شمار کر لینا۔ ماضی کا صیغہ ہے اس کا مادہ ح۔ص۔ی ہے حصٰی کے معنی کنکری۔ احصار: جمع کرنا سمیٹنا۔

ارشاد ہے کہ قیامت ضرور آئے گی ہر ایک اپنے اعمال نامے کو دیکھ کر تعجب سے کہے گا کہ اس نے میری تو ایک بات بھی نہیں چھوڑی چھوٹی بڑی سب باتیں اس میں باقاعدہ لکھی ہوئی ہیں۔ اس کے سارے اعمال جو اس نے دنیا کے اندر نڈر ہو کر کیے تھے اور سمجھ بیٹھا تھا کہ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک ایک کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے آجائیں گے پھر ان کو تولا جائے گا۔ اور جس عمل میں اخلاص نہ تھا اس کا وزن ترازو میں نہ ہوگا۔ جو عمل وزنی اور مکمل ہوگا۔ اس کے کرنے والے کو اچھا بدلہ ملے گا۔ اور وہ بدلہ وہی ہوگا جو اس کو پہلے ہی قرآن مجید کے اندر بتا دیا گیا ہے۔ اسی طرح جو عمل ہلکا اور کھوٹا ہوگا۔ اس کی سزا بھی وہی ملے گی۔ جو قرآن مجید میں پہلے ہی بتا دی گئی ہے اس میں ذرا بھی کمی نہ ہوگی۔

ارشاد ہے کہ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ہر ایک کو اس کے کام کا بدلہ جس کا وہ مستحق ہے پورا پورا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے فضل و کرم کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے:۔

آدمی کا دشمن

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے سجدہ کرو
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ
آدم کو پس سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس نے
كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ
تھا وہ جنوں میں سے پس نکلا حکم کے باہر
رَبِّهٖ ؕ
اپنے رب کے

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس وہ تھا جنّ کی قسم سے سو اپنے رب کے حکم سے باہر نکل گیا

فَفَسَقَ (حکم عدولی کی) ماضی کا صیغہ ہے ف۔س۔ق سے۔ فِسْقٌ کے معنی ہیں قانون کی حد سے نکل جانا کھلم کھلا حکم کے خلاف کرنا۔

انسان کے پاس غور و فکر کا سامان تو موجود ہے۔ لیکن وہ اس سامان سے کام لینے میں سستی کرتا ہے اور اس کے پیچھے ایک دشمن ایسا لگا ہوا ہے جو اس کی عقل کو دنیا کی ناپائیدار آنے جانے والی چیزوں ہی میں بہلا پھسلا کر پھنسا رکھنا چاہتا ہے۔ افسوس کہ آدمی اس عقل کے دشمن کو نہیں پہچانتا۔ اسی لیے اس کے باپ حضرت آدم کا قصہ بار بار یاد دلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی موقعہ دیکھ کر پھر اس کی طرف توجہ دلائی دلائی گئی ہے کہ کیا اسے یاد نہیں۔ کہ حضرت آدمؑ جب پیدا ہو چکے۔ تو ہم نے فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑو۔ فرشتے حکم ملتے ہی سجدہ میں گر پڑے۔ لیکن ابلیس نے جو جنّوں میں سے تھا اور فرشتوں میں اپنی عبادت کی بدولت شامل کر لیا گیا تھا۔ انکار کیا اور اپنے رب کا حکم نہ مانا۔ کھلم کھلا سرکشی کر بیٹھا وہ آدم کا دشمن ہو گیا۔ کیوں کہ اللہ عزّ و جلّ نے آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اسے ملعون قرار دے دیا تھا۔ پھر اُس پر یہ لعنت چونکہ حضرت آدمؑ کی وجہ سے ہوئی تھی اس لیے اُس نے اِس کے ستانے پر کمر باندھ لی۔ اور اللہ عزّ و جلّ سے دُنیا کے قائم رہنے تک کی زندگی اپنے لیے طلب کر لی۔ چنانچہ اس کی درخواست منظور ہوئی۔ اب اس کا کام ہر وقت یہی ہے کہ آدمؑ کی اولاد کو اللہ عزّ و جلّ کے مقرر کیے ہوئے راستہ سے ہٹاتا رہے اور اس کی عقل کو دُنیا کی ناپائیدار چیزوں ہی میں پھنسائے رکھے ؛

شیطان بے بس ہے

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ

کیا بناتے ہو تم اس کو اور اس کی اولاد کو رفیق مجھے چھوڑ کر

وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ

اور وہ ہیں تمہارے دشمن، بُرا ہے ظالموں کے لیے

بَدَلًا ﴿٥٠﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ

بدلا نہیں دکھایا میں نے انہیں بنانا آسمانوں کا

وَ الْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ

اور زمین کا اور نہ بنانا خود ان کا اور نہیں ہوں میں

مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿٥١﴾

بنانے والا بہکانے والوں کو مددگار

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ

سو کیا تم اب اس کو اور اس کی اولاد کو رفیق ٹھہراتے ہو میرے

وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ

سوا اور وہ تمہارے دشمن ہیں۔ بے انصافوں کے بُرا

بَدَلًا ﴿٥٠﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ

بدلا ہاتھ لگا ہیں نے ان کو آسمان کا اور زمین

وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ

کا بنانا نہیں دکھایا اور نہ خود ان کا بنانا اور میں وہ نہیں کہ

مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿٥١﴾

بہکانے والوں کو اپنا مددگار بناؤں

ذُرِّيَّتَهٗ: ذُرٌّ کی طرف منسوب ہے جس کا مادہ ذ۔ ر۔ ر ہے۔ ذرّ کے معنی پھیلنا۔ ایک چیز سے بہت سی چیزیں پھیل جائیں تو وہ اس کی ذُرِّیَّہ کہلاتی ہیں۔ خواہ وہ اولاد ہو یا چیلے چانٹے ہوں۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ (دکھایا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے اشہاد سے جو ش۔ ہ۔ د سے بنا ہے شہادۃٌ کے معنی حاضر ہونا۔ اشہاد حاضر کرنا۔ دیکھنے کو بلانا۔ المُضِلِّیْن (بہکانے والے) ماضی کا صیغہ ہے اضلال سے جو ض۔ ل۔ ل سے بنا ہے ضلالۃٌ کے معنی گمراہی۔ اضلال کے معنی گمراہ کرنا بہکانا۔ عَضُدًا (بازو) ہاتھ کا قوت دار حصہ ہوتا ہے جو ہاتھ کو قوت پہنچاتا ہے۔ اس لیے اس کے دوسرے معنی قوت دینے والے اور مددگار کے ہوتے ——— اس آیت میں ارشاد ہے کہ شیطان کے یہ سارے حالات جاننے کے بعد کیا تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو اپنا دوست اور رفیق بناؤ گے اور مجھے چھوڑ کر انہیں اختیار کرو گے۔ بے انصاف اور حد سے گذرے ہوئے لوگ ہی ایسا کرتے ہیں سمجھ دار تو کبھی نہ کرے گا کہ اللہ عزوجل جیسے قادر، توانا، مہربان، رحیم و کریم کو چھوڑ کر ایک ایسے دغاباز چھپے دشمن کے بہکانے میں آجائے اور اللہ کے بدلے ایسے موذی کو رفیق بنائے ——— شیطان کو تو اللہ عزوجل کے معاملات میں ذرا بھی دخل نہیں وہ تو بنے بنائے کام کا بگاڑنے والا ہے۔ اچھے خاصے سیدھے راستہ پر چلنے والوں کو بہکا کر غلط راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ اللہ عزوجل نے آسمان و زمین بنا کر شیطان کے جتھے کو دیکھنے کے لیے کبھی نہیں بلایا تھا کہ ذرا دیکھنا ٹھیک بنے ہیں یا غلط خود شیطان کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو بھی اسی نے بنایا جس میں ان کے ملاحظہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا غرض سمجھانا یہ ہے کہ اس کا اس عالم کی پیدائش میں کچھ دخل نہیں اور نہ وہ اس کے بدلنے میں کچھ اختیار رکھتا ہے پھر اللہ قادر و توانا کو چھوڑ کر ایسے بے بس کو دوست بنانا ظلم نہیں تو کیا ہے؟

شرک کا انجام

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
اور جس دن فرمائے گا پکارو میرے شریکوں کو جنہیں
زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ
تم مانتے تھے پس وہ انہیں پکاریں گے پس جواب نہ دیں گے وہ انہیں
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (۵۲) وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ
اور کردیں گے ہم ان کے درمیان بلاکی اور دیکھیں گے مجرم لوگ
النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ
آگ کو پس سمجھ جائیں گے کہ وہ ہیں گرنے والے اس میں اور نہ
يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا (۵۳)
پائیں گے وہ اس سے پھرنے کی جگہ

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
اور جس دن فرمائے گا پکارو میرے شریکوں کو جنہیں
زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ
مانتے تھے تم پھر پکاریں گے سو وہ ان کو جواب نہ دیں گے
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (۵۲) وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ
اور ان کے بیچ میں ہم تباہی کا سامان کردیں گے اور گنہگار لوگ آگ کو
النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ
دیکھیں گے پھر سمجھ لیں گے کہ انہیں اس میں پڑنا ہے اور اس سے
يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا (۵۳) ع ۷ ۱۹
پھر جانے کی راہ نہ پائیں گے

مَوْبِقٌ: تباہی وبلاکی کا سامان، اسم ظرف اور مصدر میمی ہے و ب ق سے جس کے معنی تباہی اور بربادی کے ہیں یعنی ان کے بیچ میں جلانے والی آگ پیدا ہو جائیگی۔ مُوَاقِعُوْا: داخل ہونے والے ہیں اس میں، مُوَاقِعُوْنَ مُوَاقِعٌ کی جمع ہے مُوَاقِعُوْنَ مضاف ہے ھَا کی طرف اس لیے مضاف ہونے کی وجہ سے اس کا نون گر گیا اور صرف مُوَاقِعُوْا رہ گیا۔ دَفْعٌ کے معنی کرنا۔ مُوَاقَعَۃٌ کسی چیز کے اندر جا پڑنا۔

مَصْرِفٌ: جائے پناہ، مصدر میمی اور اسم ظرف ہے ص ر ف سے۔ بچ جانا یا بچنے کی جگہ۔

قرآن مجید انسان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ کے سوا دنیا میں کسی سے دل نہ لگاؤ۔ ورنہ مرنے کے بعد اس قدر پریشان خیالات کا ہجوم ہوگا کہ اوسان خطا ہو جائیں گے ان سے بھاگنے کی کہیں جگہ نہ ملے گی۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ ان چیزوں کو پکارو جنہیں دنیا میں تم نے اپنا معبود بنا رکھا تھا چنانچہ وہ گھبرا کر پکاریں گے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ ملے گا۔ اور اس سے ان کی پریشانی اور بڑھ جائے گی۔ اور دل حد سے زیادہ گھبرائے گا۔ زور کا بخار چڑھ آئے گا۔ حتّٰی کہ چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آنے لگے گی۔ اور انہیں یقین ہو جائے گی کہ اب اسی آگ میں جلتے رہنا ہوگا۔ اس سے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں نہ سوا اللہ کے اس سے کوئی بچانے والا نہیں اس لیے قرآن مجید میں انسان سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ سے دل لگاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

قرآن کا کام

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ
اور البتہ تحقیق پھیر پھیر کر کہی ہم نے اس قرآن میں
لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ
لوگوں کے لیے ہر ایک مثل اور یہ انسان
اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (۵۴)
زیادہ ہے ہر چیز سے جھگڑنے میں

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ
اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو ہر ایک مثل
لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ
پھیر پھیر کر سمجھائی اور انسان سب سے
اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (۵۴)
زیادہ جھگڑالو ہے

جَدَلٌ: خواہ مخواہ کے جھگڑنے کو کہتے ہیں جو کسی ٹھیک بات کے ماننے میں کیا جائے یعنی دلیلوں سے تو ایک بات ثابت ہو رہی ہو لیکن سننے والے کا دل اس کے ماننے کو کسی وجہ سے نہ چاہے اور طرح طرح کی باتیں بنائے اسی کو بہانہ بازی بھی کہتے ہیں۔

اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچی باتوں کے بتانے والے ہیں اور ان کے جاننے والے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ آپ نے کبھی جھوٹ بولا، نہ دغا بازی کی، نہ کبھی مال اور حکومت کی طمع کی ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کی۔ ہر ضرورت مند کی مدد کے لیے تیار رہے اپنا نفع قربان کرکے دوسروں کو نفع پہنچایا۔ یہاں تک کہ سب نے باتفاق آپ کو سچا امانتدار اور دوسروں کا خیر خواہ تسلیم کر لیا پھر جب انہوں نے لوگوں کو زندگی کا اصل راز سمجھانا شروع کیا اور قرآن مجید جیسا بے مثل کلام پڑھ کر سنایا تو کیا وجہ ہے کہ آپ کی بات نہ مانی جائے لیکن ہوا یہ کہ اکثر لوگوں نے نہ مانی۔

قرآن مجید کی آیتوں میں ان کو صحیح باتیں مختلف طریقوں سے سمجھائی گئیں اور ان کا دل قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کے سمجھانے کی انوکھی طرز کا قایل ہو گیا لیکن بعض خود غرض لوگوں نے نادانی سے یہ سمجھا کہ اس کو مانا تو ہمارا تو اب تک کا کیا کرایا سارا اکارت جائے گا۔ انسان خود غرضی میں اندھا ہو جاتا ہے۔ اس کی عقل دنیا کی عارضی دھوم دھام میں پھنس کر رہ جاتی ہے اور وہ سچی باتوں کو ٹھکرا دیتا ہے عقل کے بگڑ جانے کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ دلیل اور علامتوں سے جو بات ثابت ہو رہی ہو۔ اس کے نہ ماننے کے لیے لغو اور بے کار بہانے پیش کرے۔ یہی دنیا کی محبت اس کی عقل کو خواہ مخواہ کا جھگڑا پیدا کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ یہی دنیا کی جاہ و حشمت کی طلب اس کو کٹھ حجتی اور بہانہ بازیاں سکھاتی ہے۔ شیطان اس کو اور بھی زیادہ اس پر اکساتا ہے اور انسان خواہ مخواہ کے جھگڑے پیدا کرکے حق کا انکار کر بیٹھتا ہے:

کیا مٹنا ہی ہے

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَ
اور نہیں روکا لوگوں کو کہ ایمان لائیں جب آئی
هُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ
ان کے پاس ہدایت اور مغفرت چاہیں اپنے رب سے مگر
اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ
اس بات نے کہ آئے ان کے پاس رسم پہلوں کی یا
يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾
ان کے پاس عذاب سامنے کا

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَ هُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾

اور اس بات سے کہ یقین لے آئیں جب ان کو ہدایت پہنچی اور اپنے رب سے گناہ بخشوائیں لوگوں کو۔ نہیں روکا سوا اسی انتظار نے کہ ان پر پہلوں کی رسم پہنچے یا ان پر سامنے کا عذاب آ کھڑا ہو

قُبُلًا: (سامنے کی) اسم ہے ق۔ب۔ل سے قبل کے سامنے کے ہیں۔ قُبُل وہ چیز جو سامنے ہو اسی لیے اس کا ترجمہ "سامنے" کا کیا گیا ہے یعنی ایسا عذاب جو سامنے ہو یا سامنے آ جائے۔

معلوم نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس قرآن حکیم کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کو اپنا دستور العمل نہیں بناتے سوا اس کے کچھ نہیں کہ ان کی حرص و ہوا نے ان کی عقل کو ڈھانک رکھا ہے اور اس تک قرآن حکیم کی روشنی پہنچنے نہیں پاتی۔

آخر اس بے راہ روی اور غلط راستہ پر چلنے کا نتیجہ کیا ہو گا۔ یہی نا کہ ان پر ان کی گمراہی کی وجہ سے سخت عذاب آئے تباہ کرنے والی مصیبتیں پڑیں۔ وبائیں آئیں یا طوفانوں میں گھریں۔ زلزلوں سے تباہ ہوں سخت ہوا کے جھکڑوں میں اڑ اڑ کر گریں۔ کیا یہ یہی راہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ ان کے سامنے ایسے ہی عذاب آ کھڑے ہوں۔ یا یہ کہ اگلے لوگوں کی طرح انہیں پورے طور پر تباہ کر دیا جائے کیا یہ یہی چاہتے ہیں؟

کیا اس کے انتظار میں ٹال مٹول کر رہے ہیں؟ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمجھانے کا جو حق تھا۔ وہ تو ہم نے ادا کر دیا۔ اب فقط ایک ہی بات رہ گئی ہے کہ عذاب سر پر ہی آ پڑے۔ ان کو چاہیئے کہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی مہلت کی وجہ سے مغرور نہ ہوں بلکہ اس کو غنیمت سمجھیں اور جلد اپنی عاقبت درست کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔

رسول کیوں بھیجے؟

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
اور نہیں بھیجتے ہم پیغمبروں کو مگر خوش خبری دینے والے
وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور ڈرانے والے اور جھگڑا کرتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے
بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا
غلط باتوں کے ذریعے تاکہ پھسلا دیں اس سے سچ کو اور بنا لیا انہوں نے
اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾
میری آیتوں کو اور جس سے وہ ڈرائے گئے ٹھٹھا

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں سو خوشخبری دینے
وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور ڈرانے کو اور کافر جھوٹا جھگڑا کرتے ہیں
بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا
کہ اس سے سچی بات کو ٹلا دیں اور انہوں نے
اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾
میرے کلام کو اور جس سے وہ ڈرائے گئے تھے ٹھٹھا ٹھہرا لیا

یُدْحِضُوْا (ٹال دیں) مضارع کا صیغہ ہے اِدْحَاض سے بنا ہے۔ دَحْضٌ کے معنی پھسل کر گر پڑنا۔ اِدْحَاض پھسلا کر گرا دینا۔ مراد یہ ہے کہ حق کو مٹا دیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ تم نے رسول کے بھیجنے کا اصل مقصد نہیں سمجھا۔ رسول اس لیے نہیں بھیجا جاتا کہ وہ لوگوں کی نت نئی فرمائشیں پوری کیا کرے۔ یا دُنیا کو انوکھے کرتب دکھا کر لبھایا کرے۔ وہ تو ایک بڑا اہم مقصد لے کر آتا ہے۔ اس کا کام تو فقط یہی ہے کہ انسان کو تباہی سے بچا لے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ وہ اپنے ازلی دشمن شیطان کے بہکاوے میں آ کر بُرے کاموں کو اچھا سمجھنے لگے۔

رسول کا کام یہ ہے کہ انسان کے بھلے اور بُرے کام کھول کر بتا دے۔ اور قرآن مجید اس کے سامنے پیش کر دے جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ بُرے کاموں کی سزا دوزخ ہے۔ جو بڑا دکھ دینے والی جگہ ہے۔ اور اچھے کاموں کی جزا جنّت ہے جو بڑے آرام کا مقام ہے۔ اس سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اور طلب کرنا ضد اور ہٹ دھرمی کی نشانی ہے۔ یہ لوگ غلط اور جھوٹی باتیں پیش کر کے اپنے آپ کو جھگڑالو ثابت کر رہے ہیں۔ ان کی غرض سوا اس کے کچھ نہیں کہ حقیقت پر پردہ ڈال دیں۔ اور جھوٹی باتیں بنا کر سچّی بات کو ٹال دیں۔ ان ظالموں نے میری بھیجی ہوئی قرآن کی آیتوں کو اور اس کے وعدہ وعید کو ہنسی دل لگی سمجھ لیا ہے۔

منکر بڑے ظالم ہیں

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ

اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے کہ یاد دلایا گیا وہ ساتھ آیتوں کے

رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَنَسِىَ

اپنے رب کی پس منہ پھیرا اس نے اس سے اور بھول گیا وہ

مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ ؕ

جو آگے بھیجا گیا اس کے دونوں ہاتھوں نے

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جسے اس کے رب کے کلام

رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَنَسِىَ

کے ذریعے سمجھایا گیا پھر اس نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور

مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ ؕ

جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اسے بھول گیا۔

ظاہر بات ہے کہ رسول سے بڑھ کر انسان کا خیر خواہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ جو بغیر معاوضہ طلب کیے ان کے بھلے کی ساری باتیں انہیں بتاتا ہے۔ اور تباہ کرنے والی باتوں سے روکتا ہے۔ تعجب ہے کہ اس کے مقابلہ میں وہ ایسی لچر پوچ باتیں پیش کرتے ہیں۔ جن کا کوئی سر نہ پیر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں۔ کہ تمہارے پروردگار نے تمہاری ہدایت کے لیے قرآن مجید دے کر مجھے بھیجا ہے۔ اس کی آیتوں کو سنو، سمجھو اور ان پر عمل کرو۔ اس کے مقابلہ میں وہ ایرا، غیرا، نتھو خیرا کی باتیں پیش کرتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں۔ کہ ہمیں تم سے زیادہ ان پر اعتبار ہے۔ ان عقل کے اندھوں سے پوچھو کہ تم جو اللہ عزوجل کی آیتوں سے جو تمہارا رب ہے منہ موڑ کر نادانوں کی باتیں سنتے ہو۔ کیا تم اپنا نقصان نہیں کر رہے تم ہیں جو سمجھ دار ہیں۔ وہ تمہارا رویہ دیکھ کر فوراً ہی بول اٹھیں گے۔ کہ یہ نادان اپنی جڑ آپ ہی کھود رہے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ ان بے ادبیوں اور گستاخیوں کا ایک دن جواب طلب ہوگا۔ آج کل جو تمہیں ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیشہ اسی طرح بچے رہو گے۔ ارے بے وقوفو! یہ تمہارے کرتوت رنگ لا کر رہیں گے۔ اوّل تو دنیا ہی کے اندر اور کچھ نہیں تو عمر کے ساتھ ساری قوتیں جواب دینا شروع کر دیں گی اور یہ ساری اکڑ فوں دھری رہ جائے گی پھر مرنے کے بعد تو تمہاری وہ گت بنے گی۔ کہ دیکھنے والے دانتوں میں انگلیاں دیں گے اور کہیں گے کہ شکر ہے کہ ہم اس بلا سے بچ گئے۔ اور دنیا میں اللہ عزّو جلّ کے بتائے ہوئے راستہ پر حتی المقدور ثابت قدم رہے اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی کوشش کرتے رہے ورنہ آج ہماری بھی یہی گت ہوتی۔ اے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے منہ پھیرنے والو اپنی گستاخیوں کو مت بھولو۔ ان کی سزا مل کر رہے گی اور وہ بھی سخت ؞

شامتِ اعمال

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً
تحقیق ہم نے ڈال دیئے ان کے دلوں پر پردے
اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ
کہ نہ سمجھیں اس کو اور ان کے کانوں میں بوجھ بھر دیا
وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ
اور اگر انہیں تو بلائے سیدھی راہ پر تو ہرگز نہ
یَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾
راہ پر آئیں اس وقت کبھی

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً
ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے
اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ
کہ وہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے
وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ
اور اگر تو ان کو راہ پر بلائے تو وہ تیرے
یَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾
کہنے سے کبھی راہ پر نہ آئیں

حق کی دشمنی دلوں کا زنگ ہے۔ جو رفتہ رفتہ اسے تباہ کر دیتا ہے۔ اب ان کو لاکھ سمجھاؤ یہ نہ سمجھیں گے ان کے کان سچی باتیں سننے کے قابل نہیں رہے۔ دل کی وہ کھڑکی جہاں سے اس کے اندر روشنی پہنچ سکتی تھی بند ہوگئی ہے۔ اور اس کے اندر جھوٹی باتوں کی میل ٹھس گئی ہے۔ آنکھیں تو اس قابل بنی ہی نہیں۔ کہ غیب کی باتیں دیکھ سکیں۔ لے دے کے انسان کے پاس کان ہی ہیں۔ جن کے ذریعے وہ قرآن مجید کی آیتیں سن سکتا ہے اور حق کی آواز اس کے دل تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر یہ بھی بند ہوگئے۔ تو دل تک حقیقت کے مخفی راز پھر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے۔ کہ جب ان کے دل زنگ آلود ہوگئے اور اس پر غفلت کے پردے چھا گئے۔ اور جھوٹی باتوں کی میل اندر بھر جانے کی وجہ سے کان بند ہوگئے۔ اور اب تو انہیں سیدھے راستہ کی طرف پکار کر بلاتے تو یہ تیری آواز کب سننے لگے ہیں۔ آدمی کے کان میں جب ہر وقت باطل ہی کی آوازیں آتی رہیں اور جھوٹ ہی کی صدا گونجتی رہے۔ تو حق کی پکار اس کے اندر نہ پہنچ نہیں سکتی۔ جب تک جھوٹ کی آواز بند نہ ہو یہ کبھی راہ راست پر نہیں آسکتے ؛

دُنیا کا نظام

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ

اور تیرا رب بخشنے والا رحمت والا ہے اگر پکڑتا ان کو

بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ

ان کے کیے پر تو فوراً بھیجتا ان پر عذاب پر ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے

لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى

ہرگز نہ پائیں گے جس کے ورے پناہ کی جگہ اور یہ بستیاں

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

ہم نے ہلاک کیا انہیں جب ظلم کیا انہوں نے اور کیا ہم نے

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾

ان کی تباہی کے لیے مقرر وقت

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ

اور تیرا رب بخشنے والا رحمت والا ہے۔ اگر ان کو ان کے کیے

بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ

پر پکڑے تو ان پر جلد عذاب ڈالے پر ان کے لیے ایک وعدہ ہے کہ

لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى

جس کے ورے سرکنے کی کہیں جگہ نہ پائیں گے اور یہ سب بستیاں ہیں

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

جنہیں ہم نے غارت کیا جب لوگ ظالم ہو گئے۔ اور ہم نے

ع لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾

ان کی ہلاکت کا ایک وعدہ مقرر کیا تھا

دُوْنَ (ورے) یہ لفظ بہت جگہ آیا ہے اس کے معنی ہیں ورے۔ قریب مِنْ دُوْنِهٖ اس کے ورے یعنی اس تک پہنچنے سے پہلے۔ مَوْىِٕلًا بچنے کی جگہ معدر میمی اور اسم ظرف ہے و ء ل سے وَاَلَ کے معنی بچ جانا، پناہ لینا۔ مَوْئِلٌ: پناہ لینا، پناہ کی جگہ۔

اس آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ تیرے رب میں عفو و کرم دونوں صفتیں موجود ہیں۔ نادانوں کے قصور ضدی بچوں کی بے باکیوں کی طرح معاف کر دیئے جاتے ہیں اور آدمیوں کو باوجود ان کی شرارتوں کے پالا پوسا کھلایا پلایا جاتا ہے۔ ورنہ اگر ان کی برائیوں کی فوراً سزا دی جاتی تو ان پر عذاب آنے میں ذرا دیر نہ لگتی اور بُروں کے ساتھ اچھے بھی پس جاتے اور بھلے کام کرنے کا موقع نہ پاتے کیوں کہ بروں کے کرتوتوں کا وبال سرے سے دنیا ہی کو تباہ کر دیتا لیکن اللہ عزوجل کی مغفرت اور رحمت نے اپنا کام کیا اور ایک مدت تک عذاب کو روکے رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔

دیکھو! تم سے پہلے کی بہتی کتنی بستیاں ویران پڑی ہیں۔ آخر قوم نوح، عاد، ثمود وغیرہ یہیں تو بستے تھے۔ ایک مدت تک ان کو ڈھیل دی گئی اور رسول سمجھانے کے لیے بھیج دیئے گئے۔ لیکن جب کسی طرح ان کی سمجھ میں ہی نہ آیا اور ان کی سرکشی اور ہٹ دھرمی دم بدم زیادہ ہی ہوتی چلی گئی تو وقت موعود آ پہنچا جس سے پہلے ان کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ اگر اس کے آنے سے پہلے نہ سنبھلے تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے (معاذ اللہ)

تواضع کا سبق (الف)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰـہُ لَآ اَبْـرَحُ
اور جب کہا موسٰی نے اپنے جوان خادم سے نہ ہٹوں گا
حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾
جب تک کہ پہنچ جاؤں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ چاہے چلوں مدتوں تک
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِہِمَا نَسِیَا حُوْتَہُمَا
پس جب دونوں پہنچے دونوں کے جمع ہونے کی جگہ بھول گئے اپنی مچھلی
فَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾
پکڑا اس نے اپنا راستہ دریا میں گھس کر

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰـہُ لَآ اَبْـرَحُ
اور جب کہا موسٰی نے اپنے جوان سے میں نہ ہٹوں گا
حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾
جبتک کہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا چلا جاؤں مدتوں
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِہِمَا نَسِیَا حُوْتَہُمَا
پس جب وہ دونوں دریاؤں کے ملاپ تک پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے
فَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾
پس اس نے دریا میں اپنی راہ لی سرنگ بنا کر

مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ: (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں دو سمندر ایک دوسرے کے قریب آ گئے ہوں خواہ بالکل مل گئے ہوں یا بیچ میں ذرا سی تنگ خشک جگہ چھوٹ گئی ہو۔ ایسی جگہ مصر اور شام کے بیچ میں ہے جس کے ایک طرف بحر قلزم اور دوسری طرف بحر متوسط (بحیرہ روم) ہے اور چونکہ حضرت موسٰیؑ کے وطن سے قریب ہے۔ اس لیے اکثر مفسرین نے یہی جگہ مراد لی ہے۔ آج کل ان دونوں سمندروں کو نہر سویز کھود کر ملا دیا گیا ہے۔

حُقُبَ: اسم مفرد ہے۔ اسّی سال کی مدت کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع احقاب ہے۔

سَرَبٌ: مصدر ہے۔ پانی بہنا کسی چیز کے اندر پانی کی طرح گھس جانا۔ چپ چاپ چل دینا۔

دین کا دار و مدار اسی پر ہے کہ اللہ عزوجل کے سامنے سر جھکائے اور منہ سے اپنی بڑائی کا کلمہ نہ نکالے۔ انسان کو اخلاق سکھانے کا ذریعہ کبھی یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ عزوجل کی حکمت کے مطابق رسول سے کوئی بھول چوک سرزد ہوتی ہے اور یہ جان بوجھ کر نہیں بلکہ ایسا اللہ کی تدبیر کے تحت ہوتا ہے۔ اور پھر اس پر وحی کے ذریعے رسول کو مطلع کیا جاتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے ہدایات کی جاتی ہیں۔ تاکہ انسان کے لیے ایک دائمی اخلاقی قانون بن جائے۔

اس آیت میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جو حضرت موسٰی علیہ السلام پر گذرا۔ اور ہمیشہ کے لیے انسان کے دینی اور اخلاقی قانون کی بنیاد بنا۔

تواضع کا سبق (ب)

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو بہت سی کام کی باتیں سمجھا رہے تھے۔ اور عقل مند لوگ آپ کی دانائی اور دوربینی پر عش عش کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے متعجب ہو کر پوچھا کہ اے حضرت کیا آپ نے روئے زمین پر اپنے آپ سے بڑھ کر بھی کسی کو عالم دیکھا؟ آپ کے منہ سے بے اختیار نکلا نہیں اور حقیقت بھی یہی تھی لیکن چونکہ ہر انسان کو اپنے متعلق اس قسم کے سوال کا یہ جواب دینا زیبا نہیں۔ اس لیے آپ پر اللہ عز وجل کی طرف سے وحی کی گئی کہ دو سمندروں کے بیچ میں زمین کا ایک تنگ ٹکڑا ہے۔ وہاں ایک ہمارا بندہ تمہیں ملے گا جس کو بعض ایسی باتیں معلوم ہیں جن کا تمہیں علم نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ واقعی ان سے چوک ہوئی۔ انہیں جواب میں کہنا چاہیئے تھا کہ ہر چیز کا عالم اللہ عز وجل ہے۔ وہ اپنے جس بندے کو جس چیز کا علم جتنا چاہے عطا فرمائے۔ عرض کیا کہ مجھے اس جگہ کا نشان بتا دیا جائے۔ میں آپ کے اس بندے سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ اس سے وہ باتیں سیکھوں جنہیں میں نہیں جانتا۔

ارشاد ہوا کہ اپنے سامان میں ایک مچھلی بھی شامل کر کے مجمع البحرین کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ چلتے چلتے جب ایسی جگہ پہنچو جہاں مچھلی تمہارے سامان میں سے گم ہو جائے تو وہاں ہمارا وہ بندہ ملے گا جس سے تم ملنا چاہتے ہو۔ اس آیت میں اسی واقعہ کا بیان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ اپنے نوجوان خادم (یوشع) کو لے کر روانہ ہوئے اور ان سے کہہ دیا کہ مچھلی کو دیکھتے رہنا۔ میں تمہیں ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہو رہا ہوں اور برابر چلتا رہوں گا جب تک مجمع البحرین پر نہ جا پہنچوں چاہے مجھ کو برسوں چلنا پڑے۔ یہ کہہ کر سمندر کے کنارے کنارے چل پڑے اور دونوں مچھلی کی طرف دھیان لگائے رہے چلتے چلتے اس مقام پر جا پہنچے جہاں دو سمندر ایک دوسرے کے آمنے سامنے واقع تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر آرام لینے کے لیے ٹھیرے اور دونوں کو نیند آ گئی۔ مچھلی سے غافل ہو گئے۔ اسی حالت میں مچھلی اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر سرکتے سرکتے سمندر کے پانی کے اندر دور تک اپنا راستہ بناتی ہوئی چلی گئی۔ یوشع کی آنکھ کھلی تو اس نے وہ لکیر جو اس نے سمندر تک جاتے اور اس کے پانی کے اندر دور تک بنا دی تھی دیکھی اور تعجب کیا۔

پھر جب موسیٰ علیہ السلام سوار ہوئے تو دونوں جلدی جلدی آگے چل پڑے اور مچھلی کا دھیان کسی کو نہ رہا۔ آخر مجمع البحرین کے علاقے سے آگے نکل گئے اور اب تک مچھلی کا دونوں میں سے کسی کو بھی خیال نہ آیا۔ اصل مقام جہاں انہیں اس بزرگ کی ملاقات کے لیے ٹھیر جانا چاہیئے تھا وہی تھا جہاں یوشع نے وہ مچھلی کی بناتی ہوئی لکیر پانی تک اور پانی کے اندر تک دیکھی تھی۔

بھول کا خمیازہ

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ز

پس جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان سے۔ لا ہمارے پاس ہمارا دن کا کھانا

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

البتہ تحقیق ملا ہم کو اپنے سفر سے اس سے دکھ

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ

اس نے کہا تو نے دیکھا بھی جب ہم نے ٹھکانا لیا اس بڑے پتھر کے پاس

فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ز وَمَا اَنْسٰنِيْهُ

تو میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں بھلایا مجھے اس کو

اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ

مگر شیطان نے کہ اسے یاد رکھوں اور لیا اس نے

سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ صلے عَجَبًا ﴿۶۳﴾

اپنا راستہ دریا میں عجیب طرح

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا

اور پھر جب آگے چلے موسیٰؑ نے اپنے جوان سے کہا ہمارا کھانا لاؤ

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

ہم نے اپنے اس سفر میں تکلیف پائی

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ

وہ بولا دیکھا تو نے جب ہم ٹھیرے اس پتھر کے پاس

فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ز وَمَا اَنْسٰنِيْهُ

تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھ کو

اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ

شیطان ہی نے بھلایا کہ میں اسے یاد رکھوں اور اس نے

سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ صلے عَجَبًا ﴿۶۳﴾

دریا میں اپنا راستہ عجیب طرح بنا لیا

اَوَيْنَا: ٹھکانا لیا ہم نے ماضی کا صیغہ ہے اوی سے اویٌ کے معنی جگہ بنانا ٹھکانا لینا۔ کسی جگہ ٹھیرنا۔

جب اصلی جگہ سے جہاں مچھلی گم ہو گئی تھی، خاصی دور نکل گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ آؤ کچھ کھالیں۔ چلتے چلتے بہت تھک گئے ہیں۔ اس وقت خادم کو یاد آیا کہ مچھلی گم ہو گئی ہے۔ کیونکہ کھانا توشہ دان میں تھا۔ اور اسی میں مچھلی بھی تھی۔ اس لیے کھانے کا نام آتے ہی مچھلی یاد آ گئی اور جس عجیب و غریب طریقے سے وہ زندہ ہو کر توشہ دان میں سے نکل کر پانی میں راستہ بناتی ہوئی گئی تھی وہ بھی سب یاد آ گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ کہ دیکھو تو سہی۔ جب ہم پتھر کے پاس آرام لینے کے لیے ٹھیرے تھے تو مجھے مچھلی کا بالکل خیال نہ رہا۔ شیطان نے کچھ ایسا غفلت کا پردہ ڈالا کہ مچھلی کا ذکر ہی بھول گیا۔ وہ تو توشہ دان میں سے نکل کر سمندر میں سرک گئی اور جس طریقے سے سمندر میں اس نے اپنا راستہ بنایا اس پر مجھے بڑا تعجب ہوا ؛

منزل کا پتہ

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا
کہا موسیٰ نے وہی تو ہے جو تھے ہم چاہتے پس لوٹے دونوں
عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۶۴) فَوَجَدَا عَبْدًا
اپنے نشان قدم پر دیکھتے ہوئے پس پایا ان دونوں نے ایک بندہ
مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
ہمارے بندوں میں سے دی تھی ہم نے اسے رحمت اپنے پاس سے
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (۶۵)
اور سکھایا تھا ہم نے اُسے اپنے پاس سے ایک علم

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا
کہا یہی ہے جو ہم چاہتے تھے پھر واپس لوٹے
عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۶۴) فَوَجَدَا عَبْدًا
اپنے نشان قدم پہچانتے ہوئے پھر پایا ہمارے بندوں میں سے
مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
ایک بندہ جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی تھی۔
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (۶۵)
اور اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا

نَبْغِ (ہم تلاش کرتے) مضارع کا صیغہ ہے ب۔غ۔ی سے اصل میں نَبْغِیْ تھا۔ وقف کی وجہ سے ی گر گئی۔ بَغْیٌ کے معنی ڈھونڈنا۔ تلاش کرنا۔ قَصَصًا (ڈھونڈنا۔ کھوج لگانا) یہ لفظ سورۂ یوسف کے شروع میں گذرا ہے۔ وہاں اس کے معنی بیان کرنا تھے۔ اس کے دوسرے معنی تلاش کرنا، ڈھونڈھنا اور کھوج لگانا بھی ہیں اور یہاں یہی مراد ہیں۔ جنگل میں راستہ بنا ہوا تو تھا ہی نہیں اور ان کو پہنچنا اسی جگہ تھا۔ جہاں وہ پتھر کے پاس سوئے تھے۔ اس لیے چکر بچانے کے لیے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے اُلٹے پھرے۔ جب اس پتھر کے پاس پہنچے جہاں انہوں نے آرام کیا تھا۔ تو ارشاد ہے کہ وہاں انہوں نے ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے پایا۔ جسے ہم نے اپنی رحمت کا ایک خاص حصہ عطا فرمایا تھا۔ اور اپنے خزانہ علم میں سے ایک علم سکھایا تھا۔

مفسّرین نے صحیح سندوں کے حوالے سے اس اللہ کے بندے کا نام خضرؑ بتایا ہے۔ حضرت خضرؑ اللہ عزوجل کی عبادت میں جان و دل سے ہر وقت مصروف رہتے تھے اور اسی عبادت کی بدولت ان کے دل کو ایک قسم کی صفائی حاصل ہو گئی تھی جس سے وہ واقعات کے نتیجے دور تک دیکھ لیتے تھے۔ اسی علم کے ذریعے کو کشف اور الہام کہتے ہیں۔ وہ اپنے کشف کے ذریعے اکثر لوگوں کو آنے والی مصیبت سے بچا لیا کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نور نبوّت کے حامل تھے جس کی بدولت شرع کا علم نصیب ہوتا ہے اور وہ وحی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ وحی کا درجہ کشف اور الہام سے بہت اونچا ہے۔ دین الٰہی کا دارومدار اسی وحی پر ہے۔ کشف و الہام اس سے ادنیٰ درجے کی چیزیں ہیں۔ ان پر دین کے اصول کا دارومدار نہیں ہوتا ۞

آنے کی غرض

قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی
کہا اس سے موسیٰ نے کیا پیچھے چلوں میں تیرے اس پر کہ
اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ
کہ سکھائے تو مجھ کو اس میں سے کہ سکھایا گیا تو مفید بات کہا تحقیق تو
لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَیْفَ تَصْبِرُ
ہرگز نہ کر سکے گا میرے ساتھ صبر اور کس طرح تو صبر کرے گا
عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾
اس پر کہ نہیں احاطہ کیا اس کا تیری واقفیت نے

قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی
موسیٰ نے اس سے کہا کیا میں تیرے ساتھ رہوں اس لیے کہ
اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ
تو مجھ کو اس مفید بات سے کچھ سکھائے جو تجھے سکھائی گئی ہے بولا تو
لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَیْفَ تَصْبِرُ
میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکے گا اور تو اس چیز کو دیکھ کر جس
عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾
کا سمجھنا تیرے قابو کا نہیں کیوں ٹھہرے گا

تُعَلِّمَنِ (سکھائے تو مجھ کو) اصل میں تُعَلِّمُنِیْ ہے۔ تَعَلُّمٌ سے مضارع کا صیغہ ہے بولنے میں ی گر پڑی اور لکھی بھی نہیں گئی۔ جس کے معنی ہیں مجھ کو۔

رُشْدٌ (بھلائی) حاصل مصدر ہے اس کی دوسری شکل رَشَدٌ ہے جو اسی سورت میں گذری۔ خُبْرٌ حاصل مصدر ہے جس کے معنی واقفیت واطلاع کے ہیں۔ لَمْ تُحِطْ (نہیں گھیرا تو نے) تُحِیْطُ۔ احاطہ سے مضارع کا صیغہ ہے اور اس کا مادہ ح۔و۔ط ہے جس کے معنی گھیرنا ہیں اصل میں تُحْوِطُ تھا تعلیل کے بعد اور لم داخل ہونے سے تُحِطْ ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ جو خاص علم اللہ عزوجل نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ میں بھی حاصل کروں۔

جب خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر سے نہ ٹھہر سکیں گے مجھے تو خاص موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے الہام سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ جو کام اس وقت ہو رہا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور اس وقت اگر انجام بُرا نظر آتا ہے۔ تو بعض وقت اللہ کے حکم سے ایسا کام مجھے کرنا پڑتا ہے جس سے وہ برائی رک جائے۔ اگرچہ وہ کام قانون شرع کے مطابق نہ ہو۔ بلکہ بظاہر جرم ہو۔ آپ جیسا اصولِ شرع کا ماہر ایسے کام کو صبر اور تحمّل کے ساتھ کیسے برداشت کر سکتا ہے وہ قانون شرع کے مطابق اس سے ضرور روکے گا۔

ہمراہی کی شرط

قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا

کہا پائے گا تو مجھ کو اگر چاہا اللہ نے صبر کرنے والا

وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ

اور نہ نافرمانی کروں گا تیرے کسی حکم کی کہا پس اگر

اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی

میرے پیچھے چلتا ہے تو مت پوچھنا مجھ سے کوئی چیز یہاں تک کہ

اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْرًا ﴿۷۰﴾

کروں میں تیرے سامنے اس کی بابت کوئی ذکر

قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا

کہا اگر چاہا اللہ نے تو تُو مجھ کو ٹھیرنے والا پائے گا

وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ

اور نہ تیرا کوئی حکم نہ ٹالوں گا بولا پھر اگر

اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی

میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کوئی چیز مت پوچھنا جب تک کہ میں

ع ۹ ۲۱ اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْرًا ﴿۷۰﴾

تیرے آگے اس کا ذکر نہ شروع کر دوں

خضر علیہ السلام کی باتیں سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نیا علم سیکھنے کی خاطر ان کے ساتھ رہنے کے لیے ان کی شرط منظور کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لیا تاکہ اللہ کی مدد شامل حال ہو اور صریح وعدہ خلافی کا الزام نہ عاید ہو فرمایا کہ مجھے آپ انشاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے۔ میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اس کے بعد مجھے تمہارے ساتھ رکھنے پر اعتراض نہیں ہے۔ فقط اس کا خیال رکھنا کہ اگر میرے ساتھ رہنے کا ارادہ ہے۔ تو جو کچھ میں کروں چپ چاپ دیکھتے رہنا میرے فعل پر اعتراض نہ کرنا اور نہ مجھ سے یہ پوچھنا کہ یہ کیوں کیا۔ جب تک میں خود اس کا ذکر نہ چھیڑوں اور خود اس کی بات چیت کرنی شروع نہ کروں۔

اس تمام قصّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرع کا قانون کسی ولی یا کسی خاص الہام کا پابند نہیں ہوتا بلکہ ان اصولوں کا پابند ہوتا ہے جو وحی کے ذریعے اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں پر نازل کیے اور نہ قانون شرع اس بنا پر کسی کے ساتھ رعایت کرے گا کہ وہ بھیدوں اور اندرونی رازوں کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

بعض لوگ جو شریعت کی حرام کی ہوئی چیزیں کھلم کھلا کرنے لگتے ہیں اور کوئی منع کرے تو جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم تم سے زیادہ اسرار سے واقف ہیں۔ ان کی یہ حجّت نہ مانی جاتے گی اور انہیں قانون کی خلاف ورزی کی سزا دی جاتے گی۔ جب تک کہ شہادت سے ان کا بری ہونا ثابت نہ ہو جائے ؛؛

پہلا واقعہ

فَانْطَلَقَا وقف حَتّٰٓی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ
پس چلے وہ دونوں یہاں تک کہ جب سوار ہوئے کشتی میں
خَرَقَهَا ط قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
توسوراخ کر دیا اس میں کہا موسیٰ نے کیا تونے اس میں سوراخ کر دیا کہ ڈبو دے
اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا (٧١) قَالَ اَلَمْ
کشتی والوں کو البتہ تحقیق آیا تو ایک شے عجیب تک بولا کیا نہیں
اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (٧٢)
کہا تھا میں نے کہ تو ہرگز نہ کر سکے گا میرے ساتھ صبر

فَانْطَلَقَا وقف حَتّٰٓی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ
پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی پر چڑھے
خَرَقَهَا ط قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
اس کو توڑ ڈالا۔ موسیٰ بولا کیا تونے اس میں چھید کر ڈالا تاکہ اس کے لوگوں
اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا (٧١) قَالَ اَلَمْ
کو ڈبو دے البتہ تو نے ایک عجیب بات کی بولا میں نے
اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (٧٢)
نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا

اِمْرٌ: (انوکھی، عجیب بات) اس کا مادہ وہی ا م ر ہے جس سے اَمْرٌ بنا ہے۔ اَمْرٌ کے معنی حکم، واقعہ، حالت، بات وغیرہ بہت سے ہیں۔ اِمْرٌ غیر معمولی بات۔

اب یہ دونوں مل کر آگے چلے۔ چلتے چلتے راستہ میں ایک دریا آگیا۔ اس کے پار جانے کے لیے دونوں ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی والے حضرت خضر علیہ السلام کو جانتے تھے۔ انہوں نے ان سے کشتی کا کرایہ بھی طلب نہ کیا۔ یوں ہی بٹھا لیا۔ جب کشتی کنارے پر پہنچ گئی۔ تو یہ دونوں اس سے نیچے اترے۔ لیکن اترتے اترتے حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑی سنبھال کر اس کے پیندے کا ایک تختہ نکال دیا جس سے اس کے اندر بڑا سارا سوراخ پیدا ہو گیا اور کشتی پانی پر چلنے کے قابل نہ رہی۔ کیوں کہ اس میں پانی بھرنے لگا۔ کشتی والے نے ان پر احسان کیا تھا کہ انہیں مفت کشتی میں بٹھا لیا تھا۔ بجائے اس کے کہ اس کا احسان مانتے الٹا اس کا اور نقصان کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور کہا کہ یہ تو تم سے عجیب بات سرزد ہوئی۔ جس کا اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کشتی والا غریب کمائی سے بھی گیا۔ یہ تم نے کیا کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام سنتے رہے۔ سمجھ رہے تھے کہ ان کا یہ سرزنش کرنا بجا ہے۔ سب کچھ سن کر بولے کہ میں نے نہ کہا تھا۔ کہ تم میرے ساتھ چپ چاپ صبر سے نہ رہ سکو گے۔

دُوسرا مرحلہ

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ
موسیٰؑ نے کہا مت پکڑ مجھ کو میری بھول پر اور نہ ڈال مجھ پر
مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا وقفہ حَتّٰٓی
میرے کام میں مشکل پھر دونوں چلے یہاں تک
اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
جب وہ دونوں ملے ایک لڑکے سے پس اسے مار ڈالا کہا کیا قتل کر دیا تو نے
نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ
ایک جان ستھری کو بغیر عوض جان کے البتہ تحقیق آیا تو
شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾
ایک شئی بے جا کے پاس

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ
کہا مجھ کو میری بھول پر نہ پکڑ اور مجھ کو میرے کام
مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا وقف حَتّٰٓی
میں مشکل مت ڈال پھر دونوں چلے یہاں تک کہ
اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
جب ایک لڑکے سے ملے تو اس کو مار ڈالا موسیٰؑ بولے کیا تو نے
نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ
ایک ستھری جان مار ڈالی بغیر کسی جان کے بدلے ۔ بے شک تو نے
شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾
ایک بے جا حرکت کی

لَا تُرْهِقْنِیْ: (مت ڈال) نہی کا صیغہ ہے اِرْہاق سے جس کا مادہ ر۔ ہ۔ ق ہے۔ ڈھکنا۔ اوڑھنا۔ اِرْہاق۔ ڈھانکنا۔ اوڑھانا۔
زَكِیَّةً: (پاک صاف) صفت کا صیغہ ہے ز۔ ک۔ و سے۔ اسی سے زکات بنا ہے جس کے معنی پاکیزگی کے ہیں۔ زکیّہ۔ پاکیزہ۔ ستھرا
نُكْرًا: (قاعدہ کے خلاف) مصدر ہے جو صفت کے طور پر مستعمل ہے۔ وہ چیز جو عرف کے خلاف ہو۔ عرف جس کو سب اچھا کہیں نکر جسے بُرا کہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے۔ ادھو مجھ سے واقعی بھول ہوئی۔ مجھے صبر و تحمل سے حسب وعدہ کام لینا چاہیئے تھا۔ واقعی یہ تمہارے ساتھ رہنے کا کام جو میں نے اپنے ذمہ لیا ہے آسان نہیں لیکن آپ نے اگر میرے ساتھ کچھ رعایت نہ کی۔ تو یہ اور بھی مشکل ہو جائے گا مہربانی کر کے اس کام کو میرے لیے زیادہ مشکل نہ بنائیے اور درگذر سے کام لیجیے۔

خیر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عذر قبول کیا اور پھر دونوں آگے چلے۔ اب کے پہلے سے بھی زیادہ جوش دلانے والا واقعہ پیش آیا۔ ایک بستی کے قریب سے گذرے اس کے قریب کچھ لڑکے کھیل رہے تھے حضرت خضرؑ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ان میں سے ایک لڑکے کو پکڑ کر اطمینان کے ساتھ ذبح کر ڈالا حضرت موسیٰؑ بول اٹھے کہ اس کا مار ڈالنا تو عقل نقل دونوں کے خلاف ہے۔ یہ تم نے کیا کیا۔ حضرت خضرؑ یہ سب کچھ سنتے رہے۔ جواب میں جو کچھ کہا۔ اس کا ذکر آتا ہے:۔

دوبارہ یاد دہانی

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ
خضر نے کہا کیا نہیں کہا تھا میں نے تجھ سے کہ تو ہرگز
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (۷۵) قَالَ اِنْ
نہ کر سکے گا میرے ساتھ صبر موسیٰؑ نے کہا اگر
سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ
پوچھوں میں تجھ سے کوئی چیز اس کے بعد بس نہ ساتھ رکھنا مجھ کو
قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا (۷۶)
تحقیق پہنچ گیا تو میری جانب سے عذر کو

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ
بولا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (۷۵) قَالَ اِنْ
نہ ٹھہر سکے گا کہا اگر اس کے
سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ
بعد تجھ سے کوئی چیز پوچھوں تو مجھ کو ساتھ نہ رکھنا
قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا (۷۶)
تو میری طرف سے الزام اتار چکا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک بے گناہ لڑکے کو اپنے سامنے قتل ہوتے دیکھ کر نہ رہا گیا اور بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ تو تم نے عقل، نقل، رسم و رواج سب کے خلاف کام کیا۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے پھر وہی بات یاد دلائی۔ کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ میں چپ چاپ ساتھ رہوں گا۔ اور کسی کام کی بابت نہ کچھ کہوں گا اور نہ اس کی وجہ پوچھوں گا۔ یاد دلانے کے لیے الفاظ وہی دہرائے جو پہلے کہے تھے۔ فقط ایک لَکَ (تم سے) کا لفظ بڑھا دیا اور کہا میں نے تم سے نہ کہا تھا۔ کہ تم میرے کاموں کو دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتے۔ لَکَ (تم سے) کا لفظ بڑھا دینے سے کلام کا زور زیادہ ہو گیا۔ یعنی جس سے میں نے کہا تھا، وہ تم ہی تھے، کوئی اور نہیں تھا۔ یہ پہلے سے زیادہ زوردار جملہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا وعدہ تو یاد آیا ہی۔ لیکن ساتھ ہی طرز کلام سے یہ بھی سمجھ گئے کہ میرا بول اٹھنا، ہر دفعہ بھول کے عذر سے قابل معافی قرار نہ دیا جائے گا۔ ناچار انہیں بجائے واقعی عذر کے جو اس وقت بھی بھول ہی تھی، کہنا پڑا کہ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اب کے آپ اور معاف کر دیں۔ اس کے بعد اگر میں بولوں۔ تو پھر آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ اور میں ابھی سے کہے دیتا ہوں۔ کہ مجھے اس کی آپ سے کوئی شکایت نہ ہو گی۔ میں مانتا ہوں کہ آپ مجھے دو مرتبہ معاف کر کے تیسری مرتبہ مجھے اپنے پاس سے رخصت کر دینے میں حق بجانب ہوں گے۔ اور آپ کے پاس ایسا کرنے کی قوی وجہ ہو گی۔ جس کو میں پہلے ہی تسلیم کیے لیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام خاموش ہو گئے۔

تیسرا مرحلہ

فَانْطَلَقَا وقف حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ
پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب وہ آگئے ایک گاؤں والوں کے پاس
اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا
کھانا طلب کیا۔ گاؤں والوں سے پس انکار کیا انہوں نے کہ مہمانی کریں ان کی
فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ
پھر پایا ان دونوں نے اس میں ایک دیوار جو چاہتی تھی کہ
يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ
گر پڑے پس اسے درست کر دیا کہا موسیٰ نے اگر تو چاہتا
لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾
البتہ لے لیتا اس پر اجرت

فَانْطَلَقَا وقف حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ
پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں کے لوگوں تک پہنچے
اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا
تو ان سے کھانا طلب کیا انھوں نے نہ مانا کہ ان کو مہمان رکھیں
فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ
پھر وہاں ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی اس کو
يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ
سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے کہا اگر تو چاہتا
لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾
تو اس پر مزدوری لے لیتا

اَنْ يُّضَيِّفُوْا (کہ مہمان بنائیں) مضارع کا صیغہ ہے تَضْيِيْفٌ سے۔ اصل میں يُضَيِّفُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون گر پڑا۔ اس کا مادہ ض ی ف ہے ضَيْفٌ کے معنی مہمان تَضْيِيْفٌ۔ مہمان بنانا۔ مہمان کی طرح خاطر داری کرنا۔ کھلانا پلانا ۔ ——— پھر آگے چلے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے تھکے ماندے قافلے کو کھانا کھلانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے منہ سے اپنی ضرورت خود ظاہر کی۔ تب بھی انہیں توجہ نہ ہوئی۔ یہ خوب ظاہر ہو گیا۔ کہ گاؤں والے ہرگز اس کے مستحق نہیں۔ کہ ان کے ساتھ کوئی ہمدردی کی جائے۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام ان کے گاؤں میں ایک دیوار کو دیکھ کر اب گرنے ہی والی ہے اس کے پاس رُک گئے اور اس کی مرمّت میں مشغول ہو گئے۔ اور جب تک مضبوط ہو کر دوبارہ سیدھی نہ کھڑی ہو گئی۔ برابر کام کرتے رہے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعجّب کی انتہا نہ رہی۔ اپنے نیک بخت محسن کشتی والے سے تو یہ سلوک کہ اُترتے وقت اس کی کشتی ہی توڑ دی۔ اور ان بداخلاق گاؤں والوں کی بے رُخی اور بے مروّتی کا یہ صلہ کہ ان کی گرتی ہوئی دیوار مفت بنا دی۔ بے اختیار منہ سے نکل گیا۔ کہ یہ بے مروّت لوگ تو ہرگز اس احسان کے مستحق نہ تھے جو تم نے ان کے ساتھ کیا۔ کم از کم ان سے اپنے کام کی مزدوری تو وصول کرنی چاہیئے تھی اب تو انہیں اس کا ذرا بھی احساس نہ ہو گا کہ ان کی بے مروّتی کوئی بیجا حرکت

خضرؑ اور موسیٰؑ کی جدائی

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ
خضر نے کہا یہ جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ
بتائے دیتا ہوں تجھے حقیقت اس کی کہ نہ کرسکا تو
عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾
اس پر صبر

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ
کہا اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ میں
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ
تجھے ان باتوں کی حقیقت بتائے دیتا ہوں جن
عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾
پر تو صبر نہ کرسکا

تَاْوِيْل: آخری مطلب اس سے مراد ہے کسی کام یا بات کا انتہائی مطلب اور مقصد۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس تیسرے مرحلے میں بھی بولے بغیر نہ رہا گیا۔ تو خود انہی کی پیش کی ہوئی شرط کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے کہا۔ کہ بس اب آپ کی میرے ساتھ مصاحبت ختم ہوئی۔ اب آپ میرے ہمراہ خود اپنے پیش کیے ہوئے قول و قرار کے مطابق بھی نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا خدا حافظ۔ لیکن جانے سے پہلے میں آپ کو ان باتوں کی اصلی غرض اور ان کاموں کے کرنے کا انتہائی مقصد بتائے دیتا ہوں۔ جن کو آپ صبر و تحمل کے ساتھ نہ دیکھ سکے۔

اس کے آگے کی آیتوں میں حضرت خضر علیہ السلام اپنے ان کاموں کی وجہ بتاتے ہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کے زمانے میں انہوں نے کیے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے اپنی خاص خاص حکمتوں کی بنا پر حضرت خضر علیہ السلام کو ان کاموں کے کرنے کا حکم دیا۔

انہوں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا۔ اگر وہ ان میں سے کوئی کام بھی اپنی خواہش اور نفسانی جذبات کے تحت کرتے تو وہ اللہ عزوجل کے سامنے گنہ گار ٹھہرتے۔ اب تو ان کی حیثیت فقط ایک واسطہ اور ذریعہ کی تھی۔ اگر وہ چاہتا تو کشتی کو کسی حادثہ سے بے کار کر دیتا۔ لڑکے کو کسی اور آفت کے ذریعے ہلاک کر دیتا۔ دیوار کی مرمت کا کام کسی اور سے لے لیتا۔ لیکن اس نے کسی اور سبب کے بجائے حضرت خضر علیہ السلام ہی کو ان کے ہونے کا سبب بنایا اور انہیں ان کی حکمت سے بھی مطلع کر دیا۔ اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کاموں کو اپنے سامنے ہوتے ہوئے دیکھنے کے لیے بھیج دیا۔

کشتی کا واقعہ

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
ان میں کشتی کا حال یہ ہے کہ وہ تھی چند مسکینوں کی جو کام کرتے تھے
فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ
دریا میں پس میں نے چاہا کہ عیب دار کر دوں اس کو اور تھا
وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ
ان سے کچھ فاصلہ پر ایک بادشاہ جو لیتا تھا ہر کشتی کو
غَصْبًا ﴿۷۹﴾
زبردستی چھین کر

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
وہ جو کشتی تھی سو چند محتاجوں کی تھی جو دریا میں
فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ
محنت کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں
وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ
اور ان کے پرے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو
غَصْبًا ﴿۷۹﴾
چھین کر لے جاتا تھا

وَرَآءَ: ادھر - فاصلہ پر آگے پیچھے کسی طرف۔ آگے چل کر مراد یہ ہے کہ جس طرف کشتی جا رہی تھی۔ اس طرف تھوڑی دور آگے ایک ظالم بادشاہ تھا، جو اچھی کشتی دیکھ کر چھین لیتا تھا یا بیگار میں پکڑ لیتا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ اسباب جمع ہونے کے بعد بھی کوئی کام اس وقت ہوتا ہے۔ جب اللہ عزوجل اس کے ہونے کی اجازت دے ورنہ وہ نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں اس کا روکنے والا بعض دفعہ کوئی ظاہری ذریعہ ہوتا ہے بعض دفعہ کوئی خفیہ طاقت یہاں کشتی کو ظالم بادشاہ سے بچانے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کو واسطہ بنایا گیا۔ اس آیت میں حضرت خضر علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ رہے ہیں۔ کہ اللہ کو منظور تھا۔ کہ یہ کشتی میرے ہاتھ سے تھوڑی سی توڑ دی جائے تاکہ وہ ظالم بادشاہ کے ہاتھ سے محفوظ رہے اور چند غریب لوگوں کی کمائی کا ذریعہ اُن کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے نہ نکل جائے۔

حضرت خضرؑ کہہ رہے ہیں کہ کشتی چند محنت کرنے والوں کی تھی جو اسے دریا میں چلا کر مسافروں سے کرایہ وصول کر کے اپنا کام چلاتے تھے۔ میں نے اترتے وقت اس کا ایک تختہ توڑ دیا۔ کیونکہ اگر وہ بے عیب ہوتی۔ تو تھوڑی دُور آگے بڑھ کر اس کو ایک ظالم بادشاہ چھین لیتا جس نے ہر وہ کشتی جو کام کے قابل ہو چھین لینے کے لیے اپنے مرد دریا کے کنارے لگا رکھے تھے۔

لڑکے کا قتل

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ
اور رہا لڑکا سو تھے ماں باپ اس کے ایمان والے
فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ﴿۸۰﴾
پس ڈرے ہم کہ ڈھانک لے ان کو سرکشی اور کفر میں
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ
پس چاہا ہم نے کہ بدلہ دے ان دونوں کو ان دونوں کا رب بہتر اس سے
زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾
پاکیزگی کے لحاظ سے اور زیادہ قریب اس سے ازروئے شفقت

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ
اور وہ جو لڑکا تھا سو اس کے ماں باپ ایمان والے تھے
فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾
سو ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر کر کے عاجز نہ کر دے
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ
پھر ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا رب اس سے بہتر بدلہ دے
زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾
پاکیزگی اور نزدیک تر شفقت میں

يُرْهِقَ (ڈھانک لے) مضارع کا صیغہ ہے۔ اِرْهَاق سے جس کا مادہ ر ہ ق ہے۔ اس سے نہی کا صیغہ لَا تُرْهِقْنِيْ ابھی اس سے پہلے سبق میں گذرا ہے۔

رُحْم: محبت، شفقت۔ یہ رَحْمَةٌ کا حاصل مصدر ہے یعنی وہ برتاؤ جو رحمت کی وجہ سے کیا جائے۔

ارشاد ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ اس لڑکے کا قصّہ یہ تھا کہ اس کے ماں باپ دونوں بڑے نیک بخت تھے۔ اللہ عزوجل پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے عبادت گذار تھے۔ ان کے ہاں یہ لڑکا پیدا ہوا جس کی بابت اللہ عزوجل کی طرف سے مجھے الہام ہوا کہ بڑے ہو کر اس لڑکے کے عادات و اطوار اچھے نہیں ہوں گے۔ ماں باپ اس کی کرتوتوں کی وجہ سے بہت دق ہوں گے۔ اس لیے اس لڑکے کے جینے سے اس کا مرنا بہتر ہے۔ اس وقت اس کے مر جانے سے اس کے ماں باپ کو صدمہ تو پہنچے گا۔ لیکن یہ صدمہ اس ساری عمر کی کوفت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو اس کے زندہ رہنے کی وجہ سے انہیں اٹھانی پڑے گی۔ اس بنا پر مجھے حکم ہوا۔ کہ اس لڑکے کو اسی وقت مار ڈالو۔ اور الہام ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے ماں باپ کو اور نیک بخت اولاد دیگا۔ جو عادات و اخلاق کی پاکیزگی میں اس سے کہیں بہتر اور بڑھ کر ہو گی اور اطاعت اور فرمانبرداری کر کے ان کا کلیجہ ٹھنڈا کرے گی یہی اس کے قتل میں ویسا ہی بے گناہ ہوں جیسے کوئی اور حادثہ ہوتا یہاں سے یہ سبق ملتا ہے کہ آدمی اپنے کسی عزیز اور قریبی کے مرنے پر یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی اس میں کوئی حکمت ہے۔ اس لیے زیادہ شور اور فریاد نہ کرے ۞

دیوار کی درستی

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ
اور رہی دیوار سو وہ تھی دو لڑکوں کی جو دونوں یتیم تھے
فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ
اس شہر میں اور تھا اس کے نیچے خزانہ ان دونوں کا اور تھا
اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ
باپ ان دونوں کا نیک پس ارادہ کیا تیرے رب نے کہ پہنچیں وہ
اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً
اپنی جوانی کو اور نکالیں دونوں اپنا خزانہ مہربانی سے
مِّنْ رَّبِّكَ ج وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ط ذٰلِكَ
تیرے رب کی اور نہیں کیا میں نے یہ حکم سے اپنے یہ ہے
تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾
اصل حقیقت اس کی کہ نہ کرسکا تو اس پر صبر

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ
اور وہ جو دیوار تھی سو وہ اس شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی
فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ
اور ان کے نیچے ان کا مال گڑا تھا اور ان کا
اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ
باپ نیک آدمی تھا پھر تیرے رب نے چاہا کہ وہ
اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً
جوان ہوں اور اپنا گڑا ہوا مال نکالیں تیرے رب کی
مِّنْ رَّبِّكَ ج وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ط ذٰلِكَ
مہربانی سے اور میں نے یہ اپنے حکم سے نہیں کیا یہ ہے
تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ ع ۱۲
ان چیزوں کی حقیقت جن پر تو صبر نہ کرسکا

اس آیت میں حضرت خضر علیہ السلام تیسرے واقعہ کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس دیوار کو میں نے مرمت کرکے گرنے سے اس لیے بچالیا۔ کہ اگر یہ گر پڑی تو گاؤں والا کوئی اس کی خبر نہ لے گا اور وہ رفتہ رفتہ مٹ جائے گی اور اس کی جگہ بھی کسی کے یاد نہ رہے گی۔ حالانکہ اس کا یاد رکھنا ضروری ہے۔ کیوں کہ اس کے نیچے ایک خزانہ گڑا ہوا ہے۔ اور وہ اسی گاؤں کے دو یتیم بچوں کا ہے۔ جن کا باپ ایک نیک آدمی اور اپنے گھر والوں کا خیال رکھنے والا تھا۔ اس نے اپنی اولاد کے لیے اپنا اندوختہ اس دیوار کے نیچے گاڑ دیا کہ بڑے ہوکر ان کے کام آئے گا۔ یہ دونوں بچے بھی کم سن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور حکمت سے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہ بخیر و خوبی پل کر جوان ہوں گے اور اس خزانہ کا پتہ پاکر اسے اپنے استعمال کے لیے نکال لیں گے اور اسے کام میں لائیں گے۔ یہ اللہ عزوجل کی جو میرا مختار اور سب کا رب ہے ان پر رحمت ہے ۔

ذوالقرنین کا حال

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا
اور سوال کرتے ہیں تجھ سے ذوالقرنین کی بابت کہہ پڑھتا ہوں میں
عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ
تم پر اس کا کچھ حال تحقیق ہم نے جمایا اس کو
فِي الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
زمین میں اور دیا ہم نے اسے ہر چیز کا
سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾
سامان پس پیچھے پڑا وہ ایک سامان کے

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا
اور تجھ سے ذوالقرنین کی بابت پوچھتے ہیں کہہ اب میں تمہارے
عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ
سامنے اس کا کچھ احوال پڑھتا ہوں ہم نے اسے
فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
ملک میں جمایا تھا اور اس کو ہر چیز کا
سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾
سامان دیا تھا سو وہ ایک سامان کے پیچھے پڑا

ذوالقرنین: ذو قرن والا۔ قرن کے بہت سے معنی ہیں۔ صدی۔ زمانہ۔ سینگ وغیرہ یہاں اس سے مراد وہ بات صفت یا علامت ہے جو اس کے ساتھ مخصوص تھیں۔ ذوالقرنین پرانے زمانہ میں اللہ کا ایک بندہ تھا جس کی سب تعظیم کرتے تھے اور اس کی فرمانبرداری پر فوراً آمادہ ہو جاتے تھے اسی لیے اس کو اتنی قوت حاصل تھی کہ جو وہ کرنا چاہتا۔ اس کا سامان آسانی کے ساتھ میسّر ہو جاتا تھا۔ اکثر کی رائے یہی ہے کہ تاریخی زمانے سے پہلے کا ایک بادشاہ تھا۔ اور چونکہ اس زمانے میں دنیا کی آبادی دور دور تک بکھری ہوئی تھی اسے شوق ہوا کہ زمین کی سیاحت کرے اور جہاں کے لوگ کسی قسم کی مدد کے محتاج ہوں انہیں حتی المقدور مدد پہنچائے اور اگر وہ غلط راستہ پر چل رہے ہوں تو انہیں سیدھے راستہ پر ڈالے۔ مَكَّنَّا: ہم نے اسے حاکم بنایا۔ ماضی کا صیغہ ہے تمکین سے جس کا مادہ م۔ک۔ن ہے۔ مَكَانَةٌ جگہ۔ مرتبہ۔ مقام وغیرہ۔ تمکین مرتبہ عطا کرنا۔ سَبَبَ: سامان۔ اس سے مراد کام کرنے کا ذریعہ اور سامان ہے یعنی اس کو کام کرنے کے ذرائع بآسانی ہاتھ لگ جاتے تھے۔

ارشاد ہے کہ یہ ذوالقرنین کی بابت پوچھتے ہیں۔ ان کو یہ بتا دو کہ وہ اپنے زمانے کا ایک صاحب اقتدار شخص تھا، اور ہم نے اسے ایک ملک کا بادشاہ بنایا تھا۔ اور اس کے لیے ہر چیز کے کرنے کے کچھ نہ کچھ سامان مہیّا کر دیئے تھے پھر اس نے مختلف زمانوں میں مختلف کاموں کے کرنے کے ذریعے اکٹھے کیے اور جس کام کے ذریعے مکمل ہو گئے۔ اس کام کو کر ڈالا۔ ظاہر بات ہے کہ اس کے اچھے کاموں کا ذکر دوسروں کے لیے سبق آموز ہے اور وہ سبق یہ ہے کہ جس کو قدرت حاصل ہو وہ اسے اچھے کاموں میں صرف کرے اس کے لیے یہ جاننا کہ یہ شخص کون تھا اور کہاں تھا۔ زیادہ ضروری نہیں ۔

مغرب کا سفر

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
یہاں تک کہ جب پہنچا وہ ڈوبنے کی جگہ سورج کی پایا اس کو
تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ
کہ ڈوبتا ہے ایک چشمہ میں کالی کیچڑ کے اور پایا اس کے پاس ایک قوم کو
قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ
کہا ہم نے اے ذوالقرنین یا یہ کہ عذاب دے تو ان کو اور یا
اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا (٨٦)
یہ کہ اختیار کرے ان کے بارے میں اچھا سلوک

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پر پہنچا دیکھا کہ وہ
تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ
ایک دلدل کی سیاہ ندی میں ڈوبتا ہے اور اس کے پاس ایک قوم کو پایا
قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ
ہم نے کہا اے ذوالقرنین یا تو ان لوگوں کو تکلیف دے اور
اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا (٨٦)
یا ان کے بارے میں حسنِ سلوک اختیار کر

حَمِئَةٍ: دلدل، کیچڑ۔ یہ صفت کا صیغہ ہے جو ح۔م۔ء سے بنا ہے۔ اسی سے بنا ہوا اسم حَمَأٍ سورۃ الحجر میں گذرا۔

ذوالقرنین ایک دفعہ خوب ساز و سامان لے کر اس ارادے سے نکلا کہ دیکھے زمین کہیں ختم بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ مغرب کا رُخ کیا اور سفر طے کرنا شروع کیا۔ چلتے چلتے آخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا۔ کہ آگے حدِ نظر تک دلدل ہی دلدل تھی۔ نہ پیدل کا راستہ تھا۔ نہ سواری کا۔ کشتی بھی ایسی جگہ نہ چل سکتی تھی۔ آخر ٹھہر گیا۔ سورج غروب ہو گیا تو ایسا نظر آیا۔ کہ اسی دلدل میں ڈوب رہا ہے۔ اِدھر اُدھر نظر کی۔ قریب ہی ایک بستی نظر آئی۔ دیکھا کہ اللہ کی ایک مخلوق اس دور دراز ملک میں سب سے الگ بس رہی ہے۔

ذوالقرنین نے دیکھا کہ یہ لوگ غفلت میں اپنی عمریں بسر کر رہے ہیں۔ میں ان کو قتل کر کے ان کے پاس جو کچھ ہے۔ سب پر قبضہ کر سکتا ہوں اور یہ بھی کر سکتا ہوں کہ ان کو انتظام سے رہنا سکھاؤں۔ عدل و انصاف کے گُر بتاؤں اور ایمان کا راستہ دکھا کر ان کی عاقبت درست کروں یہ دونوں خیال اللہ عزّ و جل نے اس کے دل میں ڈالے اور اسے بتایا۔ کہ ایک قوّت اور اختیار والا شخص کمزوروں کے ساتھ یہ دونوں برتاؤ کر سکتا ہے۔ وہ اپنی طاقت کام میں لا کر ان کو دُکھ اور تکلیف بھی پہنچا سکتا ہے۔ اور ان کے ساتھ ہمدردی کر کے ان کے اوپر احسان اور عنایات کی بوچھاڑ بھی کر سکتا ہے۔ اب تو جو چاہے ان کے ساتھ سلوک کر۔ اسی میں تیرا امتحان ہے۔

ذوالقرنین کا فیصلہ

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ
کہا بات یہ ہے کہ جس نے ظلم کیا تو جلد ہم اسے سزا دیں گے
ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا
پھر لوٹایا جائے گا وہ اپنے رب کی طرف پھر وہ عذاب دے گا عذاب
نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
بُرا اور یہ کہ جو ایمان لایا اور کیا بھلا
فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ
پس اس کے لیے بدلہ ہیں بھلائی ہے اور ہم حکم کریں گے اس کو
مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾
اپنے کام میں نرمی سے

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ
بولا جو کوئی بے انصاف ہوگا سو اس کو ہم سزا دیں گے
ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا
پھر وہ اپنے رب کے پاس لوٹ جائے گا وہ اس کو بُرا
نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
عذاب دے گا اور جو کوئی یقین لایا اور بھلا کام کیا
فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ
سو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور ہم اس کے ساتھ اپنے
مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾
احکام میں نرمی کریں گے

ارشاد ہے کہ اس نے کہا یقیناً میرا راستہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ جو غلط راہ پر چلے دوسروں پر زیادتی کرے اور انہیں ناحق ستائے اسے اللہ تعالیٰ کے اٹل قانون کے مطابق دنیا میں سزا دوں۔ پھر جب وہ ایک دن اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہوگا۔ وہ اس کے سارے اعمال کا حساب لے گا اور ظالم کو ایسا عذاب دے گا۔ کہ دُنیا میں اس کا تصور نہیں ہو سکتا۔

اور جو صحیح راستہ پر چلے اللہ عزوجل پر ایمان رکھتا ہو اور نیک کام کرے۔ اس کی جزا انصاف کی رُو سے اچھی ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جب وہ جائے گا۔ وہ اپنے کرم سے اسے نہال اور مالا مال کر دے گا۔ لیکن دُنیا میں بھی وہ ہماری طرف سے نیک سلوک کا مستحق ہے۔ اس کے ساتھ ہمیں لطف اور مہربانی کا برتاؤ کرنا چاہیئے اور اس کے اوپر خواہ مخواہ کے بوجھ ڈال کر اسے پریشان نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ بہ اطمینان نیک کاموں میں لگا رہے۔ اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور احسان کرتا رہے۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ سکھانا مقصود ہے کہ با اختیار لوگوں کو چاہیئے بُروں کو دبائیں اور اچھوں کی مدد کریں تاکہ دُنیا میں امن قائم رہے۔

مشرق کا سفر

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ
پھر ایک دوسری راہ پر ہولیا یہاں تک کہ جب پہنچا وہ نکلنے کی جگہ
الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ
سورج کی پایا اس کو کہ نکلتا ہے ایک ایسی قوم پر کہ نہیں کیا ہم نے
لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ط وَقَدْ
ان کے لیے اس کے آگے کوئی پردہ اسی طرح ہے بات اور تحقیق
اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾
ہم نے گھیرلیا جوکچھ اس کے پاس ہے اپنے علم میں

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ
پھر ایک دوسری راہ پر ہولیا یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ
الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ
پر پہنچا تو اس کو پایا کہ ایک ایسی قوم پر نکلتا ہے کہ ہم نے ان کے لیے
لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ط وَقَدْ
آفتاب کے آگے کوئی حجاب نہیں بنایا۔ یونہی ہے اور ہمارے قابو
اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾
میں اس کے پاس کی خبر آچکی ہے

خُبْرًا: تفصیلی علم کو کہتے ہیں جس میں چھوٹی سے چھوٹی بات کی بھی اطلاع موجود ہو۔

كَذٰلِكَ: یعنی اسی طرح کے حالات یہاں بھی پیش آئے جو مغرب میں آئے تھے۔

اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اس کے بعد اس نے سفر کی تیاری کی اور اب کے مشرق کی طرف کا رخ کیا۔ چلتے چلتے یہاں بھی دور جا کر اسے کچھ ایسے لوگ نظر آئے۔ جو حیوانوں کی طرح رہتے تھے۔ رہنے کے لیے جھونپڑے تک نہ تھے۔ نہ دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان تھا۔ بدن بھی یونہی کچھ ادھورا اسدھورا سا ڈھانپتے تھے۔ سورج کی شعاعیں بے روک ٹوک ان کے بدن پر پڑتی تھیں۔ یہاں بھی ذوالقرنین نے ان لوگوں کی جہاں تک ہو سکا، مدد کی اور اپنی دولت، قوت، وعظ و نصیحت سے ان کو بھی آدمیوں کی طرح رہنا سکھایا۔

ارشاد ہے کہ نیک سرشت ذوالقرنین کے حالات یہ ہیں۔ جو لوگوں کو معلوم ہونے چاہئیں۔ کیونکہ اس سے ان کے لیے ایک مفید نصیحت نکلتی ہے کہ جس کو اللہ عزوجل نے کسی بات میں دوسرے سے بڑھایا ہو۔ وہ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کی اپنی قوت، دولت، نصیحت غرض ہر طرح سے جو اس کے لیے آسان ہو مدد کرے۔ آدمی کو کوئی چیز اس لیے دوسرے سے زیادہ نہیں دی جاتی۔ کہ وہ اس کو فقط اپنے ہی کام میں لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یوں تو ہم کو ذوالقرنین کا رتی رتی حال معلوم ہے لیکن تمہیں وہی بتایا گیا ہے۔ جو تمہارے لیے مفید ہے۔

وسط زمین کا سفر

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ
پھر چلا (اور) راہ یہاں تک کہ جب پہنچا درمیان
السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ
دو رکاوٹوں کے پایا ان دونوں کے درے ایک قوم کو نہیں قریب تھے
يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ
کہ سمجھیں بات بولے اے ذوالقرنین تحقیق
يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ
یاجوج اور ماجوج فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں
فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ
پس کیا کردیں ہم تیرے لیے کچھ مال اس بات پر کہ کردے تو
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾
ہمارے بیچ اور ان کے بیچ آڑ

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ
پھر ایک اور راہ پر چلا یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے
السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ
بیچ میں پہنچا تو اس کے ورے ایسے لوگ پائے جو کوئی بات
يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ
نہیں سمجھ سکتے تھے بولے اے ذوالقرنین یہ
يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ
یاجوج وماجوج ملک میں خرابی پھیلاتے ہیں
فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ
سو اگر تو کہے تو ہم تیرے واسطے آمدنی میں سے کچھ دیں تاکہ تو
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾
ہمارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنا دے

سَدَّيْنِ (روک) سَدٌّ کا تثنیہ ہے۔ سَدٌّ کے معنی روکنے کے اور روک کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد اونچا پہاڑ ہے جس کے بیچ میں راستہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس لیے وہ دو پہاڑ معلوم ہوتے تھے۔ بتانے والے یہ پہاڑ ترکوں کی سرزمین کی شمالی انتہا پر بتاتے ہیں۔ سَدٌّ کا مادہ س۔ د۔ د ہے۔ یَاْجُوْجَ مَاْجُوْجَ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ دو وحشی قبیلے تھے جو ترکوں کی سرحد کے پار رہتے تھے اور اسی نسل سے تھے یہ لوگ خوب طاقت ور تھے۔ وہ ان دو پہاڑوں کے پرے رہتے تھے اور کھلے ہوئے درے میں سے ادھر آکر لوٹ مار مچاتے تھے۔ خَرْجٌ: مال میں سے کچھ حصہ جو نکالا جائے اسے خرج کہتے ہیں۔ غالباً اردو میں اسی کو خرچ کر لیا ہے۔ یہاں اس کا مطلب چندہ معلوم ہوتا ہے ــــــ مغرب اور مشرق کی طرف سفر کرنے کے بعد ذوالقرنین پھر چلا اور ان ترکوں کے ملک کی شمالی سرحد پر جو اونچا پہاڑ تھا اور جس کے بیچ میں راستہ ہونے کی وجہ سے دو پہاڑ معلوم ہوتے تھے جا پہنچا۔ یہ لوگ بولی نہ سمجھتے تھے۔ کسی ترجمان نے ان کا مطلب سمجھایا کہ اس درے کو ایک مضبوط آڑ کھڑی کرکے روک دیجیے۔ یاجوج ماجوج اس درے میں سے اچانک نکل آتے ہیں۔ اگر آپ کسی تدبیر سے اس کو اس طرح بند کر دیں کہ وہ اسے توڑ کر ادھر نہ آسکیں تو آپ کی ہمارے حال پر بڑی عنایت ہوگی۔

سدِّ ذوالقرنین

قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ

کہا وہ چیز کہ قوت دی مجھے اس میں میرے رب نے بہتر ہے پس مدد کرو میری

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾

قوت سے بنادوں میں تمہارے درمیان اور ان کے درمیان مضبوط آڑ

اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

لادو مجھے تختے لوہے کے یہاں تک کہ جب برابر کر دیا درمیان

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ

دو کناروں کے کہا دھونکو یہاں تک کہ جب کر دیا اسے

نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾

آگ کہا لاؤ مجھے دو ڈالوں میں اس پر پگھلا ہوا تانبا

قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ

کہا جس پر مجھے رب نے قدرت دی وہ بہتر ہے سو محنت میں میری مدد

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾

کرو تاکہ میں تمہارے اور ان کے بیچ میں ایک موٹی دیوار بنا دوں

اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

مجھے لوہے کے تختے لا دو۔ یہاں تک کہ جب دونوں چوٹیوں کے

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ

برابر کر دیا کہا دھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس کو آگ کر دیا

نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾

کہا، لاؤ میرے پاس کہ ڈالوں میں اس پر پگھلا ہوا تانبا

مَكَّنِّىْ (قوت دی مجھ کو) اصل میں مَكَّنَنِىْ ہے۔ نون کو نون میں ادغام کر کے مَكَّنِّىْ کر لیا۔ مَكَّنَ ماضی کا صیغہ ہے تمکین سے جس کا مادہ م۔ک۔ن ہے۔ مکنۃ قوت کو کہتے ہیں۔ تمکین: قوت دینا۔ رَدْمٌ: موٹے پشتہ اور مضبوط دیوار کو کہتے ہیں۔ زُبَرٌ (تختے) زُبْرَةٌ کی جمع ہے ایک چوڑا چکلا ٹکڑا۔ سَاوٰى (برابر پہنچا دیا) ماضی کا صیغہ ہے مُسَاوَاةٌ سے جس کا مادہ س۔و۔ی ہے۔ سَوَآءٌ کے معنی برابر۔ مساواۃ برابر کر دینا۔ صَدَفٌ کا تثنیہ ہے دو برابر کی اونچی چیزیں جن کے درمیان کھلی جگہ ہو۔ اُنْفُخُوْا (دھونکو) امر کا صیغہ ہے ن۔ف۔خ سے۔ نَفْخٌ کے معنی زور سے ہوا پہنچانا۔ پھونکنا۔ یہاں آگ کو زور سے ہوا دینا مراد ہے۔

اس تیسرے مرحلہ میں ذوالقرنین نے پہاڑوں کی دو برابر کی اونچی چوٹیوں کے درمیان کھلی جگہ میں دیوار کھڑی کر دی۔ اس طرح کہ لوہے کے تختوں کو اوپر تلے رکھا۔ یہاں تک کہ دونوں پہاڑوں کے برابر پہنچ گئے۔ بیچ بیچ میں پزاوے کی طرح لکڑیاں بھر دیں اور دھونکنیوں سے دھونک کر آگ سلگا دی۔ جب لوہا گرم ہو گیا۔ تو اس پر تانبا پگھلا کر ڈال دیا۔ اور وہ ان درزوں میں بھر گیا۔ جو لکڑیوں کے جلنے کی وجہ سے لوہے کے تختوں کے بیچ میں گئی ہوں گی۔ سامان اور محنت وہاں کے لوگوں کی رہی اور باقی کام ذوالقرنین نے انجام دیا۔

کام کے بعد

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا
پس نہ کر سکے وہ کہ چڑھیں اس پر اور نہ کر سکے وہ
لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ
اس میں نقب کہا یہ مہربانی ہے میرے رب کی
فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ
پس جب آئے گا وعدہ میرے رب کا کردے گا وہ اس کو ڈھا کر برابر
وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿۹۸﴾
اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا
پھر وہ اس پر نہ چڑھ سکیں گے اور نہ اس میں سوراخ
لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ
کر سکیں بولا یہ میرے رب کی مہربانی ہے
فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ
پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اس کو ڈھا کر گرا دے گا
وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿۹۸﴾
اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے

اِسْطَاعُوْا اور اِسْتَطَاعُوْا ایک ہی لفظ ہیں پہلے میں ت گرا دی ہے دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اس سے پہلے رکوع میں اس کا مضارع تَسْطِیْعُ اور تَسْتَطِیْعُ دونوں طرح آیا ہے یہ ماضی کا صیغہ ہے اِسْتِطَاعَۃٌ سے جس کا مادہ س۔ط۔ع ہے سَطَعَ کے معنی چمکا رہے کے ہیں۔ اس سے قوت بھی مراد ہے اس معنی میں اس سے اِسْتِطَاعَۃٌ بنا ہے یعنی قوت رکھنا۔ نَقْبٌ: دیوار پھوڑنا۔ اردو میں نقب لگانا بولتے ہیں۔ دَكَّآءَ (کوٹ کر برابر کی ہوئی) مبالغہ کا وزن ہے د ک ک سے دَكٌّ کے معنی کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دینا۔ دَكَّآءَ: وہ چیز جسے کوٹ کوٹ کر ٹکڑے کر دیا گیا ہو۔

ذوالقرنین نے اپنی سمجھ سے جس طرح اس دیوار کو بنایا وہ تیار ہو جانے کے بعد اس قدر مستحکم اور مضبوط ہو گئی کہ یاجوج ماجوج اس کو توڑنے سے عاجز آ گئے۔ اس کی بلندی کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ وہ چکنی سپاٹ تھی۔ نہ ہاتھ سے پکڑنے کی اس میں کوئی چیز تھی اور نہ پاؤں ہی اس پر جم سکتے تھے۔ وہ اس پر چڑھ بھی نہ سکتے تھے۔ جب وہ تیار ہو گئی۔ ذوالقرنین نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا۔ کہ اس نے مجھ سے اپنے بندوں کے آرام پہنچانے کا کام لیا۔ ظاہر ہے کہ میں نے جو اتنی بڑی مدت خدمت سرانجام دی یہ اسی کا فضل و کرم تھا۔ ورنہ میں تو وہی ایک مشت خاک ہوں۔ میرے پاس اپنا کیا رکھا ہے جو کچھ ہے اسی کا دیا ہوا ہے وہی میرا پالنے والا ہے اور مجھے عقل دینے والا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ دنیا ایک دن فنا ہو کر رہے گی۔ اور جو اس میں ہے سب مٹ جائیگا۔ اس وقت یہ دیوار بھی جو اس وقت لوہا لاٹھ بنی ہوئی ہے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ اور یہ وقت کبھی نہ کبھی ضرور آ کر رہے گا۔ کیونکہ میرے رب کا وعدہ بالکل سچ ہے۔

احوالِ قیامت

وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ يَّمُوۡجُ فِيۡ بَعۡضٍ
اور چھوڑ دیں گے ہم بعض کو اس دن موج مارتے بعض کے اندر
وَّنُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا ﴿۹۹﴾ وَّ
اور پھونک دیا جائے گا صور پس گھیر لیں گے ہم ان سب کو اور
عَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ عَرۡضَا ﴿۱۰۰﴾
سامنے کرینگے ہم جہنم کو اس دن کافروں کے بالکل سامنے
اِلَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِيۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِيۡ
وہ کہ تھیں آنکھیں ان کی پردے کے اندر میری یاد سے
وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾
اور تھے وہ کہ نہ طاقت رکھتے تھے سننے کی

وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ يَّمُوۡجُ فِيۡ بَعۡضٍ
اور چھوڑ دیں گے ہم اس دن خلق کو ایک دوسرے میں گھستے
وَّنُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا ﴿۹۹﴾ وَّ
اور پھونک ماریں گے صور میں پھر جمع کر لائیں گے ہم ان سب کو اور
عَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ عَرۡضَا ﴿۱۰۰﴾
کافروں کو ہم اس دن سامنے دوزخ دکھلائیں گے
اِلَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِيۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِيۡ
جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا
وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾ ع
اور وہ سُن نہ سکتے تھے

یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ جب یہ دیوار کیا دُنیا کی یہ سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ اور صور پھونک دیا جائے گا۔ آدمی، جانور، جن، کمزور اور زور دار سب ایک دوسرے سے گڈ مڈ ہو جائیں گے۔ اور سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور پریشانی کی حالت میں ایک دوسرے کے اندر گھسنے کی کوشش کریں گے اور اسی حالت میں سب فنا ہو جائیں گے۔

پھر اس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ اور اللہ عزوجل کے حکم سے سب کے سب میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے اس وقت ان لوگوں کے بالکل سامنے جو اللہ عزوجل کو نہیں مانتے تھے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی یہ لوگ ہوں گے جن کی دل کی آنکھوں پر دُنیا میں پردہ پڑا ہُوا تھا۔ ان کو دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں نظر ہی نہ آتی تھیں۔ اور ان کے کان بھی نصیحت کی باتیں سننے کے قابل نہ رہے تھے۔ اس دن وہ اپنے منہ کے سامنے دوزخ کو موجود پائیں گے۔

اظہارِ حقیقت (ل)

اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا
کیا پھر بھی خیال ہے ان لوگوں کا جنھوں نے کفر کیا کہ بنائیں
عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا
میرے بندوں کو مجھے چھوڑ کر حمایتی تحقیق ہم نے تیار کیا ہے
جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلۡ ہَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ
جہنم کو کافروں کے لیے مہمانی کہہ کیا بتائیں ہم تم کو
بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ
وہ لوگ جو بڑے خسارے میں ہیں اعمال کے لحاظ سے یہ وہ لوگ ہیں کہ اکارت گئی
سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ ہُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ
ان کی کوشش زندگانی میں دنیا کی اور وہ سمجھتے ہیں
اَنَّہُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾
کہ وہ اچھا کر رہے ہیں کام

اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا
اب بھی منکر کیا سمجھتے ہیں کہ میرے سوا
عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا
میرے بندوں کو حمایتی ٹھہرائیں ہم نے دوزخ کو
جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلۡ ہَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ
کافروں کی مہمانی تیار کیا ہے تو کہہ کیا ہم بتائیں کن کا
بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ؕ ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ
کیا ہوا بہت اکارت گیا وہ لوگ جن کی کوشش
سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ ہُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ
دنیا کی زندگی میں بھٹکتی رہی اور وہ سمجھتے رہے
اَنَّہُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾
کہ وہ خوب کام بناتے ہیں

سب باتیں قرآن مجید میں اچھی طرح سمجھا دی گئی ہیں۔ اس کے بعد انسان سے پوچھا جا رہا ہے۔ کہ کیا اب بھی اللہ کے نہ ماننے والوں کا یہ خیال ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر اس کے بندوں سے اپنے کام درست کرا لیں گے مثلاً مسیح، عزیر علیہ السلام، روح القدس، فرشتوں، دیویوں، دیوتاؤں وغیرہ سے۔ یا قیامت کے دن اللہ کے غضب سے بچنے کے لیے ان کے دامن میں آ پڑے لیں گے۔ اگر اس قدر صاف صاف اصل حقیقت سمجھا دینے کے بعد بھی اپنی گھمنڈ میں ہیں کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا ماننا ضروری نہیں کیونکہ اس سے دنیا کے مزوں میں خلل آتا ہے۔ مرنے کے بعد کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ بالفرض اگر ہوا بھی تو یہ ہمارے حمایتی ہمیں بچا لیں گے۔ تو وہ سن رکھیں کہ یہ سب ان کی خام خیالی ہے۔ مرنے کے بعد فقط اللہ عزوجل سے کام پڑے گا۔ جو لوگ دنیا میں اسے نہیں مانتے۔ مرنے کے بعد انہیں سوا دوزخ کے اور کہیں ٹھکانا نہ ملے گا۔ ان کا استقبال اللہ کے غضب سے کیا جائے گا اور دوزخ کے انگاروں سے ان کی ضیافت کی جائے گی۔

اظہارِ حقیقت

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اپنے ان غلط خیالات کو دھتا بتاؤ۔ ورنہ یہ تمہیں بالکل تباہ کر کے چھوڑیں گے اے ہمارے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہہ دے کہ آؤ میں تمہیں اصل حقیقت سمجھا دوں۔ تمہارا یہ گمان صحیح نہیں کہ اللہ کے پرہیز گار متقی بندے دنیا کی طرف التفات نہ کر کے اپنے اوقات تلخ کر رہے ہیں۔

دُنیا میں کیا کیا گُل کھل رہے ہیں۔ نئی نئی ایجادیں ہو رہی ہیں۔ نئے نئے تجربے اپنا رنگ دکھا رہے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقت میں سائنس دانوں نے کمال کر دیا۔ انسان کے دنیاوی عیش و عشرت کی راہ میں جتنے روڑے تھے۔ ان میں سے بہت سے ہٹا دیئے اور دن بدن ہٹاتے چلے جا رہے ہیں۔ دُنیا کو گلزار بنا دیا ہے۔ سامانِ عشرت کی افراط ہے۔ دولت کی ریل پیل ہے۔ ملنے جلنے کی سہولتیں ہیں۔ آرام کی چیز ہر وقت تیار ہے۔ جہاں دل چاہے۔ جاؤ۔ جو جی چاہے کرو۔ ایسی مزے دار زندگی کا لطف چھوڑ کر یہ لوگ خواہ مخواہ زاہد خشک بنے ہوئے ہیں۔

آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بڑے خسارے میں مرنے کے بعد کون لوگ رہیں گے۔ سنو یہ وہی لوگ ہیں جو رات دن دُنیا ہی کے شغلوں میں پھنسے ہوئے ہیں عیش و عشرت سے کام ہے پیسہ کمانے کی دھن ہے۔ نام نمود کی تمنّا ہے۔ اچھے کھانے، اچھے پہننے کا خبط ہے شہوت رانی کا جنون ہر وقت سر پر سوار ہے۔ ہر وقت سیر ہے۔ تماشا ہے۔ تفریح ہے۔ دل لگی ہے۔ ہر ایک کے دل میں یہ ارمان ہے کہ میرے ہی پاس سب کچھ آجائے۔ دوسروں کو بس اتنا ہی ملے کہ میرے دستِ نگر رہیں۔ میرا کام بنا دیں تو کچھ پا لیں ورنہ ہوا کھائیں۔ اِدھر اُدھر جہاں چاہیں۔ ٹاپتے پھریں۔ میرے سامنے سے دفع ہوں۔ اچھے سے اچھا کھانا، بڑھیا سے بڑھیا کپڑے، بناؤ سنگھار اور اس پر زعم کہ ہم یہ کام بہت اچھے کر رہے ہیں۔ ہمارے ہی دم قدم سے دُنیا کی رونق ہے۔ ہم علم کو ترقی دے رہے ہیں نئی نئی ایجادیں کر رہے ہیں۔ طرح طرح کے آرام کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ یہ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ جب وقت آئے گا پل بھر میں ٹیں ہو کر رہ جاؤ گے۔ پھر نہ دوا دارو کچھ کام دے گی۔ اور نہ یہ سارا کھڑاگ تمہاری کچھ مدد کر سکے گا۔

نکمّے لوگ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
یہ وہ لوگ ہیں کہ انکار کیا نشانیوں کا اپنے رب کی
وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ
اور اس سے ملنے کا سو اکارت ہوئے اعمال ان کے پس نہ قائم کریں گے ہم
لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ
ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن یہ لوگ
جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا
بدلا ان کا دوزخ ہے اس سے کہ منکر ہوئے وہ اور بنایا
اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾
میری آیتوں اور رسولوں کا ٹھٹھا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
وہی ہیں جو اپنے رب کی نشانیوں سے اور اس کے ملنے سے
وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ
منکر ہوئے سو ان کا کیا ہوا برباد ہو گیا پھر ہم ان کے واسطے
لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ
قیامت کے دن ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے ان لوگوں
جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا
کا بدلا دوزخ ہے اس پر کہ منکر ہوئے اور میری باتوں
اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾
اور میرے رسولوں کا ٹھٹھا ٹھیرایا

بعض نادان لوگ تجربہ سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے اس لیے قرآن حکیم ان کو برابر سمجھائے جاتا ہے۔ کہ جائز خواہشیں اس کے بتائے ہوئے طریقوں سے پوری کرو۔ دنیا کی زیادہ ہوس نہ کرو۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی ہے اور وہاں ان لوگوں کی خواہشیں جو یہاں پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ پوری کر دی جائیں گی۔ یاد رکھو جس نے ہماری آیتوں کو ٹھکرایا اور ہمارے رسولوں کی بات نہ مانی۔ اور آخرت میں اپنے رب سے ملنے کا یقین نہ کیا۔ تو ان کے دنیا کے کام سارے اکارت جائیں گے۔ موت کے بعد ان کے کسی کام کی کوئی وقعت نہ رہے گی۔ اور سوا ان کاموں کے جو قرآن کی ہدایت کے مطابق کیے گئے کسی کام کا کوئی وزن نہ ہو گا۔

انسان نادانی سے یہ سمجھتا ہے کہ میں دنیا میں بڑے بڑے کام کر رہا ہوں عقلمندی میں، انتظام میں اور پیسہ کمانے میں میری دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ لیکن اُسے قرآن مجید سمجھاتا ہے کہ مرنے کے بعد ان کاموں کا نہ کوئی وزن ہے نہ قیمت چنانچہ ایسے لوگوں کو سوا دوزخ کے عذاب کے اور کچھ نہ ملے گا۔ انہوں نے دُنیا میں کفر اختیار کیا اور اللہ کی آیتوں کی اور رسولوں کی ہنسی اڑائی اور پوری توجہ دنیاوی ترقی ہی میں لگا دی اس لیے انہیں مرنے کے بعد فلاح نصیب نہ ہو گی۔

ایمان والوں کی جزا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے نیک
كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾
ہیں ان کے لیے باغ فردوس کے مہمانی
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾
ہمیشہ رہیں گے ان میں نہ چاہیں گے وہاں سے بدلنا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کیے
كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾
ان کے واسطے فردوس کے باغ ہیں مہمانی کے لیے جن میں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾
وہ ہمیشہ رہیں گے نہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے

فِرْدَوْس: دسر سبز باغ، بہت گھنے سایہ دار درختوں اور آرام و آسائش کے باغ کو کہتے ہیں اور جنت کے ایک حصّے کا نام ہے جو بہت شان دار ہے۔

نُزُل: مہمانی، آنے والے مہمان کی ضیافت کے لیے کھانے پینے، ٹھیرنے اور آرام کرنے کا جو انتظام کیا جائے ان سب کو نُزُل کہتے ہیں۔

حِوَل: تبدیلی، جگہ بدلنا، اس کا مادہ ح۔و۔ل ہے جس کے معنی گذرنے الٹنے کے ہیں حول اس کا مصدر ہے۔

دنیاداروں کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جو آخرت میں کام آئے۔ اس لیے وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے برخلاف اس کے ایمان والے لوگ جنھوں نے قرآن اور رسول کے بتلائے کے مطابق دنیا میں نیک کام کیے اور دنیا کے ساز و سامان سے فقط اتنا ہی سروکار رکھا جتنا کہ ایک عارضی زندگی کے لیے ضروری تھا۔ اور باقی وقت اللہ عزوجل کی رضامندی کے کام کرنے میں صرف کیا۔ ان کی وہاں ایک معزز مہمان کی طرح خاطر کی جائے گی۔ ان کے آرام کے لیے پہلے ہی سارا ساز و سامان وہاں تیار ہے۔ انھیں دنیا میں نیک چلن اختیار کرنے کے بدلے میں خوشنما اور دل فریب باغ ملیں گے جن کی سہانی فضا اور روح پرور ہوا سے ان کے دل کی کلی کھل جائے گی۔

اور جب ان سے کہا جائے گا۔ کہ یہ باغ تمہارے ہی لیے ہے بس اب ہمیشہ اسی میں رہو گے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہے گی۔ اس کا انتظام پورا پورا ہوگا۔ کہ وہاں رہتے سے ان کا دل نہ اکتا جائے۔ چنانچہ ہر دم نیا سامانِ تفریح ان کے لیے تیار ملے گا اور وہ یہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور جانے کی تمنّا نہ کریں گے۔

علمِ الٰہی

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ
کہ اگر ہو سمندر سیاہی باتوں کے لیے میرے رب کی
لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ
البتہ ختم ہوجائے سمندر پہلے اس کے کہ ختم ہوں باتیں میرے رب کی
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾
اگرچہ لے آئیں ہم اس جیسا اور مدد کے لیے

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ
تو کہہ اگر دریا سیاہی ہو کر میرے رب کی باتیں لکھے
لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ
بے شک سمندر ختم ہو چکے اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں اگرچہ
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾
ہم ویسا ہی دوسرا بھی اس کی مدد کو لے آئیں

نَفِدَ (ختم ہوں) ماضی کا صیغہ ہے ن۔ف۔د سے نَفَدٌ کے معنی نبڑ جانے اور ختم ہو جانے کے ہیں۔ بَحْرٌ: عربی میں سمندر کو کہتے ہیں سمندر سارا ایک ہے۔ زمین نے بیچ بیچ میں کہیں کم کہیں زیادہ ابھر کر اس کے حصّے کر دیئے ہیں۔ تَنْفَدَ (نبڑے) یہ اسی مادہ ن۔ف۔د یعنی نَفَدٌ سے مضارع کا صیغہ ہے جس سے پہلے نَفِدَ ماضی کا صیغہ گذرا۔

عرب کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی اور لگے آپ سے پرانے قصّے پوچھنے۔ ان کے تین سوالوں کا جواب انہیں دے دیا یعنی روح۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کی بابت بتا دیا اور سمجھا دیا۔ کہ بس اتنا ہی جاننا تمہارے لیے کافی ہے زیادہ جاننے میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں۔

اللہ کا علم تو اتنا وسیع ہے کہ اگر سارا سمندر سیاہی بن جائے اور اس کی معلومات اس سے لکھنی شروع کی جائیں تو سمندر ختم ہو جائے گا اور اس کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اور ایک سمندر کیا اگر اتنا ہی بڑا ایک اور سمندر بھی اس کے ساتھ سیاہی بن جائے تو وہ بھی ختم ہو جائے گا لیکن اللہ کی باتیں نہ نبڑیں گی۔

اللہ عزّوجل نے تمہیں تھوڑا سا علم دیا ہے۔ لیکن جو کچھ دیا ہے۔ اگر اس سے ٹھیک کام لو۔ تو تمہاری دونوں جہان کی کامیابی کے لیے بالکل کافی ہے تم کو اس قرآن میں جو کچھ بتایا گیا ہے۔ اسے سمجھو اور اس کے مطابق اپنے سارے کام درست کر لو۔ اسی سے تمہیں دونوں جہان کی نفع مند چیزیں ہاتھ لگ جائیں گی اور اس دُنیا کی زندگی میں بھی کامیاب رہو گے اور مرنے کے بعد بھی دائمی عیش و آرام کے مستحق ہو جاؤ گے۔

اسلام کا خلاصہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى
کہدے سوا اس کے کچھ نہیں کہ میں بشر ہوں تم ہی جیسا وحی کی گئی ہے
اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ
میری طرف کہ فقط معبود تمہارا معبود ایک ہے پس جو
كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ
ہو امید رکھتا ملنے کی اپنے رب سے تو اسے چاہیے کہ کرے
عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ
کام نیک اور نہ شریک کرے عبادت میں
رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع
اپنے رب کی کسی کو

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى
تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم مجھے حکم
اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ
ملا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پھر جس
كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ
کو اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو وہ کچھ نیک
عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ
کام کرے۔ اور اپنے رب کی بندگی میں کسی
رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع ١٢
کو شریک نہ کرے

چند سعادت مند لوگوں نے جب قرآن مجید کی دل موہ لینے والی آیتوں کو سنا فوراً پیغام حق قبول کیا۔ لیکن بہت سوں نے اس کے مان لینے میں اپنا نقصان دیکھا وہ ٹال مٹول کرنے لگے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم بیکار باتیں مت پوچھو یہ تمہیں کچھ فائدہ نہ دیں گی میں تمہیں انوکھے کھیل دکھانے یا جھوٹ سچ کہانیاں سنانے نہیں آیا ہوں میں تو تمہیں جیسا ایک بشر ہوں۔ تم میرا حال جانتے ہو۔ کسی سے پڑھنا لکھنا بھی نہیں سیکھا میری طرف تو کائنات بنانے والے نے یہی وحی بھیجی ہے۔ کہ عبادت کے قابل ایک ذات ہے اسی نے سب کچھ پیدا کیا اور وہی تمہارا، میرا اور سب کا رب ہے۔ اسی نے انسان کے لیے قرآن حکیم کو دستور زندگی بنا کر بھیجا ہے۔ کیوں کہ مرنے کے بعد تم سب اپنے اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے اپنے رب کے سامنے حاضر ہو گے۔

جو قرآن کریم کے مطابق چلا اسے انعام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ اور وہ چین آرام کی زندگی بسر کرے گا۔ اور جس نے اسے چھوڑ کر اور کوئی راستہ اختیار کیا۔ وہ سخت مصیبتوں کا شکار ہو گا۔ اگر یہ بات ماننے کے لیے تم تیار ہو اور اپنے رب سے مل کر سرخ رو ہونا چاہتے ہو۔ تو دنیا میں نیک کام جو تمہیں قرآن حکیم کے ذریعے بتا دیئے گئے ہیں کرو اور اپنے رب کے ساتھ اس کی عبادت اور بندگی میں کسی کو شریک نہ کرو۔ بس یہی پیغام ہے جس کے پہنچانے کا حکم مجھے ملا ہے۔

سُورۃ الکھف کیا سکھاتی ہے؟

سورۃ الکھف ختم ہوئی ہے یہ انسان کو بتاتی ہے کہ اس پر اللہ عزوجل کے احسانات میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے۔ کہ اس نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر انسان کی ہدایت کے لیے مقرر کیا۔ اور آپ کو قرآن حکیم جیسی کتاب عطا فرمائی تاکہ آپ کے ذریعے دُنیا بھر کے انسانوں کو خبر پہنچا دیں کہ بُرے کام کرنے والوں کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اچھے کام کرنے والے آرام و راحت کی زندگی پائیں گے۔ اور مرنے کے بعد کبھی نہ ختم ہونے والا سامانِ عشرت انہیں ہمیشہ کے لیے نصیب ہوگا۔ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اور اس کی ذات والاصفات کو وحدہ لاشریک، مددگار، سب سے بے نیاز مانو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ یہ پیغام پہنچانے کے بعد تم ان لوگوں کے غم میں اپنی جان ہلکان مت کرو۔ جو قرآن مجید کے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہ فنا ہو کر رہے گی۔ اور وہ لوگ سب کے سب ہمارے روبرو پیش ہوں گے اس دن ہم ان سے پوری طرح بھگت لیں گے۔

اس کے بعد اصحاب کہف کے قصہ کی ضروری باتیں بتا کر سمجھایا ہے کہ اللہ عزوجل کے ماننے والے جو اسی کے ہو رہتے ہیں۔ اللہ ان کی ضرور مدد کرتا ہے۔ اس کے بعد سمجھایا ہے کہ اللہ کے شکر گزار بندے جو اسی سے لَو لگائے رکھتے ہیں۔ انہیں دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور نری دنیاوی مال و دولت اور شان و شوکت پر بھروسہ کرنے والے جب اسے اپنی ہٹ دھرمیوں کی سزا میں کھو بیٹھتے ہیں۔ تو ان کو سوا حسرت و اندوہ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

دیکھو شیطان لعین کے داؤ گھات سے بچتے رہو وہ تمہارا دشمن ہے اسے نہ تمہارے یا دُنیا کے بنانے میں کچھ دخل ہے۔ نہ اس کے انتظام میں کچھ ہاتھ ہے۔ وہ صرف تمہارے کاموں کے بگاڑنے کے لیے ہے اس لیے اس کے شر سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ ڈھونڈو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا حال بیان کر کے سمجھایا ہے کہ اللہ عزوجل کا ہر کام دنیا کی کسی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے انسان کو چاہیئے کہ اس پر یقین رکھے۔ اور صبر کے ساتھ اللہ کی مقرر کی ہوئی شریعت کے اوپر چلے۔ ذوالقرنین کا قصہ یہ سبق سکھاتا ہے کہ جس کو اللہ نے جس قدر قوت اور طاقت دی ہے وہ اسے اللہ کے ضرورتمند بندوں کی مدد میں صرف کرے۔ خاتمہ میں ارشاد ہے کہ اللہ کے علم کی کوئی انتہا نہیں تم فقط اپنے فائدہ کی باتیں سیکھو جو قرآن مجید میں سب موجود ہیں اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔

سرآغاز سورۂ مریمؑ

سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی انیسویں سورت ہے۔ یہ سورت مکّہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اور اس میں ۶ رکوع ہیں۔ کفارِ مکّہ نے جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ماننے سے انکار کر دیا اور انکار کرنے کے لیے طرح طرح کے بہانے پیش کیے تو ان کو بہت سی سورتوں میں جو مکّہ میں نازل ہوئیں سمجھایا گیا۔ کہ اللہ عزّوجلّ نے انسان کی ہدایت کے لیے شروع ہی سے یہ طریقہ معیّن کر دیا ہے۔ کہ انہی میں سے کچھ آدمی چُن کر وقتاً فوقتاً انہیں اپنا رسول بنا کر انہیں سمجھانے کے لیے بھیجے اور ان کے لیے کچھ ایسی مخصوص علامتیں مقرر کر دے۔ کہ جن کو دیکھ کر سمجھدار لوگ آسانی سے پہچان لیں۔ کہ یہ خاص قسم کے لوگ ہیں اور عادات و اطوار میں اوروں سے الگ اور سب سے اچھے ہیں۔ اس بات کو واضح کرنے کے لیے انہیں ان بڑے بڑے نبیوں اور رسولوں کا ذکر بار بار مختلف طریقوں سے سنایا گیا تاکہ وہ سمجھ لیں کہ آدمی کا رسول ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے پہلے لوگوں میں بھی بوقت مناسب رسول بھیجے گئے۔

رسولوں کا پیغام یہ ہے کہ یہ ساری کائنات ایک اللہ عزّوجلّ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ وہی انسان کا خالق بھی ہے۔ دُنیا میں ہر انسان کی زندگی ایک معیّن مدّت کے لیے ہے اس کے بعد وہ مر جائے گا۔ اور کچھ مدّت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہ ہمیشہ کی زندگی اس کے لیے تو راحت و آرام کی ہوگی جس نے رسولوں کے کہنے کے مطابق اپنی اس دُنیا کی عارضی زندگی بسر کی ہوگی لیکن جس نے ان کا کہنا نہ مانا ہوگا۔ اس کی زندگی دکھ اور رنج میں کٹے گی۔

اس سورت میں پہلے انبیاء میں سے زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسٰی علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد انسان کو احوالِ آخرت سنا کر نصیحت کی گئی ہے کہ اگر اپنے دشمن سے بچنا ہے اور آخرت میں اپنا بھلا چاہتے ہو۔ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق چلو اور قرآن مجید کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ یہ اللہ عزّوجلّ کے آخری رسول ہیں اور قرآن مجید اس کی آخری کتاب ہے۔ جو انسان کی ہدایت کے لیے بھیجی گئی ہے۔ اگر اس کو نہ مانا۔ تو آخرت میں چین نہ پاؤ گے۔ اور دُنیا میں بھی لڑائی جھگڑوں اور خوف و ہراس میں بسر کرو گے ؀

مکیۃ (۴۴) رکوعاتہا ۶

سورۃ مریم (۱۹)

آیاتہا ۹۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کٓھٰیٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ
کاف.ھا.یا.عین.صاد یاد ہے رحمت تیرے رب کی اپنے بندہ
زَکَرِیَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً
زکریا پر جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو پکارنا
خَفِیًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ
ہولے سے کہا اے میرے رب البتہ میں کمزور ہوگئیں ہڈیاں
مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْۢ
میری اور پھیل گئے سر پہ سفید بال اور نہ رہا میں کبھی
بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾
تجھے پکار کر اے میرے رب محروم

کٓھٰیٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ
کٓھٰیٰعٓصٓ تذکرہ ہے تیرے رب کی مہربانی کا اپنے بندہ
زَکَرِیَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً
زکریا پر جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے
خَفِیًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ
پکارا بولا اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور
مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْۢ
ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور تجھ سے
بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾
مانگ کر اے میرے رب میں کبھی محروم نہ رہا

کٓھٰیٰعٓصٓ حروف مقطعات کہلاتے ہیں جن کے معنی اللہ کو معلوم ہیں یا ممکن ہے کہ ان میں اس سورت کے مضمون کی طرف اشارہ ہو یعنی اللہ کا کرم اور اس کی ہدایت اپنے یقین رکھنے والے عبادت گذار اور صداقت شعار بندوں کے لیے۔

اِشْتَعَلَ: بھڑک اٹھا، ماضی کا صیغہ ہے۔ اشتعال سے جوش۔ ش-ع-ل سے بنا ہے شعلہ آگ کی لو کو کہتے ہیں۔ اشتعال لو لگ جانا کیونکہ اس لفظ سے پھیل جانا سمجھ میں آتا ہے۔ اس لیے سر میں سفید بال پھیل جانے کو اشتعال کے لفظ سے ظاہر کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں بہت سے نبی آئے ان میں سے ایک حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کا ذکر سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ سورۃ مریم اس سے پہلے مکہ ہی میں نازل ہو چکی تھی۔ بڑھاپے تک حضرت زکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ان کی آرزو تھی۔ کہ ہدایتِ خلق کا کام ان کے بعد ان کے خاندان میں جاری رہے۔ اللہ عزوجل سے تنہائی میں چپکے چپکے دعا کی کہ اے میرے رب میں بوڑھا ہو چکا ہوں ہڈیاں کمزور پڑ گئیں۔ بال سفید ہو گئے۔ اے میرے رب میں تیری درگاہ میں ایک آرزو لے کر آیا ہوں پہلے جب بھی تجھے میں نے پکارا تو نے میری حاجت روا کی اور کبھی اپنے در سے محروم نہیں لوٹایا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَ

اور البتہ میں ڈرتا ہوں اپنے رشتہ داروں سے اپنے بعد اور

کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ

ہے عورت میری بانجھ پس عطا کر مجھے اپنے پاس سے

وَلِیًّا ۵ یَّرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ۖ

ایک کام سنبھالنے والا۔ کہ وارث ہو میرا اور وارث ہو یعقوب کی اولاد کا

وَ اجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِیًّا ۶

اور کر اس کو اے میرے رب پسندیدہ

وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَ

اور میں اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور

کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ

میری عورت بانجھ ہے سو تو مجھ کو اپنے پاس سے ایک کام سنبھالنے

وَلِیًّا ۵ یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ۖ

والا بخش دے جو میرا وارث بنے اور یعقوب کی اولاد کا وارث بنے

وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِیًّا ۶

اور اس کو اے میرے رب اپنا پسندیدہ بنائیے

عَاقِرٌ (بانجھ) اس لفظ میں تائے تانیث نہیں لیکن پھر بھی یہ مؤنث کی صفت ہے کیونکہ جو بات مرد میں ہو ہی نہیں سکتی وہ ت کے بغیر ہی مؤنث ہے جیسے حائض۔ عاقر اسم فاعل ہے جس کا مادہ ع ق ر ہے عقر کے معنی بانجھ عورت جس میں اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہ ہو۔ ــــــــ حضرت زکریا علیہ السلام اللہ عزوجل سے دعا مانگ رہے ہیں۔ کہ اے میرے رب تو نے ہمیشہ میری دعا قبول کی ہے مجھے اپنے رشتہ داروں سے خوف ہے۔ کیونکہ یہ لوگ شائستہ نہیں میں ڈرتا ہوں کہ میری آنکھ بند ہوتے ہی یہ اچھے کاموں کی طرف لوگوں کی رہنمائی نہ کر سکیں گے میں تو بوڑھا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے۔ تجھ میں سب قدرت ہے۔ مجھے ایک فرزند عطا فرما۔ جو میرا لوگوں کو ہدایت کرنے کا کام سنبھال لے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے ہاتھ سے یہ کام نکل نہ جائے۔ میرے پیچھے یہ کام کرنے والا ان میں نظر نہیں آتا۔ اے میرے رب تو مجھے ایسا بیٹا دے۔ جو ہر طرح اس کام کو سنبھال لینے کا اہل ہو جو انبیاء کیا کرتے ہیں وہ عادات و اخلاق کے لحاظ سے ہر ایک کی نگاہ میں قابل قدر ہو۔ اور سب اس کو پسند کریں اور اس کے گرویدہ ہو جائیں۔ مجھے بھی پسند آجائے اور تیرے ہاں بھی مقبول ہو۔

یہاں وارث ہونے سے یہی مراد ہے ورنہ حضرت زکریا کے پاس نہ بادشاہت تھی نہ مال و دولت جس کے سنبھالنے کے لیے بیٹا مانگتے۔ خود بڑھئی کا کام کرتے تھے اور اس کی مزدوری سے اپنا اور اپنی بیوی کا ضروری خرچ چلاتے تھے۔ وہ فقط اپنی دینی تبلیغ کا وارث چاہتے تھے اور بس ؛

خوش خبری اور تعجّب

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِۨسْمُهٗ

اے زکریاؑ تحقیق ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھے ایک لڑکے کی جس کا نام

يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾

یحییٰ ہے نہیں کیا ہم نے اس کا اس سے پہلے کوئی ہم نام

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ

بولا اے میرے رب کیونکر ہوگا میرے لڑکا اور ہے

امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ

عورت میری بانجھ اور میں پہنچ گیا ہوں

مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾

بڑھاپے کی انتہائی حد تک

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِۨسْمُهٗ

اے زکریاؑ ہم تجھ کو ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام

يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾

یحییٰ ہے اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہیں بنایا

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ

بولا اے میرے ربّ میرے لڑکا کیسے ہوگا کیونکہ میری

امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ

عورت بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہائی

مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾

حد تک پہنچ چکا ہوں

سَمِیٌّ ہمنام، صفت کا صیغہ ہے س م و سے سُمُوٌّ اس کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں بلند ہونا، ظاہر ہونا۔ اسم اسی سے بنا ہے جس کے معنی نام کے ہیں۔ عِتِیٌّ (انتہا درجہ کا بوڑھا ہو جانا) مصدر ہے جس کا مادہ ع ت و ہے۔ عُتُوٌّ اور عِتِیٌّ دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں یعنی حد سے آگے بڑھ جانا۔

حضرت زکریّا علیہ السلام کی مراد بر آئی۔ آپ کی دعا کے جواب میں اللہ عزوجل نے آپ کے پاس بشارت بھیجی کہ اے زکریّا ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں کہ تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا نام ہم نے ہی یحییٰ رکھ دیا ہے اور یہ نام انوکھا ہے۔ کیونکہ آج تک اس نام کا آدمی کوئی نہیں ہوا۔ اللہ ربّ العزت کو منظور تھا کہ زکریا علیہ السلام کے ذریعے سے جو اللہ کے بہت سے بندوں کی ہدایت کا کام جاری ہے ان کے بعد بھی جاری رہے۔ ان کی دعا قبول فرمائی۔ ایک ازلی سعید لڑکے کی خوشخبری دی۔ خوشخبری سنتے ہی ان کی نظر اپنی اور اپنی بی بی کی حالت پر آگئی اور حیرت اور تعجّب کی حد نہ رہی۔ اپنے ربّ سے مناجات کا بہانہ ہاتھ آیا۔ عرض کیا اے ربّ تیری قدرت میں شک نہیں لیکن بڑے تعجّب کی بات ہے کہ میرے بیٹا کس طرح ہوگا۔ بہ ظاہر تو کوئی سامان نظر نہیں آتا۔ میری بیوی ہمیشہ کی بانجھ۔ میرا یہ حال کہ بڈھا کھوسٹ ہو چکا۔ بدن میں لچک نہ رہی۔ سوکھ کر اکڑ گیا۔ تیری عنایت سے زندہ ہوں ورنہ گوشت پوست خون برائے نام ہی ہے قوّت اور طاقت کا تو ذکر ہی کیا ہے:

حمل کی نشانی

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ
کہا ایسا ہی ہوگا فرمایا تیرے رب نے وہ مجھ پر
هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ
آسان ہے اور تحقیق پیدا کیا میں نے تجھے اس سے پہلے حالانکہ نہ تھا تو
شَيْئًا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ
کوئی چیز کہا اے میرے رب کردے میرے لیے کوئی نشانی
قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ
فرمایا تیری نشانی یہ کہ نہ بات کرے تو لوگوں سے تین
لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾
رات صحیح تندرست

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ
کہا یوں ہی ہوگا تیرے رب نے فرمادیا وہ مجھے
هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ
آسان ہے اور تجھ کو میں نے پہلے پیدا کیا اور تو کوئی چیز
شَيْئًا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ
نہ تھا بولا اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی ٹھہرادے
قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ
فرمایا تیری نشانی یہ کہ تو لوگوں سے بات نہ کرے
لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾
تین رات تک صحیح تندرست

هَيِّنٌ (آسان) سہل۔ صفت کا صیغہ ہے ہ۔و۔ن سے هَوْن کے معنی آہستگی۔ آسانی۔ اصل میں هَيْوِنٌ ہے واؤ کو یا میں ادغام کر دیا۔
لَيَالٍ (راتیں) لَيْلَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی رات کے ہیں۔ اصل میں لَيَالِيُ ہے استعمال میں ی گر گئی۔
سَوِيٌّ (برابر ٹھیک) صفت کا صیغہ ہے۔ س۔و۔ی سے سَوِيٌّ کے معنی ہر طرف سے برابر ٹھیک ہونا۔ ہموار ہونا۔
سَوِيٌّ: تندرست۔

زکریا علیہ السلام کے تعجب ظاہر کرنے پر فرشتہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کا حکم ہو چکا ہے۔ کہ تمہارے ہاں اسی حالت میں بیٹا ہوگا۔ وہ فرماتا ہے کہ اسباب سب ہماری مٹھی میں ہیں۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ تمہارا نام ونشان تک نہ تھا۔ اسی سے سمجھ لو کہ جس نے یحیٰی سے پہلے تمہیں پیدا کیا، وہی یحیٰی کو بھی پیدا کرے گا۔

ارشاد ہوا کہ حمل قرار پانے کی علامت یہ ہے کہ تین دن رات تمہاری زبان بولنے سے بند رہے گی۔ اور ہر طرح تندرست ہونے کے باوجود تم کسی سے بات چیت نہ کر سکو گے۔ جب یہ علامت ظاہر ہو تو سمجھ جانا کہ حمل قرار پا گیا اب بچہ پیدا ہونے میں فقط معمولی مدت گذرنے کی دیر ہے۔

یحییٰؑ کی پیدائش

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى
پس نکلا اپنی قوم پر محراب سے پس اشارہ کیا
اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿۱۱﴾
ان کی طرف کہ اللہ کی پاکی بیان کرو صبح اور شام
يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ط
اے یحییٰ پکڑ کتاب کو زور سے

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى
پھر لوگوں کے پاس اپنے حجرہ سے نکل کر آیا اور ان سے
اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾
اشارہ کیا کہ تسبیح کرو صبح اور شام
يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ط
اے یحییٰ کتاب کو قوت سے پکڑ

آخرکار وہ وقت آیا کہ نشانی ظاہر ہوئی۔ لوگوں کو روزانہ وعظ و نصیحت کرنے کی عادت تھی حسب معمول وقت پر نکلے تو بولا نہ گیا۔ بیماری وغیرہ کوئی نہ تھی۔ ہر طرح تندرست تھے۔ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوا۔ اس آیت میں ہے کہ لوگوں کے سامنے جب اپنے عبادت کے حجرے سے نکل کر آئے تو اشاروں سے کہا کہ اللہ عزوجل کی عنایتوں کا صبح و شام شکر ادا کرتے رہو۔ یعنی زبان سے سبحان اللہ کا ورد کرو۔ غرض تین رات دن تک زبان تو چل نہ سکی لیکن اشاروں سے انہیں جو کچھ بتا سکتے تھے وہ بتاتے رہے۔

آخر مدّتِ حمل پوری ہونے کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور نیک لوگوں کے درمیان پرورش پائی۔ ہوش سنبھالا۔ تو جوان صالح بنے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوّت عطا فرمائی اور باپ کی جگہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کا کام سنبھالا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ پیغام لایا۔ کہ اے یحییٰ! تمہارے والد کمزور اور ضعیف ہوئے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے قوّت اور زور عطا فرمایا ہے۔ جوانی کا عالم ہے یہ سارا زور اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی تورات) پر خود عمل کرنے میں اور لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دینے میں لگا دو۔ اب یہ کام تمہارے باپ کے بس کا نہیں۔ اب ان کی جگہ تم عزم و ہمّت کے ساتھ اسے سنبھالو:

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اوصاف

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا
دی ہم نے اسے نبوت فیصلہ لڑکپن ہی میں اور شوق
مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَکٰوۃً ؕ وَکَانَ تَقِیًّا ﴿۱۳﴾
اپنی طرف سے اور پاکیزگی اور تھا وہ پرہیزگار
وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا
اور نیک اپنے ماں باپ کے ساتھ اور نہ تھا سرکش
عَصِیًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ
نافرمان اور سلامتی ہے اسے اس دن جب پیدا ہوا
وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ﴿۱۵﴾
اور جس دن مرے گا اور جس دن اٹھے گا زندہ

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا
اور دے دیا ہم نے اسے فیصلہ لڑکپن ہی میں اور شوق
مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً ؕ وَکَانَ تَقِیًّا ﴿۱۳﴾
اپنی طرف سے اور ستھرائی اور وہ پرہیزگار تھا
وَّبَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا
اور اچھے ماں باپ سے نیکی کرنے والا اور نہ تھا وہ
عَصِیًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ
متکبر خودسر اور سلام اس پر ہے جس دن وہ پیدا ہوا
وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ﴿۱۵﴾ ع ۵
اور جس دن مرے اور جس دن اٹھ کھڑا ہو زندہ ہو کر

حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو شروع ہی سے بڑے سمجھ دار اور دانا تھے فضول باتوں اور کھیل کود سے دور رہتے تھے بھلی اور بری باتوں میں تمیز کرتے تھے برے کاموں سے بچتے تھے، بڑے نرم دل تھے سب کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ ان کا دل پیدائشی طور پر اللہ عزوجل کی محبت اور اس کے خوف سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اللہ کی کتاب تورات کو پڑھ کر اس کا مطلب خوب سمجھتے تھے۔ جن باتوں سے اس میں بچنے کے لیے کہا گیا تھا، ان سے پرہیز کرتے تھے اور جن باتوں کے کرنے کی ہدایت تھی، انہیں کرتے تھے۔ ماں باپ کے بڑے فرماں بردار تھے۔ ضدی اور ہٹی نہ تھے۔ شرارت اور گستاخی سے پاک تھے۔ نہایت فرمان بردار اور نیک تھے اور اللہ عزوجل نے ان پر وحی بھیجی۔ اور ان کو پیدائش سے لے کر مرتے دم تک اور مرنے کے بعد قیامت تک پریشانی اور بے اطمینانی سے محفوظ رکھا۔

قصّہ مریمؑ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ

اور ذکر کر کتاب میں مریم کا جب علٰحدہ ہوئی وہ

مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ

اپنے لوگوں سے ایک جگہ مشرق کی جانب پس ڈال لیا

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا

ان کے ورے پردہ پس ہم نے بھیجا اس کی طرف

رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

اپنا فرشتہ پس بن گیا وہ اس کے آگے آدمی پورا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ

اور ذکر مریم کا کتاب میں جب اپنے لوگوں

مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ

سے جدا ہوئی ایک مشرقی مکان میں اور ان کے سامنے

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ قف فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا

پردہ ڈال لیا پھر ہم نے اس کے پاس

رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

اپنا فرشتہ بھیجا پھر وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر آیا

اِنْتَبَذَتْ (الگ چلی گئی) ماضی کا صیغہ ہے اِنْتِبَاذ سے جس کے معنی علیحدہ ہو جانا، الگ ہونا ہیں۔ اس کا مادہ ن۔ ب۔ ذ ہے نَبْذ کے معنی جدا کر دینے اور علیحدہ پھینک دینے کے ہیں۔

رُوْحَنَا (فرشتہ) اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ عزّ وجل کی طرف سے اہم کام کرنے پر مامور ہیں۔ فرشتوں میں جسمانی خواہشیں بالکل نہیں ہوتیں اس لیے انہیں رُوح کہتے ہیں۔

سَوِيًّا (کامل) یہ لفظ پہلے گذرا ہے یہاں اس سے مراد ہے صحیح سالم بغیر کسی کمی کے انسان سے فرشتے اسی شکل میں ملتے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر اس سے پہلے سورۂ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ ان کا کام سوا اللہ کی عبادت کے کچھ نہ تھا، کیونکہ ان کی والدہ نے یہ منّت مانی تھی، بچپن سے اس وقت کے قاعدے کے مطابق اللہ کے ذکر میں مشغول رہتی تھیں، جس وقت ہوش سنبھالا تو عفّت و عصمت کی مجسّم تصویر تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر کسی مرد سے ملے حاملہ ہوئیں۔ اور مدّت مقررہ گذرنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر اس کتاب میں ہونا ضروری ہے تاکہ لوگ غلط فہمی سے بچیں۔ حضرت مریم علیہا السلام جوان ہونے کے بعد غسل کرنے کے لیے لوگوں سے الگ ایک اکیلے مکان میں گئیں اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ ڈال لیا۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام اللہ کے بھیجے ہوئے ایک پوری انسانی شکل میں ان کے سامنے ظاہر ہوئے :-

فرشتے سے کلام

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ

مریم نے کہا میں پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر

كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ

تو ہے خدا ترس بولا کچھ نہیں میں تو بھیجا ہوا ہوں

رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾

تیرے رب کا تاکہ عطا کروں تجھ کو ایک لڑکا پاک صاف

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ

بولی کیسے ہوگا میرے لیے لڑکا حالانکہ چھوا نہیں مجھے

بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾

کسی بشر نے اور نہ میں ہوں بدکار

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ

بولی مجھے تجھ سے رحمٰن کی پناہ اگر تو ہے

كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ

ڈر رکھنے والا بولا میں تو تیرے رب کا بھیجا

رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾

ہوا ہوں اس لیے کہ تجھ کو ایک ستھرا لڑکا عطا کروں

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ

بولی میرے لڑکا کیسے ہوگا مجھ کو کسی آدمی نے چھوا

بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ الربع

نہیں اور نہ میں بدکار ہوں

بَغِیًّا: (بدکار) صفت کا صیغہ ہے ب۔غ۔ی سے۔ بغیٌ کے معنی طلب کرنا۔ تلاش کرنا۔ محاورہ میں بدکار اور فاجرہ عورت کو کہتے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام نے اس سے کہا کہ صورت شکل تو تمہاری پاکبازوں اور پرہیزگاروں کی سی ہے۔ لیکن اس طرح بے باکانہ آجانا موجب حیرت و شک ہے۔ اگر تو پاکباز ہے۔ تو تیرے دل میں اللہ عزوجل کا ضرور خوف ہوگا۔ مجھے اس کی رحمت سے امید ہے کہ مجھے وہ تیرے شر سے بچالے گا۔ غرض اسی طرح کی باتیں کیں۔ جو ایک پاکباز خدا ترس خاتون کو ایسے موقعہ پر کرنی چاہئیں۔ فرشتے نے کہا۔ کہ میں فرشتہ ہوں۔ میری طرف سے بدگمانی فضول ہے مجھے تیرے رب نے تیری طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے۔ کہ تجھے ایک صاف ستھرا بیٹا دوں۔ حضرت مریم علیہا السلام کو اس سے تو اطمینان ہوگیا کہ فرشتہ کی طرف سے ایسی برائی کوئی نہ ہوگی جس کا دل میں وہم گذر رہا ہے۔ لیکن خوف جاتے ہی دل میں دلیری آئی اور سخت تعجب کیا کہ میرے لیے بیٹے کا کیا امکان ہے میرا نہ تو کوئی شوہر اور نہ میں کسی سے ناجائز تعلق رکھنے والی ہوں

اللہ کی قدرت

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ
فرشتہ نے کہا اسی طرح ہوگا فرمادیا ہے تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے
وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ
اور تاکہ کریں ہم اس کو نشانی لوگوں کے لیے اور رحمت ہماری طرف سے
وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ
اور ہے وہ ایک امر فیصلہ شدہ پس اٹھایا مریم نے اس کو
فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾
پھر چلی گئی اسے لے کر ایک جگہ دور کی

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ
بولا یونہی ہے تیرے رب نے فرمادیا وہ مجھ پر آسان ہے
وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ
اور اس کو ہم لوگوں کے لیے نشانی کیا چاہتے ہیں اور اپنی طرف سے
وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ
مہربانی اور یہ کام مقرر ہو چکا وہ حاملہ ہو گئی پھر
فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾
اس کو لے کر ایک بعید مکان میں یک سو ہوئی

حَمَلَتْ (حاملہ ہوئی) ماضی کا صیغہ ہے ح م ل سے حمل کے معنی بوجھ اٹھانے کے ہیں۔ حاملہ کے معنی بوجھ اٹھانے والی۔ اس سے مراد حمل ٹھیر جانا ہے ؛ قَصِیًّا البعید۔ دور کا صفت کا صیغہ ہے۔ ق ص و سے قصوٌ کے معنی دور ہونا قصیٌّ : دور فاصلہ پر۔ حضرت مریمؑ کے تعجب کے جواب میں فرشتے نے مختصر جواب دیا اور کہا کہ اللہ عزوجل کے کام ظاہری اسباب کے پابند نہیں اصل سبب اس کا ارادہ ہے۔ اس لڑکے کو فقط عورت سے پیدا کرنے کا ارادہ ہو چکا ہے۔ اور اس میں ایک حکمت ہے۔ وہ یہ کہ لوگ اس کی پیدائش کو دیکھ کر ہماری قدرت کا ٹھیک اندازہ کرلیں اور پھر خود وہ لڑکا ہماری طرف سے دُنیا کے لیے ایک رحمت ثابت ہو۔

غرض فرشتے نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مریم علیہ السلام کے اندر لڑکے کی روح پھونک دی۔ آپ حاملہ ہوگئیں۔ پھر جب ولادت کا وقت قریب آیا۔ تو لوگوں کی نگاہ سے مصلحتاً بچ کر کہیں دور کسی مقام پر چلی گئیں جس کا نام مفسرین نے بیت اللحم بتایا ہے اور جو بیت المقدس سے جہاں وہ رہتی تھیں آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں سے اور اس کے علاوہ دوسری آیتوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مریم علیہا السلام کو حمل رہنا کرامت اور خرق عادت کے طور پر تھا۔ لوگ جو خواہ مخواہ ان کی شادی ایک مرد سے ہونا ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ وہ اللہ عزوجل کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکے اور زبردستی آیت کی تاویل کرتے ہیں ؛

ولادتِ مسیح

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ

پس لے آیا اس کو دردِ زہ طرف جڑ کے ایک کھجور کی

قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ

بولی کاش میں مرچکی ہوتی پہلے اس کے اور ہو جاتی

نَسْيًا مَّنْسِيًّا (۲۳) فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ

نیست نابود پس پکارا اس کو اس کے نیچے سے

اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ

کہ نہ رنجیدہ ہو تحقیق کر دیا ہے تیرے رب نے تیرے نیچے

سَرِيًّا (۲۴)

چشمہ

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ

پھر دردِ زہ کے مارے ایک کھجور کے درخت کی جڑ کی طرف

قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ

آئیں کہنے لگی کاش کسی طرح میں مرچکتی اس سے پہلے اور

نَسْيًا مَّنْسِيًّا (۲۳) فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ

ہو جاتی بھولی بسری پھر اس کو اس کے نیچے سے آواز آئی

اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ

کہ غمگین مت ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ

سَرِيًّا (۲۴)

جاری کر دیا ہے

نَسْيًا مَّنْسِيًّا بھولی بسری، یہ دونوں لفظ مادہ ن س ی سے بنے ہیں جس سے نسیان بنا ہے پھر اس کے معنی بھول جانے کے ہیں محاورہ کے طور پر اکٹھے استعمال ہوتے ہیں نَسْیٌ ایسی چیز کو کہتے ہیں جسے ردّی کر کے پھینک دیا جائے اور پھر اس کا خیال بھی دل میں نہ آئے مَنْسِیٌّ نسیان سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جو بھلا دی گئی ہو۔ سَرِیٌّ چشمہ صفت کا صیغہ ہے س ر ی سے سَرِیٌّ کے معنی چپ چاپ بہنا۔ اسی سے اِسْرَاءٌ بنا ہے جس کا بیان شروع میں گذر چکا ہے یہاں اس سے مراد چشمہ ہے جو زمین سے چپ چاپ نکل کر بہنے لگے۔

ارشاد ہے کہ دردِ زہ شروع ہوا تو حضرت مریمؑ بے تابانہ تن تنہا جنگل میں نکل گئیں اور ایک کھجور کے درخت کا جو کسی قدر اونچے ٹیلے پر اگا ہوا تھا سہارا لیا۔ ایک طرف تو درد کی مصیبت، دوسری طرف تنہائی۔ پھر بدنامی اور رسوائی کا خیال۔ بے ساختہ منہ سے نکلا۔ کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور لوگ بالکل مجھے بھول بھال گئے ہوتے۔ اتنے میں ٹیلے کے نیچے سے آواز آئی جو جبریلؑ کی تھی کہ گھبرا مت غمگین مت ہو۔ اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے آرام کا سامان تیرے لیے مہیّا کر دیا ہے۔ اسے جب کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو اس کا مناسب انتظام بھی کر دیتا ہے۔ تیرے ٹیلے کے نیچے صاف پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا ہے اور اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے تیرے نیچے اس کو جاری کر دیا ہے۔ یہ تو پانی کا انتظام ہوا جو سخت ضرورت کی چیز ہے۔

ضروری سامان

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ

اور ہلا اپنی طرف تنہ کھجور کا گرائے گا وہ

عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ

تجھ پر تازہ پکی کھجوریں پس کھا اور پی

وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ

اور ٹھنڈی رہ آنکھوں سے پس اگر دیکھ ہی لے تو آدمی میں سے

اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ

کوئی تو کہہ دے تحقیق میں نے مانا ہے رحمٰن کے لیے

صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾

روزہ پس ہرگز نہ بولوں گی آج کسی آدمی سے

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ

اور ہلا اپنی کھجور کی جڑ اس سے تجھ پر

عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ

پکی کھجوریں گریں گی اب کھا اور پی

وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ

اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کوئی آدمی

اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ

دیکھے تو کہیو میں نے مانا رحمٰن کا

صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾

روزہ سو میں آج کسی آدمی سے بات نہ کروں گی

هُزِّيْ (ہلا تو) امر مؤنث کا صیغہ ہے ہ۔ز۔ز سے۔ هَزٌّ کے معنی ہلانا، جھٹکا دینا۔

تُسَاقِطْ (گرائے گی تجھ پر) مضارع مؤنث ہے مُسَاقَطَةٌ سے جس کا مادہ س۔ق۔ط ہے سُقُوْطٌ کے معنی گرنا۔ مُسَاقَطَةٌ: گرانا

جَنِيٌّ (توڑنے کے قابل) صفت کا صیغہ ہے ج۔ن۔ی سے۔ جَنْیٌ کے معنی پکے پھل توڑنا۔ جَنِيٌّ: وہ پھل جو پک گیا ہو اور جھڑ جائے یا توڑ لیا جائے۔

فرشتے نے آواز دی۔ کہ ٹھنڈے پانی کا چشمہ تیرے نیچے جاری کر دیا گیا ہے اور جس کھجور کے نیچے تو ہے اسے اپنی بساط کے مطابق ہلا۔ یہ تجھ پر پکی تازی کھجوریں گرائے گی۔ یہ تیرے کھانے پینے کا بندوبست ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بچہ آپ ہی آپ پاک صاف ہو گا اس لیے کھا اور پی اور بچے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر۔

اگر کوئی آدمی آ ہی نکلے اور تجھ سے کچھ پوچھنا چاہے تو اسے اشارے سے سمجھا دینا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نہ بولنے کا روزہ نذر مانا ہے۔ پس آج کسی آدمی سے نہ بولوں گی۔ اس وقت اس کی شریعت کے مطابق نہ بولنے کا روزہ بھی رکھا جا سکتا تھا۔

لوگوں کا تعجّب

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا
پس آئی اسے لے کر اپنی قوم میں اٹھائے ہوئے بولے
يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾
اے مریم البتہ تحقیق آئی تو۔ ایک چیز کے پاس جو انوکھی ہے
يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ
اے بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ آدمی بُرا
وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾
اور نہ تھی تیری ماں بدکار

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا
پھر اس کو گود میں اپنے لوگوں کے پاس لائی لوگ کہنے لگے
يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾
اے مریم تو نے ایک بات کی غضب کی
يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ
اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا
وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾
اور نہ تیری ماں بدکار تھی

تَحْمِلُهٗ (اٹھاتی تھی) اسے مضارع کا صیغہ ہے ح م ل سے حَمْلٌ کے معنی اس سے پہلے پیٹ میں اٹھانے کے تھے۔ یہاں اس سے مراد گود میں اٹھانا ہے۔ فَرِیًّا: (عجیب۔ سب سے نرالا) صفت کا صیغہ ہے۔ ف ر ی سے فَرْیٌ کے معنی تراشنا۔ گھڑنا۔ اسی سے افترا بنا ہے۔ جو پہلے گذر چکا ہے۔ یہاں اس سے مراد ایسی بات ہے جو دستور کے خلاف ہو اور برائی اور بدنامی کا باعث ہو۔

اُخْتَ هٰرُوْنَ (ہارون کی بہن) ہو سکتا ہے کہ حضرت مریم کا بھائی ہارون نام کا ہو۔ یا اس لیے کہ وہ حضرت ہارون کے رشتہ داروں میں تھیں ان کو ہارون کی بہن کہہ دیا۔ بَغِیًّا: (بدکار) یہ لفظ اسی رکوع میں پہلے گذرا ہے۔

حضرت مریمؑ جب اپنے بچہ کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنے رشتہ دار واقف کار لوگوں کے پاس اپنے شہر میں آئیں۔ تو انہوں نے بڑا تعجب کیا اور کہنے لگے کہ یہ کیا غضب ہے کہ کنواری لڑکی کے ہاں بچہ پیدا ہو۔ یہ تو تُو نے ایسی بات کی ہے جو رسم و آئین شرع اور شریف لوگوں کے دستور کے بالکل خلاف ہے اور ہم نیکوں پر ایوں میں سخت بدنامی کا باعث ہے۔ تیرے خاندان کو ہم سب جانتے ہیں۔ تیرا باپ کوئی بدنام آدمی نہ تھا۔ تیری ماں بھی ایک عفیفہ پاکدامن خاتون تھی۔ اس سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا۔ جو اس کے نام یا اس کے خاندان کے نام پر دھبہ لگائے ایسے پاکباز، نیک نام لوگوں میں یہ تُو کہاں سے پیدا ہوگئی کہ بنا گُل کھلایا۔ غرض اسی طرح کی باتیں لوگوں کے منہ سے نکلتی ہوں گی جن کا حضرت مریمؑ کے دل میں پہلے سے ہی کھٹکا لگا ہوا تھا اور جن کو سوچ سوچ کر وہ اپنی جان ہلکان کر رہی تھیں لیکن ان کا ضمیر بالکل پاک صاف تھا۔

حضرت مریمؑ کی پاک دامنی

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ

پس اشارہ کیا مریمؑ اس کی طرف کہنے لگے کیسے بات کریں ہم اس سے جو

كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (٢٩) قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ

ہے گود میں بچہ بچہ بولا تحقیق میں بندہ ہوں

اللّٰهِ ۭ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (٣٠)

اللہ کا دی ہے اس نے مجھے کتاب اور کیا ہے اس نے مجھے نبی

وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠

اور بنایا ہے اس نے مجھے برکت والا جہاں کہیں میں ہوں

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ

پس مریمؑ نے بچہ کی طرف اشارہ کیا بولے کیوں کر بات کریں ہم

كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (٢٩) قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ

اس سے جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے وہ بچہ بولا میں ہوں

اللّٰهِ ۭ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (٣٠)

اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی ہے اور اس نے مجھے نبی کیا ہے

وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠

اور مجھ کو برکت والا بنایا جس جگہ میں ہوں

آخر حضرت مریمؑ کو وہ مرحلہ پیش آیا جس سے وہ ڈرتی رہتی تھیں۔ یہ ہو نہ سکتا تھا کہ بچہ کو لے کر اپنے کنبہ والوں، رشتہ داروں اور وطن کے لوگوں سے علیحدہ چھپ کر رہیں آخر اس بچہ کو لے کر اپنے شہر میں اپنے کنبہ قبیلہ والوں کے پاس آئیں۔ تو لوگوں نے ملامت اور طعنوں کے لیے زبان کھولی۔ اب آخر حضرت مریمؑ کہیں تو کیا کہیں ناچار بچہ سامنے کر دیا۔

یہ ایک طرح کا اشارہ تھا۔ کہ یہ آپ ہی بتائے گا۔ کہ یہ کون ہے۔ کس طرح دنیا میں آیا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ بڑے ہو کر اس کا کردار اور اس کی باتیں اصل حقیقت کو ظاہر کر دیں گی۔ لیکن قربان جائیے اللہ عزوجل کے رحم و کرم کے کہ معاملہ کو آئندہ پر نہ چھوڑا اور اسی وقت اس کا فیصلہ کر دیا کہ آئندہ کسی عقل مند کو مجال گفتگو نہ رہی۔ اور وہ اس طرح کہ بچے کو بولنے کی قوت عطا کر دی۔ اور اس نے لوگوں کے سامنے زبان سے گواہی دی کہ مجھے اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے فقط ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ میں اس کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے ایک کام سپرد کیا ہے اور اس کے لیے مجھے اپنی کتاب عطا کی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔ اور مجھے ایسا بھاگوان اور نصیبہ ور بنایا ہے کہ جہاں بھی جاؤں وہیں میرے ساتھ خیر و برکت بھی جائے اور لوگوں کی مصیبتیں اور دکھ سب دفع ہو جائیں۔ آپ نے اگرچہ منہ سے نہیں کہا کہ میں بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں۔ لیکن جو کہا اس سے یہ صاف ظاہر ہے:-

بچّہ کا بقیہ بیان

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ
اور اس نے حکم دیا مجھے نماز کا اور زکوٰۃ کا جب تک رہوں میں
حَیًّا (۳۱) وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ
زندہ اور نیکی کرنے والا اپنی ماں سے اور نہیں کیا مجھے
جَبَّارًا شَقِیًّا (۳۲) وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ
سرکش بدنصیب اور سلام ہے مجھ پر جس دن
وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ
میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن
اُبْعَثُ حَیًّا (۳۳)
اٹھایا جاؤں زندہ کر کے

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ
اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک
حَیًّا (۳۱) وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ
میں زندہ رہوں اور نیک سلوک کرنے والا اپنی ماں سے اور مجھ کو سرکش
جَبَّارًا شَقِیًّا (۳۲) وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ
اور بدنصیب نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا
وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ
ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن
اُبْعَثُ حَیًّا (۳۳)
زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوں

بچّہ نے کہا کہ اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے اور کتاب عنایت کی ہے لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا قرار دیا ہے پھر کہا کہ مجھے اللہ عزوجل نے نماز کا اور پاک صاف رہنے کا حکم دیا ہے جب تک زندہ ہوں میں اللہ تعالیٰ کی جان و دل سے عبادت کروں گا جس کی بہترین شکل نماز ہے جس میں زبان، ہاتھ، پاؤں سب سے اس کے سامنے اس کا بڑا ہونا اور اپنا عاجز ہونا ظاہر کیا جاتا ہے اور کھڑے ہو کر، جھک کر، بیٹھ کر، زمین پر پیشانی رکھ کر ہر حالت میں اس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس نے مجھے زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے جس سے ہر چیز کی صفائی حاصل ہو۔ اس میں دل اور نیّت کا صاف رکھنا۔ بدن اور کپڑوں پر سے نجاست کا دُور کرنا۔ مال و دولت کا ایک حصّہ اللہ کے لیے خیرات کر کے اس کو پاک اور طیّب بنانا۔ غرض ہر طرح سے ہر بات میں پاکیزگی اختیار کرنا آجاتا ہے۔ پھر مجھ کو خوش خلق اور خَلق کا ہمدرد بنایا ہے۔ خاص کر اپنی والدہ ماجدہ کا فرمان بردار اور خدمت گذار رہنے کا حکم دیا ہے میرا مزاج سخت نہیں بنایا اور نہ مجھے سرکش تکبّر کرنے والا منحوس اور بدبخت قرار دیا ہے۔ ہر شخص کے ساتھ نرمی اور مہربانی اور شفقت کا برتاؤ کرنا میری سرشت میں داخل ہے اللہ عزوجل کی طرف سے مجھ پر سلامتی اور رحم و کرم کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اللہ کا مجھ پر سلام ہے۔ پیدائش کے دن بھی اور مرنے کے دن بھی اور اس دن بھی جب میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا:

سچّی بات

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ
یہ ہے عیسٰی بیٹا مریم کا کہہ دی اصلی بات
الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (٣٤) مَا كَانَ لِلّٰهِ
جس کے اندر وہ جھگڑتے ہیں نہیں ہے اللہ کے لیے
اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا
کہ بنا دے کوئی بیٹا پاک ہے وہ جب فیصلہ کرتا ہے ایک کام کا
فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (٣٥)
تو یہی ہوتا ہے کہ کہتا ہے اس سے ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ
یہ ہے عیسٰی مریم کا بیٹا سچی بات کہہ رہا ہوں
الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (٣٤) مَا كَانَ لِلّٰهِ
جس میں یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ ایسا نہیں جو
اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا
اولاد رکھے وہ پاک ذات ہے۔ جب کسی کام کا کرنا ٹھہرا لیتا ہے
فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (٣٥)
تو اس کے لیے فقط یہی کہتا ہے کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے

قَوْلَ الْحَقِّ (بات سچّی) قَوْلَ کے لام پر زبر ہے کیونکہ یہ مفعول مطلق ہے قال کا۔ جو یہاں محذوف ہے اور قال کی ضمیر اللہ عزوجل کی طرف ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال بتا دی۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان کر کے ارشاد ہے کہ یہی وہ عیسٰی ابن مریم ہے جس کی بابت ہم نے سچی حقیقت بیان کر دی۔ عیسائی ان کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں کسی نے کوشش کی کہ حضرت مریمؑ کی شادی یوسف نجّار سے ہونا ثابت کرے۔ سیدھی سادی بات فقط یہ ہے کہ حضرت مریمؑ کی کسی سے شادی ہوئی ہی نہیں اور نہ وہ (نعوذ باللہ) بدکار تھیں۔ خود حضرت مریم علیہا السلام نے اس کا اعلان کر دیا۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام نے جو اپنی بابت کہا اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور اس میں اللہ عزوجل کی کوئی حکمت پوشیدہ تھی کہ اس نے انہیں معجزہ کے طور پر باپ کے واسطہ کے بغیر پیدا کیا۔ وہ خود بھی پاک صاف اور ان کی والدہ بھی بُری باتوں سے بالکل بَری ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے مجھے نبی مقرر کیا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ اللہ کو بیٹے کی ضرورت نہیں۔ اسے اپنا کام کرنے میں کوئی مددگار نہیں چاہیئے۔ جب اس کا ارادہ ہو جاتا ہے کہ کوئی کام ہو وہ براہِ راست اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا۔ یہ کہتے ہی وہ ہو جاتا ہے۔ گو اسے ظاہر میں موجود ہونے کچھ دیر لگے لیکن وعدہ رُک نہیں سکتا۔

اختلاف مت کرو

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ
اور تحقیق اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ
یہ راستہ سیدھا ہے پس الگ الگ ہو گئے
الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ
فرقے ان میں سے سو خرابی ہے ان کے لیے
كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾
جو کافر ہوئے سامنے آجانے سے ایک دن بڑے کے

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ
اور کہا بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو اس کی بندگی کرو
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ
یہ ہے سیدھی راہ پھر ان میں سے
الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ
فرقوں نے جدا جدا راہ اختیار کی سو منکروں کے لیے خرابی
كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾
ہے جس وقت ایک بڑا دن دیکھیں گے

اصل میں اللہ کی قدرت کو پورے طور پر مان کر اسی کو اپنا رب ماننا چاہیئے کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ کسی آدمی کی تربیت کا کیسا ہی اعلیٰ انتظام کیوں نہ کیا جائے۔ آخر میں جا کر بات اللہ عزوجل ہی پر ٹھیرتی ہے کہ وہ آدمی کیسا ثابت ہوتا ہے۔ استعداد اور قابلیت انسان کے اپنے بس کی نہیں۔ اور جب تک استعداد اور قابلیت نہ ہو۔ کوئی نظام تعلیم و تربیت مفید نہ ہو گا۔ اس لیے میرا اور تمہارا اصلی رب وہی ذاتِ بے ہمتا ہے۔ اسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔ انسان کے لیے سیدھی راہ یہی ہے لیکن اس کے اپنے خیالات اور زبردستی کے پیدا کیے ہوئے عقیدے اس راہ میں رکاوٹ ہو جاتے ہیں۔ جس کو دیکھو اپنا ایک الگ گروہ بنائے ہوئے ہے۔ اختلاف کی وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ لوگ اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر سیدھی راہ سے اوروں کو روکتے ہیں اور جب تک اپنی الگ راہ نہ بنالیں چین سے نہیں بیٹھتے۔ لیکن دنیا کے یہ جھگڑے عنقریب ہی ختم ہو جائیں گے۔

جنھوں نے دُنیا کی عارضی طاقت زور اور ظلم سے حاصل کی ہوئی ہے۔ ان کا مرنے کے بعد ایک بڑے دن سے سابقہ پڑنے والا ہے اللہ کے نہ ماننے والے اس دن بڑے خسارے میں ہوں گے۔ جب وہ دن آجائے گا تو جو لوگ دُنیا میں ایمان لا چکے ہیں ان کا ایمان ہی ان کے کام آئے گا۔ منکروں کو سوا تباہی و بربادی کے کچھ ہاتھ نہ لگے گا۔

انسان کی غفلت

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا

کیا خوب سنتے ہوں گے اور دیکھتے ہوں گے جس دن آئیں گے ہمارے پاس

لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ

لیکن بے انصاف آج کے دن گمراہی میں ہیں

مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ

ظاہر اور ڈرا دے ان کو حسرت کے دن سے

اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ

جب فیصلہ کر دیا جائیگا کام کا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ

ایمان نہیں لاتے بے شک ہم وارث ہوں گے زمین کے

وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور جو اس پر ہے اور ہماری ہی طرف وہ لوٹ کر آئیں گے

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا

جس دن ہمارے پاس آئیں گے کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے

لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ

پر بے انصاف آج کے دن صریح بہک

مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ

رہے ہیں اور ان کو اس پچھتاوے کے دن کا ڈر سنا دے

اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ

جب کام فیصلہ ہو چکے گا اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ

یقین نہیں لاتے اور ہم زمین کے اور جو کوئی اس میں ہے وارث

وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ۲/۵

ہوں گے اور وہ ہماری ہی طرف پھر آئیں گے

انسان کو آج ہی دنیا میں قرآن مجید اس غلطی سے آگاہ کرنا چاہتا ہے اگر اپنے باپ دادا اور قوم کے طور طریقوں کی وجہ سے وہ قرآن مجید کی باتوں پر یقین نہ کر سکا تو قیامت کے دن وہ بڑی حسرت اور پچھتاوے میں مبتلا ہوگا کیوں کہ اس دن اس کی آنکھوں کے سامنے ساری حقیقت آجائے گی اور اس کے کان میں حق کی آوازیں گونجیں گی۔ ارشاد ہے کہ آج دنیا میں پھنس کر لوگ حق کو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ وہ غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں اللہ پر ایمان نہیں لاتے لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ اپنے دنیا کے رشتہ داروں اور ساتھیوں کو یہیں چھوڑ کر ہمارے پاس چلے آئیں گے اور ان کے مالک اور وارث ہم ہوں گے یہ لوگ وہاں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے نہ یہ ان کا رنج، غم، پچھتاوا کچھ ان سے دور کر سکیں گے اور نہ جانی اور مالی کسی قسم کی مدد پہنچا کر ان کو عذاب سے بچا سکیں گے۔ قرآن مجید اس بات پر زور دیتا ہے کہ اگر اس کی بتائی ہوئی باتیں آج ہی مان لو گے تو قیامت میں پچھتاوے اور حسرت سے بچ سکو گے ورنہ مرنے کے بعد تو ہر شخص دیکھ اور سن ہی لے گا کہ یہی باتیں سچ تھیں اس وقت جو اپنی کوتاہیوں کا قلق ہوگا۔ وہ بیان سے باہر ہے ؛

اور رسُولوں کا ذکر

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ
اور یاد کر کتاب میں ابراہیم کو تحقیق وہ تھا
صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ
سچا نبی جب کہا اس نے اپنے باپ سے اے میرے باپ
لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ
کیوں پوجتا ہے تو اسے جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ فائدہ دے
عَنْكَ شَيْــًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ
تجھے کچھ اے میرے باپ تحقیق آیا ہے میرے پاس
مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ
ایسا علم جو نہیں آیا تیرے پاس پس پیروی کر میری
اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾
دکھاؤں میں تجھ کو راستہ سیدھا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ
اور ذکر کر کتاب میں ابراہیم کا بے شک وہ
صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ
سچّا نبی تھا جب کہا اس نے اپنے باپ سے اے میرے باپ
لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ
کیوں پوجتا ہے تو اس کو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تیرے
عَنْكَ شَيْــًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ
کچھ کام آئے اے باپ میرے اس ایک چیز کی خبر آئی
مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ
ہے جو تیرے پاس نہیں آئی پس میرے پیچھے چل تجھے
اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾
سیدھی راہ دکھاؤں

یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر شروع ہے وہ اللہ کے نبی تھے جو باتیں وہ کہتے تھے بالکل سچی ہوتی تھیں۔ ان کا باپ جس کا نام سورۃ الاعراف میں آذر گذر چکا ہے وہ مٹی یا پتھر کے بُت بنا بنا کر لوگوں کے ہاتھ بیچتا تھا۔ اور وہ لوگ اور آذر خود بھی ان کے سامنے ماتھا ٹیکتے تھے اور عبادت کی ساری رسمیں ادا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کیوں ان گونگے بہرے بتوں کی عبادت کرتے ہو یہ تو تمہارے کام نہیں آسکتے۔ ابّا جان! انہیں چھوڑیئے اور میری بات سنیئے مجھے ایک ایسی بات کا پتہ چلا ہے کہ تمہارے پاس اس کا ذرا بھی علم نہیں۔ میں نے دنیا بھر کی عظیم الشان چیزوں کو دیکھا ہے۔ یہ بُت تو ان کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ میں نے ستاروں، چاند اور سورج کی حالت پر غور کیا ہے ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں جس کو رب مان کر ان کی عبادت کی جائے۔ میرے نزدیک آپ کے لیے سب سے اچھی صلاح یہ ہے کہ آپ میرے کہنے پر عمل کریں اور جو میں کہتا وہ کرتے جائیں میں آپ کو بالکل سیدھے اور صاف راستہ پر ڈال دوں گا جس کے بعد آپ کو کوئی خطرہ نہ رہے گا۔

باپ کو نصیحت

يَاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۖ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

اے میرے باپ مت پوجا کر شیطان کی تحقیق شیطان

كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يَاَبَتِ اِنِّيْٓ

ہے رحمٰن کا نافرمان اے میرے باپ تحقیق

اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

میں ڈرتا ہوں کہ آلگے تجھے ایک آفت رحمٰن کی طرف سے

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

پس ہوجائے تو شیطان کا ساتھی

يَاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۖ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

اے میرے باپ شیطان کو مت پوج بے شک شیطان

كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يَاَبَتِ اِنِّيْٓ

رحمٰن کا نافرمان ہے اے میرے باپ میں

اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

ڈرتا ہوں کہ کہیں تجھے کوئی آفت رحمٰن سے آلگے

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

پھر تو شیطان کا ساتھی ہوجائے

انسان کی بہتری کو مدنظر رکھ کر باپ کو آگے سمجھا رہے ہیں کہ بتوں کی پوجا اصل میں شیطان کی پوجا ہے۔ شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ پھر اس کی پوجا کرنی کس نے بتائی ہے۔ اس بات سے یقیناً رحمٰن تجھ سے ناراض ہوجائے گا۔ اور اس نے تجھے اگر کسی آفت میں مبتلا کر دیا تو تُو کہیں کا نہ رہے گا اور کھلم کھلا شیطان کا ساتھی اور رفیق ہوجائے گا۔

اس میں ڈر یہ ہے کہ آئندہ تجھے کبھی توبہ کرنے کی شاید توفیق نہ ملے۔ اور تو انہی واہی تباہی باتوں میں لت پت دنیا سے چل بسے۔ وہاں بھی تجھے دوزخ میں سوا شیطان کے کوئی رفیق نہ ملے گا کیونکہ دُنیا میں شیطان کو اپنا ساتھی بنانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت میں بھی وہ تیرا ساتھی ہوگا اور اپنے پیروؤں کے ساتھ تجھے بھی دوزخ میں گھسیٹ کر ڈال دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیالات پیش کرکے کوشش یہ کر رہے ہیں کہ ان کے باپ کے دل میں سے وہ گندے پریشان خیالات نکل جائیں۔ جن میں وہ مدّت سے مبتلا ہے۔ اور ان کی جگہ وہ پاک صاف ستھرے خیالات شروع ہوجائیں جن کا نتیجہ نیک کام ہوا کرتا ہے۔ اگر ایسا ہوجائے تو وہ اپنے باپ کو تباہی سے بچا سکیں گے۔

باپ کا جواب

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ

اس نے کہا کیا پھرا ہوا ہے تو میرے معبودوں سے اے ابراہیم

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ

اگر نہ باز آیا تُو تو تجھے پتھراؤ سے مار ڈالوں گا اور چھوڑ دے مجھے

مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ

کچھ مدت کہا سلام تجھ پر استغفار کروں گا میں

لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

تیرے لیے اپنے رب سے تحقیق وہ ہے مجھ پر مہربان

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ

وہ بولا کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے اے ابراہیم

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ

اگر تو باز نہ آئے گا تو تجھ پر پتھراؤ کر دوں گا اور دور ہو جا

مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ

میرے پاس سے ایک مدت تک کہا تیری سلامتی رہے میں اپنے رب سے تیرا

لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

گناہ بخشواؤں گا بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے

مَلِيًّا ایک مدت، اس کا مادہ م۔ل۔و ہے۔ مَلْوٌ کے اصل معنی ٹھیرنے کے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صاف نظر آیا۔ کہ میرا باپ بلکہ ساری قوم کی قوم گمراہی میں مبتلا ہے۔ باپ کو سمجھانے کی کوشش کی اور اس کی بت پرستی کو شیطان کی پوجا ثابت کیا۔ بات نہایت نرم کہی اور اس کا خاص خیال رکھا کہ باپ کا مزاج برہم نہ ہو جائے لیکن ان کا باپ اپنی تمام قوم کا مہنت پجاری بنا ہوا تھا۔ ان کے لیے بت گھڑ گھڑ کر دیتا تھا اور ان کی پوجا پاٹ کراتا تھا ایسے لوگ سمجھ سے عاری ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری باتیں سُن کر آذر نے پہلے تو تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ کیا تُو میرے بتوں سے جن کی پوجا پاٹ کرتا ہوں منحرف ہے پھر خفا ہو کر ڈانٹا کہ یہ باتیں بالکل چھوڑ نہیں تو تجھے پتھر مارتے مارتے مار ڈالوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ میرے سزا دینے سے پہلے ہی تو مجھے چھوڑ کر کہیں چلا جائے اور ایک زمانہ دراز تک مجھے شکل تک نہ دکھائے۔

اس قدر سخت اور دو ٹوک جواب سُن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام مایوس ہوئے۔ پھر بھی کوئی سخت جواب نہ دیا بلکہ فرمایا۔ اچھا پھر میرا اسلام ہے۔ اب تو میرے لیے فقط یہی راستہ رہ گیا ہے کہ اپنے رب سے التجا کر کے آپ کے گناہ بخشواؤں۔ وہ بڑا رحیم و رؤف ہے۔ مجھ پر اس کی کرم کی نظر ہے۔ اس کے بعد میں اپنی آنکھ سے آپ کو بت پرستی میں لت پت دیکھنا نہیں چاہتا۔

ابراہیمی ہجرت

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور چھوڑتا ہوں میں تمہیں اور جن کو کہ پوجتے ہو تم اللہ کے سوا
وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ
اور میں بندگی کرونگا اپنے رب کی امید ہے کہ نہ ہوں گا میں بندگی کر کے
رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا
اپنے رب کی محروم پھر جب چھوڑ دیا اس نے ان کو اور جن کو
يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ
وہ پوجتے تھے سوا اللہ کے بخشے ہم نے اس کو
اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾
اسحاق اور یعقوب اور ہر ایک کو کیا ہم نے نبی
وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا
اور دیا ہم نے انہیں اپنی رحمت سے اور کر دیا ہم نے
لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع
ان کے لیے ذکر مستحکم اونچا

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور میں تم کو اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو چھوڑتا ہوں
وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ
اور میں اپنے رب کی بندگی کروں گا امید ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی
رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا
کر کے محروم نہ ہوں گا پھر جب ان سے وہ جدا ہوا جن کو وہ
يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ
اللہ کے سوا پوجتے تھے تو ہم نے اسے
اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾
اسحٰق اور یعقوب عطا کیے اور دونوں کو نبی کیا
وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا
اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے سب کچھ دیا اور ان کو شہرت
لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع ۳
اور نیکنامی عطا کی اور ان کا بول بالا کیا

لِسَانَ صِدْقٍ (زبان سچائی اور راستی کی) صدق کے معنی راستبازی سچائی یعنی ہم نے ان کو راست بازی اور سچائی کی زبان عطا کی۔ مراد یہ ہے کہ ان کی راست بازی اور سچائی ہر شخص کی زبان پر مذکور ہونے لگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بت پرست باپ اور وطن عراق کو چھوڑ کر شام چلے آئے اور کہا میں تمہیں اور تمہارے بتوں کو چھوڑ کر جاتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ وہ ضرور میری سنے گا۔ اللہ نے انہیں بیٹا اسحاق اور پوتا یعقوب عطا کیا۔ دونوں نبی اور نیک نام ہوئے۔

موسیٰ علیہ السلام

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ز اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا

اور ذکر کر کتاب میں موسیٰ کا تحقیق وہ تھا چنا ہوا

وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ

اور تھا پیغمبر نبی اور ہم نے پکارا اسے طور کی

الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ

دائیں جانب سے اور نزدیک بلایا اسے راز بنانے کو اور بخشا ہم نے اسے

مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ز اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا

اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کر بے شک وہ چُنا ہوا تھا

وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ

اور تھا رسول نبی اور ہم نے اس کو طور پہاڑ کی دائیں جانب سے

الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ

پکارا اور اسے بھید کہنے کے لیے نزدیک بلایا اور ہم نے اپنی

مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

مہربانی سے اسے اس کا بھائی ہارون نبی عطا کیا

مُخْلَصْ (چنا ہوا) اسم مفعول ہے اِخْلاص سے جس کا مادہ خ۔ل۔ص ہے۔ خلوص کے معنی نتھر جانا۔ خالص۔ خلاصہ وغیرہ الفاظ اسی سے بنے ہیں۔ اخلاص کے معنی میل کچیل سے صاف کرنا۔ بہت سی چیزوں میں سے ایک عمدہ چیز چُن لینا۔ مُخْلَص وہ چیز جو اس طرح چُنی گئی ہو۔

نَجِیٌّ (رازدان) صفت کا صیغہ ہے۔ ن۔ج۔و سے۔ نَجْوٌ کے معنی کانا پھوسی کرنا۔ خفیہ بات بنانا۔ نَجِیٌّ وہ شخص جسے چپکے سے کوئی بھید کی بات بتائی جائے جس کے کان میں بات کہی جائے۔

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال ہے۔ جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر پہلے گذرا۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے اور آگے بھی مفصل آئے گا۔

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یاد کر۔ یہ ہمارے چنے ہوئے نبی اور پیغامبر تھے۔ ہم نے انہیں کوہ طور کی دائیں جانب پکارا اور انہیں قریب بلا کر راز کی باتیں بتائیں۔ اور ان کی مدد کے لیے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو بھی نبی بنا کر ان کے ساتھ کر دیا۔ دونوں مل کر مصر وہاں کے بادشاہ فرعون کو سمجھانے گئے کہ اپنی سرکشی اور ظلم وستم سے باز آ بنی اسرائیل کو آزاد کر۔

اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ
اور ذکر کر کتاب میں اسمٰعیل کا تحقیق وہ تھا
صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَ
سچا وعدہ کا اور تھا پیغام رساں نبی اور
كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ
تھا حکم دیتا اپنے گھر والوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا
وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي
اور تھا اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ اور ذکر کر
الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا
کتاب میں ادریس کا تحقیق وہ تھا سچا
نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾
نبی اور بلند کیا ہم نے اسے مرتبہ اونچے پر

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ
اور کتاب میں اسمٰعیل کا ذکر کر وہ تھا
صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَ
وعدہ کا سچا اور پیغامبر نبی تھا اور
كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ
اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتا تھا
وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي
اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا اور ذکر کر
الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا
کتاب میں ادریس کا وہ سچا
نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾
نبی تھا اور ہم نے اس کو اونچے مکان پر اٹھا لیا

ارشاد ہے۔ کہ کتاب میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر کر۔ آپ بڑے صاحب اخلاق تھے۔ جس کسی سے وعدہ کر لیتے، اسے پورا کر کے رہتے۔ خواہ اس کے لیے کتنی ہی تکلیف برداشت کرنی پڑے۔ ان کے عزم و استقلال کی مثال واضح یہ ہے کہ اپنے والد کے کہنے سے اللہ کے حکم پر ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گئے اللہ عز وجل نے انہیں بچا لیا اور ان کے بدلے مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا اور اپنا نبی بنایا اور لوگوں کے پاس اپنی ہدایت کا پیغام پہنچانے کے لیے اپنا رسول بھی مقرر کیا۔ آپ ہمیشہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی تاکید فرماتے رہتے تھے تا کہ ان کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی یہی کام کریں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے تھے۔ اس کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ اللہ کے سچے اور راستباز بندے اور اس کے نبی تھے۔ اللہ عز وجل نے علوم و فنون میں انہیں بہت اونچا درجہ دیا تھا۔ دنیا اور آخرت میں ان کا مرتبہ بلند ہے۔ آپ کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان تھا۔

انبیاء کا اخلاق

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

یہ ہیں وہ لوگ کہ انعام کیا اللہ نے ان پر

مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ

نبیوں میں سے آدم کی اولاد میں اور ان میں جنہیں

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ

سوار کیا ہم نے نوح کے ساتھ اور اولاد میں ابراہیم کی

وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ

اور اسرائیل کی اور ان میں کہ ہدایت کی ہم نے اور چنا ہم نے انہیں

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا

جب پڑھی جاتیں ان پر آیتیں رحمٰن کی گر پڑتے ہیں

سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ السجدۃ

سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

یہ نبیوں میں سے وہ نبی ہیں جن کو اللہ نے اپنے انعام

مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ

سے نوازا آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ

جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم کی

وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ

اسرائیل کی اولاد میں اور ان میں جنہیں ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا

جب انہیں سنائی جاتیں رحمٰن کی آیتیں گر پڑتے

سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ السجدۃ

سجدہ میں اور روتے ہوئے

السجدۃ ۵

بُكِيًّ: (روتے ہوئے) ب ک ی سے۔ اصل میں بُكُوْيٌ تھا تعلیل کے بعد بُكِيٌّ ہو گیا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے نبی بنایا اور جن پر ہم نے اپنا خاص انعام کیا۔ آدم علیہ السلام کی اولاد اور ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں۔ جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر طوفان سے بچ گئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ یہ سب ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے سیدھے راستے پر قائم کیا۔ اور مخلوق کی ہدایت کے لیے انہیں انتخاب کیا ان کے درجے ہم نے بلند کیے ہیں۔ لیکن باوجود رفعت شان اور بلندی مرتبہ وہ ہمارے عاجز بندوں کی طرح جھک کر رہتے ہیں اور جب انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ہمارے سامنے جھک کر پیشانی زمین پر رکھ دیتے ہیں اور ان کے دل پر اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں ان سے یہ سبق سیکھنا ہے کہ جتنا کوئی بلند مرتبہ ہوتا ہی اسے اللہ عزوجل کے سامنے عاجزی سے جھکنا چاہیئے۔ یہ آیت سجدہ ہے۔ پڑھنے اور سننے والے کو اس کے بعد سجدہ کرنا چاہیئے۔

بعد کے آنے والے

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ
پس رہے ان کے بعد پیچھے رہنے والے کہ ضائع کر دی جنہوں نے نماز
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾
اور پیچھے پڑ لیے خواہشوں کے پس عنقریب ملیں گے وہ گمراہی سے
اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
مگر جو لوٹ آیا اور ایمان لایا اور کی نیکی
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا
پس وہ لوگ داخل ہوں گے جنّت میں اور نہ
يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾
کھوئیں گے کچھ

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ
پھر ان کی جگہ ناخلف آئے جو نماز کھو بیٹھے
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾
اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پس وہ گمراہی سے مل کر رہیں گے
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور نیکی کی
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا
پس وہ لوگ بہشت میں جائیں گے اور ان
يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾
کا کچھ حق بھی ضائع نہ ہو گا

یہاں انسان کی حالت پر افسوس کا اظہار ہے۔ کہ نبیوں کے پیچھے دنیا میں جو لوگ رہے۔ انہوں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا۔ اللہ عزوجل کے سامنے عاجز بندوں کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اس کے آگے ادب اور تعظیم سے جھکنا جو انبیاء نے اللہ کی عبادت کا طریقہ مقرر کیا تھا' اسے چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ رہے اور اس کی بجائے اپنی بے جا خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ گئے۔ انہیں اب بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ خواہشوں کے غلام بن کر سیدھے راستے پر قائم نہیں رہ سکتے۔ ضرور انہیں کبھی نہ کبھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ غلط راستہ پر چل رہے تھے۔ اگر دنیا ہی میں معلوم ہو جائے تو اچھا ہے۔ کیونکہ شاید وہ غلط راستہ چھوڑ دیں اور سیدھے راستہ پر واپس آ جائیں۔ اپنے اعمال درست کر لیں۔ اگر ایسا کریں گے تو وہ جنّت میں داخل ہو جائیں گے اور جو دنیا میں نیک کام انہوں نے کیے تھے ان کا پورا پورا اچھا بدلہ انہیں ملے گا۔ ان کے بدلے میں ذرا بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اللہ اپنی رحمت سے اتنا کچھ دے گا کہ انہیں اس کے سامنے اپنے اعمال بے حقیقت معلوم ہونے لگیں گے لیکن اس کے لیے شرط یہی ہے کہ وہ دنیا ہی میں اتنی بات سمجھ لیں ورنہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

جنّت کا بیان

جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
باغات ہمیشہ رہنے کے جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے
عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ
اپنے بندوں سے بے دیکھے تحقیق ہے اس کا وعدہ
مَاْتِیًّا ﴿۶۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا
آنے والا مرحلہ نہ سنیں گے وہ اس میں بیکار باتیں مگر ہاں
سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا
سلام اور ان کے لیے ہے ان کی روزی اس میں
بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۶۲﴾
صبح اور شام

جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
بسنے کے باغوں میں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے
عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ
غائبانہ وعدہ کیا ہے۔ یہ لوگ اس کے وعدہ تک ضرور پہنچ کر
مَاْتِیًّا ﴿۶۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا
رہیں گے وہاں کوئی بک بک نہ سنیں گے بجز
سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا
سلام کے اور ان کے لیے وہاں ان کی روزی
بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۶۲﴾
ہے صبح اور شام

مَاْتِیٌّ (وہ جگہ جہاں پہنچنا ضرور ہے) اسم مفعول ہے ا ت ی سے۔ اَتْیٌ کے معنی آنا۔ اٰتِیْ آنے والا۔ مَاْتِیٌّ اصل میں مَاْتُوْیٌ تھا۔ تعلیل کے بعد مَاْتِیٌّ ہو گیا۔ وہ جگہ جہاں پہنچا جائے گا۔ یعنی جنّت اپنی جگہ موجود ہے۔ نیک لوگوں کی آخری منزل وہی ہے۔ وہاں پہنچ کر رہیں گے۔

یہ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں محض تھوڑی دیر کی سیر و تفریح کے لیے نہیں۔ انہیں انسان نے ابھی تک دیکھا نہیں۔ لیکن جب دیکھے گا۔ تو انہیں امید سے زیادہ آرام و اطمینان کی جگہ پائے گا۔ ایک خوبی ان باغوں میں یہ ہو گی۔ کہ یہ پریشان کن شور و شغب، ہا و ہو سے پاک ہوں گے بیکار باتیں وہاں سننے میں نہ آئیں گی ہر طرف مبارک سلامت کا زور ہو گا۔ ہر طرف سے ایسی سہانی آوازیں آ رہی ہوں گی جن کو سن کر دل باغ باغ ہو جائے۔ اور پھر ہر وقت سماں بدلنے کے ساتھ ہی اس وقت کے مناسب کھانا، پینا، میوے، شربت، پھل پھلواری ہمہ نعمت ایک اشارے پر موجود ہو جائے گی اور سب سے بڑی بات یہ ہو گی۔ کہ جی بھر کر کھاؤ اور ہمیشہ کھاؤ۔ یہ نہیں کہ جیسے دنیا میں ایک دن کھا لیا اور سات دن ترستے رہے اور اگر کہیں زیادہ کھا گئے تو ڈاکٹر صاحب کے گھر پہنچے ؎

جنّت ملنے کی شرط

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا
یہ وہ جنت ہے جس کا وارث بنائیں گے ہم اپنے بندوں میں سے
مَنْ كَانَ تَقِيًّا (٦٣) وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا
جو کوئی ہوگا پرہیزگار اور نہیں اترتے ہم مگر
بِاَمْرِ رَبِّكَ ج لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا
حکم سے تیرے رب کے اسی کا ہے جو درمیان ہمارے ہاتھوں کے ہے
وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ج وَ مَا كَانَ
اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو درمیان ہے ان کے اور نہیں ہے
رَبُّكَ نَسِيًّا (٦٤) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
تیرا رب بھولنے والا رب آسمانوں کا اور زمین کا
وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ
اور جو ان کے بیچ میں ہے پس بندگی کر اس کی اور جم جا
لِعِبَادَتِهٖ ط هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (٦٥)
اس کی بندگی پر کیا جانتا ہے تو اس کا کوئی ہم نام

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا
یہ وہ بہشت ہے جسے ہم اس کی میراث بنائیں گے جو کوئی ہمارے بندوں
مَنْ كَانَ تَقِيًّا (٦٣) وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا
میں پرہیزگار رہوگا اور ہم نہیں اترتے مگر
بِاَمْرِ رَبِّكَ ج لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا
تیرے رب کے حکم سے جو ہمارے آگے ہے
وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ج وَمَا كَانَ
اور ہمارے پیچھے اور جو اس کے بیچ میں ہے سب اسی کا ہے اور تیرا
رَبُّكَ نَسِيًّا (٦٤) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رب بھولنے والا نہیں۔ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا
وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ
اور جو ان کے بیچ میں ہے پس اس کی بندگی کر اور اس کی بندگی پہ
لِعِبَادَتِهٖ ط هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (٦٥) ع ٥
قائم رہ کسی کو پہچانتا ہے تو اس کے نام کا

جنّت کا بیان کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ یہی وہ جنّت ہے جس کا ہم نے اپنے ایمان والے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے ہم اپنے ان بندوں کو اس کا وارث بنا دیں گے جو ہمارے ڈر سے بُرے کام چھوڑ دیں گے۔

آگے فرشتوں کا قول ہے کہ ہمارا اُترنا اللہ کے حکم پر موقوف ہے وہ ہمارے پہلے اور پچھلے حالات سے اور جو ان کے درمیان ہے، واقف ہے، وہ بھولتا نہیں آسمان اور زمین کا اور ان کی درمیانی چیزوں کا رب ہے اسی کی عبادت میں لگے رہو۔

اس کے نام میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔

مرکر اُٹھنا

وَ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَامِتُّ
اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مرگیا
لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا (۶۶) اَوَلَا یَذْکُرُ
تو کیا پھر نکالا جاؤں گا زندہ اور کیا نہیں یاد رکھتا
الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ
آدمی کہ ہم نے اسے پیدا کیا اس سے قبل اور وہ نہ تھا
شَیْئًا (۶۷) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ
کوئی چیز پس قسم تیرے رب کی۔ البتہ ہم اکٹھا کریں گے انہیں اور شیطانوں کو
ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا (۶۸)
پھر ضرور حاضر کریں گے انہیں دوزخ کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے

وَیَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ
اور آدمی کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا
لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا (۶۶) اَوَلَا یَذْکُرُ
تو پھر نکلوں گا زندہ ہو کر کیا آدمی یاد نہیں
الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ
رکھتا کہ ہم نے اس کو اس سے پہلے بنایا اور وہ نہ تھا
شَیْئًا (۶۷) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ
کوئی چیز سو قسم تیرے رب کی ہم ان کو اور شیطانوں کو گھیر کر پھر
ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا (۶۸)
سامنے لائیں گے انہیں دوزخ کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے

مِتُّ (مرگیا میں) ماضی متکلم کا صیغہ ہے م۔و۔ت سے اس کا مادہ م۔ی۔ت بھی ہے اس لیے ماضی متکلم مُتُّ اور مِتُّ دونوں کے وزن پر آتی ہے۔ جِثِیٌّ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے، جَاثٍ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے ج۔ث۔و سے جُثُوٌّ کے معنی گھٹنے ٹیک دینا۔ اصل میں جُثُوْوٌ تھا، تعلیل کے بعد جِثِیٌّ ہو گیا۔

ان باتوں کو سُن کر بعض لوگوں نے تعجب سے کہا کہ کیا مرنے کے بعد ہم پھر زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان کا قول نقل کر کے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ آدمی کو یہ نہ بھولنا چاہیئے۔ کہ اس دنیا میں پہلی دفعہ ہمیں نے اسے پیدا کیا۔ اس کا ظاہر میں کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ ہم نے اسے اپنی قدرت سے جیتا جاگتا انسان بنا دیا اور پھر اسے پال کر بڑا کیا۔ اور اس کی ضرورت کی ساری چیزیں وقت پر مہیّا کر دیں۔ اس رب کی قدرت کو انسان کیوں بھول جاتا ہے ہم تیرے رب کی قدرت انسان کو دوبارہ یاد دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرے رب کی قسم جو بڑی قدرت والا ہے ہم قیامت کے دن سب کو زندہ کر کے اٹھا اٹھائیں گے اور سب طرف سے گھیر کر ایک میدان میں لا کر جمع کر دیں گے اور ان کے ساتھ ان شیطانوں کو بھی اکٹھا کر دیں گے جو انہیں بہکایا کرتے تھے۔ دوزخ ان سب کے بیچ میں ہو گی اور وہ ہول کے مارے اس کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔

قیامت کے واقعات

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ
پھر الگ کرلیں گے ہم ہر فرقہ سے جونسا ان کا
اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ
زیادہ سخت تھا رحمٰن سے سرکشی کرنے میں پھر البتہ ہم خوب واقف ہیں
بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ
ان سے جو ہیں زیادہ قابل اس میں داخل ہونے کے اور نہیں
مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ
کوئی تم میں کا مگر گذرنے والا ہے وہ اس پر ہو چکا ہے یہ تیرے رب پر
حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
لازم مقرر شدہ پھر نجات دیں گے ہم انہیں جو ڈرا کرتے تھے
وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾
اور چھوڑ دیں گے بدکاروں کو اس میں گھٹنوں کے بل اوندھے گرے ہوئے

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ
پھر ہم ہر ایک فرقے میں سے اس کو جدا کرلیں گے جو
اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ
رحمٰن سے سخت اکڑ رکھتا تھا پھر ہم کو خوب معلوم ہیں
بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ
جو اس میں داخل ہونے کے بہت قابل ہیں اور تم میں
مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ
کوئی نہیں جو اس پر نہ پہنچے گا۔ یہ وعدہ تیرے رب پر
حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
لازم مقرر ہو چکا۔ پھر ہم ان کو جو ڈرتے رہتے تھے بچالیں گے اور
وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾
گنہگاروں کو اس میں اوندھے گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

عِتِيًّا: (سرکشی) مصدر ہے ع۔ت۔و سے عُتُوٌّ اور عِتِيٌّ دونوں اسی مصدر کی شکلیں ہیں۔ سرکشی کرنا۔ اکڑنا۔

صِلِيًّا: (اندر داخل ہوگا) مصدر ہے ص۔ل۔ی سے۔ اس کے معنی کسی چیز کے اندر داخل ہو جانا۔ یہاں آگ کے اندر گھس جانا مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ ہر فرقہ کے سب سے زیادہ سرکش لوگ الگ الگ کرلیے جائیں گے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ دوزخ میں جانے کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ ایسا کوئی نہیں۔ جو دوزخ پر سے نہ گذرے یہ فیصلہ قطعی ہے۔ پھر جو دنیا میں اللہ سے ڈر کر برے کاموں سے بچتا تھا۔ اسے اللہ دوزخ سے بچا کر جنّت میں داخل کردے گا اور منکروں اور کافروں کو دوزخ ہی میں منہ کے بل پڑا چھوڑ دے گا۔

(معاذاللہ)

دُنیا کا رویّہ

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح
قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
تو کہتے ہیں وہ لوگ جو منکر ہوئے ان لوگوں سے جو ایمان لائے
اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ
کونسا دونوں فریقوں میں بہتر ہے مکان کے لحاظ سے اور اچھا ہے
نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ
محفل کی رو سے اور کتنے ہلاک کر دیئے ہم نے ان سے پہلے گروہ
هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ﴿٧٤﴾
جو ان سے اچھے تھے سامان اور نمود میں

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
اور جب تو ان کو ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائے
قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
تو جو لوگ منکر ہوئے ایمان والوں سے کہتے ہیں
اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ
دونوں فریقوں میں کس کا مکان بہتر ہے اور کس کی مجلس
نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ
اچھی ہے اور ہم ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر چکے ہیں
هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ﴿٧٤﴾
جو ان سے بہتر تھے سامان اور نمود میں

نَدِیٌّ (مجلس محفل) بیان۔ ن۔د۔و سے اسم ہے۔ نَدْوٌ کے معنی اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔ اسی سے نَدْوَۃٌ اور نَدِیٌّ بنے ہیں۔ جن کے معنی مجلس محفل اور بیٹھک کے ہیں۔ جہاں لوگ مشورہ، تفریح وغیرہ کے لیے جمع ہوں۔

رِءْیٌ (منظر) یہ ر۔ء۔ی سے اسم ہے جس سے رُؤْیَۃٌ مصدر بنا ہے۔ رُؤْیَۃٌ کے معنی دیکھنا۔ رِءْیٌ وہ چیز یا حالت جو آنکھوں کے سامنے دکھائی دے رہی ہو۔

ارشاد ہے کہ قرآن مجید سن کر کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم دونوں فریقوں میں سے ہمارے ہی بود و باش کے مکان سب سے زیادہ سجے ہوئے اور بارونق ہیں اور ہمارے ہی ساتھ مل بیٹھ کر لوگ خوش ہوتے ہیں۔ ہماری ہی مجلسیں شاندار اور پر لطف ہوتی ہیں۔ ہمارے ہی مددگار زیادہ ہیں اور تمہارے نہ تو رہنے کے مکان ہی درست اور نہ مجلسوں میں ہماری مجلسوں کی سی چہل پہل اور نہ تمہارا کوئی مددگار۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مرنے کے بعد ایسی کایا پلٹ جائے گی۔ کہ تم باعزت ہو جاؤ گے اور ہم ذلیل ہو جائیں گے۔ جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے شاندار لوگ دنیا میں گذرے جن کے مکان تم سے زیادہ سجے ہوئے اور نام و نمود میں وہ تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے۔ انہوں نے ہمارے نبیوں کا کہنا نہ سنا تو ہم نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔ آج نہ وہ زندہ ہیں اور نہ ان کی مجلسیں اور جتھے کوئی ان کا نام تک لینے والا نہیں۔

مہلت کا مدّعا

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ
کہدے جو ہے گمراہی میں پس دراز کرے اس کے لیے
الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰى إِذَا رَأَوْا
رحمٰن دراز کرنا یہاں تک کہ جب دیکھیں گے وہ
مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا
جس کا وعدہ کیا جارہا ہے ان سے یا عذاب اور یا
السَّاعَةَ ط فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ
قیامت پس اس وقت جان لیں گے کون وہ بدتر
مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾
مکان کی رو سے اور زیادہ کمزور ہے مددگاروں کے لحاظ سے

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ
تو کہہ جو گمراہی میں رہا سو چاہیے کہ اس کو
الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰى إِذَا رَأَوْا
رحمٰن لمبا کھینچ لے جائے یہاں تک کہ جب دیکھیں گے
مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا
جو ان سے وعدہ ہوا یا آفت اور یا
السَّاعَةَ ط فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ
قیامت سو تب معلوم کر لیں گے کس کا مکان
مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾
برا ہے اور کس کی فوج کمزور ہے

جُنْدٌ (گروہ) اس کے معنی لشکر، فوج اور مددگار کے ہیں اور شہر کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ پہلے معنی میں اس کی جمع جنود اور دوسرے میں اجناد ہے۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

قرآن مجید لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ اس دنیا کی خوشحالی سے مرنے کے بعد کی خوشحالی لازم نہیں آتی۔ اللہ کی رحمت کا یہی تقاضا ہے کہ گمراہوں کو ڈھیل دے۔ تاکہ ممکن ہے کہ وہ سمجھ جائیں لیکن یہ مہلت ایک مقررہ مدت کے لیے دی جاتی ہے جب وہ مدت ختم ہو جاتی ہے۔ تو یا تو عبرت کے لیے دنیا میں بھی انہیں سخت سزا ملتی ہے ورنہ قیامت میں تو ضرور ہی ملے گی۔ اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ وہ درحقیقت سخت دھوکے میں تھے۔ نہ دنیا کا سامان عیش پائیدار تھا نہ وہاں کے یار دوست کسی کام کے تھے۔ اللہ کے رسول سچ کہتے تھے۔ کہ دنیا کی خوشحالی پہ نہ اتراؤ۔ آخرت کو بھول جانا سخت نادانی ہے۔ تمہارے ساتھ یہ تمہارے شوق اور امنگیں تو ضرور ہی اٹھیں گی لیکن جن چیزوں سے وہ یہاں پوری کی جاتی تھیں۔ وہ وہاں نہ ملیں گی۔ اس لیے وہ تمہارے لیے نری حسرت اور افسوس کا باعث ہوں گی اور کچھ نہیں۔ وہاں تو ان لوگوں کی امنگیں اور شوق پروان چڑھیں گے جنہوں نے ان کو دنیا سے بچا کر آخرت کے کاموں میں لگایا تھا۔

منکروں کی امیدیں

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى

اور زیادہ کرتا ہے　اللہ　ان کی جو ہدایت ڈھونڈتے ہیں　ہدایت

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

اور باقی رہنے والے　نیک کام　بہتر ہیں　تیرے رب کے نزدیک

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ

ثواب میں اور بہتر ہیں　انجام میں　پس کیا تو نے دیکھا　اس شخص کو

كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ

جس نے انکار کیا　ہماری آیتوں کا　اور　کہا　ضرور دیا جاؤں گا میں

مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾

مال　اور　اولاد

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ

اور بڑھاتا ہے اللہ سوجھنے والوں کی سوجھ

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بدلہ تیرے رب کے ہاں بہتر ہے

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ

اور ان کا انجام بھی بہتر ہے　بھلا تو نے دیکھا اس کو جو

كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ

ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہا کہ مجھے مل کر

مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾ ؕ

رہے گا مال اور اولاد

مَرَدًّا (آخری ٹھکانا) اسم ظرف ہے ر.د.د سے مَرَدٌّ کے معنی لوٹائے جانے کی جگہ۔ مَرَدٌّ بھی مصدر میمی اور اسم ظرف دونوں ہے یعنی لوٹنے کی جگہ یا لوٹنا۔ لَاُوْتَيَنَّ (البتہ ضرور دیا جاؤں گا میں) مضارع مجہول کا صیغہ اِيْتَاءٌ سے جس کے ساتھ لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ لگے ہوئے ہیں اس کا مادہ ا.ت.ی ہے اَتْیٌ اور اِتیان مصدر ہیں جن کے معنی ہیں آنا۔ اِيْتَاءٌ اس کا متعدی ہے یعنی لانا۔ اس لیے یہ دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔

ارشاد ہے کہ جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔ اس کی سمجھ بوجھ دن بدن تیز ہوتی چلی جائے گی۔ اس کو صاف نظر آنے لگے گا۔ کہ اللہ عزّ و جل کے نزدیک انہی نیک کاموں کا اچھا بدلہ ملے گا جن کی بابت بتا دیا گیا ہے کہ ان کا اثر دیرپا اور مستقل ہے اور انہی کاموں کا انجام بھی اچھا ہو گا۔ جو سرپھرا یہ کہتا ہے کہ میرے پاس دنیا میں سب کچھ ہے۔ مجھے کسی کی پروا نہیں۔ اوّل تو مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا خیال ہی فضول ہے اور اگر بالفرض دوبارہ زندگی ملی بھی۔ تو میں وہاں بھی اسی طرح مالدار صاحب اولاد ہوں گا جیسا یہاں ہوں تو جو یہاں قلاش اور پیسے پیسے کا محتاج ہے اور کوئی معزز آدمی تجھے منہ نہیں لگاتا۔ تو وہاں بھی ایسا ہی رہے گا لکھا ہے کہ ایک مغرور مالدار دنیا کے نشہ میں مست آدمی نے ایک ایماندار مزدور سے کام لے کر اسے مزدوری نہ دی اور کہا کہ اسلام سے پھر جا تو مزدوری لے لے۔ اس نے کہا کہ مر کر پھر جی اٹھے تب بھی اسلام سے نہ پھروں۔ اس نے کہا اچھا تو پھر ٹھہر جا۔ تو تو مر کر جینے کا قائل ہے۔ تجھے وہاں بھی یہ سب کچھ ملے گا وہیں اپنی مزدوری لے لینا۔

اصل حقیقت

اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

کیا جھانک لیا ہے غیب کو یا لے رکھا ہے رحمٰن سے

عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ

پکا قول کوئی نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہہ رہا ہے اور بڑھا دیں گے

لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ

اس کے عذاب میں اور بھی زیادہ اور وارث ہوں گے ہم

مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا

اس کی بات کے اور آئے گا وہ ہمارے پاس اکیلا اور پکڑ رکھے ہیں انہوں نے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ

اللہ کے سوا اور معبود تاکہ ہوں وہ ان کے لیے

عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ

مددگار ہرگز نہیں وہ تو انکار کر دیں گے ان کی عبادت کا

وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾

اور ہو جائیں گے ان کے مخالف

اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

کیا غیب کو جھانک آیا ہے یا رحمان سے عہد لے

عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ

رکھا ہے یہ نہیں جو کچھ وہ کہتا ہے ہم لکھ رکھیں گے اور اس کو

لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ

عذاب میں لمبا بڑھائے جائیں گے اور ہم لے لیں گے اس کے مرنے کے

مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا

بعد جو کچھ وہ بتا رہا ہے اور آئیگا ہمارے پاس اکیلا اور انہوں نے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ

اللہ کے سوا اوروں کو معبود بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کی

عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ

مددگر ہیں ہرگز نہیں وہ ان کی بندگی کے منکر ہوں گے

وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع ۷/۸

اور ان کے مخالف ہو جائیں گے

کیا اس نے جھانک کر غیب کی باتوں پر اطلاع حاصل کر لی ہے؟ یا اللہ عزوجل سے اس کا کوئی مضبوط عہد و پیمان ہو گیا ہے؟ اگر ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا تو کہہ دو اس ڈھٹائی سے باز رہ ہم تیری یہ ساری بے بنیاد باتیں لکھے لیتے ہیں۔ مرنے کے بعد ان کے بدلے تیرے عذاب میں اور اضافہ کیا جائے گا اور جس مال و اولاد کا تو اترا کر ذکر کیے جا رہا ہے یہ سب تو یہیں چھوڑ جائیگا اور ان سب پر ہمارا قبضہ ہو جائیگا اور تو تن تنہا ہمارے روبرو کھڑا ہو گا۔ ان لوگوں نے ایک اور غضب یہ کیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اپنے معبود اور بھی بنا لیے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے حمایتی ہوں گے اور اگر کوئی مصیبت پڑی تو اس سے ہمیں بچا لیں گے۔ سنو! ایسا ہرگز نہ ہو گا اور تمہارے نام نہاد معبود الٹے تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور تم نے جو ان کی بندگیاں کی ہیں ان سے صاف مکر جائیں گے ۞

منکروں کا حال

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

کیا نہیں دیکھا تو نے کہ ہم نے بھیج دیا ہے شیطانوں کو کافروں کے اوپر

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ

ہلاتے رہتے ہیں انہیں زور زور سے سو تو جلدی نہ کر ان کے لیے

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ

بات یہی ہے ہم گن رہے ہیں ان کے لیے گنتی یاد کرو وہ دن کہ سمیٹ لائیں گے

الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ

پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف بلائے ہوئے مہمان اور ہانک دیں گے

وقف لازم الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾

گنہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ

نہ مالک ہوں گے شفاعت کے مگر جنہوں نے لیا ہے

وقف لازم عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

اللہ سے وعدہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

تو نے دیکھا نہیں کہ ہم نے منکروں پر شیطان چھوڑ رکھے ہیں جو

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ

انہیں ہلا کر ابھارتے رہتے ہیں سو ان کے لیے تو جلدی نہ کر

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ

ہم تو ان کے لیے گنتی پوری کرتے ہیں جس دن ہم اکٹھا کرلائیں گے

الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ

جو پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بلائے ہوئے اور گنہ گاروں کو

الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾

دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ

لوگ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جنہوں نے رحمان سے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

وعدہ لے لیا ہے

اَزٌّ جھنجوڑنا۔ ابھارنا یہ ازّ سے مصدر ہے اس کے معنی زور زور سے ہلانا ابھارنا ترغیب دینا ہیں۔ تَؤُزُّ اسی سے مضارع ہے یعنی انہیں جھنجوڑتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ عزوجل کو نہیں مانتے ان پر شیطان مسلّط کر دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ ان کو ہر وقت بُرے کاموں پر اُکساتے رہتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے انہیں ایک مہلت دے رکھی ہے اور مقررہ مدت تک ان کا ایک ایک سانس ایک ایک لمحہ گن گن کر پورا کیا جائے گا۔ ان کے معاملے میں جلدی کی ضرورت نہیں۔ ایک نہ ایک دن وہ اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے اور وہ دن ایسا ہوگا کہ دنیا میں اللہ کے خوف سے بچ بچ کر چلنے والوں کو اللہ کریم اپنے پاس مہمانوں کی طرح اکٹھا کرلے گا اور منکر گنہ گاروں کو دوزخ کی طرف ہانک دیا جائے گا۔ اور وہ پیاسے ڈھور ڈنگروں کی طرح دوزخ کے گھاٹ کی طرف دوڑیں گے۔ سفارش کی اجازت فقط اللہ کے مقبول بندوں کو دی جائے گی اور سفارش فقط ان کی ہوگی جو اللہ کے ماننے والے ہیں ؛

نادانوں کی گستاخی

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (۸۸)
اور کہتے ہیں بنا رکھی ہے رحمٰن نے اولاد
لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ
تم مرتکب ہوتے ہو ایک بات سخت کے بعید نہیں کہ آسمان
يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ
پھٹ پڑیں اس سے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے زمین اور
تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰) اَنْ دَعَوْا
گر پڑیں پہاڑ دھڑام سے کہ ٹھہراتے ہیں
لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۹۱)
رحمٰن کے لیے اولاد

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (۸۸)
اور لوگ کہتے ہیں کہ رحمٰن اولاد رکھتا ہے
لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ
بے شک تم ایک بھاری چیز میں آ پھنسے ہو۔ اس بات سے ابھی
يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ
آسمان پھٹ پڑیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور
تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰) اَنْ دَعَوْا
پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں اس بات پر کہ ٹھہراتے ہیں
لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۹۱)
رحمٰن کے لیے اولاد

اِدًّا: سخت۔ بھاری بات ابہت بڑی مصیبت کو عربی میں اِدٌّ کہتے ہیں اس کی جمع اِدَدٌ ہے۔ تَخِرُّ: گر پڑیں، مضارع مؤنث کا صیغہ ہے خ۔ ر۔ ر سے خَرٌّ کے معنی یکایک گر پڑنا۔ اسی کی ماضی خَرَّ سورۃ الاعراف میں گذر چکی ہے۔

هَدًّا: کسی بھاری چیز کے گر پڑنے کو جس کے گرنے سے زور کی آواز ہو هَدٌّ کہتے ہیں ہم کہتے ہیں دھڑام سے گرنا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور اولاد کا حق ہے کہ باپ کے مرتبہ اور شان میں شریک ہو۔ اس غلط فہمی میں پھنس کر وہ کسی بڑے مرتبہ والے آدمی وغیرہ کو اللہ کا بیٹا یا بیٹی کہہ دیتے ہیں اور پھر اس کی عبادت شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی بابت ارشاد ہے کہ یہ ایک ایسا ہولناک خیال ہے کہ اگر اللہ عزوجل اپنے عفو و کرم، رحمت و حلم سے کام نہ لے تو ابھی آسمان پھٹ پڑے، زمین پارہ پارہ ہو جائے۔ پہاڑ ایک دم دھڑام سے گر پڑیں۔

اللہ عزوجل جو رحمٰن ہے اور جس کے آگے ساری کائنات سر بہ سجود ہے۔ وہ اولاد اور مددگار سے بالکل بے نیاز ہے۔ اولاد کی ان حاجت مندوں اور کمزوروں کو ضرورت ہوتی ہے۔ جو بغیر دوسرے کے سہارے کے کچھ کام نہیں کر سکتے یا ہر وقت نہیں تو بڑھاپے کے وقت دوسروں کے دست نگر ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کمزوریوں سے پاک ہے۔

اللہ کا کوئی ہمسر نہیں

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

اور نہیں شایانِ شان رحمٰن کے کہ بنائے بیٹا

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ

نہیں سب جو کوئی آسمانوں میں اور زمین میں ہے مگر

اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ

آنے والا ہے رحمٰن کے پاس بندہ ہوکر البتہ تحقیق شمار کر لیا ہے ان کو

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ

اور گن لی ہے ان کی گنتی اور ہر ایک ان کا آئیگا اس کے سامنے دن

الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

قیامت کے تنہا

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

رحمٰن کو نہیں پھبتا کہ اولاد رکھے

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ

آسمان اور زمین میں کوئی نہیں جو رحمٰن کا

اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ

بندہ ہوکر نہ آئے اس کے پاس ان کا شمار ہے

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ

اور ان کی گنتی گن رکھی ہے اور ہر ایک اس کے سامنے قیامت

الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

کے دن اکیلا آئے گا

اولاد ہونا احتیاج کی دلیل ہے۔ رحمٰن ہر قسم کی احتیاج سے پاک ہے آسمان اور زمین میں ہر صاحب حیات اس کا پیدا کیا ہوا اور اس کا تابع فرمان ہے وہ ان سب کا مالک ہے اور باپ بیٹے کا کبھی مالک نہیں ہوتا۔ بلکہ بیٹا ہر طرح مرتبہ اور نشان میں اس کے برابر ہوتا ہے بلکہ زمانے کے ساتھ قوت اور طاقت یہاں تک کہ علم اور سمجھ بوجھ میں بھی اس سے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ باپ ضعیف اور کمزور ہوکر بالکل بیٹے کا دست نگر ہو جاتا ہے۔ اولاد کے ساتھ ان سب باتوں کا تصوّر لازم اور اللہ الرحمٰن ان سب سے پاک ہے۔ اس نے تو اپنے تمام بندوں کی عمریں ان کی قوتیں ضرورتیں کمزوریاں سب کچھ الگ الگ شمار کر کے رکھی ہوئی ہیں اور خود ان کی اپنی تعداد بھی اس کے ہاں ایک ایک کر کے لکھی ہوئی ہے۔ یہ سب ایک دن میں ختم ہو جائیں گے اور فقط اللہ عزوجل باقی رہے گا۔

اس کے بعد پھر اس کی نشان قدرت کا نیا ظہور ہوگا۔ اور سب اس کے حکم سے جی اٹھیں گے۔ اور ہر ایک الگ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہوگا۔ اور وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا سزا دے گا۔ اور کوئی اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ پھر اولاد کے کیا معنی؟

بقا صرف اللہ کو ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ
تحقیق وہ جنہوں نے یقین کیا اور کیے نیک کام پیدا کردے گا
لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ
ان کے لیے رحمٰن محبت پس یہی بات ہے کہ ہم نے آسان کر دیا قرآن
بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ
تیری زبان میں تاکہ بشارت دے تو اس کے ذریعے پرہیزگاروں کو اور ڈرا دے
بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ
اس سے اس قوم کو جو جھگڑالو ہیں اور کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے
مِّنْ قَرْنٍؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ
قومیں کیا آہٹ پاتا ہے تو ان میں سے کسی کی
اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾
یا سنتا ہے ان کی بھنک

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ
البتہ جو لوگ یقین لاتے اور نیکیاں کیں اللہ ان کو
لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ
محبت عطا فرمائے گا پس ہم نے آسان کر دیا قرآن
بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ
کو تیری زبان میں تاکہ تو خوشخبری سنائے ڈرنے والوں کو اور
بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ
ڈرادے جھگڑالو لوگوں کو اور کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے
مِّنْ قَرْنٍؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ
جماعتیں کیا آہٹ پاتا ہے تو ان میں سے کسی کی یا
اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع ۶ النصف
سنتا ہے ان کی بھنک

رِكْزًا (بھنک) کوئی خفیف سی آواز جس سے کسی کا جگہ پر موجود ہونا ثابت ہو۔

انسان کے اپنے گھڑے ہوئے بے بنیاد عقیدوں اور غلط خیالات کا قلع قمع کرنے کے بعد اب اللہ رسول کے بتلائے ہوئے صحیح عقیدہ رکھنے والوں کا ذکر ہے کہ جنہوں نے اللہ رسول اور قرآن کو مانا اور اس پر ایمان لائے اور ان کی باتوں پر یقین کیا تو اللہ عزوجل ان سے محبت کرے گا فرشتوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دیگا خود آپس میں ان کے درمیان شفقت اور مروت پیدا کر دے گا اور لوگوں کے دل میں ان کی عظمت اور محبت قائم کر دے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ ہم نے اس قرآن کو تیری اپنی زبان میں ہی اتار کر آسان کر دیا ہے تاکہ ان لوگوں کو خوشخبری سنادے، جو اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہیں اور ان لوگوں کو ڈرادے جو سمجھ بجھ کر محض ضد کی وجہ سے تجھ سے جھگڑتے ہیں۔ ان کو سمجھا دینا چاہیئے کہ اپنی دولت اور عزت پر مغرور نہ ہوں ان سے پہلے بہت سی نسلوں کو جو بڑی جاہ و جلال والی تھیں ہم نیست و نابود کر چکے ہیں کیونکہ وہ ہمارے احکام کی پروا نہ کرتی تھیں۔ اب ان کا نام ونشان تک دنیا سے مٹ چکا نہ ان کی کوئی سُن گن ہے اور نہ کوئی ان کے وجود کی علامت باقی ہے ۔

سورۂ مریم ختم ہوئی

اس سورۃ میں انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ رحمت الٰہی کا ظہور کبھی اس طرح ہوتا ہے۔ کہ کوئی اللہ تعالےٰ پر یقین کامل رکھنے والا انسان اسباب سے نظر ہٹا کر صرف اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنی پوری ہمّت اور توجہ اس کے پکارنے میں صرف کر دیتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اس طرح دعا کی تو ان کو بیٹا عطا کر دیا گیا اور ان شرائط کو جو عالم اسباب کے لحاظ سے ضروری تھیں بیچ میں سے ہٹا دیا گیا۔ کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ دنیا کی عام حالت زبانِ حال سے اللہ عزوجل کی خدمت میں عرض کرتی ہے کہ انسان کی بہتری کے لیے کسی مصلح اعظم کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اس وقت رحمت الٰہی اس کی التجا کی طرف متوجہ ہو کر اس کو پیدا کرنے کا غیب سے سامان پیدا کر دیتی ہے۔ اور معمولی شرائط کی ضرورت نہیں رہتی۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے واسطے کے ہوئی۔ اس لیے آدمی کو چاہیئے کہ اسباب کو کام میں لاتے ہوئے بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ہر طرح غالب اور حاوی سمجھے۔ جب وہ اسے سمجھ لے گا۔ تو اسے عذاب، ثواب، مرنے کے بعد جینا، حشر، نشر، جنّت، دوزخ اور بہت سی غیب کی خبروں کا راز معلوم ہو جائے گا۔ اور پتہ چل جائے گا۔ کہ سارے اسباب دنیا میں اسی طرف جا رہے ہیں۔ کہ یہ سب چیزیں واقع ہوں اور بعض وقت مصلحت کی بنا پر اللہ کی رحمت یا قدرت آگے بڑھ کر اسباب کی کڑیوں میں سے کسی کڑی کو توڑ بھی دیتی ہے۔ اس کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ مادّی قوتوں پر روحانی قوتیں غالب ہیں۔ اس لیے مادیّت ہی میں پھنس کر نہ رہ جانا چاہیئے۔ بلکہ روحانی قوتوں کی طرف جن کا سرچشمہ اللہ کی رحمت اور اس کی قدرت ہے متوجہ رہنا چاہیئے۔ ان روحانی قوتوں میں ایک قوّت انسان کا یقین کامل اور اس کا اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونا اور تمام قوتوں پر اسی کی قوّت کو غالب برتر سمجھنا بھی ہے۔

اسی سورت میں سمجھایا گیا ہے کہ آخری حکم اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے دنیا میں انسان جو کچھ کر رہا ہے اس کا انجام بھی ہونا ہے کہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے اعمال کا حساب کتاب ہو گا۔ اور ان سب چیزوں کو جو اسے اللہ پر ایمان لانے سے روکتی تھیں۔ اس کے سامنے حاضر اور جمع کر دیا جائے گا اور اس کو بتلا دیا جائے گا۔ کہ یہ اس وقت اس کے کچھ کام کی نہیں ہیں۔ اس وقت تو محض اللہ پر ایمان کام آئے گا۔ اور وہی اعمال انسان کے مددگار ہوں گے جو اس نے اللہ عزوجلّ کے رسولوں اور کتابوں کو سامنے رکھ کر کیے ہوں گے ۔

سورۃ طٰہٰ

سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن حکیم کی بیسویں سورت ہے اور اس میں آٹھ رکوع ہیں مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ لکھا ہے کہ ایک دن عمرؓ غصہ میں بھر کر تلوار ہاتھ میں لے کر نکل کھڑے ہوئے ارادہ یہ کیا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے اس جھگڑے کو ختم کر دوں جس سے قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اور ان کے معبودوں کی توہین کی جانے لگی ہے۔ راستے میں ان کا ایک واقف کار ملا۔ اور اس نے انہیں اس ارادے سے روکا اور کہا کہ پہلے اپنے گھر کے لوگوں کی خبر لے۔ تیری بہن فاطمہ بنت الخطاب اور اس کا شوہر تیرا چچا زاد بھائی سعید بن زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر کی طرف غضب ناک ہو کر روانہ ہوئے۔ ان کے ہاں اس وقت علاوہ ان کی بہن اور بہنوئی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی خباب بن ارتؓ بھی موجود تھے۔ اور سورۃ طٰہٰ جو ایک پرچہ پر لکھی ہوئی تھی۔ انہیں پڑھ کر سنا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کے کانوں میں ان کے پڑھنے کی کچھ بھنک پڑی۔ لیکن انہیں آتے دیکھ کر خبابؓ ایک کونے میں چھپ گئے اور ان کی بہن نے پرچہ گود میں چھپا لیا۔ حضرت عمرؓ نے گھر میں گھستے ہی پوچھا۔ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے۔ سُنا ہے تم مسلمان ہو گئے ہو۔ پھر بہن کو مارنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کے بدن کو زخمی کر دیا۔ خون نکلتے دیکھ کر حضرت عمرؓ رُکے اور کہا کہ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے دکھاؤ۔

حضرت عمرؓ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان کی بہن نے ان سے اقرار لیا۔ کہ وہ اس پرچہ کو ضائع نہ کریں گے۔ اور پھر ان کے نہا دھو کر پاک صاف ہو جانے کے بعد وہ پرچہ انہیں دیا۔ جس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ اسے پڑھ کر حضرت عمرؓ بہت متاثر ہوئے۔ یہ دیکھ کر خبابؓ بھی نکل آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ضرور تیرے حق میں قبول ہوئی۔ انہوں نے اللہ سے التجا کی تھی کہ ابوجہل یا عمر میں سے کوئی ایمان لے آئے تو مسلمانوں کی حالت بہتر ہو جائے۔ حضرت عمرؓ انہی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اور دھڑلے سے سب کے سامنے حرم میں جا کر نماز پڑھی جس کی جرأت ابھی تک مسلمانوں کو نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد اسلام کی جو خدمات انہوں نے کیں۔ وہ بیان سے باہر ہیں۔

اس سورہ شریف میں اللہ کی صفات کریمہ بیان کر کے رسالت کو ثابت کیا ہے اور پھر انسان کو رسولوں کی مخالفت کا انجام دکھایا اور دُنیا میں آخرت کے لیے ذخیرہ جمع کرنے کی ترغیب دی ہے:۔

سورۃ طٰهٰ مکیّۃ

آیات : ۱۳۵

نزولِ قرآن

رکوعات : ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۱۳)

طٰهٰ (۱) مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى (۲)

طٰہٰ نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن تاکہ مشقت جھیلے تو

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى (۳) تَنْزِيْلًا

مگر تو یاد دہانی کے لیے ہے اس شخص کی جو ڈرتا ہو اتارا گیا

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى (۴)

اس کی طرف جس نے بنایا زمین کو اور آسمانوں کو اونچے

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (۵)

وہ رحمت کا مالک عرش پر متمکن ہوا

طٰهٰ (۱) مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى (۲)

طٰہٰ ہم نے قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تو محنت میں پڑے

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى (۳) تَنْزِيْلًا

مگر اس کی نصیحت کے لیے جو ڈرتا ہے یہ اس نے اتارا ہے

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى (۴)

جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (۵)

وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے

طٰہٰ حروف مقطعات میں سے ہے جس کا مطلب اللہ عزوجل ہی جانتا ہے جنہیں اس نے بتا دیا۔

ارشاد ہے کہ قرآن مجید انسان کی ہدایت کے لیے ایک ضروری چیز ہے اس سے ان لوگوں کو جن کے مزاج میں احتیاط سے چلنا اور پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہے اور جن کو متقی کہتے ہیں یہ بتلاتا ہے کہ تمہارا یہ ڈر اور احتیاط بالکل بجا ہے اب تم اس راستہ پر چلو جو یہ قرآن تمہیں بتلاتا ہے یہ اللہ عزوجل نے نازل ہی اس لیے کیا ہے کہ اس کے محتاط بندے اس کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ اللہ عزوجل وہی ہے جس نے یہ ساری کائنات بنا کر کھڑی کر دی۔ اسی نے یہ زمین جس پر تم چلتے پھرتے، رہتے سہتے ہو بنائی۔ اور اس نے یہ سارے بلند آسمان قائم کیے۔ کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ کہ اتنے عظیم الشان کارخانے کا قائم کرنے والا انسان کی ہدایت کا انتظام نہ کرے اور اس کو یونہی کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دے نہیں اس نے اس کی تدبیر بخوبی کر دی ہے۔ کیونکہ جب اس نے بنایا ہے تو وہی سنبھال بھی سکتا ہے اور کسی کی مجال نہیں جو اس کے انتظام میں دخل دے سکے۔ انسان کی ہدایت کے لیے ضروری تھا کہ رسولوں کا سلسلہ قائم کیا جائے اور کتابیں نازل کی جائیں۔ اور آخر میں تجھے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سلسلے کی آخری کڑی بنایا جائے اور تجھے آخری رسول بنا کر آخری کتاب قرآن مجید تجھ پر نازل کی جائے اور اسے انسان کی ہدایت کا آخری ذریعہ ٹھہرایا جائے۔ یہ قرآن اس لیے نہیں اتارا گیا۔ کہ تجھے مشقت میں پھنسایا جائے۔ یہ تو اس اللہ الرحمٰن کی رحمت کا تقاضا ہے جس کا حکم ساری کائنات پر چلتا ہے اور جو تمام عالم کے تخت سلطنت کا مالک ہے:

اللہ کی صفتیں

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا
اسی کا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور جو
بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى (۶) وَاِنْ تَجْهَرْ
ان دونوں کے درمیان اور جو تحت الثریٰ میں ہے اور اگر پکار کر کہے تو
بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (۷) اَللّٰهُ
بات پس تحقیق وہ جانتا ہے بھید اور اس سے بھی چھپی چیز اللہ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى (۸)
جس کے ساتھ کوئی معبود نہیں اسی کے لیے ہیں سارے نام اچھے اچھے

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا
اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں اور ان دونوں
بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى (۶) وَاِنْ تَجْهَرْ
کے درمیان اور گیلی زمین کے نیچے ہے۔ اور اگر تو پکار کر بات کہے تو اس
بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (۷) اَللّٰهُ
کو تو چھپی ہوئی بات کی اور اس سے بھی چھپی کی خبر ہے وہ اللہ جس کے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى (۸)
سوا کسی کی بندگی نہیں اس کے لیے سارے خوبیوں سے بھرے نام ہیں

ارشاد ہے کہ بادشاہ ہونے کے ساتھ ہی وہ ساری چیزوں کا مالک بھی ہے اس کو دُنیا کے بادشاہوں پر قیاس نہ کرنا چاہیئے جو حکم تو اپنی قوّت کی بنا پر چلا سکتے ہیں لیکن سب چیزوں کے مالک نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ بادشاہ مطلق ہے اور پھر ساری چیزوں کا مالک بھی وہی ہے وہ ان چیزوں کی جو اس کی ملک میں ہیں فہرست یہ دیتا ہے کہ جو کچھ زمین کے اوپر اور جو کچھ اس کے اندر اور اس کے نیچے ہے' ان سب کا وہی مالک ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے پاس جو کچھ ہے۔ مال' قوّت اور جان ان سب کا مالک اللہ عزّوجلّ ہے اور یہ سب کچھ انسان کے پاس بہ طور امانت کے ہے اور اسے ان چیزوں کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔

آگے اللہ کے علم کا بیان ہے کہ وہ چھپی' کھلی چیزیں' اندر کے بھید اور بھید کے اندر کے بھید سب کچھ جانتا ہے۔ زبان سے پکار کر یا آہستہ سے جو بات کہی جاتے بلکہ جو بات دلوں میں اور خیالات میں پوشیدہ ہے اور زبان تک آنے کی نوبت ہی نہیں آتی وہ اسے بھی جانتا ہے۔ بلکہ وہ ان باتوں سے پوری طرح واقف ہے جو ابھی تک کسی انسان کی زبان پر کیا خیال اور وہم تک میں بھی نہیں آئیں۔ اور انہی کو کہا ہے کہ وہ بھید سے بھی زیادہ پوشیدہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس کے اندر یہ صفتیں ہوں۔ وہی معبود ہونے کے قابل ہے اور کسی کے آگے عبادت کے لیے جھکنا بڑا ظلم ہے۔ جتنے اچھے اچھے نام ہیں سب اسی کے ہیں:۔

قرآن کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کو رات کے وقت کھڑے ہو کر اس قدر پڑھتے تھے کہ پاؤں پہ ورم تک آجاتا تھا۔ پھر دن کے وقت لوگوں کو اسے سنانے اور اس کا مطلب سمجھانے میں اتنا وقت صرف کرتے تھے۔ کہ آرام کا موقعہ ہی نہ ملتا تھا۔ پھر لوگوں کی بے توجہی دیکھ کر رنج و ملال الگ ہوتا تھا۔ بعض منہ پھٹ یہاں تک کہہ بیٹھتے تھے کہ اس پر قرآن کیا اترا۔ اس کا چین اور آرام ہی جاتا رہا۔

ارشاد ہوا کہ یہ تو ہم نے سمجھ دار لوگوں کی تسکین اور ہدایت کے لیے اتارا ہے اس کو آرام کے ساتھ پڑھو اور جتنی دیر تک آسانی کے ساتھ پڑھا جائے پڑھو۔ لوگوں کو سنانا بھی اتنا ہی کافی ہے جتنا سہولت کے ساتھ ہو سکے۔ یہ تو ایک ایسی روشنی ہے جو رفتہ رفتہ آپ ہی پھیل کر رہے گی اور دل میں ڈر رکھنے والے لوگوں کے لیے مشعل راہ ہوگی۔ اس کتاب مقدس کو اسی قادر مطلق نے اتارا ہے جس نے یہ ساری کائنات بنائی ہے کیونکہ انسان کی ہدایت اسی پر موقوف تھی۔ یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ انسان کو کائنات کا خلاصہ بنا کر وہ ارحم الراحمین اس کی رہنمائی کا انتظام نہ کرے وہ جو اس ساری کائنات کا مالک محافظ اور حکمران ہے اس کی رحمت انسان جیسی عظیم الشان مخلوق کو اندھیرے میں گمراہ پھرنے دینا کیسے گوارا کر سکتی تھی۔

ارشاد ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ اپنے مالک کو پہچانے۔ آسمان سے لے کر زمین تک اور اس کے نیچے کی تہ تک ساری چیزیں اسی کی ہیں اور وہی ان کا مالک ہے۔ جب سب کچھ اوپر سے نیچے تک اسی کا ہے تو انسان اور کسی کا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ اپنے مالک کے سامنے جھکے اور اس کی پاکی اور حمد و ثنا زبان سے بیان کرے لیکن زیادہ چلانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ آہستہ بات بھی برابر سنتا ہے۔ بلکہ دلوں کے بھید سے واقف ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ چھپی ہوئی چیزیں سب اس کے علم میں ہیں۔ اس کا نام نامی اللہ ہے اس کی خوبی سے بھری صفتیں بے شمار ہیں۔ ان کے لحاظ سے جتنے نام بہتر سے بہتر ہو سکتے ہیں وہ سب اسی کے ہیں۔

اس کے بعد اس بات کا سمجھنا کیا دشوار ہے کہ عبادت کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں سب سے الگ سب سے بلند اور سب سے نرالا ہے یہی وہ ثنا ندارہ بیان ہے۔ یہی وہ دلربا آیتیں ہیں۔ جنہیں پڑھ کر عمر جیسے زبردست آدمی کے آنسو ٹپک پڑے اور بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔

رسالت کی توضیح

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ
اور کیا آئی تیرے پاس بات موسیٰ کی جب دیکھا اس نے
نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ
آگ کو پس کہا اپنے گھروالوں سے ٹھیرو تحقیق دیکھی ہے میں نے
نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ
ایک آگ امید ہے کہ لے آؤں تمہارے پاس اس سے لکڑی سلگا کر یا
اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾
پاؤں آگ پر راستہ (کا نشان)

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ
اور کیا تیرے پاس موسیٰ کی بات پہنچی ہے جب اس نے
نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ
ایک آگ دیکھی تو اپنے گھروالوں سے کہا کہ ٹھیرو میں نے ایک
نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ
آگ دیکھی ہے شاید اس میں سے تمہارے پاس سلگا کر لے آؤں یا
اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾
آگ پر پہنچ کر راستہ کا پتہ مل جائے

قَبَسٌ: سلگتی لکڑی الکڑی کا یا کسی چیز کا آگ سے جلتا ہوا سرا۔

فرشتہ نے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اور کہا کہ اللہ عزوجل نے تمہیں اپنا رسول مقرر کیا۔ اور وہ اپنا کلام قرآن مجید تم پر نازل کرنے والا ہے اس کو پڑھو اور سمجھو اور لوگوں کو پڑھاؤ اور سمجھاؤ۔ تو آپ کو اس عظیم الشان کام کے بوجھ کا احساس ہوا اور سوچنے لگے کہ رسالت کیا ہوتی ہے اور میں اس کام کو کس طرح انجام دوں۔ اس سے ایک طرح کا فکر لاحق ہوا ارشاد ہوا کہ قرآن اس لیے نہیں بھیجا جا رہا کہ تجھے مشقت اور پریشانی میں ڈالا جائے۔ یہ تو اللہ کی رحمت کا ظہور ہے۔ جو اس سے پہلے بھی مختلف شکلوں میں ہوتا رہا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا حال ہم تجھے سناتے ہیں کہ کس طرح ہم نے اسے اس وقت کے سرکش انسان کو نیچا دکھانے اور مظلوموں کو اس کے ظلم سے بچانے کے لیے اپنا رسول بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے آتے ہوئے جنگل کے اندر اندھیرے میں راستہ بھول گئے تھے کہ یکایک ان کی نگاہ ایک روشنی پر پڑی۔ بی بی سے کہا تم ذرا یہاں ٹھیرو۔ مجھے سامنے ایک آگ جلتی نظر آرہی ہے میں وہاں سے ایک لکڑی سلگا کر لاتا ہوں۔ تاکہ اس سردی سے کچھ نجات ملے اور عجب نہیں کہ آگ کے پاس کچھ لوگ بھی ہوں۔ جن سے راستہ کا پتہ چل جائے۔ یہ کہہ کر بیوی اور بکریوں کو وہیں چھوڑا اور روشنی کی طرف اکیلے روانہ ہوئے ۞

رسالت مل گئی

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ﴿۱۱﴾ اِنِّیْٓ
پس جب آیا آگ کے پاس آواز آئی اے موسٰی تحقیق میں
اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ
میں تیرا رب ہوں پس اتار ڈال اپنی دونوں جوتیاں تحقیق تو
بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ
میدان پاک طوٰی میں ہے اور میں نے تجھے پسند کیا ہے
فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾
پس کان لگا کے سُن وہ جو وحی کی جائے تجھ پر

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ﴿۱۱﴾ اِنِّیْٓ
پس جب آگ کے پاس پہنچا تو آواز آئی اے موسٰی میں
اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ
تیرا رب ہوں سو اپنی جوتیاں اتار ڈال یقیناً تو
بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ
پاک میدان طوٰی میں ہے اور میں نے تجھے پسند
فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾
کیا ہے سو تو سنتا رہ جو حکم ہو

نُوْدِیَ: (پکارا گیا) ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کی ماضی معروف نادٰی اور مصدر نِدَآءٌ دونوں سورۃ مریم میں گذر چکے ہیں۔

اِخْلَعْ: (دور کر دے) امر کا صیغہ ہے خ۔ل۔ع سے۔ خَلْعٌ کے معنی دور کر دینا۔ اتار پھینکنا۔

ارشاد ہے کہ جب اس کے قریب پہنچے۔ تو آواز آئی کہ میں تیرا رب ہوں۔ اور تو اس وقت ایک پاک صاف میدان میں کھڑا ہے، جس کا نام طُوٰی ہے یہاں ظاہری اور باطنی کسی قسم کی نجاست سے آلودہ بشر نہیں آ سکتا۔ تیرے جوتوں میں نجاست لگی ہوئی ہے انہیں اتار پھینک دے۔ میں نے تجھے اپنا رسول بنانے کے لیے چن لیا ہے۔ اس لیے جو کچھ تجھ سے کہا جائے پوری توجہ سے سُن اور اس کے مطابق عمل کر۔

حضرت موسٰی علیہ السلام اللہ عزوجل کی بارگاہ میں درحقیقت بلائے ہوئے گئے تھے وہ جس حالت میں تھے اسی حالت میں دوڑے ہوتے چلے گئے۔ جوتیوں میں نجاست لگ گئی تھی۔ کیونکہ راستہ میں بکریاں بھی ساتھ تھیں حکم ہوا جوتیاں اتار دو۔ تب آگے بڑھو۔

یہی حکم اب بھی باقی ہے۔ اللہ کے دربار میں نماز کے لیے حاضر ہو تو دیکھ لو کہ جوتیوں میں نجاست تو نہیں لگی ہوئی اگر ہو تو جوتیاں اتار دو۔

ہدایات

إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي

تحقیق میں ہی اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوا میرے پس عاجزی کر میرے آگے

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي ﴿۱۴﴾ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

اور قائم کر نماز میری یاد کے لیے تحقیق قیامت آنے والی ہے

أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

قریب ہوں میں اس کے کہ چھپاؤں اسے تاکہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو اس کا جو

تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ

اس نے کیا پس نہ ہٹا دے تجھ کو اس سے وہ شخص جو یقین نہیں کرتا

بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

اس کا اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خواہشوں کے پس ہلاک ہو جائے تو

إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي

میں بلاشک و شبہ اللہ ہوں میرے سوا کسی کی بندگی نہیں سو میری بندگی

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي ﴿۱۴﴾ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

کر اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو قیامت بے شک آنے والی ہے

أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

میں اس کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ بدلہ ملے ہر شخص کو اس کا

تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ

جو اس نے کمایا ہے سو کہیں تجھ کو اس سے وہ شخص روک نہ دے جو اس کا

بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

یقین نہیں رکھتا اور اپنے مزوں کے پیچھے پڑ گیا پھر تو تباہ ہو جائے گا

تَصُدَّنَّ: اروک دے تجھے) مضارع کا صیغہ ہے جس کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ ہے اس کا مادہ ص۔ د۔ د ہے۔ صَدٌّ کے معنی روک دینا۔ ہٹانا، کسی طرف سے منہ پھیر دینا۔

تَرْدٰی: (ہلاک ہو جائے تو) مضارع کا صیغہ ہے ر۔ د۔ ی سے۔ رِدٰی کے معنی تباہی بربادی کے ہیں جیسے ہم کہتے ہیں۔ گیا گذرا ہو جانا۔

آواز آئی۔ کہ میرا کوئی شریک نہیں۔ اس لیے فقط میری عبادت کر۔

مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھا کر، یہ دُنیا جاتے قیام نہیں۔ فنا ہو جانے گی۔ اور انسان کے لیے ایک وقت آنے والا ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے میرے سامنے حاضر ہو گا۔ اس گھڑی کا خاص وقت کسی کو بتلایا نہیں گیا۔ تاکہ ہر وقت اس کے آنے کے انتظار میں رہیں اور کوئی بُرا کام نہ کریں۔ کچھ لوگ قیامت کا یقین نہیں کرتے۔ خبردار! ان کے بہکاوے میں نہ آنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے اس کی طرف سے غافل کر دیں۔ قیامت سے غافل ہونا بربادی کا باعث ہے۔

اگر ان لوگوں کا کہنا جو اسے نہیں مانتے تو تباہ و برباد ہو جانے کا خوف ہے ؛

دینِ فطرت

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے شروع ہی سے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں سے منتخب کیا۔ اور ان کو اپنی حفاظت میں انہیں لوگوں کے گھر میں پالا جو اس کے دشمن تھے اور بنی اسرائیل کے بچّوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کرا دیتے تھے۔ پھر ان کی تربیت کے لیے ایک بہانہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس بھیجا جن کے ہاں وہ دس سال خادم بن کر رہے حضرت شعیبؑ نے اپنی صاحبزادی سے ان کی شادی کر دی۔ خدمت کی مدّت پوری کرنے کے بعد اپنی بیوی اور بکریوں کے ریوڑ کو لے کر روانہ ہوئے تو ان کو وادیٔ مقدس میں پہنچایا۔ اور وہاں ان کو اپنی خاص نشانی دکھائی تاکہ وہ اپنے رب کو پہچان لیں۔ اور وہ نشانی یہ تھی کہ ایک سرسبز درخت کو اپنے نور سے منوّر کیا۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے تو ان کو صحیح عقائد کی تلقین کی۔

درخت نے ٹیلیفون کا کام دیا۔ اس میں سے آواز آئی۔ کہ میں اللہ ہوں اور تم میری آواز سُن رہے ہو۔ میں نے تمہیں اپنا رسول مقرر کیا۔ اس لیے یقین کرو۔ کہ میرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور یقین کرو کہ مرنے کے بعد قیامت آئے گی اور وہاں ہر شخص کو اس کے اچھّے اور بُرے کاموں کی جزا سزا ملے گی۔ چنانچہ دین کے لیے یہی تین عقیدے مقرّر ہو گئے۔ توحید، رسالت کا یقین اور قیامت پر ایمان۔ اس کے بعد فرمایا کہ میری عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ مجھے یاد کرنے کے لیے پابندی سے نماز پڑھا کرو۔ اس کے بعد معجزات عطا ہوئے جن میں سے دو بڑے معجزوں کا ذکر آتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا گیا۔ آپ کو رسالت کے لیے دُنیا بھر کے لوگوں میں سے منتخب کیا اور اپنی خاص حفاظت میں آپ کی پرورش کی۔ تربیت کے لیے کسی کے پاس نہ بھیجا۔ صحیح الہامات اور خوابوں کے ذریعہ خود تربیت کی۔ اس کے بعد خود حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی خاص نشانی بنا کر بھیجا۔ اور ان کے ذریعے سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید عطا فرمایا۔ نماز کی تلقین کی۔ پہلے زمانے میں نماز، قیام، رکوع، سجود، ادب سے بیٹھنا ان چار شکلوں میں سے کسی شکل میں ہوتی تھی۔ آپ کو مکمل نماز سکھائی جس میں یہ چاروں شکلیں جمع کر دی گئیں۔ دین کے عقیدوں کی تکمیل کی۔ جن میں بنیادی عقیدے وہی تین رہے۔ توحید، رسالت پر ایمان۔ آخرت پر ایمان۔ باقی سارے عقیدے انہی تین کے لوازم قرار پائے۔ ایک مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے ذکر سے یہ ہے کہ انسان سمجھ لے کہ سارے نبی ایک ہی سلسلہ کی کڑی ہیں اور سب نے ایسا دین سکھایا ہے جو بنیادی طور پر ایک ہے اگر فرق ہے تو جزئیات میں ؎

عصائے موسیٰ علیہ السلام

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (۱۷) قَالَ هِيَ

اور کیا ہے یہ تیرے دائیں ہاتھ میں اے موسیٰ کہا یہ

عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا

میری لاٹھی ہے میں ٹیک لگاتا ہوں اس پر اور میں پتے جھاڑتا ہوں اس سے

عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (۱۸)

اپنی بکریوں پر اور میرے لیے اس میں چند کام اور بھی ہیں

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (۱۹) فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ

فرمایا ڈال دے اس کو اے موسیٰ پس ڈال دیا اس نے پس ناگاہ وہ

حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰) قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ وقفة

سانپ بن گئی دوڑتا فرمایا پکڑ لے اسے اور ڈر مت

سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (۲۱)

ہم ابھی لوٹا دیں گے اسے اس کی حالت پر پہلی

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (۱۷) قَالَ هِيَ

اور اے موسیٰ یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے بولا یہ میری

عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا

لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی

عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (۱۸)

بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی چند کام ہیں

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (۱۹) فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ

فرمایا اے موسیٰ اس کو ڈال دے تو اس نے ڈال دیا پھر تو وہ اسی وقت

حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰) قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ وقفة

دوڑتا ہوا سانپ ہو گئی فرمایا پکڑ لے اس کو اور مت ڈر

سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (۲۱)

ہم اس کو پہلی حالت پر پھیر دیں گے

اَتَوَكَّؤُا سہارا لیتا ہوں میں ۔ مضارع کا صیغہ ہے تَوَكُّؤٌ سے جس کا مادہ و ک ء ہے۔ وُكُوٌّ کے معنی روکنے کے ہیں تَوَكُّؤٌ اپنے آپ کو روکنا۔ اَهُشُّ ۔ پتے جھاڑتا ہوں میں ۔ مضارع کا صیغہ ہے هَشٌّ سے ۔ ھش کے معنی درخت سے خشک پتے جھاڑنا۔ مَاٰرِبُ ۔ نفع ۔ حاجت ۔ مَاْرِبَةٌ کی جمع ہے جو ا ر ب سے مصدر میمی ہے اَرْبٌ ضرورت ۔ حاجت ۔ اِرْبَةٌ خواہش ۔ سِيْرَةٌ حالت ۔ حال مصدر ہے س ی ر سے سَيْرٌ کے معنی چلنا ۔ سِيْرَةٌ ۔ چلنے کی کیفیت ۔ حالت ۔ وضع ۔۔۔۔۔ پھر پوچھا کہ یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے ۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ تو میری لاٹھی ہے میں اس سے بڑے کام لیتا ہوں ۔ تھک جاتا ہوں تو اس پر سہارا لے کر دم لیتا ہوں ۔ بکریوں کے کھانے کو درختوں کے خشک پتے اس سے مار مار کر جھاڑتا ہوں اور بھی میرے کئی کام اس سے نکلتے ہیں فرمایا اسے زمین پر ڈال دے ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے زمین پر پھینک دیا ۔ زمین پر گرتے ہی وہ سانپ بن کر تیزی سے اِدھر اُدھر دوڑنے لگی موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ہراس پیدا ہوا ۔ آواز آئی کہ ڈر مت اسے ہاتھ میں پکڑ تیرے پکڑتے ہی ہم اپنی قدرت سے اسے پھر ویسی ہی لاٹھی بنا دیں گے جیسے پہلے تھی۔

یدِ بیضا

وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ

اور ملا ہاتھ اپنا اپنی بغل سے نکلے گا وہ

بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰى ﴿٢٢﴾

سفید براق بغیر کسی بیماری کے بطور نشانی دوسری کے

لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا الۡكُبۡرٰى ﴿٢٣﴾ اِذۡهَبۡ

تاکہ دکھائیں ہم تجھ کو اپنی نشانیوں میں سے بڑی جا

اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾

طرف فرعون کے تحقیق اس نے سرکشی کی ہے

وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ

اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملالے وہ بغیر کسی عیب کے

بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰى ﴿٢٢﴾

چمکدار ہو کر نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے

لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا الۡكُبۡرٰى ﴿٢٣﴾ اِذۡهَبۡ

تاکہ ہم تجھ کو بڑی نشانیاں دکھاتے جائیں جا

اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ ع

فرعون کی طرف کہ اس نے بہت سر اٹھایا ہے

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اپنا ہاتھ بغل میں رکھ لے انہوں نے رکھ لیا۔ پھر جو نکالا تو سورج کی طرح سفید ہو کر نکلا۔ بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ معجزہ کے طور پر براق اور چمک دار ہو کر۔ پھر فرمایا کہ یہ دوسری نشانی ہے۔ جو تجھے عطا کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اور بھی بڑی بڑی نشانیاں دکھائی جائیں گی۔

پھر ارشاد ہوا کہ اب فرعون کے پاس جا جو مصر کا بادشاہ تھا۔ کیونکہ اس نے سرکشی پر کمر باندھی ہے اور ہمارے بے بس بندوں کو بے جا ستا رہا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ عقاید کی درستی اور اعمال صالحہ کے بغیر اگر کوئی انوکھے کرتب بھی دکھائے۔ تب بھی رسول نہیں ہو سکتا۔ رسالت کی پہلی شرط اخلاق و عادات کی درستی ہے۔ خواہشوں کے غلام کو نبوّت کا دعویٰ زیب نہیں دیتا چہ جائیکہ رسالت کا مدعی بن بیٹھے۔ نبوّت اور رسالت تو پھر بھی بڑی چیزیں ہیں۔ کسی کو مصلح اور ریفارمر بھی نہیں مانا جا سکتا۔ جب تک کہ وہ پہلے انسانیت کے معیار پر پورا نہ اُترے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو کسی کے لیے موقعہ ہی نہیں جو نبوّت یا رسالت کا دعویٰ کرے پھر بھی کسی کو ولی، مصلح، پیر وغیرہ ماننے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کے عقاید درست ہیں۔ اخلاق کے معیار پر ٹھیک اترتا ہے۔ توحید، رسالت کا قائل ہے اور اس کے اعمال سے اس کے عقاید کی درستی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے بغیر خواہ کوئی کتنا ہی قابل ہو۔ آسمان پر اڑ سکتا ہو۔ ہوا پر قابو رکھتا ہو۔ پانی پر چل سکتا ہو ہرگز اس قابل نہیں کہ انسان کا رہنما بن سکے یا بڑا آدمی کہلائے ؎

موسیٰؑ کی درخواست (۱)

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ

کہنے لگا اے میرے رب کھول دے میرے لیے میرا سینہ اور

یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً

سہل کر میرے لیے میرا کام اور کھول دے گرہ

مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ

میری زبان کی سمجھ لیں وہ میری بات اور بنا میرے لیے

وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾

مددگار میرے گھر میں سے ہارون میرا بھائی

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ

بولا اے میرے رب میرا سینہ کشادہ کر اور

یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً

میرا کام آسان کر میری زبان کی گرہ

مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ

کھول دے کہ میری بات سمجھیں اور مجھے میرے گھر کا

وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾

ایک کام بٹانے والا دے میرا بھائی ہارون

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ فرعون جیسے جھلّے مزاج۔ سرپھرے مغرور آدمی کا سمجھانا بڑا مشکل کام ہے۔ اس میں بڑے تحمّل اور برداشت کی ضرورت ہے۔ میرا سینہ کھول دیجیے۔ تاکہ میں اپنی طبیعت کے خلاف باتیں دیکھ کر فوراً غصّہ میں نہ بھر جاؤں اور طیش میں آکر کام خراب نہ کر دوں۔ سمجھانے کا کام بڑا مشکل ہے۔ اس کو آپ ہی آسان کر دیں تو کر دیں۔ دوسرے کا بس نہیں۔ کچھ ایسا سامان کر دیجیے۔ کہ میرے لیے یہ کام آسان ہو جائے۔ میری زبان بھی رُک رُک کر چلتی ہے۔ اس میں کچھ گرہ سی پڑ گئی ہے۔ اس گرہ کو کھول دیجیے۔ تاکہ میں صاف الفاظ میں اپنا مطلب بیان کر سکوں اور لوگ میری بات اچھّی طرح سمجھ لیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کام میں مجھے ایک مددگار کی ضرورت ہے۔ میرے گھر والوں میں سے ایک سہارا دینے والا میرے لیے مقرر کر دیجیے۔ تاکہ وہ میرے کام میں بروقت میری مدد کرے۔ میرا بھائی ہارون اس کام کے لیے بہت موزوں ہے۔ اس کو اس کام میں میرا شریک کر دیجیے۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے اور بولنے میں زیادہ تیز تھے ؁

موسیٰؑ کی درخواست (ب)

اُشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿٣١﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٣٢﴾
مضبوط کر اس سے میری قوت اور شریک کر اسے میرے کام میں
كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّنَذْكُرَكَ
تاکہ تسبیح کریں ہم تیری کثرت کے ساتھ اور یاد کریں تیری
كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾
کثرت سے تحقیق تو ہے ہمیں خوب دیکھنے والا
قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾
فرمایا تحقیق دیدیا گیا تجھے تیرا سوال اے موسیٰ

اُشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿٣١﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٣٢﴾
اس سے میری کمر مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر
كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّنَذْكُرَكَ
تاکہ ہم تیری پاک ذات کا بہت بیان کریں اور تجھے بہت زیادہ
كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾
یاد کریں تو تو ہم کو خوب دیکھتا ہے
قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾
فرمایا اے موسیٰ تیری درخواست قبول کی گئی

اَزْرُ اکمر اس کے اصل معنی قوت اور طاقت کے ہیں۔ چونکہ انسان کے اعضاء کی قوت کی جڑ کمر ہے۔ اس لیے کمر کی مضبوطی قوت کی نشانی ہے۔ چنانچہ شَدُّ الْاَزْرِ کے معنی کمر مضبوط کرنے کے ہوگئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کر رہے ہیں۔ کہ میری کمر بھائی سے مضبوط کر دے اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے کہ ہم دونوں مل کر تیرا حکم بجا لائیں۔ اور ایک سے جو کمی رہ جائے اسے دوسرا پوری کر دے۔ اس طرح ایک دوسرے کو تقویت پہنچے گی۔ نشاط اور ہمت بڑھے گی۔ تو تیری ثنا و صفت بھی دل لگا کر ہو سکے گی اور اکٹھے ہو کر تیری تسبیح بہ کثرت کر سکیں گے اور مل جل کر تیری عبادت اور ذکر میں بھی زیادتی ہو جائے گی۔ کیونکہ ایک دوسرے کو یاد دلاتا رہے اور بھول کر بھی ہم سے کوئی تیری یاد سے غافل نہ ہو سکے گا۔

اے رب! تو ہمارے حال سے اچھی طرح واقف ہے جو میرے دل میں تھا۔ وہ عرض کر دیا۔ آگے آپ اپنے کی رو سے فیصلہ فرمائیں۔ کہ میرے بھائی ہارون کے ساتھ میرے شریک ہونے سے دعوت و تبلیغ کا کام زیادہ خوبی کے ساتھ ہو گا یا نہیں۔

ارشاد ہوا کہ اچھا اے موسیٰ تیری درخواست منظور ہے۔

پہلے احسانات

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰى ﴿٣٧﴾

اور البتہ تحقیق احسان کیا ہم نے تجھ پر ایک بار اور

اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى ﴿٣٨﴾

جب الہام کیا تیری ماں کی طرف جو بتایا جاتا ہے

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ

کہ ڈال اس کو صندوق میں پھر ڈال اسے دریا میں

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ

پھر ڈالے اسے دریا کے کنارے پر لے لے اسے

عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ

دشمن میرا اور دشمن اس کا

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰى ﴿٣٧﴾

اور ہم نے تجھ پر ایک بار اور بھی احسان کیا تھا

اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى ﴿٣٨﴾

جب ہم نے تیری ماں کے پاس حکم بھیجا جو آگے آتا ہے

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ

کہ اس کو صندوق میں ڈال پھر ڈال دے صندوق کو دریا میں

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ

پھر دریا اس کو کنارے پر لا ڈالے

عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ

پھر اٹھالے اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن

جس زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے فرعون نے نجومیوں کے کہنے سے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ ان کے پیدا ہوتے ہی ان کی والدہ کو تشویش ہوئی کہ اگر فرعون کے آدمیوں کو خبر ہو گئی۔ تو وہ اسے مار ڈالیں گے۔ اس وقت اللہ عزوجل نے ان کی والدہ کے دل میں ایک بات ڈال دی۔ جس کا پورا نقشہ ان کے دل میں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں آرام سے لٹا کر دریا میں چھوڑ دے۔ اس دریا کی ایک شاخ فرعون کے خاص محل کے باغ میں سے گذرتی تھی۔ صندوق بہہ کر اسی شاخ کے ذریعہ فرعون کے محل کے اندر چلا جائے گا اور اس کو فرعون کی بی بی آسیہ دریا سے نکال لیں گی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انہی کے ہاتھوں پلیں گے۔ اس آیت میں اجمال کے ساتھ اسی واقعہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق دریا میں ڈال دیا گیا اور پھر وہی ہوا جو ان کی والدہ کو پہلے ہی الہام ہو چکا تھا۔ حضرت آسیہ بنی اسرائیل میں سے ایک نہایت خدا ترس خاتون تھیں۔ فرعون کے سامنے پیش کر کے کہا کہ ہم اسے بیٹا بنالیں تو بہت اچھا ہے :۔

موسیٰ علیہ السلام کی تربیت

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ

اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے اور تاکہ پرورش کیا جائے تو

عَلٰى عَيْنِىْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ

میری آنکھ کے سامنے جب چلی تیری بہن پس کہا اس نے

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۗ فَرَجَعْنٰكَ

کیا بتادوں میں تم کو ایسی عورت جو سنبھالے اسے پس لوٹا دیا ہم نے تجھے

اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۬ؕ

تیری ماں کی طرف تاکہ ٹھنڈی ہو آنکھ اس کی اور وہ اُداس نہ ہو

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ

اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تاکہ تو میری آنکھوں کے

عَلٰى عَيْنِىْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ

سامنے پرورش پائے جب چلتے چلتے پہنچی تیری بہن پھر کہا میں

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۗ فَرَجَعْنٰكَ

بتاؤں تم کو ایسی دایہ جو اسے پالے پھر تجھ کو ہم نے تیری ماں کے

اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۬ؕ

پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غم نہ کھائے

تُصْنَعُ (پرورش پائے تو) مضارع کا صیغہ ہے ص۔ن۔ع سے۔ صُنْعٌ کے معنی ہیں کاریگری سے کسی چیز کا بنانا، گھڑنا۔ یہاں اس سے مراد پرورش ہے۔

عَلٰى عَيْنِىْ (میری آنکھ پر) عربی کے محاورے میں آنکھ پر ہونے کا مطلب آنکھ کے سامنے ہونا ہے یعنی میری نگرانی اور دیکھ بھال کے تحت۔ يَكْفُلُ (ذمہ داری لے) مضارع کا صیغہ ہے ک۔ف۔ل سے۔ اس سے کَفَالَۃٌ مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی کام کا ذمہ لینا۔

تَقَرَّ (ٹھنڈی ہو) مضارع کا صیغہ ہے ق۔ر۔ر سے۔ قَرٌّ اس سے بنا، جس کے معنی ٹھنڈک اور ٹھنڈا ہونے کے ہیں۔ آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد آرام و اطمینان ہوتا ہے۔ اسی طرح آنکھ کی گرمی پریشانی اور گھبراہٹ کی علامت ہے۔ اردو اور عربی دونوں میں ان کا مطلب یہی لیا جاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے تیری محبت ہر ایک کے دل میں ڈال دی۔ اس کے بعد تیری بہن جسے تیری ماں نے تیری ٹوہ لینے کے لیے صندوق کے پیچھے روانہ کیا تھا چلتے چلتے وہاں پہنچی۔ وہاں ایک ایسی عورت کی تلاش ہو رہی تھی جو اس بچہ کو دودھ پلائے اور پالے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ نہ پیتے تھے۔ ان کی بہن نے موقع دیکھ کر کہا کہ میں ایک عورت بتاتی ہوں جو اس کی پرورش نہایت خوبی کے ساتھ کرے گی چنانچہ اس نے ان کی ماں کو لاکر حاضر کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ماں کی آغوش میں آکر چپ ہو گئے۔

آزمائش

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ

اور قتل کیا تو نے ایک جان کو پس نجات دی ہم نے تجھ کو غم سے

وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۵ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ

اور جانچا ہم نے تجھ کو کچھ جانچنا پس ٹھہرا تو کئی سال

فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۵ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ

مدین والوں میں پھر آیا تو وقت مقرر پر

يٰمُوْسٰي ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾

اے موسیٰ اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے لیے

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ

اور تو نے ایک شخص کو مار ڈالا پھر ہم نے تجھے اس غم سے نکالا

وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۵ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ

اور جانچا ہم نے تجھ کو کئی طرح ۔ پھر تو کئی سال

فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۵ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ

مدین والوں میں ٹھہرا رہا پھر تو یہاں آیا تقدیر سے

يٰمُوْسٰي ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾

اے موسیٰ اور میں نے تجھ کو خاص اپنے لیے بنایا

عَلٰی قَدَرٍ (اندازہ کے مطابق) قَدَرٌ کے معنی خوب اچھی طرح ہر پہلو سے سوچ کر ایک منصوبہ بنانا مراد یہ ہے کہ جو طریقہ، وقت، مقام اور عمر ہم تجھے نبی بنانے کے لیے مقرر کر چکے تھے اسی کے مطابق تو یہاں آپہنچا۔

اِصْطَنَعْتُ (بنایا میں نے تجھے) ماضی کا صیغہ ہے ص ـ ن ـ ع سے۔ صنع کے معنی بنانا۔ اصطناع: خوب سوچ سمجھ کر بنانا۔

اللہ عزوجل اپنی مہربانیاں جو اس نے شروع سے حضرت موسیٰؑ پر کیں، بیان کر کے ان کو اطمینان دلا رہا ہے کہ اسی طرح تجھ پر ہماری مہربانیاں جاری رہیں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پل کر جوان ہو گئے۔ تو ان کے ہاتھ سے اتفاقاً ایک جھگڑالو آدمی مارا گیا۔ آپ کو اس سے بڑی پریشانی لاحق ہوئی کہ پکڑا گیا تو سزا ملے گی۔ ڈر کر شہر سے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مدین پہنچا دیا اور وہاں وہ تمام پریشانیوں سے چھوٹ گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی شادی اپنی لڑکی سے کر دی۔ دس سال ان کے پاس رہے۔ پھر وہاں سے چلے تو راستہ میں نبوت مل گئی۔

اس کا قصہ سورۃ القصص میں آئیگا۔ ارشاد ہے کہ ہم نے تیری طرح طرح کی آزمائش کی۔ یہ سب کچھ اس کی تیاری تھی کہ تو وقت مقرر پر اس جگہ پہنچے۔ ہم نے تیری تربیت کا یہ سب کچھ انتظام کیا اس لیے کہ تجھے اپنا رسول اور مقرب بنا کر تجھ سے ہدایت کا کام لینا تھا۔

رسالت کا کام

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ
جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور
لَاتَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ (۴۲) اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ
نہ سستی کرو میرے ذکر میں دونوں جاؤ فرعون کی طرف
اِنَّهٗ طَغٰى (۴۳) فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا
تحقیق وہ سرکش ہوا پس کہو اس سے بات
لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (۴۴)
نرم شاید وہ دھیان کرے یا ڈرے

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ
میری نشانیاں لے کر تو اور تیرا بھائی دونوں جاؤ اور
لَاتَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ (۴۲) اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ
میری یاد میں سستی نہ کرو دونوں فرعون کی طرف جاؤ
اِنَّهٗ طَغٰى (۴۳) فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا
اس نے بہت سر اٹھایا ہے سو اس سے نرم بات
لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (۴۴)
کہو شاید وہ سوچے یا ڈرے

لَاتَنِيَا: (مت سست ہو) نہی کا تثنیہ کا صیغہ ہے و۔ن۔ی سے۔ وَنْی کے معنی سستی کے ہیں۔ اصل میں لَاتَوْنِيَا ہے تعلیل کے بعد لَاتَنِيَا ہوگیا۔ وَنْیٌ (سستی کرنا) اس کا مصدر ہے۔

ارشاد ہے کہ جس کام کے لیے تجھے تیار کیا گیا تھا۔ اب اس کا وقت آگیا ہے۔ میں نے جو اپنی نشانیاں تجھے عطا کی ہیں انہیں لے کر تو اور تیرا بھائی دونوں روانہ ہو جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت کامیابی کا راز میری یاد اور میرا ذکر ہے۔ اس میں ذرا سستی نہ کرنا اور جس طرح تمہیں سمجھا دیا گیا ہے۔ وقت پر نماز اور عبادت کے لیے مستعد ہو جانا۔ اور ہر مصیبت اور ضرورت کے وقت میرا نام لینا اور دل سے مجھے یاد کرنا۔ اب تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ اس نے سرکشی اور ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ وہ اپنی قوت اور طاقت پر مغرور ہے۔ اس کے ساتھ زبردستی نہیں چلے گی۔ اس کو نرمی اور آہستگی سے سمجھاؤ۔ متکبر اور مغرور لوگ سختی سے قابو میں نہیں آتے۔ ہاں نرم گفتگو اور سلیقے کے ساتھ سمجھانے سے ممکن ہے۔ کہ وہ کچھ سوچے یا کچھ اللہ عزوجل کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو۔

اندیشہ کا اظہار

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ
بولے اے ہمارے رب تحقیق ہم ڈرتے ہیں کہ زیادتی کر بیٹھے
عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى (۴۵) قَالَ لَا
ہم پر یا جوش میں آجائے فرمایا مت
تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ
ڈرو تم تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں
وَ اَرٰى (۴۶)
اور دیکھتا ہوں

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ
بولے اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ بھبک پڑے وہ
عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى (۴۵) قَالَ لَا
ہم پر یا جوش میں آجائے فرمایا مت
تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ
ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں
وَ اَرٰى (۴۶)
اور دیکھتا ہوں

اللہ عزوجل نے حضرت موسٰی علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام دونوں کو نبوّت عطا فرمائی اور اس کے بعد موسٰی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب تم اپنے بھائی کو ساتھ لے کر جاؤ اور مجھے ہر حال میں یاد رکھو میری یاد میں غفلت یا سستی نہ ہونے پائے۔ تمہارا کام یہ ہے۔ کہ مصر کے بادشاہ فرعون کے پاس جاؤ۔ اس نے بہت سر اٹھایا ہے۔ وہ بے بسوں کو ستاتا ہے اور اپنے سوا کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔

موسٰی علیہ السلام فرعون کے مزاج سے واقف تھے۔ عرض کیا۔ ہم دونوں بھائیوں کو اس کا ڈر ہے کہ شاید وہ مغرور آدمی ہمیں اپنے پاس آنے ہی نہ دے۔ یا ادھوری بات سُن کر ہی غصّہ میں بھر جائے تو ہمیں بُری طرح ستائے یا قتل کرا ڈالے۔ فرمایا۔ اس بات سے مت ڈرو۔ میں ہردم تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری ہر بات سنتا ہوں اور ہر کام دیکھتا ہوں۔ تمہاری اور فرعون کی جو گفتگو ہوگی۔ وہ سب سُن رہا ہوں گا۔ تمہارے ساتھ جو وہ برتاؤ کرے گا اسے میں دیکھ رہا ہونگا۔ تم بے فکر رہو اور بے دھڑک اپنا کام کرو۔ اللہ کے نیک بندے اپنی کمزوریوں پر نظر کر کے مشکلات میں اللہ کی مدد طلب کرتے ہیں اور اللہ ان کی مدد کرتا ہے ؛

پیغام رسالت

فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ

سو جاؤ اس کے پاس پس کہو کہ ہم دونوں رسول ہیں تیرے رب کے

فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ

پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو

وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ

اور دکھ مت دے انہیں ہم آئے ہیں تیرے پاس

بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی

نشانی لے کر تیرے رب کی اور سلامتی اس پر

مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (۴۷)

جو پیروی کرے سیدھی بات کی

فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ

سو اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم دونوں تیرے رب کے

فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ

بھیجے ہوئے ہیں سو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے

وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ

اور ستا مت ان کو ہم تیرے پاس تیرے رب

بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی

کی نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہو اس کی

مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (۴۷)

جو سیدھی راہ پر چلے

فَاْتِیٰهُ (پس جاؤ اس کے پاس) اِئْتِیَا (آؤ دونوں) امر کے تثنیہ کا صیغہ ہے ا ت ی سے۔ اَتٰی کے معنی آنا۔ لیکن چونکہ تیسرے شخص کے پاس آنا ہے اس لیے اردو ترجمہ جاؤ ہوگا۔

رَسُوْلَا (دو رسول) رسول کا تثنیہ ہے۔ اصل میں رَسُوْلَانِ ہے۔ رَبِّكَ کی طرف مضاف ہونے سے ن گر گیا۔

ارشاد ہے کہ دل سے خوف اور خطرہ دور کرو۔ فرعون کے پاس بے دھڑک جاؤ وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا میں تمہارے ساتھ ہوں اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے پیغامبر ہیں بنی اسرائیل پر ظلم و ستم نہ کر۔ ان کو تو نے بدترین غلام بنا رکھا ہے انہیں آزاد کر۔ تاکہ وہ بھی اور لوگوں کی طرح اچھی حالت میں ان کے برابر ہو کر رہیں۔ یاد رکھ کہ سلامت وہی بچیں گے جو سیدھی اور صاف بات کو سنکر مان لیں گے جو نہ مانیں گے وہ ہلاک ہوں گے اس مختصر پیغام میں وہ سب کچھ آگیا۔ جو اللہ عزوجل کے رسول انسان کو بتانا چاہتے ہیں اور جس کا نام اسلام ہے اور وہ تین ہیں (۱) تمہارا رب ایک ہے۔ جس کی تم مخلوق ہو اس کا حکم مانو (۲) وہ تمہاری ہدایت کے لیے رسول بھیجتا ہے (۳) اس کا حکم ہے کہ رسول کی بات مانو۔ کسی پر زیادتی مت کرو۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں ؛؛

سوال وجواب

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ
تحقیق وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ عذاب
عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ (۴۸) قَالَ
اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیر لے کہا
فَمَنْ رَّبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ (۴۹) قَالَ
پھر کون ہے رب تمہارا اے موسیٰ کہا
رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ
ہمارا رب وہ ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو
خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ (۵۰)
اس کی بناوٹ پھر راہ سجھائی

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ
ہمیں حکم ملا ہے کہ عذاب اس پر ہے
عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ (۴۸) قَالَ
جو جھٹلائے اور منہ پھیر لے بولا
فَمَنْ رَّبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ (۴۹) قَالَ
اے موسیٰ پھر تم دونوں کا رب کون ہے کہا
رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ
ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی
خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ (۵۰)
صورت دی پھر راہ سجھائی

خلق (بناوٹ، صورت) اس کے معنی بڑی چیزوں سے کانٹ چھانٹ کر مختلف وضع قطع کی چھوٹی چیزیں بنانا۔ ہر ایک کی وضع قطع کو بھی اس کی خلق کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہ بھی کہہ دینا کہ ہمیں وحی کے ذریعہ بتا دیا گیا ہے کہ جس شخص نے ہمارا کہنا نہ مانا اور ہماری طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس کے لیے عذاب، دکھ اور درد ہے۔ یہ پیغام لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام فرعون کے پاس گئے اور اس سے یہ سب کچھ کہہ دیا۔ باتیں ایسی تھیں جنہیں ہر سمجھ دار سن کر مان لے گا لیکن اسے خبط یہ تھا کہ لوگ مجھ کو ہی اپنا بڑا اور رب سمجھیں۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنا رب کسے کہتے ہو جس کے بھیجے ہوئے تم میرے پاس آئے ہو۔ رب تو میں ہوں (معاذ اللہ) کہ ان سب پر پورا پورا اختیار رکھتا ہوں۔ فرمانبرداروں کو نہال کرتا ہوں۔ نافرمانوں کو کڑی سزا دیتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ ہمارا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب الگ الگ شکل صورت اور سمجھ عطا فرمائی اور پھر اس کو بتایا کہ وہ اپنے فائدہ کی چیزیں کیسے حاصل کرے اور ان کا کس طرح استعمال کرے۔ ہر ایک کو رہنے سہنے، کھانے پینے کا طریقہ سکھایا۔

کج بحثی

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾
بولا بس کیا ہے حال زمانوں کا پہلے
قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ فِىْ كِتٰبٍ ۚ
کہا اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے
لَا يَضِلُّ رَبِّىْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِىْ
نہیں غلطی کرتا میرا رب اور نہ بھولے وہ جس نے
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ
بنا دیا تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور چلا دیا
لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا ۚ
تمہارے لیے اس میں راستوں کو

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾
بولا پھر کیا حال ہے ان پہلی جماعتوں کا
قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ فِىْ كِتٰبٍ ۚ
کہا ان کا علم میرے رب کے پاس لکھا ہوا موجود ہے
لَا يَضِلُّ رَبِّىْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِىْ
میرا رب نہ بہکتا ہے اور نہ بھولتا ہے وہ جس نے
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ
تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنا دیا اور اس میں
لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا ۚ
تمہارے لیے راستے چلائے

قُرُوْنٌ (زمانے) قرنٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں لمبا زمانہ۔ یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان زمانوں میں رہتے تھے۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی باتیں سنیں۔ باتیں صاف تھیں۔ انکار کی کوئی وجہ نہ تھی، ایسے موقعہ پر اللہ کے نہ ماننے والے نہ ماننے کے بہانے ڈھونڈھا کرتے ہیں۔ فرعون نے بھی وہی کیا۔ بولا ہم سے پہلے بہت سے لوگ دنیا میں آئے اور گئے۔ بتاؤ ان کا حال کیا ہوا اور تمہارے رب کو نہ ماننے والوں کا کیا بگڑا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ ان کا حال رتّی رتّی اللہ کو معلوم ہے۔ اس کے پاس سب لکھا ہوا محفوظ ہے۔ اللہ نہ بہکتا ہے نہ بھولتا ہے۔ اب تو تو اپنی کہہ۔ تو اللہ کو رب مانتا ہے یا نہیں دیکھ! اس نے ہمارے تمہارے اور سب کے لیے زمین جیسا لمبا چوڑا فرش بچھا دیا کہ اس پہ پھریں، چلیں، آرام سے بیٹھیں، اٹھیں۔ پھر اس میں ادھر ادھر آنے جانے کے راستے بنا دیئے جن کے ذریعے گھاٹیوں، پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں سب کو پار کر کے جہاں جی چاہے جائیں اور اپنے کام بنائیں۔

اللہ کی نشانیاں

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ

اور اتارا آسمان سے پانی پس نکالی ہم نے اس سے

اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا

قسمیں سبزی کی مختلف کھاؤ اور چراؤ

اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى

اپنے مویشیوں کو تحقیق اس میں ضرور نشانیاں ہیں عقل والوں

النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ

کے لیے اسی میں سے ہم نے پیدا کیا تمہیں اور اسی میں لوٹانے ہیں تمہیں

وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

اور اسی میں سے نکالیں گے تم کو دوسری بار

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ

اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے ہم نے

اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا

طرح طرح کی سبزی نکالی کھاؤ اور چراؤ

اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى

اپنے مویشیوں کو البتہ اس میں نشانیاں ہیں عقل

النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ ع

والوں کے لیے اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تم کو

وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

لوٹائینگے اور اسی سے تم کو دوسری بار نکالیں گے

اَزْوَاجٌ (انواع، اقسام) زوج کی جمع ہے جس کے معنی جوڑے کے ہیں جیسے صنف بھی کہتے ہیں۔ شَتّٰی (مختلف) شَتِيْتٌ کی جمع ہے جس کا مادہ ش۔ت۔ت ہے۔ شَتٌّ کے معنی بکھرنا۔ شَتِيْتٌ: صفت کا صیغہ ہے بکھرا ہوا الگ الگ۔ نُهٰى: (عقلیں) نُهْيَةٌ کی جمع ہے اس کا مادہ ن۔ہ۔ی ہے اور معنی عقل اور سمجھ ہیں۔ تَارَةً (بار) اس کا مادہ ت۔ا۔ر ہے۔ تَارٌ کے معنی دیر کرنا۔ تَارَةً ٹھیر کر۔ کبھی کبھی۔ بولنے میں ھمزہ کو الف کرلیا گیا۔

انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنا اور اس کو اپنا رب مان لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ سیدھی سادھی سمجھ والا انسان ذرا سے غور سے سمجھ لے گا کہ آخر یہ سب چیزیں کس نے بنائیں اور انسان کو ان سے کام لینے کی طاقت کس نے دی۔ حضرت موسیٰؑ فرعون سے کہہ رہے ہیں کہ یہ سب اللہ نے پیدا کیں۔ زمین کو فرش کی طرح بچھایا۔ چلنے پھرنے کے لیے راستے بنا دیے اور پھر آسمان سے پانی برسایا اور اس کی بدولت زمین سے غلّے، سبزیاں وغیرہ پیدا کیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب چیزیں ہم نے پیدا کیں اور اس لیے پیدا کیں کہ تم ان کو کھاؤ اور بچا کھچا اپنے مویشیوں کو چراؤ جن کی مدد سے تم زراعت کا کام کرتے ہو۔ عقلمندوں کے لیے ان باتوں میں نشانیاں موجود ہیں جنہیں دیکھ کر وہ ہمیں پہچان سکتے ہیں۔ یاد رکھو تمہیں زمین ہی سے ہم نے بنایا پھر اسی میں مرنے کے بعد پہنچا دیں گے اور دوبارہ اسی میں سے زندہ کرکے اٹھا دیں گے۔

فرعون کی ہٹ دھرمی

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ

اور البتہ تحقیق دکھادیں ہم نے اس کو اپنی نشانیاں سب پس جھٹلایا اس نے

وَاَبٰى (٥٦) قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ

اور انکار کردیا بولا کیا آیا ہے تو ہمارے پاس کہ نکالے تو ہم کو ہمارے

اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى (٥٧) فَلَنَاْتِيَنَّكَ

ملک سے اپنے جادو کے ساتھ اے موسیٰ پس لائیں گے ہم بھی تیرے سامنے

بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

ایک جادو اسی جیسا پس ٹھہرالے تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان

مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ

ایک وقت ملنے کا کہ نہ خلاف کریں اس کے ہم اور نہ تو

مَكَانًا سُوًى (٥٨)

ایک جگہ ہموار میں

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ

اور ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھادیں پھر اس نے جھٹلایا

وَاَبٰى (٥٦) قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ

اور نہ مانا بولا کیا ہم کو تو ہمارے ملک سے جادو کے

اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى (٥٧) فَلَنَاْتِيَنَّكَ

زور سے نکالنے آیا ہے اے موسیٰ سو ہم بھی تیرے مقابلہ میں

بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

ایک ایسا ہی جادو لائیں گے سو ہمارے اور اپنے بیچ میں

مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ

ایک وعدہ ٹھہرالے نہ اس کے خلاف ہم کریں اور نہ تو

مَكَانًا سُوًى (٥٨)

ایک صاف میدان میں

سُوًى (ہموار۔ صاف) صفت کا صیغہ ہے س۔و۔ی سے۔ اصل میں سُوَیٌ تھا۔ تعلیل کے بعد سُوًی ہوگیا۔ وقف کی وجہ سے تنوین گرجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ فرعون کو ہم نے دُنیا کے فطری منظر اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سب قسم کی نشانیاں دکھادیں لیکن وہ ان سب کو کھیل تماشا سمجھتا رہا اور ہماری بات ماننے سے انکار کردیا۔ کہا تو یہ کہا کہ یہ شعبدے دکھا کر تو یہ چاہتا ہے کہ لوگ ہماری طرف سے منہ موڑ کر تیری طرف جُھک جائیں اور تو ہمیں نکال کر آپ بادشاہ بن بیٹھے۔ اچھا ٹھہر جا۔ ہم بھی جادو کا انتظام کرتے ہیں۔ ہمارے تیرے درمیان ایک وعدہ ٹھہر جائے۔ کہ فلاں وقت فلاں کُھلے میدان میں سب کے سامنے ہمارا اور تیرا مقابلہ ہوگا۔ ملک و مال میں مست لوگ نہیں سمجھتے کہ جاہ طلبی کے سوا کوئی اور اعلیٰ مقصد بھی ہو سکتا ہے۔

مقابلہ کا وقت

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ
کہا وعدہ تمہارا دن جشن کا ہے اور یہ کہ
يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ
اکٹھے کیے جائیں لوگ دن چڑھے پس منہ موڑا فرعون نے
فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ
پھر اکٹھا کیا اپنے داؤ کو پھر آیا کہا ان سے
مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
موسیٰ نے شامت کے مارو نہ گھڑو اوپر اللہ کے
كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ
جھوٹ پس ہلاک کردے تم کو عذاب سے اور بے شک ناکام رہا
مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾
وہ جس نے جھوٹ باندھا

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ
کہا تمہارا وعدہ جشن کا دن ہے اور یہ کہ
يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ
لوگ دن چڑھے جمع ہوں پھر فرعون اُلٹا پھرا
فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ
اور اپنے سارے داؤ جمع کیے پھر آیا موسیٰ نے ان سے
مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
کہا کم بختو اللہ پر جھوٹ نہ بولو
كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ
پھر تم کو کسی آفت سے غارت کردے اور جس نے جھوٹ
مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾
باندھا مراد کو نہیں پہنچا

يَوْمُ الزِّيْنَةِ: زیبا و سنگار کا دن۔ اس سے مراد ان کے نوروز کا تیوہار ہے۔ جو ان کی بڑی عید تھی۔
يُسْحِتُ: ہلاک کرے۔ مضارع کا صیغہ ہے اِسْحَات سے جس کا مادہ س ح ت ہے سُحْت: تباہی۔ اِسْحَات: تباہ کرنا۔ ہلاک کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ نادان اللہ عزوجل کے مقابلہ میں کچھ نہیں کرسکتا۔ بے ساختہ جواب دیا کہ تمہارا بڑا تیوہار نوروز آنے والا ہے اسی دن صبح جب سورج خوب روشن ہوجائے مقابلہ ٹھیک رہیگا۔ فرعون یہ سنکر مجلس سے اٹھ گیا اور مقابلہ کی تیاری کرنے لگا۔ اپنے ملک کے سارے جادوگروں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر ان کو لے کر مقررہ وقت پر آپہنچا۔ اپنی طرف سے تیاری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا۔ دیکھو اللہ عزوجل کی باتوں کو جھوٹ مت سمجھو۔ اللہ کے حکم کے خلاف چلنا اس پر جھوٹ کا الزام لگانا ہے کہیں اس کی سزا میں وہ عذاب بھیج کر تمہیں ہلاک نہ کردے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ عزوجل کی باتیں جھوٹی ہیں (نعوذ باللہ) وہ انجام کار ناکام ہوتا ہے اور رسوا ہوتا ہے۔

مقابلہ کا مشورہ

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا
پس جھگڑنے لگے وہ اپنے کام میں آپس میں اور چھپ کر کیا
النَّجْوٰى (۶۲) قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ
مشورہ بولے تحقیق یہ دونوں جادوگر ہیں
يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ
چاہتے ہیں کہ نکال دیں تمہیں تمہاری سرزمین سے
بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (۶۳)
اپنے جادو سے اور چلتا کر دیں تمہارا چلن اس قدر اچھا
فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ج
پس اکٹھا کرو اپنے داؤں کو پھر آگے آؤ صف باندھ کر
وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (۶۴)
اور بیشک کامیاب رہا آج جو غالب ہوا

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا
پھر اپنے کام پر آپس میں جھگڑنے لگے اور چھپ
النَّجْوٰى (۶۲) قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ
کر مشورہ کیا بولے مقرر یہ دونوں جادوگر ہیں
يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ
چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے
بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (۶۳)
ملک سے باہر نکال دیں اور تمہارے اچھے خاصے چلن کو موقوف کر دیں
فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ج
پھر اپنی تدبیر مقرر کر لو اور قطار باندھ کر آؤ
وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (۶۴)
اور جیت گیا جو آج غالب رہا۔

اِنْ تخفیف / یہ یہاں اِنَّ کا مخفف ہے اور ضمیر نشان اس کا اسم محذوف ہے۔ اَلْمُثْلٰی: اَمْثَلُ کی مؤنث ہے۔ جو مثل سے اسم تفضیل ہے مثل کے معنی نمونہ۔ اَمْثَلُ اور مُثْلٰی وہ چیز جو نمونہ بن سکے یعنی سب سے بہتر۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کی نصیحت سُنکر لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کسی نے کہا یہ جادوگر ہے۔ کسی نے کہا جادوگر ایسے نہیں ہو سکتے۔ آخر تنہائی میں مشورہ کیا۔ فرعون کی رائے ماننے پر مجبور ہوئے، طے پایا کہ یقیناً یہ دونوں جادوگر ہی ہیں اور تمہیں نکال کر آپ بادشاہ بن کر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ اور تمہارا طریقہ جو سب سے اچھا ہے۔ مٹا کر اپنا نیا طریقہ قائم کرنے کے درپے ہیں۔ تمہارے لیے یہی راستہ ہے کہ اپنا انتظام کرو اور سارے کرتب داؤ اور تدبیریں اکٹھی کر لو اور سب اتفاق کر کے اس پر ہلّہ بول دو۔ آج کا معرکہ سخت ہے، جو غالب رہیگا اس کا بول بالا رہیگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے فرعون کا کہنا تو مانا۔ لیکن دل میں وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ جادوگر نہیں کوئی اس سے بہت ہی بڑے درجے کا آدمی ہے اور جو کہتا ہے سچ کہتا ہے اس کی بات میں بناوٹ اور تصنّع ہے۔

معرکہ

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ
بولے اے موسیٰ یا تو یہ کہ تو ڈالے اور یا
اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى (۶۵)
یہ کہ ہم ہوں پہلے جو ڈالیں
قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ
کہا نہیں تم ہی ڈالو پس ناگاہ رسیاں ان کی
وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ
اور لاٹھیاں ان کی خیال میں آئیں اس کے ان کے جادو سے
اَنَّهَا تَسْعٰى (۶۶)
کہ وہ دوڑ رہی ہیں

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ
بولے اے موسیٰ یا تو تُو ڈال اور یا
اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى (۶۵)
ہم پہلے ڈالنے والے ہیں
قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ
کہا نہیں تم ہی ڈالو پھر ناگاہ ان کی رسیاں
وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ
اور لاٹھیاں ان کے جادو سے اس کے خیال میں آئیں
اَنَّهَا تَسْعٰى (۶۶)
کہ دوڑ رہی ہیں

عِصِیُّ: (لاٹھیاں) عَصَا کی جمع ہے اصل میں عُصُوُوٌ تھا۔ تعلیل کے بعد عِصِیٌّ ہوگیا۔ اس کا مادہ ع ص و ہے۔
یُخَیَّلُ (خیال دلایا جاتا ہے) مضارع مجہول ہے تخییل سے جو خیال سے بنا ہے۔ تخییل کے معنی خیالی صورت بنانا۔ کوئی چیز خیال میں پیدا کرنا۔

فرعون نے جادوگروں کی ہمت بڑھائی۔ تو وہ آگے بڑھے۔ چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی پھینک دیتے ہیں اور وہ زمین پر گرتے ہی اژدہا بن جاتی ہے۔ اس لیے وہ بھی رسیاں اور لاٹھیاں لے کر ہی مقابلے میں آئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ بولو تم پہلے عصا ڈالتے ہو یا ہم پہلے ڈالیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بے پروائی سے جواب دیا۔ کہ نہیں تم پہلے ڈالو۔ اس پر انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں زمین پر پھینکیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کو ایسا خیال ہونے لگا کہ زمین سانپوں سے بھر گئی ہے۔ اور وہ ادھر اُدھر دوڑتے پھر رہے ہیں۔ لیکن یہ صرف نظربندی کا کھیل تھا واقعہ میں سانپ وغیرہ کچھ نہ تھے۔ لیکن ساحروں نے اپنے خیال کو تھوڑی دیر کے لیے دوسروں پر غالب کرنے کی مشق کر رکھی تھی۔

موسیٰؑ کا اندیشہ

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی ﴿۶۷﴾
پس پایا اپنے جی میں ڈر موسیٰ نے
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ﴿۶۸﴾
کہا ہم نے ڈر مت بے شک تو ہی اونچا رہے گا
وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا
اور ڈال دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے نگل جائے گا وہ جو
صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ
انہوں نے بنایا تحقیق جو بنایا انہوں نے فریب جادوگر کا
وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ﴿۶۹﴾
اور نہیں کامیاب ہوتا جادوگر جہاں آوے

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی ﴿۶۷﴾
پھر موسیٰ اپنے جی میں ڈر پانے لگا
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ﴿۶۸﴾
ہم نے کہا مت ڈر یقیناً تو ہی غالب رہے گا
وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا
اور ڈال دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے کہ نگل جائے جو کچھ
صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ
انہوں نے بنایا ان کا بنایا ہوا تو جادوگر کا فریب ہے
وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ﴿۶۹﴾
اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا جہاں وہ ہو

اَوْجَسَ: (پایا) ماضی کا صیغہ ہے اِیْجَاسٌ سے جس کا مادہ و۔ج۔س ہے وَجْسٌ: احساس۔ اِیْجَاسٌ: احساس کرنا۔
خِیْفَۃٌ: (ڈر) یہ لفظ خوف سے بنا ہے اور ڈر کی حالت ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ لاٹھی زمین پر پھینکتے تھے تو وہ اژدہا بن جاتی تھی۔ اس وقت جو جادوگروں کی نظر بندی سے ہر طرف سانپ ہی سانپ نظر آنے لگے تو انہیں اندیشہ یہ ہوا کہ میں لاٹھی پھینکوں گا۔ تو وہ سانپ بن جائے گی۔ لوگ کیسے فرق کریں گے کہ یہ معجزہ کا سانپ ہے اور یہ جادو کے سانپ ہیں۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی ہوئی کہ اس اندیشہ کو دور رکھ تیری لاٹھی فقط سانپ ہی نہ بنے گی بلکہ اس سے بہت زیادہ کرشمہ دکھائے گی۔ اور تو یقیناً ان سب پر غالب رہے گا تو اپنی لاٹھی پھینک اور اللہ کی قدرت کا تماشہ دیکھ۔ وہ لاٹھی ان سب سانپوں کو نگل جائے گی یہ سانپ نہیں ہیں فقط جادو کا ایک کرتب ہے۔ جادو سے چیز کی اصلیت نہیں بدلتی بلکہ اس کی ایک خیالی صورت کچھ اور بن جاتی ہے۔ تیری لاٹھی تو خیالی سانپ نہیں۔ اللہ کی قدرت کا ظہور ہے۔ جادوگروں کے ڈھکوسلے تو تھوڑی دیر میں مٹ جایا کرتے ہیں علاوہ ان کو آخری کامیابی نصیب نہیں ہوا کرتی تو ڈر مت۔ یہ تجھ سے جیت نہیں سکتے ؏

جادوگر مان گئے

فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا
پس ڈال دیئے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے بولے ایمان لائے ہم
بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی ﴿۷۰﴾ قَالَ
رب پر ہارون اور موسیٰ کے بولا
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ
ایمان لائے تم اس پر پہلے اس کے کہ میں اذن دوں تمہیں
اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ
بے شک یہی بڑا ہے تمہارا جس نے سکھایا تمہیں
السِّحْرَ ۚ
جادو

فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا
پھر جادوگر سجدہ میں گر پڑے بولے ہم ہارون
بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی ﴿۷۰﴾ قَالَ
اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے بولا
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ
تم نے میرے حکم دینے سے پہلے ہی اسے مان لیا
اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ
یہی تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں
السِّحْرَ ۚ
جادو سکھایا

السَّحَرَۃُ: (جادوگر) ساحر کی جمع ہے جو سحر سے اسم فاعل ہے۔

اللہ عزوجل کا حکم پاتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل سے سارے اندیشے جاتے رہے اور انہوں نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا اور وہ اژدہا بن کر ان سب لاٹھیوں اور رسیوں کو جو جادوگروں نے زمین پر ڈالی تھیں نگل گیا۔ جادوگروں نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقریر سن کر پہلے ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ شخص جادوگر نہیں ہوسکتا۔ اس کے خیالات بالکل نرالے ہیں۔ اب جو اتنا بڑا زبردست کرشمہ دیکھا تو سب کے سب سجدہ میں گر پڑے۔ اور دل سے آواز نکلی کہ ہم ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب پر ایمان لائے

فرعون نے دیکھا یہ تو کام ہی بگڑ گیا۔ جھلا کر کہا میری اجازت سے پہلے ایمان لانے کے کیا معنی ضرور تم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سازش میں شریک ہو اور یہ تمہارا گرو گھنٹال معلوم ہوتا ہے اور تم نے جادو اسی سے سیکھا ہے۔ اب تم اس سے مل کر میرے خلاف بغاوت کرنا چاہتے ہو۔ دوسرے لوگوں پر اثر ڈال کر انہیں بھی ورغلانا چاہتے ہو۔ اچھا ٹھہرو تو سہی میں بھی تمہیں وہ سزا دوں کہ دیکھنے والوں کے ہوش اڑ جائیں ؟

سزا کی دھمکی

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ
پس ضرور کٹواؤں گا تمہارے ہاتھ ایک طرف کے اور پاؤں تمہارے دوسری
خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ ۫
طرف کے اور البتہ سولی دوں گا تمہیں درختوں میں کھجور کے
وَ لَتَعۡلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا
اور البتہ جان لوگے تم کون سا ہم میں زیادہ سخت ہے عذاب دینے میں
وَّ اَبۡقٰی ﴿۷۱﴾ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡثِرَکَ عَلٰی مَا
اور دیر تک قائم رکھنے والا بولے ہرگز نہ ترجیح دیں گے ہم تجھے اس پر جو
جَآءَنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیۡ فَطَرَنَا
آئی ہمارے پاس دلیلوں میں سے اور اس پر جس نے ہمیں بنایا
فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ ؕ
پس فیصلہ کر جو تو فیصلہ کرنے والا ہے

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ
سو اب کٹواؤں گا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف
خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ ۫
کے پاؤں اور سولی دوں تم کو کھجوروں کے تنوں
وَلَتَعۡلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا
پر اور جان لوگے ہم میں کس کا عذاب سخت اور
وَّ اَبۡقٰی ﴿۷۱﴾ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡثِرَکَ عَلٰی مَا
دیر تک رہنے والا ہے وہ بولے ہم تجھ کو اس صاف دلیل سے
جَآءَنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیۡ فَطَرَنَا
جو ہمیں پہنچی اور اس سے جس نے ہمیں پیدا کیا زیادہ نہ
فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ ؕ
سمجھیں گے سو تجھے جو کرنا ہے کر گذر

لَنۡ نُّؤۡثِرَ: ہم ہرگز نہ ترجیح دیں گے مضارع منفی ہے ایثار سے جس کا مادہ ا ث ر ہے۔ اس کے معنی کسی چیز کو دوسری پر ترجیح دینا، بڑھانا۔

فرعون جادوگروں کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے سخت جھلایا اور کہا۔ کہ تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا کر گلے میں پھندا ڈال کر کھجوروں کے درختوں پر لٹکواؤں گا اور تمہیں اچھی طرح ابھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ میرا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔ یا موسیٰؑ کے رب کا جس پر تم ایمان لائے ہو۔ جادوگروں کو عصائے موسوی کے کرتب دیکھ کر یقین ہو چکا تھا یہ جادو کا کھیل نہیں ہو سکتا۔ بے شک موسیٰ علیہ السلام بھی سچے اور ان کا رب بھی سچا۔ فرعون گمراہ اور نادان ہے۔ ایک زبان ہو کر بولے۔ کہ ہم تو صاف اور روشن نشانی دیکھ چکے۔ ہمارا رب تو وہی ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے۔ ایسی صاف نشانی اور ایسے زبردست رب کے سامنے ہم تیری نہیں سن سکتے۔ ہم کوئی نادان یا بچے نہیں ہیں جو تیری دھمکیوں میں آجائیں گے۔ ہمارا فیصلہ اٹل ہے اس بارے میں ہم تیری نہیں سن سکتے جو تیرا جی چاہے کر اور جو سزا چاہے دے ہمیں پروا نہیں۔

صاف جواب

إِنَّمَا تَقْضِي هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾

اور کچھ نہیں تو فیصلہ کرے گا اسی زندگی قریب کی میں

إِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا

تحقیق ہم ایمان لائے اپنے رب پر کہ بخشے وہ ہمارے لیے ہماری خطائیں

وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ

اور جو زبردستی کی تو نے اس کے اوپر جادو سے

وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾

اور اللہ بہتر ہے اور سدا باقی رہنے والا

إِنَّمَا تَقْضِي هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾

تو جو کچھ کرے گا اس دنیا کی زندگی ہی میں تو کرے گا

إِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا

ہم تو اپنے رب پر یقین لائے تاکہ وہ ہمارے گناہ اور وہ

وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ

جو تو نے زبردستی ہم سے جادو کرایا بخش دے

وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾

اور اللہ بہتر اور سدا باقی رہنے والا ہے

فرعون کے بلائے ہوئے جادوگر فرعون کی دھمکیوں کا جواب دلیری کے ساتھ دے رہے ہیں۔ درحقیقت جس کے دل میں ایمان بیٹھ جاتا ہے۔ وہ کسی دھمکی کی کیا سخت سزا کی بھی پروا نہیں کرتا۔ فرعون نے کہا کہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ انہوں نے بے دھڑک جواب دیا کہ ہم غلطی پر تھے کہ تجھ کو رب مانتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ایک زبردست نشانی دکھا کر ہم پر پوری طرح واضح کر دیا۔ کہ بے شک ہمارا اور سب کا رب اللہ عزوجل ہے۔ اب تو جو چاہے کر ہم اس سے ہٹنے والے نہیں۔ تیرا فیصلہ جو بھی ہوگا۔ وہ اسی دُنیا کی زندگی تک محدود رہے گا۔ جب جان نکل گئی تو تیری ترکی تمام ہوئی۔

اس کے بعد ہمارا اور سب کا واسطہ فقط اللہ عزوجل سے ہے۔ اس لیے ہم تجھے کچھ نہیں سمجھتے۔ ہم اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ ہم نے اس وقت تک جو گناہ کیے ہیں وہ اپنی مہربانی سے بخش دے۔ اور تو نے جو ہمیں زبردستی موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادو کرنے پر آمادہ کیا۔ اسے بھی وہ اپنے رحم و کرم سے معاف کر دے۔ ہم تو موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سُنکر ہی سمجھ گئے تھے۔ کہ یہ جادوگر نہیں۔ اس کے مقابلہ میں جادو نہ چلے گا۔ اب ہمیں یقین ہو گیا۔ کہ تو کچھ نہیں۔ اللہ عزوجل تجھ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ تو اور تیرا کروفر تو کوئی دم کا ہے۔

دِل کی آواز

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ
بات یہی کہ جو آیا اپنے رب کے پاس گنہگار پس تحقیق اس کے لیے
جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾
دوزخ ہے نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا
وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ
اور جو آیا اس کے پاس ایمان والا کرتا ہوا نیک کام
فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾
پس وہ لوگ ان کے لیے مرتبے ہیں بلند
جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
باغ رہنے کے چلتی ہیں ان کے نیچے
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ
نہریں رہا کریں گے انہی میں اور یہ ہے
جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾
بدلہ اس کا جو پاک ہے

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ
بات یہی ہے کہ جو اپنے رب کے پاس گناہ لے کر آیا اس کے لیے
جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾
دوزخ ہے نہ اس میں مرے اور نہ جیے
وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ
اور جو اس کے پاس ایمان لے کر آیا نیکیاں کر کے
فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾
سو ان لوگوں کے لیے بلند درجے ہیں
جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
باغ ہیں بسنے کے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ
انہی میں ہمیشہ رہا کریں گے اور یہ اس کا
ع ١٢ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾
بدلہ ہے جو پاک ہوا

جادوگر کہہ رہے ہیں۔ ہم اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ کہ تیرا کہنا ماننا حقیقی رب کے سامنے مجرم بننے کے برابر ہے تیرا انعام یا عذاب ڈھلتی چھاؤں ہے۔ لیکن اصلی رب کے پاس مجرم کی حیثیت ہمیشہ کی تباہی کا باعث ہے اس کے مجرموں کی سزا جہنم ہے جس میں مجرم کو نہ تو موت ہی آئے گی کہ جان عذاب سے چھوٹے اور نہ ہی زندگی ہوگی۔ کہ جینے کا لطف اٹھائے۔ دنیا میں جو شخص اپنے اصلی رب کو پہچان لے گا اور اس پر ایمان لے آئے گا۔ اور نیک کام کرے گا۔ اس کے مرتبے آخرت میں بہت اونچے ہیں اس کو ہمیشہ رہنے کے باغ ملیں گے۔ جن میں نہریں جاری ہوں گی۔ وہ ان سے کبھی نہ چھنیں گی۔ یہ اس شخص کو جزا ملے گی جو دنیا میں پاک صاف رہنے کی کوشش میں لگا رہے گا۔ نیک کام کرے گا:

بنی اسرائیل کی نجات

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ
اور البتہ تحقیق وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ لیکر نکل رات کو
بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ
میرے بندوں کو پس بنا ان کے لیے راستہ سمندر میں
يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى (٧٧)
خشک نہ ڈرتے ہوئے پکڑنے سے اور نہ خوف کرتے ہوئے ڈوبنے سے
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ
پس پیچھا کیا ان کا فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ پس ڈھانپ لیا ان کو
مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ (٧٨) وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ
سمندر سے جیسا کہ ڈھانپ لیا ان کو اور بہکایا فرعون نے
قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى (٧٩)
اپنی قوم کو اور نہ راہ سجھائی

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ
اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے بندوں کو رات کو
بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ
لے نکل پھر ان کے لیے دریا میں خشک راستہ
يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى (٧٧)
اختیار کر نہ خطرہ کر پکڑنے کا اور نہ ڈر ڈوبنے سے
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ
پھر فرعون نے اپنا لشکر لے کر پیچھا کیا پھر ڈھانپ لیا
مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ (٧٨) وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ
ان کو پانی نے۔ جیسا کہ ڈھانپ لیا اور فرعون نے اپنی
قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى (٧٩)
قوم کو بہکایا اور نہ سمجھایا

غَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ: مراد یہ ہے کہ سمندر کی موجوں نے ان کو ہر طرف سے اپنے اندر لپیٹ لیا اور وہ بُری طرح غرق ہو گئے۔

انسان کی تاریخ میں سب سے نمایاں چیز زبردستوں کا زیردستوں کو موقع ملتے ہی دبا لینا ہے۔ قرآن مجید میں سمجھایا گیا ہے کہ یہ انسان کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ہے فرعون کی مثال دے کر کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے لاکھ سمجھایا پر وہ نہ سمجھا۔ ارشاد ہے کہ ہم نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا۔ کہ بنی اسرائیل کو راتوں رات لے نکلو اور مصر سے باہر لے جاؤ۔ راستہ میں بحر قلزم آئے گا۔ اس کے پانی پر اپنا عصا مارنا۔ پانی پھٹ جائے گا اور تمہارے گذرنے کے لیے سوکھا راستہ بن جائے گا۔ اور دل سے یہ بات نکال دو کہ فرعون تعاقب کر کے پکڑ لے گا یا ڈبو دے گا۔ دیکھو اللہ کی قدرت سے کیا ظہور میں آیا۔ اللہ نے دریا کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو راستہ دے۔ فرعون نے بھی پیچھا کیا اور راستہ دیکھ کر مع لشکر دریا میں اتر گیا۔ بنی اسرائیل تو نکل گئے لیکن فرعون کے لیے دریا پھر اصلی حالت میں آگیا۔ اور موجوں کے تھپیڑوں نے اسے اپنے اندر لپیٹ میں لے کر سب کو غرق کر دیا۔ آگے ارشاد ہے کہ فرعون نے اپنے لوگوں کو گمراہ کیا اور ہدایت نہ کی آخر خود بھی ڈوبا اور اوروں کو بھی لے ڈوبا ؞

بنی اسرائیل کو یاددہانی

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ عَدُوِّکُمْ

اے بنی اسرائیل تحقیق نجات دی ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے

وَوٰعَدْنٰکُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا

اور وعدہ ٹھیرایا تم سے پہلو میں پہاڑ کے دائیں اور اتارا ہم نے

عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی (۸۰) کُلُوْا مِنْ

تم پر من اور سلویٰ کھاؤ تم سے

طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ

پاکیزہ چیزوں جو دیں ہم نے تمہیں اور نہ حد سے بڑھو اس میں

فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ ۚ وَمَنْ یَّحْلِلْ

پس اترے تم پر میرا غضب اور وہ کہ اترا

عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی (۸۱)

اس پر غضب میرا پس تحقیق وہ گرا

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ عَدُوِّکُمْ

اے اسرائیل کی اولاد ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے چھڑایا

وَوٰعَدْنٰکُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا

اور تم سے وعدہ ٹھیرایا پہاڑ کی دائیں طرف اور اتارا

عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی (۸۰) کُلُوْا مِنْ

تم پر من اور سلویٰ کھاؤ

طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ

ستھری چیزیں جو روزی ہم نے تمہیں دی اور اس میں زیادتی نہ کرو

فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ ۚ وَمَنْ یَّحْلِلْ

پھر تو تم پر میرا غصہ اترے گا اور جس پر میرا

عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی (۸۱)

غصہ اترا سو ٹپکا گیا

لَا تَطْغَوْا: حد سے نہ بڑھو نہی کا صیغہ ہے ط۔ غ۔ ی سے۔ اس کا مصدر طُغْیَانٌ ہے۔ سرکشی کرنا، حد سے نکلنا، قانون اور قاعدہ کے باہر جانا۔

هَوٰی: (گڑھے پڑا) ماضی کا صیغہ ہے ھ۔ و۔ ی سے۔ ھَوٰی کے معنی گر کر تباہ ہو جانا۔ گڑھے میں جا پڑنا مراد یہ ہے کہ وہ آخرت میں دوزخ کے اندر گرے گا۔

ان آیتوں میں بنی اسرائیل کو سمجھایا جا رہا ہے کہ ہم نے تم پر بڑے بڑے احسان کیے ہیں اوّل تمہارے جانی دشمن فرعون کے پنجے سے تمہیں چھڑایا، پھر موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور کی دائیں جانب اس لیے بلایا کہ تمہاری ہدایت کے لیے انہیں تورات عطا کریں اور جب تم جنگل بیابان میں بھٹکتے پھر رہے تھے تو تمہارے کھانے کے لیے من و سلویٰ آسمان سے اتارا اور کہا کہ اب تم ان نعمتوں سے قانون کے اندر فائدہ اٹھاؤ، فضول خرچی نہ کرو۔ جوڑنے اور جمع کرنے کے فکر میں مت پڑو۔ حرص اور لالچ میں مت پھنسو ورنہ تم نافرمان لکھے جاؤ گے اور تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا اسے دوزخ میں پٹخ دیا جائے گا۔ یہ سب باتیں یاد دلا کر اللہ عزوجل بنی اسرائیل کو نصیحت فرما رہا ہے :

وعدہ کی تشریح

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ
اور تحقیق میں بڑا بخشش والا ہوں اس پر جو توبہ کرے اور ایمان لائے
وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (۸۲) وَ مَآ
اور کام کرے نیک پھر راہ پر رہے اور کیا چیز
اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى (۸۳) قَالَ
جلدی لائی تجھے تیری قوم سے اے موسیٰ کہا
هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ
وہ یہ رہے میرے پیچھے اور جلدی کی میں نے تیری طرف
رَبِّ لِتَرْضٰى (۸۴)
اے رب تاکہ تو راضی ہو

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ
اور اس پر میری بڑی بخشش ہے جو توبہ کرے اور ایمان لائے
وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (۸۲) وَمَآ
اور بھلا کام کرے پھر راہ پر رہے اور کیوں
اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى (۸۳) قَالَ
جلدی کی تو نے اپنی قوم سے اے موسیٰ بولا وہ
هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ
یہ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میں جلدی آیا تیری طرف
رَبِّ لِتَرْضٰى (۸۴)
اے رب تاکہ تو راضی ہو

اَعْجَلَ: جلدی کرائی، ماضی کا صیغہ ہے اِعْجَالٌ سے جو ع ج ل سے بنا ہے۔ عُجْلَۃٌ کے معنی جلدی کے ہیں۔ اِعْجَالٌ اس کا متعدّی ہے یعنی جلدی کرنے پر آمادہ کرنا۔

ارشاد ہے کہ میری بخشش بھی بہت بڑی ہے مجرم اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ توبہ کرے مجھے سچے دل سے اپنا رب مانے۔ نیک کام کرے اور پھر اسی سیدھی راہ پر قائم رہے۔ تو میں اس کا قصور معاف کر دیتا ہوں۔ میری رحمت میں کمی نہیں۔ اس کے بعد اس وعدہ کے پورا کرنے کا بیان ہے جو اللہ عزّوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ان کے ذریعہ بنی اسرائیل سے کیا تھا۔ کہ کوہ طور پر آؤ ہم تمہاری ہدایت کے لیے کتاب تورات عطا کریں گے۔ اس وعدہ کے مطابق حضرت موسیٰ معہ بنی اسرائیل کوہ طور کی طرف روانہ ہوئے۔ فرطِ اشتیاق سے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ کر آپ جلدی سے کوہ طور پر پہنچ گئے۔

ارشاد ہوا کہ اتنی جلدی کیوں کی کہ ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ آئے۔ عرض کیا۔ کہ میں آپ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے جلدی آگے بڑھ آیا۔ وہ لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ چالیس دن اس پہاڑ پر عبادت میں مشغول رہنے کے لیے آ جائیں۔

قوم کی گمراہی

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ

فرمایا پس تحقیق ہم نے بتلاکر دیا تیری قوم کو تیرے بعد

وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى

اور بہکایا ان کو سامری نے پس لوٹا موسیٰ

اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ

اپنی قوم کی طرف غضب ناک پچھتاتا ہوا کہا

یٰقَوْمِ اَ لَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا

اے قوم کیا نہیں وعدہ کیا تھا تم سے تمہارے رب نے وعدہ

حَسَنًا ۬ؕ

اچھا

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ

فرمایا ہم نے تو تیری قوم کو تیرے پیچھے (ایک بلا میں) بتلا کر دیا

وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى

اور ان کو سامری نے بہکا دیا پس موسیٰ اپنی قوم کے

اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۬ قَالَ

پاس غصہ میں بھرا ہوا پچھتاتا ہوا الٹا پھرا اور کہا

یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا

اے قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ

حَسَنًا ۬ؕ

نہ کیا تھا

اس زمانے میں سامری نے جو ایک چالباز شخص تھا بنی اسرائیل کو ایک بچھڑا بنا دیا جس کے اندر سے آواز نکلتی تھی اور کہا کہ اس کی پوجا کیا کرو۔ لکھا ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ سب کے سب اس کے بہکاوے میں آگئے۔ فقط بارہ ہزار نے اس کی اطاعت سے انکار کیا۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ جو انہیں سمجھاتے رہے۔ کہ شرک نہ کرو۔ عبادت فقط اللہ عزوجل کی کرنی چاہیئے۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر اپنی مقررہ مدت تمام کر چکے اور توارت انہیں مل گئی تب اللہ عزوجل نے ان کو مطلع کر دیا۔ کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تیرے پیچھے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیا اور وہ سامری کے بہکاوے میں آ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام غصّہ اور افسوس کی حالت میں قوم کی طرف توارت لے کر واپس ہوئے اور ان کے حال پر انہیں لعنت کی اور ان سے کہا کہ عقل کے دشمنو! تم جانتے تھے کہ اللہ عزوجل نے تمہیں توارت دینے کا وعدہ کیا ہے اور میں اس کا بلایا ہوا اسی غرض سے کوہ طور پر گیا ہوا ہوں پھر کیا ایسے مہربان فیاض رب کے ایسے جان فزا وعدہ پر تمہیں اعتبار نہیں ہوا ؟

غصّہ کا اظہار

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ
کیا پس لمبی ہوئی تمہارے اوپر مدّت یا تم نے ارادہ کرلیا
اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی طرف سے
فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ
پس خلاف کیا تم نے میرے وعدے کے بولے نہیں
اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا
خلاف کیا ہم نے تیرے وعدے کے اپنے اختیار سے

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ
کیا تم پر مدت طویل ہوگئی یا تم نے چاہا
اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کا غضب اترے
فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ
اس لیے تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی بولے ہم نے
اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا
اپنے اختیار سے وعدہ خلافی نہیں کی

مَوْعِدٌ: (وعدہ) مصدر میمی ہے و ع د سے۔ وعدہ اور موعد کے ایک ہی معنی ہیں۔

مَلْكٌ: (اختیار۔ طاقت) اس کا مادہ م ل ک وہی ملک کا ہے۔ یہ ارادہ اور اختیار کے معنی میں مستعمل ہے۔

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو سمجھاتے رہتے تھے کہ میرے کہنے پر چلو تمہیں دین و دُنیا کی دولت نصیب ہوگی عنقریب اللہ عزوجل تمہیں اپنی کتاب عطا فرمائے گا جس کے مطابق چلو گے تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ خود بنی اسرائیل بھی دیکھ چکے تھے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کے کہنے پر چلنے سے وہ غلامی جیسی مصیبت سے چھوٹ گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی گوسالہ پرستی پر انہیں ڈانٹ رہے ہیں کہ کیا کوئی بڑی لمبی مدّت گذر گئی تھی۔ جو تم ان سب باتوں کو بھول گئے تھے اور میرے وعدہ کا اعتبار نہ کیا۔ یا جان بوجھ کر سرکشی پہ کمر باندھی اور ایسا خطرناک کام کر بیٹھے کہ جس سے قہر الٰہی تم پر نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ ابھی کوئی مہینہ بھر پہلے تمہیں سمجھا کر گیا ہوں۔ کہ میں اللہ عزوجلّ سے تورات لینے کوہ طور پہ اس کا بلایا ہوا جا رہا ہوں۔ اتنے سے دن میں تم نے میرا کہا بالکل بھلا دیا اور شرک جیسی آفت میں مبتلا ہو گئے۔

اس ڈانٹ سے بنی اسرائیل کی آنکھیں کھلیں اور انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ ہاں ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم نے جان بوجھ کر کوئی منصوبہ ایسا نہیں بنایا کہ تمہاری باتوں کو رد کر کے اپنا الگ مذہب یا طریقہ مقرر کرلیں۔

عذر گناہ

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ
اور لیکن ہم پہ لادا گیا بوجھ زیور کا قوم کے
فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾
پس ڈالدیا ہم نے اسے پھر اس طرح ڈالا سامری نے
فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ
پس نکالا ان کے لیے ایک بچھڑا ایک جسم جس کے لیے
خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ
گائے کی آواز تھی پس کہنے لگے یہ معبود ہے تمہارا اور معبود ہے
مُوْسٰى ۵ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾
موسیٰ کا پس وہ بھول گیا

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ
لیکن اٹھوایا ہم سے قوم فرعون کے زیور کا بھاری بوجھ
فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾
سو ہم نے اس کو پھینک دیا پھر اس طرح ڈالا سامری نے
فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ
پھر بنا کھڑا کیا ان کے واسطے ایک بچھڑا ایک بدن جس
خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ
میں گائے کی آواز تھی پھر کہنے لگے یہ تمہارا معبود ہے اور
مُوْسٰى ۵ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾
موسیٰ کا معبود ہے سو وہ بھول گیا

حُمِّلْنَا: (لاد دیئے گئے ہم) ماضی مجہول ہے تحمیل سے۔ جو ح م ل سے بنا ہے حِمْلٌ: بوجھ۔ تحمیل: بوجھ لادنا۔ مراد یہ ہے کہ ہم پہ ایک بوجھ لدا ہوا تھا۔ اَلْقٰی: (ڈالا) ماضی کا صیغہ ہے اِلْقَاءٌ سے جو ل ق ی سے بنا ہے۔ لَقِیَ کے معنی ملنا۔ اِلْقَاءٌ ملا... اس سے مراد سامنے کر دینا، ظاہر کر دینا۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ سب کچھ سامری کا بنایا ہوا منصوبہ ہے ہم نے تو فقط اتنا کیا کہ فرعون کی قوم سے مانگا ہوا زیور ہمارے پاس بہت سا تھا۔ اور ایک بوجھ کی طرح ہم پہ لدا ہوا تھا۔ ہمارے کسی مصرف کا نہ تھا ہم نے اسے اپنے پاس سے نکال کر باہر پھینک دیا اسے دیکھ کر سامری نے ایک منصوبہ گھڑا اور سارے زیور کو گلا کر بچھڑے کی شکل کا ایک بت بنایا جس کے بدن کے اندر سے گائے کی آواز نکلتی تھی اور اسے ہمارے سامنے لا کر رکھ دیا اور ہمیں سمجھایا۔ کہ یہ تمہارا معبود ہے۔ اس کی پوجا کرو۔ کہنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام کا معبود بھی اصل میں یہی ہے۔ مگر وہ بھول گیا اور سب لوگ بھی اسی کی سی کہنے لگے۔ سامری کی بابت لکھا ہے کہ ایک چالاک آدمی تھا۔ ادھر بنی اسرائیل کو فرعون کے زیر اثر اسی طرح کی پوجا پاٹ کی عادت پہلے ہی پڑی ہوئی تھی۔ سامری کا داؤ ان پہ آسانی سے چل گیا۔

سیدھی بات

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ
کیا پس نہیں دیکھتے کہ وہ نہیں لوٹاتا ان کی طرف بات
وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾
اور مالک نہیں ہے ان کے بُرے کا اور نہ بھلے کا
وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ
اور البتہ تحقیق کہا تھا ان سے ہارون نے اس سے پہلے
یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ
اے میری قوم اور کچھ نہیں تم غلطی میں پڑے اس کی وجہ سے اور تحقیق
رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا
تمہارا رب رحمٰن ہے پس پیچھے چلو میرے اور اطاعت کرو
اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾
میری بات کی

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ
بھلا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کو کسی بات کا جواب تک نہیں دیتا
وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع ۱۴
اور اختیار نہیں رکھتا اُن کے بُرے کا اور نہ بھلے کا
وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ
اور ہارون نے پہلے ان سے کہا تھا
یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ
اے قوم بات یہی ہے کہ تم اس بچھڑے سے بہک گئے اور
رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا
تمہارا رب تو رحمٰن ہے سو میری راہ پہ چلو اور میری
اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾
بات مانو

اَلَّا دکہ وہ نہیں اصل میں اَنْ لَا ہے اَنْ اَنَّ کا مخفف ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور وہ ضمیرہ ہے جو بچھڑے کی طرف راجع ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں بنی اسرائیل نے گائے کا بت پوجنا شروع کر دیا جب وہ واپس آئے اور انہیں ان کی اس بے وقوفی پر ڈانٹا تو بہانہ یہ کیا۔ کہ سامری نے سونے کا بچھڑا ان زیورات کو گلا کر جو ہم نے پھینک دیئے تھے بنا دیا اور اس میں سے گائے کی سی آواز بھی نکلنے لگی اور ہم سے کہا کہ اس کی عبادت کرو ہم اس کی عبادت کرنے لگے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان سے یہ تو پوچھو۔ کہ یہ بچھڑا تمہاری کسی بات کا جواب دیتا ہے یا تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچا سکتا ہے اے عقل کے اندھو! اگر تمہیں خود اتنا بھی نہ سوجھا تھا تو کم سے کم ہارون علیہ السلام کے سمجھانے ہی سے مان لیا ہوتا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بارہا یاد دلایا۔ کہ بچھڑے پر مفتون ہو جانا گمراہی ہے۔ تمہارا رب تو رحمٰن ہے اور میں بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح اس کا نبی ہوں۔ میری بات مانو اور جو میں کہوں وہ کرو۔ کیا تم عقل بالکل ہی کھو بیٹھے ہو۔ اگر خود نہیں سمجھتے تو نبی کے کہنے سے تو سمجھ لینا چاہیئے :

بے تکا سا جواب

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ
بولے ہرگز نہ ٹلیں گے ہم اس پر بیٹھے ہوئے
حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (۹۱)
یہاں تک کہ لوٹے ہماری طرف موسیٰ

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ
بولے ہم برابر اسی پر لگے بیٹھے رہیں گے
حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (۹۱)
جب تک موسیٰ ہمارے پاس لوٹ کر آئے

نَبْرَحَ: ٹلیں گے ہم۔ مضارع کا صیغہ ہے ب۔ ر۔ح سے۔ اس سے بَرَاحٌ مصدر ہے جس کے معنی ہیں اپنی جگہ سے ٹل جانا یا اپنی بات سے ہٹ جانا۔

عٰكِفِيْنَ: جمے ہوئے۔ عَاكِفٌ کی جمع ہے جو ع۔ک۔ف سے بنا ہے۔ عُكُوْفٌ مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی جگہ جم کر یا کسی بات پر جم کر بیٹھ جانا۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے۔ اسی کو اعتکاف بھی کہتے ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ یہ کیا نادانی کر رہے ہو۔ یہ بچھڑا ابھی کوئی ایسی چیز ہے جسے پوجا جائے پوجا کے لائق فقط رحمٰن ہے۔ لیکن ان کو تو اس پوجا پاٹ میں مزہ آنے لگا تھا۔ کیوں کہ مصر میں رہ کر وہ ایسی پوجاؤں کو دیکھ چکے تھے۔ سامری کی بات ان کے دل میں بیٹھ چکی تھی۔ اس نے ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا ہوگا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی کیا خبر ہے، واپس آئیں یا نہ آئیں اور آئے بھی تو انہیں یاد آجائے گا۔ کہ یہ بچھڑا ہی پوجا کے قابل ہے وہ اسے بھول گئے تھے۔ جبھی تو کسی اور معبود کی تلاش میں گئے ہیں۔ بنی اسرائیل سامری کی ان خرافات کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بات کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہم تو اسی بچھڑے کی عبادت پر جمے رہیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے پر دیکھا جائے گا جو ہونا ہوگا اسی وقت ہوگا۔ اس وقت ہم اپنے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہ کریں گے۔

ان آیتوں میں انسان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ کسی کے کہنے میں بے سوچے سمجھے آجانا بے وقوفی کی نشانی ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ کسی کی چکنی چپڑی باتوں پر نہ جائے۔ پہلے اس کی بات کو عقل کی ترازو میں تولے اور دیکھے کہ اس میں کچھ وزن ہے یا نہیں۔

اندھا دھند کسی کی بات مان لینا یا کسی کے ٹوٹکے یا شعبدے پر مفتون ہو جانا بے وقوفوں کا کام ہے عقل مند ضرور اپنی عقل سے کام لے گا اور ہر کس و ناکس کے پھندے میں کبھی نہ پھنسے گا۔

ہارونؑ سے بازپرس

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ

موسیٰ نے کہا اے ہارون کس نے منع کیا تجھے جب دیکھا تو نے انہیں

ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ

گمراہ ہوئے وہ کہ نہ پیروی کی تو نے میری کیا پس نافرمانی کی تو نے

اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ

میرے حکم کی بولا اے بیٹے میری ماں کے مت پکڑ

بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيْتُ

میری ڈاڑھی اور نہ میرا سر تحقیق میں میں ڈرا

اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

اس کہ تو کہے گا پھوٹ ڈالدی تو نے درمیان بنی اسرائیل کے

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

اور نہ خیال رکھا میری بات کا

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ

کہا اے ہارون جب تو نے دیکھا تھا کہ وہ بہک گئے تو تجھے

ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ

کس چیز نے روکا کہ تو میرے پیچھے نہ چلا کیا تو نے میرا حکم

اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ

رد کر دیا وہ بولا اے میرے ماں جائے میری

بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيْتُ

ڈاڑھی اور سر نہ پکڑ میں ڈرا کہ تو کہے گا

اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

کہ تو نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

اور میری بات یاد نہ رکھی

يَبْنَؤُمَّ : اے میری ماں کے بیٹے اصل میں یَا ابْنَ اُمِّیْ (اے بیٹے میری ماں کے) ہے بول چال میں یَبْنَؤُمَّ ہو گیا یہ اسی کا اختصار ہے معنی وہی ہیں۔

تَرْقُبْ : دیکھ بھال کی۔ مضارع کا صیغہ ہے رقب سے۔ رقب کے معنی دیکھ بھال کرنا۔ حفاظت کرنا۔ خیال کرنا۔

جب بنی اسرائیل نے اپنے گناہ کا سارا الزام سامری پر رکھا۔ تو حضرت موسیٰؑ دینی جوش میں اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کی طرف بڑھے حمیّتِ دینی سے بے قابو ہو رہے تھے ان کے سر کے بال اور ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور غصہ میں کہا کہ تم نے ان لوگوں کو گمراہ ہوتے دیکھ کر ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیوں نہ کیا جیسا میں کرتا۔ میں تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر گیا تھا۔ تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی ؟

حضرت ہارونؑ نے کہا کہ میرے بھائی مجھ سے خفا نہ ہو۔ میرے سر کے بال اور ڈاڑھی نہ کھینچ۔ میں ان کو زبانی بہت کچھ سمجھا چکا۔ لڑا اس لیے نہیں کہ تم کہہ گئے تھے دیکھو بنی اسرائیل میں تفرقہ نہ ہونے پائے میں ڈرا کہ لڑائی میں تو دو فریق بننے ضروری ہیں کہیں تم خفا نہ ہو۔ کہ میری بات کیوں نہ مانی اور بنی اسرائیل کے دو فریق کیوں بنا دیئے ؟

سامری سے باز پرس

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ (۹۵) قَالَ
موسیٰ نے کہا پس کیا حال ہے تیرا اے سامری بولا
بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ
دیکھا میں نے وہ کہ نہ دیکھا انہوں نے اس کو
فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ
پس مٹھی بھر لی میں نے ایک مٹھی نشان قدم سے اس بھیجے ہوئے کے
فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ
پس ڈال دی میں نے وہ اور اسی طرح بہلایا
لِيْ نَفْسِيْ (۹۶)
مجھے میرے جی نے

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ (۹۵) قَالَ
موسیٰ نے کہا اے سامری تیری کیا بات ہے بولا
بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ
میں نے دیکھ لیا جو اوروں نے نہ دیکھا
فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ
پس میں نے ایک مٹھی اس بھیجے ہوئے کے پاؤں کے نیچے سے لے لی
فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ
پھر وہی ڈال دی میں نے اور مجھ کو میرے جی نے
لِيْ نَفْسِيْ (۹۶)
یہی صلاح دی

خَطْبٌ (منصوبہ) یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے اس کے معنی حال، مقصد، منصوبہ، خیال، کام وغیرہ حسب موقعہ ہوتے ہیں۔
سَوَّلَتْ (ترغیب دی) ماضی کا صیغہ ہے تسویل سے جس کے معنی بہلانا، سمجھانا، ترغیب دینا ہیں۔ یہ لفظ سورۃ یوسف میں گذر چکا ہے۔

جب حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنا عذر بیان کر چکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں چھوڑ دیا اور سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ اب تو بتا کہ تو نے ایسی بے جا حرکت کیوں کی۔ اور یہ تجھے کیا سوجھی کہ لوگوں کو غلط راستہ پر ڈال دیا۔ وہ بولا کہ جب دریا میں ہمارے لیے راستہ بن گیا اور ہم اس میں اتر گئے تو میں نے اپنے سامنے ایک عجیب نشان کا شخص دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ ہماری مدد کے لیے اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ہے۔ میں نے چپکے سے اس کے پاؤں کے نیچے کی مٹی اٹھالی۔ وہی مٹی اب سونا پگھلا کر ڈال دی۔ پھر اس سے بچھڑا بنایا تو اس میں سے جاندار کی طرح آواز نکلنے لگی۔

اس کے بعد میرے دل میں یہی آیا کہ یہ پوجا کے قابل ہے اور لوگوں سے کہا کہ اس کی پوجا شروع کر دو۔ سامری کا یہ بیان اس بات کا اقرار ہے کہ شرک پھیلانے کا سراسر وہی ذمہ دار ہے۔ سچ مچ خطرناک لوگ وہی ہوتے ہیں جو اپنے غلط خیالات پر مذہبی رنگ چڑھا کر انہیں پھیلانا اور لوگوں سے منوانا چاہتے ہیں۔

سامری کی سزا

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ
کہا موسیٰ نے جا دور ہو پس تحقیق تیرے لیے اس زندگی میں
اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ص وَاِنَّ لَكَ
یہ ہے کہ کہے تو مت چھونا اور تحقیق تیرے لیے
مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ج وَانْظُرْ اِلٰٓى
ایک مقررہ وقت ہے جو ٹلایا نہ جائے گا تجھ سے اور دیکھ طرف
اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ
اپنے معبود کے کہ رہتا تھا تو اس پر
عَاكِفًا ط لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ
جما ہوا البتہ جلا دینگے ہم اسے پھر بکھیر دیں گے ہم اس کو
فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾
دریا میں اڑا کر

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ
موسیٰ نے کہا دور ہو تیرے لیے زندگی بھر تو یہ سزا ہے
اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ص وَاِنَّ لَكَ
کہ تو کہا کرے مت چھیڑو اور تیرے لیے ایک
مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ج وَانْظُرْ اِلٰٓى
وعدہ ہے کہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور اپنے
اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ
معبود کو دیکھ جس پر تو جما
عَاكِفًا ط لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ
بیٹھا ہے ہم اس کو جلا دینگے پھر بکھیر دیں گے
فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾
دریا میں اڑا کر

نَسْفٌ (ذرّہ ذرّہ کر کے بکھیر دینا) لَنَنْسِفَنَّ اسی سے مضارع کا صیغہ ہے لام تاکید اور نون ثقیلہ کے ساتھ۔ ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دینا۔

سامری نے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ سونے کا بیکار ڈھیر دیکھ کر میں نے ہی سوچا کہ اس کا ایک بچھڑا بناؤں اور اس میں وہ مٹی ڈالوں جو میں نے فرشتہ کے قدم کے نیچے سے اٹھائی تھی۔ ان دونوں کے ملانے سے عجیب کرشمہ نظر آیا کہ اس بچھڑے میں سے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگی پھر میں نے ہی بنی اسرائیل کو اس کی پوجا کرنے پر آمادہ کیا۔ جرم بڑا سنگین تھا اور اس سے آج بھی ان لوگوں کو سبق بننا چاہیئے جو اپنے بے بنیاد خیالات کو مذہبی رنگ دے کر لوگوں سے منوانا چاہتے ہیں اور قرآن و حدیث کی صاف باتوں کو توڑ مروڑ کر اپنے خیال کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے حکم دیا کہ تیری یہ سزا ہے کہ تو زندگی بھر لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ دیکھنا مجھے مت چھونا کیوں کہ جو چھوئے گا اسے اور مجھے دونوں کو بخار چڑھ آئے گا۔ یہ تو دُنیا کی سزا ہے اس کے بعد قیامت کے آنے کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور وہاں کی سزا تجھے الگ ملے گی اور یہ جو تیرا معبود ہے اس کو تیری آنکھوں کے سامنے توڑ موڑ کر بھسم کیے دیتا ہوں اور پھر اس کی خاک اڑا کر دریا میں ڈالے دیتا ہوں تا کہ اس کا نام و نشان ہی نہ رہے۔ سچ مچ دین میں شخصی راستے سے نکالے ہوئے نئے رسم و رواج کا قلع قمع اسی طرح ہونا چاہیئے کہ ان کی جڑ ہی کھود دی جائے۔

قوم کو فہمائش

اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

بات یہی ہے کہ تمہارا معبود اللہ ہے وہ کہ کوئی معبود نہیں سوا

هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

اس کے گھیرا اس نے ہر چیز کو علم میں

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ

اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں تیرے سامنے خبروں میں سے

مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ

اس کی جو گزر چکا اور تحقیق دیا ہم نے تجھے اپنے

لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ ج صلے

پاس سے یاد دلانے والا

اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

تمہارا معبود تو وہی ہے جس کے سوا کسی کی

هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

بندگی نہیں سب چیز اس کے علم میں سما گئی

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ

یوں ہم تجھ کو ان کے احوال سناتے ہیں

مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ

جو پہلے گزر چکے اور ہم نے تجھ کو اپنے پاس

لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ ج صلے

سے پڑھنے کی کتاب دی

ذِكْرًا (نصیحت نامہ) اصل معنی یاد دلانے اور یاد کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے جس میں عبرت ناک واقعات خبردار کرنے کے لیے درج ہیں۔

حضرت ہارون ؑ سے باز پُرس کرنے اور سامری کو اس کی سزا سنانے کے بعد حضرت موسیٰ ؑ اپنی نادان قوم بنی اسرائیل سے خطاب فرماتے ہیں کہ تم کو کیا ہو گیا جو بے کار چیزوں کی پوجا کرتے پھرتے ہو۔ تم تو نبیوں کی اولاد ہو۔ جو ہمیشہ شرک کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔ تمہیں مورتی پوجا سے کیا سروکار۔ تمہارے ہمارے جد امجد نے جو سبق اپنی اولاد کو سکھایا۔ وہ تم کیوں بھولے جاتے ہو۔ اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے مجھے اور میرے بھائی ہارون کو نبی بنا کر پھر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ ہم تمہیں تمہارا قدیم سبق یاد دلا دیں سنو اس کے سوا ہر بات لغو ہے کہ تمہارا معبود فقط ایک ہے اور اس کا نام نامی اللہ ہے فقط اسی کے اندر وہ صفت موجود ہے جو معبود میں ہونی چاہیئے اور کسی میں یہ صفت نہیں۔ اس لیے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہو سکتا اور وہ صفت علم ہے جس کے اندر ہر چیز سما گئی ہے اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ایسے ہی گذشتہ زمانوں اور قوموں کے حالات ہم تجھے سناتے ہیں اور ہم نے ایسے ہی سبق آموز باتوں سے بھری ہوئی کتاب تجھے عطا کی ہے۔

قیامت میں سزا

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ
جس نے منہ پھیرا اس سے پس وہ اٹھائے گا
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ
دن قیامت کے بھاری بوجھ ایسے لوگ سدا رہیں گے
فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اس میں اور بُرا ہے ان کے لیے قیامت کے دن
حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ
وہ بوجھ جس دن پھونک ماری جائے گی صور کے اندر
وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾
اور اکٹھا کریں گے ہم گنہ گاروں کو اس دن نیلی نیلی آنکھوں والے

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ
جو کوئی اس سے منہ پھیر لیں گے تو وہ قیامت کے دن
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ
ایک بوجھ اٹھائیں گے جس میں وہ ہمیشہ
فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
رہیں گے اور قیامت میں وہ بوجھ ان کے لیے
حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ
بُرا ہے جس دن پھونکیں گے صور میں
وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾
اور اس دن ہم گنہگاروں کو گھیر لائیں گے نیلی نیلی آنکھوں والے

زُرْقًا: نیلی آنکھوں والے ازرق کی جمع ہے جو زرق سے صفت ہے۔ زَرَق کے معنی نیلا ہو جانا۔
اَزْرَقْ: وہ شخص جس کی آنکھیں نیلگوں ہوں۔ نیلی آنکھیں چہرہ کو بدنما بلکہ ڈراؤنا بنا دیتی ہیں۔

ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا میں قرآن مجید سے روگرداں رہے گا۔ اس کی نصیحت قبول نہ کرے گا۔ اس کے اندر جو عبرت انگیز حالات پچھلی قوموں کے سنائے گئے ہیں۔ ان سے سبق حاصل نہ کرے گا۔ اور اس کے بتائے ہوئے طریقے پر اپنی دنیاوی زندگی نہ ڈھالے گا۔ بلکہ اس کو چھوڑ کر اپنی ہی نفسانی خواہشوں میں پھنسا رہے گا۔ وہ قیامت کے دن اپنی غلط کاریوں کا بڑا بھاری بوجھ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہو گا۔ ایسے لوگ ہمیشہ ایسے ہی بوجھ کے نیچے دبے رہیں گے۔ یہ بوجھ ان کے لیے بہت ہی بُرا ثابت ہو گا۔ اور اس سے ان کو ایسی اذیت پہنچے گی کہ ان کا ناک میں دم کر دے گی۔ مگر اس سے چھٹکارا نصیب نہ ہو گا۔ قیامت کا دن وہ ہو گا۔ جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور اس کی آواز سے سب مُردے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ عزوجل گنہ گاروں کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا۔ ان کے چہرے ہول کے مارے کالے اور آنکھیں نیلی کانچ ہو جائیں گی۔ جو انتہائی خوف کی علامت ہے۔

قیامت کی دہشت

يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا
سرگوشیاں کریں گے آپس میں نہیں ٹھیرے تم مگر
عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ
دس روز ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں
اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ
جب کہے گا سب سے اچھی طرح سوچنے والا نہیں
لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾
ٹھیرے تم مگر ایک دن

يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا
چپکے چپکے آپس میں کہتے ہیں تم نہیں رہے مگر
عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ
دس دن ہم کو خوب معلوم ہے جو کچھ کہتے ہیں
اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ
جب ان میں کا اچھی راہ اور روش والا بولے گا نہیں
لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾
رہے تم مگر ایک دن

يَتَخَافَتُوْنَ: (چپکے چپکے کہیں گے) اسی مادہ سے مضارع کا صیغہ ہے جس سے لَا تُخَافِتْ نہی کا صیغہ سورۃ بنی اسرائیل کے ختم کے قریب گذرا ۔ اَمْثَلُ: (زیادہ اور سب سے زیادہ اچھا) اسم تفضیل ہے م۔ث۔ل سے مِثْل اور مثال اسی سے بنے ہیں۔ وہ چیز جو دوسروں کے لیے نمونہ بن سکے۔ ظاہر ہے کہ ایسی چیز سب سے اچھی ہوگی ۔ طَرِيْقَةً: (راستہ) یہاں سوچنے سمجھنے کی طرز مراد ہے اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً: (سب سے زیادہ صائب الرائے صحیح العقل)

قیامت کے دن اللہ عزوجل کے نافرمان گھیر گھار کر ایک جگہ اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ ان کی آنکھوں کا رنگ بدل بدل کر نیلا ہو جائے گا۔ طبیعت پریشان، دل بے قرار ہوگا۔ منظر ایسا ہولناک ہوگا۔ کہ دُنیا کے سارے کرّوفر بھول جائیں گے۔ وہ لمبی چوڑی امیدیں، وہ کبھی نہ ختم ہونے والی سامان سمیٹنے کی خواہش اور کوشش۔ وہ امنگیں۔ وہ چہل پہل سب خواب وخیال کی طرح نظر آئیں گے۔ ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہیں گے کہ دُنیا تو اتنی جلدی ختم ہو گئی۔ گویا ہم وہاں دس بارہ دن سے زیادہ نہیں رہے۔

ارشاد ہے کہ ان کی سرگوشیاں ہمیں خوب معلوم ہیں۔ چپکے بول کر ہم سے اپنا حال اور اپنی بات نہیں چھپا سکتے۔ وہ قیامت کی مصیبت دیکھ کر ہول کے مارے اپنی دُنیا کی زندگی کو صرف دس دن کی بتائیں گے۔ لیکن ان کے عقل مند کہیں گے۔ دس دن کیسے فقط دن بھر ہی تو رہے۔ ان کا اندازہ ان سے بہتر ہوگا۔ کیونکہ اس سے ان پر قیامت کی دہشت کا اثر زیادہ معلوم ہوتا ہے جو ان کی زیادہ ہوش مندی کی نشانی ہے۔

پہاڑوں کا حال

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا
اور پوچھتے ہیں تجھ سے پہاڑوں کی بابت پس کہہ اکھیڑ پھینکے گا انہیں
رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا
میرا رب ریزہ ریزہ کرکے پس چھوڑے گا زمین کو میدان
صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا
پٹ پڑا نہ دیکھے گا تو اس میں پیچ
وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ
اور نہ اونچ اس دن پیچھے ہو لیں گے پکارنے والے کے
لَا عِوَجَ لَهٗ
نہیں ٹیڑھ اس کے لیے

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا
اور تجھ سے پہاڑوں کا حال پوچھتے ہیں کہدے ان کو بکھیر دے گا
رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا
میرا رب اڑا کر پھر کر دے گا زمین کو
صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا
صاف میدان جس میں نہ تو موڑ دیکھے گا اور
وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ
نہ ٹیلا جس دن پکارنے والے کے پیچھے دوڑیں گے
لَا عِوَجَ لَهٗ
جس کی بات ٹیڑھی نہیں

قَاعٌ (ہموار میدان) صَفْصَفٌ (صاف چٹیل) عِوَجٌ (ٹیڑھا پن۔ گڑھا) اَمْتٌ (اٹھی ہوئی زمین۔ ٹیلہ) اَلدَّاعِيْ (پکارنے والا) یہاں اس سے مراد اسرافیل ہیں جو صور منہ میں رکھ کر پکاریں گے چلے آؤ اللہ کے سامنے پیش ہونے کے لیے۔ لَا عِوَجَ لَهٗ (اس کے لیے ٹیڑھ نہیں) یعنی اس پکارنے والے کی آواز پر سیدھے چلے آئیں گے۔ ادھر اُدھر کہیں نہ مڑیں گے۔

جب لوگوں سے کہا گیا کہ اللہ عزوجل کے نافرمان لوگ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اس کے حضور میں اکٹھے ہو کر حاضر ہوں گے تو ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ دنیا کی اتنی مضبوط اور بھاری بھرکم چیزیں سب نیست و نابود ہو جائیں گی اور جو مر چکے ہیں ان کو زندہ کر کے ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔ بعض لوگ تعجب سے کہنے لگے بھلا یہ اونچے اونچے پہاڑ کس طرح غائب ہو جائیں گے اس کا جواب ان آیتوں میں دیا گیا ہے کہ نادانو! اللہ کی قدرت اور قوت کے آگے ان پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے ان کو تو وہ جڑ سے اکھیڑ کر ذرّہ ذرّہ کر کے ہوا میں اڑا دیگا۔ اور زمین بالکل ایک صاف چٹیل میدان ہو جائے گی جس میں نہ کوئی غار یا گڑھا رہے گا۔ اور نہ کوئی ٹیلہ اور ابھار نظر آئے گا۔ اسرافیل کے صور کی آواز سنتے ہی سارے مردے جہاں اور جس حالت میں ہوں گے اٹھ کر اس آواز کے پیچھے دوڑیں گے۔ ہر ایک اس آواز کا مطلب یہ سمجھے گا کہ چلو بھاگو حشر کے میدان کی طرف اور سیدھا بغیر ادھر اُدھر مڑے دوڑتا چلا جائے گا؛

احوالِ قیامت

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا
اور پست ہو جائیں گی آوازیں رحمٰن کے آگے پس نہ
تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ
سنے گا تو مگر ہلکی آہٹ اس دن نہ فائدہ دے گی
الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
سفارش مگر اس کی جو اجازت ہو جس کے لیے رحمٰن کی
وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا
اور پسند کرے وہ اس کی بات جانتا ہے وہ جو
بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
ان کے ہاتھوں کے سامنے ہے اور جو ان کے پیٹھ پیچھے ہے اور نہیں
يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾
احاطہ کرتے وہ اس کا علم کے اندر

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا
اور رحمٰن کے ڈر سے آوازیں دب جائیں گی سو سوا پاؤں
تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ
کی ہلکی آہٹ کے کچھ سننے میں نہ آئے گا اس دن سفارش
الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن نے اجازت دی
وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا
اور اس کی بات پسند کی وہ ان کے
بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
سب اگلے پچھلے حالات جانتا ہے اور ان کا
يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾
علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا

ھَمْسٌ ردھیمی آواز) بولتے وقت فقط ہونٹوں کا ہلنا اور آواز کا برائے نام نکلنا۔ قدموں کی آواز جبکہ وہ نرمی کے ساتھ اور جلدی جلدی رکھے جائیں جیسے اونٹ رکھتا ہے ایسی آواز کی نقل کھس کھس کے لفظ سے کی جاتی ہے۔ قیامت کے دن صور کی آواز سے سارے مُردے اٹھ کھڑے ہوں گے اور آواز ان کو ایک ہی طرف دوڑاتی ہوئی لے جائے گی۔

ارشاد ہے کہ اس دن رحمٰن کے ڈر سے کسی کے منہ سے آواز نہ نکلے گی فقط ہونٹ ہلیں گے یا قدموں کی ہلکی ہلکی آہٹ ہوگی۔ اس کے سوا کوئی آواز سننے میں نہ آئیگی کسی کی سفارش وہاں نہ چلے گی۔ کہ لوگوں کو اس دہشت اور خوف سے چھڑائے ہاں جس کو رحمٰن اجازت دے گا۔ اور اس کی بات سننا پسند کرے گا۔ وہ بول سکے گا اور سفارش کر سکے گا۔ اللہ عزوجل ہر ایک کے اگلے پچھلے حالات سے واقف ہے اور لوگ تو اپنی بابت بھی پورا علم نہیں رکھتے وہ کیا جانیں کہ سفارش کے قابل کون ہے اللہ ہی اپنے علم کی بدولت ایک شخص کو چن کر اسے اجازت دے گا کہ لوگوں کی اس مصیبت کے وقت سفارش کرے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

اللہ عزّوجلّ کا فیصلہ

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ
اور پست ہوجائیں گے چہرے سامنے حی و قیوم کے اور تحقیق
خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ
نامراد ہوا جس نے اٹھایا بوجھ ظلم کا اور جو
يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
کرے اچھے کاموں میں سے اور وہ مومن ہو
فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾
پس وہ نہ ڈرے گا بے انصافی سے اور نہ کمی سے

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ
اور جھک جائیں گے چہرے اس حی و قیوم کے سامنے اور
خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ
خراب ہوا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا اور جو کوئی
يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
کچھ بھلائیاں کرے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو
فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾
سو اسے ڈر نہیں بے انصافی کا اور نہ نقصان پہنچنے کا

عَنَتْ (جھک جائیں گے) ماضی مؤنث ہے ع۔ن۔و سے عَنُوٌّ کے معنی زبردست کے آگے عاجزی سے جھک جانا۔

ظُلْمٌ (کسی پر زیادتی کرنا) ہَضْمٌ: کسی کو نقصان پہنچانا۔ اصل معنی توڑنے ٹکڑے کرنے کے ہیں۔

خَابَ (ناکام ہوا) ماضی کا صیغہ ہے خ۔ی۔ب سے خَیْبَۃٌ کے معنی نامرادی اور ناکامی کے ہیں۔

دنیا میں انسان کی نظر آس پاس کی چیزوں سے اوپر بہت کم جاتی ہے وہ محسوسات ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو دنیا ہی میں پہچان لیتے ہیں کہ ہر چیز اللہ عزوجل کے آگے جھکی ہوئی ہے اور اسی کے حکم آگے سرنگوں ہوتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن سب کو اللہ تعالیٰ کی عظمت صاف نظر آئے گی اور بڑے بڑے سرکشوں کے سر اس کے آگے جھکے ہوئے ہوں گے۔ وہاں کسی کی اکڑفوں نہ چلے گی۔ کوئی اس کے سامنے دم نہ مار سکے گا۔ وہاں وہ خود بلا واسطہ اپنے بندوں کی بابت آخری فیصلے سنائے گا۔ جس نے دنیا میں ناشائستہ حرکتیں کی ہوں گی۔ ان سب کا بوجھ اس پر لدا ہوا ہوگا۔ سب سے بُرا حال اس شخص کا ہوگا۔ جس نے اپنی جان پر اللہ کا انکار کرکے ظلم کیا ہوگا۔ اور اس کی نافرمانی میں مبتلا رہا ہوگا۔ اور جو شخص دنیا میں اللہ کو پہچان کر اس پر ایمان لایا ہوگا۔ اور نیک کام کیے ہوں گے۔ اس کو اس کے کیے کا بہت اچھا پھل ملے گا۔ اس کی نہ تو کوئی نیکی ضائع کی جائے گی۔ اور نہ کسی نیکی کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے گی۔

قرآن کا طرز

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ
اور اسی طرز پر اتارا ہم نے اس کو قرآن عربی میں اور
صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ
طرح طرح سے بیان کیں ہم نے۔ اس میں ڈرانے کی باتیں تاکہ وہ
يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾
احتیاط برتیں یا پیدا کر دے وہ ان کے اندر کچھ سمجھ
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ
سو بلند و برتر ہے اللہ بادشاہ حقیقی

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ
اور اسی طرح ہم نے قرآن عربی زبان میں اتارا اور
صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ
اس میں ڈرانے کی باتیں پھیر پھیر کر سنائیں تاکہ وہ
يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾
پرہیز کریں یا ان کے دل میں سوچ ڈالے
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ
سو اللہ سچے بادشاہ کا درجہ بلند ہے

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کا حال سنایا گیا کہ ان دونوں کو ہم نے نبوّت عطا کی اور مصر کے سرکش فرعون کے پاس پیغام دے کر بھیجا۔ کہ اپنی اکڑفوں سے باز آئے اور کمزوروں پر ظلم اور زیادتی نہ کرے۔ پھر ارشاد ہوا کہ اسی طرح کتنے پچھلے زمانہ کے لوگوں کے حالات بیان کر کے اے رسول ہم تجھے انسان کی بداعمالیوں کے نتیجوں سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور نصیحت نامہ تجھے اس لیے عطا کیا ہے کہ تو لوگوں کو پڑھ کر سنا دے تاکہ برائیاں چھوڑ دیں۔ ورنہ ان کا حشر بُرا ہوگا۔ ان سے کہہ دے کہ قیامت برحق ہے۔
اللہ عزّوجلّ اس دن سب کو اکٹھا کر کے اپنے جلال و عظمت کا مظاہرہ کرے گا تمام سرکشوں کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں گی۔
اب ارشاد ہے کہ ہم نے اس نصیحت کی کتاب کو اسی طرز پر عربی زبان کا قرآن بنا کر دُنیا میں نازل کیا۔ اور اس میں انسان کو اس کے بُرے اعمال کے نتیجوں سے عبارتیں بدل بدل کر مختلف طریقوں سے ڈرایا۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ وہ اسے پڑھیں اور اس کے بتائے ہوتے قاعدوں کے مطابق چل کر زندگی احتیاط کے ساتھ بسر کریں جس کی اجازت اس میں ہو وہ کریں جس سے منع کرے اس سے باز رہیں اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ حاصل نہ ہو تو کم سے کم اس کے پڑھنے سے اس کے دل میں ایک سوچ تو پیدا ہو ہی جاتے اور آیندہ کبھی کبھی اس کے سدھرنے کی امید ہو جائے۔
یاد رکھو کہ اس قرآن کا اتارنے والا اللہ ہے۔ وہی سارے جہان کا مالک اور بادشاہ ہے۔ حقیقت میں بڑائی اور عظمت اسی کے لیے ہے۔

بھولنے کا نتیجہ

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ
اور نہ جلدی کر قرآن میں اس سے پہلے کہ
يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ
پوری کی جائے تیری طرف اس کی وحی اور کہہ اے رب میرے
زِدْنِىْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى
زیادہ کر مجھے علم میں اور البتہ تحقیق حکم کیا ہم نے طرف
اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ
آدم کے اس سے پہلے پس بھول گیا وہ اور نہ پایا ہم نے
لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾
اس میں پختہ ارادہ

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ
اور تو قرآن کے لینے میں جلدی نہ کر جب تک
يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ
پورا ہو جایا کرے اس کا اترنا اور کہہ اے رب
زِدْنِىْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى
میری سمجھ زیادہ کر اور ہم نے اس سے پہلے آدم
اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ
کو تاکید کر دی تھی پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں
لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۵/۱۶
کچھ ہمت نہ پائی

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ ہم نے عربی قرآن اسی طرح کی نصیحت افزا باتوں سے آراستہ کر کے جیسی تم نے سنیں لوگوں کے لیے اتارا ہے تاکہ وہ اچھی باتیں اختیار کریں اور بری باتوں سے بچیں اور یہ قرآن ان کو بھولا ہوا عہد یاد دلا دے جو انہوں نے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے کیا تھا کہ ہم تجھی کو اپنا رب دنیا میں مانیں گے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسولؐ جب ہمیں یہ قرآن تیرے ذریعے سے تمام انسانوں تک پہنچانا ہے تو ہم اسے اچھی طرح تجھے یاد کرا دیں گے جب جبریل تیرے پاس کسی آیت یا سورت کی وحی لے کر آئے تو غور سے سن۔ یہاں تک کہ وہ ساری آیت یا سورت جو وحی کی جا رہی ہے پوری سن لے۔ جبریل کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی پڑھنے کی کوشش نہ کر فقط سن لے یاد کرانا ہمارا ذمہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبریل کے ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش کرتے کہ کہیں ذہن سے نہ اتر جائے اس لیے یہ ہدایت کی گئی کہ ساتھ ساتھ جلدی جلدی پڑھنے کی ضرورت نہیں سنتے ہی یاد ہو جائے گا کیونکہ اسے آگے پہنچانا ہے یہ ضائع نہیں ہو سکتا۔ تو تو اپنے رب سے یہ دعا مانگا کر کہ اے میرے رب مجھے قرآن مجید کی سمجھ اور اس کا علم اور زیادہ عطا فرما۔ آگے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو آدمؑ کا قصہ سنا دے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ سے عہد کر کے بھول جانے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ارشاد ہے ہم نے آدم علیہ السلام کو ایک حکم دیا اور وہ اسے بھول گیا۔ ہم نے اس کے اندر ارادہ کی پختگی نہ دیکھی۔

آدم علیہ السلام کو ہدایات

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور جب حکم دیا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو تم آدم کو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى (۱۱۶) فَقُلْنَا

پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نہ مانا اس نے پھر ہم نے کہہ دیا

يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ

اے آدم تحقیق یہ دشمن ہے تیرا اور تیری بیوی کا

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى (۱۱۷)

پس نہ نکال دے تم دونوں کو یہ جنت سے پھر تو مصیبت میں پڑ جائے

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى (۱۱۶) فَقُلْنَا

تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس نہ مانا پھر ہم نے کہہ دیا

يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ

اے آدم یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى (۱۱۷)

سو کہیں یہ تمہیں جنت سے نہ نکلوا دے پھر تو تکلیف میں پڑ جائے

تَشْقٰى: (مصیبت اور تکلیف میں پھنسے تو) مضارع کا صیغہ ہے ش ق و سے اس کا مصدر شقاءٌ ہے جس کے معنی ہیں سخت تکلیف پریشانی میں پھنس جانا جیسے دل چاہے اس کا نہ ملنا مشکلات میں گھر جانا۔ شقاوت بھی اسی سے بنا ہے۔

اللہ عزوجل نے جو خالق کائنات ہے آدمؑ کو پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت، قوت اور عقل دے کر سرفراز فرمایا۔ پھر اس خیال سے کہ تنہائی میں دل نہ گھبرائے ان کا جوڑا حواؑ کو بنایا۔ فرشتے حیران ہوئے کہ یہ قوت اور عقل والی آزاد مخلوق کس کام آئے گی۔ قوت کے ساتھ آزادی فساد کا پیش خیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس مخلوق کو بس میں ہی جانتا ہوں تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑو۔ فرشتوں کی کیا مجال فوراً سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس اکڑ گیا اور کہا کہ اس مٹی کے پتلے کو میں اور سجدہ کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اس وقت ارشاد ہوا کہ اے آدم تیرے لیے ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ تجھے اور تیری زوجہ کو جنت میں رکھا جائے چنانچہ تم دونوں کو وہیں رکھا جائے گا۔ لیکن یاد رکھ یہ ابلیس جس نے تجھے سجدہ نہیں کیا تیرا دشمن ہے یہ تجھے اور تیرے جوڑے کو جنت سے نکلوا کر چھوڑے گا۔ یہاں سے اگر تمہیں نکال دیا گیا تو تجھے اپنی زندگی بعض پابندیوں کے ساتھ بسر کرنی پڑے گی تیری بدنی اور روحانی قوتوں میں باہم چھڑپ ہو جائے گی اور تو دقتوں میں پھنس جائے گا۔

شیطانی وسوسہ

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا
تحقیق تیرے لیے یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو اس میں
وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا
اور نہ ننگا اور یہ کہ نہ پیاسا ہو تو
فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ
اس میں اور نہ دھوپ میں تپے پس وسوسہ ڈالا اس کی طرف
الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ
شیطان نے کہا اے آدم کیا نشان دوں تجھے
عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾
ہمیشگی کے درخت کا اور بادشاہی کا جو نہ پرانی ہو

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا
تجھے یہ ملا ہے کہ نہ تو اس میں بھوکا ہو
وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا
اور نہ ننگا اور یہ کہ نہ تو پیاس جھیلے
فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ
اس میں اور نہ دھوپ پھر شیطان نے اس
الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ
کے دل میں ڈالا اور کہا کہ اے آدم میں تجھ کو بتاؤں
عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾
سدا رہنے کا درخت اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو

لَا تَضْحٰى: نہ تپے دھوپ میں۔ مضارع کا صیغہ ہے ض۔ ح۔ و سے ضحو کے معنی دھوپ میں تپنا۔

لَا يَبْلٰى: نہ پرانا ہو نہ کمزور ہو۔ مضارع کا صیغہ ہے ب۔ ل۔ ی سے بلٰی (پرانا ہو کر کمزور پڑنا)۔

مُلْكٍ: سلطنت، بادشاہی۔ اس کے معنی قوت اور اقتدار کے بھی ہیں اور آبادی کے ایک بڑے حصے کے بھی ہیں۔

ارشاد ہوا۔ کہ تم جنت میں رہو۔ یہاں تمہیں پورا آرام نصیب ہے۔ یہاں تمہیں کھانے کپڑے اور دھوپ کی گرمی کی کوئی تکلیف نہیں تمہیں بھوک دفع کرنے کے لیے کھانا تیار کرنے، بدن کے بچاؤ کے لیے کپڑا بنانے، موسمی تکلیفوں سے بچنے کے لیے مکان خود محنت کر کے مہیا کرنے کی زحمت برداشت کرنی نہ پڑے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ شیطان سے آدم و حوا کا ایسے آرام سے رہنا نہ دیکھا گیا۔ اس نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ یہ حالت پائدار نہیں۔ تم کو تو میں تمہیں ایسا درخت بتاؤں۔ جس کا پھل کھا کر تمہیں دائمی زندگی نصیب ہو اور ہمیشہ چاق و چوبند، طاقتور رہو اور سدا حکمرانی کرتے رہو اور تمہاری قوت کو کبھی زوال نہ آئے ؛

بھول کا نتیجہ

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا
پس دونوں نے کھالیا اس میں سے پس ظاہر ہوگئیں ان پر ان کی شرم گاہیں
وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ
اور لگے جوڑنے اپنے اوپر پتوں سے
الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (۱۲۱)
جنت کے اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پس وہ بہک گیا
ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ
پھر اسے پسندیدہ بنایا اس کے رب نے پس توجہ کی اس پر
وَهَدٰى (۱۲۲)
اور راہ دکھائی اسے

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا
پھر دونوں نے اس میں سے کھا لیا پھر ان پر ان کی شرم گاہیں
وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ
کھل گئیں اور لگے ڈھانپنے اپنے اوپر پتے
الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (۱۲۱)
بہشت کے اور آدم نے اپنے رب کا حکم ٹالا پھر راہ سے بہکا
ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ
پھر اس کو اس کے رب نے نوازا پھر اس پر متوجہ ہوا
وَهَدٰى (۱۲۲)
اور اسے راہ پر لایا

يَخْصِفٰنِ: (ایک دوسرے سے جوڑنے لگے) مضارع کے تثنیہ کا صیغہ ہے خ ص ف سے۔ خصف کے معنی الگ الگ چیزوں کو سی کر یا چپکا کر آپس میں جوڑنا۔ عَصٰى: (کہنا نہ مانا) ماضی کا صیغہ ہے ع ص ی سے اس کا مصدر عصیان ہے۔ یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا۔ غَوٰى (بہک گیا) ماضی کا صیغہ ہے غ و ی سے۔ غَیّ کے معنی صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستہ پر چل جانا۔ غَوٰى: غلط راستہ پر پڑ گیا۔

شیطان لعینی ابلیس اپنی دھن کا پکا تھا۔ حضرت آدم چوک گئے کیونکہ ابلیس نے آدمؑ کے سامنے قسم کھالی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں آدم علیہ السلام کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ قسم میں بھی دھوکا ہو سکتا ہے داؤ میں آگئے اور میاں بیوی دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا۔ جس کے قریب جانے سے بھی انہیں منع کیا گیا تھا۔ کھاتے ہی جنّت کا لباس ان کے بدن سے اتر پڑا ایک دوسرے کے آگے ننگے ہونے سے شرمائے تو جنّت کے درختوں کے پتّے بدن ڈھانپنے کے لیے ملا ملا کر بدن پر رکھنے لگے۔

ارشاد ہے کہ آدم جان بوجھ کر تو نہیں۔ مگر شیطان کی قسم سے دھوکے میں آکر اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے خلاف کر بیٹھے نتیجہ یہ ہوا کہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے لیکن یہ نافرمانی جان بوجھ کر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا۔ ان کو توبہ کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اپنے سایۂ عاطفت میں لیا اور انہیں بتا دیا کہ اس کے بعد کیا کرنا چاہیئے۔

جنّت چھوڑنی پڑی

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

فرمایا اترو دونوں اس سے اکٹھے ایک تم میں سے ایک کا

عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ەۙ

دشمن پس اگر آئے تم تک میرے پاس سے ہدایت

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ

تو جو چلے گا میرا راستہ پس نہ گمراہ ہوگا

وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾

اور نہ اس کی کم بختی آئیگی

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

فرمایا اکٹھے دونوں یہاں سے اترو رہو دشمن ایک

عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ەۙ

دوسرے کے پھر اگر میری طرف سے تم کو ہدایت پہنچے

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ

تو جو میری بتلائی ہوئی چال چلا سو وہ نہ بہکے گا

وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾

اور نہ تکلیف میں پڑے گا

آدم نے جب شیطان کے فریب میں آکر اس درخت کا پھل کھا لیا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ تو انہیں اپنے اس فعل کا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ اللہ عزوجل کا صاف حکم تھا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا شیطان نے اس کا مطلب کچھ اور سمجھایا۔ اس نے اس کی یہ تاویل کی کہ جس درخت کا پھل کھانے سے تمہیں منع کیا گیا ہے اس کا پھل کھانے سے آدمی فرشتہ بن جاتا ہے اور ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور تمہیں چونکہ بشر ہی رکھنا ہے اس لیے یہ درخت تمہارے کھانے کا نہیں تم جانو۔ اگر فرشتہ بننا ہے تو اس کا پھل کھا لو میں تو قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

آدم علیہ السلام سمجھے کہ شاید منع کرنے کا یہی مطلب ہوگا کہ تمہیں انسان رہنا ہے تو اس درخت کا پھل مت کھانا اور اگر فرشتہ بننا ہو تو کھا لینا۔ شیطان کے قسم کھا لینے سے اور بھی دھوکا لگا۔ اس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن مجید کے صاف احکام میں کسی کی تاویل نہ سنیں جو صاف حکم ہے اس پر عمل کریں۔ تاویل کرنے والے اکثر خود غرض ہوتے ہیں ان کا در پردہ کچھ اپنا مطلب ہوتا ہے۔ غرض آدم علیہ السلام کو اس تاویل کی سزا ملی حکم ہوا کہ تم اور تمہاری زوجہ دونوں جنّت سے باہر چلے جاؤ۔ باہر کی دنیا میں جا بسو جہاں تمہاری خود غرضیاں تمہیں آپس میں دشمن بنانے کی کوشش کریں گی یہاں دوبارہ آنے کی صورت یہ ہے کہ میں تمہارے پاس اپنا ہدایت نامہ بھیجوں گا۔ اس کی صریح باتوں پر جو عمل کرے گا وہ نہ بہکے گا اور نہ باہمی دشمنی کی کش مکش کی مصیبتوں میں پھنسے گا ہر آفت سے محفوظ رہ کر وہ جنّت میں آ جائے گا۔

نافرمانوں کا حشر

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ
اور جو منہ پھیرے گا میری یاد سے پس تحقیق
لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ
اس کے لیے ہے گذارا تنگ اور اٹھائیں گے ہم اسے
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾
قیامت کے دن اندھا

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ
اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا اس کو
لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ
تنگی کی گذران ہے اور اسے قیامت کے
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾
دن ہم اندھا اٹھائیں گے

:: پچھلی آیت سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام اور حوّا جب پیدا ہوئے تو صاف طبیعت سیدھی سادی عادتوں والے چھل بٹوں، فریب اور چالاکیوں سے ناواقف تھے۔ ایسی مخلوق کو اگر کوئی بگاڑنے والا نہ ملے تو اس کو رنج و تکلیف، پریشانی اور ملال سے کوئی واسطہ نہیں اور جنّت اس کا پیدائشی حق ہے لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے۔ ابلیس ان کا دشمن ہو گیا۔ اور اِن دونوں کا بھولا پن دیکھ کر اس نے ان کے بہکانے پر کمر باندھی اور جنّت سے نکلوا کر چھوڑا۔ آدمؑ کے گناہ کی بنیاد بھول چوک پر تھی۔ اس لیے گناہ تو معاف کر دیا گیا۔ لیکن اس کا کفّارہ انہیں ادا کرنا پڑا۔ دونوں کو جلاوطنی کی سزا ملی اور دُنیا میں نظر بند کر دیا گیا اور کہا یہاں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور امتحان لیا جائے گا۔

ہم تمہارے پاس ہدایت نامہ بھیجیں گے اور اس میں تمہارے تعلّقات کا سلسلہ تمہیں سمجھا دیا جائے گا۔ پہلا تعلّق ہم سے ہے۔ اس لیے ہماری عبادت کرو۔ پھر بیوی، اولاد، پڑوسیوں، دوستوں، ہم وطنوں اور دنیا بھر کے تمام انسانوں سے بھی گوناگوں تعلّقات ہیں۔ ان کے حقوق ادا کرنے کے طریقے تمہیں وقتاً فوقتاً بتا دیئے جائیں گے جس نے بتائے ہوئے طریقوں سے ہماری عبادت کی اور باقی حقوق ادا کیے اسے مرنے کے بعد پھر جنّت میں جگہ ملے گی اور جس نے ہمیں بھلا دیا۔ وہ دُنیا میں بُرے احوال جیے گا۔ اس کو اصلی خوشی نصیب نہ ہو گی اور اطمینان کی زندگی بسر نہ کر سکے گا اور مرنے کے بعد اسے اندھا اٹھایا جائے گا۔

انسان اب دُنیا میں پرانا ہو چکا ہے اور تجربہ اسے بتا چکا ہے کہ واقعی خوشی اور اطمینان اللہ کے اور اس کے احکام کے ماننے بغیر نصیب نہیں ہو سکتے۔

آدمی کی حیرت

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی
وہ کہے گا اے میرے رب کیوں اٹھایا تونے مجھے اندھا
وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (۱۲۵)
اور تحقیق تھا میں دیکھنے والا

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی
وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا
وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (۱۲۵)
حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا

جو لوگ دُنیا میں اللہ سے غافل رہے۔وہ حشر کے دن جب دوبارہ زندہ ہوں گے تو انہیں کچھ نہ سوجھے گا۔وہ اندھے باؤلوں کی طرح صور کی آواز کی طرف دوڑیں گے۔اتنا احساس ضرور ہوگا کہ ہم اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کے لیے جا رہے ہیں۔لیکن آنکھوں سے کچھ نظر نہ آئے گا کہ ہم کہاں ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ہر ایک حیرت سے کہے گا۔کہ اے رب دُنیا میں تو میری آنکھیں تھیں۔گرد و پیش کی ساری چیزیں اچھی طرح نظر آتی تھیں۔یہاں مجھے کیا ہوگیا کہ بگٹٹ بھاگا چلا جا رہا ہوں اور کچھ نظر نہیں آتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی روشنی اللہ کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ظاہری آنکھیں حقیقت کے دریافت کرنے کے قابل نہیں موت سے ظاہری آنکھیں تو ختم ہوجائیں گی اور نورِ معرفت کے نہ ہونے کی وجہ سے اس حقیقی جہان کی چیزیں جہاں وہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد ہوگا۔کافر کو ابتدا میں کچھ نظر نہ آئیں گی۔چلائے گا کہ ہائے میری آنکھوں کو کیا ہوگیا۔کچھ نظر نہیں آتا کہ کہاں بھاگا چلا جا رہا ہوں۔لیکن چونکہ معرفت کی جڑ انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ اس لیے اگرچہ وہ دُنیا کی زندگی میں بے جا خواہشوں سے دبی رہی۔مرنے کے بعد رفتہ رفتہ بیدار ہونی شروع ہوگی۔خراب خواہشوں کی شامت کی وجہ سے ابتدا میں کچھ نظر نہ آئے گا۔لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ ماحول کا اثر شروع ہوگا۔ اور اسے ربِ جلیل کا دربار' اپنی غفلت کا نتیجہ اپنے اعمال کی نوعیت' حساب' کتاب' جنّت' دوزخ' غرض اس عالم کی ساری چیزیں نظر آنے لگیں گی۔ اور بُرے اعمال پر ندامت اور حیرت شروع ہوگی ؎

اندھے پن کی وجہ

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا
فرمائے گا اسی طرح آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں
فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (۱۲۶)
پس تو نے بھلادیا اور اسی طرح آج تو بھلا دیا جائے گا
وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ
اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم اس کو جو حد سے نکل جائے
وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ
اور نہ ایمان لائے باتوں پر اپنے رب کی

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا
فرمائے گا یونہی پہنچی تھیں تجھے ہماری آیتیں
فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (۱۲۶)
پھر تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح تجھ کو بھلا دیں گے
وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ
اور اسی طرح ہم بدلہ دیں گے اسے جو حد سے نکلا
وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ
اور اپنے رب کی باتوں پر یقین نہ لایا

دنیا میں اللہ عزوجل کا انکار کرنے والے یا اس کی طرف سے غفلت برتنے والے مرنے کے بعد جب دوبارہ زندہ ہوں گے تو انہیں کچھ نہ سوجھے گا۔ کیونکہ آنکھیں بغیر روشنی کے کسی کام کی نہیں اور وہاں کی روشنی صرف اللہ پر ایمان رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ان کے پاس ایمان نہیں تو روشنی بھی نہیں۔ جب وہ حیرت سے کہیں گے۔ کہ ہماری آنکھوں کو کیا ہوا کچھ سوجھتا ہی نہیں تو ان کو یہ جواب ملے گا۔ جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تیری آنکھیں آج دیکھنے سے اس لیے رہ گئیں کہ تو نے دنیا میں ان کے لیے روشنی کا سامان اکٹھا نہیں کیا تیری آنکھیں اس لیے اندھی ہوگئیں۔ کہ تو ہماری آیتوں کو جو ہم نے دنیا میں تیرے سمجھانے کو بھیج دی تھیں بھلا بیٹھا۔ اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائیگا۔ وہ آیتیں یہاں کی روشنی کا سامان تھیں۔ یہ تیری اپنی غفلت کا نتیجہ ہے کہ آج تو آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھا ہے۔ ہمارے ہاں دنیا میں ہماری آیتوں سے غفلت کرنے والوں کی اور ہمارے مقرر کیے ہوتے قاعدوں اور قانونوں کو توڑ کر حد سے نکل جانے والوں کی یہی سزا مقرر ہے کہ انہیں قیامت کے دن کی سہولتوں سے محروم کردیا جاتا ہے۔ دنیا میں اللہ عزوجل کی آیتوں پر دل سے یقین نہ کرنے والوں کو اس دن دکھ اور تکلیف ہی سے پالا پڑے گا سوا اس کے ان کے لیے اور کچھ نہیں ہوگا۔

عبرت کا سامان

وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰی (۱۲۷)

اور البتہ عذاب آخرت کا سخت ترین اور دیرپا ہے

اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا

پس کیا نہیں راہ سجھائی انہیں اس نے کہ کتنی ہی ہلاک کر ڈالیں ہم نے

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ

ان سے پہلے قوموں میں سے چلتے ہیں یہ

فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

ان کی رہائش گاہوں میں

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی (۱۲۷)

اور آخرت کا عذاب سخت ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے

اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا

سو کیا انہیں اس بات سے سمجھ نہ آئی کہ ہم نے ان

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ

سے پہلے کتنی جماعتیں غارت کر دیں جن کی رہنے

فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

کی جگھوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں

ارشاد ہے کہ دنیا میں اللہ کے قانون کی پابندی کرنے سے کچھ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے انسان جانوروں اور چوپایوں کی طرح آزاد نہیں رہتا۔ اس پر کچھ پابندیاں عاید ہوتی ہیں۔ اس کو مقرر وقت پر نماز ادا کرنی پڑتی ہے۔ روزہ رکھنا پڑتا ہے۔ اللہ عزوجل کے احکام بجا لانے کے لیے اپنے نفس سے اور دوسرے روکنے والے عناصر سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ بھوک پیاس کی کسی قدر شدت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ سب سے زیادہ یہ کہ اپنی ناپاک خواہشوں کو جو شیطان کے بہکانے سے طوفان بدتمیزی برپا کرنے پر فوراً آمادہ ہو جاتی ہیں دبانا پڑتا ہے اور ان سے ہمیشہ عزم اور استقلال کے ساتھ جنگ کرنی پڑتی ہے لیکن یہ سب تکلیفیں جو اللہ کی راہ میں برداشت کی جائیں تھوڑے دن کی ہیں اور ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ اس کو اس دُنیا کی زندگی میں جو بہر حال تھوڑے دن کی ہے۔ برداشت کر لینے سے مرنے کے بعد آرام ہی آرام ہے۔ جو وہاں کی کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ لیکن اگر یہاں غفلت برتی تو پھر آخرت کا عذاب بہت سخت اور دیرپا ہوگا اور دُنیا میں بھی چین سے نہ کٹے گی۔ لوگوں کو پچھلی قوموں کے حالات سے سبق لینا چاہیئے۔ آخر وہ پہلے انہیں جگھوں میں بستے تھے جہاں یہ لوگ آج کل چلتے پھرتے ہیں۔ ان کی سرکشی کا نتیجہ ہم نے انہیں دُنیا میں بھی دکھا دیا۔ ان کے حال سے عبرت پکڑو ؞

تاریخ سے سبق

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی ﴿۱۲۸﴾

تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے

وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ

اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہی ہو چکی ہے تیرے رب کی طرف سے

لَکَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّی ﴿۱۲۹﴾

تو ہو جاتی سزا اور اگر نہ ہوتا وقت مقرر

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی ﴿۱۲۸﴾

اس میں عقل والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں

وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ

اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے نکل چکی

لَکَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّی ﴿۱۲۹﴾

اور نہ ہوتی میعاد مقرر تو ضرور سزا مل جاتی

لِزَامًا: (سزا) یہ مصدر ہے اس کے معنی ہیں کسی چیز سے چمٹ جانا۔ اس کا مادہ ل۔ ز۔ م ہے جس سے لزوم ملزم ملازمت بہت سے لفظ بنے ہیں۔ کسی چیز سے چمٹ جانے اور پڑ جانے کے معنی ہیں۔ یہاں یہ مراد ہے گناہ کا نتیجہ ابھی فوراً ظاہر ہو جانا۔

انسان کو عقل عطا ہوئی۔ سمجھ بوجھ دی گئی۔ فکر کی قوت ملی۔ اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ یہ دنیا کے واقعات کا ایک دوسرے سے باہمی تعلق دریافت کرے۔ اس سے اصل مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ کون سے کام ہیں۔ جن کے کرنے سے انسان پر تباہی آتی ہے۔ قرآن مجید میں پچھلے لوگوں کے واقعات اسی لیے بار بار سنائے جاتے ہیں کہ تباہی اور بربادی کا تعلق انسانی اعمال کے ساتھ واضح ہو جائے۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ ان واقعات کو سنو اور عقل سے معلوم کرو کہ وہ کون سے کام ہیں۔ جن کے کرنے سے پہلے لوگ تباہ و برباد ہوئے۔ اور خود ان سے بچنے کی کوشش کرو۔ یہی اصل کام ہے۔ جو انسان کو اپنی اللہ کی عطا کی ہوئی عقل سے لینا چاہیئے۔

آگے ارشاد ہے کہ بُرے کاموں کا بُرا نتیجہ لازمی ہے اور اسے کام کے بعد ہی فوراً مل جانا چاہیئے۔ بُرا کام اور اس کا بُرا نتیجہ لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دُنیا میں مہلت دی جائے گی۔ اور پوری سزا کے لیے قیامت کا دن مقرر کر دیا ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہو چکی ہوتیں تو بُرے کام کرتے ہی اس کا بُرا نتیجہ اسی وقت مل جاتا

پانچوں نمازوں کے اوقات

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
پس صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور پاکی بیان کر اور خوبیاں
رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ
اپنے رب کی پہلے سورج نکلنے کے اور پہلے
غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ
اس کے غروب ہونے کے اور کچھ رات کی گھڑیوں میں پس پاکی بیان کر
وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾
اور دن کے کناروں پر تاکہ تو راضی ہو

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
سو تو صبر کر جو وہ کہیں اور اپنے رب کی
رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ
خوبیاں پڑھتا رہ سورج کے نکلنے اور غروب
غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ
ہونے سے پہلے اور کچھ رات کی گھڑیوں میں پڑھا کر
وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾
اور دن کے کناروں پر تاکہ تو راضی ہو

اٰنَآءِ: گھڑیاں ، اِنی کی جمع ہے جو ا۔ن۔ی سے بنا ہے جس کے معنی گھڑی۔پل کے ہیں۔

اَطْرَافُ: طَرَفٌ کی جمع ہے۔ طرف کسی چیز کے حصّہ اور شروع کے حصّہ کو کہتے ہیں۔ اَطْرَافُ النَّهَارِ سے زوال کا وقت مراد ہے۔ کیونکہ اس وقت دن کے پہلے حصّہ (غداۃ) کا آخری سرا اور دوسرے حصّہ (عشیّ) کا پہلا سرا دونوں ملتے ہیں۔ اور یہی ظہر کا وقت ہے۔

پچھلی آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال کی جزا سزا لازم ہے ہر کام کے ساتھ اس کا نتیجہ اچھا یا بُرا چمٹا ہوا ہے اور وہ کام کرتے ہی فوراً ظاہر ہو جاتا ہے لیکن دُنیا میں اس کو فوراً پورے طور پر ظاہر ہونے سے روک دیا گیا ہے اور اس کے لیے ایک دن مقرر کر دیا گیا ہے اس دن اعمال کی پوری پوری جزا سزا ملے گی۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جو اس قاعدے کے قائل نہیں وہ اس قسم کی باتیں منہ سے نکالیں گے جس سے تجھے رنج ہوگا۔ انہیں کہنے دو ہو گا وہی جو ہم کہتے ہیں۔ ان کی باتوں پر صبر کرو اور اوقات مقررہ پر اپنے رب کی بندگی کیے جاؤ۔ سورج نکلنے سے پہلے (فجر) سورج چھپنے سے پہلے (عصر) رات کی گھڑیوں (مغرب، عشا) اور دن کے دونوں حصّوں کے ملنے کا وقت (ظہر) اللہ کی حمد و ثنا کرو۔ اس کی خوبیاں بیان کرو اور اس سے ملتی جلتی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اس طرح دنیا کی زندگی بسر کرنے کا نتیجہ خوشی ہی خوشی ہے۔

مال دولت کچھ نہیں

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا
اور مت دراز کر اپنی دونوں آنکھیں طرف اس کے برتنے کو دی ہم نے
بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ
جو طرح طرح کے لوگوں کو ان میں سے بطور آزمائش کے زندگی
الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ
دُنیا کی تاکہ جانچیں ہم ان کو اس میں

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا
اور مت پسار اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف جو ہم نے ان میں سے
بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ
طرح طرح کے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کے لیے دی دُنیا کی
الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ
زندگی کی رونق بنا کر ان کے جانچنے کو

پہلے بتلا دیا کہ دُنیا میں اصل چیز انسان کے اعمال ہیں جن کے اوپر اس کے انجام کی بھلائی اور برائی موقوف ہے۔ اور اس قاعدے کے مطابق انسان کو وہ کام بھی بتا دیئے جو انہیں اپنے وقت پر اسے اس دُنیا میں کرنے چاہئیں۔ اب اس کے بعد ان آیات میں ارشاد ہے کہ یہ جو ہم نے مختلف فرقوں کو دُنیا کا متاع اور سازو سامان دے رکھا ہے اور انہیں ان سے فائدہ اُٹھانے کا موقع اور اختیار عطا کیا ہوا ہے اس کی بجائے خود کوئی اہمیّت نہیں۔ یہ مال و دولت ساز و سامان تو ان کی آزمائش کا ایک ذریعہ ہے اسے ہم نے دُنیا کی رونق بنا دیا ہے تاکہ یہ دیکھیں کہ کہیں اس کی ظاہری صورت پر لٹو ہو کر یہ اپنے اعمال کو خراب تو نہیں کر لیتے۔

اس کی طرف اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اور تمہارے ماننے والوں کو رشک اور رغبت کی نگاہ اٹھا کر دیکھنا نہ چاہیئے کیوں کہ اس کی محبّت میں پھنس کر اصلی شغلوں سے غافل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ پچھلے لوگوں کا احوال ہم نے تمہیں سُنا دیا ہے۔ وہ اسی دُنیا کی خوشحالی میں مست ہو کر اصلی کاموں کو بھول بیٹھے۔ اللہ کی صفات حمیدہ پر غور نہ کیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کرنے میں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں مشغول ہونے کی بجائے کھیل کود میں اور خواہشوں کو بے جا طور پر پورا کرنے میں لگ گئے۔ پھر دیکھو ان کا انجام کیا ہوا۔ ان کے بُرے اعمال کی نحوست اپنا رنگ لائی۔ یہاں تک کہ اس کا بُرا نتیجہ اس دُنیا میں بھی ان کے اوپر پھٹ پڑا اور آخرت میں الگ عذاب کے مستحق ہوئے۔ تم دنیا کی حرص و ہوا سے بچو اور اپنے اعمال و اخلاق درست کرنے میں لگ جاؤ۔

اللہ کی بخشش بہتر ہے

وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى (۱۳۱)

اور عطیہ　تیرے رب کا　بہتر ہے　اور　زیادہ پائیدار

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ

اور حکم کر　اپنے گھروالوں کو　نماز کا　اور خود جما رہ

عَلَيْهَا ط

اس پر

وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى (۱۳۱)

اور تیرے رب کی روزی بہتر اور بہت باقی رہنے والی ہے

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور خود قائم رہ

عَلَيْهَا ط

اس پر

ارشاد ہے کہ اللہ کے بتائے ہوئے کاموں کا نتیجہ یقیناً دنیا کے کاموں کے نتیجہ سے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق تمہارے لیے اس کمائی سے زیادہ فائدہ مند اور پائیدار ہوگا۔ جو تم اللہ کے احکام سے منہ موڑ کر کرتے ہو کیونکہ دُنیا کا نفع تو آنی جانی چیز ہے۔ اور مرنے کے بعد تو کسی کام ہی نہیں ہے۔

انسان کے لیے بہتر یہی ہے کہ اللہ عزوجل کے احکام کی بجاآوری میں لگ جائے اور دُنیا کی کمائی میں بس اتنا ہی وقت لگائے۔ جتنا اللہ کے مقرر کیے ہوئے کاموں سے بچے۔ اللہ کے مقرر کردہ فرائض کے ادا کرنے میں دُنیا کے کام اگر رہ جائیں تو بلا سے لیکن دُنیا کے کاموں میں پھنس کر اللہ کے احکام کی بجاآوری میں خلل پڑنا کم بختی کی نشانی ہے۔ اب سنو! اللہ عزوجل کیا حکم دیتا ہے۔ وہ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھنے کی تاکید کر۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو حکم دے کہ نماز پڑھو اور نرے زبانی حکم سے زیادہ کام نہ بنے گا۔ بلکہ خود نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کر کے ان کے لیے مثال بھی قائم کر تجھے پابندی اور التزام کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ کر تیرے گھر والے بھی نماز پڑھیں گے اور پھر ان پر زبانی کہنے کا زیادہ اثر ہوگا۔ پھر تجھے اور تیرے گھر والوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پابندی کے ساتھ پڑھنے لگیں گے۔ نماز کو اللہ عزوجل کا حکم سمجھ کر پابندی کے ساتھ پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں کمائی کے اندر برکت دے گا اور آخرت میں اپنے انعامات سے مالا مال کرے گا۔

نماز کی اہمیت

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ
نہیں مانگتے ہم تجھ سے روزی ہم روزی دیتے ہیں تجھے
وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (۱۳۱)
اور اچھا نتیجہ تقویٰ کا ہے

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ
ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیتے ہیں
وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (۱۳۱)
اور پرہیزگاری کا انجام بھلا ہے

پہلی آیتوں میں ارشاد ہوا۔ کہ دُنیا کے دھندوں کھیل تماشوں اور پیسہ جمع کرنے کے فکر میں پڑ جانے کا نتیجہ اچھا نہیں۔ اگر انسان اپنی دُنیا کی خواہشوں کے پورا کرنے ہی میں لگ گیا اور اللہ عزوجل کو بھول گیا تو اللہ عزوجلّ اسے قیامت کے دن بھلا دے گا۔ پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل سے غافل ہونے کا نتیجہ بہت بُرا ہے اور وہ دُنیا ہی میں پُورا پُورا مل جانا۔ لیکن اللہ عزوجل نے مصلحتاً اس کو قیامت کے دن تک روک لیا ہے۔ ہاں جب لوگوں کی سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے تو ان کی یہاں بھی گوشمالی کر دی جاتی ہے۔ لیکن پوری سزا قیامت ہی کے دن ملے گی۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ اللہ عزوجل کی یاد تازہ رکھنے کے لیے مقرر اوقات پر اس کے دربار میں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق حاضر ہو جایا کرو۔ دُنیا کی کمائی میں اس سے کچھ حرج واقع ہو تو ہونے دو۔ لیکن اللہ کی یاد میں کوتاہی مت کرو۔ وہ اپنی رحمت سے بہت کچھ دے گا۔ اور اس کا دیا ہوا دنیا کی دولت و حشمت سے کہیں زیادہ اور پائیدار ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ تم ہمارے بندے ہو۔ ہم اپنے بندوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ ہماری ذات کے لیے روزی کمائیں جیسے دُنیا کے لوگ اپنے غلاموں سے چاہتے ہیں۔ ہم تم سب کو اپنے پاس سے روزی رزق دیتے ہیں اور تمہارے ذمّے فقط یہ کام مقرر کرتے ہیں۔ کہ ہماری یاد قائم رکھنے کے لیے نماز کو مکمل طور پر قائم رکھو۔ نماز کو پابندی کے ساتھ قائم رکھنے سے پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے میں مدد ملے گی۔ یاد رکھو کہ انجام پرہیزگاری ہی کا اچھا ہوگا۔ گنہگار فاسق، فاجر اپنے کیے کو سر پکڑ کر روئیں گے۔

سچّائی کی دلیل

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ
اور کہا انہوں نے کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس۔ ایک نشانی اپنے رب سے
اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا
اور کیا نہیں آچکی ان کے پاس وضاحت اس کی جو
فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى (۱۳۳)
کتابوں میں ہے پہلے کی

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ
اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ اپنے رب سے کوئی نشانی ہمارے
اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا
پاس کیوں نہیں لے آتا۔ کیا ان کو اگلی کتابوں
فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى (۱۳۳)
کی نشانی نہیں پہنچ چکی

اکثر لوگ سیدھی اور سچّی بات کو آسانی سے قبول نہیں کرتے دُنیا کے اڑنگوں میں پھنس جانے کی وجہ سے ان کی سمجھ جلد سنبھل نہیں سکتی۔ اور بعض لوگوں کی سمجھ تو اپنے ہوش و حواس ہی گم کر بیٹھتی ہے وہ بجائے سیدھی طرح سوچنے کے ٹیڑھی طرح سوچنے لگتی ہے۔ اس زمانے کے مکّہ کے سرکش لوگ نہ ماننے کے طرح طرح کے بہانے نکالتے تھے اور پیچھا چھڑانے کے لیے اکثر لوگ کہہ دیتے تھے۔ کہ اگر یہ مدعی رسالت اپنی سچائی کی کوئی انوکھی نشانی اپنے رب کے پاس سے لائے تو ہم جانیں کہ یہ سچّا رسول ہے۔ انوکھی سے مراد وہ اپنی سمجھ کے مطابق وہ لیتے تھے۔ جس کا بیان سورۂ بنی اسرائیل میں بالتفصیل گذر چکا ہے۔ مثلاً ٹھوکر مار کر زمین سے چشمہ نکال دے یا فوراً ایک ہرا بھرا میوؤں سے لدا ہوا باغ لگا دے یا آسمان کو گرا دے وغیرہ وغیرہ۔ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تم بہانہ بازیاں چھوڑ کر سچے دل سے توجّہ کرو۔ تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ تمہارے پاس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی ایک زبردست شہادت آچکی ہے اور وہ یہ قرآن ہے جو وہ تمہیں پڑھ کر سناتے ہیں تم دیکھتے نہیں کہ اس میں ساری اگلی کتابوں کا خلاصہ آگیا ہے۔ کوئی بات ایسی نہیں رہی کہ جس میں انسان کی بھلائی ہو اور وہ اس میں نہ ہو۔ کیا یہ ساری نیکیوں اور بھلائیوں کا مجموعہ آپ کے رسول ہونے کی زبردست نشانی نہیں ہے جو تم بے کار نشانیاں طلب کرتے ہو ایسی کتاب کے ہوتے ہوئے اور کسی نشانی کی ضرورت نہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جتنی اگلی پچھلی انسان کے فائدے کی باتیں دنیا میں تھیں یا ہیں یا ہوں گی۔ وہ سب قرآن کے اندر جمع کر دی گئی ہیں ان کے اصول و کلیات کو اب کہیں اور ڈھونڈنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

بہانہ بازی

وَ لَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ
اور اگر ہم ہلاک کر دیتے ان کو عذاب سے
مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ
اس سے پہلے تو ضرور کہتے اے رب ہمارے کیوں نہ
اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ
بھیجا تو نے ہماری طرف ایک رسول تاکہ پیروی کرتے
اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى (۱۳۴)
تیری آیتوں کی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوتے اور رسوا ہوتے

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ
اور اگر ہم ان کو کسی آفت میں اس سے پہلے
مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ
ہلاک کر دیتے تو کہنے لگتے اے رب ہم تک
اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ
کسی کو پیغام دے کر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری کتاب
اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (۱۳۴)
پر ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے چلتے

:: پچھلی آیت میں بتایا گیا۔ کہ قرآن مجید جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دنیا میں بھیج دیا گیا۔ یہ ان کے رسول ہونے کی سب سے زیادہ زبردست نشانی ہے۔ کیونکہ اس میں پہلی ساری آسمانی کتابوں کا خلاصہ درج ہے۔ جو باتیں انسان کی بھلائی کے لیے ضروری تھیں وہ سب اس میں آگئی ہیں اور زمانے کے تغیّر اور تبدّل کی وجہ سے جن کی ضرورت نہ رہی تھی ان کو حذف کر دیا گیا ہے اتنی بڑی نشانی کے ہوتے ہوئے اب یہ کیا اور نشانی رسول کی سچائی کی چاہتے ہیں۔ درحقیقت ان کا جی دنیا کے مشغلوں میں پھنسے ہوئے ہونے کی وجہ سے حق بات کے قبول نہ کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ اگر ہم یہ عظیم الشان کتاب یعنی قرآن نہ بھیجتے اور ویسے ہی ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان پر عذاب مسلّط کر دیتے۔ جو ان کو تباہ کر کے چھوڑتا تو پھر یہ چلّاتے۔ کہ عذاب دینے سے پہلے ہمارے پاس کوئی پیغامبر بھیج دیا ہوتا۔ تاکہ وہ عذاب سے ہمیں ڈراتا۔ اور اس سے بچنے کے طریقے بتاتا۔ اگر ایسا کوئی پیغمبر کتاب لے کر آتا۔ تو ہم ضرور اس کا کہنا مانتے اور اس عذاب کی ذلت اور رسوائی سے بچ جاتے۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں کو دنیا کے مزوں نے لٹّو کر رکھا ہے۔ رسول اور قرآن کے بعد اور نشانی طلب کرتے ہیں اور اگر عذاب آجاتا تو کہتے کہ پہلے رسول کیوں نہ بھیجا جو ہم کو ڈراتا ہم اس کا کہنا ضرور مانتے اور اس تباہ کن عذاب سے بچ جاتے ::

انتظار کرو

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ

کہدے ہرایک انتظار میں ہے سو تم بھی انتظار کرو

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ

پس عنقریب جان لوگے کون چلنے والے ہیں راستہ

السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى (۱۳۵)

سیدھے پر اور کون گمراہی سے بچے

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ

تو کہہ دے کہ ہر ایک راہ دیکھ رہا ہے سو تم بھی راہ دیکھو

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ

آیندہ جان لوگے کہ سیدھی راہ والے کون

السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى (۱۳۵) ع ۸

ہیں اور کس نے راہ پائی

مُتَرَبِّصٌ ۔ تَرَبَّصُوْا: ٹھیرنے والے ٹھیرو، پہلا اسم فاعل ہے تَرَبُّصٌ سے اور دوسرا اسی سے فعل امر ہے۔ دونوں کا مادہ ر۔ ب۔ ص ہے۔ رَبْصٌ کے معنی انتظار کے ہیں۔ تَرَبُّصٌ کسی کے اوپر مصیبت پڑنے کے انتظار میں رہنا۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید کو ماننے والے نہیں آگیا تو اس کی طرف سے منہ پھیرے بیٹھے ہیں۔ نہ آتا تو مصیبت میں پھنسنے کے وقت کہتے کہ پہلے رسول بھیج کر ہمیں آگاہ تو کردیا ہوتا کہ یہ راستہ جس پر ہم چل رہے ہیں غلط ہے۔ ہم رسول کے کہتے ہی اسے چھوڑ دیتے اور سیدھے راستہ پر چل پڑتے۔ اصل یہ ہے کہ یہ اس انتظار میں ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت پڑے تاکہ ان سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے اور ہم اپنے کام میں لگیں۔ ادھر مسلمان راہ دیکھ رہے ہیں کہ کب یہ سرکش لوگ سامنے سے ہٹیں اور کب ہمارا راستہ صاف ہو۔ ان سے کہہ دو کہ تم چونکہ قرآن حکیم کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تاکہ اس کی عظمت کے قائل ہوجاؤ اور جان لو کہ سراسر انسان کے لیے خیر و خوبی کا خزانہ ہے اس لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم دونوں صبر کے ساتھ انتظار کریں کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے اور آیندہ ہم غالب رہتے ہیں کہ تم۔

آیندہ ارشاد ہے کہ مسلمانوں کو پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ عنقریب یہ سرکش لوگ دُنیا ہی دیکھ لیں گے کہ کون حق پر ہے اور آخرت میں تو معلوم ہو ہی جائیگا۔ کہ کون سیدھے راستہ پر چل رہا ہے اور منزل مقصود پر کون پہنچا اور کون اس سے دور رہا ؛

سُورۂ طٰہٰ پر ایک نظر

الحمد للہ سورۂ طٰہٰ کا ترجمہ ختم ہوا اور اس کی بیش بہا نصیحتوں کے خزانوں کی ایک جھلک ہماری آنکھوں کے سامنے آگئی۔ آگے اس عظیم الشان سورت کو جتنا ہم ترجمے کے ساتھ پڑھیں گے اور اس کے معانی پر جتنا غور کریں گے۔ اتنا ہی فائدہ ہم عمر بھر اٹھاتے چلے جائیں گے اس کی تعلیم کا خلاصہ یہ نظر آتا ہے کہ دُنیا کے مال و دولت، قوت اور عظمت پر مغرور ہو کر بیٹھ جانا انسان کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا میں انسان کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیئے۔ کہ اپنے خیالات اور عادات کو درست کرے اور آیندہ کی زندگی کی بہتری کی کوشش کرے۔ اسی بات کو سمجھانے کے لیے اللہ عزّ وجل نے اپنے رسول دُنیا میں بھیجے کہ کہیں لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی عاقبت خراب نہ کرلیں۔

اس سورت میں سمجھایا گیا ہے۔ کہ یہ آخری کتاب قرآن مجید آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دنیا میں انسان کو سیدھی سادی زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھانے کے لیے بھیجی گئی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی اکڑفوں سے باز آئے اور اللہ عزّ وجل کے آگے عاجزی کے ساتھ جھکے۔ اس کے احکام بجالائے اس کے بندوں کو کسی طرح نہ ستائے۔ ان پر ظلم نہ کرے ان پر اپنا زور نہ چلائے اور اچھی طرح سمجھ لے۔ کہ جو کچھ میرے پاس زور، قوت، طاقت، مال و دولت، جاہ و حشمت ہے، سب اللہ کی عطا کی ہوئی ہے اور اس سے میری آزمایش مقصود ہے۔ اس لیے مجھے اس کے ان عطیوں سے اس کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق کام لینا چاہیئے اور دن رات میں پانچ مقررہ اوقات پر اس کی حمد و ثنا کرنے اور اس کی مہربانی کا شکر بجالانے کے لیے حاضر ہونا چاہیئے۔

اس غرض سے اللہ عزّ وجل کے سامنے حاضر ہوجانے کا نام صلوٰۃ (نماز) ہے۔ نماز کے باقاعدہ پڑھنے کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ انسان کے دل میں اللہ کی عظمت اور بڑائی بیٹھ جائے اور اس کا انعام حاصل کرنے کے لیے وہ کام اختیار کرے جن کے کرنے کا انہیں حکم دیا ہے اور اس کی ناراضگی اور غضب سے بچنے کے لیے ان کاموں سے بچنے کی دل اور جان سے کوشش کرے جن کے کرنے سے اس نے منع کیا ہے۔

انہی دو باتوں کے حاصل ہوجانے کا نام تقویٰ ہے جس نماز سے تقویٰ حاصل نہ ہو وہ اصل نماز نہیں محض اس کی ظاہری نقل ہے کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ نماز سے ہماری عادتیں درست ہوں ؂

سُورۃ الانبیاء

یہ سورت ترتیب قرآنی کے لحاظ سے اکیسویں سورت ہے مکّہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس میں انسان کو خواب غفلت سے چونکانے کے مضامین ہیں اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ قیامت برحق ہے۔ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے اپنے تمام کاموں کا جو اس نے دنیا میں کیے ہیں حساب دینا ہوگا۔

انسان کو اس خیال میں نہ رہنا چاہیئے کہ وہ جو چاہے کرے۔ اس کا کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا پوچھنے والا اللہ عزوجل ہے جس نے اسے پیدا کیا اور روحانی اور جسمانی قوتیں عطا فرمائیں۔ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور وہی قیامت کے دن اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور وہی اس کے اعمال کی جانچ پڑتال کرے گا۔ پھر اچھوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کرے گا۔ اور بُروں کو دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دے گا۔ انہی باتوں کے سمجھانے کے لیے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے۔ انسان اگر اپنا بھلا چاہتا ہے تو اسے ان باتوں پر دل سے یقین کرنا چاہیئے۔

۱۔ اللہ ایک ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا وہی اسے موت دے گا اور پھر وہی اسے دوبارہ زندہ اٹھائے گا۔

۲۔ آخرت یقینی ہے۔ قیامت کے دن انسان کے اعمال کا حساب ہوگا اور اچھوں کو جزا اور بُروں کو سزا ملے گی۔

۳۔ اللہ کے تمام رسول برحق ہیں۔ اس نے انسان کو سیدھا اور صحیح زندگی کا طریقہ بتانے کے لیے انہیں بھیجا۔ اور انہیں وقتاً فوقتاً کتابیں دیں۔

سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام اور سب سے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انہوں نے انسان کو زندگی کے صحیح اصول سکھائے اور بتا دیا۔ کہ جو ان قاعدوں کے مطابق زندگی بسر نہ کرے گا اس کا قیامت کے دن بُرا حال ہوگا۔

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسان جو کچھ اپنے ارادے سے کرتا ہے وہ اس کے نامۂ اعمال میں فوراً درج کر لیا جاتا ہے۔ قیامت میں اسے اٹھایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ پھر اسے اس کا اعمالنامہ دے دیا جائے گا اور اس کے مطابق بدلہ ملے گا۔

سورۃ الانبیاء مکیۃ وھی مائۃ واثنا عشرۃ آیۃ وسبع رکوعات

لوگوں کی غفلت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ
قریب آگیا لوگوں کے ان کا حساب اور وہ بے
غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (۱) مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ
خبری میں ٹلائے جارہے ہیں نہیں آتا ان تک کوئی
ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ
ذکر ان کے رب کے پاس نیا مگر وہ سنتے ہیں اسے
وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ (۲) لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ط
اس حال میں کہ وہ کھیل میں لگے ہوئے ہیں پھولے ہوتے ہیں دل ان کے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ
لوگوں کے حساب کا وقت ان کے نزدیک آگیا اور وہ
غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (۱) مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ
بے خبر ٹلا رہے ہیں نہیں ان کے رب سے
ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ
کوئی نئی نصیحت نہیں پہنچتی مگر اس کو کھیل میں لگے
وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ (۲) لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ط
ہوئے سنتے ہیں اور دل ان کے غافل ہوتے ہیں

انسان دنیا کے دھندوں میں اس طرح پھنسا ہوا ہے کہ گویا اسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے وہ دوسروں کو مرتے دیکھتا ہے اور شاید کچھ خیال آتا ہو کہ مجھے بھی ایک دن مرنا پڑے گا لیکن واہ رے غفلت تھوڑی دیر میں جُھرجُھری لیتا ہے اور دُنیا کے مزے، مال و دولت، قوت، طاقت، کنبے، قبیلے والے، یار دوست، سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اور وہ کہنے لگتا ہے۔ خیر جب مریں گے دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو سامان عیش و عشرت موجود ہے۔ دل کھول کر مزے اڑانے چاہئیں۔ اسے یہ سوجھتا نہیں۔ کہ جو سیکنڈ بھی گذرتا ہے۔ اسے موت کے زیادہ قریب کر دیتا ہے۔ یہ آیت انوکھے انداز سے لوگوں کو جھنجوڑتی ہے۔ کہ یہ لوگ ہر لحظہ قیامت کے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ لیکن یہ ادھر سے منہ پھیرے ہوئے، اپنے اپنے کام میں ہنسی خوشی لگے ہوئے ہیں۔ ذرا خیال نہیں آتا۔ کہ ان کاموں کا عنقریب حساب دینا پڑے گا۔ جب انہیں کوئی نئی آیت سنائی جاتی ہے۔ تو بظاہر کان لگا کر سنتے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا دھیان روزمرّہ کے دنیاوی کھیل کود میں لگا ہوتا ہے۔ ان کے دل سے آخرت کا تصوّر بالکل نکل چکا ہے۔ موت اور اس کے بعد کے مرحلوں کو یہ بالکل بھولے بیٹھے ہیں۔

خفیہ مشورے

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ

اور چپکے چپکے کی صلاح ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ

کیا ہے یہ کوئی اور مگر آدمی تمہیں جیسا کیا پس آؤ گے

السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۳﴾ قٰلَ رَبِّيْ

جادو کے پاس حالانکہ تم دیکھتے ہو کہا رسول نے میرا رب

يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫

جانتا ہے بات آسمان میں اور زمین میں

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۴﴾

اور وہ سننے والا جاننے والا ہے

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ

اور چھپا کر بات چیت کی بے انصافوں نے

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ

یہ شخص کون ہے ایک تمہیں جیسا آدمی ہے پھر اس کے جادو

السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۳﴾ قٰلَ رَبِّيْ

میں آنکھوں دیکھتے کیوں پھنستے ہو اس نے کہا میرے

يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫

رب کو بات کی خبر ہے آسمان میں ہو یا زمین میں

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۴﴾

اور وہ سنتا دیکھتا ہے

جن لوگوں کو پہلے پہل قرآن سنایا گیا وہ اس کی زبان اور طرزِ بیان سے حیرت میں رہ گئے جو ان میں زبان کے زیادہ ماہر تھے۔ ان کے منہ سے اسے سنکر بے ساختہ نکلا کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہوسکتا جو ان میں سے ہٹ دھرم اور ضدّی تھے انہوں نے جب دیکھا کہ یہ کلام سننے والے کا دل موہ لیتا ہے تو انہیں اپنی جماعت اور جتھے کے ٹوٹ جانے کا پورا پورا اندیشہ ہوگیا اور انہوں نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ اس کو سنو ہی مت۔ اس آیت میں ان ہٹ دھرموں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان ضدّی اور بے انصاف لوگوں نے ایک خفیہ مجلس کی اور لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا۔ کہ یہ جو تمہیں نیا کلام سناتے ہیں وہ بھی تم ہی جیسے آدمی ہیں۔ اس کلام میں جو اثر ہے۔ وہ جادو کا زور ہے۔ کیا تم جان بوجھ کر ایک جادوگر کے پاس جاؤ گے کہ وہ اپنی بات کا اثر ڈال کر تمہیں گرویدہ کرلے اور اپنا چیلا بنالے۔ عقل مند آدمی تو ایسا نہیں کرسکتا وہ تو اس کے سایہ سے بھی بچے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب اس خفیہ مجلس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ خفیہ صلاح و مشورے سب اللہ عزوجل کو معلوم ہیں آسمان اور زمین دونوں میں جو بات ہوتی ہے اسے معلوم ہے وہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ چنانچہ دیکھو اس نے تمہارا راز آشکارا کردیا :-

مشرکوں کی بوکھلاہٹ

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ
بلکہ انہوں نے کہا پریشان خواب ہیں نہیں گھڑ لیا ہے اس کو
بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ
نہیں وہ تو شاعر ہے پس چاہیے لے آئے ہمارے پاس کوئی معجزہ
كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۵﴾ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ
جیسے بھیجے گئے رسول معجزہ دے کر نہ ایمان لائی ان سے پہلے
مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾
کوئی بستی جسے ہم نے تباہ کیا کیا پس یہ ایمان لے آئیں گے

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ
اسے چھوڑ کر کہتے ہیں پریشان خواب ہیں نہیں جھوٹ باندھ لیا ہے
بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ
نہیں وہ شعر کہتا ہے پھر اسے چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے
كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۵﴾ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ
جیسے پہلے پیغمبر لے کر آئے اس سے پہلے کسی بستی نے
مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾
جسے ہم نے غارت کیا نہیں مانا تو کیا یہ مان لیں گے

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ: (پریشان خواب) یہ لفظ سورۂ یوسف میں گذر چکا ہے اس سے مراد ہے پریشان خیالات کی صورتیں جو خواب میں نظر آئیں۔

بَلْ: (نہیں، بلکہ) جو شخص ایک بات چھوڑ کر دوسری بات کہنے لگے۔ اس کی مختلف باتوں کو بیان کرتے وقت بل کے لفظ سے جدا جدا کرتے جاتے ہیں۔ ہم اسے "بلکہ" کے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں۔

حقیقت میں مکّہ کے بااثر لوگ قرآن مجید سُن کر بالکل سٹ پٹا گئے تھے۔ جب انہوں نے اس میں شرک کی برائی سنی تو گھبرائے کہ یہ تو ہماری سرداری کے لیے موت کا حکم رکھتا ہے۔ ہمارا زور، ہماری آمدنی، ہماری بات، ہماری قدر و منزلت سب کچھ ماری گئی۔ کبھی تو لوگوں سے کہتے اسے مت سنو یہ تو جادو کا منتر ہے کبھی کہتے پریشان خوابوں کا ڈھیر ہے۔ کبھی کہتے جھوٹی کہانیاں ہیں۔ اِدھر اُدھر سے جوڑ کر ان کا نام قرآن رکھ دیا ہے۔ کبھی آپ کو شاعر بتلاتے جو عرب کے نزدیک کسی جن کے زیرِ اثر ہوتا تھا۔ غرض یہ تھی کہ لوگ اس کی طرف توجہ نہ کریں۔ آخر میں کہتے کہ یہ رسول بنتے ہیں تو پہلے رسولوں کی طرح کوئی صاف نشانی لے کر آئیں۔ جسے دیکھتے ہی یقین آجائے کہ ہاں یہ بھی انہیں کی طرح رسول ہیں۔ یہ بات بہکانے کے لیے ذرا زیادہ زوردار تھی اس لیے اس کا پہلے جواب دیا گیا۔ کہ پہلے لوگوں کو ان کے رسولوں نے بڑے بڑے معجزے دکھائے۔ جب اس پر بھی وہ ایمان نہ لائے تو کیا اب ان لوگوں سے ایمان کی توقع ہو سکتی ہے، وہ ایمان نہ لائے تو سارے کے سارے ہلاک ہوئے ۔

آدمیوں کے نبی

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور نہیں بھیجا سے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے مگر مرد وحی کی ہم نے

اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

ان کی طرف پس پوچھ لو تم یاد رکھنے والوں سے اگر ہو تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا

نہیں جانتے اور نہ بنائے تھے ہم نے ان کے ایسے بدن

لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾

کہ نہ کھائیں وہ کھانا اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہنے والے

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور ہم نے تجھ سے پہلے پیغام نہیں بھیجا مگر مردوں ہی کے ہاتھ ان کی

اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

طرف وحی بھیجتے تھے سو پوچھ لو جاننے والوں سے اگر تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا

نہیں جانتے سو ہم نے ان کے ایسے بدن نہ بنائے تھے

لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾

کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہنے والے

اَهْلَ الذِّكْرِ: (یاد رکھنے والے) ذکر کے معنی یاد۔ ہوش۔ شعر۔ علم بہت سے ہیں یہاں ذکر سے علم مراد ہے اہل الذکر اہل کتاب ہیں، جو نبیوں سے واقف تھے۔

پہلے بیان ہوا۔ کہ منکر لوگ دوسروں کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ کر دور رکھنے کی کوشش کرتے تھے کہ یہ ہم ہی جیسے آدمی ہیں اور آدمی اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ایسے ہی کھانے پینے، چلتے پھرتے آدمی ہیں جیسے عام آدمی ہوتے ہیں اللہ کو اپنا رسول بنا کر بھیجنا ہوتا تو وہ کسی فرشتہ کو بھیج سکتا تھا جو ان تمام حاجتوں سے بے نیاز ہوتا۔ اس آیت میں اس کا جواب ہے کہ اے رسول! ان سے کہہ دے کہ ہم نے تجھ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور وہ سب کے سب آدمی اور بشر تھے اس بات کو یہود و نصاریٰ اچھی طرح جانتے اور مانتے ہیں۔ کیونکہ وہ تورات و انجیل میں بہت سے نبیوں کا حال پڑھ چکے ہیں اور اس سے واقف ہیں کہ ان کے ایسے ہی بدن تھے جیسے آدمیوں کے ہوتے ہیں۔ جن کے بنائے رکھنے کے لیے کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو دنیا میں ایک مقررہ مدت تک ہی رہ سکتے ہیں۔ ہمیشہ کی زندگی ان کے لیے ایسے بدنوں کے ہوتے ہوئے نہیں ہو سکتی ہے اور جو لوگ پہلی کتابوں اور ان کے لانے والے نبیوں سے واقف ہیں۔ ان سے پوچھ لو۔ وہ سب کھانے پیتے، چلتے پھرتے انسان تھے اپنا اپنا کام کر کے دنیا سے رخصت ہوئے، اسی سلسلے کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تعجب ہے کہ ان کو رسول نہ مانا جائے۔

شانِ امتیاز

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ
پھر سچ کر دکھایا ہم نے ان سے وعدہ پس نجات دی ہم نے انہیں
وَمَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾
اور ان کو جنہیں چاہا اور تباہ کیا ہم نے حد سے نکل جانے والوں کو
لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ
البتہ تحقیق نازل کی ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب کہ اس میں
ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع
شہرت ہے تمہاری پس کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ
پھر ٹھیک پورا کیا ہم نے جو وعدہ تھا اور انہیں اور جسے ہم نے چاہا
وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾
بچا دیا اور حد سے نکلنے والوں کو تباہ کیا
لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ
ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اتاری ہے جس میں تمہاری عزت
ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع ۱
اور نیک نامی کی باتیں ہیں کیا تم سمجھتے نہیں

ذِکْرُ: شہرت۔ نیک نامی / ذکر کے کچھ معنی پہلے بیان ہوئے۔ اس کے معنی شہرت، نیک نامی اور نصیحت کے بھی ہیں۔ جو یہاں مراد ہیں۔

اس سے پہلے ارشاد ہوا۔ کہ انسانوں کی طرف رسول انسان ہی آسکتا ہے۔ اور ضرور ہے کہ وہ انہی کی طرح حضرت آدم کی اولاد ہو۔ انہی کی طرح اپنے بدن کے بنائے رکھنے کے لیے کھائے پیے۔ انہی کی طرح چلے پھرے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدنی قوتوں کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے اس جہانِ فانی سے رخصت ہو جائے۔ چنانچہ جتنے رسول دنیا میں آئے سب آدمی تھے آدمیوں میں اور ان میں فرق یہ تھا۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا پیغامبر بنایا تھا اور لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کا کام ان کے سپرد کیا تھا جسے انہوں نے پورا کیا۔ لوگوں پر ان کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے عذاب آیا تو ان کو اور ان کے ساتھ ان کے رفیقوں کو اس عذاب سے بچا لیا۔

آگے ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری رسول بنا کر انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔ اور ان کو ایک عظیم الشان کتاب دی ہے جس کے اندر تمہارے لیے نصیحت اور شہرت و عزت کا سارا سامان موجود ہے عقل سے کام لو اور دونوں جہان میں سرخ رو ہو ؛

نافرمانی کی سزا

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً
اور کتنی ہی تباہ کردیں ہم نے بستیاں جو تھیں ظلم کرنے والی
وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (۱۱)
اور پیدا کردی ہم نے ان کے بعد اور قوم جو دوسرے لوگ تھے
فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ
پس جب محسوس کیا انہوں نے ہمارا عذاب ناگاہ وہ
مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ (۱۲)
اس بستی سے بھاگنے لگے

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً
اور ہم نے کتنی بستیاں جو گنہگار تھیں تباہ کر ڈالیں
وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (۱۱)
اور ان کے پیچھے اور لوگ اٹھ کھڑے کیے
فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ
پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب آتے دیکھا
مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ (۱۲)
لگے وہاں سے بھاگنے

قَصَمْنَا: (توڑ پھوڑ کر رکھدیں ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے ق ص م سے ۔ قصم کے معنی ہیں توڑ کر ریزہ ریزہ کر دینا ۔

ظَالِمَةً (بدکار) اسم فاعل ہے ظ ل م سے ظلم پہلے بہت جگہ آیا ہے اس کے معنی بے انصافی کے ہیں خواہ اپنے ساتھ ہو یا دوسرے کے ساتھ ۔

يَرْكُضُوْنَ: (بھاگنے لگے) مضارع کا صیغہ ہے ر ک ض سے ۔ رَكْضٌ کے معنی گھوڑے کے ایڑ لگانے کے ہیں تاکہ وہ بھاگنے لگے ۔ مراد نکل بھاگنا ہے ۔

پچھلی آیتوں میں مجمل طور پر بتایا گیا تھا ۔ کہ پہلے لوگوں کو سمجھانے کے لیے بھی ہم نے رسول بھیجے تھے وہ انہی جیسے آدمی تھے لیکن ہم نے انہیں اپنا پیغام لوگوں کے پاس پہنچانے کے لیے پسند کیا تھا اور وقت پر ان کی مدد کا وعدہ کیا تھا ۔ چنانچہ جب نافرمانوں پر عذاب آیا تو ہم نے رسولوں کو بچا لیا اور حد سے آگے بڑھ جانے والوں کو تباہ کر دیا ۔ اس کے بعد اس آیت میں اسی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ ہم نے بہت سے لوگوں کو جو تم سے پہلے دنیا میں بسنے تھے ان کے ظلم اور زیادتیوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ اور قوموں کو پیدا کر دیا کہ وہ ان کی جگہ سنبھالیں ۔ وہ لوگ انسانوں کی طرح نہ رہتے تھے اور اللہ عزوجل کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرتے تھے ۔ ہمارے رسول ان کے پاس آئے اور انہیں سمجھایا ۔ لیکن انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا ۔ آخر انہیں عذاب نے آگھیرا ۔ اور جب انہیں علامتوں سے یقین ہو گیا ۔ کہ یہ عذاب الٰہی ہے تو لگے وہاں سے بھاگنے !

کافروں کی پریشانی

لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ

مت بھاگو اور لوٹ جاؤ طرف اس سامان کے کہ خوشحال کیے گئے تم

فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾

جس میں اور اپنے گھروں کی طرف شاید تم سے سوال کیا جائے

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾

بولے ہائے خرابی ہماری بے شک تھے ہم برا کام کرنے والے

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى

پس ہمیشہ رہی یہی ان کی پکار یہاں تک کہ

جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

کر ڈالا ہم نے انہیں کٹا ہوا بے حس و حرکت

لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ

مت بھاگو اور لوٹ جاؤ اسی جگہ جہاں تم نے عیش کیا تھا

فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور اپنے گھروں میں شاید کوئی تم سے پوچھے

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾

کہنے لگے وائے خرابی ہماری ہم بے شک گنہ گار تھے

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى

پس برابر ان کی فریاد یہی رہی یہاں تک کاٹ کر ڈھیر

جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

کر دیے گئے بجھے ہوئے

اُتْرِفْتُمْ (نعمت اور آسائش دیئے گئے تم) ماضی مجہول ہے اِتْرَافٌ سے جو ت ر ف سے بنا ہے تَرَفٌ نعمت اور خوش عیشی۔ حَصِيْدٌ (کٹے ہوئے) مفعول کا صیغہ ہے ح ص د سے حصاد اسی سے مصدر ہے اور سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے اس کے معنی ہیں کھیتی کاٹنا۔ خٰمِدِيْنَ (بجھے ہوئے) خَامِدٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے خ م د سے خمود کے معنی ہیں جل کر بجھ جانا۔ راکھ ہو جانا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مُردہ اور بے جان ہو گئے۔

ارشاد ہے کہ اے ظالمو اب بھاگتے کیوں ہو۔ اسی جگہ واپس جاؤ جہاں تم عیش و عشرت کے ساتھ مزے اڑا رہے تھے۔ آج تمہاری بداعمالیاں تمہارے آگے آئیں تو لگے بھاگنے۔ آج تم میں بھاگڑ کیوں مچ گئی۔ وہیں جاؤ۔ شاید آج بھی تمہارے چہیتے چانٹے تم سے مدد مانگیں اور مشورہ طلب کریں کہ پہلے تو تم ہمیں خوب مشورے دیتے تھے آج بتاؤ کیا کریں۔

ان لوگوں نے بدحواسی میں کہا۔ ہائے ہائے آج ہماری کم بختی آ گئی۔ واقعی ہم نے بڑا ظلم کیا۔ جو پیغمبروں کی بات نہ سنی

غرض اسی طرح وہ ہائے واویلا مچاتے رہے اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتے رہے لیکن عذاب ان پر آ چکا تھا۔ اس وقت چیخ و پکار تو بے کار تھی۔ وہ تو یونہی بھنجھنے چلاتے رہے اور ہم نے انہیں کھیتی کی طرح کاٹ کر ڈال دیا اور وہ مُردہ بے جان، بے حس و حرکت ہو کر گر پڑے اور تباہ ہو گئے۔

دُنیا کھیل نہیں

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ
اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو اور زمین کو
وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (١٦) لَوْ اَرَدْنَآ
اور جو ان دونوں میں ہے کھیلتے ہوئے اگر ہم ارادہ کرتے
اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ
کہ بنائیں کوئی کھلونا تو بنا لیتے ہم اس کو
مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ (١٧)
اپنے پاس سے نہ تھے ہم کرنے والے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ
اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ
وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (١٦) لَوْ اَرَدْنَآ
ان کے بیچ میں ہے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا اگر ہم کوئی کھلونا
اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ
بنانا چاہتے تو ہم اپنے پاس سے
مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ (١٧)
بنا لیتے اگر ہم کو کرنا ہوتا

اِنْ (اگر، نہیں) اس لفظ کے دونوں معنی ہیں اور یہاں دونوں میں سے کوئی مراد ہو سکتا ہے مطلب ایک ہی نکلے گا۔

نافرمان، گنہ گار اور بدکردار لوگوں کا حال پچھلی آیتوں میں بیان ہوا۔ یہ لوگ اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مان کر بہت دن دنیا میں نہ رہ سکے۔ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا ہوئے آخر کار مارے گئے اور اسی جگہ جہاں وہ عیش و عشرت میں بے پروائی کے ساتھ مصروف رہتے تھے کٹی ہوئی کھیتی اور بجھے ہوئے کوئلوں کی طرح ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اس کے بعد ان آیتوں میں انسان کو اس کے فلاح کی راہ بتائی گئی ہے کہ دنیا کی ساخت اور اس کے انتظام پر غور کرو۔ ارشاد ہے کہ ہم نے اسے کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا۔ اس میں بہت بڑی مصلحت پوشیدہ ہے انسان کو عقل اور سمجھ عطا ہوئی تو ضرور تھا۔ کہ اس سے کام لینے کے لیے ایک وسیع کارخانہ بھی تیار ہو جس کا ظاہر بہت دل فریب ہو اور اندر باقاعدہ ایک قرینے اور قانون کے ماتحت عظیم الشان مشینوں کا ایک سلسلہ اس کے تھامنے میں لگاتار مصروف ہو۔ انسان کی عقل کی آزمائش اسی میں ہے کہ وہ ظاہری دلفریبی پر لٹو نہ ہو بلکہ اندرونی مشینوں کے چلانے والی قوت کو پہچانے جس کا مالک اللہ عزوجل ہے یہ کارخانہ کوئی کھیل نہیں ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر ہم تفریح اور کھیل کے محتاج ہوتے تو ہم اپنے پاس ہی کی چیزوں سے کوئی کھلونا بنا لیتے۔ اس عالَم کے بنانے کی ضرورت کیا تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم کھیل کود اور تفریح کے محتاج ہی نہیں۔ ہمیں نہ تکان محسوس ہوتی ہے نہ سستی تاکہ کھیل کود کی ضرورت پڑے۔

میدانِ جنگ

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ
بلکہ پھینک مارتے ہیں ہم حق کو باطل پر
فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ
پس بھیجا نکال دیتا ہے اس کا پس ناگاہ وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے اور تمہارے لیے
الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ⑱ وَلَهٗ مَنْ
خرابی ہے اس سے جو تم گھڑتے پھرتے ہو اور اسی کا ہے جو کوئی
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ
یوں نہیں بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں پھر وہ
فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ
اس کا سر پھوڑ ڈالتا ہے سو وہ جھبی مٹ جاتا ہے اور تمہارے لیے
الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ⑱ وَلَهٗ مَنْ
ان باتوں سے جو تم بناتے ہو خرابی ہے اور جو کوئی
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
آسمان اور زمین میں ہے اسی کا ہے

یَدْمَغُ: (سر پھوڑ کر بھیجا نکال دیتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے د م غ سے۔ دَمْغٌ کے معنی دماغ نکال دینا، سر پھوڑ ڈالنا۔

زَاهِقٌ: (مٹ جانے والا) اسم فاعل ہے ز ہ ق سے۔ زُهُوْق کے معنی مٹ جانا، نیست و نابود ہو جانا۔

پہلے ارشاد ہوا کہ یہ دنیا کوئی کھیل نہیں ہے اور نہ ہمیں کھیل کی ضرورت ہے اگر ضرورت ہوتی تو اپنے پاس ہی کی چیزوں سے دل بہلانے کا مشغلہ نکال لیتے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ انسان کو بھی اس دنیا کی زندگی کھیل کود میں نہ گذارنا چاہیئے۔ یہاں حق و باطل سچ اور جھوٹ دونوں ملے جلے موجود ہیں۔ ان دونوں کی باہم جنگ ہوتی رہتی ہے جب دنیا میں شرارت ہی شرارت رہ جاتی ہے تو ہم اس کا قلع قمع کرنے کے لیے حق کا گرز اس کے سر پر مارتے ہیں اور اس کا بھیجا نکل پڑتا ہے اور باطل اسی وقت نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ دنیا میں باطل کا ساتھ نہ دے ورنہ جب حق کا حملہ ہوگا تو وہ بھی باطل کے ساتھ پس جائے گا۔

دیکھو یہ جو تم باتیں بناتے پھرتے ہو فضول ہیں۔ کہ نیکی بدی کوئی چیز نہیں۔ اعمال کی جزا سزا کے معنی کچھ نہیں اللہ رسول، کتاب، قیامت، اعمال کا حساب، جنّت، دوزخ (نعوذ باللہ) من گھڑت چیزیں ہیں۔ جو کچھ ہے دنیا ہی ہے۔ اسی کو کام میں لاؤ اور خوب گلچھرّے اڑاؤ۔

ارشاد ہے کہ اس قسم کی باتیں تمہارا ناس کر کے چھوڑیں گی۔ یاد رکھو کہ آسمان اور زمین کی مخلوق ساری کی ساری اللہ ہی کے قبضہ میں ہے بدکار کو کہیں پناہ نہیں مل سکتی ؂

اور معبود کہاں سے آئے

وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ
اور جو اس کے پاس ہیں نہیں سرکشی کرتے اس کی عبادت سے
وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ
اور نہ سستی کرتے ہیں ذکر کرتے ہیں رات
وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا
اور دن تھکتے نہیں کیا بنا لیے انہوں نے
اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾
اور معبود زمین سے کہ وہ اٹھا بٹھائیں گے انہیں

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ
اور جو اس کے نزدیک رہتے ہیں اس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے
وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ
اور نہ کاہلی کرتے ہیں دن رات تسبیح کرتے ہیں
وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا
ذرا نہیں تھکتے کیا انہوں نے اور
اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾
معبود زمین میں بنائے ہیں کہ وہ ان کو جلا اٹھائیں گے

لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ: نہیں تھکتے۔ مضارع منفی ہے استحسار سے جس کا مادہ ح س ر ہے۔ حسر کے ایک معنی تھک جانے اور سست پڑجانے کے ہیں۔ اسی معنی میں استحسار مستعمل ہے تھکا ماندہ ہو کر پڑجانا۔

يُنْشِرُوْنَ: زندہ کر دیتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے انشار سے۔ جو ن ش ر سے بنا ہے۔ نشر کے معنی پھیلانے کے ہیں۔ انشار کے معنی ہیں مرنے اور تباہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینا۔ جلا کر اٹھا دینا۔

پہلے ارشاد ہوا کہ جتنی بھی مخلوق ہے آسمان میں ہو یا زمین میں وہ ساری اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس آیت میں اس مخلوق کی بابت ارشاد ہے۔ کہ ان میں سے جو آسمانوں میں ہمارے قریب ہیں یعنی فرشتے وہ تو ہمیشہ ہمارے سامنے عاجزی سے سر جھکائے رہتے ہیں اور دن رات لگاتار ہماری یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی سے ان کی زندگی ہے۔ انسان کی زندگی کے لیے جیسے سانس ضروری ہے ایسے ہی ان کی زندگی کے لیے ہمارا ذکر سانس کی طرح ضروری ہے نہ وہ اس سے تھکتے ہیں اور نہ کبھی اکتاتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ہمارے مقرب فرشتے زمین کی مخلوق سے کہیں زیادہ قوت اور اقتدار والے ہیں۔ جب وہ ہر وقت ہمارے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے ہیں اور ہماری اطاعت سے سرتابی نہیں کرتے تو زمین کی مخلوق کی کیا ہستی ہے جو ہمارے سامنے سر اٹھائے۔ پھر کیا اس کمزور زمینی مخلوق میں سے تم اپنے معبود مقرر کرتے ہو؟ کیا یہ تمہاری حالت درست کر سکتے ہیں؟ کیا ہم مارنا چاہیں تو کیا یہ زندہ کر سکتے ہیں؟

معبود اللہ ایک ہے

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ
اگر ہوتے ان دونوں میں اور معبود سوا اللہ کے
لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ
البتہ مٹ چکے ہوتے دونوں۔ پس پاک ہے اللہ عرش کا رب
عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا
اس سے جو بیان کرتے ہیں نہیں پوچھا جاتا وہ اس کے بارے میں
يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾
جو وہ کرے اور وہ پوچھے جائیں گے

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ
اگر ان دونوں میں سوا اللہ کے اور معبود ہوتے
لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ
تو دونوں خراب ہو جاتے پس اللہ عرش کا مالک ہے پاک
عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا
ہے ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں اس کے کاموں کی بابت باز پرس نہیں
يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾
کی جا سکتی اور ان سے باز پرس کی جا سکتی ہے

تمام کائنات انسانی نقطۂ نظر سے دو حصّوں میں منقسم ہے ایک سر کے اوپر یعنی آسمان اور ایک پاؤں کے نیچے زمین۔ دونوں میں جو مخلوق بھی ہے اللہ عزّ وجل کے حکم سے ذرا بھی سرتابی نہیں کر سکتی۔ پھر اللہ کے سوا کون معبود ہو سکتا ہے؟ اس آیت میں اللہ کی وحدانیت اور یکتائی پر ایک نہایت قوی دلیل بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ معبود وہی ہو سکتا ہے جو کسی بات میں دوسرے کا محتاج نہ ہو جس کے حکم سے کوئی سرتابی نہ کر سکے۔ اور جو ارادہ کرے اس کا کوئی روکنے والا نہ ہو۔ اگر آسمان اور زمین میں ایسی مکمل قدرت اور کامل اختیار رکھنے والے دو معبود ہوتے تو دونوں کے ارادے ٹکراتے اور آسمان و زمین یا تو پیدا ہی نہ ہو سکتے یا پیدا ہونے کے بعد ٹھہر نہ سکتے۔ آسمان و زمین کا ایک طرز اور طریقے سے برابر قائم رہنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان پر ایک ہی کا حکم چلتا ہے اور کوئی اس کے برابر کا اس کے حکم کا توڑنے والا نہیں ہے۔

ایسی واضح دلیل کے بعد لوگ دوسروں کو جو معبود بنائے پھرتے ہیں۔ وہ ہرگز معبود ہونے کے قابل نہیں۔ وہ اس وہم میں پھنسے ہوتے ہیں۔ کہ ایک اکیلا معبود عالم کے انتظام کے لیے کافی نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ عزّ وجل تمام عالم کے تخت سلطنت پر قابض ہے اور اس کا مالک ہے اور وہ ہر کمی اور نقصان سے جو یہ لوگ اس کے سر لگاتے پھرتے ہیں۔ پاک اور برتر ہے وہ جو چاہے کرے۔ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔ باقی سب کے اعمال کی انجام کار باز پرس ہو کر رہے گی۔

اس کا مددگار بھی کوئی نہیں

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ

کیا بنا رکھے ہیں انہوں نے اس کے سوا اور معبود کہہ دے

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ

لاؤ اپنی سند یہی اقرار ہے ان کا جو میرے ساتھ ہیں

وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

اور اقرار ان کا جو مجھ سے پہلے تھے بات کچھ نہیں پر اکثر ان کے

لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۲۴)

نہیں جانتے سچائی کو پس وہ منہ پھیرے ہوئے ہیں

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ

کیا انہوں نے اس کے سوا اور معبود ٹھہرا رکھے ہیں کہہ دے

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ

اپنے دعووں پر پختہ دلیل پیش کرو یہی بات میرے ساتھیوں کی ہے

وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

اور یہی بات مجھ سے پہلوں کی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے بہت

لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۲۴)

سچّی بات کو سمجھتے نہیں سو ٹلا رہے ہیں

پہلے ارشاد ہوا، کہ اللہ عزّ و جل کے برابر کا کوئی نہیں۔ اس لیے وہی معبود بن سکتا ہے اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ بعض لوگوں نے اس کے برابر تو نہیں مگر اس کے ساتھ اور چھوٹے چھوٹے معبود بنا رکھے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بغیر مددگاروں کے انتظام نہیں کر سکتا۔ اس لیے اسے مددگاروں کی ضرورت ہے۔ ان سے مطالبہ ہے کہ تمہارے پاس اس بات کی کوئی پختہ سند ہے تو پیش کرو۔ وہم و گمان اور باپ دادا کی اندھی تقلید سے کام نہیں چلتا۔ اس زمانے کے اور اس سے پہلے زمانوں کے عقلمندوں کا تو یہی فیصلہ ہے کہ عالم کے تخت سلطنت کا مالک اور اس پر قابض فقط ایک اللہ کی ذات ہے جو ہوتا ہے اسی کی قدرت اور اسی کے حکم و اختیار سے ہوتا ہے۔

حکم دیتے وقت نہ اسے کسی کے مشورے کی ضرورت ہے اور نہ کام کرنے میں وہ کسی کی مدد کا محتاج ہے۔ لوگ دنیا کے حکمرانوں پر اس حکمرانِ اعلیٰ اور قادرِ مطلق کو قیاس کرتے ہیں۔ یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ دُنیا کے بادشاہوں سے اس شہنشاہ مطلق کا کیا مقابلہ۔ لوگوں کو یہ مغالطہ اس وجہ سے پیدا ہوا۔ کہ وہ حق اور سچائی کی تلاش میں پوری کوشش نہیں کرتے۔ اس لیے اصل حقیقت تک ان کی عقل کی رسائی نہیں ہوتی۔ اور وہ قرآن حکیم اور دیگر آسمانی کتابوں کی بات سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اپنے ہی دھموں میں پھنسے رہتے ہیں؛

نقلی دلیل

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر
نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا
وحی بھیجی اس کی طرف کہ فی الواقع نہیں کوئی معبود سوا میرے
فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ
پس بندگی کرو میری اور کہتے ہیں اختیار کی رحمٰن نے
وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾
اولاد پاک ہے وہ نہیں بلکہ وہ بندے ہیں عزت والے
لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ
نہیں بڑھتے وہ اس سے بولنے میں وہ سب اسی کے حکم پر
يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾
کام کرتے ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسے
نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا
یہی حکم دیا کہ حقیقت میں میرے سوا کوئی معبود نہیں
فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ
سو میری بندگی کرو اور یہ لوگ کہتے ہیں رحمٰن نے
وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾
اولاد بنا رکھی ہے پاک ہے وہ اس سے وہ تو معزز بندے ہیں
لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ
وہ اس سے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور وہ اسی کے حکم
يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾
پر کام کرتے ہیں

انسانی عقل اگر بیرونی اثرات اور اندرونی نقائص سے پاک ہو اور ٹھیک طریقے سے کام میں لائی جائے تو وہ ایک ہی نتیجہ پر پہنچے گی۔ یعنی اس عالم کا بنانے والا فقط ایک اللہ ہے۔ اس کے بنانے میں نہ اس نے کسی کی مدد لی اور نہ اسے اس کا نقشہ تیار کرنے میں کسی سے مشورہ کیا اور نہ کوئی اس لائق تھا کہ اس سے مشورہ کیا جائے اس کا انتظام بھی سراسر اسی کے ہاتھ میں ہے اسے اس کے لیے وزیروں مشیروں کی ضرورت نہیں۔ انتظامی محکمے اسی نے قائم کیے ہیں اور وہی براہ راست ہر محکمہ سے متعلق مناسب احکام جاری کرتا ہے عقل کی مدد کے لیے اس نے رسول بھیجے اور ان سے صاف کہہ دیا۔ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس لیے میری ہی عبادت کرو۔ مجھ ہی سے التجا کرو اور میرے ہی آگے ہاتھ پھیلاؤ اور تمام لوگوں کو یہی پیغام پہنچاؤ مگر بعض لوگ نہ اپنی عقل سے کام لیتے ہیں نہ رسولوں کا کہنا مانتے ہیں۔ وہ اوروں کو عالم کی پیدائش اور انتظام میں اللہ کا شریک مانتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرشتے یا مقرب انسان اس کی بیٹیاں اور بیٹے ہیں واقعہ یہ ہے یہ سب اس کے حکم بردار بندے ہیں اس کے سامنے زبان نہیں ہلاتے اور جو وہ حکم دیتا ہے اسے بجا لاتے ہیں اور اللہ نے انہیں عزت عطا فرمائی ہے اللہ اولاد اور شریک دونوں سے پاک ہے۔

مقبول بندے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

جانتا ہے جو درمیان ان کے ہاتھوں کے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى

اور نہیں سفارش کرتے وہ مگر اس کی جس سے اللہ راضی ہو

وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور وہ اس کے ڈر سے خوف زدہ رہتے ہیں

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ

اور جو کوئی کہے ان میں سے کہ میں معبود ہوں اس کے

دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ

سوا پس وہ بدلہ ہیں دیں گے ہم اس کو دوزخ

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم ظالموں کو

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

اس کو معلوم ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو پیچھے

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى

اور وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس سے اللہ راضی ہو

وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ

اور جو کوئی ان میں سے کہے کہ میری بندگی ہے اس

دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ

سے ورے تو ہم اس کو بدلہ میں دوزخ دیں گے

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲

بے انصافوں کو ہم یہی طرح بدلہ دیتے ہیں

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کے مقرب بندوں فرشتوں وغیرہ کو سوا اس کے کوئی دھن نہیں کہ اسی کے ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اسی کا حکم بجالاتے رہیں ان کا حال اگلا پچھلا ظاہر باطن سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے ہاں یہ معلوم کرتے رہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کس سے راضی ہے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں ان کی مجال نہیں کہ کوئی بات اپنی طرف سے کہیں یا کریں۔ وہ فقط وہی کہتے اور کرتے ہیں جس کے کہنے یا کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم صادر فرماتا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ وہ ہمارے مقرر کردہ جزا سزا کے قانون سے باہر نہیں ہیں تم تو ان کو اتنا بڑا مرتبہ دیتے ہو کہ اللہ عزوجل کے کار مختار اور اس کی نعوذ باللہ اولاد تک بتاتے ہو لیکن وہ اس کے بندے ہیں اگر بالفرض کوئی ان میں سے یہ کہہ دے کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ میری بندگی بھی کرو تو اس کو بھی اور ظالموں کی طرح دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ لیکن وہ ایسی غلطی کیوں کرنے لگے ہاں شیطان نے ایسی غلطی کی چنانچہ وہ دوزخی قرار دیا گیا۔

عالم کی پیدائش

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ
اور کیا نہیں دیکھا انھوں نے جو کافر ہوئے یہ کہ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا
آسمان اور زمین تھے جڑے ہوئے
فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ
پس پھاڑ دیا ہم نے ان کو اور بنائی ہم نے پانی سے ہر چیز جو
حَیٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (۳۰) وَجَعَلْنَا
زندہ ہے کیا پس وہ یقین نہیں کرتے اور بنائے ہم نے
فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ص
زمین میں وزنی بوجھ کہ کہیں جھک پڑے انہیں لے کر

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ
کیا ان منکروں نے دیکھا نہیں کہ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا
آسمان اور زمین دونوں منہ بند تھے
فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ
پھر ہم نے ان کو کھول دیا اور ہم نے ہر چیز جس میں جان ہے پانی
حَیٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (۳۰) وَجَعَلْنَا
سے بنائی پھر کیا یقین نہیں کرتے اور ہم نے زمین
فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ص
میں بھاری بوجھ رکھ دیئے کبھی ان کو لے کر جھک پڑے

رَتْقًا (ملے ہوئے۔ ایک دوسرے میں گھسے ہوئے) رتق کے معنی بند کر دینا۔ یہ مصدر ہے لیکن یہاں صفت کے طور پر استعمال کیا گیا۔

فَفَتَقْنٰهُمَا (کھول دیا ہم نے ان دونوں کو) ماضی کا صیغہ ہے ف۔ ت۔ ق سے۔ فتق کے معنی کھول دینا۔ الگ الگ کر دینا۔

رَوَاسِیَ (ٹھوس چیزیں۔ گڑی ہوئی جمی ہوئی) رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے۔ یہ سارا جملہ سورۃ النحل میں گذر چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمین میں سخت اور بوجھل پہاڑ جما دیئے۔

ان آیات میں کائنات کی پیدائش کا طریقہ بتایا گیا۔ تاکہ اس کو سوچ کر اس کے پیدا کرنے والے کی قدرت کا اندازہ ہو اور اس کی معرفت کا دروازہ کھلے۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ ہمارا انکار کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ یہ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں جو تمہیں الگ الگ نظر آ رہی ہیں پیدائش کے وقت یہ سب ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں ہم نے اپنی قدرت سے انہیں ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اور فضا میں پھیلا دیا۔ پھر جانداروں کو پانی سے جدا کیا۔ آسمان کے مسام کھول دیئے تو ان میں سے پانی برسا۔ زمین کے مسام کھول دیئے تو پانی اس میں جذب ہوا۔ پھر اس میں سے نباتات اور پھر حیوانات نکلے۔ زمین نرم تھی۔ اس کے جمانے کے لیے وزنی پہاڑ اس میں گاڑ دیئے تاکہ انہیں لے کر گر نہ پڑے۔

قدرت کی نشانیاں

وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ

اور بنا دیے ہم نے ان پہاڑوں میں کشادہ راستے تاکہ وہ

يَهْتَدُونَ (۳۱) وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا

راہ پائیں اور بنایا ہم نے آسمان کو چھت

مَّحْفُوظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُونَ (۳۲)

مضبوط اور وہ ان کی نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ

اور وہی ہے جس نے پیدا کیے رات اور دن اور سورج

وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُونَ (۳۳)

اور چاند ہر ایک ایک دائرے میں تیرتے ہیں

وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ

اور بنا دیں ان میں کشادہ راہیں تاکہ لوگ

يَهْتَدُونَ (۳۱) وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا

راہ پائیں اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت

مَّحْفُوظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُونَ (۳۲)

بنایا اور لوگ آسمان کی نشانیوں کو دھیان میں نہیں لاتے

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ

اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج

وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُونَ (۳۳)

اور چاند بنائے جو ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں پھرتے ہیں

فِجَاجٌ (کھلے ہوئے کشادہ) فَجٌّ کی جمع ہے۔ جس کے معنی پہاڑوں کے بیچ کے درہ کے ہیں ۔ سُبُلٌ (راستے) سبیل کی جمع ہے راستہ۔ فَلَكٌ (گھومنے کا دائرہ) ہر گول چیز اور دائرہ کو عربی میں فلک کہتے ہیں۔ سورج، چاند اور ستارے و سیارے الگ الگ چکروں میں گھومتے ہیں ۔ يَسْبَحُونَ: (تیرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ س۔ب۔ح سے سبح کے معنی تیرنا۔ اپنے اپنے راستے پر بلا روک چلتے رہنا ۔

پہاڑوں کو ٹھوس اور اونچی دیواروں کی طرح زمین میں گاڑ دیا۔ تاکہ ان کے وزن اور سختی سے زمین اپنی جگہ پر قائم ہے۔ پھر ان کے درمیان چوڑے چوڑے درے اور راستے بھی بنا دیئے تاکہ لوگوں کے لیے باہم ملنے جلنے اور ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ لے جانے میں آسانی ہو۔ آسمان کو مضبوط اور محکم چھت کی طرح بے سہارے سر پر پھیلا دیا۔ جس کے ٹوٹنے اور گرنے کا خطرہ نہیں۔ آسمان کے اندر اللہ عزوجل کی قدرت اور حکمت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ لیکن لوگ ان کی طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ ورنہ ہر چیز بتا رہی ہے کہ اسے کسی بڑے ماہر صناع اور بڑی قدرت اور حکمت والے کاریگر نے بنایا ہے۔ پھر دن رات کا لگا بندھا چکر، سورج اور چاند کا وقت پر نکلنا اور چھپنا اور ان سیاروں کا اپنے اپنے مدار پر گردش کرنا اور ایک دوسرے سے نہ ٹکرانا یہ سب باتیں اللہ عزوجل کی ہستی پر دلالت کر رہی ہیں ۔

بشر کا حال

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ
اور نہیں کیا ہم نے کسی بشر کے لیے تجھ سے پہلے ہمیشہ جینا
اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (۳۴) كُلُّ
کیا پس اگر مرگیا تو تو کیا وہ ہمیشہ جئیں گے ہر
نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ
جاندار چکھنے والا ہے موت اور آزماتے ہیں ہم تم کو برائی سے
وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (۳۵)
اور بھلائی سے جانچنے کے لیے اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ
اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی
اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (۳۴) كُلُّ
پھر کیا اگر تجھے موت آئی تو کیا وہ ہمیشہ زندہ رہ جائیں گے ہر
نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ
زندہ کو موت چکھنی ہے۔ اور ہم تم کو جانچتے ہیں برائی سے
وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (۳۵)
اور بھلائی سے آزمانے کو اور ہماری ہی طرف پھر کر آجاؤ گے

پہلے ذکر ہوا کہ اس ساری کائنات کو اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے بنا کھڑا کیا ہے پہلے کچھ بھی نہ تھا۔ پھر مادہ ظاہر ہوا جس کے اندر آسمان زمین سب کچھ لپٹا ہوا تھا۔ پھر وہ اس کے حکم سے پھیلنا شروع ہوا اور ساری چیزیں الگ الگ نظر آنے لگیں۔ آسمان سے پانی برسا۔ زمین سے اس کی بدولت نباتات پیدا ہوئی۔ آخر ہوتے ہوتے پانی ہی سے جاندار چیزیں پیدا ہوئیں۔ سب سے آخر میں انسان پیدا ہوا۔ جس میں طرح طرح کی قوتیں ظاہر ہوئیں اور انتہائی ترقی کی استعداد رکھی گئی۔

ان آیات میں اشارہ ہے کہ رسول ہونا انسان کا انتہائی کمال ہے جو خاص خاص لوگوں کو حاصل ہوتا ہے لیکن طبعی حالات کے لحاظ سے رسول بھی بشر ہے اور چونکہ سارے جانداروں کی طرح بشر کے لیے بھی فنا ہے اس لیے رسول بھی موت سے مستثنیٰ نہیں۔ ان لوگوں کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں تو ان کو موت نہیں آسکتی اور اگر انہیں موت آگئی تو اسلام کی یہ ساری رونق ختم ہو جائے گی۔ اس کی بابت ارشاد ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بشر تجھ سے پہلے ہمیشہ زندہ نہیں رہا۔ موت اور نبوت ایک دوسرے کی ضد نہیں کہ جمع نہ ہوسکیں۔ پھر یہ اس بات پر بھی خوش نہ ہوں کہ نبی کے مرتے ہی پھر ہم ہی ہم ہیں۔ کیونکہ موت نے جب نبی ہی کو نہ چھوڑا تو انہیں کیا چھوڑے گی۔ دنیا میں بھلائی برائی، زندگی اور موت دونوں ہیں۔ ان سے انسان کی آزمائش مقصود ہے۔ آخر میں سب انسان ہمارے ہی پاس آئیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ امتحان میں کون کامیاب رہا۔

رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ
اور جب دیکھتے ہیں تجھے وہ لوگ جو کافر ہوئے نہیں
يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ
سلوک کرتے ہیں تجھ سے مگر ہنسی مزاح کا کیا یہی ہے وہ جو
يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ
برا کہتا ہے تمہارے معبودوں کو اور وہ رحمٰن کے نام سے وہ
كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ
منکر ہیں پیدا کیا گیا انسان جلد باز
سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾
عنقریب میں دکھاتا ہوں تمہیں اپنی نشانیاں سو مجھ سے جلدی مت کرو

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ
اور جہاں تجھے منکروں نے دیکھا تو انہیں کوئی کام نہیں
يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ
تجھ سے مگر ٹھٹھا کرنا کیا یہی شخص ہے جو تمہارے
يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ
معبودوں کا نام لیتا ہے اور وہ رحمٰن کے نام سے
كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ
منکر ہیں آدمی جلدی کا بنا ہوا ہے۔ ابھی
سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾
دکھاتا ہوں تمہیں اپنی نشانیاں سو مجھ سے جلدی مت کرو

لَاتَسْتَعْجِلُوْنِ: مجھ سے جلدی کرنے کو مت کہو۔ اِسْتِعْجَالٌ سے مضارع ہے یہ لفظ سورہ بنی اسرائیل کے دوسرے رکوع کے شروع میں گذر چکا ہے۔ آخر میں یؔ ہے جو وقف کی وجہ سے گر گئی اور اس کے معنی ہیں مجھ سے۔

کسی انسان کے دل میں سچ بات کے دریافت کرنے کا شوق ہو اور وہ علامتیں دیکھ کر حقیقت کا پتہ لگا سکتا ہو تو اس کے لیے اس بات کا پہچان لینا کچھ بھی مشکل نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔

ان آیات میں ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تجھ سے جب بھی ملتے ہیں انہیں سوا اس کے کچھ نہیں سوجھتا کہ تیرے ساتھ ٹھٹھا اور تمسخر کریں۔ جب تجھے دیکھتے ہیں۔ تو آپس میں کہتے ہیں۔ ذرا دیکھنا یہی ہیں وہ شخص جو تمہارے معبود بتوں کی برائی بیان کرتے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ رحمٰن کے ذکر سے کتراتے ہیں۔ جو معبود برحق ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ انسان کی طبیعت میں جلد بازی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ عذاب آنا ہے تو فوراً آ جانا چاہیے۔ ان سے کہہ دو کہ میرے ہاں جلدی نہیں۔ عنقریب میں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہوں۔ مجھ سے مت کہو کہ جلدی کر۔

عذاب کا وعدہ

وَ يَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
اور کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم
صٰدِقِيْنَ (۳۸) لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
سچے اگر جان لیتے یہ لوگ جنہوں نے کفر کیا
حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ
اس وقت کو جب نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے آگ
وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (۳۹)
اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم
صٰدِقِيْنَ (۳۸) لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
سچے ہو اگر یہ منکر لوگ اس وقت کو جان لیں
حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ
جب نہ اپنے منہ کے سامنے سے آگ روک سکیں گے
وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (۳۹)
اور نہ اپنی پیٹھ کے پیچھے سے اور نہ ان کو مدد پہنچے گی

انسان کی خود غرضیوں نے اس دنیا میں وہ گل کھلائے ہیں۔ جن کا حال سن سن کر ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں جنہوں نے ان کو دیکھا ہوگا۔ ان کا تو کیا حال ہوا ہوگا۔ اللہ کے رسولوں نے لوگوں کو سمجھایا کہ دیکھو ہوش کی دوا کرو۔ اپنے مزوں کی خاطر دوسروں پر ظلم نہ کرو۔ ان کی حق تلفی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تو انہوں نے ان کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا۔ کہنے لگے جاؤ عذاب لے آؤ ہم دیکھیں تم کیسے سورما ہو۔ انہیں نرمی کے ساتھ سمجھایا گیا کہ عذاب میں جلدی مت کرو تمہارے لچھن یہی رہے تو دیر یا سویر عذاب ضرور آ کر رہے گا۔ پھر قیامت کا دن تو مقرر ہی اس لیے ہے کہ بدکار کو عذاب ملے۔ اس پر انہوں نے کہا۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو اچھا بتاؤ۔ قیامت کب آئے گی۔ ہمیں تو یہ قیامت کی بات تمہاری اپنی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے حقیقت میں نہ قیامت ہے نہ حساب کتاب، نہ عذاب نہ ثواب۔

اس کے جواب میں ان سے کہا جا رہا ہے۔ کہ اگر تمہیں معلوم ہو جاتے کہ وہ وقت کیسا ہوگا۔ تو تم ہرگز اس کے آنے کی جلدی نہ کرو۔ اس وقت آگ تمہیں ہر طرف سے گھیرے گی۔ اس کی لپٹیں تمہارے چہروں کو جھلس دیں گی۔ اور تم کچھ نہ کر سکو گے۔

وہ تمہاری پیٹھ پر حملے کرے گی اور تم اسے روک نہ سکو گے گھبرا کر چلاؤ گے کہ کوئی تمہاری مدد کو آئے اور اس دہکتی آگ سے تمہیں گھسیٹ کر نکال لے لیکن کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔ کیا اسی وقت کے آنے کی جلدی مچا رہے ہو؟

وہ گھڑی اچانک آئے گی

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا
نہیں بلکہ آئے گی ان پر ناگاہ پس بدحواس کر دے گی انہیں پھر ان
يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (۴۰)
میں طاقت نہ ہوگی اسے لوٹا دینے کی اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے
وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور البتہ تحقیق ہنسی اڑائی گئی رسولوں کی تجھ سے پہلے
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا
پس الٹ پڑی ان پر جو ٹھٹھا کرتے تھے ان میں سے وہی چیز کہ تھے وہ
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۴۱) ع
جس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا
نہیں بلکہ آئے گی وہ ان کے پاس اچانک پھر ان کے ہوش کھو دے گی پھر
يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (۴۰)
اس کو پھیر نہ سکیں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی
وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور تجھ سے پہلے رسولوں سے ٹھٹھے ہو چکے ہیں
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا
پس ان میں سے ٹھٹھا کرنے والوں پر وہ چیز الٹ پڑی
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۴۱) ع ۳ ع ۱۲ ۳
جس پر وہ ٹھٹھا کرتے تھے

حَاقَ: (آپڑا۔ گھیر لیا) ماضی کا صیغہ ہے ح، و، ق سے۔ حَوْقٌ کے معنی الٹ پڑنا۔ آ دبوچا یعنی اللہ کے عذاب اور اس کی آیتوں کی ہنسی اڑاتے تھے اس کا وبال ان پر آپڑا۔

ارشاد ہے کہ جب اس گھڑی کو آنا ہوگا۔ اچانک آجائے گی اور جب آجائے گی۔ تو ہول کے مارے تمہارے اوسان خطا ہو جائیں گے۔ تم میں سے کسی میں اکیلے یا اکٹھے ہو کر یہ طاقت نہ ہوگی۔ کہ اسے روک دیں یا دفع کر دیں۔ اور نہ اتنی مہلت دی جائے گی۔ کہ سنبھل کر اس کا مقابلہ کریں۔ حیف ہے اگر یہ دنیا اور اس کی چہل پہل تمہیں اس کی طرف سے غافل کر دے۔ مگر ہوتا یوں ہی رہا ہے۔ کہ لوگ پہلے بھی رسولوں کی ہنسی اڑاتے رہے ہیں اور ان کی باتوں کو سرسری اور بے وقعت سمجھ کر ٹال دیا ہے۔ حالانکہ وہ بہت وزنی باتیں تھیں۔

انہوں نے زندگی کا راز کھول کر رکھ دیا تھا۔ لیکن دنیا والوں نے اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کی۔ اور ان کی باتوں کو معمولی باتوں کی طرح سمجھا۔ آخرکار رسولوں کی باتیں ہی سچی ہوئیں اور انہیں اپنی گستاخیوں کا مزہ چکھنا پڑا اور مارے گئے۔

اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط

کہ کون حفاظت کرتا ہے تمہاری رات کو اور دن کو رحمٰن (کے غضب) سے

بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾

نہیں بلکہ وہ ہیں ذکر سے اپنے رب کے منہ پھیرنے والے

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ط

کیا ان کے لیے اور معبود ہیں جو انہیں بچاتے ہیں سوا ہمارے

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ

نہیں طاقت رکھتے مدد کی اپنے آپ کی اور نہ وہ

مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾

ہم سے بچانے کے لیے ساتھی پائیں گے

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط

کہہ کون بچاتا ہے تمہیں رات میں اور دن میں رحمان کے غضب سے

بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾

نہیں بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ط

کیا ان کے اور معبود ہیں کہ ان کو بچاتے ہیں ہمارے سوا

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ

وہ تو اپنی بھی مدد نہیں کرسکتے اور نہ ہم

مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾

سے بچانے کے لیے کوئی ان کی مدد کرے گا۔

یَکْلَؤُا (بچانا ہے حفاظت کرتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے کَ ل ء سے کلأ کے معنی بچانا۔ یکلؤ بچاتا ہے۔

انسان دنیا میں اپنی حفاظت کے بڑے بڑے سامان کرتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ یہ سب سامان میرے بچانے کے لیے کافی ہے۔ بعض لوگ اپنے خیالی معبود بنا لیتے ہیں اور ان کے آگے جھکتے اور ڈنڈوت کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے مددگار ہیں اور مصیبت کے وقت بچا لیں گے۔

قرآن حکیم کہتا ہے کہ تمہاری حفاظت کرنے والا فقط رحمٰن ہے۔ اگر اس کو راضی رکھو گے اور اس کے رسولوں کے کہنے پر چلو گے تو وہ ہر آفت سے تمہیں بچالے گا اور ہر ضرورت کے وقت مدد کرے گا۔ لیکن اگر اس کا انکار کر دیا۔ یا اس کے ساتھ اور معبود بھی اپنے دل سے بنا لیے۔ تو پھر اس کے غضب سے بچانے والا کوئی نہیں۔ یہ ان کی غفلت ہے کہ رحمٰن کو نہیں پہچانتے۔ اور جب اس کا ذکر آتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کا رب ہے۔ یاد رکھو۔ کہ اگر وہ رحمٰن عذاب دینے پر آئے تو تمہارے یہ گھڑے ہوئے معبود تمہیں اس کے ہاتھ سے بچا نہیں سکتے اور تمہیں تو وہ کیا بچاتے خود اپنے آپ ہی کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں ان کے اہالی موالی کچھ ان کی مدد کرسکتے ہیں۔

غفلت کی وجہ

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ

نہیں بلکہ ہم نے سازوسامان دیا ان کو اور ان کے باپ دادا کو

حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ

یہاں تک کہ دراز ہوگئی ان کی عمر کیا پس نہیں دیکھتے

اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ

کہ ہم آرہے ہیں زمین کو گھٹاتے ہوئے اس کے کناروں سے

اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (٤٤)

کیا پھر وہ غالب آنے والے ہیں

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ

نہیں بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو عیش دیا

حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ

یہاں تک کہ وہ مدت دراز تک جیے پھر کیا نہیں دیکھتے

اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ

کہ ہم زمین کو برابر ہر طرف سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں

اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (٤٤)

اب کیا وہ جیتنے والے ہیں

ارشاد ہے کہ بتوں کی بے بسی اور عاجزی تو ایسی بات نہیں جسے انسان سمجھ نہ سکے یہ تو جب سوچنے پر آتا ہے تو بڑی بڑی باریک باتیں سمجھ لیتا ہے اور بات بات میں بال کی کھال نکالنے لگتا ہے۔ اس کے لیے اتنی سی بات سمجھنے میں کیا دشواری ہے کہ یہ بت نہ کچھ سمجھتے ہیں نہ کسی بات کا جواب دیتے ہیں۔ اٹھا کے پھینک دو تو کچھ نہیں توڑ پھوڑ ڈالو تو کچھ نہیں پھر اللہ عزوجل پوری قدرت والے رحمٰن و رحیم کا سمجھ لینا بھی مشکل نہیں کیونکہ ساری دنیا اسی کے بل پر چل رہی ہے۔ اس کے قائم کیے ہوئے نظام کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ رات اور دن کی ادلی بدلی، دنیا کے حالات کا تغیر، انسان کی خوش حالی، بدحالی، موت، زندگی، سب کچھ اسی کے مقرر کیے ہوئے قاعدہ اور قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ یہ لوگ اگر غور کریں تو یہ سب کچھ سمجھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ایسے نادان اور کمزور عقل والے نہیں کہ ایسی آسان بات بھی نہ سمجھ سکیں۔ بات یہ ہے کہ یہ اور ان کے باپ دادا مدتوں سے ناز و نعمت میں بسر کرتے رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم نے دنیا کے عیش و عشرت کا سامان انہیں دیا اور بڑی بڑی عمریں دیں۔ اس لیے خوش حالی میں بدمست ہوگئے۔ لیکن اب انہیں آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا انہیں سوجھتا نہیں کہ دن بدن زمین ان پر تنگ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور اسلام کا بول بالا ہوتا جا رہا ہے۔ اب ان کے غالب ہونے اور جیتنے کا کوئی موقعہ نہیں رہا۔

خطرہ سے خبردار

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ

کہ دیجئے بات صرف یہ ہے کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں وحی کے مطابق اور نہیں سنتے

الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ

بہرے پکارنے کو جب انہیں ڈرایا جائے اور البتہ اگر

مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ

چھولے اس کو کوئی لپٹ عذاب کی تیرے رب کی ضرور کہہ اٹھیں

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

ہائے شامت ہماری تحقیق تھے ہم ظلم کرنے والے

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ

تو کہہ میں جو تم کو ڈراتا ہوں سو حکم کے موافق اور بہرے پکارنے

الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ

کو نہیں سنتے جب کوئی انہیں کوئی ڈر کی بات سنائے اور اگر ان تک

مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ

تیرے رب کے عذاب کی ایک لپٹ پہنچ جائے تو ضرور کہنے لگیں

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

ہائے کم بختی ہم بے شک گنہگار تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ایسے ہی تمام رسولوں کے منصبی فرائض میں سے یہ بات ہے کہ اللہ عزوجل کا پیغام لوگوں کو بے لاگ پہنچا دیں اور ان پر اپنے قول و عمل سے بالکل واضح کر دیں کہ اس کام میں ہماری کوئی ذاتی غرض پوشیدہ نہیں۔ مال اور دولت عزت و جاہ کا حاصل کرنا ہمارا مقصد نہیں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ ہم تم پر بادشاہ بن کر بیٹھنا اور اپنے لیے دنیاوی آرام سمیٹنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول ان لوگوں سے صاف کہدے کہ میں جو تمہیں تمہارے بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈراتا ہوں یہ کوئی میری من گھڑت بات نہیں ہے تمہارے حقیقی معبود و مالک اور رب نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ اس قرآن عظیم کی باتوں کو سرسری طور پر ٹال دینا اور اس کے احکام کو دل و جان سے بجا نہ لانا آخر کار تباہی کا باعث ہوگا۔ اب اگر تم بہرے بن جاؤ اور میری پکار نہ سنو۔ تو یہ تمہاری بربادی کے لچھن ہیں۔ اگر راستہ میں گھاس پھوس سے ڈھکا ہوا کنواں ہو۔ جو آنکھوں سے نہ دکھائی دیتا ہو تو جاننے والے پکار کر اس سے ڈراتے ہیں۔ لیکن بہرے نہیں سنتے۔ ان دل کے بہروں سے کہہ دو کہ تم آگ کے گڑھے کی طرف جا رہے ہو۔ ڈرانے کو تم کچھ سمجھتے نہیں۔ ابھی اگر اس آگ کی تھوڑی سی لپٹ بھی تمہیں لگ جائے تو کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے۔ کان، آنکھ سب کھل جائیں اور چلانے لگو کہ ہائے ہائے ہم نے واقعی ظلم کیا۔ جو رسولوں کا کہنا نہ سنا اور نہ مانا۔

اعمال تولے جائیں گے

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
اور لگادیں گے ہم ترازوئیں انصاف کی قیامت کے دن
فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَ اِنْ كَانَ
پس ظلم کیا جائے گا کوئی نفس کچھ بھی اور اگر ہوگا
مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ
بقدر وزن ایک دانے کے رائی کے لے آئیں گے ہم اسے
وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾
اور کافی ہیں ہم حساب لینے والے

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
اور قیامت میں ہم انصاف کی ترازوئیں لگادیں گے
فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ
پھر کسی جی پر ذرہ بھر ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر ایک
مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ
رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے
وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾
اور حساب کرنے کو ہم کافی ہیں

مَوَازِيْنَ: (ترازوئیں) میزان کی جمع ہے جو و۔ز۔ن سے اسم آلہ ہے۔ میزان تو ایک ہی ہوگی لیکن چونکہ ہر ایک کے اعمال الگ الگ تولے جائیں گے تو گویا ہر ایک کی ترازو الگ الگ ہوئی۔ اس لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

قِسْط: (برابری) اسم مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ بمعنی ذوالقسط ٹھیک برابر۔ ذوالقسط ترازو کو ہم اپنی زبان میں ایمان کا کانٹا کہتے ہیں جس کی تول میں ذرا سی بھی اونچ نیچ نہیں ہوتی۔

انسان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ وہ دنیا میں اپنے ارادہ سے جو کرے خوب سوچ سمجھ کر کرے اور کرنے سے پہلے اس کو قرآن مجید کے قواعد کلیہ سے ملا لے ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے قرآن حکیم کے مقرر کردہ قواعد سے کوئی قاعدہ ٹوٹتا ہو۔ یہ اسلام کے تین بنیادی اصول یعنی توحید، رسالت، مرکر دوبارہ جینے کے عقیدوں میں سے تیسرے عقیدہ کا جزو ہے کہ مرکر دوبارہ جینے کے بعد ہر شخص کے عمل ایمان کانٹے میں تولے جائیں گے اور وہ ایمان کا نٹا بھی قرآن مجید ہے۔ جو قیامت کے دن ترازو کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ کسی کے عمل میں سے رائی کے دانے کے برابر بھی کچھ نہ چھوٹے گا۔ جس کے نیک کام اس کے برے کاموں سے زیادہ وزنی ہوں گے۔ وہ شخص نجات پائے گا اور جو اس کے برعکس ہوا مارا گیا۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں نہ ہمیں اس کے لیے کسی مددگار کی ضرورت ہے اور نہ اس کے بعد کوئی حساب ہوگا۔ اور تمہارے لیے مناسب یہی ہے کہ دنیا ہی میں ہر کام قرآن کے احکام سے ملا لیا کرو تاکہ قیامت کے دن سستے چھوٹ جاؤ۔

قرآن حکیم کا مرتبہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ
اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ کن کتاب
وَضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ
اور روشنی اور نصیحت نامہ تقویٰ والوں کے لیے جو
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ
ڈرتے ہیں اپنے رب سے غائبانہ اور وہ متردون سے
مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ
خائف رہتے ہیں اور یہ نصیحت نامہ ہے بہت نفع مند
اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾
کہ اتارا ہم نے اسے۔ کیا پس تم اس کا انکار کرنے والے ہو

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ
اور ہم نے موسیٰ و ہارون کو فیصلہ کن کتاب
وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ
اور روشنی اور بچ کر چلنے والوں کے لیے نصیحت دی تھی جو اپنے
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ
رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور قیامت سے
مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ
خوف کھاتے ہیں اور یہ ایک نصیحت نامہ ہے برکت والا
اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾
جو ہم نے اتارا۔ کیا تم اسے نہیں مانتے

انسان جب دیکھتا ہے۔ کہ اس کی خواہشوں کے فوراً پورے ہونے کا سامان چشم زدن میں اکٹھا ہو سکتا ہے۔ تو پھر وہ اکٹھا کرنے کے ذریعوں کی بھلائی برائی کی طرف نظر نہیں کرتا اور نہ انجام کی پروا کرتا ہے۔ ایسے لوگ خال خال ہی ہوتے ہیں جو دوسروں کی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور اپنا داؤ چلتا دیکھ کر دوسرے کو نیچا نہیں دکھاتے۔ اللہ عزوجل نے انسان کو اس چکر سے نجات دینے کے لیے اپنے رسول وقتاً فوقتاً بھیجے اور اپنی کتابیں نازل کیں اور انہوں نے انسان کو سیر چشمی کی تعلیم دی اور حرص و ہوا سے روکا۔

ارشاد ہے کہ اس سلسلہ میں ہم نے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو تورات دی جس نے کھرا کھوٹا الگ کر کے دکھا دیا۔ اور جس سے انسان کی عقل کی آنکھ کو روشنی نصیب ہوئی۔ اور جس میں احتیاط سے چلنے والے لوگوں کے لیے جو اللہ کو بغیر دیکھے ہی علامات سے پہچان لیتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور قیامت کے حساب کتاب کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں ان کے فائدے کی باتیں اور نصیحتیں درج کی گئی تھیں۔ اس کے بعد اب یہ قرآن حکیم ہمیں نے بھیجا ہے جس میں ساری اگلی کتابوں کا خلاصہ درج ہے کیا ایسے فائدہ مند نصیحت نامہ کا انکار کرتے ہیں؟

ابراہیم علیہ السلام

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے ابراہیم کو ٹھیک سمجھ اس کی اس سے پہلے

وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (۵۱) اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ

اور تھے ہم اس سے خوب واقف جب کہا اس نے اپنے باپ سے اور

قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ

اپنی قوم سے کیا ہیں یہ مورتیں کہ تم

لَهَا عٰكِفُوْنَ (۵۲) قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

جن پر جمے ہوئے ہو بولے پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو

لَهَا عٰبِدِيْنَ (۵۳)

انہی کی پوجا کرنے والے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ

اور اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو بھلائی کی سمجھ دی تھی

وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (۵۱) اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ

اور ہم اس کو خوب جانتے ہیں جب اس نے اپنے باپ

قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ

اور اپنی قوم سے کہا یہ کیسی مورتیں ہیں جن پر تم

لَهَا عٰكِفُوْنَ (۵۲) قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

جمے بیٹھے ہو بولے ہم نے اپنے باپ دادا

لَهَا عٰبِدِيْنَ (۵۳)

کو انہی کی پوجا کرتے پایا

رُشْدَ: ٹھیک سمجھ، یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے رَشَدُ اس کی دوسری شکل ہے دونوں سے مراد بھلائی اور نیکی کی سمجھ ہے۔

تَمَاثِيْلُ: مورتیں، تِمْثَالٌ کی جمع ہے، جو مادہ م۔ث۔ل سے بنا ہے۔ اسی سے مِثْل، مَثَل، مثال وغیرہ لفظ بنے ہیں۔ اس کے معنی جانداروں کی تصویر اور مورت کے ہیں۔

اس سے پہلے ارشاد ہوا کہ انسان کو بُرے راستوں سے بچانے کے لیے ہم نے اپنے رسول بھیجے۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو اوّلاً طبیعت کی صلاحیت اور نیک باتوں کی سمجھ عطا کی۔ پھر ان کو اپنا رسول مقرر کیا۔ کیونکہ ہم جانتے تھے۔ کہ یہ رسالت کے فرائض بخوبی سرانجام دے سکیں گے۔ چنانچہ ان کی پیدائشی زیرکی اور سمجھ نے اپنا کام شروع کیا۔ جب لوگوں کو دیکھا کہ یہ مورتیاں سامنے رکھ کر ان کی پوجا کرتے ہیں اور اپنے باپ کو دیکھا کہ پتھر کی مورتیاں بناتا ہے اور لوگوں کو ان کی پوجا پاٹ کا طریقہ بتاتا ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے اور ساری قوم سے پوچھا کہ یہ مورتیں جو تم نے اپنے ہی ہاتھ سے گھڑ کر بنائیں تمہارے معبود کیسے بن گئیں جن پر تم دھیان جمائے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں کہ کیسے معبود بنیں۔ لیکن ہاں ہمارے باپ دادا انہی کو پوجتے چلے آرہے ہیں۔

لوگوں کی حیرت

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِىْ ضَلٰلٍ
کہا البتہ تحقیق رہے تم خود اور تمہارے باپ دادا گمراہی میں
مُّبِيْنٍ (۵۴) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ
کھلی ہوئی بولے کیا تو لایا ہے ہمارے پاس سچی بات
اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ (۵۵) قَالَ بَلْ
یا تو ہنسی دل لگی کرنے والوں میں سے ہے بولا نہیں بلکہ
رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ
تمہارا رب وہی رب آسمانوں اور زمین کا ہے جس نے
فَطَرَهُنَّ ۖ
انہیں بنایا

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِىْ ضَلٰلٍ
بولا یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا صریح گمراہی
مُّبِيْنٍ (۵۴) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ
میں رہے کہنے لگے کیا تو یہ سچ مچ کہہ رہا ہے
اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ (۵۵) قَالَ بَلْ
یا فقط ہنسی اور کھیل کر رہا ہے کہنے لگا نہیں بلکہ
رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ
تمہارا رب وہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے
فَطَرَهُنَّ ۖ
انہیں بنایا

اَللّٰعِبِیْنَ: کھیلنے والے، لَاعِبٌ کی جمع ہے جو ل ع ب سے اسم فاعل ہے۔ لَعِبٌ: کھیل ہنسی۔ دل لگی۔

فَطَرَ: (پیدا کیا) ماضی کا صیغہ ہے ف۔ط۔ر سے فَطَرَ کے معنی چیر کر نکالنا۔ فطور: شگاف اور دراڑ کو کہتے ہیں۔ مراد بغیر نمونہ کے بنا دینا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے ان کا جواب سنکر کہا۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ تم اور تمہارے باپ دادا جو کچھ کرتے رہے، وہ ٹھیک بھی ہے۔ مجھے تو یہ دکھائی دے رہا ہے کہ تمہارے بڑے ایک غلط طریقے کی پابندی کرتے رہے اب تم بھی ان کی دیکھا دیکھی اسی حماقت میں مبتلا ہو جس میں وہ تھے۔ یہ سنکر وہ حیرت سے ان کا منہ تکنے لگے۔ انہوں نے ایسی سخت بات اپنے اور اپنے بزرگوں کی بابت کبھی نہیں سنی تھی۔ ایک نوعمر شخص سے ایسی انوکھی بات سن کر ان کا دل دہل گیا۔ کہنے لگے۔ کیا سچ مچ تیرا یہی خیال ہے۔ یا ہم سے ہنسی دل لگی کی باتیں کر رہا ہے۔ جب انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ کوئی ہنسی دل لگی کی بات نہیں حقیقت یہی ہے کہ تمہارا رب یہ پتھر کے بت نہیں ہو سکتے ہیں۔ تمہارا رب تو وہی ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے اور جس نے ان کو بغیر کسی نمونے کے اس خوبصورت قاعدے اور قرینے سے بنا کر کھڑا کر دیا۔

عملی سبق

وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (٥٦) وَ
اور میں اس بات پر گواہی دینے والوں میں ہوں اور
تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ
قسم اللہ کی البتہ داؤ کروں گا میں تمہارے بتوں پر بعد
اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (٥٧) فَجَعَلَهُمْ
اس کے کہ تم چلے جاؤ گے پیٹھ پھیر کر پس کر دیا ان کو
جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ
ٹکڑے ٹکڑے مگر ایک بڑا ان میں کا تاکہ وہ
اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ (٥٨)
اس کی طرف رجوع کریں

وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (٥٦) وَ
اور میں اسی بات کا قائل ہوں اور
تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ
قسم اللہ کی میں تمہارے بتوں کا علاج کروں گا
اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (٥٧) فَجَعَلَهُمْ
جب تم پیٹھ پھیر کر جا چلے گئے پھر ان کو ٹکڑے
جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ
ٹکڑے کر ڈالا مگر ان کا ایک بڑا چھوڑ دیا تاکہ وہ
اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ (٥٨)
اس کی طرف رجوع کریں

اَكِيْدَنَّ: داؤ کروں گا۔ مضارع کا صیغہ ہے ک۔ ی۔ د سے۔ کید داؤ کو کہتے ہیں۔ اسی کا ہم معنی لفظ مکر بھی ہے۔ جو پہلے گذر چکا ہے۔

جُذٰذًا: ٹکڑے ٹکڑے، جذیذ کی جمع ہے۔ جو ج۔ ذ۔ ذ سے صفت کا صیغہ ہے۔ جذّ کے معنی توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ جذاذ: الگ الگ ٹکڑے۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی بت پرست قوم کو جس میں ان کا باپ بھی شامل ہے سمجھا رہے ہیں کہ یہ بت مٹی پتھر اور دھات سے تم نے خود گھڑے ہیں۔ ان کے آگے عبادت کے لیے سر کیوں جھکاتے ہو۔ میں ہنسی نہیں کر رہا ہوں حقیقت حال بیان کر رہا ہوں۔ میرا اپنا عقیدہ خود یہی ہے اور میں گواہ ہوں۔ کہ یہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد جب دیکھا کہ یہ زبان کے کہنے سے نہیں مانتے تو کہا کہ اچھا اب کے جب تم باہر میلے میں جاؤ گے تو ان کی میں گت بناؤں گا۔ شاید تم اس کے بعد سمجھ جاؤ گے۔ کہ ان بے بس مورتیوں کی پوجا عبث ہے۔ اللہ عزوجل قادر اور توانا کو پوجنا چاہیے ان کا یہ کہنا کسی نے سنا کسی نے نہ سنا اور بے پروائی سے ٹال دیا۔ مگر حضرت ابراہیمؑ اپنی دھن کے پکے تھے۔ وہ بتوں کی بے بسی ان پر واضح کرنا چاہتے تھے جب وہ اکٹھے ہو کر میلے میں گئے تو انہوں نے کلہاڑا لے کر سب بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ مگر ایک جو سب میں بڑا تھا اسے چھوڑ دیا تاکہ ان کو زبانی دلیل سے بھی بتا دیا جائے کہ اس کی بے بسی دیکھو۔

لوگوں میں کھلبلی

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ
کہنے لگے کس نے کیا یہ ہمارے معبودوں کے ساتھ تحقیق ہے وہ
لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۵۹) قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى
ظالموں میں سے بولے سنا ہم نے ایک جوان کو
یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِیْمُ (۶۰)
کہ ان کا ذکر کرتا ہے کہا جاتا ہے اسے ابراہیم
قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْیُنِ النَّاسِ
بولے پھر لے آؤ اسے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے
لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ (۶۱)
تا کہ وہ دیکھیں

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ
کہنے لگے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا
لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۵۹) قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى
وہ تو البتہ ظالم ہے۔ بولے ہم نے سنا ایک جوان
یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِیْمُ (۶۰)
بتوں کو کچھ کہا کرتا ہے اسے ابراہیم کہتے ہیں
قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْیُنِ النَّاسِ
بولے تو اس کو لوگوں کے سامنے لے آؤ
لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ (۶۱)
تا کہ وہ دیکھیں

لوگ میلے سے واپس آئے تو دیکھا اِدھر سے اُدھر تک سارے بُت ٹوٹے پڑے ہیں۔ صرف بڑا بُت باقی ہے اور اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے سارے شہر میں کھلبلی مچ گئی۔ کہ یہ تو کوئی بڑا زبردست ہیکڑی باز ہے۔ بڑا ظلم کیا۔ ایک سرے سے سب کا صفایا کر دیا۔ ایسا ظالم ہمارے اندر کون ہو سکتا تھا۔ جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہتے سنا تھا۔ کہ جب سب لوگ شہر کے باہر میلے میں چلے جائیں گے۔ تو میں ان بتوں کی خبر لوں گا۔ بولے ایک نوجوان ان بتوں کی بابت کچھ کہہ تو رہا تھا ہم نے اس کے منہ سے یہ سنا تھا کہ وہ ان کی گت بنائے گا۔

یہ سنکر کہنے لگے۔ کہ اچھا تو جانا کہاں ہے۔ جاؤ اسے پکڑ لاؤ۔ جب لوگوں کے سامنے آئے گا۔ ساری قلعی کھل جائے گی۔ یہ تو بڑا غضب ہے کہ ہم سب کے ہوتے ہوئے وہ ایسی جرأت کر بیٹھے۔

غرض ابراہیم علیہ السلام پر ہر شخص غصہ اتارنے لگا۔ اور جو منہ میں آیا کہنے لگا۔ کچھ من چلے لوگ دوڑے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گھیر گھار کر پکڑ لائے۔

معاملہ کی تحقیقات

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا
بولے کیا تو نے کیا ہے یہ ہمارے معبودوں کے ساتھ
يٰٓاِبْرٰهِيْمُ (۶۲) قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ
اے ابراہیم بولے نہیں جی یہ تو کیا ان کے بڑے نے
هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (۶۳)
جو یہ ہے پوچھ لو ان سے اگر ہیں وہ بولتے
فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ
پس لوٹے اپنے جیوں کی طرف پس کہنے لگے تحقیق تم
اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۶۴)
آپ ہی ظالم ہو

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا
بولے اے ابراہیم تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ
يٰٓاِبْرٰهِيْمُ (۶۲) قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ
یہ کیا ہے کہا نہیں تو یہ تو ان کے اس بڑے بت
هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (۶۳)
نے کیا ہے سو ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں
فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ
پھر اپنے جی میں سوچنے لگے پھر بولے لوگو تم ہی
اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۶۴)
بے انصاف ہو

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی خداداد عقل سے اچھی طرح پہچان گئے تھے۔ کہ جتنی کائنات ہماری نظر کے سامنے ہے ان میں سے کوئی چیز اس قابل نہیں کہ انسان کی معبود بن سکے بت تو کسی گنتی ہی میں نہیں۔ خود انسان میں البتہ ایسی جلیل القدر ہستیاں ہیں جو اپنے اندر بڑے بڑے اوصاف رکھتی ہیں۔ لیکن وہ بھی انسان کے معبود ہونے کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ انسان کا معبود تو ہر حالت سے بالاتر اور ہر انسان کا کامل حاجت روا ہونا چاہیئے اور وہ وہی ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا اور ہر ایک کو پالتا اور ہر ایک کی خبرگیری کرتا ہے۔ بتوں کی بے بسی زبان سے ظاہر کرنے کے بعد اب انہوں نے ان کو توڑ پھوڑ کر ہاتھ سے بھی ان کی بے چارگی ظاہر کر دی جب لوگوں نے پوچھا۔ کہ ایسا کیوں کیا۔ تو انہوں نے کہا اصل معاملہ یہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ کہ اس سب سے بڑے بت نے جلال میں آکر چھوٹوں کو تہ تیغ کر دیا ہو ان زخمی بتوں سے پوچھ لو۔ یہ صاف صاف حال بتا دیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ سوچ میں پڑ گئے۔ کہ کیا کہیں اور کیا کریں۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سچ مچ بات تو یہی ہے کہ ہم بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ جو ایسے نہتے گُم سُم بتوں کو معبود بنائے بیٹھے ہیں؛

ہٹ دھرمی

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ
پھر الٹ دیئے گئے وہ اپنے سروں پر البتہ تحقیق تو جانتا ہے
مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ
جو یہ بولتے ہیں کہا کیا پھر پوجتے ہو تم
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا
اللہ کے سوا اسے جو نہیں نفع دیتا تمہیں کچھ اور نہ
يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ
ضرر دیتا ہے تمہیں تف ہو تم پر اور اس پر جسے پوجتے ہو تم
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾
اللہ کو چھوڑ کر کیا پس تم سمجھتے نہیں

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ
پھر سر جھکا کر اوندھے ہو گئے تو تو جانتا ہے
مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ
جیسا یہ بولتے ہیں بولا تو کیا پھر تم
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا
اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارا نہ کچھ بھلا
يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ
کرے اور نہ برا بیزار ہوں میں تم سے اور ان سے جنہیں تم
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾
اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا تم میں سمجھ نہیں

نُكِسُوْا (اوندھے کر دیئے گئے) ماضی مجہول ہے ن۔ک۔س سے نَكْسٌ کے معنی الٹ دینا۔ اوپر کے حصے کو نیچے کر دینا۔ مراد یہ ہے کہ شرمندگی کے مارے سر جھکاتے۔

اُفٍّ (افسوس) اُف کا لفظ عربی زبان میں اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے فارسی میں تُف یا زوف کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں بھی تف ہے تجھ پر یا زوف ہے تجھ پر بولتے ہیں۔ بولنے والا اس سے اپنی سخت بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

اس خیال کے آتے ہی کھسیانے ہو کر سرنگوں ہوئے۔ شرمندگی کے مارے آنکھ نہ ملا سکے۔ پھر کہا کہ تجھے تو معلوم ہے کہ پتھر نہیں بولتے پھر ہم سے یہ کیوں کہتا ہے کہ ان سے پوچھ لو۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا میں تو جانتا ہوں کہ پتھر کیا خاک بولیں گے لیکن تم پر بھی حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں کہ تم جان بوجھ کر یہ کیسا نادانی کر رہے ہو۔ کہ ان بہرے، گونگے، بے جان، بے بس مورتیوں کے سامنے سر جھکاتے ہو۔ عبادت کرتے ہو۔ تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر۔ یہ تو پتھر تھے ہی مگر تمہاری سمجھ پر بھی پتھر پڑ گئے کہ ایسی چیزوں کو جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان، پوچنے بیٹھ گئے۔ آخر آدمی کو کچھ تو سمجھ سے کام لینا چاہیئے آدمی ہو یا جانور؟

سزا اور نجات

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (٦٨) قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (٦٩) وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (٧٠)

وہ بولے جلا ڈالو اس کو اور مدد کرو اپنے معبودوں کی اگر ہو تم کرنے والے ہم نے حکم دیا اے آگ ہو جا تو ٹھنڈی اور آرام ابراہیم پر اور ارادہ کیا انہوں نے اس کے ساتھ داؤ کا پس کر دیا ہم نے انہی کو خسارہ اٹھانے والے

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (٦٨) قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (٦٩) وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (٧٠)

بولے جلا ڈالو اس کو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے کہا ہم نے اے آگ ٹھنڈک اور آرام ہو جا ابراہیم کے لیے انہوں نے تو اس کا برا چاہا تھا پھر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کھری کھری باتیں سُن کر لوگ ایک دم چلّائے کہ اس نڈر اور دلیر شخص نے تو ہم پر خوب ہاتھ صاف کیا۔ ادھر تو ہمارے معبودوں کی گت بنائی اور ادھر اپنی بے دھڑک لعن طعن سے ہمارے دل جلا کر خاک سیاہ کر ڈالے۔ اب بولو تمہیں کچھ کرنا ہے یا نہیں چپ چاپ دیکھتے رہنے سے کام نہیں چلے گا۔ اپنے بھولے بھالے معبودوں کی مدد کرو اور اس گستاخ (معاذ اللہ) شخص کو آگ میں جلا ڈالو۔ تاکہ لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ ہم اپنے دل پسند معبودوں کی بے حرمتی کرنے والوں کو کیسی سخت سزا دے سکتے ہیں چنانچہ انہوں نے لکڑیوں کا انبار جمع کیا۔ اور اس میں آگ لگا دی۔ جب وہ سلگ کر خوب تیز ہو گئی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اٹھا کر اس میں جھونک دیا اور اپنا دل ٹھنڈا کیا۔ اللہ عزوجل نے اپنے مخلص بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کی۔

آگ کو حکم دیا۔ کہ خبردار! ابراہیم علیہ السلام کو کچھ ضرر نہ پہنچنے پائے۔ اتنی ٹھنڈی ہو جا۔ کہ وہ تیرے اندر آرام سے صحیح سلامت رہیں۔ انہوں نے چاہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھ پہنچانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہی کو ذلیل و خوار کیا۔ حق و صداقت کا بول بالا ہوا۔ وہ ہر طرح نقصان میں رہے۔

اللہ کی مدد

قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو صاف طور پر یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اگرچہ دنیا عالم اسباب ہے لیکن بہ ظاہر کبھی کبھی خلاف عادت بھی ہو جاتا ہے۔ اور ایک چیز واقع ہوجاتی ہے لیکن بہ ظاہر اس کے اسباب کچھ نظر نہیں آتے۔

قرآن مجید اسے یوں سمجھاتا ہے۔ کہ اسباب پر ایک قادر و توانا اللہ پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ سب سے آخری چیز ظاہری اسباب جمع ہوجانے کے بعد بھی اس کا ارادہ اور حکم ہے۔ اگر کسی چیز کے ہونے کا وہ حکم نہ دے تو سارے اسباب رکھے رہ جاتے ہیں اور وہ چیز نہیں ہوتی۔ اور اگر اس کے ہونے کا وہ حکم دے دے تو بیچ میں سے بہت سے سبب بہ ظاہر غائب ہونے کے باوجود وہ چیز ہو جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمنوں نے ان کے جلا ڈالنے کے سارے اسباب اکٹھے کر لیے۔ لیکن عزوجل کو انہیں صحیح سلامت رکھنا تھا اس لیے آگ کو حکم ہوا کہ خبردار ابراہیم جلنے نہ پائیں۔ تیری گرم لپٹیں ان کے لیے خوشگوار ٹھنڈی ہوا بن جائیں۔ تیری جلانے کی قوّت ان کے لیے آب حیات بن جائے۔ چنانچہ بہ ظاہر آگ آگ ہی رہی لیکن ابراہیمؑ کے لیے اس کی گرمی ٹھنڈک بن گئی۔ اور اس کی لپٹوں نے نسیم سحر کا کام دیا۔ کافروں کے منصوبے رکھے رہ گئے۔ سمجھانا یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ارادے کے تحت چیزوں کی خاصیت اور حالت ایک کام کے ہونے یا نہ ہونے کے لیے بدل سکتی ہے۔ سلسلہ اسباب اس کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے۔ جب اس کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے تو باوجود اسباب جمع ہونے کے کام نہیں ہوتا۔ یا ایسا ہوتا ہے کہ اسباب کچھ نظر نہیں آتے مگر کام ہوجاتا ہے۔ مسلمان اسباب سے کام لیتا ہے لیکن آخری نتیجہ اللہ عزوجل کے حکم پر موقوف سمجھتا ہے۔ جو لوگ اسباب ہی پر نظر رکھتے ہیں اور اللہ کے اور اس کے ارادے کے قائل نہیں۔ اللہ ان کو ڈھیل دیتا ہے۔ جب وقت آئے گا اس کے ارادے کا کھلم کھلا ظہور ہوگا۔ اور اسباب کا واسطہ بیچ میں سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور اللہ کا ارادہ اس کے اوپر صاف مسلط نظر آئے گا۔

اللہ کا فضل

وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ
اور نجات دی ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف کہ
بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (۷۱) وَ وَهَبْنَا لَهٗ
برکت دی ہم نے جس میں جہان کے لیے اور عطا کیا ہم نے اسے
اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا
اسحٰق اور یعقوب عطیہ کے طور پر اور سب کو
جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ (۷۲) وَ جَعَلْنٰهُمْ
کیا ہم نے نیکوکار اور بنایا ہم نے انہیں
اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
پیشوا راہ دکھاتے تھے ہمارے حکم سے

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ
اور ہم نے اس کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا
بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (۷۱) وَوَهَبْنَا لَهٗ
جس میں ہم نے جہان کے لیے برکت رکھی اور ہم نے اسے
اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا
اسحٰق بخشا اور یعقوب انعام میں اور سب کو
جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ (۷۲) وَجَعَلْنٰهُمْ
نیک بخت کیا اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا
اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
کہ ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں

نَافِلَةً: (عطیہ) یہ اسم ہے ن۔ف۔ل سے۔ نفل کے معنی ضرورت سے زائد کرنا یا دینا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹا طلب کیا تھا ان کی درخواست پوری کی اور اس بیٹے کو ایک اور بیٹا اپنے فضل سے دیا۔ جو اللہ کا عطیہ تھا اور حضرت ابراہیم کو بے مانگے ملا۔ نافلہ عربی میں پوتے کو بھی کہتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے اپنی قدرت بے پایاں سے آگ کو حضرت ابراہیم کے لیے ٹھنڈا اور خوشگوار کر دیا اور اس آفت سے بچا کر انہیں ان کے وطن عراق سے شام میں پہنچا دیا۔ جہاں اس نے دنیا والوں کے لیے خیر و خوبی کا سامان جمع کر دیا تھا اور جہان والوں کو اُن سے بہت سے ظاہری اور باطنی فائدے پہنچے اور ان کے ساتھ ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی وہاں سے نکل آئے۔ جو پھر شام سے سدوم کی طرف نبی بنا کر وہاں کے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا ملا جس کی انہوں نے خواہش کی تھی جن کا نام اسحاق ہوا۔ پھر اسحاق کو یعقوب جیسا فرزند بلا طلب ملا جس سے نبیوں کا سلسلہ چلا۔ یہ سب کے سب نیک بخت و نیکوکار تھے۔ پھر اللہ نے انہیں لوگوں کا پیشوا بنا دیا۔ کہ اس کے حکم سے لوگوں کو ٹھیک راستہ پر چلائیں۔

نبیوں کا کام

وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ
اور وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی اور قائم کرنا
الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا
نماز کا اور دینا زکوٰۃ اور تھے وہ ہماری
عٰبِدِيْنَ (۷۳) وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ
بندگی کرنے والے اور لوط دیا ہم نے اس کو فہم اور
عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِیْ كَانَتْ
علم اور بچایا ہم نے اس کو اس بستی سے جو تھی
تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ
کرتی گندے کام تحقیق وہ تھے لوگ
سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ (۷۴) وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ
برائی والے حکم سے باہر چلنے والے اور داخل کیا ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں
اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۷۵)
تحقیق وہ سے نیک بختوں میں

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ
اور ہم نے انہیں نیکیاں کرنے نماز
الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا
قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا اور وہ ہماری ہی
عٰبِدِيْنَ (۷۳) وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ
بندگی میں لگے ہوئے تھے اور لوط کو ہم نے سمجھ دی اور
عِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِیْ كَانَتْ
علم عطا فرمایا اور اس کو اس بستی سے بچا نکالا
تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ
جو گندے کام کرتی تھی وہ لوگ برے اور
سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ (۷۴) وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ
نافرمان تھے اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں لے لیا
اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۷۵) ع ۵
وہ نیک بختوں میں سے ہے

ارشاد ہے کہ ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھو اور ہمیشہ پڑھتے رہو۔ پھر اپنی کمائی میں سے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کے لیے ایک حصّہ الگ رکھ دو اور اس سے ضرورت مندوں کی حسب ضرورت مدد کرو۔ یہ لوگ فقط ہماری ہی بندگی اور عبادت میں لگے رہتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کو ہم نے فہم و فراست سے سرفراز کیا۔ سمجھ اور دانائی عطا فرمائی۔ اور ان خبیث اور گندے کام کرنے والوں کی بستی سے صحیح و سالم بچا کر نکالا جو ایک نافرمان اور سرکش لوگوں کا جتھا تھا۔ ان پر عذاب آیا اور لوطؑ کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ وہ نیکوکار اور نیک بخت لوگوں میں سے ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا

اور یاد کر نوح کو جب پکارا اس نے اس سے پہلے پس ہم نے دعا سنی

لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ

اس کی پس بچایا اسے اور اس کے ساتھیوں کو بے چینی

الْعَظِیْمِ (۷۶) وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ

بڑی سے اور ہم نے مدد کرکے نکال دیا اسے اس قوم سے جنھوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ

جھٹلایا ہماری آیتوں کو تحقیق وہ تھے لوگ برائی والے

فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۷۷)

پس غرق کردیا ہم نے ان سب کو

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا

اور نوح کو یاد کر جب اس نے اس سے پہلے پکارا سو ہم نے اس

لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ

کی دعا قبول کرلی پھر اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی گھبراہٹ

الْعَظِیْمِ (۷۶) وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ

سے بچا دیا اور اسے اس قوم سے نجات دی

كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ

جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے درحقیقت وہ بُرے لوگ تھے

فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۷۷)

سو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا

ان آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے۔ کہ سرکشوں کے سمجھانے کو ہم نے اپنے رسول وقتاً فوقتاً بھیجے۔ انہوں نے زبانی بھی سمجھایا اور عملاً بھی بتایا کہ انسان کو فقط اللہ عزوجل کی عبادت کرنی چاہیئے۔ اسی کے آگے جھکنا چاہیئے اور اسی کے احکام کی پیروی کرنی چاہیئے۔ ان کی قوم نے ان کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اپنے رسولوں کو بچا کر سرکشوں کو تباہ کردیا۔

حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کا قصّہ بیان ہوچکا تو آگے حضرت نوح علیہ السلام کے قصّہ کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ ان سے پہلے حضرت نوح نے بھی اپنی قوم کے سرکشوں سے عاجز آکر ہمیں پکارا تھا۔ اور ہم نے ان کی دعا قبول کی تھی۔ اور انہیں اور ان کے متعلقین کو زبردست مصیبتوں سے جو ان کی قوم کے ہاتھوں انہیں پہنچ رہی تھیں بچا لیا تھا۔ ان کی قوم نے ہماری کھلی نشانیوں کو جھٹلایا اور بُرے کام دھڑلے سے کرتے رہے آخر پانی کا بڑا بھاری طوفان آیا اور وہ اس میں سب کے سب غرق ہوگئے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی کشتی میں بیٹھ کر بچ گئے۔

داؤدؑ اور سلیمانؑ

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ
اور یاد کرو داؤد اور سلیمان کو جب فیصلہ کرنے لگے کھیتی کے بارے میں
اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا
جب چر گئیں رات کو اس میں گھس کر بکریاں ایک قوم کی اور تھے ہم
لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا
ان کا فیصلہ دیکھنے والے پس سمجھا دیا ہم نے فیصلہ
سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا
سلیمان کو اور ہر ایک کو دیا تھا ہم نے فہم
وَّ عِلْمًا ز
اور علم

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ
اور داؤد اور سلیمان کا ذکر کر جب وہ کھیتی کے جھگڑے کا
اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا
فیصلہ کرنے لگے جس وقت رات کو ایک قوم کی بکریاں چر گئیں
لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا
اور ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا پھر ہم نے فیصلہ سلیمان
سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا
کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو گہری سمجھ
وَّ عِلْمًا ز
اور دانائی عطا کی تھی

حضرت داؤد کو بنی اسرائیل نے اپنا بادشاہ بنایا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے فرزند تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام تو سمجھ دار حاکم تھے ہی لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بچپن ہی میں اللہ عزوجل نے غیر معمولی طور پر زیرکی اور دانائی عطا فرمائی تھی۔ اس آیت میں اس مقدمہ کا ذکر ہے کہ جس کا فیصلہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کر چکے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس میں ایک باریک بات نکالی۔ اور حضرت داود علیہ السلام نے اپنا فیصلہ واپس لے کر ان کا فیصلہ جاری کیا۔ ایک شخص کے کھیت میں دوسرے کی بکریاں رات کو گھس آئی تھیں اور کھیت کو اجاڑ ڈالا تھا۔ کھیت والے نے حضرت داؤد کے سامنے استغاثہ دائر کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا۔ کہ بکریوں والے کی بکریاں لے کر کھیت والے کو دے دی جائیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کھیت والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور ان سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں والا اس کا کھیت دوبارہ بوئے اور جب کھیت تیار ہو جائے تو کھیت والے کو کھیت دے کر اپنی بکریاں واپس لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ پسند فرمایا اور اپنا فیصلہ واپس لے کر یہی جاری کیا۔ سمجھ دار دونوں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ٹھیک بات سمجھا دی:

حضرت داوّدؑ کی خصوصیت

وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ
اور تابع کیا ہم نے　داود کے ساتھ　پہاڑوں کو　تسبیح کیا کرتے تھے وہ
وَالطَّيْرَ ۭ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ (۷۹) وَ عَلَّمْنٰهُ
اور پرندوں کو　اور تھے ہم کرنے والے　اور سکھایا ہم نے اُسے
صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّـكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ
بنانا　ایک لباس کا　تمہارے لیے　تاکہ بچائے تم کو
مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ (۸۰)
تمہاری لڑائی میں　پس کیا　تم　شکر کرنے والے ہو

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ
اور ہم نے پہاڑ داؤد کے تابع کیے کہ تسبیح کرتے تھے
وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ (۷۹) وَعَلَّمْنٰهُ
اور اڑنے جانور اور یہ سب کچھ ہم نے کیا　اور ہم نے اسے تمہارے
صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ
لیے ایک لباس بنانا سکھایا تاکہ تم کو تمہاری
مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ (۸۰)
لڑائی میں بچائے سو تم کچھ شکر کرتے رہو

لَبُوْسٍ لباس، پہننے کی چیز کو کہتے ہیں ل ب س سے صفت کا صیغہ ہے لُبْسٌ کے معنی پہننا۔ لباس اور لبوس کے ایک ہی معنی ہیں۔ یہاں اس سے مراد زرہ ہے۔ لِتُحْصِنَكُمْ (بچائے تم کو) مضارع کا صیغہ ہے اِحْصَان سے جو ح ص ن سے بنا ہے حِصْنٌ بچنے کے ذریعہ کو اور نیز قلعہ کو کہتے ہیں۔ اِحْصَان: بچانا۔ پناہ دینا۔

حضرت داوٗد علیہ السلام نبی تھے اور بہت خوش آواز تھے۔ ان کو زبور عطا ہوئی جس میں اللہ عزوجل کی تقدیس و تعظیم کے ترانے تھے جب وہ ان ترانوں کو ذوق و شوق کی حالت میں پڑھتے، سننے والے وجد میں آجاتے۔ آدمیوں کا تو کہنا ہی کیا۔ پہاڑ آپ کی آواز سن کر اللہ کی تسبیح کرنے لگتے تھے پرندے اڑتے اڑتے ٹھہر جاتے اور تسبیح پڑھنے لگتے۔

ارشاد ہے کہ اس میں تعجب کی بات نہیں۔ ان سب باتوں کے کرنے والے ہم ہیں اور ہماری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں جاتی اس کے علاوہ ہم نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو لوہے کی زرہ بنانی سکھائی۔ تاکہ لڑائی کی حالت میں آدمیوں کے بدن کی حفاظت کے کام آئے۔ ان کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا اسے موڑ توڑ کر لوہے کا کرتا بنا لیتے تھے جس کے پہننے سے بدن پر دوسرے کے وار کا اثر نہ ہونے پاتا تھا۔ اگر زرہ دنیا میں نہ بنتی تو ذرا ذرا سی تیز چیزوں سے لوگ لہو لہان ہو جاتے اور عدم کا راستہ لیتے تو کیا تم ہماری اس نعمت کا شکر کرو گے۔ یاد رکھو۔ تمہارے فائدے کی چیزیں ساری ہم ہی نے بنائی ہیں۔ اس لیے تمہیں ہر وقت شکر گذار رہنا چاہیے:

حضرت سلیمانؑ پر انعامات

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ
اور سلیمان کے واسطے ہوا تیز چلنے والی چلتی تھی
بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا
اس کے حکم سے اس زمین کی طرف کہ برکت دی ہم نے
فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ (۸۱)
اس میں اور ہیں ہم ہر چیز کے جاننے والے
وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ
اور شیطانوں میں سے جو غوطے لگاتے تھے اس کے لیے
وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ
اور کرتے تھے کام سوا اس کے
وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ (۸۲)
اور تھے ہم ان کے سنبھالنے والے

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ
اور سلیمان کے لیے زور سے چلنے والی ہوا تابع
بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا
کر دی کہ اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی جہاں ہم
فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ (۸۱)
نے برکت دی اور ہم کو سب چیز کی خبر ہے
وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ
اور کتنے ہی شیطان تابع کر دیے جو اس کے لیے غوطہ لگاتے
وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ
اور اس کے سوا اور بہت سے کام بناتے اور ہم نے
وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ (۸۲)
ان کو تھام رکھا تھا

عَاصِفَةً: زور سے چلنے والی اسم فاعل ہے ع ص ف سے۔ عَصْفٌ کے معنی ہوا کے تیز چلنے کے ہیں۔ عَاصِفَةٌ: ہوا کا تیز جھونکا۔

يَغُوْصُوْنَ: غوطہ لگاتے مضارع کا صیغہ ہے غ و ص سے۔ غوص کے معنی غوطہ لگانا۔ يَغُوْصُوْنَ: غوطہ لگاتے تھے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے سلیمانؑ کے حکم کے تابع ہوا کو کر دیا تھا۔ جو بہت زور سے چلتی تھی اور آگے سورۂ ص میں آئے گا۔ کہ جو نرمی سے آہستہ آہستہ چلتی تھی۔ دونوں کو ملانے سے خلاصہ یہ نکلا کہ وہ حسبِ ضرورت سلیمانؑ کے حکم سے کبھی زور سے اور کبھی آہستہ آہستہ چلتی تھی اور ان کے تخت کو اٹھا کر لے جاتی تھی اور پھر اسے ملک شام کی طرف لے آتی تھی جسے اللہ عزوجل نے برکتوں سے معمور کیا ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم کو ہوا کی قوّت اور اس سے کام لینے کے طریقے کا پورا علم ہے۔ ہم نے بعض سرکش طاقتوں اور روحوں کو بھی حضرت سلیمانؑ کے تابع کر دیا تھا۔ وہ ان کے حکم سے سمندر میں غوطہ لگا کر موتی اور جواہر نکال لاتے اور اس کے علاوہ اور کام بھی جو وہ ان سے لینا چاہتے کرتے تھے۔ وہ کسی چیز کو خراب اور تباہ نہ کر سکتے تھے سب ہماری نگرانی میں تھے ؞

حضرت ایوب علیہ السلام

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ
اور ذکر کر ایوب کا جب پکارا اس نے اپنے رب کو کہ پہنچا ہے مجھے
الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳
دکھ اور تو سارے مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ
پس قبول کی ہم نے دعا اس کی پس کھول دی ہم نے جو تھی اسے
مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ
تکلیف اور دیئے ہم نے اسے اس کے گھر کے لوگ اور اتنے ہی اور
مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ
ان کے ساتھ مہربانی کے طور پر اپنی طرف سے اور
ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝۸۴
یاد دلانے کے لیے فرمانبرداروں کو

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ
اور ایوب کو یاد کر جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ پر تکلیف آ پڑی
الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳
پڑی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ
پس ہم نے اس کی فریاد سن لی اور اس کو جو تکلیف تھی وہ دور
مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ
کر دی اور اس کو اس کے گھر والے عطا کر دیئے اور ان کے ساتھ
مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ
اتنے ہی اور رحمت اپنی طرف سے اور
ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝۸۴
نصیحت بندگی کرنے والوں کو

نبی زندگی کا عملی نمونہ ہیں۔ جس کی بنیاد ہے اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانا۔ خوشحالی میں اس کی نعمتوں کا شکر کرنا۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا اور اس کے دور کرنے کی اس سے دعا کرنا۔ انہی میں سے حضرت ایوبؑ تھے جن پر دونوں حالتیں گذریں پہلے آسودہ حال رہے۔ مال، اولاد، نوکر چاکر سبھی کچھ ملا۔ اس وقت اللہ عزوجل کا شکر کرتے رہے۔ اور اس کے احکام بجا لاتے رہے۔ اس کے بعد مصیبت آئی۔ ایک سخت مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اس وقت صبر کا بے مثال نمونہ دکھایا۔ آخر اپنے رب سے التجا کی۔ کہ انہیں اس مرض سے نجات دے۔ اللہ عزوجل نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ شفا کامل عطا فرما کر گھر بار، خدمت گار، اولاد، مال و دولت سب کچھ واپس دے دیا اور اپنی طرف سے اتنا ہی اور دیا تاکہ اپنی رحمت کا نمونہ دکھائیں اور عبادت گذار لوگوں کو یاد دلائیں کہ ہم ان کی مدد کے لیے ہر وقت موجود ہیں صرف ہماری طرف توجہ کرنے کی دیر ہے۔

اللہ کے اور نیک بندے

وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَاالْكِفْلِ كُلٌّ
اور یاد کر اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو سب
مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا
صبر کرنے والوں میں ہیں اور داخل کیا ہم نے انہیں اپنی رحمت میں
اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ
بے شک وہ صلاحیت والوں میں ہیں اور یاد کر مچھلی والے کو
اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ
جب چلا گیا وہ غصہ میں بھر کر پس گمان کیا کہ ہم نہ قدرت رکھیں گے
عَلَيْهِ
اس پر

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَاالْكِفْلِ كُلٌّ
اور یاد کر اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یہ سب
مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا
ہیں صبر والے اور لے لیا ہم نے انہیں اپنی رحمت
اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَاالنُّوْنِ
ہیں وہ نیک بختوں میں ہیں اور یاد کر مچھلی والے کو
اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ
جب غصہ ہو کر چلا گیا پھر سمجھا کہ ہم اسے
عَلَيْهِ
پکڑ نہ سکیں گے

ذَاالْكِفْلِ: ذمہ والا بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ہیں۔ پہلے یہ ایک نیک شخص تھے جنہوں نے اس بات کا ذمہ لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم بجا لائیں گے اس پر انہیں نبوت کا درجہ عطا ہوا۔ الصّٰلِحِيْنَ: (نیک لوگ) صالح کی جمع ہے جو ص ل ح سے بنا ہے۔ صلح اور صلاحیت کے معنی ہیں سازگاری یعنی ان کا مزاج ہر وقت نیک کام کرنے کے موافق اور اس کے لیے تیار ہو جاتا تھا۔ مُغَاضِبًا: (غصہ میں بھر کر) اسم فاعل ہے مُغَاضَبَةٌ سے جو غ ض ب سے بنا ہے۔ غَضَبٌ کے معنی ناراضی، غصہ، خشم۔ مُغَاضِبٌ: جو دوسرے کے ناشائستہ کام سے ناراضی کا اظہار کرے اور خشم گین ہو۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے نیک بندوں میں حضرت اسمٰعیل، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل بھی تھے ان لوگوں نے ہماری فرمانبرداری میں تکلیفیں برداشت کیں اور صبر کیا۔ ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ یہ سب لوگ ایسے تھے کہ ان کا مزاج اچھی باتوں کو فوراً قبول کر لیتا تھا

اس کے بعد ذوالنون کا ذکر ہے جو حضرت یونسؑ کا لقب ہے۔ یہ اللہ کے فرماں بردار، عبادت گذار بندے تھے۔ اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا۔ انہوں نے نہ مانا تو خفا ہو کر اور یہ کہہ کر چل دیئے کہ تین دن میں تم پر عذاب آجائے گا۔ یہ انہوں نے غصہ میں کہہ دیا تھا۔ پھر اللہ کے حکم کا انتظار کیے بغیر شہر سے نکل پڑے۔ ارشاد ہے کہ یہ سوچا ہو گا۔ کہ ہمارے قابو سے باہر نکل جائے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دُعا

فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ
پس پکارا اندھیروں میں کہ نہیں کوئی معبود
اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ
سوا تیرے پاک ہے تو بے شک میں ہی تھا
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۸۷) ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ
قصورواروں میں پس سنی ہم نے فریاد اس کی
وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ
اور نجات دی ہم نے اسے اس گھٹن سے اور اسی طرح
نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ (۸۸)
بچاتے ہیں ہم ایمان والوں کو

فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ
پس پکارا اندھیروں میں کہ تیرے سوا کوئی
اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ
معبود نہیں تو بے عیب ہے میں ہی
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۸۷) ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ
گنہ گاروں میں سے تھا پس ہم نے اس کی فریاد سن لی
وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ
اور بچا دیا اس کو اس گھٹن سے ایمان والوں کو
نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ (۸۸)
ہم اسی طرح بچا دیتے ہیں

حضرت یونس علیہ السلام شہر سے باہر آکر دریا کے پار جانے کے لیے کشتی میں بیٹھے۔ کشتی بیچ دریا میں جا کر ڈوبنے لگی لوگوں نے کہا۔ کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا اس کشتی میں ہے۔ اس کو دریا میں ڈال دو۔ تب کشتی چلے گی۔ قرعہ ڈالا۔ تو تین مرتبہ یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ آخر یہ دریا میں کود پڑے اور بڑی مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ اللہ نے مچھلی کو حکم دیا۔ کہ اس کو اپنے پیٹ میں امانت کی طرح رکھیو۔ یہ تیری غذا نہیں ہے۔ ہم نے انہیں تیرے پیٹ میں قید کیا ہے۔

اس اندھیری کوٹھڑی میں حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ کو پکارا۔ کہ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے بیشک قصوروار میں ہی ہوں کہ میں نے تیرے حکم کے بغیر ان پر عذاب آنے کے لیے تین دن مقرر کر دیئے۔ اور پھر بغیر تیرے حکم کے ان کو چھوڑ کر نکل بھاگا۔ اللہ عزوجل نے مچھلی کو حکم دیا۔ کہ وہ اُن کو کنارے پر اُگل دے۔ لکھا ہے کہ آپ چار گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کی پکار سنی اور اس تنگ و تاریک مقام سے نجات دی۔ جو ہم پر ایمان رکھتا ہے ہم اسے اسی طرح بلاؤں سے نجات دیتے ہیں ؛

حضرت زکریاؑ کی دُعا

وَزَکَرِیَّآ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ

اور ذکر کر زکریا کا۔ جب پکارا اس اپنے رب کو اے رب میرے مت چھوڑ مجھے

فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾

اکیلا اور تو بہتر ہے سب وارثوں سے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ز وَ وَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَ

پس سنی ہم نے اس کی دعا اور عطا کردیا اسے یحییٰ اور

اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا

ٹھیک کردیا ہم نے اس کے لیے اس کی زوجہ کو تحقیق وہ تھے

یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا

دوڑتے نیک کاموں میں اور پکارتے تھے ہمیں امید کر کے

وَّ رَهَبًا ط وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾

اور ڈرتے ہوئے اور تھے وہ ہمارے آگے عاجزی کرنے والے

وَزَکَرِیَّآ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ

اور زکریا کو یاد کر جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے

فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾

مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ز وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَ

پھر ہم نے اس کی دعا سن لی اور اس کو بخشا یحییٰ اور

اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا

درست کر دیا اس کی بیوی کو یہ لوگ بھلائیوں کی

یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا

طرف دوڑتے تھے اور ہم کو پکارتے تھے امید کر کے

وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾

اور ڈر سے اور ہمارے آگے عاجزی کرتے تھے

یہاں پھر حضرت زکریاؑ کا حال یاد دلایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ یوں تو میں جانتا ہوں۔ کہ آپ ہر انسان کے بہترین وارث ہیں اور جو کچھ اس کا ہے وہ سب آپ ہی کا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے بعد بھی میرے خاندان میں تیرا نام لیوا باقی رہے۔ مجھے تنہا مت رکھ اور ایک فرزند عطا فرما۔ ارشاد ہے کہ ہم نے اس کی دُعا قبول کی ان کی بیوی کی حالت اس غرض کے مناسب درست کر دی اور اسے یحییٰ نامی بیٹا بخشا۔ یہ تینوں مستحق رحمت تھے۔ اس لیے کہ نیک کام جھپٹ کر کرتے تھے اور ہماری رحمت کے امیدوار اور ہمارے غضب سے خوف زدہ رہتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکتے تھے۔

پاک دامن مریمؑ

وَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَہَا فَنَفَخۡنَا
اور اس عورت کا ذکر کر جس نے حفاظت کی اپنی شرمگاہ کی پس پھونک دی ہم نے
فِیۡہَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ جَعَلۡنٰہَا وَ ابۡنَہَاۤ
عورت میں اپنی روح اور کر دیا ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو
اٰیَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ ہٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ
نشانی جہان والوں کے لیے تحقیق یہ ہے تمہاری امت
اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۫ۖ وَّ اَنَا رَبُّکُمۡ
امت ایک اور میں ہوں رب تمہارا
فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۹۲﴾ وَ تَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَہُمۡ
پس میری بندگی کرو اور ٹکڑے کر لیا اپنا کام
بَیۡنَہُمۡ ؕ کُلٌّ اِلَیۡنَا رٰجِعُوۡنَ ﴿۹۳﴾
آپس میں سب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں

وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَہَا فَنَفَخۡنَا
اور اس خاتون کا ذکر کر جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی پھر اس میں ہم نے
فِیۡہَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰہَا وَابۡنَہَاۤ
اپنی روح پھونک دی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو
اٰیَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ ہٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ
جہان والوں کے لیے نشانی کیا یہ لوگ تمہارے دین کے ہیں سب
اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۫ۖ وَّاَنَا رَبُّکُمۡ
ایک دین پر اور میں تمہارا رب ہوں سو
فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَہُمۡ
میری بندگی کرو اور لوگوں نے اپنا کام آپس میں
بَیۡنَہُمۡ ؕ کُلٌّ اِلَیۡنَا رٰجِعُوۡنَ ﴿۹۳﴾ ع ۶
ٹکڑے ٹکڑے کر لیا سب ہمارے پاس پھر آئیں گے

انبیاء میں سے ایک عالیشان پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ ان کی ماں حضرت مریم مجسم عفت و عصمت تھیں۔ اللہ عزوجل نے ان کے اندر اپنی روح میں سے کچھ پھونک دیا اور ان کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت مریمؑ اور ان کے فرزند حضرت عیسیٰؑ دونوں کو دنیا والوں کے لیے اللہ نے اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔ تاکہ لوگ اس کی قدرت کا کرشمہ دیکھ کر اسے پہچانیں اور اس پر ایمان لائیں۔

انبیاء سے ارشاد فرمایا۔ کہ سارے انسان ہمارے بتائے ہوئے دین پر تمہاری رہنمائی سے قائم ہوئے ہیں۔ اور یہ سب کے سب ایک ہی امت میں ہیں اور میں تم سب کا رب ہوں۔ اس لیے سب اکٹھے ہو کر میری عبادت میں لگ جاؤ۔ لیکن لوگوں نے دُنیا کی ہوا و ہوس میں پھنس کر دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور الگ الگ مذہبی جتھے بنا کر بیٹھ گئے۔ سب نے الگ الگ اپنے رب بنا لیے۔ اب اس کی جواب دہی انہیں کرنی پڑے گی۔

آخر یہ سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آئیں گے اور ہم سب سے اچھی طرح نبٹ لیں گے۔

قانونِ عمل

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

بس جو کوئی کرے نیک کاموں سے اور ہو وہ مومن

فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ (۹۴)

پس نہیں رائگاں جائے گی اس کی کوشش اور تحقیق ہم اسے لکھنے والے ہیں

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ

اور لازم ہو چکا اس بستی کے لیے جسے ہلاک کر دیا ہم نے کہ وہ

لَا يَرْجِعُوْنَ (۹۵)

واپس نہ آئیں گے

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

سو جو کوئی کچھ نیک کام کرے اور وہ ایمان رکھتا ہو

فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ (۹۴)

سو اس کی کوشش اکارت نہ جائیگی اور ہم اسے لکھ لیتے ہیں

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ

اور ہر بستی پر جسے ہم نے غارت کر دیا لازم ہو چکا کہ وہ

لَا يَرْجِعُوْنَ (۹۵)

پھر کر نہیں آئیں گے

كُفْرَانَ : انکار کرنا معاوضہ نہ دینا۔ محنت کا معاوضہ نہ دینا۔ کوشش کا پھل نہ اٹھانے دینا۔

حَرَامٌ : مقرر واجب قطعی فیصلہ

اس سے پہلی آیت میں کہا گیا ہے کہ لوگوں نے اپنی حرص و ہوا اور خود غرضیوں میں پھنس کر دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیے حالانکہ تمام نوع انسانی کے لیے ایک ہی دین مقرر ہے اور سارے انبیا اسی کے واضح کرنے کے لیے دُنیا میں آئے۔ اور جب اسے پورے طور پر آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب قرآن حکیم کے ذریعے بالکل واضح کر دیا گیا۔ اور کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہ رہی۔ تو نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب جو اختلاف کر کے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، وہ سب کے ساتھ ہمارے پاس پھر آئیں گے اور اس کے جواب دہ ہوں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہمارے ہاں بدلہ دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی نیک کام کیا ہو گا۔ اور وُہ ایمان بھی رکھتا ہو گا۔ تو اس کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی۔ ایسے ہی جو شخص اپنے بُرے اعمال کی شامت سے ہلاک اور تباہی کا سزاوار ہو چکا ہو گا۔ وہ کبھی ان بُرے کاموں کو چھوڑ کر اچھے کاموں کی طرف لوٹ کر نہ آئے گا۔ اور نہ مرنے کے بعد پھر اسے دنیا میں آنا نصیب ہو گا کہ اپنے اعمال کی نئے سرے سے درستی کرے۔ یہ قاعدہ جزا سزا کا انسان کے لیے مقرر ہو چکا ہے۔ اصلی کامیابی کے لیے نیک کام اور اس کے ساتھ ایمان شرط ہے۔

علاماتِ قیامت

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ

یہاں تک کہ جب کھول دیے جائیں گے یاجوج اور ماجوج

وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (۹۶)

اور وہ سے ہر ٹیلے اترتے چلے آئیں گے

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ

اور قریب آجائے گا وعدہ سچا پس اچانک وہ

شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا

پھٹی رہ جائیں گی آنکھیں ان لوگوں کی جو کافر ہوئے ہائے خرابی ہماری

قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ

تحقیق تھے ہم غفلت میں اس سے بلکہ

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (۹۷)

تھے ہم ظلم کرنے والے

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ

یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے

وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (۹۶)

اور وہ ہر ٹیلے سے پھسلتے چلے آئیں گے

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ

اور سچا وعدہ نزدیک آجائے گا۔ تو اس دم

شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا

منکروں کی آنکھیں اوپر لگی رہ جائیں گی۔ ہائے کم بختی ہماری

قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ

ہم اس سے بے خبر رہے نہیں بلکہ ہم

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (۹۷)

قصوروار تھے

یاجوج و ماجوج اس وقت سد ذوالقرنین کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن یہ فسادی لوگ دنیا بھر میں پھیل جائیں گے۔ پہلے ذکر ہوا۔ کہ بدکار لوگ جو اپنی شامتِ اعمال سے تباہ ہو چکے وہ قیامت سے پہلے دوبارہ نہ آئیں گے۔ اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ جب دیکھو کہ دنیا میں فسادی لوگ پھیل گئے اور ہر طرف سے اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ تو سمجھ لو کہ اب قیامت قریب ہے۔ قیامت ایسی ہولناک گھڑی ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر منکروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ ہر طرف تباہی ہی تباہی نظر آئے گی۔ وہ بے ساختہ چلا اٹھیں گے۔ کہ اب ہماری شامت آئی۔ افسوس ہے کہ ہم اس کی طرف سے غفلت میں رہے اور نری غفلت ہی نہیں۔ بلکہ جان بوجھ کر جھٹلایا پیغمبروں کے کہنے کو بھی ٹھکرایا اور ایسے کام کئے جن سے تباہی کا آنا ضروری ہوگیا :

بُت اور اُن کے پجاری

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
تحقیق تم اور جو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا
حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۹۸
ایندھن ہے جہنم کا تم اس میں پہنچنے والے ہو
لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ
اگر ہوتے یہ بت معبود نہ پہنچتے اس میں
وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۹۹ لَهُمْ فِيْهَا
اور سارے اس میں سدا رہیں گے ان کے لیے اس میں
زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۱۰۰
چیخ وپکار ہے اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
تم اور جسے تم اللہ کے سوا پوجتے ہو دوزخ
حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۹۸
کا ایندھن ہیں تم اس پر پہنچ کر رہو گے
لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ
اگر یہ بت معبود ہوتے تو جہنم میں نہ پہنچتے
وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۹۹ لَهُمْ فِيْهَا
اور سارے اس میں پڑے رہیں گے ان کے لیے وہاں
زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۱۰۰
چلّانا ہے اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس پچھتاوے سے بچنے کی صورت یہی ہے۔ کہ ابھی ابھی اللہ کے سوا دوسروں کو پوجنا چھوڑ دو اور سوچو۔ کہ یہ بُت اللہ عزوجل کے مقابلے میں کوئی چیز ہی نہیں۔ اگر تم ان کے پوجنے سے باز نہ آئے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ اور یہ بے جان بت بھی سارے کے سارے دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ صرف اس لیے کہ ان کی ذلت اور بے بسی کا حال تم پر خوب واضح ہو جائے اور تمہاری حسرت اور ندامت اور بڑھ جائے۔ گو اس وقت کا چیخنا، چلّانا کچھ کام نہ آئے گا۔ لیکن تم اس حسرت بھری آواز سے چلّاؤ گے اور عذاب کے دکھ کی وجہ سے اس قدر زور سے کراہو گے کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔ پھر اس عذاب سے نہ تمہاری جان چھوٹے گی۔ اور نہ یہ تمہارے بُت تمہاری مدد کر سکیں گے۔

دونوں عابد و معبود ایک ہی آگ کا ایندھن بنے ہوں گے لیکن عابدوں کے لیے حسرت اور دکھ دونوں تکلیف کا باعث ہوں گے۔ اور معبودوں کو گو خود دکھ نہ ہو۔ لیکن ان کی ذلت عابدوں کے لیے الگ روح کا عذاب ہوگی!

مقبول بندے

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا

تحقیق وہ لوگ کہ پہلے ہی ٹھہر چکی ان کے لیے ہماری طرف سے

الْحُسْنَىٰ ۙ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ (۱۰۱)

بھلائی وہ لوگ اس سے دور ہوں گے

لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ

نہ سنیں گے اس کی آہٹ اور وہ اس میں کہ چاہے گا

أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ (۱۰۲) لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ

ان کا جی ہمیشہ رہیں گے نہ غمگین کرے گی انہیں وہ گھبراہٹ

الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ط هَٰذَا

بڑی اور لینے آئیں گے انہیں فرشتے یہ ہے

يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ (۱۰۳)

دن تمہارا جس کا تھے تم وعدہ کیے گئے

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا

جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی نیکی

الْحُسْنَىٰ ۙ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ (۱۰۱)

ٹھہر چکی وہ اس سے دور رہیں گے

لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ

وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے اور وہ سدا اپنے جی کے

أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ (۱۰۲) لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ

مزوں میں رہیں گے اس بڑی گھبراہٹ میں ان کو

الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ط هَٰذَا

غم نہ ہوگا اور ان کو لینے فرشتے آئیں گے آج تمہارا

يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ (۱۰۳)

دن وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا

بعض لوگ جو فرشتوں یا اپنے نبیوں یا بزرگوں کو پوجنے لگ گئے۔ تو یہ فرشتے، نبی یا بزرگ تو اللہ عز وجل کے مقربین میں سے ہیں اور وہ اپنے پوجنے والوں سے بیزار ہیں انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ ہمیں پوجو۔ بلکہ اس سے بڑے زور کے ساتھ منع کیا اور فقط ایک اللہ کو پوجنے کو کہا۔

ارشاد ہے۔ کہ یہ لوگ پہلے ہی ہمارے نزدیک بھلائی کے مستحق ٹھہر چکے ہیں۔ یہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ یہاں تک کہ پل صراط سے گذرتے وقت انہیں اس کی آہٹ بھی سنائی نہ دے گی۔ وہ اپنی من مانی لذتوں اور خوشیوں میں سدا محو رہیں گے۔ انہیں زبردست قلق اور اضطراب جو چاروں طرف پھیلا ہوگا ذرا غمگین نہ بنا سکے گا۔ فرشتے ہر جگہ ان کا استقبال کر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ آج کا دن تمہارے لیے وہی دن ہے جس کا وعدہ تم سے دنیا میں کیا گیا تھا۔

گُر کی بات (۱)

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ

جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو جیسے لپیٹا جاتا ہے طومار

لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ

کاغذوں کا جیسے ابتدا کی ہم نے پہلی بار پیدائش میں ایسے ہی لوٹا دینگے پیدائش

وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (۱۰۴) وَلَقَدْ

وعدہ ہے یہ لازم ہم پر تحقیق ہم ہیں اسے پورا کرنے والے اور البتہ

كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ

لکھا ہے ہم نے زبور میں یاد دہانی کے بعد کہ

الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (۱۰۵) اِنَّ

زمین وارث ہوں گے اس کے میرے بندے نیک تحقیق

فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ (۱۰۶)

اس کے اندر۔ بات کو پہنچ جانا ہے ان لوگوں کو جو عبادت گزار ہیں

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ

جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے طومار میں کاغذ

لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ

پلٹتے ہیں جیسے ہم نے پہلی بار سرے سے بنایا تھا پھر دوہرائیں گے

وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (۱۰۴) وَلَقَدْ

یہ وعدہ ضروری ہے ہم پر سو ہم کو پورا کرنا ہے اور ہم نے

كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ

زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ آخر

الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (۱۰۵) اِنَّ

زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے اس سے

فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ (۱۰۶)

بندگی کرنے والے لوگ مطلب کو پہنچتے ہیں

نَطْوِیْ (لپیٹ دیں گے ہم) مضارع کا صیغہ ہے ط۔و۔ی سے جس سے مصدر طَیٌّ بنا جو اس کے بعد مذکور ہے طَیٌّ کے معنٰی ہیں لپیٹ دینا۔ سِجِلّ (لکھے ہوئے کاغذوں کا طومار) اسم ہے س۔ج۔ل سے سَجَلَ کے معنی لکھنا: کُتُبٌ (تحریرات) کتاب کی جمع ہے ہر لکھی ہوئی چیز کو کتاب یا مکتوب کہتے ہیں یہاں کتب سے مراد لکھے ہوئے کاغذات ہیں صَالِحُوْنَ (نیک لوگ) صالح کی جمع ہے جو ص۔ل۔ح سے اسم فاعل ہے۔ اسی سے لفظ صلح، صلاح اور مصالحت وغیرہ بنے ہیں صالح کا ترجمہ نیک کیا ہے لیکن نیک کو محدود معنی میں نہ لینا چاہیئے۔ صالح وہ ہے جو کسی کام کے کرنے کی فطری قابلیت اور صلاحیت رکھتا ہو یا مشق اور کوشش سے اپنے آپ کو کسی کام کے قابل بنالے اور اس کا اہل اپنے آپ کو ثابت کرے: اَلْاَرْض (زمین) اس کا مفہوم ملک بھی ہوسکتا ہے اور کام کرنے کا یا اقتدار چلانے کا موقعہ اور محل بھی ہو سکتا ہے: زَبُوْر (مکتوب) یہ اس آسمانی صحیفہ کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا: ذِکْرٌ (نصیحت) اصل معنی یاد دلانا اور یاد کرنا ہیں۔ پھر اس چیز یا بات کو بھی کہنے لگے جو کسی کام کی یاد دلادے یا اُسے اچھی طرح سمجھا دے: بَلَاغ (پہنچ جانا) یہاں اس سے مراد اصل مطلب کو پہنچ جانا یعنی اصل بات معلوم کر لینا ہے: عَابِدِیْنَ (عبادت گزار) اللہ عزوجل کی باتیں ماننے والے۔ اس کا حکم بجالانے والے:

گُر کی بات (ب)

پہلی آیتوں میں سمجھایا گیا۔ کہ جتنے نبی دنیا میں آئے انہوں نے انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کا ایک ہی طریقہ سکھایا اور ایک ہی عقیدے کی تعلیم دی۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ سارے انسان ایک ہی امت ہیں اور سب کا اسی عقیدے پر اتفاق ہونا چاہیئے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور وہ ایک ہے۔ اسی نے پیدا کیا اور وہی پالتا ہے۔ اس لیے اسی کی بندگی کرنی چاہیئے۔ اور اسی کا تابع فرمان ہوکر رہنا چاہیئے لیکن انسان کو اس کی خواہشوں اور خود غرضیوں نے اسے اصل دین پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور ہر ایک اپنی خواہشوں کا غلام بن گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انسان کے بے شمار فرقے بن گئے۔ اب ان کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا ملے گی۔ جو انسان اصل عقیدے کے مطابق اللہ پر ایمان لاکر اچھے کام کریں گے وہ کامیاب ہوں گے اور جو غلط عقیدے اختیار کریں گے اور وہ بُرے کام کرتے مرجائیں گے۔ ان کا انجام بُرا ہوگا۔ یاد رکھو یہ دُنیا ختم ہوجائے گی اور انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور قیامت، قائم ہوگی۔ اس کے بعد ان آیتوں میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ کہ پہلے تو آسمان کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا۔ جس طرح پھیلے ہوئے دستاویزات اور وثائق کو اکٹھا کرکے لپیٹ دیا جاتا ہے۔ مراد یہ کہ ساری چیزیں فنا ہوجائیں گی۔ اس کے بعد پھر نئے سرے سے عالم کو بنایا جائے گا اور جیسے پہلی بار بنا تھا ویسے ہی دوبارہ بن کر تیار ہوجائے گا۔ ارشاد ہے کہ یہ ہمارا وعدہ ہے۔ ہم اسے پورا کرکے رہیں گے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ نوع انسان کے لیے زمین کے انتظام اور حکومت میں ایک حصّہ مقرر کیا گیا ہے۔ یہاں کی حکومت ان کو دی جائے گی جو اپنے آپ کو اس کا مستحق اور اہل ثابت کر دیں گے۔ نااہلوں کے پاس سے حکومت چھین کر ان کو دے دی جائے گی۔ جو ان سے زیادہ ان کے اہل ہوں گے۔ یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب نرے نا اہل اور نالائق لوگ رہ جائیں گے تو دُنیا کو ختم کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اگر حکومت کے اس قانون وراثت پر غور کریں گے۔ تو ہمارے اطاعت گذار بندے بھید کی بات سمجھ جائیں گے۔ اور وہ یہ کہ قرآن مجید نے عبادت گذار اسلام کے تابع بندوں کے لیے میدان صاف کر دیا ہے اور اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ کہ اللہ عزوجل کے سچّے دل سے فرمانبردار بن جانے سے زمین پر حکومت کرنے کا پورا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسے بندے اس دنیا میں بھی حکومت کریں گے اور مرنے کے بعد بھی جنّت کی زمین کے وارث وہی ہوں گے۔

دعوت نامہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر رحمت بنا کر جہان والوں کے لیے

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ

تو کہہ دے بات صرف یہ ہے کہ وحی کی گئی ہے میری طرف کہ بس تمہارا معبود

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

معبود ہے ایک پس کیا تم ماننے والے ہو

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ

پس اگر منہ پھیریں وہ پس کہہ دے خبر دے دی ہیں نے تمہیں برابری کے ساتھ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو جہان کے لوگوں پر مہربانی کر کے

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ

تو کہہ مجھ کو یہی حکم آیا ہے کہ تمہارا معبود

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

ایک ہے پھر کیا تم حکم برداری کرنے والے ہو پھر اگر وہ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ

منہ موڑیں تو کہہ دے میں نے تم کو دونوں طرف کی برابر خبر کر دی

اٰذَنْتُكُمْ خبر دے دی ہیں نے تمہیں۔ اٰذَنْتُ ماضی کا صیغہ ہے اِیْذَانٌ سے جس کا مادہ ا۔ ذ۔ ن ہے۔ اِذْن کے معنی اجازت کے بھی ہیں اور سننے اور کان لگانے کے بھی ہیں۔ اِیْذَانٌ اس کا متعدّی ہے جس کے معنی سنانا ہیں۔ یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے۔ عَلٰى سَوَآءٍ (دونوں طرف کی برابر یا سب کو یکساں) مراد یہ ہے کہ تمہیں بھلائی برائی اور ایمان و کفر دونوں کا نتیجہ برابر سمجھا دیا۔

پہلے ارشاد ہوا کہ حکمرانی کا دارومدار حکومت کرنے کی اہلیّت اور قابلیّت پر ہے۔ اس سے مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے لیے اپنے آپ کو دُنیا میں حکومت کرنے کے قابل بنانے کا موقعہ قرآن مجید نے مہیّا کر دیا ہے۔ اس کے اوپر چلیں گے تو ہمیشہ حکمرانی کریں گے۔

اس آیت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ہم نے تجھے یہ قرآن دے کر سارے جہان والوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے جس کا جی چاہے اس سے مستفید ہو اور دو جہان کی حکمرانی کی قابلیّت پیدا کرے۔ ان لوگوں سے یہ بھی صاف طور پر کہہ دے کہ ایسی قابلیّت کے پیدا کرنے کا گُر صرف توحید ہے یعنی سوا ایک اللہ عزوجل کے کسی کی عبادت اور تابعداری نہ کرنا اسی عقیدے سے انسان کی سب پر غالب رہنے کی استعداد بڑھتی ہے۔ اب بولو کہ اسلام قبول کرتے ہو یا نہیں۔ اتنا صاف سمجھانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ نہ مانیں تو ان سے کہہ دے۔ کہ میں تم سب کو بھلائی برائی کے معنی اور ان کے نتیجوں سے پوری طرح آگاہ کر چکا نہ مانو گے تو پچھتاؤ گے اور ہمیشہ کے دردناک عذاب میں مبتلا رہو گے ؛

مختار اللہ عزّوجل ہے

وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَ قَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ
اور نہیں جانتا میں آیا نزدیک ہے یا دور
مَّا تُوْعَدُوْنَ (١٠٩) اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ
جو وعدہ کیا گیا تم سے تحقیق اللہ جانتا ہے پکار کر
مِنَ الْقَوْلِ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (١١٠)
بات کہی ہوئی اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو
وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ
اور نہیں جانتا میں شاید یہ آزمائش ہو تمہاری اور فائدہ پہنچانا ہو
اِلٰى حِيْنٍ (١١١) قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا
ایک وقت تک کہا اے میرے رب فیصلہ کر ٹھیک ٹھیک اور ہمارا رب
الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (١١٢)
رحمٰن ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اس پر جو تم کہتے ہو

وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ
اور میں نہیں جانتا کہ جو تم سے وعدہ ہوا وہ قریب
مَّا تُوْعَدُوْنَ (١٠٩) اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ
ہے یا دور ہے جو بات پکار کر کرو اسے رب
مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (١١٠)
جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو
وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ
اور میں نہیں جانتا کہ تاخیر میں تمہاری آزمائش ہے اور ایک وقت
اِلٰى حِيْنٍ (١١١) قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا
تک فائدہ پہنچانا ہے رسول نے کہا اے میرے رب فیصلہ کر دے انصاف سے اور ہمارا رب
النصف الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (١١٢) ع ١٩
رحمٰن ہے اور اسی سے ان باتوں پر مدد مانگنی ہے جو تم کہتے ہو

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دے کہ اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا دیر سویر کا مجھے علم نہیں اگر تمہاری گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں تو تمہاری دنیا میں بھی کافی گوشمالی کی جا سکتی ہے اور نیک بندوں کو ان کے صبر کا کچھ پھل یہاں بھی مل سکتا ہے۔ خالق کائنات اور رب عظیم تمہاری وہ باتیں بھی جانتا ہے جو تم پکار پکار کر علانیہ کہتے پھرتے ہو اور وہ ان باتوں سے بھی واقف ہے جو تم چھپا کر کرتے ہو۔ ان سے کہہ دو کہ یہ جو تمہیں مہلت مل رہی ہے میں نہیں جانتا کیوں مل رہی ہے۔ شاید اس میں تمہاری آزمائش منظور ہو کہ دیکھیں یہ اب بھی سمجھتے ہیں یا نہیں۔

یہ سارا پیغام پہنچا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی جناب میں عرض کیا کہ اے رب ہمارے اور ان سرکش کافروں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما دے۔ پھر کافروں سے کہہ دیا کہ سمجھو یا نہ سمجھو۔ ہمارا رب بڑا مہربان ہے ہم اس کے آگے فریاد کرتے ہیں اور یہ جو تم ڈینگیں مارتے پھرتے ہو اور دھمکیاں دیتے ہو ان کے مقابلہ کے لیے ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ الحمد للہ سورۃ الانبیاء ختم ہوئی۔

سُورۃ الانبیاء پر ایک نظر (۱)

اس سورت میں انسان کو سمجھایا گیا ہے۔ کہ اس کے لیے اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اول تو اسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ قیامت قائم ہوگی اور دنیا میں جو کچھ اس نے کیا ہے۔ اس کی ٹھیک ٹھیک جانچ پڑتال ہوگی۔ اس کو چاہیئے۔ کہ ہمارے رسولوں کی بات دل لگا کر سنے۔ یہ رسول اوروں کی طرح آدمی ہیں اور اپنے قول و فعل سے وہی باتیں سکھائیں گے جو آدمی کو زیب دیتی ہیں۔ رسولوں کو جھٹلانے اور ان کی بات نہ ماننے سے پہلی قوموں پر بہت سی آفتیں آ چکی ہیں۔ ان کے حالات پر غور کریں اور اُن کی سی عادتیں اختیار نہ کریں ورنہ اُن پر بھی ویسے ہی عذاب آنے کا پورا اندیشہ ہے۔ رسولوں کا پہلا پیغام یہ ہے کہ اس سارے جہان کا بنانے والا اور اس کا پلنے والا اس کا رب اور حاکم ایک اللہ ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی کے احکام بجا لاؤ۔ عالم کی ساری قوتیں اسی کی تابع فرمان ہیں۔ وہ چاہے۔ فرشتے ہوں یا جنّ یا انسان سب اسی کے حکم کے نیچے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود بننے کے قابل نہیں۔ انسان نے نادانی سے طبعی قوتوں کو جانے کیا کیا نام دے کر پوجنا شروع کر دیا۔ ان کی خیالی صورتیں قائم کر کے ان کے مطابق ان کے بت گھڑ لیے۔ یہ سب باتیں شرک اور کفر ہیں اور سراسر گمراہی کے راستے ہیں۔ ان کو مٹا کر سیدھا راستہ قائم کرنے پر اس سے پہلے اللہ کے رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کمر باندھی۔ بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اللہ نے ان کے مخالفوں سے انہیں بچا کر امن و امان کی جگہ پہنچا دیا۔ اور ان کو دُنیا میں بھی عزت دی اور ان کی اولاد میں سے بہت سے نبی اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے پیدا کر دیئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے یہی کام انجام دیا۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام ایک بدکار قوم کی ہدایت پر مامور ہوئے۔ حضرت داؤد۔ حضرت سلیمان۔ اسماعیل اور ادریس۔ ذوالکفل۔ یونس، زکریا اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانے میں خلق خدا کی ہدایت پر کمر باندھی۔ اللہ کی عبادت، صبر، شکر کے نمونے لوگوں کو دکھائے:

سورۃ الانبیاء پر ایک نظر (ب)

پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور تمام انبیاء کی تعلیم کو اکٹھا جمع کر کے ہمیشہ کے لیے انسان کی ہدایت کا سامان کر دیا۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ تمام انبیاء جو دنیا میں انسان کی ہدایت کے لیے مختلف اوقات میں آئے۔ ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ سب نے انسان کو ایک ہی دین سکھایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب انسان ایک ہی امت ہیں۔ اور اللہ عزوجل ان سب کا رب ہے۔ سب کو چاہیئے۔ کہ اُن کی عبادت پر اتفاق کر لیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ لوگ اپنے اپنے فرقے الگ الگ بنا کر بیٹھ گئے۔ ایک دن یہ سب اللہ عزوجلّ کے سامنے جمع ہوں گے اور ان کی بابت قطعی فیصلہ کر دیا جائے گا۔ آخر میں انسان کو اس دنیا میں رہنے کا طریقہ بتایا ہے کہ ہم نے اگلی کتابوں میں کام کی باتیں بتانے کے بعد اس کا اعلان کر دیا ہے کہ دنیا میں انسان کو عدل اور انصاف کی حکومت قائم کیے بغیر چارہ نہیں اور یہ حکومت وہی لوگ قائم کر سکیں گے۔ جو اس کے اہل ہونگے۔ نااہل اگر بادشاہت سنبھالیں گے۔ تو ان کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائیگا۔ اس قانون کے سمجھ لینے کے بعد ہمارے بھیجے ہوئے دین اسلام کے ماننے والوں کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو دنیا پر حکومت کرنے کا اہل ثابت کریں۔ قرآن مجید نے وہ سب گُر بتا دیئے ہیں۔ جن سے حکومت کی اہلیت ہمیشہ کے لیے حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس کا جی چاہے۔ ان کے مطابق اپنے آپ کو حکومت کا اہل بنا لے۔ یہ انسان پر اللہ عزّوجلّ کی عام رحمت ہے۔ کہ حکومت کو کسی خاص فرقہ یا گروہ کی وراثت قرار نہیں دیا بلکہ ہر فرقہ کو اختیار دیا کہ اگر چاہے تو دونوں جہان کی حکومت کا مستحق اپنے آپ کو بنا لے۔ وہ رحمت ہے۔ جس کا اعلان آخری مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ذریعہ کر دیا۔ اس لیے آپ سارے عالم کے لیے رحمت ہیں جس کا جی چاہے اس رحمت سے مالا مال ہو اور فائدہ اٹھائے جو شخص یا قوم چاہے کہ اصول قرآنی کو ماننے بغیر حکومت قائم کر لے۔ اس کی حکومت زیادہ دن نہ چل سکے گی اور اس کو اس سے زیادہ اہلیت رکھنے والی قوم مار بھگائے گی اور اپنی حکومت قائم کر لے گی۔ اگر مسلمان قرآنی طریقہ کے مطابق پھر درست ہو گئے۔ تو آخر میں حکومت انہی کی ہو گی۔ اور اگر نہ ہوئے تو دنیا فسادیوں کے ہاتھ سے صدمے اور جھٹکے اٹھاتے اٹھاتے فنا ہو جائیگی اور آخرت میں حکومت متقیوں کو نصیب ہو گی۔

سورۃ الانبیاء پر ایک نظر (ج)

اس سورت میں اہل اسلام کو دنیا کی سیاست کا طریقہ عجیب انداز میں سمجھا دیا گیا ہے۔ اس لیے دنیا میں قرآن مجید کے صحیح طریق سیاست اور حکومت کا پھیلانا مسلمانوں کا پہلا فرض ہے۔ کیوں کہ جب تک صحیح سیاست قائم نہ ہو لوگوں کی ان مقاصد کی طرف رہنمائی کرنا جو اس سے کہیں بلند تر ہیں۔ تقریباً بے کار کوشش ہے۔ اس پر انگریزی مثل گاڑی کو گھوڑے کے آگے رکھنا چسپاں ہوتی ہے۔

توحید کا اقرار، شرک و کفر سے پرہیز، رسالت کا اقرار، قیامت اور اعمال کے حساب کتاب اور جزا سزا پر ایمان آخرت کے سنوارنے والی باتیں ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ دنیا بھی اصلی معنوں میں انہی سے سنورتی ہے۔ لیکن دنیا والوں کے سامنے ان کا پیش کرنا مفید مطلب نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ان کو پہلے یہ نہ دکھلا دیا جائے۔ کہ ان باتوں کے ماننے ہی پر انسان کی دنیاوی بہبودی بھی موقوف ہے۔ اس بنا پر تبلیغ کا فرض پورے طور پر جبھی ادا ہو سکتا ہے۔ جب مسلمان پہلے دنیا کے سامنے سیاست کا صحیح طریقہ پیش کریں اور ثابت کر دیں کہ ان تمام عقیدوں کے ماننے والے واقعی دنیا کی ٹھیک تنظیم اور اس کے اندر امن و امان کی زندگی قائم کرنے کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اکثر لوگ بجائے اس کے کہ اسلام کی طرف مائل ہوں۔ اس سے غفلت برتیں گے۔ بلکہ دشمن اسلام مسلمانوں کی سیاسی ناکامیابی کو اسلام کے خلاف حربہ کے طور پر استعمال کریں گے۔

گذشتہ تاریخی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان یہاں چوک گئے اور ایسی زبردست ٹھوکر کھائی کہ منہ کے بل آرہے۔ وہ یہ سمجھ بیٹھے۔ کہ فوجی طاقت سے لوگوں کو دبا کر رکھنا اسلام کا مقصد ہے۔ حالانکہ ان کو اسلام کی مقدس کتاب یہ سکھاتی ہے۔ کہ عدل و انصاف مسلمانوں کا مرکزی قلعہ ہونا چاہیئے۔ اور ان کو تمام دنیا پر یہ ظاہر کر دینا چاہیئے۔ کہ عدل ہی سے دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید میں عدل کو قسط، میزان، قسطاس مستقیم وغیرہ کے الفاظ سے جا بجا ظاہر کیا گیا ہے اور اس کی اہمیت ثابت کرنے کے لیے اس کو کتاب کا ہم مرتبہ کہا گیا ہے۔ سورۃ الحدید میں ارشاد ہے کہ ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ کتاب اور میزان دو چیزیں بھیجیں تاکہ لوگ دنیا میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کریں اور امن و امان سے رہیں۔ ہم مسلمانوں کو اب یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم نے دنیا میں عدل و انصاف قائم کیا۔ یا اپنے ہی حلوے مانڈے کی خیر مناتے رہے؟

سُورۃ الحج

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت قرآن مجید کی بائیسویں سورت ہے اور اس میں دس رکوع ہیں ۔ چونکہ اس میں حج کا ذکر ہے اس لحاظ سے اس کا نام سورۃ الحج ہے ۔ اس کا اکثر حصّہ مکّہ میں نازل ہوا اور کچھ حصّہ مدینہ میں ۔ مدینہ کا حصّہ مضامین کے لحاظ سے چونکہ بہت اہم ہے اس لیے اسے عموماً مدنی صورت لکھتے ہیں ۔ اس سے پہلی سورۃ الانبیاء کے آخری رکوع میں قیامت کا بیان تھا ۔ کہ یہ دُنیا فنا ہوجائے گی اور تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرکے کافروں کو ان کے کفر و شرک کی سزا دی جائے گی اور نیک بندوں کو راحت و آرام نصیب ہوگا

اس سورت کے شروع میں احوالِ قیامت کا ایسے دہشت ناک الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے ۔ کہ سُن کر رونگٹے کھڑے ہونے ہیں ۔ انسان سے کہا گیا ہے ۔ کہ اللہ عزوجل کی بابت شک و شبہ میں مبتلا نہ رہے ۔ ورنہ انجام بہت بُرا ہوگا ۔ اس کے بعد مرکر دوبارہ جینے کا ثبوت زبردست دلیل کے ذریعہ تفصیل کے ساتھ دیا ہے ۔ بُرے اعمال کی سزا دوزخ کی آگ بتائی ہے اور نیک لوگوں کو جنّت کی خوش خبری دی ہے ۔ آدمی کو اللہ کی عبادت دُنیا کے نفع کے لیے نہیں ۔ اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرنی چاہیئے ۔ اللہ عزوجل کے آگے ساری کائنات سر بہ سجود ہے ۔ مگر بعض آدمی بدبختی سے سرکشی کرتے ہیں ۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کعبہ تعمیر کرنے کا بیان ہے اور لوگوں کو اس کے حج پر آمادہ کیا گیا ہے ۔ پھر قربانی کا ذکر ہے ۔ مخالفوں سے بوجہ ان کی شورہ پشتی کے قتال کی اجازت دی گئی ہے ۔ انسان کو ڈرایا گیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام اللہ کی طرف سے انہیں پہنچائیں ۔ اس میں شک نہ کریں ۔ وہ سراسر حق ہے ۔ شیطان اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتا ۔ اللہ کے واسطے ہجرت کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور ان کی مدد کا وعدہ کیا گیا ہے ۔ مخالفین اسلام کو سمجھایا گیا ہے ۔ کہ دین میں حالات اور وقت کے مطابق اللہ کی رضا حاصل کرنے کے خاص خاص طریقے مقرر کیے جاتے ہیں ۔ اس لیے قرآن مجید نے جو طریقے مقرر کیے ہیں ان کی بابت جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ۔ آج کل یہی طریقے مناسب ہیں جو قرآن نے مقرر کیے ہیں ۔ قیامت کے دن سب خود دیکھ لیں گے کہ قرآن مجید کے احکام ہی حق تھے آخر میں بتوں کی بے بسی کو واضح دلیل کے ساتھ ثابت کیا ہے ۔ کہ اللہ عزوجل کو ٹھیک طور پہ پہچانو اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوشش کرو ۔ اسلام نہیں یہی طریقہ سکھاتا ہے ::

سورۃ الحج مدنیۃ وھی ثمان وسبعون اٰیۃ وعشر رکوعات

اللہ سے ڈرو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ
اے لوگو ڈرو اپنے رب سے تحقیق زلزلہ
السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (۱) يَوْمَ تَرَوْنَهَا
اس گھڑی کا چیز ہے بڑی جس دن تم دیکھو گے اسے
تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ
بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی جسے دودھ پلا رہی ہے
وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ
اور گرا دے گی ہر حمل والی اپنا حمل اور
تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى
دیکھے گا تو لوگوں کو نشہ میں اور نہیں وہ نشہ میں
وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (۲)
اور لیکن عذاب اللہ کا سخت ہے

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ
لوگو اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا
السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (۱) يَوْمَ تَرَوْنَهَا
بھونچال ایک بڑی چیز ہے جس دن اسے دیکھو گے
تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ
ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی
وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ
اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور
تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى
تو لوگوں کو نشہ میں دیکھے گا حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے
وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (۲)
لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے

تَذْهَلُ: (غافل ہو جائے گی) مضارع کا صیغہ ہے ذ ہ ل سے۔ ذہول کے معنی غفلت کرنا، غافل ہو جانا ٭ مُرْضِعَةٍ: (دودھ پلانے والی) اسم فاعل مؤنث ہے ارضاع سے جس کا مادہ ر ض ع ہے۔ رَضَعَ دودھ پلانا۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے ٭ سُكٰرٰى (بے ہوش) سُکْرَانٌ کی جمع ہے جو س ک ر سے صفت کا صیغہ ہے۔ سکر کے معنی نشہ میں ہونا۔ سُکْرَانٌ کے معنی بیہوش، نشہ میں مست۔

ارشاد ہے کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ تم سب اسی کے سہارے سے جیتے ہو۔ اگر وہ (نعوذ باللہ) ناراض ہو جائے تو تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں۔ خواب غفلت سے چونکو۔ اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔ قیامت کا بھونچال بڑا سخت ہے۔ دودھ پلانے والیاں اس میں بچوں کو دودھ پلانا بھول جائیں گی۔ حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے۔ آدمیوں کی حالت ایسی ہو گی جیسے نشہ میں چور لوگوں کی ہوتی ہے۔ لیکن یہ شراب کا نشہ نہ ہو گا بلکہ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر لوگوں کے ہوش اڑے ہوئے ہوں گے۔ واقعی اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اللہ ہی بچائے تو بچائے ٭

کج بحثی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
اور آدمیوں میں سے وہ بھی ہیں جو جھگڑا اڑاتے ہیں اللہ کی بات میں
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾
بے جانے بوجھے اور پیروی کرتے ہیں ہر شیطان سرکش کی
كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ
جس پر لکھ دیا گیا ہے۔ بے شک جو اس کا ساتھی ہو تو وہ
يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾
اسے گمراہ کرے اور راہ دکھائے اسے طرف عذاب آگ کے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ اللہ کی بات میں جھگڑتے ہیں
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾
بے خبری سے اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں
كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ
جس کے حق میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اس کا رفیق ہو۔ وہ اسے
يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾
بہکائے گا اور دوزخ کے عذاب کا رستہ دکھائے گا

مَرِيْدٍ: سرکش۔ صفت کا صیغہ ہے م ر د سے مَرْد کے معنی اطاعت سے سرتابی۔ یہ لفظ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔

تَوَلّٰى: (رفیق بن جانا) ماضی ہے تَوَلِّیْ سے۔ جو و ل ی سے بنا ہے۔ ولی کے معنی نزدیکی۔ قربت۔ تَوَلِّی: نزدیک ہونا۔ وَلِیٌّ اسی سے بنا ہے۔

اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو بعض کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور بعض سے روک دیا۔ انسان کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اللہ عزوجل نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ انسان کے لیے دُنیا اور آخرت دونوں میں مفید ہیں اور جن کاموں سے منع کیا ہے وہ اس کے حق میں دونوں جہان میں مضر ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ بعض لوگ نادانی سے اس کے حکموں میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں۔ اور ان سے منہ موڑ کر شریر ضدی اور اکڑباز لوگوں کے کہنے پر چلتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے۔ کہ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کی بابت یہ امر یقینی ہے۔ کہ جو ان کا کہنا مانے گا اور ان کا دوست بن جائے گا۔ وہ اسے سیدھے راستے سے بھٹکا کر چھوڑیں گے اور ایسے راستہ پر ڈال دیں گے جو انہیں سیدھا جہنم کی طرف لے جائے گا اور وہ اس میں جلا کریں گے۔ بعض لوگ واقعی کچھ ایسی ٹیڑھی طبیعت رکھتے ہیں کہ سیدھی بات ان کی سمجھ ہی میں نہیں آتی اور ہمیشہ ٹیڑھے ہی چلتے ہیں۔ یہ لوگ شیطان کے چیلے ہیں اور جو ان کے ہتھے چڑھ گیا وہ اسے مٹا کر چھوڑیں گے۔

شک و شبہ کا علاج

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ

اے لوگو! اگر ہو تم شک و شبہ میں جی اٹھنے کی بابت

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

پس ہم نے بنایا تمہیں مٹی سے پھر بوند سے

ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ

پھر خون بستہ سے پھر گوشت کی بوٹی سے جو صورت دار

وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ

اور غیر صورت دار ہوتی ہے تاکہ بیان کر دیں ہم تمہارے لیے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ

اے لوگو اگر تمہیں دوبارہ جی اٹھنے میں شک ہے

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

تو ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے

ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ

پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی نقشے والی سے

وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ

اور بے نقشہ والی سے تاکہ تمہیں کھول کر سنا دیں

بَعْث: (موت کے بعد پھر زندہ ہونا) اس لفظ کے معنی خوب ذہن میں بٹھا لینے چاہییں اس پر یقین کیے بغیر انسان انسان نہیں بن سکتا۔

مُخَلَّقَة: (ناک نقشہ والی) اسم مفعول ہے تخلیق سے جو خ۔ل۔ق سے بنا ہے۔ خلق کے معنی گھڑنا ناک نقشہ درست کرنا۔

غَيْرِ مُخَلَّقَة: (ان گھڑ لوتھڑا)

اللہ عزوجل کے حکموں کو ٹھکرانے والے طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ وہ نادان یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب کچھ جانتے اور اپنے فائدے کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں لیکن وہ درحقیقت کچھ نہیں سمجھتے۔ جو شخص اللہ کو اور اس کے احکام ہی کو نہ سمجھا وہ دراصل زندگی کو اور اس کے مقصد ہی کو نہ سمجھا۔ اور ان دونوں کے سمجھے بغیر اور چیزوں کا سمجھنا لاحاصل اور تضیع اوقات ہے۔ ایسے لوگ شیطان کے چیلے ہیں اور وہ انہیں اپنے ساتھ دوزخ میں لے جا کر جھونک دے گا۔

اس آیت میں لوگوں کو سمجھایا گیا ہے کہ انسان جب تک بعث پر ایمان نہ لائے گا۔ وہ اصلی معنوں میں انسان نہ بن سکے گا اسے سمجھنا چاہیے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع ہوتی ہے اس کے مختلف اجزا کے مجموعے سے نطفہ بنتا ہے پھر وہ جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ خون گوشت کا ایک لوتھڑا بن جاتا ہے جس کی ابتدا میں کوئی شکل نہیں ہوتی پھر اس کی شکل بننی شروع ہوتی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔ کہ اس تفصیل سے غرض یہ ہے کہ انسان کو اللہ کی قدرت کی وسعت کھول کر سمجھا دی جائے اس کے بدن کے اجزا سب مٹی سے حاصل ہوتے ہیں اور پھر ان کے مجموعہ کے حالات بدلتے بدلتے آخر انسان کا ڈھانچہ تیار ہو جاتا ہے اور یہ تغیر و تبدل مقررہ قاعدوں کے مطابق ہوتا ہے ؛

انسان کی پرورش

وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ
اور ٹھہراتے ہیں ہم رحموں کے اندر جو چاہیں ایک مدت تک
مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ
جو مقرر ہے پھر نکالتے ہیں تمہیں بچہ پھر
لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی
تاکہ پہنچو تم جوانی کے زور تک۔ اور تم میں سے وہ ہے کہ اٹھا لیا جاتا ہے
وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ
اور تم میں سے وہ ہے جو پہنچایا جاتا ہے پست ترین عمر تک
لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ
تاکہ نہ جانے وہ جاننے کے بعد کچھ

وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ
پھر ہم جسے چاہیں رحم میں ٹھہرائے رکھتے ہیں ایک وقت
مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ
معین تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر
لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی
جب تک کہ پہنچو اپنی جوانی کے زور کو پھر تم میں سے بعض مر جاتے
وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ
ہیں اور بعض کو پہنچا دیا جاتا ہے نکمی عمر تک
لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ
تاکہ سمجھنے کے بعد کچھ نہ سمجھے

نُقِرُّ (ٹھہراتے ہیں ہم) مضارع کا صیغہ ہے اِقْرار سے جو ق ر ر سے بنا ہے قرار کے معنی ایک جگہ ٹھہرنا، اقرار: ٹھہرانا۔
اَشُدَّ (قوت، کمال) یہ لفظ سورۃ الانعام اور سورہ بنی اسرائیل میں گذر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ جب گوشت کے لوتھڑے کی شکل بن جاتی ہے۔ تو ہم ماں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں ٹھہراتے ہیں اور جسے ٹھہرانا نہیں چاہتے وہ حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کی مدّت مقرر ہے۔ جو کم سے کم چھ مہینہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور بعض کے نزدیک چار سال۔ ماں کے پیٹ میں نطفہ کی تربیت ہوتی رہتی ہے اور اسے اس کی ضروری غذا پہنچتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک جیتا جاگتا بچّہ بن جاتا ہے۔ تب اسے اس مکمل شکل میں ماں کے پیٹ سے باہر نکالا جاتا ہے۔ پھر باہر اس کی تربیت اور ترقی جاری رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی اندرونی اور بیرونی قوتیں پورے کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ پھر بعض بچپن یا جوانی ہی میں مر جاتے ہیں اور بعض بڑھاپے تک زندہ رہتے ہیں۔ بعض یہاں تک کہ ان کی قوتیں دوبارہ کمزور ہونے لگتی ہیں اور وہ عمر کے سب سے نچلے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔ سمجھ اور حافظہ کمزور ہو جاتا ہے اور جو کچھ سیکھا تھا بھول بھال جاتے ہیں۔

ایک اور منظر

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَآ أَنْزَلْنَا
اور دیکھتا ہے تو زمین کو مرجھائی ہوئی پس جب آتارتے ہیں ہم
عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ
اس پر پانی ترو تازہ ہوجاتی ہے اور ابھرتی ہے اور اگاتی ہے
مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ (۵) ذَٰلِكَ بِأَنَّ
ہر قسم کی چیز رونق دار یہ ہوا اس لیے کہ
اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ
اللہ وہی حقیقت ہے اور کہ وہ زندہ کرتا ہے مُردوں کو
وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۶)
اور کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَآ أَنْزَلْنَا
اور تو زمین کو خراب خشک دیکھتا ہے پھر جہاں ہم نے
عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ
اس پر پانی برسایا ترو تازہ ہوگئی اور ابھری اور ہر قسم کی
مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ (۵) ذَٰلِكَ بِأَنَّ
رونق دار چیزیں اُگائیں یہ سب اس لیے
اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ
کہ محقق اللہ ہی ہے اور وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے
وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۶)
اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے

هَامِدَةً (دبی ہوئی خشک) اسم فاعل ہے ہ۔م۔د سے ہُمُودٌ کے معنی سوکھ جانا۔ مرجھا جانا۔ رَبَتْ: (اونچی اٹھتی ہے) ماضی کا صیغہ ہے۔ ربب۔و سے۔ ربو کے معنی ابھرنا۔ اونچا ہونا۔ بَهِيجٍ (بارونق) صفت کا صیغہ ہے ب۔ہ۔ج سے بَهْجَةٌ کے معنی شگفتگی، خوشنمائی
اَلْحَقُّ (اصلی۔ واقعی) صفت کا صیغہ ہے ح۔ق۔ق سے۔ حق کے معنی سچ مچ ہونا۔ اصلیت۔ واقعیت۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوجانے میں جن لوگوں کو شبہ ہے۔ انھوں نے دراصل عزوجل کی قدرت کو نہیں سمجھا اس لیے اس شبہ کے دور کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ کہ اس دنیا میں اللہ کی قدرت کی نشانیوں پر غور کرے تاکہ اس دنیا ہی میں اللہ کو اچھی طرح پہچان لے۔ یہ نشانیاں خود انسان کی اپنی پیدائش ہی کے اندر موجود ہیں ان کو بیان کرکے اب زمین کی حالت کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے۔ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ بالکل خشک، بے جان اور مرجھائی ہوئی نظر آتی ہے اس کے بعد مینہ برستا ہے تو وہ ترو تازہ ہوجاتی ہے اور نرم ہوکر پھول جاتی ہے۔ پھر اس کے اندر سے طرح طرح کے میوے غلے پھل پھول وغیرہ نکل پڑتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ درحقیقت موجود ہے وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور اس کی قدرت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

شبہ فضول ہے (۱/۲)

وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ
اور یہ کہ وہ گھڑی آنے والی ہے نہیں شک اس میں اور یہ کہ
اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَ
اللہ اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں اور
مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
آدمیوں میں سے وہ بھی ہے جو جھگڑتا ہے اللہ کی بات میں بغیر علم کے
وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾
اور بغیر دلیل کے اور بغیر کتاب روشن کے

وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ
اور یہ کہ قیامت آنی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور یہ کہ
اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَ
اللہ قبروں میں پڑے ہوؤں کو اٹھائے گا اور
مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کی بات میں جھگڑتا ہے بغیر جانے
وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾
اور بلا دلیل اور بدون روشن کتاب کے

مُنِيْرٍ: روشن۔ اسم فاعل ہے اِنَارَةٌ سے جو ن۔و۔ر سے بنا ہے۔ نور کے معنی روشنی۔ مُنِيْرٍ: روشنی والا، روشن۔

انسان کی پیدائش کے مرحلوں پر غور کرنے سے اور زمین کے مرجھا کر پھر تر و تازہ ہو جانے سے یہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ کہ اللہ عزوجل سچ مچ موجود ہے۔ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور وہ ہر چیز کے کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ یہ تو پہلے بیان ہوا۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ انہی باتوں پر غور کرنے سے یہ بھی سمجھ میں آجائے گا۔ کہ قیامت کا آنا ضروری ہے اور اللہ تعالٰے مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھا بٹھائے گا۔ کیونکہ دُنیا کی زندگی میں انسان اپنے سارے ارمان پورے نہیں کر سکتا۔ اور نہ یہاں نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا پورا بدلہ دیا جا سکتا ہے۔ اور نہ بدکار کو اس کے کفر و الحاد کی پوری سزا مل سکتی ہے۔ اور چیزوں کی استعداد تو دُنیا میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ لیکن انسان کی استعداد اور پوشیدہ قوتیں یہاں کی محدود زندگی میں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے ضرور ہے کہ ان کے کامل ظہور کے لیے اس کی زندگی کو مرنے کے بعد بھی جاری رکھا جائے۔ اس کی ترقی کا سلسلہ آگے بھی جاری رہے۔ اور اس کے پورے طور پر پھولنے پھلنے کے لیے اس کی قوتوں کو انتہائی نقطہ تک پہنچنے کا موقعہ دیا جائے۔ اس کے لیے دوبارہ جی اٹھنا اور قیامت کا ہونا یقیناً ضروری ہے۔

شبہ فضول ہے (ب)

اللہ عز وجل کی قدرت کاملہ کی نشانیاں عالم میں اس قدر موجود ہیں۔ کہ انہیں دیکھ کر کسی کو اللہ تعالیٰ کے وجود میں شبہ نہیں رہ سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ان نشانیوں کو دیکھے اور پھر بھی غفلت میں مبتلا رہے اور یہ کہہ کر ٹال دے کہ یہ تو دنیا میں ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس کو کچھ اور گہرے معنی دینے سے کیا فائدہ؟

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اور نشانیوں کو چھوڑو۔ خود انسان کی پیدائش اور کیفیتِ نشو و نما اور زمین کے حالات کے تغیّر اور تبدّل ہی سے خوش فہم لوگ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اللہ عز وجل کا وجود ضروری ہے۔ ورنہ اس عجیب و غریب صنعت اور کاری گری اور واقعات کے نظام و ترتیب بدیع کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی۔ کسی چیز کا آپ ہی آپ ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ یہ سب اللہ کی قدرت اور اس کے ارادے کے کرشمے ہیں۔ انسان کا صحیح علم، اس کا فکر اور آسمانی صحیفے سب اسی نتیجہ پر پہنچنے کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ جو لوگ اس نتیجے پر نہیں پہنچتے ہیں۔ ان کا علم ناقص اور ان کا فکر علیل ہے۔ وہ آسمانی کتابوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی روشنی کے بغیر انسان کی عقل ٹھیک کام نہیں کر سکتی۔ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے۔

اس آیت میں اس افسوس ناک واقعہ کو نہایت مؤثر طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ کی قدرت کی اس قدر کھلی نشانیاں موجود ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ اللہ عز وجل کو نہیں مانتے۔ اس کے رسولوں کی قدر نہیں جانتے۔ اور اس کی کتابوں کو کچھ نہیں گردانتے۔ خاص کر اللہ عز وجل کے آخری پیغامبر خاتم رسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آخری کتاب قرآن حکیم کو جو تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ کچھ وقعت ہی نہیں دیتے۔ ان کا علم نادانی کا ہم پلّہ ہے۔ ان کی دلیلیں بے وزن ہیں۔ ان کی عقل گہرے اندھیرے میں گھری ہوئی ہے۔ جو شخص ساری عمر پڑھتا رہے۔ معلومات سے نتیجے نکالنے کی مشق کرتا رہے۔ اور اللہ کی روشن کتاب کی آنکھ بند کر کے دور سے تعظیم و تکریم بھی کرتا رہے۔ لیکن دل سے نہ اللہ عز وجل کو مانے۔ نہ اس کے رسولوں کو پہچانے اور نہ اس کی کتاب کی روشنی میں آنکھ کھولنا سیکھے۔ اس نے دراصل نہ کچھ پڑھا نہ سیکھا۔ وہ محض اندھی تقلید میں ہی مبتلا ہے۔

بدکاروں کا انجام

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ
موڑتے ہوئے اپنا پہلو اور گردن تاکہ گمراہ کرے اللہ کی راہ سے اس کے لیے
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
دُنیا میں رسوائی ہے اور چکھائیں گے ہم اسے قیامت کے دن
عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ
عذاب جلتی آگ کا یہ بوجہ اس کے جو بھیجا تیرے دونوں ہاتھوں نے
وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ ع
اور یہ کہ اللہ نہیں ظلم کرنے والا بندوں پر

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ
مُڑ کر اپنی کروٹ تاکہ اللہ کی راہ سے بہکائے اس کے
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت میں اسے ہم جلنے
عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ
کا عذاب چکھائیں گے یہ اس کی وجہ سے جو تیرے دونوں ہاتھ آگے بھیج
وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ ع ۸
چکے اور اس لیے کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا

ثَانِيَ (پھیرنے والا) اسم فاعل ہے ث ن ی سے۔ ثَنْیٌ کے معنی موڑنا۔ عِطْفٌ (کروٹ) ایک طرف کے حصہ بدن کو کہتے ہیں جس میں گردن پہلو وغیرہ سب شامل ہے۔ ثانی عطف سارے پہلو کو موڑ کر کروٹ لینے والا۔ یہ تکبّر اور غرور کی نشانی ہے۔

ان آیات میں ایسے آدمی کا بیان ہو رہا ہے۔ جو اللہ عزوجل کی قدرت کی نشانیاں دیکھے اور اس ذات والا صفات پر ایمان نہ لائے نہ اس کے احکام بجا لائے اور نہ اس کے رسولوں اور کتابوں کو مانے۔ ارشاد ہے کہ وہ قرآن مجید کی آیتیں سُن کر تکبر سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اور دوسری طرف پورا مڑ کر لوگوں سے کہتا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ اللہ کو مانو۔ اس کے کہنے پر چلو۔ جس سے وہ منع کرے اس سے رُک جاؤ۔ قرآن مجید کی آیتیں غور سے سنو! آخر ان باتوں میں کیا دھرا ہے اس خود پرست ٹیڑھی عقل والے سے کہہ دو۔ کہ اس کی زندگی دنیا میں بھی ذلّت و رسوائی سے بسر ہو گی اور قیامت کے دن بھی جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ عزوجل کے روبرو کھڑا ہو گا تو اُسے فیصلہ سُنا دیا جائے گا۔ کہ اسے دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دو تاکہ اپنے کیے کا پھل پائے۔ اسے اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اللہ کی باتوں سے اعراض کر کے اپنے حق میں کانٹے بو رہا ہے۔ اس کے کرتوت رنگ لائیں اور پھر لائیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر زیادتی کرے اور اس کو ناحق سزا دے جو دُکھ یا آرام اسے پہنچے گا۔ وہ اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہو گا۔ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

ڈھلمل یقین

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ
اور آدمیوں میں سے وہ بھی ہے جو بندگی کرتا ہے اللہ کی کنارے پر
فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۣاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ
پس اگر پہنچی اسے بھلائی تو مطمئن ہو جاتا ہے اس سے اور اگر
اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۣانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ
پہنچی اسے کوئی آفت پھر جاتا ہے اپنے منہ کے اوپر
خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ
گنوائی اس نے دنیا اور آخرت یہی وہ ہے
الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۱۱)
نقصان کھلا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ
اور کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کی بندگی کنارے پر کرتا ہے
فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۣاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ
پھر اگر اسے بھلائی پہنچی تو اس کی عبادت پر قائم ہو گیا اور اگر
اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۣانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ
مصیبت پہنچی تو منہ پھیر کر چل دیا
خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ
اس نے گنوائی دنیا اور آخرت یہی ہے وہ
الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۱۱)
نقصان کھلا

انسان کے لیے ضروری ہے کہ کسی خاص معین طریقے سے دُنیا میں زندگی بسر کرے۔ اس کے بغیر اس کا گذارہ ہونا محال نہیں ضرور ہے۔ ہر طریقے کی بنیاد عقیدوں پر ہوتی ہے جن کی مضبوطی اور پختگی پر اس طریقے کی مضبوطی اور پختگی موقوف ہوتی ہے ایسے طریقہ زندگی جس کی تہ میں کچھ عقیدے کام کر رہے ہوں دین کہتے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ سارے انسانوں کے لیے ایک ہی دین ہے۔ لیکن انسان خود غرضیوں نے اس دین کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ یہی خود غرضی اور مفاد ذاتی کا خیال وہ آفت ہے جو دین کو ایک کھیل بنا دیتی اس سے اصل دین بگڑ کر کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے اور انسان تھالی کا بینگن یا بے پیندے کا بدھنا ہو کر رہ جاتا ہے اور جدھر اسے فائدہ نظر آتا ہے۔ ادھر ہی ڈھلک جاتا ہے۔ اس آیت میں اس طریقہ کی برائی بیان کی گئی ہے مسلمان کو نہ چاہیئے کہ تھوڑے سے کے عارضی فائدے کے خیال سے اپنے عقیدے کو خراب کر لے ایسے آدمی کی پُرزور الفاظ میں مذمّت کی گئی ہے جو اسلام میں جبھی تک جب تک اسے دُنیاوی فائدے حاصل ہو رہے ہیں۔ اگر اللہ عزوجل کے ماننے سے اسے مال، دولت، عزت، مرتبہ وغیرہ مل رہے ہوں اطمینان کا سانس لیتا ہے اور اس کا نماز روزہ وغیرہ لشتم پشتم چلتا رہتا ہے لیکن اگر اسے تنگی ترشی سے بسر کرنی پڑی تو وہ جھٹ دین سے منحرف ہو جا اور منہ موڑ کر چل دیتا ہے ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل ہوتے ہیں اور آخرت میں خوار ہوں گے اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہو گا؟

تباہی کا سبب

...دْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا
...ارتا ہے اللہ کے سوا جو نہ ضرر دے اسے اور جو
...يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (١٢)
...دے اسے یہ ہی گمراہی ہے دور (حق سے)
...دْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ
...ا ہے وہ شخص ضرر جس کا قریب تر ہے اس کے نفع سے
...سَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ (١٣)
...برا ہے یہ دوست اور بیشک برا ہے یہ رفیق

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا
وہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اس کا نقصان کرے اور
لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (١٢)
نہ اس کا فائدہ کرے یہی ہے گمراہ ہو کر دور جا پڑنا
يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ
ایسی کو پکارے جاتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے پہلے پہنچے
لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ (١٣)
بے شک برا دوست ہے اور برا رفیق ہے

جو شخص دین کو اپنی خواہش کے تابع کر دیتا ہے وہ اپنی آخرت تو کیا سنوارتا ہے۔ خود دنیا ہی میں آخر کار ذلیل و خوار ہو کر رہتا ہے۔ اللہ عزوجل کو تو اس نے چھوڑ ہی دیا۔ اب وہ ضرورت کے وقت اپنی مدد کے لیے کسی اور کو بلائے گا۔ یہ تو اس فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ کسی نہ کسی آڑے وقت میں سہارا ڈھونڈے۔ کسی کو اپنا ساتھی، رفیق اور مددگار بنائے اور اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دے اور جب اس پہ وقت پڑے تو اسی کو پکارے عقل تو کہتی ہی یہی ہے کہ کسی برے وقت کا ساتھی وہی ہو سکتا ہے جو اس کے حال سے واقف ہو اور ہر طرح کی مدد پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو۔ ایسا تو اللہ عزوجل کے سوا کوئی بھی نہیں۔ لیکن اللہ کو تو اس نے چھوڑ دیا۔ اب وہ کسے پکارے گا۔

ارشاد ہے۔ کہ وہ اس کے سوا جسے بھی پکارے گا۔ وہ کمزور ضعیف اور ناتواں ہی ہوگا۔ جس میں نہ نفع پہنچانے کی طاقت ہوگی اور نہ ضرر پہنچانے کا بل بوتا ہوگا۔ ذرا سوچنا چاہیئے کہ یہ کتنی بڑی گمراہی ہے اور اس کا یہ احمقانہ فعل اسے سچائی اور حقیقت سے کتنی دور لے جا کر پھینکے گا۔

جو لوگ بت بنا کر پوجتے ہیں یا خواہشوں کے غلام بن جاتے ہیں جس کا مطلب سوا اس کے کچھ نہیں کہ شیطان کے چیلے ہو کر رہیں۔ ان سے انہیں نفع پہنچنا تو صرف خیالی یا وہمی ہے۔ لیکن ضرر بالکل حقیقی اور اصلی ہے۔ اللہ کے سوا جس کو بھی ساتھی یا رفیق بناؤ گے وہ بہت ہی برا ساتھی اور رفیق ہوگا ۞

پختہ وعدہ

اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
تحقیق اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
اور کیے انہوں نے نیک کام باغوں میں کہ بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اِنَّ اللّٰہَ
ان کے نیچے نہریں بے شک اللہ
یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ﴿۱۴﴾
کرتا ہے جو ارادہ کرے

اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
جو لوگ ایمان لائے اور پھر انہوں نے بھلائیاں کیں
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
انہیں اللہ باغوں میں داخل کرے گا جن کے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اِنَّ اللّٰہَ
نیچے نہریں بہتی ہیں بے شک اللہ
یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ﴿۱۴﴾
جو چاہے کرتا ہے

جو لوگ اللہ عزوجل کو چھوڑ بیٹھے اس کے احکام سے منہ موڑ لیا اور اپنے ہی من گھڑت معبودوں کی پرستش کرنے لگے۔ ان کو اصلی چین اور آرام نہ دنیا میں ملے گا نہ آخرت میں۔ ان لوگوں کی بابت یہ فیصلہ پہلی آیتوں میں سنایا جا چکا ہے۔ ایسے ہی ایک اور قسم کے لوگوں کی بابت بھی ارشاد ہو چکا ہے کہ ان کے پلہ بھی سوا دونوں جہان کے خسارے کے اور کچھ نہ پڑے گا۔ یہ لوگ وہ ہیں۔ جو اللہ عزوجل کے سامنے جبھی تک جھکتے ہیں۔ جب تک ان کو من بھاتی چیزیں ملتی رہیں۔ یہ لوگ کنارے پر کھڑے ہوتے ہیں اور جہاں ذرا دکھ پہنچا۔ فوراً بھاگ کر دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل کی بندگی سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

ارشاد ہے۔ کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کاموں میں لگے رہے۔ انہیں مرنے کے بعد آرام کے باغ رہنے کے لیے ملیں گے جن میں ہر طرف نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آسائش کے سارے سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ یہ بات اس کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ کہ بدوں کو سزا دے اور فرمانبرداری کا اچھا بدلہ دے۔ وہ ایسا کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اور جو وہ ارادہ کرے وہ کر کے رہتا ہے کوئی اسے روکنے والا نہیں۔

نا امید مت ہو

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ

جو ہو گمان کرتا کہ ہرگز نہ مدد کرے گا اس کی اللہ

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ

دنیا میں اور آخرت میں پس چاہیئے کہ بڑھادے ایک رسّی

اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ

آسمان تک پھر اسے کاٹ ڈالے پھر دیکھے کیا

يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

دور کر دیا اس کی تدبیر نے اس بات کو جو غصہ دلا رہی ہے

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ

جس کو یہ خیال ہو کہ اللہ اس کی ہرگز مدد نہ کرے گا

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ

دنیا میں اور آخرت میں تو تان لے ایک رسّی

اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ

آسمان تک پھر کاٹ ڈالے اب دیکھے اس کی تدبیر

يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

سے کچھ اس کا غصّہ جاتا رہا

فَلْيَمْدُدْ (پس بڑھائے) امرغائب کا صیغہ ہے م۔د۔د سے مد کے معنی بڑھانا ٭ سَبَبٍ (رسّی) آسمان تک بڑھانے سے مراد ترقی اور بہتری کی امید رکھنا ٭ كَيْدُهٗ (تدبیر، حیلہ) یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے اس کے معنی قریب قریب وہی ہیں جو مکر کے ہیں ٭ مَا يَغِيْظُ (غم و غصّہ) يغيظ مضارع کا صیغہ ہے غ۔ی۔ظ سے غیظ، غم و غصّہ کو کہتے ہیں۔ ما مصدریہ ہے۔ اس لیے مايغيظ مصدر کے معنی میں ہے یعنی غیظ غم و غصّہ۔

اس آیت میں انسان کو اگر وہ کچھ بھی سمجھ رکھتا ہے تو فتح و ظفر کی کنجی دے دی گئی ہے اس کی کنجی سے وہ مشکلات کے قفل آسانی سے کھول سکتا ہے۔ شروع رکوع میں کہا گیا تھا کہ کچھ آدمی اللہ عزّوجل کو تبھی تک مانتے ہیں، جب تک اس کی طرف سے انہیں خوشحالی، روپیہ پیسہ، دھن دولت سب کچھ ملتا رہتا ہے اگر مفلس ہو گئے تو اللہ سے آس توڑ بیٹھے۔

ایسے لوگوں سے ارشاد ہے کہ نادانو یہ تو سمجھو کہ امید توڑ دینے سے اور مایوس ہو کر پڑ جانے سے کیا کچھ کام بنتا ہے یہ تو ویسی ہی بات ہوئی، کہ ایک شخص نے چھت پر پہنچنے کے لیے ایک مضبوط رسّی مضبوطی سے باندھی اب اگر پہلی کوشش میں اس کے سہارے چھت پر نہ پہنچ سکا تو کیا جھنجلا کر اسے یہ رسّی کاٹ ڈالنی چاہیئے۔ یہ تو غلط کام ہوگا۔ رسّی لگی رہی تو کبھی نہ کبھی تو چڑھ ہی جائے گا اگر کاٹ ڈالی تو کیا ہاتھ آئے گا یہی نا کہ جتنا سہارا تھا وہ بھی گیا۔ ایسے احمق لوگ بعض دفعہ ناکام رہنے پر خودکشی کر بیٹھتے ہیں۔ اگر صبر سے کام لیتے اور کوشش کرتے تو کبھی نہ کبھی کامیاب ہو ہی جاتے۔ آدمی کے لیے اللہ کا در وتوانا سے رشتہ جوڑ کر اسے کاٹ ڈالنا نادانی ہے ایسا شخص سوا سر پکڑ کر رونے کے اور کچھ نہیں کرسکتا ٭

فیصلہ کا دن

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ
اور اسی طرح اتارا ہم نے اس کو باتیں کھلیں اور تحقیق یہ ہے
اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ (١٦) اِنَّ
کہ اللہ راہ سمجھاتا ہے جسے چاہے تحقیق
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ
وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے اور
الصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ
صابی اور نصاریٰ اور مجوس اور وہ لوگ
اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ
جو مشرک ہوئے تحقیق اللہ فیصلہ کردیگا ان کے درمیان
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
قیامت کے دن تحقیق اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ شَهِيْدٌ (١٧)
چیز کے دیکھنے والا ہے

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ
اور ہم نے یہ قرآن جو کھلی باتیں ہیں یوں اتارا اور بات
اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ (١٦) اِنَّ
یہ ہے کہ اللہ جسے چاہے سمجھا دے اس میں
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَ
شک نہیں کہ ایمان والوں اور یہودیوں اور
الصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ
صابیوں اور نصاریٰ اور مجوس اور
اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ
مشرک ان سب کے درمیان اللہ قیامت
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
کے دن فیصلہ کردے گا بے شک ہر چیز اللہ کے
شَيْءٍ شَهِيْدٌ (١٧)
سامنے ہے

مَجُوْس: (آتش پرست) یہ لوگ آگ کی پوجا کرتے ہیں اور دو خدا مانتے ہیں۔ یزدان: بھلائی پیدا کرنے والا۔ اہرمن: برائی کا بنانے والا

ارشاد ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو اسی طرح نازل کیا ہے جس طرح کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اس میں انسان کو اس کے کام کی باتیں صاف صاف کھول کر بتا دی گئی ہیں۔ مگر باوجود اس کے سمجھتے وہی ہیں جنہیں اللہ نے سمجھ عنایت کی ہے اور جو اس سے کام بھی لیتے ہیں۔ لوگ اگر اس پر بھی نہ سمجھیں اور اپنے الگ الگ جتھے بنا کر بیٹھ جائیں تو ان سے اللہ عزوجل قیامت کے دن سمجھے گا دنیا میں مومن، یہود، صابئین، نصاریٰ، مجوس سبھی لوگ ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے دین کی حمایت کرتا ہے۔ مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ ہر ایک کے عقائد اور اعمال اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے کہ جو کچھ تم نے دنیا میں کیا۔ اس کے بدلے آج تمہارا ٹھکانا کہاں ہے:

اللہ کی حکومت

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ
کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ سجدہ کرتا ہے اس کے آگے جو کوئی
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ
آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَ
اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور
الدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ
چلنے والے اور بہت سے آدمیوں میں سے اور بہت سے ٹھہر چکا ہے
عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
ان پر عذاب اور جسے ذلیل کرے اللہ پس نہیں اس کو
مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ (۱۸) السجدۃ
کوئی عزت دینے والا تحقیق اللہ کرتا ہے جو چاہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ
تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ
آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَ
اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور
الدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ
جانور اور بہت سے آدمی اور بہت سے ہیں کہ
عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
ان پر عذاب ٹھہر چکا اور جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی
مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ (۱۸) السجدۃ
عزت دینے والا نہیں تحقیق اللہ کرتا ہے جو چاہے

السجدۃ

قرآن مجید انسان کو بار بار ادھر متوجہ کرتا ہے کہ دنیا ایک اٹل قانون کے تابع ہے کوئی چیز ہو بے جان یا جاندار اس قانون کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد بتاتا ہے کہ یہ قانون اللہ عزوجل نے اپنے ارادے اور قدرت سے اپنی حکمت کی بنا پر مقرر کیا ہے۔ اس آیت میں پھر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے ارشاد ہے کہ کیا انسان کو سوجھتا نہیں کہ آسمان اور زمین میں جتنی بھی مخلوق ہے سب اللہ عزوجل کے آگے سربسجود ہے کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی بہت سے آدمی بھی جن کی عقل پر غفلت کا پردہ نہیں پڑا اپنے اختیار اور ارادے سے اسے سجدہ کرتے ہیں لیکن بہت سے لوگ ہیں۔ جو محض عناد کی وجہ سے اس سے سرتابی کرتے ہیں وہ البتہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ عزوجل جسے ذلیل کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اور اس حقیقت کو بھی دل میں بٹھا لینا چاہیئے کہ اللہ عزوجل جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے فیصلہ کو رد کر سکے اور اس کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ اس لیے انسان کو چاہیئے کہ ارادتاً بھی اس کے آگے جھکے۔ یہ آیت سجدہ ہے۔

دو مُدّعی

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ

یہ دو فریق — مخالف ہیں — جو جھگڑے — اپنے رب سے

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ

پس جنہوں نے — کفر کیا — کاٹے جائیں گے — ان کے لیے — کپڑے

مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ

آگ کے — ڈالا جائے گا — اوپر — ان کے سروں کے

الْحَمِيْمُ (۱۹) يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ

کھولتا ہوا پانی — پگھل کر بہہ جائے گا — اس سے — جو — ان کے

بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (۲۰)

پیٹوں میں ہے — اور — کھالیں

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ

یہ دو مدعی ہیں کہ جھگڑے اپنے رب کے بارے میں

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ

پس جو منکر ہوئے ان کے لیے آگ کے کپڑے قطع

مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ

کیے جائیں گے ڈالا جائے گا ان کے سروں پر

الْحَمِيْمُ (۱۹) يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ

کھولتا ہوا پانی پگھل کر نکل جائے گا اس سے

بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (۲۰)

جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے اور کھال بھی

قُطِّعَتْ: کاٹے جائیں گے، ماضی مجہول ہے تقطیع سے جو ق۔ط۔ع سے بنا ہے۔ قطع کاٹنا کترانا۔ تقطیع: کپڑا اس انداز سے کترنا کہ پھر ٹکڑے جوڑ کر لباس تیار کیا جائے۔ یُصْهَرُ: گلا دیا جائیگا مضارع مجہول ہے ص۔ہ۔ر سے صہر کے معنی گلانا، پگھلا کر بہا دینا ہے۔

پہلے بیان کیا گیا کہ انسان آپس میں بٹ کر بہت سے فرقے بن گئے۔ اور ہر فرقہ نے اپنا نام الگ رکھ لیا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ دراصل دو ہی فرقے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا کے اندر ڈٹے ہوئے ہیں ایک اللہ عزوجل کے یعنی اپنے رب کے ماننے والے دوسرے اس کا انکار کرنے والے۔ ماننے والے مومن ہیں اور انکار کرنے والے کافر۔ ان آیتوں میں ان دونوں کے انجام کا ذکر صراحت کے ساتھ کر دیا ہے۔ پہلے کافروں کا ذکر ہے کہ ان کے لیے قیامت کے دن کے فیصلے کے بعد آگ کو یا کسی جلدی آگ پکڑنے والی چیز کو ان کے بدن کے اندازے کے مطابق کاٹ کاٹ کر لباس تیار کیا جائے گا۔ جو ان کے بدن پر بالکل ٹھیک چسپاں ہو جائے گا اور چاروں طرف سے انہیں ڈھانپ لے گا۔ ان کے سر پر جلتا ہوا اور کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ یہ پانی ان کے چمڑے پگھلا کر بہا دے گا۔ اور پیٹ کے اندر پہنچ کر ساری آنتیں وغیرہ گلا کر باہر نکال دے گا۔ سزا کے بیان کرنے میں اس سے زیادہ صاف الفاظ اور کیا ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے بچائے۔ آمین!

عذاب کا نقشہ

وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ (۲۱) كُلَّمَا
اور ان کے لیے گرز ہوں گے لوہے کے جب کبھی
أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ
ارادہ کریں گے کہ نکل بھاگیں اس سے مارے گھٹن کے
أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ
لوٹا دیئے جائیں گے اسی میں اور چکھتے رہو عذاب
الْحَرِيقِ (۲۲)
جلنے کا

وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ (۲۱) كُلَّمَا
ان کے لیے گرز ہیں لوہے کے جب کبھی
أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ
اس سے گھٹن کے مارے نکلنا چاہیں گے
أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ
اس کے اندر پھر ڈال دیئے جائیں گے اور چکھتے رہو عذاب
ع الْحَرِيقِ (۲۲)
جلنے کا

مَقَامِعُ: (گرز ہتھوڑے) مِقْمَعَۃٌ کی جمع ہے جو ق م ع سے اسم آلہ ہے قمع کے معنی مار کر کچل دینا مِقْمَعَۃ: گرز یا بھاری ہتھوڑے۔

جنہوں نے دنیا میں اللہ عزوجل کا انکار کر دیا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ مرنے کے بعد ان کا بہت بُرا حال ہوگا۔ دُنیا میں تو وہ اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اگر کوئی ان سے کہے کہ تم سے بڑا تمہارا رب ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور اب بھی وہی تمہاری حفاظت کر رہا ہے اور تمہیں پال رہا ہے تو ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں کہ ہم (نعوذ باللہ) ایسی بے سُری باتیں نہیں مانتے۔ قیامت میں انہیں آگ کے کپڑے پہنا دیئے جائیں گے اور اوپر سے کھولتا ہوا پانی ان پر ڈالا جائے گا۔ جو اندر سے لے کر باہر تک کھال اور آنتیں سب کچھ گلا کر بہا دے گا۔ پھر اسی وقت وہ دوبارہ پیدا ہو جائیں گی اور پھر گل کر بہہ جائیں گی۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان کے سر اور ہڈی پسلیاں لوہے کے گرزوں ہتھوڑوں اور موگریوں سے کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائیں گی اور پھر درست ہوں گی اور پھر کوٹ کر رکھ دی جائیں گی۔ اسی طرح ان کا بدن جلتا اور کٹتا رہے گا اور روح ان سب کا صدمہ سہتی رہے گی۔ اور اگر گھبرا کر دوزخ سے نکلنا چاہیں گے تو پھر گھیر گھوٹ کر وہیں میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ تپش، سوزش اور جلن کا عذاب بھگتتے رہو اور یہیں پڑے رہو (معاذ اللہ)

دنیا میں انسان کی غفلت کا کیا ٹھکانا ہے ایسے بے باک اور بے جھجک بیان کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حالانکہ جانتا ہے کہ موت سر پر کھڑی ہے آفتیں امڈ گرد منڈلا رہی ہیں، خبر نہیں کون سی آفت کس وقت لے مرے اس ڈھٹائی کا کیا ٹھکانا ہے ؛

ایمان والوں کا انعام

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
تحقیق اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور کام کیے
الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
نیک باغوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ
زیور پہنائے جائیں گے وہ اس میں کنگنوں کا سونے کے
وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (۲۳)
اور موتی اور لباس ان کا اس جنت میں ریشم ہوگا
وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ
اور راہ دکھائے گئے وہ پاکیزگی کی طرف بات سے
وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ (۲۴)
اور راہ دکھائے گئے وہ راستے کی طرف خوبیوں والے کے

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
بے شک اللہ ان کو جو یقین لائے اور بھلائیاں کیں
الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
داخل کرے گا باغات میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ
ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی کا زیور
وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (۲۳)
پہنائیں گے اور ان کی پوشاک وہاں ریشم ہے
وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ
اور انہوں نے ستھری بات کی راہ بتائی اور انہیں خوبیوں
وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ (۲۴)
والے (اللہ) کی راہ کا نشان مل گیا

اَسَاوِرَ: کنگن اسوار کی جمع ہے اس کا مادہ س و ر ہے سُور کے معنی ہیں فصیل شہر اور ہر گھیر لینے والی سوار موٹی چوڑی جیسے کنگن کہتے ہیں۔

هُدُوْا: ہدایت کیے گئے ماضی مجہول کا صیغہ ہے ہ د ی سے۔ ھدی پہلے گذر چکا ہے۔ ہدایت، رستہ دکھانا۔ اَلْحَمِيْدُ: (سراہا گیا) اللہ عزوجل کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ جو حمد سے صفت کا صیغہ ہے۔ حمد: خوبی، ستائش۔ حمید: خوبیوں والا۔ لائق ستائش۔

کافروں کی سزا بیان کرکے اللہ کے ماننے والوں کی جزا کا بیان ہے۔ انہیں تپش، جلن، سوزش، کھولتے پانی کی بجائے سایہ دار، ٹھنڈے باغ، ٹھنڈے شیریں پانی کی نہروں والے رہنے کو ملیں گے۔ سونے کے موتی جڑے ہوئے کنگن ان کا زیور ہوگا۔ اور ان کا لباس نرم ریشمی ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دنیا میں صاف ستھری پاکیزہ باتوں کا راستہ مل گیا۔ اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول رہے۔ لوگوں کو نیک باتیں بتلاتے رہے اور انہیں اس راستہ پر چلنا نصیب ہوا۔ جو اللہ عزوجل نے جس میں نری خوبیاں ہی خوبیاں ہیں انسان کے لیے اس دنیا میں مقرر کیا ہے اس کے بدلے وہ آخرت میں آرام اور چین سے بسر کریں گے۔

جھگڑے کی مثال

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
تحقیق جنہوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ
اور مسجد حرام سے جسے ہم نے بنایا
لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ
لوگوں کے لیے برابر رہنے والا اس میں اور باہر آنے والا
وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ
اور جو ارادہ کرے اس میں ٹیڑھی شرارت سے چکھائیں گے ہم اسے
مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ ع
عذاب دردناک

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
جو لوگ منکر ہوئے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ
اور مسجد حرام سے جو ہم نے سب لوگوں کے لیے بنائی
لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ
برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا
وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ
اور جو اس میں ٹیڑھی راہ شرارت سے چاہے اسے ہم ایک
مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ ع ۳
دردناک عذاب چکھائیں گے

اَلْبَادِ: باہر سے آنے والا اصل میں البادی ہے جو اسم فاعل ہے ب۔ د۔ و سے۔ بَدْوٌ کے معنی دیہات کے اور دیہات سے شہر میں آنے کے ہیں۔ اِلْحَادِ: مائل ہونا، جھکنا، اس کا مادہ ل۔ ح۔ د ہے یہ لفظ سورۂ النحل میں گزر چکا ہے۔ الحاد: ٹیڑھا ہو جانا، ٹیڑھا چلنا، مائل ہونا۔

پہلے بیان ہوا کہ اللہ سے منکر ہو جانے والے چین سے نہیں بیٹھتے۔ وہ اللہ کے ماننے والوں سے جھگڑا نکالتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نے اللہ کو مان لیا وہ منکر کی نہیں سنتا اور اس سے منکروں کو اپنا تسلط جمانے میں بڑی رکاوٹ پیش آتی ہے منکر چاہتے ہیں کہ سب ہمارے فرمانبردار ہو کر رہیں لیکن اللہ کا فرمانبردار کسی اور کا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے مکّے کے کافر مسلمانوں کے دشمن ہو گئے۔ اور کعبہ کے حرم شریف میں آنے سے نہیں روک دیا۔ حالانکہ مسجد حرام میں کسی عبادت گذار کے آنے کی پابندی نہ ہونی چاہیئے۔ ارشاد ہے کہ یہی اللہ کے منکر جو مسلمانوں کو مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں۔ خود مستحق عذاب ہیں۔ مسجد حرام کو تو ہم نے سب آدمیوں کے لیے بنایا ہے۔ وہاں مقیم اور مسافر جو عبادت کی غرض سے وہاں آنا چاہیں برابر ہیں جو شخص اس سیدھے قاعدے کو توڑ کر ٹیڑھی چال چلے گا۔ اور اس بارے میں کسی کی حق تلفی کرے گا۔ اسے ہم ایسا دکھ بھرا عذاب دیں گے کہ وہ اپنی ساری اکڑفوں بھول جائے گا۔ چنانچہ منکروں نے دنیا ہی کے اندر جنگ بدر میں اپنی شرارت کا مزہ چکھ لیا اور آخرت میں پوری طرح کیفر دار کو پہنچیں گے۔

بنائے کعبہ

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ
اور جب ٹھیک کر دی ہم نے ابراہیم کے لیے جگہ خانہ کعبہ کی
اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ
کہ کر کر شریک نہ کر تو میرے ساتھ کسی کو اور پاک رکھ میرا گھر
لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَ الْقَآىِٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾
اس کے گرد گھومنے والوں اور کھڑے ہونے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے
وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ
اور اعلان کر دے لوگوں میں حج کا کہ چلے آئیں تیرے پاس پیدل اور اوپر ہر
ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾
دبلی اونٹنی کے جو آئیں ہر راستے سے دور دراز کے

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ
اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ ٹھیک کر دی
اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ
کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور پاک رکھ میرا گھر
لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَ الْقَآىِٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾
طواف کرنے اور کھڑے ہونے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے
وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ
اور لوگوں میں حج کے واسطے پکار دیں کہ تیری طرف آئیں پیدل اور
ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾
دبلے دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر دور کی راہوں سے

رُكَّعِ: راکع کی اور سُجُوْدِ ساجد کی جمع ہے یعنی رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے۔

رِجَالًا: (پاؤں پاؤں چل کر) رَاجِلٌ کی جمع ہے جو ر ج ل سے بنا ہے رَجْلٌ کے معنی پیدل چلنا۔ رَاجِلٌ: پیدل چلنے والا۔

فَجّ: (راستہ) اس کی جمع فِجَاجٌ ہے جو سورۃ الانبیاء میں گذر چکی ہے۔

عَمِیْقٌ: (گہرا) اس کا مادہ ع م ق ہے۔ عُمْقٌ گہرائی کو کہتے ہیں جو راستہ دور تک چلا جائے وہ بھی عمیق (گہرا) کہلاتا ہے۔

یَاْتِیْنَ: یعنی آئیں وہ اونٹنیاں

پہلے ذکر ہوا کہ عبادت کے لیے آنے والوں کو مسجد حرام سے روکنا ظلم ہے۔ مسجد حرام وہ سارا احاطہ ہے جو خانہ کعبہ کو گھیرے ہوئے ہے اس آیت میں خانہ کعبہ کی بنیاد کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور ہم نے اس کی ٹھیک جگہ اسے بتائی اور کہہ دیا کہ یہ خانہ کعبہ اس شرط پر بنایا جائے گا کہ یہاں سوا اللہ کے کسی کی عبادت نہ کی جائے اس کو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرو تا کہ یہاں اللہ کے سامنے قیام، رکوع اور سجدہ کرنے والے اللہ کے بندے عبادت کریں۔ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اس کے حج کے لیے پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر قریب و بعید سے ہر طرف کے لوگ دور دراز راستوں سے آئیں ؏

آنے کی غرض

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ
تاکہ حاضر ہوں وہ نفع کی جگہوں پر جو ان کے لیے ہیں اور لیں نام
اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ
اللہ کا ان چند دنوں میں جو معلوم ہیں اوپر ان کے جو دیئے انہیں اللہ نے
مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا
چوپائے مویشیوں میں سے پس کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ
الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ ۲۸ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ
برے حال والے محتاج کو پھر چاہیے کہ دور کردیں اپنی میل کچیل
وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا
اور چاہیے کہ پوری کریں اپنی منتیں اور چاہیے کہ طواف کریں
بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۲۹
اس گھر کا جو قدیم ہے

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ
تاکہ اپنے فائدوں کی جگہ پر پہنچیں اور اللہ کا نام چند
اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ
روز جو معلوم ہیں ان میں لیں جو چوپائے مواشی کے ذبح
مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا
کرتے وقت جو اللہ نے انہیں دیئے سو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ
الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ ۲۸ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ
برے حال والے محتاج کو پھر اپنی میل کچیل دور کریں
وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا
اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس قدیم
بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۲۹
گھر کا طواف کریں

لِيَقْضُوْا: (تاکہ وہ ختم کریں) امر غائب ہے ق ض ی سے۔ قضاء کے معنی ہیں کام ختم کردینا، نمٹا دینا، پورا کرکے چھوڑنا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ احرام ختم کردیں ۞ تَفَثٌ: (میل کچیل) احرام میں بال، ناخن وغیرہ بڑھ جاتے ہیں۔ میل کچیل دور کرنے سے یہی مراد ہے کہ اپنا احرام ختم کریں۔ اور بال وغیرہ ترشواکر معمولی لباس پہنیں ۞ نُذُوْرٌ: (منتیں) نذر کی جمع ہے۔ ہر چیز جسے اللہ کے لیے کرنے کی نیت کرلی جائے۔ یہاں اس سے ارکان حج اور قربانی مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ ایک جگہ مقررہ وقت پر لوگوں کے اکٹھے ہونے میں بڑے بڑے فائدے ہیں جو الگ الگ پڑے رہنے سے حاصل نہیں ہوتے۔ اصل فائدہ یہ ہے کہ ایک اللہ کی طرف سب کے جمع ہوکر متوجہ ہوجانے سے یگانگت و اتحاد اور مل کر اللہ کے احکام بجالانے میں اجتماعی قوت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے انسان کو جو مویشی عطا فرمائے ہیں ان کو اس کے نام پر قربان کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ مناسب ہے کہ ان کا گوشت خود کھائیں اور حاجت مندوں کو کھلائیں جب حج ختم ہوجائے احرام کھول دیں اور خانہ کعبہ کا طواف کریں ۞

اللہ کی بات کی وقعت

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ
یہ تو ہوا اور جو تعظیم کرے اللہ کی محترم باتوں کی پس یہ تعظیم
خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ
بہتر ہے اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک اور حلال کر دیے گئے تمہارے لیے
الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
مویشی مگر وہ جو پڑھ دیے گئے تم پر پس پرہیز کرو
الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ
گندگی سے بتوں کی اور بچو بات
الزُّوْرِ ۝٣٠ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ
جھوٹی سے ایک طرف ہو کر اللہ کے لیے بغیر شرک کیے اس کے ساتھ

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ
یہ سن چکے اور جو کوئی اللہ کے محترم احکام کی وقعت کرے تو وہ
خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ
اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے اور چوپائے تمہارے لیے
الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
حلال ہیں مگر وہ جو تمہیں پڑھ کر سنا دیے گئے پس بچتے رہو
الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ
بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی
الزُّوْرِ ۝٣٠ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ
بات سے ایک اللہ کی طرف ہو کر نہ کہ اس کا شریک بنا کر

حُرُمٰتِ اللّٰهِ: (اللہ کے محترم احکام) حُرُمات، حرمۃ کی جمع ہے قرآنی اصطلاح میں اللہ کا ہر حکم خواہ امر ہو یا نہی حرمت کہلاتا ہے۔ حرمات اللہ سے یہی مراد ہے۔ الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (بتوں کی گندگی) مِن یہاں بیانیہ ہے یعنی گندگی خود بت ہی ہیں۔ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر دنیا اور بتوں کے سامنے جھکنا گندگی اور پلیدی ہے۔ زُوْر: (جھوٹ) ہر گھڑی ہوئی اور بناوٹی بات کو زُور کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ حقیقت سے دُور ہوتی ہے اور لوگ اس سے دھوکا کھاتے ہیں اور یہی اس کے مادہ کے معنی ہیں۔

حج کے فوائد اور اس کے اعمال بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ یہ باتیں تو خیال میں رکھو اور پھر سن لو کہ اللہ عزوجل کے احکام فائدوں سے پُر ہیں۔ خواہ وہ کسی کام کے کرنے کو کہیں یا اس سے رک جانے کو ضروری قرار دے جو شخص ان کا احترام کریگا۔ وہ ایسا کام کرے گا جو اس کے رب اللہ عزوجل کے نزدیک اس کے لیے انجام کار بہت ہی اچھا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے کہ چند چوپایوں کو مستثنیٰ کر کے جن کا ذکر کر دیا گیا ہے سارے مویشی تمہارے لیے حلال کر دیے ہیں۔ اس نعمت کا شکر ادا کرو اور وہ یہ ہے کہ فقط اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی کے نام پر ذبح کرو۔ کسی اور کو اس کے ساتھ شریک مت کرو۔ بت پرستی کی گندگی سے بچو۔ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنا، جھوٹی گواہی دینا، دوسروں کو دھوکا دینا بُرے کام ہیں ان سے بچو!

شرک تباہ کن ہے

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ
اور جو شریک کرے اللہ کے ساتھ پس گویا وہ گرا آسمان سے
فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ
پس اچک لیں اسے مردار خور پرندے یا لے جا ڈالا اسے تیز ہوا نے
فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (٣١) ذٰلِكَ وَمَنْ
کسی جگہ دور کی سُن لیا اور جو کوئی
يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ
تعظیم کرے گا اللہ کی مقرر کردہ چیزوں کی تو یہ تعظیم ہے
تَقْوَى الْقُلُوْبِ (٣٢) لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ
پرہیزگاری دلوں کی سے تمہارے لیے چوپایوں میں فائدے ہیں
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى
ایک وقت مقرر تک پھر پہنچنا ہے انہیں طرف
الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (٣٣)
گھر قدیم کے

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ
اور جس نے اللہ کا شریک بنایا سو جیسے آسمان سے گر پڑا
فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ
پھر اس کو اڑنے والے مردار خور پرندے اچکتے ہیں یا اس کو تیز ہوا
فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (٣١) ذٰلِكَ وَمَنْ
کسی دور مکان میں لے جا ڈالتی ہے یہ سن چکے اور جو
يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ
تعظیم کرے اللہ کے نام کی چیزوں کی سو وہ
تَقْوَى الْقُلُوْبِ (٣٢) لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ
دل کی پرہیزگاری کی بات ہے چوپایوں میں تمہارے لیے فائدے
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى
ہیں ایک وقت مقرر تک ع پھر انہیں پہنچنا ہے اس
الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (٣٣) ع ٨ / ١١
قدیم گھر تک

شعائر اللہ = اللہ کی مقرر کی ہوئی عبادت کی رسمیں۔ اس سے اللہ کی مقرر کی ہوئی عبادت کے طریقے اور چیزیں مراد ہیں۔ کعبہ، طواف، سعی صفا و مروہ، قربانی کے لیے الگ کیا ہوا جانور جسے ہدی کہتے ہیں، مسجدیں سب شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ ارشاد ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ کوئی شریک ٹھہرایا وہ گیا گذرا ہوا وہ ایسا ہے جیسے کوئی بلندی سے گرے اس کا مر جانا یقینی ہے اب اسے مردار خور پرندے اچک لیں یا ہوا کا تیز جھونکا اڑا کر کسی دور دراز مقام پر جا پٹکے معلوم ہوا جس نے اللہ کو چھوڑا اور کسی اور سے دھیان لگایا۔ اب یا تو اسے پریشانیاں چاروں طرف سے گھیر لیں گی یا اس کی خواہشیں اسے ملیامیٹ کر کے چھوڑیں گی۔ اللہ نے جن باتوں یا چیزوں کو اپنی عبادت کی نشانی بنایا ہے ان کا احترام ضروری ہے جس نے ان کا احترام کیا وہ اللہ کا فرمانبردار اطاعت گذار بندہ ہے۔ مثلاً جانوروں سے تم فائدہ اٹھاتے ہو لیکن اگر تم نے اسے اللہ کے لیے نامزد کر دیا اور ہدی بنا دیا تو پھر وہ شعائر اللہ میں داخل ہو گیا اب اس کو حرم کعبہ ہی میں جا کر ذبح ہونا چاہیئے وہی اللہ عزوجل کا مقرر کیا ہوا پرانا عبادت خانہ ہے۔

قربانی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا

اور واسطے ہر امت کے مقرر کی ہم نے قربانی تاکہ لیں وہ

اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ

نام اللہ کا اس پر جو اللہ نے انہیں دیے چوپائے مویشی ہیں سے

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ

پس معبود تمہارا ایک معبود ہے اللہ پس اس کی فرماں برداری کرو

وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور خوشخبری دے عاجزی سے جھکنے والوں کو

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا

اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی کہ اللہ کے نام

اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ

کا ذکر کریں ان چوپائے مویشی پر جو انہیں اللہ نے

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ

دیئے سو معبود تمہارا ایک اللہ ہے پس اسی کے حکم میں رہو

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾

پس عاجزی کرنے والوں کو بشارت دے۔

بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ: (بے زبان چوپائے) بَہِیْمَۃٌ وہ جو بول نہ سکے۔ الْاَنْعَام: مویشی۔ اونٹ، گائے بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ۔ قربانی فقط مویشی ہی کی ہوتی ہے۔

الْمُخْبِتِيْنَ: (عاجزی سے گردن جھکانے والے) مُخْبِتٌ کی جمع ہے جو اِخْبَات سے بنا ہے جس کا مادہ خ۔ب۔ت ہے خَبْت: نیچی زمین کو کہتے ہیں۔ اِخْبَاتٌ: جھکنا۔

ارشاد ہے کہ ہم نے ہر امّت کے لیے قربانی کی رسم مقرر کر دی ہے اور وہ کسی نہ کسی طرح جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔ اس سے اصلی غرض یہ ہے۔ کہ اللہ نے آدمیوں کو جو ان کے کام کے مویشی عطا کیے ہیں۔ انہیں وہ کبھی کبھی اس کا نام لے کر اس کے حکم سے ذبح کریں۔ لیکن اکثر لوگوں نے اللہ کو تو بھلا دیا اور اوروں کے نام پر قربانی کرنے لگے۔

اے مسلمانو! تم یاد رکھو۔ کہ تمہارا معبود فقط ایک اللہ ہے۔ اس کے سوا کسی کے نام کی قربانی مت کرو۔ کسی کے نام کی نذر و نیاز مت مانو۔ کسی کے نام پر بھینسا۔ بکرا وغیرہ ذبح نہ کرو۔ قربانی فقط اللہ عزّ و جل کے لیے ہے اور اسی کی عبادت کی ایک شکل ہے۔ اور عبادتوں کی طرح یہ بھی کسی اور کی نہ ہونی چاہیے۔ اس لیے فقط اللہ ہی کی فرمانبرداری کرو۔ جو لوگ اللہ عزّ و جل کے سامنے عاجزی سے سر جھکاتے ہیں وہی کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔ انہیں خوشخبری سنا دو۔

اللہ کے بندوں کی نشانی

الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ

وہ کہ جب نام لیا جائے اللہ کا ڈر جائیں ان کے دل

وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ

اور جو صبر کرنیوالے ہیں اس پر جو انہیں پہنچے اور وہ جو قائم رکھتے ہیں نماز

وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (۳۵)

اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا خرچ کرتے ہیں

الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ

وہ کہ جب اللہ کا نام لیجیے تو اُن کے دل ڈر جائیں

وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ

اور جو ان پر پڑے اس کے سہنے والے اور نماز قائم رکھنے والے

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (۳۵)

اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے رہتے ہیں

اس آیت کے الفاظ سب پہلے گذر چکے ہیں۔ اس سے پہلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ قربانی ہم نے ہر امت کے لیے مقرر کر دی ہے تاکہ وہ ان مویشیوں میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیے ہیں بعض کو ہمارے نام پر ذبح کریں انسان کو لازم ہے کہ اس کو اسی طرح انجام دے جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے۔

پھر پیغمبر علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکتے ہیں انہیں خوشخبری سُنا دو۔ اس آیت میں ان لوگوں کی نشانیاں بتائی ہیں جو مُخْبِتِیْنَ کے لقب کے مستحق ہیں۔
ارشاد ہے کہ یہ لوگ اللہ عزوجل کا ذکر سنتے ہی اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجاتے ہیں۔ اور ان کے دل اس کی عظمت جلال و جبروت کے تصوّر سے کانپ اٹھتے ہیں۔
یہ اس کے سارے احکام بجا لاتے ہیں مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اس میں ذرا سستی نہیں کرتے۔ اور جو کچھ مال و دولت ہم انہیں عطا کرتے ہیں۔ اس میں سے ہماری رضامندی حاصل کرنے کے لیے ایک حصّہ خرچ کرتے ہیں اور یہ خرچ اسی طریقہ سے ہوتا ہے جو ہماری ہدایتوں کے مطابق ہمارے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ یعنی صدقے کرتے ہیں۔ قربانیاں ذبح کرتے ہیں۔ حج ادا کرتے ہیں اور جہاں تک ہوسکتا ہے ضرورت مند کی مالی مدد کرتے ہیں ؀

اونٹ کی قربانی

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ
اور بڑے بڑے مویشی ہم نے مقرر کیے تمہارے لیے اللہ کی عبادت کے ذریعے
لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ
تمہارے لیے ان میں بہتری ہے پس تم نام اللہ کا
عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا
ان پر کھڑے ہوئے پس جب گر پڑیں پہلوان کے پس کھاؤ تم
مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ
ان میں سے اور کھلاؤ نہ مانگنے والے اور مانگنے والے کو

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ
اور کعبہ کے چڑھاوے کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ کے نام
لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ
لینے کا وسیلہ بنائے ہیں تمہارے واسطے ان میں بھلائی ہے پس اللہ کا نام
عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا
لے کر انہیں نحر کرو پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ
مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ
اور صبر سے بیٹھے اور بے قراری کرتے ہوئے کو کھلاؤ

بُدْنَ (بڑے مویشی) بَدَنَۃٌ کی جمع ہے جو ب د ن سے بنا ہے۔ بَدَنَۃٌ بڑے بدن والا جانور اس میں اونٹ اور گائے شامل ہیں بھیڑ بکری بدنہ نہیں کہلاتے۔ صَوَآفَّ (سیدھے کھڑے ہوئے) صَآفَّۃٌ کی جمع ہے جو صَآفٌّ کی مؤنث ہے اس کا مادہ ص۔ ف۔ ف ہے صَفٌّ کے معنی تین پاؤں پر کھڑا ہونا اور بایاں ہاتھ اٹھا لینا۔ یہ اونٹ کی قربانی کا طریقہ ہے اس کو لٹا کر ذبح نہیں کرتے بلکہ قبلہ رُخ کھڑا کر کے ذبح کرتے ہیں اور بایاں ہاتھ زمین سے اٹھا کر گھٹنے سے ملا کر باندھ دیتے ہیں اور بہت سے ہوں تو انہیں قطار میں کھڑا کر لیتے ہیں اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر نیزہ اونٹ کے سینہ سے ذرا اوپر مارتے ہیں جب خون نکل جاتا ہے تو وہ کسی کروٹ گر پڑتا ہے۔ اس وقت اس کا گوشت کھال سے الگ کرتے ہیں اور اسے نحر کہتے ہیں ذبح کرنا نہیں کہتے یہ اونٹ کی قربانی کا طریقہ ہے۔ وَجَبَتْ (گر پڑے) ماضی ہے و ج ب سے وَجْبٌ کے معنی گر پڑنا پہلو گر پڑنے سے مراد کسی پہلو پر گر جانا پڑنا۔ اَلْقَانِعَ (صبر سے بیٹھا ہوا) اسم فاعل ہے قناعت سے جو کسی سے سوال نہ کرے۔ مُعْتَرَّ (جو سوال کرے) یا لوگوں کے پاس کچھ لینے کی غرض سے جائے۔

ارشاد ہے کہ اونٹوں میں تمہارے لیے دُنیا کے فائدے بھی ہیں۔ اور اللہ نے انہیں اپنی یاد کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔ ان کو اللہ کا نام لے کر نحر کرو۔ اور پھر جب گر پڑیں تو گوشت کھال سے الگ کرو اور خود بھی کھاؤ اور حاجت مندوں کو بھی کھلاؤ۔ خواہ وہ قناعت کیے بیٹھے ہوں یا بے قراری کا اظہار کر رہے ہوں زمنہ سے مانگیں یا نہ مانگیں مگر مطلب یہی ہو کہ کوئی کچھ دے۔ عرب میں اکثر اونٹ کی قربانی ہوتی تھی۔ اس کا بہتر طریقہ یہاں بتا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کر کے بھی دکھا دیا اب اونٹ میں سنت یہی ہے باقی جانور حسب معمول لٹا کر ذبح کیے جاتے ہیں۔

قربانی کی روح

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾
اسی طرح زیر حکم کیا ان کو ہم نے تمہارے تاکہ تم شکر کرو
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ
نہیں پہنچتا اللہ کے پاس گوشت ان کا اور نہ خون ان کا اور لیکن
يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ
پہنچتا ہے اس کے پاس تقویٰ تمہارا اسی طرح زیر فرمان کیا انہیں تمہارے
لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ
تاکہ تکبیر کہو اللہ کی اس پر کہ راہ دکھائی تمہیں اور
بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ
بشارت دے ٹھیک کام کرنے والوں کو تحقیق اللہ دفع کرے گا دشمنوں کو ان سے جو
اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾
ایمان لائے تحقیق اللہ کو نہیں پسند آتا کوئی دغا باز ناشکرا

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾
اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا تاکہ تم احسان مانو
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ
اللہ کے پاس ان کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ لہو لیکن اس کے
يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ
پاس تمہارے دل کا ادب پہنچتا ہے اسی طرح ان کو تمہارے بس میں کر دیا کہ اللہ کی
لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ
اس بات پر تکبیر پڑھو کہ تمہیں راہ سمجھائی اور نیکی کرنے
بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ
والوں کو بشارت دے اللہ دشمنوں کو ایمان والوں سے
اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ع
ہٹا دے گا اللہ کو کوئی دغا باز ناشکرا پسند نہیں آتا

لُحُوْمُ: لحم کی جمع ہے۔ گوشت ۔ دِمَاءُ: دم کی جمع ہے جو اصل میں دَمْوٌ ہے خون ۔ يُدٰفِعُ: دفع کردے گا ۔ مضارع ہے مُدَافَعَۃٌ سے جو د۔ف۔ع سے بنا ہے مُدَافَعَۃٌ کے معنی مار بھگانا ۔ ہٹا دینا ۔ خَوَّانٌ: دغا باز۔ بے ایمان ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے خ۔و۔ن سے اسی سے خیانت اور خائن بنا ہے۔ دھوکے باز ۔ بے ایمان خیانت کرنے والا ۔ ــــــــ ارشاد ہے کہ اتنے بڑے بڑے قوی ہیکل جانور تمہارے تابع کر دیئے ۔ یہ تم پر اللہ کا احسان ہے اس کا شکر ادا کرو۔ قربانی کا اصل مقصد یہ نہیں کہ تم خون بہاؤ اور گوشت کھاؤ ۔ اللہ کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں پہنچتی ۔ اس کے پاس تو تمہارا اللہ کے ساتھ اخلاص اور اس کی فرمانبرداری کا دلی جذبہ پہنچتا ہے ۔ جانوروں کو تمہارا حکم بردار بنایا۔ اس کے بدلے میں تمہیں چاہیئے کہ تم اللہ کے فرمانبردار بنو۔ اور اس کے حکم سے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ کہہ کر انہیں ذبح کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرتا ہوں ۔ وہی سب سے بڑا ہے ۔ اے اللہ یہ تیرے لیے ہے اور تو نے ہی دیا ہے جو لوگ اخلاص اور سچے دل سے قربانی کرتے ہیں ان کو خوشخبری ہو کہ ان کا بیڑا پار ہے اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ مسلمانوں کو ان کے دشمنوں کی ایذا رسانی سے بچا لے گا اسے کوئی دغا باز ناشکر گذار نہیں بھاتا وہ تو اپنے دیانت دار شکر گذار بندوں کو پسند کرتا ہے ۔

قربانی کا فلسفہ

پچھلی آیتوں پر غور کرنے سے عبادت کے معنی اچھی طرح سمجھ میں آسکتے ہیں۔ قرآن مجید کا اصل پیغام انسان کے لیے یہ ہے کہ نادان نہ بن، اللہ کو پہچان۔ اس نے تجھے پیدا کیا۔ وہ تیرا رب ہے۔ اسی نے تیرے فائدے کی ساری چیزیں تجھے دیں۔ آسمان سے مینہ برسایا۔ اس کے ذریعے زمین سے غلّہ۔ میوہ۔ پھول پھل۔ ترکاری سبزی سب کچھ پیدا کیا۔ مویشی کو تیرا تابعدار بنایا تاکہ جو محنت تیرے اپنے بس کی نہ ہو وہ ان سے لے۔ سمجھ بوجھ دی۔ تاکہ تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھائے اور سمجھے کہ یہ سب چیزیں مجھے اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے عطا کی ہیں۔ پھر اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو پہچاننے اور ان کا احسان ماننے کہ انہوں نے ان نعمتوں پر جو اللہ عزوجل نے اسے عطا کیں۔ اللہ کا شکر ادا کرنا سکھایا۔ آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب پیش کر کے اس پر عمل کرنے کا طریقہ بتایا۔

قرآن مجید اسے تعلیم دیتا ہے۔ کہ اے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا تیرے بس کا نہیں۔ اس کی نعمتیں بے شمار اور لامحدود اور تیری قوتیں اور سمجھ محدود۔ تیری آسانی کے لیے اللہ عزوجل نے تیرے لیے شکر ادا کرنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اور اس طریقہ کا نام عبادت رکھ دیا ہے۔ عبادت کے معنی ہیں۔ عبدیت کا یعنی بندہ ہونے کا اقرار۔ عبادت اللہ عزوجل کے مقرر کیے ہوئے چند کام ہیں جنہیں انسان کو محض اس کا حکم بجا لانے اور اپنی عبدیت کا اظہار کرنے کے لیے ادا کرنا چاہیئے۔ یہ کام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، قربانی وغیرہ ہیں۔ ان میں انسان کو اپنی طرف سے کوئی اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ اور انہیں انہی شرائط کے ساتھ پورا کرنا چاہیئے۔ جو مقرر کر دی گئی ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے کیا فائدہ ہے۔ نہ ان کی بابت "تغیّر و تبدّل" کا وہم پیدا کر سکتا ہے۔ یہ بندگی کی نشانیاں ہیں اور منعم حقیقی کے بتائے ہوئے طریقہ سے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ ان کو محض اسی خیال سے بجا لانا چاہیئے۔ اور انسان کو عقل دی ہے۔ اگر وہ ان عبادتوں کے مقررہ طریقوں سے کوئی اور اجتماعی معاشرتی اور وقتی فائدہ اٹھا سکتا ہے تو ضرور اٹھائے۔ کوئی ممانعت نہیں۔ اگر تم اپنے آپ کو اللہ کا بندہ مانتے ہو تو وقت پر حکم کے مطابق قربانی کرو۔ تمہیں یہ کہنے کا کوئی حق نہیں۔ کہ اس میں کیا فائدہ ہے۔ بندۂ خدا اس میں تیرا فائدہ یہ کیا تھوڑا ہے کہ تیرا مولیٰ تجھ سے تجھے اپنی بے چون وچرا فرمانبرداری کرتے دیکھ کر خوش ہو جائے اور تیرا نام اپنے شکر گذار بندوں میں لکھ لے بندہ کا کام یہی ہے کہ اپنے آقا کو خوش رکھے۔

لڑائی کی اجازت

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ
اذن دیا گیا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ ان پر ظلم ہوا
وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ (۳۹)
اور تحقیق اللہ ان کی مدد پر البتہ قدرت رکھتا ہے
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
وہ جو نکالے گئے اپنے گھروں سے ناحق
اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ
مگر یہ کہ کہتے ہیں وہ ہمارا رب اللہ ہے

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ
ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں حکم مل گیا اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا
وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ (۳۹)
اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا بلا وجہ
اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ
سوا اس کے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے

نبوّت کے پہلے تیرہ سال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ میں گذارے وہ مسلمانوں پر بڑے سخت گذرے مکّہ کے شورہ پشت لوگوں نے انہیں دل کھول کر ہر طرح ستایا۔ مارنا پیٹنا تو معمولی بات تھی۔ گرم تپتے ہوئے پتھروں اور ریت پر ننگے بدن لٹانا اور اوپر سے سینے پر گرم پتھر رکھ دینا۔ کھانے پینے کی چیزیں روک لینا۔ میل جول چھوڑ دینا۔ تعلقات منقطع کر لینا سننے میں تو آسان ہیں۔ مگر جن پر یہ مصیبتیں سچ مچ گذری ہوں وہ جانتے ہیں۔ گرمی کے دنوں میں مسجد کے صحن کے تپتے ہوئے پتھروں کے فرش پر دو قدم چلنے ہی سے تلوے جھلس جاتے ہیں۔ کسی کو اس پر کرتا اتار کر چت لٹا دیا جائے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ ایمان کے دل دادوں نے یہ سب کچھ سہا۔ مگر اُف نہ کی۔ حکم تھا کہ کافر جو اذیت پہنچائیں وہ سب سہو لیکن ان سے لڑو مت۔

آخر جب گھر چھوڑ کر مجبوراً مدینہ میں پناہ لی تو کچھ دم میں دم آیا۔ اس وقت حکم ہوا کہ ان ظالموں سے لڑو۔ تعداد میں تھوڑے ہونے کی پروا مت کرو۔ ہم تمہاری مدد کی قدرت رکھتے ہیں انہوں نے تمہیں بلا معقول وجہ کے تمہارے گھروں سے نکالا۔ تم نے ان کا کیا بگاڑا تھا؟

فقط اتنا ہی تو کیا تھا کہ اللہ کو اپنا رب مانا تھا اور بتوں کے پوجنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں مل جل کر رہنا ضروری ہے اور اس کے لیے یہ کافی ہے کہ کوئی کسی سے کسی قسم کی بدسلوکی نہ کرے۔ عقیدوں پر باہم لڑنا انسانیت کے خلاف ہے لڑائی اس سے کی جائے گی جو اوروں پر ظلم توڑے اور دوسروں کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہے۔

دُنیا کا انتظام

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
اور اگر نہ دفع کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو دوسرے سے
لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ
تو ڈھا دیے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے
وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ
اور مسجدیں کہ ذکر ہوتا ہے جن میں اللہ کے نام کا بہت
وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ
اور ضرور مدد کرے گا اللہ اس کی جو مدد کرے گا اس کی تحقیق
اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾
اللہ البتہ قوت والا ہے زبردست

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے ہٹایا نہ کرتا
لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ
تو ڈھا دیے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے
وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ
اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت پڑھا جاتا ہے
وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ
اور اللہ ضرور مدد کریگا اس کی جو مدد کرے گا اللہ کی بے شک
اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾
اللہ زبردست ہے زور والا

صَوَامِعُ۔ صَوْمَعَۃٌ کی جمع ہے صَوْمَعَہ۔ راہبوں کا ٹھکانا اور دنیا سے کنارہ کش لوگوں کی جگہ۔ عیسائیوں کی خانقاہیں۔ تکیے۔
بِیَعٌ۔ بِیْعَۃٌ کی جمع ہے عیسائیوں کے گرجا کو کہتے ہیں صَلَوٰتٌ عبرانی لفظ صَلوتا سے معرب ہے۔ یہود کے عبادت خانے۔

ارشاد ہے کہ دُنیا میں بھلے بُرے، مومن، کافر، نیک معاش، بدمعاش سبھی قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ اگر بُروں کو دبایا نہ جائے تو وہ اچھوں کو کچّا ہی کھا جائیں یا کم سے کم ان کا ہر وقت ناک میں دم رکھیں اس لیے اس دنیا کے بنانے والے نے جہاں کچھ دن کے لیے اس میں سب کی بود و باش کا بندوبست کیا ہے وہاں اس کا بھی انتظام کر دیا ہے کہ فسادی لوگ زیادہ سر نہ اٹھانے پائیں ورنہ اگر ان کو موقعہ مل گیا تو وہ اچھے لوگوں کے عبادت خانے، خلوت گاہیں سب کچھ مٹا کے رکھ دیں گے اور اللہ عزوجل کا نام لینے والوں کو کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیں گے۔ گرجا، یہود کے عبادت خانے، مسلمانوں کی مسجدیں یہ سب اچھے لوگوں نے اپنے اپنے زمانے میں اسی لیے بنائیں کہ ان میں بہ کثرت اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے۔ اس لیے ہر زمانے میں جب شریروں کا زور اتنا بڑھ جاتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ اللہ ان شریروں، فسادیوں کے مقابلے میں اپنے نیک بندوں کی ضرور مدد کرے گا جو اس کا دین پھیلا کر دُنیا میں امن و امان قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ عزوجلّ بڑی قوّت اور قُدرت والا ہے۔ اس کے آگے کچھ مشکل نہیں کہ نیکوں کی چھوٹی سی جماعت کو اتنی قوّت دے دے کہ بدوں کے جمّ غفیر کو مار بھگائیں۔

مُسلمانوں کا کام

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا
وہ جنہیں اگر ہم جگہ دے دیں ملک میں تو قائم کریں
الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا
نماز اور ادا کریں زکوٰۃ اور کہیں کرنے کو
بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ
اچھے کام اور روکیں بُرے کام سے
وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۴۱)
اور اللہ ہی کے لیے ہے انجام کاموں کا

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ وَاَقَامُوا
وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا
نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلے کام
بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط
کا حکم کریں اور بُرے کام سے منع کریں
وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۴۱)
اور ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے

مَكَّنّٰا (غلبہ دیں ہم) ماضی کا صیغہ ہے تمکین سے جو مکان سے بنا ہے مکان جگہ کو کہتے ہیں تمکین جگہ پر قابو دے دینا یہاں سلطنت عطا کرنا مراد ہے۔

مکّہ والے کافروں کو ارشاد ہے کہ تم نے نادانی سے اور اپنے وقتی فائدہ کو ترجیح دیتے ہوئے مسلمانوں کو دبانے اور مٹانے کی تیاری کی ہے لیکن یاد رکھو اس وقت دنیا تم جیسے شریروں اور خودغرضوں سے بھر گئی ہے اگر ان کو اس وقت نہ دبایا گیا تو آگے چل کر انسان کا جینا دوبھر ہو جائے گا اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جائیں گے اس لیے ضروری ہے کہ اس قاعدے کے مطابق جو اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا۔ ایک ایسی امّت کھڑی کی جائے جو دنیا والوں کے ہوش و حواس درست کر دے۔ یہ مٹھی بھر لوگ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یہی آگے چل کر وہ امت مسلمہ بنیں گے جن کا عمل دنیا کے لیے نمونہ ہو گا۔ یہ اللہ عزوجل کے عبادت گذار ہوں گے دولت سے فقط اپنی ہی جیبیں نہ بھریں گے بلکہ اپنے غریب بھائیوں کو اپنے ساتھ لے کر بڑھیں گے اپنے مال کا ایک حصہ ان کے لیے وقف کر دیں گے۔ اچھے کام کرنے کا حکم دیں گے بُرے کاموں سے روکیں گے۔ آج تم انہیں خستہ اور بدحال دیکھ کر ان کو حقارت سے دیکھتے ہو۔ بلکہ مٹانے کی فکر میں ہو۔

آگے چل کر دُنیا دیکھے گی۔ کہ یہ کیا سے کیا ہو گئے۔ ان کی ابتدائی کمزوری پر مت جاؤ۔ ہر کام کا انجام اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے تم نادانی سے اس وقت نہیں سمجھتے۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے دنیا کی اصلاح اور انتظام درست کرنے کے لیے منتخب کیا ہے لیکن انجام ہر بات کا اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اپنا کام ان کے ہاتھ سے پورا کرا کے رہے گا۔

عبرت کا مقام

ان آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اندر بے شمار علیحدہ علیحدہ قوتیں باہم ٹکرا رہی ہیں۔ ان میں سے بعض تو باہم صلح کر لیتی ہیں اور عالم کے قیام اور اس کی درستی میں مل کر لگ جاتی ہیں اور بعض ایک دوسری کو تباہ کر دیتی ہیں بعض قوتیں دوسری پر غالب آکر انہیں زبردستی دبائے رکھتی ہیں اور ابھرنے سے روکتی ہیں۔

اب اگر یہ غالب آنے والی قوتیں دنیا کو قائم رکھنے والی ہیں تو یہ کارخانۂ ہستی چلتا رہتا ہے اگر اس کو بگاڑنے والی ہیں تو انہیں غالب چھوڑ دینے سے دنیا آخر کار تباہ ہو کر رہتی ہے۔ اللہ عزوجل کا فیصلہ ہے کہ ایک مقررہ مدّت تک دنیا قائم رہے گی اور یہ کارخانہ اسی طرح جاری رہے گا۔ اس لیے ان تباہ کن غالب قوتوں کا زور توڑ دینے کے لیے اس نے تدبیر کر رکھی ہے کہ جب یہ خطرناک طور پر زور پکڑ لیں تو ایک نئی قوت پیدا کر دیتا ہے۔ جو ان خطرناک قوتوں کے زور کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ دنیا میں ایک زمانے کے اندر ان تباہ کن قوتوں نے زور پکڑ لیا تھا۔ اور اگر انہیں یونہی چھوڑ دیا جاتا تو دنیا زیادہ دن نہیں چل سکتی تھی۔ لیکن اللہ کو منظور تھا کہ یہ ابھی چلے۔ اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور آپ کے تابعداروں کی ایک امت بن گئی جس کا نام امت مسلمہ ہے۔ ایک مدت تک مسلمانوں کو شریر قوتوں کے پھندے میں پھنسا کر ان کو صبر و استقلال کی مشق کرائی گئی اور میدانِ عمل میں اترنے کے لیے تیار کیا جب یہ تربیت کی مدت ختم ہوئی تو حکم ہوا کہ اب سرکش اور فسادی قوتوں پر حملہ کر دو اور ان کو دبا دو۔ اس امت کی تین خصوصیتیں اس آیت میں بیان کی ہیں:

۱۔ اللہ عزوجل کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے گی (۲) اس کی اندرونی تنظیم کا ذریعہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ ہو گی۔ صلوٰۃ سے ان کی یکجہتی قائم رہے گی۔ اور زکوٰۃ سے نظام کی جڑ جم جائے گی۔ یہ دو چیزیں ان کی تنظیم کی جڑ ہیں۔ ان کے سنہری روپہلی باہمی اصول جو کچھ کہو یہی دو ہیں۔ یہی ان کی قومی زندگی کے دو محکم ستون ہیں۔

۳۔ ان کے معاشرتی اصول جن کو اپنے داخلی اور خارجی تعلقات دونوں کے لیے یہ امّت اپنا رہنما بنائے گی۔ وہ نیک کاموں کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا ہے۔

ارشاد ہے کہ اس امت کو اس معاشرے کے دنیا بھر کے لوگوں میں قائم رکھنے کے لیے سلطنت عطا کی جائے گی۔ اگر ان میں یہ تینوں خصوصیتیں قائم رہیں تو ان کی سلطنت ہمیشہ قائم رہے گی اور یہ دنیا میں امن و امان قائم رکھ سکیں گے اور اگر ان سے ہٹ گئے تو پھر اللہ عزوجل ہی جانے کیا ہو گا۔ کیونکہ ہر قوم اور ہر چیز کا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اپنی خصوصیتیں کھو بیٹھے۔ تو اپنی ہستی اور اپنی سلطنت اور اپنی عزت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ مسلمانو! ذرا گریبان میں منہ ڈالو!

اللہ کا انکار

وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

اور اگر جھوٹا کہیں تجھے تو جھوٹا کہا رسولوں کو ان سے پہلے

قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ

نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور قوم

إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿۴۳﴾ وَأَصْحَابُ

ابراہیم کی اور لوط کی قوم اور لوگ

مَدْيَنَ ۖ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ

مدین کے اور جھوٹا کہا گیا موسیٰ کو پس ڈھیل دی میں نے

لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ

منکر کافروں کو پھر پکڑ لیا انہیں پس کیسا

كَانَ نَكِيرِ ﴿۴۴﴾

تھا انکار میرا

وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

اور اگر تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلے جھٹلا چکی ہے

قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ

نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور ابراہیم کی

إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿۴۳﴾ وَأَصْحَابُ

قوم اور لوط کی قوم اور مدین کے

مَدْيَنَ ۖ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ

لوگ اور موسیٰ کو جھٹلایا پھر میں نے

لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ

منکروں کو ڈھیل دی پھر ان کو پکڑ لیا تو کیسا ہوا

كَانَ نَكِيرِ ﴿۴۴﴾

میرا انکار

اَمْلَیْتُ (مہلت دی میں نے) یہ ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنی ڈھیل دینا، مہلت دینا ہیں۔ اس کا مضارع اُمْلِیْ سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے۔

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ ہم نے دنیا کے ایک مدت تک قائم رکھنے کے لیے یہ نظام مقرر کر دیا ہے کہ اس کی مٹانے والی قوتوں کے مقابلہ میں اس کی بنائے رکھنے والی قوتیں بوقت ضرورت غالب آ جائیں اور شر و فساد کا قلع قمع کر دیں۔ خیر و شر کی یہ قوتیں انسان کو اپنا آلۂ کار بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس لیے انسان کو ان دونوں قوتوں سے آگاہ کرنے اور خیر کا طرفدار ہونے کے قابل بنانے کے لیے اللہ عزّ و جل نے اپنے رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ قائم کیا اور اس کی تکمیل آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی۔ آگے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ لوگ اپنی نادانی سے تیری بات نہ مانیں اور تجھے جھوٹا ٹھہرائیں تو اس سے بددل نہ ہونا۔ انسان کی کوتاہ بینی ہر زمانے میں اسے رسولوں کی مخالفت پر آمادہ کرتی رہی ہے لیکن مخالفوں کا انجام ہمیشہ برا ہوا ہے۔ پہلی قوموں کا حال ہم تجھے سنا چکے ہیں وہ تو ان کو بھی سنا دے اور صاف صاف کہہ دے کہ اللہ عزّ و جل بدی کو نیکی پر غالب نہ ہونے دے گا۔ اگر انہوں نے نہ مانا تو یہ بھی اسی طرح تباہ ہوں گے (نعوذ باللہ)

اندھاپن

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

سو کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہلاک کیا ہم نے انہیں اور وہ ظلم کر رہی تھیں

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ

بس وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور بہت سے کنوئیں بیکار پڑے ہیں

وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ (۴۵) اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

اور بہت سے محل چونے گچ کے کیا پس نہیں سیر کی

فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ

زمین میں تاکہ ہو جائیں ان کے لیے دل ایسے کہ سمجھنے لگیں وہ

بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا

ان سے یا کان ایسے کہ سننے لگیں ان سے کیونکہ حقیقت یہ ہے

لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ

کہ نہیں اندھی ہوتی آنکھیں لیکن اندھے ہو جاتے ہیں دل

الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (۴۶)

جو سینوں میں ہیں

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

پھر کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر ڈالیں اور وہ گنہ گار تھیں

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ

اب وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنوئیں نکمے پڑے ہیں

وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ (۴۵) اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

اور کتنے ہی محل گچ کاری کے ویران کیا ملک کی سیر نہیں کی کہ

فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ

ان کے دل سمجھنے کے قابل ہوتے اور

بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا

کان سننے کے اہل ہوتے سو کچھ

لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں پر دل جو سینوں میں ہیں

الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (۴۶)

وہ اندھے ہو جاتے ہیں

خَاوِيَةٌ (گرے ہوئے) اسم فاعل مؤنث ہے خ۔و۔ی سے خَوِیٌ کے معنی کمزور ہو کر گر پڑنے کے ہیں۔ خَاوِيَةٌ گری ہوئی۔ عُرُوْشٌ: چھتیں۔ عرش کی جمع ہے۔ سورۃ الانعام میں یہ لفظ گذر چکا ہے۔ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا: مراد یہ ہے کہ پہلے چھتیں گریں۔ ان کے اوپر سارا گھر آ پڑا۔

دنیا کا قیام انسان کے اعمال پر موقوف ہے۔ انسان کے نیک کام بنانے والی قوتوں کے مددگار ہیں اور اس کے بُرے کام بگاڑنے والی قوتوں کو اور بھی زور دار کر دیتے ہیں۔ اسی بات کو اس آیت میں سمجھایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ تم سے پہلے بہت سی بستیاں اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ ان کے مکانات گر پڑے۔ کنوئیں بیکار ہو گئے۔ بڑی بڑی مضبوط عمارتیں ویران ہو گئیں۔ دنیا میں چل پھر کر دیکھو ان کی تباہی کے آثار تمہیں نظر آئیں گے۔ انہیں دیکھ کر تمہارے دل کی آنکھیں اور کان کھل جانے چاہئیں۔ بغیر ان کے کھلے ظاہری آنکھ اور کان بیکار ہیں۔ اصل اندھاپن دل کا اندھاپن ہے۔ ظاہری آنکھوں کے نہ ہونے سے آدمی اندھا نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کی دل کی آنکھیں کھلی رہیں۔

جلدی بیکار ہے

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ

اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب اور ہرگز خلاف نہ کرے گا

اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ

اللہ اپنا وعدہ اور تحقیق ایک دن تیرے رب کے نزدیک

كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ

مانند ہزار سال کے ہے اس سے جو تم گنتے ہو اور کتنی ہی

مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

بستیاں ہیں کہ ڈھیل دی میں نے ان کو اور وہ غلط کار تھیں

ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾

پھر پکڑ لیا میں نے ان کو اور میری ہی طرف لوٹنا ہے

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ

اور تجھ سے جلدی عذاب مانگتے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ

اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ

ہرگز نہ ٹالے گا اور تیرے رب کے ہاں ایک دن ہزار سال کے

كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ

برابر ہوتا ہے تمہاری گنتی کے مطابق اور کتنی ہی

مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

بستیاں ہیں کہ میں نے ان کو ڈھیل دی حالانکہ وہ گنہ گار تھیں

ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ ع ۱۳

پھر میں نے ان کو پکڑا اور میری ہی طرف پھر کر آنا ہے

مکّہ کے سرکش لوگ اس بات کو نہ مانتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان کا کہنا نہ ماننا اللہ کے ناراض ہو جانے کا باعث ہوگا۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا تو انہیں بتوں کو پوجتے چلے آئے ہیں۔ ہمارے لیے زندگی بسر کرنے کے جو قاعدے قرینے وہ مقرر کر گئے ہیں وہی کافی ہیں۔ انہیں سمجھایا گیا کہ اللہ کے رسول پہلے لوگوں کے پاس بھی آتے رہے ہیں انھوں نے نافرمانی کی تو ان پر عذاب آیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

اس زمانے میں بھی برائیاں حد سے زیادہ پھیل گئی تھیں۔ اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر بھیجا۔ ان کا کہنا نہ مانو گے۔ تو عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ لوگ یہ سنکر اس کی ہنسی اڑانے لگے اور کہا کہ جاؤ ابھی ابھی عذاب جلدی لے آؤ ہم تو نہیں مانتے (نعوذ باللہ) انہیں اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ تجھ سے عذاب جلدی لانے کو کہہ رہے ہیں ان سے کہہ دو کہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ تم سمجھتے ہو کہ عذاب میں دیر ہو رہی ہے۔ مگر تمہارے ہزار برس بھی اللہ کے ہاں ایک دن کے برابر ہیں۔ اصل بات سمجھنے کی یہ ہے کہ رسول کی نافرمانی سے عذاب آ کر رہے گا۔ اس میں دیر سویر کا سوال نہیں۔ شک ہو تو پہلے لوگوں کا حال سن لو۔ وہ گناہ کرتے رہے اور ہم ڈھیل دیتے رہے۔ آخر عذاب آیا اور وہ ہلاک ہوئے۔ زمانہ ہی کیا۔ میرے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے۔ تم مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔

خلاصۂ مطلب

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ

کہہ اے لوگو بات یہی ہے کہ میں تمہیں ڈرانے والا ہوں

مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کھلم کھلا پس جو ایمان لائے اور کام کیے انہوں نے نیک

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾

ان کے لیے بخشش ہے اور روزی باعزت

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

اور جن لوگوں نے کوشش کی ہماری آیتوں کو ہرانے کے لیے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

وہی لوگ ہیں دوزخ والے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ

تو کہہ اے لوگو: میں تو تمہیں کھول کر ڈر

مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

سنانے والا ہوں سو جو لوگ یقین لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾

ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور ان کے لیے عزّت کی روزی ہے

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

اور جو ہماری آیتوں کو ہرانے کو دوڑے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

وہی دوزخ والے ہیں

مُعٰجِزِيْنَ (عاجز کرنے والے) مُعَاجِزٌ کی جمع ہے جو ع۔ج۔ز سے بنا ہے عَجز کے معنی عاجز ہو جانا تھکا نا۔ مُعَاجَزَۃٌ دوسرے کو عاجز کرنے کی کوشش کرنا

اس سے پہلی آیتوں میں دُنیا کی فطرت کو اچھی طرح واضح کر کے بتا دیا گیا۔ انسان کا جو مرتبہ اور مقام اس کے اندر ہے۔ اسے بھی خوب کھول کر سمجھا دیا گیا۔ معلوم ہو گیا۔ کہ دنیا میں بھلائی اور برائی کی جنگ ہمیشہ تا قیام قیامت جاری رہے گی۔ اس کی بہتری اس میں ہے۔ کہ بھلائی کا ساتھ دے اور برائی کو دبائے۔ اس کے لیے اگر لڑنا بھی پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس آیت میں انسان کے اندر رسولوں کا مرتبہ مقام اور ان کا کام بتایا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہہ دے کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف اپنا رسول مقرر کر کے بھیجا ہے میرا کام سوا اس کے کچھ نہیں کہ تمہارے اعمال کے نتیجوں سے تمہیں خبردار کر دوں سو ہر شخص اپنے کیے کی سزا بھگتے گا میں بہت ہی صاف اور کھلے الفاظ میں تم سے کہتا ہوں کہ انسان کی فلاح کے لیے شرط اوّل ایمان ہے یعنی دل سے یقین کرنا کہ یہ ساری کائنات فقط ایک اللہ عزوجل نے بنائی ہے وہی اس کو پال رہا ہے وہی قیامت کے دن انسان کے اعمال کا حساب لے گا جو اللہ کے رسولوں کو مانے گا اور ان کے بتلائے ہوئے نیک عمل کریگا۔ اس کی خطاؤں سے درگزر کی جائے گی اور اللہ اپنے فضل سے اسے عزت و آبرو کے ساتھ بہت کچھ عطا فرمائے گا جو شخص اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے گا اور ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرے گا۔ اس کا ٹھکانا ... ہے جو بڑے دکھ درد کی جگہ ہے ؞

شک و شبہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ نبی

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِيَّتِهٖ

مگر جب اس نے بیان کیا ڈال دیا شبہ شیطان نے اس کے بیان میں

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ

پس مٹا دیتا ہے اللہ وہ جو شبہ ڈالا شیطان نے پھر پختہ کر دیتا ہے

اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ۵۲

اللہ اپنی آیتیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ

اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول یا نبی نہیں بھیجا

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِيَّتِهٖ

مگر وہ جب بتانے لگا تو شیطان نے اس کی بات میں شبہ ڈال دیا

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ

پھر اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہے مٹا دیتا ہے پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا

اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ۵۲

ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

تَمَنّٰٓى (کہا، بیان کیا، پڑھا) ماضی کا صیغہ ہے تَمَنِّیْ سے جس کا مادہ م۔ن۔ی ہے مُنْیَۃٌ۔ آرزو، کہی ہوئی بات۔ اس مادہ کے اور بھی معنی ہیں مگر یہاں یہی مناسب ہے اُمْنِیَّۃٌ (کہی ہوئی بات، بیان) اسی مادہ سے اسم ہے اصل میں اُمْنُوْیَۃٌ تھا تعلیل کے بعد اُمْنِیَّۃٌ ہو گیا وہ ذریعہ یا واسطہ جس سے کوئی بات ظاہر کی جائے۔

انسان کو سیدھی راہ سے روک کر ٹیڑھی راہ پر چلانے والا شیطان ہے اور اس کا سب سے بڑا داؤ یہ ہے کہ رسول جو بات کہتے ہیں اور جو قرآن کی آیتیں سناتے ہیں وہ آیتوں کے اندر شبہے پیدا کرتا ہے اور آیت کا مطلب توڑ موڑ کر کچھ کا کچھ کر دیتا ہے بہت سے لوگ اس کے داؤ میں آ جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ واقعی یہ مطلب بھی تو ہو سکتا ہے اللہ عزوجل اور آیتوں کے ذریعہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی خفی کے ذریعہ مطلب کو بالکل واضح کر دیتا ہے۔ اور شیطان کے پیدا کیے ہوئے شبہے غائب ہو جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کو تمام کائنات اور انسان کے حالات کا پورا پورا علم ہے اور وہ ہر بات کی مصلحت خوب جانتا ہے۔ اس نے اپنے علم اور مصلحت شناسی کی رو سے ایسی آیتیں بھی نازل کی ہیں جن کے مطالب بہت سے ہو سکتے ہیں ان کو متشابہات کہتے ہیں اور پھر ایسی بھی نازل کی ہیں جن سے ایک ہی مطلب صاف ہو کر معین ہو جاتا ہے۔ انہیں محکمات کہتے ہیں۔ یا اگر قرآن کے مطلب میں پھر بھی کچھ پیچیدگی رہ جائے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خفی کے ذریعے صاف مطلب سمجھا دیا جاتا ہے اور آپ حدیث کے ذریعے اسے صاف کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ متشابہات کا مطلب محکمات کی حدیث کی روشنی میں تلاش کرنا چاہیے اور کسی کو اپنی طرف سے مطلب گھڑنے کا کوئی حق نہیں ؛

متشابہات کی مصلحت

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ

تا کہ کرے جو ڈالا شیطان نے آزمائش ان لوگوں کی

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ

جن کے دل میں روگ ہے اور سخت ہیں دل اُن کے

وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ (۵۳)

اور تحقیق ظالم البتہ مخالفت میں ہیں دُور کی

وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ

اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا کہ یہی ٹھیک بات ہے

مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ

تیرے رب کی طرف سے پس ایمان لائیں وہ اس پر پس نرم ہوں اس کے لیے دل ان کے

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ

اس واسطے کہ جو کچھ شیطان نے ملایا اس سے انہیں جانچے جن کے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ

دل میں روگ ہیں اور جن کے دل سخت ہیں

وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ (۵۳)

اور گنہگار تو مخالفت میں دور جا پڑے

وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ

اور اس واسطے کہ وہ لوگ جنہیں سمجھ ملی ہے معلوم کر لیں کہ یہ حق ہے

مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ

تیرے رب کی طرف سے پھر اس پر یقین لائیں اور ان کے دل نرم ہو کر اس کے آگے جھکیں

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ایسی آیتیں کیوں نازل کی ہیں جن کا مطلب کئی طرح بیان کیا جا سکتا ہے؟ ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو عقل عطا کر کے اس کے ذمہ یہ کام ڈالا ہے کہ وہ اپنی کوشش سے ٹھیک بات تلاش کرے شیطان اس کو بہکاتا ہے اور اس کے دل میں شک و شبہ پیدا کر کے اس کے لیے سیدھا راستہ ڈھونڈنا مشکل کر دیتا ہے۔ ادھر انسان کی بُری خواہشوں کو اکساتا ہے۔ اور وہ اس کی عقل کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں اور اس کو آیت کا وہی مطلب سمجھاتی ہیں۔ جن سے ان خواہشوں کے پورا کرنے میں مدد ملے یہی خراب خواہشیں اس کے دل کا روگ ہیں۔ جن کے دل گناہوں کی شامت سے سخت ہو جائیں۔ وہ شیطان کے اشاروں پر چلتے ہیں اور ان کی عقل ٹھیک کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ یہ لوگ ظالم ہیں۔ ان کو حق کی مخالفت راستی سے دور کہیں لے جا کر ڈال دیتی ہے۔ دوسری طرف سمجھ دار لوگ اپنے علم و عقل سے ایمان کی روشنی میں کام لیتے ہیں اور حق بات کو پا لیتے ہیں اور دل میں اس کا یقین جما لیتے ہیں ان کے دل سخت نہیں ہونے پاتے وہ آسانی سے حق بات مان لیتے ہیں اور اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ جُھک جاتے ہیں۔ غرض آیات متشابہات سے انسان کا امتحان مقصود ہے کہ وہ عقل سے ٹھیک کام لے کر شیطان سے پھندوں سے بچتا ہوا آیات محکمات کی روشنی میں اور ارشادات نبوی کے سہارے ٹھیک راستہ ڈھونڈ لیتا ہے یا نہیں ؛

پختہ یقین سے ہدایت

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى
اور تحقیق اللہ البتہ ہدایت کرنے والا ہے انہیں جو ایمان لائے طرف
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۵۴) وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ
راستے سیدھے اور ہمیشہ رہیں گے وہ جنہوں نے
كَفَرُوْا فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
کفر کیا شک کے اندر اس کی طرف سے یہاں تک کہ آئے ان پر
السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ
قیامت اچانک یا آئے ان کو عذاب
يَوْمٍ عَقِيْمٍ (۵۵)
ایسے دن کا جس میں بچنے کی جگہ نہیں

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى
اور اللہ یقین لانے والوں کو سیدھی راہ
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۵۴) وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ
سمجھانے والا ہے اور منکروں کو اس
كَفَرُوْا فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
میں ہمیشہ دھوکا ہی رہے گا یہاں تک کہ ان پر
السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ
بے خبری میں قیامت آپہنچے یا ان پر ایسے دن کی آفت آپہنچے
يَوْمٍ عَقِيْمٍ (۵۵)
جس میں خلاصی کی کوئی راہ نہیں

هَادِ (راہ سمجھانے والا) اصل میں ہَادِیْ ہے جو ہدایت سے بنا ہے۔ ی کو بولتے ہیں اور پھر قرآنی رسم خط میں بھی گرا دیا۔ مِرْيَةٍ: شک و شبہ۔
عَقِيْمٌ: (بند، رکا ہوا) صفت کا صیغہ ہے۔ ع۔ق۔م سے عقم کے معنی بند کرنے اور روک دینے کے ہیں۔ بانجھ عورت کو بھی عقیم اسی لیے کہتے ہیں
یہاں دن کو عقیم کہنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں کسی طرف بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں وہ ہر طرف سے بند ہے۔

اس سے پہلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ انسان کو عقل اور ارادہ عطا کر کے اور دنیا میں بعض چیزیں اس کے فائدے کی اور بعض اس کے نقصان کی ملا کر پیدا کر کے اس کا امتحان لینا مقصود ہے یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیتیں بھی اس وقت تک ٹھیک طور پر سمجھ میں نہیں آسکتیں جب تک شیطان کے وسوسوں کو اور اپنی بری خواہشوں کو عقل بگاڑ دینے سے روک نہ دیا جائے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ جو اللہ عزوجل پر ایمان لے آئیں گے۔ انہیں اللہ ان دونوں آفتوں سے بچا کر صحیح سمجھ عطا فرمائے گا۔ اور انہیں سیدھا راستہ دکھا دے گا۔ مگر جو اللہ پر ایمان نہ لائیں گے۔ وہ صراط مستقیم کو نہ پا سکیں گے۔ ان کا دل شیطانی وسوسوں اور ذاتی فائدوں کے پھندوں میں پھنسا رہے گا اور وہ سچی باتوں میں ہمیشہ شبہ کرتے رہیں گے جب ایمان نہیں تو پھر سوا اس کے کہ اچانک قیامت آجائے یا ایسا مصیبتوں بھرا دن نصیب ہو جس کی دکھ دینے والی آفتوں سے بچنے کی کوئی صورت ہی نہ ہو اور کوئی شے ان کو شک و شبہ سے نکالنے والی نہیں لیکن اس وقت شک و شبہ نکلے بھی تو کیا۔ بات تو جب ہے جب آفت آنے سے پہلے بات سمجھ جائیں ۔

اللہ کی حکومت

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ

بادشاہت اس روز اللہ کی ہے فیصلہ کریگا ان میں

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پس وہ جو ایمان لائے اور کام کیے بھلے

فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۵۶) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وہ نعمت والے باغوں میں ہیں اور جنہوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اور جھوٹا بتلایا ہماری آیتوں کو پس وہ لوگ ان کے لیے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۵۷)

عذاب ہے ذلیل کرنے والا

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ

اس دن راج اللہ کا ہے وہ ان میں فیصلہ کرے گا

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جو یقین لائے اور بھلائیاں کیں وہ

فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۵۶) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نعمت کے باغوں میں ہیں اور جو منکر ہوئے

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اور ہماری باتیں جھٹلاتے رہے سو ان کے لیے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۵۷) ع ۹ / ۱۲

ذلّت کا عذاب ہے

جب معلوم ہو چکا کہ دُنیا انسان کے امتحان کی جگہ ہے اور شیطانی وسوسہ اور انسان کی خود غرضیاں اسے اس امتحان میں کامیاب ہونے سے برابر روکتی رہیں گی یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیتوں کا ٹھیک مطلب سمجھنے میں بھی رکاوٹ ڈال دیں گی بہت سے اسی میں پھنس کر رہ جائیں گے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے یہ نہیں۔ وہ یہ نہ کر سکیں گے کہ قرآن کی آیتوں کو اسی کی دوسری آیتوں سے مدد لے کر سمجھیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اصل بات سمجھ جائیں۔ اس میں شک و شبہ کی دلدل سے وہی لوگ بچ سکیں گے جو اللہ عزوجل کی طرف رجوع کریں گے اس پر ایمان لائیں گے۔ ایسے لوگوں کو اللہ سیدھا راستہ دکھا دے گا۔ مگر اللہ کا انکار کرنے والے قیامت تک یا کسی بے پناہ بڑی مصیبت میں پھنسنے تک الجھن میں اپنی عمر ضائع کرتے رہیں گے۔ اس آیت میں ہے کہ جب قیامت آجائے گی سب کے اختیارات سلب کر لیے جائیں گے۔ سوا اللہ عزوجل کے کسی میں ذرا بھر بھی قدرت اور اختیار نہ رہے گا۔ اس دن اللہ عزوجل ہر ایک کا فیصلہ کر دے گا۔ ایمان لا کر نیک کام کرنے والے آرام و اطمینان کے ساتھ نعمت سے بھرپور باغوں میں رہیں گے اور جو لوگ اللہ کا انکار کر بیٹھے اور اس کی آیتوں کو جھوٹا سمجھا اور ان میں مین میخ نکالتے لگے ان کی بابت فیصلہ ہو گا کہ وہ اس خلجان کے باعث جس میں انہوں نے دنیاوی زندگی گذاری آج جسمانی بے چینی اور دکھ درد میں مبتلا ہوں گے۔ اور دوزخ کا عذاب ان کو پست و ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گا۔

ہجرت کرنے والے

وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ
اور جن لوگوں نے گھر چھوڑا اللہ کی راہ میں پھر
قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ
قتل ہوگئے یا مرگئے البتہ عطا کرے گا انہیں اللہ
رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ
روزی اچھی اور تحقیق اللہ البتہ وہی سب سے اچھا
الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ
روزی دینے والا ہے البتہ داخل کریں گے ہم انہیں ایسی جگہ کہ وہ پسند کریں گے
وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾
اور تحقیق اللہ البتہ جاننے والا تحمّل والا ہے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ
اور جو لوگ اللہ کی راہ میں گھر چھوڑ آئے پھر
قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ
مارے گئے یا مرگئے البتہ اللہ انہیں اچھی
رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ
روزی دے گا اور اللہ سب سے بہتر
الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ
روزی دینے والا ہے۔ البتہ انہیں اللہ ایسی جگہ پہنچائیگا جسے وہ پسند
وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾
کریں گے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے تحمّل والا

پچھلی آیت میں فرمایا کہ اللہ پر ایمان لاکر نیک کام کرنے والوں کو نعمتوں سے بھری ہوئی جنّت ملے گی اور اللہ کے نہ ماننے والوں کو اور اس کی آیتوں کے جھٹلانے والوں کو ایسی مصیبت پہنچے گی کہ جس سے پناہ نہ مل سکے گی۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ جو نیک کام کیے جاسکتے ہیں۔ ان میں سے ایک کام اللہ کی رضا اور خوشنودی طلب کرنے کے لیے گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑا ہونا ہے اور یہ بہت بڑا نیک کام ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ مسلمان مکّہ میں صبر سے مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ انہیں اس وقت حکم تھا کہ لڑیں نہیں۔ اس وقت وہ اس حکم کی تعمیل دل وجان سے کرتے رہے۔ اس کے بعد جب انہیں حکم ہوا۔ کہ وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جاؤ تو وہ بلا چون وچرا کمر باندھ کر کھڑے ہوگئے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہجرت کر گئے اور یہ سب کچھ اللہ کے لیے کیا۔ انہیں خوش خبری ہو۔ کہ ان کی یہ حکم برداری اللہ عزّوجلّ کو بہت پسند آئی انہوں نے ایمان لاکر عمل صالح کی بہترین مثال قائم کی۔ اس کے بعد خواہ وہ شہید ہوں یا ویسے ہی دنیا سے رخصت ہوں دونوں صورتوں میں اللہ انہیں بہت اچھی جزا دے گا۔ وہ ان کی نیّت اور عمل دونوں سے خوب واقف ہے وہ ان کی خطاؤں سے درگذر کرے گا۔ کیونکہ وہ متحمل اور بردبار ہے اور ان کو ایسی جگہ پہنچا دے گا جو انہیں پسند ہوگی یہ بھی اس کے علم میں ہے کہ انہیں کیسی جگہ پسند ہوگی اور اس نے پہلے ہی ہر ایک کے لیے اس کی پسند کی جگہ تیار کر رکھی ہے اور وہ اسے اس جہان سے سفر کرتے ہی مل جائے گی ؛

مدد کا وعدہ

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ
یہ تو ہُوا اور جو شخص ستائے اسی قدر جتنا اسے ستایا گیا ہے پھر
بُغِیَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ
زیادتی ہو اس پر البتہ اللہ مدد کرے گا اس کی تحقیق اللہ درگزر کرنے والا
غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ
بخشنے والا ہے یہ اس لیے کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو
فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ
دن کے اندر اور داخل کرتا ہے دن کو رات کے اندر اور یہ کہ
اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ
اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے یہ اس لیے کہ اللہ
هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ
وہی تحقیقی ہستی ہے اور یہ کہ جسے پکارتے ہیں اسے چھوڑ کر وہی
الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾
باطل ہے اور یہ کہ اللہ وہی سب سے برتر اور بڑا ہے

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ
سُن لیا اور جس نے بدلہ لیا جیسا اسے دکھ دیا گیا تھا پھر اس پر
بُغِیَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ
زیادتی ہوئی تو اللہ اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ درگزر کرنے والا ہے
غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ
معاف کرنے والا ہے یہ اس لیے کہ اللہ رات کو
فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ
دن میں اور دن کو رات میں ڈالتا ہے اور یہ کہ
اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ
اللہ سنتا دیکھتا ہے یہ اس لیے کہ اللہ ہی
هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ
حقیقی ہستی ہے اور جس کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہی
الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾
غلط ہے اور فقط اللہ ہی سب سے اوپر اور بڑا ہے

ایمان کے ساتھ نیک کام کرنے کا بدلہ جنت میں عیش و آرام کی زندگی۔ کفر کا بدلہ دوزخ کا عذاب اور اگر اس کے ساتھ دوسروں پر ظلم بھی ہو تو دنیا میں بھی تباہی۔ یہ سب کچھ بتلانے کے بعد ارشاد ہے۔ کہ یہ قاعدہ سُن لیا۔ تو اب سنو کہ دنیا میں جس پر ظلم ہوا سے اجازت ہے کہ وہ ظالم سے اس کے ظلم کا برابر کا انتقام لے۔ اب اگر وہ ظالم پھر اسے دق کرے تو اللہ کمزور کی مدد یقیناً کرے گا۔ معلوم ہُوا کہ کافر بھی اگر کسی پر زیادتی اور ظلم نہ کرے تو دُنیا میں خاصی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ آخرت میں البتہ کفر کی شامت کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہو گا۔ اللہ درگزر کرنے اور خطاؤں کا بخشنے والا ہے۔

لیکن یہ مظلوم کی مدد کرنے کا قاعدہ اس کے ہاں مقرر ہے۔ زمین و زمان اس کے محکوم ہیں وہ سنتا دیکھتا ہے وہی سچا معبود ہے اس کے سوا لوگوں کے بنائے ہوئے اور معبود سب جھوٹ ہیں وہی سب سے بلند اور برتر ہے اس سے بڑا کوئی نہیں۔

اللہ کی قدرت

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
کیا نہیں دیکھا تونے کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی
فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّۃً ؕ اِنَّ اللّٰہَ
پس ہوگئی زمین سرسبز تحقیق اللہ
لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (۶۳) لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
گہرے علم والا خبردار ہے اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے
وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ
اور جو زمین میں ہے اور تحقیق اللہ البتہ وہی
الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (۶۴)
سب کچھ رکھنے والا خوبیوں والا ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا
فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّۃً ؕ اِنَّ اللّٰہَ
پھر زمین سرسبز ہوگئی بے شک اللہ
لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (۶۳) لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
چھپی تدبیریں جانتا ہے خبردار ہے جو کچھ آسمان اور
وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ
زمین میں ہے اسی کا ہے اور وہی ہے بے پروا
الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (۶۴) ع ۱۵
سب خوبیوں والا

لَطِیْفٌ (مہربان چھپی باتوں سے واقف) صفت کا صیغہ ہے ل۔ط۔ف سے۔ لطف کے معنی مہربانی اور عنایت کے بھی ہیں اور گہرائی تک جانے کے بھی ہیں۔ غَنِیٌّ (بے پروا) صفت کا صیغہ ہے غ۔ن۔ی سے۔ غِنٰی کے معنی مالداری، بے احتیاجی۔ غَنِیٌّ جس کے پاس سب کچھ ہو، کسی چیز کا محتاج نہ ہو۔

اللہ عزوجل کے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی تمام خوبیوں اور صنعتوں کو بھی پہچانے، یقین کرے کہ اس میں ساری خوبیاں ہی خوبیاں ہیں اور وہ ہر عیب سے مبرّا، منزّہ، پاک صاف ہے۔ اس کی قدرت بے اندازہ ہے۔ اس کا علم بہت گہرا ہے۔ اور وہ ہر چیز کی تہ تک پہنچا ہوا ہے۔ اس کے علم، رحمت اور قدرت کا اسی سے اندازہ کر لو کہ ویران اور خشک زمین کو آسمان سے پانی برسا کر ذرا سی دیر میں ہری بھری کر دیتا ہے۔ مینہ برستے ہی زمین کی حالت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔ خشکی دور ہو کر تری اور تازگی آ جاتی ہے۔ اسی سے اس کی باریک بینی کا اور ہر شے سے خبردار ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے مگر وہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔ اس کے لطف و کرم سے ہر چیز کو اس کی ضرورتیں ملتی ہیں اور وہ جانتا ہے کہ کون سی چیز کس چیز کے لیے مفید ہے اور کون سی مضر۔ کوئی خوبی نہیں جو اس میں پورے طور پر نہ ہو۔ اس کی قدرت کو سمجھ جاؤ گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کمزوروں کو زور آور بنا دینا اس کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں۔

قدرت کی مزید نشانیاں

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ نے مسخر کیا تمہارے لیے جو زمین میں ہے
وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ
اور کشتی کو جو چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے اور تھامتا ہے وہ
السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ
آسمان کو اس سے کہ گرے زمین پر مگر اس کے حکم سے تحقیق
اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۶۵) وَهُوَ
اللہ آدمیوں پر البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے اور وہی ہے
الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ
جس نے تمہیں زندہ کیا پھر مارتا ہے تمہیں پھر زندہ کرے گا تمہیں
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ (۶۶)
تحقیق انسان البتہ ناشکرا ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے بس میں کر دیا
وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ
اور کشتی کو جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے۔ اور اسی نے
السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ
آسمان کو زمین پر گر پڑنے سے روک رکھا ہے مگر اس کے حکم سے بے شک
اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۶۵) وَهُوَ
اللہ ان لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے والا مہربان ہے وہی تو ہے
الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ
جس نے تمہیں جلایا پھر مارتا ہے پھر زندہ کرے گا
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ (۶۶)
بے شک انسان ناشکرا ہے

تَقَعَ (گر پڑے) مضارع کا صیغہ ہے و ق ع سے وقع اور وقوع اس سے مصدر ہیں۔ وَقَعَ کے معنی گرنا، اور وقوع کے معنی نکل پڑنا، ہو جانا۔

ارشاد ہے کہ اے لوگو! آنکھیں کھول کر دیکھو تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اسی نے تمہیں وہ قوتیں عطا کی ہیں جن کی بدولت تم دنیا کی ہر چیز پر حکم چلاتے ہو اور ہر چیز کو اپنے قابو میں لے آتے ہو۔ خشکی اور تری دونوں کی چیزیں تمہارے بس میں کر دی ہیں۔ پھر یہ بھی اسی کی مہربانی ہے۔ کہ اپنے حکم سے تمہارے لیے دریا میں کشتی چلا دی۔ اور یہ بھی اسی کی مہربانی ہے۔ کہ فضا کے اندر کی ساری چیزیں آسمان، چاند، سورج، ستارے تمہارے سر پہ تھام رکھے ہیں۔ اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے زمین پر گر کر اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس سے تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اسی نے تمہیں زندگی بخشی ہے اور وہی اپنے حکم سے تمہیں موت دے گا اور وہی اپنی قدرت سے تمہیں پھر زندہ کرے گا۔ لیکن انسان اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی اللہ کو نہیں مانتا اور اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔ وہ یقیناً بڑا ناشکر گزار ہے ؞

فضول جھگڑے

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ

ہر امت کے لیے مقرر کی ہم نے عبادت کی راہ کہ وہ چلتے ہیں اس پر

فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ط

پس جھگڑیں تجھ سے اس کام میں اور بلا تو اپنے رب کی طرف

اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ

تحقیق تو ہے البتہ راہ پر سیدھی اور اگر

جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾

جھگڑا کریں تجھ سے تو کہہ اللہ زیادہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ

ہر امت کے لیے ہم نے بندگی کی ایک راہ مقرر کر دی۔ کہ وہ اسی طرح بندگی

فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ط

کرتے ہیں سو چاہیے کہ اس کام میں تجھ سے جھگڑا نہ کریں تو اپنے رب کی طرف

اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ

بلائے جا بے شک تو سیدھی راہ پر ہے اور اگر تجھ سے

جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾

جھگڑنے لگیں تو تو کہہ دے اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو

مَنْسَكٌ: (مقرر طریقہ۔ جگہ) اسم ظرف ہے ن۔س۔ک سے ہے نسک کے معنی ایک طریقہ، راستہ پر چلنا۔ ناسک اسی سے اسم فاعل ہے یعنی عبادت گذار۔

ارشاد ہے کہ جتنی امتیں پہلے گذریں ان کے لیے ہم نے اپنی عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا تھا تاکہ اس پر چل کر ہماری خوشنودی حاصل کریں۔ امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے بھی ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ کہ اس طرح ہماری عبادت کریں اور ہماری ہی رضامندی کے مستحق ہوں۔ اس لیے ان لوگوں سے کہہ دو کہ اس میں جھگڑا کرنے کی کیا بات ہے۔ یہ تو ہمیں اختیار ہے کہ اپنی عبادت کا طریقہ اپنے بندوں کو جیسا چاہیں بتلائیں اور کہیں ہماری بندگی کا اظہار اس طرح کرو کسی کو حق نہیں کہ اس میں مین میخ نکالے۔ انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ جب اللہ عزوجل کو اپنا رب مان لیا تو اب اس کی عبادت اور شکر گذاری اسی طرح کرنی چاہیئے جس طرح وہ بتائے۔ اپنی طرف سے کسی کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ عبادت یوں نہیں یوں ہونی چاہیئے۔

پھر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ارشاد ہے کہ یہ نادان ہیں۔ ان کے اعتراضوں کی پروا مت کرو اور اپنے رب کی اطاعت کی تاکید کیے جاؤ۔ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ اتنا سمجھا دینے کے بعد بھی اگر یہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، قربانی پر اعتراض کریں اور اپنی طرف سے ان میں ترمیم کرنی چاہیں تو ان سے کہہ دو۔ کہ تمہاری کرتوتوں سے اللہ خوب واقف ہے۔ تمہارے ہتھکنڈے اس کے سامنے نہیں چلیں گے۔

فیصلہ کا دن

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
اللہ فیصلہ کرے گا درمیان تمہارے دن قیامت کے اس چیز کا کہ
كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۶۹) اَلَمْ تَعْلَمْ
تھے تم اس میں اختلاف کرتے کیا نہیں جانا تو نے
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان میں اور زمین میں ہے
اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ط اِنَّ ذٰلِكَ
تحقیق وہ کتاب میں ہے تحقیق وہ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (۷۰)
اللہ پر آسان ہے

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
اللہ قیامت کے دن تم میں فیصلہ کردے گا اس چیز کی بابت
كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۶۹) اَلَمْ تَعْلَمْ
جس میں تمہاری راہ جدا جدا تھی کیا تجھے معلوم نہیں
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے
اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ط اِنَّ ذٰلِكَ
یہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے اور اللہ پر
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (۷۰)
یہ آسان ہے

اصل بات انسان کے لیے دنیا میں اللہ عزوجل کو اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر پہچاننا ہے۔ جب پہچان لیا۔ تو پھر سوا اس کے اور کیا رہ گیا۔ کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کی بندگی بجا لائی جائے۔ عبادت اور بندگی کے طریقے اللہ نے اپنے رسول بھیج کر ہر زمانے میں انسان کو سمجھا دیئے۔ اسی طریق سے اس کی عبادت کرنی چاہیئے۔ ان طریقوں پر اعتراض اعلیٰ درجے کی نادانی کی دلیل ہے۔ اس کے بعد بھی لوگ طریق عبادت پر اعتراض کریں اور اپنے من گھڑت طریقے سے عبادت کرنی چاہیں۔ تو ارشاد ہے۔ کہ اللہ اس کا فیصلہ قیامت کے دن فرما دے گا۔ اسے انسان کے اعمال اور اس کی نیتوں کی پوری پوری خبر ہے۔ اگر انسان نے اللہ عزوجل کو صحیح طور پر پہچان لیا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے۔ اس کے ذرہ ذرہ کا حال اللہ عزوجل کو معلوم ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہر انسان کا عمل اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور یہی اعمال نامہ قیامت کے دن ہر ایک کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ اور اسی کے مطابق اسے جزا سزا ملے گی۔ اللہ عزوجل کے نزدیک آسان ہے کہ ہر ایک کا نامۂ اعمال تیار رہے اور اس کے ہر عمل کا بدلہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی ؁

شرک کا ردّ

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
اور پوجتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر اسے جس کی نہیں اتاری
بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ
اس نے کوئی سند اور اسے کہ نہیں ان کو جس کی کچھ خبر
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾
اور نہیں ظالموں کے لیے کوئی مددگار

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
اور اللہ کے سوا اس چیز کو پوجتے ہیں جس کی اس
بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ
نے کوئی سند نہیں اتاری اور جس کی انہیں خبر نہیں
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾
اور بے انصافوں کا کوئی مددگار نہیں

سُلْطٰنٌ: اسم مصدر ہے س ل ط سے سلطان کے معنی قابو، قوّت، دلیل اور حجّت کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ثبوت ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی وحدانیت پر کائنات کا وجود اور اس کا عجیب انتظام گواہی دے رہا ہے۔ انسان اگر غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہاں کی ہر چیز قرینے سے رکھی ہوئی ہے اور مقررہ قانون کی حد سے باہر ذرا نہیں جاتی۔ ہر چیز کا مقام اور اس کا کام اور اس کا آغاز و انجام اس کے بنانے والے کو معلوم ہے۔

اسی نے ہر چیز کی مدّت مقرر کر دی ہے جس کے اندر وہ اپنی بہار دکھا کر آخر چل بستی ہے۔ انسان کے لیے یہ قانون بھی مقرر ہے اور دنیا کے چل بسنے کے بعد اس کے دُنیا کے سارے کاموں کی جانچ پڑتال بھی ہوگی اور جیسا جس کا عمل ہوگا۔ ویسا ہی اسے پھل ملے گا یہ سب باتیں بتا رہی ہیں کہ اللہ عزوجل ہی انسان کا معبودِ برحق ہو سکتا ہے جو سارے جہان کا اصلی مالک اور شہنشاہ ہے۔

خبر نہیں کہ ایسے معبود کو جس کی ہستی پر دنیا کی ہر چیز گواہی دے رہی ہے چھوڑ کر انسان ایسی چیزوں کو کیوں پوجتا ہے جن کے معبود ہونے پر دنیا کی کوئی چیز بھی گواہی نہیں دیتی اور جن کے آگے جھکنا خود انسان کی شان اور اس کی عظمت کے خلاف ہے۔ انسان کا علم جتنا ترقی کرتا جائے گا۔ اسے معلوم ہوتا جائے گا۔ کہ سوا ایک اللہ کے اور کسی کی عبادت کرنا اعلیٰ درجے کی بے انصافی ہے۔ جو ایسا کر رہا ہے وہ بڑا ظلم کر رہا ہے۔ اسی طرح یہ بھی بڑا ظلم ہے کہ اللہ کو مانتے ہوئے کسی اور کو اس کی ذات یا صفات میں شریک ٹھہرایا جائے۔

یاد رکھو کہ وقت پڑنے پر یہ بنائے ہوئے سارے شریک کسی کام نہ آئیں گے۔ ہر انسان اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہوگا اور کافر اور مشرک کو کوئی چیز اس کے غضب سے نہ بچا سکے گی۔

غصّہ کا جوش

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری آیتیں صاف اور واضح
تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ
پہچانے تو چہروں پر ان کے جو کافر ہوئے ناراضگی
يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ
قریب ہو جاتے ہیں وہ اس کے کہ حملہ کریں ان پر جو پڑھتے ہیں
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ
ان پر آیتیں ہماری

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
اور جب ان کو ہماری صاف آیتیں سنائی جائیں
تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ
تو تو منکروں کے منہ پر ناخوشی دیکھے
يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ
قریب ہے کہ وہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو انہیں
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ
ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں

اَلْمُنْكَرُ: (بری علامت۔ ناراضگی) اسم مفعول ہے انکار سے۔ یہ لفظ سورہ توبہ میں گذرا۔ اس سے مراد ہے بُری بات، ناخوشی، غضب کے آثار۔

يَسْطُوْنَ: (حملہ کردیں) مضارع کا صیغہ ہے س۔ط۔و سے سَطْوٌ کے معنی حملہ کرنا یعنی ایسے بگڑجاتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے۔ مار بیٹھیں گے۔

انسان کے دل میں کوئی بات بیٹھ جائے۔ تو چاہے غلط ہو یا صحیح وہ اس کے خلاف سننا نہیں چاہتا اور جو اس کے خلاف کہے اس پر بے طرح جھنجلاتا ہے اور اس کا ایسا چہرہ بن جاتا ہے کہ جیسے عنقریب مار بیٹھے گا۔ یہی حال مکّہ کے کافروں کا تھا۔ انہیں یہ ضد تھی کہ ہمارے باپ دادا جو رسمیں اور بتوں کی پوجا پاٹ کے طریقے وغیرہ جاری کر گئے ہیں۔ ہم انہیں ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ انہیں قرآن کی آیتیں سنائی گئیں تو اس میں توحید کی کھلم کھلا تعلیم اور بتوں کی پوجا پاٹ کی مذمّت تھی۔

ارشاد ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ تو ان کی تیوریوں پر بل پڑتے ہیں اور چہرہ کا حلیہ بگڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اگر کوئی ان کے سامنے آیتیں پڑھتا ہی گیا۔ تو غضب کے مارے آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ چہرہ غصّہ کے مارے تمتما جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو انہیں وہ آیتیں سنا رہے ہیں۔ ان پر حملہ کرنے ہی والے ہیں۔ دیکھنے والے کو ان کے چہرے سے غیظ و غضب کے آثار صاف نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں بڑی اندرونی کوفت ہو رہی ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ
کہہ دے کیا پس بتاؤں میں تمہیں بدتر اس سے
اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
وہ آگ ہے وعدہ کیا اس کا اللہ نے ان سے جو کافر ہوئے
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾
اور بُرا ہے وہ واپسی کا ٹھکانا

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ
تو کہہ میں تم کو ایک چیز اس سے بدتر بتلاؤں
اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
وہ ہے آگ اللہ نے منکروں سے اس کا وعدہ کیا ہے
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع ۹
اور وہ بُرا ٹھکانا ہے

پہلے ارشاد ہُوا۔ کہ قرآن کی آیتیں سن کر ان کافروں کا جی جلتا ہے اور غیظ و غضب میں بالکل دیوانے ہوجاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ اس آیتیں پڑھنے والے کو مار بیٹھیں گے۔ اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہہ دیں کہ یہ جو قرآن کی آیتیں سننے سے تمہیں کوفت اور جلن ہو رہی ہے اس سے کہیں بڑھ کر کوفت اور جلن ایک اور چیز سے ہوگی۔ کہو تو تمہیں وہ چیز بتا دوں کیا ہے۔ جو کوفت تمہیں اس وقت ہو رہی ہے۔ یہ تو اس وجہ سے ہے کہ تمہارے جذبات بے ہودہ اور نکمی باتوں سے وابستہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ اگر ان خیالات سے اپنا دل ہٹا لو۔ تو ابھی تمہاری یہ ساری جلن اور کوفت کافور ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ان نکمی باتوں سے چمٹے ہی رہے۔ تو قرآن حکیم کی سچی اور صاف باتیں تو اس وقت تمہارا دل کیا جلا رہی ہیں۔ جو آگے چل کر اس کی سزا میں وہ چیز جلائے گی۔ جو تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ سنو وہ چیز جہنّم کی آگ ہے۔ اللہ عزّوجل کا پختہ وعدہ ہے۔ کہ اس آگ کو ان لوگوں پر مسلّط کیا جائے گا۔ جو یہاں قرآن کریم کی سچی باتیں سننا نہیں چاہتے اور جو کوئی سنائے اس سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد یہ بھی سن لو کہ مرنے کے بعد سب سے بُرا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ قرآن حکیم کے ساتھ تمہاری یہ دشمنی تمہیں اس میں لے جا کر جھونک دے گی اس لیے ہوش کی دوا کرو کیوں اپنے حق میں کانٹے بو رہے ہو۔

دیکھو ابھی تمہارے لیے اس سے اپنے آپ کو بچانے کا بہت اچھا موقعہ ہے نادانی کی باتوں سے باز آجاؤ۔ پھر دیکھو کہ قرآن حکیم کی آیتیں تمہارے دل کو دنیا میں بھی کتنی ٹھنڈک پہنچاتی ہیں اور آخرت میں تم جہنم سے کس قدر آسانی کے ساتھ بچ سکتے ہو۔

ایک کہاوت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ
اے لوگو بیان کی گئی ایک کہاوت
فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ
سو کان لگا کر سنو اسے تحقیق جو لوگ پکارتے ہیں
مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا
اللہ کے سوا اوروں کو ہرگز نہ پیدا کر سکیں گے ایک مکھی
وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ
اگرچہ جمع ہو جائیں سب اس کام کے لیے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ
اے لوگو ایک مثل بیان کی جاتی ہے
فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ
اسے کان لگا کر سنو جن کو تم اللہ کے سوا
مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا
پوجتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی تک نہ بنا سکیں گے
وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ
اگرچہ اس کے لیے سارے اکٹھے ہو جائیں۔

عربوں میں یوں تو بہت سی خوبیاں تھیں۔ لیکن بتوں کی پوجا کی ایک لت ایسی پڑ گئی تھی کہ ساری خوبیاں اس کے آگے ماند ہو گئی تھیں۔ اتنی بات غنیمت تھی کہ وہ اچھی عادتوں کو اچھا اور بری باتوں کو برا کہتے تھے۔ وہ آپس کی ہمدردی، سخاوت، شجاعت، مہمان نوازی، غریبوں کی خبر گیری وغیرہ کی تعریف کرتے تھے اور جو یہ باتیں اختیار کرتا تھا اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

قرآن مجید نے بھی اچھے اخلاق کی تعریف کی تو وہ اس سے خوش ہوئے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھے اخلاق سے آراستہ دیکھ کر ان کی تعظیم و تکریم کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن جب ان سے کہا گیا کہ بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ ان کی پوجا بلند خیال لوگوں کے شایانِ شان نہیں ہے تو وہ بگڑ گئے اور ایسے بگڑے کہ منانا دشوار ہو گیا۔ آخر انہیں ان بتوں کی حقیقت سمجھائی گئی کہ بھلے مانسو یہ تو سوچو۔ کہ ان میں رکھا کیا ہے۔ اللہ عزوجل نے کائنات کو عجیب شان سے بنا کر کھڑا کیا لیکن ان بتوں کو تو ایک مکھی بھی بنانی نہیں آتی جو ایک بہت ہی حقیر چیز ہے اور یہ تو کیا ان کے اچھے بھی اسے نہیں بنا سکتے۔ اکیلے اکیلے کیا بناتے۔ اگر سب سر جوڑ کر بیٹھ جائیں تب بھی سوا اس کے کہ منہ کی کھائیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اوّل تو اکیلے کوشش کرنا یا جمع ہونا ہی ایک فرضِ محال ہے۔ کیوں کہ یہ تو وہ کرے جس میں کم سے کم جان تو ہو:

کمزوروں کا جمگھٹا

وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا
اور اگر چھین جائے ان سے مکھی کوئی چیز
لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ
نہ چھڑا سکیں وہ اس سے کمزور ہے چاہنے والا
وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾
اور جس کو چاہتا ہے

وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا
اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے تو وہ اس
لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ
سے چھڑا نہیں سکتے۔ بودا ہے چاہنے والا بھی
وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾
اور جس کو چاہتا ہے وہ بھی

لَایَسْتَنْقِذُوْا (نہ چھڑائیں) اصل میں لَایَسْتَنْقِذُوْنَ ہے۔ اِنْ کی وجہ سے نون گر پڑا۔ مضارع ہے اِسْتِنْقَاذٌ سے جو ن۔ق۔ذ سے بنا ہے نَقْذٌ چھوڑ دینا۔ اِسْتِنْقَاذٌ چھڑا لینا۔

اِنْقَاذٌ بھی اسی سے ہے جس کے معنی بھی چھڑا دینا اور نجات دلانا ہیں۔

انسان دوسرے کے بہکانے، سکھانے سے یا اپنی اندرونی کمزوریوں کی وجہ سے بعض ایسے کام کر بیٹھتا ہے۔ کہ اگر عقل سے کام لیتا۔ تو کبھی ان کے پاس نہ پھٹکتا ہی نہیں۔ بلکہ اس کام کے پیچھے بعض وقت اس قدر باؤلا بنا پھرتا ہے۔ کہ سمجھانے والے سمجھاتے سمجھاتے تھک جاتے ہیں مگر وہ اس سے باز نہیں آتا۔ اللہ عزوجل کا اپنے رسولوں کو حکم ہے۔ کہ تم سمجھاتے ہی رہو۔ شاید کوئی ان میں سے مان جائے اور اس کا بیڑا پار ہو جائے۔

ان میں سے ایک نادانی کا کام بتوں کی پرستش ہے۔ انسان اگر عقل سے کام لے تو فوراً سمجھ جائے کہ یہ ایک فضول حرکت ہے پہلے کہا گیا۔ کہ سوچو تو سہی یہ بت نہ اپنے کام کے نہ اوروں کے مطلب کے۔ مکھی ایک ذرا سا جانور ہے۔ اسے بھی یہ نہیں بنا سکتے۔ اس آیت میں ہے کہ بنانے تو کیا خاک ان کے چڑھاوے میں سے مکھی جو چاہے اٹھا کر لے جاتی ہے یا بیٹھ کر مزے سے کھا جاتی ہے۔ ان میں اتنی طاقت نہیں کہ اسے کھانے سے منع کر دیں۔ یا جو کچھ وہ اس میں سے اٹھا کر لے جا رہی ہے۔ اس سے چھین لیں۔ ان کی عقل میں یہ نہیں آتا۔ کہ مکھی ایک کمزور جانور ہے۔ زور سے ہاتھ ہی ہلا دو تو بیں ہو کر رہ جاتی ہے اتنی بودی چیز سے یہ بت اپنا مال نہیں چھین سکتے اور نہ اس کا آنا روک سکتے ہیں۔ سوچو تو یہ کتنے کمزور ہیں۔ پھر وہ جو ان کو اپنا معبود بناتے ہیں وہ عقل کے کتنے کمزور ہوئے سوچنا چاہیئے۔

اللہ کو پہچانا ہی نہیں

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ
نہیں اندازہ کیا انہوں نے اللہ کا جیسا اندازہ کرنا چاہیے تھا
اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (۷۴) اَللّٰهُ
تحقیق اللہ البتہ قوت والا زبردست ہے اللہ
يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا
پسند کرتا ہے فرشتوں میں سے رسول
وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ
اور آدمیوں میں سے بے شک اللہ سننے والا
بَصِيْرٌ (۷۵)
دیکھنے والا ہے

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ
ان لوگوں نے اللہ کی قدر جتنی کرنی چاہیے تھی اتنی نہ کی
اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (۷۴) اَللّٰهُ
بے شک اللہ زور آور زبردست ہے اللہ
يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا
فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول
وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ
چھانٹ لیتا ہے بے شک اللہ سننے والا
بَصِيْرٌ (۷۵)
دیکھنے والا ہے

يَصْطَفِيْ (چھانٹ لیتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے اِصْطِفَاءٌ سے جو ص۔ف۔و سے بنا ہے۔ صَفْوٌ کے معنی برگزیدہ ہونا، پسندیدہ ہونا، خالص ہونا، صفا بھی اسی سے بنا ہے۔ اصطفا کے معنی بہت سی چیزوں میں سے چن کر پسند کر لینا۔ مُصْطَفٰے اسی سے ہے یعنی پسند کیا ہُوا۔

انسان اللہ عزوجل کو چھوڑ کر جو اور چیزوں کی طرف جھکتا ہے یہ اس کی بڑی نادانی ہے۔ بعض لوگوں کو ایسی حرکتیں کرتے دیکھ کر جیسے پتھر وغیرہ کی عجیب عجیب قسم کی شکلیں خود بنا کر ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہونا، جھکنا، ڈنڈوت کرنا، ان سے مانگنا۔ ان سے شبہ یہ ہوتا ہے۔ کہ یا تو ان لوگوں میں عقل سرے سے ہے ہی نہیں اور یا ہے تو اسے ان کی حیوانی خواہشوں نے پورے طور پر دبا رکھا ہے۔ اس آیت میں سمجھایا جا رہا ہے کہ انسان سے یہ حرکتیں اس لیے سرزد ہوتی ہیں۔ کہ اس نے اللہ عزوجل کو یا تو بالکل نہیں پہچانا اور یا اچھی طرح پہچاننے میں کچھ کسر رہ گئی۔ سنو! اللہ میں ساری قوتیں موجود ہیں۔ اور وہ قوتیں مخلوقات کی ساری قوتوں پر غالب ہیں۔ لوگ عقل سے کام لیں تو فوراً سمجھ جائیں۔ عقل ہی کی مدد کے لیے اللہ نے فرشتوں اور آدمیوں میں سے چُن چُن کر اپنے رسول مقرر کیے اور ان کے ذریعے تمام لوگوں کے پاس اپنی ہدایتیں بھیجیں اور وہ ہدایتیں ہر طرح مکمل ہیں۔ کیونکہ اللہ دانا، بینا اور سارے حالات سے واقف ہے۔

ایمان والوں کا راستہ

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
جانتا ہے جو درمیان ہے ان کے ہاتھوں کے اور جو پیچھے ہے ان کے
وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾ يٰۤاَيُّهَا
اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا
لوگو جو ایمان لاچکے رکوع کرو اور سجدہ کرو
وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ
اور عبادت کرو اپنے رب کی اور کرو نیک کام
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾ ج السجدۃ
تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے
وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾ يٰۤاَيُّهَا
اور اللہ ہی پر ہر کام کا دارومدار ہے اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا
ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو
وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ
اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلائی کرو
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾ ج السجدۃ
تاکہ تمہارا بھلا ہو

مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ یعنی جو ان سے پہلے ہو چکا ہے اور جو ان کے بعد ہوگا۔ یہ فقرہ پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے اور آیۃ الکرسی میں بھی ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل سے زیادہ انسان کا ہادی اور مربّی کون ہو سکتا ہے۔ کون ہے جو مصیبت کے وقت انسان کی مدد کرے اور اس کو ہر آفت سے چھڑا کر آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنی سکھائے۔ اس کو چھوڑ کر دوسروں سے یہ امید رکھنا کہ یہ ہمارے کام آئیں گے۔ نادانی ہے کیونکہ یار اور مددگار تو وہی ہو سکتا ہے۔ جس کو اوّل تو مدد مانگنے والے کی حالت کا پورا پورا علم ہو۔ دوسرے اس میں اتنی قوّت اور قدرت ہو کہ موقع پر ہر چیز مہیّا کر سکے۔ غور کرو کہ ایسا سارے عالم میں کوئی نہیں۔ ہر ایک کا علم محدود، قوت ناقص، قدرت ناکافی۔ پورے علم، پوری قوّت اور مکمل قدرت والا فقط اللہ کریم ہے۔ اس کو اچھی طرح پہچانو۔ اور دل و جان سے اس کی طرف جھکو۔ اگر بعض لوگ سرکشی پر اتر آئیں تو وہ اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے۔ ایمان والوں کا تو یہی کام ہے۔ کہ اللہ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکیں۔ ان کے لیے ارشاد ہے۔ کہ اللہ کے آگے رکوع میں جھکو۔ اسے سجدہ کرو۔ فقط اسی کی بندگی پر کمر باندھو اور اسی کے لیے نیک کام کرو۔ بُری باتوں کے نزدیک نہ پھٹکو۔ جو دُنیا میں یہ طریقہ اختیار کریں گے۔ وہ یہاں بھی کامیاب ہوں گے اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے اور دونوں جگہ آرام و راحت کی زندگی بسر کریں گے۔

مسلمانوں کو ہدایت

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ
اور کوشش کرو اللہ کے لیے کوشش پوری اسی نے
اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ
چھانٹا تم کو اور نہیں ڈالی تم پر دین میں
مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ
کوئی تنگی دین تمہارے باپ ابراہیم کا
هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ
اس نے نام رکھا تمہارا مسلم اس سے پہلے
وَفِيْ هٰذَا
اور اس میں بھی

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ
اور اللہ کے واسطے محنت کرو جیسی کہ اس کے لیے محنت
اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ
چاہیئے اس نے تم کو پسند کیا اور دین میں تم پر کچھ مشکل
مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ
نہیں ڈالی تمہارے باپ ابراہیم کا دین
هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ
اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا پہلے سے اور
وَفِيْ هٰذَا
اور اس قرآن میں

جَاهِدُوْا (کوشش کرو) امر کا صیغہ ہے جہاد سے جس کا مادہ ج ہ د ہے جہد کے معنی کسی کام میں محنت کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے ہیں۔ ایمان والوں کو اس سے پہلی آیت میں حکم ہوا۔ کہ اگر دوسرے لوگ اللہ کو نہیں مانتے اور دوسری ہی چیزوں کو اپنا مددگار اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ تو انہیں ان کے حال پر چھوڑو اور اپنا فکر کرو۔ تمہاری دونوں جہان کی کامیابی اس میں ہے۔ کہ اللہ عزوجل کے سامنے جھکو اس کی عبادت کرو۔ اس کی رضا جوئی کے لیے اچھے کام کرو۔

اس آیت میں مزید ہدایتیں ہیں کہ اللہ کے احکام بجالانے میں اپنی جان اور مال سب کچھ لگا دو اور ساری قوت اسی میں صرف کرو کہ کسی طرح اسلام کا بول بالا ہو۔ یہ اللہ عزوجل کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے دنیا بھر کے لوگوں میں تمہیں اپنے کام کے لیے انتخاب کیا ہے اور طریق کار جو تمہارے لیے مقرر کیا ہے وہ بالکل آسان ہے اس میں کوئی ایسا حکم نہیں جس کے بجالانے میں کسی بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑے۔ ہر کام میں رخصتیں اور رعائتیں ہیں اور سہولت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ پھر طریقہ بھی کوئی اجنبی نہیں ہے۔ وہی طریقہ ہے جو تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے حکم سے دنیا میں جاری کیا۔ اس طریقہ پر چلنے والوں کا نام اس نے ہمارے حکم سے مسلم رکھا اور یہی نام قرآن مجید نے بھی تمہارے لیے برقرار رکھا ہے اس لیے یہی وہ قدیم دین ہے جس پر تمہیں چلنا ہے۔

مسلمانوں کا فرض

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ
تاکہ ہو رسول نگران تم پر اور ہو تم نگران
عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ
لوگوں پر پس قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ
وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ
اور مضبوط پکڑلو اللہ کو وہ کارساز ہے تمہارا پس اچھا
الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾
کارساز ہے اور اچھا مددگار

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ
تاکہ رسول تمہیں سکھائے اور تم لوگوں کے
عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
سکھانے والے ہو سو قائم کرو نماز اور زکوٰۃ دیتے رہو
وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ
اور اللہ کو مضبوط پکڑلو وہ تمہارا مالک ہے سو خوب
الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع ۱۰
مالک ہے اور خوب مددگار

ارشاد ہے کہ تمہیں اللہ عزوجل نے منتخب کیا اور آسان سے آسان دین دیا اس لیے کہ تم سے دنیا میں ایک بہت ہی اہم کام لینا تھا تم سے پہلے بے شمار لوگ دنیا میں آئے اور چلے گئے اور جس سے جو بن پڑا کیا بہت سوں نے غلط راستے اختیار کیے کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا مانا اور ٹھیک راستہ پر چلے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمہارے پاس قرآن بھیجا اور اس میں پچھلے بھلے اور برے لوگوں کا حال اور انجام تمہیں بتا دیا۔ اب تم اسلام کے علم بردار ہو۔ تمہارا کام یہ ہے۔ کہ اپنے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پر عمل کرنا سیکھو اور اس کے بعد اپنا طریقہ دنیا بھر کے لوگوں کو سکھا دو۔ اور اس پر چلنے کا راستہ بتا دو۔ تم دنیا میں ہدایت کرنے والی آخری امت ہو۔ تمہارے بعد کوئی امت ہدایت کرنے والی پیدا نہ ہوگی۔ اس لیے تمہارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی رسول آئے گا۔ اور نہ قرآن کے بعد کوئی کتاب وحی کے ذریعے نازل کی جائے گی۔

ظاہر ہے کہ اللہ کی بہترین مخلوق یعنی انسان کی ہدایت کا کام تمہیں ہی سنبھالنا پڑے گا۔ اس کے لیے پہلے اپنی تنظیم صحیح طریقے پر کرو پھر اوروں کو درست کرو۔ تمہاری تنظیم کے لیے تین چیزیں نہایت اہم ہیں۔ اپنی تنظیم کی بنیاد ان پر رکھو اور وہ یہ ہیں۔ نماز باقاعدہ پڑھو۔ زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرو۔ اللہ کے دین کو ساری قوت لگا کر مضبوط پکڑ لو۔ تمہارا کارساز وہی ہے۔ اور وہ بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے۔

سورۃ الحج کا پیغام

قیامت برحق ہے۔ پہلے دنیا کو فنا کیا جائے گا، اس وقت زبردست زلزلہ آئے گا جس کے جھٹکوں سے لوگوں کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ پھر زمین نئے سرے سے پیدا ہوگی۔ سب آدمی دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ ان کے اعمال کا حساب کتاب لے کر جو جس جگہ کے قابل ہوگا۔ وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ جو لوگ مر کر دوبارہ جینے میں شک کرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ عزوجل کی قدرت کو نہیں پہچانا۔

اگر دنیا کے حالات کے تغیرّ و تبدّل پر غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ چیزوں کا بگڑنا اور پھر بن جانا کچھ مشکل نہیں جس طرح اللہ عزوجل بگڑی ہوئی چیزوں کو دوبارہ درست کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ آدمی کو مرنے کے بعد پھر زندہ کر دیگا۔ اس لیے اللہ کو پہچانو اور یقین کرو۔ کہ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے۔ ہر چیز اسی کے آگے جھکتی ہے اور اسی کی تابع فرمان ہے۔ پھر انسانوں کو کیا ہو گیا۔ کہ ان میں سے بعض سرکشی کرتے ہیں اور اللہ کے احکام بجا نہیں لاتے انہیں چاہیے۔ کہ دنیا میں اسی طرح بسر کریں۔ جیسے اللہ عزوجل نے انہیں بسر کرنے کے لیے کہا ہے۔ اللہ کی عبادت اسی کے بتائے ہوئے طریقے سے کریں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ دینا، کعبۃ اللہ کا حج کرنا۔ اس کی راہ میں جان و مال کی قربانی کے لیے تیار رہنا۔ اس کے نام پر اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق جانور ذبح کرنا۔ یہ سب اس کی عبادت کے طریقے ہیں جو اس نے انسان کے لیے مقرر کیے ہیں۔ ان پر اعتراض فضول ہے۔

یہ تو محض اس بات کی علامتیں ہیں۔ کہ انسان اللہ عزوجل کے حکم کا تابع ہے۔ اللہ عزوجل کے ماننے والوں کو چاہیے۔ کہ اپنی طرف سے ردّ و بدل کیے بغیر اس کے احکام جوں کے توں بجا لائیں۔ اللہ عزوجل کا انکار کرنا یا اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا انتہائی نادانی ہے۔ انسانوں کو چاہیے۔ کہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں۔ ورنہ اللہ عزوجل ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی مدد کرے گا اور زیادتی کرنے والا منہ کی کھائے گا۔

اہل اسلام کو اللہ عزوجل نے منتخب کر کے ان کے ذمہ یہ کام ڈالا ہے۔ کہ وہ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں۔ اور پھر دنیا بھر کے لوگوں کو وہ طریقہ سکھائیں۔ ان کو چاہیے۔ کہ اللہ عزوجل کی عبادت کریں۔ فقط اسی کا سہارا ڈھونڈیں۔ وہی ان کے سارے کام بنانے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کا سب سے اچھا رفیق اور سب سے اچھا مددگار ہے۔

سورۃ المؤمنون

ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ سورت قرآن کی تئیسویں سورت ہے اور اس میں ۶ رکوع ہیں اس کا نام المومنون ہے چونکہ یہ لفظ اس کی پہلی ہی آیت میں آیا ہے نیز المؤمنون ایمان والوں کو کہتے ہیں اور اس سورت میں ایمان والوں کی صفتیں بتائی گئی ہیں اور ان کے اطوار و عادات بیان کیے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ دونوں جہان کی فلاح اور بہبودی انہی کے لیے ہے۔ یہ سورت مکہ میں اس وقت نازل ہوئی۔ جب آپ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہی تھے اس لحاظ سے یہ آخری سورت ہے جو مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایمان والوں سے کہا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کی عبادت کریں اور دنیا کے کام ان حدوں کے اندر رہ کر کریں۔ جو اللہ عزوجل نے مقرر کر دی ہیں۔ نماز ادا کرنے کا صحیح طریقہ بتایا گیا ہے۔ اور پھر اچھے اخلاق پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں جہان میں زندگی کی کامیابی نصیب ہوگی اور آخرت کی دائمی زندگی کا سکھ چین ہمیشہ کے لیے مل جائے گا۔ انہی باتوں کی تعلیم کے لیے اللہ عزوجل نے دنیا میں اپنے رسول بھیجے جن کی تعلیم کا خلاصہ قرآن مجید میں درج ہے جو انسان کی ہدایت کے لیے آخری کتاب ہے۔ اللہ نے یہ مقدس کتاب اپنے آخری رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دے کر سلسلہ رسالت کو ختم کر دیا۔ اللہ کی عبادت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی معرفت حاصل کی جائے اور یہ معرفت اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر جو دنیا میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں ہر عقل مند حاصل کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اللہ کے رسول اور اس کی کتابیں انسان کی عقل کی مدد کے لیے نہایت ضروری ہیں۔

اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد اللہ کے رسولوں کی تعلیم کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ رسولوں کے ماننے والے اونچے درجوں پر پہنچے اور نہ ماننے والے پست اور ذلیل ہوئے۔ رسولوں پر ایمان لانے کی ضرورت سمجھانے کے بعد سمجھایا گیا ہے کہ مرکر دوبارہ اٹھنے حساب و کتاب اور جزا سزا پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

پھر بتلایا ہے کہ جو انسان اللہ اور رسول موت کے بعد کی زندگی، حساب کتاب اور جنت و دوزخ پر ایمان نہ لائے گا۔ وہ مرنے کے بعد آخرت میں بہت پچھتائے گا۔ آخر میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ اس کی دنیا کی زندگی کوئی کھیل نہیں ہے۔ اس کو بیکار فضول باتوں میں نہ گنوانا چاہیئے۔ قرآن مجید کی باتوں کو سچ مان کر ان پر عمل کرنا چاہیئے اور اللہ عزوجل سے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہنا چاہیئے ؛

سورۃ المؤمنون مکیۃ وھی مائۃ وثمان وعشرۃ ایۃ وست رکوعات

ایمان والوں کو خوشخبری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱) الَّذِیْنَ هُمْ

تحقیق فلاح پائی ایمان والوں نے وہی جو

فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (۲) وَالَّذِیْنَ هُمْ

اپنی نماز میں چپ چاپ خوفزدہ رہتے ہیں اور وہی جو

عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۳) وَالَّذِیْنَ هُمْ

بے کار باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں اور وہی جو

لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (۴)

زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱) الَّذِیْنَ هُمْ

کام بنا لیا ایمان والوں نے جو اپنی نماز

فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (۲) وَالَّذِیْنَ هُمْ

میں جھکنے والے ہیں اور جو

عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۳) وَالَّذِیْنَ هُمْ

نکمّی بات پر دھیان نہیں کرتے اور جو

لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (۴)

زکوٰۃ دیا کرتے ہیں

خٰشِعُوْنَ: جھکنے ہیں خاشعٌ کی جمع ہے جو خ ش ع سے اسم فاعل ہے۔ خُشُوْعٌ کے معنی اللہ کے خوف سے چپ چاپ رہنا

اَللَّغْوِ: (بے کار۔ نکمّی بات) ایسی بات یا کام جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

مُعْرِضُوْنَ: (بچتے ہیں) اسم فاعل ہے اِعْرَاض سے جو ع ر ض سے بنا ہے۔ عرض کنارہ کو کہتے ہیں۔ اِعْرَاض: ایک کنارے ہو جانا۔

اسلام چاہتا ہے کہ انسان ایسے کام کرے جس کا نتیجہ اچھا نکلے اور ایسے اعمال اختیار کرے جس سے آپ بھی سکھ چین سے رہے اور دوسرے بھی راحت و آرام سے زندگی بسر کریں۔ جس وقت یہ سورت نازل ہوئی مکّہ میں مسلمانوں کا بُرا حال تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مخالف ہجوم کر کے ان کا تکّا بوٹی کر ڈالیں گے۔ دشمنوں کے شرّ سے بچنے کے لیے گھر بار چھوڑ کر مدینہ جانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ ایسی خوفناک حالت کے اندر صاف اور کھلے الفاظ میں اعلان کیا جا رہا ہے کہ اللہ عزوجل پر ایمان لانے والے ہی آخر کامیاب ہوں گے۔ دنیا میں بھی انہیں عزّت ملے گی اور مرنے کے بعد بھی ہمیشہ کا چین نصیب ہو گا۔ کیوں انہوں نے کام ہی ایسے اختیار کیے جن سے دونوں جہان کی کامیابی حاصل ہو اور پھر ہو۔ یہ نماز میں خشوع و خضوع کرتے ہیں نکمّی باتوں کے پاس خود بھی نہیں جاتے اور جو نکمّے کام کرے اس سے کترا جاتے ہیں۔ ضرورت مندوں کی مدد کے لیے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں :

مؤمن کی شان

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا
اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کے محافظ ہیں مگر
عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
اپنی بی بیوں پر یا جن کے مالک ہوئے داہنے ہاتھ ان کے
فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى
پس تحقیق وہ نہیں ملامت زدہ پس جو تلاش کرے
وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾
سوا اس کے پس وہ ہیں وہ حد سے نکل جانے والے

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا
اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر
عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
اپنی بی بیوں سے یا اپنی مملوکہ باندیوں سے اس میں ان پر
فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى
کچھ الزام نہیں پس جو ڈھونڈے
وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾
اس کے سوا پس وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں

ارشاد ہے کہ ایمان والے اپنی شہوت کی جگہوں کی روک تھام کرتے ہیں اور اپنی جنسی خواہش کا تقاضا فقط اپنی منکوحہ زوجہ کے ساتھ یا ان باندیوں کے ساتھ جن کو انہوں نے مال دے کر خریدا ہے پورا کرتے ہیں شہوت رانی کا کوئی اور ذریعہ اختیار نہیں کرتے۔ ان دونوں صورتوں میں کسی صورت سے اس خواہش کے پورا کرنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ لیکن جو لوگ ان کے سوا اپنی نفسانی خواہش پورا کرنے کا کوئی اور ذریعہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ فاسق فاجر ہیں۔ اور انسانیت کی حد سے خارج ہو جانے والے ہیں۔ نفسانی خواہش کے بارے میں قرآن مجید کی ہدایت یہی ہے۔ کہ اس کے پورا کرنے کے لیے کسی مناسب عورت سے شادی کرنے میں شریعت کے مقرر طریقے کی پابندی لازمی ہے۔ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس زمانے میں باندیوں کی خرید و فروخت کا عام رواج تھا۔

اس کے بعد مسلمانوں کو دشمنوں سے لڑنا پڑا اور ان کے ہاتھ قیدی آئے۔ تو ان کو بھی اس وقت کی مصلحتوں کے مطابق قیدی عورتوں کے بیچنے اور خریدنے کی اجازت دی گئی۔ آخر کار حُسنِ تدبیر سے لونڈی غلاموں کی خرید اور فروخت رفتہ رفتہ بند کر دی گئی اور پھر اس کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اب سوا جائز شادی کے اسلام میں اور کوئی صورت جنسی شہوت کے پورا کرنے کی نہیں ہے۔ تعدّدِ ازدواج کے لیے کڑی شرطیں ہیں۔ جو اگر پوری ہو سکیں تو جائز ہے:۔

فردوس کا وارث

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
اور وہی جو اپنی امانتوں اور عہدوں کا
رٰعُوْنَ (۸) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ
خیال رکھنے والے ہیں اور وہی جو اپنی نماز کی
يُحَافِظُوْنَ (۹) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ (۱۰)
پابندی کرتے ہیں یہی وہ ہیں جنہیں ورثہ ملے گا
الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا
جو وارث ہوں گے جنت کے وہ اس کے اندر
خٰلِدُوْنَ (۱۱)
سدا رہا کریں گے

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
اور جو اپنی امانتوں سے اور اپنے اقرار سے
رٰعُوْنَ (۸) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ
خبردار ہیں اور جو اپنی نمازوں کی خبر
يُحَافِظُوْنَ (۱۰) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ (۱۰)
رکھتے ہیں وہی ہیں میراث پانے والے
الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا
جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے وہ ہمیشہ
خٰلِدُوْنَ (۱۱)
اسی میں رہیں گے

ایمان والوں کی یہی صفت ہے کہ وہ اپنی امانتوں کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اپنے قول و قرار کی پابندی کرتے ہیں اور نماز کو اوقات مقررہ پر پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہی لوگ آخر کامیاب ہوں گے۔ اور مرنے کے بعد جنت الفردوس ان کے قبضہ میں آئے گی اور وہ بھی کچھ تھوڑی مدت کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کا رہنا سہنا اسی میں ہو گا۔ کبھی کوئی ان سے اُسے چھین نہ سکے گا

ان آیتوں میں اسلام کا خلاصہ دے دیا گیا ہے اور اسلام پر چلنے والوں کے لیے کامیابی کا پختہ وعدہ کیا ہے چنانچہ بہت دن نہ گذرے تھے کہ کامیابی نے آکر دنیا ہی میں ان کے قدم چومے۔ کسی کو سان گمان بھی نہ تھا۔ کہ یہ مٹھی بھر آدمی جو دشمنوں سے تنگ آکر وطن چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ مدینہ میں پہنچتے ہی کیا سے کیا ہو جائیں گے۔ انہوں نے سوائے اس کے کچھ نہیں کیا۔ کہ دل و جان سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق چلنا شروع کر دیا۔ انہیں فوجی کالجوں میں تعلیم و تربیت دی گئی اور نہ ویسے لڑنے کا کوئی نیا طریقہ سکھایا گیا۔ ان کو فقط قرآن حکیم کی آیتیں سنائی گئیں اور ان کے مطابق چلنے کی ہدایت کی گئی :

مسلمانوں کا طرزِ عمل

انہوں نے قرآن حکیم کی آیتوں کو کان لگا کر سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً اللہ عزوجل کا رسول مان لیا اور پھر جو کچھ آپ نے بتایا۔ اس کو گرہ میں باندھا اور ساری مصیبتوں کو جھیلتے ہوئے رہے۔ اسی کی بدولت اُن میں اتنا زور آ گیا۔ کہ دُنیا کے سارے سرکش ان کے آگے سرنگوں ہو گئے اوّل مکّہ کے شورہ پشتوں کو بدر میں نیچا دکھایا پھر سارے عرب پر تسلّط جمایا۔ پھر باہر نکلے اور دُنیا بھر کی طاقتور سلطنتوں کا جو خلق اللہ پر طرح طرح کے ظلم توڑ رہی تھیں صفایا کر دیا۔ دنیا نے اطمینان کا سانس لیا۔ سب لوگوں نے ان کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا اور اس میں شک نہیں کہ شروع میں وہ ایسے ہی ثابت ہوئے۔ اب سنیے کہ وہ طرزِ عمل کیا تھا۔ جو قرآن حکیم نے اور اللہ عزوجل کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سکھایا۔ اوّل تو انہیں یہ بتایا۔ کہ اللہ عزوجل پر ایمان لاؤ اور یقین کر لو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی والی وارث اور خبر گیر نہیں ہے۔ اس کے کرم کے امیدوار رہو اور اسی کے غضب سے ڈرو اور کسی کی پروا نہ کرو۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بشرطیکہ اللہ تم سے راضی رہے۔ پھر فرمایا کہ نماز پڑھو اور اس میں چپ چاپ اللہ عزوجل کے سامنے عاجز بن کر اور دل میں اس کا خوف رکھ کر جھکو۔ پھر فرمایا۔ کہ دُنیا میں بہت سی باتیں لغو اور بے ہودہ ہیں۔ ان سے علیحدہ رہو اور جو ان میں مبتلا ہو اس سے منہ موڑ لو۔

پھر فرمایا کہ تم میں جو مال دار ہیں وہ مفلسوں، محتاجوں اور بے کسوں کے لیے اپنے مال کو بھی پاک صاف کریں۔

پھر فرمایا کہ نفسانی خواہشوں اور شہوتوں کو اپنے قابو میں رکھیں اور ان کے بس میں آ کر حیوان بلکہ شیطان نہ بن جائیں پھر فرمایا۔ کہ آپس کے معاملات درست رکھیں۔ امانت اور قول و قرار کا خیال رکھیں اسی سے سارے معاملات درست ہو جائیں گے۔ پھر نماز کے اوقات مقرر فرمائے اور ہدایت کی۔ کہ نماز کو وقت پر پابندی کے ساتھ ادا کرو۔ ان باتوں پر انہوں نے بدن جان اور مال سب کچھ قربان کر کے سچے دل سے عمل شروع کر دیا اور دنیا میں بھی انتہائی کامیابی حاصل کی۔ اور آخرت میں بھی جنّت الفردوس کے مستحق ہوئے، رفتہ رفتہ اسلام مکمل ہو گیا۔ اور فرض، واجب، مستحب، مکروہ اور حرام سب کچھ پورے طور پر واضح ہو گیا۔ لیکن بعد میں مسلمان خبر نہیں کیوں اپنی اصل باتیں ہی چھوڑ بیٹھے اور دوسروں کی باتیں اختیار کرتے چلے گئے چنانچہ اب جو ان کی گت بن رہی ہے وہ ظاہر ہے:

اللہ پر ایمان

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ
اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو انتخاب کی ہوئی
مِّن طِينٍ (۱۲) ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً
مٹی سے پھر کیا ہم نے اس کو پانی کی بوند
فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (۱۳)
ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ
اور ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی
مِّن طِينٍ (۱۲) ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً
سے بنایا پھر ہم نے اس کو پانی کی بوند کر کے
فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (۱۳)
ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں رکھا

سُلَالَةٍ: (چنی ہوئی منتخب) اسم ہے س ل ل سے سَلٌّ کے معنی کھینچنا۔ ڈھیر میں سے اپنے مطلب کی چیز چننا۔ اس طرح چیز چُنی جائے اسے سُلالَۃ کہتے ہیں۔ اللہ نے آدم کو ساری مٹی میں سے اس کے مناسب اجزاء چن کر بنایا۔ اب یہ غذا سے آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اور غذا میں مٹی میں سے آتے ہیں۔ پھر وہ نطفہ کی شکل میں ماں کے رحم میں پرورش پاتے ہیں قَرَارٍ مَّكِينٍ سے عورت کا رحم مراد ہے پہلی آیتوں میں فرمایا کہ اچھے کام کرنے والے فلاح پائیں گے بشرطیکہ وہ مومن ہوں۔ ایمان یہ ہے کہ اللہ اور اس کے سارے رسولوں کو مانے اور ان کے کہنے پر چلے۔ اس کے بغیر آخرت میں فلاح نصیب نہ ہو گی۔ ہاں نیک کام کرنے والے دنیا میں اچھی طرح گذاریں گے لیکن مرنے کے بعد جنت بغیر ایمان کے حاصل نہ ہو گی۔ ان آیتوں میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ پر ایمان لانا بہت آسان ہے۔ آدمی خود ہی اپنی پیدائش پر غور کرے تو اللہ کو پہچان لے گا۔

ارشاد ہے کہ یہ کام اللہ ہی کا ہے۔ کہ زمین کی مٹی سے مناسب اجزاء چن کر ان سے آدمی بنایا۔ آدم علیہ السلام کے لیے ان اجزاء کو مٹی سے براہ راست چن کر ایک محفوظ مقام میں جمع کیا۔ پھر ان سے آدم علیہ السلام کو بنا دیا۔ اس کے بعد یہ اجزاء آدمی کی غذا سے جو مٹی ہی سے پیدا ہوتی ہے حاصل ہوتے ہیں پھر نطفہ کی شکل میں بدل جاتے ہیں۔ یہ نطفہ ماں کے رحم میں قرار پاتا ہے۔ اور اسی محفوظ مقام میں پرورش پاتا ہے۔ اور چند صورتیں بدل کر آخر میں زندہ آدمی بن کر رحم مادر سے باہر نکل آتا ہے۔ ان صورتوں کی تفصیل آگے آتی ہے۔ پیدا ہونے کے بعد دنیا میں زندگی گذارنے کے لیے جو ذریعے انسان کو ملے وہ بھی اللہ ہی نے دیئے۔ اور کسی کی مجال نہیں کہ انسان کو اور اس کے اصلی ذرائع حیات کو پیدا کر دے۔

پیدائش کے مرحلے

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا

پھر بنایا ہم نے نطفہ کو خون بستہ پھر بنایا ہم نے

الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ

خون بستہ کو بوٹی پھر بنایا ہم نے بوٹی کو

عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ

ہڈیاں پھر پہنایا ہم نے ہڈیوں کو گوشت۔ پھر

أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

اٹھا کھڑا کیا اس کو صورت میں دوسری سو بڑی شان والا ہے اللہ

أَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾

بہترین سارے بنانے والوں کو

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا

پھر اس بوند سے جما ہوا لہو بنایا پھر اس جمے ہوئے لہو سے

الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ

گوشت کی بوٹی بنائی پھر اس بوٹی سے ہڈیاں

عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ

بنائیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت اٹھایا پھر

أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

اس کو اٹھا کر کھڑا کیا ایک نئی صورت میں سو برکت والا

أَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾

اللہ ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہے

نطفہ کے رحم مادر میں قرار پانے کے بعد اس کی صورتیں رفتہ رفتہ بدلتی ہیں آدم علیہ السلام بھی پیدائش کے ان سب مرحلوں سے گذرے لیکن رحم مادر میں نہیں بلکہ عالم کے کسی خاص محفوظ مقام میں۔ اس کے بعد انسان کی پیدائش کا سلسلہ یہ قرار پایا کہ انسان جو غذائیں کھائے اس سے اس کے اندر نطفہ بنے پھر وہ نطفہ ماں کے رحم میں جائے اور اس محفوظ مقام میں کچھ دن کے بعد جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو پھر یہ جما ہوا خون گوشت کی بوٹی بن جائے پھر اس بوٹی سے ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہو پھر ان ہڈیوں کے اوپر گوشت چڑھے اب انسان کا بدن تیار ہو گیا۔ اس کے بعد جان پڑے تو اس کی اور ہی صورت ہو جائے۔ پھر رحم مادر سے باہر آئے اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک نت نئی صورتیں اختیار کرتا ہے اور نئی نئی شکلیں بدلتا چلا جائے۔ یہ سب ترقیاں اللہ ہی کی قدرت اور اسی کے حکم سے ہوتی ہیں جن میں اور کسی کا حصہ نہیں۔ آدم علیہ السلام پیدائش کے ان سارے مرحلوں سے معلوم نہیں کتنی مدت میں گذرے اللہ ہی جانے۔ ہاں آج کل رحم مادر میں یہ سارے مرحلے کم سے کم چھ مہینے میں اور زیادہ سے زیادہ بقول بعض چار سال میں طے ہو جاتے ہیں۔ باہر آ کر انسان ایک مدت تک ترقی کرتا ہے۔ پھر زوال کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ عمر تمام ہو جاتی ہے۔ یہ سارے انسانی پیدائش اور زندگی کے مرحلے اللہ عزوجل نے اپنے علم اور اپنی قدرت سے مقرر کیے ہیں اور وہی ان میں سے ہر انسان کو گذارتا ہے اس لیے وہی ہر تعریف کا مستحق ہے۔ اس کے سوا کوئی نہ ایسے منصوبے تیار کر سکتا ہے اور نہ ایسی کاری گری سے کوئی چیز بنا سکتا ہے۔

زندگی کے بعد کے مرحلے

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر یہ ہے کہ تم اس کے بعد البتہ مرنے والے ہو

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

پھر یہ ہے کہ تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ

اور البتہ تحقیق پیدا کیے ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان اوپر تلے

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

اور نہیں ہیں ہم مخلوقات سے بے خبر

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر اس کے بعد تم مرو گے

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

پھر تم قیامت کے دن کھڑے کیے جاؤ گے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ

اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنا دیئے ہیں

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

اور ہم خلق سے بے خبر نہیں

طَرَآئِقَ: راستے۔ طریقہ کی جمع ہے جو ط۔ ر۔ ق سے بنا ہے۔ طرق کے معنی چلنے اور آنے کے بھی ہیں اور اوپر تلے ہونے کے بھی ہیں۔ طریقہ راستہ کو کہتے ہیں۔ یہاں طرائق سے مراد آسمان ہیں جو سیاروں کے گھومنے کے راستے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر تلے ہیں۔ پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد کے مرحلوں کا پہلی آیتوں میں ذکر ہوا۔ اس میں عمر ختم ہونے اور اس کے بعد کے مرحلوں کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جب تمہاری دنیا کی عمر ختم ہو جائے گی۔ موت سے کوئی انسان بچنے والا نہیں۔ کبھی نہ کبھی ہر ایک کو مرنا ہے۔ اس کے بعد کچھ مدت اسی موت کی حالت میں گذرے گی۔ پھر قیامت کا دن آجائے گا۔ اور تم سب کے سب پھر زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور دنیا میں جو کام کیے تھے ان کا پھل نہیں ملے گا۔ اب تم اس پر غور کرو۔ کہ اس دُنیا میں تمہاری زندگی کچھ مدت تک قائم رکھنے کے لیے کیا کیا سامان کیے گئے ہیں۔ اور پھر اللہ عزوجل کو پہچانو۔ کیونکہ اس کے سوا یہ سب سامان کوئی اور مہیا نہیں کر سکتا۔

تمہارے سر کے اوپر سات آسمان اوپر تلے بنائے جو سات سیّاروں کے گھومنے کے راستے ہیں۔ یاد رکھو۔ اس ساری کائنات کے بنانے والے ہم ہیں۔ ہم نے ہر چیز بنا کر قرینے اور قاعدے سے مناسب مقامات پر سجا دی ہے۔ ہم خلق کے نظام سے پوری طرح باخبر ہیں۔ یہ اٹکل پچو نہیں بنائی گئی ؛

شانِ تربیت

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ
اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی اندازہ کے ساتھ
فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰى
پھر ٹھیرایا ہم نے اسے زمین میں اور تحقیق ہم پر
ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا
لیجانے اس کے البتہ قدرت رکھنے ہیں پس اگائے ہم نے
لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ
تمہارے لیے اس سے باغات کھجور کے اور انگور کے

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ
اور ہم نے آسمان سے پانی ناپ کر اتارا
فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى
پھر اس کو زمین پر ٹھیرا دیا اور ہم اس کو
ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا
لے جائیں تو لے جا سکتے ہیں پھر اس سے
لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ
تمہارے واسطے باغ اگا دیئے کھجور اور انگور کے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا۔ اس کے لیے زمین بنائی۔ آسمان بنائے یہ تو شانِ خلق تھی۔ جو عالم کی ہر چیز سے آشکار ہے اور انسان کی پیدائش تو شروع سے لے کر آخر تک خاص طور پر اس کی قدرت کی نشانیوں سے مالا مال ہے۔ ان نشانیوں کا ذکر پہلی آیتوں میں ہوا۔ پھر انسان کو پیدا کر کے اسے کس مپرسی کی حالت میں نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس کی زندگی اس دُنیا میں جتنی بھی ہو قائم رکھنے کا سامان مہیا کر دیا۔ یہ شانِ ربوبیّت ہے اور اس کا ان آیتوں میں ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ فضائے آسمانی میں بادل اکٹھے کر کے انسے اللہ عزوجل نے مینہ برسایا تاکہ زمین پانی سے سیراب ہو اور پانی کو ایسے اندازہ سے اتارا کہ زمین کی خشکی دُور کرنے کے لیے کافی ہو۔ نہ اتنا زیادہ کہ ڈوب جائے اور نہ اس قدر کم کہ دھول اڑنے لگے۔ غور کرو۔ کہ یہ پانی زمین کی سیرابی اور سرسبزی کے لیے کتنی ضروری چیز ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر ہم پانی مناسب اندازہ سے نہ برساتے تو سوچو۔ کہ زمین کا کیا حال ہوتا۔ زمین تو زمین خود انسان کا ذرا سا منہ نکل آتا اور زندگی کے لالے پڑ جاتے۔ حیوانات ڈھونڈے نہ ملتے۔ یہ ہم ہی ہیں کہ بارش برسا کر سرشتے کو تر و تازہ کر دیا۔ دیکھو یہ پانی ہی کی برکت ہے۔ کہ زمین میں طرح طرح کی سبزیاں میوے پھل ترکاریاں اگنے لگیں۔ کھجوروں اور انگوروں کے باغ کے باغ لگ گئے۔ انسان اور حیوان دونوں کے وارے نیارے ہو گئے ؛

نباتات

لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ وَّ مِنْهَا
تمہارے لیے اس میں میوے ہیں بہت اور اسی میں سے
تَأْكُلُونَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ
تم کھاتے ہو اور ایک درخت جو نکلتا ہے پہاڑ سے
سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ
سینا کے اگتا ہے وہ ساتھ تیل کے اور سالن کے
لِّلْآكِلِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً
کھانے والوں کے لیے اور تحقیق تمہارے لیے چوپایوں میں البتہ سوچنے کی بات ہے

لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ وَّمِنْهَا
تمہارے واسطے ان میں میوے ہیں بہت اور انہی میں سے
تَأْكُلُونَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ
کھاتے ہو اور وہ درخت جو سینا پہاڑ سے
سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ
نکلتا ہے اور اُگتا ہے تیل لیے ہوئے اور کھانے والوں کے لیے
لِّلْآكِلِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً
سالن لیے ہوئے اور تمہارے لیے چوپایوں میں دھیان کرنے کی بات ہے

ارشاد ہے کہ مینہ برسنے سے زمین قسم قسم کی نباتات سے بھر جاتی ہے۔ اُن نباتات میں تمہارے لیے میوے بکثرت ہیں جنہیں تم مزہ لینے کے لیے اور دل خوش کرنے کے لیے کھاتے ہو اور انہیں میں غلّے بھی ہیں جنہیں تم غذا کے طور پر استعمال کرتے ہو۔ دیکھو ان میں سے ایک درخت ہے۔ وہ کوہ طور میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اور زیتون کا درخت کہلاتا ہے۔ اس کے اندر تیل بھی ہوتا ہے۔ اس میں سالن کی طرح روٹی ڈبو کر بھی کھاتے ہیں۔ اور یہ سر اور بدن پر ملنے کے لیے روغن کا کام بھی دیتا ہے۔

زیتون کے درخت کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا۔ کہ جس ملک میں یہ پیدا ہوتا ہے، وہاں اس سے بہت کام لیتے ہیں اور کم و بیش اس کے فائدے ویسے ہی ہیں، جیسے زمین کے اس حصے میں ناریل کے درخت کے ہیں۔ اسی طرح ہر ملک میں کوئی نہ کوئی درخت ایسا ہوتا ہے جس سے ملک والے انواع و اقسام کے فائدے اٹھاتے ہیں۔ اس کا کچّا پھل میوے کے طور پر کھاتے ہیں۔ ریشوں سے رسیاں بناتے ہیں پھل سوکھ جائے تو اس کا تیل نکالتے ہیں۔

انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ زمین سے اس کے لیے اللہ عزّ وجل نے پھل پھول میوے، غلّے گھاس پھوس بہت سی چیزیں پیدا کیں۔ انسان سوچے تو فوراً اللہ کو مان جائے اور اس کا شکر بجا لائے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان چیزوں کا زمین سے پیدا کرنا سوائے اللہ عزّ وجل کے کسی کے بس کا نہیں۔ اسی طرح مویشی اور دیگر جانوروں میں بھی سوچنے والوں کو اللہ کی قدرت کی نشانیاں صاف نظر آتی ہیں ؛؛

حیوانات

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا

پلاتے ہیں ہم تم کو اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے اور تمہارے لیے ان کے اندر

مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۲۱)

فائدے ہیں بہت اور ان میں سے کھاتے بھی ہو

وَعَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (۲۲)

اور ان کے اوپر اور کشتیوں کے اوپر سوار ہوئے پھرتے ہو

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا

ہم تمہیں پلاتے ہیں وہ چیز جو ان کے پیٹ میں بنتی ہے

مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۲۱)

اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور بعض کو کھاتے بھی ہو

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (۲۲) ع ۱

اور ان پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے ہو

ارشاد ہے کہ جس طرح زمین میں سے تمہارے لیے سبزیاں میوے اُگائے اسی طرح چوپائے جانوروں کو تمہارا فرمانبردار کر دیا۔ کہ ان سے تم فائدے اٹھاؤ۔ زمین کے جانوروں کے لیے گھاس اور چارہ پیدا کر دیا۔ کہ وہ پیٹ بھر کر کھائیں۔ اور پھر ان کی غذا کے ایک حصّہ کا ان کے اندر سے دودھ بن کر نکلے۔ جو تم خوب پیو۔ یہ ان کے اندر دودھ پیدا کرنے کا انتظام بھی ہمیں نے کیا ہے۔ کسی اور کے بس کا ہرگز نہیں کہ جانوروں کی غذا کے ایک حصّے کو دودھ میں تبدیل کر دے۔ اور پھر ان کو تمہارا فرمان بردار کر دے تا کہ اس دودھ کو ان کے تھنوں میں سے نکالو۔ خود پیو۔ بچّوں کو پلاؤ۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کرو۔ پھر جانوروں سے صرف دودھ ہی کا فائدہ نہیں۔ بلکہ بعض جانوروں کو تمہارے لیے حلال بھی کر دیا کہ ان کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرو اور ان کے گوشت کو بہ طور غذا پکا کر کھاؤ۔

اس کے علاوہ جانوروں سے تم اور بھی کام لیتے ہو۔ خشک زمینی راستوں میں ان پر سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہو اور اپنے سامان کو ادھر سے اُدھر منتقل کرتے ہو۔ اگر بیچ میں دریا یا سمندر آ جائے۔ تو پھر کشتیوں میں چڑھ کر اس کے عبور کرنے کا انتظام بھی ہم نے کر دیا۔ جن میں تم اپنا ساز و سامان بھی لاد سکتے ہو۔ اور خود بھی آرام سے بیٹھ کر ادھر سے اُدھر جا سکتے ہو۔

اس کے بعد پھر خود جانوروں پر لد کر اور اپنا سامان لاد کر آگے جا سکتے ہو۔ غرض چوپائے جانور تمہارے ہر طرح کام کے ہیں۔ ان میں سے جو حلال ہیں ان کا دودھ پیو۔ ان کا گوشت غذا کے طور پر کھاؤ اور خشکی میں ان سے سواری اور باربرداری کا کام لو۔ اسی طرح جیسے دریاؤں میں کشتیوں سے کام لیتے ہو۔

رُوحانی انتظام

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف پس کہا اس نے
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود
غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا
سوا اس کے کیا پس تم ڈرتے نہیں پس کہا سرداروں نے
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا
جو کافر تھے اس کی قوم میں سے نہیں یہ مگر
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ
ایک آدمی تمہیں جیسا چاہتا ہے کہ بڑا بن بیٹھے تم پر

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ
اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کے پاس بھیجا تو اس نے کہا
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی
غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا
حاکم نہیں کیا تم ڈرتے نہیں تب وہ سردار
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا
جو کافر تھے اس کی قوم میں بولے یہ کیا ہے فقط ایک
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ
تمہارے جیسا آدمی ہی تو ہے چاہتا ہے کہ تم پر بڑا بن جائے

شروع سورت میں انسان کو نصیحت فرمائی۔ کہ اچھی عادتیں اختیار کرے۔ پھر فرمایا کہ انسان اچھی عادتیں اور اخلاق حسنہ جبھی اختیار کر سکتا ہے۔ جب اپنی بناوٹ پر غور کرے۔ اس کا ایک بدن ہے جو مٹی کے اجزاء سے بنا ہے۔ جو بہت سے مرحلے طے کرنے کے بعد آخر انسانی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ جب بدن تیار ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ نئی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے اور روح داخل ہو جاتی ہے۔ انسان کی زندگی جبھی سنور سکتی ہے۔ جب اس کی بدنی اور روحانی دونوں قوتوں میں توازن قائم ہو۔ اس کے نیک اخلاق جبھی بن سکتے ہیں۔ جب یہ دونوں قوتیں ایک خاص ڈھنگ کے ساتھ مل جل کر کام کرنا سیکھیں۔

بدن کی ضروریات اللہ عزوجل نے بارش برسا کر زمین سے پیدا کر دیں۔ اور نباتات اور حیوانات دونوں کو اس کے مفید مطلب بنا دیا۔ روحانی ضروریات کے لیے اپنی کتابیں، رسول اور نبی بھیجے۔ انہوں نے انسان کو ایسا طریقہ بتایا جس سے انسان اپنی جسمانی اور روحانی قوتوں میں مصالحت پیدا کر کے ان سے کام لے سکے اور سعادت دارین حاصل کرے۔

رسُولوں کا ذکر

اس سلسلہ میں بعض انبیاء و رسل کا ذکر فرمایا۔ ارشاد ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو اس وقت کے انسانوں کو ہدایت کرنے کے لیے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ تاکہ اپنی قوم کو سمجھائے اور اچھے اخلاق حاصل کرنے کا گُر انہیں بتلائے۔ کیونکہ اس کے بغیر انسان کا بیڑا پار ہونا مشکل ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی قوم سراسر بدنی لذتوں میں منہمک ہے اور انسان کے روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کر بیٹھی ہے۔ ان کی عقل جسمانی خواہشوں سے مغلوب ہو جانے کی وجہ سے انہیں یہ نہ بتا سکی۔ کہ عبادت فقط ایک اللہ کی کرنی چاہیئے جس نے آسمان و زمین بنائے۔ انسان کو پیدا کیا اور اس میں نیکی اور بدی کے پہچاننے کی صلاحیت رکھی۔ عقل نے انہیں یہ نہ سمجھایا۔ کہ انسان کی مختلف قوتوں میں توازن ایک اللہ کے آگے جھکے بغیر قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر انسان اللہ کو چھوڑ بیٹھے۔ تو ضرور بُری خواہشوں کا ذلیل ہو جائے گا۔ ہر کس و ناکس کے آگے جھکتا پھرے گا۔ کبھی بُتوں کے، کبھی بڑے آدمیوں کے اور کبھی ہولناک صورتوں کے سامنے سر جھکانے لگے گا اور اس سے سوائے پریشانی کے اسے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا۔ کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود بننے کے قابل نہیں۔ ان کی قوم خواہشوں اور خود غرضیوں کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی۔ قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے عوام سے کہا کہ نوح علیہ السلام کا کہنا مت سنو۔ ان بڑے لوگوں کے نزدیک آدمی سوا اس کے کہ اپنے فائدے کی ہی سوچے اور کچھ کر ہی نہیں سکتا تھا۔ دلوں میں یہی خیال جم کر رہ گیا تھا کہ آدمی فقط خود غرض ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ نوحؑ یہ نئی بات اس لیے کہتا ہے کہ خود تم سب کا بڑا بن کر بیٹھے۔

اس کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ دیکھتے نہیں۔ کہ یہ تمہیں جیسا آدمی ہے۔ ہمیں تو اس میں کوئی سرخاب کا پر نظر نہیں آتا۔ تم جانتے ہو۔ کہ جو آدمی کوئی نئی بات کہتا ہے اپنی غرض کے لیے کہتا ہے۔ یہ ہمیں فقط اللہ کی عبادت کرنے کے لیے کہتا ہے تو فقط اس لیے کہ تم سب اسی کی سمی کہنے لگو اور یہ تمہارا سردار بن کر بیٹھ جائے۔

سچ ہے۔ جب آوے کا آوا ہی بگڑ جائے۔ تو ہر ایک کا دل خراب ہونا لازمی ہے۔ بدگمانی پھیلنا یقینی ہے۔ جو آپ خود غرض ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ دوسرے کو بے غرض سمجھے۔

قیاس آرائیاں

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا

اور اگر چاہتا اللہ ضرور اتارتا فرشتے نہیں سنی ہم نے یہ بات

فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ

اپنے باپ دادا میں جو پہلے گذرے نہیں وہ مگر ایک آدمی جس کو

جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ

جنون ہے پس انتظار کرو اس کے ساتھ کچھ مدت بولا

رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾

اے میرے رب میری مدد کر اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا

اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے اپنے

فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ

باپ دادوں سے یہ کبھی نہیں سنا اور کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے جسے

جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ

سودا ہوا ہے سو اس کی ایک وقت تک راہ دیکھو بولا اے

رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾

رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا

جِنَّةٌ (جنون) یہ لفظ ج۔ ن۔ ن سے بنا ہے اس مادہ کے معنی چھپانے کے ہیں۔ جِنَّةٌ جس آدمی کی سمجھ میں کچھ خلل آگیا ہو۔ اس کی جو حالت ہو جاتی ہے وہ جِنَّةٌ سے ظاہر کی جاتی ہے یعنی جنون کی حالت۔ ایسے شخص کو مجنون کہتے ہیں۔

آدمی ان چیزوں ہی کو ٹھیک سمجھتا ہے جن کا رواج ہو گیا ہو اور آنکھ بند کر کے انہی کو کیے جاتا ہے۔ اور عمل کا طریقہ بھی وہی پسند کرتا ہے جس پر سب چل رہے ہوں۔ قرآن مجید سکھاتا ہے کہ جو چیزیں رسم و رواج کے طور پر چل پڑی ہوں اور ان کے کرنے کا طریقہ مقرر ہو چکا ہو۔ ضروری نہیں کہ وہ صحیح بھی ہوں۔ اللہ عزوجل اپنے رسول اور کتابیں غلط رسم و رواج کو مٹانے اور صحیح طریق عمل کو جاری کرنے کے لیے دنیا میں بھیجتا ہے رسم و رواج کے پابند رسولوں سے الجھتے ہیں۔

چنانچہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے بڑوں نے کہا کہ اللہ کو رسول بھیجنا ہوتا تو کسی فرشتہ کو بھیجتا۔ آدمی اگر اور آدمیوں کے خلاف کہے تو ضرور وہ پاگل ہے۔ ہم کیسے مان لیں کہ جو باتیں باپ دادا سے چلی آرہی ہیں، وہ غلط ہیں اور جو نوح علیہ السلام کہیں وہ صحیح ہے۔ اپنے بڑوں سے ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ جو یہ کہتا ہے۔ ضرور اس کی عقل میں فتور ہے۔ اسے تھوڑے دن مہلت اور دو۔ شاید اس کا دماغ درست ہو جائے۔ نوح علیہ السلام نے جب یہ سنا تو دعا کی۔ کہ اے میرے رب۔ یہ تو مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہی میری مدد کر کہ میں ان سے نجات پاؤں اور یہ مجھے کچھ آزار نہ پہنچا سکیں۔

کشتی بنانے کا حکم

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ
پس وحی کی ہم نے اس کی طرف کہ بنا تو کشتی
بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا
ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی پس جب آجائے ہمارا حکم
وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ
اور ابلنے لگے تنور پس چلا اس میں ہر چیز سے
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ
جوڑا دو دو اور اپنے گھر کے آدمی

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ
پھر ہم نے اسے حکم دیا کہ ہماری آنکھوں کے سامنے
بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا
اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم پہنچے
وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ
اور تنور اُبلے پھر تو کشتی میں ہر چیز
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ
کا جوڑا ڈال لے اور اپنے گھر کے لوگ بھی

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی سرکش لوگوں کو نیچا دکھانے کا فیصلہ ہو گیا۔ اللہ عزوجل کی قدرت آشکارا ہوئی اور وہی ہوا جو ہونا تھا۔

ارشاد ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ کشتی بنا کر و ہم تمہاری نگرانی کر رہے ہیں اور تمہارا کام دیکھ رہے ہیں۔ موقعہ بہ موقعہ حسب ضرورت تمہیں وحی کے ذریعے سمجھائے جائیں گے کہ کشتی کتنی لمبی چوڑی ہو۔ اور کون سی چیز کہاں کہاں بنائی جائے۔ عنقریب سخت طوفان آنے والا ہے۔ پانی ہر طرف سے زمین پہ ٹوٹ پڑے گا۔ آسمان سے لگاتار مینہ برسے گا۔ زمین سے بے تحاشا ابلے گا۔ اس سرزمین پہ کوئی جاندار نہ بچے گا۔ مگر وہی جو تیری بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو جائیں گے۔ طوفان کے شروع کی نشانی یہ ہو گی۔ کہ تنور سے پانی جوش مار کر نکلنا شروع ہو جائے گا۔ یہ نشانی دیکھتے ہی ہر جانور کا ایک ایک جوڑا نر اور مادہ کشتی پر چڑھا لینا اور اپنے سارے گھر والوں کو اس میں سوار کر لینا اور جو نہ بیٹھے اسے چھوڑ دینا۔

یہ قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ تا کہ انسانوں کے کانوں میں بار بار پڑتا رہے۔ اور ہر انسان کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کرنے والے ہر زمانے میں بری طرح تباہ ہوئے۔ اگرچہ انہیں مہلت ملتی رہی لیکن انہوں نے ہمارے رسولوں کا کہنا نہ مانا۔

ڈوبنے سے نجات

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ
مگر وہ کہ پہلے ہو چکا اس پر حکم ان میں سے
وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم
اور مت بول مجھ سے۔ ان کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا تحقیق وہ
مُّغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن
ڈوبنے والے ہیں پس جب بیٹھ چکے تو اور جو
مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
تیرے ساتھ ہیں کشتی میں پس کہہ شکر اللہ کا
الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾
جس نے نجات دی ہمیں ان لوگوں سے جو ظالم ہیں

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ
مگر وہ جس کی قسمت میں پہلے سے بات ٹھیر چکی تھی
وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم
اور مجھ سے ان ظالموں کے واسطے بات مت کر بے شک
مُّغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن
انہیں ڈوبنا ہے پس جب تو اور تیرے
مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
ساتھی کشتی میں چڑھ چکیں تو کہہ اللہ کا شکر
الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾
ہے جس نے ہمیں گنہگار لوگوں سے چھڑایا

اِسْتَوَيْتَ: (تو چین سے بیٹھ جائے) ماضی کا صیغہ ہے اِسْتِوَاءٌ سے جو س۔و۔ی سے بنا ہے۔ سَوَاءٌ برابر۔ اِسْتِوَاءٌ: اطمینان سے بیٹھ جانا۔

ارشاد ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا۔ جب زمین سے پانی ابلنے لگے تو کشتی میں ہر جانور کا ایک ایک جوڑا اٹھا لینا اور اپنے سارے گھر والوں کو بھی سوار کر لینا۔ مگر کچھ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو تیرے کہنے سے کشتی میں نہ بیٹھیں گے اور خیال کریں گے کہ ہم ادھر ادھر اونچی جگہوں پر چڑھ کر ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔ لیکن یہ ان کا خیال خام ہے۔ ان کی قسمت میں ڈوبنا ہی لکھا ہے۔ کوئی کشتی میں بیٹھے بغیر ڈوبنے سے نہیں بچ سکتا۔ جو لوگ ظلم و ستم اور بدکاریوں کے عادی رہے ہیں۔ ان ظالموں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا ان کی سفارش نہ کرنا۔ ان کی بابت فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتیں گے اور ڈوب کر رہیں گے۔

جب تو اور تیرا کہنا ماننے والے کشتی میں چین سے بیٹھ جائیں۔ تو پھر تو اللہ کی حمد و ثنا کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا اور کہنا شکر ہے اللہ نے گنہگاروں سے ہمیں بچا لیا اور غرق ہونے کے عذاب سے محفوظ کر دیا۔

اللہ سے دُعا

وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا
اور کہہ اے میرے رب اتار تامجھ کو اتارنا برکت والا
وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (۲۹) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
اور تو بہترین ہے اتارنے والوں میں تحقیق اس میں
لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ (۳۰)
البتہ نشانیاں ہیں اور بے شک ہم ہیں آزمائش کرنے والے

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا
اور کہہ اے رب اتار مجھ کو برکت کا اتارنا
وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (۲۹) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
اور تو بہترین اتارنے والوں میں ہے بے شک اس میں
لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ (۳۰)
نشانیاں ہیں اور ہم ہیں آزمائش کرنے والے

مُنْزِلٌ: (اتارنا) مصدر میمی ہے اِنْزَالٌ سے جس کے معنی اتارنا ہے۔ اس کا مادہ ن۔ز۔ل ہے۔ نُزُولٌ کے معنی نیچے اترنا۔ نزلہ بھی اسی سے ہے جو ناک میں سے پانی اترنے کو کہتے ہیں۔ اِنْزَالٌ کے معنی نیچے اتارنا مراد ہے۔ اَنْزِلْ اسی سے امر کا صیغہ ہے اور مُنْزِلٌ اسم فاعل ہے جس کی جمع مُنْزِلِیْنَ ہے یعنی اتارنے والا۔

باقی الفاظ پہلے گذر چکے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو ارشاد ہے۔ کہ کشتی میں آرام سے بیٹھ کر اللہ کا شکر کرنا۔ کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں شریر اور بدکار لوگوں سے نجات دی۔ اس کے بعد یہ دعا کرنا کہ اے اللہ اس کشتی سے ہمیں خشکی پر خیر و عافیت اتارنا تجھ سے بہتر ہماری بہبودی کا انتظام کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو ہی ہمیں کشتی میں جب تک رہنا ہو آرام و آسائش سے رکھے گا اور جب اترنے کا وقت آئے گا تو تو ہی اس طرح اتارے گا کہ ہمیں کوئی زحمت اور تکلیف نہ ہو۔

اللہ عزوجل ہی نے نوح علیہ السلام کو یہ دعا سکھائی۔ اور پھر اپنی رحمت سے اسے قبول فرمایا۔ کشتی والوں کو نہ کشتی میں کوئی تکلیف ہوئی اور نہ اس سے اترتے وقت کچھ دقت محسوس ہوئی۔

پھر ارشاد ہے کہ اس قصہ میں سننے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ ہم یہ نشانیاں بیان کر کے اور لوگوں کو بھی آزماتے ہیں کہ کون ان سے نصیحت حاصل کر کے ٹھیک طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اور کون انہیں ٹھکرا دیتا ہے ؎

ایک اور قوم

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا
پھر پیدا کیا ہم نے ان کے بعد ایک گروہ
اٰخَرِيْنَ (۳۱) فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا
دوسرا پھر بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول
مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
انہی میں سے کہ عبادت کرو اللہ کی نہیں تمہارے لیے
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۳۲)
کوئی معبود سوا اس کے کیا نہیں بچتے تم (برائی سے)

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا
پھر ہم نے ان کے پیچھے ایک جماعت اور
اٰخَرِيْنَ (۳۱) فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا
پیدا کی پھر ہم نے ان میں ایک رسول
مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
انہی کا بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کے سوا
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۳۲) ع ۲
تمہارا کوئی حاکم نہیں پھر کیا تم ڈرتے نہیں

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کا کہنا نہ سنا اور اپنی ہی بدمستیوں میں غرق رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ یہ لوگ بیہودے ہوتے معلوم نہیں ہوتے ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی۔

وہاں سے جواب ملا کہ ان کو پانی میں غرق کر کے دنیا کو ان کے وجود سے پاک صاف کر دیا جائے گا۔ تم ایک کشتی بنا لو، جو اس میں بیٹھ جائے گا بچ جائے گا، جو نہ بیٹھے گا وہ ڈوب کر رہے گا۔ چنانچہ پانی کا زبردست طوفان آیا اور سارے شریر سرکش لوگ ڈوب گئے۔ نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی جو کشتی میں تھے بچ گئے۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں کی تباہی کے بعد پھر ایک اور امت پیدا ہوئی اور انہیں بھی بدمستیاں سوجھیں۔ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی کو اپنا رسول بنا کر ان کے سمجھانے کے لیے بھیجا۔ اس نے انہیں سمجھایا کہ دیکھو۔ اللہ عزوجل کے سوا تمہارا کوئی معبود ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ اس کے غضب سے ڈرو۔ اس کی نافرمانی کرو گے۔ تو وہ تمہیں حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دے گا۔

دیکھو تم جو کام کر رہے ہو۔ ان میں سے بہت سے برے اور تمہارے لیے مضر ہیں۔ ان کو اللہ کے عذاب سے ڈر کر چھوڑ دو، اور جن کاموں کو اس نے اچھا کہا ہے بس وہی اختیار کرو۔ ورنہ وہ تمہیں الگ دکھ دیں گے اور اللہ کی نافرمانی کی سزا کا اس پر الگ اضافہ ہو گا۔

کافروں کے بہانے

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور بولے سردار اس کی قوم میں سے جنہوں نے کفر کیا
وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ
اور جھٹلایا آنے کو آخرت کے اور خوش عیشی دی تھی ہم نے انہیں
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ
دنیا کی زندگی میں نہیں یہ مگر ایک آدمی
مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ
تمہیں جیسا کھاتا ہے انہیں چیزوں میں سے کھاتے ہو تم جن سے
وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾
اور پیتا ہے جس سے تم پیتے ہو

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور اس کی قوم کے سردار بولے جو کافر تھے
وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ
اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے ان کو دنیا
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ
کی زندگی کا آرام دیا تھا کچھ نہیں یہ تو تمہیں جیسا
مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ
ایک آدمی ہے کھاتا ہے انہیں چیزوں میں سے جو تم کھاتے ہو
وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾
اور پیتا ہے اسی کو جو تم پیتے ہو

پہلے ذکر ہوا کہ قوم نوح (علیہ السلام) کے ہلاک ہونے کے بعد ہم نے ایک اور قوم دنیا میں پیدا کر دی اور اس نے بھی وہی ٹیڑھی راہ اختیار کی جو انسان کی خراب خواہشیں اسے سجھاتی ہیں۔ پھر ہم نے اپنے مقرر دستور کے مطابق انہیں سمجھانے کے لیے انہی میں سے ایک آدمی کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور اس نے سمجھایا۔ کہ خواہشوں کا کہنا نہ مانو۔ اللہ کی اطاعت اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس قوم کے بڑے بڑے آدمی یہ سنکر بگڑ گئے۔ وہ اپنے سوا کسی کو با اختیار اور قوت والا نہ مانتے تھے اللہ کا انکار کرتے تھے۔ دنیا کے عیش و آرام ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے آخرت کو نہ مانتے تھے۔ ہم نے انہیں دنیا کے سازوسامان سے مالا مال کر دیا تھا۔ انہوں نے یہ بات رسول سے سنکر اپنے لوگوں سے کہا۔ کہ یہ جو اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے۔ یہ ایک تم ہی جیسا آدمی ہے۔ وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پانی پیتا ہے۔ جو تم پیتے ہو۔ پھر ہمارا کیا سر پھرا ہے جو اپنے ہی جیسے آدمی کو اپنا سب سے بڑا سردار اور رہنما بنا کر بیٹھ جائیں اور اپنے پوجا پاٹ اور رہنے سہنے کے سارے طریقے چھوڑ کر اس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں۔ آدمی کا یہی خیال کہ میں دوسرے کو بڑا کیوں مانوں میں خود ہی سب سے بڑا ہوں اس کو اصلی خوبیوں سے محروم کر دیتا ہے:

خود بینی

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ
اور البتہ اگر اطاعت کی تم نے ایک آدمی کی جو تمہیں جیسا ہے ضرور تم
اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۳۴) اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ
اس وقت گھاٹا اٹھاؤ گے کیا کہتا ہے تم سے کہ تم
اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا
جب مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں
اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ (۳۵) هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ
تو تم پھر زندہ کیے جاؤ گے بعید ہے بعید ہے
لِمَا تُوْعَدُوْنَ (۳۶)
وہ بات جو تم سے کہی جاتی ہے

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ
اور اگر کہیں تم اپنے برابر کے آدمی کے کہنے پر چل پڑے تو تم
اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۳۴) اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ
بے شک خراب ہوئے کیا تم کو وعدہ دیتا ہے کہ
اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا
جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے
اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ (۳۵) هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ
تو تمہیں نکلنا ہے کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے
لِمَا تُوْعَدُوْنَ (۳۶)
جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے

يَعِدُ اور تُوْعَدُوْنَ دونوں مضارع کا صیغہ ہیں و۔ ع۔ د سے۔ وَعْدٌ کے معنی ہیں۔ آئندہ کسی بات کے ہونے کی خبر دینا۔ اور کہنا کہ وہ ضرور ہو گی۔

هَيْهَاتَ: (دور ہے) یہ اسم فعل بمعنی ماضی ہے۔ جس سے کسی چیز کا عقل اور سچائی سے بہت دور ہونا ظاہر کیا جاتا ہے یعنی اس وعدہ کی بابت یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حقیقت سے کوسوں دور ہے۔

اللہ کے رسولوں کے نہ ماننے والے خود بینی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ انہیں یہ خبط ہوتا ہے کہ ہم سب کچھ سمجھتے ہیں۔ پھر اپنے ہی آدمی کی کیوں مانیں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد عاد اور ثمود دو بڑی قومیں ایک دوسرے کے بعد آئیں۔ ان آیات میں انہیں کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے بڑے بڑے لوگ اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ تم نے اگر اپنے ہی جیسے ایک آدمی کی اطاعت کر لی تو بیڑا ہی غرق کر دیا کم سے کم وہ اتنا تو ہو کہ کوئی کام کی بات کہے۔ یہ آدمی تو باتیں بھی ایسی کرتا ہے کہ جن کا سر نہ پیر سن رہے ہو وہ کیا کہتا ہے کہ مرنے کے بعد جب تمہارا بدن مٹی ہو جائے گا۔ صرف تھوڑی سی ہڈیاں کہیں پڑی نظر آئیں تو آئیں تو تم پھر زندہ اٹھا بٹھائے جاؤ گے۔ بھلا یہ کوئی عقل میں آنے کی بات ہے جو یہ کہتا ہے وہ ہرگز ہونے والا نہیں پھر اپنی خواہشیں اس کے کہنے سے کیوں چھوڑیں۔

منکروں کے کلام کا خلاصہ

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ
نہیں یہ مگر زندگی ہماری دنیا کی مرتے ہیں ہم
وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (۳۷)
اور جیتے ہیں ہم اور نہیں ہم پھر اٹھائے جانے والے
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نِ افْتَرٰى
نہیں یہ مگر ایک مرد گھڑ لیا ہے اس نے
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ
اللہ پر جھوٹ اور نہیں ہم اس پر
بِمُؤْمِنِيْنَ (۳۸)
ایمان لانے والے

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ
اور کچھ نہیں ہمارا یہی دنیا کا جینا ہے مرتے ہیں
وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (۳۷)
اور جیتے ہیں اور ہمیں پھر اٹھنا نہیں
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نِ افْتَرٰى
اور کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے جو
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ
اللہ پر جھوٹ باندھ لایا ہے اور اسے ہم
بِمُؤْمِنِيْنَ (۳۸)
ماننے والے نہیں

انہوں نے کہا حقیقت صرف یہ ہے کہ جو کچھ ہماری زندگی ہے۔ وہ یہی اس دنیا کی زندگی ہے۔ اسی میں جن کی موت آجاتی ہے وہ مرجاتے ہیں اور جن کو جینا ہوتا ہے وہ جیتے رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد دوبارہ جینا۔ اللہ کے روبرو پیش ہونا، اعمال کا حساب، جزا سزا یہ سب اس آدمی کی گھڑی ہوئی بات ہے۔ اس میں سے کچھ ہونا ہوانا نہیں۔ نہ اس دنیا کی زندگی کے بعد کوئی زندگی ہے اور نہ ہمارے اعمال کی کوئی پوچھ پچھ ہے نہ عذاب ہے نہ ثواب۔ یہ سب من گھڑت کہانیاں ہیں۔ سچائی اس شخص کی بات میں نام کو نہیں۔ فرصت کے وقت میں بیٹھ کر کچھ خیالی باتیں گھڑ لی ہیں اور رعب جمانے کو یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ نے کہا ہے تاکہ لوگ سن کر ڈر جائیں۔ اور میری سنیں۔ ذرا سوچو تو سہی۔ اللہ کو کس نے دیکھا۔ ہماری پوچھو تو ہم نے اس کا نام بھی سوا اس کے کسی آدمی سے نہیں سنا۔ پھر ہم ایمان کیسے لے آئیں کیا فقط اس لیے کہ یہ شخص بے دیکھے اللہ کا نام لے کر اپنی خیالی باتیں ہم سے منوانا چاہتا ہے۔

نہ بابا۔ یہ ہمارے بس کا نہیں۔ باز آئے ہم ایسے ایمان سے جس سے خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے اس زندگی کے مزوں میں کھنڈت پڑے اور اپنی خواہشیں چھوڑ کر ایک آدمی کے حکم کی پابندی گلے کا ہار ہو جائے۔

حق کی جیت

قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ

کہا اے میرے رب مدد کر میری اس لیے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا فرمایا

عَمَّا قَلِیۡلٍ لَّیُصۡبِحُنَّ نٰدِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾

دن رہتے ہیں کہ وہ ہو جائیں گے پچھتانے والے

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّیۡحَةُ بِالۡحَقِّ فَجَعَلۡنٰهُمۡ

پس آ پکڑا انہیں سخت آواز نے از روئے استحقاق پس کر ڈالا ہم نے انہیں

غُثَآءً ۚ فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۱﴾

خس و خاشاک پس دوری ہو ان لوگوں کے لیے جو ظلم کرنے والے ہیں

قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ

بولا اے میرے رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا فرمایا

عَمَّا قَلِیۡلٍ لَّیُصۡبِحُنَّ نٰدِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾

اب تھوڑے ہی دن میں یہ پچھتاتے رہ جائیں گے

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّیۡحَةُ بِالۡحَقِّ فَجَعَلۡنٰهُمۡ

پھر ان کو چنگھاڑ نے آ پکڑا بجا طور پر پس ہم نے ان کو

غُثَآءً ۚ فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۱﴾

کوڑا کرکٹ بنا دیا لعنت خدا کی ظالموں پر

بِالۡحَقِّ: (حق کے ساتھ) حق کے معنی ٹھیک بات کے ہیں۔ جس کا ہونا عدل و انصاف کی رُو سے مناسب ہو۔ برائی، شرارت، دنگا، فساد، اس دنیا میں ممکن ہے کہ کچھ مدت تک بظاہر پنپتا دکھائی دے۔ اور اس کے مددگار سطحی نظر والوں کو کامیاب نظر آئیں۔ لیکن مثل مشہور ہے "جھوٹ کے پاؤں کہاں" یہ کھڑاگ زیادہ دن تک چل نہیں سکتا۔ دنیا کے دن پھرتے ہیں اللہ کے نیک بندوں کی دعا قبول کی جاتی ہے اور دنگئی اور فسادی دنیا سے ایسے جاتے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

ان آیتوں میں اسی کا بیان ہے۔ غالباً یہاں سرکش لوگوں سے مراد ثمود کی قوم ہے۔ جب وہ ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے جو ان میں اللہ کے رسول تھے۔ اللہ کی طرف رجوع کیا اور عرض کیا کہ اے میرے رب یہ تو سراسر مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور میری ذرا نہیں سنتے۔ میری مدد فرما۔

ارشاد ہوا۔ کہ انہیں ابھی ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کس قدر حماقت میں مبتلا تھے۔ ان کے ہاتھ سوا پچھتاوے کے اور کچھ نہ آئے گا۔ آخر وہ وقت آیا کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے اور اس زور کی کڑک اور گرج پیدا ہوئی۔ کہ ان کے پتّے پھٹ گئے اور کوڑے کرکٹ کی طرح عذاب الٰہی کی رَو میں بہہ گئے۔ غیب سے آواز اٹھی۔ کہ خدا کی لعنت ہو ظالموں پر۔ اے اللہ تو ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے عذاب سے محفوظ رکھ!

آمین !!

رسولوں کا سلسلہ

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا
پھر ہم نے پیدا کیں ان کے بعد امتیں
اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا
دوسری نہ آگے بڑھتی تھی کوئی امت اپنے مقررہ وقت سے اور نہ
يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا
وہ پیچھے ہٹتے تھے پھر بھیجے ہم نے اپنے رسول لگاتار
كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ
جب کبھی آتا تھا کسی امت میں اس کا رسول اسے جھٹلاتے تھے
فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ
پس چلتا کیا ہم نے ایک کو دوسری کے بعد اور کر ڈالا انہیں
اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾
قصے کہانیاں پس دوری ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا
پھر ان کے پیچھے ہم نے اور جماعتیں
اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا
پیدا کیں کوئی قوم اپنی مدت معینہ سے نہ آگے جائے گی
يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا
اور نہ پیچھے رہے گی پھر ہم اپنے رسول لگاتار بھیجتے رہے
كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ
جہاں کسی امت کے پاس ان کا رسول پہنچا انہوں نے اس کو جھٹلایا
فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ
پھر ہم چلاتے رہے ایک کے پیچھے دوسرے کو اور ان کو کہانیاں کر ڈالا
اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾
دور ہوں وہ لوگ جو نہیں مانتے

تَتْرٰی: (ایک کے پیچھے ایک) صفت مؤنث کا صیغہ ہے و۔ت۔ر سے۔ اصل میں وَتْرٰی تھا واؤ کو ت سے بدل دیا جیسے تقویٰ اور تکلان میں۔ وتر کے معنی ایک کے ہیں وترٰی ایک ایک کرکے۔ یہ استعمال میں تترٰی ہوگیا۔ مراد ہے یکے بعد دیگرے۔

ارشاد ہے کہ جب پہلے بدکار لوگ مرکھپ گئے تو ان کے بعد ہم نے اور امتیں پیدا کیں۔ انہوں نے اپنے اپنے زمانے میں شرارتیں کیں رسولوں کو جھٹلایا۔ آخر انہیں ان کے کرتوتوں کی سزائیں ملیں اور جب کسی امت کے ہلاک ہونے کا وقت آیا تو وہ اسی وقت ہلاک ہو گئی نہ ایک منٹ وقت سے آگے بڑھ سکی اور نہ پیچھے ہٹ سکی۔

اس کے بعد اور امتیں آتی رہیں اور ہم ان کی ہدایت کے لیے رسول پے در پے بھیجتے رہے لیکن لوگوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ برابر رسولوں کی نافرمانی کرتے رہے ہم نے بھی انہیں ایک دوسرے کے پیچھے چلتا کیا۔ اب ان کا نام و نشان بھی نہیں، فقط کہانیاں باقی ہیں۔ لعنت خدا کی بے ایمانوں پر۔ ان کا حال سنکر عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

موسیٰؑ اور ہارونؑ

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ
پھر بھیجا ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو
بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ
اپنی نشانیوں اور دلیل روشن کے ساتھ فرعون
وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا
اور اس کے سرداروں کی طرف پس وہ اکڑ گئے اور تھے وہ
قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾
لوگ بڑے تکبر والے

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ
پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو
بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ
اپنی نشانیاں اور کھلی سند دے کر فرعون اور
وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا
اس کے سرداروں کے پاس بھیجا پس لگے تکبر کرنے اور
قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾
وہ تھے ہی مغرور لوگ

ارشاد ہے کہ دنیا میں ایک بار پھر ظلم و ستم کا دور دورہ ہوا۔ لوگ سرکشی پر تل گئے طاقتور اپنی طاقت میں مست ہو کر کمزوروں کو دبانے لگے۔ مصر میں قبطیوں نے سر اٹھایا۔ بنی اسرائیل کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے۔ بنی اسرائیل کو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں بلا کر بسایا تھا۔ اس وقت مصر کا انتظام ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد زمانے نے پلٹا کھایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے وفات پائی اور ملک کا انتظام واپس قبطیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ ان کے بادشاہوں کا خاندانی لقب فرعون تھا۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو بری طرح ستانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان سب کو غلام بنا لیا۔ جب بنی اسرائیل پر حد سے زیادہ ظلم توڑا جانے لگا۔ تو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور اپنا رسول بنا کر بھیجا۔

ان آیتوں میں ارشاد ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ہمارا پیغام لے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ تم بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کرنے سے باز آؤ اور اپنے زور پر مغرور نہ ہو۔ ورنہ تم پر اللہ کی مار پڑے گی۔ اور یہ تمہارا اکڑنے کا سارا بل نکل جائے گا۔ مگر انہوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ انہیں اپنی قوت اور دولت پر گھمنڈ تھا۔ دماغ میں اپنی بزرگی کا سودا سمایا ہوا تھا۔ انہوں نے ٹکا سا جواب دے دیا اور اللہ کے رسول کا کہنا خاطر میں نہ لائے۔

غرور کا سر نیچا

فَقَالُوٓا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا
پس کہنے لگے کیا ایمان لائیں ہم ان دو بشر کے کہنے سے جو ہمیں جیسے ہیں
وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ (۴۷) فَكَذَّبُوۡهُمَا
اور ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے پس جھوٹا ٹھیرایا ان دونوں کو
فَكَانُوۡا مِنَ الۡمُهۡلَكِيۡنَ (۴۸) وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا
پس ہو گئے ہلاک ہونے والوں میں اور البتہ تحقیق دی ہم نے
مُوۡسَى الۡكِتٰبَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ (۴۹)
موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ ہدایت حاصل کریں
وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيۡنٰهُمَاۤ
اور بنایا ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی اور ٹھکانہ دیا انہیں
اِلٰى رَبۡوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيۡنٍ (۵۰)
ایک ٹیلے پر جو ٹھیرنے کا مقام اور صاف پانی والا تھا

فَقَالُوٓا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا
سو بولے کیا ہم اپنے برابر کے دو آدمیوں کی مانیں گے
وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ (۴۷) فَكَذَّبُوۡهُمَا
اور ان کی قوم تو ہماری خدمت گار ہے سو ان دونوں کو جھٹلایا
فَكَانُوۡا مِنَ الۡمُهۡلَكِيۡنَ (۴۸) وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا
پھر غارت ہونے والوں میں ہو گئے اور ہم نے موسیٰ کو کتاب
مُوۡسَى الۡكِتٰبَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ (۴۹)
دی تاکہ وہ راہ پائیں
وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيۡنٰهُمَاۤ
اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی بنایا اور ان کو
اِلٰى رَبۡوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيۡنٍ (۵۰) ع ۳
ایک ٹیلہ پر ٹھکانا دیا جہاں ٹھیرنے کا موقعہ اور ستھرا پانی تھا

اٰيَةً (نشانی) یوں تو ہر چیز جو عالم میں موجود ہے اللہ کی ہستی کی نشانی ہے لیکن چونکہ اکثر لوگ اس کا دھیان نہیں کرتے اس لیے اللہ عز وجل اپنی قدرت نمایاں طور پر ظاہر کرنے کے لیے غیر معمولی چیزیں بھی کبھی پیدا کرتا رہتا ہے۔ اسی میں سے حضرت مریم علیہ السلام کے بے شوہر حمل رہنا اور حضرت عیسیٰ کا بے باپ کے پیدا ہونا ہے ❊ رَبۡوَةٍ: (ٹیلہ) اونچی جگہ کو کہتے ہیں اس سے مراد وہی جگہ ہے جہاں حضرت مریمؑ نے وضع حمل کے وقت پناہ لی تھی یا کوئی اور مقام جہاں وہ دشمنوں سے بچنے کے لیے خود اپنے بچے حضرت عیسیٰؑ کو لے کر چلی گئی تھیں ❊ معین: (صاف کھلا چشمہ) یہ اسم مفعول ہے ع ی ن سے عین مصدر ہے جس کے معنی دیکھنا ہیں۔ معین جو صاف دیکھا جائے ❊ ارشاد ہے کہ فرعون اور اس کے سرداروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہنا نہ مانا اور کہا کہ یہ ایک آدمی ہے جیسے ہم ہیں بلکہ اس کی قوم ہماری غلام ہے ہم اس کی کیسے مان لیں۔ غرض انھوں نے دونوں کو جھوٹا کہا۔ آخر جب وقت آیا تو وہ بھی اور نافرمانوں کی طرح تباہ ہوئے بنی اسرائیل کو نجات مل گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لیے تورات عطا ہوئی پھر ہم نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ دنیا کو اپنی قدرت کی نشانی بھی دکھائی اور ان کو ٹھیرنے کا بہت اچھا ٹھکانہ دیا۔ جہاں صاف پانی کا چشمہ تھا ❊

دین ایک ہے

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ
اے رسولو کھاؤ ستھری چیزوں میں سے
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور کام کرو بھلا تحقیق میں اسے جو تم کرتے ہو
عَلِيْمٌ ؕ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً
جاننے والا ہوں اور تحقیق یہ تمہاری امت ہے امت
وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾
ایک اور میں رب ہوں تمہارا پس بچو برائیوں سے میری خاطر

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ
اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور بھلا کام کرو میں جانتا ہوں جو تم
عَلِيْمٌ ؕ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً
کرتے ہو اور یہ لوگ تمہارے دین کے ہیں سب ایک
وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾
دین پر اور میں تمہارا رب ہوں سو مجھ سے ڈرتے رہو

اُمَّةً: (امّت) یہ لفظ قرآن مجید میں بہت جگہ استعمال ہوا ہے اس کا مادہ ام م کے معنی میں جمع کرنے اور اکٹھے کرنے کا مفہوم ہے بہت سی قوتوں کو آدمیوں کو یا مقصدوں کو اکٹھا کر کے ایک طرف لگا دینا یہ اس کے اصل معنی ہیں اُمَّةٌ اسی سے بنا ہے اس کے ٹھیک معنی ہیں وہ ذریعہ یا آلہ جس سے بہت سی چیزیں اکٹھی ہو کر ایک چیز بن جائیں اور ایک ہی مقصد کی طرف رجوع ہو جائیں۔ وہ چاہے ایک آدمی ہو اصولوں کا مجموعہ ہو یا بہت سے افراد کا اتحاد ہو۔ اس لیے اس کے معنی کہیں فرد واحد کے کہیں دین اور ملت کے اور کہیں جماعت کے ہیں بشرطیکہ وہ دوسروں کی رہنما بن سکیں۔ اسی کے قریب قریب لفظ امام ہے جو کتاب، عقیدہ، دین، ملت، رسول اور قاعدہ سب کے لیے مستعمل ہو سکتا ہے یہاں اس سے دین اور اس پر چلنے والے مراد ہیں۔

اس کتاب میں رسولوں کو ان کا کام بتایا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کے لیے زندگی کا نمونہ بن کر رہیں اور اپنے چال چلن اور برتاؤ سے انسان کو سکھا دیں۔ کہ اس دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرے کہ جس سے اس کے آگے کی یعنی آخرت کی زندگی بھی سنور جائے۔ اس کا گر یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں، نجاست، ظلم اور زیادتی سے پاک کریں ہمیشہ نیک کام کریں اور اس کا خیال ہر وقت رکھیں کہ اللہ ہمارے سب کاموں سے واقف ہے۔ یہی بات ہے جس کی طرف سارے انسانوں کو متوجہ کرنا اور اس پر اکٹھا کر دینا۔ ان کا کام ہے یہی دین انسانی ہے جس کا مرکزی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ ہمارا رب ہے وہ برے کاموں کی سزا دے گا۔

انسانی دین

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کا دنیا میں بھیجنے کا مقصد دین انسانی کا پھیلانا ہے اور وہ دین بالکل آسان ہے اگر سمجھ کا پھیر نہ ہو تو اس کے سمجھنے اور اختیار کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی۔ رسولوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ تم دین کا عملی نمونہ بن کر انسانوں کو دکھاؤ یہاں تک کہ ان پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم سب مل کر رسولوں کا کہنا ماننے پر اتفاق کر لیں وہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ سب انسان ایک ہی دین کے تابع ہیں اور اس لیے ایک امت ہیں۔ اس کے لیے رسولوں کو ہدایت ہے کہ تمہیں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے جس سے تم انسان کے لیے زندگی بسر کرنے کا عملی نمونہ بن جاؤ۔

ارشاد ہے کہ اس کے لیے تین چیزیں تمہیں کرنی پڑیں گی (۱) اول تو یہ کہ تمہیں ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کے لیے پاک صاف ستھرے طریقے اختیار کرنے چاہئیں تاکہ استعمال کی چیز ہر طرح سے پاک صاف اور حلال ہو۔ اگر برے طریقے اختیار کرو گے تو ان سے جو چیز حاصل ہو گی وہ حرام ہو گی۔ انسان کے لیے پہلی ضرورت کھانے پینے کی چیزوں کی ہے۔ اس کے لیے ہدایت کی گئی ہے کہ یہ چیز حلال طیب ہونی چاہیئے۔ اور حلال چیز جب ہو گی۔ جب اول تو اس کے کھانے میں ضرر کا کچھ اندیشہ نہ ہو۔ دوسرے اس کے حاصل کرنے میں کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی گئی ہو۔ اسی پر اور ضرورت کی چیزوں، مال و دولت، مکان وغیرہ کو قیاس کر لینا چاہیئے۔

۲۔ معاملات میں برتاؤ اچھا ہونا چاہیئے۔ کوئی چیز ایسی یا اس طریقہ سے نہ کی جائے جس سے اپنی یا کسی اور کی جان کو ضرر پہنچے۔ عدل و انصاف کا ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں خیال رہے عمل صالح وہی ہے جس سے اپنا یا کسی اور کا نقصان نہ ہو۔ اور آرام اور امن عامہ میں خلل واقع نہ ہو۔

۳۔ لوگوں کو سمجھا دو کہ یہ سب باتیں پورے طور پر جبھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ جب تم اللہ کو اپنا رب مانو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ وہ تمہارے ہر کام کا پورا پورا علم رکھتا ہے اور برے کام کی سزا دے گا۔ اس لیے ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیئے کہ وہ عالم الغیب والشہادۃ اچھے اور برے کا جاننے والا اس سے ناراض تو نہ ہو گا اور اس کی ہمیں سزا تو نہ ملے گی۔

یہی تینوں اصولِ دین ہیں جن پر تمام انسانوں کو متفق ہو جانا چاہیئے۔ اس کے بعد تو قوموں میں کا جھگڑا ہی نہیں رہتا۔ سب کا ایک رب ہے اور وہ اللہ ہے اس کے مقرر کیے ہوئے قاعدوں کے مطابق اس کے غضب سے ڈر کر ضرورت کی چیزوں کو پاک صاف طریقوں سے حاصل کرنا اور کسی پر ظلم زیادتی نہ کرنا دین انسانی ہے اور بس ؛

فرقہ بندی

فَتَقَطَّعُوٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ
پس کاٹ ڈالا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾
ہر فرقہ اس سے جو ان کے پاس ہے خوش ہے

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾
پس چھوڑ ان کو ان کی غفلت میں کچھ وقت تک

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ
کیا گمان کرتے ہیں وہ کہ یہ جو کچھ ہم دیے جا رہے ہیں ان کو ساتھ اس کے

مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ
مال اور اولاد سے جلدی کر رہے ہیں ہم ان کے لیے فائدوں میں

بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾
نہیں تو وہ سمجھتے نہیں

فَتَقَطَّعُوٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ
پس پھوٹ ڈال کر اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾
ہر فرقہ اسی پر ریجھ رہا ہے جو اس کے پاس ہے

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾
سو ان کو ان کی بے ہوشی میں ایک وقت تک چھوڑ دے

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ
کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ جو ہم ان کو مال اور اولاد دیے جا رہے

مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ
ہیں: تو دوڑ دوڑ کر ہم ان کو بھلائیاں پہنچا رہے ہیں

بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾
نہیں بلکہ وہ سمجھتے نہیں

تَقَطَّعُوْا: کٹ گئے ماضی ہے تَقَطُّعٌ سے۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ اَمْرَهُمْ: بلحاظ دین کے امر سے یہاں مراد دین ہے۔ زُبُرًا: ٹکڑے ٹکڑے زُبْرَۃٌ کی جمع ہے کسی چیز کا ٹکڑہ۔ غَمْرَۃٌ: گہرا پانی یہاں مراد غفلت یا بے ہوشی جو ہر طرف سے گھیر لے۔

ارشاد ہے کہ انسان کا دین ایک تھا مگر اپنی اپنی خود غرضیوں میں پھنس کر لوگ فرقے فرقے بن گئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا دین الگ بنا لیا۔ اب جو جس نے دین اختیار کیا۔ اسی پر وہ اتراتا پھر رہا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ میری اپنی چیز ہے۔ نادان یہ نہیں سمجھتا کہ محض اپنی ہونے سے کوئی چیز مفید اور درست نہیں ہو جاتی۔ لیکن وہ غفلت میں سرشار ہیں۔ اچھا انہیں کچھ دن کے لیے ان کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ بغیر موت یا سخت مصیبت کے یہ خواب غفلت سے بیدار نہ ہوں گے۔ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو ان کو مال اور اولاد دیئے جا رہے ہیں۔ یہ ان کے ہمیں پسند ہونے کی علامت ہے۔ یہ ان نادانوں کی سمجھ کا پھیر ہے۔ یہ تو اس لیے ہے کہ ان کی پوری پوری آزمائش ہو جائے اور اگر نہ سنبھلیں تو پھر ان کی بری گت بنائی جائے۔

بھلائی کمانے والے

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾
تحقیق جو لوگ کہ وہ اپنے رب کے خوف سے اندیشہ رکھنے ہیں
وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾
اور جو لوگ کہ وہ آیتوں پر اپنے رب کی یقین رکھتے ہیں
وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِیْنَ
اور جو لوگ کہ وہ اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں ملتے اور جو
یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ
دیتے ہیں جو دیا انہوں نے اور دل ان کے خوفزدہ ہیں کہ وہ
اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ
اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں وہ لوگ جلدی کرتے ہیں
فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾
بھلائیوں میں اور وہ ان کی طرف سب سے آگے پہنچنے والے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾
البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے اندیشہ رکھتے ہیں
وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾
اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں
وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِیْنَ
اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے اور جو لوگ کہ
یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ
دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں کہ ان کو
اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ
اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ لوگ دوڑ دوڑ کر بھلائیاں
فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾
لیتے ہیں اور وہ ان پر سب سے آگے پہنچنے والے ہیں

مُشْفِقُوْنَ (خوف زدہ ہیں) اسم فاعل کا صیغہ ہے اِشفاق سے جس کا مادہ ش۔ف۔ق ہے۔ شَفَقَةٌ کے معنی ہیں۔ دوسرے کے خیال کی وجہ سے بے چینی۔ اشفاق: دوسرے کی بھلائی اور اس کے ناراض ہونے کا اندیشہ۔

وَجِلَةٌ: (ڈرانے والے) وَجِلٌ کا مؤنث ہے جو صفت کا صیغہ ہے یہ لفظ سورۃ الحجر میں گذر چکا ہے۔

جو دین میں تفرقہ ڈالنے والے فسادی لوگ ہیں یہ اگر خوشحال ہوں تو انہیں یہ نہ سمجھنا چاہیے۔ کہ یہ مال و دولت اور خوش حالی، اللہ عزوجل نے انہیں خوش ہو کر دی ہے اس سے تو فقط ان کا امتحان مقصود ہے۔ اس میں بذات خود کوئی بھلائی نہیں۔ جو لوگ بھلائیاں جلدی جلدی سمیٹ رہے ہیں وہ تو وہ لوگ ہیں۔ جن میں ذیل کی نشانیاں پائی جاتی ہیں: (۱) وہ ہر حال میں اللہ کے خوف سے لرزتے ہیں (۲) اللہ کی نشانیاں دیکھ کر ان کا ایمان پختہ ہوتا جاتا ہے (۳) وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ملتے (۴) اللہ کی راہ میں خیرات کرتے ہیں۔ صدقہ دیتے ہیں پھر بھی دل میں ڈرتے رہتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ ہمارا عمل کچھ نہیں۔ اس کی رحمت ہو تو بیڑا پار ہو۔ یہ لوگ بھلائیاں اور نیکیاں حاصل کرنے میں سب سے آگے آگے ہوں گے۔

اصل دین آسان ہے

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا
اور نہیں کام ڈالتے ہم کسی پر مگر اس کی طاقت کے مطابق اور ہمارے پاس
كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۶۲)
دفتر ہے جو بولتا ہے سچ سچ اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ
مگر ان کے دل تو غفلت میں ہیں اس کی طرف سے اور ان کے لیے اور کرتوت ہیں
مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ (۶۳)
سوائے اس کے کر وہ انہیں کیے جا رہے ہیں

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا
اور ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی گنجائش کے مطابق اور ہمارے
كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۶۲)
پاس نوشتہ ہے جو سچ سچ بتا دیتا ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ
نہیں بلکہ ان کے دل اس سے بے ہوش ہیں اور اس کے سوا
مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ (۶۳)
ان کے اور بھی کرتوت ہیں جو وہ کر رہے ہیں

پچھلی آیتوں سے صاف ظاہر ہوگیا کہ مال و دولت، اولاد اور دنیا کے عیش کے سامان ایسی چیزیں نہیں ہیں جن پر انسان پھول کر بیٹھ جائے اور سمجھے کہ بس مجھے سب کچھ مل گیا۔ یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ مجھے ساری اچھی اچھی چیزیں دے دیں اور جو میں اب ان کے ذریعے طلب کرتا ہوں۔ وہ مجھے فوراً دے دیتا ہے۔ یہ سب خیالات خام ہیں۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ سمجھ کا کچا ہے۔ یہ سب کچھ تو اس کی آزمائش کا ایک ذریعہ ہے۔ اصل قابل تحسین چیزیں اللہ پر ایمان لانا کسی کو اس کا شریک نہ کرنا، نیک کام کر کے بھی دل میں خدا کا خوف رکھنا۔ کہ دیکھیے اس کے روبرو حاضر ہونے کے بعد کیا ہو۔ یہی دو خصلتیں ہیں جنہیں واقعہ میں اچھا کہنا چاہیے۔

ارشاد ہے کہ ہر آدمی یہ خصلتیں بآسانی اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ ہم نے کسی پر ایسا بوجھ نہیں ڈالا ہے جسے وہ اٹھا نہ سکتا ہو۔ ہر شخص کے اعمال ہمارے ہاں ایک دفتر میں لکھے جاتے ہیں۔

قیامت کے دن وہ دفتر ہر شخص کے کرتوت اس کے سامنے ٹھیک ٹھیک کھول کر رکھ دے گا۔ کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا نیک کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا برابر ملے گی۔ مگر افسوس کہ دنیا کے دھندوں میں مبتلا لوگ ان باتوں کی طرف سے غافل ہیں۔ یہ غفلت ان کا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اسی کی وجہ سے ان سے اور بہت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ جو بجائے خود ایک مستقل جرم بن جاتے ہیں۔ ان سب کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑے گا۔

عذاب کے وقت چیخ و پکار

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا
یہاں تک کہ جب ہم پکڑیں گے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں ناگاہ
هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ (۶۴) لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ قف اِنَّكُمْ
وہ چلانے لگیں گے مت چلاؤ تم آج تحقیق تم
مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ (۶۵) قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى
ہماری طرف سے مدد نہ کیے جاؤ گے بے شک تھیں میری آیتیں پڑھی جاتیں
عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ (۶۶)
تم پر پس تھے تم اپنی ایڑیوں پر الٹے پھرتے
مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ (۶۷)
تکبر کرتے اس کی گفتگو کرتے اسے برا کہتے

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا
یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو آفت میں پکڑیں گے
هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ (۶۴) لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ قف اِنَّكُمْ
تبھی وہ چلانے لگیں گے آج مت چلاؤ تم ہم سے
مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ (۶۵) قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى
چھوٹ نہ سکو گے میری آیتیں تمہیں سنائی جاتی تھیں
عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ (۶۶)
تو تم الٹے پاؤں بھاگ جاتے تھے
مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ (۶۷)
تکبر کرکے اس کی بابت باتیں بناتے بکواس کرتے

يَجْــَٔرُوْنَ: (چیختے چلاتے) مضارع ہے ج۔ء۔ر سے۔ جأر کے معنی دکھ سے چلانا، گریہ وزاری کرنا۔ لَا تَجْــَٔرُوْا: (مت چیخو چلاؤ) اسی سے نہی کا صیغہ ہے۔ تَنْكِصُوْنَ: (الٹے پاؤں پھرنا) مضارع کا صیغہ ہے ن ک ص سے۔ نَكْصٌ: الٹے پاؤں بھاگنا۔ سٰمِرًا: (قصہ گو) اسم فاعل ہے س م ر سے۔ سَمَرٌ کے معنی رات کو گھڑ گھڑ کر قصے کہنا۔ کفار قرآن مجید کی بابت رات کو باتیں کرتے کبھی اسے جادو کا منتر، کبھی شعر، کبھی کہانیاں بتاتے۔ تَهْجُرُوْنَ: (برے الفاظ سے یاد کرتے) مضارع کا صیغہ ہے ہ۔ج۔ر سے۔ ہجر: گالی، برے الفاظ۔ قرآن مجید کو برے برے لقب دیتے تھے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ غفلت میں سرشار اور کھیل کود میں مست ہیں جب ان پر ہمارا عذاب آپڑے گا تو چیخنے چلانے لگیں گے۔ آہ وزاری، گریہ پکار کریں گے لیکن اس وقت فریاد اور چیخ پکار سے کچھ نہ ہوگا۔ کہا جائے گا کہ یہ چیخنا چلانا رہنے دو۔ آج ہم تمہاری مدد نہ کریں گے اور نہ تمہاری بات پوچھیں گے۔ ہمارا رسول تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا تھا۔ تو تم ایڑیوں کے بل الٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے تھے۔ اس قرآن کو مخصوص الفاظ میں کوئی کچھ کہتا تھا، کوئی کچھ کہتا تھا اور اسے برے برے الفاظ دیتا تھا۔

نہ ماننے کی وجہ کیا؟

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا
کیا انہیں نہیں غور کیا انہوں نے اس کلام میں یا آئی ان کے پاس جو
لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ (۶۸) اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا
نہ آئی تھی ان کے باپ دادا پر جو ان سے پہلے تھے یا نہ پہچانا انہوں نے
رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (۶۹) اَمْ
اپنے رسول کو اس لیے وہ اُسے اوپرا سمجھتے تھے یا
يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ
کہتے تھے اُسے جنون ہے

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا
سو کیا انہوں نے اس کلام میں دھیان نہیں کیا یا ان کے پاس ایسی
لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ (۶۸) اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا
چیز آئی ہے جو ان کے باپ دادا کے پاس نہ تھی یا انہوں نے اپنے پیغام
رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (۶۹) اَمْ
لانے والے کو پہچانا نہیں سو وہ ان کا انکار کرتے ہیں یا
يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ
کہتے ہیں کہ اسے سودا ہے

ان آیتوں میں لوگوں کی اس قدر ڈھٹائی اور بے اعتنائی پر اظہار تعجب ہے کہ آخر یہ اس قدر غفلت میں مبتلا کیوں ہیں۔ اگر وہ اس قرآن مجید کو کان لگا کر سنتے اور پھر دل لگا کر اس کے نرالے طرز، مقاصد کی بلندی اور بے مثال خوبیوں پر غور کرتے۔ تو ان کی سمجھ میں فوراً آ جاتا۔ کہ انسان کی فلاح اور بہبودی کے لیے اس طریقہ سے جو قرآن حکیم بتاتا ہے۔ بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔

اس تباہ کن غفلت کی وجوہ بس یہی ہو سکتی ہیں کہ یا تو انہوں نے اس کی آیتوں کو نہ تو توجہ سے سُنا۔ اور نہ اس کے مطالب پر غور کیا۔ یا پھر نصیحت کو یہ کوئی انوکھی بات سمجھے کہ اس سے پہلے کبھی ہوئی ہی نہیں۔ حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ انسان صحیح طریقے سے پہلے بھی بھٹکتے رہے۔ اور ان کے سمجھانے کے لیے اللہ کے رسول آتے رہے ہیں۔ اللہ کے احکام بتا کر ان پر عمل کرنے کی ہدایت کرتے رہے ہیں۔ یا پھر یہ بات ہے کہ انہوں نے اس رسول کو پہچانا نہیں جو انہیں ان کے فائدے کی باتیں سمجھا رہے ہیں۔ اس لیے اس کا انکار کیے جا رہے ہیں۔ کیا ان کا واقعی یہ خیال ہے کہ یہ مجنون ہیں اور نعوذ باللہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کی دانائی اور فہم رسا کا ایک بار نہیں بارہا تجربہ کر چکے ہیں ان کی نیک خصلتوں اور شریفانہ عادتوں کے ان کے بڑے چھوٹے سب قائل ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنا دنیاوی بادشاہ اور حاکم تک بنانے پر بارہا آمادگی ظاہر کر چکے ہیں۔

حقیقتِ حال

بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

نہیں بلکہ آیا ان کے پاس سچ بات لے کر اور ان میں اکثر سچائی کو

كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ

پسند نہیں کرتے اور اگر پیروی کرتا حق جل شانہ ان کی خواہشوں کی

لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ

تو بگڑ جاتے آسمان اور زمین اور جو کوئی

فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

ان میں ہے کوئی نہیں ہم پہنچے ہیں ان کے بھلے کی بات لے کر

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾

پس وہ نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں

بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

بات یہ نہیں وہ تو ان کے پاس سچی بات لایا ہے اور بہتوں کو سچی

كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ

بات بُری لگتی ہے اگر سچا پروردگار ان کی خوشی پر چلے

لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ

تو آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے سب خراب

فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

ہو جائیں۔ کوئی نہیں ہم نے انہیں ان کی خیر خواہی کی بات پہنچائی ہے

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾

سو وہ اپنی خیر خواہی پر دھیان نہیں کرتے

ذِکر: یاد دہانی اس سے مراد وہ باتیں ہیں جن پر انسان کی بہتری کا دارومدار ہے جو شخص اپنی بھلائی کی بات کو رد کر دے وہ نادان نہیں تو اور کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ سب ان کی خام خیالیاں اور دھڑے بندیاں ہیں جو ان کو صحیح راستے سے دور ہٹا رہی ہیں۔ قرآن حکیم کی آیتوں کو جو غور سے سنے اور سمجھے گا۔ وہ ضرور صحیح راستہ پالے گا۔ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر نہیں اور نہ آپ معاذ اللہ کسی دماغی الجھن میں مبتلا ہیں۔ آپ ایک راست گو راست باز انسان، سچائی کے پُتلے اور ہمدردی کے روح رواں ہیں ہم نے اسے سارے انسانوں میں سے منتخب کر کے اس کے ہاتھ اپنا پیغام تمام دنیا والوں کے پاس بھیجا ہے اور وہ پیغام ایک سچی اور کھری بات ہے عرب کے لوگوں کو یہ زیب دیتا تھا کہ ان کی بات غور سے سنتے اور ان کی رہنمائی میں خود تمام دنیا کے رہنما بنتے لیکن پتا یہ آپڑی کہ سچی بات نادانوں کو کڑوی معلوم ہوتی ہے اور ان میں سے اکثر عقل کے ایسے کچے نکلے کہ سچائی سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں کیونکہ وہ ان کے دنیاوی عارضی مفاد سے ٹکراتی ہے۔ نادانو! اگر سارے جہان کا سچا مالک اور مربی تمہاری خواہشوں کے پیچھے پیچھے چلتا تو آسمان، زمین اور دونوں کے اندر کی مخلوقات کب کی تباہ ہو چکی ہوتی۔ سنو! یہ تمہاری باتیں سب پاگلوں کی سی ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے برگزیدہ رسول کے ذریعہ تمہیں تمہارے کام کی باتیں ساری بتادی ہیں اگر تم اپنے فائدے کی باتوں کے نہ ماننے پر ہی کمر باندھ لو تو تم کو نادانی جچ گئی ہے اور کچھ نہیں ::

گمراہی کی وجہ

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ
یا طلب کرتا ہے تو ان سے خرچ سو خرچ دیا ہوا تیرے رب کا بہتر ہے
وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (۷۲) وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ
اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے اور تحقیق تو البتہ بلاتا ہے ان کو
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۷۳) وَ اِنَّ الَّذِيْنَ
طرف راہ سیدھی کے اور تحقیق وہ جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ (۷۴)
ایمان نہیں لاتے آخرت پر راستہ سے البتہ منہ پھیرے ہوئے ہیں

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ
یا تو ان سے کچھ مانگتا ہے سو تیرے رب کا دیا ہوا خرچ بہتر ہے
وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (۷۲) وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ
اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے اور تو تو انہیں سیدھی
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۷۳) وَاِنَّ الَّذِيْنَ الربع
راہ پر بلاتا ہے اور جو لوگ آخرت کو
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ (۷۴)
نہیں مانتے راستہ سے ٹیڑھے مڑ گئے ہیں

خَرْجَ اور خَرَاجُ دونوں کا مادہ خ۔ر۔ج ہے خروج کے معنی نکلنا ہے۔ خَرْج جس کو اردو میں خرچ بنا لیا گیا ہے۔ وہ چیز جو دوسرے کو بہ طور اجرت محصول ٹیکس فیس کے اپنے مال میں سے نکال کر دی جائے۔

نٰكِبُوْنَ (مڑ جانے والے) ناکب کی جمع ہے۔ جو ن۔ک۔ب سے اسم فاعل ہے۔ نکوب کے معنی راستہ چھوڑ کر کسی اور طرف مڑ جانا۔ سیدھی راہ چھوڑ کر ٹیڑھی راہ پر چلنا۔

ارشاد ہے کہ ان کے نہ ماننے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا معتقد اس لیے بنانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا خرچ ان سے وصول کریں اور ان کی کمائی میں اپنا حصہ مقرر کریں۔ جیسے جابر بادشاہ کیا کرتے ہیں یا بناوٹی پیشوا دوسروں سے بہ طور نذر و نیاز اینٹھتے ہیں۔

سو بحمد اللہ اس کی اے ہمارے رسول تجھے ضرورت نہیں تیرے رب کا عطیہ تیرے لیے سب سے بہتر ہے اور تیرے لیے بالکل کافی ہے وہ تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے تجھے اوروں کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ تیری ان سے کوئی غرض اٹکی ہوئی نہیں ہے تو تو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے جیسے یہ لوگ نہیں مانتے وہ سیدھی راہ سے نکل ہی جاتے ہیں حقیقت میں جو مرنے کے بعد کی جزا سزا کا قایل نہ ہو اسے سیدھے راستے پر قدم کرنا بڑا مشکل ہے وہ تو ٹیڑھا ہی چلے گا۔

بے پیٹے نہ مانیں گے

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ
اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور کھول دیں جو ان پر ہے مصیبت
لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۷۵) وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ
البتہ لگے رہیں اپنی سرکشی میں ادھر ادھر بھٹکتے۔ اور البتہ تحقیق پکڑا ہم نے انہیں
بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا
عذاب میں پس نہ عاجزی کی انہوں نے اپنے رب کے آگے اور نہ
يَتَضَرَّعُوْنَ (۷۶) حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا
گڑگڑاتے یہاں تک کہ جب ہم کھول دیں گے ان پر دروازہ
ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ (۷۷)
عذاب والا سخت ناگاہ وہ اس میں مایوس اور حیران رہ جائیں گے

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ
اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو انہیں تکلیف پہنچے دور کر دیں
لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۷۵) وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ
تو پھر بھی بھٹکتے ہوئے اپنی شرارت میں لگے رہیں گے۔ اور ہم نے انہیں
بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا
عذاب میں پکڑ لیا تھا پھر نہ انہوں نے اپنے رب کے آگے عاجزی کی اور نہ
يَتَضَرَّعُوْنَ (۷۶) حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا
گڑگڑاتے یہاں تک کہ جب ہم ان پر ایک سخت عذاب
ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ (۷۷) ع
کا دروازہ کھول دیں گے تب ایک دم ان کی آس ٹوٹ جاتی ہے

لَجُّوْا: (لوٹ پڑیں) ماضی کا صیغہ ہے ل ج ج سے لَجٌّ کے معنی سر ہو جانا۔ کسی کام پر پل پڑنا۔ لجاجت اسی سے بنا ہے۔
مُبْلِسُوْنَ: (بھونچکا رہ جانا) مُبْلِسٌ کی جمع ہے جو اِبْلَاسٌ سے بنا ہے اس کا مادہ ب ل س ہے بَلَسٌ کے معنی مایوسی
اِبْلَاس: مایوس ہو کر گم سم ہو جانا۔

ارشاد ہے کہ ان پر کوئی آفت آتی ہے تو گھبرانے لگتے ہیں پھر جب ہم اس آفت کو دور کر دیتے ہیں تو پھر شرارتیں کرنے لگتے ہیں اور اندھوں باؤلوں کی طرح خراب کاموں میں پوری طرح مصروف ہو جاتے ہیں اور بری طرح ان پر پل پڑتے ہیں۔ ہم نے ان پر دنیا میں قحط وغیرہ کی مصیبتیں نازل کیں تاکہ یہ ہماری طرف جھکیں اور سرکشی چھوڑ دیں۔ لیکن ان کے دل ذرا نہ پسیجے چاہیئے تھا کہ اپنے رب کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے اور اس کے سامنے روتے گڑگڑاتے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر ایسی ڈھٹائی کا انجام کیا ہونا تھا یہی کہ ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھل گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے لڑائیوں میں مارے گئے۔ قید ہوئے۔ وطن سے بے وطن کر دیئے گئے۔ ساری اکڑ فوں جاتی رہی۔ مایوسی نے گھیر لیا۔ سب طرف سے آس ٹوٹ گئی اور آخرت میں جہنم رسید ہوئے۔

اللہ کی قدرت

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ
اور وہی ہے جس نے بنا دیئے تمہارے لیے کان اور آنکھیں
وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
اور دل بہت کم شکر کرتے ہو تم اور وہی ہے جس نے
ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾
پھیلایا تمہیں زمین میں اور اسی کی طرف جاؤ گے اکٹھے
وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ
اور وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور اسی کے لیے ہے آنا جانا
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾
رات اور دن کا کیا پس نہیں سمجھتے تم

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ
اور اسی نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں
وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
اور دل بنا دیئے تم بہت تھوڑا حق مانتے ہو اور اسی نے تمہیں
ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾
زمین میں پھیلا رکھا ہے اور اسی کی طرف جمع ہو کر جاؤ گے
وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ
اور وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کا کام ہے
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾
رات اور دن کا بدلنا سو کیا تمہیں سمجھ نہیں

قرآن مجید انسان کو دکھانا چاہتا ہے کہ دنیا سے اور دُنیا والوں سے اس کے تعلقات جب درست ہوں گے اور اس کے اپنے سارے کام بھی اسی وقت بنیں گے جب وہ اللہ عزوجل کو اور اس کی صفات کو ٹھیک ٹھیک پہچان لے گا۔ اس کے بغیر اسے امید نہ رکھنی چاہیئے کہ وہ دنیا میں اصلی کامیابی کی زندگی بسر کرے گا اور مرنے کے بعد بھی آرام کا مستحق بن سکے گا۔ تعجب ہے کہ انسان سب کچھ کرتا ہے لیکن نہیں پہچانتا تو اللہ کو۔ اور قائل نہیں ہوتا تو مرنے کے بعد کی زندگی کا۔ اس کو بتایا جا رہا ہے کہ آنکھیں ہوتے ہوئے ان سے ٹھیک کام نہ لینا تو اور بات ہے ورنہ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ انسان کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی قوت کس نے دی اس آیت میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں کان، آنکھ اور دل دیا تاکہ ان سے ٹھیک ٹھیک کام لو لیکن تم ان سے ٹھیک کام نہیں لیتے۔ ان کی قوتوں کو بیجا صرف کرتے ہو۔ اللہ عزوجل کی باتیں سنو۔ اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھو۔ اس پر ایمان لاؤ یہی ان تینوں کا ٹھیک استعمال ہے۔ اللہ ہی نے تمہیں دنیا میں ہر جگہ پھیلایا اور پھر تم سب اسی کے سامنے اکٹھے ہو کر پیش کیے جاؤ گے۔ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ ایک موٹی سی اس کی قدرت کی نشانی یہ ہے کہ زمانہ کو دن اور رات دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ زندہ کرنا اور مارنا، دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا لانا یہی اس کی قدرت کی نشانی کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ وہ تمہیں مرنے کے بعد پھر زندہ کر سکتا ہے۔ اس میں شک کی کوئی وجہ نہیں ؛

بھیڑ چال

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ (۸۱)
کچھ نہیں یہ کہہ رہے ہیں جیسے وہ کہ کہا تھا پہلوں نے
قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
کہہ رہے ہیں کیا جب ہم مرچکے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (۸۲) لَقَدْ وُعِدْنَا
تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے البتہ تحقیق کہا گیا
نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ
ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے یہی اس سے پہلے نہیں
هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۸۳)
یہ مگر کہانیاں پہلوں کی

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ (۸۱)
کوئی بات نہیں یہ تو وہی کہہ رہے ہیں جو پہلے لوگ کہا کرتے تھے
قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
کیا جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (۸۲) لَقَدْ وُعِدْنَا
کیا ہم کو پھر زندہ ہو کر اٹھنا ہے ہم سے یہ وعدہ کیا جا رہا
نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ
ہے اور پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی یہی وعدہ کیا گیا تھا
هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۸۳)
اور کچھ بھی نہیں یہ پہلوں کی نقلیں ہیں

اَسَاطِیْرُ: (کہانیاں) اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع ہے جو س ط ر سے بنا ہے سطر کے معنی لکیر ڈالنا۔ اُسْطُوْرَۃٌ: قصہ جو پہلے سے چلا آتا ہو آدمی لکیر کا فقیر ہے وہی چال چلنا چاہتا ہے جس پر پہلے لوگ چل رہے تھے۔ اکثر وہی دہراتا رہتا ہے جو پہلے کہا کرتے تھے بہت کم ہوتے ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ پہلوں کی باتوں کو لکیر مت سمجھو۔ ان میں سے بہت سی باتیں غلط ہوتی ہیں۔ یا تم تک پہنچتے پہنچتے اس میں بہت کچھ غلط باتوں کا میل ہوتا جاتا ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ جو مرنے کے بعد انسان کے دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کر رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے لوگ بھی یہی کہا کرتے تھے جب رسولوں نے انہیں سمجھایا کہ انسان کو مار کر دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا تو کہنے لگے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب جان نکل گئی اور گوشت گل سڑ گیا۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا اور وہ بھی کچھ دن تک۔ تو پھر آدمی دوبارہ زندہ ہو کر کیسے اٹھ کھڑا ہو گا۔ ہم سے ایسی باتیں کہی جا رہی ہیں جن کا نعوذ باللہ سر نہ پیر۔ ہم سے پہلے یہی باتیں ہمارے باپ دادا سے بھی کہی گئی تھیں ان کی حقیقت کچھ نہیں ان کو پہلے کچھ لوگوں نے گھڑ لیا تھا۔ اب قصے کہانیوں کے طور پر انہی کو بار بار دہرایا جا رہا ہے اگر یہ بات سچی ہوتی تو کبھی تو ہمارے سامنے مٹی کا ڈھیر زندہ آدمی بن کر کھڑا ہو گیا ہوتا۔

سیدھی بات

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ
تو کہہ کس کی ہے یہ زمین اور جو کوئی اس میں ہے اگر ہو تم
تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا
جانتے آخر کہیں گے یہ سب کچھ اللہ کا ہے کہہ دے کیا پس نہیں
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ
تم سوچتے کہہ کون ہے رب آسمان سات کا
وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ
اور رب عرش عظیم کا آخر کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے
قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾
کہہ دے کیا پس نہیں تم ڈرتے

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ
ان سے پوچھ یہ زمین اور جو کوئی اس میں ہے یہ سب کچھ کس کا ہے اگر
تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا
جانتے ہو تو بتاؤ ضرور کہیں گے کہ اللہ کا کہہ پھر کیا تم
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ
سوچتے نہیں ان سے پوچھ ساتوں آسمانوں کا مالک اور اس
وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ
بڑے تخت کا مالک کون ہے ضرور کہیں گے یہ اللہ کا ہے
قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾
کہہ کیا پھر تم ڈرتے نہیں

ان آیتوں میں نہایت عمدہ طریقے سے سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کا نام لیتے ہوئے موت کے بعد کی زندگی میں شبہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح نہیں پہچانا اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں جیسا چاہیئے غور نہیں کیا۔ یہ نشانیاں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں۔ ارشاد ہے کہ اگر تمہیں کچھ خبر ہے۔ تو بتاؤ یہ زمین کس کی ہے اور اس کا اور اس پر رہنے والوں کا مالک کون ہے ظاہر بات ہے کہ اس کا جواب سوا اس کے اور کچھ نہ دے سکیں گے۔ کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔ اس کے بعد ان سے کہو کہ اتنا جاننے کے بعد کیا یہ تم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ جب وہ ساری زمین اور زمین والوں کا مالک ہے تو وہ اس کے اجزاء سے تمہیں دوبارہ بھی بنا سکتا ہے جیسے پہلے بنایا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم نے دماغ سے ٹھیک کام نہیں لیا اور معلومات سے صحیح نتیجہ نہیں نکالا۔ پھر ان سے پوچھو کہ سات آسمان اور عالم کے عظیم الشان تخت سلطنت کا مالک کون ہے اس کا جواب بھی سوا اس کے کچھ نہ بن پڑیگا۔ کہ شہنشاہ مطلق اللہ ہی ہے پھر ان سے کہہ دے تعجب ہے کہ تم اتنے بڑے زبردست احکم الحاکمین کی نافرمانی کرتے ہوئے ڈرتے نہیں۔ اتنی بڑی گستاخی کرتے ہو اس کے کہنے کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اگر وہ تمہیں اس گستاخی اور نافرمانی کی سزا دے تو پھر تم کس کی پناہ ڈھونڈو گے اور سب چیزیں تو اس کے سامنے عاجز ہیں :۔

صاف واقعہ

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ
کہہ کون ہے جس کے ہاتھ میں حکومت ہے ہر چیز کی اور وہ
يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ
پناہ دیتا ہے اور نہیں پناہ دی جاتی اس کے خلاف اگر ہو تم
تَعْلَمُوْنَ (۸۸) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى
جانتے یہی کہیں گے کہ حکومت اللہ ہی کی ہے کہہ پس کیسے
تُسْحَرُوْنَ (۸۹) بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ
پھنس گئے تم جادو میں بلکہ لائے ہیں ہم ان کے پاس سچی بات
وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۹۰)
اور تحقیق وہ البتہ جھوٹے ہیں

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ
پھر ان سے پوچھ کہ ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہ
يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ
بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی نہیں بچا سکتا بتاؤ اگر
تَعْلَمُوْنَ (۸۸) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى
جانتے ہو یہی کہیں گے اللہ کے ہاتھ ہیں۔ کہہ پھر تم جادو
تُسْحَرُوْنَ (۸۹) بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ
میں کہاں پھنس گئے کوئی نہیں ہم نے ان کے پاس سچ پہنچایا ہے
وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۹۰)
اور وہ البتہ جھوٹے ہیں

ارشاد ہے کہ پھر ان سے یہ بھی پوچھ کہ ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے اور ہر چیز اپنے اپنے ڈھنگ پر کس کے حکم سے چل رہی ہے جس کو وہ چاہے اپنی پناہ میں لے سکتا ہے جس کو وہ پناہ دیدے کوئی اسے ستا نہیں سکتا ادھر جس کو وہ مجرم قرار دے اسے کوئی اس کے عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ اگر تم یہ بات جانتے ہو تو بتاؤ۔ اس کے جواب میں بھی وہ سوا اس کے کچھ نہ کر سکیں گے کہ حکم تو سب پر اللہ ہی کا چلتا ہے کوئی چیز اس راستہ سے جو اس کے لیے اللہ نے مقرر کر دیا ہے ذرا بھی ہٹ نہیں سکتی۔

جب اس سوال کا اس کے سوا کوئی جواب نہیں پھر ان سے کہہ دو کہ تمہاری عقل پر پردہ کہاں سے پڑ گیا کہ اتنا سمجھنے کے بعد پھر ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو کہ مرنے کے بعد جینا نہیں ہو سکتا۔ اور قیامت کے دن اعمال کا حساب کتاب بالکل من گھڑت ہے جب سب کچھ اللہ ہی کے حکم میں ہے اور ہر چیز اسی کی تابع فرمان ہے۔ تو دوبارہ زندہ کرنا اور انسان کو اس کے اعمال کی سزا جزا دینا اس کے اختیار سے کیسے اور کب نکل گیا۔ توبہ کرو۔ یہ سب فضول باتیں ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے رسول کی معرفت ان کے پاس پیغام بھیجا ہے۔ وہ سولہ آنے ٹھیک ہے اور یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ واقعہ کے خلاف ہے، اور جو باتیں یہ بنا رہے ہیں وہ سراسر جھوٹ ہیں۔

غلط باتیں

مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ
نہیں بنایا اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا اور نہ ہے اس کے ساتھ
مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ
کوئی اور حکمراں ایسا ہوتا تو لے جاتا ہر حاکم اپنی بنائی ہوئی چیز
وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
اور چڑھ دوڑتا ایک ان کا ایک پر اللہ پاک ہے
عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں جاننے والا چھپے اور کھلے کا
فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾
سو وہ بلندتر ہے اس سے جسے شریک کرتے ہیں

مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ
اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کسی
مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ
کا حکم چلتے یوں ہوتا تو ہر حکم والا اپنی بنائی ہوئی چیز لے جاتا
وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
اور ایک پر ایک چڑھائی کر دیتا اللہ اس سے پاک ہے جو
عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
وہ کہتے ہیں چھپے اور کھلے کا جاننے والا وہ اس
فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع ۱۵ ۵
سے بہت بلند ہے جسے شریک سمجھتے ہیں

قرآن مجید اللہ کا انکار کرنے والوں کو تو یہ بتاتا ہے کہ عقل کو ٹھیک طور پر کام میں لا کر اللہ کو پہچانو یہ سارا عالم آپ ہی آپ نہیں بنا اور نہ اس کا عجیب و غریب نظام آپ ہی آپ چل رہا ہے۔ آدمی کی معمولی عقل اتنا سمجھ لینے کے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد اللہ کے ماننے والوں کو ہدایت کرتا ہے کہ اس کو اسی طرح مانو جیسا ماننا چاہیئے۔ اس کا علم سب چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کی قدرت کل کائنات پر حاوی ہے وہ اکیلا جو چاہے پیدا کر سکتا ہے اور تنہا ساری مخلوق کا انتظام بخوبی کر سکتا ہے۔ اسے نہ اولاد کی ضرورت ہے اور نہ عالم کے پیدا کرنے اور اس کا انتظام کرنے میں اس کا کوئی اور شریک ہے۔ ان آیتوں میں یہی سمجھایا گیا ہے کہ منجملہ غلط باتوں کے یہ بات بھی ہے کہ اللہ کے اولاد ہے اور یہ بھی غلط بات ہے کہ اس کے سوا اور بھی کوئی ہے جو دنیا کے بنانے اور اس کے نظام میں دخیل ہے۔ اللہ کو مانو تو اس طرح مانو کہ اس کے کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ دوسرا اس کے ساتھ دنیا کی حکومت میں شریک ہے۔ اگر دنیا کے بنانے اور اس کی حکومت میں اس کے ساتھ اور بھی شریک ہوتے تو سب کا آپس میں کبھی نہ کبھی ضرور ٹکراؤ ہوتا اور ہر ایک اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور اپنی طاقت اکٹھی کر کے دوسرے پر ہلّہ بول دیتا اور تمام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ ان باتوں سے توبہ کرو۔ اللہ اولاد اور شریک سے پاک ہے نہ کسی میں اس کی سی قوت ہے۔ اور نہ اس کا سا علم۔ وہ ظاہر و باطن سب سے بخوبی واقف ہے اور جن کو تم اس کی اولاد یا شریک بتاتے ہو وہ ان سے کہیں زیادہ عالی مقام اور بلند مرتبہ ہے۔

عذاب سے پناہ

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾
کہہ اے میرے رب اگر تو مجھے دکھائے جو وعدہ کیا ہے ان سے
رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾
تو اے میرے رب بس نہ کرنا مجھے ان لوگوں میں جو ظالم ہیں
وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ
اور تحقیق ہم اس پر کہ دکھادیں تجھے جو وعدہ کیا ہے ہم نے ان سے
لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
البتہ قادر ہیں دفع کر ایسی بات سے جو بہتر ہے
السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾
برائی کو ہم خوب جانتے ہیں جو وہ باتیں کرتے ہیں

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾
تو کہہ اے میرے رب اگر تو مجھے دکھانے لگے جو ان سے وعدہ ہوا ہے
رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾
تو اے رب مجھ کو ان گنہگار لوگوں میں شامل نہ کرنا
وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ
اور ہم میں قدرت ہے کہ جو ان سے وعدہ کیا ہے وہ
لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
تجھے دکھلا دیں بُری بات کے جواب میں وہ بات کہہ جو بہتر
السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾
ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ باتیں بناتے ہیں

پہلے بیان ہوا کہ ان لوگوں نے اللہ کی جناب میں گستاخی کی حد کر دی۔ کوئی کہتا ہے کہ بس ہمیں ہم ہیں جو چاہیں کریں۔ کوئی ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا اور اعمال کی جزا سزا یہ سب گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ اعمال کی بھلائی برائی کیسی جسے ہم اچھا کہیں وہ اچھا جسے ہم برا کہیں وہ برا اور کوئی ہماری باتوں میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے ایسے خیالات اور اس قسم کے رویہ کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ان پر دنیا ہی میں سخت مصیبت آنے والی ہے۔ اس لیے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ذریعہ آپ کے فرمانبرداروں کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ ہر ایک اللہ کے غضب سے پناہ مانگا کرے اور یوں کہے کہ اے رب اگر میری زندگی ہی میں تیرا عذاب ان نافرمانوں پر آنے والا ہو تو مجھے ان کے ساتھ عذاب میں شریک نہ کرنا اور اپنی رحمت سے تمام آفتوں سے محفوظ رکھنا۔ اے رسول ہمیں اس بات پر پوری طرح قدرت حاصل ہے کہ ان پر وہی عذاب جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے ابھی ابھی تیرے سامنے ہی بھیج دیں۔ لیکن ابھی انہیں مہلت دی جا رہی ہے تاکہ جس کو سدھرنا ہو وہ سدھر جائے۔ اس لیے تم ان کے ساتھ برائی کے بدلے بھلائی کرو جو یہ کر رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کے منہ سے جو بے ڈھنگی بے تکی باتیں نکلتی ہیں وہ سب ہمیں خوب معلوم ہیں۔ اگر یہ باز نہ آئے تو عنقریب ان کی بُری گت بننے والی ہے تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور دعا مانگا کرو کہ اے رب ہمیں عذاب سے بچا لینا ؂

خفیہ دشمن سے پناہ

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾

اور کہہ اے میرے رب پناہ مانگتا ہوں میں تیری شیطانوں کی چھیڑ سے

وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور پناہ مانگتا ہوں میں تیری اے میرے رب اس سے کہ آئیں وہ میرے پاس

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

یہاں تک کہ جب آئے گی ان میں سے کسی کو موت تو کہے گا

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا

اے میرے رب واپس بھیج دیجیے مجھے تاکہ میں کام کروں اچھا

فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ

اس میں جو چھوڑ آیا ہوں۔ نہیں یہ ہرگز نہ ہوگا

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾

اور کہہ اے رب میرے تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی چھیڑ سے

وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور پناہ چاہتا ہوں تیری اے رب اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے گا

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا

اے رب میرے پھر بھیج دیجیے تاکہ جو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں وہاں

فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ

جا کر کچھ بھلا کام کر لوں نہیں یہ ہرگز نہیں ہوگا

هَمَزٰتِ رکوع کے ہمزۃ کی جمع ہے جو ہ۔م۔ز سے بنا ہے۔ ہمز اور ہمزۃ کے معنی کسی کو کدار چیز سے کچوکے لگانا۔ یہاں ہمزات الشیاطین سے مراد شیطانی وسوسے ہیں۔ یَحْضُرُوْنَ اور ارْجِعُوْنِ اصل میں یَحْضُرُوْنِیْ اور ارْجِعُوْنِیْ ہے۔ وقف کی وجہ سے ی دونوں میں گر گئی۔ ارْجِعُوْا (لوٹا مجھے) تعظیم کے لیے جمع استعمال کی گئی ہے۔

انسان کے لیے دنیا میں ایک آفت نہیں ہے۔ ایک طرف خود شریر انسانوں سے نمٹنا پڑتا ہے اور ان کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے مگر چونکہ وہ ظاہر میں دکھائی دینے والے دشمن ہیں اس لیے ان سے ہاتھا پائی وغیرہ کر کے بھی انہیں دفع کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے علاوہ ایسے دشمن بھی ہیں جو دکھائی نہیں دیتے اور چھپ کر وار کرتے رہتے ہیں بلکہ شریر انسانوں کو بھی شرارت پر وہی اکساتے ہیں۔ یہ شیطان ہیں جو جنّ کی نوع سے ہیں ان سے پناہ یوں مانگو کہ اے رب مجھے ان کی نوک چوک سے بچا لے اور اپنی عنایت سے ایسا کر کہ وہ مجھ تک آنے ہی نہ پائیں۔ آگے ارشاد ہے کہ شریر اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے ہاں جب کوئی ان میں کا مرنے لگے گا اور عذاب کے آثار دیکھ لے گا تو پچھتائے گا۔ اور عرض کرے گا کہ ہائے میں نے عمر ضائع کی اور آخرت کا کچھ فکر نہ کیا۔ اے میرے رب مجھے پھر دنیا میں جسے میں چھوڑ آیا ہوں واپس بھیج دیجیے مجھے پوری توقّع ہے کہ اب کے وہاں جا کر خوب نیک کام کروں گا لیکن یہ تمنّا حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ دنیا میں نیک کام کرنے کے لیے دوبارہ آنے کا کوئی موقع نہیں ؛

فضول تمنّا

إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم
تحقیق وہ ایک کلمہ ہے ۔ جو وہ کہہ رہا ہے اور مرنے کے بعد ان کے سامنے
بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۱۰۰) فَإِذَا نُفِخَ
ایک آڑ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں ۔ پس جب پھونک ماری جائے گی
فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ
صور میں تو نہ ہوں گے رشتے ناطے ان میں
يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (۱۰۱)
اس دن اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا

إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم
یہ ایک بات ہے جو وہی کہتا ہے اس کے پیچھے پردہ ہے
بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۱۰۰) فَإِذَا نُفِخَ
اس دن تک کہ اٹھائے جائیں پھر جب صور میں
فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ
پھونک ماریں گے تو نہ اس دن ان میں قرابتیں رہیں گی
يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (۱۰۱)
اور نہ کوئی ایک دوسرے کو پوچھے گا

بَرْزَخٌ (آڑ۔ پردہ) جو چیز دو چیزوں کے بیچ میں آکر انہیں باہم ملنے سے روک دے وہ برزخ ہے ۔ یہاں اس سے مراد وہ عالم ہے جو دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہونے پر ختم ہو جائے گا ۔ اس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں ۔

ارشاد ہے کہ جب موت آگئی ۔ تو پھر دوبارہ دنیا میں آنے کا سوال محض ایک ایسی بات ہے جو مرنے والے کی زبان سے صرف حسرت اور ندامت کی افراط کے باعث نکلتی ہے ۔ اس کا نتیجہ کچھ نہیں ۔ محض لاحاصل الفاظ ہیں ۔ مرنے کے بعد تو یہ لوگ ایک اور ہی عالم میں پہنچ جائیں گے ۔ ارشاد ہے کہ جب موت آگئی ۔ تو پھر دوبارہ دنیا میں آنے کا سوال محض ایک ایسی بات ہے جو مرنے والے کی زبان سے صرف حسرت اور ندامت کی افراط کے باعث نکلتی ہے ۔ اس کا نتیجہ کچھ نہیں محض لاحاصل الفاظ ہیں ۔ مرنے کے بعد تو یہ لوگ ایک اور ہی عالم میں پہنچ جائیں گے ۔ جو دنیا و آخرت کے بیچ میں آڑ اور پردہ ہے ۔ موت پر دنیا ختم ہوتی ۔ اور عالم برزخ شروع ہو گیا ۔ جس میں آخرت کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی ۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا ۔ تو عالم برزخ ختم ہو جائے گا ۔ اور عالم آخرت شروع ہوگا ۔ اور وہ دنیا سے بالکل مختلف ہوگا ۔ یہاں کے جتنے رشتے ناطے تھے ۔ سب ختم ہو جائیں گے ۔ سارے آدمی ایک میدان میں ہی جمع کر دیئے جائیں گے کسی کو دوسرے کا ہوش نہ ہوگا ۔ آپا دھاپی پڑ رہی ہوگی ۔ ہوں گے سب اکٹھے ۔ لیکن کوئی کسی کو نہ پوچھے گا ۔ بیٹا باپ کو دیکھے گا خاوند بیوی سے دوچار ہوگا ۔ لیکن نہ اولاد ماں باپ سے بولے گی ۔ اور نہ کوئی رشتہ دار کسی اپنے رشتہ دار سے بات کرے گا ۔ سب حیرت کے عالم میں مبہوت گم سم اپنے اپنے فکر میں گرفتار ہوں گے ۔

حشر کا نقشہ

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
پس جولوگ بھاری ہوئے پلڑے ان کے پس وہ وہی
الْمُفْلِحُوْنَ (۱۰۲) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ
کامیاب ہوں گے اور جولوگ ہلکے ہوئے پلڑے ان کے
فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
پس وہ وہی ہیں جنہوں نے نقصان کیا اپنی جان کا
فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳)
جہنم میں ہمیشہ رہیں گے

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
سو جن کی تول بھاری ہوئی تو انہی لوگوں نے
الْمُفْلِحُوْنَ (۱۰۲) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ
فلاح پائی اور جس کی تول ہلکی نکلی
فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
سو وہی لوگ ہیں جو اپنی جان ہار بیٹھے
فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳)
وہ دوزخ ہی میں رہا کریں گے

اللہ! اللہ! آدمی کے لیے آج اس بات کا سمجھنا کس قدر دشوار ہوگیا ہے کہ وہ جو کچھ اس دنیا میں کر رہا ہے۔ وہ برابر لکھا جا رہا ہے۔ مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے سامنے اس کی کرتوتوں کا کچّا چٹھا رکھ دیا جائے گا پھر اس کے سامنے اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ جس کے اعمال کچھ وزن رکھتے ہوں گے۔ اس کا کام بن جائے گا اور وہ سارے جھنجھٹوں سے چھوٹ جائے گا۔ دائمی خوشی نصیب ہوگی۔ رنج و غم پاس نہ پھٹکے گا۔ جو کچھ اس نے اس دنیا میں بویا تھا۔ وہاں اس کا پھل اسے ملے گا۔

اس کے برخلاف جس کے اعمال ہلکے اور بے وزن ثابت ہوں گے اس کی شامت آجائے گی۔ اسے صاف معلوم ہوجائے گا۔ کہ دنیا میں اس نے نرا جھک مارا، بڑے بڑے کاروبار کیے۔ ڈھیر سارا مال جمع کیا۔ اونچے اونچے مکان بنائے بھاری بھاری مشینیں ایجاد کیں بڑا نام پیدا کیا۔ جہاں سے گذرا لوگوں نے جھک کر سلام کیا۔ لوگ بے اختیار بول اٹھے بھئی واقعی یہ بڑا آدمی ہے۔ اس کی بڑی عزت ہے۔ سب اسے وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کی بات کا بڑا وزن ہے اس کی کئی کوٹھیاں ہیں۔ چار موٹر کاریں تو پہلے ہی سے تھیں۔ اب اور ایک نئی خریدی ہے۔

حشر کے دن انہیں معلوم ہوگا۔ کہ اس ساری طمطراق کا کوئی وزن نہیں۔ اسے لامحالہ جہنم ہی میں ہمیشہ بسر کرنی پڑے گی۔

دوسری دفعہ چھپاوا

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا

جھلس دے گی ان کے چہروں کو آگ اور ان کے اس میں

كٰلِحُوْنَ (١٠٤) اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِیْ تُتْلٰی

چہرے بگڑ رہے ہوں گے کیا نہیں تھیں میری آیتیں پڑھی جاتیں

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (١٠٥) قَالُوْا

تم پر پس تھے تم انہیں جھٹلاتے کہیں گے

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا

اے میرے رب آ دبوچا ہمیں بدبختی نے اور رہے ہم

قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (١٠٦)

لوگ راہ سے بھٹکنے والے

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا

آگ ان کے منہ کو جھلس دے گی اور اس میں ان کی شکل

كٰلِحُوْنَ (١٠٤) اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِیْ تُتْلٰی

بگڑ رہی ہوگی کیا تم کو ہماری آیتیں سنائی نہ جاتی

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (١٠٥) قَالُوْا

تھیں پھر تم ان کو جھٹلاتے تھے بولے

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا

اے رب ہمیں ہماری بدبختی نے آ دبایا اور ہم لوگ

قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (١٠٦)

بہکے ہوئے رہے

تَلْفَحُ: جھلس دے گی مضارع مونث ہے ل۔ ف۔ ح سے لَفْحٌ کے معنی جلا دینا ؛ كٰلِحُوْنَ: بگڑے ہوئے چہرے والے كَالِحٌ کی جمع ہے جو ک۔ ل۔ ح سے بنا ہے كُلُوْحٌ کے معنی چہرہ کا بگڑ جانا۔ ہونٹوں کا بڑھ جانا۔ کھال سکڑ جانا وغیرہ۔

دوزخ کے اندر اللہ عزوجل کے نہ ماننے والے داخل ہوں گے وہاں آگ ان کو جلا دیگی۔ بدن سوج جائیگا۔ چہرہ کی ہیئت بدل جائیگی ہونٹ پھول جائیں گے حلیہ بگڑ جائیگا۔ اللہ عزوجل کے حضور میں دکھ درد سے تنگ آکر فریاد و زاری کریں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا دنیا میں قرآن مجید کی آیتیں تم کو سنائی نہ گئی تھیں۔ ضرور وہ تمہارے سامنے ہر وقت پڑھی جاتی تھیں۔ مگر تم انہیں سرسری طور پر سن کر یہی کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ یونہی خود گھڑ گھڑا کر اس کے نام جھوٹ موٹ لگا دیا ہے۔ ہمیں اس کی طرف دھیان دینے کی ضرورت نہیں۔ ان آیتوں میں تمہیں دوزخ سے ڈرا دیا گیا تھا اور یہاں کے عذاب کی کیفیت بالکل واضح کر دی گئی تھی۔ یہ بتاؤ تم نے انہیں جھوٹ کیوں سمجھا۔ وہ چلائیں گے۔ اے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی ہم اپنی نفسانی خواہشوں میں ایسے پھنسے کہ نکلنا نصیب ہی نہ ہوا۔ اب ہم خوب سمجھ رہے ہیں کہ جو راستہ ہم نے اختیار کیا تھا سراسر غلط تھا اور ہم گمراہی میں مبتلا تھے ؛

صاف جواب

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا
اے ہمارے رب نکال ہم کو اس میں سے پس اگر دہی کریں ہم تو بے شک ہم
ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا
ظالم ہیں ارشاد ہوگا دور ہو جاؤ دوزخ میں اور نہ
تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ
بولو مجھ سے تحقیق بات ہے کہ تھا ایک گروہ میرے بندوں کا
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا
جو کہا کرتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس بخش دے ہمیں
وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ج صلے
اور رحم کر ہم پہ اور تو بہترین رحم کرنے والوں میں ہے۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا
اے رب ہمارے ہم کو اس میں سے نکال لے اگر ہم پھر وہی کریں تو
ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا
ہم گنہ گار ہیں فرمایا اسی میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور نہ
تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ
مجھ سے بولو میرے بندوں میں سے ایک فرقہ تھا جس کے لوگ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا
کہا کرتے تھے اے ہمارے رب ہم یقین لائے سو ہمیں معاف کر اور ہم پر
وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ج صلے
رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے

اِخْسَـُٔوْا ، دُور رہو۔ دفع ہو ، امر کا صیغہ ہے خ۔س۔ء سے خَسَاءٌ کے معنی دُور ہو جانا۔ کتے کے دھتکارنے کے لیے اِخْسَاءٌ کہتے ہیں۔

دوزخی دوزخ میں دُکھ درد کے مارے بُری طرح کراہیں گے چیخیں گے، چلائیں گے۔ عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب ہم نے جھک مارا جو دنیا میں تیرا کہنا نہ مانا اے ہمارے رب ایک دفعہ پھر ہمیں اس دوزخ سے نکال کر دنیا میں بھیج دے اب کے ہم نیک کام کریں گے۔ تیرا حکم بسر وچشم بجا لائیں گے۔ اگر ہم پھر ویسے ہی ڈھٹائی پہ اتر آئیں جیسے پہلے کی۔ تو پھر قطعاً ظالم، گنہ گار، ستم گار سب کچھ کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ پھر ہمیں جو چاہے سزا دینا۔

اللہ عزوجل کی طرف سے جواب ملے گا۔ دور ہو اور اسی دوزخ میں چپ چاپ پڑے رہو۔ مجھ سے بات مت کرو دنیا میں تم نے سرکشی کی حد کر دی۔ تم دیکھتے تھے کہ میرے بندوں کا ایک گروہ مجھے پکارتا ہے اور کہتا ہے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ ہماری خطائیں معاف کر۔ ہمارے گناہ بخش دے ہم پر رحم کر تو ہی سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تجھ سے بہتر رحم کرنے والا کوئی نہیں ؏

عمر کی پرسش

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ
پس بنالیا تم نے انہیں ٹھٹھا یہاں تک کہ بھلادیا انہوں نے تمہیں
ذِكْرِىْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّىْ
میرا ذکر اور تھے تم ان سے ہنسی کرتے تحقیق میں نے
جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ
بدلہ دیا انہیں آج بدلے اس کے صبر کیا انہوں نے یہ کہ وہی خاص طور پر
الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ
کامیاب ہیں فرمایا کتنی دیر ٹھیرے تم زمین میں
عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ
گنتی سے سالوں کی کہنے لگے ہم ٹھیرے ایک دن یا
بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾
کچھ حصہ دن کا پس پوچھ لے گننے والوں سے

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ
پھر تم نے ان سے ٹھٹھے کرنے اختیار کیے یہاں تک کہ ان کے پیچھے
ذِكْرِىْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّىْ
میری یاد بھول گئے اور تم ان سے ہنسی کرتے تھے میں نے
جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ
آج ان کو ان کے صبر کا بدلہ یہ دیا کہ مراد کو پہنچنے والے
الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ
وہی ہیں فرمایا تم برسوں کی گنتی سے دنیا
عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ
میں کتنی دیر رہے بولیں گے ہم ایک دن رہے یا اس سے
بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾
بھی کم سو گننے والوں سے پوچھ لے

سِخْرِيًّا: وہ جس سے ٹھٹھا کیا جائے (اسم منسوب ہے س خ ر سے۔ سخر کے معنی ٹھٹھا مخول کرنا۔ سخری وہ شخص جس سے مخول کیا جائے۔

میرے ان اطاعت گذار بندوں سے تم نے ٹھٹھا مخول کرنا شروع کر دیا اور ہر طرح سے ان کے ستانے پر کمر باندھ لی وہ میرے سامنے ہاتھ باندھ کر چپ چاپ کھڑے ہوتے تھے اور مجھے پکارتے تھے پھر عاجزی سے میرے سامنے جھک جاتے تھے۔ پھر سجدہ میں گر پڑتے تھے۔ تم نے ان کا تماشا بنا لیا اور لگے ان کی عبادت کے طریقے پر ہنسنے یہاں تک کہ تمہیں اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں رہا۔ کہ ان پر ہنسو۔ میری یاد بالکل ہی بھلا دی۔ یہ بھی بھول گئے کہ میں تمہیں سزا دے سکتا ہوں۔ آج آنکھیں کھول کر دیکھو کہ وہی میرے بندے جن کی باتوں پر تم دنیا میں ہنستے تھے۔ میری عبادت اور فرمانبرداری کے بدلے میں کامیاب ہیں۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم دنیا میں کتنے سال رہے۔ وہ دکھ درد کے مارے حواس باختہ ہو رہے ہوں گے۔ کہیں گے۔ ہم تو ایک دن یا صرف چند گھنٹے ہی رہے ہوں گے۔ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو گنتی یاد ہو گی ان سے دریافت کر لیا جائے کہ ہم کتنے دن رہے۔

زندگی کھیل نہیں

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ
اللہ تعالیٰ فرمائے گا نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا اگر تم
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا
ہوتے جانتے کیا گمان کرتے ہو تم کہ
خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا
بنایا ہم نے تمہیں کھیل کے طور پر اور یہ کہ تم ہماری طرف
لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ
لوٹائے نہیں جاؤ گے پس بلند و برتر ہے اللہ بادشاہ حقیقی

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ
اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم بہت نہیں تھوڑے دن ہی رہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا
تم جانتے ہوتے سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم
خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا
نے تمہیں کھیلنے کو بنایا اور تم ہمارے پاس پھر
لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ
کر نہ آؤ گے سو بہت اوپر ہے سچا بادشاہ

جواب میں ارشاد ہوگا کہ اس میں تو شک نہیں کہ تم رہے تو بہت تھوڑی مدت لیکن سمجھتے یہ رہے کہ ابھی تو بہت دن جینا ہے خوب داد عیش دینی چاہیے۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہوتا کہ دنیا ہی میں اس بات کو سمجھ لیتے اور آخرت کی زندگی کے لیے جلدی جلدی تیاری کر لیتے لیکن تمہیں دنیا کی زندگی بہت دلچسپ معلوم ہوئی۔ اسی میں جی لگ گیا اور لگے عیش کا سامان ٹٹولنے جیسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ اگر دنیا ہی میں سمجھ لیتے کہ دنیا تھوڑے دن کی ہے یا ہمارے رسولوں اور کتابوں ہی کے کہنے سے مان جاتے تو آج اس قدر حسرت اور ندامت میں مبتلا نہ ہوتے اور نہ دوزخ کی آگ میں جلتے۔

آگے انسان کو خواب غفلت سے چونکانے کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ لوگو یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ تمہیں ہم نے کھیل کے طور پر بنایا ہے اور تم جو چاہے کرو تم سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ سنو اور غور کرو کہ تمہیں یقیناً ایک دن ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اور تمہارے اعمال کا بڑا زبردست نتیجہ نکلے گا۔ یا تو جنت میں داخل ہو کر آرام کی زندگی بسر کرو گے اور یا دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں نہ جانے کب تک جلو گے۔

یہ خیال خام دل سے نکال دو کہ تم مطلق العنان ہو۔ سنو! ہم لغو باتوں اور کھیل کود کے پاس تک نہیں جاتے۔ ہماری شان اس سے بلند ہے کہ ہم کوئی فضول بات کریں ہم حقیقی بادشاہ ہیں۔ ہمارا کام عدل و انصاف ہے۔ دنیا میں کاموں کی پوری جزا یا سزا نہیں ملتی۔ اس کے لیے قیامت کا دن مقرر ہے۔

خلاصۂ کلام

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾
نہیں کوئی معبود سوا اس کے مالک تخت عزت والے کا
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ
اور جو پکارے اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہیں کوئی سند
لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ
اس کے پاس جس کی پس تحقیق اس کا حساب اس کے رب کے سامنے ہوگا تحقیق وہ
لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ
نہیں پہنچنے والے اللہ کے منکر اور کہہ اے رب بخش دے
وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع ۶
اور رحم کر اور تو بہترین ہے رحم کرنے والوں میں

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾
کوئی حاکم نہیں اس کے سوا مالک اس عزت کے تخت کا
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ
اور جو کوئی پکارے دوسرا حاکم اللہ کے ساتھ جس کی اس کے پاس
لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ
کوئی سند نہیں سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے بے شک
لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ
منکروں کا بھلا نہ ہوگا اور تو کہہ اے رب معاف کر
وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع ۶
اور رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ انسان کو اتنی زبردست قوت اور پھر اس کے استعمال کا اختیار دے کر نرا کھلونا بنا دے نہیں تو وہ ہمارے سامنے مرنے کے بعد قیامت کے دن حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دے گا اور جو جس نے کیا ہے وہ بھرے گا۔ یاد رکھو حقیقی بادشاہ اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی پورا اختیار والا اور بلا شرکت غیرے سب کا پالنے والا نہیں عبادت فقط اسی کے لیے سزاوار ہے اور معبود حقیقی فقط وہی ہے۔ تمام عالم کے عظیم الشان تختِ سلطنت کا وہی اکیلا مالک ہے۔ جو کوئی اس کے ساتھ دوسرے کے سامنے بھی عبادت کے طور پر جھکے گا اور کسی اور کو بھی اللہ کے ساتھ معبود سمجھے گا۔ وہ ہٹ دھرم ہے۔ اس کے پاس کوئی دلیل کوئی سند اس بات کی نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ وہ اپنے بے بنیاد خیال کی پیروی کر رہا ہے۔ اس کا حقیقی رب اللہ عزوجل اس سے اس کے اعمال کا حساب لے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کا انکار کیے بیٹھے ہیں۔ یقیناً وہ آخرت میں خالی ہاتھ ہوں گے۔ ان کو نجات اور فلاح میسر نہ ہوگی وہ اللہ عزوجل کے سامنے اس کی وجہ بیان نہ کر سکیں گے کہ وہ اسے چھوڑ کر ایرا غیرا نتھو خیرا کی خوشامد میں کیوں لگے ہوئے تھے انہیں کیوں نہ سوجھتا تھا کہ ان کا خالق، ان کا مالک، ان کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ خیر تم انہیں ان کے حال پر چھوڑو اور ہمیشہ یہ کہا کرو کہ اے رب! ہمارے گناہ بخش دے۔ رحم فرما۔ تیرے برابر کوئی رحم کرنے والا نہیں تو ہی سب سے بہتر مہربان ہے۔

سورۃ المؤمنون پر ایک نظر

پچھلے سبق پر سورۃ المومنون تمام ہوئی۔ یہاں اب سوچنا ہے کہ اس میں کیا کیا علوم کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور ہمیں اس سے کیا سیکھنا چاہیئے۔ سب سے پہلی بات جو اس سورت میں کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فلاح اور بہبودی ان لوگوں کو نصیب ہوگی جو ایمان لائیں گے۔ ایمان فقط زبانی دعویٰ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک دلی کیفیت ہے جس کی وجہ سے چند عادتیں نمایاں ہوتی ہیں (۱) اللہ کی عظمت اور ہیبت جس سے نماز میں خاموشی اور عاجزی پیدا ہو (۲) نکمّی باتوں سے پرہیز جیسے فضول کھیل کود، بیکار بحث، مباحثے، لڑائی جھگڑے وغیرہ (۳) زکوٰۃ کی باقاعدہ ادائیگی (۴) شرمگاہ کی حفاظت تاکہ اس سے کوئی شرمناک گناہ سرزد نہ ہو۔ جنسی خواہشوں کو فقط شرع کے مطابق پورا کیا جائے اور اس کی حدوں سے باہر قدم نہ رکھا جائے (۵) امانت اور قول وقرار کا پورا خیال رکھا جائے (۶) نماز پابندی سے پڑھی جائے۔ یہ ہیں ایمان کی علامتیں۔ جن ایمان کے مدعیوں میں یہ باتیں ہوں گی وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوں گے۔

پھر بتایا ہے کہ اللہ کا ماننا سب اچھی عادتوں کی جڑ ہے اور اس کا ماننا کچھ مشکل نہیں۔ انسان کی پیدائش، اس کے خورد و نوش کا انتظام طرح طرح کے غلّوں، میووں اور سبزیوں کا زمین سے اُگنا، مویشی اور دیگر جانوروں پر انسان کا قبضہ ہونا یہ سب باتیں سوچنے والوں کو بتاتی ہیں۔ کہ اللہ برحق ہے۔ زمین کی حالت کی موسمی تبدیلی، پہلے اس کی خشکی اور پھر بارش سے تروتازگی۔ مرنے کے بعد انسان کی دوبارہ زندگی پر یقین پیدا کرنے کے لیے کافی ہے پھر عقل کی رہنمائی کے لیے رسول دنیا میں آئے۔ جن کا کام یہ تھا کہ انسان کو پاکیزہ زندگی، نیکوکاری اور اتفاق کا سبق سکھائیں۔

اس کے بعد تصریح کی گئی ہے۔ کہ دنیا میں اللہ پر، اس کے رسولوں پر اور آخرت پر ایمان لانا، نیک کام کرنا، کسی پر ظلم و ستم کرنے سے بچنا یہی سیدھی راہ ہے۔ جس پر چل کر انسان دونوں جہان میں کامیاب ہو سکتا ہے کسی کو اللہ کا شریک کرنا کم بختی کی نشانی ہے اور سیدھی بات کو توڑ موڑ کر رکھ دیتا ہے۔ دنیا میں انسان کی بداعمالیوں سے عذاب آتا ہے۔ ایمان والوں کو چاہیئے کہ اللہ کے عذاب سے پناہ مانگتے رہیں۔

منکروں اور مشرکوں کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ آخر میں انسان کو بتایا ہے کہ وہ دنیا میں بیکار پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اسے دارالعمل میں پھر آنا نہیں ہے۔ ابھی جو کچھ کرنا ہے کر لے ورنہ پچھتائے گا۔ سورت کے خاتمے میں فیصلہ سنایا گیا ہے کہ کافر ہرگز فلاح نہ پائیں گے تم اللہ سے اس کی بخشش اور رحمت مانگو۔

سورۃ النور

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چوبیسویں سورت ہے جس کے ۹ رکوع ہیں اور یہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کا نام سورۃ النور اس لیے ہوا کہ اس میں اللہ کی روشنی کا ذکر ہے جو ان پاک صاف گھروں میں چمکتی ہے جن میں اللہ عزوجل کا ہر وقت ذکر ہوتا ہے اس سورۃ کی تمام آیتیں مدینہ ہی میں نازل ہوئیں اس میں زیادہ تر گھریلو اور اجتماعی زندگی کے پاک صاف رکھنے کے طریقے بتلائے گئے ہیں۔ ناجائز تعلقات جنسی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ پاکیزہ گھرانوں کی مستورات کے متعلق وہم وگمان کی بنا پر برے خیالات پھیلانے والوں کی سزا کا قانون بتایا گیا ہے۔ بیوی پر ناپاکی کا الزام لگانے والے خاوند کی مشکل کو حل کیا گیا ہے۔ ہجرت کے پانچویں سال غزوہ بنی عبدالمصطلق کے موقعہ پر کچھ منافق لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابت غلط اور بے بنیاد بدگمانی پھیلانی شروع کی شیطانی وسوسوں نے اپنا کام کیا اور کچھ مسلمان بھی اس بارے میں ڈگمگانے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر غم ورنج کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گہری سوچ میں مبتلا ہوتے اور طبیعت کو بہت زیادہ بے چینی نے گھیرا۔ عام مسلمان پریشانی میں پھنس گئے۔ آخر اس سورت کی اسی زمانے میں چند آیتیں نازل ہوئیں جن میں بدگمانی پھیلانے والوں کی سرزنش کی گئی اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی۔ کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی بابت بدگمانیوں سے بچیں۔ ورنہ سخت سزا کے سزاوار ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاک دامنی کی شہادت ہمیشہ کے لیے قرآن کی آیتوں میں درج کی گئی۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کی گئی کہ پاکیزہ زندگی اختیار کریں۔ اور اس کا طریقہ بتایا۔ بیوہ عورتوں کو دوبارہ شادی کر لینے کی مصلحت سمجھائی گئی۔ اسلامی سوسائٹی کو خرابیوں، بدگمانیوں اور بے ہودہ باتوں سے پاک صاف رکھنے کے طریقے اس میں بتلا دیے گئے ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ زمین و آسمان کی رونق اللہ ہی کی روشنی کی بدولت ہے۔ ورنہ سوا اندھیرے کے اور کیا دھرا ہے۔ اسی کی تسبیح کرو۔ اسی کی فرمانبرداری میں دل وجان سے مصروف ہو جاؤ۔ اس سورت میں مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا۔ کہ انہیں زمین کی بادشاہت دی جائے گی تاکہ ان کو اسلام کی خوبیاں اور برکتیں تمام دنیا میں پھیلانے کا موقع مل جائے۔ پھر آپس میں مل جل کر رہنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا برتاؤ کیسا ہونا چاہیے:

سورۃ النور مدنیۃ وھی اربع وستون اٰیۃ وتسع رکوعات

سورۃ کی اہمیّت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا
ایک سورت جو ہم نے اتاری اور لازم کیا اس کو اور اتاریں
فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۱)
اس میں آیتیں واضح اور صاف تاکہ تم یاد رکھو
اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ
زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد پس مارو ہر ایک کو
مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص
ان دونوں میں سے سو کوڑے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا
یہ ایک سورت ہے جو ہم نے آتاری اور ذمہ پر لازم کی اور اس میں
فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۱)
صاف صاف باتیں آتاریں تاکہ تم یاد رکھو
اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ
زنا کرنے والی عورت اور مرد دونوں میں سے ہر ایک کے
مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص
سو سو دُرّے مارو

فَرَضْنَا: فرض کیا ہم نے، ماضی کا صیغہ ہے ف۔ ر۔ض سے۔ فرض کے معنی کسی کے ذمہ کچھ کام ڈالنا' لازم کرنا، یہ لفظ بہت جگہ آیا ہے۔ فَرْضٌ کے اور معنی بھی ہیں۔ اور بیر بوڑھے ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے

فَارِضٌ: بوڑھے کے معنی میں اسی سے ہے جو سورۃ البقرۃ میں گذرا۔

اس سورت کو شروع ہی اس طرح کیا گیا ہے کہ شروع کے لفظ لفظ سے اس کی اہمیّت ٹپکتی ہے۔ ارشاد ہے یہ سورت وہ ہے جسے ہم نے نازل کیا اور اس میں ایسے احکام بیان کیے جن کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے اس کی آیتیں صاف ہیں جن کا مطلب سمجھنا کچھ مشکل نہیں تھوڑی ہی توجہ سے اس کے معنی عیاں اور مطلب واضح ہو جاتا ہے چونکہ اس سورت کے نازل ہونے سے پہلے ایک ایسا افسوس ناک واقعہ پیش آیا تھا جس سے اجتماعی زندگی کے آرام و سکون میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے اس کے الفاظ میں شان و شوکت بھری پڑی ہے اور نہایت وزنی الفاظ میں بری عادتوں سے روکا گیا ہے تاکہ لوگ ان الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اور برائیوں سے بچیں۔ اجتماعی زندگی اور درست سوسائٹی کے لیے زنا سے زیادہ ضرر رساں کوئی چیز نہیں۔ یہ حیا کا قلع قمع کر دیتی ہے اور یہی عزّت اور وقار انسانی کے خاتمہ کا پیش خیمہ بھی ہے جس میں حیا نہیں وہ انسانیت کی شان سے کوسوں دُور ہے حکم ہے کہ زنا کار مرد اور عورت کو پکڑ کر سو سو کوڑے ہر ایک کے لگاؤ۔

مجرم کی سزا

وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ

اور نہ پکڑے تم کو ان کے ساتھ ترس اور رحم اللہ کے حکم کے اندر

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اگر ہو تم ایمان لائے اللہ پر اور دن پر

الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ

جو سب کے بعد آئیگا اور چاہیے کہ دیکھیں سزا اُن کی کچھ لوگ

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲)

ایمان والوں میں سے

وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ

اور تم ان پر ترس نہ کھاؤ اللہ کے حکم چلانے میں

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر

الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ

یقین رکھتے ہو اور ان کا مارنا کچھ

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲)

مسلمان لوگ دیکھیں

ارشاد ہے کہ زنا کار مرد اور عورت کی سزا یعنی ہر ایک کے سو سو کوڑے لگانا شرعی حد اور قانونی سزا ہے۔ اور اللہ عزوجل نے انسان کے لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ مقرر کیا ہے۔ اس کی رو سے اس کی سزا کا ایسے مجرموں کو دیا جانا ضروری ہے۔ اس لیے جب جرم ثابت ہو جائے۔ تو پھر سزا دینے میں کوئی حیل حجت نہیں چل سکتی مجرم پر ترس نہ کھانا چاہیئے۔ اور نہ اس کی دولت، مرتبہ یا دیگر تعلقات کی بنا پر کوئی اس کی رعایت کرنی چاہیئے۔ اگر تم اللہ پر واقعی ایمان لے آئے اور آخرت پر یقین رکھتے ہو۔ تو دنیا میں اللہ کی مقرر کی ہوئی سزا میں بلا رو رعایت اور بغیر کسی قسم کے پس و پیش کے مجرموں کو دو۔ یہ بھی نہ ہونا چاہیئے کہ سزا چپکے سے سب سے چھپا کر دی جائے۔ دوسروں کی عبرت کے لیے ضروری ہے کہ ایسے حیاسوز کام کرنے والوں کو برملا سب کے سامنے کوڑے لگائے جائیں تاکہ ان کی سزا اور رسوائی دیکھ کر دوسرے ایسے کاموں سے بچیں۔

اس آیت میں زنا کی عام سزا بتائی گئی ہے۔ زنا جیسا قبیح فعل غیر شادی شدہ نوجوان مرد و عورت ہی سے صادر ہو تو ہو شادی کے بعد تو اسلامی سوسائٹی میں اس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے شادی شدہ مرد یا عورت اگر اس بلا میں مبتلا ہو تو وہ ایک غیر معمولی اور شاذ و نادر صورت ہو گی اور اس کی سزا بھی زیادہ سخت ہو گی۔ مضمون کی طرف آگے کی آیت میں اشارہ ہے۔

بے حیائی کی روک تھام

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ز	اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ز
زناکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر زناکار عورت یا مشرکہ سے	بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر بدکار عورت یا شرک کرنے والی سے
وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ج	وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ج
اور زناکار عورت نہیں نکاح کرتا اس سے مگر زناکار مرد یا مشرک	اور بدکار عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر بدکار مرد یا مشرک
وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (۳)	وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (۳)
اور حرام کر دیا گیا یہ سب ایمان والوں پر	اور حرام ہوا ہے یہ ایمان والوں پر

ارشاد ہے کہ جس مرد کو زنا کی بدعادت پڑ گئی ہو۔ اس سے نکاح کرنا وہی عورت پسند کرے گی۔ جو خود زنا کی عادت میں مبتلا ہو۔ عفیفہ اور پاک دامن کبھی زناکار مرد سے شادی کرنے پر راضی نہ ہو گی۔ اور پاک باز مرد فاحشہ عورت سے شادی کرنا پسند نہیں کرے گا۔ ہاں شادی سے پہلے زانی اور زانیہ زنا سے توبہ اور آیندہ اس فعل شنیع سے باز رہنے کا عزم کر لیں تو پھر شادی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ایمان والوں میں ایسا نہ ہونا چاہیے کہ شادی کے بعد بھی مرد یا عورت غیروں سے زنا جاری رکھے۔ شادی نکاح ہوتا ہی اس لیے ہے کہ زنا سے بچا جائے۔ غیرت مند مرد کبھی پسند نہ کرے گا کہ اس کی منکوحہ کا کسی غیر مرد سے تعلق ہو اور نہ غیرت مند عورت اس کو گوارا کرے گی کہ اس کا خاوند کسی اور عورت سے ناجائز تعلق بھی رکھے۔

عرب میں بعض نادار مرد افلاس سے تنگ آکر مالدار فاحشہ عورتوں سے شادی کر لیتے تھے تاکہ اس کی زنا کی کمائی سے ان کا بھی خرچ چلے۔ اس بے حیائی اور بے غیرتی کی اسلام نے روک تھام کر دی اور اس فعل کو انسانیت کے درجہ ہی سے گرا ہوا قرار دیا۔

ایسے ہی کوئی خود دار عورت کبھی پسند نہ کرے گی کہ بدکار مرد سے شادی کرے ہاں اگر دونوں بے حیا ہوں اور اخلاق کی پستی میں مبتلا ہوں تو اور بات ہے۔

(ب)

بے حیائی کی روک تھام

اسی طرح مومن مرد یا عورت کا مشرک مرد یا عورت سے باہم رشتہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس میں بہت سی معاشرتی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ چونکہ اخلاق کا معیار دونوں کا ایک نہیں ہوتا۔ اس لیے آپس کی ناچاقی اور زندگی کے ایک وبال بن جانے کے خوف کے علاوہ اولاد کے بارے میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس کا ذکر سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ مومن کا مشرکہ سے اور مشرک کا مومنہ سے شادی کا رشتہ اسلام میں قانوناً ممنوع ہے۔ البتہ اگر زانی کا عفیفہ سے یا عفیف کا زانیہ سے کسی وجہ سے نکاح کا رشتہ قائم ہو جائے تو اس کی قانونی حیثیت یہ ہے کہ محکمہ قضا کے سامنے پیش کیا جائے اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو عدالت دونوں میں تفریق کر دے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی سوسائٹی میں زنا کا امکان فقط غیر شادی شدہ نوجوان مرد و عورت میں ہے اس لیے اس کی روک تھام کے لیے اس سے پہلے آیت میں سزا مقرر کر دی گئی۔ شادی کے بعد زنا کا اسلامی سوسائٹی میں کوئی امکان ہی نہیں۔ اس لیے شادی شدہ مرد اور عورت اگر زنا میں مبتلا ہو جائیں۔ تو یہ ایک شاذ واقعہ ہو سکتا ہے اس لیے اس سزا میں کوئی حد صراحتاً قرآن میں نہیں ہے جیسے کہ اغلام کی حد کا صراحتاً کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان دونوں میں سے کوئی کام مسلمانوں کی شان اور اخلاق کے سراسر خلاف ہے۔ دونوں کی قباحت صراحتاً بیان کر دی گئی ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کی سزا کو حاکم عادل کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

چنانچہ ایسے عادل حاکموں نے جن کی عدالت اور فہم میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ ثبوت جرم کے بعد دونوں کی سزا اذیت کے ساتھ مار ڈالنا مقرر کی ہے اور ایسی سزا کا دیا جانا بھی معتبر ذرائع سے منقول ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ مرد اور عورت کے زنا میں مبتلا ہو جانے کی سزا جرم کے شرعی ثبوت کے بعد تورات کے حکم کے مطابق رجم یا سنگسار کر کے مار ڈالنا جاری کی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور دیگر حاکموں نے اغلام اور شادی شدہ مرد اور عورت کے زنا کی سزا دونوں کا جان سے مار ڈالنا صرف تجویز ہی نہیں کیا۔ بلکہ عملاً اسے جاری بھی کیا۔ اس لیے کہ جو چیز انسانیت سوز اور دشمن حیا ہو۔ اس کا جڑ سے قلع قمع کرنا ہی سوسائٹی کو گندگی سے پاک رکھ سکتا ہے۔ سوسائٹی کے پاک رکھنے میں نام نہاد رحم و کرم یا کسی رو رعایت کا کوئی کام نہیں۔

بے حیائی کی روک تھام (ج)

اس آیت میں غور کرنے سے یہ نکتہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ مُحْصِنْ شادی شدہ مرد اور مُحْصَنَہ شادی شدہ عورت کا نام کیوں رکھا گیا۔ مُحْصِنُ کے معنی ہیں۔ عورت کے گرد حفاظت کا قلعہ بنا دینے والا اور مُحْصَنَہ وہ عورت جو اس قلعہ میں پناہ گزین ہوگئی ہو۔ نام ہی میں زبردست اشارہ موجود ہے کہ اب نہ قلعہ دار یعنی مرد کو قلعہ کی حفاظت کے سوا کوئی کام ہے اور نہ عورت کو قلعہ سے باہر جانا چاہیئے۔ اس کے بعد مرد اگر زنا کرے تو اس نے خود قلعہ توڑ دیا۔ اور اگر عورت اس کی مرتکب ہو تو وہ قلعہ کی حفاظت سے نکل گئی۔ اب یہ دونوں سوسائٹی کے لیے بلائے بے درمان ہیں اور ڈاکوؤں کے مشابہ ہیں ان کے لیے فقط جرم کا لفظ جرم کافی نہیں، بلکہ یہ انسانیت سوز فعل قتل کے برابر ہے۔

اس کے بعد اس آیت میں اس سے بھی زیادہ واضح اشارہ کر دیا۔ کہ شادی کے بعد زنا مومن کی شان نہیں۔ یہ ان قانون شکن بدمعاشوں کا کام ہے۔ جو سوسائٹی میں کھلم کھلا ڈاکے ڈالتے ہیں یا ان کا جو سرے سے اللہ کو مانتے ہی نہیں یا مان کر دوسروں کی یا اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ انسانیت شکن ہیں اس لیے ان دونوں کی معمولی سزا نہیں ہوسکتی بلکہ ان کے وجود ہی سے دنیا کو پاک کر دینا چاہیئے۔

جن کا یہ خیال ہے کہ قرآن میں رجم کا ذکر نہیں۔ اس لیے مُحْصِنْ اور مُحْصَنَہ کو رجم کی سزا دینا قرآن پر زیادتی ہے۔ انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان ناپاک حرکتوں کی قباحت جرم کی حد سے آگے نکل چکی ہے۔ اس نکتہ کو ان پاک ہستیوں نے قرآن ہی کا مطالعہ کرکے سمجھا ہے۔ جس میں ان حرکتوں کی برائی بھی صرف زوردار اشاروں اور استعاروں میں سمجھائی ہے۔ گویا یہ اس قابل بھی نہیں۔ کہ صاف لفظوں میں ان کا ذکر کیا جائے۔ اس سے انہوں نے اندازہ کر لیا۔ کہ ان کاموں کا کرنے والا مرد یا کرنے والی عورت سوسائٹی کے لیے زہر قاتل ہیں۔ ان کے ساتھ رعایت کرنا انسانیت کی تباہی کا دروازہ کھولنا ہے۔ اس لیے انہوں نے ان کی پاداش وہی ٹھیک سمجھی۔ جو تورات میں مقرر کی گئی تھی اور جس کو یہودیوں نے نظرانداز کر دیا تھا۔ بلکہ جس کا سرے سے انکار ہی کر دیا تھا۔ اور محصن اور محصنہ کے فیصلے اپنے عالموں کے پاس نہیں لے جاتے تھے۔ بلکہ رسول اسلام کے پاس لاتے تھے۔ اس امید پر کہ یہ ان کی رعایت کرکے انہیں رجم سے بچالیں۔ قرآن حکیم میں آپ سے کہا گیا۔ کہ نہیں ان کا فیصلہ تورات کے حکم کے مطابق کرو۔ اس سے بھی آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ رجم قانونِ عدل ہے اور اسلام میں جاری ہونا چاہیئے ۔

تہمت کی سزا

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا
اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاک دامنوں کو پھر نہ لائیں
بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ
چار مرد گواہ پس کوڑے لگاؤ اسّی
جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا
کوڑے اور نہ قبول کرو ان کی گواہی کبھی
وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾
اور یہ لوگ وہی یقیناً فاسق ہیں

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا
اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاک دامنوں کو اور پھر
بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ
چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی کوڑے
جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا
مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو
وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾
اور وہی نافرمان لوگ ہیں

اَلْمُحْصَنٰتِ: (منکوحہ عورتیں) یہ لفظ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے یہاں پاک دامن عورتوں کا ذکر کیا ہے لیکن پاک دامن مردوں کا بھی یہی حکم ہے۔

سوسائٹی کو پاک رکھنا انسان کا سب سے پہلا فرض ہے۔ سوسائٹی فقط لوگوں کے ایک جگہ جمع ہو کر رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ ان کے اندر ایسا تعلّق قائم کرنے کا نام ہے جس سے اجتماع کی روح پیدا ہو جائے۔ یہی جماعتی روح ہے جس کا اثر افراد کو کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے۔ اس لیے ہر شخص کا فرض ہے کہ سوسائٹی کو بُرے اخلاق سے بچائے تاکہ اس کے اندر صاف ستھری اجتماعی روح پیدا ہو۔ پہلی آیتوں میں زنا کی سزا بیان کی گئی ہے کیونکہ یہ ایک گندگی ہے جو پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

اس آیت میں کسی پر خواہ مخواہ تہمت لگانے کا بیان ہے اور یہ بھی وہ چیز ہے کہ جس سے تعلقات خراب ہوتے ہیں اور سوسائٹی بگڑتی ہے۔ کوئی شخص کسی کی بابت کوئی بُری بات منہ سے نکال کر اس کی آبرو ریزی کرے اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے عدالت میں چار معتبر گواہ پیش نہ کر سکے اور گواہ بھی ایسے جو گواہی کے معیار پر پورے اترتے ہوں تو اسے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور آئندہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔

ایسے لوگ جو نیک لوگوں کو بدنام کرنا کھیل سمجھتے ہیں بُرے آدمی ہیں۔ وہ شرع کے قانون کی حد سے باہر نکل جانے والے لوگ ہیں اور فاسق کہلانے کے مستحق ہیں۔

بیوی پر تہمت

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَ
مگر وہ جو توبہ کرلیں پیچھے اس کے اور
أَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۵)
سنور جائیں پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے
وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن
اور جو لوگ تہمت لگائیں اپنی بیویوں کو اور نہ ہوں
لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ
ان کے گواہ مگر وہ خود

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَ
مگر جنھوں نے اس کے بعد توبہ کرلی اور
أَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۵)
سنور گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے
وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن
اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی بیویوں کو اور ان کے پاس سوا
لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ
ان کی اپنی جان کے گواہ نہ ہوں

يَرْمُونَ (تہمت لگائیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ ر م ی سے۔ یہ لفظ پچھلے سبق میں بھی گذر چکا ہے۔ رَمْیٌ کے اصل معنی ہیں کوئی چیز مثلاً تیر وغیرہ دور سے پھینک کر مارنا جس سے انسان زخمی ہو جائے۔ زبان سے کسی کی بابت بُرے الفاظ بھی گویا تیر ہی مارنا ہے۔ اگر کسی کی بابت لوگوں کے سامنے کسی نے کہہ دیا کہ اس نے زنا کیا ہے تو اس نے اس کی عزت اور شہرت کو کو اس قدر زخمی کر دیا۔ کہ کوئی تیر بدن کو کیا زخمی کرے گا۔ اس کو قانون میں قَذْف کہتے ہیں۔ اور اس کی سزا اگر چار گواہ پیش نہ کرے تو اسّی کوڑے لگانا ہیں جسے حدِّ قذف کہتے ہیں۔

انسان کو لازم ہے کہ دوسرے کو بدنام نہ کرے ورنہ بڑے فساد کھڑے ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ تو قذف کی عام صورتوں کی سزا ہوئی۔ لیکن اگر ایک شخص اپنی بیوی کی بابت ایسی بات کہے یعنی کہ اس نے زنا کیا تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

عام قانون کے مطابق اسے چار گواہ اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے پیش کرنے چاہیئں۔ اگر گواہ معتبر پیش کردے تو اس کی بیوی کو سزائے رجم دی جائے گی۔ جو مُحْصَنَہ کو زنا کی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن اگر گواہ نہیں ہیں تو بھی معاملہ کو یونہی نہ چھوڑ دیا جائے گا۔ کیوں کہ ایسی بات منہ سے نکالنے کے بعد میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار نہیں رہ سکتے۔ ایسی صورت میں لعان کا حکم ہے۔ جو آگے کی آیتوں میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

لعان (الف)

فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ
پس گواہی ان میں سے ایک کی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کی قسم کھاکر
اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ
کہ وہ ہے سچ بولنے والوں میں سے اور پانچویں یہ کہ
لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ
لعنت اللہ کی اس پر اگر ہے وہ
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ
جھوٹ بولنے والوں میں سے اور ٹل جائے گی عورت سے سزا
اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ
یوں کہ گواہی دے چار بار گواہی اللہ کی قسم کھاکر

فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ
تو ایسے شخص کی گواہی کی صورت یہ ہے کہ چار بار گواہی اللہ کی قسم کھا
اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ
کر دے کہ بے شک وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اللہ
لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ
کی پھٹکار ہو اس پر اگر وہ
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ
جھوٹا ہو اور عورت کی سزا یوں ٹل جائے گی
اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ
کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار گواہی دے

یَدْرَؤُا (دور کردے گی۔ ٹلا دے گی) مضارع کا صیغہ ہے د ر ء سے دَرْءٌ کے معنی دفع کرنا۔ دور کردینا۔ یعنی عورت کا چار بار گواہی دینا اس پر سے سزا ٹلا دے گا۔

جو مرد اپنی عورت پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت نہ کر سکے تو اس مرد سے کہا جائے گا کہ عدالت میں چار مرتبہ صاف صاف کہے کہ اللہ کی قسم میں جو کہہ رہا ہوں۔ اس میں یعنی اپنی عورت پر زنا کا الزام لگانے میں بالکل سچا ہوں۔ کوئی بناوٹی بات نہیں کہہ رہا ہوں۔ اس کا چار بار انہی الفاظ کا دہرانا گویا چار مردوں کے قائمقام ہوا۔ اس کے بعد پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت۔ اگر مرد یہ مقررہ الفاظ مقررہ عدد کے مطابق کہنے سے انکار کرے تو اسے قید کیا جائے گا اور وہ اس وقت تک نہ چھوٹے گا۔ جب تک وہ یہ الفاظ نہ کہے یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار نہ کرے۔ جھوٹا ہونے کا اقرار کرے گا تو اس پر حد قذف جاری ہوگی یعنی اسی کوڑے لگیں گے۔

اگر مرد نے یہ الفاظ کہہ دیئے تو پھر عورت سے کہا جائے گا۔ کہ وہ چار مرتبہ وہ الفاظ کہے جن کا بیان آگے اسی آیت کے بقیہ حصے میں ہے۔ اگر عورت ان الفاظ کے کہنے سے انکار کردے یا مرد کے قول کو سچا کہہ دے تو اس پر حد زنا (رجم) جاری ہوگی۔

لعان (ب)

اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٨﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ
کہ وہ شخص البتہ جھوٹوں میں ہے اور پانچویں دفعہ یہ کہ
غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٩﴾
غضب اللہ کا اس عورت پر اگر ہو وہ شخص سچوں میں
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت
وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾
اور یہ کہ اللہ معاف کرنے والا ہے حکمت والا (تو مشکل پڑتی)

اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٨﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ
کہ البتہ وہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اللہ
غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٩﴾
کا غضب آئے اس عورت پر اگر وہ شخص سچا ہے
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
اور اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور
وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾ ع
یہ کہ اللہ معاف کرنے والا اور حکمت والا ہے تو کیا کچھ نہ ہوتا

مرد کے لعان کے مقررہ الفاظ کہہ دینے کے بعد عورت سے کہا جائے گا کہ اگر اسے بچنا ہے تو چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ البتہ یہ شخص (یعنی اس کا خاوند) جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر یہ مرد اپنی اس بات میں سچا ہو تو اس عورت پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اگر عورت ان الفاظ کے کہنے سے انکار کرے تو اسے قید کیا جائے گا اور مجبور کیا جائے گا۔ کہ یا تو یہ الفاظ کہے یا مرد کے دعوے کو صاف طور پر سچا کہے۔ اگر سچا کہہ دیا۔ تو اس عورت پر زنا کی حد جاری ہوگی جو رجم ہے اور جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اور اگر عورت نے بھی الفاظ مذکورہ کہہ دیئے جیسے مرد نے کہے تھے تو لعان ختم ہوا اور اب اس عورت کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہنا مرد کے لیے حرام ہو گیا۔ پھر اگر مرد نے طلاق دے دی تو جھگڑا مٹا۔ ورنہ قاضی (حاکم) دونوں کو جدا کر دے گا اور اس کا جدا کر دینا طلاق بائن میں شمار ہوگا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ لعان کا حکم اللہ کا فضل ہے اور اس کی رحمت۔ ورنہ یا تو زوج پر حد قذف آتی۔ کیوں کہ وہ چار گواہ نہیں لا سکا اور یا خاموش رہتا تو دل میں عمر بھر گھٹتا۔ اس سبب سے لعان کے قانون کی بدولت دونوں کی جان چھوٹی۔ ادھر مرد قذف سے بچ گیا۔ ادھر عورت کی پردہ پوشی ہوگئی اور حد سے بچ گئی۔ اب جو ان میں سے واقعی جھوٹا ہے اور گنہ گار ہے وہ اللہ سے توبہ کرے۔

اللہ معاف کرنے والا ہے اور وہ سب باتوں کی حکمت جانتا ہے۔

جھوٹا طوفان (الف)

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ

تحقیق جو لوگ لائے جھوٹا طوفان ایک گروہ میں

مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ

تمہیں میں سے نہ گمان کرو اسے برا اپنے لیے بلکہ وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم

بہت اچھا ہے تمہارے لیے ہر ایک آدمی کے لیے ان میں سے

مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ

وہ ہے جو کمایا اس نے گناہ سے اور جس نے اٹھایا

كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۱)

بڑا حصہ اس کا ان میں سے اس کے لیے عذاب بڑا ہے

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ

جو لوگ یہ طوفان لائے ہیں تم ہی میں کی ایک جماعت

مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ

ہیں تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم

حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہ گناہ ہے

مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ

جو اس نے کمایا اور جس نے اس کا بڑا بوجھ اٹھایا

كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۱)

اس کے لیے بڑا عذاب ہے

اِفْکٌ (سراسر جھوٹ بالکل دل سے گھڑی ہوئی بات): یہاں اس سے مراد وہ بے بنیاد بات ہے جو منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی نے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا منہ سے نکالی۔

ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ اور آپ ایک تنہا اونٹ پر پردہ دار ہودہ میں الگ سوار ہوتی تھیں۔ راستہ میں ایک منزل پر پڑاؤ ہوا۔ ہودہ اونٹ سے نیچے اتار کر حسب عادت علیحدہ رکھ دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عائشہ رض کو قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی اور ہودہ سے نکل کر جنگل میں چلی گئیں۔ رات کا وقت تھا۔ وہاں ان کا ہار گر کر ٹوٹ گیا۔ اس کے ڈھونڈنے میں کچھ دیر میں قافلہ روانہ ہوگیا۔ اونٹ والے نے حضرت عائشہ رض کا ہودہ جس پر پردہ پڑا ہوا تھا اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا یہ خیال کر کے کہ حضرت عائشہ رض اندر ہی ہوں گی اور روانہ ہوگیا۔ حضرت عائشہ رض جب جنگل سے واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ آپ صبر و استقلال کے ساتھ اسی جگہ ٹھیر گئیں کہ کوئی تو ڈھونڈنے آئے گا۔ رات تھی نیند آگئی تھوڑی دیر بعد حضرت صفوان رض بن معطل جو قافلہ کے پیچھے رہا کرتے تھے تا کہ کوئی چیز رہ گئی ہو تو اٹھا کر ساتھ لے لیں صبح کے وقت وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کوئی تنہا سو رہا ہے گھبرا گئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور صفوان نے پہچان کر اپنا اونٹ بٹھا دیا اور حضرت عائشہ رض اس پر سوار ہوگئیں اور یہ پیدل نکیل پکڑ کر انہیں دوپہر کے وقت قافلہ میں لے آئے:

جھوٹا بہتان (ب)

عبداللہ بن اُبیّ تو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا تھا۔ اس بدبخت نے منہ سے ایسی بات نکالی جس کو سُن کر دل لرزتا ہے۔ بے ہودہ بکواس شروع کر دی اور مدینہ میں ایک ماہ تک شہر بھر میں یہی چرچا رہا۔ کچھ لوگ بہکے مگر چھل بٹوں سے ناواقف مسلمان بھی اس سے متاثر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ افواہ سنتے اور خاموش رہتے۔ دل ہی دل میں گھٹتے۔ حضرت عائشہ رضؓ کو ایک ماہ بعد خبر ہوئی۔ کہ ان کے خلاف کیا طوفان اٹھایا گیا ہے۔ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور بیمار ہو گئیں۔ رات دن سوا رونے کے کچھ کام نہ تھا۔ آخر کار یہ مصیبت بھرے دن تمام ہوئے۔ قرآن مجید میں آیتیں نازل ہوئیں جو یہاں سے شروع ہو کر پورے دو رکوع میں ختم ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ یہ سب باتیں سوا جھوٹ اور بہتان کے کچھ نہیں۔ ارشاد ہے کہ جنہوں نے یہ بہتان باندھا ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں جو زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں کی ہی جماعت میں شمار کرتے ہیں۔ انہی میں سے چند لوگوں نے یہ بات گھڑی ہے اور کچھ اور لوگ ان کی چال سے ناواقف ان کی باتوں میں آ گئے۔ مگر اللہ کا فضل ہے کہ جمہور مسلمان ان کو سراسر جھوٹا جانتے ہیں اور ان کے داؤ میں نہیں آئے۔

اس بہتان سے گھر والوں کو اور سچے مسلمانوں کو صدمہ تو بہت پہنچا لیکن انہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ اس سے ان کا کچھ بگڑا نہیں بلکہ انجام کار اس میں ان کے لیے بہتری ہی بہتری ہے۔ ایسے صدمے کو صبر سے برداشت کرنے کا پھل بہت اچھا ہوتا ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والوں کی پاکیزگی اور بے گناہی کی اللہ عزوجل نے خود اپنی شہادت ہمیشہ کے لیے قرآن حکیم میں ثبت کر دی۔ اب تمہارا ذکر خیر ہمیشہ قرآن پڑھنے والوں کی زبان پر جاری رہے گا۔ جو لوگ اس گناہ عظیم میں جس حد تک شامل ہیں۔ اسی حد تک ان کو دنیا کی ذلت اور رسوائی اور آخرت کا عذاب بھگتنا پڑے گا اور جو اس طوفان کا سرغنہ ہے۔ اس کے لیے تو بہت ہی بڑا عذاب تیار ہے اور دُنیا میں بھی اس کی خباثت اور بدطینتی کا ڈنکا بج جائے گا۔ یہ سرغنہ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ اس کا نام ہمیشہ نفرت اور حقارت سے لیا جائے گا۔

ٹھیک طرزِ عمل

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ

کیوں نہ جب سنا تھا تم نے اسے گمان کیا مسلمان مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا

اور عورتوں نے آپس والوں پر نیک اور کہا

هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (۱۲) لَوْلَا جَآءُوْ

یہ سیاہ جھوٹ ہے ظاہر کیوں نہ لائے وہ

عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ

اس پر چار مرد گواہ

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ

کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تو مسلمان مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا

اور عورتوں نے اپنے لوگوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہا ہوتا

هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (۱۲) لَوْلَا جَآءُوْ

کہ یہ صریح طوفان ہے کیوں نہ لائے وہ

عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ

اس پر چار مرد گواہ

جو لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور پچھلی بداعمالیوں سے توبہ کر لی۔ اور آئندہ پاک صاف زندگی بسر کرنے کا اقرار کر لیا۔ انہیں آپس میں ایک دوسرے کی دست درازیوں سے بالکل نڈر ہو جانا چاہیئے۔ انہیں ایک دوسرے پر پورا اعتماد ہونا چاہیئے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی جان و مال، عزت اور آبرو کی حفاظت کرے گا۔ اور اسلامی سوسائٹی کا دامن گناہوں کے بدنما داغ سے بچائے گا۔

جب ہر ایک یہ عزم کر چکا۔ تو ایسی بے بنیاد افواہوں کی بنا پر صاف ستھری فضا کے مکدر ہو جانے کا کوئی موقعہ ہی نہیں۔ سننے کے ساتھ ہی ہر ایک کے منہ سے بے ساختہ نکلنا چاہیئے۔ کہ حاشا و کلا یہ سراسر افترا پردازی ہے اور مسلمانوں میں خواہ مخواہ بے چینی پھیلانے کے لیے خفیہ دشمنوں نے سازش کر کے یہ جال پھیلایا ہے۔ غلط افواہ سے آپس میں بدگمانی پھیلانا اور نیک لوگوں پر جھوٹی تہمتیں لگانا شیطانی کام ہے۔ مفسدوں کی زبان بند کرنے کے لیے یہ قانون مقرر کر دیا گیا ہے کہ کوئی کسی پر بدکاری کا الزام نہ لگائے۔ جب تک اس کے ثابت کرنے کے لیے چار شرعی گواہ اس کے پاس موجود نہ ہوں۔ اس کے بغیر اگر کوئی کسی کو بدنام کرنے کے لیے ایسی ویسی بات منہ سے نکالے تو سب کو بالاتفاق کہہ دینا چاہیئے۔ کہ تیری بات سراسر جھوٹ ہے۔ افترا پردازی ہے۔ اسلامی سوسائٹی میں ایسا کام کوئی نہیں کر سکتا۔ پاکباز لوگ اس سے کوسوں دور ہیں۔

سراسر جھوٹے

فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ

پس جب نہ لائے وہ گواہ تو وہ لوگ اللہ کے نزدیک

هُمُ الْكَاذِبُونَ (۱۳) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

وہی جھوٹے ہیں اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر

وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا

اور اس کی رحمت دنیا میں اور آخرت میں تو آ پڑتی تم پر اس میں کہ

أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۴)

زبان کھولی تم نے جس میں آفت بڑی

فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ

پھر جب شاہد نہ لائے تو وہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے نزدیک

هُمُ الْكَاذِبُونَ (۱۳) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

جھوٹے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا

اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی۔ تو ایسا چرچا

أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۴)

کرنے میں تم پر کوئی بڑی آفت پڑتی

اسلامی سوسائٹی میں ایک دوسرے کی پاک بازی کا یقین اور اس کی نیک چلنی پر اعتماد ضروری ہے۔ اس کی بنیاد خیالات کی پاکیزگی اور دوسروں کے ستانے سے کلّی پرہیز پر ہے۔ اسلامی برادری میں رات دن یہ سکھایا جاتا ہے کہ فحش باتوں اور کاموں سے بچو۔ گناہ کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ کا ڈر اور خوف ہر وقت دل میں رکھو وہ تمہاری چھپی اور کھلی باتوں سے بخوبی واقف ہے۔ اسلام میں دوسرے کی آبروریزی خود اپنی آبروریزی کے برابر رکھی گئی ہے۔ اس میں آپس کی ہمدردی اور ایک دوسرے کی مدد کی ہر وقت ہدایت کی جاتی ہے۔ پرہیزگاری اور تقویٰ کی شروع ہی سے تعلیم دی جاتی ہے ایسے ماحول میں بدگمانی کا بالکل گذر نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی کسی پر الزام لگائے تو چار سچے گواہوں کی گواہی سے اسے ثابت کرے۔ ورنہ بالکل خاموشی اختیار کرے۔ اس کے بغیر زبان کھولے گا تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے۔

جنہوں نے ام المومنین کی بابت سراسر غلط افواہ پھیلائی ہے۔ انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان پر اللہ کا غضب ٹوٹ پڑتا اور بڑی آفت آتی۔ فقط اس وجہ سے بچ گئے کہ مسلمانوں پر دنیا و آخرت دونوں میں اللہ کا فضل ہے اور اس کی رحمت برستی رہتی ہے۔ اللہ عزوجل نے اس جرم سے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائی۔ کچھ لوگوں پر حد قذف جاری کرکے پاک کردیا و خبیث لوگوں کو ذلیل کرکے چھوڑ دیا۔

عذاب کی وجہ

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

جب لیتے تھے تم اس کو اپنی زبانوں سے اور کہتے تھے تم

بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

اپنے منہ سے وہ جو نہیں تمہیں اس کا علم

وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ

اور گمان کرتے ہو تم اسے ہلکا اور وہ اللہ کے نزدیک

عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ

بڑا ہے اور کیوں نہ جب سنا تم نے اسے کہا تم نے

مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ

نہیں ہمارے لیے کہ بولیں ایسی بات

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

جب تم اس کو زبان پر لانے لگے اور منہ سے کہنے لگے

بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

وہ بات جس کی تمہیں خبر نہیں

وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ

اور تم اسے ہلکی بات سمجھتے ہو اور وہ اللہ کے نزدیک

عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ

بہت بڑی بات ہے اور کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تھا کہا ہوتا

مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ

ہمیں لائق نہیں کہ ایسی بات منہ پر لائیں

سوسائٹی کا پاک صاف رکھنا مسلمانوں کا اجتماعی فرض ہے سوسائٹی فقط ایک جگہ اکٹھے ہوجانے سے نہیں بنتی، بلکہ افراد کے اندر ایسا گہرا ربط و ضبط پیدا ہوجانے سے بنتی ہے جس سے لوگوں کے اس گروہ میں دلی اتفاق پیدا ہوجائے گویا اجتماع ایک بدن ہو اور آپس کا اچھا میل جول اس کی روح، یہ دونوں مل کر ایک زندہ چیز بن جاتے گی جسے سوسائٹی کہیں گے اور پھر اس کا حکم ہر ایک پر چلے گا۔ سوسائٹی اس طرح بنتی ہے کہ خود لوگوں کے اندر ایک اعلیٰ خلق والا شخص پیدا ہو، پھر ہر فرد اپنا خلق اس کے خلق کے نمونے پر ڈھالے، یہاں تک کہ خلق کا ایک معیار قائم ہوجائے۔ اب اسی معیار پر آئندہ ہر فرد کا خلق ڈھالا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق معیاری ہے اور اسی کے مطابق سوسائٹی بنے گی۔ جو اس نمونہ کے مطابق نہ چلے گا۔ اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ بعض لوگ اس موقعہ پر جس کا اس آیت میں بیان ہے اس معیار سے ہٹ گئے تھے۔ انہوں نے بدزبانی کر کے دوسروں کو اس بلا میں پھنسانا چاہا تھا ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ ایسی افواہ پھیلانا سخت جرم ہے، بلا تحقیق جو دوسرے کہیں وہی کہنے لگنا حدود شرعی سے باہر نکل جانا ہے اس کو معمولی بات نہ سمجھنا چاہیے اس سے سوسائٹی کے درہم برہم ہوجانے کا خوف ہے جس پر جرم ثابت ہوجائے اسے ضرور سزا دو لیکن وہم و گمان کی بنا پر یا کسی کے کہنے سننے سے کسی پر برائی کی تہمت نہ لگاؤ زبان بند رکھو۔ کسی کے بدنام کرنے کو تم تو معمولی بات سمجھتے ہو لیکن اللہ کے ہاں یہ بڑا جرم ہے؟

پھر نہ کرنا

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (۱۶)

اللہ تو پاک ہے یہ ہے بہتان بڑا

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا

نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ کہ پھر دوبارہ نہ کرو اس جیسا کام کبھی

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۷) وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

اگر ہو تم ایمان والے اور بیان کرتا ہے اللہ

لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۸)

تمہارے لیے گُر کی باتیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (۱۶)

اللہ تو پاک ہے یہ تو بڑا بہتان ہے

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا

اللہ تمہیں سمجھاتا ہے کہ پھر ایسا کام کبھی نہ کرو

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۷) وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ

اگر تم ایمان رکھتے ہو اور اللہ تمہارے واسطے

لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۸)

پتہ کی باتیں کھولتا ہے اور وہ سب جانتا ہے حکمت والا ہے

ارشاد ہے کہ اس قدر جھوٹ طوفان باتیں بعض لوگوں کی زبان سے نکلتے دیکھ کر تمہیں کہنا چاہیئے تھا کہ اے اللہ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے یہ لوگ جو اتنی بے بنیاد بات منہ سے نکال رہے ہیں یہ تو بہت ہی بڑا بہتان ہے اس میں سچائی کی ذرا بھی جھلک نہیں ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! کان لگا کر سنو۔ اللہ عزوجل تمہیں سمجھائے دیتا ہے کہ پھر ایسی حرکت کبھی نہ کرنا۔ یہ ایمان والوں کے شایانِ شان نہیں کہ کسی پر بدگمانی کریں۔ کسی کی طرف سے برائی کا خیال بھی دل میں نہ گذرنا چاہیئے۔ یہ تمہیں کیا ہوگیا کہ شریروں اور فسادیوں کی چال میں آگئے اور ایسے لوگوں کی طرف سے جن کا اخلاق دنیا بھر کے لیے معیار ہے، دل میں بُرے خیالات لانے لگے۔ ایمان والوں کو ایسی بدگمانیوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ کسی کی طرف سے جو بُرا خیال کرے وہ بھی دراصل شیطان کے بہکانے میں آگیا ہے۔

اللہ تعالٰی تمہیں امن وامان وخیر وعافیت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے گُر بتاتا ہے۔ ان کو گرہ میں باندھ لو۔ اگر ان کو سیکھ کر ان سے کام نہ لیا تو اپنا سارا بھرم کھو بیٹھو گے اور عزت کرکری ہو جائے گی۔

اللہ تعالٰی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور سب کی حقیقت جانتا ہے۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے۔ کہ سوسائٹی کو اس کے حکم کے مطابق بُری باتوں سے پاک رکھو یہاں تک کہ منہ سے بھی بُری بات نہ نکالو۔

بری بات مت پھیلاؤ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ
تحقیق وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ پھیلے فحش بات
فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
ان لوگوں کے اندر جو ایمان لائے ان کے لیے عذاب ہے دردناک
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم
لَا تَعْلَمُوْنَ (۱۹) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
نہیں جانتے اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر
وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۲۰)
اور اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ شفیق اور مہربان ہے (تو شامت آجاتی)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ
جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بدکاری کا چرچا ہو
فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
ان کے لیے دردناک عذاب ہے
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور
لَا تَعْلَمُوْنَ (۱۹) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
تم نہیں جانتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور
وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۲۰) ع
اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ شفیق اور مہربان ہے

ارشاد ہے کہ تم لوگ پاک صاف جب رہ سکتے ہو جب برائی کا خیال بھی دل میں نہ گذرے۔ بدکاری کا پھیلانا یا فحش باتیں منہ سے نکالنا سوا شریر اور بدمعاش لوگوں کے کسی کے کام کا ہو ہی نہیں سکتا۔ فحش اور بدی کی روک تھام کا ذریعہ یہ ہے کہ دل میں برائی کا خطرہ گذرے تو اس کا ذکر زبان پر نہ لائے اور اگر بے خیالی میں کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکل جائے تو لاحول اور استغفار پڑھے اور اس کا چرچا ہرگز نہ ہونے دے۔ یہ کام منافقوں کا ہے مومنوں کا نہیں کہ فحش باتیں منہ سے نکالیں۔ یا کسی کے سر خواہ مخواہ الزام تھوپیں۔

تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ برائی پھیلاتے ہیں فحش باتیں منہ سے نکالتے ہیں اور دوسروں کا نام لے کر برائی کا الزام لگاتے ہیں۔ ان پر دنیا میں بھی آفتیں پڑیں گی اور آخرت میں بھی سخت بے چین کر دینے والا عذاب ہو گا۔ جو خواہ مخواہ کسی کی آبرو کو بٹہ لگائے گا۔ اس کو خود ذلت اور رسوائی نصیب ہو گی۔ کوڑے لگائے جائیں گے اس کی گواہی معتبر نہ ہو گی۔ لوگوں میں رسوا ہو گا اور مرنے کے بعد الگ سزا بھگتے گا۔ شریر لوگوں سے اللہ عزوجل خوب واقف ہے تم منافقوں کی فریب کاریوں کو نہیں جانتے تمہیں ان کی باتوں میں نہ آنا چاہیئے۔ یہ فتنہ جو اٹھایا گیا ہے اس کا وبال سب پر پڑتا۔ اللہ نے اپنے فضل اور رحمت سے اسے رفع دفع کر دیا۔ یہ اس کی شفقت اور مہربانی تھی جس سے تم بچ گئے ورنہ نہ جانے کیا ہوتا۔

شیطان کی چال

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت پیچھے چلو قدموں کے

الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

شیطان کے اور جو پیچھے چلے گا قدموں کے شیطان کے

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ

پس تحقیق وہ تو حکم دے گا بے حیائی کا اور بُری بات کا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

اے ایمان والو شیطان کے قدموں پر مت

الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

چلو اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلے گا

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ

سو وہ تو بے حیائی اور بُری بات ہی بتائے گا

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ: فحشا اور منکر کے معنی سورۃ الاعراف وغیرہ میں گذر چکے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں کہا گیا ہے کہ شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ سورۃ الاعراف میں بتایا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فحش یعنی بے حیائی کے کاموں اور باتوں کو مجملہ اور برائیوں کے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔ منافقوں کا ایمان تو دکھاوے کا ہونا ہی ہے۔ انہوں نے موقعہ پاکر باوجود ممانعت کے فحش بات کا الزام بے گناہوں پر لگا دیا اور پھر اس کا اتنا چرچا کر دیا کہ چند سچے مسلمان بھی ان کے بہکاوے میں آگئے۔ اس لیے اس آیت میں دوبارہ ان باتوں کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہیں اور جو منافقوں کی شورش کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دھیان سے بھی اتر گئی تھیں۔

ارشاد ہے کہ شیطان ہمیشہ انسان کو سیدھے اور صحیح راستے سے ہٹانے پر تُلا ہوا ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس کے چیلے ہو چکے ہیں۔ وہ بھی لوگوں کو اپنے ہی غلط راستے پر چلانا چاہتے ہیں۔ دیکھو تم لوگ اللہ پر ایمان لا چکے ہو۔ تمہیں کبھی شیطان اور اس کی پیروی کرنے والے لوگوں کی چال میں نہ آنا چاہیئے۔ یہ تو بس یہی چاہتے ہیں۔ کہ بے حیائی اور بدی کی طرف لوگوں کو دعوت دیں۔ اور نیک لوگوں کو بدنام کریں۔ تمہیں ہرگز ان باتوں میں نہ آنا چاہیئے اور ان کے اختیار کیے ہوئے راستے سے بچنا چاہیئے۔

پاکیزگی

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت
مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ
نہ پاک صاف ہوتا تم میں سے کوئی کبھی اور لیکن
اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ
اللہ پاک صاف کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۱)
سننے والا جاننے والا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی
مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ
تو تم میں سے کبھی ایک شخص بھی نہ سنورتا لیکن
اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ
اللہ جس کو چاہتا ہے سنوارتا ہے اور اللہ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۱)
سب کچھ سنتا جانتا ہے

ارشاد ہے کہ انسان کے ساتھ ہی اس کا ایک دشمن شیطان بھی پیدا ہو چکا ہے۔ جو اس کو خراب خواہشوں کے پھندے میں پھنسا کر اس سیدھے راستے سے جو اس کے لیے مقرر ہے ہر وقت ہٹانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ ایسے ایسے سبز باغ دکھاتا ہے کہ انسان اچھا خاصا سمجھ دار ہو کر بھی اس کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ اور دنیا کے عارضی فائدوں ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے۔

اس طوفان بدتمیزی میں اگر انسان کا کوئی ہاتھ پکڑنے والا ہوتا ہے تو وہ اس کا خالق اس کا مالک اللہ عزوجل ہے۔ بغیر اس کی طرف جھکے انسان کسی طرح سنبھل نہیں سکتا۔ خواہشوں کی تند آندھیاں اسے ڈگمگا دیتی ہیں۔ جذبات کی سخت موجیں تھپیڑے لگاتی ہیں۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قدم قدم پر لڑکھڑاتا ہے ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتا ہے اس کا بیڑہ تو بالکل غرق ہو جاتا مگر اللہ عزوجل کے فضل اور اس کی رحمت نے اسے سہارا دے رکھا ہے اگر اس کی توجہ نہ ہو تو انسان پاک صاف نہیں رہ سکتا۔ یہ اسی کی مدد ہے کہ بہت سے لوگ گناہوں سے بچتے رہتے ہیں وہی گنہ گاروں کو توبہ کی توفیق دیتا ہے۔ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ہر فریادی کی آواز سنتا ہے۔ ہر ایک کے حالات بخوبی جانتا ہے۔ اگر وہ اپنے فضل سے کسی کو پاک نہ کرے اور اگر وہ اپنی رحمت سے اس کی صفائی ستھرائی نہ کرتا ہے تو نہ کوئی پاک ہو سکتا ہے نہ صاف ستھرا رہ سکتا ہے ۔

درگذر

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

اور نہ قسم کھائیں بزرگی والے تم میں سے اور وسعت والے

اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ

کہ دیں وہ قرابت والوں کو اور مسکینوں کو اور

الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا

ہجرت کرنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیئے کہ معاف کریں

وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

اور درگذر کریں کیا نہیں پسند کرتے تم کہ بخش دے اللہ

لَكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

تمہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

اور تم میں سے بڑے درجے والے اور کشائش والے

اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ

اس سے قسم نہ کھا بیٹھیں کہ قرابتیوں اور محتاجوں کو

الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا

اور اللہ کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کو دیں انہیں چاہیئے کہ

وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف

لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا یَاْتَلِ قسم نہ کھائیں (نہی کا صیغہ ہے اِئْتِلَاءٌ سے جس کا مادہ ا۔ل۔ی ہے اَلِیَّۃٌ قسم ہے۔ اِئْتِلَاءٌ قسم کھا بیٹھنا کہ یہ کام نہ کروں گا

مسلمانوں کو پچھلی آیتوں میں صاف حکم ہے کہ اس وقت تو تم لوگ شیطان اور اس کے انسانی چیلے چانٹوں کے بہکاوے میں آگئے اور ان کی چال میں پھنس گئے لیکن آئندہ ہرگز جھوٹی افواہوں کے پھیلانے والوں اور فحش باتوں کے چرچا کرنے والوں کا ساتھ کبھی نہ دینا۔

اس کے بعد آپس میں صلح صفائی اور میل جول کرلو اور تم میں سے مال دار لوگ جو غریبوں کی مالی امداد کرتے تھے وہ اس کو بدستور جاری رکھیں۔ ان میں سے اگر کوئی اس فتنہ میں نادانی سے پھنس گیا تھا تو اسے معاف کردیں اور اس پر آئندہ غصہ نہ کریں۔ اس کی خطا سے درگذر کریں اور ان مالداروں میں سے اگر کسی نے ناراض ہو کر قسم کھالی تھی کہ میں آئندہ تہمت میں شامل ہوجانے والوں کی مالی مدد نہ کروں گا۔ تو وہ اپنی قسم توڑ ڈالیں اور اس کا کفارہ ادا کردیں اور غریب کا وظیفہ بدستور جاری کردیں۔ اللہ غفور رحیم سے تم دعا مانگتے رہو کہ وہ تمہارے گناہ معاف کردے تمہیں بھی چاہیئے۔ کہ تم قصور داروں کا قصور معاف کردو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اپنے بھانجے مسطح کا وظیفہ دوبارہ جاری کردیا جو اس طوفان میں شریک ہوگیا تھا اور آپ نے غصہ ہو کر اس کا وظیفہ بند کردینے کی قسم کھالی تھی۔

تہمت کا وبال

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ
تحقیق وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں باعفت بھولی
الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ص
ایمان والیوں کو لعنت کیے جائیں گے دُنیا میں اور آخرت میں
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ
اور ان کے لیے عذاب بڑا جس دن گواہی دیں گی
عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾
اس کی جو تھے وہ کرتے

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ
جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والیوں کو تہمت
الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ص
لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں پھٹکار ہے
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ
اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے جس دن ان کی
عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں ظاہر کر دیں گے
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾
جو کچھ وہ کرتے ہیں

تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ : (بیان کر دیں گے ان کے خلاف) یہ شَهَادَةٌ سے فعل مضارع ہے شہادت کے معنی بہت سے ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے خلاف صاف صاف بیان کر دیں گے۔

ان آیتوں میں بہت زوردار طریقے سے نیک خواتین کے بدنام کرنے والوں کو دھمکایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ بیاہی ہوئی پاک صاف بی بیوں کو جنہیں فحش باتوں سے کچھ سروکار نہیں اور اللہ پر ایمان رکھتی ہیں بدنام کرتے ہیں اور اپنی گندی ذہنیت کی بنا پر ان کی طرف گناہ کو منسوب کرتے ہیں۔ ان پر دُنیا اور آخرت دونوں کے اندر خدا کی مار پڑے گی۔ ایسی بی بیوں کو بدنام کرنا گناہ ہے۔

اس سے دنیا میں اجتماعی زندگی خراب ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی سزا یہاں کوڑے لگانا ہے اور آخرت میں ایسے لوگوں کو بڑا سخت عذاب ملے گا۔ اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ قیامت کے دن وہ مکر سکتے ہیں۔ خود ان کی زبان اور چاروں ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ انہوں نے ایک نیک بی بی پر جھوٹا الزام لگایا اور بُرے کام کیے ⁂

اعمال کی تقسیم

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ

اس دن پوری دے گا انہیں اللہ ان کی سزا ٹھیک

وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

اور جان لیں گے کہ اللہ ہی سچا حاکم اور بات کھولنے والا ہے

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ

گندی باتیں ہیں گندوں کے لیے اور گندے ہیں گندی باتوں کے لیے

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

اور ستھری باتیں ہیں ستھروں کے لیے اور ستھرے ہیں ستھری باتوں کے لیے

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ

وہ بری ہیں اس سے جو وہ کہتے ہیں ان کے لیے

مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

بخشش اور روزی باعزت

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ

اس دن اللہ ان کو پوری سزا دے گا جتنی چاہیے

وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

اور وہ جان لیں گے اور اللہ ہی سچا ہے کھولنے والا

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ

گندیاں ہیں گندوں کے لیے اور گندے ہیں گندیوں کے لیے

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

اور ستھریاں ہیں ستھروں کے لیے اور ستھرے ہیں ستھریوں کے لیے

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ

وہ لوگ ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں بے لگاؤ ہیں ان کے واسطے

مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

بخشش اور عزت کی روزی ہے

يُوَفِّيْ (پورا کر دے گا) مضارع کا صیغہ ہے۔ تَوْفِيَةٌ سے جو و ۔ ف ۔ ی سے بنا ہے۔ وَفَاء کے معنی حق ادا کرنا تَوْفِيَةٌ پورا پورا دینا۔ دِيْن (سزا) دین کے معنی بہت سے ہیں یہاں اس کے معنی سزا اور عوض کے ہیں۔ اَلْحَق کے معنی ہیں ٹھیک ٹھیک جیسا چاہیے سچا قیامت کے دن کوئی کسی کا نہ ہوگا خود اپنے ہاتھ پاؤں اور اعضا اپنے کہنے میں نہ رہیں گے، دنیا میں انسان کو بعض چیزوں پر جو عارضی اختیار ملا تھا۔ وہ چھین لیا جائے گا، بدن کا ہر حصہ یہاں تک کہ چمڑا بھی صاف صاف کہہ دیگا۔ کہ ہاں اس نے ہمارے ذریعہ فلاں گناہ کیا تھا + ارشاد ہے۔ کہ اس دن اللہ انہیں پوری پوری سزا دیگا۔ اور وہ یقین کر لیں گے کہ اللہ عزوجل واقعی موجود برحق ہے۔ اور سارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک حساب جانتا ہے اور ہر عمل کی اس کے بالکل مناسب سزا دیگا آگے قاعدہ کلیہ بیان کر دیا۔ کہ گندی باتیں، گندی چیزیں اور گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی باتوں گندی چیزوں اور گندی عورتوں کے لیے ہوتے ہیں ستھری چیزیں ستھرے مردوں کے لیے اور ستھرے مرد ستھری چیزوں کے لیے ہوتے ہیں جن پر تم نے تہمت لگائی ہو وہ اس سے بالکل بری ہیں برا کہنے سے وہ برے نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے صبر کے بدلے ان کی ذرا ذرا سی خطائیں بھی معاف کر دی جاتی ہیں اور عزت کی روزی یعنی جنت ملے گی

کسی کے گھر ملنے جانا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت داخل ہو
بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا
گھروں میں سوا اپنے گھروں کے یہاں تک کہ اجازت لے لو
وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ
اور سلام کرلو اُن گھر والوں کو یہ بہتر ہے
لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۲۷)
تمہارے لیے۔ امید ہے کہ تم اسے یاد رکھو گے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا کسی کے گھر میں
بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا
مت جایا کرو جب تک اجازت نہ لے لو
وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ
اور سلام نہ کرلو ان کے گھر والوں کو یہ تمہارے حق
لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۲۷)
میں بہتر ہے توقع ہے کہ تم یاد رکھو گے

تَسْتَأْنِسُوْا: (اجازت لے لو) مضارع کا صیغہ ہے اِسْتِیْنَاس سے جو ا-ن-س سے بنا ہے اُنس کے معنی دوسرے سے ملنا، بات چیت کرنا، مانوس۔ انیس۔ مُؤانَسَت اسی سے بنے ہیں۔ اِسْتِیْنَاس کے معنی انس طلب کرنا میل جول چاہنا۔ یہاں اجازت چاہنا مراد ہے۔

انسان کو آپس کے میل جول کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اور گندے خیالات پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس میں بہت سے انسان غلطی کر رہے ہیں۔ قرآن مجید اس طرح رہنا سکھاتا ہے جس سے فتنہ وفساد نہ پھیلے اور بے حیائی کا دروازہ بند ہو جائے۔

پہلی بات جو انسان کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے گھر کے علاوہ کسی کے گھر میں بے اجازت نہ داخل ہو اور داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرے جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ باہر سے پکار کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔ اور یہ دروازے کے بالکل سامنے آکر بلکہ اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر کہنا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے کہ دروازہ کھلا ہوا ہو اور بے دھڑک نگاہ ایسی چیزوں پر پڑ جائے جن پر پڑنا مناسب نہ تھا۔

اس طریقے میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ اس کو اس لیے بتایا جا رہا ہے۔ کہ تم اس کا ہمیشہ خیال رکھو۔ اس میں بُرے خیالات کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ بے جا نظر پڑنے سے بڑی بڑی خرابیوں کا اندیشہ ہے۔ اس لیے وہ راستہ ہی چھوڑ دو جو غلط جگہ پہنچائے۔

اَڑنا نہ چاہیئے

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا

پس اگر نہ پاؤ تم اس میں کسی کو پس نہ

تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ

داخل ہو اس میں جب تک اجازت نہ ملے تم کو اور اگر

قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ

کہا جائے تم سے کہ واپس جاؤ تو واپس چلے جاؤ یہی

اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

زیادہ ستھرا ہے تمہارے لیے اور اللہ جو تم کرتے ہو

عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾

جاننے والا ہے

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا

پھر اگر اس میں کسی کو نہ پاؤ تو اس میں نہ

تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ

جاؤ جب تک تمہیں اجازت نہ ملے اور اگر

قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ

تم کو جواب ملے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ یہی

اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ اس کو جانتا ہے

عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾

جو تم کرتے ہو

پہلے ارشاد ہوا کہ جس گھر میں آدمی رہتے ہیں ان میں وہاں کے رہنے والوں سے اجازت لیے بغیر داخل مت ہو۔ اور اگر کسی وجہ سے اجازت نہ ملے تو بُرا ماننے کی بات نہیں واپس آجانا چاہیئے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ گھر تو دوسرے ہی کا ہو مگر اس وقت کوئی وہاں موجود نہ ہو تب بھی تمہیں اس میں نہ جانا چاہیئے ہاں اگر مالک مکان سے اجازت ملی ہوئی ہو تو اندر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہاں بھی اگر اجازت دینے سے انکار کر دیا جائے تو منہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ سیدھی بات ہے کہ دوسرے کی چیز کو بلا اس کی اجازت ہاتھ نہ لگانا چاہیئے اور کسی کے گھر کے اندر خواہ اس میں کوئی موجود ہو یا نہ ہو بغیر مالک کی مرضی کے داخل نہ ہونا چاہیئے۔ اگر کسی کا خیال یہ ہو کہ گھر تو کھلا ہوا ہے اور کوئی دیکھنے والا نہیں ہے اس لیے گھر کے اندر داخل ہونے میں کیا حرج ہے۔ تو اگر وہ مسلمان ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ اس کے سب کاموں اور نیتوں سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو اور کیوں کر رہے ہو۔ اگر عارضی مالک غیر حاضر ہے تو اللہ عزوجل تو حاضر ناظر ہے وہ رہنے والوں کی غیر حاضری میں گھر کی نگرانی کر رہا ہے اس نے تمہیں دوسرے کے گھر میں بے اجازت جانے سے منع کیا ہے اس حقیقت کا اگر انسان خیال رکھے تو اس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوگا۔

مقصود پاکیزگی ہے

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا

نہیں تم پر کوئی گناہ کہ داخل ہو تم ان گھروں میں

غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

جہاں کوئی بستا نہیں جس کے اندر کوئی چیز ہو تمہاری اور اللہ

يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

جانتا ہے جو ظاہر کرتے ہو تم اور جو چھپاتے ہو تم

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

کہہ دے ایمان والوں سے کہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں

وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ

اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا

اس میں نہیں گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں جاؤ جہاں

غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

کوئی نہیں بستا اس میں کچھ تمہاری چیز ہو اور اللہ کو

يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ایمان والوں سے کہہ دے کہ ذرا اپنی آنکھیں نیچی رکھیں

وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ

اور اپنے ستر کی حفاظت کریں

ارشاد ہے کہ جو گھر کسی کی خاص ملک میں نہ ہو اور نہ کسی خاص آدمی کے بسنے کے لئے بنایا گیا ہو۔ اور اس میں داخلہ کی کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ سب کے لئے کھلا ہوا ہو ۔ ایسے گھر میں بلا اجازت جا سکتے ہیں ، جیسے مسجد ، سرائے ، خانقاہ وغیرہ وہاں چلے جانے میں کوئی ہرج نہیں اس سے تم مناسب فائدہ اٹھا سکتے ہو ، لیکن یہ خیال رہے کہ اس کو کسی طرح خراب کرنے یا اس سے بے جا فائدہ اٹھانے کی نیت نہ کرنی چاہیے وقف چیزیں سب کے استعمال کے لئے ہوتی ہیں ۔ ان پر قبضہ کرنا یا اوروں کو اس سے فائدہ نہ اٹھانے دینا اپنے ہی آپ کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرنا یہ سب باتیں منع ہیں ، اس سے تم اتنا ہی فائدہ اٹھا سکتے ہو جتنا فائدہ اور اٹھا سکتے ہیں۔ یاد رکھو ، اللہ تمہارے ظاہری اعمال اور باطنی نیتیں سب کچھ جانتا ہے کبھی ایسا خیال بھی نہ کرو کہ عام فائدہ کی چیز سے دوسروں کو محروم کر دو اور اس سے فقط اپنا بھلا چاہو ، اس کے بعد سوسائٹی کو برائیوں سے پاک صاف رکھنے کے لئے نہایت کار آمد قاعدے بتائے گئے ہیں ، اول مسلمان مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ نگاہیں نیچی رکھنے کی عادت ڈالو اور خواہشوں کو قابو میں رکھو ، اس کا خیال رکھو کہ تمہاری شرم گاہوں سے کوئی شرمناک فعل سرزد نہ ہو ، اگر بے خیالی میں کسی دلکش چہرے پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو اور دوبارہ اس کی طرف نہ دیکھو ؛

پاکیزگی کی دوسری بات

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
یہ پاکیزہ تر ہے ان کے لیے تحقیق اللہ جانتا ہے جو وہ
يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ
کرتے ہیں اور کہہ دے ایمان والیوں سے نیچی رکھیں
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا
اپنی نظریں اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی اور نہ
يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
ظاہر کریں اپنی زینت مگر جو کھلا رہے اس میں سے

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
اس میں ان کے لیے خوب ستھرائی ہے بے شک اللہ کو خبر ہے جو
يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ
کچھ وہ کرتے ہیں اور ایمان والیوں سے کہہ دے ذرا اپنی
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا
آنکھیں نیچی رکھیں اور حفاظت کریں اپنے ستر کی اور نہ
يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
دکھائیں زیبائش مگر جو چیز اس میں سے کھلی ہے۔

اس سے پہلی آیت میں مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ نظریں نیچی رکھنے کی عادت ڈالیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ اس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، اسی سلسلہ میں اس آیت کے اندر ارشاد ہے کہ یہ دونوں باتیں ان کی پاکیزگی اور ستھرائی کی طرف لے جائیں گی اگر ان باتوں کا خیال نہ کیا اور ہر جائز و ناجائز کی طرف بے باکانہ نگاہیں دوڑائیں، اور جو چاہا کیا تو پھر زندگی کے گناہوں کی ناپاکی میں لت پت ہو جانے کا اندیشہ ہے، یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے۔

اس کے بعد مسلمان عورتوں کو ہدایت ہے کہ انہیں بھی اپنی آنکھیں نیچی رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے، اور چھپے ہوئے اعضاء کی حفاظت کرنی چاہیئے، انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اپنی پیدائشی خوبصورتی اور لباس و زیور کی ظاہری آرائش کا کسی کو دکھانا ان کے لیے جائز نہیں، لیکن صرف اتنا حصہ جس کا چھپانا دشوار ہے، اور وہ مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے عموماً کھلا ہی رکھنا پڑتا ہے، اس کے کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں، اور اسی وجہ سے مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے، تاکہ ان حصوں پر ان کی نگاہ نہ پڑے، اور دنیا کے کاروبار میں حرج نہ واقع ہو، ان چیزوں میں جو عموماً بحکم ضرورت کھلی رہتی ہیں، چہرہ، ہتھیلیاں اور پاؤں شامل ہیں، ایسی ہی ان کی بیرونی زیبائش انگوٹھی چھلا، مہندی وغیرہ بھی شامل ہیں۔

زینت کا اظہار

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا

اور ڈالے رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر اور نہ

يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ

ظاہر کریں اپنی زینت مگر اپنے شوہر کے آگے یا اپنے باپ کے

اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

یا اپنے شوہر کے باپ کے یا اپنے بیٹے کے یا بیٹے

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ

اپنے شوہر کے یا اپنے بھائی کے یا بیٹے اپنے بھائی کے

اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ

یا بہنوں کے بیٹے کے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا

اور اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر ڈال رکھیں اور نہ

يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ

کھولیں اپنی زیبائش مگر اپنے خاوند کے آگے یا اپنے باپ کے

اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

یا اپنے خاوند کے باپ کے یا اپنے بیٹے کے یا اپنے خاوند

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ

کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجوں کے

اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ

یا اپنے بھانجوں کے

زینت سے مراد بدن کی یا اس کے کسی حصے کی پیدائشی خوبصورتی اور نیز وہ جو زیور لباس وغیرہ سے حاصل ہو سب داخل ہیں۔ شروع میں مرد اور عورت دونوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے کی ہدایت کی گئی اور صاف طور پر کہا گیا کہ اپنے پوشیدہ اعضاء کو کسی کے سامنے نہ کھولیں اس کے بعد عورتوں کو مزید ہدایت کی گئی کہ سوا چہرہ ہتھیلیوں اور قدموں کے اور ان کے سنگار کے اور بدن کے کسی حصے کو یا اس کے سنگار کو سوا ان مردوں کے جن کو یہاں تفصیل سے گنوایا گیا ہے ظاہر نہ کریں۔ عورتوں کا چہرہ اور ہتھیلیاں اور قدم اور ان کے زیورات بحکم ضرورت کھلے رکھنے ہی پڑتے ہیں مردوں کو ان سے نظر نیچی رکھنی چاہیئے اور یہ حکم عورتوں کے لیے گھر کے اندر اور باہر ہر حالت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ اپنے سینوں کو ہر وقت اوڑھنیوں اور دوپٹوں سے چھپائے رکھیں اس حصہ کو چھپائے رکھنے کی خاص طور پر ہدایت ہے اس کے بعد عام اعضاء کے لیے ہدایت ہے کہ ان کی بناوٹ اور سنگار کسی پر ظاہر نہ کریں۔ مگر شوہر، باپ، سسر، بیٹا، سوتیلا بیٹا، بھائی بھتیجا، بھانجا مستثنیٰ ہیں ان کے سامنے زینت کا ظاہر کرنا پڑے یا غیر لوگوں سے بات چیت کرنی پڑے تو اس وقت علاوہ ستر کے حجاب (پردہ) کا بھی حکم ہے اور وہ اس آیت میں مذکور نہیں وہ سورۃ الاحزاب میں آگے آئے گا۔ یاد رہے کہ یہ اس سوسائٹی کا حکم ہے جس میں مرد اور عورت دونوں اپنی نظریں نیچی رکھتے ہیں۔

مزید زینتیں

اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ

یا اپنی عورتوں کے یا جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ یا

التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

خدمت میں مصروف نہ حاجت والے مردوں میں سے

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا

یا ان لڑکوں کے جو نہیں واقف ہوئے

عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص

عورتوں کی چھپی باتوں پر

اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ

یا اپنی عورتوں کے سامنے یا اپنی لونڈیاں باندیاں یا

التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

خدمت گار مرد جو کچھ غرض نہیں رکھتے

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا

یا لڑکوں کے جنھوں نے عورتوں کی

عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص

درپردہ باتوں کو نہیں پہچانا

التّٰبِعِيْنَ: ریچھے چلنے والے تابع کی جمع ہے۔ یہاں تابعین سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو محض بچا کھچا کھانے پینے کے لیے کسی گھر کے ساتھ لگے رہتے ہوں۔

اِرْبَة: حاجت (یہاں اس سے مراد جنسی خواہش ہے۔ غیر اولی الاربۃ: جو عورتوں سے کام نہیں رکھتے۔

عَوْرٰت: (چھپی یا چھپانے کے قابل چیز) عورت کی جمع ہے مستورات کی چھپی ہوئی باتیں۔

نِسَآء: سے یہاں مراد ہر وقت پاس اٹھنے بیٹھنے والی نیک چلن عورتیں ہیں۔

علاوہ ان قریبی رشتہ داروں کے جن کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا، عورتیں اپنی زینت ان کے سامنے بھی ظاہر کر سکتی ہیں۔ نیک چلن ہر وقت ساتھ رہنے والی عورتیں یا اپنی باندیاں یا ایسے خدمت گار مرد جن میں عورتوں کی خواہش نہ ہو چھوٹے بچے جو ابھی نابالغ ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ بدچلن عورتوں کے سامنے اپنی زینت کی چیزوں کو ظاہر کرنا جائز نہیں۔ خدمت گاروں سے جو اپنے کام سے کام رکھتے ہوں۔ بدنظر نہ ہوں یا جن میں جنسی خواہش مفقود ہو۔ ستر ضروری نہیں۔ سیانے لڑکوں کے سامنے بھی بے دھڑک آنا ٹھیک نہیں۔ بے دھڑک باہر پھرنے والی بدچلن فاحشہ عورتوں کے سامنے بھی اپنی پیدائشی، بدنی خوبیوں اور زیب و زینت کو ظاہر نہ کرنا چاہیے۔ یہ سب عورتوں کے گھر میں رہنے کے طور طریقے ہیں جو انہیں سکھائے جا رہے ہیں۔ یہ شرم و حیا کی تعلیم ہے جو قرآن حکیم دیتا ہے۔

چال ڈھال میں احتیاط

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ

اور نہ ماریں اپنے پاؤں تاکہ جان لیا جائے جو چھپائے ہوئے ہیں وہ

مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا

اپنے سنگار سے اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب

اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳۱)

اے ایمان والو تاکہ تم فلاح پاؤ

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ

اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ جان لیا جائے جو وہ چھپائے

مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا

ہوئے ہیں اپنا سنگار اور اللہ کے آگے سب مل کر توبہ کرو

اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳۱)

اے ایمان والو تاکہ تم بھلائی پاؤ

عورتوں کو مزید ہدایت ہے کہ زمین پر پاؤں ایسے زور سے نہ رکھو کہ زیور کی جھنکار سنائی دے اور ڈھکی ہوئی زیب و زینت آواز سے ظاہر ہو جائے اور آس پاس کے لوگوں کی اس طرف توجہ ہو۔ یہ ہے وہ پاک و صاف زندگی جس پر قرآن پاک ہمیں چلانا چاہتا ہے۔

اس کے بعد ایمان والوں کو ہدایت ہے کہ انسان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے گذرتے ہیں۔ بُرے خیالات کے پیدا ہونے کا موقعہ ہی اپنی طرف سے نہ دینا چاہیئے۔ یہ سب احتیاط کرنے کے بعد بھی بغیر اس کے چارہ نہیں کہ ہمیشہ اللہ عزوجل کی طرف دھیان لگایا جائے۔

چنانچہ ایمان والوں کو ارشاد ہے کہ اگر دین و دنیا میں کامیابی اور فلاح چاہتے ہو تو ہر وقت اللہ کی طرف دھیان کرو۔ توبہ کے یہی معنی ہیں کہ فضول خیالات سے دل ہٹایا جائے اور اگر بھولے چوکے کوئی اعتراض کے قابل کام سرزد ہو تو فوراً توبہ کرے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش بھی طلب کرے۔

اس میں شک نہیں کہ اگر قرآن مجید کی ہدایتوں پر عمل کیا جائے تو دنیا میں ایک ایسی سوسائٹی پیدا ہو سکتی ہے جس میں آپس کے جھگڑے، فساد، شہوت پرستی، خون خرابہ، بے ہودگی کچھ بھی نہ ہو۔ مسلمانوں کو یہی کوشش کرنی چاہیئے۔

بدی کی روک تھام

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ

اور نکاح کرو بے نکاح کو اپنوں میں سے اور بھلے مانسوں کا

مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا

اپنے غلاموں میں سے اور اپنی لونڈیوں میں سے اگر ہیں وہ

فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ

تنگ دست غنی کر دے گا انہیں اللہ اپنے فضل سے

وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

اور اللہ فراخی والا جاننے والا

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ

اور اپنے اندر بے نکاحوں کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے لونڈی

مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا

غلام نیک ہوں ان کا بھی اگر وہ مفلس ہوں گے تو

فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ

اللہ اپنے فضل سے غنی کر دے گا ۔ اور اللہ تعالٰے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

کشایش والا ہے سب کچھ جانتا ہے

اَیَامٰی: بے نکاح اَیِّمٌ کی جمع ہے ۔ وہ عورت یا مرد جس کا نکاح نہ ہوا ہو یا ہونے کے بعد رانڈ یا رنڈوا ہو گیا ہو۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے ایک ہی لفظ ہے ۔

سوسائٹی کو فحش باتوں اور بے حیائی سے محفوظ رکھنے کا ایک طریقہ اس آیت میں بتایا گیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی صلاح دی گئی ہے ارشاد ہے کہ جنسی خواہش ایک فطری چیز ہے لیکن اور جانوروں کی طرح انسان اس کے پورا کرنے میں آزاد نہیں ہے۔ اس کے صحیح دماغ اور ترقی یافتہ عقل کی رُو سے اسے ایک مقررہ قاعدہ کی پابندی لازم ہے اسے مل جل کر رہنا ہے اور فحش اور بے حیائی کی باتوں سے بچنا ہے اس کے بغیر اس کے کام درست نہیں ہو سکتے اس لیے اسے چاہیئے کہ گھر بنا کر رہے اور اولاد کی صحیح تربیت کا انتظام کرے ۔ عام قاعدہ اس کے لیے ہے کہ جب صحیح اور درست قوّتوں والے بچّے اسلامی گھرانوں اور سوسائٹی کے اثر سے صحیح تربیت پا کر بلوغ کو پہنچ جائیں تو ان کی شادی کر دینی چاہیئے تاکہ صحیح النسل بچّے پیدا کر سکیں اور تمدّن کی حالت درست کرنے میں مددگار ہوں۔ اس میں کنوارے اور کنواریاں، رنڈوے اور رانڈ سب برابر ہیں۔ شادی کرنے میں مال اور دولت کا خیال نہ کرنا چاہیئے ۔ بلکہ صحت اور اخلاق کا خیال چاہیئے۔ اسلامی سوسائٹی میں کوئی شخص تنگدست نہیں رہ سکتا۔ ایک دوسرے کا کارِ خیر میں تعاون اس کے لیے لازم ہے اور اللہ ایسی سوسائٹی کے اندر ہر ایک کو فراخی اور کشایش عطا فرماتا ہے اور اس کے بنائے ہوئے قاعدے اس کے صحیح علم کا نتیجہ ہیں ۔

گناہ سے بہرحال بچو

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا

اور بچیں گناہ سے وہ لوگ جو نہیں پاتے نکاح کا موقع

حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ

یہاں تک کہ غنی کر دے انہیں اللہ اپنے فضل سے اور جو

يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

طلب کریں لکھت ان میں سے جن کے مالک ہوئے

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ

تمہارے دائیں ہاتھ تو ان کو لکھ دو اگر جانو تم

فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ

ان کے اندر بھلائی

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا

اور جن کو سامان نکاح کا نہیں ملتا وہ اپنے آپ کو تھامے رہیں

حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ

یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے اور تمہارے

يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

لونڈی غلاموں میں سے جو مکاتبت

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ

چاہے تو اس سے مکاتبت کر لو اگر ان میں

فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ

نیکی دیکھو

يَسْتَعْفِفْ رہنا چاہیے کہ بچے) امر غائب کا صیغہ ہے۔ اِسْتِعْفَاف سے جو ع۔ ف۔ ف سے بنا ہے عِفَّۃٌ کے معنی ہیں گناہ سے پرہیز کرنا اِسْتِعْفَاف گناہ سے ارادہ کے ساتھ بچنا۔ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا نہیں پاتے نکاح کو یعنی نکاح کا مقدور نہیں رکھتے۔

كَاتِبُوْا (تحریر دے دو) امر کا صیغہ ہے مُكَاتَبَۃٌ سے جو ک۔ ت۔ ب سے بنا ہے كَتْبٌ کے معنی لکھنا مُكَاتَبَۃٌ اور كِتَابَۃٌ کے معنی اقرار نامہ لکھوانا۔ فقہی اصطلاح میں مکاتبہ اس کو کہتے ہیں۔ کہ کوئی غلام یا لونڈی مالک سے یہ معاہدہ لکھوانا چاہے کہ اگر میں محنت سے کما کر اپنی قیمت ادا کر دوں تو مجھے آزاد کر دیا جائے۔ ——— پہلے ارشاد ہوا کہ اسلامی سوسائٹی اگر صحیح اصول پر چل رہی ہو تو افلاس کا خوف نکاح سے مانع نہیں ہو سکتا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر سوسائٹی کی کل بگڑ گئی ہو اور افلاس کی بلا عام طور پر پھیل جائے تو ہو سکتا ہے کہ کسی کو نکاح کے بعد گذارے کا سامان میسر نہ ہونے کا خوف ہو۔ ایسی صورت میں اس شخص کو چاہیے کہ گناہ (زنا) وغیرہ سے اپنے آپ کو بچاتا رہے پھر جب اللہ اپنے فضل سے اسے کافی مالدار کر دے تو اس وقت نکاح کرلے۔ اس کے بعد غلام اور لونڈیوں کے مالکوں کو ارشاد ہے کہ اگر ان کے لونڈی غلاموں میں سے کوئی آزادی کا طالب ہو۔ اور یہ شرط لکھوانا چاہے کہ میں اپنی قیمت کے برابر روپیہ ادا کر دوں تو مجھے آزادی دی جائے تو مالکوں کو چاہیے کہ اگر وہ سمجھیں کہ آزاد ہونے کے بعد یہ بدمعاش، چور، ڈاکو، اچکے نہیں گے تو ان کو ایسا معاہدہ لکھ دے کیونکہ آزاد ہونا آدمی کا اصل حق ہے۔

ایک اور بدی کی روک

وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا
اور دو تم انہیں اللہ کے مال میں سے جو اس نے تمہیں دیا اور نہ
تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ
مجبور کرو اپنی جوان لونڈیوں کو زنا کرانے پر اگر وہ چاہیں
تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن
پاک دامنی تاکہ تم کما لو سامان دنیا کی زندگی کا اور جو
يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ
مجبور کرے انہیں تو تحقیق اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد
غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۳۳)
بخشنے والا مہربان ہے

وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا
اور ان کو اللہ کے مال سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور
تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ
اپنی لونڈیوں سے بدکاری کرانے کے لیے زبردستی مت کرو۔ اگر
تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن
وہ بھی رہنا چاہیں تاکہ تم دنیا کی زندگانی کا سامان کماؤ اور جو
يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ
کوئی ان پر زبردستی کرے گا تو اللہ ان کی بے بسی کے
غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۳۳)
بعد بخشنے والا مہربان ہے

انسان ہمیشہ حرص و ہوا کے گورکھ دھندے میں پھنسا رہتا ہے اور دنیا کے نفع کے لالچ میں بہت بُرے بُرے کام بھی کر بیٹھتا ہے اسے اکثر اس کے سوا اور کوئی دھن نہیں ہوتی۔ کہ کسی طرح پیسہ ہاتھ لگے جس کے ذریعے جو جی چاہے فوراً حاصل کرے اور گلچھرے اڑائے۔ عرب کے اندر اس زمانے میں لونڈی غلاموں کو تجارتی مال سمجھتے تھے۔ ان کو انسان سمجھنا بالکل چھوڑ دیا تھا ان سے کہتے تھے کہ تم نہیں جانتے جس طرح کما سکتے ہو پیسہ کما کر ہمیں دو لونڈیوں سے کہتے تھے کہ پیشہ کرو اور اس طرح لوگوں سے روپیہ وصول کر کے ہمیں دو۔ اسلام نے کہا کہ تمہارے لونڈی غلام بھی تمہاری طرح آدمی ہیں ان سے زبردستی کام نہ لو اگر وہ مکاتبت چاہیں تو کر لو۔ پھر نقد دو۔ لوگوں کو چاہیے کہ ان کی مالی مدد کریں تاکہ وہ مالک کو روپیہ دے کر اپنی جان چھڑائیں۔ لوگوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ لونڈیوں کو پیسہ کمانے کے لیے حرام کاری پر مجبور نہ کرو۔

اگر وہ بے لوث پاک دامنی کی زندگی بسر کرنی چاہیں تو یہ تو اور بھی زیادہ ستم ہوگا کہ ان سے مار مار کر پیشہ کرایا جائے اور حرام کاری کرا کر اپنا پیٹ بھرا جائے۔ اگر ایسا کرو گے تو گناہ تم پر ہوگا۔ اللہ ان سے نہیں تم سے مواخذہ کرے گا اور اپنے رحم و کرم سے ان کا گناہ جو ان سے زبردستی کرایا گیا بخش دے گا۔

قرآن نصیحت ہے

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ

اور البتہ تحقیق آتاریں ہم نے تمہاری طرف آیتیں کھلی ہوئی

وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

اور کچھ حال ان کا جو گذرے تم سے پہلے

وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور نصیحت کی باتیں ڈرنے والوں کے لیے

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ

اور ہم نے تمہاری طرف کھلی ہوئی آیتیں اتاریں

وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

اور کچھ حال ان کا جو تم سے پہلے ہو چکے اور ڈرنے

وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع ۴

والوں کے لیے نصیحت

سوسائٹی کو فحش باتوں سے پاک صاف رکھنے کی ہدایتیں پہلی آیتوں میں کی گئی ہیں اور گناہ کی حد بیان کی گئی ہے اور بیگناہوں کو بدنام کرنے کی سزا بتا دی گئی۔ اگر میاں بیوی پر تہمت لگائے اور گواہ نہ ہوں تو اس کے فیصلہ کی صورت بیان کی گئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گناہ سے بری ٹھیرایا گیا اور بدزبانوں کو ڈانٹا گیا۔ فحش خیالات کی روک تھام کیلئے گھریلو زندگی کو صاف ستھرا رکھنے کا طریقہ بیان کر دیا گیا، عورتوں کو گھر میں کس طرح رہنا چاہیئے اچھی طرح سمجھا دیا گیا۔ بے نکاحوں کا نکاح کر دینے اور اس میں جلدی کرنے کی صلاح دی گئی۔ لونڈی غلاموں کے ساتھ انسانوں کا سا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور ناجائز طریقوں سے لونڈیوں سے روپیہ کموانا، اپنی آمدنی بڑھانے کے لیے ان سے کسب کرانا ممنوع قرار دیا گیا:۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی آیتوں میں جو احکام نازل کئے گئے ہیں، ان کے سمجھ لینے میں کوئی دشواری نہیں، اس کے بعد بھی اگر کوئی ان احکام پر عمل نہ کرے۔ تو اس کا نتیجہ اس کے حق میں برا ہوگا۔ اس بات کو پچھلے لوگوں کے کچھ احوال سنا کر واضح کر دیا گیا ہے، کہ ان کو احکام الٰہی سے منہ موڑنے اور برے کاموں میں پھنسے رہنے کی سزائیں ملیں:۔

قرآن مجید کی آیتوں میں یہ سب کچھ موجود ہے، احکام خوب کھول کر بیان کر دیئے گئے ہیں، پہلی قوموں کے قصے کہہ کر ان کے نہ ماننے کے بُرے نتیجوں سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ انسان کی بھلائی کے لیے کیا گیا ہے۔ اس کی آیتوں میں اس کی خیرخواہی مدنظر ہے، اور اس کو تباہی اور بربادی سے بچانا مقصود ہے۔ ان آیتوں میں ان کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے:۔

پاکیزہ سوسائٹی

پچھلی آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ۔اس سے ہمیں سیکھ لینا چاہیئے کہ قرآنِ حکیم آپس کے میل جول کے کیا کیا قاعدے بتاتا ہے ۔انسان میں وہ ساری قوتیں، احساسات اور جذبات موجود ہیں ۔جو اور جانوروں میں ہیں ۔لیکن کچھ قوتیں ان سے زاید بھی ہیں ۔جو اسے حیوانی قوتوں سے کام لینے کے طریقے بتاتی ہیں ۔احساسات سے بجا طور پر کام لینا سکھاتی ہیں ،اور جذبات کو قابو میں رکھنا ضروری قرار دیتی ہیں ' یہ قوتیں کیا ہیں ،ان کو عقلی اور قلبی قوتیں کہتے ہیں ۔جو اور حیوانوں کے اندر ہیں تو سہی لیکن اتنی نہیں جتنی انسان میں ہیں ۔چنانچہ انسان میں تین قوتیں اپنا کام کر رہی ہیں حیوانی ،عقلی اور قلبی ۔حیوانی قوتوں میں سب سے زیادہ زوردار خواہشیں اور جذبات ہیں ۔عقلی قوتوں میں اصل معلومات سے صحیح نتیجے نکالنے کی قوت ہے جس کے نتیجہ کو علم کہتے ہیں ،جب یہ کمال کو پہنچ جاتی ہے ۔تو اسے اللہ عزوجل کی طرف سے براہ راست بنے بنائے نتیجے ملنے لگتے ہیں اور وہ چیزیں بھی واضح ہو جاتی ہیں جن سے وہ نتیجے نکلتے ہیں ' یہ سب کچھ عقل کو صاف نظر آنے لگتا ہے ۔قلبی قوتیں فیصلے کرنے والی اور ارادی قوتیں ہیں ۔ان کو ان علمی صحیح نتائج کا پیرو ہونا چاہیئے ،جو کامل عقل والے انسان یعنی رسول نے اللہ کے سکھانے سے مرتب کر دیئے ہیں ،ان نتیجوں کا مجموعہ قرآن ہے ۔:۔

قرآن کہتا ہے ۔کہ انسان کا ارادہ اتنا مضبوط ہونا چاہیئے ۔کہ جذبات اور خواہشوں کو قابو میں رکھے ،ان میں سے سب سے زیادہ الجھن میں ڈالنے والی خواہش جنسی خواہش ہے ،اس سے حیوانوں کی طرح کام لینا انسان کی شان کے خلاف ہے ،اس لئے ہمیں بتایا گیا ہے ۔کہ اس خواہش کے پورا کرنے کا صحیح طریقہ نکاح ہے اور نیز ان چیزوں سے بچنا ہے ۔جس سے اس خواہش کے ابھرنے کا خطرہ ہے ۔:۔

چنانچہ ارشاد ہوا کہ اسلامی سوسائٹی میں فحش باتیں ہرگز نہ ہونی چاہئیں ' زنا کی سزا اور کسی پر اس کا جھوٹا الزام لگانے کی سزا برسرِعام کوڑے لگانا ہے ۔زبان سے کسی پر اتہام نہ لگاؤ ۔ورنہ تہمت لگانے والے کو سزا ملے گی ،اور اگر اس نے چار گواہوں سے اپنا دعوٰے ثابت کر دیا ۔تو ملزم کو زنا کی حد لگے گی ،ایسی باتوں کے قلع قمع کے لیے ارشاد ہے ۔کہ مرد اور عورت اپنی نگاہیں نیچی رکھیں ۔بے حیائی کی باتیں منہ سے نہ نکالیں ،عورتیں اپنا بناؤ سنگار غیروں کو نہ دکھائیں حیا ،اور شرم اختیار کریں ۔:۔

اللہ کا تصور

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ
اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی مثال اس کی روشنی کی
کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ
جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ اور چراغ
فِیْ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ
ایک شیشے میں وہ شیشہ جیسے وہ ایک تارا ہے
دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ
چمکتا ہوا روشن کیا جاتا ہے وہ ایک درخت برکت والے سے
زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ ۙ
جو زیتون ہے نہ مشرق کی طرف اور نہ مغرب کی طرف

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ
اللہ آسمانوں کی اور زمین کی روشنی ہے اس روشنی کی مثال
کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ
جیسے ایک طاق جس میں ایک چراغ ہو وہ چراغ رکھا ہوا
فِیْ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ
ہو ایک شیشہ میں وہ شیشہ ہے ایک چمکتا ہوا تارہ
دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ
اس میں ایک برکت والے درخت کا تیل جلتا ہے جو
زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ ۙ
زیتون ہے نہ مشرق کی طرف اور نہ مغرب کی طرف

مشکوٰۃ (طاق) زُجاجۃ (شیشہ۔ قندیل لیمپ) دُرِّیٌّ (موتی کی طرح) دُرّ کی طرف منسوب ہے دُرّ موتی کو کہتے ہیں:

اس سے پہلی آیتوں میں انسان کو ہدایت کی گئی کہ اپنا ظاہر اور باطن گندگیوں سے الگ اور ناپاک خیالات سے پاک صاف رکھے اور سوسائٹی کو اپنی باتوں اور کاموں سے مکدر اور گدلا نہ کرے اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے انسان کی ہدایت کیلئے بہت صاف اور روشن آیتیں قرآن میں نازل کی ہیں ان میں انسان کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جو اللہ کے ڈر سے برائیوں اور فحش باتوں سے بچتے ہیں

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کو پہچانو اس کا تصور کرنا ہے تو یوں سمجھو کہ وہ آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے ہر طرف اسی کا نور پھیلا ہوا ہے جو چیز نظر آتی ہے وہ اسی کی روشنی کی بدولت نظر آتی ہے ورنہ سوا اندھیرے کے کچھ نہیں اس کی روشنی کو یوں سمجھو کہ جیسے ایک طاق ہے اس کے اندر ایک چراغ جل رہا ہے جو ایک شیشہ (قندیل) کے اندر ہے چراغ کو ایک برکت والے زیتون کے درخت سے برابر تیل پہنچ رہا ہے یہ تیل نبڑنے کا نام نہیں لیتا اور ہے بھی ایسے زیتون کا جو نہ بالکل مشرق میں ہے نہ بالکل مغرب میں بلکہ ایسی جگہ ہے جہاں اسے دونوں طرف کے فائدے پہنچ رہے ہیں صبح شام کھلی ہوا اور روشنی میں پرورش پا رہا ہے نہ زیادہ گرمی ہے کہ خشک ہو جائے اور نہ زیادہ سردی ہے کہ مرجھا جائے۔

شفاف روغن

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

قریب ہے تیل اس کا کہ روشن ہو اگرچہ نہ چھوا ہو اسے آگ نے

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ

روشنی ہے روشنی پر ہدایت کرتا ہے اللہ اپنی روشنی کی طرف

مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ

جسے چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے لیے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے گو اسے آگ نہ چھوئے

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ

روشنی پر روشنی اللہ اپنی روشنی تک راہ دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ

جسے چاہے اور مثالیں بیان کرتا ہے لوگوں کے لیے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے

اس زیتون کے درخت سے جو روغن حاصل ہوتا ہے وہ روغن ایسا صاف اور شفاف ہے کہ گویا آپ ہی آپ چمک اٹھیگا اور دیاسلائی کی اس کے جلانے کے لئے ضرورت ہی نہ ہوگی ظاہر ہے کہ ایسے تیل کے چراغ کو جب دیاسلائی دی جائے گی تو وہ تو اور بھی زیادہ روشن ہو جائے گا اور اس کی روشنی پر روشنی بڑھ جائے گی اسی طرح اللہ عزوجل کا نور سارے جہان میں پھیلا ہوا ہے ہر چیز اس کی روشنی سے منور ہے لیکن انسان کے دل پر خراب خواہشوں اور گناہوں کی اندھیریاں اس قدر چھائی ہوئی ہیں کہ اسے یہ روشنی میسر نہیں آتی اللہ ہی اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے اس روشنی کی طرف جانے کا راستہ سمجھا دیتا ہے وہ ہر ایک کی حالت سے پوری طرح خبردار ہے ہر ایک کی استعداد سے واقف ہے اس نے انسان کو اپنی روشنی کی کیفیت سمجھانے کے لئے قرآن مجید میں مثالیں بیان کردی ہیں تاکہ جس میں سمجھ ہو وہ سمجھ جائے کہ خود انسان سارے عالم کا نمونہ ہے جس طرح دنیا بھر میں اللہ کا نور پھیلا ہوا ہے اسی طرح انسان کے اندر بھی اس کا نور بھرا ہوا ہے۔

ہر ایک انسان کا بدن ایک طاق ہے اور اس کا دل ایک قندیل ہے جس میں اللہ کے نور کا چراغ روشن ہے اسی کو اگر قرآن مجید کی تیز روشنی دکھائی دی جائے تو پھر اس کی روشنی کا کیا ٹھکانا ہے اس کو یہ روشنی دکھانے والے حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نور کا ظہور

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ
ان گھروں میں کہ حکم دیا اللہ نے یہ کہ بلند کیا جائے انہیں اور لیا جائے
فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ
ان میں اس کا نام گن گاتے ہیں اس کے ان کے اندر صبح کے وقت
وَ الۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ
اور دن کے پچھلے حصوں میں وہ لوگ کہ نہیں غافل کرتی ان کو تجارت اور نہ خرید و فروخت
عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ
اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ
یہ روشنی ان گھروں میں چمکتی ہے کہ جن کو بلند کرنے کا اور وہاں اپنے
فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ
نام کے ذکر کرنے کا اللہ نے حکم دیا وہاں صبح شام وہ لوگ اللہ
وَ الۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ
کی یاد کرتے ہیں کہ جو سودے اور خرید و فروخت میں اللہ کی
عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ
یاد سے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں ہوتے

تُلۡھِیۡ (بھلا دیتی ہے) غافل کر دیتی ہے مضارع کا صیغہ ہے + اِلۡھَاءٌ جو ل۔ ہ۔ و سے بنا ہے، بھلا دینا غافل کر دینا + اٰصَالٌ (شام کے اوقات) یہ اصیل کی جمع ہے جو عربی میں اس سارے وقت کو کہتے ہیں، جو سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے آصال سے اس کے مختلف حصے مراد ہیں۔ یوں تو اللہ عزوجل کا نور آسمانوں میں اور زمین میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، لیکن اس کے ظہور کی خاص جگہ وہ مقامات ہیں جہاں صفائی اور ستھرائی پوری طرح پائی جاتی ہے ::

آیت کے اس حصہ میں ارشاد ہے، کہ اس روشنی کے ظہور کے خاص مقامات وہ مسجدیں ہیں۔ جنہیں اللہ عزوجل نے تعمیر کرنے کی اپنے رسولوں اور نیک بندوں کو توفیق دی، اور حکم دیا کہ انہیں بنانے کے بعد احترام کے ساتھ قائم رکھا جائے، اور ان کی پوری طرح خبرگیری کی جائے۔ کہ غلاظت اور کثافت سے پاک صاف رہیں اور یہاں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے چنانچہ ان میں اللہ کے وہ بندے جو اس کی رضا کے طالب ہیں، اس کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ ان کے جمع ہونے کا وقت ایک تو صبح کا وقت ہے اور پھر ظہر سے لیکر دوسرے دن صبح صادق تک کے سارے اوقات ہیں غدوّ کے اندر صبح کی فرض نماز اور پھر دوپہر تک کی ساری نفل نمازیں شامل ہیں۔ آصال میں ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا۔ تہجد وغیرہ ساری نمازیں آگئیں اللہ کے بندے ان اوقات میں اپنے کاروبار اور شغل چھوڑ چھاڑ کر فرض نمازوں کے لئے وقت نکالتے ہیں اور باقی بقدر فرصت نفل نمازیں پڑھتے ہیں پھر اللہ کی خوشنودی کے لئے زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرتے ہیں، انہیں دنیا کا کوئی شغل اپنے فرائض ادا کرنے سے اور اللہ کی عبادت سے نہیں روکتا ::

ایک اور وصیت

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ
خوف رکھتے ہیں اس دن کا کہ بدل جائیں گے جس میں دل
وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ
اور آنکھیں انجام کار بدلہ دے گا انہیں اللہ ان کے اچھے
مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ
کاموں کا اور زیادہ دے گا انہیں اپنے فضل سے اور اللہ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾
رزق عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ
وہ ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں دل اور آنکھیں
وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ
الٹ جائیں گی تاکہ اللہ ان کو ان کے بہتر
مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ
اعمال کا بدلہ دے اور اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے اور اللہ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾
جسے چاہے بے شمار روزی دیتا ہے

پہلے ارشاد ہوا۔ کہ اللہ کے عبادت گزار بندے اللہ کے حکم سے بنائے ہوئے عبادت کے گھروں میں باقاعدہ حاضر ہوتے ہیں، صبح شام اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں، دنیا کا کاروبار ان کو عبادت کے لیے مقررہ اوقات پر حاضر ہونے سے اور اللہ کا ذکر کرنے سے نہیں روکتا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ وہ اس وقت کو یاد کر کے ڈرتے رہتے ہیں، جب اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا، اس دن لوگوں کے دل بدل جائیں گے، ان کے سارے شک شبہے مٹ جائیں گے، اور یقین ہو جائے گا۔ کہ اللہ عزوجل برحق ہے، اور اس کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے، اسی کے ہاتھ ہماری قسمت کا فیصلہ ہے، اللہ کے نافرمان بندے جو دنیا میں پھنس کر اس کا انکار کر بیٹھے تھے، اس دن سزا پائیں گے، اور فرمانبرداروں کو انعام واکرام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

ارشاد ہے۔ کہ یہ اللہ کے بندے جو اس پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اور فرماں برداری کے اندر دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے اس روز اپنے اچھے کاموں کی جزا دیئے جائیں گے۔ اور علاوہ جزا کے ان کو اپنے فضل سے اللہ عزوجل اور بہت کچھ دے گا۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ وہ جس کو چاہے بے حساب انعامات عطا فرمائے گا، اور اس کے فضل کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ ہاں ہر ایک کا اپنا اپنا ظرف ہے۔ اس کے مطابق اس کو دیا جائے گا۔

کافروں کا حال

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ
اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے اعمال مانند چمکتی ریت کے ہیں چٹیل میدان میں
يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَهٗ
گمان کرتا ہے اس کو پیاسا پانی یہاں تک کہ جب آتا ہے اس کے پاس
لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ
نہیں پاتا اس کو کوئی چیز اور پاتا ہے اللہ کو اس کے پاس پس چکا دیتا ہے اس کو
حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۳۹)
اس کا حساب اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ
اور جو لوگ منکر ہیں ان کے کام جیسے جنگل میں ریت پیاسا
يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَهٗ
اس کو پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے
لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ
پاس پہنچا تو اسے کچھ نہ پایا اور اللہ کو اپنے پاس پایا سو اس نے
حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۳۹)
اس کا لکھا اسے پورا پہنچا دیا اور اللہ دم بھر میں حساب کر دیتا ہے

بِقِیْعَۃٍ (چٹیل میدان) یہ قاعٌ کی جمع ہے۔ پٹ پڑ ریتلا میدان ایسے میدان میں دھوپ سے ریت چمک کر دور سے پانی کی طرح معلوم ہوتی ہے:

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ اللہ کے نور کے ظہور کے مقامات وہ مسجدیں ہیں جہاں اللہ کے عبادت گذار بندے صبح اور شام کے اوقات میں حاضر ہو کر اس کا نام لیتے ہیں اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ عزوجل کو نہیں بھولتے اس کے تمام احکام بجالاتے ہیں روزِ جزا سے ڈرتے رہتے ہیں ان کے اعمال کی انہیں بہت اچھی جزا ملے گی اور اس کے علاوہ اللہ ان کو اپنے فضل سے بہت کچھ دے گا اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو اللہ کو نہیں مانتے اس کے رسول کو کچھ نہیں گردانتے یہ لوگ جو اپنی دانست میں اچھے عمل کرتے ہیں وہ بظاہر تو بہت اچھے کام معلوم ہوتے ہیں اور دور سے خوب چمکتے ہیں لیکن ان کی چمک سراب کی سی ہے جیسے پیاسا جنگل میں دور سے دیکھ کر پانی سمجھتا ہے اور اپنی پیاس بجھانے کے لئے اس کی طرف دوڑتا ہے لیکن جب وہاں پہنچتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا اور وہ پیاس کے مارے بدحواس ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ اللہ عزوجل کے مقرر کردہ قانون مکافاتِ عمل کی گرفت میں آجاتا ہے اللہ تو ہر جگہ موجود ہے وہ اس کے سامنے اس کے اعمال کی جو اس نے نیک سمجھ کر کئے تھے ساری حقیقت کھول دیتا ہے اور دم زدن میں اس کا حساب چکا دیتا ہے کیونکہ اسے حساب کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگتی:

بدکار کافر

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ
یا جیسے اندھیرے سمندر میں گہرے پانی کے ڈھانکتی ہے اسے موج
مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ
اس کے اوپر سے ایک اور موج اس کے اوپر بادل اندھیرے
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ
ایک ان کا ایک کے اوپر جب نکالے ہاتھ اپنا
لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ
قریب ہے کہ دیکھے اسے اور جو نہیں کیا اللہ نے اس کے لیے
نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع
نور پس نہیں اس کے لیے کوئی نور

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ
یا جیسے گہرے دریا میں اندھیرے میں چڑھتی آتی ہے اس پر ایک لہر
مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ
اور اس پر ایک لہر اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ
ایک پر ایک جب اپنا ہاتھ نکالے
لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ
تو وہ سوجھنا نہیں لگتا اور جس کو اللہ نے روشنی نہ دی
نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع
تو اس کے لیے کہیں روشنی نہیں

ع ۱۶

:(گہرے پانی والا) اسم نسوب بہت زیادہ گہرے پانی کو کہتے ہیں۔ لجی گہرے پانی والا عمیق۔

پچھلی آیت میں ان کافروں کا ذکر تھا جو اپنے اعتقاد کے مطابق اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ان کی نجات کے لیے کافی ہوں گے ان کے لئے ارشاد ہوا تھا کہ چونکہ وہ اللہ عزوجل پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے ان کے اعمال کچھ کام نہ آئیں گے اور اللہ ان کا فوراً حساب کر دے گا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ جو کافر اچھے اور برے کام میں فرق نہیں کرتے نرے دنیا کے مزوں میں پھنسے رہتے ہیں ان کی حالت بڑی ہولناک ہے ان پر تہ بہ تہ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں جیسے گہرا سمندر جس میں ایک تو پانی کی گہرائی کا اندھیرا پھر موجوں کے طوفان کا اندھیرا جو ایک پر ایک چڑھی چلی آتی ہیں پھر اس میں موجوں کے تلاطم کے اندھیرے پر بادل کی تہیں چھائی ہوئی ہیں پھر رات کا وقت غرض اندھیرے پر اندھیرا ہر طرف سے چھایا ہوا ہے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا کوئی شخص اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں کے سامنے لائے تو اسے اندھیرے میں دکھائی نہ دے کہ ہاتھ کہاں ہے غرض اسے کہیں سے روشنی کی ذرا سی بھی جھلک نہیں ملتی سچ ہے روشنی کا منبع تو اللہ عزوجل ہے جو اس کی طرف سے غافل ہو گیا اس کے پاس روشنی کا کیا کام جب تک آدمی کا دل اللہ پر ایمان نہ لائے اور اللہ اسے روشن نہ کرے اسے روشنی نصیب نہیں ہو سکتی۔

طریقِ معرفت

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ پاکی بیان کرتے ہیں اُسکی جو کوئی آسمانوں میں اور
وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ
زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے ہر ایک جانتا ہے اپنی بندگی
وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (۴۱)
اور اس کی پاکی بیان کرنا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ
اور اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور
اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (۴۲)
اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
کیا تو نے دیکھا نہیں جو کوئی آسمان اور زمین میں ہیں سب اللہ کی یاد کرتے ہیں
وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ
اور اڑتے جانور پر کھولے ہوئے ہر ایک کو اپنا اپنا طریقہ اللہ کی بندگی
وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (۴۱)
کا اور یاد کا معلوم ہے اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ
اور آسمان اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے اور
اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (۴۲)
اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

صَافَّات (پھیلے ہوئے) صَافَّۃٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل مونث ہے۔ ص۔ ف۔ ف۔ سے صَفٌّ کے معنی ترتیب سے پھیلنا یہاں اس سے مراد ہے۔ پر پھیلائے ہوئے بہت سے لوگ اچھے کام کرنا مفید جانتے ہیں ہمدردی دوسروں کی خیر خواہی داد و دہش دان پُن وغیرہ خود بھی اختیار کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی برے کاموں سے رکتے ہیں اور اوروں کو بھی روکتے ہیں، مگر اللہ پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے۔ کچھ لوگ نہ اچھے کام کریں اور نہ بُرے کاموں سے رکیں اور نہ اللہ کو مانیں، ان دونوں کی بابت کہہ دیا گیا، کہ پہلی قسم کے لوگوں کے اعمال مرنے کے بعد ان کے کچھ کام نہ آئیں گے اور دوسری قسم کے لوگ اندھیروں میں پھنسے ہوئے ہیں، انہی میں پھنسے رہیں گے باقی وہ لوگ جن کو ایمان کی روشنی حاصل ہے اور اچھے کام کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے بچتے ہیں انہیں بہت اچھا بدلہ ملے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، کیا انہیں سوجھتا نہیں کہ عالم کی ہر چیز اپنی اپنی زبان میں اللہ کی عظمت ظاہر کر رہی ہے اور اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے پرندے پر پھیلائے اسی کے گن گا رہے ہیں، انسان کیوں غافل ہے۔ اسے سمجھنا چاہیئے۔ کہ اللہ اس کے کرتوتوں سے خوب واقف ہے بچ کر کہاں جائے گا، آسمان اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے، آخر ہر ایک کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

اللہ کی قدرت

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ
کیا نہ دیکھا تونے کہ اللہ جلاتا ہے بادل کو پھر
يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى
ملا دیتا ہے اس کو آپس میں پھر کرتا ہے اس کو تہ بر تہ پھر دیکھتا ہے تو
الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ؕ
مینہ کو کہ نکلتا ہے ان کے بیچ میں

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ
کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو ہانک لاتا ہے
يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى
پھران کو ملا دیتا ہے پھران کو تہ بر تہ رکھتا ہے پھر تو ان کے
الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ؕ
بیچ میں سے مینہ نکلتا دیکھتا ہے

يُزْجِىْ (ہانکتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے اِزْجَاءٌ سے جو ز۔ج۔و سے بنا ہے، ہانکنا۔

رُكَامٌ: (تہ بہ تہ) صفت کا صیغہ ہے جس کا مادہ ر۔ک۔م ہے کوئی چیز جو اس طرح اکٹھی ہو کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کے اوپر آجائے

وَدْقٌ (مینہ) یہ اسم ہے جس کا دوسرا ہم معنی لفظ مَطَر ہے خِلَالٌ بیچ کی جگہیں خَلَلٌ کی جمع ہے، بیچ کی جگہ۔:.

اللہ عزوجل کو پہچان کر اس کا اقرار کئے بغیر انسان کا کام بنتا نہیں اس پر ایمان لائے بغیر اس کا کوئی کام اس کی فلاح کا باعث نہیں ہوسکتا اگر وہ کام اچھا ہے تو دنیا میں کچھ دن کام دے گا۔ مرنے کے بعد اس کا کوئی پھل نہ ملے گا۔ اور اگر بُرا ہے تو وہ اس کے دل و دماغ پر اندھیری بن کر چھا جائے گا اور ان اندھیریوں کا انبار اکٹھا ہوتے ہوتے اس کو بحرِ ظلمت میں غرق کردے گا۔:.

اللہ عزوجل کی قدرت کی نشانیاں دنیا بھر میں بھری پڑی ہیں۔ پہلی آیتوں میں بہت سی بیان ہو چکی ہیں، اس آیت میں ایک نہایت ہی واضح نشانی کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے، مینہ برستا ہر ایک نے دیکھا ہوگا۔ کبھی یہ خیال بھی کیا کہ اس کے لئے کیا کیا سامان کئے جاتے ہیں۔ بادلوں کو ہر طرف سے گھیر گھار کر اکٹھا کیا جاتا ہے۔ پھر ان کو باہم ملایا جاتا ہے پھر ان کو تہ بہ تہ ایک دوسرے پر جمایا جاتا ہے۔ اس کے بعد تم دیکھتے ہو۔ کہ اس کے اندر سے مینہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی خیال کیا کہ یہ کیوں ہوتا ہے، اور اسے کون کرتا ہے

سنو! یہ اللہ عزوجل کی قدرت کے کارنامے ہیں، اسی کے حکم سے بادل سمٹ کر ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، پھر باہم مل جاتے ہیں، یہاں تک کہ گہری گھٹا بن جاتی ہے، پھر بوندیں پڑنی شروع ہوتی ہیں۔ اس کے بعد موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔:.

کھلی نشانیاں

وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا

اور اتارتا ہے آسمان سے کچھ پہاڑ جو اس میں ہے

مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ

اولوں کے پھر گرتا ہے اسے جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے اُسے

عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ

جس سے چاہے قریب ہے کہ چمک اس کی بجلی کی لے جائے

بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ

آنکھوں کو بدلتا ہے اللہ رات کو اور دن کو

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

تحقیق اس کے اندر عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے

وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا

اور آسمان سے اولوں کے جو پہاڑ اس میں ہیں وہ اتارتا ہے

مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ

پھر جس پر چاہے انہیں ڈالتا ہے اور جس سے چاہے

عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ

پھا دیتا ہے اس کی بجلی کی چمک گویا ابھی آنکھوں

بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ

کو لے جائے گی اللہ رات اور دن کو بدلتا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

اس میں آنکھوں والوں کے لیے دھیان کرنے کا مقام ہے

يُصِيبُ (پہنچاتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے اَصَابَۃٌ سے جو ص۔و۔ب سے بنا ہے صَوْبٌ کے معنی طرف یا جانب کے ہیں اَصَابَہٗ کسی کی طرف پہنچنا یُصِیبُ بِہٖ (پہنچا دیتا ہے اس کو) ب سے متعدی ہو گیا یہاں اس سے مراد گرانا یا ڈالنا، بَرَدٌ سے مراد اولے ہیں ؛

پہاڑ کی طرح دلدار بادلوں میں جب ٹھنڈ بڑھ جائے تو پانی جم کر اولوں کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے اور جس جگہ یہ کثرت سے گریں تو ان سے نقصان بھی پہنچ جاتا ہے بہت سی جگہیں اولوں سے یا ان کے نقصان سے بچ بھی جاتی ہے اولے والے بادلوں میں بجلی بھی تیزی سے کوندتی ہے اور اس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ بینائی جاتے رہنے کے قریب ہو جاتی ہے ہر شخص اس نظارہ سے واقف ہے ؛

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ بھی اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے جس سے اللہ کو پہچاننا چاہیے پھر دن اور رات کا پھرتے رہنا بھی اللہ عزوجل کی قدرت کی ایک صاف نشانی ہے جن کی دل کی آنکھیں روشن ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ ان نشانیوں پر غور کریں غور کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی یہ سب کچھ نہیں کر سکتا ؛

قدرت کا ظہور

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ
اور اللہ نے پیدا کیا ہر چلنے والے کو پانی سے پس ان میں سے
مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ
کوئی ہے کہ چلتا ہے اپنے پیٹ پر اور ان میں سے کوئی ہے کہ چلتا ہے
عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ
دو پاؤں پر اور ان میں سے کوئی ہے کہ چلتا ہے چار پر
يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
پیدا کرتا ہے اللہ جو چاہے تحقیق اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾
چیز کے قدرت رکھتا ہے

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ
اور اللہ نے ہر چلنے والے کو ایک پانی سے بنایا سو کوئی ہے
مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ
کہ چلتا ہے اپنے پیٹ پر اور کوئی ہے کہ چلتا ہے
عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ
دو پاؤں پر اور کوئی ہے کہ چلتا ہے چار پر
يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
اللہ جو چاہتا ہے بناتا ہے۔ بے شک اللہ ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾
چیز کر سکتا ہے

جب اللہ عزوجل کو دنیا میں اس کی صاف صاف نشانیاں دیکھ کر پہچان لیا۔ تو اس کی مزید معرفت حاصل کرو۔ اس کی قدرت کا اندازہ اس سے کرو۔ کہ اس نے مادہ پیدا کیا، جو گرمی، سردی خشکی، تری کے اثر سے مختلف شکلیں آسانی سے اختیار کر لیتا ہے، اس کے ذرات اللہ کی قدرت سے کبھی جمع ہو جاتے ہیں۔ کبھی الگ، اسی سے عالم کی مخلوقات کا رفتہ رفتہ ظہور ہوا۔ چیزیں اس کے ذرات کی جمع اور تفریق سے بنتی اور بگڑتی رہیں یہاں تک کہ جب مناسب وقت آیا، تو جانداروں کا ظہور ہوا اور مختلف طریقوں سے حرکت کرنے والی مخلوق پیدا ہو گئی۔

اس میں سے کوئی پیٹ کے بل دوڑتا ہے، جیسے سانپ اور اکثر کیڑے اور پانی کے جانور، کوئی دو ٹانگ پر چلتا ہے، جیسے آدمی اور پرندے، کوئی چار پاؤں پر چلتا پھرتا ہے، جیسے مویشی، درندے وغیرہ، پھر اس کی قدرت اسی پر محدود نہیں، وہ جس کو چاہے جیسا بنا دے، اور کسی جانور کو چاہے، تو چار سے زیادہ ہاتھ پاؤں دیدے، یہ سب کچھ دیکھ کر اس بات کا سمجھ لینا آسان ہے کہ اللہ کی قدرت بے انتہا، اس کی قوت لامحدود ہے، آدمی اس کا اتنا ہی اندازہ کر سکتا ہے اور بس ۔۔

منافقوں کا رویّہ

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ
البتہ تحقیق ہم نے اتاریں آیتیں صاف کہنے والی اور اللہ
یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۶﴾
ہدایت کرتا ہے جسے چاہے سیدھے راستے کی طرف
وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا
اور کہتے ہیں کہ ایمان لائے ہم اللہ پر اور رسول پر اور کہنا مانا ہم نے
ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ
پھر منہ موڑ لیتا ہے ان میں کا ایک فرقہ اس اقرار کے بعد
وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾
اور نہیں وہ لوگ ایمان والے

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ
ہم نے کھول کھول کر بتانے والی آیتیں اتاریں اور اللہ
یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۶﴾
جس کو چاہے سیدھی راہ پر چلائے
وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا
اور لوگ کہتے ہیں ہم نے اللہ اور رسول کو مانا اور حکم بجا لائے
ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ
پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ پھر جاتا ہے
وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾
اور وہ لوگ ایمان والے نہیں

اللہ عزوجل نے انسان کو اچھی صورت خوش وضع بدن، سوچنے والا دماغ طاقتور دل دے کر اس دنیا میں رہنے کے لئے بھیجا، جہاں بڑے بڑے لبھانے والے منظر خوشنما مزیدار کھانے پینے کا سامان آرام و آسائش کے اسباب ہر طرف پھیلے پڑے ہیں، مگر اللہ عزوجل نے ان سب کے اندر اپنی معرفت کی نشانیاں رکھ دی ہیں، منظور یہ ہے کہ انسان ان نشانیوں کو دیکھے اور ان سے اللہ کو پہچانے، اس کے آگے جھکے اور اس کے حکم کے مطابق دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھائے۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اے اولادِ آدم دنیا کے دھندوں میں پھنس کر ہمیں مت بھول جانا۔ ہم نے ہر طرف اپنی قدرت کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دی ہیں پھر قرآن مجید کی صاف صاف آیتیں بھی اپنے رسول پر نازل کر کے تمہیں پہنچا دی ہیں، وہ حقیقت کو بالکل واضح کر دیتی ہیں۔ لیکن انسان کی عقل پر اکثر خواہشوں کے پردے پڑ جاتے ہیں، اللہ ہی توفیق دے تو ہدایت ہو۔ وہ جس انسان کی عقل کو چاہتا ہے اپنی روشنی سے منور کر دیتا ہے اور اس روشنی میں اس کی عقل سیدھا راستہ اس کو سمجھا دیتی ہے۔ بعض لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور سارے حکم ماننے کو تیار ہیں۔ لیکن جب عمل کا موقعہ آتا ہے تو کترا جاتے ہیں ایمان اور اطاعت کا دعویٰ کرنے کے بعد سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ دراصل ان کا دعویٰ جھوٹا تھا، وہ سرے سے ایمان لائے ہی نہیں تھے، نری باتیں بناتے تھے یہ لوگ کسی مصرف کے نہیں دھوکے باز ہیں۔

عجیب طرزِ عمل

وَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ
اور جب بلایا جائے انہیں اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ کرے
بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾
ان میں ناگاہ ایک فرقہ ان کا منہ موڑ لیتا ہے
وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ
اور اگر ہو ان کے لیے حق تو چلے آئیں رسول کے پاس
مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾
گردن جھکائے

وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ
اور جب انہیں اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف بلائے کہ وہ ان کا
بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾
تصفیہ کر دے تو ناگہاں ان کے ایک فرقہ کے لوگ منہ موڑ لیتے ہیں
وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ
اور اگر ان کو حق ملتا ہو ۔ تو گردن جھکا کر
مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾
چلے آئیں

پہلی آیت میں ارشاد ہوا۔ کہ بعض لوگ منہ سے تو کہتے رہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم رسول کی بات مانتے ہیں، ہم ہر طرح حکم بردار ہیں۔ لیکن جب کام کا وقت آتا ہے تو اپنے قول و قرار کا ذرا پاس نہیں کرتے اور منہ موڑ کر چل دیتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ان کے ایمان اور فرمانبرداری کے لمبے چوڑے دعوے سب جھوٹے تھے' وہ یوں ہی اپنا کام نکالنے کے لئے وقتی طور پر سب کچھ کہہ دیا کرتے تھے، لیکن ان کے دل میں نہ واقعی ایمان تھا اور نہ ان کا یہ خیال تھا کہ ان کی فرمانبرداری کا امتحان لیا جائے گا، یہ لوگ منافق ہیں اس آیت میں ان کی ایک اور چالبازی کا ذکر ہے۔ جس کی تفصیل تو سورۃ النساء میں گزر چکی ہے۔ لیکن یہاں بھی اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے، تاکہ ان کی دھوکے بازیاں پوری طرح سامنے آجائیں اور مسلمان ان کی طرف سے چوکنے ہو جائیں۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، تو ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اس بات پر راضی نہیں ہوتے۔ کیوں کہ ان کو صاف نظر آتا ہے، کہ آپ انصاف سے فیصلہ کریں گے اور ہمیں نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ وہ درحقیقت جھوٹا دعوے کئے بیٹھے ہوتے ہیں، ہاں اگر انہیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہوگا۔ تو کان دبا کر خوشی خوشی چلے آتے ہیں، انہیں اس کی پروا نہیں ہوتی، کہ حق حق دار کو پہنچے، بلکہ وہ یہی چاہتے ہیں۔ کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہو۔ خواہ ہمارا دعوے جھوٹا ہی ہو، اس کی تفصیل سورۃ النساء میں گزر چکی ہے۔

تردد کیسا؟

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا
کیا ان کے دلوں میں کوئی روگ ہے یا شک میں پڑے ہیں
اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ
یا ڈرتے ہیں کہ ظلم کرے گا اللہ
عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ
ان پر اور اس کا رسول نہیں بلکہ وہ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۵۰
خود ہی ظالم لوگ ہیں

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا
کیا ان کے دلوں میں روگ ہے یا دھوکے میں
اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ
پڑے ہوئے ہیں یا ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا
عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ
رسول ان کے ساتھ بے انصافی کرینگے یہ بات نہیں وہی خود
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۵۰
بے انصاف لوگ ہیں

یَحِیْفُ (ظلم کرے گا) مضارع کا صیغہ ہے، ح ۔ ی ۔ ف سے حیف کے معنی ظلم اور ظلم کرنے کے ہیں۔

حضورؐ کے زمانے ہی میں واقعہ یہ پیش آیا تھا، کہ ایک مسلمان کا ایک یہودی سے جھگڑا آپڑا تھا، مسلمان کہتا تھا کہ یہ چیز میری ہے مجھے ہی ملنی چاہیئے، یہودی کہتا تھا کہ یہ میرا حق ہے مجھے ملنا چاہیئے، یہودی نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلو، وہ فیصلہ کردیں گے کہ یہ چیز کسے ملنی چاہیئے، اسے یقین تھا، کہ آپ انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔ مسلمان کے دل میں کھوٹ تھا۔ وہ سمجھتا تھا، کہ آپ فیصلہ ٹھیک فرمائیں گے، لیکن ٹھیک فیصلہ میں اسے اس چیز سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑتا تھا، اس لئے آپ کے پاس فیصلہ کے لئے آتے ہوئے اس کی جان نکلتی تھی۔ ایسے لوگوں کی بابت ارشاد ہے کہ ایمان کا دعویٰ اور رسول کے فیصلہ سے کترانا دونوں جمع نہیں ہو سکتے، جو حضور کے فیصلہ سے کتراتے ہیں یا تو ان کے دل میں روگ ہے یعنی وہ حرص کی بلا میں مبتلا ہیں جو دل کی ایک ایسی بیماری ہے، جو آدمی کو انصاف پسند نہیں رہنے دیتی یا پھر وہ اللہ اور رسول پر یقین نہیں رکھتے، شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں یا پھر وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے ساتھ بے انصافی کریں گے، اور ظلم سے ان کا واقعی حق چھین کر دوسرے کو دلوا دیں گے۔ ان میں سے ایک بات بھی ٹھیک نہیں .... نہ حرص ٹھیک ہے نہ شک وشبہ کا کوئی موقعہ ہے اور نہ اللہ اور اس کے رسول کسی پر ظلم کر سکتے ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ خود انہی نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے وہی دوسروں کا حق دبانا چاہتے ہیں اور سوا اس کے ان کا کوئی مقصد نہیں کہ اپنی ہی جیب گرم کریں۔

ایمان والوں کا رویہ

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا
سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہے کہنا مومنوں کا جب وہ بلائے جائیں
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ
اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف تاکہ فیصلہ کرے ان کے درمیان کہ
يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ
کہیں سنا ہم نے اور اطاعت کی ہم نے اور یہ لوگ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۵۱) وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ
وہی ہیں فلاح پانے والے اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی
وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ
اور اس کے رسول کی اور ڈرے اللہ سے اور بچے اس کی نافرمانی سے
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (۵۲)
پس وہ لوگ وہی کامیاب ہیں

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا
ایمان والوں کی بات تو یہی تھی کہ جب انہیں ان کے
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ
درمیان فیصلہ کرنے کے لیے اللہ کی طرف بلایا جاتا تو
يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ
کہیں ہم نے سنا اور کہنا مانا اور یہی لوگ ہیں
هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۵۱) وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ
جن کا بھلا ہوگا اور جو اللہ کے اور اس
وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ
کے رسول کے حکم پر چلیں اور اللہ سے ڈرتے رہیں اور اس کی مخالفت
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (۵۲)
سے بچیں وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

منافقوں کا طرزِ عمل پچھلی آیتوں میں بیان ہوا اور کہا گیا کہ ایسا وہی کر سکتے ہیں۔ جن کے دل میں ایمان کا اثر نہیں محض دکھاوے کے لئے منہ سے کہتے رہتے ہیں کہ ہم اسلام کے خادم اور اللہ کے وفادار اور فرمانبردار بندے ہیں، مگر جب وقت آتا ہے۔ تو اسلام کا ذرا خیال نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جو ان کا دل چاہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ایمان والوں کا یہ شیوہ نہیں، ان کا کام تو یہ ہے کہ جب انہیں اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے، تو بلا پس وپیش "بسر وچشم" کہہ کر حاضر ہو جائیں اور یقین رکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ فرمائیں گے، وہ بالکل ٹھیک ہوگا اور اس سے حقدار کو اس کا حق ملے گا، بس یہی لوگ فلاح پائیں گے، کیونکہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ آخرت میں مرادیں انہی کی پوری ہونگی جو دنیا میں اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانیں گے، دل میں ہر وقت اس کا خوف رکھیں گے اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے بچ کر چلیں گے اصلی اور دائمی کامیابی انہی کیلئے ہے اس کے خلاف چلنے والے اس روز سر پکڑ کر روئیں گے

زبانی جمع خرچ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی زوردار قسمیں البتہ اگر
اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ط قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ج
تو حکم دے انہیں تو وہ نکل کھڑے ہوں کہہ دے قسمیں مت کھاؤ
طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
(فرمانبرداری چاہیئے جیسے ہوا کرتی ہے تحقیق اللہ خبردار ہے
بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۵۳)
اس سے جو تم کرتے ہو

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں اپنی سخت قسمیں کہ اگر تو
اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ط قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ج
حکم کرے تو سب چھوڑ کر نکل جائیں تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ
طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
حکم برداری چاہیئے دستور کے مطابق البتہ اللہ کو
بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۵۳)
خبر ہے جو تم کرتے ہو

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ: ایسی فرمانبرداری کرو جیسے ہوا کرتی ہے، یعنی جس طرح اور مسلمان عملی طور پر فرمانبرداری کرتے ہیں تم بھی کرو اس قدر قسموں کی کیا ضرورت ہے منافق کچھ عجیب ہی لوگ ہوتے ہیں، وہ ظاہر میں تو بچھے جاتے ہیں اور زبان سے بڑے زور سے قول و قرار کرتے ہیں۔ لیکن جب کام کا وقت آتا ہے تو کنی کاٹ جاتے ہیں، یہی حال مدینہ کے بعض زمانہ سازوں کا تھا، انہیں دل میں تو یہ یقین تھا کہ یہ لوگ جنہوں نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا ہے، بیوقوف لوگ ہیں اور دھوکہ میں آگئے ہیں، کوئی دن کی بات ہے، یہ سارا گھروندا زمین پر آرہے گا۔ اور پھر وہی ہم ہونگے، وہی عیش و عشرت۔ لیکن چالاک اتنے تھے، کہ مسلمانوں سے بگاڑنا بھی نہیں چاہتے تھے، کیونکہ ہر جگہ ان کی فتح ہو رہی تھی، اگرچہ اس کو وہ ایک عارضی بات سمجھتے تھے۔ پھر بھی زمانہ سازی کر کے اپنا مطلب نکال لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے، تو زور زور کی قسمیں کھاتے کہ حضرت ہم تو آپ کے تابعدار ہیں، ابھی آپ لڑائی کا حکم دیں تو ہم سر کے بل نکل کھڑے ہوں اور دشمنوں کو حواس باختہ کر دیں، ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو، زور زور کی قسمیں کھانے کی کچھ ضرورت نہیں، جیسے اور مسلمانوں میں تابعداری کا دستور ہے، تم سے بھی ویسی ہی تابعداری مطلوب ہے وہ تو کوئی لمبی چوڑی قسمیں نہیں کھاتے نہ باتیں بناتے، ہر مشکل کے وقت سینہ سپر ہو جاتے ہیں، یاد رکھو تمہارا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے وہ تمہارے ہر کام سے اچھی طرح واقف ہے۔

بے غرض نصیحت

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ

کہدے اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول کی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ

پس اگر منہ پھیرو گے تو بس یہی بات ہے کہ اس پر ہے جو بوجھ ڈالا گیا اس پر اور

عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ

تم پر ہے جو بوجھ ڈالا گیا تم پر اور اگر کہنا مانو گے اس کا

تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

تو راہ پاؤ گے اور نہیں رسول پر مگر

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۵۴)

پہنچا دینا صاف صاف

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ

تو کہہ اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ

اگر منہ پھیرو گے تو رسول کے ذمہ وہ بوجھ ہے جو اس پر رکھا گیا اور

عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ

تمہارے ذمہ وہ بوجھ ہے جو تم پر رکھا گیا اور اگر اس کا کہا مانو گے

تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

تو راہ پاؤ گے اور پیغام لانے والے کے ذمہ نہیں مگر کھول کر

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۵۴)

پہنچا دینا

اس کے بعد ارشاد ہے کہ بجائے باتیں بنانے کے اور قسمیں کھا کھا کر اپنا اعتبار جمانے کے تم یہ کرو کہ اللہ عزوجل کے حکم کے آگے سر جھکا دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کے کرنے کو کہیں بلا تامل اس کیلئے تیار ہو جاؤ۔ تم جو چاہو کہ باتیں بنا کر کام نکال لیں تو تمہارا یہ خیال خام ہے، تمہاری ساری بھاری بھاری قسمیں ایک طرف اور موقعہ پر کام کے لئے تیار ہو جانا ایک طرف تم سے فقط یہ مطلوب ہے کہ جو کہا جائے وہ کرو، خواہ وہ بہت ہی چھوٹا سا کام ہو، جس وقت کوئی کام نہ ہو، اس وقت باتیں بنانا فرمانبرداری کی قسمیں کھانا اور کام کے وقت پیٹھ دکھا دینا انتہا درجہ کی دھوکا دہی ہے، اگر تمہارے دل میں یہی ہے کہ بے موقعہ باتیں بنا دیں گے اور موقعہ پر بھاگ جائیں گے، تو تم جانو تمہارا کام۔

ارشاد ہے کہ اگر یہ موقعہ پر بھاگ جانا ہی اختیار کریں، تو ان سے صاف کہہ دو کہ میرے ذمہ جو کام اللہ عزوجل نے ڈالا ہے مجھے اسے پورا کرنا ہے اور وہ اتنا ہی ہے کہ میں اس کا پیغام تم تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دوں آگے اس کام کے تم ذمہ دار ہو جو تمہارے ذمہ ڈالا گیا ہے اور وہ یہ کہ اس پیغام کو سنو سمجھو اور اس کے مطابق عمل کرو، اتنی بات ضرور ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول کا کہا مانو گے، تو دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہو گے، کامیابی تمہارے قدم چومے گی، اور سارے مقصد حاصل کرنے کا سیدھا راستہ تمہیں مل جائے گا، رسول کا فرض اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ پیغام صاف صاف پہنچا دے، ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔

اللہ کا وعدہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
وعدہ کرلیا اللہ نے ان سے جو ایمان لائے تم میں سے اور کیے
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا
کام نیک البتہ خلیفہ بنائے گا ان کو زمین میں جیسے
اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ
خلیفہ بنایا تھا ان کو جو ان سے پہلے ہوئے اور البتہ قوت دے گا
لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
ان کے لیے ان کے دین کو جو پسند کیا اس نے ان کے لیے
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ
اور البتہ بدل دے گا اس کے بعد ان کے خوف کو امن سے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا
نیک کام کیے ہیں وعدہ کر لیا ہے کہ البتہ حاکم
اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ
کردے گا انہیں ملک میں جیسے حاکم کیا ان سے اگلوں کو اور ان
لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
کے لیے ان کا دین جو ان کے لیے پسند کر دیا جما دیگا اور ان کو
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ
ان کے ڈر کے بدلے میں امن دے گا

اِسْتَخْلَفَ (حکومت میں جانشین کیا پہلوں کا) ماضی کا صیغہ ہے، اِسْتِخْلَاف سے جو خ۔ل۔ف سے بنا ہے خَلْف کے معنی پیچھے آنا استخلاف کسی کام اس کی جگہ سنبھالنے والا مقرر کرنا لَيَسْتَخْلِفَنَّ (البتہ ضرور حکومت میں قائم مقام بنائیگا) مضارع کا صیغہ ہے، مادہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اس کے ساتھ لام تاکید اول میں اور نون تاکید ثقیلہ آخر میں ہے یعنی ضرور بالضرور۔ پچھلی آیت میں ارشاد ہے کہ رسول کا جو کام تھا، وہ کر چکے اب تمہارا کام ہے کہ اپنا کام کرو اگر رسول کی پیروی کرو گے تو فلاح پاؤ گے اور دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو گے۔ اس آیت میں صاف بتا دیا گیا کہ آگے رسول کے فرمانبرداروں کو کیا کچھ دنیا میں ملنے والا ہے تاکہ اسلام کے مستقبل میں شک و شبہ کرنیوالوں کی کوتاہ نظری واضح کر دی جائے اور بتا دیا جائے کہ اگر تم علامتوں سے آگے کا حال خود نہیں پہچان سکتے تو ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں، سنو اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے ہیں اور رسول کے کہنے کے مطابق نیک کام کر رہے ہیں۔ حتمی اور پختہ وعدہ کر لیا ہے، کہ آئندہ اس زمین پر انہیں حاکم بنایا جائے گا اور جیسے ان سے پہلے باری باری مختلف امتیں زمین پر حکمران رہ چکی ہیں، ایسے ہی انہیں دنیا کی حکومت میں ان کا قائم مقام بنا دیا جائے گا اور ان کا یہ دین جو اللہ عزوجل نے ان کے لئے پسند کیا ہے، خوب مضبوط اور مستحکم کر دیا جائے گا اور آجکل جو خوف و ہراس کی زندگی بسر کر رہے ہیں اس کے بدلے انہیں امن و امان کی زندگی عطا کی جائیگی۔ یہ آیت اس زمانے میں نازل ہوئی جب مسلمان مدینہ میں جانے کے باوجود طرح طرح کے خطروں میں خوف و ہراس کی زندگی بسر کر رہے تھے، اس کی پیشگوئی پوری ہوئی جس کی تاریخ گواہ ہے :-

کس شرط پر؟ (الف)

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ
عبادت کرینگے میری نہ شریک کریں گے میرا کسی چیز کو اور جو ناشکری کرے گا
بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا
اس کے بعد بس وہ لوگ وہی نافرمان ہیں اور قائم کرو
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ
نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول کی
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
تاکہ تم رحم کیے جاؤ ہرگز مت گمان کر کہ جنھوں نے
كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ
کفر کیا ہرادینے والے ہیں زمین میں اور ٹھکانا ان کا
النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع
دوزخ ہے اور البتہ بُری ہے وہ لوٹنے کی جگہ

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ
وہ میری عبادت کرینگے اور میرا شریک کسی کو نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے
بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا
بعد ناشکری کرے گا وہی لوگ نافرمان ہیں اور نماز
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ
قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کے حکم پر چلو
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
تاکہ تم پر رحم ہو مت خیال کر کہ جو کافر ہیں
كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ
یہ ملک میں بھاگ کر تھکا دیں گے اور ان کا ٹھکانا
النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۷ / ۱۴
آگ ہے اور وہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کی

مکہ کے کافروں کے ظلم تیرہ سال تک حیرت انگیز خاموشی اور استقلال کے سہتے سہتے مسلمان اللہ کے حکم سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے مگر یہاں بھی ان کافروں نے انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ آپ کے وفادار فرماں بردار خادم مسلمان جو مکہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے اور جو مدینہ والے ان کے مددگار اور ساتھی ہو گئے تھے، انہیں یہاں بھی ابتدا میں بڑی مصیبتوں سے سابقہ پڑا۔ مکہ والے دشمنوں کے علاوہ خود مدینہ کے یہودی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے، ان کے علاوہ ایک اور گروہ منافقوں کا پیدا ہو گیا۔ جو ظاہر میں مسلمانوں سے ملے رہتے تھے، اور باطن میں دشمنوں کے ساتھی تھے۔ ایسی حالت میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جن میں بیدھڑک اعلان کر دیا گیا۔ کہ نادانو! یہی ستم رسیدہ مسلمان آگے چل کر دنیا بھر کے مالک ہوں گے، پہلے جو بڑی بڑی قومیں دنیا میں بادشاہت کر چکی ہیں، ان کا جانشین اب انہیں کیا جائیگا اور یہی دین جس کے مٹانے پر تم تلے ہوئے ہو، مگر وہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے، بہت مستحکم اور مضبوط ہو جائے گا۔ مخالف منہ کی کھائیں گے، جو سر اٹھائے گا، مارا جائے گا۔ ان کی یہ موجودہ پریشانیاں سب جاتی رہیں گی +

کس شرط پر؟ (ب)

خوف دہراس کے بدلے امن وامان آرام واطمینان کی زندگی ملے گی اور یہی وہ لوگ ہوں گے، جو اپنے پرانے دشمنوں تک کے لئے دنیا میں راحت اور چین کی زندگی بسر کرنے کا بندوبست کریں گے' ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ ان کا رویہ یہ ہوگا کہ سوا میرے کسی کے آگے سر نہ جھکائیں گے۔ فقط میری عبادت کریں گے، دوسروں کو کبھی نہ میری ذات میں شریک کریں گے اور نہ میری صفات میں سے کسی صفت میں کسی کو میرا ہمسر یا حصہ دار ٹھرائیں گے۔ کیا خیال میں آسکتا ہے کہ یہ دشمنوں کو کپکپا دینے والی پیش گوئی اس قدر کھلے الفاظ میں اتنے شاندار انداز کے ساتھ ٹھیک اس وقت جب دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہو' اور یقین کئے بیٹھے ہوں، کہ اب میدان مارا، ایک بے سروسامان تقریباً نہتے ساتھیوں والا للکار کر سارے سازوسامان سے آراستہ دشمنوں کو سنائے اور کہہ دے کہ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ نے ہمیں دنیا بھر میں حکومت کرنے کے لئے چن لیا ہے، اس نے ہم سے کہہ دیا ہے کہ گھبراؤ مت تم ہی زمین کی بادشاہت کے وارث ہو، مخالفوں سے میری طرف سے کہہ دو۔ کہ یہ میرے بندے دنیا بھر میں امن وامان پھیلائیں گے' اور دین اسلام کو میں ان کے ذریعہ اچھی طرح دنیا میں جما دوں گا۔ یہ لوگوں کو توحید کا سبق سکھائیں گے، مجھے اپنا معبود یکتا سمجھیں گے۔ کسی سے اپنی مرادیں نہ مانگیں گے، یہ میرے شکرگزار بندے ہوں گے' ایمان والے اسی وقت سمجھ گئے کہ یہ سب کچھ ضرور ہوگا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں' جو اس بے باکی کے ساتھ یہ آیت اس سرکشوں کو ایسی حالت میں سنا رہے ہیں، سوا رسول کے کسی کا ایسا حوصلہ نہیں ہوسکتا، آج تاریخ نے دکھا دیا، کہ یہ آیت آپ کے سچے رسول ہونے کی زبردست دلیل ہے —!

آپ کے زمانہ کے بعد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک جتنی فتوحات ہوئیں' اسی آیت کی پیشگوئی کی تکمیل تھی، اسلام کا بول بالا ہوا اور دنیا عدل وانصاف سے بھر گئی۔ لیکن اس کے بعد اس نعمت کی ناشکری کرنے والے پیدا ہوگئے۔ جن کی بابت ارشاد ہے، کہ یہ لوگ اللہ کے احکام کے توڑنے والے ہوں گے۔ مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ ہمیشہ نماز قائم رکھیں، زکوٰۃ دیتے رہیں' رسول کی فرمانبرداری کرتے رہیں ایسا کرتے رہیں گے۔ تو ان پر ہماری رحمت نازل ہوتی رہے گی' کافروں کی بابت کہا گیا ہے کہ یہ لوگ دنیا کے کسی کونے میں پناہ نہیں لے سکتے۔ ہم انہیں گھیر گھار کر کیفر کردار کو پہنچائیں گے مرنے کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اور جہنم ٹھہرنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔ العیاذ باللہ!

آدابِ خانہ داری (الف)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو چاہیے کہ اجازت لیں تم سے
الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ
وہ جن کے مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ اور وہ جو
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط
نہیں پہنچے جنسی شعور کو تم میں سے تین وقت
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ
پہلے نماز فجر کے اور جس وقت اتار کر رکھ دیتے ہو تم
ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ
اپنے کپڑے دوپہر کو اور پیچھے
صَلٰوةِ الْعِشَآءِ قف
عشاء کی نماز کے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ
اے ایمان والو تمہارے لونڈی غلام اور جو تم
الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ
سے بالغ نہیں ہوئے تم سے اجازت
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط
لے کر آئیں تین وقت
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ
فجر کی نماز سے پہلے اور جب دوپہر کو اپنے
ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ
کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی
صَلٰوةِ الْعِشَآءِ قف
نماز کے بعد

حُلُم (سمجھ، عقل) یہاں اس سے مراد جنسی خواہشوں کا شعور ہے جو بلوغ کے بعد ہوتا ہے۔ مَرّٰت (بار بار) مَرّة کی جمع ہے جس کے معنی ایک بار کے ہیں، یہاں اس سے مراد وقت اور موقعہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تین وقت ایسے ہیں جس میں آدمی تنہائی چاہتا ہے۔

انسان کو اپنے رہنے کے لئے ایک علیحدہ گھر اور ٹھکانا چاہیئے۔ عموماً اس کے ساتھ اس کی بیوی بچے اور خدمت گذار نوکر، چاکر جن کے اندر پہلے لونڈی غلام بھی شامل ہوتے تھے، سب مل جل کر رہتے ہیں۔ ان آیتوں میں ایک گھر میں رہنے والوں کو رہنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ ہر وقت تو ایک گھر میں ملے جلے بغیر رہنا عام لوگوں کے لئے دشوار ہے مگر تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں خلوت مطلوب ہوتی ہے اور ان اوقات میں آدمی دوسرے کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتا۔ فجر کی نماز سے پہلے اور عشا کی نماز کے بعد اور دوپہر کو جس وقت آدمی زائد کپڑے اتار کر کچھ دیر آرام کرتا ہے، ان وقتوں میں لونڈی غلام، نوکر، چاکر اگر داخل ہونا چاہیں، تو پہلے صاحب خانہ کی اجازت لیں، اس وقت میں ان چھوٹے بچوں کو بھی جو بڑے تو ہو گئے ہیں مگر ابھی بالغ نہیں ہوتے، بے دھڑک آنا منع ہے، انہیں آنا ہو۔ تو پوچھ کر آئیں ۔۔۔

آدابِ خانہ داری (ب)

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ
تین بدن کھلنے کے وقت تمہارے نہیں تم پر
وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ
اور نہ ان پر کوئی الزام ان کے بعد پھرا کرتے ہیں
عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ
تمہارے پاس بعض تم میں سے بعض پر اسی طرح
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ
بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے احکام اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾
خوب جاننے والا حکمت والا ہے

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ
یہ تین وقت تمہارے بدن کھلنے کے ہیں ان وقتوں کے بعد
وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ
کوئی تنگی نہیں تم پر نہ ان پر پھرا ہی کرتے ہو
عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ
آپس میں ایک دوسرے کے پاس اسی طرح
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ
اللہ تمہارے آگے باتیں کھولتا ہے اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾
سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

عَوْرٰت (چھپانے کی چیزیں) عَوْرَۃ کی جمع ہے، عَوْرَۃ اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس کا کھولنا باعث شرم یا دل تنگی ہو۔

ارشاد ہے کہ یہ تین وقت ایسے ہیں جن میں تم اپنے زائد کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور تمہارے جسم کی پوشش ایسی نہیں ہوتی جس سے تم اوروں کے سامنے آنا پسند کرتے رہو، پھر یہ کہ تم عموماً اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ بھی بے تکلفانہ انہیں اوقات میں ملنے کی فرصت رکھتے ہو، اس لئے ان اوقات میں نوکسی کو چاہے نابالغ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ بغیر اجازت بے دھڑک اندر نہ آنا چاہیئے۔ ہاں ان تخلیہ کے اوقات کے سوا لونڈی، غلام، نوکر، چاکر چھوٹے بچے۔ آزادی کے ساتھ بے تکلف اور بے اجازت اندر آجا سکتے ہیں۔

اللہ عزوجل اپنے احکام تمہیں اسی طرح صاف صاف سمجھا دیتا ہے، اس نے جو قاعدے رہنے سہنے اور باہم ملنے جلنے کے تمہارے لئے مقرر کئے ہیں، وہ اپنے علم و حکمت کی بنا پر کئے ہیں وہ خوب جانتا ہے کہ کس وقت کیا ہونا چاہیئے اور اوقات مقرر کر کے کام کرنے میں کیا کیا مصلحتیں ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنے گھر میں ہر وقت ایسی حالت یا لباس میں نہیں ہوتا، جو باہر کے لوگوں سے ملاقات کے لئے مناسب ہو اس لئے اسے اختیار ہے کہ وہ دوسروں کے اندر آنے پر پابندی عائد کر دے، ان تین وقت میں کسی کو بھی بے اجازت نہیں آنا چاہیئے، اس کے سوا اور اوقات میں اسے اختیار ہے کہ آنے والوں پر کوئی پابندی عائد کرے یا نہ کرے۔

آداب خانہ داری (۴)

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ
اور جب پہنچ جائیں لڑکے تم میں سے بلوغ کو
فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ
تو انہیں اجازت لینی چاہیے جیسے اجازت لیتے ہیں وہ جو
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ
ان سے پہلے بالغ ہوئے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے
اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۵۹)
اپنی آیتیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ
اور جب تم میں سے لڑکے حد بلوغ کو پہنچ جائیں
فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ
تو انہیں ویسے ہی اجازت لینی چاہیے جیسے ان سے
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ
پہلے بڑے ہونے والے لیتے ہیں یوں اللہ تمہیں اپنی باتیں کھول کر
اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۵۹)
سناتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ لڑکے جب تک نابالغ ہیں، ان تخلیے یا تنہائی کے اوقات کے سوا جن کا پہلے بیان ہوا بے اجازت گھر میں ہر جگہ پھر چل سکتے ہیں، لیکن جب وہ بالغ ہو جائیں، تو ان کا حکم بڑے مردوں کا سا ہے اور ان کو ان قواعد کی پابندی کرنی چاہیے جو پہلی آیتوں میں نگاہ نیچی نہ رکھنے اور گھروں میں آنے جانے کی بابت بیان ہو چکے ہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے احکام تمہارے لئے خوب کھول کر واضح طور پر بیان کر دیئے ہیں اور چونکہ اللہ ہر چیز اور ہر بات کی حقیقت اور مصلحت سے خوب واقف ہے، اس لئے وہ ایسے قاعدے انسان کے معاشرے کے مقرر کرتا ہے جس کا پابند ہو کر وہ دنیا میں پاک زندگی بسر کر سکے۔

ظاہر بات ہے کہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں کے توڑنے اور اس کے احکام کی مخالفت کرنے سے انسان کی زندگی کے سارے حصے خراب ہو جائیں گے۔ خواہ وہ گھر کے حالات ہوں، یا محلہ اور برادری کے۔ ملک اور قوم کے خواہ روزگار کرنے کے ہوں، یا لوگوں سے ملنے جلنے اور لین دین کے کہیں بھی تو اسے آرام اور راحت نہیں ملے گی، نہ کوئی آسانی نصیب ہوگی اور اگر اس کے احکام کی طرف سے بے پروائی بڑھتی گئی، تو یہ خرابی بھی بڑھتی چلی جائے گی، یہاں سے معلوم ہوا کہ قانون قواعد اور ضوابط وہی بنا سکتا ہے، جو سب سے زیادہ علم اور تجربہ رکھتا ہو، اور جس کی عقل کامل ہو، تاکہ احکام کی مصلحت پہچان سکے۔

قانون سازی کے لئے عقل وعلم کی ضرورت ہے، بڑی بڑی مجلسیں، پارلیمنٹ وغیرہ اسی حد تک مفید ہیں، جہاں تک وہ علم وعقل میں اضافہ کر سکیں، نادانوں کا اکٹھا ہونا، سوائے بیکار شوروغل اور وقت ضائع کرنے کے کوئی نتیجہ نہیں رکھتا۔

پردہ کی احتیاط

وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ
اور بیٹھ رہنے والی عورتوں میں سے جنہیں توقع نہیں
نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
نکاح کی پس نہیں ان پر گناہ کہ اتار رکھیں اپنے کپڑے
غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ
ظاہر نہ کرتے ہوئے اپنا بناؤ سنگھار اور اگر بچیں اس سے
خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (٦٠)
زیادہ بہتر ہے ان کے لیے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ
اور جو تمہاری عورتیں گھروں میں بیٹھ رہی ہیں جنہیں نکاح کی
نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
توقع نہیں ہے ان پر گناہ نہیں کہ اپنے کپڑے اتار کر
غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ
رکھیں یہ نہیں کہ اپنا سنگھار دکھاتی پھریں اور اس سے بھی بچیں
خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (٦٠)
تو ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے

اَلْقَوَاعِدُ: (بیٹھ رہنے والیاں) قاعدۃ کی جمع ہے۔ جو اسم فاعل مؤنث ہے ق۔ع۔د سے قعود کے معنی بیٹھنا، یہاں اس سے مراد وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں، جن کے ایام بند ہو گئے ہوں اور اولاد ہونی موقوف ہو گئی ہو۔ لایرجون نکاحا (امید نہیں رکھتیں کہ کوئی ان سے نکاح کرے گا۔

ارشاد ہے۔ کہ بوڑھی عورتیں گھر کے اندر اوپر کے کپڑے اتار رکھیں، تو مضائقہ نہیں اور باہر جاتے وقت بھی زائد برقعہ وغیرہ اتار دیں۔ تو کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس کے بدن کی بناوٹ یا اپنے سنگھار کا دکھانا مقصود نہ ہو۔ لیکن اگر یہ عورتیں بھی پورا ہی پردہ رکھیں، تو ان کے لیے بہتر ہے اوپر کے زائد کپڑے بھی نہ اتاریں اور بدن کو ہر وقت چھپائے رکھیں۔ تو اس کا انجام ان کے حق میں زیادہ اچھا ہو گا۔ اس ظاہری پردہ کے ساتھ یہ بھی ہر وقت یاد رکھیں۔ کہ اللہ ان کی سب باتیں سنتا اور سب کام دیکھتا ہے۔ دل کے بھید دل اور نیتوں تک سے خوب واقف ہے، پردہ کے احکام پر عمل کرنا تو قانون کی پابندی کرنا ہے لیکن ارادوں اور نیتوں کا درست رکھنا تقویٰ اور پرہیزگاری کی روح ہے، اس لیے ظاہری قانون پر عمل کرتے ہوئے زبان اور دل کو بھی بری باتوں اور گندے خیالات سے بچانا چاہیے۔ یہاں سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ پردہ کی کتنی اہمیت ہے۔ جب بوڑھی عورتوں کو اتنی تاکید ہے۔ تو جوانوں کا تو کہنا ہی کیا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ پردے سے مقصد یہ ہے، کہ بدن یا زیور دیکھ کر کسی کے دل میں برے خیالات نہ پیدا ہوں۔

میل جول کے قاعدے (۱)

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ

نہیں ہے اندھے پر کوئی تنگی اور نہ لنگڑے پر

حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ

کوئی تنگی اور نہ بیمار پر کچھ تنگی اور نہ خود تم پر

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ

کہ کھاؤ تم اپنے گھروں سے یا گھروں سے اپنے باپوں کے

اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ

یا گھروں سے اپنی ماؤں کے یا گھروں سے اپنے بھائیوں کے

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ

اندھے پر اور لنگڑے پر اور بیمار پر کوئی

حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ

تنگی نہیں اور نہ خود تمہارے اوپر کچھ تنگی ہے کہ

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ

کھاؤ تم اپنے گھر سے یا اپنے باپ کے گھر سے

اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ

یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائی کے گھر سے

حَرَجٌ : تنگی، اس لفظ کے معنی مضائقہ، پابندی اور دل کی گھٹن کے ہیں۔

عرب کے اندر کھانے پینے کے معاملے میں اپنے خیالات پر ہر ایک چلتا تھا مفلس نادار، اندھے لوگ، مالداروں اور تندرستوں کے ساتھ کھاتے، جھجکتے تھے، کہ کہیں ہمارا کھانا یا کھانے کا طریقہ انہیں ناگوار نہ گذرے۔ بعض تندرست اور مالدار انہیں اپنے ساتھ اس لیے نہ کھلاتے تھے، کہ کہیں ان کو اس کی شکایت نہ ہو، کہ ہمارے ساتھ مناسب سلوک نہیں ہوا۔ بعض وقت کسی کے اپنے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوا۔ تو اپنے قریب کے رشتہ داروں کے پاس جانا ٹھیک نہیں سمجھتا تھا، یا محتاج کو ان سے کچھ کھانا دلواتے ہچکچاتا تھا، کہ کہیں یہ نہ سمجھنے لگیں۔ کہ ہمارے سر خواہ مخواہ کا بوجھ ڈال دیا، پھر بعض قبیلوں میں ہر شخص کے الگ الگ کھانے کا رواج تھا، بعض لوگ اکٹھے ہو کر مل جل کر کھاتے تھے۔

اس آیت میں بیان کیا گیا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا اتنا خیال نہ کرو۔ جس سے باہم بے تکلف میل جول میں خواہ مخواہ کی رکاوٹیں پیدا ہوں، کھانے پینے میں کوئی پابندی نہیں لگانی چاہیئے۔ جس کو جس طرح سہولت ہو۔ اپنے گھر میں کھائے، کھلائے اگر کوئی ایسا موقع پیش آئے، تو وہ بے تکلف باپ، ماں اور بھائی، بہن کے گھر سے کھا سکتا ہے، اس میں نہ کھلانے والے کو دل تنگی محسوس کرنی چاہیئے اور نہ کھانے والے کو بے جا تکلف کرنا چاہیئے۔

میل جول کے قاعدے (ب)

اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ - اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ
یا گھروں سے اپنی بہنوں کے یا گھروں سے اپنے چچاؤں کے
اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ - اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ -
یا گھروں سے اپنی پھوپھیوں کے یا گھروں سے اپنے ماموؤں کے
اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ - اَوْ - مَا - مَلَكْتُمْ - مَّفَاتِحَهٗٓ
یا گھروں سے اپنے خالاؤں کے یا جس گھر کی کارمختار ہو تم کنجیوں کے
اَوْ - صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ - عَلَيْكُمْ - جُنَاحٌ -
یا اپنے دوست کے ہاں نہیں تم پر کوئی گناہ
اَنْ تَاْكُلُوْا - جَمِيْعًا - اَوْ - اَشْتَاتًا ؕ
کہ کھاؤ تم اکٹھے یا الگ الگ

اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ
یا اپنی بہن کے گھر سے یا اپنے چچا کے گھر سے
اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ
یا اپنی پھوپھی کے گھر سے یا اپنے ماموں کے گھر سے
اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ
یا اپنی خالہ کے گھر سے یا جس گھر کی کنجیوں کے تم مالک ہو
اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
یا اپنے دوست کے گھر سے تم پر کوئی گناہ نہیں
اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ
کہ آپس میں مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

ارشاد ہے کہ جیسے اپنے باپ، ماں اور بھائی کے گھر میں ضرورت کے وقت یا کھانا سامنے آجانے کے وقت کھا لینے میں کوئی پس وپیش نہ ہونا چاہیئے، ایسے ہی بہنوں، چچاؤں اور پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں کے گھر بھی کسی تکلف کی ضرورت نہیں، اسی طرح اگر تمہیں کسی نے اپنے گھر کا کارمختار مقرر کر دیا ہے اور ذخیرے کی کنجیاں تمہیں دے دی ہیں، تو اس میں سے بھی بوقت حاجت حسبِ ضرورت کھا لینے میں کچھ حرج نہیں مخلص دوستوں کے ہاں بھی بے تکلف کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ نیز کھانا پکانے اور کھانے میں تمہیں اجازت ہے کہ اکٹھے ہو کر انتظام کرو، یا الگ الگ پکاؤ کھاؤ، دسترخوان پر بھی ایک جگہ بیٹھنا ضروری نہیں الگ الگ ہر شخص کھا سکتا ہے ان احکام میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے کہ فضول تکلفات کی وجہ سے معاشرے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ ضرور ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کی مرضی اور سہولت کا بھی خیال رکھنا چاہیئے یہ احکام ایک طرفہ نہیں، بلکہ ان میں دونوں طرف کے آرام اور راحت کا خیال رکھا گیا ہے۔ کسی کو اس سے یہ مطلب نہ نکالنا چاہیئے کہ اسے دوسرے کو دق کرنے کا حق حاصل ہو گیا ہے اور یہ کہہ کر دوسرے کے گھر ڈیرے ڈال کر بیٹھ جائے کہ تمہارے ہاں سے کھانے کی مجھے اجازت ہے، اس لیے لاؤ کھلاؤ، ان احکام سے مقصود خواہ مخواہ کے تکلفات سے چھڑانا ہے، باقی یہ سب اس اصل قاعدے کے تحت ہیں کہ کوئی کسی کو جان بوجھ کر تکلیف نہ پہنچائے اور دوسرے پر بار نہ بنے۔

اظہارِ بشاشت

فَاِذَا - دَخَلْتُمْ - بُیُوْتًا - فَسَلِّمُوْا - عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ
پس جب داخل ہوا کرو تم گھروں میں تو سلام کرو اپنے آپس کے لوگوں پر
تَحِیَّۃً - مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ - مُبٰرَکَۃً - طَیِّبَۃً ط
دُعا اللہ کی جانب سے برکت دی گئی - دل پسند
کَذٰلِکَ - یُبَیِّنُ - اللّٰہُ - لَکُمُ - الْاٰیٰتِ -
اس طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں
لَعَلَّکُمْ - تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع
تاکہ تم سمجھ لو

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ
پھر جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے لوگوں پر سلام کرو
تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ط
یہ اللہ کے ہاں کی دُعا ہے برکت والی سُتھری
کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ
یُوں اللہ تمہارے آگے اپنی باتیں کھولتا ہے۔
ع ۸ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع
۱۴ تاکہ تم سمجھ لو

مسلمانوں کو آپس میں ہنسی خوشی رہنا اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور ہمدردی میں بسر کرنا چاہیئے، اور اپنے اقوال و افعال سے ایک دوسرے کو ہر وقت خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے ہر ایک کے نام و نمود اور عزت کی حفاظت ہر ایک کو کرنی ضروری ہے +

پہلے سوسائٹی کو گندی باتوں سے پاک صاف رکھنے کے طریقے بتلائے گئے گھروں میں رشتہ دار مردوں اور عورتوں کو احتیاط سے رہنا چاہیئے۔ ارشاد ہوا کہ کسی اور کے گھر میں داخل ہو، تو پہلے اجازت لو، سلام کرو۔ پھر نیچی نظریں کیے داخل ہو، اس آیت کے حصے میں ارشاد ہے کہ خود اپنے رشتہ داروں کے گھروں میں داخل ہو تو پہلی بات جو داخل ہوتے منہ سے نکالو، وہ السلام علیکم ہونی چاہیئے :۔

یہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک برکت والا اور دوسروں کو خوش کرنے کے لیے بہت پاکیزہ کلمہ ہے اس میں دوسروں کے لیے سلامتی اور امن و امان کی دعا ہے اور یہ اپنی نیک نیتی اور ہمدردی ظاہر کرنے کے لیے بہت پاکیزہ ذریعہ ہے اللہ عزوجل اپنے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سُناتا ہے اسی نے تمہیں عقل عطا کی ہے عقل کا پہلا کام یہ ہے کہ ان آیتوں کو سُن کر ان سے انسان کے لیے عملی راستہ تیار کرے جس پر چل کر انسان کا دونوں جہان میں بھلا ہو عقل نے اگر نہ کیا۔ تو دنیا میں کچھ نہ کیا، وہ انسان کو بجائے بہبودی کے بربادی کی طرف لے جانے کی ذمہ دار ہوگی :۔

ایمان کی نشانی

اِنَّمَا۔ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا۔ بِاللّٰہِ ۔ وَ
بات یہی ہے کہ ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر اور
رَسُوْلِہٖ۔ وَ اِذَا۔ کَانُوْا ۔مَعَہٗ۔ عَلٰٓی ۔ اَمْرٍ جَامِعٍ
اسکے رسول پر اور جب ہوتے ہیں اسکے ساتھ کسی اکٹھا کام کرنے والے کام میں
لَّمْ یَذْھَبُوْا۔ حَتّٰی ۔ یَسْتَاْذِنُوْہُ ۔ اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔
تو نہیں جاتے جب تک کہ اجازت نہ لے لیں رسول سے تحقیق جو لوگ
یَسْتَاْذِنُوْنَکَ ۔ اُولٰٓئِکَ ۔ الَّذِیْنَ ۔ یُؤْمِنُوْنَ ۔
تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں ۔ وہی ہیں وہ لوگ جو مانتے ہیں
بِاللّٰہِ ۔ وَ رَسُوْلِہٖ
اللہ کو اور اس کے رسول کو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ
ایمان والے وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر یقین لائے
رَسُوْلِہٖ وَ اِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ
جب اس کے ساتھ کسی اکٹھے کرنے کے کام میں ہوتے ہیں
لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ اِنَّ الَّذِیْنَ
تو چلے نہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں جو لوگ تجھ سے
یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ
اجازت لیتے ہیں وہی ہیں جو اللہ کو اور اس کے
بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ
رسول کو مانتے ہیں۔

امر جامع :۔ (اکٹھا کرنے والا کام) ایسے کام جو اکٹھے ہو کر ہوتے ہیں، جیسے مشورے، وعظ و ہدایت یا جہاد وغیرہ۔

گھروں کے اندر آنے کے جو آداب ہیں، ان کا بیان ہو چکا تو اب مشوروں اور وعظ و نصیحت کی مجلسوں سے بوجہ کسی ضرورت کے اٹھ کر چلے جانے کا طریقہ بتایا جاتا ہے، ایسی مجلسوں کے لیے جو کسی ضروری کام کے انجام دینے یا کسی مہم کی تیاری کرنے کے لیے منعقد کی جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو منادی کے ذریعہ بلا بھیجتے تھے، لوگ اکٹھے ہو جاتے، تو انہیں ہدایت کرتے کہ یہ کام جو آ پڑا ہے کس طرح کرنا چاہیے، ظاہر بات ہے کہ ایسے اجتماع میں سے کسی آدمی کا اٹھ کر چلے جانا نہایت ناموزوں بات ہے۔ اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے جو لوگ ایمان لانے کا اقرار کر چکے ہیں، ان کے اوپر اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا ماننا فرض ہو چکا اب ان کے اس اقرار کا تقاضا یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کسی اجتماعی کام کے لیے بلائیں تو وہ فوراً حاضر ہو جائیں اور وہاں سے بلا آپ کی اجازت کے کام کے ختم ہونے تک نہ اٹھیں، آپ کی اجازت کے بغیر وہاں سے اپنی خوشی سے اٹھ کر چل دینا بد تمیزی تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ نافرمانی کی علامت بھی ہے، ایمان کے ساتھ نافرمانی کا کیا کام ایمان تو فرمانبرداری کا اقرار ہے، اس لیے خوب سمجھ لو ایمان والے وہی ہیں جو اجازت لیے بغیر مجلس سے نہیں اٹھتے، یہ اجازت لینا نشانی ہے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی۔

مرتبہ کا فرق

فَاِذَا ۔ اسْتَاْذَنُوْكَ ۔ لِبَعْضِ ۔ شَاْنِهِمْ ۔ فَاْذَنْ ۔
پس جب ۔ اجازت چاہیں تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے پس اجازت دے
لِّمَنْ ۔ شِئْتَ ۔ مِنْهُمْ ۔ وَاسْتَغْفِرْ ۔ لَهُمُ ۔
جسے تو چاہے ان میں سے اور بخشش مانگ ان کے لیے
اللّٰهَ ؕ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ غَفُوْرٌ ۔ رَّحِيْمٌ (۶۲)
اللہ سے ۔ تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے
لَا تَجْعَلُوْا ۔ دُعَآءَ الرَّسُوْلِ ۔ بَيْنَكُمْ ۔ كَدُعَآءِ
مت گردانو بلانا رسول کا اپنے اندر مانند بلانے
بَعْضِكُمْ ۔ بَعْضًا ؕ
اپنے کے ایک کے ایک کو ۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ
پھر جب اپنے کسی کام کے لیے تجھ سے اجازت مانگیں تو
لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ
ان میں سے جس کو چاہے اجازت دے اور ان کے لیے اللہ سے
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۶۲)
معافی مانگ ۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔
لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ
رسول کا بلانا اپنے اندر ایسا مت سمجھو جیسے تم ایک دوسرے
بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ
کو بلاتے ہو ۔

شَاْنٌ : دحال، کام شغل، عربی میں اس لفظ کے بہت سے مفہوم ہیں، ہر ایک دل کی کسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہاں اس سے امر بات یا کام مراد ہے ـــــ عرب کے لوگ بیباکی اور دلیری میں مشہور تھے، اطاعت اور فرمانبرداری سے طبیعت بہت گھبراتی تھی یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام تھا کہ اپنے خداداد خلق سے ان کو آدمی بنایا ۔ اللہ عزوجل کی بڑی مہربانی تھی کہ ان کے نثرفا نے قرآن مجید کو سمجھا اور اپنے اثر سے دوسروں کو بھی اس کی ہدایات پر چلایا ۔ انہیں مل جل کر کام کرنے کا طریقہ اور آپس کے برتاؤ کا ڈھنگ مدنی سورتوں میں تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے، جن میں سورۃ البقرہ، النور اور الاحزاب جیسی سورتیں بہت نمایاں ہیں + اس آیت میں پہلے بتایا کہ ضروری اجتماع سے اُٹھ کر باہر جاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت لے لیا کرو، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ اگر کوئی اُٹھ کر جانے کی اجازت مانگے تو وہ جس کو مناسب سمجھیں اجازت دیں پھر اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں، کیونکہ مجلس سے اُٹھ جانا بشرطیکہ کسی فطری ضرورت کی وجہ سے نہ ہو، نافرمانی کے رنگ سے خالی نہیں ایسے لوگوں کو اللہ بخش دے گا۔ جو کسی مجبوری کی وجہ سے اُٹھتے ہیں ۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بے پروائی کا برتاؤ کر لیتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا برتاؤ کبھی مت کرو ۔ ان کا مرتبہ تم سب سے بہت اعلیٰ ہے +

منافقوں کو تنبیہ

قَدْ يَعْلَمُ - اللّٰهُ - الَّذِيْنَ - يَتَسَلَّلُوْنَ - مِنْكُمْ
تحقیق جانتا ہے اللہ ان کو جو چپکے سے چل دیتے ہیں تم میں سے
لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ - الَّذِيْنَ - يُخَالِفُوْنَ -
بچ بچا کر پس ڈرنا چاہیے ان کو جو خلاف کرتے ہیں
عَنْ اَمْرِهٖٓ - اَنْ تُصِيْبَهُمْ - فِتْنَةٌ - اَوْ
اس کے حکم کے کہ پہنچے ان کو کوئی آفت یا
يُصِيْبَهُمْ - عَذَابٌ - اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾
پہنچے ان کو عذاب دردناک

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ
اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو آنکھ بچا کر سٹک جاتے
لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ
ہیں سو وہ لوگ جو اس کے حکم کے خلاف کرتے ہیں
عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ
اس سے ڈرتے رہیں کہ ان پر کوئی آفت
يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾
نہ آپڑے یا ان کو دردناک عذاب پہنچے

يَتَسَلَّلُوْنَ: (سٹک جاتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ تَسَلُّلٌ سے۔ جس کا مادہ س۔ل۔ل سَلٌّ کے معنی جلدی سے کھینچ کر نکالنا۔ تَسَلُّلٌ اس کا لازم ہے، چپکے سے کھسک جانا۔

لِوَاذًا: (ایک دوسرے کے پیچھے چھپ کر) باب مُفَاعَلَةٌ کا مصدر ہے۔ ل۔و۔ذ سے لَوْذٌ کے معنی آڑ لینا۔ پناہ لینا۔ لِوَاذًا ایک دوسرے کی آڑ لینا۔

مدینہ میں بھی ایسے لوگ تھے، جو مکہ کے کافروں کے ہم خیال تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اسلام محض کوئی دن کا کھیل ہے، یہ پرانے مدتوں کے جمے ہوئے طریق زندگی کو کیا اکھاڑے گا، خود ہی تھوڑے دن میں مٹ جائے گا۔ یہ لوگ بظاہر مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے لیکن دل میں اسلام کی ذرا وقعت نہ تھی، اذان سن کر نماز کے لیے بادل نخواستہ آتے، مسلمانوں کی مجلسوں میں حاضر ہوتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنتے لیکن تھوڑی دیر میں طبیعت اکتا جاتی اور کوئی مسلمان باہر جاتا تو اس کی آڑ میں چھپ کر یہ بھی کھسک جاتے کیونکہ جو بات کسی کے دل کو نہ لگے، وہ اسے کیا خاک پسند آئے گی اس آیت میں اس طرز عمل کی مذمت کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کو معلوم ہے جو لوگ دوسروں کے سہارے موقع پاتے ہی سٹک جاتے ہیں ان کے دل میں سرکشی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کا خیال نہیں رکھتے اور اپنی ہی سعی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ اس مخالفت کا وبال ان پر پڑ سکتا ہے اور ان پہ دنیا میں سخت آفت آسکتی ہے اور آخرت میں دردناک عذاب کے اندر پھنس سکتے ہیں۔

حاصل مطلب

اَلَآ ۔ اِنَّ ۔ لِلّٰهِ ۔ مَا ۔ فِی السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ؕ
خبردار تحقیق اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں
قَدْ یَعْلَمُ ۔ مَآ ۔ اَنْتُمْ ۔ عَلَیْهِ ؕ ۔ وَیَوْمَ ۔ یُرْجَعُوْنَ ۔
بیشک وہ جانتا ہے وہ تم جس پر ہو اور جس دن لوٹائے جائیں گے
اِلَیْهِ ۔ فَیُنَبِّئُهُمْ ۔ بِمَا عَمِلُوْا ؕ ۔ وَ اللّٰهُ ۔
اس کی طرف ۔ پس بتائے گا انہیں جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ
بِكُلِّ شَیْءٍ ۔ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾
ہر چیز کا جاننے والا ہے ۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
سنتے ہو! اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے
قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ
اسے معلوم ہے جس حال میں تم ہو اور جس دن واپس لے جائے
اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ
جائیں گے اس کی طرف تو انہیں بتائے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ
بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾ ع ۹ ۳ ۱۵
ہر چیز کو جانتا ہے ۔

انسان نادانی سے سمجھتا ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں ہے میرے قبضہ میں ہے، یا اپنی طاقت سے جس پر چاہوں گا۔ قبضہ کروں گا وہ سمجھتا ہے میرے اختیار میں سب کچھ ہے، میں جو چاہوں کروں، جسے چاہوں بناؤں، جسے چاہوں بگاڑوں، اچھی چیز یا بات وہی ہے جسے میرا دل چاہے پھر اس کے ساتھ یہ چھوٹا خیال بھی بعض منچلوں کے دل میں جاگزیں ہے کہ اپنے بنی نوع میں میں ہی سب سے بڑا ہوں، میں اپنی طاقت کوشش کر کے اتنی بڑھاؤں گا کہ جس کے آگے کوئی دوسرا چوں نہ کر سکے، اچھے اچھے میرے سامنے ہار مان جائیں اور کوئی سر نہ اٹھا سکے ۔ یہی رویہ ہر دور میں انسانوں کے اکثر گروہوں کا رہا ہے۔ آپس کی لڑائی اور کش مکش ساری اسی وجہ سے ہے ۔

اس آیت میں بہت زور سے اعلان ہے کہ نادانو ہوش کی دوا کرو۔ جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کا ہے، اور زمین تو زمین آسمانوں میں بھی جو کچھ ہے، سب اسی کا ہے۔ تم اپنا حال اپنے ہم جنسوں سے چھپا سکتے ہو، لیکن اللہ کو تمہارا رتی رتی حال معلوم ہے، اسے تم ذرا دھوکا نہیں دے سکتے، دنیا میں اس نے کچھ دن کے لیے تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے لیکن ایک دن آنے والا ہے کہ تم سب سمٹ کر اسی کے سامنے حاضر ہو گے، اس دن وہ تمہارا کچا چٹھا کھول کر تمہارے سامنے رکھ دے گا۔ اس وقت سمجھے تو کیا سمجھے۔ یہی بہتر ہے کہ ابھی سمجھ لو کہ اللہ عزوجل ہر چیز کا حال خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اس سے ڈرنا چاہیئے ۔

سورۃ النور ختم ہوئی !

سُورۃ النُّور پر ایک نظر

اس سورت میں سوسائٹی کو برائیوں سے پاک صاف رکھنے پر زور دیا گیا ہے، انسان فطری طور پر آپس میں مل جل کر رہنا چاہتا ہے اور اس کے بغیر اس کا گذارا بھی دنیا میں مشکل ہے لیکن ہر ایک کے ساتھ حیوانی ضرورتیں اور خواہشیں لگی ہوئی ہیں، یہ ضرورتیں اور خواہشیں اسے خود غرض بنا دیتی ہیں عقل بتلاتی ہے کہ کوئی شخص اپنی ضرورتیں بغیر ایک دوسرے کی مدد کے حاصل نہیں کر سکتا، اسلیے ہر ایک کو دوسرے کی رعایت کرنی ضروری ہو جاتی ہے، ان رعایتوں کی کیا حد ہو اس میں لوگوں نے بہت سی ٹھوکریں کھائی ہیں، سچ تو یہ ہے کہ اگر اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اس کام کے لیے دنیا میں نہ آتے تو انسان کو اپنے ساتھیوں اور اپنے ماحول سے رشتہ قائم کرنے میں بڑی ہی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا:

اسلام انسان کے ساتھ ہی دنیا میں آیا اور ہر زمانے میں اس کے مطابق انسان کو مل جُل کر رہنے کے طریقے سکھائے آخر نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر اس کی مکمل شکل دُنیا والوں کے آگے رکھ دی، اس میں اصل چیز اس بات کا ماننا ہے کہ اس دنیا کا بنانے والا فقط اللہ ہے اور وہی ہر ایک کی زندگی کا محافظ اور ہر ایک کے لیے زندگی بسر کرنے کے لیے صحیح قاعدے مقرر کرنے والا ہے + انسان کو دنیا میں جیسے رہنا چاہیئے، جبھی رہ سکتا ہے، جب اللہ پر ایمان لائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا رسول مانے اور کوشش کر کے قرآن حکیم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے:

سورۃ النّور میں پندرہ حکم ہیں جن میں انسان کو گھریلو اور سوسائٹی کی زندگی درست کرنے کے قاعدے بتائے گئے ہیں (۱) زنا کی سزا مقرر کی گئی ہے (۲) بدکاروں سے نیک لوگ شادی نہ کریں (۳) دوسروں کو بدنام کرنے کی سزا (۴) لعان یعنی اپنی بیوی پر تہمت لگانے کی سزا (۵) دوسرے کے گھر کے اندر جانے کا طریقہ (۶) مرد اور عورت اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کی عادت ڈالیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں تاکہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو (۷) پاک دامنی حاصل کرنے کا نکاح بہترین ذریعہ ہے (۸) نکاح کا مقدور نہ ہو تو صبر کریں، جب تک فراخی حاصل نہ ہو (۹) غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ آزادی کے لیے مکاتبت کرو (۱۰) عورتوں سے پیشہ کرانے کی ممانعت (۱۱) خاص اوقات میں اجازت لے کر گھر میں آنے کی ہدایت (۱۲) پردہ کی تاکید، (۱۳) آپس میں کھانے پینے کی اجازت اور اس کے قاعدے اور طریقے (۱۳) گھروں میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرو (۱۴) مجلس سے اُٹھنے کے احکام (۱۵) اللہ کی معرفت کا بیان، اور عبادت گذار بندوں سے حقیقی کامیابی کا وعدہ:

سُورۃ الفرقان

سُورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے یہ سُورت قرآن مجید کی پچیسویں سُورت ہے اور یہ مکہ کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئی فرقان کے معنی حق و باطل میں جدائی کے ہیں، اس سُورت میں بتایا گیا ہے کہ معبود برحق اللہ عزوجل ہے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نری دھاندلی ہے، اللہ ایک ہے اور اس کے پہچاننے کے لیے مخلوقات کے عجیب و غریب نظام پر غور کرنا ہی کافی ہے۔ جو لوگ غور نہیں کرتے۔ وہ گمراہ ہو جاتے ہیں، ان کی تنبیہ کے لیے رسول آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دے کر بھیجا گیا ہے، آپ ان کو شرک و کفر کے نتائج سے ڈرانے آئے ہیں۔ آپ کی نیک خصلتیں، بے غرضی اور اخلاق حسنہ آپ کے نبی ہونے کی کھلم کھلا علامتیں ہیں، وہ ان لوگوں کو قرآن مجید کی آیتیں سنائیں گے، جن میں توحید کا سبق سکھایا گیا ہے۔ شرک کی بُرائی بتائی گئی ہے اور آخرت پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی ہے :۔

قیامت کے دن اللہ کے انکار کرنے والوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا اس کی ہولناک شکل ہی سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے، وہاں کے عذاب سے انہیں کوئی چھڑا نہ سکے گا، ان کے جھوٹے معبود خود انہیں لعنت ملامت کریں گے، وہاں نہ رشوت کام دے گی اور نہ کوئی مددگار ہی میسّر ہوگا، ان کے مقابلہ میں ایمان والے نیکوکار اللہ کے بندے جنت میں داخل کیے جائیں گے، اس وقت کافروں کو سخت حسرت اور ندامت ہوگی، کہ کاش ہم بھی دنیا میں نبی کا کہنا مان لیتے تو آج دردناک عذاب سے بچ جاتے۔ نبی ان کے خلاف گواہی دیں گے، کہ ہم نے ان لوگوں کو لاکھ سمجھایا۔ مگر یہ نہ مانے اور قرآن مجید کو پیٹھ پیچھے ڈال کر اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ اس مقدس کتاب میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی :۔

اس کے بعد ان قوموں کے حالات کی طرف توجہ دلائی ہے جنہوں نے اپنے زمانہ میں رسولوں کو جھٹلایا اور دنیا میں ناکام اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہوئے، پھر دنیا میں اللہ کے پہچان کی کھلی نشانیاں بتائی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ھدایت کی ہے کہ تم فقط اللہ کی طرف متوجہ رہو، یہ لوگ اگر اللہ تعالےٰ کو نہیں مانتے اور اس کو رحمان نہیں گردانتے، تو انہیں سزا ملے گی۔ آخر رکوع میں سچے مسلمانوں کی عادتوں اور خصلتوں کا ذکر بتفصیل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لانے کی سزا یقیناً مل کر رہے گی :۔

ایاتہا ٧٧ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رکوعاتہا ٦

اللہ کی تعریف (الف)

تَبٰرَكَ ۔ الَّذِيْ ۔ نَزَّلَ ۔ الْفُرْقَانَ ۔ عَلٰى عَبْدِهٖ

بابرکت ہے وہ جس نے نازل کیا ۔ فرق کرنیوالا قرآن اپنے بندہ پر

لِيَكُوْنَ ۔ لِلْعٰلَمِيْنَ ۔ نَذِيْرًا ﴿١﴾ الَّذِيْ ۔ لَهٗ

تاکہ ہو وہ جہاں والوں کے لیے ڈرانے والا وہ جس کا ہے

مُلْكُ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ۔ وَلَمْ يَتَّخِذْ

ملک آسمانوں اور زمین کا اور نہیں پکڑا اس نے

وَلَدًا ۔ وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ۔ شَرِيْكٌ ۔ فِي الْمُلْكِ

بیٹا اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک ملک میں

وَخَلَقَ ۔ كُلَّ شَيْءٍ ۔ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿٢﴾

اور پیدا کی اس نے ہر چیز پس ٹھیک کیا اسکو اندازہ کے ساتھ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کی کتاب اتاری

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴿١﴾ الَّذِيْ لَهٗ

تاکہ وہ جہاں والوں کے لیے ڈرانے والا ہو وہ ذات جس کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ

سلطنت آسمان اور زمین میں ہے اور نہیں اختیار کی

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ

اس نے کوئی اولاد اور نہیں اس کا سلطنت میں کوئی ساجھی

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿٢﴾

اور ہر چیز بنائی، پھر اس کو ماپ کر ٹھیک کیا

تَبٰرَكَ (بابرکت ہے) ماضی کا صیغہ تَبَارُكٌ سے جس کا مادہ ب۔ ر۔ ك ہے بَرَکَۃ کے معنی خود بخود بڑھنا ۔ اندر ہی اندر سے امڈنا۔ اللہ عزوجل تمام خیر وخوبی عظمت ۔ جلال ہستی ۔ قوت ۔ حیات ۔ قدرت ۔ رحمت اور کمال کا بحر زخار اور دریائے ناپیدا کنار ہے جس کی غنا اور تونگری ہر لحظہ اور ہر دم خود اس کے اندر ہی جوش مارتی رہتی ہے، نہ ہمارے پاس الفاظ ہیں جو اس کی شان کا بیان کرسکیں ۔ اور نہ ایسی کوئی چیز ہے، جس کو اس کے مشابہ ٹھیرا سکیں ۔ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات میں اپنی قدرت کی نشانیاں پھیلا رکھی ہیں جنہیں دیکھ کر پہچانا جاسکتا ہے ۔ اسی طرح اس نے قرآن پاک میں اپنی صفات کو اپنے ہی الفاظ میں بیان فرمادیا ہے جس سے انسان اس کا تصور کرسکتا ہے ۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ساری خوبیوں کا منبع اور مرکز وہ ذات پاک ہے ۔ جس نے حق و باطل کی تمیز کے لئے قرآن حکیم نازل فرمایا ۔ اور اپنے ایک برگزیدہ بندہ کو اسے سنانے اور انسانوں کو ڈرانے کے لئے دنیا میں بھیجا ۔ کہ وہ انہیں ان کے بُرے اعمال کے بُرے نتیجوں سے آگاہ کردے ۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ عزوجل سے غافل ہو کر تباہ و برباد ہوجائیں، اور وہ بے خبری میں مارے جائیں :

اللہ کی تعریف (ب)

اس عظیم الشان آیت میں اللہ عزوجل نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ تاکہ انسان اس کو اچھی طرح پہچان لے، فرمایا۔ کہ وہ ساری خوبیوں کا سرچشمہ ہے، جو ہردم آپ ہی آپ اندر سے ابل رہا ہو اور اس میں ہر خوبی آپ ہی آپ بڑھتی چلی جا رہی ہے، ان خوبیوں کا نہ کوئی شمار ہے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔ اس کی گہرائی کا کوئی اندازہ نہیں، یوں سمجھو کہ یہ اندر سے آپ ہی آپ جوش مار کر اٹھتا ہے، اٹھ کر اوپر کسی قدر ظاہر ہوتا ہے، پھر جوش مارتا ہوا اندر چلا جاتا ہے، یہ سارا مفہوم اور اس سے کہیں زیادہ ایک لفظ تبارک میں موجود ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اس نے قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب اتاری۔ جس میں انسان کے لئے تمام مفید چیزیں کھول کر رکھ دی ہیں، تاکہ وہ انہیں حاصل کرے اور بری چیزیں بھی واضح کر دیں۔ تاکہ وہ ان سے بچے۔

انسان اس کتاب کے ذریعہ حق و باطل سچ اور جھوٹ اور برے بھلے میں کھلم کھلا فرق سمجھ سکتا ہے۔ پھر اس کو انسان تک پہنچانے اور اسے اچھی طرح سمجھانے کے لئے اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انتخاب کیا، تاکہ وہ انسان کو بھلائیاں سمجھائیں اور ان کے اختیار کرنے والوں کو خوش خبری سنائیں اور برائیاں واضح کر کے ان کے اختیار کرنے والوں کو ڈرا دیں۔ کہ ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ پھر فرمایا۔ کہ آسمانوں اور زمین کا حاکم مطلق اور اکیلا مالک اللہ ہے، اسے نہ ان کے پیدا کرنے میں کسی مددگار کی ضرورت پڑی اور نہ اس کے انتظام کے لئے کسی اور کی حاجت ہوئی، اس لئے نہ اس کے اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس نے تنہا اپنی قدرت سے ہر چیز کو پیدا کیا اور تنہا اس کا انتظام کرتا ہے، ہر چیز کے لئے اس کی خصوصیتیں مقرر فرمائیں، اور ٹھیک اندازہ سے اس کی زندگی کا ایک دائرہ معین کر دیا اور ہر ایک کو ایسے قاعدوں اور قانونوں میں جکڑ دیا۔ جس سے باہر جانے کی اسے ذرا مجال نہیں اور ہر ایک کے لئے ایک محدود اور معین میدان عمل مقرر کر کے اس کے اندر اپنا اپنا کام کرنے کے لئے جس کو جتنی قوتوں اور سامان کی ضرورت تھی، وہ اس کے لئے مہیا کیا۔

اس آیت سے اللہ عزوجل کی ان صفات پر زور دیا گیا ہے (۱) وہ ہر دم آپ ہی آپ بڑھنے والی بیحد خوبیوں والا ہے۔ (۲) اس نے اپنے مقبول بندہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلے برے کا فرق بتانے والی کتاب قرآن مجید اور فرقان حمید دے کر دنیا میں بھیجا۔ تاکہ انسان کو برے اعمال کے نتیجوں سے ڈرا دیں (۳) وہ تنہا سارے جہان کا بادشاہ ہے (۴) اس کے کوئی اولاد نہیں (۵) اس کا سلطنت اور حکومت میں کوئی شریک نہیں (۶) ہر شئے کا خالق ہے (۷) اس نے ہر چیز کو اس کے مناسب خاصیتیں اور توفیق عطا فرمائی ہیں۔

عجیب بیوقوفی

وَاتَّخَذُوْا۔ مِنْ دُوْنِہٖٓ۔ اٰلِہَۃً۔ لَّا یَخْلُقُوْنَ۔
اور پکڑے انہوں نے۔ اس کے سوا اور معبود جو پیدا نہیں کرتے
شَیْئًا۔ وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ۔ وَلَا یَمْلِکُوْنَ۔
کچھ اور وہ پیدا کیے گئے ہیں اور نہیں ان کے بس میں
لِاَنْفُسِھِمْ۔ ضَرًّا۔ وَّلَا نَفْعًا۔ وَّلَا یَمْلِکُوْنَ
اپنے لیے کوئی ضرر اور نہ نفع اور نہ وہ مالک ہیں
مَوْتًا۔ وَّلَا حَیٰوۃً۔ وَّلَا۔ نُشُوْرًا ﴿۳﴾
موت کے اور نہ زندگی کے اور نہ پھر جی اٹھنے کے

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِہَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ
اور لوگوں نے اس کے سوا اور معبود تجویز کر رکھے ہیں جو
شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ
کچھ چیز نہیں بنانے اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور وہ اپنے
لِاَنْفُسِھِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ
حق میں نہ برے کے مالک ہیں نہ بھلے کے اور نہ مالک مرنے کے
مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾
اور نہ جینے کے اور نہ جی اٹھنے کے۔

اللہ عزوجل کی واضح صفات بیان کرنے کے بعد اس کے بعد اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ ان لوگوں کا عجیب حال ہے ساری مخلوقات کے اندر ہماری قدرت کی نشانیاں گویا منہ سے بول رہی ہیں۔ کہ ہمارے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔ مگر انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ سب سے بڑھ کر نشانی ہم نے ان کے سامنے یہ ظاہر کر دی کہ قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب بھلائی اور برائی میں صاف صاف فرق بتا دینے والی اپنے ایک بندے پر نازل کی اور اس کو حکم دیا۔۔۔۔ کہ اس کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنا دے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ سرچشمۂ رحمت ہے۔ آسمان و زمین کا حاکم مطلق ہے، اس کے نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی سلطنت میں اس کا ساجھی اور مددگار ہے، اسی نے یہ سب کچھ بنایا ہے اور ہر چیز کو اس کے مناسب سامانِ زندگی اور اس کی سازگار ترتیب عطا فرمائی ہیں، اتنا کچھ سامان معرفت مہیا کر دینے کے بعد بھی یہ لوگ پتھروں، درختوں، بتوں کی طرف سر جھکاتے ہیں اور اس کریم و حکیم قادر و توانا سے منہ موڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ انہیں اتنا نہیں سوجھتا۔ کہ ان کے ان گھڑے ہوئے معبودوں نے آج تک ایک گھاس کا تنکا بھی پیدا کر کے نہیں دکھایا۔ بلکہ ان کی خود ہستی ہی نہیں یہ تو بنانے سے بنے ہیں۔ ورنہ یوں کچھ بھی نہیں، انہیں اپنے ہی نفع نقصان کا ہوش نہیں، دوسرے کو تو نفع یا نقصان کیا پہنچاتے، نہ ان کے ہاتھ میں اپنا یا کسی کا مارنا یا جلانا ہے اور نہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اٹھ بیٹھنا ان کے بس میں ہے، ان لوگوں کی عقل پر رو دیئے، کہ یہ کیسے اوٹ پٹانگ فیصلے کر بیٹھتے ہیں۔۔۔!

قرآن کی بے قدری

وَقَالَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْٓا ۔ اِنْ ۔ هٰذَآ ۔ اِلَّآ
اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے نہیں یہ مگر
اِفْكُ ۔ اِفْتَرٰىهُ ۔ وَاَعَانَهٗ ۔ عَلَيْهِ ۔ قَوْمٌ
بے سری باتیں جو اُس نے گھڑلی ہیں اور اسکی مدد کی ہے اس پر لوگوں
اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ ۔ جَآءُوْ ۔ ظُلْمًا ۔ وَّزُوْرًا ﴿۴﴾
دوسرے نے دیکھا آگئے نا ظلم اور جھوٹ پر

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
اور منکر کہنے لگے کچھ نہیں یہ مگر طوفان
اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ
باندھ لایا ہے اسے اور لوگوں نے اس میں اس
اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ معانقہ
کی مدد کی ہے سو آگئے یہ لوگ بے انصافی اور جھوٹ پر

اِفْكٌ : (بے بنیاد جھوٹ) یہ لفظ سورۂ نور میں گزر چکا ہے۔ اِفْتَرٰی (گھڑ لیا) ماضی ہے افتراءؑ سے جرف۔ر۔ی سے بنا ہے فری کے معنی اٹکل سے کوئی چیز بنانا اَعَانَ (مدد کی) ماضی کا صیغہ ہے اعانتہ سے جوع۔و۔ن سے بنا ہے۔عون کے معنی مدد کے ہیں اعانتہ اس سے متعدی مصدر ہے۔ مدد کرنا۔ اعان اصل میں اَعْوَنَ ہے واوٗ الف سے بدل کر اعان کرلیا۔

شروع کی آیت میں ارشاد ہوا کہ قرآن حکیم کا نازل کرنے والا عزوجل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر وہ نازل ہوا۔ اس کے رسول ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ اللہ اس کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے برگزیدہ رسول نبیوں کے ساتھ ان لوگوں نے بے انصافی سے کام لیا۔ اول تو اللہ ہی کے ساتھ گستاخی کی۔ کہ اس کی ظاہر نشانیاں جو آسمان اور زمین میں پھیلی ہوئی ہیں۔ دیکھ کر اسے نہ پہچانا اور بیکار اور نکمی چیزوں کی پرستش کرنے لگے۔

اس کے بعد اس آیت میں ان کے طرزِ عمل کا بیان ہے' جو انہوں نے قرآن کے ساتھ اختیار کیا۔ ارشاد ہے کہ اللہ کا انکار کرنے والے کہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن بھی کچھ نہیں۔ معاذ اللہ جھوٹ کا طومار ہے جو اس نے خود گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں لعینی یہودی غلاموں نے اس کی مدد کی ہے۔ دیکھا! ان لوگوں نے سراسر ظلم اور یاوہ گوئی پر کمر باندھ لی ہے جو ایسی بے نظیر کتاب کو معاذ اللہ جھوٹ کا انبار بتاتے ہیں اور اس کی بابت جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہیں۔

یہ کتاب بالکل صداقت پر مبنی ہے اور اس میں ایک بات بھی گھڑی ہوئی یا جھوٹ نہیں۔ اس میں وہ علم و حکمت کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ جن میں سے غور کرنے والے قیامت تک اپنی بساط کے مطابق اچھی اچھی چیزیں ڈھونڈ کر نکالیں گے اور ان سے مستفید ہوں گے۔

شبہات

وَقَالُوْٓا ۔ اَسَاطِیْرُ ۔ الْاَوَّلِیْنَ ۔ اکْتَتَبَھَا ۔
اور کہا انہوں نے بے سری باتیں پہلوں کی لکھوالیا ہے انہیں
فَھِیَ ۔ تُمْلٰی ۔ عَلَیْہِ ۔ بُکْرَۃً ۔ وَّاَصِیْلًا ۵
پس وہ پڑھی جاتی ہیں ان پر صبح اور شام ۔

وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَھَا
اور منکر کہنے لگے یہ پہلوں کی قصّے کہانیاں ہیں جو اس نے نقل کروا
فَھِیَ تُمْلٰی عَلَیْہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۵
لی ہیں اور وہی صبح شام اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ۔

اَسَاطِیْرُ: (بے سند کہانیاں) اُسطورۃٌ کی جمع ہے، جو س ۔ ط ۔ ر سے بنا ہے، یہ لفظ پہلے گزر چکا ہے ۔ اساطیر کو خرافات بھی کہتے ہیں ۔

تُمْلٰی (پڑھی اور رٹی جاتی ہیں) مضارع مؤنث کا صیغہ ہے ۔ اِملاءٌ جس کا مادہ م ۔ ل ۔ و ہے ۔ مَلْوٌ کے معنی ٹھہر جانے کے ہیں ۔ اِملاء ٹھہر ٹھہر کر کوئی کام کرنا، یہاں اس سے مراد بار بار پڑھ کر سنانا ۔

مکہ کے کافر اسلام کو ہر طرح دبانا چاہتے تھے، اس کے لئے انہیں صاف جھوٹ بولنے سے بھی شرم نہیں آتی تھی، کہتے تھے کہ یہ یہودی غلام پرانے قصّے آپ کو سناتے رہتے تھے اور آپ ان کی نقل کر لیتے ہیں ۔ بے وقوفوں کو اتنی سمجھ نہ تھی، کہ ان تمام یہودیوں کو تو عربی بھی ٹوٹی پھوٹی ہی سی آتی تھی ۔ وہ اس قدر فصیح و بلیغ عبارتوں میں ایسے قصے کیسے لکھوا سکتے تھے ۔

قرآن مجید کی عبارت کی برابری کرنے سے تو عرب کے بڑے بڑے ماہر زبان دان بھی عاجز آ چکے تھے اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ خطیب اور شاعر اس کی زبان کا لوہا مان چکے تھے، یہ مخلتف غلام جنہیں فصیح و بلیغ زبان سیکھنے کا کوئی موقعہ ہی نہ تھا، وہ تو محض اپنے آقاؤں کی ٹہل اور خدمت کرتے تھے، یا کچھ لوہے کی چیزیں لوہاروں کی طرح ٹھونک پیٹ کر یا لکڑی کا سامان کانٹ چھانٹ کر بنا لیتے تھے ۔ انہیں ایسی شاندار عبارتیں بنانے کا سلیقہ کیسے ہو سکتا تھا ۔ جو قرآن مجید کی خصوصیّت ہے ۔ لیکن انہیں اپنے اندھے تعصّب کے اندر اتنی سی بات کا بھی خیال نہ رہا ۔ ابتدا میں آپ کے پاس تھوڑے سے ایمان لے آنے والے دو وقت جمع ہوتے تھے، اور آپ انہیں قرآن کی تازہ اتری ہوئی آیتیں سناتے تھے، اس پر کافروں نے یہ بات بنائی ۔ کہ دن بھر دوسروں سے کہانیاں لکھواتے ہیں، اور صبح و شام انہیں کو نئے نئے طریقوں سے سنتے اور سناتے ہیں ۔

جواب

قُلْ - اَنْزَلَهُ - الَّذِىْ - يَعْلَمُ السِّرَّ -
کہہ دے اتارا اسے اُس نے جو جانتا ہے بھید
فِى السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
آسمانوں میں اور زمین میں تحقیق وہ ہے
غَفُوْرًا - رَّحِيْمًا ﴿٦﴾
بخشنے والا مہربان

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِىْ يَعْلَمُ السِّرَّ
تُو کہہ اس قرآن کو اُس نے اُتارا جو آسمانوں اور
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
زمین کے چھپے ہُوئے بھید جانتا ہے۔ بے شک وہ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٦﴾
بخشنے والا مہربان ہے۔

قرآن مجید کے مضامین کی رفعت اور بلندی اور ساتھ ہی عبارات والفاظ کی شان وشوکت صاف صاف بتا رہی تھی۔ کہ یہ معمولی کلام نہیں، جسے انسان بنا سکے۔ کیونکہ آدمی کا علم خواہ کتنا ہی ہو۔ بہرحال محدود ہے اور وہ ہر بات نہیں جان سکتا۔ اس محدود حلقے میں بھی وہ اس یقین کے ساتھ فیصلے اور احکام نہیں دے سکتا۔ جو قرآن حکیم کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے، کہ ان ہٹ دھرم لوگوں سے کہہ دو کہ اپنے دل سے اس قرآن مجید کا حال پوچھیں۔ ایسی بھید کی باتیں کسی ایسے بھیدوں کے جاننے والے کے کلام ہی میں ہوسکتی ہیں۔ جس کے علم میں آسمانوں اور زمین کا سارا حال واضح طور پر موجود ہے اور تمام عالم کے کونے کونے سے واقف ہے اسی وسیع معلومات کی بدولت وہ تمہارے ان چھل بٹوں کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور تمہاری بے ہودہ باتوں کی تمہیں خوب سزا دے سکتا ہے۔ لیکن یہ اس کا رحم وکرم ہے کہ باوجود اس کے وہ تمہاری گستاخیوں سے درگزر کر رہا ہے۔ کیونکہ عالم ہونے کے ساتھ ہی وہ غفور ورحیم بھی ہے یہ اُس کی مغفرت اور بخشش ہی کی بدولت ہے جو تم کو ڈھیل دی جا رہی ہے اور تمہاری مخالفت سے چشم پوشی کی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس کے علم میں یہ بھی ہے کہ بعض لوگ تم میں ایسے ہیں۔ جو اس دل لبھانے والے کلام سے متاثر ہوں گے اور اس قرآن کی آیتیں سن سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ان کے مطابق عمل کرنا سیکھیں گے، آگے چل کر ان کو دنیا کی حکومت دی جائے گی اور وہ دنیا بھر میں اللہ کے کلام کا بول بالا کریں گے، تمہاری ہٹ دھرمی تو کوئی دن کی ہے۔ اس لئے تمہیں کچھ دن آزاد چھوڑا جا رہا ہے۔ کہ جو چاہے کرو۔ اگر اللہ غفور ورحیم نہ ہوتا۔ تو تمہیں ترت ان گستاخیوں کی سزا دے دی جاتی۔ اور تم کچھ نہ کر سکتے۔

رسُول کی بابت خیالات

وَقَالُوْا - مَالِ - هٰذَا الرَّسُوْلِ - يَأْكُلُ
اور کہنے لگے کیا حال ہے اس رسول کا کھاتا ہے
الطَّعَامَ - وَيَمْشِيْ - فِي الْاَسْوَاقِ ط
کھانا اور چلتا پھرتا ہے۔ بازاروں میں

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ
اور کہنے لگے یہ کیسا رسُول ہے جو کھانا
الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط
کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ اصل میں ما لِهٰذَا الرَّسُوْل قرآنی رسم خط میں ل کو ہذا سے الگ کرکے لکھا گیا اور پھر اسی طرح لکھا رہنے دیا گیا۔ مَا کے معنی کیا ہوا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ کا لفظی ترجمہ واسطے اس رسول کے۔ اس آیت میں ان خیالات کا ذکر ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت وہ لوگ ظاہر کرتے تھے اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ آپ کے حسب ونسب کا انکار کرتے تھے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ آپ ہر طرح سے شریف النسب ہیں۔ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کبھی کسی کو دھوکا نہیں دیا۔ اپنے بھلے کے لئے کبھی کسی کو دکھ بھی نہیں پہنچایا۔ ہمیشہ محتاجوں اور کمزوروں کی مدد کی۔ حاجت مندوں کی حاجت پوری کی۔ ان کو آپ کی ذاتی خوبیوں اور خاندانی شرف سے انکار نہ تھا۔ ان کو فقط اس میں اپنی موت نظر آتی تھی۔ کہ اس نے یہ نیا دین کیسا نکالا۔ جو اگر چل گیا تو ہمارے باپ دادا کی رسمیں سب ملیامیٹ ہو جائیں گی۔ اور ہم جو اب سب کے سردار بنے بیٹھے ہیں۔ آپ کے غلام بن جائیں گے۔ اس لئے وہ نہیں چاہتے تھے، کہ لوگ آپ کی بات سنیں۔

ارشاد ہے۔ کہ وہ دوسروں کو آپ کی طرف مائل ہونے سے یہ کہہ کر روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل کے ایسے رسول کی کیا یہ حیثیت ہو سکتی ہے۔ کہ معمولی آدمیوں کی طرح کھانا کھاتے۔ اور انہی کی طرح بازاروں میں سودا سلف خریدتا پھرے، دنیا کے بادشاہوں کا پیغام ایلچی کس شان و شوکت سے لے کر آتے ہیں۔ یہ اللہ عزوجل کا جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، ایلچی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اور پھر معمولی آدمیوں کی طرح ہر کام خود کرتا ہے، نہ کوئی شان و شوکت کا اس کے پاس سامان ہے۔ اور نہ کوئی لاؤ لشکر ہی اس کے ساتھ ہے۔

رسول کیسا ہوتا؟

لَوْلَآ - اُنْزِلَ - اِلَيْهِ - مَلَكٌ - فَيَكُوْنَ - مَعَهٗ -
کیوں نہ اُتارا گیا۔ اسکی طرف کوئی فرشتہ کہ ہوتا اس کے ساتھ
نَذِيْرًا ⑦ اَوْ - يُلْقٰٓى - اِلَيْهِ - كَنْزٌ - اَوْ - تَكُوْنُ
ڈرانے کو یا ڈالا جاتا اسکی طرف کوئی خزانہ یا ہوتا
لَهٗ جَنَّةٌ - يَّاْكُلُ - مِنْهَا - وَقَالَ - الظّٰلِمُوْنَ -
اسکا کوئی باغ کہ کھاتا وہ اس میں سے اور کہا ظالموں نے
اِنْ - تَتَّبِعُوْنَ - اِلَّا - رَجُلًا - مَّسْحُوْرًا ⑧
نہیں پیروی کرتے تم مگر ایسے مرد کی جو جادو میں پھنسا ہُوا ہو۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ
اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا جو ڈرانے کو اس کے
نَذِيْرًا ⑦ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ
ساتھ رہتا یا اسے کوئی خزانہ دے دیا جاتا یا اس کے
لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ
پاس کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا۔ اور یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم
اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑨
ایک جادو میں مبتلا مرد کی پیروی کرتے ہو۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا رسول تو کوئی فرشتہ ہونا چاہیئے تھا، جسے نہ کھانے پینے کی ضرورت ہوتی اور نہ بازاروں میں معمولی آدمیوں کی طرح سودا سلف خریدتا پھرتا۔ خیر اگر آدمی بھی ہوتا۔ تو بد بے شان و شوکت والا انسان نہ ہوتا۔ جس کے آگے پیچھے قطار در قطار فرشتے ہوتے۔ جدھر گزرتا۔ ہٹو، بچو کا شور ہوتا، اچھا فرشتوں کی فوج نہ سہی تو کم سے کم ایک فرشتہ تو ضرور ہی ہونا چاہیئے تھا۔ جو ہر دم اس کے ساتھ ساتھ رہتا اور ڈرانے دھمکانے میں اس کا ساتھ دیتا۔ جس کا لوگوں پر رعب پڑتا۔ اور جس کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ اس کی بات سنتے۔

اچھا خیر جانے دو۔ فرشتہ بھی ساتھ نہ ہوتا تو اسے کوئی غیر معمولی حیثیت تو میسر ہوتی۔ مال و دولت کا ایک زبردست خزانہ اس کے قبضہ میں ہوتا۔ جس سے یہ فیاضی کے ساتھ لوگوں پر روپیہ لٹاتا اور لوگ دوڑ دوڑ کر اس کے پاس آتے اور حلقہ بگوش ہوتے۔ یہ نہیں تو پھر یہ ایک بڑا زمیندار اور رئیس ہوتا۔ بڑے میوے دار درختوں سے بھرا ہوا باغ اس کے پاس ہوتا انگوروں۔ کھجوروں وغیرہ کی افراط ہوتی، اس میں سے فراغت کے ساتھ کھاتا کھلاتا۔ جب اس کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ تو پھر ہم کیسے مان لیں۔ کہ یہ اللہ کا رسول ہے جو سب حاکموں کا حاکم ہے۔

اب تو لوگو ہمارے خیال میں اگر تم نے اس کی سنی تو اس کے سوا کچھ نہیں، کہ ایک ایسے شخص کی بات سنو گے۔ جس پر کسی نے جادو کر کے اس کے ہوش و حواس کو بگاڑ دیا ہو۔ اور جس کا دماغ خراب ہو چکا ہو (معاذ اللہ)

یہ نہ مانیں گے

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ
دیکھ تو کیسی چسپاں کرتے ہیں یہ لوگ تجھ پر پھبتیاں
فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾
سو یہ بہک گئے پس نہیں پا سکتے راستہ

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ
دیکھ یہ لوگ تجھ پر کیسی مثالیں بٹھاتے ہیں
فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾ ع ۱۶
یہ تو بہک گئے پس اب راستہ نہیں پا سکتے

اَمْثَالَ (پھبتیاں) مُثل کی جمع ہے۔ مُثل ایسی چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے مشابہ ہو اور اصل چیز کو سمجھانے کے لئے اس کو سامنے لایا جائے، عرب کے اکثر لوگ یا تو واقعی ناسمجھی کی وجہ سے یا جان بوجھ کر اپنے طریقے کی حفاظت کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو ہر طرح گھٹانے کی کوشش کرتے تھے، کبھی کہتے اس نے خود جھوٹ موٹ کہانیاں گھڑ کر ان کا نام قرآن رکھ لیا ہے کبھی نکارتے کہ دوسروں سے سن سنا کر کچھ قصے یاد کر لئے ہیں اور اُسی کو دہراتا اور طرز بیان بدل بدل کر بار بار بیان کرتا رہتا ہے۔ کبھی کہتے کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ اس لئے بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ بعض لوگ آپ کو خود جادوگر بتاتے، یا کاہن یا شاعر کہتے، جو ان کے نزدیک کسی جن کے زیر اثر ہوا کرتا تھا، بعض لوگ صاف صاف آپ کو (معاذ اللہ) مجنوں کہتے۔ غرض آپ کو ایسے لوگوں کے برابر قرار دیتے، جنہیں اونچے طبقہ کے لوگوں میں کوئی حیثیت یا عزت حاصل نہیں ہوتی۔

ارشاد ہے۔ کہ تو نے دیکھا۔ یہ لوگ اوروں کو تیری حالت سمجھانے کے لئے کیسی کیسی مثالیں چھانٹتے ہیں، اور تجھ کو ان میں سے کسی کے برابر ثابت کرنا چاہتے ہیں، یہ مختلف چیزوں کا چھانٹنا اور تجھے کبھی کسی نام سے کبھی کسی نام سے یاد کرنا خود اس بات کی شہادت ہے۔ کہ یہ خود گھبرائے ہوئے ہیں، اور جانتے ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھی تجھ پر چسپاں نہیں ہوتی حیران ہیں کیا کریں۔

ظاہر ہے کہ ان کی جہالت یا ہٹ دھرمی انہیں بالکل لے ڈوبے گی، یہ ٹھیک طریقہ سے بالکل بھٹک چکے ہیں، ایسے آدمیوں سے کوئی امید نہیں رکہ یہ کوئی ٹھیک راستے قائم کر سکیں گے، ان کو ان کی خود غرضیوں نے باؤلا کر ڈالا ہے۔ صرف یہ چاہتے ہیں، کہ کسی طرح انہی کا پرانا طریقہ قائم رہے، اور تیری بات کوئی نہ سنے، ایسے لوگ سیدھی راہ کیسے پا سکتے ہیں۔

رسالت کی غرض

تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ
برکت والاہے وہ جو اگر چاہے کردے تیرے لیے
خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
زیادہ بھی چیزیں اس سے باغات کہ بہتی ہوں جن کے نیچے
الْاَنْهٰرُ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا (۱۰)
نہریں اور بنادے تیرے لیے محل

تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ
بڑی برکت والا ہے وہ چاہے تو تجھے اس سے بھی بہتر
خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
چیزیں دے دے ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی
الْاَنْهٰرُ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا (۱۰)
ہوں اور تیرے واسطے محل بنا دے

قُصُوْرًا (محل) قصر کی جمع ہے۔ قصر بادشاہوں اور رئیسوں کا شاندار مکان، محل وغیرہ۔

مکہ کے کافر قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت جو باتیں بناتے تھے، وہ محض اس لئے تھیں کہ ان کی اپنی شان و شوکت پر جو ان کے باپ دادا کی بدولت مدتوں میں جاکر قائم ہوئی تھی، آنچ نہ آنے پائے، اس خود غرضی کے جذبے کے تحت وہ بوکھلا گئے تھے، کیونکہ انہیں معلوم تھا، کہ آپ کی بے لاگ باتیں ایک نہ ایک دن رنگ لاکر رہیں گی، اتنی ہمت نہ تھی، کہ اپنا نقصان برداشت کرکے دین حق کی تائید کرتے اور نہ اتنی دور تک ان کی نظر جاتی تھی، کہ انجام کار آپ کی بات ماننے میں سراسر انہی کا بھلا ہوگا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ آپ کی باتیں ذاتی نفع کے لئے نہیں بلکہ ان سے ان کو اور ان کے ذریعے دنیا بھر کو زندگی بسر کرنے کا سیدھا اور صحیح راستہ بتانا مقصود ہے۔

قرآن مجید ان کی حماقت ظاہر کرتا ہے۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ دنیا کی شان و شوکت مال و دولت اور دھوم دھام کی طلب انسان کے لئے زہر قاتل ہے، اس کا بھلا اسی میں ہے، کہ سب کے ساتھ مل کر رہے اور سب سے برابری کا برتاؤ کرے۔ عجیب بے پروائی کے ساتھ انہیں سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ اللہ عزوجل کے پاس کیا کچھ نہیں وہ چاہتا تو اے رسول تجھے ان کے کہنے سے بھی بڑھ چڑھ کر ساز و سامان عطا کردیتا۔ تیرے سرسبز و شاداب ہرے بھرے باغ ہوتے۔ درختوں کے نیچے نہریں بہ رہی ہوتیں، اور تیرے رہنے کے لئے ایک نہیں بہت سے عالی شان محل اور مکانات ہوتے، لیکن اس سے نوع انسانی کا کیا بھلا ہوتا، انسان کا بھلا تو اس میں ہے کہ کسی سے بڑھ چڑھ کر رہنا نہ چاہیئے۔ بلکہ اللہ عزوجل کا حکم بجا لانے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہے۔

قیامت کا انکار

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَ اَعْتَدْنَا
نہیں بلکہ جھٹلاتے ہیں وہ قیامت کو اور تیار کی ہے ہم نے
لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾
اس کے لیے جو جھٹلائے قیامت کو آگ

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا
کچھ نہیں وہ قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور جو قیامت کو جھٹلاتا
لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾
ہے اس کے لیے ہم نے آگ بنا رکھی ہے

اللہ عزوجل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول مقرر فرما کر انہیں قرآن حکیم عطا فرمایا اور حکم دیا۔ کہ اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے، وہ پہلے اپنے آس پاس کے لوگوں کو سنا دو اور اچھی طرح سمجھا دو۔ کہ جن باتوں سے اس میں تمہیں منع کیا گیا ہے وہ تمہارے حق میں واقعی بُری ہیں، انہیں بالکل ترک کر دو، ورنہ بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے، اور پھر اس سے نکلنا نصیب نہ ہوگا اور اپنی زندگی اس طریقہ سے بسر کرو۔ جو یہ قرآن مجید تمہیں سکھاتا ہے، تاکہ تم دو نو جہان میں کامیاب ہو اور تمہیں تمام مشکلات سے چھٹکارا نصیب ہو۔

عرب کے لوگ جنہیں آپ نے یہ پیغام پہلے پہنچایا، اپنے ہی خیالات میں مگن تھے، سوا گنتی کے چند عقلمند افراد کے کسی نے اس پیغام کی طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ اس کی مخالفت پر تل گئے اور اللہ، رسول اور قرآن کے پیغام کی ہنسی اڑانے لگے، اس سورت کے شروع میں انہیں تنبیہ کی گئی۔ کہ اپنا غلط راستہ چھوڑو، اللہ برحق ہے اور قرآن کا پیغام برحق ہے۔ رسول کی بابت جو تم شبہات پیدا کرتے ہو، وہ بے جا ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ ان کے رسول اور قرآن کے انکار کرنے کی وجہ کوئی نہیں۔ بات اتنی ہے کہ یہ مرنے کے بعد دوبارہ جینے اور آخرت میں اعمال کے حساب اور جزا سزا پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کے دل میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی ہی ہے، جو کچھ ہے مرنے کے بعد کیا دھرا ہے۔ ادھار کو نقد پر ترجیح دینا کس نے بتایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو۔ جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے، ان کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اٹھنا ضروری ہے۔ جو ہو کر رہے گا، اور ان نافرمانوں کو اسی آگ میں جھونک دیا جائے گا، اور وہ وہیں قید میں پڑے رہیں گے۔

دوزخ ہولناک ہے

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا
جب دیکھے گی وہ آگ انہیں جگہ سے دور کی تو سنیں گے وہ
لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا (١٢)
اس کا جوش اور خروش

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا
جب وہ دور سے انہیں دیکھے گی تو وہ اس کا
لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا (١٢)
جھنجلانا اور چلانا سنیں گے

تَغَيُّظًا : غصہ کا جوش مارنا، اس کا مادہ غ۔ ی۔ ظ ہے غیظ غصہ کے جوش کو کہتے ہیں، یہ لفظ سورۂ آل عمران میں گذر چکا ہے

تَغَيُّظًا : جوش میں آ جانا۔

زَفِيْرًا (چیخ) اس کا مادہ ز۔ ف۔ ر۔ زفیر کے معنی چیخ زور کی آواز کے ہیں، یہاں اس سے مراد وہ آواز ہے، جو غصہ کے جوش میں نکلے۔

ارشاد ہے کہ جس آگ سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے' وہ ایک جوش مارنے والی انتہائی ہولناک چیز ہے۔ اس کا تصور اس دنیا میں مشکل ہے صرف یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ساری آفتوں اور بلاؤں کا مجموعہ ہے' اس کے سانس میں اور پیٹ میں بلا کی گرمی ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔
جب اسے یہ کافر جو اس وقت اپنی نادانی سے آخرت کا انکار کر رہے ہیں، دور سے نظر آئیں گے، تو وہ غضب ناک شیر کی طرح غیظ و غضب میں بھر جائے گی، اور انتہائی ڈراؤنی آواز سے دھاڑنا شروع کر دے گی، اور ان کافروں کو اپنے سامنے دیکھ کر آپے سے باہر ہو جائے گی، اس کے جوش اور غضب کا کچھ ٹھکانا نہ ہوگا۔ اس کے جوش و خروش کو یہ کافر اپنے کانوں سے سنیں گے۔

اس وقت ان کے ہوش و حواس رفوچکر ہو جائیں گے، اور یقین ہو جائے گا۔ کہ اب ہم اس کے منہ میں ڈال دیئے جائیں گے، اور یہ ہمیں نگل جائے گی اور وہ سب تکلیفیں ہمیں جھیلنی پڑیں گی۔ جن سے ہمیں اللہ کی کتاب نے دنیا میں ڈرایا تھا، اور اس کے رسول نے ہمارے سامنے ان کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا تھا، درحقیقت کافروں کی اس وقت کی حسرت، ندامت اور مایوسی کا یہاں اندازہ کرنا مشکل ہے، اس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل سے دعا نکلتی ہے،
کہ یا اللہ ہمیں اس بلائے بے درماں سے بچانا۔ آمین!

وہاں موت بھی نہیں

وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا
اور جب ڈالے جائیں گے اس کی ایک جگہ تنگ ہیں
مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا (۱۳)
باہم کسی کسی جکڑے ہوئے پکاریں گے وہ وہاں موت کو

وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا
اور جب وہ اس کے اندر ایک تنگ جگہ میں ایک زنجیروں کسی کسی بندھے
مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا (۱۳)
ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہ موت کو پکاریں گے

مُقَرَّنِيْنَ (باہم جکڑے ہوئے) مُقَرَّن کی جمع ہے جو اسم مفعول ہے تَقْرِيْن سے جو ق۔ر۔ن سے بنا ہے۔ قَرْنٌ کے معنی ملانے کے ہیں۔ تَقْرِيْن میں مبالغہ ہے یعنی سختی سے جکڑنا۔ بہت سے آدمیوں کو ملا کر جکڑ دینا یا ایک آدمی کے ہاتھ پاؤں گردن میں جکڑ دینا۔

ثُبُوْرًا۔ (موت) اس کا مادہ ث۔ ب۔ ر ہے۔ ثبور کے معنی ہلاکت، تباہی۔ موت اور بربادی کے ہیں یعنی مصیبت سے گھبرا کر موت کو بلائیں گے۔

پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ دوزخ ایک آگ کی خندق ہے جس کا جوش و خروش آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر کافروں کے ہوش اڑ جائیں گے۔ ادھر کافروں کو دیکھ کر اس کا جوش و خروش اور بھی تیز ہو جائے گا۔ اس آیت میں بیان ہے کہ پھر جب ان کافروں کو باہم زنجیروں میں جکڑ کر اس کے تنگ گوشے میں ڈال دیا جائے گا۔ تو پھر ان کی بے چینی اور گھبراہٹ کا کچھ ٹھکانا نہ ہوگا۔ پھوٹ پھوٹ کر روئیں گے، چلائیں گے اور موت کو پکاریں گے کہ وہی آ کر تکلیف و عذاب سے ان کی جان چھڑائے۔ لیکن وہاں موت کہاں، اللہ اللہ یہ دوزخ کی کس قدر بھیانک تصویر ہے۔ جس کے تصور ہی سے انسان کے ہوش اڑ جانے چاہئیں۔ لیکن واہ رے انسان کیا کہنے ہیں تیرے مگرے پن کے۔ کہتا ہے۔ یہ تو محض ایک وہمی تصویر ہے۔ حقیقت میں ایسی کوئی چیز نہیں۔ ایسی وہمی باتوں میں پھنس کر دنیا کا عیش و آرام چھوڑ دینا۔ کس نے بتایا ہے۔

افسوس اس کی سمجھ پر دنیا میں اگر بے جانے پہچانے اندھیرے راستے کا۔ طے کرنا ضروری ہو۔ اور کوئی تجربہ کار ان سے کہہ دے۔ کہ اس راستہ میں خطرے ہیں۔ بچاؤ کا سامان کر کے جانا۔ تو کیا کوئی عقل مند ہے، جو اس تجربہ کار کی بات کو ٹال دے گا اور خطروں سے بچنے کی تیاری نہ کرے گا۔

ایک موت سے کیا ہوگا؟

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا	لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا
مت بلاؤ آج موت ایک	مت پکارو آج ایک مرنے کو
وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (۱۴)	وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (۱۴)
اور بلاؤ موت بہت سی	اور پکارو بہت سے مرنے کو

اس آیت میں بے چینی اور اضطراب کی شدت کا حال اور بھی زیادہ واضح کیا گیا ہے، دنیا میں جب انسان کسی آفت سے بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے۔ تو موت کو پکارتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ مرکر اس آفت سے چھوٹ جائیں گا، بہرحال اس کی موت کی تمنا سے اس کے دُکھ اور درد کا برداشت سے باہر ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے دور کرنے کے لئے وہ موت کو پکار رہا ہے۔

ارشاد ہے۔ کہ ایک موت کی تمنا کرنے سے دوزخ کے درد اور دکھ کی کیفیت کا اندازہ جیسا کرنا چاہیئے۔ نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سی موتوں کی ایک دم تمنا شائد اس تکلیف کا کچھ نقشہ کھینچ سکے، جو دوزخیوں کو دوزخ کے اندر برداشت کرنی پڑے گی۔ دوسرے لفظوں میں دوزخیوں کی تکلیف اتنی کم نہیں ہے کہ ایک دفعہ موت مانگنے کی خواہش سے ظاہر ہوسکے۔ وہ تو اتنی زیادہ ہے، کہ بہت سی موتوں کی ایک دم تمنا سے اس کی شدت کا کچھ اندازہ ہوسکے، تو ہوسکے، گویا دوزخ کی تکلیف ایک جان کنی کی سی نہیں۔ بلکہ کچھ ایسی ہے، جیسے ایک دم بہت سی جان کنیاں آپڑیں۔

پچھلے سبق میں جو اشارہ کیا گیا۔ اس پر ذرا غور کرنا چاہیئے۔ اس کی سیدھی سادی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو اگر مثلاً کشمیر کے سرد ترین مقام میں جانا پڑ جائے۔ جہاں وہ پہلے کبھی نہ گیا ہو اور جہاں وہ اب ہے۔ وہاں موسم آسمان کے تلے کھلے سونے کا ہے۔ تو کیا وہ اس شخص کی بات نہ سنے گا۔ جو کشمیر سے آیا ہے اور کہتا ہے کہ گرم کپڑے۔ کمبل۔ لحاف وغیرہ کا بندوبست کرکے جانا۔ ورنہ سردی میں مر جاؤ گے۔ اب اگر یہ شخص اس تجربہ کار کی بات نہیں سنتا اور کہتا ہے۔ کہ تم تو یوں ہی باتیں بناتے ہو۔ یہ کہہ کر یونہی معمولی سوتی کپڑوں میں چلا جائے، تو وہاں پہنچ کر مرے گا یا بچے گا؟ عقلمند تو بغیر سامان کئے کبھی نہ جائے گا۔ کیا سچے رسول اور سچے قرآن کی خبر اس کشمیری تجربہ کار کی خبر سے بھی گئی گذری ہوتی؟ کیا ہمارے ہوش وحواس درست ہیں ـــــ ؟

پرہیزگاروں کا انجام

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ
توکہہ کیا یہ بہتر ہے یا جنت ہمیشگی کی
الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ
جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کو ہوگا وہ ان کے لیے
جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا (۱۵)
بدلہ اور جائے بازگشت

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ
تو کہہ بھلا یہ چیز بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کا باغ
الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ
جس کا وعدہ ہو چکا پرہیزگاروں سے۔ وہ ان
جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا (۱۵)
کا بدلہ ہوگا اور ٹھکانا

اللہ، رسول اور قرآن کے جھٹلانے والوں کا قیامت کے دن جو حال ہوگا۔ اس کا بیان ہو چکا۔ یعنی جو لوگ اللہ کو وحدہ لاشریک لہٗ نہیں مانتے۔ اس کی سلطنت میں دوسروں کو حصہ دار ٹھیراتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس کے پیغام کی طرف دھیان کریں۔ بے کار باتیں بنا بنا کر اس کی قدر گھٹانا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید کی بابت جان بوجھ کر غلط باتیں پھیلاتے ہیں ایسے لوگوں کا حشر بہت بُرا ہوگا۔ ان کو دوزخ کی آگ ایک ہیبت ناک بلا ہو کر لپٹے گی۔ اور ہزار جان کنی کی تکلیف میں مبتلا ہوں گے، جو ہر دم بڑھتی ہی رہے گی۔ گھٹنے کا نام نہ لے گی۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے۔ کہ ان سے پوچھو۔ اللہ رسول اور ان کی باتوں کو جھٹلا کر ایسی مصیبت میں پھنسنا اچھا ہے، یا ان کا کہنا مان کر اور قرآن مجید کے احکام کے مطابق بُرے کاموں سے بچ کر، ٹھنڈے، آرام دہ باغ میں ہمیشہ کے لیے رہنا بہتر ہے ان سے کہہ دو۔ کہ اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچنے والوں کے لیے اللہ عزّوجل نے وعدہ کیا ہے۔ کہ ان کو ہمیشہ رہنے کے لیے ایک باغ عطا ہوگا اور وہ اس کا بدلہ ہوگا۔ کہ انہوں نے دنیا کی زندگی اللہ کا فرمان بردار بن کر بسر کی، اور اس کے رسول کے کہنے کے مطابق قرآن مجید کے احکام کی تعمیل کرنے میں مشغول ہو گئے۔

قیامت کے دن اور لوگ تو اپنے برے اعمال کی سزا میں مبتلا ہوں گے، اور مرنے سے بدتر حالت میں آگ کے اندر پڑے۔ سسک رہے ہوں گے، اور ان فرمانبرداروں کا ٹھکانا یہ آرام و آسائش کا باغ ہوگا۔

⁂ ⁂ ⁂

ہر تمنّا بر آئے گی

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ خٰلِدِينَ ط كَانَ
ان کے لیے اس میں ہے جو وہ چاہیں ہمیشہ رہتے ہوئے ہو چکا یہ
عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا (۱۶)
تیرے رب کے ذمہ وعدہ جو مانگا ملے گا

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ خٰلِدِينَ ط كَانَ
ان کے واسطے وہاں ہے جو چاہیں ہمیشہ رہتے ہوئے یہ تیرے
عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا (۱۶)
رب کا وعدہ ہے لازم

مَسْئُوْلٌ : سوال کیا گیا، اسم مفعول ہے س۔ء۔ل سے سؤال کے معنی مانگنا۔ پوچھنا۔ مسئول کے معنی وہ وعدہ جس کی بابت پورا کرنے کے سمجھانے کی درخواست کا حق ہو یعنی حتمی اور لازمی۔

پچھلی آیت میں فرمایا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے احکام بیان کر کے جن باتوں سے روکا، ان سے دنیا میں رکنے والے اور جن باتوں کے کرنے کو کہا ان کو برضا و رغبت کرنے والے قیامت کے دن ایک دلکشا باغ میں جمع ہو رہے ہوں گے، اور وہی باغ ہمیشہ کے لئے ان کے اعمال کی جزا میں ان کا ٹھکانا بنے گا۔ اس آیت میں اس باغ کی کیفیت کا زیادہ بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ ہمیشہ کا ٹھکانا ہونے کے علاوہ انہیں وہاں وہ سب کچھ ملے گا۔ جس کی خواہش کریں گے اور پھر یہ ایک دو دفعہ نہیں۔ بلکہ جب اور جتنی دفعہ کسی خواہش کا اظہار کریں گے اتنی ہی دفعہ ان کی خواہش بے کم و کاست پوری ہوگی۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ ہمیشہ کا باغ جس میں رہنے والے کی تمنا ہر وقت اور ہمیشہ پوری ہوگی۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر سرسری طور پر سننے والوں کے دل خوش کرنے کے لئے کر دیا گیا ہو یہ تیرے رب کا وعدہ ہے جو قطعاً اور یقیناً پورا ہوگا اور اس لئے اس کے پورا کرنے کو اپنے اوپر لازم کر کے اپنے بندوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اس کے پورا ہونے کی درخواست کیا کریں۔

گویا انہیں دنیا ہی میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ ہمارے احکام بجا لانے کے بعد تمہیں اجازت ہے کہ تم جنت کی پورے وثوق کے ساتھ توقع رکھو اور درخواست پیش کرتے رہا کرو۔ کہ اے اللہ ہمیں ہمارے انعام میں جنت الخلد عطا فرما ایسی دعائیں قرآن اور حدیث میں پرہیزگار ایمانداروں کو سکھائی گئی ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ ہمارا وعدہ یاد رکھو اور نیک کاموں میں لگے رہو۔

جھوٹے معبودوں سے بازپرس

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
اور جس دن جمع کرے گا انہیں اور جنہیں پوجتے تھے وہ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ
سوا اللہ کے پس کہے گا کیا تم نے
اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ
بہکایا تھا میرے بندوں کو جو یہ ہیں یا وہ
ضَلُّوا السَّبِيْلَ (۱۷)
خود بہکے راہ سے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
اور جس دن اکٹھا کرے گا ان کو اور جنہیں وہ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ
اللہ کے سوا پوجتے تھے پھر کہے گا کیا تم نے
اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ
بہکایا میرے ان بندوں کو یا وہ
ضَلُّوا السَّبِيْلَ (۱۷)
آپ راہ سے بہکے

دنیا کی ہر چیز کی ایک خاص صورت اور اس کے مناسب اس کی خاصیتیں اور کام آپ ہی آپ کیسے بن سکتے ہیں۔ مخلوقات کی الگ الگ قسمیں اور ہر قسم کا ایک الگ قانون اور پھر ان الگ قانونوں کا ایک بڑے قانون کے ماتحت ایک دوسرے سے مل کر چلنا، یہ باتیں صاف بتا رہی ہیں۔ کہ ان کا ایک بنانے والا ہے اور وہ سب کچھ جانتا اور ہر بات کی مصلحت سے واقف ہے ؛

اسی نے اپنے مقرر کیے ہوئے قانون کے رو سے انسان کی ہدایت کا انتظام کیا اور اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب دے کر بھیجا۔ تاکہ انسان کو اس کی بھلائی برائی بالکل کھول کر بتا دے، جو لوگ ان باتوں کو نہیں مانتے اور اس دنیا کی ظاہری باتوں پر ریجھ گئے ہیں، اصل میں وہ غلطی میں پھنس گئے۔ کہ دنیا ہی کی زندگی سب کچھ ہے اور جو کچھ یہاں ہے، وہی سب کچھ ہے، مرنے کے بعد کچھ نہیں ؛

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ یہ خیال خام ہے، مرنے کے بعد ہر انسان کو پھر زندہ کیا جائے گا اور اللہ عزوجل سب کو ان کے جھوٹے معبودوں سمیت ایک جگہ اکٹھا کرے گا، پھر ان معبودوں سے پوچھے گا، کہ یہ لوگ جو تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ بتاؤ کیا تم نے ان سے کہا تھا، کہ اللہ کا انکار کرکے یا اس کو مانتے ہوئے بھی تمہاری پوجا پاٹ کریں، یا خود بخود یہ تمہاری عبادت کرنے لگے آج اس کا فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ ان کے بہکانے والے تم تھے، یا یہ خود بہکے اور باوجود صاف صاف علامتوں کے ایک اللہ کو اپنا معبود نہ مانا، اور لگے ایرا غیرا کی خوشامد بلکہ عبادت کرنے ؛

اظہارِ حقیقت

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ
وہ کہیں گے پاک ہے تو نہ تھا لائق اور سزاوار ہمارے لیے
اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ
یہ کہ پکڑیں ہم تیرے سوا کوئی مددگار

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ
بولیں گے تو پاک ہے ہم سے نہ ہو سکتا تھا کہ تیرے
اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ
سوا کسی کو اپنا رفیق بنائیں

نَتَّخِذُ ربنا میں ہم مضارع کا صیغہ ہے اِتِّخَاذٌ سے جو۔ ا۔ خ۔ ذ سے بنا ہے۔ اخذ کے معنی پکڑنا۔ گرفتار کرنا۔ سورۂ یوسف میں اس سے فعل مضارع گذر چکا ہے۔ اِتِّخَاذٌ کے معنی پکڑنا۔ بنانا۔ اختیار کرنا کسی چیز کے ساتھ پختہ تعلق پیدا کر لینا۔

مِنْ اَوْلِيَآءَ میں مِنْ زائد ہے۔

یا وَلِيًّا مقدر کی صفت بیانیہ ہے۔

دنیا میں لوگ اللہ عزوجل کو بھول بیٹھے ہیں، ان کی عقل غلط راستے پر چل پڑی ہے، عام لوگوں کی تو صرف انہی چیزوں میں دلچسپی رہ گئی ہے جن کے دیکھنے سننے یا برتنے میں انہیں جسمانی لذت حاصل ہو۔ اب یہ انہی خواہشوں کے قابو میں ہیں، جدھر ان کا اشارہ ہوتا ہے، ادھر ہی چل دیتے ہیں، مجال نہیں کہ ادھر ادھر اپنے اختیار سے جا سکیں:

افسوس! عقل کو چاہیے تھا، کہ خواہشوں کو اپنے قابو میں رکھتی، لیکن انہوں نے ایک دم ہجوم کر کے اس پر اپنا کمبل ڈال دیا اور پھر دبوچ کر بکل ڈال دی۔ اب یہ اللہ عزوجل کی قدرت دیکھنے کی بجائے کائنات کے ظاہری حسن و جمال پر لٹو ہو گئی ہے۔ اور تیری میری خوشامد کرتی پھرتی ہے:

جن چیزوں پر انسان یہاں لٹو ہے، قیامت کے دن انسان کے سامنے ان سے پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے انہیں عزوجل سے چھڑا کر اپنی طرف کیوں مائل کیا، جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے، ان سب کا جواب یہ ہوگا کہ تیری ذات عیب اور نقصان سے پاک ہے، ہم میں تو کوئی ذاتی خوبی نہیں، جسے دکھا کر انہیں پھسلاتے۔ ہم تیرے سہارے سے جیتے ہیں اور جو کچھ ہمیں ملا ہے، تیری ہی طرف سے ملا ہے، تیری مدد نہ ہو۔ تو ہم کچھ بھی نہیں، ہمارا مددگار والی وارث جو کچھ ہے، تو ہی ہے۔ ہمیں یہ کیا دے دیتے، جو ہم انہیں اپنے گرد اکٹھا کرتے، اور کہتے۔ کہ ہمارے عبادت گذار بندے بنو:

غفلت کا سبب

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى
اور لیکن آسودگی تو نے انہیں دی اور ان کے باپ دادا کو یہاں تک کہ
نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۸﴾
بھول گئے وہ تیری یاد اور تھے وہ لوگ تباہ ہونے والے

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى
اور لیکن تو ان کو اور ان کے باپ دادا کو فائدے پہنچاتا رہا یہاں
نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۸﴾
تک کہ وہ تیری یاد بھلا بیٹھے اور تھے یہ تباہ ہونے والے لوگ

بُوراً تباہ ہونے والے ابائر کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے۔ ب۔و۔ر سے بَوْر اور بَوار تباہی کو کہتے ہیں۔ سورۂ ابراہیم میں گذر چکا ہے۔

قیامت کے دن اللہ کے حضور میں اس کے بھلا دینے والے بندے ایک طرف اور ان کے گھڑے ہوئے معبود دوسری طرف برابر یا آمنے سامنے کھڑے ہوں گے ان لوگوں کا جرم ثابت کرنے کے لئے ان کے ان خود ساختہ معبودوں سے سوال ہو گا کیوں جی تم نے ان سے کہا تھا کہ یہ تمہاری عبادت کریں اور مجھ سے منہ موڑ لیں یا یہ خود مجھے چھوڑ کر تمہیں اپنا ولی، مددگار اور معبود بنا بیٹھے جو وہ جواب دیں گے۔ اس کا بقایا آیت کے اس حصہ میں ہے۔ وہ عرض کریں گے ہماری کیا مجال تھی۔ جو انہیں اپنی عبادت کے لئے کہتے۔ ہمارے پاس دھرا ہی کیا تھا۔ ہم تو خود آپ ہی کے سہارے جیتے تھے اور آپ ہی ہمارے ولی اور مددگار تھے۔ ان لوگوں کو اتنی سی بات بھی نہ سوجھی، کہ جو خود محتاج ہو وہ، دوسرے کا بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ ان بدبختوں کی قسمت ہی میں تباہی لکھی تھی ان کو اور ان کے باپ دادا کو آپ نے عیش و آرام کا بہت سا ساز و سامان اپنی رحمت سے عطا کیا۔ اپنے بہت سے بندوں کو ان کا مطیع اور فرماں بردار بنایا یہ لوگ دولت کے نشہ میں مخمور ہو کر آپ کو بھلا بیٹھے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے پاس دولت کی فراوانی اور مال و جاہ کی افراط دیکھ کر آپ کو پہچانتے اور آپ کے سامنے سجدہ شکر سے سر نہ اٹھاتے۔ کیونکہ آپ ہی ان کے منعم حقیقی تھے اور یہ اتنے احمق بھی نہ تھے کہ اتنی سی بات نہ پہچانتے۔ کہ دنیا میں اور کوئی کسی کو کچھ دینے والا نہیں، جو کچھ دیا، آپ ہی نے دیا۔ جو کچھ دیتے ہیں۔ آپ ہی دیتے ہیں اور جو کچھ دیں گے آپ ہی دیں گے۔ یہ بدبخت تھے ہی تباہ، ہونے کے قابل یہ خود ہی اپنی تباہی کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور اسے بھگتیں گے۔

عذاب ٹل نہیں سکتا

فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا
اب وہ تو تمہیں جھٹلا چکے اس میں جو تم کہتے تھے پس اب نہ
تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا
تم کر سکتے ہو پھیرنا اور نہ مدد کرنا

فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا
سو وہ تو تمہیں تمہاری بات میں جھوٹا ٹھہرا چکے اب نہ
تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا
تم ٹال سکتے ہو اور نہ مدد کر سکتے ہو

صَرْف (لوٹانا) مراد یہ ہے. کہ نہ تم اپنی بات بدل سکتے ہو اور نہ سزا ٹال سکتے ہو۔

نَصْر (مدد کرنا) یعنی یہ بھی نہیں کر سکتے. کہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو. جن کی مدد کا تمہیں بھروسا تھا. یعنی تمہارے جھوٹے معبود وہ تو تمہیں ٹکا سا جواب دے ہی چکے۔

لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے جھوٹے معبودوں کا جواب قیامت کے دن اللہ عزوجل کے بھرے دربار میں ان کے عبادت گذار جب سن لیں گے تو ان کو ارشاد ہوگا. کہ اب بولو کیا کہتے ہو. دنیا میں جنہیں تم معبود کہتے تھے. اور جن کے بھجن گاتے اور خوشامد کرتے. تمہاری زبان سوکھ جاتی تھی. اور تمہارے معبود تو تمہیں ٹکا سا جواب دے گئے اور تمہیں برملا جھوٹا کہہ رہے ہیں. کہ اے پروردگار ہم تو خود تیرے سہارے جیتے تھے. ہماری کیا شامت آئی تھی. کہ ہم تجھے ناراض کرکے ان کا سہارا ڈھونڈتے اور کہتے. کہ تم ہماری بندگی کرو، ان کی بندگی سے ہمارا کیا فائدہ تھا، جو ہم انہیں ورغلاتے. یہ جھوٹ کہتے ہیں. کہ ہم ان کے معبود ہیں. اب تم بولو تم دنیا میں کہہ چکے ہو. کہ اللہ کو کس نے دیکھا. ہمارے معبود تو یہی دنیا کے بڑے لوگ اور ان کے بعد ان کی مورتیں یا ان کے نام و نشان ہیں. یہی ہمیں سب کچھ دیتے ہیں. ہم انہیں سے مانگیں گے۔ اور انہیں کے آگے سر جھکائیں گے. یہ دیکھو تمہارے اعمال نامہ میں یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے. اب تم اپنی بات سے پھر نہیں سکتے اور نہ اپنے سر سے عذاب ٹال سکتے ہو. یہ دیکھو تمہارے معبود تمہیں چھوڑ گئے۔ اب کوئی تمہارا مددگار بھی نہیں سو اب تم جاؤ جہنم میں۔

⁂ ⁂ ⁂

ظالم سزا پائے گا

وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ
اور جو ظالم ہے تم میں چکھائینگے ہم اسے
عَذَابًا كَبِيْرًا (۱۹)
عذاب بڑا

وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ
اور جو تم میں گنہگار ہے اسے ہم بڑا
عَذَابًا كَبِيْرًا (۱۹)
عذاب چکھائیں گے

اُوپر کی آیتوں میں بیان ہوا۔ کہ قیامت کے دن اللہ کا انکار کرنے والوں کو اور ان کے بنائے ہوئے جھوٹے معبودوں کو جمع کیا جائے گا۔ اور ان معبودوں سے پوچھا جائے گا کہ انہیں تم نے بہکایا تھا، کہ تمہاری عبادت کریں، یا یہ خود بہکے تھے۔

وہ جواب دیں گے، کہ ہم ان سے کس برتے پر اپنی عبادت کے لئے کہتے ہم تو خود آپ کے سہارے جیتے تھے یہ ہمارے کس کام کے تھے۔ جو ہم انہیں گرویدہ بناتے۔ اس کے بعد منکروں سے پوچھا جائے گا۔ کہ اب کیا کہتے ہو۔ تمہارے معبود تو تمہیں جھوٹا ٹھہرا کر تم سے کنارہ کش ہو گئے۔ اب تم اپنے جھوٹے دعووں کی تصدیق کیسے کرو گے۔ اب تمہارا مددگار اگر کوئی ہو تو تم اسے پیش کرو، ورنہ تمہارے اوپر جرم ثابت ہوتا ہے تم اب نہ اپنے سر سے عذاب ٹلا سکتے ہو اور نہ اپنے دعوے سے مکر سکتے ہو اور نہ کہیں سے تمہیں مدد مل سکتی ہے۔

پھر ارشاد ہو گا کہ جب تم مجرم قرار پا گئے اور تمہارے اوپر سرکشی کا الزام قائم ہو گیا، تو اب فیصلہ سن لو۔ کہ تمہاری سرکشی کے مطابق تمہیں سزا دی جائے گی، اور جو تم میں جتنا سرکش ہو گا، اتنی ہی اس کی سزا سخت ہو گی۔

تم دنیا میں بالکل نہ سمجھے۔ کہ تم اللہ کا انکار کر کے اس کے بدلے جو دوسرے معبود بنا رہے ہو۔ یہ سراسر ظلم ہے۔ تمہیں اس کا حق بالکل نہ تھا۔ کہ تم اپنے مالک، خالق اور رب کو چھوڑ کر اس کی مخلوقات میں سے کسی کو اپنا سرپرست بناؤ جس میں نہ کچھ قوت ہے، نہ طاقت بلکہ بعض صورتوں میں تم سے بھی زیادہ گیا گذرا ہے۔ اور یہ ایک بے جان مورت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

دوسرا اعتراض

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ
اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسولوں میں سے
اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ
مگر وہ یقیناً البتہ کھاتے تھے کھانا
وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط
اور چلتے پھرتے تھے بازاروں میں

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ
اور ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے
اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ
سب کھانا کھاتے تھے اور
وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط
بازاروں میں پھرتے تھے

پہلے بیان ہوا، کہ اے رسول یہ لوگ تیرے رسول ہونے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو ہماری ہی طرح کے آدمی ہیں ہماری ہی طرح کھانا بھی کھاتے ہیں اور ہماری ہی طرح بازاروں میں بھی چلتے پھرتے ہیں ان لوگوں کا اس سے مقصود اور لوگوں کو بہکانا تھا، کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کا رسول نہ مان لیں وہ کہتے کہ اللہ تو سب سے بڑا بادشاہ ہے وہ اگر رسول بھیجتا تو اس کی شان نرالی ہی ہونی چاہیئے تھی۔ یا تو وہ کوئی سب سے بڑا فرشتہ ہوتا۔ اور ان ضرورتوں سے جن میں آدمی پھنسا ہوا ہے پاک صاف ہوتا، یا اگر کوئی آدمی ہوتا تو بڑی شان وشوکت والا چاہیئے تھا۔ فرشتے اس کے خادم ہوتے اور ہٹو بچو کہتے ہوئے جہاں اس کی سواری جاتی۔ اس کے آگے ہوتے۔ خیر اگر بہت سے نہیں تو کم از کم ایک فرشتہ تو ضرور اس کے ساتھ اس کا ہاتھ بٹانے والا ہوتا۔ جو پیغام پہنچانے میں اس کی مدد کرتا۔

ان کی اس قسم کی باتوں کی اس آیت میں قلعی کھولی گئی ہے ارشاد ہے کہ آدمیوں میں آدمی ہی کو رسول بنا کر بھیجنا مناسب ہے اور ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے اے رسول ہم نے تجھ سے پہلے انسان کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً بہت سے رسول بھیجے سب کے سب بشر تھے اور انہی جیسے آدمی تھے جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور حسب ضرورت اور مصلحت بازاروں میں بھی برابر چلتے پھرتے تھے اس کی مصلحت ظاہر ہے ہمیں یہ منظور نہ تھا کہ کسی فرشتے یا کسی بڑی شان والے آدمی کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجیں اور زبردستی اپنا رعب جما کر لوگوں سے اپنی بات منوائیں۔ بلکہ منظور یہ تھا کہ ایک خوش خلق ملنسار آدمی کے ہاتھ پیغام جائے اور لوگ اپنی عقل سے اس پیغام کو سمجھیں۔ اور اس کے مطابق عملدرآمد کریں۔

مقصود آزمائش ہے

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ

اور کیا ہم نے بعض تمہارے کو بعض کے لیے جانچ کیا تم ثابت قدم رہتے ہو

وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾

اور ہے تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ

اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے جانچنے کا ذریعہ بنایا ہے دیکھیں تم ثابت قدم بھی رہتے

وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾ ع ۲

ہو اور تیرا رب سب کچھ دیکھتا ہے

ارشاد ہے کہ دنیا میں اچھے، بُرے، طاقتور، کمزور، اکھڑ، خوش خلق، ہدایت کرنے والے، گمراہ کرنے والے بات بنانے والے، بات بگاڑنے والے، مالدار، مفلس، تیز عقل، سبھی قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی حالت ایک دوسرے سے مختلف ہے تم جانتے ہو ایسا کیوں کیا گیا اور کیوں سب کو ایک ہی قسم کا نہ بنایا گیا بلکہ ہر ایک کو رنگ برنگ کی عادتیں خصلتیں چال ڈھال، خو بُو اور خصوصیتیں عطا کی گئیں۔ اس سے یہ مقصود ہے کہ ایک کو دوسرے کے ذریعہ آزمایا جائے دیکھنا یہ ہے کہ مالدار مفلس کی مدد کرتا ہے یا اسے دور سے ہی دھتکار دیتا ہے مفلس اپنے آپ کو مالدار کے سامنے ذلیل کرتا ہے یا کونے میں بیٹھ کر صبر سے کام لیتا ہے۔ زور آور کمزور کو دباتا ہے یا اس کی کمر تھامتا ہے۔ عقلمند خود صحیح بات دریافت کر کے دوسروں کو بتاتا ہے یا دنیا کے عارضی منافع حاصل کرنے میں لگ جاتا ہے۔

اسی طرح رسولوں کے صبر اور تحمل کی جانچ بھی اللہ عزوجل کے منکروں کی ڈھٹائی اور سرکشی کے ذریعہ کی جاتی ہے ایمان والوں کی جانچ بے ایمانوں کی دھمکے بازیوں اور چھل بٹوں کے ذریعہ منظور ہے دیکھنا یہ ہے کہ نیک لوگ بدکاروں کی دست درازیوں سے تنگ آکر صبر و تحمل کا دامن تو نہیں چھوڑ دیتے۔

اللہ عزوجل اس آزمائش کے ذریعے نیک لوگوں کے درجے بڑھاتا ہے، اچھی صفتوں کے نرے مالک ہونے سے اس دنیا میں کام نہیں بنتا۔ ان صفتوں کے جوہر جب کھلتے ہیں جب ان کے مالک میدان عمل میں اپنے مخالفوں کے طرز عمل کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام اپنی حکمت سے قائم کیا ہے اور وہ خوب دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ انسان کی خوبیوں کا کمال کس طریقہ سے حاصل ہوتا ہے

∴ ∴ ∴

دنیا میدان عمل ہے

اوپر کی آیتوں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انسان کو گوناگوں قوتوں سے مالا مال کر کے اور ساتھ ہی عقل دے کر اس رنگ برنگی دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ ان قوتوں سے عقل کے مطابق کام لے۔ دنیا میں نیکی جب چمکتی ہے۔ جب اس کا بدی سے مقابلہ ہو لوگ ایک دوسرے سے آزادی کے ساتھ ٹکرائیں اور خوب ہاتھا پائی کریں نیک لوگ کامیاب بھی ہوں گے جب بڑے لوگوں سے مقابلہ کر کے ان سے جیت کر دکھائیں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ دنیا کونے میں بیٹھنے کے لئے نہیں بنائی گئی ہے اس میں تو ہر وقت ہر ایک کو مقابلے کے لئے کمربستہ رہنا ضروری ہے یعنی دنیا جہاد کا میدان ہے لیکن اس بات کو بھی اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہئیے کہ دنیاوی مفاد کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا قرآنی جہاد نہیں ہے۔ کسی شخص یا جماعت کو اپنی قوت اس لئے جمع کرنی اور کام میں نہ لانی چاہیئے کہ دوسرے پر حکومت کرے یہ بے جا بات ہے کہ مال و دولت دوسرے سے زیادہ لڑ جھگڑ کر اکٹھا کرے یا دوسروں کو دبانے کے لئے خوفناک ہتھیار ایجاد کرے۔

قرآن مجید سمجھاتا ہے کہ انسان کے لئے اپنی قوتوں کو دنیاوی مفاد کے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے مقابلہ میں صرف کرنا۔ صرف وقت ضائع کرنا ہے۔ ایک دوسرے سے دنیاوی مرتبوں، جاہ و حشمت، مال و دولت میں بڑھنے کی کوشش میں لگ جانا انجام تباہی کا باعث ہے۔

قرآن مجید تمام انسانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ دنیا کی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے آپس میں مقابلہ نہ کریں بلکہ باہمی تعاون سے کام لیں مقابلہ دنیاوی جاہ و حشمت حاصل کرنے کے لئے تباہ کن ہے مقابلہ فقط نیک اخلاق حاصل کرنے میں کرنا چاہیے۔ ہر ایک اس دھن میں لگا رہے کہ میں دوسرے سے بڑھ کر نیک کام کروں، اور نیک عادتوں اور اچھی خصلتوں میں دوسرے سے بڑھ رہوں۔ دوسرے سے زیادہ گناہوں سے پرہیز کروں، خیر خواہی میں سب سے آگے رہوں۔

قرآن مجید یہ بھی بتاتا ہے کہ اچھے اخلاق، نیک عادتیں، نیک کام، عمدہ خیالات سب کچھ قرآن مجید میں انسان کے لئے واضح کر دیئے گئے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سیکھنے کا طریقہ بھی سب کو بتا دیا ہے اب لوگوں کو آزماتا ہے کہ وہ اللہ کے پسندیدہ طریقے پر چلتے ہیں یا شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے دل اور دماغ کی قوتوں کو محض دنیاوی خواہشوں کے پورا کرنے میں صرف کرتے ہیں

✻ ✻ ✻

بڑی سرکشی

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا
اور کہا ان لوگوں نے جو امید نہیں رکھتے ہماری ملاقات کی
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى
کیوں نہ اُترے ہم پر فرشتے یا دیکھ لیتے ہم
رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
اپنے رب کو بہت بڑے بن رہے ہیں اپنے دل میں
وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾
اور حد سے بڑھ گئے حد سے بڑھنا بڑا

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا
اور بولے وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہم
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى
پر فرشتے کیوں نہ اترے یا ہم اپنے رب کو
رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
دیکھ لیتے بڑا تکبر رکھتے ہیں اپنے جی میں
وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾
اور شرارت میں بہت سر چڑھ گئے ہیں

دنیا میں اللہ عزوجل کے پیغمبروں نے اور نیز عقل مند لوگوں نے صاف صاف اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ دنیا کے عارضی عیش و آرام اور خواہشوں کے دام میں پھنس کر انسان کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ اسے اسی میں اپنا فائدہ نظر آتا ہے کہ موجودہ حالت جس کی وجہ سے اس کا طوطی بول رہا ہے۔ جوں کی توں بنی رہے۔ اس کے بدل جانے میں ان لوگوں کو اپنی موت نظر آتی ہے۔ انہیں اپنے مفاد کے آگے اس کا خیال نہیں آتا۔ کہ موجودہ حالت اگر کچھ دن اور باقی رہی۔ تو انجام اور بھی خطرناک ہوگا۔ سمجھدار لوگ انہیں سمجھاتے ہیں تو وہ ان کا ناطقہ بند کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور جان توڑ کوشش کرتے ہیں کہ یا تو ان کا بولنا بند کر دیں یا لوگوں کو ان کی بات سننے سے منع کر دیں۔

مکہ کے کافر اسی خبط میں مبتلا تھے ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ سنے وہ اسے بھول گئے تھے کہ مر کر اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اس آیت میں ان کا حال بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے فرشتے آ کر کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اللہ نے تجھے پیغام بھیجا ہے۔ کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں یا پھر ہم اللہ ہی کو دیکھ لیتے اور وہ ان کے رسول ہونے کی تصدیق کر دیتا۔ یہ سرکشی کی انتہا ہے یہ اس قدر متکبر ہوئے ہیں کہ سوا فرشتوں کے کسی کی بات ہی نہیں سنتے اور اتنے منہ پھٹ ہو گئے کہ کہتے ہیں کہ اللہ کو کچھ کہنا ہے تو ہم سے خود آ کر بات کرے (نعوذ باللہ)

کافروں کو تنبیہ

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

جس دن دیکھیں گے وہ فرشتوں کو نہیں خوشخبری اس دن

لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

مجرموں کے لیے اور وہ کہیں گے کوئی آڑ ہو روکی ہوئی

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

اور پہنچے ہم اس کی طرف جو وہ کرتے تھے کام پس کر ڈالا ہم نے اسے

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ

دھول پھیلی ہوئی جنّت والے اس روز

خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

بہت اچھے ہیں ٹھکانے کے لحاظ سے اور بہتر ہیں آرام کے لحاظ سے

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

جس دن کہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہ گاروں کے لیے کوئی

لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

خوش خبری نہیں اور کہیں گے کوئی آڑ روک دی جاتے

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

اور ہم پہنچے ان کے کیے ہوئے کاموں کے پاس پس ان کو

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ

اڑتی خاک کر ڈالا اس دن بہشت کے لوگوں کا اچھا

خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

ٹھکانہ ہوگا اور اچھی جگہ آرام کی

حِجْرًا کے معنی روک اور آڑ کے ہیں یہ لفظ سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے مَّحْجُوْرًا وہ چیز جس کے آگے آڑ کھڑی کر دی جائے۔ یہاں مبالغہ کے لئے ہے یعنی آڑ کے آگے ایک اور آڑ ہو هَبَآءً خاک کے ذرے جو سورج کی شعاع سے چمکتے ہیں اور جنہیں غبار بھی کہتے ہیں مَّنْثُوْرًا اسم ظرف ہے ن۔ ث۔ ر سے نشر پھیلانا۔ اڑانا منثور اڑایا ہوا۔ پھیلایا ہوا مستقر (قیام گاہ) اسم ظرف۔ استقرار سے جو قدر یہ سے بنا ہے قرار کے معنی ٹھہراؤ۔ قیام۔ استقرار، ٹھکانا پکڑنا۔ مستقر وہ جگہ جہاں ٹھہرا جائے مقیل (آرام کی جگہ) یہ اسم ظرف ہے ق ی ل سے قیلولۃ دوپہر کے وقت آرام کو کہتے ہیں یہاں مطلق آرام مراد ہے مقیل آرام گاہ۔

ارشاد ہے کہ ان کا سر پھر گیا ہے جس دن فرشتے ان کے سامنے آئیں گے ان مجرموں کی کم بختی آ جائے گی ان کی ڈراؤنی شکلوں سے گھبرا کر کہیں گے ہٹاؤ انہیں ہمارے اور ان کے درمیان دوہری تہری آڑ کھڑی کرو۔ رہا ان کا یہ کہنا کہ اللہ خود آئے تو ہم ان کے اعمال کے پاس پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں اور ان کو خاک کے ذروں کی طرح اڑا کر برباد کر دیا ہے۔

فرشتوں کے اور اللہ کے دیکھنے کے دن فقط جنت والے ہر لحاظ سے اچھے ہوں گے ان کی قیام گاہ بھی اچھی ہوگی اور آرام گاہ بھی اچھی۔ ان مجرموں کو اس دن کوئی خوشی نصیب نہ ہوگی۔

قیامت کا ذکر

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ
اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادل پر سے اور اتارے جائیں گے
الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ
فرشتے اتارنا حکومت اس دن
ِۣالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ كَانَ يَوْمًا
سچی رحمٰن کی ہے اور ہے وہ دن
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾
کافروں پر سخت

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ
اور جس دن آسمان پھٹ جائے بادل پر سے اور آتارے
الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ
جائیں فرشتے لگاتار اس دن بادشاہی سچی
ِۣالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا
رحمٰن کی ہے اور وہ دن منکروں
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾
پر مشکل ہوگا

- تَشَقَّقُ (پھٹ جائے) اصل میں تَتَشَقَّقُ ہے جو مضارع کا صیغہ ہے شَقٌّ سے جس کا مادہ ش۔ق۔ق ہے شَقٌّ کے معنی پھاڑ ڈالنا تَشَقَّقَ اس کا لازم ہے یعنی پھٹ جائے گا اس میں بولتے اور لکھتے وقت اول کی تے گر جاتی ہے۔

غَمَام (ابر) غ۔م۔م سے غَمٌّ کے اصل معنی کسی چیز پر لپیٹ کر اسے ڈھانک لینے کے ہیں' یہ ابر کی طرح کی ایک چیز ہوگی۔ جو اللہ عزوجل کی خاص تجلی کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی۔ آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اوپر سے یہ سفید بادل نیچے اترتا نظر آئے گا۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن کو یاد کرو۔ اس روز آسمان پھٹ جائے گا اور ایک بادل اوپر سے اترتا ہوا نظر آئے گا پھر بیشمار فرشتے اوپر سے اترنے شروع ہوں گے اور لگاتار اترتے ہی چلے آئیں گے اس بادل میں اللہ عزوجل کی تجلی ہوگی۔ جو میدان حشر میں اس شکل کے اندر نزول فرمائے گا۔ اور اس کے گردا گرد بے شمار فرشتوں کا ہجوم ہوگا۔ یہ سب میدان حشر میں آکر ٹھہریں گے اور دربار الٰہی قائم ہو جائے گا۔

اس دن لوگوں کو معلوم ہوگا۔ کہ اصلی بادشاہت کس چیز کا نام ہے۔ یہ اصلی بادشاہت ایسی ہوگی کہ اس میں کسی کا حکم نہ چلے گا۔ اور اللہ کی حقیقی بادشاہت کا نقشہ ہوگا یہ دن اللہ کا انکار کرنے والوں کے لئے بہت سخت ہوگا جو باوجود اللہ کے رحمٰن ہونے کے اس کی رحمت سے محروم ہوں گے۔

کافروں کی حسرت

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ

اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو کہے گا

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾

اے کاش کہ میں پکڑ لیتا رسول کے ہمراہ راستہ

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾

اے خرابی میری کاش کہ میں نہ بناتا فلانے کو دوست

لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ

البتہ تحقیق بہکایا اس نے مجھے نصیحت سے بعد اس کے جب وہ پہنچی میرے پاس

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

اور ہے شیطان انسان کو چھوڑ جانے والا

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ

اور جس دن گنہ گار اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا کہے گا

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾

اے کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ پکڑا ہوتا

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾

ہائے خرابی میری کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا

لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ

اس نے تو مجھے نصیحت سے مجھ تک پہنچ چکنے کے بعد ہٹا دیا

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

اور شیطان آدمی کو وقت پر دغا دینے والا ہے

خذولا (چھوڑ کر چل دینے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے خ۔ ذ۔ ل سے خذل کے معنی وقت پڑنے پر چھوڑ کر چل دینا ضرورت کے وقت کام آنا۔

اس آیت میں ان لوگوں کی حسرت اور ندامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو دنیا میں اللہ پر ایمان نہ لانے والوں کو قیامت کے دن حاصل ہو گی۔ آدمی دنیا میں دوسروں کو دیکھ کر خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے اور اسلام کا سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط راستوں پر چل پڑتا ہے قیامت میں حقیقت حال سے واقف ہو کر پچھتائے گا اور اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا اور زبان سے پچھتاوا ظاہر کرتا جائے گا کہ ہائے میں نے رسول کی بتائی ہوئی راہ کیوں نہ اختیار کی، میں ان کا غلام کیوں بنا رہا جو اپنی دنیاوی خواہشیں پوری کرنے کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ اس وقت وہ پچھتائے گا کہ میں نے فلاں اور فلاں کو دوست کیوں بنایا۔ اس نے تو مجھے سیدھے راستہ سے ہٹا دیا اور ان باتوں سے جن میں میری بہتری تھی مجھے دور کر دیا۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ جو دوسروں کو اچھے راستہ سے ہٹا کر غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں شیطان ہیں خواہ جنوں میں سے ہوں یا آدمیوں میں سے شیطان کا خاصہ ہے کہ وقت پڑنے پر ٹکا سا جواب دے کر چھوڑ کر چل دیتا ہے

قرآن ضروری چیز ہے (رکوع ۳)

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا

اور کہا رسول نے اے میرے رب تحقیق میری قوم نے ٹھہرایا

هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

اس قرآن کو چھوڑا ہوا اور اسی طرح کیا ہم نے

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى

ہر نبی کے واسطے دشمن گنہ گاروں میں سے اور کافی ہے

بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ﴿٣١﴾

تمہارا رب ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا

اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے تو اس قرآن کو

هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

جھک جھک ٹھہرایا ہے اور اسی طرح ہم نے

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى

ہر نبی کے لیے گنہ گاروں میں سے دشمن بنا رکھے ہیں اور تمہارا رب

بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ﴿٣١﴾

راہ دکھانے اور مدد کرنے کو کافی ہے

مَهْجُوْرًا: (چھوڑا ہوا ناقابل التفات، اسم فاعل ہے' لا. ج ہجر سے ہجر کے معنی چھوڑ دینے کے اور ہجر کے معنی ہذیان، گالی اور برے برے نام دینے کے ہیں' یہ لفظ سورۃ المومنون میں گذر چکا ہے' جہاں اس کے معنی کسی کی بابت بری باتیں منہ سے نکالنے کے ہیں' یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی متروک یا (نعوذ باللہ) فضول باتوں کا مجموعہ کہلانے کے قابل۔

نوع انسان بہت سی قوتوں کا مجموعہ ہے جو اس کے ہر فرد میں مختلف تناسب کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں یعنی فرد میں ان کی مقدار اور حالت کے اندر کمی بیشی ہے۔ جو چیز ان قوتوں کو کسی فرد کے اندر اکٹھا کئے ہوئے ہے' وہ اس فرد کا نفس ناطقہ یا اس کی جان ہے' دنیا میں آتے وقت پہلے ہر انسان کا نفس ناطقہ بنتا ہے پھر اس کے مطابق اس کا سارا جسم بنتا ہے اور نفس کی بعض قوتیں بدن کے رکھ رکھاؤ کی جانب متوجہ ہو جاتی ہیں۔ جن کا مجموعہ نفس امارہ کہلاتا ہے۔ باقی قوتیں جو بچیں وہ اصلی نفس ناطقہ کی خادم ہوتی ہیں' ان کا مجموعہ نفس مطمئنہ ہے۔ نفس امارہ اور نفس مطمئنہ میں کشمکش شروع ہوتی ہے' اور کچھ قوتیں ان دونوں کے بیچ میں صلح کرانے کے کام میں لگ جاتی ہیں' ان کا مجموعہ نفس لوامہ کہلاتا ہے' جس کی کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ نفس امارہ نفس مطمئنہ کے تابع ہو کر کام کرے' کیونکہ نفس ناطقہ کی بھلائی اسی میں ہے۔ نفس ناطقہ ہی اصل انسان ہے۔ اگر نفس امارہ کا قابو چل گیا۔ تو وہ نفس ناطقہ کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔

قرآن ضروری چیز ہے (ب)

انسان کی اسی پیچیدہ بناوٹ کی طرف توجہ دلانے کے لیے رسول بھیجے گئے اور انہیں آسمانی کتابیں اور صحیفے دیئے گئے تاکہ وہ انسان کو اس کی تباہی سے بچائیں، اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری آسمانی کتاب جو انہیں دی گئی یعنی قرآن مجید دونوں انسان کو یہی پیغام واضح طور پر ہمیشہ کے لیے پہنچا دینے کو دنیا میں بھیجے گئے۔ اور انہوں نے بتایا۔ کہ نفس امارہ انسان کو بدنی خواہشوں کی طرف کھینچتا ہے۔ ان خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ جانے کا نام دیتا ہے۔ نفس مطمئنہ چاہتا ہے، کہ انسان نفس ناطقہ (جسے روح بھی کہتے ہیں) کی بھلائی کی طرف متوجہ ہو۔ جس سے اسے مرنے کے بعد یعنی آخرت میں آرام ملے۔ نفس امارہ کو تنبیہ کرتا رہتا ہے، کہ نفس مطمئنہ کی بات مانے اور اس کی ہدایت کے مطابق دنیا میں بسر کرے، ورنہ جب بدن نہ رہے گا۔ یعنی موت آجائے گی۔ تو نفس ناطقہ یعنی اصل انسانی جوہر بڑی مشکل اور مصیبت میں پھنس جائے گا ؛

نفس ناطقہ کی جن باتوں میں بھلائی ہے، وہ قرآن مجید میں صاف صاف بیان کر دی گئی ہیں۔ نفس مطمئنہ چاہتا ہے۔ کہ نفس امارہ قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق چلے۔ تاکہ اسے آخرت کی خوشی نصیب ہو۔ نفس لوامہ نفس امارہ کو وقتاً فوقتاً تنبیہ کرتا رہتا ہے، کہ نفس مطمئنہ کی بات سنے اور نفس ناطقہ کو تباہی سے بچائے۔ قرآن مجید میں نفس لوامہ نفس مطمئنہ دونوں کا ذکر ہے اور نفس ناطقہ کو فقط نفس ہی کہا گیا ہے، اس کی تفصیل جا بجا آگے کی سورتوں میں آئے گی ؛

اس آیت میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے شکایت کی۔ کہ لوگ قرآن مجید کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور اس کو پرانی کہانیوں کا مجموعہ۔ خرافات۔ شعر۔ جادو کا منتر اور جانے کیا کیا بُرے بُرے نام دے کر چھوڑ بیٹھے ہیں، اس کی وجہ سے یہ تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ میرا بس چلے۔ تو ان کو زبردستی ان کی حماقت سے روک دوں۔

اگلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ تم اس بارے میں پریشان نہ ہو۔ دنیا میں ہم نے یہی طریقہ رکھا ہے۔ کہ جب بھی کوئی نبی آیا، فسادی اور گنہ گار لوگ اس کے دشمن بن گئے، تم ان سرکشوں کی مخالفت کی پرواہ مت کرو۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی ہدایت کرنے کے لیے کافی ہے، اور یہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اور اللہ تمہارے ذریعے اپنا پیغام دنیا بھر میں پھیلا کر رہے گا ؛

ایک اور شبہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ
اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے کیوں نہ اترا اس پر
الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ
قرآن اکٹھا ایک ہی بار یہ اس لیے تاکہ قوی کریں ہم
بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (۳۲)
اس سے تیرا دل اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں ہم اس کو تھوڑا تھوڑا

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ
اور وہ لوگ جو منکر ہیں کہنے لگے اس پر سارا قرآن ایک
الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ
ہی دفعہ کیوں نہ اترا یہ اس لیے کہ ہم اس کے ذریعہ تیرے
بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (۳۲)
دل کو قوی رکھیں اور اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سنائیں

آدمی جب کوئی بات اختیار کر لیتا ہے تو اس سے دن بدن زیادہ مانوس ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی ایسی عادت ہو جاتی ہے کہ بغیر اس کے چین نہیں آتا۔ کاش ایسا ہوتا۔ کہ کسی بات کے اختیار کرنے سے پہلے وہ سوچ لیا کرتا۔ کہ یہ بات اس کے حق میں بری ہے یا اچھی۔ قرآن حکیم انسان کی اس خصلت کو پہچانتا ہے اور اس لیے ہر جگہ اس کی رعایت کرتا نظر آتا ہے۔ اس کا مقصود صرف یہ ہے۔ کہ انسان اجتماعی طور پر کسی بری بات پر نہ جمنے پائے۔ اس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے۔ کہ وہ انسانی سوسائٹی کے رسم و رواج کو نری مفید باتوں پر قائم دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اس بات کو گوارہ نہیں کرتا۔ کہ ان کی بنیاد ایسی باتوں پر ہو جو انجام کار انسان کے لیے مضر ثابت ہوں۔ بدقسمتی سے اسلام سے پہلے کی عرب سوسائٹی میں بعض ایسی باتیں رائج ہو چکی تھیں، جو انسان کے لیے چل کر تباہی کا موجب تھیں ::

قرآن حکیم نے ان کی اصلاح کرنی چاہی۔ مکہ کے اکثر عرب بگڑ گئے اور قرآن کے خلاف اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ منجملہ اور باتوں کے ان کی ایک بات کا اس آیت میں ذکر ہے، کہ وہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن کو اللہ کی کتاب بتاتے ہیں، تو وہ ساری کی ساری انہیں ایک دم کیوں نہ مل گئی۔ یہ ٹھہر ٹھہر کر تھوڑی تھوڑی آیتیں کیوں نازل ہوتی ہیں ::

ارشاد ہے کہ اے رسول تھوڑی تھوڑی آیتیں اس لیے نازل ہوتی ہیں۔ کہ ہر ایک آیت کو اچھی طرح سمجھ کر اس کا مفہوم تیرے دل میں بیٹھ جائے اور مضبوط اعتقاد حاصل ہو تاکہ تیرے دل کو قوت پہنچے۔ اور عمل کرنے کے اندر آسانیاں پیدا ہوں ::

قرآن کا کام

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ

اور وہ نہیں لاتے تیرے پاس کوئی کہانی مگر لے آتے ہیں تیرے پاس ٹھیک بات

وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ

اور اس سے بہتر واضح کر کے وہ جو گھیر کر لائے جائیں گے

عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ

اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف وہی لوگ بدتر ہیں

مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾

درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے راستہ سے

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ

اور نہیں لاتے تیرے پاس کوئی مثل کہ نہ پہنچا دیں ہم تجھ کو ٹھیک بات

وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ

اور اس سے بہتر کھول کر جو لوگ کہ گھیر لائے جائیں گے

عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ

اوندھے پڑے ہوئے جہنم کی طرف انہی کا برا

مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾ ع

درجہ ہے اور وہ راہ سے بہت بہکے ہوئے ہیں

مَثَل (مثال) گھڑی ہوئی، ملتی جلتی بات جس سے اصل بات کی بھلائی یا برائی مقصود ہو، یہاں اس سے مراد ایسی بات جس سے قرآن کی تحقیر ہو ؛

مکّے کے کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کی بابت ایسی باتیں منہ سے نکالتے تھے جن سے لوگوں کی نگاہ میں ان کی قدر گھٹے کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی لوگوں میں سے ہیں جو قصے کہانیاں شعر، منتر آگے کا حال سنا کر اور جادو شعبدے وغیرہ دکھا کر دوسروں سے اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ قرآن کی بابت کہتے کہ ادھر ادھر کی سنی سنائی باتیں جمع کی ہوئی ہیں، جو کچھ لوگ انہیں اچھی عبارت میں لکھ کر دے دیتے ہیں اور انہی کو ہر وقت پڑھ پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ کبھی کہتے کہ اللہ کو کیا غرض پڑی جو کوئی کتاب نازل کرے، اگر وہ نازل کرتا تو ایک دفعہ ہی پوری کتاب بنی بنائی نہ بھیج دیتا۔ یہ تھوڑی تھوڑی اترنے کے کیا معنی ؛

ارشاد ہے کہ ان کی فضول باتوں کا جواب ہم قرآن مجید میں حق اور سچی بات بیان کر کے دے دیتے ہیں، جو رسولؐ اور قرآن کی بابت صاف اور سیدھی بات کھول کر بتا دیتی ہے، ان بیکار باتیں کرنے والوں کا دماغ الٹ گیا ہے، ان کو قیامت کے دن الٹا ڈال کر منہ کے بل دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جایا جائے گا، یہ لوگ درجے اور مقام کے لحاظ سے بدترین لوگ ہیں، یہ ٹھیک بات کو چھوڑ کر بالکل غلط باتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اگلوں سے عبرت

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا
اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کر دیا
مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾ فَقُلْنَا
اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو مددگار پس کہا ہم نے
اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
جاؤ دونوں ان لوگوں کی طرف جنہوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿٣٦﴾
ہماری آیتوں کو پس تباہ کر دیا ہم نے انہیں بری طرح

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا
اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے
مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾ فَقُلْنَا
بھائی ہارون کو کام بٹانے والا کر دیا پھر ہم نے کہا تم
اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
دونوں ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری باتوں کو
بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿٣٦﴾
جھٹلایا پھر ہم نے انہیں اکھاڑ کر دے مارا

تَدْمِيْرًا : (تباہ کر دینا) اس کا مادہ د۔م۔ر ہے دمار کے معنی تباہی کے ہیں۔ تدمیرا ہلاک کرنا۔ نیست و نابود کر دینا۔ دَمَّرْنَا اسی سے تدمیر فعل ماضی ہے۔ جو اس کے بعد مفعول مطلق کے طور پر مذکور ہے۔ اس سے مراد عظیم تباہی ہے۔ گویا جڑ سے ہی کھود کر پھینک دیا۔

ارشاد ہے کہ ان سے پہلے بھی اکثر انسانوں نے سرکشی کی ہے، وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ عزوجل کو بالکل بھول گئے، اپنے اپنے جتھے قائم کر لیے اور جو ان میں زبردست تھے ——— وہ ان جتھوں کے سردار بن بیٹھے، زیر دستوں نے کمزوروں کو دبانا شروع کیا اور لگے ان سے جانوروں کی طرح کام لینے۔ انہی میں سے ایک زمانے میں ایک جتھا مصریوں کا بن گیا تھا۔ جن کا سردار فرعون کہلاتا تھا۔ وہ ایسا سرکش تھا، کہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا۔ اور اپنی قوم کے لوگوں سے اپنی عبادت کراتا تھا۔ اور بنی اسرائیل پر جو ان میں آکر بس گئے تھے۔ قیامت ڈھا رکھی تھی۔

ارشاد ہے کہ ہم نے فرعون کی اور اس کی قوم کی طرف موسیٰؑ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور انہیں کتاب عطا کی اور ان کے بھائی ہارون کو نبوت عطا کر کے ان کا ہاتھ بٹانے کے لیے ان کے ساتھ کر دیا۔ پہلا کام ان دونوں کے سپرد یہ ہوا۔ کہ فرعون کی قوم کو جا کر سمجھاؤ، کہ سرکشی چھوڑیں اور اللہ عزوجل کی اطاعت کریں۔ لیکن اس قوم نے ان کی نہ سنی۔ آخر ہم نے اس قوم کو نیست و نابود کر دیا۔

دیگر سرکشوں کا حال

وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ
اور تباہ کیا نوح کی قوم کو جب جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو
اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ط
ڈبو دیا ہم نے ان کو اور کر دیا ہم نے ان کو لوگوں کے لیے نشانی
وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣٧﴾
اور تیار کر دیا ہم نے ظالموں کے لیے عذاب دردناک
وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا۟ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًا
اور تباہ کیا عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والوں کو اور جماعتوں کو
بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ
اس کے بیچ میں بہت سی اور ہر ایک بیان کیں ہم نے اس کے لیے
الْاَمْثَالَ ز وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾
مثالیں اور ہر ایک کو برباد کیا ہم نے تباہ کر کے

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ
اور نوح کی قوم جب انہوں نے پیغام لانے والوں کو جھٹلایا ہم نے
اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ط
ان کو ڈبو دیا اور ان کو لوگوں کے لیے نشانی کر دیا اور ہم نے
وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣٧﴾
گناہ گاروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے
وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا
اور عاد کو اور ثمود کو اور کنوئیں والوں کو اور اس کے
بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ
بیچ میں بہت سی جماعتوں کو اور سب کو ہم نے مثالیں کہہ
الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾
سنائیں اور سب کو ہم نے برباد کر دیا تباہ کر کے

الرَّسُّ (ایک خاص کنواں ہے) رَسٌّ کنوئیں کو کہتے ہیں۔ اصحاب الرس (کنوئیں والے) یہ لوگ ایک کنوئیں کے قریب بستے تھے تَتْبِیْر (ریزہ ریزہ کرنا) اس کا مادہ ت۔ب۔ر ہے۔ تَبْر ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا تَتْبِیْر ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دینا۔

ارشاد ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کی طرح ہم نے نوح کی قوم کو بھی ہلاک کیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کر دیا تھا۔

جب وہ کسی طرح نہ مانے تو اللہ نے ایک زبردست طوفان بھیجا اور انہیں اس میں ڈبو دیا اور انہیں دوسرے لوگوں کے لیے ذریعہ عبرت بنا دیا۔ اور ظالموں کے لیے یعنی ان لوگوں کے لیے جو انسانیت کے فرائض ادا نہیں کرتے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ مرنے کے بعد وہ اس میں مبتلا ہوں گے۔ اسی طرح عاد۔ ثمود، کنوئیں والے اور بہت سے سرکش لوگ جو ان کے درمیانی زمانے میں آئے۔ سب کو ہم نے ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کیا ـــــ ان سب کو ہم نے رسولوں کے ذریعہ سمجھا دیا تھا کہ پہلے لوگ نافرمانی کی وجہ سے تباہ ہو چکے ہیں۔ لیکن جب وہ نہ مانے۔ تو ہم نے انہیں بھی تباہ اور برباد کر دیا۔

غفلت کی وجہ

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ

اور البتہ تحقیق آئے وہ اس بستی کے پاس جس پر برسایا گیا

مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ

مینہ تباہی کا کیا پس نہ تھے یہ دیکھتے اس کو نہیں

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾ وَ اِذَا

بلکہ یہ امید نہیں رکھتے مرکر جی اٹھنے کی اور جب

رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ

دیکھتے ہیں تجھے نہیں بناتے تجھے مگر ہنسی کا ذریعہ

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ

اور یہ لوگ اس بستی کے پاس ہو آئے ہیں جس پر

مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ

بُرا مینہ برسا کیا یہ انہیں دیکھتے نہ تھے نہیں بلکہ

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾ وَاِذَا

یہ امید نہیں رکھتے مرکر جی اٹھنے کی اور جب یہ

رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ

لوگ تجھے دیکھتے ہیں تو ان کو تجھ سے کچھ کام نہیں سوا ٹھٹھا کرنے کے

هُزُوًا (ہنسی اڑانا) اس کا مادہ ہ۔ ز۔ ء ہے۔ هَزْءٌ کے معنی کسی سے مسخرہ پن کرنا۔ استہزاء اسی سے بنا ہے، جو سورۃ البقرہ میں گزرا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ مکّہ کے لوگ جو اے رسول تیری بات نہیں سنتے اور اپنے ہی بے ہودہ کاموں میں پھنسے رہنا چاہتے ہیں۔ بارہا اس بستی کے پاس سے گزر چکے ہیں۔ جن پر پتھروں کا مینہ برسا، ان سے مراد قوم لوطؑ کی بستیاں ہیں۔ جن کے پاس یہ لوگ مکّہ سے شام کی طرف جاتے ہوئے گزرتے تھے، اس جگہ اب بجائے آبادی کے سڑے ہوئے پانی کی ایک جھیل ہے۔ یہاں کے لوگ برے کاموں میں مبتلا تھے۔ آخر ان پر اللہ کا عذاب آیا۔ بستیاں الٹ دی گئیں اور اوپر سے ان پر پتھروں کا مینہ برسا۔

ارشاد ہے کہ کیا انہیں سوجھتا نہیں کہ یہ بستیاں بالکل تباہ ہو گئیں۔ نہیں یہ ان کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھتے ضرور ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو دنیا میں محفوظ سمجھتے ہیں اور آخرت پر انہیں یقین نہیں جو سمجھیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ جینا ہوگا اور برے کاموں کی سزا ملے گی۔ دنیا میں اگر بچے بھی رہے تو کیا۔ آخر ایک دن مرنا ہے اور دوبارہ زندہ ہو کر برے اعمال کی سزا بھگتنی ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ اس وقت کی سلامتی کا یقین اور آخرت کا انکار ہی ہے جو انہیں بدمست کئے ہوئے ہے، اب جب تجھے دیکھتے ہیں تو انہیں سوائے اس کے کچھ کام نہیں۔ کہ تیری ہنسی اڑائیں اور تجھ پر پھبتیاں کسیں، سچ ہے جو آخرت کو نہ مانے، اس کے سیدھا ہونے کی امید فضول ہے۔

ہنسی کا نمونہ

اَ هٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿٤١﴾

کیا یہی ہے جسے بھیجا ہے اللہ نے رسول بنا کر

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ

یقیناً قریب تھا کہ ضرور بہکا لے جاتا ہمیں ہمارے معبودوں سے اگر نہ ہوتا یہ کہ

صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ

ہم جمے رہیں ان پر اور عنقریب جان لیں گے جس وقت

يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾

دیکھیں گے عذاب کون بہکا ہوا ہے راستہ سے

اَ هٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿٤١﴾

کیا یہی ہے جسے اللہ نے پیغام دے کر بھیجا ہے

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ

یہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بچلا ہی دیتا۔ اگر ہم ان پر

صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ

جمے نہ رہتے اور عنقریب جان لیں گے جس وقت

يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾

عذاب دیکھیں گے کہ راہ سے بچلا ہوا کون ہے

اِنْ تحقیق، یہ اِنَّ کا مخفف ہے۔ جس کا اسم ضمیر شان مقدر ہے۔ اصل میں اِنَّهٗ ہے۔ یعنی یہ واقعی امر ہے کہ۔

پچھلی آیت سے معلوم ہوا کہ مکّہ کے کافر اسی غفلت میں مبتلا تھے، جس میں انسان ہر زمانے کے اندر مبتلا رہا ہے، انسان دنیا کے اندر اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں ہر وقت باؤلا بنا رہتا ہے۔ وہ دوسروں کو راستہ سے ہٹا کر خود وہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے، جو اس کا جی چاہے اور جب اس کے ہاتھ میں دوسروں کو دبا رکھنے کی طاقت آجاتی ہے اور مال و دولت اور سلطنت کا مالک ہوجاتا ہے۔ تو پھر تو اس کے مزاج کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں رہتا ؞

انسان کو اگر کوئی چیز سرکشی سے باز رکھ سکتی ہے۔ تو وہ اللہ رسول اور آخرت پر کامل یقین ہے اگر سارے نہیں تو کم سے کم سلطنت کرنے والوں کو ان تین چیزوں پر۔۔۔۔۔ کامل یقین ہونا چاہیئے۔ ورنہ فلاح کی امید فضول ہے۔ مکہ کے کافروں کا ذکر ہے۔ کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ تو ہنس کر کہتے ہیں۔ کہ کیا یہی ہیں۔ وہ جنہیں اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ تو خیریت گذری۔ کہ ہم اپنے معبودوں پر جمے رہے، ورنہ یہ تو باتیں بنا بنا کر ہمیں ان سے چھڑا ہی دیتے ؞

آگے ارشاد ہے کہ اس خبط میں مبتلا ہیں، کہ یہ ٹھیک کام کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ راہ راست سے بہت دور جا پڑے ہیں تھوڑے ہی دن کے بعد ان پر واضح ہوجائے گا۔ کہ گمراہ کون تھا، جب عذاب سر پر آپڑے گا، اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔

خواہش کا بندہ

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَهٗ ھَوٰىهُ ط
کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے بنا لیا اپنا معبود اپنی خواہش کو
اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا (۴۳) اَمْ
کیا تو ہو جائے گا اس پر نگران یا
تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَھُمْ یَسْمَعُوْنَ
گمان کرتا ہے تو کہ اکثر ان میں سے سنتے ہیں
اَوْ یَعْقِلُوْنَ ط اِنْ ھُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ
یا سمجھتے ہیں نہیں وہ مگر مویشیوں کی طرح ہیں
بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا (۴۴) ع
بلکہ وہ زیادہ گم کردہ راہ ہیں

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَهٗ ھَوٰىهُ ط
بھلا دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کا پوجنا
اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا (۴۳) اَمْ
اختیار کیا کہیں تو اس کا ذمہ لے سکتا ہے یا
تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَھُمْ یَسْمَعُوْنَ
تو خیال کرتا ہے کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں
اَوْ یَعْقِلُوْنَ ط اِنْ ھُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ
یا سمجھتے ہیں اور کچھ نہیں یہ تو چوپایوں کے برابر ہیں
بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا (۴۴) ع
بلکہ ان سے بھی زیادہ راہ سے بہکے ہوئے ہیں

انسان کی خواہشیں چاہتی ہیں کہ انسان انہی کا غلام بنا رہے اور جدھر وہ لے چلیں ادھر ہی چلے، ان خواہشوں کی غلامی میں اس نے دنیا میں کیا کچھ نہیں کیا۔ کمزوروں کو پاؤں کے تلے روندا۔ نہتوں کا اپنے پنجے سے گلا چیر ڈالا۔ بے لبسوں کا اپنے تیز تیز سینگوں سے پیٹ پھاڑ ڈالا۔ کبھی پتھر کے آگے جھک گئے، کبھی آگ کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ کبھی ترنگ میں آئے تو خود بڑے بن بیٹھے بادشاہی سے آگے بڑھ کر خدائی تک کا دعویٰ کر دیا۔ ان کو پیغمبروں نے لاکھ سمجھایا کہ دیکھو ہوش کی دوا کرو۔ عقل کے ناخن لو۔ تم انسان ہو کر نرے حیوان کیوں بنے جاتے ہو، مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ ان کا حال اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، کہ اے رسول ذرا اس کافر فتنہ پرداز کو دیکھنا جو وہی کرتا ہے، جو جی میں آتا ہے اپنی خواہشوں کے اشارہ پر ناچ کر رہا ہے۔ عقل کو دھتا بتا چکا ہے، انسانیت کا خون کر رہا ہے، جب وہ سنتا ہی نہیں۔ تو پھر تم اس کی ہدایت کی ذمہ داری کیسے لے سکتے ہو کیسی ہی نصیحتیں کرو۔ اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ شاید تمہارا یہ گمان ہوگا، کہ ان کے کان آنکھ تو صحیح سالم ہیں۔ عقل بھی خاصی معلوم ہوتی ہے یہ اچھی باتوں کو سنتے دیکھتے اور سمجھتے ہوں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تو نرے جانور ہیں، انسان کی شکل ہوئی تو کیا۔ حقیقت میں وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں، جانور تو اپنی بساط کے مطابق ٹھیک ہی چلتا ہے۔ مگر یہ آدمی ہو کر اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتے ہیں۔

اللہ کی قدرت

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج

کیا نہیں دیکھا تو نے اپنے رب کی طرف کیسے دراز کیا سایہ کو

وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ج ثُمَّ جَعَلْنَا

اور اگر چاہتا تو کر دیتا اسے ٹھہرا ہوا پھر کیا ہم نے

الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ

سورج کو اس کے اوپر نشانی پھر سمیٹا ہم نے اسے

اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾

اپنی طرف سمیٹنا آہستہ آہستہ

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج

کیا تو نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا اس نے سایہ کو کیسے دراز کیا

وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ج ثُمَّ جَعَلْنَا

اگر چاہتا تو اسے ٹھہرائے رکھتا پھر ہم نے سورج کو

الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ

اس کا راستہ بتانے والا مقرر کیا پھر ہم نے سہج سہج

اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾

سمیٹ کر اس کو اپنی طرف کھینچ لیا

اس سے پہلے بیان ہوا کہ انسان اپنی دنیاوی خواہشوں میں پھنس کر اصل کام نہیں کر سکتا۔ جو اسے کرنا چاہیئے تھا۔ اور جس کے لیے اسے سب حیوانات سے زیادہ عقل دی گئی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ تمام حیوانات کے اندر سمجھ میں تیز ہے۔ چیزوں کی الگ الگ خاصیتیں دریافت کرتا ہے اور ان کے لحاظ سے موجودات کے الگ الگ گروہ بناتا ہے۔ اور کلیہ قاعدے دریافت کرتا ہے۔ اس کو چاہیئے۔ کہ عقل سے سب سے پہلا کام یہ لے۔ کہ اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کرے۔ انسان کو پہلی ہی نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کی چیزیں ایک حال پر نہیں رہتیں۔ ان میں تغیّر و تبدل ہوتا رہتا ہے اور ان کا رجحان اس طرف ہے کہ پہلے پیدا ہوں پھر پروان چڑھیں اور ایک حد تک پہنچ کر کملانا شروع کر دیا اور آخر رفتہ رفتہ فنا ہو گئیں۔ ہر چیز میں یہی عام خاصیت دیکھی جاتی ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ تغیّر تمہیں چیزوں کے سایہ کے اندر بالکل صاف نظر آ جائے گا۔ چیزوں کا سایہ پیدا ہوتا ہے، پھر سکڑنے لگتا ہے اور دوپہر کے وقت تو قریباً غائب ہی ہو جاتا ہے۔ لیکن سورج ڈھلنے پر پھر بڑھنے لگتا ہے۔ اور جب خوب لمبا ہو جاتا ہے۔ تو رات پڑتے ہی غائب ہو جاتا ہے۔ سایہ کے پیدا ہونے اور بڑھنے گھٹنے کا سبب سورج ہے۔ یہی اس کی شروع سے آخر تک حالتیں ظاہر کرتا ہے۔ آخر جب سورج غروب ہو جاتا ہے، تو سایہ بھی غائب ہو جاتا ہے۔ اسی پر ہر چیز کو قیاس کر لو، پیدا ہونا۔ بڑھنا گھٹنا اور دیر یا سویر غائب ہو جانا ہر چیز میں پایا جائے گا۔ سایہ ہو یا کچھ اور ہو۔ دنیا کی ہر چیز انہیں مرحلوں سے گزرتی ہے اور یہ سب اللہ کے ارادہ اور اس کی قدرت کا ظہور ہے، اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک حالت پر ٹھہرا دیتا۔

مزید نشانیاں

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا
اور وہی ہے جس نے کردیا تمہارے لیے رات کو اوڑھنا
وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾
اور نیند کو راحت اور کردیا دن کو اٹھ کر چلنے پھرنے کے لیے
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا
اور وہی ہے جس نے بھیجیں ہوائیں بطور بشارت
بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ
آگے آگے اپنی رحمت کے اور ہم نے اتارا آسمان سے
مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾
پانی پاک کرنے والا

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا
اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے اوڑھنا بنا دیا
وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾
اور نیند کو آرام اور دن کو اٹھ نکلنے کے لیے بنا دیا
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا
اور وہی ہے جس نے خوشخبری لانے والی ہوائیں چلائیں
بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ
اپنی رحمت کے آگے آگے اور ہم نے آسمان سے
مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾
پاک کرنے والا پانی اتارا

سُبَاتً (آرام و راحت) اسم ہے۔ س۔ب۔ت سے سبت کے اصل معنی کاٹ ڈالنا ہیں، سُبات وہ چیز جو آدمی کو کاروبار سے الگ کردے اور آرام کا سبب بنے۔

طَهُوْرًا : (نجاست دور کرنے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ط۔ہ۔ر۔ طہر کے معنی پاکیزگی اسی سے طاہر بنا ہے۔جس کے معنی پاک کے ہیں۔طہور وہ جو خود بھی پاک ہو اور دوسرے کو بھی پاک صاف کردے۔صاف پانی میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ کو پہچانا ہو۔ تو رات اور دن کے فرق ہی سے پہچان سکتے ہو، رات ایک پردہ کی طرح ہے۔ جو انسان کو چاروں طرف سے ڈھانپ لیتی ہے اور لباس کے مانند اس پر لپٹ جاتی ہے، آدمی کاروبار چھوڑ کر سستاتا ہے اور نیند آجاتی ہے تو ساری کلفت اور تکان دور ہو جاتی ہے، اعضاء کو سکون ہوتا ہے اور اس سے بدن کو آرام پہنچتا اور راحت ملتی ہے دن کو انسان پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور ہر طرف چہل پہل ہو جاتی ہے، پھر اللہ کی قدرت کی ایک نشانی دیکھو، زمین خشکی سے اور آدمی گرمی سے جاں بلب ہو جاتے ہیں۔ تو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں۔ جو بارش کا پیش خیمہ ہوتی ہیں اور پھر اللہ کی رحمت سے نزول باراں ہوتا ہے اور آسمان سے پاک صاف ستھرا پانی برستا ہے، جو ہر قسم کی نجاست اور گندگی کو دھو دھا کر پاک کر دیتا ہے۔

پانی کے فائدے

لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا

تاکہ زندہ کریں ہم اس سے بستی کی زمین مردہ اور پلائیں ہم اس کو اس سے جو

خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ

ہم نے پیدا کیا چوپائے اور آدمی بہت سے اور البتہ تحقیق

صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى

طرح طرح بانٹا ہم اس کو ان کے درمیان تاکہ وہ یاد کریں پس نہیں کی

اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ شِئْنَا

بہت سے لوگوں نے مگر ناشکری اور اگر ہم چاہتے

لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾

تو اٹھاتے ہر بستی میں ایک ڈرانے والا

لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا

تاکہ اس سے زندہ کردیں مردہ دیس اور اسے اپنے پیدا کیے

خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ

ہوئے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو پلائیں اور ہم نے

صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى

اس پانی کو ان میں طرح طرح تقسیم کیا تاکہ وہ دھیان رکھیں پھر بھی

اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ شِئْنَا

بہت سے لوگ ناشکری کیے بغیر نہیں رہتے اور اگر ہم چاہتے

لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾

تو ہر بستی میں کوئی ڈرانے والا اٹھا دیتے

صَرَّفْنَا: (تقسیم کیا ہم نے طرح طرح، ماضی کا صیغہ ہے تصریف سے جو ص۔ ر۔ ف سے بنا ہے صرف کے معنی پھیرنا تصریف طرح طرح پھیرنا، بار بار تقسیم کرنا ہے)

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے دنیا میں اس بات کا انتظام کیا کہ پریشان کن گرمی اور خشکی کے بعد ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور مینہ برسنے کی خوشخبری لائیں پھر آسمان سے پاک اور پاک کرنے والا پانی برسے۔ جس سے آبادیوں کے آس پاس کی زمینوں میں دوبارہ جان پڑے، ہر طرف سبزہ اگے، ہرے بھرے کھیت لہلہائیں، باغوں میں رونق آئے اور اس پانی کو پی کر اللہ کی مخلوقات میں سے بہت سے چوپائے اور آدمی اپنی پیاس بجھائیں۔ اس نے اپنی قدرت کا اظہار اس طرح بھی کیا کہ ہر مقام پر برابر مینہ نہ برسے۔ بلکہ کہیں زیادہ کہیں کم۔ کہیں کسی وقت کہیں کسی وقت۔ تاکہ لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ تو دستور کے مطابق آپ ہی آپ برس جاتا ہے اور کھل جاتا ہے۔ بلکہ ہر وقت یہ بات یاد رکھیں۔ کہ یہ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے مقصود یہ ہے کہ انسان اللہ کی صاف نشانیاں دیکھ کر اپنی عقل سے اسے پہچانے۔

ارشاد ہے کہ ہم چاہتے۔ تو ہر بستی میں ایک پیغمبر بھیج دیتے۔ تاکہ وہ ہر وقت لوگوں کو ان کے برے اعمال کے نتیجوں سے ڈراتا۔ لیکن عقلمندوں کے لیے اس وقت ایک ہی رسول یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک ہی قرآن بالکل کافی ہے۔ مگر جب کہ وہ اپنی عقل سے کام لیں۔

دو دریا کا میل

فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ
پس نہ اطاعت کر کافروں کی اور مقابلہ کر ان سے اس کے ساتھ
جِهَادًا كَبِيْرًا (۵۲) وَ هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ
مقابلہ زوردار اور وہی ہے جس نے ملایا
الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا
دو دریاؤں کو یہ میٹھا خوش گوار اور یہ
مِلْحٌ اُجَاجٌ وَ جَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا
کھاری کڑوا اور کر دیا ان دونوں کے درمیان پردہ
وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۵۳)
اور آڑ جو خود آڑ میں ہے

فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ
سو تو منکروں کا کہنا مت مان اور اس قرآن کے ساتھ بڑے
جِهَادًا كَبِيْرًا (۵۲) وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ
زور سے مقابلہ کر اور وہی ہے جس نے دو دریا ملے
الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا
ہوئے چلائے ایک میٹھا پیاس بجھانے والا اور ایک
مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا
کھاری کڑوا اور ان دونوں کے بیچ میں پردہ رکھا
وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۵۳)
اور آڑ پر آڑ

فُرَاتٌ شیریں۔ خوشگوار، اس کا مادہ ف۔ ر۔ ت ہے فُرَات۔ ایسا پانی جس کے پینے سے مزہ آئے اور پیاس بجھے ٹھنڈا میٹھا پانی۔ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (آڑ جو خود آڑ میں ہو) اس کی تشریح۔ پارے کے شروع میں رکوع ۲ میں گذری۔ بَرْزَخ یہ لفظ سورۃ المومنون کے آخری رکوع میں گذر چکا ہے۔

دنیا میں سچی بات کے جلد قبول کرنے والے بہت کم لوگ ہیں مگر ہیں ضرور۔ اور انہی کے دم سے دنیا قائم ہے لیکن ان کے مقابلے میں فسادی اور شریر زیادہ ہیں جو اپنی ہٹ دھرمی اور شرارت سے دنیا کو تباہی کے کنارے تک پہنچاتے رہتے ہیں جونہی اہل حق اپنے ہاتھ میں قرآن حکیم کو لے کر ان کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ کی مدد سے ان پر غالب آ کر دنیا کی کل پھر ٹھیک بٹھا دیتے ہیں۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید ہے کہ ان کافروں کی ایک نہ سنیں اور قرآن کی تعلیم کو مشعل راہ بنا کر ان کا سر توڑ مقابلہ کریں۔ آگے اللہ کی قدرت کی ایک اور نشانی بیان کی گئی ہے۔ تاکہ غافل لوگ کسی طرح اللہ کو پہنچائیں۔ لو دیکھو اسی زمین کے اوپر اور اندر کھاری اور میٹھے دو قسم کے پانی کے دریا اور سوتیں بہہ رہی ہیں اور دونوں کے بیچ میں دہری تہری آڑیں ہیں، جو ایک دوسرے کو جدا جدا رکھتی ہیں۔ حتیٰ کہ جہاں کہیں میٹھے اور کھاری پانی کے دریا مل کر بہتے ہیں، وہاں بھی ایک کے مزے کو دوسرا خراب نہیں کرتا۔ جس کی شہادت سمندر کے قریب بسنے والے دیتے ہیں۔

آدمی کے باہمی رشتے

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا

اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے آدمی

فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ

پھر ٹھہرا دیے ان کے نسبی رشتے اور شادی کے رشتے اور ہے نیز ارب

قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ وَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ

قدرت والا اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا

مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ

اسے جو نفع دے انہیں اور نہ ضرر اور ہے

الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيرًا ﴿۵۵﴾ وَ مَآ

کافر اپنے رب سے سرکش اور نہیں

اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيرًا ﴿۵۶﴾

بھیجا ہم نے تجھے مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا

اور وہی ہے جس نے آدمی کو پانی سے بنایا

فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ

پھر اس کے نسب اور سسرال بنا دیئے اور نیز ارب سب کچھ

قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ وَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ

کر سکتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر وہ چیز پوجتے ہیں

مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ

جو نہ ان کا بھلا کرے اور نہ برا اور کافر اپنے

الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيرًا ﴿۵۵﴾ وَ مَآ

رب کی طرف سے پیٹھ پھیر رہا ہے اور ہم نے تجھے

اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيرًا ﴿۵۶﴾

خوشخبری دینے اور ڈرانے کے لیے بھیجا ہے

اس سے پہلی بہت سی آیتوں میں ان نشانیوں کا بیان چلا آ رہا ہے، جن پر غور کرنے سے اللہ کی قدرت صاف نظر آتی ہے، اکثر آدمیوں نے ان حالات کو دنیا میں دیکھا اور بجائے اس کے کہ ان کو اللہ کی قدرت مانتے وہ ان کے مادی اسباب کے ڈھونڈنے میں لگ گئے اور جان ماری اسباب پر قناعت کر گئے اور اس مسئلہ کو چھوڑ دیا کہ ان اسباب اور ان کے نتائج کا مقرر کرنے والا کون ہے۔

منجملہ ان واقعات کے جن سے اللہ کو پہچاننا چاہیئے، ایک واقعہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان پانی کی بوند سے بنا ہے اور پھر خاندانی اور شادی بیاہ کے رشتوں کے ذریعہ ایک دوسرے سے تقویت حاصل کر کے مزے سے جی رہا ہے، اسے سوچنا چاہیئے کہ اسے کس نے بنایا ہے اور اس کی سہولت کیلیے ان میں باہم اتفاق کس نے پیدا کیا اور اس کا جواب سوا اس کے کچھ نہیں کہ اللہ نے پیدا کیا جو ہر شے پر قادر ہے اور اسی نے آپس میں اتفاق اور میل جول کی بنا ڈالی۔ باوجود اس کے کچھ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، جو انہیں نہ نفع دے سکیں نہ ضرر۔ بہرحال رسول کا کام اعمال کے نتیجوں سے خبردار کر دینا ہے اور بس۔

رسول کو ہدایت

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ

کہہ نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی اجرت مگر جو

شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (۵۷)

چاہے کہ پکڑے اپنے رب کی طرف راستہ

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

اور بھروسہ کر اس زندہ پر جسے موت نہ آئے گی

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ

اور بیان کر اس کی خوبیاں اور کافی ہے وہ گناہوں کی

عِبَادِهٖ خَبِيْرًا (۵۸)

اپنے بندوں کے خبر رکھنے والا

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ

تو کہہ میں تم میں سے اس پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا بس یہ

شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (۵۷)

چاہتا ہوں کہ جو چاہے اپنے رب کا راستہ پکڑے

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

اور تو اس حی و قیوم پر بھروسہ کر جسے کبھی فنا نہیں اور اس

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ

کی خوبیاں بیان کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی

عِبَادِهٖ خَبِيْرًا (۵۸)

خبر رکھنے کے لیے کافی ہے

پہلے بیان ہوا کہ انسان کیسا نادان ہے کہ اپنے رب کو تو بھول بیٹھا ہے اور ان چیزوں کی عبادت میں لگا ہوا ہے جنہیں نہ اسے نفع دینے کا مقدور ہے اور نہ ضرر پہنچانے کی طاقت ہے۔ اسے غفلت سے چونکانے کے لیے اللہ کے رسول آئے تو انہیں بھی اس نے اپنے اوپر قیاس کر کے (نعوذ باللہ) غرض کا بندہ قرار دے دیا اور یہ تہمت لگائی کہ اس میں کیا سرخاب کا پر ہے، جو اسے ہم اپنا رہنما مانیں، یہ بھی مال اور جاہ عزت اور وقعت حاصل کرنے کے لیے جدّو جہد کر رہا ہے، چاہتا ہے کہ لوگ اس کے فرمانبردار بنیں اور نذر نیاز تحفہ تحائف اس کے حضور میں دست بستہ پیش کریں اور یہ لوگوں پر حکم چلائے اور مزے سے دندنائے۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے، کہ ان کی یہ غلط فہمی دور کر دو اور صاف طور پر کہہ دو کہ اللہ کے بندو میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مجھے تمہاری کمائی میں سے ایک پائی بھی نہیں چاہیے میرا مقصد تو فقط یہ ہے کہ انسان کو اللہ عزّوجل کی طرف پہنچنے کا راستہ بتا دوں اور جو اس راستہ کا طالب ہوا۔ اسے اس کا نشان دے دوں اور چلنے کا طریقہ سکھا دوں، پھر ارشاد ہے کہ اے رسول تو اس زندہ و توانا حیّ و قیوم اللہ پر بھروسہ کر جو ہمیشہ رہیگا اس کی خوبیاں بیان کرنے میں ہر وقت مصروف رہ اور سبحان اللہ وبحمدہٖ کا ورد کر اور ان میرے نافرمان بندوں کی بابت فکر نہ کر۔ ان کے کرتوتوں سے میں خوب واقف ہوں اور میرا علم اور قدرت ان کو ان کے اعمال کی سزا جزا دینے کے لیے کافی ہے۔

سجدہ کسے کریں؟

الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا
وہ جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین اور جو کچھ
بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
ان دونوں کے بیچ میں ہے چھ دن میں پھر قائم ہوا
عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهِ
عرش پر وہ بڑی رحمت والا پس پوچھ اس کی بابت
خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا
خبردار سے اور جب کہا جائے ان سے سجدہ کرو
لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۚ أَنَسْجُدُ
رحمٰن کو کہیں وہ کیا ہے رحمٰن کیا سجدہ کریں ہم
لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٦٠﴾
جسے تو سجدہ کرنے کو کہے اور بڑھا دیتا ہے یہ کہنا ان کی نفرت

الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا
جس نے بنائے آسمان اور زمین اور جو
بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن میں پھر عرش پر
عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهِ
قائم ہوا وہ بڑی رحمت والا سو پوچھ اس کا اس سے
خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا
جو اس کی خبر رکھتا ہو جب ان سے کہیے کہ رحمٰن کو سجدہ
لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۚ أَنَسْجُدُ
کرو تو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے کیا ہم اس کو سجدہ کرنے
لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٦٠﴾ ع ۵ السجدة
لگیں جس کے لیے تو کہے اور بڑھ جاتا ہے ان کا بدکنا

ارشاد ہے کہ اے رسول تم الحی وقیوم کی طرف جھکو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ وہ اللہ جس نے یہ وسیع آسمانی اور زمینی نظام لمبی مدت میں رفتہ رفتہ مکمل کیا۔ تم اس کو چھ دن کہہ لو۔ مگر دن کا پیمانہ وہ نہیں جو دنیا کے حساب کے لیے مقرر ہے، اس زمینی وقت کی بنا تو چاند سورج پر ہے لیکن زمین و آسمان کی پیدائش تو ان سے پہلے کی بات ہے وہاں کا دن ان دنوں سے ہزار سال اور کبھی پچاس ہزار سال کے برابر ٹھہرے گا۔ اور پھر یہ سب کچھ پیدا کر کے تخت حکومت پر جا براجا جس کا نام عرش ہے، یہ سب اس کی رحمت کا ظہور ہے اور وہ بڑی رحمت والا ہے، اس کی بابت کچھ جاننا چاہتے ہو تو کسی جاننے والے سے پوچھو، یہ مشرک لوگ رحمٰن کو کیا جانیں۔ ان سے تو جب کہا جاتا ہے۔ کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ تو کہتے ہیں۔ کہ رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اس کے آگے جھک جائیں۔ جس کے آگے جھکنے کا تو حکم دے، ان جاہلوں کی تو رحمٰن کے نام لیتے ہی نفرت اور زیادہ ہو جاتی ہے اور انکار کا ایک اور بہانہ مل جاتا ہے۔ کہ تو نے اللہ کو چھوڑ کر اب ایک اور رحمٰن نکالا۔ یہ تو اپنا حکم چلانا چاہتا ہے اور کچھ نہیں۔

(یہ آیت سجدہ ہے، اسے پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرنا چاہیئے)

باقاعدہ نظام

تَبٰرَكَ - الَّذِيْ - جَعَلَ - فِي السَّمَآءِ - بُرُوْجًا -
بابرکت ہے وہ جس نے بنائے آسمان میں بُرج
وَّجَعَلَ فِيْهَا - سِرٰجًا - وَّ قَمَرًا - مُّنِيْرًا (٦١)
اور رکھا ان میں چراغ اور چاند روشن کرنے والا
وَهُوَ - الَّذِيْ - جَعَلَ - الَّيْلَ وَ النَّهَارَ
اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن
خِلْفَةً - لِّمَنْ - اَرَادَ - اَنْ يَّذَّكَّرَ - اَوْ
ایک دوسرے کے پیچھے آنیوالے اس کے لیے جو ارادہ کرے اس کا کہ سمجھے یا
اَرَادَ شُكُوْرًا (٦٢)
ارادہ کرے شکر کرنے کا

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا
بڑی برکت ہے اس کی جس نے آسمان میں بُرج بنائے
وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا (٦١)
اور رکھ دیا ان میں سورج کا چراغ اور اجالا کردیا چاند کا
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ
اور وہی ہے جس نے رات اور دن بنائے آگے
خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ
پیچھے آنے والے اس شخص کے واسطے جو دھیان رکھنا چاہے
اَرَادَ شُكُوْرًا (٦٢)
یا شکر کرنا چاہے

سِراج (چراغ) یہاں اس سے مراد سورج ہے۔ بُرُوج (حصّے) برج کی جمع ہے آسمان کے بارہ حصّے ہیں جن میں سے ہر ایک کو برج کہتے ہیں۔ خِلْفَةً (ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا) اس کا مادہ خ۔ ل۔ ف ہے۔ خلف کے معنی پیچھے کے ہیں خِلْفَةً ایک کے پیچھے دوسرا آنے والا۔

اللہ عزوجل کے پہچاننے کے لیے سب سے زیادہ واضح نشانی رات اور دن کا لگاتار ایک دوسرے کی جگہ باقاعدہ آنا جانا ہے۔

دراصل انسان سوچتا ہی نہیں ورنہ ایک چیز کو بار بار ایک ہی طریقہ سے ہوتے دیکھ کر معمولی عقل والا انسان بھی اتنا تو سمجھ ہی سکتا ہے کہ اس طریقہ کا ان کے لیے کوئی مقرر کرنے والا ہے۔

چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ اللہ ہے جو بڑی برکت والا ہے جس نے اس نظام کے قائم کرنے کے لیے آسمان پیدا کیا اور ان میں سورج اور چاند بنائے اور پھر آسمان کے حصّے مقرّر کر دیے جن میں ستارے حرکت کرتے رہتے ہیں اور اسی حرکت کی بدولت سورج اور چاند کا مقام باقاعدہ بدلتا رہتا ہے جس کی وجہ سے دن اور رات کا ظہور ہوتا ہے اور یہ حرکت اس قدر باقاعدہ ہے کہ رات اور دن اپنے اپنے وقت پر ایک دوسرے کی جگہ آگے پیچھے آتے رہتے ہیں۔ اس نظام میں انسان کے لیے بے شمار فائدے ہیں انہیں دیکھ کر عقل والے اگر چاہیں تو اللہ عزوجل کو بہ آسانی پہچان سکتے ہیں اور اس کی شکر گزاری اپنے اوپر واجب قرار دے سکتے ہیں ان کی سب سے بڑی غرض بھی یہی ہے۔

نیکوں کی صفتیں (۱)

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ - الَّذِیْنَ - یَمْشُوْنَ - عَلَی
اور بندے رحمٰن کے وہ لوگ ہیں جو چلتے ہیں زمین
الْاَرْضِ - هَوْنًا - وَّ اِذَا - خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ -
پر ہولے ہولے اور جب گفتگو کرتے ہیں ان سے نادان لوگ
قَالُوْا - سَلٰمًا (۶۳) وَالَّذِیْنَ - یَبِیْتُوْنَ - لِرَبِّهِمْ
تو کہتے ہیں سلجھی ہوئی بات اور وہ جو رات گزارتے ہیں اپنے رب کے آگے
سُجَّدًا وَّقِیَامًا (۶۴) وَالَّذِیْنَ - یَقُوْلُوْنَ - رَبَّنَا -
سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے
اصْرِفْ - عَنَّا - عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا - كَانَ
پھیر دے ہم سے عذاب جہنم کا تحقیق اس کا عذاب ہے
غَرَامًا (۶۵) اِنَّهَا - سَآءَتْ - مُسْتَقَرًّا - وَّمُقَامًا (۶۶)
چمٹ جانے والا تحقیق وہ بُرا ہے ٹھہرنے کا ٹھکانا اور رہنے کا گھر

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی
اور رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے
الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ
ہیں اور جب ان سے ناسمجھ لوگ بات کرتے ہیں
قَالُوْا سَلٰمًا (۶۳) وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ
تو کہتے ہیں نرم بات اور وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے آگے
سُجَّدًا وَّقِیَامًا (۶۴) وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
سجدہ اور قیام میں رات کاٹتے ہیں اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے
اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
ہٹا ہم سے دوزخ کا عذاب بیشک اس کا عذاب
غَرَامًا (۶۵) اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (۶۶)
چمٹنے والا ہے وہ بُری جگہ ہے ٹھہرنے کی اور رہنے کی

هَوْنٌ (آہستہ نرمی سے) اس سے مراد ہے کہ اتراتے ہوئے اکڑتے ہوئے، اِدھر اُدھر تیز نگاہیں دوڑاتے ہوئے نہیں بلکہ عاجزانہ طور پر نیچی نظریں کیے ہوئے آہستہ آہستہ نرم رفتار سے چلتے ہیں۔ غَرَامٌ (وہ آفت جو پیچھے ہی پڑ جائے جانے کا نام ہی نہ لے) اس کا مادہ غ۔ ر۔ م ہے۔ غرم کے معنی پلٹ جانے، سر ہو جانے کے ہیں۔ اس طرح کہ آدمی کو بے بس کر دے۔ رحمٰن (اللہ کا دوسرا نام ہے۔ اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ اللہ الرحمٰن کے بندوں میں کیا کیا صفتیں ہونی چاہئیں، اس طرح ہر مسلمان کو چلنے کی کوشش چاہیے۔

ارشاد ہے کہ رحمٰن کے بندے (۱) زمین پر آہستہ آہستہ وقار اور متانت کے ساتھ چلتے ہیں (۲) اور ناسمجھ لوگوں کو نرم جواب دیتے ہیں تاکہ شر نہ بڑھے (۳) رات اللہ کے سامنے سجدہ اور قیام میں گزارتے ہیں (۴) اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا کیونکہ یقیناً وہ عذاب جس کے پیچھے پڑا پھر اسے نہیں چھوڑتا۔ جہنم سے ہمیں دور رکھ، کیونکہ وہاں تھوڑی دیر ٹھہرنا بھی بڑی مصیبت ہے اور رہنے کے لیے تو اس سے بدتر جگہ ہی کوئی نہیں (اللہ محفوظ رکھے۔ آمین)

نیکوں کی صفتیں (ب)

وَالَّذِیْنَ ۔ اِذَآ ۔ اَنْفَقُوْا ۔ لَمْ یُسْرِفُوْا ۔ وَ
اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں ۔ نہ بے جا اُڑاتے ہیں اور
لَمْ یَقْتُرُوْا ۔ وَکَانَ ۔ بَیْنَ ذٰلِكَ ۔ قَوَامًا ﴿۶۷﴾
نہ تنگی کرتے ہیں اور ہوتا ہے ان کا خرچ اسکے درمیان ٹھہرا ہوا ۔
وَالَّذِیْنَ ۔ لَا یَدْعُوْنَ ۔ مَعَ اللّٰهِ ۔ اِلٰـهًا
اور وہ لوگ جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ معبود
اٰخَرَ ۔ وَلَا یَقْتُلُوْنَ ۔ النَّفْسَ ۔ الَّتِیْ ۔ حَرَّمَ
دُوسرا اور نہیں قتل کرتے جان کو جسے محفوظ قرار دیا
اللّٰهُ ۔ اِلَّا ۔ بِالْحَقِّ ۔ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ
اللہ نے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو
یَّفْعَلْ ۔ ذٰلِكَ ۔ یَلْقَ ۔ اَثَامًا ﴿۶۸﴾
کرے گا یہ کام جائے گا گناہ سے

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ
اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں تو بے جا نہ اُڑائیں اور
لَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾
نہ تنگی کریں اور ہے انکے درمیان ایک سیدھی گزران
وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا
اور وہ لوگ کہ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہیں
اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ
پکارتے اور کسی جان کا جسے اللہ نے محفوظ کیا خون
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ
نہیں کرتے مگر جہاں چاہیئے اور بدکاری
یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾
نہیں کرتے اور جو کوئی یہ کام کرے وہ گناہ میں جا پڑا ۔

لَمْ یَقْتُرُوْا: (نہیں تنگی کی) یَقْتُرُوْنَ مضارع کا صیغہ ہے ق۔ت۔ر سے جس پر لَمْ آنے سے نون گر گیا۔ قتر کے معنی تنگی ترشی۔ لم یقتروا نہیں تنگی کرتے (۵) وہ خرچ کرنے وقت بیجا مال نہیں اڑاتے اور نہ تنگی سے تھوڑا بہ مشکل خرچ کرتے بلکہ جتنا موقعہ کے مناسب اور ضرورت کے لئے کافی ہوتا ہے اُتنا خرچ کرتے ہیں (۶) اللہ کے سوا کسی اور کی پوجا پاٹ نہیں کرتے اور کسی کو معبود مان کر پکارتے ہیں (۷) اللہ کی محفوظ کی ہوئی مخلوق کو ناحق ظلم سے قتل نہیں کرتے۔ مگر قانونی اجازت کے ساتھ جبکہ عدالت فیصلہ کر دے کہ یہ واجب القتل ہے (۸) وہ زنا سے دور رہتے ہیں اور ناجائز جنسی تعلقات سے پرہیز کرتے ہیں ؛

آگے ارشاد ہے کہ جو لوگ شرع کی مقرر کی ہوئی حدوں کے اندر نہیں رہتے بلکہ بیدھڑک وہ کام کرتے ہیں جن سے روکنے کے لئے کہا گیا ہے یہ لوگ گنہ گار ہیں۔ اول تو انہیں دنیا ہی میں سزا ملے گی اور ان پر باقاعدہ حد شرعی جاری ہوگی۔ پھر آخرت میں بھی اپنے بُرے اعمال کے باعث بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے ؛

نیکوں کی صفتیں (ج)

يُضٰعَفْ - لَهُ - الْعَذَابُ - يَوْمَ الْقِيٰمَةِ - وَيَخْلُدْ
دُگنا کیا جائیگا اس کیلیے عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا
فِيْهٖ - مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا - مَنْ - تَابَ - وَاٰمَنَ
اس میں ذلیل وخوار مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا
وَعَمِلَ - عَمَلًا - صَالِحًا - فَاُولٰٓئِكَ - يُبَدِّلُ
اور کیا کام نیک پس یہ لوگ بدل دے گا
اللّٰهُ - سَيِّاٰتِهِمْ - حَسَنٰتٍ - وَكَانَ - اللّٰهُ
اللہ ان کی برائیاں بھلائیوں میں اور ہے اللہ
غَفُوْرًا - رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾
بخشنے والا مہربان

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ
انہیں کو قیامت کے دن دونا عذاب ہوگا اور اس میں
فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ
خوار ہوکر پڑا رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا
وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ
اور کچھ نیک کام کیا سو ان لوگوں کی برائیوں کی
اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
جگہ اللہ بھلائیاں بدل دے گا اور اللہ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾
بخشنے والا مہربان ہے۔

مُهَانًا (ذلیل وخوار) اسم مفعول ہے اهانةٌ سے جو ه.و.ن سے بنا ہے۔ اَهَانَةٌ ذلیل کرنا یہاں ذلیل کیا گیا۔

ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا میں مذکورہ بالا گناہوں سے باز نہیں آتا اور اللہ کو اور اس کے قانون کو نہیں مانتا۔ اس کو مرنے کے بعد قیامت کے دن دگنا عذاب ملے گا۔ مدتوں اسی عذاب میں پڑا رہے گا کیونکہ یہ سب بڑے بڑے گناہ ہیں یعنی شرک وکفر ناحق قتل اور زنا جس کا اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا۔

ان گناہوں کا کرنے والا عذاب سے نہیں بچ سکتا مگر جب ان سے باز آجائے اور اللہ پر ایمان لاکر نیک کام اختیار کرے ایسے لوگ البتہ اللہ کی مہربانی کے مستحق ہوں گے اور وہ انہیں برائیوں کی جگہ بھلائیوں کی توفیق دے گا۔ اور ایمان اور نیک کاموں کی بدولت ان کے پچھلے گناہ بخش دے گا اور اپنے کرم سے انہیں مٹا کر ان کے بدلے نیک کام لکھ دے گا۔

اس آیت میں تنبیہ ہے کہ انسان کے لئے مرنے کے بعد عذاب سے نجات کی بس یہی صورت ہے کہ دنیا میں اللہ پر ایمان لائے اور اس کے کہنے کے مطابق بڑے بڑے گناہوں سے بچے اور نیک کام اختیار کرے۔ اگر کوئی برا کام بھول چوک سے ہوجائے تو اس سے فوراً توبہ کرے۔

نیکوں کی صفتیں (د)

وَمَنْ ـ تَابَ ـ وَعَمِلَ ـ صَالِحًا ـ فَاِنَّهٗ
اور جو توبہ کرے اور کام کرے نیک پس تحقیق وہ
يَتُوْبُ ـ اِلَى اللّٰهِ ـ مَتَابًا (۷۱) وَالَّذِيْنَ
لوٹ رہا ہے اللہ کی طرف سچا لوٹنا اور وہ لوگ جو
لَا يَشْهَدُوْنَ ـ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا ـ مَرُّوْا
نہیں جھکتے جھوٹ کے پاس اور جب گذریں
بِاللَّغْوِ ـ مَرُّوْا كِرَامًا (۷۲)
فضول بات کے پاس تو گذریں سنجیدہ لوگوں کی طرح

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ
اور جو کوئی توبہ کرے اور نیک کام کرے سو وہ
يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (۷۱) وَالَّذِيْنَ
اللہ کی طرف رجوع کر رہا ہے اور وہ لوگ جو
لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا
جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کھیل کی باتوں
بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (۷۲)
سے گذرتے ہیں تو سنجیدگی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔

پہلے عام طور پر کافروں کے لئے کہا گیا کہ کبیرہ گناہ کا وبال ان پر پڑے اور پھر بڑھے اس وبال سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ گناہ کو چھوڑ دو اور اللہ پر ایمان لے آؤ اور پھر نیک کام کرو تو تمہارے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور ان کے بدلے نیک اعمال تمہارے نامۂ اعمال میں درج کر دیئے جائیں گے۔

اس آیت میں ایمان والوں سے کہا جا رہا ہے کہ جس سے نادانی یا غفلت کی وجہ سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو جائے تو اس کا تدارک توبہ ہے۔ یعنی پختہ ارادہ کر لینا کہ ایسا گناہ پھر نہ کروں گا اور ساتھ ہی نیک کام کرنا جو ایسے موقعہ پر زبان سے استغفار پڑھنا اور اللہ عزوجل کی درگاہ میں عاجزی سے جھک کر معافی مانگتا ہے۔ اس کے بعد برابر نیک کاموں میں لگے رہنا یہاں کبیرہ گناہوں کی بابت ارشاد ختم ہوا۔

آگے پھر اللہ کے نیک بندوں کی صفتیں بیان کی جاتی ہیں ارشاد ہے (۱) کہ یہ لوگ جھوٹ کے پاس نہیں بھٹکتے نہ جھوٹ بولیں نہ جھوٹی گواہی دیں اور نہ دغا فریب جعلسازی وغیرہ میں کوئی حصہ لیں بلکہ جہاں یہ باتیں ہوتی ہوں ان جگھوں سے دور بھاگیں۔ اور یہ لوگ کھیل کود ناچ گانے فضول تفریحی مشغلوں میں شریک نہیں ہوتے یہ ایسی محفلوں کے پاس سے بزرگانہ انداز کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔ نہ ان میں شامل ہوں اور نہ ان لوگوں سے جو ان میں مشغول ہوں جھگڑا کریں۔ بلکہ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ انہیں چھوڑ کر اپنا راستہ لیتے ہیں۔

نیکوں کی صفتیں (۵)

وَالَّذِیْنَ ۔ اِذَا ۔ ذُکِّرُوْا ۔ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ ۔ لَمْ یَخِرُّوْا
اور وہ لوگ کہ جب یاد دلائی جائیں آیتیں انکے ربّ کی نہیں پڑجاتے
عَلَیْهَا ۔ صُمًّا ۔ وَّعُمْیَانًا (۷۳) وَالَّذِیْنَ ۔ یَقُوْلُوْنَ
ان کے سامنے بہرے اور اندھے بن کر اور وہ لوگ جو کہتے ہیں
رَبَّنَا ۔ هَبْ ۔ لَنَا ۔ مِنْ اَزْوَاجِنَا ۔ وَ ذُرِّیّٰتِنَا ۔
اے ہمارے رب عطا کر ہمیں ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے
قُرَّةَ ۔ اَعْیُنٍ ۔ وَّاجْعَلْنَا ۔ لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ اِمَامًا (۷۴)
ٹھنڈک آنکھوں کی اور کر ہمیں پرہیزگاروں کا امام

وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا
اور وہ لوگ کہ جب انہیں انکے رب کی باتیں سمجھائی جائیں نہیں گر
عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا (۷۳) وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ
پڑتے انکے آگے بہروں اور اندھوں کی طرح اور وہ لوگ جو کہتے ہیں
رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا
اے رب ہمیں ہماری بیویوں سے اور اولاد سے
قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (۷۴)
آنکھ کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

ان آیتوں میں اللہ کے نیک بندوں کی مزید صفتوں کا بیان ہے ارشاد ہے کہ (۱) جب انہیں ان کے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں تو انہیں غور سے دیکھیں اور ان کے معنی پر غور کریں، وہ ایسا ہرگز نہیں کرتے کہ اللہ کا کلام انہیں سنایا جائے اور قرآن مجید ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے، اور وہ پتھر کی مورت بن کر بیٹھ جائیں نہ دیکھیں، نہ سنیں بالکل گرے بن کر پڑ جائیں اور بہروں اور اندھوں کی سی حرکتیں کرنے لگیں، نیک لوگوں کا یہ کام نہیں۔ کہ قرآن مجید ان کے سامنے پڑھا جائے اور وہ اسے چھوڑ کر کسی اور کام کی طرف متوجہ ہوں۔

آگے ارشاد ہے کہ (۲) یہ نیک لوگ اللہ عزوجل سے یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بیویوں اور بچوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا کہ ان کے اطوار و عادات دیکھ کر ہماری طبیعت کو چین، آنکھوں کو راحت اور دل کو سرور نصیب ہو اور اے پروردگار ہمیں توفیق دے کہ ہم پرہیزگاری میں اور گناہوں سے بچنے میں سب سے سبقت لے جائیں، ان کی تمنا تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں وہ سب سے آگے رہیں۔!

نیکوں کی جزا

اُولٰٓئِكَ ۔ یُجْزَوْنَ ۔ الْغُرْفَةَ ۔ بِمَا صَبَرُوْا ۔

یہ لوگ جزا دیئے جائیں گے اُونچا مکان اپنے صبر کی بدولت

وَیُلَقَّوْنَ ۔ فِیْهَا ۔ تَحِیَّةً ۔ وَّسَلٰمًا (۷۵) خٰلِدِیْنَ

اور ملا دیئے جائیں گے ۔ ان میں دعائے خیر اور سلام سے ۔ ہمیشہ رہنے والے

فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ ۔ مُسْتَقَرًّا ۔ وَّمُقَامًا (۷۶) قُلْ ۔ مَا

ان میں خوب ہے وہ ٹھکانا اور مسکن کہدے کیا

یَعْبَؤُا ۔ بِكُمْ ۔ رَبِّیْ ۔ لَوْلَا ۔ دُعَآؤُكُمْ ۚ ۔ فَقَدْ

پرواکرتا ہے تمہاری میرا رب اگر نہ ہو تمہاری پکار تم نے

كَذَّبْتُمْ ۔ فَسَوْفَ ۔ یَكُوْنُ ۔ لِزَامًا (۷۷) ع

تو جھٹلا دیا ۔ پس اب ہوگا یہ جھٹلانا جان کا جھگڑا ۔

اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا

ان کو بدلہ ملے گا بالاخانے اس لیے کہ وہ ثابت قدم رہے

وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا (۷۵) خٰلِدِیْنَ

اور لینے آئیں گے وہاں انہیں دعا سلام کہتے ہوئے ۔ سدا رہیں گے

فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (۷۶) قُلْ مَا

اس میں خوب جگہ ہے ٹھہرنے کی اور خوب جگہ ہے رہنے کی تو کہہ میرا

یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ

رب تمہاری پروا نہیں رکھتا ۔ اگر تم اس کو پکارا نہ کرو سو تم تو

كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا (۷۷) ع ۶

جھٹلا چکے ۔ اب آگے مڈبھیڑ ہونی ہے ۔

غُرْفَةَ (بالاخانہ) اس کا مادہ غ ۔ ر ۔ ف ۔ غرف کے معنی بلندی اور رفعت کے ہیں ۔ غرفۃ سے یہاں بلند اور عالی شان مکان ہے ۔ بالاخانہ مراد ہے ۔ مَا (نہیں یا کیا) یہ ما حرف نفی بھی ہو سکتا ہے اور حرف استفہام بھی ۔ اگر استفہام ہے تب بھی استفہام انکاری ہے مطلب ایک ہی ہے ۔ یَعْبَؤُا (پرواکرتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے ع ۔ ب ۔ ء سے عَبْءٌ کے معنی شمار میں لانا کچھ قدر سمجھنا ۔ توجہ کے قابل ماننا ۔ پروا کرنا ۔ لِزَام (چمٹنے والی چیز) اسم ہے ل ۔ ز ۔ م سے لزوم کے معنی چمٹ جانا ۔ اسی سے لازم ۔ التزام وغیرہ لفظ بنے ہیں ۔ یہاں اس سے مراد لازمی برا نتیجہ ہے ؛

اچھے لوگوں کی صفتیں بیان فرما کر اب ان کی جزا بتلائی جا رہی ہے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو مرنے کے بعد اونچے اونچے مکان ملیں گے ۔ کیونکہ انہوں نے تکلیفیں اور سختیاں برداشت کر کے اللہ کے حکم پر عمل کیا اور اس کی اطاعت میں ثابت قدم رہے جنت میں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوگی اور فرشتے ان کا دعا وسلام کے ساتھ استقبال کریں گے اور آپس میں بھی یہ ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے اور سلام دعا کریں گے ۔ یہ لوگ انہیں بالاخانوں میں ہمیشہ رہا کریں گے جو ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے ۔ ارشاد ہے کہ منکروں سے کہہ دو ، اللہ کو تمہاری پروا نہیں اگر تم اسے نہ پکارو اور اس کی عبادت نہ کرو ۔ تم تو ہماری باتوں کو جھوٹا بتا چکے ، اب آگے اس کا نتیجہ تمہارے آگے آنے والا ہے یعنی دنیا میں تباہی اور آخرت میں ہمیشہ کا عذاب ۔ اللہ بچائے ۔

(الحمد للہ سورۃ الفرقان اور اس کے ساتھ منزل تمام ہوئی)

سورۃ الفرقان کا خلاصہ

اس عظیم الشان سورت میں شاندار الفاظ وعبارت کے اندر انسان کو اس دنیا میں اللہ۔ رسول اور قرآن پر ایمان لانے اور ان کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن انسان کو بھلائی اور برائی کے اندر صاف صاف فرق دکھاتا ہے۔ اس کو سمجھ کر پڑھنے والا۔ اس کے انداز اور طرز بیان ہی سے پہچان لے گا۔ کہ بے شک اللہ عزوجل ہی حقیقی معبود ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور یہ کہ انسان کو قرآن کے احکام ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں بھی چین سے رہے اور مرنے کے بعد بھی اسے راحت ملے اور وہ جانکاہ مصیبتوں سے بچے ۔اس میں اللہ عزوجل کی عظیم الشان صفتیں بنائی گئی ہیں اور پھر ان لوگوں کو جو قرآن حکیم میں شبہ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ ماننے کے لئے تیار نہیں بتایا گیا ہے۔ کہ تمہارے یہ سارے شک وشبے فضول ہیں۔ مکہ کے کافر اپنے بنے بنائے اقتدار کو بنائے رکھنے کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی سیدھی سادھی عام آدمیوں کی سی زندگی دیکھ کر اعتراض کرتے تھے، کہ اللہ کا پیغامبر اور قاصد تو بڑے دبدبے اور لاؤ لشکر والا دولت مند شخص ہونا چاہیئے تھا۔ اس کے رہنے کے لئے اونچے اونچے عالیشان مکان ہوتے۔ ساتھ میں فرشتوں کا لشکر ہوتا۔ یا کم سے کم ایک فرشتہ تو اس کی مدد کے لئے ضروری ہوتا۔ بعض منہ پھٹ تو یہاں تک کہہ بیٹھے کہ اللہ کو کوئی پیغام بھیجنا تھا تو وہ فرشتوں کے ہاتھ بھیجتا۔ یا خود علانیہ سامنے آکر اپنے احکام صادر کرتا؛

اس سب کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ تم مر کر دوبارہ جینے کے قائل نہیں ہو۔ اس لئے ایسی باتیں بناتے ہو۔ رسول کا کام آخرت کی زندگی کا نقشہ تمہارے سامنے کھینچنا ہے تاکہ تم بُرے کاموں کے نتیجوں سے خوف کرو اور اچھے کاموں کے انعامات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس کام کے انجام دینے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں ان کے پاس مال ودولت لاؤ لشکر اونچے اونچے مکانات نہیں تو کیا ہوا۔ صداقت، امانت اور راستبازی تو ہے' جو ایک پیغمبر کی اصل خصوصیت ہونی چاہیئے۔ اس لئے شک وشبہ چھوڑو۔ اللہ کو مانو اور نیک لوگوں کی زندگی بسر کرو۔ نیک لوگوں کی ۱۲ صفتیں اس سورت میں بیان کی ہیں، اور مکہ کے کافروں سے صاف کہہ دیا گیا ہے۔ کہ تمہیں یہ زیب دیتا تھا۔ کہ تم اللہ۔ رسول اور قرآن کو مانتے اور یہ صفتیں اپنے اندر پیدا کرتے لیکن تم نے ان سب کو جھوٹا سمجھا۔ اب یقیناً تمہیں اس کا بُرا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ دنیا میں نتیجہ جنگ بدر کی شکل میں نمودار ہوا اور آخرت میں عذاب دائمی بن کر چمٹ جائے گا (نعوذ باللہ)

(الف)

درس قرآن

اَلْمَنْزِلُ الْخَامِسُ (۵) (پانچویں منزل)

سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ ۲۶ النَّمْلُ ۲۷ اَلْقَصَصُ ۲۸ اَلْعَنْکَبُوْتُ ۲۹۔ اَلرُّوْمُ ۳۰

لُقْمٰنُ ۳۱ ۔ اَلسَّجْدَۃُ ۳۲۔ اَلْاَحْزَابُ ۳۳۔ سَبَا ۳۴ ۔ فَاطِرٌ ۳۵ ۔ یٰسٓ ۳۶

سوا اٹھارہ پارے سے سوا بائیس پارے تک

مُرَتَّبَہْ

درس قران بورڈ

شائع کردہ:

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور

درس قرآن بورڈ

ادارہ اصلاح وتبلیغ لاہور نے درس قرآن مجید کی ترتیب وتدوین کے لیے ایک بورڈ مقرر کیا ہوا ہے۔ اس بورڈ کے مندرجہ ذیل حضرات نے اس پانچویں منزل کو مرتب کیا

۱۔ مولانا خواجہ عبدالحی فاروقی صاحب مرحوم سابق صدر شعبۂ اسلامیات وعربی اسلامیہ کالج ریلوے روڈ۔ لاہور

۲۔ مولانا حافظ مرغوب احمد توفیق صاحب مرحوم منشی فاضل۔ مولوی فاضل ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل سابق صدر شعبۂ اسلامیات وعربی ڈھاکہ یونیورسٹی

۳۔ الحاج عبدالواحد صاحب ایم۔ اے سابق انسپکٹر آف سکولز

فہرست مضامین ———— الف

درس قرآن بورڈ ———— ب

فہرست مضامین ———— ج تا ن

فہرست صفحات المنزل الخامس

پارہ وَقَالَ الَّذِیْنَ	۱۹	————	صفحہ ۱ تا ۸۴
سُوْرَۃُ الشُّعَرَاءِ	۲۶	————	صفحہ ۱ تا ۵۴
سُوْرَۃُ النَّمْل	۲۷	————	صفحہ ۵۵ تا ۱۰۳
پارہ اَمَّنْ خَلَقَ	۲۰	————	صفحہ ۸۵ تا ۱۸۲
سُوْرَۃُ الْقَصَص	۲۸	————	صفحہ ۱۰۴ تا ۱۵۱
سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْت	۲۹	————	صفحہ ۱۵۲ تا ۱۹۶
پارہ اُتْلُ مَا اُوْحِیَ	۲۱	————	صفحہ ۱۸۳ تا ۲۸۰
سُوْرَۃُ الرُّوْم	۳۰	————	صفحہ ۱۹۷ تا ۲۲۶
سُوْرَۃُ لُقْمٰن	۳۱	————	صفحہ ۲۲۷ تا ۲۴۵
سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ	۳۲	————	صفحہ ۲۴۶ تا ۲۶۰
سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب	۳۳	————	صفحہ ۲۶۱ تا ۳۱۵
پارہ وَمَنْ یَّقْنُتْ	۲۲	————	صفحہ ۲۸۱ تا ۳۰۶
سُوْرَۃُ سَبَا	۳۴	————	صفحہ ۳۱۶ تا ۳۵۴
سُوْرَۃُ فَاطِر	۳۵	————	صفحہ ۳۵۵ تا ۳۹۴
سُوْرَۃُ یٰسٓ	۳۶	————	صفحہ ۳۹۵ تا ۴۳۴
پارہ وَمَالِیَ	۲۳	————	صفحہ ۴۰۷ تا ۴۳۴

فہرست مضامین و آیات المنزل الخامس (۵)

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
	پارہ وَقَالَ الَّذِیْنَ ۱۹	
۱	سورۃ الشعراء کا خلاصہ	
۲	سورۃ الشعراء	۱ تا ۴
۳	انسان کا رویہ	۵ تا ۶
۴	اللہ کی نشانیاں	۷ تا ۹
۵	پچھلے زمانہ کے حالات	۱۰ تا ۱۳
۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۴ تا ۱۷
۷	فرعون سے گفتگو	۱۸ تا ۲۰
۸	موسیٰؑ کا جواب	۲۱
۹	بقیہ جواب	۲۲ تا ۲۴
۱۰	فرعون کا گمراپن	
۱۱	فرعون کی بوکھلاہٹ	۲۵ تا ۲۷
۱۲	فیصلہ کن جواب	۲۸ تا ۳۰
۱۳	عصائے موسیٰؑ اور یدِ بیضا	۳۱ تا ۳۳
۱۴	جادوگروں سے مقابلہ	۳۴ تا ۳۷
۱۵	جادوگر آ گئے	۳۸ تا ۴۰
۱۶	جادوگروں کا صلہ	۴۱ تا ۴۲
۱۷	مقابلہ	۴۳ تا ۴۵
۱۸	جادوگر لوہا مان گئے	۴۶ تا ۴۸
۱۹	فرعون غضب ناک ہوا	۴۹ تا ۵۱
۲۰	مصر سے ہجرت	۵۲ تا ۵۶
۲۱	بنی اسرائیل کی گھبراہٹ	۵۷ تا ۶۲
۲۲	فرعون کا انجام	۶۳ تا ۶۸
۲۳	ایک اور واقعہ	۶۹ تا ۷۳
۲۴	قوم کا جواب	۷۴ تا ۷۷
۲۵	اللہ کی صفتیں	۷۸ تا ۸۲
۲۶	دعائے ابراہیمؑ	۸۳ تا ۸۹
۲۷	قیامت کا حال	۹۰ تا ۹۵
۲۸	بے سود تمنّا	۹۶ تا ۱۰۴
۲۹	قوم نوح علیہ السلام	۱۰۵ تا ۱۱۰
۳۰	پیغام خاص	۱۱۱ تا ۱۱۶
۳۱	منکر غرق ہوئے	۱۱۷ تا ۱۲۲
۳۲	قوم عاد	۱۲۳ تا ۱۲۷
۳۳	حضرت ہودؑ کا خاص پیغام	۱۲۸ تا ۱۳۵
۳۴	جواب اور انجام	۱۳۶ تا ۱۴۰
۳۵	ثمود کا حال	۱۴۱ تا ۱۴۵
۳۶	حضرت صالحؑ کا خاص پیغام	۱۴۶ تا ۱۵۲
۳۷	ثمود کا جواب	۱۵۳ تا ۱۵۶
۳۸	ثمود کا انجام	۱۵۷ تا ۱۵۹
۳۹	حضرت لوطؑ کی قوم	۱۶۰ تا ۱۶۴

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۴۰	حضرت لوطؑ کا خاص پیغام	۱۶۵ تا ۱۶۹	۶۱	فرعونیوں کا رویہ	۱۳ تا ۱۴
۴۱	قوم لوط کا انجام	۱۷۰ تا ۱۷۵	۶۲	حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ	۱۵ تا ۱۶
۴۲	حضرت شعیبؑ کی قوم	۱۷۶ تا ۱۸۰	۶۳	حضرت سلیمانؑ کا شکر	۱۷ تا ۱۸
۴۳	حضرت شعیبؑ کا خاص پیغام	۱۸۱ تا ۱۸۴	۶۴	ادائے شکر	۱۹
۴۴	قوم کا جواب	۱۸۵ تا ۱۸۷	۶۵	ہدہد کا واقعہ	۲۰ تا ۲۲
۴۵	قوم شعیبؑ کا انجام	۱۸۸ تا ۱۹۱	۶۶	ملکۂ سبا	۲۳ تا ۲۶
۴۶	قرآن مجید کا ذکر	۱۹۲ تا ۱۹۷	۶۷	حضرت سلیمانؑ کا خط	۲۷ تا ۳۱
۴۷	نہ ماننے کے سو بہانے	۱۹۸ تا ۲۰۳	۶۸	باہم مشورہ	۳۲ تا ۳۳
۴۸	مہلت بیکار ہے	۲۰۴ تا ۲۰۹	۶۹	ملکہ کا فیصلہ	۳۴ تا ۳۵
۴۹	قرآن حق ہے	۲۱۰ تا ۲۱۵	۷۰	حضرت سلیمانؑ کا جواب	۳۶ تا ۳۷
۵۰	رسول کا کام		۷۱	بلقیس کی آمد آمد	۳۸ تا ۳۹
۵۱	اللہ پر بھروسہ	۲۱۶ تا ۲۲۰	۷۲	تخت آگیا	
۵۲	کاہن اور شاعر	۲۲۱ تا ۲۲۴	۷۳	اللہ کا شکر	۴۰
۵۳	شاعروں کا حال	۲۲۵ تا ۲۲۷	۷۴	عقل کا امتحان	۴۱
۵۴	سورۃ الشعراء کی تعلیم		۷۵	کفر کی وجہ	۴۲ تا ۴۳
۵۵	سورۃ النمل کا خلاصہ		۷۶	شبہ جاتا رہا	۴۴
۵۶	سورۃ النمل	۱ تا ۳	۷۷	ثمود کے رسول	۴۵
۵۷	آخرت کے منکر	۴ تا ۶	۷۸	سمجھانا بے اثر ہوا	۴۶ تا ۴۷
۵۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ	۷ تا ۸	۷۹	فسادی لوگ	۴۸ تا ۴۹
۵۹	موسیٰؑ سے خطاب	۹ تا ۱۰	۸۰	منصوبہ دھرا رہ گیا	۵۰ تا ۵۱
۶۰	حضرت موسیٰؑ رسول مقرر ہوئے	۱۱ تا ۱۲	۸۱	عبرت	۵۲

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۸۲	لوط علیہ السلام	۵۳ تا ۵۵
۸۳	جواب بن نہ پڑا	۵۶
۸۴	آخر تباہ ہوئے	۵۷ تا ۵۹
	پارہ اَمَّنْ خَلَقَ ۲۰	
۸۵	تین قصے	
۸۶	معبود کون ہے	۶۰
۸۷	معبود کی نشانیاں	۶۱
۸۸	ایک اور نشانی	۶۲
۸۹	ایک اور سوال	۶۳
۹۰	ایک اور خصوصیت	۶۴
۹۱	توحید کی اور دلیل	۶۵ تا ۶۶
۹۲	آخرت	۶۷ تا ۶۸
۹۳	گناہوں کی سزا	۶۹ تا ۷۱
۹۴	جلدی مت کرو	۷۲ تا ۷۴
۹۵	ہر چیز لکھی ہوئی ہے	۷۵ تا ۷۷
۹۶	سمجھ دار ہی سمجھیں گے	۷۸ تا ۸۱
۹۷	قیامت کی علامت	۸۲
۹۸	منکروں کا حال	۸۳ تا ۸۴
۹۹	آخر سزا ملی	۸۵ تا ۸۶
۱۰۰	قیامت کا حال	۸۷ تا ۸۸
۱۰۱	جزا کی نوعیت	۸۹ تا ۹۱

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۰۲	آدمی ذمہ دار ہے	۹۲ تا ۹۳
۱۰۳	سورۃ النمل پر ایک نظر	
۱۰۴	خلاصہ سورۃ القصص	
۱۰۵	کمزوروں کی مدد	۱ تا ۴
۱۰۶	اللہ کا حکم	۵ تا ۶
۱۰۷	پرورش کا انتظام	۷ تا ۸
۱۰۸	پرورش ہوئی	۹ تا ۱۰
۱۰۹	ماں سے آملے	۱۱ تا ۱۳
۱۱۰	جوانی کا ایک واقعہ	۱۴
۱۱۱	ناگہانی حادثہ	۱۵ تا ۱۷
۱۱۲	عملی نتائج	
۱۱۳	پھر وہی واقعہ	۱۸
۱۱۴	بھاگنا پڑا	۱۹ تا ۲۰
۱۱۵	حضرت موسیٰؑ مدین میں	۲۱ تا ۲۲
۱۱۶	پہلا کام	۲۳ تا ۲۴
۱۱۷	حضرت شعیبؑ سے ملاقات	۲۵ تا ۲۶
۱۱۸	موسیٰؑ ملازم ہو گئے	۲۷ تا ۲۸
۱۱۹	مدین سے روانگی	۲۹
۱۲۰	نبوت ملی	۳۰ تا ۳۱
۱۲۱	دو معجزے	۳۲ تا ۳۳
۱۲۲	ہارونؑ مددگار ہو گئے	۳۴ تا ۳۵

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۲	فرعون کے پاس	۳۶ تا ۳۷
۱۲	فرعون کا جواب	۳۸ تا ۳۹
۱۲	انجام کار	۴۰ تا ۴۲
۱۲	سوچنا ضرور ہے	
۱۲	رسالت حق ہے	۴۳ تا ۴۴
۱۲	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں	۴۵ تا ۴۶
۱۲۹	رسول کی ضرورت	۴۷
۱۳	کھلی دعوت	۴۸ تا ۴۹
۱۳	خواہشوں کے غلام	۵۰ تا ۵۲
۱۳۲	سمجھ داروں کا رویہ	۵۳ تا ۵۴
۱۳۰	ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے	۵۵ تا ۵۶
۱۳۴	غلط بہانہ	۵۷ تا ۵۸
۱۳۵	اللہ کا قانون	۵۹ تا ۶۰
۱۳۶	قیامت حق ہے	۶۱ تا ۶۲
۱۳۷	جھوٹے معبود	۶۳ تا ۶۴
۱۳۸	ایک اور سوال	۶۵ تا ۶۷
۱۳۹	اللہ ایک ہے	۶۸ تا ۷۰
۱۴۰	اوروں کے عجز کی دلیل	۷۱ تا ۷۲
۱۴۱	دن رات اللہ ہی نے بنائے	۷۳ تا ۷۵
۱۴۲	دنیا پہ مغرور نہ ہو	۷۶
۱۴۳	نازیبا حرکتیں	۷۷

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۴۴	قارون کی نادانی	۷۸
۱۴۵	دنیا کے دل دادہ	۷۹ تا ۸۰
۱۴۶	عبرت ناک انجام	۸۱
۱۴۷	حقیقتِ حال	۸۲ تا ۸۳
۱۴۸	بدلہ ملنے کا قانون	۸۴
۱۴۹	دنیا کی بھی کامیابی	۸۵ تا ۸۶
۱۵۰	قرآن کا حق	۸۷ تا ۸۸
۱۵۱	سورۃ القصص پہ ایک نظر	
۱۵۲	**سورۃ العنکبوت**	
۱۵۳	ایمان کی آزمائش	۱ تا ۳
۱۵۴	بُروں کا حال	۴ تا ۶
۱۵۵	ایمان کی جزا	۷
۱۵۶	توحید کی اہمیت	۸ تا ۹
۱۵۷	ڈانواں ڈول	
۱۵۸	اللہ واقفِ اسرار ہے	۱۰ تا ۱۱
۱۵۹	اپنا ہی بوجھ بہت ہے	۱۲ تا ۱۳
۱۶۰	مسلمانوں کا طرزِ عمل	
۱۶۱	تاریخ کا سبق	۱۴ تا ۱۵
۱۶۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۶
۱۶۳	دینے والا اللہ ہے	۱۷
۱۶۴	دوبارہ پیدائش	۱۸ تا ۱۹

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۶۵	بیرونی دنیا	۲۰
۱۶۶	اللہ کا قانون	۲۱ تا ۲۲
۱۶۷	قوم کا جواب	۲۳ تا ۲۴
۱۶۸	پھر سمجھایا	۲۵
۱۶۹	ہجرت ابراہیمی	۲۶ تا ۲۷
۱۷۰	حضرت لوط علیہ السلام	۲۸
۱۷۱	غفلت کی انتہا	۲۹ تا ۳۰
۱۷۲	تباہی کا حکم	۳۱
۱۷۳	بے گناہ بچ جائیں گے	۳۲
۱۷۴	فرشتوں کی فہمایش	۳۳ تا ۳۵
۱۷۵	مدین والے	۳۶ تا ۳۷
۱۷۶	دوسرے گمراہ لوگ	۳۸
۱۷۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۳۹
۱۷۸	عذاب کی مختلف صورتیں	
۱۷۹	مشرکوں کی حقیقت	۴۰
۱۸۰	کافروں کی مثال	
۱۸۱	مکڑی کا گھر	۴۱ تا ۴۲
۱۸۲	مثال سے غرض	۴۳ تا ۴۴
	پارہ اُتلُ مَا اُوحِیَ ۲۱	
۱۸۳	اللہ کا ذکر	۴۵
۱۸۴	بحث مباحثہ	۴۶

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۸۵	قرآن بھی آسمانی کتاب ہے	۴۷ تا ۴۸
۱۸۶	قرآن کیا ہے؟	۴۹ تا ۵۰
۱۸۷	قرآن کافی معجزہ ہے	۵۱ تا ۵۲
۱۸۸	عذاب یقینی ہے	۵۳ تا ۵۵
۱۸۹	ترک وطن	۵۶ تا ۵۷
۱۹۰	اللہ رازق ہے	۵۸ تا ۶۱
۱۹۱	اللہ واقف کار ہے	۶۲ تا ۶۳
۱۹۲	دنیا اور آخرت	۶۴
۱۹۳	اللہ کی ناشکری	۶۵ تا ۶۶
۱۹۴	صریح ناشکری	۶۷
۱۹۵	کیے کا پھل	۶۸ تا ۶۹
۱۹۶	سورہ عنکبوت کیا سکھاتی ہے	
۱۹۷	سورۃ الروم	
۱۹۸	پختہ پیش گوئی	۱ تا ۴
۱۹۹	اللہ کی مدد	۵ تا ۷
۲۰۰	دنیا میں انجام	۸
۲۰۱	پہلوں کا حال	۹ تا ۱۰
۲۰۲	قیامت یقینی ہے	۱۱ تا ۱۳
۲۰۳	قیامت میں کیا ہوگا	۱۴ تا ۱۶
۲۰۴	اللہ کی عبادت (الف)	۱۷ تا ۱۹
۲۰۵	اللہ کی عبادت (ب)	
۲۰۶	اللہ کی پہچان	۲۰ تا ۲۱

شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۰	اللہ کی پہچان (ب)	۲۲ تا ۲۳
۲۰	اللہ کی پہچان (ج)	۲۴ تا ۲۵
۲۰	اختیار اسی کا ہے	۲۶ تا ۲۷
۲۱	شرک نامعقول ہے	۲۸
۲۱۱	یک سوئی	۲۹
۲۱۲	انسان کی فطرت	۳۰ تا ۳۲
۲۱۳	کھلی نشانی	۳۳ تا ۳۴
۲۱۴	شرک کی کیا وجہ	۳۵ تا ۳۷
۲۱۵	قانون الٰہی	۳۸ تا ۳۹
۲۱۶	شرک نامعقول ہے	۴۰
۲۱۷	برے اعمال کا نتیجہ	۴۱ تا ۴۲
۲۱۸	کرنا کیا چاہیئے	۴۳ تا ۴۵
۲۱۹	خوش گوار ہوائیں	۴۶ تا ۴۷
۲۲۰	باران رحمت	۴۸ تا ۴۹
۲۲۱	انسان کی بے صبری	۵۰ تا ۵۱
۲۲۲	مردہ دل کیا سنیں گے	۵۲ تا ۵۳
۲۲۳	واقعی صورت حال	۵۴ تا ۵۵
۲۲۴	صحیح نتیجہ	۵۶ تا ۵۷
۲۲۵	پوری بات واضح ہوگئی	۵۸ تا ۶۰
۲۲۶	سورۃ الروم پر ایک نظر	
۲۲۷	سورۃ لقمان	

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۲۸	قرآن ہدایت ہے	۱ تا ۵
۲۲۹	بے کار باتیں (ا)	۶ تا ۷
۲۳۰	بے کار باتیں (ب)	
۲۳۱	انعام و اکرام	۸ تا ۹
۲۳۲	قدرت کی نشانیاں	۱۰ تا ۱۱
۲۳۳	حضرت لقمانؑ	۱۲ تا ۱۳
۲۳۴	ماں باپ کا حق	۱۴ تا ۱۵
۲۳۵	اللہ ہر جگہ موجود ہے	۱۶
۲۳۶	اچھی باتیں	۱۷ تا ۱۹
۲۳۷	اللہ کو مانو	۲۰
۲۳۸	نامعقول بہانہ	۲۱ تا ۲۲
۲۳۹	کفر کا غم نہ کریں	۲۳ تا ۲۴
۲۴۰	اللہ کی خوبیاں بے شمار ہیں	۲۵ تا ۲۷
۲۴۱	اللہ کی قدرت	۲۸ تا ۳۰
۲۴۲	اور نشانیاں	۳۱ تا ۳۲
۲۴۳	قیمتی نصیحت	۳۳
۲۴۴	انسان نادان ہے	۳۴
۲۴۵	سورت لقمان پر نظر	
۲۴۶	سورۃ السجدہ	
۲۴۷	قرآن اللہ کا پیغام ہے	۱ تا ۳
۲۴۸	اللہ کا تصور	۴

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
٢٤٩	اللہ کی تدبیر	٥ تا ٦
٢٥٠	انسان کی پیدائش	٧ تا ٩
٢٥١	مرکر جینا	١٠ تا ١١
٢٥٢	قیامت میں آنکھیں کھلیں گی۔	١٢ تا ١٣
٢٥٣	یاداشتِ عمل	١٤ تا ١٥
٢٥٤	ایمان والے	١٦ تا ١٧
٢٥٥	مومن اور فاسق	١٨ تا ١٩
٢٥٦	دنیا کا عذاب	٢٠ تا ٢٢
٢٥٧	مقررہ دستور	٢٣ تا ٢٤
٢٥٨	فیصلہ کا دن	٢٥ تا ٢٦
٢٥٩	کام کا ایمان	٢٧ تا ٣٠
٢٦٠	سورۃ السجدہ پر ایک نظر	
٢٦١	سورۃ الاحزاب	
٢٦٢	ہدایات	١ تا ٣
٢٦٣	حقیقت حال	٤
٢٦٤	اصلی بات	٥
٢٦٥	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ	٦
٢٦٦	نبیوں سے پختہ عہد	٧ تا ٨
٢٦٧	اللہ کی مدد	٩
٢٦٨	سخت آفت	١٠ تا ١٢
٢٦٩	بھاگنے کا ارادہ	١٣

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
٢٧٠	دل کا کھوٹ	١٤ تا ١٥
٢٧١	اسلامی طرزِ عمل	١٦ تا ١٧
٢٧٢	منافق خطرے کے وقت	١٨
٢٧٣	منافق خطرے کے بعد	١٩
٢٧٤	مسلمانوں کے لیے نمونہ	٢٠ تا ٢١
٢٧٥	مومنوں نے کیا کیا	٢٢
٢٧٦	نیتارہ ہوگئے	٢٣ تا ٢٤
٢٧٧	کافروں کا انجام	٢٥
٢٧٨	اللہ کی تدبیر	٢٦ تا ٢٧
٢٧٩	گھریلو زندگی (الف)	٢٨
٢٨٠	گھریلو زندگی (ب)	٢٩ تا ٣٠
	پارہ وَمَنْ يَّقْنُتْ ٢٢	
٢٨١	آداب کلام	٣١
٢٨٢	فحش کی روک تھام	٣٢
٢٨٣	احکام کا مقصد	٣٣ تا ٣٤
٢٨٤	مرد اور عورت کی برابری (ا)	
٢٨٥	مرد اور عورت کی برابری (ب)	٣٥
٢٨٦	فضول رسم مٹ کر رہے گی (ا)	٣٦
٢٨٧	فضول رسم مٹ کر رہے گی (ب)	
٢٨٨	اللہ کا حکم اٹل ہے	٣٧
٢٨٩	نبی اللہ کے تابع فرمان ہیں	٣٨

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۲	رسولوں کی شان (الف)	۳۹ تا ۴۰
۲	رسولوں کی شان (ب)	
۲	اللہ کی یاد	۴۱ تا ۴۳
۲	نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان	۴۴ تا ۴۶
۲	ایمان والوں کو بشارت	۴۷ تا ۴۸
۲	غیر مدخولہ کی طلاق	۴۹
۲۵	نبی کے لیے احکام	
۲۹	خاص رعایتیں	
۲۹	مزید رعایت	۵۰
۲۹	جھگڑوں کی روک تھام	۵۱
۳۰	ازواجِ مطہرات	۵۲
۳۰	دعوتِ طعام	
۳۰	آزادی میں خلل	
۳۰۱	نبی کا احترام	۵۳ تا ۵۴
۳۰۴	پردہ کے مزید احکام	۵۵
۳۰۵	درود و سلام	۵۶
۳۰۶	ایذا رسانی	۵۷ تا ۵۸
۳۰۷	بہانہ خوروں کا علاج	۵۹
۳۰۸	بدمعاشوں کو جھڑکی	۶۰ تا ۶۱
۳۰۹	قاعدہ یہی ہے	۶۲ تا ۶۳
۳۱۰	کافروں کا انجام	۶۴ تا ۶۶

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۱۱	رہنماؤں کا حشر	۶۷ تا ۶۸
۳۱۲	بیش بہا نصیحتیں	۶۹ تا ۷۰
۳۱۳	بڑی کامیابی	۷۱
۳۱۴	امانت کا ذمہ	۷۲ تا ۷۳
۳۱۵	سورۃ الاحزاب پر ایک نظر	
۳۱۶	سورۃ السبا	
۳۱۷	اللہ کی صفت وثنا	۱
۳۱۸	اللہ کی صفت	۲
۳۱۹	اللہ کا علم	۳
۳۲۰	قیامت کی وجہ	۴ تا ۶
۳۲۱	قیامت کی ہنسی	۷
۳۲۲	قرآن کا جواب	۸
۳۲۳	خوف کا مقام	۹
۳۲۴	قدرت کی نشانیاں	۱۰ تا ۱۱
۳۲۵	مزید نشانیاں	۱۲
۳۲۶	جنوں کا کام	۱۳
۳۲۷	اللہ کا احسان	
۳۲۸	حضرت سلیمانؑ کی وفات	۱۴
۳۲۹	سبا کا حال	۱۵
۳۳۰	کفر کا وبال	۱۶ تا ۱۷
۳۳۱	ایک اور حماقت	۱۸

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۳۲	اپنے آپ پر ظلم	۱۹	۳۵۳	کفر کا نتیجہ	۵۳ تا
۳۳۳	شیطان کا جال	۲۰ تا ۲۱	۳۵۴	سورت سبا پر ایک نظر	
۳۳۴	مشرکوں کو تنبیہ	۲۲	۳۵۵	سورۂ فاطر	
۳۳۵	شفاعت اور سفارش	۲۳	۳۵۶	اللہ سب کا خالق ہے	۱
۳۳۶	سیدھی بات	۲۴ تا ۲۵	۳۵۷	اختیار اللہ ہی کو ہے	۲
۳۳۷	فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے	۲۶ تا ۲۷	۳۵۸	رزق کون دیتا ہے	۳ تا ۴
۳۳۸	سارے لوگوں کے رسول	۲۸ تا ۳۰	۳۵۹	دنیا اور شیطان	۵
۳۳۹	قیامت کا منظر		۳۶۰	شیطان کا مقصد	۶ تا ۷
۳۴۰	آپس میں نوک جھونک	۳۱ تا ۳۲	۳۶۱	برے اور بھلے لوگ	۸
۳۴۱	کمزوروں کا جواب	۳۳	۳۶۲	اللہ کی قدرت	۹
۳۴۲	مالداروں کی خوش فہمیاں	۳۴ تا ۳۶	۳۶۳	عزت کیسے ملتی ہے	۱۰
۳۴۳	مال اور اولاد کی حقیقت	۳۷	۳۶۴	قدرت کا ظہور	۱۱
۳۴۴	فلسفۂ رزق	۳۸ تا ۳۹	۳۶۵	ظہور قدرت	۱۲
۳۴۵	غیر اللہ کی پرستش	۴۰ تا ۴۱	۳۶۶	تدبیر عالم	۱۳
۳۴۶	مشرکوں کی بے بسی	۴۲	۳۶۷	جھوٹے معبود	۱۴
۳۴۷	بری عادت کیسے چھوٹے	۴۳	۳۶۸	اظہار حقیقت	۱۵ تا ۱۷
۳۴۸	اڑنا بے بنیاد ہے	۴۴ تا ۴۵	۳۶۹	ذمہ داری	
۳۴۹	سوچ سے کام لو	۴۶	۳۷۰	اچھے برے میں فرق	۱۸ تا ۲۱
۳۵۰	معاوضہ مطلوب نہیں	۴۷ تا ۴۸	۳۷۱	مردے کیا سنیں گے	۲۲ تا ۲۴
۳۵۱	ذمہ داری کا احساس	۴۹ تا ۵۰	۳۷۲	گمراہی کا نتیجہ	۲۵ تا ۲۶
۳۵۲	محشر کا منظر	۵۱ تا ۵۲	۳۷۳	اللہ کو پہچانو	۲۷

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳	انسان اور جانور	۲۸
۳	فرماں برداروں کا حال	۲۹ تا ۳۰
۳	قرآن ہی حق ہے	۳۱
۳	افرادِ امت میں فرق	۳۲ تا ۳۳
۳	جنّتیوں کی شکر گذاری	۳۴ تا ۳۵
۳	کافروں کا حشر	۳۶
۳	دوزخیوں کی فریاد	۳۷
۳۸	حقیقت حال	۳۸
۳۸	کفر کا نتیجہ	۳۹
۳۸	اللہ کے سوا ٹھکانا نہیں	
۳۸	شرک کی سند کیا ہے؟	۴۰
۳۸	اللہ کی قدرت	۴۱
۳۸	کم ہمتی	
۳۸	بری عادت رنگ لائی	۴۲
۳۸	بری عادت کا اثر	
۳۸۹	قانونِ فطرت اٹل ہے	۴۳
۳۹	دیکھ کر سبق سیکھو	
۳۹۱	گرفت سے بچنا ناممکن ہے	۴۴
۳۹۲	بیش بہا نصیحت	
۳۹۳	دنیا میں مہلت	۴۵
۳۹۴	سورت فاطر پر ایک نظر	

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۹۵	**سورۂ یٰسٓ**	
۳۹۶	قرآن برحق ہے	۱ تا ۴
۳۹۷	قرآن کس نے اتارا	۵ تا ۶
۳۹۸	بدنصیب لوگ	۷ تا ۸
۳۹۹	ایمان سے محروم	۹ تا ۱۰
۴۰۰	ڈرنے والے	۱۱
۴۰۱	ہر عمل محفوظ ہے	۱۲
۴۰۲	سرکشوں کا رویّہ	۱۳
۴۰۳	رسولوں کو جھٹلانے والے	۱۴ تا ۱۵
۴۰۴	حق کا جھگڑا	۱۶ تا ۱۷
۴۰۵	دھمکی	۱۸
۴۰۶	فہمایش (ا)	۱۹ تا ۲۱
	پارہ وَمَالِیَ	
۴۰۷	فہمایش (ب)	۲۲ تا ۲۴
۴۰۸	نصیحت کا صلہ	۲۵ تا ۲۷
۴۰۹	سرکشوں کی سزا	۲۸ تا ۲۹
۴۱۰	انسان کی گستاخی	۳۰ تا ۳۲
۴۱۱	اللہ کی نعمتیں	۳۳ تا ۳۵
۴۱۲	اللہ کی قدرت	۳۷ تا ۳۸
۴۱۳	قدرت کی اور نشانیاں	۳۹ تا ۴۰
۴۱۴	ایک اور نشانی	۴۱ تا ۴۳

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۴۱۵	انسان کی غفلت	۴۴ تا ۴۶	۴۲۵	یہ خیالی باتیں نہیں	۶۹ تا
۴۱۶	ٹال مٹول	۴۷	۴۲۶	انعامات الٰہیہ	۷۱ تا
۴۱۷	قیامت کا ظہور	۴۸ تا ۵۰	۴۲۷	اُلٹی چال	۷۳ تا
۴۱۸	مر کر پھر جینا	۵۱ تا ۵۲	۴۲۸	خیالِ خام	۷۵
۴۱۹	حقیقت حال	۵۳ تا ۵۴	۴۲۹	انسان کی حقیقت	۷۶ تا
۴۲۰	نیکوں کا انجام	۵۵ تا ۵۸	۴۳۰	انسان کی گستاخی	۷۸
۴۲۱	اللہ کا حکم	۵۹ تا ۶۱	۴۳۱	دوبارہ پیدائش	۷۹
۴۲۲	کفر کا بدلہ	۶۲ تا ۶۴	۴۳۲	قدرت کے کرشمے	۸۰
۴۲۳	منہ پہ مہر	۶۵ تا ۶۶	۴۳۳	پیدائش کی کیفیت	۸۱ تا
۴۲۴	تندرستی بڑی نعمت ہے	۶۷ تا ۶۸	۴۳۴	سورۂ یٰسٓ کیا سکھاتی ہے	

سرٹیفکیٹ

میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے سُورۃ نمبر، آیت نمبر، پارہ نمبر اور متن میں کوئی کمی و بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

میں نے اس پانچویں منزل درس قرآن کے متن کو حرفاً حرفاً پڑھا

میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اس کے متن میں کوئی غلطی نہیں ہے

قاری محمد اقبال
مدرس شعبۂ تجوید
مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندی گراں
لاہور

محمد رمضان
چاہ میراں لاہور
مولوی محمد رمضان

سُورۃ الشعراء کا خلاصہ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن کی چھبیسویں^26 سورت ہے اور مکّہ کے قیام کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ سوا آخری چار آیات کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورت میں شاعروں اور پیغمبروں میں فرق بتایا گیا ہے۔ مکّہ کے کفّار آپ کو نبی ماننے کے لیے تیار نہ تھے لیکن قرآن مجید کی عبارت سن کر ششدر رہ جاتے تھے۔ اور کچھ نہ بن پڑتا تو کہتے تھے کہ یہ شاعر ہے۔ شاعر ان کے ہاں زبان کی فصاحت و بلاغت میں سب سے اونچے درجے کا شخص مانا جاتا تھا اور کہتے تھے کہ شاعر کو اس کے اشعار کوئی جن سکھاتا ہے جسے وہ آدمی سے اونچے درجہ کی مخلوق مانتے تھے۔

قرآن مجید کی فصاحت بلاغت دیکھ کر بھی بس وہ یہیں تک پہنچ سکے کہ اسے بھی کوئی جن سکھاتا ہے۔ اس سے آگے ان کی پرواز نہ تھی۔ ان کے اس دعویٰ کی قرآن مجید میں جابجا تردید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ نہ انسان ایسی کتاب بنا سکتا ہے اور نہ جنوں کی مجال ہے کہ وہ بنا سکیں۔ ساری کتاب کیا اس میں سے کوئی اس کی ایک آیت کے برابر بھی بنا کر پیش نہیں کر سکتا۔ مصیبت یہ تھی کہ وہ رسالت اور وحی کے اصلی معنی میں قائل ہی نہ تھے۔ اور نہ اس پیغام کو جو اللہ کے رسولوں نے انسان کو پہنچایا کچھ اہمیت دیتے تھے۔ اس سورت میں نہایت شاندار اور پُر رعب انداز سے انہیں بہت سی پچھلی امتوں کا حال بتا کر سمجھایا گیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس اللہ کا رسول آیا اور اس نے اللہ کا پیغام اپنے وقت میں اپنی اپنی امت کو پہنچایا لیکن بدقسمتی سے انہوں نے اس کا کہنا نہ مانا۔ اس لیے وہ گوناگوں مصیبتوں میں مبتلا ہو کر تباہ ہوئے۔ اس سے اللہ کے پیغام کی پوری اہمیت انسان کے دل میں پورے طور پر بٹھانی مقصود ہے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ بنیادی طور پر ہر پیغمبر کا پیغام ایک ہے۔ وقت اور زمانہ کے لحاظ سے صرف جزوی طور پر تھوڑا سا فرق ہونا لازمی ہے۔ لیکن اصول شروع سے آخر تک جو تھے وہی رہے۔ مکّہ کے مشرکوں کو خاص طور پر متنبہ کیا گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسولوں کے سلسلہ کی آخری کڑی ہیں اور قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے جسے انہیں دے کر اللہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس میں ان تمام پیغمبروں کی تمام کتابوں اور صحیفوں کا نچوڑ ہے جو اس سے پہلے آئے تھے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اس لیے کہ عرب کے لوگوں کو سب سے پہلے سمجھانا مقصود ہے تاکہ وہ اس کو سمجھ کر اور ہمارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر عمل کرنا سیکھ کر دنیا کو سمجھائیں اور سکھائیں اور قرآن کا عملی نمونہ بن کر دکھائیں۔ پھر بتایا گیا ہے کہ شاعر اور نبی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اس فرق کو سمجھا کر نافرمانی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ ٢٦

اٰيَاتُهَا ٢٢٧

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ

رکوعاتہا ١١

المنزل الخامس (٥)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾

طاسین میم یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا

شاید تو ہلاک کرنے والا ہے اپنی جان کو اس پر کہ نہیں ہوتے وہ

مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ

ایمان لانے والے اگر ہم چاہیں تو اتاریں ان پر

مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ

آسمان سے ایک نشانی پس ہو جائیں ان کی گردنیں

لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾

اس کے آگے جھکنے والی

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾

طٰسٓمّٓ یہ آیتیں ہیں کھلی کتاب کی

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا

شاید تو اس بات پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو

مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ

ہلاک کر ڈالے اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر

مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ

ایک کھلی نشانی اتاریں پھر ان کی گردنیں اس کے

لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾

آگے نیچی رہ جائیں

بَاخِعٌ (مار ڈالنے والا) اسم فاعل کا صیغہ ب۔خ۔ع سے بَخْعٌ کے معنی ہلاک کر دینا۔ اس کے لیے دوسرا لفظ قتل ہے۔ خٰضِعِيْنَ (جھکنے والے) خَاضِعٌ کی جمع ہے جو خ۔ض۔ع سے بنا ہے۔ خضوع کے معنی ہیں عاجزی کے ساتھ جھکنا۔ خَاضِعٌ (عاجزی سے جھکنے والا آدمی) اَعْنَاقٌ (گردنیں) عُنُقٌ کی جمع ہے جو گردن کو کہتے ہیں۔ گردن کا جھکنا سارے آدمی کے جھکنے کی نشانی ہے اس لیے بجائے خَاضِعَةٌ کے خَاضِعِيْنَ کہا گیا۔ اس کے علاوہ عُنُقٌ کے معنی اونچے اور مرتبے والے لوگوں کے بھی ہیں۔ اس وقت ترجمہ یہ ہوگا کہ بڑے بڑے اونچے درجے کے لوگ اس کے آگے اوندھے گر پڑیں۔

ارشاد ہے کہ یہ آیتیں جو تمہیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں ان میں تمہاری دائمی زندگی کا راز مضمر ہے یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو پاک صاف زندگی حاصل کرنے کا طریقہ نہایت شستہ اور صاف الفاظ اور واضح اور روشن عبارات میں انسان کو سمجھاتی ہیں اور جس کے بتائے ہوئے طریقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عملی طور پر ہمیشہ کے لیے جاری کرنے والے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن حکیم کی بات نہ سنیں اور اس کی بنا پر تمہارے قائم کیے ہوئے طریقے کو نہ مانیں تو کیا ان بدبختوں کے غم میں تم اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے اس قدر ان بے وقوفوں کے لیے مت کڑھو۔ اگر ہمیں منظور ہوتا تو ایک ایسی نشانی آسمان سے اتارتے کہ ان سب کی گردنیں اس کے آگے عاجزی کے ساتھ جھک جاتیں۔ لیکن نہیں ہمیں تو ان کی قوت اختیار کی آزمائش منظور ہے۔

انسان کا رویہ

وَ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ
اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی فہمایش رحمٰن کی طرف سے
مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤
نئی مگر ہوجاتے ہیں اس سے روگردان
فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا
پس تحقیق جھٹلا چکے ہیں وہ پس عنقریب ان کے پاس آئیں گی خبریں اس کی کہ
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥
تھے یہ جس سے ٹھٹھا کرتے

وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ
اور کوئی نئی نصیحت رحمٰن سے ان کے پاس نہیں پہنچتی
مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤
جس سے یہ منہ نہیں موڑتے
فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا
سو یہ تو جھٹلا چکے اب ان پر اس بات کی حقیقت آگے
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥
کھلے گی جس پر یہ ٹھٹھے کرتے تھے

اَنْۢبٰٓؤُا: نَبَاءٌ کی جمع ہے جو ن۔ب۔ء سے بنا ہے۔ نَبَاءٌ کے معنی خبر، عظیم الشان واقعہ۔ یہاں اس سے قرآن کی آیتوں کی ہنسی اڑانے کا بُرا نتیجہ مُراد ہے۔ یعنی عنقریب انہیں دنیا ہی میں ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی اور آخرت میں تو جو ہوگا وہ ہوگا۔

ارشاد ہے کہ اے رسول تم ان کے غم میں اپنے آپ کو مت گھلاؤ۔ ان کا تو ہم امتحان لے رہے ہیں۔ ورنہ ابھی سب کو ایک دم میں کان پکڑ کر سیدھا کر دیا ہوتا انہیں کوئی ایسا ہولناک آسمانی منظر دکھا دیا ہوتا کہ سب کی گردنیں بے بس ہو کر جھک جاتیں۔ لیکن نہیں ہم انہیں زبردستی منوانا نہیں چاہتے۔ البتہ ایسی نشانیاں وقتاً فوقتاً ضرور بھیجتے رہتے ہیں جنہیں یہ اپنی عقل سے پہچان سکیں۔ اب ان میں جو عقلمند ہیں۔ وہ ضرور ان نشانیوں کو پہچان کر ایمان لے آئیں گے۔ یہ نشانیاں اللہ کے رسول اور اللہ کی کتابیں اور اس کے مناظرِ قدرت ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ عقل سے کام نہیں لیتے اور ان نشانیوں کو سرسری طور پر دیکھ کر ٹال جاتے ہیں اور فقط ٹالتے ہی نہیں بلکہ ہماری آیتوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں اور ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اس قابل ہیں کہ تم ان کے غم میں جان گھلا دو۔ نہیں تم اپنا پیغام پہنچاتے جاؤ اور ان کے غم میں اپنی جان نہ گنواؤ۔ ان پر تو ان آیتوں کی جن کی یہ ہنسی اڑا رہے ہیں عنقریب حقیقت واضح ہونے والی ہے۔ چنانچہ پہلی ہی لڑائی میں یہ سارے سورما مارے گئے اور باقی ماندہ ذلیل و خوار ہوئے۔ آخرت میں جو بُری گت بنے گی سو الگ۔

اللہ کی نشانیاں

اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا	اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
کیا نہیں دیکھا انہوں نے زمین کی طرف کس قدر اگائیں ہم نے اس میں	کیا وہ زمین کو نہیں دیکھتے ہم نے اس میں ہر قسم کی
مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
ہر قسم کی چیزیں عمدہ تحقیق اس کے اندر	عمدہ چیزیں اُگائی ہیں اس میں البتہ
لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ وَ	لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ وَ
البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان میں سے ایمان والے اور	نشانی ہے اور بہت لوگ ان میں ماننے والے نہیں اور
اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٩﴾ ع	اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٩﴾ ع ٥
تحقیق تیرا رب البتہ وہ زبردست ہے رحم والا	تیرا رب البتہ زبردست اور رحم والا ہے

دُنیا میں انسان کا عموماً طرزِ عمل بیان کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دی جا رہی ہے کہ یہ عرب لوگ اپنی عقل سے جیسا چاہیے کام نہیں لیتے۔ ورنہ ہو نہیں سکتا کہ دنیا میں ان کے گردوپیش کے حالات اور پھر قرآن مجید کی حقیقت نما آیتیں اُن کی آنکھیں نہ کھول سکیں ان کے کانوں پر اثر نہ کریں اور ان کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کریں۔ اس آیت سے شروع کر کے دُور تک اللہ عزوجل کی ان نشانیوں کا مسلسل بیان کیا جائے گا اور ہر نشانی کے بیان کے بعد ان دو آیتوں کو برابر دُہرا دیا جائے گا جن میں ان کی ہٹ دھرمی پر ملامت اور اللہ عزوجل کی قوتِ انتقام اور رحم دونوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پہلی نشانی تو اس زمین کی صورتِ حالات سے ہویدا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان میں اس قدر ڈھٹائی آخر کیوں آگئی۔ کہ یہ آنکھیں ہوتے ہوئے اندھے بنتے ہیں۔ کیا انہیں سجھائی نہیں دیتا کہ اس زمین کے اندر سے خوبصورت، خوشنما، لذیذ اور کار آمد پھل، پھول، میوے، ترکاریاں، غلّہ اور دیگر مختلف قسموں کے نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ بظاہر اس زمین میں سوا مٹی اور پتھر کے کچھ نہیں۔ لیکن وقت آنے پر ایسی رنگ برنگ کی چیزیں اس میں سے نکل پڑتی ہیں جو جمادات، نباتات اور حیوانات تینوں قسم کی کائنات میں اپنی نظیر آپ ہی ہوتی ہیں یہ اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ پھر بھی اکثر لوگ دیکھتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس میں بڑی قوت ہے اور وہی سب سے بڑا مہربان ہے۔

پچھلے زمانہ کے حالات

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ
اور جب پکارا تیرے رب نے موسیٰ کو کہ جا
الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا
اس قوم ظالم قوم فرعون کے پاس کیا
یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ
انہیں مجھ سے ڈر نہیں لگتا۔ بولا اے میرے رب تحقیق میں ڈرتا ہوں کہ
یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ
مجھے جھوٹا کہیں اور تنگ ہو جاتے میرا سینہ اور نہ چلے
لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾
میری زبان پس رسالت بھیج ہارون کی طرف

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ
اور جب تیرے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ جا
الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا
اس گنہگار قوم کے پاس جو فرعون کی قوم ہے کیا وہ
یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ
مجھ سے ڈرتے نہیں۔ بولا اے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ
یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ
مجھے جھٹلائیں گے اور میرا جی رک جاتا ہے اور میری زبان
لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾
نہیں چلتی سو ہارون کو پیغام دے

یَتَّقُوْنَ اور یُکَذِّبُوْنَ اصل میں یَتَّقُوْنِیْ اور یُکَذِّبُوْنِیْ ہے وقف کی وجہ سے دونوں کے آخر کی یا گر گئی۔ جس کے معنی مجھ سے اور مجھے کے ہیں۔ پہلی علامت جس سے اللہ کی قدرت پہچانی جا سکتی ہے۔ زمین سے انواع و اقسام کی چیزوں کا پیدا ہونا اور انسان کی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہونا ہے۔ اس کی طرف توجہ دلانے کے بعد اب پہلی قوموں کے حالات سنائے جاتے ہیں تاکہ انسان ان حالات سے عبرت حاصل کرے اور اللہ کے رسولوں اور کتابوں کو سرسری چیز سمجھ کر نظر انداز نہ کر دے۔ ان کی اہمیت کو سمجھے اور ان سے اللہ کی قوت کا اور اس کی رحمت کا کچھ اندازہ کرے۔ ارشاد ہے کہ اس زمانے کو یاد کرو جب اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیغمبر بنایا اور کوہ طور پر بلا کر ان کو براہ راست حکم دیا کہ یہ میرا پیغام لے کر ایک سرکش قوم کے پاس جاؤ۔ جو فرعون کی قوم کہلاتی ہے ان کی عجیب حالت ہے۔ وہ سرکشی میں بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں انہیں میرا خوف نہیں رہا اور میرے غضب سے نہیں ڈرتے بڑا تعجب ہے۔ اللہ کا فرمان سن کر حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے رب میں بسر و چشم آپ کا فرمان بجا لانے کو حاضر ہوں لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے چھوٹتے ہی جھوٹا کہہ دینگے اور میرا کوئی ساتھی اور حمایتی میرے ساتھ نہ ہوگا ایسا نہ ہو کہ اس سے مجھے ایسا صدمہ پہنچے کہ میرا دم گھٹنے لگے اور زبان نہ چل سکے اس لیے میری مدد کے لیے میرے بھائی ہارون کو بھی پیغمبر بنا کر میرے ساتھ کر دیجیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾

اور ان کا مجھ پر ایک گناہ ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ مجھے مار ڈالیں

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ

فرمایا ہرگز نہیں پس جاؤ دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ تحقیق ہم تمہارے ساتھ

مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ

سننے والے ہیں پس جاؤ تم فرعون کے پاس پس کہو

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ

تحقیق ہم پیغام بر ہیں پروردگار عالم کے کہ بھیج دے

مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾

ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾

اور ان کا مجھ پر ایک گناہ کا دعویٰ ہے سو ڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالیں گے

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ

فرمایا کبھی نہیں تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے

مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ

ساتھ سنتے ہیں سو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو کہ

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ

ہم پروردگار عالم کے پیغام لائے ہیں یہ کہ ہمارے ساتھ

مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾

بنی اسرائیل کو بھیج دے

اَنْ يَّقْتُلُوْنِ (یہ کہ مجھے مار ڈالیں) اصل میں يَّقْتُلُوْنَنِيْ ہے۔ اَنْ کی وجہ سے نون اور وقف کی وجہ سے یائے متکلم دونوں گر گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کر رہے ہیں کہ میرے ہاتھ سے بلا ارادہ ان کا ایک آدمی بھی مارا گیا ہے خوف ہے کہ اس کے عوض مجھے قتل ہی نہ کر ڈالیں اور آپ کا پیغام پہنچانے کی نوبت ہی نہ آئے۔ جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ان کی کیا مجال ہے۔ جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس اور اس سے کہو کہ ہم دونوں ان سارے جہانوں کے پروردگار کے پیغامبر ہیں۔ پھر حجر کرے تو ہماری عطا کی ہوئی نشانیاں اسے دکھاؤ اور فقط نشانیوں پر ہی اکتفا نہیں ہم تم دونوں کے ہر وقت ساتھ ہیں اور تمہارے اور فرعون کے درمیان جو باتیں ہوں گی انہیں سن رہے ہوں گے۔ اس سے کہو کہ بنی اسرائیل پر تو تے جو ظلم و ستم توڑ رکھے ہیں وہ انسانیت کے بالکل خلاف ہیں انہیں میرے ساتھ بھیج دے تاکہ انہیں میں آزادی کے ساتھ ان کے دیس میں لے جا کر بساؤں۔

پہلے آچکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے وہ خود اور ان کی اولاد اور اولاد در اولاد ملک شام میں بستے چلے آرہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں مصر میں لا کر بسایا ان کے بعد فرعون نے انہیں غلام بنا لیا اور ناگفتہ بہ زبا ذبیاں ان پر کیں اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پنجے سے انہیں چھڑانے آئے ہیں۔

فرعون سے گفتگو

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ
بولا کیا نہیں پالا ہم نے تجھے اپنے اندر بچہ سا اور ٹھہرا رہا تو
فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَ فَعَلْتَ
ہم ہیں اپنی عمر میں سے برسوں اور کیا تو نے
فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾
اپنا وہ کام جو تو نے کیا اور تو ناشکروں میں سے
قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾
کہا کیا میں نے وہ کام جب کیا اور میں چوکنے والوں میں تھا

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ
بولا کیا ہم نے تجھے اپنے ہاں لڑکا سا نہیں پالا اور تو نے
فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ
ہم میں اپنی عمر کے بہت سے سال ٹھہر کر گذارے اور کر گیا تو
فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾
اپنا وہ کرتوت جو کر گیا اور تو ناشکرا ہے
قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾
کہا میں نے جو کچھ کیا اس وقت کیا جب میں چوکنے والا تھا

وَلِيْدًا: بچہ۔ صفت کا صیغہ ہے و۔ل۔د سے۔ ولد کے معنی جننا۔ یہ فعیل بمعنی مفعول ہے جیسے جریح بمعنی مجروح۔ عربی میں بچے کو ولید اور بچی کو ولیدہ کہتے ہیں۔ ان کے لیے دوسرے الفاظ صَبِیٌّ اور صَبِیَّۃٌ ہیں۔

اِذًا (جب کیا) اِذْ کے معنی جب کے ہیں مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کی جگہ اس پر تنوین منصوب آجاتی ہے۔ کَافِرِیْنَ (ناشکر گذار) کافر کی جمع ہے جو کفر سے اسم فاعل ہے کفر کے اصل معنی ناشکر گذاری کے ہیں۔ اسی معنی میں یہاں مستعمل ہے کیوں کہ فرعون اللہ کا قائل نہ تھا۔

ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر فرعون کے پاس پہنچے۔ یہ پیغام انہیں وادیٔ ایمن میں مدین سے واپس آتے وقت ملا تھا اس کا ذکر پہلے سورۃ طٰہٰ میں آچکا ہے اور آگے بھی آئے گا۔ مصر میں پہنچ کر اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لیا اور فرعون کے پاس پہنچے اور اللہ عزوجل کا پیغام اسے سنایا۔ فرعون نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے گھر میں پلے تھے اور بولا تو وہی نہیں جسے ہم نے بچہ سا اپنے گھر میں پالا تو نے تو اپنے بچپن کی عمر سالہا سال تک ہمیں میں گذاری ہے پھر تو نے ایک ایسا کام کیا جو نہ کرنا چاہیئے تھا۔ یعنی ہمارے ایک آدمی کو مار کر بھاگ گیا۔ تیرا نام تو ناشکر گذاروں میں ہے۔ کیونکہ تو نے ہمیں ہمارے احسان کا بدلہ یہ دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ بے شک میرے ہاتھ سے ایک قبطی مارا گیا۔ لیکن یہ کام تو نادانستگی میں ہوا۔ میں نے تو اسے ٹھیک کرنے کے لیے ایک مُکا مارا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ایک مُکے میں اس کا دم ہی نکل جائے گا۔ اس میں شکر اور ناشکری کا کیا سوال ہے انسان سے بھول چوک میں جانے کیا کیا ہو جاتا ہے۔ شاید مُکا مارنا مناسب نہ تھا۔ لیکن میں نے غلطی سے یہ سمجھ کر کہ اس کے بے جا کام کی برائی اس کی سمجھ میں اس طرح اچھی آجائے گی۔ ایسا کیا اور میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔

موسیٰ کا جواب

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ
پس بھاگ گیا میں تم میں سے جب ڈرا میں تم سے پس عطا کی مجھے
رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (٢١)
میرے رب نے دانشمندی اور کیا مجھ کو رسولوں میں سے

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ
پھر میں تم سے ڈر کر تمہارے پاس سے بھاگ گیا پھر میرے رب نے
رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (٢١)
مجھے حکم عطا کیا اور مجھ کو پیغام پہنچانے والا مقرر کیا

حُكْمًا: (قوت فیصلہ) انسان میں فیصلہ کی قوت جب ظاہر ہوتی ہے۔ جب اسے معاملہ فہمی اور حقیقت شناسی کا ملکہ حاصل ہو جائے۔ اس لیے حکم سے مراد حقیقت سے آگاہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے فرما رہے ہیں کہ تیرے ظلم و ستم سے جو تو نے بنی اسرائیل پر توڑ رکھا تھا، میں اچھی طرح واقف تھا۔ میں جانتا تھا کہ تو اپنے زور میں مبہوت ہے اور اس معاملہ کی اچھی طرح چھان بین کر کے میرا عذر قبول نہ کرے گا۔ اور اندھا دھند فیصلہ صادر کر کے مجھے قتل کرا دے گا۔ اس لیے میں تم لوگوں سے ڈر کر یہاں سے بھاگ گیا۔

اس کے بعد کے واقعات کی تفصیل جو مصر سے بھاگ جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گذرے اس جگہ نہیں دی گئی ہے یہ آگے سورۃ القصص میں آئے گی اور کچھ سورہ طٰہٰ میں گذری کہ مصر سے بھاگ کر جب آپ مدین پہنچے۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں ملازم ہوئے اور انہوں نے اپنی صاحب زادی کی شادی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر دی۔ دس سال ان کی ملازمت میں پورے کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے روانہ ہوتے راستے میں وادی ایمن سے گذر رہے تھے کہ سامنے پہاڑ پہ ایک روشنی دیکھی اور آگ لینے وہاں گئے اور بجائے آگ کے پیغمبری مل گئی۔ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا سلسلہ جو اس آیت میں مذکور ہے پھر جاری ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں سے بھاگ جانے کے کچھ دن بعد اللہ عزوجل رب العلمین نے مجھے دانش مندی اور حکمت عطا فرمائی اور اپنے رسولوں کے سلسلے میں جو دنیا کے اندر اس کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچانے آئے مجھے بھی شامل کیا اور میرے بھائی کو بھی اس سلسلہ میں میرے ساتھ جوڑ دیا۔ چنانچہ ہم دونوں اس کے حکم سے تیرے پاس آئے ہیں۔ اب تو اس رب العالمین کو اپنا رب مان ظلم و ستم سے ہاتھ اٹھا اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کہ میں انہیں لے جا کر ان کے آبائی وطن میں امن و امان کے ساتھ بساؤں اور اللہ کے حکم کے مطابق ان کی تنظیم کروں۔

بقیہ جواب

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ
اور کیا وہ کوئی نعمت ہے جس کا احسان رکھتا ہے تو مجھ پر کہ غلام بنایا تو نے
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا
بنی اسرائیل کو بولا فرعون اور کیا چیز ہے
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رب العالمین کہا پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا
وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾
اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اگر ہو تم یقین کرنے والے

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ
اور کیا وہ احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ تو نے
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا
بنی اسرائیل کو غلام بنایا فرعون بولا اور کیا معنی
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رب العالمین رکھتا ہے کہا پروردگار آسمانوں کا زمین کا
وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾
اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اگر تم یقین کرو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خداداد دلیری اور جرأت کو دیکھ کر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو عطا ہوتی ہے۔ فرعون نے حیرت زدہ ہو کر کہا تھا کہ تو ہمارے ہی ہاں لاڈ پیار کے ساتھ پلا پل کر جوان ہوا۔ اور ہمارے لطف و کرم کی بدولت تجھے زندگی کے عیش و آرام حاصل ہوتے۔ اس کے بعد تو ہماری قوم کے ایک آدمی کو قتل کر کے بھاگ گیا۔ نہ اس کا خیال کیا کہ ہم تیرے مربی ہیں اور نہ کچھ ہماری قوم اور اپنی قوم کے درمیان فرق مراتب کا لحاظ کیا۔ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو کہا کہ میں نے اسے جان بوجھ کر قتل کے ارادے سے مُکّا نہیں مارا تھا۔ اتفاقاً وہ ایک مُکّے ہی سے مر گیا۔ یہ عمل مجھ سے تو بلا ارادہ سرزد ہوا۔ مگر تو نے تو مدّتوں سے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے اور بیگاریں ان سے کام لیتا ہے اور ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا ہے یہ سب تو تو جان بوجھ کر ارادہ اور اختیار کے ساتھ کر رہا ہے۔ کیا اس حالت میں میری پرورش کا احسان جتانا تجھے زیب دیتا ہے۔ یہ بھی تیرے عام ظلم و ستم کا نتیجہ تھا کہ میری ماں نے صندوق میں رکھ کر مجھے دریا میں بہا دیا۔ اس ڈر سے کہ تو مجھے بھی اور بنی اسرائیل کے بچوں کی طرح قتل نہ کر ڈالے۔ اور میں بہتا بہتا تیرے محل میں پہنچ گیا اور تیری بیوی کو مجھ پر پیار آیا اور تو نے ہار کر میری پرورش کی اجازت دی۔ ورنہ یقیناً میں بھی بنی اسرائیل کے اور بچوں کی طرح قتل کر دیا جاتا۔ اس لیے یہ پرورش کا احسان جو تو مجھ پر جتاتا ہے کوئی احسان نہیں ہے تو ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ اس کے مقابلہ میں بنی اسرائیل پر تیرا ظلم و ستم تیرے اپنے عزم اور ارادہ کے ساتھ تھا اور یقیناً تو اس کے لیے قابل ملامت ہے۔

فرعون کا مکرا پن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معقول اور مدلّل جواب سنکر فرعون بغلیں جھانکنے لگا۔ اس بحث کو تو چھوڑ دیا اور اس سے پہلے جملہ کو پکڑ لیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس پہنچتے ہی اپنے اور اپنے بھائی کی طرف سے کہا تھا کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں فرعون کو اپنے ملک اور دولت پر مغرور ہو کر اس کا موقعہ مل گیا تھا کہ خود رب ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا تھا اور اس کی قوم کے خوشامدی لوگوں نے اس کا یہ دعویٰ تسلیم کر لیا تھا جس کی وجہ سے اس کا دماغ اور بھی بگڑ گیا تھا۔ یہ تو عقل میں نہیں آتا کہ کوئی صحیح دماغ والا شخص جو مال و دولت، عزت و جاہ سے دھوکا کھاتے ہوئے نہ ہو یا شہرت، مرتبہ اور مال و دولت حاصل کرنے کی خواہش نہ رکھتا ہو رب العالمین کا کچھ نہ کچھ تصور اپنے ذہن میں نہ قائم کرے۔ غرور یا حرص کی بلا میں مبتلا ہو کر آدمی اکثر اوروں سے بڑا ہونے کا دعویٰ تو کر بیٹھتا ہے۔ پیر و مرشد، پیشوا بن بیٹھنے کے علاوہ نبوت تک کا جھوٹا دعویٰ لوگوں نے کیا ہے لیکن خدائی کا دعویٰ کرنے کی ہمت سوا چند سر پھرے لوگوں کے کسی کو نہیں ہوئی۔

مصر کا فرعون بھی انہی سر پھرے لوگوں میں تھا وہ بادشاہ تو باپ دادا کے وقت ہی سے چلا آتا تھا۔ سارا ملک اس کے قبضہ میں تھا۔ دولت کی فراوانی تھی، مال و دولت چاروں طرف سے ٹوٹی پڑ رہی تھی ایسے لوگوں کو طرف داروں کا ملنا کیا مشکل ہے خوشامدیوں نے اسے بانس پر چڑھا دیا۔ اس نے کہا میں تمہارا رب ہوں۔ لوگوں نے کہا بے شک۔ اس نے کہا میری بندگی کرو۔ لوگوں نے کہا بسر و چشم۔ ایسے ماحول میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دلیرانہ نعرہ سُن کر سوا اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اصلی یا بناوٹی حیرت سے ان کا منہ تکتے۔

جب اس کے احسان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قلعی کھول دی تو اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا اور انجان بن کر پوچھا کیوں جی! یہ رب العالمین کیا چیز ہے (معاذ اللہ) حضرت موسیٰ بھانپ گئے کہ یہ جان بوجھ کر انجان بنتا ہے ورنہ کیا اس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ جو آسمانوں کی وسعت اور زمین کی فراخی کو دیکھتے ہوئے بھی اسے اپنی چھوٹی سی سلطنت پر اتنا گھمنڈ ہو کہ رب العالمین کا انکار کر دے۔

فرمایا رب العالمین وہ ہے جس نے آسمان بنائے۔ زمین پیدا کی اور پھر ان دونوں کے درمیان اپنی قدرت کے کرشمے دکھائے کوئی جان بوجھ کر بگڑا بن جائے تو اور بات ہے ورنہ اگر تم یقین کرنے کے لیے تیار ہو تو اس کائنات کو اس عجیب و غریب تنظیم کے ساتھ قائم دیکھ کر ہو نہیں سکتا کہ تم رب العلمین کو نہ پہچانو اور اس کے قائم ہونے کا یقین نہ کرو۔

فرعون کی بوکھلاہٹ

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ (۲۵) قَالَ

بولا فرعون اپنے ارد گرد والوں سے کیا سُن نہیں رہے تم کہا موسٰی نے

رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ (۲۶)

تمہارا رب اور رب تمہارے باپ دادوں کا جو پہلے گزرے

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ

بولا تحقیق تمہارا رسول جو بھیجا گیا ہے

اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ (۲۷)

تمہاری طرف البتہ باؤلا ہے

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ (۲۵) قَالَ

بولا اپنے ارد گرد والوں سے کیا تم نہیں سنتے کہا

رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ (۲۶)

تمہارا پروردگار اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ

کہا تمہارا پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے

اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ (۲۷)

ضرور باؤلا ہے

دنیا میں چالاک غرض مند لوگ اپنے حمایتیوں کے بل بوتے پر آگے بڑھتے ہیں۔ اگر انہیں ان کی صدا پر لبیک کہنے والا کوئی نہیں ملتا تو وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں اور دل مسوس کر بیٹھ رہتے ہیں۔ فرعون بھی اپنے حمایتیوں کے زیر سایہ پل رہا تھا۔ اس کی اکڑفوں جبھی تک اس کے ساتھ رہ سکتی تھی جب تک اس کے گرگے اس کی انگلی پکڑے اسے چلاتے رہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی آواز کی کڑک سے اس کا دل دہل گیا۔ سوچنے لگا اگر میرے خوشامدی لوگوں میں اس سے کھلبلی مچ گئی تو میں بتاشے کی طرح بیٹھ جاؤں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو للکار کر کہا۔ کہ او نادان رب العالمین وہی ہے جس نے یہ آسمان، زمین اور ان کے درمیان کی ساری کائنات بنائی تو اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ بوکھلا گیا۔ اور بجائے کچھ جواب دینے کے ارد گرد نظر ڈالی۔ اور درباریوں کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ کیوں جی! تم سُن رہے ہو۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے للکارا کہ یہی رب العالمین تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا رب ہے۔ فرعون کی بے چینی پر یہ ایک اور تازیانہ ہوا۔ وہ چلایا۔ لوگو! ضرور یہ رسول ہونے کا دعوے دار جو کہتا ہے کہ مجھے رب العالمین نے تمہاری طرف اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے عقل سے کورا ہے کیونکہ (معاذ اللہ) تمہارا رب تو میں ہوں۔ یہ کون سا رب نکلا ہے جس نے اسے پیغام دے کر ہماری طرف بھیجا ہے۔

سچ ہے اونچے درجہ کے لوگ ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح ہمارے طرف دار ہمارے بنے رہیں۔ ورنہ ہماری خیریت نہیں۔

فیصلہ کُن جواب

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا

کہا موسیٰ نے پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو ان کے بیچ میں ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (۲۸) قَالَ لَئِنِ

اگر ہو تم سمجھ دار بولا فرعون البتہ اگر

اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ

بنایا تو نے کوئی معبود میرے سوا تو ضرور کر ڈالوں گا میں تجھے

مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (۲۹) قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ

قیدیوں میں سے کہا موسیٰ نے اور جو میں تیرے پاس لے کر آیا ہوں

بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ (۳۰)

ایک چیز کھول دینے والی

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا

کہا پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (۲۸) قَالَ لَئِنِ

اگر تم سمجھ سکتے ہو کہا اگر تو نے

اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ

میرے سوا کوئی اور حاکم ٹھیرایا تو ضرور تجھے

مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (۲۹) قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ

قید میں ڈالوں گا کہا اگر میں تیرے پاس

بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ (۳۰)

ایک صریح دلیل لے کر آیا ہوں

موسیٰ علیہ السلام نے بھی موقعہ دیکھ کر رب العالمین کی ایک اور زبردست خصوصیت پیش کی اور فرعون سے کہا کہ تیرے پاس تو فقط مصر ہی کا ملک ہے جو روئے زمین کی وسعت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا میں تو اس شہنشاہ مطلق کا بھیجا ہوا آیا ہوں جس کی سلطنت سارے آسمانوں پر ساری زمین پر مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلی ہوئی ہے تو ایک چھوٹے سے زمین کے ٹکڑے پر قابض ہو کر کیا اترا رہا ہے۔ اس چھوٹی سی سلطنت پر اتنا بڑا غرور بالکل نازیبا ہے۔ فرعون کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ دھینگا مشتی پر اتر آیا اور لگا اپنی زور آوری دکھانے۔ بولا تیرے ہوش و حواس بھی درست ہیں؟ تو جانتا بھی ہے کہ تو کس کے سامنے کھڑا باتیں کر رہا ہے۔ مجھ جیسے زبردست بادشاہ کے سامنے کسی اور کو اپنا حاکم، بادشاہ اور معبود کہنا صریح بغاوت ہے تو نہیں جانتا کہ میں تجھے اس گستاخی کی سخت سزا دے سکتا ہوں اور یقیناً اگر تو ان باتوں سے باز نہ آیا تو تجھے اور بہت سے قیدیوں کے ساتھ قید خانہ میں ڈال کر رہوں گا۔ موسیٰؑ سمجھ گئے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے اور کہا اچھا اگر میں کوئی ایسی دلیل پیش کر دوں جس کے بعد شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہے اور جو اس جھگڑے کا دوٹوک فیصلہ کر دے تب تو مان گے؟ فرعون نے زور جتایا تو حضرت موسیٰؑ نے بھی اپنی خداداد قوت کا استعمال مناسب سمجھا:

عصائے موسیٰؑ اور ید بیضا

قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾
بولا تو لا اسے اگر ہے تو سچ بولنے والوں میں سے
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ
پس ڈال دیا موسیٰؑ نے عصا اپنا پس اچانک وہ اژدھا تھا
مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا
کھلم کھلا اور باہر کھینچا اپنا ہاتھ پس ناگاہ
هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾
وہ چمکدار ہو گیا دیکھنے والوں کے لیے

قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾
بولا اچھا تو تو وہ چیز لا اگر تو سچ کہتا ہے
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ
سو موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈال دیا پھر وہ اسی وقت
مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا
صریح اژدہا بن گیا اور باہر نکالا اپنا ہاتھ پس اچانک
ع ٢ هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾
وہ چمکنے لگا دیکھنے والوں کے سامنے

فرعون کو کچھ اطمینان ہو چلا تھا کہ میرے لوگ میری ہی طرف ہیں۔ اسی سے شیر ہو کر اس نے حضرت موسیٰؑ کو دھمکی دی تھی کہ تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ اگر میرے سوا کسی اور کو رب ماننے سے باز نہ آئے تو قید خانے میں جھونک دوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ بھلا اگر میں کوئی ایسی نشانی دکھاؤں کہ جس کے دیکھنے کے بعد رب العلمین کے ماننے میں اور مجھے اس کا رسول تسلیم کرنے میں تم لوگوں کو کسی شبہ کی گنجائش ہی نہ رہے تب تو اس پیغام پر جو تمہیں پہنچا رہا ہوں عمل کرو گے۔ فرعون نے سوچا کہ ایسی نشانی اس کے پاس کیا ہو گی۔ یوں ہی باتیں بناتا ہے۔ بولا اچھا اگر تو سچا ہے تو لا وہ نشانی دکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ہاتھ سے زمین پر ڈال دیا۔ اور وہ چشم زدن میں اژدہا بن کر پھنکارے مارتا ہوا ادھر اُدھر دوڑنے لگا۔ ادھر ہاتھ کو بغل سے نکالا تو وہ بُرّاق ہو کر چمکنے لگا۔ اور دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہونے لگیں۔ فرعون ایسا گھبرایا کہ سارے خدائی کے دعوے بھول گیا۔

ادھر اژدہا منہ پھاڑے پھنکارتا ہوا دوڑا چلا آ رہا تھا۔ ادھر روشن ہاتھ کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ سمجھا ہو گا کہ بس اب مرا۔ یہ اژدہا نگل کر ہی چھوڑے گا۔ یا تو دھمکی دے رہا تھا اور یا لگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کرنے اور چیخنے چلانے کہ بس بس۔ بچانا، بچانا۔ دربار میں بھاگڑ مچ گئی۔ اور لوگ اُٹھ اُٹھ کر گرنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ شاید اب یہ لوگ مان جائیں گے۔ اژدہا کو پکڑ لیا۔ اور وہ پھر عصا ہو گیا۔ ہاتھ کو چھپا لیا۔ چمک جاتی رہی اور فرعون کی جان میں جان آ گئی۔

جادوگروں سے مقابلہ

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ

بولا سرداروں سے جو اس کے گرد تھے بے شک یہ البتہ جادوگر ہے

عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

سیانا چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہارے دیس سے

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ

اپنے جادو کے ذریعہ پس کیا حکم دیتے ہو تم بولے ڈھیل دے اسے

وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾

اور اس کے بھائی کو اور بھیج شہروں میں اکٹھا کرنے والے

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾

لے آئیں تیرے پاس ہر ایک بڑے جادوگر ماہر کو

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ

بولا اپنے گرد کے سرداروں سے یہ تو کوئی پڑھا ہوا

عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

جادوگر ہے چاہتا ہے کہ تمہارے دیس سے تمہیں نکال دے اپنے

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ

جادو کے زور سے سو اب کیا حکم دیتے ہو بولے ڈھیل دے اس

وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾

کو اور اس کے بھائی کو اور شہروں میں نقیب بھیج دے کہ وہ تیرے

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾

پاس جو کوئی بڑا جادوگر پڑھا ہوا ہے لے آئیں

اَرْجِهْ: (مہلت دے) امر ہے اِرْجَاءٌ سے جو ر-ج-و سے بنا ہے رَجْوٌ کے معنی امید کرنا۔ اِرْجَاءٌ متعدی ہے اس سے مراد ہے مہلت دینا۔ ہ ضمیر ہے جس کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ سَحَّارٌ (جادوگر) مبالغہ کا صیغہ ہے س-ح-ر سے جس سے ساحر اسم فاعل بنا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر سمجھا۔ اس لیے بڑے جادوگر مقابلہ کے لیے آئے۔ حَاشِرِيْنَ: (جمع کرنے والے) حاشر کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے ح-ش-ر سے حشر کے معنی ہیں جمع کرنا۔ حاشر جمع کرنے والا ——— فرعون اپنی طاقت پر مغرور تھا اور جب غرور کسی کے سر میں سما جاتا ہے تو آسانی سے نہیں نکلتا۔ پھر تو وہ اکثر جب ہی جاتا ہے جب سرے سے سر ہی جاتا رہے۔ عصائے موسوی اور ید بیضا سے فرعون کے حواس باختہ ہو گیا تھا۔ جب ہوش آیا تو پھر وہی خبط سائنہ آیا۔ کہ جو کچھ ہوں میں ہوں۔ اتنا فرق ضرور ہوا کہ اپنے لوگوں سے مشورہ لینے لگا۔ اور سمجھا کہ ایسے خوفناک کے مقابلہ میں نرا میرا انکار تا کام نہ دے گا۔ ارد گرد جو بڑے لوگ دربار میں حاضر تھے ان سے کہا کہ یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں نکال کر اپنی حکومت قائم کرے۔ اب بتلاؤ کہ اس کا کیا علاج کرنا چاہیئے۔ سب نے عرض کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو تو ابھی کچھ کہنا ٹھیک نہیں بہتر ہے کہ ہوشیار لوگوں کو بڑے بڑے شہروں میں بھیجا جائے تاکہ وہ بڑے بڑے جادوگروں کو ہر جگہ سے اکٹھا کر کے لے آئیں اور ان کا موسیٰ علیہ السلام سے ڈٹ کر مقابلہ کرا دیا جائے ؛

جادوگر آ گئے

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ
پس جمع کیے گئے جادوگر مقرر وقت پر ایک دن
مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم
جانے پہچانے کے اور کہا گیا لوگوں سے کیا تم
مُّجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ
جمع ہونے والے ہو شاید ہم تابع رہیں جادوگروں کے
إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۰﴾
اگر ہوں وہ غلبہ پانے والے

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ
پھر جادوگر اکٹھے کیے گئے ایک مقرر دن کے
مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم
وعدہ پر اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم بھی
مُّجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ
اکٹھے ہوگے شاید ہم جادوگروں کی راہ قبول کرلیں
إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۰﴾
اگر انہیں غلبہ ہو

مِيقَاتِ: (ایک خاص مقرر وقت، یہ اسم آلہ کے وزن پر اسم ہے جو و۔ق۔ت سے بنا ہے۔ جب کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر ہو جائے تو اسے میقات کہتے ہیں۔: اَلسَّحَرَةُ (جادوگر) ساحر کی جمع ہے جو س۔ح۔ر سے بنا ہے سحر جادو کو کہتے ہیں جس کی توضیح سورۃ البقرہ، سورۃ الاعراف اور سورۃ طہ میں گذری۔

شورہ پشت انسان کسی سے دب کر نہیں رہنا چاہتا۔ اگر کوئی اسے دبانا چاہے تو اکڑ جاتا ہے اپنے اندر مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو اپنے حمایتیوں کو اکٹھا کر لیتا ہے اور انہیں اپنے حریف سے بھڑا دیتا ہے۔ خود بھی ان کی مدد میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ فرعون نے جب دیکھا کہ میں خود موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کی لاٹھی تو زمین پر گرتے ہی اژدہا بن جاتی ہے۔ اس کا روشن ہاتھ آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دیتا ہے۔ میرے ہوش گم ہو جاتے ہیں۔ درباریوں کے مشورہ سے سارے ملک سے بڑے بڑے جادوگر اپنے آدمی بھیج کر اکٹھے کیے اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کے لیے ایک وقت ایک مشہور جانے پہچانے تہوار کے دن مقرر ہو گیا۔ شہر میں ڈونڈی پٹوا دی اور اعلان کر دیا۔ کہ جادوگروں کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بڑے معرکے کا مقابلہ ہے بڑے زور شور کی کش مکش ہو گی۔ چلو چلو میدان میں جمع ہو جاؤ۔ یہ ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے جینے کی امید جب ہے جب ہمارے جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جائیں اور پھر ہم ان کو اپنا جان بخش بنا کر ان کی سیوا کریں۔ آؤ، آؤ اپنے جادوگروں کا دل بڑھاؤ مجمع جتنا زیادہ ہو گا۔ اتنی ہی ان کی ہمت بڑھے گی۔ امید واثق ہے کہ میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔

جادوگروں کا صلہ

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ
پس جب آئے جادوگر کہا انہوں نے فرعون سے
اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ
کیا یقیناً ہمارے لیے ضرور بڑا انعام ہوگا اگر ہوئے ہم
الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ
غالب آنے والے بولا ضرور اور یقیناً تم
اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾
اس وقت البتہ مقرب مصاحبوں میں ہو جاؤ گے

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ
پھر جب جادوگر آئے تو فرعون سے کہنے لگے
اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ
بھلا کچھ ہمارا حق بھی ہے اگر ہم کو
الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ
غلبہ ہوا بولا البتہ اور تم
اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾
اس وقت مصاحبوں میں ہو جاؤ گے

جادوگر ملک بھر سے کھینچ کر بلا لیے گئے۔ اعلان کر دیا گیا۔ کہ بڑے میلہ والے دن سورج چڑھے ہمارے جادوگر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کریں گے۔ قوی امید ہے کہ وہی غالب رہیں گے اور موسیٰ علیہ السلام کو ہٹا کر ہم انہی کی پیروی کھلم کھلا کر سکیں گے۔ ہارنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام اس قابل نہ رہیں گے کہ ہم پر بے انصافی کا الزام لگا سکیں۔

آخر کار میلے کا دن آیا۔ اور فرعون اپنے مصاحبوں سمیت وہاں پہنچ گیا۔ لوگ بھی جوق در جوق آئے اور سارا میدان بھر گیا اتنے میں ساحر بھی آپہنچے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے سے پہلے فرعون سے معاملہ کی بات چیت کی۔ جیسے کہ بازی گروں کا اب بھی دستور ہے کہ کرتب دکھانے سے پہلے بلانے والے سے اپنی مزدوری ٹھیرا لیتے ہیں۔ پھر یہاں بلانے والا بادشاہ تھا اور کام بھی معمولی نہ تھا۔ بولے ہم جیتیں تو ہمارا انعام تو ضرور بالضرور بڑا بھاری ہونا چاہیئے۔ کیا ہم اس کا یقین رکھیں۔

فرعون صورت حال سے سمجھ گیا تھا کہ میرے ارکانِ دولت مجھ سے کہہ چکے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو یوں ہی سزا مت دو یہ جادوگر ہے تو اپنے ملک کے جادوگروں سے پہلے اس کا مقابلہ کرا لو۔ اب تو ساحروں کے جیتنے ہی پر موسیٰ علیہ السلام سے پیچھا چھوٹنے کا دارومدار ہے فوراً بولا۔ مال و دولت انعام و اکرام تو رہا الگ ہیں تم کو اپنے خاص مقرب مصاحبوں میں جگہ دوں گا اور تم میرے خاص چہیتے بن جاؤ گے۔ فکر مت کرو۔ اگر جیت گئے تو پھر تم ہی تم ہو اور سب تمہارے خادم ہی ہوں گے ؂

مُقَابلہ

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ
کہا ان سے موسیٰ نے ڈالو تم جو تم
مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ
ڈالنے والے ہو پس ڈالا انہوں نے اپنی رسیوں کو اور لاٹھیوں کو
وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ
اور بولے اقبال سے فرعون کے یقیناً البتہ ہم ہی
الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا
جیتیں گے پس ڈالا موسیٰ نے اپنا عصا پس ناگاہ
هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾
وہ نگلنے لگا اُسے جو ڈھونگ انہوں نے رچایا تھا

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ
موسیٰ نے ان سے کہا ڈالو جو تم
مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ
ڈالتے ہو پھر انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں
وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ
اور بولے فرعون کے اقبال سے ہماری
الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا
ہی فتح ہے پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا اور
هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾
اس نے معاً ان کے بنائے ہوئے سوانگ کو نگلنا شروع کر دیا

فرعون سے انعام کا پختہ وعدہ لے کر جادوگر موسیٰ علیہ السلام کی طرف بڑھے اور کہا کہ تم پہلے وار کرتے ہو یا کہ ہم کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھ لیا تھا کہ انہوں نے یہ سنکر کہ میں عصا زمین پر پھینک دیتا ہوں اور وہ اژدہا بن جاتا ہے۔ خود بھی زمین پر پھینکنے کے لیے رسیاں اور لاٹھیاں اکٹھی کی ہیں اور ان کو میدان میں ڈالیں گے اور وہ لوگوں کو سب کی سب اژدہوں کی طرح ہلتی معلوم ہونے لگیں گی ان کا یہ سامان دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے تم ہی اپنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالو۔ یہ سنکر جادوگروں نے اناپ شناپ جانے کیا کیا جپتے ہوئے اور فرعون کی جے بولتے ہوئے موٹے موٹے رسے اور سوٹے زمین پر پھینکے اور کہا کہ فرعون کے جاہ واقبال کی بدولت ہماری ہی فتح ہو کر رہے گی۔ مگر جیسے مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اسی طرح جادو کی بھی کوئی مضبوط جڑ نہیں ہوتی وہ رسیاں اور لاٹھیاں لوگوں کے خیال میں سانپوں کی طرح لہراتی معلوم ہونے لگیں اور اصل میں وہی رہیں جو تھیں موسیٰؑ نے یہ سوانگ دیکھ کر اللہ عزوجل کا نام لیا اور اس کے حکم سے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا وہاں تو جھوٹ اور سوانگ کا کوئی سوال ہی نہ تھا عصا اللہ کی قدرت سے سچ مچ اژدہا بن جاتا تھا اور طاقت میں اژدہا سے بھی زیادہ ہوتا تھا پڑتے ہی اس نے ان جادوگروں کی ڈالی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں کے خیالی سانپوں کو نگلنا شروع کر دیا اور آناً فاناً میں سارا میدان صاف ہو گیا اور حقیقت واضح ہو گئی ؂

جادوگر لوہا مان گئے

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (٤٦) قَالُوْٓا اٰمَنَّا

پس ڈالدیئے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے بولے ایمان لائے ہم

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٤٧) رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (٤٨)

پروردگار عالم پر رب موسیٰ اور ہارون کا

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ

بولا فرعون ایمان لے آئے تم اس پر پہلے اس کے کہ میں حکم دوں تمہیں

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

تحقیق وہ البتہ تمہارا بڑا ہے جس نے سکھایا تمہیں جادو

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (٤٦) قَالُوْٓا اٰمَنَّا

پھر جادوگر سجدہ میں اوندھے گرے بولے ہم نے

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٤٧) رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (٤٨)

جہان کے رب کو مانا جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ

بولا تم نے اسے مان لیا حالانکہ ابھی میں نے تمہیں حکم نہیں دیا

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

بے شک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا زمین پر پھینکتے ہی جادوگروں کے خیالی سانپ اژدہا سب غائب ہوگئے۔ جادو کا ڈھکوسلا سارا درہم برہم ہوگیا۔ جادوگر خوابِ غفلت سے بیدار ہوگئے اور بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور یک زبان ہو کر بول اٹھے کہ ہم نے یقین کر لیا کہ رب العالمین سچا اور برحق ہے۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ جس کو اپنا رب مانتے ہیں۔ وہی سارے جہان کا رب ہے۔ اور ہم اپنا رب بھی اسی کو مانتے ہیں۔ یہ دونوں سچ کہتے ہیں۔ فرعون کو یہ رنگ دیکھ کر تاؤ آگیا اور جادوگروں کو ڈانٹ کر کہا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ تمہیں کیا سوجھی کہ بغیر میرے فیصلہ اور حکم کے انتظار کیے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارا بڑا گرو ہے اور تم ان کے ساتھ پہلے ہی شریک تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارا استاد ہے اور تم کو جادو اسی نے سکھایا ہے اور تم سب مشورہ کر کے میرے آدمیوں کو بہکا کر اپنا طرف دار بنانے اور میرے ملک پر قبضہ کرنے آئے ہو۔ سچ ہے جو لوگ ملک و مال کے نشہ میں مست ہوں۔ انہیں سوا اس کے کچھ نہیں سوجھتا کہ جو ہمارے خلاف کہتا ہے وہ باغی ہے۔ اس کو کسی نہ کسی طرح نیچا دکھانا چاہیئے۔ زبردست لوگ تو اکثر ذرا سا بھی اپنے خلاف کہنے والوں کو فوراً قتل کرا دیتے ہیں۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ غلطی سے وہ اپنے درباریوں سے پوچھ بیٹھا کہ کیا کرنا چاہیئے اور انہوں نے قتل کا مشورہ نہیں دیا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ جسے خدا رکھے اسے کون چکھے ؎

فرعون غضبناک ہوا

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

پس البتہ عنقریب جان لوگے البتہ کاٹ ڈالوں گا تمہارے ہاتھ

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ

اور پاؤں تمہارے دوسری طرف کے البتہ سولی دوں گا میں تم کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ

سب کو بولے کچھ ڈر نہیں تحقیق ہم

اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ

اپنے رب کی طرف لوٹ جانے والے ہیں تحقیق ہم امید رکھتے ہیں کہ

يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ

بخش دے ہمیں ہمارا رب ہماری خطائیں کہ ہوئے ہم

اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾

پہلے ایمان لانے والوں میں

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

سو اب معلوم کر لوگے البتہ کاٹوں گا تمہارے ہاتھ

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ

اور دوسری طرف کے پاؤں اور سولی پر چڑھا دوں گا

اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ

تم سب کو بولے کچھ ڈر نہیں ہمیں

اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ

اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ہم آرزو رکھتے ہیں

يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ

کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف کر دے کہ ہم پہلے

اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ ع ۴

قبول حق کرنے والے ہوئے

فرعون جادوگروں پر غضبناک ہو رہا ہے پہلے تو کہا کہ یہ موسیٰؑ تمہارا البتہ معلوم ہوتا ہے اور تم سب میں ضرور ملی بھگت ہے جو تم نے اس کی بات مان لی اور اس کے گرویدہ ہو گئے۔ پھر صاف صاف سزا سناتا ہے کہ پہلے تو تمہارے ایک طرف کے ہاتھ کاٹوں گا۔ پھر اس کی دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر سولی پر چڑھا دوں گا اور تم سب کے سب کی یہی گت بناؤں گا جانتے کہاں ہو جادوگروں نے اس کی لاف زنی سنکر جواب دیا۔ کہ ہم مانتے ہیں کہ تو ہمیں سزا دے سکتا ہے لیکن ہم تیری سزا سے نہیں ڈرتے ہم پر حق پوری طرح واضح ہو گیا ہے۔ ہمارا رب وہی ہے جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا رب ہے ہمیں ہر صورت میں اسی کے پاس جانا ہے تیرے ہاتھ سے سزا پا کر مرے تو اور زیادہ سرخ رو ہوں گے ہم تو آس لگائے ہوئے ہیں کہ ہمارا رب ہماری پچھلی خطائیں بخش دے گا کیونکہ ہم اس کے رسولوں کی تبلیغ کے بعد اس مجمع میں بلکہ ملک بھر میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اور تم جیسے کٹر مخالفوں کے بیچ دھڑلے کے ساتھ قبول حق کا ہمیں نے پہلے اعلان کیا ہے ؛

مصر سے ہجرت

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ
اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ لے نکل راتوں رات میرے بندوں کو
اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (٥٢) فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ
یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا پس بھیجا فرعون نے
فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (٥٣) اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
شہروں میں اکٹھا کرنے والوں کو تحقیق یہ لوگ
لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ (٥٤) وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ (٥٥)
ایک جماعت ہے تھوڑی سی اور تحقیق وہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں
وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ (٥٦)
اور یقیناً ہم البتہ سب کے سب سامان سے لیس ہیں

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ
اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے بندوں کو رات کو لے نکل
اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (٥٢) فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ
البتہ تمہارا پیچھا کریں گے پھر فرعون نے شہروں
فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (٥٣) اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
میں نقیب بھیجے یہ لوگ جو ہیں سو
لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ (٥٤) وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ (٥٥)
ایک تھوڑی سی جماعت ہے اور وہ ہمیں البتہ غضب ناک کر رہے ہیں
وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ (٥٦)
اور ہم سارے طاقتور اور مسلح ہیں

لَشِرْذِمَةٌ: (چھوٹی جماعت) اسم رباعی ہے ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو تعداد میں زیادہ نہ ہو اس کا مادہ ش۔ ر۔ ذ۔ م ہے
غَآئِظُوْنَ: (غصہ دلانے والے) غائظ کی جمع ہے جو غ۔ ی۔ ظ سے اسم فاعل ہے غیظ کے معنی غضب ناک کرنا۔ ایسا رویہ جو دوسرے کو غصہ دلائے۔
حٰذِرُوْنَ (قوت اور سامان جنگ رکھنے والے) اسم فاعل حاذر کی جمع ہے جو ح۔ ذ۔ ر سے بنا ہے۔ حذر: جنگ کی تیاری۔ حاذر وہ جو لڑنے کا سامان اور ریل پوں نار کھتا ہے۔

ارشاد ہے۔ کہ جب جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے اپنی ہار مان لی اور پھر بھی فرعون اپنی سرکشی سے باز نہ آیا اور بنی اسرائیل کو اس نے اور اس کے لوگوں نے ستانا نہ چھوڑا تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس حکم بھیجا۔ کہ میرے مظلوم بندوں کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل کر باہر چلے جاؤ اور سمندر کا رخ کرو۔ فرعون اپنے لوگوں کو لے کر تمہارا پیچھا ضرور کرے گا۔ اس کا خوف نہ کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب الحکم بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت شہر سے نکل گئے اور سمندر کی جانب روانہ ہوئے فرعون نے سن کر آدمی دوڑائے کہ ہمارے لوگوں کو جمع کرو۔ بنی اسرائیل کی چھوٹی سی جماعت نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے اور برابر ہمیں طیش دلائے جا رہے ہیں ہم ایسے گئے گذرے تو نہیں ہمارے پاس طاقت اور ہتھیار سب کچھ ہے اب کے اس باغی فرقہ کا قلع قمع کر کے ہی چھوڑیں گے ؎

بنی اسرائیل کی گھبراہٹ

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ

پس نکالا ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے اور خزانوں

وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا

اور ٹھکانے عمدہ سے اسی طرح اور وارث بنایا ہم نے ان کا

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿۶۰﴾

بنی اسرائیل کو پس پیچھا کیا فرعونیوں نے ان کا سورج نکلتے وقت

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى

پس جب دیکھا ایک دوسرے کو دونوں فریقوں نے کہنے لگے ساتھی موسیٰ کے

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ

یقیناً ہم پکڑ لیے گئے موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں تحقیق

مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۶۲﴾

میرے ساتھ میرا رب ہے جلد راہ بتلائے گا مجھے

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ

پس ہم نے نکال باہر کیا انہیں باغوں اور چشموں اور خزانوں

وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا

اور عمدہ مکانوں سے اسی طرح اور وارث کیا ہم نے ان کا

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿۶۰﴾

بنی اسرائیل کو پس پیچھا کیا ان کا سورج نکلے

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى

پھر جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں تو حضرت موسیٰ کے ساتھی کہنے

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ

لگے ہم تو پکڑ لیے گئے کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ

مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۶۲﴾

میرا رب ہے وہ مجھے کوئی راستہ بتائے گا

سَیَهْدِیْنِ: عنقریب راہ بتلائے گا مجھے۔ اصل میں سَیَهْدِیْنِیْ ہے آخر کی یائے متکلم وقف کی وجہ سے گر گئی۔ مُدْرَكُوْنَ: پکڑ لیے گئے۔ مُدْرَكٌ کی جمع ہے جو اِدْرَاک سے اسم مفعول ہے اور وہ د۔ر۔ک سے بنا ہے۔ درک کے معنی پالینا۔ حاصل کر لینا۔ اور اِدْرَاک: پیچھا کر کے کسی کو پکڑ لینا۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو رات کے وقت مصر سے نکل جانے کی تدبیر جو سمجھائی اس سے یہ مقصد بھی حاصل ہو گیا کہ فرعون اور اس کے لشکری اور سربرآوردہ لوگ اپنے باغ، چشمے، خزانے اور آرام کے مکانات اور ٹھکانے چھوڑ کر باہر نکل پڑے اور پھر وہاں واپس آنا انہیں نصیب نہ ہوا یہ سب چیزیں جن کے وہ مالک تھے اور جن پر اترا کر وہ بنی اسرائیل کو تنگ کر رہے تھے ہم نے بنی اسرائیل کے نام مقرر کر دیں کہ وقت آنے پر وہ ان سب کے مالک اور حاکم ہو جائیں گے چنانچہ سورج نکلنے وقت فرعون مع لاؤ لشکر بنی اسرائیل کو پکڑنے نکل کھڑا ہوا جب دونوں ایک دوسرے کو دکھائی دینے لگے تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی گھبرائے کہ ہم تو یقیناً پکڑے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ عزوجل پر پورا بھروسہ تھا۔ فرمایا کہ یہ ممکن نہیں ہم اللہ کے حکم سے نکلے ہیں وہ میرے ساتھ ہے وہ مجھے ضرور کوئی راستہ بتائے گا۔

فرعون کا انجام

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ
پس وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ مار اپنے عصا سے دریا کو
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾
پس پھٹ گیا دریا اور ہوگیا ہر حصہ مانند پہاڑ بڑے کے
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ
اور پہنچا دیا ہم نے اس جگہ دوسروں کو اور نجات دی ہم نے موسیٰ کو اور جو
مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ
اس کے ساتھ تھے سب کو پھر غرق کر دیا ہم نے دوسروں کو تحقیق
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾
اس کے اندر البتہ نشانی ہے اور نہ تھے اکثر ان کے ماننے والے
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾
در تحقیق تیرا رب البتہ وہی زبردست ہے رحم والا

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ
پھر ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ اپنا عصا دریا پر مار
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾
پھر دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہوگیا جیسے بڑا پہاڑ
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ
اور اس جگہ کے پاس ہم نے دوسروں کو پہنچا دیا اور موسیٰ اور ان کے سب
مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ
ساتھیوں کو ہم نے بچا دیا پھر دوسروں کو ہم نے ڈبو دیا بے شک
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾
اس میں ایک نشانی ہے اور بہت سے ان میں ماننے والے نہیں تھے
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾
اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا

اِنْفَلَقَ (پھٹ گیا) ماضی ہے انفلاق سے جو ف۔ل۔ق سے بنا ہے فلق کے معنی پھاڑ ڈالنا، انفلق پھٹ گیا۔ اَزْلَفْنَا (قریب کر دیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے ز۔ل۔ف سے۔ زلف کے معنی قریب کے ہیں یہ لفظ سورۂ ہود میں گذر چکا ہے وہاں اس کے معنی ہیں کسی چیز کا وہ حصہ جو قریب ہو۔

ارشاد ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار پہنچا دیا۔ اس طرح موسیٰؑ کو حکم دیا اپنا عصا دریا پر مارو۔ مارتے ہی دریا پھٹ گیا۔ اور اس میں راستے بن گئے، پانی سمٹ کر جگہ جگہ اکٹھا ہوگیا اور ہر ایک حصہ ایسا ہوگیا جیسے ایک بڑا پہاڑ ہے۔ پانی کے ان پہاڑوں کے درمیانی راستوں میں بنی اسرائیل اتر کر دریا کے کنارے دوسری طرف پہنچ گئے۔ اتنے میں فرعون اور اس کا لشکر بھی دریا کے قریب پہنچ گیا۔ دریا میں راستے بنے ہوئے اور بنی اسرائیل کو ان میں سے گذرتے ہوئے دیکھ کر یہ بھی ان راستوں میں اتر گئے۔ بنی اسرائیل تو سب کے سب پار پہنچ گئے تھے مگر فرعون اور اس کے ساتھی ابھی دریا کے بیچ میں ہی تھے کہ پانی کے حصے پھر باہم مل گئے۔

ارشاد ہے کہ یہ ہماری قدرت کی نشانی تھی لیکن اکثر لوگ نشان دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ خبر اللہ بڑی قدرت والا ہے کہ فرعون جیسے سرکش کو تباہ کر دیا اور وہ بڑا ہی مہربان ہے کہ کمزور اور مظلوم بنی اسرائیل کو نجات دی۔

85922

ایک اور واقعہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ
اور پڑھ ان کے اوپر خبر ابراہیم کی جب کہا
لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا
اپنے باپ اور اس کی قوم سے کسے پوجتے ہو تم بولے
نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾
ہم پوجتے ہیں مورتوں کو پس بیٹھے رہتے ہیں ان کے پاس جمے ہوئے
قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾
کہا کیا سنتے ہیں تمہاری آواز جب تم انہیں پکارتے ہو
اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾
یا نفع پہنچاتے ہیں تمہیں یا ضرر دیتے ہیں

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ وقف لازم
اور سنا دے ان کو ابراہیم کی خبر جب اس نے
لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا
اپنے باپ اور اس کی قوم سے کہا تم کس کو پوجتے ہو کہا ہم
نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾
مورتوں کو پوجتے ہیں پھر انہی سے لگے بیٹھے رہتے ہیں
قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾
کہا کیا وہ سنتے ہیں تمہاری آواز جب تم پکارتے ہو
اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾
یا کچھ بھلا کرتے ہیں تمہارا یا برا

اُتْلُ: (پڑھ) امر کا صیغہ ہے ت ل و سے تِلَاوَۃٌ کے معنی پڑھ کر سنانا۔ اُتْلُ عَلَیْھِمْ۔ ابراہیم کی خبر انہیں پڑھ کر سنا دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات ختم ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا رسول مقرر کرکے فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ عیش وعشرت میں مست تھے ساری کی ساری قوم رئیس بنی بیٹھی تھی۔ فرعون کو اپنا بادشاہ بنا رکھا تھا۔ وہ ان سے اپنی پرستش کراتا تھا۔ اور بنی اسرائیل کو اپنا اور ان کا غلام بنا رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ وہاں پہنچے لاکھ سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ آخر فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہوئی اور حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو سمندر پار لے گئے یہ اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی تھی اسے دیکھ کر بھی ان کے اکثر لوگ ایمان نہ لائے اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو تباہ کردیا اور فرمانبرداروں پر رحمت کی اس کے بعد ارشاد ہے کہ انہیں ابراہیمؑ کا قصہ بھی سنا دے ان کا باپ اور اس کی ساری قوم بتوں کی پوجا کرتے تھے حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا یہ تم لوگ کس کی پوجا کرتے ہو بولے تجھے سوجھتا نہیں ہم مورتیوں کو پوجتے ہیں اور دن بھر انہی کے گرد آسن جمائے بیٹھے رہتے ہیں حضرت ابراہیمؑ نے کہا یہی میں دیکھ رہا ہوں لیکن یہ تو بتاؤ تم انہیں پکارتے ہو تو یہ تمہاری سنتے ہیں؟ یا تمہیں کبھی کچھ فائدہ پہنچایا ہے؟ یا کبھی نقصان پہنچایا ہے؟ نہیں کچھ دیا ہے ان میں تمہاری پکار سننے یا تمہیں نفع پہنچانے کی طاقت۔ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں بالکل ظاہر نشانیاں دکھا کر قائل کرنا چاہتے تھے کہ عقل کے دشمنو! یہ تم کن کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھے رہتے ہو یہ تو نہ سنیں نہ بولیں نہ نفع دے سکیں اور نہ ضرر پہنچا سکیں۔

قوم کا جواب

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ
بولے چھوڑ یہ ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اسی طرح
يَفْعَلُوْنَ (۷۴) قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ
کرتے تھے کہا کیا پس دیکھتے ہو جسے ہو تم
تَعْبُدُوْنَ (۷۵) اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ (۷۶)
پوجتے تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی پہلے
فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (۷۷)
پس بیشک وہ دشمن ہیں میرے ہاں مگر پالنے والا سارے جہان کا

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ
بولے یہ بات چھوڑ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو یہی کام
يَفْعَلُوْنَ (۷۴) قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ
کرتے پایا کہا کیا بھلا دیکھتے ہو جنہیں تم پوجتے
تَعْبُدُوْنَ (۷۵) اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ (۷۶)
پوجتے ہو اور تمہارے اگلے باپ دادا پوجتے رہے ہیں
فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (۷۷)
سو وہ میرے دشمن ہیں مگر سارے جہان کا رب

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ان سے کہا کہ یہ پتھر کی گھڑی ہوئی مورتیں ہیں اور تم نے خود اپنے کاریگروں سے گھڑوائی ہیں۔ یہ تو سنیں نہ دیکھیں۔ لاکھ پکارو ممکن نہیں کہ یہ تمہاری پکار سنیں یا پلٹ کر کچھ جواب دیں، نہ کسی کو پیدا کر سکیں۔ نہ کسی کو مار سکیں۔ نہ یہ تمہیں کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکیں۔ تو وہ جواب میں کہنے لگے۔ یہ باتیں چھوڑ۔ ان سے کام نہیں چلے گا ہم یہ کچھ نہیں جانتے۔ فقط ایک بات جانتے ہیں۔ ہم نے اپنے باپ دادا کو یہی کرتے دیکھا ہے وہ ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ ان کے سامنے آسن جمائے بیٹھے رہتے تھے۔ ہم بھی ان کی دیکھا دیکھی وہی سب کچھ کر رہے ہیں جو وہ عمر بھر کرتے رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر کہا کہ دیکھو جی۔ اگر تمہارے باپ دادا غلط راستے پر چلتے رہے۔ تو ضروری نہیں کہ تم بھی اسی راستے پر چلو۔ اللہ نے تمہیں بھی عقل دی ہے۔ یہ نہیں کہ فقط وہی عقل مند تھے اور تم ان کے قدم پر چلنے کے لیے مجبور ہو۔ سنو! یہ جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے پوجتے مر گئے۔ ان سب کو میں نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ یہ کسی مصرف کے نہیں۔ مجھ پر جو کچھ بیتے۔ ان کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ چیختے چیختے میری آواز بیٹھ جائے تو ان کی بلا سے۔ میں انہیں دشمن سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ میرا وقت ضائع کرنے والے ہیں۔

میرا معبود تو وہ ہے جو اس سارے جہان کو پال رہا ہے ۔

اللہ کی صفتیں

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ (۷۸) وَالَّذِیْ هُوَ
جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی میری راہنمائی کرتا ہے اور وہی ہے جو
یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ (۷۹) وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ
مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوجاؤں پس وہی
یَشْفِیْنِ (۸۰) وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ
مجھے شفا بخشتا ہے اور جو مارے گا مجھے پھر
یُحْیِیْنِ (۸۱) وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ
زندہ کریگا مجھے اور جس سے پوری امید ہے کہ بخشے گا
لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ (۸۲)
مجھے میری خطائیں قیامت کے دن

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ (۷۸) وَالَّذِیْ هُوَ
جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے راہ دکھاتا ہے اور جو مجھے
یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ (۷۹) وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ
کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہوں تو وہی
یَشْفِیْنِ (۸۰) وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ
شفا دیتا ہے اور وہ جو مجھ کو مارے گا پھر
یُحْیِیْنِ (۸۱) وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ
جلائے گا اور جس سے مجھے توقع ہے کہ قیامت کے دن
لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ (۸۲)
میری تقصیر بخشے گا

سوا آخری آیت کے ان ساری آیتوں میں وقف کی وجہ سے آخری یائے متکلم گر گئی ہے جس کے معنیٰ "مجھے" ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں یہ سمجھایا کہ ان بتوں میں جنہیں تم پوجتے ہو ذرہ بھر بھی کسی بات کی طاقت نہیں یہ نہ سنیں نہ دیکھیں۔ نہ کسی کا کچھ بھلا کر سکیں نہ کسی کا کچھ بگاڑ سکیں میرے تو یہ سب کے سب دشمن ہیں میں ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ میں تو اس کے سامنے سر جھکاتا ہوں اور پوجتا ہوں جو ان سارے جہانوں کا پالنے والا ہے آگے رب العالمین کی صفات انہیں سمجھا رہے ہیں کہ وہ ایسی بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے مجھے پیدا کیا۔ اب وہی مجھے وہ صحیح راستہ سجھاتا ہے جس پر مجھے چلنا چاہیئے۔

کھانے کے وقت مجھے کھلاتا ہے۔ پیاس کے وقت پانی پلاتا ہے۔ بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔ ہر وقت میری نگرانی کرتا ہے۔ میرے حالات دیکھتا ہے میری دعا اور فریاد سنتا ہے اور جب وقت آجائے گا اور اس دنیا میں میری عمر ختم ہو جائے گی تو مجھے موت دے گا۔ اور حشر کے روز مجھے زندہ کر کے اٹھا بٹھائے گا۔ اور میں آس لگائے بیٹھا ہوں کہ جس دن وہ اپنے بندوں کے اعمال کا جائزہ لے کر ان کی بابت اپنے فیصلے صادر فرمائے گا۔ تو اپنی رحمت سے میری خطاؤں کو معاف کر دے گا۔ اور میری لغزشوں سے درگذر فرمائے گا۔

دعائے ابراہیمؑ

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (٨٣)

اے میرے رب عطا فرما مجھے حکمت اور ملا مجھے نیک لوگوں کے ساتھ

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (٨٤)

اور کر میرے لیے اچھا ذکر آیندہ آنے والوں میں

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ (٨٥) وَاغْفِرْ

اور کر مجھے وارثوں میں سے جنت نعیم کے اور بخش

لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ (٨٦) وَلَا تُخْزِنِيْ

میرے باپ کو تحقیق وہ ہے راہ بھولے ہوؤں میں اور نہ رسوا کر مجھے

يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ (٨٧) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (٨٨)

اس دن کہ اٹھائے جائیں اس دن کہ نفع نہ دے گا مال اور نہ بیٹے

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (٨٩)

مگر جو کوئی آئے اللہ کے پاس ساتھ دل پاک صاف کے

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (٨٣)

اے رب مجھے حکم عطا کر اور مجھے نیکوں میں شامل کر

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (٨٤)

اور باقی رکھ میرا ذکر خیر آیندہ آنے والوں میں

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ (٨٥) وَاغْفِرْ

اور کر مجھے نعمت کے باغ کے وارثوں میں سے اور میرے باپ کو

لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ (٨٦) وَلَا تُخْزِنِيْ

معاف فرما کہ وہ گمراہوں میں سے ہے اور جس دن سب جی

يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ (٨٧) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (٨٨)

اٹھیں مجھے رسوا نہ کر جس دن نہ مال کام آئے اور نہ بیٹے

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (٨٩)

مگر جو کوئی اللہ کے پاس صحیح سالم دل لے کے آیا

لِسَانَ صِدْقٍ، ذکر جمیل، لسان زبان کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو زبان سے نکلیں۔ صدق کے معنی سچائی نیکی۔ لسان صدق: نیک ذکر۔ سَلِیْمٍ ہر آفت سے محفوظ۔ صفت کا صیغہ ہے س۔ ل۔ م سے۔ اسی سے سلام بنا ہے۔ قَلْبٍ سَلِیْمٍ: ایسا دل جو برائی، گندے خیالات اور شرک و کفر سے بچا ہوا ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے انہیں اللہ عزوجل کی صفتیں سمجھائیں جن کی بنا پر وہ انسان کے معبود ہونے کا مستحق ہے اور پھر اس کی عبادت کرنے کا طریقہ بھی ان کے سامنے واضح کر دیا۔ اصل عبادت دعا ہی کا نام ہے۔ خواہ وہ کسی شکل میں ہو۔ اس لیے آپ اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہیں کہ میرے رب مجھے دانائی عطا فرما کہ میں تجھے پہچان لوں اور تیرے حکم پر سمجھ بوجھ کر چلوں اور مجھے آیندہ آنے والے لوگوں میں نیک نام کر کہ مجھے اچھا کہیں اور میرے طریقہ پر چلیں اور مجھے نعمتوں والی جنّت کا مستحق اور وارث بنا اور یہ میرا باپ غلط راستے پر پڑا ہے اسے ہدایت کر جو اس کی مغفرت کا باعث ہو اور مجھے قیامت کے دن جب سب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے رسوا نہ کر۔ اس دن تو مال اور اولاد کچھ بھی کام نہ آئے گا ہاں جو اللہ کے سامنے پاک صاف کفر و شرک سے محفوظ دل لے کر حاضر ہوگا وہی فلاح پائے گا۔

قیامت کا حال

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ

اور قریب لائی جائیگی جنت واسطے پرہیزگاروں کے اور ظاہر کردی جائے گی دوزخ

لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾

گمراہوں کے لیے اور کہا جائیگا ان سے کہاں ہیں وہ کہ تھے تم پوجتے جنہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ

اللہ کے سوا کیا مدد کرسکیں گے وہ تمہاری یا

یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾

اپنا بچاؤ کرسکیں گے پس اوندھے ڈالے جائیں گے اس میں وہ اور گمراہ لوگ

وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور لشکر ابلیس کے سارے

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ

اور پاس لائی جائے گی جنت متقیوں کے اور کھول دی جائے گی دوزخ

لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾

بہکے ہوؤں کے سامنے اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جنہیں تم پوجتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ

اللہ کے سوا کیا مدد کریں گے تمہاری یا

یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾

بدلہ لے سکیں گے پھر اوندھے ڈالے جائیں گے اس میں اور گمراہ لوگ

وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور ابلیس کا لشکر سب کا سب

اُزْلِفَتْ: (قریب لائی جائے گی) ماضی مجہول ہے ازلاف سے جو ز۔ل۔ف سے بنا ہے جس کے معنی نزدیکی کے ہیں۔

بُرِّزَتْ: اس کے معنے ظاہر کردی جائے گی تبریز سے جو ب۔ر۔ز سے بنا ہے۔ برز ظاہر ہونا۔ تبریز: ظاہر کرنا۔

كُبْكِبُوْا: (اوندھے منہ ڈال دیے جائیں گے) ماضی مجہول کا صیغہ ہے جو ک۔ب۔ب سے بنا ہے۔ كَبٌّ (اوندھا کردینا) كُبْكِبُوْا کے بھی وہی معنی ہیں لیکن مبالغہ کے ساتھ۔ غَاوٗنَ: (راہ سے ہٹے ہوئے) جمع ہے غاوی کی جو اسم فاعل ہے غ۔و۔ی سے اس کا مصدر غَیٌّ ہے جس کے معنی گمراہی اور بے راہ ہو جانے کے ہیں۔

قیامت کے دن متقیوں کو اپنے سامنے جنت نظر آئے گی اور اس کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور گمراہ لوگ کھلم کھلا دیکھیں گے اور دہشت کے مارے لرزنے لگیں گے تو ان سے کہا جائیگا کہ آج وہ تمہارے گھڑے ہوئے معبود کہاں ہیں جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔ کیا وہ کچھ تمہاری مدد یا اپنا بچاؤ کرسکتے ہیں وہ لوگ کچھ جواب نہ دے سکیں گے اور ان کو پکڑ کر اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔ اسی طرح اور سارے لوگ بھی جو اللہ عزوجل کے مقرر کیے ہوئے سیدھے راستے سے دنیا میں ہٹے ہوئے تھے دوزخ میں منہ کے بل ڈال دیے جائیں گے اور جتنے لوگ شیطان کے مددگار تھے اور اپنے اختیار کیے ہوئے بُرے راستے کی طرف اوروں کو بلاتے تھے سارے کے سارے اکٹھے کرکے شیطان کے ساتھ جہنم رسید کردیے جائیں گے۔ اللہ عزوجل ہمیں بچائے۔

بے سود تمنا

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ (۹۶) تَاللّٰهِ اِنْ
کہیں گے اور وہ اس میں جھگڑتے ہوں گے قسم اللہ کی تحقیق
كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۹۷) اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ
تھے ہم البتہ گمراہی کھلی ہوئی میں جبکہ برابر ٹھہراتے تھے ہم تمہیں پروردگار
الْعٰلَمِيْنَ (۹۸) وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ (۹۹)
عالم کے اور نہیں بہکایا ہمیں مگر ان مجرموں نے
فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِيْنَ (۱۰۰) وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ (۱۰۱)
پس نہیں ہمارے لیے کوئی سفارشی اور نہ دوست مخلص
فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰۲) اِنَّ
پس کاش کہ ہوتا ہمارے لیے دوبارہ جانا پس ہوتے ہم ایمان والوں میں تحقیق
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
اس کے اندر البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے
مُّؤْمِنِيْنَ (۱۰۳) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (۱۰۴) ع
ایمان لانے والے اور تحقیق تیرا رب البتہ وہ زبردست رحم والا ہے

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ (۹۶) تَاللّٰهِ اِنْ
کہیں گے اور جب وہ وہاں جھگڑنے لگیں گے اللہ کی قسم ہم
كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۹۷) اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ
صریح غلطی میں تھے جب ہم تمہیں پروردگار عالم کے
الْعٰلَمِيْنَ (۹۸) وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ (۹۹)
برابر ٹھہراتے تھے اور ہم کو راہ سے جو بہکایا سو ان گنہگاروں نے پس
فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِيْنَ (۱۰۰) وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ (۱۰۱)
کوئی نہیں ہماری سفارش کرنے والے اور نہ کوئی محبت والا دوست
فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰۲) اِنَّ
سو کسی طرح ہمیں پھر جانا ملے تو ایمان والوں میں ہو جائیں اس بات
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
میں نشانی ہے اور بہت سے ان میں
مُّؤْمِنِيْنَ (۱۰۳) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (۱۰۴) ع
ماننے والے نہیں بے شک تیرا رب ہے زبردست رحم والا

حَمِیْمٍ: اگرمجوشی دکھانے والا، قریب کا دوست /ح م م سے ہے جمٰ قریب آنا۔ گرمی ظاہر کرنا محبت کی گرم جوشی دکھانا۔ یہاں گہرا دوست مراد ہے۔

جہنم میں داخل ہونے کے بعد ابلیس کے سارے مریدآپس میں جھگڑیں گے ایک دوسرے کو الزام دیں گے آخر مجبوراً اعتراف کریں گے کہ ہم سب کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا تھے کہ تمہیں اللہ عزوجل کے برابر مرتبہ دیتے تھے۔ ہمیں تو ان مجرموں نے راہ سے بھٹکایا آج نیک آدمیوں میں سے ہمارا کوئی ساتھی نہیں۔ جو لوگ نیک لوگوں سے میل جول رکھتے تھے وہ مزے میں ہیں ہمیں کوئی نہیں پوچھتا جنہیں ہم نے معبود بنا رکھا تھا وہ اپنی ہی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ہماری سفارش کیا کرتے کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم دوبارہ دنیا میں بھیج دیئے جاتے اور پکے ایمان دار بن کر دکھاتے قصہ کے ختم کے بعد پھر ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات میں بھی ہماری معرفت کی نشانی ہے لیکن اکثر لوگ ماننے والے نہیں اللہ یقیناً قوت والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

قومِ نوح علیہ السّلام

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۣالْمُرْسَلِيْنَ (١٠٥) اِذْ قَالَ
جھٹلایا نوح کی قوم نے پیغام لانے والوں کو جب کہا
لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (١٠٦)
اُن سے ان کے بھائی نوح نے کیا نہیں ڈرتے تم
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (١٠٧) فَاتَّقُوا
تحقیق میں تمہارے لیے رسول ہوں معتبر پس ڈرو
اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ (١٠٨) وَ مَا اَسْـَٔلُكُمْ
اللہ سے اور کہنا مانو میرا اور نہیں مانگتا ہیں تم سے
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا
اس پہ کوئی اجر نہیں میرا اجر مگر
عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (١٠٩) فَاتَّقُوا اللّٰهَ
فقط رب العالمین پہ پس ڈرو اللہ سے
وَ اَطِيْعُوْنِ (١١٠)
اور کہنا مانو میرا

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۣالْمُرْسَلِيْنَ (١٠٥) اِذْ قَالَ
نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان سے
لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (١٠٦)
ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم کو ڈر نہیں
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (١٠٧) فَاتَّقُوا
میں تمہارے لیے معتبر پیغام لانے والا ہوں سو ڈرو
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (١٠٨) وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ
اللہ سے اور میرا کہا مانو اور میں تم سے اس
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا
کا کچھ بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ اسی پروردگار
عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (١٠٩) فَاتَّقُوا اللّٰهَ
عالم پر ہے سو اللہ سے ڈرو
وَاَطِيْعُوْنِ (١١٠)
اور میرا کہا مانو

وَاَطِيْعُوْنِ: دونوں جگہ اصل میں اَطِيْعُوْنِيْ ہے۔ وقف کی وجہ سے یائے متکلم گر گئی۔ جس کے معنی "میرا" ہیں۔ یہ لفظ اس سورت میں بار بار آیا ہے ہر جگہ اس کی یہی صورت و معنی ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام دنیا کے پہلے جلیل القدر رسول ہیں جن کی قوم نے ان کی بات نہ مانی اور ان کے رسول ہونے کا انکار کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے ہیں۔ میں اللہ کا معتبر پیغمبر ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ میں تم سے مال و دولت کا طالب نہیں۔ مجھے پروردگار عالم میرا اجر دے گا۔ میں تو فقط تمہارے بھلے کے لیے کہتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اس کے بعد موقع کے مطابق لوگوں کو خاص خاص ہدایتیں بھی دیتے رہے۔

پیغام خاص

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾
بولے کیا ہم بات مان لیں تیری جبکہ تیرے ساتھی بن رہے ہیں نیچے درجہ کے لوگ
قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ
کہا اور کیا جانوں میں اس کو جو ہیں وہ کر رہے نہیں
حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾
ان سے پوچھ گچھ مگر صرف میرے رب کا کام اگر تم عقل سے کام لو
وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا
اور نہیں میں ہانکنے والا ایمان والوں کو نہیں میں
اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ
مگر ڈرانے والا کھول کر بولے البتہ اگر باز نہ آیا تو
يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾
اے نوح ضرور ہوگا تو پتھراؤ سے مرنے والوں میں سے

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾
بولے کیا ہم تیری بات مان لیں حالانکہ تیرے ساتھی کمینے لوگ ہو رہے ہیں
قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ
کہا مجھے کیا علم ہے کہ وہ کیا کام کر رہے ہیں ان کا
حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾
حساب لینا تو میرے رب ہی کا کام ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو
وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا
اور میں ایمان والوں کو ہانک دینے والا نہیں میں تو
اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ
کھول کر ڈر سنانے والا ہوں بولے اے نوح اگر تو
يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾
باز نہ آیا تو ضرور سنگسار کر دیا جائے گا

طَارِدِ: (ہانک دینے والا، ناڑ دینے والا) اسم فاعل ہے ط۔ ر۔ د سے جس کے معنی ڈانٹ کر باہر نکال دینا ہیں

لَمْ تَنْتَهِ: (نہ باز آیا تو) تَنْتَهِيْ مضارع کا صیغہ ہے اِنتہاء سے۔ لَمْ کی وجہ سے آخر کی یا گر گئی۔ یہ ن۔ ہ۔ ی سے بنا ہے۔ نہی کے معنی روکنا۔ انتہاء کے معنی رُک جانا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا پیغام سُنکر ان کی قوم نے کہا کہ ہم تیری بات کیسے مانیں تیرے تابعدار تو ذلیل اور کم درجہ کے لوگ ہیں حضرت نوح علیہ السلام نے کہا۔ میں ان کے کام اور مرتبے سے واقف نہیں اور نہ واقف ہونے کی ضرورت ہے۔ اگر غور کرو تو سیدھی سی بات ہے کہ ان کی باتوں کا حساب اللہ کے ذمّہ ہے۔ ایمان والے سب آپس میں برابر ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو جو میری بات سننے اور ماننے کے لیے تیار ہیں کیسے دھتکار دوں۔ مجھے تو ہر ایک کو اس کے بُرے اعمال کے نتیجوں سے صاف طور پر ڈرانا ہے اور بس۔ بولے اگر تو باز نہ آیا تو ہم ضرور تجھے سنگسار کر ڈالیں گے۔

منکر غرق ہو گئے

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ
کہا نوح نے اے میرے رب تحقیق میری قوم نے مجھے جھٹلایا پس فیصلہ کر
بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ
میرے اور ان کے درمیان ایک فیصلہ اور نجات دے مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ
ایمان والوں میں سے پس بچالیا ہم نے اُسے اور جو ان کے ساتھ تھے
فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ
کشتی میں جو بھری ہوئی تھی پھر غرق کر دیا ہم نے اس کے بعد
الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ
باقی لوگوں کو تحقیق اس میں نشانی ہے اور نہیں ہیں
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
اکثر ان کے ایمان لانے والے اور تحقیق تیرا رب البتہ وہ
الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾
زبردست ہے رحم والا

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ
نوح نے کہا اے رب میری قوم نے جھٹلایا سو میرے اور
بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ
ان کے درمیان کوئی فیصلہ کر دے اور مجھ کو اور جو میرے ساتھ ایمان
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ
والے ہیں انہیں بچالے پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو
فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ
بچالیا بھری ہوئی کشتی میں پھر اس کے بعد باقی ماندہ
الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ
کو ڈبو دیا اس بات میں البتہ نشانی ہے اور ان میں
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
سے بہت لوگ ماننے والے نہیں اور تیرا رب البتہ
الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾ ع
زبردست رحم والا ہے

مَشْحُوْنِ: (بھری ہوئی) اسم مفعول ہے مشحون سے مراد یہ ہے کہ کشتی آدمیوں، چوپایوں اور پرندوں سے لدی ہوئی تھی۔

جب حضرت نوح علیہ السلام ان کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے رب ان لوگوں نے تو مجھے جھوٹا سمجھا یہ میری بات کو ذرا بھی وقعت نہیں دیتے اب آپ انہیں دنیا سے غارت کر دیجیے اور مجھے اور میرے ماننے والوں کو بچا لیجیے ورنہ آیندہ ان کی نسل بھی انہیں جیسی ہو گی۔ اللہ عزوجل نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ پھر جو ان کے ساتھ کشتی میں بیٹھ گئے وہ تو بچ گئے۔ باقی سب غرق ہو گئے۔ ارشاد ہے کہ اس واقعہ سے بھی ہماری قدرت ظاہر ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بہرحال رب بڑی قوت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

قومِ عاد

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ

جھٹلایا عاد نے رسولوں کو جب کہا ان سے

اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

ان کے بھائی ہود نے کیا نہیں ڈرتے تم تحقیق میں تمہارے لیے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾

رسول ہوں معتبر پس ڈرو اللہ سے اور کہنا مانو میرا

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ

اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں میرا اجر

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾

مگر فقط رب العالمین پر

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ

عاد نے بھی پیغام لانے والوں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی

اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

ہود نے کہا کیا تمہیں ڈر نہیں میں تمہارے پاس

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾

معتبر پیغام لانے والا ہوں سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ

اور میں تم سے اس کا کچھ بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾

اسی پروردگار عالم سے ہے

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جو مخلوق غار کشتی میں بیٹھ کر ڈوبنے سے بچ گئی تھی۔ ان سے دنیا پھر آباد ہوئی۔ کچھ مدت امن وامان سے گذری لیکن جب آبادی کی کثرت ہوگئی اور لوگ اِدھر اُدھر پھیل گئے تو پھر جوجس کے جی میں آیا کرنے لگا۔ ان میں سے لوگوں کا ایک گروہ جو عاد کی قوم کہلاتا تھا سرکشی میں بہت بڑھ گیا یہ لوگ خوب ہٹے کٹے توانا اور تندرست تھے ملک زرخیز تھا۔ مال و دولت کی کمی نہ تھی۔ آخر مغرور ہو کر یہ بھی انہیں برائیوں میں مبتلا ہو گئے جو انسان کو تباہ کرنے والی ہیں۔

پھر جب زبردستوں کا زیردستوں پر ظلم و ستم بہت بڑھ گیا۔ اور لوگ کام کی باتیں چھوڑ کر نام و نمود کی خاطر فضول کاموں میں لگ گئے۔ تو ان کو بے کار باتوں سے روکنے اور کام کی باتیں بتانے کے لیے انہی کی برادری کے ایک آدمی کو جن کا نام ہود علیہ السلام تھا ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

انہوں نے آکر پہلے تو وہی عام پیغام دیا جو سب رسول دیا کرتے ہیں یعنی اللہ سے ڈرو میں اس کا معتبر رسول ہوں تمہاری بھلائی کی بات کہتا ہوں میری اطاعت کرو۔ میں تم سے مال و دولت وغیرہ نہیں مانگتا۔ صرف اللہ کے حکم سے تمہیں سمجھاتا ہوں۔ اس کا اجر مجھے پروردگار عالم ہی دے گا:

حضرت ہودؑ کا خاص پیغام

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (۱۲۸) وَ
کیا بناتے ہو تم ہر اونچے مقام پر ایک نشان کھیلنے کے لیے اور
تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (۱۲۹)
بناتے ہو شاندار عمارتیں شاید تمہیں ہمیشہ رہنا ہے
وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (۱۳۰)
اور جب گرفت کرتے ہو گرفت کرتے ہو ظالم بن کر
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (۱۳۱) وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ
پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو اور ڈرو اس سے جس نے
اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (۱۳۲) اَمَدَّكُمْ
مدد کی تمہاری اس سے جو تم جانتے ہو مدد کی تمہاری
بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ (۱۳۳) وَ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ (۱۳۴)
مویشیوں سے اور بیٹوں سے اور باغات سے اور چشموں سے
اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
تحقیق میں خوف کرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک دن
عَظِيْمٍ (۱۳۵)
بڑے سے

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (۱۲۸) وَ
کیا ہر اونچی زمین پر ایک نشان بناتے ہو کھیلنے کو اور
تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (۱۲۵)
بناتے ہو شاندار عمارتیں گویا تم ہمیشہ رہو گے
وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (۱۳۰)
اور جب ہاتھ ڈالتے ہو تو پنجہ مارتے ہو ظلم سے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (۱۳۱) وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ
سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور اللہ سے ڈرو جس نے
اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (۱۳۲) اَمَدَّكُمْ
تمہیں وہ چیزیں پہنچائیں جو تم جانتے ہو دیئے تم کو
بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ (۱۳۳) وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۱۳۴)
چوپائے اور بیٹے اور باغات اور چشمے
اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کی
عَظِيْمٍ (۱۳۵)
آفت سے

رِیْعٍ: اونچی جگہ، اسم ہے ر۔ی۔ع سے رَیْعَان اسی سے بنا ہے جو ابھرنے اور طاقتور ہونے کو کہتے ہیں۔ رِیْعٌ: اونچا ٹیلہ و بلند مقام

عاد اونچے بلند پُر تکلف محل اور عمارتیں بناتے رہتے اور اگر کسی کمزور پر قابو پا لیتے تو اس کو اتنا ستاتے کہ درندوں کو بھی مات کر دیتے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ اللہ کے بندو کھیل کود اور نام و نمود کے لیے اپنی دولت اور وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ کیا تم دنیا ہی میں ہمیشہ رہو گے؟ اللہ سے ڈرو اور جو میں کہتا ہوں وہ کرو۔ اللہ نے تمہیں زراعت کے سامان دیئے ہیں۔ یہ مویشی، اولاد، باغات اور چشمے سب اسی کا عطیہ ہیں۔ دنیا میں اس سے ڈر کر نہ چلے تو ایک بڑا بھاری دن آنے والا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ تم اس دن اپنی نافرمانی کی وجہ سے بڑی آفت میں پھنسو گے :

جواب اور انجام

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ

بولے برابر ہے ہمارے لیے خواہ نصیحت کرے تو یا نہ ہو تو

مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ

نصیحت کرنے والوں میں نہیں یہ مگر عادت

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾

پہلوں کی اور نہیں ہم عذاب دیے جانے والے

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

پھر جھٹلایا انہوں نے پس ہلاک کر دیا ہم نے انہیں تحقیق اس میں البتہ نشانی ہے

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ

اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے اور تحقیق

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾

تیرا رب البتہ وہ زبردست ہے رحم والا

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ

بولے ہمارے نزدیک برابر ہے خواہ تو نصیحت کرے یا نصیحت

مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ

کرنے والا نہ بنے کچھ نہیں یہ اگلے لوگوں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾

کی عادت ہے اور ہم پر آفت آنے والی نہیں

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

یوں انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے انہیں تباہ کر دیا اس میں البتہ نشانی ہے

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ

اور ان میں بہت لوگ ماننے والے نہیں اور تیرا

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ ع ١٨ / ١١

رب البتہ زبردست رحم والا ہے

وَعَظْتَ: نصیحت کی تو نے ماضی کا صیغہ ہے و، ع، ظ سے۔ وَعْظٌ کسی کے بھلے کی اس سے کہنا خیر خواہی اور نصیحت کرنا۔

عاد کی قوم ڈھٹائی سے اپنے انہی کاموں میں لگی رہی۔ جو سراسر فضول تھے وہ فن تعمیر اور نقاشی میں بڑے ماہر تھے۔ دولت کو انہی کاموں میں برباد کرتے تھے۔ کمزوروں، مفلسوں اور غریبوں کو بہت ستاتے تھے۔ حضرت ہودؑ کی نصیحت کو انہوں نے ٹھکرا دیا کہ ہمارے نزدیک تیرا سمجھانا نہ سمجھانا برابر ہے یہ باتیں تو قدیم سے چلی آتی ہیں کہنے والے اپنی ہی کہتے اور کرنے والے اپنی ہی کرتے رہے۔ موت آئی مر گئے عذاب ثواب کیسا؟

ارشاد ہے کہ آخر ہم نے ان کو تباہ کر دیا نہ وہ رہے نہ وہ ان کی عمارتیں اور مینار رہے۔ ایک سخت آندھی آئی۔ اور سب کچھ مٹ گیا۔ یہ ہماری قدرت کی نشانی ہے۔ لیکن اکثر لوگ غافل ہیں نہیں مانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب بڑی قوت والا ہے اور ساتھ ہی اس کی رحمت بھی بڑی ہے؛

ثمود کا حال

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ

جھٹلایا ثمود نے رسولوں کو جب کہا ان سے

أَخُوْهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ إِنِّيْ لَكُمْ

ان کے بھائی صالح نے کیا نہیں ڈرتے تم تحقیق میں تمہارے لیے

رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾

رسول ہوں معتبر پس ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری

وَ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

اور نہیں مانگتا ہوں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں

أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اجر میرا مگر فقط پروردگار عالم پر

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ

ثمود نے پیغام لانے والوں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے

أَخُوْهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ إِنِّيْ لَكُمْ

بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں تحقیق میں تمہارے لیے

رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾

رسول ہوں معتبر پس ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

وَمَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

اور میں تم سے اس کا بدلہ نہیں چاہتا میرا بدلہ

أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اسی سارے جہان کے پالنے والے کے ذمے ہے

عاد کی قوم کا ذکر ختم ہوا۔ اللہ کے رسول حضرت ہود علیہ السلام کی بات نہ ماننے کا نتیجہ ان کے لیے بہت برا ہوا سخت آندھی آئی مکان، باغ، مینار سب اڑ گئے۔ آدمی اڑ اڑ کر پچھنیاں کھا کر گرے اور مر گئے ان کا ذکر پڑھو اور عبرت حاصل کرو اور اللہ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی بات نہ ماننے کا نتیجہ سوا تباہی کے کچھ نہیں۔

عاد کے بعد ایک اور قوم پیدا ہوئی اور ابھری۔ یہ ثمود کی قوم تھی۔ انہوں نے بھی ویسی ہی سرکشی اختیار کی آخر انہیں سمجھانے کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے اپنا رسول مقرر کر کے بھیجا۔ انہوں نے بھی پہلے وہی پیغام دیا جو سارے رسول دیا کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ اللہ کے بندو تمہیں اللہ کے غضب سے ڈر نہیں لگتا جو تم اس کی مرضی کے خلاف کاموں میں پھنسے ہوئے ہو۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کا معتبر پیغام رساں ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور جو میں کہوں وہ کرو۔ میں تم سے مال و دولت وغیرہ کچھ نہیں چاہتا نہ تعظیم و تکریم کا طالب ہوں۔ مجھے تو میرے کام کا صلہ وہی رب العالمین دے گا جس نے مجھے یہ کام سپرد کیا ہے اور اس کے پورا کرنے کا حکم دیا ہے:

حضرت صالحؑ کا خاص پیغام

أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هٰهُنَآ اٰمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنّٰتٍ

کیا چھوڑے جاؤ گے تم اس میں جو یہاں ہے بے فکر باغوں میں

وَّعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا

اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ

هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا

گتھا ہوا ہے اور تراشتے ہو تم پہاڑوں سے مکانات

فٰرِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾

اترانے ہوئے پس ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری

وَلَا تُطِيعُوٓا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ

اور مت اطاعت کرو حکم کی حد سے نکل جانے والوں کے جو

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾

فساد کرتے ہیں زمین میں اور اصلاح نہیں کرتے

أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هٰهُنَآ اٰمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنّٰتٍ

کیا تم یہاں کی چیزوں میں بے فکر چھوڑے جاؤ گے باغوں میں

وَّعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا

اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ

هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا

ملائم ہے اور تراشتے ہو پہاڑوں سے گھر

فٰرِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾

اتراتے ہوئے سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

وَلَا تُطِيعُوٓا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ

اور مت مانو بے باک لوگوں کا حکم جو

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾

ملک میں خرابی کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے

هَضِيمٌ: (نرم پھولا ہوا) صفت کا صیغہ ہے ہ ض م سے۔ ہضم کے معنی توڑ کر بکھیر دینا۔ مفضیم۔ پھولا ہوا۔ ذرا سی ٹھیس سے جھڑ جانے والا۔

طَلْعُهَا هَضِيمٌ: (ایسا خوشہ جو بہت گتھا ہوا اور پھولا ہوا ہو) یہ اس بات کی علامت ہے کہ پھل خوب آئے گا۔ اگر خوشہ چھدرا اور کم پھولا ہوا ہو تو پھل زیادہ نہیں آتا۔

ثمود کی قوم بھی بڑی خوش حال تھی میووں کے باغ، بہتے ہوئے چشمے کھیتی کیاری، کھجوروں کے جھنڈ سب کچھ ان کے قبضہ میں تھے۔ عاد تعمیر کے فن میں استاد تھے اور ثمود سنگ تراشی میں ماہر تھے اور دونوں اپنی اپنی دھن میں مست تھے حضرت صالحؑ نے انہیں فضول کاموں سے روکا اور کہا اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو نافرمانی سے تم تباہ ہو جاؤ گے اپنے مغرور لوگوں کی پیروی مت کرو یہ تو ملک میں فساد پھیلانے والے ہیں بگاڑنا جانتے ہیں سنوارنا نہیں جانتے تم میری بات مانو اللہ نے مجھے تمہاری اصلاح کے لیے نبی مقرر کیا ہے۔

ثمود کا جواب

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ (۱۵۳) مَآ
بولے بات یہی ہے کہ تو سحرزدہ لوگوں میں سے ہے نہیں
اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ
تو مگر ایک آدمی ہمیں جیسا پس لے آ کوئی نشانی اگر
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۵۴) قَالَ هٰذِهٖ
ہے تو سچوں میں سے کہا یہ ہے
نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ
اونٹنی اس کے لیے ایک باری پانی پینے کی اور تمہارے لیے باری
یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۱۵۵) وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
ایک دن مقرر کی اور مت چھیڑنا اس کو بری طرح
فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۱۵۶)
پس پکڑے تمہیں عذاب ایک بڑے دن کا

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ (۱۵۳) مَآ
بولے تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے تو بھی
اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ
ایک آدمی ہے جیسے ہم سو کچھ نشانی لے آ اگر
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۵۴) قَالَ هٰذِهٖ
تو سچا ہے کہا یہ
نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ
اونٹنی ہے پانی پینے کی ایک باری اس کی اور ایک مقرر
یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۱۵۵) وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
دن کی باری تمہاری اور اس کو کچھ دکھ مت پہنچانا ورنہ ایک
فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۱۵۶)
ہولناک دن کی آفت تمہیں پکڑ لے گی

قوم نے جواب دیا۔ کہ تیری تو عقل جاتی رہی ہے۔ ضرور کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ اگر نبی بنتا ہے تو کوئی انوکھی نشانی دکھا۔ بھلا اس چٹان میں سے ایک جیتی جاگتی اونٹنی ہی نکال دے۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور اونٹنی نکل آئی۔ کہا بولو اب کیا کہتے ہو؟ اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی حفاظت کرو۔ جس دن یہ پانی پیے، اپنے جانوروں کو روک لو اور جس دن نہ پیے۔ اس دن اپنے جانوروں کو پلا لو۔ اگر اس اونٹنی کو کوئی تکلیف پہنچی تو ایک بہت ہولناک دن آئے گا۔ اور اس میں تم پر ایسی آفت پڑے گی۔ کہ تم بالکل تباہ ہو جاؤ گے۔

ثمود کا انجام

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ
پس کاٹ ڈالا اونٹنی کو پس ہو گئے پچھتانے پس آ پکڑا انہیں
الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا
عذاب نے تحقیق اس کے اندر البتہ نشانی ہے اور نہیں
كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ
تھے اکثر ان کے ایمان لانے والے اور تحقیق تیرا رب
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾ ع
البتہ وہ زبردست ہے رحم والا

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ
پھر اونٹنی کو کاٹ ڈالا پھر پچھتاتے رہ گئے پھر ان کو
الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا
عذاب نے آپکڑا البتہ اس واقعہ میں نشانی ہے اور ان میں
كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
بہت سے لوگ ماننے والے نہیں اور تیرا رب
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾ ع ٩/٨ ١٢
البتہ زبردست رحم کرنے والا ہے

انسان کو اگر عیش و عشرت کا سامان میسّر ہو جائے تو پھر وہ کسی کی نہیں سنتا وہ اپنے مصیبت زدہ بنی نوع انسان کی طرف سے صرف آنکھیں بند ہی نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنا خادم اور تابعدار بنا کر رکھنا چاہتا ہے ان کی زبوں حالی پر ہنستا ہے اور اپنا کام ان سے مار مار کر لیتا ہے اور پھر کچھ بچے بچائے دانے دُنکے ان کے آگے ڈالتا ہے کہ محنت اور مصیبت جھیلنے کے لیے زندہ رہو۔ اور ہم کو اپنا اَن داتا تسلیم کرو۔ جب ان کھاتے پیتے لوگوں کا جتھا بن جاتا ہے۔ پھر تو دنیا میں ایک آفت مچ جاتی ہے۔ ثمود کی قوم کی یہی حالت تھی۔ مال دار خوش حال لوگوں کا جتھا بن گیا تھا۔ کچھ بے باک نڈر لوگ اس کے سرغنہ بن بیٹھے تھے اور باقی سب ان کے اشاروں پر چلتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور کہا کہ میری بات سنو۔ ان سرکش غنڈوں کی پیروی چھوڑ دو۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا کوئی نشانی دکھاؤ تو ہم جانیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے ان کے کہنے کے مطابق پہاڑ کے اندر سے ایک اونٹنی نکلی۔ پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ افسوس تم نے اتنی بڑی نشانی دیکھ کر بھی نہ مانا۔ اب اگر کچھ دن دنیا میں رہنا چاہتے ہو تو اس اونٹنی کی حفاظت کرو۔ اس کا بال بیکا نہ ہونے پائے ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ کچھ دن تو انہوں نے اس کا خیال رکھا۔ مگر ان کے شورہ پشتوں نے اونٹنی کو کاٹ کے ڈال دیا۔ دوسرے دن ثمود عذاب کے آثار دیکھ کر پچھتائے۔ مگر عذاب ان پر آ ہی پڑا۔ اس واقعہ میں عبرت ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ نہیں مانتے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا رب بڑی قوت والا ہے اور ساتھ ہی مہربان بھی ہے ؏

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ
جھٹلایا لوط کی قوم نے رسولوں کو جب کہا
لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾ اِنِّىْ
ان سے ان کے بھائی لوط نے کیا نہیں ڈرتے تم تحقیق میں
لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
تمہارے لیے پیغام لانے والا ہوں معتبر پس ڈرو اللہ سے اور
اَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ
اطاعت کرو میری اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی اجر
اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾
نہیں اجر میرا مگر پروردگار عالم پر

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ
لوط کی قوم نے پیغام لانے والوں کو جھٹلایا جب ان سے
لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾ اِنِّىْ
ان کے بھائی لوط نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں میں تمہاری طرف
لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
معتبر پیغام لانے والا ہوں سو اللہ سے ڈرو اور
اَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ
میرا کہا مانو اور میں تم سے اس کا کچھ بدلہ نہیں مانگتا
اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾
میرا بدلہ اسی پروردگار عالم پر ہے

ثمود کی قوم اپنے برے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک ہوئی وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے دیوانے ہوگئے تھے ان کے چند بدمعاشوں نے ایک بدکار عورت کے کہنے سے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی کو جو حضرت صالح علیہ السلام کے نبی ہونے کی نشانی تھی کاٹ کر رکھ دیا اللہ کا عذاب ان پر آیا اور وہ غارت ہوگئے۔

اس کے بعد ایک اور قوم کو شیطان نے ورغلایا اور اس کے سمجھانے کے لیے اللہ عزوجل نے لوط علیہ السلام کو اپنا رسول مقرر کرکے بھیجا۔ انہوں نے بھی دوسرے رسولوں کی طرح ان کو پہلے عام نصیحت کی کہ دنیا میں اللہ کے غضب سے ڈر کر رہنا چاہیئے تم اتنے نڈر کیوں ہوگئے ہو کہ ایک بدترین کام میں اس بے فکری کے ساتھ مبتلا ہو۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ میری بات مانو اور اللہ سے ڈر کر چلو۔ میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں اور اس پر تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ مجھے وہی رب العلمین اس کا صلہ دے گا جس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سمجھاؤں اور ٹیڑھی راہ سے ہٹا کر سیدھے راستہ پر ڈالوں۔ ہر رسول نے سب سے پہلے اپنی قوم سے یہی کہا کہ مجھے تمہاری اصلاح منظور ہے اپنے لیے شہرت، مال و متاع وغیرہ حاصل کرنا میرا مقصد نہیں اصلی رہنما کی پہچان یہی ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا خاص پیغام

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ
کیا آتے ہو تم مردوں کے پاس جہان میں سے اور چھوڑتے ہو
مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ
جو پیدا کیا تمہارے لیے تمہارے رب نے تمہاری بیویوں سے بلکہ تم
قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ
لوگ حد سے نکل جانے والے ہو۔ بولے البتہ اگر نہ باز آیا تو اے لوط
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ
البتہ ہو جائے گا تو نکالے ہوؤں میں سے کہا میں تو تمہارے کام سے
مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ
نفرت کرنے والوں میں سے ہوں اے رب نجات دے مجھے اور میرے گھر والوں کو
مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾
اس سے جو وہ کرتے ہیں

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ
کیا تم دوڑتے ہو جہان کے مردوں پر اور چھوڑتے ہو
مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ
جو تمہارے واسطے تمہارے رب نے بیویاں بنا دی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے
قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ
بڑھنے والے ہو بولے اے لوط اگر تو باز نہ آیا تو
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ
تو نکال دیا جائے گا کہا میں البتہ تمہارے
مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ
کام سے بیزار ہوں اے رب مجھے اور میرے ماننے
مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾
والوں کو اس کام سے خلاصی کر جو وہ کرتے ہیں

اپنا کام اور منصب اچھی طرح قوم کو سمجھانے کے بعد حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم شہوت رانی کے لیے مردوں کے پیچھے دوڑتے ہو اور اللہ عزوجل نے جو فطری طریقہ اس کے لیے مقرر کیا ہے یعنی عورتوں کو تمہارا جوڑا بنا دیا ہے تاکہ ان سے نکاح کرو اور تقاضائے فطرت حلال طریقے سے پورا کرو اس کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ یہ میں نے تمہارے سمجھانے کے لیے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ورنہ تمہارا جرم ایک جملہ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ تم لوگ قانون فطرت کے توڑنے والے ہو اور انسانیت کی حد سے باہر نکل گئے ہو بلکہ حیوانیت کو بھی شرمندہ کر دیا ہے اور نرے شیطان بن گئے ہو۔ یہ سُن کر قوم نے جواب دیا کہ بس خاموش رہ۔ اگر تو اس وعظ و نصیحت سے باز نہ آیا تو ہم تجھے بستی سے نکال دیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے یہ سُن کر کہا مجھے تمہارے اس فعل سے سخت نفرت ہے میں تمہیں ایسی حرکتیں کرتے دیکھ کر کیسے چپ رہوں ان سے یہ سنکر حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی طرف سے مایوسی طاری ہوئی۔ بارگاہ رب العزت میں التجا کی کہ مجھ سے ان کی بے حیائی دیکھی نہیں جاتی۔ اے میرے رب تو مجھے اور میرے متعلقین کو ان کے اس فعل بد کے وبال سے بچا۔

قوم لوط کا انجام

فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا
پس نجات دی ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں سب کو مگر
عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا
ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں پھر اکھاڑ پھینکا ہم نے
الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًاۚ
دوسروں کو اور برسایا ہم نے ان پر ایک مینہ
فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ
پس برا تھا مینہ ان ڈرائے ہوؤں کا تحقیق اس کے اندر
لَاٰيَةًؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ
البتہ نشانی ہے۔ اور نہ تھے اکثر ان کے ماننے والے اور تحقیق
رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾
تیرا رب البتہ وہ زبردست ہے رحم والا

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا
پھر ہم نے بچا دیا اس کو اور اس کے سب گھر والوں کو مگر ایک
عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا
بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں پھر تباہ کر دیا ہم نے
الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًاۚ
دوسروں کو اور ان پر ایک مینہ برسایا
فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ
سو کیا برا مینہ تھا ان ڈرائے ہوؤں کا البتہ اس واقعہ میں
لَاٰيَةًؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ
نشانی ہے اور ان میں اکثر ماننے والے نہیں تھے اور یقیناً
رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ ع ٩ ١٦ ١٣
تیرا رب البتہ وہی ہے زبردست رحم کرنے والا

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو جب دیکھا کہ یہ سنورنے والی نہیں ان میں ایک قبیح اور گھناؤنی عادت جڑ پکڑ چکی ہے۔ اور جب تک خود انہی کو جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینک دیا جائے۔ یہ اس حیا سوز فعل سے رکنے والے نہیں۔ بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ کہ ان کے شرمناک وجود سے دنیا کو پاک کر اور مجھے اور میرے ساتھیوں اور گھر والوں کو ان کے اندر سے نکال کر کسی پاک صاف جگہ میں پہنچا دے۔ حضرت لوطؑ کی دعا قبول ہوئی۔ عذاب کے فرشتے آئے اور حضرت لوطؑ سے کہا کہ تم اپنے لوگوں کو لے کر اس جگہ چلے جاؤ جو تمہیں بتا دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم نے لوط علیہ السلام اور اس کے سارے متعلقین کو تو بچا لیا لیکن ان میں سے ایک بڑھیا ہلاک ہونے والوں میں پیچھے رہ گئی۔ پھر ہم نے ان کی قوم کے باقی لوگوں کو بری طرح ہلاک کیا ان کی بستیوں کو اکھاڑ کر اوندھا پٹک دیا۔ اور اوپر سے پتھروں کا مینہ برسا دیا۔ ان کو پہلے عذاب سے ڈرایا گیا تھا لیکن وہ نہ مانے آخر یہ تباہ کرنے والا مینہ اُن کے لیے بہت برا ثابت ہوا۔ اس واقعہ میں ہمارے غضب اور رحمت کی بڑی نشانی ہے پھر بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے یاد رکھ تیرا رب بڑی قوت والا اور بڑی رحمت والا ہے ۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ
جھٹلایا ایکہ والوں نے رسولوں کو جب
قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ
کہا ان سے شعیب نے کیا نہیں ڈرتے تم تحقیق میں
لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
تمہاری طرف پیغام لانے والا ہوں معتبر پس ڈرو اللہ سے اور
اَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ
اطاعت کرو میری اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی اجر
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾
نہیں میرا اجر مگر پروردگار عالم کے ذمے

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ
بن کے رہنے والوں نے پیغام لانے والوں کو جھٹلایا جب
قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ
شعیب نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں میں تمہیں
لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
معتبر پیغام پہنچانے والا ہوں سو اللہ سے ڈرو اور
اَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ
میرا کہا مانو اور میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾
میرا بدلہ تو بس پروردگار عالم پر ہے

اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ : (ایکہ والے) یہ لوگ مدین کے رہنے والے تھے جو ایکہ کی پوجا کرتے تھے۔ جو اس کے قریب کے بن کا ایک درخت تھا ایسے ہی جیسے اکثر ہندو پیپل کی پوجا کرتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام اسی قوم کے ایک فرد تھے لیکن چونکہ یہاں ان کی قوم کو ایک درخت کا پجاری کہا گیا ہے۔ اس لیے شعیب کو ان کا بھائی نہیں کہا گیا۔ کیوں کہ وہ مدین کی قوم میں ہونے کی حیثیت سے ان کے بھائی ہیں نہ کہ درخت کے پجاری ہونے کی حیثیت سے۔

شعیب علیہ السلام بھی وہی پیغام پہلے دیتے ہیں جو اور سب رسولوں نے دیا یعنی اللہ سے ڈرو اور مجھے اس کا رسول مانو۔ مجھے اپنا پیغام جوں کا توں پہنچانے کے لیے اللہ نے اپنا رسول مقرر کیا ہے۔ اور میں اس حیثیت سے بالکل قابل اعتماد ہوں۔ میں تمہیں اپنی پیروی کے لیے اس لیے نہیں کہتا کہ مجھے تم سے کچھ لالچ ہے اور اپنے لیے مال و جاہ تم سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میرے کام کا بدلہ تو مجھے رب العالمین ہی دے گا۔

میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ یہ بات سارے رسول اس لیے پہلے کہہ دیتے ہیں کہ لوگ انہیں صاحب غرض قرار دے کر ان سے بھک نہ جائیں۔

حضرت شعیبؑ کا خاص پیغام

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾
پورا کرو ماپ کو اور مت ہو نقصان پہنچانے والوں میں
وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا
تولو ترازو سے ٹھیک اور مت
تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا
گھٹاؤ لوگوں کی چیزوں کو اور مت دوڑو
فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ
زمین میں فساد کرتے ہوئے اور ڈرو اس سے
خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾
جس نے پیدا کیا تمہیں اور مخلوقات پہلی کو

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾
پورا کرو ماپ کو اور نقصان دینے والے مت بنو
وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا
اور تولو ترازو سیدھی سے اور نہ
تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا
حق تلفی کرو لوگوں کی ان کی چیزوں میں اور مت دوڑو
فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ
ملک میں خرابی پھیلاتے اور ڈرو اس سے
خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾
جس نے تمہیں اور پہلی خلقت کو بنایا

قِسْطَاس، (ترازو) مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں ناپ کر دی جاتی ہیں انہیں پورا پورا ناپو اور جو وزن سے بکتی ہیں ان کا ٹھیک ٹھیک ترازو سے وزن کرو۔

جِبِلَّة: (مخلوق) یہ لفظ ج-ب-ل سے بنا ہے جَبْلٌ کے معنی بنانے اور پیدا کرنے کے ہیں یہ اسم جمع ہے جو مجموعہ کے معنی دیتا ہے۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کے لوگ لالچی اور حریص تھے معاملات میں انتہائی خود غرضی سے کام لیتے تھے۔ گاہک سے دام تو کھرے خوب ٹھوک بجا کر لیتے لیکن ناپ تول میں کمی کرتے تھے اور لوگوں کا حق مارتے تھے۔ حضرت شعیبؑ نے انہیں سمجھایا۔ کہ تم عدل و انصاف کا خون کیوں کرتے ہو پورے دام لیتے تو پوری جنس بھی دو۔ لوگوں کی ضرورت کی چیزوں میں کمی کرنا اور اپنے دام پورے لے لینا یہ تمہیں کس نے سکھایا۔ یہ تو خسّت کا بدترین درجہ ہے۔ دوسری بُری بات ان میں یہ تھی۔ کہ وہ ڈاکو بھی تھے۔ لوگوں کو مار پیٹ کر ان کا مال چھین لیتے تھے ان کی ان حرکتوں سے مخلوق خدا کا ناک میں دم تھا مگر انہیں اس کا کچھ احساس نہ تھا۔ کسی کو نقصان پہنچے یا کسی کی جان جائے ان کی بلا سے ان کے پاس مال آجائے حضرت شعیبؑ نے ان سے کہا دیکھو ان کاموں سے باز آؤ اور اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا تم سے پہلے لوگوں کا خالق بھی وہی ہے۔

قوم کا جواب

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾
بولے اور کچھ نہیں تو جادو کی زد میں آگیا ہے
وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ
اور نہیں تو مگر آدمی ہمارے جیسا اور البتہ
نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ
ہم تجھے گمان کرتے ہیں جھوٹوں میں شامل پس گرا
عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ
ہم پر کوئی ٹکڑا آسمان کا اگر ہے تو
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾
سچوں میں

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾
بولے تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے
وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ
اور تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم بلکہ
نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ
ہمارے خیال میں تو تو جھوٹا ہے سو گرا دے
عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ
ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر تو
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾
سچا ہے

صحت، قوت، تندرستی، مال و دولت ان میں سے کوئی چیز جب کسی کو پورے طور پر نصیب ہو جائے تو اکثر اسے سیدھے راستے سے ہٹانے اور باغی اور سرکش بنانے کا باعث ہو جاتی ہے۔ دنیا کی خرافات کی کشش اس کے ہوش و حواس پر اس قدر چھا جاتی ہے کہ وہ ان سے اوپر نگاہ ہی نہیں اٹھاتا۔ اگر ان قوتوں میں سے دو چار کسی میں جمع ہو جائیں تو پھر اس کی سرکشی انہیں کے مطابق دوبالا سہ بالا ہو جاتی ہے۔ اور کہیں سارے کسی کے ہاتھ لگ جائیں تو پھر وہ شیطان کا چیلا بنے بغیر نہیں رہتا۔ مگر جسے اللہ ہدایت کرے اور ایمان کی دولت بخشے۔ اکثر قومیں اسی وجہ سے تباہ ہوئی ہیں۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کو بھی یہ چیزیں حاصل تھیں انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور ان کی فہمائش کے جواب میں کہا۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ اچھا خاصا ہمارے جیسا آدمی ہو کر یہ تجھے کیا سوجھی کہ نبی بن بیٹھا اور لگا نصیحت بگھارنے۔ اب ہم سوا اس کے کہ تجھے (نعوذ باللہ) جھوٹا سمجھیں اور کیا کر سکتے ہیں ہم تیرا رسول ہونے کا دعویٰ تسلیم نہیں کرتے۔ تو اگر سچا ہے تو کوئی ایسی انہونی بات دکھا جو اوروں سے نہیں ہو سکتی اور کچھ نہیں تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی توڑ کر ہم پر گرا دے۔ اکثر لوگ اپنے سمجھانے والے سے لاپروائی کے ساتھ یہی باتیں کہہ دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ نہ یہ ایسا کر سکے گا نہ ہم اسے مانیں گے۔

قوم شعیب علیہ السلام کا انجام

(ال) قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۸۸)
(کہا) میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو
(فَكَ)ذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ
(پس انہوں) نے اس کو جھٹلایا پس پکڑا ان کو عذاب نے دن
(ا)لظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۱۸۹)
(س)ائبان کے تحقیق وہ تھا عذاب ایک دن بڑے سخت کا
(اِنَّ) فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ
اس کے اندر البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں
(اَكْثَرُ)هُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۱۹۰) وَ اِنَّ رَبَّكَ
(ا)ن کے ماننے والے اور تحقیق تیرا رب
(لَهُوَ) الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (۱۹۱) ع
(البتہ) زبردست ہے رحم والا

قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۸۸)
کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ
پھر اس کو جھٹلایا پھر ان کو سائبان والے دن کی
الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۱۸۹)
آفت نے پکڑ لیا بے شک وہ ایک بڑے سخت دن کا عذاب تھا
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ
البتہ اس بات میں نشانی ہے۔ اور ان میں سے
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۱۹۰) وَ اِنَّ رَبَّكَ
بہت لوگ ماننے والے نہیں ہیں اور یقیناً تیرا رب
لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (۱۹۱) ع
زبردست رحم والا ہے

ع ۱۰ / ۱۶ / ۱۴

ظُلَّةٍ: (سائبان) اسم ہے ظل ل سے ظِلٌّ سایہ کو کہتے ہیں ظُلَّةٌ: وہ چیز جو سر پر سایہ کرکے سائبان چھت یا شامیانہ بن کر چھا جائے۔ حضرت (شعی)ب کی قوم کی بستی میں ایک دن سخت گرمی پڑی۔ گرمی سے گھبرا کر لوگ گھروں سے باہر نکل پڑے سورج کی حرارت سے کہیں جائے پناہ نہ تھی (ت)و سائبان کی طرح ابر کا ایک ٹکڑہ نمودار ہوا جسے دیکھ کر انہیں خیال پیدا ہوا۔ کہ شاید اس کے سایہ میں ٹھنڈک ہو سب لوگ اس کے نیچے (ج)مع ہو گئے۔ یکایک اس میں سے آگ برسنی شروع ہو گئی۔ ادھر بھونچال آگیا اور ہولناک گرج اور چمک پیدا ہوئی اور ساری قوم تباہ ہو گئی حضرت (شعی)ب علیہ السلام اور ان کے ساتھی بچ گئے۔ اس ہولناک دن کا نام یوم الظلہ ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کا مطالبہ سن کر بس اتنا (کہا) تھا۔ کہ تمہارے برے عملوں سے رب العزت واقف ہے۔ میں تمہیں سمجھا چکا اور اس کی مخالفت کے خراب نتیجے سے تمہیں خبردار کر چکا اب (اگر تم نہیں) مانتے تو وہ جانے اور تم جانو۔ اس کے بعد یوم الظلہ کا واقعہ ہوا ارشاد ہے کہ اس واقعہ میں ہماری قدرت کی نشانی ہے پھر بھی اکثر (لوگ ایما)ن نہیں لاتے۔ بہرحال تیرا رب بڑی قدرت والا ہے اور ساتھ ہی مہربان بھی ہے:

قرآن مجید کا ذکر

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ
در تحقیق یہ قرآن البتہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کا اترا

بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ
اسے لے کر فرشتہ معتبر تیرے دل پر

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
تاکہ ہو تو ڈرانے والوں سے زبان عربی

مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾
واضح میں اور تحقیق وہ ہے البتہ پہلوں کی کتابوں میں

اَوَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ
اور کیا نہیں ہے ان کے لیے یہ ایک نشانی کہ جانتے ہیں اسے

عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾
پڑھے لکھے لوگ بنی اسرائیل کے

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ
اور یہ قرآن پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اس کو ایک

بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ
معتبر فرشتہ لے کر اترا ہے تیرے دل پر

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
تاکہ تو ڈر سنانے والا ہو کھلی عربی

مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾
زبان میں اور اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے

اَوَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ
کیا یہ ان کے واسطے نشانی نہیں کہ بنی اسرائیل کے

عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾
پڑھے لکھے لوگ اس کی خبر رکھتے ہیں

زُبُر: (کتابیں) زبور کی جمع ہے جس کے معنی سورۃ الانبیاء میں گذر چکے ہیں یہاں اس سے مراد آسمانی صحیفے ہیں جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئے۔ شروع سورت میں ارشاد ہوا تھا۔ کہ یہ قرآن ایک واضح اور کھلی کتاب ہے جو اللہ عزوجل نے انسان کی ہدایت کے لیے نازل کی ہے مگر یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ تو ان کی سمجھ کا قصور ہے۔ اس انکار کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑے گا۔ اس بات کو پہلے لوگوں کے قصے بیان کر کے واضح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اب تنبیہ کی جاتی ہے۔ کہ یہ قرآن لاریب پروردگار عالم کی نازل کی ہوئی کتاب ہے اسے جبرائیل جو معتبر فرشتہ ہے لے کر آیا اور اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے دل میں اسے اتار دیا۔ کیونکہ تجھے انسانوں کا ڈرا دینے والا مقرر کیا گیا ہے۔ تاکہ انہیں بتا دے کہ بُرے کاموں کا نتیجہ ان کے حق میں بہت بُرا ہوگا۔ پہلے نبیوں پر جو کتابیں آئیں ان میں اس آخری کتاب کا ذکر موجود ہے۔ بنی اسرائیل کے عالم اسے خوب پہچانتے ہیں۔ کیا یہ اس بات کی نشانی نہیں کہ یہ کتاب برحق ہے جس میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

نہ ماننے کے سو بہانے

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ (١٩٨)

اور اگر ہم اتارتے اسے کسی اوپری زبان والے پر

فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (١٩٩)

اور وہ ان کو اسے پڑھ کر سناتا تو بھی اس پر یقین نہ لاتے

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (٢٠٠)

اسی طرح ہم نے گنہ گاروں کے دلوں میں انکار اتار دیا

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

وہ نہ مانیں گے جب تک دردناک عذاب نہ

الْاَلِيْمَ (٢٠١) فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ

دیکھ لیں گے جو اچانک ان پر آپڑے گا اور انہیں خبر

لَا يَشْعُرُوْنَ (٢٠٢) فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ (٢٠٣)

بھی نہ ہوگی پھر کہنے لگیں گے ہمیں کچھ بھی فرصت ملے گی؟

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ (١٩٨)

اور اگر اتارتے ہم اسے کسی غیر زبان والے پر

فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (١٩٩)

پھر وہ پڑھتا اسے ان کے سامنے نہ تھے اس پر پھر بھی ایمان لانے والے

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (٢٠٠)

اسی طرح بٹھا دیا ہم نے انکار مجرموں کے دلوں میں

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

نہ لائیں گے وہ اس پر یہاں تک کہ دیکھ لیں عذاب

الْاَلِيْمَ (٢٠١) فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ

دردناک جو آپڑے گا ان پر اچانک اور وہ

لَا يَشْعُرُوْنَ (٢٠٢) فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ (٢٠٣)

خبر بھی نہ ہوں گے تب کہیں گے کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے؟

اَعْجَمِيْنَ: ٹوٹی پھوٹی عربی جاننے والے یا بالکل نہ جاننے والے۔ اعجمی کی جمع ہے۔ وہ شخص جو اچھی طرح یا بالکل عربی نہ بولتا ہو۔ خواہ وہ عرب ہی میں سے ہو۔ برخلاف اس کے عجمی وہ ہے جو عرب سے باہر کا باشندہ ہو۔ خواہ وہ عربی زبان کا ماہر کیوں نہ ہو۔

پہلے ارشاد ہوا۔ کہ قرآن عربی میں آیا تو انہوں نے نہ مانا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ فرض کرو ہم ایسے شخص پر قرآن مجید اتارتے جو عربی تھوڑی بہت جانتا ہوتا یا بالکل عربی سے ناواقف ہوتا۔ اور وہ اسے ان کے سامنے پڑھتا تب بھی یہ ماننے والے نہ تھے۔ ان کے دل میں تو انکار گھس گیا ہے۔ یہ تو غرض میں اندھے ہو رہے ہیں۔ جب تک ان پر کوئی بڑی آفت نہ پڑے گی یہ ماننے والے نہیں۔ وہ آفت ان پر ٹوٹنے والی ہے مگر وہ اچانک آئے گی اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی اس وقت ہاتھ مل کر کہیں گے۔ ہائے اب ہمیں کچھ مہلت مل جاتی تو ہم مان کر دکھلاتے۔ بھلا پھر کہیں مہلت مل سکتی ہے؟

مہلت بے کار ہے

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (٢٠٤) اَفَرَءَيْتَ اِنْ
کیا ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں ذرا دیکھو تو اگر
مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ (٢٠٥) ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا
ہم فائدے پہنچائیں انہیں برسوں پھر آئے ان کے پاس جو
كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (٢٠٦) مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ
تھا ان سے وعدہ کیا گیا نہ کام آئے گا ان کے
مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ (٢٠٧) وَمَآ اَهْلَكْنَا
جو تھے وہ مزے اڑاتے اور نہیں ہلاک کی ہم نے
مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (٢٠٨)
کوئی بستی مگر اس کے لیے ڈرانے والے تھے
ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (٢٠٩)
یاد دلانے کو اور نہیں ہم ظلم کرنے والے

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (٢٠٤) اَفَرَءَيْتَ اِنْ
کیا ہمارے عذاب میں جلدی کرتے ہیں ذرا دیکھ تو اگر ہم انہیں
مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ (٢٠٥) ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا
برسوں فائدہ پہنچاتے رہیں پھر پہنچے انہیں جس چیز کا
كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (٢٠٦) مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ
ان سے وعدہ تھا تو وہ جو فائدہ اٹھاتے رہے
مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ (٢٠٧) وَمَآ اَهْلَكْنَا
ان کے کیا کام آئے گا اور ہم نے کوئی بستی
مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (٢٠٨)
غارت نہیں کی جس کے لیے ڈرانے والے نہ تھے
ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (٢٠٩)
یاد دلانے کو اور ہمارا کام نہیں ظلم کرنا

دنیا کی خواہش اور حق کا انکار لازم ملزوم ہیں جب دنیا کی خواہش دل میں بیٹھ گئی۔ تو حق کا انکار تو آپ ہی آپ اس کے ساتھ دل میں جمے گا۔ اب یہ انکار دل میں سے جبھی نکلے گا۔ جب ان کا دم نکلنے لگے گا اور بڑی بھاری آفت کا سامنا ہوگا۔ اس وقت کہیں گے کاش ہمیں اس وقت مہلت مل جاتی تو ہم حق کی ضرور پیروی کرتے۔

ارشاد ہے کہ کیا یہ چاہتے ہیں کہ عذاب جلدی آجائے۔ ان سے یہ کہہ دو کہ یہاں جو تمہیں فرصت ملی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو اور آئندہ کی بہتری کے لیے کچھ سامان فراہم کرلو ورنہ اگر اسی غفلت کے اندر عذاب آگیا۔ تو یہ ساری سالہا سال کی عیش و عشرت کی مدت اس وقت چند گھڑی کے برابر معلوم ہوگی اس مدت کی قدر کرو اور جلدی مت مچاؤ۔

آگے ارشاد ہے کہ ہم کسی بستی کو تباہ کرنے سے پہلے اس کے اندر ڈرانے والے بھیج دیتے ہیں جو انہیں نصیحت کرتے ہیں ہم کسی پر ظلم کرنے والے نہیں ہم تو پہلے اپنا رسول بھیج کر نیک و بد سمجھا دیتے ہیں۔

قرآن حق ہے

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ (٢١٠) وَمَا
اور نہیں اترے اسے لے کر شیطان اور نہ وہ
يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (٢١١) اِنَّهُمْ
مناسب ہے ان کے لیے اور نہ وہ کر سکتے ہیں تحقیق وہ تو
عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (٢١٢) فَلَا تَدْعُ
اس کے سننے سے برطرف کر دیے گئے ہیں پس نہ پکار
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ
اللہ کے ساتھ معبود اور کوئی پس ہو تو
الْمُعَذَّبِيْنَ (٢١٣) وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ
عذاب دیئے گیوں سے اور ڈرا دے اپنے رشتہ داروں کو
الْاَقْرَبِيْنَ (٢١٤) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ
زیادہ قریب ہیں اور جھکا اپنے بازو اس کے لیے جو
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (٢١٥)
پیروی کرے تیری ایمان والوں سے

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ (٢١٠) وَمَا
اور اس قرآن کو شیطان لے کر نہیں اترے اور نہ
يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (٢١١) اِنَّهُمْ
ان سے بن آتے اور نہ وہ کر سکیں ان کو تو
عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (٢١٢) فَلَا تَدْعُ
سننے کی جگہ سے برطرف کر دیا گیا ہے سو تو اللہ
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ
کے ساتھ دوسرا معبود مت پکار پھر تو عذاب
الْمُعَذَّبِيْنَ (٢١٣) وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ
میں پڑے اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو
الْاَقْرَبِيْنَ (٢١٤) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ
ڈر سنا دے اور تیرے ساتھ جو ایمان والے ہیں ان
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (٢١٥)
کے واسطے اپنے بازو نیچے رکھ

عرب میں ایسے لوگ موجود تھے جو کاہن کہلاتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ ان کے پاس جن اور شیطان غیب کی خبریں لاتے ہیں اور مختصر جملوں میں انہیں غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ شاعروں کے استاد بھی جنوں اور شیطانوں ہی کو مانتے تھے۔ قرآن مجید کو سن کر بھی انہوں نے یہی کہا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کاہن یا شاعر ہیں۔ جو ان باتوں میں اوروں سے بڑھ گئے ہیں (نعوذ باللہ) ان آیتوں میں اس کا رد کیا گیا ہے۔

پہلے ارشاد ہوا کہ قرآن مجید کو ایک معتبر فرشتہ لے کر نازل ہوتا ہے اس کے بعد ارشاد ہے کہ شیطان خبیث ایسا مقدس کلام کیسے لا سکتے ہیں تو وہ اس کی لیاقت رکھتے ہیں اور نہ وہ غیب کی باتیں اڑا سکتے ہیں ان کو تو اصلی اور سچی باتیں سننے سے روک دیا گیا ہے:۔

رسول کا کام

ان کی کیا مجال کہ غیب کے پردے کے اندر پھٹک سکیں جو قریب پہنچ کر کچھ خبریں اڑانا چاہتا ہے۔ اس پر غیب سے انگارے برستے ہیں اور وہ نوک دم بھاگتا ہے ان لوگوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں جو کاہنوں کے ٹوٹے پھوٹے فقروں اور قرآن مجید جیسے منظّم کلام میں تمیز نہیں کر سکتے۔

آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارنا اور اس کی عبادت کرنا ایسی تباہ کن حرکت ہے کہ اس کی شامت سے عذاب آئے اور پھر آتے۔ ایسی حرکت کے بعد عذاب سے بچنے کی امید رکھنا خام ہے۔ یہ تو ایسی آفت ہے کہ اگر بفرض محال کوئی بڑی سے بڑی اور مقدس ہستی جیسے خود آپ کی ذات بھی خدانخواستہ اس میں مبتلا ہو جائے تو اس کی سزا سے نہیں بچ سکتی۔ شرک اور اس کی روح فرسا سزا کے بیچ میں کوئی چیز آڑے نہیں آ سکتی۔ اللہ کے عذاب سے بچنے کی صرف ایک ہی شکل ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو اس کی ذات وصفات میں شریک نہ کیا جائے۔

اے رسول تمہیں لازم ہے کہ لوگوں کو توحید کا سبق سکھانے کے لیے فقط اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کسی کو نہ پکارو۔ پھر یہ خالص توحید کی تعلیم لوگوں میں اس طرح پھیلاؤ۔ کہ پہلے اپنے گھر والوں اور قریبی رشتہ داروں کو شرک و کفر کے خراب نتیجوں سے صاف الفاظ میں ڈرا دو اور جو تمہاری سنے اور مانے اس کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آؤ تاکہ مسلمان تم سے آپس میں برتاؤ کرنے کا طریقہ سیکھیں اور اتفاق اور اتحاد کے ساتھ دین اسلام پر عمل کر کے دنیا بھر کے لوگوں کے لیے نمونہ بنیں۔

ان آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نصیحت اور ہدایت کی گئی ہے۔ اس میں مسلمانوں کو دنیا میں رہنے کا راستہ بتا دیا گیا ہے اور سمجھا دیا گیا ہے کہ دوسروں کی تعلیم کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اوّل آپ وہی طرز عمل پورے طور پر اختیار کرو جو دوسروں کو سکھانا چاہتے ہو۔ پھر اپنے قریبی رشتہ داروں اور ساتھیوں کو اس طرز پر ڈالو۔ جب تم خود اور تمہارے قریبی رشتہ دار اور ساتھی اس راستہ پر جو تم سکھانا چاہتے ہو قائم ہو جائیں۔ تو پھر دوسرے عقل مند لوگ تمہاری اچھی عادتیں، نیک خصلتیں، آپس کا برتاؤ اور سلجھے ہوئے معاملات دیکھ کر خود بخود تمہارے گرویدہ ہونے شروع ہو جائیں گے۔

اللہ پر بھروسا

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
بس اگر تیرا کہنا نہ مانیں تو کہہ دے تحقیق میں بیزار ہوں اس سے جو
تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ
تم کرتے ہو اور بھروسہ کر اس زبردست
الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ
رحم والے پر جو دیکھتا ہے تجھے جب تو
تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٥﴾
اٹھتا ہے اور تیرا پھرنا سجدہ کرنے والوں میں
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾
بے شک وہ وہی سننے والا جاننے والا

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں تمہارے کام
تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ
سے بیزار ہوں اور بھروسہ کر اس زبردست
الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ
رحم والے پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو
تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾
اٹھتا ہے اور تیرا نمازوں میں پھرنا
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾
بے شک وہی سننے والا جاننے والا ہے

تَقَلُّبَ: (چلنا، پھرنا، حالتیں بدلنا) اس کا مادہ ق۔ل۔ب ہے۔ قَلْبٌ کے معنی الٹ پلٹ کرنے کے ہیں۔ تَقَلُّبَ سے مراد نمازیوں کی جماعت کی دیکھ بھال کرنا ہے یا نماز میں حالتوں کا بدلنا جیسے قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعود یا تہجد کے وقت آپ کا دوسرے اٹھنے والوں میں پھرنا اور ان کی ہمت بڑھانا۔

ارشاد ہے کہ اگر اس پر بھی یہ لوگ تیری نہ مانیں تو ان سے صاف کہہ دے کہ میں تمہارے کاموں سے نفرت کرتا ہوں۔ تیرے مخالف کیسے ہی، کتنے ہی اور کوئی بھی ہوں، تیرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ اللہ زبردست ہے اور بڑا رحیم و کریم ہے۔ اس پر بھروسہ کر اور ان لوگوں سے بے خوف و خطر ہو کر بیزاری کا اظہار کر اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو۔

وہ تجھے برابر دیکھ رہا ہے۔ اس وقت بھی جب تو دوسرے نمازیوں کے ساتھ مل کر قیام، رکوع اور سجود کرتا ہے اور ان کو نماز کا طریقہ سکھاتا پھرتا ہے یقیناً اللہ سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔

کاہن اور شاعر

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ
کیا بتاؤں میں تم کو کس پر اترتے ہیں
الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ
شیطان اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے
اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ
گنہگار پر ڈالتے ہیں سنی سنائی اور بہت سے ان میں
كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَاۗءُ يَتَّبِعُهُمُ
جھوٹے ہیں اور رہے شاعر ان کی پیروی کرتے ہیں
الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾
بے راہ لوگ

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ
میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر
الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ
اترتے ہیں وہ اترتے ہیں ہر جھوٹے
اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ
گنہگار پر جو سنی سنائی بات لا ڈالتے ہیں اور اکثر ان
كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَاۗءُ يَتَّبِعُهُمُ
میں جھوٹے ہیں اور شاعروں کی بات پر وہی چلیں
الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾
جو بے راہ ہیں

ارشاد ہوا کہ یہ لوگ اس قرآن کو شیطانوں کی یاوہ گوئی اور فضول بکواس کی طرح مہمل اور بے معنی سمجھتے ہیں (نعوذ باللہ) اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کاہن یا شاعر سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی دھاندلی اور ہٹ دھرمی ہے ان کو کیا نہیں سوجھتا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت راست باز، قول کے سچے، بات کے پکّے، دیانت میں مشہور، نصیحت اور خیر خواہی سے معمور اور نیکوکار، گناہوں اور بدکاریوں سے بیزار اور سارے اچھّے اخلاق کا نمونہ ہیں۔ ایسی کامل ہستی کے پاس شیطانوں کا کیا کام۔ ان کے پاس پھٹکنے سے ان کے پر جلتے ہیں۔ وہ تو ان لوگوں سے میل رکھتے ہیں۔ جو جھوٹے، دغاباز، زمین و آسمان کے قلابے ملانے والے، بدکاریوں میں مبتلا، گناہوں میں لت پت، سرتا پا ناپاک اور نجس ہوتے ہیں شیطان تو ایسے ہی لوگوں کے پاس آتے ہیں اور ان باتوں کو ان کے پاس لا ڈالتے ہیں جنہیں وہ چوری چھپے سُن سنا کر اڑا لاتے ہیں اور اپنی طرف سے اس میں جھوٹ جوڑتے ہیں۔ ان کا کام سوا افترا پردازی کے کچھ نہیں۔ ایسے لوگوں کو تم کاہن کہو، کچھ کہو۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے نہیں ہو سکتے۔ رہے شاعر تو ان کی حقیقت یہ ہے کہ ان کا کام جذبات کا ابھارنا ہے اور جذبات کا شکار وہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں ان کی عقل نے ٹھیک راستہ پر نہیں ڈالا۔

شاعروں کا حال

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾
کیا نہ دیکھا تو نے کہ وہ ہر میدان میں گھومتے پھرتے ہیں
وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا
اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں مگر
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ
وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے اچھے اور
ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ
یاد کیا انہوں نے اللہ کو بہ کثرت اور بدلہ لیا اس کے بعد
مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ
کہ ان پر ظلم ہوا اور آگے جان لیں گے وہ جنہوں نے ظلم کیا کس
مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾
پہلو پر جا کر اُلٹتے ہیں

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾
تو نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں
وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا
اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں مگر
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ
وہ لوگ جو یقین لائے اور اچھے کام کیے اور
ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ
اللہ کی یاد بہت کی اور بدلہ لیا اس کے بعد
مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ
کہ ان پر ظلم ہوا اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ
مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾ ع
کس ٹھکانے پر ٹکتے ہیں

يَهِيْمُوْنَ: سرگرداں ہوتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے ہ۔ی۔م سے هَيَمَان: بیکار اِدھر اُدھر گھومنا۔ کسی خیال میں مست ہو کر دیوانہ وار پھرنا۔
اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ: کون سے ٹھکانے پر جا کر ٹھہرتے ہیں یعنی ان کا کیا انجام ہوتا ہے ان کے بُرے اعمال کا کیا نتیجہ ہو گا۔

ارشاد ہے کہ شاعر اس فکر میں رہتے ہیں کہ کوئی نیا مضمون ایسا باندھیں جس سے سامعین واہ واہ کرنے لگیں۔ اس لیے ان کا خیال ہر اونچے نیچے مطالب کی گلیوں کی خاک چھانتا ہے اور اکثر کا خیال یہ ہوتا ہے کہ دولت مندوں کو خوش کر کے ان سے کچھ نقد انعام حاصل کریں۔ لیکن ان سے وہ شاعر مستثنیٰ ہیں جن کے خیالات کو اسلام نے ایک مرکز پر قائم کر دیا ہے اور وہ ایمان اور نیکوکاری کو اپنا مقصد اور نصب العین بنا چکے ہیں۔ وہ اپنی شاعری سے بس یہی کام لیتے ہیں کہ بے ایمانوں اور بد اعمالوں سے ان کے ظلم کا بدلہ لیں۔ ان لوگوں کو جو اسلام کے مخالف ہو کر انسانیت کا خون کر رہے ہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ان کی شرارتوں کا دنیا اور آخرت میں انہیں کیا بدلہ ملنے والا ہے۔

سُورۃ الشعراء کی تعلیم

سورۃ الشعراء کے طرز و اندازِ بیان کے انوکھے پن سے غور کرنے والوں کے دل میں یہ بات یقیناً بیٹھ جاتی ہے کہ انسان دنیا کی ظاہری چہل پہل گہما گہمی اور نمایش زیب و زینت کو دیکھ کر ان باتوں کو بھول جاتا ہے جن پر اس کی دائمی خوشی کا دارو مدار ہے اللہ عزوجل نے انسان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے سب سے آخر میں اپنے سب سے بڑے پیغامبر حضرت محمدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑی جامع کتاب قرآن مجید اور فرقانِ حمید دے کر دنیا میں بھیجا اور ان کے ذمہ یہ کام ڈالا۔ کہ چونکہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے اور پروردگارِ عالم نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ عرب کے لوگ سب سے پہلے اسے اچھی طرح سمجھیں۔ تم پہلے اس کو عرب کے سامنے پڑھو اور اس کے مطابق ان کا معاشرہ قائم کرو۔ مکّہ کے لوگوں نے عام طور پر حضور علیہ السلام کی بات نہ سنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ پہنچا اور لوگوں کو اپنی بھلائی کی باتوں سے روگرداں دیکھ کر رنج و غم میں مبتلا رہنے لگے تو اس سورت میں آپ کو تسلّی دی گئی۔ کہ ان لوگوں کے پیچھے تم اپنی جان ہلکان نہ کرو۔ اپنا کام کیے جاؤ۔ جو تمہاری بات نہ سنے گا اور قرآن مجید کو جھوٹا سمجھے گا۔ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ ان سے صاف صاف کہہ دو۔ کہ میں تمہارے اختیار کیے ہوئے غلط طریقے کا دشمن ہوں اور اللہ کے حکم سے اسے مٹا کر رہوں گا۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا مددگار پروردگارِ عالم ہے جس کے رحم و کرم پر مجھے بھروسہ ہے۔ اس اعتقاد کو پختہ کرنے کے لیے ان قوموں کا حال سنایا گیا ہے۔ جنہوں نے انسانیت کے اصول توڑنے شروع کر دیئے۔ اور ان کے سمجھانے کے لیے جو رسول ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اسے جھٹلایا اور ان کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ تباہ و برباد ہوئے۔

ان لوگوں کو ان کا حال سنا دو اور بتا دو کہ جو کچھ پہلے رسولوں نے اپنی اپنی قوموں سے کہا میں بھی وہی کہتا ہوں کہ میں اللہ عزوجل کا معتبر اور سچا رسول ہوں۔ تمہارے بھلے کے لیے ہر کام کرنے کو تیار ہوں اور تم سے اپنی اس محنت کا صلہ کچھ نہیں چاہتا۔ بس اب تم اتنا کرو کہ جیسے میں کہوں ویسے چلو۔ ورنہ تمہارا انجام بھی پہلی نافرمان امتوں کی طرح تباہی اور بربادی ہوگا۔

آخر سورت میں تبلیغ کا اصل طریقہ بتایا گیا ہے کہ پہلے اپنے لوگوں کو سمجھا کر ان کی ایک جماعت تیار کرو جو اپنے اخلاق اور طرزِ عمل سے دوسروں کو راہِ راست پر لائے اگر دوسرے ظلم پر اتر آئیں تو ان کا مناسب طریقہ سے مقابلہ کرو اور یقین رکھو کہ ظالم کا انجام اچھا نہیں۔ یہ لوگ ظلم کی سزا دیر یا سویر بھگت کر رہیں گے۔

سورۃ النمل کا خلاصہ

ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن کی ستائیسویں سورت ہے جو مکّہ کے قیام کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس کے سات رکوع ہیں۔ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ سارے جہان کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے اس کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً نبی بھیجے اور نبوّت کا سلسلہ قائم کیا۔ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم اسی سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ اللہ عزّ وجلّ نے جو سارے بھیدوں سے واقف ہے اور تمام مصلحتوں کا علم رکھتا ہے۔ ان پر یہ قرآن مجید نازل کیا اور اس میں انسان کو بتایا۔ کہ اسے اس زندگی میں کیا کرنا چاہیئے۔ انسان کو اس دنیا میں ایک مقررہ مدت تک رہنا ہے۔ اس کے بعد اس کی یہاں کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ ہر فرد بشر جو اس دنیا میں آیا ایک نہ ایک دن مر جائے گا اور آخر کار یہ ظاہری عالم سارا عالم فنا ہو جائے گا۔ کچھ مدّت کے بعد اسے پھر نئی شکل میں بنایا جائے گا۔ انسان سارے کے سارے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور عالم آخرت شروع ہوگا۔ ہر شخص کے کاموں کی جو اس نے دُنیا میں کیے تھے جانچ پڑتال کی جائے گی اور جیسے جس کے اعمال ہوں گے ویسی ہی اس کو جزا سزا ملے گی۔ اور یہ بالکل حق قانون کے مطابق ہوگی۔ جو اس قرآن مجید میں کھول کھول کر واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے منکروں کو دکھ درد بے چینی و بے آرامی نصیب ہوگی اور اس کے ماننے والوں کو راحت، آرام، خوشی اور خرّمی ملے گی۔ نبیوں کے نہ ماننے والوں کی عبرت کے لیے پہلی امّتوں اور ان کے نبیوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کے بعد بنی اسرائیل کے دو بڑے بادشاہوں کا جو اللہ کے نبی بھی تھے ذکر ہے۔ جن کے نام داؤد اور سلیمان علیہما السلام تھے۔ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے فرزند تھے۔ جن کی سلطنت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ انسان کے علاوہ جانور بھی ان کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور وہ جانوروں کی بھانت بھانت کی بولیاں سمجھتے تھے۔ ان سے متعلق دو واقعات کا بیان ہے۔ ایک وہ جو نمل کے ساتھ گذرا۔ نمل چیونٹی کو کہتے ہیں اور اسی پر اس سورت کا نام سورت النمل رکھا گیا ہے۔ دوسرا واقعہ ملکہ سبا کا ہے۔ جس کی بابت ہُدہُد نے آکر خبر دی اور آپ نے اس کو زیر فرمان کیا۔ اس کے بعد دو اور قوموں کا بیان ہے۔ اس کے بعد اللہ عزّ وجلّ کی توحید اس کی قدرت کی نشانیاں بتا کر واضح کی گئی ہے۔ واقعات عالم سے عبرت حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ دُنیا کے خاتمہ کی علامتیں بتائی گئی ہیں۔ قیامت کے حالات واضح کیے گئے ہیں اور بتایا ہے کہ ان باتوں کے جاننے کے بعد انسان کے لیے سوا اس قرآن کے حکم پر چلنے کے کوئی اور چارہ کار نہیں۔

(۲۷) سورۃ النمل مکیۃ (۴۸)

آیاتہا ۹۳ رکوعاتہا ۷

سورۃ النمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ
طاسین یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کتاب
مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾
واضح کی رہنمائی اور خوشخبری مومنوں کے لیے
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ
جو قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں
الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾
زکوٰۃ اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ
طٰس یہ آیتیں ہیں قرآن اور کتاب
مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾
واضح کی رہنمائی اور خوشخبری ایمان والوں کے واسطے
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ
جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ادا کرتے
الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾
ہیں زکوٰۃ اور انہیں آخرت پر یقین ہے

قرآن مجید کی آیتیں موقع کے مطابق احکام لے کر نازل ہوتی تھیں نازل ہونے کے وقت ترتیب کا لحاظ نہ تھا۔ بلکہ وقتی ضرورت کا خیال رکھا جاتا تھا۔ اگر ایک دم نازل ہوتا۔ تو کسی ضرورت کے وقت حکم کو سارے قرآن میں سے تلاش کر کے نکالنا ہوتا اور ہر بات کا فیصلہ فوراً نہ ہو سکتا۔ اور وقت گذرنے کے بعد اگر فیصلہ بھی ہوتا تو کس کام کا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں مکمل قرآن کے موجود ہونے پر بھی حدیث کی ضرورت پڑی۔ کیونکہ حدیث میں اکثر خاص موقع کے لیے فوری فیصلہ تیار مل جاتا ہے اور وہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہوتا ہے اس لیے روح قرآنی کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ آگے چل کر جب حدیث سے فوری حکم نکالنے میں دقت محسوس ہوئی تو فقہ کی ضرورت پڑی اور قرآن و حدیث سے حکم نکالنے کے اصول مقرر کر کے خاص خاص صورتوں کے فیصلے تیار کر کے رکھ دیئے گئے۔ وحی کے نزول کے بعد ہر ایک آیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ترتیب کے ساتھ اسی سورت میں رکھ دیا جاتا جس سے وہ تعلق رکھتی تھی۔ جب آیتیں ترتیب کے ساتھ سورتوں کی شکل میں لکھ لی گئیں۔ تو قرآن مجید کتاب کی شکل میں آگیا۔ اسی لیے ارشاد ہے کہ یہ آیتیں جو تم سن رہے ہو یہ قرآن مجید کی ہیں اور یہ عبارت اور مضامین دونوں کے لحاظ سے ایک مرتب اور واضح طریقے سے لکھی ہوئی کتاب ہے۔ اس سے ان لوگوں کو ہدایت حاصل ہوگی اور خوشخبری بھی ملے گی جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا کر حکم کے مطابق پابندی کے ساتھ باقاعدہ نمازیں ادا کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر عالم آخرت میں داخل ہونے پر یقین رکھتے ہوں گے۔

آخرت کے منکر

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا
تحقیق جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر مزیّن کر دیئے ہم نے
لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ
ان کے لیے ان کے اعمال پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں یہی وہ
الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
لوگ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے اور وہی آخرت میں
هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى
بھی سب سے زیادہ نقصان میں ہیں اور تحقیق تجھے القا دیا جا رہا ہے
الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾
قرآن ایک حقیقت شناس خبردار کی جانب سے

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا
جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کی نظروں میں ان کے کام
لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ
ہم نے اچھے کر دکھلائے سو وہ بہکے پھرتے ہیں وہی ہیں
الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
جن کے واسطے بری طرح کا عذاب ہے اور وہی آخرت
هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى
میں بھی خراب ہیں اور تجھ کو تو قرآن
الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾
ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے پہنچتا ہے

تُلَقّٰى: دیا جاتا ہے (مضارع کا صیغہ ہے تَلْقِيَةٌ سے جو ل-ق-ی سے بنا ہے۔ اسی مادہ سے القاء، ملاقات وغیرہ لفظ بنے ہیں۔ لَقْیٌ کے معنی ملنا ہیں۔ ملاقات کے بھی یہی معنی ہیں۔ تَلْقِيَةٌ کے معنی کسی چیز کو کسی سے لاکر ملا دینا۔ اس کا مطلب دینا یا پہنچانا ہوتا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے۔ ان کی نظروں میں جو کچھ ہے۔ وہ یہی دنیا ہے۔ وہ اسی کی زیب و زینت پر مفتون ہیں۔ وہ انہی کاموں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ جن سے دنیا میں مال و دولت حاصل ہو، عزت اور جاہ بڑھے۔ کھائیں پئیں، موج اڑائیں اور عالی شان مکانوں میں رہا جیں۔ وہ انہی کاموں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں۔

انہیں مرنے کے بعد سوا یاس و حرمان کے کچھ نصیب نہ ہو گا۔ اے ہمارے رسول انہیں اسی میں جھک مارنے دو تجھے تو تیرے رب نے جو حکیم و علیم ہے یہ قرآن عطا کیا ہے۔ دیکھ اس میں کیا کیا اعلیٰ مضامین بھرے ہوئے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

إِذْ قَالَ مُوْسٰى لِأَهْلِهٖٓ إِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا

جب کہا موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے تحقیق میں دیکھتا ہوں ایک آگ

سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ

ابھی لاتا ہوں تمہارے پاس اس سے کچھ خبر یا لاتا ہوں کوئی سلگتا ہوا

قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (٧) فَلَمَّا جَآءَهَا

انگارا تاکہ تم گرم کرو اپنے آپ کو پس جب آیا اس آگ کے پاس

نُوْدِيَ اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ

آواز آئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ میں ہے اور جو

حَوْلَهَا ۗ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٨)

اس کے گرد ہے اور پاک ہے اللہ پروردگار جہانوں کا

إِذْ قَالَ مُوْسٰى لِأَهْلِهٖٓ إِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا

جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا میں نے ایک آگ دیکھی ہے

سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ

میں ابھی وہاں سے تمہارے پاس کچھ خبر لاتا ہوں یا کوئی

قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (٧) فَلَمَّا جَآءَهَا

انگارا سلگتا تاکہ تم تاپو پھر جب اس کے پاس

نُوْدِيَ اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ

پہنچا آواز آئی کہ برکت ہو اس پر جو اس آگ میں تجلی فرما رہا ہے

حَوْلَهَا ۗ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٨)

اور اس پر جو اس کے آس پاس ہے اور پاک ہے اللہ رب سارے جہانوں کا

پہلے ارشاد ہوا کہ دنیا والوں کو دنیا میں مست رہنے دے۔ یہ محض بے کار اور لغو کاموں میں اندھے بنے پھرتے ہیں۔ تجھے تو قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب اللہ نے دی ہے۔ جو ساری مصلحتوں سے واقف اور ہر بات کا جاننے والا ہے۔ اس میں وہ باتیں ملیں گی جو انسان کے ہمیشہ کام آنے والی ہیں اس سے معلوم ہو گا۔ کہ آخرت میں ایمان والوں کے لیے کیا کیا نعمتیں تیار ہیں اور منکروں کے سر پر وہاں کیا کیا مصیبتیں پڑنے والی ہیں دنیا میں بھی ان بدکاروں کا انجام اچھا نہیں۔ جیسا کہ موسیٰؑ اور فرعون کے قصّہ سے ظاہر ہے۔

سنو! جب موسیٰ علیہ السلام مدین سے آتے ہوئے مع اہل وعیال مقدّس وادی میں سے گذر رہے تھے تو سندت کی سردی تھی اور اندھیرے میں راستہ بھی بھول گئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی اور گھر والوں سے کہا کہ مجھے دور کچھ آگ سی جلتی نظر آ رہی ہے میں وہاں جاتا ہوں اگر کوئی وہاں ہوا تو اس سے راستہ کی خبر اور نہیں تو ایک سلگتا ہوا انگارا لے کر ابھی آتا ہوں تاکہ تم تاپو۔ جب آگ کے پاس آئے تو آواز آئی یہ نورانی آگ ہے جس کی یہ تجلی ہے اس پر برکت! اور تم جو اس پر آئے ہو اس پر بھی برکت۔ اللہ کی ذات پاک ہے جو سارے عالم کا رب ہے وہ اپنا جلوہ نور اور نار کی شکل میں دکھاتا ہے۔ مگر خود ان سب سے پاک اور برتر ہے ؛

موسیٰ علیہ السلام سے خطاب

یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾
اے موسیٰ تحقیق یہ حقیقت ہے میں اللہ ہوں قوت والا حکمت والا

وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا
اور ڈال اپنا عصا پس جب موسیٰ نے اُسے ہلتے دیکھا جیسا کہ وہ

جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ
سانپ ہے پیچھے لوٹا پیٹھ پھیر کر اور مڑ کر نہ دیکھا

یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ
اے موسیٰ مت ڈر تحقیق میں نہیں ڈرتے

لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ق صلے
میرے پاس میرے پیامبر

یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾
اے موسیٰ میں اللہ ہوں قوت والا حکمت والا

وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا
اور اپنی لاٹھی ڈال دے پھر جب اس کو سانپ کی طرح

جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ
ہلتے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور مڑ کر نہ دیکھا

یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ
اے موسیٰ مت ڈر میرے پاس میرے

لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ق صلے
رسول ڈرا نہیں کرتے

لَمْ یُعَقِّبْ: پیچھے نہ مڑا مضارع ہے تعقیب سے جو ع۔ق۔ب سے بنا ہے عَقَبْ کے معنی پیچھے کے ہیں تعقیب: پیچھے مڑ کر دیکھنا۔

: پیچھے بیان ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جب آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی یہ آگ معمولی نہیں ہے اللہ اس روشنی کے پردے میں اپنی قدرت کاملہ کی شان ظاہر فرما رہا ہے۔ موسیٰ متحیر تھے۔ کہ یہ کون بول رہا ہے کہ پھر آواز آئی کہ امر واقعی یہ ہے کہ میں اللہ ہوں۔ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہوں اور ہر بات کے بھید اور اس کی مصلحت سے واقف ہوں۔ ہر بات ہر موقعہ پر اسی طرح ہوتی ہے جس طرح میں مناسب سمجھتا ہوں۔

پھر ارشاد ہوا کہ یہ جو لکڑی کا عصا تیرے ہاتھ میں ہے اسے زمین پر پھینک دے زمین پر گرتے ہی وہ عصا تیزی سے حرکت کرنے والا سانپ بن کر اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام گھبرائے اور پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ آواز آئی ڈرمت میں نے تجھے اپنا رسول مقرر کیا اور میرے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ تو نے میری قدرت دیکھ لی کہ لکڑی چشم زدن میں سانپ بن کر لہرانے لگی۔ اب قدرت کی ایک اور نشانی دیکھ اس سانپ کو ہاتھ سے پکڑ۔ پھر یہ وہی عصا بن جائے گا جیسا پہلے تھا۔ سچ ہے اللہ عزوجل کو اپنے کسی بندے سے کوئی خاص کام لینا ہوتا ہے تو وہ اسے اپنی قدرت کی کوئی ایسی جھلک دکھا دیتا ہے جس سے اس کا دل نڈر ہو جاتا ہے:۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول مقرر ہوئے

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ
مگر جس نے ظلم کیا پھر بدلے میں نیکی کی بعد
سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَدْخِلْ
برائی کے تو تحقیق میں بخشنے والا مہربان ہوں اور داخل کر
یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ
اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکلے گا وہ چمکدار بغیر
غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ
کسی عیب کے۔ یہ منجملہ نو نشانیوں کے لے کر جا فرعون اور
قَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۱۲﴾
اس کی قوم کی طرف۔ تحقیق وہ ہیں لوگ حد سے نکلے ہوئے

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ
مگر جس نے زیادتی کی پھر بدلے میں برائی کے پیچھے نیکی کی
سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَدْخِلْ
تو میں بخشنے والا مہربان ہوں اور ڈال
یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ
اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں کہ چمکتا ہوا نکلے بغیر
غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ
کسی عیب کے یہ منجملہ نو نشانیوں کے لے کر فرعون اور
قَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۱۲﴾
اس کی قوم کے پاس جا وہ نافرمان لوگ ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی ایمن میں ایک بقعۂ نور کے سامنے کھڑے ہیں۔ دیکھتے ہیں ایک درخت آگ کی طرح دہکتا ہوا معلوم ہو رہا ہے۔ کانوں میں ایک آواز آرہی ہے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں اس کے کام کا طریقہ دنیا سے نرالا ہے تم کو جو پیغام دیا جا رہا ہے اسے سنو۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہدایت کے مطابق سانپ کو پکڑ لیا ہے اور وہ پھر عصا بن گیا ہے۔

ارشاد ہوا کہ ہمارے رسول ہمارے سامنے ڈرتے نہیں۔ ڈرتے فقط وہی لوگ ہیں جن سے کوئی ایسا کام سرزد ہو گیا ہو جو ہماری مرضی کے خلاف ہے۔ ان کے واسطے بھی یہ رعایت ہے کہ اگر وہ برُے کام سے بالکل توبہ کریں اور اس کے بدلے اچھے کام کرنے لگیں تو ہم اسے بخش دیتے ہیں۔ کیوں کہ ہمارا نام غفور رحیم ہے۔

پھر ارشاد ہوا۔ کہ تم اپنا ہاتھ بغل میں رکھو اور پھر نکالو۔ نکالتے ہی وہ سفید برّاق ہو کر چمکنے لگے گا کسی عیب کی وجہ سے نہیں بلکہ معجزہ کے طور پر۔ اس کے بعد سات معجزے اور دیئے اور حکم دیا کہ یہ نو معجزے لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ۔ یہ لوگ انسانیت کی حد سے باہر نکل گئے ہیں۔ ظلم و ستم پر کمر باندھ لی ہے اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور ہماری طرف سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔

فرعونیوں کا رویّہ

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا

پس جب آئیں ان کے پاس ہماری نشانیاں سمجھانے والی بولے یہ

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (١٣) وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ

جادو ہے کھلا اور انکار کر دیا ان کا حالانکہ یقین کرتے تھے

اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ

ان کے دل بوجہ انکار اور تکبر کے پس دیکھ لے کیسا ہُوا

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (١٤)

ہُوا انجام خرابی پھیلانے والوں کا

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا

پھر جب ان کے پاس ہماری نشانیاں سمجھانے کو پہنچیں بولے یہ

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (١٣) وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ

صریح جادو ہے اور ان کا انکار کر دیا اور اپنے جی میں ان کا

اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ

یقین کر چکے تھے اور انکار بے انصافی اور غرور کی وجہ سے تھا

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (١٤) ع

سو دیکھ لے فسادیوں کا انجام کیسا ہُوا

مُبْصِرَةً: (آنکھ والی) اسم فاعل مؤنث ہے۔ ابصار سے جو ب۔ ص۔ ر سے بنا ہے۔ بصر آنکھ کو کہتے ہیں۔ اِبْصَار: مجسم آنکھ بن جانا، دوسروں کے لیے آنکھ کا کام دینا سمجھانا۔

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہماری نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس پہنچے۔ نشانیاں اتنی روشن اور واضح تھیں کہ ان کے دیکھنے کے بعد ان کے دل میں کسی شک و شبہ کی گنجایش نہ رہنی چاہیئے تھی لیکن وہ تو اس قدر عقل سے خارج ہو چکے تھے کہ اپنے سامنے کسی کو سمجھتے ہی نہ تھے وہ اس سے بے خبر تھے کہ آدمی کو انسانیت کی حد کے اندر رہ کر کام کرنا چاہیئے۔ اور یہ حد اسی نے مقرر کر دی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور دنیا میں کچھ مدت کے لیے اختیار کی قوّت عطا کر کے چھوڑ دیا ہے۔ ان لوگوں کی سرکشی نے انہیں اُکسایا کہ کسی اور کی بات تسلیم کرنا اپنی ہار ماننا ہے اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ نہ ماننے کا بہانہ بھی سوجھ گیا کہ یہ تو جادو ہے اور ایسا کھلا ہُوا جادو ہے کہ ہر کس و ناکس کو دکھائی دے رہا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ انکار محض انسانیت کی حد سے نکل جانے اور غرور و تکبر کی وجہ سے تھا۔ ورنہ ان کے دل میں اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ یہ نشانیاں سچی ہیں۔ اس میں بناوٹ اور شعبدہ بالکل نہیں ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ انسان ایک بات کو سچّا مانتا ہے۔ لیکن اس کی اکڑ اور ضد اسے روکتی ہے یہی اکڑ انسان کو لے ڈوبتی ہے۔ دیکھ لو ان شریر اور فسادی لوگوں کا انجام کیا ہُوا۔ سب کے سب سمندر میں ڈبو دیئے گئے ۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ
اور البتہ تحقیق دیا ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم
وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا
اور دونوں نے کہا شکر اللہ کا جس نے فضیلت دی ہمیں
عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾ وَ
بہت سوں پر اپنے بندوں پر ایمان والوں میں سے اور
وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا
وارث ہوا سلیمان داؤد کا اور کہا اے
النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ
لوگو سکھائی گئی ہمیں بولی پرندوں کی اور دیا گیا ہمیں ہر
كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾
چیز میں سے تحقیق یہ البتہ وہی بڑائی ہے کھلی

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ
اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا
وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا
اور انہوں نے کہا شکر اللہ کا جس نے ہمیں اپنے
عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾ وَ
بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی اور
وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا
وارث ہوا سلیمان داؤد کا اور بولا اے لوگو
النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ
ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز میں
كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾
سے دیا گیا ہے بے شک یہی صریح فضیلت ہے

اللہ عزوجل نے اپنے غیر محدود علم و دانش اور بے نہایت قدرت کی بنا پر انسان کے افراد کو بناوٹ اور قوت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ الگ رکھا ہے اور وہ استعداد میں بھی ایک دوسرے سے صاف طور پر جدا ہیں۔

قرآن میں سب کے لیے ان کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ہدایات موجود ہیں۔ ان آیات میں دو باپ بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو خاص خاص علم دیئے تھے۔ داؤد علیہ السلام جمادات کے بھید سمجھتے تھے۔ پہاڑ کی تسبیح سنتے تھے۔ لوہے کو توڑ موڑ کر چیزیں بنالیتے تھے سلیمان علیہ السلام چرند پرند کی بولیاں سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ خالص مرتبہ خالق کائنات نے انہیں عطا کیا ہے وہ کھلم کھلا اللہ کا شکر کرتے تھے سلیمان علیہ السلام لوگوں سے کہتے کہ ہمیں اللہ نے جانوروں کی بولی سمجھنا سکھا دیا ہے اور دنیا میں سب کچھ دے دیا ہے یہ اس کی نمایاں اور کھلی ہوئی مہربانی اور رحمت ہے:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ
(اور) جمع کیا گیا سلیمان کے لیے اس کا لشکر جنوں سے اور
الْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ (۱۷) حَتّٰۤى
انسان سے اور پرندوں سے پس وہ حد کے اندر روکے جاتے یہاں تک کہ
اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ
جب پہنچے چیونٹیوں کے میدان میں کہا ایک چیونٹی نے
یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ
اے چیونٹیو داخل ہو جاؤ اپنے گھروں میں نہ روند ڈالے تمہیں
سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (۱۸)
سلیمان اور اس کا لشکر اور وہ نہ جانتے ہوں

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ
اور اکٹھا کیا گیا سلیمان کے پاس اس کا لشکر جن اور
الْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ (۱۷) حَتّٰۤى
انسان اور پرندے پھر اس کی جماعتیں بنائیں یہاں تک کہ جب
اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ
چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا
یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ
اے چیونٹیو اپنے گھروں میں گھس جاؤ تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں
سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (۱۸)
کہیں پیس نہ ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو

یُوْزَعُوْنَ: (ان کی حدبندی کی جاتی) مضارع مجہول ہے و۔ز۔ع سے وزع کے اصل معنی روک دینے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ (وہ) اپنی حد میں ہر طبقہ رکا ہوا تھا :: نَمْلٌ (چیونٹیاں) انسان۔ بقر۔ ابل وغیرہ کی طرح ساری نوع کا نام ہے جب ایک چیونٹی مراد ہو (تو) ۃ بڑھا کر نَمْلَةٌ کہتے ہیں :: لَا یَحْطِمَنَّ: (کچل نہ ڈالے) نہی غائب ہے ح۔ط۔م سے جس کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ لگا ہوا ہے۔ حطم: کے معنی توڑنا۔ مسل دینا۔ چورا چورا کر دینا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے دنیا میں ہر چیز عطا کر دی تھی۔ ہر قسم کی مخلوق کو ان کے تابع فرمان کر دیا تھا جب (کو)چ کرتے تو جن، آدمی اور پرندے اپنی اپنی جگہ پر قرینے سے موجود ہوتے اور اپنی مقررہ جگہ سے نکل کر گڑبڑ نہ مچاتے۔ ایک دفعہ مع (لشکر) کوچ کر رہے تھے کہ ایک میدان میں گذر ہوا جہاں چیونٹیوں نے اپنی بستی بسا رکھی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے کان میں آواز آئی۔ کہ ایک چیونٹی، چیونٹیوں سے کہہ رہی ہے۔ اے چیونٹیو! سلیمان علیہ السلام (کا) لاؤ لشکر آرہا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں نہ دیکھیں اور بے خبری میں پاؤں کے نیچے مسل ڈالیں۔ اس لیے جلدی کرو اپنے اپنے گھروں (میں) گھس جاؤ ورنہ آج تمہاری خیر نہیں ::

ادائے شکر

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ
پس مسکرا دیا ہنستا ہوا اس کی بات پر اور کہا اے میرے رب
اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ
قسمت میں لکھ میری کہ میں شکر کروں تیری نعمت کا جو
اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ
بخشی تونے مجھے اور میرے والدین کو اور یہ کہ
اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ
میں کروں نیک کام جو تجھے پسند ہوں اور داخل کر مجھے
بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾
اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں جو نیک ہیں

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ
پس مسکرا دیا ہنستے ہوئے اس کی بات پر اور کہا اے رب
اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ
مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو
اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ
تونے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور نیک کام
اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ
کروں جو تو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے
بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾
نیک بندوں میں شامل کرے

اَوْزِعْ: (توفیق دے) امر کا صیغہ ہے۔ اِیْزَاعٌ سے جو و۔ز۔ع سے بنا ہے اس لفظ کے معنی روکنے کے ہیں۔ اِیْزَاعٌ کے معنی کسی چیز پر بند کر دینا۔ مراد یہ ہے کہ میری خاص عادت ایسی بنا دے کہ میں تیری نعمتوں پر ہمیشہ تیرا شکر ادا کرتا رہوں۔

اس آیت میں بیان ہے کہ چیونٹی کی یہ بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تبسّم کیا اور اس کی بات پر ہنسی بھی آئی۔ اور ساتھ اللہ عزوجل کا اپنے اوپر انعام بھی یاد آیا اور عرض کیا۔ بار الٰہا! مجھ پہ تونے بڑا فضل کیا۔ کہ اپنی مخلوقات کی باتیں سمجھنے اور ان کو اپنا احترام کرتے دیکھنے کے قابل بنایا۔ یا اللہ مجھے ایسی عادت عطا فرما کہ تونے مجھ پہ اور میرے ماں باپ پر جو کرم فرمایا ہے اس کا شکر ادا کرتا رہوں۔ اور ہمیشہ مجھ سے ایسے عمل سرزد ہوں جو تجھے پسندیدہ ہوں اور مجھے اپنے نیک اور لائق اور فائق لوگوں کے زمرہ میں داخل فرما۔

یہ آیت انسان کو سبق سکھاتی ہے کہ انسان کو چاہیئے۔ کہ حکومت، دولت، قوت، مال اور مرتبہ پہ اترا نہ جائے اور آپے سے باہر ہو کر نامناسب حرکتیں نہ کرنے لگے اسے چاہیئے کہ اللہ کے سامنے جھکے اور اس کے عطیہ کو اس کے فرمان کے مطابق مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچانے میں صرف کرے ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

ہُدہُد کا واقعہ

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ
اور پھر پرندوں کا حال معلوم کیا پس کہا کیا بات ہے کہ نہیں دیکھتا میں ہدہد کو
اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا
کیا ہے وہ غائب ہونے والوں میں البتہ عذاب دوں گا میں اسے عذاب
شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ
سخت یا اسے ذبح ہی کر ڈالوں گا یا اسے لانی چاہیئے
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ
کوئی وجہ کھلی پس ہدہد نے زیادہ دیر نہیں لگائی
فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ
پس کہا معلوم کی ہے میں نے وہ بات جو نہیں معلوم کی آپ نے اور
جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾
آ رہا ہوں میں سبا سے ایک یقینی خبر لے کر

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ
اور پھر پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا
اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا
کیا وہ غائب ہے میں اسے سخت سزا
شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ
دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے کوئی
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ
صریح وجہ پیش کرے پھر بہت دیر نہ لگائی اور
فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ
آ کر کہا کہ میں ایک چیز کی خبر لایا ہوں جس کی تجھے خبر نہ تھی اور میں
جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾
تیرے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں

تَفَقَّدَ: (ڈھونڈنا، حاضری لینا) ماضی کا صیغہ ہے تَفَقُّدٌ سے جوف۔ ق۔ د سے بنا ہے۔ فَقْدٌ کے معنی گم کر دینا۔ تَفَقُّدٌ: گم شدہ کا ڈھونڈنا۔ حاضری یا جائزہ لینا۔ سُلْطَانٌ (قوی دلیل) اسم ہے س۔ ل۔ ط سے سَلْطٌ کے معنی غلبہ پانے کے ہیں۔ سُلْطَانٌ: قوت، پختہ سند، مضبوط حجت، قوی دلیل، معقول وجہ۔ مَكَثَ: (ٹھہرا) ماضی کا صیغہ ہے م۔ ک۔ ث سے۔ مَكْثٌ کے معنی ٹھہرنا۔ اسی سے بنا ہوا لفظ مُكْثٍ سورہ بنی اسرائیل کے آخری رکوع میں ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی۔ ہُدہُد کو غیر حاضر پایا۔ تو کہا کہ وہ کیوں غیر حاضر ہے۔ اگر اس نے کوئی معقول اور قابل قبول وجہ غیر حاضری کی نہ بتائی تو اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ تھوڑی دیر میں ہُدہُد بھی آگیا اور کہا میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہیں اس وقت ملک سبا سے آرہا ہوں جو یمن کا ایک حصہ ہے اور وہاں کے حالات کی اور لوگوں کی پختہ خبر لایا ہوں جو آپ سنیں گے تو حیران ہوں گے :

ملکۂ سبا

إِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ
تحقیق میں نے پایا ایک عورت کو بادشاہی کرتے ان پر اور دی گئی ہے وہ ہر
كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا
چیز میں سے اور اس کا ایک تخت ہے بڑا میں نے پایا اسے
وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور اس کی قوم کو سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کے سوا
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ
اور آراستہ کر دیا ہے ان کے لیے شیطان نے ان کے کاموں کو پس روک دیا ان کو
عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا
راستہ سے پس وہ راہ نہیں پاتے کہ نہیں سجدہ کرتے
لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اللہ کو جس نے نکالا چھپا ہوا آسمانوں میں اور زمین میں
وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اللہ وہ ہے جس کے
اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ السجدة
سوا کوئی معبود نہیں مالک عرش عظیم کا

إِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ
میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو
كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا
ہر چیز ملی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے میں نے پایا
وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتی ہے
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ
اور شیطان نے انہیں ان کے کام بھلے دکھا رکھے ہیں پھر ان
عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا
کو راستہ سے روک دیا ہے سو وہ راہ نہیں پاتے کیوں نہ سجدہ کریں
لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اللہ کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیز نکالتا ہے اور
وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اللہ کے سوا
اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ السجدة
بندگی نہیں وہ بڑے تخت کا مالک ہے

اَلَّا: کہ نہیں، کیوں نہیں، اگر اسے اَن۔لا مانا جائے تو پہلا ترجمہ ہوگا اور اگر ایک حرف مانا جائے تو حرف تخفیف ہوگا اور دوسرا ترجمہ ہوگا۔

ہُدہُد نے بیان کیا کہ وہاں ایک ملکہ حکمران ہے جس کے پاس ہر اچھی چیز اور ایک بڑا تخت موجود ہے مگر یہ ملکہ اور اس کی قوم سورج پرستش کرتی ہے شیطان نے ان کے برے کاموں کو اچھا بنا رکھا ہے وہ سیدھے راستے سے دور جا پڑے ہیں کیوں کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے جس نے آسمان اور زمین میں سے پوشیدہ چیزیں پانی اور سبزہ وغیرہ باہر نکالیں اور وہ انسان کے سارے کاموں اور بھیدوں سے واقف ہے یقیناً اللہ برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ سب سے زیادہ شاندار تخت کا مالک ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا خط

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ
کہا کہ ابھی ہم دیکھیں گے آیا سچ کہا تو نے یا ہے تو
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ
جھوٹوں میں سے لے جا تو میرا یہ خط بس ڈال دے سے
اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا
ان کی طرف پھر دور ہٹ جا ان سے پھر دیکھ کیا
يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ
جواب دیتے ہیں وہ کہنے لگی اے دربار والو تحقیق
اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ
ڈالا گیا ہے میری طرف ایک خط شاندار تحقیق وہ ہے سلیمان کا
وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾
اور تحقیق وہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے
اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾
کہ مت بڑائی چاہو مجھ پر اور چلے آؤ میرے پاس فرمانبردار ہو کر

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ
سلیمانؑ نے کہا ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ
یا تو جھوٹا ہے لے یہ میرا خط ان پر گرا
اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا
دے پھر ان کے پاس سے ہٹ جا پھر دیکھ وہ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ
کیا جواب دیتے ہیں کہنے لگی اے دربار والو میرے پاس
اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ
ایک شاندار خط ڈالا گیا ہے وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے
وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور رحم والا ہے
اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۲
میرے مقابلے میں زور نہ دکھاؤ اور فرمانبردار ہو کر میرے سامنے حاضر ہو جاؤ

ہدہد کا بیان سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں تیرے جھوٹ سچ کی جانچ ابھی کیے لیتا ہوں یہ میرا خط ہے اسے لے جا اور ان لوگوں کے سامنے لے جا کر ڈال دے اور اس کے بعد ایک کنارے ہو کر انتظار کر کہ وہ اس کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر ملک سبا پہنچا اور ملکہ کے پاس پہنچا دیا مفسرین نے اس ملکہ سبا کا نام بلقیس لکھا ہے کہ ہدہد نے بلقیس کے سونے کے کمرے میں روشندان سے داخل ہو کر جب وہ سو رہی تھی اس کے سینہ پر ڈال دیا بلقیس نے خط پڑھا اور دربار میں آکر اپنے درباریوں اور مشورہ دینے والوں کو جمع کیا اور ان سے کہا میرے پاس ایک بڑا شاندار خط آیا ہے اور پہنچا بھی نرالے طریقے سے ہے یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے لکھتے ہیں اللہ رحمٰن ورحیم کا نام لے کر کہتا ہوں کہ میرے سامنے شیخی نہ چلے گی۔ سیدھی طرح سے فرمانبردار بن کر حاضر ہو جاؤ ÷

باہم مشورہ

قَالَتْ يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ
کہنے لگی اے دربار والو مشورہ دو مجھے میرے کام میں
مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى
نہیں ہوں میں قطعی فیصلہ کرنے والی کسی کام کا یہاں تک کہ
تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ
میرے پاس حاضر ہو تم بولے ہم قوت اور طاقت والے
وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ
اور سخت لڑائی کرنے والے بڑے لڑنے والے ہیں اور کام تیرے اختیار میں ہے
فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾
سو تو دیکھ لے کیا حکم کرتی ہے

قَالَتْ يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ
کہنے لگی اے دربار والو مجھے میرے کام میں مشورہ دو
مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى
میں کوئی بات طے نہیں کرتی جب تک
تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ
تم موجود نہ ہو وہ بولے ہم زور اور قوت والے ہیں
وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ
اور بڑے لڑنے والے ہیں کام تیرے اختیار میں ہے
فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾
سو تو سوچ لے کیا حکم کرنا ہے

ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کی مہر وغیرہ کے ساتھ حفاظت کے طریقے اور عبارت کی شان و شوکت سے سمجھ لیا کہ یہ کسی بڑے بادشاہ کا خط ہے جو بڑے دبدبے اور طاقت والا ہے۔ درباریوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اس معاملے میں مجھے مشورہ دو۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میری عادت تم جانتے ہو میں کسی بڑے اہم کام کے کرنے کا فیصلہ نہیں کرتی۔ تاوقتیکہ تم سب کو جمع کر کے تمہاری رائے نہ لے لوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس جسمانی طاقت بھی ہے اور سامانِ جنگ بھی موجود ہے۔ لڑائی کے وقت ہم پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ حریف کے چھکے نہ چھڑا دیں تو ہمارا نام نہیں۔ کسی کے رعب میں آکر دبنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن تجھے اختیار ہے۔ سوچ سمجھ کر جو فیصلہ کرے گی ہم اسے ماننے کے لیے تیار ہیں۔

ملکہ کو اطمینان ہوا کہ میرے لوگ کسی سے ڈرنے والے نہیں۔ میرے لیے ہر ایک سے لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ لیکن وہ عقل کی تیز اور انجام کو سوچنے والی بھی تھی۔ لڑائی میں جلدی کرنا مناسب نہ سمجھا۔ خط کے الفاظ اور طرزِ بیان سے سمجھ چکی تھی۔ کہ یہ صرف طاقت ور بادشاہ ہی معلوم نہیں ہوتا۔ کچھ غیر معمولی قوت بھی رکھتا ہے۔ اس لیے ابھی سے لڑائی کی ٹھان لینا مناسب نہیں ؛؛

ملکہ کا فیصلہ

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً
ملکہ نے کہا تحقیق کہ بادشاہ جب گھس آتے ہیں کسی بستی میں
اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ
اس کو خراب کر دیتے ہیں اور بنا ڈالتے ہیں اس کے معزز لوگوں کو
اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَ اِنِّيْ
ذلیل اور وہ ایسا ہی کریں گے اور میں تو
مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ
بھیج رہی ہوں ان کی طرف ایک تحفہ پھر دیکھتی ہوں
بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾
کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں تحفہ لے کر جانے والے

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً
کہنے لگی بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو
اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ
اسے خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے سرداروں کو بے عزت
اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَ اِنِّيْ
کر ڈالتے ہیں اور وہ ایسا ہی کچھ کریں گے میں ان
مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ
کے لیے کچھ تحفے بھیجتی ہوں۔ پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد
بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾
کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں

اَعِزَّةً: عزیز کی جمع ہے صاحبِ عزت۔ اَذِلَّةٌ: ذلیل کی جمع ہے بے قدر۔ اَلْمُرْسَلُوْنَ: مرسل کی جمع ہے۔ قاصد جسے کسی کام کے لیے کسی کے پاس بھیجا جائے۔

ملکہ سبا بلقیس نے درباریوں کی بات سُنی۔ اگر نادان ہوتی تو ترنگ میں آجاتی کہ میں خود حکمران ہوں میرے اوپر کسی اور کے حکم چلانے کے کیا معنی۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ خط جو اسے ملا ہے کسی معمولی بادشاہ کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ خط میں اسلام لانے کا حکم تھا۔ وہ کوئی ننھی بچّی تو نہ تھی جو اسلام کے معنی نہ سمجھتی ہو۔ اس نے سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ یہ خط لکھنے والا اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لیے مامور ہے۔ ورنہ ایسی جرأت سے پیغام نہ دیتا۔ اس نے سوچا اور ٹھیک سوچا۔ کہ ابھی نہ اطاعت کا اظہار کرے۔ اور نہ وہ خواہ مخواہ لڑائی مول لے۔ کہنے لگی کوئی بادشاہ لشکر لے کر جب کسی ملک میں گھس آتا ہے تو وہ ملک کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ ہار جیت تو رہی درکناریوں ہی لوگوں کا کُھرکس نکل جاتا ہے۔ معزز لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ مال داروں کا دوالہ نکل جاتا ہے۔ میری رائے ہے کہ کچھ نفیس تحفے دے کر اپنے لوگوں کو بھیجوں تا کہ وہ اپنی آنکھ سے اس خط بھیجنے والے کی شان و شوکت کا اندازہ لگائیں میں یہاں انتظار کروں کہ وہ میرے تحفہ کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے یہی کیا:

حضرت سلیمانؑ کا جواب

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ
پس جب (قاصد) پہنچا سلیمان کے پاس کہا کیا امداد کرتے ہو میری مال سے
فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ
سو جو دیا ہے مجھے اللہ نے بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا ہے
بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (۳۶)
بلکہ تم ہی ہو جو اپنے ہدیہ پر پھولتے ہو
اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ
واپس جا ان کے پاس ہم ان پر آ پڑیں گے لشکروں کے ساتھ
لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ
کہ نہیں طاقت ان کو ان کے مقابلہ کی اور البتہ نکال دیں گے ہم انہیں اس ملک سے
اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ (۳۷)
ذلیل کرکے اور وہ دبے ہوئے ہوں گے

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ
پھر جب سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری اعانت کرتے ہو
فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ
سو جو اللہ نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے
بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (۳۶)
ہاں تم اپنے ہدیہ پر اتراتے ہو
اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ
لوٹ جا ان کے پاس ہم بھی ان پر پہنچتے ہیں بے شمار لشکر لے کر
لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ
جس کا مقابلہ ان کے بس کا نہیں ہم انہیں وہاں سے بے عزت
اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (۲۷)
کرکے نکال دیں گے اور وہ خوار ہوں گے

اَتُمِدُّوْنَنِ (کیا میری امداد کرتے ہو) اصل میں اَتُمِدُّوْنَنِیْ ہے پڑھنے اور لکھنے میں آخر کی یا گر گئی۔ جو ضمیر متکلم ہے۔ ہمزہ استفہام کے بغیر تُمِدُّوْنَ مضارع کا صیغہ ہے امداد سے جو م۔ د۔ د سے بنا ہے۔ امداد کے معنی مدد دینا۔

سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس کا قاصد نفیس تحفے لے کر پہنچا تو انہوں نے کہا کیا مجھے مال و دولت اور یہ سب لالچ دلانے والی چیزیں تحفتاً بھیج کر بہلانا چاہتے ہو تحفے تحائف دے کر یا لے کر تم لوگ خوش ہوا کرو مجھے ان کی پروا نہیں۔ مجھے اللہ عزوجل نے تم سے بہت زیادہ اچھی چیزیں اور بافراط دی ہیں تو اپنے ملک واپس جا اور کہہ دے کہ میں اس قدر لشکر اور ساز و سامان لے کر تمہارے ملک پر عنقریب چڑھائی کروں گا کہ جن کے سامنے ٹھہرنے کی تاب تمہیں نہ ہوگی۔ اگر تم نے میرے پہلے خط پر عمل نہ کیا۔ تو میری فوج تمہیں تمہارے ملک سے نکال کر ہی دم لے گی اور تم وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیئے جاؤ گے۔ بلقیس کا قاصد اپنا سا منہ لے کر واپس چلا گیا اور صورت حال کا نقشہ بلقیس کے سامنے رکھ دیا۔

بلقیس کی آمد آمد

قَالَ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَؤُا۟ أَيُّكُمْ يَأْتِينِى

کہا سلیمان نے اے دربار والو کون ہے تم میں جو لائے میرے پاس

بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِى مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾

اس کا تخت پہلے اس کے کہ وہ آئیں میرے پاس مطیع ہو کر

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ

بولا ایک دیو جنوں میں سے میں لے آؤں گا تیرے پاس اس کو

قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّى

پہلے اس کے کہ تو کھڑا ہو اپنی جگہ سے اور تحقیق میں

عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾

اس پر البتہ قوت والا امانت دار ہوں

قَالَ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَؤُا۟ أَيُّكُمْ يَأْتِينِى

بولا اے دربار والو تم میں کون ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ

بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِى مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾

میرے حکم بردار ہو کر آئیں اس کا تخت میرے پاس لے آئے

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ

جنوں میں سے ایک دیو بولا میں تجھے وہ لا دیتا ہوں

قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّى

اس سے پہلے کہ تو اپنی جگہ سے اٹھے اور میں اس پر

عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾

قوت رکھنے والا ہوں امانت دار

سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے قاصد کو تحفوں سمیت واپس کر دیا اور کہا کہ مجھے تمہارے تحفے نہیں چاہئیں یا تو مطیع و فرمانبردار ہو کر حاضر ہو جاؤ نہیں تو میں ابھی بے شمار فوج لے کر آتا ہوں اور تمہیں تمہارے ملک سے نکال کر ہی دم لوں گا وہ مار پڑے گی کہ بھاگتے ہی نظر آؤ گے۔ گھر سے بے گھر ہو جاؤ گے۔ ذلت اور رسوائی نصیب ہو گی۔ دولت اور سلطنت محض ایک خواب و خیال ہو کر رہ جائے گی۔ بلقیس نے سنا اور سوچا اور اس نتیجہ پر پہنچی۔ کہ سلیمانؑ سے مقابلہ ہو گا۔ ناچار ان کے حکم کے آگے سر جھکایا اور اطاعت قبول کر کے ان کے حضور میں حاضر ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اور ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہوئی۔ ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ اس کو شروع ہی میں اللہ عزّ وجل کی قدرت کی جھلک دکھا دی جائے۔ درباریوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کوئی تم میں ایسا ہے کہ بلقیس کے پہنچنے سے پہلے جو اب قریب آپہنچی ہے۔ اس کا تخت یہاں اٹھا لائے۔ جنوں میں سے ایک قوی ہیکل دیو نے اٹھ کر کہا۔ کہ میں لا سکتا ہوں اور اس سے پہلے کہ آپ آج کا دربار برخاست کر کے اٹھیں تخت آپ کے پاس ہو گا مجھ میں اس کام کے کرنے کی قوت بھی ہے اور میں اس جڑاؤ تخت میں سے کچھ چراؤں گا بھی نہیں کیوں کہ میں امانت دار ہوں ؎

تخت آگیا

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ	قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ
بولا وہ جس کے پاس علم تھا کتاب کا	پھر وہ شخص بولا جس کے پاس کتاب کا علم تھا
اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ	اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ
میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اسے پہلے اس کے کہ واپس آئے	اس کو تیرے پاس لائے دیتا ہوں اس سے پہلے کہ تیری طرف
اِلَیْکَ طَرْفُکَ ؕ	اِلَیْکَ طَرْفُکَ ؕ
تیری طرف تیری نگاہ (پلک جھپکنے میں)	تیری آنکھ پھر آئے (پلک جھپکنے میں)

یَرْتَدَّ: (لوٹنا) مضارع کا صیغہ ہے اِرْتِدَادٌ سے جس کا مادہ ر۔ د۔ د ہے۔ رَدٌّ متعدی ہے جس کے معنی لوٹانا۔ واپس کرنا ہیں۔ ارتداد اسی سے لازم ہے یعنی اپنی جگہ پر واپس آجانا یا جگہ سے واپس چلے جانا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ گویا آدمی جب کسی کی طرف دیکھتا ہے تو اس کی نگاہ اس چیز تک جاتی ہے اور جب دیکھ چکتا ہے تو وہ نگاہ پھر دیکھنے والے کی طرف واپس آجاتی ہے اس آمد و رفت میں شاید ایک سیکنڈ یا اس سے بھی کم لگتا ہو۔ اردو میں اس تھوڑی سی مدت کو پلک جھپکنا کہتے ہیں۔ یعنی پلک جھپکنے میں بلقیس کا تخت آپ کے پاس آجائے گا۔ اَنْ کی وجہ سے یَرْتَدَّ منصوب ہو گیا۔

جب دیو اپنی خدمت پیش کر چکا تو حاضرین میں سے ایک شخص بولا میں بلقیس کا تخت آپ کے پاس چشم زدن میں لے آؤں گا اس شخص کو ظاہری اور مادی طاقت کا دعویٰ نہ تھا۔ یہ آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیے ہوئے تھا۔ اور اللہ عزوجل کی قدرت لامحدود پر یقین محکم رکھتا تھا۔ جانتا تھا کہ خلاق عالم کی لازوال اور بے انتہا قوت زمان اور مکان کے اندر محدود نہیں ہے مفسرین نے اس شخص کو حضرت سلیمانؑ کا وزیر بتایا ہے اور کہا ہے کہ اس کا نام آصف بن برخیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ ان کا مقصد تھا کہ اس کو سورج کی پرستش سے ہٹائیں اور اسے یقین دلائیں کہ ساری قوت کا مالک اللہ عزوجل ہے۔ اور اس کی طرف محکم یقین سے جھکنے والا اور دعا کرنے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ اس موقعہ پر شاید اپنے لوگوں پر بھی ظاہر کرنا مقصود ہو گا کہ نبی یا رسول سے معجزہ ظاہر ہونا مسلم ہے ہی اس کے قبیعین یا فتہ بھی کرامت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ آصف کی روحانی قوت اس حد تک ترقی پا چکی تھی کہ اس سے یہ کرامت ظاہر ہو۔ اللہ عزوجل کا فیض بے روک ٹوک جاری ہے لیکن اس سے مستفید ہونا آدمی کی اپنی استعداد اور قابلیت پر موقوف ہے جتنی جس کی قابلیت ہو گی اتنی ہی وہ دولت سمیٹ سکے گا۔

اللہ کا شکر

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا
پس جب دیکھا اسے رکھا ہوا اپنے پاس کہا یہ
مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ لِيَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۖ
فضل ہے میرے رب کا تاکہ آزمائے مجھے آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری
وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ
اور جس نے شکر کیا تو پس اس نے شکر کیا اپنے ہی لیے اور
مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾
جس نے ناشکری کی پس تحقیق میرا رب بے پرواہ ہے کریم

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا
پھر جب اس کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا کہ یہ میرے
مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ لِيَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۖ
رب کا فضل ہے میرے جانچنے کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری
وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ
اور جو شکر کرے گا سو اپنے واسطے کرے گا۔ اور جو
مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾
ناشکری کرے گا تو میرا رب بے پروا ہے کرم والا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چشم زدن میں بلقیس کا تخت اپنے تخت کے سامنے رکھا دیکھا۔ اپنے حال پر اللہ کی اتنی بڑی عنایت دیکھ کر اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ ظاہری اسباب کا پردہ اٹھا کر اپنی قدرت کا بے مثال کرشمہ دکھایا۔ اس میں میرا امتحان لینا مدنظر ہے۔ کہ میں اس کی اتنی بڑی نعمت کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یا اس کو بھول کر اس بات پر نازاں ہوتا ہوں کہ میرا اتنا بڑا مرتبہ ہے کہ میرے مصاحب میرے لیے اتنے بڑے بڑے کام اس آسانی سے انجام دے دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل کی قدرت ظاہری اسباب کی پابند نہیں اس کا حکم جیسے زمان اور مکان کی پابند مخلوقات پر چلتا ہے اسی طرح خود زمان اور مکان پر بھی چلتا ہے وہ ان میں سے ہر ایک کو چاہے پھیلا دے چاہے سکیڑ دے۔ کوئی چیز اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی اس کی عنایت کا کوئی شکر ادا کرے تو اس میں خود شکر ادا کرنے والے ہی کا بھلا ہے۔ اس کا نیک پھل خود اسے ہی ملے گا۔ اللہ عزوجل کو کسی کے شکر کی پروا نہیں وہ کریم ہے جو اپنے کرم سے سب کے کام بناتا ہے۔ جو شکر کرے گا اسے شکر کا نیک بدلہ ملے گا اور جو ناشکری کرے گا وہ آگے چل کر پچھتائے گا۔ کہ اس نے اللہ سے تعلق پیدا کرنے کا ایک بڑا موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں انسان کو ایک بڑی بات سکھائی جا رہی ہے کہ جو کچھ اسے ملتا ہے اللہ کی طرف سے ملتا ہے اسے چاہیے کہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔ اسی میں انسان کا بھلا ہے۔ جو لوگ اس محسن حقیقی کو بھول کر اپنی طرف یا کسی اور کی طرف دیکھتے ہیں وہ بڑی سخت غلطی میں مبتلا ہیں ؛

عقل کا امتحان

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ

کہا شکل بدل دو اس کے لیے اس کے تخت کی ہم دیکھیں

اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ

کیا وہ سمجھ جاتی ہے یا ہوتی ہے ان میں سے جو

لَا یَهْتَدُوْنَ (۴۱) فَلَمَّا جَآءَتْ

نہیں سمجھتے پس جب وہ آئی

قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ

کہا گیا کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ

کہا شکل بدل دو اس کے لیے اس کے تخت کی ہم

اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ

دیکھیں وہ سمجھتی ہے یا ان لوگوں میں ہوتی ہے جنہیں

لَا یَهْتَدُوْنَ (۴۱) فَلَمَّا جَآءَتْ

سمجھ نہیں پھر جب وہ آپہنچی کسی نے کہا

قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ

کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس کا تخت پہنچ گیا۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ اس کے رنگ وروپ کچھ تغیر وتبدل کردو۔ تاکہ دیکھیں اس عورت میں چیز کی اصلیت کو پہچاننے کی سمجھ ہے۔ یا وہ بھی ان لوگوں کے زمرہ میں شامل ہے۔ جن کی نظر فقط ظاہری رنگ وروپ پر جم کر رہ جاتی ہے اور ان سے ہٹ کر کسی چیز اور بات کی تہہ تک نہیں پہنچتی۔ اب تک بلقیس کی جتنی باتیں ظاہر ہوئی تھیں ان سے اتنا پتہ تو چلتا تھا۔ کہ وہ بات کی ظاہری علامتیں دیکھ کر دھوکا نہیں کھاتی۔ بلکہ سوچ سمجھ کر بات کی اصل تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور فیصلہ میں جلدی نہیں کرتی۔ اس سے اس بات کی توقع ہوتی تھی۔ کہ وہ دنیا کا ظاہری رنگ دیکھ کر اس پر مفتون نہ ہوگی۔ بلکہ اس کی اصل حقیقت سمجھ کر اس کے قانون اور صانع کا پتہ لگائے گی لیکن اس کے سورج کی پرستش کرنے اور اللہ کی طرف سے منہ موڑ لینے سے یہ نتیجہ نکلتا تھا۔ کہ وہ بھی اور کافروں کی طرح کم عقل ہے اور محض ظاہری باتوں ہی میں پھنس کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے آپ نے حکم دیا۔ کہ تخت کی ظاہری نمائش میں اتنا تغیّر وتبدّل کردو کہ اس کے پہچاننے میں غور کی ضرورت پڑے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس میں غور وفکر کی صلاحیّت ہے یا نہیں۔ اگر صلاحیّت ہوئی تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اللہ عزوجل کو پہچان سکتی ہے۔ اور اگر اسے توجّہ دلائی جائے تو دنیا کو دیکھ کر اس کے خالق اور رب کا پتہ لگا سکتی ہے۔ درحقیقت اللہ کی معرفت کے اہل وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو دنیا کی ظاہری رنگ وروپ کو دیکھ کر اسی میں پھنس کر نہیں رہ جاتے اور ان کی نگاہ ان سے اونچی اٹھ سکتی ہے۔

کفر کی وجہ

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ

بولی گویا یہ وہی ہے اور دیا گیا ہمیں علم

مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ (۴۲) وَصَدَّهَا

اس سے پہلے ہی اور ہوگئے ہم اطاعت کرنے والے اور روکا اسے

مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا

اس نے جو تھی وہ پوجتی اللہ کے سوا تحقیق وہ

كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (۴۳)

تھی ان لوگوں میں سے جو انکار کرتے تھے اللہ کا

فَقَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ

بولی گویا یہ وہی ہے اور ہم کو پہلے سے معلوم

مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ (۴۲) وَصَدَّهَا

ہو چکا ہے اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور روکا اس کو

مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا

اس نے جو وہ پوجتی تھی اللہ کے سوا البتہ وہ

كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (۴۳)

منکر لوگوں میں سے تھی

بلقیس نے تخت کی طرف دیکھا اور سوچ میں پڑ گئی۔ اکثر باتیں تو وہی تھیں جو اس کے تخت میں تھیں لیکن کچھ بدلی ہوئی بھی تھیں۔ حیران تھی کہ کیا جواب دے۔ آخر وہ خیال آیا جو اس نے پہلے ہی سلیمان علیہ السلام کی بابت قائم کر لیا تھا۔ یعنی وہ غیر معمولی قوت رکھنے والے انسان ہیں اور دنیا کے پیدا کرنے والے نے انہیں وہ کچھ دیا ہے جو دوسروں کو میسّر نہیں ہوا پھر بھی اس نے جواب احتیاط کے ساتھ دیا' اور کہا معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ یہ وہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہمیں تو اس نشانی کے دیکھنے سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ (سلیمانؑ) اللہ کے نبی ہیں اور ہم نے ان کا فرمانبردار ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلقیس اپنے خداداد فہم و ذکا سے اس نتیجہ پر پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ کہ اصلی معبود وہی ہو سکتا ہے جس کی قدرت لامحدود ہے۔ اور جو سارے جہان کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا خط پہنچتے ہی اسے یقین ہو گیا۔ کہ یہ اسی خلّاق عالم کے رسول ہیں۔ آگے آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل میں ایمان رکھتی تھی۔ لیکن اعلان اس لیے نہ کرتی تھی۔ کہ اس کی ساری کی ساری قوم تو سورج پرست تھی۔ اللہ کا تصوّر کسی کے دل میں نہ تھا۔ اور یہ بھی رسماً انہی کے ساتھ سورج کی پرستش میں شریک تھی۔ اب جو سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تو اس کا چھپا ہوا ایمان جو آپ کے خط سے ابھر چکا تھا۔ تخت کی نشانی دیکھ کر پختہ ہو گیا اور اس نے اس کا کھلم کھلا اقرار کر لیا:

شُبہ جاتا رہا

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ

کہا گیا اس سے داخل ہو محل میں پس جب اسے دیکھا

حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا

گمان کیا اسے پانی اور کھول لیں اپنی پنڈلیاں

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ

کہا تحقیق وہ محل ہے جڑا ہوا شیشوں سے

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ

بولی اے میرے رب ظلم کیا میں نے اپنی جان پر اور اب ایمان لائی

مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٤٤)

سلیمان کے ساتھ اللہ پر جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ

کسی نے اس سے کہا محل کے اندر چل پھر اسے دیکھا تو

حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا

خیال کیا کہ وہ گہرا پانی ہے اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول لیں

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ

کہا یہ تو ایک محل ہے شیشوں سے جڑا ہوا

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ

بولی اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اب میں سلیمان کے

مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٤٤) ع ١٣ ٣ ١٨

ساتھ اس اللہ کی حکم بردار ہوں جو سارے جہان کا رب ہے

مُمَرَّدٌ: (مضبوط کیا گیا) اسم مفعول ہے تمرید سے جس کا مادہ م۔ ر۔ د ہے۔ مَرْدٌ کے معنی سخت اور صاف ہونا۔ جس پر کوئی چیز اثر نہ کرے بلکہ اس پر پھسل کر نیچے گر جائے اسی سے مرید، مارد۔ اَمْرَدُ وغیرہ لفظ بنے ہیں جن میں سختی یا پھسلن کے معنی موجود ہیں صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ سے مراد ایسا محل جس کے فرش پر بجائے چونے گچ کے مضبوط شیشے اور آئینے جڑ دیئے گئے ہوں۔

سلیمانؑ کے ایک محل میں شیشوں کا فرش تھا یہ شیشے دور سے پانی کی طرح چمکتے تھے یا ان کے نیچے سچ مچ پانی تھا جسے اوپر سے شیشوں سے منڈھ دیا گیا تھا۔ سلیمانؑ نے چاہا کہ بلقیس پر منکروں کے خیال کا غلط ہونا ثابت کریں۔ اس لیے اسے اس محل کے اندر لے جانے کا حکم دیا۔ دروازہ ہی میں سے فرش چمکدار معلوم ہوا اور وہ اسے گہرا پانی سمجھی۔ پائنچے چڑھائے تاکہ بھیگ نہ جائیں۔ اس سے اس کی پنڈلیاں کھل گئیں۔

سلیمان علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ فرمایا یہ پانی نہیں شیشہ کا فرش ہے۔ اس پر سپاٹ آئینہ جڑا ہوا ہے۔ بلقیس سمجھ گئی کہ مجھے دھوکا ہوا انسان ایسے ہی دھوکے کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔ میں نے اب تک شرک کر کے اپنی جان کے لیے تباہی مول لی۔ میں نے توبہ کی اور سلیمانؑ کی طرح پروردگار عالم پر ایمان لائی پہلے جو کچھ کہا تھا۔ وہ اسلام کا اقرار تھا اور یہ دل سے ایمان اور یقین کا اظہار تھا ۞

ثمود کے رسول

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ

کہ بندگی کرو اللہ کی پس اچانک وہ دو فریق ہو گئے

يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ

باہم جھگڑتے کہا اے قوم کیوں جلدی کرتے ہو

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

برائی مانگنے میں بھلائی سے پہلے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا تھا

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ

کہ اللہ کی بندگی کرو پھر وہ تو دو فریق ہو کر

يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ

لگے جھگڑنے کہا اے میری قوم کیوں جلدی مانگتے ہو

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

برائی کو بھلائی سے پہلے

اللہ نے کچھ نبیوں کا حال قرآن مجید میں اس لیے بیان فرمایا ہے۔ کہ اللہ کے منکروں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ انسان کی ہدایت کے لیے اللہ عزوجل نے دنیا میں وقتاً فوقتاً اپنے رسول اور نبی بھیجے اور ان کے ذریعہ انسان کو بتایا کہ اس دنیا کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اسی کے فرمانبردار ہو کر رہو اور سرکشی اور خودسری سے باز آؤ۔ اسی سلسلے میں ارشاد ہے کہ ہم نے قوم ثمود کے اندر انہیں کے ایک فرد صالح (علیہ السلام) کو ان کے سمجھانے کے لیے اپنا رسول مقرر کر کے بھیجا۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنی طاقت پر مغرور ہو کر دنیا میں فساد پھیلانے کا باعث مت بنو۔ تمہاری یہ قوت اور خوش حالی اللہ عزوجل کی عطا کی ہوئی ہے اس کا حکم مانو اور جیسے وہ کہے اس طرح اپنا چال چلن مقرر کرو۔

ثمود کی قوم سے بہ حیثیت انسان ہونے کے امید کی جاتی تھی کہ وہ اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام کی بات بھی بالاتفاق مان لیں گے اور آدمیوں کی طرح رہنا اختیار کریں گے۔ لیکن ان میں خلاف توقع دو فریق پیدا ہو گئے۔ ایک نے ان کی بات سنی دوسرے نے رد کر دی پھر ان کے آپس کے جھگڑے ہونے لگے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے مخالفین کو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ انہوں نے کہا ہم تو نہیں مانتے جا عذاب لے آ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے سمجھایا کہ تم نے میری بات سن کر یہ تو نہ کیا کہ اللہ پر ایمان لاتے، توبہ کرتے اور نیک زندگی بسر کرتے پہلے ہی سے لگے عذاب کو جلدی مانگنے یہ تو تباہی کے لچھن ہیں۔

سمجھانا بے اثر ہوا

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

کیوں نہیں مغفرت طلب کرتے اللہ سے تاکہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ

رحم کیا جائے بولے منحوس پایا ہم نے تجھے اور

بِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

انہیں جو تیرے ساتھ ہیں کہا تمہاری نحوست اللہ کے پاس ہے

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾

بلکہ تم ایک قوم ہو جسے آزمایا جارہا ہے

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اللہ سے گناہ کیوں نہیں بخشواتے شاید تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ

رحم کیا جاتے بولے ہم نے تجھے اور تیرے ساتھ والوں

بِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

کو منحوس دیکھا۔ کہا تمہاری بدقسمتی اللہ کے ہاں ہے بلکہ بات

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾

یہ ہے کہ تم لوگ جانچے جارہے ہو

اِطَّيَّرْنَا: (منحوس پایا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے اِطَّيُّرٌ سے جس کا مادہ ط۔ ی۔ ر ہے۔ طَیر کے معنی اڑنے کے ہیں۔ پھر طائر سے مراد فال نحوست لی جانے لگی کیوں کہ عرب جانوروں کے اڑنے کے طریقے سے بدفالی لیا کرتے تھے۔ اِطَّيُّرٌ اصل میں تَطَيُّرٌ کی دوسری شکل ہے اس سے مراد ہے بدفالی لینا۔ منحوس سمجھنا۔

تُفْتَنُوْنَ: (جانچے جاتے ہو) مضارع مجہول ہے۔ ف۔ ت۔ ن سے۔ فتنہ اسی سے ہے۔ اسی سے فتون مصدر ہے جس کے معنی سورہ طٰہٰ میں گذرے ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ تمہیں تو یہ چاہیئے تھا کہ اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرتے بُرے کاموں سے باز آتے اور پچھلی بدکاریوں سے استغفار کرتے اس طرح سے تم پر رحم کیے جانے کی امید ہوسکتی تھی تم تو لگے الٹا چلنے اور اپنے منہ سے جلدی عذاب مانگنے۔ قوم نے یہ سنکر جواب میں کہا کہ اے صالح (علیہ السلام) تو نے تو ہمارا ناک میں دم کر دیا۔ ہم تجھے منحوس سمجھتے ہیں تیری وجہ سے آپس میں تفرقہ پڑ گیا۔ عیش و آرام کی زندگی گئی گذری ہوئی۔ لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ کاروبار میں فرق آگیا۔ اب نہ وہ پہلی سی چہل پہل ہے اور نہ ہی وہ ہنسی دل لگی ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ تو تمہاری بداعمالیوں کی نحوست ہے یہ ساری مصیبتیں تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کفر کی وجہ سے تمہیں آفتوں میں مبتلا کیا ہے۔ دیکھیں کہ تم کفر سے باز آتے ہو یا نہیں ؛

فسادی لوگ

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ
اور تھے اس شہر میں نو بڑے شخص فساد کرتے تھے
فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ (۴۸) قَالُوْا
زمین میں اور اصلاح نہ کرتے تھے بولے
تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ
قسم کھاؤ آپس میں اللہ کی البتہ رات کو جا پڑیں گے ہم اس پر اور اس کے گھر والوں پر
ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ
پھر کہہ دیں گے ہم اس کے دعویدار سے نہیں دیکھا ہم نے ہلاک ہونا اس کے
اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۴۹)
گھر والوں کا اور تحقیق ہم البتہ سچے ہیں

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ
اور اس شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد
فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (۴۸) قَالُوْا
کرتے تھے اور اصلاح نہ کرتے تھے بولے آپس
تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ
میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ البتہ رات کے وقت ہم حملہ کر کے اسے اور اس کے گھر
ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ
والوں کو مار ڈالیں گے پھر اس کے دعویدار سے کہیں گے کہ ہم نے نہیں دیکھا
اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۴۹)
جب اس کا گھر تباہ ہوا اور بے شک ہم سچ کہتے ہیں۔

لَنُبَيِّتَنَّهٗ رات کو جا پڑیں گے ہم اس پر۔ نُبَيِّتُ مضارع کا صیغہ ہے تَبْيِيْتٌ: رات کے وقت کوئی کام کرنا۔ سورۂ نساء میں اس کی ماضی بَيَّتَ گذر چکی ہے۔ وہاں رات کو خفیہ مشورہ کرنے کے معنی تھے یہاں رات کو اچانک حملہ کرنے کے معنی ہیں۔

جب کسی قوم کی شامت آتی ہے تو اس میں کچھ ایسے فسادی لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جنہیں سوا اس کے کوئی کام نہیں ہوتا کہ دوسروں کو ستائیں۔ مار پیٹ، لوٹ مار، دغابازی، قتل و غارت، اپنی خواہشوں کی بے روک ٹوک پیروی، نیک لوگوں سے بیر رکھنا اور ان کو مٹانے اور نیچا دکھانے کی دھن میں ہر وقت لگے رہنا بس یہی ان کے کام ہوتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ ثمود کے شہر حجر میں نو آدمی بڑے چھٹے ہوئے بدمعاش تھے جن کی اپنی اپنی جماعتیں تھیں اور جتھے بنے ہوئے تھے۔ ملک میں دنگا مچانا، فساد پھیلانا ان کا شیوہ تھا۔ ہر وقت خرابی اور بگاڑ میں لگے رہتے تھے۔ سنوار اور سدھار کا خیال بھی ان کے پاس نہ پھٹکتا تھا۔ انہوں نے جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ سب اس بات کی قسم کھاؤ کہ رات کے وقت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر پر دھاوا بول دیں گے اور ان کو قتل کر ڈالیں گے پھر اگر ان کے کسی والی وارث نے خون کا دعویٰ کیا تو صاف مکر جائیں گے کہ ہمیں تو معلوم نہیں یہ کیوں اور کس کے ہاتھ سے تباہ ہوئے۔ ہم موقعہ پر موجود ہی نہ تھے جو دیکھتے۔

منصوبہ دھرا رہ گیا

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا

اور بنایا انہوں نے ایک خفیہ منصوبہ اور بنایا ہم نے ایک منصوبہ

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ

اور وہ نہ جانتے تھے پس دیکھ کیسا

كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ

ہوا انجام ان کے خفیہ منصوبہ کا کہ ہم نے تباہ کر دیا انہیں

وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾

اور ان کی قوم کو سب کو

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا

اور انہوں نے ایک منصوبہ بنایا اور ہم نے ایک منصوبہ بنایا

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ

اور ان کو خبر نہ ہوئی پھر دیکھ ان کے

كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ

منصوبہ کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے ان کو اور ان کی

وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾

قوم کو سب کو ہلاک کر ڈالا

مَكَرُوْا اور مَكَرْنَا دونوں مکر سے ماضی کا صیغہ ہیں۔ مکر کے معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں۔ یہ لفظ سورہ آل عمران اور الاعراف میں گذر چکا ہے شریر لوگوں کو ہر وقت چالبازیوں ہی کی سوجھتی ہے۔ یہ ہمیشہ اپنے منصوبے گھڑتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص کو قتل کرنا ہے۔ فلاں جگہ ڈاکہ ڈالنا ہے۔ آج اس گھر میں چوری کرنی ہے۔ کل اس قافلہ کو لوٹنا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ ثمود کے غنڈے سرداروں نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو جان سے مار ڈالنے کی تدبیر سوچی کہ رات کو حملہ کر کے سب کو تہ تیغ کر ڈالیں گے بعد میں بازپرس ہوئی تو صاف مکر جائیں گے۔ انہیں شریروں نے ایکا کر کے پہلے اونٹنی کو ہلاک کیا۔ پھر جب ان سے کہہ دیا گیا کہ تین دن کے بعد تم سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور اس کی نشانیاں بھی ظاہر ہونی شروع ہو گئیں۔ تب انہوں نے کہا کہ ہم تو مرتے ہی ہیں لیکن حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ آیت میں اس کا بیان ہے انہوں نے حملہ کیا لیکن اللہ عزوجل نے حضرت صالح اور ان کے گھر والوں کی حفاظت کا پہلے ہی سامان کر رکھا تھا۔

آگے ارشاد ہے کہ دیکھ لو ان کی شرارتوں کا انجام کیا ہوا۔ خود بھی تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ تباہ کیا۔ چنانچہ جب تین دن گذر چکے تو ہولناک زلزلوں اور خوفناک کڑک سے ساری آبادی تباہ ہو گئی۔

ان کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ دنیا میں بھی اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہی میں خیر بت ہے اور مرنے کے بعد تو سوا اس کے اور کچھ کام ہی نہ آئے گا۔

عبرت

فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا
پس یہ　ان کے گھر گرے پڑے ہیں بسبب اس کے کہ ظلم کیا انہوں نے
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ
تحقیق　اس میں　البتہ نشانی ہے　ان لوگوں کے لیے
یَّعْلَمُوْنَ (٥٢) وَ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
جو جانتے ہیں　اور نجات دی ہم نے　ان کو　جو ایمان لائے
وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ (٥٣)
اور تھے　پرہیز کرتے

فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا
سو یہ ان کے گھر گرے پڑے ہیں ان کے ظلم کی وجہ سے
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ
البتہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو
یَّعْلَمُوْنَ (٥٢) وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
جانتے ہیں　اور ہم نے انہیں بچا دیا جو ایمان لے آئے
وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ (٥٣)
تھے اور بچتے رہتے تھے

خَاوِیَةً : (گرے ہوئے) اسم فاعل مؤنث ہے خ۔و۔ی سے۔ اس کے معنی گرے ہوئے کے ہیں۔ سورۃ الحج میں یہ لفظ گذر چکا ہے۔

مکّہ سے شام کی طرف جاتے ہوئے وادی القریٰ میں سے گذرنا ہوتا ہے۔ وہاں ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات ہیں۔ مکّہ کے لوگ شام جاتے تو انہیں دیکھتے۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ جو وادی القریٰ میں گذرتے ہوئے کھنڈر دیکھتے ہو۔ یہ انہیں مکانات کے کھنڈر ہیں جن میں ثمود کے لوگ رہتے تھے ان سرکش اور خوشحال سنگ تراشوں نے غلطی سے یہ سمجھا کہ یہ ہمیشہ انہی مکانوں میں خوش و خرّم رہا کریں گے۔ اس ملک میں پیداوار کی کثرت تھی۔ پھلوں سے لدے ہوئے باغ تھے۔ ہر طرف چشمے جاری تھے۔ بے فکری سے کھاتے پیتے اور عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے بڑے لوگوں کے دماغ پھر گئے اور وہ اللہ عزّ وجل کو بالکل بھول گئے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت کو نہ مانا بلکہ ان کے دشمن ہو گئے۔ آخر ان کے کفر اور ظلم کی سزا انہیں ملی زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ سخت زلزلہ آیا۔ ساری قوم ایک دم تباہ ہو گئی۔ گھر گر پڑے۔ باغات سوکھ گئے۔ اللہ عزّ وجل نے اپنے فضل و کرم سے صالح علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو اُن پہ ایمان لے آئے تھے اور ظلم و ستم اور گناہوں سے بچ کر چلتے تھے بچا لیا ان کا حال سُن کر سمجھ داروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

لوط علیہ السلام

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جب کہا اس نے اپنی قوم سے کیا اُتر آئے تم

الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (۵۴) اَئِنَّكُمْ

بے حیائی پر حالانکہ تم سمجھتے دیکھتے ہو کیا تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ

آتے ہو مردوں کے پاس شہوت رانی کرنے چھوڑ کر عورتوں کو

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (۵۵)

بات یہ ہے کہ تم وہ لوگ ہو جو سمجھ سے کام نہیں لیتے

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ

اور بھیجا ہم نے لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا بے حیائی

الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (۵۴) اَئِنَّكُمْ

کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو کیا تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ

مردوں کے پاس شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (۵۵)

بات یہ ہے کہ تم لوگ بے سمجھ ہو

اس سورت میں مکہ والوں کو سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے انسانوں کو بری عادتوں سے بچانے کے لیے پہلی امتوں میں اپنے رسول بھیجے۔ پھر جنہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور اپنی ہی خباثت پر اڑے رہے ان پر تباہی ٹوٹ پڑی اور وہ غارت ہوئے۔ لیکن جو ان میں سمجھ دار تھے۔ انہوں نے علامتوں سے رسول کو پہچانا اور ان کے معجزات اور اخلاقی قوتیں دیکھ کر ان کی بابت یہ رائے قائم کی کہ ان کی مخالفت تباہی کا باعث ہوگی اس لیے برضا و رغبت ان کے تابعدار ہو گئے۔

یہ لوگ دنیا اور آخرت دونوں جہان میں سرخ رو رہیں گے۔ چنانچہ ہم نے انہیں دنیا میں اس عذاب سے بچا لیا جس میں ان کے سرکش ساتھی تباہ ہوتے۔ اس سلسلہ میں ارشاد ہے۔ کہ ہم نے لوطؑ کو ایک نابکار بدکردار قوم کے سمجھانے کو بھیجا۔ انہوں نے ان کے برے کام کی برائی انہیں کھول کر سمجھائی اور کہا کہ تم دیکھتے بھالتے اور جانتے بوجھتے ہو کر ایسی گھناؤنی عادت میں کس طرح پھنس گئے۔ کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرنے دوڑتے ہو۔ اور ذرا نہیں شرماتے۔ اس کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔ سوا اس کے کہ تم عقل کے ہوتے ہوئے دیوانے بن گئے ہو۔ اور جان بوجھ کر جاہلوں کے سے کام کرتے ہو۔ اس قبیح عادت کو چھوڑ دو۔ یہ تو تمہیں یقیناً کہیں کا نہ رکھے گی اس بگڑی ہوئی ذہنیت پر لات مارو:

جواب بن نہ پڑا

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا
پس نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہی کہ کہنے لگے
اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ
نکال دو لوط کے لوگوں کو اپنے شہر سے تحقیق یہ
اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (۵۶) فَاَنْجَيْنٰهُ وَ
لوگ ہیں ستھرا رہنا چاہتے ہیں پس بچا دیا ہم نے اسے اور
اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ
اس کے گھر والوں کو مگر عورت کو اس کی

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا
پھر اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہ کہنے لگے
اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ
کہ نکال دو لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے کیونکہ
اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (۵۶) فَاَنْجَيْنٰهُ وَ
یہ لوگ ستھرا رہنا چاہتے ہیں پھر ہم نے بچا دیا اس کو
اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ
اور اس کے گھر والوں کو سوا اس کی عورت کے

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بے حیا قوم کو ایسا شرمندہ کیا کہ وہ کوئی جواب نہ دے سکے معقول بات کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی جملہ میں آپ نے ان کی بے وقوفی اور ان کے کام کی برائی بھی بیان کر دی اور ان کی جہالت پر انہیں شرمندہ بھی کر دیا اور ان کے اس کام کی برائی کی معقول وجہ بھی بتا دی۔ ایسی درست اور نصیحت والی بات کا وہ کیا جواب دیتے مگر اس کا کیا علاج کہ بعض جھگڑا لو آدمی جب کسی بات کا معقول جواب نہیں دے سکتے۔ تو فساد اور مار کٹائی پر اتر آتے ہیں اور ضد میں آکر ایسے کام کر بیٹھتے ہیں۔ جو کوئی انسان تو کبھی نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ نرا جانور اور وہ بھی درندہ ہی بن جائے تو اور بات ہے۔

ارشاد ہے کہ لوط علیہ السلام کی قوم سے لوطؑ کی بات کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ہار کر یہی بولے کہ لوط علیہ السلام کو اور اس کے سارے گھرانے کو اپنے شہر سے نکال ہی دو۔ ورنہ یہ اسی طرح ناک میں دم کرتا رہے گا۔ یہ لوگ ستھرے اور پاک صاف بنتے ہیں ان کا یہاں کچھ کام نہیں۔ ذرا خیال کیجیے کہ ان کا دماغ کس قدر الٹ گیا تھا۔ وہ صفائی اور ستھرائی کو بری بات سمجھنے لگے تھے۔ اور گندگی میں لت پت رہنے ہی کو اچھا جانتے تھے۔ انسان صورت ہو کر خنزیر سیرت ہو گئے تھے۔ ارشاد ہے کہ ان ناپاک لوگوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور لوطؑ کو اور ان کے گھر والوں کو بچا کر دوسری جگہ بھیج دیا۔ فقط لوط علیہ السلام کی عورت اپنی قوم کے ساتھ تباہ ہوئی۔

آخر تباہ ہوئے

قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (٥٧) وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

ہم نے اس کا فیصلہ کر دیا تھا کر وہ رہ جانے والوں میں ہو گی اور برسایا ہم نے ان پر

مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (٥٨)

ایک مینہ پس بُرا تھا مینہ ان ڈرائے ہوؤں کا

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ

تو کہہ حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے اور سلام ان بندوں پر

الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۗ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا

جنہیں اس نے پسند کیا کیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں

يُشْرِكُوْنَ (٥٩)

وہ شریک ٹھہراتے ہیں

قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (٥٧) وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

مقرر کر دیا ہم نے اسے رہ جانے والوں میں اور ہم نے ان پر ایک برساؤ

مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (٥٨) ٢ ع ١٤ ١٩

برسا دیا سو کیا ہی بُرا ابر ساؤ تھا ان ڈرائے ہوؤں کا

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ

تو کہہ حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے اور سلام ان بندوں پر

الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۗ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا

جنہیں اس نے پسند کیا بھلا اللہ بہتر ہے یا جسے وہ

يُشْرِكُوْنَ (٥٩)

شریک کرتے ہیں

قَدَّرْنَا (مقرر کیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے تقدیر سے جس کا مادہ قَدَرَ ہے۔ یہ لفظ سورۃ الفرقان میں گذر چکا ہے۔ تقدیر کے معنی ہیں مجموعی اور کلّی طور پر اصول مقرر کرنا۔ نیز ایک جزئی صورت میں عام اصول کے مطابق فیصلہ کرنا۔ یہاں یہی پچھلے معنی مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ان عام اصول کے تحت آتی تھی (١) جس کو جس سے لگاؤ اور گہرا تعلق ہو وہ اسی کے سا[تھ] شامل کیا جائے گا (٢) جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ چنانچہ ہم نے اسی کے مطابق اس کی بابت فیصلہ کیا کہ وہ انہیں میں شامل رہے گی [جو] لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کے شہر سے چلے جانے کے بعد شہر میں باقی رہ گئے تھے۔ یہ وہ سب لوگ تھے جنہوں نے لوطؑ کی نصیحت ماننے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی عادت کو بُرا مانتے ہوئے بھی بدستور جاری رکھنے کا فیصلہ کر چکے تھے ان کی ساری بستی الٹ دی گئی اور ا[ن پر] پتھروں کی بارش ہوئی ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے واضح طور پر ڈرا دیا گیا تھا ان کی ساری بستی زمین میں بیٹھتی چلی گئی اور وہاں غلیظ پانی کی ایک جھیل بن گئی جو اب بحیرہ مردار کے نام سے مشہور ہے۔ فسادیوں اور بدکاروں کا انجام بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ فا[عل] مطلق کی حمد و ثنا میں مشغول رہو اور اس کے پسندیدہ بندوں پر درود و سلام بھیجو اور مشرکوں کا انجام دیکھ کر سوچو کہ اللہ عزّ وجل اچھا ہے یا وہ چیزیں جسے نادان لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

تین قصّے

مکّہ کے مشرکوں کو حضور علیہ السلام کی مخالفت کے انجام سے ڈرانے کے لیے اس سورت میں تین قصّے بیان کیے گئے ہیں۔

اوّل سلیمان علیہ السلام کا قصّہ جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ اپنے رسولوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کرتا ہے بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ کی قوّت پر بھروسہ کر کے صاف کہہ دیا کہ اگر میرا کہنا نہ مانا تو آتا بڑا لشکر لے کر تمہارے ملک پر چڑھائی کروں گا۔ کہ تم اس کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکو گے اور یقیناً ملک بدر اور ذلیل و خوار ہو گے۔

بلقیس کے دن بھلے تھے جو اس نے انجام پر نظر کر کے اطاعت قبول کی ایسے ہی مکّہ والوں نے مخالفت پر کمر باندھی اور سلیمان اور بلقیس کے قصّہ سے عبرت حاصل نہ کی۔ آخر مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اللہ کا نام لے کر ان کی اسلام دشمنی کا مزہ انہیں چکھاؤ۔ بدر کی لڑائی میں فیصلہ ہو گیا اور دشمن ذلیل و خوار ہو کر دنیا ہی سے چل بسے۔

دوسرا قصّہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے کہ بد کرداروں نے ان پر رات کو حملہ کرنے کی تجویز کی اور کہا کہ حضرت صالح کو قتل کر ڈالو اور کوئی خون بہا مانگے تو مکر جاؤ کہ ہم نے قتل نہیں کیا۔ آخر ہمارے جتھے کے مقابلے میں انہیں خاموش ہونا پڑے گا۔ ان کی یہ تجویز کارگر نہ ہوئی۔ اللہ عزّ وجلّ نے صالح علیہ السلام کو بچا لیا اور دشمنوں کو تباہ کر ڈالا۔ مکّہ کے بڑے بڑے سرداروں نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قصّہ سے سبق حاصل نہ کیا۔ بڑے بڑے سرداروں نے ایکا کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب مل کر رات کے وقت قتل کر ڈالو۔ آپ کے کنبہ والے ہم سب سے خون بہا نہیں لے سکتے۔ متفقہ قوت میں وہ بے بس ہو جائیں گے۔ آخر یہاں بھی وہی انجام ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حملہ آوروں کی زد سے بچ کر نکل گئے اور ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور حملہ آور ذلیل و خوار ہوئے اور مارے گئے۔

تیسرا قصّہ حضرت لوط علیہ السلام کا سنایا کہ ان کی قوم نے انہیں شہر سے نکالنے کا تہیّہ کر لیا۔ لیکن اللہ عزّ وجلّ نے لوط علیہ السلام کو ہدایت کی۔ کہ تم رات کو خود ہی اس شہر سے چلے جاؤ چنانچہ وہ چلے گئے اور دشمن تباہ و برباد کر دیئے گئے۔

مکّہ والوں نے اس قصّہ سے بھی عبرت حاصل نہ کی۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا اور دشمن بھی بعد میں مغلوب ہوئے۔

ان قصّوں سے مکّہ کے مشرکوں نے تو کوئی سبق نہ سیکھا۔ لیکن مسلمانوں کو تو سبق سیکھنا چاہیئے کہ اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام سوا تباہی کے کچھ نہیں ہوتا۔

معبود کون ہے

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ
بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتارا
لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ
تمہارے لیے آسمان سے پانی پھر اگائے ہم نے اس سے
حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ
باغ رونق والے نہ تھا تمہارے لیے
اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
کہ اگاؤ ان کے درخت کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ
بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ ﴿٦٠﴾
نہیں بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو راہ سے مڑ گئے ہیں

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ
بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتار دیا
لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ
تمہارے لیے آسمان سے پانی پھر ہم نے اس سے
حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ
رونق والے باغ اگائے تمہارا کام نہ تھا کہ
اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
تم اُن کے درخت اُگا سکتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور
بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ ﴿٦٠﴾
معبود ہے؟ کوئی نہیں وہ لوگ راہ سے مڑتے ہیں

حَدَآئِقَ: (باغات) حَدِیْقَةٌ کی جمع ہے جو ح۔د۔ق سے صفت کا صیغہ ہے۔ حَدْق کے معنی گھیر لینے کے ہیں۔ حَدِیْقَہ گھرا ہوا احاطہ اس سے باغ مراد ہوتا ہے۔

بَهْجَةٌ: (رونق) کسی چیز کے دیکھنے سے جو فرحت اور سرور حاصل ہو اسے بَهْجَتْ کہتے ہیں۔

تُنْۢبِتُوْا: (تم اُگاؤ) مضارع کا صیغہ ہے اِنْبَاتٌ سے۔

يَعْدِلُوْنَ: (راہ سے مڑتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے ع۔د۔ل سے۔ عدل کے معنی برابر کرنے کے بھی ہیں اور مڑ جانے کے بھی ہیں۔ ترجمہ میں مڑ جانے کے معنی لیے گئے ہیں۔ برابری کے معنی لیے جائیں تو اس سے مراد شرک ہو گا۔

اللہ عزوجل کی قدرت کی نشانیاں بیان کر کے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا کوئی اور ایسا کر سکتا ہے؟ اللہ عزوجل نے آسمان بنائے زمین بنائی۔ بادلوں سے مینہ برسا کر طرح طرح کے میوہ دار خوشنما باغ پیدا کیے۔ تم میں کسی کے بس کا بھی نہیں کہ ان کے درخت تم اگا سکو۔ پھل تو کیا پیدا کرو گے اب اس کو سوچو کہ ان سب کا بنانے والا معبود ہونا چاہیے یا کوئی اور؟ ارشاد ہے کہ جواب ظاہر ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ یہ لوگ سیدھے راستے سے الگ ہٹ گئے ہیں۔

معبود کی نشانیاں

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ
بھلا کس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور بنائیں
خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ
اس کے بیچ میں ندیاں اور رکھے اس کے لیے ٹھہرانے والے
وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ
اور رکھی دو دریاؤں کے درمیان آڑ کیا کوئی معبود ہے
مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
اللہ کے ساتھ نہیں بلکہ اکثر ان میں سے نہیں جانتے

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ
بھلا زمین کو ٹھہرنے کے لیے کس نے بنایا اور اس کے بیچ
خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ
میں ندیاں بنائیں اور اس کے ٹھہرانے کو بوجھ رکھے
وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ
اور دو دریاؤں کے بیچ میں آڑ رکھی۔ کیا اللہ کے ساتھ
مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
کوئی اور معبود ہے؟ کوئی نہیں۔ بلکہ ان میں سے بہتوں کو سمجھ نہیں

اَمَّنْ: بھلا کس نے۔ اس آیت اور اس سے پہلی آیت اور بعد کی تین آیتوں کے شروع میں اَمَّنْ کا لفظ آیا ہے۔ یہ اصل میں اَم اور مَن ہے ملا کر لکھا گیا ہے۔ مَنْ حرف استفہام ہے اور اَم کے معنی یا، بلکہ ... کے ساتھ ایک اور بات بتاؤ۔ اس مفہوم کو ہم علاوہ بریں سے ظاہر کرتے ہیں اور بھلا سے بھی اس کے معنی ادا ہو جاتے ہیں۔

حَاجِزٌ: (روکنے والا) اسم فاعل ہے ح ج ز سے۔ حجز کے معنی روکنے کے ہیں۔ حاجز جو بیچ میں آ کر دو چیزوں کو خلط ملط ہونے سے روک دے۔ مطلب یہ ہے کہ کھاری سمندر میں میٹھا دریا گرتا ہے تو اپنا میٹھا پن دور تک قائم رکھتا ہے۔ اردگرد کا پانی کھاری اور دریا سے ملا ہوا پانی میٹھا ہوتا ہے۔ اس آیت میں معبود حقیقی کی ایک اور قدرت کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ زمین کو جانداروں کے ٹھہرنے کے قابل کس نے بنایا۔ خشکی تری، گرمی اور سردی کو اس تناسب سے ملایا کہ جاندار زندہ رہ سکیں۔ اور ان کے استعمال کے لیے نباتات کافی مقدار میں پیدا ہوتی رہیں۔ پانی جگہ جگہ پہنچانے کے لیے ندی نالے بنائے اور مٹی کی زمین کو مضبوط کرنے کے لیے اس پر پہاڑ قائم کیے۔ کھاری اور میٹھے دریا مل کر بہنے پر بھی ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے اور دونوں کے پانی اپنا اپنا مزہ برقرار رکھتے ہیں۔ بتاؤ تو سہی کہ اور کوئی ایسے عجائبات پیدا کر سکتا ہے؟ جب نہیں تو پھر وہ معبود کیسے ہوا۔ پھر بھی اکثر لوگ اوروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ ان کی سمجھ کا قصور نہیں تو اور کیا ہے بلکہ اکثر تو ٹھیک سمجھ ہی نہیں رکھتے۔

ایک اور نشانی

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ

بھلا کون جواب دیتا ہے بے بس کو جب وہ اسے پکارتا ہے

وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ

اور ہٹاتا ہے مصیبت اور کرتا ہے تم کو وارث

الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

زمین کا کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

بہت کم دھیان کرتے ہو تم

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ

بھلا کون پہنچتا ہے بےکس کی پکار کو جب وہ اسے پکارے

وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ

اور دور کرتا ہے سختی اور تم کو زمین کا وارث

الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

کرتا ہے۔ کیا اب کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

مگر تم بہت کم دھیان کرتے ہو

مُضْطَرٌّ: (مصیبت میں پھنسا ہوا) اسم مفعول ہے اضطرار سے جو ض۔ ر۔ ر سے بنا ہے۔ ضُرٌّ اور ضَرَرٌ دکھ مصیبت اور آفت کو کہتے ہیں۔ اصل میں اضترار ہے۔ ض کے بعد ہونے کی وجہ سے ت کو ط سے بدل دیا۔ اضطرار کے معنی ہیں دکھ اور مصیبت کی وجہ سے بے چین ہونا مضطر: مصیبت میں گھرا ہوا۔

عرب کے مشرک بھی اور مشرکوں کی طرح اللہ کو سب سے بڑا معبود مانتے تھے لیکن پوجا بتوں کی کرتے تھے۔ انہوں نے دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کر کے یہ غلط خیال قائم کر لیا تھا کہ بڑے تو آرام سے بیٹھے رہتے ہیں اور چھوٹے ان کا کام کرتے ہیں۔ بتوں کو وہ وہی درجہ دیتے تھے جو دنیا کے بادشاہوں کے ہاں وزیر، خزانچی وغیرہ کا ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی مصیبت آ پڑتی جیسے جہاز کا طوفان میں پھنس جانا وغیرہ۔ تو اس وقت اللہ ہی کو پکارتے تھے۔ ان نادانوں سے پوچھا جا رہا ہے۔ کہ بت تو بہرے، گونگے ہیں۔ نہ کسی کی پکار سنیں اور نہ کچھ جواب دیں۔ تم خود جب کوئی اور چارہ کار نہیں رہتا۔ تو اللہ ہی کو پکارتے ہو۔ اور وہی بےکس و بےبس کی پکار سنتا ہے اور چاہتا ہے تو مصیبت دور کر دیتا ہے۔ پھر وہی تمہیں دوسروں کی جگہ زمین پر اقتدار عطا فرماتا ہے۔ کیا کسی اور میں ایسا کرنے کی طاقت ہے؟ جب نہیں ہے تو اوروں کو معبود کیوں بناتے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم عقل سے پوری طرح کام نہیں لیتے۔ غور کرو تو صحیح نتیجے پر پہنچو۔ تم غور ہی نہیں کرتے

ایک اور سوال

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

بھلا کون راہ دکھاتا ہے تمہیں اندھیروں میں جنگل اور دریا کے

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ

اور کون بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری دینے والی آگے آگے

رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ

اس کی رحمت کے کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ برتر ہے اللہ

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ (۶۳)

اس سے جو یہ شریک کرتے ہیں

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

بھلا کون راہ بتاتا ہے تمہیں جنگل کے اور دریا کے اندھیروں میں

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ

اور کون چلاتا ہے خوشخبری لانے والی ہوائیں باران

رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ

رحمت سے پہلے کیا اب کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ۔ اللہ بہت

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ (۶۳)

بلند ہے اس سے جسے یہ شریک بتلاتے ہیں

جب تک چاروں طرفوں کا پتہ نہ لگ جائے آدمی کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ کا راستہ ڈھونڈنا ناممکن ہے شمال جنوب مشرق مغرب کا تعیّن کرکے مقام کا تعیّن کیا جاتا ہے اور ان کا تعیّن ستاروں کے اوپر موقوف ہے۔ رات کے وقت اندھیرے کے اندر آدمی جنگل بیابان میں ہو یا جہاز میں سوا اس کے کہ حیران اور سرگردان پھرے اور کچھ نہیں کرسکتا۔ آدمی کے پاس لاکھ جنت یا سمت سے ناواقف لوگ ہوں اسے راستہ نہیں سمجھا سکتے اور نہ خود ہی سیدھے کہیں پہنچ سکتے ہیں۔

ارشاد ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے اوپر ستارے بنا کر انہیں چمکایا اور ان کے لیے جگہ اور مقام مقرر کیے اسی نظام کی بدولت تم خشکی اور سمندر میں آسانی سے راستہ ڈھونڈ لیتے ہو، پھر ایک اور انتظام تمہارے لیے یہ کیا کہ زمین پر ضرورت کے وقت بارانِ رحمت کا بندوبست کر دیا۔ غور سے معلوم ہوا کہ یہ انتظام بھی سورج کی حرارت اور اس کے اندر مختلف مقامات میں فرق مقرر کرکے اللہ عزوجل ہی نے کیا۔ حرارت کی بدولت گرم ہوا اوپر چڑھتی ہے اور اس کی جگہ پُر کرنے کے لیے ٹھنڈی ہوائیں اِدھر اُدھر سے چلتی ہیں جو بارش والے بادلوں کو اپنے ساتھ لاتی ہیں۔ لوگ ان ہواؤں کے چلنے سے خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش آئے گی اور خشکی اور گرمی دفع ہوگی۔ کیا یہ انتظام سوا اللہ کے کوئی کرسکتا ہے۔ پھر اس کے سوا کسی اور کو معبود ماننے کے کیا معنی۔ اللہ ہر چیز سے جسے تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو بلند اور برتر ہے۔ اس کے عالی مرتبہ کی جھلک بھی ان بتوں کو نصیب نہیں ہوسکتی جنہیں تم پوجتے ہو۔

ایک اور خصوصیت

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

بھلا کون پیدا کرتا ہے خلق کو پھر لوٹائے گا اسے

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

اور کون روزی دیتا ہے تمہیں آسمان سے اور زمین سے

ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ کہیے لاؤ تم اپنی پختہ دلیل

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۶۴)

اگر ہو تم سچے

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

بھلا کون بناتا ہے خلق کو سرے سے پھر اس کو دہرائے گا

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اور کون روزی دیتا ہے تمہیں آسمان سے اور زمین سے

ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

کیا کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ تو کہیے کہ اگر تم سچے ہو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۶۴)

تو اپنی سند لاؤ

يُعِيْدُ: لوٹائے گا مضارع کا صیغہ ہے۔ اِعَادَةٌ سے جو ع و د سے بنا ہے۔ عَوْدٌ کے معنی لوٹنا۔ اِعَادَةٌ: لوٹانا پھر پہلی حالت پر لانا۔

اس آیت میں مشرکوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ بتاؤ مخلوق کس نے پیدا کی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس کا جواب آج تک کسی سے بن آیا۔ کسی نے کوئی معقول اور ماننے کے قابل اس بات کی کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ ساری کائنات کیسے موجود ہوئی۔ کسی نے کہا کہ یہ آپ ہی آپ بن گئی۔ کسی نے بار بار کہا کہ ہمیں اس کے سوچنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کافی نہیں کہ ہم مادہ سے بوقت ضرورت خود ہی کوئی چیز گھڑ لیتے ہیں اور کام نکل آتا ہے۔

قرآن کریم نے انسان کو بتایا کہ اللہ عز و جل نے اپنی قدرت کاملہ سے مادہ کو ظاہر کیا۔ پھر اس سے تمام مخلوقات بنائی۔ یہ کہہ دینا کہ یہ آپ ہی آپ بن گئی دھاندلی کے سوا کچھ نہیں۔

ایک سیدھے سادے بدوی عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ جب مینگنیاں دیکھ کر اونٹ کو ماننا پڑتا ہے تو زمین و آسمان کو دیکھ کر اس کا بنانے والا خواہ مخواہ ماننا پڑے گا۔ پھر یہ بات ظاہر ہے کہ جس نے پہلے بنایا بگڑنے کے بعد دوبارہ بھی وہی بنائے گا۔ پھر اسے بھی سوچنا چاہیے کہ مخلوقات کو اللہ نے صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ آسمان اور زمین سے اس کی پرورش اور قیام کا سامان بھی مہیا کر دیا۔ چنانچہ جیسے خالق ہے ایسے ہی رب اور رازق بھی ہے۔ یہ نہیں مانتے تو کوئی اس بات کی پختہ دلیل اور سند پیش کرو۔ کہ یہ کسی اور کا کام ہے اگر سچے بنا چاہتے ہو تو ایسا کرنا پڑے گا۔ ورنہ سوا غفلت اور ضد کے کچھ نہیں۔

توحید کی اور دلیل

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

کہہ دے نہیں جانتا جو کوئی آسمانوں میں اور زمین میں ہے

الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ

غیب کو مگر اللہ اور نہیں جانتے وہ کب

یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ

زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے بلکہ دوڑ کر تھک ان کا علم

فِی الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫

آخرت کے بارے میں بلکہ وہ شک میں ہیں اس کی طرف سے

بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

تو کہہ آسمان اور زمین میں جو کوئی ہے چھپی ہوئی

الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ

چیز کی خبر نہیں رکھتا مگر اللہ۔ اور ان کو خبر نہیں کہ کب

یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ

دوبارہ جی اٹھیں گے بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے

فِی الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫

میں تھک کر رہ گیا بلکہ ان کو اس میں شبہ ہے

بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۱

بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں

اِدّٰرَكَ: پیچھے دوڑا۔ اصل میں تدارک ہے جو ماضی کا صیغہ ہے تَدَارُکٌ سے۔ اس کا مادہ دَرْکٌ ہے۔ دَرْکٌ کے معنی پالینا، جا ملنا۔ اسی سے اِدْراک بنا ہے کسی چیز کو پا جانا۔ تدارک کے معنی ہیں کسی چیز کو پکڑنے کے لیے لگاتار دوڑنا۔ بھاگ کر پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کرنا۔ یہاں مراد ہے کہ آخرت کا مفہوم سمجھنے کے لیے ان کا علم لگاتار دوڑتا ہی رہا مگر اسے حاصل نہ کر سکا۔ نتیجہ کچھ نہ ہوا سوائے اس کے کہ تھک کر گر پڑے۔

عَمُوْنَ: عَمِیٌ کی جمع ہے۔ دل کا اندھا۔ پہلے گذر چکا ہے۔

: پچھلی پانچ آیتوں میں وہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو معبودِ حقیقی میں ہونی چاہئیں پھر پوچھا گیا ہے کہ کیا اللہ کے سوا کسی میں یہ خصوصیات موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ نہیں ہیں پھر اس کے سوا کسی اور کو معبود بنانا گمراہی، نادانی اور سوچنے کی کمی کا نتیجہ نہیں تو کیا ہے۔ اللہ ان جھوٹے معبودوں سے بلند و برتر ہے۔ منکروں کے پاس اس کی کوئی پختہ سند اور دلیل نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہے۔ اس آیت میں اللہ عزوجل کی ایک اور صفت کا ذکر ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے ارشاد ہے کہ قوت اور قدرت کے ساتھ ہی وہ تمام آسمانوں اور زمین اور تمام عالم کی چھپی ہوئی چیزوں سے واقف ہے۔ ایسا ہر چیز کو گھیرے ہوئے علم مخلوقات میں سے کسی کو حاصل نہیں جس کو صاف الفاظ میں یوں کہا گیا ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا نہ آسمان میں رہنے والوں میں سے کسی کو ہے اور نہ زمین کے باشندوں میں سے کسی کو۔ ایسے ہی یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی اور وہ کب زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔ آگے ارشاد ہے کہ آخرت کے بارے میں ان کا علم تھک کر رہ گیا ہے بعض شک میں گرفتار ہیں۔ بعض دل کے اندھے انکار ہی کر بیٹھے ہیں ؛

آخرت

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا ءَ اِذَا کُنَّا تُرٰبًا
اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے کیا جب ہم ہوجائیں گے مٹی
وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ
اور ہمارے باپ دادا کیا ہم پھر نکال لیے جائیں گے البتہ تحقیق
وُعِدْنَا ھٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ
وعدہ کیا گیا یہ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے سے
اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿٦٨﴾
نہیں یہ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا ءَ اِذَا کُنَّا تُرٰبًا
اور وہ لوگ جو منکر ہیں بولے کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا
وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ
مٹی ہو جائیں گے کیا ہم زمین سے نکالے جائیں گے یہ تو پہلے
وُعِدْنَا ھٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ
سے ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے وعدہ ہوتا چلا آرہا ہے کہ
اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿٦٨﴾
کچھ نہیں یہ تو پہلے لوگوں کی باتوں کی نقلیں ہیں

اس سے پہلے ذکر ہوا کہ مخلوق میں سے کسی کو قیامت کا علم نہیں کہ کب آئے گی اس کی خبر فقط اللہ عزوجل کو ہے کیونکہ اس کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں۔ آخرت کے بارے میں بہت سے کبھی تو شک میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور کبھی بالکل انکار ہی کر بیٹھتے ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے وہ آخرت کی حقیقت سے ٹھیک طور پر واقف نہیں ہو سکتے وہ کہتے ہیں کہ مرنے میں تو شک نہیں۔ لیکن یہ کیسے مان لیں کہ جب مرنے کے بعد خاک میں مل گئے اور مٹی ہوگئے۔ تو ہم اور ہمارے ماں باپ جن کو مٹی میں ملے ہوئے مدت گذری۔ دوبارہ پھر مٹی میں سے نکال کر زندہ کر دیئے جائیں گے۔ یہ تو صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔ عمر بھر سے ہم انہیں سنتے چلے آتے ہیں۔ اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا بھی اسی طرح سنتے چلے گئے۔ ہزارہا صدی بیت گئی۔ ہم نے تو کسی انسان کو مٹی میں سے پیدا ہوتے نہ سنا نہ دیکھا۔ یہ بات یونہی کبھی کسی کے منہ سے نکل گئی ہوگی۔ کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہوگا۔ اس کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ اور اسے جزا سزا ملے گی۔ بعد میں اس کی بابت چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ لوگوں نے بات کا تنگڑ بنا لیا۔ کہانیاں گھڑ لی گئیں۔ اور پہلوں سے نقل کرتے ہوئے پچھلے بھی انہی کہانیوں کو سنتے ہی چلے گئے۔ یہی کہانیاں (معاذ اللہ) اس قرآن میں رکھ دی گئیں۔ اور حقیقت کچھ بھی نہیں۔ اس لیے اس جھگڑے میں خواہ مخواہ کون پھنسے ۔

گناہوں کی سزا

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ
توکہہ چلو پھرو زمین میں پھر دیکھو کیسا
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ
ہُوا انجام مجرموں کا اور مت غم کر
عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
ان پر اور مت ہو تنگی میں اس سے جو یہ تدبیریں کرتے ہیں
وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
اور کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ وعدہ اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾
ہو تم سچے

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ
تو کہہ دے ملک میں پھرو تو دیکھو کہ گناہ گاروں
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ
کا انجام کیسا ہُوا ان پر غم نہ کرو
عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
اور نہ تنگ دل ہو ان کے فریب بنانے میں
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾
اگر تم سچے ہو

اس سے پہلے یہ بیان تھا کہ غیب کا علم اللہ عزوجل کی خصوصیت ہے اس لیے معبود ہونے کا مستحق وہی ہے اسی نے اپنے فضل سے غیب کی وہ باتیں جن پر یقین کرنا انسان کی بہتری کے لیے ضروری تھا اپنے رسولوں کو بتائیں اور اللہ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ ان باتوں پر یقین کریں ورنہ تباہ ہو جائیں گے یعنی یقین کرلیں کہ اللہ عزوجل برحق ہے اس کے رسولوں کا دنیا میں آنا برحق ہے ان میں سے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے۔ آخرت برحق ہے انسان مرنے کے بعد پھر جی اُٹھے گا اس کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا اور اچھے لوگ جنت میں اور بُرے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ یہ وہ غیب کی باتیں ہیں جنہیں انسان کو ماننا چاہیئے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا جو لوگ ان میں شک کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ دنیا میں چل پھر کر دیکھو گے تو تم پر ان کا سچا ہونا ظاہر ہو جائے گا اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ یہ لوگ ملک میں چل پھر کر دیکھیں کہ دنیا میں اللہ کی بات نہ ماننے والوں کا کیا حال ہُوا وہ دنیا میں ویسے ہی تباہ ہوئے جیسے رسولوں نے انہیں ڈرایا تھا۔ اور آخرت کے عذاب کا وعدہ بھی اسی طرح پورا ہو کر رہے گا جس طرح دُنیا کے عذاب کا وعدہ پورا ہُوا۔ دنیا میں اگر کوئی بچ بھی گیا تو کیا آخرت میں بھی بچ جائے گا؟ پھر اگر یہ نہ مانیں تو تم رنجیدہ مت ہو اور نہ ان کی شرارتوں سے دل تنگ ہو آپ سمجھانے کا حق ادا کر چکے اب یہ جانیں اور ان کا کام۔ یہ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی اور بروں کو سزا کب ملے گی اگر سچے ہو تو بتاؤ۔ اس کا جواب اگلی آیت میں ہے:۔

جلدی مت کرو

قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ
تو کہہ کیا بعید ہے کہ ہو قریب تم سے
بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
ایک حصہ جس کی تم جلدی مچا رہے ہو اور تحقیق تیرا رب
لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
بڑا فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر ان کے
لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا
شکر نہیں کرتے اور تحقیق تیرا رب جانتا ہے جو
تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾
چھپے ہوئے ہیں ان کے سینے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں

قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ
تو کہہ کیا بعید ہے کہ جس کی تم جلدی کر رہے ہو اس
بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
میں سے کچھ تمہارے قریب ہی پہنچ چکا ہو اور تیرا رب تو
لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لوگوں پر فضل کرتا ہے پر ان میں سے بہت
لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا
سے شکر نہیں کرتے اور تیرا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں
تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾
میں چھپ رہا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں

رَدِفَ: پیچھے سے آلگا ہو، ماضی کا صیغہ ہے ر۔د۔ف سے۔ رَدف کے معنی سوار کے پیچھے بیٹھنا۔ ایسے شخص کو ردیف اور رِدْف کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد قریب آلگنا ہے۔ لَکُمْ میں لام زائد ہے۔

تُكِنُّ: (چھپائے رکھنا) مضارع کا صیغہ ہے اِکْنَانٌ سے جو ک۔ن۔ن سے بنا ہے۔ پردہ یا پردہ کی جگہ۔ اِکْنَانٌ: پردہ میں چھپا دینا۔

پہلے ارشاد ہوا کہ اعمال کی جزا سزا کے لیے آخرت مقرر کی گئی ہے کسی کو معلوم نہیں کہ کب آئے گی مگر آئے گی ضرور لوگ اس کا یقین نہیں کرتے لیکن بدکرداروں کے آثار دنیا میں دیکھ کر انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ جن کو یہاں سزا نہیں ملی انہیں ایک اور دن مل کر رہے گی۔ مرکر بھی سزا سے پیچھا نہ چھوٹے گا۔ اس دن کا نام آخرت ہے۔ مکّہ کے کافر جو بے صبری کر رہے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ آخرت کب آئے گی۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ اس کا وقت معیّن تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ دیر یا سویر آئے گی ضرور۔ اور کیا بعید ہے کہ تمہاری بدکرداریوں کی سزا کا کچھ حصہ عنقریب تمہیں دنیا ہی میں ملنے والا ہو (یہ پیش گوئی بدر کی لڑائی میں پوری ہوئی) یہ نہیں سمجھتے کہ عذاب میں دیر لگنا اللہ کا فضل ہے لیکن یہ اس فضل کا شکر کرنا تو درکنار الٹا منہ سے جلدی عذاب مانگ رہے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ ان کے سینوں میں چھپی ہوئی شرارتیں اور علانیہ گناہ سب اللہ عزّوجل کو معلوم ہیں۔

ہر چیز لکھی ہوئی ہے

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا

اور نہیں کوئی غائب چیز آسمان میں اور زمین میں مگر

فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۷۵) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ

واضح کتاب میں ہے تحقیق یہ قرآن

يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ

بیان کرتا ہے بنی اسرائیل کے سامنے بہت سی چیزیں

هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۷۶) وَ اِنَّهٗ

کہ وہ جن میں جھگڑتے ہیں اور تحقیق وہ

لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۷۷)

البتہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا

اور کوئی چیز نہیں جو آسمان اور زمین میں غائب ہو مگر

فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۷۵) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ

موجود ہے کھلی کتاب میں یہ قرآن بنی اسرائیل کو بہت

يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ

سی چیزیں جن میں وہ جھگڑتے ہیں

هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۷۶) وَاِنَّهٗ

سناتا ہے اور بے شک وہ

لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۷۷)

ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ: (واضح کتاب) یہ لفظ لوحِ محفوظ کے لیے اکثر آیا ہے یعنی وہ دفتر جس میں ہر چیز جو ہوگی یا ہوتی ہے لکھی جاتی ہے

پیچھے ارشاد ہوا کہ ان کے اعمال کی سزا انہیں مل کر رہے گی اور عجب نہیں کہ کچھ سزا عنقریب دنیا ہی میں مل جائے اللہ تعالیٰ کو ان کے ظاہری حال بلکہ ان کے دلوں میں چھپے ہوئے بھید اور شرارتیں ذرّہ ذرّہ معلوم ہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ ان کے اعمال تو کیا ہیں اس عالم کی ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی آسمان میں ہو یا زمین میں ہر ایک بات جو ہو گئی یا ہوگی۔ ایک ایک کر کے ایک واضح کتاب میں جوں کی توں لکھی ہوئی موجود ہے جو دنیا میں چپ رہو جس جس چیز کا وقت آ جائے گا ظاہر ہوتی چلی جائے گی اور جو کچھ تم کرتے جاؤ گے وہ بھی اس میں جوں کا توں لکھ دیا جائے گا اور تمہارے ہر عمل کا نتیجہ جیسا ہوگا سامنے آ جائے گا۔ اس قرآن میں ان تمام باتوں کی خبر دے دی گئی ہے۔ جن کا جاننا انسان کے لیے ضروری ہے۔

اس سے پہلے بنی اسرائیل کو بھی تورات کے ذریعہ اس وقت کے مطابق حالات اور واقعات سے مطلع کر دیا تھا۔ لیکن وہ تورات کی اکثر باتوں کو بھلا کر ان کی بابت اپنی اپنی رائے قائم کر بیٹھے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ ان باتوں کو بھی قرآن مجید میں دوبارہ صاف کر کے بیان کر دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے جھگڑے ختم کریں اور قرآن حکیم کی بتائی ہوئی راہ اختیار کریں خیر وہ کریں یا نہ کریں۔ بہر حال قرآن پر ایمان لانے والوں کے لیے تو قرآن ہدایت اور رحمت کا سرچشمہ ہے جس کے فیض سے وہ ہمیشہ مالا مال ہوتے رہیں گے۔

سمجھدار ہی سمجھیں گے

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ
تحقیق تیرا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان اپنے حکم سے اور وہ
الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ
زبردست جاننے والا ہے پس بھروسہ کر اللہ پر
اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ
یقیناً تو صریح حق پر ہے تحقیق تو نہیں سنا سکتا
الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا
مُردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکار جب
وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى
وہ مڑ جائیں پیٹھ پھیر کر اور نہیں تو سمجھانے والا
الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۖ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ
اندھوں کو گمراہی کے بعد نہیں سناتا تو مگر اسے جو
يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾
یقین کرے ہماری باتوں کا پس وہی حکم بردار ہیں

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ
تیرا رب اپنی طاقت سے ان میں فیصلہ کرے گا اور وہی ہے
الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ
زبردست سب کچھ جاننے والا سو تو اللہ پر بھروسہ کر
اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ
بے شک تو صحیح کھلے راستہ پر ہے البتہ تو مُردوں کو
الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا
نہیں سُنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی پکار سُنا سکتا ہے جب
وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى
وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں اور نہ تو اندھوں کو جب وہ راہ
الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۖ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ
سے بھٹک جائیں راہ دکھا سکے تُو تو اس کو سناتا ہے جو ہماری
يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾
باتوں پر یقین رکھتا ہو سو وہ حکم بردار ہیں

پہلے فرمایا کہ قرآن حکیم میں انسان کو برائی بھلائی سے آگاہ کر دیا گیا ہے اس میں ارشاد ہے کہ اس کے بعد ان میں فیصلہ اللہ عزوجل اپنے حکم سے کرے گا۔ اس میں قوت بھی پوری ہے اور اس کا علم بھی بھرپور ہے سو تو اپنا کام کر اور اللہ عزوجل پر بھروسا کر ان کی کائیں کائیں سے مت ڈر یقین جان کر تو بالکل ٹھیک ہے اور واضح طریقہ پر کاربند ہے اور اس کے بعد تجھے کاہے کا غم ہے۔ یہ لوگ جو تیری نہیں سنتے، مردہ دل اندھے اور بہرے ہیں اور وہ اس حالت سے نکلنا بھی نہیں چاہتے تیرے بس کا نہیں کہ مُردوں کو سنائے یا بہروں کو پکارے خاص کر جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے ہوں۔ جو دل کے اندھے راہ سے بھٹک چکے ہیں آپ انہیں راہ پر نہیں لا سکتے۔ آپ کی باتوں سے تو وہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو ہماری باتوں کو مانتے ہیں۔ یہ ماننے والے ہی اطاعت گذار فرمانبردار اور حکم کے بندے ہیں۔

قیامت کی علامت

اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا

جب آپڑے گی بات ان پر ہم نکالیں گے

ہُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ

کے لیے ایک جانور زمین سے باتیں کرے گا ان سے

ﱠ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

یوں کہ لوگ تھے ہماری نشانیوں کا

ﻻ يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

یقین نہ کرتے

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا

اور جب ان پر بات پڑ چکے گی ہم نکالیں گے

لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ

ان کے لیے ایک جانور زمین سے باتیں کرے گا ان سے

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

اس واسطے کہ لوگ ہماری نشانیوں کا

لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۶ ۲

یقین نہیں کرتے

دَآبَّةٌ: (چلنے والا) یہ د۔ب۔ب سے اسم فاعل ہے۔ جو زمین پر چل سکے وہ دابہ ہے۔

پہلے ذکر ہوا کہ یہ لوگ پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی۔ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔ ان سے کہا گیا کہ قیامت آکر رہے گی۔ اس کا ٹھیک وقت اللہ کو معلوم ہے جب تک نہیں آتی غنیمت ہے جب آگئی تو پھر ایمان لانا کسی کام نہ آئے گا۔ تمہاری بھلائی کے لیے یہی جاننا کافی ہے کہ اس کا آنا ضرور ہے تاکہ تم فوراً عذاب الٰہی سے بچنے کی کوشش شروع کر دو۔ اس آیت میں قیامت کی ایک علامت بتائی گئی ہے جب یہ ظاہر ہو گئی تو پھر ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

ارشاد ہے کہ جب قیامت سر پر آ ہی جائے گی، تو ہم ایک جانور زمین سے نکالیں گے اور وہ ان سے باتیں کرے گا۔ اور بتائے گا کہ قیامت قریب ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ دابہ اس لیے نکالا جائے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں کا جو دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں یقین نہ کرتے تھے۔

جب جانور تک کہہ دے گا کہ جو رسولوں نے کہا تھا بالکل سچ تھا پھر تو مومنوں اور کافروں میں علانیہ فرق ہو جائے گا۔ اور دونوں ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو جائیں گے اور وہ جانور خود صاف صاف بتا دے گا کہ یہ شخص مومن ہے، یہ کافر ہے۔

اس کے بعد اس دنیا کی بساط الٹ دی جائے گی اور یہ فنا ہو جائے گی۔ غرض قیامت سے پہلے ایسی غیر معمولی باتیں ہوں گی جن سے کسی کو رسول کی بتائی ہوئی باتوں میں شبہ نہ رہے گا۔

مُنکروں کا حال

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ

اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ہر فرقے کے گروہ ان میں سے جو

يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ (۸۳) حَتَّىٰ إِذَا

جھٹلاتی تھی ہماری نشانیوں کو پھر ان کی جماعت بندی کی جائے گی یہاں تک کہ جب

جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا

آ پہنچے فرمائے گا کیا جھٹلایا تم نے میری نشانیوں کو اور نہیں تم نے گھیرا تھا

بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۸۴)

انہیں اپنے علم سے یا کیا تھا جو تم کرتے

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ

اور جس دن جمع کریں گے ہم ہر فرقے کی ایک جماعت جو

يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ (۸۳) حَتَّىٰ إِذَا

جھٹلاتی تھی ہماری نشانیاں پھر ان کی حد بندی کی جائے گی یہاں تک کہ جب

جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا

حاضر ہو جائیں گے فرمائے گا کیوں تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا حالانکہ تم ان کو

بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۸۴)

سمجھ ہی نہ سکے تھے یا وہ کیا تم کرتے تھے

یُوزعون: الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔ مضارع مجہول ہے وزع سے۔ اس لفظ کی تشریح اسی سورت میں پہلے گذری۔ مراد یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کی حد کے اندر روک دیا جائے گا۔

اَمّا: (یا کیا) اصل میں ام (یا) اور ما (کیا) ہے۔ قرآنی رسم خط میں ملا کر لکھ دیا گیا۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن فنا ہو جانے کے بعد پھر سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور ہم ہر فرقے کے جو ہماری آیتوں اور نشانیوں کو جھوٹا کہتا تھا الگ الگ گروہ بنا دیں گے۔ پھر ان کو جماعت وار اپنی اپنی حد میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر اللہ عزوجل ان سے پوچھے گا۔ کیوں جی! تم نے ہماری آیتوں، رسولوں اور نشانیوں کو سمجھنے کی کوشش کیے بغیر ہی منہ اٹھا کر انہیں جھوٹا کہہ دیا۔ اتنی تکلیف بھی گوارا نہ کی کہ ان میں غور و فکر کرتے اور سوچتے کہ آخر یہ سارا اہتمام کیوں کیا گیا ہے۔ رسول مشقتیں اٹھا کر اذیتیں جھیل کر اور دنیا کے مزوں پر لات مار کر یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ اللہ کو اپنا مالک اور رب مانو۔ قرآن کی آیتیں سنو۔ دنیا کے حالات پر غور کرو۔ ایک دن یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ جیسے اب جس آدمی کی اجل آ جاتی ہے چل بستا ہے ایسے ہی ایک دن سارے چل بسیں گے۔ پھر ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ان کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی۔ کیا تمہارا کام یہی رہ گیا تھا کہ رسولوں کی اور ہماری باتوں کی جو وہ تمہیں بتلایا کرتے تھے مخالفت کرو اور انہیں جھوٹا کہو۔ اگر نہیں تو پھر بتاؤ تم نے اپنی عمر عزیز کن باتوں میں صرف کی۔ اور جو بات کرنی چاہیے تھی کیوں نہ کی؟

آخر سزا ملی

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ

اور آپڑا حکم ان پر اس لیے کہ انہوں نے ظلم کیا پس وہ

لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا

بول نہ سکیں گے کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم نے بنایا

الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِيْ

رات کو تاکہ آرام کریں اس میں اور دن کو دیکھنے کے لیے تحقیق اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٨٦﴾

البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ

اور ان پر فیصلہ جاری ہوگیا اس واسطے کہ انہوں نے شرارت کی تھی اب

لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا

وہ کچھ بول نہیں سکتے کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے

الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِيْ

رات بنائی تاکہ اس میں آرام کریں اور دن دیکھنے کو بنایا البتہ اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٨٦﴾

ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو یقین کرتے ہیں

پہلے ارشاد ہوا کہ قیامت آکر رہے گی۔ اس میں شک وشبہ کرلے کیا کرو گے اس کے آنے میں جتنی دیر لگ رہی ہے اسے غنیمت جانو۔ جلدی مت کرو بس اتنا سمجھ لو۔ کہ جب وہ دن آئے گا تو نافرمانوں کے گروہ جماعت بندی کر کے ہمارے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اور ہم ان سے سوال کریں گے کہ تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی گئیں۔ تم نے انہیں اس کان سنا، اُس کان اڑا دیا۔ تمہیں چاہیئے تھا کہ انہیں غور سے سنتے اور سوچتے کہ ان میں کیا کہا جا رہا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے۔ بتاؤ تم اور کن کاموں میں پھنسے ہوئے تھے۔ جو ہمارے ارشادات پر غور کرنے کا وقت ہی نہ نکال سکے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس کا جواب وہ کیا دے سکتے۔ حیرت سے تکتے رہ جائیں گے انہیں کچھ بھی یاد نہ آئے گا۔ کہ ہم نے ظلم اور زیادتی کر کے روپیہ کمایا۔ غریبوں کا حق مارا۔ دل بہلانے کو شعر کہے۔ ڈرامے لکھے۔ ہنسنے ہنسانے والے قصے کہے حکومت کی خوب مزے اڑائے۔ ہمارے پاس وقت کہاں تھا جو ہم بیٹھ کر قرآن سنتے اور اس کے معانی پر غور کرتے۔ غرض ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر عذاب آپڑے گا اور ان سے کچھ بولتے نہ بن پڑے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ اگر وہ اسی پر غور کر لیتے۔ کہ ہم نے ان کی خاطر رات آرام کے لیے اور دن دیکھ بھال کر کام کرنے کے لیے بنایا تو وہ ایمان لے آتے۔ انہوں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن ہمیں نہ پہچانا۔ ایمان والے سمجھتے ہیں کہ اسی میں اللہ کی قدرت کی پوری نشانیاں موجود ہیں۔

قیامت کا حال

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ

اور جس دن پھونک ماری جائے گی صور میں پس گھبرا جائے گا جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے چاہے

اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ (۸۷) وَ تَرَى

اللہ اور سب آئیں گے اس کے آگے عاجزی سے اور تو دیکھتا ہے

الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ

پہاڑوں کو خیال کرتا ہے انہیں جما ہوا اور وہ چلیں گے

مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ

بادلوں کا سا چلنا کاریگری اللہ کی ہے جس نے خوبی سے بنایا

كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ (۸۸)

ہر چیز کو تحقیق وہ خبردار ہے۔ اس سے جو تم کرتے ہو۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ

اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمان اور

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ

زمین میں ہے گھبرا جائے گا مگر وہ جسے

اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ (۸۷) وَتَرَى

اللہ چاہے اور سب عاجزی کرتے اس کے آگے چلے آئیں گے اور تو

الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ

پہاڑوں کو دیکھ کر جما ہوا سمجھتا ہے اور وہ اڑیں گے

مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ

بادل کی طرح اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو

كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ (۸۸)

درست کیا اسے خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو

دَاخِرِيْنَ: (عاجزی کرنے والے) داخر کی جمع ہے جو د خ ر سے اسم فاعل ہے۔ دخر کے معنی عاجزی سے سرنگوں ہونے کے ہیں اس کے لیے دوسرا لفظ صغارٌ ہے۔ داخر کے معنی وہی ہیں جو صاغر کے ہیں یعنی عاجز، سرنگوں، ذلیل ؛ اَتْقَنَ: (مضبوط بنایا) ماضی کا صیغہ ہے اِتْقَان سے جو ت ق ن سے بنا ہے۔ تَقْنٌ: استحکام مضبوطی ؛ اِتْقَان: ہر چیز اور جوڑ کو ٹھیک ٹھیک بٹھانا۔

ارشاد ہے کہ قیامت کی بابت کیا پوچھتے ہو۔ اس دن اسرافیل صور پھونکیں گے سب لوگ گھبرا جائیں گے۔ مگر جس کو اللہ چاہے گا گھبراہٹ سے بچا لے گا۔ سب کے سب عاجزی کے ساتھ سر جھکا کر اللہ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ پہاڑ جو اس وقت تمہیں مضبوطی سے ایک جگہ جمے ہوئے نظر آرہے ہیں اس دن بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بڑی کاریگری سے بنایا ہے یہ اسی کی حکمت ہے کہ آج پہاڑ جمے ہوئے ہیں جو قیامت کو اڑتے پھریں گے۔ غرض ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر پھر نئے سرے سے بنایا جائے گا زمین بدل جائے گی اور اس پر لوگوں کو صف بندی کر کے حساب کے لیے کھڑا کیا جائے گا اللہ کو جو تم کرتے ہو ذرّہ ذرّہ معلوم ہے ؛

جزا کی نوعیّت

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ
جو آیا بھلائی لے کر پس اس کے لیے ہے بہتر اس سے اور وہ
مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ (۸۹) وَمَنْ جَآءَ
گھبراہٹ سے اس دن محفوظ ہیں اور جو آیا
بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ
برائی لے کر، تو اوندھے کردیے جائیں گے ان کے منہ آگ میں کیا
تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۹۰) اِنَّمَآ
بدلہ دیے جاؤ گے مگر جو تھے تم کرتے بس
اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ
حکم دیا گیا ہے مجھے کہ بندگی کروں میں رب کی اس شہر کے
الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ
جس نے حرمت دی اسے اور اسی کی ہے ہر چیز اور حکم ملا ہے مجھے
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۹۱)
کہ ہوں میں فرمانبرداروں میں سے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ
جو کوئی بھلائی لے کر آیا تو اس کو اس سے بہتر ملے گی اور ان کو
مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ (۸۹) وَمَنْ جَآءَ
اس دن کی گھبراہٹ سے امن ہے اور جو کوئی آیا
بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ
برائی لے کر تو ان کے منہ آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے۔ وہی
تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۹۰) اِنَّمَآ
بدلہ پاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے مجھے یہی
اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ
حکم ہے کہ اس شہر کے مالک کی بندگی کروں
الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ
جس نے اسے حرمت دی اور ہر چیز اسی کی ہے اور مجھے حکم
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۹۱)
ہے کہ حکم برداروں میں رہوں

جب یہ ضروری ٹھہرا کہ قیامت قائم ہو اور لوگوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ ملے تو اس آیت میں اس بدلہ کی نوعیت کو بیان بھی کر دیا گیا۔ ارشاد ہے کہ جو نیک کام کر کے آئے گا اُسے اُس کا بدلہ اس سے بھی بہتر ملے گا جو اس کے حق سے زیادہ ہو گا اور نیک لوگ اس دن گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے اور جو برائی کر کے آئے گا اسے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کو وہی ملے گا جس کے وہ مستحق تھے جیسا کرنا ویسا بھرنا ظلم زیادتی کچھ نہ ہو گی۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دو۔ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اس شہر مکہ کے مالک اور رب کی بندگی کروں جس نے اس شہر کو عزت اور حرمت عطا کی۔ نیز حکم ہوا ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمانبرداروں میں شامل رہوں اور جو وہ حکم کرے اس کے بجالانے کے لیے تیار رہوں ؛

آدمی ذمّہ دار ہے

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

اور یہ کہ پڑھ دوں قرآن پس جو راہ پر آئے گا۔ سو بات یہی ہے

يَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ

کہ وہ راہ پر آئے گا خود اپنے بھلے کو اور جو بھٹکا تو کہہ دے

اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ

بات یہ ہے کہ میں تو ڈرانے والوں میں سے ہوں اور کہہ دے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ

تعریف اللہ کے لیے ہے عنقریب دکھائیگا وہ تمہیں اپنی نشانیاں پس تم انہیں پہچان لوگے

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

اور نہیں تیرا رب بے خبر اس سے جو تم کرتے ہو

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

یہ کہ قرآن سنا دوں پھر جو راہ پر آیا۔ تو اپنے

يَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ

ہی بھلے کو راہ پر آئے گا اور جو بھٹکا رہا تو فرما دیجیے

اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ

میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور فرما دیجیے کہ سب

الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ

تعریف اللہ کے لیے ہے وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائیگا تو تم انہیں

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

پہچان لوگے اور تیرا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو

ارشاد ہے کہہ دے مجھے یہ تو حکم ہوا ہی ہے کہ شہر مکّہ کے حقیقی مالک اور رب کی بندگی کروں۔ اور اس کا حکم بجالانے کے لیے ہر وقت تیار رہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا۔ کہ یہ قرآن کریم دوسروں کو پڑھ کر سنا دوں۔ اور تمام لوگوں کو زندگی بسر کرنے کا سیدھا اور صحیح راستہ بتا دوں۔ اس کے بعد ہر ایک کو اختیار ہے سنے یا نہ سنے، مانے یا نہ مانے۔ اگر کسی نے میرا بتایا ہوا راستہ اختیار کر لیا تو اس میں خود اسی کا بھلا ہے۔ اور جس نے کج روی اختیار کی تو وہ جانے۔ میں انہی لوگوں میں سے ہوں جو انسان کو بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈرانے آئے ہیں۔

اس کے بعد کہہ دے کہ مستحق حمد و ثنا صرف اللہ ہی کی ذات ہے جس نے مجھے ہدایت کی اور دوسروں کا ہادی بنایا۔ اس وقت تم میں سے اکثر نہیں سمجھ رہے ہیں۔ لیکن آگے چل کر اللہ تمہیں اپنی صاف صاف نشانیاں دکھائے گا۔ اور تم انہیں دیکھ کر سمجھ جاؤ گے۔ کہ جو میں نے کہا تھا سچ تھا۔ لیکن اس وقت کا سمجھنا کام آئے یا نہ آئے۔ یہ دوسری بات ہے۔ تیرا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم سب کر رہے ہو۔

سورت النمل ختم ہوئی

سورت النمل پر ایک نظر

اس سورت میں تین باتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ دُنیا میں انسان کی ہدایت کے لیے اس کے پیدا کرنے والے نے رسالت کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ اس کے رسول اس کا پیغام انسان کے پاس لے کر وقتاً فوقتاً آتے رہے ہیں اور اس کی بہبودی کی باتیں اسے سمجھاتے رہے ہیں۔ انسان دنیا کے مشغلوں میں پھنس کر اصلی باتوں کو بھول جاتا ہے اور اس کی خواہشیں اسے کشاں کشاں اِدھر سے اُدھر گھسیٹتی پھرتی ہیں، اسے رسول سمجھاتے ہیں۔ کہ خواہشوں کو لگام دے اور دُنیا میں اس طرح رہے جس طرح اس کے پیدا کرنے والے کی مرضی ہے۔ رسولوں کے سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر قرآن حکیم نازل ہوا اور انسان کی ہدایت کا ہمیشہ کے لیے سامان ہو گیا۔

اس سورت میں رسالت کا طریقہ واضح کرنے کے لیے چند رسولوں اور ان کی امتوں کا حال بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے رسول کا کہنا نہ مانا۔ انجام کار تباہ ہوئے۔ دوسری بات آخرت پر ایمان لانا ہے۔ جس کے بغیر انسان اپنا چال چلن دنیا میں جیسے چاہیئے درست نہیں رکھ سکتا۔ وہ دُنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور یہیں کی باتوں میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس سے باہمی رقابت پیدا ہوتی ہے۔ اور دُنیا میں امن و امان کا قیام مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سورت میں اسے واضح کیا گیا ہے

تیسری بات اثبات توحید ہے۔ یعنی اس دنیا کا پیدا کرنے والا اور جب تک اسے منظور ہے۔ اُس کا پالنے والا اور قائم رکھنے والا ایک اللہ ہے۔ انسان کو اس نے عقل سے مالا مال کیا اور اپنی قدرت کی نشانیاں اس کے سامنے پھیلا دیں۔ اب عقل کا کام یہ ہے کہ اللہ کو پہچانے اور انسان کو اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکنا سکھائے اور بتلائے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت تباہی کا پیش خیمہ ہے انسان کو اس سے بچنا لازم ہے۔

اللہ عزّوجلّ کو مان لینے اور اس کی قدرت کا ٹھیک اندازہ کر لینے کے بعد پہلی دو باتوں کا ماننا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی بیرونی اور اندرونی قوتوں کے مطابق اس کی ہدایت کا مکمل سامان کیا۔

گمراہی سے بچانے کے لیے اپنے رسول اس کے پاس بھیجے۔ آخر میں سب کی تعلیم کا خلاصہ قرآن حکیم میں رکھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر انہیں عطا کیا۔

آخرت میں اس کے مطابق انسان کے اعمال کی جانچ کی جائے گی اور ان کا مناسب بدلہ دیا جائے گا۔

خلاصہ سورۃ القصص

ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ اٹھائیسویں سورت ہے مکّہ میں ہجرت کے متصل نازل ہوئی۔ ایک آیت اس سورت کی دورانِ سفر ہجرت میں اور چار آیتیں مدینہ میں اتریں۔ اس کا نام سورۃ القصص اس لیے ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ مکّہ کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے زیادہ تنگ کر رکھا تھا مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے تھے اور کفار ان کو بعض وقت اس قدر تکلیف پہنچاتے تھے کہ ان کا برداشت کرنا مشکل تھا۔ یہ قرآن ہی کا معجزانہ اثر تھا کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی سخت سے سخت مصیبت کے سامنے سینہ سپر رہتے تھے اور ہمت میں ذرا فرق نہ آتا تھا اس سورت میں انہیں بتایا گیا کہ ساری اذیتیں اور صعوبتیں کچھ دن کی ہیں عنقریب اللہ کے فضل سے کامیابی کا زمانہ بھی آنے والا ہے۔ آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو ڈھارس دینے کے لیے اس سورت میں موسیٰ علیہ السلام کا پورا حال سنایا گیا۔ وہ بنی اسرائیل کے ایک معزز گھرانے میں مصر کے اندر پیدا ہوئے۔ اور حالت یہ تھی کہ فرعون مصر نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں کہیں اور کسی کے اگر لڑکا پیدا ہو تو اسے فوراً قتل کر ڈالو۔ بنی اسرائیل کو یوں تو اس نے طرح طرح کی مصیبتوں میں پہلے ہی مبتلا کر رکھا تھا۔ یہ ظلم ان پر اضافہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خوف ہوا کہ یہ بچہ پولیس کو خبر ملتے ہی مار ڈالا جائے گا۔

اللہ عزوجل نے ان کے دل میں ایک نئی بات ڈالی اور انہوں نے اس پر عمل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام خود فرعون کی سرپرستی میں پل کر جوان ہوئے۔ اس کے بعد ایک ناگہانی حادثہ کی وجہ سے شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ مصیبتیں جھیلتے مدین حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ دس سال ان کی ملازمت کی۔ وہاں سے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں پیغمبری ملی اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے بچا کر نکال لے جانے کا حکم ہوا۔

فرعون نے انہیں اور ان کی قوم کو اور زیادہ تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیں اور وہ صبر سے برداشت کرتے رہے۔ تا آنکہ اللہ عزوجل کا حکم ہوا۔ کہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات شہر سے نکل جاؤ۔ فرعون نے لشکر لے کر ان کا پیچھا کیا اور بحکم الٰہی غرق ہوا بنی اسرائیل آزاد ہو گئے اور محکوم سے حاکم بن گئے۔ اس قصہ سے یہ نتیجہ نکال کر دل میں بٹھانا تھا۔ کہ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی مشرکین مکّہ کے ظلم سے نجات پائیں گے اور حاکم بن کر اسی شہر میں امن وامان پھیلائیں گے۔ قصہ کے بیچ میں اور آخر میں اسی نتیجہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۲۸

کمزوروں کی مدد

رکوعاتہا ۹ آیاتہا ۸۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾

طا سین میم یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ

ہم پڑھتے ہیں تجھ پر احوال سے موسیٰ اور فرعون کے

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا

ٹھیک ٹھیک۔ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے تحقیق فرعون نے سرکشی کی

فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ

زمین میں اور کر دیا لوگوں کو فرقے فرقے کمزور کر دیا

طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ

ایک فرقہ کو ان میں سے ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتا تھا

نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾

ان کی عورتوں کو تحقیق وہ تھا فسادیوں میں سے

طٰسٓمٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾

طسم یہ ایک واضح کتاب کی آیتیں ہیں

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ

ہم تجھ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ تحقیقی احوال سناتے ہیں ان

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا

لوگوں کے واسطے جو یقین رکھتے ہیں فرعون ملک میں

فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ

سرکشی کر رہا تھا اور وہاں کے لوگوں کو کئی فرقے بنا رکھا تھا ان میں سے

طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ

ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو

نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾

زندہ رکھتا تھا۔ بے شک وہ فسادیوں میں سے تھا

دشمنوں میں چاروں طرف سے پھنسے ہوئے تھوڑے سے لوگ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہیں اور اُف نہیں کرتے جوش آتا ہے کہ ماریں اور مریں لیکن حکم ہے کہ چپ چاپ رہو۔ تکلیفیں سہو اور زبان تک نہ ہلاؤ۔ یہ لوگ حکم کی تعمیل جان و دل سے کرتے ہیں اور جاں گداز تکلیفیں ایک دن نہیں دو دن نہیں پورے تیرہ سال تک حیرت انگیز صبر و استقلال کے ساتھ سہتے رہے ہیں۔ آخر کیا چیز تھی جس نے انہیں زبردست سہارا دے رکھا تھا۔ کچھ نہیں صرف قرآن مجید کی آیتیں تم بھی انہیں سنو اور ان کے معجزانہ اثر پر غور کرو۔

ارشاد ہے یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جن کا مطلب بالکل واضح ہے۔ ہم اب ان آیتوں میں ایمان والوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا کچھ حال سناتے ہیں تاکہ وہ دشمنوں کی زیادتی سے بددل نہ ہوں۔ یہ فرعون اپنے ملک میں بڑی قوت پکڑ گیا تھا۔ اس نے وہاں کے لوگوں کے فرقے بنا ڈالے اور ایک فرقہ کو زبردستی بہت کمزور کر دیا۔ ان پر طرح طرح کے ستم توڑے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان کے لڑکوں کو مار ڈالتا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہے جو چاہوں کروں اور واقعی وہ بڑا مفسد تھا ؛

اللہ کا حکم

وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جو کمزور کر دیئے گئے تھے
فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ
زمین میں اور کردیں ہم ان کو پیشوا اور کردیں ہم ان کو
الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
ان کی جگہ مالک اور بڑا مرتبہ دیدیں ان کو ملک میں
وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا
اور دکھا دیں ہم فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو
مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾
ان سے وہ چیز کہ تھے وہ بچتے جس سے

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو کمزور ہو کے پڑے تھے
فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ
ملک میں اور ان کو سردار کر دیں اور ان کو
الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
وارث بنا دیں اور ان کو ملک میں جما دیں
وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا
اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان کے ہاتھ
مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾
سے دکھا دیں جس چیز کا انہیں خطرہ تھا

ارشاد ہے کہ فرعون نے بڑا سر اٹھا رکھا تھا۔ اور وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ بنی اسرائیل کو پیس کر رکھ دے اور ہم یہ ارادہ کر چکے تھے کہ انہی لوگوں کو جنہیں وہ پامال کرنا چاہتا تھا اپنی بخششوں سے مالا مال کر دیں اور انہیں لوگوں کو سردار بنا دیں. فرعون اور اس کے اہالی موالی کو ہٹا کر ان کی جگہ انہیں بٹھا دیں اور ملک کی سلطنت اور حکومت ان کے قبضہ میں دے دیں اور فرعون، اس کے وزیر ہامان اور اس کے مددگاروں اور ہاں میں ہاں ملانے والوں کو بنی اسرائیل کے ہاتھوں اسی خطرہ میں مبتلا کر دیں جس سے بچنے کے لیے وہ ان کی نرینہ اولاد کو خبر پہنچتے ہی مار ڈالتے تھے۔ فرعون کے دربار کے نجومیوں نے اسے ڈرا دیا تھا کہ عنقریب بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھ سے تیری شامت آجائے گی۔ تیری سلطنت کا نام ونشان نہ رہے گا۔ تو اور تیرا لشکر سب موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔

فرعون نے اس لیے بنی اسرائیل کا ہزارہا بچہ مروا ڈالا۔ لیکن اللہ عزوجل کی قدرت سے موسیٰ علیہ السلام اسی زمانے میں پیدا ہوئے اور خود فرعون ہی کے محل میں ان کی پرورش ہوئی۔

پرورش کا انتظام

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا

اور وحی بھیجی ہم نے۔ موسیٰ کی ماں کی طرف کہ دودھ پلاتی رہ اسے پس جب

خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ

ڈرے تو اس پر پس ڈال دے اسے دریا میں اور مت خوف کر

وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ

اور مت غم کر تحقیق ہم لوٹانے والے ہیں اسے تیری طرف۔ اور کرنے والے ہیں اسے

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧﴾ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ

رسولوں میں سے پس اٹھا لیا اسے فرعون کے گھر والوں نے

لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ

تاکہ ہو وہ ان کا دشمن اور باعث غم تحقیق فرعون

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِــِٕيْنَ ﴿٨﴾

اور ہامان اور ان کے مددگار تھے چوکنے والے

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو حکم بھیجا کہ اسے دودھ پلاتی رہ پھر جب

خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ

تجھے خوف ہو اس پر تو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف

وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ

اور غم مت کر ہم اس کو تیری طرف پہنچا دیں گے اور رسولوں میں

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧﴾ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ

سے کر دیں گے پھر اس کو فرعون کے گھر والوں

لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ

نے اٹھا لیا کہ ان کا دشمن اور غم میں ڈالنے والا ہو۔ فرعون اور

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِــِٕيْنَ ﴿٨﴾

ہامان اور ان کے لشکر بے شک چوکنے والے تھے

ارشاد ہے کہ جب موسیٰؑ پیدا ہوئے ہم نے موسیٰؑ کی ماں کے دل میں ڈالا کہ جب تک کسی کو اس کی پیدائش کی خبر نہ ہو اسے دودھ پلاتی اور اس کی پرورش کرتی رہے جب یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ لوگوں کو خبر ہو گئی ہے اور اب یہ مار ڈالا جائے گا۔ تو اسے صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دے۔ اور بالکل خوف و ہراس نہ کر ہم اسے واپس تیرے پاس پہنچا دیں گے اور پھر اسے اپنے رسولوں کے سلسلہ میں داخل کر کے پیغمبر بنائیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اسی پر عمل کیا اور ایک صندوق تیار کرا رکھا جس میں پانی وغیرہ کچھ اندر نہ جانے پائے اور خود بچہ کی پرورش کرتی رہیں۔ جب خطرہ کا یقین ہو گیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں آرام سے لٹا کر دریائے نیل میں چھوڑ دیا اور وہ بہتے بہتے فرعون کے محل کے نیچے اس جگہ جا پہنچا۔ جہاں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کی نظر اس پر پڑی اور انہوں نے وہ صندوق دریا سے نکلوا لیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام اس میں سے صحیح و سلامت برآمد ہوئے۔ کسی کو کیا خبر تھی۔ کہ یہ وہی بچہ ہے۔ جس کے ڈر سے ہزارہا معصوم بچے فرعون نے قتل کرا دیئے۔ اس طرح فرعون نے اس بچہ کو اپنے ہاں پالا جو آگے چل کر اس کا دشمن اور غم و رنج کا باعث ہونے والا تھا۔ یقیناً فرعون، ہامان اور ان کے طرف دار اس معاملے میں بہت چوکے۔

پرورش ہوئی

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ

اور کہا عورت نے فرعون کی ٹھنڈک آنکھ کی ہے میرے لیے اور تیرے لیے

لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

مت قتل کرو اسے۔ قریب ہے کہ نفع پہنچائے ہمیں یا ہم اسے بنالیں بیٹا

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۹) وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ

اور وہ نہیں خبر نہ تھی اور صبح کو ہوگیا دل ماں

مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ

موسیٰ کا بے قرار تحقیق قریب تھا کہ ظاہر کردے اسے

لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ

اگر نہ ہوتا یہ کہ باندھ دیا باندھن ہم نے ان کے دل پر تاکہ ہو وہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰)

یقین کرنے والوں ہیں

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ

اور فرعون کی عورت بولی یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے لیے اور تیرے لیے

لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

مت قتل کرواسے قریب ہے کہ ہمارے کام آئے یا ہم اسے بیٹا بنالیں

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۹) وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ

اور ان کو کچھ خبر نہ تھی اور صبح کو موسیٰؑ کی ماں کے

مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ

دل میں قرار نہ رہا قریب ہے کہ بے قراری ظاہر کردے

لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ

اگر ہم نے گرہ نہ باندھ دی ہوتی اس کے دل پر اس لیے کہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰)

یقین کرنے والوں میں رہے

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے صندوق کھول کر دیکھا تو بے ساختہ منہ سے نکلا کیا پیارا بچہ ہے پھر فرعون کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ہمارے ہاں کوئی بچہ نہیں اسی سے دل بہلائیں گے۔ امید ہے کہ بڑا ہو کر ہمارے کام کا ہوگا اور یہ بھی کہ اس کا لحاظ کر کے ہم اسے بیٹا ہی بنالیں اسے قتل مت کرو یہ کیا ضرور ہے کہ یہ وہی ہو جس کا ہمیں خطرہ لگا ہوا ہے۔ بالفرض ہو بھی۔ تو اس امر کا لحاظ کر کے کہ ہم نے اسے پالا ہے یہ ہمیں دکھ نہ پہنچائے گا۔ انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ یہ اللہ عزوجل کے حکم سے ان کی جڑ تک کھود ڈالے گا۔ یہاں تو یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی ماں بچے کو دریا میں ڈال کر بے چین ہو رہی تھی صبح کو تو یہ حال ہو گیا کہ غم سہارنا دشوار ہو گیا اور جب سنا کہ بچہ فرعون کے ہاتھ لگ گیا ہے تو بے قراری حد سے زیادہ ہو گئی۔ قریب تھا کہ چلا اٹھیں۔ ہائے میرا بچہ بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہی نے اس وقت ان کے دل کو سنبھالا اور اپنے وعدہ پر یقین کرنے کی تلقین کی۔ یہ خیال آتے ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے بے چینی کم ہوئی اور بے چینی ہے چلانے سے پرہیز کیا۔ واقعی اللہ پر یقین ہو تو مصیبت مصیبت نہیں رہتی۔

ماں سے آملے

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ

اور کہا موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے اس کے پیچھے جا پس دیکھتی رہ اسے

عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمْنَا

دور سے اور وہ بے خبر رہے اور ہم نے روک رکھا تھا

عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ

اس سے دودھ پلانیوں کو پہلے سے پس بولی موسیٰ کی بہن کیا

اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ

بتاؤں میں تمہیں ایک گھر والے جو تربیت کریں اس کا تمہارے لیے اور وہ

لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ

اس کے خیر خواہ ہوں پس لوٹا دیا ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف تاکہ ٹھنڈی ہو

عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

اس کی آنکھ اور کڑھے نہیں اور تاکہ جان لے کہ وعدہ اللہ کا

حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

سچا ہے اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ

اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا اس کے پیچھے جا اور دیکھتی رہے اسے

عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمْنَا

اجنبی بن کر اور انہیں خبر نہ ہوئی اور ہم نے پہلے ہی موسیٰ

عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ

سے دائیوں کو روک رکھا تھا پھر بولی میں تم

اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ

کو بتاؤں ایک گھر والے جو اس کو تمہارے لیے پال دیں اور وہ

لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ

اس کا بھلا چاہنے والے ہیں پھر ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا کہ اس کی

عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

آنکھ ٹھنڈی رہے اور غمگین نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۱۴

سچا ہے پر بہت سے لوگ جانتے نہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل کچھ ٹھہرا۔ تو دیکھا کہ شہر بھر میں شور ہے۔ کہ فرعون کے محل میں ایک بچہ بہتے صندوق میں سے نکلا ہے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن مریم کو بھیجا کہ اجنبیوں کی طرح دور سے موسیٰ کا حال دیکھے کہ کس طرح ہے وہ گئیں اور دور سے دیکھتی رہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں کو شبہ بھی نہ ہوا کہ یہ اس بچے کی بہن ہے۔ ادھر محل میں یہ ہو رہا تھا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محل کے اندر کسی دایہ کا دودھ نہ پیا۔ ناچار باہر کی دایہ ڈھونڈنی پڑی۔ مریم کو موقع ملا۔ آگے بڑھ کر کہا۔ میں نہیں ایک ایسا گھرانا بتا سکتی ہوں جو اس بچے کی تمہارے لیے اچھی طرح پرورش کر دے گا اور وہ بچہ کا خیر خواہ ہوگا۔

ارشاد ہے کہ اس طرح ہم نے موسیٰ ع کو پھر اس کی ماں کے پاس بھیج دیا اور وہ خوش و خرم ہو کر ان کی پرورش میں مشغول ہو گئیں محل سے وظیفہ مقرر ہو گیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے گو اکثر لوگ بیچ میں کچھ پھیر پڑ جانے کی وجہ سے ڈھل مل یقین ہو جاتے ہیں۔

جوانی کا ایک واقعہ

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ

اور جب پہنچ گیا اپنی جوانی کو اور سنبھل گیا عطا کی ہم نے اسے

حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

حکمت اور دانائی اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم نیکو کاروں کو

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا

اور داخل ہوا شہر کے اندر بے خبری کے وقت اس کے لوگوں کی

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۟ هٰذَا

پس پائے اس میں دو مرد باہم لڑتے ہوئے یہ

مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ

اس کی برادری کا اور یہ اس کے دشمنوں کا

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ

اور جب اپنی پوری جوانی پر پہنچ گیا اور سنبھل گیا ہم نے

حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

حکمت اور سمجھ اسے عطا کی اور نیکو کاروں کو ہم ایسی طرح بدلہ دیتے ہیں

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا

اور وہ شہر میں آیا جس وقت وہاں کے لوگ بے خبر تھے

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۟ هٰذَا

پھر اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک اس کے رفیقوں میں

مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ

سے اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے

اَشُدَّ جوانی (یہ لفظ سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے عموماً ۱۸ سے ۳۳ برس تک کی عمر کو کہتے ہیں)۔

اِسْتَوٰی (ہموار ہوگیا) ماضی ہے استواء سے جو سورۃ ہود اور سورۃ المؤمنون میں گذر چکا ہے یہاں اس سے مراد ہے کہ عقلی اور جسمانی قوتیں درست ہوگئیں۔ سب کل پرزے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ حضرت موسٰی علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس فرعون کے خرچ سے پلتے رہے فطری طور پر صحیح مزاج عطا ہوا تھا۔ خصلتیں وہی تھیں جو ایک نیک اور پرہیز گار کی ہونی چاہئیں۔

ارشاد ہے کہ جب پورے جوان ہوگئے اور ساری قوتیں ٹھیک ٹھیک نشو ونما پاگئیں۔ تو ایک روز ان کا گذر شہر میں ہوا۔ وہ وقت ایسا تھا کہ لوگ آرام کر رہے تھے۔ زیادہ چہل پہل نہ تھی۔ شاید رات کا یا دوپہر کا وقت ہوگا۔ دیکھتے ہیں کہ دو مرد آپس میں سڑک پر لڑ رہے ہیں۔ اس وقت مصر میں دو گروہ آباد تھے ایک تو وہاں کے قدیم باشندے جو قبطی کہلاتے تھے۔ انہی کے ہاتھ میں ملک کی حکومت تھی۔ فرعون انہی میں سے تھا۔ دوسرا گروہ بنی اسرائیل کا تھا جنہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے زمانۂ اقتدار میں مصر میں بلا کر بسا دیا تھا اور اب وہ مظلوم اور محکوم تھے ان دو لڑنے والوں میں سے ایک قبطی تھا۔ دوسرا حضرت موسٰی علیہ السلام کی اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل میں سے تھا۔

ناگہانی حادثہ

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ
پس مدد مانگی موسیٰ سے اس نے جو اس کی برادری کا تھا اس کے خلاف
مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ
اس کے دشمنوں میں سے تھا پس مُکّا مارا اسے موسیٰ نے سو کام تمام کر دیا اس کا
قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۖ اِنَّهٗ عَدُوٌّ
بولا یہ شیطان کے کام سے ہے تحقیق وہ دشمن ہے
مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ
بہکانے والا صریح بولا اے میرے رب میں نے ظلم کیا
نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۗ اِنَّهٗ هُوَ
اپنے آپ پر بس بخش دے مجھے پس بخش دیا اسے بے شک وہی
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ
بخشنے والا مہربان ہے بولا اے میرے رب جیسا کہ انعام کیا تو نے
عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٧﴾
مجھ پر پس ہرگز نہ ہوں گا میں پشت پناہ مجرموں کا

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ
پھر جو اس کی برادری کا تھا اس نے اس کے خلاف فریاد کی جو اس کے
مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ
مخالف گروہ سے تھا پھر موسیٰؑ نے اسے مُکّا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا
قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۖ اِنَّهٗ عَدُوٌّ
بولا یہ تو شیطانی کام ہوا بے شک شیطان تو صریح
مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ
بہکانے والا دشمن ہے بولا اے رب میں نے اپنے آپ پر
نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۗ اِنَّهٗ هُوَ
ظلم کیا سو مجھے بخش پھر اس کو بخش دیا بے شک اللہ
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ
بخشنے والا مہربان ہے بولا اے رب جیسے تو نے مجھ پر
عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٧﴾
فضل کیا میں پھر کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ ہوں گا

ان دونوں لڑنے والوں میں سے ایک نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا تھا اس دوسرے کے مقابلے میں جو قبطیوں میں سے تھا حضرت موسیٰؑ سے مدد مانگی حضرت موسیٰ علیہ السلام قبطیوں کا اسرائیلیوں پر ظلم و ستم جانتے تھے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا گھر شہر سے باہر تھا۔ فرعون کا محل شہر کے اندر تھا یہ آتے جاتے انہیں میں سے گزرتے اور وہاں کے حالات دیکھتے قبطیوں کو ظالم سمجھ چکے تھے اسی خیال سے اسے جھگڑے سے روکنے کے لیے ایک گھونسہ اسے رسید کیا قضا کا اس گھونسے سے مر گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کرنے کا نہ تھا پچھتائے اور کہا یہ تو ایک شیطانی حرکت ہوئی شیطان تو کھلا دشمن ہے بہکانا اس کا کام ہے اے رب میں نے اپنے آپ پر زیادتی کی مجھے بخش دے اور اللہ نے انہیں بخش دیا وہ ہی ہے بخشنے والا مہربان پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب جیسے آپ نے مجھ پر انعامات کیے میں بھی عہد کرتا ہوں کہ آئندہ مجرموں کے جھگڑوں میں ہاتھ نہ ڈالوں گا۔

عملی نتائج

موسیٰ علیہ السلام کے قصّہ سے مقصود یہ تو ہے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو دلاسا دیا جائے اور سمجھایا جائے کہ اللہ عزّ وجل اپنے پیغمبروں کی خود حفاظت کرتا ہے اور انجام کار ان کے دشمن نیچا دیکھتے ہیں۔ اللہ عزّ وجل کی تدبیروں کے مقابلہ میں دشمنوں کی تدبیریں چل نہیں سکتیں اور ہو کر وہی رہتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ قصّے کے ضمن میں اور بھی باتیں ہیں جو مسلمانوں کو سکھائی جا رہی ہیں۔ اور جن پر غور کرنا قصّہ سنتے وقت ضروری ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اور تربیت دو معزز اور خیر اندیش خواتین کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ ایک آپ کی والدہ اور دوسری حضرت آسیہ۔ ان دونوں نے مل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ایسا ماحول پیدا کر دیا جس میں ان کی خدا داد قوتیں آزادی کے ساتھ نشوونما پاتی رہیں۔ انہوں نے مل کر ان کی ضروریاتِ زندگی کا خاطر خواہ انتظام کیا اور ان کو موقعہ دیا۔ کہ ایک آزاد ماحول کے اندر اپنے مشاہدے اور تجربے کے ذریعے اپنی خدا داد قوتوں اور قابلیتوں کی تکمیل کریں اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے اصول سیکھیں۔ بڑوں کی نگرانی کے اندر آزادی سے واقعات کو دیکھنا اور خود اس سے نتیجے نکالنا بچّہ کی تربیت کی اصل بنیاد ہے۔ اور تعلیم کا خلاصہ بس یہی ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماحول کے مشاہدے سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ آبادی کا ایک حصّہ دوسرے حصّہ کو بری طرح دبائے ہوئے ہے۔ ایک ان میں سے ظالم اور دوسرا مظلوم ہے۔ نگرانوں کی خیر خواہی کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی قوتیں بیکار مشغلوں میں ضائع نہ ہونے پائیں اور صحیح مشق کے ذریعے مکمّل ہوتی چلی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب جوان ہوئے تو جسمانی، دماغی اور قلبی قوتیں ضروری تناسب اور توازن کے ساتھ میدانِ عمل میں جلوہ گر ہوئیں ان کو مل کر کام کرنا سکھانے کے لیے پہلا مرحلہ اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا تھا قبطی کو عموماً وہ ظالم قرار دے چکے تھے۔ اس لیے اسے سمجھانے کے لیے بڑھے اور وہ ناگہاں ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ جسمانی قوت کی زیادتی تھی۔ فوراً توبہ کی اور آیندہ جلدی میں فیصلہ نہ کرنے کا عزم کر لیا۔ اس کے بعد کے واقعات اس خاص تعلیم کا ذریعہ بنے جو رسالت کا عہدہ ملنے سے پہلے دی جانی ضروری ہے۔ یہاں تک کے حالات سے ہمارے لیے یہ نتیجے نکلتے ہیں:

۱۔ بچّہ کی نگرانی اور ماحول کے مشاہدہ کا موقعہ اس کے لیے پیدا کرنا اس کی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ نگرانی سے اس کی قوتیں ضائع ہونے سے بچیں گی اور ماحول سے وہ بذریعہ مشاہدہ اپنے لیے آپ نتیجے نکالے گا۔

۲۔ غلطی ہونے پر فوراً توبہ کرنی چاہیے اپنی خداداد قوتوں کو گنہ گاروں اور مجرموں کی مدد کرنے میں صرف نہ کرنا چاہیے۔ آدمی کو جتنی قوتیں ملی ہیں وہ اس لیے ملی ہیں کہ وہ انہیں نیک لوگوں کی مدد کرنے اور دنیا کے اندر نیکی پھیلانے میں صرف کرے۔

پھر وہی واقعہ

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا
پس صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے پس ناگہاں
الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ
وہی جس نے اس سے مدد مانگی تھی کل پھر اسے پکار رہا ہے
قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ (۱۸)
کہا اس سے موسیٰ نے تحقیق تو گمراہ ہے صاف
فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ
پھر جب چاہا کہ ہاتھ ڈالے اس پر کہ وہ
عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ
دشمن تھا ان دونوں کا بولا وہ اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ
تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ
مار ڈالے مجھے جیسے کہ مار ڈالا تو نے ایک آدمی کل

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا
پھر صبح کو اٹھا اس شہر میں ڈرتا ہوا انتظار کرتا ہوا پھر ناگہاں
الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ
جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی وہی آج اس سے پھر فریاد کر رہا ہے
قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ (۱۸)
موسیٰ نے اُسے کہا تو بے شک صریح بے راہ ہے
فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ
پھر جب چاہا کہ اس پر جو ان دونوں کا دشمن تھا
عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ
ہاتھ ڈالے بول اٹھا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ
تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ
مجھے قتل کر ڈالے جیسے تو کل ایک آدمی کو قتل کر چکا ہے

یَسْتَصْرِخُ: پکارتا ہے مضارع ہے اِسْتِصْرَاخ سے جو صَرْخ سے بنا ہے اسی سے مُصْرِخ بھی بنا ہے جو سورہ ابراہیم میں گذرا یہاں فریاد کرنا مراد ہے۔

وہ دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جوں توں کاٹا صبح اٹھے تو خوفزدہ اور پریشان تھے کہ دیکھیے کل کی واردات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی آج پھر انہیں مدد کے لیے پکار رہا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو تو یقیناً بدچلن آدمی ہے کہ روز روز لڑتا ہے۔ مگر پھر بھی قبطی کی زیادتی دیکھ کر اسے روکنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ اسرائیلی سمجھا مجھے ماریں گے۔ بول اُٹھا۔ اے موسیٰ کل تم ایک آدمی کو مار چکے ہو۔ کیا آج میرے مارنے کا ارادہ ہے۔ کل کی واردات کی بابت ابھی تک بہ پتہ نہ چلا تھا کہ قاتل کون ہے۔ اسرائیلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے کا اثر دیکھ چکا تھا۔ انہیں بڑھتے دیکھ کر گھبرا گیا۔ کیونکہ وہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کر رہے تھے۔

بھاگنا پڑا

اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا
نہیں چاہتا تو مگر یہ کہ ہوتو زبردست
فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ
اس سرزمین میں اور نہیں چاہتا تو کہ ہو تو
مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ (۱۹) وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ
صلح کرانے والوں میں سے اور آیا ایک آدمی سے
اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ
پرلے سرے شہر دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰ تحقیق
الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ
اہل دربار مشورہ کرتے ہیں تیرے بارے ہیں تاکہ تجھے قتل کر ڈالیں
فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ (۲۰)
بس نکل جا تحقیق میں تیرے خیرخواہوں میں سے ہوں

اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا
تیرا جی یہی چاہتا ہے کہ ملک میں زبردستی
فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ
کرتا پھرے اور نہیں چاہتا کہ
مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ (۱۹) وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ
صلح کرا دینے والا بنے اور شہر کے پرلے
اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ
سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہا اے موسیٰ
الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ
دربار والے مشورہ کر رہے ہیں تیری بابت کہ تجھے مار ڈالیں
فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ (۲۰)
سو تو نکل جا میں تیرا بھلا چاہنے والوں میں سے ہوں

اسرائیلی نے اتنا کہنے پر بس نہیں کیا کہ کل تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ آج مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو بلکہ برابر زبان چلاتا ہی رہا کہ تمہیں تو زور چلانا ہی آتا ہے یہ نہیں کر سکتے کہ لڑنے والوں میں نرمی سے صلح صفائی کرا دیں۔ خیر وہ قصہ تو کسی طرح رفع دفع ہوا اس کا یہاں ذکر نہیں۔ لیکن اسرائیلی کے زبان چلانے سے کل کی واردات کا بھانڈا پھوٹ گیا اور آناً فاناً شہر کے اس سرے سے اس سرے تک خبر پھیل گئی کہ کل کے آدمی کے قاتل موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ رفتہ رفتہ فرعون کے دربار میں بھی پتہ لگا۔ کہ کل کا خون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوا۔ بڑے بڑے درباری سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ بھلا یہ کوئی معمولی بات تھی کہ حاکم قوم کا ایک آدمی اس آسانی اور بے پروائی سے مار ڈالا جائے۔ سب بالاتفاق چلائے کہ مارو موسیٰ کو جان سے۔ یہ سن کر ایک آدمی شہر کے دوسرے کنارے سے موسیٰ علیہ السلام کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور بولا کیا بے فکر بیٹھے ہو۔ درباری تمہارے قتل کرنے کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ فوراً شہر سے نکل جاؤ میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ
پس نکلا اس شہر سے ڈرتا ہوا پیچھے دیکھتا ہوا بولا اے میرے رب
نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۲۱) وَلَمَّا تَوَجَّهَ
نجات دے مجھے قوم سے ظالم اور جب منہ کیا
تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ
طرف مدین کے بولا امید ہے میرا رب چلائے مجھ کو
سَوَآءَ السَّبِيْلِ (۲۲) وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ
سیدھے راستہ پر اور جب پہنچا کوئیں پر مدین کے
وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬
پایا اس پر ایک گروہ لوگوں کا کہ پانی پلاتے تھے
وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ
اور پایا ان سے علیحدہ دو عورتوں کو کہ روکے ہوئے ہیں

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ
پھر وہاں سے ڈرتا ہوا پیچھے دیکھتا ہوا نکلا بولا اے میرے رب
نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۲۱) وَلَمَّا تَوَجَّهَ ع
مجھے اس ظالم قوم سے بچا لے اور جب اس نے
تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ
کی طرف چلا بولا امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی
سَوَآءَ السَّبِيْلِ (۲۲) وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ
راہ پر لے جائے اور جب مدین کے کوئیں پر پہنچا
وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬
تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پانی پلاتے ہوئے پایا اور ان سے
وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ
علیحدہ دو عورتوں کو دیکھا کہ اپنی بکریاں روکے کھڑی تھیں

تَذُوْدٰنِ روکے ہوئے ہیں۔ مضارع کا تثنیہ مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ ذود سے، ذَوْدٌ کے معنی روکنا، منع کرنا۔ مراد یہ ہے کہ اپنی بکریوں کو بھیڑ سے الگ روکے کھڑی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی پکڑ دھکڑ سے خائف ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہ اب پکڑا کہ پکڑا، شہر سے باہر نکل گئے راستہ سے واقف نہ تھے ایک سڑک پر چل پڑے۔ یہ سڑک مدین کو جاتی تھی۔ جو مصر سے آٹھ یا دس دن کی راہ پر ہے انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ اللہ کے حکم سے مدین ہی کی طرف رُخ ہو گیا۔ کہتے جاتے تھے مجھے اپنے رب سے قوی امید ہے کہ مجھے ایسی جگہ سیدھا پہنچا دے گا جہاں پہنچ کر مجھے آرام ملے۔ چلتے چلتے آخر مدین پہنچے۔ دیکھا وہاں کے کنوئیں پر لوگوں کا انبوہ اپنے اپنے مویشیوں کو پانی کھینچ کھینچ کر پلا رہا ہے۔ اور ان سے کچھ فاصلہ پر دو عورتیں ایک کنارے اپنے مویشیوں کو روکے کھڑی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں یا تو بھاری ڈول کھینچنے کی طاقت نہیں اور یا لوگ انہیں کنوئیں کے قریب آنے سے روکے ہوئے ہیں۔

پہلا کام

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۚ قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى

بولا کیا حال ہے تمہارا وہ بولیں ہم نہیں پلاتیں جب تک

يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتہ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (۲۳)

واپس لے جائیں چرواہے اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ

پس پلا دیا اس نے ان کے لیے پھر مڑا سایہ کی طرف پھر بولا

رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ

اے میرے رب تحقیق میں اس چیز کا جو تو اتارے میری طرف بھلائی سے

فَقِيْرٌ (۲۴) فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ

محتاج ہوں پھر آئی اس کے پاس ایک ان میں سے چلتی تھی

عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز

شرماتی ہوئی

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۚ قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى

بولا تمہارا کیا حال ہے بولیں ہم پانی نہیں پلاتیں چرواہوں کے جانور

يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتہ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (۲۳)

واپس لے جانے تک اور ہمارا باپ بوڑھا بڑی عمر کا ہے

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ

پھر اس نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر ہٹ کر سایہ کی طرف آیا اور

رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ

بولا اے میرے رب جو اچھی چیز تو میری طرف اتارے میں اس کا

فَقِيْرٌ (۲۴) فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ

محتاج ہوں پھر اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک آئی چلتی

عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز

ہوئی شرم سے

خَطْبٌ: احوال مقصد۔ یہ لفظ سورۃ الحجر میں گذر چکا ہے۔ رِعَآءٌ: چرواہے۔ راعی کی جمع ہے۔ ر ع ی سے۔ رَعْیٌ کے معنی۔ رَاعِیٌ: چرواہا۔ اِسْتِحْیَاءٌ: شرم کرنا۔ اس سے مضارع کا صیغہ ہے یَسْتَحْیِیْ: حیا کرنا۔ شرم کرنا۔ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو لڑکیوں کو بکریاں لیے ایک طرف کھڑے دیکھا تو ان کی طرف بڑھے اور پوچھا کہ تم سب سے الگ کیسے کھڑی ہو اوروں کی طرح بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں۔ انہوں نے جواب دیا ہم پانی اس وقت پلاتی ہیں جب سب چرواہے اپنے اپنے جانور پانی پلا کر واپس لے جائیں۔ ہمارے باپ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گئے ہیں۔ اس لیے ہمیں آنا پڑتا ہے ورنہ وہ خود آتے۔ موسیٰ علیہ السلام تھکے ماندے اور بھوکے تھے پھر بھی انہیں گوارا نہ ہوا۔ کہ یہ کمزور لڑکیاں اس طرح بے بس کھڑی رہیں اٹھ کر لوگوں کو ہٹایا اور خود کنوئیں سے کھینچ کر لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلا کر روانہ کیا اور پھر واپس سایہ میں جا کر دم لیا۔ پھر بولے اے رب تیرا ہی آسرا ہے۔ مجھے تو تیری ہی مہربانی چاہیئے۔ اتنے میں ان میں سے ایک شریف عورتوں کی طرح شرماتی ہوئی ان کے پاس آئی ؛

حضرت شعیبؑ سے ملاقات

قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا
بولی تحقیق میرا باپ بلاتا ہے تجھے تاکہ پورا دے تجھے اجرت اس کی
سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ
کہ پانی پلایا تو نے ہمارے لیے پس جب آیا اس کے پاس اور بیان کیا اس سے
الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ
احوال کہا مت ڈر نجات پائی تو نے قوم
الظّٰلِمِیْنَ (۲۵) قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز
بے انصاف سے بولی ایک ان دونوں میں سے اے میرے باپ اسے نوکر رکھ لے
اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (۲۶)
تحقیق بہتر نوکر جو تو رکھنا چاہے طاقتور امانت دار ہے

قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا
بولی میرا باپ تجھے بلاتا ہے تاکہ تجھ کو اجرت دے اس کی کہ تو نے
سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ
ہمارے جانوروں کو پانی پلایا پھر جب اس کے پاس پہنچا اور اس سے
الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ
احوال بیان کیا کہا مت ڈر تو اس بے انصاف
الظّٰلِمِیْنَ (۲۵) قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز
قوم سے بچ آیا ایک ان میں سے بولی اے باپ اس کو نوکر
اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (۲۶)
رکھ لے البتہ نوکر جسے تو رکھنا چاہے وہ ہے جو قوی اور امانت دار ہو

اِسْتَاْجِرْ امر اور اِسْتَاْجَرْتَ ماضی دونوں اِسْتِئْجَار سے ہیں جس کا مادہ اجر ہے۔ اجر مزدوری کو کہتے ہیں۔ اِسْتِئْجَار: ملازم رکھنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے التجا کر ہی رہے تھے کہ مولا مجھے کوئی ٹھکانا دے کہیں دم لوں اور اس مشکل سے نجات ملے کہ تھوڑی دیر میں ایک لڑکی انہی دو میں سے جن کی بکریوں کو انہوں نے پانی پلایا تھا۔ ان کے پاس آئی اور کہا ابا جان نے تمہیں بلایا ہے تاکہ تمہارے پانی پلانے کے بدلہ میں تمہیں تمہاری اجرت دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ نے مہربانی فرمائی۔ اور چپ چاپ اُٹھ کر لڑکی کے آگے آگے ہو لیے اور وہ پیچھے پیچھے راستہ بتاتی چلی۔ اُن لڑکیوں کے باپ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ ان کے پاس پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سارا احوال بیان کر دیا انہوں نے سنکر کہا کہ تو بے خوف رہ۔ کیوں کہ تو ان لوگوں سے بچ کر نکل آیا جو بے انصافی میں مشہور ہو چکے ہیں۔ اب تیرے لیے کوئی کھٹکا نہیں۔ ایک لڑکی بولی۔ ابا جان! تمہیں ملازم کی ضرورت ہے۔ یہ آدمی طاقتور بھی ہے اور امانت دار بھی۔ اس سے بہتر ملازم کون ملے گا۔ آپ اس کو اجرت پر ملازم رکھ لیجیے۔ یہ ہمارے سارے کام بہت دیانتداری سے انجام دے گا۔

موسیٰ علیہ السلام ملازم ہو گئے

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ

کہا تحقیق میں ارادہ کرتا ہوں کہ بیاہ کردوں تجھ سے ایک کو اپنی دو بیٹیوں سے

هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ

جو یہ ہیں اس شرط پر کہ نوکری کرے تو میری آٹھ برس

فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَ مَاۤ

پس اگر پورے کردے تو دس تو یہ تیری طرف سے ہے اور نہیں

اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ

چاہتا میں کہ مشقت ڈالوں تجھ پر عنقریب پائے گا تو مجھے

شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (٢٧) قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ

انشاء اللہ نیک لوگوں میں سے کہا ٹھہر لیا یہ میرے

وَ بَیْنَكَ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ

اور تیرے درمیان جون سی مدت دونوں میں سے پوری کردوں میں پس نہیں کوئی جبر

عَلَیَّ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ (٢٩)

مجھ پر اور اللہ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں گواہ ہے

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ

کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا تیرے ساتھ

هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ

بیاہ کردوں اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میری نوکری کردے

فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَ مَاۤ

پھر تو اگر دس سال پورے کردے تو تیری خوشی ہیں تجھ پر

اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ

تکلیف ڈالنا نہیں چاہتا اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے

شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (٢٧) قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ

نیک بختوں میں سے پائے گا کہا بات ہو چکی میرے

وَ بَیْنَكَ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ

اور تیرے درمیان۔ ان دونوں میں سے جونسی مدت میں پوری کردوں تو میرے

عَلَیَّ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ (٢٨)

اوپر کوئی زبردستی نہ ہو اور اللہ ہماری اس بات چیت پر گواہ ہے

حِجَجٍ اسال حِجَّۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی سال ہیں:: اَشُقَّ (بار ڈالوں) میں مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنی بوجھ ڈالنا اور جبر ڈالنا ہیں مَشَقَّۃٌ اسی سے مصدر بھی ہے:: وَكِیْلٌ (ذمہ دار) صفت کا صیغہ ہے وک ل سے۔ وَكَالَۃٌ کے معنی کسی کا کام اپنے ذمہ لینا یہاں وکیل سے مراد گواہ ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو ایسے ہی شخص کی تلاش تھی اور اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ٹھکانے کی ضرورت تھی حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہاری مدد یہ کرسکتا ہوں کہ ان میں سے ایک لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں مگر شرط یہ ہے کہ آٹھ سال میری ملازمت کرنی پڑے گی تمہاری خوشی ہو تو دس پورے کردینا۔ موسیٰ علیہ السلام اس شرط پر راضی ہوگئے اور کہا ہمارے درمیان یہ معاملہ طے ہوچکا میں کوئی سی مدت ملازمت کی پوری کردوں۔ مجھ پر زبردستی نہ کی جائے گی ہمارے اس قول و قرار پر اللہ گواہ ہے اور اسی پر بھروسا ہے::

مدین سے روانگی

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ
پس جب پوری کردی موسیٰ نے مدت، وہ لے چلا اپنے گھر والوں کو
اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ
دیکھی کوہ طور کی طرف سے ایک آگ کہا
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا
اپنے گھر والوں سے ٹھیرو میں نے دیکھی ہے ایک آگ
لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ
شاید میں لاؤں تمہارے پاس وہاں سے کچھ خبر یا انگارا
مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (۲۹)
آگ کا تاکہ تم آگ سینکو

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ
پس جب موسیٰ وہ مدت پوری کر چکا اور اپنے گھر والوں
اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ
کو لے کر چلا تو کوہ طور کی طرف ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والو
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا
سے کہا ٹھیرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے
لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ
شاید تمہارے پاس وہاں سے کچھ خبر لے آؤں یا آگ کا
مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (۲۹)
انگارا تاکہ تم تاپو

اٰنَسَ ۔ اٰنَسْتُ (دیکھی میں نے دیکھی) دونوں ماضی کے صیغے ہیں ایناس سے جو انس سے بنا ہے۔

جَذْوَةٌ (سلگتا ہوا انگارا) سورۃ النمل میں شہاب قبس کا معنی قریب ایک ہی ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے معاہدہ کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام کی ملازمت کی مدت ختم کی۔ اس کے بعد اپنی بیوی کو لے کر وہاں سے رخصت ہو کر مصر کی طرف چل پڑے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بکریوں میں سے کچھ بکریاں بھی انہیں دے دیں اور ایک عصا بھی عنایت کیا۔ چلتے چلتے رات کا وقت آ گیا۔ سردی اور اندھیرے دونوں نے گھیر لیا۔ سامنے کوہ طور تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دور سے پہاڑ کی ایک طرف کچھ روشنی نظر آئی۔ گھر والوں سے کہا۔ تم ذرا یہیں ٹھیرو مجھے پہاڑ کی طرف سے کچھ آگ جلتی نظر آ رہی ہے۔ میں وہاں سے یا تو راستے اور اس جگہ کی بابت معلومات حاصل کر کے آتا ہوں یا کم سے کم کوئی سلگتا ہوا انگارا لے آتا ہوں تاکہ اس سردی سے کچھ نجات ملے اور تم آگ سے گرم ہو جاؤ۔ یہ روشنی اللہ عزوجل کے نور کی تھی جو پہاڑ کے ایک درخت پر چمک رہا تھا تاکہ موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھ کر وہاں آئیں اور انہیں نبوت عطا کی جائے ۔

نبوّت ملی

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ

پس جب آیا اس کے پاس آواز دی گئی کنارے سے میدان دائیں کے

فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى

ایک جگہ میں برکت والی درخت میں سے کہ اے موسیٰ

اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۳۰) وَاَنْ اَلْقِ

تحقیق میں اللہ ہوں رب جہان کا اور یہ کہ ڈال دے

عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

اپنا عصا پس جب دیکھا اسے لہراتے ہوئے گویا وہ پتلا سانپ ہے

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ

پیچھے مڑا پیٹھ پھیر کر اور نہ دیکھا پیچھے اے موسیٰ آگے آ

وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (۳۱)

اور ڈر مت تحقیق تو ہے امن والوں میں سے

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ

پھر جب اس کے پاس پہنچا میدان کے دائیں کنارے

فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى

سے برکت والے تختہ میں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ

اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۳۰) وَاَنْ اَلْقِ

میں ہوں اللہ جہان کا رب اور یہ کہ اپنی

عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

لاٹھی ڈال دے پھر جب اس کو لہراتے دیکھا جیسے سانپ منہ

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ

موڑ کر الٹا پھرا اور پیچھے پھر کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ آگے آ

وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (۳۱)

اور مت ڈر تجھے کچھ خطرہ نہیں

الفاظ کی تشریح سورۃ النمل میں گذر چکی ہے۔ شاطئ کے معنی کنارے اور جانب کے ہیں اس معنی میں شطّ بھی ہے جو اس کا مادہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام گھر والوں کو ٹھہرا کر اس طرف بڑھے جہاں آگ جلتی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ دامن کوہ میں دائیں طرف ایک جگہ تھی جہاں ایک درخت جلتی آگ کی طرح دہک رہا تھا اس درخت میں سے آواز آئی۔ اے موسیٰ علیہ السلام میری تجلّی دیکھ میں بلا ریب اللہ ہوں اور سارے جہاں کا رب ہوں۔ تجھے یہاں ایک مقصد کے لیے بلایا گیا ہے۔ یہ عصا جو تیرے ہاتھ میں ہے اسے زمین پر ڈال دے اب جو موسیٰ علیہ السلام دیکھتے ہیں تو وہ اس طرح لہرا رہا ہے جیسے پتلا سانپ لہراتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پیٹھ موڑ کر جلدی سے ہٹے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ آواز آئی۔ اے موسیٰ ڈر کر بھاگ مت آگے آ۔ تجھے یہ سانپ کچھ گزند نہیں پہنچا سکتا۔ تو ان میں سے ہے جن کی حفاظت براہ راست اپنے ذمّہ لی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قصہ بار بار سنایا جا رہا ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو یقین ہو جائے کہ اللہ جسے چاہے اپنا رسول بنائے اور باقی لوگ بھی سمجھ لیں کہ رسالت برحق ہے اور رسول پہلے بھی آئے ہیں:

دو معجزے

اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ
داخل کر اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکلے گا وہ چمکتا کسی
غَيْرِ سُوٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ
برائی کے بغیر اور ملالے اپنی طرف اپنا ہاتھ خوف سے
فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ
پس یہ دو پکی نشانیاں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے
مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾
سرداروں کی طرف تحقیق وہ ہیں لوگ نافرمان
قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
بولا اے میرے رب تحقیق میں نے قتل کیا ان میں سے ایک آدمی
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾
پس میں ڈرتا ہوں کہ مجھے ماردیں گے

اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ
اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال نکلے گا سفید ہوکر نکلے
غَيْرِ سُوٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ
کسی برائی سے اور ملالے اپنی طرف اپنا بازو
فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ
ڈر سے سو یہ دو پکی نشانیاں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون
مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾
اور اس کے سرداروں کے لیے بے شک وہ لوگ نافرمان تھے
قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
بولا اے میرے رب میں نے ان میں سے ایک آدمی کو قتل کیا
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾
سو میں ڈرتا ہوں کہ مجھے مار ڈالیں گے۔

رَبِّ اصل میں رَبِّیْ اور یَقْتُلُوْنِ یَقْتُلُوْنَنِیْ ہے۔ دونوں کی ی وقف کی وجہ سے اور یقتلوننی کا نون اعرابی اُس کی وجہ سے گر گیا۔ جَنَاحُ: بازو۔ ان میں انگلیوں سے لے کر بغل تک سارا ہاتھ شامل ہے یہاں یہ مراد ہے کہ اپنا ہاتھ بغل کے نیچے دے کر اپنے بدن سے ملا لو۔ مِنَ الرَّهْبِ: ڈر سے۔ رَهْبٌ اور رُعْبٌ دونوں کے معنی خوف کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ڈر دور کرنے کے لیے ہاتھ بغل کے نیچے بدن سے ملا لو۔ ذَانِ: یہ دو۔ ذا کا تثنیہ ہے جو اسم اشارہ مذکر ہے اس کے ساتھ کاف ملا دیا گیا ہے ذَانِكَ بُرْهَانٰنِ: یہ دو پختہ نشانیاں ہیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپ پکڑ لیا اور وہ پکڑتے ہی پھر عصا بن گیا تو پھر حکم ہوا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں داخل کرو پھر جو نکالو گے تو سفید براق ہو کر نکلے گا اور یہ بغیر کسی مرض یا علت کے ہوگا اور جب تمہیں کسی غیر معمولی تغیر سے ڈر محسوس ہو تو اپنا بازو اپنے بدن سے ملا لیا کرو۔ بغل میں دوبارہ رکھ لینے سے ہاتھ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا۔ یہ دو معجزے ہماری طرف سے لے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جاؤ وہ لوگ حد سے زیادہ بڑھ کر سرکش ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ---- اطاعت کے قاعدے اور قانون توڑ ڈالے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے ہاتھ سے ان کا ایک آدمی مارا گیا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے اس کے عوض پکڑ کر قتل کر ڈالیں گے۔

ہارونؑ مددگار ہوئے

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا

اور میرا بھائی ہارون وہ زیادہ صاف بولنے والا مجھ سے زبان میں

فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ

بس بھیج اسے میرے ساتھ مددگار کہ تصدیق کرے میری تحقیق میں

اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ

ڈرتا ہوں کہ مجھے جھٹلاتا ہیں گے فرمایا ہم مضبوط کر دیں گے

عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا

تیرے بازو تیرے بھائی کے ساتھ اور کر دینگے ہم تم دونوں کے لیے غلبہ

فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا

پس نہ پہنچیں گے وہ تم دونوں تک بطفیل ہماری آیتوں کے تم دونوں

وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور جو تمہاری مانے وہ غالب رہیں گے

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا

اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے

فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ

سو اس کو میرے ساتھ مددگار بھیج کہ میری تصدیق کرے میں

اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ

ڈرتا ہوں کہ مجھے جھوٹا کہیں گے فرمایا ہم تیرے بازو مضبوط

عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا

کر دینگے تیرے بھائی کے ذریعہ اور ہماری نشانیوں کی بدولت

فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا

وہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے تم ہی اور

وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

جو تمہارے ساتھ ہو غالب رہو گے

رِدْاً: معین و مددگار۔ صفت کا صیغہ ہے ر۔د۔ء سے۔ رِدْءٌ کے معنی مدد کرنا۔ اعانت کرنا۔ مددگار۔ سُلْطٰنًا : قوت، غلبہ۔ یہ لفظ سورۂ یوسف میں اور کئی اور جگہ آچکا ہے۔ اس کے اصل معنی قوت اور غلبہ کے ہیں۔ اس کا مادہ س۔ل۔ط ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے یہ خوف ظاہر کیا کہ میرے ہاتھ سے ان کا ایک آدمی قتل ہو چکا ہے ڈر ہے کہ یہ وہاں پہنچتے ہی پکڑ کر مجھے اس کے بدلے میں مار ڈالیں گے پھر ایک اور خوف ظاہر کیا کہ میری زبان تیزی سے نہیں چلتی میرا بھائی مجھ سے زیادہ بول لیتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ میری نہ سنیں اور مجھے جھوٹا قرار دے بیٹھیں۔ ہارون کو میرا ساتھی اور مددگار بنا دیجیے۔ تاکہ وہ میری باتوں کی تصدیق کرے۔ ان دونوں کے جواب میں ارشاد ہے کہ ہم نے تیرے بھائی ہارون کو تیرا مددگار مقرر کیا۔ تم دونوں کو مخالفوں پر غلبہ رہے گا۔ فرعون اور اس کے حمایتی ان نشانیوں کے آگے جو ہم نے تمہیں دی ہیں چوں نہیں کر سکتے۔ انجام کار تم کو اور تمہارا کہنا ماننے والوں کی فتح ہو گی اور تم ان سرکشوں سے بازی لے جاؤ گے ؛

فرعون کے پاس

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا

پس جب آیا ان کے پاس موسٰی ہماری نشانیاں لے کر کھلی ہوئی بولے

مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا

نہیں یہ مگر جادو گھڑا ہوا اور نہیں سنا ہم نے

بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى

یہ اپنے باپ دادا پہلوں میں اور کہا موسٰی نے

رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ

میرا رب خوب جانتا ہے اس کو جو لایا ہدایت اس کے پاس سے

وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ

اور اس کو کہ ہوگا جس کے لیے اچھا انجام آخرت میں بے شک

لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

نہ کامیاب ہوں گے ظلم کرنے والے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا

پھر جب موسٰی ہماری کھلی ہوئی نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچا

مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا

بولے یہ کچھ نہیں یہ تو بنایا ہوا جادو ہے اور ہم نے یہ اپنے

بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى

اگلے باپ دادوں میں نہیں سنا اور موسٰی نے کہا

رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ

میرا رب تو خوب جانتا ہے جو کوئی اس کے پاس سے ہدایت کی بات

وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ

لایا اور جس کو آخرت کا گھر ملے گا۔ بے شک

لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

بے انصافوں کا بھلا نہ ہوگا

مُفْتَرًى (بنایا ہوا، گھڑا ہوا) اسم مفعول ہے افتراء سے جس کا مادہ ف۔ ر۔ ی ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس نے خود گھڑا ہے۔

عَاقِبَةُ الدَّارِ (گھر کی آخری اچھائی) عاقبۃ انجام اور نتیجے کو کہتے ہیں۔ دار (رہنے کی جگہ) مراد انجام کار اچھا ٹھکانا اور اچھی جگہ رہنے کی

موسٰی علیہ السلام فرعون کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ میں اللہ کی طرف سے تیرے پاس پیغام لایا ہوں اور وہ پیغام یہ ہے کہ سرکشی چھوڑ کر اللہ کو اپنا رب مان اور بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کرنے سے باز رہ۔ فرعون نے کہا کہ پیغمبر ہونے کا دعویٰ تیرا خود گھڑا ہوا ہے۔ انہوں نے اس کی تردید کے لیے عصا اور ید بیضا کے معجزے دکھائے۔ کہنے لگا کہ یہ تو جادو کا کھیل ہے۔ گھڑے ہوئے پیغام کے ثابت کرنے کے لیے جادو کے ڈھکوسلے گھڑ لینے کے سوا تیرے پاس کچھ نہیں اور اللہ اور اس کا پیغام اور معجزے یہ سب باتیں تو ہمارے باپ داداتے بھی کبھی نہیں سنیں۔ یہ تو بالکل نئی بات ہے۔ موسٰیؑ نے جواب میں کہا۔ میری باتوں کا اللہ گواہ ہے وہ میرا رب اس آدمی کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آتا ہے اور جس کو آخرت میں فلاح نصیب ہوگی۔ ظالموں کا انجام اچھا نہیں وہ فلاح نہیں پا سکتے۔

فرعون کا جواب

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ
اور بولا فرعون اے سردارو نہیں جانتا میں تمہارا
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ
کوئی خدا سوا میرے پس آگ جلا میرے لیے اے ہامان گارے پر
فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى
پس بنا میرے لیے بلند محل تاکہ میں جھانک لوں موسیٰ کے خدا کی طرف
وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَاسْتَكْبَرَ
اور میں تو سمجھتا ہوں اسے جھوٹوں میں سے اور بڑا بن بیٹھا
هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ
وہ اور اس کا لشکر اس زمین میں بغیر حق کے
وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾
اور وہ سمجھے کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہ آئیں گے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ
اور فرعون بولا اے دربار والو مجھے تو معلوم نہیں
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ
میرے سوا کوئی حاکم ہو اس لیے اے ہامان میرے واسطے گارے کو
فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى
آگ دے پھر میرے واسطے ایک اونچا محل بنا تاکہ میں موسیٰ کے رب کو دیکھوں
وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَاسْتَكْبَرَ
اور میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے اور بڑائی کرنے لگا
هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ
فرعون اور اس کا لشکر ملک میں ناحق
وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾
اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف پھر کر نہ آئیں گے

اَوْقِدْ (آگ جلا) امر کا صیغہ ہے اِیْقَاد سے جو و ق د سے بنا ہے۔ اس مادہ سے اِسْتَوْقَدَ۔ وَقُوْدُ وغیرہ پہلے لفظ گذر چکے ہیں مراد یہ ہے کہ اینٹوں کا آوا لگا دے۔

فرعون کی مت ماری گئی تھی۔ دولت اور قوت کے غرور نے اسے اندھا بہرا کر رکھا تھا حضرت موسیٰؑ کی بات سن کر درباریوں سے مخاطب ہوا اور کہا زمین میں تو مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا شاید آسمان میں ہو اس لیے اے ہامان اینٹوں کے بھٹے لگا دے اور ان سے میرے لیے اتنا اونچا محل بنا کہ وہاں سے میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں۔ اگرچہ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ جھوٹ کہتا ہے پھر بھی اسے خاموش کرنا ضروری ہے اس بات سے ہنسی اڑانی مقصود تھی۔ فرعون اور اس کے اہلی موالی کے سر میں تو یہ خبط سمایا ہوا تھا کہ زمین میں ہم سے بڑا کوئی نہیں بلکہ ساری کائنات بس ہم ہی ہم ہیں۔ موسیٰؑ (معاذ اللہ) غلط کہتا ہے کہ ہم اللہ کے پاس واپس جائیں گے اور وہ ہمارا حساب لے گا۔ ہمارے نزدیک تو یہ سب خیالی باتیں ہیں۔

انجام کار

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ

پس پکڑ لیا ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ہم نے انہیں دریا میں

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

پس دیکھ کیسا ہوا انجام ظالموں کا

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ

اور کیا ہم نے ان کو پیشوا کہ بلاتے ہیں آگ کی طرف اور

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ

دن قیامت کے مدد نہ کیے جائیں گے اور پیچھے لگا دی ہم نے ان کے

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن

هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

وہ بُری گت والے ہوں گے

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ

پھر ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑا پھر ہم نے انہیں دریا میں پھینک دیا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

سو دیکھ لے گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ

اور ہم نے انہیں پیشوا کیا جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ

قیامت کے دن انہیں مدد نہ ملے گی اور ہم نے اس دنیا

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

میں ان کے پیچھے پھٹکار لگا دی اور قیامت میں بھی

هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

ان کا بُرا حال ہوگا

اَئِمَّةً: آگے آگے چلنے والے۔ امام کی جمع ہے۔ وہ شخص، بات یا چیز جس کے پیچھے لوگ چلیں اور اس کی اقتدا کریں۔

الْمَقْبُوْحِيْنَ: بُرے حال والے۔ مقبوح کی جمع ہے جو ق ب ح سے اسم مفعول ہے۔ قبح اور قباحت کے معنی خرابی اور برائی کے ہیں۔ مقبوح: بُرے حال میں مبتلا۔

ارشاد ہے کہ فرعون اور اس کے چیلے چانٹوں کی سرکشی ان کے کچھ کام نہ آئی ہم نے اسے اور اس کے خوشامدیوں کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا۔ تاکہ دوسرے لوگ دیکھ لیں کہ بدکاروں اور ظالموں کا انجام ایسا ہوتا ہے ہم نے انہیں دولت، قوت اور مرتبہ عطا کیا۔ وہ بڑا اثر رکھتے تھے۔ لوگ ان کے اشاروں پر چلتے تھے وہ چاہتے تو لوگوں کو سیدھے راستے پر لگا سکتے تھے لیکن انہوں نے کیا یہ کہ ٹیڑھی چال چلے بدکاریوں میں مبتلا ہوئے ظلم اور سرکشی پر کمر باندھی اور سب کام ایسے کیے جن کی سزا دوزخ ہے اور اپنے اثر سے لوگوں کو بھی دوزخ ہی کے پرے ڈالا۔ خیر یہاں تو انہیں ان کے مددگار مل گئے لیکن قیامت کے دن انہیں کوئی پوچھے گا بھی نہیں اس دنیا میں بھی لوگ ان پر لعنت بھیجتے رہیں گے اور قیامت میں تو یقیناً وہ شکستہ حال مصیبت زدہ آفت کے مارے لوگوں میں ہوں گے۔

سوچنا ضروری ہے

قرآن مجید کے پڑھنے والوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے لفظوں کے ہجے کر کے پڑھ لینا حفظ یا دیکھ کر سنا دینا، قاریوں کے خصوصی لہجہ میں پڑھ دینا، انسان کو انسان بنانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ ان باتوں سے آدمی ناظرہ خوان، حافظ اور خوش الحان قاری تو بن جائے گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اس نے قرآن مجید کے فیض سے پورا پورا فائدہ حاصل کر لیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے اندر قرآن پاک کے صحیح طور پر پڑھنے والے ناظرہ خوان، حافظ، قاری بڑی تعداد میں ہر وقت موجود رہنے چاہئیں جو مخارج حروف، مدّ و شد، وقف و وصل سے پورے طور پر واقف ہوں لیکن یہ کسی طرح ٹھیک نہیں کہ اسی کو کافی سمجھ لیا جائے۔ قرآن مجید کے ہر پڑھنے والے کو یہ سمجھ لینے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ جو الفاظ اس کے منہ سے نکل رہے ہیں یہ خالی آوازیں ہی نہیں بلکہ ان کے اندر نہایت گہرے اور مفید مضامین پوشیدہ ہیں۔ جو انسان کی اس دنیا میں زندگی گذارنے کے لیے بہترین رہنما ہیں اور نہایت عام فہم طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں۔

یہ کوئی شعر یا غزل کا دیوان نہیں ہے جس میں وقتی جذبات کے ابھارنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا نہ یہ کوئی گیتوں کا مجموعہ ہے جس میں فقط آواز کے آتار چڑھاؤ کو موسیقی کے اصول پر ڈھالنا مقصود ہوتا ہے یہ کوئی افسانہ یا کہانی بھی نہیں جس سے محض دل بہلانا یا خیالی باتوں کا ایک مجموعہ پیش کرنا منظور ہوتا ہے بلکہ اس میں وہ باتیں قطعی طور پر انسان کو بتا دی گئی ہیں جن پر اس کی خیریت اور سلامتی کا دار و مدار ہے۔ اس میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ انسان کی بد اعمالیوں، بد اخلاقیوں کا نتیجہ سوا تباہی کے کچھ نہیں۔ جب اکثر انسانوں کے فعل انسانیت کے معیار سے گر جائیں۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان پر کوئی بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ جب آوے کا آوا ہی بگڑ جائے گا۔ تو دنیا کی عمارت ہی ڈھے جائے گی۔ دنیا فقط اسی وقت تک قائم رہے گی جب تک اس میں انصاف پسند، عادل اور نیک چال چلن والے لوگوں کا وجود قائم رہے گا۔ جب ظلم و ستم تکبر اور بدچلنی کا دور آجائے گا۔ تو پھر اس کے فنا ہونے میں دیر نہ لگے گی۔ فرعون اور اس کی قوم کے حالات سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے والے اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھنے والے اور اپنی قوت کو اس لیے بڑھانے والے کہ کمزوروں کو دبائیں انجام کار ملیا میٹ ہو کر رہ جائیں گے۔

رسالت حق ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا
اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب بعد اس کے کہ ہلاک کیں ہم نے
الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً
امتیں پہلی سمجھانا لوگوں کو اور ہدایت اور رحمت
لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۴۳) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ
تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور نہ تھا تو مغربی مقام
الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا
جانب جب ہم نے سپرد کیا موسیٰ کو کام اور نہ
كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (۴۴) وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا
تھا تو حاضر ہونے والوں میں اور لیکن پیدا کیں ہم نے
قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ
بہت سی امتیں پس دراز ہوگئی ان پر مدت

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا
اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اس کے بعد کہ ہم پہلی جماعتوں
الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً
کو غارت کر چکے لوگوں کو سمجھانے والی اور راہ بتانے والی
لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۴۳) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ
تاکہ وہ یاد رکھیں اور تو نہ تھا غرب
الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا
کی طرف جب ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا اور تو
كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (۴۴) وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا
نہ تھا دیکھنے والا لیکن ہم نے بہت سی جماعتیں
قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ
پیدا کیں پھر ان پر مدت دراز ہوگئی

بصائر: (سوجھ دینے والی) البصیرۃ کی جمع ہے جس کے معنی سوجھ اور دانائی کے ہیں۔

تطاول: (دراز ہوا) ماضی ہے تطاول سے جو ط-و-ل سے بنا ہے طول کے معنی درازی کے ہیں۔ تطاول: دراز ہوا۔

حضرت موسیٰؑ کے قصہ کا خلاصہ سنا کر ارشاد ہے کہ موسیٰؑ کو ہم نے تورات عطا کی اس سے پہلے ہم اپنی پہلی امتوں کو ان کی سرکشی اور نافرمانی کی سزا میں تباہ کر چکے تھے تورات میں ہم نے اس وقت کے لوگوں کے لیے بصیرت افروز نصیحتیں درج کر دیں ان کی ہدایت کا سامان کر دیا اور اپنی رحمت کے مستحق ہونے کا راستہ بنا دیا۔ اگر وہ چاہتے تو ساری نیک باتیں اس سے سیکھ سکتے تھے۔ ہمارا مقصد یہی تھا کہ وہ ان باتوں کو یاد کریں۔ اور سرکشی و نافرمانی چھوڑ دیں۔ اسی طرح ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب تجھے رسول بنا کر قرآن عطا کیا۔ اس کے ہماری کتاب ہونے کی یہ دلیل کافی ہے کہ تو نا سے پڑھ کر انہیں پچھلے نبیوں کے حالات ایسے صحیح صحیح سنا رہا ہے جیسے تو نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہو لیکن تُو تو اس مغربی مقام کے موقعہ پر موجود نہ تھا اور جس وقت ہم نے موسیٰؑ کو نبوت عطا کی تو نے ان واقعات میں سے اپنی آنکھوں سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ ان دنیا میں ایسا موقعہ آچکا تھا کہ لوگوں کی ہدایت کے لیے ایک رسول بھیجا جائے۔

حضرت محمد آخری رسول ہیں

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ
اور نہ تھا تو بسنے والا مدین والوں میں کہ پڑھتا ان پر
آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ
ہماری آیتیں اور لیکن ہم رہے ہیں رسول بھیجتے اور نہ تھا تو
بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ
کنارے طور کے جب ہم نے پکارا اور لیکن رحمت ہے تیرے
رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ
رب کی طرف سے تاکہ ڈراوے تو اس قوم کو کہ نہیں آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا
مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٦﴾
تجھ سے پہلے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ
اور تو مدین والوں میں نہ رہتا تھا کہ ان کو ہماری آیتیں
آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ
سناتا پر ہم رسول بھیجتے رہتے ہیں اور تو طور کے
بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ
کنارے پر نہ تھا۔ جب ہم نے آواز دی لیکن یہ انعام ہے
رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ
تیرے رب کا تاکہ تو ان لوگوں کو ڈر سنا دے جن کے پاس
مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٦﴾
تجھ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ یاد رکھیں

ثَاوِي (قیام کرنے والا) اسم فاعل ہے ث۔و۔ی سے ثَوَاءٌ کے معنی ٹھہرنا، قیام کرنا۔ مثوٰی اسی سے بنا ہے۔

ان آیتوں میں یہ بتلایا جا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات تم کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا رہے ہیں۔ یہ کھلی بات ہے کہ ان واقعات کے ظاہر ہونے کے وقت آپ ان جگہوں میں سے کسی جگہ بھی موجود نہ تھے جہاں یہ ظاہر ہوئے نہ آپ مدین والوں میں مقیم تھے کہ وہاں کے لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہوں۔ نہ آپ کوہ طور کے کنارے تھے جہاں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ میں سارے جہان کا رب ہوں پھر یہ صحیح حالات جو آپ بتا رہے ہیں اور ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنا رہے ہیں کیا اس بات کی قطعی نشانی نہیں کہ آپ ہمارے رسول ہیں اور ہم جیسے پہلی امتوں میں زمانہ گذرنے پر لوگوں کے گمراہ ہو جانے کے بعد رسول بھیجتے رہے ہیں۔ اسی طرح ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کا اُمّی ہو کر ایسی صحیح خبریں پہنچانا آپ کے رسول ہونے کی پختہ دلیل ہے۔ یہ ہماری رحمت کا تقاضا تھا۔ کہ ہم نے رسولوں کا سلسلہ شروع سے انسان کی ہدایت کے لیے قائم کر رکھا ہے۔ اسی سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ کو اس لیے بھیجا گیا۔ کہ آپ ان لوگوں کو جن کے پاس مدت سے کوئی رسول نہیں آیا بُرے کاموں کے انجام سے ڈراویں ؛

رسول کی ضرورت

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ
اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پہنچے ان کو کوئی آفت بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے
فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا
پس کہیں گے اے ہمارے رب کیوں نہ بھیج دیا تو نے ہماری طرف ایک رسول
فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (٤٧)
تاکہ ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم ایمان والوں میں سے
فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا
پھر جب آئی ان کے پاس سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے
لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ
کیوں نہ ملا اُسے جیسا کہ ملا تھا موسیٰ کو کیا نہیں
يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ
منکر ہوئے اس کے جو ملا تھا موسیٰ کو اس سے پہلے

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ
اور اتنی بات کے لیے کہ کبھی ان پر اُن کاموں کی وجہ سے جنہیں ان کے ہاتھ آگے بھیج
فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا
چکے ہیں آفت پڑے تو کہنے لگیں اے ہمارے رب ہمارے پاس کسی کو پیغام دے کر
فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (٤٧)
کیوں نہ بھیج دیا تاکہ ہم تیری باتوں پر چلتے اور ایمان والوں میں ہوتے
فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا
پھر جب ان کے پاس ہمارے پاس سے ٹھیک بات پہنچی کہنے لگے اس کو ویسی
لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ
باتیں کیوں نہ ملیں جیسی کہ موسیٰ کو ملی تھیں کیا اس کا جو
يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ
اس سے پہلے موسیٰ کو ملا تھا انکار نہیں کر چکے

انسان بھی عجیب مخلوق ہے۔ یہ کہتا ہے کہ وہی کروں جو میرا جی چاہتا ہے اگر اس سے کہا جائے کہ خواہش کی پیروی ٹھیک نہیں ہوں کہ جب کہ اس کے خلاف بات صحیح ہو تو ایسے بہانے کر دیتا ہے جنہیں وہ خود پہلے رد کر چکا تھا اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر رسول نہ آتے اور ان لوگوں پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے عذاب آ پڑتا تو کہنے لگتے۔ اے اللہ اس عذاب سے پہلے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیج دیا تاکہ ہم اس کا کہنا مان کر ایمان لے آتے اور تیرا حکم بجا لاتے ہم نے اسی لیے پہلے ہی رسول بھیج دیئے تاکہ یہ سزا ملتے وقت اتنی بات نہ کہنے پائیں۔ اب جو رسول آئے اور انہیں صحیح باتیں بتائیں تو یہ انہیں مانتے اور بہانہ یہ کرتے ہیں کہ ان کو ویسے معجزے کیوں نہ ملے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ملے تھے یا انہیں ایک دم ساری کتاب تورات کی طرح کیوں نہ ملی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی تھی۔ یہ تھوڑی تھوڑی کیوں نازل ہوتی ہے حالانکہ اس سے پہلے موسیٰؑ کے معجزوں کو اور ان کی لائی ہوئی کتاب تورات کو یہی لوگ ٹھکرا چکے ہیں۔ ان کو تو ٹھیک بات سے چڑ ہے یہ تو وہی کرنا چاہتے ہیں جو ان کا دل چاہے۔ غلط صحیح سے انہیں کوئی بحث نہیں بس جو ان کی خواہشوں کے خلاف بات ہوئی اسے رد کر دیا اور اس کی وجہ وہی بنا دی جس کا پہلے انکار کر چکے ہیں۔

کُھلی دعوت

قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۗ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ
کہنے لگے دونوں جادو ہیں۔ ایک دوسرے کی پشت پناہ اور بولے ہم ہر ایک کا
كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ
انکار کرنے والے ہیں تو کہہ پس لاؤ کوئی کتاب سے
عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ
اللہ کے پاس کہ وہ زیادہ ہدایت ہیں ان دونوں سے کہ میں چلوں اس پر
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ
اگر ہو تم سچے پس اگر نہ
يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ
جواب دیں یہ تجھے تو جان لے کہ نری پیروی کرتے ہیں وہ
اَهْوَآءَهُمْ ۗ
اپنی نفسانی خواہشوں کی

قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۗ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ
کہنے لگے یہ دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کے موافق اور کہنے لگے ہم
كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ
دونوں کو نہیں مانتے تو کہہ اب تم اللہ کے پاس کی کوئی کتاب لاؤ
عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ
جو ان دونوں سے بہتر ہو کہ میں اس پر چلوں
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ
اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ لوگ
يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ
تیرا کہنا نہ کر لائیں تو جان لے کہ وہ نرے
اَهْوَآءَهُمْ ۗ
اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں

ارشاد ہے کہ اب تو کہتے ہیں کہ ہم تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول جب مانتے جب یہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح معجزے دکھاتے اور ایک دم ساری کتاب تورات کی طرح ہمارے سامنے لاکر رکھ دیتے لیکن یہی وہ لوگ تو ہیں جو اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود ان کے معجزوں کے اور تورات کو باوجود اس کے اکٹھے نازل ہونے کے جھوٹا قرار دے چکے ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن و تورات دونوں جادو ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ہم تو ان میں سے ایک کو بھی نہیں مانتے۔ اے ہمارے رسول اب تو ان سے آخری بات کہہ دے کہ بہانہ بازیاں چھوڑو۔ اگر تم سچ مچ ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے تو اب تم اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کوئی اور ایسی کتاب لاؤ۔ جو انسان کو ان دونوں سے بڑھ کر سیدھے راستے پر چلاتی ہو۔ میں اس پر چلنے کے لیے تیار ہوں پھر اگر اس کے جواب میں وہ خاموشی اختیار کریں تو سمجھ لے کہ انہیں حق کی تلاش نہیں یہ وہی کریں گے جو ان کا دل چاہے ؛

خواہشوں کے غلام

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ
اور کون زیادہ بھٹکا ہوا ہے اس سے جو پیروی کرے اپنی خواہش کی بغیر
هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى
ہدایت کے اللہ کی جانب سے تحقیق اللہ راستہ نہیں دکھاتا
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا
ان لوگوں کو جو ظالم ہیں اور تحقیق پیہم بھیجا ہم نے
لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾
ان کے لیے اپنا کلام تاکہ وہ دھیان کریں
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ
جنہیں دی ہم نے کتاب اس سے پہلے
هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾
وہ اس پر ایمان لاتے ہیں

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ
اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش پر چلے
هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى
اللہ کے راہ بتلائے بغیر بے شک اللہ بے انصاف
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا ع ۵
لوگوں کو راہ نہیں دیتا اور ہم ان کو پے در پے
لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾
اپنا کلام بھیجتے رہے ہیں تاکہ وہ دھیان میں لائیں
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ
جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس
هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾
پر یقین کرتے ہیں

وَصَّلْنَا: رملا یا ہم نے) ماضی ہے تَوْصِيْل سے جو و ص ل سے بنا ہے۔ وصل کے معنی ملنا۔ توصیل کے معنی آپس میں ملا دینا۔ یہاں لگاتار بھیجنا مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گیا اور دن رات انہی کے پورا کرنے میں سرگرداں رہا۔ اس سے زیادہ گمراہ اور کج رفتار کون ہوگا۔ دنیاوی خواہشوں کو اسی حد کے اندر پورا کرنا چاہیئے جو اللہ عزوجل نے مقرر کر دی ہے اور انہیں اسی طرح اور اسی قدر پورا کرنا چاہیئے جتنا اس نے بتا دیا ہے اور جتنے کی اجازت دی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آدمی اللہ کے فرمان کو اپنی خواہش کے آگے ٹھکرا دیتا ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے ان کے پاس اپنے احکام بھیجنے میں کمی نہیں کی۔ ہم ان کے پاس اپنے رسول اور اپنا کلام لگاتار بھیجتے رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں اب ہم نے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہیں اور اپنی آخری کتاب قرآن انہیں دی ہے۔ اس میں تمام پچھلی امتوں اور رسولوں کے صحیح صحیح حالات درج کر دیئے ہیں تاکہ قیامت تک انسان کی ہدایت کے لیے کافی ہو جنہیں ہماری کتاب پہلے مل چکی ہے وہ اس قرآن پر ضرور ایمان لائیں گے۔

سمجھ داروں کا رویہ

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ
اور جب پڑھی جائے ان پر کہیں ایمان لائے ہم اس پر بے شک یہ
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ
سچ ہے ہمارے رب کی طرف سے تحقیق ہیں ہم اس کے پہلے ہی سے
مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ
حکم بردار وہ لوگ دیئے جائیں گے اپنا ثواب
مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ
دو مرتبہ اس پر کہ جمے رہے اور تدارک کرتے ہیں بھلائی سے
السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾
برائی کا اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا خرچ کرتے ہیں
وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ
اور جب سنتے ہیں فضول بات تو ٹال دیتے ہیں اسے

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ
اور جب ان کو سنائی جائے تو کہیں ہم اس پر یقین لائے یہی
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ
ہے ٹھیک ہمارے رب کا بھیجا ہوا ہم اس کے پہلے سے
مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ
حکم بردار ہیں وہ لوگ اپنا ثواب دہرا پائیں گے
مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ
اس بات پر کہ قائم رہے اور برائی کے جواب میں بھلائی
السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾
کرتے ہیں اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں
وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ
اور جب نکمی بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں

يَدْرَءُوْنَ (دور کر دیتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ د۔ ر۔ ء سے۔ دَرْءٌ کے معنی دور کرنا، دفع کرنا، ہٹانا۔ یہاں مراد تدارک کرنا ہے۔

پہلے ارشاد ہوا کہ جن لوگوں کو اس سے پہلے کتاب مل چکی ہے۔ وہ اس قرآن کو سنتے ہی اس پر ایمان لے آئیں گے آگے ارشاد ہے کہ جب وہ لوگ جو اس سے پہلے کتابوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس کتاب یعنی قرآن کی آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے یا دیگر مسلمانوں کی زبانی سنتے ہیں تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں ہم اس کتاب پر ایمان لائے۔ یہ کتاب راستی اور صداقت کی کان ہے جو ہمارے رب نے ہمیں عطا کی ہے ہم تو پہلے ہی سے اس پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ پہلی کتابوں میں اس کا ذکر ہے اور اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ ارشاد ہے ان لوگوں کو اس اقرار کا دہرا ثواب ملے گا۔ ایک تو پہلی کتاب پر ایمان لانے کا اور دوسرے اس کتاب کو مان کر اس پر ایمان لانے کا۔ ان لوگوں کا رویہ یہ ہے کہ یہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں یعنی جو برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرتے ہیں اور گناہ سے فوراً توبہ کرتے ہیں۔ نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور فضول باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں ٭

ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے

وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ
اور کہا ہمارے لیے ہمارے کام اور تمہارے لیے تمہارے کام سلامتی ہو
عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ
تم پر نہیں چاہتے ہم ناسمجھ لوگ تحقیق تو نہیں ہدایت دینے والا
مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ
جسے آپ پسند کریں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے
وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ
اور وہی جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے اور کہنے لگے کہ اگر پیروی کریں ہم
الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ
ہدایت کی تیرے ساتھ۔ اٹھا کر پھینک دیے جائیں اپنے ملک سے

وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ
اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے کام اور تمہارے لیے تمہارے کام سلامتی
عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ
رہو تمہیں بےسمجھ لوگ نہیں چاہئیں تو جس کو چاہے راہ
مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ
پر نہیں لا سکتا اللہ جس کو چاہے راہ پر لائے اور
وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ
وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آنے والے ہیں اور کہنے لگے کہ اگر ہم تیرے ساتھ
الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ
راہ پر آئیں تو اپنے ملک سے اُچک لیے جائیں

نُتَخَطَّفْ: ہم اُچک لیے جائیں ہم۔ مضارع مجہول ہے تَخَطُّفٌ سے۔ تَخَطُّفٌ: اٹھا کر لے جانا کہیں پھینک دینا۔

یہ پہلی آیت کا حصہ ہے۔ ارشاد ہے کہ وہ لوگ فضول باتوں سے کترا کر چلے جاتے ہیں اور فضول کام کرنے والوں سے یہ کہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں کہ تمہارے کام تمہارے لیے اور ہمارے کام ہمارے لیے۔ ہم تمہیں سلام کریں ہمیں معاف رکھو۔ ہم ان لوگوں سے تعلق نہیں رکھنا چاہتے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

ان آیتوں میں ان چار اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے جو حبشہ اور شام سے آئے اور قرآن مجید سن کر مشرف بہ اسلام ہوئے واپسی کے وقت مکہ والوں نے ان پر آوازے کسے اور انہوں نے انہیں یہی جواب دیا جو اس آیت میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا کہ باہر سے آ آ کر لوگ اسلام قبول کرتے ہیں اور مکہ میں خود آپ کے رشتہ دار آپ کی بات نہیں مانتے۔ اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو راہ راست پر لے آنا تیرا کام نہیں۔ تیرا کام تو اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے۔ ہدایت وہی پائے گا جسے اللہ ہدایت کی توفیق دے گا۔ مکہ کے کافروں کا ایک عذر یہ تھا کہ اگر اے محمد ہم تمہارا کہنا مان کر تمہارے اسلام [illegible] ہمیں تو سارے عرب مل کر ہمیں اپنے ملک سے نکال دیں۔

غلط بہانہ

اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى

درکیا نہیں ٹھکانہ دیا ہم نے انہیں حرمت والے محفوظ مکان میں کرلائے جاتے ہیں

اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا

اس کی طرف پھل ہر چیز کے بطور رزق کے ہماری طرف سے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ

اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے اور کتنی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا

ہلاک کردیں ہم نے بستیاں کہ اتراتی تھیں اپنی زندگی کے سامان پر

فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ

پس یہ ان کے گھر ہیں نہ آباد ہوئے ان کے بعد

اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

مگر تھوڑے اور ہوئے ہم ہی وارث اس کے

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى

کیا ہم نے انہیں حرمت والے پناہ کے مکان میں جگہ نہیں دی کھنچے آتے

اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا

ہیں جس کی طرف پھل ہر چیز کے بطور روزی ہماری طرف سے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ

پر ان میں بہت سے سمجھ نہیں رکھتے اور کتنی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا

بستیاں ہم نے غارت کردیں جو اترا چکی تھیں اپنی گذران میں

فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ

اب یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے پیچھے آباد نہیں ہوئے

اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

مگر تھوڑے اور آخر کار ہم ہی سب کچھ لینے والے ہوئے

يُجْبٰٓى اِلَيْهِ (لایا جاتا ہے اس کے طرف) يُجْبٰى مضارع مجہول ہے ج۔ب۔ی سے جَبْیٌ کے معنی جمع کرنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ پیداوار پھل وغیرہ کھچے چلے آتے ہیں۔ بَطِرَتْ (اترانے تھے) ماضی ہے ب۔ط۔ر سے بَطَر فخر اور اترانے کو کہتے ہیں۔ سورۃ الانفال میں گذر چکا ہے۔ مَعِيْشَةٌ (سامان زندگی) مَعِيْشَتَهَا میں فِىْ مقدر ہے اس لیے اس میں اندر کے معنی پوشیدہ ہیں۔

مکّہ کے کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ ماننے کا یہ بہانہ کیا کہ اگر ہم مسلمان ہوجائیں تو عرب ہمیں اپنے ملک سے نکال دیں۔ اس کا جواب اس آیت میں ارشاد ہے کہ عرب تو کعبہ کا احترام کرتے ہیں اسی کی وجہ سے تم ایک محفوظ مقام میں ہو۔ اللہ ہی نے تمہاری حفاظت کا سامان اب بھی کیا ہوا ہے کیا اس کے رسول کی بات مانو گے تو کیا وہ تمہاری حفاظت چھوڑ دے گا؟ دیکھو اس پُرامن مقام میں ہر جگہ کے پھل کھچے چلے آتے ہیں یہ ہماری طرف سے تمہیں روزی دی گئی ہے تم اتنا نہیں جانتے کہ تم ہمارے طرف دار ہو جاؤ گے تو انجام کار اللہ تمہاری حالت اور بھی زیادہ اچھی کردے گا۔ سنو! دنیا کے دشمنوں سے کیا ڈرتے ہو اللہ سے ڈرو جس نے بہت سی بستیاں جو اپنی خوشحالی پر نازاں تھیں نافرمانی کی وجہ سے تباہ کر ڈالیں یہ ان کے مکان کھنڈر ہوئے پڑے ہیں وہ لوگ اپنا سارا سامانِ زندگی چھوڑ کر چل بسے اور پھر اس کے مالک اور وارث ہم ہی ہوئے۔

اللہ کا قانون

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى
اور نہیں ہے تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا یہاں تک کہ
يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ
بھیج دے اس کی بڑی بستی میں ایک رسول پڑھ سنائے انہیں
اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا
ہماری آیتیں اور نہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو مگر جب کہ ان میں رہنے والے
ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
زیادتی پر کمر باندھ لیں اور جو دیئے گئے ہو تم کوئی چیز
فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ
پس سامان ہے زندگی کا دنیا کی اور اس کی زینت اور جو اللہ کے پاس ہے
خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾
وہ بہتر ہے اور پائیدار کیا پس تم نہیں سمجھتے ؟

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى
اور تیرا رب بستیوں کا غارت کرنے والا نہیں جب تک
يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اس کی بڑی بستی میں کسی کو پیغام دے کر نہ بھیج دے جو ان کو ہماری
اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا
باتیں سنائے اور ہم بستیوں کو ہرگز غارت کرنے والے نہیں جب تک وہاں کے
ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
لوگ ظالم نہ ہوں اور جو تمہیں کوئی چیز ملی ہے سو کام چلانا ہے
فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ
دُنیا کی زندگانی کا اور اس کی رونق ہے اور جو اللہ کے پاس
خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع
ہے سو بہتر ہے اور باقی رہنے والا کیا تمہیں سمجھ نہیں ؟

پہلے ارشاد ہوا کہ یہ مکہ کے کافر کیسی نادانی کی باتیں کرتے ہیں ان کو اس کا تو خوف ہے کہ عرب ہمارے دشمن ہو جائیں گے اور ہمیں ملک سے نکال باہر کریں گے حالانکہ اب تک باوجود دشمنی کے وہ ایسا نہیں کر سکے کیونکہ اللہ نے مکہ کی سرزمین کو احترام والی اور خطرہ سے پاک بنایا ہے اور یہاں گھر بیٹھے سب جگہ کی پیداوار کھچی چلی آرہی ہے مگر انہیں اللہ کا خوف نہیں جو ان سے پہلے بہت سی قوموں کو نافرمانی کی سزا میں تباہ کر چکا ہے ان کی بستیاں ان کے آس پاس ہی کھنڈر پڑی ہوئی ہیں آگے ارشاد ہے کہ بستیوں کو ہم اس وقت تک برباد نہیں کرتے جب تک ان کی سب سے بڑی بستی میں اپنا رسول اپنا پیغام دے کر نہ بھیج دیں تاکہ وہ سب کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنا دے اور حقیقت سے آگاہ کر دے پھر جب باوجود سمجھانے کے لوگ نہیں مانتے اور زیادتی اور سرکشی میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ ان کو اتنا تو سمجھنا چاہیئے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں موت ایک نہ ایک دن آنی ضرور ہے۔

پھر یہ یہاں کے سامان عیش و عشرت پر لٹو کیوں ہو رہے ہو۔ یہ سامان تو فقط وقتی طور پر فائدہ اٹھانے کے لیے ہے اور یہیں کی زینت ہے یہیں رہ جائے گا۔ اللہ کے پاس اس سے بہتر سامان ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے کہ فانی کو چھوڑ کر باقی کو اختیار کرو۔

قیامت حق ہے

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ
کیا وہ شخص۔کہ وعدہ کیا ہم نے اس سے وعدہ اچھا پس وہ ملنے والا ہے اس
كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ
جیسا ہے جسے عطا کیا ہم نے سامان زندگانی کا دنیا کی پھر
هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (۶۱) وَيَوْمَ
وہ دن قیامت کے پکڑے ہوؤں میں ہوگا اور جس دن
يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
اللہ انہیں پکارے گا پھر فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کے
كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۶۲) قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
تھے تم دعوے دار کہیں گے وہ کہ قائم ہو چکے گا جن پر
الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا
الزام اے ہمارے رب یہ ہیں وہ لوگ جنہیں ہم نے بھکایا

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ
پھر ایک شخص جس نے ہم سے اچھا وعدہ کیا اور وہ اسے پانے والا ہے
كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ
اس کے برابر ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگانی کا فائدہ دیا پھر
هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (۶۱) وَيَوْمَ
قیامت کے دن وہ پکڑا ہوا آیا اور جس دن
يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
انہیں پکارے گا تو کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم
كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۶۲) قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
دعوی کرتے تھے بولیں گے وہ لوگ جن پر الزام لگ
الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا
چکا اے رب یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے بھکایا

مُحْضَرِيْنَ: (حاضر کیے گئے) جمع ہے مُحْضَر کی جو اِحْضَار سے اسم مفعول ہے حضور کے معنی سامنے آنا۔ حاضر، حضرت، محاضرہ وغیرہ اسی سے بنے ہیں۔ اِحْضَار: پکڑ کر پیش کرنا مُحْضَر سے مراد وہ مجرم ہے جسے سرکاری آدمی گرفتار کر کے حاکم کے سامنے پیش کریں۔: حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ کا مطلب ہے جن کے خلاف فیصلہ ہو چکا۔: اَغْوَيْنَا (بھکایا ہم نے) اِغْوَاء سے ماضی ہے جو غ۔و۔ی سے بنا ہے غَيٌّ: گمراہی۔ اِغْوَاء: گمراہ کرنا۔ بھکانا

ارشاد ہے کہ دنیا پر مغرور ہو کر بیٹھنا انتہائی نادانی ہے جس شخص نے ہماری اطاعت کی اور ہم نے اس سے بہت اچھا انعام دینے کا وعدہ کیا جو اسے قیامت کے دن ضرور مل کر رہے گا۔ کیا وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے جس نے کچھ دن ہمارے دیئے ہوئے مال و متاع سے دنیا میں گلچھرے اڑائے۔ پھر مر گیا اور قیامت کے دن گرفتار ہو کر ہمارے سامنے مجرم کی حیثیت سے پیش ہوا قیامت میں اللہ مشرکوں سے پوچھے گا کیوں؟ کہاں ہیں وہ تمہارے معبود جنہیں تم ہمارا شریک قرار دیتے تھے ان سب سے پہلے شیطان کے چیلے چانٹے جن کا انسان کے بھکانے میں بڑا ہاتھ ہے بول اٹھیں گے کہ اے رب یہ وہ لوگ ہیں جن کے بھکانے کا الزام ہم پر لگایا جاتا ہے:۔

جھوٹے معبود

اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا

بھکایا ہم نے انہیں جیسے ہم بہکے بری ہوئے ہم تیرے آگے نہ

كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا

تھے وہ ہمیں پوجتے اور کہا جائیگا پکارو

شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا

اپنے شریکوں کو پس وہ انہیں پکاریں گے پس وہ جواب نہ دیں گے

لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ

انہیں اور آنکھ سے دیکھ لیں گے عذاب کاش کسی طرح

كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾

ہوتے وہ ہدایت یافتہ

اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا

انہیں بہکایا جیسے ہم آپ بہکے بیزار ہوئے ہم تیرے آگے

كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا

وہ ہم کو نہ پوجتے تھے اور کہا جانے کا پکارو

شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا

اپنے شریکوں کو پھر وہ انہیں پکاریں گے، تو وہ انہیں جواب نہ دیں گے

لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ

اور عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ کاش وہ

كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾

راہ پائے ہوتے ہوتے

تَبَرَّاْنَا: (بری ہوئے ہم) تَبَرِّیْ سے۔ تبری کے معنی بیزاری، بے تعلقی ظاہر کرنا۔ ذمہ داری کا انکار کرنا۔

مشرکوں کے بہکانے والے یعنی شیاطین قیامت کو اللہ کے روبرو کہیں گے کہ یہ سب گمراہ لوگ تیرے سامنے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ بظاہر ہم نے انہیں گمراہ کیا کیونکہ ہم خود گمراہ تھے اور ہم کرتے بھی کیا۔ مگر ہم پر ان کے گمراہ کرنے کا الزام حقیقتاً عاید نہیں ہوتا کیونکہ ہم نے انہیں مجبور نہیں کیا۔ کہ ہمارا راستہ اختیار کرو۔ ہم نے فقط ایک شوشہ چھوڑ دیا اور یہ اپنی نفسانی اغراض پوری کرنے کے لیے ہمارے اشارہ پر چل پڑے۔ ہم تیرے سامنے ان کے معبود ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ ہمیں پوجتے ہی کب تھے۔ یہ تو اپنی خواہشوں کے بندے تھے اور اسی وجہ سے ہمارا داؤ ان پر چل گیا۔ اگر ان کی نفسانی خواہشیں انہیں نہ ابھارتیں تو ضرور یہ ہمیں دھتا بتاتے اور سیدھا راستہ اختیار کرتے۔ شیاطین الانس والجن جب اپنا یہ بیان دے چکیں گے تو مشرکوں سے کہا جائے گا تو اب اپنے بچانے کے لیے اپنے ان معبودوں کو پکارو جنہیں تم نے اپنی خواہشیں پورا کرنے کا آلہ کار بنا رکھا تھا۔ یہ شیطان تو تم سے اپنی بے تعلقی ظاہر کر چکے۔ اس پر وہ اپنے بتوں اور دیوتاؤں وغیرہ کو پکاریں گے۔ جن کے آگے وہ عاجزی سے جھک کر اپنی مرادیں مانگا کرتے تھے وہ پکارتے پکارتے تھک جائیں گے لیکن وہ انہیں کچھ جواب نہ دیں گے کیونکہ نہیں اوّل تو خبر ہی نہ تھی کہ یہ اللہ کو چھوڑ کر ہمیں پوجتے ہیں اور اگر خبر تھی بھی تو وہ ان کی اس حرکت سے سخت ناراض تھے اتنے میں ان مشرکوں کی آنکھوں کے سامنے عذاب آجائے گا اسے دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو جائیں گے اور کہیں گے اے کاش ہم دنیا میں سیدھا راستہ اختیار کر لیتے۔

ایک اور سوال

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ

اور جس دن اللہ انہیں پکارے گا پس فرمائے گا کیا جواب دیا تھا تم نے

الْمُرْسَلِيْنَ (۶۵) فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ

رسولوں کو تو غائب ہو جائیں گی ان سے دینے سے ساری باتیں

يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ (۶۶) فَاَمَّا

اس روز پس وہ آپس میں پوچھ بھی نہ سکیں گے لیکن

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور کام کیے اس نے نیک

فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ (۶۷)

پس امید ہے کہ ہو وہ کامیاب ہونے والوں میں سے

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ

اور جس دن انہیں پکارے گا پھر فرمائے گا ہمارے رسولوں کو تم نے

الْمُرْسَلِيْنَ (۶۵) فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ

کیا جواب دیا تھا پھر گم ہو جائیں گی ان سے ساری باتیں

يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ (۶۶) فَاَمَّا

اس دن سو وہ آپس میں بھی نہ پوچھیں گے سو جس نے

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

کہ توبہ کی اور یقین دلایا اور اچھے عمل کیے

فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ (۶۷)

تو امید ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں ہوگا

فَعَمِيَتْ: (چھپ جائیں گے) ماضی کا صیغہ ہے۔ ع، م، ی سے عَمٰی، یَعْمٰی وغیرہ لفظ اسی سے بنے ہیں اور پہلے گذر چکے ہیں۔ عمی مصدر کے معنی غائب ہونے کے ہیں۔

جب مشرکوں سے اللہ عزوجلّ کی توحید کی بابت پوچھا جا چکے گا اور وہ اس میں منہ کی کھائیں گے اور رسوا اس کے کہ دنیا میں جو انہوں نے گمراہی اختیار کی اس پر پچھتائیں آٹھ آٹھ آنسو بہائیں کہ کاش ہم دنیا میں ہدایت حاصل کر لیتے اور کچھ ان سے نہ بن پڑے گا تو اس کے بعد دوسرا سوال پوچھا جائے گا۔ کہ بتاؤ تم نے ہمارے رسولوں کی بات کیوں نہ مانی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل ان سے کہے گا کہ بولو تم نے ہمارے رسولوں کو جو تمہیں ہمارا پیغام سناتے دنیا میں آئے تھے کیا جواب دیا تھا یہ سوال سن کر کافر حواس باختہ ہو جائیں گے۔ دنیا میں جو وہ اسلام کے خلاف باتیں بگھارتے تھے ان میں سے ایک بھی وہاں یاد نہ آئے گی۔ اتنا ہوش بھی نہ آئے گا کہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں کہ اس سوال کا کیا جواب دینا چاہیے۔ کافروں کی قیامت کے دن یہ ناگفتہ بہ حالت بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ آخرت میں نجات کا دار و مدار صرف اس پر ہے کہ انسان دنیا میں ہی سرکشی چھوڑ دے خواہشوں کا غلام نہ بنے اللہ پر سچے دل سے ایمان لائے کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرے اور اللہ کے رسول جو اسے نیک کام بتائیں انہیں بے چون و چرا اختیار کرے اور جن کاموں کو وہ برا کہیں ان کے قریب بھی نہ پھٹکے ایسے لوگوں کو امید رکھنی چاہیے کہ انہیں آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔

اللہ ایک ہے

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا
اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے نہیں
كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى
ہے ان کے لیے پسند پاک ہے اللہ اور برتر ہے
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۶۸) وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ
اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپائے ہوئے ہیں
صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (۶۹) وَهُوَ اللّٰهُ
ان کے سینے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اور وہ اللہ ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَ
نہیں کوئی معبود سوا اس کے اسی کے لیے تعریف ہے دنیا میں اور
الْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۷۰)
آخرت میں اور اسی کے لیے حکومت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا
اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور وہ جسے چاہے پسند کرے
كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى
پسند کرنا ان کے اختیار میں نہیں پاک ہے اللہ اور بہت بلند ہے
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۶۸) وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ
اس سے جسے وہ شریک کرتے ہیں اور تیرا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں
صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (۶۹) وَهُوَ اللّٰهُ
میں چھپ رہا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَ
اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔
الْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۷۰)
حکم اسی کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے

اَلْخِيَرَةُ (پسند) یہ اختیار کا حاصل مصدر ہے اس کے معنی پسند کرنے کے اور بہترین چیز کے بھی ہیں۔ تُكِنُّ (چھپائے ہوئے ہے) مضارع کا صیغہ ہے اَكْنَانٌ سے اس سے کِنٌّ بنا ہے جس کی جمع اکنان ہے۔ کَنٌّ مجرد کے معنی بھی چھپانا ہیں۔

ارشاد ہے کہ انسان اس خبط میں مبتلا نہ رہے کہ کسی بات یا کام کی اچھائی یا برائی اس کے اپنے فیصلہ پر موقوف ہے ہرگز نہیں اللہ ہی نے ہر چیز پیدا کی ہے اور وہی اس کی اچھائی برائی کا فیصلہ کرتا ہے۔ انسان کی پسند کو اس میں دخل نہیں جو اپنی پسند ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے وہ مشرک ہے۔ اللہ ہر چیز سے جسے وہ اس کے برابر کا صاحب اختیار سمجھیں بلند و برتر ہے۔ وہ ہر ایک کمزوری سے پاک ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے یہاں تک کہ جو انسان کے دل میں پوشیدہ ہے وہ بھی اور جسے وہ ظاہر کرتا ہے وہ بھی سب اسے معلوم ہے اس کے سوا کوئی اس قابل نہیں کہ معبود بن سکے۔ دنیا اور آخرت کی ہر چیز اس کی ثنا و صفت میں مشغول ہے اور زبان حال یا قال سے کہہ رہی ہے کہ خوبیاں ساری اسی کے لیے ہیں ہر جگہ اسی کا حکم چلتا ہے تم سب پھر اسی کی طرف واپس جاؤ گے اور اسی کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوگے۔

اوروں کے عجز کی دلیل

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ
تو کہہ بھلا بتاؤ تو اگر کر دے اللہ تمہارے اوپر
الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
رات ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک کونسا وہ معبود ہے اللہ کے سوا کہ
يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (۷۱) قُلْ
لا دے تمہارے پاس کوئی روشنی کیا پس نہیں سنتے تم تو کہہ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ
بھلا بتاؤ تو اگر کر دے اللہ تمہارے اوپر
النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ
دن ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک وہ کون سا
اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ
معبود ہے اللہ کے سوا جو لے آئے تمہارے پاس رات کہ آرام کرو تم
فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۷۲)
اس میں پھر کیا تم نہیں دیکھتے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ
تو کہہ دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن
الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
تک رات رکھ دے کون حاکم ہے اللہ کے سوا کہ
يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (۷۱) قُلْ
لائے تمہارے پاس روشنی کہیں سے پھر کیا تم سنتے نہیں تو کہہ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ
دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن
النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ
تک دن رکھ دے کون حاکم ہے اللہ کے سوا کہ
اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ
تمہارے پاس رات لائے جس میں تم آرام کرو
فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۷۲)
پھر کیا تمہیں سوجھتا نہیں

انسان کی نادانی پر اس آیت میں زبردست تنبیہ کی گئی ہے یہ جس سے اپنا اوری مطلب نکلتا دیکھتا ہے اسی کی طرف جھک جاتا ہے اسے اس کی خواہشوں پر چلنے سے نہ روکے بلکہ نہ روک سکے اسے اپنا معبود بنا بیٹھتا ہے ارشاد ہے کہ تم ان سے پوچھو کہ اگر سورج کا نکلنا بند ہوجائے یا اس کی روشنی ماند پڑ جائے اور سارے روشنی کے ذریعے مفقود ہو جائیں اور دنیا میں قیامت تک کے لیے ہمیشہ رات ہی چھائی رہے یا اس کے برعکس قیامت تک ہمیشہ دن ہی کا وقت رہے اور آرام و سکون کے لیے رات آئے ہی نہیں تو تمہارے ہوئے معبودوں میں سے کوئی ہے جو روشنی یا رات لاسکتا ہے ہرگز نہیں اللہ کے سوا کسی میں یہ قدرت نہیں اتنی سی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے تو یا تو نشے ہو کہ تمہیں خود نہیں سوجھتا یا بہرے ہو کہ بتانے سے بھی نہیں سمجھتے ۔

دن رات اللہ ہی نے بنائے

...رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
...رحمت سے بنائے تمہارے لیے رات اور دن
...نُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
...رو تم اس میں اور تاکہ طلب کرو تم اس کے فضل سے اور تاکہ تم
...رُوْنَ (۷۳) وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ
...کرو اور جس دن پکارے گا انہیں پھر فرمائے گا کہاں ہیں
...ءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۷۴) وَنَزَعْنَا
...شریک جنہیں تم تھے گمان کرتے اور الگ کریں گے ہم
...كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
...سے ایک حال بتانے والا پھر کہیں گے ہم لاؤ اپنی دلیل
...وْا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ
...یں گے کہ سچ بات اللہ کی ہے اور کھوئی جائے گی ان سے
...كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۷۵) ع
...تھے وہ باتیں بناتے

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
اور اپنی مہربانی سے تمہارے لیے رات اور دن بنا دیئے کہ
لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
اس میں چین بھی کرو اور کچھ اس کا فضل بھی تلاش کرو اور تاکہ
تَشْكُرُوْنَ (۷۳) وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ
تم شکر کرو اور جس دن ان کو پکارے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں
شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۷۴) وَنَزَعْنَا
میرے شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے اور ہر فرقہ
مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
میں سے ہم ایک احوال بتانے والا جدا کر دیں گے پھر کہیں گے ہم لاؤ اپنی دلیل
فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ
پھر جان لیں گے کہ اللہ کی بات سچ ہے اور گم ہو جائیں گی ان سے
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۷۵) ع
جو باتیں وہ جوڑتے تھے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ اس نے دن اور رات کے ایک دوسرے کے بعد باقاعدہ آنے کا انتظام کر دیا تاکہ تم رات کو آرام کرو اور زندگی گذارنے کے اسباب جو اللہ نے اپنے فضل سے تمہارے لیے دنیا میں مہیا کر دیئے ہیں تلاش کرنے کے لیے کام کرو پھر ان انعامات پر اس کا شکر کرو۔ پھر ارشاد ہے کہ ایسی کھلی ہوئی نشانیوں کے بعد اللہ کا نہ ماننا ہٹ دھرمی ہے۔ قیامت کو ہم ان سے پوچھیں گے بولو ...ے جھوٹے معبود کہاں ہیں جن کو تم نے بظاہر معبود بنا رکھا تھا۔ اگرچہ درحقیقت تم ان کے نہیں۔ صرف اپنی خواہشوں کے ...ری تھے۔ پھر ارشاد ہے کہ قیامت کو ہر نبی اپنی اپنی امت کا سچا حال بتانے کے لیے موجود ہوگا۔ پھر ہر فرقے سے کہا جائے گا کہ ... کے جھٹلانے کی کوئی وجہ بتاؤ وجہ تو وہ کیا خاک بتاتے۔ ہاں انہیں اس کا علم ہو جائے گا کہ اللہ عزوجل کی بات سچی تھی اور جو ارادہ دنیا میں بنایا کرتے تھے ان کے ذہن میں ان کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔

دُنیا پر مغرور نہ ہو

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى

تحقیق قارون تھا برادری میں سے موسیٰ کی پس ظلم کیا

عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ

ان پر اور دیئے تھے ہم نے اسے خزانوں میں سے اتنے کہ اس کی کنجیاں

لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ

تھکا دیتی تھیں کئی آدمی زور والوں کو جب کہا اس سے

قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾

اس کی قوم نے اترا مت تحقیق اللہ پسند نہیں کرتا اترانے والوں کو

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى

قارون موسیٰ کی قوم میں سے ہی تھا۔ پھر وہ ان پر زیادتی

عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ

کرنے لگا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اس کی کنجیاں

لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ

اٹھانے سے کئی زور آور مرد تھک جاتے تھے جب اس سے اس کی

قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾

قوم نے کہا اترا مت اللہ کو اترانے والے نہیں بھاتے

تَنُوْٓءُ (گرانبار کرتی تھیں) مضارع کا صیغہ ہے ن۔و۔ء سے نَوْءٌ کے معنی چڑھنے اور اوپر آجانے کے ہیں عربوں نے ان ستاروں کا نام نَوْءٌ رکھا تھا جو بارش کے موسم کے شروع میں مشرق کی طرف سے نکلتے تھے پھر اس کے معنی غالب آنے کے ہو گئے۔ یہاں یہ مطلب ہے کہ اس کی کنجیاں کئی مرد اٹھاتے تھے تو وہ ان کی طاقت پر غالب آجاتیں یعنی ان کی طاقت ان کنجیوں کے بوجھ سے دب جاتی۔

لَا تَفْرَحْ (مت اترا) فَرِحٌ سے ہے اس کے معنی ہیں اپنی وضع قطع سے چھچھورے پن کا اظہار۔

پہلی آیتوں میں انسان سے کہا گیا ہے کہ اپنا دھیان دُنیا سے ہٹائے اور آخرت کی طرف توجہ کرے۔ دُنیا کوئی دن کی بات ہے یہاں کا ساز و سامان، مال و دولت ڈھلتی چھاؤں ہے ہمیشہ رہنے والی دولت وہ ہے جو اللہ آخرت میں اپنے اطاعت گذار بندوں کو عطا فرمائے گا۔ اسی بات کو سمجھانے کے لیے یہاں قارون کا قصہ بیان کیا گیا ہے قارون بنی اسرائیل ہی میں سے تھا۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی۔ یہ چالاک آدمی تھا اسے موقع ملا تو اس نے دوسروں کو دبا کر دھوکے دے دے کر خوب دولت اکٹھی کر لی اور لگا اترانے۔ اس کے پاس اس قدر پیسہ ہو گیا کہ اس کی تجوریوں کی کنجیاں کئی ہٹے کٹے آدمی اٹھا کر لے چلتے تو تھوڑی دیر میں تھک جاتے۔

اتنی دولت پائی تو اکڑ گیا اور لگا اترانے اور شیخی بگھارنے۔ قوم کے سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ مال دار ہونے پر مت اترا۔ اللہ عزوجل کو وہ لوگ اچھے نہیں معلوم ہوتے جو پیسہ پر اتراتے اور اس پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے پھریں۔ قارون نے اپنے مکر و فریب سے لوگوں کو لوٹ کر بڑا پیسہ اکٹھا کر رکھا تھا اور جب پیسہ والا ہو گیا تو ایسی حرکتیں کرنے لگا جن سے عام لوگوں کو بہت دکھ ہوتا تھا

نازیبا حرکتیں

فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ
اس میں جو دیا تجھے اللہ نے اس گھر کی جو آگے آنے والا ہے
نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ
اپنا حصّہ دنیا سے اور نیکی کر
سَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ
کی اللہ نے تیرے ساتھ اور طلب مت کر خرابی ڈالنا
ضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (۷۷)
تحقیق اللہ نہیں پسند کرتا خرابی ڈالنے والوں کو
مَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ
مجھے دی گئی ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے

وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ
اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کما لے
وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ
اور دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھول اور بھلائی کر
كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ
جیسے اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی اور ملک میں خرابی مت پھیلا
فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (۷۷)
اور اللہ کو خرابی پھیلانے والے نہیں بھاتے
قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ
کہا یہ مال تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے

ن لوگ پیسہ والے ہوتے ہی اوچھا پن دکھانے لگتے ہیں ان میں اتنی سمائی نہیں ہوتی کہ دوسروں کو اپنے طرزِ عمل سے دق نہ کریں۔ سمجھنے لگتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس دنیا ہی ہے ہنسی دل لگی، جوا کھیل تماشے، بدکاری، لذیذ کھانے، شراب نوشی، غریبوں کی توہین، کو مار رہنا اور ان کو قتل و غارت، اغوا اور دوسروں پر دھونس جمانے کے لیے اپنا آلہ کار رہنا۔ غرض جو جی چاہے کرنا یہی تو دوں کے مشغل رہے اور ہیں۔ قارون میں یہ سب کچھ تھا عقلمندوں نے اسے سمجھایا کہ دیکھ ایک دن مرنا ہے۔ اس دولت سے بھی کما لے۔ دنیا میں تو تھوڑے ہی دن رہنا ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے کی مخلوق سے نیک سلوک کر۔ اپنے گرد حمایتی اکٹھے کر کے ملک میں فساد مت پھیلا۔ اللہ کو فساد پھیلانے والے پسند نہیں ایک نہ ایک دن تباہ ہو کر رہے گا۔

قارون نے سنکر وہی جواب دیا جو آج بھی دولت مندوں کی زبان پر ہے اس نے کہا تم مجھے نصیحت کرنے والے کون ہوتے دولت تو میں نے اپنے ہنر سے کمائی ہے۔ میری چالاکی اور ہوشیاری سے یہ دولت مجھے ملی ہے۔ اور اب تم کہتے ہو کہ اللہ نے ایسا ہی تھا تو تمہیں کیوں نہ دے دی؟

قارون کی نادانی

اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ
اور کیا نہ جانا کہ اللہ تباہ کرچکا ہے اس سے پہلے
مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ
کتنی جماعتیں جیسی کہ وہ زیادہ سخت تھیں اس سے قوت میں اور بڑھی ہوئی تھیں
جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾
مال کے لحاظ سے اور نہ پوچھے جائیں گے اپنے گناہوں کی بابت جرم کرنے والے
فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ
پس نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ باٹ سے

اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ
کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ اس سے پہلے کتنی
مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ
جماعتیں غارت کرچکا ہے جو اس سے زیادہ زور رکھتی تھیں اور مال کے
جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾
لحاظ سے بھی زیادہ تھیں۔ اور گنہگاروں سے ان کے گناہ نہ پوچھے جائیں گے
فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ
پھر اپنی قوم کے سامنے بڑے ٹھاٹھ سے نکلا

قوم کے سمجھ داروں نے قارون کو سمجھایا کہ مانا تیرے پاس دولت بہت ہوگئی ہے اور بہت سامان تیرے ہاتھ لگ گیا ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ تو اس پر اتراتا پھرے۔ دولت ہے تو اس کو ناداروں کی مدد کرنے میں خرچ کر تجھے اللہ نے مال دیا یہ اس کا احسان ہے اس کے بدلے تو ادروں کے ساتھ احسان کر۔ قارون ناک بھوں چڑھا کر بولا بس جی بس یہ اپنی نصیحت رہنے دو۔ یہ دولت کسی کے باپ کی نہیں میں نے اپنے ہنر سے کمائی ہے۔ افسوس دولت کے نشہ میں اللہ کو بھول بیٹھا۔

ارشاد ہے کہ نادان یہ نہ سمجھا کہ اللہ اس سے پہلے سرکشوں کو تباہ کرچکا ہے۔ جو تخت و تاج کے مالک تھے اور جن کے پاس دولت چاروں طرف سے کھچی چلی آتی تھی۔ لشکر بھی بے شمار تھا۔ آخر اللہ عزوجل نے ان کا چشم زدن میں تختہ الٹ دیا۔ نہ وہ سلطنت رہی اور نہ وہ دولت۔ جن لوگوں نے گناہ کو گناہ نہ سمجھا اور رسولوں کی بات کو ٹھکرا دیا۔ ان سے ان کے گناہوں کی بابت پوچھنا بے کار ہے۔ وہ کھلم کھلا مجرم ہیں۔ قدرت کی ہر چیز ان کے مجرم ہونے پر گواہ ہے۔ ادھر فرشتے ان کے ہر کام کو جو وہ قانونِ فطرت کے خلاف کر رہے ہیں۔ ان کے نامۂ اعمال کے اندر گناہ اور جرم کی مد میں لکھ رہے ہیں۔ پھر مجرموں سے سوال کی کیا ضرورت۔ سوال ہوگا بھی تو جرم ثابت کرنے کے لیے نہیں۔ بلکہ ان کو عار دلانے اور شرمندہ کرنے کے لیے ہوگا۔

قارون نے سمجھانے والوں کی ایک نہ سنی اور ایک دن خاص طور پر بڑی شان و شوکت سے اپنی آرائش و زیبائش کے ساتھ بن سنور کر بڑے ٹھاٹھ سے نکلا۔

دُنیا کے دل دادہ

لَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
لگے وہ لوگ جو طالب تھے دنیا کی زندگانی کے
يْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ
اش ہمارے پاس بھی ہوتا ایسا جو دیا گیا قارون
هٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (۷۹) وَقَالَ الَّذِيْنَ
وہ البتہ نصیبے والا بڑے اور کہا ان لوگوں نے جو
تُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ
گئے تھے سمجھ افسوس ہے تم پر ثواب اللہ کے ہاں بہتر ہے
مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ج وَلَا
کے لیے جو ایمان لایا اور کام کیا اچھا اور نہیں
قّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (۸۰)
ب ہوتا وہ مگر صبر کرنے والوں کو

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے
يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ
کاش ہم کو بھی ملے جیسا کچھ قارون کو ملا ہے
اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (۷۹) وَقَالَ الَّذِيْنَ
بے شک اس کی قسمت بڑی ہے اور جن لوگوں کو
اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ
سمجھ ملی تھی بولے افسوس ہے تم پر اللہ کا دیا ہوا ثواب بہتر
لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ج وَلَا
ہے ان کے واسطے جو یقین لایا اور اچھا کام کیا۔ اور نہیں نصیب
يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (۸۰)
ہوتی یہ بات مگر جو صبر کرنے والے ہیں

يُلَقّٰى (دیا جاتا) مضارع مجہول ہے تَلْقِيَةٌ سے جو باب تفعیل کا مصدر ہے ل۔ق۔ی سے لَقِيٌّ کے معنی ملنا۔ اس مادہ سے لقا، ملاقات، تَلَقّی وغیرہ لفظ مشہور ہیں۔ تَلْقِيَةٌ متعدی ملا دینا۔ لَا يُلَقّٰى نہیں ملایا جاتا۔ لَا يُلَقّٰهَا نہیں ملایا جاتا اس سے یعنی نہیں پہنچتا اس تک۔

قارون کی شان وشوکت دیکھ کر دنیا کے طلبگاروں کے منہ میں پانی بھر آیا کہنے لگے کیا ہی اچھا ہوتا ہمیں بھی ایسا ہی مال اور ساز وسامان نصیب ہوتا جیسے قارون کو ملا ہے یہ بڑا ہی بھاگوان ہے بڑا خوش قسمت ہے۔ بڑے نصیبے والا ہے اس کے سارے ارمان پورے ہوتے بڑے مزے سے زندگی بسر کرتا ہے ان کا یہ حال دیکھ کر سمجھ دار لوگ جو حقیقت سے آگاہ تھے بولے کم بختو! یہ تم کیا کہہ رہے ہو اس عارضی چمک دمک میں کیا رکھا ہے یہ کتنے دن کی ہے اللہ کے فرمانبرداروں کے لیے اللہ کے ہاں جو سامان عیش تیار ہے اس کے آگے یہ کیا چیز ہے مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں لیکن وہ تو ان لوگوں کو نصیب ہو گا جو دنیا میں بڑے لوگوں کو دیکھ کر بے صبری سے جزع فزع نہیں کرتے بلکہ صبر کے ساتھ اللہ کے دیے پر قناعت کر کے اس کے احکام بجا لانے میں لگے رہتے ہیں۔ دنیا داروں کی سی زندگی کی تمنا نہیں کرتے۔

عبرت ناک انجام

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ
پس دھنسادی ہم نے اس کے ساتھ اور اس کے گھر کے ساتھ زمین پس نہ ہوئی
لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا
اس کی کوئی جماعت کہ مدد کرتی اس کی اللہ کے آگے اور نہ
كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ
ہو وہ اپنی آپ مدد کرنے والوں میں اور لگے وہ لوگ جو
تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ
تمنا کر رہے تھے اس کے درجہ کی کل کہتے ہیں
وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
اب کھل گیا ہے کہ اللہ فراخ کر دیتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ
اپنے بندوں میں سے اور تنگ کر دیتا ہے

فَخَسَفْنَا وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ
پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اس کی کوئی
لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا
جماعت نہ ہوئی جو اس کی مدد کرتی اللہ کے سوا اور نہ وہ
كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ
خود مدد لا سکا اور جو کل اس کے درجہ
تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ
کی آرزو کر رہے تھے فجر کو کہنے لگے وائے
وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
کم بختی یہ تو اللہ جس کے لیے اپنے بندوں میں چاہے رزق
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ
کھول دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے

فَخَسَفْنَا: (دھنسادی ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے خ.س.ف سے خَسْفٌ کے معنی دھنسا دینا۔ فِئَةٌ: (جماعت)

وَيْكَاَنَّ: (اب سمجھ میں آیا) یہ کلمہ عربی میں ایسی جگہ بولتے ہیں جہاں ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں۔ دیکھا اب پتہ چلا۔ بعض کہتے ہیں۔ وَيْكَ الگ ہے جس کے معنی وہی ہیں جو وَيْلَكَ کے ہیں۔ یعنی ہائے کم بختی ہائے خرابی اور اَنَّ الگ ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ بات یہ ہے دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی نکلتا ہے۔

قارون دولت کی مستی میں نہ سمجھ سکا کہ کائنات پر جس کا اختیار ہے وہ میں نہیں ہوں بلکہ اللہ عزوجل ہے کسی کی کیا ہستی ہے جو اس کے سامنے چوں کر سکے وہ کم بخت اوروں کے منہ تو آتا ہی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی الجھ پڑا۔ ارشاد ہے کہ ہم نے اُسے اس کے گھر بار اور خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ پھر اسے نہ اس کے حمایتی بچا سکے اور نہ وہ آپ بچ سکا۔ سچ ہے۔ اللہ عزوجل کے آگے کسی کی نہیں چلتی اس کا دھنسنا دیکھ کر وہی لوگ، جو کل تک اس جیسا دولت مند ہونے کی تمنا کر رہے تھے بول اُٹھے۔ بات تو یہ نکلی کہ اللہ اپنی حکمت سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے بہت سا دے جسے چاہے کم دے دولت مندی اس بات کی نشانی نہیں کہ دولت مند اللہ کو بھی پسند ہے۔

حقیقت حال

لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ

اگر نہ ہوتا کہ احسان کیا اللہ نے ہم پر البتہ دھنسا دیتا ہمیں بھی

وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ

بات یہ ہے کہ نہیں فلاح پاتے کافر یہ گھر

الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا

آخرت کا ہم کردیں گے ان لوگوں کے لیے جو نہیں چاہتے بڑا بننا

فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

زمین میں اور نہ فساد اور نیک انجام ڈرنے والوں کا ہے

لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ

اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا

وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ ع

اے خرابی یہ تو کافر چھٹکارا نہیں پاتے وہ پچھلا

الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا

گھر ہے ہم وہ ان لوگوں کو دیں گے جو ملک میں اپنی بڑائی

فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

نہیں چاہتے اور نہ بگاڑ ڈالنا اور ڈرنے والوں کی عاقبت بھلی ہے

آدمی جب مصیبت میں پھنس جاتا ہے تو بہت تو بہ تلا مچاتا ہے لیکن تھوڑی ہی مدت گذرنے کے بعد یہ سب کچھ بھول جاتا ہے پھر دوسروں کی حالت دیکھ کر بھی سبق حاصل کرتا ہے مگر تھوڑے دن کے لیے چنانچہ قارون کو مع گھر بار مال خزانوں کے جب زمین میں دھنستے دیکھا تو ان لوگوں کی جو کل تک اسی جیسا خوش حال اور مال دار ہونے کی تمنا کر رہے تھے آنکھیں کھلیں اور بولے۔ کہ ہم غلط سمجھے تھے کہ دنیا کی عظمت و جاہ، دولت اور تونگری ہی اصل چیز ہے۔ اللہ نے اپنا بڑا فضل کیا۔ کہ آج ہم زمین میں نہ دھنسے ورنہ قارون جیسے ہوتے تو آج ہمارا بھی یہی حشر ہوتا جو اس کا ہوا۔ اب ہمیں پتہ چل گیا کہ اللہ عزوجل کا انکار کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔

آگے ارشاد ہے کہ بات تو یہی ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ دنیا کا مال و دولت، جاہ و مرتبہ کوئی چیز نہیں۔ کوئی دن کا ہے اصل چیز آخرت ہے۔ وہاں کا آرام و آسائش ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ کان کھول کر سن لو۔ کہ آخرت کا گھر ہمیشہ کی مسرت والا ہم نے ان لوگوں کے لیے مقرر کر دیا ہے جو دنیا میں اوروں سے بڑا بن کر رہنے کی دھن میں نہیں لگے رہتے اور فساد نہیں پھیلاتے۔ کیوں کہ فساد کی جڑ یہی ہے کہ آدمی یا آدمیوں کا کوئی گروہ اوروں سے دنیاوی ساز و سامان میں بڑھ چڑھ کر رہنا چاہیے جو لوگ بڑا بننے کے جنجال میں نہیں پھنستے بلکہ اللہ عزوجل کے ڈر سے بری باتوں سے بچتے ہیں اور تواضع اور انکسار اختیار کرتے ہیں انہی کا انجام اچھا ہوگا۔ وہی آخرت میں فلاح پائیں گے۔

بدلہ ملنے کا قانون

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ
جو آیا بھلائی لے کر پس اس کے لیے بہتر بدلہ ہے اس سے اور جو
جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا
آیا برائی لے کر پس نہ بدلہ ملے گا جنہوں نے کام کیے
السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾
بُرے مگر وہی جو تھے وہ کرتے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ
جو بھلائی لے کر آیا اسے اس سے بہتر ملنا ہے اور جو
جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا
کوئی برائی لے کر آیا سو برائی کرنے والوں کو
السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾
اسی کی سزا ملے گی جو وہ کرتے تھے

پچھلی آیتوں میں ارشاد ہوا کہ دنیا میں دل لگانے سے کچھ حاصل نہیں جنہوں نے دنیا ہی کی شان و شوکت کو سب کچھ سمجھا ہیں کے سامان عیش و عشرت کے اکٹھا کرنے میں لگے رہے۔ سمجھانے والوں کی بات کو ٹھکرا دیا۔ رسول کے ارشادات کو ذرا بھی وقعت نہ دی اور یہ سمجھے کہ ہمیں سب سے بڑے ہیں ہمیں کوئی کیا سمجھائے گا دولت ہمارے پاس پیسہ کے ہم مالک۔ حکومت ہمارے ہاتھ میں جاہ و جلال ہمارا۔ اب ہمیں کس کی پروا ہے وہ لوگ بہت چوکے۔

ارشاد ہوا کہ یہ خیالات لچر پوچ ہیں۔ قارون کا انجام دیکھ لو۔ اور دنیا سے دل ہٹا کر آخرت کا فکر کرو۔ آخرت ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں بڑا بننا نہیں چاہتے اور فساد نہیں پھیلاتے جن باتوں سے ہم نے منع کیا۔ انہیں ہمارے ڈر سے چھوڑتے ہیں اور جنہیں ہم نے اچھا کہا انہیں کرتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جو اچھے کام کرے گا اسے ہم اس کے کام سے بھی اچھا بدلہ دیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔ جو پورا ہو کر رہے گا۔ اور جو لوگ بُرے کام کر کے ہمارے پاس آئیں گے کیوں کہ آنا تو انہیں پڑے ہی گا۔ وہ ابھی سے سُن لیں کہ ہم بُرے کام کرنے والوں کو ویسا ہی بدلہ دیتے ہیں جیسا ان کا کام ہے۔ ان کو اس سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی جیسی ان کے کام کی ہونی چاہیے۔ یہاں نیکوں کو ان کے کام کا بڑھ چڑھ کر بدلہ دینے کا وعدہ ہے اور بدکاروں کے لیے صرف عام قاعدہ بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ بُرے کام کی سزا اس کے برابر ملا کرتی ہے۔ اس میں ارشاد ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو سزا ٹل سکتی ہے اور اگر ملی تو اسی قاعدے کی رُو سے اتنی ہی ہوگی جتنا کہ وہ بُرا کام ہے بہر حال وہ دو سے بالا پڑ کر رہے گا:

دُنیا کی بھی کامیابی

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ
تحقیق جس نے لازم کیا تجھ پر قرآن البتہ لوٹانے والا ہے تجھے
اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَ
پھر اسی جگہ کہہ دے میرا رب خوب جانتا ہے کون آیا ہدایت لے کر اور
مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۸۵) وَمَا كُنْتَ
کون جو گمراہی میں ہے کھلی اور نہ تھا تو
تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً
توقع کرتا کہ ڈالی جائیگی تیری طرف یہ کتاب مگر وہ تیری رحمت ہے
مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ (۸۶)
تیرے رب کی پس مت ہو تو مددگار کافروں کا

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ
جس نے تجھ پر قرآن کا حکم بھیجا وہ تجھ کو پہلی جگہ پھیر
اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَ
لانے والا ہے تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ راہ ہدیت کی کون لایا
مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۸۵) وَمَا كُنْتَ
ہے اور کون صریح گمراہی میں پڑا ہے اور تو تو توقع
تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً
نہ رکھتا تھا کہ تجھ پر کتاب اتاری جائے تیرے رب کی
مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ۸۶
مہربانی سے۔ اتنی سو تو کافروں کا مددگار مت بن

مَعَادٌ: لوٹ کر آنے کی جگہ، اسم ظرف ہے ع۔و۔د سے۔ عود کے معنی لوٹ کر آنا۔ معاد سے یہاں آپ کا شہر مکہ مراد ہے جہاں سے آپ کو ہجرت کرنی پڑی۔

پہلے ارشاد ہوا کہ دنیا چند روزہ ہے ہمیشہ رہنے کا گھر آخرت ہے اس لیے اسے حاصل کرنے کا فکر کرنا چاہیئے اور آخرت صرف انہی کو حاصل ہوگی جو اس دنیا میں بڑا بن کر رہنا اور فساد مچانا چھوڑ دیں گے اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں گے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ قرآن پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی نصیب ہوتی ہے یہ آیت ہجرت کے وقت نازل ہوئی جس وقت آپ شریروں کی زیادتی سے وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ آپ کو اطمینان دلایا گیا کہ قرآن مجید کے احکام کی تعمیل جس نے تم پر لازم قرار دی ہے۔ وہ تمہیں دنیا میں بھی اس کی برکت سے نہال کرے گا۔ ارشاد ہے کہ اے رسول جس نے تم پر قرآن کے احکام کی پابندی لازم کی ہے وہ تھوڑے ہی دنوں میں تمہیں اسی شہر میں بخیر و خوبی عزت کے ساتھ واپس لائے گا۔ اس کی رحمت بہت بڑی ہے تمہیں تو امید بھی نہ تھی کہ قرآن جیسی شاندار کتاب تمہیں ملے گی۔ یہ صرف تمہارے رب کی رحمت کا ظہور ہے۔ کافروں سے کہہ دو کہ اللہ خوب جانتا ہے کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہ ہے۔ قرآن کے ماننے والو ں اور اس کے انکار کرنے والوں کو سب کا اسے علم ہے:

قرآن کا حق

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ
ورنہ روکیں وہ تجھے اللہ کے احکام سے پیچھے اس کے کہ اتر چکے وہ
اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
تیری طرف اور بلا اپنے رب کی طرف اور ہرگز مت ہو
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
مشرکوں سے اور نہ پکار اللہ کے ساتھ معبود دوسرا
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
نہیں کوئی معبود اس کے سوا ہر چیز فانی ہے مگر ذات اس کی
لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾
اسی کے لیے ہے حکم اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ
اور ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ کو اللہ کے حکموں سے روک دیں اس کے بعد کہ
اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
وہ تیری طرف اتر چکے اور بلا اپنے رب کی طرف اور مت ہو
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
مشرکوں میں سے اور مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا معبود
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اس کی ذات
لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾
حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے

پہلے ارشاد ہوا۔ کہ جس نے تجھ پر قرآن نازل کیا اور اس کے احکام کی پابندی لازم کی وہی اللہ تجھے دنیا میں بھی فتح و نصرت عطا فرمائے گا اور تیرے وطن میں تجھے عزت کے ساتھ واپس لائے گا۔ سردست ان سے کہہ دے کہ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کس کے پاس ہے اور گمراہ کون ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے ہمارے پیغمبر جب قرآن کے احکام نازل ہو چکے تو اب جو ان کی پابندی کرے وہی تیرا اپنا ہے۔ اب مشرکوں کا خیال چھوڑ۔ ان کی رعایت دین کے معاملے میں بالکل نہ کر۔ اب تیرے اور تیرے ایمان والے ساتھیوں کے لیے یہ حکم ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ۔ مشرکوں کا ساتھ نہ دو۔ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو۔ اللہ کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہو سکتا۔ معبود فقط وہی ہے۔ اسی کے سوا کسی کا حکم کائنات پر نہیں چلتا۔ یہ جو آج یہاں بظاہر بادشاہ بنے بیٹھے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں اور ہمارا ہی حکم چلتا ہے۔ یہ سب تمام انسانوں کے ساتھ اللہ کے دربار میں لائے جائیں گے۔ یاد رکھو تم سب لوٹ کر اسی کی طرف جاؤ گے اور آخرت میں کسی کا حکم اس کے سوا نہ چلے گا نہ ظاہر میں اور نہ باطن میں۔

سورۃ القصص تمام ہوئی۔ الحمد للہ

سورۃ القصص پر ایک نظر

یہ سورت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ اللہ کے فرمانبردار بندوں کا قدم بڑی بڑی مصیبتوں کی وجہ سے نہیں ڈگمگاتا چھوٹی چھوٹی تکلیفوں سے تو وہ کیا گھبرا ئیں گے۔ وہ دشمنوں کے ستانے پر صبر سے کام لیتے ہیں۔ دنیا میں بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زبردستوں کے ظلم وستم سے کمزور بے چارے دب کر رہ جائیں گے کیونکہ دیکھنے میں ان کا مددگار کوئی نہیں معلوم ہوتا جو انہیں ظالموں کے پنجے سے چھڑائے۔ لیکن جب ظالموں کی دست درازی حد سے گذر جاتی ہے اور کمزوروں کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے تو دنیا کے نگہبان اور اس کے نظام کے محافظ رب العالمین کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور مظلوموں کی مدد کا غیب سے سامان ہو جاتا ہے۔ فرعون اور بنی اسرائیل کا قصہ اس پر گواہ ہے۔

بنی اسرائیل کا کوئی قصور نہ تھا۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں شام سے مصر میں چلے آئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی تدبیر سے مصر کی بڑی خدمت کی تھی اور اپنے انتظام سے ایک عالم گیر قحط سالی کے زمانے میں اس کو نہ صرف فاقہ کشی سے بچایا تھا بلکہ اس قابل بنا دیا تھا کہ دوسرے ممالک کی مدد کرے۔ بعد میں جب قبطیوں کا زور ہوا اور فرعون کی بادشاہت قائم ہوئی۔ تو وہ حضرت یوسفؑ کے کارنامے سب بھول گئے اور بنی اسرائیل کو غیر ملکی سمجھ کر ستانا اور ان پر حد سے زیادہ ظلم توڑنا شروع کر دیا۔

آخر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول مقرر کیا اور فرعون کے سمجھانے کے لیے بھیجا لیکن فرعون نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ اور بھی زیادہ ستانے پر کمر باندھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی خفیہ تنظیم کی اور انہیں اللہ کی طرف رجوع کرنا سکھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے انہیں بنی اسرائیل سمیت دریا کے پار اتار دیا اور فرعون کو دریا میں غرق کر دیا۔

مسلمانوں کو بھی کفارِ مکہ نے اسی طرح ستا رکھا تھا۔ یہ قصہ سن کر ان کی ہمت بڑھی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر کی تلقین کی اور کافروں کو سمجھایا کہ ظلم مت کرو۔ ورنہ فرعونیوں کی طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے جب وہ باز نہ آئے تو آپ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دے دیا اور آپ بھی ان کے ساتھ مدینہ چلے آئے۔ آپ کو اس سورت میں یقین دلایا گیا کہ عنقریب تم اپنے دیس میں فاتح کی حیثیت سے واپس آؤ گے۔ اس میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وطن اور نسب پر برادری موقوف نہیں ہے۔ اصل برادری وہ ہے جس کی بنیاد توحید اور تقویٰ پر ہو۔ نیک کردار اور اللہ کے حکم پر چلنے والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ بدکردار اور نیک کردار آپس میں مل کر نہیں چل سکتے بدکرداروں کو چھوڑو اور نیک کرداروں سے میل جول کرو۔ اللہ کے ماننے والے نیک کرداری میں سب کے امام ہیں انہیں اسی طرح دنیا میں رہنا چاہیے کہ ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی نیک بنیں۔

سورت العنکبوت

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی انتیسویں (۲۹) سورت ہے جس میں سات رکوع ہیں۔ العنکبوت مکڑی کو کہتے ہیں اس سورت کی ایک آیت میں کفار کے اعتقادات کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے جس سے زیادہ کمزور چیز کوئی نہیں۔ یہ قیام مکہ کے آخری زمانے میں نازل ہوئی۔ اس سے مقصود مسلمانوں کو تسکین دینا ہے جو اس زمانے میں مکہ کے مشرکوں کے ہاتھوں سے اذیتیں اٹھا رہے تھے اور تکلیفوں پر تکلیفیں جھیل رہے تھے۔ جو لوگ مصیبتیں جھیل کر ثابت قدم رہتے ہیں وہی آخر کامیاب ہوتے ہیں مشقت اٹھائے بغیر راحت نہیں ملتی اور نہ کسوٹی پر گھسے بغیر کھوٹا کھرا پہچانا جاتا ہے۔

آدمی کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مسلمان ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھ لے اور پھر جو جی چاہے کرتا پھرے۔ بات یہ نہیں۔ کلمہ پڑھنے کے بعد اس پر لازم ہو جاتا ہے۔ کہ اللہ کے احکام کی پابندی کرے اور اس کی اطاعت میں مشقتیں اٹھائے۔ مصیبتیں برداشت کرے اور ثابت قدم رہے۔ یہی اس کا امتحان ہے جو اس امتحان میں کامیاب ہوا۔ اس کو اصلی کامیابی دُنیا اور آخرت دونوں جگہ حاصل ہوگی۔ مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ مکہ کے کافروں کے ہاتھ سے جو اذیتیں تمہیں پہنچ رہی ہیں۔ ان پر صبر کرو۔ اس صبر کا نتیجہ بہت اچھا نکلے گا۔ تم سے پہلے بھی ایمان لانے والوں نے بڑی مصیبتیں دشمنوں کے ہاتھ سے اٹھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس طریقے سے سچوں اور جھوٹوں کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ یہ بدکار لوگ جو تمہیں ستا رہے ہیں یہ نہ سمجھیں۔ کہ یہ ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل جائیں گے انہیں عنقریب اپنی غلطی معلوم ہونے والی ہے۔

اسی مضمون کو واضح کرنے کے لیے کچھ پچھلی قوموں کے احوال اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں۔ جنہوں نے ایمان والوں کو ستایا۔ انہوں نے دُنیا میں اس کا پھل بُرا پایا اور آخرت میں بھی مبتلائے عذاب ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ قرآن پڑھو اور اس کے احکام پر عمل کرو۔ کافروں نے نہ پہلے زمانے میں اللہ کی نافرمانی کر کے کچھ اچھا پھل پایا اور نہ اب تیری نافرمانی کرنے والے پھولے پھلیں گے۔

دنیا فقط کھیل تماشا ہے۔ اصلی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ دُنیا میں جو کچھ ملا ہے اس سے آخرت کمائیں۔ ہم اس کی مدد کریں گے جو اچھے کام کرنے پر کمر باندھے۔

سورۃ العنکبوت مکیۃ ۲۹

آیاتھا ۶۹

رکوعاتھا ۷

ایمان کی آزمائش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ

الف لام میم کیا گمان کیا ہے لوگوں نے کہ وہ چھوڑ دیے جائیں گے اس پر کہ

يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ

کہہ دیں ایمان لائے ہم اور وہ جانچے نہ جائیں گے اور البتہ تحقیق

فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ

جانچا ہم نے ان کو جو ان سے پہلے تھے پس البتہ ضرور جان لے گا اللہ

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

ان کو جنہوں نے سچ کہا اور البتہ ضرور جان لے گا جھوٹوں کو

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ

الٓمّٓ کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اتنا کہہ کر کہ ہم یقین

يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ

لائے چھوٹ جائیں گے اور ان کی جانچ نہ ہوگی اور ہم نے

فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ

ان کو جانچا ہے جو ان سے پہلے تھے سو البتہ اللہ معلوم کر لے گا

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کر لے گا جھوٹوں کو

لَا يُفْتَنُوْنَ نہ جانچے جائیں گے۔ مضارع مجہول منفی ہے ف۔ت۔ن سے فتنہ۔ جانچ۔ امتحان فَتْنٌ اور فُتُوْنٌ اس سے مصدر ہیں۔ جانچنا۔ فَتَنَّا اسی سے ماضی ہے۔ لَيَعْلَمَنَّ البتہ ضرور جان لے گا مضارع مؤکد ہے ع۔ل۔م سے علم۔ جاننا۔ جاننا دو طرح کا ہوتا ہے اجمالی اور تفصیلی۔ یہاں تفصیلی مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ لوگوں کا یہ خیال کہ زبان سے "ایمان لائے ہم" کہہ کر چھوٹ جائیں گے اور ایمان والوں کے لیے جو انعام مقرر کیا گیا ہے اس کے مستحق ہو جائیں گے۔ غلط ہے زبان سے ایمان کا اقرار کرنے والوں کی آزمائش ہوگی۔ اور ان کے ذمہ کچھ فرائض عاید کیے جائیں گے اور پھر دیکھا جائے گا کہ ان فرائض کو وہ پورا کرتے ہیں یا نہیں۔ جو پورا کرے گا اسے ایمان کا انعام ملے گا۔ انعام ملنا امتحان میں کامیاب ہونے پر موقوف ہے۔

ارشاد ہے کہ پہلے زمانہ میں بھی ہم نے ایمان کے اقرار کرنے والوں کا امتحان لیا اور جو کامیاب ہوتے انہیں انعام کا مستحق قرار دیا۔ کیوں کہ بغیر امتحان لیے سچوں کو جھوٹوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور انعام دینے سے پہلے ضروری ہے کہ دونوں کو الگ الگ کر دیا جائے مثلاً ہوشیار استاد اپنی جماعت کے لڑکوں کو جانتا ہے کہ کونسا ان میں سے ترقی کا مستحق ہے کونسا نہیں۔ لیکن جب تک سب کا امتحان نہ لیا جائے اس کا علم اجمالی ہے جس کی بنا پر ترقی دینے کا قاعدہ نہیں البتہ امتحان کے بعد دونوں فریق صاف الگ الگ سامنے آجائیں گے۔ یہ علم تفصیلی ہے جس کی بنا پر کامیاب ہونے والے ترقی پائیں گے۔

بُروں کا حال

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ
کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جو کرتے ہیں برائیاں
اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④ مَنْ
کہ بھاگ کر بچ جائیں ہم سے غلط ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں جو
كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ
ہو توقع رکھتا ملنے کی اللہ سے پس تحقیق وعدہ اللہ کا
لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑤ وَمَنْ
آرہا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے اور جو
جٰهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ
محنت کرتا ہے پس سوا اس کے نہیں کہ محنت کرتا ہے اپنے لیے
اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ⑥
تحقیق اللہ بے پرواہے جہان والوں سے

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ
کیا جو لوگ کہ برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم
اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④ مَنْ
سے بچ جائیں گے برا فیصلہ کرتے ہیں جو کوئی
كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ
اللہ کی ملاقات کا تصور رکھتا ہے سو اللہ کا وعدہ
لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑤ وَمَنْ
آرہا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے اور جو کوئی
جٰهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ
محنت کرے سو وہ اپنے واسطے محنت کرتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ⑥
یقیناً اللہ تعالیٰ کو جہان والوں کی پروا نہیں

جَاهَدَ (کوشش کرے) جِہَادٌ سے ج ہ د سے بنا ہے جہد کے معنی مشقت اور محنت کے ہیں جہاد اور مجاہدہ محنت مشقت سے کام کرنا۔
پہلی آیتوں میں ان سے خطاب تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے مکّے کے کافروں کے ہاتھوں گوناگوں مصیبتوں میں مبتلا تھے ان سے کہا گیا کہ یہ تمہارے ایمان کی آزمائش ہے۔ اس آیت میں کافروں سے خطاب ہے کہ یہ نہ سمجھنا کہ یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ تم زیادتیاں کرتے رہو گے اور مسلمان انہیں سہتے رہیں گے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم بھاگ کر ہمارے ہاتھ سے نکل جاؤ گے تو یہ ایک لچر خیال ہے اور اس کی وجہ سے تم بڑی آفت میں پھنس جاؤ گے۔ آگے ارشاد ہے کہ جو اس وقت اس لیے مصیبتیں جھیل رہا ہے کہ وہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ اور اگر یہاں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یہ عارضی مصیبتیں جھیلیں تو وہاں اس سے زیادہ سخت مصیبتیں نہ جھیلنی پڑیں گی اور اگر ثابت قدم رہا تو ان کے بدلے آرام ملے گا۔ وہ یاد رکھے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور اللہ کے سامنے ضرور حاضر ہونا ہے اور اللہ سب کی باتیں سنتا اور جانتا ہے۔ یقیناً جو ہماری راہ میں مشقتیں اٹھائے گا۔ اس میں اسی کا بھلا ہے اللہ کو نہ کسی کی اطاعت کی پرواہے نہ کسی کی نافرمانی سے ڈر ہے۔

ایمان کی جزا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے انہوں نے اچھے
لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
البتہ دور کر دیں گے ہم ان سے ان کی برائیاں اور البتہ بدلہ دیں گے ہم انہیں
اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾ وَوَصَّيْنَا
اس بہتر کام کا جو تھے وہ کرتے اور حکم دیا ہم نے
الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ
انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کیے ہم ان پر سے
لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
ان کی برائیاں اتار دیں گے اور ان کو ان کے بہتر
اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾ وَوَصَّيْنَا
سے بہتر کاموں کا بدلہ دیں گے اور ہم نے انسان کو اپنے
الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ
والدین کے ساتھ بھلائی سے رہنے کی تاکید کر دی ہے

لَنُكَفِّرَنَّ: البتہ نیست ونابود کر دیں گے ہم۔ مضارع با تاکید ہے تَكْفِيْرٌ سے جو ک۔ ف۔ ر سے بنا ہے۔ کفر کے معنی ڈھانک دینا۔ تکفیر: نیست و نابود کر دینا۔ كَفَّارَةٌ اسی سے بنا ہے یعنی وہ چیز جو گناہ کا اثر زائل کر دے۔

ارشاد ہے کہ تمہارے اعمال کے ہم محتاج نہیں، جو کچھ نیک کام کرو گے۔ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ مگر نیک اعمال اس وقت کام آئیں گے۔ جب ان کے ساتھ ایمان ہو گا۔ بغیر ایمان کے نیک کام آخرت میں کچھ کام نہ آئیں گے ہاں جو لوگ ایمان لائیں گے اور اس کے ساتھ نیک کام کریں گے۔ ہم ان کی برائیاں مٹا کر نیست و نابود کر دیں گے اور ان کی فرمان برداری کے عوض میں ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیں گے۔ یہی فرمانبرداری ان کا بہترین کام ہے اور اسی کی بدولت آخرت میں سارے نیک کاموں کا بدلہ ملے گا۔

فرمانبرداری ایمان کی علامت ہے اور ایمان ہی اصل چیز ہے۔ یہی انسان کو اس کے نیک کاموں کے اچھے بدلے کا مستحق بنا دیتا ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ اللہ عزوجل کو اپنا معبود یکتا سمجھے اور اس کے ساتھ کسی کے کہنے سے کسی چیز کو شریک نہ ٹھیرائے۔ یہاں تک کہ اگر ماں باپ بھی شرک کرنے پر زور دیں۔ اُن کا کہنا بھی نہ مانے۔ اسے توحید کہتے ہیں۔ اس کی توضیح آگے آیت میں ہے۔ ارشاد ہے کہ دیکھو ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔

توحید کی اہمیت

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا
اور اگر دبائیں تجھے کر تو شریک کرے میرا اسے کہ
لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ
نہیں تجھے جس کا علم تو ان کی اطاعت مت کر میری ہی طرف
مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾
لوٹنا ہے تمہارا پس بتادوں گا تمہیں جو تھے تم کرتے
وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے انہوں نے اچھے
لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ﴿٩﴾
ضرور داخل کرینگے ہم انہیں نیک لوگوں میں

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا
اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرا شریک کرے اسے
لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ
جس کی تجھے خبر نہیں تو ان کا کہنا مت مان میری ہی طرف
مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾
تمہیں لوٹنا ہے سو میں تم کو بتلا دوں گا جو تم کرتے تھے
وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ یقین لائے اور نیک کام کیے
لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ﴿٩﴾
ہم انہیں نیک لوگوں میں داخل کریں گے

جَاهَدَا: (زور ڈالیں) ماضی کے تثنیہ کا صیغہ ہے مُجَاهَدَةٌ سے جو جہاد کے ہم معنٰی ہے کسی کے زور کے مقابلہ میں اپنا زور لگانا۔

ارشاد ہے کہ اے انسان اگر ماں باپ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک کر حالانکہ تیرے سان گمان میں بھی نہیں کہ اللہ کا بھی کوئی شریک ہو سکتا ہے تو اس بات میں ان کا کہنا مت مان۔ دیکھو تم سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔ اس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے کہ جو تم نے کام کیے وہ کیسے تھے اس سورت کی یہ دو آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب حضرت سعد بن ابی وقاص کی والدہ نے جو مکّہ کے مشرکوں میں شامل تھیں ان کے ایمان لانے کی خبر سنکر کھانا پینا چھوڑ دیا اور کہا کہ جب تک سعد (معاذ اللہ) اسلام نہ چھوڑ دے گا۔ میں کچھ نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی چاہے مر جاؤں۔

ان آیتوں میں حکم ہوا کہ ماں باپ شرک کرنے کو کہیں تو ان کا کہنا مت مانو ویسے ان کے ساتھ نیک سلوک کرو حقیقت یہ ہے کہ شرک سے زیادہ بڑھ کر کوئی غلط بات نہیں۔ جس سے بچنے کے لیے ماں باپ کی نافرمانی تک کی بھی پروا نہ کرنی چاہیے۔ آگے پھر ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں گے یعنی شرک سے بچ کر نیک کام کریں۔ انہیں ہم اپنے نیک بندوں میں داخل کریں گے۔

ڈانواں ڈول

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ
اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں ایمان لائے ہم اللہ پر پھر جب
اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ
ستائے گئے وہ اللہ کی راہ میں کردیا ستانا لوگوں کا
كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ
مانند اللہ کے عذاب کے اور البتہ اگر آگئی مدد سے
رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ
تیرے رب تو کہنے لگے تحقیق ہم تھے تمہارے ساتھ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ
اور ایک وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر یقین لائے پھر
اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ
جب اللہ کی راہ میں انہیں ایذا پہنچی تو لوگوں کے ستانے کو
كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ
اللہ کے عذاب کے برابر کرنے لگے اور اگر تیرے رب کی طرف
رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ
سے مدد آ پہنچی تو کہنے لگے ہم تو تمہارے ساتھ ہیں

فِتْنَةٌ : (آزمائش) یہاں اس سے مراد دکھ اور اذیت ہے۔ فِتْنَةَ النَّاسِ : وہ دکھ اور تکلیف جو لوگوں کی طرف سے پہنچے۔

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو سچے دل سے ایمان نہیں لائے اور جدھر اپنا فائدہ نظر آیا۔ ادھر ہی کی سی کہنے لگے۔ ارشاد ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے لیکن جہاں کافروں نے آنکھیں دکھائیں۔ جھٹ بدل گئے اور انہی کی سی کہنے لگے وہ لوگوں کے ستانے کو اور اللہ کے عذاب کو برابر سمجھتے ہیں۔ ان کے ایمان لانے پر کافروں کی طرف سے ایذا پہنچی تو گھبرا گئے اور ایمان سے پھر گئے۔ نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ ایمان سے پھر جانے پر اللہ کے عذاب سے سابقہ پڑے گا۔ جس کے مقابلہ میں یہ ایذا جو کافروں کی طرف سے ایمان لانے کی وجہ سے پہنچ رہی ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ مسلمانوں سے بھی کھلم کھلا نہیں بگاڑتے۔ یوں تو کافروں کے خوف سے مسلمانوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں لیکن جب اللہ کے فضل و کرم اور اس کی مدد سے مسلمانوں کی فتح ہوتی ہے تو غنیمت کے مال میں سے حصّہ لینے آموجود ہیں اور چکنی چپڑی باتیں بنانے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم بھی تو مسلمان ہیں اور تمہارے ساتھی ہیں۔ ہم تم سے الگ کب ہیں۔ ہم نے دشمنوں کا وہ ناک میں دم کیا۔ کہ بس وہ یاد ہی رکھیں گے۔

اللہ واقف اسرار ہے

اَوَ لَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ

اور کیا نہیں اللہ خوب جاننے والا اسے جو سینوں میں ہے

الْعٰلَمِیْنَ (۱۰) وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ

جہان والوں کے اور ضرور معلوم کرے گا اللہ ان کو جو

اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ (۱۱) وَقَالَ

ایمان لائے اور ضرور معلوم کرے گا منافقوں کو اور کہنے لگے

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا

وہ لوگ جو کافر ہیں ان لوگوں سے جو ایمان والے ہیں چلو

سَبِیْلَنَا وَ لْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ ط

ہمارے راستہ پر اور البتہ اٹھالیں گے ہم تمہارے گناہ

اَوَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ

کیا یہ بات نہیں کہ اللہ خوب جانتا ہے اس سے جو جہان والوں

الْعٰلَمِیْنَ (۱۰) وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ

کے سینوں میں ہے اور البتہ جان لے گا اللہ ان لوگوں کو جو

اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ (۱۱) وَقَالَ

یقین لائے ہیں اور جان لیگا ان لوگوں کو جو دغا باز ہیں اور

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا

منکر ایمان والوں سے کہنے لگے ہماری راہ پر چلو تو

سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ ط

تمہارے گناہ ہم اٹھا لیں گے

ارشاد ہے۔ کہ یہ نادان لوگ کیا یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل ان کے دل کی باتوں کو نہیں جانتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سارے جہان والوں کے سینوں کے اندر کے چھپے ہوئے رازوں سے بخوبی واقف ہے اس سے کہہ دو کہ تم انسانوں کو دھوکا دے لو تو دے لو۔ اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ بات یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو ویسا سمجھتے ہی نہیں جیسا سمجھنا چاہیئے اللہ کے آگے کسی کے چھل بٹے نہیں چل سکتے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ عنقریب سچے ایمان والوں اور دھوکے بازوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور صاف صاف نظر کے سامنے آجائے گا کہ کون کیسا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اللہ کے انکار کرنے والوں کی ایک اور چالبازی سے خبردار کیا گیا ہے ارشاد ہے کہ منکر ایمان والوں سے کہتے ہیں۔ کہ یہ گناہ اور بے گناہی ایک ڈھونگ ہے۔ اعمال کی اچھائی برائی کیا۔ جس کام کے کرنے کو انسان کا دل چاہے وہی اچھا ہے۔ ارے میاں یہ سب جھگڑے چھوڑو ہمیں دیکھو کیسے مزے سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تم بھی ایسے ہی دنیا میں جو جی چاہے کرو۔ گناہ کوئی چیز نہیں۔ بالفرض اگر ہے تو چلو تمہارے سارے گناہ ہماری گردن پر۔ تم کہتے ہو کہ قیامت کو اعمال کی باز پرس ہوگی جب تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال ہو تو ہماری طرف اشارہ کر دینا ہم بھگت لیں گے۔

اپنا ہی بوجھ بہت ہے

ھُم بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ

ں وہ اٹھانے والے ان کے گناہوں میں سے کوئی چیز

م لَكٰذِبُوْنَ (۱۲) وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ

البتہ جھوٹے ہیں اور البتہ اٹھائیں گے اپنے بوجھ

تَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ

ے بوجھ اپنے بوجھ کے ساتھ اور البتہ ضرور پوچھے جائیں گے وہ

لْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۱۳)

کے دن اس کی بابت کہ تھے وہ جھوٹ گھڑتے

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ

اور وہ ان کے گناہ کچھ نہ اٹھائیں گے

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۱۲) وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ

بے شک وہ جھوٹے ہیں اور البتہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے

وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ

اور کتنے بوجھ اپنے بوجھ کے ساتھ اور البتہ قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۱۳) ع ۱۳

ان سے پوچھ ہوگی ان باتوں کی جو وہ گھڑتے ہیں

ارشاد ہے کہ یہ بڑی چال بازی ہے۔ یہ جھوٹ باتیں بناتے ہیں۔ کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ان کے اپنے ہی گناہوں کا بوجھ اتنا ہے۔ کہ اس کے نیچے دب کر رہ جائیں گے۔ یہ تمہارے گناہوں کا بوجھ کیا اٹھائیں گے۔ ان پر تو دوہرا بوجھ رکھا ہوگا۔ ایک اپنے گناہوں کا بوجھ اور دوسرے ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ جو ان کے بہکاوے میں آکر گناہوں میں پھنسے۔ ان بے چاروں نے جو گناہ کیا ان کے بہکانے سے کیا۔ گناہ کا بوجھ کرنے والے کے سر ہوگا اور ان کے سر الگ ہوگا کہ جنہوں نے انہیں بہکایا تھا۔ ان کی دیدہ دلیری دیکھو۔ کہ تمہارے گناہوں کا بوجھ خود اٹھانے کو تیار ہیں اور تمہارے دل میں یہ خیال بٹھانا چاہتے ہیں کہ اس طرح تم پر گناہ کا کچھ بھی وبال نہ پڑے گا۔

یہ ان کا کہنا اپنے من گھڑت خیال پر مبنی ہے۔ اس کی بابت ان سے سوال ہوگا کہ بتاؤ یہ بات تم نے کیسے بنائی کہ ان کے گناہ کی سزا تم بھگت لوگے۔ اور وہ سزا سے بچ جائیں گے۔ یہ تو سراسر جھوٹ ہے اور عقل کے خلاف ہے۔

واقعہ تو یہ ہے کہ جو کسی کو گناہ پر آمادہ کرے گا تو ادھر تو گناہ کرنے والے کو اس کے گناہ کی سزا ضرور مل کر رہے گی ادھر اسے بھی اس گناہ کی سزا ملے گی کیوں کہ اسی کے بہکانے سے اس نے یہ گناہ کیا۔

مُسلمانوں کا طرزِ عمل

اوپر کی آیتوں میں بتایا گیا ہے۔ کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے انہیں آزمایا جاتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں۔ اگر اللہ کے احکام بجا لانے میں منکروں کے ہاتھ سے کوئی تکلیف اٹھانی پڑے تو اسے جھیلنا چاہیے کیوں کہ بہر حال یہ تکلیف اس عذاب سے یقیناً کم ہوگی جو اللہ کی نافرمانی کے لیے مقرر ہے۔ ایمان والوں کی یہ شان نہیں کہ دنیا کی تکلیفوں سے گھبرا کر بھاگ جائیں۔ کیوں کہ وہ اس صورت میں یا کافر ہو کر زندگی بسر کریں گے یا مشرک اور منافق ہو کر رہیں گے۔ یہ تینوں صورتیں انجام کار انسان کی تباہی کا باعث ہیں۔ اللہ کی خاص توحید ہی میں انسان کی نجات ہے اور اسی سے شیطان اسے کسی نہ کسی طرح ہٹانا چاہتا ہے۔ توحید ایسی ضروری چیز ہے کہ ماں باپ جیسے قابل تکریم و تعظیم سرپرست بھی اس سے ہٹنے کو کہیں تو ان کا بھی کہنا نہ ماننا چاہیے۔ اور کسی کی تو ہستی ہی کیا ہے جو کلمہ توحید پڑھنے والوں سے ایمان جیسی نعمت چھین سکے۔

مکہ کے کافر چاہتے تھے کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ دیں وہ انہیں ڈراتے دھمکاتے، مارتے پیٹتے اور ساتھ ہی لالچ بھی دیتے۔ مسلمانوں کو ان کی چالبازیوں سے آگاہ کیا گیا اور کہا کہ خبردار ان کی ایذا رسانی سے گھبرا یا ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر ایمان کے راستہ سے نہ ہٹنا۔ ورنہ تم بھی ان کی طرح عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گے۔ افسوس کہ اس بلا نے مسلمانوں کا پیچھا آج تک نہ چھوڑا۔ مکہ کے مشرک تو خیر زبانی ہی مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کی نعمتیں چھوڑ کر کس جنجال میں پھنس گئے کیسا گناہ اور کیسا عذاب دنیا ہی ہے جو کچھ ہے خوب گلچھرے اڑاؤ بے خوف و خطر جو چاہے کرو۔ عذاب اگر ہوا تو تمہارے بدلے ہم بھگت لیں گے۔ لیکن بعد میں جو مسلمانوں کو بہکا کر انہیں ان کے دین سے ہٹانے والوں کی کوشش شروع ہوئی۔ وہ اس سے زیادہ خطرناک تھی۔ انہوں نے زبان سے تو یہ کہنا کہ دیا کہ دین اسلام میں تو کچھ نہیں لیکن دنیا کی عیش و عشرت کے سامان اس قدر ارزاں اور سستے کر دیئے کہ پرہیزگاری کی راہ دن بدن مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی گئی۔

آخر اکثر مسلمان اس جال میں آگئے اور زر، زن اور زمین نے انہیں بھی قابو میں کر لیا اور قدیم دشمن سے زیادہ خطرناک یہ دشمن ان کو ان کے سیدھے سادے راستے سے ہٹاتے ہیں۔ کامیاب ہو گئے۔ آج کل مسلمانوں کا جو حال ہے اسے دیکھ کر کون ہے۔ جو نہ سمجھ جائے کہ مکہ کے کافروں کے جانشینوں نے ان کا کام تمام کیا۔

تاریخ کا سبق

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف پس ٹھہرا وہ ان میں

اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ط فَاَخَذَهُمُ

ہزار سال مگر پچاس سال (کم) پھر آ پکڑا انہیں

الطُّوْفَانُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ (۱۴) فَاَنْجَیْنٰهُ وَ

طوفان نے اور وہ ظالم تھے پس نجات دی ہم نے نوح کو اور

اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۱۵)

کشتی والوں کو اور کر دیا ہم نے اسے نشانی جہان والوں کے لیے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ

اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کے پاس بھیجا پھر وہ ان

اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ط فَاَخَذَهُمُ

میں پچاس سال کم ہزار برس رہا پھر ان کو طوفان

الطُّوْفَانُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ (۱۴) فَاَنْجَیْنٰهُ وَ

نے آ پکڑا اور وہ گنہگار تھے پھر ہم نے اسے اور

اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۱۵)

کشتی والوں کو بچا دیا اور ہم نے اسے جہان والوں کے لیے نشانی (بنا) دیا

پہلے کہا گیا۔ کہ ایمان لا کر اچھے کام کرنے والوں کو بُرے لوگ ستاتے ہیں۔ لیکن اس سے ایمان والوں کی آزمائش ہی مقصود ہوتی ہے تاکہ وہ ثابت قدم رہ کر اللہ عزوجل کے انعام واکرام کے مستحق ہوں۔ اہل اسلام کی تسلی کے لیے پہلے مجمل طور پر بیان کیا گیا۔ کہ ایمان والے پہلے بھی ایسی ہی آزمائشوں میں مبتلا رہے۔ لیکن آخر کار اللہ کی راہ میں صبر کے ساتھ تکلیفیں برداشت کرنے والے ہی جیتے اور ان کے ستانے والے ہی تباہ و برباد ہوئے۔ اب اس بیان کو کچھ پہلی قوموں اور ان کے رسولوں کا حال بیان کر کے واضح کیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ کہ وہ انہیں سمجھائیں تاکہ وہ تکبّر اور غرور سے الگ ہو کر اللہ عزوجل کے بندے بن کر رہیں۔ غریبوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا چھوڑ دیں اور زبردست، کمزوروں کو ستانے سے باز آئیں۔

حضرت نوح علیہ السلام انہیں ساڑھے نو سو سال تک سمجھاتے رہے۔ لیکن سوا چند خستہ حال لوگوں کے کسی نے ان کی نہ سنی۔ سارے کے سارے اپنی ہی ضد پر اڑے رہے اور نہ سمجھے کہ ہم اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں۔ آخر کار ایک زبردست طوفان آیا اور وہ اس میں گھر گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی تو کشتی میں بیٹھ کر بچ گئے۔ باقی سب ڈوب گئے اور دنیا میں افسانہ رہ گیا تاکہ آنے والی نسلیں عبرت پکڑیں ؛

حضرت ابراہیم علیہ السلام

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

اور ابراہیم تب کہا اس نے اپنی قوم سے بندگی کرو اللہ کی

وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور ڈرو اس سے یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر ہو تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جانتے اور کچھ نہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا

اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ

بتوں کو اور گھڑتے ہو جھوٹ

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

اور ابراہیم کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی بندگی کرو

وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور اس سے ڈرتے رہو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

سمجھ رکھتے ہو تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو

اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ

اور جھوٹی باتیں بناتے ہو

اَوْثَانٌ ربُت) وَثَنٌ کی جمع ہے اس کے معنی مورتی اور بت کے ہیں۔

اِفْكٌ (بے سروپا بات) بے حقیقت دل سے گھڑی ہوئی بات۔

ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈر کر برے کاموں سے بچو۔ اگر تم میں سمجھ ہے تو سمجھ جاؤ کہ تمہاری خیریت اسی میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ یہ جن کی پوجا میں تم رات دن مصروف ہو اور اپنے حقیقی معبود اور اللہ عزوجل کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ یہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے بت ہیں۔ مٹی سے کوئی صورت بنا لو تو وہ مٹی ہی رہے گی۔ پتھر کو گھڑ کر اور تراش کر کوئی مورت بنا لو تو وہ بھی پتھر ہی رہے گا کچھ اور نہ بن جائے گا۔

ان کی بابت جو تم نے عقیدے بنا رکھے ہیں وہ محض تمہارے گھڑے ہوئے ہیں۔ بے بنیاد باتوں پر مبنی ہیں ورنہ عقل سے کام لو تو صاف بات سامنے آجائے۔

بات یہ ہے کہ تمہارے وہم میں یہ بات سما گئی ہے۔ کہ یہ تمہارے بت اور دیوتا تمہیں سب کچھ دیتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے پاس رکھا ہی کیا ہے جس میں سے تمہیں بھی دیں۔ یہ تو مٹی کے مادھو ہیں جس طرح تم نے انہیں رکھ دیا اسی طرح پڑے ہوئے ہیں۔

دینے والا اللہ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
تحقیق جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا
لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ
نہیں مالک تمہاری روزی کے بس تلاش کرو اللہ کے پاس
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ
روزی اور بندگی کرو اس کی اور شکر کرو اس کا
اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾
اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو یہ تمہاری روزی
لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ
کے مالک نہیں سو تم اللہ کے ہاں روزی
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ
ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر کرو
اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾
اسی کی طرف تم پھر جاؤ گے

ارشاد ہے کہ یہ جنہیں تم اللہ عزوجل کو چھوڑ کر پوجتے ہیں لگے ہوئے ہو تمہاری روزی کے ذرہ بھر بھی مالک نہیں۔ یہ تمہیں کچھ دیتے تو جب اگر ان کے پاس کچھ ہوتا۔ ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں دینے والا تو اللہ عزوجل ہے جس کے خزانے میں ہر چیز ہے۔ سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہی ہر ایک کو روزی دیتا ہے۔ ان بتوں کو دھتا بتاؤ۔ فقط اللہ کی بندگی کرو اسی کی حمد و ثنا کرو۔ اسی سے مرادیں مانگو۔ جھوٹے بے بس معبودوں کو بیچ میں سے ہٹا دو۔ تم دیکھو گے۔ کہ پھر بھی تمہیں رزق مل رہا ہے۔ آخر یہ کون دیتا ہے۔ سنو اور یقین کرو کہ یہ اللہ دیتا ہے۔ اس لیے فقط اسی سے روزی مانگو۔ یہ اوروں کی ٹانگ بیچ میں کیوں اڑا رکھی ہے۔ یہ لغو بات ہے۔ اسے الگ کرو۔ اللہ ہی نے یہ سب کچھ دیا ہے اور وہی دے گا اس کا شکر بجا لاؤ۔

سنو۔ کہ ایک دن آنے والا ہے۔ جب تم سب کے سب اس کے دربار میں حاضر ہو گے تم کہیں رہو اور کچھ ہی کرو آخر لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ اگر یہاں اس کا کہنا نہ مانا تو کل اس کے سامنے کس منہ سے حاضر ہو گے۔ اور جب وہ تم سے پوچھے گا کہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیوں گئے۔ تو کیا جواب دو گے؟

دوبارہ پیدائش

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ
اور اگر تم جھٹلاؤ گے پس تحقیق جھٹلا چکی ہیں بہت امتیں
مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ
تم سے پہلے اور نہیں رسولوں پر مگر پہنچا دینا
الْمُبِیْنُ (۱۸) اَوَ لَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ
واضح طور پر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کیسے شروع کرتا ہے
اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ
اللہ پیدائش پھر دوبارہ کرے گا اسے تحقیق یہ
عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ (۱۹)
اللہ پر آسان ہے

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ
اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلے بہت سے فرقے
مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ
جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمے تو فقط پہنچا دینا ہے
الْمُبِیْنُ (۱۸) اَوَ لَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ
کھول کر کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ پیدائش کیونکر
اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ
شروع کرتا ہے پھر اس کو دہرائے گا یہ اللہ پر
عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ (۱۹)
آسان ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں۔ کہ سچی اور اصل بات ہیں تم سے صاف صاف کہہ چکا نہ مانو گے تو کچھ اپنا ہی نقصان کرو گے میرا کیا بگاڑو گے میں اپنا فرض ادا کر چکا اور تم سے جو کہنا تھا کہہ چکا۔ اب اگر تم کہو کہ یہ جھوٹ ہے تو تم جانو میرا اس میں کچھ قصور نہیں۔ رسول کے ذمے اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کا پیغام صاف صاف پہنچا دے۔ ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔ انسان دنیا کے دھوکے میں آیا ہوا ہے تم سے پہلے بھی لوگ بہک چکے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کے پاس اپنے رسول انہیں سمجھانے کے لیے بھیجے۔ تو ان لوگوں نے بھی یہی کہا جو تم کہتے ہو یعنی یہ کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے تم سراسر جھوٹ کہتے ہو۔ آخر اس جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے اعمال کی خرابی کے باعث مارے گئے آفتیں آئیں اور سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے۔

ارشاد ہے کہ انسان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ مرنے کے بعد جینا کیسے ہو گا آخر تم دیکھ رہے ہو۔ کہ تم پہلے خود کچھ نہ تھے۔ اللہ عزوجل نے تمہیں پیدا کر دیا اسی طرح اللہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں پھر پیدا کر دے گا۔ اور یہ اس کے لیے بہت آسان بات ہے جب پہلے بے نمونے کے تمہیں بنا دیا تو اب تو نمونہ بھی موجود ہو چکا۔ اب بنانا کیا مشکل ہے یہ تمہاری سمجھ کا پھیر ہے ورنہ بات بالکل صاف ہے تم بے نہ مانا تو پچھتاؤ گے تم اپنی ہی پیدائش پر غور کر کے یہ سب کچھ سمجھ سکتے ہو۔ اس کے بعد دنیا میں بھی چیزوں کو بنتا بگڑتا اپنے سامنے دیکھ رہے ہو تو سمجھو تو کس کا قصور ہے۔

بیرونی دُنیا

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ
تو کہہ چلو پھرو زمین میں پھر دیکھو کس طرح
بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ
اول بار پیدا کی پھر اللہ پیدا کرے گا پیدائش
الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
اس پچھلے کے بعد والی تحقیق اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾
چیز کے قادر ہے

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ
تو کہہ ملک میں پھرو پھر دیکھو پیدائش کو کیونکر
بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ
شروع کیا ہے پھر اللہ اس سے اگلی پیدائش
الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
پیدا کرے گا بے شک اللہ ہر چیز
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾
پر قادر ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک دوبارہ پیدا کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ جب تم کو پہلے بغیر کسی نمونے کے پیدا کر دیا۔ تو پھر مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اس کی قدرت سے کیسے نکل سکتا ہے جب کہ پہلا نمونہ بھی موجود ہے۔ اسی سلسلہ کے اندر پہلی آیت میں خود انسان کی پیدائش کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اب اس آیت میں بیرونی دنیا کی چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ تو یہ بھی ان لوگوں سے کہہ دے کہ یہ سب طرح طرح کی چیزیں جس قادر مطلق نے عالم میں پیدا کر دیں جو پہلے نہیں تھیں وہی قادر مطلق دوسری بار بھی پیدائش عطا کر دے گا۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں حقیقت میں جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اس کی لازوال قدرت کو وہ اچھی طرح سمجھ چکا وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کو ضرور بے چون و چرا مان لے گا اس کے ذہن میں قیامت اور آخرت کی بابت کچھ بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔ مگر مشکل یہ آن پڑی ہے کہ محض اللہ کا اقرار کرنا ایمان کے لیے کافی نہیں۔

اس اقرار کے ساتھ اس کی صفات کو بھی پوری طرح سمجھنا چاہیئے۔ جب تک اس کے علم، قدرت اور ارادہ کا مناسب اندازہ نہ ہو۔ آخرت پر یقین کرنا دشوار ہے۔

اللہ کا قانون

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ

عذاب دیگا جسے چاہے اور رحم کرے گا جس پر چاہے

وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ (٢١) وَمَآ اَنْتُمْ

اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور نہیں تم

بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ

عاجز کرنے والے زمین میں اور نہ آسمان میں

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

اور نہیں تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی ساتھی

وَّلَا نَصِيْرٍ ع (٢٢)

اور نہ مددگار

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ

جسے چاہے دُکھ دے گا اور جس پر چاہے رحم کریگا

وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ (٢١) وَمَآ اَنْتُمْ

اور اسی کی طرف پھر کر جاؤ گے اور تم عاجز

بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ

کرنے والے نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور

وَّلَا نَصِيْرٍ ع (٢٢)

نہ مددگار

ع ٢ / ١٤

جو شخص اللہ کے ماننے کا دعویٰ کرے۔ لیکن قیامت کے دن کی جزا سزا کا قائل نہ ہو اور آخرت کو نہ مانے اس نے درحقیقت اللہ کو جیسا ماننا چاہیئے مانا ہی نہیں۔ ہو نہیں سکتا کہ اللہ عزوجل کو ماننے کے بعد اس کے رسولوں، فرشتوں، کتابوں آخرت کی جزا سزا اور ہمیشہ کی زندگی کو نہ مانا جائے۔ رسول آخر آئے ہی کس لیے؟ اسی لیے کہ اللہ عزوجل کا ٹھیک تصور انسان کے ذہن میں بٹھا دیں اسے مانو تو اس کے قانون کو بھی مانو جس کی رُو سے مقرر ہو چکا ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے بعد پھر کبھی نہ مرے گا لیکن اس دائمی زندگی کا عیش و آرام اس پر موقوف ہے۔ کہ آدمی یہاں اللہ کے حکم کے مطابق چلے ورنہ وہاں کی زندگی دُکھ اور مصیبت میں گزرے گی اور وہ زندگی موت سے بدتر ہوگی۔

ان آیتوں میں بتایا جا رہا ہے کہ انسان پھر پیدا ہوگا اور اللہ عزوجل کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے حاضر کیا جائے گا۔ وہاں بجز اس احکم الحاکمین کے کسی کی کچھ نہ چلے گی وہ جسے چاہے گا اس کے کرتوتوں کے بدلے عذاب دیگا اور جس پر چاہے گا۔ اس کی نیکیوں کے عوض اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ ہر ایک کو اس کے پاس واپس آنا ضروری ہے۔ زمین اور آسمان میں کہیں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی اس سے بھاگ کر چھپ جائے تم اسے عاجز نہیں کر سکتے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہیں ڈھونڈ نہ سکے اس کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی نہ مددگار ۔

قوم کا جواب

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖٓ
اور جن لوگوں نے انکار کر دیا اللہ کی آیتوں کا اور اس کے ملنے کا
اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ
وہ لوگ ناامید ہوتے میری رحمت سے اور یہ لوگ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۳) فَمَا كَانَ جَوَابَ
ان کے لیے عذاب ہے دکھ دینے والا پس نہ تھا جواب
قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ
اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہنے لگے مار ڈالو اسے یا
حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ اِنَّ
جلا ڈالو اسے پس بچا لیا اسے اللہ نے آگ سے تحقیق
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۲۴)
اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ
اور جو اللہ کی باتوں اور اس کے ملنے سے منکر ہوئے
اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ
وہ میری رحمت سے ناامید ہوئے اور ان کے
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۳) فَمَا كَانَ جَوَابَ
لیے دردناک عذاب ہے پھر اس کی قوم کا
قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ
کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہ بولے اسے مار ڈالو یا
حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ اِنَّ
جلا دو پھر اسے اللہ نے آگ سے بچا دیا اس میں
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۲۴)
ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں بڑی نشانیاں ہیں

دنیا میں انسان کا کچھ ایسا دل لگ جاتا ہے کہ نہ اسے یہ خیال رہتا ہے کہ آخر ایک دن مرنا ہے اور نہ وہ یہ ماننے کے لیے تیار ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونا ہوگا۔ یہی حال مکّہ کے مشرکوں کا تھا وہ جو جی میں آتا کرتے بتوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے اور ان کی پوجا کرتے۔ قرآن مجید میں بتایا جا رہا ہے کہ ان سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا یہی حال تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے سمجھایا کہ مر نا ضرور ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ تمہیں زندہ کرے گا۔ اور پھر اپنے سامنے بلا کر تمہارے اعمال کی پوری باز پرس کرے گا۔ قوم نے جواب دیا۔ کہ ہم یہ نہیں مانتے۔ آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کو اس کی نشانیاں دیکھ کر نہیں پہچانتے اور مرنے کے بعد اس کے پاس حاضر ہونے کو نہیں مانتے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ تم میری رحمت کی امید مت رکھو۔ تمہارے لیے تو دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

قوم سے جواب تو کچھ بن نہ پڑا۔ کہنے لگے یہ شخص خواہ مخواہ ہماری جان کھائے جاتا ہے اسے مار ڈالو یا زندہ ہی آگ میں جھونک دو۔ چنانچہ انہیں آگ میں ڈال دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اسے آگ سے نجات دی اس سے ایمان والوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ آخر میں ان ہی کی جیت ہوگی اور اللہ کے نہ ماننے والے تباہ ہوں گے۔

پھر سمجھایا

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور کہا ابرہیم نے بات یہی ہے کہ بنائے ہیں تم نے اللہ کو چھوڑ کر

اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

کچھ بت آپس کے میل جول کی وجہ سے زندگانی میں دنیا کی

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

پھر قیامت کے دن خلاف ہو جائے گا ایک تمہارا ایک کے

وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ

اور لعنت کرے گا ایک تمہارا ایک کو اور ٹھکانا تمہارا

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

آگ ہے اور نہیں تمہارا کوئی مدد گار

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور ابراہیم نے کہا یہ جو تم نے اللہ کے سوا بتوں کے تھان

اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

ٹھہرائے ہیں سو دنیا کی زندگانی کے اندر آپس میں دوستی

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

کرکے پھر قیامت کے دن ایک کے ایک منکر ہو جاؤ گے

وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ

اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرو گے اور تمہارا ٹھکانا

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

آگ ہے اور تمہارا کوئی مدد گار نہیں

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے صحیح نکالا لیکن جیسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے اپنا رسول مقرر کرتا ہے اسے لوگوں کو گمراہی میں پھنسے دیکھ کر چین نہیں آتا اور ایسا ہی اس شخص کا بھی حال ہوتا ہے جس کے دل میں رسول کا نور ہدایت جلوہ گر ہو چکا ہو۔ لوگ اسے لاکھ ستائیں لیکن وہ انہیں نصیحت کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ انہیں ٹیڑھی چال چلتے دیکھ کر اسے بعید کوفت ہوتی ہے جب وہ اس کی نہیں مانتے تو وہ اللہ سے فریاد کرتا ہے پھر یا تو اس کے دشمن فوراً تباہ ہو جاتے ہیں اور یا وہ انہیں چھوڑ کر اور اپنے آدمیوں کو ہمراہ لے کر چل دیتا ہے ہجرت سنت ابراہیمی ہے جس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عمل کیا۔ آپ نے مخالفوں کے لیے بددعا نہیں کی بلکہ خود انہیں چھوڑ کر چلے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ آخر میں ان کا بول بالا ہوا اور حضور کے مخالفین مغلوب ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکل کر بھی سمجھاتے رہے کہ لوگو! یہ معبود جو تم نے بنائے ہیں۔ ان سے تمہیں فقط دنیا میں باہم میل جول اور اتحاد قائم رکھنا مقصود ہے سو دنیا کے دن کی ہے۔ قیامت کے دن تمہارے اندر آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور تم ایک دوسرے کو گالیاں دو گے اور برا کہو گے پھر تم سب کو ہانک کر آگ میں ڈال دیا جائے گا اور دنیا کے اندر یہ باطل اتحاد کچھ کام نہ آئے گا۔ نہ یہ تمہارے گھڑے ہوئے معبود تمہاری کچھ مدد کر سکیں گے اور نہ یہ تمہارے دنیا کے دوست تمہاری مدد کر سکیں گے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ غلط عقیدوں اور باطل مذہب پر اعتماد مرنے کے بعد کچھ کام نہ آئے گا۔

ہجرت ابراہیمی

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ م وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی

پس ایمان لایا اس پر لوط اور بولا ابراہیم تحقیق میں ہجرت کرنے والا ہوں طرف

رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾

اپنے رب کی تحقیق وہ وہی زبردست ہے حکمت والا

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا

اور دیا ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب اور مقرر کر دی ہم نے

فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ

اس کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب اور

اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَ اِنَّهٗ

دیا ہم نے اسے اس کا اجر دنیا میں اور تحقیق وہ

فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہے

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ م وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی

پھر لوط نے اس کو مان لیا اور ابراہیم بولا میں تو وطن چھوڑتا ہوں

رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾

اپنے رب کی طرف بے شک وہی زبردست ہے حکمت والا

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا

اور دیا ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب اور اس کی

فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَ

اولاد میں پیغمبری اور کتاب اور

اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ

ہم نے اسے دنیا میں اس کا ثواب دیا اور

فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

آخرت میں وہ البتہ نیکوں میں ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی کا غلط ہونا ہر طرح سمجھایا مگر ان کی سمجھ میں نہ آیا بلکہ الٹا ان کے دشمن ہو گئے اور آگ کا الاؤ لگا کر اس میں انہیں ڈال دیا وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انہیں آگ سے صحیح سالم بچا لیا اور ان کا بال تک ٹیڑھا نہ ہوا۔ اس کے بعد بھی حضرت ابراہیمؑ نے سمجھانا نہ چھوڑا مگر فقط ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور کسی نے نہ سنا جب حضرت ابراہیمؑ کو دشمنوں نے بہت ستایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے لیے بددعا نہ کی بلکہ آخر تک باپ سے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تجھے ہدایت دے اور تیرے گناہوں کو معاف کر دے۔ یہ کہہ کر وہ عراق کے شہر بابل سے جو ان کا وطن تھا اللہ پر بھروسہ کر کے روانہ ہوئے اور حضرت بی بی سارہ اور حضرت لوطؑ بھی ان کے ہمراہ ہوئے۔ اللہ نے یہ ہجرت ان کے لیے بہت مبارک فرمائی اور ان کو اسحاقؑ سا بیٹا دیا۔ حضرت اسحاقؑ کے فرزند حضرت یعقوبؑ ہوئے جن کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں ہمیشہ کے لیے نبوت قائم کر دی اور آسمانی کتابیں بھی انہیں کی اولاد پر نازل ہوئیں۔ دنیا میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فضل نازل فرمایا اور آخرت میں بھی وہ صالحوں اور نیکوکاروں میں شامل ہوں گے ؂

حضرت لوط علیہ السلام

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
اور بھیجا لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم سے بے شک تم البتہ آتے ہو
الْفَاحِشَةَ ز مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ
ایسی بے حیائی پر کہ نہیں پہل کی تم سے جس میں کسی نے
مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (۲۸) اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ
جہان والوں میں سے کیا سچ مچ تم آتے ہو مردوں کے پاس
وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۵ وَ تَاْتُوْنَ
اور قطع کرتے ہو راستہ اور کرتے ہو
فِىْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ط
اپنی محفلوں میں ناشائستہ حرکات

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی
الْفَاحِشَةَ ز مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ
بے حیائی کے کام پہ اتر آئے ہو - کہ وہ جہان میں سے پہلے
مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (۲۸) اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ
کسی نے نہیں کیا کیا تم مردوں پر دوڑتے ہو
وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۵ وَ تَاْتُوْنَ
اور راہ مارتے ہو اور اپنی
فِىْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ط
مجلس میں برا کام کرتے ہو

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوط علیہ السلام دونوں عراق سے ہجرت کر گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں جا کر مقیم ہوئے۔ لوط علیہ السلام نے شرق اردن میں اپنا مسکن بنایا پھر حضرت لوطؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر مقرر کر کے سدوم کے لوگوں کے پاس انہیں سمجھانے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے ان سے کہا کہ تم نے ایسی بے حیائی پر کمر باندھی ہے۔ جو تم سے پہلے کسی نے جہان بھر میں نہیں کی تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ تم نے انسانیت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ یہ کیا حیا سوز حرکت ہے کہ تم مردوں کے پاس اپنی خواہشیں پوری کرنے آتے ہو اور تمہاری شیطانی حرکات کے ڈر سے لوگوں نے اس طرف کے راستوں سے گذرنا چھوڑ دیا ہے۔ کاروبار کے راستے بند پڑے ہیں اور آمد و رفت منقطع ہو گئی ہے تم اپنی بھری محفلوں میں برا کام کرتے ہو۔ حیا و شرم سب کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ تمہاری گفتگو تک میں فحش باتوں کے سوا کچھ نہیں رہا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی عقل بالکل ہی ماری گئی تھی اور ان کا کام سوا گندے کاموں، فحش، ہنسی، دل لگی اور لوٹ مار کے کچھ نہیں رہا تھا۔ باہر کے آنے والے ان کے ہاتھ سے نالاں تھے۔ لوگوں نے راستہ چلنا چھوڑ دیا تھا۔ جو انسانیت کے خلاف کام انہوں نے اختیار کیا تھا۔ وہ جہان بھر میں ان سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام ان کو سمجھا کر راہ راست پر لانے کے لیے مقرر ہوئے اور انہوں نے سمجھانے میں کسر نہیں کی۔

غفلت کی انتہا

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

پس نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ

قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ

کہا لے آ ہم پر عذاب اللہ کا اگر ہے تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

سچے لوگوں میں سے کہا اس نے اے میرے رب مدد کر میری

عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾

ان لوگوں پر جو فسادی ہیں

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

پھر ان کی قوم کے پاس کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہ

قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ

بولے لے آ ہم پر عذاب اللہ کا اگر تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

سچا ہے بولا اے رب ان

عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۳ ۵

فسادی لوگوں پر میری مدد کر

حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت سُن کر ان کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے کہ جا اگر تو سچا ہے تو اللہ کا عذاب لے آ۔ ہم تو یہی کرتے رہیں گے جو کر رہے ہیں۔ یہ جواب انتہائی دل شکن تھا۔ آپ خاموش ہوئے اور اللہ کی درگاہ میں عرض کیا۔ کہ اے میرے پروردگار! یہ لوگ تباہی اور فساد پھیلانے پر تُلے ہوئے ہیں اور میری کچھ نہیں سنتے۔ میرا مددگار تیرے سوا کوئی نہیں۔ میں تیرے سوا کس سے کہوں۔ اے میرے رب میری مدد فرما اور ان شریروں کے مقابلہ میں مجھے فتح کر۔

انسان کی شرارت دُنیا میں اکثر تباہی کا باعث ہوئی ہے اور شریروں کو اکثر ان کی شرارت کے باعث دُنیا سے نیست و نابود کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ان کے قصے عبرت کے لیے درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ لوگ ان کو پڑھ کر ان کاموں سے بچیں جو ان کی تباہی کا باعث ہوئے۔

لیکن افسوس ہے کہ انسان اب بھی ان باتوں کو اختیار کرتا چلا جا رہا ہے جس سے پہلے لوگوں پر تباہی آ چکی ہے۔ اور اس کی ڈھٹائی وہی ہے جو پہلے تھی۔ اللہ کی ہدایت کے بغیر سیدھا چلنا مشکل ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت فرمائے:

آمین

تباہی کا حکم

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰیۙ

اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر

قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ

بولے یقیناً ہم ہلاک کرنے والے ہیں لوگوں کو اس بستی کے

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

تحقیق اس بستی کے لوگ ہیں بڑے کام کر رہے ابراہیم نے کہا

اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ

یقیناً اس میں تو لوط بھی ہے فرشتے بولے ہم

اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ۫

خوب واقف ہیں اس سے جو اس میں ہے

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰیۙ

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوش خبری

قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ

لے کر پہنچے بولے ہمیں غارت کرنا ہے اس بستی والوں کو

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

کیونکہ وہاں کے لوگ گناہ کیے جا رہے ہیں بولا

اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ

اس بستی میں تو لوط بھی ہے وہ بولے ہم کو

اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ۫

خوب معلوم ہے جو کوئی اس بستی میں ہے

اللہ! اللہ!! اس قدر جھنجوڑنے کے باوجود انسان اسی غفلت میں مبتلا چلا آتا ہے جو اس کے لیے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے اس کی سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ بعض کام جن میں وہ اندھا دھند مبتلا ہو رہا ہے اس پر یقیناً تباہی اور مصیبتیں لانے کا سبب بن جاتے ہیں بعض لوگ تو کھلم کھلا اس خیال کی ہنسی اڑاتے ہیں کہ آفات ارضی اور سماوی کے نازل ہونے میں انسان کی بدکاریوں کا بھی دخل ہے۔ قرآن مجید صاف صاف کہتا ہے کہ ہے اور ضرور ہے اتنی بات تو صاف ہے کہ بڑی بڑی آفتیں جب بھی آئی ہیں تو اسی وقت آئی ہیں جب لوگ انتہائی شرارت پر کمر کسے ہوئے تھے اسی کی طرف قرآن مجید توجّہ دلاتا ہے۔ ان آیتوں میں قوم لوط کا بیان ہے۔ وہ لوگ بے فکری سے فطرت انسانی کو چکنا چور کر رہے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے لاکھ سمجھایا مگر ان کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی۔ ان کو شہر سے زبردستی نکالنے پر تیار ہوئے آخر کار عذاب کے فرشتے آئے اور پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکر انہیں بڑھاپے میں فرزند کی خوشخبری دی۔ پھر کہا کہ ہم لوط کی بستیوں کو تباہ کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں کیونکہ وہاں کے لوگ برے کام سے باز نہیں آتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فکر ہوا کہ بروں کے ساتھ کہیں اچھے بھی نہ پس جائیں۔ کہنے لگے کہ وہاں تو لوط بھی ہے۔ جب بستی تباہ ہو جائے گی۔ تو وہ تو بے گناہ ہے کیا وہ بھی آفت میں پکڑا جائے گا۔ فرشتے ان کے سوال سے ابراہیم علیہ السلام کی پریشانی کی وجہ سمجھ گئے کہتے لگے کہ ہمیں ہر شخص کا حال معلوم ہے جو بستی میں رہتا ہے خاطر جمع رکھیں پرہیزگار صاف ستھرے لوگوں پر آنچ نہ آنے پائے گی۔

بے گناہ بچ جائیں گے

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۗ كَانَتْ

البتہ نجات دیں گے ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کہ ہوگی وہ

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (٣٢) وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ

پیچھے رہ جانے والوں میں اور جب کہ آئے

رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

ہمارے فرشتے لوط کے پاس پریشان ہوا ان کی وجہ سے اور تنگدل ہوا ان کے آنے سے

ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۛ

دل میں اور انہوں نے کہا مت خوف کر اور مت غمگین ہو

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۗ كَانَتْ

ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر اس کی عورت کہ وہ

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (٣٢) وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ

رہ جانے والوں میں ہوگی اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے

رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

لوط کے پاس پہنچے پریشان ہوا انہیں دیکھ کر اور تنگ دل ہوا ان کے

ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۛ

آنے سے اور وہ بولے مت ڈر اور مت غم کر

فرشتوں نے کہا کہ ہم لوط علیہ السلام کو اور اُن کے سارے گھر والوں کو بچ نکلنے کی راہ بتائیں گے مگر ان کی بیوی کو نجات نہ ملے گی اور وہ اُن سے علیحدہ ہو کر قوم کے ساتھ پیچھے رہ جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں فرشتوں کے یہ کہنے سے کہ ہم بستی کو تباہ کر دیں گے۔ یہ خدشہ پیدا ہوا تھا کہ لوط علیہ السلام کا کیا حال ہوگا۔ فرشتوں نے انہیں اطمینان دلایا کہ لوط علیہ السلام ہی کو نہیں بلکہ اُن کے سارے گھر والوں کو اس بستی سے باہر چلے جانے کی ہدایت کریں گے اور وہ صحیح و سالم وہاں سے نکل کر دوسری جگہ چلے جائیں گے۔ مگر ان کی بیوی ان سے چھوٹ کر پیچھے رہ جائے گی اور وہ بستی والوں کے ساتھ ہلاک ہوگی۔

یہ کہہ کر اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوئے اور لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم آج تمہارے مہمان ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کی بُری عادت سے واقف تھے کہ وہ باہر سے آنے والوں کو خاص طور پر ستاتے تھے اُن کے آنے سے بڑے پریشان ہوئے اور بجائے اس کے کہ مہمانوں کے آنے کی خوشی ہوتی جیسا کہ مہمان نواز لوگوں اور خاص کر اللہ کے رسولوں اور خاص بندوں کو ہوا کرتی ہے۔ اُلٹے رنج میں مبتلا ہو گئے اور سوچنے لگے کہ اب ان موذیوں سے ان شریف لوگوں کی حفاظت کیسے کروں گا۔ فرشتوں نے انہیں پریشان اور ہراساں دیکھ کر کہا کہ آپ کسی بات کا خوف مت کریں۔ اور نہ دل میں اداس ہوں۔

فرشتوں کی فہمایش

اِنَّا مُنَجُّوۡكَ وَ اَهۡلَكَ اِلَّا امۡرَاَتَكَ

تحقیق ہم نجات دینے والے ہیں تجھے اور تیرے گھروالوں کو مگر تیری عورت

كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ

ہے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں تحقیق ہم اتارنے والے ہیں

عَلٰٓى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ

لوگوں پر اس بستی کے عذاب آسمان سے

بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدۡ تَّرَكۡنَا

بوجہ اس کے کہ ہو رہے ہیں وہ بدکاری کرنے والے اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے

مِنۡهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۳۵﴾

اس بستی کا ظاہر نشان ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں

اِنَّا مُنَجُّوۡكَ وَاَهۡلَكَ اِلَّا امۡرَاَتَكَ

ہم تجھ کو اور تیرے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر تیری عورت ہے

كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ

پیچھے رہ جانے والوں میں ہم اس بستی والوں

عَلٰٓى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ

پر ایک آفت آسمان سے اتارنے والے ہیں اس بات

بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدۡ تَّرَكۡنَا

پر کہ وہ نافرمان ہو رہے ہیں اور ہم نے اس بستی کا نشان

مِنۡهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۳۵﴾

نظر آتا ہوا باقی رکھا سمجھ دار لوگوں کے واسطے

فرشتوں نے کہا کہ ہم تم کو اور تمہارے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر ہاں تمہاری عورت تم سے چھوٹ کر یہیں بستی والوں کے ساتھ پیچھے رہ جائے گی۔ اس کے بعد اس بستی والوں کی شامت آئے گی یہ ایسے گستاخ ہو گئے ہیں کہ کھلم کھلا بدکاری میں مبتلا ہیں۔ بُرا کام کرنے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ ان کے دل سے یہ خیال بالکل نکل گیا ہے کہ انسان کے لیے دنیا میں چال چلن کا ایک قانون ہے جس کے پابند رہنے ہی میں اس کی خیریت ہے اگر اسے توڑا تو پھر اس کی خیر نہیں۔ ہم بحکم الٰہی اس بستی کے شریر لوگوں پر سخت عذاب نازل کرنے والے ہیں کیوں کہ ان کی بے حیائی اور گندے کاموں کی نحوست ان پر پوری طرح چھا گئی ہے اب اس کا وبال ان پر پڑ کر رہے گا۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کو انہوں نے ہدایت کی کہ صبح ہونے سے پہلے راتوں رات اس بستی سے اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جاؤ۔ کوئی تم میں سے پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ تمہاری بیوی تم سے پیچھے اس بستی والوں میں رہ جائے گی اور انہیں کے ساتھ ہلاک ہو گی۔ چنانچہ وہ رات ہی کو بستی سے باہر چلے گئے۔ صبح کے وقت عذاب الٰہی نے اس بستی کو گھیر لیا اور وہ زمین میں دھنس گئی۔

ارشاد ہے کہ اس بستی کا ایسا نشان ہم نے باقی رکھا ہے جو بالکل صاف نظر آتا ہے تاکہ اسے دیکھ کر عقل مند لوگ عبرت حاصل کریں کہ یہاں اللہ عزوجل کے نافرمان لوگ، بسے تھے جو نافرمانی کی سزا میں تباہ ہوئے۔ ہمیں اس سے بچنا چاہیے ؎

مدین والے

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا فَقَالَ
اور مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا وہ بولا
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ
اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اور قیامت کے دن کی
الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾
توقع رکھو اور زمین میں خرابی نہ مچاتے پھرو
فَکَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا
پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو ان کو زلزلہ نے پکڑ لیا پھر
فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾
صبح کو اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے

اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا فَقَالَ
طرف مدین والوں کے ان کے بھائی شعیب کو پس کہا اس نے
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ
اے قوم عبادت کرو اللہ کی اور توقع رکھو دن
الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾
آخرت کی اور مت پھرو زمین میں خرابی مچاتے
فَکَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا
جھٹلایا انہوں نے اسے پھر پکڑلیا ان کو زلزلے نے اور ہوگئے وہ صبح کو
فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾
اپنے گھر میں اوندھے پڑے ہوئے

ارشاد ہے کہ اسی طرح مدین کے لوگوں نے اپنے خالق اور رازق اللہ تعالیٰ کو بالکل بھلا دیا تھا۔ انہوں نے غلطی سے دوسرے گمراہ لوگوں کی طرح یہ خیال کر لیا تھا۔ کہ ہم اپنے کاموں کے مختار ہیں جو چاہیں کریں۔ پوچھ گچھ کرنے والا کوئی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو زیادہ چالاک اور ہوشیار تھے۔ انہوں نے سیدھے سادے عوام کو ستانا شروع کر دیا۔ انسان کی جب شامت آتی ہے تو سب سے پہلے وہ اللہ عزّوجل کو بالکل بھول جاتا ہے۔ آخرت کو نہیں مانتا اور یہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے جس انسان کے دل میں اللہ کا خوف نہ رہے اس سے اسی طرح ڈرنا چاہیئے جیسے درندے سے معلوم نہیں کس وقت کیا کر بیٹھے۔

مدین والوں نے لوٹ مار پر کمر باندھی یعنی دین میں بے ایمانی۔ دغا بازی۔ سود خوری۔ کم تولنا۔ ڈاکہ زنی ان کے معمولی شغل تھے۔ درختوں وغیرہ کو پوجنے لگے۔ اللہ سے پھر گئے اور آخرت کو بھول گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو سمجھایا تو ان کی ایک نہ سنی۔ آخر زور کا بھونچال آیا۔ صبح کو دیکھا تو گھروں میں مرے ہوئے اوندھے پڑے تھے:۔

دوسرے گمراہ لوگ

وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ

اور عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور تحقیق ظاہر ہو چکا ہے تم پر

مِّنْ مَّسٰکِنِهِمْ قف وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ

ان کے رہنے کی جگہوں سے اور آراستہ کیا ان کے لیے شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ

ان کے کاموں کو پس روک دیا انہیں راستہ سے اور

کَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَارُوْنَ

تھے وہ سوجھ بوجھ والے اور ہلاک کیا قارون

وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ قف

اور فرعون اور ہامان کو

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ

اور عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور تم پر ان کے

مِّنْ مَّسٰکِنِهِمْ قف وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ

گھروں سے حال کھل چکا ہے اور شیطان نے انہیں ان کے

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ

کاموں پر فریفتہ کیا پھر ان کو راہ سے روک دیا اور

کَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ

وہ تھے سوجھ بوجھ والے اور ہلاک کیا قارون

وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ قف

اور فرعون اور ہامان کو

مُسْتَبْصِرِیْنَ: ہوشیار، سوچنے سمجھنے والے مستبصر کی جمع ہے جو استبصار سے اسم فاعل ہے اس کا مادہ ب ص ر ہے۔ استبصار کے معنی اندرونی فراست سے کام لینا معلومات سے نتیجے نکالنا۔ مُسْتَبْصِرٌ: سوچنے سمجھنے والا۔

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوموں کا ذکر پہلے کر کے پھر ارشاد ہے کہ نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے درمیانی زمانے میں عرب ہی کی سرزمین میں بہت سی قومیں گذری ہیں۔ جن میں سے عاد اور ثمود سرکشی میں بہت بڑھ گئے تھے۔ یہ لوگ نہایت تنومند اور اپنے دنیاوی معاملات میں خوب ہوشیار تھے۔ افسوس انہوں نے عقل سے وہ کام نہ لیا۔ جو لینا چاہیے تھا۔ انہوں نے بدکرداری اختیار کی۔ دنیاوی چہل پہل اور خوشحالی کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ ہمیشہ یونہی رہے گی۔ شیطان نے ان کی پیٹھ ٹھونکی اور ان کے اعمال کو سراہا یہاں تک کہ وہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستہ سے دور جا پڑے اور شیطان نے کوشش کی کہ وہ پھر اس صحیح راستہ پر آنے نہ پائیں۔ عقلمند ہوتے ہوئے وہ اس کے داؤ میں آگئے۔ پیغمبروں کا کہنا نہ مانا۔ آخر عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے آج تک ان کے کھنڈر بتا رہے ہیں کہ وہ زبردست لوگ تھے۔ مگر اللہ کے حکم کے آگے ان کی ایک نہ چلی اور ان کی دانائی اور سوجھ بوجھ رکھی رہ گئی۔ یہ مکہ والے ان کے شکستہ مکانات سفر میں دیکھتے جاتے ہیں انہیں عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کا ذکر ہے۔ جن میں قارون، فرعون اور ہامان بڑے فسادی گذرے ہیں:۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ
اور البتہ تحقیق آیا ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیوں کے ساتھ
فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا
پس بڑائی جتائی انہوں نے زمین میں اور نہ تھے وہ
سٰبِقِيْنَ (۳۹) فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ
بچ کر بھاگ جانے والے پس ہر ایک کو پکڑا ہم نے اس کے اپنے گناہ پر

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ
اور ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر پہنچے
فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا
پس وہ بڑے بن بیٹھے ملک میں اور وہ ہم سے جیتنے
سٰبِقِيْنَ (۳۹) فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ
والے نہ تھے پھر ہم نے سب کو ان کے اپنے اپنے گناہ پر پکڑا

ارشاد ہے کہ قارون، فرعون اور ہامان نے سرکشی پر کمر باندھی تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے سمجھانے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے پیغمبر ہونے کے ثبوت میں ایسی صاف اور کھلی ہوئی نشانیاں پیش کیں، جنہیں دیکھ کر کسی کو ان کے پیغمبر ہونے میں شبہ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن لوگوں کو اپنی قوت، جاہ و حشمت اور دولت کے آگے کچھ نہ سوجھا۔ جان بوجھ کر نادان بن گئے۔ آنکھیں تھیں، کان تھے، مگر نہ دیکھا نہ سنا۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور اتنا زور آور تھا کہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ میں اپنے آپ سے کسی کو بڑا ماننے کے لیے تیار نہیں جو مجھ پر حکم چلا سکے۔

ہامان اس کا وزیر تھا۔ اس نے کہا کہ فرعون کے ہاں سے مجھے کیا نہیں ملتا۔ جو میں دوسرے کی طرف دیکھوں۔ قارون بنی اسرائیل میں سے تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مان چکا تھا۔ لیکن پیسے والا اتنا تھا کہ ان کا حکم ماننے کو ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ وہ اس خیال میں تھا کہ میں دولت مند ہوں۔ مجھے میری دولت سب آفتوں سے بچا لے گی۔

ارشاد ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ہماری گرفت سے باہر نہ تھا ان میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ مقابلہ میں ہم سے جیت جاتے۔ زبانی ڈینگ مارنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہمارے ایک اشارے پر چت ہو جائیں گے اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک قارون، فرعون اور ہامان ہی کیا جس نے کبھی سرکشی پر کمر باندھی اسے ہمارے عذاب نے مختلف شکلوں میں آ پکڑا ؎

عذاب کی مختلف صورتیں

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ج

پس ان میں بعض وہ تھے کہ بھیجی ہم نے ان پر پتھراؤ کرنے والی ہوا

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ج وَ

اور بعض وہ تھے کہ پکڑا ان کو خوفناک چیخ نے اور

مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ج

بعض وہ کہ دھنسا دیا ہم نے انہیں زمین میں

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ج

کہ ان میں سے بعض پر تو ہم نے ہوا سے پتھراؤ کر دیا

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ج وَ

اور بعض کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور

مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ج

بعض ایسے تھے جنہیں ہم نے زمین میں دھنسا دیا

حَاصِبًا: (پتھر برسانے والی ہوا) اس کا مادہ ح۔ص۔ب ہے جس سے حَصْبَاءُ بنا ہے۔ حصباء سخت چھوٹے کنکر اور پتھر کو کہتے ہیں۔ حاصب: وہ آندھی جو کنکر برسائے

پہلے ارشاد ہوا کہ جن لوگوں نے ہماری نافرمانی پر کمر باندھی انہیں یہ مغالطہ تھا کہ ان کی جاہ و حشمت انہیں ہر آفت سے بچا لے گی۔ وہ اسے بھول بیٹھے تھے کہ اللہ عزوجل کی قوت کے سامنے کسی کی قوت کام نہیں دیتی۔ ہم نے انہیں مہلت دی کہ شاید خوابِ غفلت سے چونکیں اور ہوش میں آ کر فرمانبرداری اختیار کریں۔ لیکن جب وہ کسی طرح باز نہ آئے۔ تو ہم نے ان میں سے ہر ایک پہ ایک ایسی آفت بھیجی جو اس کے ماحول سے مناسبت رکھتی تھی۔ بعض پر تیز ہوا نے پتھر برسائے جیسے قوم لوط اور عاد۔ بعض کو ہیبت ناک گرج اور کڑک نے تباہ کر دیا جیسے ثمود اور مدین والے۔ اور بعض لوگ مع اپنے مال خزانوں کے زمین میں دھنس گئے جیسے قارون۔ اس سے مکہ کے کافروں کو اور ان سب کو جو اپنے زور کے آگے کسی اور کو کچھ نہیں گردانتے سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ عزوجل ہم سب سے زبردست ہے اور ہم تو کیا اگر سارے جہان کے زبردست لوگ بھی اکٹھے ہو جائیں اور اللہ سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لیں تو بھی اس سے جیت نہیں سکتے ان کو جو مہلت ملی ہوئی ہے اس سے انہیں دھوکا ہو گیا ہے کہ بس ہم ہی ہیں حالانکہ اس مہلت دینے کا مقصد یہ ہے کہ اب بھی جسے سنبھلنا ہو سنبھل جائے ورنہ جب وقت آئے گا۔ ٹوٹیں ہو کر رہ جائیں گے۔

مشرکوں کی حقیقت

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ
اور بعض ان میں سے وہ تھے کہ ڈبو دیا ہم نے اور نہیں تھا
اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوٓا
اللہ کہ ظلم کرے ان پر اور لیکن تھے وہ
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾
خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ
اور بعض کو ہم نے ڈبو دیا اور ایسا نہ تھا
اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوٓا
اللہ کہ ان پر ظلم کرے بلکہ وہ آپ ہی اپنی
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾
جانوں پر ظلم کرتے تھے

ارشاد ہے کہ ہم نے اپنے نافرمانوں کو گوناگوں عذاب سے ان کی سرکشی کے باعث ہلاک کیا۔ ان میں سے بعض کے عذاب کی نوعیت تو پہلے بیان ہو چکی۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ بعض ان میں سے پانی میں ڈوب کر مرے جیسے فرعون ہامان اور قوم نوح۔ اس آیت میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ اللہ کا کام ظلم کرنا نہیں اس نے تو قانون اور قاعدے مقرر کر دیئے ہیں۔ کیوں کہ اس کی حکمت کا تقاضا یہی تھا جو ان قاعدوں اور قانون کی خلاف ورزی کرے گا وہ سزا پائے گا۔

ارشاد ہے کہ ہمارے ہاں کوئی کام بے قاعدہ نہیں ہوتا۔ ہم نے جیسے اور چیزوں کے لیے زندگی کے قانون مقرر کر رکھے ہیں ایسے ہی انسان کی زندگی کے بھی قاعدے مقرر کر دیئے ہیں۔ ہمارے رسول ان قاعدوں کے سمجھانے کے لیے دُنیا میں بھیجے جاتے ہیں۔ تاکہ کوئی یہ کہنے نہ پائے کہ ہم لاعلمی میں مارے گئے۔ جب قانون کا اعلان معتبر ذرائع سے کر دیا گیا ہے تو اب لاعلمی کا عذر نہ سنا جائے گا اور اعلان کی جو کوئی خلاف ورزی کرے گا اس کو اس کی سزا جو مقرر ہو چکی ہے وہ ملے گی اور وہ اس کی صورت، حالات حاضرہ اور جرم کی صورت کے مطابق ہوگی۔ یہ سزا ظلم نہیں کہلا سکتی۔

مجرم خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کہ قانون اور اس کے توڑنے والے کی سزا مقرر ہو جانے کے بعد قانون کو جان بوجھ کر توڑتا ہے اس کے بعد اللہ کے سوا کسی اور کا سہارا ڈھونڈنے والوں کی حالت ایک مثال کے ذریعے سمجھائی جاتی ہے اور وہ مثال عنکبوت یعنی مکڑی کی ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام العنکبوت ہوا۔

کافروں کی مثال

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
مثال ان لوگوں کی کہ پکڑا انہوں نے اللہ کے سوا
اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ
مددگار مثال ہے مکڑی کی

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور
اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ
حمایتی بنا لیے مکڑی کی سی مثال ہے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں اور حیوانات سے زیادہ سمجھ بوجھ دی ہے۔ اسے چاہیئے کہ غور و فکر سے کام لے اور دُنیا میں ایسا طرز زندگی اختیار کرے جو اسے ساری آفتوں اور خطروں سے محفوظ رکھے۔ اسے سمجھنا چاہیئے کہ اس دُنیا میں وہ ہر طرف سے حادثوں اور مصیبتوں سے گھرا ہُوا ہے۔ اللہ کے رسولوں نے خاص کر اس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ مرنے کے بعد بھی انسان کا مصیبتوں سے چھٹکارا نہ ہوگا۔ جب تک کہ وہ اللہ کا مقرر کیا ہوا دین یعنی اسلام اختیار نہ کرے گا۔ لوگ دین اختیار کرنے میں سمجھ بوجھ سے پورے طور پر کام نہیں لیتے۔ بعض تو دوسروں کی دیکھا دیکھی اندھا دھند انہی کا دین یعنی طریقۂ زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض دُنیا کے لالچ سے بہک جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ضد اور تعصّب کی وجہ سے اندھے بن جاتے ہیں۔ اکثر تو دُنیا کے عارضی نفع ہی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں اور جنہیں مال دار اور صاحب اقتدار پاتے ہیں انہی کی سی کہنے لگتے ہیں۔ اصل دین جس میں انسان کا ہر طرح بھلا ہے وہ ہے جس کی بنیاد اللہ کی توحید پر رکھی گئی ہے جو اس پر زور دیتا ہے کہ ایک اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود مت بناؤ اور نہ کسی اور کو اپنا حمایتی اور مددگار سمجھو کیونکہ اللہ عزّ وجلّ کے سوا کسی اور کی یہ ہستی نہیں کہ مشکل میں مدد کرے اور آڑے وقت کام آئے۔ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے آگے ماتھے جوڑتے پھرتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی حالت مکڑی کی سی ہے کہ اس کا گھر محض ایک جالا ہوتا ہے جس سے کمزور گھر دُنیا میں کوئی نہیں۔ یہی حالت مشرکوں کے معبودوں کی ہے۔ وہ ان کو کسی آفت سے نہیں بچا سکتے۔ انسان کو چاہیئے کہ مکڑی کی سی نادانی نہ کرے اور ایسی پناہ گاہ ڈھونڈے جو اس کی جان و مال کی پورے طور پر حفاظت کر سکے اور ایسا طرز زندگی اختیار کرے جس کی بدولت وہ موجودہ اور آیندہ دنیا اور آخرت میں عارضی اور دائمی دونوں خطروں سے محفوظ ہو جائے۔

مکڑی کا گھر

اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ۭ وَ اِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ

بنایا اس نے ایک گھر اور تحقیق سب گھروں سے کمزور گھر

لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

البتہ گھر مکڑی کا ہے اگر ہوتے وہ جانتے

اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ

تحقیق اللہ جانتا ہے جو وہ پکارتے ہیں اس کے

مِنْ شَیْءٍ ۭ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۴۲﴾

کوئی چیز اور وہ زبردست حکمت والا ہے

اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ

اس نے ایک گھر بنالیا اور سب گھروں میں بودا گھر

لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

مکڑی کا گھر ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی

اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ

اللہ جانتا ہے جس کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں

مِنْ شَیْءٍ ۭ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۴۲﴾

کوئی چیز ہو اور وہ زبردست حکمت والا ہے

مکڑی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنا ایک گھر تو ضرور بناتی ہے لیکن وہ گھر ایسا نہیں ہوتا جو رہنے والے کی جان اور مال کی حفاظت کر سکے ذرا سا ہاتھ ہلانے سے بلکہ زور کی پھونک مارنے ہی سے اُڑ جاتا ہے۔ مکھیاں اور بھنگے وغیرہ تو اس میں پکڑے جاسکتے ہیں لیکن حفاظت کے لیے کسی کام کا نہیں اس میں نہ رہنے والا ہی محفوظ ہے اور نہ ہی اس کی چیزیں تباہی سے بچی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کے سوا کسی اور سے تعلق پیدا کرنے والے کا حال ہے۔ اللہ سے تعلق پیدا کرنے والے اللہ کی حفاظت میں آجاتے ہیں اور تمام آفتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے اوروں سے مدد مانگنے والے نہ خود محفوظ ہیں اور نہ ان کی چیزیں تباہی سے بچ سکتی ہیں تعجب ہے انسان اتنی سی بات نہیں جانتا اور نہ سمجھانے سے سمجھتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا جتنے سہارے ہیں۔ وہ اللہ کے نافرمانوں کو اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ چاند، سورج اور ستارے ہوں یا دیوی دیوتاؤں کے بت ہوں۔ وہ کوئی طاقت نہیں رکھتے اور اللہ کے مقبول بندے اور فرشتے نافرمان کی بات تک سننے کو تیار نہیں۔ ان کی تو ساری زندگی اور کوشش اللہ کی رضا جوئی کے لیے وقف ہے۔ اللہ کے سوا کسی میں اپنی کوئی ذاتی مستقل طاقت اور قدرت نہیں کہ اسے وہ اللہ کے معاملے میں استعمال کر سکے یا وہ کسی کے نفع اور نقصان کا مالک ہو مستقل قوت اور طاقت رکھنے والا اور ساری مخلوق کو ہر چیز عطا کرنے والا جس نے بادشاہ کو بادشاہی اور نبی کو نبوت بخشی فقط اللہ عزوجل ہے نہ وہ کسی کی مدد کا محتاج ہے اور نہ ہی کسی کے مشورہ کی اسے ضرورت ہے وہ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی ؛

مثال سے غرض

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا

اور یہ مثالیں ہم انہیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے اور نہیں

يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (۴۳) خَلَقَ اللّٰهُ

سمجھتے انہیں مگر جاننے والے پیدا کیے اللہ نے

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ

آسمان اور زمین حکمت کے ساتھ تحقیق

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۴۴)

اس کے اندر البتہ نشانی ہے ایمان والوں کے لیے

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے واسطے چسپاں کرتے ہیں اور ان کو

يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (۴۳) خَلَقَ اللّٰهُ

سمجھتے وہی ہیں جنہیں سمجھ ہے اللہ نے بنائے

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ

آسمان اور زمین جیسے چاہئیں بے شک اس

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۴۴) ع ۴

میں یقین لانے والوں کے لیے نشانی ہے

کافر اعتراض کرتے تھے کہ مچھر، مکھی اور مکڑی کی مثالیں اللہ کی عظمت و شان کے مناسب نہیں کیونکہ اگر قرآن اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں ایسی ہلکی باتیں نہ ہوتیں اس کا جواب کئی جگہ دیا گیا ہے۔ اس آیت میں سمجھایا جا رہا ہے کہ مثال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی حقیقت ظاہر ہو جائے جس کے لیے وہ مثال دی گئی ہے۔ اسے مثال دینے والے کی عظمت و شان سے تعلق نہیں اس کا تعلق اس بات سے ہے جس کا مثال کے ذریعہ سمجھانا مقصود ہے اگر وہ بات خود ہلکی اور حقیر ہے تو اس کی حقیقت حقیر چیزوں سے تشبیہ دینے ہی سے کھل سکتی ہے۔ تمہارے کام اگر شاندار ہوتے۔ تو اس کی مثالیں بھی شاندار ہوتیں۔ جب کام ہی پست اور ذلیل ہیں تو انہیں پست اور ذلیل چیزوں کے برابر کہنے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ مثال کی غرض اور اس کی اصل سے مناسبت ہی اصل چیز ہے جسے سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ بے وقوف لوگوں کو فقط اعتراض کر لینے سے کام ہے۔ وہ بات کی تہ کو پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے فقط اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے الٹی سیدھی باتیں بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان تو اس سے ظاہر ہے کہ اس نے آسمان اور زمین جیسی عظیم الشان مخلوق پیدا کر دی اور سب کو ایک نظام کے اندر جکڑ دیا۔ ان کی پیدائش اور رکھ رکھاؤ میں بڑی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ چیزیں بے کار یا کھلونا نہیں ہیں۔ ان کو دیکھ کر ایمان والے اپنا یقین مضبوط کرتے ہیں کہ جس نے اتنی بڑی بڑی چیزیں کسی شریک اور مددگار کے بغیر بنا دیں۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے کاموں میں کوئی اور اس کا شریک کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ کا ذکر

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ
پڑھ جو وحی کی گئی تیری طرف کتاب سے
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى
اور قائم رکھ نماز تحقیق نماز روکتی ہے
عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ
بے حیائی اور بری بات سے اور البتہ یاد اللہ کی سب سے بڑھ کر ہے
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾
اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ
تو پڑھ جو تیری طرف اتری کتاب سے
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى
اور نماز قائم رکھ بے شک نماز بے حیائی اور
عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ
بُری بات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد سب سے
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾
بڑی ہے اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو

آدمی لکیر کا فقیر ہوتا ہے جو رسم و رواج چل پڑتے ہیں۔ انہیں چھوڑنے کے لیے آسانی سے تیار نہیں ہوتا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ پرانی باتیں اپنی اصلی حالت پر بہت دن تک نہیں رہتیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات وقتی ضرورت کی وجہ سے کرنی پڑی تھی لیکن آگے چل کر وہ ضرورت نہ رہی۔ اس وقت مناسب یہی ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے لیکن باوجود اس کے وہ جاری رہتی ہے۔ لوگ اس کی اصل غرض تو بھول جاتے ہیں۔ اور خود بات ہی کے اندر دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ اسلام بھی محض ایک رسم و رواج ہو کر رہ جاتا۔ اگر قرآن مجید اس کی حفاظت کے لیے موجود نہ ہوتا۔ اب بھی قرآن مجید کی طرف سے غفلت کرنا اسلام کی شکل کو کچھ سے کچھ بنا سکتا ہے اس لیے اس آیت میں ارشاد ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کا سننا سنانا اور سمجھنا سمجھانا ایک ضروری چیز ہے۔ اس کے بعد نماز کو ٹھیک وقت پر اس کی شرائط کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے۔ تاکہ قرآن مجید کان میں پڑتا رہے اور اس کی بدولت فحش باتوں اور بُرے کاموں سے نجات کی توقع قائم رہے۔ تلاوت قرآن اور نماز اللہ کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اللہ کی یاد ہی سب سے بڑی چیز ہے۔ یہی انسان کو گناہوں سے بچاتی ہے۔ انسان کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ جو کچھ وہ دنیا میں کر رہا ہے۔ اللہ عزو جل اس سے خوب واقف ہے جو اسے یاد رکھے گا اسے اس کا اچھا بدلہ ملے گا اور جو اس کی یاد سے غافل ہوگا وہ کہیں کا نہ رہے گا ::

بحث مباحثہ

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ

ورنہ جھگڑو اہل کتاب سے مگر اس طریقہ سے

هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

کہ وہ بہتر ہے مگر جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا

اور کہو ایمان لائے ہم اس پر جو اترا ہماری طرف

وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ

اور اترا تمہاری طرف اور معبود ہمارا اور معبود تمہارا ایک ہے

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ

اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طرح پر جو

هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

بہتر ہو مگر جو ان میں بے انصاف ہیں

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا

اور یوں کہو ہم مانتے ہیں جو ہماری طرف اترا اور جو

وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ

تمہاری طرف اترا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں

لَا تُجَادِلُوْا: مت جھگڑا کرو/ نہی کا صیغہ ہے مُجَادَلَۃٌ سے جس کی دوسری صورت جدال ہے۔ اس کا مادہ ج۔د۔ل ہے۔ جدل کے معنی ہیں جھگڑا۔ جدال اور مجادلہ کے معنی ایک دوسرے سے جواب سوال کرنا ہیں جسے مباحثہ بھی کہتے ہیں۔

اوپر کی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے مسلمانوں کو حکم ہوا تھا کہ قرآن مجید پڑھتے رہو اور نماز باقاعدہ ادا کرتے رہو۔ اس آیت میں ہے کہ دوسرے لوگ جنہیں یہ باتیں کرتے دیکھ کر تم سے الجھنا چاہیں گے۔ ان میں جو اہل کتاب ہیں اور اپنے رسولوں کو مانتے ہیں انہیں نرمی اور آہستگی سے سمجھاؤ۔ دل دکھانے والی تیز باتیں مت کرو۔ ان میں سے جو خواہ مخواہ زیادتی پر اتر آئیں اور بے انصافی سے کام لیں تو ان کے ساتھ سختی سے برتاؤ کر سکتے ہو جو تمہیں ستاتے نہیں انہیں نرمی سے سمجھاؤ کہ ہم تمہاری آسمانی کتاب اور اپنی آسمانی کتاب دونوں کو سچا مانتے ہیں ہمارا اور تمہارا دونوں کا معبود ایک ہی ہے۔ ہم فقط اسی معبود حقیقی کے حکم پر چلتے ہیں۔ اور کسی کو اس کے برابر اس کا شریک نہیں مانتے۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔ قرآن مجید کو سچا مانو اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو پھر ہم اور تم ایک ہی ہیں۔

قرآن بھی آسمانی کتاب ہے

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ
اور اسی طرح اتاری ہم نے تجھ پر کتاب پس وہ لوگ جنہیں
اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ
ہم نے دی کتاب ایمان لاتے ہیں اس پر ان میں سے بھی بعض
مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا
وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر اور نہیں انکار کرتے ہماری باتوں کا مگر
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ
نافرمان اور نہ تھا تو پڑھتا اس سے پہلے
مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا
کوئی کتاب اور نہ لکھتا تھا تو اسے اپنے داہنے ہاتھ سے تب تو
لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾
البتہ شک کرتے یہ حق ناشناس

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ
اور ایسے ہی ہم نے تجھ پر کتاب اتاری سو جنہیں ہم نے
اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ
کتاب دی ہے وہ اسے مانتے ہیں اور ان مکہ والوں سے
مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا
بھی بعض اسے مانتے ہیں اور ہماری باتوں سے منکر وہی ہیں
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ
جو نافرمان ہیں اور تو اس سے پہلے کوئی کتاب نہ
مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا
پڑھتا تھا اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے لکھتا تھا تب
لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾
تو یہ جھوٹے لوگ یقیناً شبہ میں پڑ جاتے

لَا تَخُطُّ نہیں لکھتا تو مضارع منفی ہے خ۔ط۔ط سے۔ خَطٌّ کے معنی لکھنا ہیں۔ اردو میں اس سے اکثر لکھی ہوئی چیز مراد لیتے ہیں یعنی مصدر بمعنی مفعول ——— ارشاد ہے کہ قرآن مجید میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں جیسے دنیا میں اس سے پہلے آسمانی کتابیں تورات، انجیل، زبور وغیرہ ہم نے پہلے نبیوں پر نازل کی تھیں۔ اسی طرح یہ آخری کتاب یعنی قرآن حکیم بھی ہم نے تجھ پر نازل کیا ہے چنانچہ ہم نے جنہیں پہلے کتاب دی تھی۔ ان میں سے بعض انصاف پسند لوگ اس کے سچا ماننے میں پس وپیش نہیں کرتے اور اس پر ایمان لے آتے ہیں بلکہ عرب بھی جو پہلی کتابوں سے واقف نہیں اس کی صداقت کے قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کا فقط وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو خواہ مخواہ انکار پر تلے ہوتے ہیں۔ آخر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے نہ کسی سے پڑھنا سیکھا نہ لکھنا نہ کوئی کتاب کسی سے پڑھی اور نہ کبھی ہاتھ سے لکھی۔ یہ لوگ اس سے اچھی طرح واقف ہیں کیونکہ بچپن سے انہی میں رہتے چلے آئے ہو۔ اگر پہلی کتابیں پڑھی ہوتیں اور لکھنا آتا ہوتا تو شبہ ہو سکتا تھا کہ ان کی باتیں نقل کر کے اپنی ایک کتاب بنالی ہے جب تمہیں نہ پڑھنا آئے نہ لکھنا اور ایسی بے مثل کتاب انہیں سناؤ تو یہ سچائی کے دشمن کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب نہیں۔

قرآن کیا ہے؟

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ
کچھ نہیں بلکہ وہ آیتیں ہیں واضح سینوں میں ان کے جو
اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا
دیئے گئے علم اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر
الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ
ہٹ دھرم اور کہا انہوں نے کیوں نہ اتریں اس پر
اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ
نشانیاں اس کے رب سے تو کہہ بات فقط یہی ہے کہ نشانیاں اللہ کے پاس ہیں
وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾
اور کچھ نہیں ہیں مگر ڈرا دینے والا صاف صاف

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ
بلکہ یہ قرآن تو صاف آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں
اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا
جنہیں علم ملا ہے اور ہماری باتوں سے منکر نہیں مگر وہی
الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ
جو بے انصاف ہیں اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر اس کے رب کی طرف سے
اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ
کچھ نشانیاں کیوں نہ اتریں تو کہہ نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں
وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾
اور میں تو بس کھول کر سنا دینے والا ہوں

ارشاد ہے کہ یہ فضول خیالات چھوڑ دو یہ کتاب نہ کسی نے لکھوائی نہ لکھی جو تمہیں یہ کتاب پڑھ کر سنا رہے ہیں انہیں تم جانتے ہو کہ نہ کسی سے پڑھنا سیکھا نہ لکھنا۔ اگر یہ کہو کہ کسی اور سے لکھوائی ہے تو بھلا تم بھی ایسی کتاب کسی سے لکھوا کر لے آؤ تم تو پیسے والے بھی ہو لکھنے والے کو اجرت بھی دے سکتے ہو جب تم نے ایسا نہ کیا نہ کر سکتے ہو تو بے کار باتیں کیوں بناتے ہو۔ سنو ہم اس کتاب کی حقیقت بتاتے ہیں۔ اپنی ضد چھوڑ دو۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتہ سے سنی اس کے بعد وہ انہیں حفظ یاد ہو گئی اور اسی طرح قیامت تک سینہ بہ سینہ عالموں اور حافظوں کے سینوں میں رہے گی۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں اسے لکھ کر بھی محفوظ کر دیا جائے لیکن ابتدا میں یہ نہیں لکھی گئی اور نہ لکھے جانے پر اس کا باقی رہنا موقوف ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ رسول ہے تو کوئی انوکھی بات جو ہم اس سے کہتے ہیں کر کے کیوں نہیں دکھاتا۔ اگر وہ یہ معجزے دکھائے جو ہم طلب کریں تو ہم اسے رسول مانیں ان سے کہہ دے کہ میں معجزے دکھانے نہیں برے کاموں کے انجام سے صاف صاف ڈرانے آیا ہوں۔

قرآن کافی معجزہ ہے

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
کافی نہیں ان کو کہ ہم نے اتاری تجھ پر کتاب
يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ
پڑھی جاتی ہے ان پر تحقیق اس میں البتہ رحمت ہے اور
ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۵۱) قُلْ كَفٰى
دانی ان لوگوں کے لیے جو بات مانتے ہیں تو کہہ کافی ہے
بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا
اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ جانتا ہے وہ جو
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ
آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور جو لوگ ایمان لائے جھوٹی بات پر
وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۵۲)
اور انکار کیا اللہ کا وہ لوگ ہی گھاٹے میں ہیں

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب آتاری کہ ان
يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ
پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ان
ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۵۱) قُلْ كَفٰى ع
لوگوں کے لیے جو مانتے ہیں تو کہہ اللہ میرے اور
بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا
تمہارے درمیان گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو کچھ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ
آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو لوگ جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں اور
وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۵۲)
اللہ کا انکار کرتے ہیں وہی ہیں نقصان پانے والے

ارشاد ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم انہیں رسول تو جب مانیں جب ہمارے منہ مانگے معجزے دکھائیں۔ ان سے کہو کہ یہ کتاب جو وہ تمہارے سامنے پڑھ پڑھ کر تمہیں سنا رہے ہیں۔ کیا یہ کافی معجزہ نہیں کیا تمہیں یہ نہیں سوجھتا کہ اس کے ماننے والے دن بدن بڑھتے جارہے ہیں اور ان کو وہ نیک باتیں جنہیں لوگ مدّت سے بھول چکے ہیں یاد آتی چلی جارہی ہیں۔ بے شک جو اس کتاب کو سچّے دل سے مان لے گا۔ اس پر رحمت کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور وہ کام کی باتیں سیکھتا چلا جائے گا۔ پھر ان سے کہہ کہ میرے ماننے والے باوجود تمہاری ایذا رسانی کے دن بدن بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ اور جو آجاتا ہے۔ پھر نہیں جاتا۔ یہ اللہ کی گواہی ہے اس بات کی کہ میں سچّا ہوں اور اللہ سے بڑھ کر کوئی گواہ نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ وہ آسمان اور زمین کے سارے حالات سے واقف ہے۔ جو اللہ کو نہ مانے گا اور جھوٹ خرافات پر اڑا رہے گا وہ یقیناً نقصان اٹھائے گا۔

عذاب یقینی ہے

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى

اور جلدی کرتے ہیں تجھ سے عذاب میں اور اگر نہ ہوتی میعاد مقرر

لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ

تو آپہنچا ہوتا ان کو عذاب اور بے شک آئے گا ان پر اچانک اور وہ

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ

نہ جانتے ہوں گے جلدی کرتے ہیں تجھ سے عذاب میں اور تحقیق

جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ

دوزخ البتہ گھیر رہی ہے کافروں کو جس دن ڈھانپ لے گا ان کو

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ

عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے

وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور کہے گا چکھو جو تھے تم کرتے

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى

اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب اور اگر مقررہ وعدہ نہ ہوتا

لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ

تو ان پر عذاب آپہنچتا اور البتہ ان پر اچانک آئے گا اور

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ

ان کو خبر نہ ہوگی تجھ سے عذاب جلدی مانگتے ہیں حالانکہ

جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ

دوزخ منکروں کو گھیر رہی ہے جس دن عذاب

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ

ان کو گھیر لے گا ان کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے

وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور کہے گا چکھو جیسا کچھ کرتے تھے

دُنیا ظاہر بینوں کے لیے کچھ ایسی بلا کی دل لبھانے والی واقع ہوئی ہے کہ وہ حال کی رنگ رلیوں میں سب کچھ بھول جاتے ہیں یہ حال مکہ کے کافروں کا تھا کہتے تھے کیسا ایمان اور کیسا عذاب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کے سامنے ان کے ایک منہ پھٹ آدمی نضر بن الحارث نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دو یا دردناک مصیبت ڈال دو اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ یہ عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں بے شک ان کے کرتوت تو ایسے ہی ہیں کہ ان پر فوراً عذاب آجاتا لیکن عذاب کا بھی اور چیزوں کی طرح ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو عذاب بھی اچانک آجائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی چنانچہ تھوڑے ہی دن بعد کافر مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ رہا آخرت کا عذاب تو وہ انہیں ابھی سے اپنے گھیرے میں لے رہا ہے۔ یہی ان کا کفر، شرک اور ظلم ان کے لیے جہنم ہے جسے یہ اس وقت معمولی باتیں سمجھ رہے ہیں۔ قیامت میں یہی عمل آگ سانپ اور بچھو بن کر انہیں اوپر اور نیچے ہر طرف سے گھیر لیں گے اور عذاب کا فرشتہ کہے گا لو آج اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔

ترکِ وطن

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ
اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو تحقیق میری زمین فراخ ہے
فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ (۵۶) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ
سو مجھی کو پوجو ہر شخص چکھنے والا ہے موت کو
ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (۵۷) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
پھر ہماری طرف لوٹ گے اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے
الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا
اچھے البتہ ٹھکانا دینگے ہم انہیں جنت کے اونچے گھروں میں
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
جاری ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ
اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین کشادہ ہے
فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ (۵۶) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ
سو میری ہی بندگی کرو ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے
ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (۵۷) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
پھر ہماری ہی طرف لوٹ گے اور جن لوگوں نے ایمان لا کر
الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا
اچھے کام کیے ہم انہیں بہشت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے

نُبَوِّئَنَّ: البتہ ٹھکانا دیں گے ہم۔ مضارع ہے بالامِ تاکید و نونِ ثقیلہ ب۔و۔ء سے۔ اسی مادہ سے لفظ بَوَّانَا اور مُبَوَّءٌ ہیں۔
غُرَفٌ (بالاخانے) غُرْفَةٌ کی جمع ہے اوپر کی منزل کے مکان کو کہتے ہیں۔ اس کے مادہ غ۔ر۔ف کے معنی اونچا اٹھانے کے ہیں وہاں اس سے اتنی مقدار پانی کی مراد ہے جو چلو میں اٹھ آئے۔ یہاں اٹھا ہوا اونچا مکان مراد ہے۔

مکّہ کے کافروں نے مسلمانوں کا جینا دشوار کر دیا تھا مسلمانوں سے اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ زندگی سے مقصود اللہ کی عبادت ہے۔ اگر وطن میں رہ کر اللہ کی عبادت نہیں کر سکتے تو دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ۔ دنیا کی تکلیف کوئی دن کی ہے۔ آخر موت آنی ہے۔ یاد رکھو موت کا مزہ ضرور ہر شخص کو چکھنا ہے کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ اور تم سب مر کر ہی ہمارے پاس آؤ گے۔ مرنے کے وقت مجبوراً وطن، کنبہ، یار دوست سب کو چھوڑنا پڑے گا۔ اس وقت اپنی خوشی سے اللہ کے لیے یہ سب کچھ چھوڑ دو گے تو اس کا بدلہ مرنے کے بعد ملے گا۔ ہمارا وعدہ ہے کہ ہم ایمان لا کر اچھے کام کرنے والوں کو جنّت کے اونچے اونچے گھروں میں بسائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور ان میں وہ ہمیشہ کے لیے آباد ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اسّی بیاسی گھر مکّہ سے حبشہ ہجرت کر گئے۔

اللہ رازق ہے

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (۵۸) الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ
کیا ہی اچھا ہے ثواب کام کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور فقط
عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۵۹) وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ
اپنے رب پر بھروسا رکھا اور بہت سے جانور
لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ
نہیں اٹھاتے اپنی روزی اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں بھی
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶۰) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ
اور وہ ہے سننے والا جاننے والا اور البتہ اگر پوچھے تو ان سے
مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ
کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگایا سورج اور
الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (۶۱)
چاند کو البتہ ضرور کہیں اللہ نے پس کہاں سے اُلٹ جاتے ہیں

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (۵۸) الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ
کام کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے جنہوں نے صبر کیا اور اپنے
عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۵۹) وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ
رب پر بھروسہ رکھا اور کتنے جانور ہیں جو اپنی
لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ
روزی نہیں اٹھا سکتے اللہ ان کو روزی دیتا ہے اور تم کو بھی
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶۰) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ
اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر تو لوگوں سے پوچھے
مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ
آسمان اور زمین کو کس نے بنایا اور سورج اور چاند کو کام
الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (۶۱)
میں لگایا تو کہیں اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں

یہ پچھلی آیت کا حصہ ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑنے والے ایمان والوں کو جنت میں اونچے اونچے مکان ہمیشہ کے لیے رہنے کو ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ ان کام کرنے والوں کی بہت ہی اچھی مزدوری ہے جنہوں نے اللہ کی حکم برداری میں صبر کے ساتھ مشقتیں اٹھائیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کیا۔ آگے ارشاد ہے کہ ہجرت کرنے سے یہ خیال مانع نہ ہونا چاہیئے کہ سب کچھ یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو وہاں جا کر کھائیں گے کہاں سے۔ بہت سی اللہ کی مخلوق دنیا میں ایسی ہے کہ جس کے پاس اندوختہ کچھ نہیں ہوتا صبح خالی ہاتھ اٹھتے ہیں اور رات خالی ہاتھ سوتے ہیں۔ اللہ انہیں بھی رزق تو دیتا ہی ہے اسی طرح تمہارا رازق بھی وہی ہے جہاں تم جاؤ گے اپنی رحمت سے تمہارے گذارے کا سامان کر دے گا۔ اللہ کے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ان کافروں ہی سے پوچھ کر دیکھ لو کہ یہ آسمان کس نے پیدا کیے۔ زمین کس نے بنائی سورج اور چاند کو کس نے اپنے اپنے کام میں لگایا ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ مگر معلوم نہیں اتنا اقرار کرنے کے بعد یہ اس کی تابع داری اور عبادت سے منہ کیسے اور کہاں سے موڑ لیتے ہیں۔

اللہ واقف کار ہے

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
اللہ پھیلادیتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اپنے بندوں میں سے اور تنگ کردیتا ہے کسی کو بے شک اللہ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
ہر چیز کا جاننے والا ہے اور البتہ اگر پوچھے تو ان سے کس نے
نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ
اتارا آسمان سے پانی پھر جلایا اس سے زمین کو
مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ
مرجانے کے بعد تو البتہ کہیں اللہ نے کہہ دیجئے سب خوبی
لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع
اللہ کے لیے ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اپنے بندوں میں اور تنگ بھی کردیتا ہے جس کو چاہے۔ بے شک اللہ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
ہر چیز سے خبردار ہے اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ
نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ
پانی آسمان سے کس نے اتارا پھر زندہ کردیا اس سے زمین کو
مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ
اس کے مرجانے کے بعد تو وہ یہی کہیں گے اللہ نے آپ فرما دیجیے سب خوبی
لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع
اللہ کے لیے ہے۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں سمجھتے

ارشاد ہے کہ رزق کا انتظام اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسے جتنا چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز سے واقف ہے اور اُن کی مصلحت جانتا ہے جس کو بہت سا دینا ہوتا ہے اس کے لیے ویسے ہی اسباب پیدا کردیتا ہے جسے ناپ تول کر دینا ہوتا ہے اندازہ سے دیتا ہے لیکن محروم کسی کو نہیں کرتا۔ اسی طرح اسے حال بدلتے بھی دیر نہیں لگتی جب چاہتا ہے مفلس کو مالدار اور مالدار کو مفلس اور خوشحال کو بدحال اور بدحال کو خوشحال کردیتا ہے۔ ان سے پوچھیے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ آسمان سے مینہ کون برساتا ہے جس سے مردہ زمین ہری اور تروتازہ ہوجاتی ہے اور انواع واقسام کی چیزیں اس میں سے اُگ آتی ہیں وہ یہی جواب دیں گے کہ سب کچھ اللہ کرتا ہے تو فرمایئے کہ اب تو ساری خوبی اللہ ہی کے لیے ثابت ہوئی اس سے ایمان والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور دُنیا کی عارضی تکلیفوں سے ذرا نہ گھبرانا چاہیے۔ وہ اپنی قدرت سے عنقریب تکلیفیں دور کردیگا لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ دُنیا کے آرام اور تکلیف کو اہمیت دیتے ہیں اور اللہ کے وعدوں کو کچھ اہمیت نہیں دیتے حالانکہ مانتے ہیں کہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے ::

دُنیا اور آخرت

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ
اور نہیں یہ زندگی دنیا کی مگر جی بہلانا اور
لَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ
کھیل اور یقیناً گھر آخرت کا البتہ وہی ہے اصل زندگی
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾
اگر ہوتے وہ جانتے

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ
اور یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور
لَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ
کھیل ہے اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾
اگر ان کو سمجھ ہوتی

حَیَوَانٌ: (جو زندہ ہو یا زندگی رکھتا ہو) اس کا مادہ ح۔ ی۔ و ہے۔ مادہ کے آگے الف، نون وہی معنی دیتا ہے جو اُ میں "والا" کا لفظ دیتا ہے۔ اس لیے حَیَوَانٌ کے معنی ہوتے زندگی والا یعنی جس کے اندر اصلی زندگی ہو۔ مراد یہ ہے آخرت کا گھر ایسا گھر ہے جس کے اندر اصل زندگی ہے۔

پچھلی آیت کے آخر میں کہا گیا تھا کہ اکثر آدمی سوچ سمجھ سے کام نہیں لیتے ورنہ وہ آسانی کے ساتھ اتنی بات سمجھ سکتے دُنیا میں کوئی سدا نہیں رہا سب کو آگے پیچھے یہاں سے سدھار جانا ہے پھر یہاں کی راحت و آرام اور دکھ تکلیف کی حقیقت ہی کیا ہے۔ اس لیے اللہ کی طرف دھیان لگانا چاہیے اور اس کے وعدہ پر یقین کرکے آخرت کے آرام و راحت حاصل کرنے کی کوشش کر چاہیے۔ اس آیت میں اسی بات کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ غافلوں کو خود بخود نہیں تو بتا دینے سے اصل بات کی طرف توجہ ہو جائے۔

ارشاد ہے کہ دُنیا کی زندگی کو اصلی مقصد ٹھہرانا انتہائی نادانی ہے۔ یہ تو فقط تفریح اور کھیل کود کی طرح ہے جس طر بچوں کو فقط تھوڑی دیر کھیل کود کی مہلت دیتے ہو اس کے بعد انہیں کاموں میں وقت لگانے کی تاکید کرتے ہو جو آیندہ ان کی زندگی سنوار کام آئیں۔ اسی طرح تم خود بھی سمجھو کہ دُنیا میں تمہیں بھی فقط اتنا ہی مصروف ہونا چاہیے جتنا کھیل کود میں تم بچوں کو رکھنا پسند کرتے ہو اگر بچہ نرا کھلنڈرا ہی ہو جائے تو اسے نکمّا سمجھا جاتا ہے اسی طرح دنیا بھی تم سب کے لیے ایک کھیل کود کی طرح ہے جس کے لیے صرف بقدر وقت دینا چاہیے باقی اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ اس لیے زیادہ وقت اس زندگی کی تیاری میں صرف کرنا چاہیے اور اس کی تیا یہ ہے کہ اللہ کے احکام گرہ میں باندھو اور ان کی تعمیل میں مصروف رہو۔

اللہ کی ناشکری

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
پھر جب سوار ہوتے ہیں کشتی میں پکارنے لگتے ہیں اللہ کو خالص کرکے
لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا
اُسی کے لیے اعتقاد پھر جب اس نے انہیں نجات دی خشکی کی طرف ناگاہ
هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ
لگے شرک کرنے تاکہ کفر کریں اس سے جو دیا ہم نے انہیں
وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾
تاکہ مزے اڑائیں پس عنقریب جان لیں گے

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارنے لگتے خالص اسی پر
لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا
اعتقاد رکھ کر پھر جب اللہ نے انہیں زمین کی طرف نجات دی اسی وقت
هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ
شرک کرنے لگے تاکہ ہمارے دیئے ہوئے سے کفر کرتے رہیں
وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾
اور مزے اڑاتے رہیں سو عنقریب جان لیں گے

دُنیا کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے پہلے چند سوال لوگوں سے کیے گئے جن سے اللہ عزوجل کی یکتائی اور وحدانیت بتانی مقصود تھی۔ پھر کہا گیا۔ کہ جب تم اللہ کو مانتے ہو۔ تو لازم ہے کہ اسی میں ساری خوبیاں مانو اور کفر و شرک سے بچ کر اسی کی عبادت میں لگ جاؤ۔ تاکہ تمہاری آخرت سنور جائے اور اللہ کی اطاعت کے بدلے جنت میں ٹھکانا نصیب ہو۔ دُنیا میں سارا وقت لگانا فضول ہے۔ اللہ سے دھیان لگاؤ۔ اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ ان لوگوں کا رویہ یہ ہے کہ مصیبت پڑی تو اللہ کو پکارنے لگے۔ اور ان معبودوں کو جن کی پوجا میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں بالکل چھوڑ بیٹھے۔ اور نہ دل سے اللہ کی طرف رجوع کیا جیسا کہ سمندر میں جب جہاز طوفان میں گھر جائے۔ اس وقت یہی حالت ہوتی ہے۔ سب کا دھیان خالص اللہ کی طرف لگ جاتا ہے لیکن تعجّب ہے کہ جب اللہ اس مصیبت سے نجات دے کر صحیح سلامت خشکی پر پہنچا دیتا ہے۔ تو پھر انہیں پہلی حرکتوں پر اُتر آتے ہیں اور غیر اللہ کو پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی غرض پھر تو یہ ٹھہری کہ اللہ کی نعمتوں اور احسانوں سے فائدہ اٹھائیں اور پھر اسی کی ناشکری کریں۔ کیونکہ اگر اس کے حکم پر دار نہیں جو کہ شکر گذاری کا اصل طریقہ ہے تو دُنیا کے مزے چھوڑنے پڑیں اور اپنی خود مختاری کو جوان کی ایک خیالی بات ہے دھتا بتانی پڑے۔ ارشاد ہے کہ یہ زبردست دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ اس کی ڈھٹائی کی ان سے باز پرس نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ اس مگرے پن سے باز آئیں ورنہ عنقریب ان کی ایسی گت بننے والی ہے کہ دُنیا ششدر رہ جائے گی۔

صریح ناشکری

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھ کر ہم نے بنائی ایک محفوظ جگہ امن کی

وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ

اور اچکے جا رہے ہیں لوگ ان کے گردونواح سے کیا پس غلط بات کا

يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ (٦٧)

یقین کرتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا

کیا دیکھتے نہیں کہ ہم نے ایک پناہ کی جگہ امن والی بنا دی ہے

وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ

اور لوگ اُن کے آس پاس سے اچکے جا رہے ہیں کیا جھوٹ پر

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ (٦٧)

یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا احسان نہیں مانتے

اس آیت میں کفارِ مکہ کو ایک ایسی بات یاد دلائی گئی ہے جس سے ان کی ہٹ دھرمی صاف آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ بے انصافی پر کمر باندھے ہوئے تھے اور اس عذاب کے واقعی مستحق تھے۔ جو اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے ہاتھوں ان پر ڈالا۔ مکہ کے لوگ لوٹ مار سے کعبہ کی بدولت محفوظ تھے۔ باقی سارے عرب میں کسی کی زندگی محفوظ نہ تھی ایک دوسرے پر اچانک چھاپے مارنے اور قتل و غارت کے سوا اور کوئی کام لوگوں کے لیے رہا ہی نہ تھا۔ ہاں کعبہ کی حرمت کا احترام سب کرتے تھے۔ مکہ اس کے گرد آباد تھا اور یہاں کے لوگ کعبہ کے محافظ سمجھے جاتے تھے لہٰذا ان کا بھی سب احترام کرتے تھے۔ مکہ کے گرداگرد ایک گھیرا تھا جس کے اندر رہنے والا یا بھاگ کر پناہ لینے والا دشمن کی زد سے محفوظ تھا۔

ارشاد ہے کہ یہ امن و امان کی جگہ جسے حرم کہتے ہیں۔ ہمیں نے تو بنائی ہے۔ آس پاس چاروں طرف لوگ قتل کیے اور لوٹے جا رہے ہیں لیکن ادھر کا رُخ کوئی نہیں کرتا۔ آخر اس جگہ کی یہ عظمت کس نے ان کے دل میں بٹھائی؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ہمارا کام ہے اور ہم نے لوگوں کو یہاں لوٹ مار کرنے سے روک رکھا ہے۔ پھر یہ کیسی بے انصافی ہے کہ ہمارا احسان تو ایک دم بھلا بیٹھے جس کا ماننا انصاف کی رُو سے تم پر فرض تھا۔ اور جو ایک واقعی حقیقت ہے۔ اور ہٹ دھرمی سے غلط اور جھوٹے معبودوں کی پرستش کرنے لگے۔ اس سے زیادہ احسان فراموشی اور کیا ہوگی بلکہ یہ تو صریح نمک حرامی ہے۔

کیے کا پھل

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا
اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر جھوٹ
أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ
یا جھوٹ کہے سچی بات کو جب پہنچے وہ اس تک کیا نہیں
فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ (٦٨) وَالَّذِينَ
دوزخ میں ٹھکانا انکار کرنے والوں کا اور جنہوں نے
جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ
محنت کی ہماری راہ میں البتہ سجھادیں گے ہم انہیں اپنی راہیں
وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (٦٩)
اور تحقیق اللہ البتہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا
اور اس سے زیادہ بے انصاف کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے
أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ
یا جب اس تک سچی بات پہنچے تو اسے جھٹلائے کیا
فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ (٦٨) وَالَّذِينَ
دوزخ میں منکروں کا ٹھکانا نہیں ہے اور جنہوں نے
جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ
ہمارے واسطے محنت کی ہم انہیں اپنی راہیں سجھا دیں گے
وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (٦٩) ع
اور بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے

مکہ والوں سے واقعی بڑی چوک ہوئی کہ انہوں نے جانتے بوجھتے ہو کر شروع میں اسلام کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ اسی خبط میں مبتلا رہے جس میں ان کے باپ دادا مبتلا چلے آتے تھے انہیں دنیا کے لالچ اور جاہ و مرتبہ کی طمع نے اندھا کر دیا۔ اور وہی کیا شروع دنیا سے لے کر یہی بلا انسان کے سر پر مسلط چلی آرہی ہے اور آج کل تو لوگوں کا کھلم کھلا مقصد ہی یہ ہوگیا ہے۔ کہ ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ جس طرح بھی ہو ہمیں تو پیسہ چاہیئے۔ چاہے جان چلی جائے مگر مال نہ جائے۔ مکہ والوں کو ہر طرح سمجھایا گیا کہ دیکھو اللہ کے پاس سب کچھ ہے۔ انہوں نے اس بات کو تو نہ مانا جو سچی تھی اور کہا کہ بتوں کی پوجا سے ہمیں سب کچھ مل رہا ہے حالانکہ یہ سراسر جھوٹ تھا، افترا پردازی تھی اور انصاف کا خون کرنا تھا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ ظالم وہ ہے جو سچ بات کو نہ ماننے اور سیدھی بات کو توڑ موڑ کر کچھ کا کچھ بنا لے۔ ان کو اتنا نہیں سوجھتا کہ اللہ کے نہ ماننے والوں کا ٹھکانا یقیناً دوزخ ہے ہم تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ جو ہمارے واسطے محنت مشقت اٹھائے گا ہم اس پر اپنی راہیں واضح کردیں گے جو دیانتداری اور خلوص کے ساتھ نیک کام کرے گا۔ اللہ اس کے ساتھ ہے اور اس کا معین اور مددگار ہے۔

سورۃ العنکبوت ختم ہوئی

سورت العنکبوت کیا سکھاتی ہے؟

اس سورت میں ان مٹھی بھر مسلمانوں کو جو مکّہ میں کافروں کے ہاتھوں سے بلا کی مصیبتیں سہہ رہے تھے اتنی تقویت حاصل ہوئی کہ وہ اللہ کی راہ میں ہر محنت مشقّت برداشت کرنے کے لیے دل وجان سے پورے طور پر تیّار ہوگئے۔ اس سورت میں ایک نشانِ استغنار کے ساتھ ہی ہمدردی اور دل جوئی کا سمندر۔ اس جوش سے موجیں مار رہا ہے کہ جس کے سامنے پریشانی اُداسی اور بے چینی کی مجال نہیں جو ٹھہر جائے۔ آج بھی یہ سورت پریشان حال مسلمانوں کے لیے ویسی ہی ہمت افزا اور حوصلہ بخش ہے جیسے اس وقت تھی۔ لیکن اعتقاد اور یقین اتنا نہیں رہا جتنا کہ اللہ کے اُن بندوں کو حاصل تھا جنہوں نے اسے پہلے سُنا اور کلیجہ سے لگایا۔ اندازِ بیان اس قدر نرالا ہے کہ انسان کے خواب وخیال میں بھی نہیں گذر سکتا۔ اثر کانوں کے راستے داخل ہو کر سیدھا دل پر جا کر بیٹھتا ہے —— ارشاد ہے کہ مسلمانو ! زبان سے اللہ کا اقرار کیا ہے تو اب آزمائش کے لیے تیار رہو۔ ایمان کوئی زبانی جمع خرچ نہیں ہے۔ یہاں اس کی جانچ کی جاتی ہے کہ دل پر بھی کچھ اثر ہے یا نہیں۔ ایمان وہ ہے جو دل میں بیٹھ جائے لاکھ کوئی ہلائے مگر جگہ سے ہلنے کا نام نہ لے۔ ایمان کا امتحان ہر زمانہ کے لوگوں کا لیا گیا ہے۔ جو امتحان میں پورے اُترے۔ وہ دنیا اور آخرت کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔

ارشاد ہے کہ یہ نادان لوگ جو تمہیں ستا رہے ہیں ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے ان کا ستانا تمہارے درجے بڑھانے کا باعث بن رہا ہے دیکھو ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرنے لگو۔ اگر ماں باپ بھی کہیں کہ اسلام چھوڑ دو تو ان کا کہنا بھی اس بارے میں مت مانو اور کسی کی تو ہستی ہی کیا ہے جو تمہیں توحید سے ہٹا سکے۔ انسان کا دُکھ دینا اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ مشرک تمہیں ورغلائیں گے کہ اسلام چھوڑ کر پرانا طریقہ شرک وکفر کا اختیار کرو۔ لیکن ان کی چال میں نہ آنا۔ وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ پچھلی قوموں کا حال دیکھو کہ اللہ کو نہ مان کر کیسی کیسی تباہیوں میں پھنسیں اور کس بری طرح ہلاک ہوئیں۔ ان کی برائیاں ان کے لیے وبالِ جان بن گئیں۔ اللہ کے عذاب سے انہیں کوئی نہ بچا سکا اور جو اللہ کے فرمانبردار ہوتے ان کو اللہ عزوجل نے اس دنیا میں بھی اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑے درجے ہیں۔ دنیا میں دل مت لگاؤ۔ یہ کچھ دن کی چہل پہل ہے جو مٹ کر رہے گی۔ اور جنہوں نے اسی میں دل لگا رکھا ہے۔ مرنے کے بعد ان پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ آخر میں یہ جانفزا پیغام ہے جو ہمارے لیے محنت کرے گا ہم اس کے لیے کامیابی کا راستہ کھول دیں گے اللہ اپنے مخلص وفاداروں کے ساتھ ہے ؂

سُوْرَةُ الرُّوْم

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی تیسویں سورت ہے اور یہ قیام مکّہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی اس کے ۶ رکوع ہیں کفارِ مکّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کی ہر طرح مخالفت کر رہے تھے اور یہ خیال کیے بیٹھے تھے کہ اسلامی اصول ان کے معاشرہ یعنی ان کے خاص طرزِ زندگی کو تباہ کر دے گا۔ اسلام اس پر زور دیتا تھا کہ دنیا کا خالق رب اور حاکمِ اعلیٰ فقط اللہ عزّ وجلّ ہے اور وہی لوگ جو اس کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں کامیاب رہتے ہیں۔ ہجرت کے ۶ یا ۷ سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا کہ ایرانیوں نے روم والوں پر چڑھائی کر دی اور عرب کے آس پاس کے ملکوں پر جو روم کے قبضہ میں تھے تہ و بالا کر دیا۔ عرب کے مشرکوں کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ وہ اللہ کو نہ مانتے تھے اور اس لحاظ سے ان سے ملتے جلتے تھے مسلمانوں کو قرآن حکیم نے بتایا تھا کہ نصاریٰ حضرت عیسٰیؑ کو اللہ کا رسول اور اللہ کو اپنا معبودِ حقیقی مانتے ہیں۔ اس لیے وہ اہلِ کتاب ہیں۔ فطری طور پر مسلمانوں کی ہمدردی روم والوں کے ساتھ تھی۔ کیوں کہ وہ بھی اللہ کے ماننے والے اور ایک نبی کی اُمت تھے۔ اتفاق سے ایران نے روم والوں کو شکست دے دی۔ پہلے یروشلم اور پھر دمشق پر قبضہ کر لیا اور اس کے دوسرے سال مصر کو بھی فتح کر لیا اور قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ یہ خبریں عرب میں پہنچیں تو مشرکین سن کر بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں کو چڑانا شروع کیا کہ اللہ کے ماننے والوں پر اس کا انکار کرنے والے غالب آ گئے۔ اس لیے تمہارے رسول جو سکھاتے ہیں کہ اللہ سب سے زیادہ طاقتور ہے یہ بات اس واقعہ سے ثابت نہیں ہوتی وہ اپنے ماننے والوں کی مدد نہ کر سکا اور اس کے نہ ماننے والے اُن پر غالب آ گئے۔ اسی زمانے میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں صاف صاف کہا گیا کہ روم والے چند سال بعد ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے اور ان کو شکست دے کر ان کے ملک کے اندر گھس آئیں گے مسلمانوں کو اس وقت دوہری خوشی حاصل ہوگی۔ ایک تو اس کی کہ اللہ کے ماننے والے روم کے لوگ اپنے مخالف ایرانیوں پر جو اللہ کے منکر تھے، غالب آ گئے۔ اور ساتھ ہی مسلمان مکّہ کے کافروں کی بھی کمر توڑ کر رکھ دیں گے۔ چنانچہ سات سال بعد ادھر تو روم نے ایران کو بھاری شکست دی اور ادھر بدر کی لڑائی میں مکّہ کے مشرکوں کو شکست فاش ہوئی۔

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ سارے جہان پر اللہ ہی کی حکومت ہے وہ اپنے نہ ماننے والوں کو ڈھیل دیتا ہے۔ لیکن جب وہ شرارت سے باز نہیں آتے۔ تو انجام کار ایمان والوں کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہو کر مارے جاتے ہیں۔ اللہ کے ماننے والوں کو اگر کچھ دقتیں پیش آئیں تو انہیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ یہ ان کے صبر و استقلال کی آزمائش ہے۔ آخر فتح انہیں کی ہوگی ؛؛

سورۃ الروم مکیۃ ۳۰ ایاتھا ۳۰

پیشین گوئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ

الف لام میم مغلوب ہو گئے رومی قریب کی سرزمین میں

وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ

اور وہ بعد اپنے مغلوب ہونے کے عنقریب غالب آ جائیں گے

بِضْعِ سِنِیْنَ ۃ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ

چند سال کے اندر اندر اللہ کے ہاتھ میں فیصلہ اس سے پہلے اور اس سے پیچھے

وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰہِ

اور اس دن خوش ہوں گے ایمان والے اللہ کی مدد سے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ

الٓمّٓ مغلوب ہو گئے ہیں رومی پاس والے ملک میں

وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ

اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے

بِضْعِ سِنِیْنَ ۃ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ

چند سال میں سب کام پہلے اور پچھلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں

وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰہِ

اور اس دن خوش ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے دنیا میں دو سلطنتیں بڑی زبردست تھیں سلطنت ایران اور سلطنت روم۔ دونوں میں مدت سے لڑائی چلی آتی تھی۔ آنحضور علیہ السلام کی ولادت ۵۷۰ء میں ہوئی اور ۶۱۰ء میں آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ ۶۰۲ء سے ۶۱۴ء کے بعد تک ایران اور روم کی باہمی لڑائیاں ہوتی رہیں حضور علیہ السلام کی بعثت کے پانچ سال بعد ایران نے روم کو بڑی بھاری شکست دی۔ شام، مصر اور ایشیائے کوچک سے رومیوں کو نکال دیا اور ۶۱۵ء میں روم کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔ مکہ والوں نے یہ خبر سن کر کہا کہ منکر خدا آتش پرست ایرانی رومیوں پر جو عیسائی تھے اور اللہ کو مانتے تھے غالب آ گئے۔ ایسے ہی ہم جنہیں تم کافر کہتے ہو تم پر جو اللہ کے ماننے والے ہو غالب آ جائیں گے مسلمانوں کو ان باتوں سے صدمہ پہنچا۔

ان آیات میں ان کو بتایا جا رہا ہے کہ شکست و فتح تو اللہ کے قبضہ میں ہے۔ ایرانیوں اور رومیوں میں ملکی لڑائی تھی جس کے پاس طاقت زیادہ ہوتی وہ کم طاقت والے پر غالب آ جاتا۔ آج اگر ایرانی غالب آئے ہیں۔ تو نو سال کے اندر اندر رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے اور اسی زمانے میں مسلمان عرب کے کافروں پر غالب آ جائیں گے اور ان کو دوہری خوشی نصیب ہوگی۔ چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور [illegible] میں رومی اپنے ملک سے ایرانیوں کو نکال کر خود ان کے ملک میں گھس آتے اسی سال مسلمانوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کو شکست فاش دی اور انہیں ہمیشہ کے لیے پست کر دیا۔

اللہ کی مدد

يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۵

مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی زبردست رحم والا

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

یہ اللہ کا وعدہ ہے نہیں خلاف کرتا اللہ اپنے وعدہ کے اور لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ يَعْلَمُوْنَ

بہت سے لوگ نہیں جانتے جانتے ہیں

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ

ظاہر کو دنیا کی زندگانی میں سے اور وہ

عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷

آخرت سے وہی غافل ہیں

يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۵

جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی ہے زبردست رحم والا

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

اللہ کا وعدہ ہو چکا اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا۔ لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ يَعْلَمُوْنَ

بہت سے لوگ نہیں جانتے دنیا میں

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ

اوپر اوپر جینے کو جانتے ہیں اور وہ

عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷

آخرت کی خبر نہیں رکھتے

ارشاد ہے کہ اللہ دنیا کی مصلحتوں سے خبردار ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے کہ کس وقت کس کی مدد کرنی مناسب ہے کونسا موقعہ کس کے غالب آنے کا ہے اور کس کے مغلوب ہونے کا تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ سب سے زبردست ہے۔ اگر کسی اور میں زور آتا ہے تو اسی کے دینے سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ فیّاض بھی ہے اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کی چیز عطا کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ جب وہ مصلحت بین، زبردست اور فیّاض سب کچھ ہے تو نادان انسان کیا جانے کہ اس وقت اس نے کس مصلحت سے ایک کو ہرا دیا اور ایک کو جتا دیا۔ اور دوسرے وقت وہ جیتنے والے کو ہارنے والا اور ہارنے والے کو جیتنے والا کر دے گا۔ یاد رکھو اللہ نے جو کچھ کہا ہے یہ اس کا حتمی وعدہ ہے اور پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ جو وہ کہہ دیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ فقط ظاہری باتوں کو دیکھتے ہیں۔ اور اوپری باتوں کو اہمیّت دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو جیت گیا وہی ہارنے والوں پر فضیلت بھی رکھتا ہے۔ وہ دُنیا کی ہار جیت کو بڑائی کا معیار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کسی کو بڑھیا گھٹیا ماننے کے لیے اس کے انجام پر نظر رکھنی چاہیئے۔ دنیا کی خوشحالی شان وشوکت، مال ودولت، فراخی اور ہار جیت میں کچھ نہیں رکھا۔ اس کے بعد آخرت کی زندگی آنے والی ہے۔ لوگ اسے بھولے ہوئے ہیں حالانکہ اس کی بہتری ہی اصل بہتری ہے:

دُنیا میں انجام

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

اور کیا نہیں سوچا انہوں نے اپنے جی میں نہیں پیدا کیا اللہ نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ

آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے مگر ٹھیک ٹھیک

وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ

اور وقت معین تک اور تحقیق بہت سے آدمی ملنے کا

رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

اپنے رب کے البتہ انکار کرتے ہیں اور کیا نہیں چلے پھرے وہ زمین میں

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہ دیکھتے کیسا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

کیا اپنے جی میں دھیان نہیں کرتے کہ اللہ نے جو آسمان اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ

زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے بنائے سو خوب سادھ کر

وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ

اور ایک معین وقت تک اور بہت سے لوگ اپنے رب کا

رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

ملنا مانتے ہی نہیں کیا انہوں نے ملک کی سیر نہیں

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کی جو دیکھیں کہ ان سے پہلوں کا انجام کیسا ہوا

پہلے ارشاد ہوا کہ اکثر آدمی دنیا کی ظاہری چہل پہل پر لٹو ہو جاتے ہیں انہیں اس کی خبر نہیں کہ آخرت آنے والی ہے اور وہاں کی بہتری ہی اصل چیز ہے جسے ہمیں حاصل کرنا چاہیے اور وہ دنیا کی لذتوں میں پھنسنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ عزوجل پر ایمان لانے اور اس کے رسول اور کتاب یعنی قرآن کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ دراصل یہ لوگ سوچ بچار سے کام نہیں لیتے۔ اگر سوچیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ دنیا ٹھیک اصول اور پختہ قاعدوں کے مطابق بنی ہے اور اس کے قائم رہنے کی ایک مدت مقرر ہے۔ ایک وقت آئے گا۔ کہ یہ فنا ہو جائے گی اور سارے انسان دوبارہ زندہ ہو کر اللہ عزوجل کے روبرو جو ان کا رب ہے کھڑے ہوں گے۔ خرابی یہاں سے پیدا ہوئی کہ اکثر لوگ اس بات کو نہیں مانتے کہ انہیں اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے۔ پھر بھی دُنیا کے عارضی ہونے کا علم اور یہاں بھی اللہ کے نافرمانوں کو سزا ملنے کا حال انہیں پچھلے لوگوں کے حالات سنکر معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ ملک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں کہ ان سے پہلے جو لوگ یہاں بستے تھے آج ان کا نام ونشان مٹتا جا رہا ہے اپنے زمانے میں وہ بھی غفلت میں مبتلا رہے تھے۔

پہلوں کا حال

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ
تھے وہ بڑھ کر ان سے زور میں اور کھودا انہوں نے زمین میں
وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ
اور آباد کیا اسے بڑھ کر اس سے کہ آباد کیا انہوں نے اسے اور آئے ان کے پاس
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر پس نہ تھا اللہ کہ ظلم کرے ان پر
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ
حالانکہ تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے پھر ہوا
عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓآٰى اَنْ كَذَّبُوْا
انجام ان لوگوں کا جنہوں نے بُرے کام کیے بُرا کیونکہ جھٹلایا انہوں نے
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾
اللہ کی باتوں کو اور تھے وہ ان کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرتے

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ
وہ زور میں ان سے زیادہ تھے اور جوتا انہوں نے زمین کو
وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ
اور اس کو ان کے بسانے سے زیادہ بسایا اور اُن کے پاس
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
ان کے رسول کھلے حکم لے کر پہنچے سو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ
لیکن وہ آپ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے پھر بُرا
عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓآٰى اَنْ كَذَّبُوْا
کرنے والوں کا انجام بُرا ہُوا اس واسطے کہ وہ اللہ کی
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾
باتیں جھٹلاتے تھے اور ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے

اَثَارُوْا (کھودا۔ جوتا) انہوں نے ماضی کا صیغہ ہے اِثَارَۃٌ سے جو ث۔ و۔ ر سے بنا ہے۔ ثَوْرَۃٌ کے معنی جوش کا ظاہر ہونا۔ اِثَارَۃٌ اس کا متعدّی ہے۔ اُبھارنا، نیچے کا حصہ کھود کر اوپر کر دینا۔

انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلے لوگ ان سے زیادہ قوّت والے تھے۔ انہوں نے زمین کو کھودا۔ کنوئیں وغیرہ بنائے۔ ہل چلا کر اسے جوتا بویا۔ اور آج کل کے لوگوں سے زیادہ اسے آباد کر کے دکھایا۔ لیکن بُرے کاموں میں پھنس گئے۔ رسول انہیں سمجھانے آئے اور اپنی سچائی کی کُھلی نشانیاں انہیں دکھائیں۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ آخر تباہ ہوئے۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ بُرے کام کیے۔ اللہ کی نافرمانی کی۔ آخر اپنے اعمال کی شامت سے برباد ہوئے اور یہ شامت یہیں ختم نہیں ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد ان کی اور بھی بُری گت ہوگی۔ کیوں کہ انہوں نے اللہ کی باتوں کو جھوٹا کہا اور ان کی ہنسی اڑائی یہ کوئی ذرا سی بات نہیں ہے۔ اس کا انجام دُنیا اور آخرت دونوں جگہ بُرا ہے۔

قیامت یقینی ہے

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ
اللہ پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے خلق کو پھر دوبارہ زندہ کرے گا اسے پھر اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ
لوٹائے جاؤ گے اور جس دن برپا ہوگی قیامت ناامید ہو جائیں گے
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ
گنہگار اور نہ ہوں گے ان کے لیے ان کے شریکوں میں سے
شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
سفارشی اور ہو جائیں گے اپنے شریکوں سے منکر

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ
اللہ بناتا ہے پہلی بار پھر دہرائے گا پیدائش پھر اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ
پھر جاؤ گے اور جس دن قیامت قائم ہوگی گنہگار ناامید
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ
ہو کر رہ جائیں گے اور ان کے شریکوں میں سے کوئی ان کے سفارش
شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
کرنے والے نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے

آخرت کا انکار لوگ اس لیے کرتے تھے کہ فنا ہونے کے بعد پھر بدن دوبارہ کیسے بنے گا۔ جب سارے اعضا مٹی ہو گئے اور مٹی میں مٹی مل گئی۔ پھر بے شمار اجسام کا اپنی اپنی اصلی شکل میں دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہونا ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ سرسری طور پر نظر کرنے سے یہ بات انہیں بہت بعید معلوم ہوتی تھی اور گہرے سوچ فکر سے وہ کتراتے تھے اس لیے کہ دُنیا کے مشغلوں میں ان کا دل لگا ہوا تھا۔ انہیں چھوڑ کر کون ایسی باتیں سوچنے بیٹھے جس میں ان کے نزدیک فائدہ نہ تھا۔ ان آیتوں میں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ دوبارہ پیدائش کا مسئلہ سمجھنے کے لیے کچھ بہت زیادہ غور و فکر کی حاجت نہیں موٹی سی بات ہے کہ تمہارے سامنے نئے انسان پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے بدن تو پہلے بنے ہوئے بھی نہ تھے پھر یہ کیسے بن گئے اس بات کے مان لینے میں کیا دشواری ہے کہ جیسے پہلے بالکل نہ تھے اور بن گئے ایسے ہی پیدا ہو کر مٹ جانے کے بعد دوبارہ بن جائیں گے۔ ارشاد ہے کہ سب جھگڑے چھوڑ دو سیدھی بات یہ ہے کہ اللہ ہی ہر چیز کو پہلے بھی بناتا ہے جب کہ کوئی نمونہ نہیں ہوتا اور وہی مرنے اور فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ بھی بنا دے گا۔ کیونکہ اب تو نمونہ بھی موجود ہے اس کو مانو اور یقین کر لو۔ کہ تم سب اللہ عزوجل کی قدرت سے دوبارہ پیدا ہو گے اور قیامت قائم ہو گی۔ اس روز اللہ کے نافرمان بندے سخت مایوسی کا شکار ہوں گے۔ ان کے بنائے ہوئے معبود ان کی کوئی مدد یا سفارش نہ کر سکیں گے اور خود پوجنے والے برملا کہہ دیں گے کہ یہ ہمارے معبود نہیں۔

قیامت میں کیا ہوگا

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ (۱۴)

اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ الگ الگ کر دیئے جائیں گے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ

پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے انہوں نے نیک پس وہ

فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (۱۵) وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

باغ میں خوش کیے جائیں گے اور رہے وہ لوگ جو منکر ہوئے

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ

اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ملنے کو آخرت کے پس وہ

فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (۱۶)

عذاب میں گرفتار کیے جائیں گے

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ (۱۴)

اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ الگ الگ کر دیئے جائیں گے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے سو ان کی

فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (۱۵) وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

آؤ بھگت باغ میں ہوگی اور جنہوں نے انکار کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ

اور ہماری باتیں جھٹلائیں اور آخرت کے آنے کے قائل نہ ہوئے

فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (۱۶)

سو وہ لوگ عذاب میں پکڑے آئیں گے

يُحْبَرُوْنَ (خوش کیے جائیں گے) مضارع مجہول ہے ح۔ب۔ر سے حَبْرٌ کے معنی دل خوش کر دینا۔ حَبْرَةٌ خوشی کو کہتے ہیں۔ یعنی ان کی اتنی خاطر ہوگی کہ دل خوش ہو جائے گا۔

مُحْضَرُوْنَ (حاضر کیے جائیں گے) اسم مفعول مُحْضَرٌ کی جمع ہے جو اِحْضَارٌ سے بنا ہے۔ اس کا مادہ ح۔ض۔ر ہے حَضَرٌ کے معنی حاضر ہونا۔ اِحْضَار: حاضر کرنا۔ مراد گرفتار کرنا ہے۔

ارشاد ہے کہ جس دن قیامت قائم ہوگی۔ اس دن اچھوں اور بروں کو ایک دوسرے سے بالکل الگ کر دیا جائے گا۔ جن لوگوں نے اللہ عزوجل پر ایمان لاکر اچھے کام کیے ہوں گے انہیں باغ عطا ہوگا اور وہ وہاں ایسی خوشی محسوس کریں گے کہ پچھلی ساری کوفت جاتی رہے گی۔ اور ان کی وہاں ایسی خاطر اور آؤ بھگت کی جائے گی کہ سب رنج و غم دور ہو جائیں گے اور سارے دلدر پار ہو جائیں گے۔ دل مسرور طبیعت شادمان ہوگی۔ دوسری طرف وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ اللہ کی نشانیاں دیکھ کر اللہ پر ایمان نہ لائے۔ اور آخرت کے آنے کو غلط اور بناوٹی بات سمجھا۔ وہ لوگ گرفتار کر کے حاضر کیے جائیں گے اور حکم ہوگا کہ ان کو دوزخ میں جھونک دو۔

اللہ کی عبادت (۱)

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ (۱۷)

پس پاکی بیان کرو اللہ کی جب شام آئے اور جب صبح آئے

وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا

اور اسی کے لیے ہے خوبی آسمانوں میں اور زمین میں اور دن ڈھلے

وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ (۱۸) یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ

اور جب ظہر ہو نکالتا ہے وہ زندہ کو مردہ سے

وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ

اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (۱۹)

اس کے مرجانے کے بعد اور اسی طرح تم بھی زندہ کرکے نکال لیے جاؤ گے

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ (۱۷)

سو پاکی بیان کرو اللہ کی جب شام ہو اور جب صبح ہو

وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا

اور اسی کی خوبی ہے آسمان میں اور زمین میں اور دن ڈھلے

وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ (۱۸) یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ

اور جب ظہر ہو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے

وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ

اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (۱۹)

زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے

پہلے ارشاد ہوا کہ قیامت میں آدمیوں کے دو گروہ ہو جائیں گے اور دونوں کو ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ کر دیا جائے گا ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ جنت میں ایمان والے اور نیک کام کرنے والے جائیں گے اور دوزخ میں وہ لوگ جائیں گے جنہوں نے اللہ کی باتوں کو جھوٹا کہا اور آخرت کے آنے پر یقین نہ لائے۔ اس لیے اگر جنت میں جانا ہے اور دوزخیوں کے گروہ میں داخل نہیں ہونا ہے تو اللہ پر ایمان لاؤ اور اچھے کام کرو۔ سب سے بڑھ کر اچھا کام اللہ کی عبادت ہے۔ ان آیتوں میں اس کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ چونکہ اسلام ملتِ ابراہیمی ہے۔ اس لیے عبادت کے خاص اوقات وہی مقرر کیے گئے ہیں۔ جن میں اس دنیا کے سب سے بڑے چمکدار کرّہ یعنی آفتاب عالم تاب کی حالت کو متغیر ہوتے دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام نے اس کے معبود ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے اندر نمایاں تغیر صبح اور شام میں دیکھے جاتے ہیں اور دوپہر ڈھلنے کا یعنی زوال کا وقت اور دن کا آخری حصہ یعنی عصر کا وقت بھی اس کی شکل بدل دیتے ہیں۔ یہی وقت اسلام میں دل و زبان اور بدن کی حرکات و سکنات یعنی نماز کے ذریعہ اللہ کے معبودِ حقیقی ہونے کا اقرار اور اس کی عظمت اور بڑائی کے اظہار کے لیے مقرر کیے گئے اور انہی میں خاص طور پر اس کی قدرت اور یکتائی کا اعتراف کرنا چاہیے:۔

اللہ کی عبادت (ب)

ارشاد ہے کہ نماز، دل، زبان اور اعضاء سے اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرنے اور اس کی عظمت کے اقرار کرنے کا ہے حضرت ابراہیمؑ نے سورج کو دیکھ کر پہلے رائے ظاہر کی تھی کہ یہ سب سے بڑا روشن اور عظیم الشان سیارہ ہے۔ اس لیے اگر کوئی ب ہو سکتا ہے تو یہی ہو سکتا ہے۔ پھر اسے دیکھتے رہے اور کہتے رہے کہ ربّ اکبر یہی ہے۔ جب دیکھا کہ دوپہر ڈھلے حالت بدل گئی۔ تو اس کی عظمت میں شبہ ہوا۔ پھر اس کی چمک دمک دن کے آخری حصہ میں مدھم پڑتی چلی گئی۔ ے اندھیرے میں اس کا پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں ہے۔ رات ختم ہوئی تو اس کی روشنی کی پھر جھلک دکھائی دی۔ اور پھر نکل کر ے انہی حالتوں میں سے گذرنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ نے سورج کو رب ماننے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ جس کی یں اس قدر تغیر و تبدل ہو اور شان و شوکت میں اتنا گھٹاؤ بڑھاؤ ہو۔ وہ ربّ اکبر ہونے کے قابل نہیں۔ اس لیے آپ مدقِ دل سے کہا اللہ اکبر یعنی اللہ ہی سب سے بڑا ہے جس کو زوال اور گھٹاؤ بڑھاؤ سے واسطہ نہیں اس کی عظمت و جلال ذرا سا بھی فرق نہیں آتا۔ اس لیے بھی پانچ وقت یعنی فجر ظہر، عصر، مغرب اور عشا اللہ کی عبادت کے اوقات اس آیت میں رئے۔ ان اوقات میں نماز ادا کرو جو اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ یہ اس بات کا اقرار ہے کہ آسمانوں میں اور زمین ماری خوبی ثنا و صفت اسی کے لیے ہے۔ اس کی قدرت کو یاد کرو۔ وہ مردہ انڈے سے زندہ جانور نکالتا ہے اور زندہ جانور وہ انڈا پیدا کرتا ہے۔ زمین جب خشک اور مُردہ ہو جاتی ہے۔ تو بارانِ رحمت نازل کر کے اس کو تر و تازہ اور زندہ کر ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالو۔ کہ اسی طرح وہ انسان کو اس کے مرجانے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ کر دے گا۔ ہر آدمی بھی ہوگا۔ زندہ کر کے اُٹھا دیا جائے گا۔ اللہ اکبر کہنے کے بعد نماز میں ادب سے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا۔ قرآن عظیم کی کی تلاوت اور اس کے معانی پر غور کرو۔ اور پھر جھک کر اور ماتھا زمین پر رکھ کر اس کی تسبیح اور پھر اپنی عاجزی کا اظہار انہی سب باتوں کا مجموعہ نماز ہے اور یہ اسی طریقہ کی یادگار ہے۔ جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام ظاہری بھڑک دار ہے جن میں سب سے بڑی چیز سورج تھا۔ دل ہٹا کر اللہ خالق ارض و سما کی طرف دل و جان سے رجوع کیا تھا تم انہیں اوقات میں جن کے اندر سورج کی حالتوں میں نمایاں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اس پر ایمان لاؤ کی بندگی کرو۔ اس کے فرمانبردار بن کر اچھے کام کرو تاکہ قیامت کے دن جنت ملے۔

اللہ کی پہچان (الف)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ
اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر اب
اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ
تم بشر ہو زمین پر پھیلے پڑے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ
خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا
پیدا کر دیے تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے تاکہ تم آرام سے رہو
اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ
ان کے پاس اور کیا تمہارے درمیان پیار اور مہربانی تحقیق
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾
اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ
اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم کو مٹی سے بنایا پھر اب تم
اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ
انسان ہو جو زمین میں پھیلے پڑے اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے
خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا
کہ تمہارے لیے تمہاری ہی نوع سے جوڑے پیدا کیے تاکہ
اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ
ان کے پاس چین کرو اور تمہارے آپس میں پیار اور مہربانی پیدا کر دی۔ البتہ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾
اس میں سوچنے والوں کے لیے بہت پتے کی نشانیاں ہیں

تَنْتَشِرُوْنَ: (پھیلے ہوئے ہو) مضارع کا صیغہ ہے انتشار سے جو ن۔ش۔ر سے بنا ہے۔ نَشْرٌ کے معنی پھیلانا، دُور تک پہنچانا۔ اِنْتِشَار: پھیلنا ؛

پہلے بیان ہوا کہ انسان کی نجات اس پر موقوف ہے کہ اللہ کو پہچانے اور اس کی عبادت میں لگ جائے۔ جو ایسا کرے گا۔ اسے مرنے کے بعد ہرے بھرے باغ ملیں گے۔ ورنہ دوزخ ٹھکانا ہوگا۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اللہ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں۔ دُنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا بنانا انسان کے بس سے باہر ہے اور بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ انسان کر ہی نہیں سکتا۔ ان باتوں پر غور کرو اور سوچو کہ یہ جب انسان نے نہیں کیں تو پھر کس نے کیں۔ اس کے بعد لامحالہ اللہ کا اقرار کرنا ہی پڑے گا۔ یہی باتیں اس کی نشانیاں ہیں جنہیں دیکھ کر رہا نہیں سکتا کہ اسے مانا نہ جائے۔ ان میں سے ایک نشانی تو یہ ہے کہ اس نے انسان کو پہلے پہل مٹی سے بنایا۔ پھر وہ بغیر کسی قسم کی اُون یا بالوں کی پوشش کے کھلے بدن والی مخلوق ہو کر دُنیا بھر میں پھیل گیا۔ ایک نشانی یہ ہے کہ اس کی قسم میں سے اس کا جوڑا بنا دیا تاکہ وہ اپنے آپ کو اکیلا محسوس کر کے گھبرائے نہیں بلکہ اپنے جوڑے کے ساتھ مل کر چین سے رہے اور ان دونوں میں فطری محبت لگا کر رکھ دی۔ سوچنے والوں کو ان نشانیوں سے اللہ کا پہچاننا آسان ہے ؛

اللہ کی پہچان (ب)

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمان اور زمین اور تمہاری
اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
طرح طرح کی بولیاں اور رنگ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں
لِّلْعٰلِمِیْنَ (۲۲) وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ
سمجھ والوں کے لیے اور اس کی نشانیوں سے ہے رات اور
وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ
دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا اس میں
فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (۲۳)
ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں بہت پتے کی باتیں ہیں

اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ
نشانیوں میں سے بنانا آسمانوں کا اور زمین کا اور مختلف ہونا
نَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
زبانوں کا اور رنگوں کا تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں
لِمِیْنَ (۲۲) وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ
والوں کے لیے اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا رات کو
النَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ
کو اور تمہارا تلاش کرنا اس کے فضل میں سے کچھ تحقیق
ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (۲۳)
البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں

ارشاد ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے آسمان بنائے اور زمین پیدا کی۔ پھر انسانوں کو الگ الگ بولیاں سکھائیں۔ جن کے ذریعے وہ اپنے ساتھ رہنے والوں کو اپنا مطلب سمجھاتے ہیں۔ اور پھر ہر انسان کا رنگ روپ، نقشہ الگ الگ بنایا۔ دنیا میں لاتعداد آدمی پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں لیکن ہر ایک کا لب و لہجہ زبان ایک ہوتے ہوئے بھی مختلف ہے کسی کی شکل کسی سے نہیں ملتی۔ ہر ایک کا ناک نقشہ الگ الگ ہے۔ سمجھ دار لوگ یہ سب کچھ دیکھ کر اللہ کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آسمان موجود، زمین موجود، بھانت بھانت کے آدمی موجود۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی بنانے والا موجود نہ ہو۔ پھر ایک اور نشانی یہ ہے کہ انسان کے سونے اور آرام کرنے کے لیے رات بنائی اور کام کرنے کے لیے دن بنایا۔ انسان ہر وقت جب چاہے دن ہو یا رات ہو۔ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے کام لے کر اس کے فضل کی جستجو کر سکتا ہے اور جب چاہے آرام کر سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔ آخر یہ نظام کس نے کیا؟ اگر اس کا جواب خود نہیں سوجھتا۔ تو ہمارے رسولوں سے سن کر معلوم کرو۔ جو سنتے ہیں وہ ضرور ان کی باتوں کی طرف کان لگائیں گے۔

اللہ کی پہچان (ج)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا

اور اس کی نشانیوں میں سے کہ دکھاتا ہے تمہیں بجلی ڈر کے لیے اور امید کے لیے

وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ

اور نازل کرتا ہے آسمان سے پانی پس زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

بعد اس کے مرجانے کے تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے

يَّعْقِلُوْنَ (۲۴) وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ

جو سوچتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ قائم ہے آسمان

وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ

اور زمین اس کے حکم سے پھر جب پکارے گا تمہیں ایک پکار

مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ (۲۵)

زمین سے اچانک تم نکال لیے جاؤ گے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈر اور امید کے لیے

وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ

اور آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

کے پیچھے زندہ کرتا ہے اس میں ان کے لیے جو سوچتے ہیں

يَّعْقِلُوْنَ (۲۴) وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ

بہت نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم

وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ

سے زمین اور آسمان کھڑے ہیں پھر جب تم کو زمین میں سے ایک

مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ (۲۵)

بار پکارے گا اسی وقت تم نکل پڑو گے

اللہ کے پہچاننے کا ارادہ ہی نہ ہو تو دوسری بات ہے ورنہ واقعی اس کی نشانیاں تو ہر طرف پھیلی پڑی ہیں۔ آدمی ذر توجہ کرے تو بغیر اللہ کے اقرار کے چارہ نہیں۔ آسمان میں بجلی چمکتی ہے۔ اس سے ڈر بھی پیدا ہوتا ہے کہ کہیں گر نہ اور امید بھی بندھتی ہے کہ اب بارش ہوگی اور جان میں جان آئے گی۔ ارشاد ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کی ایک اور نشانی ہے بجلیاں چمکنی شروع ہوتی ہیں۔ ڈر اور امید دونوں پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اللہ کی رحمت سے مینہ برستا ہے۔ اور سوکھی م ہوئی زمین دوبارہ تروتازہ ہو جاتی ہے۔ اور اس میں مرجانے کے بعد پھر جان پڑتی ہے۔ سمجھ داروں کے لیے ا اللہ کی معرفت کی نشانیاں ہیں۔ اس کے بعد آسمانوں کا اور زمین کا قیام ہے۔ اوّل تو ان کا پیدا کر دینا ہی اللہ کی دلیل ہے۔ پھر ان کا سنبھالے رکھنا بھی اسی کے حکم سے ہو رہا ہے۔ پھر جیسے بارش سے زندہ ہو کر زمین کے اندر سے س پڑتا ہے ایسے ہی قیامت کے دن اس کے ایک ہی بار حکم دینے سے تم بھی زمین سے ایکدم نکل پڑو گے۔ یہ سب کچھ اللہ کے کرشمے ہیں۔ پھر انہیں دیکھ کر تم اسے پہچانتے کیوں نہیں؟

اختیار اسی کا ہے

...ـهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ كُلٌّ لَّهٗ
... جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اسی کے آگے
...ـتُوۡنَ (۲۶) وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ
...گون ہیں اور وہی ہے جو شروع کرتا ہے پیدائش
...مَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ‌ ؕ وَلَهُ
...ر لوٹائے گا اسے اور وہ آسان ہے اس پر اور اس کے لیے
...ثَلُ الۡاَعۡلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ۚ
...ن ہے سب سے بلند آسمانوں میں اور زمین میں
...هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (۲۷)
...ہی زبردست حکمت والا ہے

وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ كُلٌّ لَّهٗ
اور جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے اسی کا ہے سب اس کے حکم
قٰنِتُوۡنَ (۲۶) وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَـلۡقَ
کے تابع ہیں اور وہی ہے جو پہلی بار بناتا ہے
ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ‌ ؕ وَلَهُ
پھر اسے دہرائے گا اور وہ اس پر آسان ہے اور اسی کی
الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ۚ
شان سب سے بڑی ہے آسمانوں میں اور زمین میں
وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (۲۷) ع الربع
اور وہی ہے زبردست حکمت والا

ارشاد ہے کہ بے جان چیزوں کا تو ذکر ہی کیا۔ آسمانوں کی اور زمین کی جاندار ہستیاں اسی کی حکم بردار ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے مقرر کیے ہوئے زندگی کے قواعد سے سرتابی کر سکے۔ ہر بات میں آخر سب کو اسی کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ یہ اسی کی بُردباری اسی کا علم اور کرم ہے۔ جو گستاخ لوگوں کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ آخر کار سب قانون کی گرفت میں پکڑے جائیں گے۔ اور اس کے سامنے جھکا کر کھڑے ہوں گے۔ کوئی اس مغالطہ میں نہ رہے کہ اس کے آگے اکڑفوں چل سکے گی۔ اللہ ہی نے سب کو پہلے بھی بنایا اور وہی دوبارہ بھی بنا دے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ پہلی بار بنانے سے دوسری بار بنانا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ پھر مر کر اپنے دوبارہ اٹھنے میں شک کرتے ہو تو کیوں؟ اللہ کی شان اور صفت کا کسی اور آسمانی یا زمینی مخلوق سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی شان سب سے بلند ہے اس کی صفتیں سب سے نرالی ہیں تمہاری کیا مجال کہ اس کی صفات جلال و جمال کا پوری طرح تصور کر سکو۔ جو کچھ بتایا گیا ہے۔ وہ تمہاری سمجھ کے اندازے کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ پس یہ سمجھ لو کہ وہ سب سے زیادہ زبردست ہے۔ کوئی اس کے سامنے زبان نہیں چلا سکتا۔ وہ ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہے اس کو ساری مصلحتوں کا پورا پورا علم ہے وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اچھی طرح سمجھ کر کرتا ہے۔ پھر اس کے قانونوں میں خامی یا اس کے حکموں میں کمزوری کے کیا معنی؟

شرک نامعقول ہے

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ
بیان کی اس نے تمہارے لیے ایک مثل تمہارے ہی اندر سے کیا ہے
لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ
تمہارا ان میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے داہنے ہاتھ کوئی ساجھی
فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ
اس میں جو دیا ہم نے تمہیں پس تم اس میں برابر ہو جاؤ
تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ
ڈرنے لگو تم ان سے مانند تمہارے ڈرنے کے اپنوں سے اسی طرح
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۲۸)
کھولتے ہیں ہم نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ
اللہ نے تمہارے لیے ایک مثل تمہارے ہی اندر سے بیان کی بتلاؤ
لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ
کیا تمہارے لونڈی غلام میں سے کوئی ہماری دی ہوئی
فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ
روزی میں تمہارا ساجھی ہے کہ تم سب اس میں برابر ہو جاؤ
تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ
خطرہ رکھو ان کا جیسے خطرہ رکھو اپنوں کا۔ یوں ہم کھول کر
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۲۸)
بیان کرتے ہیں نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ کی قدرت کی وہ کھلی کھلی نشانیاں بیان کر دیں جنہیں دیکھ کر اللہ کو صاف طور پر پہچانا جا سکتا ہے۔ جب اللہ کو پہچان لیا۔ تو پھر اب یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا کوئی شریک یا ساجھی نہیں ہو سکتا۔ جب مان لیا کہ آسمانوں میں یا زمین میں ج کوئی بھی ہے اسی کا بندہ اور مملوک ہے۔ تو پھر تم اپنے ہی حالات پر غور کرو کہ آپس میں مالک اور غلام کے درمیان کس قسم کا بر ٹھیک سمجھتے ہو۔ اگرچہ اللہ کی شان اور اس کی صفتیں اس سے کہیں بلند و برتر ہیں کہ دنیا والوں کی شان اور صفتوں سے ان مقابلہ کیا جائے لیکن تمہارے سمجھانے کے لیے تمہارے اپنے ہی معاملات میں سے ایک ایسی صورت بیان کی جاتی ہے جس سے تمہیں شرک کی قباحت صاف معلوم ہو جائے گی بھلا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ہاتھ کے نیچے جو تمہارے لونڈی غلام ہیں۔ ان میں سے اس ث و دولت میں جو اللہ نے تمہیں دی ہے کوئی برابر کا شریک ہو سکتا ہے جس کا تم اپنے مال میں تصرف کرتے وقت ایسا ہی خیال رکھو اپنے برابر والوں کا رکھتے ہو۔ پھر جب ساری جاندار مخلوق اللہ کی لونڈی غلام ہوئی اور اس کے برابر کا کوئی بھی نہ تو پھر ان میں سے کوئی اللہ کا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ بات ان عقلمندوں کے نزدیک بالکل صاف ہے جو عقل سے کام ہیں اور ہم ان کے لیے اپنی باتیں اس طرح کھول کر بیان کرتے ہیں۔

یک سوئی

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ
بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا اپنی خواہشوں کی
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ
بے جانے پس کون ہدایت کرے اسے جسے بھٹکایا اللہ نے
وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ
اور نہیں ان کے لیے کوئی مددگار پس سیدھا رکھ
وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ
اپنا منہ دین کی طرف سب سے موڑ کر

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ
بلکہ بے انصاف اپنی خواہشوں پر بے سمجھے
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ
چلتے ہیں سو اسے کون سمجھائے جسے اللہ بھٹکائے
وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ
اور اس کا کوئی مددگار نہیں سو تو سیدھا رکھ
وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ
اپنا منہ دین کی طرف یک سو ہو کر

پہلے ارشاد ہوا کہ یہ لوگ اپنے لونڈی غلاموں کو اپنے مال کے ایک حصہ میں بھی اپنا شریک نہیں سمجھتے۔ اور اللہ کے لونڈی غلاموں کو اس کا برابر کا شریک ٹھہراتے ہیں یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟

آگے ارشاد ہے کہ یہ لوگ بے انصافی پر اُتر آتے ہیں۔ غور و فکر کرتے نہیں جو حقیقت معلوم ہو۔ بے جانے بوجھے جہالت کے اندھیروں میں خواہشوں کے پیچھے الل ٹپ شتر بے مہار کی طرح دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ نہ سمجھانے والوں کی سنتے ہیں اور نہ اپنے اصلی خیر خواہوں کی طرف نظر اٹھاتے ہیں۔ انہیں کون ہدایت کر سکتا ہے۔ ضد اور اچھی باتوں سے بے پروائی سیدھے راستہ سے دور پھینک دیتی ہے۔

ان پر اللہ کی پھٹکار ہے جو صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستہ پر ہو لیے۔ جو اللہ کے احکام کو نہ سنے نہ دیکھے وہ گمراہ نہ ہو تو کیا ہو۔ اللہ عزوجل کا قانون ضرور ان کو اپنی گرفت میں لے گا۔ اور بد اعمالی کی سزا سے ان کا کوئی بچانے والا نہ ہوگا کسی کو اللہ عزوجل کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ اس لیے انہیں کوئی مددگار ڈھونڈے سے نہ ملے گا۔ ایسی حالت میں اے رسول تمہارا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑو۔ ان کے بے ہودہ چال چلن سے منہ موڑو۔ انہیں شرک اور کفر کی دلدل میں پھنسا رہنے دو۔ اور تم اپنا منہ سیدھا دین اسلام کی طرف پوری توجہ کے ساتھ رکھو اور بغیر اِدھر اُدھر مائل ہوئے دین کے سیدھے راستہ پر چلو۔

انسان کی فطرت

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ
بناوٹ اللہ کی وہ کہ بنایا اس نے لوگوں کو جس پر بدلنا نہیں
لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ
اللہ کی بناوٹ کو یہی طریقہ ہے درست اور لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۳۰) مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ
اکثر لوگ نہیں جانتے سب رجوع ہو کر اس کی طرف
وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا
اور ڈرو اس سے اور قائم رکھو نماز اور مت ہو
مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۳۱) مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ
شرک کرنے والوں میں سے ان میں سے جنہوں نے ٹکڑے کر دیا اپنے دین کو اور
كَانُوْا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ (۳۲)
ہوگئے فرقے ہر گروہ اس پر جو اس کے پاس ہے فریفتہ ہے

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ
وہی اللہ کی بناوٹ جس پر لوگوں کو بنایا اللہ کے بنائے
لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ
ہوئے کو بدلنا نہیں یہی ہے دین سیدھا لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۳۰) مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ
اکثر لوگ نہیں سمجھتے سب اس کی طرف رجوع ہو اور
وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا
ڈرتے رہو اس سے اور نماز قائم رکھو اور شرک کرنے والوں
مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۳۱) مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ
میں سے مت ہو جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور ان میں سے
كَانُوْا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ (۳۲)
بہت سے فرقے ہوگئے ہر فرقہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے

پہلے ارشاد ہوا کہ سب سے منہ موڑ کر اس طریقہ یعنی اسلام کو اختیار کرو جو لوگ اسے چھوڑ کر اپنے لیے زندگی بسر کرنے کا کوئی اور طریقہ نکالتے ہیں ان کی بالکل مت سنو۔ وہ لوگ فطرت کے خلاف چل رہے ہیں اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ اس کے آگے ارشاد ہے کہ اسلام جس طرح چلنا سکھاتا ہے وہ وہی طریقہ ہے جو انسان کی بناوٹ، فطرت اور اصلی تراش میں رچا ہوا ہے اس کا نام اسلام ہے اور یہی طریقہ درست اور سیدھا ہے لیکن اکثر لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ ہر انسان کے دل میں یہ باتیں رچی ہوئی ہیں کہ (۱) اس کا اور سارے جہان کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا سب کا رب اور مالک اللہ ہے جو سب سے زبردست ہے اسی کا حکم چلتا ہے انسان کو چاہیے کہ اس کی عبادت کرے اسی کا حکم مانے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ کسی کی جان و مال پر ظلم زیادتی مت کرو کسی کو دکھ مت پہنچاؤ بدنام مت کرو۔

(۲) اللہ کے ڈر سے گناہوں سے بچو۔ دھوکا دہی فریب جعلسازی بالکل چھوڑ دو۔ لوگ ان باتوں کو تو بھول گئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا طریقہ الگ بنا لیا اور بہت سے فرقے پیدا ہوگئے۔ اب غفلت کا پردہ ایسا پڑا ہے کہ اپنی ہی بات پر ہر ایک اڑا ہوا ہے۔ کیونکہ خود غرضی اور خواہشوں کی پیروی نے عقل ہی مسخ کر کے رکھ دی یہ سب کچھ فطرت کے خلاف ہے۔

کھلی نشانی

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ

اور جب چھوئی لوگوں کو کچھ سختی پکاریں اپنے رب کو متوجہ ہو کر

إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ

اس کی طرف پھر جب چکھاتا ہے ان کو اپنی طرف سے رحمت ناگاہ ایک فریق

مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا

ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے تاکہ ناشکری کریں اس کی جو

آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾

دیا ہم نے انہیں بس فائدہ اٹھاؤ پھر عنقریب جان لوگے

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ

اور جب لوگوں کو کچھ سختی پہنچے تو پکاریں اپنے رب کو اس کی طرف رجوع

إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ

ہو کر پھر جب ان کو اپنی طرف سے مہربانی کا کچھ مزہ چکھایا اسی وقت لگی

مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا

ایک جماعت اپنے رب کا شریک ٹھہرانے کہ ہمارے دیئے سے منکر

آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾

ہو جائیں سو مزے اڑا لو اب آگے جان لو گے

پہلے کہا گیا کہ ایک اللہ کی طرف رجوع کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے اور جو اس کے خلاف کرتے ہیں وہ اپنی اصلی فطرت کے خلاف چلتے ہیں اور اس کی وجہ خواہشوں کی پیروی ہے جو انسان کو فطری قانون توڑنے پر اکساتی ہے اور شیطان انہیں اس پر آمادہ کرتا ہے لیکن فطرت کے قانون اٹل ہیں۔ ان کی طرف سے ان کی یہ بے پروائی رنگ لا کر رہے گی۔ دیر یا سویر اس کی سزا بھگتیں گے۔ اللہ کی طرف فطرت کے رجوع کرنے کا ثبوت اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ ایسی کہ اس کے ہوش بھلا دے۔ تو پھر عقل ٹھکانے آجاتی ہے۔ ساری خواہشیں رفو چکر ہو جاتی ہیں اور پھر اسے سوائے اس کے کچھ نہیں سوجھتا کہ خالص اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس کو پکارنا شروع کر دے۔ چنانچہ سب اپنی اپنی زبان میں فقط اللہ ہی کو پکارتے ہیں لیکن جب اللہ اپنی رحمت سے ان کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور حالت درست ہو جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پھر غیروں سے دھیان لگا لیتے ہیں۔ یہ اللہ کی ناشکری ہے۔ ان سے کہو کہ اس طرح کام کب تک چلے گا کہ وقت پر اللہ کے سامنے گڑگڑانے لگے اور جب مصیبت ٹل گئی تو اس سخی داتا کو تو بھول گئے اور غیروں کی خوشامد درآمد میں لگ گئے۔ خیر کچھ دن مزے اڑا لو۔ اس ناشکری اور شرک کا وبال پڑے اور پھر پڑے۔

معلوم ہوا کہ ایک اللہ کا ماننا اور اس کے بتائے ہوئے سارے اچھے کاموں کو اچھا سمجھنا انسانی فطرت میں داخل ہے جو اس کے خلاف چل رہا ہے وہ خلاف فطرت کام کر رہا ہے۔

شرک کی کیا وجہ؟

أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا

کیا اتاری ہم نے ان پر کوئی سند پس وہ بتارہی ہے انہیں جو

كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ (۳۵) وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ

ہیں وہ اس کے ساتھ شریک کرتے اور جب چکھاتے ہیں ہم لوگوں کو

رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا

رحمت خوش ہوں اس پر اور اگر پہنچے انہیں کچھ برائی بوجہ اس

قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ (۳۶) أَوَلَمْ

جو پہلے بھیجا ان کے ہاتھوں نے ناگاہ وہ مایوس ہو جاتے ہیں کیا نہیں

يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ

دیکھا انہوں نے کہ اللہ فراخ کرتا ہے روزی جس کی چاہتا ہے اور

يَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۳۷)

اندازے دیتا ہے تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے

أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا

کیا ہم نے ان پر کوئی سند اتاری ہے سو وہ بتاتی ہے جو یہ

كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ (۳۵) وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ

شریک بناتے ہیں اور جب ہم لوگوں کو اپنی

رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا

رحمت کا کچھ مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوش ہوں اور اگر ان پر اپنے ہاتھوں کے کیے

قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ (۳۶) أَوَلَمْ

ہوئے کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے تو مایوس ہو جاتے ہیں کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ جس

يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ

پر چاہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کو چاہے تنگ کر دیتا ہے اور

يَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۳۷)

اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان والے ہیں

جب معلوم ہو چکا کہ وقت پڑنے پر انسان سب کچھ چھوڑ کر اللہ ہی کو پکارنے لگتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ پکارنا اس کی فطری بات ہے جس طرح کہ بھلے کاموں کا پہچاننا فطری بات ہے۔ اب پھر اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان کے پاس اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کی کیا سند ہے کیا ہم نے ان کے پاس کوئی تحریری فرمان بھیج دیا ہے جو انہیں بتا رہا ہے کہ ہم سے اکیلے کچھ نہیں ہوتا۔ اس لیے تم دوسروں کو پکارو اور ان سے امداد طلب کرو۔

آگے ارشاد ہے کہ جو لوگ مطلب کے یار ہوتے ہیں ان کا اللہ کے ساتھ برتاؤ ٹھیک نہیں ہوتا۔ اگر ہم اپنی رحمت کا مزہ انہیں چکھاتے رہیں تو پھولے نہیں سماتے اور اگر کوئی مصیبت آپڑے جو ان کے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے تو جھٹ آس توڑ بیٹھتے ہیں۔ یہ اس کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے قانون کو ٹھیک طور پر نہیں سمجھا۔ اس کے ہاں کسی کو فراخی نصیب ہوتی ہے کسی کو تنگی۔ ایمان والے اس کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انسان کی آزمائش کے لیے ہوتا ہے۔

قانونِ الٰہی

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ

پس دے قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو

ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ

یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو طالب ہیں اللہ کی رضا کے

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۳۸) وَمَآ اٰتَيْتُمْ

اور وہ لوگ وہی فلاح پانے والے اور جو دو تم

مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا

بڑھنے کی نیت سے تاکہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں مل کر پس وہ نہیں بڑھتا

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ

اللہ کے ہاں اور جو دو تم پاک دل سے طلب کرتے ہوئے

وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (۳۹)

خوشنودی اللہ کی پس وہ لوگ وہی فلاح پانے والے ہیں

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ

سو تو قرابت والے کو اور محتاج کو اور مسافر کو اس کا حق دے

ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ

ان کے لیے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں یہی بہتر ہے

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۳۸) وَمَآ اٰتَيْتُمْ

اور وہی ہیں فلاح پانے والے اور جو تم دیتے ہو

مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا

نفع کے لیے کہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں مل کر

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ

سو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو تم دیتے ہو پاک دل سے

وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (۳۹)

اللہ کی رضامندی چاہ کر سو انہیں لوگوں کے دوگنے ہوتے

پہلی آیتوں میں ثابت کر دیا گیا کہ انسان فطری طور پر واحد حقیقی کی طرف جھکتا ہے اور اس کی طبیعت پیدائشی طور پر اچھے کاموں کو اچھا اور بُرے کاموں کو بُرا سمجھتی ہے گویا اللہ کے مقرر کردہ قانون کی پیروی کی طرف اس کا فطری میلان ہے اس کے بعد رسول کو ارشاد ہوتا ہے کہ بے دھڑک اللہ اور اس کے قانون کی پیروی کرو اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگے رہو۔ پھر ارشاد ہے کہ قرابت داروں کو ان کا حق دو۔ جو جتنا نسب میں قریب ہے اتنا ہی اس کا حق زیادہ ہے ان کی اور عام طور پر محتاجوں اور مسافروں کی مالی مدد کرو۔ جو لوگ اللہ عزّوجلّ کی رضا حاصل کرنے کے طالب ہیں ان کے لیے دنیا میں بسر کرنے کا بہتر طریقہ یہی ہے۔ کیوں کہ انسان کو مال کی محبت سیدھے راستہ سے دور پھینک دیتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کا مال بڑھتا ہی رہے۔ اس لیے ارشاد ہے کہ جو مال محض دنیا کا نفع کمانے میں لگایا جائے گا اس کا اللہ کے ہاں کچھ نفع نہ ملے گا ہاں جو لوگ اپنا مال خالص نیت سے اللہ کی رضا کے لیے خرچ کریں گے وہ اللہ کے ہاں اس کا نفع پائیں گے۔ سود بیاج اور ناجائز طریقوں سے مال کمانا اللہ کے ہاں نفع نہ دے گا۔ زکوٰۃ اور خیرات میں اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے سے اللہ اس کا کئی گنا نفع دے گا۔

شرک نامعقول ہے

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ ثُمَّ

اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر

یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ؕ هَلۡ مِنۡ شُرَکَآئِکُمۡ

تمہیں مارتا ہے پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے

مَّنۡ یَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰلِکُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ سُبۡحٰنَہٗ

جو کرے اس میں سے کوئی چیز پاک ہے وہ

وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۴۰﴾

اور بلند ہے اس سے جسے وہ شریک بناتے ہیں

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ؕ هَلۡ مِنۡ شُرَکَآئِکُمۡ مَّنۡ یَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰلِکُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۴۰﴾ ع ۴

اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارتا ہے پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کر سکے وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جسے شریک بناتے ہیں

شیطان کی سرکشی کی قوت نے اسے اس پر آمادہ کیا کہ جہاں تک ہو سکے فطری قانون کے خلاف چلے اور اپنا زور اس میں لگا دے کہ دوسرے بھی اس کے بہکاوے میں آ کر یہی راستہ اختیار کریں۔ اللہ کو ماننا اور اس کے حکم کے آگے بے چون وچرا سر جھکانا اس کا پیدائشی فرض تھا۔ لیکن اس نے اللہ کا حکم نہ مانا اور آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس وقت سے کمر باندھی کہ اس کی اولاد کو فطری قانون توڑنے پر آمادہ کروں گا۔ شیطان نہ ہوتا تو انسان سیدھا فطرت پر چلتا۔ اس وقت انسان پر اس کا داؤ چل گیا ہے۔ اور اللہ عز وجل کی طرف سے سزا میں ڈھیل دے دی گئی ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ قانون فطرت کے خلاف چلنے کی سزا نہیں ملے گی۔ یہی نہیں۔ سزا اور جزا کے قانون ہی کو واضح کرنے کے لیے اللہ کے رسول وقتاً فوقتاً دنیا میں آتے رہتے تا آنکہ آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکمل قانون فطرت یعنی قرآن مجید و فرقان حمید لے کر آئے اور بتلا دیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ تمہیں اللہ ہی نے تو پیدا کیا۔ اسی نے تمہارے رزق کا سامان کیا۔ پھر وہی تمہیں مارتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ پیدا کرنا، پالنا، مارنا اس کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ پھر وہی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور ہر ایک کے اعمال کی جزا اور سزا دے گا۔

ذرا سوچو تو سہی کہ تمہارے بنائے ہوئے مصنوعی معبودوں میں سے کوئی ان میں سے ایک کام بھی کر سکتا ہے جب نہیں تو پھر لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اللہ سب سے نرالا ہے اور سب سے بلند و برتر ہے پھر اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کے کیا معنی یہ بے ہودہ باتیں جانے دو اور اس کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو۔

بُرے اعمال کا نتیجہ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ
ظاہر ہوئی خرابی خشکی میں اور سمندر میں بوجہ اس کے جو کمایا
اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ
لوگوں کے ہاتھوں نے تاکہ چکھائے ان کو کچھ مزا اس کا جو
عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۴۱) قُلْ سِيْرُوْا
انہوں نے کیا تاکہ وہ باز آجائیں تو کہہ چلو پھرو
فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
زمین میں پس دیکھو کیسا ہوا انجام ان کا جو
مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ (۴۲)
پہلے تھے اکثر تھے ان میں سے شرک کرنے والے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ
خرابی پڑی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کی
اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ
ہاتھ کی کمائی سے چکھانا چاہیے ان کو ان کے کام
عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۴۱) قُلْ سِيْرُوْا
کا کچھ مزہ تاکہ وہ باز آئیں تو کہہ پھرو
فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
ملک میں تو دیکھو کہ کیسا ہوا انجام
مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ (۴۲)
پہلوں کا کیسا ہوا بہت ان میں شرک کرنے والے تھے

اللہ عزوجل کو حاکمِ اعلیٰ، رب اور معبود ماننا اور اس کی فرمانبرداری کرنا جن اچھی باتوں کا اس نے حکم دیا وہ اختیار کرنا اور جن بُری باتوں سے اس نے روکا ان سے رُک جانا انسان کے لیے دینِ فطرت ہے اس کے خلاف چلے گا تو مصیبتوں میں پھنسے گا اور اس کو اس کی سزا مل کر رہے گی۔ اصل سزا کا دن تو قیامت کا دن ہے لیکن فطرت کے قانون توڑنے والوں کو دنیا میں بھی سزا ملتی ہے اور انسان پر اس کی وجہ سے بڑی بڑی مصیبتیں آتی ہیں۔ چنانچہ انسان قانونِ فطرت توڑ کر بڑی آفتوں میں مبتلا ہوا اور ہوتا رہے گا دنیا کی آفتیں دیکھ کر اُسے شرک، ظلم، بے حیائی، بے غیرتی کی باتیں چھوڑ دینی چاہئیں۔ پچھلے لوگوں کے عبرتناک حالات اس کے سامنے ہیں۔ دُنیا میں ان کی تباہی کے آثار جابجا پھیلے پڑے ہیں۔ ان تباہ ہونے والوں میں نیک کاموں سے کنارہ کشی کرنے اور بُری باتوں کو اپنا شعار بنانے والے لوگ تھے۔ ان میں سے اکثر ساری برائیوں کی جڑ یعنی شرک میں مبتلا تھے۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں کی قصہ کہانیوں کو لوگوں نے دل بہلانے کا مشغلہ بنا لیا ہے۔ اور ان کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے ان کو تاریخ کا نام دے کر افسانہ کی طرح پڑھتے ہیں اور سراسر انہی برائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں جن میں وہ مبتلا ہو کر آفتوں کا شکار ہوئے افسوس! کہ کرنا کیا تھا اور کر کیا رہے ہیں:

کرنا کیا چاہیئے

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

پس سیدھا رکھ اپنا رخ طرف اس دین سیدھے کے پہلے اس کے کہ

يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ

آئے وہ دن نہیں پھرنا اس کے لیے اللہ کی طرف سے اس دن

يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ

لوگ الگ ہو جائیں گے جو کفر کرے سو اس پر وبال ہے اس کے کفر کا اور جو

عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

کام کرے نیک پس وہ اپنے ہی بھلے کا سامان کر رہے ہیں

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تاکہ جزا دے اللہ ان کو جو ایمان لائے اور کام کیے اچھے

مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

اپنے فضل سے تحقیق اللہ نہیں پسند کرتا کافروں کو

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

سو تو اپنا منہ سیدھی راہ کی طرف سیدھا رکھ اس سے پہلے

يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ

کہ وہ دن آ پہنچے جس کو پھرنا نہیں اللہ کی طرف سے اس دن

يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ

لوگ جدا جدا ہوں گے۔ جو منکر ہوگا اس کے انکار کا وبال اسی پر پڑیگا اور جو

عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

لوگ بھلے کام کرینگے وہ اپنا ہی راستہ سنوار رہے ہیں

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تاکہ اللہ بدلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور بھلے کام کیے اپنے فضل

مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

سے بے شک اس کو انکار کرنے والے نہیں بھاتے

يَصَّدَّعُوْنَ : الگ الگ کر دیئے جائیں گے مضارع کا صیغہ ہے اِصَّدُّعٌ سے جس کا مادہ ص۔د۔ع ہے۔ صدع کے معنی بیچ میں سے چیر دینا دو پھانک کر دینا۔ اِصَّدُّعٌ لازم ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول! تم اس مستحکم اور سیدھے دین پر چلو اور ان سے کہہ دو کہ قیامت کا دن ضرور آنے والا ہے۔ اللہ کا حکم ہو چکا ہے اور ٹلنے والا نہیں۔ اور اس کی طرف سے اس کے آنے میں ہرگز کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے گی۔ اس کے آنے سے پہلے ہی صحیح دین پر چلنا اختیار کر لو ورنہ جب آ گیا تو کچھ بنائے نہ بنے گی۔ اس دن اچھے اور برے لوگ الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ کفر کرنے والوں پر ان کے کفر کا وبال پڑے گا اور جو ایمان لے آئے اور اچھے کام کر رہے ہیں۔ وہ یقیناً آیندہ کی بھلائی کا سامان کر رہے ہیں۔ اللہ عزوجل ایمان والوں کو اور نیک کام کرتے والوں کو محض اپنے فضل سے بہت اچھا بدلہ دے گا۔ انسان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالے ان لوگوں کو جو اسے نہیں مانتے پسند نہیں کرتا ؎

خوشگوار ہوائیں

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ

اور اس کی نشانیوں میں سے کہ بھیجتا ہے وہ ہوائیں خوشخبری لانے والی

وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

اور تاکہ چکھائے تم کو اپنی رحمت سے کچھ اور تاکہ چلیں جہاز اس کے حکم سے

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۴۶)

اور تاکہ جستجو کرو تم اس کے فضل سے اور تاکہ تم شکر کرو

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

اور تحقیق بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول اپنی اپنی قوم کی طرف

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ

پس آئے وہ ان تک نشانیوں سمیت پس بدلہ لیا ہم نے ان سے جو

اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۴۷)

گنہگار تھے اور ہے ذمہ ہمارے مدد کرنا ایمان والوں کی

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ خوشخبری لانے والی ہوائیں چلاتا ہے

وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

اور تاکہ تم کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھائے اور تاکہ اس کے حکم سے جہاز چلیں

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۴۶)

اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور نیز تم شکرگزار بن جاؤ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

اور ہم تجھ سے پہلے کتنے رسول بھیج چکے ہیں اپنی اپنی قوم کے پاس

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ

سو وہ آئے ان کے پاس نشانیاں لے کر پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا

اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۴۷)

جو گنہگار تھے اور ایمان والوں کی مدد ہمارا ذمہ ہے

ان آیتوں میں صاف طور پر بتایا جا رہا ہے کہ انسان کے لیے دنیا میں چلنے کا ایک طریقہ مقرر ہے جو اس کی فطرت کے مطابق ہے اس طریقہ کی خصوصیت اچھے کاموں اور برے کاموں کے اندر فرق پہچاننا ہے اس طریقہ کا مقرر کرنے والا اللہ ہے اور چونکہ اسی نے انسان کی طبیعت بنائی ہے اور مزاج قائم کیا ہے اس لیے اسے معلوم ہے کہ اس طبیعت اور مزاج والے کے لیے کونسا طریقہ زندگی مناسب ہوگا لوگ اس طریقہ کو چھوڑ بیٹھتے ہیں تو بڑی بڑی آفتوں میں پھنستے ہیں۔ یاد رکھیں کہ دین فطرت سے ہٹنا آفتوں کا مول لینا ہے جو دنیا میں بھی پڑیں گی تاکہ لوگ چونکیں اور غلط روی سے باز آئیں ایمان والوں کو عارضی مصیبت سے گھبرانا نہ چاہیے۔ ارشاد ہے کہ گرمی کی شدت کے بعد ہم ٹھنڈی ہوائیں چلاتے ہیں جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اب باران رحمت کا نزول ہوگا جس سے سختی دور ہوگی اور انہی موافق ہواؤں سے کشتیاں اور جہاز بحکم الٰہی دریاؤں میں چلتے ہیں اور لوگ ان میں معاش ادھر سے ادھر منتقل کرتے ہیں اور اللہ کے فضل سے نفع کماتے ہیں اور اللہ کا شکر کرتے ہیں رسول بھی انہیں دل خوش کن ہواؤں کی طرح ہیں یہ اللہ کی رحمت کی نشانی ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے پہلے الگ الگ قوموں کے پاس ان کے رسول آئے اور انہوں نے لوگوں کو علامتیں دکھائیں۔ پھر نافرمانوں کو سزائیں ملیں اور ماننے والے انجام کار غالب آئے۔ ماننے والوں کی مدد ہمارے ذمہ ہے۔

بارانِ رحمت

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا

اللہ جس نے بھیجیں ہوائیں پس اٹھاتی ہیں وہ بادل

فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ

پھر پھیلاتا ہے وہ اسے آسمان میں جس طرح چاہتا ہے اور کر دیتا ہے اسے

كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ

تہ بہ تہ پس دیکھے تو مینہ کو نکلتا ہے اس کے درمیان سے

فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ

پس جب پہنچاتا ہے اسے جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے

اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ

اچانک وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں اور البتہ تھے وہ اس سے پہلے

اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿٤٩﴾

کہ اترے وہ ان پر پہلے ہی سے آس توڑنے والے

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا

اللہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے پھر وہ بادل اٹھاتی ہیں

فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ

پھر اس کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے جس طرح چاہے اور اس کو

كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ

تہ بہ تہ رکھتا ہے پھر تو مینہ کو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے نکلتا ہے

فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ

پھر جب وہ اس کو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے

اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ

تبھی وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں اور اگرچہ وہ اس کے

اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿٤٩﴾

اترنے سے پہلے مایوس ہو رہے تھے

اِنْ (تحقیق) یہ اِنَّ کا مخفف ہے۔

مُبْلِسِیْنَ (مایوس) ابلاس سے اسم فاعل ہے جس کے معنی مایوس کر دینا اور مایوس ہو جانا ہیں۔

مصیبت کے بعد راحت، دکھ کے بعد آرام، دنیا کا قاعدہ ہے اور یہ قاعدہ اللہ نے مقرر کیا ہے اس کو سمجھنا ہے تو گرمی اور خشکی کی شدت کے بعد بارانِ رحمت کے نزول پر غور کرو۔ گرمی کی شدت سے بوکھلائے جا رہے تھے۔ زمین جھلسی پڑی تھی۔ اتنے میں اللہ نے موسمی ہوائیں چلائیں اور وہ بادلوں کو ادھر اُدھر سے گھیر لائیں پھر وہ بادل ایک دوسرے پر تہ بہ تہ جم گئے اور ان کے اندر سے مینہ برسنا شروع ہوا اس سے تھوڑی ہی دیر پہلے اس بلا کی تپش تھی کہ ہوش و حواس گم تھے لوگ آس توڑ بیٹھے تھے، بارش آتے ہی چہروں پر رونق آگئی اور لگے خوشیاں منانے یہ سماں تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ مصیبت چند روزہ ہے اچھے دن آنے والے ہیں۔ علامتیں شروع ہو چکی ہیں تھوڑے ہی دن میں دین اسلام کا غلبہ ہو جائے گا اور دشمن منہ کی کھائیں گے۔

انسان کی بے صبری

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ
پس دیکھ نشانیوں کی طرف اللہ کی رحمت کی کیسے
يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ
زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرے پیچھے تحقیق وہی
لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾
البتہ زندہ کرنیوالا ہے مُردوں کو اور وہ ہر چیز کے اوپر قدرت رکھتا ہے
وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا
اور البتہ اگر بھیجیں ہم ہوا پس دیکھیں کھیتی زرد
لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾
البتہ لگیں اس کے بعد ناشکری کرنے

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ
سو اللہ کی مہربانی کے نشان دیکھ لے کہ کیوں کر
يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ
زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کرتا ہے بے شک وہی مُردوں کو
لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾
زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے
وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا
اور اگر ہم ایک ہوا بھیجیں پھر وہ کھیتی کو دیکھیں کہ زرد ہو گئی
لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾
تو اس کے پیچھے ناشکری کرنے لگیں

مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اس وقت کی عارضی تنگی سے نہ گھبرائیں جس طرح باران رحمت سے پہلے گرمی اور تپش کی شدت ہوتی ہے اور اس قدر لوگ ٹھنڈک سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کہ یہ تکلیفیں آئندہ کی خوشحالی کا پیش خیمہ ہیں۔ ارشاد ہے کہ زمین گرمی کی شدت سے خشک اور مردہ ہو جاتی ہے۔ ہر طرف خاک اُڑتی نظر آتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ساری زندگی کی رگیں سوکھ گئیں۔ لیکن انجام پر نظر رکھنے والے دل یہ جانتے ہیں کہ عنقریب بارش آئے گی اور مُردہ زمین میں پھر جان پڑ جائے گی۔ یہ خشک اور مرجھائی ہوئی سطح زمین ہری بھری اور تروتازہ ہو جائے گی رگ رگ میں زندگی کا خون دوڑنے لگے گا۔ اللہ کی رحمت کا ظہور ہوگا اور ساری سختی کافور ہو جائے گی۔ اسی طرح تمہارے بھی دن پھریں گے۔ نشاط اور خوشی کا دور ہوگا اور دشمن منہ کی کھائیں گے جہاں مسلمانوں کو خزاں کے بعد بہار دیکھ کر یہ سبق سیکھنا ہے کہ پھلے دن آنے والے ہیں وہاں بے دینوں کو اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ اسی طرح مردہ انسان بھی اللہ کی رحمت سے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اللہ عزوجل میں سب قدرت ہے لیکن افسوس ہے کہ انسان غرض کا بندہ ہے اچھی حالت ہوئی تو خوش ہو گیا۔ کوئی آفت آ پڑی تو ناشکری کرنے لگا۔ پھر ارشاد ہے کہ ابھی ہم اگر ایسی ہوا چلا دیں جو ہری بھری کھیتیوں کو جھلس دے اور وہ سوکھ کر زرد پڑ جائیں تو یہ لوگ ابھی اللہ کی ناشکری پر اتر آئیں۔ حالانکہ بندوں کو ہر حالت میں اپنے آقا کے حکم پر راضی۔ اس کی رحمت کا امیدوار اور اس کے غضب سے خوف زدہ رہنا چاہیے۔

مُردہ دل کیا سُنیں گے

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

پس تحقیق تو نہیں سنا مُردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو

الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (٥٢) وَمَآ اَنْتَ

پکار جب وہ مڑ جائیں پیٹھ پھیر کر اور نہیں تو

بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ

راہ پر لانیوالا اندھوں کو ان کی گمراہی سے نہیں سنا سکتا تو مگر اسی کو جو

يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (٥٣) ع

یقین کرے ہماری باتوں کا بس وہ اسلام لانے والے ہیں

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

سو تو سنا نہیں سکتا مُردوں کو اور نہیں سنا سکتا پکار

الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (٥٢) وَمَآ اَنْتَ

بہروں کو جب وہ پھریں پیٹھ پھیر کر اور نہ تو اندھوں

بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ

کو ان کے بھٹکنے سے راہ سمجھائے تُو تو اسی کو سنائے جو

يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (٥٣) ع

ہماری باتوں پر یقین لائے سو وہ مسلمان ہونے ہیں

پچھلی آیتوں میں بیش بہا نصیحتیں کی گئیں وہ سمجھ دار انسانوں کے لیے مسرت اور کامیابی کے ایسے گُر ہیں جو کبھی خطا نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پڑھ کر سناتے تھے لیکن آبادی کے زیادہ حصہ پر ان کا کچھ اثر نہ دیکھ کر آپ کو بڑی کوفت ہوتی تھی کہ انہیں کیا ہو گیا ہے جو اپنے یقینی نفع کی باتوں سے دور بھاگتے ہیں اور سراسر مضرت اور نقصان رساں عادتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان آیتوں میں آپ کو تسلّی دی جا رہی ہے کہ جو باتیں تمہیں وحی کے ذریعے بتائی جا رہی ہیں وہ بالکل راست اور درست ہیں تم ان کو ان کے سامنے دُہرائے جاؤ اور اپنے ماننے والوں کے ساتھ مل کر اُن پر عمل کرنے کا طریقہ بتائے جاؤ۔ یہ جو تمہاری نہیں سُنتے اور نہ تمہارے کام کے طریقے کو دیکھتے ہیں اُن کے دل مُردہ، ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں۔ یہ ظاہر میں چلتے، پھرتے، سنتے اور دیکھتے ہیں تو کیا ہے۔ زندگی کی اصل روح اور اس کی خوشی کا انہیں کوئی پتہ نہیں۔ انہیں ایسے کاموں کا چسکا پڑ گیا ہے جو بظاہر اچھّے معلوم ہوتے ہیں لیکن در اصل تباہی کا پیش خیمہ ہیں جن کی روح مُردوں کی طرح بے حس و حرکت ہو چکی، جن کے کانوں میں حق کی آواز نہیں جاتی جن کی آنکھیں سیدھی راہ نہیں دیکھ سکتیں۔ ان میں اور مُردوں، بہروں، اندھوں میں کوئی فرق نہیں ہے جیسے تم اپنی آواز پکار انہیں نہیں سُنا سکتے۔ ایسے ہی انہیں بھی نہیں سنا سکتے۔ تمہاری باتیں تو وہی سنیں گے۔ جو ہماری آیتوں کو سچا مانتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور مُسلم کہلائے۔

واقعی صورتِ حال

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ

اللہ جس نے تمہیں پیدا کیا کمزوری میں پھر دے دی

مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ

بعد کمزوری کے قوت پھر دی بعد قوت کے

ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ

کمزوری و سفیدی بال بناتا ہے جو چاہے اور وہ

الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

جاننے والا قدرت والا ہے اور جس دن قائم ہوگی قیامت

يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ

قسم کھائیں گے گنہگار نہیں ٹھہرے وہ سوا ایک گھڑی کے

كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

اسی طرح تھے وہ الٹے چلا کرتے

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے بنایا پھر کمزوری کے پیچھے زور دیا پھر زور کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دے گا بناتا ہے جو کچھ چاہے اور وہی ہے سب کچھ جانتا کرسکتا اور جس دن قیامت قائم ہوگی گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ ہم ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے اسی طرح وہ الٹے جاتے تھے

قرء حفص بضم الضاد و نصحا فی الثلثة لکن الضم مختار ۱۲

اللہ عزوجل کی قدرت کا ٹھیک تصور رکھنے والے اس بات میں ذرا شک وشبہ کی گنجائش نہیں سمجھتے کہ وہ قوموں اور ملکوں کی حالت میں جس وقت مناسب ہوتا ہے تغیر اور تبدل پیدا کرتا ہے۔ کمزور آگے چل کر زور آور اور طاقت والے گر کر ضعیف اور ناتواں ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی کو اس میں شبہ ہو تو اسے اس آیت میں تنبیہ کی جاتی ہے۔ کہ تم نہیں دیکھتے کہ پیدائش کے وقت انسان کس قدر ضعیف اور ناتواں ہوتا ہے۔ ایک جگہ پڑے رہنے کے سوا کچھ نہیں کرسکتا۔ پھر رفتہ رفتہ اس میں قوت آنی شروع ہوتی ہے۔ جوان ہوتا ہے تو رگ رگ میں زور نشاط بھرا ہوتا ہے۔ اس کے بعد پھر قوت گھٹنی شروع ہوتی ہے۔ بڑھاپا آجاتا ہے تو بال سفید ہو جاتے ہیں۔ اس سے سمجھ لو کہ اللہ میں سب قدرت ہے۔ مگر نادان لوگ واقعات سے ٹھیک نتیجے نہیں نکالتے ہمیشہ ٹیڑھے ہی چلتے ہیں۔ قیامت کی مصیبتیں دیکھ کر بھی اسی طرح ایک غلط بات کہیں گے کہ ہائے دنیا تو بہت جلد ختم ہوگئی ہم تو وہاں گھڑی بھر ہی رہے ہوں گے:

صحیح نتیجہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ

اور کہیں گے وہ جنہیں دیا گیا علم اور ایمان البتہ تحقیق

لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا

ٹھہرے تم اللہ کی کتاب کے مطابق دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک پس یہ

يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

دوبارہ اٹھنے کا دن ہے ور لیکن تھے تم نہیں جانتے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ

پس اس دن نفع دے گی ان کو جنہوں نے ظلم کیا ان کی معذرت

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور نہ ان سے منانا طلب کیا جائے گا

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ

اور کہیں گے وہ لوگ جنہیں علم اور ایمان ملا ہے کہ

لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا

اللہ کی کتاب میں تمہارا ٹھہرنا جی اٹھنے کے دن تک تھا سو

يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

یہ جی اٹھنے کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ

سو اس دن قصور بخشوانا ان گنہ گاروں کے کام نہ آئے گا

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور نہ ان سے کوئی یہ چاہے گا کہ اب منالیں

ارشاد ہوا کہ اللہ کے نافرمان بندے اور اس کا انکار کرنے والے قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر سٹ پٹا جائیں گے اور کہیں گے ہائے افسوس دُنیا کس قدر جلد گذر گئی ہم تو وہاں فقط ایک ہی گھڑی رہنے پائے۔ ارشاد ہے کہ اللہ کے سمجھدار بندے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اُن سے کہیں گے کہ تم آج کی ڈراؤنی فضا سے سہم کر اسی طرح بوکھلا گئے ہو جیسے دُنیا کی عارضی چہل پہل نے تمہیں دنیا کے اندر غفلت میں پھنسا دیا تھا۔ دونوں حالتوں میں تم غلط نتیجوں پر پہنچے۔ سنو! اللہ عزوجل کے علم اور کتاب کے مطابق تم دُنیا میں قیامت تک رہے اور یہ مدّت سوچ سمجھ کر ٹھیک نتیجے نکالنے کے لیے کافی تھی۔ آج کا دن وہی قیامت کا دن ہے۔ جس کے آنے کی تمہیں خبر دے دی گئی تھی۔ لیکن تم نے رسول کے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔

قرآن مجید کی آیتوں کو ٹھیک طرح سننے اور سمجھنے کی کوشش نہ کی اور دُنیا کے کھیل تماشوں میں ایسے اُلجھے کہ انہی کے ہو رہے۔ اگر سوچتے سمجھتے تو آج کے دن کے لیے تیاری کرتے اب تو اس کا موقع گیا۔ آج نہ تم اپنی غفلت کا کوئی معقول عذر پیش نہیں کر سکتے۔ اور نہ اس کا موقع ہے کہ تم سے کہا جائے کہ توبہ اور اطاعت کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کر لو۔ یہ تو دنیا ہی میں ہو سکتا تھا۔ آج تو عمل کا نہیں بلکہ عمل کی جزا سزا کا دن ہے۔

پوری بات واضح ہو گئی

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ
اور البتہ تحقیق جمادی ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں
مِن كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ
مثالیں ہر طرح کی اور البتہ اگر آئے تو ان کے پاس کوئی نشانی لے کر البتہ کہیں
الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ (۵۸)
وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نہیں تم مگر جھوٹ بنانے والے
كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ
اسی طرح مہر لگاتا ہے اللہ دلوں پر ان لوگوں کے
لَا يَعْلَمُونَ (۵۹) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ
جو نہیں سیکھتے پس جم جا بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے
وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ (۶۰)
اور نہ ہلانے پائیں تجھے وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ
اور ہم نے اس قرآن میں آدمیوں کے واسطے ہر طرح کی مثل بیان
مِن كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ
کردی ہے اور جو تو ان کے پاس کوئی آیت لائے تو ضرور یہ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ (۵۸)
کہیں یہ منکر تم سب جھوٹ بناتے ہو
كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ
اللہ ان کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے یوں مہر
لَا يَعْلَمُونَ (۵۹) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ
لگا دیتا ہے سو تو قائم رہ بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے
وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ (۶۰) ع
اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے تجھ کو اکھاڑ نہ دیں

ضَرَبْنَا مارا ہم نے، ماضی کا صیغہ ہے ضَرْبٌ سے بہت جگہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی مناسبت کی وجہ سے کسی چیز کو اس کی جگہ زور سے جما دینا وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کی مثالوں اور دلیلوں سے انسانوں کو ان کے فائدہ کی باتیں سمجھا دی ہیں اور ہر ایک کو اتنی عقل دی ہے کہ انہیں سمجھ جائے اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ ان باتوں کے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کا موقعہ فقط اسی دُنیا کی زندگی ہی ہے۔ اگر یہ وقت بیکار باتوں اور کھیل کود میں گنوا دیا تو پھر نجات کی کوئی صورت نہیں افسوس کہ یہ نادان لوگ اس موقعہ کو کھو رہے ہیں ان کے پاس تو کیسی ہی واضح دلیل یا کیسا ہی معجزہ لے کر کوئی آئے یہ یہی کہتے رہیں گے کہ یہ لوگ یعنی مسلمان اور ان کا رسول بے حقیقت جھوٹ باتیں دل سے گھڑ گھڑ کر سناتے رہتے ہیں جو لوگ سمجھ سے ٹھیک کام نہیں لیتے اللہ کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اور ٹھیک بات ان کے اندر جانے ہی نہیں پاتی بہر حال اے رسول اور ان کے ماننے والو تم اپنے دین پر جمے رہو اور لوگوں کو اللہ کے ٹھیک راستہ کی طرف بلاتے رہو اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا تم پورے وثوق کے ساتھ اپنا کام کیے جاؤ۔ دیکھو یہ یقین سے بے بہرہ لوگ پختہ یقین والوں کو ان کی جگہ سے نہ ہلانے پائیں انجام کار پختہ یقین والے ہی جیتیں گے ؛

سورت الرّوم پر ایک نظر

اللہ عزّ وجلّ پر پورا بھروسہ کرنے والے اس کے وعدوں کا سچے دل سے یقین کرنے والے یقیناً کامیاب ہوتے ہیں۔ اس کا ثبوت وہ مٹھی بھر مسلمان ہیں جو مکہ کے کافروں اور مشرکوں کے ہاتھ سے بڑی بڑی جسمانی اور روحانی اذیتیں جھیلتے رہے۔ ایسا صبر، ایسا استقلال دُنیا کی تاریخ میں شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے اور جہاں کہیں بھی ہوا ہے۔ انہی لوگوں میں ہوا ہے۔ جن کے دل میں اللہ عظیم کی عظمت و جلال اور اس کے رحم و کرم کا ایسا گہرا نقش جم گیا تھا کہ ہلائے نہ ہلتا تھا۔ یقین اور ایمان اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ کسی پہلو میں کوئی خامی نظر ہی نہ آتی تھی یہ یقین کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ صرف قرآن حکیم کی آیتیں غور سے سننے اور حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے طور طریقے دیکھ کر ان کے مطابق چلنے سے کافروں نے مار پیٹا۔ دھوپ میں ننگا لٹایا۔ گرم پتھروں سے کھال جلائی۔ بھوکا مارا۔ تعلق قطع کر لیا۔ اکیلا پھینک دیا۔ اس پر پھر وہ لعنت و ملامت اور طعن و تشنیع کی کہ توبہ ہی بھلی۔ غرض جو نہ کرنا تھا وہ کیا۔ لیکن اللہ کے بندوں نے سب کچھ سہا اور اُف نہ کی۔ ساری آفتیں جھیلیں۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آخر وہ کیا کشش تھی جو انہیں آپ کے ساتھ جوڑے ہوئے تھی۔ پہلی بات تو یہ تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ خود بھی ویسی ہی مصیبتیں جھیل رہے تھے جیسی وہ جھیل رہے تھے اور خود اسی حالت میں تھے۔ جس میں ان کے ساتھی تھے۔ بناوٹ نام کو نہ تھی تصنع کا نام و نشان تک نہ تھا۔ قرآن مجید کی آیتیں انہیں سُناتے تو پہلے آپ ان سے متاثر ہوتے اور یقین کا وہ مظاہرہ فرماتے کہ دیکھنے والوں کا دل دہل جاتا۔ صداقت اور راست بازی کی مجسّم تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی۔ اطمینان ایسا کہ چشم فلک نے کہیں نہ دیکھا زمین و آسمان ڈھونڈھ مارے کہیں اس کی نظیر نہ ملی۔ آخر یہ اطمینان کس پر تھا۔ بنک میں لکھو کھہا روپیہ خفیہ طور پر آپ کے نام جمع نہ تھا۔ جس کے بل بوتے پر لوگوں کو اپنا ساتھی بناتے۔ آپ کے پاس تو اتنا بھی نہ تھا جس سے فراغت کے ساتھ زندگی بسر ہوتی۔ جو اوروں نے دیا اسے بھی اسی وقت انہی کے فائدے میں خرچ کر دیا۔

قرآن حکیم کی آیتوں کی بدولت اس کے وعدوں پر پورا بھروسہ کرنے کے طفیل آج کل ہم بھی ان آیتوں کو پڑھتے اور سنتے ہیں۔ لیکن اکثر خالی تعظیم کے سوا اور کچھ نہیں کرتے۔ سننے والے بھی ایسے ہی اور سنانے والے بھی ایسے ہی الّا ماشاء اللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ایسے نہ تھے۔ ان کے دل میں ایک ایک لفظ ایسے بیٹھ جاتا جیسے نگ میں حرف کُھد جاتا ہے۔ معانی ان سے ایسے پیوست ہو جاتے تھے جیسے بدن سے جان گُھلی ملی ہے۔ اس سورت سے انہوں نے مصیبت میں صبر کرنا، اللہ پر بھروسہ کرنا، مخالفوں کی کچھ پروا نہ کرنا سیکھا۔ آخر دنیا نے دیکھا کہ وہ کیا تھے اور کیا ہو گئے۔

سورۃ لقمان مکیّۃ — # سُورۃ لقمان — وھی اربع وثلثون اٰیۃً

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی اکتیسویں[۳۱] سورت ہے اور قیام مکّہ کے درمیانی زمانے کے آخری دنوں میں نازل ہوئی سوائے دو آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔ اس میں چار رکوع ہیں۔ لقمان کا نام عرب کے لوگ ادب کے ساتھ لیتے تھے اور ان کے نام سے بہت سی حکایتیں مشہور تھیں ان کی بابت کہا جاتا تھا کہ یہ ایک حبشی غلام تھے اور اپنی عقل خداداد سے کام لے کر دنیا میں جو کچھ دیکھتے تھے ان سے ایسے نتیجے نکالتے تھے جو انسان کی زندگی میں کارآمد ہوں اور لوگوں کو ان کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ بعد میں ان کی نصیحتیں عرب کے لوگوں میں قصّے کہانیوں کی طرح رہ گئیں۔ یہ کہانیاں اسی قسم کی ہیں۔ جو بعد میں حکایات الباب کے نام سے مشہور ہوئیں اور اب تک مشہور چلی آتی ہیں۔

قرآن مجید نے ان کی نصیحتوں میں سے جو چوٹی کی نصیحتیں تھیں اور جن کا ماننا انسان کے لیے مفید تھا۔ ان کو اس سورت میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا اور عرب کو توجہ دلائی۔ کہ ان کو محض کہانیوں کی طرح سننے سنانے سے کچھ فائدہ نہیں ان پر عمل کرو اور ان کے مطابق اپنا چال چلن اور آپس کا برتاؤ درست کرو۔ لقمان کا ذکر تورات میں نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید تو کسی خاص ملک یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں وہ تو انسان کو ہر اچھی بات کے قبول کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ چاہے وہ کہیں ہو اور کہیں سے آئے۔

پچھلی قوموں کی باتوں کو محض دل لگی اور تفریح کی کہانیوں کی طرح مت پڑھو۔ اُن کے حالات صرف وقت گذارنے کا ذریعہ سمجھ کر مت سُنو بلکہ ان سے نصیحت حاصل کرو ہر ایک زمانے کے سمجھ دار لوگ یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ انسان کے لیے بعض کام مفید ہیں اور بعض مضر۔ انہی کا خلاصہ قرآن مجید میں دے دیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کے اقوال جُوں کے تُوں نقل کر دیئے ہیں۔ بعض لوگوں کے حالات بیان کر دیے ہیں کہ لوگ ان سے اپنے مفید مطلب نتیجے نکالیں۔

شروع سورت میں ہدایت ہے کہ پچھلے لوگوں کے حالات ہنسی دل لگی کے طور پر داستان بنا بنا کر مت سنو سناؤ۔ ان سے نصیحتیں حاصل کرو اور اپنے اعمال درست کرو جو غلطیاں ان سے ہوئیں۔ ان سے بچو اور جو اچھی باتیں انہوں نے کیں وہ وہی ہیں جو قرآن میں سب آگئی ہیں۔ ان پر جو عمل کرے گا۔ وہ دنیا میں بھی اچھی حالت میں رہے گا۔ اور مرنے کے بعد بھی آرام وراحت کی زندگی حاصل کرے گا۔ اس میں کہا گیا ہے۔ کہ پہلا کام یہ ہے کہ اللہ کو پہچانو۔ شرک اور کفر سے توبہ کرو۔ اس کے بعد اس سے ڈر کر بُرے کاموں سے پرہیز کرو۔

سورۃ لقمٰن مکیۃ

رکوعاتہا ۴ آیاتہا ۳۴

قرآن ہدایت ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

الٓمّٓ ۞ ۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۞ ۲

الف لام میم یہ آیتیں کتاب پُرحکمت کی

هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۞ ۳ الَّذِيْنَ

ہدایت اور رحمت اچھے کام کرنے والوں کے لیے جو

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۞ ۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى

آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ ۵

اپنے رب کی طرف سے اور یہ لوگ یہی ہیں فلاح پانے والے

الٓمّٓ ۞ ۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۞ ۲

الٓمّٓ یہ آیتیں ہیں پُرحکمت کتاب کی

هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۞ ۳ الَّذِيْنَ

ہدایت اور مہربانی نیکی کرنے والوں کے لیے جو

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہی

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۞ ۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى

جنہیں آخرت پر یقین ہے انہوں نے اپنے رب کی

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ ۵

طرف سے راہ پائی اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

انسان باہم مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ اکیلے میں اس کی طبیعت گھبراتی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنی کہے اور دوسروں کی بات چیت میں اس کا بڑا دل لگتا ہے۔ قصہ کہانی اس کے دل بہلانے کا ہمیشہ سے مشغلہ رہا ہے۔ قرآن مجید چاہتا ہے کہ فضول قصے کہانیوں میں انسان کا وقت ضائع نہ ہو اور جو کچھ اس کے منہ سے نکلے وہ ایسی بات ہو جس میں کہنے والے اور سننے والے دونوں کا بھلا ہو یہ باتیں قرآن مجید کی آیتوں میں موجود ہیں۔

اس سورت میں انسان کو یہی بتانا ہے کہ انسان انہی آیتوں کو سنتا اور سناتا رہے تو اسے دونوں جہان کے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بعض انسان اول تو ان آیتوں کو سنتے نہیں یا سنتے ہیں تو فائدہ نہیں اٹھاتے سنو! یہ آیتیں ایسی کتاب کی ہیں جس کی ہر بات جچی تلی ہے فضول اور بیکار باتوں کا اس میں گذر نہیں، انسان سوچے تو اس کے لیے ان میں ہدایت اور رحمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے بہرحال ان سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جو اچھے کام کرتے ہیں اللہ کی بندگی کرتے ہیں، نماز باقاعدہ پڑھتے ہیں، غریبوں کی مدد کے لیے صدقہ اور خیرات دیتے رہتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کاموں کا مناسب بدلہ ملے گا یہی لوگ اس سیدھے راستہ پر ہیں جو اللہ عزوجل نے ان کے لیے مقرر کیا ہے اور یہی دونوں جہان میں کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

بے کار باتیں (الف)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ
کچھ لوگ وہ ہیں جو خریدتے ہیں لغو باتیں
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا
بہکادیں اللہ کی راہ سے بے جانے بوجھے اور ٹھہرائیں اسے
هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾
ہنسی یہ لوگ ہیں جن کے لیے عذاب ہے ذلت والا
وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا
جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں پیٹھ پھیرتا ہے اکڑ کر
كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ
گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾
بشارت دے اسے عذاب دردناک کی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ
اور ایک وہ لوگ ہیں کہ کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا
تاکہ اللہ کی راہ سے بہکائیں بے سمجھے اور ٹھہرائیں اسے
هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾
ہنسی یہ لوگ جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے
وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا
اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جائیں تو غرور سے منہ پھیر جائے
كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ
گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾
سو اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے

انسان کو چاہیئے تو یہ کہ فضول باتوں کھیل کود اور تضیع اوقات سے بچے اور ان باتوں کو سنے جن میں اس کا سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے اور یہ باتیں وہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے لیکن بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کو قرآن مجید کی آیتوں سے کوئی دلچسپی نہیں انہیں تو اولوں، بے کار قصہ کہانیوں، ناچ گانوں، واہ واہ کے شور و غل کا چسکا پڑ گیا ہے ان کو فقط ذہنی تفریح اور دل لگی سے کام ہے عرب میں بھی بعض لوگ ایسے ہی تھے۔ وہ اپنے شاعروں سے اپنی اور اپنے قبیلہ کی تعریفیں سنتے اور خوش ہوتے ان کے شعر میں سوا فخر جتانے، بیہودہ جذبات ظاہر کرنے اور شیخی بگھارنے کے کچھ نہ ہوتا تھا۔ قرآن مجید نے جب انہیں کام کی باتیں سنائیں اور پچھلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کا سبق دیا تو بعض لوگوں کو بالکل پسند نہ آیا اور کہنے لگے اس نے ہمارا سارا مزہ ہی کرکرا کر دیا۔ لوگوں سے کہا کہ قرآن مجید کی باتیں تو پھیکی پھیکی سی ہیں ان کے سننے میں نہ مزہ نہ دلچسپی اگر قصے ہی سننے ہیں تو ہم تمہیں اس سے زیادہ عجیب و غریب افسانے سناتے ہیں اور یہ کہہ کر ایرانیوں کی لڑائیوں اور معرکوں کی داستانیں ان کے بادشاہوں اور پہلوانوں کے آپس کے مقابلوں کے افسانے [illegible]

بے کار باتیں (ب)

اور قریش سے کہا کہ یہ قرآن کے قصّے، عاد اور ثمود کی بربادی کے کیا سنتے ہو جن سے سوا رنج و غم کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ او
ایرانی سورماؤں، بادشاہوں اور پہلوانوں کے قصّے، ان کے عشق و محبت کی داستانیں سنو۔ تاکہ جذبات کے اتار چڑھاؤ، جوش
خروش کے مظاہرے زندگی کے اصل مشغلے تمہارے سامنے آئیں جن میں تمہارا جی لگے اور لطف حاصل ہو۔ ان آیتوں میں ان لوگوں
کی ان اخلاق کو بگاڑنے والی باتوں کا ذکر کر کے سمجھایا گیا ہے کہ فضول بکواس اور بیکار باتوں میں کیا رکھا ہے۔ دوسروں کی خوشی
غم کے حالات سُن کر تھوڑی دیر کے لیے خوش ہو لیے۔ یا جذبات سے متاثر ہو کر بے خود ہو گئے یا تھوڑے سے آنسو بہا لیے
کیا حاصل ہوا۔ اصل چیز تو اپنی زندگی کا سنوارنا ہے۔ عارضی جوش و خروش سے سوا وقت اور قوّت کے فضول ضائع کرنے کے
کیا حاصل ہے۔

ارشاد ہے کہ تم دیکھتے ہو بعض لوگ اوروں کو کام کی باتوں سے روک کر فضول کاموں میں پھنسانے کے لیے فضول افسانوں
اور داستانوں کی کتابیں خریدتے ہیں اور مقصد سوا اس کے کچھ نہیں کہ لوگوں کو سُنا سُنا کر ان کو بیکار مشغلوں میں وقت ضائع کر
سکھائیں اور اس طرح انہیں اللہ کی بتائی ہوئی باتوں سے روکیں اور جس راہ پر اللہ انہیں چلانا چاہتا ہے۔ اس کی ہنسی اڑائیں
اور کہیں کہ اس نے تو انسان کی تفریح اور دل لگی کی ساری باتیں بند کر دیں۔ ہر وقت قرآن سنو، نماز پڑھو، محتاجوں کی مالی مدد کرو۔ اللہ کی
بندگی کرو۔ بس یہی چرچا رہتا ہے یہ بھی کوئی زندگی میں زندگی ہے۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ جس زندگی کی طرف تم بلا رہے ہو اس کا نتیجہ سوا عذاب کے کچھ نہیں اور عذاب بھی ایسا جس سے سوا
ذلّت کے کچھ نصیب نہ ہو۔ اس وقت انسان محسوس کرے گا کہ ہائے میں بہت بلند درجہ حاصل کر سکتا تھا لیکن افسوس کہ اب ہر طرح سے گیا گذرا
ہوا۔ ایسے شخص کا قرآن مجید کی آیتوں میں دل ہی نہیں لگتا جب سناؤ تبھی منہ موڑ کر چل دیتا ہے جیسے اس کے دونوں کانوں میں کچھ ٹھنسا
رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس کے کان میں ان آیتوں کی آواز پہنچتی ہی نہیں۔ اس سے کہہ دو کہ تیرے لیے بڑا دُکھ بھرا عذاب تیار ہے۔ لیے
تیرے لیے یہی خبر ہے تو چاہے اسے خوش خبری سمجھ یا کچھ اور۔

بھائیو! دیکھو۔ ناول، قصّے، ڈرامے، غزل، افسانے، ناچ، گانے، دل لگی اور تفریح کے سامان، عشقیہ غزلیں اور نام نہاد فنون
سب لہو الحدیث یعنی فضول باتوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ اگر ہمارا جی قرآن مجید کے سننے سنانے، اللہ کی عبادت اور نیک کاموں میں
نہیں لگتا تو اللہ ہمارے حال پر رحم کرے، آثار بُرے ہیں۔

انعام واکرام

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کیے اچھے کام ان کے لیے
تُ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَعْدَ اللّٰهِ
نعمت والے ہمیشہ رہیں اس میں وعدہ ہے اللہ کا
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ
اور وہ زبردست حکمت والا پیدا کیے اس نے
وٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا
بغیر ستونوں کے دیکھتے ہو تم انہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے ان کے واسطے
جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ
نعمت کے باغ ہیں ہمیشہ رہا کریں ان میں اللہ کا وعدہ
حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ
سچا ہے اور وہ زبردست ہے حکمتوں والا بنائے
السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا
آسمان بغیر ستونوں کے اور تم انہیں دیکھتے ہو

پہلے ارشاد ہوا کہ کچھ لوگ فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں بیکار قصے کہانیوں گپ بازیوں میں لگے رہتے ہو اور قرآن مجید کو ے گردانتے نہ اسے دھیان سے سنتے ہیں اور نہ اس کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ جب ان کے سامنے پڑھا جائے تو ناک بھوں تے ہیں یا اُٹھ کر چل دیتے ہیں ایسے لوگوں سے کہہ دو کہ تمہارے لیے یہ خبر ہے چاہے اسے اچھا سمجھو یا بُرا کہ تمہارے لیے دُکھ بھرا عذاب ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہاں جو لوگ قرآن کا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کا یقین کریں گے اور وہ اچھے کام جو اس نے بتائے اختیار کریں گے۔ ان کو نعمت سے بھرے آرام و راحت کے باغ رہنے کو ملیں گے۔ عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے کے لیے اور انہی میں رہا کریں گے۔ سن لو یہ اللہ کا وعدہ ہے اور یہ بالکل سچا ہے اس کے پورا ہونے سے کوئی چیز روکنے والی نہیں۔ یہ پورا ہے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ یہ قرآن یہی تو کہتا ہے۔ کہ اللہ کو مانو۔ سو اس کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں۔ وہ ایسا زبردست ہے کہ کی قوت کے آگے کسی کی قوت نہیں چلتی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی ہر بات خوب سوچی سمجھی اور پکی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ دیکھو۔ آنکھ اوپر اٹھاؤ۔ یہ تمہیں تہ بہ تہ آسمان نظر آتے ہیں۔ کوئی زیادہ قریب اس سے اونچا، کوئی اس سے بھی اونچا۔ اور کوئی ستون یا سہارا نہیں جن کے بل پر یہ کھڑے ہوں۔ سوچو یہ کس نے بنائے پر یقین کرو کہ یہ اللہ عزوجل نے بنائے ہیں۔

قدرت کی نشانیاں

وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ
اور ڈالے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ کہ کہیں جھک نہ پڑے تمہیں لے کر
وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ
اور پھیلائے اس میں ہر قسم کے جاندار اور ہم نے اتارا آسمان سے
مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ (۱۰)
پانی پھر اگائے اس میں ہر قسم کے جوڑے نفیس
هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ
یہ ہے بنایا ہوا اللہ کا پس دکھاؤ مجھے کیا چیز ہے جو بنائی انہوں نے
مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۱۱) ع
اس کے سوا چھوڑو بلکہ بے انصاف لوگ گمراہی میں ہیں کھلی

وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ
اور زمین پر پہاڑ رکھ دیئے کہ تم کو لے کر جھک نہ پڑے
وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ
اور سب طرح کے جانور اس میں پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے
مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ (۱۰)
پانی اتارا پھر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگائے
هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ
یہ سب اللہ کا بنایا ہوا ہے اب مجھے دکھاؤ دوسروں نے جو اس کے
مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۱۱) ع
سوا ہیں کیا بنایا ہے کچھ نہیں پر بے انصاف صریح گمراہی میں بھٹک رہے ہیں

ارشاد ہے کہ یہ بھی اللہ عزوجل ہی نے کیا کہ زمین میں بوجھل پہاڑ رکھ دیئے کیونکہ زمین کی بناوٹ میں نرم مٹی اور ریت ہے اور ریت اور مٹی خود بھی نرم ہے اور پانی سے گھری ہوئی ہونے کی وجہ سے اس کے گھل جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لیے تھا کہ کہیں تمہیں لے کر ایک دم پانی میں نہ بیٹھ جائے۔ پہاڑ اس ڈر کے دور کرنے کے لیے بنائے گئے یہ نرم بھی نہیں اور پانی میں بھی نہیں گھلتے۔ اس لیے مٹی کے اندر ان سخت چیزوں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے زمین کو پائیداری نصیب ہوئی۔ پھر اللہ ہی نے قسم قسم کے جاندار زمین پر ہر طرف پھیلا دیئے اور پھر ان کے رزق کا انتظام کر دیا۔ اس کے لیے بادلوں سے پانی برسایا۔ جس کی بدولت زمین میں ہر قسم کے نباتات۔ گھاس۔ سبزیاں۔ ترکاریاں، میوے اور غلّے پیدا ہوئے۔ جن کے دیکھنے سے آنکھوں کو طراوت اور کھانے سے زندگی کے قائم رکھنے میں مدد پہنچتی ہے۔

یہ سب اللہ نے اپنی قدرت سے بنایا۔ پھر اس کو چھوڑ کر اوروں کی طرف کیوں جھکتے ہو۔ دکھاؤ تو سہی کہ انہوں نے کیا بنایا۔ باوجود اس قدر صاف اور واضح دلیل کے یہ بے انصاف لوگ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں۔ حالانکہ عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کو اپنا سب کچھ ماننا چاہیئے ۔

حضرت لقمان علیہ السلام

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے لقمان کو دانائی کہ شکر کر

لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

اللہ کا اور جو شکر کرے گا پس وہ شکر کرے گا اپنے ہی لیے

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۱۲)

اور جو ناشکری کرے گا پس تحقیق اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے اور وہ

يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ڼ اِنَّ

سمجھا رہا تھا اسے اے میرے بیٹے شریک نہ ٹھہرانا اللہ کا تحقیق

الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۱۳)

شرک کرنا البتہ بے انصافی ہے بڑی

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ

اور ہم نے لقمان کو عقلمندی عطا کی کہ اللہ کا حق

لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

مان اور جو کوئی اللہ کا حق مانے گا تو اپنے بھلے کو مانے گا

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۱۲)

اور جو منکر ہوگا تو اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں والا

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جب اسے سمجھانے لگا

يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ڼ اِنَّ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اے بیٹے اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا بے شک شریک

الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۱۳)

ٹھہرانا بڑی بے انصافی ہے

لقمان ایک دانا آدمی تھے سوچ سمجھ کر ٹھیک بات کا پتہ لگا لیتے تھے ان کی نصیحتیں اور عقلمندی کی باتیں مشہور چلی آتی تھیں۔ ان کی بابت اکثر کی رائے یہی ہے کہ وہ پیغمبر نہ تھے۔ مگر بہت بڑے سمجھ دار اور دانا آدمی تھے ان کی نصیحتوں کا لب لباب قرآن مجید کی اس سورت میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس قصّہ میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انسان کے لیے جو مفید اور اچھی باتیں ہیں۔ ان کی عقل مند انسانوں نے سمجھ سے ہمیشہ تصدیق اور تائید کی ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے لقمان کو عقل اور دانائی عطا کی تھی۔ اور اسے بتا دیا تھا کہ اس نعمت پر اور ساری نعمتوں پر اللہ کا شکر کرتا رہے سمجھ لے کہ اس شکر گذاری سے اللہ عزّ وجلّ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس میں خود اس انسان کا فائدہ ہے۔ دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ کو کسی بات کی پروا نہیں اس کی ذات ساری خوبیوں کی جامع ہے کسی کے شکر کرنے سے اس کی خوبیوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی کی ناشکری اور کفرانِ نعمت سے اس کا کوئی نقصان ہے۔ شکر کرنے والے کا شکر میں اپنا ہی بھلا ہے کہ اس سے اس کی خوشحالی بڑھتی ہے۔ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے وقت کہا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ شرک سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں۔ یہ ظلم کی انتہا ہے کہ اصل حق دار کو اس کا حق نہ دیا جائے۔

ماں باپ کا حق

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا
اور حکم دیا ہم نے انسان کو اس کے والدین کی بابت اٹھائے پھری اس کی ماں کمزوری میں
عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ
کمزوری پر اور دودھ چھڑانا اس کا دو سال میں کہ احسان مان
لِیْ وَلِوَالِدَیْكَؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ (۱۴) وَاِنْ جَاهَدٰكَ
میرا اور اپنے والدین کا میری ہی طرف لوٹنا ہے اور اگر اڑ جائیں وہ دونوں تجھ سے
عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌۙ
اس پر کہ شریک کرے تو میرے ساتھ اسے کہ نہیں تیرے پاس جس کا علم
فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘
پس مت اطاعت کر ان کی اور ساتھ دے ان کا دنیا میں حسب دستور
وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّۚ ثُمَّ اِلَیَّ
اور پیروی کر راستہ کی اس شخص کے جو مڑا میری طرف پھر میری ہی طرف
مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۵)
لوٹنا ہے تمہارا پس بتادوں گا تمہیں جو کچھ تھے تم کرتے

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا
اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کر دی اس کی ماں نے
عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ
اسے پیٹ میں رکھا تھک تھک کر اور اس کا دودھ چھڑانا ہے دو سال میں کہ
لِیْ وَلِوَالِدَیْكَؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ (۱۴) وَاِنْ جَاهَدٰكَ
میرا حق مان اور اپنے والدین کا آخر میری ہی طرف آنا ہے اور اگر دونوں تجھ سے اس بات پر
عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌۙ
اڑیں کہ میرا شریک مان اس چیز کو جو تجھے معلوم نہیں
فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘
تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں ان کا ساتھ دے دستور کے مطابق
وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّۚ ثُمَّ اِلَیَّ
اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع ہوا پھر تمہیں میری
مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۵)
طرف آنا ہے پھر تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو شرک سے روکا لیکن ماں باپ کا حق نہ جتایا۔ کیونکہ اپنے منہ سے اپنا حق جتانا زیب نہیں دیتا۔ اللہ عزوجل نے ان کا حق بھی جتا دیا اور اس کے ضمن میں شرک کی اور بھی زیادہ برائی بتادی ارشاد ہے کہ اس موقع پر بھی جتا دیا جاتا ہے کہ ہم نے انسان کو تاکید کر دی ہے کہ میرے شکر کے ساتھ ماں باپ کا بھی شکر ادا کرو۔ ماں نے مدّت تک پیٹ میں رکھا اور کمزوری پر کمزوری جھیلتی رہی۔ دو سال تک دودھ پلایا لیکن پھر بھی اگر والدین تجھ پر زور ڈالیں کہ شرک کر تو شرک مت کرنا کیونکہ اس میں اللہ کی حق تلفی ہے۔

دنیا میں ماں باپ سے حسب دستور نیک برتاؤ کرو۔ لیکن اعتقاد میں ان کے کہنے پیچھے مت چلو۔ راستہ اس شخص کا اختیار کرو جو اللہ کا ہو رہا ہو مرنے کے بعد تمہارے کاموں کی حقیقت تم پر کھل جائے گی۔

اللہ ہر جگہ موجود ہے

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ
اے میرے بیٹے تحقیق وہ اگر ہو وزن میں برابر دانے
مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ
رائی کے پھر ہو وہ سخت پتھر کے اندر یا آسمانوں میں
اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
یا زمین میں لے آئے گا اسے اللہ تحقیق اللہ
لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (۱۶)
چھپی ہوئی باتوں سے خبردار ہے

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ
اے میرے بیٹے اگر کوئی چیز رائی کے دانہ
مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ
کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر میں ہو یا آسمانوں میں
اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
یا زمین میں لا حاضر کرے گا اسے اللہ بےشک اللہ
لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (۱۶)
چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور خبردار ہے

بچوں کی سمجھ میں جو بات نہیں آتی وہ بڑوں سے پوچھتے ہیں۔ خاص کر ابا جان سے۔ حضرت لقمان کے بیٹے نے پوچھا ہو گا کہ کوئی کام چھپا کر کر لیا جائے تو اس کی خبر اللہ کو کیسے ہوگی۔ حضرت لقمان اسے سمجھا رہے ہیں کہ بیٹا اللہ کی باتوں کا انسان کی باتوں پر قیاس مت کر۔ انسان کو ذرا سے پردے کے پیچھے کی بات بھی معلوم نہیں ہوتی بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کی پیٹھ کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ وہ تو فقط وہی جانتا ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے کھلے طور پر موجود ہو یا کیا جا رہا ہو لیکن اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں ہوتی۔ وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کو جانتا ہے۔ اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور پھر سخت پتھروں کے اندر گڑی ہوئی ہو یا آسمانی فضا میں بلند سے بلند مقام پر ہو یا گہرائی میں اندھیروں کے اندر غائب ہو۔ اللہ کو اس کا سب حال اور اس کی جگہ معلوم ہے۔ اور جب ضرورت پڑے گی اسے وہیں سے نکال کر حاضر کر دے گا۔ وہ باریک سے باریک شے کو دیکھ لیتا ہے اور جانتا ہے اور ہر چیز سے پوری طرح خبردار ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس لیے انسان کو اس مغالطہ میں نہ رہنا چاہیئے کہ جیسے آدمیوں کو چھپی باتوں اور پردے کے اندر کے کام سے واقفیت نہیں ہوتی۔ اسی طرح چھپ کر کوئی گناہ کر لیا جائے تو اللہ کو اس کی خبر نہ ہوگی۔ ایسا سمجھنا نادانی ہے۔

کوئی جگہ ایسی نہیں جو اس سے چھپی ہوئی ہو۔ قیامت کے دن سب کے چھپے ہوئے اعمال جہاں بھی ہوں گے لا کر حاضر کر دے گا اس لیے انسان کو چاہیئے کہ جو کام کرے اس کا خیال رکھے۔

اچھی باتیں

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

اے میرے بیٹے قائم کر نماز اور حکم کر نیک کام کا

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ

اور باز رکھ برے کام سے اور صبر کر اس پر جو تجھے پہنچے

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ

تحقیق یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور مت ٹیڑھا کر

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا

اپنا رخسار لوگوں کی طرف اور مت چل زمین میں اتراتا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾

تحقیق اللہ نہیں پسند کرتا ہر اترانے اور بڑائیاں مارنے والے کو

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

اور میانہ روی کر اپنی چال میں اور پست کر اپنی آواز

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ ع

تحقیق ناگوار ترین آواز البتہ آواز ہے گدھے کی

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

اے بیٹے نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم کر

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ

اور برائی سے منع کر اور جو تجھ پر پڑے اس پر تحمل کر

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ

بے شک یہ ہیں ہمت کے کام اور لوگوں کی طرف

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا

اپنے گال مت پھلا اور زمین پر اتراتا مت پھر

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾

بے شک اللہ کو کوئی اتراتا بڑائیاں مارتا نہیں بھاتا

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

اور بیچ کی چال چل اور اپنی آواز نیچی کر

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾

بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے

لَا تُصَعِّرْ (مت ٹیڑھا کر) نہی کا صیغہ ہے تَصْعِیْر سے۔ مراد ہے کہ متکبّرانہ انداز سے بات نہ کر۔ ارشاد ہے کہ حضرت لقمان نے بیٹے کو سمجھایا کہ بیٹا نماز ہمیشہ باقاعدہ پڑھا کرو اور لوگوں سے نیک کام کو کہتا رہا کر اور ان کو برے کاموں سے روک اور اگر کوئی رنج یا دکھ تجھے پہنچے تو صبر اور خاموشی کے ساتھ برداشت کر۔ یہی وہ کام ہیں جن سے ہمت اور ارادہ کی پختگی اور مضبوطی ظاہر ہوتی ہے۔ آدمیوں سے منہ پھلا کر ٹیڑھے منہ سے بات نہ کر اور متکبّروں کی طرح گال پھلا کر اُن سے منہ مت پھیر۔ زمین پر اتراتا ہوا مت چل۔ اللہ اترانے والے بڑائیاں مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ چال میں میانہ روی اختیار کر اور پست اور نرم آواز سے بات کر۔ گدھے کی طرح مت چلّا۔ اس کی کرخت آواز ہر ایک کو بری لگتی ہے۔ یہ لقمان کی نصیحتوں کا لب لباب ہے جو قرآن میں ہے۔ ہر ایک کو ان پر عمل کرنا چاہیے۔

اللہ کو مانو

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا
کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے کام میں لگایا تمہارے لیے جو کچھ
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ
آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور پوری کر دیں تم پر
نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ
اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں
مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى
جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بغیر علم اور بغیر ہدایت
وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾
اور بغیر کتاب روشن کے

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ
زمین میں ہے تمہارے کام میں لگایا اور تم پر اپنی نعمتیں
نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ
پوری کر دیں ظاہر اور مخفی اور لوگوں میں ایسے
مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى
بھی ہیں جو اللہ کی بات میں جھگڑتے ہیں نہ علم رکھیں اور نہ
وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾
ہدایت اور کوئی روشن کتاب

اَسْبَغَ (پوری کیں، پھیلائیں) ماضی کا صیغہ ہے اِسْبَاغ سے جس کا مادہ س۔ب۔غ ہے۔ سبوغ کے معنی پورا ہونے، پھیلنے اور کامل ہونے کے ہیں۔ اَسْبَغَ: پورا کر دیا

هُدًى (ہدایت) اس کے معنی راستہ دکھانے یا بتانے کے ہیں یہاں اس سے دلیل مراد ہے۔ هُدًى: فطری تقاضا

جب نبیوں کے علاوہ دنیا کے دیگر عقلمند بھی اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دنیا میں سوا ایک اللہ کے اور کوئی اس قابل نہیں کہ اس کے آگے جھکا جائے اور وہ اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے۔ تو پھر یہ لوگ اس کے ساتھ شریک کیوں ٹھہراتے ہیں۔ کیا اللہ کا پہچاننا کوئی بڑی دشوار بات ہے۔ ارشاد ہے کہ کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ آسمان اور زمین کی ساری مخلوق انہی کے کام میں لگی ہوئی ہے اور اللہ نے انہیں ان کا مددگار بنا دیا ہے اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں ان کو پوری پوری عطا کی ہیں۔ یہ ان سب سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ سب کس کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ ظاہری نعمتیں تو وہ ہیں جن سے انسان کی کھانے پینے، رہنے سہنے اور سانس لینے وغیرہ کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور باطنی نعمتیں عقل، سوچ سمجھ، ہدایت اور انجام بینی وغیرہ ہیں۔ اللہ نے انسان کے لیے ان سب کا انتظام کیا۔ بڑا تعجب اور افسوس ہے کہ یہ لوگ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اللہ کا اقرار نہیں کرتے۔ حالانکہ اس کے انکار کی نہ کوئی عقلی یا وجدانی دلیل ہے نہ کوئی نقلی سند ہے جسے یہ اپنی تائید میں پیش کر سکیں۔

نامعقول بہانہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
اور جب کہا جائے ان سے پیروی کرو اس کی جو اتارا اللہ نے کہیں
بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ
نہیں ہم چلیں گے اس پر کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو اور کیا اگر
كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ
ہو شیطان بلاتا ان کو طرف عذاب
السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ
دوزخ کے اور جو شخص جھکا لے اپنا چہرہ اللہ کی طرف
وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
اور ہو وہ نیکوکار پس تحقیق تھام لیا اس نے حلقہ
الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾
بڑا مضبوط اور اللہ ہی کی طرف انجام ہے سب کا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
اور جب ان سے کہا جائے کہ اس حکم پر چلو جو اللہ نے اتارا تو کہیں
بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ
نہیں ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا
كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ
بھلا اور جو شیطان انہیں دوزخ کے عذاب کی طرف
السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ
بلاتا ہو تو بھی اور جو اپنا منہ اللہ کی طرف قائم
وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
کرلے اور وہ ہو نیکی پر تو اس نے پکڑ لیا مضبوط
الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾
حلقہ اور ہر کام کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے

اِسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى: یہ سارا جملہ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے وہاں اس کی تشریح دیکھیں مطلب یہ ہے کہ اس کو بڑا مضبوط سہارا مل گیا پہلے ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں آسمان اور زمین میں ہر طرف پھیلی پڑی ہیں۔ جو ان کو غور سے دیکھے گا وہ ضرور اللہ کو اور اس کی بلند صفات کو اچھی طرح پہچان سکتا ہے۔ اس کے لیے ممکن نہیں کہ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائے۔ یہ لوگ اور دل کے سامنے جھکتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ اوّل درجہ کے نادان ہیں اور ان کے پاس ایسا کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ نہ کوئی لکھی ہوئی سند ہے جسے پیش کر سکیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ قرآن حکیم کے کہنے کے مطابق نہ چلنے کا بہانہ وہ یہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے کو کیسے چھوڑ دیں۔ ان نادانوں سے کہو کہ اگر تمہارے باپ دادا شیطان کے بہکاوے میں آکر دوزخ کی طرف جا رہے ہوں تو کیا اُن کے پیچھے تم بھی دوزخ ہی میں جا کر گرو گے سیدھی بات یہ ہے کہ جس نے اللہ کی طرف رُخ کیا اور اس کی فرمانبرداری صدقِ دل سے اختیار کی۔ اس نے بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ سے پکڑ لیا ہے جب تک اسے پکڑے رہے گا گر نہیں سکتا۔ آخر سب کاموں کا فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے پاس پہنچ کر وہ نہال ہو جائے گا۔

کفر کا غم نہ کریں

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا

اور جس نے کفر کیا پس نہ غمگین کرے تجھے اس کا کفر ہماری طرف

مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

لوٹنا ہے ان کا پس بتائیں گے ہم انہیں جو وہ کرتے ہیں تحقیق اللہ

عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۲۳) نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا

جانتا ہے دلوں کے بھید فائدہ اٹھانے دیں گے ہم انہیں کچھ دن

ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (۲۴)

پھر کھینچ لائیں گے ہم انہیں طرف عذاب غلیظ کے

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

البتہ اگر پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں کو

وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

اور زمین کو البتہ کہیں گے وہ اللہ

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا

اور جو کوئی منکر ہوا تو تو ان کے انکار سے غم نہ کھا ان کو ہماری

مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

طرف پھر آنا ہے پھر ہم بتائیں گے جو انہوں نے کیا البتہ اللہ

عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۲۳) نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا

دلوں کی بات جانتا ہے ہم ان کا کام تھوڑے دن

ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (۲۴)

چلائیں گے پھر کھینچ لائیں گے انہیں بھاری عذاب میں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اگر تو ان سے پوچھے آسمان اور زمین کس نے

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

بنائے تو کہیں گے اللہ نے

غَلِيْظٍ (سخت) صفت کا مبغہ ہے۔ غ۔ل۔ظ سے غِلْظٌ کے معنی سختی۔ درشتی اور کھردرے پن کے ہیں غلیظ ہر وہ شے جس کے دیکھنے سننے چھونے سے سخت اذیت پہنچے ——— اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں سب کو نظر آتی ہیں۔ ان کے دیکھنے کے بعد عقل میں نہیں آتا کہ کوئی سمجھ دار اللہ کا انکار کرے گا۔ لوگوں کے لیے اس دنیا میں قدرت کے عجیب کارخانے ہیں اور یہاں کے حالات کو دیکھ دیکھ کر ان سے اپنے مفید مطلب بہت سے نتیجے نکالتے ہیں لیکن اصل نتیجہ جو نکالنا چاہیئے تھا۔ اس کی طرف اکثر ان کا دھیان ہی نہیں جاتا۔ ایسے لوگوں کو غفلت سے جگانے کے لیے پہلی آیتوں میں جھنجھوڑا گیا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے رسول تم سمجھانے کا حق ادا کر چکے ہو۔ قرآن حکیم کی آیتیں انہیں سنا دیں۔ ان کا مطلب سمجھا دیا اور ان پر عمل کا طریقہ بتا دیا۔ اب بھی اگر کوئی اللہ کو نہ مانے تو تم رنجیدہ مت ہو۔ یہ سب لوٹ کر ہمارے ہی پاس آئیں گے اور ان کے اعمال کا نتیجہ ان کے سامنے آجائے گا۔ دنیا میں ہم انہیں کچھ دن دنیا کی چیزوں سے خوب فائدہ اٹھانے دیں گے لیکن آخر کار وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ یہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو بے ساختہ بول اٹھیں گے اللہ نے لیکن جب ایمان لانے کو کہا جائے تو کترا کر چل دیں گے۔

اللہ کی خوبیاں بیشمار ہیں

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

تو کہ ساری خوبی اللہ کے لیے ہے پر اکثر ان میں سے نہیں جانتے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے تحقیق اللہ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ

وہی ہے بے پروا سب خوبیوں والا اور اگر ایسا ہو کہ جو زمین میں ہے

مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ

کوئی درخت قلمیں ہوں اور سمندر اس کی سیاہی ہو

مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ

جس کے پیچھے سات سمندر ہوں تو بھی نہ ختم ہوں

كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

اللہ کی باتیں تحقیق اللہ زبردست حکمت والا ہے

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

تو کہ سب خوبی اللہ کے لیے ہے لیکن بہت سے ان میں سمجھ نہیں رکھتے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک اللہ وہی ہے

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ

بے پروا سب خوبیوں والا اور اگر جتنے درخت زمین میں

مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ

ہیں قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہوں

مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ

اور اس کے پیچھے سات سمندر ہوں تو بھی اللہ کی باتیں

كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

ختم نہ ہوں بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا

یقیناً انسان کی مشکلات کا سوا اس کے کوئی حل نہیں کہ اللہ کو پہچانتے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگ جاتے۔ اللہ کا ماننا انسان کے لیے ایک قدرتی چیز ہے۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے جدھر نظر ڈالو، ساری دنیا ان گنت چیزوں سے آراستہ ہو رہی ہے۔ سر کے اوپر آسمان ہے جو بے شمار چھوٹے بڑے سیاروں اور ستاروں سے بھرا پڑا ہے پیروں کے نیچے زمین ہے جو طرح طرح کی مخلوق سے بھرپور ہے۔ ارشاد ہے کہ جس سے بھی سوال کرو گے کہ یہ سب کچھ کس نے بنایا ہر ایک فوراً یہی جواب دے گا کہ اللہ نے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کا تصور الگ الگ ہو اور نام بھی الگ الگ ہوں لیکن جواب یہی ہوگا۔ اے رسول ان سے کہہ دے یہی اللہ تو ہے جس میں ساری خوبیاں ہیں مگر اتنا سمجھنے والے بہت کم ہیں۔ سنو اس کا تصور ٹھیک ٹھیک چاہتے ہو تو اس پر غور کرو کہ اگر دنیا کے سارے درخت قلم بن جائیں اور سمندر ان کی سیاہی ہو بلکہ سات سمندر اور بھی اس کے ساتھ سیاہی ہو جائیں اور لکھنے والے لکھنا شروع کر دیں تو اللہ عزوجل کی خوبیاں ساری نہ لکھ سکیں گے۔ یہ سب چیزیں ختم ہو جائیں گی مگر اس کی پُرشوکت اور پُرحکمت باتیں نہ ختم ہوں گی اس کے تصور کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو سب سے زبردست، سب پر غالب اور سب کی اصل حقیقت اور تمام بھیدوں سے واقف اور خبردار مانا جاتے۔

اللہ کی قدرت

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ
نہیں پیدا کرنا تمہارا اور نہ دوبارہ زندہ کرنا تمہارا مگر مانند شخص واحد کے
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ
تحقیق اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے کیا نہیں دیکھا تو نے کہ
اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو
فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ
رات میں اور کام میں لگایا سورج کو اور چاند کو ہر ایک
يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا
چلتا ہے ایک وقت مقرر تک اور یہ کہ اللہ اس سے جو
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ
تم کرتے ہو خبردار ہے یہ اس لیے کہ اللہ ہی ہے
هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ
حقیقی ہستی اور یہ کہ جسے وہ پکارتے ہیں اس کے سوا
الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾
بے حقیقت ہے اور یہ کہ اللہ ہی وہ بلند ہے بڑا ہے

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ
تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ
بے شک اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے تو نے نہیں دیکھا کہ
اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو
فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ
رات میں اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے
يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا
اور ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ اس کی
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ
خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو یہ اس لیے کہ اللہ ہی
هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ
اصل ہستی ہے اور جس کسی کو اس کے سوا پکارتے ہو
الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع ۲/۱۲
جھوٹ ہے اور اللہ سب سے بلند اور بڑا ہے

ارشاد ہے کہ سنو! اللہ کی قدرت کے تحت ہر چیز ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینا اس کے نزدیک کیا مشکل ہے۔ بے شمار زندہ چیزیں پیدا کرنا اور ایک زندہ چیز پیدا کرنا اس کے نزدیک دونوں برابر ہیں سب کچھ اس کے ارادے کے تابع ہے ادھر ارادہ کیا اور ادھر چیز موجود ہوئی جیسے وہ سب کی ایک ہی وقت میں سنتا اور ایک ہی وقت میں دیکھتا ہے اسی طرح پیدائش بھی ایک کی یا بہتوں کی اس کے لیے برابر ہے۔ اس کی قدرت اسی میں دیکھو لوگو کبھی دن بڑھتا ہے کبھی رات سورج اور چاند برابر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں اور جو وقت ان کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے اس کے مطابق اپنا اپنا کام کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ان باتوں کی طرف توجہ کی ضرورت ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق اللہ ہی ہے اور سارے معبود جھوٹے ہیں اور اللہ ہی سب سے برتر اور سب سے بڑا ہے۔

اور نشانیاں

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ
کیا نہیں دیکھا تونے کہ جہاز چلتا ہے سمندر میں اللہ کی نعمت
اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
کے ساتھ تاکہ دکھائے تمہیں کچھ اپنی نشانیاں تحقیق ہیں اس میں نشانیاں
لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۳۱) وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ
واسطے ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے اور جب ڈھانپ لیتی ہے ان کو موج
كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ
جیسے سائبان پکارتے ہیں اللہ کو خالص بن کر اسی کے لیے بندگی
فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا
پھر جب بچالایا ان کو خشکی پر تو کچھ ان میں سے میانہ روی کرتے ہیں اور نہیں
يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ (۳۲)
مکرتا ہماری نشانیوں سے مگر ہر دھوکے باز ناشکرا

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ
کیا تونے نہیں دیکھا کہ سمندر میں جہاز اللہ کی نعمت لے کر چلتے ہیں
اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
تاکہ تمہیں اپنی کچھ قدرتیں دکھائے البتہ اس میں ہر ایک صبر کرنے والے شکر کرنے
لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۳۱) وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ
والے کے لیے نشانیاں ہیں اور جب ان کے سر پر موج آئے جیسے
كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ
بادل تو اللہ کو پکارنے لگیں خالص اعتقاد کر کے پھر جب
فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا
ان کو خشکی کی طرف بچا دیا تو ان میں کوئی میانہ رو ہوتا ہے اور ہماری آیتوں
يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ (۳۲)
کے منکر وہی ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوتے ہیں

الظُّلَلِ (سر پر چھا لے والے) ظُلَّةٌ کی جمع ہے جو ظِلٌّ سے بنا ہے۔ ظُلَّةٌ ہر سر پر چھانے والی چیز۔ مثلاً بادل، پہاڑ، سائبان وغیرہ
خَتَّارٌ (فریبی) مبالغہ کا صیغہ ہے خ۔ ت۔ ر سے ختر دھوکا دینا۔ ختّار دھوکے باز۔ غدّار
مُقْتَصِدٌ (سنبھل کر چلنے والا) اسم فاعل ہے اقتصاد سے جو قصد سے بنا ہے۔ مقتصد : اعتدال پسند۔

ارشاد ہے کہ جہازوں کو دیکھتے ہو۔ پانی کی سطح پر کیسے چلتے ہیں۔ اور اللہ کی نعمتوں کو ادھر سے ادھر اٹھا کر پہنچا دیتے ہیں۔ کیا تمہیں اس میں اللہ کی قدرت نظر نہیں آتی؟ ہر معتدل مزاج شکر گذار کے لیے اس میں اللہ کی معرفت کی نشانیاں ہیں پھر کبھی طوفان آجاتا ہے اور پہاڑوں جیسی موجیں سر پر چھا جاتی ہیں۔ تو کشتی والے اللہ ہی کو خلوص سے پکارنے لگتے ہیں مگر خشکی میں آکر کوئی ہوتا ہے جو اپنی بات پر قائم رہتا ہے۔ ورنہ اکثر قول سے پھر جاتے ہیں اور ناشکری کرنے لگتے ہیں:

قیمتی نصیحت

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا
اے لوگو پورا خیال رکھو اپنے رب کا اور خوف کرو اس دن سے
لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ
کہ کام نہ آئے کوئی باپ اپنے بیٹے کے اور نہ کوئی بیٹا
هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ
کہ وہ کام آسکے اپنے باپ کی طرف سے کچھ تحقیق وعدہ
اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۣ
اللہ کا سچا ہے پس نہ دھوکا دے تمہیں زندگانی دنیا کی
وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۳۳
اور نہ دھوکا دے تمہیں اللہ کے نام سے وہ دغا باز

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا
اے لوگو اپنے رب سے ڈرتے رہو اور ڈرو اس دن سے
لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ
کہ کام نہ آئے کوئی باپ اپنے بیٹے کے اور نہ کوئی بیٹا
هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ
جو کام آئے اپنے باپ کے کچھ بھی بے شک اللہ کا
اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۣ
وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیا کی زندگانی دھوکا نہ دے اور نہ
وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۳۳
دھوکا دے تمہیں وہ دغا باز اللہ کے نام سے

پہلے ارشاد ہوا کہ انسان کو چاہیئے کہ اللہ کے لطف و کرم کو ہر طرف پھیلا ہوا دیکھ کر اللہ کو پہچانے اور اس کی فرمانبرداری کے لیے سرگرم ہو جائے لیکن انسان کا عجیب رویہ ہے۔ اللہ کی نعمتوں سے ہر وقت فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اسے بھول کر دوسروں کی آؤ بھگت میں لگا رہتا ہے۔ مگر جب کوئی سخت مصیبت آپڑتی ہے جس میں کوئی مددگار نظر نہیں آتا۔ تو پورا پورا اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اسی کو پکارتا ہے۔ غضب یہ ہے کہ مصیبت کے ٹلتے ہی ناشکری اختیار کر لیتا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس طرح کام نہیں بنے گا۔ اللہ کی ناراضی سے ہر آن ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ ایسا ہولناک دن آنے والا ہے۔ جب باپ بیٹے کے اور بیٹا باپ کے کچھ کام نہ آئے گا۔

یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ کا وعدہ کسی وقتی جذبہ کے تحت نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی بات سب باتوں سے پکی اور پختہ ہوتی ہے۔ اس لیے اس پر یقین کرو اور دنیا کی زندگانی کے دھوکے اور فریب میں مت پھنسو۔ شیطان کی چال میں مت آؤ وہ انسان کو اللہ کا نام لے کر دھوکا دیتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ میاں خوب عیش کرو اللہ غفور رحیم ہے۔ خبردار نجات اللہ کے غضب سے ڈرنے میں ہے۔

انسان نادان ہے

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ
تحقیق اللہ اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی اتارتا ہے
الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا
مینہ اور جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور نہیں
تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ
جانتا کوئی شخص کیا کرے گا کل
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ
اور نہیں جانتا کوئی شخص کون سی زمین میں مرے گا
ع اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾
تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ
بے شک قیامت کی خبر اللہ کے پاس ہے اور وہ مینہ
الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا
برساتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے اور کسی
تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ
آدمی کو معلوم نہیں کہ کل کو کیا کرے گا
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ
اور کسی کو معلوم نہیں کہ کس زمین میں مرے گا
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾
تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے

اس آیت میں انسان کو اس کی غفلت پر سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ اسے بتایا گیا ہے کہ اگلی باتوں سے ناواقف ہونے کے باوجود وہ ایسا خودسر بنتا ہے کہ اپنے سوا کسی کی نہیں سنتا۔ ارشاد ہے کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے اور مینہ برسانا بھی اسی کے علم اور اختیار میں ہے۔ یہ بھی اللہ ہی جانتا ہے کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کہاں مرے گا۔ یہ سب باتیں اللہ کے علم میں ہیں۔ وہی جس کو چاہے بتائے یا نہ بتائے۔ پھر انسان کس گھمنڈ پر بڑی بڑی امیدیں باندھتا ہے۔ بڑے بڑے منصوبے گھڑتا ہے۔ اپنے ہی خیال اور ناقص علم پر بھولا اور پھولا بیٹھا ہے۔ ابھی قیامت آجائے تو سب کچھ رکھا رہ جائے۔ مینہ برسنا بند ہو جائے تو تھوڑے ہی دن میں میاں کا ذرا سا منہ نکل جائے۔ کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے۔ بارہا انسان نے یہ سوچا کہ کل یوں کروں گا لیکن واقعات ایسے پیش آتے ہیں کہ سب کچھ دھرا رہ گیا۔ جب ان باتوں پر اختیار نہیں۔ تو پھر اللہ عزوجل کا کہنا کیوں نہیں مانتا جو ان سب باتوں سے خبردار ہے۔ اور انسان کو وہی حکم دیتا ہے جو اس کے مناسب حال ہو۔

سُورۂ لقمان پر نظر

اس سورت میں پہلے اس بات کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے کہ قرآن مجید کی باتیں حکمت کے مطابق ہیں یعنی اس کی ہر بات میں اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ہر کام کا آخری نتیجہ درست ہو خواہ اس کی خاطر تھوڑا سا بظاہر ذاتی فائدہ شروع میں چھوڑنا پڑے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی باتوں سے اصل فائدے وہی لوگ اُٹھا سکتے ہیں جن کی طبیعت نیک کاموں کی طرف جھکی ہوئی ہے اور انجام پر نظر رکھتے ہیں۔ ان کو نماز پڑھنا اور محتاجوں کو مالی فائدہ پہنچانا یقیناً پسند ہوگا۔ اور یہ لوگ اس کا بدلہ بھی فوراً یہیں دُنیا میں نہیں مانگیں گے بلکہ یقین رکھیں گے کہ دُنیا عارضی قیام کی جگہ ہے اور انسان کی یہاں کی عُمر محدود ہے۔ اس لیے نیک کاموں کا پورا پورا بدلہ یہاں نہیں مل سکتا۔ اس کا لازمی نتیجہ آخرت پر یقین رکھنا ہے۔

آگے کچھ ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کا انجام اچھا نہیں اور آخرت میں ان کی وجہ سے بڑے دُکھ اور آفتوں میں مُبتلا ہونا لازمی ہے۔ ان میں سے اکثر چیزیں وہ ہیں جن میں فقط دُنیا کی کھیل تفریح مقصود ہوتی ہے۔ اور اتّفاق سے یہ وہی باتیں ہیں جن میں دُنیا کے اکثر لوگ آج کل مُبتلا نظر آتے ہیں۔

فضول کہانیاں، ناول، من گھڑت خیالی افسانے، ناچ گانا، عالی شان مکانات، تصویر کشی، نقش نگاری، لچر پوچ شاعری اور وہ تمام کام جن کو فنونِ لطیفہ کا نام دے کر اچھا بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، سب وہی باتیں ہیں جن کا انجام آخرت میں اچھا نہ ہوگا۔ بلکہ دُنیا ہی میں وہ بہت سی برائیوں کے پھیل جانے کا باعث بن رہی ہیں۔ پھر ان باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جن کا انجام ہر جگہ اچھا ہوگا مثلاً اللہ کی پہچان، توحید کا اعتقاد، شرک سے نفرت، بُری عادتوں سے بچنا وغیرہ۔

اس سورت میں حضرت لقمان کا قصّہ بیان کر کے اشارہ کیا گیا ہے کہ دُنیا کے عقل مند ان باتوں کی اچھائی پر متفق ہیں جنھیں قرآن میں اچھا کہا گیا ہے اور ان باتوں کو بُرا جانتے ہیں جن کو اس میں بُرا بتایا گیا ہے۔

پھر بتایا گیا ہے کہ آنکھیں کھول کر تو دیکھو کہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں تمام عالم میں ظاہر ہیں۔ ان کو دیکھ کر ان تمام باتوں کی صداقت کا یقین ہو جانا چاہیئے جو قرآن حکیم نے بتائی ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی یقین نہ کرے تو وہ نادان ہے۔ ضد کی تو بات ہی اور ہے ورنہ انسان کو اُن باتوں کا نہ علم ہے نہ ان پر اختیار ہے۔ جس کے بغیر اس کی ساری کارروائیاں اور شیخیاں ذرہ سی حیثیت بھی نہیں رکھتیں۔

سُورۃ السجدہ

یہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے بتیسویں سورت ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی اور اس میں تین رکوع ہیں۔ اس میں سب سے پہلے اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن مجید یقیناً اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا اور ان کا محافظ ہے۔ اس بات میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ قرآن مجید کا طرز کلام اور بات کا طریقہ ہی صاف صاف کہہ رہا ہے۔ کہ یہ اس جہان کے بنانے والے نے اپنی تمام عاقل و بالغ مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اس کا خطاب کسی خاص قوم یا فرقہ سے نہیں بلکہ اس مخلوقات سے ہے جو سمجھ اور ذمہ داری کا احساس اپنے اندر رکھتی ہے۔ کیا یہ مکہ کے نادان لوگ اس عظیم الشان کتاب کی بابت یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر (علیہ السلام) نے خود گھڑلی ہے۔ عربی زبان سے واقف ہوکر ایسی بات کہنا ضد اور خود غرضی کے سوا اور کسی وجہ سے نہیں ہوسکتا۔ چھوڑو ان باتوں کو یہ کتاب فی الحقیقت سچی باتیں بتانے والی ہے اور ان لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے بھیجی گئی ہے۔ جن کے پاس اس سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تاکہ انہیں دنیا بھر کا ہادی بنائے۔ یہ بتاتی ہے کہ اللہ کو پہچانو جس نے تنہا آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی ساری مخلوق پیدا کی اور پھر ان کا نظام قائم کر دیا۔ اس کے سوا تمہارا نہ کوئی ساتھی ہے نہ مددگار۔ اس کو مانو اور اس کے ارشاد کے مطابق چلو۔ دُنیا میں کچھ دن جینا ہے۔ پھر ہر ایک کو موت آکر دبوچ لے گی۔ اس کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی۔ اعمال کا حساب ہوگا اور ان کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ اس دن اللہ کے نافرمان لوگ پچھتائیں گے اور دُنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے لیکن یہ درخواست منظور نہ ہوگی۔ کیونکہ انہیں رسولوں اور کتابوں کے ذریعے پورے طور پر سمجھا دیا گیا تھا کہ نہ مانو گے تو دوزخ ٹھکانا ہوگا۔ جیسے تم دُنیا میں ہمیں بھول گئے آج ہم تم کو بھلا دیں گے۔ آج تمہارے لیے سوا عذاب کے کچھ نہیں۔

دیکھو! اچھی طرح سُن لو۔ ایمان والے وُہ ہیں جو قرآن مجید کی آیتیں سُن کر اکڑ فوں چھوڑ دیتے ہیں اور فوراً اللہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اس کے سامنے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر گڑگڑاتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ اس سے ڈرتے بھی ہیں اور اسی سے بخشش کی امید بھی رکھتے ہیں۔

دیکھو! دُنیا میں چھوٹے چھوٹے عذاب انسان کو چونکانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر نہ چونکے تو آخرت کا بڑا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ یاد رکھو قیامت برحق ہے اور اُس دن سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔

سورۃ السجدۃ مکیۃ

قرآن اللہ کا پیغام ہے

وھی ثلثون آیۃ
رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ
الف لام میم نازل کرنا کتاب کا اس میں شک نہیں
مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ
کہ سارے جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے کیا کہتے ہیں یہ کہ
افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
گھڑ لایا ہے وہ اسے نہیں تو یہ تو سچی بات ہے تیرے رب کی طرف سے
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ
تاکہ تو ڈرا دے ایسی قوم کو کہ نہیں آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا
مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾
تجھ سے پہلے تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ
الم اس میں کچھ شک نہیں کہ کتاب کا اتارا جانا پروردگار
مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ
عالم کی طرف سے ہے کیا کہتے ہیں کہ جھوٹ باندھ
افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
لایا ہے کوئی نہیں یہ بات ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے تاکہ تو ان
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ
لوگوں کو ڈرا دے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں
مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾
آیا تاکہ وہ راہ پر آئیں

بس قادرِ مطلق نے اپنی قدرت سے سارا جہان بنا کر کھڑا کر دیا اور ہر چیز اس میں اس کی مناسب جگہ پر سجا دی۔ اسی نے ہر چیز کے لیے اس کا کام بھی مقرر کر دیا جو اس کے حال اور مرتبہ کے لحاظ سے اس کے لیے مناسب تھا۔ اور ہر ایک کو اپنا اپنا کام پورا کرنے کا صحیح طریقہ بھی بتا دیا۔ سمجھ سے کام لینے کے قاعدے اور طریقے بھی الگ ایک کتاب کی شکل میں لکھ کر نازل فرمائے۔ وہ کتاب اپنی مکمل اور آخری شکل میں یہ قرآن مجید ہے۔ انسان کو اس میں شبہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں کہ پروردگارِ عالم انسانوں کا بھی پروردگار ہے ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کے لیے اس کی خاص دلی اور دماغی قوتوں کے کام کرنے کے قاعدے نہ مقرر کر دے۔ اس قرآن کا حرف حرف بتا رہا ہے کہ یہ اسی پروردگار کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس کو خود رسول کی اپنی گھڑی ہوئی کتاب بتاتے ہیں۔ اُن کا یہ خیال غلط اور بالکل غلط ہے سیدھی بات ہے کہ انسان کو اس طریقے سے واقف کر دینا ضروری تھا جس سے وہ اپنی قوتوں سے کام لے۔ اسی طرح اس کو بُرے اعمال کے نتائج سے ڈرا دینا بھی ضروری تھا۔ اس کے لیے ہم نے تجھے ان کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور یہ کتاب دی تاکہ تو انہیں اچھی طرح سمجھا دے اور ڈرا دے کیونکہ ان کے پاس تجھ سے پہلے ڈرانے والا نہیں آیا۔ اس لیے ان کی ہدایت کا سامان ضروری تھا تاکہ وہ خود سنور کر دوسروں کو سنواریں ::

اللہ کا تصوّر

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین
وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پھر قائم ہوا
عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ
عرش پر نہیں تمہارے لیے اس کے سوا کوئی حمایتی
وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (۴)
ورنہ سفارشی پس کیا تم دھیان نہیں کرتے

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین
وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
اور جو کچھ ان میں ہے سب کچھ چھ دن کے اندر بنایا پھر عرش
عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ
پر قائم ہوا تمہارا اس کے سوا کوئی حمایتی نہیں
وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (۴)
اور نہ کوئی سفارشی پھر کیا تم دھیان نہیں کرتے

اس سے پہلے ارشاد ہوا کہ بلاشک یہ کتاب سارے جہان کے پروردگار نے اتاری ہے تاکہ اے رسول تو ان کو جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔ ان کے برے اعمال کی سزا سے ڈرا دے تاکہ وہ سیدھے راستہ پر آجائیں۔ اور برے اعمال سے پرہیز کریں۔ کسی کے بس کا نہیں کہ ایسی کتاب بنالے۔ یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجی گئی ہے اور اس میں بالکل سچی اور واقعی باتیں ہیں۔

ارشاد ہے کہ رب العالمین وہ اللہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان، زمین اور ان کے درمیان کی ساری مخلوق بنا ڈالی اور پھر تخت حکومت پر قبضہ کیا۔ اس سے کہہ دو کہ کائنات کے چپّہ چپّہ پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ تم اس کی نافرمانی کرکے کہاں جاؤ گے۔ اور کس کی پناہ ڈھونڈو گے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی دوست، حمایتی، ساتھی اور مددگار نہیں۔ نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی تمہاری سفارش کرسکتا ہے۔ اب تمہیں سوچنا چاہیئے کہ جب واقعہ یہ ہے تو تمہارا اس کے سوا کہاں ٹھکانہ ہے تم جو ایسی دیدہ دلیری سے اس کا انکار کر رہے ہو۔ نہ اس کے رسول کو مانتے ہو۔ نہ اس کی کتاب پڑھتے ہو نہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہو یہ تمہاری سراسر نادانی ہے۔

یہ ساری کائنات تمہارے سامنے ہے اور اس کا انتظام قاعدے اور قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ تم اس کے بنانے والے اور قائم رکھنے والے کو نہیں مانتے ⁂

اللہ کی تدبیر

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ
تدبیر کرتا ہے ہر کام کی آسمان سے زمین کی طرف پھر
يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ
چڑھتا ہے وہ اس کی طرف ایک دن میں کہ ہے مقدار اس کی ہزار
سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ
سال اس حساب سے جو تم لگاتے ہو یہ ہے جاننے والا پوشیدہ
وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾
اور ظاہر کا زبردست رحم والا

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ
تدبیر سے کام آسمان سے زمین تک اتارتا ہے پھر وہ کام
يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ
اس کی طرف چڑھتا ہے ایک دن میں جس کا پیمانہ تمہاری گنتی
سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ
میں ایک ہزار سال کا ہے یہ ہے چھپے اور
وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾
کھلے کا جاننے والا زبردست اور رحم والا

پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ عزوجل نے ساری کائنات کو پیدا کیا اور اس کے تختِ حکومت پر بھی وہ جلوہ گر ہے۔ اس آیت میں نظامِ حکومت کے خاکہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ کی بارگاہِ عالی سے روزانہ ایک دن کے کام کی تفصیل زمین پر بھیج دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو عمل میں لانے والے فرشتے اس کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اس کے بعد اس ساری کارروائی کی رپورٹ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچتی ہے اور وہاں سے دوسرے دن کے لیے حکم مقرر ہو کر آتا ہے روزانہ اسی طرح ہوتا رہتا ہے لیکن دنیا کے دنوں کے حساب سے اگر دیکھا جائے تو ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ٹھہرے۔

آگے سورۃ المعارج سے معلوم ہوتا ہے جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ قیامت قائم ہو گی جو ایک دن رہے گی۔ اور اس ایک دن میں سارے انسانوں کے اعمال کا حساب ایک ایک کر کے چکا دیا جائے گا۔ یہ قیامت کا دن یہاں کے حساب سے پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انتظام ہے جس کے مطابق دنیا کا کام چل رہا ہے اور جس کے مطابق قیامت میں اعمال کا حساب چکایا جائے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ ایسا مقرر اور جچا تلا انتظام اس سب حاکموں کے حاکم نے اپنی قدرت سے مقرر کر دیا ہے۔ جس کو ہر ایک پوشیدہ اور کھلی باتوں کی پوری پوری خبر ہے اور جو ظاہر اور باطن دونوں سے پورا واقف ہے۔ اور جو سب سے زیادہ قوت والا ہے۔

انسان کی پیدائش

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ
وہ جس نے اچھی بنائی ہر چیز جو پیدا کی اور شروع کی
خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ
پیدائش انسان کی گوندھی ہوئی مٹی سے پھر بنائی
نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۸﴾
اس کی اولاد نچوڑ سے ایک پانی بے قدر کے
ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ
پھر برابر کیا اسے اور پھونکی اس میں اپنی ایک روح
وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ
اور بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور
الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾
دل بہت کم تم شکر کرتے ہو

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ
وہ جس نے ہر چیز خوب بنائی اور انسان کی
خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ
پیدائش شروع کی ایک گارے سے پھر اس کی
نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۸﴾
اولاد نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے بنائی
ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ
پھر اسے برابر کیا اور پھونکی اس میں اپنی ایک جان
وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ
اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور
الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾
دل بنا دیے تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو

جو چیز بھی اللہ نے بنائی بہت اچھے طریقے اور بڑی خوبی سے بنائی۔ اس طرح کی چیزیں وہی بنا سکتا ہے جو بڑا ماہر ہو اور ہر طرح کی اونچ نیچ کا علم رکھتا ہو اور ساتھ ہی ہر چیز کو فیاضی کے ساتھ وہ سب کچھ عطا کر سکے جو اس کی بناوٹ اور اس کے رکھ رکھاؤ کے لیے ضروری ہو ہر چیز اس کی قدرت میں ہو۔ اس قادرِ مطلق نے پانی میں گوندھی ہوئی مٹی سے پہلی دفعہ آدمی کو بنایا۔ پھر اس کی پیدائش کا سلسلہ نطفہ کے ذریعے جاری کیا جو ان چیزوں کا جوہر ہے جو انسان کھاتا ہے نطفہ پانی کی شکل کا ایک فضلہ ہے جس کی کوئی وقعت نہیں پھر انسان کے بدن کا ہر جوڑ صحیح طور پر اپنی اپنی جگہ بٹھایا اور سارے اعضاء درست کر دیے۔

جب وہ ایک موزوں اور مناسب شکل کا ہو گیا تو اس کے اندر روح پھونکی جو اللہ کے حکم سے بنی ہوئی ایک خاص چیز ہے۔ اس کے بعد انسان اپنے کان اور آنکھ سے سننے اور دیکھنے لگا۔ اور اس کے دل میں عجیب و غریب قوتیں اپنا اپنا کام کرنے لگیں پھر بھی تم اس کی شکر گذاری کم کرتے ہو۔

مر کر جینا

قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَ اِنَّا
انہوں نے کہا جب رل مل گئے ہم زمین کی مٹی میں کیا پھر ہم
فِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ بَلْ ھُمْ بِلِقَآئِ
پیدائش نئی پائیں گے کچھ نہیں وہ ملاقات سے
رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ (۱۰) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ
اپنے رب کی انکار کرنے والے ہیں تو کہہ اٹھا لے گا تمہیں
مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ
موت کا فرشتہ جو مقرر کر دیا گیا ہے تم پر پھر
اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (۱۱)
تم اپنے رب کی طرف دوبارہ لوٹ کر جاؤ گے

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَ اِنَّا
اور کہتے ہیں جب ہم زمین میں رل مل گئے تو پھر ہم کو
لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ بَلْ ھُمْ بِلِقَآئِ
نئے سرے سے بننا ہے کچھ نہیں وہ اپنے رب
رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ (۱۰) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ
کی ملاقات سے منکر ہیں تو کہہ موت کا فرشتہ
مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ
تمہاری جان قبض کر لیتا ہے جو تم پر مقرر ہے پھر تم
اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (۱۱) ع ۱ / ۱۴
اپنے رب کی طرف پھر جاؤ گے

پہلے انسان کی پیدائش کا حال بیان کیا کہ اس میں دو جزو ہیں۔ ایک بدن اور ایک روح۔ بدن تو انہیں چیزوں سے تیار ہوتا ہے جو مٹی میں ملی ہوئی ہیں۔ مٹی کو پانی سے گوندھا اور پہلی مرتبہ براہِ راست اسی سے انسان کا ڈھانچہ بن کر تیار ہوا۔ اس کے بعد پیدائش کا سلسلہ اس طرح قائم کیا کہ انسان زمین کی پیداوار سے پیٹ بھرے اور پھر اس سے چھن چھنا کر نطفہ بنے جو ایک بے حقیقت بہتی ہوئی چیز ہے۔ جب ڈھانچہ درست ہو گیا تو جان پڑی اور وہ روح ہے جس کی بدولت آنکھ کان اور دل اپنا اپنا کام کرنے لگے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ لوگ کیسے کہتے ہیں کہ جب بدن کے اجزا گل سڑ کر مٹی میں ادھر ادھر پھیل جائیں گے تو اس کے بعد نئے سرے سے پھر انسان کیسے بنے گا؟ ان سے کہہ دو کہ اصل میں تم نے اپنے رب کو نہیں پہچانا۔ جب ایک دفعہ بدن بن گیا۔ روح اس میں آ گئی اور انسان پیدا ہو گیا۔ تو اس کے بعد یہ سمجھ لو کہ موت کا فرشتہ تمہارے لیے مقرر کر دیا گیا ہے۔ وہ وقت جب آئے گا تمہارے بدن سے روح باہر کھینچ لے گا۔ یہ روح باقی رہے گی۔ اس کے لیے دوبارہ بدن پھر اسی طرح بن جائے گا جیسے پہلے بنا تھا۔ اور پھر روح اس میں داخل ہو جائے گی ؛

قیامت میں آنکھیں کھلیں گی

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ
اور اگر دیکھے تو جب یہ گناہ گار جھکائے ہوں گے اپنے سر
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا
اپنے رب کے اے ہمارے رب دیکھا ہم نے اور سُنا ہم نے
فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (۱۲)
پس لوٹا دے ہمیں کریں گے ہم اچھے کام تحقیق ہم یقین لے آئے
وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا
اور اگر ہم چاہتے تو دے دیتے ہر شخص کو اس کی ہدایت
وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ
اور لیکن پختہ ہو چکا کہنا میرا کہ ضرور بھر دوں گا
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۳)
دوزخ کو جنوں اور آدمیوں سے اکٹھے

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ
اور کبھی تو دیکھے جس وقت کہ منکر اپنے رب کے سامنے سر ڈالے
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا
ہوئے ہونگے اے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہمیں پھر
فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (۱۲)
بھیج دے کہ ہم اچھے کام کریں ہمیں یقین آ گیا
وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا
اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کی راہ سجھا دیتے
وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ
لیکن میری کہی بات پکی ہو چکی کہ مجھے دوزخ
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۳)
جنوں اور آدمیوں سے اکٹھے بھرنی ہے

پہلی آیت میں فیصلہ سنا دیا گیا کہ موت کا فرشتہ تمہارے لیے مقرر کر دیا گیا ہے۔ وقت آنے پر وہ تمہارے بدن سے تمہاری روح نکال لے اور یہ روح قیامت کے دن پھر بدن سے ملا دی جائے گی اور انسان زندہ ہو کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوگا۔ اس وقت اس پر بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ دنیا میں اللہ کے رسولوں نے بتایا تھا وہ سب صحیح ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کا انکار کرنے والے اس دن اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور عرض کر رہے ہوں گے۔ کہ اے رب ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے اور اب ہمیں یقین ہو گیا کہ جو تیرے رسول نے تیری کتاب میں سے ہمیں دنیا میں پڑھ کر سنایا تھا۔ درست تھا اے رب اب پھر ہمیں دُنیا میں بھیج دے۔ اب کے ہم اچھے کام کر کے دکھائیں گے۔ لیکن ان کی یہ درخواست فضول ہو گی کیونکہ دنیا ختم ہو چکی اور انہوں نے وہاں شیطان کے بہکاوے سے غلط کام اختیار کیے۔ پھر ارشاد ہے کہ ہم چاہتے تو زبردستی ہر شخص کو سیدھے راستہ پر چلاتے لیکن دُنیا کی بناوٹ ہی اس قاعدے پر ہو چکی ہے کہ ہر سمجھ دار ہستی کو اختیار دیا جائے اور جو غلط راستہ اختیار کریں خواہ جنّ ہوں یا انسان ان سے جہنّم کو بھر دیا جائے۔

پاداشِ عمل

قُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا

تم بدلہ اس کا کہ بھلایا تم نے ملنا اپنے دن کا جو یہ ہے

سِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا

نے بھلا دیا تمہیں اور چکھو عذاب ہمیشہ کا بدلے اس کے کہ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ

تم کرتے بات یہی ہے کہ ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر وہی کہ

ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا

... گر پڑیں سجدہ کرتے اور پاکی بیان کریں

دِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدة

خوبیوں کے ساتھ اور وہ نہیں بڑے بنتے

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا

سو اب مزہ چکھو جیسے تم نے اس اپنے ملنے کے دن کو بھلا دیا تھا

اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا

ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اور چکھو سدا کا عذاب

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ

عوض اپنے کیے کا ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ

اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا

جب ان کو وہ سمجھائی جائیں تو سجدہ کرتے ہوئے گر پڑیں اور

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدة

اپنے رب کی پاک ذات کو یاد کریں خوبیوں کے ساتھ اور وہ تکبر نہیں کرتے

پہلے بیان ہوا کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کو نہ مانا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتبار نہ کیا اور اس کی فرمانبرداری پر کمر ی۔ وہ قیامت میں اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ کر عرض کریں گے کہ اب ہمیں آپ کی باتوں پر پورا یقین آ گیا۔ اب ہمیں پھر دنیا میں دیجیے ہم آپ کو فرمانبردار بن کر دکھا دیں گے۔

ارشاد ہو گا کہ دنیا میں مانتے تو کام بنتا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ آگے ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دیا جائے کہ قیامت کا دن تم نے دنیا تو بھلائے رکھا۔ اب جب سر پہ آ ہی پڑا تو آنکھیں کھلیں۔ آج تمہیں تمہارے اعمال کی سزا کے سوا کچھ نہیں ملے گا تم نے ہمیں یں بھلا دیا۔ آج ہم تمہیں بھلا دیں گے۔ تمہارے وہی شغل جن کے اندر تم دنیا میں پھنسے ہوئے تھے عذاب جان بن کر گھیر لیں گے نیا میں ہم پر ایمان لانے والے کبھی تو تھے۔

۱ سنو! ہماری آیتوں کو ماننے وہ ہیں جو انہیں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑتے ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اس کی خوبیاں گنتے وہ اپنے رب ہی کو سب سے بڑا اعلیٰ اور افضل مانتے ہیں۔ اپنے آپ کو اس کے سامنے ذلیل اور عاجز سمجھتے ہیں۔ ان کے دل میں ر کا خبط بیٹھا ہوا نہیں ہے وہ ہمارے فرمانبردار بندے بن کر رہتے ہیں۔ یہ آیت سجدہ ہے۔

ایمان والے

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ
الگ رہتے ہیں ان کے پہلو لیٹنے کی جگہوں سے پکارتے ہیں
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
اپنے رب کو ڈر اور لالچ سے اور اس میں سے جو دیا ہم نے انہیں
يُنْفِقُوْنَ (١٦) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ
خرچ کرتے ہیں پس نہیں جانتا کوئی شخص جو
اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءً
چھپا رکھی ہے ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک سے بدلہ
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (١٧)
اس کا جو تھے وہ کرتے

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْ
ان کے پہلو اپنے سونے کی جگہ سے جدا رہتے ہیں اپنے ر
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰ
پکارتے ہیں خوف اور لالچ سے اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا
يُنْفِقُوْنَ (١٦) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ
سے خرچ کرتے ہیں ۔ سو کسی کو معلوم نہیں جو آنکھوں
اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَ
ان کے واسطے چھپی رکھی ہے بدلہ
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (١٧)
جو وہ کرتے تھے

تَتَجَافٰى (جدا رہتے ہیں) مضارع مؤنث ہے۔ تَجَافِیْ (دور ہونا) سے جس کا مادہ ج۔ف۔و ہے جَفْوٌ اور جَفَاءٌ کے معنی دور کرد

مَضَاجِع (لیٹنے کی جگہیں) مَضْجَعٌ کی جمع ہے جو اسم ظرف ہے ض۔ج۔ع سے۔ ضَجْعٌ کے معنی لیٹنا۔ مَضْجَعٌ لیٹنے کی جگہ

قُرَّةِ اَعْيُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) اس سے مراد دل کی خوشی اور بدن کا آرام ہے۔

پہلی آیت میں ایمان والوں کی پہچان بتائی گئی ہے کہ ان کو اللہ کی آیتیں سنائی جائیں تو وہ سنتے ہی سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور زبان اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں تکبر ان میں نام کو نہیں ہوتا۔ اس آیت میں ان کی اور نشانیاں بھی بیان کی ہیں۔ کہ وہ نیند چھوڑ کر بستروں سے کھڑے ہوتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈر کر اور اس کی رحمت کے امیدوار ہو کر اسے پکارتے ہیں جو اللہ انہیں دیا ہے اس میں سے اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے کچھ خرچ کرتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے کہ ان کے کاموں کے بدلے میں نے ان کے لیے بڑی بڑی خفیہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آدمی کے علم میں نہیں آئیں ان سے انہیں دل کی خوشی اور سرور نصیب اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور راحت ملے گی یعنی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی نعمتوں سے مالا مال ہوں گے۔ اللہ کا خوف اور ا انعام کی تمنا ایمان کی نشانی ہے۔ کسی اور کا خوف نہ ہونا چاہیے نہ کسی کے انعام کا لالچ۔

مومن اور فاسق

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ
بھلا ایک جو ایمان پر ہے اس کے برابر ہے جو نافرمان ہے
لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا وقف غفران
نہیں برابر ہوتے سو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے
الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی ؗ نُزُلًا ۢ
بھلے کام کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغ ہیں مہمانی ان کاموں
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے اور وہ لوگ جو نافرمان
فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ
ہوئے سو ان کا گھر ہے آگ

كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا
ہوا ایمان والا مانند اس کے ہے جو ہوا فرمان سے باہر
ـتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
ہوتے وہ سو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے
ـحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا
کام پس ان کے لیے ہیں باغ رہنے کے مہمانی
ـانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ
کے جو تھے وہ کرتے اور وہ لوگ
ا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ
باہر ہوئے پس ان کا ٹھکانا آگ ہے

مَأْوٰی (ٹھکانا) اسم ظرف ہے اوٰی سے اور پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے معنی ہیں رہنے کا ٹھکانا۔ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی یعنی رہنے کے باغ نہیں بلکہ مستقل رہنے کے گھر کی جگہ۔

فَسَقُوْا (باہر نکل گئے) ماضی ہے ف س ق سے۔ فسق کے معنی حکم کے خلاف چلنا۔ فاسق اسی سے بنا ہے۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے لوگوں کے نوکر چاکر کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ کہ مالک نے جو حکم دیا، دوڑ کر بجا لائے
تعمیل کر دی۔ دوسرے وہ جو ڈھیٹ بن کر بیٹھ گئے اور تعمیل حکم کی کچھ پروا نہ کی لیکن پھر بادل ناخواستہ اٹھے اور ادھورا
کر کے جان چھڑا لی کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو حکم کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ مالک کچھ ہی کیا کرے مگر وہ وہی کریں گے جو ان
ہے خبردار اور ہوشیار مالک کے نزدیک یہ یکساں نہیں ہو سکتے۔ تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ کے نزدیک جو بھیدوں سے واقف
بردار اور نافرمان برابر ہیں نہیں ایسا اندھیر اللہ کے ہاں نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے فرمانبردار ایماندار بندوں کو ان کی فرمانبرداری
رہنے کے باغ عطا فرمائے گا۔ اور جنہوں نے اس کے بتائے ہوئے نیک کام کیے۔ ان کے بدلے انہیں آرام کا ٹھکانہ دے گا۔
والوں کا ٹھکانہ آگ کے اندر ہو گا جو ان کا غرور تکبر سب بھسم کر کے رکھ دے گی ::

دُنیا کا عذاب

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا
جب بھی ارادہ کریں گے کہ نکلیں اس سے لوٹا دیئے جائیں گے
فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ
اس میں اور کہا جائیگا ان سے چکھو عذاب آگ کا کہ
كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ
تھے جسے جھٹلاتے اور البتہ چکھائینگے ہم انہیں
مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ
تھوڑے عذاب میں سے پہلے اس بڑے عذاب کے
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ
تاکہ وہ واپس آجائیں اور کون ہے زیادہ ظالم اس سے جسے
ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا
یاد دلائی گئیں آیتیں اس کے رب کی پھر منہ موڑا اس نے ان سے
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع ٢
تحقیق ہم جرم کرنے والوں سے بدلہ لینے والے ہیں

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْـ
جب چاہیں کہ اس میں سے نکل پڑیں تو پھر اسی میں
فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ
دیئے جائیں اور کہیں ان سے چکھو آگ کا عذاب
كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَـ
تم جھٹلایا کرتے تھے اور البتہ ہم انہیں چکھ
مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْ
تھوڑا عذاب بڑے عذاب سے پہلے
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِـ
تاکہ وہ پھر آئیں اور اس سے زیادہ بے انصاف
ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْـ
جسے اس کے رب کی باتیں سمجھائی گئیں پھر وہ ان سے منہ مو
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾
البتہ ہمیں گنہگاروں سے بدلہ لینا ہے

ارشاد ہے کہ دوزخ کا جوش کبھی انہیں دروازہ کی طرف پھینکے گا اس وقت شاید ان کے دل میں خیال آئے کہ دروازہ میں سے نکل لیکن دوزخ کے دربان انہیں دھکے دے کر پھر اندر پھینک دیں گے اور کہیں گے باہر جانے کے کیا معنی ہیں آگ کے عذاب کو دنیا میں تم اور جھوٹا سمجھتے تھے آج اس کا مزہ چکھو۔ پھر ارشاد ہے کہ آخرت کا عذاب تو بہت بڑا عذاب ہے اس سے پہلے دنیا ہی میں ہم اس کے مقابلے میں چھوٹے چھوٹے عذاب چکھائیں گے کہ شاید وہ غلط راستہ چھوڑ کر سیدھے راستہ کی طرف لوٹ آئیں اس سے دنیا کی مصیبتیں قحط، قتل، مال و اولاد کی تباہی ہے یہ اس لیے آتی ہیں کہ لوگ بری باتیں چھوڑ کر اچھی باتیں اختیار کریں سب سے زیادہ لوگ ہیں کہ اللہ کی باتیں سن کر ان سے منہ پھیر لیں یاد رکھو ہم ان ظالم مجرموں کو سزا دے کر رہیں گے۔

مقرّر دستور

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ

بے تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پس نہ رہ تو

فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى

شک و شبہ میں اس کتاب کے ملنے سے اور کیا ہم نے اسے ہدایت

لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۲۳) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ

بنی اسرائیل کے واسطے اور بنائے ہم نے ان میں سے

اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا

پیشوا راہ پر چلاتے تھے ہمارے حکم سے جب انہوں نے صبر کیا

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (۲۴)

رہے ہماری باتوں پر یقین کرتے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو تو اس کے ملنے سے

فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى

دھوکے میں مت رہ اور ہم نے اسے بنی اسرائیل

لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۲۳) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ

کے واسطے ذریعہ ہدایت کیا اور ہم نے ان میں سے

اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا

پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے راہ پر چلاتے تھے جب وہ صبر کرتے

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (۲۴)

اور ہماری باتوں پر یقین کرتے رہے

مِرْيَةٌ رشک و شبہ۔ اس کا مادہ م ر ی ہے۔ مَرْیٌ کے اصل معنی جھگڑنے کے ہیں۔ یہاں مِرْيَةٌ سے مراد ذہنی خلفشار دل کا اضطراب ہے جس کا نتیجہ شک و شبہ اور دھوکے کا خیال ہوتا ہے۔

کوئی شخص واقعی سچّی بات کہہ رہا ہو اور درحقیقت بہترین مشورے دے رہا ہو اور لوگ اس کی نہ سنیں تو اسے لازمی طور پر رنج و ملال ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے دل میں خیال گذرے کہ کہیں میں خود تو دھوکے میں مبتلا نہیں ہوں۔ یہ اپنی بات کو سچ سمجھ رہا ہوں اور واقعہ میں وہ سچ نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پیش کیا اور مکّہ کے اکثر لوگوں نے اسے نہ مانا۔ آپ کے دل میں اس وجہ سے رنج و غم کے پیدا ہونے اور سوچ میں پڑ جانے کا امکان بشریت کا تقاضا تھا۔ اس لیے آپ کو تسلّی دی جا رہی ہے کہ رنج مت کرو اور رشک و شبہ کو دل میں جگہ نہ دو۔ سچّی کتاب کا نازل ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس سے بنی اسرائیل کو صحیح راستہ ملا۔ اور ان میں دینی پیشوا اور امام پیدا ہوئے جنہیں ہماری باتوں پر یقین کامل تھا اور وہ مخالفوں کی ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی بدولت بہت سے لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلنا نصیب ہوا اور انہیں فلاحِ دارین حاصل ہوئی۔ اسی طرح یہ قرآن تم پر نازل ہوا ہے جس سے مخلوق کا بڑا حصّہ ہدایت پائے گا اور بڑے بڑے رہنما اس کی بدولت پیدا ہوں گے۔ اس لیے صبر اور یقین کے ساتھ اپنا کام کرتے رہو۔

فیصلہ کا دن

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
تحقیق تیرا رب ہی فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن
فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ
اس بات میں کہ تھے وہ جس میں اختلاف کرتے اور کیا راہ نہ دکھائی انہیں
لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ
اس نے کتنی ہلاک کردیں ہم نے ان سے پہلے قومیں کہ پھرتے ہیں یہ
فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا
ان کے گھروں میں تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں کیا پس وہ
يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ
نہیں سنتے اور کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم پہنچاتے ہیں پانی
اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا
خشک زمین کی طرف پس نکالتے ہیں ہم اس سے کھیتی

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
تیرا جو رب ہے وہی ان میں فیصلہ کرے گا قیامت کے دن
فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ
اس بات کا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے کیا ان کو اس بات
لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ
سے راہ نہ سوجھی کہ ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہم نے تباہ کر ڈالیں
فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا
جن کے گھروں میں اب یہ پھرتے ہیں اس میں بہت سی نشانیاں ہیں
يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ
کیا وہ سنتے نہیں کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی پہنچاتے ہیں ایک
اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا
چٹیل زمین کی طرف پھر ہم اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں

ارشاد ہے کہ لوگ دنیا میں اپنی اپنی ڈگر پر گامزن ہیں۔ ہر ایک یہی کہتا ہے کہ میری رائے ہی ٹھیک ہے اور جو کوئی اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ اچھا انہیں جو یہ کرتے ہیں کرنے دو۔ یہ قرآن کو مانیں یا نہ مانیں تم اسے پکڑو اور اس کی ہدایتوں پر عمل کرتے چلے جاؤ۔ قیامت کے دن اس کا فیصلہ کردیا جائے گا کہ کون سچا ہے، کون جھوٹا۔ ہاں دنیا میں ایسی نشانیاں ضرور ہیں کہ جن سے یہ اگر چاہیں تو ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ پہلے لوگ جو یہاں بستے تھے جن کے گھروں میں یہ چلتے پھرتے اور بستے ہیں کہاں گئے۔ یہ اتنی بات نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ ہم نے انہیں ان کے بُرے اعمال کے باعث ملیامیٹ کر دیا۔ ان کی تباہی دیکھ کر یہ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ کیا ان کے کان نہیں جو اتنی بات سنیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں نے مرجھائی ہوئی خشک زمین میں پانی پہنچانے کا بھی سامان کر دیا ہے اس پانی سے اس میں پیداوار ہوتی ہے۔ اناج اور چارہ گھاس وغیرہ بافراط نکل آتے ہیں۔

کام کا ایمان

تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا
کر کھاتے ہیں اس سے ان کے مویشی اور وہ خود کیا پس
يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
دیکھتے نہیں اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ
الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ
فیصلہ اگر ہو تم سچے کہہ دے
يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
فیصلے کے دن فائدہ نہ دے گا ان کو جو انکار کر چکے
اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ
ان کا ایمان اور نہ انہیں مہلت ملے گی پس منہ موڑ لے
عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾
ان سے اور انتظار کر تحقیق وہ بھی انتظار کر رہے ہیں

تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا
کہ جس میں سے ان کے چوپائے اور وہ خود بھی کھاتے ہیں
يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
دیکھتے نہیں اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ
الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ
فیصلہ اگر تم سچے ہو تو کہہ کہ
يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
فیصلہ کے دن منکروں کو ان کا ایمان لانا کام نہ آئے گا
اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ
اور نہ ان کو مہلت ملے گی سو تو ان کا خیال
عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع
چھوڑ اور منتظر رہ کہ وہ بھی منتظر ہیں

ارشاد ہے کہ ہم خشک زمین میں پانی پہنچا دیتے ہیں اور اس میں سے سرسبز کھیتیاں نمودار ہوتی ہیں جن کی پیداوار سے ان کے مویشی پیٹ بھرتے ہیں اور خود ان کی غذا کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ کیا ان کی آنکھیں نہیں جو یہ نظارہ دیکھ کر اللہ عزوجل پر ایمان لائیں ان سے کہہ دیا گیا کہ تمہارے اعمال کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ اس پر یہ پوچھتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو اس کے آنے کا وقت مقرر کرو۔ ان سے کہہ دو کہ اس کے جاننے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ تم تو اتنا سمجھ لو کہ جب بھی آئے گی۔ تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور ایمان لے آؤ گے لیکن دیکھ کر ایمان لانا کسی کام کا نہیں۔ ایمان تو وہ کام دے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے کہنے پر یقین کر کے اس دن کے آنے سے پہلے لایا جائے گا۔ یہ ان کا کہنا بے معنی ہے ان کی فضول باتوں سے منہ موڑ لے اور اللہ کے وعدہ کا انتظار کر اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ۔ یہ فی الواقع اپنی پوری تباہی اور بربادی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کی ہٹ دھرمی کا نتیجہ یہی ہوگا۔

سورۃ السجدہ پر ایک نظر

سورۃ السجدہ میں زور سے اعلان کر دیا گیا ہے کہ قرآن مجید کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے انسان کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے۔ جو اس میں شک کرتے ہیں انہوں نے اللہ کو نہیں پہچانا۔ اللہ عزوجل وُہ ہے جس نے اپنی قدرت سے آسمان اور زمین بنائے اور پھر انتظام سنبھالا۔

عالم کے سارے کام اسی کی تدبیر اور خبر گیری سے انجام پاتے ہیں۔ اسی نے انسان کو مٹی سے بنایا۔ پھر اس کی نسل کو نطفہ کے ذریعے چلایا۔ انسان جسم اور رُوح کا مجموعہ ہے۔ اس کے لیے زندگی کا قانون الگ ہے جس میں جسم اور رُوح دونوں کی رعایت رکھی گئی ہے اس کی دُنیا کی زندگی موت سے ختم ہو جائے گی۔ یعنی روح جسم سے علیحدہ ہو جائے گی لیکن کچھ مدت کے بعد یہ روحیں پھر اپنے اپنے بدن سے ملیں گی اور انسان کی آخرت کی زندگی شروع ہوگی۔ اس کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ انسان دُنیا ہی میں اللہ کو پہچان لے اور اس پر ایمان لا کر اس کی فرماں برداری میں زندگی بسر کرے ورنہ مرنے کے بعد پچھتائے گا اپنی غفلت پر روئے گا اور دوبارہ دُنیا میں آنے کی تمنّا کرے گا کہ اچھّا بن کر دکھائے۔ لیکن یہ تمنّا پوری نہ ہوگی اور اس کا نتیجہ سوا حسرت اور ندامت کے کچھ نہ ہوگا۔

انہوں نے دُنیا میں اللہ کو بُھلایا تھا اللہ انہیں آخرت میں بُھلا دے گا اور ہمیشہ کا عذاب انہیں نصیب ہوگا۔ ایمان والوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیتیں دیکھ کر سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور اس کی تسبیح اور حمد و ثنا میں عاجزی کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں۔ آرام و راحت کے بستر چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ محتاجوں کی مدد میں مال خرچ کرتے ہیں ان لوگوں کو آخرت میں وہ آرام اور چین نصیب ہوگا کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں گذرا۔ لیکن جنہوں نے دُنیا میں اللہ کی نافرمانی کی وہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔

دُنیا کی مصیبتوں سے انسان کو راہ راست پر لانا مقصود ہے تاکہ وہ آخرت کی مصیبتوں سے بچے۔ جن کے آگے دنیا کے مصائب ہیچ ہیں۔

دُنیا میں اللہ کے رسول آئے جنہوں نے ان کا کہنا نہ مانا وہ تباہ و برباد ہوئے ان کے حال سے عبرت پکڑو ورنہ پھر آیندہ کی مصیبتوں سے پناہ کی کوئی صورت نہیں

اور وُہ ضرور ہی آکر رہیں گی ——— !

سورۃ الاحزاب

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی تینتیسویں سورت ہے۔ اور مدینہ میں ہجرت کے پانچویں اور ساتویں سال کے درمیان نازل ہوئی اس کا نام سورۃ الاحزاب ہے اور اس میں نو رکوع ہیں۔ اس میں اس لڑائی کا بیان ہے جسے غزوۂ احزاب کہتے ہیں اور اسی کا نام غزوۂ خندق بھی ہے۔ کیونکہ کفار جمع ہو کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے۔ اور آپ نے مدینہ کے اس طرف حفاظت کے لیے خندق کھودنے کا حکم دیا تھا جس طرف سے مکّہ والوں کے حملہ کا ڈر تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ بنی نضیر کو جو مدینہ کا ایک یہودی قبیلہ تھا۔ ان کے عہد کی خلاف ورزی کی وجہ سے آپ نے اسے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ ان کے کچھ لوگ پہلے مکّہ کے قریش کے پاس گئے اور بدویوں کے بڑے قبیلہ غطفان کے سرداروں سے ملے اور ان کو اکسایا کہ سب مل کر مدینہ پر چڑھائی کریں اور یہ بھی کہا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور غطفان وغیرہ کے سارے قبیلوں نے مل کر قریباً بارہ ہزار آدمیوں سے مدینہ کو تہس نہس کرنے کے ارادہ سے اس پر چڑھائی کر دی۔ حضور علیہ السلام نے مدینہ کے گرد حضرت سلمان رضی فارسی کے مشورہ سے خندق کھودی اور شہر سے نکل کر خندق کے کنارے تین ہزار مسلمانوں کا لشکر جمع ہو گیا۔ دوسرے کنارے پر کفار ڈٹ گئے اور دونوں کے بیچ میں خندق آ گئی۔ قریباً ایک مہینہ تک مسلمانوں پر تیر اندازی کرتے رہے مسلمانوں کو خوف ہوا کہ اب کوئی دم میں بڑا حملہ کر دیں گے۔ ادھر یہودیوں کا ایک اور قبیلہ بنو قریظہ مسلمانوں سے عہد و پیمان توڑ کر کفار سے مل گیا۔ تو یہ مدینہ پر پیچھے سے حملہ کر سکتے تھے۔ مگر وہ اس انتظار میں رہے کہ جب کفار عرب کے فتح کے آثار شروع ہو جائیں گے تو وہ بھی ادھر سے حملہ کر دیں گے۔ اب مسلمانوں کو گھر بار کی حفاظت کے لیے دہری محنت کرنی پڑی۔

بظاہر احوال مسلمانوں پر بڑا تنگ وقت تھا۔ مگر اللہ عزوجل نے ان کی مدد کی سمندر کی طرف سے ایک ایسے زور کی ٹھنڈی اور سخت ہوا چلی۔ کہ کافروں کو ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ پہلے قریش ابوسفیان کے مشورے سے گھبرا کر بھاگے۔ پھر انہیں دیکھ کر غطفان بھی چل دیئے اور مسلمانوں کے سر سے بلا ٹلی۔ ادھر سے بے فکر ہوئے تو مسلمانوں نے فوراً بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا پچیس روز کے بعد انہوں نے ہار مان لی۔ بنو اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ پر اس کا فیصلہ چھوڑا گیا کہ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔

انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ ان کے مردوں کو قتل کیا جائے۔ عورتوں اور بچّوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کا مال اور اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ سورت میں لے پالک کا حکم، مسلمان عورتوں کو باہر نکلنے میں احتیاط، پردہ کا حکم اور دیگر قیمتی نصیحتیں ہیں۔

سورۃ الاحزاب مدنیۃ

ایاتہا ۷۳

ہدایات

رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ

اے نبی ڈر اللہ سے اور نہ کہنا مان

الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

کافروں اور منافقوں کا تحقیق اللہ ہے

عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی

جاننے والا حکمت والا اور اتباع کر اس کا جو وحی کی جاتی ہے

اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

تیری طرف تیرے رب کی طرف سے تحقیق اللہ ہے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ

اس سے جو تم کرتے ہو خبردار اور اعتماد کر اللہ پر

وَ كَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳﴾

اور کافی ہے اللہ کارساز

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ

اے نبی اللہ سے ڈر اور کہا مت مان

الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

کافروں اور منافقوں کا بے شک اللہ سب کچھ

عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی

جاننے والا حکمت والا ہے اور اتباع کر اس کا جو تجھے

اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

تیرے رب کی طرف سے حکم آئے بے شک اللہ تمہارے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ

کاموں کی خبر رکھتا ہے اور اللہ پر بھروسہ رکھ

وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳﴾

اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا

اس سورت کی شروع کی آیتیں ان اخلاق کی جڑ ہیں۔ جو اسلام سکھانا چاہتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی طور پر ان ہی عادتوں کی طرف مائل تھے۔ قرآن حکیم نے ان کی تائید کی اور ان کی وجوہات بھی صاف صاف بتا دیں

ارشاد ہے کہ اے رسول تمہارا رویہ ٹھیک ہے۔ فقط اللہ ہی کی رضامندی تلاش کرو۔ اسی کی ناراضی سے ڈرو۔ اور ان منکروں اور منافقوں کا کہنا مت مانو۔ کیونکہ یہ جاہل اور نادان ہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ وہ ساری مصلحتوں سے واقف ہے۔ اس کی طرف سے جو وحی تمہاری طرف آئے اسی کے مطابق چلو۔ اللہ تمہارے کام اور کردار سے خوب خبردار ہے۔ اور ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے اسی پر اعتماد کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔ جب پورا علم، مصلحت شناسی اور ہر چیز پر پوری قدرت اللہ ہی کو حاصل ہے۔ تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف دیکھنا بیکار ہے وہ تمہارا ہر کام مکمل کر دینے کے لیے بالکل کافی ہے:

حقیقتِ حال

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ
نہیں کیے اللہ نے کسی مرد کے دو دل اس کے سینے میں
وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ
اور نہیں کیا تمہاری بیویوں کو جنہیں تم مائیں کہہ بیٹھو
مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ
ان میں سے تمہاری مائیں اور نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو
اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
تمہارے بیٹے یہ کہنا ہے تمہارا اپنے منہ سے اور اللہ
يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾
کہتا ہے ٹھیک بات اور وہی سمجھاتا ہے راہ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ
اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہیں رکھے
وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ
اور تمہاری بیویوں کو جنہیں تم ماں کہہ بیٹھتے ہو سچ مچ تمہاری
مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ
مائیں نہیں کیا اور تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے
اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
نہیں قرار دیا یہ تمہارے اپنے منہ کی بات ہے اور اللہ
يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾
ٹھیک بات کہتا ہے اور وہی راہ سمجھاتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ذریعے ان کے تمام ماننے والوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کافروں اور منافقوں کی باتیں ماننے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ وہ جہالت میں مبتلا ہیں ان کی باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ اللہ عزوجل سب چیزوں کے حالات اور ان کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے اس لیے جو وہ حکم دے گا وہ حقیقت پر مبنی ہوگا۔

اس آیت میں ان کے لچر پوچ اعتقادات اور رسوم کی قلعی کھولی ہے۔ یہ لوگ ہوشیار اور عقل مند آدمی کی بابت کہہ دیتے ہیں کہ یہ دو دل والا ہے۔ یہ محض زبانی اور فرضی بات ہے۔ اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔ اسی طرح ان کا یہ اعتقاد کہ بیوی کو ماں کہہ دیا تو وہ ماں ہو گئی۔ کس قدر غلط بات ہے اور جس کو زبان سے بیٹا کہہ دیا وہ سچ مچ بیٹا ہو گیا یہ کس قدر خلاف واقع بات ہے۔ یہ سب زبانی باتیں ہیں۔ منہ سے کہہ دینے سے کوئی بات واقع نہیں ہو جاتی۔

اللہ عزوجل جو کہتا ہے۔ اس میں بناوٹ اور تصنع کو دخل نہیں ہوتا۔ وہ بالکل سچی اور اصلی بات ہوتی ہے۔ انسان جو منہ سے کہہ دے وہ قانون نہیں بن جاتا۔

ہاں! اللہ جو کہے وہ انسان کے لیے قانون بن جاتا ہے۔

اصلی بات

ادْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

پکارو تم انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کرکے یہی پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

پس اگر نہ جانتے ہو تم ان کے باپوں کو پس بھائی ہیں تمہارے

فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

دین میں اور ساتھی تمہارے اور نہیں تم پر گناہ

فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ

اس چیز میں کہ چوک جاؤ تم جس میں اور لیکن جسے قصداً کریں

قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

تمہارے دل اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

ادْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

لے پالکوں کو ان کے باپوں سے منسوب کرو یہی پورا انصاف ہے اللہ کے ہاں

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے

فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

دینی بھائی اور رفیق ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں

فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ

جس چیز میں تم چوک جاؤ پر وہ جو دل میں

قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

ارادہ کرو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ارشاد ہے کہ تم نے ان لوگوں کی خلاف واقع باتوں کو سُن لیا۔ اب اللہ فرماتا ہے۔ اسے سنو! دیکھو یہ غلط باتوں کو اپنے کاموں کی بُنیاد ٹھہراتے ہیں۔ اس لیے ان کے عمل کا نتیجہ بُرا ہوگا اور انجام کار اپنا رنگ لاکر رہے گا۔ تم نے سُنا کہ کسی کے دو دل نہیں ہوتے۔ یہ لوگ اس کو انسان کی بُری باتوں کا عذر قرار دیتے ہیں اور ان میں اسے بے قصور ٹھہراتے ہیں۔ یہ غلط ہے انسان کا دل ایک ہے اور اس کی غلطیوں کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑے گا۔

اب سنو! کہ لے پالک کو ہمیشہ اس کے اصلی باپ کی طرف منسوب کرو۔ ورنہ بے انصافی کے مرتکب ہوگے اور خواہ مخواہ کی مشکلات میں پھنس جاؤ گے۔ اگر اس کا اصلی باپ نہ معلوم ہو تو وہ تمہارا دینی بھائی ہے اور قریبی مددگار ہے۔ بھول کر کسی کو اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کو بیٹا کہہ دیا تو اور بات ہے اس کی پکڑ نہیں۔ لیکن اگر سچ مچ اسے کسی اور کا بیٹا بنا دو گے تو اس کی وجہ سے بڑی ذمہ داری عاید ہو سکتی ہے اور اس کا نتیجہ عملی زندگی میں مشکلات پیدا کرنے کا باعث ہو سکتا ہے دیکھو! غلط باتوں سے توبہ کرو۔ اللہ اپنی رحمت سے تمہارے قصور معاف فرمائے گا وہ غفور اور رحیم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ

نبی زیادہ قریب ہیں ایمان والوں کے ان کی جانوں سے اور آپ کی ازواج

اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی

ان کی مائیں ہیں اور رشتہ دار ایک ان کا زیادہ قریب ہے

بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ

ایک سے اللہ کی کتاب میں باقی ایمان والوں سے اور

الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓىٕكُمْ

مہاجروں سے مگر یہ کہ کرو تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ

مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

نیک سلوک ہے یہی کتاب میں لکھا ہوا

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ

ایمان والوں کو اپنی جان سے زیادہ نبی سے لگاؤ ہے اور آپ کی بیویاں

اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی

ان کی مائیں ہیں اور قرابت دار اللہ کی کتاب کی رُو سے

بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ

اور ایمان اور ہجرت کرنے والوں سے زیادہ

الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓىٕكُمْ

آپس میں لگاؤ رکھتے ہیں مگر یہ کہ اپنے رفیقوں سے

مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

احسان کرنا چاہو یہ ہے کتاب میں لکھا ہوا

ارشاد ہے کہ تم آپس کے تعلقات کا فیصلہ خود نہیں کر سکتے تمہارا علم محدود ہے ادھر تمہاری خود غرضی بات کو ٹھیک طور پر سمجھنے سے مانع آتی ہے سو ہم تمہیں تمہارے تعلقات کی بابت اپنے علم و دانش کی بنا پر بتاتے ہیں تمہارا سب سے زیادہ قریب کا تعلق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے۔ وہ تم سے تمہاری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں تم خود اپنے خیر خواہ اور دیکھ بھال کرنے والے اتنے نہیں ہو سکتے جتنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں ان کی بیویاں تعظیم و احترام اور شریعت کے بعض خاص احکام کے اعتبار سے ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ مومنوں اور مہاجروں کے درمیان جو ابتدا میں عارضی رشتہ مقرر کر دیا گیا تھا وہ ان کے رشتہ داروں کے آجانے کی وجہ سے منسوخ ہو گیا۔ اب رشتہ داروں کا حق ان سے مقدم ہے ویسے اگر اپنے رفیقوں اور ساتھیوں کے ساتھ احسان کرنا چاہو تو اس میں کچھ حرج نہیں یہ احکام اللہ کی کتاب میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ اپنی ٹانگ مت اڑاؤ تم مصلحتوں سے اتنے واقف نہیں ہو جتنے اللہ اور اس کے رسول واقف ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان والوں سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہونے سے ظاہر ہے کہ ایمان والے کا اپنی جان اور مال پر اتنا اختیار نہیں جتنا نبی کو ہے۔ آدمی اپنی جان کو ہلاک نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو جان دینا فرض ہو جائے اسی طرح اپنا مال خرچ کرنے میں آپ کے حکم کی پابندی ہر ایمان والے پر فرض ہے۔

نبیوں سے پختہ عہد

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ

اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا وعدہ اور

مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ

تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور

عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ

عیسیٰ مریم کے بیٹے سے اور لیا ہم نے ان سے

مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۷﴾ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ

قول و قرار پختہ تاکہ پوچھے اللہ سچوں سے ان کی سچائی کی بابت

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾ ع ۱

اور تیار کیا کافروں کے لیے عذاب دردناک

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا قول و قرار لیا اور

مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ

تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور

عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ

عیسیٰ بیٹے مریم سے اور ہم نے ان سے

مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۷﴾ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ

پکا قول و قرار لیا تاکہ اللہ سچوں سے ان کی سچائی کی بابت

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾

پوچھے اور منکروں کے لیے دردناک عذاب ہے

انسان کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ مشکل مگر ضروری کام یہ ہے کہ دنیا میں جو اور چیزیں ایسی موجود ہیں جن سے اسے واسطہ پڑتا ہے۔ ان کے حالات اور خصوصیات کا اسے اتنا علم ہو جائے کہ ان سے اپنا کام نکال سکے۔ کیوں کہ ان میں سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ اگر آدمی کو ان کی صحیح معرفت اور اپنا ان سے رشتہ نہ معلوم ہو تو وہ زندگی میں جو قدم اٹھائے گا۔ وہ غلط ہوگا۔ انہیں تعلقات باہمی کو واضح کرنے کے لیے اللہ عزّ وجلّ نے دنیا میں پیغمبر بھیجے اور انہیں اپنی کتابیں دیں تاکہ آدمی صحیح اعتقاد حاصل کرے اور ٹھیک کاموں میں مشغول ہو۔

پیغمبروں کی بابت اس آیت میں ارشاد ہے کہ نبیوں کا بڑا مرتبہ اس لیے ہے کہ ان سے اللہ عزّ وجلّ نے پختہ اقرار لے لیا ہے کہ وہ بے غرضی کے ساتھ انسان کو سچی سچی باتیں بتائیں گے۔ ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھ سے اور تجھ سے پہلے اولوا العزم پیغمبروں نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے پختہ وعدہ لے لیا ہے کہ تم ہمارے بندوں کو اعتقاد اور عمل کے صحیح راستہ پر ڈالنے کی کوشش کرو گے۔ آخر میں ہم ان کی اس سچائی کی بابت بازپرس کریں گے اور سچوں کو اور ان کا کہنا ماننے والوں کو انعام و اکرام سے مالا مال فرمائیں گے اور نافرمانوں کو نہایت درد اور دکھ پہنچانے والا عذاب دیں گے۔

اللہ کی مدد

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
اے وہ جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کا احسان
عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا
اپنے اوپر جب آپڑے تم پر لشکر بھیج دی ہم نے
عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ
ان پر آندھی اور فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور ہے
اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ
اللہ جو تم کرتے ہو دیکھنے والا جب چڑھ آئے وہ تم پر
مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ
تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب مڑ گئیں
الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ
آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کا احسان
عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا
اپنے اوپر جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں پھر ہم نے
عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ
ان پر آندھی اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں بھیج دیں اور اللہ
اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ
جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے جب وہ چڑھ آئے تم پر
مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ
اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب پھر گئیں
الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ
آنکھیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے

پہلی آیتوں میں نبی علیہ السلام اور ایمان والوں کو جو ہدایتیں دی گئیں۔ ان کو واضح کرنے کے لیے اب غزوۂ احزاب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چوتھی یا پانچویں ہجری میں بنی نضیر کے یہود جنھیں مدینہ سے ان کی شرارتوں کے باعث باہر نکال دیا گیا تھا، عرب کے بڑے بڑے قبیلوں کو اکسا کر مدینہ پر چڑھا لائے جن کی فوجوں کا اندازہ واقعہ نگاروں نے ۱۲ ہزار تک کیا ہے۔ مسلمان کل تین ہزار تھے۔ جن میں بعض منافق بھی شامل تھے۔ مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی۔ خندق کے ایک کنارے پر کفارِ عرب اور دوسرے کنارے پر مسلمان ایک دوسرے کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ اور ۲۰، ۲۵ روز اسی طرح ڈٹے رہے۔ ادھر یہود بنی قریظہ جو ایک مضبوط قلعہ میں مدینہ کے مشرق میں رہتے تھے مسلمانوں کے ساتھ عہد و پیمان توڑ کر کفار سے مل گئے۔ ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! اللہ کا احسان یاد کرو کہ جب تم ہر طرف سے گھر گئے تھے تو تمہاری نجات کا سامان کر دیا سخت اور ٹھنڈی ہوا چلادی اور فرشتوں کا لشکر جو تمہیں دکھائی نہ دیتا تھا بھیج دیا۔ تمہاری حالت یہ تھی کہ مدینہ کے مشرق کی طرف سے جو اونچا علاقہ تھا اور مغرب کی طرف سے جو نیچا حصہ تھا تمہیں دشمنوں نے اکٹھے ہو کر گھیر لیا تھا۔ دہشت کے مارے تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں اور خود تمہارے نام نہاد حمایتیوں نے آنکھیں بدل لی تھیں۔ تمہارے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ گئے تھے :

سخت آفت

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ
اور گمان کرنے لگے تم اللہ کے ساتھ بہت سے گمان اس جگہ
ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا
آزمائے گئے ایمان والے اور ہلائے گئے وہ
زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ
ہلانا شدید اور جب کہنے لگے
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا
منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض تھا نہیں
وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾
وعدہ کیا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے مگر دھوکا دینے کو

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ
اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے وہاں ایمان
ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا
والے آزمائے گئے اور ہلائے گئے
زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ
ہلانا شدید اور جب منافق
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا
کہنے لگے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اللہ
وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾
اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سب دھوکا تھا

ارشاد ہے کہ مصیبت واقعی اتنی شدید تھی کہ تمہارے اوسان خطا ہو گئے۔ اور اللہ عزوجل کی طرف سے تمہارے دل میں طرح طرح کے وسوسے گذرنے لگے تھے۔ سب اپنی اپنی اٹکلیں لڑا رہے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ بس اب کے خاتمہ ہے۔ ایسی مصیبت پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ اب کے شاید ہی بچیں۔ کوئی کہتا تھا۔ اس دل بادل فوج سے جیتنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے دل تو سبھی کے پکڑ دھکڑ ہو ہی رہے تھے۔ بعض کمزور یقین والوں کے منہ سے بھی یاس و ہراس کے کلمے نکل گئے۔ حقیقت میں ایک طرف تقریباً سارا عرب سامان اور ہتھیار سے لیس حملہ کے لیے تلا کھڑا ہے۔ فقط خندق کو دیکھ کر جھجک رہا ہے۔ ورنہ کب کا یلغار کر کے کام تمام کر دیا ہوتا۔ دوسری جانب اندر والے یہودیوں نے عہد و پیمان توڑ ڈالے۔

بظاہر ان سب سے نبٹنے کا کوئی سامان نہیں۔ واقعی یہ بڑی سخت آزمائش کا زمانہ تھا۔ دل ہل گئے۔ خیالات میں بھونچال آ گیا۔ خوف و ہراس نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ منافق اور دل کے کھوٹے لوگ برملا کہنے لگے۔ کہ اب وہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کہاں گئے۔

لوگو! کیا اب بھی نہ مانو گے۔ ہمیں بڑا سخت دھوکا دیا گیا۔

بھاگنے کا ارادہ

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ

اور جب کہنے لگی ایک جماعت ان کی اے رہنے والو

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ

یثرب نہیں ٹھہرنے کی جگہ تمہارے لیے پس لوٹ چلو اور

يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ

رخصت مانگنے لگا ایک فریق ان میں سے نبی سے کہنے لگا

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ

ہمارے گھر کھلے ہوئے ہیں اور نہیں وہ کھلے ہوئے نہیں

يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾

کرتے وہ مگر بھاگنے کا

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ

اور جب ان میں کی ایک جماعت کہنے لگی اے

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ

یثرب والو تمہارے لیے ٹھکانا نہیں سو لوٹ کر چلو اور

يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ

ان میں کا ایک فرقہ نبی سے رخصت مانگنے لگا یہ کہہ کر کہ

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ مغ

ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے ہوتے نہیں تھے ان

يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾

کی تو کوئی غرض نہیں مگر بھاگ جانا

عَوْرَةٌ: غیر محفوظ (عربی میں عورت اس چیز کو کہتے ہیں جو خطروں سے گھری ہوئی ہو۔ کوئی اس کا بچانے والا نہ ہو۔

يَثْرِبَ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرما کر وہاں تشریف لے جانے سے پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا جب آپ اور آپ کے [ساتھی] وہاں پہنچ گئے تو اس کا نام مدینۃ النبی ہوگیا اور پھر اختصار کرکے صرف مدینہ کہنے لگے۔

اس سختی اور مصیبت کے زمانے میں کچھ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے مگر ان کے دل میں ایمان کا اثر نہ تھا۔ دوسرے مسلمانوں کو بہکانے [لگے] اور ان کو یہ کہہ کر ڈرایا کہ اے یثرب کے باشندو! دیکھتے ہو کہ صورت حال کیا ہے۔ سارے عرب اکٹھے ہو کر ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ [قر]یظہ نے بھی اپنا عہد و پیمان جو ہم سے کر رکھا تھا، توڑ دیا ہے اب ہم خندق پر اس عرب کے جم غفیر کے سامنے پڑے رہیں تو اس سے کیا [فائد]ہ! ارشاد ہے کہ انہوں نے ان سے کہا۔ اے یثرب والو! اب ہمارے یہاں ٹھہرنے کا کچھ کام نہیں، صاف ظاہر ہے کہ انجام کیا ہونے والا [ہے۔] چلو گھر لوٹ چلیں۔ ان میں سے کچھ منچلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ ہی گئے اور عرض کیا کہ شہر میں ہمارے گھر کھلے ہوتے [بے پ]ناہ پڑے ہیں خبر نہیں کب کیا ہو جائے ہمیں اجازت دیجیے کہ شہر جا کر گھروں کی حفاظت کا بندوبست کریں۔ ارشاد ہے کہ یہ سب [بھاگ]نے جانے کا بہانہ تھا شہر کے لیے بالفعل کوئی ایسا خطرہ نہ تھا۔ یہ لوگ تو گھروں کی حفاظت کا بہانہ کرکے بھاگنا چاہتے تھے۔ مفسرین نے [لکھا] ہے کہ کئی آدمی اس طرح پوچھ کر بھاگ گئے۔ آپ کے ساتھ صرف جواں مرد اور پختہ ایمان والے ہی رہ گئے ؛

دل کا کھوٹ

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾

اور اگر داخل ہو جائے ان پر شہر کے کناروں سے پھر چاہا جائے ان سے فساد البتہ آ پہنچیں اس پر اور نہ دیر لگائیں اس میں مگر تھوڑی سی اور البتہ تحقیق تھا عہد کیا انہوں نے اللہ سے اس سے پہلے نہ پھریں گے وہ پیٹھ اور ہے اللہ کا عہد پوچھا جانے والا

اور اگر شہر میں کوئی ان پر اس کے کناروں سے گھس آئے اور ان سے چاہے دین میں فساد تو مان لیں اور اس میں تھوڑی سی دیر نہ کریں اور پہلے اقرار کر چکے تھے اللہ سے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کے اقرار کی پوچھ ہونی ہے

ارشاد ہے کہ گھروں کی حفاظت کا عذر صرف ایک جھوٹا بہانہ ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کے دل اسلام کی طرف پوری طرح جھکے ہی نہیں۔ اس وقت جو کفار کا ہجوم دیکھا اور بظاہر مسلمانوں کی فتح کا کوئی نشان نظر نہ آیا۔ تو میدانِ جنگ سے ہٹ کر شہر میں جا کر بیٹھ رہنے کی سوجھی۔ بالفرض مدینہ کے باہر سے کوئی ان میں گھس آئے اور ان سے مطالبہ کرے کہ مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ ہو کر ان سے لڑو۔ تو ابھی ان کا ساتھ دینے کو تیار ہو جائیں۔ اور ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکل پڑیں۔ تیاری میں کچھ تھوڑی سی دیر لگے تو لگے اور فوراً گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ نہ گھروں کی حفاظت کا بہانہ کریں اور نہ شکست کا خیال انہیں روکے۔

ارشاد ہے کہ یہ وہی لوگ تو ہیں۔ جنہوں نے جنگ اُحد کے بعد اللہ کو حاضر ناظر جان کر عہد کیا تھا۔ کہ آئندہ کبھی میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑ کر نہ بھاگیں گے۔ اب یہ اس کے عہد کی خلاف ورزی کیسی؟ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ کے ساتھ جو عہد کیا جائے گا۔ اللہ کی طرف سے اس کی پوچھ ہو گی۔ وہ اس عہد کے پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں اگر توڑا تو اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار رہیں:

اسلامی طرزِ عمل

لْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ
دے ہرگز نہ نفع دیگا تمہیں بھاگنا اگر بھاگو گے تم
نَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ
ت سے یا قتل سے اور اس سے تمہیں نفع نہ ہوگا
قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ
تھوڑا سا کہہ دے کون ہے وہ جو بچائے گا تمہیں
نَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ
لہ سے اگر اس نے چاہی تمہاری برائی یا
دَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ
ہی تم پر رحمت اور نہ پائیں گے وہ اپنے لیے
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾
لہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ
تو کہہ یہ بھاگنا تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اگر تم مرنے
مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ
سے یا قتل سے بھاگو گے اور پھر بھی پھل نہ پاؤ گے مگر
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ
تھوڑے دن تو کہہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے
مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ
بچائے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی چاہے یا
اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ
مہربانی چاہے اور اللہ کے سوا اپنے
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾
لیے کوئی حمایتی اور نہ مددگار نہ پائیں گے

ارشاد ہے کہ اسلامی رویہ یہ نہیں ہے جو یہ اختیار کر رہے ہیں ان کو اچھی طرح سمجھا دو کہ موت سے یا قتل ہونے کے ڈر سے بھاگ نا بے سود ہے، کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں انسان موت سے بچ سکے۔ اگر وقت آگیا ہے تو جہاں جائے گا مر کر رہے گا۔ اسی طرح لڑائی سے لیے جان چرانا کہ قتل ہو جانے کا خوف ہے بے کار بات ہے ضروری نہیں کہ ہر شخص میدان جنگ میں ہی مارا جائے اور فرض کرو بھاگ کر بچ بھی گیا تو کے دن کے لیے۔ اب نہ مارا گیا تو تھوڑے دن بعد سہی موت تو آکر ہی رہے گی اسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ پھر ن سے صاف صاف کہہ دے کہ ہر چیز اللہ کے اختیار میں اور اس کے ارادے کے تحت ہے اگر اس نے حکم دے دیا ہے کہ تمہیں ائی پہنچے تو وہ پہنچ کر رہے گی اور اگر اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہیں خوشی اور خرمی نصیب ہو تو ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ اس کے فیصلہ کے بعد نہ کوئی برائی سے بچا سکے اور نہ کوئی اس کی رحمت سے روک سکے۔ انہیں ماننا پڑے گا کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی ساتھی ہے نہ حمایتی اور نہ مددگار!

منافق خطرے کے وقت

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ
خوب جانتا ہے اللہ روڑا اٹکانے والوں کو تم میں سے اور جو کہنے والے ہیں
لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ
اپنے بھائیوں سے آجاؤ ہماری طرف اور نہیں آتے لڑائی میں
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ
مگر کبھی کبھی بخل کرنے والے ہیں تم پر پس جب آئے
الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ
ڈر کا موقع تو انہیں دیکھتا ہے دیکھ رہے ہیں تیری طرف پھری ہوئی ہیں
اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ
ان کی آنکھیں مانند اس شخص کے کہ بیہوشی طاری ہو اس پر موت کی

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ
اللہ کو خوب معلوم ہیں جو تم میں روکنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں
لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ
سے کہتے ہیں ہمارے پاس آؤ اور لڑائی میں نہیں آتے
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ
مگر کبھی بخل کرتے ہیں تم سے پھر جب ڈر کا
الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ
وقت آتا ہے تو تو انہیں دیکھتا ہے کہ تیری طرف دیکھتے ہیں اور ان کی
اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ
آنکھیں پھر جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو جائے

اَلْمُعَوِّقِيْنَ (روکنے والے) مُعَوِّقٌ کی جمع ہے۔ جو تَعْوِيْقٌ سے اسم فاعل ہے اس کا مادہ ع۔ و۔ ق ہے۔ عوق کے معنی روکنا عائق اسی سے اسم فاعل ہے۔ تعویق میں مبالغہ زیادہ ہے یعنی زور سے روکنا :: هَلُمَّ: اسم ہے۔ جو امر کے معنی میں مستعمل ہے یعنی چلے آؤ۔ آجاؤ :: اَشِحَّةً (بخیل) شَحِيْحٌ کی جمع ہے۔ جو ش۔ ح۔ ح سے صفت کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر شُحٌّ ہے جس کے معنی ہیں کچھ دینے میں دریغ کرنا۔ کنجوسی کرنا۔ سورت النساء میں گذر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ جو تم میں گھسے ہوئے ہیں۔ اور ضروری کاموں میں وقت کے اوپر رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں اور برادری کے لوگوں کو ضروری جنگ سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لشکر کو چھوڑ کر ہمارے پاس آجاؤ۔ وہ لڑائی میں آتے ہی نہیں مگر کبھی کبھی :: تاکہ مسلمان ان سے بالکل بدک نہ جائیں اور غنیمت سے محروم نہ کر دیں یہ لوگ ہمیشہ تمہیں مدد دینے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ کوئی خطرہ کا وقت آجاتا ہے تو چہرہ پر مُردنی چھا جاتی ہے اور تیری طرف ایسی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جیسے مرتے وقت کسی کی پتلی پھر جاتی ہے اور وہ بے بس ہو کر دیکھتا معلوم ہوتا ہے ::

منافق خطرے کے بعد

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ
پس جب جاتا رہے خوف زبان درازی کریں تم سے زبانوں
حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا
تیز تیز سے گرے پڑتے ہیں مال پر وہ لوگ ایمان نہیں لاتے
فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
پس بیکار کر دیئے اللہ نے ان کے اعمال اور ہے یہ اللہ پر
يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا
آسان گمان کرتے ہیں (کفار کی) فوجوں کو کہ نہیں چلی گئیں

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ
پھر جب ڈر کا وقت جاتا رہے چڑھ چڑھ کر بولیں تم پر تیز
حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا
زبانوں سے ٹوٹے پڑتے ہیں مال پر وہ لوگ یقین نہیں لائے پھر اللہ
فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
نے ان کے کام اکارت کر ڈالے اور یہ امر اللہ پر
يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا
آسان ہے سمجھتے ہیں کہ کفار کی فوجیں پھر نہیں گئیں

سَلَقُوْا (لتاڑیں وہ) ماضی کا صیغہ ہے س۔ل۔ق سے۔ سلق کے معنی ہیں بڑھ چڑھ کر بولنا۔ لتاڑنا۔

اَلْسِنَةٌ (زبان) لسان کی جمع ہے۔

حِدَادٍ (تیز) حدید کی جمع ہے جو ح۔د۔د سے بنا ہے۔ صفت کا صیغہ ہے۔ حِدَّةٌ کے معنی تیزی کے ہیں۔ حَدِیْدٌ تیز چیز جو کاٹنے والی ہو۔

پہلے ارشاد ہوا کہ خطرہ اور ڈر کے وقت تو ان منافقوں کے چہرہ پر مُردنی چھا جاتی ہے۔ دم نکلنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ اب اس آیت میں ارشاد ہے کہ جب لڑائی کا خطرہ نہیں رہتا تو بڑھ بڑھ کے بولنے لگتے ہیں۔ اور زبان بڑی تیزی سے چلنے لگتی ہے۔ کیوں کہ یہ مال پر گرے پڑے ہیں اور اس غرض سے آگے بڑھ کر اپنے مصنوعی کارنامے جتانے لگتے ہیں اور دوسروں کو طعنے دیتے ہیں کہ واہ تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

ارشاد ہے کہ ان کے دل میں ایمان کا نام نہیں۔ اس لیے ان کے کاموں کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں۔ بے ایمان کچھ بھی کرے سب اکارت ہے۔ اللہ کے لیے ایسا کر دینا بالکل آسان ہے۔ لیکن انہوں نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ تو فقط ڈر کے مارے کانپتے ہی رہے اور کفار کی فوجیں بھاگ بھی گئیں۔ لیکن یہ بھی کیسے جانتے ہیں۔ نہیں جی! وہ برابر ڈٹی ہوئی ہیں۔ بھلا وہ کہیں جا سکتی ہیں؟

مسلمانوں کے لیے نمونہ

وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ

اور اگر آئیں کفار کی فوجیں پسند کریں وہ کہ کاش وہ

بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ

باہر نکلے ہوئے ہوں دیہات میں پوچھتے رہیں تمہاری خبریں

وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۧ (۲۰) ع ۱۸

اور اگر ہوں تم میں نہ لڑیں وہ مگر تھوڑا سا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ

البتہ تحقیق تھی تمہارے لیے رسول کے اندر مثال

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ

اچھی اس کے لیے جو امید کرتا اللہ کی اور دن

الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؕ (۲۱)

آخر کی اور یاد کرتا ہو اللہ کو بہت

وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ

اور اگر وہ فوجیں آجائیں تو آرزو کریں کسی طرح ہم

بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ

گاؤں سے باہر نکلے ہوئے ہوا تمہاری خبریں پوچھ لیا کریں

وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۧ (۲۰)

اور اگر وہ تم میں ہوں تو تھوڑی سی لڑائی کریں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ

تمہارے لیے رسول اللہ کی چال سیکھنی مفید ہے

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ

اس کے لیے جو کہ امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے

الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؕ (۲۱)

دن کی اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے

بَادُوْنَ: دیہات میں نکلے ہوئے، بادی کی جمع ہے۔ بُدُوٌّ کے معنی باہر جنگل میں جانا، رہنا۔ بَدَوِیٌّ بمعنی دیہاتی اسی سے بنا ہے۔

اُسْوَةٌ: (نمونہ، مثال) اس۔ و سے اسم یا حاصل مصدر ہے۔ چال، رفتار، نمونہ، عمل، برتاؤ کی مثال۔

منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ ارشاد ہے کہ اگرچہ کفار کی فوجیں چلی گئی ہیں لیکن وہ یہی کیے جاتے ہیں کہ گیا جانا وہ یہی ہیں اور ہمیں مار دم لیں گے۔ ان کے خوف سے لرز رہے ہیں۔ ان کی تمنا یہ ہے کہ اب کے وہ آئیں تو وہ شہر سے کہیں دور دیہات میں ہوں اور وہیں سے تمہارا حال پوچھ لیا کریں۔ اگرچہ وہ تمہارے ساتھ ہونے کی حالت میں بھی لڑائی میں کچھ حصہ نہیں لیتے یونہی کبھی کبھار برائے نام کچھ دکھاوے کو لڑ لیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کو اور آخرت کو مان چکے ہیں اور دل میں اللہ ہی کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بہترین نمونہ ہے جس پر انہیں چلنا چاہیئے۔ وہ کبھی خطرے کے وقت نہیں گھبراتے مصیبت کا دلیرانہ مقابلہ کرتے ہیں جنہیں اللہ سے ثواب ملنے کی امید ہے انہیں آپ ہی کی تقلید زیبا ہے۔

مومنوں نے کیا کیا

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا
اور جب دیکھا ایمان والوں نے فوجوں کو بولے
هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ
یہ ہے وہ جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور
صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ
سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے اور نہیں بڑھایا اس نے ان میں مگر
اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ
یقین اور فرمانبرداری مسلمانوں میں سے ایسے لوگ ہیں
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ
جنہوں نے سچ کر دکھایا وہ کہ عہد کیا تھا اللہ سے جس پر

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا
اور جب مسلمانوں نے فوجیں دیکھیں بولے
هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ
یہ وہی ہے جو اللہ نے اور اس کے رسول نے ہمیں وعدہ دیا تھا
صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ
اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا اور ان کا یقین اور اطاعت
اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ
کرنا اور بڑھ گیا اور ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ
سچ کر دکھایا جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا

منافقوں کی کفار کے لشکر عظیم کو دیکھ کر جو حالت ہوئی اسے پہلے بیان کر دیا گیا۔ اس آیت میں اب اس کا بیان ہے کہ ایمان دار مسلمانوں کی انہیں دیکھ کر کیا حالت ہوئی۔

ارشاد ہے کہ سچے ایمان داروں نے جب کفار کی فوجوں کو دیکھا کہ اُمڈی چلی آرہی ہیں تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ اب اس آزمائش اور امتحان کا وقت آ پہنچا جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا کہ ایمان کے دعویٰ کی جانچ کی جائے گی۔ یہ سوچ کر ان کے دل سے خوف و ہراس نکل گیا اور اللہ کی مدد کے منتظر رہتے ہوئے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں اور ان فوجوں کی آمد نے ان کا یقین اور اطاعت کا جذبہ بڑھا دیا۔ یہ ایمان والے منافقوں کی طرح نہیں ہیں۔ جو خطرے کے وقت اپنے پہلے عہد و پیمان سارے توڑ بیٹھتے ہیں ان میں بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس قول و قرار کو جو انہوں نے اللہ عزوجل سے کیا تھا۔ پورا کر دکھایا مصیبتیں اٹھائیں۔ دکھ جھیلے مگر اپنی بات سے نہ پھرے۔

تیّار ہو گئے

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پس ان میں سے وہ ہے جو پورا کر چکا اپنا کام اور ان میں وہ ہے جو

يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ

انتظار میں ہے اور نہیں بدلے وہ کچھ بھی بدلنا تاکہ بدلہ دے

اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ

اللہ سچوں کو ان کے سچ کا اور عذاب دے

الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ

منافقوں کو اگر چاہے یا توجہ کرے ان پر

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

تحقیق اللہ ہے بخشنے والا مہربان

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پھر ان میں کوئی تو اپنا ذمّہ پورا کر چکا اور کوئی ان میں

يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ

راہ دیکھ رہا ہے اور ایک ذرّہ نہیں بدلا تاکہ اللہ

اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ

سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور منافقوں کو

الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ

عذاب دے اگر چاہے یا ان کے دل میں توبہ ڈال دے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

نَحْبٌ (نذر۔ اجل) نحب کے معنی نذر کے بھی ہیں اور موت کے بھی۔ نذر وہ بات ہے جس کا پورا کرنا کوئی اپنے ذمے لے لے۔ یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ایمان والے ہر آڑے وقت پر سینہ سپر ہو کر آگے آتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو شہید ہو گئے یا حقِ رفاقت ادا کر چکے۔ جیسے حضرت حمزہؓ اُحد کے موقعہ پر شہید ہو گئے اور بہت سوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ یہ اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان سے ذرا بھی نہ پھرے۔ بات کے پورے اور قول کے سچے رہے۔ اب آگے یہ ہو گا۔ کہ اللہ عزّ وجل سچے اور وفادار لوگوں کو ان کی سچائی اور وفاداری کا پورا پورا بدلہ دیگا اور دغاباز اور قول و قرار سے پھر جانے والے ایمان کے جھوٹے مدعیوں کو اگر چاہے گا تو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ یا مہربانی کرکے انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کی طرف توجہ کرے گا۔ چنانچہ یہ سب باتیں دُنیا میں بھی پوری ہوئیں اور آخرت میں بھی حسبِ وعدہ پوری ہوں گی:

کافروں کا انجام

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ

اور لوٹا دیا اللہ نے ان لوگوں کو جو کافر ہوئے ان کے غصہ کے ساتھ

لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

نہ پائی انہوں نے کچھ بھلائی اور کافی ہوا اللہ مومنوں کی طرف سے

الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

لڑنے کو اور ہے اللہ زور والا زبردست

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اور اتار دیا انہیں جو مددگار بنے تھے ان کے کتاب والوں سے

مِنْ صَيَاصِيْهِمْ

ان کے قلعوں سے

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ

اور اللہ نے منکروں کو پھیر دیا اپنے غصہ میں بھرے ہوئے

لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

کچھ بھلائی ہاتھ نہ لگی اور اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اپنے

الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

اوپر لے لی اور اللہ زور آور زبردست ہے

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اور اہل کتاب سے جو ان کے پشت پناہ ہوئے تھے انہیں ان

مِنْ صَيَاصِيْهِمْ

کے قلعوں سے اتار دیا

صَیَاصِی (پناہ اور قلعے) صِیْصِیَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی پناہ کی مضبوط جگہ یا طاقتور تھیے (یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

کفار کا اکٹھا لشکر جب مدینہ کا محاصرہ کر چکا۔ تو منافقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اور مسلمانوں نے دل جمعی سے ان کے مقابلہ کی تیاری کی۔ ان دونوں کا اس موقعہ پر رویہ الگ الگ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ کی آزمائش پوری ہوئی۔ منافقوں کا حال کھل گیا۔ ایمان والے کامیاب ہوئے۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے کفار کو ناکام و نامراد میدان جنگ سے بھگا دیا۔ ایک ایسی ٹھنڈی اور تیز ہوا چلی کہ ان کے ہوش و حواس اڑ گئے اور بھاگتے ہی بن پڑی۔ بڑبڑاتے ہوئے' دل غصہ میں بھرے ہوئے وہاں سے فرار ہوئے۔ کچھ کام نہ بنا۔ بلکہ اپنا ایک زبردست پہلوان عمرو بن عبدِ وُد کھو بیٹھے۔ جسے حضرت علیؓ نے زیر کر کے قتل کر دیا۔ مسلمانوں کو لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔ اللہ عزوجل نے انہیں لڑنے سے بچا لیا اور اپنی تدبیر سے دشمن کو بھگا دیا۔ جب ادھر سے میدان صاف ہو گیا۔ تو غدار بنو قریظہ کے یہودیوں کی باری آئی۔ اللہ نے انہیں بھی ان کے مضبوط قلعوں سے باہر نکالا اور وہ بھی اپنی سزا کو پہنچے۔

اللہ کی تدبیر

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ

اور ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو

وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا (۲۶) وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ

اور قید کرتے ہو ایک گروہ کو اور وارث کیا تمہیں ان کی زمین

وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا

اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں اور ایک زمین کا تم نے اس پر قدم نہیں رکھے

ع ۳ / ۱۹ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (۲۷)

اور ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ

اور ان کے دل میں دہشت ڈال دی کتنوں کو تم نے قتل کیا اور

وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا (۲۶) وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ

کتنوں کو قید کر لیا اور تم کو ان کی زمین اور ان کے

وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا

گھر اور ان کے مال کا اور ایسی زمین جس پر تم نے اپنے قدم نہیں رکھے تھے کا

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (۲۷)

وارث بنایا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

یہ یہود بنی قریظہ کا بیان ہے جو اپنے مضبوط قلعوں میں مدینہ کے مشرق میں رہتے تھے اور مسلمانوں سے معاہدہ صلح کیا ہوا تھا جب کفار مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تو یہ بھی ان کے طرف دار ہو گئے اور مسلمانوں سے جو عہد و پیمان کیے تھے سب توڑ ڈالے۔ جب کفار خندق پر سے تباہ حالی سے بھاگ گئے تو بنو قریظہ اپنے قلعوں میں جا گھسے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے مسلمانوں نے فوراً ان کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس دن کے محاصرے کے بعد تنگ آ کر انہوں نے صلح کی گفتگو شروع کی اور قلعوں سے باہر آ گئے اور اس بات کو مان لیا کہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ جو ہمارے واسطے فیصلہ کریں گے وہ ہمیں منظور ہو گا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہود نے بُرے وقت پر بڑی غداری کی۔ ان کے نوجوان قتل کر دیئے جائیں اور بچے اور عورتیں قیدی بنا لیے جائیں اور ان کے مال اور جائداد کے مالک مہاجرین ہوں۔ یہ فیصلہ تورات کے حکم کے موافق تھا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ نے اپنی تدبیر سے یہود کے دل میں مسلمانوں کا رُعب بٹھا دیا۔ تم نے ان کے جوان قتل کیے۔ بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا اور ان کے مال و جائیداد پر مہاجروں نے قبضہ کر لیا۔ اور انصار پر سے ان کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ پھر ایک اور زمین پر تمہیں قبضہ دیا۔ جس سے مراد ہے۔ خیبر کی زمین یا فتح مکہ یا بعد کی فتوحات اسلامی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر چیز اللہ ہی کے قبضے میں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے ۞

گھریلو زندگی (الف)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ

اے نبی کہہ دے اپنی بیبیوں سے اگر ہو تم

تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

چاہتی زندگی دُنیا کی اور اس کی آرائش تو آؤ

اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾

تمہیں کچھ دے دوں اور رخصت کر دوں تمہیں چھوڑنا اچھا

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور اگر ہو تم چاہتی اللہ کو اور اس کے رسول کو

وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

اور گھر آخرت کو

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ

اے نبی اپنی عورتوں سے کہہ دے کہ اگر تم دُنیا کی

تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

زندگی اور یہاں کی رونق چاہتی ہو تو آؤ تمہیں کچھ

اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾

فائدہ پہنچا دوں اور بھلی طرح رخصت کر دوں

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو

وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ

اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو۔

اس سورت کے شروع رکوع میں ارشاد ہوا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایمان والے سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ یہاں سے ازواج مطہرات کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ ایسا طرز زندگی اختیار کریں جو ان کی اولاد یعنی ایمان والے مرد اور عورتوں کے لیے نمونہ بنے۔ آپ کی گھریلو زندگی نہایت سادہ تھی جو آتا فوراً خرچ ہو جاتا اور پھر تنگی ترشی سے بسر ہوتی ازواج مطہرات نے اور لوگوں کو مال ملتے دیکھ کر چاہا ہو گا کہ انہیں بھی فراغت سے بسر کرنے کے لائق ملے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ بات گراں گذری اور سوچ میں پڑ گئے۔ آخر میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں اچھی طرح سمجھا دیا گیا کہ تمہیں اور مسلمانوں کے لیے نمونہ بننا ہے اس لیے تم فیصلہ کر لو کہ اس کی ذمہ داری لینی ہے یا نہیں۔ اگر یہ دُنیا کا عیش و آرام چاہیں تو ان سے کہہ دو۔ کہ میں تمہیں باقاعدہ کچھ دے دلا کر طلاق دیئے دیتا ہوں۔ اور اگر آخرت کو اختیار کریں اور نبی کے گھر میں رہنا چاہیں تو انہیں اس طرح رہنا ہو گا جیسے ان سے کہا جائے گا۔ مسلمان عورتوں کو اس سے سبق لینا چاہیئے کہ انہیں اپنی مقدس ماؤں کا سا ڈھنگ اختیار کرنا ضروری ہے۔ اگر اسے نظر انداز کر کے اپنی خوشی پر چلیں تو وہ ناخلف اولاد کہلائیں گی۔

گھریلو زندگی (ب)

فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا
پس تحقیق اللہ نے تیار کر رکھا ہے نیکی کرنے والیوں کے لیے تم میں سے ثواب
عَظِيْمًا (۲۹) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ
بڑا اے عورتو نبی کی جو لائے تم میں سے
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ
بے حیائی کا کام صریح بڑھایا جائے گا اس کے لیے عذاب
ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (۳۰)
دوچند اور ہے یہ اللہ پر آسان

فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا
تو اللہ نے ان کے لیے جو تم میں نیکی پر ہیں بڑا ثواب
عَظِيْمًا (۲۹) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ
رکھا ہے اے نبی کی عورتو! جو کوئی تم میں صریح
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ
بے حیائی کا کام کر لائے تو اسے بڑھا کر دُہرا عذاب
ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (۳۰)
دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے

ارشاد ہے کہ اے نبیؐ کی عورتو! دُنیا کی زندگی اور اس کی ٹیپ ٹاپ چاہو تو تمہارا نبیؐ کے گھر میں کوئی کام نہیں۔ قاعدے کے مطابق کچھ مال دے کر وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے رخصت کر دیں گے اور اگر اللہ اس کے رسول اور آخرت کی زندگی کو اختیار کرنا ہے تو اللہ تعالےٰ نے تم جیسی نیکوکار بیویوں کے لیے بڑا انعام و اکرام تیار رکھا ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ تم اپنے مرتبہ کا خیال رکھو۔ بڑے مرتبہ والوں کا اجر بھی بڑا ہے۔ لیکن اگر ان سے خدانخواستہ کوئی بُرا کام سرزد ہو جائے تو چونکہ اس کا اثر انہی تک محدود نہیں ہوگا بلکہ ان کے پیروؤں تک پہنچے گا۔ اس لیے ان کا عذاب بھی اوروں سے دوچند ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات کچھ مشکل نہیں کہ عذاب کو دوگنا کر دے کیونکہ نہ کسی کا مرتبہ میں بڑا ہونا اس پر کچھ اثر ڈال سکتا ہے۔ اور نہ کسی کا کم درجہ ہونا سزا کے معاملہ میں اسے کسی رعایت کا مستحق قرار دے سکتا ہے جیسا کہ ان احکام کی عبارت ہی سے ظاہر ہے۔

نبی علیہ السلام کی ازواج ہونا حقیقت میں بڑا مرتبہ ہے۔ جو دنیا جہان کی عورتوں میں سے کسی کو نہیں مل سکتا۔ پھر بھی ان سے خطاب اسی طریقہ سے کیا جا رہا ہے جیسے عام درجے کے لوگوں سے کیا جاتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن واقعی کلام اللہ ہے۔ کیوں کہ اس میں خاص لوگوں سے بھی خطاب کا وہی طرز ہے جو عام سے ہے۔ اس آیت میں خطاب خاص ازواجِ مطہرات سے ہے۔ مگر طرزِ کلام وہی ہے جو عوام کے خطاب میں ہوتا ہے۔ کیوں کہ قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔

آدابِ کلام

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ
اور جو اطاعت کرے تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور
تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ
کام کرے نیک دیں ہم اسے اس کا اجر دو بار
وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾
اور تیار کر رکھا ہے اس کے لیے رزق باعزت
يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ
اے عورتو نبی کی نہیں ہو تم مانند کسی کے عورتوں میں سے
اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ
اگر تم ڈر رکھو پس نہ نرمی کرو کلام میں

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت
تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ
کرے اور اچھے عمل کرے دیں ہم اس کو ثواب دو بار
وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾
اور ہم نے اس کے واسطے عزت کی روزی رکھی ہے
يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ
اے نبی کی عورتو! تم ایسی نہیں ہو جیسے ہر عورت
اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ
اگر تم ڈر رکھو سو تم دب کر بات نہ کرو

يَقْنُتْ: جھکے۔ فرمانبرداری کرے مضارع ہے ق۔ ن۔ ت۔ سے۔ قنوت کے معنی ہیں عاجزی کے ساتھ دل سے جھکنا

اِتَّقَيْتُنَّ: (پرہیزگاری کرو تم) ماضی کا صیغہ ہے اتقاء سے۔ جو۔ و۔ ق۔ ی سے بنا ہے۔ وَقْیٌ کے معنی بچانا۔ اِتِّقَاء
بچنا۔ مراد پرہیزگار ہونا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو ارشاد ہے کہ جو تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی اسے ہم دُہرا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے ایک عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ تمہاری شان اوروں سے بہت بلند ہے تمہیں ایسی نیک عادتیں اختیار کرنی چاہئیں۔ جن کو تمہاری دیکھا دیکھی اور عورتیں بھی اختیار کرنے لگیں۔ اس مرتبہ کی شان کا تقاضا ہے کہ تم اللہ سے ڈر کر بُری عادتوں سے بچو اور ایسی باتوں کے پاس بھی نہ جاؤ۔ جن سے خرابی پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ ان میں سے ایک بات تو یہ ہے۔ کہ بوقتِ ضرورت غیر مردوں سے بات چیت نرم اور نیچی آواز میں مت کرو جو کہنا ہو وقار اور رعب کے لہجہ میں کہو:۔

فحش کی روک تھام

فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ
پس طمع کرے وہ جس کے دل میں ہے روگ اور کہو
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ
بات معقول اور رہو اپنے گھروں کے اندر
وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى
اور نہ مٹکتی پھرو مٹکنا پہلے جاہلیت کے زمانہ کا سا
وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ
اور قائم رکھو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ
وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اور فرمانبرداری کرو اللہ اور اس کے رسول کی

فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ
پھر کوئی جس کے دل میں روگ ہے لالچ کرنے لگے اور
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ
معقول بات کہو اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو
وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى
اور مٹکتی نہ پھرو جیسے پہلے جاہلیت کے وقت میں دکھانا دستور تھا
وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ
اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو
وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

قَرْنَ (قرار پکڑو) امر جمع مؤنث کا صیغہ ہے۔ و۔ ق۔ ر سے۔ وقر کے معنی اطمینان اور سکون سے ٹھہرے رہنا۔ تَبَرَّجَ (ابھرنا۔ نمایاں ہونا) باب۔ ب۔ ر۔ ج سے بنا ہے۔ برج بلند اور نمایاں چیز کو کہتے ہیں۔ تبرج: اٹھانا۔ دکھانا۔ ظاہر کرنا۔ یہاں اس سے مراد ہے ایسے لباس میں نکلنا جس سے بدن کی خوبصورتی اور بناوٹ ظاہر ہو جو ننگا پھرنے کے برابر ہے۔ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى: پہلا زمانہ جاہلیت کا۔ اس وقت عورتیں بے حیائی کے ساتھ تقریباً ننگی پھرتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ مرد ان کی طرف دیکھیں۔

ارشاد ہے کہ نرم آواز سے نازک الفاظ اور اشاروں سے بات کرو گی تو ایسے لوگ جن کے دل میں لالچ اور خراب خواہشوں کا زور ہے۔ للچائی ہوئی نگاہ سے تمہاری طرف دیکھنے لگیں گے۔ اس لیے بوقت ضرورت جو کچھ کسی مرد سے کہنا ہو سخت لہجہ میں کہو اور ہمیشہ ایسی بات کہو جو بھلی اور شائستہ ہو اور اپنا ٹھکانا اپنے گھروں کو بناؤ۔ اور اس طرح باہر مت پھرو جیسے پہلے زمانہ میں ادب اور قاعدے سے ناواقف عورتیں اپنے بدن کے خوبصورت حصوں کی نمائش کرتی پھرتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ مرد ان کی طرف دیکھیں اور مائل ہوں بیہودہ باتیں چھوڑ دو اور اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور ان قاعدوں کا خیال رکھو جو تمہیں (سورۂ النور میں) بتا دیے گئے ہیں۔ باقاعدہ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگی رہو۔

احکام کا مقصد

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ
تحقیق یہی ہے کہ چاہتا ہے اللہ یہ کہ دور کرے تم سے
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
گندگی اے نبی کے گھر والو اور پاک کرے تم کو
تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ
پاکیزگی دے کر اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں
فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ط
تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور دانائی کی باتیں
إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿۳۴﴾
تحقیق اللہ ہے اندرونی باتیں جاننے والا خبر رکھنے والا

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ
اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندی باتیں دور
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
کرے اے نبی کے گھر والو اور تم کو پاک کر دے
تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ
پاکیزہ کرنا اور یاد کرو جو تمہارے گھر میں
فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ط
اللہ کی آیتیں اور عقلمندی کی باتیں پڑھی جاتی ہیں بے شک
إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿۳۴﴾ ع ۴
اللہ بھید جاننے والا خبردار ہے

رِجْسٌ: (ناپاک، گندی باتیں) یہاں اس سے مراد گندی باتیں اور گندے خیالات ہیں۔

اَهْلَ الْبَيْتِ: (گھر والے) اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں اور وہ جنہیں آپ نے اپنے اہلبیت میں شامل فرمایا

ارشاد ہے کہ تم پر یہ پابندیاں اس لیے عاید کی گئی ہیں۔ کہ تم گندی باتوں اور بُرے خیالات سے الگ رہو۔ اور تمہارا دل پاک صاف ہو۔ اور تم اچھی باتیں اور درست اخلاق سکھانے میں دوسروں کے لیے نمونہ ہو۔ یہ اندرونی صفائی اور پاکیزگی اسی سے حاصل ہوگی۔ کہ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے اور اس کے رسول کے کہنے پر چلو اور ایسی بات تم سے کوئی سرزد نہ ہونے پائے جو ان کی ناراضی کا باعث ہو۔

تمہارے اوپر اللہ عزوجل نے خاص فضل فرمایا ہے کہ تمہارے گھروں میں ہر وقت قرآن مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں ان چیزوں کا بتانے والا اللہ عزوجل سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ جو ہر کام کے انجام اور ہر بات کی تہ سے پورے طور پر واقف ہے۔ اور ہر چیز کی حالت سے پورا پورا خبردار ہے۔ اللہ ہی نے مہربانی فرما کر اپنے رسول کو تمہارے پاس بھیجا ہے کہ ان کے ذریعے یہ سب باتیں سمجھا دے ؛

مرد اور عورت کی برابری (۱)

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

تحقیق اسلام والے اور اسلام والیاں اور ایمان والے اور ایمان والیاں

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ

اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں

وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِيْنَ

اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں اور تواضع کرنے والے

وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

اور تواضع کرنے والیاں اور صدقہ کرنے والے اور صدقہ کرنے والیاں

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ

اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں

وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ

اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد

وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں

قرآن مجید میں عام طور پر احکام کے اندر آدمیوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور ان میں اخلاق کی درستی، اچھی عادتوں کا اختیار کرنا، نیک ہونے کا ثواب، برائی کا عذاب سبھی کا بیان ہے۔ بعض عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم عورتوں کے لیے کیا حکم ہے۔ یہ سب کچھ تو مردوں سے خطاب کرکے کہا جا رہا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نیک کاموں کی کوشش کرنے میں مرد اور عورت برابر ہیں۔ اور اس میں الگ الگ آدمیوں اور عورتوں کا ذکر کرکے بتا دیا گیا کہ جو اچھی عادتیں اختیار کرے گا مرد ہو یا عورت اس کو اس کا برابر اجر ملے گا۔ اور دس صفتیں بیان کرکے کھول کر بتا دیا۔ کہ ان کے اختیار کرنے والے مرد اور عورت ثواب میں یکساں ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔ ان دس صفتوں سے کوئی نیک کام یا خلق باہر نہیں رہ جاتا۔

۱۔ اسلام یعنی حکم بجا لانے کے لیے تیار ہو جانا۔

۲۔ ایمان یعنی عقیدہ درست کرنا۔

۳۔ عبادت یعنی حکم کے مطابق کام شروع کر دینا

۴۔ صدق یعنی قول و فعل میں سچائی اور دیانت

۵۔ صبر یعنی نیک کاموں کے لیے مصیبتیں جھیلنا

۶۔ تواضع۔ یعنی اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار اور لوگوں سے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنا

۷۔ خیرات یعنی اپنے مال میں سے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا

مرد اور عورت کی برابری (ب)

الصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ
روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور حفاظت کرنے والے اپنی شرمگاہوں کی

وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ
اور حفاظت کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کو بہت اور یاد کرنے والیاں

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾
تیار کر رکھی ہے اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر بڑا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى
اور نہیں ہے کسی مومن اور مومنہ کے لیے جب فیصلہ کر دے

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا کہ رہے ان کو

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ
اختیار اپنے کام کا

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ
اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد

وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ
اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾
اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہے مغفرت اور اجر بڑا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى
اور نہیں ہے کسی ایمان دار مرد اور ایمان دار عورت کے لیے کہ جب اللہ

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
اور اس کا رسول کوئی کام مقرر کر دے تو ان کو اپنے

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ
کام کا اختیار باقی ہے

(۸) روزہ رکھنا یعنی اللہ کے حکم کے مطابق ایک مقرر وقت تک اپنی جائز خواہشات پر (پ) کرنے سے رکے رہنا (۹) حفاظت فروج یعنی اپنی شہوت کے مقامات کو قابو میں رکھنا کہ کوئی خلاف قاعدہ کام نہ کر سکیں (۱۰) ذکر اللہ یعنی اللہ کو کثرت سے یاد کرنا۔ جو مرد یا عورت ان دس باتوں پر عمل کریں گے۔ ان کے لیے اللہ کے ہاں بخشش اور بڑا ثواب تیار ہے۔ آگے بتایا کہ جب تم مرد ہو یا عورت اللہ عزوجل کے فرمانبردار رہنے کا اقرار کر چکے۔ تو خوب کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اب تمہیں یہ اختیار حاصل نہیں کہ جس بات کے ہونے کا فیصلہ اللہ اور رسول کر دیں۔ اس میں اپنی مرضی چلاؤ اور حیل وحجت کرو۔ اب تمہیں ان کے حکم کے آگے سر جھکانا چاہیے اور جو حکم دیں اسے ٹال مٹول کیے بغیر بجا لانا چاہیے۔

یہ اس واقعہ کی تمہید ہے۔ جس کی رو سے ایک بہت پرانی رسم مٹائی گئی اور اللہ کریم کو یہ منظور ہوا کہ زبانی ہدایت کے ساتھ اس رسم کو عملی طور پر مٹا کر بھی دکھا دیا جائے۔ اس لیے جن کے ذریعہ یہ رسم مٹائی جائے گی۔ انہیں تنبیہ کی گئی کہ تم بلا حجت اس پر عمل کرو جس کے کرنے کا اللہ اور رسول حکم دیں۔

فضول رسم مٹ کر رہے گی (رکوع)

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ

اور جو نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی سو وہ بھٹک گیا

ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (٣٦) وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ

بھٹکنا صریح اور جب کہا تو نے اس شخص سے

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ

کہ انعام کیا اللہ نے اس پر اور انعام کیا تو نے اس پر روک رکھ

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ

اپنے پاس اپنی بیوی کو اور ڈر اللہ سے اور چھپاتا تھا تو

فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى

اپنے دل میں وہ جو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو ڈرتا تھا

النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ط

لوگوں سے حالانکہ اللہ زیادہ مستحق ہے کہ ڈرے تو اس سے

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی سو وہ [illegible]

ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (٣٦) وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ

صریح چوک کر اور جب تو اس شخص سے کہنے لگا

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ

جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ

اپنی بیوی کو اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل

فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى

میں ایک چیز چھپاتا تھا جسے اللہ کھولنا چاہتا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا

النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ط

تھا اور حالانکہ تجھے اللہ سے ڈرنا چاہیے ؛

ارشاد ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ سیدھے راستے سے ہٹ گیا اور اس کی گمراہی صاف ظاہر ہے اس کے بعد اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کے ذریعے ایک بری رسم مٹائی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ زید نامی ایک شخص شریف عرب تھے اور حارث کے بیٹے تھے بچپن میں کوئی ظالم انہیں پکڑ کر لے گیا اور مکہ میں غلام بنا کر بیچ دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے انہیں خرید کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ کچھ دن بعد ان کے رشتہ داروں کو پتہ چلا تو ان کے باپ، چچا اور بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کچھ معاوضہ لے لیں اور اسے ہمیں دے دیں۔ آپ نے فرمایا معاوضہ کی کچھ ضرورت نہیں اگر یہ جائیں تو یوں ہی لے جاؤ۔ مگر حضرت زیدؓ نے آنحضرتؐ کے پاس رہنا پسند کیا۔ آپ نے انہیں آزاد کر کے بیٹا بنا لیا اور چاہا کہ ان کا نکاح زینبؓ بنت جحش سے کر دیں جو آپ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی نے اس رشتہ کو پسند نہ کیا۔ اس سے پہلی آیت اتری کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر مسلمانوں کو بے چون و چرا عمل کرنا چاہیئے۔ حضرت زینبؓ نے اللہ کے رسول کے حکم کے آگے سر جھکایا اور شادی ہو گئی۔

فضول رسم مٹ کر رہے گی (ب)

لیکن میاں بیوی کی طبیعت نہ ملی اور روزانہ جھگڑے ہونے لگے۔ زید آتے اور آپ سے شکایت کرتے کہ ان روزانہ جھگڑوں سے بہتر تو یہ ہے کہ میں زینبؓ کو طلاق دے دوں یہاں سے اس آیت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ ارشاد ہے کہ زیدؓ پہ اللہ نے بھی احسان کیا کہ شرف اسلام سے مالا مال کیا اور اے رسول تو نے بھی اس پہ احسان کیا کہ اپنا بیٹا بنایا اور اپنی پھوپھی زاد بہن سے شادی کر دی۔ جب اس نے جھگڑے کی وجہ سے اس کو طلاق دینا چاہا تو تو نے انہیں سمجھایا کہ اس میں ایک شریف خاتون کی رسوائی ہوگی۔ طلاق نہ دے، اللہ سے ڈر اور اپنی بیوی کو اپنے ساتھ ہی رکھو۔

اس نصیحت کی تہ میں چند خیال تھے جو آپ دل میں چھپائے ہوئے تھے۔ ایک تو یہ کہ زینبؓ نے اپنی مرضی کے خلاف میرے کہنے سے زیدؓ سے شادی کی تھی۔ طلاق کے بعد اسے صدمہ ہوگا جس کی تلافی یونہی ہو سکتی ہے کہ میں خود اس کی دلجوئی کے لیے اس سے شادی کر لوں۔ دوسرے یہ کہ اللہ عز و جل کی جانب سے الہام بھی ہو چکا تھا کہ منہ بولے بیٹے اور اصلی بیٹے میں فرق ظاہر کرنے کے لیے یہ کرنا پڑے گا کہ زیدؓ کے طلاق دے دینے کے بعد میری زینبؓ سے شادی ہو۔ تیسرے یہ کہ اس میں اندیشہ تھا کہ شادی کے بعد لوگ میری نسبت طرح طرح کے جھوٹے چرچے کریں گے اور لوگوں کو میری طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کر کے اپنی عاقبت خراب کریں گے اور اسلام کو اس بہانے سے بدنام کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسی قسم کے خیالات کی طرف آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے دل میں یہ ڈر تھا کہ لوگ اس واقعہ کی وجہ سے تجھے بدنام کریں گے اور اسے اسلام کی توہین کا ذریعہ بنائیں گے۔ لوگوں سے ڈرنا تیری شان کے لائق نہیں۔ یہ حق اللہ ہی کو پہنچتا ہے کہ اس سے ڈرا جائے اس کے مقابلہ میں اور کوئی ایسا نہیں کہ تیرے دل میں جس کا ڈر ہو۔

اس کے بعد جو ہونا تھا وہ ہوا۔

زیدؓ بن حارث نے زینبؓ کو طلاق دے دی۔ عدت گذر جانے کے بعد اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ ہم نے تیرا نکاح زینبؓ سے کر دیا۔ اس کا ذکر اور اس کی وجہ آگے تصریح کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اور صاف کہ دیا گیا ہے کہ لے پالک کسی کا اصلی بیٹا نہیں ہو جاتا اور اس کے احکام وہ نہیں ہو سکتے جو صلبی بیٹے کے ہوتے ہیں۔

اللہ کا حکم اٹل ہے

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

پس جب پوری کر چکا زید اس سے غرض ہم نے تیرے نکاح میں دے دیا اسے

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ

تاکہ نہ رہے مسلمانوں پر تنگی

فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ

کے بیویوں بارے میں اپنے لے پالکوں کی جب وہ پوری کر چکیں ان سے

وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (٣٧)

غرض اور رہے گا اللہ کا حکم پورا ہو کر

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

پس جب زید اس سے اپنی غرض تمام کر چکا تو ہم نے اسے تیرے نکاح میں

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ

دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں

فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ

سے جب وہ ان سے اپنی غرض تمام کر لیں

وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (٣٧)

گناہ نہ رہے اور اللہ کا حکم اٹل ہے

ارشاد ہے کہ جب زید کی شادی کی خوشی ختم ہو چکی اور اسے اپنی بیوی سے آئندہ کوئی غرض نہ رہی تو ہم نے زینب کو تیرے نکاح میں دے دیا اور یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ مسلمان اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے جب وہ بیٹے اپنی شادی کر لینے کے بعد اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں اور عدت گذر جائے تو نکاح کرنے میں ذرا بھی نہ جھجکیں۔ اللہ کا اس بارے میں حکم بھی ہوا اور اللہ کا حکم بہر حال لازمی طور پر پورا ہو کر رہتا ہے۔

دُنیا کی اکثر قوموں میں دوسرے کی اولاد کو اپنی اولاد بنا لینے کا رواج ہے۔ عرب میں بھی یہی دستور تھا کہ جس شخص کو اپنے منہ سے کسی نے بیٹا بنا لیا۔ تو بس وہ اس کا بیٹا ہو گیا۔ اب اس کے ساتھ وہی معاملہ ہو گا۔ جو اصلی بیٹے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے اس رسم کو ہمیشہ کے لیے مسلمانوں سے ختم کرنا چاہا۔ پہلے قرآن حکیم میں حکم بیان کر دیا۔ کہ منہ بولے اور صلبی بیٹا برابر نہیں ہوتے۔ پھر اسے عملاً پورا کر کے دکھا دیا گیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو بیٹا بنا لیا۔ حکم ہوا کہ اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ بنت جحش سے اس کا نکاح کر دے۔ نکاح ہوا اور پھر میاں بیوی میں ناچاقی ہوئی زیدؓ نے زینبؓ کو طلاق دے دی۔ حکم ہوا۔ کہ ہم نے زینبؓ سے تیری شادی کر دی اس سلسلہ میں آپ قدرے جھجکے بھی۔ ارشاد ہوا کہ اس میں مرضی کی بات نہیں۔ ہم نے اس قضیہ کو اسی طرح ہی چکانا ہے۔

نبی اللہ کے تابع فرمان ہیں

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا

نہیں ہے نبی پر کوئی تنگی اس بات میں

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

جو مقرر کر دی اللہ نے اس کے لیے یہی طریقہ رہا ہے اللہ کا ان لوگوں میں ۔

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ

جو گذرے پہلے اور ہوتا ہے اللہ کا حکم

قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۟ۙ ﴿٣٨﴾

مقرر کیا ہوا ٹھیک اندازہ سے

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا

نبی پر اس بات میں کچھ مضائقہ نہیں جو اللہ نے اس

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

کے لیے مقرر کر دی جیسے اللہ کا دستور ان لوگوں میں

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ

رہا ہے جو پہلے گذرے اور اللہ کا حکم

قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۟ۙ ﴿٣٨﴾

مقرر ٹھہر چکا ہے

ارشاد ہے کہ نبی کے لیے تو راستہ بالکل آسان ہے۔ اسے سوا اللہ کے کسی کی رضامندی اور ناراضی کا خیال ہی نہ ہونا چاہیے۔ اسے نہ کسی کے طعن و تشنیع کا ڈر ہونا چاہیے اور نہ بدنامی کے خوف سے اسے بے چین ہونا چاہیے جس بات کا حکم اللہ کی طرف سے آچکا۔ کہ یہ اس طرح ہونی چاہیے۔ اور جس معاملہ کا اس نے فیصلہ فرما دیا کہ یہ اس صورت سے طے ہوگا۔ اس کے بعد نہ کچھ سوچ بچار کا موقعہ ہے اور نہ کسی قسم کی جھجک مناسب ہے جتنے نبی پہلے گذرے ہیں۔ ان کے ساتھ ہمارا یہی طریقہ رہا ہے کہ جس بات کی ہم نے انہیں اجازت دی۔ اس کے کرنے میں انہیں کبھی بھی ذرا جھجک نہیں ہوئی اور جس سے ہم نے روک دیا۔ اس کے قریب بھی وہ کبھی نہ پھٹکے۔ چنانچہ تیرا طرز عمل بھی اب تک اسی معیار پر ہمیشہ پورا اترتا رہا ہے۔ پھر اس کے بارے میں پس و پیش اور جھجک کے کیا معنی۔ اللہ عزوجل نے لے پالک کے معاملہ کا فیصلہ اسی طرح کرنا منظور فرمایا۔ کہ تیری شادی تیرے متبنّی زید کی مطلقہ بیوی سے ہو۔ اور آئندہ کسی کو اس معاملہ میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہے۔

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ جو حکم نافذ فرماتا ہے وہ خوب سوچ سمجھ کر اپنی مناسب شکل میں پہلے ہی مقدر کر چکا ہوتا ہے اور جن کو اللہ اپنا رسول مقرر کر دیتا ہے۔ وہ اس بات کو جانتے ہیں اور اس کے بجا لانے میں ذرا نہیں جھجکتے ؛

رسولوں کی شان (الف)

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ

وہ جو　پہنچاتے ہیں　پیغامات　اللہ کے　اور ڈرتے ہیں اس سے

وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ

اور نہیں　ڈرتے　کسی سے　سوا اللہ کے　اور

كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا (۳۹) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ

کافی ہے　اللہ　حساب لینے والا　نہیں　ہے　محمد

اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ

باپ　کسی کا　تمہارے مردوں میں سے　لیکن　رسول ہے

اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

اللہ کا　اور ختم کا نشان نبیوں کے　اور ہے　اللہ

بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۴۰)

ہر چیز کا　جاننے والا

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ

وہ لوگ جو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں

وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ

اور کسی سے نہیں ڈرتے سوا اللہ کے اور

كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا (۳۹) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ

اللہ کفایت والا کافی ہے　محمد تمہارے مردوں

اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ

میں سے کسی کا باپ نہیں　لیکن اللہ کا رسول

اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

ہے اور مہر ہے سب نبیوں پر　اور　اللہ

بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۴۰)

سب چیزوں کا جاننے والا ہے

ارشاد ہے کہ یہ رسول وہ لوگ ہیں جو اللہ کے سارے پیغام لوگوں کو پہنچا دیتے ہیں۔ ان کے دل میں اللہ عزوجل کا خوف ہوتا ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے۔ اللہ کے رسولوں کی یہ خصوصیات ہیں تم بھی اے محمدؐ انہی میں سے ہو اور تم نے اللہ کا پیغام بے دھڑک اس کے بندوں کو پہنچا دیا ہے سلے پالک کی بابت احکام پہنچانے کا ہم نے یہ طریقہ مقرر کیا کہ زینب کی شادی پہلے تمہارے متبنی زید سے ہو اور پھر وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہیں۔ پھر زیدؓ، زینبؓ کو طلاق دے اور عدّت گزرنے کے بعد اس کا نکاح آپ سے کر دیا جائے اللہ ہر کام کے طریقے مقرر کرنے اور پھر ان کی جانچ پڑتال کرنے کے لیے بالکل کافی ہے۔ لوگو سن لو۔ یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی کر لی۔ بالکل غلط ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی مرد کے باپ نہیں۔ ان کے جو بیٹے ہوئے بھی تھے وہ تو چل بسے۔ اس عمر تک پہنچے ہی نہیں جو مرد کہلائیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول اور نبیوں کے سلسلہ کے ختم ہو جانے کی صریح اور پختہ علامت ہیں۔

رسولوں کی شان (ب)

ان سب کے آخر میں آنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ گویا سارے سلسلہ کو ختم کرکے آخری مہر لگادی کہ اب یہ سلسلہ ختم ہوا آیندہ کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور آپ نے جو پیغام پہنچایا ہے وہ تمام رسولوں کے پیغاموں کا خلاصہ اور ان کی مکمل شکل ہے اور یہ خلاصہ قرآن مجید میں رکھ دیا گیا ہے۔ اب یہ قیامت تک دُنیا کے لوگوں کی ہر حالت، ہر زمانے اور ہر مقام میں رہنمائی کرے گا۔ ہر ضرورت جو انسان کو پیش آئے گی۔ اس کے پورا کرنے کا طریقہ جو اُس وقت کے لیے موزوں ہوگا۔ وہ قرآن مجید ہی سے ملے گا۔ کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ عقل مند لوگ اسی قرآن میں سے ہر مشکل کا حل ڈھونڈ نکالیں گے۔ آیت سے ظاہر ہے۔ کہ آپ کے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ وہ جھوٹا ہوگا۔ اور اس کا دعویٰ کسی طرح بھی قابلِ تسلیم نہ ہوگا۔

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آخر زمانہ میں جو تشریف لائیں گے۔ وہ ایک خاص ضرورت کے پورا کرنے کے لیے آئیں گے اور وہ ہرگز یہ نہ کہیں گے۔ کہ میں نبی کی حیثیّت سے آیا ہوں۔ وہ آپ کے ایک اُمّتی ہوں گے اور دُنیا کے آخری فتنہ پرداز دجّال کے قتل کے لیے آئیں گے۔ وہ کوئی اپنا نیا فرقہ نہ بنائیں گے۔ اسلام کے احکام کے تابع ہوں گے۔ اور شریعت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہر کام کریں گے اور جب اپنا کام انجام دے چکیں گے۔ تو وفات پا جائیں گے۔ نہ ان کے پیچھے ان کا کوئی گروہ رہے گا اور نہ ان کے خلیفہ مقرّر ہوں گے۔

حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین اس معنی میں بھی ہیں۔ کہ آپ سے پہلے جتنے نبی گذرے۔ وہ سب آپ ہی کے نورِ نبوّت سے مستفید ہوتے تھے۔ اور ہر ایک کی نبوّت کی سند پر آپ کی مہر تصدیق ہی ثبت ہوتی تھی وہ آپ ہی کی روشنی کو دنیا میں اپنے اپنے وقت کے حالات کے مطابق پھیلانے آئے تھے۔

آخر میں اس ہدایت اور روشنی کی تکمیل کے لیے انہیں خود بہ نفسِ نفیس بھیجا گیا۔ آپ نے اسے تکمیل تک پہنچا دیا۔ اب آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

اللہ تعالےٰ نے یہ سب کچھ اپنے علم کے مطابق کیا اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اللہ عزّ وجلّ اس ازلی نور کے خزانہ پر اپنی مکمل رحمت اور درود و سلام نازل فرمائے! آمین ۔

اللہ کی یاد

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کو
ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ
یاد کرنا بہت اور پاکی بیان کرو اس کی صبح اور
اَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ
شام وہی ہے جو رحمت نازل کرتا ہے تم پر
وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
اس کے فرشتے تاکہ نکالے تمہیں اندھیروں سے طرف
النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾
روشنی کے اور ہے وہ ایمان والوں پر رحم کرنے والا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو! اللہ کو یاد کرو
ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ
بہت زیادہ یاد کرنا اور پاکی بیان کرتے رہو اس کی صبح
اَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ
اور شام وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے
وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
اور اس کے فرشتے تاکہ تم کو اندھیروں سے اجالے
النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾
میں نکالے اور وہ ایمان والوں پر مہربان ہے

اللہ عزوجل نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان کی ہدایت کی تکمیل کے لیے بھیجا۔ انہوں نے دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے انسان کو وہ گُر بتاتے۔ کہ اگر نہ بتائے جاتے تو کبھی کامیابی کا منہ نہ دیکھتا اور سیدھے راستے پر اس کا قدم کبھی نہ جمتا۔ آپ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر کے یہ بتا دیا۔ کہ اب انسان کو نیک کام دل جما کر اطمینان سے کرنے چاہییں اب نہ انتظار میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت ہے اور نہ سستی اور کاہلی اختیار کرنے کا کوئی بہانہ ہو سکتا ہے۔ کمر کس کر میدان عمل میں اترو اور کام کرو۔

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ تمہارا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اللہ کو بکثرت یاد کرو۔ دل سے اس کی تسبیح کو صبح شام اپنا ورد بناؤ۔ اس کے احسانات تم پر بے شمار ہیں۔ وہ اپنی رحمت تم پر نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے اس کے حکم سے رحمتیں لے کر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ رحمتیں قرآن حکیم کی آیتیں ہیں جن کے ذریعے اللہ عزوجل تمہیں جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتا ہے اور تم پر سیدھا راستہ واضح ہو جاتا ہے۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ اپنے ایمان والے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے دنیا میں انہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بچا لیا۔

نبیؐ کی شان

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَّ اَعَدَّ

اور ان کی دعا جس دن وہ اس سے ملیں گے سلام ہوگی اور تیار کیا ہے

لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا (۴۴) يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ

ان کے لیے ثواب عزت کا اے نبی تحقیق ہم نے

اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (۴۵) وَّ

بھیجا تجھے گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور

دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (۴۶)

بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چراغ منیر

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَّ اَعَدَّ

جس دن اس سے ملیں گے ان کی دعا سلام ہے اور ان کے واسطے

لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا (۴۴) يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ

عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے اے نبی ہم نے تجھے بھیجا

اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (۴۵) وَّ

بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور

دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (۴۶)

اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ

پہلے ارشاد ہوا کہ اللہ عزوجل نے ایمان والوں پر دُنیا میں بڑی رحمت فرمائی۔ کہ انہیں سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کی گمراہی کے اندھیروں سے نجات دے کر روشنی میں پہنچایا۔ اس آیت میں ان کی آخرت کی حالت کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ ایمان والے آخرت میں جب اللہ عزوجل سے ملیں گے۔ تو ان کو ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آئیں گی اور یہی پہلا تحفہ ہوگا جو انہیں اللہ عزوجل کی طرف سے عنایت ہوگا۔ اور اسی لفظ سے فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر پہلا لفظ یہی ہوگا جو ان کے منہ سے نکلے گا۔ اور اللہ عزوجل نے بڑی عزت اور نشان والا اجر ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے تجھے دُنیا میں سب کے اوپر گواہ' اچھوں کو خوشخبری سنانے والا' بدکاروں کو ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے انسان کو اللہ کی طرف بلانے والا اور روشنی پھیلانے والا مخزن نور بنا کر بھیجا ہے۔ جو سورج کی طرح خود بھی چمک دار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو وہ کہتے ہیں۔ اس کی تصدیق اپنے عمل سے کرتے ہیں اور قیامت کے دن تمام انبیاء کی بابت گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام اس کے بندوں کو ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا تھا اور نیز تمام امت کے افراد کی بابت گواہی دیں گے کہ کس کا راستہ سیدھا تھا اور کون ٹیڑھا چلتا تھا۔

ایمان والوں کو بشارت

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو یہ کہ ان کے لیے ہے اللہ کی طرف سے
فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ
بزرگی بڑی اور مت کہنا مان انکار کرنے والوں کا اور
الْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ
دغا بازوں کا اور درگزر کر ان کی ایذا رسانی سے اور بھروسہ کر
عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾
اللہ پر اور کافی ہے اللہ کام بنانے کے لیے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے کہ ان کے لیے اللہ کی
فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ
طرف سے بڑی بزرگی ہے اور کہا مت مان منکروں کا اور
الْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ
دغا بازوں کا اور چھوڑ دے ان کا ستانا اور بھروسہ کر
عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾
اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پہلے ارشاد ہوا کہ تمہیں بھلے اور برے اعمال پر گواہ، خوش خبری سنانے والا، ڈرانے والا اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والا اور ہر طرف روشنی پھیلانے والا چراغ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ اور ان تمام کاموں کے انجام دینے میں تمہارا مددگار اور کارساز اللہ عز وجل ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ایمان والوں کو بشارت دو۔ کہ اللہ کے ہاں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ اگرچہ اس وقت عارضی طور پر صورت حالات تسلی بخش نہ ہوں اور دشمنوں نے چاروں طرف سے نرغے میں لے رکھا ہو۔ طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے ہوں اور کسی موقعہ پر ستانے سے نہ چوکتے ہوں۔ لیکن عنقریب تم ان سب پر غالب آجاؤ گے۔ اور دنیا اور آخرت میں تمہیں اس رسول اور قرآن کی بدولت سب پر فضیلت حاصل ہوگی۔

پھر ارشاد ہے کہ اپنے فرائض کے انجام دینے میں کسی کافر اور منافق کی رُو رعایت مت کرو۔ اور ان باتوں اور حرکتوں سے جو اذیت تمہیں پہنچے اس کی پرواہ مت کرو۔ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ تو صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔ اس کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اس کے سامنے سب عاجز اور لاچار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے سارے کام بنانے کے لیے بالکل کافی ہے۔ اس کو کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں اور سب اس کے سہارے کے محتاج ہیں ؛

غیر مدخولہ کی طلاق

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب نکاح کرو تم مؤمن عورتوں سے

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

پھر طلاق دو انہیں پہلے اس کے کہ ہاتھ لگاؤ انہیں

فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ

پس نہیں تمہارے لیے ان پر کوئی عدت کہ پوری کراؤ اسے

فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (۴۹)

پس کچھ ان کو دے دو انہیں اور چھوڑ دو انہیں چھوڑنا اچھا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ

اے ایمان والو جب تم مؤمن عورتوں کو نکاح میں لاؤ

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

پھر ان کو چھوڑ دو اس سے پہلے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ

فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ

سو ان کو عدت میں بٹھلانا تمہارا حق نہیں کہ گنتی پوری کراؤ

فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (۴۹)

سو ان کو کچھ فائدہ پہنچا دو اور بھلی طرح سے رخصت کرو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ذکر کے ضمن میں عام مسلمان عورتوں کو کچھ ہدایات دی گئیں۔ اور لے پالک کی مطلقہ بیوی سے شادی کرنا قانوناً جائز قرار دیا گیا۔ اس سلسلہ میں عورت و مرد کے تعلقات کے بارے میں ایک اور عام ہدایت کی جاتی ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی مسلمان مرد جب کسی عورت سے شادی کرلے اور پھر اس سے ملے بغیر کسی وجہ سے طلاق دے دے تو اس صورت میں عورت پر عدت واجب نہیں اور نہ مرد کو پورا مہر دینا پڑے گا۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ وہ سُن لیں کہ جب ان میں سے کوئی مرد کسی مسلمان عورت سے شادی کرے اور پھر اس سے پہلے کہ میاں بیوی کی بالکل تنہائی میں باہم ملاقات ہو۔ کوئی ایسی وجہ پیش آجائے کہ طلاق دینی پڑ جائے۔ تو اب تمہارے لیے یہ لازم نہیں۔ کہ عورت سے عدت کے دن گن کر پورے کراؤ۔ وہ چاہے تو تمہارے طلاق دینے کے ساتھ ہی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر مہر مقرر کر چکا تھا تو اس کو آدھا مہر دینا پڑے گا۔ (جیسا کہ سورۃ البقرہ میں گذرا)

اور اگر مہر کا ذکر نہ آیا تھا تو کچھ مہر دینا نہ پڑے گا۔ البتہ حیثیت کے مطابق کچھ مثلاً کپڑوں کا ایک جوڑا دے دلا کر اچھے طریقہ سے اُسے رخصت کر دینا چاہیئے تاکہ کچھ اس کے آنسو پونچھ جائیں اور اس ناگہانی واقعہ سے جو صدمہ اسے پہنچا۔ اس کی تلافی ہو جائے۔ یہ عام حکم ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے مسلمان شامل ہیں۔

نبی کے لیے احکام

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ

اے نبی تحقیق ہم نے حلال کیں تیرے لیے تیری بی بیاں جن کے

اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

دے چکا ہے تو مہر اور جس کا مالک ہو تیرا دایاں ہاتھ

مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ

ان میں سے جو بغیر لڑے جنگ میں دیں اللہ نے تجھے اور بیٹیاں تیرے چچا کی

وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ

اور بیٹیاں تیری پھوپھیوں کی اور بیٹیاں تیرے ماموں کی اور بیٹیاں تیرے

خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ز

خالاؤں کی جنہوں نے ہجرت کی تیرے ساتھ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ

اے نبی ہم نے تیرے لیے عورتیں حلال کیں جن کے

اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

مہر تو دے چکا ہے اور جو تیرے ہاتھ کا مال ہو

مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ

جو اللہ نے تیرے ہاتھ لگادیں اور تیرے چچا کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ

اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیرے

خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ز

خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات بغیر اللہ کے حکم کے نہیں کرتے تھے۔ ان کے معمولی کاموں کے لیے بھی فیصلے اللہ کی طرف سے صادر ہوتے تھے۔ نکاح اور طلاق کے بارے میں عام احکام نازل ہوچکے تھے۔ پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں خاص طور پر اس آیت میں پھر احکام کی تصریح کی گئی۔ تاکہ اس میں کوئی شبہ نہ رہے کہ آپ نے اس بارے میں جو قدم اٹھایا۔ وہ اللہ کے حکم کے بالکل مطابق تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جتنی عورتیں تیرے نکاح میں اس وقت ہیں قریش سے ہوں یا نہ ہوں۔ مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ ہم نے تیرے لیے حلال کردیں۔ نیز وہ لونڈیاں جو کفّار کی جنگ میں اللہ کے حکم سے تیرے ہاتھ لگیں۔ وہ بھی تیرے لیے بغیر نکاح کے حلال ہیں۔ اسی طرح تیرے چچاؤں، پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں کی بیٹیوں سے نکاح کرنا تیرے لیے جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ ہجرت کرکے مدینہ چلی آئیں۔ معلوم ہوا کہ تعداد ازواج کے بارے میں آپ کے لیے چار کی حد مقرر نہیں ہے۔ کیوں کہ آپ کے لیے حد مقرر نہ ہونے کے اندر بہت سی مصلحتیں ہیں اور اللہ کی رضامندی اس کے ساتھ ہے۔

خاص رعایتیں

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا

اورکوئی عورت مسلمان اگر بخش دے اپنا آپ

لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ق

نبی کو اگر چاہے نبی کہ نکاح میں لے اسے

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط قَدْ

خاص ہے یہ تیرے لیے سوا سب مسلمانوں کے تحقیق

عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ

جانا ہم نے جو مقرر کیا ان پر ان کی عورتوں کے بارے میں

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

اور جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا

اور مسلمان عورت اگر بخش دے اپنی جان نبی کو

لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ق

اگر نبی چاہے کہ اس کو نکاح میں لائے

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط قَدْ

یہ خاص تیرے لیے ہے سوا اور سب مسلمانوں کے ہم نے

عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ

ان پر ان کی عورتوں کے حق میں اور ان کے ہاتھ کے مال

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

میں جو مقرر کر دیا ہے ہمیں معلوم ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجازت ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت اپنے آپ کو بلا مہر آپ کے حوالہ کرنا چاہے اور آپ کی مرضی ہو کہ اس سے اس طرح نکاح کر لیں تو کر سکتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ بلا مہر نکاح کی اجازت صرف آپ کے لیے خاص ہے۔ واضح رہے کہ آپ نے عملاً اس سے کبھی فائدہ نہ اٹھایا۔

ارشاد ہے کہ باقی مسلمانوں کے لیے وہی حکم ہے۔ جو ہم نے علم کامل کے مطابق مقرر کر دیا۔ یعنی حسب دستور مہر مقرر کر کے گواہوں کے سامنے نکاح کریں۔ نیز وہ ایک وقت میں چار سے زاید عورتیں اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتے۔ اور وہ بھی چند شرائط کے ساتھ۔ اسی طرح جنگ میں پکڑی ہوئی کافر عورتوں کی بابت بھی ان کے لیے خاص احکام ہیں جو اپنی جگہ مذکور ہیں۔

اسلام میں صاف صاف اور کھلے قواعد ہر چیز کے موجود ہیں۔ جو شخص ان کے مطابق چلے۔ اس پر کوئی الزام نہیں۔ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصتیں اللہ کی طرف سے ملی ہیں۔ ان پر عمل کرنا آپ کے لیے جائز ہے اور یہ عمل قانون کے عین مطابق ہوگا۔

مزید رعایت

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
تا کہ نہ ہو تجھ پر کوئی تنگی اور ہے اللہ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ
بخشنے والا مہربان پیچھے ہٹا دے جسے چاہے تو ان میں سے
وَتُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ
اور پاس رکھے اپنے جس کو چاہے اور جسے لینا چاہے تو
مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ
ان میں سے جنہیں دور کر دیا تھا تو نے پس نہیں کوئی گناہ تجھ پر

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
تا کہ تجھ پر تنگی نہ رہے اور اللہ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ
بخشنے والا مہربان ہے تو ان میں جس کو چاہے پیچھے رکھ دے
وَتُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ
اور جگہ دے اپنے پاس جس کو چاہے اور جس کو تیرا جی چاہے ان میں
مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ
جنہیں کنارے کر دیا تھا تو کچھ گناہ نہیں تجھ پر

ارشاد ہے کہ یہ خاص رعایت تیرے ساتھ اس لیے کی گئی ہے۔ کہ تیرا وقت فضول جھگڑوں میں صرف نہ ہو اور اصل فرائض ہیں جن کا پورا کرنا تیرے ذمّہ ہے کوئی حرج واقع نہ ہو اور یہ سب اللہ کی صفت مغفرت اور رحمت کے تحت واقع ہوا۔ چنانچہ تجھے اختیار دیا جاتا ہے۔ کہ اپنی بیویوں کو جس طرح چاہے رکھے۔ خواہ کسی سے دُور رہے۔ یا کسی کو اپنے پاس رکھے اور جس کو اپنے سے دور رکھ دیا ہے۔ اسے اگر چاہے تو پھر پاس بلا لے۔

غرض بیویوں کے بارے میں تیرے اوپر کوئی پابندی نہیں نہ یہ ضروری ہے کہ ہر ایک کے پاس باری باری سے برابر مدت تک رہے۔ جیسا کہ کئی بیویوں والے کے لیے ذمّہ لازم ہے۔ بیویوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا اختیار تھا۔ کہ جس طرح چاہے رکھیں۔ پھر بھی آپ نے ان رخصتوں سے کبھی فائدہ نہ اٹھایا۔ برابر عدل و انصاف کے ساتھ ہر ایک کی باری میں اس کے پاس رہے اور سب کے حقوق برابر پورے کیے۔

جھگڑوں کی روک تھام

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ

یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ ٹھنڈی رہیں ان کی آنکھیں اور نہ غمگین ہوں

وَ يَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ

اور راضی رہیں اس سے جو دے تو انہیں سب کی سب اور اللہ

يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا

حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ

بردبار حلال نہیں تیرے لیے عورتیں

مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ

اس کے بعد اور نہ یہ کر بدل لے تو ان سے اور عورتیں

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ

اس میں قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور رنج نہ کھائیں

وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ

اور جو تو نے انہیں دیا اس پر سب کی سب راضی رہیں۔ اور اللہ

يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ

تحمل والا ہے اس کے بعد تجھ پہ عورتیں حلال

مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ

نہیں اور نہ یہ کہ ان کے بدلے اور عورتیں کرے

ارشاد ہے۔ کہ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ تیری بی بیوں کو کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ اور ہنسی خوشی رہیں۔ رنج و غم نہ کریں اور جو تیری طرف سے انہیں ملے اس سے سب راضی رہیں۔ کیونکہ کسی کو دور کرنے کسی کو پاس بلانے، کسی کی باری میں دوسری کے گھر چلے جانے میں رات دن جھگڑے رہتے۔ لیکن جب سب کو معلوم ہوگیا۔ کہ اللہ نے انہیں اختیار دے دیا ہے کہ جس طرح چاہیں۔ بی بیوں سے سلوک کریں۔ تو اب شکایت کا کوئی موقعہ نہ رہا۔ اس صورت میں انہیں شکایت پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جو کچھ آپ کریں گے۔ وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ اس لیے یہ ان کو خوش رکھنے، ان کے غمگین نہ ہونے اور جو ملے اس پر راضی رہنے کا زیادہ کارگر ذریعہ ہوگا۔ باقی لوگوں کے دل میں یہ خیال نہ گذرنا چاہیے۔ کہ یہ رعایتیں ہمیں کیوں نہ ملیں۔ اس لیے کہ اُن کو اور دینی کام اتنے انجام نہیں دینے جتنے آپ نے دینے ہیں۔ اللہ تمہارے دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ وہ سب کچھ جاننے والا اور خطاؤں سے درگذر کرنے والا ہے۔ اس کی بابت بدگمانی مت کرو۔

ازواج مطہرات

وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
اگرچہ اچھی لگے تجھے ان کی صورت مگر جس کا مالک ہو
يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
تیرا دایاں ہاتھ اور ہے اللہ ہر چیز پر
رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع
نگہبان

وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
اگرچہ تجھ کو ان کی صورت خوش لگے مگر جو مال ہو
يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
تیرے داہنے ہاتھ کا اور اللہ ہر چیز پر
رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾
نگہبان ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کے تقریباً پچیس سال تجرد میں گذارے۔ اس کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی ہوئی جو دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے شادی کی۔ اس کے بعد آٹھ بیوائیں آپ کے نکاح میں آئیں۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کی نو بیبیاں موجود تھیں۔ حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن ان سب نے دنیا کی خوش حالی کا خیال چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کو پسند کیا۔ اس کا صلہ دنیا میں یہ ملا۔ جس کا اس آیت میں بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ جن عورتوں کو ہم نے تیرے اوپر حلال کیا۔ جن کا ذکر اس سے ذرا پہلی آیت میں ہوا۔ ان کے سوا کسی اور عورت سے نکاح کرنا تیرے لیے جائز نہیں اور یہ بھی جائز نہیں۔ کہ موجودہ عورتوں میں کسی کو اس لیے چھوڑ دے کہ اس کے بدلے کسی اور سے نکاح کیا جائے گا۔ خواہ حسن وصورت کے لحاظ سے وہ کتنی ہی اچھی ہو۔

اللہ جانتا ہے کہ کون اس کے احکام کی پابندی کرتا ہے اور کون نہیں۔ اس لیے جو کام کرو۔ اسی بات کا خیال رکھ کر کرو۔ آپ کو بیویوں کی ہر بات میں برابر رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا تھا اور ازواج مطہرات آپ کی حکم برداری کا صریحاً اقرار کر چکی تھیں۔ اور جو آپ فیصلہ فرمائیں۔ اس کے ماننے پر ہر طرح رضامند تھیں۔ یہ سب اس لیے تھا۔ کہ آپ خانہ داری کے جھگڑوں میں پھنس کر دین کے کاموں میں پیچھے نہ رہ جائیں۔ پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے حقوق کا برابر خیال رکھا اور ان رخصتوں میں سے کسی سے فائدہ نہ اٹھایا اور ساتھ ہی دین کی تبلیغ کے سارے کام مکمل طور پر انجام دیئے۔ آپ کے سوا ایسا اور کون کر سکتا تھا۔

دعوتِ طعام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت داخل ہو گھروں میں نبی کے مگر

اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ

یہ کہ اجازت دی جائے تمہیں کھانے کے لیے نہ راہ دیکھتے ہوئے تیاری کی

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

اور لیکن جب بلایا جائے تمہیں تو داخل ہو اور جب کھا چکو

فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ

تو اٹھ کر چلے جاؤ اور نہ جی لگا کر بیٹھو باتوں کے لیے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں مت جاؤ مگر یہ

اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ

کہ تمہیں کھانے کے واسطے حکم ہو اس کے پکنے کی راہ

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

نہ دیکھنے والے لیکن جب تمہیں بلائیں تب جاؤ پھر جب کھا چکو

فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ

تو اٹھ کر چلے جاؤ اور آپس میں جی لگا کر باتوں میں مت بیٹھو

اِنٰى تیار ہو جانے کا وقت، اِنٰى اور اَنَاءٌ دونوں ا۔ ن۔ ی سے مصدر ہیں۔ کسی وقت کی تیاری کا وقت آپہنچا۔ یہ اَيْنٌ کا مقلوب ہے جس کے معنی جگہ کے ہیں اور جس سے آن بنا ہے جس کے معنی لمحہ کے ہیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو باہم ملنے کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ اس کی بنیاد اس پر ہونی چاہیئے کہ دوسرے کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور نہ اس کا کوئی حرج ہو۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ گھر انسان کے لیے ایک طرح کا خلوت خانہ ہے جس میں وہ ان باتوں کو انجام دیتا ہے جس میں غیر کا دخل نہ ہونا چاہیئے۔ اگر انسان کے لیے ایسی کوئی جگہ نہ رہے تو اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ارشاد ہے کہ کسی کے گھر میں یونہی بے باکی سے گھس جانا بے جا بات ہے۔ خاص کر نبی کے گھروں میں جب جی چاہے مت گھس جایا کرو۔ فقط اس وقت جاؤ۔ جب تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے۔ اس پر بھی پہلے سے مت پہنچ جایا کرو کہ وہیں بیٹھ کر کھانے کے تیار ہونے کا انتظار کریں گے۔ عین کھانے کے وقت جاؤ اور کھانا کھاتے ہی اُٹھ کر چلے آؤ۔ کھانا کھانے کے بعد باتیں بنانے مت بیٹھ جاؤ۔ اس لیے کہ تمہارا باتوں میں جی لگ گیا ہے اور اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ عام طور پر گھر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ وہاں وقت سے پہلے ہی جا کر ڈٹ جانا اور کھانا کھانے کے بعد بھی دیر تک بیٹھے باتیں بناتے رہنا مہمانوں کو کسی طرح مناسب نہیں۔

آزادی میں خلل

إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ

تحقیق یہ تمہاری بات تھی اذیت پہنچاتی نبی کو پس وہ شرم کرتا تھا

مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ ط وَإِذَا

تم سے اور اللہ شرم نہیں کرتا حق بات کہنے سے اور جب

سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ

مانگو تم ان سے کوئی برتنے کی چیز تو مانگو ان سے باہر سے

حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ط

پردہ کے یہ زیادہ پاک رکھنے کا تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو

إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ

تمہاری اس بات سے نبی کو تکلیف تھی پھر وہ تم سے

مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ ط وَإِذَا

شرم کرتا ہے اور اللہ ٹھیک بات بتلانے میں شرم نہیں کرتا اور جب

سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ

بی بیوں سے کچھ کام کی چیز مانگنے جاؤ تو پردے کے

حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ط

باہر سے مانگ لو اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل اور ان کے دلوں کی

ارشاد ہے کہ تمہاری ان باتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی۔ مگر وہ شرم اور لحاظ کی وجہ سے تم سے کہہ نہیں سکتے۔ کہ اب چلے جاؤ۔ تمہارے بیٹھنے سے میرا حرج ہو رہا ہے۔ آپ تکلیف اٹھاتا اور جس کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے۔ اس سے کچھ نہ کہتا انتہائی درجہ کی مروّت اور اعلیٰ درجہ کا خلق ہے۔ لیکن اللہ عز و جل تو تمہیں ادب اور قاعدے سکھانے میں اس وجہ سے نہیں رُک سکتا۔ کہ تمہیں نصیحت ناگوار گذرے گی۔ اسے حق بات کہنے میں کسی سے شرم کرنے اور کسی کی دل جوئی کی خاطر چپ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ورنہ پھر تم اپنی عادتیں درست کیسے کرسکو گے اور آدمی کیسے بنو گے۔

دیکھو جب تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں سے کوئی ضرورت کی چیز مانگو تو بے باکی سے سامنے نہ چلے آیا کرو۔ پردہ کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ احتیاط کرنے سے شیطان کو اپنے کسی قسم کے داؤ گھات چلانے کا موقع نہ مل سکے گا۔ تمہارے بھی دل صاف رہیں گے اور ان کو بھی کوئی کوفت اور تکلیف نہ ہوگی۔ یہ ہدایت اس لیے دی جا رہی ہے۔ کہ تم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ذرا سا بھی نہ ستاؤ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ
اور نہیں روا تمہارے لیے یہ کہ ستاؤ تم اللہ کے رسول کو اور نہ
اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ
یہ کہ نکاح کرو تم اس کی بیویوں سے اس کے بعد کبھی تحقیق
ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (۵۳) اِنْ
یہ ہے اللہ کے نزدیک بڑا گناہ اگر
تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ
ظاہر کرو تم کوئی چیز یا چھپاؤ تم اسے پس تحقیق اللہ
كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (۵۴)
ہے ہر چیز کا جاننے والا

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ
اور نہیں نہیں جائز کہ اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ
اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ
یہ کہ اس کے پیچھے اس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔ بے شک
ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (۵۳) اِنْ
اللہ کے نزدیک تمہاری یہ بات بڑا گناہ ہے اگر
تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ
تم کسی چیز کو کھول کر کہہ دو یا اسے چھپاؤ۔ اللہ تعالیٰ تو
كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (۵۴)
ہر چیز کا جاننے والا ہے

مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ مان چکے۔ تو پھر تو اس بات کا کوئی موقعہ ہی نہیں رہتا کہ کوئی بات ایسی کی جائے جس سے آپ کو تکلیف، اذیت یا رنج پہنچے۔ یہ کام تو ان لوگوں کا ہے۔ جو آپ کی رسالت کا انکار کر چکے اور باوجود کھلی نشانیوں اور دلیلوں کے ہٹ دھرمی پر اتر آئے۔ دیکھو! تمہارے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے شادی کرو۔ اللہ عزوجل کے نزدیک تمہاری یہ بات حد درجہ بری ہے۔ پہلے ان کو امہات المؤمنین یعنی تمام مسلمانوں کی مائیں کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ بات نہایت اہم تھی اس لیے صاف الفاظ میں اس سے منع کر دیا گیا اور آگے اس کی تاکید کے لیے فرمایا کہ اللہ کے ہاں اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے اور پھر فرمایا کہ شادی کرنا کیسا۔ اس بات کو تو زبان سے بھی مت نکالو۔ بلکہ اس کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ کیونکہ اللہ جیسے کھلی ہوئی باتوں سے واقف ہے۔ ایسے ہی وہ چھپے ہوئے خیالات سے بھی آگاہ ہے اس کو ہر بات کا علم ہے اس لیے اپنے خیالات بھی پاک صاف رکھو۔

پردہ کے مزید احکام

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ

نہیں گناہ عورتوں پر اپنے باپوں کے اور نہ اپنے بیٹوں کے

وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا

اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے اور نہ

اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا

اپنی بہنوں کے بیٹوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ

وہ جن کے مالک ہوئے ان کے داہنے ہاتھ اور ڈرتی رہو اللہ سے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

تحقیق اللہ ہے ہر چیز کے سامنے موجود

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ

ان عورتوں پر گناہ نہیں سامنے آنے میں اپنے باپوں کے اور بیٹوں کے

وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا

اور بھائیوں کے اور اپنے بھائی کے بیٹوں کے اور

اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا

اپنی بہن کے بیٹوں کے اور اپنی عورتوں کے اور نہ

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ

اپنی لونڈیوں باندیوں کے اور اے عورتو! اپنے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ کے سامنے ہے ہر چیز

اوپر کی آیت میں مردوں کو حکم ہوا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے سامنے نہ آئیں۔ اس سے قریب کے رشتہ دار بھی ڈر گئے۔ اس آیت میں اس بات کو صاف کر دیا گیا۔ اور تبلا دیا گیا۔ کہ قریب کے رشتہ داروں کے سامنے عورتوں کا آنا منع نہیں ہے اس کے لیے وہی حکم ہے جو پہلے سورۂ نور میں گذرا۔ اور یہاں پھر اس کی تصریح کر دی گئی ہے یعنی عورتیں ان قریبی متعلقین کے سامنے آسکتی ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ باپ، بیٹے، بھائی، بھائی کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے یا مسلمان عورتیں جو گھروں میں کام کاج کے لیے آتی جاتی ہیں۔ یا اپنی مملوکہ لونڈیاں، باندیاں۔ اس میں غیر مسلم عورتیں یا مرد نوکر چاکر داخل نہیں۔ ان کے سامنے مسلمان عورتوں کو نہ آنا چاہیئے۔ جیسا کہ سورۂ نور میں گذرا۔

آگے ارشاد ہے۔ کہ یہ تو خیالات کے روکنے کے لیے صرف ظاہری روک تھام ہے۔ اصل چیز اللہ کا خوف ہے۔ جس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ سے ڈر کر ان احکام کی پوری پوری پابندی کرو۔ کیوں کہ اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ؛

درود و سلام

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ
تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں
عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا
نبی پر اے لوگو جو ایمان لائے ہو رحمت بھیجو
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾
اس پر اور سلام بھیجو

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ
اللہ اور اس کے فرشتے رسول پر رحمت
عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا
بھیجتے ہیں اے لوگو جو ایمان لائے ہو رحمت بھیجو
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾
اس پر اور سلام بھیجو اس پر

اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حکم ہوا۔ اس کا طریقہ پہلے یہ بتایا۔ کہ خیال رکھو کہ کوئی بات تم سے ایسی نہ ہونے پائے جس سے آپ کو دکھ یا رنج پہنچے۔ اس آیت میں اسی پر اضافہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجا کریں۔ اس سے آپ کی محبت دل میں بڑھے گی۔ اور درود بھیجنے میں اللہ عزوجل کی اور اس کے فرشتوں کی پیروی نصیب ہو گی۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت کی نگاہ رکھتا ہے۔ آپ کی خوبیوں کا ذکر کلام مجید میں کرتا ہے اور آپ کی عظمت و شان کا اظہار فرماتا ہے۔ اس کے فرشتے آپ کے لیے اللہ سے رحمت طلب کرتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اپنی حیثیت کے مطابق آپ کی تعظیم و تکریم میں شامل ہو جاؤ۔ اوّل تو آپ کے پورے پورے فرمانبردار بنو اور پھر آپ پر درود اور سلام بھیجا کرو۔ صحابہ نے کہا کہ اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو گیا۔ کہ التحیات میں السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا کریں۔ صلوٰۃ کا طریقہ بھی بتا دیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آخری قعدہ میں التحیات کے بعد مجھ پر سلام بھیجو۔ اس کے بعد وہ درود سکھایا جو التحیات کے بعد پچھلے قعدہ میں پڑھا جاتا ہے۔ یہ بھی احادیث سے سمجھ میں آتا ہے۔ کہ جب آپ کا نام لو۔ تو اس کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہو اور جب بھی موقعہ ملے۔ آپ پر درود اور سلام بھیجتے رہا کرو جس کے سب سے مختصر الفاظ یہ ہیں:

صلی اللہ علی النبی محمد والہ واصحابہ وسلم

صلوٰۃ کے معنی ہمارے واسطے یہی ہیں کہ اللہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجنے کی دعا مانگا کریں۔ اس کے فائدے بے شمار ہیں اور ایک دفعہ دل سے درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت کی نگاہ فرماتا ہے۔

ایذا رسانی

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ
تحقیق وہ لوگ جو اذیت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو
لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ
لعنت کی ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں اور تیار کیا ان کے لیے
عَذَابًا مُّہِیْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ
عذاب ذلت کا اور جو اذیت دیتے ہیں
الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا
مومن مردوں کو اور عورتوں کو بغیر اس کے کہ کمایا انہوں نے گناہ
فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُہْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۸﴾ ع
پس بوجھ اٹھایا انہوں نے جھوٹ باندھنے کا اور صریح گناہ کا

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ
جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں انہیں اللہ
لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ
نے دنیا میں اور آخرت میں پھٹکار دیا اور ان کے واسطے
عَذَابًا مُّہِیْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ
ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ مسلمان مردوں
الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا
اور مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں بغیر گناہ کیے تو
فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُہْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۸﴾
انہوں نے جھوٹ کا اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا

پہلی آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے اور اذیت پہنچانے سے منع کیا گیا۔ اور بعض ان باتوں سے روکا گیا جن سے آپ کو یقیناً دکھ پہنچا تھا یا دکھ پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس آیت میں اوروں کو دکھ دینے اور ستانے والوں کو عام طور پر ڈرایا گیا ہے اور ان کی سزا کا بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ قرآن حکیم پر عمل نہیں کرتے وہ اللہ کو ستاتے ہیں اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہیں کرتے وہ انہیں دکھ پہنچاتے ہیں۔ ان اللہ کے ستانے والوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانے والوں پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے دنیا اور آخرت میں عذاب تیار کر رکھا ہے جو انہیں ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا۔ اور اسی طرح جو لوگ بے گناہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستاتے ہیں اور ان پر خواہ مخواہ تہمت لگا کر انہیں دکھ پہنچاتے ہیں انہوں نے اپنے اوپر ایک تو جھوٹ کا الزام لیا اور دوسرے کھلم کھلا تہمت کے گناہ کے مرتکب ہوئے۔ ان دونوں کا بوجھ ان کی گردن پر ہے۔ دنیا میں اس کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ اور اس کے انسداد کے لیے ایک طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان آگے کئی آیتوں میں ہے:۔

بہانہ بازوں کا علاج

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ

اے نبی کہہ دیجیے اپنی بی بیوں اور بیٹیوں

وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ

اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ لٹکا لیں اپنے اوپر اپنی چادروں سے

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ

یہ قریب تر ہے اس کے کہ پہچانی جائیں پھر انہیں نہ ستایا جائے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ

اے نبی اپنی بی بیوں اور اپنی بیٹیوں

وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ

اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ

نیچی لٹکا لیں یہ اس سے بہت قریب ہے کہ پہچانی جائیں تو کوئی

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

انہیں نہ ستائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

يُدْنِيْنَ: نیچی لٹکالیں۔ مضارع کا صیغہ ہے اِدْنَاءٌ سے جو د۔ ن۔ و سے بنا ہے۔ دُنُوٌّ کے معنی قریب آنا۔ اِدْنَاءٌ: قریب کرنا۔ یہاں اس سے مراد چہرہ اور سر پر چادر نیچے تک لٹکا لینا ہے۔

جَلَابِيْب: (چادریں) جلباب کی جمع ہے جو اس چادر کو کہتے ہیں جو لباس کے اوپر اوڑھی جائے۔ تاکہ لباس اور بدن دونوں چھپ جائیں۔

مسلمانوں کی عورتوں کو یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں کو بھی ضرورت کے وقت باہر نکلنا پڑتا تھا۔ بدمعاش، بے دین ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے اور عورتوں کو چھیڑتے اور جب انہیں ڈانٹا جاتا تو کہتے کہ ہم نے سمجھا کہ کوئی لونڈیاں باندیاں ہوں گی۔ ان کے اس بہانے کا علاج کرنے کے لیے ارشاد ہوا۔ کہ آپ کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں اور عام مسلمانوں کی عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ ضرورت کے وقت باہر جاتے وقت چادر کا ایک حصہ سر اور چہرہ پر نیچے تک لٹکا لیا کریں تاکہ لونڈیوں باندیوں میں اور ان میں فرق کرنا آسان ہو جائے۔ اور بدمعاشوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ ہم نے یہ نہ سمجھا تھا کہ یہ کوئی شریف عورت ہے۔ اس لیے اپنی طرف سے یہ احتیاط برتنی چاہیئے کہ سر اور چہرہ پر چادر نیچے تک لٹکا لیں۔ تاکہ ان میں اور لونڈی باندیوں میں اچھی طرح تمیز ہو جائے۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا۔ سوا ایک آنکھ کے سارا چہرہ ڈھکا جانے لگا۔

بدمعاشوں کو جھڑکی

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
البتہ اگر نہ باز آئیں منافق لوگ اور وہ جن کے دلوں میں
مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ
مرض ہے اور گپیں اڑانے والے مدینہ میں
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ
تو البتہ چھوڑینگے ہم تجھے ان پر پھر نہ ساتھ رہ سکیں گے تیرے اس میں
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا
مگر کچھ روز پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں پائے جائیں گے
اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾
پکڑے جائیں گے اور مارے جائیں گے جان سے

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
البتہ اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دل میں روگ ہے
مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ
اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ
تجھے ان پر مسلط کردیں گے پھر وہ اس شہر میں تیرے ساتھ نہ رہنے
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا
پائیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں پائے گئے
اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾
پکڑے جائیں گے جان سے مارے جائیں گے

نُغْرِيَنَّ: مسلط کردیں گے ہم۔ مضارع با تاکید ہے اِغْرَاءٌ سے۔ غَرْیٌ: زور۔ اِغْرَاءٌ: زور دینا۔ اکسانا۔ مسلط کرنا ؛ يُجَاوِرُوْنَ: پڑوس میں رہیں گے مضارع کا صیغہ ہے مُجَاوَرَۃٌ سے جو ج۔و۔ر سے بنا ہے۔ جوار: قرب، نزدیکی۔ مجاورۃ: پڑوس میں رہنا

پہلے ارشاد ہوا کہ احتیاط اس میں ہے کہ شریف عورتیں باہر نکلیں تو منہ، سر، بدن، لباس چادر سے چھپا کر نکلیں۔ فقط بقدر ضرورت آنکھ کھلی رہے۔ اس پر بھی اگر بدمعاش باز نہ آئے۔ تو ضرور ان کے ایمان میں خامی ہے۔ یا وہ نرے دکھاوے کے مسلمان ہیں۔ یا پھر ان کے دل میں روگ ہے ان سے اور نیز ان سے جو وحشت ناک خبریں یا فحش باتیں شہر میں لوگوں کو پریشان کرنے یا ان کے اخلاق خراب کرنے کے لیے پھیلاتے ہیں کہہ دو کہ ہم اے رسول تجھے ان کی سرکوبی کے لیے مقرر کر دیں گے اور تو انہیں مار مار کے سیدھا کر دے گا۔ یا شہر سے نکال باہر کرے گا۔ پھر اگر وہ رہے بھی تو زیادہ دن نہ رہیں گے اور ان تھوڑے دنوں میں بھی ہر طرف سے ان پر دُر دُر پھٹ پھٹ ہوتی رہے گی۔ یہ نہ ہوگا کہ آزادی کے ساتھ دندناتے پھریں اور شریف لوگوں کا ناک میں دم کرتے رہیں ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پکڑا جائے گا اور جب پکڑے جائیں گے۔ اسی وقت سزا ملے گی ان کے لیے بس یہی قانونی سزا ہوگی کہ فوراً انہیں جان سے مار دیا جائے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ عورتوں کا چھیڑنا اور ستانا انتہا درجے کی بدمعاشی ہے خواہ وہ شریف عورت ہو یا لونڈی باندی ؛

قاعدہ یہی ہے

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ج
دستور اللہ کا ان لوگوں میں جو گذرے پہلے
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۶۲) يَسْئَلُكَ
اور ہرگز نہ پائے تو اللہ کے دستور میں ردوبدل پوچھتے ہیں تجھ سے
النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا
لوگ قیامت کی بابت تو کہہ بس اس کا علم تو
عِنْدَ اللّٰهِ ط وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ
اللہ ہی کے پاس ہے اور کس نے خبر دی تجھے شاید وہ گھڑی
تَكُوْنُ قَرِيْبًا (۶۳)
ہو قریب

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ج
دستور بنا ہوا ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۶۲) يَسْئَلُكَ الربع
اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی چال بدلتی لوگ تجھ سے
النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا
قیامت کو پوچھتے ہیں تو کہہ اس کی خبر اللہ ہی
عِنْدَ اللّٰهِ ط وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ
کے پاس ہے اور تو کیا جانے شاید وہ گھڑی
تَكُوْنُ قَرِيْبًا (۶۳)
قریب ہی ہو

يُدْرِيْ: اِدْرَاءٌ سے مضارع کا صیغہ ہے۔ اِدْرَاءٌ سے جو د۔ر۔ی سے بنا ہے۔ دَرْیٌ کے معنی جاننے کے ہیں۔ اِدْرَاءٌ اس کا متعدّی ہے یعنی جتانا۔ **مَا يُدْرِيْكَ**: (تجھے کیا خبر)

پہلے ارشاد ہوا کہ اگر یہ بدمعاش اپنی کرتوتوں سے باز نہ آئے، عورتوں کا چھیڑنا نہ چھوڑا اور وحشت ناک اور شیطان پن پر ابھارنے والی باتیں شہر میں پھیلاتے رہے۔ تو ہم تجھے اتنی قوّت عطا کریں گے کہ ان کو بھاگتے ہی بن پڑے گی۔ اور اگر کچھ دن رہے بھی تو خراب خستہ ذلیل و خوار ہو کر زندگی بسر کریں گے اور جہاں کہیں ہوں گے پکڑے جائیں گے اور مارے جائیں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہمارا قدیم سے یہی طریقہ چلا آرہا ہے کہ سرکش لوگ جب حد سے زیادہ سر اٹھاتے ہیں اور کسی شرارت سے باز نہیں آتے تو دُنیا میں امن و امان پھیلانے کی خاطر ہم اپنے نیک بندوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کے ذریعے بدمعاشوں کو غارت کر دیتے ہیں۔ اللہ عزّ وجل جو قاعدہ مقرّر کر دیتا ہے۔ پھر اس میں کسی تغیّر و تبدّل کی مجال نہیں۔ ان لوگوں کو قیامت سے ڈرایا جاتا ہے تو ڈھیٹ بن کر پوچھتے ہیں۔ وہ تمہاری قیامت آئے گی کب؟ ان کے تمسخر آمیز لہجے سے تو قطع نظر اور سنجیدگی کے ساتھ ان سے کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ کیا خبر قریب ہی آگئی ہو۔ کوئی ذریعہ نہیں جس سے اس کے نزدیک یا دُور ہونے کا پتہ لگے۔

کافروں کا انجام

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ
تحقیق اللہ نے لعنت کی کافروں پر اور تیار کی اُن کے لیے
سَعِيْرًا (۶۴) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ
دہکتی آگ رہیں گے اُسی میں ہمیشہ نہ پائیں گے
وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (۶۵) يَوْمَ تُقَلَّبُ
حمایتی اور نہ مددگار جس دن اوندھے کیے جائیں گے
وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ
ان کے چہرے آگ میں کہیں گے اے کاش
اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (۶۶)
اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی اس کے رسول کی

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ
بے شک اللہ نے پھٹکار دیا ہے منکروں کو اور ان کے لیے دہکتی
سَعِيْرًا (۶۴) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ
ہوئی آگ رکھی ہے رہا کریں ہمیشہ اسی میں نہ کوئی حمایتی
وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (۶۵) يَوْمَ تُقَلَّبُ
پائیں اور نہ مددگار جب ان کے منہ آگ میں
وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ
اوندھے ڈالے جائیں گے کہیں گے کیا اچھا ہوتا کہ ہم نے اللہ
اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (۶۶)
اور اُس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی

اللہ کا انکار کرنے والوں کو اس آیت میں سخت تنبیہ کی گئی ہے اور ان کے انجام سے ڈرایا گیا ہے انسان کو سونے والے اندھے کی طرح ہمیشہ سراہی سرا نظر آتا ہے اس کی دل کی آنکھ کھولنے کے لیے ارشاد ہے کہ اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں کہ اللہ عز وجل نے ان لوگوں کو جو اسے نہیں مانتے۔ اچھی باتوں سے دور پھینک دیا ہے۔ ان سے وہ ناراض ہے اور ان کے لیے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں انہیں داخل کیا جائے گا۔

یاد رکھو ایک دن ایسا آنے والا ہے۔ کہ آگ میں ان کو اوندھے منہ ڈال کر ان کے چہرے الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ اس دن ان کی حسرت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ ان کے دل کی تہ سے ایک چیخ نکلے گی۔ کہ کاش ہم نے دنیا میں اللہ عز وجل کا اور اس کے رسول کا کہنا مانا ہوتا تو آج یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اور جنت کے اندر آرام و آسایش کی زندگی بسر کر رہے ہوتے۔

فی الواقع دنیا کی کچھ دن کی عارضی بہار کے لیے آخرت کا ہمیشہ کا عذاب مول لینا بہت بڑی نادانی ہے۔

رہنماؤں کا حشر

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا

اور کہیں گے اے رب ہمارے بیشک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی

وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (۶۷)

اور اپنے بڑوں کی پس بھٹکایا انہوں نے ہمیں راہ سے

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ

اے ہمارے رب دے ان کو دوہرا عذاب

وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (۶۸)

اور لعنت کر ان پر لعنت بڑی

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا

اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور

وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (۶۷)

بڑوں کا پھر انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکا دیا۔ اے

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ

رب ہمارے انہیں دگنا عذاب دے

وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (۶۸) ع

اور ان پر بہت بڑی لعنت کر

سَادَةً: بڑے مرتبہ والے۔ سَيِّدٌ کی جمع ہے۔ یہ س۔و۔د سے صفت کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر سِيَادَةٌ ہے۔ جس کے معنی بڑے مرتبہ کے ہیں۔ سَيِّدٌ اصل میں سَيْوِدٌ تھا۔ واؤ کو یاء سے بدل کر یا میں ادغام کر دیا۔ اونچے درجہ کا آدمی

ارشاد ہے کہ دنیا میں جو اللہ اور رسول کے منکر بنے ہوئے راستہ سے منہ موڑ رہے ہیں۔ وہ قیامت کے دن آگ میں پڑے کروٹیں بدل رہے ہوں گے اور حسرت سے کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں تو دنیا میں ان ہمارے رہنماؤں اور قائدین نے کہیں کا نہ رکھا۔ یہ ہم سے بڑے درجے والے لوگ تھے۔ ہم چھوٹے درجے کے لوگ وہی کرتے تھے۔ جو یہ ہمیں کرنے کو کہتے تھے۔ انہوں نے ہمارا بیڑہ غرق کر دیا۔ الٹی چال چلایا اور سیدھے راستہ سے ہٹا دیا۔ اے رب انہیں دوہری مار دے اور ہم سے دگنا عذاب چکھا۔ اور ان کو اپنی رحمت سے پورے طور پر محروم کر۔ ان پر اتنی پھٹکار برسا کہ ان کے حلیے بگڑ جائیں۔ انہوں نے ہمارا دنیا میں ناس کیا تو آج ان کا پورا پورا ناس کر دے۔

اس آیت سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیئے۔ جو بڑے چاؤ سے آگے بڑھ بڑھ کر لوگوں کے لیڈر اور قائد بننا چاہتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ ان کا بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا کچھ کام نہ آئے گا۔ اگر انہوں نے لوگوں کو اسلام کے راستہ کے سوا اور راستہ بتایا ہے تو وہ سمجھ لیں کہ ان کا کیا حشر ہونے والا ہے :

بیش بہا نصیحتیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت ہو ان جیسے جنہوں نے
آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ
اذیت دی موسیٰ کو پھر بری کر دیا اسے اللہ نے اس سے جو وہ کہتے تھے اور تھا وہ
عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا (۶۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اللہ کے نزدیک آبرودار اے لوگو جو ایمان لائے ہو
اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (۷۰)
ڈرو اللہ سے اور کہو بات درست

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
اے ایمان والو تم ان جیسے مت بنو جنہوں نے موسیٰ کو
آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ
ستایا پھر اللہ نے اسے ان کے تمام الزامات سے بری کر دیا
عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا (۶۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اور وہ اللہ کے ہاں آبرو والا تھا اے ایمان والو! اللہ
اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (۷۰)
سے ڈرتے رہو اور سیدھی بات کہو

اللہ عزوجل کا دنیا میں انکار کرنے والوں کا قیامت کے دن جو حشر ہوگا۔ اس کا خاکہ پہلی آیتوں میں کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اس دن ان کی حسرت اور ندامت کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ مایوسی کی حالت میں وہ اپنے دنیا کے پیشواؤں اور قائدوں کو بری طرح کوسیں گے۔ کہ انہوں نے ان کو سیدھے راستہ سے ہٹا کر ٹیڑھے راستہ پر ڈالا تھا۔ اس کے بعد اس آیت میں ایمان والوں کو عام ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرو جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جھوٹے الزامات لگائے۔ بے سروپا تہمتیں ان کے سر تھوپیں۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگڑا۔ کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک آبرودار اور معزز تھے۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے خطا اور بے عیب ہونا سب پر ثابت کر دیا۔ لیکن ستانے والوں نے اپنی عاقبت خراب کر لی۔

آگے ارشاد ہے کہ ایمان لانے کے بعد تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کے غضب سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اس کے ڈر کی وجہ سے بری باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھو۔ اور منہ سے جو بات نکالو۔ وہ سچی ہونی چاہیے۔ سچائی اور دیانت داری انہی کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ اور جسے تقویٰ حاصل نہیں وہ اوروں کا قائد اور رہنما نہیں ہو سکتا۔

بڑی کامیابی

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط

وہ سنوارے تمہارے لیے تمہارے اعمال اور بخش دے تمہارے لیے تمہارے گناہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ

اور جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی پس بے شک

فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ اِنَّا عَرَضْنَا

وہ کامیاب ہوا۔ کامیاب ہونا بڑا تحقیق ہم نے پیش کی

الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ

امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط

کہ تمہارے واسطے تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ بخش دے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر چلا اس نے

فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ اِنَّا عَرَضْنَا

بڑی کامیابی حاصل کی ہم نے آسمانوں اور

الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ

زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی

ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرنے اور سیدھی اور سچی بات کہنے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کام سنوار دے گا۔ اور تمہاری خطائیں اور لغزشیں معاف کر دے گا جس سے یقیناً تمہاری حالت دنیا اور آخرت دونوں جگہ درست ہو جائے گی سچ پوچھتے ہو تو حقیقت یہی ہے کہ جس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمان برداری کی۔ اسی نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ اس کا دونوں جہان میں بھلا ہوگا۔ تمام پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔ سارے جھنجھٹوں سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ آگے فرمایا۔ کہ انسان کی زندگی اللہ کی امانت کی حفاظت کے لیے وقف ہونی چاہیے۔ اور وہ امانت "اللہ کا جبال" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خواہشوں کے خلاف اللہ کا حکم مانو ورنہ سزا پاؤ گے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے بہ ظاہر بڑی بڑی طاقتور مخلوق آسمان، زمین اور پہاڑ سب کے سامنے یہ امانت پیش کی۔ کہ تمہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ کہ سزا کا قانون منظور کرتے ہوئے اللہ کے احکام بجا لانے کی ذمہ داری لو۔ یعنی یہ بات منظور کرو۔ کہ تمہارے لیے ایک خاص قانون (شرع) مقرر ہو جس کے مطابق اگر چلو تو فلاح پاؤ۔ اور اگر اس کی خلاف ورزی کرو تو اس کی سزا بھگتو۔ اس قانون کے مطابق چلنے میں تمہیں اپنی آزادی چھوڑنی پڑے گی۔ اور تمام احکام الٰہی کا اپنی خواہش کے برخلاف پابند ہونا ہی پڑے گا ؛

امانت کا ذمہ

فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا
پس انکار کردیا انہوں نے اس سے کہ اٹھائیں اسے اور ڈر گئے اس سے
وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا
اور اٹھالیا اسے انسان نے تحقیق وہ ہے حق مارنے والا
جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ
نادان تاکہ عذاب دے اللہ منافق مردوں
وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَ
اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور
يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
معاف کرے اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع
اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا
پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اسے اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے
وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا
اور انسان نے اٹھا لیا وہ ہے بڑا بے ترس
جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ
نادان تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں
وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَ
اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور
يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
معاف کردے اللہ ایمان دار مردوں کو اور ایمان دار عورتوں کو
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾
اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

ارشاد ہے۔ کہ مخلوقات میں کسی نے اس امانت کا بوجھ اٹھانا منظور نہ کیا اور اس سے ڈر گئے لیکن جب یہی امانت انسان کے سامنے پیش کی گئی۔ تو اس نے جھٹ اس بوجھ کو اٹھا لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس میں اس کے اٹھا لینے کی استعداد تھی کیوں کہ یہ اس کا حق ادا کر بھی سکتا تھا اور اس کے حق ادا کرنے سے چوک بھی سکتا تھا۔ یہ غور کر کے اصل بات پہچان بھی سکتا تھا اور بے پروائی کے ساتھ اس سے جاہل بھی رہ سکتا تھا چنانچہ اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ اللہ حق ادا نہ کرنے والوں کو سزا دے گا خواہ وہ مرد ہوں یا عورت اور خواہ یہ حق نہ ادا کرنا نفاق کی شکل میں ہو جو خفیہ طریقہ ہے یا شرک کی صورت میں۔ جو کھلم کھلا صورت ہے۔ اور ایمان دار مردوں اور عورتوں پر کرم فرمائے گا۔ کیونکہ ایمان، امانت کا حق ادا کرنے کی دلیل ہے پھر ان میں سے اگر کسی سے حق ادا کرنے میں کچھ کوتاہی ہو بھی جاتی تو اللہ خطا اور قصور معاف کرنے والا ہے اور اس کی رحمت بہت بڑی ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے۔ اس کے اعمال بے کار نہیں جائیں گے۔ ان کو جانچ تول کر ان کی جزا اور سزا دی جائے گی ؕ

(سورۃ الاحزاب ختم ہوئی)

سورۃ الاحزاب پر نظر

سورۃ الاحزاب ہمیں سکھاتی ہے کہ انسان دوسری مخلوقات کی طرح صرف اچھّا یا صرف بُرا نہیں۔ اس میں اچھا بننے کی صلاحیّت بھی موجود ہے اور بُرا بن جانے کی استعداد بھی رکھی ہوئی ہے۔ اس نے اللہ سے اقرار کر رکھا ہے۔ کہ آپ کے احکام بجالاؤں گا اور آپ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق چلوں گا اور اگر ایسا نہ کروں تو اس کی سزا بھگتوں گا۔ اس لیے اسے اپنے واسطے طرزِ عمل مقرر کرنے کا اور جیسا چاہے قانون بنانے کا اختیار نہیں۔ اس کے لیے بنا بنایا قانون تیار ہے۔ جس کے اندر رہنا اس کا فرض ہے۔ اگر اس کی خلاف ورزی کرے گا تو سزا پائے گا۔

اس قانون کی بعض ضروری دفعات کا اس سورت میں بیان ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ لے پالک تمہارا سچ مچ بیٹا نہیں ہو جاتا۔ جیسے کسی کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے۔ اسی طرح کسی شخص کے دو باپ یا دو مائیں نہیں ہو سکتیں۔ آدمی کے باہم رشتوں کی بات یہ ہے کہ نبی تم سے تمہاری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ان کی ازواج مطہرات ایمان والوں کی مائیں ہیں غزوہ خندق میں جسے جنگ احزاب بھی کہتے ہیں۔ منافقوں کے طرز عمل کی مذمّت کی گئی ہے۔ نبی علیہ السلام کی بیویوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ نبی کے گھر میں رہنا چاہیں تو انہیں دنیا میں احتیاط سے زندگی بسر کرنا ہوگی۔ اور ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر تیار ہے۔ اور اگر دنیا چاہیں تو نبی کے گھر میں رہنے کا کچھ کام نہیں۔

پھر ارشاد ہوا۔ کہ نبی کی عورتوں کو گھر کے اندر ہی رہنا چاہیئے۔ کسی ضرورت سے باہر جانا پڑے۔ تو ایک چادر اپنے اوپر ڈال لیں تاکہ بدمعاشوں کو چھیڑنے کا موقعہ نہ ملے۔ مسلمان عورتوں کو چاہیئے کہ ازواج مطہرات کی پردہ اور باہر نکلنے کے بارے میں پیروی کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ داری کے معمولی قواعد سے آزادی دی گئی ہے۔ تاکہ انہیں تبلیغ دین میں آسانی ہو۔ لوگوں کو دوسروں کے گھروں میں آنے جانے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ نبی علیہ السلام پر درود اور سلام بھیجنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور آخر میں صاف کہہ دیا گیا ہے۔ کہ انسان نے اپنے اوپر اس کا ذمّہ لیا ہے کہ اللہ کے احکام کی پابندی کروں گا۔ ورنہ سزا بھگتوں گا۔

یہ عہد و پیمان ایک امانت ہے۔ جس کی حفاظت اور نگہبانی ہر انسان کے ذمّہ واجب ہے۔ اور اس سے بے پروائی کرنے والے سزا کے مستحق ہیں ؛؛

سُورۃ السّبا

ترتیبِ قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن کی چونتیسویں سورت ہے اور اس کے چھ رکوع ہیں۔ سبا یمن کا ایک علاقہ ہے۔ جس کا ذکر اس سورۃ میں ہے۔ یہ سورت مکّہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی۔ اس میں خاص طور پر خبردار کیا گیا ہے۔ کہ دُنیا کے عیش وعشرت میں پھنس کر آخرت کے بھول جانے والوں کا انجام بُرا ہونے والا ہے۔ اور وہ اس دنیا ہی کے اندر اپنی غفلت کی وجہ سے بڑی مصیبتوں میں پھنس سکتے ہیں۔ مکّہ والوں سے کہا گیا۔ کہ آخرت کو نہ بھولو۔ مرنے کے بعد انسان پھر زندہ ہوگا۔ اور اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اور جو مقرر راستے سے ہٹے ہوئے ثابت ہوں گے۔ انہیں حسبِ قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ انسان کو خوابِ غفلت سے چونکانے کے لیے پہلے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصّہ سنایا گیا۔ کہ یہ اللہ کی نعمتوں سے مالا مال ہوکر اس کے شکر گزار بندے بن کر رہے اور خوشحالی انہیں غفلت میں نہ پھنسا سکی۔ معلوم ہُوا کہ خوش حالی میں بھی انسان اچھا بندہ بن سکتا ہے۔

اس کے بعد سبا والوں کا حال سنایا۔ کہ ان کو فراخی اور سامان سب حاصل تھے۔ انہوں نے اس پر ناشکری کی اور اس لیے ان کو زندگی کی سختیوں میں پھنسایا گیا لیکن وہ بگڑتے ہی چلے گئے۔ آخر تباہ و برباد ہوئے لوگوں کو ان دونوں واقعوں سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ تمہارا اسی میں بھلا ہے۔ ہنر اور مال پر مت اتراؤ۔ اس سے اللہ کی بہترین مخلوق یعنی انسانوں کی بہبودی کا کام لو۔ قرآن مجید کی ہدایات کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ دور دار کمزوروں کی تباہی کا باعث بن جائیں جو نسبتاً اچھی حالت میں ہیں۔ انہیں اپنے محتاج بھائیوں کا مددگار ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ کہ ان کی وجہ سے مصیبت زدہ اور بھی زیادہ مصیبت میں پھنس جائیں۔ قوّت، مال اور اولاد پر مغرور ہوکر دوسروں کو ستانا انسانیت سے گرا ہُوا کام ہے۔ قرآن مجید کی سنو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو۔ موت اس کی زندگی کا تو خاتمہ کردے گی۔ لیکن اس کے بعد آخرت کی زندگی سے پالا پڑے گا۔

سورۃ السباء مکیۃ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٠﴾ ایاتہا ٥٤ رکوعاتہا ٦

اللہ کی صفت وثنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
ساری خوبی اللہ کی ہے وہ کہ اسی کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے
وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ
اور جو زمین میں ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے آخرت میں
وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١﴾ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ
اور وہی حکمتوں والا خبر رکھنے والا ہے جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے
فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا
زمین کے اندر اور جو نکلتا ہے اس سے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
سب خوبی اللہ کی ہے جس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمان
وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ
اور زمین میں اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں
وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١﴾ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ
اور وہی ہے حکمتوں والا خبر رکھنے والا۔ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر
فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا
داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے

یَلِجُ: (داخل ہوتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے۔ و۔ل۔ج سے وُلُوْج کے معنی اندر داخل ہو۔ اِیلاج اسی سے متعدی ہے جس کا مضارع یُوْلِجُ آل عمران میں گذرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو پھر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ تمام خوبیاں اسی کے لیے ہیں اور حمد وثنا کا سزاوار بھی وہی ہے۔

ارشاد ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اللہ ہی کا ہے۔ اسی نے سب کچھ اپنی قدرت کاملہ سے بنایا۔ وہی سب کو سنبھالتا اور رکھتا ہے اور وہی سب کا تنہا مالک ہے۔ کسی چیز میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ سب کی اصلیت اور حقیقت سے واقف ہے اور ہر چیز کی اسے خبر ہے۔ پھر اس کے سوا خوبیوں کا مخزن کون ہو سکتا ہے۔ اور جب ساری خوبیوں کا مالک وہی ہے تو حمد وثنا کا سزاوار بھی وہی ہے۔ اور آخرت میں تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ سوا اس کے کوئی تعریف کے قابل ہے ہی نہیں۔

اللہ عز وجل ہر چیز کو جو زمین میں گھستی ہے یا اس سے نکلتی ہے جانتا ہے۔ اسے ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ خواہ وہ زمین کے اندر ہو یا اس سے باہر۔

اللہ کی صفت

وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ
اور جو کچھ اترتا ہے آسمان سے اور جو کچھ چڑھتا ہے
فِيْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾
اس میں اور وہی رحم کرنے والا بخشنے والا
وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا
اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے نہ آئے گی ہم پر
السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّىْ
قیامت تو کہہ ہاں ہاں اور قسم میرے رب کی
لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ
البتہ آکر رہے گی وہ تم پر جو غیب جاننے والا ہے

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ
اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا
فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾
ہے اور وہی ہے رحم کرنے والا بخشنے والا
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا
اور کافر کہنے لگے ہم پر قیامت نہ
السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ
آئے گی تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے اس میرے رب
لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ
غیب جاننے والے کی البتہ وہ تم پر ضرور آئے گی

اور وہ اسے بھی جانتا ہے جو کچھ آسمان سے نیچے آتا ہے اور اسے بھی جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے قصوروں اور خطاؤں سے واقف ہے۔ لیکن اپنی رحمت کی بدولت جلدی گرفت نہیں کرتا اور قصور اور خطائیں بخشتا رہتا ہے کیونکہ وہ مہربان ہے اور درگذر کرنے والا ہے۔ یہ لوگ جو اللہ عزّ و جلّ کو نہیں مانتے منہ اٹھا کر کہہ دیتے ہیں کہ قیامت کوئی چیز نہیں۔ اس لیے اس کے آنے کا کوئی خطرہ نہیں۔ ان سے کہہ دو کہ تم مانو یا نہ مانو قیامت آکر رہے گی میں اپنے اس رب کی قسم کھا کر جو غیب سے واقف ہے کہتا ہوں کہ وہ ضرور آئے گی اور آکر تمہیں اپنی گرفت میں لے لے گی۔

قیامت کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے۔ جو لوگ اللہ عزّ و جلّ کو مان چکے ہیں اور اس کی صفت اور شان کے قائل ہو چکے۔ ان سے اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ خاص کر اس وقت جبکہ قرآن مجید نے صاف صاف بتا دیا کہ اللہ عزّ و جلّ نے انسان کو اس کے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور اسے اس کے اچھے کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا ملے گی۔ لیکن دنیا میں یہ جزا سزا پوری پوری نہیں مل سکتی۔ کیونکہ یہ دنیا عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ اس لیے اس کے واسطے دوسری زندگی عطا ہوگی جو قیامت سے شروع ہوتی ہے۔

اللہ کا علم

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ
نہیں دور ہوتا اس سے برابر ایک ذرہ کے
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا
آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ
أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا
چھوٹا اس سے اور نہ بڑا مگر ہے
فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ (۳) لِيَجْزِيَ الَّذِينَ
کھلی کتاب میں تاکہ بدلہ دے انہیں جو
اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
ایمان لائے اور کام کیے انہوں نے اچھے

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ
غائب نہیں ہو سکتا اس سے ذرّہ بھر
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا
آسمانوں میں اور زمین میں اور
أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا
کوئی چیز نہیں نہ اس سے چھوٹی اور اس سے بڑی جو
فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ (۳) لِيَجْزِيَ الَّذِينَ
کھلی کتاب میں نہیں تاکہ جنہوں نے یقین لا کر
اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
بھلے کام کیے انہیں بدلہ دے

لَا يَعْزُبُ: نہیں دور ہوتا۔ مضارع منفی ہے ع ز ب سے۔ عَزُوْبٌ کے معنی جدا ہونا۔ الگ ہونا۔ یہاں اس سے مراد غائب ہونا ہے۔

اللہ عزوجل ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں اور جنہیں ہم اپنے ظاہری حواس سے معلوم نہیں کر سکتے اور اس بنا پر ان کا انکار کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ کوئی چیز ایک ذرہ کے برابر بھی آسمانوں میں یا زمین میں ایسی نہیں ہے وہ نہ جانتا ہو اور نہ اس سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ہے۔ جو ایک کھلی کتاب میں نہ لکھی ہو۔ اس ذرّہ ذرّہ کا علم رکھنے والے عالم الغیب نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ لوگوں سے ہماری قسم کھا کر کہہ دے۔ کہ قیامت آئے گی۔ اس رسول کی سچائی اور راست بازی کے تم خود قائل ہو۔ اور اب روشن دلیلوں سے بھی یہ بات ثابت ہو چکی۔ کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ بالکل سچ ہوتا ہے۔ پھر تم ان کی سنتے کیوں نہیں۔ سنو قیامت کا آنا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کو یہ منظور ہے جنہوں نے اللہ کو مانا۔ اور اس پر ایمان لا کر نیک کام کیے انہیں اس کا اچھا بدلہ دے اور انہیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ انسان اللہ کو مان کر دنیا میں نیک کام کرے اور آخرت میں اس کا نیک پھل پائے۔

قیامت کی وجہ

أُولَٰٓئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

وہی لوگ ہیں ان کے لیے معافی ہے اور روزی عزت کی

وَالَّذِينَ سَعَوْ فِيٓ ءَايَٰتِنَا مُعَٰجِزِينَ أُولَٰٓئِكَ

اور جن لوگوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں ہرانے کے لیے وہی ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿٥﴾ وَ

کہ ان کے لیے عذاب ہے سخت دردناک اور

يَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِيٓ

تاکہ دیکھ لیں وہ لوگ جنہیں دیا گیا علم جو

أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ

اتارا گیا تھا تیری طرف تیرے رب کی طرف سے وہ ٹھیک ہے اور

يَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿٦﴾

ہدایت کرتا ہے طرف راہ زبردست قوت والے خوبیوں والے کی

أُولَٰٓئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

وہی لوگ ہیں جن کے لیے معافی اور عزت کی روزی ہے

وَالَّذِينَ سَعَوْ فِيٓ ءَايَٰتِنَا مُعَٰجِزِينَ أُولَٰٓئِكَ

اور جو ہماری آیتوں کے ہرانے کی کوشش کرتے ہیں ایسے لوگوں

لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿٥﴾ وَ

کے لیے سخت دردناک عذاب ہے اور

يَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِيٓ

جن کو سمجھ ملی ہے وہ دیکھ لیں کہ جو کچھ تجھ پر

أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ

تیرے رب کی طرف سے اترا ہے وہ ٹھیک ہے اور وہ

يَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿٦﴾

اس زبردست خوبیوں والے کی راہ سمجھاتا ہے

ارشاد ہے کہ قیامت ضرور آنی ہے کیوں کہ جن لوگوں نے اللہ کو مانا اور اس کی مرضی کے مطابق نیک کام کیے ان کو اس کا اچھا بدلہ ملنا ضروری ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے لیے اللہ کے ہاں معافی بخشش اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی یعنی آرام سے بیٹھے بٹھائے بغیر محنت اور مزدوری کیے اچھی سے اچھی نعمتیں انہیں ملیں گی۔ کیونکہ وہ دنیا کے اندر اللہ کی اطاعت میں لگے رہے اور اپنی خواہشوں کو اس کے حکم کے تابع کر دیا۔ اب انہیں عزت سے بٹھا کر ان کے آرام کا پورا سامان مہیا کیا جائے گا۔ اور جن لوگوں نے دُنیا کے اندر اس کوشش میں عمر بسر کی۔ کہ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں۔ اور ان کے خلاف عمل کریں اور اپنے قول و فعل سے ظاہر کریں کہ (معاذ اللہ) اللہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔ انہیں سخت دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اور قیامت اس لیے بھی ضروری ہے کہ جنہوں نے دُنیا میں اپنی سمجھ سے کام لیا ان کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیا جائے وہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں کہ قرآن حکیم کی باتیں بالکل سچ تھیں اور واقعی وہ ایک زبردست، توانا اور تمام خوبیوں کے مالک اللہ عزوجل کا مقرر کردہ راستہ انسان کو سمجھاتی تھیں :-

قیامت کی ہنسی

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ

اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے کیا بتائیں ہم تمہیں

عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

ایسا آدمی جو تمہیں بتاتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے پوری طرح

مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۷﴾

ریزہ ریزہ ہو جانا تو تم البتہ ہو گے زندگی نئی میں

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ

باندھا ہے اس نے اللہ پر جھوٹ یا اسے سودا ہوا ہے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ

اور کافر کہنے لگے ہم تمہیں ایک مرد بتائیں جو تمہیں خبر

عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

دیتا ہے کہ جب تم پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے

مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۷﴾

ہو جاؤ گے تمہیں پھر نئے سرے سے بننا ہے۔ کیا وہ

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ

اللہ پر جھوٹ بنا لایا ہے یا اس کو سودا ہوا ہے

مُزِّقْتُمْ (پھاڑ ڈالے جاؤ گے) ماضی مجہول ہے۔ تَمْزِيْق سے جو م۔ز۔ق سے بنا ہے۔ مَزْق: پھٹ جانا۔ تَمْزِيْق: پھاڑ ڈالنا۔ مُمَزَّق: یہاں مصدر کے معنی میں ہے۔ اِفْتَرٰى اصل میں ءَافْتَرٰى ہے۔ ہمزۂ استفہام پہلے آنے سے ہمزۂ وصل گر گیا۔

انسان پر اکثر دُنیا کی چہل پہل کا اس قدر اثر پڑتا ہے۔ کہ وہ اسی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا اور آخرت کے حساب کتاب کا انکار کر دیتا ہے۔ جب اس کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ جو کچھ ہے دُنیا ہی ہے۔ تو پھر وہ آرام سے بے کھٹکے یہیں کے عیش کا سامان جمع کرنے لگ جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جو مرنے کے بعد دوبارہ جینے اور آخرت کے قائل ہیں وہ دُنیا سے جی بھر کر لطف اندوز ہو ہی نہیں سکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تعلیم کے مطابق لوگوں سے یہی کہا۔ کہ آخرت برحق ہے اور تمہیں مر کر دوبارہ جینا ہے۔ دُنیا میں مست لوگ ان کی ہنسی اڑانے لگے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے تمسخرانہ انداز میں کہنے لگے۔ تم نے تو ایسا آدمی کیا دیکھا ہوگا۔ آؤ ہم تمہیں دکھائیں۔ دیکھو یہ کہتا ہے کہ جب تمہارا بدن ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل چکے گا۔ تو پھر تم دوبارہ زندہ کیسے جاؤ گے۔ بھلا یہ کوئی عقل میں آنے کی بات ہے۔ ہو یا نہ ہو یا تو یہ اللہ کے ذمہ (معاذ اللہ) جھوٹی تہمت لگاتا ہے کہ اس نے ایسا کہا اور یا پھر (نعوذ باللہ) اس کے دماغ میں خلل ہے۔ کیونکہ صحیح دماغ والا شخص ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ اللہ! اللہ!! اس غفلت کا کیا ٹھکانا ہے؟

قرآن کا جواب

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِى الْعَذَابِ
بات کچھ نہیں پر جو لوگ یقین نہیں رکھتے آخرت کا عذاب میں ہیں
وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ
اور گمراہی میں دور کی کیا نہیں دیکھتے طرف اس کی جو سامنے
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط
ہے ان کے اور جو پیچھے ہے ان کے آسمان سے اور زمین سے

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِى الْعَذَابِ
کچھ نہیں پر جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے آفت میں ہیں
وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ
اور غلطی میں دور جا پڑے کیا اسے نہیں دیکھتے جو ان کے
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط
آگے ہے اور جو پیچھے ہے آسمان اور زمین سے

بہت سے لوگوں کی اس وقت بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا اور اب تک بھی نہیں آتا کہ جب انسان مر گیا اور اس کا بدن ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گیا اور اس کا ذرّہ ذرّہ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر پھیل گیا تو پھر دوبارہ زندہ کیسے ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے کہا کہ یہ ہو کر رہے گا۔ اور یہ اس جہان کے پیدا کرنے والے کا اٹل فیصلہ ہے تمہارے ماننے نہ ماننے پر موقوف نہیں تو یہ لوگ لگے باتیں بنانے۔ کہ یا تو یہ (معاذ اللہ) صریح جھوٹ بول رہا ہے اور اپنا جھوٹ اللہ کے نام لگاتا ہے۔ یا (معاذ اللہ) اس کے دماغ میں خلل ہے۔

اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ یہ لوگ اس دنیا کی چمک دمک میں اس قدر پھنس گئے ہیں کہ خود ان کے دماغ نے صحیح طور پر کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ رسول نے تو قرآن کے مطابق ان سے بالکل سچ کہا۔ لیکن یہ خود سچائی اور راستی سے بہت دُور جا پڑے ہیں۔ ان کے دل اندھے ہوگئے ہیں۔ دنیا کے بکھیڑوں نے انہیں پاگل بنا دیا ہے۔

کیا انسان کے لیے یہ عذاب کچھ کم ہے کہ وہ غلط بات کو صحیح سمجھ بیٹھے۔ اور ٹھیک بات کہنے والوں کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے۔ کیا انہیں اپنے سامنے اور آگے پیچھے یہ آسمان اور زمین نہیں سوجھتے۔ جس قادر مطلق نے ان کو اور ان کی ساری چیزوں کو بنا کھڑا کیا۔ کیا وہ پھر (نعوذ باللہ) اتنا عاجز ہوگیا۔ کہ انسان کے بدن کے پریشان ذرات کو اکٹھا کر کے اسے دوبارہ نہیں بنا سکتا۔

خوف کا مقام

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ
اگر ہم چاہیں دھنسادیں انہیں زمین میں
اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ
یا گرادیں ان پر ایک ٹکڑا آسمان سے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ
تحقیق اس کے اندر البتہ نشانی ہے واسطے ہر
عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾
بندے رجوع کرنے والے

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ
اگر ہم چاہیں انہیں زمین میں دھنسا دیں
اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ
یا ان پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دیں
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ
تحقیق اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے
عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ ع
کے لیے نشانی ہے

اس آیت میں انسان کی دلیری اور گستاخی پر سرزنش کی گئی ہے کہ یہ مرنے کے بعد اپنے دوبارہ زندہ ہو جانے کو اتنا مشکل کیوں سمجھتا ہے۔ کہ اللہ کی قدرت سے بھی اسے باہر مانتا ہے۔ کیا اسے اپنے پیچھے جدھر نظر دوڑائے آسمان اور زمین نظر نہیں آتے۔ آخر یہ کہاں سے آئے اور کس نے بنائے۔ یہ منہ اٹھا کر کہہ تو دیتے ہیں۔ کہ اللہ نے بنائے۔ لیکن ان سے اللہ کی قوت اور قدرت کا ٹھیک اندازہ نہیں کرتے۔ ذرا سا سوچنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس وسیع فضا میں چیزیں بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں۔ خود زمین سے بہت چیزیں نکلتی ہیں اور مٹتی ہیں۔ انسان بھی آخر اسی قسم کی مخلوق ہے۔ اس کے بننے اور بگڑنے اور بگڑ کر پھر بننے میں ایسی کیا خاص دشواری ہے۔ جو دور نہیں ہو سکتی۔ کیا انہیں اللہ کا ڈر نہیں ہے۔ جو ایسے گستاخانہ انداز سے انسان کے دوبارہ پیدا ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اگر اللہ کو منظور ہو تو انہیں زمین میں دھنسا دے۔ یا آسمان کا کوئی ٹکڑا ان پر گرا دے اور یہ سب اس کے نیچے کچل کر رہ جائیں۔ آسمان اور زمین میں چیزوں کا بننا اور بگڑنا اور پھر بننا اللہ کی قدرت کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہے۔

کسر صرف اس بات کی ہے۔ کہ یہ اللہ عزوجل کا کبھی کبھی نام تو لیتے ہیں۔ مگر دل سے اس کی طرف نہیں جھکتے۔ ورنہ انہیں آسمان اور زمین ہی کے اندر اس کی قدرت کی نشانیاں صاف صاف نظر آنے لگیں۔

قدرت کی نشانیاں

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ

اور تحقیق دی ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا

اے پہاڑو پڑھو اس کے ساتھ اور پرندے بھی اور نرم کیا ہم نے

لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ

اس کے لیے لوہا کہ بنا فراخ زرہیں

وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ

اور ٹھیک اندازہ کر جوڑنے میں اور کام کرو تم نیک

اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

تحقیق میں اُسے جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہوں

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ

اور ہم نے اپنی طرف سے بڑائی دی داؤد کو

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا

اے پہاڑو اس کے ساتھ خوش الحانی سے پڑھو اور پرندے بھی۔ اور ہم نے

لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ

اس کے لیے لوہا نرم کر دیا کہ کشادہ زرہیں بنا

وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ

اور اندازے سے کڑیاں جوڑ اور تم سب نیک کام کرو

اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

تحقیق میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں

اَوِّبِيْ (رجوع) امر مؤنث ہے تاویب سے جو اوب سے بنا ہے۔ اَوْبٌ کے معنی رجوع کرنا، لوٹنا۔ تَاوِيْبٌ: دن کو سفر کرنا، ساتھ ساتھ چلنا۔ یہاں اس سے مراد ہے پڑھنے میں ان کی نقل کرنا۔ وَالطَّيْرَ (اور پرندوں کو) تقدیر عبارت یہ ہے وَاَمَرْنَا الطَّيْرَ یعنی پرندوں کو بھی یہی حکم دیا جو پہاڑوں کو دیا تھا کہ اس کے ساتھ اسی طرح تم بھی پڑھو۔ اَلَنَّا (نرم کر دیا ہم نے) ماضی ہے اِلَانَةٌ سے۔ جو ل-ی-ن سے بنا ہے لین نرمی کو اور نرم ہو جانے کو کہتے ہیں۔ سَرْدٌ (باہم جوڑنا) اس کا مطلب ہوتا ہے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جوڑ کر کوئی بڑی چیز بنانا۔ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ یعنی تناسب کے ساتھ جوڑو۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی طرف انسان کو توجہ دلاتا ہے تاکہ وہ اس کا اور اس کی صفات کا ٹھیک ٹھیک تصور قائم کرے اور اس کے ارشادات میں شک و شبہ نہ کرے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کو فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی۔ پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا۔ کہ جب وہ خوش الحانی سے اللہ کا ذکر کریں۔ تو تم بھی ان کے ساتھ ویسے ہی ذکر کرو جیسے وہ کریں۔ پھر لوہے کو اس کے لیے نرم کر دیا۔ تاکہ وہ اس کے چھلے بنائے اور ان کو تناسب اور ٹھیک اندازے سے جوڑ کر بے ڈھنگے نہ معلوم ہوں۔ لوہے کی کشادہ زرہیں تیار کرے پھر ہم نے اسے حکم دیا کہ اس میں مصروف ہو کر نیک کام نہ بھولنا۔ یاد رکھو اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔

مزید نشانیاں

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ
اور سلیمان کے لیے ہوا کہ صبح کی منزل اس کی ایک مہینہ کی اور
رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ
شام کی منزل ایک مہینہ کی اور بہا دیا ہم نے اس کے لیے چشمہ تانبے کا
وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ
اور جنوں میں سے وہ تھے جو کام کرتے سامنے اس کے
بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا
اس کے رب کے حکم سے اور جو پھرے گا ان میں سے ہمارے حکم سے
نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ (۱۲)
چکھائیں گے ہم اسے آگ کے عذاب سے

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ
اور سلیمان کے تابع فرمان کر دیا ہوا کو اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی
رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ
اور شام کی ایک مہینہ کی اور اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا
وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ
اور بہت سے جن اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے
بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا
کام کرتے اور جو ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے
نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ (۱۲)
ہم اس کو آگ کا عذاب چکھائیں گے

غُدُوٌّ: صبح کے وقت چلنا، رَوَاحٌ: شام کے وقت چلنا۔ مراد یہ ہے کہ ہوا آدھے دن میں ایک مہینہ کی راہ طے کرتی تھی۔

اَسَلْنَا: (بہا دیا) ماضی ہے اِسَالَةٌ سے جو س-ی-ل سے بنا ہے سیل کے معنی بہنا۔ اِسَالَةٌ: بہانا

قِطْرٌ: عربی میں تانبے کو کہتے ہیں اس کے لیے دوسرا لفظ نُحَاس ہے۔

اللہ عزوجل نے ہوا کو حکم دے دیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت جہاں کہیں وہ آرام سے اڑا کر لے جائے۔ چنانچہ وہ صبح کے وقت ان کا تخت اڑا کر ایک مہینہ کی منزل پر لے جاتی اور شام کو پھر واپس لے آتی یعنی ایک دن میں اتنا فاصلہ طے کرتی جتنا معمولی طریقہ سے دو مہینہ میں ہوتا ہے۔

نیز اللہ عزوجل نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ بہا دیا تھا۔ اور مزدوروں اور قلیوں کی طرح جن ان کے لیے محنت کا کام کرتے رہتے تھے۔ اور یہ سب اس کے رب کے یعنی ہمارے حکم سے ہوتا تھا۔ جنوں سے ہم نے کہہ دیا تھا کہ جو ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کا کام کرنے سے جان چرائے گا اسے ہم آگ میں جھونک دیں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ

پس جب حکم دیا ہم نے اس پر موت کا نہ بتایا انہیں

عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

اس کی موت کا مگر ایک کیڑے زمین کے نے جس نے کھا لیا

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ

اس کا عصا پس جب وہ گرا تب سمجھا جنوں نے

اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا

کہ اگر وہ ہوتے جانتے غیب کی بات نہ

لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

لگے رہتے اس عذاب ذلّت والے میں

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ

پھر جب ہم نے اس پر موت کو مقرر کر دیا ان کو

عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

اس کا مرنا نہ جتلایا مگر گھن کے کیڑے نے جو اس کے

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ

عصا کو کھاتا رہا پھر جب گرا تب جنوں کو معلوم ہوا

اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا

کہ اگر وہ غیب کی خبر رکھتے ہوتے تو اس ذلّت

لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

کی تکلیف میں نہ رہتے

مِنْسَاَتَهٗ: (عصا) اسم آلہ ہے ن س ء سے نَسْءٌ کے معنی جانوروں کو ہانکنا۔ اکٹھا کرنا مِنْسَاَۃٌ: ہانکنے اور اکٹھا کرنے کا ذریعہ جو یقیناً لاٹھی ہوتی ہے ٭ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہت سے مفید کام کیے اور جن و انسان ان کاموں میں محنت و مشقت کے ساتھ لگے رہے۔ یہ فقط حضرت سلیمان علیہ السلام کا رعب و داب تھا جس کی وجہ سے یہ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی مقرر جگہ پر اللہ کی عبادت کے لیے عصا پر سہارا دیئے کھڑے رہتے اور وہ ان کو کھڑا دیکھ کر کام میں مشغول رہتے۔ یہ کام بیت المقدس کی تکمیل کا تھا جس کی تعمیر کی بنیاد ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام قائم کر چکے تھے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ عزّ و جلّ کو اس کی تکمیل منظور تھی۔ ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا وقت بھی آپہنچا اور ان کی وفات عصا پر سہارا دے کر کھڑے کھڑے ہو گئی۔ لیکن آپ اسی طرح کھڑے رہے۔ تا کہ ان کو کھڑا دیکھ کر مزدور اپنا کام کرتے رہیں۔ عصا میں گھن کا کیڑا لگ گیا اور اس نے کھانا شروع کر دیا۔ جب عصا اندر سے کھوکھلا ہو گیا تو وہ ٹوٹ گیا اور اس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس کے سہارے کھڑے تھے گر پڑے۔ اس وقت جنوں نے افسوس کیا کہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ ورنہ اس محنت و مشقت میں کاہے کو مبتلا رہتے۔ جس سے ہماری ذلّت اور غلامی ٹپک رہی ہے۔ ہمیں غیب کا علم نہ تھا۔ انہیں کھڑا دیکھ کر ان کا حکم بجا لاتے رہے ورنہ کب کے کام چھوڑ کر بیٹھ رہے ہوتے ٭

سبا کا حال

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ
البتہ تحقیق تھی سبا کے لیے ان کی بستی میں نشانی
جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا
دو باغ دائیں طرف اور بائیں طرف کھاؤ
مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ
روزی میں سے اپنے رب کی اور شکر کرو اس کا
بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾
شہر ہے ستھرا اور پروردگار بخشنے والا

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ
تحقیق قوم سبا کے لیے ان کی بستی میں نشانی تھی
جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا
دو باغ دائیں اور بائیں کھاؤ
مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ
اپنے رب کی روزی اور اس کا شکر کرو
بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾
پاکیزہ شہر ہے اور رب گناہ بخشنے والا ہے

حضرت داود علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ختم ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جن پر اللہ عزوجل نے انعام اور اکرام کی بوچھاڑ کر دی اور ان سے کہا کہ ہمارے عطیوں سے ایسے کام کرو جن سے ہماری شکر گذاری ظاہر ہو۔ ان لوگوں نے اللہ کا حکم مانا اور اس کے انعامات سے مخلوق خدا کے فائدے کے لیے بڑے بڑے کام کیے۔ اللہ عزوجل نے ان کے درجے بلند کیے اور دنیا و آخرت میں انہیں مرتبہ اور وقار عطا فرمایا۔ اس کے بعد ان آیتوں میں قوم سبا کا ذکر ہے۔ ان پر بھی اللہ عزوجل نے بڑے بڑے انعام کیے۔ لیکن انہوں نے ان کی قدر نہ کی اور اللہ کے احکام ماننے سے انکار کر دیا۔ بجائے اس کے اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ گئے۔

ارشاد ہے کہ ان کے ملک میں ہم نے سرسبزی اور شادابی پھیلائی۔ سبا یمن کا ایک حصہ تھا۔ یہاں پرانے لوگوں نے ایک بڑا بند باندھ کر پانی کو ہر جگہ پہنچانے کا انتظام کر دیا تھا۔ دائیں اور بائیں مسلسل باغات پھیلے ہوئے تھے پھلوں اور میووں کی کثرت تھی۔ ان سے کہا گیا۔ کہ آرام سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ یعنی اس کی بندگی کرو اور اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرو۔

دیکھو! تمہارا شہر کس قدر خوشنما اور صاف ستھرا ہے۔ اور تمہارا رب بھی خطاؤں سے درگذر کرنے والا ہے بجان بوجھ کر اس کی مخالفت نہ کرو۔ اس کی مہربانی تم پر ہمیشہ رہے گی ۔

کفر کا وبال

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ
پس منہ موڑ لیا انہوں نے پس بھیجا ہم نے ان پر سیلاب بند کا
وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ
اور بدلے میں دیئے ہم نے ان کے دو باغ کے دو اور باغ
ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ
رکھنے والے میوہ کسیلا اور جھاؤ اور کچھ
مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ (١٦) ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا
بیر بالکل تھوڑی سی یہ ہم نے بدلہ دیا انہیں اس کا کہ
كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ (١٧)
ناشکری کی انہوں نے اور کیا نہیں بدلہ دیتے ہیں ہم مگر ناشکروں کو

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ
سو وہ دھیان میں نہ لائے پس ہم نے ان پر ایک زور کا نالہ چھوڑ
وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ
دیا اور ان کو ان دو باغوں کے بدلے دو باغ اور دیئے
ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ
جن میں کچھ کسیلا میوہ تھا اور جھاؤ اور
مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ (١٦) ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا
تھوڑے سے بیر یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کا بدلہ دیا
كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ (١٧)
اور ہم یہ بدلہ اسی کو دیتے ہیں جو ناشکرا ہو

انسان کو جب ہر طرح چین اور آرام حاصل ہوتا ہے۔ آب و ہوا موافق اور پیداوار کی افراط ہوتی ہے تو سوا اس کے کچھ نہیں سوجھتا کہ اپنی خواہشیں پوری کرنے کی دھن میں لگا رہے اگر اسے سمجھایا جائے کہ یہ سب کچھ اللہ کی مہربانی سے تمہیں ملا ہے۔ اس کا شکر ادا کرو اور اس کی بتائی ہوئی راہ اختیار کرو تو وہ اکڑ جاتا ہے۔ ایسے آدمیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا جیسا کہ اس آیت میں کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے نصیحت کرنے والوں کی بات نہ مانی۔ ہم نے انہیں اس کی سزا دی۔ پانی کا ریلا اتنے زور کا آیا۔ کہ بڑا بند جو ان کے بڑے شہر مارب کے پاس تھا اور اسے سدِ مارب یا یمن کے محاورے میں عرم کہتے تھے ٹوٹ گیا۔ تمام میووں کے باغ اور ہرے بھرے کھیت غرقاب ہو گئے اور پانی سوکھنے کے بعد وہاں کچھ بھی نہ رہا۔ اور ان میوہ دار باغوں کی جگہ دو خشک میدان پیدا ہو گئے جن میں کچھ کڑوے کسیلے پھل کچھ جھاؤ کے درخت اور تھوڑی سی جنگلی بیر باں رہ گئیں۔

ارشاد ہے کہ یہ ہم نے ان کی ناشکری کا اور من بھاتی زندگی بسر کرنے کا بدلہ دیا۔ جب آدمی اخلاق کو بالائے طاق رکھ دے اور جو جی میں آئے کرنے لگے۔ تو وہ آخر کار اسی طرح تباہ ہو جاتا ہے۔ ایسے آدمی کے سوا کسی کو اللہ کی طرف سے بدلہ بُرا نہیں ملتا۔ اللہ کے شکر گذار اور بتائے ہوئے قاعدوں کے مطابق چلنے والوں کو اللہ بُرے انجام سے بچائے رکھتا ہے ❊

ایک اور حماقت

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى
اور کردی ہم نے درمیان ان کے اور درمیان ان بستیوں کے
الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ
کہ جنہیں برکت دی ہم نے اس میں بستیاں نظر آنے والی اور
قَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا
اندازہ مقرر کر دیا تھا ہم نے ان میں چلنے کا چلو پھرو ان میں
لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ (۱۸) فَقَالُوْا رَبَّنَا
راتوں کو اور دنوں کو بے خوف و خطر پس کہنے لگے اے ہمارے رب
بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا
دراز کر دے فاصلہ درمیان ہمارے سفروں کے

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى
اور ہم نے ان میں اور ان بستیوں میں جہاں ہم نے برکت
الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ
رکھی ہے ایسی بستیاں رکھ دی تھیں جو راہ پر نظر آتی تھیں اور
قَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا
ہم نے ان میں آنے جانے کی منزلیں مقرر کر دی تھیں پھرو
لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ (۱۸) فَقَالُوْا رَبَّنَا
ان میں رات اور دنوں کو امن سے پھر کہنے لگے اے ہمارے
بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا
رب ہمارے سفروں کو دراز کر دے

برکت والی بستیوں سے ملک شام مراد ہے۔ سبا کے علاقہ سے جو یمن میں ہے شام تک عرب کے تجارتی قافلے چلتے تھے اور ہندوستان کا مال جو یمن میں اترتا تھا اٹھا کر شام لے جاتے اور وہاں سے عقبہ (ایلہ) کی راہ مصر پہنچاتے تھے۔ اس سارے راستہ میں خوب چہل پہل رہتی تھی۔ جگہ جگہ آبادیاں راستہ میں موجود تھیں اور منزل بہ منزل بے خوف و خطر سفر طے ہوتا تھا۔ ارشاد ہے کہ یمن (سبا) سے لے کر شام تک قافلہ کی شاہراہ قائم تھی اور باقاعدہ قافلے آتے جاتے تھے۔ چوری، ڈاکہ، بھوک، پیاس کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ اللہ نے حکم دے رکھا تھا کہ رات دن اس راستہ سے سفر کرو۔ اس میں کسی قسم کا خدشہ اور خطرہ نہیں۔ ہر منزل قریب ہے۔ اور ضروریات کا سامان ہر جگہ ملتا ہے۔ مگر انہوں نے غضب کیا کہ اس نعمت کی قدر نہ کی۔ کہنے لگے کہ سفر کا مزہ تو تب ہے جب مشکل سے راہ طے کرنی پڑے۔ ایک منزل سے دوسری منزل جانا دشوار ہو۔ بھوک، پیاس محسوس ہو۔ بڑی منزلیں طے کرنے کے بعد کہیں آرام کی صورت دیکھنا نصیب ہو۔

غرض آرام کے سفر سے اکتا گئے اور لگے تکلیفوں کی آرزو کرنے۔ یہاں تک کہ ان کی زبان سے بھی نکلنے لگا کہ اے ہمارے رب ہمارے سفر کی منزلوں کے درمیانی فاصلے بڑھا دے۔

اپنے آپ پر ظلم

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ
اور ظلم کیا انہوں نے اپنی جان پر پھر کر ڈالا ہم نے انہیں کہانیاں
وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اور چیر ڈالا ہم نے انہیں پوری طرح چیرنا تحقیق اس میں
لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۱۹)
البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ
انہوں نے اپنا آپ برا کیا پھر کر ڈالا ہم نے انہیں کہانیاں
وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اور کر ڈالا چیر کر ٹکڑے ٹکڑے اس میں ہر صبر کرنے والے
لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۱۹)
شکر گذار کے لیے پتہ کی باتیں ہیں

یہ واقعی ایک عجیب خواہش تھی۔ مگر انسان ایک حالت سے اُکتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی نئی بات پیدا ہو جس میں جی لگے۔ ارشاد ہے کہ یہ ان کی خواہش اپنی جان پر ظلم کرنے کے برابر تھی۔ جیسے ان سے پہلے بنی اسرائیل نے من و سلویٰ سے اُکتا کر محنت سے روزی کمانے کی خواہش کی تھی۔ فرماتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب رونق اور آبادی خاک میں مل گئی۔ ہر جگہ دھول اڑنے لگی۔ لوگ وہاں سے سرک کر جدھر جس کا منہ اٹھا چلے گئے۔ جہاں اس قدر آرام و آسایش کے سامان تھے۔ وہاں بجز خشک میدانوں، گرم ہواؤں اور خاک دھول کے کچھ نہ رہا۔ اور ان کا تمدن اور تجارت سب کچھ خاک میں مل گیا۔ بظاہر اس کا سامان یہ ہوا کہ یونانیوں اور رومیوں کا شام اور مصر پر قبضہ ہوگیا۔ اور ہندوستان سے تجارت کے لیے بحری راستہ کھل گیا۔

یمن کی بندرگاہوں سے ہندوستان کی تجارتی چیزیں جہازوں میں عقبہ (ایلہ) جانے لگیں۔ یمن سے حجاز ہو کر جو تجارتی شاہراہ خشکی کے راستہ ایلہ پہنچتی تھیں وہ بند ہوگئیں۔

آگے ارشاد ہے کہ جو لوگ صبر اور شکر کے ساتھ ترقی کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے لیے اس واقعہ میں بڑی نصیحت موجود ہے۔ وہ اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ بے صبری اور ناشکری کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نہیں۔ ایسے لوگوں کی تباہی کے سامان اردگرد کے حالات کے تغیّر و تبدّل ہی سے خود بہ خود پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر ڈٹے رہتے ہیں اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ جو اللہ کے رسولوں کے ذریعہ ان تک پہنچتی رہتی ہیں۔ وہ لوگ ان بلاؤں سے بمدد خدا محفوظ رہتے ہیں۔

شیطان کا جال

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ
اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا ان پر ابلیس نے
ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا
اپنا گمان پس پیروی کی انہوں نے اس کی مگر ایک گروہ نے
مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ
ایمان والوں میں سے اور نہ تھا اس کا ان پر
مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ
کچھ زور مگر تاکہ جان لیں ہم اسے جو ایمان لاتا ہے
بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ
آخرت پر اس سے کہ وہ ہے اس سے شک کے اندر
وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾
اور تیرا رب اوپر ہر چیز کے نگہبان ہے

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ
اور ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا
ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا
پھر وہ اسی کی راہ پر چلے مگر
مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ
تھوڑے سے ایمان دار اور اس کا ان پر کچھ
مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ
زور نہ تھا مگر اتنی بات کے لیے کہ ہم اسے جو آخرت پر
بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ
یقین لاتا ہے اس سے جدا کر کے معلوم کر لیں جو اس کی طرف سے دھوکے
وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع ۱۲
میں ہے۔ اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے

ابلیس آدم کو سجدہ نہ کر کے جب راندۂ درگاہ ہوا اور اس نے اپنے لیے قیامت تک کی زندگی طلب کی تو اس نے اپنی اٹکل سے اندازہ لگا لیا تھا کہ میں آدم کو اور اس کی اولاد میں سے بہت سوں کو بہلا پھسلا کر سیدھے راستہ سے ہٹا دوں گا ارشاد ہے کہ اس نے اپنا یہ گمان اولادِ آدم کے بارے میں پورا کر دکھایا اور وہ سچ مچ اس کی چال میں آ گئے۔ فقط وہی لوگ بچ سکے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اس کا فرمان سر آنکھوں پر رکھا اور اس کے رسولوں کے کہنے پر عمل کیا۔ چنانچہ بساوالے اس کے جال میں پھنس گئے حالانکہ ابلیس میں طاقت نہیں کہ وہ انسان کو خواہ وہ بساوالے ہوں یا کوئی اور زبردستی سیدھی راہ سے پکڑ کر کھینچ لے وہ فقط ورغلاتا اور بہکاتا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ اتنی طاقت بھی اسے اس لیے دی گئی کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان لوگوں سے الگ کھڑا کر دیں۔ جو اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ عزوجل کو بھول بیٹھے ہیں۔ تیرے رب کو انسان کی آزمائش اسی طرح منظور تھی۔ اس کی نگاہ میں ہر چیز ہے۔ کوئی بات اٹکل پچو ہونے نہیں پاتی ؎

مشرکوں کو تنبیہ

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
کہ دے پکارو جنہیں تم گمان کرتے ہو معبود اللہ کے سوا
لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ
نہیں ملک رکھتے برابر وزن ذرہ کے آسمانوں میں
وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا
اور نہ زمین میں اور نہیں ان کا ان دونوں میں
مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ﴿۲۲﴾
کچھ ساجھا اور نہیں اس کا ان میں سے کوئی مددگار

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
تو کہہ پکارو انہیں جنہیں تم مانتے ہو اللہ کے سوا
لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ
وہ ایک ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں
وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا
اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ ساجھا
مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ﴿۲۲﴾
ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ سے اللہ کے ماننے والوں اور اس کے شکرگزاروں کا حال معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دنیا و آخرت میں اس کا پھل کیا پایا۔ اور اہل سبا کے ذکر سے یہ بتانا تھا کہ اللہ کے فرمان سے منہ پھیرنے والوں اور اس کی ناشکری کرنے والوں کا دنیا میں بھی بھلا نہیں ہوتا اور آخرکار وہ مصیبتوں میں پھنستے ہیں۔

اس کے بعد اس آیت میں مکہ والوں کو ارشاد ہے۔ اور نیز ان سب لوگوں کو جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو پوجتے اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر یہ تم نے جو اور معبود بنا رکھے ہیں۔ تو انہیں کسی شے کے اوپر ذرا سی بھی قدرت حاصل نہیں۔ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر چیز بھی ان کے قبضہ میں نہیں۔ یہ نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی کو نفع دے سکیں نہ کسی کو کچھ ضرر پہنچا سکیں۔

اللہ عزوجل نے سب کچھ بنایا ہے۔ اور اس کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت حاصل ہے۔ اور ان تمہارے جھوٹے معبودوں میں سے تو کوئی اللہ کا نوکر یا خدمت گار بھی مقرر نہیں کیا گیا۔ کہ مالک ہونے کی حیثیت سے نہ سہی مالک کے مددگار ہونے کی حیثیت سے ہی کسی کا کچھ کام بناتا۔

اللہ عزوجل کو کسی کام میں کسی کی مدد کی ضرورت ہی نہیں اور نہ اس نے اس عالم کے بنانے میں کسی کی مدد لی۔ اور نہ اس کے انتظام میں اسے کسی سہارے کی ضرورت ہے۔

شفاعت اور سفارش

[لا] تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ
[اور] نفع نہیں دیتی سفارش اس کے پاس مگر اسے کہ
اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰىٓ اِذَا فُزِّعَ عَنْ
[اجازت د]ے وہ جسے یہاں تک کہ جب دور کر دی جاتی ہے گھبراہٹ
[قُلُ]وْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا
[ان ک]ے دلوں سے کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے کہتے ہیں فرمایا
[الْحَ]قَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (۲۳)
ٹھیک تھا اور وہ سب سے بلند مرتبہ والا اور بڑا ہے

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ
اور اس کے پاس سفارش کام نہیں آتی مگر اس کے کہ جس کے
اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰىٓ اِذَا فُزِّعَ عَنْ
واسطے حکم کر دے یہاں تک کہ جب ان کے دل سے
قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا
گھبراہٹ دور ہو جائے کہیں گے کیا فرمایا تمہارے رب نے وہ کہیں فرمایا جو
الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (۲۳)
واجبی ہے اور وہی سب سے اوپر بڑا ہے

فُزِّعَ: (گھبراہٹ دور ہو جائے) ماضی مجہول ہے تَفْزِیْعٌ سے جو فزع سے بنا ہے۔ فَزَعٌ کے معنی گھبراہٹ، خوف اور بے چینی کے ہیں۔ تَفْزِیْعٌ کے معنی بے چینی دور کر دینا۔ یہ سلب ماخذ کے معنی ہیں جیسے تمریض۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کے جلال اور عظمت و کبر کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ بڑے بڑے درجے والے بھی اس کے آگے سرنگوں ہیں۔ یہ بت بے چارے تو کس گنتی میں ہیں۔ فرشتے تک اس کے آگے کسی کے حق میں زبان نہیں ہلا سکتے۔ بس وہی کر سکتے ہیں جس کی اجازت انہیں مل جائے وہ اللہ عزوجل کے سامنے حسب الحکم صورت حالات پیش کر دیتے اور پھر حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ پھر جب حکم الٰہی نازل ہوتا ہے تو اس کی عظمت اور جلال کی آہٹ سے خوف کے مارے گھبرا جاتے ہیں اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

اس کے بعد جب خوف اور رعب کا اثر ان کے دل پر سے اللہ کے حکم سے دور ہو جاتا ہے۔ تو پھر نیچے کے فرشتے اوپر کے فرشتوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل نے کیا حکم صادر فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہی فرمایا جو بالکل درست اور واجبی ہے۔

اللہ ہی مرتبہ میں سب سے بلند اور درجے میں سب سے بڑا ہے۔ ہمارا کام حکم کی تعمیل ہے اور بس۔ جب مقرب فرشتوں کا یہ حال ہے تو اوروں کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا

کہہ دے جمع کرے گا ہمارے درمیان رب ہمارا پھر فیصلہ کردے گا ہمارے درمیان

بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ

ٹھیک ٹھیک اور وہی کھول دینے والا جاننے والا ہے کہہ دے

أَرُونِيَ الَّذِينَ أَلْحَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ ۖ كَلَّا ۚ

دکھاؤ تم مجھے وہ جنہیں تم ملاتے ہو اس کے ساتھ شریک ٹھہرا کر کوئی نہیں

بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾

لیکن وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا

تو کہہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کرے گا۔ پھر ہم میں انصاف کا فیصلہ

بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ

کریگا۔ اور وہی قصہ چکانے والا سب کچھ جاننے والا ہے تو کہہ

أَرُونِيَ الَّذِينَ أَلْحَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ ۖ كَلَّا ۚ

تم مجھ کو دکھلاؤ تو سہی جن کو تم اس سے ملاتے ہو شریک قرار دے

بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾

کر کوئی نہیں وہی اللہ ہے زبردست حکمتوں والا

ارشاد ہوا کہ اتنی بات تم بھی مانتے ہو کہ تمہارا رزق دینے والا اللہ ہے۔ اس کے بعد ہم میں اور تم میں فرق یہ رہ جاتا ہے۔ کہ ہم اتنا ماننے کے بعد یہ بھی مانتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور تم کہتے ہو کہ نہیں اس کے شریک ہیں۔ اب یا تو تم سچے ہو یا ہم۔ اور جب ہم میں سے ایک سچا ہے تو یقیناً اس کے مقابلہ میں دوسرا جھوٹا اور گمراہ ہے۔ خیر تم جانو۔ ہم تمہیں خدا کے ایک ہونے کی دلیلیں صاف صاف بتا چکے۔ اب بھی اگر تم اپنی ہٹ پر قائم رہنا چاہتے ہو۔ تو اتنا ضرور سُن لو کہ ایک دن ہم دونوں کے اعمال کی پوچھ گچھ ہوگی۔ اور ہر ایک سے یہ پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے جو کچھ کیا۔ کیوں کیا۔ تم سے ہمارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی۔ اور نہ ہم تمہارے اعمال کے لیے جواب دہ ہونگے۔ ہمارا رب ہم سب کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا۔ اور پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے گا کہ کون گمراہ ہے۔

وہ حقیقتِ حال سے اچھی طرح واقف ہے اور بالکل دو ٹوک فیصلہ کرنے والا ہے۔ بھلا ان کو جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ ذرا سامنے تو لاؤ ہم بھی دیکھیں۔ کہ ان کی ہستی کیا ہے؟ کجا بے جان بت اور عاجز ہستیاں اور کجا وہ زبردست قوت والا سارے بھیدوں سے واقف اللہ عزوجل۔ چھوڑو ان بے بنیاد لچر پوچ باتوں کو اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی کسی کا رب اور معبود نہیں ہو سکتا۔

سارے لوگوں کے رسول

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ
اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر تمام لوگوں کے لیے
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن بہت سے لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
نہیں جانتے اور وہ کہتے ہیں کب ہے یہ
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ
وعدہ اگر ہو تم سچ کہنے والے کہہ دے
لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ
تمہارے لیے مقرر ہے ایک دن نہ پیچھے ہٹو گے تم
عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع
اس سے ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھو گے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ
اور تجھے جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
خوشی اور ڈرانے کو لیکن بہت سے لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
نہیں جانتے اور کہتے ہیں کب ہے یہ
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ
وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ
لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ
تمہارے لیے ایک دن کا وعدہ ہے نہ دیر کرو گے
عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾
اس سے ایک گھڑی اور نہ جلدی

اس آیۂ کریمہ میں یہ نص صریح ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں کسی خاص ملک یا فرقہ کے رسول نہیں جیسا کہ بعض لوگوں میں آج کل یہ غلط خیال پھیلا ہوا ہے کہ آپ تو فقط عرب کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے دوسرے ملکوں کے لوگوں کے لیے آپ کا کہنا ماننا ضروری نہیں۔ ارشاد ہے کہ ہم نے جو تجھے پیغام ہدایت دے کر بھیجا ہے۔ وہ دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ہے تجھے ہر شخص کو جو ایمان لا کر اچھے عمل کر رہا ہے خوشخبری سنانی ہے کہ اس کا انجام اچھا ہو گا اور مرنے کے بعد آرام کی زندگی ملے گی اور برے کام کرنے والوں کو ڈرانا ہے کہ ان کے برے اعمال کی سزا بری ہو گی لیکن اکثر لوگ اس بات سے واقف نہیں۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ منہ اٹھا کر کہہ دیتے ہیں کہ بھلا اگر تم سچ کہتے ہو تو بتاؤ کہ یہ قیامت آئے گی کب؟ اس کا جواب انہیں یہ دو کہ اس کا ایک خاص وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ جائے گا تو لوگ اس سے ایک منٹ نہ پیچھے رہ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے بالکل ٹھیک وقت مقررہ پر اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

قیامت کا منظر

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا
اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے ہرگز ہم ایمان نہ لائیں گے اس
الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ
قرآن پر اور نہ اس پر جو اس سے پہلے آیا اور اگر
تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ
تو دیکھے جب کہ ظالم لوگ کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے
يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨ الْقَوْلَ ۚ
لوٹاتا ہوگا بعض ان کا بعض کی طرف بات

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا
اور کافر کہنے لگے ہم اس قرآن کو ہرگز نہ
الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ
مانیں گے اور نہ اس سے پہلے کو اور اگر
تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ
تو دیکھے جب ظالم لوگ اپنے رب کے پاس کھڑے کیے جائیں کے
يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨ الْقَوْلَ ۚ
کہ ایک دوسرے پر بات ڈال رہا ہے

دُنیا میں انسان زیادہ تعداد میں ایسے ہی ہیں کہ اللہ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ اگر اقرار کریں تو اس کے احکام کی پابندی لازم آجاتی ہے اور اس میں اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کرنا پڑتا ہے اس سے ان کی جان نکلتی ہے ان پر یہ بات شاق گذرتی ہے کہ پیسہ صحت اور طاقت ہوتے ہوئے وہ ایک ایسے کام سے رک جائیں جس میں انہیں فوری لذت حاصل ہونے کا ابھی ابھی موقعہ ہے یا جس سے برابر والوں میں ان کا نام ہوتا ہے یا مالی نفع ابھی ابھی حاصل ہوتا ہے۔ عرب میں بھی اسی قسم کے مَنْ کے رسیا موجود تھے۔ ان سب کی بابت اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ بعض لوگوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اللہ کو نہ مانیں گے۔ اس کے بعد اس قرآن کے یا اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں کے ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ارشاد ہے کہ ہم انہیں دُنیا میں ان میں سے کوئی چیز زبردستی دینا نہیں چاہتے۔ ہاں انہیں اتنا بتائے دیتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن ان کی بُری گت بنے گی۔ اے ہمارے نبی اگر کبھی تو ان کی اس وقت کی حالت دیکھ لے تو عجیب تماشا نظر آئے۔ یہاں تو ان لوگوں میں سے کوئی حال میں مست ہے اور کوئی مال میں۔ عاقبت کی کوئی فکر نہیں کرتا۔ لیکن اس دن یہ سب اپنے حقیقی رب اور مالک کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں گے۔ اور ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہوں گے کمزور لوگ زور آوروں کو لعنت ملامت کریں گے کہ تم نے ہمیں بھی اپنے ساتھ ڈبویا۔

آپس میں نوک جھونک

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ
کہیں گے وہ لوگ جو کمزور مانے جاتے تھے ان سے جو
اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۱)
بڑے بنتے تھے اگر نہ ہوتے تم بلاشبہ ہوتے ہم ایمان لانے والوں میں
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ
کہیں گے وہ جو بڑے بنتے تھے ان سے جو
اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ
کمزور مانے جاتے تھے کیا ہم نے روکا تمہیں ہدایت سے بعد اس کے
اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ (۳۲)
جب آگئی وہ تمہارے پاس نہیں بلکہ تم ہی قصوردار ہو

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ
وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے بڑائی کرنے والوں
اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۱)
سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان دار ہوتے
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ
بڑائی کرنے والے ان سے کہیں گے جو کمزور تھے
اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ
کیا ہم نے تمہیں حق بات سے روکا تھا جب وہ تمہارے پاس آچکی
اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ (۳۲)
تھی نہیں بلکہ تم ہی قصوروار تھے

دنیا میں جنہیں کوئی مرتبہ، اقتدار، زور یا مال میسر ہو جائے وہ اس قابل ہو جاتے ہیں۔ کہ جن کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں وہ ان کی پیروی کریں۔ نادار لوگ مالداروں کی ریس کرنا چاہتے ہیں۔ محکوم اپنے حاکم کی ڈگر پر چلنا چاہتا ہے۔ کمزور، زور آور کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے لوگ اس پر فخر کرتے ہیں کہ چھوٹے ہماری حکم برداری کرتے ہیں۔ لیکن قیامت میں ہر چیز کی حقیقت کھل جائے گی۔ کیوں کہ وہاں صاف نظر آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہ کچھ زور ہے نہ اقتدار۔

ارشاد ہے۔ کہ جنہیں دنیا میں کمزور قرار دے دیا گیا تھا وہ بڑے بن کر بیٹھنے والوں سے کہیں گے۔ کہ یہ تم ہی ہو جنہوں نے ہمارا بیڑا غرق کر دیا۔ اگر دنیا میں تمہارا وجود نہ ہوتا۔ تو یقیناً ہم رسولوں کا کہنا مانتے۔ اور ایمان کی نعمت سے مالامال ہوتے۔ یہ سنکر وہ بڑے بڑے لوگ کانوں پر ہاتھ رکھیں گے اور ان چھوٹوں سے کہیں گے۔ کیا خوب! ہم تمہارے گمراہ کرنے والے کون؟ اللہ نے تمہیں عقل دی تھی۔ اس کے رسولوں نے سیدھے راستہ کا نشان خوب واضح کر دیا تھا اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ تم جانتے ہو کہ تم خود گمراہ ہوتے اور الزام ہمارے سر تھوپتے ہو یہ سب باتیں بیکار ہیں۔ تم خود مجرم ہو اور اپنے کاموں کے ذمہ دار:

کمزوروں کا جواب

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

اور کہیں گے وہ لوگ جو ضعیف سمجھے گئے تھے ان سے جو بڑے تھے

بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ

بلکہ چال بازیوں نے رات و دن جب تم ہمیں حکم کرتے تھے

اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

کہ انکار کریں ہم اللہ کا اور ٹھہرائیں اس کے لیے برابر کے شریک

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ

اور چھپانے لگے وہ پچھتاوا جب دیکھا انہوں نے عذاب

وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

اور ڈالیں گے ہم طوق گردنوں میں ان کی جنہوں نے کفر کیا

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیا بدلہ دیئے جائیں گے وہ مگر وہی جو تھے کرتے

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

وہ لوگ جو کمزور گنے گئے تھے بڑائی کرنے والوں سے کہیں گے

بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ

کوئی نہیں رات دن کے فریب سے جب تم ہمیں حکم کیا کرتے تھے

اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

کہ اللہ کو نہ مانیں اور اس کے ساتھ برابر کے شریک ٹھہرائیں

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ

اور چھپے چھپے پچھتانے لگے جب عذاب دیکھ لیا

وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

اور ہم نے منکروں کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

وہی بدلہ پاتے ہیں جو عمل کرتے ہیں

ارشاد ہے کہ ان کا یہ جواب سنکر کمزور لوگ کہیں گے یہ ٹھیک ہے کہ تم نے ہمیں زبردستی کفر و شرک اختیار کرنے کو نہیں کہا تھا لیکن چالیں ایسی اختیار کی تھیں کہ جس کو دیکھ کر اچھا بھلا آدمی فوراً پھسل جاتے۔ تم زبان سے تو کہتے تھے۔ مگر رات دن ایسے کام کرتے رہتے تھے کہ دوسرا انہیں دیکھ کر خواہ مخواہ ریجھ جاتے۔ اللہ کا نام خود تمہارے منہ سے تو کیا نکلتا تم نے تو ایسا سامان کر دیا تھا کہ دوسرا بھی اسے بھول جائے۔ اس کی نافرمانی کرنے پر آمادہ ہو جائے اور اس کو چھوڑ کر اور چیزوں کو بھی ویسا ہی طاقتور سمجھنے لگے جیسا کہ اللہ کو سمجھنا چاہیئے تھا۔ تم نے بھاپ بجلی کو اپنا مددگار ٹھہرایا اور سمجھا یا کہ جو کچھ ہوتا ہے انہی کے زور سے ہوتا ہے اور لگے رنگ رلیاں منانے۔ بھلا ایسے ماحول میں ہم بہک نہ جاتے تو کیا کرتے۔ یہ باتیں ظاہر میں ایک دوسرے کو سناتے جائیں گے لیکن دل میں چپکے چپکے ہر ایک نادم اور پشیمان ہوگا کہ ہائے ہم نے یہ کیا کیا کہ آج یہ دائمی عذاب مول لیا۔ آخر حکم ہوگا کہ ان کافروں کی گردنوں میں بڑے بڑے کڑے ڈال دو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جاؤ۔ جیسا انہوں نے دنیا میں کیا ویسا ہی آج انہیں بدلہ ملے گا۔ ہم نے کہہ دیا تھا کہ جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔

مالداروں کی خرمستیاں

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ
اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہنے لگے
مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
اس کے مالدار لوگ تحقیق ہم جو تم دے کر بھیجے گئے ہو اس کا
كٰفِرُوْنَ (۳۴) وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا
انکار کرتے ہیں اور بولے ہم بہت دولت والے
وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (۳۵)
اور اولاد والے ہیں اور نہیں ہم عذاب دیئے جانے والے
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
کہدے یقیناً میرا رب کھول دیتا ہے روزی جس کے لیے چاہتا ہے
ع وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶)
اور ماپ کے دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ
اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے
مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
آسودہ لوگ کہنے لگے ہم اس کو نہیں مانتے جو تمہارے ہاتھ
كٰفِرُوْنَ (۳۴) وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا
بھیجا گیا ہے اور بولے ہم مال اور اولاد میں
وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (۳۵)
زیادہ ہیں اور ہم پر آفت آنے والی نہیں
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
تو کہہ میرا رب ہے جو روزی کشادہ کر دیتا ہے جس کی چاہے
وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶)
اور ماپ کر دیتا ہے۔ لیکن بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ خوشحال، مالدار اور کھاتے پیتے لوگ اپنے سوا کسی اور کی نہیں سنتے جنہیں دنیا میں عیش و عشرت کا پورا سامان میسّر ہے وہ فقط اپنی ہی طرف دیکھتے ہیں انہیں انجام کی پرواہ نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ انجام کا تصوّر ہی نہیں رکھتے۔ سوا اس کے کہ وہ فوری خواہشوں کے پورا کرنے میں لگے رہیں اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔

ارشاد ہے کہ جس بستی میں ہم نے لوگوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے اپنا رسول بھیجا۔ وہاں کے مالدار اور خوشحال لوگ اس کی مخالفت پر تل گئے اور صاف کہہ دیا کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینی مقصود ہے۔ کہ مکّہ کے رئیس اگر آپ کی بات نہیں مانتے تو آپ مغموم نہ ہوں۔ ہمیشہ ہر جگہ مالداروں کا یہی رویّہ رہا ہے کہ وہ اپنے رسول کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مال اولاد سب کچھ افراط سے موجود ہے۔ ہمیں عذاب نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہے کہ کسی کا مالدار کرنا یا مفلس کرنا اللہ کے ارادہ پر موقوف ہے اسے عذاب سے بچانے میں اس کے مال اور اولاد کا کوئی دخل نہیں عذاب سے وہ بچے گا جو اللہ کے رسول کی پیروی کرے گا۔ لیکن اکثر لوگ اتنی بات نہیں جانتے ؏

مال و اولاد کی حقیقت

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ
اور نہیں تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد ایسی چیز کہ
تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ
نزدیک کردے تمہیں ہمارے پاس درجہ میں مگر ہاں جو ایمان لائے اور کام کرے
صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا
اچھے سو وہ لوگ ان کے لیے بدلہ ہے دوگنا بدلے اس کے
عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾
جو انہوں نے کیا اور وہ بالاخانوں میں اطمینان سے ہوں گے

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ
اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد وہ نہیں کہ ہمارے پاس تمہارا
تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ
درجہ بلند کردیں پر جو کوئی یقین لائے اور بھلے کام
صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا
کرے سو ان کے لیے دونا بدلہ ہے ان کے کیے کام کا اور وہ
عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾
اطمینان سے جھروکوں میں بیٹھے ہوں گے

غُرُفٰتٍ۔ غُرْفَةٌ کی جمع ہے بالاخانہ کو کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ تم مال اور اولاد کی کثرت پر کیا اتراتے ہو۔ یہ تو تمہارے کسی کام نہ آئیں گے ان کی کثرت اس بات کی علامت نہیں کہ ہمارے نزدیک تمہارا بڑا درجہ ہے۔ سن لو یہ تمہارے انواع و اقسام کے مال تمہاری توانا اور تندرست اولاد ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو درجہ میں تمہیں ہم سے زیادہ قریب کردے۔ یہ اس کی علامت نہیں۔ کہ تم ہمارے مقرب ہو۔ ہمارے نزدیک بڑا درجہ حاصل کرنا ان شرائط پر موقوف ہے کہ ایمان لاؤ اور نیک کام کرو۔ سنو جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے۔ انہیں ان کے کیے کا بہت زیادہ بدلہ ملے گا۔ جو دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک پہنچ سکتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ اور سورۃ الانعام میں بیان کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے لیے اونچے اونچے بالاخانے تیار ہیں جن میں یہ آرام اور اطمینان سے رہے سہیں گے۔

انسان کے دل میں یہ خبط ہمیشہ سے سمایا ہوا نظر آتا ہے کہ مال ہی دنیا میں سب کچھ ہے جس کے پاس مال ہو اسے گویا سب کچھ مل گیا اور اگر اس کے ساتھ اولاد بھی ہو تو پھر تو کہنا ہی کیا ہے عیش کا سامان بھی موجود اور وقت پر مدد دینے اور ہاں میں ہاں ملانے کو مددگار بھی تیار۔ اب کسی اور چیز کی کیا ضرورت رہی۔

اس آیت میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ ایمان اور نیک کام ہی کام آئیں گے۔ مال کو اچھے کاموں میں صرف کرو۔ اولاد کی تربیت اچھی کرکے انہیں شائستہ بناؤ۔ پھر اللہ کے ہاں تمہیں درجے مل سکتے ہیں۔ ورنہ سب کچھ بے کار ہے۔

فلسفۂ رزق

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ
اور جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں میں عاجز کرنے کو
اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (۳۸) قُلْ اِنَّ
وہ لوگ عذاب میں پکڑے جائیں گے کہہ دے تحقیق
رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
میرا رب کھول دیتا ہے رزق جس کے لیے چاہے اپنے بندوں میں سے
وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
و اندازے دیتا ہے اس کے لیے اور جو خرچ کرتے ہو تم کچھ چیز
فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (۳۹)
پس وہ اس کا عوض دے گا اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ
اور جو لوگ ہماری آیتیں ہرانے کو دوڑتے ہیں
اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (۳۸) قُلْ اِنَّ
وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آتے ہیں تو کہہ میرا رب
رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
جو روزی اللہ وہ کرتا ہے جس کے لیے چاہے اپنے بندوں میں سے
وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
اور کم کر دیتا ہے جسے چاہے اور جو کچھ چیز تم خرچ کرتے ہو
فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (۳۹)
کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے

یُخْلِفُ رہو چکنے کے بعد اور دیتا ہے۔ مضارع کا صیغہ ہے اِخْلَاف سے جو خ۔ل۔ف سے بنا ہے۔ خَلْف کے معنی پیچھے کے ہیں۔ اِخْلَاف: پیچھے بھیجنا یعنی کسی چیز کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے بدلے اور دینا۔

پہلے ان لوگوں کا بیان ہوا جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔ ایسے لوگوں کو ایک نیکی کا کئی گنا ثواب ملے گا اور وہ بالاخانوں میں آرام سے رہیں گے۔ اس آیت میں ان لوگوں کا حشر بیان کیا گیا ہے۔ جو اللہ عز وجل کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اس کی آیتوں کی طرف نہ خود کچھ توجہ کریں اور نہ اوروں کو کرنے دیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کی ٹھان لی ہے اور نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو مقابلہ میں ہرا دیں گے۔ ایسے لوگ گرفتار کر کے اللہ کے روبرو حاضر کیے جائیں گے اور ان کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ مال کی زیادتی باعث فخر نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کی دین ہے وہ آزمائش کے لیے کسی کو بہت زیادہ دے دیتا ہے اور کسی کو کم۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ خرچ کر دیا تو ختم ہو جائے گا۔ اللہ کے ہاں رزق کی کچھ کمی نہیں۔ جو تم نیک کاموں میں خرچ کرو گے وہ اس کا بدلہ دے گا۔ دنیا میں دل کا اطمینان نصیب ہوگا اور آخرت میں اس طرح خرچ کرنے کا بہت اچھا بدلہ ملے گا۔

غیر اللہ کی پرستش

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اور جس دن جمع کرے گا انہیں سب کو پھر کہے گا فرشتوں کو
اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (۴۰) قَالُوْا
کیا یہ لوگ تمہیں تھے پوجتے وہ کہیں گے
سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا
تو پاک ہے تو ساتھی ہے ہمارا نہ کہ وہ بلکہ تھے وہ
يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (۴۱)
پوجا کرتے جنوں کی ان میں اکثر انہی کے معتقد تھے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اور جس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں کو کہے گا
اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (۴۰) قَالُوْا
کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے وہ کہیں گے
سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا
پاک ہے تیری ذات ہم تیری طرف ہیں ان کی طرف نہیں بلکہ یہ پوجتے
يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (۴۱)
رہے جنوں کو یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے

فرشتے وہ پاکیزہ روحیں ہیں جن کو شفاف نوری جسم ملے ہیں یہ اللہ کے حکم سے ہر کام کرتے ہیں۔ اور انسان کے بھلائی کے اندر مددگار ہیں ان کے علاوہ کچھ خبیث روحیں ہیں جنہیں ہلکے پھلکے ناری جسم ملے ہیں یہ انسان کی تخریب میں کوشش کرتے رہتے ہیں یہ جنوں میں سے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ خبیث شیطان ہے انسان فطری طور پر ان کے وجود سے آگاہ ہے اس کی فطرت چاہتی ہے کہ وہ صرف اللہ کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ اس کی حفاظت کرے اور شیطان کے مکر سے بچائے اللہ سے غافل ہوتے ہی انسان پر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے اس نے انہیں بہکایا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ان کی پوجا کرو تو اللہ تم سے خوش ہوگا۔ انہوں نے ان کے بت بنالیے اور ان کی پوجا کرنے لگے اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ مت سمجھنا کہ ہم تمہاری اس لغو حرکت کی خبر نہیں رکھتے۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ فرشتوں سے پوچھے گا۔ کیوں جی تم نے ان کافروں سے کہا تھا کہ یہ تمہاری پوجا کریں۔ کیا تم ان کے معبود بن بیٹھے تھے۔ فرشتے عرض کریں گے کہ اے ہر نقص و عیب سے پاک اللہ! ہمیں ان سے کیا غرض۔ ہم تو آپ کے تابع فرمان ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی کام نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ تو دراصل شیطان کے پجاری تھے وہ انہیں آپ سے ہٹانے کے لیے کبھی ہماری پرستش کے لیے کہتے کبھی تیرے نیک بندوں کو ان کا معبود بنانے اور ان کے بت بنا کر انہیں پوجتے۔ یا ان کے سوا اور ظاہری چیزوں کو اپنا حاجت روا مانتے اور ان کے آگے ماتھا ٹیکتے اور اکثر تو ان میں ایسے تھے کہ انہیں دل سے یہ یقین تھا کہ یہی ہمارے سب کام بناتے ہیں۔ یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔ بلکہ شیطان ہمارا نام لے کر ان سے اپنی پوجا کراتا تھا۔

مشرکوں کی بے بسی

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

پس آج نہیں مالک بعض تمہارا بعض کے لیے

نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

فائدہ اور نقصان کا اور کہیں گے ہم ان سے جنہوں نے

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ

ظلم کیا چکھو دکھ اس آگ کا جو

كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

تھے تم اسے جھٹلاتے

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

سو آج تم مالک نہیں ایک دوسرے کے نہ بھلے کے

نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

اور نہ بُرے کے اور ہم ان گنہگاروں سے پوچھیں گے

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ

چکھو اس آگ کی تکلیف جس کو

كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

تم جھوٹ بتلاتے تھے

دُنیا میں تمہارے دلوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ اس لیے تم شیطان کے بہکاوے میں بہت جلد آجایا کرتے تھے اور تمہاری خواہشوں کو ابھار کر وہ تم سے جو چاہتا تھا کرا لیتا تھا۔ اس نے تمہیں بہکایا۔ کہ یہ بت تمہیں فائدے پہنچاتے ہیں اور جن کے یہ بت ہیں وہ تمہیں سب کچھ دیتے ہیں۔ یا اللہ سے کہہ کر دلواتے ہیں۔ اگر ان کو ناراض کر لیا۔ تو یہ تمہیں تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔ تم بیمار پڑ جاؤ گے۔ یا یہ تمہیں مالی نقصان پہنچا دیں گے۔ پھر تم کیا کرو گے۔ اس لیے ان کی سیوا کرتے رہو۔ ورنہ یہ تمہیں برباد کر کے چھوڑیں گے۔

ارشاد ہے کہ دُنیا میں چاہے کچھ سمجھو اور کتنے ہی شیطان کی چالوں میں آؤ۔ لیکن آج یعنی قیامت کے دن صاف ظاہر ہو جائے گا۔ کہ تم میں کوئی ایک دوسرے کو نہ نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ اس میں کسی کو ستانے یا دکھ پہنچانے کی طاقت ہے۔ آج تمہیں صاف نظر آ رہا ہے کہ ہر جگہ حکم ہمارا ہی چلتا ہے۔ دُنیا میں تمہیں یہ نہ سوجھا آج اس کی ہم تمہیں یہ سزا دیتے ہیں کہ آگ کا عذاب چکھو۔ یہ وہی آگ ہے۔ جسے تم ایک گھڑی ہوئی بات سمجھتے تھے۔ آج تمہارے جھوٹے معبود تمہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اب کوئی نہیں جو تمہیں اس آگ میں جلنے سے بچا سکے ؛

بُری عادت کیسے چھوٹے

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا
اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر آیتیں ہماری واضح کہتے ہیں
مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ
نہیں یہ مگر ایک مرد جس کا ارادہ ہے کہ روک دے تمہیں
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا
اس سے جسے تھے پوجتے تمہارے باپ دادا اور کہتے ہیں وہ
مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ
نہیں یہ مگر جھوٹ گھڑا ہوا اور کہا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ
ان لوگوں نے جو کافر ہوئے سچ بات کے لیے جب آئی ان تک نہیں
هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۴۳)
یہ مگر جادو کھلا ہوا

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا
اور جب ان کے پاس ہماری واضح آیتیں پڑھی جائیں کہیں اور
مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ
کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے کہ چاہتا ہے کہ تم کو ان سے روک دے
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا
جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے رہے اور کہیں اور کچھ نہیں یہ ایک
مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ
جھوٹ ہے باندھا ہوا اور منکر حق بات کو جب ان تک
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ
پہنچے کہتے ہیں اور کچھ نہیں ۔ یہ
هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۴۳)
ایک جادو ہے صریح

تُتْلٰی: (پڑھی جائیں) مضارع مجہول ہے تِلَاوَۃٌ سے۔ مُفْتَرًی (گھڑا ہوا) اسم مفعول ہے افترا سے جوف ر ی سے بنا ہے۔

ارشاد ہے کہ قرآن کریم کی صاف صاف آیتیں جب ان لوگوں کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ ہمارے رسول کی بابت کہتے ہیں کہ یہ (معاذ اللہ) نہ رسول ہے نہ نبی محض ایک (معاذ اللہ) خود غرض آدمی ہے جو پرانی باتیں مٹا کر اپنی ہی بات جمانی چاہتا ہے اور تم سے ان معبودوں کو جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں چھڑانا چاہتا ہے تا کہ خود تمہارا سردار بن بیٹھے اور قرآن کی بابت یہ ہے کہ اس میں (معاذ اللہ) اِدھر اُدھر کی جھوٹی باتیں جوڑ کر رکھ دی ہیں اور انہیں اللہ کا کلام کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان منکروں کو دیکھو تو سہی ان کے پاس جب سچی اور کھری کھری باتیں پہنچیں اور لوگ ان کے گرویدہ ہونے لگے تو کہنے کیا ہیں کہ یہ کچھ نہیں (معاذ اللہ) جادو کا کھیل ہے جو سننے والوں کا دل موہ لیتا ہے اس کی حقیقت کچھ نہیں۔ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ نرا جادو ہے اور تھوڑے دن میں اس سب کا اثر کافور ہو جائے گا۔

اکڑنا بے بنیاد ہے

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا

اور نہیں دیں ہم نے انہیں کچھ کتابیں سو وہ انہیں پڑھتے ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے ان کی طرف تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا

اور جھٹلایا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے اور نہیں

بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا

پہنچے یہ دسواں حصہ اس کا جو دیا ہم نے انہیں پس جھٹلایا

رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾

میرے رسولوں کو پھر کیسا ہوا عذاب میرا

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا

اور ہم نے انہیں کچھ کتابیں نہیں دیں جن کو وہ پڑھتے ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾

اور ہم نے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے نہیں بھیجا

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا

اور ان سے پہلوں نے جھٹلایا اور جو ہم نے انہیں دیا

بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا

تھا یہ اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے پھر انہوں نے جھٹلایا

رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾ ع ٥

میرے رسولوں کو سو دیکھو میرا ان پر کیسا عذاب ہوا

پہلے بیان ہوا کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کی روش سے ہٹنا نہیں چاہتے۔ اس کے خلاف سننا تک انہیں گوارا نہیں ان کو سوچنا چاہیئے کہ باپ دادا کی روش کا گرویدہ ہوجانا کس نے بتایا ہے اس کا ٹھیک ہونا تو ضروری نہیں روش تو وہ ٹھیک ہے جسے ہمارے رسول قائم کرتے چلے آئے ہیں اور وہ ان کے پاس ہے نہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے۔ ان کے اوپر پہلی روش پر چلنا لازم کہاں سے ہوگیا۔ ہم نے تو اس سے پہلے ان کے پاس کوئی کتابیں نہیں بھیجیں۔ اور نہ کوئی ان کے پاس ہمارا رسول اس سے پہلے آیا جو انہیں بری باتوں کے انجام سے ڈرا ڈرا کر سیدھی ڈگر پر قائم کرتا۔ ہم نے تو ان کے پاس یہ رسول ابھی پہلی مرتبہ بھیجا ہے۔ اب اگر یہ اسے جھٹلاتے ہیں تو ان کی حالت بالکل وہی ہے جو پہلے لوگوں کی تھی۔ جو ان سے پہلے اس سرزمین پر اپنے اپنے وقت میں بستے تھے۔ انہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا یہ بھی بالکل وہی کر رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ انہوں نے میرا انکار کیا۔ تو دیکھ لو ان کی کیا گت بنی۔ وہ تو ان سے کہیں زیادہ جسمانی قوتوں کے مالک، مال و دولت کے دھنی اور لمبی لمبی عمروں والے تھے۔ انہیں ان کے سامانِ عیش کا دسواں حصہ بھی نہیں ملا۔ جب وہی ہمارے رسول کو جھٹلا کر بچنے نہ پائے۔ تو یہ ہماری کتاب قرآن اور ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا کر ہماری پکڑ سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ انہیں ان کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ؛

سوچ سے کام لو

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ (۴۶)

کہہ دے میں نہیں صرف نصیحت کرتا ہوں ایک بات کی یہ کہ کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک پھر سوچو نہیں تمہارے اس ساتھی کو کوئی جنون نہیں وہ مگر ڈرانے والا تمہیں آگے ایک عذاب شدید

تو کہہ میں تو تم کو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے کام پر اٹھ کھڑے ہو دو دو اور ایک ایک پھر غور کرو کہ اس تمہارے رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو تمہیں ایک ڈر سنانے والا ہے ایک بڑے عذاب کے آنے سے پہلے

لوگ اپنے ہی مشغلوں اور دھندوں میں پھنسے رہنا چاہتے ہیں اگر انہیں کوئی مفید بات بتائی جائے تو اس کا سننا تک گوارا نہیں کرتے اس لیے کہ وہ ان کے بنے بنائے کام کو جو ان کے نزدیک بالکل ٹھیک طریقہ پر چل رہا ہوتا ہے ان کے لیے مضر سمجھ کر سنوارنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں تمہیں فقط ایک بات کرنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ خود غرضی اور ذاتی منفعت کا خیال چھوڑ کر محض اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ بے جا تعصب کو چھوڑ دو، اور الگ الگ بھی اور مل کر بھی اس بات پر غور کرو کہ یہ تمہارے رفیق اور ساتھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے برابر تمہارے اندر رہتے چلے آ رہے ہیں۔ تم ان کی امانت، دیانت، غریب نوازی اور ہمدردی کے قائل ہو۔ کبھی انہوں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اب کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ انہیں بیٹھے بٹھائے کوئی سودا ہو گیا ہے۔ جو یہ تمہیں ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تمہارے کام کی ہیں۔ انہوں نے تم سے اپنی سرداری، عزت اور حکومت کا مطالبہ نہیں کیا۔ یہ تو فقط ایک سخت عذاب سے ڈرا رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے تمہارے سر پر آ ہی پڑے۔ وہ یہی تو کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے بندو اس سے بچنے کی تیاری کر لو۔ ورنہ اگر تم یونہی الجھے رہے تو وہ تمہیں اچانک آ دبوچے گا۔

معاوضہ مطلوب نہیں

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (۴۷) قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۴۸)

کہہ دے جو مانگا ہوں میں نے تم سے کچھ اجر تو وہ تمہارا ہی رہا نہیں میرا بدلہ مگر اللہ کے ذمے اور وہ ہر چیز کے پاس موجود ہے کہہ دے بے شک میرا رب اوپر سے پھینک رہا ہے سچ بات جاننے والا چھپی ہوئی چیزوں کا

تو کہہ جو میں نے تم سے بدلہ مانگا ہو سو وہ تم ہی رکھو میرا بدلہ تو اسی اللہ پر ہے اور اس کے سامنے ہر چیز ہے تو کہہ میرا رب سچا دین برسا رہا ہے اور وہ چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہے

اللہ کے رسول خلق خدا کی خدمت اور خیر خواہی اس غرض سے نہیں کرتے کہ انہیں اس سے کوئی فائدہ پہنچے۔ لوگ ان کو اپنا سردار مان لیں۔ ان کے آگے دست بستہ کھڑے ہوں۔ ان کے سامنے اچھے سے اچھے تحفے پیش کریں۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مکہ کے اکثر لوگ یہی خیال کرتے تھے۔ اس آیت میں اس کی صراحتاً نفی کر دی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو۔ کہ میں نے تم سے کبھی بھول کر بھی یہ نہیں کہا کہ مجھے اپنا سردار مانو۔ میری حکومت تسلیم کرو۔ میرے خادم بن کر رہو۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ میں نے تم سے کسی چیز کا کبھی مطالبہ کیا۔ تو میں صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ وہ چیز تمہیں ہی مبارک رہے مجھے بالکل کچھ نہیں چاہیئے۔ میں جو تمہیں تمہاری پست حالت سے اٹھا کر بلند مرتبہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تمہارے اپنے فائدہ کے لیے ہے۔ اس خدمت کا صلہ مجھے اللہ دے گا۔ مجھے اس کے سوا کسی اور سے کچھ نہیں لینا۔ میرے کام کا اجر اسی کے پاس ہے اور وہی اس کے بدلے مجھے اپنی عنایت سے نہال کر دے گا وہ میرا کام دیکھ رہا ہے۔ کیوں کہ اس کے سامنے ہر چیز حاضر ہے۔ تمہارے لیے بہت ہی اچھا موقعہ ہے۔

اللہ عزوجل مہربان ہے اور فیاضی کے ساتھ وحی کے ذریعے ٹھیک اور سچی باتوں کی تمہارے اوپر بوچھاڑ کر رہا ہے۔ اس کو ان باتوں اور مصلحتوں کا پورا پورا علم ہے۔ جو انسان کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ وہ غیب کی باتیں جانتا ہے۔

ذمّہ داری کا احساس

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا

کہہ دے آگیا سچا دین اور نہ پیدا کرے باطل اور نہ

يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ

لوٹائے کہہ دے اگر میں بھولا ہوں تو ضرور بھولا ہوں

عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ

اپنے ضرر کے لیے اور اگر سیدھی راہ پر ہوں تو اس وجہ سے کہ وحی کرتا ہے

اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾

میری طرف میرا رب تحقیق وہ سننے والا نزدیک ہے

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا

تو کہہ سچا دین آگیا اور جھوٹ تو کسی چیز کو نہ پیدا کرے اور نہ

يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ

پھیر لائے کہہ دے اگر میں بھکا ہوا ہوں تو اپنے ہی نقصان

عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ

کو بہکوں گا اور اگر سیدھے راستہ پر ہوں تو اس وجہ سے کہ میرا رب

اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾

مجھے وحی بھیجتا ہے بے شک وہ سب کچھ سنتا اور نزدیک ہے

پہلے ارشاد ہوا تھا کہ ان سے کہہ دے جہالت اور من گھڑت باتوں کا زمانہ لد گیا۔ اب تو اللہ تعالیٰ سوجھ بوجھ کی سچی باتیں اوپر سے لگاتار پھینک رہا ہے اور حق کی برابر بارش ہو رہی ہے۔ اللہ نے جو تمام بھیدوں اور مصلحتوں سے واقف ہے مناسب موقعہ پر انسان کی ہدایت کا پورا سامان کر دیا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کہہ دے سچ آپہنچا اور جھوٹ غارت ہوا۔ حق کی قوت غالب آئی۔ اور باطل دب کر رہ گیا۔ باطل میں اتنا دم کہاں کہ کچھ پیدا کر کے دکھائے یا مرے ہوئے کو دوبارہ اٹھا بٹھائے۔ اور جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے فقط ایک ڈھونگ رچایا ہے۔ اور باپ دادا کی ڈگر چھوڑ کر غلط راہ اختیار کر لی ہے ان سے کہہ دے اگر میں غلط راہ پر چل رہا ہوں تو اس غلطی کا وبال میری ہی جان پر تو پڑے گا۔ کسی کا کیا جائے گا تم سے بُرا بنوں گا۔ ذلت سہوں گا۔ دنیا بھی خراب ہو گی اور مر کر بھی چین نہ ملے گا (معاذ اللہ) کچھ سوچو تو سہی کہ میں نئے دین پر اتنا زور کیوں دے رہا ہوں صرف اس لیے کہ مجھے اپنے حق پر ہونے کا پورا یقین ہے اور میرا راستہ درست اور سیدھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف برابر وحی بھیج رہا ہے۔ اور ذرا بھی ٹیڑھی راہ پر چلنے نہیں دیتا۔ اسی سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے ہدایت دے وہ میری التجا قبول کرتا ہے کیوں کہ وہ سب کی سننے والا ہے۔ وہ نزدیک ہے وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ وہ میری بات سنتا ہے اور ہمیشہ سنے گا اور وہ ہر وقت مدد فرمائے گا۔

محشر کا منظر

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ
اور اگر تو دیکھے جب گھبرا جائیں پھر نہ ہو بھاگ کر بچنا
وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (۵۱)
اور پکڑے جائیں گے جگہ قریب سے
وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰى لَهُمُ
اور کہیں گے ایمان لے آئے ہم اس پر اور کہاں ہے ان کے لیے
التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (۵۲)
پہنچ مکان دور سے

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ
اور اگر کبھی تو دیکھے جب یہ گھبرا جائیں پھر بھاگ کر د
وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (۵۱)
بچیں اور نزدیک جگہ سے پکڑے ہوئے آئیں
وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰى لَهُمُ
اور کہیں گے ہم نے اسے مان لیا اور ان کا ہاتھ کہاں
التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (۵۱)
پہنچ سکتا ہے اتنی دور سے

تَنَاوُشُ: ایک دوسرے کو پکڑ لینا۔ اس کا مادہ ن۔و۔ش ہے نوش کے معنی جھپٹنا، جھپٹ کر پکڑ لینا۔ نوچ لینا۔

ارشاد ہوا ہے کہ دنیا میں یہ لوگ سیدھی راہ اختیار نہیں کرتے۔ اللہ کو نہیں مانتے۔ اس لیے رسول کو نہیں مانتے اس کی باتیں سن کر کہتے ہیں کہ یہ شخص تو باپ دادا کی ڈگر سے علیحدہ ہو گیا اور معاذ اللہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ آپ سے کہا گیا تھا کہ انہیں اس کا یہ جواب دے دو کہ اگر میں غلط چل رہا ہوں تو اس کا خمیازہ بھگتوں گا اور ہار کر بیٹھ رہوں گا۔ اور اگر ٹھیک اور درست کہتا ہوں تو آخر کار میں جیت کر رہوں گا اور میرے مخالف ہار کر ہی بیٹھ رہیں گے۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں یہ چاہے جتنی باتیں بنا لیں محشر میں ان کی کچھ نہ چل سکے گی۔ وہاں کا ہولناک منظر دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگیں گے کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے تو چھپ کر اپنی جان بچائیں۔ لیکن بچنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی۔ بھاگ کر بچنا نا ممکن ہوگا۔ ہمیں ان کے پکڑنے کے لیے کہیں دور جانا نہ پڑے گا۔ جہاں ہوں گے، وہیں کے قریب کے فرشتے انہیں گرفتار کر لیں گے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے کہ پیغمبر کی باتیں بالکل سچ تھیں اور ہم ان پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس وقت تو ایمان لانے کا موقعہ ہی جا چکا ہوگا۔ اور دور نکل گیا ہوگا۔ اتنی دور سے وہ بھلا اس موقعہ کو اب کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ ایمان کو اسی وقت لے لیتے تو لے لیتے۔ اب اتنی دور سے وہ ان کے ہاتھ کیسے آسکتا ہے؟

کفر کا نتیجہ

وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ

اور انکار کرتے رہے اس کا اس سے پہلے اور پھینکتے رہے تیر

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (۵۳) وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ

اٹکل پچو جگہ سے دور کی اور آڑ کر دی گئی ان کے درمیان

وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ

اور درمیان اس کے جو وہ تمنا کرتے تھے جیسا کہ کیا گیا ان جیسے لوگوں سے

مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ (۵۴)

اس سے پہلے تحقیق وہ تھے شک میں جو متردد کرنے والا تھا

وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ

اور پہلے سے ان کے منکر رہے اور بن دیکھے اتنی دور

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (۵۳) وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ

سے نشانہ پھینکتے رہے اور ان میں اور

وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ

ان کی آرزو میں رکاوٹ پڑ گئی جیسا کہ ان سے پہلے ان کے طریقہ

مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ (۵۴) ع

والوں کے ساتھ کیا گیا وہ لوگ ایسے شک میں تھے جو چین نہ لینے دے

ارشاد ہے کہ اس سے پہلے جب انہیں ایمان لانے کا بہت اچھا موقعہ حاصل تھا انہوں نے موقعہ سے کام نہ لیا۔ اس وقت تو وہ ان سب باتوں کا جو ہمارے رسولوں نے انہیں بتائیں انکار کر بیٹھے اور اپنی ہی اٹکل پچو باتیں کرتے رہے۔ سچی بات کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ دور دور ہی سے بغیر نشانہ دیکھے اندازے سے ادھر اُدھر تیر پھینکتے رہے۔ وہ بھلا نشانے پر کیسے بیٹھتا۔ سیدھی بات یہ تھی کہ دُنیا ہی میں یہ ہمارے پیغمبروں کی بات مان لیتے اور ایمان لے آتے۔ آخرت میں جب انہوں نے سب کچھ جو ہمارے رسولوں نے کہا تھا آنکھوں سے دیکھ لیا تو ماننے سے اور ایمان لانے سے کیا حاصل؟ اس وقت کے مان لینے سے عذاب سے نجات نہیں مل سکتی۔ اب نجات کی آرزو بالکل بے کار ہے۔ دُنیا میں دوبارہ جانے کا ارمان بھی اب پورا نہیں ہو سکتا۔ عیش و آرام کی تمنا بھی فضول ہے۔ ان سب آرزوؤں، ارمانوں اور تمناؤں کے اور ان کے درمیان زبردست رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔ اب ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے گا۔ جو ان جیسا خیال کرنے والے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ وہ لوگ بھی پیغمبروں کی بتائی ہوئی باتوں میں ایسے ہی شک و شبہ نکالا کرتے تھے۔ ان کی بتائی ہوئی باتوں پر انہیں کبھی اطمینان نہ ہوا جب انہیں سنتے تو ایسے بیکار شک اور اعتراض ان کے دل میں پیدا ہوتے کہ چین ہی نہ آتا۔ آخر ایمان سے محروم مرے اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔ ایسا ہی ان کا بھی حشر ہو گا۔

سورہ سبا تمام ہوئی۔ والحمد للہ

سورہ سبا پر ایک نظر

اس سورت میں انسان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اللہ سب کی حقیقت سے آگاہ اور سب کے حالات سے واقف ہے خوبی ساری اسی کی ہے اس لیے اسی کے گُن گاؤ۔ آسمانوں کی طرف جو چیز اترتی چڑھتی ہے۔ زمین سے جو کچھ نکلتا یا اس میں داخل ہوتا ہے اسے سب کا حال معلوم ہے عالم کی چہل پہل اسی کے دم سے ہے۔ وہی خطاؤں سے چشم پوشی کر رہا ہے تو کام چل رہا ہے۔ قیامت کا انکار فضول ہے وہ ضرور آ کر رہے گی۔ کیوں کہ بھلوں کو بروں سے جدا کرنا ہے۔ اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پھل ملنا ہے۔ سب کے اعمال اللہ کے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔ کوئی چیز بڑی یا چھوٹی لکھنے سے نہیں رہی۔ جو لوگ اللہ کی باتوں کے دبا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ بجز دردناک عذاب کے کچھ نہ آئے گا۔ جاننے والے خوب سمجھتے ہیں کہ قرآن حق ہے جو لوگ مر کر دوبارہ جی اٹھنے میں شک کرتے ہیں۔ اور ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا یقین نہیں کرتے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ دنیا میں وہ بہت سی چیزوں کو بنتا، بگڑتا اور پھر بنتا دیکھتے ہیں۔ اگر سمجھ ہے تو اسی سے سمجھ لیں کہ آدمی بھی اسی طرح بگڑ کر پھر بن جائے گا اور اللہ ہی کی طرف توجہ کرنے والے آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

اچھے لوگوں کا رد یہ واضح کرنے کے لیے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا حال بیان کیا ہے کہ وہ اللہ کے شکر گذار بندے تھے اللہ کا فضل و کرم ان کے شامل حال رہا اور رہے گا۔ سبا والوں نے ناشکری کی اور اللہ کی نعمتوں کی قدر نہ کی۔ وہ تباہ و برباد ہوئے۔ اکثر لوگ شیطان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں حالانکہ شیطان میں کچھ زور نہیں کہ اپنی بات منوائے۔ اللہ عزوجل مالک مطلق ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کے آگے کسی کی سفارش چلتی ہے مگر اس کی جسے وہ اجازت دے فرشتے تک بغیر اس کے حکم کے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اللہ کو ٹھیک ٹھیک پہچان لو۔ اس نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا بھر کے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ جو قیامت کو نہیں مانتے وہ قیامت میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ جو کمزور تھے وہ زور والوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا تم نہ ہوتے تو ہم عذاب میں نہ پھنستے۔ وہ کہیں گے ہم نے کیا کیا تم خود ہی گمراہ ہوئے مگر یہ جھگڑا بے کار ہو گا۔ کیونکہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی سزا مل کر رہے گی۔ آخرت میں مال اور اولاد کچھ کام نہ آئیں گے فقط اچھے عمل پوچھے جائیں گے۔ مشرکوں کے معبود قیامت میں اپنے پجاریوں کو دھتا بتائیں گے۔ وہ کہیں گے تم ہمارے نہیں اپنی حرص و ہوا کے بندے تھے اس لیے اپنے کیے کا پھل بھگتو۔ ہر انسان کو چاہیئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سمجھے اور آپ کی پیروی کرے وہ بالکل سچّے رسول ہیں۔ ایمان وہی کام آئے گا جو دنیا میں لایا جائے ورنہ آخرت کا عذاب دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لے ہی آوے گا۔ مگر اس وقت کا ایمان کچھ نفع نہ دے گا۔

سورۂ فاطر

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی پینتیسویں سورت ہے اور مکہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی۔ اس میں پانچ رکوع ہیں اس میں توحید کو ثابت کیا گیا ہے اور شرک کو باطل قرار دیا گیا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، زمین پر انسان کو بسایا اور ان کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے اور ان رسولوں کے پاس فرشتوں کو اپنا رسول بنا کر ان کے ہاتھ پیغام ہدایت بھیجا اور ان کو آسمان اور زمین کے درمیان اُڑ کر جانے کی طاقت دی اور دو سے چار تک ان کے پر بنائے اور جس کو چاہا بہت کچھ بڑھا کر عطا فرمایا۔ وہ اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے جو کچھ عطا کرے اسے کوئی روکنے والا یا چھیننے والا نہیں اور جس چیز کو وہ روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اس کی عزت سب سے بڑھی ہوئی ہے اور وہ سب کی حقیقت سے واقف ہے۔ انسانوں کو چاہیئے کہ اس کی نعمتیں پہچانیں۔ اس کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں عبادت اور پوجا صرف اسی کی کرنی چاہیئے۔ انسان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ان کے پاس رسول آئے۔ لیکن اکثر لوگوں نے انہیں جھوٹا سمجھا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ تجھے بھی (نعوذ باللہ) جھوٹا کہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

لوگو! اللہ نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ حق ہے۔ دُنیا کے دھندوں میں پھنس کر اس کو نہ بھول جانا۔ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کا کہنا ماننے گے تو تمہیں آگ کی طرف لے جائے گا۔ بعض لوگ اپنے کاموں کو اچھا سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بُرے ہیں۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ کی قدرت کی نشانیاں دُنیا میں پھیلی پڑی ہیں۔ اس کے آگے سب بے بس اور لاچار ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے۔ کوئی اپنے سوا کسی اور کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ بُرے اعمال کی سزا بعض دفعہ دنیا میں بھی مل جاتی ہے لیکن قیامت میں تو ضرور ملے گی۔

سُنو!

اس قرآن میں جو کچھ ہے۔ وہ وحی الٰہی ہے۔ یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ہم نے متبعین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کیا ہے۔ ان میں سے جو اچھے ہوں گے۔ انہیں مرنے کے بعد جنت ملے گی اور وہ اس میں داخل ہو کر اللہ کا شکر ادا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ اس دُنیا کو ایک مقررہ مدت تک قائم رکھے گا۔ گو نافرمانوں کی شامت اعمال اسے مٹانے کے درپے ہو گی لیکن انہیں قیامت تک مہلت دی جائے گی اور اس دن سب کا فیصلہ ہو جائے گا۔

سورۃ فاطر مکیۃ ایاتہا ۴۵ رکوعاتہا

اللہ سب کا خالق ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ

ساری خوبی اللہ کی ہے بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا کر دینے والا

الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ

فرشتوں کو پیغام رساں جو پروالے ہیں دو دو اور

ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ

تین تین اور چار چار بڑھا دیتا ہے خلق میں جو چاہتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾

تحقیق اللہ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھتا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ

سب خوبی اللہ کی ہے جس نے آسمان اور زمین بنا کھڑے کیے

الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ

فرشتوں کو پیغام لانے والا ٹھہرایا جن کے پر ہیں دو دو اور

ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ

تین تین اور چار چار پیدائش میں جو چاہے بڑھا دیتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾

بے شک اللہ ہر چیز کے اوپر قدرت رکھتا ہے

فَاطِر : بنانے والا اسم فاعل ہے فطر سے جس کے معنی ہیں: ایک چیز میں سے کوئی نئی چیز نکال دینا بغیر نمونہ کے نئی چیز بنانا

اَجۡنِحَۃ : اُن جناح کی جمع ہے جو سورت الانعام میں گزر چکا ہے اس کے معنی پَر اور بازو کے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ساری خوبیاں اللہ ہی میں ہیں۔ اس لیے اس کی ثنا و صفت ہر وقت بیان کرتے رہا کرو۔ اس کی قدرت کا نمو دیکھنا ہو تو اوپر آنکھ اٹھا کر آسمان کو دیکھو نیچے زمین پر نظر ڈالو یہ سب اسی نے بنائے ہیں۔ اور ان کے درمیان انواع و اقس کی مخلوقات پیدا کی ہے۔ منجملہ ان کے فرشتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ وہ نبیوں کے پاس انس کی ہدایت کے لیے اللہ عزوجل کی بتائی ہوئی باتیں پہنچاتے ہیں اور بعض کا کام سارے عالم کا انتظام کرنا ہے اور و ہر وقت اللہ کے احکام اس کی مخلوقات کو پہنچاتے ہیں۔ اور انہی کے مطابق سب چیزیں اپنا اپنا کام کرنے لگتی ہیں۔ بادل مینہ برساتے ہیں۔ سورج حرارت اور روشنی بہم پہنچاتا ہے۔ ہوائیں مختلف سمتوں میں چلتی ہیں۔ زمین، سبزیاں، غلے وغیرہ اگا ہے۔ ان فرشتوں میں طاقتِ پرواز ہے۔ کسی کے دو پر ہیں۔ کسی کے تین اور کسی کے چار۔ اللہ جس مخلوق میں جو صفت یا عضو چا بڑھا دے اور ان سے جو جو کام لینا ہو لے لے۔ سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور ہر چیز پر اسے پورا پورا اختیار ہے۔ ج چاہے کرے۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔

اختیار اللہ ہی کو ہے

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ

جو کچھ کھول دے اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے

فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا

پس نہیں کوئی روکنے والا اسے اور جو کچھ روک دے پس نہیں کوئی

مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۲)

بھیجنے والا اسے اس کے بعد اور وہی زبردست حکمت والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ

اے لوگو یاد کرو اللہ کی نعمت اپنے اوپر

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ

اللہ رحمت میں سے جو کچھ لوگوں پر کھول دے تو اس کا روکنے

فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا

والا کوئی نہیں اور جو کچھ روک رکھے تو اس کے سوا

مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۲)

اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ

اے لوگو اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو

اللہ کی قدرت اور اختیار کا کچھ اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اس آیت پر اور اس جیسی دوسری آیتوں پر پورے طور پر غور کرے۔ ورنہ وہ اگر اپنی ہی عقل چلائے گا تو بہت سی ٹھوکریں کھائے گا کیوں کہ انسان کی عقل بعض وقت خواہشوں سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور جب تک وہ قرآن کی روشنی سے مدد نہ لے، ٹھیک ٹھیک دیکھ بھال کر کام نہیں کر سکتی۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کسی کو اپنی رحمت سے کچھ دینا چاہے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے روک لے اور اگر وہی روک لے تو کوئی اور اس کے سوا کسی کو کچھ دے نہیں سکتا۔ قوت اور زور کا وہی مالک ہے اور یہ بھی وہی جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا چاہیے۔ معلوم ہوا کہ جس نے کسی اور میں دینے یا چھیننے کی طاقت مانی اس نے اللہ کو نہیں پہچانا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ یہ سمجھ کر نہ مانگنا چاہیئے کہ اس میں واقعی دینے کی طاقت ہے اور نہ اس ڈر سے کسی کی خوشامد کرنی چاہیے۔ کہ اگر یہ ناراض ہو گیا تو ہم سے یہ نعمت چھین لے گا۔

آگے ارشاد ہے:

"لوگو! اللہ کی نعمت مت بھولو۔ اس نے تمہیں ضرورت کی ساری چیزیں عطا فرمائی ہیں؛

رزق کون دیتا ہے؟

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ
کیا ہے کوئی پیدا کرنے والا اللہ کے سوا جو روزی دیتا ہے تمہیں
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا
آسمانوں سے اور زمین سے نہیں کوئی معبود مگر
هُوَ ز فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (۳) وَاِنْ
وہ پس کہاں اُلٹے پھرے جا رہے ہو اور اگر
يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ
جھٹلائیں تجھے تو تحقیق جھٹلائے گئے رسول
قَبْلِكَ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۴)
تجھ سے پہلے اور اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ
کیا اللہ کے سوا تمہیں کوئی روزی دیتا ہے
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا
آسمان سے اور زمین سے کوئی معبود نہیں مگر
هُوَ ز فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (۳) وَاِنْ
وہ پھر کہاں اُلٹے پھرے جاتے ہو اور اگر وہ
يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ
تجھے جھٹلائیں تو کتنے رسول تجھ سے پہلے
قَبْلِكَ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۴)
جھٹلائے گئے اور اللہ تک سب کام پہنچتے ہیں

ارشاد ہے کہ جو کچھ تمہیں مل رہا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل رہا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ پیدا کرنے والا وہی ہے اور رزق بھی وہی دیتا ہے۔ ہاں تمہارا دل اس بات کو خوب جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی نے نہ پیدا کیا اور نہ کوئی رزق دیتا ہے۔ اسی خالق بے مثال نے تمہیں پیدا کر کے تمہارے واسطے آسمان اور زمین دونوں سے رزق پہنچانے کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے تبھی تو زمین سے گھاس غلّہ سبزی ترکاری وغیرہ سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ اللہ نے نہیں تو کس نے پیدا کیا ہے۔ یقین جانو اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر یہ بہکنا کیسا کہ جانتے بوجھتے ہو کر نادان بنے جاتے ہو اور سیدھے چلنے کی بجائے الٹے چلنے لگتے ہو۔

آگے ارشاد ہے کہ انسان کی غفلت، اور نادانی ختم ہی ہونے میں نہیں آتی۔ اے ہمارے رسول اگر یہ تجھے جھوٹا بتاتے ہیں تو رنجیدہ مت ہو۔ ان سے پہلے بھی بہت سے نادان لوگ رسولوں کو جھوٹا کہہ چکے ہیں تم اپنا کام کیے جاؤ۔ ان کے ماننے یا نہ ماننے کی پروا مت کرو۔ اپنی ضد میں باؤلے ہو رہے ہیں۔ اس قدر سمجھانے کے باوجود ذرا نہیں مانتے۔ ان کا معاملہ ہم پر چھوڑ دو۔ ساری باتیں آخر ہمارے ہی سامنے پیش ہونے والی ہیں اور ہمارے ہی ہاتھ میں سب کا فیصلہ ہے۔ ہم ان سے اچھی طرح بھگت لیں گے۔

دُنیا اور شیطان

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

اے لوگو تحقیق اللہ کا وعدہ سچا ہے

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا

پس دھوکے میں نہ ڈال دے تمہیں زندگی دُنیا کی اور نہ

يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿٥﴾ اِنَّ

دغا دے تمہیں اللہ کے نام سے وہ دغاباز بے شک

الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

شیطان تمہارا دشمن ہے پس مان لو اسے دشمن

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا

سو تم کو دنیا کی زندگی بہکا نہ دے اور تمہیں

يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿٥﴾ اِنَّ

اللہ کے نام سے وہ دغاباز دغا نہ دے بے شک

الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن سمجھو

بہت سے آدمیوں کی یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہم مر کر دوبارہ جئیں گے۔ اور اللہ کے دربار میں اعمال کا حساب دینے کے لیے پیش ہوں گے۔ واقعی یہ بات خود بہ خود ہر شخص کی سمجھ میں آنی مشکل ہے۔ لیکن رسولوں کے سمجھانے کے بعد تو سمجھ میں آ جانا چاہیئے تھا۔ اس کے بعد بھی اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کی وجہ سوا غرور کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہی اس آیت میں سمجھایا جا رہا ہے۔ اور وہ بھی نہایت شفقت بھرے الفاظ میں اور ایسے سیدھے اور صاف انداز میں کہ مفہوم کے سمجھنے میں ذرا سی بھی مشکل نہیں رہتی۔

ارشاد ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہیں گی۔ ان کے ٹل جانے کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو ایسا نہ ہونے پائے کہ دُنیا کی زندگی کی ظاہری بھڑک اور اس کی دلکشی تمہیں بہکا لے۔ اور تم اسی کو سب کچھ سمجھنے لگو۔ تمہارے پیچھے ایک دغاباز بھی پڑا ہوا ہے اور وہ تمہیں دنیا ہی میں پھنسا کر رکھنا چاہتا ہے اس سے بچتے رہنا۔ اس کا لقب شیطان ہے۔ مگر بظاہر تمہارا بڑا گہرا دوست بنتا ہے۔

دیکھو! خبردار اس موذی کے کاٹے کا منتر نہیں اس کا خیال بھی نہ کرنا کہ یہ تمہاری ذرا سی بھی خیر خواہی کرے گا۔ دوستی کا تو ذکر ہی کیا ہے اس کو اپنا کٹر دشمن سمجھو۔ یہ فریب دینے کے لیے ظاہر میں دوست بنتا ہے۔ پھر جو اس کے فریب میں آجائے۔ اس کی خیر نہیں۔ اللہ ہمیں شیطان سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

شیطان کا مقصد

إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ

سوا اس کے کچھ نہیں کہ وہ بلاتا ہے اپنے گروہ کو اس لیے کہ ہوں وہ

أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿٦﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ

دوزخ والوں میں جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے

عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

عذاب سخت ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے

الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٧﴾

اچھے ان کے لیے بخشش اور اجر کبیر ہے

إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ

وہ تو اپنے گروہ کو اسی واسطے بلاتا ہے تاکہ

أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿٦﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ

وہ دوزخ والوں میں سے ہوں جو کافر ہوئے ان کے لیے

عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

عذاب سخت ہے اور جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے

الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٧﴾ ع ١٣

رہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے

اس سے پہلی آیتوں میں دنیا کی نمائشی چیزوں سے پرہیز کرنے اور شیطان کے داؤ گھات سے بچنے کی فہمائش کی گئی۔ یہ دونوں چیزیں انسان کو صحیح بات قبول کرنے سے روکتی ہیں جس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔ اس پر شیطان کا داؤ آسانی سے چل جاتا ہے وہ ظالم اللہ کے نام کو بھی بہکانے کا ذریعہ بنانے سے نہیں چوکتا۔ مثلاً کہتا ہے کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ انسان کو گناہ سے بچنے کے لیے خواہشوں کو دبا کر رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ بے فکر ہو کر خوب رنگ رلیاں مناؤ۔ بے دھڑک دادِ عیش دو۔ اس کے بعد توبہ کر لینا۔ اللہ تو توبہ کرنے والوں کو بخشش ہی دیتا ہے۔ پھر اس قدر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض شیطان کی چالوں سے بچنا آسان نہیں۔ اچھے اچھے اس کے بہکاوے میں آ کر راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اس کا کام سوا اس کے کچھ نہیں۔ کہ اپنے ماننے والوں کی ایک جماعت تیار کرے۔ اور پھر ان کو گناہوں کی تاریک گلیوں سے گذار کر دوزخ کے کنارے لے جا کر کھڑا کر دے اور اس کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دے۔

دیکھو عقل سے کام لو۔ ہمارا وعدہ ہے کہ جو ہم پر اور ہمارے رسول پر ایمان لا کر اچھے کام کرے گا۔ اسے ہم دنیا اور آخرت میں انعام و اکرام سے مالا مال کر دیں گے ان کی خطائیں بخش دیں گے اور انہیں دنیا میں ہمارے ڈر سے پرہیزگار بن کر رہنے کا بڑا زبردست اجر دیں گے۔ لیکن جن لوگوں نے دنیا میں ہمیں نہ مانا اور اپنی خواہشوں کے مطابق چلتے رہے ان کے لیے سخت دکھ دینے والا عذاب تیار ہے اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین!

برے اور بھلے لوگ

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ
کیا پس وہ کہ جادیئے گئے اس کے لیے اس کے بُرے کام پھر دیکھنے لگا وہ انہیں
حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ
اچھا کیونکہ تحقیق اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ
اور ہدایت کرتا ہے جسے چاہتا ہے پس نہ جاتی رہے
نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
تیری جان ان پر حسرتیں کرتے کرتے تحقیق اللہ
عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧
جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ
بھلا ایک شخص جسے اس کے کام کی برائی بھلائی سجھائی گئی ہو
حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ
اس نے اسے بھلا دیکھا کیونکہ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ
چاہے ہدایت کرتا ہے سو تیری جان ان پر
نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
پچھتا پچھتا کر نہ جاتی رہے اللہ کو معلوم ہے
عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧
جو کچھ وہ کرتے ہیں

اس سے پہلے لوگوں کو تنبیہ کی گئی۔ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ نہیں چاہیے کہ اس پر یقین کرو اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ کو نہ بھولو۔ شیطان تمہاری گھات میں ہے اس کے چھل بٹوں میں نہ آنا۔ اس کا مقصد تو بس یہی ہے کہ جتنے آدمی اسے ملیں ان سب کو سمیٹ کر دوزخ میں لے جا کر جھونک دے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ یہاں بھلے بھی رہیں گے اور بُرے بھی۔ جو شیطان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ انہیں گمراہ کر دیتا ہے اور جو اللہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں انہیں اللہ ہدایت کرتا ہے۔ شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ بُرے کاموں کو اپنی جعل سازی سے اچھا کر کے دکھائے جو اس کے فریب میں آجاتے ہیں۔ انہیں بُرے کام خوبصورت نظر آنے لگتے ہیں۔ بس یہی لوگ اللہ کے مقرر کیے ہوئے قاعدے کے مطابق سیدھے راستہ سے دُور جا پڑتے ہیں۔ لیکن کیا یہ ان کے برابر ہو سکتے ہیں جنہیں اللہ نے ان کی خوش قسمتی سے برائیوں سے بچایا۔ جب حالت یہ ٹھہری تو اب اے رسول! ان گمراہوں کے غم میں اپنی جان نہ گھلاؤ۔ اپنی زبان اور اپنے عمل سے سیدھا راستہ ان کے سامنے کھول کر رکھ دو۔ پھر اگر یہ نہ مانیں تو یہ جانیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذرا ذرا کام سے واقف ہے اور اپنے وعدہ کے مطابق بروں کو سزا اور اچھوں کو نیک جزا دے گا۔

اللہ کی قدرت

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ

اور اللہ ہی جس نے چلائیں ہوائیں پس اٹھاتی ہیں وہ

سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ

بادل پھر ہانکا ہم نے اسے طرف خطہ مردہ کے

فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

پھر زندہ کیا ہم نے اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿٩﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ

اسی طرح ہے مرکر جینا جو ہو چاہتا

الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ

عزت پس اللہ ہی کے لیے ہے عزت ساری

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ

اور اللہ ہی ہے جس نے ہوائیں چلائیں پھر وہ بادل

سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ

کو اٹھاتی ہیں پھر ہم نے اس کو ایک مردہ زمین کی طرف ہانکا

فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

پھر اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کردیا

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿٩﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ

اسی طرح ہوگا جی اٹھنا جو کوئی عزت چاہے

الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ

تو عزت ساری اللہ کے لیے ہے

پہلے ارشاد ہوا کہ یہ لوگ دُنیا کی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر اس قدر مفتون ہیں کہ بری چیزیں بھی انہیں اچھی جچنے لگی ہیں۔ اور شیطان نے اور بھی ان کی نظر بندی کردی ہے اس لیے انہیں خاردار جھاڑ جھنکار پھول نظر آتے ہیں اس نے سونے کا ملمع کرکے پلید چیزوں کو چمکدار کردیا ہے۔ اللہ کو کیا پروا ہے جو شیطان کی طرف جُھکا۔ اس نے اسے گمراہ کردیا پھر بھی ان کے بھلے کی باتیں برابر انہیں سمجھائی جاتی ہیں۔ شاید یہ اللہ کی طرف جھکیں اور انہیں اللہ ہدایت دے۔

سنو! اللہ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں۔ جب زمین گرمی کی شدّت سے سوکھ جاتی ہے اور ہر طرف خاک اڑنے لگتی ہے۔ تو یہ اللہ ہی تو ہے جو خشک اور مُردہ زمین کی طرف مینہ سے بھرے بادلوں کو ہنکا کر لیجاتا ہے بارش ہوتی ہے اور مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ کیا کوئی اور ایسا کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تمہاری عقل کہاں گئی۔ تم مردہ زمین کو دوبارہ زندہ ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ پھر بھی نہیں مانتے کہ اسی طرح تم بھی مرکر دوبارہ زندہ ہوجاؤ گے۔ اپنا بھلا چاہتے ہو تو اللہ کو مانو اس کی قدرت کو پہچانو تم اللہ کو چھوڑ کر اور اپنی جگہ عزت تلاش کرتے پھرو اور یہ واقعہ ہے کہ عزّت ساری کی ساری اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہی جسے چاہے عزّت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے ؏

عزّت کیسے ملتی ہے

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ
اس کی طرف بلند ہوتا ہے کلام پاک صاف اور کام
الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ
نیک اسے اٹھاتا ہے اور جو لوگ تدبیریں کرتے ہیں
السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ
بُری ان کے لیے عذاب ہے سخت اور
مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ (۱۰)
تدبیر ان کی وہی اکارت جائے گی

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ
ستھرا کلام اللہ کی طرف چڑھتا ہے اور نیک کام
الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ
اس کو اٹھا لیتا ہے اور جو لوگ بری تدبیروں میں
السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ
ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی
مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ (۱۰)
تدبیر اکارت جائے گی

مکہ میں مسلمانوں کو کفار نے دبا رکھا تھا۔ ابتدا میں ان کی تعداد کم تھی اور کفار انہیں ستاتے تھے۔ انہیں تسلّی دی گئی کہ عزّت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اپنے کہنا ماننے والے بندوں کو غلبہ اور عزّت عطا فرمائے گا۔ اسلام میں داخل ہونے والے جو اللہ کا ذکر، دُعا اور نیک باتیں منہ سے نکالتے ہیں، یہ سب اللہ کی طرف چڑھتی ہیں اور ان کے ساتھ ان کے نیک کام انہیں اور بھی تیزی کے ساتھ چڑھاتے ہیں۔ جب یہ ان کے اقوال و افعال ایک دوسرے کے مددگار اور معاون بن کر مقرر حد تک پہنچ جائیں گے تو ان کا اثر دُنیا میں بھی ظاہر ہو گا۔ ان کی بدولت اسلام والے کافروں پر غالب آجائیں گے۔

ارشاد ہے کہ مسلمانو! صبر سے کام لو۔ زبان سے اللہ کی حمد و ثنا کرتے رہو۔ قرآن شریف پڑھتے رہو۔ نیک کاموں اور خلق اللہ کی خیر خواہی میں لگے رہو۔ یہ تمہاری ستھری باتیں اور نیک کام اونچے چڑھ کر اللہ کی درگاہ میں جا کر جمع ہو رہے ہیں۔ جب اس حد تک پہنچ جائیں گے جو اثر ظاہر ہونے کے لیے مقرّر ہے تو یقیناً اپنا اثر دکھائیں گے۔ یہ تمہارے مخالف جو اللہ کا انکار کرتے ہیں اور رات دن تمہیں برائی پہنچانے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں۔ وہ بڑی آفت، دُکھ اور بے چینی میں مبتلا ہیں اور ان کی ساری تدبیر اور داؤ پیچ اکارت ہو جائیں گے اور یہ لڑائی میں شکست کھا کر ہمیشہ کے لیے پست ہو جائیں گے۔

چنانچہ بدر کے دن ایسا ہی ہوا ؛

قدرت کا ظہور

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

اور اللہ نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے

ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ

پھر بنایا تمہیں جوڑے جوڑے اور نہیں حاملہ ہوتی

مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ

کوئی مادہ اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور نہیں عمر پاتا

مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا

کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتا ہے کچھ اس کی عمر سے مگر

فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ (۱۱)

کتاب میں ہے تحقیق یہ اللہ پر آسان ہے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پھر بوند پانی سے پیدا کیا

ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ

پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور نہیں پیٹ رہتا کسی مادہ

مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ

کو اور نہ وہ جنتی ہے بغیر اس کے علم کے اور نہیں عمر پاتا

مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا

کوئی بڑی عمر والا اور نہ کسی کی عمر گھٹتی ہے مگر لکھا ہے

فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ (۱۱)

کتاب میں بے شک یہ اللہ پر آسان ہے ۔

پہلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کو عزت اور ذلت کا مالک سمجھنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کو مانا جائے۔ آیت میں ارشاد ہے کہ اگر اصلی اور سچے واقعات پر غور کرو تو اللہ کا ماننا بالکل آسان ہے۔ کیونکہ یہ سوال انسان کے سامنے سب سے پہلے آتا ہے کہ انسان کو کس نے پیدا کیا۔ اس کا جواب سوا اس کے کچھ نہیں کہ اللہ نے پیدا کیا۔ پہلے مٹّی کے اجزا جمع ہوئے جن سے مل کر اس کا بدن بننا تھا۔ پھر ان اجزاء کو نطفہ میں جمع کر دیا گیا اور پھر نر مادہ کے جوڑے بنا دیئے گئے۔ نطفہ مادہ کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے اور جب وہاں کی پرورش کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو بچّہ ماں کے پیٹ سے باہر آ کر پرورش پاتا ہے لیکن کسی کو یہیں تک سمجھ کر ٹھہر نہ جانا چاہیئے۔ سب کچھ آپ ہی آپ نہیں ہو جاتا بلکہ اللہ کے علم اور حکم سے ہوتا ہے۔ وہ حاملہ کے حمل کا سارا حال جانتا ہے۔ اسی کو معلوم ہے کہ بچّہ نر ہے یا مادہ۔ پھر اس کی پرورش اسی کے علم کے مطابق ہوتی ہے۔ ماں باپ کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ پیٹ میں بچّہ کس طرح بن رہا ہے اور اس کی ماں کب جنے گی۔ اور جننے کے بعد اس کی پرورش کیسے ہو گی۔ اس کی عمر کتنی ہو گی۔ اور اس کے بڑھنے گھٹنے کے اسباب کیا ہوں گے۔ یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے جسے لوح محفوظ کہتے ہیں۔ یہ سارا کام اللہ کے لیے آسان ہے کسی اور کے بس کا روگ نہیں کہ یہ باتیں کر سکے ورنہ کوئی یہ جانتا ہے یہ کیسے ہوتی ہیں ؟

ظہورِ قدرت

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ
اور نہیں برابر ہیں دو دریا یہ میٹھا پیاس بجھاتا
سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ
خوشگوار پینا اس کا اور یہ کھاری کڑوا اور ہر ایک میں سے
تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً
کھاتے ہو تم گوشت تازہ اور نکالتے ہو تم زیور کہ
تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ
پہنتے ہو تم اسے اور دیکھے تو جہاز اس میں پانی پھاڑتے
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾
تاکہ تلاش کرو تم اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ
اور برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا پیاس بجھاتا ہے
سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ
خوشگوار ہے اور یہ کھاری کڑوا اور ہر ایک میں سے
تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً
تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جسے
تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ
پہنتے ہو اور تو اس میں جہازوں کو دیکھے کہ چلتے ہیں
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾
پانی کو پھاڑتے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کا شکر کرو

سَآئِغٌ: (خوشگوار) اسم فاعل ہے س۔و۔غ سے سَوْغٌ کے معنی حلق میں آسانی سے اُتر جانا گلے میں ذرا نہ پھنسنا

پہلی آیت میں اللہ عزوجل کے علم کی وسعت کا ذکر تھا۔ اس آیت میں اس کی قدرت کے کارناموں کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد ہے کہ دُنیا میں انواع و اقسام کی چیزیں پھیلی پڑی ہیں۔ جن کی خاصیتیں ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ایک طرف ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے دریا موجیں مار رہے ہیں۔ دوسری طرف کڑوے پانی کا سمندر پھیلا ہوا ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہیں۔ ان دونوں سے تازہ بہ تازہ مچھلیاں تمہارے ہاتھ لگتی ہیں اور سیپ، موتی، مونگے وغیرہ نکلتے ہیں جنہیں تم بطور زیور استعمال کرتے ہو۔ انہیں میں کشتیاں اور بڑے بڑے جہاز پانی کو چیرتے پھاڑتے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور اِدھر سے اُدھر تجارتی سامان منتقل کر دیتے ہیں جس سے تمہیں بڑے فائدے پہنچتے ہیں۔ تمہیں ان سب مفید چیزوں کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اور اسے پہچان کر اس کی عبادت میں مصروف ہو جانا چاہیئے۔ یہ کیا اندھیر ہے۔ کہ تم اللہ کی نعمتوں سے فائدے اٹھاتے ہو۔ لیکن اسے پہچانتے اور جانتے نہیں ؛

تدبیرِ عالم

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ یُوْلِجُ النَّھَارَ

داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو

فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ

رات میں اور کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو

کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ذٰلِکُمُ اللّٰہُ

ہر ایک چلتا رہے گا ایک وقت مقرر تک یہ ہے اللہ

رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ

تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اور جنہیں پکارتے ہو تم

مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (۱۳)

اس کے سوا نہیں وہ مالک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ

رات کو داخل کرتا ہے دن میں اور دن کو داخل کرتا

فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ

ہے رات میں اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا

کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ذٰلِکُمُ اللّٰہُ

ہر ایک مقرر وعدہ تک چلتا ہے یہ تمہارا رب اللہ

رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ

ہے بادشاہی اسی کی ہے اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (۱۳)

وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں

قِطْمِیْر: (چھلکا) کھجور کی گٹھلی پر ایک پتلی سی جھلّی لپٹی ہوئی ہوتی ہے جس کی کوئی وقعت نہیں اسے قطمیر کہتے ہیں اور اسی لیے ہر بے وقعت چیز کو قطمیر کہتے ہیں

ارشاد ہے کہ تم نے اس پر بھی غور کیا کہ کبھی دن بڑھ جاتا ہے اور رات گھٹ جاتی ہے کبھی رات بڑھ جاتی ہے اور دن گھٹ جاتا ہے اور سورج اور چاند اپنے اپنے کام میں برابر لگے ہوئے ہیں سرمو اپنے فرائض کے انجام دینے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ جب اور جہاں حرارت پہنچانی ہوتی ہے اور جب اور جہاں روشنی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں پہنچاتے ہیں۔ یہ کام کس کی تدبیر سے ہوتے ہیں۔ کبھی تم نے اسے سوچا بھی ہے۔ سنو! یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اس نے ہر چیز کا کام مقرر کر دیا ہے اور اس کے لیے اوقات بھی اسی نے معین کر دیے ہیں۔ سلطنت اور حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتا جس چیز کا وقت آجائے گا۔ وہ ہو کر رہے گی۔ اسی سے اس بات کو بھی سمجھ لو کہ اگرچہ اس وقت بظاہر کفر کا غلبہ ہے۔ لیکن عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ کفر مغلوب ہوگا اور اسلام کا غلبہ ہو جائے گا۔ باطل نیست و نابود ہوگا اور حق کا بول بالا ہوگا۔ یہ چیزیں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوج رہے ہو۔ ان میں سے کوئی کھجور کی گٹھلی کے اوپر کی جھلّی کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہر طرح محتاج ہیں۔ ان کے پاس کیا رکھا ہے جو ان کی خوشامد میں لگے ہوئے ہو۔

جھوٹے معبود

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا
اگر پکارو تم انہیں تو نہ سنیں تمہاری پکار اور اگر سن بھی لیں
مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ
تو نہ جواب دیں تمہیں اور قیامت کے دن انکار کریں گے
بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾ ع
تمہارے شرک کا اور نہ بتلائے گا کوئی مانند خبر رکھنے والے کا

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا
اگر تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سنیں
مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ
تو تمہارے کام پر پہنچ نہ سکیں اور قیامت کے دن تمہارے شریک ٹھہرانے
بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾ ع
سے منکر ہوں گے اور کوئی نہ بتلائے گا تجھے جیسا خبر رکھنے والا بتائے گا

اِسْتِجَابَۃٌ (جواب دینا) یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ آیت میں اِسْتَجَابُوْا اسی کی ماضی ہے۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے مراد ہے کسی کا کہا کر دینا۔

لوگ اللہ کے سوا، اللہ کو مان کر یا اس کا انکار کر کے یا تو عظیم الشان مظاہر قدرت مثلاً سورج، چاند، دریا، ستارے وغیرہ یا اپنے ہی بڑے لوگوں کو یا ان چیزوں کی خیالی صورتوں کے بت بنا کر انہیں پوجتے ہیں۔ ان سب کو اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ ان میں سے بعض تو سننے کی طاقت ہی نہیں رکھتے اور بعض رکھتے ہیں تو ان کے بس میں کچھ کرنا کرانا نہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے سامنے یہ سب اپنے پوجنے والوں سے کہہ دیں گے۔ کہ ہم تمہارے معبود کیسے بن سکتے تھے۔ تم گمراہی میں مبتلا ہو کر اللہ کو کیوں چھوڑ بیٹھے۔ اور کفر و شرک میں کیوں مبتلا ہوئے اس لیے ان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ دنیا ہی میں اس حقیقت کو سمجھ لو۔ کہ یہ تمہارے گھڑے ہوئے معبود لاکھ پکارو ایک نہیں سنتے اور سن بھی لیں تو تمہارا سوال پورا نہیں کر سکتے۔ ان میں اس کی طاقت ہی نہیں۔

قیامت کے دن یہ صاف کہہ دیں گے۔ کہ ہم ان کے ہرگز معبود نہیں۔ یہ تو اپنی خواہش کے پجاری ہوں گے تو ہوں گے۔ ہمیں ان سے کیا غرض۔ یہ جانیں اور ان کا کام۔ اس وقت اے کافرو اور منکرو! تمہاری حسرت کا کچھ ٹھکانہ نہ ہوگا۔ یہ باتیں تمہیں اللہ عزوجل اپنے رسول کی معرفت بتا رہا ہے اور وہ ہر بات سے اس کی تہ تک واقف ہے اور اصل بات سوا پورے واقف کار کے اور کوئی نہیں بتا سکتا۔

اظہارِ حقیقت

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ

اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کی طرف

وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ إِن

اور اللہ وہی ہے بے پروا خوبیوں والا اگر

يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٦﴾

چاہے لے جائے تمہیں اور لے آئے مخلوق نئی

وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾

اور نہیں یہ اللہ پر کچھ دشوار

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ

اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو

وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ إِن

اور اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا اگر

يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٦﴾

چاہے تو تمہیں ہٹا دے اور ایک نئی خلقت لے آئے

وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾

اور اللہ پر یہ بات کچھ مشکل نہیں

اس آیت میں لوگوں کو اصل واقعہ بتایا گیا ہے۔ یہ وہ گُر ہے جو ہر آدمی کو گرہ میں باندھ لینا ہے۔ ہر شخص کو احساس ہے کہ وہ زندگی میں بہت سی چیزوں کا محتاج ہے۔ اسی احتیاج کی وجہ سے وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا ہاتھ بٹائے۔

اس آیت میں آدمی کو صاف الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ احتیاج اور ضرورت کے وقت سہارے کی تلاش انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ لیکن اگر وہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کا سہارا ڈھونڈے گا۔ تو وہ بہت بڑی غلطی میں جا پڑے گا۔ اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ بے جان چیزیں تو اس قابل ہو ہی نہیں سکتیں کہ وہ کسی کی کچھ مدد کر سکیں اور جانداروں میں بھی انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے۔ جو کسی حد تک ایک دوسرے کی مدد کر سکتی ہے۔ لیکن آدمی خود دوسرے کا محتاج ہے۔ اور پھر بھی مدد اس کے بس کی نہیں اوپری مدد وہ چاہے تو کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے ذرائع اس کے پاس موجود ہوں۔ اس لیے انسان کو سہارا اللہ کا ڈھونڈنا چاہیے جو کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں کیوں کہ اس میں ساری خوبیاں اور کمالات جمع ہیں اور ہر راستہ اور ہر چیز اس کی قدرت کے تحت ہے۔ اس لیے یاد رکھنا چاہیے انسان اللہ کی رحمت کا محتاج ہے۔ اللہ چاہے تو وہ انسان کے بدلے ایسی مخلوق لا سکتا ہے۔ جو انسان کی طرح سرکشی اور غلطی کرنے والی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک انسان جیسی مخلوق بھی عالم میں ہو جو اپنے نیک اعمال کی جزا پائے اور بُرے اعمال کی سزا بھگتے۔

ذمّہ داری

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَ اِنْ

اور نہیں اٹھائیگا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور اگر

تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ

پکارے کوئی بوجھ سے لدا ہوا اپنے بوجھ کی طرف نہ اٹھایا جائیگا اس میں سے

شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ

کچھ اگرچہ ہو ہو رشتہ دار پس تُو تو ڈراتا ہے ان کو جو

یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ

ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور قائم رکھتے ہیں نماز

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَاِنْ

اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر

تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ

کوئی بھاری بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کو پکارے کوئی نہ اٹھائے اس میں

شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ

ذرا بھی اگرچہ رشتہ دار ہو تُو تو انہی کو ڈراتا ہے جو اپنے رب سے

یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ

بن دیکھے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں

سارے عالم میں ہر مخلوق کے لیے اس کا ایک اپنا راستہ مقرر ہے جس پر وہ آنکھ بند کر کے چلتی ہے اور اپنے اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ انسان ہی صرف ایک ایسی مخلوق ہے جس کے لیے راستہ تو مقرر ہے لیکن وہ اس راستہ سے ہٹ سکتا ہے اس وجہ سے اس کا اصلی راستہ اسے سمجھانے کے لیے رسول آتے ہیں۔ کتابیں نازل ہوتی ہیں اور ان کے ذریعے اچھی طرح سمجھا دیا جاتا ہے کہ یہ باتیں تمہارے حق میں بُری ہیں یہ اچھی۔ تمہیں اختیار ہے چاہے جنہیں اختیار کرو۔ اچھی باتیں اختیار کرو گے تو اچھا بدلہ ملے گا بُری باتیں کرو گے سزا پاؤ گے۔ انسان کو اس آیت میں سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ قیامت کے دن کوئی بھی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ اس کی فریاد پر اس کا بوجھ کچھ ہلکا کر کے اپنے اوپر لادے گا۔ رشتہ دار تک آپس میں ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے۔

پھر ارشاد ہے کہ اے رسول اعمال کی سزا سے ڈرانا تیرا کام ہے۔ مگر ڈرے گا وہی جو اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور سمجھتا ہوگا کہ میرا ایک خالق اور رب ہے اور گو میں اسے یہاں دیکھ نہیں سکتا لیکن وہ میرے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور مجھے میرے بُرے اعمال کی سزا دے گا۔ اس ڈر سے وہ اس کی فرماں برداری پر کمربستہ رہتا ہے اور اس نے جو فرائض اس کے لیے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان کے بجا لانے میں لگا رہتا ہے۔ اسے سب سے زیادہ فکر نماز وقت پر باقاعدہ ادا کرنے کا ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہی ایک ایسا فرض ہے جو بہت سے لوگوں پر شاق گذرتا ہے اور اس کے ادا کرنے میں اکثر سستی ہو جاتی ہے۔

اچھے بُرے میں فرق

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ
اور جو پاک صاف ہوا تو بات یہی ہے کہ وہ پاک صاف ہوا خود اپنے لیے اور
اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى
اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور نہیں برابر ہوتا اندھا
وَالْبَصِيْرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿٢٠﴾
اور آنکھوں والا اور نہ اندھیرا اور نہ روشنی
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾ وَمَا
اور نہ چھاؤں اور نہ جھلستی ہوا اور نہیں
يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ
برابر ہوتے زندہ لوگ اور نہ مرے ہوئے

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ
اور جو کوئی سنورے گا تو بات یہی ہے کہ اپنے فائدے کو سنورے گا اور
اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى
اللہ کی طرف ہی پھر جانا ہے اور برابر نہیں اندھا اور
وَالْبَصِيْرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿١٩﴾
دیکھنے والا اور نہ اندھیرا اور نہ اجالا
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾ وَمَا
اور نہ سایہ اور نہ لُو اور برابر
يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ
نہیں زندے اور مُردے

ارشاد ہے کہ جو شخص بُرے کاموں سے بچیگا اور اچھے عمل کرے گا ظاہری اور باطنی پاکیزگی اختیار کرے گا تو اس میں اسی کا فائدہ ہے۔ اللہ پر یا اس کے رسول پر اس کا کچھ احسان نہیں۔ اوّل تو ان باتوں کے اختیار کرنے سے دُنیا ہی میں اس کی حالت سنور جائے گی پھر مرنے کے بعد سب کو اللہ کے پاس لوٹ جانا ہے۔ وہاں اس کا اسے پُورا پُورا فائدہ ملے گا۔ بُرا آدمی اچھے آدمی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اندھا اور آنکھوں والا ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ نہ اندھیریاں روشنی کے برابر ہو سکتی ہیں اور نہ روشنی اندھیروں کے برابر۔ ایسے ہی ٹھنڈی سایہ دار جگہ اور گرم ہوائیں بھی باہم بڑا فرق ہے۔ زندے اور مردے بھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ اسی سے سمجھ لو کہ اللہ پر ایمان لانے والا اور اس کا انکار کرنے والا برابر نہیں ہو سکتے۔ پہلا آنکھوں والا اور پچھلا اندھا، وہ اجالے میں چل رہا ہے یہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہے۔ وہ ٹھنڈی آرام دہ جگہ کی طرف گامزن ہے۔ یہ گرم جُھلس دینے والی ہواؤں کی طرف جا رہا ہے۔ وہ زندہ ہے یہ مُردہ۔ کیوں کہ اصل زندگی روحانی زندگی ہے۔ اور وہ صرف اللہ پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بغیر آدمی بے جان لاش کی طرح ہے بظاہر چلتا پھرتا ہے تو کیا!

مُردے کیا سنیں گے

إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ
تحقیق اللہ سنانے والا ہے جسے چاہے اور نہیں تو
بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (۲۲) اِنْ اَنْتَ
سنانے والا ان کو جو قبروں میں ہیں نہیں تو
اِلَّا نَذِيْرٌ (۲۳) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ
مگر ڈرانے والا تحقیق ہم نے بھیجا تجھے سچائی کے ساتھ
بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ
خوشی پہنچانے والا اور ڈرانے والا اور نہیں کوئی امت
اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (۲۴)
مگر گذرا ہے اس میں ایک ڈرانے والا

إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ
اللہ سناتا ہے جس کو چاہے اور تو سنانے والا
بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (۲۲) اِنْ اَنْتَ
نہیں قبر میں پڑے ہوؤں کو۔ تو تو بس
اِلَّا نَذِيْرٌ (۲۳) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ
ڈرانے والا ہے ہم نے تجھے سچا دین دے کر بھیجا
بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ
خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور کوئی امت نہیں جس
اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (۲۴)
میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو

ان آیتوں میں واضح کیا گیا ہے کہ سب انسان آپس میں برابر نہیں۔ بہت سے لوگ مردہ دل ہیں چلتے پھرتے ہیں تو کیا۔ کوئی لاکھ کام کی باتیں کہے ان کے کان پر جوں تک نہیں چلتی۔ وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے قبر میں پڑے ہوئے مُردے۔ اللہ ہی کو البتہ قدرت ہے کہ جس کو چاہے سننے اور سمجھنے کی توفیق دے اور راہِ راست پر ڈال دے۔ لیکن کسی اور میں یہ قدرت نہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ جس کو چاہے سنا دے۔ لیکن اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو قبر میں پڑے ہوئے مُردوں کو نہیں سُنا سکتا۔ کہہ دینا تیرا کام ہے ماننے نہ ماننے کا انہیں اختیار ہے۔ تیرا فرض بس یہی ہے کہ بُرے اعمال کے نتیجوں سے انسان کو ڈرا دے۔ ہم نے تجھے نیک لوگوں کو خوش خبری سُنانے اور بدکاروں کو ڈرانے کے لیے بھیجا ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہر اُمّت میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور رہا ہے۔ کہ بُرے اعمال کے انجام سے انہیں ڈرا دے۔ اسی مقرّرہ دستور کے مطابق اور اسی غرض سے ہم نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور تیرے بعد تیرے ماننے والے تیرے نائب ہو کر اس کام کو قیامت تک ہر ملک اور مقام میں انجام دیتے رہیں گے۔ یہی سچی اور برحق کتاب جو ہم نے تجھے دی ہے ان کے دل اور زبان پر ہو گی۔ اور وہ اس کے مطابق اعمال کی اچھائی اور برائی لوگوں کو اچھی طرح اپنے قول و فعل سے سمجھا دیں گے۔ نہ سمجھیں تو وجہ نہیں ہدایت نہ تیرے اختیار میں ہے نہ اُن کے۔ یہ فقط اللہ کے اختیار میں ہے۔

گمراہی کا نتیجہ

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ

اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں پس تحقیق جھٹلایا

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

انہوں نے جو ان سے پہلے تھے آئے ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾

کھلی دلیلیں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر

ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَكَيْفَ

پھر پکڑا میں نے جنہوں نے انکار کیا پس کیسا

كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾ ع ۳/۱۵

ہوا مجھے نہ ماننا

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ

اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

تھے وہ آگے جھٹلا چکے ہیں ان کے رسول ان کے پاس کھلی

بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾

دلیلیں صحیفے اور روشن کتاب لے کر پہنچے

ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَكَيْفَ

پھر میں نے منکروں کو پکڑا سو کیسا ہوا

كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾

میرا انکار

پہلے ارشاد ہوا کہ ان کافروں کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ یہ بجائے ٹھنڈے آرام دہ مکانوں کے گرم ہوا، تپش اور لو کی طرف بڑھ رہے ہیں یہ اجالے سے تاریکیوں کی طرف جا رہے ہیں ان کے دل کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں۔ اگر اے رسول تیری یہ بات نہ سنیں تو رنجیدہ مت ہو تمہارا کام فقط سنا دینا ہے کوئی سنے یا نہ سنے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان کا جھٹلانا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ ان سے پہلے بھی لوگ اپنے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں۔ ان رسولوں نے ان کے سامنے کھلی کھلی باتیں، اور دلیلیں پیش کیں۔ معجزے دکھائے بعض نے چھوٹے چھوٹے صحیفے اور بعض نے مفصّل واضح بڑی کتابیں ان کے سامنے رکھیں لیکن انہوں نے ان سب سے منہ موڑ لیا اور یہ کہہ کر اٹھ گئے۔ کہ یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔ ہم انہیں نہیں مانتے آخر اس کا نتیجہ انہیں بھگتنا پڑا۔ وہ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ارشاد ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھ کہ میرا انکار کر کے وہ کیسی کیسی آفتوں میں مبتلا ہوئے بعض لوگ زمین میں دھنس گئے۔ کچھ پانی کے طوفان میں غرق ہو گئے۔ بعض زلزلوں سے تباہ ہوئے۔ بعض کڑک اور گرج سے مر گئے۔ اللہ محفوظ رکھے۔ اب اگر تم نے بھی انہی کا سا وتیرہ اختیار کیا۔ تو ایسی ہی آفتیں تم پر بھی آسکتی ہیں اس لیے عقل سے کام لو۔ ہوش کی دوا کرو۔ اور ہمارے رسول کا کہا مانو۔ ہماری کتاب پڑھو اور ہمارے رسول کی سنّت پر عمل کرو۔

اللہ کو پہچانو

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
کیا نہ دیکھا تونے یہ کہ اللہ نے اتارا آسمان سے
مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا
پانی پس نکالا ہم نے اس سے پھلوں کو کہ الگ الگ ہیں
أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ
رنگ ان کے اور پہاڑوں سے راستے سفید اور سرخ
مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ (۲۷)
الگ الگ ہیں رنگ ان کے اور گہرے رنگ کے کالے

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے آسمان سے
مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا
پانی اتارا پھر ہم نے اس سے میوے نکالے طرح طرح کے
أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ
ان کے رنگ اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ
مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ (۲۷)
طرح طرح کے ان کے رنگ اور گہرے کالے

جُدَدٌ: راستے، جُدَّۃٌ کی جمع ہے جو ج۔ د۔ د سے بنا ہے جَدٌّ کے معنی کاٹ کر ٹکڑے کرنے کے ہیں۔ جُدَدٌ: پہاڑ کے بیچ میں راستہ، گھاٹی۔ غَرَابِيبُ: جو حد سے زیادہ کالا ہو۔ غِرْبِيبٌ کی جمع ہے۔

انسان کو عقل اس لیے ملی ہے کہ عالم کی چیزوں کو دیکھے اور اس سے اللہ کو پہچانے عقل کا یہی اصل کام ہے۔ اور انسان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی عقل سے سب سے پہلے یہی کام لے گا۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ دینی اعتبار سے بالکل بے عقل ہے خواہ وہ ارسطوئے دوران اور افلاطونِ زمان ہی کیوں نہ ہو۔

ارشاد ہے کہ آسمان سے پانی برستا ہے۔ پھر تم اس کی بدولت زمین سے طرح طرح کے میوے، پھل، سبزیاں اُگتے ہوئے دیکھتے ہو جن میں سے ہر ایک کا رنگ، مزہ، خوشبو الگ الگ ہے۔ بھانت بھانت کی چیزیں زمین سے نکل کر تمہارے سامنے آجاتی ہیں اور تم انہیں مزے سے کھاتے پیتے ہو ان کا پیدا کرنا تمہارے بس کا نہیں۔

سنو! یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ اب دوسری طرف نگاہ اٹھا اور اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ ان کے بیچ میں راستے بنے ہوئے ہیں۔ رنگ برنگ کے پتھروں کا ڈھیر ہے سفید، سرخ، کوئی گہرے، کوئی ہلکے اور بعض بالکل کالے سیاہ، یہ انواع و اقسام کے پتھر، چٹانیں، طرح طرح کی شکلوں اور رنگوں کی کس نے بنائیں۔ پھر تم یہ سب چیزیں دیکھ کر اللہ کو پہچانتے کیوں نہیں ذرا اس کا جواب دو۔

انسان اور جانور

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

اور آدمیوں میں اور جانوروں میں اور چوپایوں میں الگ الگ رنگ ہیں ان کے اسی طرح بات یہی ہے کہ ڈرتے ہیں اللہ سے اس کے بندوں میں سے جاننے والے تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

اور اسی طرح آدمیوں میں جانوروں میں اور چوپایوں میں کئی رنگ ہیں۔ اسی طرح اللہ سے اس کے بندوں میں ڈرتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہے تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا

ارشاد ہے کہ نباتات اور جمادات کی طرح آدمیوں، کیڑے مکوڑوں اور چوپایوں میں بھی الگ الگ رنگ کے افراد موجود ہیں نیز جو لوگوں میں مزاج، طبیعت اور طرز عمل کا فرق دیکھتے ہو۔ یہ ایک فطری بات ہے دنیا کی ساخت ہی ایسی ہے کہ اس میں بھانت بھانت کی چیزیں، رنگ برنگ کی اینٹیں اور الگ الگ خیال رکھنے والے لوگ پائے جائیں۔ کوئی اللہ کو مانتا ہے کوئی اس کا انکار کرتا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ سب کے سب ایمان والے یا سب کے سب کافر ہو جائیں۔ اللہ کو وہی مانے گا۔ جس کی عقل بے جا خواہشوں سے مغلوب نہ ہوگی۔

یہ قاعدہ ہے کہ اللہ سے فقط وہی ڈریں گے جن میں سمجھ ہے۔ ناسمجھ لوگ یا وہ لوگ جن کی سمجھ بوجھ دنیا ہی کے دھندوں میں پھنسی رہتی ہے۔ نہ اللہ کو مانیں اور نہ اس کی ناراضی کا خیال کریں۔ انہیں اس کی خبر ہی نہیں کہ اللہ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے۔ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا یہ نہ سمجھے کہ وہ بے کھٹکے اسی طرح شیطان پن مچاتا رہے گا۔ اور اس کی کرتوتوں کی بازپرس نہ ہوگی۔ اگر آج بچ گیا تو کل پکڑا جائے گا۔ وہ چاہے اللہ کو مانے چاہے نہ مانے۔ اس کے اعمال بد کی سزا اسے مل کر رہے گی۔ اگر کسی کو مہلت ملتی ہے تو اس لیے ملتی ہے کہ شاید وہ اپنی بداعمالیوں سے باز آجائے اور اللہ اسے بخش دے۔ بے شک اللہ زبردست ہے۔ کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔ نہ کوئی اس کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ اسی طرح وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے:

فرماں برداروں کا حال

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا
تحقیق وہ لوگ جو پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور قائم رکھتے ہیں
الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ
نماز اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا چھپا کر اور
عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾
ظاہر کر کے امید رکھتے ہیں ایسی تجارت کی جس میں گھاٹے کا نام نہیں
لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ
تاکہ پورا پورا دے انہیں ان کا اجر اور زیادہ دے انہیں
مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾
اپنے فضل سے تحقیق وہ بخشنے والا انعام دینے والا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا
جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم
الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ
رکھتے ہیں اور ہمارا دیا ہوا کچھ چھپے اور علانیہ خرچ کرتے ہیں
عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾
ایک تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا نہیں
لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ
تاکہ ان کو ان کا پورا ثواب دے اور اپنے فضل سے زیادہ دے
مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾
تحقیق وہ بخشنے والا قدردان ہے

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے ہمیں پہچانا، ہم پر ایمان لائے اور ہماری فرمانبرداری میں مشغول ہوئے اور ہماری کتاب یعنی قرآن مجید کی تلاوت میں دل سے لگے رہے۔ نماز پابندی شرائط کے ساتھ باقاعدہ ادا کرتے رہے اور جو ہم نے انہیں مال و متاع عطا فرمایا۔ اس میں سے ہمارے حکم کے مطابق خرچ کرتے رہے کبھی خفیہ طور پر اور کبھی علانیہ۔ یہ لوگ خاطر جمع رکھیں۔ کہ ان کی اس محنت اور اطاعت کا پھل انہیں ضرور مل کر رہے گا۔ وہ اپنا زور محنت اور اثاثہ ایک ایسی تجارت میں لگا رہے ہیں۔ جس میں نفع ہی نفع کی امید ہے۔ گھاٹے کا نام نہیں۔ جب اللہ عزوجل کو ان کے کام پسند آگئے تو سوا نفع کی امید کے اور کسی خیال کی گنجائش ہی نہیں۔ آخر کار ان کی اس کوشش اور محنت کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اللہ عزوجل وقت آنے پر ان کو ان کی محنت کا بہت اچھا معاوضہ بھرپور عطا فرمائے گا۔ اس معاوضہ میں رتی بھر کمی نہ ہوگی۔ بلکہ اپنے فضل سے اور زیادہ بہت کچھ عطا فرمائے گا۔ وہ گناہوں کا بخشنے والا، بھول چوک معاف کر دینے والا ہے اور تھوڑی سی محنت کی بہت زیادہ اجرت دیتا ہے۔ اس کے کام کرنے والے کا قاعدہ سے جو حق نکلتا ہے۔ اس کو پورا پورا دے کر مزید انعام و اکرام سے اسے مالا مال کر دیتا ہے جو اس کی طرف تھوڑا سا بھی جھکے وہ اس کی طرف اس سے زیادہ توجہ کرتا ہے۔

قرآن ہی حق ہے

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ

اور وہ جو وحی کی ہم نے تیری طرف کتاب سے

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ

وہی ہے درست سچا بتانے والی اسے جو پہلے آیا اس سے تحقیق

اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا

اللہ اپنے بندوں سے البتہ خبردار ہے دیکھنے والا پھر وارث بنایا ہم نے

الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ

کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں چنا ہم نے اپنے بندوں میں سے

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ

اور جو کتاب ہم نے تجھ پر اتاری وہی

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ

ٹھیک ہے اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی بے شک

اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا

اللہ اپنے بندوں سے خبردار ہے دیکھنے والا پھر ہم نے کتاب کے

الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ

وارث وہ لوگ کیے جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ ہم نے وحی کے ذریعے جو کتاب تمہارے پاس بھیجی ہے وہ سراسر راست اور درست ہے بلکہ سچی بات ہے یہی۔ اب اس کے سوا دُنیا میں سچائی کا نام نہیں مگر وہ جس کی یہ کتاب شہادت دے اور جس کی یہ تصدیق کرے۔ اس نے ان سب سچی باتوں کو جو اس سے پہلی کتابوں میں انسان کو بتائی گئی تھیں۔ ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ان پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اور موجودہ زمانے کے لیے جو باتیں ان کے علاوہ موزوں و مناسب تھیں ان کا اضافہ کر دیا ہے یا پہلی باتوں کے حالات کے تغیّر کے مطابق ترمیم کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے پوری طرح خبردار ہے۔ اور ان کی مصلحتیں اس کی نگاہ میں ہیں جن حالات میں جو چیز قرین مصلحت ہوتی ہے۔ اسی کا حکم کرتا ہے۔ اب اس قرآن حکیم میں ہر وقت کے لیے ہر چیز جو اس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے مناسب ہے ملے گی۔ اس کتاب کی خبر لینے والا اور محافظ ہم نے مجموعی حیثیت سے امّت محمدیہ کو مقرر کر دیا ہے اب اس کتاب کی دیکھ بھال کرنے والے یہی لوگ ہیں۔

اس امّت کو ہم نے اپنے تمام بندوں میں سے انتخاب کر کے اس کتاب کا وارث قرار دیا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ اس کے اوپر خود عمل کریں اور نیز ساری دُنیا میں اس کا پیغام پھیلا دیں۔ اس امّت کا لقب "خیر امت" ہے اور اس کا قیام ہی دُنیا میں قرآن کے احکام کی قولاً و عملاً تبلیغ کے لیے ہے۔

افرادِ امّت میں فرق

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ

پس کچھ ان میں سے ظلم کرنے والے ہیں اپنی جان پر اور کچھ ان میں سے میانہ رو ہیں

وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ

اور کچھ ان میں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں نیکیوں میں اللہ کے حکم سے یہ

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (۳۲) جَنّٰتُ عَدْنٍ

یہی ہے بزرگی بڑی ان کے لیے باغ ہیں رہنے کے

يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

داخل ہوں گے ان میں زیور پہنائے جائیں گے ان میں کنگنوں کا سونے کے

وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (۳۳)

اور موتی اور لباس ان کا ان میں ریشم کا ہے

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ

پھر کوئی ان میں برا کرتا ہے اپنی جان کا اور کوئی ان میں بیچ کی چال پر ہے

وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ

اور کوئی ان میں نیکیوں میں آگے بڑھ گیا ہے اللہ کے حکم سے ۔ یہی

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (۳۲) جَنّٰتُ عَدْنٍ

ہے بڑی بزرگی بسنے کے باغ ہیں

يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

جن میں وہ جائیں گے وہاں ان کو زیور پہنایا جائیگا سونے کے

وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (۳۳)

کنگن اور موتی اور اُن کی پوشاک وہاں ریشمی ہے

پہلے ارشاد ہوا کہ ہم نے قرآن مجید کا محافظ اپنے برگزیدہ بندوں کو مقرر کیا ہے اس سے مراد وہ اُمّت ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا یہی لوگ بہ حیثیت مجموعی قرآن مجید کے وارث ہیں ان کے لیے جو کچھ ہے وہ یہی قرآن حکیم ہے وہ حتی المقدور اسی کے مطابق چلنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور اس کے احکام سے منہ نہ موڑیں گے۔

اس آیت میں ان کے افراد کا حال بیان کیا گیا ہے ۔ کہ وہ قرآن حکیم پر عمل کرنے میں حتی المقدور کوشش بھی کریں گے ۔ پھر بھی ان میں سے کچھ تو ایسے ہوں گے ۔ کہ ایمان لانے کے بعد خواہشوں سے مغلوب ہو کر گناہوں میں مبتلا ہو جائیں گے ۔ کچھ بیچ کی چال چلیں گے ۔ نہ نرے گناہوں میں مبتلا ہوں گے اور نہ اعلیٰ درجے کی پرہیزگاروں کی سی زندگی بسر کریں گے اور بعض بڑی احتیاط سے چلنے والے ہوں گے ۔ اور شریعت کے احکام پر پوری کوشش سے عمل کریں گے ان پر اللہ کا ایسا فضل ہوگا ۔ کہ وہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنی خواہشوں کو اہمیّت نہ دیں گے ۔ ان سب میں سے جن کا ایمان سلامت ہے تو آخر کار انہیں جنّت میں رہنے کا ٹھکانا ملے گا ۔ اور وہاں ان کو ریشمی لباس اور سونے کے زیور ملیں گے جن سے وُہ دنیا میں بحکم شرع بچتے رہیں گے ۔

جنّتیوں کی شکرگذاری

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا

اور کہیں وہ شکر اللہ کا جس نے ہٹادیا ہم سے

الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ

رنج وغم تحقیق ہمارا رب البتہ بخشنے والا ہے

شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا

جزا دینے والا جس نے بسایا ہمیں

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا

رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے نہ چھوئے ہمیں اس میں

نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

مشقت اور نہ چھوئے ہمیں اس میں تھکاوٹ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا

اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہم سے غم دور کیا

الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ

بے شک ہمارا رب بخشنے والا

شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا

قدر دان ہے جس نے ہمیں آباد رہنے کے گھر میں

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا

اتارا اپنے فضل سے ہمیں اس میں نہ مشقت

نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

پہنچے اور نہ ہمیں اس میں تکان پہنچے

نَصَبٌ: (کام کے دوران میں مشقت) لُغُوْبٌ: (کام کے بعد کی شدید تھکاوٹ): پہلے ارشاد ہوا کہ قرآن کو اپنا رہنما بنانے والے آخر کار جنّت میں جائیں گے۔ جہاں ان کو سونے کے زیورات سے آراستہ کیا جائے گا اور ریشمی لباس پہننے کو ملے گا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ جنّت کی نعمتیں اور عیش و آرام دیکھ کر ان کی ساری کلفتیں دُور اور ساری پریشانیاں کافور ہو جائیں گی، رنج و غم کا نام تک نہ رہے گا اور جب ان سے کہا جائے گا کہ اب تمہارا یہی ٹھکانا ہے یہیں تم رہو گے تو ان کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہے گا۔ وہ دیکھیں گے کہ ان کی ضرورت کی ساری چیزیں محنت و مشقت کے بغیر انہیں مل رہی ہیں کام کرنا ہی نہیں پڑتا جو تھک کر چور ہو جائیں اس حالت میں ان کے منہ سے بے ساختہ اللہ کی حمد و ثنا کے کلمات نکلیں گے اور وہ اس رنج و غم کو جو انہوں نے دُنیا میں اللہ کے لیے جھیلا تھا، جنّت کے آرام و سکون سے مقابلہ کریں گے۔ تو خوشی سے باغ باغ ہو کر کہیں گے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے ہمیں جنّت ہمیشہ رہنے کے لیے عطا فرمائی، یہاں تو نہ وہ دُنیا کی سی محنت مشقت ہے اور نہ تھک کر چُور ہو جانے کی آفت ہے۔ اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں جو مشقتیں دُنیا میں جھیلیں تھیں۔ ان کے بدلے اللہ عزوجل نے ہمیں آرام عطا فرمایا، یہ اس کا فضل ہے اگر ہم وہاں اور زیادہ محنت کرتے تو یہاں اور بھی زیادہ آرام پاتے۔

کافروں کا حشر

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ
اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہے آگ جہنم کی
لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ
نہ فیصلہ کیا جائے گا ان پر تاکہ وہ مر جائیں اور نہ ہلکا کیا جائے گا
عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ
ان سے عذاب دوزخ کا اسی طرح
نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾
سزا دیتے ہیں ہم ہر کفر کرنے والے کو

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ
اور جو لوگ منکر ہیں ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے
لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ
نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ ان کے لیے
عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ
دوزخ کا عذاب ہلکا کیا جائے گا یہی سزا دیتے ہیں۔
نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾
ہم ہر ناشکرے کو

لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ: (نہ فیصلہ کیا جائے گا ان کا) لَا يُقْضٰى مضارع مجہول منفی ہے ق ض ی سے قضا کے معنی جاری کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ سورۃ القصص میں اس کی ماضی قضی علیہ گذر چکی ہے جس کے معنی ہیں اس کا فیصلہ ہی کر دیا۔ یعنی مار ہی ڈالا۔ یہاں بھی یہی معنی ہیں۔ مگر صیغہ مضارع مجہول ہے یعنی نہ حکم جاری کیا جائے گا ان پر۔

پہلے فرماں برداروں کا حال بیان ہوا کہ انہیں رہنے کے لیے جنّت ملے گی۔ اور وہ وہاں کی راحت و آرام دیکھ کر اللہ عزّ و جل کا شکر ادا کریں گے کہ دُنیا کی مصیبتوں اور مشقّتوں سے پیچھا چھوٹا اور آرام کی زندگی نصیب ہوئی۔ اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے دنیا میں اللہ کا انکار کر دیا اور ہمہ تن دُنیا کی طرف متوجّہ ہو گئے۔

ارشاد ہے کہ ہمارا انکار کرنے والوں کے لیے دوزخ کی آگ تیار ہے۔ وہ مرنے کے بعد قیامت کے دن اس میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر انہیں وہاں موت نہ آئے گی کہ مر کر ہی عذاب سے نجات پا جائیں۔ اور نہ اُن کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو گی کہ کچھ دم میں دم آئے۔

پھر ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو سنا دو۔ کہ ہم ہر اس شخص کو جو دُنیا میں ہمیں نہ مانے اور ہمارے انکار پر کمر باندھ لے۔ ایسا ہی عذاب دیں گے اور یہ اس مقرّرہ قاعدے کے مطابق ہو گا۔ جس کا ہم نے پہلے ہی فیصلہ کر دیا ہے اور تمہیں سُنا دیا ہے ؏

دوزخیوں کی فریاد

وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۚ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا

اور وہ چیخیں گے اس میں اے میرے رب نکال ہمیں

نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ

کام کریں ہم نیک برخلاف اس کے جو ہم تھے کرتے

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ

کیا ہم نے نہیں دی تھی تمہیں عمر اتنی کہ سوچ لے اس میں

مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا

جو سوچے اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا بس مزہ چکھو

ع ۱۱ فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿۳۷﴾

پس نہیں ظالموں کا کوئی مددگار

وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۚ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا

اور وہ چلّائیں گے اس میں اے رب ہمارے ہمیں نکال کر ہم

نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ

کچھ بھلا کام کرلیں وہ نہیں جو کرتے رہے تھے

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ

کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں جسے سوچنا ہو

مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا

سوچ لے اور تمہارے پاس ڈرانے والا پہنچا **اب مزہ چکھو**

فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿۳۷﴾

کہ گناہ گاروں کا کوئی مددگار نہیں

یَصْطَرِخُوْنَ: یہ چیخیں گے چلّائیں گے مضارع ہے اصطراخ سے جو ص، ر، خ سے بنا ہے۔ صراخ چیخ پکار کو کہتے ہیں۔ اصل میں اصتراخ ہے۔ ت کو ط سے حسب قاعدہ بدل دیا۔ اصطراخ کے معنی چیخنا، پکارنا، چلّانا، فریاد کرنا۔ سورۂ ابراہیم میں اسی مادہ سے لفظ مُصْرِخیّ گذرا ہے وہاں دیکھیں ــــــــ اللہ کو نہ ماننے والے دوزخ میں پڑے ہوئے وہاں کی تکلیف سے تنگ آکر فریاد کریں گے اور چلّائیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دوزخ سے باہر نکال کر پھر دُنیا میں بھیج دیجیے۔ اب کے ہم وہاں جاکر خوب نیک کام کریں گے اور جو کچھ ہم پہلے کرتے رہے اس کے پاس بھی نہ پھٹکیں گے۔ ہمارے کام ان کاموں سے جو ہم نے پہلے کیے بالکل مختلف ہوں گے۔ ہم بالکل آپ کی مرضی پہ چلیں گے۔ اور جو کچھ آپ کے رسول نے بتایا ہے وہی کریں گے۔ گناہوں سے دُور بھاگیں گے نیکیاں سمیٹیں گے اور سرخ رو ہوکر تیرے دربار میں حاضر ہوں گے۔ اس فریاد اور چیخ و پکار کا جواب انہیں یہ دیا جائے گا۔ کہ ہم نے تو تمہیں دُنیا میں خاصی لمبی عمر دی تھی۔ جو سوچنے سمجھنے کے لیے کافی تھی تم چاہتے تو بہت اچھے نیک آدمی بن سکتے تھے پھر ہم نے اپنے رسول کو تمہیں انجام کار سے ڈرانے کے لیے بھی بھیج دیا تھا۔ تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے جو تم نے نہ عقل سے کام لیا نہ رسول کی سنی۔ اب اپنے کیے کا پھل بھگتو اور سرکشی کا مزہ چکھو تم جیسے ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں۔ مدد کی کوئی توقع مت رکھو ۔

حقیقتِ حال

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ

تحقیق اللہ جانتاہے چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۳۸) هُوَ

تحقیق وہ جانتا ہے اسے جو دلوں میں ہے وہی تو ہے

الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِؕ

جس نے کیا تمہیں جانشین دوسروں کا زمین میں

فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗؕ

پس جس نے ناشکری کی پس اسی پر پڑے اس کی ناشکری

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ

اللہ آسمانوں اور زمین کا بھید جاننے والا ہے

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۳۸) هُوَ

اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں وہی ہے

الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِؕ

جس نے تمہیں زمین میں دوسروں کا قائم مقام کیا

فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗؕ

پھر جو کوئی ناشکری کرے گا تو اس کی ناشکری اسی پر پڑے گی

ارشاد ہے۔ کہ انسان کا بھلا اس وقت تک نہ ہو گا۔ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ساری صفات کمال کے ساتھ نہ پہچان لے گا۔ انسان کے ذہن میں اللہ کا جتنا تصوّر صحیح ہو گا۔ اتنا ہی اسے آخرت میں آرام اور چین نصیب ہو گا اور جتنی اس کے تصوّر میں غلطی ہو گی۔ اتنی ہی مصیبت اور کوفت اس کے پلّے پڑے گی۔ یاد رہے کہ اللہ کا یہ تصور دُنیا ہی میں قائم کرنا ہے۔ ورنہ مرنے کے بعد تو ہر شخص اسے جان ہی لے گا۔ لیکن اس وقت کا جاننا کچھ کام نہ آئے گا۔ اور جب اس کو جان لیا۔ تو پھر دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی خواہش بے سود ہو گی۔ جان لینے کے بعد تو سوا اس کے کہ اپنی ان غلطیوں کا جو اس نے دُنیا کے اندر اللہ کے تصوّر میں کیں۔ مزہ چکھے اور کوئی صورت نہیں۔ اس لیے دُنیا ہی میں اس بات کو سمجھ لو۔ کہ اللہ آسمانوں کے اور زمین کے سارے بھید اور اسرار سے واقف ہے۔ کوئی چیز اس سے چھپی نہیں اسی طرح وہ دلوں کے اندر جو اعتقادات اور نیتیں پوشیدہ ہیں۔ ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے اعتقادات اور نیتوں کے مطابق سلوک کرے گا۔

سنو! تم سے پہلے یہاں اور لوگ بستے تھے۔ اب وہ یہاں نہیں ہیں۔ اپنے اپنے اعمال کا گٹھڑ سر پر اٹھائے یہاں سے چلے گئے۔ اب ان کی جگہ دُنیا میں تم ہو۔ آنکھ کھول کر ہوشیاری کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ تم نے اگر اللہ کا انکار کر دیا۔ تو اس کا وبال تمہارے پر ہی پڑے گا۔ کسی کا کچھ نہ جائے گا۔ تمہاری ہی جان پر بن آئے گی ؂

کفر کا نتیجہ

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
اور نہ بڑھائے گا کافروں کے لیے ان کا کفر ان کے رب کے نزدیک
اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ
مگر بیزاری کو اور نہ بڑھائے گا کافروں کے لیے
كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا (۳۹)
ان کا کفر مگر گھاٹا

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
اور منکروں کا ان کے انکار سے اللہ کے نزدیک کچھ نہ بڑھے گا
اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ
مگر بیزاری اور منکروں کا ان کے انکار سے
كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا (۳۹)
کچھ نہ بڑھے گا مگر نقصان

انسان آنکھ کھولتے ہی دُنیا کے دھندوں میں اس قدر پھنس جاتا ہے کہ اسے کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں رہتا۔ آج کل تو یہ غفلت بہت ہی بڑھی ہوئی ہے سوسائٹی کا ڈھنگ کچھ ایسا قائم ہوگیا ہے کہ پیدا ہوتے ہی انسان کو جس طرح بھی ہوسکے روپیہ کمالنے دولت اکٹھی کرنے اور جاہ و حشمت میں ایک دوسرے سے بڑھنے کے سوا اور کوئی دھن نہیں ہوتی۔ مادی ترقی کے مقابلہ میں وہ کسی چیز کو کچھ اہمیت نہیں دیتا۔ ہر ایک نے اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے اپنے جتھے بنا لیے ہیں۔ اور ان کا نام نیشن (قوم) رکھ لیا ہے۔ جس کو دیکھو قوم کا نام لے کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے میں لگا ہوا ہے۔ دُنیا کی عارضی کامیابی نے اس کی عقل پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ بعض تو کھلم کھلا اللہ کا اور اس کے قائم کردہ دین کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس کا خیال کرنا بھی محض وقت کا ضائع کرنا سمجھتے ہیں۔ وہ فقط اپنے پیسے، لاؤ لشکر اور اقتدار کی طرف دیکھتے ہیں اور مونچھوں کو تاؤ دے کر کہتے ہیں کہ تو ہے تو کیا غم ہے۔ بعض اللہ کا انکار تو نہیں کرتے۔ مگر دینی پابندیوں کے اندر رہنے کو فضول سمجھتے ہیں۔ اشتغال ان کے بھی وہی ہیں جو انکار کرنے والوں کے ہیں۔ اس کے لحاظ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔

قرآن مجید بڑے وثوق کے ساتھ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے۔ کہ مال دار ہو، عزت حاصل کرو، بادشاہ ہو، مالک اقتدار ہو، کچھ ہو۔ لیکن اگر تم اللہ کا انکار زبانی طور پر یا اس کی عملی طور پر نافرمانی کر کے یا دونوں طرح کر رہے ہو۔ تو تم اللہ کا غضب سمیٹ رہے ہو۔ آخرت میں تمہارے ہاتھ سوا نقصان کے کچھ نہ آئے گا۔ یہ تمہاری دولت و حشمت، تمہاری اکڑفوں سب یونہی رکھی رہ جائے گی اور تم ایسی مصیبت میں پھنسو گے جس سے کبھی چھٹکارا نہ ہوگا۔ یہ قرآن کا یقینی فیصلہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس کے سوا انجام کار اور کچھ بھی نہ ہوگا۔

اللہ کے سوا ٹھکانا نہیں

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
تو کہہ بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جنہیں
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ
تم پکارتے ہو اللہ کے سوا مجھے دکھاؤ تو سہی
مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ
کیا بنایا انہوں نے زمین میں سے یا
لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ
ان کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
تو کہہ بھلا حال تو بتاؤ اپنے شریکوں کا جنہیں تم
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ
اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ
مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ
انہوں نے زمین میں کیا بنایا یا کچھ ان کا
لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ
آسمانوں میں ساجھا ہے

اَرَءَيْتُمْ: (کیا دیکھا تم نے) محاورہ عرب میں اس کا استعمال ایسا ہی ہے جیسا ہماری زبان میں توجہ دلانے کے لیے کہتے ہیں بھلا دیکھو تو۔ اَرُوْنِيْ (دکھاؤ) امر کا صیغہ ہے اِرَاءَۃٌ سے جو ر۔ء۔ی سے بنا ہے رَأیٌ کے معنی ہیں دیکھنا۔ اِرَاءَۃٌ: دکھانا ۔

انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اپنے آپ سے بڑا کسی کو نہ سمجھے سوا ایک اللہ کے جس نے اسے بنایا اور حیرت انگیز ظاہری اور باطنی قوتیں عطا کیں۔ اگر وہ کسی اور کے آگے جھکتا ہے تو اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ کا صحیح تصوّر دل میں جما چکے۔ وہ تو کسی اور کے آگے جُھک نہیں سکتے۔ جو اللہ کے سوا کسی اور کو معبود مانتے ہیں۔ انہیں اس آیت میں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ ایسی غفلت میں مبتلا نہ رہیں۔ خوابِ غفلت سے چونکیں اور معبودِ حقیقی کو پہچان کر اس کا شکر ہر وقت ادا کرتے رہیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول ان سے پوچھو تو سہی کہ تم نے ان اپنے بناوٹی معبودوں کے حال پر غور بھی کیا ہے۔ کیا ان میں سے کسی نے زمین یا اس کی کچھ چیزیں بنائیں یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کچھ حصّہ ہے۔ ان کی حالت ہی سے عیاں ہے کہ یہ بالکل بے بس ہیں۔ نہ کچھ بنا سکتے ہیں اور نہ دلا سکتے ہیں۔ پھر ان کے سر خواہ مخواہ کیوں ہو رہے ہو۔ ان میں سے بعض تو نہ سنیں نہ دیکھیں اور نہ جواب دیں۔ وہ تو زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ وہ کچھ نہیں اور جو بولنے والے ہیں۔ وہ زبان سے بھی اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان سب کو چھوڑو اور صرف اللہ کی طرف رجوع کرو۔

شرک کی سند کیا ہے؟

اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ کِتٰبًا فَھُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ
کیا دی ہے ہم نے انہیں کوئی کتاب پس وہ حجت رکھتے ہیں
مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُھُمْ
اس کی بلکہ نہیں وعدہ کرتے ظالم لوگ بعض ان کے
بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾
بعض سے مگر دھوکہ بازی

اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ کِتٰبًا فَھُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ
کیا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے سو یہ اس کی سند
مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُھُمْ
رکھتے ہیں کوئی نہیں یہ جو گنہ گار ایک دوسرے سے وعدہ
بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾
کرتے ہیں وہ سب فریب ہے

یَعِدُ: (وعدہ کرتے ہیں) مضارع ہے وعد سے وَعْدٌ کے معنی کسی سے بھلی بات کہنا یا کسی کو کوئی اچھی چیز دینے کے لیے کہنا۔ اسی سے وعید بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی سے کہنا کہ میں تجھے برائی پہنچاؤں گا۔ دھمکی دینا۔ وعدہ اچھی بات کا ہوتا ہے اور وعید دھمکی ہوتی ہے۔ دونوں کا مادہ ایک ہے۔

پہلے ارشاد ہوا کہ ان مشرکوں سے پوچھو تم نے اپنے معبودوں میں کیا دیکھا ہے جو تم ان کی پرستش کرتے ہو۔ کیا تمہاری عقل اس قدر گئی گذری ہے کہ بے بسوں کو طاقتور سمجھتے ہو اور عاجزوں کو قوت والا گردانتے ہو۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر یہ نہیں تو پھر تمہارے پاس ہماری اتاری ہوئی کتاب ہونی چاہیئے جس میں صاف صاف لکھا ہو کہ ہمیں چھوڑ کر دوسروں سے مدد مانگو۔ آدمی کے پاس اپنے فعل کی یا تو کوئی عقلی دلیل ہونی چاہیئے یا رسول اور آسمانی کتاب کا حکم ہونا چاہیئے۔ جب اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش کی، نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کوئی اللہ کا تحریری فرمان ہے۔ تو پھر تم کس بنا پر ایسی زبردست رسم قائم کر بیٹھے ہو۔ جس کو باوجود فہمائش کے چھوڑنے کا نام نہیں لیتے۔ ہو نہ ہو۔ بات یہی ہے۔ کہ تم یہ نامناسب حرکت ایک دوسرے کو بڑھاوے چڑھاوے دیتے رہنے کی بنا پر کر رہے ہو۔ یہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے کہتے رہتے ہیں۔ کہ یہ بت اور بناوٹی معبود اللہ سے ہماری سفارش کریں گے۔ اس لیے انہی کی پوجا پاٹ کرتے ہو۔

یہ صریح دھوکا ہے۔ جس میں وہ آپ بھی پھنسے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی پھنساتے ہیں ؂

اللہ کی قدرت

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ
بے شک اللہ نے تھام رکھا ہے آسمانوں کو اور زمین کو
اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا
اس کو ٹل جائیں اور البتہ اگر وہ ٹل گئے نہ تھامے گا ان کو
مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
کوئی اس کے سوا تحقیق وہ ہے
حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾
بردبار معاف کر دینے والا

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
تحقیق اللہ آسمان کو اور زمین کو تھام رہا ہے
اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا
کہ ٹل نہ جائیں اور اگر ٹل جائیں تو ان کو کوئی نہ
مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
تھام سکے گا اس کے سوا وہ ہے
حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾
تحمّل والا بخشنے والا

پہلے ارشاد ہوا کہ مشرکوں کے پاس کسی اور کو اللہ کا شریک ٹھہرانے کی کوئی سند نہیں اس کی تائید میں نہ کوئی عقلی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ وہ کسی آسمانی کتاب میں اس کی اجازت دکھا سکتے ہیں۔ اللہ کے سوا غیر کو معبود ٹھہرا کر اس کی پوجا کرنا محض ایک من گھڑت اپج ہے اور محض آپس میں ایک دوسرے کو ورغلاتے رہنے کا نتیجہ ہے۔ اس کی بنیاد فاسد خیالات پر ہے جو ان میں سے ہر ایک کے دل میں جم گئے ہیں۔ اور ان کی بنا پر ان میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے جتاتا رہتا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں۔ اگر سوچ سمجھ سے کام لیں اور ہٹ دھرمی چھوڑ دیں تو آسمان اور زمین کا ایک حالت پر قائم رہنا ہی ان کو سمجھا سکتا ہے کہ ان کے سنبھالنے اور تھامنے والا ایک ہی اللہ ہے جس کی قدرت میں کوئی اور دخل انداز نہیں ہو سکتا۔

اس آیت میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ اس عالم کے نظام کو اللہ ہی نے اپنی قدرتِ کاملہ سے قائم کر رکھا ہے۔ سارے آسمان اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور زمین اپنی مقررہ جگہ سے اِدھر اُدھر سرک نہیں سکتی۔ اگر وہ انہیں اپنے مقامات پر نہ ٹھہرا رکھے تو سارا انتظام درہم برہم ہو جائے کسی کی طاقت نہیں کہ اس کے آگے دم مارے اور اس کے حکم کے بغیر انہیں اپنی اپنی جگہ سے نہ ہلنے دے۔ یہ اس کا حلم اور بخشش ہے کہ باوجود لوگوں کے غرور اور سرکشی کے آسمان زمین ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یقیناً وہ بردبار اور کریم ہے۔

عیسائیوں کا جھوٹا عقیدہ

اَلَمْ تَرَ۔ اِلَی۔ الَّذِیْنَ۔ اُوْتُوْا۔ نَصِیْبًا۔ مِّنَ
کیا نہ دیکھا تو نے وہ جو ملا حصّہ سے
الْکِتٰبِ۔ یُدْعَوْنَ۔ اِلٰی۔ کِتٰبِ۔ اللّٰہِ۔ لِیَحْکُمَ
کتاب بلائے جاتے ہیں طرف کتاب اللہ تاکہ حکم کرے
بَیْنَھُمْ۔ ثُمَّ۔ یَتَوَلّٰی۔ فَرِیْقٌ۔ مِّنْھُمْ۔ وَ۔ ھُمْ
ان میں پھر منہ پھیرتے ہیں بعض ان میں اور وہ
مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِکَ۔ بِاَنَّھُمْ۔ قَالُوْا۔ لَنْ
تغافل کرتے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ وُہ کہتے ہیں نہ
تَمَسَّنَا۔ النَّارُ۔ اِلَّآ۔ اَیَّامًا۔ مَّعْدُوْدٰتٍ
لگے گی آگ مگر چند دن گنتی کے
وَ۔ غَرَّھُمْ۔ فِیْ۔ دِیْنِھِمْ۔ مَّا۔ کَانُوْا۔ یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
اور بہکے ہیں میں ان کا دین جو تھے بناتے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ
کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں ملا کچھ حصہ کتاب
الْکِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰہِ لِیَحْکُمَ
کا انہیں اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ کتاب ان میں
بَیْنَھُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ وَھُمْ
حکم کرے پھر ان سے بعضے منہ پھیرتے ہیں۔ اور وُہ
مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَنْ
تغافل کرتے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ کہتے ہیں ہمیں ہرگز
تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ
دوزخ کی آگ نہ لگے گی مگر گنتی کے چند دن۔ اور
وَغَرَّھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
اپنے دین میں بہکے ہوئے ہیں اپنی بنائی ہوئی باتوں پر۔

ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ان منکروں کو دعوت دی جاتی ہے کہ قرآنِ کریم کی طرف آؤ جو خود تمہاری کتابوں کی دی ہوئی بشارتوں کے مطابق آیا ہے اور تمہارے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو ان کے بعض عالم اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کی طرف دعوت تورات و انجیل ہی کی طرف دعوت دینا ہے۔

یہ لوگ خود اپنی کتاب کی ہدایات و احکام سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اپنی خواہش نفس کے مطابق ان میں ردّ و بدل کر دیتے ہیں نہ ان کتابوں کی دی ہوئی خوشخبریوں کی پروا کرتے ہیں نہ ان کی پیشگوئیوں کو مانتے ہیں۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ جرائم اور گناہ کی طرف ان کی اسقدر رغبت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی سزا سے بالکل بے خوف ہیں۔ انہوں نے من گھڑت مسئلے بنا رکھے ہیں جن میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ کہ ہمیں اوّل تو سزا ملے گی ہی نہیں اور اگر ملی بھی تو صرف چند دنوں کے لئے ملے گی۔ نصاریٰ نے ان سب سے آگے بڑھ کر کفارہ کا مسئلہ گھڑ لیا تھا۔ جس کے مطابق سب گناہگاروں کی سزا حضرت عیسٰیؑ بھگت چکے ہیں۔

کم ہمتی

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
اور قسمیں کھاتے تھے اللہ کی بہت زور کی قسمیں البتہ اگر
جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى
آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا ضرور ہوں گے وہ زیادہ ہدایت پانے والے
مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ
ہر ایک امت سے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
اور اللہ کی قسمیں کھاتے تھے تاکید کی قسمیں کہ اگر
جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى
ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے گا تو ہر ایک امت
مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ
سے بہتر راہ چلیں گے

عرب کے اندر یہود اور نصاریٰ باہر سے آکر آباد ہو گئے تھے اور اپنے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے بہت دانا اور مہذب لوگ سمجھے جاتے تھے۔ عرب پہلے نبیوں کے قصے ان سے سنتے اور ان کے کارناموں سے متاثر ہوتے۔ عام طور پر عرب اپنے آپ کو ان سے کم مرتبہ سمجھتے تھے اور آرزو کرتے تھے کہ کاش ہم میں بھی کوئی نبی آتا تو ہم اُس کی قیادت میں بڑے بڑے کام کر کے دکھاتے۔ جب کبھی یہودیوں اور عیسائیوں نے انہیں عار دلائی کہ تمہارے پاس نہ کوئی کتاب اور نہ کوئی رسول۔ تم تو یونہی بے سرے لوگ ہو وہیں ان کی رگ حمیت جوش میں آئی۔

کچھ لوگوں سے وہ یہ بھی سنتے کہ پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں کی قدر نہ کی اور ان کا کہنا پوری توجہ سے کبھی نہ سنا، بلکہ اکثر ان کے ستانے کے درپے ہوئے۔ عرب یہ باتیں سُن کر بڑے زور سے قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ اگر ہمارے اندر کوئی نبی آیا ہم ان ساری امتوں سے بڑھ کر جو اب اپنے اہل کتاب ہونے کی بدولت ہم پر فخر جتاتی ہیں اپنے رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر دکھائیں گے اور ان سے زیادہ مہذب اور شائستہ ہو کر بتائیں گے۔

افسوس ہے کہ ہم میں اب تک کوئی ایسا نبی نہیں آیا۔ جو ہمیں نیک عمل کرنے سکھاتا اور بُرے کاموں کے انجام سے ڈراتا ہماری غیرت ہمیں اجازت نہیں دیتی کہ ہم دوسری قوموں کے نبیوں کے اطاعت گذار ہو کر رہیں۔ عربوں کے اندر خود داری کا جذبہ بہت زور سے موجود تھا۔ انہیں اپنے سوا دوسرے لوگوں کی اطاعت ذرہ بھر پسند نہ تھی۔ باہر والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے عرب خود آپس میں بھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہنا چاہتے تھے۔ اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے اپنی فوقیت جتانے کے لیے لڑتا تھا اور رقیب پر فتح پا کر شیخیاں بھگارتا تھا۔

بُری عادت رنگ لائی

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ
پس جب آیا ان کے پاس ڈرانے والا نہ بڑھایا انہوں نے
اِلَّا نُفُوْرَا (۴۲) اِ سْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ
مگر دُور بھاگنا بڑا بننا زمین میں
وَ مَكْرَ السَّيِّئِ ؕ
اور داؤ کرنا بُرے سے بُرے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ
پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا آیا تو ان کا بدکنا
اِلَّا نُفُوْرَا (۴۲) اِسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ
اور بڑھ گیا غرور کرنا ملک میں اور
وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ
داؤ کرنا بُرے کام کا

وَمَكْرَ السَّيِّئِ : اور بُری چالیں چلنا اس میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دیا گیا ہے۔ اَلسَّيِّئُ مکر کی صفت ہے یعنی بُری چال۔

شروع ہی سے عرب باہر والوں کی اطاعت سے دُور بھاگتے تھے اور اپنے ملک میں اپنی آزادی قائم رکھنے پر بہت زور سے تُلے ہوئے تھے۔ جب باہر والوں میں سے کسی نے ان پر چڑھائی نہ کی جس کی وجہ کچھ تو ان کے ملک کا اور ملکوں سے الگ ہونا تھا۔ اور کچھ ضروریاتِ زندگی کی کم یابی تھی۔ تو عربوں نے آپس میں ہی لڑنا اور ایک دوسرے کو دبانا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ آپس کی ناچاقی اتنی بڑھی کہ ہر ایک اپنے اپنے قبیلے بنا کر بیٹھ گیا۔ اور ایک دوسرے کو دبانے کی لت پڑ گئی۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ میں ہی سب سے بڑھ چڑھ کر رہوں۔ اس پر طرّہ یہ ہوا کہ کچھ خوش حال تھے اور کچھ فاقہ مست اس سے اور بھی باہم بیگانگی بڑھی اور لوٹ مار باقاعدہ شروع ہو گئی۔ کوئی شخص یا قبیلہ اپنے حریف کے دبانے میں کسی طرح کی کسر نہ چھوڑتا بھیڑیوں کی طرح اپنے شکار کی تاک میں رہتے اور جب داؤ چل جاتا تو اس کے ملیامیٹ کرنے میں بُرے سے بُرے طریقے سے بھی نہ چُوکتے۔ یہ بڑا بننے کی ہوس اور اپنے مقابل کے دبانے میں داؤ گھات کی مشق اپنا رنگ لائی جب ان میں سب سے بڑے اور رہنما رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان کے ساتھ بھی انہوں نے اپنا حریف سمجھ کر وہی سلوک اختیار کیا جس کی انہیں عادت پڑ چکی تھی اور وہ اپنے قول و قرار جو پختہ قسمیں کھا کھا کے کیے تھے کہ ہم میں کوئی رسول پیدا ہو تو ہم اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سب قوموں سے زیادہ کر کے دکھائیں گے سب بھول بھال گئے بلکہ مقابل کے دبانے کی بُری عادت اور بھی زور کے ساتھ ظاہر ہوئی اور بجائے مطیع اور فرمانبردار ہونے کے اپنے رسول کے دشمن ہو گئے ۔

بُری عادت کا اثر

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ط
اور نہیں گھیرتا داؤ بُرا مگر اپنے ہی لوگوں کو
فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ج
پس کیا انتظار کرتے ہیں اسی دستور کا پہلوں کے

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ط
اور برائی کا داؤ انہی داؤ والوں پر الٹے گا
فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ج
پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں پہلوں کے دستور کی

يَحِيْقُ: (احاطہ کرتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے ح۔ی۔ق سے۔ يَحِيْقُ کے معنی گھیر لینا۔ احاطہ کر لینا۔ لپیٹ میں لے لینا۔

پہلے ارشاد ہوا کہ ان میں سے ہر ایک کو خود سب سے بڑا بن کر رہنے کی دھت پڑ گئی ہے اور اپنے مخالف کے ملیامیٹ کرنے میں بہ بُرے بُرے داؤ گھات تک سے بھی نہیں چوکتے جو ان کی سی نہ کہے۔ اس کی دشمنی پر فوراً کمر کس لیتے ہیں اور ہر طرح اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو لوگ بُرے داؤ گھات کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے یہ داؤ گھات انہی پر اُلٹے پڑتے ہیں جو دوسروں کو ناحق ستاتا ہے۔ وہ انجام کار آپ ہی تباہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ تھوڑے دن کچھ عارضی فائدہ اٹھا لے اور دل میں خوش ہو لے کہ دیکھا دشمن کو میں نے کیسا چت کیا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ اپنے ہی حق میں کانٹے بو رہا ہے آگے چل کر کبھی نہ کبھی اس کی بُری گت بنے گی۔ یاد رکھو کہ ظلم کرنے والا خود تباہ ہوگا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کے ساتھ اس کے ظلم کو جھیلا تھا۔ اس پر غالب آئیں گے۔

یہ وہ فطری قانون ہے جس سے اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں۔ لیکن یہ اپنا کام برابر جاری رکھتا ہے۔ اسی کو قانون مجازات کہتے ہیں جس کے لیے ہمارے ہاں یہ کہاوت رائج ہے کہ جو کرے گا سو بھرے گا۔ ظالم کی کامیابی عارضی ہوتی ہے۔ اور آخر کار اس کے ظلم کا وبال اوّل تو دنیا ہی میں ورنہ آخرت میں تو اس پر پڑ کر رہتا ہے۔

مکّہ کے کافروں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو بے جا ستا کر تم اپنی تباہی کا بیج بو رہے ہو۔ تم نے پہلے لوگوں کا حال نہیں سنا ہو تو تاریخ عالم پر نظر ڈالو۔ جو لوگ پہلے گذر چکے ہیں۔ ان میں سے کون ہے جسے اس کی برائی کا پھل نہیں ملا کیا تم بھی یہی راہ دیکھ رہے ہو کہ تمہارے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ ہو۔ سو یاد رکھو کہ ایسا ہی ہو کر رہے گا۔

قانون فطرت اٹل ہے

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ
پس ہرگز نہ پائے گا تو اللہ کے دستور میں ادل بدل
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (۴۳)
اور ہرگز نہ پائے گا تو اللہ کے قانون میں ٹل جانا

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ
سو تو اللہ کا دستور بدلتا نہ پائے گا
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (۴۳)
اور تو اللہ کا دستور ٹلتا نہ پائے گا

اس آیت میں صاف اور قطعی اعلان ہے کہ خالق کائنات اللہ عزوجل نے جو قانون اور قاعدے عالم کے انتظام کے لیے مقرر فرما دیئے ہیں۔ ان میں تغیّر و تبدّل ہرگز نہ ہوگا۔ ہر کام اسی طریقہ سے ہوتا رہے گا جو اس نے جاری فرما دیا ہے۔ منجملہ ان قوانین کے قانون مجازات بھی ہے جس کا دوسرا نام مکافاتِ عمل ہے یعنی انسان کو ہر کام کا جو وہ اپنے ارادہ سے کرے گا۔ بدلہ ملے گا۔ اگر وہ کام اچھا ہے تو اس کا بدلہ بھی اچھا ہوگا اور اگر بُرا ہے تو بدلہ بھی برا ہوگا

اس قانون کو انسان اپنی عقل اور تجربہ سے اور پچھلے لوگوں کے حالات سُنکر معلوم کر سکتا ہے۔ اسی قانون کو سمجھانے کے لیے قرآن مجید میں پہلے لوگوں کے اعمال اور ان کے نتیجوں کی طرف جابجا توجہ دلائی ہے اور کہا ہے۔ کہ انسان کو عارضی کامیابی سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے۔ کہ جو کچھ اس نے کیا یا کر رہا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک کام کا فوری نتیجہ تسلی بخش ہو۔ لیکن انجام کار وہ اس کے لیے تباہی کا باعث ہو اسے چاہیئے کہ قرآن مجید کو غور سے پڑھے اور ان کاموں کی برائی کو اچھی طرح ذہن میں بٹھا لے۔ جن کے کرنے والوں کو پہلے زمانہ میں تباہ کن سزائیں ملیں لازم ہے کہ انہیں قطعاً چھوڑ دے۔

نیز ان کاموں کو بھی اچھی طرح سمجھ لے۔ جن کے کرنے والے آفتوں سے محفوظ رہے اور انہیں اختیار کرے۔ بڑے کاموں کی سزا میں اگر دیر لگے یہاں تک کہ دُنیا میں اس کے ملنے کا موقع نہ آئے۔ تو بھی قانون مجازات اپنا کام کرے گا۔ اور اس زندگی میں اگر سزا سے بچ گیا۔ تو مرنے کے بعد دوسری زندگی میں جسے آخرت کی زندگی کہتے ہیں وہ کیفر کردار کو پہنچ کر رہے گا۔

اس لیے انسان کے لیے آفتوں سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ سوا اس کے کہ قرآن مجید کی ہدایات پر دل و جان سے عمل کرے:۔

دیکھ کر سبق سیکھو

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا

کیا نہیں چلے پھرے وہ زمین میں کہ دیکھ لیں

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے

وَكَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ط

اور تھے وہ سخت تر ان سے قوت میں

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا

کیا زمین میں پھرے نہیں کہ ان کا انجام دیکھ لیں کہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیسا ہوا کہ جو ان سے پہلے تھے

وَكَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

اور ان سے زور میں بہت سخت تھے

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ عزوجل نے جس طرح سارے کائنات کے لیے قاعدے اور قانون مقرر کر دیئے ہیں اسی طرح انسان کے لیے بھی قاعدے اور قانون مقرر ہیں جن میں نہ کوئی تغیّر و تبدّل ہو سکتا ہے اور نہ وہ ایک سے ٹل کر اس کے بدلے دوسرے پر عاید ہو سکتے ہیں۔ اس لیے یقین کرو۔ کہ جیسے پہلوں کو قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کی سزائیں ملیں اسی طرح تمہیں بھی ملیں گی۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ قانونِ مجازات کو سمجھ لو۔ اس قانون کے جاری کیے جانے کی نشانیاں پچھلے لوگوں کی تاریخ میں اور زمین پر ان کے باقی ماندہ آثار میں نمایاں طور پر ظاہر ہیں

اس آیت میں اللہ کے قانون کے توڑنے والوں سے پوچھا جا رہا ہے۔ کہ کیا تم دوسرے ملکوں کے اندر سیر و سیاحت یا سفر کرتے ہوئے مختلف مقامات میں سے نہیں گذرے۔ بے شک ضرور گذرے ہو تمہاری نظر کے سامنے سے پہلے لوگوں کی بستیوں کے کھنڈر اور نشانات بھی ضرور گذرے ہیں۔ تم نے سوچا تو ہوتا کہ یہ لوگ جو یہاں بستے تھے۔ کہاں گئے اور انہوں نے اپنی زندگی میں کیا کیا کام کیے اور پھر ان کاموں کا انجام کیا ہوا۔

ان کے حالات سُنکر تمہیں معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ یہ لوگ بڑی عزت اور قوّت رکھتے تھے اور تم سے زیادہ مضبوط، توانا اور صاحب جاہ و ثروت تھے انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ان کی نصیحت کو کوئی وقعت نہ دی۔ آخر کیفرِ کردار کو پہنچے۔ نعوذ باللہ!

گرفت سے بچنا ناممکن ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ
اور نہیں ہے اللہ کہ تھکا دے اُسے کوئی شے
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ
آسمانوں میں اور نہ زمین میں حقیقت یہ ہے
كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا (۴۴)
کہ وہ ہے بڑے علم والا بڑی قدرت والا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ
اور اللہ وہ نہیں جسے کوئی چیز آسمانوں میں
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ
اور نہ زمین میں تھکا سکے وہی ہے سب
كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا (۴۴)
کچھ جاننے والا اور کرنے والا

پہلے ارشاد ہوا کہ جنہیں تم سے پہلے عاد اور ثمود جیسے طاقتور اور بڑے کٹے لوگ اللہ عزوجل کی گرفت سے نہ بچ سکے تو ان لوگوں کی تو جو تجھے جھٹلا رہے ہیں ستی ہی کیا ہے جو اپنی شرارتوں کے برے نتیجوں سے بچ سکیں۔ ابھی اس کریم اور رحیم اللہ نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے ان کو چاہیئے کہ اب بھی سنبھل جائیں اور اللہ اور اس کے رسول کی پوری پوری اطاعت کریں ورنہ جو ان سے پہلے نافرمانوں کا حال ہوا وہی ان کا بھی ہوگا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ انہیں کان کھول کر سن لینا اور اچھی طرح سُن لینا چاہیئے کہ کوئی چیز نہ آسمانوں میں ایسی ہے اور نہ زمین میں جو اللہ کو عاجز کر دے۔ ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اگر وہ نافرمانوں کو سزا دینا چاہے تو انہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی۔ کوئی مخلوق کیسی ہی طاقتور ہو۔ آسمان سے تعلق رکھتی ہو یا زمین میں موجود ہو۔ انہیں اللہ عزوجل کی گرفت سے نہیں چھڑا سکتی۔ اللہ عزوجل نے خود سب کو بنایا ہے۔ اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ اُسے ہر ایک کی طاقت کا علم ہے اور یہ علم تخمینی یا اٹکل پچو نہیں بلکہ یقینی اور تحقیقی ہے۔ وہ ہر ایک چیز کی تہہ تک سے واقف ہے اس سے کسی کا حال چھپا ہوا نہیں ہے۔ پھر وہ کسی سے عاجز ہو تو کیوں ہو۔ عاجز تو وہ ہوتا ہے جسے اپنے مخالف کی قوت کا اچھی طرح علم نہ ہو اور اپنے وہم و گمان میں اسے بڑا زبردست اور طاقتور سمجھتا ہو۔ مگر جسے یقین ہو کہ میرے مقابلہ میں میرے مخالف کے پاس کچھ نہیں رکھا وہ اس سے کیوں دبنے لگا۔

اللہ عزوجل کی قدرت سب پر حاوی ہے اور سب اس کے سامنے عاجز ہیں۔ اس کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا اتنا سمجھ لینے کے بعد کون ہے جو اللہ عزوجل کا فرمانبردار نہ بنے گا۔

بے بہا نصیحت

مذکورہ بالا آیات کو اگر کوئی اچھی طرح سمجھ لے۔ تو ممکن نہیں کہ وہ اللہ عزوجلّ کا دل وجان سے مطیع و فرمانبردار نہ ہوجائے۔ ان میں انسان کے سامنے دُنیا کی اور خود اس کی اپنی حقیقت کو کھول کر رکھ دیا گیا ہے۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ دُنیا میں بہت سے انسان آئے اور چلے گئے بہت سی قومیں ابھریں اور لپیٹ ہوئیں۔ ان میں بہت سے تو ایسے تھے جو اپنے زور کے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھتے تھے۔ ان کی غفلت کی انتہا یہ تھی کہ ان میں سے بعض تو خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے تھے اور کمزوروں سے اپنی پوجا تک کراتے تھے۔ انسان کو سمجھایا جارہا ہے کہ آخر وہ لوگ قانونِ الٰہی کی گرفت میں آکر ذلیل وخوار ہوئے اور دُنیا سے تباہ کرکے نکال دیئے گئے۔

آج کل کے انسان انہی کی جگہ دُنیا میں آباد ہیں۔ انہیں ان کے حالات سُنکر ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ انہیں اقرار کرنا چاہیئے کہ یہ سب چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ انسان بھی اسی کی بنائی ہوئی ایک مخلوق ہے۔ اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ جو کچھ وہ دیکھتا سنتا ہے۔ اس سے اللہ عزّوجلّ کے علم، قدرت اور حکمت کا اندازہ لگائے۔ اور اس کی اطاعت میں مشغول ہوجائے۔ اگر اللہ کی نافرمانی کرے گا تو اس کی سزا پائے گا۔ اللہ کا انکار کرنے والے بجز اس کے کہ اللہ کے قہر وغضب کے مستحق ہوں کچھ اور نہیں پا سکتے اور نہ کچھ اللہ کا بگاڑ سکتے ہیں۔

وہ اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ وہ اللہ کو نہ مان کر بھی دُنیا میں بڑی شان وشوکت سے بسر کر رہے ہیں اگر انہیں باوجود اللہ کے انکار کے ہر چیز ملتی چلی جارہی ہے۔ تو یہ محض ایک عارضی بات ہے۔ انجام کار انہیں معلوم ہوجائے گا کہ وہ اللہ کو نہ مان کر سخت نقصان میں رہے۔ اگر دُنیا میں بچ گئے تو کیا مرنے کے بعد پکڑے نہ جائیں گے اس وقت ان کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ دولت۔ نہ کوئی مددگار ہوگا نہ حمایتی۔ اللہ عزوجل کے حضور میں بے کس و بے بس کھڑے ہوں گے اور اپنی غلطی پر نادم وپشیمان ہوں گے۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ اللہ کے رسولوں نے سچ کہا تھا کہ دُنیا میں اللہ کی نافرمانی کروگے۔ تو آخرت میں سوا حسرت اور افسوس کے کچھ پلّے نہ پڑے گا۔ اس لیے تمام انسانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ ابھی اس کا وقت ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے وعدہ پر یقین کرو۔ وہ فرمانبرداروں کو اپنے انعام واکرام سے مالا مال کرے گا اور نافرمانوں کو سخت سزا دے گا: بجز ایمان واطاعت کے نجات کی اور کوئی سبیل نہیں۔ اللہ ایمان کی توفیق دے۔ آمین:

دُنیا میں مہلت

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ

اور اگر گرفت کرے اللہ لوگوں کی اس پر جو کمایا انہوں نے نہ چھوڑے

عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ

زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا مگر مہلت دیتا ہے انہیں اللہ

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ

ایک وقت مقرر تک پس جب آئے گا ان کا وقت

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

پس تحقیق اللہ ہے اپنے بندوں کا پرکھنے والا

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ

اور اگر اللہ لوگوں کو ان کی کمائی پر پکڑے۔ تو

عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ

زمین پر ایک متنفس بھی نہ چھوڑے پر ان کو ایک مقرر

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ

میعاد تک ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کی میعاد آجائے گی

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ ع ۵

تو اللہ کی نگاہ میں ہیں اس کے سب بندے

اللہ کے رسولوں نے انسان کو وہ راستہ جو اللہ نے اس کے چلنے کے لیے مقرر کیا ہے صاف صاف بتا دیا اور نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نشانات اور اس کی علامتیں بالکل اُجاگر کر دیں اور قرآن مجید نے اس طرز عمل کو جو انسان کے لیے شایان شان ہے ہمیشہ کے لیے متعیّن کر دیا لیکن انسانوں کی اکثریت ابھی تک اسی خوابِ غفلت میں گرفتار ہے جس میں پہلے تھی۔ ہزار سمجھاؤ اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہی اللّے تللّے جو پہلے تھے سواب بھی ہیں، جو اکڑفوں ابتدا میں تھی انتہا تک باقی رہتی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ سرکشی روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

ارشاد ہے کہ لوگوں کا چال چلن باوجود سمجھانے کے درست ہونے کا نام نہیں لیتا۔ اگر اللہ ان کی ہر ایک بات کی فوراً گرفت کرنے لگے تو یہ اپنے کردار کے باعث فوراً ہی تباہ ہو جائیں اور ان کی شامتِ اعمال سے کوئی جاندار دُنیا میں نہ بچے لیکن یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ایک مقرر وقت تک انسان کو مہلت دے رکھی ہے تاکہ جسے سنبھلنا ہو سنبھل جائے۔ اس لیے جب تک وہ وقت مقرر نہ آئے اس وقت تک بھلوں کے طفیل بُروں کو بھی مہلت ملتی رہے گی۔

لیکن یاد رکھو کہ آخر وہ مقرر گھڑی آکر رہے گی اور جب آجائے گی تو کسی کی کچھ نہ چلے گی۔ فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ ہر آدمی اس کی نگاہ میں ہے۔ اور وہ اس کو اس کے کیے کا بدلہ دے گا:

سورۂ فاطر پر ایک نظر

اس سورت میں سراسر حقیقت کا اظہار ہے جس کا ہر ایماندار کو اعتراف کرنا چاہیے۔ ارشاد ہے کہ خوبی اور اچھائی سب کی سب اللہ کے لیے ہے جس نے اپنی قدرت سے آسمان اور زمین بغیر کسی نمونے کے بناڈالے۔ فرشتوں کو اپنا پیغام رساں مقرر کیا جو اس کے احکام اس کی درگاہ سے اس کی مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے جبریل علیہ السلام اس خدمت کے لیے منتخب ہوئے کہ وہ انسانوں کے لیے انبیاء کی طرف وحی لے کر آئے۔ فرشتوں کے دو دو تین تین اور چار چار پر ہیں جن کے ذریعے وہ دور دراز کے فاصلے طے کر کے ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ اپنی قُدرت سے اپنی مخلوق میں جو چیز چاہے بڑھا سکتا ہے۔ یہ نظام اس نے اپنی حکمت اور اپنے علم کی بنا پر قائم کیا ہے۔ وہ مخلوق کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی قدرت سے جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی رحمت سے کسی کو کچھ دینا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور اگر کچھ روک لینا چاہے تو اس کے سوا کوئی اسے دے نہیں سکتا۔ وہ زبردست ہے اور ہر بات کی مصلحت سے واقف ہے۔ انسان کو اس کی نعمتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ پھر تم بھٹکتے کیوں ہو۔ اکثر انسان رسولوں کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ان کا فیصلہ ایک دن اللہ کے ہاں ہوگا۔ دُنیا کی زندگی سے دھوکا مت کھاؤ اور شیطان کے بہکاوے میں مت آؤ۔ وہ تمہارا دشمن ہے۔ اس بات کا یقین رکھو کہ وہ اپنے ماننے والوں کو دوزخ کے لیے تیار کر رہا ہے۔ کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور ایماندار نیکوکار بڑا اجر پائیں گے۔ اللہ عزوجل کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو۔ اچھی باتوں کے ساتھ اچھے عمل بھی کرو۔ بُرے آدمیوں کی دنیا میں چالاکی اور ہوشیاری آخر کار ان کی تباہی کا باعث ہوگی۔ اس کے بعد اللہ کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر ہے جس سے انسان اسے پہچان سکتا ہے۔

دوسرے کی طرف جھکنا بے کار ہے۔ انسان کی اپنی پیدائش پھر اس کی پرورش کا انتظام سب ایک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لیے انسان سراسر اسی کا محتاج ہے اس نے قرآن مجید میں ساری پہلی کتابوں کا خلاصہ درج کر دیا ہے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نگہبان اور مبلغ مقرر کیا ہے اس امت میں سبھی قسم کے لوگ موجود ہیں۔ لیکن جن کا ایمان سلامت ہے وہ نجات پا کر جنت میں جائیں گے اور کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جہاں وہ چلائیں گے لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا۔ انسان کے لیے دنیا ہی میں آخرت کے لیے ذخیرہ کرنے کا موقع ہے اس کے بعد کوئی موقع نہیں اللہ نے جو قاعدے مقرر کر دیے وہ بدل نہیں سکتے۔ اللہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ وہ چاہے تو نافرمانوں کو فوراً تباہ کر دے لیکن اس نے مہلت دے رکھی ہے۔ تاکہ جسے سنبھلنا ہو وہ سنبھل جائے۔

سُورَۃ یٰسٓ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چھتیسویں سورت ہے۔ اور اس کے پانچ رکوع ہیں۔ یہ قیام مکہ کے دوران کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئی۔ اس کا نام دو حرف یا اور سین سے مل کر بنا ہے جن سے یہ شروع ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ سورت قرآن کا دل ہے اور اس کے پڑھنے سے مشکل آسان ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہدایت ہے کہ اسے مرنے والے کے سامنے پڑھو تاکہ اسے جان کنی کی تکلیف سے نجات ہو۔

اس متبرک سورت میں رسالت کو برحق کہا گیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ منکروں کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن دُنیا کی ساخت ایسی رکھی گئی ہے۔ کہ ان میں سے کچھ لوگ آپ کا رسول ہونا تسلیم کریں گے، اور کچھ آپ کی رسالت کے قائل نہ ہوں گے بلکہ اُلٹے مخالف ہو جائیں گے۔ ماننے والے سعادت مند ہیں۔ انہیں مرنے کے بعد بڑی راحت اور آسائش نصیب ہو گی۔ اور نہ ماننے والے کسی طرح نہ مانیں گے اور مرنے کے بعد دُکھ درد میں مُبتلا ہوں گے ایمان لانے والوں اور انکار کرنے والوں کا رویہ ایک خاص مثال سے واضح کیا گیا ہے۔ رسولوں کے انکار کرنے والوں پر افسوس کیا گیا ہے کہ وہ اپنے بے باکانہ رویہ سے آخرت کا سخت عذاب مول لے رہے ہیں۔ رسالت کی اہمیت جتلانے کے بعد اللہ کی توحید اور اس کی معرفت پر توجہ دلائی گئی ہے۔ عالم میں اس کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور وہ سب دنیا کے بنانے والے اور اس کے پالنے والے کا پتہ بتا رہی ہیں۔

اس کے بعد قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور آخرت میں ایمان لانے والوں کے انعام و اکرام کا اور انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان کیا گیا ہے۔ پھر قرآن حکیم کی اہمیت بتائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ کوئی شاعرانہ خیالی اور فرضی باتوں کی کتاب نہیں ہے اس میں ہر چیز اور ہر بات کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

پھر سمجھایا گیا ہے۔ کہ انسان کا اللہ عزوجل کی طرف سے منہ موڑنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ کر کے اس کی بندگی کرے اور خوب سمجھ لے کہ مرکر دوبارہ جینا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ اللہ کے نزدیک نیست و نابود ہو جانے کے بعد کسی کا دوبارہ بنا دینا کچھ مشکل نہیں۔ دُنیا کی ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی۔ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے۔ وہ چیز اس کا حکم دیتے ہی موجود ہو جاتی ہے۔ وہ ہر برائی، عیب، کمزوری اور بیچارگی سے پاک ہے تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ؞

سورۃ یٰسٓ مکیّۃ

قرآن برحق ہے

آیاتہا ۸۳ رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ

یا سین | قسم اس قرآن | حکمت والے کی | تحقیق تو | البتہ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾

پیغمبروں میں سے ہے | اوپر راہ | سیدھی کے

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ

یٰسٓ قسم ہے اس پکے قرآن کی تحقیق تو بھیجے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾

ہوؤں میں سے ہے سیدھے راستہ پر

یٰسٓ: حروف مقطعات میں سے ہیں جن کے معنی صاف طور پر معلوم نہیں۔ بہت سی سورتوں کے پہلے یہ حروف مقطعات آئے ہیں جیسے الٓمّٓ وغیرہ وہاں ان کی تحقیق دیکھ لی جائے۔: حَكِيْمٌ: پختہ۔ مستحکم۔ یہ لفظ پہلے آچکا ہے۔ یہاں اس کے معنی سوچی سمجھی، مضبوط اور پختہ باتیں بنانے والے کے ہیں۔ قرآن مجید جو بات بتاتا ہے وہ پکّی اور پختہ ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ اس قرآن کی طرف توجہ کرو۔ اس کی ہر بات بالکل سچّی اور صاف ہے اور سراسر حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ کوئی الکل پچو باتوں کا مجموعہ نہیں ہے جس کی بنا وہم وگمان پر ہو۔ اس کی باتوں میں شک وشبہ کی گنجایش نہیں۔ اس کے بعد کی آیت میں خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن سنانا سب سمجھ داروں کو مقصود ہے۔ کہ کیا قرآن مجید پڑھ کر اور سُن کر اس میں کوئی شک کرسکتا ہے؟ کہ اس کے سنانے والے واقعی اللہ کے رسول ہیں جنہوں نے نہ کسی مدرسہ کی شکل دیکھی نہ کسی مکتب میں پڑھا۔

ظاہر ہے کہ وہ خود ایسا کلام نہیں بنا سکتے۔ جس کے برابر کا کلام بنانے سے بڑے بڑے ہوشیار پڑھے لکھے عاجز ہوگئے۔ پس اے عقل کا نام لینے والے انسانو! یقین کرو۔ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان رسولوں میں سے ایک اور آخری رسول ہیں۔ جو اللہ عزوجل کی طرف سے ہدایت کا پیغام انسان کے پاس لے کر آئے۔ یقیناً وہ اس راستہ پر چل رہے ہیں جو انسان کو اصلی کامیابی اور منزل مقصود تک سیدھا پہنچاتا ہے۔ اس راستہ پر چلنے والا کبھی ادھر ادھر بھٹکتا نہیں پھرتا۔ جسے یہ ہاتھ آجائے۔ وہ اپنے رہنما یعنی ہمارے اس رسول پر نگاہ جمائے۔ ان کے پیچھے چلا جائے۔ وہ ٹھیک منزل پر پہنچ کر رہے گا۔

نوٹ: قرآن میں جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے اس سے مقصود اس چیز کی طرف توجہ دلانا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر غور کرنے سے بعد کی بات صاف سمجھ میں آجاتی ہے۔:

قرآن کس نے اتارا؟

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا
نازل کیا زبردست رحم والے نے تاکہ ڈراوے تُو ایسی قوم کو کہ
مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾
نہیں ڈرائے گئے ان کے آباؤ اجداد پس وہ غفلت میں پڑے ہیں

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا
اتارا زبردست رحم والے نے تاکہ تُو ایک قوم کو ڈرائے کہ ان کے
مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾
باپ دادا نے ڈر نہیں سنا سو انہیں خبر نہیں

ارشاد ہے کہ یہ قرآن مضبوط اور مستحکم باتوں والا کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ اوّل تو انسان کسی بات کو اس قدر فیصلہ کن انداز میں بیان نہیں کر سکتا جو قرآن مجید میں نمایاں ہے۔ کیونکہ انسان کا علم صرف اپنے خیال اور گمان پر موقوف ہے۔ وہ کسی بات کو یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ جب تک اس پر اللہ کی طرف سے وحی نہ آئے۔ پھر انسان میں اتنی لیاقت ہے ہی نہیں جو ایسی عبارت بنا سکے۔ اور پھر وہ شخص جس کی تعلیم و تربیت باقاعدہ نہ ہوئی ہو۔ ایسی مسلسل تحریر پیش ہی نہیں کر سکتا۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری آنکھوں کے سامنے پرورش پائی ہے تم بچپن سے ان کے حالات دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ پھر جو وہ ایسا حکمت سے بھرا ہوا کلام جسے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے۔ ہر موقع کے مطابق تمہیں سنا رہے ہیں۔ تو یہ ان کا اپنا بنایا ہوا کیسے ہو سکتا ہے۔ تمام حالات پر غور کر کے قرآن جیسے با اثر کلام کو سن کر مجبوراً ماننا پڑے گا۔ کہ یہ اللہ عزوجل نے وحی کے ذریعے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سکھایا ہے۔ اس کی شان و شوکت سے ظاہر ہے۔ کہ اس کا بھیجنے والا بڑی قوّت والا ہے اور اتنا زبردست ہے کہ اس کے آگے کوئی بڑائی اور زور کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کلام کے زور سے ظاہر ہے کہ اس کا سکھانے والا نافرمانوں کو پوری پوری سزا دینے کی طاقت رکھتا ہے اور جہاں لطف و کرم کا اظہار ہے۔ وہاں دریائے رحمت ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو اپنی نوازش سے مالا مال کر دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ یہ کلام اللہ نے تیری طرف اس لیے اتارا ہے کہ تو اس قوم کو برے اعمال کے نتیجوں سے خبردار کر دے جن کے پاس مدّت سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور جن کے باپ دادا تک نے بھی کبھی ایسی باتیں نہیں سنیں۔ اس لیے وہ خواب غفلت میں گرفتار ہیں اور اب انہیں اس خواب غفلت سے جگانا ہے ؛

بدنصیب لوگ

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ
البتہ تحقیق پختہ ہو چکی ہے بات ان میں سے اکثر پر
فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا
پس وہ ایمان نہ لائیں گے تحقیق ہم نے کر دیے
فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ
ان کی گردنوں میں طوق پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں
فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾
پس وہ سر اونچا کیے ہوئے ہیں

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ
ثابت ہو چکی ہے بات ان میں سے بہتوں پر
فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا
سو وہ نہ مانیں گے ہم نے ان کی گردنوں
فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ
میں طوق ڈالے ہیں سو وہ ٹھوڑیوں تک ہیں پھر
فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾
ان کے سر اُلل رہے ہیں

مُقْمَحُوْنَ: اسر اوپر کی طرف اٹھائے جو آگے نہیں جھک سکتا۔ مُقْمَحٌ کی جمع ہے۔ جو اِقْمَاحٌ سے بنا ہے۔ اس کا مادہ ق۔م۔ح ہے قَمْحٌ کے معنی سر اونچا اٹھانے کے ہیں۔ اِقْمَاحٌ گردن میں اتنا سخت طوق ڈال لینا کہ جس سے سر اوپر کا اوپر رہ جائے آگے نہ جھک سکے اس کو سر اُللنا کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں میں سے بعض ایسے سخت دل ہوں گے کہ قرآن کی آیتوں کی طرف بالکل توجہ نہ کریں گے۔ دنیا کی چہل پہل نے ان کا دل اس قدر موہ لیا ہو گا کہ وہ تیری سنیں گے ہی نہیں۔ ایمان لانا کیسا۔ مال و دولت کی چاہ اور باپ دادا کی رسموں کی پیروی میں اس قدر پھنسے ہوں گے کہ حق کی آواز کی طرف کان بھی نہ جھکائیں گے۔ ان کی شامتِ اعمال نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہو گا۔ جب ان کی بے پروائی اس حد تک بڑھی ہوئی ہو گی۔ تو وہ ہمارے مقرر کیے ہوئے اٹل قانون کی گرفت میں آجائیں گے اور ہم ان کے اختیار کردہ رسم و رواج کو طوق کی طرح ان کی گردنوں میں پھنسا دیں گے اور وہ اتنا چُست ہو گا کہ ان کی گردن آگے کو جھکنے نہ پائے گی۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی لت ان کے سر کو جھکنے نہ دے گی۔ الل بچھیرے کی طرح کودتے اچھلتے پھریں گے۔ یہ سخت طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچا ہو گا۔ جس کی وجہ سے سر جھکانا ان کے لیے ممکن نہ ہو گا۔ ان آیتوں میں ان لوگوں کے رویّہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے جن کی غفلت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کو کوئی لاکھ سمجھائے وہ ایک نہیں سنتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہی ہے۔ ان کا دل اسی کی طرف جھکتا ہے اور وہ اس حقیقت کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ دنیا چند روزہ ہے یہاں سے آگے پیچھے سب کو جانا ہے اس لیے ان لوگوں کی بات سننا چاہیے جو آگے کی زندگی کی خبر دیتے ہیں۔

ایمان سے محروم

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ
اور کر دی ہم نے ان کے سامنے آڑ اور ان کے پیچھے
سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾
ایک آڑ پھر ڈھانک دیا ہم نے انہیں پس وہ نہیں دیکھتے
وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ
اور برابر ہے ان کے لیے خواہ ڈرائے تو انہیں یا نہ
تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾
ڈرائے تو انہیں وہ ایمان نہ لائیں گے

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ
اور بنائی ہم نے ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار
سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾
پھر اوپر سے ڈھانپ دیا سو ان کو کچھ نہیں سوجھتا
وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ
اور برابر ہے کہ تو ان کو ڈرائے یا نہ
تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾
ڈرائے وہ یقین نہیں کریں گے

رسولوں کا اور ان کے قدم بہ قدم چلنے والوں کا کام واقعی کٹھن ہے۔ قدرت نے ان کے ذمے ادھر تو یہ کام سپرد کیا کہ تمام لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے انجام سے خبردار کر دو۔ انہیں کھول کھول کر سمجھا دو۔ کہ دیکھو یہ کام تمہارے لیے بُرے ہیں ان کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ اور یہ کام اچھے ہیں ان کو خوشی خوشی اختیار کرنا۔ ادھر دنیا بنی ہی ایسی ہے کہ بعض لوگ ایسے سخت دل بھی اس میں موجود رہتے ہیں جو اپنی خواہشوں ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اچھے اور بُرے کاموں میں بالکل تمیز نہیں کرتے اور جو انہیں بُرے کاموں سے روکے۔ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے ارشاد ہے کہ ایسے لوگوں کی مخالفت کی پروا نہ کرو اور اپنا کام کیے جاؤ۔ ان لوگوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہم نے ان کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔ اور اوپر سے ان کی شامت اعمال کی نحوست سے ان پر ہم نے غفلت کا پردہ ڈال دیا ہے۔ اب انہیں کسی طرف سے کچھ نظر نہیں آتا۔ ان کے لیے برابر ہے کہ تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ ایمان لانے والے نہیں۔

پہلی آیت میں کہا گیا تھا کہ ان کی گردن تکبر اور غرور کی وجہ سے نیچے نہیں جھکتی۔ جو خود اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان کی غفلت انہیں بیرونی نشانیاں بھی دیکھنے نہیں دیتی۔ جو چاروں طرف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں پھر وہ ایمان لائیں تو کیسے لائیں ؛

ڈرنے والے

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ
فقط تم تو ڈراؤگے اسے جو پیروی کرے یاددہانی کی
وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ
اور ڈرے رحمان سے بن دیکھے پس خوشخبری دے اسے
بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ۱۱
بخشش کی اور ثواب کی جو باعزت ہے

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ
تو تو انہیں سنائے جو سمجھانے پر چلے اور
وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ
رحمٰن سے بن دیکھے ڈرے سو اس کو معافی کی
بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ۱۱
اور عزت اور ثواب کی خوشخبری دے

جو لوگ بدطینت یا شورہ پشت ہوتے ہیں وہ کسی اور کی نہیں سنتے۔ اپنی ہی ہانکتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ پیدائشی بدقسمت ہیں۔ ان کو کوئی لاکھ سمجھائے کہ بُرے کاموں کا نتیجہ بُرا ہوتا ہے۔ وہ ایک نہ سنیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کی بابت پہلے ارشاد ہوا کہ جب کچھ لوگ بد اخلاقی اور بدکرداری کے عادی ہو گئے اور کسی طرح وہ اپنی اکڑ سے باز نہیں آتے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ ان کے اوپر اے ہمارے رسول تمہارے سمجھانے کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ لیکن تمہیں اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے۔ کیوں کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو تمہاری بات مانیں گے اور بُرے کاموں سے یک لخت دست بردار ہو کر اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بنیں گے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول تیرے ڈرانے کا اثر تو ان پر ہوگا جو نصیحت مانیں اور دل میں اللہ کا ڈر رکھتے ہوں اور گو انہوں نے اللہ کو نہیں دیکھا لیکن پھر بھی سمجھتے ہوں کہ جو کچھ انہیں ملا ہے۔ اللہ ہی کی طرف سے ملا ہے۔ اسی کا نام رحمٰن ہے اور وہی سب کچھ دینے والا ہے۔ اور اس کی ناراضی کو اپنی تباہی کا باعث مانتے ہیں انہیں اے رسول اللہ کی آیتیں سناؤ اور اس کے عذاب سے ڈراؤ وہ ضرور تمہارا کہنا سنیں گے اور اطاعت کا راستہ اختیار کریں گے اسی اطاعت کے راستہ کا دوسرا نام اسلام ہے جو اسے اختیار کرے اسے خوشخبری سنا دو کہ اس کے لیے اللہ کے ہاں بخشش اور باعزت انعام و اکرام تیار ہے۔ وہ دنیا میں بھی اچھا رہے گا اور خاص کر آخرت میں بخشا جائے گا اور عزت پائے گا:

ہر عمل محفوظ ہے

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا

تحقیق ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں مُردوں کو اور لکھتے ہیں جو

قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ۛؕ وَكُلَّ شَیْءٍ

پہلے بھیجا انہوں نے اور ان کے پیچھے نشانات اور ہر چیز کو

اَحْصَيْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

گن رکھا ہے ہم نے ایک کتاب کھلی میں

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا

ہم ہی ہیں جو مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو وہ

قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۛؕ وَكُلَّ شَیْءٍ وقف غفران

آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے اور ہم نے ہر چیز

اَحْصَيْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ع ۱ / ۱۸

گن رکھی ہے ایک کھُلی کتاب میں

اِمَامٍ: (اصل چیز۔ راستہ۔ پیشوا) یعنی ہم نے ہر چیز گن رکھی ہے ایک کھلی اصل (کتاب) میں۔

اکثر لوگ اس کا یقین نہیں کرتے کہ دُنیا کے کاموں کی جزا سزا مرنے کے بعد ملے گی۔ وہ جب دوزخ جنت کا ذکر سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ محض خیالات ہیں اور جو ان کے اندر پھنسے رہتے ہیں ان کی بچوں کی سی ذہنیت ہے۔ بھلا کوئی عقل مند ایسے بہلاوے پھسلاوے میں آسکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن مجید بڑی متانت کے ساتھ کہتا ہے کہ سنو! یہ باتیں بالکل سچ ہیں اعمال کی جزا سزا یقینی ہے نہ مانو گے تو اپنا ہی کچھ بگاڑو گے کسی کا کیا جائے گا۔

پہلے صاف کہہ دیا گیا کہ اس قرآن مجید کی ساری باتیں معتبر اور جچی تلی ہیں۔ اس میں جو کچھ ہے وہ سراسر حقیقت کا اظہار ہے لیکن جب لوگوں کی سمجھ ہی الٹی ہو تو اس کا کیا علاج۔ بہرحال جو سمجھنا چاہے اسے سمجھا دو کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو مرنے کے بعد زندہ کرے گا۔

ارشاد ہے کہ یقیناً ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہر انسان کے اعمال جو اس نے زندگی میں کیے یا جن کا اثر اس کے مرنے کے بعد بھی پھیلتا رہا سب کے سب لکھے جا رہے ہیں اور ان سب کا ان کے مناسب بدلہ ملے گا اور ایک انسان کے اعمال ہی کا کیا اللہ کے علم اندر ہر چیز ہے جو ہوا یا ہو رہا ہے یا ہوگا۔ رتی رتی اسے معلوم ہے۔ اس کے ہاں ہر کام جچے تلے ضابطہ اور انتظام کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے اس نے ہر چیز لوح محفوظ میں لکھ دینے کا حکم جاری کر رکھا ہے چنانچہ کوئی چیز چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں جو اس میں لکھی ہوئی نہ ہو۔ خواہ اس کا تعلق حال سے ہو یا ماضی سے یا مستقبل سے۔ ایسے مدبر کے ہاں اعمال کی جزا و سزا کا انتظام نہ ہونا ناممکن ہے۔

سرکشوں کا رویّہ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ

اور بیان کر ان کے لیے بطور مثال اس بستی والوں کا حال

اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ

جب آئے ان کے پاس پیغام دینے والے جب بھیجے ہم نے

اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا

ان کی طرف دو پس جھوٹا کہہ دیا انہوں نے ان کو پس تقویت دی ہم نے

بِثَالِثٍ

تیسرے سے

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ

اور ان کے واسطے ایک مثال اس گاؤں کے لوگوں کی بیان کر

اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ

جب ان کے پاس رسول آئے جب ہم نے ان کی

اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا

طرف دو رسول بھیجے پھر ہم نے انہیں تیسرے

بِثَالِثٍ

سے قوت دی

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ قرآن حکیم کے حقیقی اور سچے مضامین اور شاندار آیتیں اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن کے مطابق انسان کو سیدھا راستہ بتانے آئے ہیں تاکہ مدتوں سے جو لوگ خواب غفلت میں گرفتار ہیں وہ بیدار ہوں اور مردہ قوم میں جان پڑے۔ پھر بتایا گیا کہ بعض بدقسمت لوگ رسول اور قرآن کا انکار کریں گے۔ ان پر نصیحت اثر نہ کرے گی۔ لیکن جو اللہ سے ڈریں گے۔ وہ ضرور اسے مانیں گے۔ ان ماننے والوں کو عزت کے ساتھ انعامات ملیں گے اب اس کی تشریح کے لیے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو ایک بستی کے لوگوں کا قصہ مثال کے طور پر سناؤ۔ ان کے پاس ہم نے پہلے دو رسول بھیجے۔ لوگوں نے ان سے کہا تم جھوٹے ہو ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ پھر ہم نے ان دو کے ساتھ ایک تیسرا رسول اور ملا دیا۔ تاکہ ان کو قوت حاصل ہو جائے۔

یہ بستی اکثر کے نزدیک شہر انطاکیہ ہے جو شام میں ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ انطاکیہ نہیں کوئی اور بستی ہے۔ اور یہ واقعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پہلے کا ہے اور یہ تینوں حضرت موسٰی علیہ السلام کے پیروؤں میں سے تھے جن کو حکم ہوا کہ فلاں بستی والے اللہ کو بالکل بھول بیٹھے ہیں۔ انہیں جا کر سمجھاؤ کہ اللہ کو مانو اور اس کے عذاب سے ڈر کر بُرے کام چھوڑ دو۔

رسولوں کو جھٹلانے والے

فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ (١٤)

کہا انہوں نے تحقیق ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

وہ بولے نہیں تم مگر آدمی ہو ہم جیسے

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ

اور نہیں اتاری رحمٰن نے کوئی چیز

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (١٥)

نہیں تم مگر جھوٹ کہتے

فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ (١٤)

تب انہوں نے کہا ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

وہ بولے تم تو ویسے ہی انسان ہو جیسے ہم

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ

اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (١٥)

تم سارے جھوٹ کہتے ہو

اکثر انسان دُنیا میں پھنس کر اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ اور کچھ اب ہی نہیں ہمیشہ سے ان کا یہی رویّہ رہا ہے۔ ان کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے کے لیے اللہ اپنے رسول بھیجتا ہے جن کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اللہ عزوجل کی طرف متوجہ کریں اور بتائیں کہ اللہ کی نافرمانی انسان کے لیے تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ وہ انہیں پہلے لوگوں کا حال سنا کر سمجھاتے ہیں۔ کہ ان میں سے جو اللہ سے غافل ہوئے۔ ان کا انجام بڑا عبرت ناک ہوا۔ لیکن لوگ پھر بھی نہیں مانتے۔ چنانچہ اس بستی والوں کے پاس پہلے دو رسول آئے۔ مگر وہ انہیں خاطر میں نہ لائے، پھر ان کے ساتھ تیسرا اور شامل کر دیا گیا۔

ارشاد ہے کہ ان تینوں نے مل کر لوگوں سے کہا کہ ہم تمہارے پاس اللہ کے بھیجے ہوئے آتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اللہ نے ہمیں جو پیغام دیا ہے وہ ہم تمہیں پہنچانے آئے ہیں۔ بستی کے لوگوں نے کہا تم میں کیا کوئی سرخاب کا پر ہے جو تمہیں اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا جیسے ہم ویسے تم۔ تم بڑے کہاں سے بن بیٹھے۔ ہم تمہاری نہیں سنتے۔ خواہ مخواہ باتیں مت بناؤ۔ اللہ کا نام مت لو۔ اس نے کوئی پیغام تمہاری طرف نہیں اتارا۔ تم تینوں نے آپس میں ایکا کر کے ایک جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر اُسے رائج کرنا چاہتے ہو۔ چھوڑو ان باتوں کو جھوٹ میں کچھ نہیں رکھا۔ ہمارے سامنے تمہاری یہ باتیں نہ چلیں گی۔

حق میں جھگڑا

قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ
کہا انہوں نے ہمارا رب جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہاری طرف
لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ
بھیجے ہوئے ہیں اور نہیں ہمارے اوپر مگر پہنچا دینا
الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ
کھلا ہوا بولے ہم نے منحوس پایا تمہیں

قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ
کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم بے شک تمہاری طرف بھیجے
لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ
ہوئے آئے ہیں اور ہماری ذمہ داری یہی ہے کہ کھول کر
الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ
پیغام پہنچا دینا بولے ہم نے تمہیں نامبارک پایا

ان کی ہٹ دھرمی دیکھ کر تینوں رسولوں نے بھی زور کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ جانتا ہے۔ ہم بے شک وشبہ تم تک پیغام حق پہنچانے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ہماری اپنی کوئی غرض اس سے اٹکی ہوئی نہیں ہے ہم تم پر فوقیت جتانے یا تمہارا سردار بن کر بیٹھ جانے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ ہمارے ذمہ تو فقط یہ کام ڈالا گیا ہے کہ یہ پیغام جو ہمیں دیا گیا ہے۔ صاف صاف تمہیں پہنچا دیں۔ ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے ہماری بات نہ ماننے کی کوئی معقول وجہ تو نہیں ہے لیکن اگر تم ضد اور کج بحثی پر اتر آؤ تو یہ تمہاری دھاندلی ہے۔ تمہارے اس طرزِ عمل کو سوائے بے انصافی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

رسولوں کی یہ بات بالکل صاف اور بے لاگ تھی۔ اس کا جواب وہ کیا دیتے۔ زچ ہو کر دھمکی دینے پر اُتر آئے اور لگے بے تُکی باتیں کرنے۔ بولے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بناؤ۔ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ جب سے تم آئے ہو۔ بستی میں ایک ہل چل مچ گئی ہے۔ جب تک تم نہ آئے تھے۔ ہماری زندگی آرام سے کٹ رہی تھی۔ تمہاری نحوست سے نہ تو وہ پہلی سی چہل پہل رہی اور نہ وہ پہلا سا کار و بار کا شوق رہا۔ بارش موقوف ہو گئی۔ قحط کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ تمہارے آتے ہی ہم پر چاروں طرف سے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ہمیں تو یہی نظر آ رہا ہے۔ کہ یہ سب تمہارے نامبارک قدموں کی شامت سے ہوا ؛

دھمکی

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ

البتہ اگر نہ باز آئے تم ضرور ہم پتھر ماریں گے تمہیں

وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾

اور البتہ پہنچے گا تمہیں ہماری طرف سے عذاب دردناک

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ

وہ بولے تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اگر یاد دلایا گیا تمہیں

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ

اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے

وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾

اور تم کو ہمارے ہاتھ سے دردناک عذاب پہنچے گا کہنے لگے کہ تمہاری

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ

نامبارکی تمہارے ساتھ ہے کیا اتنی بات پر کہ تمہیں سمجھایا گیا (تم بدکتے ہو)

اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ (کیا اگر تمہیں نصیحت کی گئی) یہاں بات کا اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا ہے "تم تو اسے نحوست قرار دو گے" کیوں کہ یہ آپ ہی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ بستی والوں نے اتنا ہی کہنے پر بس نہ کیا۔ کہ تم لوگ منحوس ہو بلکہ اس کے بعد یہ دھمکی دی کہ یا تو تم اپنی باتوں سے باز آ جاؤ ورنہ ہم تمہاری بری طرح خبر لیں گے۔

ارشاد ہے کہ انہوں نے کہا کہ یا تو تم اپنی زبان روکو۔ ورنہ ہم تم پر ایسا پتھراؤ کریں گے کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ تم ہمیں سمجھے کیا ہو؟ ہم تمہیں اتنا دق کریں گے کہ یاد ہی رکھو گے تمہیں ایسی دکھ بھری اذیت دیں گے کہ تم سب کچھ بھول جاؤ گے یہ لوگ اپنی غفلت اور بد اعمالیوں میں مست تھے۔ اپنے آپ کو جانے کیا سمجھتے تھے۔ انہیں یہ خبر نہ تھی۔ کہ یہ دُنیا اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔ یہاں ہر چیز کا ایک قاعدہ اور قانون مقرر ہے۔ جو اس کو توڑے گا اس کو جلدی یا کچھ دیر کے بعد وہ سزا مل کر رہے گی جو اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کے لیے مقرر ہے وہ اتنا ہی سمجھتے تھے کہ ہم طاقتور ہیں اور اپنے مخالف کو سخت سزا دے سکتے ہیں۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ ہم سے زیادہ طاقتور بھی کوئی ہے اور وہ ہمیں سخت سے سخت سزا دے سکتا ہے۔ اللہ کے ان پیغمبروں نے ان کی اس نادانی پر افسوس کیا۔ اور تحمّل کے ساتھ نرمی سے سمجھایا۔ کہ یہ نحوست تو تم پر تمہارے اعمال کی شامت سے آئی ہے۔ اگر تم ہماری بات پر غور کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے ہی بھلے کی کہہ رہے ہیں۔ اور جو نصیحت کر رہے ہیں وہ سراسر تمہاری خیر خواہی پر مبنی ہے۔ کیا ہماری نصیحت اور خیر خواہی کا بدلہ یہی ہے کہ تم ہمیں منحوس سمجھو خواہ مخواہ ہم سے دشمنی کرنے لگو۔ اور ہمارے ستانے پر کمر باندھ لو ایسا تو نہ ہونا چاہیئے ؎

فہمایش (۲)

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (١٩) وَجَآءَ

بلکہ تم لوگ ہو حد سے نکل جانے والے اور آیا

مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ

شہر کے پرلے کنارے سے ایک مرد دوڑتا ہوا بولا

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ (٢٠) اتَّبِعُوْا مَنْ

اے قوم پیروی کرو بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو ان کی

لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (٢١)

جو نہیں مانگتے تم سے کوئی صلہ اور وہ سیدھی راہ پر ہیں

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (١٩) وَجَآءَ

کوئی نہیں تم وہ لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے اور شہر کے

مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ

پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا وہ بولا

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ (٢٠) اتَّبِعُوْا مَنْ

اے قوم ان پیغمبروں کی راہ پر چلو ایسے لوگوں کی راہ جو

لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (٢١)

تم سے بدلہ نہیں چاہتے اور ٹھیک راستہ پر ہیں

رسولوں نے کہا کہ تم پر جو مصیبتیں پڑ رہی ہیں تمہارے اعمال کی شامت سے پڑ رہی ہیں۔ یہی کیا کچھ تھوڑی شامت کی بات ہے کہ تم ہماری خیر خواہی کو بدخواہی قرار دے رہے ہو۔ ایسی ٹیڑھی سمجھ کا نتیجہ سوا تباہی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ زہر کو زندگی کا سہارا سمجھنے لگنا بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے آگے کا قدم بس یہی ہو سکتا ہے کہ دھوکے میں زہر کو کھانا بھی شروع کر دیا جائے۔ کیونکہ لوگ اسے مقوی دوا سمجھے بیٹھے ہیں۔ سمجھدار لوگ جب یہ سنیں گے کہ بعض لوگوں نے نادانی سے زہر کو غذا قرار دے کر اس کا استعمال شروع کر دیا ہے تو ہو نہیں سکتا کہ وہ انہیں اصل حقیقت سے آگاہ نہ کریں یہ آگاہ کرنے والے یقیناً ان کے اصلی خیر خواہ ہیں۔ اگر ان کی بات نہ مانی اور زہر کھانے سے باز نہ آئے تو یقیناً زہر اپنا اثر کر کے رہے گا

اسی زمانہ میں اپنی بستی والوں کی ہٹ دھرمی کا ذکر سنکر ایک شخص بستی کے دوسرے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہا اے میرے ہم وطنو! ان پیغمبروں کی بات سولہ آنے کھری ہے ان کی بات مانو اور ان کے کہنے پر چلو۔ تم دیکھتے نہیں کہ یہ بے لاگ لپیٹ کے صحیح بات تمہیں بتا رہے ہیں اور اس بھلائی کا جو وہ تمہارے ساتھ کر رہے ہیں تم سے معاوضہ بھی نہیں مانگتے۔ جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے بھلے ہی کی کہہ رہے ہیں۔ یہ سیدھے راستہ پر ہیں اور تمہیں بھی سیدھے راستہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ اپنا بھلا چاہتے ہو تو جس طرح یہ کہتے ہیں اسی طرح چلو ؞

فہمائش (ب)

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ
اور کیا ہوا مجھے کہ نہ پوجوں میں اسے جس نے مجھے بنایا اور اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً
لوٹو گے تم کیا بناؤں میں اس کے سوا ایسے معبود
اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ
کہ اگر ارادہ کرے مجھے رحمٰن دکھ دینے کا نہ فائدہ دے
عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾
مجھے ان کی سفارش کچھ اور نہ چھڑائیں وہ مجھے
اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾
بیشک میں اس وقت البتہ گمراہی میں ہوں کھلی

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ
اور مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے بنایا اور سب
تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً
اسی کی طرف پھر جاؤ گے کیا میں اسے چھوڑ کر ایسے معبود پکڑ لوں کہ
اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ
اگر رحمٰن مجھے تکلیف دینی چاہے تو ان کی سفارش میرے
عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾
کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے چھڑا ئیں
اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾
تب تو میں گمراہ ہوں صریح

اس شخص نے جو شہر کے پرلے درجے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا۔ اپنے آپ سے کہا۔ مگر سنانا دوسروں کو مقصود تھا۔ کہ ہوش و حواس کے درست ہوتے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل کو جس نے مجھے پیدا کیا' چھوڑ کر میں اوروں کو اپنا معبود بنا لوں۔ حالانکہ ہم سب کو آخر کار اسی کے پاس واپس جانا ہے۔ اس وقت ہم اسے گستاخی کا جواب کیا دیں گے بھلا سوچو تو سہی کہ ایسے معبود کس کام کے جو رحمٰن کے بھیجے ہوئے دکھ اور درد سے نہ سفارش کر کے بچا سکیں اور نہ ان میں خود اتنی سکت ہے کہ اس سے چھڑا سکیں ہمیں ایسے معبود سے کیا فائدہ جو وقت پر ہماری مدد نہ کر سکے۔ ہم اسی رحمٰن و رحیم اللہ کو کیوں نہ پوجیں جس کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا جسے وہ دکھ دینا چاہے اسے کوئی سکھ نہیں دے سکتا اور جسے وہ سکھ پہنچانا چاہے اُسے کوئی دکھ نہیں دے سکتا۔ اگر میں ایسا کروں کہ قادر و مختار اللہ رحمٰن و رحیم کو چھوڑ کر ایک عاجز اور لاچار' ضعیف و ناتواں مخلوق کو اپنا معبود بنا دوں تو یقیناً میں ایسی گمراہی میں مبتلا ہوں گا جس کی حقیقت بالکل ہی روشن ہے:

نصیحت کا صلہ

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

تحقیق میں ایمان لایا تمہارے رب پر پس میری سنو

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ

حکم ہوا داخل ہو جا جنت میں کہنے لگا اے کاش

قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ

میری قوم جان لے یہ کہ بخش دیا مجھے میرے رب نے

وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور کر دیا مجھ کو معزز لوگوں میں سے

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

میں تمہارے رب پر یقین لایا مجھ سے سنو

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ

حکم ہوا کہ بہشت میں چلا جا کہا کاش کسی طرح

قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ

میری قوم معلوم کرلے کہ مجھ کو میرے رب نے بخش دیا

وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور مجھ کو عزت والوں میں داخل کر لیا

لوگوں کو اس طرح صاف صاف سمجھانے کے بعد اس نے کہا کہ جب سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کے بعد بھی وہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے جو یہ اللہ کے رسول کہہ رہے ہیں تو پھر ان رسولوں کی بات نہ ماننا انتہا درجہ کی نادانی اور حماقت ہے۔ بات یہی ٹھیک ہے جو یہ کہہ رہے ہیں۔ ہم سب کا رب ایک اللہ عزوجل ہے اس کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف جھکنا اس کے سوا کسی اور کو معبود بنانا یا اس کے ساتھ اوروں کو بھی نہ بیک ٹھہرانا صریح گمراہی ہے۔ اس سے زیادہ ہٹ دھرمی اور کیا ہو گی۔ اس لیے میں تو تمہارے اور اپنے رب پر ایمان لایا۔ اچھی طرح کان کھول کر میری بات سن لو کہ میں اللہ کے رب العالمین اور معبود یکتا ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ اس نے اپنے ایمان ویقین کا اقرار برملا کیا۔ جہاں وہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول بھی حاضر تھے اور قوم کے لوگ بھی سارے سن رہے تھے مقصد یہ ہوگا۔ کہ رسولوں کو اپنے ایمان کا گواہ بنالے اور لوگوں کو اپنے عمل سے ترغیب دے۔ کہ وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں۔ لیکن وہ کس کی سننے والے تھے۔ وہ تو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے اور اپنی بداعمالیوں میں محو ہو چکے تھے۔ سب نے اس غریب پر حملہ کر دیا اور بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اللہ کی راہ میں جو شہید ہوتا ہے اسے فوراً جنت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے حکم ہوا کہ اسے جنت میں لے جاؤ۔ وہاں بھی اسے اپنی قوم کا خیال رہا اور کہا کاش! میری قوم کو معلوم ہو جاتا۔ کہ مجھے اللہ نے انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور مغفرت اور عزت سے سرفراز کیا تو وہ سب ایمان لے آتے۔

سرکشوں کی سزا

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ
اور نہیں اتاری ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد
مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾
کوئی فوج آسمان سے اور نہ تھے ہم اتارنے والے
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً
نہ تھی وہ مگر چنگھاڑ ایک
فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾
پس اچانک وہ بجھ گئے

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ
اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے پیچھے کوئی فوج
مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾
آسمان سے نہیں اتاری اور ہم فوج نہیں اتارا کرتے
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً
بس یہی ایک چنگھاڑ تھی پھر
فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾
اسی دم سب بجھ کر رہ گئے

حبیب نجار کو اس کی قوم نے بری طرح ستا ستا کر قتل کیا۔ اس کا قصور کچھ نہ تھا۔ اس نے قوم کی خیر خواہی اور ہمدردی کے جوش میں ان کو نصیحت کی تھی اور جو کچھ کہا اس میں ان کا سراسر بھلا تھا۔ چنانچہ شہادت کے بعد جنت میں پہنچ کر بھی اسے قوم کا خیال رہا۔ کہنے لگا کہ اگر اس انعام و اکرام کی جو مجھے نصیب ہوا انہیں خبر ہو جاتی تو وہ یقیناً ایمان لے آتے اور توبہ کر کے اللہ کے مقبول بندوں میں داخل ہو جاتے۔

ارشاد ہے کہ اس کا شہید کر دینا ان سرکش لوگوں کا انتہائی ظلم تھا جو وہ دنیا میں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ان کو سزا دی گئی۔ اس کے لیے اس کی ضرورت نہ تھی کہ آسمان سے کوئی فوج ان سے لڑنے کے لیے بھیجی جاتی۔ کمزوروں کے مقابلہ فوج کیسی؟ وہ لوگ خواہ کتنے ہی طاقتور ہوں اللہ عزوجل کے سامنے ان کی کوئی ہستی نہ تھی۔

فرمایا کہ ہم عام طور پر دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے فوجیں نہیں بھیجا کرتے۔ ان کے لیے تو فقط یہی کافی ہوتا ہے کہ فرشتے انہیں زور سے ایک ڈانٹ پلائیں۔ اُن کی گرج دار آواز ہی سے ان کا دم نکل جاتا ہے۔ زیادہ اہتمام کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ چنانچہ ایک ہی کڑک میں ان کی جان نکل گئی اور مر کر گر گئے۔ اکڑ فوں کا سارا ہوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کے آگے کسی کی مجال نہیں جو دم مار سکے۔ مغرور انسان بڑے دھوکے میں ہے۔ کہ اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔

انسان کی گستاخی

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ
وائے ندامت بندوں پر نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول
إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۰﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ
مگر تھے وہ اس کی ہنسی اڑاتے کیا نہیں دیکھا انہوں نے کتنی
أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ
ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے بستیوں میں سے کہ وہ
إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا
ان کی طرف نہیں لوٹیں گی اور نہیں ان میں کوئی مگر
جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾ ع
سب کے سب ہمارے پاس پکڑے آئیں گے

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ
کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا
إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۰﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ
جس سے وہ ٹھٹھا نہیں کرتے تھے کیا نہیں دیکھتے کہ ہم
أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ
ان سے پہلے کتنی جماعتیں غارت کر چکے کہ وہ ان
إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا
کے پاس پھر کر نہیں آئیں گی اور ان میں سے کوئی نہیں
جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾ ع
جو اکٹھے ہمارے پاس پکڑے ہوئے نہ آئیں

یٰحَسْرَةً: (اے افسوس) عرب کے محاورہ میں ہر چیز کے ساتھ جس کی طرف خاص توجہ دلانا مقصود ہوتی ہے یا لگا دیتے ہیں گویا اس کو پکار رہے ہیں۔ اِنْ (نہیں) یہاں حرف نفی ہے اور لَمَّا حرف استثنار ہے بمعنی اِلَّا۔

ارشاد ہے کہ انسان اللہ کے بندے ہو کر اس کی نافرمانی پر کمر باندھتے ہیں یہ نہایت افسوسناک ہے۔ مرنے کے بعد جب حقیقت کھلے گی۔ اس وقت سر پر ہاتھ رکھ کر روئیں گے۔ سوا حسرت اور ندامت کے اور کچھ ان کے پلّے نہ پڑے گا۔ اس وقت انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ اپنی رنگ رلیوں میں مست ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کے پاس اب تک جو بھی رسول آیا۔ اس کی ہنسی اڑاتے رہے۔ اس کے سمجھانے کو کچھ نہ گردانا۔ اس کی نصیحت کو کچھ وقعت نہ دی۔ آخر اپنے کیے کی سزا پائی۔ آج ان رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والوں کا نام و نشان تک نہ رہا۔ ہم ان کے حالات اس لیے سناتے ہیں کہ یہ ان سے عبرت حاصل کریں۔ کیا انہوں نے اب تک اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ لوگ اپنی گستاخیوں اور اعمال کی شامت سے تباہی کے مستحق ہوئے اور ہم نے اسی وجہ سے کتنی ہی جماعتوں کو نیست و نابود کر دیا۔ اب ان میں سے کوئی بھی ان کے پاس پھر واپس نہیں آئے گی۔ ان کو چاہیئے کہ اس واقعہ سے سبق سیکھیں۔ ورنہ ان کا بھی وہی انجام ہو گا۔ کان کھول کر سُن لیں کہ نافرمانوں کو مر کر بھی چین نہ ملے گا۔ یہ مجرم سب کے سب ضرور پھر ہمارے پاس پکڑے آئیں گے اور آخرت کی سخت سزا پائیں گے۔

اللہ کی نعمتیں

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا
اور ایک نشانی ان کے لیے زمین مردہ ہے زندہ کیا ہم نے اسے
وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (۳۳)
اور نکالے ہم نے اس میں سے دانے پھر اس سے کھاتے ہیں
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ
اور بنائے ہم نے اس میں باغات کھجور کے اور انگور کے
وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (۳۴) لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ
اور بہائے اس میں چشموں میں سے تاکہ کھائیں وہ اس کے پھل
وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (۳۵)
اور نہیں بنایا اسے ان کے ہاتھوں نے کیا پس نہیں شکر کرتے

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا
اور ان کے واسطے ایک نشانی مردہ زمین ہے اسے ہم نے زندہ کر دیا
وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (۳۳)
اور اس میں سے اناج پیدا کیا سو اسی میں سے کھاتے ہیں
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ
اور اس میں ہم نے کھجور کے اور انگور کے باغ بنائے
وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (۳۴) لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ
اور اس میں کچھ چشمے بہا دیئے تاکہ اس کے میووں سے کھائیں
وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (۳۵)
اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا پھر کیوں شکر نہیں کرتے

پہلے ارشاد ہوا ہے کہ لوگ اللہ کے رسولوں کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور اپنے من بھاتے مشغلوں میں پھنس کر ان کے کہنے کو خاطر میں نہیں لاتے حالانکہ وہ ان کو ایک بہت ہی سیدھی اور سچی بات سمجھاتے ہیں۔ وہ اس کے سوا اور کیا کہتے ہیں کہ اللہ کو مانو۔ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ تمہیں جو کچھ ملا اور مل رہا ہے وہ اسی کے رحم و کرم سے مل رہا ہے۔

ارشاد ہے کہ تم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی اور خشک پڑی ہوتی ہے۔ زندگی کے آثار اس میں کچھ نظر نہیں آتے۔ تھوڑے ہی دن میں بارش ہوتی ہے اور زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اور ہر طرف عجیب چہل پہل نظر آتی ہے۔ غلہ پیدا ہوتا ہے اور انسان کی خوراک کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ ایک طرف کچھ حصہ زمین میں باغ لگ جاتے ہیں۔ جن میں کھجوریں لگتی ہیں اور انگور پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اللہ نے ان کے تر و تازہ رکھنے کے لیے زمین میں جگہ جگہ چشمے بہا کر پانی پہنچانے کا بندوبست کر دیا ہے۔ تاکہ لوگ اس کی بدولت خوب پھل کھائیں۔ کیا یہ سب کچھ تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ ہرگز نہیں۔ تمہیں غلہ اور میوے پیدا کرنے کی کوئی طاقت نہیں۔ یہ سب اللہ کی عنایت اور اس کی قدرت کا ظہور ہے۔ پھر ان سے فائدہ اٹھا کر اس کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟

اللہ کی قدرت

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

پاک ہے وہ جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے سب

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ

اس میں سے جو اگاتی ہے زمین اور خود ان میں سے اور

مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶) وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ

ان میں جنھیں یہ نہیں جانتے اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ

اتار لیتے ہیں ہم اس پر سے دن کو پس اچانک وہ

مُّظْلِمُوْنَ (۳۷) وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ

اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج جاری رہتا ہے ایک ٹھکانے پر اپنے

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۳۸)

یہ ہے ڈھنگ ڈالا زبردست جاننے والے کا

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

پاک ذات ہے جس نے سب چیز کے جوڑے بنائے اس سے

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ

جو زمین میں اگتا ہے اور خود ان میں سے اور ان میں سے

مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶) وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ

جن کی انہیں خبر نہیں اور ایک نشانی ان کے واسطے رات ہے

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ

اس پر سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں پس یکایک وہ اندھیرے

مُّظْلِمُوْنَ (۳۷) وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ

میں رہ جاتے ہیں اور سورج اپنے مقرر راستہ پر چلتا رہتا ہے

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۳۸)

یہ اندازہ اس زبردست جاننے والے کا مقرر کردہ ہے

نَسْلَخُ (کھینچ لیتے ہیں ہم) مضارع ہے س۔ل۔خ سے۔ سلخ کے اصل معنی ہیں بدن پر سے کھال اتار دینا۔ پھر ہر چیز کے اوپر کے ڈھکنے کو کھینچ لینے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ مراد یہ ہے کہ اندھیرا اصل چیز ہے دن اس کے اوپر آکر چھا جاتا ہے تو اندھیرا چھپ جاتا ہے اور روشنی ہو جاتی ہے۔

اَزْوَاجٌ (جوڑے) زوج کی جمع ہے ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے سے ملتی جلتی ہو یا اس کی ضد ہو۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل بے مثل ہے جس نے ایک دوسری سے ملتی جلتی یا ایک دوسرے سے بالکل مخالف چیزیں بنائیں۔ چنانچہ زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں یکساں شکل اور مزے والی بھی ہیں اور ایک دوسری سے مختلف شکل اور مزے والی بھی۔ جیسے کھٹی میٹھی، سیاہ و سفید وغیرہ۔ ایسے ہی خود انسانوں میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے افراد بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مخالف صفتوں والے بھی جیسے مرد و عورت، کالے گورے وغیرہ۔ رات بھی اس کی قدرت کی نشانی اس پر دن چھا جاتا ہے تو روشنی ہو جاتی ہے۔ دن اوپر سے کھینچ لیا جاتا ہے تو ہر جگہ اندھیرا ہی اندھیرا رہ جاتا ہے۔ سورج کو دیکھو کہ اپنے مقرر راستہ پر چلتا رہتا ہے ان سب چیزوں کا یہ اندازہ اللہ ہی نے بنایا ہے جو زبردست قوت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

قدرت کی اور نشانیاں

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ
اور چاند کے ۔ مقرر کردیں ہم نے منزلیں یہاں تک کہ ہوگیا دوبارہ
كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (۳۹) لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ
مانند ٹہنی پرانی کے نہ سورج کو مجال ہے
لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ
اُسے یہ کہ جا پکڑے چاند کو اور نہ رات
سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (۴۰)
آگے بڑھے دن کے اور ہر ایک اپنے گھیرے میں تیرتے پھرتے ہیں

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ
اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ یہاں تک کہ پھر
كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (۳۹) لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ
پرانی ٹہنی کی طرح ہو گیا نہ سورج کی مجال کہ چاند
لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ
کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے
سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (۴۰)
آگے بڑھے اور ہر ایک اپنے دائرے میں پھر رہے ہیں

پہلے رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے کا ذکر ہوا۔ چونکہ ان کا آنا جانا سورج پر موقوف تھا۔ اس لیے سورج کی طرف توجہ دلائی۔ پھر فرمایا اور سیاروں کی طرح سورج بھی اپنے مقرر راستے پر حرکت کرتا ہے اور اس کے بھی ٹھکانے مقرر ہیں جہاں پہنچ کر رہتا ہے۔ اس آیت میں چاند کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ اس کی اپنی رفتار الگ ہے اور اس کی منزلیں مقرر ہیں جن میں سے یہ ہر ماہ گذرتا ہے۔ بیچ میں پورا چاند ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد گھٹتے گھٹتے آخر میں کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا اور مڑا ہوا ہو جاتا ہے۔ روشنی بھی جاتی رہتی ہے۔ پھر تھوڑا تھوڑا بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ اور پورا ہو کر پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ غرض اسی طرح گھٹتا بڑھتا اپنی مقررہ اٹھائیس منزلوں میں سے ہر مہینہ گذرتا ہے۔ سورج کی مجال نہیں کہ چاند کو پکڑ لے۔ اور اس کے وقت کا کچھ حصہ اپنے وقت میں ملا لے۔ اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ رات کی مقررہ مدت ختم ہونے سے پہلے دن ہو جائے۔ موقع اور زمانہ کے لحاظ سے رات اور دن کی جو مقدار مقرر ہے۔ اس سے سر مو تفاوت نہیں ہو سکتا۔ ہر سیارہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر مقررہ قاعدہ اور طے شدہ نظام کے مطابق چکر کاٹ رہا ہے۔ اس سے اِدھر اُدھر ذرا بھی نہیں ٹل سکتا۔ آخر یہ عظیم الشان نظام ایسی درستی اور پابندی کے ساتھ کس نے مقرر کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ عزوجل نے کیا ہے۔

نوٹ: فلک دائرہ کو کہتے ہیں۔

ایک اور نشانی

وَ اٰیَۃٌ لَّھُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَھُمْ

اور ایک نشانی ان کے لیے یہ ہے کہ ہم نے سوار کر لیا ان کی نسل کو

فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ (۴۱) وَ خَلَقْنَا لَھُمْ

کشتی بھری ہوئی میں اور پیدا کر دیا ہم نے ان کے لیے

مِّنْ مِّثْلِہٖ مَا یَرْکَبُوْنَ (۴۲) وَ اِنْ

اس جیسی چیزوں میں سے جس پر وہ چڑھتے ہیں اور اگر

نَّشَاْ نُغْرِقْھُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَھُمْ

ہم چاہیں تو ان کو ڈبو دیں پھر نہ کوئی فریاد کو پہنچے ان کے لیے

وَلَا ھُمْ یُنْقَذُوْنَ (۴۳)

اور نہ وہ چھڑائے جائیں

وَاٰیَۃٌ لَّھُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَھُمْ

اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے کہ ہم نے ان کی نسل کو

فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ (۴۱) وَخَلَقْنَا لَھُمْ

اس بھری ہوئی کشتی میں اٹھا لیا اور ان کے واسطے ہم نے کشتی

مِّنْ مِّثْلِہٖ مَا یَرْکَبُوْنَ (۴۲) وَاِنْ

جیسی چیزوں کو بنا دیا جس پر سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم

نَّشَاْ نُغْرِقْھُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَھُمْ

چاہیں تو ان کو ڈبو دیں پھر نہ ان کی فریاد کو کوئی پہنچے

وَلَا ھُمْ یُنْقَذُوْنَ (۴۳)

اور نہ وہ چھڑائے جائیں

صَرِیْخٌ: فریادی اور فریاد رس (مصدر ہے ص ر خ سے جس کے معنی چیخنے کے ہیں۔ صَرِیْخ فریاد کرنے والے اور فریاد کو پہنچنے والے دونوں کو کہتے ہیں۔ اسی سے بنا ہوا لفظ مُصْرِخ سورۂ ابراہیم میں گزرا جس کے معنی فریاد رس کے ہیں۔

اس آیت میں انسان کی توجہ اس واقعہ کی طرف دلائی گئی ہے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں انسان کی آبادی ایک زبردست طوفان میں گھر گئی تھی۔ اس وقت نسل انسان فقط ایک کشتی کے ذریعہ محفوظ رہی جسے الہام خداوندی کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اس وقت سے انسان نے پانی پر کشتی کے ذریعہ چلنا پھرنا سیکھا۔

ارشاد ہے کہ انسان کے لیے ہماری معرفت کی ایک نشانی یہ ہے۔ کہ اس کی نسل کو ہم نے ایک کشتی کے ذریعے جو پوری بھری ہوئی تھی۔ طوفان میں غرق ہونے سے بچا لیا اور ان سے پھر انسان کی نسل پھیلی۔ اس کے بعد اس کشتی جیسی اور بہت سی سواریاں انسان کے لیے پیدا کر دیں۔ جن پر چڑھ کر وہ خشکی اور تری کے سفر طے کرتا ہے تم دیکھتے ہو کہ وہ سمندروں کے اندر بڑے بڑے جہازوں میں چڑھے پھرتے ہیں اور دلیرانہ ادھر ادھر آتے جاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں اس بحر زخار میں غرق کر دیں۔ کیا یہ بات ہمارے پہچاننے کے لیے کافی نہیں۔ اس پانی میں ڈوبتے ہوئے سوا ہمارے کوئی انہیں بچا سکتا اور نہ اس وقت ان کی چیخ و پکار کا کوئی اور سننے والا ہے۔

انسان کی غفلت

إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿٤٤﴾

مگر رحمت سے اپنی اور کام چلانے کو ایک مدت تک

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ

اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ بچو اس سے جو تمہارے سامنے ہے

وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا

اور اس سے جو تمہارے پیچھے ہے شاید تم رحم کیے جاؤ اور نہیں

تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ

آتی ان تک کوئی نشانی نشانیوں میں سے ان کے رب کی

إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾

مگر ہیں وہ اس سے روگردانی کرتے

إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿٤٤﴾

مگر ہم اپنی مہربانی سے بچاتے ہیں اور ایک وقت تک ان کا کام چلانے کو

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ

اور جب ان سے کہیے کہ بچو اس سے جو تمہارے سامنے آتا ہے اور

وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا

جو تم پیچھے چھوڑتے ہو شاید تم پر رحم ہو اور کوئی

تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ

حکم ان کے رب کے حکم سے ان تک نہیں پہنچتا جسے

إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾

وہ ٹلاتے نہ ہوں

ارشاد ہے کہ ہم انہیں سمندر میں ان کی کشتیوں اور جہازوں سمیت ڈبو دیں تو کوئی انہیں بچانے والا نہیں اور نہ ان کی کوئی فریاد سنے۔ یہ تو ہم اپنی رحمت سے ان کو بچائے ہوئے ہیں کیونکہ دنیا کو باوجود انسان کی شرارتوں کے ایک معین وقت تک قائم رکھنا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو نیک کام کرنے کا موقعہ ملے۔ جو ہمارے رسول اور ہماری کتاب کی بات مان کر سیدھے راستے پہ چل پڑے ہیں۔ بڑے لوگوں کی برائیوں اور شریروں کی شرارتوں کی وجہ سے ہم دنیا کو فوراً تباہ نہیں کرتے۔ کیوں کہ کچھ دن تک دنیا کے کام چلانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ تاکہ سعادت مند لوگ ہماری نصیحت پر عمل کریں لیکن بعض لوگوں کا عجیب حال ہے۔ یہ کام کی باتیں سنتے ہی نہیں اور اپنی ہی ضد پر اڑے رہتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے سامنے قیامت کھڑی ہے اس کا آنا یقینی ہے اس کے ہولناک عذاب سے بچنے کی فکر کرو۔ اور تمہارے پیچھے تمہارے اعمال پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے حساب کتاب کا خیال کرو اور ان کے انجام سے بچنے کی فکر کرو۔ شاید تم پر رحم ہو۔ تو وہ ذرا دھیان نہیں دیتے۔ منہ موڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان کو ہوشیار کرنے کے لیے نشانیوں پر نشانیاں آتی ہیں۔ لیکن وہ انہیں دیکھتے ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔ غور فکر کا تو ذکر ہی کیا ہے اچھی طرح سنتے بھی نہیں ؛

ٹال مٹول

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ
اور جب کہا جائے ان سے خرچ کرو اس سے جو دیا تمہیں
اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اللہ نے تو کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے
اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ
کیا کھلائیں ہم اسے کہ اگر چاہتا اللہ تو کھلاتا اسے
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۴۷)
نہیں تم مگر گمراہی میں ظاہر

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ کچھ اللہ کے دیئے سے خرچ کرو
اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ
اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ
ہم ایسے لوگوں کو کیوں کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۴۷)
تم لوگ تو صاف گمراہی میں ہو

جو لوگ اپنے ہی طریقہ پر قائم رہنا پسند کرتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر چلتے ہوئے ان کا دم نکلتا ہے وہ نصیحت کرنے والوں کو عجیب عجیب جواب دیتے ہیں اس آیت میں ان کا کچا چٹھا کھول دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اگر کبھی کچھ خرچ بھی کرتے ہیں تو اپنی مرضی کے مطابق ہی خرچ کرتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ کے نام سے انہیں چڑ ہے۔ انہیں اگر سمجھایا جائے کہ یہی خرچ اپنی شہرت اور نام کی بجائے اللہ کے لیے اس کا حکم سمجھ کر اور اس کے بتاتے ہوئے طریقے کے مطابق کرو تو تمہاری آخرت بھی سنور جائے تو وہ کہتے ہیں تمہیں تو مذہب کا خبط ہو گیا ہے۔

چلو خیر تمہارا ہی کہنا ٹھیک سہی۔ کہ اللہ کو مان کر اس کی مرضی پر چلنا ہی دنیا اور آخرت دونوں میں کام آتا ہے لیکن اسے اللہ کے ماننے والو تمہارے اعتقاد کے مطابق تو ہر کام اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس لیے جو مال و متاع ہمارے پاس ہے وہ بھی اللہ ہی نے ہمیں دیا ہے۔ اور ان کو جو کنگال بنایا ہے، وہ بھی اللہ ہی کا کام ہے۔ اب تم جو یہ کہتے ہو کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے مسکینوں اور محتاجوں کو بھی کچھ دو۔ تو یہ مسکین اور محتاج اسی لیے اس حالت میں ہیں کہ اللہ کی اپنی مرضی ہی انہیں کچھ دینے کی نہیں تھی۔ اللہ چاہتا تو ان کو بھی فراغت سے کھانے پینے کو دیتا۔ جب اس نے ہی انہیں نہیں دیا۔ تو اب ہمارا انہیں دینا اس کی مرضی کے خلاف نہ ہوگا؟ اس لیے تم تو کھلم کھلا غلط چل رہے ہو اور غلط نصیحت کر رہے ہو۔

قیامت کا ظہور

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴۸) مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا
ہو تم سچّے نہیں راہ دیکھتے مگر
صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ
چنگھاڑ ایک کی جو آپکڑے گی انہیں اور وہ
يَخِصِّمُوْنَ (۴۹) فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً
جھگڑ رہے ہوں گے پس نہ کر سکیں گے وصیت
وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (۵۰)
اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴۸) مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا
تم سچے ہو یہ تو راہ دیکھتے ہیں
صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ
ایک چنگھاڑ کی جو ان کو آ پکڑے گی جب کہ وہ
يَخِصِّمُوْنَ (۴۹) فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً
آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے پھر نہ ہو سکے گا کہ کچھ بھی کہہ دیں
وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (۵۰) ع ۳ ۱۸
اور نہ اپنے گھر کو واپس جا سکیں گے

ارشاد ہے کہ جب رسول انہیں اللہ کا کلام پڑھ کر سناتے ہیں اور اس میں ان سے کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور قیامت قائم ہوگی۔ اور جن لوگوں نے اللہ اس کے رسول اور اس کی کتاب کو دنیا میں نہیں مانا۔ ان کی بد اعمالیوں کی سزا دی جائے گی۔ اور وہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو یہ سن کر وہ ہنسنے لگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وعدے وعید آخر کب پورے ہوں گے۔ اگر تم سچے ہو تو انہیں ابھی پورا کر کے دکھاؤ۔ ہم کوئی ننھے بچے ہیں جو ہمیں باتیں بنا کر ڈرانا چاہتے ہو مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا اور اعمال کا حساب کتاب ہونا ایک تمہاری (نعوذ باللہ) گھڑی ہوئی کہانی ہے۔

حکم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ تم یوں نہ مانو گے تم تو یہ راہ دیکھ رہے ہو کہ قیامت کے آثار شروع ہو جائیں۔ تم آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہو اور پہلا صور پھونک دیا جائے اور اس کی سخت و کرخت آواز سے تمہارے پتّے پھٹ جائیں اور دھم سے زمین پر آ رہو۔ یاد رکھو جب یہ زور کی چنگھاڑ شروع ہو جائے گی۔ تو کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گا۔ اس سے پہلے ہی اگر کچھ کرنا ہے تو کر لو ورنہ اس وقت تو نہیں اتنی بھی مہلت نہ ملے گی کہ کسی سے کچھ کہنا چاہو تو کہہ سکو یا بھاگ کر گھر لوٹنا چاہو۔ تو لوٹ سکو۔ اس وقت کسی بات کی مہلت نہ ملے گی جس حال میں ہو گے مر کر گر پڑو گے۔

مرکر پھر جینا

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ
اور پھونکا جائیگا صور میں پس یکایک وہ قبروں سے
اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ (۵۱) قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ
اپنے رب کی طرف دوڑیں گے کہیں گے ہائے کم بختی ہماری کس نے
وقف منزل
وقف غفران
وقف لازم
بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ
ہمیں اٹھایا ہماری قبروں سے یہ ہے وہ جو وعدہ کیا تھا
الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (۵۲)
رحمٰن نے اور سچ بتایا تھا رسولوں نے

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ
اور صور پھونکا جائے گا پھر یکایک وہ قبروں سے اپنے
اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ (۵۱) قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ
رب کی طرف دوڑیں گے کہیں گے ہائے کم بختی! کس نے
بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ
اٹھا دیا ہمیں ہماری قبروں سے یہ وہ وعدہ ہے جو رحمٰن نے
الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (۵۲)
کیا تھا اور رسولوں نے اُسے سچ کہا تھا

اَلْاَجْدَاثُ : جَدَثٌ کی جمع ہے۔ بہ قبر کے لیے دوسرا لفظ ہے۔

یَنْسِلُوْنَ : بھاگیں گے مضارع ہے ن۔س۔ل سے نَسْلٌ اور نَسَلَانٌ کے معنی تیز چلنے اور دوڑنے کے ہیں۔

پہلے ارشاد ہوا کہ قیامت کی بابت کیا پوچھتے ہو۔ جب اسے آنا ہوگا۔ اچانک آجائے گی۔ اور جب آجائے گی تو ایک زور کی چنگھاڑ سنائی دے گی اور ہر ایک جہاں بھی ہوگا۔ وہیں مرجائے گا۔ اتنا وقت بھی نہ ملے گا کہ کسی سے کچھ کہہ سکے۔ گھر جانا تو درکنار یہ دنیا ہی ساری فنا ہوجائے گی۔ آسمان، زمین، پہاڑ، سورج، چاند کچھ بھی نہ رہے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ایک مدت کے بعد جب اللہ کو منظور ہوگا۔ تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے یا جہاں کہیں بھی ہوں گے۔ زندہ ہوکر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور میدان حشر کی طرف اللہ کے روبرو حاضر ہونے کے لیے دوڑیں گے۔ خوف کے مارے بدحواس ہوں گے۔ اس سراسیمگی کے مقابلہ میں پہلی موت کی حالت انہیں نیند کی طرح آرام دہ نظر آئے گی۔ اور کہیں گے۔ ہائے یہ کیا آفت ٹوٹ پڑی۔ ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے جھنجوڑ کر اٹھا دیا۔ ان کا ضمیر اور فرشتے انہیں جواب دیں گے یہ وہی حشر کا میدان ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور جس کی رسولوں نے خبر دی تھی جو بالکل سچی تھی ؁

حقیقتِ حال

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً
نہیں ہوگی مگر زور کی چیخ ایک
فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ (۵۳)
پس یکایک وہ سب کے سب ہمارے پاس حاضر کردیئے جائیں گے
فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا
پس آج ۔ نہ ظلم کیا جائے گا کسی جاندار پر کچھ بھی اور نہ
تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۵۴)
تم بدلہ پاؤ گے مگر جو تھے تم کرتے

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً
پس ایک چنگھاڑ ہوگی
فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ (۵۳)
پھر اسی دم وہ سارے ہمارے پاس پکڑے آئیں گے
فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا
پھر آج کے دن کسی جاندار پر ذرا ظلم نہ ہوگا
تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۵۴)
اور تم اسی کا بدلہ پاؤ گے جو تم کرتے تھے

ارشاد ہے کہ زندہ ہوکر دوبارہ کھڑے ہوجانے میں کچھ دیر نہ لگے گی ۔ صور میں سے فقط ایک زور کی آواز نکلے گی اور سب کے سب جی اٹھیں گے ۔ پھر یہ نہ ہوگا کہ اٹھنے کے بعد تتر بتر ہوجائیں اور جس کا جدھر منہ اٹھے چل دے ۔ بلکہ سب کے سب ایک ہی طرف بے تحاشا دوڑیں گے اور فرشتے انہیں کشاں کشاں ہمارے دربار میں حاضر کریں گے اور سب کے سب ہمارے سامنے پیش کیے جائیں گے ۔ کوئی بھاگ کر نہ جا سکے گا اور نہ کسی کو کہیں چھپنے کی جگہ ملے گی ۔ میدانِ حشر میں سب جمع ہو جائیں گے ۔ عدالتِ الٰہیہ قائم ہوگی ۔ نیکوں کو ان کی نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا ۔ بدکاروں کو ان کے کرتوتوں کی سزا ملے گی ۔ ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف ہوگا ۔ کسی کی ایک رتی بھر نیکی ضائع نہ کی جائے گی اور نہ کسی کی برائی اس پر چھپی رہ سکے گی ۔

کسی پر ذرّہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا جو جس نے کیا ہوگا ۔ وہی ثواب یا عذاب کی شکل میں اس کے پلّے پڑے گا ۔ نیک کام ، آرام کے محلّات ، باغات اور نہریں بن جائیں گے ۔ بُرے کام آگ کے انگاروں کی شکل میں نمودار ہوں گے ۔ یہ سب کچھ یہاں کا پھل ہوگا ۔ جو دُنیا میں کیا کرتے تھے ۔ ایمان ، نماز ، زکوٰۃ ، روزہ ، حج ، خیرات ، صدقات ، سب جنّت بن جائیں گے ۔ کفر ، نافرمانی ، شرارت ، فساد ، دوزخ کی شکل میں نمودار ہوں گے ۔

نیکوں کا انجام

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ
تحقیق جنّت والے آج شغل میں ہیں
فٰکِہُوۡنَ ﴿۵۵﴾ ہُمۡ وَ اَزۡوَاجُہُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ
خوش طبعی کرتے ہیں وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں
عَلَی الۡاَرَآئِکِ مُتَّکِـُٔوۡنَ ﴿۵۶﴾ لَہُمۡ فِیۡہَا
اپنے اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لیے اس میں
فَاکِہَۃٌ وَّ لَہُمۡ مَّا یَدَّعُوۡنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۟ قف
میوہ ہے اور ان کے لیے اس میں ہے جو وہ چاہیں سلام
قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ ﴿۵۸﴾
بولا جائے گا پروردگار کی طرف سے مہربان کے

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ
تحقیق بہشت کے لوگ آج کے دن ایک مشغلہ میں ہوں گے
فٰکِہُوۡنَ ﴿۵۵﴾ ہُمۡ وَ اَزۡوَاجُہُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ
باتیں کرتے وہ اور ان کی عورتیں سایوں میں تخت پر
عَلَی الۡاَرَآئِکِ مُتَّکِـُٔوۡنَ ﴿۵۶﴾ لَہُمۡ فِیۡہَا
تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لیے وہاں
فَاکِہَۃٌ وَّ لَہُمۡ مَّا یَدَّعُوۡنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۟ قف
میوہ ہے اور ان کے لیے جو کچھ مانگیں سلام
قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ ﴿۵۸﴾
بولا جائے گا مہربان رب کی طرف سے

فٰکِہُوۡنَ: خوش طبعی کرتے ہیں۔ فَاکِہٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے ف۔ ک۔ ہ سے جس کے معنی ہنسی دل لگی کے ہیں۔ اس کے ہم معنی فَکِہٌ بھی ہے اور فَاکِہَۃٌ بھی اسی سے بنا ہے۔ جو ہر قسم کے میوے اور پھل کو کہتے ہیں جس کے کھانے سے طبیعت خوش ہو۔

پہلے ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں جو جی چاہے کر لوں کوئی پوچھنے والا نہیں یہ خیال غلط ہے کہ انسان کے لیے ایک قانون ہے جس کے مطابق دنیا میں اسے چلنا چاہیئے۔ اگر اس کے خلاف کیا تو سزا ملے گی اور جو اس پر چلا تو بہت اچھا بدلہ ملے گا۔ قانون پر چلنے والے مرنے کے بعد جنّت میں جائیں گے اس آیت میں ان کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جنّت والے نہایت خوش و خرّم ہوں گے۔ ہنسی دل لگی ان کا مشغلہ ہوگا۔ ایک دوسرے سے دل کھول کر خوش کرنے والی گفتگو میں مشغول ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں خوشگوار سایہ دار جگہوں میں تخت پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ سامنے ہر قسم کے خوش ذائقہ پھل اور میوے رکھے ہوں گے اور جس چیز کو ان کا جی چاہے گا۔ وہی ان کو فوراً ملے گی نوکروں کے پیچھے چلّاتے کی اور انتظار کی زحمت اٹھانے کی قطعاً ضرورت نہ ہوگی۔ ان جسمانی لذّتوں کے علاوہ روحانی آرام و سکون کے لیے ان کے مہربان رب کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔ اس وقت ان کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ کا حکم

وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمۡ
اور الگ ہو جاؤ تم آج اے جرم کرنے والو کیا نہیں
اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا
کہہ دیا تھا میں نے تم سے اے اولادِ آدم کی کہ نہ پوجا کرنا
الشَّيۡطٰنَ‌ۚ اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۙ‏ ﴿۶۰﴾ وَّ
شیطان کی تحقیق وہ تمہارا دشمن ہے کھلا اور
اَنِ اعۡبُدُوۡنِىۡ‌ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ‏ ﴿۶۱﴾
یہ کہ پوجا کرنا میری یہ راہ ہے سیدھی

وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمۡ
اور الگ ہو جاؤ تم آج اے گنہگارو اے
اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا
آدم کی اولاد میں نے تم سے نہ کہہ رکھا تھا کہ نہ پوجنا
الشَّيۡطٰنَ‌ۚ اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۙ‏ ﴿۶۰﴾ وَّ
شیطان کو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور
اَنِ اعۡبُدُوۡنِىۡ‌ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ‏ ﴿۶۱﴾ دفف غفران
یہ کہ مجھے پوجو کہ یہ راہ سیدھی ہے

جو لوگ دُنیا میں اللہ کے احکام کو جو اس نے اپنے رسول کے ذریعہ ہر انسان پر واضح کر دیئے ہیں نہیں مانتے۔ وہ اللہ کے مجرم ہیں۔ پہلے اللہ کے فرمانبردار اطاعت گذار بندوں کا بیان ہُوا کہ وہ قیامت کے دن آرام کی جگہ بیٹھے۔ آپس میں دل لگی اور تفریح کی باتیں کر رہے ہوں گے اور اللہ کی طرف سے انہیں سلام پہنچایا جائے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کے احکام سے منہ موڑنے والے مجرموں سے کہا جائے گا۔ کہ آج تم ان ہمارے فرماں بردار بندوں سے الگ ہو جاؤ۔ تمہارے ساتھ دوسرا سلوک ہو گا۔ تمہارا اس عیش و آرام میں کوئی حصہ نہیں جو آج ہمارے حکم بردار بندوں کو نصیب ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہو گا کہ اے آدم کی اولاد! کیا تمہیں اسی دن کے لیے رسول بھیج کر اچھی طرح سمجھا نہیں دیا گیا تھا کہ شیطان کے ورغلانے اور بہکانے میں مت آنا۔ اس کے آگے کبھی نہ جھکنا۔ وہ تمہارا کھلا ہُوا دشمن ہے۔ اس سے منہ موڑ کر تم میری عبادت اور فرماں برداری میں لگے رہنا اور میرے احکام سے ذرا بھی منہ نہ موڑنا۔ بس یہی ایک سیدھا راستہ ہے۔ اگر اپنی خیر چاہتے ہو۔ تو اسی راستہ پر چلنا ورنہ زندگی دوبھر ہو جائے گی۔ دُنیا کے اندر بھی مشکلات میں پھنس جاؤ گے اور مرنے کے بعد تو بہت ہی بُری گت بنے گی ؛

کفر کا بدلہ

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ

اور البتہ تحقیق بہکا دیا اس نے تم میں سے جماعتوں کو بہت سی

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (۶۲) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ

کیا پس نہ تھے تم سمجھ رکھتے یہ وہ جہنم ہے

الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۶۳) اِصْلَوْهَا

جس کا تھے تم وعدہ کیے جاتے داخل ہو جاؤ اس میں

الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۶۴)

آج کے دن بدلے اس کے جو تھے تم کفر کرتے

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ

اور وہ تم میں سے بہت خلقت کو بہکا کر لے گیا

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (۶۲) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ

پھر کیا تم کو سمجھ نہ تھی یہ وہی دوزخ ہے

الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۶۳) اِصْلَوْهَا

جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا جا پڑو اس

الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۶۴)

میں آج کے دن اپنے کفر کے بدلے

جِبِلٌّ: (آدمیوں کا گروہ) اس کا مادہ ج۔ ب۔ ل ہے۔ جَبْلٌ کے معنی پیدا کرنے کے ہیں اور یہ خَلْقٌ کا مترادف ہے۔ اسی سے لفظ جِبِلَّۃٌ بنا ہے۔ جو سورۃ الشعراء میں گذرا جس سے مراد قریب قریب وہی ہے جو یہاں جِبِلٌّ سے ہے۔

اے اولادِ آدم! عقل سے کام لو۔ ورنہ قیامت کے دن پچھتانا ہوگا۔ دُنیا کے معاملات میں تو تم بڑی عقل دوڑاتے ہو۔ کیا اتنا نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اللہ عزّ و جلّ کے رسول کیا کہہ رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ کافروں سے قیامت کے دن کہا جائے گا۔ کہ اپنے رسولوں کی زبانی ہم نے تمہیں صاف طور پر کہلا بھیجا تھا۔ کہ شیطان کی طرف سے چوکنے رہنا اور اس کے بہکاوے میں نہ آنا۔ یہ تم سے پہلے بہت سے لوگوں کو بہکا چکا ہے۔ اس نے انہیں سیدھے راستے سے ہٹا کر ٹیڑھے راستہ پر ڈالا۔ افسوس! اس معاملہ میں تمہاری عقل ایسی ماری گئی کہ بالکل کام ہی نہ کر سکی۔ تم خوابِ غفلت میں ایسے سرشار ہوئے کہ آج ہمارے پاس آکر ہی آنکھ کھلی۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ عمل کا وقت گیا۔ یہ تو بدلہ کا دن ہے۔ اس لیے آج تم اپنے کفر و الحاد کے بدلے جہنم میں جاؤ۔ اور اپنی دُنیا کی بدمستیوں کی سزا بھگتو۔ ہم نے دنیا کے اندر تمہارے سمجھانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی مگر تم ٹس سے مس نہ ہوئے اور ہمارے احکام سے منہ موڑ کر شیطان کے چیلے بن گئے۔ اب تم اس کا مزہ چکھو۔

منہ پر مہر

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ

آج کے دن ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے

اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں اس کی جو تھے وہ

یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ

کماتے اور اگر ہم چاہتے پٹ کر دیتے ان کی آنکھیں

فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

پس دوڑتے وہ راستہ پانے پھر کہاں سوجھتا انہیں

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ

آج ہم ان کے منہ پہ مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے

اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ

یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ

کماتے تھے اور اگر ہم چاہیں ان کی آنکھیں مٹا دیں

فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

پھر دوڑیں راستہ پانے کو پھر کہاں سوجھے

طَمَسْنَا: مٹا دیتے ہم۔ ماضی کا صیغہ ہے ط۔م۔س سے طَمْسٌ کے معنی مٹا دینا۔ کھو دینا۔ ڈھک دینا۔ پردہ ڈال دینا

اسْتَبَقُوْا: دوڑتے۔ ماضی کا صیغہ ہے اِسْتِبَاق سے جو س۔ب۔ق سے بنا ہے۔ سبق کے معنی آگے بڑھنا۔ استباق تیزی سے آگے بڑھنا۔ دوڑنا۔ جھپٹنا۔ اسی سے بنا ہو الفظ اِسْتَبَقَا سورہ یوسف میں گذر چکا ہے جہاں اس کے معنی ہیں۔ وہ دونوں جھپٹے۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن یہ مجرم لوگ منہ سے اگر اپنے جرم کا انکار بھی کریں۔ تو ان کا انکار کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ان کا منہ ہم مہر لگا کر بند کر دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں کو حکم دیں گے۔ کہ بولو اس نے تمہاری مدد سے کیا کیا بُرے کام کیے۔

حکم پاتے ہی ہاتھ بولنا شروع کر دیں گے اور کہیں گے کہ اس نے ہم سے مارنے پیٹنے اور دوسروں پر ظلم و ستم کرنے کا کام لیا۔ چوری کی۔ گرہ کاٹی۔ دوسروں کا مال چھینا۔

پاؤں کہیں گے ہمارے ذریعے سے یہ بُری جگہوں میں گیا۔ ناچ، فحش گانوں، بیکار باتوں کی مجلسوں میں پہنچا۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ دُنیا میں آنکھوں سے ہماری قدرت کے مظاہر دیکھ کر ہمارا اقرار نہیں کرتے۔ اس کی سزا میں اگر ہم ان کی آنکھیں بالکل پٹ کر دیں کہ یہ راستہ تک نہ دیکھ سکیں تو کیا ہو۔ یہ تو ہم نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے لیکن وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

تندرستی بڑی نعمت ہے

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰھُمْ عَلٰی مَکَانَتِھِمْ

اور اگر ہم چاہیں البتہ بگاڑ دیں ان کی صورت ان کی جگہوں میں

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّلَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

پس نہ کر سکیں وہ چلنا اور نہ وہ لوٹیں

وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ ط

اور جس کی ہم بڑھا دیں عمر الٹا کر دیں ہم اسے پیدائش میں

اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

کیا پس نہیں سمجھتے

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰھُمْ عَلٰی مَکَانَتِھِمْ

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی صورت مسخ کر دیں جہاں کے تہاں

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّلَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع

پھر نہ وہ آگے چل سکیں اور نہ الٹے پھر سکیں

وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ ط

اور جسے ہم بوڑھا کر دیں اسے اس کی پیدائش میں اوندھا کر دیں

اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

پھر کیا انہیں سمجھ نہیں

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنے اعضا سے جو ہم نے انہیں عطا کیے ہیں اور اس تندرستی اور صحت سے جو ہم نے انہیں بخشی ہے فائدہ اٹھا کر وہ کام نہیں کرتے جو آئندہ ان کے کام آئیں اور جن کی بدولت آخرت میں انہیں جنت نصیب ہو۔ انہیں چاہیے تھا کہ عقل سے اللہ کو پہچانتے۔ زبان سے اس کی حمد و ثنا کرتے۔ ہاتھ پاؤں سے اس کے احکام کی بجا آوری میں دوڑ دھوپ کرتے۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ان سے ان کی بینائی چھین لیں۔ اور یہ لاکھ چاہیں مگر کہیں کا راستہ نہ ملے اسی طرح ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ ان کو اپاہج کر کے اور صورت بگاڑ کے ایک جگہ ڈال دیں جہاں سے یہ ہل جل نہ سکیں اور نہ کہیں جا سکیں نہ آ سکیں۔ ان کو چاہیے کہ ہم نے جو انہیں صحت اور طاقت بخش رکھی ہے۔ اس کی قدر کریں اور اس سے وہی کام لیں جن کا ہم نے حکم دیا ہے۔ کیا یہ غور نہیں کرتے کہ انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تو پھر نئے سرے سے بچوں کی طرح کمزور اور ناتواں ہونے لگتا ہے۔ طاقتیں جواب دینے لگتی ہیں۔ صورت مرجھا جاتی ہے۔ بینائی جواب دے دیتی ہے۔ چلنا، پھرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ کیا یہ عقل سے کام نہیں لیتے جو سمجھ جائیں کہ جب تک بدن میں سکت اور ہاتھ پاؤں میں دم باقی ہے۔ ایسے کام جلدی جلدی کر لینے چاہئیں۔ جن سے اللہ راضی ہو ؛

یہ خیالی باتیں نہیں

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ

اور نہیں سکھایا ہم نے اسے شعر اور نہ لائق تھا وہ اس کے

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ (۶۹)

نہیں یہ مگر محض نصیحت اور قرآن صاف صاف

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ

تاکہ ڈراوے اسے جو ہو زندہ اور ثابت ہو جائے

الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۷۰)

بات کافروں کے خلاف

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ

اور ہم نے اسے شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ اس کے لائق نہیں

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ (۶۹)

یہ تو خالص نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ

تاکہ ڈر سنائے اسے جس میں جان ہو اور منکروں

الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۷۰)

پر الزام ثابت ہو

ارشاد ہے کہ یہ باتیں جو تمہیں سنائی جا رہی ہیں۔ یہ بناوٹی من گھڑت اور خیالی نہیں ہیں۔ بناوٹی اور خیالی باتیں تو شعر کہلاتی ہیں۔ ہم نے اپنے رسول کو تک بند نہیں بنایا۔ نہ ہم نے اسے شعر کہنا سکھایا۔ شعر کہنا ان لوگوں کا شیوہ نہیں جو ہمارا سیدھا اور سچا پیغام انسان کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہمارے رسول اپنے دل سے کوئی بات نہیں گھڑتے وہ جچی تُلی اور ٹکسالی باتیں سناتے ہیں جن میں بناوٹ کا نام تک نہیں ہوتا۔

ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام تمہیں سُناتے ہیں۔ اس میں نصیحت اور انسانی خیر خواہی کے سوا کچھ نہیں، وہ لوگوں کو وہ حقیقی اور اصلی باتیں بتاتے ہیں جنہیں وہ دُنیا کی چہل پہل میں پھنس کر شیطان کے بہکاوے سے بھول گئے ہیں۔ یہ وہ قرآن ہے جس میں انسان کی بھلائی کی ساری باتیں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں اور جو صاف اور سیدھی عبارت میں انہیں زندگی کے گر بتاتا ہے وہ سوچنے والے لوگوں کو بُرے اعمال کے بُرے نتیجوں سے ڈراتا ہے۔

جس میں زندگی کا اصل جوہر یعنی عقل اور سمجھ موجود ہے۔ تو وہ اسے سنتے ہی اصل مطلب پر پہنچ جاتا ہے اور جن کے دل بُری خواہشوں کی وجہ سے مُردہ ہو گئے ہیں اور وہ اللہ کو نہیں مانتے۔ ان لوگوں کے اوپر اللہ کی حجت قائم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ راستہ بتانے کے بعد بھی ٹیڑھے ہی چلتے ہیں ؛

انعاماتِ الٰہیہ

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ

کیا اور نہیں دیکھا انھوں نے کہ ہم نے پیدا کر دیے ان کے لیے

مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ

اس سے جنہیں بنایا ہمارے ہاتھوں نے مویشی پس وہ

لَهَا مٰلِكُوْنَ (۷۱) وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا

ان کے مالک ہیں اور جھکوار کر دیا انہیں ہم نے ان کا پس بعض ان میں سے

رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ (۷۲)

ان کی سواری ہے اور بعض ان میں سے کھاتے ہیں

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ

اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے واسطے اپنے ہاتھوں کی

مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ

بنائی ہوئی چیزوں سے چوپائے بنا دیئے پھر وہ

لَهَا مٰلِكُوْنَ (۷۱) وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا

ان کے مالک ہیں اور انہیں عاجز کر دیا ان کے آگے پھر ان میں

رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ (۷۲)

کوئی ان کی سواری ہے اور کسی کو کھاتے ہیں

انسان اگر غور کرے تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کا اقرار نہ کرے۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جن سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیکن وہ اس نے خود نہیں بنائیں اور نہ اس کے کسی ہم جنس نے انہیں تیار کیا۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ ان کا بنانے والا سوا اللہ کے اور کون ہو سکتا ہے۔ ان میں سے بعض کی طرف ان آیتوں میں توجہ دلائی جا رہی ہے۔

ارشاد ہے کہ کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ ہم نے اپنی بنائی ہوئی مخلوقات میں سے چوپائے اور مویشی انسان کی خدمت کے لیے پیدا کر دیے ہیں۔ اب وہ ان کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق بہت سے کام لیتے ہیں۔ کبھی پر سوار ہو کر جگہ جگہ پھرتے ہیں۔ سامان لاد کر ادھر سے اُدھر لے جاتے ہیں اور کسی کو کاٹ کر کھاتے ہیں۔ کبھی یہ بھی سوچا۔ کہ انہیں کس نے پیدا کیا اور پیدا کر کے انسان کا خدمت گذار کس نے بنایا۔ اگر سوچتے تو اللہ کا اقرار کیے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ لیکن افسوس کہ یہ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے کہ اپنے رب اور اصلی نعمتیں دینے والے کو اللہ کی نشانیاں دیکھ کر پہچانیں اور اس کے رسول کی باتیں سنیں اور رجوع کیے کریں۔

اس غفلت کا کیا ٹھکانا ہے کہ دُنیا کی چیزوں سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ان کا بنانے والا کون ہے اور کس نے انہیں ہمارے حکم کے تابع کر دیا۔

اُلٹی چال

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا
اور ان کے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں کیا بس نہ
يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
شکر کریں گے اور بنائے انہوں نے اللہ کے سوا
آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٧٤﴾
معبود شاید وہ مدد کیے جائیں

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا
اور ان کے لیے ان جانوروں میں فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں پھر
يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
کیوں شکر نہیں کرتے اور اللہ کے سوا اور معبود بناتے ہیں
آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٧٤﴾
کہ شاید وہ ان کی مدد کریں

انسان اگر خیال ہی نہ کرے تو اور بات ہے ورنہ ہو نہیں سکتا کہ معمولی سمجھ والا انسان تھوڑی ہی دیر سوچنے سے اس نتیجہ پر نہ پہنچے کہ واقعی یہ اللہ ہی کے حکم سے ہے کہ اتنے بڑے ڈیل ڈول کے جانور انسان کے اس قدر بس میں آجائیں کہ ان سے جس طرح چاہے کام لے اتنے بڑے طاقت والے جانوروں کو جیسے اونٹ، سینکڑوں کی قطار میں ایک بچہ نکیل پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے وہ بلا عذر اس کے پیچھے ہو لیں۔ گھوڑے، گدھے، خچر، بیل کان دبائے سخت سے سخت کام انسان کے اشاروں پر کرنے لگیں۔

ارشاد ہے کہ انہیں خیال تو کرنا چاہیئے کہ جانوروں سے انہیں کتنے فائدے پہنچتے ہیں۔ سوار ہونا اور بوجھ لادنا تو الگ رہا۔ ذبح کر کے کھاؤ جب بھی کچھ نہیں کہتے گھوڑا، بیل اور بھینسا نہ ہوتا تو انسان کے بس کا نہ تھا کہ زمین جوتے اور اس میں بیج ڈالے۔ اگر ان کی اون اور کھال سے بدن ڈھانپنے کا سامان نہ بناتا تو سردی کے مارے مر جاتا۔

اس کے علاوہ یہ اس کی غذا کا کام بھی دیتے ہیں۔ کبھی ان کا گوشت کھاتا ہے کبھی ان کا دودھ نکال کر پینے بیٹھ جاتا ہے تعجب ہے کہ اگر اسے یہ خیال نہ آئے کہ جس نے پیدا کر کے اس کی خدمت بجا لانے کے لیے اس کے حوالے کر دیئے ضرور وہ اس کا رب ہے جسے اس کی پرورش کا اتنا خیال ہے۔

آدمی اتنا نادان تو نہیں کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اپنے رب اور پروردگار کو نہ پہچانے۔ لیکن اتنا ناسمجھ ضرور ہے۔ کہ دنیا ہی کی خیالی چیزوں کو وہ اپنا پروردگار بنا بیٹھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ خیالی خدا اسے پال رہے ہیں۔ اور یہی مشکل کے وقت اس کی مدد کریں گے۔ ارے نادان نگاہ اونچی کر۔ تیرا پروردگار دنیا کی ہر چیز سے بلند ہے۔ اور یہ خیالی معبود تیرے کچھ کام نہ آئیں گے ؂

خیالِ خام

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ
نہیں طاقت رکھتے ان کی مدد کی اور وہ ان کی
جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ
فوج ہوں گے پکڑ کر لائے گئے پس نہ غمگین کرے تجھے
قَوْلُهُمْ ۘ
ان کی بات

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ
وہ ان کی مدد نہ کر سکیں گے اور وہ ان کی
جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ
فوج ہو کر آئیں گے اب آپ ان کی باتوں
قَوْلُهُمْ ۘ
سے غمگین مت ہوں

وقف لازم

جُنْدٌ : (فوج) اس کے مادہ ج۔ ن۔ د کے معنی اکٹھے ہونے اور جمع ہونے کے ہیں۔ اس کا مفرد جُنْدِیٌّ ہے۔

ارشاد ہے کہ ان نادانوں نے اپنے خیالی معبود گھڑ رکھے ہیں اور امید لگائے بیٹھے ہیں۔ کہ وقت آنے پر وہ ان کی مدد کریں گے۔ ان کو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ وہ ان کی مدد تو پیچھے کریں گے پہلے اپنی مدد تو کر لیں۔ وہ سب خود ہر قدم پر اللہ کی مدد کے محتاج ہیں۔ دنیا میں یہ لوگ ان جھوٹے معبودوں کے گرد جمع ہیں اور ہر گروہ اپنے گھڑے ہوئے خدا کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے اور اس کے خلاف ایک حرف سننا گوارا نہیں کرتا۔ ان پر چڑھاوے چڑھاتا ہے ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتا ہے اور بے وقوفی سے سمجھتا ہے کہ یہی اسے سب کچھ دے رہے ہیں اور مصیبت کے وقت اس کی مدد کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی طاقت نہیں جو اس کی مدد کریں۔ جب اصل مدد کی ضرورت قیامت کے دن ہوگی ہر گروہ یہی چاہے گا کہ اس وقت وہ جھوٹے معبود اس کے کام آئیں۔ ہر جھوٹے معبود کے پوجنے والے اس کی شکست خوردہ فوج کی طرح پکڑے ہوئے آئیں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اس بناوٹی خدا سے کہو کہ آج تمہیں عذاب الٰہی سے بچا لے۔

وہ بناوٹی معبود سب کانوں پر ہاتھ رکھیں گے۔ کہ ہم ان کے خدا ہرگز نہیں۔ اور نہ ہم نے کہا تھا کہ ہمیں خدا مانو۔ آج یہ جانیں اور ان کا کام۔ ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس وقت ان کا فروں اور منکروں اور مشرکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی۔ آگے ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول! ان نادانوں کی باتوں سے آپ غمگین اور اداس مت ہوں۔ یہ عقل سے کام نہیں لے رہے آخر کار پچھتائیں گے۔

انسان کی حقیقت

إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (۷۶)

تحقیق ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ

اور کیا دیکھا نہیں انسان نے کہ ہم نے پیدا کیا اسے

مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ

ایک بوند سے پس یکایک وہ جھگڑالو ہو گیا

مُبِينٌ (۷۷)

باتیں بنانے والا

إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (۷۶)

ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ

کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اس کو ایک

مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ

قطرہ سے بنایا پھر تبھی وہ جھگڑنے والا

مُبِينٌ (۷۷)

بولنے والا ہو گیا

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ لیکن پوجا پاٹ اوروں کی کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر اپنے اپنے الگ معبود ان لوگوں نے بنا رکھے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ یہی ان کے مشکل کے وقت کام آئیں گے۔ ان کو سنا دو۔ کہ قیامت کے دن یہی تمہارے گھڑے ہوئے معبود تمہارے مخالف ہو جائیں گے۔ اور تم آخرت میں ان کی فوج اور ان کے طرف دار بنے ہوتے آؤ گے۔ اور یہ تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے میں مدد کی بجائے اُلٹے تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔

اے رسول! یہ لوگ نادان ہیں۔ ان کی باتیں بھی سب من گھڑت ہیں۔ تم ان سے رنجیدہ خاطر مت ہو۔ ہم ان کی رگ رگ سے واقف ہیں۔ ہمیں ان کے کھلے اور چھپے سارے احوال کا علم ہے۔ ہم انہیں قیامت کے دن ان کے بُرے اعمال کی سزا دیں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ انسان کو یہ نہیں سوجھتا کہ پہلے یہ کیا تھا۔ اس کی اصلیت سوا ایک قطرہ کے اور کیا ہے۔ ہم نے اس قطرہ کو اس کی ماں کے پیٹ میں پرورش کیا اور یہ جیتا جاگتا انسان بن گیا۔ پھر ماں کے پیٹ سے نکال کر بھی اس کی پرورش کا سامان کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ یہ اس قابل ہوا کہ لڑنے جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا۔ اور اپنی اصلیت بھول گیا۔ یہ نہ سمجھا کہ اس کی پیدائش اور پرورش ہمارے فضل و کرم کی بدولت پائی:

انسان کی گستاخی

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ
اور چسپاں کرنے لگا ہم پر ایک مثل اور بھول گیا اپنی پیدائش کہنے لگا
مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ (۷۸)
کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب وہ گل گئیں

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ
اور چسپاں کرتا ہے ہم پر ایک مثل اور بھول گیا اپنی پیدائش کہتا ہے
مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ (۷۸)
کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب وہ گل گئیں

ضَرَبَ: ربیان کیا۔ یہ ض۔ ر۔ ب سے ماضی ہے۔ ضرب کے بہت سے معنی ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں۔ یہاں اس سے مراد چسپاں کرنا اور بیان کرنا ہیں۔

رَمِیْمٌ: بوسیدہ۔ گلا ہوا۔ صفت کا صیغہ ہے۔ ر۔م۔م سے رَمٌّ کے معنی پرانا ہو کر گل جانا۔ بکھر جانا۔ بوسیدہ ہونا۔ کھوکھرا۔

ارشاد ہے کہ جب انسان ہٹا کٹا ہو کر بولنے کے قابل ہوا۔ تو بالکل بھول گیا۔ کہ پہلے وہ کیا تھا۔ اور اب کیا ہو گیا۔ اسے چاہیئے تھا کہ اپنے حقیقی خالق اور رب کو پہچانتا۔ اور اس کی شکر گذاری اور عبادت میں زندگی بسر کرتا۔ لیکن بہت سے انسانوں نے عقل سے کام نہ لیا۔ اور اللہ کو اس کی قدرت کی نشانیاں خود اپنے ہی اندر دیکھ کر نہ پہچانا۔ اور جب ہمارے رسول نے انہیں سمجھایا کہ دیکھو اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔ طرح طرح کی خوبیاں اور قوتیں عطا کیں اور تمہاری ہدایت کے لیے اپنے رسولؐ کے ہاتھ قرآن بھیجا۔ جس میں بتلایا۔ کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور اگر اللہؐ رسول اور قرآن کا کہنا نہ مانا تو بد اعمالی کی سخت سزا ملے گی۔ تو بعض لوگ ماتھے پر بل ڈال کر کہنے لگے کہ جب بدن گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا اور وہ ہڈیاں بھی پرانی اور کھوکھلی ہو کر بکھر گئیں تو انہیں دوبارہ کون زندہ کر سکتا ہے۔ یہ نادان اللہ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں اور اس کے لیے مخلوقات کی مثال پیش کرتے ہیں۔

ارے نادانو! بوسیدہ ہڈیوں کے دوبارہ زندہ کرنے سے انسان وغیرہ ساری مخلوقات بے شک عاجز ہے۔ لیکن ان کی مثال اللہ عزّ وجل پر چسپاں نہیں ہوتی۔

حیرت یہ ہے کہ انسان اپنی پیدائش بھول جاتا ہے۔ وہ بھی تو ایک ناچیز قطرہ سے ہوئی۔ جب اللہ نے اس قطرے سے انسان بنا کھڑا کیا۔ تو اسے ہڈیوں کے بکھرے ہوئے ریزوں سے دوبارہ اسے بنا دینا کیا مشکل ہے؟

دوبارہ پیدائش

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ
کہدے زندہ کرے گا انہیں وہی جس نے پیدا کیا انہیں پہلی
مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾
بار اور وہ ہر طرح پیدا کرنا جانتا ہے

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ
تو کہہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی
مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾
بار بنایا اور وہ سب طرح بنانا جانتا ہے

ارشاد ہے کہ ان نادانوں کو یہ جواب دو کہ ان پرانی ہڈیوں کو وہی پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا۔ اگر تم یا کوئی اور ان کو زندہ نہیں کرسکتا۔ تو اس کا مطلب یہ کیسے ہوگیا کہ اللہ بھی انہیں زندہ نہیں کرسکتا۔

اللہ عز و جل کے بے انتہا علم اور اس کی بے انتہا قدرت کا اندازہ مخلوقات کے علم اور ان کی قدرت سے مت کرو۔ یہ تو مٹی کے گارے سے یا پتھر کو تراش کر ایک مورت بنا لیتے ہیں لیکن انہیں یہ نہیں معلوم۔ کہ ان میں جان کیسے ڈالی جائے۔ کہ وہ زندہ ہوکر اپنے ارادہ سے جو چاہیں کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ مادہ سے ڈھانچہ بھی تیار کر سکتا ہے۔ اور روحیں بھی پیدا کر سکتا ہے۔ پھر اس ڈھانچے میں روح ڈال کر اسے زندہ کرنا بھی جانتا ہے وہ ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے۔ اسی نے مادہ بنایا اور روحیں تیار کیں۔ پھر دونوں کی ترکیب سے انواع و اقسام کی جاندار مخلوقات بنا ڈالی۔ تم اللہ کو ٹھیک طور پر تب سمجھو گے۔ جب قرآن حکیم کی آیتوں پر غور کروگے اور ہمارے رسول کی باتیں دل لگاکر توجہ کے ساتھ سنوگے۔

جن لوگوں کی نظر ظاہری اسباب کی دنیا سے اونچی نہیں اٹھتی۔ وہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔ ان کی عقل ایک چھوٹے سے حلقے میں گھر کر رہ گئی ہے۔ وہ ظاہری موت کو زندگی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ سمجھتے ہیں۔ وہ قیامت کے بعد لوگوں کے جی اٹھنے اور ان کا حساب ہونے اور آخرت کے عذاب اور ثواب کو نہیں مانتے۔ عرب میں واص بن عائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں بحث کی تھی اس نے ایک پرانی ہڈی کو ہاتھ میں مل کر بکھیر دیا اور کہا کہ اب اسے کون زندہ کرسکتا ہے۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

قدرت کے کرشمے

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ
جس نے بنا دی تمہارے لیے درخت سبز سے
نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (۸۰)
آگ پس اب تم اس سے سلگا لیتے ہو
اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
کیا نہیں وہ جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین
بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ
قدرت رکھنے والا اس پر کہ پیدا کردے ان جیسا

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ
جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ
نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (۸۰)
بنا دی پھر اب تم اس سے سلگاتے ہو
اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے
بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ
وہ ان جیسے نہیں بنا سکتا

ارشاد ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں عالم میں پھیلی پڑی ہیں جو انہیں غور سے دیکھے گا وہ اللہ کو پہچان لے گا۔ جب وہ دیکھے گا کہ ہر چیز کی حالتیں بدلتی ہیں یہاں تک کہ ایک حالت دوسری حالت کی بالکل ضد ہوتی ہے۔ تو اسے انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جانے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ سکتا۔ تم اس پر غور کرو کہ زمین سے سرسبز درخت پیدا ہوتا ہے۔ پھر پانی دے دے کر اسے سرسبز و شاداب کیا جاتا ہے۔ پھر اس میں تر و تازہ سبز پتّے نکلتے ہیں۔ اور وہ ایک مدت تک ہرا بھرا کھڑا رہتا ہے۔ جب وقت آجاتا ہے تو وہ خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی لکڑیاں کاٹ کر ڈال دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی چھپٹیوں سے آگ سلگائی جاتی ہے اور اس کی لکڑیاں ڈال ڈال کر اسے بھڑکایا جاتا ہے۔ دیکھا تم نے یہ درخت پانی سے آگ ہو گیا۔ اس کے علاوہ بعض سرسبز درختوں ہی کے حصّوں سے آپس میں رگڑ کھا کر آگ نکل آتی ہے۔ مثلاً بانس کا درخت یا عرب میں مَرخ اور عَفار۔ یہ سب اللہ عزوجل کی قدرت سے ہوتا ہے جو پانی سے آگ بنا سکتا ہے وہی پرانی ہڈیوں سے سالم جسم بھی پیدا کر سکتا ہے۔

کیا جس نے یہ عظیم الشان آسمان بنا کر کھڑے کر دیئے اور زمین کو پیدا کر دیا۔ وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا۔ جس نے اتنی بڑی بڑی چیزیں بنائیں۔ اسے چھوٹی چھوٹی تم جیسی چیزوں کا بنانا کیا مشکل کام ہے۔ سمجھ سے کام ہی نہ لو تو کوئی علاج نہیں ۔

پیدائش کی کیفیت

بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ
کیوں نہیں اور وہی اصل بنانے والا خوب جاننے والا ہے بس
اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ
حکم اس کا جب ارادہ کرے کسی چیز کا کہ کہہ دے اس سے
كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ
ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾
حکومت ہے ہر چیز کی اور اسی کی طرف تم لوٹ کے جاؤ گے

بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ
کیوں نہیں اور وہی ہے اصل بنانے والا سب کچھ جاننے والا اس کا
اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ
حکم یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہے تو اسے کہے
كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ
ہو جا پس اسی وقت ہو جاتی ہے سو پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع ۵
ہر چیز کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے

ارشاد ہے کہ تمہارا دوبارہ زندہ کر دینا اس دنیا کے پیدا کرنے والے کے لیے ہرگز مشکل نہیں۔ کیوں کہ اس کی قدرت بے انتہا ہے اور وہ بنانے اور پیدا کرنے کے سارے طریقوں سے خوب واقف ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کس چیز کے پیدا ہونے کا وقت آگیا ہے اور حالات کے لحاظ سے اس کی کیسی شکل وصورت ہونی چاہیئے۔ بگاڑ کر دوبارہ پھر بنانا اس کے نزدیک کیسے مشکل ہو سکتا ہے۔ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے اسباب فوراً اکٹھے ہو جاتے ہیں اور جب وقت آجاتا ہے تو وہ بس اتنا ہی کہہ دیتا ہے کہ ہو جا۔ اس کے بعد اس چیز کے ہو جانے میں دیر نہیں لگتی۔ ہو جا کہتے ہی فوراً ہو جاتی ہے۔ اتنا سمجھ لینے کے بعد اس میں شک کی کیا گنجائش ہے کہ اللہ انسان کو مرنے کے بعد پھر دوبارہ پیدا کر دے گا۔ تم اس کی قدرت، حکومت اور علم کا اپنے اوپر اندازہ کرتے ہو۔ توبہ کرو۔ تم کہاں اور وہ کہاں۔ اس کی صفات کو مخلوقات کی صفات کی طرح سمجھنا نادانی کی انتہا ہے۔ اس کی صفتوں کا اندازہ لگانا محال ہے ہاں اس نے جو اپنے نام ہمیں بتا دیئے ہیں۔ ان سے کسی قدر اس کی صفات کا خیال ہو سکتا ہے مگر بس اتنا ہی کہ وہ سب سے بالاتر ہے اور اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے۔ یاد رکھو تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے اس لیے ہر وقت اسی سے دھیان لگائے رکھو۔

پانچویں منزل تمام ہوئی الحمد للہ

سورت یٰسین کیا سکھاتی ہے

اس سورت میں انسان کو وہ تمام اصول بتا دیے گئے ہیں جو دین اور دنیا میں اس کی کامیابی کے ذمہ دار ہیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ یہ قرآن انسان کے لیے علم و عمل دونوں کی سیدھی راہ بتاتا ہے۔ فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تم عقل سے سب سے پہلے یہ کام لو کہ اللہ کو پہچان کر اس کے رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو۔ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے رسول دنیا میں بھیجے۔ انہی میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں۔ ان کو غافلوں کے ہوشیار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ تاکہ یہ قرآن جو ہمارا پیغام ہے۔ تمام انسانوں تک پہنچا دیں۔ اور انہیں ڈرا دیں کہ مرنے کے بعد وہ سب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اور ان کے اعمال کی انہیں جزا سزا ملے گی۔ مگر افسوس ہے ان پر جو اللہ، رسول، قرآن اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کی بابت سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دھتکارے ہوئے ہیں۔ ان کے سر اللہ کے آگے جھکتے ہی نہیں۔ گویا اوپر کی طرف اکڑ کر رہ گئے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چھوڑ دو۔ تمہارے ڈرانے سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔ جو اللہ کو مانتے ہیں اور اس بے دیکھے ایمان لے آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے بہت بڑا انعام تیار ہے۔ اور وہ ہمیشہ خوش و خرم رہیں گے۔ پہلے زمانے کے لوگوں کے احوال سے سبق حاصل کرو۔ ان میں سے جو نادان تھے۔ انہوں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور دنیا اور آخرت دونوں میں تباہی اور بربادی مول لی۔ اور جو ان میں سمجھ دار تھے۔ انہوں نے رسولوں کو سچا مان کر اپنا رہنما بنایا اور دونوں جہان میں کامیاب ہوئے۔ معلوم نہیں لوگ اللہ کو کیوں نہیں مانتے۔ اس کی قدرت کی نشانیاں ساری دنیا میں بھری پڑی ہیں۔ اس نے انسانوں کے آرام کے لیے کیا کیا چیزیں دنیا میں پیدا کر دیں اور نت نئی چیزیں پیدا کرتا رہے گا۔ اس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ تاکہ مرنے کے بعد زندگی میں آرام و راحت نصیب ہو۔

یاد رکھو کہ مرنے کے بعد انسان کے لیے صرف دو ہی ٹھکانے ہیں۔ دوزخ یا جنت۔ ان کے سوا اور کوئی بھی ٹھکانا نہیں۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں شک مت کرو۔ اللہ کی قدرت کے آگے یہ کچھ مشکل نہیں وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ اس کے حکم دیتے ہی فوراً موجود ہو جاتی ہے وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ اور سب اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔





درسِ قرآن

المنزلُ السادسُ (۶) چھٹی منزل

سُورۃ الصّٰفّٰت ۳۷ - صٓ ۳۸ - الزُّمَر ۳۹ - المُؤمِن ۴۰

حٰمٓ السَّجدَۃ ۴۱ - الشُّورٰی ۴۲ - الزُّخرُف ۴۳ - الدُّخان ۴۴

الجَاثِیَۃ ۴۵ - الاَحقاف ۴۶ - مُحَمَّد ۴۷ - الفَتح ۴۸

الحُجُرٰت ۴۹

۲۲ $\frac{1}{4}$ پارہ سے پونے چھبیس پارے تک

مُرَتَّبہ

درسِ قرآن بورڈ

شائع کردہ

ادارۂ اصلاح وتبلیغ - آسٹریلین بلڈنگ لاہور

درس قرآن بورڈ

ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور نے درس قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کے لیے ایک بورڈ مقرر کیا ہوا ہے۔ اس بورڈ کے مندرجہ ذیل حضرات نے اس چھٹی منزل کو مرتب کیا۔

۱۔ مولانا خواجہ عبدالحی فاروقی مرحوم سابق صدر شعبۂ اسلامیات و عربی اسلامیہ کالج۔ لاہور

۲۔ مولانا حافظ مرغوب احمد توفیق صاحب منشی فاضل، مولوی فاضل ایم اے ایم۔ او۔ ایل سابق صدر اسلامیات و عربی ڈھاکہ یونیورسٹی

۳۔ الحاج عبدالواحد صاحب ایم۔ اے سابق انسپکٹر آف سکولز

میں نے اس چھٹی منزل درس قرآن کے متن کو حرفاً حرفاً پڑھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اس کے متن میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

قاری محمد عبدالسلام کیمبلپوری

صدر مدرس مدرسہ تعلیم القرآن جامع آسٹریلیا، لاہور

میں نے اس چھٹی منزل درس قرآن کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کی سورت نمبر، آیت نمبر، پارہ نمبر اور متن میں کوئی کمی بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں۔

محمد رمضان

رجسٹرڈ بورڈ ... حکومت پاکستان

فہرست صفحات المنزل السّادس (چھٹی)

درس قرآن چھٹی منزل ۱
درس قرآن بورڈ ۲
فہرست مضامین ۳

پارہ وَمَالِیَ	۲۳	صفحہ	۱۱	تا	۱۰۸
سورۃ الصّٰفّٰت	۳۷	صفحہ	۱۱	تا	۵۲
سورۃ صٓ	۳۸	صفحہ	۵۳	تا	۸۷
سورۃ الزمر	۳۹	صفحہ	۸۸	تا	۱۳۲
پارہ فَمَنْ اَظْلَمَ	۲۴	صفحہ	۱۰۹	تا	۱۹۲
سورۃ المومن	۴۰	صفحہ	۱۳۳	تا	۱۷۲
سورۃ حٰمٓ السجدۃ	۴۱	صفحہ	۱۷۳	تا	۱۹۷
پارہ الیہ یرد	۲۵	صفحہ	۱۹۳	تا	۲۹۰
سورۃ الشعراء	۴۲	صفحہ	۱۹۸	تا	۲۲۸
سورۃ الزخرف	۴۳	صفحہ	۲۲۹	تا	۲۵۶
سورۃ الدخان	۴۴	صفحہ	۲۵۷	تا	۲۶۶
سورۃ الجاثیہ	۴۵	صفحہ	۲۶۷	تا	۲۹۰
پارہ حٰمٓ	۲۶	صفحہ	۲۹۱	تا	۳۶۰
سورۃ الاحقاف	۴۶	صفحہ	۲۹۱	تا	۳۱۰
سورۃ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم	۴۷	صفحہ	۳۱۱	تا	۳۳۰
سورۃ الفتح	۴۸	صفحہ	۳۳۱	تا	۳۴۸
سورۃ الحجرات	۴۹	صفحہ	۳۴۹	تا	۳۶۰

فہرست مضامین و آیات المنزل السّادس (۶)

صفحہ	مضمون	آیت نمبر	صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۱	سُورَۃُ الصّٰفّٰت (پارہ وَمَالِیَ ۲۳)		۳۲	حضرت ابراہیمؑ کی فہمائش	۸۶ تا ۹۰
۱۲	توحید کی نشانی	۱ تا ۵	۳۳	بت توڑنے والے	۹۱ تا ۹۶
۱۳	دیگر نشانیاں	۶ تا ۹	۳۴	انجام کار	۹۷ تا ۱۰۰
۱۴	مرکر جینا حق ہے	۱۰ تا ۱۱	۳۵	بیٹے کی قربانی	۱۰۱ تا ۱۰۲
۱۵	نادانی کی بات	۱۲ تا ۱۵	۳۶	آزمائش میں پورے اترے	۱۰۳ تا ۱۰۷
۱۶	مرکر جینا یقینی ہے	۱۶ تا ۱۹	۳۷	اطاعت کا بدلہ	۱۰۸ تا ۱۱۳
۱۷	مرکر جینے کے بعد	۲۰ تا ۲۳	۳۸	موسیٰؑ اور ہارونؑ	۱۱۴ تا ۱۱۸
۱۸	آپس کا جھگڑا	۲۴ تا ۲۸	۳۹	رسولوں پر رحمت	۱۱۹ تا ۱۲۳
۱۹	بڑوں کا جواب	۲۹ تا ۳۱	۴۰	حضرت الیاسؑ کی نصیحت	۱۲۴ تا ۱۲۸
۲۰	مجرم عذاب پائیں گے	۳۲ تا ۳۵	۴۱	نیکوں کا بدلہ	۱۲۹ تا ۱۳۳
۲۱	اپنی بڑائی	۳۶ تا ۳۹	۴۲	لوط علیہ السلام	۱۳۴ تا ۱۳۸
۲۲	اللہ کے پسندیدہ بندے	۴۰ تا ۴۶	۴۳	یونس علیہ السلام	۱۳۹ تا ۱۴۴
۲۳	سامان راحت	۴۷ تا ۵۰	۴۴	نجات ملی	۱۴۵ تا ۱۴۸
۲۴	جنتیوں کی گفتگو	۵۱ تا ۵۳	۴۵	منکروں کو تنبیہ	۱۴۹ تا ۱۵۳
۲۵	منکروں کا حال	۵۴ تا ۵۷	۴۶	بے تکی بات	۱۵۴ تا ۱۵۷
۲۶	دائمی آرام	۵۸ تا ۶۱	۴۷	جنّوں کی بساط ہی کیا	۱۵۸ تا ۱۶۲
۲۷	دوزخیوں کا حال	۶۲ تا ۶۵	۴۸	فرشتوں کا حال	۱۶۳ تا ۱۶۶
۲۸	ان کا کھانا پینا	۶۶ تا ۷۰	۴۹	اللہ کا لشکر جیتے گا	۱۶۷ تا ۱۷۳
۲۹	انسان کی نادانی	۷۱ تا ۷۴	۵۰	عذاب کی پیش گوئی	۱۷۴ تا ۱۷۷
۳۰	پہلوں کے حالات	۷۵ تا ۸۰	۵۱	پھر عذاب کی پیش گوئی	۱۷۸ تا ۱۸۲
۳۱	نوحؑ اور ابراہیمؑ	۸۱ تا ۸۵	۵۲	سورۃ الصّٰفّٰت پر ایک نظر	

صفحہ	مضمون	آیت نمبر	صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۵۳	سورۃ صٓ مَکِیَّۃٌ ۳۸		۷۹	غلطی کا احساس	۶۲ تا ۶۴
۵۴	کفار کا رویہ	۱ تا ۳	۸۰	ذرا سوچو	۶۵ تا ۶۸
۵۵	دل کی الجھن	۴ تا ۵	۸۱	انسان کی پیدائش	۶۹ تا ۷۱
۵۶	بے رخی	۶ تا ۷	۸۲	چوکنا رہنے کی ضرورت	۷۲ تا ۷۴
۵۷	اظہارِ حقیقت	۸ تا ۹	۸۳	فتنے کی جڑ	۷۵ تا ۷۶
۵۸	مٹنے کے لچھن	۱۰ تا ۱۳	۸۴	نافرمانی کی سزا	۷۷ تا ۸۱
۵۹	کفر کا انجام	۱۴ تا ۱۶	۸۵	شیطان کی شرارت	۸۲ تا ۸۵
۶۰	صبر کی تلقین	۱۷ تا ۱۹	۸۶	پیغامِ حق	۸۶ تا ۸۸
۶۱	قوت اللہ ہی کی ہے	۲۰ تا ۲۲	۸۷	سورۃ صٓ پر ایک نظر	
۶۲	بیان دعویٰ	۲۲	۸۸	سورۃ الزُّمَر (۳۹)	
۶۳	فیصلہ	۲۳	۸۹	خوشی کا پیغام	۱ تا ۲
۶۴	حضرت داؤدؑ سمجھ گئے	۲۴ تا ۲۵	۹۰	ہدایت کی ضرورت	
۶۵	حضرت داؤد علیہ السلام کو نصیحت	۲۶	۹۱	شرک کا بہانہ	۳
۶۶	خواب غفلت سے چونکو		۹۲	شرک کی ایک صورت	۳ تا ۴
۶۷	زندگی کا ایک نتیجہ ہے	۲۷ تا ۲۸	۹۳	اللہ کی قوت کی نشانیاں	۵
۶۸	ہدایت نامہ	۲۹	۹۴	انسان کی پیدائش اور پرورش	
۶۹	سلیمان کا ذکر	۳۰ تا ۳۱	۹۵	اللہ تمہارا رب ہے	۶
۷۰	سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے	۳۲ تا ۳۴	۹۶	اللہ کی رضامندی	۷
۷۱	سلیمانؑ کی دعا	۳۵	۹۷	انسان کی ہٹ دھرمی	۸
۷۲	ملک سلیمانی	۳۶ تا ۴۰	۹۸	سمجھدار انسان	۹
۷۳	ایوب علیہ السلام	۴۱ تا ۴۲	۹۹	خوشخبری	۱۰
۷۴	پھر سب کچھ مل گیا	۴۳ تا ۴۴	۱۰۰	فرمانبرداری کا طریقہ	۱۱ تا ۱۳
۷۵	دیگر منتخب لوگ	۴۵ تا ۴۷	۱۰۱	اعلانِ عام	۱۴
۷۶	فرمانبرداروں کا انعام	۴۸ تا ۵۲	۱۰۲	نقصان بھی کیسا	۱۵ تا ۱۶
۷۷	نافرمانوں کا حشر	۵۳ تا ۵۸	۱۰۳	خوشخبری	۱۷ تا ۱۹
۷۸	دوزخیوں کی جھڑپ	۵۹ تا ۶۱	۱۰۴	قدرت کے کرشمے	۲۰

صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۰۵	حالات کا بدلنا	۲۱ تا ۲۲
۱۰۶	قرآن کا اثر	۲۳ تا ۲۴
۱۰۷	منکر ہمیشہ نقصان ہی میں رہے	۲۵ تا ۲۸
۱۰۸	مشرک اور موحد کی مثال	۲۹ تا ۳۱
	فَمَنْ اَظْلَمُ پارہ ۲۴	
۱۰۹	ماننے اور نہ ماننے والے	۳۲ تا ۳۴
۱۱۰	اللہ اپنے بندے کو کافی ہے	۳۵ تا ۳۶
۱۱۱	اختیار اللہ ہی کو ہے	۳۷
۱۱۲	سیدھی بات	۳۸
۱۱۳	آخر کیا جائے	۳۹ تا ۴۱
۱۱۴	اللہ کی پہچان کا ایک اور ذریعہ	۴۲
۱۱۵	پھر بھی نہ پہچانا	۴۳ تا ۴۴
۱۱۶	مشرکوں کا طریقہ	۴۵ تا ۴۶
۱۱۷	آخرت کا حال	۴۷ تا ۴۸
۱۱۸	انسان کی جہالت	۴۹ تا ۵۰
۱۱۹	برے کاموں کا نتیجہ	۵۱ تا ۵۲
۱۲۰	رحمت کی امید	۵۳ تا ۵۴
۱۲۱	موقعہ ہاتھ سے نہ دو	۵۵ تا ۵۶
۱۲۲	ندامت اور پچھتاوا	۵۷ تا ۵۹
۱۲۳	مغرور اور متقی کا مقابلہ	۶۰ تا ۶۱
۱۲۴	اللہ کو پہچانو	۶۲ تا ۶۳
۱۲۵	اب کیا کہتے ہو؟	۶۴ تا ۶۶
۱۲۶	اللہ کو ٹھیک نہیں پہچانا	۶۷
۱۲۷	دوبارہ جینا	۶۸ تا ۷۰
۱۲۸	دوزخ کی طرف	
۱۲۹	حسرت بھرا جواب	۷۱ تا ۷۲
۱۳۰	جنت کی طرف	۷۳
۱۳۱	شکر نعمت	۷۴ تا ۷۵
۱۳۲	سورۃ الزمر کی تعلیم	
۱۳۳	سورت المومن (۴۰)	
۱۳۴	اللہ کے شان دار نام	۱ تا ۳
۱۳۵	قرآن کے منکر	۴
۱۳۶	منکروں کی کرتوت	۵ تا ۶
۱۳۷	ایمان والوں کا حال	
۱۳۸	فرشتوں کی دعا	۷ تا ۸
۱۳۹	کافروں کی گت	۹ تا ۱۰
۱۴۰	کافروں کی آنکھیں کھل جائیں گی	۱۱ تا ۱۲
۱۴۱	سمجھنا ہے تو اب بھی سمجھ لو	۱۳ تا ۱۴
۱۴۲	اللہ کی صفتیں	۱۵
۱۴۳	اللہ کا دربار	۱۶ تا ۱۷
۱۴۴	اللہ کے آگے سب بے بس ہیں	۱۸ تا ۲۰
۱۴۵	آنکھیں کھولو	۲۱
۱۴۶	کیوں پکڑے گئے	۲۲ تا ۲۴
۱۴۷	حق کا مقابلہ	۲۵ تا ۲۶
۱۴۸	سمجھ داروں کا طریقہ	۲۷
۱۴۹	حق بات	۲۸
۱۵۰	فرعون کی ہٹ	۲۹ تا ۳۱
۱۵۱	پہلے بھی غلطی ہوئی	۳۲ تا ۳۳
۱۵۲	یوسف علیہ السلام سے برتاؤ	۳۴ تا ۳۵
۱۵۳	فرعون کی ہٹ دھرمی	۳۶ تا ۳۷
۱۵۴	مرد مومن کے خیالات	۳۸ تا ۴۰
۱۵۵	خالص نصیحت	۴۱ تا ۴۲

صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۵۶	گفتگو کا نتیجہ	۴۳ تا ۴۵
۱۵۷	عذاب کی کیفیت	۴۶ تا ۴۷
۱۵۸	بڑوں کا جواب	۴۸ تا ۵۰
۱۵۹	اٹل قاعدہ	۵۱ تا ۵۴
۱۶۰	رسول کی تسلی	۵۵ تا ۵۶
۱۶۱	بڑائی کہاں	۵۷ تا ۵۹
۱۶۲	اللہ کا فرمان	۶۰ تا ۶۱
۱۶۳	اللہ کو پہچانو	۶۲ تا ۶۳
۱۶۴	سمجھو اللہ کو	۶۴ تا ۶۶
۱۶۵	اللہ کی پہچان	۶۷ تا ۶۸
۱۶۶	جھگڑنے والوں کا انجام	۶۹ تا ۷۲
۱۶۷	دوزخیوں سے سوال	۷۳ تا ۷۶
۱۶۸	رسول اللہ کو دلاسا	۷۷
۱۶۹	اللہ کی اور رسولوں کی پہچان	۷۸ تا ۸۰
۱۷۰	اللہ کی نشانیاں	۸۱ تا ۸۲
۱۷۱	سرکشی کا نتیجہ	۸۳ تا ۸۵
۱۷۲	سورۃ المومن پر ایک نظر	
۱۷۳	سورۃ حٰم السجدۃ (۴۱)	
۱۷۴	قرآن اللہ کی رحمت ہے	۱ تا ۵
۱۷۵	منکروں کا جواب	۶ تا ۸
۱۷۶	قدرت کا ظہور	۹ تا ۱۰
۱۷۷	آسمانوں کی بناوٹ	۱۱ تا ۱۲
۱۷۸	دنیا کا بننا اور اس کا انتظام	
۱۷۹	منکروں کی سزا	۱۳ تا ۱۴
۱۸۰	عاد کا انجام	۱۵ تا ۱۶
۱۸۱	ثمود کی گت	۱۷ تا ۱۹

صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۸۲	ہاتھ پاؤں کی گواہی	۲۰ تا ۲۱
۱۸۳	بربادی کی وجہ	۲۲ تا ۲۴
۱۸۴	گمراہی کی وجہ	۲۵ تا ۲۶
۱۸۵	بدکاروں کی سزا	۲۷ تا ۲۹
۱۸۶	اللہ کو ماننے والے	۳۰ تا ۳۲
۱۸۷	مسلمانوں کا رویہ (الف)	۳۳ تا ۳۵
۱۸۸	مسلمانوں کا رویہ (ب)	۲۰۹
۱۸۹	اللہ کی پناہ	۳۶ تا ۳۸
۱۹۰	قدرت کی نشانیاں	۳۹ تا ۴۰
۱۹۱	کافروں کی بہانہ بازیاں	۴۱ تا ۴۳
۱۹۲	اظہار حقیقت	۴۴ تا ۴۶
	پارۂ اِلَیْہِ یُرَدُّ ۲۵	
۱۹۳	احوالِ قیامت	۴۷ تا ۴۸
۱۹۴	عجیب عادت	۴۹ تا ۵۰
۱۹۵	نرالا طریقہ	۵۱ تا ۵۲
۱۹۶	حقانیت چھپی نہ رہے گی	۵۳ تا ۵۴
۱۹۷	سورۃ حٰم السجدۃ کیا بتاتی ہے؟	
۱۹۸	سورۃ شوریٰ (۴۲)	
۱۹۹	اللہ کی صفتیں	۱ تا ۵
۲۰۰	قرآن کا مقصد	۶ تا ۷
۲۰۱	سب ایک جیسے نہیں	۸ تا ۹
۲۰۲	فیصلہ کون کرے	۱۰ تا ۱۱
۲۰۳	انسان کے لیے دین	۱۲
۲۰۴	دین کے اصول	
۲۰۵	اختلاف کی وجہ	۱۳
۲۰۶	اختلاف مٹانے کا طریقہ	۱۴ تا ۱۵

صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۰۷	آخر کرنا کیا ہے؟	
۲۰۸	اللہ کی بابت شبہ کیسا؟	۱۶ تا ۱۷
۲۰۹	بے ایمان لوگ	۱۸ تا ۱۹
۲۱۰	اٹل قانون	۲۰ تا ۲۱
۲۱۱	اچھے اور بُرے	۲۲
۲۱۲	محض اللہ کے لیے	۲۳ تا ۲۴
۲۱۳	قرآن حق ہے	
۲۱۴	اللہ کی صفتیں	۲۵ تا ۲۷
۲۱۵	اللہ کی رحمت	۲۸ تا ۲۹
۲۱۶	شامت اعمال	۳۰ تا ۳۲
۲۱۷	اللہ کی قدرت پہچانو	۳۳ تا ۳۶
۲۱۸	کامیاب لوگ	۳۷ تا ۳۹
۲۱۹	جھگڑوں کا فیصلہ	۴۰ تا ۴۳
۲۲۰	سیدھی اور صاف بات	
۲۲۱	مزید غور	
۲۲۲	زندگی کا بہترین طریقہ	
۲۲۳	گمراہوں کا حشر	۴۴ تا ۴۵
۲۲۴	اللہ کا ہی سہارا ہے	۴۶ تا ۴۷
۲۲۵	رسول کا فرض	۴۸
۲۲۶	اللہ کی شان	۴۹ تا ۵۱
۲۲۷	قرآن اسی طرح نازل ہوا	۵۲ تا ۵۳
۲۲۸	سورہ الشوریٰ پر ایک نظر	
۲۲۹	سورۃ الزخرف (۴۳)	
۲۳۰	قرآن بہت بلند اور مضبوط کتاب ہے	۱ تا ۸
۲۳۱	مانی ہوئی بات	۹ تا ۱۱
۲۳۲	اللہ کی مہربانیاں	۱۲ تا ۱۴

صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۳۳	عجیب سوچ	۱۵ تا ۱۸
۲۳۴	ناسمجھی	۱۹ تا ۲۰
۲۳۵	اندھی تقلید	۲۱ تا ۲۳
۲۳۶	کوری دھینگا مشتی	۲۴ تا ۲۷
۲۳۷	حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ	۲۸ تا ۳۱
۲۳۸	دنیا کی بڑائی کوئی چیز نہیں	۳۲
۲۳۹	مال بے حقیقت چیز ہے	۳۳ تا ۳۵
۲۴۰	کفر کا وبال	۳۶ تا ۳۸
۲۴۱	کافروں کی درگت	۳۹ تا ۴۲
۲۴۲	عرب پر احسان عظیم	۴۳ تا ۴۶
۲۴۳	فرعون کا برتاؤ	۴۷ تا ۵۰
۲۴۴	دولت کا غرور	۵۱ تا ۵۳
۲۴۵	غرور کا انجام	۵۴ تا ۵۸
۲۴۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کون تھے	۵۹ تا ۶۳
۲۴۷	حضرت عیسیٰؑ کا پیغام	۶۴
۲۴۸	لوگوں کی دھاندلی	۶۵ تا ۶۷
۲۴۹	فرمانبرداروں کا انعام	۶۸ تا ۷۱
۲۵۰	یہ جنت ہے	۷۲ تا ۷۶
۲۵۱	صاف جواب	۷۷ تا ۸۱
۲۵۲	اللہ کی بابت غلط خیال	
۲۵۳	اللہ ان باتوں سے پاک ہے	۸۲ تا ۸۴
۲۵۴	اللہ کے سوا کوئی نہیں	۸۵ تا ۸۶
۲۵۵	جان بوجھ کر ہٹ دھرمی	۸۷ تا ۸۹
۲۵۶	سورۃ الزخرف کیا سکھاتی ہے؟	
۲۵۷	سورۃ الدخان (۴۴)	
۲۵۸	قرآن حق ہے	۱ تا ۸

صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۵۹	بری عادت چھٹنی مشکل ہے	۹ تا ۱۵
۲۶۰	سزا ٹل نہیں سکتی	۱۶ تا ۲۱
۲۶۱	بروں کا انجام	۲۲ تا ۲۹
۲۶۲	اللہ کی قدرت	۳۰ تا ۳۶
۲۶۳	سمجھ سے کام لو	۳۷ تا ۴۲
۲۶۴	دوزخ کا نقشہ	۴۳ تا ۵۰
۲۶۵	پرہیزگاروں کا انعام	۵۰ تا ۵۹
۲۶۶	سورۃ الدخان پر نظر	
۲۶۷	سورۃ الجاثیہ (۴۵)	
۲۶۸	اللہ کی نشانیاں	۱ تا ۵
۲۶۹	ایک ضروری سوال	۶
۲۷۰	منکروں کا انجام	۷ تا ۹
۲۷۱	آخرت کا خسارہ	۱۰ تا ۱۲
۲۷۲	صبر کی نصیحت	۱۳ تا ۱۵
۲۷۳	ایک قوم کی مثال	۱۶ تا ۱۷
۲۷۴	دنیا کی اصلاح	۱۸ تا ۱۹
۲۷۵	قرآن مجید کیا ہے	۲۰
۲۷۶	بہت بڑا دھوکا	۲۱
۲۷۷	جہان کی پیدائش	۲۲
۲۷۸	غلط خیال	
۲۷۹	بعض نادان انسان	۲۳ تا ۲۴
۲۸۰	دھاندلی	۲۵
۲۸۱	سیدھا جواب	۲۶
۲۸۲	سچی خبر	۲۷
۲۸۳	قیامت کا حال	۲۸
۲۸۴	مومن نیک کام کرنے والے	۲۹ تا ۳۰
۲۸۵	انکار کرنے والے	۳۱
۲۸۶	غرور کا ثبوت	۳۲
۲۸۷	بروں کا برا انجام (ا)	۳۳
۲۸۸	بروں کا برا انجام (ب)	۳۴ تا ۳۵
۲۸۹	خوبی اللہ کے لیے ہیں	۳۶ تا ۳۷
۲۹۰	سورۃ الجاثیہ کیا بتاتی ہے؟	
	پارہ حم ۲۶	
۲۹۱	سورۃ الاحقاف (۴۶)	
۲۹۲	اللہ کو پہچانو	۱ تا ۳
۲۹۳	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں	۴ تا ۶
۲۹۴	قرآن کے ساتھ برتاؤ	۷ تا ۸
۲۹۵	نبوت کا سلسلہ	۹ تا ۱۰
۲۹۶	نہ ماننے کا بہانہ	۱۱ تا ۱۲
۲۹۷	خوف اور رنج سے چھٹکارا	۱۳ تا ۱۴
۲۹۸	نیک لوگ کون ہوتے ہیں؟	۱۵
۲۹۹	نیک لوگ کون ہوتے ہیں؟	۱۵ - ۱۶
۳۰۰	برے لوگ	۱۷ - ۱۸
۳۰۱	کاموں کا بدلہ	۱۹ تا ۲۰
۳۰۲	قوم عاد	۲۱ تا ۲۲
۳۰۳	عاد کا انجام	۲۳ تا ۲۵
۳۰۴	عاد کے آگے تم کیا ہو	۲۶
۳۰۵	اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں	۲۷ - ۲۸
۳۰۶	قرآن کو جنوں تک نے مان لیا	۲۹ - ۳۰
۳۰۷	جنوں کا اپنی قوم کو پیغام	۳۱ - ۳۲
۳۰۸	قیامت برحق ہے	۳۳ - ۳۴
۳۰۹	صبر سے کام لو	۳۵

صفحہ	مضمون	آیت نمبر
٣١٠	سورۃ الاحقاف کیا سکھاتی ہے ؟	-
٣١١	سورۃ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم (٤٧)	
٣١٢	منکر اور مومن	١ تا ٣
٣١٣	دنیا سے فساد مٹا دو	٤
٣١٤	فرمانبرداری کا اجر	٥ تا ٩
٣١٥	دوسروں سے سبق	١٠ تا ١١
٣١٦	دونوں کا انجام	١٢ تا ١٣
٣١٧	جنت کیا ہے؟	١٤
٣١٨	دوزخ کا کچھ حال	١٥ تا ١٧
٣١٩	اظہار حقیقت	١٨ تا ١٩
٣٢٠	وقت پر بزدلی کیسی	٢٠ - ٢١
٣٢١	کیا دنیا کا ناس کرنا ہے	٢٢ تا ٢٤
٣٢٢	فساد مٹانا لڑائی کی غرض ہے	
٣٢٣	منافقوں کا طرز عمل	٢٥ تا ٢٦
٣٢٤	منافقوں کا انجام	٢٧ تا ٢٩
٣٢٥	شان ستاری	٣٠ تا ٣١
٣٢٦	نقصان کس کا ہے؟	٣٢ تا ٣٣
٣٢٧	صاف فیصلہ	٣٤ تا ٣٥
٣٢٨	ایمان اور تقویٰ	٣٦ تا ٣٧
٣٢٩	مال خرچ کرنا	٣٨
٣٣٠	سورۃ محمدؐ کیا سکھاتی ہے ؟	
٣٣١	سورۃ الفتح (٤٨)	
٣٣٢	صلح کے شاندار نتیجے	١ تا ٣
٣٣٣	اللہ کا فضل	٤
٣٣٤	فسادیوں کا انجام	٥ تا ٧
٣٣٥	رسول کا مرتبہ	٨ تا ١٠
٣٣٦	کمزور ایمان والے	١١
٣٣٧	ساتھ کیوں نہیں گئے ؟	١٢ تا ١٤
٣٣٨	پیچھے رہ جانے والے	١٥
٣٣٩	ابھی اور موقع آئے گا	١٦
٣٤٠	عام ضابطہ	١٧ تا ١٩
٣٤١	آگے اور فتوحات ہوں گی	٢٠ تا ٢١
٣٤٢	فتح مسلمانوں ہی کی ہونی ہے	٢٢ تا ٢٤
٣٤٣	کفار کے کرتوت	
٣٤٤	بڑی خیریت گزری	٢٥ تا ٢٦
٣٤٥	خواب پورا ہو کر رہے گا	٢٧
٣٤٦	اسلام اور مسلمان	٢٨
٣٤٧	صحابہؓ کا حال	٢٩
٣٤٨	سورۃ الفتح پر ایک نظر	
	سورۃ الحجرات (٤٩)	
٣٤٩	سورۃ الحجرات اور اس کی تعلیم	
٣٥٠	بنیادی اصول	١ تا ٢
٣٥١	آداب ملاقات	٣ تا ٥
٣٥٢	ہر ایک کی مت سنو	٦
٣٥٣	رسول کی شان	٧ - ٨
٣٥٤	جھگڑوں کا علاج	٩
٣٥٥	رہنے سہنے کے طریقے	١٠
٣٥٦	آپس کا برتاؤ	١١ - ١٢
٣٥٧	ذات پات کی تردید	١٣
٣٥٨	اسلام اور ایمان	١٤
٣٥٩	مومن کون ہیں ؟	١٥ - ١٦
٣٦٠	اللہ کا احسان مانو	١٨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الصّٰفّٰت

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت قرآن کریم کی سینتیسویں سورت ہے اور اس کے پانچ رکوع ہیں - قیام مکہ کے درمیانی حصہ کے شروع میں نازل ہوئی - اس کو قسم سے شروع کیا گیا ہے - اس قسم سے دنیا کے نظام کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے - کیونکہ اس نظام سے صاف طور پر سمجھ میں آتا ہے - کہ اس کا انتظام کرنے والا ایک ہی ہے - جو سب کی پرورش کرتا ہے اور اسی نے انسان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول دنیا میں بھیجے اور ان پر وحی نازل کی ۔

عالم میں مخلوقات کی جتنی بھی قسمیں ہیں - وہ اپنے اپنے مقام پر اسی کے آگے ہاتھ باندھے صف بستہ ہیں اور ہر ایک کے لیئے الگ الگ عمل کے میدان مقرر کر دیئے گئے ہیں - مخلوق کی ایک قسم فرشتہ ہے - جن کا کام یہ ہے کہ اللہ کے آگے صف بستہ کھڑے رہیں - اور جو حکم بھی انہیں ملے - اس کی فوراً تعمیل کریں اور پھر اپنی جگہ پر آکر حاضر ہو جائیں - ان میں سے بعض کا کام یہ ہے کہ خبیث روحوں اور شیطانوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر غیب کی باتیں سننے سے روکیں - تاکہ یہ وحی الٰہی میں کوئی غلط بات نہ ملا دیں جب قرآن حکیم کے نازل ہونے کا وقت آیا تو اس کی حفاظت کا زبردست انتظام کیا گیا - اس انتظام کی طرف توجہ دلا کر بتلایا گیا ہے - کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کارنامے ہیں - اس لیے وہی اکیلا تمہارا معبود ہے اس کے رسول کے کہنے پر چلو ۔

آخر ایک دن سب کو مرنا ہے - مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اپنے اعمال کے مطابق یا جنت ٹھکانا ہوگا - یا دوزخ قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں - اس دن اللہ کے نہ ماننے والے بہت بری حالت میں ہوں گے - جہنم بڑی مصیبتوں اور دکھ درد کی جگہ ہے اور جنت آرام اور خوشی کا مقام ہے - انسان کو یہی باتیں سمجھانے کے لیئے دنیا میں وقتاً فوقتاً اللہ کے رسول آتے اور انہوں نے اپنے اپنے زمانے میں انسان کو توحید کا سبق سکھایا، نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا - فرمانبرداروں کو انعام کی خوش خبری دی ۔

آخر میں حضرت محمد رسول اللہ نے اس سبق کی تکمیل کی اور قرآن حکیم میں بھی تین باتیں یعنی توحید رسالت اور حساب کا دن اچھی طرح کھول کر سمجھا دی گئیں - اس سورت میں انہیں تین اصول کو نئے طریقے سے کھول کر سمجھایا گیا ہے کہ ان باتوں کو ہنسی کھیل نہ سمجھو اور اللہ کی باتوں کے ساتھ گستاخی سے پیش مت آؤ - نافرمانوں کے لیے اس کا عذاب یقینی ہے - جب تک وہ نہ آئے تو تمہیں مہلت ہے - کہ اس سے بچنے کی تدبیر کر لو ۔

آیاتہا ۱۸۲ سُوْرَۃُ الصّٰفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۵۶) رکوعاتہا ۵

توحید کی نشانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالصّٰفّٰتِ۔ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ۔ زَجْرًا ﴿۲﴾

قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار بنا کر پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر

فَالتّٰلِیٰتِ۔ ذِکْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ۔ اِلٰـھَکُمْ۔ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾

پھر پڑھنے والوں کی یاد کر کے تحقیق تمہارا معبود البتہ ایک ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ۔ وَالْاَرْضِ۔ وَمَا بَیْنَھُمَا

پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ میں ہے

وَرَبُّ۔ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾

اور پروردگار مشرقوں کا

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾

قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر

فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰـھَکُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾

پھر پڑھنے والوں کی یاد کر کر بیشک تم سب کا حاکم ایک ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا

رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾

اور رب مشرقوں کا

مَشَارِق (سورج نکلنے کی جگہیں) مشرق کی جمع ہے۔ جو اسم ظرف ہے۔ ش۔ ر۔ ق سے شُرُوْق کے معنی ظاہر ہونا۔ مشرق سے سورج نکلنے کی جگہ مراد ہے۔ یہ جگہ ہر موسم میں الگ الگ ہوتی ہے۔ اس لیے مشرق بہت سے ہوئے اسی اعتبار سے جمع استعمال کی گئی ہے۔ اور اسی طرح غروب ہونے کی جگہیں بھی مختلف ہیں اور وہ اسی سے سمجھ میں آتی ہیں اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا گیا پورے معنی یہ ہوئے کہ اللہ سورج نکلنے اور ڈوبنے کی مختلف جگہوں کا اپنی حکمت کے مطابق مقرر اور قائم کرنے والا ہے۔

ارشاد ہے کہ یوں تو ہر مخلوق اللہ کے حکم کے آگے سر جھکائے کھڑی ہے۔ اور اس کے فرمان سے باہر نہیں جا سکتی۔ لیکن فرشتوں میں یہ بات بالکل نمایاں ہے وہ اللہ کے حضور میں صف باندھے درجہ بدرجہ قطار بنا کر کھڑے رہتے ہیں اور شیطانوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر بھگاتے رہتے ہیں تاکہ وہ چھپ کر باتیں سننے نہ پائیں اور ایسے ہی اللہ کے نیک بندوں کے پاس سے انہیں جھڑک کر ہٹاتے رہتے ہیں تاکہ انہیں بہکانے نہ پائیں پھر اللہ کے احکام سن کر انہیں یاد کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کو گویا جیسے اللہ کا حکم ہوا ہے بتانے کیلئے بار بار پڑھتے ہیں۔ ان کی اس اطاعت اور حکم برداری پر غور کرو اس سے تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ تمہارا مالک اور معبود ایک ہے وہی آسمانوں اور زمین کا اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کا رکھوالا اور پالنے والا ہے۔ اسی نے اپنے انتظام سے سورج کے نکلنے اور چھپنے کی جگہیں مقرر کر رکھی ہیں فرشتوں کی قسم اسلیے کھائی گئی ہے کہ وہی ایک سمجھدار مخلوق ہے جو کسی حالت میں بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتی اور ان کی حالت صاف گواہی دے رہی ہے کہ اللہ ایک ہے۔

دیگر نشانیاں

اِنَّا ۔ زَیَّنَّا ۔ السَّمَآءَ ۔ الدُّنْیَا ۔ بِزِیْنَةِ ۔ نِ الْکَوَاکِبِ ۝۶

تحقیق ہم نے سجایا آسمان نزدیک والے کو ایک سجاوٹ تاروں کی

وَحِفْظًا ۔ مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ ۔ مَّارِدٍ ۝۷ لَا یَسَّمَّعُوْنَ

اور بچاؤ بنایا انھیں ہر شیطان سرکش سے نہیں کان لگا سکتے وہ

اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی ۔ وَیُقْذَفُوْنَ ۔ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ ۝۸

سب سے اونچی مجلس کی طرف اور مارے جاتے ہیں ہر طرف سے

دُحُوْرًا ۔ وَّلَهُمْ ۔ عَذَابٌ ۔ وَّاصِبٌ ۝۹

بھگانے کے لیے اور ان کے لیے عذاب ہے دائمی

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ ۝۶

ہم نے سب سے قریب والے آسمان کو ایک رونق دی جو تارے ہیں

وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا یَسَّمَّعُوْنَ

اور بچاؤ بھی بنایا انھیں ہر سرکش شیطان سے سن نہیں سکتے

اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ ۝۸

اوپر کی مجلس کی باتیں اور مار پڑتی ہے ان پر ہر طرف سے

دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹

بھگانے کے لیے اور ان پر مار ہے ہمیشہ کے لیے

اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی (سب سے اونچی فرشتوں کی مجلس، وہ مجلس جہاں اللہ کے مقرب فرشتے اکٹھے ہو کر احکام الٰہی کی بابت سوچتے اور مشورے کرتے ہیں) ۔

ارشاد ہے کہ نظر اوپر اٹھاؤ تو سر کے اوپر چمکدار تاروں سے بھرا ہوا آسمان جگمگاتا نظر آتا ہے ۔ یہ دنیا کا آسمان ہے دنیا کے یعنی سب سے قریب کے ہیں ۔ اس سے بلند تر آسمان اور بھی ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے ۔ یہ تارے اس آسمان کی جو تم سے قریب ترین آسمان ہے ۔ سجاوٹ ہیں ۔ ان سے ہم نے آسمان کو سجایا ہے ۔ انہی میں سے بعض تاروں کو تم ٹوٹتے ہوئے دیکھتے ہو، یہ وہ شعلے ہیں جو ان کے درمیان سے نکلتے ہیں اور فسادی اور خبیث روحوں اور شیطانوں کو اس نورانی اور روشن مقام سے دور بھگاتے ہیں ۔ ان کی مجال نہیں کہ سب سے اونچی فرشتوں کی نورانی مجلس شوریٰ کی طرف، کان لگا سکیں اور غیب کی باتوں کو لے کر اڑنے کی کوشش میں کامیاب ہوں ۔ ہر جانب سے ان پر مار پڑتی ہے اور یہ جدھر جائیں وہیں سے دھکے دے کر نکالے جاتے ہیں ۔ دنیا میں ان پر اسی طرح کی مار پڑتی رہے گی ۔ اور یہ اس وحی کی باتیں نہ سن سکیں گے ۔ جو فرشتے کے ہاتھ رسولوں اور نبیوں کی طرف بھیجی جاتی ہے اور فرشتے اسے اللہ کی طرف سے سن کر باہم دہراتے اور یاد کرتے ہیں ۔ تاکہ جوں کی توں جہاں پہنچانی ہیں پہنچا دیں اس کے بعد آخرت میں ان شیطانوں کے لیے ہمیشہ کا عذاب تیار ہے کیونکہ یہ دنیا میں ہمیشہ اچھی باتوں کے بگاڑنے میں مشغول ہیں ۔

مرکر جینا حق ہے

اِلَّا ۔ مَنْ ۔ خَطِفَ ۔ الْخَطْفَةَ ۔ فَاَتْبَعَهٗ
مگر جو لے بھاگا اچک کر پس پیچھے لگا اس کے
شِهَابٌ ۔ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ ۔ اَهُمْ ۔ اَشَدُّ
ایک انگارا دہکتا پس پوچھ ان سے کیا وہ زیادہ سخت ہیں
خَلْقًا ۔ اَمْ ۔ مَّنْ ۔ خَلَقْنَا ۔ اِنَّا ۔ خَلَقْنٰهُمْ
پیدائش میں یا وہ جنہیں ہم نے بنایا ہم نے تو انھیں بنایا
مِّنْ طِيْنٍ ۔ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾
مٹی سے چپکتی ہوئی

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ
مگر جو اچک بھاگا جھپ سے پھر اس کے پیچھے چمکتا
شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ
انگارا لگا پھر ان سے پوچھ کر ان کا بنانا
خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ
مشکل ہے یا جتنی خلقت کہ ہم نے بنائی ان کو تو ہم نے ایک
مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾
چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

خَطِفَ (اچک بھاگا) ماضی کا صیغہ ہے ۔ خ۔ط۔ف سے خَطْفٌ کے معنی بھاگ دوڑ میں کچھ اچک کر لے جانا خَطْفَةٌ سے مراد یہاں بھاگتے بھاگتے ایک آدھ بات سن لینا ہے۔

ارشاد ہے کہ شیطانوں کو فرشتے چمکتے ہوئے ستاروں کے گولے مار کر بھگا دیتے ہیں۔ تاکہ وہ ان کی بڑی مجلس کی خفیہ بات چیت نہ سننے پائیں یہی شہاب ثاقب یعنی چمکدار تارے ہیں جو ان کے پیچھے لپکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ اللہ نے انتظام کیا ہے۔ تاکہ شیطان صحیح بات میں غلط بات شامل نہ کرنے پائیں۔

آگے ارشاد ہے کہ یہ لوگ جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں کرتے۔ ان سے یہ دریافت کرو کہ ہم نے جو یہ آسمان زمین۔ ستارے۔ روحیں۔ فرشتے۔ شیاطین وغیرہ ساری مخلوقات بنائی ہے۔ ان کا بنانا زیادہ مشکل ہے۔ یا خود ان کا بنانا یقیناً اتنی بڑی بڑی چیزیں بنانے کے مقابلے میں انسان کا بنا دینا مشکل نہیں۔ ہم نے تو شروع ہی میں اس کا جسم لیسدار چپکتے ہوئے گارے سے بنا کر تیار کر دیا۔ پھر اس میں روح ڈال دی مرنے کے بعد اس کا بدن پھر مٹی میں مل جائے گا۔ اور پھر ہم اسی مٹی سے اس کا ڈھانچہ تیار کر کے اسیں روح داخل کر دیں گے۔ اور وہ پھر زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہو گا۔ اللہ کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے۔ یقین کرو کہ ایسا ہی ہو گا۔

نادانی کی بات

بَلْ ۔ عَجِبْتَ ۔ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ وَاِذَا ۔ ذُكِّرُوْا
بلکہ تو تعجب کرتا ہے اور وہ ہنسی کرتے ہیں اور جب انہیں یاد دلایا جائے
لَا يَذْكُرُوْنَ ⑬ وَاِذَا ۔ رَاَوْا ۔ اٰيَةً
تو سوچتے نہیں اور جب دیکھتے ہیں کوئی نشانی
يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ وَقَالُوْٓا ۔ اِنْ ۔ هٰذَآ
تو ہنسی میں اڑا دیتے ہیں اور کہتے ہیں نہیں یہ
اِلَّا ۔ سِحْرٌ ۔ مُّبِيْنٌ ⑮
مگر جادو کھلا ہوا

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ وَاِذَا ذُكِّرُوْا
بلکہ تو کرتا ہے تعجب اور وہ کرتے ہیں ٹھٹھے اور جب ان کو سمجھایئے
لَا يَذْكُرُوْنَ ⑬ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً
نہیں سمجھتے اور جب دیکھیں کوئی نشانی
يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ
ہنسی میں اڑا دیتے ہیں اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں یہ تو
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮
کھلا ہوا جادو ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے وقت کاہن اور نجومی جو لوگوں کو آیندہ کی غلط سلط باتیں بتایا کرتے تھے۔ اور ستاروں کی پہچان میں ماہر تھے۔ فضا میں عجیب و غریب باتیں دیکھ کر حیران تھے۔ آسمان میں نئی چیزیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ انہوں نے ایک دم دار ستارہ دیکھا اور اِدھر اُدھر بہت سے ستارے ٹوٹتے نظر آئے نجومی جو رات کے وقت اونچے اونچے ٹیلوں پر بیٹھ کر ستاروں کو تاکا کرتے تھے اور ان کی نقل و حرکت کا مطالعہ کرتے تھے۔ ڈر گئے کاہن جو لوگوں کو آیندہ کی بابت سوالوں کا جواب دیتے تھے۔ وہ لوگوں سے کہنے لگے۔ کہ ہمارے جن اب کچھ نہیں بتاتے وہ کہتے ہیں۔ کہ اب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ تو ہم پر گولے برستے ہیں اور سوا بھاگنے کے کچھ نہیں بن پڑتا۔

پچھلی سورتوں میں سمجھایا گیا۔ کہ وحی الٰہی کی حفاظت کے لیے فرشتے شیطانوں کو بھڑکتے ہوئے گولے مار مار کر بھگاتے ہیں آنحضرت نے جو لوگوں کو قرآن سنانا شروع کیا تو باوجود ان نشانیوں کے دیکھنے کے انہوں نے اس طرف کچھ دھیان نہ کیا اور اور نہ سمجھے کہ اسی قرآن کے نازل ہونے کی تیاری کے لیے یہ حفاظت کا سامان کیا گیا ہے۔ آپ کو ان کی کم عقلی پر تعجب ہوا مگر وہ اپنی ہنسی اور ٹھٹھے سے باز نہ آئے۔ نصیحت کی گئی تو اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ معجزات کو دیکھ کر ہنسی میں اُڑا دیا اور کہنے لگے۔ کہ (معاذ اللہ) یہ تو جادو کے شعبدے ہیں۔ ان سے ڈر کر کیا۔ ہم اپنے باپ دادا کی رسمیں چھوڑ دیں گے۔

مرکر جینا یقینی ہے

ءَاِذَا ۔ مِتْنَا ۔ وَكُنَّا ۔ تُرَابًا ۔ وَّ
کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور
عِظَامًا ۔ ءَاِنَّا ۔ لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾ اَوَ
ہڈیاں کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے کیا اور
اٰبَآؤُنَا ۔ الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ ۔ نَعَمْ ۔ وَ
ہمارے باپ دادا پہلے کہہ دے ہاں اور
اَنْتُمْ ۔ دَاخِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاِنَّمَا ۔ هِيَ ۔ زَجْرَةٌ
تم ذلیل و خوار ہوگے پس کچھ نہیں وہ تو للکار ہوگی
وَّاحِدَةٌ ۔ فَاِذَا ۔ هُمْ ۔ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾
ایک پس ناگاہ وہ دیکھنے لگیں گے

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ
کیا جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں
عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾ اَوَ
ہوگئے تو کیا ہمیں پھر اٹھائیں گے کیا اور
اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَ
ہمارے اگلے باپ دادا کو بھی تو کہہ کہ ہاں اور
اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ
تم ذلیل ہوگے سو وہ اٹھانا تو یہی ایک
وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾
جھڑکی ہے پھر اسی وقت یہ دیکھنے لگیں گے

ارشاد ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے ۔ کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور تمہارے اعمال کی بابت تم سے بازپرس ہوگی تو کہتے ہیں ۔ کیا کہا؟ مرنے کے بعد تو ہم مٹی ہو جائیں گے بدن گل سڑ کر خاک میں مل جائے گا شاید ہڈیاں کچھ روز رہیں ۔ تو رہیں ۔ پھر ہمارے باپ دادا کو تو مرے ہوئے مدتیں گذریں ۔ ان کی تو ہڈیوں تک کا نشان بھی نہ رہا ہوگا ۔ کیا ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا بدن مٹی ہونے کے بعد پھر بن جائے گا ۔ ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی تم ایسی بات خلاف عقل کیسے منہ سے نکالتے ہو۔

اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ ان سے کہو کہ اللہ عزوجل کا فیصلہ ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا ۔ مرنے کے بعد سارے انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے ۔ آج اس بات کو جو نہیں مان رہے مرکر جینے کے بعد اس انکار کی سزا میں انہیں ذلت و خواری نصیب ہوگی ۔ رہا یہ کہ یہ جینا ہوگا ۔ کس طرح؟ اس کی بابت یہ سن لو کہ صور کی آواز سے سب کو جھنجھوڑا جائے گا ۔ ایک جھڑکی سب کو زندہ کرنے کے لیے کافی ہوگی ۔ سنتے ہی سب جہاں کہیں بھی ہوں گے اور جس حالت میں بھی ہوں گے اٹھ کھڑے ہوں گے اور بھونچکے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے کہ یہ کیسی آواز تھی جس نے ہمیں اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

مرکر جینے کے بعد

وَقَالُوْا ۔ یٰوَیْلَنَا ۔ ھٰذَا ۔ یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۲۰﴾
اور بولیں گے اے خرابی ہماری یہ ہے دن جزا کا
ھٰذَا ۔ یَوْمُ ۔ الْفَصْلِ ۔ الَّذِیْ ۔ کُنْتُمْ ۔ بِہٖ
یہ ہے دن فیصلہ کا وہ جو تھے تم اسے
تُکَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا ۔ الَّذِیْنَ ۔ ظَلَمُوْا
جھٹلاتے اکٹھا کرو ان کو جنھوں نے ظلم کیا
وَاَزْوَاجَھُمْ ۔ وَمَا ۔ کَانُوْا ۔ یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ
اور ان کے جوڑوں کو اور جسے تھے وہ پوجتے سوائے
دُوْنِ اللّٰہِ ۔ فَاھْدُوْھُمْ ۔ اِلٰی ۔ صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾
اللہ تعالیٰ کے پس لے جاؤ ان کو طرف راہ دوزخ کی

وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا ھٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۲۰﴾
اور کہیں گے اے ہماری خرابی یہ جزا کا دن آگیا (رہاں)
ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ
یہ ہے فیصلہ کا دن جسے تم جھٹلاتے
تُکَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
تھے جمع کرو گنہگاروں کو
وَاَزْوَاجَھُمْ وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ
اور ان کے ساتھیوں کو اور جو کچھ وہ پوجتے تھے اللہ
دُوْنِ اللّٰہِ فَاھْدُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾
کے سوا پھر چلاؤ ان کو دوزخ کی راہ پر

ع ۵

پھر کہیں گے کہ ہائے کم بختی یہ تو وہی دن آپہنچا جس کی خبر ہمیں دنیا میں اللہ کے نبی دیا کرتے تھے۔ افسوس ہمارے حال پر۔ آج ہمیں صاف نظر آرہا ہے۔ کہ وہ بالکل سچ کہتے تھے دوبارہ پیدا ہوتے ہی انسان کی نگاہ کے سامنے سے وہ سب پردے ہٹ جائیں گے۔ جنہوں نے دنیا میں اسے ڈھانک رکھا تھا۔ دنیا میں ان کی عقل بہت سے غلافوں کے نیچے دب گئی تھی اور ماحول کو دیکھ کر وہ اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکی تھی۔ کہ قیامت آنے والی ہے دوسری زندگی میں یہ سارے پردے اور غلاف دور ہو جائیں گے اور وہ اِدھر اُدھر نگاہ کرتے ہی فوراً سمجھ جائیں گے کہ قیامت آگئی۔ ادھر اللہ عزوجل کی طرف سے ارشاد ہوگا۔ کہ ہاں یہ وہی فیصلہ کا دن ہے۔ جس کو تم جھٹلاتے تھے آج تمہیں تمہارے اعمال کی سزا اور جزا دی جائے گی اسی دن کے لیے تو ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجے تھے کہ ہمارا پیغام تم تک پہنچا دیں اور ڈرا دیں کہ اگر ہمارے رسول اور ہماری کتاب کے کہنے پر نہ چلے تو تمہارا برا حشر ہوگا۔ تمہیں چاہیے تھا۔ کہ دنیا ہی میں قیامت پر ایمان لے آتے تاکہ آج جب وہ تمہارے سر پر آگئی۔ تو تمہیں افسوس اور شرمندگی سے واسطہ نہ پڑتا۔ اس کے بعد فرشتوں کو حکم ہوگا۔ کہ نافرمانوں کافروں اور بے ایمانوں کو اور ان کے ساتھیوں اور جھوٹے معبودوں کو اکٹھا کر دو اور دوزخ کی طرف ہانک کرلے جاؤ۔

آپس کا جھگڑا

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ
اور ٹھہراؤ انھیں تحقیق ان سے پوچھا جائے گا کیا ہوا تمھیں
لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾
مدد نہیں کرتے ایک دوسرے کی کوئی نہیں وہ آج سر جھکائے کھڑے ہیں
وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾
اور مڑا بعض ان کا بعض کی طرف آپس میں سوال کرتے ہوئے
قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾
بولے تحقیق تم تھے تم آتے ہمارے پاس بڑے زور سے

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ
اور ان کو کھڑا رکھو ان سے پوچھنا ہے کیا ہوا تمھیں
لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾
تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے کوئی نہیں آج وہ اپنے آپ کو پکڑواتے ہیں
وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾
اور بعض نے بعض کی طرف منہ کیا لگے پوچھنے
قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾
بولے تم ہی تھے کہ آتے تھے ہم پر داہنی طرف سے

تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ (تم ہم پر بڑے زور سے چڑھے چلے آتے تھے۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے۔ داہنی طرف سے آتے تھے چونکہ داہنے ہاتھ میں زور زیادہ ہوتا ہے اس لیے محاورہ میں زور دکھا کر اور مرعوب کر کے بات منوانے کو داہنے ہاتھ سے آنا کہنے لگے ؏

ارشاد ہے کہ دوزخ کی طرف لے جانے کے حکم کے بعد فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ان کو ذرا ٹھہراؤ، کیونکہ ان سے ایک بات پوچھنی ہے۔ جب وہ ٹھہر جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا۔ کیوں آج تمہیں کیا ہو گیا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے فرشتے تمہیں گرفتار کر رہے ہیں اور ہر ایک کان دبا کر اپنے آپ کو گرفتار کرا رہا ہے۔ کوئی کسی کی مدد کو نہیں بڑھتا دنیا میں تو تم اپنے مددگاروں اور حلیفوں کے بل پر بہت کودتے تھے۔ اور فوراً ایک دوسرے کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ آج کیا ہوا کہ خاموش سر جھکائے کھڑے ہو کسی میں ہمت نہیں کہ فرشتوں کے آگے ذرا لب ہلا سکے ؏

اس کا جواب ان کے پاس کچھ نہ ہوگا ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگیں گے کمزور زبردستوں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے آج یہ بُرا دن دیکھنا پڑا۔ یہ تمہیں ہو جو دنیا میں بڑے زور سے ہم پر چڑھے چلے آتے تھے۔ اور دھونس دے دے کر ہمیں بھلی باتوں سے روکتے اور بُرے کاموں کے کرنے کو کہا کرتے تھے۔ نہ تم ہوتے نہ ہم اس آفت میں پھنستے ؏

بڑوں کا جواب

قَالُوْا ۔ بَلْ ۔ لَّمْ تَکُوْنُوْا ۔ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾
وہ بولے نہیں تم ہی نہ تھے ایمان لانے والے
وَمَا ۔ کَانَ ۔ لَنَا ۔ عَلَیْکُمْ ۔ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ
اور نہ تھا ہمارا تم پر کچھ زور بلکہ
کُنْتُمْ ۔ قَوْمًا ۔ طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ ۔ عَلَیْنَا
تم ہی تھے لوگ سرکشی کرنے والے پس ثابت ہوگیا ہم پر
قَوْلُ ۔ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا ۔ لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾
حکم رب کا تحقیق ہم البتہ چکھنے والے ہیں

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾
وہ بولے کوئی نہیں پر تم ہی نہ تھے یقین لانے والے
وَمَا کَانَ لَنَا عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ
ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا بلکہ تم ہی
کُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَیْنَا
حد سے نکل جانے والے لوگ تھے سو ہم پر ہمارے رب
قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾
کی بات ثابت ہوگئی بے شک ہم کو مزا چکھنا ہے

ارشاد ہے۔ کہ زیردستوں کے طعن و ملامت کا زبردست لوگ یہ جواب دیں گے کہ تم ہمیں کوئی الزام نہیں دے سکتے ایمان لانا نہ لانا تمہارا اپنا کام تھا۔ تم خود ہی بے ایمان تھے۔ ہم نے کیا کیا۔ ہم میں تو ایسا کوئی زور نہ تھا کہ تمہارے دل میں سے ایمان کھینچ کر باہر پھینک دیتے یا تمہارے دل کے اندر ایمان کو گھسنے ہی نہ دیتے۔ تمہارے دل پر ہمیں اختیار نہ تھا۔ کہ اس کو جدھر چاہتے موڑ دیتے۔ یہ تو تم خود ہی کچھ ایسے بداصل اور سرکش واقع ہوئے تھے کہ ہمارے اشارے پر چل پڑے۔ نہ کچھ عقل سے کام لیا اور نہ اونے جذبات پر قابو رکھ سکے۔

آخر دنیا میں ہمیں تو نہیں تھے۔ اچھی باتوں کے سمجھانے والے لوگ بھی موجود تھے۔ تم نے ان کا سمجھانا کیوں نہ مانا۔ اگر فرض کر دو۔ ہم تمہیں زور شور سے بہکا رہے تھے۔ تو وہ بھی تو پورے خلوص اور خیر خواہی کے جذبہ سے تمہیں سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے تھے۔ پھر کیوں تم نے ان کی نہ سنی اور ہماری سن لی صاف ظاہر ہے کہ تم خود ہی بدباطن۔ ظالم اور بے انصاف تھے۔ اگر تم خود دل سے برائی کی طرف مائل نہ ہوتے تو اچھوں کی سنتے اور بروں کو دھتا بتا دیتے اب ہمیں الزام دینے سے کیا فائدہ ہمارے رب نے جو اچھے اور بروں کے لیے فیصلے کر رکھے تھے اور جزا اور سزا کے احکام جاری کر رکھے تھے آج وہ پورے ہو کر رہیں گے اور ہم میں سے ہر ایک اپنی بدکرداریوں اور بداعمالیوں کا خوب مزا چکھے گا۔

مجرم عذاب پائیں گے

فَاَغْوَیْنٰکُمْ ۔ اِنَّا ۔ کُنَّا ۔ غٰوِیْنَ (۳۲) فَاِنَّھُمْ ۔ یَوْمَئِذٍ
پس بہکایا ہم نے تمہیں تحقیق تھے ہم بہکے ہوئے پس بیشک وہ آج کے دن
فِی الْعَذَابِ ۔ مُشْتَرِکُوْنَ (۳۳) اِنَّا ۔ کَذٰلِکَ ۔ نَفْعَلُ
عذاب میں شریک ہیں تحقیق ہم ایسا ہی سلوک کرتے ہیں
بِالْمُجْرِمِیْنَ (۳۴) اِنَّھُمْ ۔ کَانُوْٓا ۔ اِذَا ۔ قِیْلَ ۔ لَھُمْ
مجرموں کے ساتھ تحقیق تھے وہ ایسے کہ جب کہا جاتا ان سے
لَآ اِلٰـہَ ۔ اِلَّا اللّٰہُ ۔ یَسْتَکْبِرُوْنَ (۳۵)
نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے تو وہ تکبر کرتے تھے

فَاَغْوَیْنٰکُمْ اِنَّا کُنَّا غٰوِیْنَ (۳۲) فَاِنَّھُمْ یَوْمَئِذٍ
ہم نے تمہیں گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ تھے سو وہ سب اس دن
فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ (۳۳) اِنَّا کَذٰلِکَ نَفْعَلُ
عذاب میں شریک ہیں ہم گنہ گاروں کے حق میں
بِالْمُجْرِمِیْنَ (۳۴) اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ
ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ تو ایسے تھے کہ جب ان سے
لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ (۳۵)
کہا جاتا کہ سوا اللہ کے کسی کی بندگی نہیں تو وہ غرور کرتے

زبردست لوگ اس الزام کے جواب میں کہ تم نے ہمیں بہکایا یوں کہیں گے کہ ہمیں لعنت ملامت کیا کرتے ہو۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ آخر تمہارے پاس بھی تو عقل تھی۔ تم نے سوچا ہوتا کہ اچھے لوگوں کی باتیں چھوڑ کر آخر ان کی بات کیوں مانیں ہم نے تم سے جو کچھ کہا وہ ہمارے نزدیک ٹھیک تھا۔ ہمیں اس وقت یہ نہ سوجھا تھا کہ یہ راستہ جس پر ہم چل رہے ہیں غلط ہے ہمارے نزدیک تو وہی درست راہ تھی جس پر ہم چل رہے تھے۔ آج معلوم ہوا کہ وہ گمراہی تھی ہم خود گمراہ تھے اس لیے تمہیں بھی گمراہ کیا۔ آج ہم اور تم دونوں عذاب میں گھیر لیے گئے اور ہر ایک کو اس کے کرتوتوں کے مطابق پھل ملے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ ہم گنہ گاروں اور نافرمانوں کو ایسی ہی سزائیں دیا کرتے ہیں اللہ بچائے کیا ہمیشہ ہمیشہ کی افسوسناک شرمندگی اور دل توڑنے والی مایوسی سے زیادہ کوئی مصیبت ہو سکتی ہے؟ لیکن منکر اسی سزا کے مستحق ہیں کیونکہ جب ہمارے رسول نے ان سے کہا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو تو انہیں تکبر نے یہ نہ کہنے دیا انہیں یہ خیال آیا کہ ہمارے باپ دادا اور خاندان کے لوگ اسے معزز دولت اور شان و شوکت والے ہیں اور ہم ان کے جانشین ہوتے ہوئے ایک ایسے آدمی کا کہنا مان لیں جس کے پاس نہ مال نہ زر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

افسوس دنیا یہ نہ سمجھے کہ یہی خیال تباہی کی جڑ ہے اپنے آپ کو ہی بڑا سمجھنا اور اپنے ہی نکالے ہوئے راستے کو سب سے اچھا ماننا۔ جہالت اور نادانی کی بڑی خطرناک قسم ہے۔

اپنی بڑائی

وَیَقُوْلُوْنَ ۔ اَئِنَّا ۔ لَتَارِکُوْٓا ۔ اٰلِھَتِنَا
اور کہتے تھے کہ کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو
لِشَاعِرٍ ۔ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ ۔ جَآءَ ۔ بِالْحَقِّ
واسطے ایک شاعر دیوانہ کے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے سچا دین
وَصَدَّقَ ۔ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّکُمْ ۔ لَذَآئِقُوا
اور سچا مانتا ہے سب رسولوں کو تحقیق تم البتہ چکھنے والے ہو
الْعَذَابِ ۔ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا ۔ تُجْزَوْنَ
عذاب دردناک اور نہیں بدلہ دیے جاؤ گے تم
اِلَّا ۔ مَا ۔ کُنْتُمْ ۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾
مگر اسی کا جو تھے تم کرتے

وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا
اور کہتے کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانہ شاعر کے
لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ
کہنے سے چھوڑ دیں گے کوئی نہیں وہ ایک سچا دین
وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّکُمْ لَذَآئِقُوا
لے کر آیا ہے اور سب رسولوں کو سچا مانتا ہے بیشک تم کو
الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ
دردناک عذاب چکھنا ہے اور وہی بدلہ پاؤ گے
اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾
جو تم کرتے تھے

ان لوگوں کے دل میں اپنی بڑائی اس زور سے بیٹھ گئی ہے ۔ کہ دوسرے کو وقعت نہیں دیتے اگرچہ عقلی معیار کے رو سے وہ ان سے بدرجہا بہتر ہوں چنانچہ ان میں سے جو عقلمند تھے ۔ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانا اور جو کچھ انہوں نے کہا سر آنکھوں پر رکھا مگر یہ مغرور لوگ یہی کہتے رہے کہ کیا ایک (نعوذ باللہ) نادان شاعر کے کہنے سے ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ بیٹھیں جنہیں ہمارے باپ داداؤں سے لے کر اب تک ساری قوم پوجتی چلی آئی ہے وہ آپ کو شاعر کہتے تھے ۔ کیونکہ آپ کے کلام میں اثر تھا اور مجنون دیوانہ اس لیے کہتے تھے ۔ کہ ان کے نزدیک دماغ اسی کا درست ہو سکتا تھا جو ان کے پشت ہا پشت کے دستور کی اندھا دھند طرفداری اور تعریف کرتا یہ خود پسندی کی انتہا ہے ۔

آگے ارشاد ہے ۔ کہ ان سے کہہ دو کہ تم سراسر غلطی پر ہو ۔ بات وہ نہیں جو تم کہتے ہو بات یہ ہے کہ یہ ہمارا رسول درحقیقت خالص سچی اور جچی تلی بات کہتا ہے شاعروں کی طرح خیالی باتیں گھڑ گھڑ کر نہیں سناتا یہ شاعر نہیں نہ مجنون ہے اسلیئے کہ وہ ان سب رسولوں کے راستہ پر قائم ہے جنہوں نے سچی باتیں اللہ عزوجل کی طرف سے پاکر دنیا والوں کو سنائیں وہ ان کی تصدیق کرتا ہے وہ کسی کو دکھ نہیں پہنچاتا سب کا خیرخواہ اور غمخوار ہے اگر اسکی بات نہ مانی تو ایک دن تم اسکو نہ ماننے کے بدلے بڑے دکھ دینے والے عذاب میں مبتلا ہو گے اس سب انکار اور گستاخیوں کا قیامت کے دن مزہ چکھو گے اور جو کچھ ہوگا وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا بدلہ ہوگا ۔

اللہ کے پسندیدہ بندے

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ - الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰئِكَ
مگر ہاں بندے اللہ کے چنے ہوئے وہ جو ہیں
لَهُمْ - رِزْقٌ - مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُم
ان کے لیے روزی ہے مقرر میوے اور وہ
مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ - النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ
عزت والے ہوں گے باغوں میں نعمت کے تختوں پر
مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ - عَلَيْهِم - بِكَأْسٍ - مِّن
آمنے سامنے گردش میں آئے گا ان کے آگے پیالہ
مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَاءَ - لَذَّةٍ - لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾
صاف شراب کا سفید رنگ کی مزا پینے والوں کے لیے

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰئِكَ
مگر جو اللہ کے بندے چنے ہوئے ہیں وہ لوگ
لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُم
جو ہیں ان کے واسطے مقرر روزی ہے میوے اور ان کی
مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ
عزت ہے نعمت کے باغوں میں تخت پر
مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن
ایک دوسرے کے سامنے لیے پھرتے ہوں گے ان کے پاس
مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾
شراب صاف کا پیالہ سفید رنگ کی پینے والوں کو مزہ دینے والی

مَعِينٍ (صاف) صفت کا صیغہ ہے م - ع - ن سے معن کے معنی جاری ہونا، بہنا۔ بہتا پانی ٹھیرے ہوئے پانی سے زیادہ خوشگوار ہوتا ہے۔ اس لیے معین سے خوشگوار مراد لیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ عزوجل کے پسندیدہ اور منتخب بندے ہیں ان لوگوں کا حال ان سے بالکل مختلف ہوگا ان پر اللہ کا فضل و کرم ہوگا ان کو کھانے پینے کی چیزیں ملیں گی جن کی کیفیت مقرر اور معلوم ہے یہ نہایت نفیس قسم کے میوے ہوں گے ان کی عزت اور خاطرداری کی جائے گی دل کو مسرور کرنے والے سرسبز باغوں کے اندر شاندار تخت بچھے ہوں گے اور وہ ان پر آرام سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے پاکیزہ اور ستھرے خدام شراب سے بھرے ہوئے جام ہاتھوں میں لیے ان کے سامنے پھر رہے ہوں گے۔ یہ شراب ایک عجیب قسم کی ہوگی۔ بہتے ہوئے چشموں میں سے لی ہوئی سفید رنگ کی صاف شفاف چمکدار ہوگی اور وہ پینے والے جب اس کو پئیں گے تو اس میں نرا مزہ ہی مزہ ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ کی اطاعت میں زندگی بسر کی ہوگی۔ اس کے رسول کو سچا مانا ہوگا۔ اور قرآن حکیم کے احکام پر عمل کیا ہوگا۔

سامانِ راحت

لَا ۔ فِيْهَا ۔ غَوْلٌ ۔ وَّلَا هُمْ ۔ عَنْهَا ۔ يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾
نہ تو اس میں سر چکراتا ہے اور نہ وہ اس سے بہکی بہکی باتیں کریں گے
وَعِنْدَهُمْ ۔ قٰصِرٰتُ ۔ الطَّرْفِ ۔ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾
اور ان کے پاس ہونگی نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھوں والیاں
كَاَنَّهُنَّ ۔ بَيْضٌ ۔ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ ۔ بَعْضُهُمْ
گویا وہ انڈے ہیں چھپائے ہوئے پس متوجہ ہوگا بعض ان کا
عَلٰى بَعْضٍ ۔ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾
بعض کی طرف اور وہ آپس میں پوچھیں گے

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾
نہ اس سے سر پھرتا ہے اور نہ اس کو پی کر بہکیں
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾
اور ان کے پاس آئیں گی نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھوں والیاں
كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
گویا وہ انڈے ہیں چھپے دھرے پھر منہ کیا ایک نے
عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾
دوسرے کی طرف اور لگے پوچھنے

غَوْلٌ (تباہ کرنا، ہلاک کرنا) اس کا مفہوم کسی چیز کا برباد کرنا ہے۔ یہاں اس سے مراد عقل و ہوش کا تباہ کر دینا ہے۔ يُنْزَفُوْنَ خالی دماغ والے ہوں گے مضارع مجہول ہے اِنْزَاف سے جو ن۔ ز۔ ف سے بنا ہے۔ نَزْف کے معنی ہیں کنوئیں کا سارا پانی نکال دینا یہاں عقل کا نکال دینا مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ جنت میں نیک لوگوں کو جو شراب ملے گی اس میں وہ کوئی خرابی نہ ہوگی جو دنیا کے اندر خمر میں دیکھی جاتی ہے اسکی خصوصیت یہ ہوگی کہ اسکو چاہے جتنا پیو اس سے نہ سر چکرائے گا اور نہ ایسی بے ہوشی ہوگی کہ عقل ماری جائے اور آدمی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے اُلٹی فقط سرور اور نشاط ہوگا۔ دنیا کی شراب میں بہت سی خرابیاں ہیں جیسے بے ہوشی عقل جاتی رہنا درد شکم درد سر پیشاب کی زیادتی قے بدن ٹوٹنا پاگلوں کی سی حرکتیں کرنے لگنا۔ جنت کی شراب میں ان میں سے کوئی خرابی نہ ہوگی۔ اس کو پی کر کیف و سرور لذت و نشاط اور امنگ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ پھر ان کی پاک صاف بیبیاں ہوں گی جن کی شرمیلی نظریں جھکی ہوں گی بیحیائی اور دیدہ دلیری سے پاک اور صاف ہوں گی ان کا رنگ مادہ شتر مرغ کے انڈے کا سا ہوگا جسے وہ دبے ہی پروں سے ڈھانپ لیتی ہے تاکہ گرد و غبار سے محفوظ رہے اس انڈے کا رنگ زردی مائل سفید ہوتا ہے اور اس جیسی خوش رنگ چیز اور کوئی نہیں ہوتی۔ عرب کو اس سے خوش رنگی کا اندازہ بہ آسانی ہو جاتا ہے اس لئے جنت کی عورتوں کو بیضہ شتر مرغ سے تشبیہ دی گئی اس کے بعد ارشاد ہے کہ جنتی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ اس سے پہلے دوزخ والوں کی بات چیت کا بیان ہو چکا ہے۔

جنّتیوں کی گفتگو

قَالَ - قَآئِلٌ - مِّنْهُمْ - اِنِّیْ - كَانَ - لِیْ
کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے تحقیق میں تھا میرا
قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ - اَئِنَّكَ - لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾
ایک ساتھی کہا کرتا تھا کیا سچ مچ تو سچا ماننے والا ہے
ءَاِذَا - مِتْنَا - وَكُنَّا - تُرَابًا - وَّعِظَامًا
کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں
ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾
کیا سچ مچ جزا سزا دیے جائیں گے

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ
ان میں ایک بولنے والا بولے گا کہ میرا ایک ساتھی
قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾
تھا جو کہا کرتا تھا کیا تو یقین کرتا ہے
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
کہ جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے
ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾
تو کیا ہمیں جزا ملے گی۔

مَدِیْنُوْنَ (جزا سزا دیے جائیں گے) مَدِیْنٌ کی جمع ہے جو د۔ی۔ن سے اسم مفعول ہے۔ دَیْنٌ کے معنی کسی کام کا بدلہ دینا ہے۔

جنتی آرام سے مسندوں پر بیٹھے خوش ذائقہ شراب کے جام پر جام چڑھا رہے ہوں گے آپس میں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہوں گے اتنے میں ایک شخص کو اپنا دنیا کا ایک ساتھی یاد آئے گا اور وہ اپنے اہل مجلس سے کہے گا کہ مجھے ایک شخص اس وقت یاد آیا جو دنیا میں میرا ساتھی اور ملاقاتی تھا وہ مجھ سے کہا کرتا تھا۔ کہ تم اتنے سمجھدار ہو کر ایسے نادان ہوگئے کہ آخرت پہ یقین رکھتے ہو اور مر کر جی اٹھنے اور جزا سزا کو سچی بات سمجھتے ہو۔ تمہاری عقل کو کیا ہوا تم اتنا نہیں سوچتے کہ جب آدمی مرگیا اور اس کا بدن مٹ مٹا کر مٹی میں مل گیا۔ کچھ تھوڑی سی ہڈیاں رہ گئیں پھر وہ بھی مٹی میں پڑے پڑے گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہوگئیں تو کیا وہ پھر زندہ ہو جائے گا۔ یہ نادانی کی باتیں میری سمجھ میں تو نہیں آتیں۔ خبر نہیں تم ان کو سچا کیسے مانتے ہو اور مر کر جی اٹھنے کے ساتھ ہی اس کو بھی مانتے ہو کہ ہر شخص کو اس کے بُرے اعمال کی سزا ملے گی اور وہ دوزخ میں جلے گا اور جس نے ایمان لاکر اچھے کام کئے ہوں گے وہ عیش و آرام کے ساتھ باغوں اور محلوں میں مزے کرے گا۔ غرض وہ مجھ کو احمق بنایا کرتا تھا اور میرے دینداروں کے سے کام دیکھ کر میری ہنسی اڑایا کرتا تھا۔

منکروں کا حال

قَالَ - هَلْ - اَنْتُمْ - مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ

کہا کیا تم جھانک کر دیکھو گے پس اس نے جھانکا

فَرَاٰهُ - فِیْ - سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ - تَاللّٰهِ

تو دیکھا اسے دوزخ کی بیچ کی جگہ میں بولا اللہ کی قسم

اِنْ - كِدْتَّ - لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا - نِعْمَةُ

تحقیق نزدیک تھا کہ ضرور ہلاک کرے مجھے اور اگر نہ ہوتی مہربانی

رَبِّیْ - لَكُنْتُ - مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾

میرے رب کی البتہ ہوتا میں پکڑ کر لائے جانے والوں میں

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ

کہنے لگا بھلا تم جھانک کر دیکھو گے پھر جھانکا

فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ

تو اس کو بیچوں بیچ دوزخ کے دیکھا بولے اللہ کی قسم

اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ

تو مجھے گڑھے میں ڈالنے لگا تھا اور اگر میرے رب کا

رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾

فضل نہ ہوتا تو میں بھی انہی میں ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے

اِنْ بتحقیق) یہاں یہ اِنَّ کا مخفف ہے۔ لَتُرْدِیْنِ البتہ ہلاک کر دیتا تو مجھے اصل میں لَتُرْدِیْنِیْ ہے ل البتہ تُرْدِیْ مضارع کا صیغہ ہے۔ جو اِرْدَاءٌ سے بنا ہے۔ اس کا مادہ ر - د - ی ہے۔ رَدَّی کے معنی اونچے جگہ سے گڑھے میں گرنا اِرْدَاءٌ اس کا متعدی ہے کسی کو گڑھے میں پھینک دینا۔ مراد تباہ اور ہلاک کر دینا۔ آخر کی یے وقف کی وجہ سے گر گئی۔ جس کے معنی ہیں مجھے ۔

پھر وہ اپنے ساتھیوں سے کہے گا۔ بھئی ذرا جھانک کر دیکھنا تو چاہیے کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ اس کے بعد وہ جھانکے گا تو اسے اس کا وہ دنیا کا ساتھی جو اسے اس لیے بے وقوف بتاتا تھا کہ وہ آخرت پر یقین رکھتا ہے آگ کے بیچوں بیچ پڑا دکھائی دے گا۔ اس وقت اسے پورا احساس ہوگا کہ میں کتنے بڑے خطرے سے بال بال بچ گیا ہوں بے ساختہ اس کی زبان سے نکلے گا کہ کیا اچھا ہوا کہ میں تیرے بہکانے میں نہ آیا۔ ورنہ آج تو میرا بھی یہی حشر ہوتا۔ تو نے تو مجھے ہولناک گڑھے کے اندر دھکا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی ۔

اگر تیری بات مان لیتا تو میں بھی آج تیری طرح جل رہا ہوتا اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے میرے حال پر رحم فرمایا اور مجھے تیرے پنجے سے چھڑایا۔ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو میں تیری طرح گرفتار ہو کر کشاں کشاں اس دربار میں لایا جاتا اور اسی سزا کا حق دار ہوتا۔

دائمی آرام

اَفَمَا ۔ نَحْنُ ۔ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا ۔ مَوْتَتَنَا
کیا پر نہیں ہم مرنے والے مگر وہی ہمارا مرنا
الْاُوْلٰی ۔ وَمَا ۔ نَحْنُ ۔ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ
پہلا اور نہیں ہم عذاب دیے جانے والے تحقیق
ھٰذَا ۔ لَھُوَ ۔ الْفَوْزُ ۔ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ
یہ البتہ یہی ہے کامیابی بڑی واسطے مثل
ھٰذَا ۔ فَلْیَعْمَلِ ۔ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾
اس کی کہ پس چاہیے کہ کام کریں کام کرنے والے

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا
کیا اب ہم کو مرنا نہیں مگر جو پہلی بار
الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ
مر چکے اور ہم کو تکلیف نہیں پہنچے گی بے شک
ھٰذَا لَھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ
یہی ہے بڑی مراد ملنی ایسی چیزوں
ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾
کے واسطے چاہیے محنت کریں محنت کرنے والے

جنتی اپنی اور اپنے دیگر نجات یافتہ مصاحبوں کی حالت کا اپنے ان بدبخت دنیا کے ہمراہیوں کی حالت سے جو دوزخ میں جل رہے ہوں گے مقابلہ کرے گا تو اس کو ایسی خوشی ہوگی کہ جس کا اندازہ یہاں پورے طور پر نہیں ہوسکتا۔ البتہ اس کی خوشی کا کچھ اندازہ ان الفاظ سے ہوسکتا ہے جو اس کی زبان سے بے ساختہ نکلیں گے۔ وہ الفاظ یہ ہوں گے۔ کیا سچ مچ اب ہمیں آیندہ کبھی مرنا ہی نہیں ہے۔ بس پہلے دنیا میں ایک بار مرنا تھا سو مر چکے۔

اس کے بعد بس اب زندگی ہی زندگی ہے موت کا نام و نشان بھی نہیں اس کے ساتھ ہی کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم ان بدبخت لوگوں میں شامل نہیں ہیں جنہیں عذاب دیا جا رہا ہے ہم ہمیشہ کے لیے دکھ رنج کوفت اور تکلیف سے نجات حاصل کر چکے جنتی کی یہ کیفیت اسی سے ملتی جلتی ہے۔ جو دنیا میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ کسی کی من مانی مراد مل جائے تو اسے بہت دیر میں جا کر یقین آتا ہے کہ وہ سچ مچ ایسا خوش قسمت ہے کہ کامیاب ہو گیا۔

ایسے ہی جنتی جنت میں کہے گا کہ کیا یہ سب چیزیں مجھے اور میرے ان مصاحبوں کو حاصل ہوگئیں۔ اگر ایسا ہے تو اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوگی ہماری ساری مرادیں بر آئیں ہر طرف خوشی ہی خوشی ہے۔ رنج اور پریشانی کا نام تک نہیں۔ لوگو! یہ نہایت عظیم الشان کامیابی ہے جسے کوشش کرنی ہو وہ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ عارضی کامیابی کوئی کامیابی نہیں، اس کے خیال میں کبھی نہ پھنسنا چاہیے۔

دوزخیوں کا حال

اَذٰلِكَ ـ خَيْرٌ ـ نُّزُلًا ـ اَمْ ـ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾

کیا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت زقوم کا

اِنَّا ـ جَعَلْنٰهَا ـ فِتْنَةً ـ لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا

بیشک ہم نے بنایا ہے اسے عذاب ظالموں کے لیے تحقیق وہ

شَجَرَةٌ ـ تَخْرُجُ ـ فِيْٓ ـ اَصْلِ ـ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾

ایک درخت ہے جو نکلتا ہے جڑ میں دوزخ کی

طَلْعُهَا ـ كَاَنَّهٗ ـ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾

پھل اس کے جیسے کہ وہ سر ہیں شیطانوں کے

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾

بھلا یہ مہمانی بہتر ہے یا سینہڈ کا درخت

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا

ہم نے اس کو ظالموں کے واسطے ایک بلا کر دیا ہے وہ ایک

شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾

درخت ہے کہ دوزخ کی جڑ میں نکلتا ہے

طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾

اس کا خوشہ جیسے شیطان کے سر

زَقُّوْمٌ: ہر چیز جس کا کھانا بلائے جان ہو جائے) یہ اسم ہے۔ ز۔ ق۔ م زقم کے معنی نگلنے کے ہیں۔ زَقُّوْمٌ جس کا نگلنا مشکل ہو اور نگل لیا جائے۔ تو پیٹ کو دکھ دے۔ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (نہایت بدنما شکل) رُءُوْسُ راس اور شیاطین شیطان کی جمع ہے اس سے مراد ناگ پھن ہے۔ جس کا سر ٹیڑھا۔ بڑا لگا چوڑا چکلا ہوتا ہے۔

اللہ کے ماننے والے اور خلوص کے ساتھ اس کی فرمانبرداری کرنے والے قیامت کے دن جس حال میں ہوں گے اس کا بیان پچھلی آیتوں میں ہوا۔ اس کے بعد ان آیتوں میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جنہوں نے دنیا میں اللہ کو نہ مانا اور بے دھڑک اسکی اور اسکے رسول کی نافرمانی کرتے رہے۔ ارشاد ہے کہ تم نے جنتیوں کا حال سنا کہ ان کی مہمانی کسطرح کی جائے گی انکو خوش رنگ اور خوش مزہ میوے کھانے کو اور دل خوش کرنیوالے شربت پینے کو ملیں گے اب بتاؤ یہ مہمانی بہتر ہے یا وہ سلوک جو اللہ کے نافرمان لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا وہ بہتر ہے سنو! ہم نے ان کیلئے زقوم کا درخت تمام کھانے پینے کی چیزوں کے بدلے میں تیار کر رکھا ہے وہ ان کیلئے ایک بڑی مصیبت کا باعث ہوگا کھائیں گے۔ اس لیے کہ بھوکے ہوں گے اور کھائیں گے تو اوّل تو نگلنا ہی مشکل ہوگا اور نگل لیا تو پیٹ میں جا کر ستائیگا اس کی جڑ تو دوزخ کی تہ میں ہوگی شاخیں ہر جگہ دوزخ میں پھیلی ہونگی اسکا پھل ایسا ہوگا جیسے ناگ پھن یہ درخت ہم نے گنہ گاروں کے لیے عذاب کا باعث ٹھہرایا ہے۔ زقوم کا نام سنکر بے فکرے ہنسنے لگے۔ کہ آگ میں بھی درخت ہوگا اور پھر وہ بھی زقوم کا؟ زقوم تو فلاں ملک کی زبان میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں تو پھر ہمارے مزے ہیں اس لحاظ سے بھی زقوم کا ذکر منکروں اور ظالموں کیلئے دنیا ہی میں آخرت کے عذاب کا اور بھی زیادہ سبب بن گیا کیونکہ اسے سن کر وہ گستاخی کرنے لگے

اُن کا کھانا پینا

فَاِنَّهُمْ ۔ لَاٰكِلُوْنَ ۔ مِنْهَا ۔ فَمَالِـُٔوْنَ ۔ مِنْهَا
سو تحقیق وہ البتہ کھانے والے ہیں اسی سے پھر بھرنے والے ہیں اس سے
الْبُطُوْنَ (٦٦) ثُمَّ ۔ اِنَّ ۔ لَهُمْ ۔ عَلَيْهَا
پیٹ پھر تحقیق ان کے لیے اس کے اوپر
لَشَوْبًا ۔ مِّنْ ۔ حَمِيْمٍ (٦٧) ثُمَّ ۔ اِنَّ ۔ مَرْجِعَهُمْ
البتہ ملونی ہے کھولتے ہوئے پانی کی پھر تحقیق واپسی ان کی
لَاِلَى الْجَحِيْمِ (٦٨) اِنَّهُمْ ۔ اَلْفَوْا ۔ اٰبَآءَهُمْ
البتہ دوزخ ہی کی طرف ہے تحقیق انھوں نے پایا اپنے آباواجداد کو
ضَآلِّيْنَ (٦٩) فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ ۔ يُهْرَعُوْنَ (٧٠)
راہ بھولنے والے سو وہ انہی کے نشان قدم رواں دواں ہیں

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا
سو وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ
الْبُطُوْنَ (٦٦) ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا
بھریں گے پھر ان کے واسطے اس کے اوپر ملونی ہے
لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (٦٧) ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ
جلتے پانی کی پھر ان کو لے جانا
لَاِلَى الْجَحِيْمِ (٦٨) اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ
آگ کے ڈھیر میں انھوں نے اپنے باپ دادا کو
ضَآلِّيْنَ (٦٩) فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (٧٠)
بہکا ہوا پایا سو وہ انہی کے قدم پر دوڑتے ہیں

شَوْب: (ملونی) وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے ساتھ ملادی جائے یعنی زقوم کھا کے اوپر سے جلتا پانی پیئں گے اور وہ اس کے ساتھ مل جائے گا۔ يُهْرَعُوْنَ (تیز چلائے جارہے ہیں) مضارع مجہول ہے۔ ہ، ر، ع سے هَرَعٌ اور اِهْرَاعٌ دونوں کے معنی ہے بھگانا۔ تیز چلانا یعنی تعصب انہیں اسی راستہ پہ دوڑا رہا ہے ۔

ارشاد ہے کہ دوزخی اسی درخت میں سے بھوک سے مجبور ہو کر کھائیں گے اور اپنے پیٹ اسی سے بھریں گے یہ کھانا کھلا کر انہیں باہر کھولتے ہوئے چشمہ پہ پانی پلانے لے جائیں گے یہ پانی ان کے پیٹ میں جا کر زقوم کے ساتھ مل جائے گا۔ اور پیٹ کو جلا دے گا۔ غرض کھانا اور پینا سب کچھ ان کے لیے عذاب جان ہوگا اور ہر ایک میں جان نکلنے کی سی تکلیف ہوگی۔ لیکن چونکہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اس لیے یہی کھانا پینا پڑے گا ۔

موت سے بدتر زندگی ہوگی لیکن موت نہ آئے گی۔ اسی زندگی کو بھگتنا پڑے گا۔ جب پانی پی چکیں گے تو پھر انہیں واپس دوزخ میں لے آئیں گے یہ وہی ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے گمراہ آباؤ اجداد کے قدم بہ قدم چلنا پسند کیا تھا اور ایک دوسرے کو انہی کے غلط راستہ پر دوڑانے والے تھے ۔

انسان کی نادانی

وَلَقَدْ ۔ ضَلَّ ۔ قَبْلَهُمْ ۔ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾
اور البتہ تحقیق بہکے ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ
وَلَقَدْ ۔ اَرْسَلْنَا ۔ فِيْهِمْ ۔ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ
اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں ڈرانے والے پس دیکھ
كَيْفَ ۔ كَانَ ۔ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا
کیسا ہوا انجام ڈرائے گیوں کا مگر
عِبَادَ ۔ اللّٰهِ ۔ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾
بندے اللہ کے پسندیدہ

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾
اور ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ بہک چکے ہیں
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ
اور ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے ہیں اب دیکھ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا
ڈرائے ہوؤں کا انجام کیسا ہوا مگر
ع ۲ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾
جو اللہ کے بندے ہیں چنے ہوئے

انسان لکیر کا فقیر ہے پیچھے آنے والے پہلوں کے قائم کردہ رسم و رواج کو ہی پسند کرتے ہیں بلکہ اس پر جمے رہنا اپنے لیے باعث فخر و عزت سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ انسان کو حکمت و عقل کا بہت بڑا حصہ ملا ہے اسے چاہیے کہ ہر بات کو غور سے دیکھے اور اس میں سے اچھی بات پسند کر کے اختیار کرے اور بُری بات کو چھوڑ دے اگر خود اتنا نہیں سوجھتا تو اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی بات مانے وہ اس کی عقل کی راہنمائی کریں گے ۔ لیکن انسان اتنی سی بات کو جس میں اس کا سراسر نفع ہی نفع ہے نہیں سمجھتا اور اپنے ہی آباؤ اجداد کی راہ پر اڑا رہتا ہے ۔

ارشاد ہے کہ اسی آفت میں مبتلا ہو کر ان سے پہلے اکثر لوگ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں انہوں نے وہی راہ اختیار کی جو ان کے باپ دادا اختیار کیئے ہوئے تھے اور ذرا نہ سوچا کہ ان کے لیئے ٹھیک راستہ کون سا ہے ۔ حالانکہ ہم نے اپنے رسول ان کے پاس بھیجے جو انہی کے کنبہ قبیلہ کے تھے ۔ لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ سنی اور کہا تو یہ کہا ۔ کہ تم تو معاذ اللہ بے وقوف ہو جو بنے بنائے کام کو بگاڑ کر نئے طریقے جاری کرنا چاہتے ہو ۔ بھلا یہ کوئی عقل مندی ہے ۔ آخر ان کا انجام کیا ہوا ان کے حالات سنو اور ان پر جو بیتا پڑی اسے دیکھ کر سبق سیکھو وہ سب اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے فقط وہی لوگ بلا سے محفوظ رہے ۔ جن کی قسمت میں ہمیشہ کی خوش بختی لکھی تھی اور چنے ہوئے لوگوں میں سے تھے ۔

پہلوں کے حالات

وَلَقَدْ ۔ نَادٰىنَا ۔ نُوْحٌ ۔ فَلَنِعْمَ ۔ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾

اور البتہ تحقیق پکارا ہمیں نوح نے پس کیا ہی خوب جواب دینے والے ہیں ہم

وَنَجَّيْنٰهُ ۔ وَاَهْلَهٗ ۔ مِنَ الْكَرْبِ ۔ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾

اور بچا دیا ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی بھاری مصیبت سے

وَجَعَلْنَا ۔ ذُرِّيَّتَهٗ ۔ هُمُ ۔ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور کر دیا ہم نے اس کی اولاد کو فقط باقی رہنے والے

وَتَرَكْنَا ۔ عَلَيْهِ ۔ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾

اور باقی رکھا ہم نے اس کے لیے پچھلے لوگوں میں

سَلٰمٌ ۔ عَلٰى ۔ نُوْحٍ ۔ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾

کہ سلام ہے پر نوح جہان والوں میں

اِنَّا ۔ كَذٰلِكَ ۔ نَجْزِي ۔ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾

تحقیق ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾

اور ہمیں نوح نے پکارا تھا سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں ہم پکار پر

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾

اور اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی گھبراہٹ سے بچا لیا۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور اس کی اولاد کو باقی رہنے والا رکھا

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾

اور پچھلے لوگوں میں اس کے لیے باقی رکھا

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾

کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾

ہم نیکی کرنے والوں کو یوں بدلہ دیتے ہیں

پہلے ارشاد ہوا کہ ان مکہ والوں کی طرح پہلے زمانے میں بھی بہت سے لوگ سیدھے راستہ سے الگ ہوئے اور اپنے بڑوں کے رسم و رواج پہ اڑے رہے ۔ ہم نے ان کے پاس ڈرانے والے بھیجے پھر جن لوگوں نے ان کا کہنا نہ مانا وہ تباہ و برباد ہوئے اور جو خوش قسمتوں نے ان کی پیروی کی وہ بچ گئے اب کچھ پہلے لوگوں کا اور انکے ڈرانے والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے ۔ تاکہ معلوم ہو کہ رسولوں کے نافرمانوں کو کیسی سزا ملتی ہے اور رسولوں کو انکے کام کا کیا اجر ملتا ہے ۔ منجملہ ان کے نوحؑ تھے ۔ انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ تمہارے کام اکثر بُرے ہیں انہیں چھوڑ دو اور سیدھا راستہ اختیار کرو وہ ساڑھے نو سو سال تک انہیں سمجھاتے رہے مگر انہوں نے انکی ایک نہ مانی مجبور ہو کر انہوں نے اللہ کو پکارا کہ یہ میری نہیں سنتے اللہ نے انکی پکار سنی اور اس سے بہتر پکار سننے والا کون ہو سکتا ہے اور ان کو اور ان کے ماننے والوں کو ان شریر لوگوں کے شر سے نجات دی اور آخر نوحؑ کی اولاد ہی دنیا کی وارث بنی ہمارے ہاں سے لوگوں کو ایسا ہی بدلہ ملتا ہے ۔ حضرت نوحؑ علیہ السلام کا ذکر خیر باقی رہا ۔ اور ان پر دونوں جہاں میں لطف و کرم اور سلام کی بارش ہوتی رہے گی ۔

نوحؑ اور ابراہیمؑ

اِنَّہٗ - مِنْ عِبَادِنَا - الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ - اَغْرَقْنَا

وہ ہے ہمارے بندوں ایمان والوں سے پھر غرق کردیا ہم نے

الْاٰخَرِیْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ - مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ ﴿۸۳﴾

دوسروں کو اور تحقیق اسی کے گروہ میں البتہ ابراہیم بھی ہے

اِذْ - جَآءَ - رَبَّہٗ - بِقَلْبٍ - سَلِیْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ - قَالَ

جب آیا وہ اپنے رب کے پاس دل لے کر بے روگ جب کہا

لِاَبِیْہِ - وَقَوْمِہٖ - مَاذَا - تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾

اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کیا ہے جو تم پوجتے ہو

اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

وہ ہمارے ایماندار بندوں میں ہے پھر ہم نے دوسروں

الْاٰخَرِیْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ ﴿۸۳﴾

کو ڈبو دیا اور اسی کی راہ والوں میں سے ابراہیم ہے

اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ

جب آیا اپنے رب کے پاس ستھرا دل لے کر جب کہا

لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾

اپنے باپ اور اپنی قوم سے تم کیا پوجتے ہو

ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں - ہم نے اسے اور اس کی نیک اولاد کو بچا لیا اور پانی کا زبردست طوفان بھیج کر دیگر سارے نافرمانوں اور ضدیوں کو اس میں غرق کر دیا ایک زمانے کے بعد لوگوں نے پھر سرکشی اختیار کی اور ان کے سمجھانے کو ہمارے رسول آتے رہے - یہاں تک کہ نوبت ابراہیمؑ کی آئی ابراہیمؑ نوحؑ ہی کے طریقے کے پیرو تھے - کیونکہ وہ بھی انہی کی طرح پیغمبر تھے - اور سب پیغمبروں کا شروع سے آخر تک ایک ہی طریقہ رہا ہے - اس لیے وہ سب ایک ہی گروہ کے افراد ہیں ۞

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خدا کی دی ہوئی عقل سے کام لیا اور بت پرستوں کے اندر پیدا ہو کر اللہ عزوجل کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانا اور دل کو بُرے عقیدوں اور گندے اخلاق سے پاک صاف کر کے اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے اور اپنے باپ کو اور ساری قوم کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو انہیں ٹوکا اور کہا - کہ تمہارا طرز عمل تو سراسر غلط ہے یہ تو بتاؤ کہ یہ بت کیا ہیں اور کون ہیں - جن کی تم پوجا کرتے ہو یہ تو پتھر کی مورتیاں ہیں جنہیں تم خود گھڑتے ہو - ان کے سامنے جھکنا خود اپنی عزت کو بٹہ لگانا ہے - انسان کے لیے مناسب نہیں کہ بے جان چیزوں، کنکروں، پتھروں کے سامنے سر جھکاتے، انسان کا مرتبہ تو ان سے کہیں بڑا ہے ۞

حضرت ابراہیمؑ کی فہمائش

اَئِفْکًا - اٰلِھَۃً - دُوْنَ اللّٰہِ - تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾
کیا جھوٹ گھڑے ہوئے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو
فَمَا - ظَنُّکُمْ - بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ
پس کیا گمان ہے تمہارا جہانوں کے پروردگار کی طرف پس دیکھا
نَظْرَۃً - فِی النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ - اِنِّیْ
ایک نظر تاروں میں پھر کہا تحقیق میں
سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا - عَنْہُ - مُدْبِرِیْنَ ﴿۹۰﴾
بیمار ہونے والا ہوں پس مڑے اس سے پیٹھ پھیر کر

اَئِفْکًا اٰلِھَۃً دُوْنَ اللّٰہِ تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾
کیا اللہ کے سوا جھوٹ بنائے ہوئے حاکموں کو چاہتے ہو
فَمَا ظَنُّکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ
پس تم نے پروردگارِ عالم کو کیا خیال کیا ہے پھر نگاہ کی
نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیْ
ایک بار تاروں میں پھر کہا میں بیمار
سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْہُ مُدْبِرِیْنَ ﴿۹۰﴾
ہونے والا ہوں پھر وہ اس سے پیٹھ دے کر پھر گئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور اپنی قوم کو لعنت ملامت کر رہے ہیں کہ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ پتھر کی مورتیوں کو معبود بنا بیٹھے ہو۔ یہ تو تم نے اپنے ہاتھوں سے خود گھڑی ہیں اور اپنے دل سے حسبِ خواہش ان کی صورتیں بنائی ہیں۔ کیا اللہ عزوجل کو چھوڑ کر یہ خیالی اور ہاتھ سے گھڑی ہوئی مورتیاں اس قابل ہو سکتی ہیں کہ آدمی ان کا گرویدہ ہو کر رہ جائے۔ یہ تو بے وقوفی کی انتہا ہے۔ آخر یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس سارے جہانوں کے پالنے والے کو سمجھ کیا رکھا ہے کیا تمہیں اس کا ڈر نہیں کہ وہ تم سے اس گستاخی کا سخت انتقام لے اور تمہیں ان تمہارے بتوں کے ڈھکوسلے سمیت تہس نہس کر کے رکھ دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں بہت دنوں سمجھاتے رہے۔ لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں چلی اتنے میں ان کا میلہ آپہنچا۔ جس کا سب کو شہر کے باہر جا کر منانا ضروری تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سامنے ستاروں پر نظر ڈالی اور کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں بیمار ہونے والا ہوں وہ سمجھے کہ اس نے شاید ستاروں کی رفتار سے اپنا آئندہ کا حال معلوم کر لیا ہے۔ جب میلہ میں جانے کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے لے جانے پر زور دیا۔ اور ان کے انکار پر ان سے پیٹھ موڑ کر سارے کے سارے میلہ منانے شہر سے باہر چلے گئے۔

بُت توڑنے والے

فَرَاغَ - اِلٰٓی اٰلِہَتِہِمْ - فَقَالَ - اَلَا - تَاْکُلُوْنَ ﴿۹۱﴾
پھر جا گھسا ان بتوں میں پھر بولا کیا نہیں کھاتے تم
مَالَکُمْ - لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ - عَلَیْہِمْ
کیا ہوا تمھیں کہ نہیں بولتے پھر گھس پڑا ان پر
ضَرْبًا - بِالْیَمِیْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا - اِلَیْہِ
مارتا ہوا دائیں ہاتھ سے پس آئے وہ اس کی طرف
یَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ - اَتَعْبُدُوْنَ - مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾
دوڑتے بولا کیا تم پوجتے ہو جو تم خود گھڑتے ہو
وَاللّٰہُ - خَلَقَکُمْ - وَمَا - تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾
اور اللہ نے پیدا کیا تمھیں اور جو تم بناتے ہو

فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِہَتِہِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ ﴿۹۱﴾
پھر ان کے بتوں میں جا گھسا پھر بولا تم کھاتے کیوں نہیں
مَا لَکُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَیْہِمْ
کیا ہوا تمھیں کہ نہیں بولتے پھر گھس پڑا ان پر
ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَیْہِ
داہنے ہاتھ سے مارتا ہوا۔ پھر لوگ آئے ان کی طرف دوڑ
یَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾
کر گھبرائے ہوئے بولا کیا پوجتے ہو انھیں جنھیں خود تراشتے ہو
وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾
اور اللہ نے بنایا تمھیں اور جو تم بناتے ہو

یَزِفُّوْنَ: (دوڑتے) مضارع کا صیغہ ہے، ز۔ ف۔ ف سے زَفٌّ کے معنی جلدی جلدی چلنے کے ہیں بتوں کو ٹوٹا ہوا دیکھا، تو وہ لوگ گھبرا کر حضرت ابراہیمؑ کی طرف جھپٹے۔ تَنْحِتُوْنَ نحت سے ہے جس کے معنی گھڑنے کے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اپنی قوم کو ان بتوں کا بالکل بے بس ہونا عملی طور پر سمجھایا جائے چنانچہ جب وہ سب شہر کے باہر میلہ منانے چلے گئے تو انہوں نے میدان خالی پا کر ان کے بت خانہ کا رخ کیا اور اندر گھس کر بتوں کی قطاروں میں ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی ان کے سامنے بہت سے چڑھاوے اور کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمہارے سامنے اتنے نفیس کھانے رکھے ہوئے ہیں تم کھاتے کیوں نہیں بولو جواب کیوں نہیں دیتے بولتے کیوں نہیں پھر ہتھوڑا اٹھا کر ان سب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا بڑے زور کی ضربیں لگائیں لوگ جب میلے سے واپس آئے تو بتوں کو ٹوٹا ہوا دیکھ کر گھبرا گئے سمجھے ہو نہ ہو یہ ابراہیمؑ ہی کا کام ہے سب ان کی طرف جھپٹے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ کسی نے توڑا ہو تم تو یہ بتاؤ کہ تم اپنے ہاتھ کے گھڑے ہوئے بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو تمہیں اور تمہارے سارے کاموں اوزاروں اور ساری کام کی چیزوں کو تو اللہ عزوجل ہی نے پیدا کیا ہے۔ اسی کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔

انجام کار

قَالُوا ابْنُوْا لَہٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْہُ
بولے اس کے لیے ایک چتا بناؤ پھر اس کو آگ کے
فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا
ڈھیر میں ڈال دو پھر اس پر بُرا داؤ کرنا چاہیے
فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّیْ
پھر ہم نے انہی کو نیچے ڈالا اور بولا میں
ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ ھَبْ
اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہ مجھ کو راہ دکھائے گا اے رب
لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾
مجھ کو کوئی نیک بیٹا دے

قَالُوا - ابْنُوْا - لَہٗ - بُنْیَانًا - فَاَلْقُوْہُ
کہنے لگے بناؤ اس کے لیے ایک بھٹی پھر ڈال دو اسے
فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا - بِہٖ - کَیْدًا
آگ کے ڈھیر میں پس ارادہ کیا انھوں نے اس کے ساتھ برائی کا
فَجَعَلْنٰھُمُ - الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ - اِنِّیْ
پس کر دیا ہم نے انہی کو پست اور کہا اس نے تحقیق میں
ذَاھِبٌ - اِلٰی رَبِّیْ - سَیَھْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ - ھَبْ
جا رہا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھے راستہ سجھائے گا اے میرے رب عطا کر
لِیْ - مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾
مجھے بیٹا نیکوں میں سے

بُنْیَان: (عمارت) مصدر ہے ب - ن - ی سے اور اسم مفعول کے معنی میں مستعمل ہے یعنی بناء کوئی بنا ہوا مکان۔
جَحِیْم (دھونکایا ہوا آگ کا ڈھیر) صفت کا صیغہ ہے اور اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ ج - ح - م جحم آگ جلانا جحیم بھڑکتا ہوا آگ کا ڈھیر بت پرست سارے کے سارے حضرت ابراہیمؑ کی باتیں سن کر بغلیں جھانکنے لگے آخر ایسی صاف باتوں کا ان کے پاس جواب ہی کیا تھا کھسیانے ہو کر بدی پر اتر آئے آپس میں کہنے لگے اس نے تو حد ہی کر دی اب اگر بتوں کی عزت بچانی ہے تو اس کو ایسی سزا دو کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکے اور لوگ سمجھ جائیں کہ بتوں کے دشمن کی ایسی گت بنتی ہے ایک احاطہ کھینچ کر الاؤ بناؤ اور دہکتی آگ میں اسے جھونک دو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کرنے کی ٹھان لی لیکن ہم نے انہی کو نیچا دکھایا۔ آگ ابراہیمؑ کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور وہ اس میں سے صحیح سلامت نکل آئے اور وطن چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور کہا کہ میں تو اللہ کی طرف جاتا ہوں۔ وہی مجھ کو کسی اچھی طرف کا راستہ سجھا دے گا۔ چنانچہ آپ وطن چھوڑ کر نکلے اور اللہ نے آپ کو شام میں پہنچا دیا۔ گھر بار وطن سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کیا اور دعا کی۔ کہ یا اللہ مجھے ایک نیک صالح بیٹا عطا فرما جو تیرا بول بالا کرے اور نیکوں کا سردار ہو۔

بیٹے کی قربانی

فَبَشَّرۡنٰهُ ۔ بِغُلٰمٍ ۔ حَلِیۡمٍ ۝۱۰۱ فَلَمَّا ۔ بَلَغَ ۔ مَعَهُ
پس ہم نے بشارت دی اسے ایک لڑکے بردبار کی پس جب لگا اس کے ساتھ
السَّعۡیَ ۔ قَالَ ۔ یٰبُنَیَّ ۔ اِنِّیۡۤ ۔ اَرٰی ۔ فِی الۡمَنَامِ
چلنے پھرنے کہا اے میرے بچے تحقیق میں دیکھتا ہوں خواب میں
اَنِّیۡۤ ۔ اَذۡبَحُکَ ۔ فَانۡظُرۡ ۔ مَاذَا ۔ تَرٰی ؕ
کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں پس دیکھ کیا رائے ہے تیری
قَالَ ۔ یٰۤاَبَتِ ۔ افۡعَلۡ ۔ مَا ۔ تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ
بولا اے باپ کر ڈال جو تجھے حکم ہے پائے گا تو مجھے
اِنۡ ۔ شَآءَ اللّٰهُ ۔ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝۱۰۲
اگر چاہا اللہ نے صبر والوں میں سے

فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ۝۱۰۱ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ
پس ہم نے اسے ایک لڑکے کی خوشخبری دی جو تحمل والا ہوگا پھر جب وہ
السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ
اس کے ساتھ دوڑنے لگا کہا کہ اے بیٹے میں خواب دیکھتا ہوں
اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ
کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں پھر دیکھ تو تُو کیا دیکھتا ہے
قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ
بولا اے باپ کر ڈال جو تجھے حکم ہوتا ہے اللہ نے
اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝۱۰۲
چاہا تو تجھے سہارنے والا پائے گا

ارشاد ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کی اور خوشخبری دی کہ تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کے مزاج میں تحمل برداشت کی طاقت ہوگی اور صبر والا ہوگا۔ یہ ان کے پہلے فرزند حضرت اسماعیلؑ تھے۔ کیوں کہ یہی آپ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے بعد میں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے ان کے لیے آپ نے دعا نہیں کی تھی۔ بلکہ ان کی بیوی کو خوشخبری سن کر تعجب ہوا تھا کہ بڑھاپے میں ہمارے اولاد کیسے ہوگی۔

ارشاد ہے کہ جب وہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے تو ایک دن ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب انہیں سنایا کہ اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں لکھا ہے کہ تین رات تک برابر یہی خواب دیکھنے کے بعد جب انہیں پکا یقین ہوگیا کہ اللہ کا یہی حکم معلوم ہوتا ہے۔ تب انہوں نے بیٹے سے بیان کیا اور پوچھا کہ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ملا ہے۔ اس کی تعمیل کیجئے اللہ نے چاہا تو میں آپ کے ہاتھ سے ذبح ہونا صبر کے ساتھ برداشت کر دوں گا کوئی جزع فزع نہ کروں گا۔ اللہ! اللہ! اللہ کی اطاعت اسے کہتے ہیں جو اس باپ اور بیٹے نے کر دکھائی۔

آزمائش میں پورے اُترے

فَلَمَّا ۔ اَسْلَمَا ۔ وَتَلَّهٗ ۔ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ
پس جب کہنا مانا دونوں نے اور پڑال دیا اسے پیشانی کے بل اور پکارا ہم نے اسے
اَنْ ۔ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ ۔ صَدَّقْتَ ۔ الرُّءْيَا ۚ
کہ اے ابراہیم تحقیق سچ کر دکھایا تو نے خواب
اِنَّا ۔ كَذٰلِكَ ۔ نَجْزِي ۔ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ
تحقیق ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں اچھا کام کرنے والوں کو تحقیق
هٰذَا ۔ لَهُوَ ۔ الْبَلٰٓؤُا ۔ الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ
کہ البتہ یہی آزمائش ہے کھلی اور عوض میں دیا ہم نے اسے
بِذِبْحٍ ۔ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾
ایک ذبیحہ بڑا

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ
پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اسے ماتھے کے بل اور ہم نے پکارا
اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ
یوں کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ
ہم نیکی کرنے والوں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں بے شک
هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ
صریح جانچنا یہی ہے اور اس کے بدلے ہم نے
بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾
اسے ایک جانور ذبح کے لیے دیا

تَلَّ (گرا دیا) ماضی کا صیغہ ہے ت-ل-ل سے تَلٌّ کے معنی زمین پر گرا دینا پچھاڑنا۔

جَبِيْن (پیشانی) تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ زمین پر اس طرح گرایا کہ پیشانی زمین کی طرف ہو گئی۔ تاکہ چہرہ پر نظر نہ پڑے۔

ارشاد ہے کہ جب دونوں باپ بیٹے اللہ کے حکم کی اطاعت کے لیے بخوشی تیار ہو گئے۔ تو بیٹے نے باپ سے کہا ابا جان ذبح کرتے وقت مجھے ایسا لٹایئے کہ چہرہ زمین کی طرف ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ پر میرا چہرہ دیکھ کر محبت اور رحم کا غلبہ ہو جائے اور ذبح کرنے میں دل ہچکچانے لگے اور اللہ کا حکم بجا لانے میں دیر لگ جائے۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر چھری رکھ دی آیت میں اس کا بیان نہیں کہ اس وقت ان کے دل پہ کیا گزر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کس قدر جوش میں آ رہی تھی۔ فقط ارشاد ہے کہ ہم نے ابراہیم کو آواز دی۔ کہ بس بس تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور ہمارے حکم کی تعمیل کر دی تجھے اس فرمانبرداری اور اخلاص کا بڑا بدلہ ملے گا ہم نیک لوگوں کی ایسی ہی کڑی آزمائش کرتے ہیں تاکہ ان کی ثابت قدمی پر انہیں انعام اور اکرام سے مالا مال کریں ارشاد ہے کہ کوئی شک نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ امتحان بڑا سخت تھا۔ وہ اس میں کامیاب ہوئے اور ہم نے اسماعیل کے بدلے ایک قیمتی اور فربہ دنبے کی قربانی قبول کی۔

اطاعت کا بدلہ

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (۱۰۸) سَلَامٌ عَلَىٰ
اور باقی رکھا ہم نے اس پر پیچھے آنے والوں میں کہ سلام ہے اوپر
إِبْرَاهِيمَ (۱۰۹) كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۱۱۰)
ابراہیم کے اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم نیک لوگوں کو
إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (۱۱۱) وَبَشَّرْنَاهُ
تحقیق وہ ہے ہمارے بندوں ایمان والوں میں اور بشارت دی ہم نے اسے
بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ (۱۱۲) وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ
اسحٰق کی کہ نبی ہوگا نیک بختوں میں سے اور برکت نازل کی ہم نے اس پر
وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ط وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ
اور اسحٰق پر اور ان دونوں کی اولاد میں نیک بھی ہیں
وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ (۱۱۳)
اور ظلم کرنے والے بھی ہیں اپنی جان پر کھلے

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (۱۰۸) سَلَامٌ عَلَىٰ
اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے
إِبْرَاهِيمَ (۱۰۹) كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۱۱۰)
ابراہیم پر ہم نیکی کرنے والوں کو یوں بدلہ دیتے ہیں
إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (۱۱۱) وَبَشَّرْنَاهُ
وہ ہمارے ایماندار بندوں میں ہے اور ہم نے اسے خوشخبری دی
بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ (۱۱۲) وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ
اسحٰق کی جو نبی ہوگا نیک بختوں میں اور برکت دی ہم نے
وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ط وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ
اس پر اور اسحاق پر اور دونوں کی اولاد میں نیکی کرنے والے ہیں
وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ (۱۱۳)
اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بیٹے کی جان کی پروا نہ کی اور بخوشی اس کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہوگئے اور جب انہیں یقین ہوگیا کہ میرے خواب کی تعبیر یہی ہے کہ بیٹے کو اپنے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں قربان کروں تو پھر تعمیل حکم میں ذرا دیر نہ کی۔ اللہ عزوجل نے ان کو فرمانبرداری کا صلہ دیا۔ چنانچہ پچھلی نسلیں آج تک انکا تعظیم و تکریم سے نام لیتی ہیں اور ان کی سنت کے مطابق مسلمان ہر سال قربانی کرتے ہیں اور ہر نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ پر درود و سلام بھیجنے کے لیئے ان کی مثال دیتے ہیں ارشاد ہے کہ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں دنیا میں بھی ان کا بول بالا کیا اور آخرت میں بھی وہ کامیاب ہوں گے کیونکہ وہ اللہ کے ایماندار بندوں میں سے ہیں اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دی کہ انہیں ایک ہونہار نیک لڑکا اسحٰق ملے گا وہ نبی ہوگا۔ اور ان دونوں بیٹوں کی نسل سے خوب اولاد پھیلے گی حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے وہ عرب ہیں جن میں نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں نبی اسرائیل کے سارے نبی ہوئے پھر ارشاد ہے کہ ان کی ساری اولاد برابر نہیں ان میں سے بعض نیکوکار ہیں اور بعض گنہگار جو کھلم کھلا اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں ۔

حضرت موسٰیؑ اور ہارونؑ

وَلَقَدْ ۔ مَنَنَّا ۔ عَلٰی مُوْسٰی ۔ وَھٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے انعام کیا موسٰی پر اور ہارون

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾

اور ہم نے موسٰی اور ہارون پر احسان کیا

وَنَجَّيْنٰهُمَا ۔ وَقَوْمَهُمَا ۔ مِنَ الْكَرْبِ ۔ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾

اور نجات دی انھیں اور ان کی قوم کو بے چینی سے بڑی

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾

اور ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو بڑی گھبراہٹ سے بچا دیا

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾

اور مدد کی ہم نے ان کی پس رہے وہی زبردست

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾

اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾

اور دی ہم نے انھیں کتاب واضح

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾

اور ہم نے انھیں واضح کتاب دی

وَهَدَيْنٰهُمَا ۔ الصِّرَاطَ ۔ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾

اور سمجھائی ہم نے دونوں کو راہ سیدھی

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾

اور ان کو سیدھی راہ سمجھائی

اَلْمُسْتَبِيْنُ : (صاف ۔ واضح) اسم فاعل ہے ۔ استبانۃ سے جو ب ۔ ی ۔ ن سے بنا ہے اس کے معنی وہی ہیں ۔ جو مُبِيْنٌ کے یعنی واضح اور کھلا ہوا ۔ اَبَانَ ۔ استبان ۔ تبین تینوں متعدی بھی ہیں اور لازم بھی۔

اللہ عزوجل کی طرف سے لوگوں کو بُرے کاموں کے انجام سے ڈرانے کے لیے اس کے رسول وقتاً فوقتاً آتے رہے اور اللہ کے احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے رہے ان میں حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان ہو چکا ۔ اب حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند تھے ۔ دو بڑے نبیوں کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ مصر کے سرکش فرعون کو سمجھانے آئے کہ اپنی سرکشی سے باز آئے لیکن اس نے ان کو کچھ نہ سمجھا اور بنی اسرائیل کو اور بھی زیادہ ستانا شروع کر دیا دونوں نے اس کے ہاتھ سے بڑی تکلیفیں اٹھائیں یہاں تک کہ وہ اور ان کی قوم انتہا درجہ کی پریشانی میں مبتلا ہوئی آخرکار اللہ کی مدد آئی اور انہوں نے اپنے دشمن کو شکست دی اور وہ اور ان کی قوم مصیبتوں سے چھوٹی ۔ ارشاد ہے کہ ان کو ہم نے ایک کتاب عطا کی تھی جس میں صاف صاف ہدایتیں تھیں اور واضح احکام موجود تھے ۔ ان دونوں کو ہم نے سیدھا راستہ بتا دیا تھا ۔ اور وہ اس پر چلتے تھے ۔ لیکن لوگ ان کے کہنے پر نہ چلے آخرکار دنیا میں بھی سزائیں پائیں اور آخرت میں بھی عذاب کے مستحق ہوئے نعوذ باللہ

رسولوں پر رحمت

وَتَرَکْنَا ۔ عَلَیْهِمَا ۔ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ
اور باقی رکھا ہم نے ان دونوں پر پچھلے لوگوں میں سلام ہے
عَلٰی مُوْسٰی ۔ وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا ۔ كَذٰلِكَ ۔ نَجْزِی
موسیٰ پر اور ہارون پر تحقیق ہم اس طرح بدلہ دیتے ہیں
الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا ۔ مِنْ عِبَادِنَا ۔ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾
اچھے کام کرنے والوں کو تحقیق وہ دونوں ہیں ہمارے بندوں ایمان والوں میں
وَاِنَّ ۔ اِلْیَاسَ ۔ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾
اور تحقیق الیاس البتہ رسولوں میں سے ہے

وَتَرَکْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ
اور باقی رکھا ہم نے ان پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے
عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی
موسیٰ اور ہارون پر ہم یوں بدلہ دیتے ہیں
الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾
نیکی کرنے والوں کو تحقیق وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں ہیں
وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾
اور تحقیق الیاس البتہ رسولوں میں سے ہے

اللہ عزوجل کے رسولوں نے فی الواقع دنیا میں بڑے ضروری اور مفید کام انجام دیئے اگر رسول نہ ہوتے تو کچھ انسان درندے اور بھیڑیئے ہوتے۔ اور کچھ گائے بکری، زبردست درندوں اور بھیڑیوں کی طرح آپس میں لڑتے اور کمزوروں کو دباتے اللہ کے رسولوں نے اپنے اپنے وقت میں انسان کو باہم مل کر رہنا سکھایا انہوں نے زبردستوں سے کہا کہ کمزوروں کو ستانا ٹھیک نہیں تمہیں زیادہ طاقت اس لیے نہیں ملی کہ موقع پاتے ہی کمزوروں کا گلا دباؤ۔ بلکہ طاقت کا استعمال یہ ہے کہ کمزوروں کی مدد کرو انسان کی خاص خوبی یہ ہے کہ سوچ سمجھ کر اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کرے اور سب کو ساتھ لے کر آگے بڑھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے مصر کے قبطیوں کو یہی سمجھایا کہ بنی اسرائیل تمہارے مقابلہ میں کمزور ہیں ان پر ظلم اور زیادتی کرنا چھوڑ دو۔ یہ انسانیت کے خلاف ہے۔ کہ زبردست کمزوروں کو ستائیں اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیں تم تو اور بھی گئے گذرے ہو تم جان بوجھ کر انسانوں کے ایک گروہ کو کمزور بے بس رکھنا چاہتے ہو۔ تاکہ تمہاری ٹہل کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو اس انسانی خدمت کا معاوضہ دنیا میں یہ ملا کہ وہ نیک نام ہوئے اور عقلمند انسان ان کا ذکر عزت سے کرتے ہیں۔ اور ان پر درود اور سلام بھیجتے ہیں اللہ نے فرمایا کہ ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح بدلا دیتے ہیں۔ ان کے پاس اس کے ساتھ ہی دولت ایمان بھی تھی اس لیئے انہیں آخرت میں بھی بڑے درجے ملیں گے۔ آگے حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

حضرت الیاس کی نصیحت

اِذْ ۔ قَالَ ۔ لِقَوْمِهٖٓ ۔ اَلَا ۔ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ

جب کہا انھوں نے اپنی قوم سے کیا نہیں ڈرتے تم کیا پکارتے ہو

بَعْلًا ۔ وَّتَذَرُوْنَ ۔ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ

بعل کو اور چھوڑتے ہو بہترین بنانے والے کو یعنی اللہ کو

رَبَّكُمْ ۔ وَرَبَّ ۔ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

رب تمہارا اور رب تمہارے باپ دادا پہلوں کا

فَكَذَّبُوْهُ ۔ فَاِنَّهُمْ ۔ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا

پس جھٹلا یا انہوں نے اسے پس تحقیق وہ البتہ پکڑے آئیں گے مگر

عِبَادَ ۔ اللّٰهِ ۔ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

وہ بندے اللہ کے جو چنے ہوئے ہیں

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ

جب الیاس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم کو ڈر نہیں کیا بعل کو پکارتے

بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ

ہو اور بہتر بنانے والے کو چھوڑتے ہو جو اللہ ہے

رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا

پھر اسے جھٹلایا سو وہ پکڑے ہوئے آنے والے ہیں مگر

عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

اللہ کے چنے ہوئے بندے

بَعْلًا: اس کے اصل معنی سردار اور زبردست کے ہیں اس سے مراد سورج اور مشتری ہے جسے یہاں کے لوگ پوجتے تھے اور اس کے نام کا بڑا بت بنا رکھا تھا۔ ارشاد ہے کہ منجملہ رسولوں کے الیاسؑ بھی رسول ہیں۔ اور انھوں نے اپنے زمانہ میں لوگوں کو بڑے بڑے فائدے پہنچائے یہ حضرت ہارون کی اولاد میں ہیں اور ملک شام (لبنان) کے شہر بعلبک کے لوگوں کو سمجھانے کے لیئے بھیجے گئے تھے یہاں سورج کے نام کا زبردست مندر تھا۔ لوگ اسی کی پوجا کرتے تھے انہوں نے وہاں کے لوگوں کو جو انہی کی قوم کے تھے کہا لوگو! تم نے خود ایک بت گھڑ کر اس کا نام بعل رکھ لیا اور اللہ کو بھول گئے جو ساری چیزوں کا خالق ہے۔ اور تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا پروردگار ہے تم اپنے بنائے ہوئے بت کو اپنی کاریگری کا بڑا نمونہ سمجھتے ہو اس غلطی میں مت رہو بہترین بنانے والا اللہ ہے اس کے گرویدہ ہو جاؤ وہ یہی سمجھاتے رہے لیکن لوگوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) تو تو جھوٹ باتیں گھڑتا ہے۔ بھلا یہ عظیم الشان اور خوبصورت سورج کا بت جو سامنے دکھائی دے رہا ہے۔ اور بڑے بڑے کاریگروں نے ایک مدت میں جا کر اسے تیار کیا ہے اور وہ انسان کی کاری گری کا بڑا اعلےٰ نمونہ ہے اسے ہم کیسے چھوڑ دیں اسے تو ہم پشت ہا پشت سے پوجتے چلے آرہے ہیں اس کی وجہ سے بڑے بڑے میلے لگتے ہیں۔ اور خوب چہل پہل ہوتی ہے اسی میں تو زندگی کا لطف ہے۔ ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ یہ غلطی پر تھے۔ قیامت کے دن یہ گرفتار ہو کر ہمارے سامنے حاضر کیئے جائیں گے صرف وہی لوگ ہماری پکڑ سے بچیں گے جنہوں نے رسولوں کا کہنا مانا اور وہی اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں ❊

نیکوں کا بدلہ

وَتَرَكْنَا - عَلَيْهِ - فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ

اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام

عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا - كَذٰلِكَ - نَجْزِي

الیاس پر تحقیق ہم اس طرح بدلہ دیتے ہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ - مِنْ عِبَادِنَا - الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

نیکی کرنے والوں کو بے شک وہ ہمارے بندوں ایمان والوں میں سے ہے

وَاِنَّ - لُوْطًا - لَّمِنَ - الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

اور تحقیق لوط البتہ رسولوں میں سے ہے

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ

اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

الیاس پر ہم نیکی کرنے والوں کو یوں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

بدلہ دیتے ہیں وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

اور تحقیق لوط رسولوں میں سے ہے

اللہ عزوجل کے رسول دنیا میں انسان کو اس کی بہتری کے کام سمجھانے آئے اور وہ خود عقیدہ اور عمل میں بالکل سچے اور درست اور دوسروں کے لیے دنیا میں زندگی کے بہترین طریقہ کے نمونے تھے۔ جن لوگوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور ان کے بتائے ہوئے راستہ کو ٹھکرا دیا ان کا انجام دنیا میں بھی اچھا نہ ہوا اور مرنے کے بعد بھی انہیں دکھ اور رنج ہی سے پالا پڑے گا۔ برخلاف اس کے رسولوں کو ان کی کوششوں کا بڑا اچھا نتیجہ ملے گا جو انہوں نے اللہ عزوجل کے حکم سے انسان کی درستی کے لیے کیں جس کا اللہ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے ؛

حضرت الیاسؑ بھی رسولوں میں سے ہیں اور ان کو بھی اور رسولوں کی طرح دنیا میں یہ عوض ملے گا کہ دنیا ان کا نام عزت اور تعظیم کے ساتھ لے گی اور ان کے بعد کے زمانے کے عقلمند لوگ ان کو ہمیشہ علیہ السلام کہہ کر یاد کریں گی اس سورت میں سب ہی کے ذکر کے بعد یہی کہا گیا ہے اور وجہ بھی بتائی گئی ہے ۔ کہ وہ نیک کام کرتے تھے اور اللہ کو اپنا رب مان کر اس کی عبادت کرتے تھے یعنی اللہ کے ایمان والے بندے تھے ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ہم ایماندار نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح کا بدلہ دیتے ہیں یعنی دنیا میں نیک نامی کا ذکر خیر اور آخرت میں کامیابی اور بہتری ؛

حضرت الیاس علیہ السلام کو الیاسینؑ بھی کہتے ہیں اور ان آیتوں میں ان کا دونوں طرح کا نام لیا گیا ہے آگے لوط علیہ السلام کا بیان ہے اور ارشاد ہے کہ وہ بھی رسولوں میں سے ہیں ؛

لوط علیہ السلام

اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا

جب نجات دی ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں سب کو مگر

عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا

ایک بڑھیا رہی پیچھے رہ جانے والوں میں پھر تہس نہس کر دیا ہم نے

الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ

اوروں کو اور تحقیق تم البتہ گزرتے ہو ان کے اوپر

مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّیْلِ ؕ اَفَلَا

صبح ہوتے اور رات کو بھی کیا پس نہیں

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

دھیان کرتے

اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا

جب ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بچا دیا مگر

عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا

ایک بڑھیا جو رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر دوسروں کو ہم نے جڑ

الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ

سے اکھاڑ پھینکا اور تم ان پر صبح کے وقت

مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّیْلِ ؕ اَفَلَا

گزرتے ہو اور رات کو بھی ۔ پھر کیا

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

سمجھتے نہیں

ارشاد ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کا حال سنو اور ان کی اس حالت کو یاد کرو جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بستی سے بچا کر نکال دیا اس کے بعد اس بستی کو الٹ دیا اور تمام بدکار لوگ ہلاک ہو گئے لیکن لوط علیہ السلام کی بیوی باوجود ان کے ساتھ بستی سے باہر نکل جانے کے پھر بھی مڑ مڑ کر اپنی قوم والوں کی طرف دیکھتی رہی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے صاف طور پر منع فرما دیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی ایک پتھر سر پر آ لگنے کی وجہ سے وہیں ماری گئیں۔ اس بستی میں آبادی کا نام و نشان تک نہ رہا اس کی جگہ بدبودار پانی کی جھیل بن گئی جسے بحیرہ مردار کہتے ہیں ؛؛

آگے ارشاد ہے کہ اے مکہ والو! اس جگہ کے آثار اب بھی باقی ہیں اور تمہارے قافلے جو شام کی طرف جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت دن کو بھی اور رات کو بھی ان کے پاس سے گذرتے رہتے ہیں۔ اور انہیں ان بستیوں کے آثار نظر آتے ہیں انہیں دیکھ کر ان لوگوں کا حال جو وہاں رہتے تھے۔ یاد کرنا چاہیے کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ کے رسول کی بات نہ سنی اور ان کی نصیحت کو نہ مانا آخر اپنی کرتوتوں کی وجہ سے تباہ ہوئے عقل کا تقاضا یہ ہے۔ کہ آدمی اللہ کے رسول کی باتیں کان لگا کر سنے اور جو وہ کہیں وہ کرے تاکہ وہ ان نافرمانوں کی طرح اللہ کی ناراضگی مول نہ لے اور اس کے عذاب سے بچے جو لوگ اتنی بات نہیں سمجھتے ان میں بالکل عقل نہیں یا ہے تو وہ اس سے کام نہیں لیتے ؛؛

یونس علیہ السلام

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ
اور تحقیق یونس البتہ رسولوں میں سے جب بھاگا
اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ
کشتی کو طرف جو بھری ہوئی تھی پھر قرعہ ڈلوایا پس ہوا
مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ
ہارنے والوں میں پس نگل لیا اسے مچھلی نے اور وہ
مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
ملامت کرنے والا تھا پس اگر نہ ہوتا یہ کہ وہ تھا تسبیح کرنے والوں میں
لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
البتہ ٹھیرا رہتا اس کے پیٹ میں اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ
اور تحقیق یونس رسولوں میں سے ہے جب بھاگ کر
اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ
اس بھری کشتی میں پہنچے پھر قرعہ ڈلوایا تو
مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ
خطا کار نکلا پھر لقمہ کیا اسے مچھلی نے اور وہ
مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
الزام کھایا ہوا تھا پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ پاک ذات کو یاد کرتا
لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
تھا تو اس کے پیٹ میں رہتا جس روز تک مردے زندہ ہوں

مُلِیْمٌ (ملامت کرنے والا) اسم فاعل ہے اَلْاَمَۃُ سے جو ل۔و۔م سے بنا ہے اِلْاَمَۃُ کے معنی ملامت کرنا یعنی وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ اِلْاَمَۃُ کے معنی قابل ملامت کام کرنا بھی ہیں۔ ارشاد ہے کہ ہمارے ان بندوں میں سے جنہیں ہم نے انتخاب کر کے انسانوں کے ڈرانے کیلئے اپنا رسول بنا کر بھیجا ایک بندہ یونسؑ بھی ہے یونس علیہ السلام موصل کے علاقہ میں شہر نینوا کے لوگوں کی درستی اور اصلاح کیلئے بھیجے گئے تھے یہ لوگ اپنے ہی گھڑے ہوئے قاعدوں اور رسم و رواج کے پابند تھے۔ حضرت یونسؑ انہیں سات سال تک برابر سمجھاتے رہے۔ کہ عبادت فقط اللہ عزوجل کی کرنی چاہیے اور اسی کے مقرر کیے ہوئے قاعدوں اور قانونوں پر چلنا چاہیے انسان کو اس کا اختیار نہیں کہ اپنی مرضی کے مطابق اللہ کے قانون کے خلاف قانون بنائے لوگوں نے ان کی بات نہ سنی آخر انہوں نے لوگوں کو کہہ دیا کہ تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے اور یہ کہہ کر شہر سے باہر چلے گئے اور ایک کشتی میں جو سامان اور سواریوں سے بھری ہوئی تیار کھڑی تھی بیٹھ گئے بیچ دریا کے کشتی ڈوبنے لگی لوگوں نے کہا کوئی غلام اپنے آقا کی بے اجازت بھاگا ہوا اس میں سوار ہو گیا قرعہ اندازی ہوئی اور حضرت یونسؑ کا نام نکلا یہ دیکھ کر وہ دریا میں کود پڑے اور ایک بڑی مچھلی انہیں نگل گئی۔ انہوں نے اپنے قصور کا اقرار کیا۔ اور اللہ کی تسبیح شروع کر دی اس سے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔ ارشاد ہے۔ کہ اگر ایسا نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے

نجات ملی

فَنَبَذْنٰہُ ۔ بِالْعَرَآءِ ۔ وَھُوَ ۔ سَقِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾

پس ڈالا ہم نے اسے خالی میدان میں اور وہ بیمار تھا

وَاَنْۢبَتْنَا ۔ عَلَیْہِ ۔ شَجَرَۃً ۔ مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ﴿۱۴۶﴾

اور اگایا ہم نے اس پر ایک درخت بیل والا

وَاَرْسَلْنٰہُ ۔ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ ۔ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

اور رسول بنایا اسے ایک لاکھ کی طرف یا اس سے بھی زیادہ

فَاٰمَنُوْا ۔ فَمَتَّعْنٰھُمْ ۔ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۱۴۸﴾

پس وہ ایمان لائے پس بہرہ ور کیا ہم نے انہیں ایک مدت تک

فَنَبَذْنٰہُ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ سَقِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾

پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْہِ شَجَرَۃً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ﴿۱۴۶﴾

اور ہم نے اس پر ایک بیل والا درخت اگایا

وَاَرْسَلْنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

اور اس کو لاکھ آدمیوں یا اس سے زیادہ پر بھیجا

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰھُمْ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۱۴۸﴾

پھر وہ یقین لائے پھر ہم نے انہیں ایک مدت تک فائدہ اٹھانے دیا

اَلْعَرَآءُ (گھاس کے بغیر) یہ اسم صفت ہے ع۔ر۔ی سے عری کے معنی ننگا ہونے کے ہیں اسی سے عریاں بمعنی ننگا بنا ہے۔ العراء چٹیل زمین پانی اور گھاس کے بغیر۔ یَقْطِیْنَ (زمین پر پھیلنے والا درخت) اس کا مادہ ی۔ق۔ط ہے جو بیل سیدھی نہ اُگے بلکہ زمین پر پھیلے اسے یقطین کہتے ہیں۔ ان میں سے کدو بہت مشہور ہے۔

حضرت یونسؑ کے نام کا قرعہ نکلنے کے معنی یہ تھے۔ کہ وہ اپنے آقا سے بھاگے ہوئے تھے وہ سمجھ گئے کہ بغیر اللہ کے حکم کے لوگوں سے یہ کہہ کر کہ تم پر عذاب آئے گا خود ہی شہر سے باہر چلے آنا قابل ملامت کام تھا۔ کشتی کو ڈوبنے سے بچانے کے لیے وہ خود ہی دریا میں کود پڑے سوچا ہوگا کہ تیر کر نکل جاؤں گا۔ لیکن اللہ کے حکم سے انہیں مچھلی نے نگل لیا مچھلی کے پیٹ میں پہنچ کر دل میں اپنے قصور پر جو اپنی غلط فہمی کی وجہ سے واقع ہوا تھا۔ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے قصور کا اقرار کر لیا اور اللہ کی تسبیح شروع کر دی دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا اور مچھلی کو حکم ہوا کہ انہیں کنارے پر اگل دے یہ ایک خشک جگہ تھی۔ جہاں سبزہ اور درخت کا نام نہ تھا چٹیل میدان تھا اور یہ مچھلی کے پیٹ میں بند رہنے کی وجہ سے کمزور اور بیمار ہو گئے تھے۔ اللہ نے ان کی حفاظت کے لیے کدو کی بیل وہاں اگا دی اور اس کے چوڑے چوڑے پتوں نے انہیں ڈھانک لیا ادھر ان کی قوم پر حضرت یونس علیہ السلام کے کہنے کے مطابق عذاب کی علامتیں ظاہر ہوئیں مگر انہوں نے ڈر کر اللہ سے توبہ کی اور عذاب ٹل گیا اللہ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اسی بستی کے لیے رسول مقرر کر دیا جو ایک لاکھ یا بچے وغیرہ ملا کر اس سے زیادہ تھے بستی والے ان کے ہاتھ پر ایمان لائے اور عمر بھر آرام و راحت کی زندگی بسر کی۔

منکروں کو تنبیہ

فَاسْتَفْتِهِمْ ۔ اَلِرَبِّكَ ۔ الْبَنَاتُ ۔ وَلَهُمُ
پس پوچھ تو ان سے کیا تیرے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے
الْبَنُوْنَ (۱۴۹) اَمْ ۔ خَلَقْنَا ۔ الْمَلٰٓئِكَةَ ۔ اِنَاثًا
بیٹے کیا بنایا ہم نے فرشتوں کو عورتیں
وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ (۱۵۰) اَلَآ ۔ اِنَّهُمْ ۔ مِّنْ اِفْكِهِمْ
اور وہ دیکھ رہے تھے آگاہ رہو بیشک وہ جھوٹ گھڑ کر
لَيَقُوْلُوْنَ (۱۵۱) وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ ۔ لَكٰذِبُوْنَ (۱۵۲)
البتہ کہتے ہیں کہ اولاد ہوئی اللہ کے اور تحقیق وہ البتہ جھوٹے ہیں
اَصْطَفَى ۔ الْبَنَاتِ ۔ عَلَى الْبَنِيْنَ (۱۵۳)
کیا پسند کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں پر

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ
اب ان سے پوچھ کیا تیرے رب کے لیے بیٹیاں ہیں ان کے لیے
الْبَنُوْنَ (۱۴۹) اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا
بیٹے کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا
وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ (۱۵۰) اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ
اور وہ دیکھتے تھے سنتا ہے وہ طوفان باندھ کر
لَيَقُوْلُوْنَ (۱۵۱) وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۱۵۲)
کہتے ہیں کہ اللہ کے اولاد ہوئی اور وہ بیشک جھوٹے ہیں
اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (۱۵۳)
کیا اس نے بیٹوں سے زیادہ بیٹیاں پسند کیں

اِنَاثًا (عورتیں) اُنْثٰی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں اُنْثٰی صفت کا صیغہ ہے ا۔ن۔ث سے اُنُثٌ کے معنی ڈھیلے پن اور کمزوری کے ہیں۔ اَصْطَفٰی (کیا پسند کیا اس نے) اصل میں اِصْطَفٰی ہے ہمزہ وصل کو گرا کر ہمزہ استفہام کو صاد سے ملا دیا۔ اِصْطَفٰی ماضی کا صیغہ ہے اِصْطِفَاءٌ سے جو اصل میں اِصْتِفَاءٌ ہے ص۔ف۔و سے صفو کے معنی خالص ہونا۔ اِصْتِفَاءٌ چھانٹنا۔ پسند کرنا۔ ص کے بعد تائے افتعال طا ہو جاتی ہے۔

پہلے بیان ہوا کہ اللہ عزوجل نے انسان کے عقائد و اعمال درست کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے رسول بھیجے جنہوں نے بتایا کہ تمہارا پیدا کرنے والا اور خبرگیری کرنے والا ایک اللہ ہے۔ تمہیں لازم ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی پرستش مت کرو ان میں سے کچھ رسولوں کا حال سنانے کے بعد ارشاد ہے کہ ان عرب کے لوگوں سے دریافت کر کہ تم نے اللہ عزوجل کی بابت یہ کیا غلط خیال قائم کر رکھا ہے کہ فرشتے اللہ کی اولاد ہیں اور وہ سب اس کی بیٹیاں ہیں۔ یہ کیا غضب ہے کہ اول تو اس کیلئے اولاد ثابت کی اور پھر وہ بھی بیٹے نہیں بیٹیاں جنہیں وہ خود ناپسند کرتے ہیں۔ ان سے پوچھ کر کیا تم سچ مچ یہ مانتے ہو کہ اللہ کیلئے بیٹیاں ہوں اور تمہارے لئے بیٹے۔ کیا اللہ نے جب فرشتوں کو پیدا کیا تو تم دیکھ رہے تھے۔ کہ وہ مادہ ہیں نر نہیں سنو اوّل تو تمہارا سرے سے یہی خیال غلط ہے کہ اللہ کی اولاد ہے۔ پھر یہ کہنا اور بھی غضب ہے۔ کہ فرشتے اس کی اولاد ہیں۔ اور وہ عورتیں ہیں کہ اللہ نے بیٹے چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں۔

بے تکی بات

مَا لَکُمْ ۔ کَیْفَ ۔ تَحْکُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا
کیا ہوا تھیں کیا فیصلہ کرتے ہو کیا پس نہیں
تَذَکَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ ۔ لَکُمْ ۔ سُلْطٰنٌ ۔ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵۶﴾
دھیان کرتے تم یا تمھارے پاس سند ہے کھلی
فَاْتُوْا ۔ بِکِتٰبِکُمْ ۔ اِنْ ۔ کُنْتُمْ ۔ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۷﴾
پس لاؤ اپنی کتاب اگر ہو تم سچے
وَجَعَلُوْا ۔ بَیْنَہٗ ۔ وَبَیْنَ ۔ الْجِنَّۃِ ۔ نَسَبًا ط
اور ٹھہرایا انھوں نے اللہ کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ

مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا
کیا ہو گیا ہے تم کو کیسا انصاف کرتے ہو کیا تم
تَذَکَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَکُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵۶﴾
دھیان نہیں کرتے یا تمھارے پاس کوئی کھلی سند ہے
فَاْتُوْا بِکِتٰبِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۷﴾
تو لاؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو
وَجَعَلُوْا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجِنَّۃِ نَسَبًا ط
اور ٹھیرایا ہے انھوں نے خدا اور جنوں میں ناتا

ارشاد ہے کہ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے کہ ایسی باتیں کرتے ہو کیا عقل کو بالکل ہی جواب دے دیا ہے۔ آخر اس فیصلہ کی کہ اللہ اولاد والا ہے اور اولاد بھی بیٹیاں رکھتا ہے بنیاد کیا ہے۔ عقل تو اس کو مانتی نہیں اور نہ اس کی کوئی سند ہے اور نہ اللہ نے خود یہ فرمایا ہے پھر آخر یہ خیال پیدا ہوا تو کہاں سے؟ کیا تمہارے پاس کسی الہامی کتاب کی کوئی سند ہے۔ کیا کوئی اللہ کی کتاب تمہارے پاس ہے جس میں یہ عقیدہ سکھایا گیا ہے اگر ہے تو لاؤ ہم بھی دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے جس سے تم نے یہ مطلب نکالا ایسی بات جن تک عقل خود نہ پہنچ سکے سوا اللہ کے کوئی نہیں بتا سکتا وہی اپنے رسول بھیج کر غیب کی باتیں بتاتا ہے۔ ایسی بات بغیر اللہ کے صاف حکم کے نہیں مانی جا سکتی جس میں انسان کی اپنی سمجھ کچھ نہ بتا سکتی ہو اللہ کے نام اور اس کی صفتیں وہی ہو سکتی ہیں جو اس نے اپنے رسول اور اپنی کتاب کی معرفت انسان کو بتا دی ہیں۔ حشر نشر فرشتے جنت دوزخ پل صراط عذاب ثواب وغیرہ ان سب کی سند کلام الٰہی اور حدیثِ رسولؐ ہے۔ اب اگر تم اپنی بات کو سچ سمجھتے ہو تو اللہ کا اور اس کے رسول کا کوئی فرمان۔ ان کی تائید میں پیش کرو ورنہ اس غلط عقیدہ سے توبہ کرو۔

آگے ارشاد ہے کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ بغیر شادی کے اللہ کے اولاد کیسے ہو گئی۔ تو کہتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ جنوں کا داماد ہے۔ (استغفر اللہ) اس کی شادی جن عورتوں سے ہوئی اور ان سے اولاد ہوئی۔ جو بیٹیاں ہیں اور وہی فرشتے ہیں۔

جنوں کی بساط ہی کیا؟

وَلَقَدْ - عَلِمَتِ - الْجِنَّةُ - اِنَّهُمْ - لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

اور البتہ تحقیق جانتے ہیں جن کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے

سُبْحٰنَ اللّٰهِ - عَمَّا - یَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا - عِبَادَ اللّٰهِ

پاک ہے اللہ اس سے جو وہ کہتے ہیں مگر بندے اللہ کے

الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ - وَمَا - تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ

پسند کیے ہوئے۔ پس تحقیق تم اور جنھیں تم پوجتے ہو نہیں

اَنْتُمْ - عَلَیْهِ - بِفٰتِنِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

تم اس کے خلاف بہکانے والے

وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

اور جنوں کو تو معلوم ہے کہ وہ پکڑے ہوئے آئیں گے

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بتاتے ہیں مگر جو اللہ کے

الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ

چنے ہوئے بندے ہیں سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو کسی کو

اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

اس کے ہاتھ سے بہکا کر نہیں لے سکتے

فٰتنین (بہکانے والے، جدا کر لے جانے والے) فَاتِن کی جمع ہے جو ف۔ت۔ن سے اسم فاعل ہے فِتْنَۃٌ کے معنی بہکا کر لے جانے کے بھی ہیں یہاں یہی مراد ہیں۔

عرب کے لوگ جنات کو بڑی طاقتور مخلوق مانتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ جسے چاہیں ستا سکتے ہیں اور بہکا کر راستہ سے دور ہٹا کر پریشان کر سکتے ہیں فرشتوں کو بھی جنوں کی اولاد مانتے تھے۔ لیکن وہ ستانے والے نہیں نیکی کرنے والے تھے ان ہی واہی تباہی خیالات کی بنا پر جنوں کو اللہ کے سسرال والے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ (نعوذ باللہ) اس آیت میں اس بے ہودگی کا رد ہے ارشاد ہے کہ جنوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ مجرموں کی طرح اللہ کے دربار میں پکڑے ہوئے آئیں گے اور اپنی بدی کی سزا پائیں گے اور جو کچھ تم ان کی بابت کہتے ہو وہ سراسر غلط ہے اللہ عزوجل ان سب باتوں سے جو تم اس کی طرف منسوب کرتے ہو پاک ہے۔ اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے سب اس کے بندے ہیں اور جو اس کی نافرمانی کرے گا گرفتار ہو کر اس کے سامنے آئے گا۔ صرف وہی لوگ بچیں گے جو اس کے چنے ہوئے بندے ہیں۔ ان سرکش لوگوں سے کہہ دو کہ تم اور تمہارے معبودوں میں کوئی طاقت نہیں کہ کسی اللہ کے بندے کو اس کے راستے سے ہٹا سکیں تمام قوتوں اور طاقتوں کا مالک، وہی اللہ عزوجل ہے کوئی کسی کو بھلائی یا برائی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

فرشتوں کا حال

اِلَّا - مَنۡ - هُوَ - صَالِ - الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا
مگر اسے جو کہ وہ داخل ہونے والا ہے دوزخ میں اور نہیں
مِنَّآ - اِلَّا - لَهٗ - مَقَامٌ - مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۱۶۴﴾
ہم میں کوئی مگر اس کے لیے ایک جگہ ہے مقرر
وَّاِنَّا - لَنَحۡنُ - الصَّآفُّوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا
اور تحقیق ہم البتہ ہم ہی صف باندھنے والے ہیں اور تحقیق ہم
لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾
البتہ ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں

اِلَّا مَنۡ هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا
مگر اسی کو جو دوزخ میں پہنچنے والا ہے اور ہم میں
مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۱۶۴﴾
جو ہے اس کا ایک ٹھکانا مقرر ہے
وَّاِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا
اور ہم ہی صف باندھنے والے ہیں اور ہم ہی
لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾
پاکی بیان کرنے والے ہیں۔

ارشاد ہے کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود کسی کو بہکا سکھا کر اللہ کے راستے سے نہیں ہٹا سکتے مگر اسی کو جو اپنی کرتوتوں کی وجہ سے دوزخ میں بہر حال جانے والا ہی ہے اور اس بدبخت کی قسمت ہی میں دوزخ لکھی ہوئی ہے۔ شیطانوں کے بہکانے میں فقط وہی شخص آوے گا جس کا مزاج ہی بگڑا ہوا ہے۔ جن یا شیطان کی مجال نہیں جو نیک طبیعت آدمی کو جسے اللہ نے اپنا بنا لیا ہے۔ راہ راست سے ہٹا سکے۔

یہ تو جنوں کا حال ہوا۔ اب رہے فرشتے تو ان کے منہ سے خود سن لو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ وحی لانے والے جبریلؑ ہیں جو بڑے مرتبہ والے فرشتے ہیں اس لیے انہی کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ ہم میں سے ہر فرشتہ کی ایک حد ہے جو اللہ عزوجل کی مقرر کی ہوئی ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اپنی حد سے باہر نکل سکے ہم سب اپنی اپنی جگہ صف باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ ہر ایک اس انتظار میں رہتا ہے۔ کہ اسے جو حکم ملے فوراً پورا کرے۔ ہم سب زبان اور عمل سے اللہ کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔ اس کی تسبیح ہمارا ہر وقت کا کام ہے۔ ہم کوئی کام بغیر اللہ کے حکم کے نہیں کرتے۔ ہم اپنے طرف سے کسی سے کچھ نہیں کہتے۔ نہ کسی کی کچھ مدد کرتے ہیں۔ جب جن اور فرشتے سب اللہ کے سامنے عاجز ہیں۔ تو ان کا اس کی خدائی میں کیا دخل ہو سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی غلط بات نہیں کہ جن اس کے (نعوذ باللہ) رشتہ دار ہیں اور فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں۔

اللہ کا لشکر جیتے گا

وَاِنْ - كَانُوْا - لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ - اَنَّ - عِنْدَنَا
اور تحقیق تھے یہ البتہ کہا کرتے تھے اگر ہوتی ہمارے پاس
ذِكْرًا - مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا - عِبَادَ - اللّٰهِ
یادداشت پہلوں کی البتہ ہوتے ہم بندے اللہ کے
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا - بِهٖ - فَسَوْفَ
منتخب پس انکار کردیا انھوں نے اس کا پس عنقریب
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ - سَبَقَتْ - كَلِمَتُنَا - لِعِبَادِنَا
جان لیں گے اور البتہ تحقیق پہلے ہوچکا ہمارا فیصلہ اپنے بندوں
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ - لَهُمُ - الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾
بھیجے ہوؤں کے لیے تحقیق وہی البتہ وہی کامیاب اور فتحمند ہوں گے
وَاِنَّ - جُنْدَنَا - لَهُمُ - الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾
اور تحقیق ہمارا لشکر البتہ وہی غالب رہتا ہے

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا
اور یہ تو کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کا
ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ
کچھ احوال ہوتا تو ہم اللہ کے چنے ہوئے
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ
بندے ہوتے سو اس سے منکر ہوگئے اب آگے
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا
جان لیں گے اور ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو کہ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾
رسول ہیں پہلے ہوچکا بے شک مدد انہی کو دی جاتی ہے
وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾
اور ہمارا لشکر جو ہے بے شک وہی غالب ہے۔

اِنْ تحقیق میں اِنَّ کا مخفف ہے جُنْد (لشکر) کسی کے مددگاروں اور طرفداروں کے گروہ کو اس کا جند کہتے ہیں۔

اب مکہ والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ جب یہود و نصاریٰ کے منہ سے پہلے نبیوں کا حال سنتے تو کہتے کاش ہمارے پاس کوئی نبی اللہ کی کتاب لے کر آیا ہوتا۔ تو ہم دنیا میں سب سے آگے بڑھ جاتے اور اللہ عزوجل کے پسندیدہ بندوں میں ہوتے ارشاد ہے۔ کہ یہ تو کہا کرتے تھے۔ کہ پہلے لوگوں کو جو اچھی باتیں نصیب ہوئیں اگر ہمیں ان کا حال معلوم ہوتا اور ہمیں بتایا جاتا کہ انہوں نے اللہ کے احکام مان کر کیا کیا انعام پائے تو ہم دنیا میں کچھ کر کے دکھاتے۔ لیکن جب ہمارے رسول اگلے لوگوں کے احوال لے کر ان کے پاس آئے تو ان کا انکار کر بیٹھے۔ اب یہ اس انکار کا نتیجہ بھگتیں گے۔ ہمارے ہاں تو رسولوں کے حق میں پہلے ہی فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ یہ لوگ کامیاب بامراد ہوں گے اور ان کے دشمن انجام کار ہار جائیں گے اور عزت اور غلبہ انہی کو نصیب ہوگا۔ جو ہمارے لیے محنتیں اٹھائیں گے اور ہمارے فرمانبردار بن کر رہیں گے۔

عذاب کی پیش گوئی

فَتَوَلَّ ۔عَنْهُمْ ۔ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ
بس منہ موڑ لے ان سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ انہیں
فَسَوْفَ ۔ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا
پس عنقریب دیکھ لیں گے پس کیا ہمارے عذاب کو
يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا ۔ نَزَلَ ۔ بِسَاحَتِهِمْ
جلدی مانگتے ہیں پھر جب اترے گا ان کے میدان میں
فَسَآءَ ۔ صَبَاحُ ۔ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾
تو بری ہوگی صبح ڈرائے گیوں کی

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ
سو تو ان سے پھر ایک وقت تک اور ان کو دیکھتا رہ
فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا
کہ وہ آگے دیکھ لیں گے کیا ہمارے عذاب کو
يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ
جلدی مانگتے ہیں پھر جب ان کے میدان میں اترے گا
فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾
تو بری ہوگی صبح ڈرائے ہوؤں کی ۔

سَاحَةٌ : (میدان) گھروں کے بیچ کا میدان جس میں کچھ بنا ہوا نہ ہو۔ اس سے مراد ان کی بستی اور محلے ہیں ۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ۔ بات وہی ہے جو ہم نے کہہ دی ہمارا اور ہمارے رسول کا اور ہماری کتاب کا انکار کر کے ان کا انجام بُرا ہوگا ۔ اے ہمارے رسول تو ان سے کچھ دن کے لیے منہ پھیرے اور ان کا حال دیکھتا رہ اور کچھ نہ کہہ تھوڑے ہی دن میں یہ لوگ اپنی نافرمانی کا نتیجہ پا لیں گے ان کی یہ اکڑفوں کچھ کام نہ آئے گی ہمارے رسول کو اور جنہوں نے ہماری فرمانبرداری پر کمر باندھی انہی کو فتح نصیب ہوگی ۔ اسلام کا بول بالا ہوگا اور مخالف اول تو بچیں گے ہی نہیں اور اگر کچھ دن کے لیئے بچ بھی گئے تو انجام کار یا تو اسلام قبول کریں گے یا نکال دیئے جائیں گے افسوس ایسی کھلی ڈانٹ سے بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں ۔ ممکن ہے ۔ کہ کچھ لوگوں نے کہہ بھی دیا ہو کہ پھر عذاب میں دیر کیا ہے ۔ انسان بڑا ہی غافل اور حد سے بڑھ کر مغرور ہے ۔ اپنی شیخی کے سامنے کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتا ۔

ارشاد ہے کہ کیا ہمارے عذاب اور ہماری پکڑ کے لیے جلدی مچاتے ہیں ۔ ان سے کہہ دو کہ جب تمہارے سر پر ہمارا عذاب آ پڑے گا ۔ تو ان لوگوں کا بُرا حال ہوگا ۔ جنہیں اس وقت ڈرایا جا رہا ہے اور وہ اس ڈرانے کو کچھ نہیں سمجھتے یہ پیش گوئی ہوبہو پوری ہوئی ، پہلے بدر میں مارے گئے اس کے بعد فتح مکہ میں پورا فیصلہ ہی ہو گیا ۔

پھر عذاب کی پیش گوئی

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ
اور منہ موڑ لے ان سے ایک مدت تک اور دیکھتا رہ پس عنقریب
يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
وہ دیکھ لیں گے پاک اور برتر ہے تیرا رب عزت والا
عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾
اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾
اور ساری خوبی اللہ کے لیے ہے رب سارے جہان کا

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ
اور پھرا رہ ان سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ اب آگے
يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
دیکھ لیں گے پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ عزت والا
عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۰﴾
ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں پاک ہے اور سلام ہے رسولوں پر ۵
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع ۲۴ ۹
اور خوبی ساری اللہ کے لیے جو سارے جہان کا رب ہے

پہلے ارشاد ہوا کہ یہ لوگ اسلام کا جو انسان کے لیے اللہ کا مقرر کیا ہوا دین ہے۔ انکار کرکے اور اس سے پھر کر کچھ اچھا پھل نہ پائیں گے۔ یہ اپنے کفر اور انکار کی سزا جلدی بھگتنے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا۔ کہ ان سے ابھی کچھ نہ کہو۔ ان کو جو چاہے کرنے دو ہم نے فیصلہ کیا ہوا ہے آخر کار ہمارے رسولوں ہی کا بول بالا رہے گا۔ انہی کو کامیابی نصیب ہوگی۔ اور ہمارے طرفدار اور فرمانبردار ہی آخر کار غالب رہیں گے۔ اگر یہ لوگ ہمارے غذاب میں جلدی کرتے ہیں تو یہ ان کی انتہائی نادانی ہے جس وقت ہمارا غذاب ان پر نازل ہوا تو ان کی بُری گت بنے گی ٭

یہ دنیا کے عذاب سے متعلق تھا چنانچہ تھوڑے ہی دن بعد لڑائیاں شروع ہوئیں کفار تباہ ہوئے اور اسلام کی فتح ہوئی ان آیتوں میں دوبارہ جس سزا کا ذکر کیا گیا ہے یہ آخرت کے عذاب کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کیا بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں دنیا کی تباہی ذلت اور رسوائی تو رہی الگ مرنے کے بعد بھی یہ اپنی شرارتوں کا پھل پائیں گے اور اگر بے ایمان مرے تو دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی سخت آفت میں مبتلا ہوں گے ٭

آگے ارشاد ہے کہ یہ لوگ اللہ عزوجل کی بابت جو کچھ کہتے ہیں اس سے وہ بالکل پاک ہے۔ اس کا سلام رحمتیں اور برکتیں اس کے رسولوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اس کی ذات پاک میں ساری خوبیاں جمع ہیں وہ سارے جہانوں کا پروردگار، محافظ اور سب کی ضرورتوں کا مہیا کرنے والا ہے ٭

سورت والصّٰفّٰت پر ایک نظر

اس سورت میں دنیا کے انتظام کی طرف توجہ دلا کر کہا گیا ہے کہ اس نظام پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ ایک اللہ کا حکم اس کے گوشہ گوشہ میں کام کر رہا ہے انسان کو اسی کی طرف جھکنا چاہیے اور اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ اس نظام کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس نے انسان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول مقرر کیے اور کتابیں دنیا میں بھیجیں۔ ان رسولوں نے جو کچھ انسان کو سمجھایا وہ حقیقت پر مبنی تھا اور ان کتابوں میں جو کچھ کہا گیا وہ سب سچ تھا کہ جس وقت اللہ کو منظور ہوگا۔ وہ انسان کی ہدایت کی تکمیل کے لیئے آخری رسول اپنی کتاب دیکر بھیجے گا اور اس میں انسان کے لیے تمام مفید باتیں بتا دی جائیں گی اور اس کتاب کی حفاظت کا خاص انتظام کیا جائے گا۔

چنانچہ جب وہ وقت آیا تو فرشتے اللہ کے احکام سننے کے لیے نئے سرے سے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے انہوں نے خبیث روحوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر دور ہٹا دیا اور احکام الٰہی کے پڑھنے اور یاد کرنے میں لگ گئے تاکہ انہیں جوں کا توں آگے پہنچا دیں۔ شیطانوں کو مار مار کر دور بھگا دیا تاکہ ان حکموں میں کسی ملاوٹ کا کوئی خطرہ تک نہ رہے یقین کرو کہ تمہارا معبود ایک اللہ کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا۔ وہی آسمان و زمین کا پالنے والا ہے۔ اور مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ اسی نے دنیا کے آسمان کو تاروں سے سجایا۔ ان تاروں سے سرکش شیطانوں کے مار بھگانے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ اور جو شیطان چوری چھپے کوئی بات لے اڑتا ہے۔ تو اس کے پیچھے چمکتے ہوئے تارے پھینکے جاتے ہیں جو انہیں تباہ کر دیتے یا بھگا دیتے ہیں اے انسان غرور چھوڑ تیری پیدائش تو پانی کے ایک قطرہ سے ہوئی ہے اپنی حقیقت کو کیوں بھولتا ہے یاد رکھ مرنے کے بعد تجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور تو اپنے کاموں کی بدولت جنت یا دوزخ میں جائے گا۔ یہ حشر کا دن تیرے لیے آفتوں کا دن ہوگا۔ بدکردار پچھتائیں گے، نیکوکار آرام و آسائش ہی پائیں گے اس کے بعد جنت کا دل لبھانے والا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے۔ اور دوزخ کا خوفناک منظر کھول کر رکھ دیا گیا ہے۔ پہلے رسولوں میں سے حضرات نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ اور ہارونؑ۔ الیاسؑ۔ لوطؑ اور یونس علیہم السلام کا بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ یہ سب اللہ کی رحمت کے مستحق ہوئے اور دنیا میں ان پر ہمیشہ درود و سلام بھیجا جائے گا ان کے نافرمان اپنے کئے کی سزا پا کر رہے۔ ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو۔ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور جنوں کو اس کے رشتہ دار مت بتاؤ۔ یہ کیا گستاخی ہے یہ سب تو اللہ کے بندے اور اس کے حکمبردار ہیں۔ یاد رکھو آخر میں ہمارے رسولوں کا بول بالا رہے گا اور ان کے دشمن تباہ ہوں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ سبحان اللہ سب عیبوں سے پاک ہے۔ وہ ساری خوبیوں کا مالک ہے اور اس کے سارے رسول ہمیشہ امن و امان میں رہیں گے۔

سُورۃ صٓ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن حکیم کی اڑتیسویں سورت ہے اور یہ قیام مکہ کے درمیانی زمانے کے شروع میں نازل ہوئی اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے پر کفار مکہ نے کمر باندھ رکھی تھی تاکہ وہ کسی طرح اسلام کی تبلیغ کو چھوڑ دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے چچا ابو طالب کی سرپرستی میں تھے۔ آپ نے ان کو بار بار فرمایا کہ چچا تم اسلام میں داخل ہو جاؤ اور ان کافروں کا دین چھوڑ دو تاکہ مرنے کے بعد آخرت کے عذاب سے بچ سکو مگر وہ اپنی قوم کا دین چھوڑنے کے لیئے تیار نہ ہوئے ادھر کفار نے ان پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے بھتیجے کو بتوں کی اہانت سے روکیں یا انہیں ان کے حوالے کر دیں۔

سورت کی پہلی آیتوں میں ان کافروں کی ہٹ دھرمی پر انہیں اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرایا گیا ہے۔ اور ان سے کہا گیا ہے۔ کہ تم جو اسلام کے خلاف باتیں بناتے ہو یہ سراسر نادانی ہے۔ تم سے پہلے جن قوموں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا وہ برباد ہوگئیں، اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ یہ نادان لوگ ہیں ان کی جہالت کی باتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر سنایا گیا ہے۔ اللہ نے انکی مدد کی اور ان کے مخالفوں پر انہیں فتح دی اور وہ سارے ملک کے بادشاہ ہوئے۔

اس کے بعد ان کے فرزند سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہ ہوئے اور اللہ کے حکموں کی تعمیل کرتے رہے۔ اللہ عزوجل نے ان کی آزمائش کی اور وہ اس میں پورے اترے اللہ نے انہیں بڑی سلطنت عطا کی اور فرمانبرداری کے بدلہ میں آخرت کی سعادت بھی انہیں نصیب ہوئی۔

پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مصیبت میں بڑے صبر سے کام لیا اور اللہ سے آس نہ توڑی۔ آخر انہیں اللہ نے نجات دی اور دنیا میں بھی خوش حالی عطا فرمائی اور آخرت میں بھی اپنی رحمت سے سرفراز کرے گا۔

اس کے بعد دوزخیوں کا حال اور جنتیوں کی کیفیت بڑے دل پر اثر کرنے والے طریقہ سے بیان کی گئی ہے پھر آدم علیہ السلام کا حال بیان کر کے سمجھایا گیا ہے۔ کہ شیطان ان کا اور ان کی اولاد کا قیامت تک دشمن ہے اس کے ہتھکنڈوں سے بچو، رسول کی نصیحت بے غرض ہے اسے نہ سنا تو پچھتاؤ گے۔

ایاتہا ۸۸ (۳۸) سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ (۳۸) رکوعاتہا ۵

کفّار کا رویّہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ① بَلِ الَّذِیْنَ

صاد قسم اس قرآن کی جو یاد دلانے والا ہے بات یہ ہے کہ یہ لوگ

کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ② کَمْ اَھْلَکْنَا

جو کافر ہیں گھمنڈ میں اور پھوٹ ڈالنے میں ہیں کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے

مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ

ان سے پہلے جماعتیں پس پکارا انھوں نے اور نہ تھا

حِیْنَ مَنَاصٍ ③

وقت بچ نکلنے کا

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ① بَلِ الَّذِیْنَ

صٓ قسم ہے اس سمجھانے والے قرآن کی بلکہ جو لوگ

کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ② کَمْ اَھْلَکْنَا

منکر ہیں غرور اور مقابلہ میں ہیں ان سے پہلے ہم نے

مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ

بہت سی جماعتیں غارت کر دیں پھر لگے پکارنے اور خلاصی

حِیْنَ مَنَاصٍ ③

کا وقت نہ رہا

عِزَّۃٌ : (قوت۔ بڑائی) یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے یہاں بھی اس سے وہی مراد ہے جو وہاں ہے یعنی تکبّر۔ غرور گھمنڈ۔ شِقَاق : (مخالفت کرنا) مصدر باب مفاعلہ ہے۔ ش۔ ق۔ ق سے شَقٌّ کے معنی چیرنا۔ پھاڑنا۔ توڑنا شقاق مخالفت کرنا۔ لڑنا۔ دشمنی کرنا۔ لَاتَ (نہ تھا۔ نہ رہا تھا) حرف نفی ہے لَیْسَ کے معنی ہیں اور عمل بھی لیس ہی کا کرتا ہے لیکن اس کے بعد زمانہ یا اس کا ہم معنی لفظ آتا ہے اور اکثر اس کا اسم محذوف ہوتا ہے۔ مَنَاصٌ (بچ کر بھاگنا۔ خلاصی) مصدر میمی ہے ن۔ و۔ ص سے نوص اور مناص دونوں کے معنی ہیں خطرہ سے دشمن کے نیچے سے بچ نکلنا۔

مکہ والے حضرت محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر سخت گھبرائے اور اپنے شرک اور کفر کے بودے گھر کو قرآن مجید کی بے پناہ کڑک سے گرتے دیکھ کر اس کی مخالفت پر اتر آئے۔ ارشاد ہے کہ قرآن مجید میں تو نری انسان کی نصیحت اور خیر خواہی کی باتیں ہیں اس میں تو بنی آدم کو وہ باتیں یاد دلائی گئی ہیں جنہیں وہ نفسانی خواہشوں کے پھندے میں پھنس کر بھول بیٹھے ہیں۔

یہ لوگ جو قرآن مجید کی بات نہیں سنتے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اپنی قوت اور زور پر گھمنڈ ہے اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ ان کے مقابلہ میں دوسرے کی بات اونچی ہو اور انہیں اس کے آگے نیچا دیکھنا پڑے اس لیے یہ اس سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں انہیں سنا دو کہ ان سے پہلے ہم نے بہت سے سرکش گروہوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر جب ان کے سر پر آ ہی بنی تو لگے دہائی دینے اور چیخ و پکار کرتے لیکن اس وقت چیخ و پکار بیکار تھی۔ عذاب سے بچ کر بھاگنے کا وقت ہی نہ رہا تھا۔

دل کی اُلجھن

وَعَجِبُوْٓا ۔ اَنْ ۔ جَآءَهُمْ ۔ مُّنْذِرٌ ۔ مِّنْهُمْ ز
اور تعجب کیا کہ آیا ان کے پاس ایک ڈرانے والا انہی میں سے
وَقَالَ ۔ الْكٰفِرُوْنَ ۔ هٰذَا ۔ سٰحِرٌ ۔ كَذَّابٌ ﴿۴﴾
اور کہنے لگے انکار کرنے والے یہ جادوگر ہے جھوٹا
اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ ۔ اِلٰهًا ۔ وَّاحِدًا ج اِنَّ
کیا کر دیا سارے معبودوں کو معبود ایک تحقیق
هٰذَا ۔ لَشَيْءٌ ۔ عُجَابٌ ﴿۵﴾
یہ ہے البتہ ایک چیز اچنبھے کی

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ز
اور اس بات پر کہ ان کے پاس ایک ڈر سنانے والا آیا انہی میں سے
وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾
تعجب کرنے لگے اور منکر کہنے لگے یہ جادوگر ہے جھوٹا
اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ج اِنَّ
کیا اس نے اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی کر دی یہ
هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾
بھی بڑے تعجب کی بات ہے

قرآن مجید میں فی الواقع انسان کے لیے وہ ہدایتیں موجود ہیں جن میں اس کا بھلا ہی بھلا ہے ان پر چل کر دنیا کی زندگی کے سارے دلدّر دور ہو سکتے ہیں اس کے علاوہ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی دوسرے جہان کی زندگی شروع ہو گئی قرآن کی ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرنے سے مرنے کے بعد زندگی بھی سنور جائے گی ورنہ بہت بُری گت بنے گی ۔ ان باتوں کے سننے سے اور ان کو ماننے سے انسان کو کون سی چیز روکتی ہے پہلے ارشاد ہوا کہ وہ غرور ہے ۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے ۔ کہ انسان دوسروں کو اپنے سے ادنیٰ سمجھے اور اگر وہ اس کے خلاف کچھ کہیں تو لڑنے اور مرنے مارنے کو تیار ہو جائے ۔ کفار مکہ کو اسی بات نے دنیا اور آخرت دونوں سے کھویا ۔

ارشاد ہے کہ وہ اپنے ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے انہوں نے رسولؐ کی بابت کہا کہ اس میں کون سا سرخاب کا پر ہے جو ہمیں ہمارے کاموں پہ ٹوکتا ہے اور ڈراتا ہے کہ میرا کہنا نہ مانا تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے ۔ ہو نہ ہو یہ (نعوذ باللہ) کوئی جادوگر ہے جس نے اپنے دل سے کچھ باتیں گھڑ لی ہیں اور اللہ کا رسول بن بیٹھا ہے بھلا غور تو کرو کہ ہمارے دیوتاؤں کے بدلے فقط ایک اللہ کے پوجنے کے لیے کہتا ہے ۔ یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ سارے جہان کا انتظام اکیلے ایک اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور ان سارے ٹھاکروں کو چھوڑ دیا جائے ۔ یہی کچھ الجھن آج کل کے سمجھ کے دعویداروں کے بھی ہیں اگرچہ ان بندوں میں چند ایسے بھی ہیں کہ اللہ کا نام برائے نام لیتے ہیں مگر وہ بھی چلاتے اپنے ہی ہیں ۔

بے رخی

وَانْطَلَقَ - الْمَلَاُ - مِنْهُمْ - اَنِ - امْشُوْا
اور چل دیے سردار ان میں کے کہ چلو
وَاصْبِرُوْا - عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ - هٰذَا - لَشَیْءٌ
اور جمے رہو اپنے معبودوں پر تحقیق یہ البتہ ایک چیز ہے
یُّرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا - بِهٰذَا - فِی الْمِلَّةِ
ٹھانی ہوئی نہیں سنا ہم نے یہ اس دین
الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ - هٰذَآ - اِلَّا اخْتِلَاقٌ ⑦
پچھلے میں نہیں یہ مگر ایک من گھڑت بات

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا
اور ان میں سے کئی پنچ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر
وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ
جمے رہو بے شک اس بات میں کوئی غرض
یُّرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ
ہے یہ ہم نے اس پچھلے دین میں نہیں سنا
الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ⑦
اور کچھ نہیں بنائی ہوئی بات ہے

ان آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ کہ ابو طالب کی بیماری میں قریش کے سردار ابوجہل وغیرہ ان کے پاس آکر کہنے لگے کہ تمہارا بھتیجا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اور ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے۔ اسے سمجھاؤ کہ یہ اپنی ان باتوں سے باز آجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا میں تو ان سے یہی کہتا ہوں کہ یہ ایک کلمہ کہہ لیں اور اس کے مطابق کام کریں سارا عرب ان کو ماننے لگے گا اور دنیا بھر میں ان کا ڈنکا بج جائے گا۔ یہ سن کر وہ بڑے خوش ہوئے اور بولے ایسا ہو جائے تو کیا کہنا بتاؤ وہ کونسا کلمہ ہے ہم ایک کیا دس کلمے کہنے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ ایسا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہ سن کر ناک بھوں چڑھا کر کھڑے ہوئے بس جی بس۔ رہنے دو ہم اپنے سارے جانے بوجھے پرانے معبود چھوڑ کر تمہارے کہنے سے ایک خدا کو مان لیں یہ کوئی عقل کی بات ہے ظاہر ہے کہ تم اپنی سلطنت ہماری مدد سے قائم کرنے کے درپے ہو۔

اس کے بعد ان کے بڑے ایک دوسرے سے کہنے لگے جیسا کہ اس آیت میں بیان ہے کہ چلو بھئی چلو یہ تو اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم اپنے معبودوں کی حمایت میں ڈٹ جاؤ یہ تو ہم سب پر اپنا حکم چلانا چاہتا ہے اور ہم سب کا بڑا بن کر بیٹھنا چاہتا ہے جو بات یہ کہتا ہے پہلے دینوں میں ہو تو ہو ہمارے باپ دادا کے دین میں جو سب سے آخری دین ہے یہ بات ہم نے نہ سنی نہ دیکھی بس اس نے اپنے دل سے ایک بے اصل بات گھڑلی ہے جو بالکل انوکھی ہے۔

اظہارِ خفیفت

ءَ اُنۡزِلَ ۔ عَلَيۡهِ ۔ الذِّكۡرُ ۔ مِنۡۢ بَيۡنِنَا ؕ بَلۡ
کیا اتارا گیا اسی پر کلام الٰہی ہمارے درمیان بات کچھ نہیں
هُمۡ ۔ فِيۡ شَكٍّ ۔ مِّنۡ ذِكۡرِيۡ ۚ بَلۡ ۔ لَّمَّا ۔ يَذُوۡقُوۡا
وہ شک میں ہیں میری کلام کی بابت بات کچھ نہیں ابھی تک نہیں چکھا
عَذَابِ ؕ ﴿۸﴾ اَمۡ ۔ عِنۡدَهُمۡ ۔ خَزَآئِنُ ۔ رَحۡمَةِ
میرا عذاب کیا ان کے پاس ہیں خزانے رحمت کے
رَبِّكَ ۔ الۡعَزِيۡزِ ۔ الۡوَهَّابِ ﴿۹﴾
تیرے رب کے جو زبردست ہے سب کچھ دینے والا

ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡۢ بَيۡنِنَا ؕ بَلۡ
کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت اتری کوئی
هُمۡ فِيۡ شَكٍّ مِّنۡ ذِكۡرِيۡ ۚ بَلۡ لَّمَّا يَذُوۡقُوۡا
نہیں ان کو میری نصیحت میں دھوکا ہے کوئی نہیں ابھی انہوں
عَذَابِ ؕ ﴿۸﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ
نے میری مار چکھی نہیں کیا ان کے پاس تیرے رب کی رحمت کے
رَبِّكَ الۡعَزِيۡزِ الۡوَهَّابِ ﴿۹﴾
خزانے ہیں جو زبردست ہے حکمت والا

عَذَابِ (میرا عذاب) اصل میں عذابی ہے۔ آخر میں یائے متکلم ہے جس کے معنی میرے ہیں وقف کی وجہ سے ی گر گئی بڑے سردار آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں بھلا بتاؤ اس کی من گھڑت بات ہم کیسے مان لیں۔ خیر اگر فرض بھی کریں کہ یہ جو کچھ ہمیں سنا رہا ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے تو کیا اس کے نازل ہونے کے لیے بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا۔ اوّل تو اس کے کلام کی شان کا تقاضا یہ تھا۔ کہ اسے کوئی انوکھا قاصد ہمارے پاس لے کر اترتا جیسا کہ بادشاہوں کا پیغام اس کے دربار کے خاص ایلچی لے کر پہنچتے ہیں اس سب سے بڑے بادشاہ کا پیغام اس کا کوئی مقرب فرشتہ لاتا۔ اور اگر آدمی ہی کو لانا تھا۔ تو کم سے کم وہ ایک شاندار صاحبِ دولت و عزت مشہور رئیس ہوتا۔ کیا اللہ کو اور کوئی بڑا آدمی ہم سے نہ ملتا تھا جو اس کو نبی بنا کر بھیجا ؟ (معاذ اللہ)

اس کے جواب میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے۔ کہ یہ سب ان کی فضول باتیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں کا انہیں یقین ہی نہیں جو یہ قرآن انہیں سکھانا چاہتا ہے۔ یہ اعمال کی جزا سزا کے قائل نہیں۔ اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہونا ہوانا کچھ بھی نہیں اس دھوکے کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک انہوں نے میری مار نہیں دیکھی انہوں نے اس عذاب کو ابھی نہیں چکھا جو میں نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ بھلا ان سے پوچھو کہ اس زبردست فیاض اللہ کی رحمت کے خزانے کیا تمہارے قبضے اور اختیار میں ہیں۔ کہ جیسے تم چاہو ویسے خرچ ہوں ؟

مٹنے کے لچھن

أَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
کیا ان کا ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان
بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ (۱۰) جُنْدٌ مَّا
دونوں کے بیچ میں ہے پس چڑھ جائیں وہ اسباب میں ایک گروہ ہے
هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ (۱۱) كَذَّبَتْ
یہاں مارا ہوا ان گروہوں میں سے جھٹلایا
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ
ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد نے اور فرعون نے
ذُو الْأَوْتَادِ (۱۲) وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحٰبُ
میخوں والے نے اور ثمود نے اور لوط کی قوم نے اور ایکہ والوں
لْئَيْكَةِ أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ (۱۳)
نے وہی طاقت ور گروہ

أَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
کیا آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اس
بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ (۱۰) جُنْدٌ مَّا
یہاں کی حکومت ہے تو انھیں چاہیے کہ رسیاں تان کر چڑھ جائیں ان سب
هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ (۱۱) كَذَّبَتْ
لشکروں میں ایک لشکر یہ بھی یہاں تباہ ہوا ان سے پہلے
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ
جھٹلا چکے ہیں قوم نوح اور عاد اور میخوں والا
ذُو الْأَوْتَادِ (۱۲) وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحٰبُ
فرعون اور ثمود اور لوط کی قوم اور ایکہ
لْئَيْكَةِ أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ (۱۳)
کے لوگ وہ بڑے بڑے لشکر

اَسباب : (وسیلے، ذریعے) سَبَب کی جمع ہے سبب کے معنی ہیں کوئی چیز جس کے ذریعہ یا جس میں سے ہو کر کسی اور چیز یا جگہ کی طرف پہنچا جائے اس میں رسی مکان کے دروازے سواری وغیرہ سب آ گئے۔ مراد یہ ہے کہ اوپر پہنچنے کے سامان سارے اکٹھے کر لو اَلْاَوْتَاد (قوت کے سامان) یہ وَتَد کی جمع ہے۔ وَتَدْ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو مضبوطی اور قوت حاصل ہو ذُوالْاَوْتَاد سے وہ شخص مراد ہے جس کے پاس قوت اور دبدبے کے سارے اسباب مہیا ہوں اصحٰب الایکة (ایکہ والے) حضرت شعیب کی قوم کا لقب ہے سورہ الشعرآء میں گزر چکا ہے۔ ارشاد ہے کہ کیا زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں پر ان کی بادشاہی ہے اچھا تو پھر اوپر پہنچنے کے سامان اکٹھے کریں اور وہاں پہنچ کر جیسے چاہیں عالم کا انتظام کریں کچھ نہیں کچھ لوگوں کا جتھا ہے۔ جو پٹا اور ہارا ہوا ہے اور انہیں جتھوں میں سے ایک ہے جو ان سے پہلے ہلاک ہو چکے ہیں۔ وہ بڑے طاقتور اور مغرور جتھے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عاد متکبر اور طاقتور فرعون ثمود، لوطؑ کی قوم شعیبؑ کی قوم یہ اپنے اپنے زمانوں میں کیا کچھ نہ تھے۔ پھر آج وہ کہاں ہیں اور ان کا انجام کیا ہوا۔

کفر کا انجام

اِنْ - كُلٌّ - اِلَّا - كَذَّبَ الرُّسُلَ - فَحَقَّ

نہیں کوئی ان میں مگر جھٹلایا اس نے رسولوں کو پس آ پڑا

عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا - يَنْظُرُ - هٰٓؤُلَآءِ - اِلَّا - صَيْحَةً

میرا عذاب اور نہیں راہ دیکھتے یہ لوگ مگر چنگھاڑ

وَّاحِدَةً - مَّا لَهَا - مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا - رَبَّنَا

ایک کی نہیں جس کے لیے وقفہ اور کہا انھوں نے اے رب ہمارے

عَجِّلْ - لَّنَا - قِطَّنَا - قَبْلَ - يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

جلدی دے ہمیں ہمارا حصہ پہلے حساب کے دن کے

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ

یہ جتنے تھے سب نے یہی کیا کہ رسولوں کو جھٹلایا پس میری طرف

عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً

سے سزا ثابت ہوئی اور یہ لوگ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چنگھاڑ کی

وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا

جو بیچ میں دم نہ لے گی اور کہتے ہیں اے رب

عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

جلد دیدے ہمیں ہمارا چٹھا حساب کے دن سے پہلے

ع ۱۰

عِقَابِ: میرا عذاب اصل میں عقابی ہے وقف کی وجہ سے یائے متکلم گرگئی عقاب کا مادہ ع ۔ ق ۔ ب ہے عقب کے معنی پیچھے کے ہیں عَقِب ایڑی کو کہتے ہیں عقاب گناہ کی سزا کو کہتے ہیں اور عَاقِبَةٌ جزائے عمل کے معنی میں مستعمل ہے مادہ کے معنی پیچھے آنا دونوں میں موجود ہیں۔

فَوَاق (وہ وقفہ) جو دودھ نکالتے وقت دو دھاروں کے بیچ میں ہوتا ہے کیونکہ دودھ ایک دم نہیں نکلتا تھوڑا تھوڑا تھن نچوڑ کر نکالا جاتا ہے مراد یہ ہے کہ وہ چیخ لگاتار جاری رہیگی بیچ میں وقفہ نہ ہوگا۔ ارشاد ہے کہ ان پہلے گروہوں نے جن کا ذکر کیا گیا۔ اپنے غرور اور گمان میں پھنس کر سب کے سب نے رسولوں کو جھوٹا قرار دیا انہیں اپنی شان و شوکت کے سامنے کچھ نہ سوجھا اور سرکشی کی راہ اختیار کی نتیجہ یہ ہوا کہ سزا کے مستحق ٹھیرے اللہ فرماتا ہے کہ میں نے ان کی سرکشی کی سزا میں انہیں پکڑا اے رسول یہ جو تیرا کہنا نہیں سنتے ان کی تو ان کے سامنے کچھ حقیقت ہی نہیں۔ جب وہ اتنے قوی اور زور آور ہو کر میرے عذاب سے نہ بچ سکے تو ان کی تو کیا مجال ہے کہ اس سے بچ کر بھاگ جائیں انہیں ایک زور کی ڈانٹ کا انتظار ہے وہ ایک ہی کڑک ہوگی جس سے صور کی آواز مراد ہے یہ آواز بڑے زور کی ہوگی اور ایک سال جاری رہیگی بیچ میں وقفہ نہ ہوگا۔

آگے ارشاد ہے کہ جب انہیں حساب کے دن یعنی قیامت سے ڈرایا جاتا ہے۔ تو مسخرے پن سے کہتے ہیں کہ اے رب ہمیں تو ہمارا اعمالنامہ ابھی دے دیجیے تاکہ ابھی سارا قصہ چک جائے آگے کے اوپر بات کیوں ڈالی جائے ابھی کیوں نہ سب کچھ ہو جائے اللہ اللہ! کس قدر ہٹ دھرمی ہے اس سے زیادہ سخت دلی کیا ہو سکتی ہے کیا اس کی سزا ہمیشہ کا عذاب کچھ زیادہ ہے۔ اللہ ہی رحم کرے۔

صبر کی تلقین

اِصْبِرْ۔ عَلٰی مَا۔ یَقُوْلُوْنَ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا
صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور یاد کر ہمارے بندے
دَاوٗدَ۔ ذَا الْاَیْدِ اِنَّہٗ۔ اَوَّابٌ ⑰ اِنَّا۔ سَخَّرْنَا
داؤد صاحب قوت کو تحقیق وہ رجوع کرنیوالا تھا تحقیق ہم نے لگا دیا تھا
الْجِبَالَ۔ مَعَہٗ۔ یُسَبِّحْنَ۔ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ⑱
پہاڑوں کو اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے شام کے وقت اور صبح کے وقت
وَالطَّیْرَ۔ مَحْشُوْرَۃً کُلٌّ۔ لَّہٗ۔ اَوَّابٌ ⑲
اور پرندوں کو اکٹھے کیے ہوئے سب اس کیلیے جھکے رہتے

اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا
تو تحمل کرتا رہ اس پر جو وہ کہتے ہیں اور یاد کر ہمارے بندے
دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّہٗ اَوَّابٌ ⑰ اِنَّا سَخَّرْنَا
داؤد قوت والے کو وہ تھا رجوع کرنے والا ہم نے تابع کیے
الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ⑱
پہاڑ اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے شام کو اور صبح کو
وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً کُلٌّ لَّہٗ اَوَّابٌ ⑲
اور اڑتے جانور جمع ہو کر سب اس کے آگے رجوع کیے رہتے

اَیْد (قوت) اسم مصدر ہے۔ یہاں اس سے مراد قوت اور پکا ارادہ ہے جس سے وہ اللہ کی عبادت میں جی لگاتے تھے۔ اور تکان نہ محسوس کرتے تھے یا اس سے مراد بادشاہت اور حکومت ہے یہ دونوں قسم کی قوتیں انہیں حاصل تھیں ۔

اَوَّاب (رجوع کرنیوالا) مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ا۔ و۔ ب سے اَوْبٌ کے معنی لوٹنا وہیں آنا۔ اوّاب وہ جو ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع کرے مراد یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں اللہ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ دوسری جگہ اَوَّاب پرندوں کے لیے آیا ہے۔ یعنی وہ حضرت داود علیہ السلام کی طرف منہ کئے رہتے تھے ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کی گستاخی اور سرکشی حد سے بڑھ گئی ہے ان کی ایذا رسانی کے مقابلہ میں تم صبر سے کام لو صبر و تحمل سے مصیبتیں جھیلنے والوں کا انجام بہت اچھا ہوتا ہے۔ خاص کر جب وہ اللہ سے لو لگائے رہیں۔ اس کی مثال داوٗد کے قصہ میں ہے وہ مصیبت میں صبر و تحمل سے کام لیتے تھے اور صرف اللہ سے دھیان لگائے رہتے آخر اللہ عزوجل نے ان کی مدد کی نبوت عطا فرمائی اور ان کی آوازمیں ایسا اثر بخشا کہ صبح و شام جب باہر میدان میں جاکر اللہ عزوجل کی حمد و ثنا اور تسبیح بلند آواز سے کرنے لگتے تو ان کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگتے تھے۔ پرندے اڑتے اڑتے ٹھہر جاتے تھے اور پرے باندھ کر اکٹھے ہو جاتے اور سب آپ کی طرف منہ کر کے آپ کی تسبیح کی نقل کرتے تھے یہ ابتدا میں صبر کے ساتھ سختیاں جھیلنے کا اثر تھا۔ اللہ عزوجل نے انہیں دنیا ہی میں یہ بدلہ دیا ۔

قوت اللہ ہی کی ہے

وَشَدَدۡنَا ۔ مُلۡکَہٗ ۔ وَاٰتَیۡنٰـہُ ۔ الۡحِکۡمَۃَ ۔ وَفَصۡلَ
اور مضبوط کی ہم نے اس کی سلطنت اور بخشی اسے دانائی اور فیصلہ
الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَھَلۡ ۔ اَتٰکَ ۔ نَبَؤُا الۡخَصۡمِ ۔ اِذۡ
بات کا اور کیا آئی تجھ تک خبر دعوے والوں کی جب
تَسَوَّرُوا ۔ الۡمِحۡرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذۡ ۔ دَخَلُوۡا ۔ عَلٰی
دیوار پھاند آئے محراب میں جب گھس آئے اوپر
دَاوٗدَ ۔ فَفَزِعَ ۔ مِنۡھُمۡ ۔ قَالُوۡا ۔ لَا تَخَفۡ ج
داؤد کے پس گھبرایا ان سے بولے مت گھبرا

وَشَدَدۡنَا مُلۡکَہٗ وَاٰتَیۡنٰـہُ الۡحِکۡمَۃَ وَفَصۡلَ
اور ہم نے اس کی سلطنت کو قوت دی اور دی اسے تدبیر اور فیصلہ
الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَھَلۡ اَتٰکَ نَبَؤُا الۡخَصۡمِ ۘ اِذۡ
بات کا اور کیا پہنچی ہے تجھ کو خبر جھگڑنے والوں کی
تَسَوَّرُوا الۡمِحۡرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلٰی
جب وہ دیوار کود کر عبادت خانہ میں آئے جب داؤد کے پاس گھس
دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡھُمۡ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ج
آئے تو وہ ان سے گھبرایا وہ بولے مت گھبرا

فَصۡلَ الۡخِطَابِ (بات کھول کر بیان کرنا) فصل کے معنی الگ کر دینا۔ خطاب دوسرے سے بات کرنا۔ مطلب یہ کہ وہ دوسرے کو ہر بات الگ الگ کر کے سمجھا دیتے تھے۔ خَصۡمُ (جھگڑنے والا) عربی میں یہ لفظ مفرد و تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث سب کے لیے اسی ایک شکل میں مستعمل ہے۔ اس میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں آ گئے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت داؤد کو بہت مضبوط اور طاقتور سلطنت عطا کی تھی۔ ہر طرف ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور سب پر ان کا حکم چلتا تھا۔ ان کے پاس بہت بڑی فوج تھی۔ پھر ہم نے انہیں ذاتی خوبیاں بھی بہت سی عطا کی تھیں وہ ہر ایک چیز کی حقیقت کو سمجھتے اور بات کی تہ کو آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔ پھر آدمی کو بات اس طرح کھول کر سمجھا دیتے کہ اس کے دل میں مطلب کی طرف سے کوئی شبہ نہ رہتا۔ مقدمہ کا فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کرتے تھے ملک کا انتظام اور سلطنت کی تدبیر بڑی دانائی اور ہوشیاری سے کرتے تھے۔ ہر طرف زبردست چوکیاں اور پہرے لگے رہتے تھے۔ اور آپ بڑے اطمینان کے ساتھ ایک محفوظ خلوت خانہ میں اللہ کی یاد اور عبادت میں مصروف رہتے آگے ایک ایسے واقعہ کا بیان ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو سمجھایا گیا ہے کہ اس کا خیال بھی تمہارے دل میں نہ گذرنا چاہیئے تم بڑی شوکت اور عزت والے ہو اور یہ سب انتظام تمہارے بل بوتے پر چل رہا ہے شاید کوئی ہلکا سا وہم ان کے دل میں گزرا ہو اس کو ہمیشہ کے لیئے دور کرنے کی خاطر یہ واقعہ پیش آیا۔ ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم نے دو جھگڑا کرنے والوں کا ذکر سنا وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانہ میں دیوار پھاند کر گھس آئے اور بے خوف و خطر ان کے حجرہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام گھبرائے کہ یہ کیا بلا آئی۔ وہ بولے کہ آپ گھبرائیں نہ ؛

بیان دعوے

خَصۡمٰنِ - بَغٰی - بَعۡضُنَا - عَلٰی بَعۡضٍ - فَاحۡکُمۡ
ہم دو مدمقابل ہیں زیادتی کی ہم میں سے ایک نے دوسرے پر پس فیصلہ کر
بَیۡنَنَا - بِالۡحَقِّ - وَلَا تُشۡطِطۡ - وَاھۡدِنَآ
ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک اور نہ ٹال مٹول کر اور راہ دکھا ہمیں
اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ - ھٰذَآ - اَخِیۡ قف
طرف سیدھے راستے کی بات یہ ہے کہ یہ میرا بھائی ہے
لَہٗ - تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَۃً - وَلِیَ
اس کے ہاں ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے ہاں
نَعۡجَۃٌ - وَّاحِدَۃٌ قف
دنبی ہے ایک

خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ فَاحۡکُمۡ
ہم دو جھگڑنے والے ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے
بَیۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاھۡدِنَآ
سو ہم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے اور بات کو دور نہ ڈال اور
اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ ھٰذَآ اَخِیۡ قف
ہمیں سیدھی راہ بتلا دے یہ جو ہے میرا بھائی ہے
لَہٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَۃً وَّلِیَ
اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس
نَعۡجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ قف
ایک دُنبی ہے

لَا تُشۡطِطۡ (انصاف کو ہاتھ سے نہ دے نہی کا صیغہ ہے۔ اِشۡطَاطٌ سے جو ش۔ط۔ط سے بنا ہے شَطٌّ کے معنی بے انصافی کرنا۔ کوئی ایسی بات جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے مثلاً مقدمہ کو طول دینا، خواہ مخواہ دیر لگانا، ٹال مٹول کرنا غرض کوئی بات جس سے فریقین دق ہوں ۔

کہنے لگے ہم تیرے پاس فیصلہ کرانے آئے ہیں ہم دو فریق ہیں ایک فریق دوسرے پر کھلم کھلا زیادتی کر رہا ہے۔ لیکن اس طریقہ سے بات کرتا ہے لوگ باوجود اس کی زیادتی کے اسی کے طرفدار ہو جاتے ہیں اور دوسرے فریق کو دباتے ہیں کہ تجھے اس کا کہنا ماننا پڑے گا ہم تیرے پاس اس لیے آئے ہیں کہ تو کسی کا خواہ مخواہ کہنا نہ مانے گا اور ہم میں سے کسی پر ظلم و ستم نہ ہونے دے گا۔ مہربانی کر کے ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور ہمیں سیدھی راہ سمجھا دے ۔

اس کے بعد مدعی بولا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اس کے اس دلیرانہ بیان دعوے سے حضرت داود علیہ السلام کو اور بھی تعجب ہوا ہوگا اوّل تو یہ گستاخی کیا کم تھی کہ دیوار پھاند کر بے اجازت اندر آ گئے اور بجائے اس کے کہ سزا سے ڈرتے الٹا بڑی سختی اور دلیری کے ساتھ انصاف کرنے کی نصیحت کر رہے ہیں ظاہر ہے کہ ایک بارعب شان و شوکت والے بادشاہ کو ان کے رویہ سے کس قدر تعجب ہوا ہوگا حیران رہ گئے ہوں گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے ۔

فیصلہ

فَقَالَ - اَکْفِلْنِیْھَا - وَعَزَّنِیْ - فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾
پھر کہتا ہے دے ڈال مجھے یہ اور دباتا ہے مجھے گفتگو میں
قَالَ - لَقَدْ - ظَلَمَکَ - بِسُؤَالِ - نَعْجَتِکَ
کہا البتہ تحقیق ظلم کرتا ہے وہ تجھ پر مانگ کر تیری دُنبی
اِلٰی - نِعَاجِہٖ ط وَاِنَّ - کَثِیْرًا - مِّنَ الْخُلَطَآءِ
اپنی دنبیوں میں ملانے کو اور تحقیق بہت سے شریکوں میں سے
لَیَبْغِیْ - بَعْضُھُمْ - عَلٰی بَعْضٍ - اِلَّا
البتہ زیادتی کرتا ہے بعض ان کا بعض پر مگر
الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا - وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وہ جو ایمان لائے اور انھوں نے کام اچھے کیے
وَقَلِیْلٌ - مَّا - ھُمْ ط
اور تھوڑے لوگ ہیں وہ

فَقَالَ اَکْفِلْنِیْھَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾
پھر کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں
قَالَ لَقَدْ ظَلَمَکَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِکَ
بولا وہ تجھ سے بے انصافی کرتا ہے کہ تجھ سے تیری دنبی
اِلٰی نِعَاجِہٖ ط وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ
اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر
لَیَبْغِیْ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا
زیادتی کرتے ہیں مگر جو یقین لائے
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور کام بھی انھوں نے نیک کیے
وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ ط
اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے

مدعی بیان کر رہا ہے کہ یہ میرا بھائی ننانوے دنبیوں کا مالک ہوتے بھی مجھ سے کہتا ہے کہ ارے یہ تو ایک دنبی رکھ کر کیا کرے گا تیرے کس کام آئے گی اسے تو تو مجھے ہی دے ڈال۔ ایک دنبی والے کو تو لوگ مفلس قلاش سمجھتے ہیں۔ اس سے تیرا شمار مالداروں میں نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو اپنی دنبی دے گا۔ تو میری قدر اور بڑھ جائے گی۔ لوگ کہیں گے کہ یہ تو رئیس آدمی ہے اس کے پاس سو دنبیاں ہیں۔ یاد رکھ اگر تو نے ویسے ہی نہ دی تو میں تجھ سے زبردستی لے سکتا ہوں شہر میں میری ساکھ ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے سن کر مدعا علیہ سے جواب طلب کیا اور اس نے دعویٰ کا اعتراف کر لیا ہوگا۔ اس کے بعد فیصلہ فرمایا کہ مدعا علیہ کا فعل صاف صاف بے انصاف ہے ایک جگہ رہنے والے اکثر ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں زور والا کمزور کو دباتا ہے۔ اور مالدار مفلسوں کو کھائے جاتے ہیں۔ انصاف کا خیال نہیں کرتے البتہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی خاطر نیک کام کرتے ہیں وہ دوسروں پر ظلم و ستم کرنے سے بچتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ دنیا میں تھوڑے ہوتے ہیں خاطر جمع رکھ ہم تجھ پر ظلم نہیں ہونے دیں گے۔

حضرت داؤد سمجھ گئے!

وَظَنَّ - دَاوٗدُ - اَنَّمَا - فَتَنّٰهُ - فَاسْتَغْفَرَ
اور خیال کیا داؤد نے کہ ہو نہ ہو ہم نے اسے آزمایا پس معافی مانگنے لگا
رَبَّهٗ - وَ خَرَّ - رَاكِعًا - وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدۃ
اپنے رب سے اور گر پڑا جھک کر اور لو لگائی
فَغَفَرْنَا - لَهٗ - ذٰلِكَ ؕ - وَاِنَّ - لَهٗ
پس بخش دیا ہم نے اس کے لیے وہ قصور اور تحقیق اس کے لیے
عِنْدَ نَا - لَزُلْفٰى - وَحُسْنَ - مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾
ہمارے پاس البتہ درجہ ہے اور اچھائی ٹھکانے کی

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ
اور داؤد کے خیال میں آیا کہ ہم نے اسے جانچا پھر اپنے رب سے
رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾
گناہ بخشوانے لگا اور جھک کر گر پڑا اور راجع ہوا
فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ
پھر ہم نے اس کی وہ خطا معاف کر دی اور اس کے لیے ہمارے
عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾
پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا

اجنبی لوگوں کا اس قدر سخت پہرے چوکی ہوتے ہوئے بے باکانہ دیوار پھاند کر خاص حضرت داؤدؑ کے عبادت خانے میں گھس آنا ان سے اس دلیرانہ طریقہ سے گفتگو کرنا اور اس عظیم الشان بادشاہ سے کہنا کہ ہمارا فیصلہ انصاف کے ساتھ کرنا اور اس میں خواہ مخواہ تحقیقات کے نام سے دن مت گنوانا وغیرہ وغیرہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے باعث حیرت تھا۔ باوجود اس کے آپ نے ان کا فیصلہ خاطر خواہ توجہ اور انصاف سے کیا اور اس میں ذرا دیر نہ لگائی۔

جب فریقین اپنے مقدمہ کا فیصلہ سن کر چلے گئے تو آپ نے سوچنا شروع کیا کہ یہ بات کیا ہوئی اور کیوں ہوئی آخر یہ بات خیال میں آئی کہ مجھے شاید اپنی شان و شوکت، انتظام کی قابلیت، نگہبانوں اور پہرے والوں، فوج اور لشکر پر کچھ گھمنڈ ہو گیا تھا۔ اور اس پر بھی شاید ناز کیا ہو کہ باوجود سلطنت کے مشاغل کے اللہ کی عبادت دلجمی کے ساتھ ایسی خلوت میں کرتا ہوں اللہ عزوجل نے مجھے دکھا دیا۔ کہ نہ میرا انتظام کسی کام کا ہے نہ عبادت میں جی لگانا میرے بس کا ہے نہ ایسی خلوت قائم رکھ سکتا ہوں۔ یہ سب کچھ اسی کے فضل سے ہو رہا ہے۔

یہ خیال آتے ہی عاجزی کے ساتھ جھک کر زمین پر گر پڑے اور اپنے قصور کی معافی مانگی اور نگہبان چوکیدار، لاؤ لشکر سب کی طرف سے خیال ہٹا کر اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اللہ عزوجل نے ان کی توبہ قبول کی اور ارشاد ہے کہ اس کے لیے ہمارے پاس بڑا درجہ ہے اور آخرت میں اس کا ٹھکانا اچھا ہے۔ یہ آیت سجدہ ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو نصیحت

يٰدَاوٗدُ - اِنَّا - جَعَلْنٰكَ - خَلِيْفَةً - فِى الْاَرْضِ
اے داؤد ہم نے بنایا تجھے نائب ملک میں
فَاحْكُمْ - بَيْنَ النَّاسِ - بِالْحَقِّ - وَلَا تَتَّبِعِ
پس حکومت کر لوگوں کے درمیان انصاف سے اور نہ پیروی کر
الْهَوٰى - فَيُضِلَّكَ - عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ
اپنی خواہش کی کہ وہ تجھے گمراہ کردے اللہ کی راہ سے تحقیق
الَّذِيْنَ - يَضِلُّوْنَ - عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - لَهُمْ
جو لوگ بھٹک گئے اللہ کی راہ سے ان کے لیے
عَذَابٌ - شَدِيْدٌۢ - بِمَا نَسُوْا - يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾
عذاب ہے سخت اس پر کہ بھلا دیا انھوں نے حساب کا دن

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ
اے داؤد ہم نے تجھے ملک میں خلیفہ بنایا
فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ
سو تو لوگوں میں انصاف سے حکومت کر اور مت چل جی کی
الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ
خواہش پر پھر وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے بچلا دے بیشک جو
الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ
لوگ اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے
عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع ۱۲ / ۱۱
سخت عذاب ہے اس بات پر کہ انھوں نے حساب کا دن بھلا دیا

اللہ عزوجل کے مقبول بندوں کو ان کی تھوڑی سی غفلت پر بھی فوراً سمجھایا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے وہ کچھ سمجھ جاتے ہیں کہ عام آدمی کے خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ فریادیوں کا اپنی فریاد لے کر دلیرانہ گھر میں اور وہ بھی خاص عبادت کے حجرہ میں گھس آنا۔ حضرت داود علیہ السلام کے دل سے اپنی قوت اور لیاقت کے سارے خیالات مٹا دینے کے لیے کافی تھا۔ التجا کی کہ یا الٰہی میں سچ مچ بے بس ہوں۔ میری توبہ قبول فرما۔ میری خطائیں معاف کر۔

ارشاد ہوا ہم نے تجھے معاف کیا۔ اتنا یاد رکھ کہ تجھے جو کچھ ملا ہے وہ اس لیے ملا ہے کہ تجھے ہم نے اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ اس لئے ہماری عطا کی ہوئی قوت اس طرح استعمال کر جس طرح ہم چاہتے ہیں۔ رعایا کے باہمی معاملات عدل و انصاف کے ساتھ چکا۔ حکومت بڑا بن کر دوسروں کو اپنا خادم بنانے کے لیے نہیں ہوتی۔ اس میں اپنی خواہشوں کو مٹانا پڑتا ہے۔ جو حاکم اپنی خواہشوں کا بندہ بن گیا۔ وہ کہیں کا نہ رہا بالکل گیا گزرا ہوا وہ اللہ کے راہ سے ہٹ گیا اور اس کے احکام کو پس پشت ڈال دیا ظاہر ہے۔ کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ کے احکام سے منہ موڑا وہ یقیناً آخرت کو بھول گئے۔ انہیں اس کا خیال بالکل نہ رہا کہ قیامت میں رتی رتی کا حساب اللہ کو دینا ہوگا اس بھول کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

خوابِ غفلت سے چونکو

قرآن مجید میں پچھلے انبیاء کے قصے سنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ پچھلے لوگوں نے انبیاء کی مخالفت کر کے کچھ پھل نہ پایا۔ ہر نبی کو اپنے اپنے زمانے میں ان لوگوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں جنہوں نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا تھا۔ ان کے خیال میں یہ آتا ہی نہ تھا کہ مرنے کے بعد ان سب باتوں کا حساب دینا پڑے گا جو وہ دنیا میں کر رہے ہیں ہر نبی نے انہیں یہ بات سمجھانی چاہی لیکن انسان اپنی غفلت کی نیند سے نہ جاگا کفار مکہ کی بھی حالت یہی تھی وہ اللہ کا نام تو لیتے تھے۔ لیکن بو جا بتوں کی کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ دیکھو اللہ نے مجھے قرآن مجید عطا کر کے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی مت کرو ورنہ قیامت کے دن بڑی آفت میں پھنسو گے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم تمہیں رسول نہیں مانتے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہے اور اگر نہیں ہے تو ہم اس سے کہتے ہیں کہ ہم پر ابھی عذاب بھیج دے۔ اللہ! اللہ!! یہ جواب کس قدر دل توڑنے والا ہے۔ اور آپ کو اس سے کس قدر صدمہ پہنچا ہو گا۔ ان آیتوں میں سمجھایا جا رہا ہے کہ ان کی گستاخی پر صبر کرو یہ اپنی حقیقت کو بھول گئے ہیں۔ ہم تمہیں داود علیہ السلام کا قصہ سناتے ہیں۔ اس سے تمہیں معلوم ہو گا کہ انسان کی حقیقت کیا ہے وہ دنیا میں صرف اس لیے بھیجا گیا ہے کہ اللہ کے حکموں کی تعمیل کرے اور اپنے آپ کو اس کا بندہ اور خادم سمجھے اگر اس نے اپنی طرف دیکھا اور اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ گیا تو یقیناً اس نے وہ راستہ چھوڑ دیا جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کیا تھا۔ اب وہ احکم الحاکمین قیامت کے دن اس سے حساب طلب کرے گا۔ کہ بتاؤ تم نے ہمارے حکموں کی تعمیل اسی طرح کی جس طرح ہم نے بتایا تھا یا نہیں حضرت داود علیہ السلام بڑے مرتبہ والے تھے ان سے ذرا سی بھول ہوئی پھر انہیں سمجھایا گیا تو فوراً اللہ کے آگے جھک گئے اور خطا کا اقرار کیا کہ میں اپنی حقیقت بھول گیا تھا۔ میرا قصور معاف کر دیجیے، ارشاد ہوا، کہ ہم نے معاف کیا۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ ہم نے تمہیں دنیا میں بڑا درجہ دیا ہے۔ تمہارا عہدہ ہمارے نائب کا ہے پس اپنے عہدہ کے مطابق اپنے فرائض انجام دو تمہیں حکومت اس لیے ملی ہے کہ لوگوں میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ اپنی خواہش کو دخل نہ دو ورنہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستہ سے دور جا پڑو گے اللہ کا راستہ چھوڑ دینے والوں کو بڑا عذاب ہو گا۔ ہمیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے۔ کہ ہر انسان کو لازم ہے کہ اپنے اپنے عہدہ کے مطابق اللہ کے احکام بجا لائے ورنہ عذاب میں مبتلا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ کہ ہر شخص اپنے دائرہ کے اندر حاکم ہے اور ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ تم نے حکومت کیسے کی؟ یہ اس سارے قصہ کا خلاصہ ہے وہ

زندگی کا ایک نتیجہ ہے

وَمَا ۔ خَلَقْنَا ۔ السَّمَآءَ ۔ وَالْاَرْضَ ۔ وَمَا بَیْنَهُمَا
اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو ان کے درمیاں میں ہے
بَاطِلًا ۔ ذٰلِكَ ۔ ظَنُّ الَّذِیْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ فَوَیْلٌ
بیکار یہ گمان ہے ان کا جو انکار کر بیٹھے پس خرابی ہے
لِّلَّذِیْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ اَمْ ۔ نَجْعَلُ
ان کے لیے جو کافر ہوئے آگ سے کیا کردیں گے ہم
الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔
ان کو جو ایمان لائے اور کیے انھوں نے کام اچھے
كَالْمُفْسِدِیْنَ ۔ فِی الْاَرْضِ ۔ اَمْ ۔ نَجْعَلُ
مانند فساد پھیلانے والوں کے زمین میں کیا کردیں گے ہم
الْمُتَّقِیْنَ ۔ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾
متقیوں کو فاجروں جیسا

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا
اور ہم نے آسمان اور زمین کو جو ان کے بیچ میں ہے
بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَیْلٌ
نکما نہیں بنایا یہ ان کا خیال ہے جو منکر ہیں سو منکروں کے
لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ
لیے خرابی ہے آگ سے کیا ہم ایمان والوں
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
کو جو نیکیاں کرتے ہیں ان کے برابر کردیں گے جو
كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ
ملک میں خرابی ڈالیں کیا ہم ڈرنے والوں کو ڈھیٹھ
الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾
لوگوں کے برابر کردیں گے

جو لوگ دنیا میں کسی کی نہیں سنتے اور چاہتے ہیں کہ اپنی خواہشوں کے اشاروں پر ہی ناچتے پھریں انہیں چاہیے کہ ان آیتوں کو کان کھول کر سنیں۔ ارشاد ہے ... کہ ہم نے آسمان زمین اور ان کے درمیان کی مخلوق کو یونہی اوٹ پٹانگ نہیں بنا دیا یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت تیار کیا گیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی رائے ہے جو اللہ کو نہیں مانتے اور ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کر بیٹھے ہیں۔ ایک دن ان لوگوں کی بڑی شامت آئے گی ان کے لیے آگ کا عذاب تیار ہے۔ جو ان کو سخت آفت اور تباہی میں مبتلا کر کے رہیگا ۔

بھلا خیال تو کرو کیا ہم ایمان والے نیکو کار لوگوں کو شریروں اور فسادیوں کے برابر کردیں گے یا پرہیزگاروں کو بدکار لوگوں کے مانند قرار دیں گے نہیں بلکہ اس دنیا کی زندگی میں جس نے جو کیا ہوگا ۔ آخرت میں وہ اس کے آگے آئے گا۔ اور اسے اس کا پھل ملے گا ۔ اور بلکہ اس دنیا میں بھی اسے عملوں کی جزا سزا کا نمونہ دکھایا جائے گا اور حد سے بڑھ جانے والے شریروں کو کڑی سزا ملے گی ۔ اور نیک کردار لوگوں کی اور عزت بڑھائی جائے گی ۔ تاکہ انسان آخرت کو سمجھ جائے ۔

ہدایت نامہ

کِتٰبٌ ۔ اَنْزَلْنٰهُ ۔ اِلَیْكَ ۔ مُبٰرَكٌ
کتاب نازل کیا ہم نے اس کو تیری طرف برکت والی
لِّیَدَّبَّرُوْٓا ۔ اٰیٰتِهٖ ۔ وَلِیَتَذَكَّرَ
تاکہ سوچیں لوگ اس کی باتوں کو اور تاکہ سمجھیں
اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾
عقل والے

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ
ایک کتاب ہے برکت کی جو ہم نے تیری طرف اتاری
لِّیَدَّبَّرُوْٓا ۔ اٰیٰتِهٖ ۔ وَلِیَتَذَكَّرَ
تاکہ لوگ اس کی باتوں کا دھیان کریں اور تاکہ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾
عقل والے سمجھیں

پہلے ارشاد ہوا کہ دنیا میں اچھے برے سبھی قسم کے لوگ ہیں۔ کچھ اللہ عزوجل پہ ایمان لاکر اس کے احکام ماننے کو بہ آسانی تیار ہو جاتے ہیں۔ بعض کو لاکھ سمجھاؤ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے وہ بچھڑوں کی طرح کودتے پھرتے ہیں نہ کسی قانون کو مانتے ہیں نہ اچھے لوگوں کے سمجھاؤ سے کچھ سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کچھ ہی کیوں نہ ہوا نہیں دن رات شرارت سے کام ہے۔ توڑ پھوڑ دنگا فساد ان کی گھٹی میں پڑا ہے۔ یہ کیونکہ ممکن ہے کہ دونوں کو برابر مان لیا جائے۔ نہ اچھوں کو ان کی اچھائی کا پھل ملے اور نہ بُروں کو ان کی برائی کی سزا ملے۔ لہٰذا لازم آیا کہ ایک دن حساب کتاب کا مقرر ہو اور اچھوں کو ان کے نیک کاموں کی بدولت بُروں سے الگ کر دیا جائے گا۔ کیونکہ دنیا میں تو بہت سے اچھے لوگ بُروں کے ہاتھوں روتے ہی رہے اور بُرے مونچھوں پر تاؤ دے کر مزے سے اکڑتے پھرتے اسی لیے دنیا کے بعد آخرت کی دوسری زندگی ضروری ٹھہری تاکہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا فرد واقعی بدلہ ملے نیز انسان کو دنیا میں سمجھا بھی دیا جائے کہ دیکھو اچھے کام یہ ہیں۔ جو انہیں اختیار کرے گا اسے مرنے کے بعد آرام نصیب ہوگا اور بُرے کام یہ ہیں جو ان میں پھنسا رہے گا آخرت میں دکھ پائے گا۔

سنو! یہ کتاب واقعی قرآن مجید انہی باتوں کے سمجھانے کے لیے نازل کی گئی ہے۔ یہ نصیحت اور ہدایت کا خزانہ ہے اور برکت والا ہے یعنی اس کی ہدایت رہتی دنیا تک اس کے اندر سے ابلتی رہے گی۔ اس کی نصیحت کا ذخیرہ کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے گا۔ فقط ضرورت اس کی ہے کہ اس کی آیتوں میں غور کیا جائے یہ اشارہ ہی اس لیے گیا ہے۔ کہ لوگ اسے سمجھیں اور عقل والے اس سے فائدہ اٹھائیں۔

سلیمانؑ کا ذکر

وَوَهَبْنَا - لِدَاوٗدَ - سُلَيْمٰنَ - نِعْمَ الْعَبْدُ ط

اور عطا کیا ہم نے داؤد کو سلیمان خوب بندہ ہے وہ

اِنَّهٗ - اَوَّابٌ (۳۰) اِذْ - عُرِضَ - عَلَيْهِ - بِالْعَشِيِّ

تحقیق وہ متوجہ ہونے والا ہے جب پیش کیے گئے اس کے سامنے شام کے وقت

الصّٰفِنٰتُ - الْجِيَادُ (۳۱) فَقَالَ - اِنِّيْٓ

گھوڑے اصیل بڑھیا تو کہنے لگا تحقیق میں نے

اَحْبَبْتُ - حُبَّ الْخَيْرِ - عَنْ - ذِكْرِ - رَبِّيْ ج

دوست رکھا مال کی محبت کو یاد سے اپنے رب کی

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ ط

اور داؤد کو ہم نے سلیمان دیا وہ بہت خوب بندہ ہے

اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (۳۰) اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ

اور ہماری طرف رجوع کرنے والا جب شام کو اس کے سامنے بہت

الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ (۳۱) فَقَالَ اِنِّيْٓ

اچھے گھوڑے دکھانے کو لائے تو بولا میں نے مال کی

اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ج

محبت کو دوست رکھا اپنے رب کی یاد سے

صَافِنَات (تین پاؤں پر زور دے کر کھڑے ہونے والے گھوڑے) صافن کی جمع ہے - یہ اچھے گھوڑے کی پہچان ہے کہ وہ ایک پاؤں کو کس قدر اٹھائے رکھتا ہے اور تین پر زور دیتا ہے - جِیَاد (عمدہ نسل کے) جَیِّد کی جمع ہے جو ج - د - د سے صفت کا صیغہ ہے۔

شروع میں مکہ کے کافروں کو ان کی سرکشی اور ہٹ دھرمی پر سرزنش کی گئی کہ تم رسول کا کہنا نہیں مانتے اللہ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے رسول کی بابت کہتے ہو کہ اس نے قرآن مجید خود گھڑ لیا ہے - اللہ کی بابت کہتے ہو کہ وہ ایک کیسے ہو سکتا ہے - دنیا کا بندوبست بہت سے دیوتا مل کر کرتے ہیں - ان باتوں کو چھوڑو انہی عملوں کی شامت سے بہت سی طاقتور قوموں کو اللہ عزوجل ہلاک کر چکا ہے تم ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہو - طاقت اور قوت اللہ کے پاس ہے - وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے دیکھو داؤد علیہ السلام کیسے طاقتور بادشاہ تھے - اللہ نے ان سے کہا کہ ہم نے تمہیں دنیا میں اپنا ایک کام سپرد کیا ہے اسے ہمارے حکم کے مطابق انجام دو اس کے بعد انسان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ ہم نے یہ جہان کوئی کھیل نہیں بنایا ہے - اس کا آخر میں ایک نتیجہ نکلے گا جو یہ بات سمجھتے ہیں - وہ ہم سے کبھی سرکشی نہیں کرتے دیکھو داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند سلیمانؑ بادشاہ ہوئے اور باوجود زور اور طاقت کے ہمارے سامنے جھکے رہے - وہ ہمیشہ ہماری دی ہوئی دولت کو ہمارا حکم بجا لانے میں صرف کرتے تھے ایک دفعہ ان کے سامنے ان کے خوبصورت اصیل اور عمدہ نسل کے گھوڑے شام کے وقت پیش کئے گئے وہ خوش ہوئے اور کہا کہ میں انہیں اس لیے پسند کرتا ہوں کہ انہیں دیکھ کر مجھے اپنا رب یاد آتا ہے - بعض مفسروں نے یوں بھی لکھا ہے کہ گھوڑوں کی جانب زیادہ توجہ میں سورج چھپ گیا تھا اور نماز کا وقت جاتا رہا۔

سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے

حَتّٰی ۔ تَوَارَتْ ۔ بِالْحِجَابِ (۳۲) رُدُّوْهَا ۔ عَلَیَّ
یہاں تک کہ چھپ گیا آڑ میں واپس لاؤ انہیں میری طرف
فَطَفِقَ ۔ مَسْحًا ۔ بِالسُّوْقِ ۔ وَالْاَعْنَاقِ (۳۳) وَلَقَدْ
پس لگا جھاڑنے ان کی پنڈلیاں اور گردنیں اور البتہ تحقیق
فَتَنَّا ۔ سُلَیْمٰنَ ۔ وَاَلْقَیْنَا ۔ عَلٰی کُرْسِیِّهٖ
آزمایا ہم نے سلیمان کو اور ڈالا ہم نے اس کی کرسی پر
جَسَدًا ۔ ثُمَّ ۔ اَنَابَ (۳۴)
ایک دھڑ پھر وہ لوٹا

حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (۳۲) رُدُّوْهَا عَلَیَّ
یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں پھر لاؤ انہیں میرے
فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (۳۳) وَلَقَدْ
پاس پھر لگا جھاڑنے ان کی پنڈلیاں اور گردنیں اور ہم نے
فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ
سلیمان کو جانچا اور اس کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا
جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ (۳۴)
پھر اس نے رجوع کیا

تَوَارَتْ (چھپ گیا) ماضی مونث ہے۔ و۔ ر۔ ی سے اس کا فاعل ھِیَ مستتر ضمیر راجع الی الشمس ہے۔ جو العشی سے جو پہلے مذکور ہوا سمجھا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ضمیر مستتر کا مرجع الصافنات الجیاد ہے کیونکہ جمع کے لیے ضمیر مؤنث آسکتی ہے۔

مَسْحٌ (ہاتھ پھیرنا) مَسَحَ بِہٖ (ہاتھ پھیرا اس پر) سُوْق ۔ پنڈلیاں) ساق کی جمع ہے۔ جَسَد : (بدن)

کُرْسِیٌّ : تخت ۔ بیٹھنے کی اونچی ہوئی چوکی وغیرہ، اس کا مادہ (ک ۔ ر ۔ س) کرس کے معنی ایک جگہ جمع کرنے جما دینے کے ہیں اسی سے کُرّاسَہ ہے، یعنی کاغذوں کا چھوٹا سا مجموعہ کاپی۔

جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے گھوڑوں کی پریڈ ہوئی تو ان کے دیکھنے میں ان کا خوب جی لگا وہ دل میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے جاتے تھے کہ اس نے انہیں ایسے گھوڑے دیئے جس سے وہ دنیا میں سے فساد مٹانے کے لیئے جدوجہد کرتے ہیں۔ اس میں اتنی دیر لگ گئی۔ کہ سورج چھپ گیا اور اس وقت کی نماز ادا کرنی رہ گئی اگرچہ وہ ایک نیک کام میں ہی لگے رہے مگر وقت کی نماز ایسی ضروری چیز تھی کہ اس کے رہ جانے کا انہیں سخت صدمہ ہوا اور حکم دیا کہ انہیں پھر واپس میرے پاس لاؤ اور تلوار لے کر گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹنی شروع کر دیں اس لیئے کہ جو چیز اللہ کے ذکر سے غافل کر دے اس کا مٹا دینا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو اپنے ذکر سے دم بھر کیلیئے غافل ہو جانے پر جس کا ذکر آگے کے سبق میں ہے آزمائش میں مبتلا کیا اور انکے تخت پر ایک ادھورے بچے کا دھڑ لا کر ڈال دیا جس کی تشریح آگے کے سبق میں ہے اس سے انہیں اپنا قصور یاد آیا اور صدق دل سے توبہ کی۔

سلیمانؑ کی دُعا

قَالَ ۔ رَبِّ ۔ اغْفِرْ لِیْ ۔ وَھَبْ لِیْ ۔ مُلْکًا
بولا اے میرے رب مغفرت کر میرے لیے اور بخش دے مجھے ایسی بادشاہی
لَّا یَنۢبَغِیْ ۔ لِاَحَدٍ ۔ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۔ اِنَّکَ
جو نہ لائق ہو کسی کے میرے پیچھے تحقیق تو
اَنْتَ ۔ الْوَھَّابُ ﴿۳۵﴾
ہی سب کچھ عطا کرنے والا ہے

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا
بولا اے میرے رب مجھے بخش دے اور دے وہ بادشاہی عطا کر
لَّا یَنۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّکَ
نہ مناسب ہو میرے پیچھے کسی کے بے شک تو سب کچھ
اَنْتَ الْوَھَّابُ ﴿۳۵﴾
دینے والا ہے

بڑے مرتبہ والوں کی چھوٹی سی بھول بھی بڑی ہوتی ہے۔ اور اللہ عزوجل کی طرف سے اسے درست کرنے کے لیے فوراً کہا جاتا ہے ضرت داؤد علیہ السلام کو ذرا سا خیال آیا ہی تھا۔ کہ میں بڑے انتظام اور دبدبے والا ہوں کہ ان کے پاس دو جھگڑنے والے اپنا فیصلہ مانے کی غرض سے دیوار پھاند کر ان کے خاص خلوت خانے میں گھس آئے اس وقت انہوں نے اپنی بیچارگی کو پوری طرح محسوس کیا اور جھے کہ ہر بات اللہ ہی کی مدد اور نصرت سے ہوتی ہے فوراً اللہ کی طرف رجوع کیا اور توبہ کی اور ان کا قصور معاف کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ باہ و مرتبہ ہم نے تجھے اس لیے دیا ہے کہ اپنی خواہشوں سے الگ ہو کر ہمارے بندوں میں عدل و انصاف قائم کرے۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام سے صرف اتنی بھول ہوئی کہ زبان سے انشاءاللہ نہ کہا لکھا ہے کہ انہوں نے یقین کے ساتھ کہہ دیا یرے سو کے قریب لڑکے ہوں گے (ان کی بی بیاں بھی تقریباً اتنی ہی تھیں) دل میں اللہ پر بھروسہ تھا لیکن زبان سے انشاءاللہ کہنا رہ گیا اسی ہ گرفت ہوئی اور کسی بی بی کے کوئی بچہ نہ ہوا صرف ایک نے ادھورا بچہ جنا۔ دایہ نے اسے لاکر تخت پر ڈال دیا یہ فقط گوشت کا ایک لوتھڑا ا۔ جیسا کہ پہلی آیت میں بیان ہوا اس پر وہ سمجھ گئے کہ بے شک یہ میری ذرا سی غفلت کا نتیجہ ہے۔ اگر زبان سے بھی انشاءاللہ کہہ لیتا اللہ میری مراد پوری کر دیتا۔ انہوں نے فوراً اللہ کی طرف رجوع کیا اور توبہ کی اس آیت میں ہے کہ جب ان کی یہ مراد پوری نہ ہوئی اللہ کی دین کی خدمت کے لیے جو بیٹوں کی تمنا سے ان کا اصل مقصد تھا۔ انہوں نے یہ دعا کی کہ لے میرے رب مجھے اپنی عنایت سے ہی بادشاہی عطا کر جو سب بادشاہوں سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ اور میرے بعد کوئی ایسا نہ ہو کہ میری جیسی سلطنت کا مالک ہو اللہ تعالیٰ ے ان کی یہ دعا قبول فرمائی چنانچہ ان کی قوت اور حکومت ایسی بڑھی کہ سو کیا ہزار بیٹے بھی وہاں تک نہ پہنچا سکتے۔ ہَوَا اور جن تک ان ے فرمانبردار ہو گئے اور انہوں نے ان سے اللہ کا نام بلند کرنے کا کام لیا اس کا کچھ بیان سورۂ سبا میں گزرا اور کچھ بیان آگے کی آیتوں میں ہے۔

ملکِ سلیمانی

فَسَخَّرْنَا ۔ لَهُ ۔ الرِّيْحَ ۔ تَجْرِیْ ۔ بِاَمْرِهٖ ۔ رُخَآءً

پس مسخر کیا ہم نے اس کے ہوا کو چلتی تھی اس کے حکم پر ہلکی ہلکی

حَيْثُ ۔ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ ۔ كُلَّ بَنَّآءٍ

جہاں وہ پہنچے اور دیووں کو ہر ایک معمار

وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ ۔ مُقَرَّنِيْنَ ۔ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

اور غوطہ خور اور دوسرے ملکر جکڑے ہوئے بیڑیوں میں

هٰذَا ۔ عَطَآؤُنَا ۔ فَامْنُنْ ۔ اَوْ ۔ اَمْسِكْ ۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

یہ دین ہے ہماری پس لٹا یا روک رکھ بغیر حساب کے

وَاِنَّ ۔ لَهٗ ۔ عِنْدَنَا ۔ لَزُلْفٰى ۔ وَحُسْنَ ۔ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

اور تحقیق اس کے لیے ہمارے پاس البتہ قرب ہے اور اچھا ٹھکانا ہے

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً

پھر ہم نے ہوا کو اس کے تابع کر دیا چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم

حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ

جہاں پہنچنا چاہتا اور تابع کر دیے شیطان سارے عمارت

وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

بنانیوالے اور غوطہ لگانیوالے اور بہت سے اور جو باہم بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

یہ ہے ہماری بخشش اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ اپنے پاس کچھ حساب نہ ہوگا

٣ ع ۱۴ ۱۲ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

اور اس کا ہمارے پاس مرتبہ اور اچھا ٹھکانا ہے

رُخَآءً (ہلکی ہوا) اسم ہے ر ۔ خ ۔ و سے جس کے معنی ڈھیلا پن نرمی اور آہستگی کے ہیں ۔ رُخآءً آہستہ چلنے والی ہوا۔

اَصْفَاد (زنجیریں ۔ بیڑیاں) صَفَد کی جمع ہے لوہے کے کڑے زنجیریں پڑے ہوئے جن سے ہاتھ پاؤں جکڑے جاتے ہیں بیڑیاں ۔

اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول کی ۔ ہوا کو حکم دیا کہ ان کا کہنا مانے ۔ چنانچہ وہ تخت پر بیٹھ کر ہوا کو حکم دیتے اور وہ ہولے ہولے چل کر جہاں انہیں پہنچنا ہوتا پہنچا دیتی ۔ اس کے علاوہ ہٹے کٹے دیووں کو ان کے تابع فرمان کر دیا ۔ ان میں سے بعض مزدور بھاری بوجھ اٹھانے میں کمال رکھتے تھے اور بعض سمندر اور دریاؤں میں غوطہ لگا کر موتی اور جواہر نکال کر لانے والے تھے یہ ان کے لیے عمارتیں وغیرہ بناتے اور سمندر سے نفیس موتی اور جواہر نکالتے اور بہت سے ایسے سرکش تھے جو سواد لگا کرنے کے کسی کام کے نہ تھے ۔ ان کو آپ زنجیروں اور بیڑیوں میں باہم جکڑ کے ڈال دیتے ۔ اللہ نے ان سے کہا کہ ہماری دی ہوئی دولت کو بانٹ یا جمع کر تجھ سے کچھ حساب نہ لیا جائے گا ۔ ارشاد ہے کہ آخرت میں وہ ہمارے مقبول اور چنے ہوئے بندوں میں ہوں گے ۔ واقعی ایسی ظاہری بادشاہت کسی اور کو نہیں ملی ۔

ایوب علیہ السلام

وَ اذْكُرْ ۔ عَبْدَنَا ۔ اَیُّوْبَ ۔ اِذْ ۔ نَادٰى

اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب پکارا اس نے

رَبَّهٗٓ ۔ اَنِّیْ ۔ مَسَّنِیَ ۔ الشَّیْطٰنُ ۔ بِنُصْبٍ

اپنے ربّ کو کہ پہنچایا مجھے شیطان نے دُکھ

وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ ۔ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا

اور آزار مار زمین پر اپنا پاؤں یہ ہے

مُغْتَسَلٌۢ ۔ بَارِدٌ ۔ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾

نہانے کو ٹھنڈا (چشمہ) اور پینے کو

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کر جب اس نے اپنے رب کو

رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ

پکارا کہ لگادی مجھے شیطان نے بیماری

وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا

اور تکلیف اپنے پاؤں سے لات مار یہ

مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾

ٹھنڈا چشمہ نکل آیا نہانے اور پینے کے لیے

اُرْکُضْ (ہلاکر زور سے مارنا) امر کا صیغہ ہے۔ ر۔ک۔ض سے رَکْضٌ کے معنی ایڑ لگانا۔ زور سے زمین پر دے مارنا مُغْتَسَلٌ نہانے کا پانی، بہت سا پانی جس میں اتر کر نہایا جائے، اس کا مادہ غ۔س۔ل ہے غسل اور غُسل کے معنی دھونا یہاں مغتسل سے مراد چشمہ ہے نُصْبٌ بیماری اور بلا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ نے بہت دکھ پہنچایا آپ کی تسلی کے لیے پہلے نبیوں کے حالات قرآن حکیم میں موقعہ بہ موقعہ بار بار سنائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں اذیتیں جھیلیں لیکن ہر حالت میں صبر سے کام کیا اور سوا اللہ کے کسی سے مدد طلب نہ کی اس آیت میں حضرت ایوبؑ کے قصّہ کی طرف دوبارہ توجہ دلائی جا رہی ہے۔ انہیں طرح طرح کی مصیبتوں سے پالا پڑا مالدار تھے مفلس ہو گئے گھر گر پڑا سوا ایک بیوی کے سب گھر والے دب کر مر گئے، صحت جواب دے گئی۔ ایک نہایت خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گئے آخر اللہ کو پکارا کہ شیطان میرا پیچھا نہیں چھوڑتا مجھے مصیبت میں پھنسا دیکھ کر میرے ایمان کے خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لوگوں کو بہکاتا ہے کہ وہ میری بابت بُرے خیال پھیلائیں مجھے گنہگار اور اللہ کا نافرمان سمجھیں۔ اے میرے رب مجھے شیطان کے حملوں سے نجات دے اور شفا عطا کر۔ ان کی دعا سورۃ الانبیاء میں گزر چکی ہے۔ آخر اللہ عزوجل نے رحمت فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ پاؤں زمین پر مار۔ پاؤں مارتے ہی اللہ کی قدرت سے ایک چشمہ نکل آیا۔ ارشاد ہوا۔ کہ اس ٹھنڈے چشمے میں غسل کرتا رہ اور اسی کا پانی پیتا رہ۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور بدن کی بیماری جڑ سے جاتی رہی تندرست ہو گئے۔

پھر سب کچھ مل گیا!

وَوَهَبْنَا - لَهٗ - اَهْلَهٗ - وَمِثْلَهُمْ - مَّعَهُمْ
اور عطا کیے ہم نے اسے اس کے گھر والے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ
رَحْمَةً - مِّنَّا - وَذِكْرٰى - لِاُولِى الْاَلْبَابِ (۴۳)
مہربانی اپنی سے اور یادگار عقل والوں کے لیے
وَخُذْ - بِيَدِكَ - ضِغْثًا - فَاضْرِبْ - بِّهٖ
اور پکڑ اپنے ہاتھ میں مٹھا پس مار اس سے
وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا - وَجَدْنٰهُ - صَابِرًا ؕ
اور قسم مت توڑ تحقیق ہم نے پایا اسے سہارنے والا
نِعْمَ - الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗ - اَوَّابٌ (۴۴)
کیا ہی اچھا بندہ ہے تحقیق وہ بے متوجہ رہنے والا

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ
اور ہم نے اسے اس کے گھر والے بخشے اور ان کے ساتھ ان کے
رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ (۴۳)
برابر اور اپنی مہربانی سے اور عقلمندوں کے یاد دلانے کو
وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ
اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا لے پھر اس سے مار اور
وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ
قسم میں جھوٹا نہ ہو ہم نے اسے جھیلنے والا پایا بہت خوب
نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (۴۴)
بندہ ہے تحقیق وہ رجوع کرنے والا ہے

ضِغْثٌ (مٹھا) اس کے مادہ ض۔غ۔ث کے معنی اکٹھا کر کے باندھنے کے ہیں ضِغْثٌ تیلیوں یا سینکوں کو اکٹھا کر کے باندھا ہوا مٹھا لَا تَحْنَثْ (قسم توڑ مت) نہی کا صیغہ ہے ح۔ن۔ث سے حنث کے معنی قسم توڑ ڈالنے کے ہیں یعنی قسم کھا کر اسے پورا نہ کرنا۔

ارشاد ہے کہ جب اس نے ہماری طرف رجوع کیا ہم نے اسے شفا دینے کے ساتھ ہی اس کے گھر کے لوگ جو دب کر مر گئے تھے اتنے ہی عطا کیے اور اپنی مہربانی سے ان کے برابر اور دیئے اور اس کا گھر پہلے سے دگنے لوگوں سے بھر گیا اور خوب چہل پہل ہو گئی۔

حضرت ایوبؑ نے بیماری کی حالت میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی تھی کہ اچھا ہو گیا تو اپنی بیوی کو سو لکڑیاں ماروں گا۔ وہ بیوی بیماری میں اکیلی ان کی خدمت کرتی تھی اور کچھ ایسا قصور بھی نہ تھا۔ اللہ نے شفا بخشی تو اب قسم کا پورا کرنا لازم آیا۔ اللہ نے بیوی کے حال پر رحم کھایا۔ اور ایوب علیہ السلام کو قسم پورا کرنے کی صورت یہ بتائی۔ کہ سو سینکوں کی جھاڑو ہاتھ میں لے کر ایک بار اس سے اپنی بیوی کو مار قسم پوری ہو جائے گی یہ رعایت خاص ان کے ساتھ ہی تھی اوروں کے لیے یہ حکم نہیں ہے ارشاد ہے کہ ہم نے اسے صبر والا پایا وہ لائق تحسین و آفرین بندہ تھا۔ ہر حالت میں ہماری طرف رجوع کرتا تھا۔ اور ہر وقت ہماری طرف متوجہ رہتا تھا۔ ایسے بندوں پر جو اللہ سے لو لگائے رہتے ہیں۔ اللہ کی خاص رحمت ہوا کرتی ہے اور ان کو وہ ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

دیگر منتخب لوگ

وَاذْكُرْ ۔ عِبٰدَنَآ ۔ اِبْرٰهِيْمَ ۔ وَاِسْحٰقَ
اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق
وَيَعْقُوْبَ ۔ اُولِي الْاَيْدِيْ ۔ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾
اور یعقوب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے
اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ ۔ بِخَالِصَةٍ ۔ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾
تحقیق ہم نے ممتاز کیا انہیں ایک خالص بات کے ساتھ جو آخرت کی یاد ہے
وَاِنَّهُمْ ۔ عِنْدَنَا ۔ لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ
اور تحقیق وہ ہمارے نزدیک انتخاب کیے ہوئے
الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾
بڑے نیک لوگ ہیں

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ
اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق
وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾
اور یعقوب کو یاد کرو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے
اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾
ہم نے انہیں ایک چنی ہوئی بات کا امتیاز دیا یاد اس گھر کی
وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ
اور وہ سب ہمارے نزدیک چنے ہوئے نیک
الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾
لوگوں میں ہیں

خَالِصَةٍ (چنی ہوئی ۔ ملاوٹ سے پاک) مصطفین (انتخاب کئے ہوئے) مصطفی کی جمع ہے جو اِصْطَفَا سے اسم مفعول ہے۔ اسی سے ماضی اِصْطَفَيْنَا سورت فاطر میں گزر چکی ہے اصل میں مُصْطَفَوِيْنَ ہے واو تعلیل سے گر گئی۔ اَلْاَخْيَار (بڑے نیک لوگ) خَيِّر کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے خ ۔ ی ۔ ر سے وہ شے جس میں بھلائی بہت سی ہو اُولِي الْاَيْدِي (ہاتھوں والے یعنی خوب نیک کام کرنیوالے) ذُوالْيَد کی جمع ہے۔ الابصار یعنی اولی الابصار (آنکھوں والے) یعنی مخلوق کو دیکھ کر خالق کو پہچاننے والے ذوالبصر کی جمع ہے۔

ارشاد ہے کہ پچھلے پیغمبروں میں سے ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو یاد کرو ان کے حالات پڑھنے سے دل کی قوت بڑھتی ہے ان لوگوں نے مشکلات کے اندر پھنس کر اللہ کو نہیں بھلایا اور اپنی جسمانی طاقت کو اس کے حکموں پر عمل کرنے میں پورے طور پر لگا دیا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اللہ کی قدرت کی نشانیاں زمین اور آسمان میں پھیلی ہوئی دیکھیں اور اپنے یقین کو مضبوط کیا ہم نے ان کو ایک خاص بات یہ عطا کی تھی کہ دنیا کے اندر پھنس کر آخرت کو نہ بھولیں یہی وہ گر ہے جس سے انسان امن و امان کی زندگی دنیا میں بسر کر سکتا ہے۔ اور ہر طرح کی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ لوگ ہمارے بندوں میں سے ہیں۔ اور ان کا طریقہ بہترین طریقہ ہے۔

فرمانبرداروں کا انعام

وَاذْكُرْ - إِسْمَاعِيلَ - وَالْيَسَعَ - وَذَا الْكِفْلِ ۖ
اور یاد کر اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل
وَكُلٌّ - مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هَٰذَا - ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ
اور ہر ایک نیکوں میں سے یہ یاددہانی ہے اور تحقیق
لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿۴۹﴾ جَنَّاتِ - عَدْنٍ
پرہیزگاروں کے لیے البتہ اچھا ٹھکانا ہے باغات ہمیشہ رہنے کے
مُّفَتَّحَةً - لَّهُمُ - الْأَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِئِينَ - فِيهَا
کھولے ہوئے ان کے لیے دروازے تکیہ لگائے ہوئے اس میں
يَدْعُونَ - فِيهَا - بِفَاكِهَةٍ - كَثِيرَةٍ - وَشَرَابٍ ﴿۵۱﴾
منگائیں گے اس میں میوہ بہت سا اور پینے کی چیز
وَعِندَهُمْ - قَاصِرَاتُ - الطَّرْفِ - أَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾
اور پاس ان کے نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ
اور یاد کر اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو
وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هَٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ
اور ہر ایک خوبی والا تھا یہ ایک مذکور ہو چکا اور تحقیق
لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿۴۹﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ
ڈر والوں کے لیے ٹھکانا ہے باغ ہیں سدا بسنے کے
مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا
کھلے ہوئے ان کے لیے ان کے دروازے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے
يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿۵۱﴾
ان کے اندر منگائیں گے بہت سے میوے
وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾
اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی خواتین ہیں

ارشاد ہے کہ پہلے نبیوں میں سے اسمٰعیلؑ۔ الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کو بھی یاد کرو ان میں سے ہر ایک کا شمار بڑی خوبیوں والوں میں ہے۔ اسماعیلؑ اور الیسعؑ کا ذکر سورۃ الانعام میں گزر چکا ہے اور ذوالکفلؑ کا سورۃ الانبیاء میں ہے ۔

آگے ارشاد ہے کہ یہ حالات تو یاد رکھو۔ یہ تو سب نبی تھے اور یقیناً ان کے حالات کے یاد رکھنے سے نیک صفتیں اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہیں۔ اور اچھی طرح باتوں کے اختیار کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ آگے ان کا حال سنو جو نبیوں کی پیروی کر کے اللہ کے آگے جھکے اور اس کے عذاب سے ڈر کر بری باتوں سے بچتے رہے یہ اللہ کے غضب سے ڈر کر بُرے کاموں سے بچنے والے لوگ جنہیں متقی کہتے ہیں ان کے لیے بڑے اچھے مکانات رہنے کے لیے تیار ہیں جو باغوں کے اندر بنے ہوئے محل ہیں جن کے دروازے ان کے لیے آخرت میں کھول دیئے جائیں گے اور وہ اپنے اپنے مکان پہچان کر بلا روک ٹوک اندر چلے جائیں گے مسندوں پر تکیے لگے لگائے تیار ہوں گے ان پر آرام سے بیٹھ جائیں گے اور میووں اور پینے کی چیزوں کی فرمائش کریں گے جو فوراً حاضر کی جائیں گی ان کے پاس ایک ہی عمر کی حیادار اور نیچی نظریں رکھنے والی عورتیں بھی ہوں گی۔

نافرمانوں کا حشر

هٰذَا - مَا - تُوْعَدُوْنَ - لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾
یہ ہے جو وعدہ کیا گیا تم سے حساب کے دن کے لیے

اِنَّ - هٰذَا - لَرِزْقُنَا - مَا لَهٗ - مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾
تحقیق یہ البتہ ہماری دی ہوئی روزی ہے نہیں اس کے لیے نبڑنا

هٰذَا - وَاِنَّ - لِلطّٰغِيْنَ - لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾
یہ تو ہوا اور تحقیق سرکشوں کے لیے البتہ بُرا ٹھکانا ہے

جَهَنَّمَ - يَصْلَوْنَهَا - فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾
یعنی دوزخ داخل ہوں گے اس میں پس بُری جگہ ہے

هٰذَا - فَلْيَذُوْقُوْهُ - حَمِيْمٌ - وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾
یہ ہے پس چکھیں اسے ابلتا ہوا پانی اور پیپ

وَّاٰخَرُ - مِنْ شَكْلِهٖٓ - اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾
اور دیگر اسی کی شکل کی طرح طرح کی چیزیں

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾
یہ وہ ہے جو تم سے حساب کے دن پر وعدہ کیا گیا ہے

اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾
یہ ہے ہماری دی ہوئی روزی اس کو نبڑنا نہیں

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾
یہ سن چکے اور تحقیق شریروں کے واسطے بُرا ٹھکانا ہے

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾
دوزخ ہے جس میں انھیں ڈالیں سو کیا بُری جگہ ہے

هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾
یہ ہے گرم پانی اور پیپ اب اس کو چکھیں

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾
اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں

مِهَاد (بستر) آرام گاہ کو کہتے ہیں یعنی لیٹنے کی جگہ اسی سے مہد بھی ہے۔ جس کے معنی پنگورے کے ہیں۔ حَمِیم گرم بہت تیز گرم کھولتے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ غَسَّاق ٹھنڈا۔ سڑا ہوا بدبودار ٹھنڈی بہنے والی چیز کو غساق کہتے ہیں پیپ میں یہ دونوں باتیں جمع ہیں (انواع و اقسام) زوج کی جمع ہے۔ ایک چیز سے ملتی ہوئی دوسری چیز کو زوج کہتے ہیں ۔

پہلے ارشاد ہوا کہ اللہ سے ڈر کر بُری باتوں سے بچنے والے آخرکار آرام کے ساتھ باغوں میں رہیں گے اور جو چاہیں گے انہیں ملیگا ان کے لیے طرح طرح کے انعام تیار ہیں اس آیت میں ارشاد ہے کہ سارا انعام انہیں حساب کے وقت یعنی قیامت کے دن ملے گا۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔ اور یہ نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ اتنا سننے کے بعد اب نافرمانوں کا حال بھی سن لو ان کا ٹھکانا بہت ہی بُرا ہے یہ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہاں گرمی کے مارے ان کا بُرا حال ہوگا۔ درحقیقت میں ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہی بُری ہے۔ بھوک پیاس سے بڑا حال ہوگا تو کھولتا ہوا پانی یا سڑی ہوئی ٹھنڈی بدن سے نکلی ہوئی پیپ وغیرہ اور اسی قسم کی مختلف چیزیں انہیں کھانے پینے کو ملیں گی ۔

دوزخیوں کی جھڑپ

هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ مَّعَكُمۡ‌ ۚ لَا مَرۡحَبًۢا

یہ ایک فوج ہے تمہارے ساتھ دھنستی چلی آرہی

بِهِمۡ‌ؕ اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوۡا بَلۡ

ہے یہ ہیں آگ میں گھسنے والے بولے تم ہی

اَنۡتُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا بِكُمۡ‌ؕ اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ

ہو خدا کی مار تم پر تم ہی ہمارے اوپر یہ

لَـنَا‌ ۚ فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا رَبَّنَا مَنۡ قَدَّمَ

بلالائے سو کیا بُری قرارگاہ ہے وہ بولے اے ہمارے رب

لَـنَا هٰذَا فَزِدۡهُ عَذَابًا ضِعۡفًا فِى النَّارِ ﴿۶۱﴾

جو کوئی ہمارے پاس یہ لایا سو بڑھا اس کے لیے عذاب دگنا آگ میں

هٰذَا ۔ فَوۡجٌ ۔ مُّقۡتَحِمٌ ۔ مَّعَكُمۡ ۚ لَا مَرۡحَبًۢا

یہ اور ایک فوج گھستی چلی آرہی ہے تمہارے ساتھ نہ ہو فراخی

بِهِمۡ ؕ اِنَّهُمۡ ۔ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوۡا ۔ بَلۡ

ان کے لیے تحقیق یہ گھسنے والے ہیں آگ میں وہ کہیں گے بلکہ

اَنۡتُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا ۔ بِكُمۡ ؕ اَنۡتُمۡ ۔ قَدَّمۡتُمُوۡهُ

تم ہی ہو فراخی نہ ہو تمہارے لیے تم ہی آگے لائے یہ بلا

لَـنَا ۚ فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا ۔ رَبَّنَا ۔ مَنۡ قَدَّمَ

ہمارے پس کیا بُرا ٹھکانا ہے یہ کہیں گے اے رب ہمارے جو آگے لایا

لَـنَا ۔ هٰذَا ۔ فَزِدۡهُ ۔ عَذَابًا ۔ ضِعۡفًا ۔ فِى النَّارِ ﴿۶۱﴾

ہمارے یہ آفت پس زیادہ کر اس کے لیے عذاب دگنا آگ میں

مُقۡتَحِمٌ : دھنس آنے والا) اسم فاعل ہے ۔ اِقۡتِحَامٌ سے جس کا مادہ ق ح م قَحۡمٌ کے معنی کسی بات میں بے سوچے سمجھے دخل دینا اِقۡتِحَام کسی چیز میں گھس پڑنا بیچ میں آدھمکنا ۔ مَرۡحَبًا بِكَ (خوش آمدید) آنے والے کے لیے نیک دعا لَا مَرۡحَبًا بِكَ (دور ہو) ناراضی اور بددعا کا کلمہ ہے ۔

پہلے بیان ہوا کہ ان لوگوں کے لیے جو دنیا میں اللہ کا انکار اور اس کے حکم سے سرکشی کرتے رہے آخرت میں بُرا ٹھکانا ہے جس کا نام جہنم ہے یہ سب کے سب ٹولیاں بنا کر اس کی طرف ہنکائے جائیں گے اور ایک کے بعد دوسرے آتے جائیں گے اور دوزخ کے کنارے پر اکھٹے ہوتے جائیں گے ان کے اندر باہم گفتگو ہوگی جس کا اس آیت میں ذکر ہے پہلے بڑے بڑے لوگوں کا گروہ پہنچے گا اس کے بعد اس کے ماننے والے آنے شروع ہوں گے پہلے آنے والے پیچھے آنے والوں کو دیکھ کر کہیں گے لو یہ ایک بھیڑ تمہارے ساتھ دوزخ میں داخل ہونے کے لیے آپہنچی خدا ان کا ناس کرے اور ہر جگہ انہیں دھکے ملیں یہ بھی یہیں آدھمکے وہ سن کر وہ کہیں گے ناس تمہارا ہو تمہیں نے تو ہمیں دنیا میں ورغلایا یا اللہ جنہوں نے ہمیں اس آفت میں پھنسایا انہیں تو اس آگ میں دگنا عذاب دے۔

غلطی کا احساس

وَقَالُوْا - مَالَنَا - لَانَرٰی - رِجَالًا - کُنَّا
اور وہ کہیں گے کیا ہوا ہمیں نہیں دیکھتے ہم ان لوگوں کو کہ تھے ہم
نَعُدُّھُمْ - مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰھُمْ - سِخْرِیًّا
گنتے انہیں شریروں میں کیا ہم اڑاتے تھے ان کی ہنسی غلط
اَمْ - زَاغَتْ - عَنْھُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ - ذٰلِکَ
یا مڑ گئیں ان سے آنکھیں تحقیق یہ
لَحَقٌّ - تَخَاصُمُ - اَھْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾
البتہ حق ہے جھگڑا کرنا آپس میں دوزخ والوں کا

وَقَالُوْا مَالَنَا لَانَرٰی رِجَالًا کُنَّا
اور کہیں گے کیا ہوا ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنھیں
نَعُدُّھُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا
ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے کیا ہم نے انھیں یونہی ٹھٹھے میں
اَمْ زَاغَتْ عَنْھُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِکَ
پکڑا تھا یا ان سے ہماری آنکھیں چوک گئیں یہ بات ٹھیک
لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَھْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع ۴ ۱۴
ہونی ہے، دوزخیوں کا آپس میں جھگڑا کرنا

سِخْرِیًّا (جس کی ناحق ہنسی اڑائی جائے) اسم نسبت ہے سخر کی طرف سخر اور سُخر دونوں کے معنی میں کسی سے ناحق زبردستی کام لینا سِخْرِیًّا اور سُخْرِیًّا دونوں کے معنی ہیں وہ شخص جس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا ہو جس کا وہ سزاوار نہیں مثلاً بیجا ہنسی اڑائی گئی ہو یا بیگار میں پکڑ کر کام لیا گیا ہو، اور اجرت کچھ نہ دی گئی ہو زَاغَتْ (چوک گئیں) ماضی مؤنث ہے ز-ی-غ سے زَیْغٌ کے معنی کج ٹیڑھا ہو جانا یہ لفظ سورۃ آل عمران میں گزر چکا ہے۔

یہ کہتے کہتے ان دوزخیوں کو ایک دم خیال آئے گا کہ ہیں وہ لوگ کہاں ہیں جو دنیا میں پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے تھے گناہوں سے دور بھاگتے تھے۔ اور دوسروں سے اس لیے خفا رہتے تھے کہ وہ دنیا کی ناپاک خواہشوں کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں یہاں کی ساری چیزیں تو آنی جانی ہیں آج مرے کل دوسرا دن ان کے لیے آپس میں کیوں لڑتے ہو ہم انہیں کہا کرتے تھے کہ اصل فسادی تو تم ہو جو لوگوں کی آزادی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہو اور انہیں دنیا میں مزے اڑانے سے روکتے ہو۔

آج وہ لوگ یہاں نظر نہیں آتے کیا سچ مچ ہم ان کی غلط ہنسی اڑاتے تھے۔ اور ان کو شریر کہتے تھے۔ حالانکہ وہ اس لقب کے لائق نہ تھے پھر آنکھیں مل کر ادھر ادھر نظر دوڑائیں گے کہ وہ یہیں کہیں نظر سے چھپے ہوئے ہوں گے ورنہ یہ تو بڑا غضب ہوگا اگر وہ سچ مچ اپنے ایمان کی بدولت جنت میں مزے کر رہے ہوں اور یہاں ہم اپنے کیے کو رو رہے ہوں۔ آگے ارشاد ہے کہ دوزخیوں کا یہ آپس کا جھگڑا ہو کر رہے گا۔ اس میں ذرا بھر شبہ نہیں۔

ذرا سوچو

قُلْ ۔ اِنَّمَآ ۔ اَنَا ۔ مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا ۔ مِنْ اِلٰـهٍ

کہدے بات یہی ہے کہ میں ڈرانے والا ہوں اور نہیں کوئی حکومت والا

اِلَّا ۔ اللّٰهُ ۔ الْوَاحِدُ ۔ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

مگر اللہ اکیلا دبدبے والا پالن ہار آسمان

وَالْاَرْضِ ۔ وَمَا بَیْنَهُمَا ۔ الْعَزِیْزُ ۔ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

اور زمین کا اور جوان کے بیچ میں ہے زور والا گناہ بخشنے والا

قُلْ ۔ هُوَ ۔ نَبَؤٌا ۔ عَظِیْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ ۔ عَنْهُ

کہدے وہ ایک خبر ہے بڑی تم جس سے

مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

منہ پھیرنے والے ہو

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰـهٍ

تو کہہ میں تو فقط ڈر سنانے والا ہوں اور حاکم کوئی نہیں

اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

مگر اللہ اکیلا دباؤ والا رب آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ ۔ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

اور زمین کا اور جو ان کے بیچ میں زبردست گناہ بخشنے والا

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ

تو کہہ یہ ایک بڑی خبر ہے کہ تم اس کو دھیان

مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

میں نہیں لاتے

اوپر بتادیا گیا کہ بے ایمان بدکردار فاسق لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور ایماندار خوش اعمال فرمانبردار پرہیزگار جنت میں جائیں گے ۔ جہنم تپش بے چینی مصیبت اور دکھ کا گھر ہے اور جنت ٹھنڈک آرام سکون راحت اور آسائش کا خزانہ ہے انسان کو لازم ہے کہ ایمان لاکر نیک کاموں میں زندگی بسر کرے ورنہ قیامت کے دن پچھتائے گا اور سر پکڑ کر نصیبوں کو روئے گا ۔

آگے ارشاد ہے کہ یہ سب کچھ انہیں سنانے کے بعد اے ہمارے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ، ان سے کہہ دے کہ میں تو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمہیں بُرے انجام سے ڈرانے آیا ہوں بس یہی میرا کام ہے میرے پاس نہ حکومت نہ زور نہ زر یہ سب کچھ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اسی سے آخر تمہیں واسطہ پڑے گا ۔ وہی اکیلا حاکم اور معبود ہے اور وہی زور ، دباؤ اور رعب والا ہے ۔ یہ آسمان یہ زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزیں جو تم دیکھ رہے ہو یا جو تمہاری آنکھوں سے پرے ہے ان سب کا پالنے والا وہی ایک وحدہٗ لاشریک ہے وہ رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے بندہ سے اگر کوئی گناہ ہو جائے اور اس کے آگے سچے دل سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگے تو وہ اس کا گناہ بخش دیتا ہے پھر کہہ دے کہ میں جو تمہیں جزا سزا سے متعلق خبر سنا رہا ہوں یہ بڑی ضروری اور وزنی خبر ہے ۔ اس کو معمولی سمجھ کر منہ مت پھیرو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرو اسی پر تمہاری خیر و عافیت منحصر ہے ۔

انسان کی پیدائش

مَا ۔ کَانَ ۔ لِیَ ۔ مِنْ عِلْمٍ ۔ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓی
نہ تھا میرے پاس کچھ علم عالم بالا کا
اِذْ ۔ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ ۔ یُّوْحٰٓی ۔ اِلَیَّ ۔ اِلَّآ ۔ اَنَّمَآ
جب وہ آپس میں بحث کرتے ہیں نہیں وحی کی گئی میری طرف مگر فقط یہ کہ
اَنَا ۔ نَذِیْرٌ ۔ مُّبِیْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ ۔ قَالَ ۔ رَبُّکَ
میں ڈرانے والا ہوں صاف صاف جب کہا تیرے رب نے
لِلْمَلٰٓئِکَۃِ ۔ اِنِّیْ ۔ خَالِقٌۢ ۔ بَشَرًا ۔ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾
فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں ایک انسان مٹی کے گارے سے

مَا کَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓی
مجھے اوپر کی مجلس کی کچھ خبر نہ تھی جب وہ آپس میں
اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ یُّوْحٰٓی اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ
تکرار کرتے ہیں مجھے تو یہی حکم ملتا ہے کہ اور کچھ
اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّکَ
نہیں میں کھول کر ڈر سنانے والا ہوں جب تیرے رب نے فرشتوں
لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾
سے کہا کہ میں مٹی کے گارے سے ایک انسان بناتا ہوں

مَلَاِ الْاَعْلٰی اوپر کی مجلس جس میں مقرب فرشتے اور روحیں اکٹھی ہو کر اللہ کے حکم سنتی ہیں اور انہیں بار بار دہراتی ہیں ۔

پہلے ارشاد ہو رہا ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دے کہ میں جو تم سے یہ کہہ رہا ہوں کہ مر کر دوبارہ جلینا ہوگا قیامت قائم ہوگی عملوں کا حساب ہوگا نافرمانوں کو جہنم میں اور فرمانبرداروں کو جنت میں داخل کیا جائے گا اس سے مقصد یہ جتلانا ہے کہ اس روز کافروں کا افسوس اور شرمندگی کے مارے بُرا حال ہوگا۔ اس مصیبت سے اگر بچنا چاہتے ہو تو آج میرے ڈرانے کو معمولی بات نہ سمجھو۔ مجھ کو وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ مجھے تمہارے ڈرانے ہی کے لیے خاص طور پر دنیا میں بھیجا گیا ہے ۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دے کہ یہ کوئی گپ نہیں ہے بڑی ضروری خبر ہے کہ قیامت دنیا کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے ۔ جو انسان کی دنیا کی ختم ہونے والی زندگی کو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی سے جوڑتی ہے ۔ اس ختم ہونے والی زندگی کو ہمیشہ رہنے والی زندگی سے جوڑنے کی بابت اللہ کی مقرب ارواح کی مجلس میں جو بحث اور گفتگو ہوتی ہے مجھے اس کی کچھ خبر نہ تھی ۔ کیونکہ یہ بغیر وحی کے معلوم نہیں ہو سکتی اب میں جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں یہ مجھے وحی کے ذریعے معلوم ہوا ہے ان میں سے ایک بات بھی میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی سب سے ضروری بات جو مجھے وحی کے ذریعے بتائی گئی ہے یہ ہے کہ میری زندگی کا مقصد تمہیں آخرت کے عذاب سے ڈرانا ہے اب کچھ اس نظام کی بابت بھی سن لو جس کا تعلق انسان کی نجات اور کامیابی سے ہے اس نظام کے بارے میں ملا اعلیٰ کے اندر گفتگو ہوتی ہے ۔ ان باتوں کی کیفیت انسان کی سمجھ کے مطابق تفصیل کے ساتھ سورۃ بقرہ اور الاعراف میں بیان ہو چکی ہے یہاں اس کی طرف مختصر اشارے کئے گئے ہیں ارشاد ہے کہ ابتدا میں اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو گندھی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں ۔

چوکنّا رہنے کی ضرورت

فَاِذَا ۔ سَوَّیْتُہٗ ۔ وَنَفَخْتُ ۔ فِیْہِ ۔ مِنْ رُّوْحِیْ

پس جب درست کر چکوں میں اسے اور پھونک دوں اس میں ایک اپنی روح

فَقَعُوْا لَہٗ ۔ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ

پس گر پڑو اس کے لیے سجدہ کرتے پس سجدہ کیا

الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ کُلُّھُمْ ۔ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ

فرشتوں نے سب نے اکٹھے مگر

اِبْلِیْسَ ۔ اِسْتَکْبَرَ ۔ وَکَانَ ۔ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾

ابلیس نے تکبر کیا اس نے اور تھا وہ کہنا نہ ماننے والوں میں

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ

پھر جب ٹھیک بنا چکوں اسے اور اس میں اپنی ایک جان

فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ

پھونک دوں تو گر پڑو تم اس کے آگے سجدہ میں پھر سب فرشتوں

الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ

نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا مگر

اِبْلِیْسَ اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾

ابلیس نے غرور کیا اور وہ منکروں میں سے تھا

اللہ عزوجل نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جب میں اسے نک سک سے درست کر چکوں اور اس کے جوڑ توڑ ٹھیک بٹھا کر اس کا ڈھانچہ مکمل کر دوں اور اسے حکم دے دوں کہ زندہ ہو جا اور وہ زندہ ہو جائے تو تم جھک کر اس کے آگے سر ٹیک دینا جو اس بات کا اقرار ہو گا کہ ہم اللہ کے حکم سے تیری بہتری کے لیے تیرے مددگار رہیں گے چنانچہ جب وہ وقت آیا اور آدم جیتے جاگتے بشر بن گئے تو فرشتوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور پروردگار کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کا ثبوت دیا سارے فرشتے جو اس کائنات کے انتظام اور کام پر مقرر ہیں آدم کے سامنے سجدے میں گر پڑے فقط ابلیس اپنی جگہ پر تنہا کھڑا رہا اور آدم کو سجدہ نہ کیا اس کی جسمانی بناوٹ کو نظر کے سامنے رکھا اور وہ مٹی کے گندھے ہوئے گارے کی تھی ؛

اس لے سوچا کہ میرا جسم تو آگ سے بنا ہے جو ایک نہایت شاندار چیز ہے میں اور اس مٹی کے ڈھانچے کے سامنے سر جھکاؤں یہ مجھ سے نہ ہو گا۔ دراصل یہ فرشتہ تھا بھی نہیں اللہ کی عبادت بہ کثرت کرنے کرتے اسے فرشتوں کے اندر جگہ مل گئی تھی اس نے یہ نہ سمجھا۔ کہ فرشتے جو مجھ سے افضل ہیں اور نور سے بنے ہیں جب وہ آدم علیہ السلام کے سامنے سارے کے سارے جھک گئے تو آگ کی بنی ہوئی مخلوق کو دم مارنے کی گنجائش کہاں رہی یہ نہ سوچا کہ اس مٹی کے تودہ میں بڑی شاندار روح رکھی ہے ؛

اس نے سجدہ نہ کر کے بتلا دیا کہ وہ اللہ کے حکم پر اعتراض کرنے والا ہے اور بے عذر ماننے والا نہیں ؛

فتنے کی جڑ

قَالَ يَاۤ اِبۡلِيۡسُ مَا مَنَعَكَ اَنۡ تَسۡجُدَ
فرمایا اے ابلیس کس چیز نے روکا تجھے سجدہ کرنے سے اس کو
لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَىَّ ؕ اَسۡتَكۡبَرۡتَ اَمۡ كُنۡتَ
جسے میں نے دونوں ہاتھ سے بنایا یہ تو نے غرور کیا یا تو درجے
مِنَ الۡعَالِيۡنَ ۞ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ ؕ
میں بڑا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں
خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ۞
مجھے تو نے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا

قَالَ ۔ يَاۤ اِبۡلِيۡسُ ۔ مَا ۔ مَنَعَكَ ۔ اَنۡ ۔ تَسۡجُدَ
فرمایا اے ابلیس کس نے منع کیا تجھے یہ کہ سجدہ کرے تو
لِمَا ۔ خَلَقۡتُ ۔ بِيَدَىَّ ؕ اَسۡتَكۡبَرۡتَ ۔ اَمۡ ۔ كُنۡتَ
اسے جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھ سے کیا تکبر کیا تو نے یا تھا تو
مِنَ الۡعَالِيۡنَ ۞ قَالَ ۔ اَنَا ۔ خَيۡرٌ ۔ مِّنۡهُ ؕ
اونچے درجہ والوں میں سے بولا میں بہتر ہوں اس سے
خَلَقۡتَنِىۡ ۔ مِنۡ نَّارٍ ۔ وَّ خَلَقۡتَهٗ ۔ مِنۡ طِيۡنٍ ۞
پیدا کیا مجھے تو نے آگ سے اور پیدا کیا اسے مٹی سے

اَسۡتَكۡبَرۡتَ (کیا تو نے تکبر کیا) اصل میں ءَاِسۡتَكۡبَرۡتَ ہے ہمزہ استفہام کی وجہ سے ہمزہ وصل گر گیا ۔

جب ابلیس نے آدم علیہ السلام کو جھک کر سجدہ نہ کیا اور سیدھا اکڑا کھڑا رہا تو اللہ عزوجل نے اس سے پوچھا کہ آدم کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا یہ تو ظاہر اور باطن دونوں لحاظ سے میری قدرت کا نمونہ ہے اس کے بدن اور اس کی روح دونوں سے میری قدرت کا کمال ظاہر ہے اسی لیے فرشتوں کو میں نے حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں تجھے کیا ہوا کہ فرشتوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی تو ان کے عمل میں شریک نہ ہوا کیا تو جانتا بوجھتا ہوکر زبردستی بڑا بننا چاہتا ہے یا تو سچ مچ اپنا مرتبہ ہی اس سے اونچا سمجھتا ہے ۔

ابلیس نے جواب دیا کہ کیا میں سچ مچ اس سے بڑا نہیں ہوں مجھے آپ نے آگ سے بنایا اور اسے مٹی کے گارے سے کیا آگ مٹی سے بہتر نہیں ہے ۔ پھر میں اس کے آگے کیوں جھکوں یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے صاف حکم کے سامنے اپنی عقل دوڑانا کم بختی کی نشانی ہے جب آقا نے کہہ دیا کہ یہ کام کر پھر بندہ کے لیے حجت کی گنجائش کہاں رہی اب اگر بندہ اس کے حکم کی فوراً تعمیل نہ کرے تو وہ یقیناً نافرمان ہے ۔ اس کا یہ بہانہ نہ سنا جائے گا کہ آپ کا حکم میری سمجھ میں نہیں آیا میری عقل میں تو یہ آتا ہے ۔ کہ اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا ۔ اس کی ٹال مٹول یا تو جہالت کی وجہ سے یا نری بے جا اکڑفوں ہے ۔

نافرمانی کی سزا

قَالَ - فَاخْرُجْ - مِنْهَا - فَاِنَّكَ - رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾

(اللہ) نے فرمایا پس نکل تو یہاں سے کیونکہ تو مردود ہے

وَّاِنَّ - عَلَيْكَ - لَعْنَتِیْٓ - اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

اور تحقیق تجھ پر لعنت میری ہے روز جزا تک

قَالَ - رَبِّ - فَاَنْظِرْنِیْٓ - اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

بولا اے میرے رب پس چھوڑدے مجھے اس دن تک جب اٹھائے جائیں گے

قَالَ - فَاِنَّكَ - مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ

فرمایا پس تحقیق تو مہلت دیے گیوں سے ہے اس دن تک

الْوَقْتِ - الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾

جس کا وقت مقرر ہے

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾

فرمایا تُو تُو نکل یہاں سے کہ تُو مردود ہوا

وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

اور تجھ پر اس جزا کے دن تک میری پھٹکار ہے

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

بولا اے رب مجھے مہلت دے اس دن تک جب مردے جی اٹھیں

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ

فرمایا اچھا تجھے ڈھیل ہے اس معلوم

الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾

وقت کے دن تک

اَنْظِرْ (مہلت دے) اسم فاعل ہے۔ اِنْظَار سے یہ لفظ سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہے۔ اس کے معنی مہلت دینے اور چھوڑے رکھنے کے ہیں اَلْوَقْتِ الْمَعْلُوْم (مقرر وقت) یعنی اس وقت تک جب کہ پہلا صور پھونکا جائے گا اور دنیا فنا ہو جائے گی۔

ابلیس فرشتوں کی طرح حکم کے ساتھ سجدہ میں نہ گرا بلکہ حکم پر ہی اعتراض کرنے لگا اور کہنے لگا کہ جب تک میری سمجھ میں نہ آئے کیسے مانوں بس اس بات پر وہ نافرمان قرار دیا گیا۔ ارشاد ہے کہ جب اس نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ بتائی اسی وقت اسے مردود قرار دے دیا گیا اس کے کیا معنی کہ بندہ اپنے مالک سے حجت کرے فرمایا دور ہو یہاں سے تو ہماری درگاہ سے نکال دیا گیا اور قیامت کے دن تک تو ہماری درگاہ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اس کے بعد تیرا ٹھکانا جہنم ہے ابلیس نے ناامید ہو کر کہا۔ اے میرے رب آپ مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے کر چھوڑ دیجیے فرمایا۔ جا تجھے اس وقت تک مہلت دی گئی۔ جب کہ دنیا پہلا صور پھونکا جانے سے فنا ہو جائے گی ابلیس کی درخواست یہ تھی کہ دوسرے صور تک جب کہ مردے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اسے آزاد چھوڑ دیا جائے اور گرفتار کر کے عذاب میں مبتلا نہ کیا جائے۔ لیکن اس سے کہا گیا کہ دنیا کے فنا ہونے تک تجھے مہلت ہے اس کے بعد تجھے مہلت نہ دی جائے گی اور تیرے لیے سوا عذاب کے کچھ نہیں۔

شیطان کی شرارت

قَالَ۔ فَبِعِزَّتِكَ ۔ لَاُغْوِيَنَّهُمْ ۔ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾
بولا پس قسم تیری عزت کی البتہ بہکاؤں گا ان کو سب کو
اِلَّا ۔ عِبَادَكَ ۔ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ
مگر تیرے بندے ان میں سے جو چنے ہوئے ہیں فرمایا
فَالْحَقُّ ز وَالْحَقَّ ۔ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ
پھر سچ یہ ہے اور سچ ہی میں کہتا ہوں البتہ بھروں گا
جَهَنَّمَ ۔ مِنْكَ ۔ وَمِمَّنْ ۔ تَبِعَكَ ۔ مِنْهُمْ
دوزخ تجھ سے اور ان سے جو تیرے پیچھے چلیں ان میں سے
اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾
سب سے

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾
بولا تو قسم ہے تیری عزت کی میں ان سب کو گمراہ کروں گا
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ
مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں فرمایا تو
فَالْحَقُّ ز وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ
ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں مجھے دوزخ
جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ
کو بھرنا ہے تجھ سے اور ان سب سے جو تیری
اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾
راہ پر چلے

ابلیس کو جب دنیا کے فنا ہونے تک مہلت مل گئی تو اس نے کہا کہ مجھے قسم ہے تیری عزت کی میں اس آدم کی اولاد کو سب کو بہکا کر چھوڑوں گا اور جہاں تک میرا بس چلے گا۔ کسی کو اس راستہ پر نہ چلنے دوں گا جو تو نے ان کے لیے مقرر کیا ہے میرے حملے سے کوئی نہیں بچے گا سوا ان لوگوں کے جو آپ کے چنے ہوئے منتخب بندے ہیں۔ وہ البتہ میرے داؤ میں نہ آئیں گے۔ اللہ عزوجل نے اس کا یہ پکا ارادہ جسے اس نے ایسے زور والے الفاظ میں ادا کیا سن کر فرمایا۔ تو پھر اس کا نتیجہ بھی سن لے کہ کیا ہوگا۔ یہ بالکل حقیقت ہے اور میں جو کہتا ہوں۔ وہ سچ ہی ہوا کرتا ہے۔ میری بات کبھی غلط اور بناوٹی نہیں ہوتی کہ قیامت کے دن میں تجھ سے اور تیرے بہکانے میں آکر سیدھے راستے سے ہٹ جانے والے لوگوں سے دوزخ کو بھر دوں گا اور ان میں سے ایک بھی میری پکڑ سے بچ کر نکل نہ سکے گا یہ واقعہ آدمؑ کی اولاد سے ابلیس کی دشمنی کا سبب بنا اور اسی کی وجہ سے اللہ تعالٰے نے انسان کو اپنے رسول بھیج کر ڈرایا کہ ابلیس کی سازش سے بچ کر رہے۔ ورنہ اگر اس کے بہکانے میں آگیا تو ابلیس کے ساتھ اس کا ٹھکانا بھی جہنم ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دے کہ یہ سب کچھ مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے اور سوا وحی کے اس کے معلوم ہونے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

پیغامِ حق

قُلْ - مَآ - اَسْئَلُكُمْ - عَلَيْهِ - مِنْ اَجْرٍ
کہہ دے نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ اجر
وَّمَآ - اَنَا - مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ - هُوَ
اور نہیں ہیں بناوٹ کرنے والوں میں نہیں وہ
اِلَّا - ذِكْرٌ - لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ
مگر یاددہانی جہان والوں کے لیے اور البتہ جان لوگے
نَبَاَهٗ - بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾
حال اس کا تھوڑے دن بعد

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ
تو کہہ میں تم سے اس پر کچھ بدلہ نہیں مانگتا
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ
اور میں نہیں اپنے آپ کو بنانے والا یہ تو ایک
اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ
فہمائش ہے سارے جہان والوں کے لیے اور تھوڑی ہی
نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾
مدت کے بعد اس کا احوال معلوم کرلوگے

پہلے اچھی طرح کھول کر جنت والوں اور دوزخ والو کا حال بتا دیا، اور کہہ دیا کہ جنتیوں کی بڑی تپاک آؤ بھگت ہوگی اور ان کو جو مانگیں گے وہ ملے گا اور دوزخی ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے ہوتے جہنم رسید ہوں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیا۔ کہ تمھیں اپنا رسول مقرر کرکے دنیا والوں کو دوزخ کے ہولناک عذاب سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے' ان سے کہہ دو کہ میں جو خبریں تمھیں دے رہا ہوں۔ یہ سب مجھے اس وحی سے جو اللہ کی طرف سے آتی ہے معلوم ہوتی ہیں ورنہ مجھے آسمان کی باتیں کیا معلوم۔ سنو شیطان (ابلیس) انسان کا پیدائشی دشمن ہے۔ اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ آدم کی اولاد کو سیدھی راہ سے ہٹا کر چھوڑوں گا۔ اور اللہ کے مقبول بندوں کے سوا کوئی میرے ہتھکنڈوں سے بچ کر نکل سکے گا۔

آخر میں ارشاد ہے کہ کہہ دے اللہ عزوجل نے شیطان اور اس کے تابع فرمان لوگوں کے لئے جہنم جگہ مقرر کر دی ہے۔ میں تمھیں یہی بتانے آیا ہوں اور یہ اتنی بڑی خیر خواہی ہے کہ جس کی بڑائی کا اندازہ مشکل ہے۔ مگر میں تم سے اس کام کا کچھ بدلہ نہیں مانگتا اور نہ مجھے گھڑ گھڑ کر باتیں بنانی آتی ہیں۔ جیسے شاعر اور قصہ گو بنایا کرتے ہیں۔
سنو یہ جو میں قرآن تمھیں سنا رہا ہوں، یہ تمام جہان والوں کے لئے نصیحت اور یاددہانی ہے۔ آگے چل کر تمھیں خود معلوم ہوگا کہ جو کچھ قرآن نے کہا وہ سراسر سچ ہے۔

سورۃ صٓ پر ایک نظر

اس سورت میں انسان سے کہا گیا ہے کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانو اور اس قرآن کو نصیحت اور ذکر کا خزانہ سمجھو، اس کی باتوں کی طرف دھیان نہ کرنا اور اس سے منہ موڑ کر چل دینا کم بختی کی نشانی ہے، دیکھو پہلے لوگوں نے اپنے رسولوں کا کہنا نہ مانا۔ تو وہ دنیا میں بُری طرح تباہ و برباد ہوئے اور آخرت میں ان کا ٹھکا جہنم ہوگا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان لوگوں کے برتاؤ پر جس سے تمھیں رنج پہنچتا ہے صبر کرو اور پہلے نبیوں کے طور طریقہ پر غور کرو۔ وہ ہر حال میں اللہ سے دھیان لگائے رکھتے تھے، ذراسی بھی بھول چوک غفلت ہوتی تھی تو انھیں فوراً بتا دیا جاتا تھا اور وہ فوراً اللہ کی طرف جھکتے تھے، داؤد علیہ السلام نے ابتدا میں تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر اللہ نے انھیں سلطنت عطا کی اور کہا کہ تمھیں ہم زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں اللہ کے بندوں میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرو اور اللہ کے حکم پر چلو، اپنی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ خواہش کی پیروی اللہ کی راہ سے بھٹکانے والی ہے۔ خواہشوں کی پیروی عموماً اس لئے ہوتی ہے کہ انسان اس بات کو بھول جاتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کو سارے کاموں کا حساب دینا ہوگا۔ اور یہی بھول اس بات کی علامت ہے کہ انسان اللہ کی راہ سے بھٹک گیا۔

سلیمان علیہ السلام سے ذراسی بھول ہوئی کہ زبان سے انشاء اللہ نہ کہا، اس لئے ان کا ارادہ پورا نہ ہوسکا جب انھیں سمجھایا گیا تو انھوں نے اللہ سے معافی مانگی اور ان کی درخواست پر انھیں ایسی سلطنت عطا کی گئی جو ظاہر میں پورے طور پر کسی اور کو نہ ملی۔ ایوب علیہ السلام فراخی کے بعد تنگی میں مبتلا ہوئے صحت جواب دے گئی۔ آخر اللہ کے حضور میں دعا کی اور اللہ نے ان کی ساری شکایتیں دور کردیں۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اللہ کی فرمانبرداری میں کوشش کرتے رہے۔ اور آخرت کے خیال میں لگ کر دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جس سے آخرت درست ہو۔ اسمٰعیلؑ، الیسعؑ اور ذوالکفل اللہ کی رضا کے طالب رہے اور اللہ نے انھیں اپنے مقبول بندوں میں داخل کیا۔ اس کے بعد انسان کو بتایا گیا ہے کہ اس کی کامیابی اسی میں ہے کہ بُری باتوں سے بچے اور پرہیزگاروں کی زندگی بسر کرے ورنہ طرح طرح کی روحانی اور جسمانی مصیبتوں میں مبتلا ہوگا۔ اس کو آدم علیہ السلام کے قصہ کی طرف توجہ دلائی کہ شیطان نے شروع ہی سے ان کی اولاد سے دشمنی کرنے کی ٹھان لی ہے، اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔

سُوْرَۃُ الزُّمَر

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت قرآن مجید کی انتالیسویں سورت ہے۔ اور اس میں آٹھ رکوع ہیں یہ سورت مکہ کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئی۔ اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ السلام کے ذریعے انسان کو سکھایا جا رہا ہے کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر اللہ عزوجل کی طرف جھکو اور خالص اسی کی بندگی کرو۔ زمین و آسمان کی پیدائش، دن رات کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا، سورج اور چاند کی باقاعدہ گردش، حیوانات اور انسان کی پیدائش اور اس کا طریقہ یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ پھر اس کو نہ ماننے کے کیا معنے۔

اس نے انسان کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا۔ اگر خود نہیں سوجھتا۔ تو اس قرآن کے بتانے ہی سے اللہ کو مانو اور اس کو ایک جانو ——— سنو وہ بڑا قوت والا اور بڑا دانا و بینا ہے۔ اس لئے اس کا کلام یعنی یہ قرآن زور و قوت اور علم و حکمت کا خزانہ ہے۔ اس کے ماننے والے سب سے زبردست رہیں گے۔ اور علم و عقل سے بھی وہی مالا مال ہوں گے۔ انسان کی بھلائی صرف اسی میں ہے کہ اس کے حکموں پر عمل کرے اور دنیا میں پرہیزگاری کی زندگی بسر کرے، اللہ کی اطاعت میں ہر وقت سرگرم رہے۔

نیک لوگوں کا انجام دنیا اور آخرت دونوں میں اچھا ہوگا۔ اور صبر کے ساتھ اللہ کی بندگی اور اطاعت میں لگے رہنے والے لوگ بے شمار انعامات کے مستحق ہوں گے اور ان کو یقیناً جنت میں بڑے آرام کی زندگی نصیب ہوگی لیکن اللہ سے منہ موڑنے والے دوزخ کے اندر آگ میں جلیں گے، انسان کو بتلایا گیا ہے کہ اللہ کو ماننا اور اس کا فرماں بردار بن کر دنیا میں رہنا کچھ ایسا مشکل کام تو نہیں جس سے وہ کتراتا ہے۔ اسلام کی باتیں جب سمجھ میں آنے لگیں گی تو ان میں ایسا جی لگے گا کہ چھوڑنے کو جی نہ چاہے گا۔

قرآن مجید کا دل پر اثر ہو جائے گا۔ تو سارے جھگڑوں سے نجات مل جائے گی۔ موت کا آنا ضروری ہے پھر دنیا میں پھنس کر رہ جانے کے کیا معنی؟ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ کی طرف رجوع کر کے تو دیکھو! کیسا سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کی رحمت وسیع ہے وہ گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ نیک لوگ جنت میں اور بدکار جہنم میں جائیں گے۔

اٰیَاتُہَا ۷۵ (۳۹) سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ (۵۹) رُکُوْعَاتُہَا ۸

خوشی کا پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تَنْزِیْلُ - الْکِتٰبِ - مِنَ اللّٰہِ - الْعَزِیْزِ - الْحَکِیْمِ ①

اتارنا کتاب کا اللہ کی جانب سے زبردست حکمت والا

اِنَّآ - اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ - الْکِتٰبَ - بِالْحَقِّ

تحقیق ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچائی کے ساتھ

فَاعْبُدِ اللّٰہَ - مُخْلِصًا - لَّہُ الدِّیْنَ ②

پس بندگی کر اللہ کی خالص کرکے اس کے لیے بندگی

اَلَا - لِلّٰہِ - الدِّیْنُ - الْخَالِصُ ط

آگاہ رہ اللہ کی بندگی وہ ہے جو خالص ہو

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ①

اسی کتاب کا اترنا زبردست حکمتوں والے اللہ کی طرف سے ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ

ہم نے تیری طرف اتاری ہے کتاب ٹھیک ٹھیک

فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ②

سو اللہ کی بندگی کر خالص کرکے بندگی اسی کے واسطے

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط

سنتا ہے اللہ ہی کے لیے ہے بندگی خالص

الدین: (فرمانبرداری) یہ لفظ بہت جگہ آیا ہے اور اس کے بہت سے معنی ہیں یہاں اس سے مراد اطاعت اور فرمانبرداری ہے اس سورت کی ابتدا اس فرمان کی سی ہے۔ جو بادشاہ ماتحت کام کرنے والے کے نام جاری کرتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ یہ تحریری فرمان اس عالیشان بادشاہ یعنی اللہ کی طرف سے نازل کیا جا رہا ہے جو سب سے زبردست ہے۔ اور پوری قوت رکھنے والا ہے۔ اور ساتھ ہی ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہے ظاہر ہے کہ ہر حکم کی قدر اور حیثیت اس کے جاری کرنے والے کے مرتبہ اور اس کی بڑائی اور بزرگی کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لیے حکم کے شروع ہی میں بھیجنے والا اپنا نام حیثیت اور مرتبہ ظاہر کر دیتا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول یہ لکھا ہوا حکم نامہ جو ہم تیری طرف بھیج رہے ہیں اس میں ساری کی ساری درست اور سچی باتیں درج ہیں کیونکہ جب بھیجنے والا اللہ ہے جو سب پر غالب ہے اور ہر چیز کی جڑ تک سے واقف ہے تو ظاہر بات ہے۔ کہ وہ جو لکھے گا وہ بالکل درست اور ٹھیک ہو گا اس لیے ہر شخص کو اس کے حکم پر عمل کرنے کے لیے دل و جان سے حاضر ہو جانا چاہیے اور ضروری ہے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری ہر کھوٹ اور نقصان سے پاک ہو اور وہ اچھی طرح سمجھ لے اور دوسروں کو سمجھا دے کہ اللہ کے ہاں اسی بندگی عبادت اور اطاعت کی قدر ہے جس میں شرک دکھاوے اور محض رسم کی پابندی نہ ہو بلکہ خالص اللہ کے لیے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو۔

ہدایت کی ضرورت

ان آیتوں پر غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ انسان کو اپنی دنیا کی زندگی بسر کرنے کے لیے ہدایت کی ضرورت ہے اگر اس کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو اس کے سیدھے راہ سے گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس کے ارد گرد کی چیزیں بہ ظاہر دیکھنے میں بہت اچھی اور دل لبھانے والی ہیں لیکن در حقیقت وہ اس کے لیے نقصان پہنچانے والی ہیں شیطان جیسا دشمن اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام یہی ہے کہ انسان کی نظر میں انہی چیزوں کو خوبصورت بنا کر دکھائے جو اس کو تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں ۔

پچھلی سورت میں بیان کیا جا چکا ہے کہ شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور جب اس سے جواب طلبی کی گئی۔ تو بہانہ پیش کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوا۔ تو اس نے مہلت مانگی اور اسے دنیا کے فنا ہونے تک مہلت دے دی گئی تب اس نے آدم کی اولاد کو گمراہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ۔

رب العلمین نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے انسان کو اصل معاملے سے آگاہ کر دیا اور انجام کار اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم دے کر بھیجا جس میں وہ ساری اچھی باتیں جمع ہیں ۔ جو پہلے رسول اپنی قوموں کو سکھلاتے رہے تھے ۔ قرآن حکیم نے انسان کو صاف صاف لفظوں میں بتا دیا ۔ کہ دنیا میں وہ کیسے زندگی گذارے ۔ اس نے کہہ دیا کہ اے انسان تو ہر طرف سے خطروں میں گھرا ہوا ہے ۔ خبردار تیری بہتری اس میں ہے کہ ہمارے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم چلے۔

ادھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ یہ بڑی شان والی کتاب اس قوت اور علم والے اللہ نے نازل فرمائی ہے جو ہر چھوٹی اور بڑی بات کا جاننے والا ہے اور اس کی ہر بات سچی اور کھری ہے ۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور اس کی فرمانبرداری اور بزرگی میں کسی اور کو شریک نہ کرو عبادت اسی کے لیے خاص ہے اور کسی کے سامنے عاجزی کے ساتھ سر نہ جھکاؤ۔ نہ کسی اور کو اس کے برابر کا قدرت والا اور حاجت پوری کرنے والا .... مان کر اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو اس کی بندگی کرنی ہے ۔ تو خالص بندگی کرو ۔ اگر تم نے بندگی میں اخلاص سے کام نہ لیا تو یہ تمہاری بندگی اللہ کے ہاں قبول نہ ہو گی۔ وہ تمہارے دلوں کے بھید سے واقف ہے اور ہر ایک سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ۔

شرک کا بہانہ

وَالَّذِيْنَ - اتَّخَذُوْا - مِنْ دُوْنِهٖٓ - اَوْلِيَآءَ
اور وہ جو پکڑے ہوئے ہیں اللہ کے سامنے حمایتی
مَا - نَعْبُدُهُمْ - اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ - اِلَى اللّٰهِ
نہیں پوجتے ہم انھیں مگر تاکہ قریب کردیں ہمیں اللہ کی طرف
زُلْفٰى ؕ اِنَّ - اللّٰهَ - يَحْكُمُ - بَيْنَهُمْ - فِىْ مَا
مرتبہ میں تحقیق اللہ فیصلہ کردے گا ان کے درمیاں اس کا
هُمْ - فِيْهِ - يَخْتَلِفُوْنَ ۞
کہ وہ جس میں اختلاف کررہے ہیں

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ
اور جنھوں نے اس سے ورے حمایتی پکڑ رکھے ہیں کہ ہم تو
مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ
انھیں اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کی طرف قریب کے
زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِىْ مَا
درجے میں پہنچادیں بیشک اللہ ان میں فیصلہ کردے گا
هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞
جس چیز میں وہ جھگڑا کررہے ہیں۔

زُلْفٰی: (مرتبہ) سورۃ سبا اور سورۃ صٓ میں گزر چکا ہے اسی مادہ سے اور ایک لفظ سورہ ہود کے آخری رکوع میں گزرا۔ یہاں اس سے مراد درجہ اور مرتبہ ہے۔

اکثر انسان اس غلط خیال میں پھنس جاتے ہیں۔ کہ اللہ تو بہت ہی عالی مرتبہ اور بڑا ہی قوت والا ہے۔ اس تک کم درجہ والوں کی پہنچ کیسے ہوسکتی ہے۔ انہیں یہ غلط فہمی دنیا والوں کا حال دیکھ کر پیدا ہوتی ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ہر ایک بڑا بادشاہ اپنی شان و شوکت میں گھر کر رعایا سے دور ہوکر بیٹھ جاتا ہے۔ ہر ایک کی پہنچ اس تک نہیں ہوتی۔ کچھ تھوڑے سے نزدیک والے لوگ ہی اس تک پہنچ سکتے ہیں اور عام لوگوں کی آواز اس تک انہی نزدیک والے لوگوں کے ذریعے پہنچ سکتی ہے چنانچہ وہ ان خاص لوگوں کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے آگے ہاتھ جوڑتے پھرتے ہیں کہ ہمیں بھی بادشاہ تک پہنچا دو ارشاد ہو رہا ہے کہ اس غلط خیال کو چھوڑ دو اللہ سب سے قریب ہے اور وہ ہر ایک کی بات خود ہی سنتا ہے۔ بیچ میں کسی پہنچانے والے کی ضرورت نہیں اب جو اس سے غافل ہو کر دوسروں کی خوشامد اور منت سماجت میں لگ جاتے ہیں۔ وہ گویا اللہ پر پوری طرح ایمان نہیں لائے انھوں نے اس کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا یار اور مددگار بنایا حالانکہ وہ ان کی ذرا بھی مدد بغیر اللہ کی اجازت کے نہیں کرسکتے ان کا کہنا کہ ہم بتوں کو اور بڑے لوگوں کو اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے دربار میں بڑا مرتبہ دلوادیں گے اور ہمیں ان کے نزدیک پہنچا دیں گے قرآن حکیم کے نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے سنو! تمہارے ان بے بنیاد اور غلط خیالات کا فیصلہ آگے چل کر اللہ عزوجل کے دربار میں ہو جائے گا۔

شرک کی ایک صورت

اِنَّ - اللّٰہَ - لَا یَھْدِیْ - مَنْ - ھُوَ - کٰذِبٌ
تحقیق اللہ نہیں راہ دکھاتا اسے کہ ہو وہ جھوٹا
كَفَّارٌ ③ لَوْ - اَرَادَ - اللّٰہُ - اَنْ - یَّتَّخِذَ
حق کا منکر اگر چاہتا اللہ کہ اختیار کرے
وَلَدًا - لَّاصْطَفٰی - مِمَّا - یَخْلُقُ - مَا یَشَآءُ
اولاد البتہ چن لیتا اس میں سے جو اس نے بنایا جسے چاہتا
سُبْحٰنَہٗ ھُوَ - اللّٰہُ - الْوَاحِدُ - الْقَھَّارُ ④
پاک ہے وہ وہ تو اللہ ہے ایک زور آور

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ
البتہ اللہ راہ نہیں سجھاتا اس کو جو جھوٹا ہو اور حق کو نہ
كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ
مانے اگر اللہ اولاد بنانا چاہتا تو اپنی خلق
وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ
میں سے جسے چاہتا چن لیتا وہ تو
سُبْحٰنَہٗ ھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ④
پاک ہے وہی ہے اللہ اکیلا زور آور

قرآن حکیم میں ساری باتیں سچی اور پکی بنیاد والی ہیں ظاہر بات ہے کہ جو اس کے خلاف چلے گا وہ جھوٹ کی پیروی کرنے والا ہے اور اس نے سچی بات کو نہ ماننے کی ٹھان لی ہے پھر اسے کامیابی اور بہتری کا راستہ ملے تو کیسے ملے چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہے کہ جو شخص جھوٹ ہی پر اڑ جائے اور سمجھانے پر بھی سچی باتوں کا انکار ہی کئے چلا جائے اس کے لیے اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ اسے سیدھی راہ کبھی نہ سوجھے گی۔ سیدھے راستہ پر تو اس شخص کے چلنے کی امید ہو سکتی ہے جو کسی بات پہ بے جا اڑ کر نہ بیٹھ جائے اور سمجھانے والوں کی بات سننے کے لیے تیار ہو۔ ضدی اور ہٹ دھرمی شخص کا صحیح باتوں سے محروم رہنا یقینی ہے اور یہ قاعدہ اللہ عزوجل کا مقرر کیا ہوا ہے۔

آگے ارشاد ہے اس سے زیادہ لچر بات کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن حکیم سے خالص توحید کا سبق سیکھنے کی بجائے اپنے دل سے گھڑ لیا۔ کہ اس کی خدائی میں اور بھی حصہ دار ہیں بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ اولاد والا ہے ان سے پوچھو کہ ساری خلقت تو اس کی اپنی بنائی ہوئی ہے پھر اس میں سے کوئی چیز اس کے برابر کی کیسی ہو سکتی ہے۔ یہ مخلوق وہ خالق دونوں کا مرتبہ برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ اولاد تو باپ کے برابر مرتبہ کی ہوتی ہے اور بعض دفعہ اس سے بڑھ بھی جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ کے مرتبہ کا کوئی نہیں توبہ کرو اللہ ان سب فضول باتوں سے جو تم بناتے ہو پاک ہے اس کے برابر کوئی نہیں۔ وہ ایک ہی ہے اور سب اس کے بندے ہیں اس کی قوت سب پر غالب ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اللہ کی قوّت کی نشانیاں

خَلَقَ۔ السَّمٰوٰتِ۔ وَالْاَرْضَ۔ بِالْحَقِّ۔ یُکَوِّرُ
پیدا کیا اس نے آسمانوں کو اور زمین کو مطابق حقیقت لپیٹتا ہے
الَّیْلَ۔ عَلَی النَّھَارِ۔ وَیُکَوِّرُ النَّھَارَ۔ عَلَی الَّیْلِ
رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ۔ وَالْقَمَرَ ط کُلٌّ۔ یَّجْرِیْ
اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے
لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ط اَلَا۔ ھُوَ۔ الْعَزِیْزُ
مطابق مدت مقررہ کے آگاہ رہو وہ زبردست
الْغَفَّارُ ⑤
خطا بخش ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ج یُکَوِّرُ
اس نے آسمان اور زمین کو ٹھیک بنایا رات کو
الَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ وَیُکَوِّرُ النَّھَارَ عَلَی الَّیْلِ
دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط کُلٌّ یَّجْرِیْ
اور سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہر ایک ٹھہرے
لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ط اَلَا ھُوَ الْعَزِیْزُ
ہوئے وقت پر چلتا ہے سنتا ہے وہی ہے زبردست
الْغَفَّارُ ⑤
گناہ بخشنے والا

ارشاد ہے کہ اس کی قوت اسی سے ظاہر ہے کہ اس نے آسمان اور زمین بنائے اور بنائے بھی خوب سوچے سمجھے ہوئے نقشے اور مناسب صورت شکل کے مطابق اٹکل پچو یونہی کھیل کے طور پر نہیں پھر اس نے وقت کو دن اور رات میں تقسیم کیا رات آہستہ آہستہ دن کی پھیلی ہوئی روشنی کو لپیٹ کر تہ کرتی اور اس پر اپنا اندھیرا بچھاتی چلی آتی ہے صبح کو اسی طرح دن رات کی تاریکی کو آہستہ آہستہ لپیٹتا ہوا اور اپنی روشنی کو اس پہ پھیلاتا ہوا چلا آتا ہے۔

سورج اور چاند کے لیے الگ الگ وقت مقرر کر دیئے اور وہ ان وقتوں کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اس انتظام سے اس کی قوت اور حکومت ظاہر ہے کوئی چیز اس طریقہ کو نہیں بدل سکتی جو اس کے لیے مقرر ہو چکا ہے اور جو قاعدے اس کے لیے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ انہیں کی حد کے اندر اندر اپنے کام میں مشغول ہے۔ ان عظیم الشان چیزوں کے بنانے اور ان کو اپنے حکم کے نیچے رکھنے ہی سے اس کی شان اور بڑائی ظاہر ہے انسان کا علم اگر کچھ ہے تو وہ انہی اللہ کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں اور قانون کو دریافت کرنے تک ہی چل سکتا ہے کائنات کے انتظام کے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی نئے قاعدے بنا سکتا ہے اور نہ اس کے بنائے ہوئے قاعدوں کو بدل سکتا ہے۔ پھر کیوں نہیں مانتے کہ وہی زبردست حاکم ہے اور وہی انسان کی غلطیوں اور بھول چوک کو معاف کرنے والا ہے۔

انسان کی پیدائش اور پرورش

خَلَقَكُمْ ۔ مِّنْ نَّفْسٍ ۔ وَّاحِدَةٍ ۔ ثُمَّ
پیدا کیا تم کو ایک تن واحد سے پھر
جَعَلَ ۔ مِنْهَا ۔ زَوْجَهَا ۔ وَاَنْزَلَ ۔ لَكُمْ
بنایا اسی میں سے اس کا جوڑا اور آتارے تمہارے لیے
مِّنَ الْاَنْعَامِ ۔ ثَمٰنِيَةَ ۔ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ
چرپایوں میں سے آٹھ نر مادہ بناتا ہے تمہیں
فِيْ بُطُوْنِ ۔ اُمَّهٰتِكُمْ ۔ خَلْقًا ۔ مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ
پیٹوں میں تمہاری ماؤں کے ایک طرح دوسری طرح کے بعد
فِيْ ظُلُمٰتٍ ۔ ثَلٰثٍ ؕ
تاریکیوں میں تین

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ
بنایا تمھیں ایک جی سے پھر اسی سے اس
جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ
کا جوڑا بنایا اور اتارے تمہارے واسطے
مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ
چوپایوں میں سے آٹھ نر مادہ بناتا ہے تمھیں
فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ
ماں کے پیٹ میں ایک طرح دوسری طرح کے بعد
فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ
تین اندھیروں کے بیچ

پہلے ارشاد ہوا۔ کہ آسمان، زمین، سورج اور چاند اللہ ہی نے بنائے دن رات کا آنا جانا ان ہی کی گردش کا نتیجہ ہے۔ انتظام کا دیکھنے والا اور اس پر غور کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ واقعی بڑا زبردست اور قوت والا ہے اور جو اس کی طرف سے غافل ہیں وہ اپنی جان کا نقصان کر رہے ہیں پھر بھی اگر وہ اس بے پروائی سے باز آئیں تو اللہ ان کے پچھلے گناہ معاف کرنے والا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ خود تمہیں بھی اسی نے پیدا کیا ہے پہلے آدم کو بنایا پھر ان کا جوڑا حوّا انہی میں سے نکالا پھر اس جوڑے سے انسان کی نسل دنیا میں پھیلی، پھر اس کے لیے چار قسم کے چوپائے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، اپنی حکمت سے بنائے اور ہر قسم میں نر اور مادہ کا جوڑا برقرار رکھا تاکہ تمہارے فائدے کے لیے ان کی نسل پھیلے ان کی پیدائش اور رکھ رکھاؤ، چونکہ آسمان کے مالک کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے گویا یہ وہیں سے نازل ہوئے آگے ان کی اور تمہاری پیدائش کا یہ طریقہ مقرر کیا کہ پہلے نر کی پیٹھ کے اندر نطفہ بنے پھر وہ مادہ کے پیٹ میں ٹھہرے پھر ایک جھلی کے اندر پلتا رہے بچہ ان ہی تین اندھیرے کی جگہوں میں مختلف طریقوں سے بنتا ہے پہلے گوشت کا لوتھڑا پھر ہڈیوں کا ڈھانچہ اور پھر ہڈیوں کے اوپر گوشت پلٹا ہوا یہ پیدائش کی تین منزلیں ہیں جو ماں کے بدن کے اندر چھپی ہوئی اندھیری جگہوں میں پوری ہوتی ہیں

اللہ تمہارا رب ہے

ذٰلِكُمُ - اللّٰهُ - رَبُّكُمْ - لَهُ - الْمُلْكُ ؕ لَآ
وہی ہے اللہ تمہارا پروردگار اسی کا ہے راج نہیں
اِلٰهَ - اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥
کوئی معبود مگر وہ پس کہاں پھرے چلے جا رہے ہو
اِنْ تَكْفُرُوْا - فَاِنَّ - اللّٰهَ - غَنِيٌّ - عَنْكُمْ قف
اگر انکار کرو تم پس تحقیق اللہ بے پروا ہے تم سے
وَلَا يَرْضٰى - لِعِبَادِهِ - الْكُفْرَ ۚ
اور وہ پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کے لیے کفر

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ
وہ اللہ ہے تمہارا رب اسی کا راج ہے اس کے
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥
سوا کسی کی بندگی نہیں پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو
اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ قف
اگر تم منکر ہو گے تو اللہ تمہاری پروا نہیں رکھتا
وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ
اور اپنے بندوں کا منکر ہونا وہ پسند نہیں کرتا۔

جب تم نے آسمان، زمین، سورج، چاند، دن، رات کو دیکھ لیا اور ان کو جس انتظام اور قانون کے ساتھ چلایا جا رہا ہے ان کا بھی مطالعہ کر لیا انسان کی پیدائش اور حیوانات کا اس کے فائدے کے لیے بنائے جانے پر بھی غور کر لیا تو اب اس نتیجہ پر پہنچنے میں کیا دیر ہے۔ کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کے کارنامے ہیں اسی نے ان سب چیزوں کو بنایا اور پھر انسان کو بنا کر ان سب کو اس کے لیے کام پر لگا دیا اور ساتھ ہی مویشیوں کی بھی چار قسمیں بنا دیں پھر انسان کی طرح ان میں بھی نر مادہ کے جوڑے بنا دیئے تاکہ انسان کے ساتھ ساتھ ہی ان کی بھی نسل قائم رہے اور یہ انسان کی ضروریات میں کام آتے رہیں۔

اب کان کھول کر سنو! کہ یہی اللہ ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور جو سب کی دیکھ بھال اور پرورش کرتا ہے اور - اے انسانو یہی تمہارا پروردگار اور پالنے والا ہے حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے اس کے آگے دم کوئی نہیں مار سکتا ہر چیز اس کی فرمانبردار ہے اور اس نے جو راستہ جس کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ وہ اسی پر قائم ہے خوب سمجھ لو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں - یہ انسان کی انتہائی نادانی ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی اور کی طرف جھکے تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔ دیکھو! اگر اللہ کو نہ مانو گے تو اسے تمہاری پروا نہیں۔ لیکن وہ اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندے اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکیں۔ تمہارا بھلا اسی میں ہے۔ کہ تم اسے ناراض نہ کرو۔

اللہ کی رضامندی

وَاِنْ ۔ تَشْكُرُوْا ۔ يَرْضَهُ ۔ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ ۔
اور اگر تم شکر کرو گے تو پسند کرے گا اسے تمہارے لیے اور نہ اٹھائے گا
وَازِرَةٌ ۔ وِّزْرَ ۔ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ ۔ اِلٰى رَبِّكُمْ ۔
کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا پھر تمہارے رب کی طرف
مَّرْجِعُكُمْ ۔ فَيُنَبِّئُكُمْ ۔ بِمَا ۔ كُنْتُمْ ۔ تَعْمَلُوْنَ ؕ
لوٹنا ہے تمہارا پس جتلا دے گا تمہیں جو تم تھے کرتے
اِنَّهٗ ۔ عَلِيْمٌۢ ۔ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦
تحقیق وہ جانتا ہے سینوں کے اندر کے بھید

وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ
اور اس کا حق مانو گے تو اسے تمہارے لیے پسند کرے گا اور کوئی
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا پھر تم کو اپنے رب کی
مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ
طرف پھر جانا ہے تو وہ جتلا دے گا جو تم کرتے تھے
اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦
یقیناً اسے خبر ہے دلوں کی بات کی

يَرْضَهُ (راضی ہوگا اس سے) يَرْضَ اصل میں يَرْضٰى ہے، یہاں چونکہ ان کی جزا ہے۔ اس لیے واؤ گر گئی مضارع کا صیغہ ہے ر۔ض۔و سے جس کا مصدر رضوان اور رِضًا ہے۔ اور حاصل مصدر رِضْوَان سے يَرْضَ کے ساتھ ہٗ ضمیر غائب ہے جس کا مرجع شکر ہے جو تَشْكُرُوْا سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ ذَاتِ الصُّدُوْرِ سینہ میں چھپی ہوئی باتیں تا یہ لفظ سورت ہود کے شروع میں گزر چکا ہے۔ لفظی ترجمہ سینہ والی باتیں، مراد دل سے پوشیدہ خیالات ۔

ارشاد ہے کہ اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ اسے کوئی مانے یا نہ مانے لیکن انسان کا بھلا اسی میں ہے کہ اللہ کو اپنا رب اور معبود مانے اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ اپنے فرمانبردار بندوں کو جو اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں جھکتے اس کے احکام بجالاتے ہیں اور اس کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ اپنی عنایت سے سرفراز فرمائے اور اس کے اس کام کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھے کیونکہ ان کا بھلا اسی میں ہے ۔

آگے ارشاد ہے کہ جو ناشکری کرے گا اس کی سزا خود اسے ملے گی یہ نہ ہوگا کہ اس کا بوجھ کوئی اور اٹھالے۔ ہر شخص اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ عزوجل کے روبرو پیش کیا جائے گا اور وہ اس دن صاف صاف بتا دے گا کہ کون شخص کیا کام کرتا رہا ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے کاموں سے خوب واقف ہے بلکہ وہ سب کے دلوں تک کے بھید اچھی طرح جانتا ہے ۔

انسان کی ہٹ دھرمی

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ
اور جب انسان پر کوئی سختی آ پڑتی ہے تو اپنے رب کو
مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً
پکارتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو کر پھر جب اللہ اسے اپنی
مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ
طرف سے نعمت بخشتا ہے تو وہ اس حالت کو جس کے لیے پہلے
مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ
پکار رہا تھا بھول جاتا ہے اور اللہ کے برابر اوروں کو ٹھہرانے لگتا
عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ
ہے تاکہ اس کی راہ سے بہکائے تو کہہ برت لے اپنے منکر ہونے کے
اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾
باوجود تھوڑے دن تو ہے دوزخ والوں میں سے

وَ اِذَا - مَسَّ - الْاِنْسَانَ - ضُرٌّ - دَعَا - رَبَّهٗ
اور جب چھو جائے انسان کو سختی پکارے اپنے رب کو
مُنِيْبًا - اِلَيْهِ - ثُمَّ - اِذَا - خَوَّلَهٗ - نِعْمَةً
رجوع کر کے اس کی طرف پھر جب دے اللہ اسے نعمت
مِّنْهُ - نَسِيَ - مَا - كَانَ - يَدْعُوْۤا - اِلَيْهِ
اپنی طرف سے بھول جائے وہ کہ تھا پکارتا جس کے لیے
مِنْ قَبْلُ - وَ جَعَلَ - لِلّٰهِ - اَنْدَادًا - لِّيُضِلَّ
اس سے پہلے اور کردے اللہ کے لیے شریک تاکہ گمراہ کرے
عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ - تَمَتَّعْ - بِكُفْرِكَ - قَلِيْلًا ۖۗ
اس کی راہ سے کہ دے نہال ہو لے اپنے کفر سے کچھ دن
اِنَّكَ - مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾
تحقیق تو آگ والوں میں سے ہے

انسان کی غفلت کا کیا ٹھکانا ہے جب کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو اللہ کو پکارنے لگتا ہے پھر جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو اپنے برُے دن ایسے بھول جاتا ہے کہ گویا کبھی آئے ہی نہ تھے۔ سختی کے وقت ہوش اڑ جاتے ہیں کچھ یاد نہیں رہتا۔ اللہ اللہ پکارنے لگتا ہے وظیفے پڑھانے لگتا ہے کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا پھر جب وہ سختی ٹل جاتی ہے تو پھر بدستور رنگ رلیاں منانے لگتا ہے اور بھول کر بھی اللہ کو یاد نہیں کرتا اسے چھوڑ کر بالکل اوروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ایسے آدمی دوسروں کی گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں خود تو ڈوبے ہی تھے۔ دوسروں کو بھی لے ڈوبتے ہیں ایسے آدمی کے لیے ارشاد ہے کہ اس سے کہہ دو اللہ کا انکار کر کے تو کامیاب نہیں ہو سکتا کچھ دن مزے اڑا لے اس کے بعد تیرے لیے کچھ نہیں رکھا یہ تیرے لچھن برُے ہیں مرنے کے بعد تجھے معلوم ہو جائے گا اچھی طرح کان کھول کر سن لے کہ تو دوزخی ہے اور اپنے کفر اور شرک کے بدلے نہ جانے کب تک آگ میں جلتا رہے گا یہ آیت انسان کو غفلت سے جگانے کے لیے سخت کوڑا ہے۔

سمجھ دار انسان

اَمَّنْ ۔ ھُوَ ۔ قَانِتٌ ۔ اٰنَآءَ الَّیْلِ ۔ سَاجِدًا
کیا جو شخص کہ وہ بندگی کر رہا ہے گھڑیوں میں رات کی جھکتا ہوا
وَّقَآئِمًا ۔ یَّحْذَرُ ۔ الْاٰخِرَةَ ۔ وَیَرْجُوْا
اور کھڑا ہوا ڈر رکھتا ہے آخرت کا اور آسرا رکھتا ہے
رَحْمَةَ ۔ رَبِّهٖ ؕ قُلْ ۔ هَلْ ۔ یَسْتَوِی
رحمت کا اپنے رب کی کہہ دے کیا برابر ہوتے ہیں
الَّذِیْنَ ۔ یَعْلَمُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ ۔ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ
وہ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے
اِنَّمَا ۔ یَتَذَکَّرُ ۔ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨
بات یہی ہے کہ سوچتے ہیں عقل والے

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا
بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہوتا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدہ
وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا
کرتا ہوا اور کھڑا ہوا آخرت کا خطرہ رکھتا ہے اور اپنے رب
رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی
کی مہربانی کی امید رکھتا ہے تو کہہ کیا کوئی سمجھ والے
الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ
اور بے سمجھ برابر ہوتے ہیں
اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨
سوچتے وہی ہیں جو عقل رکھتے ہیں

خود غرض مطلب کے یار فقط ایسی مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتے ہیں جس میں ہوش گم ہو جائے اور سب طرف سے آس ٹوٹ جائے۔ اللہ عزوجل بے بسوں کی پکار سنتا ہے بے کسوں کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ اور ہر شخص کی جو اسے پکارے مدد کو پہنچتا ہے وہ اپنی رحمت سے اس پکارنے والے کو اس جان لیوا مصیبت سے جس میں وہ مبتلا تھا۔ نجات دیتا ہے۔ پھر جب اس کی جان میں جان آتی ہے۔ تو وہ خوشی سے بغلیں بجانے لگتا ہے اور بجائے اس کے اپنے مولے کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور اس کی اطاعت میں پورے جوش کے ساتھ لگ جائے مونچھوں پر تاؤ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں جگہ نیاز مانی تھی اور پھول چڑھائے تھے فلاں مقام پہ ناک گھسنی کی تھی اس سے میرا بیڑا پار ہوا۔

کوئی اللہ کا بندہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کے آگے جھکتا ہے۔ اور ماتھا ٹیکتا ہے۔ ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے دل میں آخرت کا کھٹکا لگا ہوتا ہے وہ اللہ کی رحمت کا آسرا ڈھونڈتا ہے مصیبت میں اسی کو پکارتا ہے راحت میں اسی کا شکر ادا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ یہ اچھا ہے یا وہ پہلا احسان فراموش شخص تو بہ کرو عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے۔ بات عقل والے ہی سمجھتے ہیں۔

خوش خبری

قُلْ - يٰعِبَادِ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوا - اتَّقُوْا -
کہہ دے اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو
رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ - اَحْسَنُوْا - فِيْ هٰذِهِ -
اپنے رب سے ان کے لیے جو اچھے کام کرتے ہیں اس
الدُّنْيَا - حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ - اللّٰهِ - وَاسِعَةٌ ؕ
دنیا میں اچھائی ہے اور زمین اللہ کی فراخ ہے
اِنَّمَا - يُوَفَّى - الصّٰبِرُوْنَ - اَجْرَهُمْ
بات یہی ہے کہ دیے جاتے ہیں صبر کرنے والے اپنا اجر
بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾
بے حساب

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا
تو کہہ اے میرے یقین لانے والے بندو اپنے رب سے
رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ
ڈرو جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ
بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے
اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ
بے شمار ثواب تو فقط صبر کرنے والوں کو ہی
بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾
ملا کرتا ہے

پہلے بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں انسان ایک طریقہ پر قائم نہیں بعض دنیا کے عیش و آرام میں پھنس کر اللہ سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں مگر جب کسی بڑی آفت میں پھنس جاتے ہیں تو پھر اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور اس کے سوا اس وقت انہیں اور کوئی بھی یاد نہیں آتا لیکن مصیبت ٹلتے ہی پھر اللہ کو بھول جاتے ہیں بعض لوگ ہر حال میں اللہ ہی کو یاد رکھتے ہیں اور اس کی عبادت اور شکر گزاری میں اپنی راتیں گزارتے ہیں ان دونوں کا انجام یکساں نہیں ہوگا پہلے لوگ مر کر دوزخ میں جلیں گے اور دوسرے راحت و آرام میں بسر کریں گے اس آیت میں ان شکر گزار بندوں کے لیے ارشاد ہے کہ اے رسول ایمان والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے رب کے ڈر سے گناہوں سے بچتے رہو اور اس کی بندگی میں مصروف رہو اور اطمینان رکھو کہ جو اس دنیا میں اچھے کام کریں گے ان کی حالت دنیا اور آخرت میں اچھی رہے گی اگر تمہیں تمہارے وطن والے نیکی کا راستہ اختیار کرنے سے روکیں تو اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔ دوسری جگہ چلے جاؤ اور اس تبدیلی میں جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں انہیں صبر اور استقلال کے ساتھ جھیلو! اس صبر کا نتیجہ بہت اچھا ہوگا۔ دنیا میں جو اللہ کی اطاعت میں صبر کے ساتھ لگے رہیں گے وہی آخرت میں بے شمار انعام و اکرام پائیں گے اس انعام و اکرام کے مقابلہ میں تھوڑے دن کی زندگی میں اللہ کی فرمانبرداری کے اندر تکلیفیں جھیلنا کوئی چیز نہیں۔

فرماں برداری کا طریقہ

قُلْ - اِنِّیْٓ - اُمِرْتُ - اَنْ - اَعْبُدَ - اللّٰهَ
کہہ تحقیق میں حکم دیا گیا ہوں کہ عبادت کروں اللہ کی
مُخْلِصًا - لَّهُ - الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ - اُمِرْتُ
خالص کر کے اس کے لیے دین اور حکم دیا گیا ہوں
لِاَنْ - اَكُوْنَ - اَوَّلَ - الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ
اس کا کہ میں ہوں پہلا فرمانبرداروں میں کہہ
اِنِّیْٓ - اَخَافُ - اِنْ - عَصَيْتُ - رَبِّیْ
تحقیق میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی
عَذَابَ - يَوْمٍ - عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾
عذاب سے ایک دن بڑے کے

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ
تو کہہ مجھے حکم ہے کہ اللہ کی بندگی کروں اس کے لیے بندگی
مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ
خالص کر کے اور حکم ہے کہ میں
لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ
سب سے پہلے حکم بردار بنوں تو کہہ
اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّیْ
اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو میں ڈرتا ہوں
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾
ایک بڑے دن کے عذاب سے

ارشاد ہے کہ میں فقط تمہیں ہی زبانی پیغام پہنچانے نہیں آیا ہوں بلکہ وہ پیغام خود میرے لیے بھی حکم کی صورت رکھتا ہے اور مجھ سے صاف کہہ دیا گیا ہے۔ کہ میں بھی فقط اللہ ہی کی عبادت کروں اور اللہ کی بندگی کو ملاوٹ سے پاک رکھوں یعنی اس کے سوا کسی کے آگے نہ جھکوں اور نہ کسی سے یہ سمجھ کر کچھ مانگوں کہ اس میں مجھے دینے کی قدرت ہے۔ مجھے صاف حکم ہے کہ سب سے پہلے میں خود اسلام کے احکام کا پابند ہو جاؤں اور دوسروں کے لیے اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ بن کر دکھاؤں میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ آرام سے بیٹھ کر تم پر حکم چلاؤں اور خود کچھ نہ کروں بلکہ اس لیے کہ میں خود محنت اور صبر کے ساتھ اللہ کے حکموں پر قائم رہوں اور سب سے پہلے خود اپنی جان اور مال کو اللہ کی فرمانبرداری میں قربان کرنے کے لیے تیار رہوں ۔

اللہ تعالےٰ نے مجھ سے فرمایا کہ میں اللہ کا حکم ماننے میں ذرہ بھر بھی کمی نہ کروں اور تم سے بھی یہی کہہ دوں اور اگر خدانخواستہ میں اس کے حکم کی نافرمانی کر بیٹھوں تو مجھے خود اس بڑے قیامت کے دن اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ کا ڈر لگتا ہے ۔

اللہ کی پیغمبری دنیا میں آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے نہیں ہوتی ۔ یہ تو اس کی راہ میں دل و جان سے محنت کرنے اور مشقت اٹھانے کے لیے ہوتی ہے ۔

اعلانِ عام

قُلِ - اللّٰهَ - اَعْبُدُ - مُخْلِصًا - لَّهٗ
تو کہہ اللہ ہی کو میں پوجتا ہوں خالص کر کے اس کے لیے
دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا - مَا - شِئْتُمْ -
اپنی بندگی پس پوجا کرو تم جسے تم چاہو
مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ - اِنَّ - الْخٰسِرِیْنَ
سوا اس کے کہہ دے تحقیق ٹوٹے میں وہ ہیں
الَّذِیْنَ - خَسِرُوْٓا - اَنْفُسَهُمْ - وَاَهْلِیْهِمْ
جو کھو بیٹھے اپنی جانیں اور اپنے گھر والے
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ
قیامت کے دن

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ
تو کہہ میں تو اللہ کو پوجتا ہوں اپنی بندگی اسی کے واسطے
دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ
خالص کر کے اب تم اس کے سوا جس کو چاہو
مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ
پوجو تو کہہ بڑے ہارنے والے وہ جو
الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ
اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ
دن ہار بیٹھے

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دے کہ میرا اللہ کے حکم کے مطابق سب سے پہلا کام یہ ہے کہ فقط اللہ ہی کی عبادت کروں اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری میں کسی اور کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، خالص اس کی بندگی کروں اس کے آگے جھکوں جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگوں تمہیں میرے طریقہ پہ چلنا ہے تو تم بھی وہی کرو جو میں کرتا ہوں اور اگر تم میری نہیں سنتے اور میرے عمل کے مطابق عمل نہیں کرتے تو تم جانو اور تمہارا کام جس کے آگے چاہو ہاتھ جوڑتے پھرو میں تمہیں زبردستی تو راہ راست پہ لانے سے رہا مجھے تو یہی حکم ملا ہے۔ کہ تجھے قرآن مجید پڑھ کر سنا دوں۔ اس کے معنی پہ تمہیں غور کرنے کی نصیحت کر دوں اور اپنی زندگی اس کی ہدایتوں کے مطابق دنیا میں بسر کر کے دکھا دوں تاکہ انسان کے لیے عمل اور عقیدہ دونوں کا ایک نمونہ ہو جائے۔ اور یہی سنت ہمیشہ کے لیے جاری رہے۔ اپنے بعد تمہارے پاس یہی دو چیزیں چھوڑ جاؤں گا یعنی قرآن و سنت یاد رکھو کہ جس نے ان دونوں پہ عمل نہ کیا اس کا انجام بڑا ہوگا۔

دنیا کے نفع نقصان کو کیا دیکھتے ہو اصل نقصان میں تو وہ لوگ رہیں گے جو قرآن و سنت کو چھوڑ بیٹھیں گے اور قیامت کے دن اپنی جان کے لیے بھی اور اپنے گھر والوں کے لیے بھی آفت مول لیں گے یاد رکھو قیامت کا نقصان سب سے زیادہ زبردست نقصان ہے۔

نقصان بھی کیسا؟

اَلَا - ذٰلِكَ - هُوَ - الْخُسْرَانُ - الْمُبِيْنُ ⑮
آگاہ ہو یہ یہی ہے خسارہ ظاہر
لَهُمْ - مِّنْ فَوْقِهِمْ - ظُلَلٌ - مِّنَ النَّارِ
ان کے لیے ان کے اوپر سے سائبان ہوں گے آگ کے
وَمِنْ تَحْتِهِمْ - ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ
اور ان کے نیچے چادریں آگ کی یہ ہے
يُخَوِّفُ اللّٰهُ - بِهٖ - عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ
کہ ڈراتا ہے اللہ اس سے اپنے بندوں کو اے میرے بندو
فَاتَّقُوْنِ ⑯
پس مجھ سے ڈرو

اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑮
سنتا ہے یہی ہے صریح ٹوٹا
لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ
ان کے واسطے اوپر سے بادل ہیں آگ کے
وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ
اور نیچے بادل ، اللہ اپنے بندوں
يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ
کو اسی چیز سے ڈراتا ہے اے میرے بندو
فَاتَّقُوْنِ ⑯
مجھ ہی سے ڈرو

ظُلَلٌ : (سائبان) آگ کی پھیلی ہوئی چادریں ظُلَّۃٌ کی جمع ہے ۔ سورۃ شعراء میں گزر چکا ہے ۔ یٰعِبَادِ اصل میں یٰعِبَادِیْ ہے اور اتَّقُوْنِ اصل میں اِتَّقُوْنِیْ ہے وقف کی وجہ سے دونوں جگہ یے گر گئی ۔

ارشاد ہے کہ کیا انہیں دکھائی نہیں دیتا کہ یہ نقصان سب سے زیادہ کھلا خسارہ ہے انہیں بتلا دیا جاتا ہے کہ اللہ سے منہ موڑ کر دوسروں کی طرف جھکنے والوں کے لیئے سر کے اوپر آگ کی تہہ بہ تہہ چادریں بادلوں کی طرح چھائی ہوئی ہوں گی اور ان کے نیچے آگ کی تہ بہ تہ چادریں بچھی ہوئی ہوں گی ۔ غرض ہر طرف سے ان کو آگ کی چادریں گھیرے ہوں گی ۔

اللہ عزوجل نے جو اتنا بندوبست کیا کہ اپنے رسول بھیجے اور ان پر اپنی کتابیں نازل کیں پھر ان کو یہ تاکید کر دی کہ اس کتاب کو ان کے سامنے پڑھ کر اس کا مطلب سمجھا دیں پھر آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب کتابوں کا خلاصہ قرآن مجید دے کر بھیجا یہ سارا بندوبست اس لیے ہے کہ وہ اپنے بندوں کو نافرمانی کے انجام سے ڈرا دے اور وہ انجام ایسا ڈراؤنا انجام ہے جس کا نقشہ اوپر کی آیت میں کھینچ دیا گیا ہے ۔ سو اے میرے بندو! میرے غضب سے ڈرو کفر اور شرک سے بچو اللہ کو مانو اور خالص اس کی عبادت کرو ۔

خوش خبری

وَالَّذِیْنَ ۔ اجْتَنَبُوا ۔ الطَّاغُوْتَ ۔ اَنْ
اور جو بچتے رہے سرکش شیطان سے کہ
یَّعْبُدُوْھَا ۔ وَاَنَابُوْٓا ۔ اِلَی اللّٰہِ ۔ لَھُمُ ۔ الْبُشْرٰی
پوجا کریں اس کی اور پھرے اللہ کی طرف ان کے لیے بشارت ہے
فَبَشِّرْ ۔ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ ۔ یَسْتَمِعُوْنَ ۔ الْقَوْلَ
پس بشارت دے میرے بندوں کو جو کان لگا کر سنتے ہیں بات
فَیَتَّبِعُوْنَ ۔ اَحْسَنَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ ۔ الَّذِیْنَ ۔ ھَدٰھُمُ
پھر پیروی کرتے ہیں اس میں سے سب سے اچھی کی وہی ہیں کہ ہدایت کی انھیں
اللّٰہُ ۔ وَاُولٰٓئِکَ ۔ ھُمْ ۔ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ
اللہ نے اور وہی ہیں وہی دانشمند کیا پس وہ کہ
حَقَّ ۔ عَلَیْہِ ۔ کَلِمَۃُ ۔ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ
واقع ہو گیا اس پر حکم عذاب کا کیا پس تو
تُنْقِذُ ۔ مَنْ ۔ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾
چھڑالے گا اسے جو آگ میں گر گیا

وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ
اور جو لوگ شیطانوں سے بچے کہ ان کو
یَّعْبُدُوْھَا وَاَنَابُوْٓا اِلَی اللّٰہِ لَھُمُ الْبُشْرٰی
پوجیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لیے خوشخبری ہے
فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ
سو تو میرے ان بندوں کو خوشی سنا دے جو بات سنتے ہیں
فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ
پھر جو اس میں نیک ہیں اس پر چلتے ہیں وہ ہی ہیں جنھیں اللہ نے راہ
اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ
بتا دیا اور وہی ہیں عقل والے بھلا جس پر
حَقَّ عَلَیْہِ کَلِمَۃُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ
عذاب کا حکم ٹھیک ہو چکا بھلا تو اسے خلاص کر
تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾
سکے گا جو عذاب میں پڑ چکا

پہلے ارشاد ہوا کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ اور کسی کی عبادت کو نہ ملاؤ۔ جو لوگ اوروں کی عبادت کرتے ہیں انہوں نے اپنا اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کا ناس کر لیا اس سے بڑا نقصان اور کیا ہوگا ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جو لوگ شیطانوں سے بچے اور ان کی عبادت سے اپنا پیچھا چھڑا لیا اور خالص اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لیے خوشخبری ہے اے رسول تم ان لوگوں کو خوشخبری سنا دو جو سب کچھ سنتے ہیں مگر عمل اسی پہ کرتے ہیں۔ جو سب سے اچھا کلام ہے یعنی قرآن شریف پر یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے ٹھیک راستہ بتا دیا اور در حقیقت عقل والے بھی وہی ہیں۔ آگے ارشاد ہے کہ جن لوگوں پہ ان کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے عذاب کا حکم لگ چکا ہے۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکتے ان کا کیا کرایہ برباد ہو چکا جو لوگ اپنے عملوں کی وجہ سے آگ میں جھونک دیئے گئے ان کو تو وہاں کیسے نکالے گا وہ تو گئے گذرے ہوئے۔

قدرت کے کرشمے

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے واسطے ہیں جھروکے

مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

ان کے اوپر اور جھروکے بنے ہوئے ان کے نیچے ندیاں بہتی

الْاَنْهٰرُ ۬ۥ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ⑳

ہیں اللہ کا وعدہ ہو چکا اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً

تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں سے پانی اتارا

فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ

پھر وہ پانی زمین میں چشموں کی صورت میں چلایا اور پھر اس

بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ

سے کئی کئی رنگ بدلنے والی کھیتی نکالتا ہے

لٰكِنِ - الَّذِيْنَ - اتَّقَوْا - رَبَّهُمْ - لَهُمْ - غُرَفٌ

لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے لیے چوبارے ہیں

مِّنْ فَوْقِهَا - غُرَفٌ - مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ - مِنْ تَحْتِهَا

ان کے اوپر اور چوبارے بنے بنائے جاری ہیں ان کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ۬ۥ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ - اللّٰهُ - الْمِيْعَادَ ⑳

نہریں وعدہ کرتا ہے اللہ خلاف نہیں کرتا اللہ وعدہ کے

اَلَمْ - تَرَ - اَنَّ - اللّٰهَ - اَنْزَلَ - مِنَ السَّمَاۗءِ - مَاۗءً

کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی

فَسَلَكَهٗ - يَنَابِيْعَ - فِي الْاَرْضِ - ثُمَّ - يُخْرِجُ

پھر بہایا اسے چشموں کی شکل میں زمین میں پھر نکالتا ہے

بِهٖ - زَرْعًا - مُّخْتَلِفًا - اَلْوَانُهٗ

اس کے ذریعے کھیتی بدلنے والے اس کے رنگ

يَنَابِيْعَ (چشمے - سوتیں) يَنْبُوْعٌ کی جمع ہے سورۃ بنی اسرائیل میں گزرا ہے - غُرَفٌ (چوبارے) غُرْفَۃٌ کی جمع ہے اوپر کی منزل کو کہتے ہیں ارشاد ہوا کہ جو لوگ دنیا کے دکھاوے کی چیزوں میں پھنس کر اللہ عزوجل کی نافرمانیاں کرتے ہیں ان کے کرتوت انہیں آگ میں لے جا کر جھونک دیں گے ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ یہ مت سمجھنا کہ اللہ کے اطاعت گزار بندوں کو جو دنیا میں اللہ کے حکم پر اپنی خواہشیں قربان کر چکے ہیں اپنی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کا کوئی پھل نہ ملے گا سنو ان کیلئے اونچے اونچے مکان بنے بنائے تیار ہیں جنت کی منزلوں پر منزلیں چلی جارہی ہیں وہ ان میں آرام سے بیٹھے نیچے دیکھ رہے ہوں گے نیچے صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہوں گی اللہ ان سے اس کا وعدہ کر چکا اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا - دنیا کے حالات پر غور کرو گے تو تم پر حقیقت کھل جائے گی - دیکھو اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے وہ پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے - پھر چشموں کی شکل میں نکل کر بہتا ہے زمین اس سے سیراب ہوتی ہے پھر اس سے رنگ برنگ اور قسم قسم کی کھیتی نکلتی ہے اس کھیتی کے حالات پر غور کرو یہ

حالات کا بدلنا

ثُمَّ ۔ یَهِیْجُ ۔ فَتَرٰىهُ ۔ مُصْفَرًّا ۔ ثُمَّ ۔ یَجْعَلُهٗ

پھر وہ پک جاتی ہے پس دیکھے تو اسے زرد پھر کر دیتا ہے اسے

حُطَامًا ؕ اِنَّ ۔ فِیْ ذٰلِكَ ۔ لَذِكْرٰى ۔ لِاُولِی

چورا چورا تحقیق اس کے اندر البتہ یاددہانی ہے عقلمندوں

الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ ۔ شَرَحَ ۔ اللّٰهُ ۔ صَدْرَهٗ ۔ لِلْاِسْلَامِ

کے لیے کیا پس جو کھول دیا اللہ نے سینہ اس کا اسلام کے لیے

فَهُوَ ۔ عَلٰى نُوْرٍ ۔ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ ۔ لِّلْقٰسِیَةِ ۔ قُلُوْبُهُمْ

پس وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے پس خرابی ہے ان کی کہ سخت ہو گئے انکے دل

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ ۔ فِیْ ضَلٰلٍ ۔ مُّبِیْنٍ ﴿۲۲﴾

اللہ کے ذکر کی طرف سے وہ لوگ گمراہی میں ہیں ظاہر

ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ

پھر آئے تیاری پر تو تو اس کا رنگ زرد دیکھے پھر اسے چورا چورا

حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی

کر ڈالتا ہے بیشک اس میں عقل والوں کے واسطے نصیحت

ع ۱۲ الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

ہے بھلا جس کا سینہ اللہ نے دین اسلام کے لیے کھول دیا

فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ

سو وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہے سو خرابی ہے ان کے لیے جن کے دل

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۲﴾

اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، وہ پڑے پھرتے ہیں بھٹکتے صریح

یَهِیْجُ اپک جاتی ہے مضارع کا صیغہ ہے۔ ہ۔ی۔ج۔ سے هَیْجٌ کے معنی کھیتی کا پک کر خشک ہو جانا جب کھیتی تیار ہو جاتی ہے تو وہ سوکھ جاتی ہے الْقٰسِیَةِ ، (الَّذِیْنَ قَسَتْ) وہ کہ سخت ہو گئے ، ال الَّذِیْنَ کے معنی میں ہے ، قَاسِیَةٌ اسم فاعل مؤنث ہے۔ قَسَاوَۃٌ سے (سختی)

کھیتی رفتہ رفتہ بڑھتی رہتی ہے۔ جب بڑھ چکتی ہے تو خشک ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا رنگ زرد نظر آنے لگتا ہے پھر اس کو کاٹ کر ڈال دیتے ہیں پھر اسے پاؤں کے نیچے روند کر چورا چورا کر لیتے ہیں غلّہ الگ نکل آتا ہے اور بھوسہ الگ ہو جاتا ہے کھیتی کی حالت میں ان تبدیلیوں پر غور کر کے عقلمند بڑے بڑے نتیجے نکالتے ہیں ایک دن یہ دنیا بھی جو خوب ترقی کر رہی ہے۔ اسی طرح زیادہ عمر کی ہو کر خشک اور پرانی ہو جائے گی پھر اس کے اجزا الگ الگ کر کے ہر ایک کو اس کی مناسب جگہ پہنچا دیا جائے گا آدمی کچھ دوزخ میں چلے جائیں گے کچھ جنت میں اسلام انسان کو جنت میں جانے کی تیاری کرنا سکھاتا ہے جنہوں نے صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا ان کے برابر وہ نہیں ہو سکتے جن کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہو گئے ۔ اسلام والوں کو اللہ کی روشنی مل گئی ادھر اللہ سے غافل ہونے والوں کی گمراہی بھی صاف ظاہر ہو گئی ۔ اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں ۔

قرآن کا اثر

اَللّٰهُ - نَزَّلَ - اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ - كِتٰبًا - مُّتَشَابِهًا
اللہ نے اتارا بہترین کلام ایک کتاب باہم ملتی جلتی
مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ - جُلُوْدُ الَّذِيْنَ - يَخْشَوْنَ
دہرائے ہوئے مضمونوں کی کھڑے ہوتے ہیں اس سے بدن کے رونگٹے ان کے جو ڈرتے ہیں
رَبَّهُمْ ثُمَّ - تَلِيْنُ - جُلُوْدُهُمْ - وَقُلُوْبُهُمْ - اِلٰى
اپنے رب سے پھر نرم پڑ جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے
ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ - يَهْدِيْ - بِهٖ - مَنْ يَّشَآءُ
ذکر کی طرف یہ ہدایت ہے اللہ کی راہ دکھاتا ہے اس سے جسے چاہتا ہے
وَمَنْ - يُّضْلِلِ اللّٰهُ - فَمَا لَهٗ - مِنْ - هَادٍ ﴿۲۳﴾
اور جسے راہ بھلا دے اللہ پس نہیں اس کے لیے کوئی رہبر
اَفَمَنْ - يَّتَّقِيْ - بِوَجْهِهٖ - سُوْٓءَ الْعَذَابِ - يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
کیا پس وہ جو روکتا ہے اپنے منہ پر برا عذاب قیامت کے دن
وَقِيْلَ - لِلظّٰلِمِيْنَ - ذُوْقُوْا - مَا - كُنْتُمْ - تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾
اور کہا جائے گا ظالموں سے مزا چکھو اس کا جو تھے تم کمائی کرتے

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا
اللہ نے بہترین بات اتاری ایک کتاب آپس میں ملتی جلتی دہرائے ہوئے
مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
مضمونوں کی بال کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے ان لوگوں کے بدن پر جو
رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى
اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر جھکتے ہیں
ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
اللہ کی یاد کی طرف یہ ہے اللہ کا راستہ دکھانا اس طرح وہ راہ بتاتا ہے
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾
جس کو چاہے اور جس کو اللہ راہ بھلا دے اس کو کوئی راہ بتانے والا نہیں
اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
کیا وہ شخص جو اپنے منہ پر روکتا ہے برا عذاب قیامت کے دن
وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾
اور بے انصافوں سے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو تم جو تم کماتے تھے۔

دنیا کے حالات میں باقاعدہ تبدیلیاں اللہ عزوجل کی قدرت پہچاننے کے لیے کافی ہیں جب اس کو پہچان لیا تو اب سنو کہ اس نے انسان کی ہدایت کے لیئے ایک کتاب نازل کی ہے جس میں سب سے اچھی باتیں جمع ہیں وہ ایسی بے جوڑ نہیں جن میں لگاؤ نہ ہو اس میں ساری کام کی باتوں کو مختلف طریقوں سے بار بار دہرایا گیا ہے جو اللہ کو اپنا رب مان چکے ہیں وہ جب اس کلام کو سنتے ہیں تو اس کی ہیبت سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کانپ اٹھتے ہیں اور ان کا بدن اور دل اس کے اثر سے اللہ کی یاد اور ذکر کی طرف جھک جاتا ہے اس طرح اللہ سعادت مندوں کو ہدایت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے جو بد قسمت لوگ راہ سے بھٹک گئے ان کو بجز اللہ کے کوئی راہ راست پہ نہیں لا سکتا یہ بد قسمت لوگ قیامت کا عذاب اپنے منہ پہ جھیلیں گے اور بے ایمانوں سے کہا جائیگا کہ آج اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو یہ ہے انتہائی بدبختی۔

منکر ہمیشہ نقصان ہی میں رہے!

كَذَّبَ - الَّذِيْنَ - مِنْ قَبْلِهِمْ - فَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ
جھٹلایا لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے پس آپہنچا ان پر عذاب
مِنْ حَيْثُ - لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ - الْخِزْيَ
اس جگہ سے کہ ان کے سان گمان میں بھی نہ تھا پس چکھائی اللہ نے انہیں ذلت
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ - اَكْبَرُ - لَوْ كَانُوْا
دنیا کی زندگانی میں اور البتہ عذاب آخرت کا بہت بڑا ہے اگر وہ ہوتے
يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ - ضَرَبْنَا - لِلنَّاسِ - فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
سمجھتے اور البتہ تحقیق بیان کی ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں
مِنْ كُلِّ مَثَلٍ - لَّعَلَّهُمْ - يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا
ہر قسم کی بات شاید وہ نصیحت حاصل کریں قرآن
عَرَبِيًّا - غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ - لَّعَلَّهُمْ - يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾
عربی کجی نہ رکھنے والا تاکہ وہ بچ کر نکلیں

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ
ان سے اگلے جھٹلا چکے ہیں پھر ان پر ایسی جگہ سے عذاب آیا کہ ان کو
مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ
خیال بھی نہ تھا پھر ان کو اللہ نے دنیا کی زندگی
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا
میں رسوائی چکھائی اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے اگر انہیں
يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
سمجھ ہوتی اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے
مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا
سب چیز کی مثل بیان کی تاکہ وہ دھیان کریں قرآن عربی
عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾
زبان کا جس میں کجی نہیں تاکہ وہ بچ کر چلیں

منزل ۶

ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو جو ہمارے رسول کو جھٹلا رہے ہیں اور ہماری بھیجی ہوئی کتاب کو خاطر میں نہیں لا رہے ان کو پہلے زمانے کے لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیے ان سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل کے رسول کا کہنا نہ مانا اور سمجھے کہ ہم اپنی ڈھٹائی پر قائم رہ کر مزے سے زندگی بسر کرتے رہیں گے افسوس یہ ان کا خیال غلط تھا اور وہ اسی غلط خیال میں رہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچے رہیں گے۔ لیکن ہمارے عذاب نے اچانک انہیں آپکڑا۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اللہ کا عذاب اس طرح بھی آسکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے اور آخرت کا عذاب الگ مول لیا اگر ان لوگوں میں جو اس وقت ہمارے رسول اور ہماری کتاب کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ ہوتی تو یہ پہلے لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کرتے اور نتیجہ پر نظر کرتے اس قرآن میں ہم نے ہر بات خوب واضح طور پر بیان کر دی ہے اور یہ ہے بھی عربی زبان میں تھوڑا سا بھی غور کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس میں کوئی اینچ پینچ کی یا ٹیڑھی بات نہیں اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ کسی طرح لوگ سمجھ لیں اور اللہ کا خوف کر کے بُری باتوں سے بچ کر اپنا انجام درست کر لیں۔

مشرک اور موحد کی مثال

ضَرَبَ - اللّٰهُ - مَثَلًا - رَّجُلًا - فِيْهِ - شُرَكَآءُ - مُتَشٰكِسُوْنَ
بیان کی اللہ نے ایک کہاوت ایک آدمی جس میں کئی شریک ہیں جھگڑالو
وَرَجُلًا - سَلَمًا - لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ - يَسْتَوِيٰنِ - مَثَلًا ؕ
اور ایک آدمی پورا ایک شخص کا کیا برابر ہیں یہ دونوں حالت کے لحاظ سے
اَلْحَمْدُ - لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ - لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ
سب خوبی اللہ کی ہے لیکن ان کے اکثر سمجھتے نہیں تحقیق تو
مَيِّتٌ - وَّاِنَّهُمْ - مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ - اِنَّكُمْ - يَوْمَ
مرنے والا ہے اور تحقیق وہ سب مریں گے پھر البتہ تم دن
الْقِيٰمَةِ - عِنْدَ رَبِّكُمْ - تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾
قیامت کے اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ
اللہ نے ایک مثل بیان کی ایک مرد ہے، اس میں کئی ضدی شریک
وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ
ہیں اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا کیا دونوں برابر ہیں حالت میں
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ
سب خوبی اللہ کے لیے ہے پر اکثر ان میں سمجھ نہیں رکھتے بیشک
مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ
تجھے بھی مرنا ہے اور وہ بھی مریں گے پھر البتہ تم قیامت کے
الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾
دن اپنے رب کے آگے جھگڑو گے

مُتَشَاكِسُوْنَ (سخت طبیعت والے جنہیں مشکل سے راضی کیا جا سکے اسم فاعل مُتَشَاكِسٌ کی جمع ہے جو تَشَاكُس سے بنا ہے اس کا مادہ ش۔ک۔س ہے شَكِسٌ اور شَكَاسَةٌ کے معنی ہیں بدخلق بخیل اور جھگڑالو ہونا تَشَاكُس آپس میں لڑتے جھگڑتے رہنا مُتَشَاكِسُوْنَ وہ لوگ جو آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ سَلَمٌ (جو ایک ہی کا ہو) صفت کا صیغہ ہے س۔ل۔م سے وہ چیز یا شخص جو بالکل ایک ہی کا ہو ایک کے سوا کسی کا اس پر دعویٰ نہ ہو۔

مَيِّتٌ (مرنے والا) ہر زندہ آدمی جو مرنے والا ہے زندگی ہی میں مَيِّت کہلاتا ہے اور جب جان نکل چکے گی تو عربی کے محاورہ میں وہ مَيْت کہلائے گا۔ اس آیت میں توحید اور شرک کی حالت واضح کی گئی ہے ارشاد ہے کہ ایک شخص بہت سے بدخلق آقاؤں کا غلام ہے اور ایک شخص کا فقط ایک آقا ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں غلاموں کی حالت یکساں نہیں ہو سکتی پہلا اس جھگڑے میں پڑ جائے گا کہ کس کس کو اور کیسے راضی کروں پھر کوئی مالک اس کی خبرگیری بھی نہ کرے گا کیونکہ وہ کہے گا کہ اور مالک اس کی دیکھ بھال کریں گے میں کیوں کروں دوسرا غلام آرام سے ہوگا کیونکہ اسے ایک ہی مالک کو خوش کرنا ہے۔ اور وہی اس کی خبرگیری کرے گا۔ سچ ہے ساری خوبی اللہ کے لیے ہے دیکھو اس نے کیسی آسانی سے بات واضح کر دی لیکن اکثر ان میں ناسمجھ ہیں۔ بہرحال قیامت کے دن تم سب اپنے رب کے پیش ہو گے اور وہیں تمہارے سارے جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔

ماننے اور نہ ماننے والے

فَمَنْ ۔ اَظْلَمُ ۔ مِمَّنْ ۔ كَذَبَ ۔ عَلَى اللّٰهِ ۔
پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے جھوٹ بولا اللہ پر
وَكَذَّبَ ۔ بِالصِّدْقِ ۔ اِذْ جَآءَهٗ ۔ اَلَيْسَ ۔ فِيْ جَهَنَّمَ
اور جھٹلایا سچی بات کو جب آئی وہ اسکے پاس کیا نہیں جہنم میں
مَثْوًى ۔ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ ۔ جَآءَ ۔ بِالصِّدْقِ
ٹھکانا انکار کرنے والوں کا اور وہ جو آیا سچی بات لے کر
وَصَدَّقَ بِهٖٓ ۔ اُولٰٓئِكَ ۔ هُمُ ۔ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾
اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ ہیں وہی ڈرنے والے
لَهُمْ ۔ مَّا ۔ يَشَآءُوْنَ ۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ
ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں ان کے رب کے پاس یہ ہے
جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾
بدلہ نیکی کرنے والوں کا

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ
پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا
وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ
اور سچی بات کو جھٹلایا جب اس کے پاس پہنچی کیا منکروں
مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ
کا ٹھکانا دوزخ نہیں اور جو سچی بات لے کر آیا
وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾
اور جس نے اسے سچ مانا وہی لوگ ہیں ڈرنے والے
لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ
ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے جو وہ چاہیں ۔ یہ ہے
جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾
نیکی کرنے والوں کا بدلہ

اسلام کی تعلیم ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور اسی کو اپنا خالق مالک اور رب جانو اور اس پروردگار کو اسی طرح سمجھنے کی کوشش کرو جس طرح اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اللہ کو اپنے خیال کے مطابق ماننا انسان کی نجات کے لیے کافی نہیں اس کی سچی باتیں اور صفتیں وہی ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیں ۔اس کی اولاد ماننا اس کا کسی کو شریک ٹھہرانا ۔اس کی خدائی میں دوسروں کا حصہ ماننا یہ سب اس کی بابت جھوٹ گھڑنا اور اس پر بہتان لگانا ہے قرآن کریم میں جو اللہ کی صفتیں آئی ہیں اور رسول نے جو کچھ اس کی عبادت اور اس کے ادب کے طریقے بتائے ہیں وہ سراسر سچائی پر مبنی ہیں جو لوگ ان کو نہیں مانتے وہ سچائی کو نہ ماننے والے اور منکر ہیں ان سے زیادہ کوئی بے انصاف اور ظالم نہیں اور یقیناً ان کا ٹھکانا جہنم ہے اس سچائی کو انسان تک پہنچاتے والے رسول اور سچائی کو تسلیم کرنے والے انسان ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ سے واقعی ڈرنے والے اور اس کے ڈر سے بُرے کام چھوڑنے والے اور متقی کہلانے کے لائق ہیں ۔یہی لوگ نیک ہیں اور ان ہی کو اللہ کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا ۔ جو یہ چاہیں گے ۔ ان کے سارے ارمان اس کی رحمت سے پورے کئے جائیں گے ۔

اللہ اپنے بندے کو کافی ہے

لِیُکَفِّرَ ۔ اللّٰہُ ۔ عَنْھُمْ ۔ اَسْوَاَ ۔ الَّذِیْ ۔ عَمِلُوْا
تاکہ دور کردے اللہ ان سے برے کام جو انھوں نے کیے
وَیَجْزِیَھُمْ ۔ اَجْرَھُمْ ۔ بِاَحْسَنِ ۔ الَّذِیْ ۔ کَانُوْا
اور دے انھیں ان کا اجر بدلے میں اچھے کاموں کے جو تھے وہ
یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَیْسَ ۔ اللّٰہُ ۔ بِکَافٍ ۔ عَبْدَہٗ ؕ
کرتے کیا نہیں اللہ کافی اپنے بندہ کو
وَیُخَوِّفُوْنَکَ ۔ بِالَّذِیْنَ ۔ مِنْ دُوْنِہٖ ؕ وَمَنْ
اور ڈراتے ہیں تجھے ان سے جو اور اس کے سوا ہیں اور جسے
یُّضْلِلِ ۔ اللّٰہُ ۔ فَمَا لَہٗ ۔ مِنْ ھَادٍ ﴿۳۶﴾
راہ بھلائے اللہ پس نہیں اس کے لیے کوئی راہ سجھانے والا

لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا
تاکہ اللہ ان پر سے برے کام جو انھوں نے کیے تھے
وَیَجْزِیَھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا
اتار دے اور بدلے میں ان کو بہتر کاموں کا جو وہ
یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؕ
کرتے تھے ثواب دے کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں
وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ؕ وَمَنْ
اور تجھ کو اس کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں اور جس کو
یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ ﴿۳۶﴾
اللہ راہ بھلائے تو اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے سچی باتوں کو قبول کیا اور جھوٹ سے منہ موڑا وہی اللہ کے سچے بندے ہیں اور وہی اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سچے دل سے کریں گے۔ ان کے لیے اللہ کے ہاں وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں ان کا انجام یہ ہوگا کہ ان کے سارے قصور معاف کر دیئے جائیں گے اور آدمی ہونے کی وجہ سے جو ان سے بھول چوک ہوئی وہ بھی معاف کر دی جائے گی اور ان کے اچھے کاموں کا انہیں دل کھول کر بدلہ ملے گا۔ افسوس ان باتوں کو نادان لوگ نہیں سمجھتے ان کی نافرمانی اتنی بڑھ گئی ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ گستاخیاں کرنے سے ذرا نہیں جھجکتے۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکاتے تھے کہ اگر تم نے ہمارے بتوں کو برا کہنا نہ چھوڑا تو ان سے کہہ کر ہم تمہیں سزا دلوا دیں گے اور وہ (معاذ اللہ) تمہارے ہوش و حواس ہی چھین لیں گے۔

ارشاد ہے کہ کیا خوب گویا اللہ اپنے بندوں کی حفاظت کے لیے کافی نہیں اللہ کے مقابلے میں اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو کھڑا کرتے ہیں اور دھمکاتے ہیں کہ اپنی باتوں سے باز آؤ ورنہ یہ تمہیں بڑی سزا دلوائیں گے۔ سچ ہے اللہ ہی ٹھیک چلائے تو چلائے ورنہ جسے اس نے گمراہی میں چھوڑ دیا اسے کوئی سیدھا راستہ سمجھانے والا نہیں۔

اختیار اللہ ہی کو ہے!

وَمَنْ ۔ یَّهْدِ ۔ اللّٰهُ ۔ فَمَا ۔ لَهٗ ۔ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ
اور جسے ہدایت کرے اللہ بس نہیں اس کو کوئی گمراہ کرنے والا
اَلَیْسَ ۔ اللّٰهُ ۔ بِعَزِیْزٍ ۔ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ
کیا نہیں اللہ قوت والا بدلہ لینے والا اور البتہ اگر
سَاَلْتَهُمْ ۔ مَّنْ ۔ خَلَقَ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضَ
پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیے آسمان اور زمین
لَیَقُوْلُنَّ ۔ اللّٰهُ ؕ
البتہ کہیں وہ اللہ نے

وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ
اور جس کو اللہ راہ سجھائے تو اسے کوئی بھلانے والا نہیں
اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ
کیا اللہ نہیں ہے زبردست بدلہ لینے والا اور اگر تو
سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
ان سے پوچھے کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے
لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ
تو کہیں اللہ نے

ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو اللہ کی قدرت اور شوکت کا اندازہ نہیں اپنے دیوتاؤں ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اے رسول تجھے اللہ کے غضب سے ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بتوں اور دیوتاؤں کو برا کہنا چھوڑ دے ورنہ وہ تجھے اس کی سخت سزا دیں گے۔ ان کی عقل کو کیا ہو گیا ہے یہ ان کے بت تو سرے سے کچھ ہیں ہی نہیں۔ آدمی تو آدمی یہ تو مکھی مچھر جیسی حقیر چیزوں کے آگے بھی بے بس ہیں ان کی اللہ کے سامنے کیا حقیقت ہے۔ ان لوگوں پر تو اللہ کی پھٹکار ہے۔

اللہ نے ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان کو سیدھے راستے سے دور ہٹا دیا ہے اور جس کو اللہ ہی راستہ سے ہٹا دے تو کون ہے جو اسے سیدھے راستہ پر ڈال دے ہاں اللہ اچھے اور نیک بخت لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے اور جسے اس نے سیدھے راستہ پر ڈال دیا۔ اسے کوئی راستے سے نہیں ہٹا سکتا یہ سمجھیں یا نہ سمجھیں حقیقت یہ ہے کہ قوت کا مالک اللہ ہی ہے اس کے سامنے کیا مجال کہ کوئی دم مار سکے وہ ضرور نافرمانوں کو ان کی نافرمانی کی سزا دے گا۔

ارشاد ہے کہ حق بات ان کافروں کی زبان پر بھی جاری ہو کر رہتی ہے جب تو ان سے پوچھے کہ بتاؤ یہ آسمان اور زمین کس نے بنائے۔ تو فوراً بول اٹھیں گے کہ اللہ نے اب ان سے کہو کہ پھر ایسے قادر مطلق کو چھوڑ کر ان ناچیز بتوں اور جھوٹے معبودوں کی طرف کیوں جھکتے ہو۔

سیدھی بات

قُلْ - اَفَرَءَيْتُمْ - مَّا تَدْعُوْنَ - مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
تو کہہ بھلا دیکھو تو جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا
اِنْ اَرَادَنِيَ - اللّٰهُ - بِضُرٍّ - هَلْ - هُنَّ
اگر ارادہ کرے مجھے اللہ ضرر پہنچانے کا کیا وہ
كٰشِفٰتُ - ضُرِّهٖٓ - اَوْ - اَرَادَنِيْ - بِرَحْمَةٍ
کھولنے والے ہیں اس کا ضرر یا چاہے مجھ پر اپنی رحمت کرنا
هَلْ - هُنَّ - مُمْسِكٰتُ - رَحْمَتِهٖ - قُلْ - حَسْبِيَ
کیا وہ روکنے والے ہیں اس کی رحمت کہدے کافی ہے مجھے
اللّٰهُ - عَلَيْهِ - يَتَوَكَّلُ - الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾
اللہ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
تو کہہ بھلا دیکھو تو تم جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ
اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ
مجھے تکلیف دینی چاہے تو وہ ایسے ہیں جو اس کی تکلیف
كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ
کھول دیں یا وہ مجھ پر مہربانی کرنی چاہے تو وہ
هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ
ایسے ہیں کہ اس کی مہربانی کو روک لیں تو کہہ مجھے
اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾
اللہ بس ہے اسی پر بھروسہ رکھنے والے بھروسہ رکھتے ہیں

ارشاد ہے کہ جب وہ اس کا اقرار کرلیں کہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اللہ ہے تو ان سے کہہ کہ پھر تم غیر اللہ کیطرف کیوں جھکتے ہو۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ان میں سے کسی کے اندر عالم کے انتظام میں دخل دینے کی کچھ طاقت ہے ان میں سے کوئی اس قابل ہے کہ اگر اللہ عزوجل مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچانی چاہیے تو یہ اس تکلیف کو دور کردیں یا یہ ایسا کرسکتے ہیں کہ اگر اللہ اپنی رحمت سے مجھے کچھ راحت پہنچانی چاہے تو وہ اس کی رحمت کو روک دیں۔ نادانو! جس نے اپنی قدرت سے عالم کی یہ عظیم الشان چیزیں بنا کھڑی کیں اس کے سامنے یہ پتھر مٹی کی بے جان مورتیں کیا کرسکتی ہیں۔ یہ تو نہ ملیں نہ جلیں نہ دیکھیں نہ سنیں یہ ایک مکھی کو تو اپنے اوپر سے اڑا نہیں سکتے یہ کسی کی تکلیف کیا دور کریں گے یہ تو کیا بڑی بڑی شان و شوکت والے اللہ کے آگے سوا اس کے کہ اس کے سامنے عاجزی سے جھکیں اور اس کی رحمت کے طلب گار ہوں اور کچھ نہیں کرسکتے تو اب بتاؤ کہ میں ایسے قادر و توانا رحیم و کریم اللہ کو چھوڑ کر ان ضعیف اور ناتواں مورتوں کے سامنے کیسے جھکوں مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میرے لیے اللہ بالکل کافی ہے۔ وہی میرے سب کام اپنی رحمت سے بنانے گا کوئی بھروسہ کرے تو اس پہ کرے اور کسی پر بھروسہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہر حالت میں اللہ ہی مددگار ہوسکتا ہے۔ دوسرے کس گنتی میں ہیں ٭

آخر کیا کیا جائے

قُلْ - يٰقَوْمِ - اعْمَلُوْا - عَلٰى مَكَانَتِكُمْ - اِنِّيْ
کہدے اے میری قوم کام کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں بھی
عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ - تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ
کام کرتا ہوں پس عنقریب جان لوگے کون ہے کہ آتا ہے اس پر
عَذَابٌ - يُّخْزِيْهِ - وَيَحِلُّ - عَلَيْهِ - عَذَابٌ
عذاب جو اسے رسوا کرے اور اترتا ہے اس پر عذاب
مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ - اَنْزَلْنَا - عَلَيْكَ - الْكِتٰبَ
دائمی تحقیق ہم نے اتاری تجھ پر کتاب
لِلنَّاسِ - بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ - اهْتَدٰى - فَلِنَفْسِهٖ ۚ
لوگوں کے لیے سچائی کے ساتھ پس جو راہ پر آیا سو اپنے ہی نفع کے لیے
وَمَنْ - ضَلَّ - فَاِنَّمَا - يَضِلُّ - عَلَيْهَا ۚ وَمَآ
اور جو بہکا تو بس یہی ہے کہ وہ بہکتا ہے اپنی ہی ضرر کے لیے اور نہیں
اَنْتَ - عَلَيْهِمْ - بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع
تو ان پر مسلط کیا گیا

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ
تو کہہ اے قوم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ میں بھی کام کرتا
عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ
ہوں اب آگے جان لوگے ۔ کس پر آفت آتی
عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ
ہے کہ اسے رسوا کرے اور کس پر اترتا ہے سدا رہنے والا
مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
عذاب ہم نے آتاری ہے کتاب تجھ پر لوگوں کے لیے
لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ
سچے دین کے ساتھ پھر جو کوئی راہ پر آیا سو اپنے بھلے کو
وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ
اور جو بہکا تو بات یہی ہے کہ اپنے برے کو بہکا اور
اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع
تو ان کا ذمہ دار نہیں

ع ۱۰ ۴

ارشاد ہے کہ مثالوں اور دلیلوں سے اشاروں اور کنایوں اور صاف صاف بیانات سے ہر طرح تمہیں بتا دیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کا اصلی معنی میں نہ یار ہو سکتا ہے۔ نہ مددگار اس لیے خالص اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اب بھی اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو جو چاہو کرو میں تو اسی راستہ پر قائم رہوں گا جو اللہ عزوجل نے میرے لیے مقرر کر دیا ہے ابھی تھوڑے دن میں تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے۔ کہ کس کی شامت آنے والی ہے اور کون دنیا ہی میں آفتوں کے اندر پھنس کر ذلیل و خوار اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہونے والا ہے اے رسول ہم نے تمہارے اوپر اصلی اور سچی باتوں سے بھری ہوئی کتاب آتاری ہے اب اگر کوئی اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیگا تو اس کا اپنا ہی دونوں جہانوں میں بھلا ہوگا اور جو اس راستہ سے بہک گیا تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔ تمہیں ان کے اوپر کوتوال یا داروغہ بنا کر نہیں بٹھایا گیا کہ تم مار مار کر انہیں سیدھا کرو تمہارا کام فقط سمجھا دینا ہے ❊

اللہ کی پہچان کا ایک اور ذریعہ

اَللّٰہُ - یَتَوَفَّی - الْاَنْفُسَ - حِیْنَ - مَوْتِھَا - وَالَّتِیْ
اللہ کھینچ لیتا ہے روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جو
لَمْ تَمُتْ - فِیْ مَنَامِھَا ج فَیُمْسِكُ - الَّتِیْ
نہیں مریں انہیں ان کی نیند میں پھر روک لیتا ہے انہیں کہ
قَضٰی - عَلَیْھَا الْمَوْتَ - وَیُرْسِلُ - الْاُخْرٰی -
فیصلہ کیا جن کے لیے موت کا اور بھیج دیتا ہے اوروں کو
اِلٰٓی اَجَلٍ - مُّسَمًّی ط اِنَّ - فِیْ - ذٰلِكَ - لَاٰیٰتٍ
ایک مدت مقرر تک تحقیق اس کے اندر نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ - یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾
ان لوگوں کے لیے جو سوچیں

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ
اللہ جانیں کھینچ لیتا ہے جب ان کے مرنے کا وقت ہو اور جو
لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا ج فَیُمْسِكُ الَّتِیْ
نہیں مریں ان کو ان کی نیند میں کھینچ لیتا ہے پھر جن کے
قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی
لیے مرنا ٹھہرا دیا ہے انہیں روک چھوڑتا ہے اور اوروں کو
اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
ایک مقررہ وعدہ تک بھیج دیتا ہے ان باتوں میں ان لوگوں کے
لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾
لیے نشانیاں ہیں جو دھیان کریں

دنیا کی ہر چیز اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ کا نمونہ ہے جدھر دیکھو ہر جگہ اسکی کوئی نشانی نظر آتی ہے۔ سوچنے والے ہر واقعہ میں اللہ کی معرفت کی نشانی دیکھتے ہیں انہی میں سے ایک بڑا واقعہ انسان کا سونا اور جاگنا ہے کیا کبھی تم نے سوچا کہ نیند کیا ہے یا جاگنا کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ سو جانے اور پھر جاگ جانے کے واقعہ سے مرنے اور دوبارہ جینے کا مسئلہ صاف طور پر سمجھ میں آجاتا ہے اور قرآن حکیم میں جو اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ کہ انسان کو مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا اس کا سچ ہونا بالکل ظاہر ہو جاتا ہے دیکھو بدن میں زندگی کے پورے آثار تب ظاہر ہوتے ہیں۔ جب اس کا روح سے تعلق رہے۔ سوتے میں بدن بالکل بے کار ہو جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ نیند کے وقت اللہ بدن سے روح کو الگ کر دیتا ہے۔ صرف اتنا اثر اس کا باقی رہتا ہے کہ سانس چلتا رہے اب اللہ کے اختیار میں ہے کہ روح کو بدن میں واپس بھیجے یا نہ بھیجے اگر واپس بھیج دیا تو آدمی جاگ اٹھتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ابھی اسے دنیا میں کچھ دن اور رہنا ہے اور اگر واپس نہ بھیجا اور اپنے پاس ہی روک رکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی مر گیا یعنی روح کا بدن پر اتنا اثر بھی نہ رہا کہ آدمی کا سانس چلتا رہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ بدن میں جب چاہے روح داخل کر دے اور جب چاہے اسے بدن سے جدا کر دے جدائی اگر پوری ہے تو اس کا نام بدن کی موت ہے اور اگر ادھوری ہے تو اس کا نام نیند ہے دونوں حالتوں میں اللہ بدن اور روح کا تعلق جب چاہے دوبارہ قائم کر سکتا ہے ٥

پھر بھی نہ پہچانا

اَمِ - اتَّخَذُوْا - مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ - شُفَعَآءَ ؕ قُلْ
کیا بنالیے انھوں نے اللہ کے سوا کوئی سفارش کرنے والے تو کہہ
اَوَلَوْ - كَانُوْا - لَا يَمْلِكُوْنَ - شَيْئًا - وَّلَا -
اور اگرچہ ہوں وہ کہ مالک نہیں کسی چیز کے اور نہ
يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ - لِّلّٰهِ - الشَّفَاعَةُ
سمجھ رکھتے ہوں کہہ دے اللہ ہی کی ہے سفارش
جَمِيْعًا ؕ لَهٗ - مُلْكُ السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضِ ؕ
ساری اسی کی بادشاہی ہے آسمانوں کی اور زمین کی
ثُمَّ - اِلَيْهِ - تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾
پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ
کیا انھوں نے اللہ کے سوا کوئی سفارش والے پکڑے ہیں تو کہہ
اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا
اگرچہ کسی چیز کا اختیار ان کو نہ ہو اور نہ
يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ
سمجھ تو کہہ ساری سفارش اللہ کے
جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
اختیار میں ہے اسی کا راج ہے آسمان میں اور زمین میں
ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾
پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤگے

جب زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور کسی اور کو دنیا جہاں کی پیدائش اور اس کے قائم رکھنے میں کوئی دخل نہیں تو یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف کیوں جھکتے ہیں یا تو ان کی عقل ہی میں کمی ہے یا یہ عقل سے ٹھیک طور پر کام لینا نہیں جانتے بت پرستوں کا یہ دعویٰ کہ یہ بت اللہ کی درگاہ میں ہماری سفارش کرتے ہیں اور انہیں کی سفارش سے ہمارے سارے کام بنتے ہیں کیسے درست ہو سکتا ہے کیا بے جان پتھر کی مورتیاں جو کسی چیز کی بھی مالک نہیں اور جو سمجھ اور سوجھ بوجھ سے بالکل بے بہرہ ہیں کسی کی سفارش کر سکتی ہیں تم اے رسول ان کی غلطی سے انہیں آگاہ کر دو اور کہہ دو کہ اور چیزوں کی طرح سفارش اور شفاعت کا معاملہ بھی پورے طور پر اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے شفاعت وہ کر سکتا ہے جسے اللہ شفاعت کرنے کی اجازت دے اور وہ سفارش انہی کی کر سکتا ہے جو اللہ کے نزدیک سفارش کے لائق ہوں ان بتوں کے پاس نہ اللہ کا اجازت نامہ ہے کہ وہ سفارش کر سکتے ہیں اور نہ یہ سفارش چاہنے والے اللہ کے نافرمان بندے اس قابل ہیں کہ ان کی سفارش کی جائے آسمانوں میں اور زمین پر ہر جگہ اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور پھر سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جب وہی شہنشاہ مطلق ہے تو اور کسی کو کیا اختیار ہے کہ اپنا حکم چلائے اور اس کے احکام کو ٹھکرا دے ۔

مشرکوں کا طریقہ

وَاِذَا ۔ ذُكِرَ ۔ اللّٰهُ ۔ وَحْدَهٗ ۔ اشْمَاَزَّتْ ۔ قُلُوْبُ

اور جب ذکر کیا جائے اللہ کا فقط رک جاتے ہیں دل

الَّذِيْنَ ۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ۔ ذُكِرَ ۔ الَّذِيْنَ

ان لوگوں کے جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر اور جب ذکر کیا جائے ان کا

مِنْ دُوْنِهٖٓ ۔ اِذَا ۔ هُمْ ۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ ۔ اللّٰهُمَّ

جو اس کے سوا ہیں تبھی وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں کہہ تو اے اللہ

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ۔ عٰلِمَ الْغَيْبِ ۔ وَالشَّهَادَةِ ۔ اَنْتَ

ایجاد کرنے والے آسمانوں کے اور زمین کے جاننے والے چھپے اور کھلے کے تو ہی

تَحْكُمُ ۔ بَيْنَ ۔ عِبَادِكَ ۔ فِيْ مَا ۔ كَانُوْا ۔ فِيْهِ ۔ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

فیصلہ فرمائے گا درمیان اپنے بندوں کے اس چیز میں کہ تھے وہ اس میں جھگڑتے

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ

اور جب خالص ایک اللہ کا نام لیجیے تو ان کے دل رک جاتے ہیں

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ

جو پچھلے گھر کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا

مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ

نام لیجیے تب وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں تو کہہ اے اللہ

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ

آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے چھپے اور کھلے کے جاننے تو

تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

تو ہی اپنے بندوں کے اندر فیصلہ کرے گا جس چیز میں وہ جھگڑ رہے تھے

اِشْمَاَزَّتْ (سکڑ جاتے ہیں، کھنچ جاتے ہیں) ماضی مونث کا صیغہ ہے۔ اِشْمِئْزَاز سے جس کے معنی ہیں سکڑ جانا۔

پچھلی آیتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کی پوری پوری پہچان اس وقت ہو گی جب اس کی صفتوں کو بھی اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے گی اللہ کو ماننا ہے تو اس طرح مانو کہ وہ سب کا پیدا کرنے والا اور سب کی ضرورتیں پوری کرنے والا اور سب کی پرورش کرنے والا ہے اور آخری فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے معلوم ہوا کہ جو آخرت کو نہیں مانتے انہوں نے اللہ کو پورے طور پر نہیں مانا آخرت پر ایمان لائے بغیر اللہ کی حکومت اور قدرت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ فقط ایک اللہ کو دنیا کا حاکم نہیں مانتے بلکہ اس کے ساتھ کسی اور کو بھی اختیار میں شریک سمجھتے ہیں وہ توحید سے بالکل ناواقف ہیں جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے سوا کسی میں طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے تو ان کے دل بھیچ کر سکڑ جاتے ہیں اور جب کہا جائے کہ ہاں اور بھی کچھ کر سکتے ہیں تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسی کے معنی شرک کے ہیں آگے ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول تم ان کو ان کا کام کرنے دو۔ تم تو یہ دعا کرو کہ اے اللہ یہ آسمان اور زمین تو نے ہی بنائے ہیں تو ہی چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے ان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ تو ہی کرے گا۔ یہاں تو یہ اپنے سوا کسی کی نہیں سنتے۔

آخرت کا حال

وَلَوْ - اَنَّ - لِلَّذِيْنَ - ظَلَمُوْا - مَا - فِي الْاَرْضِ
اور اگر ہو ان لوگوں کے پاس جنھوں نے ظلم کیا جو کچھ زمین میں ہے
جَمِيْعًا - وَّمِثْلَهٗ ، مَعَهٗ - لَافْتَدَوْا - بِهٖ
سب کا سب اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ تو البتہ دے ڈالیں اسے اپنے چھڑانے میں
مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ - يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ
برے عذاب سے قیامت کے دن اور ظاہر ہوں ان کے لیے
مِّنَ اللّٰهِ - مَا لَمْ - يَكُوْنُوْا - يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾
اللہ کی جانب سے جو نہ تھے وہ گمان کرتے
وَبَدَا لَهُمْ - سَيِّاٰتُ - مَا - كَسَبُوْا - وَحَاقَ
اور ظاہر ہوں ان کے لیے برے کام جو وہ کماتے تھے اور گھیر لے
بِهِمْ - مَّا كَانُوْا - بِهٖ - يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾
انھیں تھے وہ جس کا ٹھٹھا کرتے

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ
اور اگر گنہگاروں کے پاس جتنا کچھ زمین میں ہے
جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ
سارا ہو اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ تو سب دے ڈالیں
مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ
قیامت کے دن بری طرح کے عذاب سے اپنے چھڑانے میں اور اللہ
مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾
کی طرف سے انھیں نظر آئے جو وہ خیال بھی نہ کرتے تھے
وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ
اور ان کو اپنے برے کام جو وہ کماتے تھے نظر آجائیں اور الٹ
بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾
پڑے ان پر وہ چیز جس کا وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔

ارشاد ہے کہ جو قیامت کے دن کا یقین نہیں کرتے وہ اچھی طرح کان کھول کر اس کا کچھ حال سن لیں وہ ایسا ہولناک ہوگا۔ کہ ظالم لوگوں کے اسے دیکھ کر ہوش و حواس گم ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھ دنیا بھر کی دولت آجائے بلکہ اس کے ساتھ اتنی ہی اور بھی مل جائے تو اپنی جان کو سخت عذاب سے چھڑانے کے لیے قیامت کے دن وہ سب کی سب دے ڈالیں اس دن اللہ کی طرف سے ان پر وہ آفتیں نازل ہوں گی جو کبھی ان کے وہم و گمان میں بھی نہ گزری ہوں گی جو بدمعاشیاں انہوں نے دنیا میں دل کھول کر کی تھیں اور جو برائیاں انہوں نے کمائی تھیں وہ ساری کی ساری ان کی آنکھوں کے آگے آجائیں گی اور دنیا میں رسول کی زبانی نصیحت اور ڈراوے کی باتیں جو وہ سنتے تھے۔ اور جن کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ سب سچی اور اصلی ثابت ہوں گی اور اس عذاب کی ساری شکلیں اور مصیبتوں کی ساری قسمیں سچ مچ اکٹھی ہو کر ان کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔ اللہ ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچائے۔ آمین۔

انسان کی جہالت

فَاِذَا - مَسَّ - الْاِنْسَانَ - ضُرٌّ - دَعَانَا - ثُمَّ
پھر جب آپڑتی ہے انسان پر کوئی آفت پکارتا ہے ہمیں پھر
اِذَا - خَوَّلْنٰهُ - نِعْمَةً - مِّنَّا - قَالَ - اِنَّمَآ
جب اسے عطا کرتے ہیں ہم کوئی نعمت اپنی طرف سے کہتا ہے یہ تو
اُوْتِيْتُهٗ - عَلٰى عِلْمٍ - بَلْ - هِيَ - فِتْنَةٌ - وَّلٰكِنَّ
ملا ہے مجھے علم پر نہیں بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن
اَكْثَرَهُمْ - لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ - قَالَهَا - الَّذِيْنَ
اکثر ان میں سے جانتے نہیں کہہ چکے ہیں یہ بات وہ لوگ جو
مِنْ قَبْلِهِمْ - فَمَآ - اَغْنٰى - عَنْهُمْ - مَّا
ان سے پہلے تھے پس نہ فائدہ دیا انہیں اس نے جو
كَانُوْا - يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾
تھے وہ کماتے

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز ثُمَّ
سو جب آدمی کو کوئی تکلیف آلگتی ہے ہم کو پکارنے لگتا ہے پھر
اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا لا قَالَ اِنَّمَآ
جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت بخشیں کہتا ہے یہ تو مجھے
اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ط بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ
ملی کہ پہلے سے معلوم تھی کوئی نہیں یہ جانچ ہے پر بہت
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ
سے ان کے نہیں سمجھتے یہ بات ان سے اگلے کہہ
مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا
چکے ہیں پھر کچھ کام نہ آیا ان کے جو
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾
وہ کماتے تھے

خَوَّلْنٰهُ : (عطا کرتے ہیں ہم اسے) ماضی کا صیغہ ہے تخویل سے اس کا مادہ خ۔ و۔ ل ہے خَوَل خوش حالی۔ تخویل خوشحالی عطا کرنا۔

پہلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں پھنسا ہوا انسان اللہ کا نام لینے سے کتراتا ہے اور اور چیزوں سے خوش ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت کو نہیں مانتا اس آیت میں اس کی دوسری حالت کا ذکر ہے تنگی اور مصیبت آپڑتی ہے تو سب کچھ بھول کر وہ صرف اللہ کو پکارتا ہے پھر جب اللہ اسے اپنے فضل سے خوشحال کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو معلوم تھا کہ یہ خوشحالی مجھے ملنے والی ہے کیونکہ میں ہنرمند اور صاحب تدبیر ہوں مجھے خوشحالی نہ ملتی تو کسے ملتی ارشاد ہے کہ اے انسان ہوش میں آ یہ تو اللہ نے تیری آزمائش کی ہے کہ تجھے خوشحالی عطا کی مگر افسوس کہ ان میں سے اکثر جانتے نہیں یا جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں یہی باتیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہی تھیں لیکن ان سے ان کا کچھ بھلا نہ ہوا جب اللہ کے غضب نے انہیں آپکڑا تو کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑا خوشحالی بھی گئی اور خود بھی تباہ ہوئے۔ انہیں میں سے ایک شخص قارون تھا جس کا حال سورۃ القصص میں بیان ہو چکا ہے وہ یہی کہتا تھا کہ یہ دولت میں نے اپنی لیاقت سے کمائی ہے آخر تباہ ہوا۔

بُرے کاموں کا نتیجہ

فَاَصَابَهُمْ ۔ سَیِّاٰتُ ۔ مَا ۔ کَسَبُوْا ۭ وَالَّذِیْنَ
پس پہنچ گئیں انھیں برائیاں اس کی جو انھوں نے کمایا اور جن لوگوں نے
ظَلَمُوْا ۔ مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ ۔ سَیُصِیْبُهُمْ ۔ سَیِّاٰتُ
ظلم کیا ان میں سے جلدی پہنچیں گی انہیں برائیاں
مَا کَسَبُوْا ۙ وَمَا ۔ هُمْ ۔ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ
اس کی جو کمایا انھوں نے اور نہیں وہ عاجز کر دینے والے اور کیا نہیں
یَعْلَمُوْٓا ۔ اَنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ یَبْسُطُ ۔ الرِّزْقَ ۔ لِمَنْ
جانا انھوں نے کہ اللہ فراخ کرتا ہے رزق جس کے لیے
یَّشَاۗءُ ۔ وَیَقْدِرُ ۭ اِنَّ ۔ فِیْ ذٰلِكَ ۔ لَاٰیٰتٍ
چاہتا ہے اور ماپتا ہے تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ ۔ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع
ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے

فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوْا ۭ وَالَّذِیْنَ
پس پڑ گئیں ان پر برائیاں جو کمائی تھیں اور ان میں سے
ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ
جو گنہ گار ہیں ان پر بھی اب پڑتی ہیں برائیاں جو
مَا کَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ
انھوں نے کمائی ہیں اور وہ تھکانے والے نہیں اور کیا
یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
جان نہیں چکے کہ اللہ جس کے واسطے چاہے روزی فراخ
یَّشَاۗءُ وَیَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
کرتا ہے اور ماپ کر دیتا ہے البتہ ان لوگوں کے لیے جو مانتے
لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع ۵ ۱۱ ۲
ہیں اس میں پتے کی باتیں ہیں

ارشاد ہے کہ پہلے لوگوں نے جو بُرے کام کیے ان کے نتیجے انہیں بھگتنے پڑے اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر بڑی بڑی آفتیں آئیں وہ سمجھتے رہے کہ ہم چاہے جو کچھ کریں ہمارا کوئی کچھ نہیں کر سکتا کسی کی مجال نہیں کہ ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے اور ایسا تو کون ہے جو ہماری گوشمالی کرے۔ اے رسول ان میں جو شریر اور سرکش ہیں ان سے کہہ دو کہ یہ ان کا خیال خام ہے کہ ان سے بازپرس نہ ہوگی۔ ان کی شرارتیں اور بداعمالیاں رنگ لائیں اور پھر لائیں گی۔ یہ اللہ عزوجل کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتے۔ ان کی کیا مجال کہ اپنے فریب اور چھل بٹوں سے یا ڈرا دھمکا کر اسے عاجز کر دیں اگر ان کی دل کی آنکھیں بالکل پٹ نہیں ہو گئیں تو انہوں نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ باوجود کوشش کے روٹی کو ترستے رہ جاتے ہیں اور بہت سے کچھ کیے بغیر ڈھیروں مال اور دولت پر قبضہ کیے بیٹھے ہیں صاف ظاہر ہے۔ کہ روزی کی تنگی اور زیادتی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایمان والوں کے لیے تو اس میں اللہ کو پہچاننے کی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔

رحمت کی امید

قُلْ - یٰا - عِبَادِ - یَ - الَّذِیْنَ - اَسْرَفُوْا
کہدے اے بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی ہے
عَلٰٓی اَنْفُسِ هِمْ - لَاتَقْنَطُوْا - مِنْ - رَّحْمَةِ
اپنی جانوں پر مت مایوس ہو سے مہربانی
اللّٰهِ ۭ اِنَّ - اللّٰهَ - یَغْفِرُ - الذُّنُوْبَ - جَمِیْعًا ۭ
اللہ کی تحقیق اللہ بخش دیتا ہے گناہ سارے
اِنَّ - هٗ - هُوَ - الْغَفُوْرُ - الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنِیْبُوْٓا
تحقیق وہ وہی ہے بخشنے والا مہربان اور رجوع کرتے رہو
اِلٰی رَبِّكُمْ - وَاَسْلِمُوْا - لَهٗ - مِنْ قَبْلِ - اَنْ
اپنے رب کی طرف اور اطاعت کرو اس کی اس سے پہلے کہ
یَّاْتِیَكُمُ - الْعَذَابُ - ثُمَّ - لَا تُنْصَرُوْنَ ۝
آئے تم پر عذاب پھر نہ مدد کیے جاؤ گے تم

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا
کہدے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے
عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ
اللہ کی مہربانی سے آس مت توڑو بے شک
اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۭ
اللہ سب گناہ بخشتا ہے وہ جو
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنِیْبُوْٓا
ہے وہی ہے گناہ معاف کرنیوالا مہربان اور اپنے رب کی
اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ
طرف رجوع کرو اور اس کی حکمداری کرو اس سے پہلے کہ
یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝
تم پر عذاب آئے پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا

انسان کی فطرت میں ڈر اور امید دو باتیں بڑی زبردست ہیں اور اس کے سارے کام انہی دو کے اوپر چکر کاٹتے رہتے ہیں ان میں سے کوئی ایک اگر دوسرے کو بالکل دبا دے تو انسان کسی کام کا نہیں رہتا یا کم سے کم کوئی مفید کام نہیں کر سکتا انسان اگر ہر چیز سے ڈرتا ہی رہے تو بھی پریشان رہے گا اور اگر ہر چیز سے امید لگا بیٹھے تو بھی ناکامی سے دوچار ہوگا اسلام سکھاتا ہے کہ اللہ کے سوا سب کا خوف دور کر دو اور امید بھی اس کے سوا کسی سے نہ رکھو اس کے غضب سے ڈرو ضرور لیکن اس سے امید بھی مت توڑو پہلی آیتوں میں اس کے غضب اور انتقام سے ڈرایا گیا۔ اب ان آیتوں میں سکھایا جا رہا ہے کہ اس سے امید بھی مت توڑو وہ توبہ کرنے والوں کی خطائیں سب معاف کر دیتا ہے ارشاد ہے کہ اس کی رحمت سے مایوس مت ہو وہ ہر گناہ توبہ کرنے پر بخش دیتا ہے اور معاف کرنے والا مہربان ہے فقط اس کی طرف رجوع کرنے کی اور اس کے حکم بجا لانے کی دیر ہے لیکن یہ سب اس کا عذاب آنے سے پہلے کرنا چاہیے - ورنہ جب عذاب آ گیا - تو پھر اس سے بچانے والا کوئی نہیں اس آیت میں انسان کے لیے بڑی خوشخبری ہے جب بھی توبہ کرو گے اور اسلام کے احکام ماننے لگو گے اسی وقت وہ تمہیں معاف کر دے گا۔

موقعہ ہاتھ سے نہ دو

وَاتَّبِعُوٓا - اَحۡسَنَ - مَآ - اُنۡزِلَ - اِلَیۡکُمۡ
اور پیروی کرو بہتر بات کی جو اتاری گئی طرف تمہارے
مِّنۡ رَّبِّکُمۡ - مِّنۡ قَبۡلِ - اَنۡ - یَّاۡتِیَ - کُمُ
طرف سے رب کی تمہارے پہلے اس کے کہ آئے تم پر
الۡعَذَابُ - بَغۡتَۃً - وَّاَنۡتُمۡ - لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾
عذاب اچانک اور تمہیں خبر بھی نہ ہو
اَنۡ - تَقُوۡلَ - نَفۡسٌ - یّٰحَسۡرَتٰی - عَلٰی - مَا
کہ کہے کوئی جی ہائے افسوس اوپر اس کے کہ
فَرَّطۡتُّ - فِیۡ جَنۡۢبِ - اللّٰہِ - وَاِنۡ - کُنۡتُ
کمی کی میں نے بیچ درگاہ اللہ کے اور تحقیق رہا میں
لَمِنَ - السّٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾
البتہ ہنسی اڑانے والوں میں سے

وَاتَّبِعُوٓا اَحۡسَنَ مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ
اور چلو بہتر بات پر جو تمہاری طرف تمہارے رب کی
مِّنۡ رَّبِّکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ
طرف سے اتری اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب
الۡعَذَابُ بَغۡتَۃً وَّاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾
آپہنچے اور تم کو خبر بھی نہ ہو
اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا
کبھی کوئی شخص کہنے لگے ہائے افسوس اس پر کہ میں اللہ
فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ وَاِنۡ کُنۡتُ
کے حق میں کوتاہی کرتا رہا اور میں تو
لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾
ہنستا ہی رہا

فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ (اللہ کی جناب میں) جنب پہلو کو کہتے ہیں۔ جناب اور جانب کے بھی یہی معنی ہیں اس سے مراد اللہ کے احکام کی بجاآوری ہے۔ اَلسّٰخِرِیۡنَ ہنسی اڑانے والے ساخر کی جمع ہے۔ جو س - خ - ر سے بنا ہے سَخَرٌ کے معنی اِستہزاء کے ہیں ہنسی اڑانا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے انکار کرنے اور بُرے کاموں کے اندر پھنسے رہنے کا انجام آخرکار عذاب ہے وہ گنہگاروں کو اچانک آکر دبالے گا جبکہ وہ رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہوں گے اور اس کا خیال بھی نہ ہوگا کو عنقریب بُری گرتا بننے والی ہے اگر اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو۔ تو اس قرآن میں جو اچھی باتیں بتائی گئی ہیں انہیں سیکھو اور ان پر عمل کرو یہ تمہیں پہلے ہی اس لیے بتادیا جاتا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب آنے پر پچھتانا پڑے اور ہر گنہگار کے منہ سے حسرت بھرے الفاظ نکلنے لگیں کہ افسوس صد افسوس میں اللہ کے ماننے اور اس کے احکام کے بجالانے میں قصور وار رہا دنیا کے مزوں ہی کو سب کچھ سمجھتا رہا۔ اللہ کے رسولوں کی اور ان کی نصیحت کی اور انکے ڈراوے دینے کی ہنسی اڑاتا رہا۔ افسوس کہ میں نے ان کی بات نہ مانی اور ان کے ساتھ میرا برتاؤ مسخرہ پن کا رہا۔

ندامت اور پچھتاوا

اَوْ ۔ تَقُوْلَ ۔ لَوْ ۔ اَنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ هَدٰىنِىْ ۔ لَكُنْتُ

یا کہے وہ اگر یہ ہوتا کہ اللہ راہ دکھاتا مجھے البتہ ہوتا میں

مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ ۔ تَقُوْلَ ۔ حِيْنَ ۔ تَرَى

ڈرنے والوں میں سے یا کہے وہ جس وقت دیکھے

الْعَذَابَ ۔ لَوْ ۔ اَنَّ ۔ لِىْ ۔ كَرَّةً ۔ فَاَكُوْنَ

عذاب کاش ہوتا میرے لیے لوٹ جانا پس ہوتا میں

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى ۔ قَدْ ۔ جَآءَتْكَ

نیکی کرنے والوں میں سے ہاں ہاں تحقیق آچکیں تجھ تک

اٰيٰتِىْ ۔ فَ ۔ كَذَّبْتَ بِهَا ۔ وَاسْتَكْبَرْتَ

آیتیں میری پس جھٹلایا تو نے انھیں اور تکبر کیا تو نے

وَكُنْتَ ۔ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾

اور تھا تو کافروں میں سے

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ

یا کہنے لگے اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا تو میں

مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى

ڈرنے والوں میں سے ہوتا یا جب عذاب کو دیکھے کہنے

الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ

لگے کسی طرح مجھے پھر جانا ملے تو میں

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ

نیکی کرنے والوں میں سے ہو جاؤں کیوں نہیں تیرے پاس

اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ

میرے حکم پہنچ چکے تھے، پھر تو نے انھیں جھٹلایا اور غرور

وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾

کیا اور تو منکروں میں سے تھا

ارشاد ہو رہا ہے کہ تمہیں یہ سب کچھ اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ موقع نکل جانے کے بعد پچھتانا نہ پڑے کبھی کوئی کہنے لگے کہ افسوس میں دنیا میں پھنس کر اللہ کو بھول گیا ورنہ آج یہ گت نہ بنتی۔ کچھ لوگ ایسے گھبرائے کہ اناپ شناپ بکنے لگے کہ اللہ نے دنیا میں ہمیں ہدایت ہی نہ کی ورنہ ہم ضرور برائیوں سے بچتے اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے کوئی کہنے لگے کہ کسی طرح پھر واپس دنیا میں پہنچ جاؤں تو خوب نیک کام کروں نیکوں میں نام لکھواؤں اور اچھے لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔

ارشاد ہے کہ آدمی کی یہ حسرت ندامت اور بیکار تمنائیں کچھ کام نہ آئیں گی اللہ اس سے ارشاد فرمائے گا کہ تیرے پاس تو میری آیتیں پہنچ چکی تھیں تو یہ غلط کہتا ہے کہ اللہ نے تیری ہدایت کا دنیا میں کچھ سامان نہ کیا۔ کان کھول کر سن میری آیتیں تیرے پاس آئیں تو نے انہیں جھٹلایا اور بڑائیاں مارنے لگا کہ مجھے کوئی کیا سکھائے گا۔ میں خود خوب سمجھتا ہوں۔ اس غلط خیال میں پھنس کر اللہ کا انکار کر بیٹھا اور اصل منکروں کا ساتھ دیا۔

مغرور اور متقی کا مقابلہ

وَ ۔ يَوْمَ ۔ الْقِيٰمَةِ ۔ تَرَى ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَذَبُوْا
اور دن قیامت کے دیکھے تو انھیں جنھوں نے جھوٹ بولا تھا
عَلَى ۔ اللّٰهِ ۔ وُجُوْهُ ۔ هُمْ ۔ مُّسْوَدَّةٌ ۔ اَلَيْسَ
اوپر اللہ کے کہ چہرے ان کے کالے سیاہ ہیں کیا نہیں
فِيْ جَهَنَّمَ ۔ مَثْوًى ۔ لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَ يُنَجِّي
بیچ جہنم کے ٹھکانا متکبروں کا اور نجات دے گا
اللّٰهُ ۔ الَّذِيْنَ ۔ اتَّقَوْا ۔ بِمَفَازَتِهِمْ ۔ لَا يَمَسُّهُمُ
اللہ انھیں جو ڈرے ساتھ کامیابی ان کی کے نہ چھوئے انھیں
السُّوْٓءُ ۔ وَلَا هُمْ ۔ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾
برائی اور نہ وہ غمگین ہوں گے

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا
اور قیامت کے دن تو ان کو جو اللہ پر جھوٹ بولتے
عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ
ہیں دیکھے گا کہ ان کے منہ سیاہ ہیں کیا غرور والوں
فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي
کا ٹھکانا دوزخ نہیں اور اللہ ان
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ
کو جو ڈرتے رہے ان کو بچاؤ کی جگہ پہنچائے گا ان کو برائی
السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾
نہ لگے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے

مَفَازَةٌ (فلاح) مصدر میمی ہے یا اسم مکان ف ۔ و ۔ ز سے فوز کے معنی فلاح کامیابی اور سعادت کے ہیں بِمَفَازَتِهِمْ یعنی چونکہ وہ سعادت مند ہیں یا ان کی پناہ کی جگہ مقرر ہے دنیا میں زیادہ تر دو ہی قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو اپنے آپ ہی کو سب سے بڑا سمجھتے ہیں رسولوں کے سمجھانے بجھانے کو خاطر میں نہیں لاتے دوسرے وہ جو اپنی کمزوری اور گناہ کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے سے بڑوں کا کہا ماننے کے لیئے تیار رہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی باتوں کو (نعوذ باللہ) جھوٹا کہتے ہیں اور اس نے اپنے رسولوں کی معرفت جو حکم بھیجے ہیں ۔ ان کو نہیں مانتے دنیا میں تو شاید ان کی اکڑفوں کچھ دن چل ہی جائے لیکن قیامت کے دن ان کا بُرا حال ہوگا ۔ یہ ان کا اللہ کی باتوں کو جھٹلانا سیاہی بن کر ان کے چہروں پر چھا جائے گا ۔ دیکھنے والوں کو ان کے منہ کالے سیاہ نظر آئیں گے کیا اس میں کسی کو شک ہے کہ متکبر اور مغرور لوگ جو اپنے آگے کسی کو کچھ نہیں سمجھتے دوزخ میں پڑیں گے ۔

یہ بالکل یقینی بات ہے کہ تکبر والوں کا ٹھکانا دوزخ ہے ۔ ہاں جنہوں نے اللہ کے ڈر سے بُرے کام چھوڑے وہ نیک بخت ہیں اور ان کی یہ نیک بختی ان کی نجات کا باعث ہوگی اور اللہ ان کو اس کی بدولت امن و امان کی جگہ پہنچا دے گا انہیں نہ کوئی دکھ پہنچے گا ۔ اور نہ وہ غمگین اور اداس ہوں گے ۔

اللہ کو پہچانو!

اَللّٰهُ ۔ خَالِقُ ۔ كُلِّ ۔ شَيْءٍ ۙ وَّهُوَ ۔ عَلٰى ۔ كُلِّ
اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا اور وہ اوپر ہر
شَيْءٍ ۔ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ ۔ مَقَالِيْدُ ۔ السَّمٰوٰتِ
چیز کے نگہبان ہے واسطے اس کے ہیں کنجیاں آسمانوں کی
وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ بِاٰيٰتِ
اور زمین کی اور جنھوں نے انکار کیا ساتھ آیتوں
اللّٰهِ ۔ اُولٰۗىِٕكَ ۔ هُمُ ۔ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾
اللہ کے وہ لوگ وہی نقصان اٹھانے والے ہیں

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ
اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ ہر چیز کا
شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ
ذمہ لیتا ہے آسمانوں کی اور زمین کی
وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ
کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور جو اللہ کی باتوں سے
اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾
منکر ہوئے وہی لوگ ہیں جو ٹوٹے میں پڑے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ جو شخص اللہ کی طرف جھکے اور گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اس لیے اللہ کا عذاب آنے سے پہلے ہی اللہ کی طرف جھکو ورنہ پچھتاؤ گے اور اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا یاد رکھو جس نے دنیا میں اللہ کی باتوں کو جھوٹا سمجھا وہ قیامت کے دن کالے چہرے والا ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے قیامت میں تو وہی نیک بخت لوگ نجات پائیں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ کے حکموں کو سر آنکھوں پر رکھا تھا اور اس کی فرمانبرداری کرتے رہے تھے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ سب قاعدے اور قانون انسان کے لیے اللہ نے مقرر کیے ہیں اور اسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز کی خبرگیری اور دیکھ بھال اسی کے ذمہ ہے اس نے انسان کو بھی پیدا کیا۔ اسلئے انسان کے لیے زندگی کے قاعدے اور قانون بنانے بھی اسی نے اپنے ذمہ لیے چنانچہ انسان کے لیے اس نے یہ قانون بنایا ہے کہ جو انسان اللہ کا مطیع اور فرمانبردار رہے گا اسے مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے راحت و آرام نصیب ہوگا۔ اور جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ ذلیل و خوار ہوگا اور عذاب میں پکڑا جائے گا آسمانوں کی اور زمین کی تمام کنجیاں اسی کے پاس ہیں ہر چیز کا وہ مالک اور مختار ہے اس لیے اس کو چھوڑنے والے کے لیے کہیں ٹھکانا نہیں۔ جس نے دنیا میں اسے نہ پہچانا اور اس کی آیتوں کو جھٹلایا اس نے سب کچھ کھو دیا۔

دنیا کی خوشحالی کوئی چیز نہیں منکر لوگ اس سے دھوکا نہ کھائیں آخرت میں یہی لوگ ہیں جو نقصان میں رہیں گے۔

اب کیا کہتے ہو

قُلْ - اَ - فَ - غَيْرَ اللّٰهِ - تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ - اَعْبُدُ
کہہ دے کیا پس سوا اللہ کے کہتے ہو تم مجھے کہ پوجوں میں
اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۶۴ وَ - لَ - قَدْ - اُوْحِيَ
اے نادانو اور البتہ تحقیق وحی کی گئی
اِلَيْ - كَ - وَاِلَى - الَّذِيْنَ - مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَ - اِنْ
طرف تیری اور طرف ان کی جو پہلے تھے تجھ سے البتہ اگر
اَشْرَكْتَ - لَ - يَحْبَطَ - نَّ - عَمَلُ - كَ - وَ
شرک کیا تو نے البتہ اکارت ہوئے بالضرور کام تیرے اور
لَ - تَكُوْنَنَّ - مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۶۵ بَلِ - اللّٰهَ
البتہ ہوا تو بالضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے بلکہ اللہ ہی کی
فَاعْبُدْ - وَ - كُنْ - مِّنَ - الشّٰكِرِيْنَ ۶۶
پس عبادت کر اور ہو شکر گزاروں میں سے

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ
تو کہہ اب اللہ کے سوا کسی کو بتلاتے ہو کہ پوجوں
اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۶۴ وَلَقَدْ اُوْحِيَ
اے نادانو اور تجھ کو اور تجھ سے
اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ
پہلوں کو حکم ہو چکا ہے کہ اگر تو نے
اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ
شریک مان لیا تو تیرے عمل اکارت ہو
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۶۵ بَلِ اللّٰهَ
جائیں گے اور تو ٹوٹے میں پڑا ہوگا نہیں بلکہ
فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۶۶
اللہ ہی کو پوج اور حق ماننے والوں میں رہ

تم نے سن لیا کہ حکومت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہ نافرمانوں کو سزا دے گا اور فرمانبرداروں کو اپنی رحمت سے مالا مال کر دے گا۔ اس کی رحمت بہت بڑی ہے کسی گنہگار کو اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے کوئی لاکھ گنہگار ہو اللہ کی طرف جس وقت بھی جھکے گا اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا پھر ایسے رحیم و کریم قدرت والے اور زبردست کو چھوڑنا اور اوروں کو بے طاقت کمزور بے بس ہوتے ہوئے بھی معبود بنانا پرلے درجے کی بے عقلی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ سب کچھ سن سنا کر بھی تم میں سے ہر ایک یہی رٹ لگائے جائے گا کہ میں دوسروں کی پوجا کروں۔ یہ تو بڑی نادانی کی بات ہے عقلمند لوگ یہ تمہاری ضد دیکھ کر سوا اس کے کہ تمہیں جاہل کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے کہ اے رسول ہم نے تجھ سے پہلے نبیوں سے وحی کے ذریعے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ عام لوگوں کا تو کیا ذکر اگر تم نے بھی خدانخواستہ شرک کیا تو تمہارا بھی سارا کیا کرایا برباد ہو جائے گا اور سوا نقصان کے اور کچھ پلے نہ پڑے گا اس لئے سب کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرو اور اس کی شکر گزاری میں لگے رہو۔

اللہ کو ٹھیک نہیں پہچانا

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ

اور اللہ کو سمجھے نہیں جتنا کچھ وہ ہے اور ساری زمین اس کی ایک مٹھی میں ہے قیامت کے دن اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہیں پاک ہے وہ اور بہت اوپر ہے اس سے جسے وہ شریک بتاتے ہیں اور صور میں پھونکا جائے گا پھر بے ہوش ہو جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں مگر جس کو اللہ چاہے

وَمَا ۔ قَدَرُوا ۔ اللّٰهَ ۔ حَقَّ ۔ قَدْرِهٖ ۔ وَالْاَرْضُ
اور نہیں قدر کی انھوں نے اللہ کی ٹھیک قدر اس کی اور زمین

جَمِيْعًا ۔ قَبْضَتُهٗ ۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ وَالسَّمٰوٰتُ
ساری مٹھی میں ہے اس کی دن قیامت کے اور سارے آسمان

مَطْوِيّٰتٌ ۔ بِ ۔ يَمِيْنِ ۔ هٖ ۔ سُبْحَانَ ۔ هٗ
لپٹے ہوئے ہوں گے بیچ داہیں ہاتھ کے اس کے پاک ہے وہ

وَتَعَالٰى ۔ عَنْ ۔ مَّا ۔ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ ۔ نُفِخَ
اور بلند و برتر اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں اور پھونک ماری جائے گی

فِي الصُّوْرِ ۔ فَصَعِقَ ۔ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ ۔ وَ
صور میں پس بے ہوش ہو جائے گا جو کوئی ہے آسمانوں اور

مَنْ فِي الْاَرْضِ ۔ اِلَّا ۔ مَنْ ۔ شَآءَ ۔ اللّٰهُ
زمین میں مگر جسے چاہے اللہ

جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکتے ہیں اور ان کو اپنا حاجتیں پوری کرنیوالا سمجھتے ہیں حقیقت میں انہوں نے اللہ کو جیسا چاہیے پہچانا ہی نہیں ورنہ اللہ کے سامنے کسی کی کیا ہستی ہے جو کسی کو کچھ دے سکے یا کسی سے چھین سکے شرک جو سب سے بڑا گناہ سمجھا گیا ہے ۔ اور جس کی معافی ہی نہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے سچائی اور راستی کی بالکل جڑ کٹ جاتی ہے اس لیئے جھوٹ کی سچ پہ بڑائی ثابت کرنے کی یہ کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی ۔

ارشاد ہے کہ ان جاہلوں نے اللہ کی قدر جیسی چاہیے نہیں کی اس کی قدرت کا اس سے اندازہ کرو کہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں اور سارے آسمان لپٹے ہوئے اس کے ہاتھ میں ہوں گے بھلا اس سے مشرکوں کے ان گھڑے ہوئے معبودوں کو کیا نسبت وہ ان سے پاک اور بلند و برتر ہے ۔ انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک دن صور میں پھونک ماری جائے گی ۔ اور اس کی ہیبت ناک آواز سے زمین اور آسمان میں جتنے جاندار ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے اور اس کے اثر سے کوئی نہ بچے گا ۔ مگر وہی جسے اللہ اپنی رحمت سے بچالے ۔

دوبارہ جینا

ثُمَّ ۔ نُفِخَ ۔ فِيْهِ ۔ اُخْرٰى ۔ فَاِذَا ۔ هُمْ ۔ قِيَامٌ
پھر پھونک ماری جائے گی اس میں دوسری دفعہ پس اچانک وہ کھڑے ہو جائیں گے
يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَ ۔ اَشْرَقَتِ ۔ الْاَرْضُ ۔ بِ ۔ نُوْرِ
دیکھتے ہوئے اور چمک اٹھے گی زمین ساتھ نور
رَبِّ ۔ هَا ۔ وَ ۔ وُضِعَ ۔ الْكِتٰبُ ۔ وَ ۔ جِایْٓءَ ۔
رب اپنے کے اور لا رکھی جائے گی کتاب اور آیا جائے گا*
بِ ۔ النَّبِيّٖنَ ۔ وَ ۔ الشُّهَدَآءِ ۔ وَ ۔ قُضِيَ ۔ بَيْنَهُمْ
ساتھ نبیوں کے اور گواہوں کے اور قضیہ چکایا جائے گا انکے درمیان
بِ ۔ الْحَقِّ ۔ وَ ۔ هُمْ ۔ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَ ۔ وُفِّيَتْ ۔ كُلُّ
ساتھ حق کے اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے اور پورا دیا جائے گا ہر
نَفْسٍ ۔ مَّا ۔ عَمِلَتْ ۔ وَ ۔ هُوَ ۔ اَعْلَمُ ۔ بِ ۔ مَا ۔ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾
شخص کو جو کیا اس نے اور وہ خبردار ہے ساتھ اس کے جو وہ کرتے ہیں

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ
پھر اس میں پھونکا جائے گا دوسری بار پس وہ کھڑے ہو جائیں گے
يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ
ہر طرف دیکھتے اور چمکے گی زمین اپنے رب کے
رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ
نور سے اور لا دھریں دفتر اور حاضر آئیں
بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
پیغمبر اور گواہ اور ان میں انصاف سے
بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ
فیصلہ ہو اور ان پر ظلم نہ ہوگا اور ہر جی کو
ع نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾
پورا ملے گا جو اس نے کیا اور اس کو خوب خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں

*جِیْٓءَ قرآنی رسم خط میں اسے جِایْٓءَ لکھتے ہیں۔ مگر پڑھا جِیْٓءَ ہی جاتا ہے اس کے معنی ہیں آیا جائیگا جِیْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ کے لفظی معنی آیا جائے گا ساتھ نبیوں کے لیکن اس کا مطلب ہے لایا جائے گا نبیوں کو جِیْٓءَ ۔ جَآءَ کی مجہول شکل ہے۔ جو بِ کی وجہ سے متعدی ہو گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے پھر میدان حشر میں اللہ رب العزت کا جلوہ ظاہر ہوگا اور ساری زمین اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور سب کے اعمال ناموں کا دفتر سامنے لا کر رکھ دیا جائے گا انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار میں حاضر ہوں گے ہر ایک کے معاملہ کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور انکے عملوں کا ٹھیک ٹھیک اجر دیا جائے گا کسی پر ظلم نہ ہوگا نہ زیادتی جو جس نے دنیا میں کیا اس کا بھرپور بدلہ پائے گا اللہ کو ہر ایک کے عملوں کا ذرہ ذرہ پتہ ہے ہر ایک کا پورا پورا حال اس پر ظاہر ہے وہ ہر ایک کا حساب چکا دے گا اور جو جس جگہ کے لائق ہوگا وہاں پہنچ جائے گا۔

دوزخ کی طرف

وَسِيْقَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْٓا ۔ اِلٰى ۔ جَهَنَّمَ ۔ زُمَرًا ۔
اور ہانکے جائیں گے وہ جنھوں نے کفر کیا طرف، دوزخ کے ٹولی ٹولی
حَتّٰٓى اِذَا ۔ جَآءُوْهَا ۔ فُتِحَتْ ۔ اَبْوَابُهَا ۔ وَ
یہاں تک کہ جب آئیں گے وہ اس کے پاس کھول دیے جائیں گے دروازے اسکے اور
قَالَ ۔ لَهُمْ ۔ خَزَنَتُهَآ ۔ اَ ۔ لَمْ ۔ يَاْتِ ۔ كُمْ ۔ رُسُلٌ
کہیں گے ان سے رکھوالے اس کے کیا نہ آئے تھے تمھارے پاس پیغامبر
مِّنْكُمْ ۔ يَتْلُوْنَ ۔ عَلَيْ ۔ كُمْ ۔ اٰيٰتِ ۔ رَبِّ ۔ كُمْ
تم سے پڑھتے تھے اوپر تمھارے آیتیں رب تمھارے کی
وَيُنْذِرُوْنَ ۔ كُمْ ۔ لِقَآءَ ۔ يَوْمِ ۔ كُمْ ۔ هٰذَا ۔
اور ڈراتے تھے تمھیں ملاقات سے دن تمھارے اس کے

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۔
اور جو منکر تھے دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ
حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ
یہاں تک کہ جب اس پر پہنچ جائیں گے اس کے دروازے کھول دیے
قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ
جائیں گے اس کے داروغہ کہنے لگیں گے کیا تمھارے پاس تم ہی کے
مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ
رسول نہ پہنچے جو پڑھتے تھے تم پر تمھارے رب کی آیتیں اور
وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۔
تم کو تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے

زُمَرٌ ۔ گروہ ۔ ٹولیاں ، زُمْرَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی گروہ ۔ جماعت ۔ ٹولی کے ہیں ۔ یہی لفظ اس سورت کا نام ہے

خَزَنَۃٌ نگہبان ۔ رکھوالے خَازِنٌ کی جمع ہے جو خ ۔ ز ۔ ن سے بنا ہے خَزْنٌ کے معنی جمع کرنے اور حفاظت کرنے کے ہیں اسی سے خِزَانَۃٌ بنا ہے یعنی جمع کرنے کی جگہ ۔ خازن ۔ محافظ ۔ دربان ۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں کفر کیا تھا یعنی اللہ کو نہ مانا تھا ان کی ٹولیاں بنا کر انھیں دوزخ کی طرف چلتا کر دیا جائے گا جس وقت وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے دربان ان سے کہیں گے تم یہاں کیسے آمرے یہ تو مصیبتوں دکھ اور درد کی جگہ ہے اس میں جو داخل ہوا وہ چین اور آرام سے ہاتھ دھو بیٹھا یہاں نہ مرنا ہے اور نہ اصل معنی میں جینا ۔ دن رات سوا کراہتے اور تکلیف اٹھانے کے کچھ نہیں ۔ کیا تمہارے پاس اللہ کے رسول نہ آئے تھے ۔ جو تم کو قیامت کے آنے سے ڈراتے اور سمجھاتے کہ اللہ تعالیٰ کے انکار کی سزا تو دوزخ ہے

حسرت بھرا جواب

قَالُوْا - بَلٰى - وَلٰكِنْ - حَقَّتْ - كَلِمَةُ - الْعَذَابِ
کہیں گے ہاں آئے تھے اور لیکن ثابت ہوا حکم غذاب کا
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ - ادْخُلُوْٓا - اَبْوَابَ
اوپر منکروں کے کہا جائے گا داخل ہو جاؤ تم دروازوں میں
جَهَنَّمَ - خٰلِدِيْنَ - فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ - مَثْوَى
دوزخ کے سدا رہنے کو اسی میں بس برا ہے ٹھکانا
الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾
مغرور لوگوں کا

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
بولیں گے کیوں نہیں پر منکروں پر عذاب
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ
کا حکم ثابت ہوا حکم ہوگا کہ داخل ہو جاؤ دوزخ
جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى
کے دروازوں میں اس میں سدا رہنے کو سو کیا بری رہنے
الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾
کی جگہ ہے غرور والوں کی ۔

پہلے ارشاد ہوا کہ اللہ کا انکار کرنے والے دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے اور دوزخ کے پاسبان ان سے حیران ہو کر پوچھیں گے کہ ہیں تم انسان ہو کر یہاں کیسے پہنچے انسان کو تو اللہ نے اپنے رسول بھیج کر خبردار کر دیا تھا کہ قیامت کا دن آنے والا ہے۔ اس دن اللہ کے نہ ماننے والوں کی سزا یہ ہوگی کہ وہ دوزخ میں داخل کیئے جائیں گے کیا تم نے ان کا یہ اعلان نہیں سنا تھا۔ جو دوزخ سے بچنے کی تیاری کرتے اور آج دوزخ کے کنارے نظر نہ آتے ۔

ارشاد ہے کہ وہ انتہائی حسرت و افسوس کے ساتھ جواب دیں گے کہ ہماری کم بختی آئی اور شامتِ اعمال نے دھکا دیا کہ ہم غفلت میں پڑے رہے اور جہالت نے ہمارے ہوش بگاڑ دیئے ۔ اللہ کے رسول ہمارے پاس ضرور آئے اور انہوں نے سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔ لیکن ہماری نظر دور تک نہ پہنچ سکی ہم قریب ہی کی چیزوں کو دیکھ کر ان پر لٹو ہو گئے اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اور اللہ کا انکار کر دیا اس کے رسولوں کی بات نہ سنی اور ان کی نصیحت کو اس کان سنا اور اس کان اڑا دیا۔ آخر کافروں کے لیے اللہ نے جو سزا مقرر کی تھی اس کے حقدار ہوئے اور وہ سزا بھگتنے کے لیے یہاں بھیج دیئے گئے جب وہ اپنا رونا رو چکیں گے ہر طرف سے دُر دُر پھٹ پھٹ کی آواز ان کے خلاف بلند ہوگی حکم ہوگا جاؤ جہنم میں تمہارے لیے اس کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ۔ جاؤ اور ہمیشہ وہیں رہو۔ سرکش مغروروں کا ٹھکانا یہی ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۔
(معاذ اللہ)

جنت کی طرف

وَسِيْقَ - الَّذِيْنَ - اتَّقَوْا - رَبَّهُمْ - اِلَى الْجَنَّةِ
اور لے جائے جائیں گے وہ جو ڈرتے تھے رب اپنے سے طرف جنت کی
زُمَرًا - حَتّٰى - اِذَا - جَآءُوْهَا - وَفُتِحَتْ
ٹولی ٹولی یہاں تک کہ جب آئیں وہ اس کے پاس اور کھول دیے جائیں دروازے
اَبْوَابُهَا - وَقَالَ - لَهُمْ - خَزَنَتُ - هَا - سَلٰمٌ
اس کے اور کہیں ان سے پاسبان اس کے سلام
عَلَيْكُمْ - طِبْتُمْ - فَادْخُلُوْهَا - خٰلِدِيْنَ (۷۳)
اوپر تمہارے پاک ہو تم پس داخل ہو اس میں ہمیشہ رہنے کو

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ
اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہتے تھے گروہ گروہ جنت کی
زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ
طرف لے جائے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے
اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ
اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے داروغان سے کہیں گے
عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (۷۳)
سلام تم پر تم پاکیزہ لوگ ہو سو داخل ہو اس میں سدا رہنے کے لیے

جو لوگ دنیا میں اللہ کو نہیں مانتے۔ اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس کے حکموں کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ ان کا قیامت میں جو حشر ہوگا۔ اس کو اس سے پہلے بیان کیا گیا۔ وہ لوگ دوزخ کی طرف ہانک دیئے جائیں گے اور اپنے اپنے عقیدوں اور عملوں کے مطابق ان کی ٹولیاں بنا دی جائیں گی۔

ان آیتوں میں اللہ کے ماننے والوں اور اس کے فرمانبردار بندوں کا ذکر ہے ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کو مان کر اس کے عذاب سے ڈرتے تھے اور ڈر کر بُرے کاموں سے بچتے تھے۔ ان کی بھی ان کے ایمان اور عملوں کے درجوں کے لحاظ سے ٹولیاں بن جائیں گی اور پھر ان سب کو فرشتے جنت کی طرف لے جائیں گے۔

جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دربان ان کو مبارک باد دیں گے اور کہیں گے تم پر سلام ہو تم پاکیزہ لوگ ہو۔ تم گناہوں کی گندگی سے بچتے رہے اور اللہ عزوجل کے خوف سے بُرے کاموں کو چھوڑا اور صاف اور ستھری زندگی دنیا میں بسر کی نہ لالچ میں پھنسے اور نہ دنیا والوں کی ریس کر کے ایک دوسرے سے دنیا کے مال و متاع کے لیے چھین جھپٹ کی نہ عزت اور مرتبہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کے اندر اپنا قیمتی وقت ضائع کیا۔ بلکہ اس کی جگہ پر اللہ کی عبادت اور اس کے احکام بجالانے میں دل و جان سے لگے رہے۔ آج تمہارے لیے جنت ہے اس کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہو۔

شکرِ نعمت

وَقَالُوا۔ الْحَمْدُ۔ لِ۔ اللّٰہِ۔ الَّذِیْ۔ صَدَقَ۔ نَا
اور کہیں گے سب شکر ہے واسطے اللہ کے جس نے سچ کر دکھایا ہم سے
وَعْدَہٗ۔ وَ۔ اَوْرَثَ۔ نَا۔ الْاَرْضَ۔ نَتَبَوَّاُ۔ مِنَ
وعدہ اپنا اور وارث کیا ہمیں اس سرزمین کا ٹھکانا بناتے ہیں ہم
الْجَنَّۃِ۔ حَیْثُ۔ نَشَآءُ۔ فَنِعْمَ۔ اَجْرُ۔ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾
جنت میں سے جہاں چاہیں پس خوب ہے بدلہ کام کرنے والوں کا
وَتَرَی۔ الْمَلٰٓئِکَۃَ۔ حَآفِّیْنَ۔ مِنْ۔ حَوْلِ
اور دیکھے تو فرشتوں کو گھیرا ڈالے ہوئے سے گرداگرد
الْعَرْشِ۔ یُسَبِّحُوْنَ۔ بِحَمْدِ۔ رَبِّ۔ ھِمْ۔ وَقُضِیَ
عرش کے پاکی بیان کرتے ہوئے ساتھ خوبی رب اپنے کی اور فیصلہ کیا گیا
بَیْنَ۔ ھُمْ۔ بِ۔ الْحَقِّ۔ وَقِیْلَ۔ الْحَمْدُ
درمیان ان کے ساتھ حق کے اور کہہ دیا گیا ساری خوبی
لِ۔ اللّٰہِ۔ رَبِّ۔ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾
واسطے اللہ کے پروردگار سارے جہانوں کا

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا
اور وہ بولیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا
وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ
کیا اور اس زمین کا وارث کیا گھر لے لیں جنت میں
الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾
جہاں چاہیں سو کیا خوب بدلہ ہے محنت کرنے والوں کا
وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ
اور تو دیکھے فرشتوں کو گھیرے ڈالے ہوئے عرش کے گرد
الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَقُضِیَ
پاکی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اور فیصلہ
بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ
ہوتا ہے ان میں انصاف کا اور یہی کہتے ہیں کہ سب خوبی
لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۵ ۵
اللہ کی ہے جو رب ہے سارے جہان کا

اللہ کے نیک بندے جب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آرام سکون اور راحت کی فضا انہیں چاروں طرف سے گھیرے گی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکلے گا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے اپنے رسولوں اور نبیوں کی معرفت جو وعدے کیے تھے وہ سب پورے کر دیئے اور ہمیں اس ساری زمین کا مالک بنا دیا جہاں جی چاہے گھر بنائیں آئیں جائیں اور رہیں سہیں اس کی راہ میں محنت کرنیوالوں کا صلہ کیسا اچھا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ اس دن اللہ عزوجل کے دربار میں جب ہر ایک کی بابت فیصلے سنائے جا رہے ہوں گے فرشتے عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوں گے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کر رہے ہوں گے ہر ایک کو اس کے لائق خدمت سپرد کر دی جائے گی کسی پر ظلم نہ ہوگا اور نہ زیادتی ہر طرف سے شور اٹھے گا کہ بیشک اللہ ہی ساری خوبیوں کا مالک اور تمام حمد و ثنا کا حقدار ہے۔

سُورَۃ الزُّمَر کی تعلیم

اللہ کے بندو! یہ کتاب مقدس یعنی قرآن مجید اللہ تعالٰی کی بھیجی ہوئی ہے وہ سب سے زیادہ طاقتور اور قوت والا ہے اور ہر چیز کی حقیقت سے واقف اور ہر مصلحت اور بہتری کا جاننے والا ہے اسی کے آگے عاجزی سے جھکو اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو خالص اسی کی اطاعت کرو اس کے ہاں کسی کا زور اور سفارش نہیں چلتی اسکا اپنے ہر بندے سے براہ راست تعلق ہے اوروں کی طرف نظر رکھنے والے اس کے ناشکر گزار بندے ہیں وہ انہیں سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔

وہ اکیلا سب پر غالب ہے اسی نے اپنی قدرت سے سارے آسمان اور زمین بنائے سورج اور چاند کو اپنے اپنے کام میں لگایا انسان کو ایک ہی اصل سے مرد اور عورت کی شکل میں پیدا کیا اور اس کے فائدے کے لیے آٹھ قسم کے جانوروں کے جوڑے بنائے وہ اپنے شکر گزار بندوں سے راضی ہے اور منکروں سے بیزار ہے۔ انسان کی عجیب حالت ہے کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو سب کو چھوڑ کر اللہ کی طرف جھکتا ہے اور جب بھلے دن آتے ہیں تو اس کو بھول کر دوسروں کو اپنا مولیٰ قرار دیتا ہے اس سچ کو نہ پہچاننے کی سزا جہنم کی آگ ہوگی بندہ وہی ہے۔ جو دن رات اس کی عبادت میں لگا رہے۔ اور آخرت کا خوف دل میں رکھے۔ یہ وہی کرے گا جو اصل حقیقت سے واقف ہے۔ جاہل اس سے کوسوں دور رہے نصیحت سے صرف عقلمند ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

لوگو! اللہ سے ڈرو بُرے کاموں سے بچو شیطان کے بہکاوے میں مت آؤ خوشخبری ہے ان کے لیے جو ساری باتیں سن سنا کر ان میں سے سب سے اچھی بات اختیار کرتے ہیں اللہ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں اس کی قدرت کی نشانیاں عالم میں ہر طرف پھیلی پڑی ہیں انسان ذرا توجہ کرے تو اللہ کو فوراً پہچان لے سب سے کھلی نشانی یہ قرآن مجید ہے جس کی آیتیں سن کر اللہ سے ڈرنے والوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں اور وہ دل و جان سے اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

دیکھو سچی بات کی پیروی کرو اللہ کے سر جھوٹی باتیں مت لگاؤ اللہ ہی کے ہو رہو اور چیزوں سے دل مت لگاؤ مرنے کے بعد اسی کے پاس جاؤ گے وہی سب کو ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا دیگا وہی کریم سب کا کارساز ہے۔ کسی کی اس کے آگے نہیں چلتی اسی پر بھروسہ کرو۔ جو کچھ دیتا ہے وہی دیتا ہے قیامت میں اس کی قدرت سب پر ظاہر ہو گی اور سب کی زبان پر اسی کی حمد و ثنا ہو گی۔ ہر ایک انصاف کے ساتھ اپنا اپنا حق پائے گا۔

سُورۃ المؤمن

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن شریف کی چالیسویں سورت ہے اور ان سات سورتوں میں سے پہلی ہے جو حا میم سے شروع ہوتی ہے۔ یہ ساتوں ایک ہی جگہ ایک دوسری کے بعد آتی ہیں اور ان میں مختصر طور پر انسان کے لیے صحیح عقائد نیک کام اور بُرے بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ المؤمن قیام مکہ کے درمیانی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے اس کا نام غافر بھی ہے شروع میں اللہ عزوجل کے شاندار نام بتا کر کہا گیا ہے کہ یہ قرآن اسی اللہ نے نازل کیا ہے جس کے نام یہ ہیں۔ اس میں وہی لوگ شک کر سکتے ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے ان منکروں کو دنیا میں چہلیں کرتے دیکھ کر دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ اللہ نے ان کو مہلت دی ہوئی ہے ورنہ ان کی کیا ہستی ہے۔ جو اس کا مقابلہ کریں ان سے پہلے بہت سے سرکش اللہ کو نہ مانتے تھے۔ اس کے رسولوں کو کچھ نہ گردانتے تھے کچھ دن تو فساد مچایا آخر تباہ ہوئے۔

اللہ کے ایماندار نیک بندوں کے لیے اس کے مقرب فرشتے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ بدکاروں کو قیامت کے دن ان کے بُرے عملوں کی سزا ملے گی ان کے عمل اللہ کے پاس سب محفوظ ہیں اور قیامت میں ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اسوقت وہ اپنی کرتوتوں پر شرمندہ ہوں گے اور افسوس کریں گے۔ وہ دنیا میں دوبارہ آنا چاہیں گے مگر ان کی تمنا پوری نہ ہو گی۔

اس کے بعد مصر کے سرکش بادشاہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا مگر وہ نہ مانتے پھر انہی میں سے ایک آدمی نے جو خفیہ طور پر ایمان لا چکا تھا فرعون کو اور ساتھ ہی اس کی ساری قوم کو جو اس کی اپنی قوم بھی تھی ہر طرح خوب سمجھایا اور سمجھانے کا حق ادا کیا۔ لیکن وہ نہ مانے اللہ نے اسے ان کے شر سے بچا لیا اور ان سب کو دنیا ہی میں تباہ کر دیا اور آخرت میں وہ دوزخ کے اندر جھونک دیئے جائیں گے اور عذاب سے پناہ کی کوئی صورت نہ ہوگی پھر فرمایا ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی دونوں جہان میں مدد کرتے ہیں اور بے ایمان ظالموں کو دیر یا سویر سخت سزائیں دیتے ہیں انسان کو چاہیے کہ اللہ کے آگے جھکے غرور اور تکبر چھوڑے ورنہ اس کی نادانی رنگ لا کر رہے گی۔

ارشاد ہے کہ لوگ اللہ کو کیوں نہیں مانتے اس کی قدرت تو دنیا جہان کی پیدائش اور خود انسان ہی کی پیدائش ہی سے بالکل ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہے کہ کافروں کے ستانے پر صبر کریں ان لوگوں کا انجام بُرا ہوگا ہمارا عذاب دیکھ کر ایمان لانا کسی کام کا نہ ہوگا۔ ان کو چاہیے پہلے ہی سمجھ جائیں ورنہ ان کی خیر نہیں۔ معاذ اللہ۔

ایاتھا ۸۵ (۴۰) سورۃ المؤمن مکیۃ (۶۰) رکوعاتھا ۹

اللہ کے شاندار نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حٰمٓ ۞ تنزیل - الکتب - من اللہ
حامیم اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے
العزیز - العلیم ۞ غافر - الذنب - وقابل
زبردست علم والا بخشنے والا گناہ اور قبول کرنیوالا
التوب - شدید العقاب لا ذی - الطول ط
توبہ سخت عذاب والا صاحب مقدور
لا الہ الا ھو ط الیہ - المصیر ۞
نہیں کوئی معبود مگر وہ اسی کی طرف لوٹ جانا ہے

حٰمٓ ۞ تنزیل الکتب من اللہ
حٰمٓ یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتری ہے
العزیز العلیم ۞ غافر الذنب وقابل
جو زبردست خبردار ہے گناہ بخشنے والا اور توبہ
التوب شدید العقاب لا ذی الطول ط
قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا مقدور والا
لا الہ الا ھو ط الیہ المصیر ۞
اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسی کی طرف پھر جانا ہے

ذی الطول (یعنی قدرت والا) ذی ذو کی دوسری شکل ہے جس کے معنی " والا " کے ہیں طول قوت ۔ قدرت ذوالطول وہ جو ہر طرح دوسروں کو ہر چیز دینے پر قادر ہے اس آیت میں اللہ عزوجل کی شاندار صفتیں گنوائی گئی ہیں اور یہ آیت الکرسی کی طرح اس کا صحیح تصور حاصل کرنے میں مددگار ہے ۔

ارشاد ہے کہ جب اللہ کے قدیم ارادے کے مطابق عالم پردہ غیب سے ظاہر ہوا اور انسان کی ہدایت کا سامان کر دینا دنیا میں ضروری ہوگیا تو قرآن حکیم نازل کیا گیا ۔ اس کا نازل کرنے والا اللہ ہے جو شوکت اور قوت میں سب سے بڑھا ہوا ہے اور ہر چیز کو خوب جانتا ہے وہ اپنے بندوں کی غلطیاں خطائیں اور گناہ معاف کرنے والا ہے اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے لیکن سرکشوں کو سزا بھی سخت دیتا ہے ۔ اس کے پاس ہر چیز موجود ہے ۔ اور وہ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو سب کچھ دیتا ہے اس کے سوا کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے ۔ وہی اکیلا معبود ہے اور آخر کار اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے

آیت الکرسی اور اس سورت کی یہ شروع کی آیت سورہ الحدید کی ابتدائی اور سورۃ الحشر کی آخری آیتیں اور سورت الاخلاص ، اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کرنے کیلئے خاص طور پر بہترین ذریعہ ہیں اسلام چاہتا ہے کہ اللہ کو انہی کے مطابق مانا جائے ۔

قرآن کے منکر

مَا۔يُجَادِلُ۔فِيْٓ۔اٰيٰتِ اللّٰهِ۔اِلَّا۔الَّذِيْنَ
نہیں کج بحثی کرتے بیچ آیتوں اللہ کے مگر وہی لوگ
كَفَرُوْا۔فَ۔لَا۔يَغْرُرْكَ۔تَقَلُّبُ۔هُمْ
جوانکارکربیٹھے پس نہ دھوکا دے تجھے چلنا پھرنا ان کا
فِي الْبِلَادِ ④ كَذَّبَتْ۔قَبْلَ۔هُمْ۔قَوْمُ
بیچ شہروں کے جھٹلایا پہلے ان سے قوم
نُوْحٍ۔وَّالْاَحْزَابُ۔مِنْۢ بَعْدِهِمْ ص
نوح نے اور دوسرے فرقوں نے پیچھے ان کے

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ
اللہ کی باتوں میں وہی جھگڑتے ہیں جو
كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ
منکر ہیں سو تجھ کو یہ بات دھوکا نہ دے کہ وہ
فِي الْبِلَادِ ④ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ
شہروں میں چلتے پھرتے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم
نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ص
اور کتنے فرقے ان سے پیچھے جھٹلا چکے ہیں

جب واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو ایسے بزرگ و برتر اور شاندار صفتیں رکھنے والے اللہ نے اتارا ہے۔ تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کوئی عقلمند اس کے ماننے میں ذرا دیر نہ لگائے۔ لیکن افسوس کہ کچھ لوگ اس کے ماننے میں شک و شبہ کرتے ہیں سو اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کو نہیں پہچانا۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالٰے کی نازل کی ہوئی آیتوں میں جھگڑے کوئی نہیں نکالتا اور نہ ان کی سچائی میں شک و شبہ کرتا ہے مگر ہاں جو لوگ اللہ ہی کو نہیں مانتے وہ اس کی آیتوں کو کیا مانیں گے وہ تو ان میں طرح طرح کے شک اور شبہے پیدا کریں گے اور سیکڑوں جھگڑے نکالیں گے اور کسی طرح ماننے کا نام ہی نہ لیں گے سوائے ہمارے رسول جب تم ایسے آدمیوں کو دیکھو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں اور اس کی آیتوں کی قدر گھٹانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور پھر بھی دنیا میں مزے سے دندناتے پھر رہے ہیں۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتے ہیں اور بےفکری سے کھاتے کماتے ہیں تو یہ مت سمجھ لینا کہ انہیں ان کے انکار کا نتیجہ نہ بھگتنا پڑے گا۔ تم ان کی خوشحالی اور فارغ البالی سے دھوکا نہ کھاؤ ایک نہ ایک دن انہیں پکڑ کر سخت سزا دی جائے گی۔ دیکھو ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اور اس کے بعد اور بہت سی قوموں نے ہمارے رسولوں کی بات نہ مانی اور ان کو جھوٹا ٹھہرایا اور نادانی سے یہ سمجھے کہ ہم ہمیشہ یہی للّے تللّے اڑاتے رہیں گے۔

منکروں کی کرتوت

وَ - هَمَّتْ - كُلُّ - اُمَّةٍ - بِ - رَسُوْلِ هِمْ - لِ - يَاْخُذُوْهُ
اور قصد کیا ہر امت نے ساتھ رسول اپنے کے تاکہ پکڑلیں اسے
وَجَادَلُوْا - بِ الْبَاطِلِ - لِ - يُدْحِضُوْا - بِ - هِ - الْحَقَّ
اور جھگڑیں ساتھ جھوٹ کے تاکہ پھسلادیں ساتھ اس کے سچ کو
فَ - اَخَذْتُهُمْ - فَ - كَيْفَ - كَانَ - عِقَابِ ⑤ وَ
پس پکڑا میں نے انہیں پس کیسا ہوا میرا پکڑنا اور
كَ - ذٰلِكَ - حَقَّتْ - كَلِمَتُ - رَبِّ - كَ - عَلَى
اسی طرح ثابت ہوا حکم رب، تیرے کا اوپر
الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - اَنَّهُمْ - اَصْحٰبُ - النَّارِ ⑥
ان کے جنھوں نے کفر کیا کہ وہ ساتھی ہیں آگ کے

وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ
اور ہر امت نے اپنے رسول کے ساتھ ارادہ کیا کہ اس کو پکڑلیں
وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ
اور جھوٹے جھوٹے جھگڑے اٹھانے لگے کہ ان سے سچے دین کو
فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ وَ
ڈگادیں پھر میں نے ان کو پکڑلیا کہو پھر کیسا ہوا میرا سزا دینا اور
كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى
اسی طرح تیرے رب کی بات منکروں کے حق میں ثابت ہو
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ⑥
چکی ہے کہ وہ ہیں دوزخ والے

آج کل جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے اور اس کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں انہیں پہلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اُن لوگوں نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ جو یہ لوگ کر رہے ہیں انہوں نے رسول کے کہنے کی پروا نہ کی ان کی نصیحتوں کو ٹھکرا دیا۔ اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ ان شریروں اور مفسدوں نے انہیں ستانا شروع کر دیا اور پھر اتنے بڑھے کر قتل تک سے نہ چوکے اپنے دل سے گھڑی ہوئی بے بنیاد جھوٹی باتوں کے سامنے رسولوں کی بتائی ہوئی سچی باتوں کو نہ مانا اور بولے کہ جو ہم کہتے ہیں یہی ٹھیک ہے اور رسولوں کا کہنا اس کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتا آخر اس کا انجام کیا ہوا؟

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے انہیں پکڑا اور سخت سزا دی وہ بُری طرح تباہ و برباد ہوئے ان کے بچے کھچے نشانات آج تک بتا رہے ہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہوتا ہے اسی طرح ان لوگوں کے لیے بھی جو اس وقت ہمارے رسول کو جھٹلاتے ہیں اور قرآن مجید کو نہیں مانتے قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ یہ لوگ دنیا کی سزا کے علاوہ دوزخ کی سزا بھی بھگتیں گے۔

ایمان والوں کا حال

اَلَّذِیْنَ ۔ یَحْمِلُوْنَ ۔ الْعَرْشَ ۔ وَمَنْ ۔ حَوْلَہٗ
وہ جو اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور وہ جو عرش کے گرد ہیں
یُسَبِّحُوْنَ ۔ بِ ۔ حَمْدِ ۔ رَبِّ ۔ ھِمْ ۔ وَ ۔ یُؤْمِنُوْنَ
پاکی بیان کرتے ہیں ساتھ خوبی رب اپنے کی اور ایمان لاتے ہیں
بِ ۔ ہٖ ۔ وَ ۔ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ لِ ۔ الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ج
ساتھ اس کے اور مغفرت مانگتے ہیں واسطے ان کے جو ایمان لائے
رَبَّ ۔ نَا ۔ وَسِعْتَ ۔ کُلَّ ۔ شَیْءٍ ۔ رَّحْمَۃً ۔ وَّ ۔ عِلْمًا
اے رب ہمارے گھیر رکھا ہے تو نے ہر شے کو رحمت اور علم سے

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ
جو لوگ عرش کو اٹھا رہے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں ،
یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ
پاکی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اور اس پر
بِہٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ج
یقین رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے گناہ بخشواتے ہیں
رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا
اے ہمارے پروردگار ہر چیز تیری بخشش اور علم میں سمائی ہوئی ہے

وَسِعْتَ (گھیر رکھا ہے تو نے) ماضی کا صیغہ ہے و ۔ س ۔ ع سے یہ لفظ سورۃ البقرہ ۔ آیۃ الکرسی میں گزر چکا ہے وَسْعٌ کے معنی گھیر لینا احاطہ کر لینا ۔

جن لوگوں نے اللہ عزوجل کو پہلے زمانے میں نہ مانا ان کا حال پہلے بیان ہو چکا اور یہ بھی فیصلہ سنا دیا گیا کہ آج کل جو لوگ اللہ کے انکار پر تلے ہوئے ہیں ان کا بھی عنقریب یہی حال ہوگا اور مرنے کے بعد دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو اللہ عزوجل پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں ۔

ارشاد ہے کہ عرش کے اٹھانے والے اور عرش کے گرد جمع رہنے والے فرشتے جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ہر وقت زبان اور دل سے یہی کہتے رہتے ہیں کہ اللہ ہر عیب اور برائی سے پاک ہے اور وہ ساری خوبیوں کا مالک ہے ۔ ان کا اللہ پر پختہ ایمان ہے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد ان کا ایک اور شغل یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کے لیے جو دنیا میں اللہ پر ایمان لا کر اس کے احکام کی پابندی کرتے ہیں ۔ دعا کرتے رہتے ہیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت مانگتے ہیں اور یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پالنے اور خبر گیری کرنے والے رب ! تو ہر چیز کی ذرا ذرا سی بات سے پورے طور پر واقف ہے کوئی چیز تیرے علم سے باہر نہیں ۔ تیری رحمت ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔ تیری بخشش اور فیض ہر مخلوق پر ہر لحظہ ہوتا رہتا ہے کوئی چیز اس سے محروم نہیں ۔

فرشتوں کی دعا

فَاغْفِرْ ۔ لِ ۔ الَّذِیْنَ ۔ تَابُوْا ۔ وَاتَّبَعُوْا ۔ سَبِیْلَ ۔ كَ
بس بخش دے ان کو جنھوں نے توبہ کی اور پیروی کی راہ کی تیری
وَقِهِمْ ۔ عَذَابَ ۔ الْجَحِیْمِ ⑦ رَبَّ ۔ نَا ۔ وَ
اور بچالے انھیں عذاب دوزخ سے اے رب ہمارے اور
اَدْخِلْ ۔ هُمْ ۔ جَنّٰتِ ۔ عَدْنِ ۔ نِ الَّتِیْ ۔ وَعَدْتَّ ۔ هُمْ
داخل کردے انھیں باغوں میں ہمیشگی کے جن کا وعدہ کیا ان سے
وَمَنْ ۔ صَلَحَ ۔ مِنْ اٰبَآءِ ۔ هِمْ ۔ وَ
اور انھیں جو صالح ہیں ان کے باپوں سے اور
اَزْوَاجِ ۔ هِمْ ۔ وَذُرِّیّٰتِ هِمْ ۔ اِنَّ ۔ كَ
ان کی بیویوں سے اور ان کی اولاد سے تحقیق تو
اَنْتَ ۔ الْعَزِیْزُ ۔ الْحَكِیْمُ ⑧
تو ہی غالب اور حکمت والا ہے

فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ
سومعاف کر انھیں جو توبہ کریں اور تیری راہ پر چلیں
وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ⑦ رَبَّنَا وَ
اور انھیں آگ کے عذاب سے بچالے اے ہمارے رب اور
اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ
انھیں سدا بسنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے
وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ
ان سے وعدہ کیا اور جو نیک ہو ان کے باپوں میں اور
اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ
عورتوں میں اور اولاد میں بے شک تو ہی
اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑧
زبردست حکمت والا ہے

اس لیے ہماری عرض ہے کہ جو لوگ تیری طرف جھکیں اور توبہ کریں اور بہ رضا و رغبت اسی راستہ پر چلیں جو تو نے انسان کے لیے مقرر کر دیا ہے ان کی غلطیاں اور خطائیں معاف فرما اور انہیں ہرے بھرے باغوں میں داخل کر جن میں داخل ہونے کے بعد کوئی نکالا نہیں جا سکتا جن کی خاصیت ہی یہ ہے کہ جس کو ان میں کوئی ٹھکانا مل گیا بس وہ ہمیشہ اسی کا ہو گیا اب کوئی اسے اس میں سے نکال دینے والا نہیں ۔ اے رب دنیا میں یہ تیرے فرمانبردار بندے ہمیشہ تیری ہی طرف دیکھتے رہے اور تجھی سے لو لگائے رہے ۔ اس لیے ان کو آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچالے اور اس سے بچا کر انہیں جنت میں داخل کر اور ان کے ساتھ ان کے نیک اور صالح باپ دادا ان کی نیک بیویوں اور ان کی نیک چلن اولاد کو بھی ان کے ساتھ ہی جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کر دے تو ہی اصلی شوکت اور قوت کا مالک ہے اور تو نے ہی ہر چیز کو جس طرح چاہا بنایا ہے تو ہر چیز کی جڑ تک سے واقف ہے۔

کافروں کی گت

وَ۔قِ ۔ ھِمُ ۔السَّیِّاٰتِ ؕ وَ۔مَنْ ۔تَقِ ۔السَّیِّاٰتِ
اوربچا انھیں برائیوں سے اورجسے بچالیاتونے برائیوں سے
یَوْمَ۔اِذٍ۔ فَقَدْ۔ رَحِمْتَہٗ ؕ وذٰلِكَ ۔ھُوَ۔ الْفَوْزُ
اس دن جب یہ ہوگا پس تحقیق رحم کیاتونے اس پر اوروہ وہی ہے کامیابی
الْعَظِیْمُ ⑨ اِنَّ ۔الَّذِیْنَ ۔ کَفَرُوْا ۔یُنَادَوْنَ
بڑی تحقیق جولوگ کافرہوئے پکارے جائیں گے
لَ۔مَقْتُ ۔ اللّٰہِ ۔اَکْبَرُ۔مِنْ ۔مَقْتِ ۔کُمْ۔اَنْفُسَکُمْ
البتہ بیزاری اللہ کی بڑی تھی تمھاری بیزاری سے اپنے آپ سے
اِذْ۔تُدْعَوْنَ۔اِلَی۔ اْلِاِیْمَانِ۔ فَ ۔تَکْفُرُوْنَ ⑩
جب بلائے جاتے تھے تم طرف ایمان کے پھرکفرکرتے تھے تم

وَقِہِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ
اورانھیں برائیوں سے بچا اورجس کوتو اس دن برائیوں
یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَہٗ ؕ وَذٰلِكَ ھُوَالْفَوْزُ
سے بچائے اس پرتونے مہربانی کی اوریہ جو ہے یہی ہے بڑی
الْعَظِیْمُ ⑨ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنَادَوْنَ
کامیابی جولوگ منکرہیں ان سے پکارکرکہیں گے
لَمَقْتُ اللّٰہِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ
اللہ تم سے زیادہ بیزارہوتا تھا اس سے کہ تم اپنے جی سے
اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَی الْاِیْمَانِ فَتَکْفُرُوْنَ ⑩
بیزارہوئے ہو جس وقت تمھیں یقین لانے کوبلاتے تھے پھرتم انکارکرتے تھے۔

ع ۱

مَقْتٌ کے معنی سخت دشمنی اوربیزاری کے ہیں شروع میں اس آیت کا بقیہ حصّہ ہے جو فرشتے اپنی دعائیں کہتے ہیں اور اس کے آخری الفاظ ہیں وہ عرض کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ اپنے ایمان والے بندوں اور ان کے باپوں بیویوں اور اولاد کی خطاؤں کو معاف کر کے انہیں جنت میں داخل کر اور انہیں دنیا میں ہدایت کر کہ بُرے اعمال سے بچیں تاکہ آخرت میں تمام بدکاریوں کی سزا نہ بھگتنی پڑے جسے تونے بُرے عملوں سے بچالیا اس پر واقعی بڑی رحمت فرمائی اور اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

آگے ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو دنیا میں نہ مانا اس سے آخرت میں پکار کر کہا جائے گا کہ آج جو تم عذاب دیکھ کر اپنے آپ کو کوس رہے ہو اور گالیاں دے رہے ہو۔ اور جان سے بیزار ہو یقین جانو کہ اللہ اسی طرح تم پر لعنت کرتا تھا۔ اور تم سے بیزار ہوتا تھا۔ جب تمہیں دنیا میں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا۔ اور تم ایک نہ سنتے تھے۔ بلکہ آج تمہاری اپنے آپ سے بیزاری اس بیزاری کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ جو تمہیں کفر کرتے دیکھ کر اللہ کو تم سے ہوتی تھی۔

کافروں کی آنکھیں کھل جائیں گی

قَالُوْا ۔ رَبَّ ۔ نَآ ۔ اَمَتَّ ۔ نَا ۔ اثْنَتَيْنِ ۔ وَاَحْيَيْتَ ۔ نَا
کہیں گے اے رب ہمارے موت دی تو نے ہمیں دوبار اور جلایا تو نے ہمیں
اثْنَتَيْنِ ۔ فَاعْتَرَفْ ۔ نَا ۔ بِ ۔ ذُنُوْبِ ۔ نَا ۔ فَ ۔ هَلْ
دوبار پس اقرار کیا ہم نے ساتھ گناہوں اپنے کے پس کیا
اِلٰى خُرُوْجٍ ۔ مِّنْ ۔ سَبِيْلٍ ⑪ ذٰلِكُمْ
نکلنے کا ہے کوئی راستہ یہ تم پر
بِ ۔ اَنَّ ۔ هٗ ۔ اِذَا ۔ دُعِيَ ۔ اللّٰهُ ۔ وَحْدَهٗ
اس وجہ سے ہے کہ بات یہ تھی کہ جب پکارا جاتا اللہ کو تنہا
كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ ۔ يُّشْرَكْ ۔ بِهٖ ۔ تُؤْمِنُوْا ؕ
کفر کرتے تم اور اگر شریک کیا جاتا ساتھ اس کے ایمان لاتے تم
فَالْحُكْمُ ۔ لِلّٰهِ ۔ الْعَلِيِّ ۔ الْكَبِيْرِ ⑫
پس فیصلہ اللہ ہی کا ہے جو بلند ہے اور بڑا

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا
بولیں گے اے ہمارے رب تو ہم کو موت دے چکا دو بار اور زندگی
اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ
دے چکا دو بار اب ہم اپنے گناہوں کے قائل ہوئے پھر اب
اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪ ذٰلِكُمْ
بھی نکلنے کی کوئی راہ ہے یہ تم پر
بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ
اس واسطے ہے کہ جب کوئی پکارتا اللہ کو اکیلا تو تم
كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ
منکر ہوتے اور جب اس کے ساتھ شریک کو پکارتے تو تم
فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫
یقین لانے لگتے اب حکم وہی ہے جو اللہ کرے جو سب سے اوپر اور بڑا ہے

قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا کہ تم اللہ کے عذاب کو دیکھ کر جتنے آج اپنی جان سے بیزار ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تم سے اس وقت بیزار تھا جب تمہیں دنیا میں ایمان لانے کے لیے کہا جاتا تھا۔ اور تم کہتے تھے کہ ہم تو ایمان نہیں لاتے اس وقت کافروں پر اصل حقیقت واضح ہو چکی ہو گی۔ ارشاد ہے کہ وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے رب پیدائش سے پہلے ہم مردہ تھے آپ نے ہمیں زندہ کیا پھر دنیا میں عمر ختم ہوئی تو آپ نے ہمیں موت دی اور آج قیامت کے دن پھر زندہ کر دیا ہم نے آپ کی قدرت دیکھ لی کہ دوبارہ آپ نے ہمیں مارا اور دوبارہ جلایا ایسے قدرت والے کے لیے کیا مشکل ہے کہ ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جب بظاہر یہاں سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو آپ ہمیں پھر دنیا میں بھیج دیں اب ہم خوب سمجھ گئے اور سوا اس کے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں کوئی چارہ نہیں جواب میں ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم کافی مدت رہے اور سوا اس کے کچھ نہ کیا کہ جب کسی نے فقط اللہ کو پکارا تو تم انکار پر تل گئے اور جب شرک ہونے لگا تو تم جھٹ اس کے لیے تیار ہو گئے اب پھر دنیا میں جانا نہیں ہو سکتا۔ آج تو اللہ بزرگ و برتر اسی کا فیصلہ سنائے گا۔ جو تم دنیا میں کر کے آئے ہو۔

سمجھنا ہے تو اب بھی سمجھ لو

هُوَ-الَّذِيْ-يُرِيْ-كُمْ-اٰيٰتِ-هٖ-وَ-يُنَزِّلُ
وہ وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں نشانیاں اپنی اور اتارتا ہے
لَ-كُمْ-مِنَ-السَّمَآءِ-رِزْقًا-وَ-مَا-يَتَذَكَّرُ
تمہارے لیے آسمان سے روزی اور نہیں نصیحت مانتا
اِلَّا-مَنْ-يُّنِيْبُ ⑬ فَ-ادْعُوا-اللّٰهَ-مُخْلِصِيْنَ
مگر جو توجہ کرے پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے
لَ-هُ-الدِّيْنَ-وَ-لَوْ-كَرِهَ-الْكٰفِرُوْنَ ⑭
واسطے اس کے بندگی اور اگرچہ برا مانیں کفر کرنے والے

هُوَالَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ
وہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمھارے واسطے
لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ
آسمان سے روزی اتارتا ہے اور نصیحت وہی سنتا ہے
اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ⑬ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
جو اللہ کی طرف رجوع کیے رہتا ہے سو اللہ کو پکارو اس کے
لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭
واسطے بندگی کو خالص کرکے اگرچہ منکر بڑے برا مانیں

ارشاد ہے کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہر طرف بکھری پڑی ہیں ۔ اگر سمجھ بوجھ سے کام لو تو اللہ کا پہچان لینا کچھ مشکل نہیں وہ ہر گھڑی اور ہر پل تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے ۔ ایک کھلی نشانی یہ ہے کہ وہ تمہاری روزی کا سامان کرتا ہے آسمان سے پانی برساتا ہے ۔ جس کی بدولت زمین سے قسم قسم کے غلّے ترکاریاں میوے پھل وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور گھاس پھوس اگتے ہیں جن سے تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے غذا میسّر ہوتی ہے ۔

آخر یہ سوچنا چاہیے کہ یہ سب کچھ کون کرتا ہے ذرا سے فکر سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت کا ظہور ہے لیکن یہ بات تو وہی معلوم کر سکتا ہے جو ادھر توجہ کرے غافلوں کو سوا محرومی کے اور کیا نصیب ہو سکتا ہے ۔ وہ تو دنیا کے دھندوں میں اس قدر پھنسے رہتے ہیں کہ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا وہ اسی پر جم جاتے ہیں کہ سب کچھ آپ ہی آپ ہوتا چلا جا رہا ہے آدمی کو اپنی کوشش سے ہر چیز مل جاتی ہے ۔ بس اس سے زیادہ انہیں سوچنے کی فرصت ہی نہیں لیکن اے عقل سے کام لینے والے انسانو تمہیں تو لازم ہے کہ فقط اللہ ہی کو پکارو خالص اس کا کہا مانو فقط اس کی اطاعت کرو اسی کی رضامندی کی تلاش میں رہو اگرچہ وہ لوگ جو اللہ کو نہیں مانتے ۔ تمہاری اس بات کو پسند نہ کریں بلکہ حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھیں تم اس کی پروا نہ کرو ۔

اللہ کی صفتیں

رَفِیْعُ - الدَّرَجٰتِ - ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی - الرُّوْحَ
بلند درجوں والا مالک عرش کا ڈالتا ہے بھید کی بات
مِنْ اَمْرِہٖ - عَلٰی - مَنْ - یَّشَآءُ - مِنْ عِبَادِہٖ -
اپنے حکم سے اوپر جس کے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے
لِ - یُنْذِرَ - یَوْمَ - التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ یَوْمَ - ھُمْ
تاکہ ڈرائے وہ باہم ملنے کے دن سے جس دن وہ
بٰرِزُوْنَ ۚ لَا - یَخْفٰی - عَلَی اللّٰہِ - مِنْھُمْ
نکل پڑیں گے نہ چھپی رہے گی اللہ پر ان کی
شَیْءٌ ؕ لِمَنِ - الْمُلْکُ - الْیَوْمَ ؕ
کوئی چیز کس کا ہے ملک آج کے دن

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ
وہی ہے اونچے درجوں والا عرش کا مالک بھید کی بات
مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ
اتارتا ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر
لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ یَوْمَ ھُمْ
چاہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے جس دن وہ لوگ
بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ
نکل کھڑے ہوں گے اللہ پر ان کی کوئی چیز چھپی نہ رہے گی
شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ؕ
کس کا راج ہے اس دن

رُوح (اندرونی بات - بھید) یہ لفظ سورۃ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے - اس کے معنی کسی چیز کے اندر کی چھپی ہوئی حقیقت کے ہیں یہاں اس سے وحی مراد ہے اَلتَّلَاقِ (باہم ملنا) ل - ق - ی سے لِقاء کے معنی ملنا التلاق ایک دوسرے سے ملنا ی بولنے میں گر جاتی ہے ٭

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل بڑے بلند اور اونچے درجوں والا ہے وہ عرش کا مالک ہے وہ انسان کی طرف اصل بات بتانے کے لیے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے اور یہ وحی اس کے منتخب اور چنے ہوئے رسولوں کی معرفت ہوتی ہے جو ہر زمانے میں آتے رہے اور جن میں سے آخری رسول یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی طرف وحی سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجی ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ انسان کو خبردار کر دیں اور ڈرائیں کہ تم سب کو اللہ کے دربار میں ایک دن حاضر ہونا ہے - جہاں آدمی اپنے عملوں اور ان کے نتیجوں کو پالے گا اس دن تمام انسان دوبارہ زندہ ہو کر اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ایک کھلے میدان میں اکھٹے ہوں گے جہاں ان کیلئے چھپنے کی کوئی چیز نہ ہوگی جس کی آڑ پکڑ سکیں ان کی کوئی چیز اور حالت اللہ سے چھپی ہوئی نہ ہوگی وہ ان کے ذرہ ذرہ حالات سے واقف ہوگا - تمام عارضی زور جاتے رہیں گے اور شان و شوکت ملیا میٹ ہو جائے گی اور صاف ظاہر ہو جائے گا کہ آج سلطنت کسی کی نہیں سو دنیا کے بڑے بڑے سرکش عاجز نظر آئیں گے - اس وقت پوچھا جائے گا کہ کہو آج کس کی حکومت ہے ٭

اللہ کا دربار

لِ - اللّٰهِ - الْوَاحِدِ - الْقَهَّارِ ⑯ اَلْيَوْمَ - تُجْزٰى
واسطے اللہ کے جو یکتا بڑے زور والا ہے آج کے دن دیا جائے گا
كُلُّ - نَفْسٍ - بِ - مَا - كَسَبَتْ ؕ لَا - ظُلْمَ - الْيَوْمَ ؕ
ہر شخص کو بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتا تھا نہیں ظلم آج کے دن
اِنَّ - اللّٰهَ - سَرِيْعُ - الْحِسَابِ ⑰ وَ - اَنْذِرْهُمْ
بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب اور ڈرا دے انھیں
يَوْمَ - الْاٰزِفَةِ - اِذِ - الْقُلُوْبُ - لَدَى
دن سے قریب آنے والے کے جب کہ دل ہوں گے قریب
الْحَنَاجِرِ - كٰظِمِيْنَ ۵
گلے کے اور وہ دباتے ہوں گے

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى
اللہ کا راج جو اکیلا ہے دباؤ والا آج ہر جی کو بدلا ملے گا
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ
جیسا اس نے کمایا آج ظلم بالکل نہیں
اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰ وَاَنْذِرْهُمْ
بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور ان کو
يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى
اس نزدیک آنے والے دن کی خبر سنا دے جس وقت دل
الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۵
گلوں کو پہنچیں گے تو وہ دبا رہے ہوں گے۔

حَنَاجِرَ (گلے) حنجور کی جمع ہے جس کے معنی گلے کے ہیں اور دوسرا لفظ اس کے لیے حلقوم ہے اٰزِفَۃٌ (قریباً آجانے والی گھڑی) اسم فاعل مؤنث ہے۔ ا۔ ز۔ ف سے اَ۔ زَ۔ فُ قریب آجانا۔ الْاٰزِفَۃُ قیامت کا نام ہے۔

ارشاد ہو رہا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ عزوجل کا دربار منعقد ہو گا تو سب اس کے آگے سر ڈالے کھڑے ہوں گے بڑے بڑے سرکش جو دنیا میں اپنے آگے کسی کو سمجھتے ہی نہ تھے عاجز و لاچار نظر آئیں گے کسی کی نہ بادشاہت ہی رہے گی نہ سرداری ہر شخص کی طاقت ختم ہو چکی ہو گی ان سے پوچھا جائے گا کہو آج کس کی بادشاہی ہے ہر طرف سے آواز آئے گی کہ آج فقط اللہ کا راج ہے جو یکتا ہے اور زور میں سب پر غالب ہے کوئی دنیا میں کیسا ہی دبنگ رہا ہو آج مجال نہیں جو اس کے آگے چوں بھی کر سکے آج ہر شخص کو اس کے کئے کا پھل ملیگا آج ظلم اور زیادتی کا کام نہیں اللہ ذرا سی دیر میں سب کا حساب لے لے گا وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے آگے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو اس دن سے اچھی طرح سے ڈرا دے جو قریب ہی آلگا ہے۔ اس کے آنے میں زیادہ دیر نہیں وہ ایسا ہولناک دن ہو گا کہ خوف کے مارے سینہ میں دل دھڑک رہے ہوں گے اور اچھل کر گلے تک پہنچ جائیں گے لوگوں کا یہ حال ہو گا کہ دونوں ہاتھوں سے دل کو دبائیں گے کہ کہیں خوف کے مارے اچھل کر سچ مچ باہر ہی نہ نکل پڑے۔

اللہ کے آگے سب بے بس ہیں

مَا ۔ لِ ۔ الظّٰلِمِيْنَ ۔ مِنْ ۔ حَمِيْمٍ ۔ وَّ ۔ لَا ۔
نہیں واسطے ظالموں کے کوئی دوست اور نہ
شَفِيْعٍ ۔ يُّطَاعُ ⑱ يَعْلَمُ ۔ خَآئِنَةَ ۔ الْاَعْيُنِ
سفارشی جس کی بات مانی جائے اللہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھیں
وَمَا ۔ تُخْفِي ۔ الصُّدُوْرُ ⑲ وَاللّٰهُ ۔ يَقْضِيْ
اور وہ جو چھپائے ہوئے ہیں سینے اور اللہ فیصلہ کرتا ہے
بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ ۔ يَدْعُوْنَ ۔ مِنْ دُوْنِهٖ
ساتھ حق کے اور جنہیں وہ پکارتے ہیں اس کے سوا
لَا ۔ يَقْضُوْنَ ۔ بِ شَيْءٍ ؕ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ هُوَ
نہیں فیصلہ کرتے کچھ بھی تحقیق اللہ وہی ہے
السَّمِيْعُ ۔ الْبَصِيْرُ ⑳
سننے والا دیکھنے والا

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا
کوئی نہیں گنہگاروں کا دوست اور نہ سفارشی
شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ⑱ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ
کہ جس کی بات مانی جائے اللہ جانتا ہے چوری کی نگاہ
وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ⑲ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ
اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہوا ہے اور اللہ انصاف سے
بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
فیصلہ کرتا ہے اور جن کو اس کے سوا پکارتے ہیں
لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کرتے بیشک اللہ ہی ہے
السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑳
سننے والا اور دیکھنے والا

حَمِيْم (قریبی دوست)، خَآئِنَةٌ (چوری کرنے والی) اسم فاعل مونث ہے خ ۔ و ۔ ن سے خِيَانَةٌ اس سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں کام جیسے کرنا چاہیے تھا۔ ویسے نہ کرنا دھوکا دینا۔ فریب دینا۔ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ غلط نگاہ ڈالنے والی آنکھ يُطَاعُ (بات مانی جائے اس کی) مضارع مجہول ہے۔ ط ۔ و ۔ ع سے یعنی جس کی اطاعت کی جائے ؏

ارشاد ہے کہ جنہوں نے دنیا میں غلط کام اختیار کیئے ان کا قیامت کے دن نہ کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی سفارش ضروری مانی جائے کیونکہ سب اختیار تو اس احکم الحاکمین کے ہاتھ میں ہوگا جسے لوگوں سے بچا کر نگاہ ڈالنے والی آنکھ تک کا حال معلوم ہے اور جو سینوں میں چھپے ہوئے بھید تک جانتا ہے۔ یاد رکھو انصاف کے ساتھ فیصلہ اللہ عزوجل ہی کر سکتا ہے۔ اور جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے پھرتے ہیں۔ یہ تو کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں تو کچھ بھی معلوم نہیں یہ نہ سنیں نہ دیکھیں پھر انہیں کسی بات کا علم کیا ہو اور جسے کسی بات کا علم ہی نہ ہو وہ کیا خاک فیصلہ کرے گا۔ دیکھو اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں کہ اصل سننے والا اور دیکھنے والا اللہ ہی ہے۔ وہ سب کی ہلکی کی ہلکی آواز سن لیتا ہے اور چھپی کھلی سب چیزوں کو دیکھ لیتا ہے ؏

آنکھیں کھولو

اَ - وَ - لَمْ - یَسِیْرُوْا - فِی الْاَرْضِ - فَ - یَنْظُرُوْا
کیا اور نہیں سیر کی انھوں نے بیچ زمین کے پس دیکھتے وہ
کَیْفَ - کَانَ - عَاقِبَۃُ - الَّذِیْنَ - کَانُوْا
کیسا ہوا انجام ان کا جو تھے
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْا - هُمْ - اَشَدَّ - مِنْهُمْ
ان سے پہلے تھے وہ زیادہ سخت ان سے
قُوَّةً - وَّ اٰثَارًا - فِی الْاَرْضِ - فَ - اَخَذَهُمُ
زور میں اور نشانیوں میں بیچ زمین کے پس پکڑا انھیں
اللّٰهُ - بِ - ذُنُوْبِ - هِمْ ؕ وَمَا - کَانَ - لَهُمْ
اللہ نے بسبب گناہوں کے ان کے اور نہ ہوا ان کے لیے
مِّنَ اللّٰهِ - مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾
اللہ سے کوئی بچانے والا

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا
کیا وہ ملک میں پھرے نہیں کہ دیکھتے کیسا انجام
کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ کَانُوْا
ہوا ان کا جو ان سے پہلے
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ
تھے وہ زور میں ان سے زیادہ سخت
قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ
تھے اور زیادہ نشانیوں والے تھے جو وہ چھوڑ گئے
اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا کَانَ لَهُمْ
زمین میں پھر ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر پکڑا اور
مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾
کوئی انھیں اللہ سے بچانے والا نہ ہوا۔

وَاقٍ (بچانے والا) اسم فاعل ہے و - ق - ی سے اصل میں واقی ہے وقف کی وجہ سے یے گر گئی ۔

اگر انسان سوچ سے ٹھیک ٹھیک کام لے تو اسے اللہ عزوجل کا اقرار کئے بغیر چارہ نہیں اس کا فکر اکثر یہیں آکر ٹھہر جاتا ہے کہ آندھی آئی تو خاک اڑنے لگی بادل آیا تو مینہ برس گیا دوسروں کو لوٹا تو دولت مند ہو گئے شادی کی تو بچے پیدا ہو گئے موت آئی تو مر گئے

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ دیکھ بھال کرنے والے دنیا کے واقعات سے اور ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہم سے پہلے بھی لوگ بستے تھے۔ ان کے نشانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال اور طاقت میں ہم سے زیادہ تھے آخر ان کا انجام کیا ہوا؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی اپنے زور پر مغرور ہو گئے کمزوروں پر ظلم وستم کیے۔ اچھی باتوں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا گناہ کرنے پر تل گئے۔ آخر اللہ عزوجل نے ان کی شرارتوں کی وجہ سے انھیں پکڑ لیا کوئی ایسا نہ ہوا جو اللہ کے عذاب سے انھیں بچاتا۔ بھلا کس کی مجال ہے کہ اللہ کی گرفت سے کسی کو بچالے۔ اللہ ہی رحم کرے تو کام بنے ۔

کیوں پکڑے گئے؟

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ
یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر
بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ
آتے تھے پھر وہ منکر ہوگئے تو اللہ نے انھیں پکڑا
اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾
بے شک وہ زور آور ہے سخت عذاب دینے والا
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا
اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں
وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ
کھلی سند دے کر فرعون اور ہامان اور قارون
وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾
کے پاس بھیجا تو وہ کہنے لگے جادوگر ہے جھوٹا

ذٰلِكَ ۔ بِ ۔ اَنَّ ۔ هُمْ ۔ كَانَتْ ۔ تَّاْتِيْهِمْ ۔ رُسُلُ ۔ هُمْ
یہ بوجہ اس کے کہ وہ تھے آتے تھے انکے پاس رسول انکے
بِ ۔ الْبَيِّنٰتِ ۔ فَ ۔ كَفَرُوْا ۔ فَ ۔ اَخَذَ ۔ هُمُ
ساتھ کھلی نشانیوں کے بس نہ مانا انھوں نے بس پکڑا ان کو
اللّٰهُ ؕ اِنَّ ۔ هٗ ۔ قَوِيٌّ ۔ شَدِيْدُ ۔ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾
اللہ نے تحقیق وہ قوت والا سخت عذاب والا ہے
وَ ۔ لَ ۔ قَدْ ۔ اَرْسَلْنَا ۔ مُوْسٰى ۔ بِ ۔ اٰيٰتِ ۔ نَا
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ نشانیوں اپنی کے
وَ ۔ سُلْطٰنٍ ۔ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى ۔ فِرْعَوْنَ ۔ وَ ۔ هَامٰنَ
اور سند کھلی کے طرف فرعون اور ہامان
وَ ۔ قَارُوْنَ ۔ فَ ۔ قَالُوْا ۔ سٰحِرٌ ۔ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾
اور قارون کے بس کہا انھوں نے جادوگر ہے جھوٹا

ارشاد ہے کہ پچھلے لوگ عذاب میں اس لیے مبتلا ہوئے کہ انہوں نے سیدھا راستہ چھوڑ کر ٹیڑھے راستوں پر چلنا اختیار کیا۔ ان کے حالات پڑھ کر اور ان کے رہنے کی جگہوں میں ان کی بربادی کی نشانیاں آنکھوں سے دیکھ کر انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ اللہ کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں کے خلاف چلیں گے ان کا یہی حشر ہوگا جو ان سے پہلوں کا ہوا ان کے پاس اللہ کے رسول آئے اور ایسی کھلی کھلی نشانیاں اور روشن دلیلیں پیش کیں کہ جن کو دیکھ کر ان کے اللہ کے رسول ہونے میں شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر ان سرکش لوگوں نے ان کی باتوں کو جھوٹا کہا اور ماننے سے انکار کر دیا اللہ نے انہیں اس کی سزا دی کیونکہ وہ قوت والا ہے اور اسکا عذاب سخت ہوتا ہے۔ اور اس کی سزا بہت کڑی ہوتی ہے۔ ان اگلے زمانے کے سرکش لوگوں میں سے بعض کا حال سنو ان میں سے کچھ تو اپنی قوت اور سلطنت پر پھولے ہوئے تھے جیسے فرعون بعض اپنے انتظام اور تدبیر پر فخر کرتے تھے جیسے ہامان بعض کو دولت کی کثرت پر گھمنڈ تھا۔ جیسے قارون ان کے پاس حضرت موسیٰ آئے تو انہوں نے انہیں جادوگر اور جھوٹا قرار دیکر ٹال دیا حالانکہ حضرت موسیٰ نے ایسی صاف نشانیاں پیش کی تھیں جس میں شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اور اپنی دلیلوں سے بھی انہیں خاموش کر دیا تھا۔ پھر بھی اپنی قوت عقل اور دولت کے گھمنڈ میں انہوں نے انکی بات نہ مانی

حق کا مقابلہ

فَ ـ لَمَّا ـ جَآءَ ـ هُمْ ـ بِ ـ الْحَقِّ ـ مِنْ عِنْدِ نَا
پس جب آیا اس کے پاس ساتھ حق کے پاس سے ہمارے
قَالُوا ـ اقْتُلُوٓا ـ اَبْنَآءَ ـ الَّذِيْنَ ـ اٰمَنُوْا ـ مَعَهٗ
کہنے لگے مار ڈالو بیٹوں کو ان کے جو ایمان لائے ساتھ اس کے
وَاسْتَحْيُوْا ـ نِسَآءَ ـ هُمْ ؕ وَمَا ـ كَيْدُ ـ الْكٰفِرِيْنَ
اور زندہ رہنے دو عورتوں کو ان کی اور نہیں داؤ کافروں کا
اِلَّا ـ فِيْ ـ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ ـ فِرْعَوْنُ ـ ذَرُوْنِيْٓ
مگر بیچ غلطی کے اور کہا فرعون نے چھوڑ دو مجھے
اَقْتُلْ ـ مُوْسٰى ـ وَلْيَدْعُ ـ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ ـ اَخَافُ ـ اَنْ
مار ڈالوں موسیٰ کو اور پکارنے دو اسے اپنے رب کو تحقیق میں ڈرتا ہوں کہ
يُّبَدِّلَ ـ دِيْنَكُمْ ـ اَوْ ـ اَنْ ـ يُّظْهِرَ ـ فِي الْاَرْضِ ـ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾
بدل دے طریقہ تمہارا یا یہ کہ ظاہر کردے بیچ زمین کے فساد

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا
پھر جب ان کے پاس ہمارے پاس سے سچی بات لے کر پہنچا
قَالُوا اقْتُلُوٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
بولے مار ڈالو ان کے بیٹوں کو جو اس کے ساتھ یقین لائے
وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ
ہیں اور زندہ چھوڑ دو ان کی عورتیں اور منکروں کا جو داؤ
اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ
بھی ہے غلط ہے اور فرعون بولا چھوڑ دو مجھے کہ
اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ
موسیٰ کو مار ڈالوں اور اپنے رب کو پڑا پکارے میں ڈرتا ہوں کہ
يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾
تمہارا دین بگاڑ دے ملک میں خرابی پھیلا دے

انسان کو بگاڑنے والی چیز یا قوت ہوتی ہے یا قابلیت پر گھمنڈ یا دولت کی زیادتی اور اگر ان تینوں کا گٹھ جوڑ ہو جائے یعنی تینوں ایک آدمی میں جمع ہو جائیں یا تینوں میں سے ایک ایک کے مالک آپس میں ایکا کریں اور اس کے ساتھ اللہ کا خوف نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ انسان تیزی سے تباہی کی طرف بھاگا جا رہا ہے ان تینوں کی ملی بھگت اپنے آگے کسی کی نہیں چلنے دیتی حضرت موسیٰؑ ان کے ہاتھوں بڑی مشکل میں پھنسے ارشاد ہے کہ جب اس جتھے کے پاس موسیٰؑ سچی بات لے کر آئے جو اللہ کی بھیجی ہوئی تھی تو یہ اکڑ گئے اور مل کر فیصلہ کیا کہ اس کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو ذلیل کرو ان کے بیٹوں کو جان سے مار دو اور عورتوں کو زندہ رہنے دو تاکہ یہ سمجھ جائیں کہ یہ بلا ان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے نازل ہوئی اور ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ ارشاد ہے کہ اللہ کا انکار کرنے والے اس کے خلاف جو کام بھی کریں گے ناکامی کا منہ دیکھیں گے فرعون نے غصہ سے اپنے ساتھیوں سے کہا اور یہ نری دھمکی تھی کہ تم مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰؑ ہی کو جان سے مار دوں کیونکہ اس کے پاس ایسی باتیں ہیں۔ کہ عجب نہیں انہیں دیکھ کر لوگ اسی کی کہنے لگیں۔ اس کے بعد یا تو تمہارا قائم کیا ہوا طریقہ ملیامیٹ ہو جائے گا اور یا پھر آپس میں دنگا فساد برپا ہو جائے گا ٭

سمجھ داروں کا طریقہ

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَ
اور موسیٰ نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے
رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ
چکا ہوں ہر غرور والے سے جو حساب کے دن کا یقین
الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ
نہ کرے اور ایک ایماندار مرد فرعون کے
اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ
لوگوں میں جو اپنا ایمان چھپاتا تھا بولا کیا ایک مرد
رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ
کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے
جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ
اور تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی نشانیاں لایا ہے

وَ قَالَ - مُوْسٰى - اِنَّ - یْ - عُذْتُ - بِ - رَبِّ - یْ - وَ
اور کہا موسیٰ نے تحقیق میں نے پناہ مانگی ساتھ رب اپنے کے اور
رَبِّ - کُمْ - مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ - لَّا - یُؤْمِنُ - بِ - یَوْمِ
رب تمہارے کے ہر مغرور سے جو نہیں ایمان لاتا ساتھ دن
الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَ - قَالَ - رَجُلٌ - مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ
حساب کے اور کہا ایک مرد ایمان دار نے
اٰلِ - فِرْعَوْنَ - یَکْتُمُ - اِیْمَانَ - ہٗ - اَ - تَقْتُلُوْنَ
رشتہ داروں فرعون کے جو چھپاتا تھا ایمان اپنا کیا قتل کرتے ہو تم
رَجُلًا - اَنْ - یَّقُوْلَ - رَبِّیَ - اللّٰہُ - وَ - قَدْ
ایک آدمی کو اس پر کہ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے اور تحقیق
جَآءَ کُمْ - بِ - الْبَیِّنٰتِ - مِنْ رَّبِّکُمْ ؕ
آیا وہ تمہارے پاس ساتھ کھلی نشانیوں کے تمہارے رب کے پاس سے

حضرت موسیٰ نے فرعون کی دھمکیاں سنکر اپنے لوگوں سے کہا کہ میں اس کی باتوں سے ذرا بھی نہیں ڈرتا وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور وہ تو کیا اگر دنیا کے سارے سر پھرے مل کر بھی دھمکانے لگیں تو بھی مجھے کچھ پرواہ نہیں میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ پہلے ہی لے چکا ہوں وہ مجھ سے وعدہ فرما چکا ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے فرعون کی مجال نہیں کہ میرا بال بیکا کر سکے جو لوگ یقین نہیں کرتے کہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اعمال کا حساب دینا پڑے گا وہ جو جی چاہتا ہے کر بیٹھتے ہیں دنیا میں شرارت کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں یہ اپنے آگے کسی کو نہیں سمجھتے وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہیں ہم ہی ہیں۔ سچ ہے جس کو یقین نہ ہو کہ ایک دن اس سے باز پرس ہو گی وہ کیا نہیں کرے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ کے نہ ماننے والے اور اس کی پکڑ سے نہ ڈرنے والے ہی ہیں جو دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں میں ان سے رب العالمین کی پناہ مانگتا ہوں ادھر فرعون کے اپنے آدمیوں میں سے ایک آدمی جو خفیہ طور پر ایمان لا چکا تھا فرعون کی دھمکی سن کر بولا کیا ایک آدمی کو اس لیے مار ڈالو گے کہ وہ اللہ کو اپنا رب مانتا ہے اور اپنی سچائی کی کھلی نشانیاں جو اللہ نے اسے عطا کی ہیں تمہیں دکھا چکا ہے۔

حق بات

وَ-اِنْ-یَّكُ-كَاذِبًا-فَ-عَلَیْهِ-كَذِبُ-هٗ-وَاِنْ
اور اگر ہو وہ جھوٹا پس اس کے اوپر جھوٹ اس کا اور اگر
یَّكُ-صَادِقًا-یُّصِبْ-كُمْ-بَعْضُ-الَّذِیْ-یَعِدُكُمْ
ہو وہ سچا پہنچ کر رہے گا تمھیں کچھ اس کا جو وہ وعدہ کرتا ہے تم سے
اِنَّ-اللّٰهَ-لَا-یَهْدِیْ-مَنْ-هُوَ-مُسْرِفٌ
تحقیق اللہ نہیں راہ دکھاتا اسے کہ وہ حد سے گزرنے والا
كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ یٰا-قَوْمِ-لَكُمُ-الْمُلْكُ-الْیَوْمَ
جھوٹا ہے اے میری قوم واسطے تمہارے بادشاہت ہے آج
ظٰهِرِیْنَ-فِی-الْاَرْضِ-فَمَنْ-یَّنْصُرُ-نَا-مِنْۢ
غالب آرہے ہو زمین میں پس کون مدد کرے گا ہماری سے
بَاْسِ-اللّٰهِ-اِنْ-جَآءَ-نَا
اللہ کے عذاب جب آگیا وہ ہم پر

وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ
اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر اس کا جھوٹ پڑے گا اور
یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ
اگر سچا ہوگا تو پڑے گا تم پر کوئی نہ کوئی وعدہ جو تم سے کرتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
بیشک اللہ اس کو جو بے لحاظ اور جھوٹا ہو راہ نہیں
كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ
دکھاتا اے میری قوم آج تمہارا راج ہے
ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ
چڑھ رہے ہو ملک میں پھر کون ہمیں بچائے گا اللہ
بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ
کے عذاب سے اگر آ پڑا ہم پر

فرعون کا قریبی رشتہ دار فرعون کو اور اس کے ساتھیوں کو سمجھا رہا ہے کہ اوّل تو کسی شخص کا محض اس لیے قتل کرنا کہ وہ اللہ کو اپنا رب مانتا ہے۔ کسی طرح ٹھیک نہیں ہو سکتا خاص کر جب کہ وہ صاف صاف نشانیاں بھی پیش کر رہا ہو کہ وہ تم سب کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑ کر رہے گا جھوٹ کے پاؤں کہاں جھوٹی بات چلا نہیں کرتی تھوڑے دن میں وہ آپ ہی بیٹھ رہے گا اور اگر وہ سچا ہے تو پھر یقین جانو کہ تم پر ان آفتوں میں سے کوئی نہ کوئی آفت آکر رہے گی جن سے وہ تمہیں ڈرا رہا ہے ذرا سمجھو تو سہی کہ وہ اللہ کا نام لے رہا ہے اس سے اس کی بہت بڑی دلیری اور جرأت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اسے قادر اور علیم بھی کہتا ہے پھر سب کچھ جانتے ہوئے اور قدرت رکھتے ہوئے وہ ایسے گستاخ اور جھوٹ گھڑنے والے کو کیسے کامیاب ہونے دے گا۔ پھر اس نے کہا کہ مانا تمہارے ہاتھ میں اس وقت حکومت ہے اور تم ملک بھر میں سب پر غالب ہو لیکن یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اس کے کہنے کے مطابق اگر اللہ نے تم پر سچ مچ عذاب بھیج دیا تو پھر تمہیں اس سے بچانے والا کون ہے ذرا ہوش سے کام لو۔

فرعون کی ہٹ

قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى
فرعون بولا میں تو تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی
وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾
اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے
وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ
اور اس ایمان والے نے کہا اے میری قوم میں ڈرتا ہوں
عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ
کہ تم پر اگلے فرقوں کا سا وقت آ پڑے جیسے قوم نوح
قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ
اور عاد اور ثمود کا اور ان لوگوں کا جو ان سے پیچھے
وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾
ہوئے حال ہوا اور اللہ بندوں کے لیے بےانصافی نہیں چاہتا

قَالَ - فِرْعَوْنُ - مَآ - اُرِيْ - كُمْ - اِلَّا - مَآ - اَرٰى
کہا فرعون نے نہیں سمجھاتا میں تم کو مگر جو مجھے سوجھتا ہے
وَمَآ - اَهْدِيْ - كُمْ - اِلَّا - سَبِيْلَ - الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾
اور نہیں راہ دکھاتا میں تمہیں مگر راہ بھلائی کی
وَقَالَ - الَّذِيْٓ - اٰمَنَ - يَا - قَوْمِ - اِنِّيْٓ - اَخَافُ
اور کہا اس نے جو ایمان والا تھا اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں
عَلَيْكُمْ - مِّثْلَ - يَوْمِ - الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ
تم پر مانند دن فرقوں کے جیسا حال ہوا
قَوْمِ - نُوْحٍ وَّعَادٍ - وَّثَمُوْدَ - وَالَّذِيْنَ - مِنْۢ - بَعْدِهِمْ ۭ
قوم نوح اور عاد اور ثمود کا اور ان کا جو پیچھے تھے ان کے
وَمَا - اللّٰهُ - يُرِيْدُ - ظُلْمًا - لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾
اور نہیں اللہ چاہتا ظلم واسطے بندوں کے

فرعون نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو میں تو تمہیں وہی بتا رہا ہوں جو مجھے اس وقت مناسب معلوم ہو رہا ہے یقیناً موسیٰ کی حالت دیکھتے ہوئے اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص خطرناک ہے اسے کوئی ایسا ہنر آتا ہے کہ جسے دکھا کر یہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اسے اگر چھوڑ دیا گیا تو یہ یقیناً ہمارے انتظام میں خرابی پیدا کر کے رہے گا عجب نہیں کہ لوگ اسی کی سی کہنے لگیں اور ہم نے جو انتظام مدتوں سے قائم رکھا ہے وہ دیکھتے دیکھتے برباد ہو جائے اس کا علاج بس یہی ہے کہ موسیٰ کو ختم کر دیا جائے۔ خوب سمجھ لو ٹھیک راستہ یہی ہے جو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں اگر میری نہ مانی تو آگے چل کر بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا اس ایماندار آدمی نے فرعون کی بات کی طرف توجہ نہ کی اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ہی کی مدد کرے گا اور اس کے ستانے والوں کو سخت سزا دے گا کہیں تم پر ویسا ہی وقت نہ آ پڑے جیسا پہلے سرکش لوگوں پر پڑا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری وہی گت بنے جو نوح علیہ السلام کی قوم اور ثمود کی بنی۔ اگر ایسا ہوا تو وہ تمہاری گستاخیوں کا ٹھیک بدلہ ہوگا۔ اللہ تو ایسا نہیں کہ بندوں پر ظلم کرے اور بلاوجہ سزا دے ۔

پہلے بھی غلطی ہوئی

وَ۔ يَا۔ قَوْمِ۔ اِنِّ۔ یْ۔ اَخَافُ۔ عَلَيْكُمْ۔ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾
اور اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں تم پہ چیخ پکار کے دن سے
يَوْمَ۔ تُوَلُّوْنَ۔ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا۔ لَكُمْ۔ مِّنَ اللّٰهِ
جس دن پیچھے بھاگو گے پیٹھ پھیر کر نہیں تمہارے لیے اللہ سے
مِنْ۔ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ۔ يُّضْلِلِ اللّٰهُ۔ فَمَا لَهٗ
کوئی بچانے والا اور جسے بھٹکائے اللہ پس نہیں واسطے اس کے
مِنْ۔ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَ۔ لَ۔ قَدْ۔ جَآءَكُمْ۔ يُوْسُفُ
کوئی راہ دکھانے والا اور البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس یوسف
مِنْ۔ قَبْلُ۔ بِ۔ الْبَيِّنٰتِ۔ فَ۔ مَا۔ زِلْتُمْ
اس سے پہلے ساتھ کھلی نشانیوں کے پس نہیں ٹلے تم
فِیْ شَكٍّ۔ مِّمَّا۔ جَآءَكُمْ۔ بِهٖ ؕ
شک میں سے اس میں کہ آیا تمہارے پاس ساتھ اس کے

وَيٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾
اور اے میری قوم میں ڈرتا ہوں کہ تم پر چیخ و پکار کا دن آئے
يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
جس دن پیٹھ پھیر کر بھاگو گے کوئی نہیں تم کو اللہ سے
مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
بچانے والا اور جس کو اللہ غلطی میں ڈالے اسے کوئی
مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ
سمجھانے والا نہیں اور اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف
مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ
کھلی باتیں لے کر آ چکا ہے۔ پھر تم ان چیزوں سے جو وہ
فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ
تمہارے پاس لے کر آیا دھوکے ہی میں رہے

وہ ایمان والا شخص اپنی قوم کو سمجھاتے جا رہا ہے کہ دیکھو ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ تم بڑی مصیبت میں پھنسو گے ہر طرف چیخ پکار ہائے واویلا کے سوا کچھ نہ سنائی دے گا تم پیٹھ پھیر کر مصیبت میں سے بھاگ کر نکلنے کی کوشش کرو گے مگر نکل نہ سکو گے یاد رکھو اللہ کے عذاب سے تمہیں بچانے والا کوئی نہیں میں تو تمہیں ہر طرح سمجھا چکا اب اگر تم نہیں مانتے تو یقین جانو تم پہ اللہ کی پھٹکار ہے اگر وہ کسی کو غلط راستہ پر چلنے سے نہ بچائے تو اس شخص کی سمجھ الٹی ہو جاتی ہے۔ پھر کوئی نہیں جو ایسے شخص کو سیدھی بات سمجھائے یا سیدھا راستہ بتائے اے میری قوم کے لوگو تم پہلے بھی ایک بڑی غلطی کر چکے ہو دیکھو تمہارے پاس حضرت یوسف علیہ السلام آئے اور انہوں نے ایسی صاف نشانیاں دکھائیں کہ اگر تم عقل سے کام لیتے تو سمجھ جاتے کہ یہ ضرور اللہ کے رسول ہیں لیکن تم ان کی باتوں میں شک کرنے لگے اور یہ تمہارا شک و شبہ تمہارے دل میں ایسا جما کہ نکلنے کا نام ہی نہ لیا ایسا نہ ہونا چاہیے تھا آدمی میں آخر اتنا ہوش تو ہونا چاہیے کہ سچے جھوٹے میں نشانیاں دیکھ کر فرق کر سکے۔

یوسف علیہ السلام سے برتاؤ

حَتّٰٓى اِذَا - هَلَكَ - قُلْتُمْ - لَنْ - يَّبْعَثَ - اللّٰهُ
یہاں تک جب انتقال کر گیا وہ کہا تم نے ہرگز نہ بھیجے گا اللہ
مِنْۢ بَعْدِهٖ - رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ - يُضِلُّ - اللّٰهُ -
اس کے بعد کوئی رسول مانند اس کے بھٹکاتا ہے اللہ اسے
مَنْ هُوَ - مُسْرِفٌ - مُّرْتَابُۨ ۝۳۴ الَّذِيْنَ - يُجَادِلُوْنَ
کہ ہو وہ حد سے نکل جانیوالا شکی وہ جو جھگڑتے ہیں
فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ - بِ غَيْرِ - سُلْطٰنٍ - اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ - مَقْتًا
بیچ آیتوں اللہ کے بغیر کسی سند کے کہ آئی ان کے پاس بڑی ہے بیزاری
عِنْدَ اللّٰهِ - وَ - عِنْدَ الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ - يَطْبَعُ
نزدیک اللہ کے اور نزدیک ان کے جو ایمان لائے مانند اس کے مہر کرتا ہے
اللّٰهُ - عَلٰي - كُلِّ - قَلْبِ - مُتَكَبِّرٍ - جَبَّارٍ ۝۳۵
اللہ اوپر ہر دل کے مغرور سرکش کے

حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ
یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی کہنے لگے اللہ اس کے بعد
مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ
ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا اللہ اسی طرح بھٹکاتا ہے
مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ۝۳۴ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ
اسے جو بیباک شک کرنے والا ہو وہ جو کہ اللہ کی باتوں میں
فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا
جھگڑتے ہیں بغیر سند کے جو انہیں پہنچی ہو اللہ کے ہاں اور
عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ
ایمانداروں کے ہاں اس جھگڑے سے بڑی بیزاری ہے اسی طرح
اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵
اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر غرور کرنے والے سرکش کے دل پر

فرعون کے لوگوں میں سے ایک ایماندار شخص جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا - فرعون کو اور اپنی ساری قوم کو سمجھا رہا ہے کہ دیکھو تم پہلے یوسفؑ کے ساتھ زیادتی کر چکے ہو اب کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسی طرح کی زیادتی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کر بیٹھو یوسفؑ کی زندگی میں تم نے انہیں رسول نہ مانا اور ان کی باتوں میں شک کرتے رہے جب ان کی وفات ہوگئی تو تمہاری آنکھیں کھلیں تو کہنے لگے کہ ایسا رسول تو اب اور کوئی نہیں آئے گا۔ دیکھو ایسی غلطی موسیٰ کے بارے میں مت کرو ان کی بات مانو ورنہ پچھتاؤ گے جو لوگ اللہ کی نشانیاں نہیں پہچانتے اور شک و شبہ میں پھنسے رہتے ہیں انہیں اللہ اپنی ہدایت سے محروم کر دیتا ہے کیونکہ وہ صاف نشانیوں میں جھگڑا پیدا کر دیتے ہیں حالانکہ جھگڑے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی نہ وہ کسی طرح ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ نبیوں کو جھٹلانے میں ٹھیک ہیں - یہ دھینگا مشتی نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ ان کو جو اللہ پر ایمان لائے ہیں - جو شخص اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھے اور حق بات کو نہ مانے اپنی ہی اکڑفوں میں مبتلا رہے - اللہ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے پھر سچی بات اس کے دل میں گھسنے ہی نہیں پاتی - پچھلے لوگوں کے حالات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے ۔

فرعون کی ہٹ دھرمی

وَقَالَ ۔ فِرْعَوْنُ ۔ يٰهَامٰنُ ۔ ابْنِ ۔ لِيْ ۔ صَرْحًا
اور کہا فرعون نے اے ہامان بنا دے تو میرے لیے ایک بلند عمارت
لَّعَلِّيْٓ ۔ اَبْلُغُ ۔ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ ۔ السَّمٰوٰتِ
شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک راستے آسمانوں کے
فَاَطَّلِعَ ۔ اِلٰٓى ۔ اِلٰهِ ۔ مُوْسٰى ۔ وَاِنِّيْ ۔ لَ ۔ اَظُنُّ ۔ هٗ
پس جھانک لوں میں طرف معبود موسیٰ کے اور تحقیق میں البتہ گمان کرتا ہوں اسے
كَاذِبًا ۭ وَ ۔ كَ ۔ ذٰلِكَ ۔ زُيِّنَ ۔ لِ ۔ فِرْعَوْنَ ۔ سُوْٓءُ
جھوٹا اور مانند اس کے سجا دیے گئے واسطے فرعون کے بُرے
عَمَلِ ۔ هٖ ۔ وَ ۔ صُدَّ ۔ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَ ۔ مَا ۔ كَيْدُ
کام اس کے اور روک دیا گیا وہ راستہ سے اور نہیں تدبیر
فِرْعَوْنَ ۔ اِلَّا ۔ فِيْ ۔ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع
فرعون کی مگر بیچ تباہی کے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا
اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے ایک اونچا محل بنا شاید
لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ
میں جا پہنچوں راستوں میں (یعنی) آسمان کے راستوں میں
فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ
پھر موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھ لوں اور میری اٹکل میں
كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ
تو وہ جھوٹا ہے اور اسی طرح فرعون کو اس کے بُرے کام
عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ
بھلے دکھا دیے گئے اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور
فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع
فرعون کا جو داؤ تھا سو تباہ ہونے کے واسطے تھا۔

آدمی کے دل میں جو خیال جم جائے پھر وہ نکلنے کا نام نہیں لیتا بلکہ اس کے سارے منصوبے اور اعمال اسی کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں اور جو کوئی اس کے خلاف کہے وہ اس کی نہیں سنتا وہ اپنے ہی خیال کو ٹھیک سمجھتا ہے اور باقی سب باتوں کو غلط ٹھہراتا ہے اسی کو قرآن میں اس طرح سمجھایا گیا ہے۔ کہ اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے فرعون ایسے ہی آدمیوں کی ایک روشن مثال ہے مردِ مومن اپنی کہہ رہا تھا۔ اور فرعون کا دل اندر ہی اندر اس کی جڑ کاٹ رہا تھا آخر اپنے وزیر سے مخاطب ہو کر اپنے دل کی بھڑاس اس نے یوں نکالی کہ اے ہامان! یہ باتیں سنتے سنتے کلیجہ پک گیا اب تو تُو ایک کام کر اینٹ گارا چونہ جمع کر کے ایک اونچی عمارت بنا موسیٰؑ کہتا ہے۔ کہ اس کا رب سب سے بلند ہے اس لیے تو عمارت کو اتنا بلند کر کہ میں اس پر چڑھ کر آسمانوں میں جھانکوں شاید موسیٰؑ کا رب مجھے دکھائی دے جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔ لیکن جھوٹے کو گھر تک پہنچا دینا چاہیے۔ ارشاد ہے کہ دیکھو بُرے خیالات اس طرح دل پر چھا جاتے ہیں اور آدمی کو حق بات کے سمجھنے سے روک دیتے ہیں۔ فرعون کے سارے منصوبوں کا نتیجہ سوا تباہی کے کچھ نہ ہوگا۔

مردِ مومن کے خیالات

وَقَالَ - الَّذِيْٓ - اٰمَنَ - يٰقَوْمِ (ی) اتَّبِعُوْنِ (ی) اَهْدِكُمْ
اور کہا اس نے جو ایمان رکھتا تھا اے قوم (میری) پیروی کرو (میری) ڈال دوں میں
سَبِيْلَ - الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ (ی) اِنَّمَا - هٰذِهِ - الْحَيٰوةُ - الدُّنْيَا
تمہیں سیدھی راہ پر (اے) قوم (میری) کچھ نہیں بس یہ زندگی دنیا کی
مَتَاعٌ وَّ اِنَّ - الْاٰخِرَةَ - هِيَ - دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ - عَمِلَ - سَيِّئَةً
کچھ دن کا فائدہ ہے اور تحقیق آخرت ہی گھر ہے ہمیشہ کا جو کام کرے بُرے
فَلَا يُجْزٰٓى - اِلَّا - مِثْلَهَا ج وَ - مَنْ - عَمِلَ - صَالِحًا - مِّنْ
بس نہ بدلہ دیا جائے گا مگر اسی جیسا اور جو کام کرے نیک
ذَكَرٍ - اَوْ - اُنْثٰى - وَ - هُوَ - مُؤْمِنٌ - فَ - اُولٰٓئِكَ - يَدْخُلُوْنَ
مرد ہو یا عورت اور وہ ایماندار ہو پس وہ لوگ داخل ہوں گے
الْجَنَّةَ - يُرْزَقُوْنَ - فِيْهَا - بِغَيْرِ - حِسَابٍ ﴿۴۰﴾
جنت میں روزی دیے جائیں گے اس میں بغیر حساب

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ
اور اسی ایماندار نے کہا اے قوم میری راہ پر چلو تمہیں نیکی کی
سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
راہ پر پہنچا دوں اے میری قوم یہ جو دنیا کی زندگی ہے یہ
مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً
فائدہ اٹھا لینا ہے تھوڑا سا اور وہ جو پچھلا گھر ہے وہی جم کر رہنے کا گھر ہے
فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ج وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ
جس نے برائی کی تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ پائے گا اور جس نے بھلائی
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
کی ہے مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہے سو وہ لوگ بہشت
الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾
میں جائیں گے اور وہ بے شمار روزی پائیں گے

مردِ مومن نے فرعون کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنی قوم کو سمجھانے لگا کہ فرعون کا راستہ بھلائی اور کامیابی کا راستہ نہیں معلوم ہوتا تم لوگ میری سنو اور میں جو کہوں وہ کرو میں تمہیں اس سڑک پر ڈال دوں گا جو دونوں جہان کی کامیابی کی طرف سیدھی جاتی ہے اے میری قوم دنیا میں کیا دھرا ہے یہاں کی زندگی چند روزہ کی ہے یہاں مال و متاع کچھ دن کام آسکتا ہے مرنے کے بعد وہ بے کار ہے سنو اصل زندگی وہ ہے جو مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ وہی اصل معنی میں زندگی ہے اور وہ ہمیشہ رہے گی وہاں نہ دکھ ہے نہ بیماری نہ موت یہ آخرت کی زندگی ہے اور جم کر رہنے کا آخرت کا ہی گھر ہے وہاں کا آرام اصل آرام ہے اس زندگی کا کچھ حال تمہیں بتاتا ہوں۔

سنو دنیا میں جو بُرے کام کرے گا اس کا بدلہ بھی اسے بُرا ہی ملیگا وہ آخرت میں بھلائی کی امید نہ رکھے اور جو کوئی مرد یا عورت اللہ پہ ایمان لاکر نیک کام کرے گا اسے جنت میں داخل کیا جائے گا اور وہاں اس کو ساری آرام کی چیزیں بے حساب ملیں گی آدمی سب کچھ سمجھتا ہے لیکن جب مرنے کے بعد جینے کا اور اعمال کی جزا سزا کا ذکر آتا ہے تو ٹال دیتا ہے اور دنیا ہی کے عارضی سامان کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔

خالص نصیحت

وَ-یَا-قَوْمِ(ی) مَا-لِیْ-اَدْعُوْکُمْ-اِلَی-النَّجٰوۃِ
اور اے قوم (میری) کیا ہوا مجھے بلاتا ہوں میں تمھیں طرف نجات کے
وَتَدْعُوْنَ-نِیْ-اِلَی-النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَ-نِیْ
اور بلاتے ہو تم مجھے طرف آگ کے بلاتے ہو تم مجھے
لِاَکْفُرَ-بِ-اللّٰہِ-وَاُشْرِکَ-بِہٖ-مَا-لَیْسَ-لِیْ
کہ انکار کروں میں اللہ کا اور شریک کروں اس کے ساتھ اسے کہ نہیں مجھے
بِہٖ-عِلْمٌ وَّ-اَنَا-اَدْعُوْکُمْ-اِلَی-الْعَزِیْزِ
اس کا علم اور میں بلاتا ہوں تمھیں طرف زبردست
الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَاجَرَمَ-اَنَّ-مَا-تَدْعُوْنَ-نِیْ-اِلَیْہِ
خطا بخش کے ظاہر ہے کہ وہ کہ بلاتے ہو تم مجھے جس کی طرف
لَیْسَ-لَہٗ-دَعْوَۃٌ-فِی الدُّنْیَا-وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ
نہیں اس کے لیے بلانا دنیا میں اور نہ آخرت میں

وَیٰقَوْمِ مَالِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ
اور اے قوم مجھے کیا ہوا کہ میں تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں
وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِیْ
اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو اور تم مجھے بلاتے ہو کہ
لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ
اللہ سے منکر ہو جاؤں اور اس کا شریک ٹھہراؤں اسے جس
بِہٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ
کی مجھے خبر نہیں اور میں تمھیں بلاتا ہوں اس زبردست
الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ
گناہ بخشنے والے کی طرف ظاہر ہے کہ تم جس کی طرف بلاتے ہو
لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ
اس کا بلاوا کہیں نہیں نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں

مَالِیْ (کیا ہوا مجھے) ما کے معنی کیا اور لِی کے معنی مجھے یہ تعجب کے اظہار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ عجیب بات ہے کہ میں یہ کرتا ہوں اور تم وہ کرتے ہو لَاجَرَمَ (کوئی شبہ نہیں) یہ لفظ پہلے گزر چکا ہے اس کی تحقیق وہاں دیکھ لی جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قطعی بات ہے۔

مرد مومن اپنی قوم سے کہہ رہا تھا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ میں تمہیں ایک بڑی مصیبت سے چھڑانے کے لیے تمہیں نصیحت کر رہا ہوں اور تم مجھے ایسی باتیں اختیار کر لینے کو کہتے ہو جس کا نتیجہ سوا اس کے کہ آگ میں داخل ہوں اور کچھ نہیں۔ تم مجھ سے کہتے ہو کہ اللہ کا انکار کر دوں اور ایسی چیزوں کو اس کے برابر سمجھوں جن کی بابت میں کچھ نہیں جانتا۔ میں تو تمہیں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جس کی بابت خوب معلوم ہے کہ اس میں سب سے بڑھ کر زور اور قوت ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کی خطائیں بخش دیتا ہے۔ تو اب اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ تم جن کی طرف مجھے بلا رہے ہو وہ اس قابل نہیں کہ انہیں پکارا جائے وہ نہ دنیا میں ہی کسی کی حاجتیں پوری کر سکتے ہیں اور نہ آخرت میں ہی کسی کے کام آ سکتے ہیں بالکل نکمے ہیں ان میں کوئی طاقت نہیں۔

گفتگو کا نتیجہ

وَ - اَنَّ - مَرَدَّنَآ - اِلَى - اللّٰهِ - وَاَنَّ - الْمُسْرِفِيْنَ
اور یہ کہ لوٹنا ہمارا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزر جانے والے
هُمْ - اَصْحٰبُ - النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَ - سَ - تَذْكُرُوْنَ
وہی آگ کے لوگ ہیں پس عنقریب یاد کرو گے تم
مَآ - اَقُوْلُ - لَكُمْ ۭ وَ اُفَوِّضُ - اَمْرِیْٓ - اِلَى اللّٰهِ ۭ
جو کہہ رہا ہوں میں تم سے ۔ اور سپرد کرتا ہوں اپنا کام اللہ کے
اِنَّ - اللّٰهَ - بَصِيْرٌۢ - بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَ - وَقٰى - هُ
تحقیق اللہ دیکھنے والا ہے بندوں کو پس بچا لیا اسے
اللّٰهُ - سَيِّاٰتِ - مَا - مَكَرُوْا - وَ - حَاقَ
اللہ نے برے نتیجوں سے اس کے جو وہ داؤ گھات کرتے تھے اور گھیر لیا
بِ - اٰلِ فِرْعَوْنَ - سُوْٓءُ - الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾
فرعون والوں کو برے عذاب نے

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ
اور یہ کہ ہمیں اللہ کے پاس پھر جانا ہے اور یہ کہ زیادتی کرنے والے
هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ
ہی دوزخ کے لوگ ہیں سو آگے یاد کرو گے جو میں
مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ
تم سے کہتا ہوں اور میں اپنا کام اللہ کو سونپتا ہوں
اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ
بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے پس اللہ نے موسیٰ
اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ
کو برے داؤں سے جو وہ کرتے تھے بچا لیا اور فرعون والوں
بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾
پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا

پہلے ارشاد ہوا کہ فرعون نے اس مرد مومن کی بات نہ مانی اور اسی پہ اڑا رہا کہ میں جو سوچ رہا ہوں وہی ٹھیک ہے اور موسیٰؑ کی اور ان کے طرفداروں کی بات غلط ہے مرد مومن بھی جب اچھی طرح سمجھا چکا تو یہ کہہ کر الگ ہو گیا۔ کہ اب میں اپنا معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں وہی اپنے بندوں کے درمیان مناسب فیصلہ فرمائے گا وہ ان سب کا حال خوب جانتا ہے آخر جب وقت آیا موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کو اللہ نے بچا لیا اور فرعون اور ان کے ساتھیوں کو سخت عذاب نے آگھیرا۔ دنیا میں تو اسے اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا گیا اور مرنے کے بعد حشر تک ان سب کو روزانہ صبح شام وہ آگ دکھائی جاتی رہے گی جس میں انہیں آخر کار جانا ہے جب قیامت قائم ہو جائے گی تو اللہ عزوجل ان کے بارے میں یہ حکم صادر فرمائے گا کہ فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت اس آگ میں جو سخت ترین عذاب ہے داخل کر دو۔ آگے ارشاد ہے کہ جو دوزخی اپنی کرتوتوں کے باعث دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو وہاں کے عذاب سے تنگ آ کر آپس میں جھگڑا شروع کر دیں گے کمزور زبردستوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہارے تابع تھے کیا آج تم اس آگ کے عذاب کا کچھ حصہ خود برداشت کر کے ہمیں کچھ آرام پہنچا سکتے ہو؟

عذاب کی کیفیت

اَلنَّارُ - یُعْرَضُوْنَ - عَلَیْھَا - غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ج وَ
وہ آگ ہے کہ پیش کیے جاتے ہیں اوپر اس کے صبح اور شام اور
یَوْمَ - تَقُوْمُ - السَّاعَۃُ قف اَدْخِلُوْٓا - اٰلَ - فِرْعَوْنَ
جس دن قائم ہوگی قیامت داخل کردو فرعون والوں کو
اَشَدَّ - الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ - اِذْ - یَتَحَآجُّوْنَ
سب سے سخت عذاب میں اور جب جھگڑیں گے
فِی النَّارِ - فَیَقُوْلُ - الضُّعَفٰٓؤُا - لِ - الَّذِیْنَ
آگ کے اندر پس کہیں گے کمزور لوگ واسطے ان کے جنہوں نے
اسْتَکْبَرُوْٓا - اِنَّا - کُنَّا - لَکُمْ - تَبَعًا - فَ - ھَلْ
تکبر کیا تھا تحقیق ہم تھے ہم تمہارے پیچھے چلنے والے پس کیا
اَنْتُمْ - مُّغْنُوْنَ - عَنَّا - نَصِیْبًا - مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾
تم اٹھاؤ گے ہم سے کچھ حصہ آگ کا

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ج وَ
وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں انھیں صبح اور شام اور
یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ
جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) داخل کرو فرعون والوں
اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ
کو سخت عذاب میں اور جب آگ کے اندر آپس میں
فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ
جھگڑیں گے پھر کہیں گے کمزور غرور کرنے والوں
اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَھَلْ
سے ہم تمہارے تابع تھے پھر کیا تم ہم پر سے
اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾
آگ کا کچھ حصہ اٹھا لو گے

پہلے ارشاد ہوا کہ فرعون نے اس مرد مومن کی بات نہ مانی اور اسی پر اڑا رہا کہ میں جو سوچ رہا ہوں وہی ٹھیک ہے اور موسیٰؑ کی اور ان کے طرفداروں کی بات غلط ہے مرد مومن بھی جب اچھی طرح سمجھا چکا تو یہ کہہ کر الگ ہوگیا کہ اب میں اپنا معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں وہی اپنے بندوں کے درمیان مناسب فیصلہ فرمائے گا وہ ان سب کا حال خوب جانتا ہے آخر جب وقت آیا موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کو اللہ نے بچا لیا اور فرعون اور ان کے ساتھیوں کو سخت عذاب نے آگھیرا۔ دنیا میں تو اسے اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کردیا گیا اور مرنے کے بعد حشر تک ان سب کو روزانہ صبح شام وہ آگ دکھائی جاتی رہے گی جس میں انہیں آخر کار جانا ہے جب قیامت قائم ہو جائے گی تو اللہ عزوجل ان کے بارے میں یہ حکم صادر فرمائے گا کہ فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت آگ میں (جو سخت ترین عذاب ہے) داخل کردو۔

آگے ارشاد ہے کہ جب دوزخی اپنی کرتوتوں کے باعث دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو وہاں کے عذاب سے تنگ آکر آپس میں جھگڑا شروع کردیں گے۔ کمزور زبردستوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہارے تابع بنے کیا آج تم اس آگ کے عذاب کا کچھ حصہ خود برداشت کرکے ہمیں کچھ آرام پہنچا سکتے ہو۔

بڑوں کا جواب

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ
جو غرور کرتے تھے وہ کہیں گے ہم سبھی اس میں پڑے ہوئے ہیں
اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ
بے شک اللہ بندوں میں فیصلہ کر چکا اور جو لوگ
الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ
آگ میں پڑے ہیں دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے
ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ
دعا کرو اپنے رب سے کہ ہم پر ایک دن تھوڑا سا عذاب
الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ
ہلکا کردے وہ بولیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے
رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ
رسول کھلی نشانیاں لے کر نہ آئے تھے کہیں گے کیوں نہیں کہیں گے
وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾
پکارے جاؤ اور کافروں کا پکارنا کچھ نہیں مگر بیکار

قَالَ - الَّذِيْنَ - اسْتَكْبَرُوْٓا - اِنَّا - كُلٌّ - فِيْهَآ
کہیں گے وہ جنھوں نے بڑائی جتلائی تھی تحقیق ہم سب اسی میں ہیں
اِنَّ - اللّٰهَ - قَدْ - حَكَمَ - بَيْنَ - الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ
تحقیق اللہ فیصلہ کر چکا ہے درمیان بندوں کے اور کہیں گے
الَّذِيْنَ - فِي النَّارِ - لِ - خَزَنَةِ - جَهَنَّمَ
وہ جو آگ میں ہوں گے جہنم کے چوکیداروں سے
ادْعُوْا - رَبَّكُمْ - يُخَفِّفْ - عَنَّا - يَوْمًا - مِّنَ
پکارو اپنے رب کو ہلکا کردے ہم پر ایک دن عذاب
الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا - اَوَ - لَمْ - تَكُ - تَاْتِيْكُمْ
میں سے کچھ وہ کہیں گے کیا اور نہیں آتے تھے تمہارے پاس
رُسُلُ - كُمْ - بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا - بَلٰى ۭ قَالُوْا - فَادْعُوْا
رسول تمہارے ساتھ ظاہر نشانیوں کے کہیں گے ہاں آئے تو تھے کہیں گے تو پکارو
وَمَا - دُعٰۗؤُا - الْكٰفِرِيْنَ - اِلَّا - فِيْ - ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾
اور نہیں پکارنا کافروں کا مگر بے سود

کم درجہ کے لوگ آخرت میں دوزخ کے عذاب سے تنگ آکر اپنے دنیا کے آقاؤں سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے خادم بنے کیا تم آج ہمارے کچھ کام نہ آؤ گے ہمارا کچھ عذاب تو کم کرو کچھ تو ہم اس سخت عذاب سے چھوٹیں۔ یہ سن کر دنیا کے وہ متکبر لوگ کہیں گے کہ ہم بھی اسی مصیبت میں مبتلا ہیں جس میں تم ہو۔ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں میں سے ہر ایک کی بابت آخری فیصلہ فرما دیا ہے۔ اب کوئی کچھ نہیں کر سکتا ان کا یہ جواب سن کر وہ دوزخ والے فرشتوں کی طرف جو جہنم کے رکھوالے اور منتظم ہیں رخ کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ تم ہی ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ ایک دن تو ہمارے عذاب میں کچھ کمی ہو جائے تاکہ کسی قدر آرام سے سانس لے سکیں فرشتے کہیں گے کیا دنیا میں تمہارے پاس رسول کھلی نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ کہیں گے رسول تو آئے تھے فرشتے جواب دیں گے تو اب چیخا چلایا کرو آج کچھ سنائی نہ ہوگی، کافروں کی چیخ پکار بیکار ہے ۔

اٹل قاعدہ

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد کرتے ہیں

فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾

دنیا کی زندگانی میں اور جب گواہ کھڑے ہوں گے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ

جس دن منکروں کے ان کے بہانے کام نہ آئیں گے اور ان

اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ

کے لیے پھٹکار ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے اور ہم نے دی

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کو راہ کی سوجھ دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا

الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

جو عقلمندوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی

اِنَّا ۔ لَ ۔ نَنْصُرُ ۔ رُسُلَ ۔ نَا ۔ وَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا

تحقیق ہم البتہ مدد کرتے ہیں رسولوں اپنے کی اور ان کی جو ایمان لائے

فِی الْحَيٰوةِ ۔ الدُّنْيَا ۔ وَ ۔ يَوْمَ ۔ يَقُوْمُ ۔ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾

بیچ زندگی دنیا کے اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ

يَوْمَ ۔ لَا يَنْفَعُ ۔ الظّٰلِمِيْنَ ۔ مَعْذِرَتُهُمْ ۔ وَ لَهُمُ

جس دن نہ نفع دے گی ظلم کرنے والوں کو معذرت ان کی اور واسطے ان کے

اللَّعْنَةُ ۔ وَ لَهُمْ ۔ سُوْٓءُ ۔ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَ ۔ لَ ۔ قَدْ

پھٹکار ہے اور واسطے ان کے بُرا گھر ہے اور البتہ تحقیق

اٰتَيْنَا ۔ مُوْسَى ۔ الْهُدٰى ۔ وَ ۔ اَوْرَثْنَا ۔ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

دی ہم نے موسیٰ کو ہدایت اور وارث کیا بنی اسرائیل کو

الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى ۔ وَّ ۔ ذِكْرٰى ۔ لِ ۔ اُولِي ۔ الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

کتاب کا جو ہدایت اور نصیحت تھی واسطے عقل والوں کے

یہ وہ ارشادات ہیں جن سے عرب کے سرکشوں کے اور ان سب کے جو ان کے بعد انہی کی سی چال چلیں کان کھولنے مقصود ہیں ان میں کوئی لگی لپٹی بات نہیں اور سیدھا بیان ہے سمجھانا یہ ہے کہ انسان کو غلط راستے سے ہٹانے اور سیدھی ڈگر پر ڈالنے کے لیے وقتاً فوقتاً اللہ کے رسول آئے اور انہیں جو سمجھانا تھا اچھی طرح سمجھایا۔ اسی طرح یہ آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آئے اس سلسلہ میں ایک اٹل قاعدہ سن لو اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی بات ماننے والوں کی ضرور بالضرور مدد کرتے ہیں۔ عارضی طور پر ان کے مخالف اگر غالب نظر آئیں تو اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے انجام کار دنیا میں بھی ہمارے رسول اور ان کے ماننے والے ہی ہر طرح جیت میں رہیں گے ان کے مخالف پکڑے ہوئے آئیں گے اور ان کے خلاف گواہی دینے والے گواہ کھڑے ہوں گے ہمارے حکموں سے منہ موڑنے والوں کا کوئی عذر یا بہانہ کام نہ دے گا ہر طرف سے ان پر لعنت کی بوچھاڑ ہوگی اور ان کا ٹھکانا بُرا ہوگا سنو اور نصیحت حاصل کرو کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت کی اور بنی اسرائیل کو ایک کتاب عنایت کی جس میں سمجھداروں کے لیے ہدایت اور یاد دہانی دونوں موجود تھیں۔ لیکن انہوں نے سرکشی کی پھر دیکھو ان کا انجام کیا ہوا۔

رسول کو تسلّی

فَ - اصْبِرْ - اِنَّ - وَعْدَ - اللهِ - حَقٌّ - وَّا سْتَغْفِرْ
پس صبر کر تو تحقیق وعدہ اللہ کا سچا ہے اور مغفرت مانگ تارہ
لِذَنْبِكَ - وَ - سَبِّحْ - بِ - حَمْدِ - رَبِّ - كَ
واسطے گناہ اپنے کے اور پاکی بول ساتھ خوبی رب اپنے کے
بِ - الْعَشِيِّ - وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ - الَّذِيْنَ - يُجَادِلُوْنَ
ساتھ شام کے اور صبح کے تحقیق جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں
فِيْ - اٰيٰتِ - اللهِ - بِغَيْرِ - سُلْطٰنٍ - اَتٰهُمْ ۙ اِنْ - فِيْ
بیچ آیتوں اللہ کے بلا سند کے جو آئی ہو ان تک نہیں بیچ
صُدُوْرِهِمْ - اِلَّا - كِبْرٌ - مَّا هُمْ - بِ - بَالِغِيْهِ ۚ
سینوں ان کے کے مگر بڑائی کہ نہیں وہ اس تک پہنچنے والے
فَاسْتَعِذْ - بِاللهِ ۗ اِنَّهٗ - هُوَ - السَّمِيْعُ - الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾
پس تو پناہ مانگ ساتھ اللہ کے تحقیق وہ ہے سننے والا دیکھنے والا

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ
سو تو ٹھہرا رہ بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور اپنے گناہ
لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
بخشوا اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں
بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ
بیان کر کے شام اور صبح یہ لوگ اللہ کی باتوں میں
فِيْٓ اٰيٰتِ اللهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ
جھگڑتے ہیں بغیر کسی سند کے جو انھیں پہنچی ہو اور کوئی بات
صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ
نہیں فقط ان کے دل میں بڑائی ہے جس تک یہ کبھی نہ پہنچیں گے
فَاسْتَعِذْ بِاللهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾
سو تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہ سنتا ہے دیکھتا ہے

ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم نے دنیا میں انسان کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے اپنے رسول دنیا میں وقتاً فوقتاً بھیجے اور اے مکہ والو اور اس کے آس پاس والوں اور اے تمام دنیا کے انسانو! اچھی طرح سن لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ اپنے رسولوں کے ساتھ جو ہمارا معاملہ رہا ہے وہی ان کے ساتھ بھی رہے گا۔ جیسے پہلے رسولوں کی اور ان کے ماننے والوں کی ہم نے ہر زمانے میں مدد کی اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان کے ماننے والوں کی ہم دنیا اور آخرت میں مدد کریں گے اس لیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم ان کی شرارتوں اور تکلیف دینے پر صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے تم ہر دم توبہ اور استغفار کرو اور صبح اور شام اللہ کی تعریف و پاکی بیان کرو تاکہ تمہارے ماننے والے تمہیں دیکھ کر یہی طریقہ اختیار کریں۔ رہے یہ لوگ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں اور ان پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے ایسا کرنے کی کوئی معقول وجہ ان کے پاس نہیں وہ اپنے اس طور طریقے کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے ان پر فقط یہ خبط سوار ہے کہ ہم بڑے بن کر رہیں۔ سو یہ بڑائی انہیں کبھی نصیب نہ ہوگی۔ اللہ کی پناہ مانگو وہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے۔ ان کافروں کو بہت جلد سزا ملنے والی ہے ۞

بڑائی کہاں

لَ - خَلْقُ - السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضِ - اَكْبَرُ - مِنْ

البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا زیادہ بڑا کام ہے

خَلْقِ النَّاسِ - وَلٰكِنَّ - اَكْثَرَ النَّاسِ - لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

پیدا کرنے آدمیوں کے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

وَمَا - يَسْتَوِى - الْاَعْمٰى - وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ

اور نہیں برابر ہوتے اندھا اور دیکھنے والا اور جو لوگ

اٰمَنُوْا - وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ - وَ - لَا - الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا

ایمان لائے اور کیے انھوں نے کام نیک اور نہ بدکار بہت کم

مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ - لَاٰتِيَةٌ - لَّا رَيْبَ

دھیان کرتے ہو تم البتہ وہ گھڑی تحقیق آنے والی ہے نہیں شک

فِيْ - هَا - وَلٰكِنَّ - اَكْثَرَ النَّاسِ - لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

بیچ اس کے اور لیکن اکثر لوگ نہیں یقین کرتے

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ

البتہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے بنانے

خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

سے بڑا ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں سمجھتے

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا

ایماندار جو بھلے کام کرتے ہیں اور بدکار (برابر ہیں) تم بہت کم

مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ

سوچتے ہو تحقیق قیامت آنی ہے اس میں

فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

دھوکا نہیں لیکن بہت لوگ نہیں مانتے

کوئی آدمی اگر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگے تو اس کی سراسر نادانی ہے لیکن اس خبط میں اکثر افراد مبتلا ہیں ہر نادان آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جو میں ہوں وہ دوسرا نہیں نادانی میں بڑھا ہوا وہ ہے۔ جو خود اپنی خوبیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور جو قوم و ملک حسب اور نسب پر فخر کرتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بیوقوف ہے مگر ہیں دونوں نادان۔ بیوقوفو تکبر چھوڑو قیامت آنی ہے یاد رکھو سب سے بڑا اللہ ہے جس نے انسان سے بھی زیادہ بڑی بڑی چیزیں پیدا کیں ۔

ارشاد ہے کہ کوئی شک نہیں کہ زمین اور آسمان کا پیدا کرنا انسان کے پیدا کرنے سے کہیں زیادہ بڑا کام ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کر دیا۔ اس کے نزدیک انسان کا بنانا اور مٹا کر پھر بنانا کیا مشکل ہے لیکن اکثر لوگ اتنی صاف بات بھی نہیں سمجھتے اور اسی لیے قیامت کو بھول بیٹھے ہیں انسان کا بنانا اور مار دینا اور مار کر پھر زندہ کر دینا اللہ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں کیا دیکھتے ہیں کہ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ایسے ہی ایمان لا کر اچھا کام کرنے والا اور بدکار آدمی دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے تم سوچتے بہت کم ہو ورنہ صاف معلوم ہو جائے کہ دونوں کو اپنے اپنے کاموں کا بدلہ ملنا ضروری ہے اس لیے قیامت ضرور آکر رہے گی لیکن اکثر لوگ اپنے ہی خیالات میں گم ہیں اور اللہ کی قدرت اور قیامت کا یقین نہیں کرتے ۔

اللہ کا فرمان

وَ - قَالَ - رَبُّ - كُمُ - ادْعُوْنِیْ - اَسْتَجِبْ - لَكُمْ

اور فرمایا رب نے تمہارے پکارو مجھے قبول کروں گا میں واسطے تمہارے

اِنَّ - الَّذِیْنَ - یَسْتَكْبِرُوْنَ - عَنْ - عِبَادَتِ - یْ

تحقیق جو لوگ سرتابی کرتے ہیں بندگی سے میری

سَیَدْخُلُوْنَ - جَهَنَّمَ - دٰخِرِیْنَ ﴿۶۰﴾ اَللّٰهُ - الَّذِیْ

عنقریب داخل ہونگے دوزخ میں ذلیل خوار ہوکر اللہ وہ ہے جس نے

جَعَلَ - لَ كُمُ - الَّیْلَ - لِ - تَسْكُنُوْا - فِیْهِ - وَالنَّهَارَ

بنائی واسطے تمہارے رات تاکہ آرام کرو بیچ اس کے اور دن بنایا

مُبْصِرًا - اِنَّ - اللّٰهَ - لَ - ذُوْ - فَضْلٍ - عَلَى النَّاسِ

روشن تحقیق اللہ البتہ فضل والا ہے اوپر لوگوں کے

وَلٰكِنَّ - اَكْثَرَ - النَّاسِ - لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

اور لیکن بہت سے لوگ شکر نہیں کرتے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو کہ تمہاری پکار کو پہنچوں

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ

بے شک جو لوگ میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں عنقریب

سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ﴿۶۰﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ

دوزخ میں داخل ہوں گے ذلیل ہوکر اللہ ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ

تمہارے واسطے رات کو بنایا کہ اس میں چین پکڑو اور دن

مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

بنایا دیکھنے کا اللہ تو لوگوں پر فضل والا ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

لیکن بہت سے لوگ حق نہیں مانتے

دٰخِرِیْنَ (ذلیل و رسوا)، دَاخر کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے د۔خ۔ر سے داخر اور دخور کے معنی ذلیل اور پست ہونا ہیں۔

جب معلوم ہو چکا کہ قیامت ضرور آنی ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملنا ضروری ہے ایماندار نیک کردار اچھا بدلہ پائیں گے اور منکر بدکردار عذاب میں گرفتار ہوں گے تو اب دنیا میں زندگی بسر کرنے کا قاعدہ سن لو اور اس کے مطابق زندگی بسر کرو اللہ عزوجل نے اسکی بابت جو حکم دیا ہے وہ گرہ میں باندھو اس آیت میں اس کا بیان ہے ارشاد ہے کہ جب اللہ کو اپنا رب مان لیا تو اس کا حکم بجالاؤ سنو اس کا حکم ہے کہ چونکہ بندہ کا کام بندگی کرنا ہے اس لیے فقط میری بندگی کرو اور جو مانگنا ہو مجھ سے مانگو کیونکہ اپنے رب سے عاجزی کے ساتھ مانگتے رہنے ہی کا نام بندگی ہے۔ اس لیے مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنوں گا اور اپنی حکمت کے مطابق سب کو دوں گا پھر یہ بھی سن لو کہ جنہوں نے میری بندگی نہ کی اور میرے سامنے عاجزی سے نہ جھکے وہ سرکش بندے ہیں وہ اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھتے ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ وہ آخرت میں دوزخ میں داخل ہوں گے اور ذلت اور پھٹکار ان کے گلے کا ہار ہوگی پھر سنو کہ اللہ کا پہچاننا اور اس کو اپنا رب ماننا مشکل نہیں اس نے رات تمہارے آرام کیلئے بنائی اور دن کو کام کاج کیلئے روشن کردیا اتنی بڑی مہربانی پر بھی اکثر لوگ اسکا حق نہیں مانتے اور اسکا شکر نہیں بجالاتے

اللہ کو پہچانو

ذٰلِكُمُ - اللّٰهُ - رَبُّ - كُم - خَالِقُ - كُلِّ - شَيْءٍ م لَآ اِلٰـهَ
یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا پیدا کرنے والا ہر چیز کا نہیں کوئی معبود
اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى - تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَ - ذٰلِكَ - يُؤْفَكُ
سوا اس کے پس کہاں الٹے جا رہے ہو مانند اس کے الٹے چلتے ہیں
الَّذِيْنَ - كَانُوْا - بِ - اٰيٰتِ - اللّٰهِ - يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
جو لوگ ہیں ساتھ آیتوں اللہ کے انکار کرتے
اَللّٰهُ - الَّذِيْ - جَعَلَ - لَكُمُ - الْاَرْضَ - قَرَارًا - وَّ
اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو قرارگاہ اور
السَّمَآءَ - بِنَآءً - وَّ - صَوَّرَ - كُم - فَ - اَحْسَنَ - صُوَرَ - كُم
آسمان کو چھت اور صورت دی تمہیں پس اچھی بنائیں صورتیں تمہاری
وَ - رَزَقَ - كُم - مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ
اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ م لَآ اِلٰـهَ
یہ اللہ ہے تمہارا رب ہر چیز بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی
اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ
نہیں پھر کہاں پھرے جاتے ہو اس طرح پھرے جاتے ہیں
الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
جو لوگ اللہ کی باتوں سے منکر ہوتے رہتے ہیں
اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ
اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور
السَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ
اور آسمان کو عمارت اور تمہاری صورت بنائی تو تمہاری اچھی صورتیں بنائیں
وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ
اور تم کو روزی دی ستھری چیزوں سے

ارشاد ہے کہ جس نے رات تمہارے آرام کیلیے بنائی اور دن کام کیلیے روشن کیا اور پھر دن رات تم پر اپنی نعمتوں کا مینہ برسایا یہی تو اللہ ہے اسکے پہچاننے میں حیلہ بہانہ کیسا ہے یہی اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے برابر کا کوئی نہیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہ چاہیے کیونکہ کوئی اور اس جیسا ہے ہی نہیں پھر تم سیدھی راہ سے پھر کر الٹے کہاں جا رہے ہو۔ کیا تمہاری عقل ٹھکانے نہیں تم یہ تو سوچو کہ اللہ سے بچ کر جاؤ گے کہاں؟ تمہارے جیسی بے وقوفی تم سے پہلے لوگ بھی کرتے رہے ہیں ان کی عقل نے انہیں بتایا کہ سب کا مالک اللہ ہے کیونکہ اس کی قدرت کی نشانیاں ہر طرف پھیلی پڑی ہیں لیکن وہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی نادان بن گئے دنیا میں پھنس کر اللہ کی نشانیوں کی طرف سے منہ پھیر لیا آخر تباہ ہوئے۔ تم ان جیسے بیوقوف مت بنو پھر سن لو کہ اللہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے رہنے سہنے کی جگہ بنایا اور اوپر آسمان کی بلند عمارت بنا کر کھڑی کر دی۔ پھر تمہیں شکلیں عطا کیں اور وہ شکلیں ان سب شکلوں سے بہتر تھیں جو اور جانوروں کو عطا ہوئیں پھر تمہیں صاف ستھری چیزیں برتنے کو دیں۔

سمجھو اللہ کو

ذٰلِكُمُ - اللّٰهُ - رَبُّ - كُمْ ۚ - فَ - تَبٰرَكَ - اللّٰهُ - رَبُّ
یہ ہے اللہ رب تمہارا پس برکت والا ہے اللہ رب
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ - الْحَيُّ - لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ - فَادْعُوْهُ
سارے جہان کا وہ ہے زندہ کوئی نہیں معبود سوا اس کے پس پکارو اسکو
مُخْلِصِيْنَ - لَ - هُ - الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ - لِ - لّٰهِ
خالص کرکے واسطے اس کے بندگی سب خوبی واسطے اللہ کے ہے
رَبِّ - الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ - اِنِّيْ - نُهِيْتُ - اَنْ
پروردگار سارے جہان کا تو کہہ تحقیق میں منع کیا گیا ہوں کہ
اَعْبُدَ - الَّذِيْنَ - تَدْعُوْنَ - مِنْ - دُوْنِ - اللّٰهِ
پوجوں میں انھیں جنھیں پکارتے ہو تم سوا اللہ کے
لَمَّا - جَآءَنِيَ - الْبَيِّنٰتُ - مِنْ - رَّبِّيْ - وَ - اُمِرْتُ
جب آگئیں میرے پاس صاف نشانیاں طرف سے رب میرے کے اور حکم دیا گیا ہوں
اَنْ - اُسْلِمَ - لِ - رَبِّ - الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾
کہ فرمانبردار رہوں واسطے پروردگار جہانوں کے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ
وہ ہے اللہ رب تمہارا سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو سارے
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ
جہان کا رب ہے وہ ہے زندہ رہنے والا اس کے سوا کسی کی بندگی
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
نہیں اس کو پکارو خالص کر کے اس کی بندگی سب خوبی اللہ کی ہے
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ
جو سارے جہان کا رب ہے تو کہہ مجھے منع کر دیا کہ انھیں پوجوں
اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
جنھیں تم پکارتے ہو سوا اللہ کے جب میرے
لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ
پاس میرے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں پہنچ چکیں اور
اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾
مجھے حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے پروردگار کا

ارشاد ہے کہ جس نے یہ سب چیزیں تمہیں دیں وہی تو اللہ ہے جو تمہاری پرورش کرتا ہے اس کا اقرار کرنے سے تمہیں انکار کیوں ہے آخر یہ تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا کہ اور کوئی کچھ دینے والا نہیں اس کے حکم اور اسی کی رحمت سے ہوا جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سارا جہان اسی نے بنایا اور وہی اسے پالتا ہے اور یہ ترتیب اسی کی رحمت کی وجہ سے ہے جو ایک سمندر ہے جو ہمیشہ چڑھتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ کبھی گھٹتا نہیں اللہ ہی ہے جو اصل معنی میں زندہ ہے اس کے برابر کا کوئی نہیں عبادت اسی کی کرو اور خالص نیت سے اس کی طرف متوجہ ہو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ خوبی ساری اسی جہاں کے پالنے والے اللہ میں ہے اور کسی میں کوئی خوبی نہیں مگر اسی کی عطا کی ہوئی اے نبی کہہ دو کہ اللہ کی قدرت کی ایسی صاف صاف نشانیاں ہوتے ہوئے میں کسی اور کی عبادت کر ہی نہیں سکتا اور مجھے حکم بھی یہی ملا ہے کہ رب العلمین کا فرمانبردار ہو کر رہوں ۔

اللہ کی پہچان

هُوَ الَّذِىْ ۔ خَلَقَكُمْ ۔ مِّنْ تُرَابٍ ۔ ثُمَّ ۔ مِنْ
وہ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھیں مٹی سے پھر سے
نُّطْفَةٍ ۔ ثُمَّ ۔ مِنْ عَلَقَةٍ ۔ ثُمَّ ۔ يُخْرِجُ ۔ كُمْ
بوند پانی پھر خون جمے ہوئے سے پھر نکالتا ہے تمھیں
طِفْلًا ۔ ثُمَّ ۔ لِتَبْلُغُوْٓا ۔ اَشُدَّكُمْ ۔ ثُمَّ ۔ لِ ۔ تَكُوْنُوْا
بچہ پھر تاکہ تم پہنچو جوانی کو اپنی پھر تاکہ ہو جاؤ تم
شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ ۔ مَّنْ ۔ يُّتَوَفّٰى ۔ مِنْ قَبْلُ ۔ وَ
بوڑھے اور تم میں سے وہ ہے جو وفات دیا جاتا ہے پہلے سے اور
لِ ۔ تَبْلُغُوْٓا ۔ اَجَلًا ۔ مُّسَمًّى ۔ وَّ لَعَلَّ ۔ كُمْ ۔ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾
تاکہ پہنچو تم ایک مدت مقررہ تک اور تاکہ تم دھیان کرو
هُوَ ۔ الَّذِىْ ۔ يُحْىٖ ۔ وَ ۔ يُمِيْتُ ۚ فَاِذَا ۔ قَضٰٓى ۔ اَمْرًا
وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس جب حکم کرے کسی کام کا
فَاِنَّمَا ۔ يَقُوْلُ ۔ لَهٗ ۔ كُنْ ۔ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع
پس اتنا ہی کہتا ہے اسے کہ ہو جا پس ہو جاتا ہے وہ

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
وہی ہے جس نے تمھیں بنایا خاک سے پھر پانی کی بوند
نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ
سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر تم کو نکالتا ہے
طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا
بچہ مہلت دیتا ہے جب تک کہ پہنچو تم اپنے زور کو پھر جب
شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ
تک کہ بوڑھے ہو جاؤ اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ اس سے پہلے ہی
لِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾
مر جاتا ہے اور مہلت دیتا ہے جب تک کہ پہنچ لکھے وعدے کو اور تاکہ تم سوچو
هُوَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَ يُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا
وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کسی کام کا حکم کرے
فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع
تو اسے یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

ع ۸ / ۱۲

ارشاد ہے کہ اللہ ہی نے آدمی کو مٹی سے بنایا پھر وہ مٹی نطفہ میں تبدیل ہو گئی پھر وہ نطفہ خون کا لوتھڑا بن گیا پھر وہ ماں کے پیٹ سے بچہ بن کر نکلا پھر رفتہ رفتہ بڑھ کر طاقتور جوان ہوا پھر بڑھتے بڑھتے بوڑھا ہو گیا ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں جبکہ وہ ایک مقررہ عمر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں عقل سے کام لو تو ان نشانیوں سے اللہ کو پہچان سکتے ہو پیدائش کے یہ مرحلے رکھے ہی اس لیے ہیں کہ تم اللہ کی دی ہوئی عقل سے ان میں غور کرو اور اللہ کو پہچانو پھر اس کی قدرت کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ جب فیصلہ فرما لیتا ہے کہ کوئی کام ہونا چاہیے تو بس اسے اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے ٭

جھگڑنے والوں کا انجام

اَ - لَمْ - تَرَ - اِلَى - الَّذِيْنَ - يُجَادِلُوْنَ - فِيْٓ - اٰيٰتِ
کیا نہیں دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کی جو جھگڑے نکالتے ہیں بیچ آیتوں
اللّٰهِ - اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِيْنَ - كَذَّبُوْا
اللہ کے کہاں پھیرے جا رہے ہو وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا
بِالْكِتٰبِ - وَ - بِ - مَآ - اَرْسَلْنَا - بِهٖ - رُسُلَنَا
اس کتاب کو اور اس کو کہ دے کر بھیجا ہم نے اسے اپنے رسولوں کو
فَ - سَوْفَ - يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ - الْاَغْلٰلُ
اور آگے چل کر وہ جان جائیں گے جب طوق
فِيْٓ اَعْنَاقِ - هِمْ - وَ - السَّلٰسِلُ - يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾
ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں کھینچے جائیں گے وہ
فِى - الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ - فِى النَّارِ - يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
کھولتے پانی میں پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے وہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ
تو نے انھیں نہیں دیکھا جو اللہ کی باتوں میں جھگڑتے ہیں
اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
کہاں پھیرے جاتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے اس کتاب کو
بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۣ
جھٹلایا اور اس کو جو ہم نے اپنے رسولوں کے ہاتھ بھیجا
فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ
سو آخر جان لیں گے جب ان کی گردنوں میں
فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾
طوق پڑیں گے اور زنجیروں سے گھسیٹے جائیں گے
فِى الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِى النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
جلتے پانی میں پھر انھیں آگ میں جھونک دیں گے

يُسْحَبُوْنَ (گھسیٹے جائیں گے وہ) مضارع مجہول ہے س ۔ ح ۔ ب سے سَحْبٌ کے معنی گھسیٹنا دور تک کھینچ کر لے جانا ہے

يُسْجَرُوْنَ (جھونک دیے جائیں گے) مضارع مجہول ہے س ۔ ج ۔ ر سے سجر کے معنی تنور اور ایندھن جھونکنا یعنی وہ ایندھن کی طرح آگ میں ڈال دیے جائیں گے

دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جن پر آدمی للچائی ہوئی نظریں ڈالتا ہے اور پھر ان پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے آپس میں کشمکش شروع ہوتی ہے اور جاری رہتی ہے یہاں تک کہ موت آکر گردن دبا لیتی ہے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو دیکھنا جو ساری آیتوں کو سن کر ان میں جھگڑے نکالتے ہیں اور جو ہدایتیں ہم نے اپنے رسولوں کے ہاتھ ان کے پاس بھیجی ہیں ان کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے ان لوگوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں احتیاط سے چلو اور ان قاعدوں کی پابندی کرو جو ہم نے اپنے رسولوں کے ہاتھ وقتاً فوقتاً تمہارے پاس بھیجے ہیں اور جن کا خلاصہ قرآن حکیم میں ہمیشہ کیلئے درج کیا گیا ہے ورنہ یاد رکھو اس سرکشی اور ڈھٹائی کا نتیجہ تمہیں آگے چل کر معلوم ہوگا اسے منکرو تمہاری گردنوں میں طوق پڑے ہونگے اور ان میں زنجیریں بندھی ہونگی جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہونگی اور وہ انہیں ابلے ہوئے پانی میں سے گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے ۔

دوزخیوں سے سوال

ثُمَّ ۔ قِيْلَ ۔ لَ ۔ هُمْ ۔ اَيْنَ ۔ مَا ۔ كُنْتُمْ ۔ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾

پھر کہا جائے گا ان کے لیے کہاں ہیں جنھیں تھے تم شریک ٹھہراتے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ۔ ضَلُّوْا ۔ عَنَّا ۔ بَلْ ۔ لَّمْ

اللہ کے سوا کہیں گے وہ تو گم ہو گئے ہمارے پاس سے بلکہ نہ

نَكُنْ ۔ نَّدْعُوْا ۔ مِنْ قَبْلُ ۔ شَيْئًا ؕ كَ ۔ ذٰلِكَ ۔ يُضِلُّ

تھے ہم پکارتے پہلے سے کسی چیز کو مانند اس کے گمراہ کر دیتا ہے

اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ ۔ بِمَا ۔ كُنْتُمْ ۔ تَفْرَحُوْنَ ۔

اللہ کافروں کو یہ بدلہ اس کا ہے جو تھے تم پھولے پھرتے

فِي الْاَرْضِ ۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۔ وَ ۔ بِ ۔ مَا ۔ كُنْتُمْ

زمین میں بغیر حق کے اور بدلہ اس کا کہ تھے تم

تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْا ۔ اَبْوَابَ ۔ جَهَنَّمَ ۔ خٰلِدِيْنَ

اکڑتے پھرتے داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے ہمیشہ رہنے کے لیے

فِيْهَا ۔ فَبِئْسَ ۔ مَثْوَى ۔ الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

اس میں پس برا ہے ٹھکانا بڑے بننے والوں کا

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾

پھر ان سے کہا جائے گا کہاں گئے وہ جنھیں تم شریک بتلایا کرتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ

اللہ کے سوا کہیں گے وہ تو ہم سے گم ہو گئے کوئی نہیں

نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ

ہم تو کسی چیز کو پہلے پکارتے ہی نہ تھے اس طرح اللہ

اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ

منکروں کو بچلاتا ہے یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

اتراتے پھرتے تھے ناحق اور اس کا جو تم اکڑتے

تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

تھے داخل ہو جاؤ دوزخ کے دروازوں میں اس میں

فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

سدا رہنے کو سو کیا برا ٹھکانا ہے غرور والوں کا

تَفْرَحُوْنَ ۔ تَمْرَحُوْنَ دونوں مضارع کے صیغے ہیں پہلا ف ۔ ر ۔ ح سے اور دوسرا م ۔ ر ۔ ح سے فَرَحٌ اور مَرَحٌ دونوں کے معنی خوش ہونے کے ہیں مگر پہلا دل کی اندرونی خوشی اور دوسرا اس خوشی کو بدن کی حرکتوں سے ظاہر کرنے کے معنی دیتا ہے ۔

دوزخیوں سے دوزخ میں پوچھا جائے گا کہ کہو آج تمہارے معبود اور دیوتا کہاں گئے جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے وہ گھبرا کر ادھر ادھر نظر ڈالیں گے تو کوئی بھی دکھائی نہ دے گا یا ہوگا بھی تو بیکار ہوگا پھر کہیں گے وہ تو تھے ہی نہیں ہم تو دنیا میں کسی کی پوجا پاٹ نہ کرتے تھے۔ نہ کسی سے کچھ مانگتے تھے۔ منکروں کو اللہ اسی طرح بھٹکاتا ہے پھر کہا جائے گا کہ دنیا میں خوش ہونے اور اکڑتے پھرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ جاؤ جہنم میں اور ہمیشہ اسی میں رہو برا ٹھکانا ہے ۔ غرور کرنے والوں کا ۔

رسول کو دلاسا

ف ۔ اصْبِرْ ۔ اِنَّ ۔ وَعْدَ ۔ اللهِ ۔ حَقٌّ ۚ ف ۔ اِمَّا
پس صبر کر تحقیق وعدہ اللہ کا سچا ہے پس یا تو
نُرِيَنَّ ۔ كَ ۔ بَعْضَ ۔ الَّذِي ۔ نَعِدُ ۔ هُمْ ۔ اَوْ
دکھادیں ہم تجھے کچھ وہ جس کا وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے یا
نَتَوَفَّيَنَّكَ ۔ ف ۔ اِلَيْنَا ۔ يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ ۔ لَ قَدْ
وفات دیں ہم تجھے پس ہماری ہی طرف لوٹیں گے وہ اور البتہ تحقیق
اَرْسَلْنَا ۔ رُسُلًا ۔ مِّنْ ۔ قَبْلِ ۔ كَ مِنْ ۔ هُمْ ۔ مَّنْ ۔ قَصَصْنَا
بھیجے ہم نے رسول پہلے تجھ سے ان میں سے وہ ہیں جن کا قصہ بیان کیا ہم نے
عَلَيْكَ ۔ وَ ۔ مِنْ هُمْ ۔ مَّنْ ۔ لَّمْ ۔ نَقْصُصْ ۔ عَلَيْكَ ؕ
تجھ پر اور ان میں سے وہ ہیں جن کا نہیں قصہ بیان کیا ہم نے تجھ پر

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا
سو ٹھہار رہ بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے پھر اگر ہم
نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ
تجھے دکھلادیں کوئی وعدہ جو ہم ان سے کرتے ہیں یا
نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ
تجھے وفات دے دیں ہر حالت میں وہ ہمارے پاس پھر آئیں گے اور
اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا
ہم نے تجھ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے بعض ان میں سے وہ ہیں کہ
عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ
جن کا حال ہم نے تجھے سنایا اور بعض ایسے ہیں کہ جن کا حال تجھے نہیں سنایا

پچھلی آیتوں میں اللہ رسول اور قرآن کے نہ ماننے والو کا حشر اچھی طرح سنا کر ان آیتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان لوگوں کی ڈھٹائی کا جب یہ حال ہے کہ لاکھ سناؤ ایک نہیں سنتے تو اب تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو تم اپنا فرض ادا کر چکے اب ان کے غم میں اپنی جان ہلاک مت کرو اب صبر کے ساتھ انتظار کرو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے ہو کر رہے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں سے کچھ عذاب تمہاری زندگی ہی میں آجائے لیکن اللہ کے حکم سے اگر تمہاری وفات بھی ہو جائے تو بھی ان کے عذاب میں کوئی فرق نہ پڑے گا ۔ یہ اپنی نافرمانی کا بدلہ پا کر رہیں گے ۔ بہر حال انہیں ہمیں سے واسطہ پڑنا ہے ۔ جاتے کہاں ہیں مرکر بھی ہمارے ہی پاس آئیں گے یقیناً تم سے پہلے بھی ہم نے رسول دنیا میں بھیجے ہیں ان میں سے بعض کا حال تو تمہیں قرآن میں سنا دیا گیا ہے ۔ اور بعض کا حال نہیں سنایا گیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ایسے نبی بھی ہوئے ہیں جن کا نام اور حال قرآن میں نہیں بتایا گیا بہر حال جن کا نام بتایا گیا ہے ۔ ان کا رسول ماننا تو قطعی فرض ہے ۔ اور باقیوں کا رسول ماننا عموماً کافی ہے ۔ نام لے کر ایمان لانا ضروری نہیں ہے

اللہ کی اور رسولوں پہچان

وَمَا۔کَانَ۔لِ۔رَسُوْلٍ۔اَنْ یَّاْتِیَ۔بِ۔اٰیَۃٍ۔اِلَّا
اور نہیں تھا واسطے کسی رسول کے کہ آئے وہ ساتھ کسی نشانی کے مگر
بِ۔اِذْنِ۔اللّٰہِ ۚ فَاِذَا۔جَآءَ۔اَمْرُ۔اللّٰہِ۔قُضِیَ
ساتھ حکم اللہ کے پس جب آیا حکم اللہ کا فیصلہ کر دیا گیا
بِ۔الْحَقِّ۔وَخَسِرَ۔ھُنَالِکَ۔الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَللّٰہُ
ساتھ انصاف کے اور گھاٹے میں رہے اس موقعہ پر جھٹلانے والے اللہ ہے
الَّذِیْ۔جَعَلَ۔لَ۔کُمُ۔الْاَنْعَامَ۔لِ۔تَرْکَبُوْا۔
جس نے بنائے واسطے تمہارے چوپائے تاکہ سوار ہو تم
مِنْھَا وَ مِنْھَا تَاْکُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ۔لَ۔کُمْ۔فِیْھَا
کچھ پر ان میں سے اور کچھ ان میں سے تم کھاتے ہو اور واسطے تمہارے ان میں
مَنَافِعُ۔وَ۔لِ۔تَبْلُغُوْا۔عَلَیْھَا۔حَاجَۃً۔فِیْ صُدُوْرِکُمْ
فائدے ہیں اور تاکہ پہنچو تم اوپر ان کے کسی مطلب کو جو ہے بیچ سینوں تمہارے کے
وَعَلَیْھَا۔وَ۔عَلَی الْفُلْکِ۔تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾
اور ان پر اور اوپر کشتیوں کے اٹھائے جاتے ہو تم

وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا
اور کسی رسول کو مقدور نہ تھا کہ کوئی نشانی لے آتا مگر اللہ کے
بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ قُضِیَ
حکم سے پھر جب اللہ کا حکم آیا انصاف سے فیصلہ ہو گیا
بِالْحَقِّ وَخَسِرَ ھُنَالِکَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَللّٰہُ ع ۸ / ۱۰ / ۱۳
اور ٹوٹے میں پڑ گئے اس جگہ جھوٹے اللہ ہے
الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْکَبُوْا
جس نے تمہارے واسطے چوپائے بنا دیئے تاکہ بعض پر سواری
مِنْھَا وَمِنْھَا تَاْکُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَکُمْ فِیْھَا
کرو اور بعض کو کھاتے ہو اور ان میں تمہیں
مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْھَا حَاجَۃً فِیْ صُدُوْرِکُمْ
بہت فائدے ہیں اور تاکہ ان پر چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے
وَعَلَیْھَا وَعَلَی الْفُلْکِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾
جی میں ہو پہنچو اور ان پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے رہو

پہلے ارشاد ہوا کہ دنیا میں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے پہلے بہت سے رسول آئے ان میں سے بعض کا حال ہم نے تمہیں بتا دیا ہے اور بعض کا نہیں بتایا اس کے بعد ارشاد ہے کہ رسول اپنی طرف سے جو چاہے نہیں کر سکتے وہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں معجزہ دکھانا ان کے اپنے بس کا نہیں صرف وہی معجزہ دکھا سکتے ہیں جس کی اللہ اجازت دے جو لوگ ان کی بات نہیں مانتے ان کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جب اس کا حکم آتا ہے تو بالکل ٹھیک فیصلہ ہو جاتا ہے اللہ کے رسول اور ان کے ساتھی کامیاب ہوتے ہیں اور غلط راہ پر چلنے والے منہ کی کھاتے ہیں اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ ہی نے تمہارے لیے چوپایوں کو بنایا ان پر سوار ہو کر یا سامان لاد کر جہاں چاہے جاتے ہو اور بعض کا گوشت کھاتے ہو اور بھی ان سے بہت سے فائدے تمہیں پہنچتے ہیں ان کے ذریعے تمہاری بہت حاجتیں پوری ہوتی ہیں خشکی میں ان پر اور دریا میں کشتیوں پر سوار ہو کر جہاں جی چاہے جاتے ہو اور اپنے دلی ارادے پورے کرتے ہو۔

اللہ کی نشانیاں

وَ - یُرِیْ - کُمْ - اٰیٰتِ - ہٖ ۖ فَ - اَیَّ - اٰیٰتِ - اللّٰہِ

اور دکھاتا ہے تمہیں نشانیاں اپنی پس کون سی نشانیاں اللہ کی

تُنْکِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَ - فَ - لَمْ - یَسِیْرُوْا - فِی الْاَرْضِ

نہ مانوگے کیا پس نہیں سیر کی انھوں نے زمین میں

فَ - یَنْظُرُوْا - کَیْفَ - کَانَ - عَاقِبَۃُ - الَّذِیْنَ - مِنْ

پس دیکھتے کیسا ہوا انجام ان کا جو سے

قَبْلِ - ہِمْ ؕ کَانُوْٓا - اَکْثَرَ - مِنْ ہُمْ - وَ - اَشَدَّ - قُوَّۃً

پہلے تھے ان سے تھے وہ زیادہ ان سے اور زیادہ سخت قوت میں

وَّ اٰثَارًا - فِی - الْاَرْضِ - فَ - مَآ - اَغْنٰی - عَنْ ہُمْ

اور نشانیوں میں بیچ زمین کے پس نہ کام آیا ان کے

مَّا - کَانُوْا - یَکْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

جو تھے وہ کماتے

وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰہِ

اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے پھر اپنے رب کی کونسی نشانیاں

تُنْکِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

نہ مانوگے کیا وہ ملک میں پھرے نہیں

فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ

کہ دیکھ لیتے ان سے پہلوں کا انجام کیسا ہوا وہ ان سے

قَبْلِہِمْ ؕ کَانُوْٓا اَکْثَرَ مِنْہُمْ وَاَشَدَّ قُوَّۃً

زیادہ تھے زور میں زیادہ سخت تھے

وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰی عَنْہُمْ

اور ان نشانیوں میں جو وہ زمین پر چھوڑ گئے پھر

مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

ان کے کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے۔

انسان کو اللہ نے عقل دی ہے اور اس کا پہلا کام یہ ہے کہ دنیا کے حالات اور واقعات کو دیکھ کر اور اس کے عجیب و غریب انتظام پر نظر کر کے اس کے بنانے والے اور پرورش کرنے والے کو پہچانے اور پھر غور کرے کہ خود اسے اس کی بنائی ہوئی چیزوں سے کیا کیا فائدے پہنچ رہے ہیں۔ تھوڑی سی کوشش سے اس کی خدا کی بخشی ہوئی عقل اسے بتا دے گی کہ اللہ نے یہ سب چیزیں انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں اور انسان کو اس لیے بنایا ہے کہ اللہ کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرے اور اس کی عبادت میں مصروف ہو سارشاد ہے کہ اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے پھر بھی تم اسے نہیں پہچانتے۔ آخر تم اس کی کس کس نشانی کا انکار کروگے ذرا زمین میں چل پھر کر تو دیکھو تم سے پہلے یہاں کتنے لوگ آکر بسے اور چلے گئے انھوں نے کیا کیا کام کئے اور ان کاموں کا انہیں کیا پھل ملا وہ لوگ تم سے تعداد میں بھی زیادہ تھے اور قوت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے۔ انھوں نے بڑے بڑے مکان بنائے۔ پختہ سے پختہ عمارتیں تعمیر کیں اور زمین میں ہلچل مچا دی لیکن کیونکہ اللہ کی نافرمانی کی اس لیے ان پر اللہ کا عذاب آیا پھر نہ ان کی قوت ان کو بچا سکی اور نہ ان کی عمارتیں کچھ کام آئیں اور وہ سارے فنا کے گھاٹ اتر گئے۔

سرکشی کا نتیجہ

فَ - لَمَّا - جَآءَتْ - هُمْ - رُسُلُ - هُمْ - بِ - الْبَيِّنٰتِ -
پس جب آئے ان کے پاس رسول ان کے ساتھ کھلی نشانیوں کے
فَرِحُوْا - بِمَا - عِنْدَ - هُمْ - مِّنَ - الْعِلْمِ - وَحَاقَ - بِ هِمْ
اترانے لگے اس پر جو پاس تھا ان کے علم سے اور گھیر ڈالا ان پر
مَّا - كَانُوْا - بِ - هٖ - يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَ - لَمَّا - رَاَوْا - بَاْسَنَا
اس نے تھے وہ جس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے پس جب دیکھا انھوں نے ہمارا عذاب
قَالُوْٓا - اٰمَنَّا - بِ - اللّٰهِ - وَحْدَهٗ - وَكَفَرْنَا - بِ - مَا - كُنَّا
بولے ایمان لائے ہم اللہ پر جو ایک ہے اور انکار کیا ہم نے اس کا کہ تھے ہم
بِ - هٖ - مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَ - لَمْ - يَكُ - يَنْفَعُ - هُمْ - اِيْمَانُ هُمْ
جن کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے پس نہ ہوا کہ نفع دے انھیں ایمان ان کا
لَمَّا - رَاَوْا - بَاْسَ - نَا ؕ سُنَّتَ - اللّٰهِ - الَّتِيْ - قَدْ - خَلَتْ
جب دیکھ لیا انھوں نے عذاب ہمارا دستور اللہ کا جو چلا آتا ہے
فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ - خَسِرَ - هُنَالِكَ - الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
اس کے بندوں میں اور ٹوٹے میں پڑے اس موقع پر انکار کرنے والے

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
پھر جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر پہنچے
فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ
اترانے لگے اس پر جو ان کے پاس علم تھا اور الٹ پڑی ان پر
مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا
وہ چیز جس کا ٹھٹھا کرتے تھے پھر انھوں نے ہمارا عذاب
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا
دیکھا بولے ہم یقین لائے اکیلے اللہ پر اور چھوڑیں وہ چیزیں
بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ
جنھیں شریک ٹھہراتے تھے پھر نہ ہوا کہ ان کا یقین لانا کام
لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ
آئے جس وقت ہمارا عذاب دیکھ چکے یہ اللہ کی رسم ہے جو اس کے بندوں
ع ۱۲ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
میں چلی آئی ہے اور خراب ہوئے اس جگہ منکر

ارشاد ہے کہ تم سے پہلے جو لوگ اس دنیا میں رہتے تھے ان کے حالات سے سبق لو وہ تم سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھے انہوں نے خیال کیا کہ ہم سے زیادہ اور کون طاقتور ہو سکتا ہے گناہ اور نافرمانی پر تل گئے ہم نے انہیں سمجھانے کے لیے انہیں میں سے اپنے رسول چن کر بھیجے انہوں نے ان کی بات نہ سنی اپنی ہی باتوں میں مگن رہے کہنے لگے دنیا میں ہم نے اپنی کوششوں سے بہت کچھ معلوم کر لیا ہے - اور دیکھ لو کیسی ترقی کی ہے - اور لگے پیغمبروں کی باتوں کی ہنسی اڑانے عذاب، ثواب، جنت، دوزخ، مر کر جینے، حساب کتاب اور قیامت سب من گھڑت خیالات اور وہم بتایا - جب ہمارے عذاب نے انہیں آ پکڑا تو چلاّنے لگے کہ ہم تو ایک اللہ پر ایمان لائے ہماری توبہ ہے ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے - لیکن عذاب آنے کے بعد ایمان لانے اور توبہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے - جب عذاب آتا ہے تو نہ ماننے والے اور نافرمانی کرنے والے نقصان اٹھاتے ہیں -

سورۃ المومن پر ایک نظر

اس سورت میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اس قرآن میں شک مت کرو یہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لیے اتارا ہے۔ اللہ کی صفتوں کو یاد کرو وہ زبردست سب کچھ جاننے والا گناہوں کا بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا سخت سزا دینے والا نیز فیاض اور کریم ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں سب کو اسی طرف لوٹ کر جانا ہے اس کی باتوں میں جھگڑے وہی لوگ نکالتے ہیں جو اسے اور اس کی اعلیٰ صفتوں کو نہیں مانتے اگر یہ دنیا میں خوشحال مالدار اور عزت والے ہر طرف دندناتے نظر آئیں تو اس سے دھوکا مت کھاؤ رسولوں کو جھٹلانے والے سزا پاکر رہیں گے پہلے لوگوں کے حال سے سبق حاصل کرو انہوں نے رسولوں کو نہ مانا ان کے ستانے میں لگے رہے اور اپنی غلط سلط باتوں کے آگے ان کی باتوں کو کچھ نہ جانا اللہ نے انہیں دنیا میں بھی سزا دی اور وہ سزا بہت سخت تھی پھر مرنے کے بعد وہ دوزخ میں جائیں گے اللہ کے ایماندار فرمانبردار بندوں کے لیے دنیا میں اور آخرت دونوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے اللہ کے مقرب فرشتے ان کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی تعریف کرنے کے ساتھ ان کے لیے بخشش کی دعا بھی کرتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اے رحمت والے سب کے احوال سے واقف اللہ انہیں اور ان کے گھر والوں کو دونوں جہاں میں خوش اور کامیاب رکھ انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا بُرے کاموں سے دور رکھ کیونکہ جو بُرے کاموں سے بچا وہ تیری رحمت کا حقدار ہوا اور یہی بڑی کامیابی ہے اللہ کے نہ ماننے والے آخرت میں بہت پچھتائیں گے اور اپنے آپ سے نفرت کرنے لگیں گے اللہ فرمائے گا کہ دنیا میں تمہاری سرکشی پر اللہ تم سے اس سے زیادہ نفرت کرتا تھا جتنی تم اپنے آپ سے اب کر رہے ہو مگر تم خود تو کیا سمجھتے رسولوں کے سمجھانے سے بھی نہ سمجھے وہ کہیں گے اے رب اب ہم آپ کی قدرت کو اچھی طرح مان گئے اب ہمیں دنیا میں بھیج دے ہم اچھے کام کر کے دکھائیں گے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی قدرت کو دنیا ہی میں پہچان لو ورنہ سوا دکھ درد کے قیامت کے دن تمہارے لیے کچھ نہیں وہ سزا ملے گی کہ یاد ہی کرو گے آگے فرعون کے حالات سے عبرت دلائی ہے۔ اسے حضرت موسیٰؑ نے سمجھایا بلکہ خود اس کے اپنے آدمی نے بھی جو خفیہ طور پر ایمان لے آیا تھا۔ خوب سمجھایا۔ مگر وہ اپنی ہی کہتا گیا کسی کی ایک نہ سنی آخر اللہ کا عذاب آیا ایمان والے بچ گئے اور فرعون اور اس کے لوگ دریا میں غرق ہوئے مرنے کے بعد قیامت تک انہیں دوزخ روزانہ صبح و شام دکھائی جاتی رہے گی اور قیامت کے دن حکم ہوگا کہ جھونک دو ان سب کو جہنم میں آگے نافرمانوں کو بتایا گیا ہے۔ کہ ہم دنیا اور آخرت میں اپنے رسول کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد کریں گے اور جو انہیں نہ مانے گا وہ سخت سزا پائے گا غلط باتوں پر اڑے رہنے والے اور اللہ کا انکار کرنے والے انجام کار بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔

سُوْرَۃ حٰمٓ اَلسَّجْدَۃ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی اکتالیسویں سورت ہے اس کا نام السجدہ ہے اور اس میں چھ رکوع ہیں اسی نام کی سورت بتیسویں بھی ہے جو پہلے گزر چکی ہے اُس سے فرق کرنے کے لیے اس کے پہلے اس کے شروع میں دو حروف حامیم لگا دیئے گئے اور حٰم السجدہ نام ہوا اس کو سورۃ فُصِّلَتْ بھی کہتے ہیں۔ قیام مکہ کے زمانے کے درمیانی حصہ میں نازل ہوئی اور ان سات سورتوں میں سے دوسری سورت ہے جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں اور سب ایک ہی جگہ جمع ہیں اس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن حکیم وہ کتاب ہے جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور اس کے نازل کرنے کا باعث اوّل تو وہ عام رحمت ہے جس نے ہر مخلوق کیلیے اس کی ضرورت کی چیزیں مہیا کیں ہیں دوسرے وہ خاص رحمت ہے جو صرف انسانوں اور جنوں کے لیے ہے۔ کیونکہ انہیں ایک ہدایت نامہ چاہیے جسکی ضرورت انکے علاوہ کسی اور جاندار کو نہیں اور وہ ہدایت نامہ یہ قرآن ہے جو عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ تاکہ علم والے اس سے فائدہ اٹھائیں اور جو نہیں جانتے انہیں سمجھائیں اس لیے کہ اس میں انسان کے واسطے خوشخبریاں اور ڈراوے دونوں موجود ہیں جن کا تعلق انسان کے عقیدہ اور عمل دونوں سے ہے اس قرآن کو اللہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں کے پاس بھیجا ہے۔ اس میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے کہہ دو کہ تمہارا معبود فقط ایک اللہ ہے اسی سے اپنا تعلق قائم کرو اور اسی سے بخشش طلب کرو جو لوگ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ ان سے کہو کہ ضرورت مندوں کی مدد کے لیے زکوٰۃ دیا کریں اور یقین کریں کہ اس کا بدلہ انہیں آخرت میں پورا پورا ملے گا۔ جو لوگ اللہ رسول اور آخرت پر ایمان لا کر نیک کام کریں گے وہ اس کی بدولت ہمیشہ آرام کی زندگی بسر کریں گے آسمان اور زمین میں اللہ کی قدرت اور قوت کی نشانیاں پھیلی پڑی ہیں۔ ہر چیز اس کے حکم کے تابع ہے اس کو اگر نہ مانو گے تو پھر وہی حشر ہوگا جو نہ ماننے والوں کا ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ ان میں عاد اور ثمود کا حال بڑا عبرت ناک ہے یہ دونوں قومیں اسی ملک عرب میں رہتی تھیں اور بری طرح تباہ و برباد ہوئیں ان میں سے صرف وہی بچے جو ایماندار اور پرہیزگار تھے سن لو کہ اللہ کے دشمن قیامت کے دن آگ میں ڈال دیئے جائیں گے ان کے بُرے کاموں کی خود ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے اس آگ سے جسے بچنا ہے دنیا ہی میں بچ لے اور بچنے کا ذریعہ یہ ہے۔ کہ دنیا کی زندگی اللہ کے حکموں کے مطابق گزار دے وہ حکم اس قرآن مجید میں موجود ہیں اور ان پر عمل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دیا ہے۔ اب سب سے بہتر آدمی وہ ہے۔ جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور ان کے سامنے اچھے کاموں کا نمونہ پیش کرے اپنی عادتیں درست کرے نیک کام اختیار کرے تاکہ اسے دیکھ کر دوسرے بھی ویسا ہی کریں جو لوگ اللہ کے حکموں کو ٹھکرا رہے ہیں ان کا حال رتی رتی اللہ کو معلوم ہے اچھے لوگوں کو بھی وہ خوب جانتا ہے وہ بُروں کو سزا اور اچھوں کو جزا دے گا۔

اٰیَاتُھَا ۵۴ — سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۶۱) — رُکُوْعَاتُھَا ۶

قرآن اللہ کی رحمت ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ① تَنْزِیْلٌ - مِّنَ - الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ② کِتٰبٌ

حامیم اتارنا ہے طرف سے بڑے مہربان رحم والے کے ایک کتاب

فُصِّلَتْ - اٰیٰتُہٗ - قُرْاٰنًا - عَرَبِیًّا - لِّقَوْمٍ - یَّعْلَمُوْنَ ③

کھول دی گئی ہیں آیتیں جس کی قرآن عربی واسطے ان لوگوں کے جو جانتے ہیں

بَشِیْرًا - وَّنَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ - اَکْثَرُھُمْ - فَھُمْ - لَا یَسْمَعُوْنَ ④

خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا پس منہ پھیر لیا اکثر نے ان کے پس وہ نہیں سنتے

وَقَالُوْا - قُلُوْبُنَا - فِیْٓ - اَکِنَّۃٍ - مِّنْ - مَّا - تَدْعُوْنَآ - اِلَیْہِ

اور کہا انہوں نے دل ہمارے بیچ پردوں کے ہیں اس سے کہ بلاتا ہے تو ہمیں اس کی طرف

وَفِیْٓ اٰذَانِ - نَا - وَقْرٌ - وَّمِنْۢ بَیْنِنَا - وَبَیْنِکَ

در بیچ کانوں ہمارے کے گرانی ہے اور ہمارے درمیان اور تیرے درمیان

حِجَابٌ - فَاعْمَلْ - اِنَّ - نَا - عٰمِلُوْنَ ⑤

پردہ ہے پس کام کر تحقیق ہم بھی کام کرتے ہیں

حٰمٓ ① تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ② کِتٰبٌ

حٰمٓ بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے اتارا ہوا ہے ایک کتاب

فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ③

کہ جس کی آیتیں جدا جدا کی ہیں قرآن عربی زبان کا سمجھ والوں کے لیے

بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ④

خوشخبری اور ڈر سنانے والا پر دھیان میں نہ لائے ان کے بہت لوگ سو وہ سنتے نہیں

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ

اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف

وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ

تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے

حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤

بیچ میں پردہ ہے سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں

وَقْرٌ: (بوجھ) یہاں اس سے مراد بہرا پن ہے اَکِنَّۃٌ - کِنَانٌ کی جمع ہے کِنَان غلاف کو کہتے ہیں اور پہلے گزر چکا ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ ہدایت نامہ یعنی قرآن حکیم رحمت والے اللہ نے نازل کیا ہے جس کی رحمت عام ہے اور انسانوں کے لیے اس کی شکل خاص طور پر اس ہدایت نامہ کے بھیجنے میں ظاہر ہوئی یہ عربی زبان میں ہر ایک کے پڑھنے کی ایک کتاب ہے جس کی آیتیں لفظاً اور معنیً دونوں کے لحاظ سے خوب کھلی ہوئی اور صاف ہیں سمجھنے والے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے اس میں خوشخبری بھی ہے اور ڈراوا بھی ٭ یہ افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے اکثر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کے سننے تک سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اس لیے جن باتوں کی طرف تم بلاتے ہو وہ ان تک نہیں پہنچ سکتیں اور ہمارے کان ان کی طرف سے بہرے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ پڑا ہے پس تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں ٭

منکروں کا جواب

قُلْ ۔ اِنَّمَآ ۔ اَنَا ۔ بَشَرٌ ۔ مِّثْلُكُمْ ۔ يُوْحٰٓى ۔ اِلَيَّ ۔ اَنَّمَآ

تو کہہ بات یہی ہے کہ میں بھی آدمی ہوں مانند تمہارے وحی کی گئی ہے طرف میرے اور کچھ نہیں

اِلٰهُكُمْ ۔ اِلٰهٌ ۔ وَّاحِدٌ ۔ فَ ۔ اسْتَقِيْمُوْٓا ۔ اِلَيْهِ ۔ وَ

معبود تمہارا معبود ہے ایک ہی پس سیدھا رخ کرو اس کی طرف اور

اسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَ ۔ وَيْلٌ ۔ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ ۶ الَّذِيْنَ

معافی مانگو اس سے اور خرابی ہے واسطے مشرکوں کے جو

لَا ۔ يُؤْتُوْنَ ۔ الزَّكٰوةَ ۔ وَهُمْ ۔ بِالْاٰخِرَةِ ۔ هُمْ

نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ ساتھ آخرت کے ہیں وہی

كٰفِرُوْنَ ۝ ۷ اِنَّ ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ وَ ۔ عَمِلُوا

کفر کرنے والے تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے انھوں نے

الصّٰلِحٰتِ ۔ لَهُمْ ۔ اَجْرٌ ۔ غَيْرُ ۔ مَمْنُوْنٍ ۝ ۸

اچھے ان کے لیے ثواب ہے نہ ختم ہونے والا

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ

تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم مجھے حکم ملا ہے کہ تم پر ایک ہی حاکم

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَ

کی بندگی لازم ہے سو سیدھے اس کی طرف چلو اور

اسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ ۶ الَّذِيْنَ

اس سے گناہ بخشواؤ اور شریک کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو

لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر

كٰفِرُوْنَ ۝ ۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ہیں جو لوگ یقین لائے اور پھر کام بھی انھوں

ع ۱۵ الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ۸

نے بھلے کیے ان کو ایسا ثواب ملنا ہے جو موقوف نہ ہو۔

بہت سے لوگ قرآن کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور جب انہیں اس کی باتیں سنائی جائیں تو کہتے ہیں ہمارے دل پر اس کا اثر نہیں ہو سکتا ہمارے کانوں میں اس کی آواز ہی نہیں جاتی ہمارے تمہارے بیچ میں ایک پردہ پڑا ہوا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم اپنے کام سے کام رکھو اور ہم اپنے کام میں لگے رہیں ان آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میں تو تمہیں جیسا انسان ہوں میری بات تو آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجانی چاہیے اور وہ بات بھی بالکل صاف ہے اس کے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے حکم ملا ہے کہ سوا ایک اللہ کے اور کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی بندگی کی جائے بس وہی ایک تمہارا معبود ہے اس لیے سیدھے اسی کی طرف رخ کیے رہو اور رکھو کہ اے اللہ تو ایک ہے ۔ ہماری غلطیاں اور گناہ بخش دے اور یہ بھی سن رکھو کہ ان لوگوں کی بڑی شامت آئے گی جو اللہ کا حق ادا نہیں کرتے اور اس کے سوا عبادت میں اوروں کو شریک کرتے ہیں اور اپنے مال کا کچھ بھی حصہ اس کے بندوں کی مدد کے لیے نہیں نکالتے اور آخرت کا بھی یقین نہیں کرتے کہ جو لوگ ایمان لا کر نیک کام کریں گے ان کو ہمیشہ کے رہنے والا اجر ملے گا اور جو ختم ہونے کا نام ہی نہ لے گا۔

قدرت کا ظہور

قُلْ - ءَ - اِنَّ - كُمْ - لَ - تَكْفُرُوْنَ - بِالَّذِيْ - خَلَقَ
تو کہہ کیا یہ بات ہے کہ تم واقعی منکر ہو اس کے جس نے پیدا کی
الْاَرْضَ - فِيْ - يَوْمَيْنِ - وَ - تَجْعَلُوْنَ - لَهٗٓ - اَنْدَادًا ط
زمین بیچ دو دن کے اور تم بناتے ہو واسطے اس کے شریک
ذٰلِكَ - رَبُّ - الْعٰلَمِيْنَ ⑨ وَجَعَلَ - فِيْهَا - رَوَاسِيَ
وہ پروردگار ہے سارے جہانوں کا اور کر دیے اس نے بیچ اس کے بھاری پہاڑ
مِنْ - فَوْقِهَا - وَ - بٰرَكَ - فِيْ - هَا - وَ - قَدَّرَ - فِيْهَآ
اس کے اوپر سے اور برکت رکھی بیچ اس کے اور مقرر کیں بیچ اس کے
اَقْوَاتَ - هَا - فِيْٓ - اَرْبَعَةِ - اَيَّامٍ ط سَوَآءً - لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩
کھانے کی چیزیں اس کی بیچ چار دنوں کے ٹھیک واسطے پوچھنے والوں کے

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ
تو کہہ تم اس کے منکر ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی
الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ط
اور اس کے برابر اوروں کو کرتے ہو وہ
ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ⑨ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ
سارے جہانوں کا رب ہے اور اوپر سے اس میں
مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ
بھاری پہاڑ رکھے اور اس کے اندر برکت رکھی اور ٹھہرائیں اس میں
اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩
خوراکیں اس چار دن میں پورے ہوئے پوچھنے والوں کے لیے

پچھلی آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ سمجھ دار اور نیک دل آدمی تو اللہ تعالےٰ کو ایک مانتے ہی ہیں اور اسکے رسولوں کو بھی نشانیاں دیکھ کر پہچان لیتے ہیں جن کے آخری سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن پڑھو اور سنو تو یہ تمہیں بھی صاف طور پر معلوم ہو جائے ۔

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ آنکھیں کھولو تو زمین اور آسمان میں ہر جگہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں نظر آنے لگیں گی کیا تم عقلمندی کا دعویٰ کرتے ہوئے اس کا انکار کر سکتے ہو کہ یہ زمین ضرور کسی بڑی ہستی کی بنائی ہوئی ہے جو سب کچھ جاننے والا اور ہر ایک کی حکمت سے واقف ہے کیونکہ اس کو مضبوط کرنے کے لیے بھاری بھاری پہاڑ اس پر رکھے ہوئے ہیں ہر چیز اس میں سے پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے اور انسان کے کھانے پینے اور ضرورت کی ساری چیزیں اس کے اندر ٹھیک ٹھیک اندازے سے رکھی ہوئی ہیں اگر اتنا بھی تم نہیں سمجھ سکتے تو تمہاری عقل پر افسوس ہے ۔ خاص کر اس صورت میں جب تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے پر تلے ہوئے نظر آتے ہو ۔ سنو! یہ زمین اللہ نے بنائی ہے اور کل دو دن میں اس سے اس کی قدرت کا اندازہ کر سکتے ہو یہ اللہ سارے جہان کا بنانے والا ہے ۔ پھر سنو! اس نے یہ زمین یونہی بے سوچے سمجھے نہیں بنائی بلکہ اس کی مضبوطی کے لیے بھاری بھاری پہاڑ اس میں کھڑے کر دیے ہیں اس کا ذخیرہ کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتا ۔ اس میں خوب سوچ سمجھ کر اندازے سے انسان کی ضرورت کی ساری چیزیں رکھ دی ہیں اور یہ سب کچھ پورے چار دن میں مکمل کر دیا جو پوچھے اسے بتا دو ۔

آسمانوں کی بناوٹ

ثُمَّ ۔ اسْتَوٰٓی ۔ اِلَی السَّمَآءِ ۔ وَھِیَ ۔ دُخَانٌ ۔ فَقَالَ
پھر مڑا طرف آسمان کی اور وہ دھواں تھا پس کہا
لَھَا ۔ وَلِلْاَرْضِ ۔ ائْتِیَا ۔ طَوْعًا ۔ اَوْ ۔ كَرْھًا ؕ قَالَتَآ
اس سے اور زمین سے دونوں آؤ خوشی خوشی یا زبردستی وہ دونوں بولے
اَتَیْنَا ۔ طَآئِعِیْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىھُنَّ ۔ ھُنَّ ۔ سَبْعَ ۔ سَمٰوٰتٍ
حاضر ہوئے ہم کہا مانتے ہوئے پس فیصلہ کیا ان کا سات آسمان
فِیْ یَوْمَیْنِ ۔ وَ ۔ اَوْحٰی ۔ فِیْ ۔ كُلِّ ۔ سَمَآءٍ ۔ اَمْرَھَا ؕ
بیچ دو دن کے اور اتارا بیچ ہر آسمان کے حکم اس کا
وَزَیَّنَّا ۔ السَّمَآءَ ۔ الدُّنْیَا ۔ بِمَصَابِیْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ
اور ہم نے زینت دی آسمان قریب والے کو ساتھ چراغوں کے اور محفوظ کردیا
ذٰلِكَ ۔ تَقْدِیْرُ ۔ الْعَزِیْزِ ۔ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾
یہ ہے جانچ زبردست علم والے کی

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ
پھر توجہ کی آسمان کی طرف اور وہ دھواں ہو رہا تھا پھر اس سے
لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْھًا ؕ قَالَتَآ
اور زمین سے کہا آؤ خوشی سے یا زور سے وہ دونوں بولے
اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
ہم آئے خوشی سے پس کر دیا انھیں سات آسمان
فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا ؕ
دو دن میں اور ہر آسمان پر اس کا حکم اتارا اور
وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ
سب سے قریب والے آسمان کو چراغوں سے رونق دی اور اسے
ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾
محفوظ کر دیا یہ سادھا ہے زبردست خبردار کا

ارشاد ہے کہ جب زمین کا خاکہ تیار ہو گیا تو اللہ عزوجل نے آسمان کی طرف توجہ کی اس وقت اسکی حالت صرف دھوئیں کی سی تھی جو ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ اللہ عزوجل نے اسے اور زمین دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں ہمارا حکم ماننے کے لیے تیار ہو جاؤ خوشی خوشی یا پھر زبردستی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم بڑی خوشی سے حکم ماننے اور فرمانبرداری کے لیے حاضر ہیں۔

پھر اللہ عزوجل نے اس پھیلے ہوئے دھوئیں کی طرح کے مادے سے سات آسمان دو دن میں بنا دیے اور ہر ایک آسمان کا انتظام جو اس کے مناسب تھا مقرر کر دیا اور زمین سے قریب کے آسمان کو چمکدار روشن ستاروں کے چراغوں سے چمکا دیا اور اس میں حفاظت کے سامان بھی عطا فرمائے پھر آسمانوں کے اثر اور زمین کی قابلیت دونوں سے مل کر زمین میں مخلوق کے کام آنے والی چیزیں پیدا ہوئیں یہ وہ تدبیر ہے جو قوت والے اور ہر چیز کا حال جاننے والے اللہ نے تیار کی ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ آسمان اور زمین کا سارا بندوبست رفتہ رفتہ ایک مدت میں جا کر پورا ہوا جن کو چھ دن میں بنایا گیا ہے ظاہر ہے کہ دن وہ نہیں جو زمین میں ہر روز سورج کے چڑھنے سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ سورج اور زمین تو خود ہی اسی سلسلہ میں بنائے گئے۔

دنیا کا بننا اس کا انتظام

ان آیتوں میں انسان کو زمین اور آسمان اور ان کے ایک دوسرے سے تعلق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور پوچھا ہے کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ سب کچھ آپ ہی آپ پیدا ہو گیا اگر تمہارا یہ خیال ہے تو یقین جانو تمہاری عقل کام نہیں کرتی اس لیے اس کی مدد کے لیے اللہ نے تمہارے اندر آخری نبی سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب مقدس یعنی یہ قرآن دے کر بھیجا ہے اس کو سنو اور سمجھو کہ یہ سب کچھ اللہ عزوجل نے اپنی زبردست قدرت سے بغیر کسی کی مدد کے پیدا کیا ہے تم سب زمین پر رہتے ہو اور اسی سے اپنی ساری ضرورت کی چیزیں حاصل کرتے ہو سب سے پہلے اللہ نے مادہ پیدا کیا یہ دھوئیں کی طرح ایک چیز تھی جو ہر طرف پھیل گئی یہ ذروں کا ایک ڈھیر تھا۔ اللہ کے ارادہ سے ان ذروں میں حرکت پیدا ہوئی اور یہ باہم ملنے اور جدا ہونے لگے ایک مدت میں جا کر جس کی مقدار دو دن تھی یہ زمین بن گئی مگر یہ دن وہ نہیں جسے تم دن کہتے ہو بلکہ وہ دن جو زمین و آسمان۔ سورج چاند وغیرہ کے پیدا ہونے سے پہلے حساب کے مطابق دن کہلا سکتا ہے۔ زمین کی مضبوطی کے لیے اس کے اوپر پہاڑ کیلوں کی طرح گاڑ دیئے اور پھر اس میں اس کے باشندوں کی ضرورت کی ساری چیزیں خوب ٹھیک اندازہ لگا کر پیدا کر دیں یہ کل کام صرف دو دن میں ہوا چنانچہ چار روز میں زمین اپنے سارے خزانوں سمیت مکمل ہو کر تیار ہو گئی۔ لیکن یہ خزانے خود بخود کچھ کام نہ دے سکتے تھے۔ اس لیے اس دھوئیں کی طرح کے مادہ سے اللہ کی قدرت اور اس کے ارادہ سے دو دن میں سات آسمان بنے اور زمین کے قریب آسمان میں سورج چاند اور چمک دار ستارے جگمگانے لگے۔ اور ان کے اثر سے زمین پر رات دن اور بارش گرمی سردی کے موسم ظاہر ہوئے جن کے اثر سے زمین نے اپنے خزانے مخلوق کے فائدے کے لیے کھول دیئے آسمان اور زمین کا یہ تعلق اللہ کے حکم سے قائم ہوا ہے کیونکہ اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز اس کے حکم کی نافرمانی کر سکتی ہے ❖

اب تمہیں چاہیے کہ یہ سب کچھ سن کر ان چیزوں سے جو تمہیں صاف صاف نظر آ رہی ہیں اللہ کو پہچانو اور اس کی قدرت کو مان لو تمہاری عقل نے اگر ان ہدایتوں کی روشنی میں بھی اللہ کو نہ پہچانا تو کچھ کام نہ کیا یہ جو کچھ تمہیں بتایا گیا ہے اللہ کی پہچان کے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد دنیا کی چیزوں کے دھیان میں ہی نہ لگ جاؤ بلکہ دل و جان سے اللہ کی طرف توجہ کرو اور اپنی زندگی اس طریقے سے گزارو جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گزاری ہے۔ اصل کام اللہ کی عبادت ہے ایسا نہ ہونا چاہیے کہ اور چیزیں تمہیں اس راستہ سے ہٹا دیں ❖

منکروں کی سزا

فَاِنْ - اَعْرَضُوْا - فَ - قُلْ - اَنْذَرْتُ - كُمْ
پس اگر منہ موڑلیں وہ تو تُو کہہ ڈرایا میں نے تمھیں
صٰعِقَةً - مِّثْلَ - صٰعِقَةِ - عَادٍ - وَّ - ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾
کڑک سے مانند کڑک عاد اور ثمود کے
اِذْ جَآءَتْ - هُمُ - الرُّسُلُ - مِنْ - بَيْنِ
جب آئے ان کے پاس اللہ کے رسول درمیان سے
اَيْدِيْهِمْ - وَ - مِنْ خَلْفِ - هِمْ - اَنْ - لَّا
ہاتھوں ان کے اور پیچھے سے ان کے کہ نہ
تَعْبُدُوْٓا - اِلَّا - اللّٰهَ - قَالُوْا - لَوْ - شَآءَ - رَبُّنَا
پوجو سوا اللہ کے کہنے لگے اگر چاہتا رب ہمارا
لَ - اَنْزَلَ - مَلٰٓئِكَةً - فَ - اِنَّا - بِ - مَآ
البتہ بھیجتا فرشتے پس تحقیق ہم ساتھ اس کے کہ
اُرْسِلْتُمْ - بِهٖ - كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
بھیجے گئے تم ساتھ اس کے انکار کرنے والے ہیں

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ
پھر اگر وہ ٹلائیں تو تُو کہہ میں نے خبر سنادی تم کو ایک سخت
صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾
عذاب کی جیسے عذاب آیا عاد اور ثمود پر
اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ
جب ان کے پاس رسول آئے آگے سے
اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا
اور پیچھے سے کہ سوائے اللہ کے
تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا
کسی کو نہ پوجو کہنے لگے اگر ہمارا رب
لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ
چاہتا تو فرشتے بھیجتا سو ہم تمہارا
اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
لایا ہوا نہیں مانتے۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول اگران نشانات کے ہوتے ہوئے جبکہ قرآن نے ان کی طرف توجہ بھی دلادی یہ لوگ منہ موڑ کر چلے جائیں اور اللہ کو نہ پہچانیں تو ان سے کہہ دو کہ میں تم کو ڈرائے دیتا ہوں کہ تم پر ویسی ہی سخت کڑک آسکتی ہے جیسی عاد اور ثمود کی قوموں پر آئی تھی وہ بڑے طاقتور اور بے پروا لوگ تھے انہوں نے اللہ کے احکام کی پروانہ کی پھر انہیں اللہ کے رسولوں نے بار بار اور طرح طرح سے سمجھایا۔ مگر ان کے کان پر جوں بھی نہ چلی۔ رسولوں کا کہنا ذرا بھی نہ مانا رسولوں نے تو کہا کہ اللہ کا حکم ہے کہ اس کے سوا اوروں کی پوجا چھوڑدو صرف اللہ ہی کی عبادت کرو وہ کہنے لگے جاؤ اپنا کام کرو ہمارے رب کو اگر کوئی حکم بھی بھیجنا ہوتا تو وہ فرشتوں کے ہاتھ بھیجتا۔ کیا اسے حکم بھیجنے کے لیے تمہیں ملے تھے۔ ہم تمہارے لائے ہوئے پیغام کو نہیں مانتے جیسے ہم دیسے تم۔ تم رسول کہاں سے بن بیٹھے ؟

عاد کا انجام

فَاَمَّا ۔عَادٌ۔ فَاسْتَكْبَرُوْا ۔ فِی الْاَرْضِ ۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ
پھر وہ جو عاد تھے پس بڑے بنے تھے وہ بیچ زمین کے ساتھ ناحق کے
وَقَالُوْا ۔مَنْ ۔اَشَدُّ ۔ مِنْ ۔نَّا ۔ قُوَّةً ۔اَ ۔وَ ۔لَمْ ۔يَرَوْا
اور کہا انھوں نے کون بڑھ کر ہے ہم سے زور میں کیا اور نہیں دیکھا انھوں نے
اَنَّ ۔اللّٰهَ ۔الَّذِیْ ۔ خَلَقَهُمْ ۔هُوَ ۔ اَشَدُّ ۔مِنْهُمْ
کہ اللہ جس نے پیدا کیا انھیں وہ زیادہ ہے ان سے
قُوَّةً ۔ وَكَانُوْا ۔ بِاٰيٰتِنَا ۔يَجْحَدُوْنَ (۱۵) فَاَرْسَلْنَا
زور میں اور تھے وہ ساتھ نشانیوں ہماری کے انکار کرتے پس بھیجی ہم نے
عَلَيْهِمْ ۔رِيْحًا ۔ صَرْصَرًا ۔ فِیْۤ ۔ اَيَّامٍ ۔ نَّحِسَاتٍ
اوپر ان کے آندھی سخت بیچ دنوں آفتوں والے کے
لِّ ۔ نُذِيْقَ ۔ هُمْ ۔ عَذَابَ ۔ الْخِزْیِ ۔ فِی الْحَيٰوةِ
تاکہ چکھائیں ہم انھیں عذاب رسوائی کا بیچ زندگی
الدُّنْيَا ؕ وَ ۔ لَ ۔عَذَابُ ۔ الْاٰخِرَةِ ۔ اَخْزٰی
دنیا کے اور البتہ عذاب آخرت کا زیادہ رسوائی کا ہے
وَهُمْ ۔ لَا يُنْصَرُوْنَ (۱۶)
اور وہ نہ مدد کیے جائیں گے

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ
سو وہ جو عاد تھے وہ تو ملک میں ناحق غرور کرنے لگے
وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا
اور کہنے لگے ہم سے زیادہ کون ہے زور میں کیا دیکھتے نہیں
اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ
کہ اللہ جس نے انھیں بنایا وہ زور میں ان سے زیادہ ہے
قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (۱۵) فَاَرْسَلْنَا
اور وہ ہماری نشانیوں سے منکر تھے پھر ہم نے
عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ
ان پر بڑے زور کی ہوا بھیجی کئی دن جو مصیبت کے تھے
لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَيٰوةِ
تاکہ ان کو رسوائی کا عذاب چکھائیں دنیا کی زندگانی
الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی
میں اور آخرت کے عذاب میں تو پوری رسوائی
وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (۱۶)
ہے اور ان کی کہیں مدد نہیں

ارشاد ہے کہ عاد نے تو یہ کیا کہ اپنے آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ زور آور سمجھ بیٹھے حالانکہ انہیں ایسے سمجھنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اور شیخی بھگارنے لگے کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے نادان اتنا نہ سمجھے کہ اللہ ان سے زیادہ قوت والا ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور لگے جان بوجھ کر اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے اگر وہ چاہتے تو ان سے اللہ کو خوب اچھی طرح پہچان سکتے تھے۔ ارشاد ہے کہ ان پہ بڑے زور کی آندھی آئی جو کئی روز تک چلتی رہی یہ تو دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے جہاں کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔

ثمود کی گت

وَ۔ اَمَّا۔ ثَمُوْدُ۔ فَ۔ هَدَيْنَا۔ هُمْ۔ فَ۔ اسْتَحَبُّوا۔ الْعَمٰى
اور رہے ثمود پس راہ سجھائی ہم نے انھیں پس پسند کیا انھوں نے اندھا پن
عَلَى۔ الْهُدٰى۔ فَ۔ اَخَذَتْ۔ هُمْ۔ صٰعِقَةُ۔ الْعَذَابِ
اوپر ہدایت کے پس پکڑا انھیں کڑک نے عذاب
الْهُوْنِ۔ بِمَا۔ كَانُوْا۔ يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ۔ نَجَّيْنَا۔ الَّذِيْنَ
ذلت کے نے بدلے اس کے جو تھے وہ کماتے اور نجات دی ہم نے انھیں جو
اٰمَنُوْا۔ وَ۔ كَانُوْا۔ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ۔ يَوْمَ۔ يُحْشَرُ
ایمان لائے اور تھے وہ احتیاط والے اور جس دن اکٹھے کیے جائیں گے
اَعْدَآءُ۔ اللّٰهِ۔ اِلَى۔ النَّارِ۔ فَ۔ هُمْ۔ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾
دشمن اللہ کی طرف آگ کی پھر گروہ گروہ کیے جائیں گے

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى
اور وہ جو ثمود تھے سو ہم نے انھیں راہ بتائی پھر ان کو اندھا پن
عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ
راہ سوجھنے سے زیادہ پسند آیا پس پکڑا انھیں ذلت کے عذاب
الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ
کی کڑک نے اس کے بدلے جو وہ کماتے تھے اور ہم نے ان کو بچا
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ ع ۲/۱۰
دیا جو ایمان لائے تھے اور بچ کر چلتے تھے اور جس دن اللہ کے
اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾
دشمن دوزخ میں جمع ہوں گے تو ان کی جماعتیں بنائی جائیں گی

هُوْنَ: (ذلت) اس لفظ سے پہلے ذی مقدر ہے جس کے معنی 'والے' کے ہیں یعنی ذی الھون **ذلت والا**۔

پچھلی آیتوں میں عاد کا ذکر ہوا۔ وہ بڑے ہٹے کٹے لوگ تھے اپنے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھتے تھے انہیں حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر نے سمجھایا کہ طاقت پر اتنا گھمنڈ مت کرو اللہ تم سے زیادہ طاقتور ہے اس کی قدرت کی نشانیاں دنیا میں پھیلی پڑی ہیں ان سے اسے پہچان کر اس کے آگے عاجزی سے جھکو اور اس کی فرمانبرداری میں لگ جاؤ مگر وہ نہ مانے آخر آندھی کے طوفان سے تباہ ہوئے۔

ان آیتوں میں ثمود کا بیان ہے ارشاد ہے کہ انہیں بھی ہم نے حضرت صالح علیہ السلام پیغمبر کی زبانی سیدھی راہ بتائی لیکن انہوں نے اندھا بنا رہنا ہی پسند کیا اور ہمارے بتائے ہوئے راستہ سے آنکھیں بند کرلیں ان کا انجام یہ ہوا کہ سخت زلزلہ آیا اور اس کے ساتھ ہیبت ناک کڑک سنائی دی ان کی ساری اکڑفوں دم بھر میں جاتی رہی اور عاجزوں کی طرح اوندھے منہ گر پڑے اللہ نے ایمان والوں اور برائی سے بچنے والوں کو نجات دی۔

آگے ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے دشمنوں کو اکٹھا کر کے فرشتے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور مجرموں کی ان کے جرموں کے مطابق الگ الگ جماعتیں بنا دی جائیں گی۔

ہاتھوں کی گواہی

حَتّٰى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

یہاں تک کہ جب ان کے پاس پہنچیں گے تو ان پر گواہی دیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے جو کچھ وہ کرتے تھے اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے کیوں بتلایا وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف پھیرے جاتے ہو

حَتّٰى - اِذَا - مَا - جَآءُوْ - هَا - شَهِدَ - عَلَيْهِمْ - سَمْعُهُمْ
یہاں تک جب آئیں گے وہ اس کے پاس گواہی دیں گے ان کے برخلاف کان ان کے
وَاَبْصَارُهُمْ - وَجُلُوْدُ - هُمْ - بِ - مَا - كَانُوْا
اور آنکھیں ان کی اور چمڑے ان کے ساتھ اس کے جو تھے وہ
يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ - قَالُوْا - لِ - جُلُوْدِهِمْ - لِ - مَ
کرتے اور کہیں گے واسطے چمڑوں اپنے کے واسطے کس کے
شَهِدْتُّمْ - عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا - اَنْطَقَنَا - اللّٰهُ - الَّذِيْۤ
گواہی دی تم نے ہمارے برخلاف کہیں گے بلوایا ہمیں اللہ نے جس نے
اَنْطَقَ - كُلَّ - شَيْءٍ - وَّ - هُوَ - خَلَقَ - كُمْ - اَوَّلَ
بلوایا ہر چیز کو اور اسی نے پیدا کیا تمہیں پہلی
مَرَّةٍ - وَّاِلَيْهِ - تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾
بار اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم

ارشاد ہے کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچ جائیں گے تو فریاد کریں گے کہ ہم نے تو دنیا میں کوئی برائی کا کام نہ کیا تھا ہمیں دوزخ میں کیوں بھیجا جا رہا ہے۔ یہ سن کر ان کے کان ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے بول اٹھیں گے کان کہیں گے تم نے ہمارے ذریعے گالیاں فحش باتیں چغلیاں بے ہودہ گانے سب کچھ سنا اور اچھی باتیں تم سے کہی گئیں تو تم نے کان بند کر لیے آنکھیں کہیں گی تم نے ہم سے کھیل تماشے خواہش بھڑکانے والے نظارے خوب دیکھے اور ناجائز جگہوں میں جی بھر کے گھورا اور بھی سارے ہاتھ پاؤں وغیرہ جنہیں چمڑے نے ڈھکا ہوا ہے کھلم کھلا کہیں گے کہ تم نے ہمارے ذریعے ایسے ایسے بُرے کام کئے وہ غصہ میں بھر کر اپنے اعضا سے کہیں گے۔ کہ تم ہماری ساری کمزوریاں اور چھپی ہوئی باتیں کیوں کھول رہے ہو وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے زبان دی تو ہم بول رہے ہیں اس نے ہر بولنے والے کو بولنے کی طاقت بخشی ہے اور اسی نے تو ہمیں پہلی بار بنایا ہے اور پھر اس کی طرف تم سب لوٹ کر جانے والے ہو پھر اس سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنے اعضا سے وہی کام لے جو شرع میں جائز ہیں ورنہ قیامت میں وہ اس کا بھانڈا پھوڑ دیں گے۔

بربادی کی وجہ

وَمَا ۔ کُنْتُمْ ۔ تَسْتَتِرُوْنَ ۔ اَنْ ۔ یَّشْهَدَ ۔ عَلَیْكُمْ

اور نہ تھے تم پردہ کرتے اس لیے کہ گواہی دیں گے تمھارے خلاف

سَمْعُ ۔ كُمْ ۔ وَلَآ ۔ اَبْصَارُ ۔ كُمْ ۔ وَلَا ۔ جُلُوْدُ كُمْ ۔ وَلٰكِنْ

کان تمھارے اور آنکھیں تمھاری اور چمڑے تمھارے اور لیکن

ظَنَنْتُمْ ۔ اَنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ لَا ۔ یَعْلَمُ ۔ كَثِیْرًا ۔ مِّمَّا ۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

گمان کیا تم نے کہ اللہ نہیں جانتا بہت سی ان سے جو تم کرتے ہو

وَذٰلِكُمْ ۔ ظَنُّكُمُ ۔ الَّذِیْ ۔ ظَنَنْتُمْ ۔ بِ ۔ رَبِّ ۔ كُمْ

اور یہی گمان تمھارا ہے جو گمان کیا تم نے ساتھ رب اپنے کے

اَرْدٰى ۔ كُمْ ۔ فَ ۔ اَصْبَحْتُمْ ۔ مِّنَ ۔ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾

کہ تباہ کیا تمھیں پس ہو گئے تم ٹوٹا اٹھانے والوں میں سے

فَاِنْ ۔ یَّصْبِرُوْا ۔ فَ ۔ النَّارُ ۔ مَثْوًى ۔ لَّ ۔ هُمْ

پس اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ٹھکانا ہے واسطے ان کے

وَ ۔ اِنْ ۔ یَّسْتَعْتِبُوْا ۔ فَ ۔ مَا ۔ هُمْ ۔ مِّنَ ۔ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿۲۴﴾

اور اگر راضی کرنا چاہیں وہ پس نہیں وہ راضی کیے گیوں میں سے

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ

اور تم اس بات سے پردہ نہ کرتے تھے کہ تم کو تمھارے کان

سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ

اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے چمڑے بتلائیں گے بلکہ تم

ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

کو یہ خیال تھا کہ اللہ بہت سی چیزیں جو تم کرتے ہو نہیں جانتا

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ

اور یہ وہی تمھارا خیال ہے جو تم اپنے رب کے حق میں رکھتے

اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾

تھے اسی نے تمھیں غارت کیا پھر آج ٹوٹے میں رہ گئے

فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ

پھر اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ان کا گھر ہے

وَاِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿۲۴﴾

اور اگر وہ منایا چاہیں تو بھی انھیں کوئی نہیں مناتا

اَرْدٰى : (ہلاک کیا) ماضی اِرْدَاءٌ سے جو ر ۔ د ۔ ی سے بنا ہے ردٰ کے معنی تباہ ہونا اَرْدٰی اسکا متعدی ہے یعنی تباہ کر دیا۔

یَسْتَعْتِبُوْا (منایا چاہیں) مضارع ہے استعتاب سے جو ع ۔ ت ۔ ب سے بنا ہے عَتْبٌ قابل ملامت کام پہ ملامت کرنا اِسْتِعْتَابٌ برا کام جو ہو گیا ہو اس کی معافی چاہنا اعتاب بُرے کام کا معاف کر دینا یہاں ہمزہ افعال سلب ماخذ کے لیے ہے جیسا کہ یُطِیْقُوْنَ میں ہے جو سورہ بقرہ میں گزرا۔

ارشاد ہے کہ تم جب کوئی گناہ کرتے تھے تو یہ خیال بھی نہ تھا کہ ہاتھ پاؤں بھی گواہی دے سکتے ہیں بلکہ اس سے بدتر خیال تھا اور وہ یہ کہ تم اللہ سے اپنے کام چھپا سکتے ہو۔ اسی خیال کی وجہ سے آج تم مارے گئے اور سراسر نقصان میں رہے اب صبر کرو یا نہ کرو ٹھکانا تمہارا یہی دوزخ ہے آج اگر گناہوں کی تم معافی چاہو تو بیکار ہے آج معافی دے کر تمہیں خوش کرنیوالا کوئی نہیں معافی مانگنے کا وقت گیا۔

گمراہی کی وجہ

وَقَيَّضْنَا - لَهُمْ - قُرَنَآءَ - فَزَيَّنُوْا - لَهُمْ - مَّا
اور مقرر کر دیے ہم نے ان کے لیے ساتھی پس سجایا انھوں نے ان کے لیے جو ہے
بَيْنَ - اَيْدِيْ - هِمْ - وَمَا - خَلْفَ - هُمْ - وَحَقَّ
درمیان ہاتھوں ان کے اور جو ہے پیچھے ان کے اور ٹھیک اترا
عَلَيْهِمُ - الْقَوْلُ - فِيْٓ - اُمَمٍ - قَدْ - خَلَتْ - مِنْ - قَبْلِهِمْ
ان کے اوپر بھی عذاب کا حکم بیچ امتوں کے جو گزر چکیں پہلے ان سے
مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّ - هُمْ - كَانُوْا - خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾
جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے تحقیق وہ تھے ٹوٹے والے
وَقَالَ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - لَا تَسْمَعُوْا - لِهٰذَا
اور کہا انھوں نے جو انکار کر بیٹھے مت کان لگاؤ واسطے اس
الْقُرْاٰنِ - وَالْغَوْا - فِيْهِ - لَعَلَّكُمْ - تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾
قرآن کے اور شور مچاؤ اس میں شاید تم غالب آجاؤ

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور ہم نے ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے لگا دیے پھر انھوں نے ان کی آنکھوں میں خوبصورت بنا دیا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور ان پر عذاب کی بات ٹھیک پڑ چکی اور فرقوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گزر چکے جنوں کے اور آدمیوں کے بیشک وہ ٹوٹے والے تھے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور منکر کہنے لگے اس قرآن کے سننے کے لیے کان مت دھرو اور بک بک کرو اس وقت شاید تم غالب رہو۔

قَيَّضْنَا (مقرر کر دیا ہم نے) ماضی ہے تَقْيِيْضٌ سے جو ق-ی-ض سے بنا ہے قَيْضٌ کے معنی برابری کے ہیں تَقْيِيْضٌ سے یہاں مراد مقرر کر دینا ہے۔ اَلْغَوْا (بکواس کرو) امر ہے ل-غ-و سے لَغْوٌ کے معنی بیکار کام کرنا یہاں اس سے مراد بے معنی آواز نکالنا۔ شور و غل کرنا ہے۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں گمراہی یوں پھیلی کہ لوگوں نے اچھی باتوں سے منہ موڑا اور شیطان نے انہیں گھیر لیا ان کے پہلے اور پچھلے کاموں کو انکی نگاہ میں خوب بنا سجا کر دکھایا ان سے کہا یہ جو تم کرتے رہے ہو اور کر رہے ہو بہت اچھے کام ہیں آگے ان سے بڑے فائدے حاصل ہوں گے کھیل کود ناچ گانا روپیہ سمیٹنے میں لگے رہنا کمزوروں کو دھکا دے کر خود آگے بڑھنا بیکسوں کو ستانا تاکہ وہ زور آوروں کی ترقی میں رکاوٹ نہ بن سکیں بس یہیں کام ہیں جو دنیا میں کرنے کے ہیں تم نے ٹھیک کیا اور ٹھیک چل رہے ہو آگے تم ترقی کر کے رہو گے۔ ارشاد ہے کہ ان نیکی کے دشمنوں نے جب دیکھا کہ قرآن کا اثر لوگوں پر ہونے لگا ہے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے اسے سنو ہی مت اور جب کوئی اسے پڑھے تو شور و غل مچانا شروع کر دو تاکہ اس کی آواز دب جائے اور لوگ سن ہی نہ سکیں ایسا کرنے سے امید ہے کہ تم ہی بڑھ کر رہو گے۔

بدکاروں کی سزا

فَلَنُذِيْقَنَّ ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ عَذَابًا ۔ شَدِيْدًا ۙ
پس البتہ ضرور چکھائیں گے ہم انھیں جنھوں نے کفر کیا عذاب سخت
وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ ۔ اَسْوَاَ ۔ الَّذِيْ ۔ كَانُوْا ۔ يَعْمَلُوْنَ (۲۷)
اور البتہ ضرور بدلہ دیں گے ہم انھیں بڑے برُے کام کا جو تھے وہ کرتے
ذٰلِكَ ۔ جَزَآءُ ۔ اَعْدَآءِ ۔ اللّٰهِ ۔ النَّارُ ۚ لَهُمْ
یہ ہے سزا دشمنوں کی اللہ کے دوزخ واسطے ان کے
فِيْهَا ۔ دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءً ۢ بِمَا ۔ كَانُوْا ۔ بِاٰيٰتِنَا
بیچ اس کے گھر ہے ہمیشہ کا سزا بدلہ میں اس کے جو تھے وہ ہماری آیتوں
يَجْحَدُوْنَ (۲۸) وَقَالَ ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ رَبَّنَآ ۔ اَرِنَا
کرتے اور کہیں گے وہ جنھوں نے کفر کیا اے رب ہمارے دکھا ہمیں
الَّذَيْنِ ۔ اَضَلّٰنَا ۔ مِنَ الْجِنِّ ۔ وَالْاِنْسِ ۔ نَجْعَلْ ۔ هُمَا
وہ دونوں جنھوں نے بہکایا ہمیں جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے رونڈ ڈالیں ہم دونوں کو
تَحْتَ ۔ اَقْدَامِنَا ۔ لِ ۔ يَكُوْنَا ۔ مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ (۲۹)
نیچے قدموں اپنے کے تاکہ ہوں وہ دونوں سب سے زیادہ نیچے

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ
سو ہمیں ضرور چکھانا ہے منکروں کو سخت عذاب اور
وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۲۷)
ان کو برُے سے برے کاموں کا جو وہ کرتے تھے بدلہ دینا ہے
ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ
یہ ہے اللہ کے دشمنوں کی سزا آگ ان کا
فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
اسی میں گھر ہے سدا کو بدلہ اس کا جو وہ ہماری باتوں کا
يَجْحَدُوْنَ (۲۸) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا
انکار کرتے تھے اور منکر لوگ کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں وہ
الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا
دونوں دکھلا دے جنھوں نے ہمیں بہکایا جو جن ہیں اور جو آدمی کہ ہم
تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ (۲۹)
انھیں اپنے پاؤں کے نیچے ڈالیں کہ وہ ذلیل و خوار ہوں

ارشاد ہے کہ لوگوں کو جو قرآن کی طرف دھیان نہیں کرتے اور جنہوں نے اس کے نہ ماننے کی ٹھان لی ہے ہم ضرور بالضرور سخت عذاب دیں گے اور سب سے برے کام کی جو وہ کر رہے ہیں یعنی قرآن کی باتیں نہ سنتے ہیں نہ سننے دیتے ہیں سزا انہیں ضرور دے کر رہیں گے اور وہ سزا دوزخ ہے اور وہی اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے اور وہی ان کے سدا رہنے کا گھر ہوگا اور یہ اس کا بدلہ ہوگا کہ وہ جان بوجھ کر ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ساری نشانیاں ان سے کہہ رہی تھیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ بشر ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتا پھر بھی وہ نہ مانتے تھے ارشاد ہے۔ کہ جب آفت میں پھنسیں گے تو کہیں گے اے رب ہم تو پھنسے لیکن ہمیں وہ جن اور آدمی دونوں ہی دکھا دے جو ہمیں بہکایا کرتے تھے۔ وہ کہاں ہیں۔ آج ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے کچلیں گے۔ اور ایسا ذلیل و خوار کریں گے کہ ان کو پتہ چل جائے گا۔ انھوں نے ہمارا بیڑہ غرق کیا۔ نہ وہ ہوتے نہ ہم اس بلا میں پھنستے۔

اللہ کو ماننے والے

اِنَّ - الَّذِيْنَ - قَالُوْا - رَبُّنَا - اللّٰهُ - ثُمَّ - اسْتَقَامُوْا
تحقیق وہ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے
تَتَنَزَّلُ - عَلَيْهِمُ - الْمَلٰٓئِكَةُ - اَلَّا - تَخَافُوْا - وَلَا
اترتے ہیں ان پر فرشتے کہ مت خوف کرو اور نہ
تَحْزَنُوْا - وَاَبْشِرُوْا - بِالْجَنَّةِ - الَّتِيْ - كُنْتُمْ
غمگین ہو اور خوش ہو جاؤ ساتھ جنت کے جس کا تھے تم
تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ - اَوْلِيٰٓؤُكُمْ - فِي الْحَيٰوةِ
وعدہ کیے جاتے ہم رفیق ہیں تمہارے بیچ زندگی
الدُّنْيَا - وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ - فِيْهَا - مَا تَشْتَهِيْٓ
دنیا کے اور بیچ آخرت کے اور تمہارے لیے اس میں ہے جو چاہے
اَنْفُسُكُمْ - وَلَكُمْ - فِيْهَا - مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا
تمہارا جی اور تمہارے لیے اس میں ہے جو تم مانگو مہمانی
مِّنْ - غَفُوْرٍ - رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾
طرف سے بخشنے والے مہربان کے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا
تحقیق جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا
ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ مت ڈرو اور نہ
تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ
غم کھاؤ اور اس بہشت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے
تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ
وعدہ تھا ہم تمہارے رفیق ہیں دنیا میں
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ
اور آخرت میں اور تمہارے لیے وہاں ہے جو تمہارا جی
اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا
چاہے اور تمہارے لیے ہے جو کچھ مانگو مہمانی ہے
مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾
اس بخشنے والے مہربان کی طرف سے

ارشاد ہے کہ ہمارے رسول اور ہماری کتاب کا انکار کرنے والے تو دوزخ میں اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے ان اللہ کے دشمنوں کو ہمیشہ وہیں پڑا رہنا پڑے گا اور وہ آپس میں لڑتے بھڑتے رہیں گے لیکن جو لوگ دنیا میں اللہ کو اپنا رب مان کر اسکی تابعداری پر تیار ہو گئے انہیں دونوں جہان میں کامیابی نصیب ہو گی فرشتے دنیا میں بھی ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور ان کے دل میں یہ بات ڈالتے رہیں گے کہ اب تم نہ ڈرو نہ رنج کرو تمہارے لیے جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اب تم خوش و خرم رہو ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہیں۔ پھر دنیا سے جانے کے بعد ان سے کہیں گے کہ لو یہ جنت ہے جس میں آرام ہی آرام ہے اس کے اندر جو چاہو وہ تمہارے لیے موجود ہے جو تم طلب کرو گے تمہیں ملے گا۔ یہ اللہ کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے ایسے غفور و رحیم کے مہمان کے لیے کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے پھر ہم یہاں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

مسلمانوں کا رویہ (الف)

وَمَنْ ۔ اَحْسَنُ ۔ قَوْلًا ۔ مِّنْ ۔ مَّنْ ۔ دَعَآ ۔ اِلَى اللّٰهِ
اور کون بہتر ہے بات میں اس سے جس نے بلایا اللہ کی طرف
وَعَمِلَ ۔ صَالِحًا ۔ وَّ ۔ قَالَ ۔ اِنَّ ۔ نِیْ ۔ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۳۳
اور کام کیا نیک اور کہا تحقیق میں مسلموں میں سے ہوں
وَلَا ۔ تَسْتَوِی ۔ الْحَسَنَةُ ۔ وَلَا ۔ السَّیِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ ۔ بِالَّتِیْ
اور نہیں برابر ہوتی بھلائی اور برائی بدلہ دے ساتھ اس کے
هِیَ ۔ اَحْسَنُ ۔ فَاِذَا ۔ الَّذِیْ ۔ بَیْنَ ۔ كَ ۔ وَ ۔ بَیْنَ ۔ هٗ
جو ہو بہتر پس ناگاہ وہ کہ درمیان تیرے اور درمیان اس کے
عَدَاوَةٌ ۔ كَاَنَّهٗ ۔ وَلِیٌّ ۔ حَمِیْمٌ ۳۴ وَمَا ۔ یُلَقّٰىهَآ
دشمنی ہے گویا وہ دوستدار قرابت والا ہے اور نہیں نصیب ہوتی یہ خصلت
اِلَّا ۔ الَّذِیْنَ ۔ صَبَرُوْا ۚ وَمَا ۔ یُلَقّٰىهَآ ۔ اِلَّا
مگر انھیں جو صبر کرتے ہیں اور نہیں نصیب ہوتی یہ مگر
ذُوْ ۔ حَظٍّ ۔ عَظِیْمٍ ۳۵
صاحب نصیب بڑے کو

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ
اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے اللہ کی طرف
وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۳۳
بلایا اور نیک کام کیا اور کہا میں حکم بردار ہوں
وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ
اور نیکی اور بدی برابر نہیں بات کے جواب میں
هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ
وہ بات کہہ جو اس سے بہتر ہو پھر تو دیکھ لے گا کہ تجھ میں اور
عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۳۴ وَمَا یُلَقّٰىهَآ
جس میں دشمنی تھی گویا دوستدار قرابت والا ہے اور یہ بات ملتی
اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا
انہی کو ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ بات ملتی اسی کو ہے جس
ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۳۵
کی بڑی قسمت ہے

اِدْفَعْ : (دفع کر) امر ہے د۔ ف۔ ع سے دفع کے معنی لوٹانا جواب دینا دور کرنا یہاں اس سے مراد کسی کے برتاؤ کے بدلے اس سے برتاؤ کرنا۔ یُلَقّٰی ملایا جاتا ہے وہ مضارع مجہول ہے۔ تَلْقِیَۃٌ جو ل۔ ق۔ ی سے بنا ہے لِقَاءٌ کے معنی ہیں ملنا تَلْقِیَۃٌ اس کا متعدی ہے یعنی ملانا کوئی چیز کسی کی طرف ڈالنا یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ یہ خصلت ہر کسی کو نہیں ملتی یا نصیب نہیں ہوتی۔ ھا ضمیر مؤنث ہے۔ جو خصلت کی طرف راجع ہے جو یہاں مقدر ہے ۔

اس آیت میں اسلامی سوسائٹی کی پوری تصویر کھینچ دی گئی ہے اس پر غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ آپس میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کیسے برتاؤ کرتا ہے نیز یہ کہ سوسائٹی میں اس کا رویہ کیا ہونا چاہیے اس پر عمل کیا جائے تو دنیا سے لڑائی بالکل اٹھ جائے اور امن پھیل جائے ۔

مسلمانوں کا رویہ (ب)

ظاہر بات ہے کہ دنیا میں مختلف قسم کے خیالات کے لوگ ہمیشہ رہیں گے اور ہر ایک اپنے آپ ہی کو اور اپنے جیسے خیالات رکھنے والوں ہی کو اچھا سمجھے گا اس لیے اچھا ہونے اور برا ہونے کا فیصلہ دنیا کے لوگوں کی رائے پر نہیں چھوڑا جا سکتا کیونکہ ان میں سے ہر ایک گروہ فیصلہ کئے بیٹھا ہے۔ کہ ہمیں ہی سب سے اچھا ہوں اس وقت قرآن حکیم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو کسی خاص فرقہ یا قوم کی طرفدار نہیں اس لیے اسی کا فیصلہ ماننے کے قابل ہو سکتا ہے۔ ان آیتوں میں اس کا فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ سب سے اچھا کون ہے انصاف کی بات یہ ہے کہ اس سے اچھا فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا ارشاد ہے کہ تم میں سب سے اچھا وہی ہو سکتا ہے خواہ فرد ہو یا گروہ جو اللہ کی طرف بلائے کیونکہ اللہ کے مانے بغیر خود غرضی سے نجات حاصل ہو ہی نہیں سکتی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس میں جتنی خود غرضی کم ہو گی اتنا ہی وہ اچھا ہو گا پھر یہ بھی کافی نہیں کہ فقط زبان سے اللہ کی طرف بلائے بلکہ اسے اچھے اخلاق اختیار کرنے اور اچھے کام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ اسے دیکھ کر لوگ خود بخود سمجھ جائیں کہ ہاں اللہ کے ماننے والے اچھے لوگ ہوتے ہیں اور جب کوئی اس سے پوچھے کہ تم کون ہو تو کہے گا کہ میں مسلم ہوں۔ کسی فرقہ قبیلے وطن یا قوم سے تعلق جتا کر فخر نہ کرے کیونکہ یہ خود غرضی کی جڑ ہے اور اسی سے ساری برائیاں پیدا ہوتی ہیں ۔

آگے ارشاد ہے کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتیں نیکی نیکی ہے اور بدی بدی ہے۔ نیک بننے کے لیے اچھے اخلاق بناؤ اور لوگوں کو باہم ملانے کی کوشش کرو اس کے لیے اصل گر یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو اس کا جواب برائی سے نہ دو بلکہ جہاں تک ہو سکے اس سے اچھا جواب دو گالی کا جواب خاموشی سے اور سخت کلامی کا جواب شیریں کلامی سے دو حیرت ہو گی کہ تمہارے اس برتاؤ سے تمہارا دشمن تمہارا گہرا دوست بن جائے گا اور وہی شخص جو پہلے تمہارے ستانے پر تلا ہوا تھا تمہاری خاطر مدارت کرنے لگے گا لیکن اس طریقہ کو وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جن میں برداشت کی طاقت ہو ذرا سی بات میں آپے سے باہر نہ ہو جائیں بلکہ صبر اور حوصلہ سے کام لیں ۔

ارشاد ہے کہ یہ برتاؤ وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جن کا حوصلہ بلند ہے اور جو بڑے خوش قسمت بڑے نصیبہ والے ہیں ہر شخص کا یہ کام نہیں جو اپنے غصہ کو اس قدر قابو میں کر لے۔ ایسا ہوتا تو پھر دنیا میں ہر طرف امن و امان ہی نظر آتا لڑائی کا نام و نشان تک نہ رہتا۔ اب سے پہلے مسلمانوں کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ ایسے حوصلہ مند اور برداشت کرنے والے لوگ تھے کہ بڑوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے کیا ایسی تعلیم دینے والا دین لڑائی جھگڑا سکھا سکتا ہے ۔

اللہ کی پناہ

وَاِمَّا ۔ يَنْزَغَنَّكَ ۔ مِنَ الشَّيْطٰنِ ۔ نَزْغٌ ۔ فَاسْتَعِذْ

اور اگر کچوکا دے تجھے شیطان کا کوئی کچوکا تو پناہ لے

بِ ۔ اللّٰهِ ؕ اِنَّ ۔ هٗ ۔ هُوَ ۔ السَّمِيْعُ ۔ الْعَلِيْمُ ۞ ۳۶ وَمِنْ

ساتھ اللہ کے تحقیق وہ وہی سنتا جانتا اور اس کی

اٰيٰتِ ۔ هِ ۔ الَّيْلُ ۔ وَ ۔ النَّهَارُ ۔ وَالشَّمْسُ ۔ وَالْقَمَرُ ؕ لَا

نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند مت

تَسْجُدُوْا ۔ لِلشَّمْسِ ۔ وَلَا ۔ لِ ۔ الْقَمَرِ ۔ وَاسْجُدُوْا ۔ لِلّٰهِ

سجدہ کرو تم واسطے سورج کے اور نہ واسطے چاند کے اور سجدہ کرو واسطے اللہ کے

الَّذِيْ ۔ خَلَقَهُنَّ ۔ اِنْ ۔ كُنْتُمْ ۔ اِيَّا ۔ هُ ۔ تَعْبُدُوْنَ ۞ ۳۷

جس نے پیدا کیا انھیں اگر ہو تم اسی کو پوجتے

فَاِنِ ۔ اسْتَكْبَرُوْا ۔ فَالَّذِيْنَ ۔ عِنْدَ رَبِّكَ ۔ يُسَبِّحُوْنَ

پس اگر تکبر کریں وہ پس وہ جو ہیں نزدیک رب تیرے کے تسبیح کرتے ہیں

لَهٗ ۔ بِالَّيْلِ ۔ وَالنَّهَارِ ۔ وَهُمْ ۔ لَا يَسْئَمُوْنَ ۞ ۳۸ السجدة

واسطے اس کے ساتھ رات کے اور دن کے اور وہ نہیں اکتاتے

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ

اور اگر کبھی شیطان کے لگانے سے تجھے چوک لگے

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ ۳۶ وَمِنْ

تو اللہ کی پناہ پکڑ بے شک وہی ہے سننے والا جاننے والا اور

اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا

اس کی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن سورج اور چاند

تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ

سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو

الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۞ ۳۷

جس نے انھیں بنایا اگر تم اسی کو پوجتے ہو

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ

پھر اگر وہ غرور کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بیان

لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۞ ۳۸ السجدة ۱۱

کرتے رہتے ہیں اس کی رات اور دن اور وہ تھکتے نہیں

نَزْغٌ: (کچوکا) کسی تیز چیز کا بدن میں چبھونا۔ اس آیت کی تشریح سورۃ الاعراف کے آخری رکوع میں گزر چکی ہے ارشاد ہے کہ خوش قسمت لوگ بُرے لوگوں کے ساتھ برداشت کا برتاؤ کرتے ہیں اور ان کے بُرے سلوک کے جواب میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں تم ایسا ہی کرو لیکن اگر کبھی کسی شیطان سے پالا پڑے اور برداشت سے کام نہ چلے یا اس کے بھڑکانے سے طبیعت غصّہ سے بے قابو ہونے لگے تو اللہ کی پناہ مانگو وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے اس کی قدرت بہت بڑی ہے رات دن سورج اور چاند اسی نے بنائے ہیں ان میں سے کسی کو سجدہ نہ کرو اگر اللہ کی عبادت کرنی ہے تو پھر اس کو سجدہ کرو وہی ان سب کا پیدا کرنے والا ہے اگر ان لوگوں کی اکڑ انہیں اللہ کو سجدہ نہ کرنے دے تو یہ جانیں اللہ کے نہایت قریب فرشتے اس کی تسبیح رات دن لگاتار کرتے رہتے ہیں کبھی تھکتے ہی نہیں، اسے ان کی عبادت کی پروا نہیں (یہ آیت سجدہ ہے)

قدرت کی اور نشانیاں

وَ - مِنْ - اٰیٰتِ - ہٖٓ - اَنَّکَ - تَرَی - الْاَرْضَ - خَاشِعَۃً
اور ایک اس کی آیتوں میں سے ہے کہ تو دیکھتا ہے زمین کو مرجھائی ہوئی
فَاِذَآ - اَنْزَلْنَا - عَلَیْھَا - الْمَآءَ - اھْتَزَّتْ - وَرَبَتْ ؕ اِنَّ
پس جب ہم نے اتارا اوپر اس کے پانی جنبش میں آئی اور پھولی تحقیق
الَّذِیْٓ - اَحْیَاھَا - لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّہٗ - عَلٰی - کُلِّ شَیْءٍ
وہ جس نے زندہ کیا اسے البتہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو تحقیق وہ اوپر ہر چیز کے
قَدِیْرٌ ۝۳۹ اِنَّ - الَّذِیْنَ - یُلْحِدُوْنَ - فِیْٓ اٰیٰتِنَا
قادر رکھنے والا ہے تحقیق جنھوں نے ٹیڑھی چال چلی بیچ آیتوں ہماری کے
لَا یَخْفَوْنَ - عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ - یُّلْقٰی - فِی النَّارِ - خَیْرٌ
نہیں چھپے ہوئے اوپر ہمارے کیا پس جو ڈالا جائے بیچ آگ کے بہتر ہے
اَمْ - مَّنْ - یَّاْتِیْٓ - اٰمِنًا - یَّوْمَ - الْقِیٰمَۃِ ؕ اِعْمَلُوْا - مَا
یا وہ جو آئے بے خوف دن قیامت کے کیے جاؤ جو
شِئْتُمْ ۙ اِنَّہٗ - بِمَا - تَعْمَلُوْنَ - بَصِیْرٌ ۝۴۰
تم چاہو تحقیق وہ ساتھ اس کے جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنَّکَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَۃً
اور ایک اس کی نشانی یہ کہ تو زمین کو دبی پڑی دیکھتا ہے
فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ
پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تازی ہوئی اور ابھری بیشک
الَّذِیْٓ اَحْیَاھَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
جس نے اسے زندہ کیا دوبارہ زندہ کرے گا مردوں کو وہ سب کچھ
قَدِیْرٌ ۝۳۹ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا
کر سکتا ہے جو لوگ ہماری باتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں وہ ہم سے
لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ
چھپے ہوئے نہیں بھلا ایک جو آگ میں پڑتا ہے بہتر ہے یا
اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا
جو آئے گا قیامت کے دن امن سے کیے جاؤ جو
شِئْتُمْ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۴۰
چاہو بے شک وہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو

خَاشِعَۃً (جھکی ہوئی۔ دبی ہوئی) یہ خاشع کی مؤنث ہے جس کی جمع خاشعون "سورۃ المؤمنون" میں گذری اِھْتَزَّتْ حرکت میں آئی ماضی کا صیغہ ہے۔ اِھْتِزَاز سے جو ہ۔ ز۔ ز سے ہے ھَزٌّ کے معنی ہلانے کے ہیں اہتزاز ہلنا حرکت کرنا رَبَتْ ابھری ماضی کا صیغہ ہے ر۔ ب۔ و سے رُبُوٌّ اونچا ہونا ابھرنا سورہ المؤمنون میں گزر چکا ہے یُلْحِدُوْنَ (ٹیڑھے چلے) اس کا مصدر اِلْحَاد سورۃ الحج میں گزرا یہاں اس سے مراد ٹیڑھا چلنا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ خشک زمین کو مینہ برسا کر ہری بھری کر دیتا ہے پہلے بالکل سوکھی مرجائی ہوئی پڑی ہوتی ہے۔ بارش برستے ہی جوش میں آجاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اسی طرح یہی اللہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا ہر چیز اس کے بس میں ہے ارشاد ہے کہ جو لوگ ہماری نشانیاں دیکھ کر ہمیں نہیں پہچانتے یقیناً ان کا حال ہمیں معلوم ہے اب یہ بتاؤ کہ قیامت کے دن آگ میں پڑنے والا اچھا یا ہمیشہ کے لیے خوش اور بے غم ہو جانے والا اچھا جو جی چاہے کیے جاؤ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

کافروں کی بہانہ بازیاں

اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ کَفَرُوْا ۔ بِ ۔ الذِّکْرِ ۔ لَمَّا ۔ جَآءَھُمْ ج وَاِنَّہٗ
تحقیق جن لوگوں نے انکار کردیا ساتھ یاد دہانی کے جب آئی وہ ان تک اور تحقیق وہ
لَکِتٰبٌ ۔ عَزِیْزٌ (۴۱) لَا ۔ یَاْتِیْہِ ۔ الْبَاطِلُ ۔ مِنْ ۔ بَیْنِ ۔ یَدَیْہِ
البتہ ایک کتاب ہے عزت والی نہیں آتا اس تک جھوٹ اس کے سامنے سے
وَلَا ۔ مِنْ ۔ خَلْفِ ۔ ہٖ ط تَنْزِیْلٌ ۔ مِّنْ ۔ حَکِیْمٍ ۔ حَمِیْدٍ (۴۲)
اور نہ پیچھے سے اتاری ہوئی طرف سے حکمت والے خوبیوں والے کے
مَا ۔ یُقَالُ ۔ لَکَ ۔ اِلَّا ۔ مَا ۔ قَدْ ۔ قِیْلَ ۔ لِ ۔ الرُّسُلِ ۔ مِنْ
نہیں کہا جاتا واسطے تیرے مگر جو کہا جا چکا واسطے رسولوں کے
قَبْلِکَ ط اِنَّ ۔ رَبَّکَ ۔ لَذُوْ ۔ مَغْفِرَۃٍ ۔ وَّ ۔ ذُوْ ۔ عِقَابٍ
تجھ سے پہلے تحقیق رب تیرا البتہ صاحب بخشش اور صاحب سزا
اَلِیْمٍ (۴۳) وَلَوْ ۔ جَعَلْنٰہُ ۔ قُرْاٰنًا ۔ اَعْجَمِیًّا ۔ لَّقَالُوْا
درد پہنچانے والی کا ہے اور اگر کردیتے ہم اسے قرآن غیر عربی البتہ کہتے
لَوْلَا ۔ فُصِّلَتْ ۔ اٰیٰتُہٗ ط ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ ط
کیوں نہ کھول گئیں آیتیں اس کی کیا غیر ملکی کتاب اور عرب کے لوگ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَھُمْ ج وَاِنَّہٗ
وہ لوگ نصیحت سے منکر ہوئے جب ان کے پاس آئی اور وہ
لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ (۴۱) لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ
کتاب ہے نادر اس میں جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے
وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ ط تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (۴۲)
اور نہ پیچھے سے اتاری ہوئی حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی طرف سے
مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ
تجھے وہی کہتے ہیں جو سب رسولوں سے تجھ سے پہلے کہہ
قَبْلِکَ ط اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ
چکے ہیں تیرے رب کے ہاں معافی بھی ہے اور دردناک
اَلِیْمٍ (۴۳) وَلَوْ جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا
سزا بھی اور اگر ہم اس کو اوپری زبان کا قرآن کردیتے
لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ ط ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ ط
تو کہتے اس کی باتیں کھولی کیوں نہ گئیں کیا اوپری زبان کی کتاب اور عربی زبان

ارشاد ہے کہ جو لوگ نصیحت اور بھولی ہوئی نیک باتوں کے یاد دلانے والے تذکرہ سے منہ موڑتے ہیں وہ بڑا غضب کر رہے ہیں یہ تذکرہ تو ایک بڑی عزت اور شان والی کتاب ہے جس کے آگے پیچھے جھوٹ پھٹک نہیں سکتا یہ تو اس نے اتاری ہے جو ساری حقیقتوں سے واقف اور تمام خوبیوں کا مالک ہے رہا ان کافروں کا طریقہ تو یہ تیرے ساتھ وہی سلوک کر رہے ہیں جو پہلے پیغمبروں کے ساتھ ان کی قوموں نے کیا پیغمبروں نے لوگوں کو کام کی باتیں بتائیں اور لوگوں نے انہیں دکھ پہنچائے پس تم صبر کرو جو ان میں سے مان لے گا اسے اللہ بخش دے گا وہ غفور و رحیم ہے اور جو نہ مانے گا وہ سزا پائے گا اللہ سزا بھی بہت سخت دکھ بھری دینے والا ہے واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے بہانے باز ہیں قرآن عربی میں اترا تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسے پیغمبر جب مانتے جب کسی اور زبان میں جو اس کی اپنی نہ ہوتی کوئی کتاب لاتا پھر اگر کسی اور زبان میں لاتا تو کہتے کیا خوب اچھا پیغمبر ہے کہ عربی بولنے والے کے پاس اجنبی زبان کی کتاب لے کر آیا ہے ۔

اظہارِ حقیقت

قُلْ ۔ ھُوَ ۔ لِلَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ ھُدًی ۔ وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِیْنَ

تو کہہ دے وہ واسطے ان کے جو ایمان لے آئے ہدایت ہے اور روگ کا علاج اور جو لوگ

لَا ۔ یُؤْمِنُوْنَ ۔ فِیْٓ ۔ اٰذَانِھِمْ ۔ وَقْرٌ ۔ وَّ ۔ ھُوَ ۔ عَلَیْھِمْ

نہیں ایمان لاتے بیچ کانوں ان کے کے بوجھ ہے اور وہ قرآن اوپر ان کے

عَمًی ؕ اُولٰٓئِکَ ۔ یُنَادَوْنَ ۔ مِنْ ۔ مَّکَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾ وَ

چھپا چونڈ ہے وہ پکارے جا رہے ہیں سے جگہ دور کی اور

لَقَدْ ۔ اٰتَیْنَا ۔ مُوْسَی ۔ الْکِتٰبَ ۔ فَاخْتُلِفَ ۔ فِیْہِ ؕ وَ ۔ لَوْلَا

البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پس اختلاف پڑ گیا بیچ اس کے اور اگر نہ ہوتا

کَلِمَۃٌ ۔ سَبَقَتْ ۔ مِنْ رَّبِّکَ ۔ لَقُضِیَ ۔ بَیْنَھُمْ ؕ وَ اِنَّھُمْ

فیصلہ جو پہلے ہو چکا تیرے رب کی طرف سے البتہ فیصلہ چکا دیا جاتا ان میں اور تحقیق وہ

لَفِیْ ۔ شَکٍّ ۔ مِّنْہُ ۔ مُرِیْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ ۔ عَمِلَ ۔ صَالِحًا ۔ فَلِنَفْسِہٖ

البتہ شک میں ہیں اس کی طرف سے جو بے چین کرنے والا ہے جس نے کام کیا نیک پس واسطے جی اپنے کے

وَ مَنْ ۔ اَسَآءَ ۔ فَعَلَیْھَا ؕ وَ مَا ۔ رَبُّکَ ۔ بِظَلَّامٍ ۔ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۴۶﴾

اور جس نے برا کیا پس اسی پر اور نہیں رب تیرا ظلم کرنے والا واسطے بندوں کے

قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِیْنَ

تو کہہ یہ ایمان لانے والوں کے لیے سوجھ ہے اور روگ دور کرنے والا اور

لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرٌ وَّ ھُوَ عَلَیْھِمْ

جو لوگ یقین نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور قرآن ان کے

عَمًی ؕ اُولٰٓئِکَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾ وَ

حق میں اندھاپا ہے ان کو پکارتے ہیں دور کی جگہ سے اور

لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْہِ ؕ وَ لَوْلَا

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی پھر اس میں اختلاف پڑ گیا اور اگر

کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ لَقُضِیَ بَیْنَھُمْ ؕ وَ اِنَّھُمْ

ایک بات جو تیرے رب کی طرف سے پہلے نکل چکی نہ ہوتی تو ان میں

لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ مُرِیْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ

فیصلہ ہو جاتا اور وہ اس قرآن سے ایسے دھوکے میں ہیں جو چین نہیں لینے

وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا ؕ وَ مَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۴۶﴾

دیتا جس نے بھلائی کی سو اپنے واسطے اور جس نے برائی کی سو وہ بھی اسی پر اور تیرا رب ایسا نہیں

ارشاد ہے کہ بہانے بازیاں چھوڑ دو یہ تو وہ کتاب ہے کہ جو اس کو مانے اسے سمجھ بوجھ عطا کرتی ہے سیدھا راستہ دکھاتی ہے اور اس کے ہر قسم کے روگ دور کر دیتی ہے اب جو نہ مانتے تو ضرور اس کے کان میں کچھ ٹھنسا ہوا ہے اور اس قرآن کی تیز روشنی سے انکی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں یہ لوگ تو ایسے ہیں کہ ان کے کان میں آواز ہی نہیں آتی یہ گمراہی میں اتنی دور نکل گئے ہیں کہ حق کی آواز ان کے لیے ایک دور کی آواز ہو گئی ہے اسی طرح حضرت موسیٰؑ تورات لے کر آئے تو اس میں لوگ اختلاف کرنے لگے کسی نے مانا کسی نے نہ مانا پھر دیکھ کر نہ ماننے والوں کا انجام کیا ہوا اگر اللہ نے پہلے ہی حکم جاری نہ کر دیا ہوتا کہ فیصلہ آخرت میں ہوگا تو وہ کب کے بالکل برباد ہو چکے ہوتے یہی ان لوگوں کا حال ہے کہ قرآن کے ماننے میں ہیچر میچر کر رہے ہیں شک و شبہ نے انہیں بے چین کئے ہوئے ہے حق بات یہ ہے کہ جو بھلا کام کرے گا۔ سو اپنے نفع کے لیے کرے گا اور جو برا کرے گا وہ اس کی سزا بھگتے گا۔ اللہ کے ہاں بندوں پر ظلم و ستم کا کوئی کام نہیں ہ

احوالِ قیامت

اِلَيۡهِ ۔ يُرَدُّ ۔ عِلۡمُ ۔ السَّاعَةِ ؕ وَ ۔ مَا ۔ تَخۡرُجُ ۔ مِنۡ
اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے علم قیامت کا اور نہیں نکلتا کوئی
ثَمَرٰتٍ ۔ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا ۔ وَ مَا ۔ تَحۡمِلُ ۔ مِنۡ اُنۡثٰى
پھلوں میں غلافوں سے اس کے اور نہ بوجھ اٹھاتی کوئی مادہ
وَلَا ۔ تَضَعُ ۔ اِلَّا ۔ بِ ۔ عِلۡمِ ۔ هٖ ؕ وَ ۔ يَوۡمَ ۔ يُنَادِ ۔ ىۡ ۔ هِمۡ
اور نہ آتار رکھتی ہے مگر ساتھ علم اس کے کے اور جس دن کہ پکارے گا انھیں
اَيۡنَ ۔ شُرَكَآءِىۡ ۙ قَالُوۡۤا ۔ اٰذَنّٰ ۔ كَ ۙ مَا ۔ مِنَّا ۔ مِنۡ
کہاں ہیں شریک میرے کہیں اطلاع دی ہم نے تجھے نہیں ہم میں سے کوئی
شَهِيۡدٍ ﴿٤٧﴾ وَ ۔ ضَلَّ ۔ عَنۡ ۔ هُمۡ ۔ مَّا ۔ كَانُوۡا ۔ يَدۡعُوۡنَ
گواہ اور کھو گیا ان سے جو تھے وہ پکارتے
مِنۡ ۔ قَبۡلُ ۔ وَ ظَنُّوۡا ۔ مَا ۔ لَهُمۡ ۔ مِّنۡ ۔ مَّحِيۡصٍ ﴿٤٨﴾
اس سے پہلے اور جان گئے کہ نہیں ان کے لیے کوئی بچاؤ

اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ
اسی کی طرف حوالہ ہے قیامت کی خبر کا اور کوئی میوے اپنے
ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى
غلاف سے نہیں نکلتے اور کسی مادہ کو حمل نہیں رہتا
وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ
اور نہ وہ جنتی ہے کہ جس کی اسے خبر نہیں اور جس دن انھیں پکارے گا
اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ
کہاں ہیں میرے شریک بولیں گے ہم نے تو تجھے بتایا کہ ہم میں کوئی
شَهِيۡدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَدۡعُوۡنَ
اس کا اقرار نہیں کرتا اور جو وہ پہلے پکارتے تھے وہ ان سے
مِنۡ قَبۡلُ وَظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِيۡصٍ ﴿٤٨﴾
کھویا گیا اور سمجھ گئے کہ انھیں کوئی خلاصی نہیں

تَحۡمِلُ (حاملہ ہوتی) اصل معنی بوجھل ہوئی ۔ تَضَعُ (نیچے رکھتی) اصل معنی بوجھ اتار کر رکھتی مراد ہے جنتی مَحِيۡص بھاگ کر بچ جانا مصدر میمی ہے ح ۔ ی ۔ ص سے

جب مکہ والوں سے کہا گیا کہ ایک دن قیامت کا آنے والا ہے جب تم سب دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور اپنے عملوں کا حساب دو گے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کب آئیگی اس آیت میں اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ تم قرآن حکیم کے کہنے پر یقین کر لو کہ وہ ضرور آ کر رہے گی یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آئیگی اسکا علم صرف اللہ کو ہے آخر بہت سی چیزیں ہیں جنہیں سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا مگر جب وقت آجاتا ہے تو وہ آجاتی ہیں اور سب جان لیتے ہیں مثلاً خوشوں سے پھول کا نکلنا پیٹ کے اندر کا بچہ اس کی پیدائش کا صحیح وقت پہلے سے کوئی یقینی طور پر نہیں مقرر کر سکتا صرف قیاس اور اٹکل کی بنا پر یا تجربہ کاروں کے بتلانے سے جانتے ہیں اسی طرح قیامت کو بھی قرآن کے بتانے سے جانو اور مانو اور سنو جب وہ دن آئے گا اللہ ارشاد فرمائے گا کہاں ہیں وہ آج جنہیں تم میرا شریک ٹھہراتے تھے ۔ لوگ کہیں گے ہم کہے دیتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اقرار نہیں کرتا کہ ہم مشرک تھے ادھر ادھر دیکھیں گے تو ان میں سے جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے کوئی نظر نہ آئے گا زبان سے شرک کا انکار کریں گے لیکن ان کا دل جانتا ہو گا کہ آج چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ۔

عجیب عادت

لَا - یَسْـَٔمُ - الْاِنْسَانُ - مِنْ دُعَآءِ - الْخَیْرِ - وَاِنْ - مَّسَّہُ
نہیں اکتاتا آدمی بھلائی مانگنے سے اور اگر چھو جائے اسے
الشَّرُّ - فَیَئُوْسٌ - قَنُوْطٌ (۴۹) وَلَئِنْ - اَذَقْنٰہُ - رَحْمَۃً
برائی پس مایوس ہے ناامید اور البتہ اگر مزہ چکھائیں ہم اُن کو رحمت کا
مِّنَّا - مِنْ بَعْدِ - ضَرَّآءَ - مَسَّتْہُ - لَیَقُوْلَنَّ - ھٰذَا
اپنی پیچھے کسی برائی کے کہ چھوئے اسے البتہ ضرور کہے یہ ہے
لِیْ - وَ - مَآ - اَظُنُّ - السَّاعَۃَ - قَآئِمَۃً - وَ - لَ - اِنْ
واسطے میرے اور نہیں گمان کرتا میں گھڑی کو کھڑی ہونے والی اور البتہ اگر
رُّجِعْتُ - اِلٰی - رَبِّیْٓ - اِنَّ - لِیْ - عِنْدَہٗ - لَلْحُسْنٰی
لوٹایا گیا میں طرف رب اپنے کے تحقیق میرے لیے اس کے پاس البتہ اچھائی
فَ - لَ - نُنَبِّئَنَّ - الَّذِیْنَ - کَفَرُوْا - بِ - مَا - عَمِلُوْا
پس البتہ خبر دیں گے ہم انھیں جنھوں نے کفر کیا اس کی جو کیا انھوں نے
وَ - لَ - نُذِیْقَنَّھُمْ - مِّنْ - عَذَابٍ - غَلِیْظٍ (۵۰)
اور البتہ ضرور چکھائیں گے ہم انھیں ایک سخت عذاب

لَا یَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ وَاِنْ مَّسَّہُ
آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا اور اگر برائی پہنچ جائے
الشَّرُّ فَیَئُوْسٌ قَنُوْطٌ (۴۹) وَلَئِنْ اَذَقْنٰہُ رَحْمَۃً
تو آس توڑ بیٹھتا ہے ناامید ہو کر اور اگر ہم اسے کچھ اپنی مہربانی
مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْہُ لَیَقُوْلَنَّ ھٰذَا
کا مزہ چکھا دیں ایک تکلیف کے پیچھے جو اسے پہنچی تو کہنے لگے
لِیْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَآئِمَۃً ۙ وَّلَئِنْ
یہ ہے میرے لائق اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے اور اگر میں
رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَہٗ لَلْحُسْنٰی ۚ
اپنے رب کی طرف پھر گیا بھی تو میرے لیے اس کے پاس خوبی
فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫
ہے سو ہم منکروں کو جتلا دیں گے جو انھوں نے کیا
وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ (۵۰)
اور چکھائیں گے انھیں ایک سخت عذاب

ارشاد ہے کہ آدمی عیش و آرام تندرستی کی طلب میں لگا رہتا ہے اور اس سے کبھی نہیں تھکتا اور کسی وقت کچھ تکلیف پہنچ جائے تو ناامید ہو کر آس توڑ بیٹھتا ہے۔ اسے اللہ پر بھروسہ نہیں محض ظاہری اسباب ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے ارشاد ہے کہ اگر ہم تکلیف کے بعد اس کی حالت اپنی رحمت سے درست کر دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں نعمت کا ہی حقدار ہوں مجھے یہ ملنی ہی چاہیے۔ میں نہیں جانتا کہ قیامت آئے گی اور فرض کرو آئی بھی اور میں اللہ کے سامنے واپس گیا تو وہ وہاں بھی مجھے نعمت سے مالا مال کر دے گا ارشاد ہے کہ بات یہ نہیں جو دنیا میں ہمیں نہیں مانتے ہم قیامت کے دن ان کے عملوں کو ان کے سامنے رکھ دیں گے اور ان کی لاپرواہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم انہیں ان عملوں کی سخت سزا دیں گے اور بہت ہی کھڑے عذاب میں ڈال دیں گے۔ کیسی صاف صاف باتیں ہیں عقل مند تو ان کے سننے کے بعد ان پر عمل کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہاں جو سنے ہی نہیں اور دھیان ہی نہ دے اس کا کیا علاج۔

نرالا طریقہ

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ
اور جب ہم انسان پر اپنی نعمتیں بھیجیں تو ٹلا جائے اور اپنی کروٹ موڑ لے
وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ
اور جب اس کو برائی آ لگے تو چوڑی دعائیں کرے ۔ تو کہہ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ
بھلا دیکھو تو اگر یہ اللہ کے پاس سے ہوا پھر تم نے اس کو نہ مانا
بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾
پھر اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو دور چلا جائے مخالف ہو کر

وَاِذَآ ۔ اَنْعَمْنَا ۔ عَلَى ۔ الْاِنْسَانِ ۔ اَعْرَضَ ۔ وَ ۔ نَاٰ ۔ بِجَانِبِهٖ
اور جب انعام کریں ہم اوپر انسان کے منہ پھیرے اور دور ہو جائے ساتھ پہلو اپنے کے
وَاِذَا ۔ مَسَّهُ ۔ الشَّرُّ ۔ فَـ ۔ ذُوْ ۔ دُعَآءٍ ۔ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ
اور جب آ لگے اسے برائی بس صاحب پکار چوڑی کا کہہ تو
اَرَءَيْتُمْ ۔ اِنْ ۔ كَانَ ۔ مِنْ ۔ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ ثُمَّ ۔ كَفَرْتُمْ
کیا دیکھا تم نے اگر ہوا یہ پاس سے اللہ کے پھر کفر کیا تم نے
بِهٖ ۔ مَنْ ۔ اَضَلُّ ۔ مِمَّنْ ۔ هُوَ ۔ فِيْ ۔ شِقَاقٍۭ ۔ بَعِيْدٍ ﴿٥١﴾
ساتھ اس کے کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو وہ بیچ مخالفت دور کی کے ہے

ارشاد ہے کہ انسان کا عجیب حال ہے جب ہم اسے اپنی نعمتیں عطا کرتے ہیں اور وہ خوشحال اور مالدار ہو جاتا ہے تو ہماری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور دوسری طرف کی کروٹ بدل لیتا ہے ہمارے حکموں کی پرواہ نہیں کرتا اور غلط باتوں میں لگا رہتا ہے گویا اللہ اس کی حرکتوں کو دیکھ ہی نہیں رہا اور اس کے عمل لکھے نہیں جا رہے اور جب مصیبت آ پڑتی ہے تو اللہ کے سامنے لمبی چوڑی دعائیں مانگنے بیٹھ جاتا ہے۔ اور اللہ کے نیک بندوں سے پوچھتا پھرتا ہے کہ آپ کے پاس کوئی وظیفہ ہے تو بتائیے جس کے پڑھنے سے یہ مصیبت دور ہو جائے کبھی تسبیح پھیرتا ہے۔ کبھی ہاتھ پھیلا کر بڑی دیر تک دعائیں مانگتا ہے اسے یہ یاد نہیں رہتا کہ جب بھلا چنگا تھا تو مسجدوں سے منہ موڑ کر چلا جاتا تھا، بلکہ اللہ اللہ کرنے والوں اور نماز روزے میں مشغول رہنے والوں کی کھلے طور پر ہنسی اڑاتا تھا آج کس منہ سے اللہ کو پکار رہا ہے بتانا یہ ہے کہ یہ طریقہ ٹھیک نہیں چاہیے یہ کہ خوشحالی میں اللہ کو نہ بھولے خوشی خوشی اس کے حکم بجا لائے نماز پڑھے بے کسوں اور محتاجوں کی جان و مال سے مدد کرے اور مصیبت میں صبر کرے بے قرار نہ ہو اللہ کی رحمت پر بھروسہ رکھے اور اس کے کرم کا امیدوار رہے۔

آگے ارشاد ہے کہ کبھی یہ بھی سوچا کہ اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ کی طرف سے انسان کی ہدایت کے لیے آیا ہے جیسا کہ وہ حقیقت میں آیا ہے تو اس کے انکار کرنے والوں کی اور اس کی ہدایتوں کو نہ ماننے والوں کی کیا گت بنے گی کیا کوئی اس سے زیادہ گمراہ ہو سکتا ہے جو اس کی باتوں سے دور ہوتا اور نافرمانی میں دن بدن بڑھتا ہی چلا جائے۔

حقانیت چھپی نہ رہے گی

سَنُرِیۡ - هِمۡ - اٰیٰتِ - نَا - فِی - الۡاٰفَاقِ - وَ - فِیۡۤ
عنقریب دکھائیں گے ہم انہیں اپنی نشانیاں دنیا میں اور بیچ
اَنۡفُسِهِمۡ - حَتّٰی - یَتَبَیَّنَ - لَهُمۡ - اَنَّ - هُ - الۡحَقُّ ؕ
جانوں ان کی کے یہاں تک کہ ظاہر ہو جانے واسطے ان کے کہ وہ درست ہے
اَ - وَ - لَمۡ - یَکۡفِ - بِرَبِّکَ - اَنَّ - هٗ - عَلٰی - کُلِّ - شَیۡءٍ
کیا اور نہیں کافی تیرا رب اس کے لیے کہ وہ اوپر ہر چیز کے
شَهِیۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ - اِنَّ - هُمۡ - فِیۡ - مِرۡیَۃٍ - مِّنۡ - لِّقَآءِ
گواہ ہے آگاہ رہ کہ وہ بیچ شک کے ہیں ملنے سے
رَبِّهِمۡ ؕ اَلَاۤ - اِنَّ - هٗ - بِکُلِّ - شَیۡءٍ - مُّحِیۡطٌ ﴿۵۴﴾
رب اپنے کے آگاہ رہو (تیرا رب) ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ
اب ہم ان کو اپنی قدرت کے نمونے دنیا میں اور خود ان کی
اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ
جانوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ یہ ٹھیک ہے
اَوَ لَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ
کیا تیرا رب ہر چیز پر گواہ ہونے کے لیے تھوڑا
شَهِیۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآءِ
ہے سنتا ہے وہ اپنے رب کی ملاقات سے دھوکے
رَبِّهِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ ﴿۵۴﴾
میں ہیں سنتا ہے وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے

پہلے ارشاد ہوا کہ انسان اگر اچھے حال میں ہو تو اللہ کی طرف سے منہ موڑے رکھتا ہے شکر ادا کرنا کیسا اس کو مانتا ہی نہیں اور اگر کسی مصیبت میں پھنس جائے اور کوئی چارہ نہ رہے تو پھر بے صبر ہو کر اللہ کو پکارنے لگتا ہے اس کی یہ بات ٹھیک نہیں اسے چاہیے کہ قرآن کو سمجھے اور وہی طریقہ اختیار کرے جو اس نے بتایا ہے - پھر ارشاد ہوا کہ قرآن کو اور کسی طرح نہیں تو اسی طرح مانو کہ اگر ٹھیک ہوا تو نہ ماننے والوں کی بری گت بنے گی۔

اس کے بعد ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے جنہوں نے اس کی سچائی سنتے ہی مان لی وہ بڑے سمجھ دار ہیں ورنہ رفتہ رفتہ اس کی سچائی بعد میں آنے والے واقعات سے ظاہر ہوتی چلی جائے گی بلکہ خود اس کے نہ ماننے والوں کے سر پر وہ ساری باتیں گزریں گی جو اس میں بتائی جا رہی ہیں اس وقت وہ پچھتائیں گے اور شرم سے پانی پانی ہو جائیں گے عجب تماشہ ہے کہ یہ اس کی سچائی پر اللہ کی گواہی کو کافی نہیں سمجھتے حالانکہ اللہ کو ہر چیز کی حقیقت معلوم ہے اور وہ سب کا حال جانتا ہے اصل بات یہ ہے کہ انہیں یہ دھوکا لگ گیا ہے کہ انہیں اللہ کے سامنے حاضر نہیں ہونا لوگو! یاد رکھو کہ اللہ کی قدرت کے اندر ہر چیز گھری ہوئی ہے اور اس کا ایک ایک ذرّہ اللہ کے بس میں ہے اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

سورۃ حم السجدۃ کیا بتاتی ہے

اس قرآن کو اس اللہ نے نازل فرمایا جو ہر مخلوق کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کو پورا کرتا ہے انسان کے لیے ہدایت کی ضرورت تھی کیونکہ اگر اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے پڑ جاتا اور شیطان اس کو بہکا کر ادھر ادھر لیے پھرتا اس کتاب میں اس کو بھلے اور برے کاموں میں فرق کرنا بہت کھول کر سمجھایا گیا ہے اس میں خوشخبری بھی ہے اور ڈراوا بھی۔ جو لوگ علم رکھتے ہیں۔ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے لیکن افسوس کہ اکثر لوگ اُس کی باتوں سے کتراتے ہیں اور جب ان سے کہا جائے آؤ اور قرآن سنو اور سمجھو کہ یہ کیا کہتا ہے تو جواب میں کہتے ہیں ہمارے کانوں میں اس کی آواز آتی ہی نہیں تم تو اس کی باتیں مان کر ہم سے بالکل جدا ہو گئے۔ جاؤ اپنا کام کرو ہم تو جو کچھ کرتے آئے ہیں وہی کرتے رہیں گے وجہ کیا کہ اسے چھوڑ کر نیا راستہ اختیار کرلیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اس کے جواب میں ان سے کہو کہ میں تم سے جدا کب ہوں تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہوں تمہارے پیدا کرنے والے نے مجھے یہ بتلایا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے اسی کی طرف سیدھے منہ کر کے چلو اپنی خطاؤں اور گناہوں کی اس سے بخشش مانگتے رہو اب جو ایک اللہ کے سوا اوروں کو پوجے گا اس کی خیر نہیں اس پر شیطان کا قابو چل گیا ہے یہ غریبوں محتاجوں کو صدقہ خیرات کچھ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کر بیٹھے ہیں۔ اب تو بھلا فقط انہی کا ہوگا جو اللہ پر ایمان لاکر اچھے کام کریں گے انہیں ان کے کاموں کا اچھا بدلہ ملے گا جو کبھی موقوف نہ ہوگا آخر تم اللہ کو کیوں نہیں مانتے۔ اُس نے زمین بنائی آسمان بنائے اور قریب کے آسمان کو ستاروں سے جگ مگ کر دیا ان سب کا بنانے والا زبردست ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اگر اُس کو نہ مانا تو یاد رکھو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلے لوگوں کا ہوا جنہوں نے اس کی باتیں نہ سنی اور اپنی ضد پر قائم رہے ان پر طرح طرح کی آفتیں زلزلے کڑک وغیرہ جیسی چنیں آئیں اور وہ تباہ ہو گئے انہوں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور قوت پر مغرور ہو گئے یہ نہ سمجھا کہ اللہ ان سے زیادہ طاقتور ہے یاد رکھو قیامت میں تمہارے ہاتھ پاؤں خود ہی گواہی دیں گے کہ ہم سے انہوں نے برے کام کیے اس لیے مکہ نا کچھ کام نہ آئے گا اللہ کو یہیں ماننا ہے تو منالو قیامت کے دن اس کا موقع نہ ملے گا ایمان والوں کے دونوں جہان میں فرشتے مددگار ہیں پس ایمان لاؤ اور اخلاق درست کرو بُروں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ ان کی خطاؤں کو معاف کرو اس کے بغیر دنیا میں مل جل کر رہنا مشکل ہے یاد رکھو کہ اخلاق بغیر کوشش کے درست نہیں ہو سکتے شیطان گھات میں لگا ہوا ہے اس سے اللہ کی پناہ مانگو اللہ ہی کو ہر وقت یاد کرو اگر آج قرآن کی ہدایت پر نہ چلے تو کل پچھتانا پڑے گا اس کی باتیں بالکل سچی ہیں ؛

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی

ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن کی بیالیسویں سورت ہے اور ان سورتوں میں سے ایک ہے جو قیام مکہ کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئیں اس کا نام "الشوریٰ ہے"۔ اور یہ ان سورتوں میں جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں۔ تیسری سورت ہے اور اس کے پانچ رکوع ہیں اس میں اللہ عزوجل کی اعلیٰ صفتوں کی طرف توجہ دلا کر خبردار کیا گیا ہے کہ اس کی طرف سے غافل مت ہو اور اس کی شان میں گستاخی مت کرو اللہ کے نہ ماننے والے اللہ کی آنکھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں وہ ان کی ساری باتیں سنتا اور جانتا ہے۔ لوگوں کے کرتوت تو ایسے ہیں کہ ان کے سر پر آسمان پھٹ پڑے لیکن فرشتے اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس کی حمد و ثنا بیان کرتے رہتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور ان باتوں کی بدولت دنیا قائم ہے اور کافروں کو ایک مدت تک مہلت دی جا رہی ہے۔ ورنہ کب کا قصہ تمام ہو چکا ہوتا۔ اے رسول تیرے ذمہ ان کا زبردستی راہ راست پر لانا نہیں ہم نے تو یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ مکہ والوں کو اور اس کے گرد دنیا میں جتنے انسان جہاں جہاں بستے ہیں تُو ان کو اسے سنا دے اور ڈرا دے کہ دیکھو قیامت آنے والی ہے اس دن سارے انسان اکٹھے کئے جائیں گے اور ان کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی۔ کچھ لوگ جنت میں اور کچھ لوگ اپنے عملوں کی بدولت دوزخ میں جائیں گے کہہ دے کہ ہم سب انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتے لیکن ہمیں یہ منظور ہوا کہ انسانوں کا امتحان لیا جائے اور ان میں سے جو کامیاب ہوں انہیں اپنی رحمت میں داخل کیا جائے اور جو امتحان میں رہ جائیں انہیں سزا دی جائے یاد رکھو کہ باغیوں کے لیے اس دن کوئی سفارش کرنے والا یا مدد کرنے والا نہ ہوگا۔ مارنا اور زندہ کرنا اللہ کے لیے آسان ہے اس کی قدرت میں سب کچھ ہے اس سے کہہ دو کہ اللہ اپنے کمال میں اکیلا ہے کوئی اس کے برابر کا نہیں سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے اس نے انسان کے لیے ایک ہی دین بنایا ہے اور سارے رسول اسی کو سکھاتے چلے آرہے ہیں اس میں پھوٹ مت ڈالو اے رسول تو اسی دین کی طرف سب کو بلا اور خود بھی اس پر عمل کر کے لوگوں کے لیے مثال قائم کر اس کے بعد جو نہ مانے اس کے لیے اللہ کا عذاب تیار رہے قرآن حکیم ایک کسوٹی ہے اس پر اپنے اعمال کو پرکھتے رہو کھرا کھوٹا الگ الگ معلوم ہو جائے گا ان سے کہہ دے کہ جو دنیا ہی کا طالب ہوگا۔ اسے دنیا کچھ نہ کچھ مل جائے گی مگر آخرت میں وہ خالی ہاتھ ہوگا۔ ان سے کہہ دو کہ تم مجھے مت ستاؤ۔ اللہ کا پیغام دنیا میں سب کو پہنچانے دو اور کچھ نہیں تو رشتہ داری ہی کا خیال کرو۔ اس پیغام میں سب کا بھلا ہے اس کے بعد مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کا وہ کونسا طریقہ ہے جس سے دونوں جہانوں کی کامیابی حاصل ہو۔

اٰیَاتُھَا ۵۳ (۴۲) سُوۡرَۃُ الشُّوۡرٰی مَکِّیَّۃٌ (۶۲) رُکُوۡعَاتُھَا ۵

اللہ کی صفتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ کَ-ذٰلِکَ-یُوۡحِیۤ-اِلَیۡکَ

حامیم عین سین قاف مانند اس کے وحی بھیجتا ہے طرف تیری

وَاِلَی-الَّذِیۡنَ-مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ-الۡعَزِیۡزُ-الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾

اور طرف ان کی جو تھے پہلے تجھ سے اللہ زبردست بھید سے واقف

لَہٗ-مَا-فِی السَّمٰوٰتِ-وَمَا-فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ هُوَ

واسطے اس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور بیچ زمین کے ہے اور وہی ہے

الۡعَلِیُّ-الۡعَظِیۡمُ ﴿۴﴾ تَکَادُ-السَّمٰوٰتُ-یَتَفَطَّرۡنَ

سب سے اوپر بڑا قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں

مِنۡ-فَوۡقِهِنَّ-وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ-یُسَبِّحُوۡنَ-بِحَمۡدِ

اوپر کی جانب سے اپنی اور فرشتے کہتے ہیں پاک ہے وہ ساتھ خوبی

رَبِّ-هِمۡ-وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَ-لِمَنۡ-فِی الۡاَرۡضِ ؕ

رب اپنے کی اور استغفار کرتے ہیں واسطے اس کے جو بیچ زمین کے ہے

اَلَاۤ-اِنَّ اللّٰہَ-هُوَ-الۡغَفُوۡرُ-الرَّحِیۡمُ ﴿۵﴾

خبردار رہو بے شک اللہ وہی ہے بخشنے والا مہربان

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ کَذٰلِکَ یُوۡحِیۤ اِلَیۡکَ

حٰم عسق اسی طرح تیری طرف اور تجھ سے

وَاِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾

پہلوں کی طرف وحی بھیجتا ہے اللہ زبردست حکمتوں والا ہے

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَهُوَ

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اسی کا ہے سب سے

الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۴﴾ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ

اوپر بڑا وہی ہے قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ

مِنۡ فَوۡقِهِنَّ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ

پڑیں اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں کہہ کر

رَبِّهِمۡ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ

اپنے رب کی اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے

اَلَاۤ اِنَّ اللّٰہَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵﴾

سنتا ہے معاف کرنے والا مہربان وہی ہے

ارشاد ہے کہ ایسے ہی صاف صاف حکم اور ارشادوں میں بعض بھید کی باتیں تمہاری طرف اللہ وحی کے ذریعے بھیجتا ہے۔ اسی طرح پہلے رسولوں کی طرف بھی اسی نے بھیجیں وہ نہ بھیجے تو کون بھیجے وہی تو ساری قوتوں کا مالک اور سارے بھیدوں کا جاننے والا ہے آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور وہی سب سے اعلیٰ اور بڑائی والا ہے اس کے رعب اور خوف سے آسمان اوپر کی جانب سے پھٹ پڑنے کے قریب ہے فرشتے اپنے رب کی خوبیاں گنوا گنوا کر اس کی پاکی بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں انہی کی پاکی بیان کرنے اور تعریف کرنے کی وجہ سے ساری دنیا کا انتظام قائم ہے وہی ہیں جو اللہ سے زمین پر بسنے والوں کے گناہ بخشواتے رہتے ہیں اور راستے حق میں استغفار کرتے رہتے ہیں کان کھول کر سنو اللہ ہی بخشنے والا ہے اور کسی کے پاس کوئی طاقت نہیں جو بخشے یا رحم کرے۔

قرآن کا مقصد

وَالَّذِيْنَ ـ اتَّخَذُوْا ـ مِنْ دُوْنِهٖٓ ـ اَوْلِيَآءَ ـ اللّٰهُ ـ حَفِيْظٌ
اور وہ لوگ پکڑا انھوں نے سوا اس کے رفیق اللہ نگہبان ہے
عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ ـ اَنْتَ ـ عَلَيْهِمْ ـ بِوَكِيْلٍ ⑥ وَكَذٰلِكَ ـ اَوْحَيْنَآ
اوپر ان کے اور نہیں تو اوپر ان کے مقرر کیا ہوا اور مانند اس کے وحی کی ہم نے
اِلَيْكَ ـ قُرْاٰنًا ـ عَرَبِيًّا ـ لِّتُنْذِرَ ـ اُمَّ الْقُرٰى ـ وَمَنْ
طرف تیری قرآن عربی تاکہ ڈراوے تو سب سے بڑے گاؤں کو اور
حَوْلَهَا ـ وَتُنْذِرَ ـ يَوْمَ ـ الْجَمْعِ ـ لَا رَيْبَ ـ فِيْهِ ؕ
گرد اس کے اور ڈر سناوے اکٹھے ہونے کے دن کا کہ نہیں شک بیچ اس کے
فَرِيْقٌ ـ فِي الْجَنَّةِ ـ وَ ـ فَرِيْقٌ ـ فِي السَّعِيْرِ ⑦
ایک گروہ بیچ جنت کے اور ایک گروہ بیچ دہکتی آگ کے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ
اور جنھوں نے اللہ کے سوا رفیق پکڑے ہیں اور اللہ کو وہ سب یاد ہیں
عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ⑥ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ
اور تجھ پر ان کا ذمہ نہیں اور ہم نے تجھ کو عربی زبان کا
اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ
قرآن اسی طرح اتارا کہ تو بڑے گاؤں کو اور اس کے آس پاس
حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ
والوں کو ڈر سناوے اور جمع ہونے کے دن کی خبر سناوے اس میں
فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ⑦
دھوکا نہیں ایک فرقہ بہشت میں اور ایک آگ میں

اُمُّ الْقُرٰى شہر مکہ مراد وہاں کے باشندے ہیں اُمّ جڑ یا اصل کو کہتے ہیں ماں کے لیے بھی یہی لفظ ہے قُرٰی قریہ کی جمع ہے قَرْيَةٌ چھوٹی بستی کو کہتے ہیں اُمُّ الْقُرٰى مکہ کا لقب ہے جو شروع میں چھوٹی سی بستی تھی۔ مَنْ حَوْلَهَا جو لوگ مکہ کے گرد ہیں یعنی ساری دنیا کے لوگ کیونکہ دنیا کی ساری آبادیاں مکہ کے گرد ہیں وہ آباد دنیا کے درمیان میں ہے کنارہ پر نہیں ۔

ارشاد ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں جو چاہے کروں میرا کوئی پوچھنے والا نہیں یہ جو اللہ عزوجل کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا ساتھی بنائے ہوئے ہیں اور ان کی خوشامد بندگی اور پوجا پاٹ میں لگے رہتے ہیں اللہ کو ان کا رتی رتی کا حال معلوم ہے اے رسول ہم نے تمہیں ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔ اگر کوئی نہ مانے تو تمہارے ذمہ یہ نہیں کہ اس کو زبردستی منواؤ لوگو تم نے قرآن سنا بس اس کا شروع سے آخر تک یہی ڈھنگ ہے ۔ یہ عربی زبان میں پڑھنے کی ایک کتاب ہے ہم نے اے رسول وحی کے ذریعے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ مکہ کی بستی والوں کو اور انکے ارد گرد قریب یا دور جتنی بھی انسانوں کی آبادی ہے ان سب کو ڈرا دو کہ لوگو تمہیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور یہ ڈراؤنی خبر بھی سنا دو کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ جس میں سارے انسان اکھٹے کیئے جائیں گے ایک گروہ بہشت والوں کا ہوگا اور ایک دوزخ والوں کا جنتیوں کے گروہ میں شامل ہونا ہے ۔ تو قرآن کے مطابق عمل کرو ۔

سب ایک جیسے نہیں

وَلَوْ ۔ شَآءَ ۔ اللّٰهُ ۔ لَجَعَلَ ۔ هُمْ ۔ اُمَّةً
اوراگر چاہتا اللہ البتہ کردیتا انھیں امت
وَّاحِدَةً ۔ وَّ لٰكِنْ ۔ يُّدْخِلُ ۔ مَنْ يَّشَآءُ
ایک اور لیکن داخل کرتا ہے وہ جسے چاہتا ہے
فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ ۔ مَا لَهُمْ ۔ مِّنْ وَّلِىٍّ
بیچ رحمت اپنی کے اور ظلم کرنے والے نہیں واسطے ان کے کوئی ساتھی
وَّلَا ۔ نَصِيْرٍ ⑧ اَمِ ۔ اتَّخَذُوْا ۔ مِنْ دُوْنِهٖٓ
اور نہ مددگار کیا بنالئے ہیں انھوں نے اس کے سوا
اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ ۔ هُوَ ۔ الْوَلِىُّ ۔ وَهُوَ ۔ يُحْىِ
ساتھی پس اللہ وہی کارساز ہے اور وہی زندہ کرتا ہے
الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ ۔ عَلٰى ۔ كُلِّ ۔ شَىْءٍ ۔ قَدِيْرٌ ⑨
مرُدے اور وہ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھنے والا ہے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً
اوراگر اللہ چاہتا توسب کو ایک ہی فرقہ کردیتا
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ
لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے
فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِىٍّ
اور گنہگار جو ہیں ان کا نہ کوئی رفیق ہے
وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
نہ مددگار کیا انھوں نے اس سے ورے کام بنانے والے
اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِىُّ وَهُوَ يُحْىِ
پکڑے ہیں سو اللہ جو ہے وہی کام بنانے والا ہے اور وہی
الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ⑨ ع ۲
مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے

پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن کا پیغام کسی ایک فرقہ کے لیے نہیں دنیا کے سارے انسانوں کے لیے ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رسول کا کام انسانوں کے کانوں تک اس بات کا پہنچا دینا ہے کہ انسان کا ہر کام پوچھا جائے گا اور یہ پوچھنا قیامت کے دن ہوگا جبکہ تمام انسان ایک جگہ اکٹھے کئے جائیں گے شبہ ہو سکتا تھا کہ آخر یہ چھانٹنے کا انتظام کیا ضرور تھا سب کو نیک بنا کر جنت میں داخل کر دیا ہوتا اس شبہ کو ان آیتوں میں دور کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے ہر قسم کی مخلوق پیدا کی ہے ایک ایسی بھی ہونی چاہیے تھی جو بُرائی اور بھلائی کے فرق کو سمجھ سکتی اور ان میں سے جو چاہتا وہ اپنے لیے اچھا یا بُرا راستہ پسند کر سکتا وہ مخلوق انسان ہے ان میں سے جو اپنی سمجھ اور سوچ سے اللہ کو مانے گا اور اس کی نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن کی باتوں پر عمل کرے گا اسے اللہ اپنی رحمت سے نوازے گا اور جو نہ مانے گا وہ اپنی جان پر ظلم کرے گا۔ اسے سخت سزا ملے گی اور اس کا اس وقت کوئی ساتھی اور مددگار نہ ہوگا۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ دنیا ہی میں اللہ کو اپنا ساتھی اور مددگار بنانے کی کوشش کرے تاکہ قیامت کے دن بے بس اور بے آسرا نہ رہ جائے لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا ساتھی بناتے اور ان سے مدد مانگتے ہیں ارے بھلے مانسو مدد تو فقط اللہ ہی کر سکتا ہے اسی کے بس میں سب کچھ ہے وہ مُردوں تک میں جان ڈال کر انہیں زندہ کر سکتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہے جو اس سے نہیں ہو سکتا۔

فیصلہ کون کرے؟

وَمَا - اخْتَلَفْتُمْ - فِيهِ - مِنْ شَيْءٍ - فَحُكْمُهُ
اور جو کہ اختلاف کرتے ہو تم بیچ اس کے کوئی چیز ہو پس فیصلہ اس کا
إِلَى - اللهِ ۚ ذٰلِكُمُ - اللهُ - رَبِّي - عَلَيْهِ
طرف اللہ کی ہے وہ ہی اللہ رب ہے میرا اسی پر
تَوَكَّلْتُ ۖ وَإِلَيْهِ - أُنِيبُ ⑩ فَاطِرُ
میں بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں بنانے والا
السَّمٰوٰتِ - وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ - لَكُمْ
آسمانوں کا اور زمین کا بنا دیے واسطے تمہارے
مِنْ أَنْفُسِكُمْ - أَزْوَاجًا - وَ - مِنَ - الْأَنْعَامِ
جانوں تمہاری سے جوڑے اور چوپایوں میں سے
أَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ - فِيهِ ۚ لَيْسَ
جوڑے پھیلاتا ہے تمہیں اس میں نہیں
كَمِثْلِ - هٖ - شَيْءٌ ۚ وَهُوَ - السَّمِيعُ - الْبَصِيرُ ⑪
مانند اس کے کوئی چیز اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ
اور جس بات میں تم جھگڑا کرتے ہو اس کا فیصلہ
إِلَى اللهِ ۚ ذٰلِكُمُ اللهُ رَبِّي عَلَيْهِ
اللہ کے حوالے ہے وہ ہے اللہ رب میرا اسی پر
تَوَكَّلْتُ ۖ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ⑩ فَاطِرُ
مجھے بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ آسمانوں کا
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ
اور زمین کا بنانے والا ہے تمہارے واسطے تمہیں میں سے
مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ
جوڑے بنا دیے اور چوپایوں میں سے جوڑے
أَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ
بکھیرتا ہے تمہیں اسی طرح نہیں اس کی
كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ⑪
طرح کا کوئی اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے

فَاطِرُ (پیدا کرنیوالا) اسم فاعل ہے ف۔ط۔ر سے فطر کے معنی نئی چیز بنانے کے ہیں یعنی بغیر نمونہ کوئی چیز بنا دینا اس کیلئے دوسرا لفظ ابداع ہے۔

يَذْرَؤُ (پھیلاتا ہے بکھیرتا ہے) مضارع ہے ذرء سے ذَرْءٌ کے معنی بکھیرنا جیسے مزارع کھیت میں دانے بکھیرتا ہے مراد ہے نسل پھیلانا۔

كَمِثْلِهٖ (مانند اس کے) ک اور مثل کے ایک ہی معنی ہیں یعنی مانند اور مشابہ مثل کا لفظ ک کی تاکید کیلئے بڑھا دیا گیا ہے۔

پہلے معلوم ہوا کہ دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اسمیں ایک کی رائے دوسرے سے جدا ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ کام جب ہی چلتا ہے جب باہم سمجھوتا ہو جائے مگر یہ سمجھوتہ کون کرے۔ ارشاد ہے کہ تم میں باہم اگر خیالات کا فرق ہو اور جھگڑے کی صورت پیدا ہو جائے تو اسکے فیصلے کیلئے اللہ ہی کی طرف جھکنا پڑیگا کیونکہ اور سب کو تو کوئی نہ کوئی اپنی غرض ہوتی ہے صرف ایک اللہ ہی بے نیاز ہے اسے کسی کی حاجت نہیں اس لیئے اے رسول ان سے کہدو کہ میں تو اللہ ہی پر ہر فیصلہ چھوڑتا ہوں وہی میرا رب ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور ہر بات میں اسی کی طرف جھکتا ہوں اُسی نے تم میں اور چوپایوں میں نر اور مادہ کے جوڑے بنائے اور ان سے تم سب کی نسل پھیلائی اس اللہ جیسی اور کوئی ہستی ہے ہی نہیں وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے پھر اسکے سوا اور کسی کی طرف جھکنا لے کا ہے کیونکہ سب حاجتمند ہیں اور فقط وہی ایک حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔

انسان کے لیے دین

لَهٗ ۔ مَقَالِیْدُ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ
واسطے اسکے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی پھیلاتا ہے
الرِّزْقَ ۔ لِمَنْ ۔ یَّشَآءُ ۔ وَیَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ ۔ بِکُلِّ
رزق واسطے جس کے چاہے اور اندازہ کرکے دیتا ہے تحقیق وہ ساتھ ہر
شَیْءٍ ۔ عَلِیْمٌ ⑫ شَرَعَ ۔ لَکُمْ ۔ مِّنَ الدِّیْنِ
چیز کے علم رکھنے والا ہے راہ مقرر کی واسطے تمہارے دین سے
مَا ۔ وَصّٰی ۔ بِهٖ ۔ نُوْحًا ۔ وَّالَّذِیْٓ ۔ اَوْحَیْنَآ
جو حکم دیا ساتھ اس کے نوح کو اور جو بھیجا ہم نے
اِلَیْ ۔ کَ ۔ وَمَا ۔ وَصَّیْنَا ۔ بِهٖٓ ۔ اِبْرٰهِیْمَ
طرف تیری اور وہ کہ حکم دیا ہم نے ساتھ اس کے ابراہیم کو
وَمُوْسٰی ۔ وَعِیْسٰٓی ۔ اَنْ ۔ اَقِیْمُوا ۔ الدِّیْنَ
اور موسیٰ اور عیسیٰ کو کہ قائم رکھو دین کو
وَلَا ۔ تَتَفَرَّقُوْا ۔ فِیْهِ ؕ
اور مت جدا جدا ہو بیچ اس کے

لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ
کنجیاں آسمانوں کی زمین کی اسی کے پاس ہیں جس کے واسطے
الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ بِکُلِّ
چاہے روزی فراخ کردیتا ہے اور ناپ کر دیتا ہے وہ ہر چیز کی
شَیْءٍ عَلِیْمٌ ⑫ شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ
خبر رکھتا ہے تمہارے لیے دین میں وہی راہ ڈال دی
مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ
جس کا حکم نوح کو دیا تھا اور جس کا حکم ہم نے تیری طرف
اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِیْمَ
بھیجا اور جس کا ہم نے حکم بھیجا ابراہیم کو اور
وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ
موسیٰ کو اور عیسیٰ کو یہ کہہ کر کہ دین کو قائم رکھو
وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ
اور اس میں اختلاف نہ ڈالو

مَقَالِیْدُ (کنجیاں) مِقْلَاد کی جمع ہے جس کے معنی کنجی کے ہیں اس کیلئے دوسرا لفظ مفتاح ہے جس کی جمع مفاتح سورۃ الانعام میں گزری ۔

پہلے اللہ عزوجل کی صفتیں بیان ہوئیں وہ سب سے اعلیٰ اور اوپر ہے نہ اس کی ذات میں کوئی اس کا شریک ہے نہ اس کی صفتوں میں کوئی اس جیسا ہے اس آیت میں ارشاد ہے کہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں اس کے پاس ہیں اور وہ ہر ایک کا حال جانتا ہے پس جس کو چاہتا ہے بہت سی روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اندازے سے ناپ کر دیتا ہے جب وہ ایسا ہے تو وہی انسان کے لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ مقرر کرسکتا ہے چنانچہ اس نے وہ طریقہ مقرر کرکے اپنے رسولوں کے ذریعے دنیا میں بھیجا ۔ ان رسولوں میں نوح ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بڑے پیغمبروں میں سے ہیں ۔ اور آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ انہوں نے انسان کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ اللہ نے جو طریقہ مقرر کیا ہے اس کے مطابق چلے ۔ ان کو یہ حکم تھا کہ دین میں اختلاف مت کرو اور تفرقہ مت ڈالو ۔

دین کے اُصول

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ایک ہی دین ہے اور اس کے اصول ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں ان اصولوں کے مطابق چلنا ہر زمانے میں انسان کے لیے دنیا کی کامیابی کے لیے ضروری ٹھہرا اور ان کی مخالفت ہمیشہ شر اور فساد کا باعث رہی اور وہ اصول یہ ہیں کہ اللہ کو ایک مانو اور یقین کرو کہ وہ سب کا خالق رب اور مالک ہے اس کے رسول کو پہچانو اور وہ جو تمہیں اللہ کی طرف سے پیغام پہنچائے اس کو دل و جان سے قبول کرو اور اس کے مطابق زندگی بسر کرو اور خوب سمجھ لو کہ جو کچھ دنیا میں کرو گے آخرت میں اس کا حساب رتی رتی اللہ کو دینا پڑے گا جس کے عمل اللہ کے ان حکموں کے مطابق ثابت ہوں گے جو اللہ نے اپنی کتاب میں لکھ کر اپنے رسول کی معرفت انسان کے پاس بھیجے ہیں اسے ہمیشہ ہمیشہ کی آرام و راحت کی زندگی آخرت میں ملے گی اور جن کے عمل ان حکموں کے خلاف ہوں گے ان کو اس نافرمانی کے مطابق کم و بیش سزائیں ملیں گی مثلاً جس کا عقیدہ ہی درست نہ ہو گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور جس کا عقیدہ تو درست ہو گا مگر عملوں میں کچھ کمی ہو گی اسے اس کمی کے مطابق تھوڑی یا بہت سزا ملے گی۔ آخر کار اپنے عقیدہ کی درستی کی بدولت نجات پائے گا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بڑے مشہور رسول پانچ ہیں جن میں سے پہلے نوح علیہ السلام اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نوحؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بہت سے نبی ہر زمانے میں اور ہر امت میں آتے رہے اور انسان کو اللہ کے دین پر چلنا سکھاتے رہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا نام نہیں ہے اس لیے آپ آخری نبی ہیں جنہوں نے انسان کو اللہ کی طرف سے قرآن حکیم پہنچا کر دین کے بنیادی قانون اور حکم ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیئے یہ بنیادی قانون یا اصول تو وہی ایک چلے آتے ہیں لیکن وقتی طور پر ان اصولوں کے مطابق بنائے ہوئے چھوٹے حکموں میں مناسب تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور امت کے علم والے نیک بندے ان اصولوں کو سامنے رکھ کر ہر زمانے میں قرآن حدیث سے انسان کے لیے قاعدے اور قانون تیار کرتے رہیں گے۔ جو قاعدے اور قانون ان بنیادی قانونوں کے خلاف ہوں گے وہ رد کر دیئے جائیں گے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے رسولوں سے کہہ دیا کہ دیکھو لوگوں کو ہدایت کرو کہ دین میں پھوٹ نہ ڈالیں پھوٹ فقط اپنی خواہش اور مرضی کے دخل دینے سے پیدا ہوتی ہے دین کو قائم رکھنے کی اور پھوٹ اور لڑائی سے بچنے کی صورت صرف یہی ہے کہ امت کے عالم ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہیں کہ لوگ ہر کام اللہ کے لیے کریں اور اپنی مرضی اور خواہش کی پیروی چھوڑ دیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے عالموں کو خود یہ کرنا پڑے گا۔ کہ اپنی خواہش اور مرضی پر چلنا بالکل چھوڑ دیں تاکہ اوروں کے لیے نمونہ بنیں۔

اختلاف کی وجہ

كَبُرَ - عَلَى - الْمُشْرِكِينَ - مَا تَدْعُوهُمْ - إِلَيْهِ
گراں گزرتی ہے اوپر مشرکوں کے وہ چیز کہ بلاتا ہے تو انہیں طرف اسکے
اَللّٰهُ - يَجْتَبِي - إِلَيْهِ - مَنْ - يَشَاءُ - وَ
اللہ چن لیتا ہے طرف اپنی جسے چاہے اور
يَهْدِي - إِلَيْهِ - مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ وَمَا
اور راہ دیتا ہے طرف اپنی اسے جو مڑے اس کی طرف اور نہیں
تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ - مَا جَاءَهُمُ
اختلاف ڈالا انھوں نے مگر بعد اس کے کہ آچکا اُن کے پاس
الْعِلْمُ - بَغْيًا - بَيْنَهُمْ - وَلَوْلَا - كَلِمَةٌ
علم چھین جھپٹ کے باعث آپس میں اور اگر نہ ہوتا حکم
سَبَقَتْ - مِنْ - رَبِّكَ - إِلَى - أَجَلٍ - مُسَمًّى
جو پہلے ہوچکا طرف سے رب تیرے کی مدت مقرر تک
لَ - قُضِيَ - بَيْنَ هُمْ
البتہ فیصلہ ہوچکا ہوتا درمیان ان کے

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ط
مشرکوں پر وہ چیز بھاری ہے جس کی طرف تو انھیں بلاتا ہے
اَللّٰهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَ
اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہے اور راہ
يَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ وَمَا
دیتا ہے اپنی طرف اسے جو رجوع کرے اور جنھوں
تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ
نے اختلاف ڈالا سو آپس کی ضد سے
الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
سمجھ آچکنے کے بعد اور اگر ایک بات جو
سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى
تیرے رب سے ایک مقرر وعدہ تک نکل چکی ہے نہ ہوتی
لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ط
تو ان میں فیصلہ ہو جاتا

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر اور چیزوں سے دل لگائے ہوئے ہیں ان کے لیے یہ بات جس کی طرف تم انہیں بلانا چاہتے ہو۔ یعنی توحید اور صرف ایک اللہ ہی کو ماننا بڑی بے چینی اور پریشانی کا باعث ہوتی ہے حالانکہ یہ کوئی انوکھی بات نہیں تمام نبی یہی سکھاتے رہے ہیں۔ لیکن ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے۔ چن کر اپنی طرف بلا لے مگر وہ بلاتا اسی کو ہے۔ جو اس کی طرف جھکے۔

آگے ارشاد ہے کہ ایسی سیدھی سادھی بات میں کہ اللہ ہی کی طرف جھکو اختلاف کی کوئی معقول وجہ نہیں یہ سب اس کو خوب جانتے ہیں لیکن اس کا کیا علاج کہ جان بوجھ کر خواہشوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ ہر ایک اپنے فائدے کی خاطر دوسرے کا گلا دباتا ہے اور آپس میں کھینچا تانی میں اصلی بات بھول جاتا ہے خیر اللہ پہلے یہ فیصلہ فرما چکا ہے کہ انسان کو قیامت تک ڈھیل دی جائے گی ورنہ یہ تو اپنے کرتوتوں کے باعث کبھی کے تباہ ہو چکے ہوتے۔ اللہ رحم کرے۔

اختلاف مٹانے کا طریقہ

وَ اِنَّ - الَّذِيْنَ - اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ - مِنْ بَعْدِهِمْ
اور تحقیق جو لوگ وارث بنائے گئے کتاب کے پیچھے ان کے
لَفِيْ - شَكٍّ - مِّنْهُ - مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ - فَادْعُ ۚ
البتہ بیچ شک کے ہیں اس سے بے چین کرنے والا پس واسطے اس کے سو بلا تو
وَاسْتَقِمْ - كَمَآ - اُمِرْتَ ۚ وَلَا - تَتَّبِعْ - اَهْوَآءَهُمْ ۚ
اور قائم رہ مانند اس کے کہ حکم دیا گیا تو اور مت پیروی کر خواہشوں کی ان کی
وَقُلْ - اٰمَنْتُ - بِمَآ - اَنْزَلَ - اللّٰهُ - مِنْ كِتٰبٍ ۚ
اور کہہ دے ایمان لایا میں ساتھ اس کے جو اتاری اللہ نے کوئی کتاب
وَاُمِرْتُ - لِاَعْدِلَ - بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ - رَبُّنَا
اور حکم دیا گیا میں کہ انصاف کروں درمیان تمہارے اللہ رب ہے ہمارا
وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ - اَعْمَالُنَا - وَلَكُمْ - اَعْمَالُكُمْ ۭ
اور رب ہے تمہارا ہمارے لیے اعمال ہیں ہمارے اور تمہارے لیے اعمال ہیں تمہارے
لَا حُجَّةَ - بَيْنَنَا - وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ - يَجْمَعُ
نہیں جھگڑا درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے اللہ جمع کرے گا
بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾
درمیان ہمارے اور طرف اسی کے لوٹنا ہے

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
اور جن کے ہاتھ لگی ہے کتاب ان کے پیچھے وہ البتہ اس سے دھوکے
لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ
میں ہیں جو چین نہیں آنے دیتا سو تو اسی طرف بلا اور
وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ
قائم رہ جیسا کہ حکم دیا ہے تجھے اور ان کی خواہشوں پر مت چل
وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ
اور کہہ میں ہر کتاب پر جو اللہ نے اتاری یقین لایا
وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا
اور مجھے حکم ہے کہ تمہارے بیچ میں انصاف کروں اللہ ہمارا اور
وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ
تمہارا رب ہے ہم کو ہمارے کام ملیں گے اور تم کو تمہارے کام
لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ
ہم میں اور تم میں کچھ جھگڑا نہیں اللہ سب کو اکٹھا کرے گا
بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾
اور اسی کی طرف پھر جانا ہے

ارشاد ہے کہ جب پہلوں نے خود غرضی میں پھنس کر حق کو جانتے پہچانتے ہوئے فرقے بنا ڈالے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بعد کے آنے والوں میں کتاب کی بابت بہت سے شبہات پیدا ہو گئے جنہوں نے انہیں شک و شبہ میں ڈال دیا کہ اس فرقہ کی مانیں یا اس کی آگے رسولؐ سے ارشاد ہے۔ کہ تم اسی دین کی طرف لوگوں کو بلاؤ جس کی تمام نبی تعلیم دیتے چلے آئے ہیں اور خود اس پر پکے ارادے کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق جمے رہو اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی مت کرو ان سے کہہ دو کہ میں سب کتابوں کو مانتا ہوں جو اللہ نے وقتاً فوقتاً نازل کیں کیونکہ وہ اصول کے لحاظ سے ایک ہیں مجھے حکم ہے کہ میں کسی کی طرفداری نہ کروں اور سب جھگڑوں کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کروں کیونکہ ہمارا اور تمہارا رب ایک ہے تمہارا کیا تمہارے آگے اور ہمارا کیا ہمارے آگے آئیگا دنیا کے اندر آپس میں جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ قیامت کے دن سب اللہ کے حضور میں حاضر ہونگے۔ آخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ٭

آخر کرنا کیا ہے؟

بھائیو! آؤ اور قرآن مجید کی باتیں سنو! دیکھو یہ کیسی کام کی باتیں بتاتا ہے ان آیتوں میں جو کچھ بتایا گیا ہے اگر اس کو اچھی طرح گرہ میں باندھ لیا جائے تو سارے مذہبی جھگڑوں اور ٹنٹوں کا خاتمہ ہو جائے ان میں کہا گیا ہے کہ انسان کیلئے دین فقط ایک ہے اور ہر زمانے میں اللہ کے رسول اسی کو سمجھاتے چلے آئے ہیں جب آدمی دنیا کے دور دور دراز کے حصوں میں الگ الگ بستے تھے۔ اور ایک دوسرے سے ملنا جلنا مشکل تھا تو ان میں الگ الگ نبی آتے تھے۔ اسی طرح جب ایک ہی حصہ کے لوگ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اصلی دین کی باتیں بھول جاتے تھے تو اس کی یاد دہانی کے لیے نئے نبی آتے تھے۔ ان سب نبیوں نے انسان کو ایک ہی دین سکھایا۔ آخر میں اللہ عزوجل نے اسی دین کا خلاصہ قرآن مجید میں جمع کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور حکم دیا کہ ساری دنیا کو یہ دین سکھاؤ۔

اب آئندہ انسان کی آبادی خواہ کتنی ہی پھیلے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ایسا آسان ہو گیا ہے کہ ایک نبی کی تعلیم ہی ساری دنیا کو سنانے اور سمجھانے کے لیے کافی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو دین میں جھگڑے نہ نکالیں سارے دین ایک ہی اصول پر قائم ہیں ان اصولوں کو گرہ میں باندھیں اور آپس کی تو تو میں میں چھوڑ دیں اس بات کا سمجھانا نبی کے ذمہ اور ان کے ماننے والوں کے ذمہ ہے۔

سمجھانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید کے حکموں پر خود پوری طرح عمل کرو اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی ان حکموں پر عمل کرنے کے لیے کہتے رہو اپنی یا دوسرے لوگوں کی خواہشوں کی پیروی مت کرو تمہیں زبانی اور عملی دونوں طور پر لوگوں کو بتا دینا چاہیے کہ ہم ہر آسمانی کتاب کا ادب کرتے ہیں اور بنیادی طور پر سب کو سچا مانتے ہیں۔ ہمارا کام دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ اور یہ بھی قائم ہو سکتا ہے جب لوگ خود غرضی چھوڑ دیں اور فقط اللہ عزوجل کو اپنا معبود اور پروردگار مانیں اور اس کا ہر حکم دل کے یقین سے پورا کریں اور اپنے عملوں کی درستی میں لگ جائیں یاد رکھو ہم میں سے ہر ایک اپنے عملوں کا خود ذمہ دار ہے ایک کے عمل دوسرے کے کام نہ آئیں گے۔ تم اصول کو پکڑو ذرا ذرا سی باتوں میں لڑنا جھگڑنا چھوڑ دو جب اصول ایک ہو گئے تو لڑائی کیسی ——— آپس میں مل جاؤ اور اپنے اپنے کام کئے جاؤ آخر سب کو قیامت کے دن اللہ کے دربار میں جمع ہونا ہے سب کا ٹھکانا وہی ہے۔ وہاں سب کے عملوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ باتیں قرآن حکیم سکھاتا ہے اس کی سنو اور اسی کے مطابق چلو۔

اللہ کی بابت شبہ کیسا؟

وَالَّذِیْنَ - یُحَآجُّوْنَ - فِی اللّٰہِ - مِنْ بَعْدِ
اور وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں بیچ اللہ کے بعد اس کے
مَا - اسْتُجِیْبَ - لَہٗ - حُجَّتُ - ھُمْ
کہ مان لیا گیا اسے بات ان کی
دَاحِضَۃٌ - عِنْدَ - رَبِّھِمْ - وَ - عَلَیْھِمْ
غلط ہے نزدیک رب ان کے کے اور ان کے اوپر
غَضَبٌ - وَّ - لَھُمْ - عَذَابٌ - شَدِیْدٌ (۱۶)
غضب ہے اور ان کے لیے عذاب سخت ہے
اَللّٰہُ - الَّذِیْٓ - اَنْزَلَ - الْکِتٰبَ - بِ - الْحَقِّ
اللہ وہ ہے جس نے اتاری کتاب ساتھ سچائی کے
وَالْمِیْزَانَ ؕ وَمَا - یُدْرِیْ - کَ - لَعَلَّ
اور میزان اور نہیں خبر تجھے شاید
السَّاعَۃَ - قَرِیْبٌ (۱۷)
یہ گھڑی قریب ہو

وَالَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَہٗ حُجَّتُھُمْ دَاحِضَۃٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ (۱۶)
اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جھگڑا ڈالتے ہیں جب لوگ اس کو مان چکے ان کا جھگڑا ان کے رب کے ہاں باطل ہے ان پر غصہ ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے

اَللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ ؕ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیْبٌ (۱۷)
اللہ وہی ہے جس نے سچے دین پر کتاب اتاری اور ترازو بھی اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی پاس ہی ہو

دَاحِضَۃٌ (غلط۔ باطل) اسم فاعل مونث ہے د۔ح۔ض سے دُحُضٌ کے معنی خلاف واقع اور غلط ہونا۔ لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

مِیْزَانٌ (تولنے کا کانٹا) اسم آلہ ہے و۔ز۔ن سے وَزْنٌ کے معنی تولنا یہاں اس سے مراد دین ہے جس سے ہلکی اور وزنی بات الگ الگ معلوم ہو جاتی ہے۔

انسان کیلئے سچا دین فقط ایک ہے اور اسکی بنیاد اللہ کا ماننا ہے اللہ ایک ہے اسی نے دنیا کو اور اس کی چیزوں کو بنایا اور وہی انکی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے دنیا کی ہر چیز اس کے ایک اور سب کا رب ہونے پر گواہ ہے پھر رسولوں نے بھی بتا دیا اور جن کی عقل بالکل درست ہے انہوں نے اسکو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد جو اس عقیدے میں شبہ کرے اور اس کے خلاف زہر اگلے اس کی بات بالکل غلط ہے اللہ نے اسے جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے ایسے لوگ اللہ کے غضب میں اور سخت عذاب میں پکڑے جائیں گے اللہ میں شبہ کیوں کرتے ہو قرآن حکیم کو جو پچھلی تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے دیکھو اس میں تمہیں انسان کے ہر کام کی بابت معلوم ہو جائے گا کہ صحیح ہے یا غلط اسی کے مطابق ہر کام کو جانچو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ قیامت آنے والی ہے۔ جس میں کھوٹا کھرا بالکل الگ الگ ہو جائے گا۔

بے ایمان لوگ

یَسْتَعْجِلُ - بِہَا - الَّذِیْنَ - لَا - یُؤْمِنُوْنَ
جلدی مچاتے ہیں ساتھ اس کے وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے
بِ - ہَا ج وَالَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا - مُشْفِقُوْنَ
ساتھ اس کے اور جو لوگ ایمان لے آئے ڈرنے والے ہیں
مِنْ - ہَا ۚ وَیَعْلَمُوْنَ - اَنَّ - ہَا - الْحَقُّ ط
اس سے اور جانتے ہیں کہ وہ سچ ہے
اَلَا - اِنَّ - الَّذِیْنَ - یُمَارُوْنَ - فِیْ - السَّاعَۃِ
سن لو تحقیق وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں بیچ اس گھڑی کے
لَفِیْ - ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ⑱ اَللّٰہُ - لَطِیْفٌۢ
بیچ گمراہی کے ہیں دور کی اللہ نرمی کرنے والا ہے
بِعِبَادِہٖ - یَرْزُقُ - مَنْ - یَّشَآءُ ۚ وَہُوَ
ساتھ بندوں اپنے کے روزی دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ
الْقَوِیُّ - الْعَزِیْزُ ⑲
قوت والا زبردست ہے

یَسْتَعْجِلُ بِہَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ
جلدی کرتے ہیں اس گھڑی کی وہ لوگ جو اس پر یقین
بِہَا ۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ
نہیں رکھتے اور جو یقین رکھتے ہیں ان کو اس کا ڈر ہے
مِنْہَا ۙ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہَا الْحَقُّ ط
اور جانتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہے
اَلَآ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَۃِ
سنتا ہے جو لوگ اس گھڑی کے آنے میں جھگڑتے
لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ⑱ اَللّٰہُ لَطِیْفٌۢ
ہیں وہ بہک کر دور جا پڑے اللہ اپنے بندوں پر
بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَہُوَ
نرمی کرتا ہے جسے چاہے روزی دیتا ہے اور
الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ⑲
وہی ہے زور آور زبردست

ع ۲ ۳

یُمَارُوْنَ : جھگڑا کرتے ہیں ، مضارع کا صیغہ ہے مِرَاءٌ سے جو م ۔ ر ۔ ی سے بنا ہے مَرْیٌ کے معنی جانور کے تھن ملنا تا کہ ان میں سے دودھ نکالا جائے مِرْیَۃٌ اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی کے دل کی بات کرید کر نکالنا ۔ مِرَاءٌ باہم جھگڑا کرنا یہ لفظ سورۃ کہف میں گزر چکا ہے ۔

ارشاد ہے کہ جنہیں قیامت کا یقین نہیں وہ بے پروائی سے کہہ دیتے ہیں کہ اسے آنا ہے تو ابھی آجائے مگر جو اس کا یقین کرتے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے ہی رہتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ آکر رہے گی اور ایک واقعی چیز ہے کان کھول کر سن لو کہ جو لوگ قیامت میں جھگڑا کرتے ہیں وہ گمراہ ہیں اور گمراہی میں بہت دور نکل چکے ہیں اس پر بھی اللہ اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال روزی عطا فرماتا ہے وہ قوت والا اور عزت والا ہے جو قاعدے دنیا کی تدبیر کے لیے اس نے مقرر کر دیئے ہیں کوئی انہیں بدل نہیں سکتا سب ان کے آگے بے بس ہیں ۔ اس سے توجہ دلائی جا رہی ہے کہ خوشحال ہو کر مغرور نہ ہونا چاہیے خوشحالی اور بدحالی دونوں حالتوں میں انسان کا امتحان ہوتا ہے تاکہ دیکھیں وہ مختلف حالتوں میں کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے ۔

اٹل قانون

مَنْ - كَانَ - يُرِيْدُ - حَرْثَ - الْاٰخِرَةِ - نَزِدْ
جوکوئی ہو ارادہ کرتا زراعت آخرت کی بڑھائیں گے ہم
لَ - هٗ - فِيْ - حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ - كَانَ - يُرِيْدُ
واسطے اس کے بیچ زراعت اس کی کے اور جو ہو ارادہ کرتا
حَرْثَ الدُّنْيَا - نُؤْتِهٖ مِنْهَا - وَمَا - لَهٗ
دنیا کی زراعت کی دیدیں گے ہم اسے کچھ اس میں سے اور نہیں واسطے اس کے
فِي الْاٰخِرَةِ - مِنْ - نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ - لَهُمْ
بیچ آخرت کے کوئی حصہ کیا واسطے ان کے
شُرَكٰٓؤُا - شَرَعُوْا - لَهُمْ - مِّنَ الدِّيْنِ
شریک ہیں کہ چلایا انھوں نے واسطے ان کے دین سے
مَا - لَمْ - يَأْذَنْ - بِ - هِ - اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا
وہ کہ نہیں اذن دیا ساتھ اس کے اللہ نے اور اگر نہ
كَلِمَةُ - الْفَصْلِ - لَقُضِيَ - بَيْنَهُمْ ۭ وَ - اِنَّ
ہوچکا ہوتا اول فیصلہ کا چکا دیا گیا ہوتا درمیان ان کے اور تحقیق
الظّٰلِمِيْنَ - لَهُمْ - عَذَابٌ - اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾
ظلم کرنے والے واسطے ان کے عذاب ہے دکھ والا

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ
اور جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہو اس کے واسطے ہم
لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ
اس کی کھیتی زیادہ کریں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہو
حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ
اسے ہم کچھ اس میں سے دیں گے اور اس کے لیے
فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ
آخرت میں کچھ حصہ نہیں کیا ان کے لیے
شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ
اور شریک ہیں جنھوں نے ان کے واسطے دین کی راہ
مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا
ڈالی ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اگر فیصلہ کی
كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ
ایک بات مقرر نہ ہوچکی ہوتی تو ان میں فیصلہ ہو جاتا اور
الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾
بے شک جو گنہ گار ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے

ان آیتوں میں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زندگیاں دو ہیں ایک دنیا کی زندگی جو ختم ہو جائیگی اور ایک آخرت کی جو کبھی ختم نہ ہوگی آدمی کو اتنا اختیار ہے کہ جس زندگی کیلیے چاہے دنیا میں دوڑ دھوپ کرتا رہے جو آخرت کی زندگی سنوارنی چاہتا ہے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کیلیے فقط قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہبر ہیں جو ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنا اختیار کرے اسے آخرت میں اسکے کاموں کا پھل اتنا ملے گا جو اسکی محنت سے کہیں زیادہ ہوگا اور ادھر اس کی دنیا کی زندگی خود بخود بہت بہتر ہو جائیگی اور جو دنیا ہی کا سامان جمع کرنا چاہیگا اسے یہاں تھوڑا بہت مل رہے گا لیکن آخرت میں کچھ نہ ملیگا اس نے دنیا میں جو کچھ کیا وہ بیکار گیا پھر ارشاد ہے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی ہے جو بغیر اللہ کی اجازت کے دنیا میں چلنے کا سیدھا راستہ مقرر کرے انکی گستاخی کی سزا انہیں یہیں مل چکی ہوتی مگر اللہ نے فیصلہ کا ایک دن مقرر کیا ہے اور جو ٹیڑھے چلیں گے ان کیلیے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے

اچھّے اور بُرے

تَرَی ۔ الظّٰلِمِیْنَ ۔ مُشْفِقِیْنَ ۔ مِمَّا ۔ کَسَبُوْا
دیکھے گا تو ان ظالموں کو ڈرتے ہوئے اس سے جو انھوں نے کمایا
وَھُوَ ۔ وَاقِعٌ ۔ بِھِمْ ؕ وَالَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا
اور وہ پڑنے والا ہے ان پر اور وہ لوگ جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ فِیْ ۔ رَوْضٰتِ ۔ الْجَنّٰتِ
اور کیے انھوں نے کام اچھے بیچ باغوں کے ہیں جنتوں کے
لَھُمْ ۔ مَّا ۔ یَشَآءُوْنَ ۔ عِنْدَ ۔ رَبِّھِمْ ؕ
واسطے ان کے جو وہ چاہیں پاس رب ان کے کے
ذٰلِکَ ۔ ھُوَ ۔ الْفَضْلُ ۔ الْکَبِیْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِکَ
یہی وہ ہے فضل بڑا یہ ہے
الَّذِیْ ۔ یُبَشِّرُ ۔ اللّٰہُ ۔ عِبَادَہُ ۔ الَّذِیْنَ
جس کی بشارت دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو
اٰمَنُوْا ۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ
ایمان لائے اور جنھوں نے کیے کام اچھے

تَرَی الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا کَسَبُوْا
گنہ گاروں کو تو دیکھے کہ اپنی کمائی سے ڈرتے ہوں گے
وَھُوَ وَاقِعٌ بِھِمْ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اور یہ ان پر پڑ کر رہے گی اور جنھوں نے ایمان لا کر
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ
بھلے کام کیے جنت کے باغوں میں ہوں گے
لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ؕ
ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے
ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِکَ
جو وہ چاہیں یہی ہے بڑا فضل یہ ہے
الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰہُ عِبَادَہُ الَّذِیْنَ
جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ایماندار بندوں
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ
کو جو بھلے کام کرتے ہیں

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن بُری چال چلنے والے اپنے عملوں کے ڈر سے تھر تھر کانپ رہے ہوں گے حالانکہ دنیا میں وہ ان عملوں کو خوشی خوشی اختیار کیے ہوئے تھے اور انہیں اچھا سمجھتے تھے آخرت میں اس کمائی کا وبال ان پر پڑ کر رہے گا جو وہ اللہ کے حکموں سے منہ موڑ کر دنیا میں کرتے رہے تھے۔ اس میں سے پہلی چیز وہ خوف ہے جو ان پر چھایا ہوگا کہ دیکھیے اب کیا ہو ان کے مقابلے میں وہ لوگ جو دنیا میں اللہ پر یقین کر کے اس کے بھیجے ہوئے قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حکموں کو مانتے تھے۔ اور انہی کے بتائے ہوئے اچھے کاموں کو اختیار کرتے تھے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے اور اللہ کے پاس جسے وہ اپنا رب مانتے تھے ان کے لیے ہر چیز جو وہ مانگیں گے موجود ہوگی اور ان کی مراد بر آئے گی اور وہ ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے غور تو کرو یہ کتنا بڑا مرتبہ ہے اور کیسا عجیب انعام ہے اللہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب مقدس یعنی قرآن مجید کے ذریعے ان لوگوں کو جو اللہ کو مان کر اس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ایسی ہی زندگی کی خوشخبری دیتا ہے جو انہیں مل کر رہے گی ؎

محض اللہ کے لیے

قُلْ ۔ لَّآ ۔ اَسْئَلُكُمْ ۔ عَلَيْهِ ۔ اَجْرًا ۔ اِلَّا ۔ الْمَوَدَّةَ
کہہ دے نہیں طلب کرتا میں تم سے اوپر اس کے محنتانہ مگر محبت
فِي الْقُرْبٰى ۔ وَمَنْ ۔ يَّقْتَرِفْ ۔ حَسَنَةً ۔ نَّزِدْ
بیچ رشتہ کے اور جو کمائے نیکی بڑھا دیں ہم
لَهٗ ۔ فِيْهَا ۔ حُسْنًا ۔ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ غَفُوْرٌ
اس کے لیے اس میں اور خوبی تحقیق اللہ بخشنے والا
شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ ۔ يَقُوْلُوْنَ ۔ افْتَرٰى ۔ عَلَى
قدردان ہے کیا یہ کہتے ہیں کہ گھڑ لیا اس نے پر
اللّٰهِ ۔ كَذِبًا ۔ فَاِنْ يَّشَاِ ۔ اللّٰهُ ۔ يَخْتِمْ
اللہ جھوٹ پس اگر چاہتا اللہ مہر کر دیتا
عَلٰى ۔ قَلْبِكَ ۔ وَيَمْحُ ۔ اللّٰهُ ۔ الْبَاطِلَ
اوپر دل تیرے کے اور مٹاتا ہے اللہ غلط بات کو
وَيُحِقُّ ۔ الْحَقَّ ۔ بِكَلِمٰتِهٖ ۔ اِنَّهٗ ۔ عَلِيْمٌ
اور ثابت کرتا ہے سچ کو ساتھ کلمہ اپنے کے تحقیق وہ جاننے والا
بِذَاتِ ۔ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾
باتوں کو سینوں کی کے

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ
تو کہہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر قرابت میں
فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ
دوستی چاہیے اور جو نیکی کمائے گا ہم اس کے لیے
لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
اس میں اور خوبی بڑھا دیں گے بے شک اللہ معاف کرنے والا
شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى
حق ماننے والا ہے کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر
اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ
جھوٹ باندھا سو اگر اللہ چاہے تیرے دل پر
عَلٰى قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ
مہر کر دے اور اللہ جھوٹ کو مٹاتا ہے اور سچ
وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
کو ثابت کرتا ہے اپنی باتوں سے اس کو معلوم ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾
جو دلوں میں ہے

ارشاد ہے کہ اللہ کا یہ پیغام جو میں تمہیں قرآن مجید کے ذریعے پہنچا رہا ہوں انسان کے لیے بڑی زبردست نعمت ہے اس کا پہنچا دینا بڑا ضروری کام ہے جسے میں پورا کر رہا ہوں اور سب سے پہلے اس سے فائدہ اٹھانے والے تم ہو اتنا بڑا کام تمہارے فائدے کا کر کے تم سے اس کا بدلہ کچھ نہیں مانگتا ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو کم سے کم اس میں رکاوٹ مت پیدا کرو اور میرے ساتھ وہی سلوک کرو جو ایک قریبی رشتہ دار کے ساتھ بھلے مانس کیا کرتے ہیں مجھ سے دشمنی مت کرو میں عام انسانوں کی بھلائی کا کام کر رہا ہوں۔ اگر تم نہیں تو اور لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے ہاں یہ سن رکھو کہ جو کوئی نیک کام کرے گا اللہ اس کا اجر اسے بہت اچھا عطا فرمائے گا اللہ بڑا مہربان اور اچھے کاموں کا قدردان ہے۔ تمہارے لیے یہ بہت اچھا موقعہ ہے کہ تم میری بات سنو اور اس قرآن کی باتیں گرہ میں باندھو اور نیک کاموں میں لگ جاؤ۔

قرآن حق ہے

آگے ارشاد ہے کہ یہ لوگ عجیب عجیب باتیں تراشتے ہیں قرآن مجید کو سن کر کہتے ہیں ۔ کہ یہ تو اس نے آپ ہی گھڑ لیا ہے ۔ یا کسی اور سے لکھواتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے بھیجا ہے (نعوذ باللہ) کام تو آپ کرتا ہے اور رعب جمانے کے لیے جھوٹ موٹ اللہ کے نام لگاتا ہے ۔ کیا یہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ بڑی قدرت والا ہے اگر بالفرض ان کا خیال ٹھیک ہوتا اور اے رسول یہ کلام تو نے خود گھڑا ہوتا اور اللہ کے نام جھوٹ موٹ لگا دیا ہوتا تو کیا اللہ کی غیرت اس کو برداشت کرتی ؟ وہ چاہتا تو تیرے دل کو بند کر کے اس پر مہر لگا دیتا ۔ پڑھنا ۔ لکھنا سیکھے بغیر تو جو ایسا صاف اور آسانی سے سمجھ میں آنے والا کلام انہیں سنا رہا ہے تو کیا یہ اس کی نشانی نہیں ہے ۔ کہ اللہ اس کو فرشتے کے ذریعے تیرے دل میں اتار رہا ہے ۔ کچھ نہیں یہ لوگ فضول باتیں بناتے ہیں ؛

یاد رکھو اللہ عز و جل نے قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ جھوٹ زیادہ نہیں چلا کرتا ۔ وہ اپنی شان قہاری سے اس کو مٹا کر چھوڑتا ہے اور سچ آخر کار ثابت ہو کر رہتا ہے اللہ چاہے تو کفر کو دنیا سے اور طریقوں سے مٹا دے ۔ لیکن اس نے فیصلہ یہ کیا ہے کہ رسول کے ذریعے اپنا کلام دنیا والوں کے پاس بھیجے اور سمجھ دار لوگ اسے سن کر سچ کو پہچانیں اور اللہ کے کلام کے مطابق اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھیں اور ان پر غور کریں اور اللہ پر ایمان لائیں ان لوگوں کی فضول باتوں سے قرآن بھیجنے کا سلسلہ توڑا نہیں جائے گا ۔ کوئی لاکھ جھوٹ سمجھے ۔ مگر سچ تو سچ ہی ہے چنانچہ ایک وقت آئے گا کہ یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ جھوٹ غارت ہوا اور سچ کا بھول بھالا ہوا ۔ انہیں جلدی واقعات سے معلوم ہو جائے گا ۔ کہ یہ کلام جسے ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سنا رہے تھے بالکل درست تھا اور واقعی اللہ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا تھا ۔ کیوں کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے ۔ وہ رفتہ رفتہ بالکل سچ ثابت ہوتا چلا گیا ۔ اس وقت ان پر واضح ہو جائے گا ۔ کہ ہمارا رسول غلط نہیں کہتا تھا ۔ بلکہ یہ خود ضد پر اتر آئے تھے ۔ اور اس کی بات غور سے سنتے ہی نہ تھے ۔ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اللہ ان سے خوب واقف ہے کیوں کہ وہ ہر ایک کے دل کی چھپی بات خوب جانتا ہے ۔ ان لوگوں کے دلوں میں اپنے باپ دادا کے رسم و رواج پر جمے رہنے کا خبط سمایا ہوا ہے ۔ ورنہ یہ اتنے نادان نہیں کہ اللہ کے کلام کو نہ سمجھیں ؛

اللہ کی صفتیں

وَھُوَ۔ الَّذِیْ۔ یَقْبَلُ۔ التَّوْبَۃَ۔ عَنْ عِبَادِہٖ
اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ بندوں اپنوں سے
وَیَعْفُوْا۔ عَنِ السَّیِّاٰتِ۔ وَیَعْلَمُ۔ مَا۔ تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾
اور درگزر کرتا ہے برائیوں سے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو
وَیَسْتَجِیْبُ۔ الَّذِیْنَ۔ اٰمَنُوْا۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور وہ قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور کیے انھوں نے اچھے کام
وَیَزِیْدُھُمْ۔ مِّنْ فَضْلِہٖ۔ وَالْکٰفِرُوْنَ۔ لَھُمْ
اور زیادہ دیتا ہے انھیں اپنے فضل ہی سے اور انکار کرنے والے واسطے ان کے
عَذَابٌ۔ شَدِیْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ۔ بَسَطَ۔ اللّٰہُ۔
عذاب ہے سخت اور اگر پھیلا دے اللہ
الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ۔ لَبَغَوْا۔ فِی الْاَرْضِ۔ وَلٰکِنْ
روزی واسطے بندوں اپنے کے سرکشی کریں بیچ زمین کے اور لیکن
یُّنَزِّلُ۔ بِقَدَرٍ۔ مَّا۔ یَشَآءُ۔ اِنَّہٗ۔ بِعِبَادِہٖ
اتارتا ہے ساتھ اندازہ کے جتنی چاہے تحقیق وہ ساتھ بندوں اپنے کے
خَبِیْرٌۢ۔ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾
خبردار دیکھنے والا ہے

وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ
اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور
وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾
برائیاں معاف کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو
وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور ایمان والوں کی سنتا ہے جو بھلے کام کرتے ہیں
وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ؕ وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ
اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ دیتا ہے اور منکروں
عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ
کے لیے سخت عذاب ہے اور اگر اللہ اپنے بندوں
الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰکِنْ
کی روزی فراخ کر دے تو ملک میں فساد اٹھائیں لیکن وہ
یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ
ماپ کر اتارتا ہے جتنی وہ چاہتا ہے بے شک وہ
خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾
اپنے بندوں کی خبر رکھتا دیکھتا ہے۔

پہلے ارشاد ہوا کہ رسول تو اللہ کا کلام سناتا ہے جو اس نے غلط باتوں کو مٹانے اور سچی باتوں کی تائید کرنے کیلئے بھیجا ہے تم اس کو غلط سمجھتے ہو تو یہ تمہاری کم بختی کی نشانی ہے رسول تو اللہ کا پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر چکے آخر تو ہر انسان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے اس لیے اللہ کی صفتیں اچھی طرح سمجھ لو اور اس کے سامنے پیش ہونے کی تیاری کر لو سنو اپنے توبہ کرنے والے بندوں کی توبہ قبول کرنیوالا وہی ہے برائیاں اپنے رحم و کرم سے معاف کر دیتا ہے اور وہ تمہارے ہر کام سے واقف ہے نیکوکار ایمان والوں کی دعا اور عبادت قبول کرتا ہے اور ان کو اس کے ثواب کے علاوہ اپنے فضل سے اور بھی بہت کچھ دیتا ہے۔ مگر جو اسے نہیں مانتا اس کے لیے سخت عذاب تیار ہے یہ بھی سمجھ لو کہ اس کے خزانے میں کچھ کمی نہیں لیکن اگر سب کو بے حساب دیتا تو وہ دنیا میں بڑا دنگا فساد مچاتے چونکہ وہ اپنے بندوں کے حالات جانتا اور دیکھتا ہے اسلیے مقرر اندازہ سے جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے ۔

اللہ کی رحمت

وَهُوَ ۔ الَّذِیْ ۔ یُنَزِّلُ ۔ الْغَیْثَ ۔ مِنْ بَعْدِ
اور وہی جو نازل کرتا ہے مینہ پیچھے اس کے
مَا ۔ قَنَطُوْا ۔ وَیَنْشُرُ ۔ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ ۔ الْوَلِیُّ
کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے رحمت اپنی اور وہی کارساز
الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ ۔ اٰیٰتِهٖ ۔ خَلْقُ ۔ السَّمٰوٰتِ
سراہا ہوا ہے اور اس کی نشانیوں میں سے ایک بنانا ہے آسمانوں
وَالْاَرْضِ ۔ وَمَا ۔ بَثَّ ۔ فِیْهِمَا ۔ مِنْ ۔ دَآبَّةٍ ؕ
اور زمین کا اور جو پھیلایا اس نے ان دونوں میں حرکت کرنے والا
وَ ۔ هُوَ ۔ عَلٰی ۔ جَمْعِهِمْ ۔ اِذَا ۔ یَشَآءُ
اور وہ اوپر جمع کرنے ان کے کے جب چاہے
قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾
قدرت رکھنے والا ہے

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ
اور وہی ہے جو مینہ اتارتا ہے بعد اس کے کہ آس
مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ
توڑ چکے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی ہے کام بنانے والا
الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
سب تعریفوں کے لائق اور اس کی ایک نشانی آسمانوں کا
وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ
اور زمین کا بنانا ہے اور جس قدر اس میں جانور بکھیرے
وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ
ہیں اور وہ جب چاہے انھیں اکٹھا کر
قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾
سکتا ہے

ارشاد ہے کہ اللہ کا انکار کب تک کئے جاؤگے کب تک اس کے رسول کو نہ مانوگے اور کب تک قرآنِ مجید کی طرف سے منہ موڑے رہوگے حالانکہ تم جانتے ہو کہ جن چیزوں پر تمہاری دنیاوی زندگی کا دارومدار ہے وہ تم میں سے کسی کے بس کی بات نہیں نہ مالدار کرنا اور مفلس کرنا تمہارے اختیار میں ہے نہ زندہ کرنے کا نہ مارنے کا دعویٰ کر سکتے ہو ظاہری اسباب پر تمہارا بھروسہ ہے لیکن وہ بھی کبھی کبھی کام نہیں دیتے تمہاری کھیتی باڑی کا کام پانی کے اوپر موقوف ہے اور اس کا ذریعہ بارش ہے کیا بارش تمہارے اختیار میں ہے آسمان کی طرف منہ اٹھائے انتظار کرتے رہتے ہو اگر نہیں ہوتی تو ذرا سا منہ نکل آتا ہے اور چہرہ پر مایوسی چھا جاتی ہے ۔

ارشاد ہے کہ اللہ ہی مینہ برساتا ہے تو جان میں جان آتی ہے مایوسی کے بعد اس کی رحمت اپنا جلوہ دکھاتی ہے یقین کرو کہ تمہارے کام بنانے والا اللہ ہی ہے اور وہی ساری خوبیوں کا مالک ہے پھر آسمانوں کی طرف دیکھو یا زمین پر نظر ڈالو اور معلوم کرو کہ ان میں سے کس قدر جاندار مختلف قسموں اور شکلوں کے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں جب وہ چاہے گا ان سب کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر دیگا اور انسان سے سب کے سامنے پوچھے گا کہ آج ہمیں بتاؤ تم نے دنیا میں کیا کیا کام کئے ۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی کثرت آدمی کو فساد پر ابھارتی ہے ۔ چنانچہ آج جن کے پاس دولت ہے وہ اسے ایک دوسرے کے دبانے میں صرف کر رہے ہیں ۔ یہ نہیں سمجھتے ایک دن اس کا حساب دینا پڑے گا ۔ کتنی بڑی غفلت ہے ۔

شامتِ اعمال

وَمَا ۔ اَصَابَ ۔ كُمْ ۔ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ ۔ فَبِمَا ۔ كَسَبَتْ
اور جو پہنچے تمھیں کوئی آفت بس بدلے اس کے کمایا
اَيْدِيْكُمْ ۔ وَيَعْفُوْا ۔ عَنْ ۔ كَثِيْرٍ (٣٠) وَمَا ۔ اَنْتُمْ
ہاتھوں تمھارے نے اور اللہ معاف کر دیتا ہے بہت سے اور نہیں تم
بِمُعْجِزِيْنَ ۔ فِى الْاَرْضِ ج وَمَا لَكُمْ ۔ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
عاجز کر دینے والے بیچ زمین کے اور نہیں واسطے تمھارے ورے اللہ کے
مِنْ ۔ وَّلِيٍّ ۔ وَّلَا ۔ نَصِيْرٍ (٣١) وَمِنْ ۔ اٰيٰتِ ۔ هٖ
کوئی کارساز اور نہ مددگار اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں
الْجَوَارِ ۔ فِى الْبَحْرِ ۔ كَالْاَعْلَامِ (٣٢) اِنْ ۔ يَّشَاْ
چلنے والے جہاز بیچ سمندر کے مانند پہاڑوں کے اگر چاہے تو
يُسْكِنِ ۔ الرِّيْحَ ۔ فَيَظْلَلْنَ ۔ رَوَاكِدَ ۔ عَلٰى ۔ ظَهْرِهٖ ط
ٹھہرا دے ہوا پس رہ جائیں کھڑے ہوئے اوپر پیٹھ اس کی کے

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ
اور جو تم پر کوئی سختی پڑے تو وہ اس کا بدلہ ہے جو تمھارے
اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (٣٠) وَمَا اَنْتُمْ
ہاتھوں نے کمایا اور بہت سے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور تم
بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ج وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
زمین میں بھاگ کے تھکا دینے والے نہیں اور کوئی نہیں اللہ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (٣١) وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
کے سوا تمام کام بنانے والا اور نہ مددگار اور اس کی
الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (٣٢) اِنْ يَّشَاْ
اس کی نشانی یہ ہے کہ دریا میں جہاز چلتے ہیں جیسے پہاڑ اگر چاہے
يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ط
ہوا کو تھام دے پھر سارے دن اس کی پیٹھ پر ٹھہرے رہیں

اَلْجَوَار (چلنے والے) جاری کی جمع ہے جو ج ۔ ر ۔ ی سے اسم فاعل ہے اصل میں الجواری ہے آخر کی ی استعمال میں گر جاتی ہے جری کے معنی بہنا ۔ چلنا ۔ یہاں جہاز مراد ہیں ۔ اَلْاَعْلَام (پہاڑ) عَلَم کی جمع ہے اونچی اور نمایاں چیز کو عَلَم کہتے ہیں اس میں جھنڈا ۔ پھریرا وغیرہ سب آ گئے یہاں مراد پہاڑ ہے ۔

رَوَاكِدَ (ٹھہرنے والے) رَاكِدٌ کی جمع ہے جو ر ۔ ک ۔ د سے اسم فاعل ہے رُکُوْدٌ کے معنی ایک جگہ ٹھہرے رہنا رَاكِدٌ ایک حالت میں ٹھہرا
پہلے ارشاد ہوا کہ آسمان زمین اور جتنے جاندار ان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں سب اللہ نے بنائے ہیں اور ہر چیز اسکی قدرت میں ہے اور قاعدہ اور قانون کے تحت ہے ایک قاعدہ یہ سن لو کہ انسان پر جو آفت آتی ہے اس کا قریبی سبب اس کا اپنا کوئی غلط کام ہوتا ہے اور جیسے بدہضمی وغیرہ کھانے پینے سے بے احتیاطی کا نتیجہ ہوتی ہے اسی طرح گناہوں سے وبائیں وغیرہ پھیلتی ہیں وہ تو اللہ بہت سے گناہ اور خطائیں اپنی رحمت سے معاف کرتا رہتا ہے ۔ ورنہ انسان کی بدعملی کی وجہ سے جینا مشکل ہو جائے ۔
یاد رکھو اللہ کی نافرمانی کر کے تم اس کے ہاتھ سے کسی جگہ بھاگ کر نہیں بچ سکتے اور نہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار ہے دیکھو ! اسی کی قدرت سے سمندروں اور دریاؤں میں کشتیاں اور اونچے اونچے پہاڑوں کی طرح کے جہاز چلتے ہیں اور یہ تب ہی چل سکتے ہیں جب ہوا ان کے ساتھ چلتی ہو اور اگر ہوا کو روک دے تو یہ اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں ۔

اللہ کی قدرت پہچانو

اِنَّ ۔ فِیْ ۔ ذٰلِكَ ۔ لَاٰیٰتٍ ۔ لِّكُلِّ ۔ صَبَّارٍ ۔ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾
تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صبر والے شکر والے کے لیے

اَوْ ۔ یُوْبِقْهُنَّ ۔ بِمَا ۔ كَسَبُوْا ۔ وَیَعْفُ ۔ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾
یا تباہ کردے انھیں بسبب اس کے جو کمایا انھوں نے اور درگذر کرے بہت سوں سے

وَّیَعْلَمَ ۔ الَّذِیْنَ ۔ یُجَادِلُوْنَ ۔ فِیْۤ ۔ اٰیٰتِنَا ؕ
اور جان لیں وہ جو جھگڑتے ہیں بیچ ہماری نشانیوں کے

مَا لَهُمْ ۔ مِّنْ ۔ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَاۤ ۔ اُوْتِیْتُمْ
کہ نہیں واسطے ان کے کوئی چھٹکارا پس جو دیے گئے تم

مِّنْ ۔ شَیْءٍ ۔ فَمَتَاعُ ۔ الْحَیٰوةِ ۔ الدُّنْیَا ۚ وَمَا
کوئی چیز پس سامان ہے زندگی کا دنیا کی اور جو

عِنْدَ اللّٰهِ ۔ خَیْرٌ ۔ وَّاَبْقٰی ۔ لِلَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا
اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور پائدار واسطے ان کے جو ایمان لائے

وَعَلٰی ۔ رَبِّهِمْ ۔ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾
اور اوپر رب اپنے کے بھروسہ کرتے ہیں

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾
اس بات میں پتے ہیں ہر قائم رہنے والے کے لیے جو احسان مانے

اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾
یا ان کو بسبب ان کی کمائی کے تباہ کردے اور بہتوں کو معاف بھی کردے

وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا ؕ
اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جو ہماری قدرتوں میں جھگڑتے ہیں

مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ
کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں سو جو کچھ تمھیں ملا ہے

مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا
کوئی چیز ہو سو وہ برت لینا ہے دنیا کی زندگانی میں اور جو کچھ

عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ایمان والوں

وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾
کے واسطے جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں

صَبَّارٍ (صبر والا) مبالغہ کا صیغہ ہے س۔ب۔ر سے صبر کے معنی محنت مشقت اٹھا کر بھی کام میں لگے رہنا یہاں یہی معنی مراد ہیں یُوْبِقْهُنَّ تباہ کردے (انہیں) یُوْبِقُ مضارع کا صیغہ ہے اِیْبَاق سے جس کا مادہ و۔ب۔ق ہے وُبُقٌ تباہی اِیْبَاق تباہ کرنا قاف پر جزم اس لیے ہے کہ اِنْ یَّشَاْ کی جزا ہے جو اوپر کی آیت میں ہے یعف بھی یعفو تھا واؤ گر گئی کیونکہ یہ بھی اِنْ یَّشَاْ کی جزا ہے یَعْلَمَ میم پر زبر اس لیے ہے کہ اس کے پہلے لِاَنْ مقدر ہے۔ اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب جزم کی جگہ جزم نہ دیا جائے تو نصب دیا جاتا ہے ارشاد ہے کہ جہاز میں صبر اور شکر دونوں کا موقعہ ہے کیونکہ اس میں آفتیں بھی ہیں اور فائدے بھی آگے ارشاد ہے کہ جیسے اللہ ہوا روک کر جہازوں کو کھڑا کر سکتا ہے ایسے ہی لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے تیز ہوا بھیج کر جہازوں کو تباہ کر سکتا ہے اور چاہے تو بہت سے مسافروں کو اس تباہی سے بچا بھی لے جہازوں کی تباہی سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں جھگڑا کرنیوالوں کے لیے اللہ کی پکڑ سے بچ کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں نہ اسکے مقابلے میں کوئی تدبیر چل سکتی ہے آگے ارشاد ہے کہ اے لوگو دنیا کے سامان میں کیا دھرا ہے جو اسکے جمع کرنے میں لگے ہوئے ہو یہ تو تھوڑے دن برتنے اور کام چلانے کیلئے ہے اس سے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا تو وہ عیش و آرام ہے جو ایمان والوں اور اللہ پر بھروسہ کرنیوالوں کیلئے اللہ کے ہاں تیار ہے۔

کامیاب لوگ

وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ
اور جو لوگ بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے
وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾
اور جب غصہ آجائے تو معاف کردیتے ہیں اور
وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا
جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز کو قائم کیا اور آپس
الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ وَ
کے مشورے سے کام کرتے ہیں اور ہمارا
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ
دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ
اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾
جب ان پر چڑھائی ہو تو بدلہ لیتے ہیں

وَالَّذِیْنَ ۔ یَجْتَنِبُوْنَ ۔ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ ۔ وَالْفَوَاحِشَ
اور جو پرہیز کرتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے
وَاِذَا ۔ مَا ۔ غَضِبُوْا ۔ هُمْ ۔ یَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾
اور جبکہ غضبناک ہوں تو وہ معاف کردیتے ہیں
وَالَّذِیْنَ ۔ اسْتَجَابُوْا ۔ لِرَبِّهِمْ ۔ وَاَقَامُوا
اور جنھوں نے فرمانبرداری کی واسطے رب اپنے کے اور قائم کیا انھوں نے
الصَّلٰوةَ ۔ وَاَمْرُهُمْ ۔ شُوْرٰى ۔ بَیْنَهُمْ ۔ وَ
نماز کو اور کام ان کا مشورہ سے ہے آپس کے اور
مِمَّا ۔ رَزَقْنٰهُمْ ۔ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ
اس میں سے جو دیا ہم نے انھیں وہ خرچ کرتے ہیں اور وہ
اِذَآ ۔ اَصَابَهُمُ ۔ الْبَغْیُ ۔ هُمْ ۔ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾
جب پہنچے انھیں ظلم زیادتی تو وہ روکتے ہیں

شُوْرٰی (وہ کام جو مشورہ پر چھوڑ دیا جائے) اسکا مادہ ش۔ و۔ ر ہے مَشْوَرَۃ اور مَشُوْرَۃ اور شُوْرٰی اسی سے بنے ہوئے اسم ہیں معنی سب کے ایک ہیں کسی بات کی بابت رائے دینا اس کے کرنے کا ٹھیک راستہ سمجھانا اور اس بات کو بھی کہتے ہیں جسے مشورہ پر موقوف رکھا جائے یہاں یہی مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ دنیا کا سامان مال و دولت آنی جانی چیز ہے اصل چیز تو اللہ کا انعام ہے جسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے یہ ان لوگوں کو ملے گا جن میں یہ صفتیں پائی جاتی ہوں۔

(۱) اللہ کو مانیں اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے فکر میں ہر وقت لگے رہیں (۲) اللہ پر بھروسہ کریں مال و دولت حکومت اور اپنی لیاقت پر مغرور نہ ہوں (۳) بڑے بڑے گناہوں سے بچیں جو عقیدے کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں (۴) گندی باتوں اور عادتوں سے دور رہیں (۵) غضب اور غصہ کے وقت قابو سے باہر نہ ہوں دوسروں کا قصور معاف کردیا کریں (۶) اپنے پروردگار کی حکم برداری میں لگے رہیں (۷) نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کریں (۸) جن کاموں کا صاف حکم قرآن حدیث میں نہیں ان کا فیصلہ باہم مشورے سے کریں۔ (۹) مال جمع کرنے میں مشغول نہ ہوں بلکہ اسے اس طریقے سے خرچ کریں جو اللہ اور اس کے رسول نے بتایا ہے ظلم زیادتی دھینگا مشتی کا ڈٹ کر اور اکٹھے ہو کر مقابلہ کریں۔

جھگڑوں کا فیصلہ

وَجَزٰٓؤُا ۔ سَیِّئَۃٍ ۔ سَیِّئَۃٌ ۔ مِّثْلُھَا ۚ فَمَنْ ۔
اور بدلہ برائی کا برائی ہے ویسی ہی پس جو
عَفَا ۔ وَاَصْلَحَ ۔ فَاَجْرُہٗ ۔ عَلَی اللّٰہِ ۭ اِنَّ ۔ ہٗ ۔ لَا
معاف کرے اور صلح کرے پس اجر اس کا اللہ پر ہے تحقیق وہ نہیں
یُحِبُّ ۔ الظّٰلِمِیْنَ (۴۰) وَ ۔ لَ ۔ مَنِ ۔ انْتَصَرَ ۔ بَعْدَ
پسند کرتا زیادتی کرنیوالوں کو اور البتہ جس نے بدلہ لیا بعد
ظُلْمِہٖ ۔ فَاُولٰۗئِکَ ۔ مَا ۔ عَلَیْھِمْ ۔ مِّنْ ۔ سَبِیْلٍ (۴۱)
اپنے ستائے جانے کے پس یہ لوگ نہیں ان پر کوئی الزام
اِنَّمَا ۔ السَّبِیْلُ ۔ عَلَی ۔ الَّذِیْنَ ۔ یَظْلِمُوْنَ ۔ النَّاسَ
بات یہی ہے کہ روش ہے اوپر ان کے جو زیادتی کرتے ہیں لوگوں پر
وَیَبْغُوْنَ ۔ فِی الْاَرْضِ ۔ بِ ۔ غَیْرِ ۔ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗئِکَ
اور فساد مچاتے ہیں بیچ زمین کے بغیر حق کے یہ لوگ
لَھُمْ ۔ عَذَابٌ ۔ اَلِیْمٌ (۴۲) وَ ۔ لَ ۔ مَنْ ۔ صَبَرَ
واسطے ان کے عذاب ہے دردناک اور البتہ جس نے صبر کیا
وَغَفَرَ ۔ اِنَّ ۔ ذٰلِکَ ۔ لَمِنْ ۔ عَزْمِ ۔ الْاُمُوْرِ (۴۳)
اور بخش دیا تحقیق یہ البتہ پختگی ہے کاموں کی

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا ۚ فَمَنْ
اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو معاف کرے اور
عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ۭ اِنَّہٗ لَا
صلح کرے سو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے بیشک اسے
یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (۴۰) وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ
گنہ گار پسند نہیں آتے اور جو کوئی اپنے مظلوم ہونے
ظُلْمِہٖ فَاُولٰۗئِکَ مَا عَلَیْھِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ (۴۱)
کے بعد بدلہ لے تو ان پر بھی کچھ الزام نہیں
اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ
الزام تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور
وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗئِکَ
ملک میں ناحق فساد اٹھاتے ہیں ان لوگوں
لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۴۲) وَلَمَنْ صَبَرَ
کے لیے دردناک عذاب ہے اور البتہ جس نے تحمل کیا
وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۴۳) ع ۵
اور معاف کیا بے شک یہ کام ہمت کے ہیں

اِنْتَصَرَ (انتقام لیا) ماضی ہے اِنْتِصَارٌ سے جو ن ۔ ص ۔ ر سے بنا ہے نَصْرٌ کے معنی مدد کرنا اِنْتِصَارٌ کے معنی بدلہ لینا انتقام لینا ۔

عَزْمِ الْاُمُوْرِ عزم کے معنی ارادہ اور پختگی اور مضبوطی الامور کے معنی شاندار کام امر کی جمع ہے جس کے معنی بہت سے ہیں یہاں مراد بڑی بات یا بڑا کام ہے۔

ارشاد ہے کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے یعنی کم نہ زیادہ لیکن جو معاف کر دے اور جھگڑے کو رفع دفع کر کے صلح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جس پر کوئی ظلم کرے اور وہ اس کا بدلہ لے تو اس پر کوئی الزام نہیں الزام تو ان پر ہے جو لوگوں کو ناحق ستاتے ہیں اور ملک میں بلاوجہ فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کو سخت سزا ملے گی اس میں کوئی شک نہیں کہ دکھ سہہ لینا اور دکھ دینے والے کو معاف کر دینا اسی کا کام ہے جو بڑے بڑے کام کرنے کا پختہ ارادہ اور بلند ہمت رکھتا ہو۔

سیدھی اور صاف بات

ان آیتوں کے پڑھنے اور ان کے مطلب اور معانی پر غور کرنے کے بعد ہر انسان کو صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی کیسے گزارنی چاہیے۔ ہر انسان اتنی بات جانتا ہے کہ دنیا میں کوئی ہمیشہ رہا ہے نہ رہے گا۔ ایک نہ ایک دن ہر ایک کو یہاں سے جانا ہے مرتے وقت یہاں کا سارا ساز و سامان یہیں دھرا رہ جائے گا اور ہر ایک آدمی مرد ہو یا عورت اکیلا یہاں سے سدھار جائے گا۔ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ اس کا جواب جو قرآن مجید نے دیا ہے اس میں کوئی بات ایسی نہیں کہ جس میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش ہو اس کے الفاظ بالکل واضح اور مطلب بالکل صاف ہے وہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا اور اللہ کے دربار میں اپنے سارے کاموں کا جو اس نے دنیا میں کئے تھے حساب دینے کے لیے حاضر ہو گا۔ اس دوبارہ جینے کے بعد پھر اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور آخرت کی زندگی شروع ہو جائے گی اگر اعمال اچھے ہوئے تو ہمیشہ کی آرام کی زندگی میں اور بُرے ہوئے تو دکھ اور تکلیف کی زندگی میں بسر کرنی پڑے گی۔ بھائیو اگر قرآن کو مانتا ہے اور ہمیشہ کے آرام کی زندگی حاصل کرنی ہے تو جس طرح یہ کہتا ہے اس طرح زندگی بسر کرو تمہاری دنیا کی حالت بھی سنور جائے گی۔ اور آخرت بھی درست ہو جائے گی۔

ان آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ پہلے یہ بات اچھی طرح دل میں بٹھا لو کہ دنیا میں جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ سب عارضی ہے اور اس لیے ہے کہ اس سے کچھ دن نفع اٹھا لو۔ اس کے جمع کرنے میں وقت مت ضائع کرو بلکہ ساری طاقت اللہ کی رضامندی حاصل کرنے میں لگا دو۔ اگر اللہ کو راضی کر لیا تو آخرت میں وہ کچھ ملے گا جس کو کبھی فنا نہیں اور یقیناً اس سے بہتر ہو گا۔ جس کے جمع کرنے کے اندر تم دنیا میں مصروف ہو۔ دیکھو تم سے صاف صاف کہا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کا انعام ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اللہ کو مانا ہر کام میں اسی پر بھروسہ کیا اور دنیا میں عقیدہ کی خرابی اور لچپن سے بچتے رہے۔ غصہ آیا تو پی گئے اور قصوروار کا قصور معاف کرنے کے لیے فوراً تیار ہو گئے ہر بات اور کام میں اپنے رب کا سب سے پہلے خیال کیا کہ اس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہو جائے گا۔ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے کوئی ایسی بات آ پڑی کہ جس کا کرنا ضروری ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی بابت کوئی صاف فیصلہ معلوم نہیں ہوا تو اس کے لیے سب سمجھ داروں کو اکٹھا کر کے باہم مشورہ کرنا چاہیے۔ کہ اب کیا کریں اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی بساط کے مطابق اس رزق میں سے جو اللہ نے اسے دیا ہے دوسروں کی مدد کے لیے خرچ کرنے کو تیار رہے بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے۔ لیکن جو معاف کر دے وہ بڑی ہمت والا ہے۔ اللہ اسے اس کا اجر دے گا۔ لڑائی فقط ظلم اور زیادتی دور کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اور کسی بات کے لیئے نہیں۔

مزید غور

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سے بہتر اس وقت انسان کی ہدایت کے لیے دنیا میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جسمیں زندگی گزارنے کی پوری پوری ہدایتیں ہر اس معاملہ کے متعلق بتائی گئی ہوں جو انسان کو پیش آسکتا ہے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کو مانے بغیر انسان کو اطمینان اور امن کی زندگی مل ہی نہیں سکتی کون ہے جس کے اندر صرف اپنے اور اپنے بعد اپنے عزیز و اقربا کے پیٹ بھرنے کا جذبہ موجود نہ ہو ہر ایک کے سر پہ خواہشوں کا بھوت ہر وقت سوار اور خواہش بھی ایک نہیں ہزار پھر کبھی ان کے لیے دوسروں کی خوشامد کیونکہ اکیلا ان کو پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کبھی دوسروں پہ زبردستی کروہ دب کر اس کی مدد کریں پھر اس میں رکاوٹ پیدا کرنیوالوں پہ غضب اور غصہ اور اس کا نتیجہ تو تو میں میں، جھک جھک، بک بک، سر پھٹول لڑائی جسے دیکھو بدلہ لینے کے جذبے میں آپے سے باہر ہوا جا رہا ہے۔ ان بلاؤں سے پیچھا کیسے چھوٹے۔ کیا اس سے زیادہ کوئی اور کام کرنیوالا طریقہ ہے کہ اللہ کو مان کر اسی کی مرضی پہ چلا جائے ہر کام اسکا پر چھوڑ دیا جائے۔ اور جو وہ علم دے اس پہ عمل کرنے کے لیے تیار رہا جائے۔ یہ ہے قرآنی طریقہ اس کے بغیر آدمی دنیا کے مصیبتوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا قرآن کہتا ہے کہ اللہ سے ڈرو سب کا ڈر تمہارے دل سے نکل جائے گا۔ اس کی فرمانبرداری کرو پھر کسی اور کی فرمانبرداری کی ضرورت نہ پڑے گی اسی سے مدد طلب کرو پھر کسی کی خوشامد اور چاپلوسی نہ کرنی پڑے گی؛

انسان کے لیے فقط دنیا ہی کی زندگی نہیں ہے اسے آگے بھی جینا ہے دنیا کا عیش کتنے دن کا؟ جو حلال طریقے ہاتھ لگے اس پر قناعت کرو آپ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ جو بچ رہے اس سے اپنے قریبی رشتہ داروں کی مدد کرو۔ اس طرح دنیا میں چین سے رہو گے اللہ کے سوا کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلایا تو مارے جاؤ گے اللہ ناراض ہو جائے گا اس سے زیادہ اور بری کوئی بات نہیں کہ اسے مان کر کسی اور کے آگے بھی جھکا جائے خواہشوں کو لگام دو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کے اندر رہو جب اللہ کو مان لیا اور سب کام اس کے سپرد کر دیئے پھر کسی پر غضبناک اور تیز ہونے کی کیا ضرورت کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو سمجھو کہ آخر انسان سے بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔ یہ سمجھ کر قصور معاف کر دو۔ دنیا میں تمہارے یہ کام ہیں کہ اللہ کا حکم مانو نماز باقاعدہ ادا کرو ہر کام میں جاننے والوں سے مشورہ کر لیا کرو اپنے آپ ہی کو سب کچھ مت سمجھو خیرات کرتے رہو آپس کے برتاؤ کی بات یہ ہے کہ برائی کا بدلہ برائی ہو سکتا ہے لیکن جو معاف کر دے اللہ اس کا بھلا کرے گا۔ لڑائی فقط فساد ظلم اور زیادتی دفع کرنے کے لیے ہے جو دوسروں کو دبائے اس کو سب اکٹھے ہو کر دباؤ اور کسی دنیاوی غرض کیلئے لڑائی نہیں کرنی چاہیے؛

زندگی کا بہترین طریقہ

اللہ عزوجل کو مان لینے کے بعد انسان کو دو کام کرنے ضروری ہیں (۱) لوگوں سے اپنے تعلقات درست کرنا اور (۲) اپنی اصلاح کرنا (۱) لوگوں سے تعلقات کب درست ہوں گے اللہ کے ماننے والوں کے لیے یہ کام بہت آسان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بغیر اللہ کے مانے باہمی تعلقات درست ہو ہی نہیں سکتے اللہ کا خوف ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو ظلم وستم سے اور دوسروں پر زیادتی کرنے سے روک سکتا ہے ۔ جب ظلم وستم رک گیا تو پھر تعلقات درست ہوتے کیا دیر لگ سکتی ہے ۔ اس کے بعد دوسرا قدم تعلقات کی درستی کے لیے یہ ہے کہ دنیا کے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں مشغول مت رہو ۔ اس سے اس طرح رکا جائے گا کہ اللہ کے وعدوں پر پورا بھروسہ کیا جائے کہ وہ اپنے فرماں بردار لوگوں کو دنیا کی آنی جانی نعمتوں سے کہیں بڑھ کر نعمتیں آخرت میں عطا فرمائے گا اور وہ نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہوں گی اور کبھی ختم نہ ہوں گی ۔ پھر اس کے بعد ہر کام میں اللہ پر بھروسہ کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے اور یہی اپنی اصلاح کی پہلی سیڑھی ہے ۔ یہ عادت جب حاصل ہو سکتی ہے ۔ جب انسان اپنے دل و دماغ کی ساری قوتوں کو درست کرے ان کی اصلاح کا طریقہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ کو حاضر ناظر جانو وہی سب کی پکار سنتا ہے اور وہی سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے اس کے سوا اور کوئی کسی کی حاجت پوری نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ اس کے سوا سب کسی نہ کسی بات میں بالکل عاجز اور بے بس ہیں ۔ اکیلا ایک اللہ ہی ہے جو کسی کام میں بھی عاجز اور بے بس نہیں ۔ یہ بھی سمجھو کہ وہ گنہ گاروں کو سزا دینے والا اور فرمانبرداروں کو انعام بخشنے والا ہے اتنا ہی سمجھ لینے سے آدمی کے سارے خیالات بالکل درست ہو جائیں گے ۔

اس کے بعد اپنی خواہشوں پر قابو پانا سیکھو غصہ اور جوش جو بری خواہشیں ہیں ان سے دور رہو دوسروں کی باتوں کو برداشت کرنا اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا سیکھو جتنا اللہ پر پکا یقین رکھو گے اتنا ہی دل صاف ہو جائے گا اور جتنا اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرو گے اتنی ہی وہ نیکی کی توفیق زیادہ عطا فرمائے گا وہی کام کرو جن کا حکم ملا ہے ۔ یا جن کے کرنے کی اجازت ہے ۔ اللہ کی فرمانبرداری عملوں کی درستی کا ایک ہی ذریعہ ہے اس کے لیے مقررہ وقت پر باقاعدہ نماز پڑھو اور ہر کام جاننے والوں سے مشورہ کر کے کرو اور اپنی قوت اور دولت دوسروں کی مدد کے لیے خرچ کرو ۔ کسی سے اپنی غرض کے لیے لڑائی جھگڑا مت کرو لڑائی فقط ظلم اور زیادتی کو دفع کرنے کے لیے ہونی چاہیے ملک دولت حکومت حاصل کرنے کے لیے لڑائی جاہلوں کا کام ہے جہاں تک ہو سکے دوسروں کی خطائیں معاف کرتے رہا کرو قصور سے کون خالی ہے ۔ اس کا بدلہ آخرت میں پورا پورا ملے گا ۔ زندگی کا یہی طریقہ قرآن مجید اور نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے ۔

گمراہوں کا حشر

وَمَنْ - يُّضْلِلِ - اللّٰهُ - فَمَا - لَهٗ - مِنْ - وَّلِيٍّ - مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط
اور جسے بھٹکائے اللہ پس نہیں واسطے اسکے کوئی دوست بعد اس کے
وَتَرَى - الظّٰلِمِيْنَ - لَمَّا - رَاَوُا - الْعَذَابَ - يَقُوْلُوْنَ -
اور دیکھے تو ظالموں کو جب دیکھیں وہ عذاب کو کہیں
هَلْ - اِلٰى - مَرَدٍّ - مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٤﴾ وَتَرٰىهُمْ - يُعْرَضُوْنَ
کیا ہے طرف لوٹ جانے کے کوئی راستہ اور تو دیکھے انہیں پیش کئے جائیں گے آگ
عَلَيْهَا - خٰشِعِيْنَ - مِنَ الذُّلِّ - يَنْظُرُوْنَ - مِنْ طَرْفٍ
اس کے آنکھیں نیچی کیے ذلت سے دیکھ رہے ہوں نگاہ
خَفِيٍّ ط وَقَالَ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْٓا - اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ - الَّذِيْنَ
خفیہ سے اور کہیں وہ جو ایمان لائے تھے تحقیق نقصان میں وہ ہیں جو
خَسِرُوْٓا - اَنْفُسَهُمْ - وَاَهْلِيْهِمْ - يَوْمَ - الْقِيٰمَةِ ط اَلَآ
کھو بیٹھے جانیں اپنی اور اپنے گھر والوں کی دن قیامت کے خبردار
اِنَّ - الظّٰلِمِيْنَ - فِيْ - عَذَابٍ - مُّقِيْمٍ ﴿٤٥﴾
تحقیق ظالم ہیں بیچ عذاب ہمیشہ رہنے والے کے

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط
اور جس کو اللہ راہ نہ سجھائے تو پھر اس کا کام بنانے والا کوئی نہیں
وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ
اس کے سوا اور تو دیکھے گنہگاروں کو جس وقت عذاب دیکھیں گے کہیں گے
هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٤﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ
کسی طرح پھر جانے کی بھی کوئی راہ ہوتی اور تو انہیں دیکھے کہ آگ
عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ
کے سامنے لائے جائیں آنکھیں جھکائے ہوئے ذلت سے دیکھتے ہوں گے چھپی
خَفِيٍّ ط وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ
نگاہ سے اور کہیں وہ جو ایماندار تھے یقیناً ٹوٹے والے وہی ہیں
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اَلَآ
جنہوں نے گنوایا اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن
اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿٤٥﴾
سنتا ہے گنہگار سدا کے عذاب میں پڑے ہیں

پچھلی آیتوں میں عدل و انصاف صبر اور معاف کر دینا چار اصول بتائے جو اچھے اخلاق کی جڑ ہیں اگر انسان انہیں اختیار نہ کرے بلکہ ظلم۔ ستم گھبراہٹ اور اکھڑپن آپس کے معاملات میں اختیار کرے تو وہ یقیناً گمراہ ہے یہ اخلاق انہی کو پورے طور پر مل سکتے ہیں جو اللہ پر ایمان لا کر اس سے توفیق کی دعا مانگتے رہتے ہیں اگر اللہ پر ایمان نہیں تو پھر سمجھ لیں کہ وہ بدقسمت ہیں اور اللہ نے انہیں گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اب اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں سیدھا راستہ سمجھائے لوگو اپنے رب کا حکم مانو ورنہ پچھتاؤ گے اور عذاب دیکھ کر دنیا میں آنے کی پھر تمنا کرو گے کہ اب کے اچھے کام کریں گے۔ لیکن یہ آرزو پوری نہ ہو گی جس وقت بُرے کام کرنے والے دوزخ کے سامنے کھڑے ہوں گے شرم کے مارے ان کے سر جھکے ہوں گے ترچھی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہوں گے اور اپنے آپ کو خود ذلیل سمجھ رہے ہوں گے اس وقت ایماندار کہیں گے کہ سچ مچ ٹوٹے میں تو وہی رہے جو قیامت کے دن آپ بھی ڈوبے اور اپنے گھر والوں کو بھی ڈبویا۔ اچھی طرح سن لو بدکار لوگ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے اس میں شک کی گنجائش نہیں۔

اللہ کا ہی سہارا ہے

وَمَا ۔ كَانَ ۔ لَهُمْ ۔ مِّنْ اَوْلِيَآءَ ۔ يَّنْصُرُوْنَهُمْ
اور نہ ہوئے واسطے ان کے   دوستوں میں سے   کہ مدد کرتے ان کی
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ وَ ۔ مَنْ ۔ يُّضْلِلِ اللّٰهُ ۔ فَمَا لَهٗ
اللہ کے سوا   اور   جسے   گمراہ کرے اللہ   پس نہیں اس کے لیے
مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا ۔ لِ ۔ رَبِّ ۔ كُمْ
کوئی راستہ   فرمانبرداری کرو   واسطے رب   اپنے کے
مِّنْ قَبْلِ ۔ اَنْ يَّاْتِيَ ۔ يَوْمٌ ۔ لَّا ۔ مَرَدَّ ۔ لَ ۔ هٗ
پہلے اس کے کہ آپہنچے   وہ دن کہ نہیں ٹلنا   واسطے اس کے
مِنَ اللّٰهِ ۔ مَا ۔ لَ ۔ كُمْ ۔ مِّنْ مَّلْجَاٍ ۔ يَّوْمَئِذٍ
اللہ کی جانب سے   نہیں واسطے تمہارے   کوئی پناہ   اس دن
وَّمَا ۔ لَ ۔ كُمْ ۔ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ ۔ اَعْرَضُوْا
اور نہیں واسطے تمہارے   ذرا بھی مکرنا   اور اگر منہ پھیریں وہ
فَمَا ۔ اَرْسَلْنَا ۔ كَ ۔ عَلَيْ ۔ هِمْ ۔ حَفِيْظًا
پس نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو   ان کے   اوپر   نگرانی کرنے والا

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ
اور نہ ہوئے ان کے دوست جو ان کی مدد کرتے
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
اللہ کے سوا اور جس کو اللہ بھٹکائے اس کے لیے
مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ
کہیں راہ نہیں   حکم مانو اپنے رب کا
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ
اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے ہٹنا نہیں اللہ کے
مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ
ہاں سے   اس دن تمہیں کوئی بچاؤ نہ ملے گا
وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا
اور نہیں واسطے تمہارے مکرنا   پھر اگر وہ منہ پھیریں
فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ
تو تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے ان پر نگہبان

مَلْجَاٌ (پناہ) اس کا مادہ ل ۔ ج ۔ ء سے لَجَاءٌ کے معنی پناہ لینے کے ہیں مَلْجَاٌ اسم ظرف ہے پناہ کی جگہ اور مصدر میمی بھی ہوسکتا ہے۔ جسکے معنی پناہ ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ کا انکار کرنیوالے آخرت کے دن کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اس عذاب سے چھڑانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں وہاں دوست ملاقاتی یار و مددگار کوئی بھی کام نہ آئیگا اتنی بات جو نہیں سمجھتے ان پر اللہ کی مار ہے اور وہ راستہ سے بھٹک گئے ہیں جب اللہ ہی ناراض ہوجائے تو پھر گمراہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں اسلیئے تمہارے لیئے انسانو فقط یہی راستہ ہے کہ اللہ کے تابع اور فرمانبردار بن جاؤ اور مرنے سے پہلے اس کے بندے بن کر رہو ورنہ قیامت کے دن تباہ ہوگے قیامت کے دن نافرمانوں کے سر سے اللہ کا عذاب ٹل نہیں سکتا اللہ کی جانب سے وہاں کوئی مہلت نہ ملیگی اور نہ عذاب میں تاخیر ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے وہاں اسکا کوئی موقع نہیں گنہگاروں کو وہاں پناہ کی کوئی جگہ نہ مل سکے گی اور نہ وہ گناہوں سے مکر سکیں گے اے رسول انکو یہ باتیں بتادو اگر یہ نہ سنیں اور منہ پھیر کر چلے جائیں تو یہ جانیں تمہیں انکے اوپر داروغہ بنا کر نہیں بٹھایا گیا ہے کہ انکو زبردستی سیدھے راستے پر لاؤ۔

رسول کا فرض

اِنْ ۔عَلَيْكَ ۔اِلَّا ۔الْبَلٰغُ ؕ وَ ۔اِنَّا ۔اِذَآ
نہیں اوپر تیرے مگر پہنچا دینا اور تحقیق ہم جب
اَذَقْنَا ۔الْاِنْسَانَ ۔مِنَّا ۔رَحْمَةً ۔فَرِحَ
چکھاتے ہیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت خوش ہو جاتا ہے
بِهَا ۚ وَاِنْ ۔تُصِبْهُمْ ۔سَيِّئَةٌ ۔بِ ۔مَا
ساتھ اس کے اور اگر پہنچے انھیں برائی بسبب اس کے کہ
قَدَّمَتْ ۔اَيْدِيْهِمْ ۔فَاِنَّ ۔الْاِنْسَانَ ۔كَفُوْرٌ (۴۸)
آگے بھیجا ہاتھوں نے ان کے پس تحقیق انسان بڑا ناشکرا ہے
لِ ۔لّٰهِ ۔مُلْكُ ۔السَّمٰوٰتِ ۔وَالْاَرْضِ ؕ
واسطے اللہ کے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی
يَخْلُقُ ۔مَا ۔يَشَآءُ ؕ
پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے

اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ
تیرے ذمہ تو بس پہنچا دینا ہی ہے اور جب ہم آدمی کو
اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ
اپنی طرف سے رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تو اس پر پھولا
بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا
نہیں سماتا اور اگر اس کو اس کی کمائی کے بدلے میں کچھ
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ (۴۸)
خرابی پہنچتی ہے تو انسان بڑا ناشکرا ہے
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ
پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے

ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول اس لیے بھیجتا ہے کہ اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیں رسول کا یہ فرض نہیں ہے کہ ان سے اس پیغام کے مطابق عمل کرنے کے لیے زبردستی بھی کرے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف لفظوں میں ہدایت کی ہے کہ اے ہمارے رسول تمہارا کام تو فقط پہنچا دینا ہے اگر یہ لوگ نہ مانیں تو اس پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ سمجھ لو کہ انسان خوشحالی کے وقت تو مغرور ہو جاتا ہے اور جب اس کی غلطیوں کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو اس کے منہ سے کفر کے کلمے نکلنے لگتے ہیں اس لیے ان میں ایسے لوگ کم ہوتے ہیں جو اللہ کو ایسا مانیں جیسا ماننے کا حق ہے عیش و عشرت کے وقت تو اپنی رنگ رلیوں میں انہیں اس کی فرصت ہی نہیں ملتی کہ خواہشوں کو قابو میں رکھیں اور اللہ کے حکم بجا لائیں کیونکہ وہ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور جب بدکاریوں کی وجہ سے آفتوں میں پھنس جاتے ہیں تو پھر کہتے ہیں کہ اللہ ہوتا تو ہمارا یہ حال کیوں ہوتا ان کی عقل پہ پتھر پڑھ گئے ہیں اللہ تو آسمانوں کا اور زمین کا مالک ہے۔ وہ جو چیز چاہے پیدا کر دے۔ اور جس حال میں چاہے رکھے۔ اس کے نہ ماننے سے کیا معنی؟

اللہ کی شان

يَهَبُ - لِمَنْ - يَّشَآءُ - اِنَاثًا - وَّيَهَبُ - لِمَنْ - يَّشَآءُ
دیتا ہے وہ جس کو چاہے بیٹیاں اور دیتا ہے جس کو چاہے
الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ - ذُكْرَانًا - وَّ - اِنَاثًا
بیٹے یا جوڑے کر دیتا ہے انکے بیٹے اور بیٹیاں
وَ - يَجْعَلُ - مَنْ - يَّشَآءُ - عَقِيْمًا - اِنَّ - هٗ - عَلِيْمٌ
اور کر دیتا ہے جسے چاہے بانجھ تحقیق وہ جاننے والا ہے
قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا - كَانَ - لِ - بَشَرٍ - اَنْ - يُّكَلِّمَهُ
قدرت والا اور نہیں ہے واسطے کسی بشر کے یہ کہ باتیں کرے اس سے
اللّٰهُ - اِلَّا - وَحْيًا - اَوْ - مِنْ - وَّرَآئِ - حِجَابٍ
اللہ مگر الہام سے یا پیچھے سے ایک پردے کے
اَوْ - يُرْسِلَ - رَسُوْلًا - فَ - يُوْحِيَ - بِاِذْنِهٖ
یا بھیج دے رسول پس پہنچا دے اس کے حکم کے ساتھ
مَا - يَشَآءُ - اِنَّهٗ - عَلِيٌّ - حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾
جو وہ چاہے تحقیق وہ بلند و برتر حکمت والا ہے

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ
جس کو چاہے بیٹیاں بخشتا ہے اور جس کو چاہے
الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ
بیٹے یا ان کو جوڑے بیٹے اور بیٹیاں دیتا ہے
وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
اور جس کو چاہے بانجھ کر دیتا ہے وہ ہے سب کچھ جانتا
قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ
کر سکتا اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے اللہ
اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ
باتیں کرے مگر اشارے سے یا پردہ کے پیچھے سے
اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ
یا کوئی پیغام لانے والا بھیجے پھر اس کے حکم سے جو وہ
مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾
چاہے پہنچا دے تحقیق وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کے پہچاننے کے لیے اس پر غور کرو کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن پر انسان کو اختیار نہیں پھر وہ کیسے ہوتی ہیں۔ سنو وہ اللہ کی مرضی اور اس کی قدرت سے ہوتی ہیں اللہ جس کو چاہے بیٹیاں ہی بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہے بیٹے ہی بیٹے دیتا ہے اور چاہے جس کو بیٹیاں اور بیٹے دونوں دے اور جسے چاہے بے اولاد ہی رکھے وہی جانتا ہے کہ کس کے لیے کیا بات مناسب ہے اور اس میں ہر بات کرنے کی قدرت ہے دیکھو انسان کی اتنی حیثیت نہیں کہ اللہ عزوجل اس کے سامنے آکر اس سے منہ در منہ بات کرے وہ یا تو خفیہ طور پر ہی آدمی کے دل پر بات کھول دیتا ہے یا پردہ کے پیچھے سے آواز کے ساتھ کچھ کہتا ہے ان دونوں صورتوں میں کوئی بولنے والا سامنے نہیں ہوتا اور کبھی کبھی فرشتہ کو کسی شکل میں بھیج دیتا ہے اور وہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے نبی سے صاف صاف کہہ دیتا ہے کوئی شک نہیں کہ اللہ بہت بلند ہے اس لیے وہ دنیا میں دکھائی نہیں دے سکتا لیکن اس کی حکمت چاہتی ہے کہ انسان کے پاس اپنا پیام ان تینوں طریقوں میں سے کسی طرح پہنچائے۔

قرآن اسی طرح نازل ہوا

وَكَذٰلِكَ ۔ اَوْحَيْنَآ ۔ اِلَيْكَ ۔ رُوْحًا ۔ مِّنْ ۔ اَمْرِنَا ؕ مَا
اور اسی طرح بھیجی ہم نے تیری طرف ایک روح حکم سے اپنے نہ
كُنْتَ ۔ تَدْرِىْ ۔ مَا الْكِتٰبُ ۔ وَلَا ۔ الْاِيْمَانُ ۔ وَلٰكِنْ
تھا تو جانتا کیا ہے کتاب اور نہ ایمان اور لیکن
جَعَلْنٰهُ ۔ نُوْرًا ۔ نَّهْدِىْ ۔ بِهٖ ۔ مَنْ ۔ نَّشَآءُ ۔ مِنْ عِبَادِنَا ؕ
کیا ہم نے اسے روشنی کہ راہ سمجھاتے ہیں ساتھ اسکے جسے چاہتے ہیں ہم اپنے بندوں میں سے
وَاِنَّكَ ۔ لَتَهْدِىْٓ ۔ اِلٰى ۔ صِرَاطٍ ۔ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾
اور تحقیق تو البتہ ہدایت کرتا ہے طرف راہ سیدھی کے
صِرَاطِ ۔ اللّٰهِ ۔ الَّذِىْ ۔ لَهٗ ۔ مَا ۔ فِى ۔ السَّمٰوٰتِ
راہ اللہ کی وہ جو واسطے اس کے ہے جو ہے آسمانوں میں
وَمَا ۔ فِى ۔ الْاَرْضِ ؕ اَلَآ ۔ اِلَى ۔ اللّٰهِ ۔ تَصِيْرُ ۔ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾
اور جو ہے زمین میں آگاہ رہ طرف اللہ ہی کے لوٹتے ہیں سب کام

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا
اور اسی طرح ہم نے بھیجا تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے
كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ
تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان ولیکن
جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ
ہم نے رکھی ہے یہ روشنی جس سے راہ سمجھا دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے
وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾
چاہیں اور بیشک تو سیدھی راہ سمجھاتا ہے
صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
اللہ کی راہ جس کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین
وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع ۵/۶
میں سنتا ہے اللہ تک پہنچتے ہیں سب کام

رُوْحٌ (جان) وہ چیز جس سے زندگی حاصل ہو اس سے مراد فرشتہ بھی ہوتا ہے اور جان ڈالنے والی چیز بھی یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں ۔

جب اللہ عزوجل اس قدر بلند اور عالیشان ہے اور آدمی اس قدر کمزور اور ناتواں ہے کہ دنیا میں اس کے روبرو نہیں ہو سکتا اور اس کی حکمت نے چاہا کہ انسان کو اپنا پیغام پہنچائے تو اس نے اپنے رسول دنیا میں بھیجے اور ان کے دل میں اپنے حکم ڈالے یا پردہ کے پیچھے سے اپنی آواز سنائی یا فرشتہ کو خفیہ یا ظاہر طور پر انکے پاس بھیجا اور پھر ان رسولوں نے باقی لوگوں کو وہ حکم پہنچائے اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے محمدؐ ہم نے تیرے اوپر انہی تین طریقوں سے اپنے حکم بھیجے تاکہ انسان کو ہماری مرضی کیمطابق دنیا میں رہنا نصیب ہو قرآن حکیم ان حکموں کا خزانہ ہے اسکو ہمارا فرشتہ جسکا لقب الروح الامین ہے تیری طرف لے کر آیا اور تیرے دل میں اتار دیا یہ وہ پیغام ہے جس سے مردہ دلوں میں جان پڑتی ہے اس سے پہلے تجھے معلوم نہ تھا کہ کتاب جسمیں اللہ کے حکم لکھے ہوئے ہیں کیا ہے اور نہ ایمان کی حقیقت تجھے معلوم تھی ہم نے اس قرآن کو روشنی بنا کر بھیجا جس نے ساری کام کی باتوں کو کھول کر بتا دیا ۔ تاکہ ہمارے بندے اس کے ذریعہ اللہ کی دی ہوئی توفیق سے اپنی بھلائی کا راستہ دیکھ لیں ہم اسکے ذریعہ انہیں راستہ دکھا کر چلتے ہیں اے ہمارے رسول تیرا کام انہیں سیدھے راستہ پر چل کر دکھاتا ہے ۔ وہ راستہ جو اللہ عزوجل تک پہنچاتا ہے وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں کا مالک ہے اور سارے کام اس کی طرف پہنچ کر رہتے ہیں ۔

سورۃ الشوریٰ پر ایک نظر

اس سورت میں قرآن حکیم کی نصیحت سے بھری باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ جتنا اس پر غور کرو گے اتنا ہی تمہیں یقین ہوتا چلا جائے گا کہ یہ اللہ ہی کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جو زبردست ہے اور سارے بھیدوں سے واقف ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ ہی اس ساری دنیا کا مالک ہے بزرگ اور سب سے بڑا ہے۔ انسان اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے کب کا تباہ ہو چکا ہوتا۔ لیکن فرشتے اللہ کی تعریف میں ہر وقت لگے رہتے ہیں اور انسان کے لیے بخشش مانگتے ہیں اس لیے انسان کو ایک مدت تک کے لیے اللہ مہلت دیتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف جھکے ہوئے ہیں ان کو اللہ دیکھ رہا ہے اور ان کو پوری پوری سزا دے گا رسول کے ذمہ زبردستی راہ راست پر لانا نہیں ہے ان کا کام فقط سمجھا دینا ہے۔ دنیا امتحان کی جگہ ہے یہاں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے رہیں گے۔ ان سب کا فیصلہ مرنے کے بعد قیامت کے دن اللہ کے ہاں ہوگا۔ جہاں سب جمع ہوں گے۔ غور کرو تو اللہ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں خود آسمان و زمین اس کے ایک ہونے پر گواہ ہیں ان کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہی وہ اپنی حکمت سے جس کو جو اور جتنا چاہے عطا فرماتا ہے انسان کے لیے دنیا میں ایک ہی دین ہے اور وہ وہی ہے جسے قاعدہ طور پر آدمؑ سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے نبی سمجھاتے چلے آئے ہیں اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑو اور آپس میں جھگڑے نہ پیدا کرو۔ دین اتفاق کے لیے آیا ہے لیکن انسان خواہشوں اور جذبات کا شکار ہو کر ایک دوسرے سے لڑتے مرتے ہیں جنہیں اللہ کی کتاب مل چکی ہے وہ دنیا کے بکھیڑوں میں پھنس کر اس کو بھلا بیٹھے ہیں اور اس کی طرف سے شک و شبہ میں پڑے ہیں یہ قرآن آخری کتاب ہے اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ تم انسان کو اصلی دین کی طرف دعوت دو اور اس پر خود چل کر راہ دکھادو۔ عدل و انصاف دنیا میں قائم کرو جو نہ مانے اس کو اللہ سزا دے کر رہے گا۔ دنیا فنا ہو جائے گی اور قیامت ضرور آئے گی جو اس کو بھلا بیٹھے وہ انتہائی گمراہی میں پھنس گئے قرآن ہر بات کی کسوٹی ہے اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے ترازو کی مانند ہے جو اسے مانیں گے وہ جنت میں جائیں گے۔ اور منہ مانگی مراد پائیں گے دنیا میں جو اس کا انکار کر بیٹھے ہیں وہ کم سے کم اس کے دوسروں تک پہنچانے میں روڑے نہ اٹکائیں ورنہ اس کا انجام بُرا ہوگا افسوس کہ انسان مال و دولت پر مغرور ہو جاتا ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لیے دوسروں کے ساتھ ظلم و ستم کرنے پر اتر آتا ہے یاد رکھو انسان پر جو مصیبت آتی ہے اس کے بُرے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے اللہ معاف نہ کرتا رہے تو بالکل تباہی پھیل جائے توبہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے دنیا میں کیا دھرا ہے اللہ کے پاس اس سے کہیں بہتر چیزیں ہیں مگر وہ انہیں کو ملیں گی جو نیک عادتیں اختیار کریں گے ان عادتوں کو صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے سارا زور اس پر ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ رسول کے کہنے پر چلو۔ قرآن حکیم کو راستہ کی روشنی بناؤ۔

سورۂ الزخرف

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی تنتالیسویں اور حٰمٓ سے شروع ہونیوالی سورتوں میں سے چوتھی سورت ہے اس میں سات رکوع ہیں اور قیام مکہ کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئی اس میں پھر قرآن مجید کی طرف انسانوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ قرآن بڑی شاندار اور گہری باتوں سے بھرا ہے مکہ والوں سے کہا گیا ہے کہ تم جتنی چاہے شرارتیں اور زیادتیاں کرو۔ یہ کتاب پوری کی پوری نازل ہو کر رہے گی اور ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیل کر رہے گا لوگ نبیوں کے ساتھ ہنسی کرتے ہیں لیکن آخر ہنسنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور نبیوں کا بول بالا ہو کر رہتا ہے تم اللہ کو پہچانتے کیوں نہیں زمین اور آسمان اس نے بنائے۔ مینہ وہ برساتا ہے خشکی اور تری میں چلنے پھرنے کے ذریعے کشتیاں بوجھ اٹھانے والے جانور سب تمہارے لیے اس نے بنائے۔ اس کا شکر ادا کرو کسی اور کو اس کا شریک مت ٹھہراؤ۔ یہ کیا بے عقلی ہے کہ اللہ کی اولاد مانتے ہو اور وہ بھی بیٹیاں حالانکہ خود بیٹیوں کو بُرا سمجھتے ہو انسان اپنے باپ دادا کی رسمیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا حالانکہ اسے سب کچھ چھوڑ کر سچائی کا طلبگار ہونا چاہیے دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کی اور قوم کی ایک نہ سنی اور سچی بات ڈھونڈ کر اس کے پیچھے لگے۔ توحید کا ڈنکا بجایا اور اپنے بعد والوں کے لیے یہی ورثہ چھوڑا۔ مگر بعد کے لوگ دنیا کی بے ہودہ باتوں میں پھنس کر اسے چھوڑ بیٹھے اور جب رسول انہیں سمجھانے آئے تو ان کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ اب یہ مکہ کے لوگ انکار کا بہانہ یہ کرتے ہیں کہ رسول تو کوئی مشہور اور مالدار آدمی ہونا چاہیے تھا۔ ان سے پوچھو کہ کیا تم اللہ کی رسالت کے ٹھیکیدار ہو کہ اپنی مرضی کے مطابق اسے بانٹو۔ مال و دولت پر کیا فخر کرتے ہو۔ ہمارے ہاں دنیا کی دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہم جسے چاہیں دیں جسے چاہیں نہ دیں رسالت دنیا کی ساری دولتوں سے بڑھ کر حیثیت رکھتی ہے وہ اسی کو ملتی ہے جو ہمارے نزدیک اس کے لائق ہو ہم کافروں کو دنیا کی دولت بہت کچھ دے ڈالتے ہیں۔ یہاں تک وہ سونے چاندی کے گھر بنا لیتے لیکن اس لیے نہیں دی کہ کہیں لوگ کفر کو اچھا نہ سمجھ بیٹھیں کہ اس سے دولت ملتی ہے اور اس لیے سب کفر ہی کو اختیار کر لیں۔ نادانو! اصل چیز اللہ کی رحمت ہے اور وہ دین اسلام پر چلنے والوں کو ملے گی اور وہ جنت میں عیش کریں گے جو اللہ کی طرف سے منہ پھیرے گا۔ وہ شیطان کا ساتھی بن جائیگا اور آخرت میں دکھ اٹھائے گا مصر کے فرعون نے سرکشی کی اور ملک و مال پر مغرور ہو کر خدائی تک کا دعویٰ کر بیٹھا۔ آخر کیا ہوا۔ بُری طرح مارا گیا۔ اس کے حال سے سبق سیکھو۔ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسے فرشتے خصلت معبود نہیں بن سکتے تو اور کون بنے گا دنیا کے اندر جو لوگ ایک دوسرے کے مددگار اور دوست بنے ہوتے ہیں آخرت میں یہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے دنیا میں پرہیزگاری کی زندگی بسر کی۔

آیاتہا : ۸۹ (۴۳) سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ (۶۳) رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قرآن بہت بلند اور مضبوط کتاب ہے

حٰمٓ ① وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا

حاٰمیم قسم اس کتاب واضح کی تحقیق ہم کیا ہم نے اسے قرآن

عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ③ وَ اِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ

عربی تاکہ تم دھیان کرو اور تحقیق وہ بیچ اصلی کتاب کے

لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ④ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ

ہمارے پاس البتہ بڑی شان دار مضبوط ہے کیا پس پھیر دیں گے ہم تم سے یہ یادداشت

صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ⑤ وَ كَمْ اَرْسَلْنَا

پہلو کے بل اس لیے کہ ہو تم ایک گروہ حد سے نکل جانے والے اور بہت بھیجے ہم نے

مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ⑥ وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ

نبی پہلے لوگوں میں اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی نبی

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑦ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ

مگر ہو جاتے ہیں اس کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والے پس تباہ کر دیا ہم نے زیادہ سخت کو

مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧

ان میں سے زور میں اور چل پڑی کہاوت پہلوں کی

حٰمٓ ① وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ③ وَ اِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ④ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ⑤ وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ⑥ وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑦ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧

حٰم قسم ہے اس واضح کتاب کی ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن رکھا تاکہ تم سمجھو اور تحقیق یہ قرآن ہمارے پاس لوح محفوظ میں برتر مستحکم ہے کیا ہم یہ کتاب تمھاری طرف سے موڑ کر پھیر دیں گے اس لیے کہ تم ایسے لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے اور ہم نے پہلوں میں بہت سے نبی بھیجے ہیں اور لوگوں کے پاس کوئی پیغام لانے والا نہیں آتا جس سے ٹھٹھا نہیں کرتے پھر ہم نے ان میں سے سخت زور والے برباد کر ڈالے اور پہلوں کی مثال چلی آتی ہے

عَلِیٌّ اونچے مرتبہ والا) حَکِیْم (مضبوط اور پختہ) یہ الفاظ پہلے گزر چکے ہیں یہاں یہ قرآن مجید کے لیے استعمال ہوئے ہیں کیونکہ یہ بڑے مرتبہ والا اور پختہ باتوں والا ہے۔ نَضْرِبُ عَنْکُمْ پھیر دیں گے تم سے ضرب سے مضارع ہے ضَرْبٌ سے جس کے معنی کسی سے پھیر دینا ہوتے ہیں۔ صَفْحٌ چہرہ وغیرہ کسی چیز کے چوڑے حصہ کو کہتے ہیں مثلاً آدمی کا چہرہ سینہ پیٹھ ارشاد ہے کہ قرآن شریف ایک واضح اور روشن کتاب ہے اے عرب کے لوگو ہم نے اسے عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم اسے سمجھ لو اور پھر اس کا پیغام زبانی اور عملی طور پر سارے دنیا والوں کو پہنچا دو تمہاری زیادتیوں اور شرارتوں کی وجہ سے اس بیش قیمت نصیحتوں والی کتاب کو روکا نہیں جا سکتا کیونکہ یہ فقط تمہارے ہی لئے نہیں اس سے سارے سمجھدار انسان فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں رسول پہلے بھی آئے ہیں لوگ ہمیشہ ان کی ہنسی اڑاتے رہے لیکن رسولوں کے مقابلے میں بڑے مغرور بھی آخر برباد ہو گئے اور دنیا میں نافرمانوں کیلئے سبق اور عبرت کا باعث بن گئے۔

مانی ہوئی بات

وَلَئِنۡ - سَاَلۡتَ - هُمۡ - مَّنۡ - خَلَقَ - السَّمٰوٰتِ
اور البتہ اگر پوچھے تو ان سے کس نے بنایا آسمانوں کو
وَالۡاَرۡضَ - لَ - یَقُوۡلُ - نَّ - خَلَقَ - هُنَّ - الۡعَزِیۡزُ
اور زمین کو البتہ کہیں گے وہ بنایا انھیں زبردست
الۡعَلِیۡمُ ⑨ الَّذِیۡ - جَعَلَ - لَكُمُ - الۡاَرۡضَ
جاننے والے نے وہی جس نے بنایا واسطے تمھارے زمین کو
مَهۡدًا - وَّ جَعَلَ - لَكُمۡ - فِیۡهَا - سُبُلًا
بچھونا اور کردیے واسطے تمھارے اس میں راستے
لَّعَلَّكُمۡ - تَهۡتَدُوۡنَ ⑩ وَ - الَّذِیۡ - نَزَّلَ
تاکہ تم راہ پاؤ اور وہ جس نے اتارا
مِنَ - السَّمَآءِ - مَآءًۢ - بِقَدَرٍ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا - بِهٖ
آسمان سے پانی ساتھ اندازہ کے پس زندہ کیا ساتھ اس کے
بَلۡدَةً - مَّیۡتًا ۚ كَذٰلِكَ - تُخۡرَجُوۡنَ ⑪
زمین مردہ کو اسی طرح نکالے جاؤ گے تم

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
اور اگر تو ان سے پوچھے آسمان اور
وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِیۡزُ
زمین کس نے بنائے تو کہیں بنائے اس زبردست
الۡعَلِیۡمُ ⑨ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ
خبردار نے وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا
مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا
بنا دیا اور تمھارے لیے اس میں راستے رکھ دیے تاکہ
لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ⑩ وَالَّذِیۡ نَزَّلَ
تم راہ پاؤ اور جس نے آسمان سے
مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ
پانی ماپ کر اتارا پھر اس سے مردہ زمین
بَلۡدَةً مَّیۡتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ⑪
کو زندہ کیا اسی طرح تمھیں بھی نکالیں گے

مکہ کے عرب اللہ کا اقرار کرتے تھے لیکن یہ اقرار صرف زبانی تھا۔ ان کا خیال تھا کہ دنیا کا بنانا اور اس کے بڑے بڑے کام تو اللہ کے سپرد ہیں لیکن روزمرّہ کے چھوٹے چھوٹے کام دیوتاؤں اور ستاروں وغیرہ کے حوالے ہیں ان آیتوں میں اس خیال کو غلط بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو فوراً ان کے منہ سے یہی نکلے گا کہ اللہ نے لیکن اتنا مان کر پھر شرک کرنا یہ ان کی سمجھ کا قصور ہے کیونکہ اللہ کو خالق ماننے میں اقرار پوشیدہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اختیار اور قوت والا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے یہ وہ زبان سے تو کہہ دیتے ہیں۔ لیکن دل سے یہ نہیں سمجھتے کہ اس کے سوا قوت اور علم کسی میں ہے ہی نہیں واقعہ یہ ہے کہ وہ پوری قوت اور قدرت والا ہے اور ان کے فائدہ کی ساری چیزیں اس کی رحمت سے پیدا اور موجود ہوتی ہیں اسی نے زمین بناکر دور دراز رہنے والے انسانوں کو آپس میں ملنے جلنے کی آسانیاں عطا کیں اور اس میں زمین اور سمندر دونوں کے راستے بنا دیئے پھر آسمان سے مینہ برسانے کا سامان کر دیا جس سے خشک زمین پھر ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اسی سے یہ بھی سمجھ لو کہ اسطرح انسان کو بھی مرنے کے بعد دوبارہ اللہ زندہ کرے گا جب اس طرح سمجھ گے تو جان لو گے کہ اللہ کے سوا کسی میں کچھ طاقت نہیں۔

اللہ کی مہربانیاں

وَ الَّذِیۡ - خَلَقَ - الۡاَزۡوَاجَ - کُلَّهَا - وَ جَعَلَ - لَکُمۡ

اور وہی ہے جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے سب اور بنا دیا واسطے تمہارے

مِّنَ الۡفُلۡكِ - وَ الۡاَنۡعَامِ - مَا - تَرۡکَبُوۡنَ ⑫

کشتیوں سے اور چوپایوں سے وہ جس پر تم سوار ہوتے ہو

لِتَسۡتَوٗا - عَلٰی ظُهُوۡرِهٖ - ثُمَّ - تَذۡکُرُوۡا

تاکہ تم سوار کر بیٹھو ان کی پیٹھوں پر پھر یاد کرو

نِعۡمَةَ - رَبِّکُمۡ - اِذَا - اسۡتَوَیۡتُمۡ - عَلَیۡ - هِ -

نعمت اپنے رب کی جب ٹھیک بیٹھ جاؤ تم اس پر

وَ - تَقُوۡلُوۡا - سُبۡحٰنَ - الَّذِیۡ - سَخَّرَ - لَ - نَا

اور کہو پاک ہے وہ جس نے فرمانبردار کر دیا ہمارے لیے

هٰذَا - وَ مَا - کُنَّا - لَ - هٗ - مُقۡرِنِیۡنَ ⑬

اس کو اور نہ تھے ہم اس کو بس میں لانے والے

وَ - اِنَّاۤ - اِلٰی - رَبِّنَا - لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ⑭

اور تحقیق ہم طرف رب اپنے کے البتہ لوٹنے والے ہیں

وَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا وَ جَعَلَ لَکُمۡ

اور جس نے سب چیزکے جوڑے اور تمہارے واسطے

مِّنَ الۡفُلۡكِ وَ الۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡکَبُوۡنَ ⑫

کشتیوں اور چوپایوں کو بنا دیا جن پر تم سوار ہوتے ہو

لِتَسۡتَوٗا عَلٰی ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡکُرُوۡا

تاکہ چڑھ بیٹھو اس کی پیٹھ پر پھر اپنے رب کا

نِعۡمَةَ رَبِّکُمۡ اِذَا اسۡتَوَیۡتُمۡ عَلَیۡهِ

احسان یاد کرو جب بیٹھ چکو اور

وَ تَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا

کہو ذات پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے

هٰذَا وَ مَا کُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ⑬

بس میں کر دیا اور ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے

وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ⑭

اور ہمیں اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے

ازواج (قسم قسم کی چیزیں)، زوج کی جمع ہے یعنی آپس میں ملتی جلتی یا مقابلہ کی چیزیں مُقۡرِنِیۡنَ (بس میں لانے والے): مُقۡرِنٌ کی جمع ہے۔ جو اِقۡرَانٌ سے بنا ہے اس کا مادہ ق۔ ر۔ ن ہے قَرۡنٌ کے معنی ملانا اِقۡرَانٌ قابو میں کر لینا۔

پھر یہ بھی سمجھو کہ اسی نے طرح طرح کی ساری چیزیں دنیا میں بنائیں جو ایک دوسری سے کسی نہ کسی طرح کا تعلق رکھتی ہیں پھر تمہیں اتنا زور اور سمجھ عطا کی کہ تم نے جانور اور کشتیوں کو اپنے قابو میں کر لیا اور ان پر سوار ہو کر جہاں جی چاہا گئے یہ اللہ کی عنایت ہے۔ تمہیں چاہیے کہ جب ان پر سوار ہو تو دل میں اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہم پر بڑا احسان کیا جو ان چیزوں کو ہمارے اختیار میں دے دیا اور زبان سے یوں شکر کرو کہ ہر برائی اور عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں دے دیا ورنہ ہم میں کیا طاقت تھی جو ہم انہیں قابو میں لاتے اور دنیا میں ان چیزوں پر سوار ہو کر سفر کرتے وقت آخرت کا سفر یاد کرو اور کہو ایک دن ہم دنیا سے کوچ کر کے اسی طرح اپنے رب کی طرف واپس جائیں گے۔ اور یقیناً ہم اس کی طرف ایک نہ ایک دن جانے والے ہیں۔

عجیب سوچ

وَجَعَلُوۡا ۔ لَهٗ ۔ مِنۡ ۔ عِبَادِهٖ ۔ جُزۡءًا ؕ ۔ اِنَّ
اورکر دیا واسطے اسکے بندوں میں سے اس کے حصہ تحقیق
الۡاِنۡسَانَ ۔ لَكَفُوۡرٌ ۔ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ ۔ اتَّخَذَ ۔
انسان البتہ ناشکرا ہے کھلا ہوا کیا لے لیں اس نے
مِنۡ ۔ مَّا ۔ يَخۡلُقُ ۔ بَنٰتٍ ۔ وَّ ۔ اَصۡفٰ ۔ كُمۡ
اس سے جو پیدا کیا بیٹیاں اور چن لیا تمھیں
بِ ۔ الۡبَنِيۡنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا ۔ بُشِّرَ ۔ اَحَدُهُمۡ ۔ بِمَا
ساتھ بیٹوں کے اور جب خوشخبری دی جائے ایک ان کے کو ساتھ اسکے
ضَرَبَ ۔ لِلرَّحۡمٰنِ ۔ مَثَلًا ۔ ظَلَّ ۔ وَجۡهُهٗ ۔ مُسۡوَدًّا
جسے بنایا واسطے رحمٰن کے کہاوت ہو جائے چہرہ اس کا سیاہ
وَّهُوَ ۔ كَظِيۡمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَ ۔ مَنۡ ۔ يُّنَشَّؤُا ۔ فِى
اور وہ گھٹنے والا ہو کیا اور جو پالا جائے بیچ
الۡحِلۡيَةِ ۔ وَهُوَ ۔ فِى الۡخِصَامِ ۔ غَيۡرُ ۔ مُبِيۡنٍ ﴿۱۸﴾
زیور کے اور وہ ہو بیچ جھگڑے کے نہ کھل کر بات کرنے والا

وَجَعَلُوۡا لَهٗ مِنۡ عِبَادِهٖ جُزۡءًا ؕ اِنَّ
اور حق تعالیٰ کے لیے انھوں نے اولاد ٹھہرائی تحقیق
الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ ع ۵
انسان بڑا ناشکرا ہے صریح کیا اس نے اپنی
مِمَّا يَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصۡفٰٮكُمۡ
مخلوقات میں سے بیٹیاں رکھ لیں اور تم کو چن کر بیٹے
بِالۡبَنِيۡنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا
دیے اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری
ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا
ملے جسے رحمٰن کے نام لگایا ہے تو اس کا منہ سارا دن
وَّهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنۡ يُّنَشَّؤُا فِى
سیاہ رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹ رہا ہے کیا ایسا شخص جو زیور
الۡحِلۡيَةِ وَهُوَ فِى الۡخِصَامِ غَيۡرُ مُبِيۡنٍ ﴿۱۸﴾
میں پالا جائے اور وہ جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے۔

اَصۡفٰى (پسند کیا)، ماضی کا صیغہ ہے اِصۡفَاءٌ سے جو ص ۔ ف ۔ و سے فعل متعدی ہے صَفۡوٌ ۔ صَفَاءٌ نتھرنا اِصۡفَاءٌ نتھارنا مخصوص کر دینا چن لینا۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں کا عجیب حال ہے انکو اللہ نے کیا کیا نعمتیں عطا کیں زمین بنا کر اس پر ان کے چلنے پھرنے کی راہیں بنا دیں آسمان سے مینہ برسا کر زمین کو خشکی کے بعد پھر ہرا بھرا کیا جس سے ثابت ہوا کہ وہ مردہ کو پھر زندہ کر سکتا ہے ان نعمتوں پر یہ اسکا شکر ادا کرتے تو ان کیلئے کیا ہی اچھا ہوتا اسکے بدلے یہ الٹی اس کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگے اسکے بندوں میں سے بعض کو اس کی اولاد بتانے لگے یہ کیسی کھلم کھلا نمک حرامی ہے اتنا نہ سوچا کہ کیا اللہ کے لیے پسند کرنے کو بیٹیاں ہی رہ گئی تھیں جنہیں یہ خود ایک حقیر مخلوق سمجھتے ہیں اور اگر کوئی کسی سے کہہ دے کہ تیرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تو اس کا چہرہ غم کے مارے سیاہ ہو جاتا ہے اور سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ جاتا ہے یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جس مخلوق کا کام ہی زیور پہننا اور اپنے آپ کو سجانا ہو اور جو بات چیت میں کھل کر اپنی بات نہ منوا سکے نہ دوسرے کی بات غلط کر سکے اور سوا شرمانے اور لجانے کے اور کچھ اس کے پاس قابل توجہ صفت نہ ہو وہ کس طرح اس دانا بینا مالک مطلق اللہ کی اولاد مانی جا سکتی ہے ۞

تاسمجھی

وَ جَعَلُوا ۔ الْمَلٰٓئِکَۃَ ۔ الَّذِیْنَ ۔ ھُمْ ۔ عِبَادُ
اور ٹھہرا دیا انھوں نے فرشتوں کو جو کہ ہیں وہ بندے
الرَّحْمٰنِ ۔ اِنَاثًا ؕ اَ ۔ شَهِدُوْا ۔ خَلْقَ ۔ هُمْ ؕ
رحمٰن کے عورتیں کیا دیکھی انھوں نے پیدائش ان کی
سَتُکْتَبُ ۔ شَهَادَتُ ۔ هُمْ ۔ وَ ۔ يُسْـَٔلُوْنَ (۱۹)
ابھی ابھی لکھی جائے گی گواہی ان کی اور پوچھ ہوگی ان سے
وَ قَالُوْا ۔ لَوْ ۔ شَآءَ ۔ الرَّحْمٰنُ ۔ مَا ۔ عَبَدْنٰهُمْ ؕ
اور کہا انھوں نے اگر چاہتا رحمٰن نہ پوجتے ہم انھیں
مَا ۔ لَهُمْ ۔ بِ ۔ ذٰلِكَ ۔ مِنْ ۔ عِلْمٍ ۚ اِنْ
نہیں واسطے ان کے ساتھ اس کے کوئی علم نہیں
هُمْ ۔ اِلَّا ۔ يَخْرُصُوْنَ ؕ (۲۰)
وہ مگر اٹکل لڑاتے

وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ
اور انھوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں
الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ
ٹھہرایا کیا ان کا بننا دیکھتے تھے ابھی ابھی ان کی گواہی لکھی
سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ (۱۹)
جائے گی اور ان سے پوچھ ہوگی
وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ
اور کہتے ہیں اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے
مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ
ان کو اس کی کچھ خبر نہیں یہ سب
هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ؕ (۲۰)
اٹکلیں دوڑاتے ہیں

انسان کے لیے عموماً اللہ عزوجل کو پہچاننا جیسا کہ پہچاننا چاہیے ہمیشہ مشکل رہا ہے عام لوگوں کی دوڑ دنیا کے ظاہری حالات تک ہے اگر اللہ کے رسول رہنمائی نہ کرتے تو ہمیشہ یہ غلط فہمی ہی میں پھنسے رہتے انسان دیکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی کتنا ہی بڑا بن جائے دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے بغیر اس کا گزارا نہیں بلکہ وہ بڑا ہی جب بنتا ہے جب دوسرے اس کی مدد کریں اسی سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ دوسروں کی مدد کے سہارے حکومت کرتا ہے عرب کے مشرک تو اللہ کی اولاد تک مانتے تھے۔ اور پھر ان کی عقل کو ایسی ٹھوکر لگی کہ اللہ کی اس فرضی اولاد کو بھی بیٹیاں سمجھا۔ قرآن حکیم نے اس سارے خیال کو سرے سے غلط بتایا۔ ایسے ہی فرشتوں کی بابت بھی وہ کہتے تھے کہ یہ سب عورتیں ہیں۔

ارشاد ہے کہ تم خواہ مخواہ دل سے جوڑ کر باتیں کیوں کرتے ہو غیب کی باتوں کا تمہیں پتہ نہیں اور تم ہو کہ صرف اپنے ہی خیال پر اڑے ہوئے ہو اور اپنے شرک کے لیے یہ بہانہ ڈھونڈتے ہو کہ اللہ ہی کو منظور ہوگا۔ کہ ہم شرک کریں ورنہ وہ چاہتا تو ہمیں روک دیتا سو یہ نادانی کی باتیں ہیں شرک سے اللہ ناراض ہے اللہ نے انسان کو دنیا میں کچھ اختیار دے کر چھوڑ دیا ہے۔ اور کہہ دیا ہے۔ کہ تم جو چاہو گے کسی حد تک وہ ہو جائے گا۔ لیکن ہماری رضامندی اسی میں ہے۔ جو قرآن حکیم بتاتا ہے۔

اندھی تقلید

اَمۡ - اٰتَیۡنٰهُمۡ - کِتٰبًا - مِّنۡ قَبۡلِهٖ - فَ - هُمۡ
کیا دی ہم نے انھیں کوئی کتاب پہلے سے اس کے پس وہ
بِهٖ - مُسۡتَمۡسِکُوۡنَ ﴿۲۱﴾ بَلۡ - قَالُوۡۤا - اِنَّا - وَجَدۡنَاۤ
اس کو تھامے ہوئے ہیں نہیں بلکہ کہتے ہیں تحقیق ہم نے پایا ہم نے
اٰبَآءَ - نَا - عَلٰۤی - اُمَّۃٍ - وَّ - اِنَّا - عَلٰۤی - اٰثٰرِهِمۡ
باپ دادا اپنے کو اوپر ایک طریقہ کے اور تحقیق ہم اوپر نشان قدم انکے کے
مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَ - کَ - ذٰلِکَ - مَاۤ - اَرۡسَلۡنَا
راستہ پکڑے ہوئے ہیں اور مانند اس کے نہیں بھیجا ہم نے
مِنۡ قَبۡلِ - کَ - فِیۡ - قَرۡیَۃٍ - مِّنۡ - نَّذِیۡرٍ
پہلے تیرے بیچ کسی بستی کے کوئی ڈرانے والا
اِلَّا - قَالَ - مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ - اِنَّا - وَجَدۡنَاۤ - اٰبَآءَ - نَا
مگر کہا مالداروں نے ان کے تحقیق ہم پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو
عَلٰۤی - اُمَّۃٍ - وَّ - اِنَّا - عَلٰۤی - اٰثٰرِ - هِمۡ - مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾
اوپر ایک طریقہ کے اور تحقیق ہم اوپر نشانوں قدموں ان کے کے چل رہے ہیں

اَمۡ اٰتَیۡنٰهُمۡ کِتٰبًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ فَهُمۡ
پھر کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی سو انھوں نے
بِهٖ مُسۡتَمۡسِکُوۡنَ ﴿۲۱﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ
اسے مضبوط پکڑ رکھا ہے بلکہ کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ
اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ
دادوں کو ایک راہ پر پایا اور ہم انھیں کے قدموں پر راہ
مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَکَذٰلِکَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا
پائے ہوئے ہیں اور اسی طرح جس کسی کو ہم تجھ سے پہلے
مِنۡ قَبۡلِکَ فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ
کسی بستی میں ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگ
اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا
کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر
عَلٰۤی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾
پایا اور ہم انہی کے قدموں پر چلتے ہیں

پہلے ارشاد ہوا کہ یہ مشرک لوگ شرک کو کوئی برا کام نہیں سمجھتے اور جب ان سے کہا جائے کہ تم برا کرتے ہو تو بے پرواہی سے جواب دیتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ سب کام اللہ کی مرضی سے ہوتے ہیں۔ پھر ظاہر ہے کہ ہمارا شرک کرنا بھی اللہ ہی کی مرضی سے ہوتا ہے اگر وہ چاہتا تو ہمیں شرک سے روک دیتا یہ ان کے سمجھنے کی غلطی ہے کسی کام کا واقع ہو جانا اور ہے اور اس کا مرضی کے مطابق ہونا اور ہے اس لیے ان کی یہ دلیل بالکل غلط ہو گی اب وہ بتائیں کہ کیا اس سے پہلے ہم نے کوئی کتاب انکے پاس بھیج دی تھی جس میں انہیں حکم دیا تھا کہ شرک کرو اس پر لاجواب ہو کر وہ کہتے ہیں کہ بس رہنے دو جی ہم تو اپنے باپ دادا کے پرانے طریقے پر چلتے ہیں ہم نے انہیں یہی کرتے دیکھا اس لیے ہم بھی یہی کرتے ہیں مگر یہ کوئی عقل کا راستہ نہیں بلکہ آنکھیں بند کر کے پہلوں کے پیچھے چلنا ہے یہی کہہ کر پہلی قوموں نے بھی رسولوں کی بات کو ٹال دیا تھا۔ کہ ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہمیشہ سے ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں انہوں نے ایک طریقہ قائم کر رکھا تھا۔ اور ہمیں وہ بنا بنایا راستہ مل گیا ہم انہی کے قدم بہ قدم اسی راستہ پر چل پڑے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ جواب صرف ایک غلط بہانہ ہے کوئی معقول بات نہیں اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ان میں اپنی عقل کچھ ہے ہی نہیں۔

کوری ڈھینگا مشتی

قَالَ - اَ - وَ - لَوْ - جِئْتُ - كُمْ - بِ - اَهْدٰى
کہا اس نے کیا اور اگر آؤں میں تمھارے پاس ساتھ زیادہ سیدھے راستہ کے
مِنْ - مَّا - وَجَدْتُّمْ - عَلَيْهِ - اٰبَآءَكُمْ - قَالُوْٓا
اس سے کہ پایا تم نے اوپر اس کے باپ دادا کو اپنے کہا انھوں نے
اِنَّا - بِمَآ - اُرْسِلْتُمْ - بِهٖ - كٰفِرُوْنَ ۲۴
تحقیق ہم ساتھ اسکے بھیجے گئے ہو تم جسے دے کر انکار کرنے والے ہیں
فَانْتَقَمْنَا - مِنْ - هُمْ - فَانْظُرْ - كَيْفَ - كَانَ
پس انتقام لیا ہم نے ان سے پس دیکھ لے کیسا ہوا
عَاقِبَةُ - الْمُكَذِّبِيْنَ ۲۵ وَ - اِذْ - قَالَ
انجام جھٹلانے والوں کا اور جب کہا
اِبْرٰهِيْمُ - لِاَبِيْهِ - وَ - قَوْمِهٖٓ - اِنَّنِيْ - بَرَآءٌ
ابراہیم نے اپنے باپ سے اور قوم اس کی سے تحقیق میں بیزار ہوں
مِّنْ - مَّا - تَعْبُدُوْنَ ۲۶ اِلَّا - الَّذِيْ - فَطَرَنِيْ
اس سے جسے پوجتے ہو تم مگر وہ جس نے پیدا کیا مجھے
فَ - اِنَّ هٗ - سَ - يَهْدِيْ - نِ ۲۷
پس تحقیق وہ عنقریب راہ سجھائے گا مجھے

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى
رسول نے کہا اور جو میں تم کو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ
مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا
لا دوں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا تو کہنے لگے ہم
اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۲۴
تمھارا لایا ہوا نہیں مانیں گے
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا سو دیکھ لے
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۲۵ وَاِذْ قَالَ
جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا اور جب ابراہیم
اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ
نے اپنے باپ اور قوم سے کہا میں الگ ہوں
مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۲۶ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ
ان چیزوں سے جنھیں تم پوجتے ہو مگر جس نے مجھے بنایا
فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۲۷
سو وہ مجھے راہ سجھائے گا

ارشاد ہے کہ اللہ کے رسول نے ان کی بات سن کر سیدھا اور صاف جواب یہ دیا کہ میں اگر تمہیں ایسا راستہ بتاؤں جو تمہارے باپ دادا کے قائم کیے ہوئے راستے سے کہیں بہتر ہو تو کیا تم پھر بھی اپنے باپ دادا ہی کے ڈگر پر چلنا پسند کرو گے اس سے بڑھ کر معقول سوال کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے ڈھٹائی سے اس کا جواب یہ دیا کہ ہم تو سرے سے تمہاری بات مانتے ہی نہیں بہتر اور بدتر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس سخت دلی کا کیا ٹھکانا۔ ارشاد ہے کہ آخر ہم نے ان کے صاف انکار کا انہیں مزہ چکھایا پھر جو ان کا انجام ہوا۔ وہ تمہارے سامنے ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ عقلمند آدمی باپ دادا کے غلط راستہ پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا دیکھو ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اس کی ساری قوم سے صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے معبودوں کو کبھی نہیں مان سکتا میں تو اپنے خالق کو مانتا ہوں اسی نے مجھے بنایا اور وہی مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ

وَ جَعَلَ ۔ هَا ۔ كَلِمَةً ۔ بَاقِيَةً ۔ فِيْ ۔ عَقِبِهٖ
اور کر دیا اسے کلمہ باقی رہنے والا بیچ اولاد اپنی کے
لَعَلَّ ۔ هُمْ ۔ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ ۔ مَتَّعْتُ ۔ هٰٓؤُلَآءِ
تاکہ وہ رجوع کرتے رہیں پر میں نے برتنے کو سامان دیا ان کو
وَ اٰبَآءَ ۔ هُمْ ۔ حَتّٰى ۔ جَآءَ ۔ هُمُ ۔ الْحَقُّ ۔ وَ رَسُوْلٌ
اور باپ دادا کو ان کے یہاں تک آیا ان کے پاس سچ اور رسول
مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَ ۔ لَمَّا ۔ جَآءَ ۔ هُمُ ۔ الْحَقُّ ۔ قَالُوْا
صاف کہنے والا اور جب آیا ان کے پاس سچ کہا انھوں نے
هٰذَا ۔ سِحْرٌ ۔ وَّ ۔ اِنَّا ۔ بِهٖ ۔ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾
یہ جادو ہے اور تحقیق ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں
وَ قَالُوْا ۔ لَوْلَا ۔ نُزِّلَ ۔ هٰذَا ۔ الْقُرْاٰنُ
اور کہا انھوں نے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن
عَلٰى ۔ رَجُلٍ ۔ مِّنَ ۔ الْقَرْيَتَيْنِ ۔ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾
اوپر کسی مرد کے دونوں شہروں کے بڑے

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ
اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گیا تاکہ وہ
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ
رجوع کرتے رہیں کوئی نہیں پر میں نے برتنے کو دیا
وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ
ان کو اور ان کے باپ دادا کو یہاں تک کہ ان کے پاس سچا
مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا
دین اور رسول کھول کر سنانے والا پہنچا اور جب ان کے پاس
هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾
دین پہنچا کہا یہ جادو ہے اور اسے نہ مانیں گے
وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں
عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾
میں کے کسی بڑے مرد پر کیوں نہ اترا

جَعَلَهَا میں هَا کی ضمیر اس کلمہ کی طرف ہے جو پہلی آیت سے سمجھ میں آتا ہے اور جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ قَرْيَتَيْنِ سے مراد مکہ اور طائف کی دو بستیاں ہیں یہ قریۃ کا تثنیہ ہے جس کے معنی گاؤں ہیں۔

ارشاد ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو کلمہ توحید اپنی زندگی میں اپنے باپ اور اپنی ہی قوم سے کہا تھا اسی پر جمے رہنا کی وصیت اپنی اولاد کو کر گئے اب اگر تمہیں باپ دادا ہی کے طریقہ پر قائم رہنا ہے تو اپنے سب سے بڑے دادا ابراہیمؑ کے طریقہ پر قائم ہونا چاہیے اور وہ طریقہ یہی ہے ۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں۔ یہ تم کو تمہارے سب سے بڑے دادا کی پیروی کی طرف بلاتے ہیں دراصل لوگوں کو دنیا کے لالچ نے گمراہ کر رکھا ہے ۔ یہ اپنے قریب کے باپ دادوں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے دنیا میں پھنس کر اصل دین کو جو انکے جدّ امجد ابراہیمؑ نے قائم کیا تھا بھلا دیا تھا۔ اب اسی کے یاد دلانے کیلئے ہم نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے ۔ انہوں نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ حق بات کیا ہے مگر اب انہیں حق ماننے میں اپنی موت نظر آتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک کے باپ دادا دنیا سے دھوکا کھائے ہوئے انہیں غلط راستہ پر ڈال چکے ہیں اب یہ قرآن سن کر کہتے ہیں کہ یہ اگر اللہ کی طرف سے ہے تو دونوں بستیوں میں سے کسی سب سے بڑے سردار پر کیوں نہ نازل ہوا۔

دنیا کی بڑائی کوئی چیز نہیں

۱ - ھُمْ - یَقْسِمُوْنَ - رَحْمَتَ - رَبِّ - كَ - ط
کیا وہ بانٹتے ہیں رحمت رب تیرے کی
نَحْنُ - قَسَمْنَا - بَیْنَ ھُمْ - مَّعِیْشَتَ ھُمْ
ہمیں نے تقسیم کی ہے درمیان ان کے روزی ان کی
فِی - الْحَیٰوةِ - الدُّنْیَا - وَرَفَعْنَا - بَعْضَ ھُمْ
بیچ زندگانی دنیا کے اور اونچا کیا بعض ان کے کو
فَوْقَ - بَعْضٍ - دَرَجٰتٍ - لِیَتَّخِذَ - بَعْضُھُمْ
اوپر بعض کے درجوں میں کہ بناتے ہیں بعض ان کے
بَعْضًا - سُخْرِیًّا - وَرَحْمَتُ - رَبِّ كَ
بعض کو ذلیل اور رحمت رب تیرے کی
خَیْرٌ - مِّمَّا - یَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾
بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں

اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط
کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو
نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ
ہم نے ان میں ان کی روزی دنیا کی
فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ
زندگانی میں بانٹ دی ہے اور بعض کے
فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ
بعض پر درجے بلند کر دیے کہ ایک دوسرے کو
بَعْضًا سُخْرِیًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ
خدمتگار ٹھہراتا ہے اور تیرے رب کی رحمت بہتر
خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾
ہے ان چیزوں سے جو وہ سمیٹتے ہیں۔

لِیَتَّخِذَ : (تاکہ پکڑے) یہاں لام انجام اور نتیجہ ظاہر کرنے کے معنی دیتا ہے یعنی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک کو دوسرا دبا تا ہے
سِخْرِیًّ (بلے اُجرت محنتی) س - خ - ر سے اسم منسوب ہے سُخْر کی طرف سُخْر کے معنی ذلت کے ہیں۔ سُخْرِیًّ ذلیل محنتی بلا اجرت بیگار میں پکڑا ہوا۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی رحمت کی تقسیم ان کے ہاتھ میں نہیں کہ جسے چاہیں دیں جسے چاہیں نہ دیں خود دنیا کی چیزوں ہی میں دیکھ لو پیغمبری تو بڑی چیز ہے دنیا کا مال و دولت ہی ان کی مرضی کے مطابق نہیں بانٹا گیا۔ کوئی مالدار ہے کوئی غریب ہر ایک کا مرتبہ الگ الگ ہے بڑے مرتبے والا چھوٹے مرتبے والے کو اپنا خدمت گار بنا کر رکھتا ہے جب مال و دولت تک کا بھی دنیا ہمارے اختیار میں ہے تو نبوت تو ہماری ایسی رحمت ہے جس کے سامنے مال و دولت کی کوئی حقیقت نہیں اس میں ان کے اختیار کو کیسے دخل ہو سکتا ہے جب مال و دولت ہی میں ان کو اختیار نہیں دیا گیا تو نبوت میں ان کی خواہش کیسے چلے گی یہ سب کچھ ہمارے اختیار میں ہے ہم اپنی حکمت و دانائی سے جس کو چاہیں دیں۔ یہ کیا جانیں کہ ان بستیوں میں کون ایسے مرتبے والا شخص ہے جسے رسالت کا عہدہ دیا جا سکے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ رسالت کے لائق کون ہے کون نہیں۔

مال بے حقیقت چیز ہے

وَلَوۡلَا ۔ اَنۡ ۔ یَّکُوۡنَ ۔ النَّاسُ ۔ اُمَّةً ۔ وَّاحِدَةً ۔ لَّجَعَلۡنَا
اور اگر نہ ہوتا یہ کہ ہو جائیں لوگ جھتا ایک البتہ کر دیتے ہم
لِ ۔ مَنۡ ۔ یَّکۡفُرُ ۔ بِالرَّحۡمٰنِ ۔ لِبُیُوۡتِ ۔ ھِمۡ ۔ سُقُفًا ۔ مِّنۡ
واسطے ان کے جو کافر ہیں ساتھ رحمٰن کے واسطے گھروں ان کے کے چھتیں
فِضَّةٍ ۔ وَّمَعَارِجَ ۔ عَلَیۡھَا ۔ یَظۡھَرُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلِ بُیُوۡتِھِمۡ
چاندی کی اور سیڑھیاں کہ اوپر ان کے وہ چڑھیں اور واسطے گھروں ان کے
اَبۡوَابًا ۔ وَّسُرُرًا ۔ عَلَیۡھَا ۔ یَتَّکِـُٔوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخۡرُفًا ؕ
دروازے اور تخت جن کے اوپر تکیہ لگائیں وہ اور سونا
وَاِنۡ ۔ کُلُّ ۔ ذٰلِکَ ۔ لَمَّا ۔ مَتَاعُ ۔ الۡحَیٰوةِ ۔ الدُّنۡیَا ؕ
اور نہیں سب کچھ یہ مگر پونجی زندگانی دنیا کی
وَالۡاٰخِرَةُ ۔ عِنۡدَ ۔ رَبِّکَ ۔ لِ ۔ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۵﴾
اور آخرت نزدیک تیرے رب کے ہے واسطے متقیوں کے

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا
اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں گے
لِمَنۡ یَّکۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُیُوۡتِھِمۡ سُقُفًا مِّنۡ
تو ہم ان لوگوں کو جو رحمٰن سے منکر ہیں ان کے گھروں کے لیے دیتے چاندی
فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیۡھَا یَظۡھَرُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُیُوۡتِھِمۡ
کی چھتیں اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں اور ان کے گھروں کے
اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیۡھَا یَتَّکِـُٔوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخۡرُفًا ؕ
واسطے دروازے اور تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھیں اور سونے کے
وَاِنۡ کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ؕ
اور یہ سب کچھ نہیں مگر برتنا دنیا کی زندگانی کا اور آخرت
وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّکَ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۵﴾ ع ۱۰ ۳ ۹
تیرے رب کے ہاں ان کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں

زُخۡرُفًا (سونا) اس کا عطف سُقُفًا، اَبۡوَابًا سُرُرًا پر ہے جو جَعَلۡنَا کے مفعول ہیں مَعَارِج (سیڑھیاں) معراج کی جمع ہے عرج ۔ ر ۔ ج سے اسم آلہ ہے عروج چڑھنا۔ سُرُرٌ (چوکیاں تخت) سریر کی جمع ہے جس کے معنی بیٹھنے کی چارپائیوں اور چوکیوں کے ہیں یَتَّکِـُٔوۡنَ فعل مضارع ہے اِتِّکَاءٌ سے جو و ۔ ک ۔ ء سے بنا ہے اتکا کسی پر پیٹھ لگا کر سہارا دے کر بیٹھنا جس پر سہارا دیا جائے اسے اسم تکیہ کہتے ہیں غالباً یہ عربی لفظ تُکَاءَةٌ سے بگاڑ کر بنا لیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ دنیا میں مال و دولت باعث عزت ہے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ ایک بے حقیقت چیز ہے اور یہ دنیا میں اللہ کے نہ ماننے والوں کو بے حساب مل جاتی یہاں تک کہ انکے گھروں کی چھتیں زینے دروازے تخت اور سارا سامان سب سونے چاندی کا ہوتا مگر اس خیال سے ایسا نہ کیا گیا کہ لوگ کفر ہی کو اختیار کر لیں گے ورنہ سونے چاندی سے کافروں کے گھر بھر دیئے جاتے نادانو! یہ تو فقط دنیا کے اندر کچھ دن کے گزارے کا سامان ہے ۔ اس میں کچھ نہیں دھرا ۔ ہاں آخرت کی زندگی اصل زندگی ہے اور وہاں کا عیش و آرام انہیں ملے گا ۔ جو اللہ سے ڈر کر دنیا میں پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں وہاں انہیں فقط سونا ۔ چاندی کیا وہ سب کچھ ملے گا ۔ جس کی خواہش کریں گے اور یہی اصل کامیابی ہے۔

کفر کا وبال

وَ - مَنْ - يَّعْشُ - عَنْ - ذِكْرِ - الرَّحْمٰنِ - نُقَيِّضْ
اور جو آنکھ موند لے ذکر سے رحمٰن کے مقرر کردیں ہم
لَهٗ - شَيْطٰنًا - فَ - هُوَ - لَ - هٗ - قَرِيْنٌ ۳۶
واسطے اس کے ایک شیطان پس وہ واسطے اس کے ساتھی رہے
وَ - اِنَّهُمْ - لَ - يَصُدُّوْنَ - هُمْ - عَنِ السَّبِيْلِ
اور تحقیق وہ البتہ روکتے ہیں انھیں راستہ سے
وَ - يَحْسَبُوْنَ - اَنَّ - هُمْ - مُّهْتَدُوْنَ ۳۷ حَتّٰٓى
اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راستہ پر ہیں یہانتک کہ
اِذَا - جَآءَنَا - قَالَ - يٰلَيْتَ - بَيْنِيْ - وَ بَيْنَكَ
جب آئے ہمارے پاس کہے اے کاش درمیان میرے اور درمیان تیرے
بُعْدَ - الْمَشْرِقَيْنِ - فَبِئْسَ - الْقَرِيْنُ ۳۸
دوری ہو مشرق مغرب کی پس بُرا ہے ساتھی تو

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ
اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے آنکھیں چرائے ہم اس پر
لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۳۶
ایک شیطان مقرر کردیں پھر وہ اس کا ساتھی رہے
وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ
اور وہ ان کو راہ سے روکتے رہتے ہیں اور
وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۳۷ حَتّٰٓى
یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں یہاں تک کہ
اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ
جب ہمارے پاس آئے کہے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں
بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۳۸
مشرق مغرب کا سا فرق ہو کہ کیا بُرا ساتھی ہے۔

يَعْشُ اصل میں يَعْشُوْ ہے مَن شرطیہ کی وجہ سے واؤ گر گئی اس کا مادہ ع - ش - و ہے عَشْو کے معنی اندھے پن کے ہیں یہاں مراد پورا اندھاپن ہے۔ نُقَيِّضْ مقرر کردینا مضارع کا صیغہ ہے تقییض سے جس کے معنی مقرر کردینا لازم کردینا ساتھ لگا دینا ہیں۔ مَشْرِقَيْن اس سے مراد مشرق اور مغرب ہیں چونکہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اس لیے ایک کا نام دوسرے کو دے کر اسکا تثنیہ کردیا۔

ارشاد ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر بیٹھ رہنا اور اللہ کی طرف سے اندھا بن جانا گمراہی کی اصل جڑ ہے اس کی شامت سے آدمی کو ہر طرف سے شیطان اور شیطان جیسے انسان گھیر لیتے ہیں پھر وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تماشا یہ ہے کہ وہ شیطان اسے سیدھے راستے سے بالکل روک دیتے ہیں مگر وہ سمجھتا ہے کہ میں سیدھے راستہ پر ہوں وہ خیر خواہوں کی بات نہیں سنتا۔ اس پر خبط سوار ہو جاتا ہے۔ کہ میرے ہی خیالات اور کام ٹھیک ہیں۔ اور سمجھانے والے کو سمجھتا ہے کہ یہ بے وقوف ہے ایسے آدمی کی ہدایت کی امید فضول ہے۔ وہ دنیا میں کبھی نہ سمجھے گا۔ ہاں جب قیامت کے دن اللہ کے دربار میں پیش ہوگا۔ تو آنکھیں کھلیں گی اور دیکھے گا کہ یہ لوگ جو میرے ساتھ لپٹے رہتے تھے۔ شیطان کے خاص چیلے تھے وہ کہے گا۔ کاش میرے اور ان کے درمیان مشرق مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ یہ میرے پاس سے دور دفان ہو جائیں۔ یہ تو بہت بُرے ساتھی ہیں۔

کافروں کی درگت

وَلَنْ - يَنْفَعَكُمُ - الْيَوْمَ - إِذْ - ظَّلَمْتُمْ - أَنَّكُمْ
اور ہرگز نہ نفع دے گا تمہیں آج جبکہ ظلم کیا تم نے یہ کہ تم
فِي الْعَذَابِ - مُشْتَرِكُوْنَ (۳۹) أَ - فَ - أَنْتَ - تُسْمِعُ
بیچ عذاب کے ایک دوسرے کے شریک ہو کیا پس تو سنائے گا
الصُّمَّ - أَوْ - تَهْدِي - الْعُمْيَ - وَ - مَنْ - كَانَ - فِيْ
بہروں کو یا راہ سجھائے گا اندھوں کو اور ان کو جو ہیں بیچ
ضَلٰلٍ - مُّبِيْنٍ (۴۰) فَ - إِمَّا - نَذْهَبَنَّ - بِكَ - فَإِنَّا
گمراہی صریح کے پس اگر ہم لے ہی جائیں تجھے تو بھی ہم تحقیق
مِنْ - هُمْ - مُّنْتَقِمُوْنَ (۴۱) أَوْ - نُرِيَنَّكَ - الَّذِيْ
ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا دکھا ہی دیں تجھے وہ جو
وَعَدْنٰهُمْ - فَإِنَّا - عَلَيْ - هِمْ - مُّقْتَدِرُوْنَ (۴۲)
وعدہ کیا ہم نے ان سے پس تحقیق ہم اوپر ان کے قدرت رکھنے والے ہیں
فَاسْتَمْسِكْ - بِالَّذِيْ - أُوْحِيَ - إِلَيْكَ
پس مضبوط تھام اس کو جو وحی کیا گیا تیری طرف

وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَّلَمْتُمْ أَنَّكُمْ
اور جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تو آج کے دن تمہیں اس بات سے
فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ (۳۹) أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ
کوئی فائدہ نہیں کہ تم عذاب میں باہم شریک ہو سو کیا تو بہرں
الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ
کو سنائے گا یا اندھوں کو اور صریح غلطی میں
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۴۰) فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا
بھٹکے ہوؤں کو سجھائے گا پھر اگر کبھی ہم تجھ کو یہاں سے
مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ (۴۱) أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ
لے جائیں تو ہمیں ان سے بدلہ لینا ہے یا تجھ کو دکھا دیں
وَعَدْنٰهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ (۴۲)
جو ان سے وعدہ ٹھہرا ہے تو یہ ہمارے بس میں ہیں
فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ
سو تو اسی کو مضبوط پکڑلے وہ جو تجھے حکم پہنچا ہے

مُنْتَقِمُوْنَ (بدلہ لینے والے) مُنتقم کی جمع ہے جو انتقام سے اسم فاعل ہے مُقْتَدِرُوْنَ (قدرت رکھنے والے) مقتدر کی جمع ہے جو اقتدار سے اسم فاعل ہے اِسْتَمْسِكْ (مضبوط پکڑ) امر کا صیغہ ہے استمساک سے جس کے معنی ہیں مضبوط تھامنا اس کا مادہ م - س - ك ہے یہ ارشاد ہے کہ آج تم دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ کو بھلا بیٹھے ہو اور بے دھڑک اس کی نافرمانی کیے جا رہے ہو اسی کی شامت سے تمہارے ارد گرد شیطانوں کا جمگھٹا لگا ہوا ہے اور وہ تمہیں غلط راستہ پر چلا رہے ہیں مگر تم سمجھتے ہو کہ تم ٹھیک چل رہے ہو۔ قیامت میں تم ان کی شکل تک سے بھاگو گے اس دن تمہیں سب کو سخت عذاب میں گرفتار کیا جائیگا وہاں اس سے بھی عذاب میں کچھ کمی محسوس نہ ہوگی۔ کہ تم سارے کے سارے اسے اکٹھے بھگت رہے ہو گے جیسے دنیا میں یہ دیکھ کر تکلیف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے۔ کہ سب اس میں شریک ہیں۔ آگے رسول ؐ کو ارشاد ہے کہ اگر تمہاری وفات ہو جائے تب بھی ہم ان سے ان کی گستاخیوں کا بدلہ لے کر رہیں گے اور ہم تو یہ بھی کر سکتے ہیں کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہی ان کی بُری گت بنا دیں کیونکہ یہ ہر طرح ہمارے قابو میں ہیں ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے تمہارا فرض تو فقط یہ ہے کہ وحی کے ذریعے جو تمہیں حکم ملے اس پر جمے رہو اور کسی کی طرف دیکھنے یا کسی کی سننے کی ضرورت نہیں

عرب پر احسان عظیم

إِنَّ ۔ كَ ۔ عَلَىٰ ۔ صِرَاطٍ ۔ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَ ۔ إِنَّهُ
تحقیق تو ہے اوپر راہ سیدھی کے اور تحقیق یہ
لَذِكْرٌ ۔ لَّكَ ۔ وَ ۔ لِ ۔ قَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ
نام آوری ہے تیرے لیے اور قوم تیری کے لیے اور عنقریب
تُسْأَلُونَ ﴿٤٤﴾ وَسْئَلْ ۔ مَنْ ۔ أَرْسَلْنَا ۔ مِنْ
تم پوچھے جاؤ گے اور پوچھ دیکھ جنھیں بھیجا ہم نے
قَبْلِ ۔ كَ ۔ مِنْ ۔ رُّسُلِنَا ۔ أَجَعَلْنَا ۔ مِنْ ۔ دُونِ
پہلے تجھ سے اپنے رسولوں میں سے کیا کیے ہم نے سوا
الرَّحْمَٰنِ ۔ آلِهَةً ۔ يُعْبَدُونَ ﴿٤٥﴾ وَ ۔ لَ ۔ قَدْ
رحمٰن کے اور معبود کہ پوجے جائیں اور البتہ تحقیق
أَرْسَلْنَا ۔ مُوسَىٰ ۔ بِ ۔ آيَاتِنَا ۔ إِلَىٰ ۔ فِرْعَوْنَ ۔ وَ
بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ آیتوں اپنی کے طرف فرعون کے اور
مَلَئِهِ ۔ فَقَالَ ۔ إِنِّي ۔ رَسُولُ ۔ رَبِّ ۔ الْعَالَمِينَ ﴿٤٦﴾
اس کے سرداروں کے پس کہا اس نے تحقیق میں رسول ہوں پروردگار کا جہانوں کے

إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَإِنَّهُ
بے شک تو سیدھی راہ پر ہے اور یہ
لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ
تیرا اور تیری قوم کا مذکور رہے گا اور آگے تم سے
تُسْأَلُونَ ﴿٤٤﴾ وَسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ
پوچھ ہوگی اور پوچھ دیکھ جو رسول ہم نے تجھ سے
قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ
پہلے بھیجے کبھی ہم نے رحمٰن کے سوا اور حاکم رکھے
الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ ﴿٤٥﴾ وَلَقَدْ
ہیں کہ پوجے جائیں اور ہم نے موسیٰ
أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ
کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں
مَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٦﴾
کے پاس بھیجا تو اس نے کہا کہ میں سارے جہان کے رب کا بھیجا ہوا ہوں

ذکر (یادگار) یہاں اس سے مراد شہرت اور ناموری ہے یعنی قرآن آپ کا اور آپ کی امت کا نام روشن کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ یقین کرو تم سیدھے راستہ پر چل رہے ہو اس قرآن کے خلاف کسی کی بات نہ سنو مخالفین دنیا میں خواہ کتنی ہی عزت اور شہرت حاصل کر لیں جب تک وہ قرآن کو نہ مان لیں ان کی بات ماننی کیسی سننی بھی نہ چاہیے۔

یاد رکھو تمہاری اور تمہاری قوم کی عزت اور شہرت کا ذریعہ یہی قرآن ہے اسکو مضبوط تھامے رہو گے تو دنیا میں بنے رہو گے بھلا اس سے بڑھ کر کیا بات ہوگی کہ اس قرآن نے وہ سارے گُر جن پر انسان کی بھلائی اور کامیابی موقوف ہے سب سے پہلے تمہارے سامنے رکھ دیئے اور تمہیں اس کا ذمہ دار کیا کہ یہ گُر ساری دنیا کے انسانوں کو اپنی باتوں اور کاموں کے ذریعے پہنچا دو اے رسول تجھ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے انکے حالات سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو ہم نے یہی حکم دیا تھا کہ ایک اللہ کی بندگی کیطرف لوگوں کو بلاؤ کسی پیغمبر نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی پوجنے کے قابل ہے دیکھو فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے سردار اس کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے ہم نے موسیٰؑ کو ان کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ سنو اس سارے جہاں کے پروردگار کی طرف سے میں پیغام لانے والا ہوں۔

فرعون کا برتاؤ

فَلَمَّا - جَآءَهُم - بِاٰيٰتِنَآ - اِذَا - هُم - مِّنْهَا
پس جب وہ آیا ان کے پاس ساتھ نشانیوں ہماری کے ناگاہ وہ ان سے
يَضْحَكُوْنَ (۴۷) وَمَا - نُرِيْهِم - مِّنْ - اٰيَةٍ - اِلَّا
ہنسنے لگے اور نہیں دکھائی ہم نے انھیں کوئی نشانی مگر
هِيَ - اَكْبَرُ - مِنْ اُخْتِهَا - وَاَخَذْنٰهُم - بِالْعَذَابِ
وہ بڑھ کر تھی اس جیسی پہلی نشانی سے اور پکڑا ہم نے انھیں ساتھ عذاب کے
لَعَلَّهُم - يَرْجِعُوْنَ (۴۸) وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ
تاکہ وہ باز آ جائیں اور کہا انھوں نے اے وہ جو ساحر ہے
ادْعُ لَنَا - رَبَّكَ - بِ - مَا - عَهِدَ - عِنْدَكَ ج
پکارو واسطے ہمارے رب اپنے کو ساتھ اس کے جو سونپ رکھا ہے اس نے تیرے پاس
اِنَّنَا - لَمُهْتَدُوْنَ (۴۹) فَلَمَّا - كَشَفْنَا - عَنْهُمُ
تحقیق ہم البتہ ہدایت پا لیں گے پس جب کھول دیتے ہم ان سے
الْعَذَابَ - اِذَا - هُم - يَنْكُثُوْنَ (۵۰)
عذاب ناگاہ وہ توڑ بیٹھتے قول

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا
پھر وہ جب ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو لگے
يَضْحَكُوْنَ (۴۷) وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا
ان پر ہنسنے اور جو نشانی ہم انھیں دکھلاتے گئے
هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ
وہ پہلی سے بڑی تھی اور ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۴۸) وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ
تاکہ وہ باز آ جائیں اور کہنے لگے اے جادوگر
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج
ہمارے واسطے اپنے رب کو پکار جیسا اس نے تجھے سکھلا رکھا
اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ (۴۹) فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ
ہے ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے پھر جب ہم ان پر سے
الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (۵۰)
عذاب اٹھا لیتے تبھی وہ وعدہ توڑ ڈالتے

اُخْت (بہن) اصلی معنی بہن ہیں لیکن استعمال میں جو چیز دوسری چیز سے ملتی ہو یا اس کے مشابہ ہو اسے اس کی بہن یا اس کا بھائی (اخ) کہہ دیتے ہیں۔ سَاحِر جادوگر اس زمانے میں جادوگر کو بہت بڑا عالم سمجھتے تھے کیونکہ جادو کا بڑا چرچا تھا اس موقعہ پر خوشامد سے حضرت موسیٰ کو عالم یا ساحر تو کہہ دیا مگر رسول پھر بھی نہ مانا یَنْکُثُوْنَ (توڑ ڈالتے تھے) مضارع کا صیغہ ہے ن۔ک۔ث سے نکث کے معنی توڑ ڈالنا سورۃ النحل میں گزر چکا ہے یہاں اپنی بات سے پھر جانا مراد ہے۔ ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ہماری نشانیاں دکھائیں اور وہ لگے ان کی ہنسی اڑانے حالانکہ وہ بہت پختہ اور سچی نشانیاں تھیں اور ایک نشانی دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھی پھر ہم نے انہیں دکھ اور تکلیف میں پھنسایا تاکہ وہ ڈر کر ہماری طرف جھکیں مگر انہوں نے فقط اتنا کیا کہ جب کوئی مصیبت آئی تو موسیٰ کے پاس بھاگے ہوئے جاتے اور کہتے اے ساحر تیرے رب نے جو کچھ تجھے عطا کیا ہے اس کے ذریعے ہمارے لیے دعا کر کہ یہ بلا ہمارے سر سے دور ہو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ یہ بلا اگر ٹل گئی تو تیرا بتایا ہوا راستہ قبول کر لیں گے ارشاد ہے کہ پھر ہم ان کے اوپر سے وہ عذاب ہٹا لیتے لیکن وہ عذاب دور ہوتے ہی اپنے قول و قرار سے ایک دم پھر جاتے گویا کوئی وعدہ کیا ہی نہیں تھا۔ بلکہ اپنے ملک اور دولت پر مغرور تھے جیسا کہ آگے آتا ہے ✤

دولت کا غرور

وَ - نَادٰی - فِرۡعَوۡنُ - فِیۡ - قَوۡمِهٖ - قَالَ - یٰقَوۡمِ
اور پکارا فرعون نے بیچ قوم اپنی کے کہنے لگا اے میری قوم
اَلَیۡسَ - لِیۡ - مُلۡكُ - مِصۡرَ - وَ - هٰذِهِ - الۡاَنۡهٰرُ
کیا نہیں میرے پاس ملک مصر کا اور یہ نہریں
تَجۡرِیۡ - مِنۡ - تَحۡتِیۡ - اَفَلَا - تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵۱﴾
چل رہی ہیں میرے نیچے پس کیا نہیں دیکھتے تم
اَمۡ - اَنَا - خَیۡرٌ - مِّنۡ - هٰذَا - الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ
بلکہ میں بہتر ہوں ہی اس شخص سے جو ہے بے عزت
وَّلَا - یَكَادُ - یُبِیۡنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوۡلَا - اُلۡقِیَ - عَلَیۡهِ
اور نہیں قریب کہ صاف بولے پس کیوں نہ ڈالے گئے اس پر
اَسۡوِرَةٌ - مِّنۡ - ذَهَبٍ - اَوۡ - جَآءَ - مَعَهُ
کنگن سونے کے یا آئے ہوتے ساتھ اس کے
الۡمَلٰٓئِكَةُ - مُقۡتَرِنِیۡنَ ﴿۵۳﴾
فرشتے پرا باندھے ہوئے

وَنَادٰی فِرۡعَوۡنُ فِیۡ قَوۡمِهٖ قَالَ یٰقَوۡمِ
اور فرعون نے اپنی قوم میں پکارا بولا اے میری قوم
اَلَیۡسَ لِیۡ مُلۡكُ مِصۡرَ وَهٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ
کیا میرے ہاتھ میں مصر کی حکومت نہیں اور یہ نہریں
تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵۱﴾
میرے محل کے نیچے چل رہی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے
اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ ۙ
بھلا میں ہوں بھی بہتر اس شخص سے جس کی کچھ عزت نہیں
وَّلَا یَكَادُ یُبِیۡنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوۡلَاۤ اُلۡقِیَ عَلَیۡهِ
اور صاف بول بھی نہیں سکتا پھر اس کے ہاتھ میں
اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ
سونے کے کنگن کیوں نہ پڑے یا اس کے پاس
الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِیۡنَ ﴿۵۳﴾
فرشتے پرا باندھ کر آتے

مُهِیۡنٌ (بے قدر) صفت کا صیغہ ہے م - ہ - ن سے مِہنہ کے معنی چاکری ٹہل کرنا مہین سے مراد ایسا شخص جو دوسروں کی ٹہل خدمت کرتا پھرتا ہو بے قدر اَسۡوِرَةٌ (کنگن) سوار کی جمع ہے ہاتھ میں پہننے کا زیور مُقۡتَرِنِیۡنَ باہم ملے جلے (صف لیتے) مقترن کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جڑا ہوا - ملا ہوا - اس زمانے میں مصر کی بڑی دھاک بیٹھی ہوئی تھی - یہاں بڑے بڑے کاریگر انجنیئر موجود تھے نیل سے کاٹ کاٹ کر بادشاہ کے محل میں اور باغوں میں نہریں جاری کی گئی تھیں پیداوار کی افراط اور دولت کی ریل پیل تھی خوشحالی اور فارغ البالی آدمی کا سر پھیر دیتی ہے فرعون اپنے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا دربار میں کہنے لگا لوگو تم دیکھ رہے ہو کہ سارا مصر کا ملک میرے قبضہ میں ہے میرے محل کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں موسیٰؑ ایک گمنام بے عزت شخص ہے اور تو اور صاف صاف بول بھی نہیں سکتا کیا میں اس کا فرمانبردار بن جاؤں بھلا میں اس کا دعویٰ کیسے مان لوں - کہتا ہے میں دنیا بھر کے مالک اور حاکم کا ایلچی ہوں کیا خوب اگر ایسا ہوتا تو اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پڑے ہوتے اور اگر اس کا خدا ایسا ہی رعب وداب اور شان وشوکت والا ہے - جیسا یہ کہتا ہے - تو اس کے ساتھ فرشتوں کے پرے کے پرے ہوتے اور یہ ان کے بیچ میں بڑی شان سے آتا اور اس کا پیغام پہنچاتا ؂

غرور کا انجام

فَ ـ اسْتَخَفَّ ـ قَوْمَ ـ هٗ ـ فَ ـ اَطَاعُوْهُ ـ اِنَّ ـ هُمْ
پس ہلکا کر دیا اس نے قوم اپنی کو پس اطاعت کی انھوں نے اس کی تحقیق وہ
كَانُوْا ـ قَوْمًا ـ فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ ـ اٰسَفُوْنَا ـ انْتَقَمْنَا
تھے لوگ فاسق پس جب غضب دلایا انھوں نے بدلہ لیا ہم نے
مِنْ ـ هُمْ ـ فَ ـ اَغْرَقْنَا ـ هُمْ ـ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾
ان سے پس غرق کر دیا ہم نے انھیں سب کو
فَ ـ جَعَلْنَا ـ هُمْ ـ سَلَفًا ـ وَّ ـ مَثَلًا ـ لِّ ـ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾
پس کر دیا ہم نے انھیں گئے گزرے اور نمونہ عبرت واسطے پچھلوں کے
وَ ـ لَمَّا ـ ضُرِبَ ـ ابْنُ ـ مَرْيَمَ ـ مَثَلًا ـ اِذَا ـ قَوْمُكَ ـ مِنْ ـ هُ
اور جب بیان کیا گیا ابن مریم بطور مثال ناگاہ قوم تیری اس سے
يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾ وَ ـ قَالُوْٓا ـ ءَاٰلِهَتُنَا ـ خَيْرٌ ـ اَمْ ـ هُوَ ـ مَا
شور مچانے لگی اور بولے کیا معبود ہمارے بہتر یا وہ نہیں
ضَرَبُوْهُ ـ لَكَ ـ اِلَّا ـ جَدَلًا ـ بَلْ ـ هُمْ ـ قَوْمٌ ـ خَصِمُوْنَ ﴿٥٨﴾
کہا انھوں نے یہ تجھ سے مگر جھگڑا کرنے کو بلکہ وہ ہیں ہی لوگ جھگڑالو

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ
پھر عقل کھو دی اس نے اپنی قوم کی پھر اسی کا کہنا مانا مقرر وہ تھے
كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا
نافرمان لوگ پھر جب ہمیں غصہ دلایا
مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾
تو ہم نے ان سے بدلہ لیا پھر ان سب کو ڈبو دیا
فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ ع ٥ ١١
پھر کر ڈالا انھیں گئے گزرے اور ایک نظیر پچھلوں کے واسطے
وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ
اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی جائے تبھی تیری قوم اس سے
يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا
چلانے لگتی ہے اور کہتے ہیں ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ یہ
ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿٥٨﴾
مثال تجھ پر ڈالتے ہیں سو جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو

استخف (ہلکا کر دیا) ماضی ہے استخفاف سے جو خ ۔ ف ۔ ف سے بنا ہے خف کے معنی ہلکے پن کے ہیں استخفاف ہلکا کر دینا یہاں اس سے مراد بیوقوف بنا دینا ہے ۔

اٰسفوا بھڑکایا انہوں نے ماضی ہے ایساف سے جس کا مادہ ا ۔ س ۔ ف ہے اسف کے معنی ہیں رنج و غم احسان رنج دینا غضبناک کرنا ہمزہ یا ہے سے بدل گئی تو ایساف ہو گیا ارشاد ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنا دیا اور وہ لوگ اسی کا کلمہ پڑھنے لگے ۔ اصل میں وہ تھے ہی بدکار پھر جب انہوں نے ہمیں غضبناک کر دیا تو ہم نے ان کو سزا دی اور سب کو دریا میں ڈبو دیا اور وہ گئے گزرے رہے اور آئندہ نسلوں کے لیے عبرت کا نمونہ بن گئے آگے ارشاد ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کا ذکر آیا تو ان لوگوں کو شور مچانے کا ایک اور بہانہ مل گیا ۔ کہنے لگے کہ عیسیٰؑ کی پرستش بھی تو کی جاتی ہے اب جو ان کا حشر ہوگا وہی ہمارے معبودوں کا ہوگا وہ تو بہر حال ان سے بہتر ہی ہیں ارشاد ہے کہ یہ لوگ تو فقط جھگڑا پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کی طبیعت ہی جھگڑالو ہے یہ فقرہ کہنے کیلئے بہانے ڈھونڈتے ہیں ۔

عیسیٰ علیہ السلام کون تھے؟

اِنْ ۔ ھُوَ ۔ اِلَّا ۔ عَبْدٌ ۔ اَنْعَمْنَا ۔ عَلَیْہِ ۔ وَجَعَلْنٰہُ ۔ مَثَلًا
نہیں وہ مگر ایک بندہ کہ انعام کیا ہم نے اس پر اور کر دیا ہم نے نمونہ
لِّبَنِیْٓ ۔ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ وَ ۔ لَوْ ۔ نَشَآءُ ۔ لَجَعَلْنَا ۔ مِنْکُمْ
واسطے بنی اسرائیل کے اور اگر ہم چاہیں البتہ کر دیں تم میں سے
مَّلٰٓئِکَۃً ۔ فِی ۔ الْاَرْضِ ۔ یَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ ۔ اِنَّ ۔ ہٗ ۔ لَ ۔ عِلْمٌ
فرشتے بیچ زمین کے کہ رہیں تمہاری جگہ اور تحقیق عیسیٰ البتہ نشان ہے
لِّلسَّاعَۃِ ۔ فَ ۔ لَا ۔ تَمْتَرُنَّ ۔ بِہَا ۔ وَاتَّبِعُوْنِ ؕ ھٰذَا
واسطے قیامت کے پس ہرگز مت شک کرو اس میں اور پیروی کرو میری یہ ہے
صِرَاطٌ ۔ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ ۔ لَا ۔ یَصُدَّ نَّ ۔ کُمُ ۔ الشَّیْطٰنُ ؕ
راہ سیدھی اور نہ روک دے تمہیں شیطان
اِنَّہٗ ۔ لَکُمْ ۔ عَدُوٌّ ۔ مُّبِیْنٌ ﴿۶۲﴾
تحقیق وہ ہے تمہارے لیے دشمن ظاہر

اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ وَجَعَلْنٰہُ مَثَلًا
وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ جس پر ہم نے فضل کیا اور اس کو
لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ
بنی اسرائیل کے لیے کھڑا کر دیا اور اگر ہم چاہیں تو تم میں سے
مَّلٰٓئِکَۃً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ
فرشتے پیدا کر دیں جو تمہاری جگہ زمین میں رہیں اور وہ قیامت
لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِہَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ ھٰذَا
کا نشان ہے سو قیامت میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ
صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ ؕ
ایک سیدھی راہ ہے اور نہ روک دے تمہیں شیطان
اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۶۲﴾
اور وہ تمہارا صریح دشمن ہے

مکہ کے مشرک بتوں کو پوجتے تھے۔ قرآن مجید نے کہا کہ تم اور تمہارے بنائے ہوئے معبود سب جہنم میں جائیں گے یہ سن کر ان میں سے کسی کو یہ سوجھی کہ حضرت عیسیٰ کو بھی تو لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے کیا وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے؟ یہ اعتراض سن کر مشرک خوشی سے چیخ اٹھے کہ اب میدان مار لیا ان سے کہا جا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ہمارا ایک مقبول بندہ تھا ہم نے اسے خوبیاں دے کر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نمونہ بنا کر کھڑا کر دیا تھا ان کو فرشتہ خصلت دیکھ کر کچھ لوگ ان کے بعد انہیں پوجنے لگے یہ انکی غلط فہمی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود اللہ کا بندہ ہونے کا اقرار تھا۔ دوسروں کی غلطی کی وجہ سے انہیں سزا کاہے کو ملنے لگی ہم چاہیں تو تم میں سے بھی کچھ لوگوں کو فرشتہ بنا دیں اور تمہاری جگہ زمین میں وہی نظر آئیں فرشتے ہونے سے کوئی معبود نہیں ہو جاتا اب تم کہو کہ تم نے بتوں کو کس لیے معبود بنایا ہے۔ وہ تو بے جان چیزیں ہیں ان کی حقیقت تم پر تب کھلے گی جب وہ بھی تمہارے ساتھ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ذکر تو تمہیں اس لیے سنایا جاتا ہے کہ ان کو دیکھ کر اللہ کی قدرت یاد آتی ہے اللہ نے انہیں بے باپ پیدا کر دیا اور اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ قیامت میں سب کا پیدا کر دینا بھی اسی طرح اللہ کی قدرت کے اندر داخل ہے تم ہرگز قیامت میں شبہ مت کرو میرا بتایا ہوا راستہ سیدھا ہے اس لیے میری مانو اور ہرگز شیطان کے بہکاوے میں مت آؤ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کا پیغام

وَ - لَمَّا - جَآءَ - عِیْسٰی - بِ - الْبَیِّنٰتِ - قَالَ
اور جب آئے عیسیٰ ساتھ نشانیوں کے کہا
قَدْ - جِئْتُ - کُمْ - بِ - الْحِکْمَةِ - وَ - لِ - اُبَیِّنَ
تحقیق آیا ہوں میں تمہارے پاس ساتھ حکمت کے اور تاکہ بیان کردوں
لَکُمْ - بَعْضَ - الَّذِیْ - تَخْتَلِفُوْنَ - فِیْهِ ج
واسطے تمہارے کچھ وہ کہ اختلاف کرتے تھے تم بیچ اس کے
فَ - اتَّقُوْا - اللّٰهَ - وَ - اَطِیْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ
پس ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری تحقیق
اللّٰهَ - هُوَ - رَبِّیْ - وَ - رَبُّ - کُمْ - فَ - اعْبُدُوْهُ
اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا پس عبادت کرو اس کی
هٰذَا - صِرَاطٌ - مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۴﴾
یہ ہے راہ سیدھی

وَلَمَّا جَآءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ قَالَ
اور جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آیا بولا
قَدْ جِئْتُکُمْ بِالْحِکْمَةِ وَلِاُبَیِّنَ
میں تمہارے پاس پکی باتیں لایا ہوں اور بتلانے آیا
لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ ج
ہوں بعض وہ چیزیں جن میں تم جھگڑتے تھے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ
سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو بے شک
اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط
اللہ جو ہے وہی ہے میرا رب اور تمہارا رب سو اسی
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۴﴾
کی بندگی کرو یہ ایک سیدھی راہ ہے

ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بتوں کے برابر ٹھہرانا بے وقوفی ہے اور جس میں ذرا سی بھی عقل ہوگی وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا اعلان سن کر سمجھ جائے گا کہ انہوں نے ایک اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا۔

سنو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے اور لوگوں کو اپنی نبوت کی نشانیاں دکھائیں تو کہا لوگو میں تمہیں علم وحکمت کی پکی باتیں بتانے آیا ہوں تاکہ تم اپنے عقیدے کو ان کی روشنی میں درست کرو اور میں تمہیں بعض وہ قانونی باتیں بھی بتا دوں کہ جن کی بابت تمہارے اندر پھوٹ پڑ چکی ہے اور اس لیے حلال اور حرام میں تمیز مشکل ہو گئی ہے میں تمہیں صاف صاف بتا دوں گا کہ یہ کرو وہ مت کرو۔ یہ کھاؤ وہ مت کھاؤ۔ یہ سوچو وہ مت سوچو۔ اب تمہیں چاہیے کہ اللہ کا خوف دل میں پیدا کرو جس نے مجھے اپنا رسول بنا کر تمہاری ہدایت کے لیئے بھیجا ہے اور جس طرح میں چلاؤں اسی طرح چلو میرا ہی کہا مانو اعتراض مت کرو سب سے پہلے میں تم کو دین کا اصلی اور بنیادی قاعدہ بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ اس لیے اسی کی بندگی کرو دنیا کے اندر بسر کرنے کا یہی طریقہ بہترین طریقہ ہے وہ یہ سیدھی راہ ہے جس میں کوئی پیچ پاچ نہیں۔

لوگوں کی دھاندلی

فَ - اخۡتَلَفَ - الۡاَحۡزَابُ - مِنۡ - بَیۡنِهِمۡ
پس پھٹ گئے بہت سے فرقے ان کے درمیان سے
فَ - وَیۡلٌ - لِّلَّذِیۡنَ - ظَلَمُوۡا - مِنۡ - عَذَابِ
پس تباہی ہے واسطے انکے جنھوں نے ظلم کیا عذاب سے
یَوۡمٍ - اَلِیۡمٍ ﴿۶۵﴾ هَلۡ - یَنۡظُرُوۡنَ - اِلَّا - السَّاعَةَ
دن دردناک کے کیا انتظار کر رہے ہیں مگر قیامت کا
اَنۡ - تَاۡتِیَ - هُمۡ - بَغۡتَةً - وَّ - هُمۡ
کہ آجائے ان کے پاس اچانک اور وہ
لَا - یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۶۶﴾ اَلۡاَ - خِلَّآءُ - یَوۡمَئِذٍۭ
نہ جانتے ہوں سارے دوست اس روز
بَعۡضُهُمۡ - لِ - بَعۡضٍ - عَدُوٌّ - اِلَّا
ایک ان کا واسطے ایک کے دشمن ہے مگر
الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۶۷﴾
پرہیزگار

فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِهِمۡ ۚ
پھر ان کے بیچ سے کئی فرقے پھٹ گئے سو
فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ
گنہ گاروں کے لیے دکھ والے دن کی آفت سے
یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ ﴿۶۵﴾ هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ
خرابی ہی خرابی ہے اب یہی ہے کہ قیامت
اَنۡ تَاۡتِیَهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ
کی راہ دیکھتے ہیں کہ ان پر اچانک آ کھڑی
لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۶۶﴾ اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ
ہو اور انھیں خبر بھی نہ ہو جتنے دوست ہیں
بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا
اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے
الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۶۷﴾
مگر جو لوگ ڈرتے ہیں

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے لوگوں کو جو تعلیم دی وہ بالکل صاف تھی انہوں نے برملا کہہ دیا کہ میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ایک اللہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی مت کرو وہ اکیلا معبود ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہو سکتا چاہے وہ کتنا ہی پاک صاف اور خوبیوں والا تمہیں نظر آئے افسوس ہے کہ اتنی صاف اور کھلی بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی اور حضرت عیسٰیؑ کی بابت آپس میں مختلف فرقے بن گئے یہودیوں نے تو صاف انکار کر دیا کہ ہم انہیں رسول ہی نہیں مانتے عیسائیوں نے ان کو مانا لیکن آگے چل کر ان کے بھی بہت سے فرقے بن گئے بعض نے تو صاف طور پر انہیں اللہ کا بیٹا (نعوذ باللہ) قرار دیا بعض نے انہیں تین میں کا تیسرا خدا مانا بعض نے کہا عیسٰیؑ بجائے خود ایک راز ہے جس کا سمجھنا آسان نہیں ہے مگر خدائی میں حصہ دار ضرور ہے بتاؤ اس میں حضرت عیسٰیؑ کا کیا قصور ہے یہ لوگ خود ہی ظالم ہیں اور قیامت کے دن جو بڑا ہولناک دن ہے انکی بُری گت بنے گی یہ سب بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ اب بھی اگر یہ لوگ نہ مانیں تو بس سمجھ لو کہ یہ اسکا انتظار کر رہے ہیں کہ اچانک انکے سر پر قیامت آ کھڑی ہو لیکن اس دن تو کوئی کسی کے کام نہ آئیگا دوست دوست سے بھاگے گا اور سوا ایماندار پرہیزگاروں کے سب میں افراتفری پڑی ہوگی ۔

فرمانبرداروں کا انعام

يَا - عِبَادِ - لَا خَوْفٌ - عَلَيْكُمُ - الْيَوْمَ - وَلَآ
اے میرے بندو نہیں ڈر اوپر تمہارے آج کے دن اور نہ
أَنْتُمْ - تَحْزَنُونَ ﴿۶۸﴾ الَّذِينَ - آمَنُوا - بِآيَاتِنَا
تم غمگین ہوگے جو ایمان لائے ساتھ آیتوں ہماری کے
وَ - كَانُوا - مُسْلِمِينَ ﴿۶۹﴾ ادْخُلُوا - الْجَنَّةَ -
اور رہے فرمانبردار داخل ہو جنت میں
أَنْتُمْ - وَ - أَزْوَاجُكُمْ - تُحْبَرُونَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ
تم اور عورتیں تمہاری خوش کیے جاؤ گے تم چکر لگایا جائے گا
عَلَيْهِمْ - بِصِحَافٍ - مِنْ - ذَهَبٍ - وَ - أَكْوَابٍ
اوپر ان کے ساتھ رکابیوں کے سونے کی اور گلاسوں کے
وَ - فِيهَا - مَا - تَشْتَهِيهِ - الْأَنْفُسُ - وَتَلَذُّ
اور بیچ اس کے ہے جو وہ چاہے اسے جی اور جس سے لذت پائیں
الْأَعْيُنُ - وَ - أَنْتُمْ - فِيهَا - خَالِدُونَ ﴿۷۱﴾
آنکھیں اور تم ہو بیچ اس کے ہمیشہ رہنے والے

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ
اے میرے بندو تم پر آج کے دن نہ ڈر ہے اور نہ
أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۶۸﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا
تم غمگین ہوگے جو ہماری باتوں پر یقین لائے
وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿۶۹﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ
اور حکم بردار رہے تم اور تمہاری عورتیں بہشت میں
أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ
جاؤ تاکہ تمہاری عزت کی جائے لیے پھریں گے
عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ
ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور آبخورے اور
وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ
وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام
الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۷۱﴾
پائیں اور تم ان میں ہمیشہ رہو گے

جو لوگ دنیا میں اللہ کے بندے بن کر رہے اور اس کا حکم بجالاتے رہے ان سے قیامت کے دن ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندو آج تمہارے لیے نہ آئندہ کا ڈر ہے اور نہ پچھلی باتوں کا غم آئندہ تمہارے لیے چین ہی چین ہے آج تمہارے پچھلے سارے قصور ہم نے اپنی رحمت سے معاف کر دیئے یہ ان لوگوں سے کہا جائیگا جنہوں نے دنیا میں اللہ کو مان کر اسکے حکم بجالانے پر کمر باندھ لی تھی ارشاد ہوگا کہ جاؤ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں جاؤ وہاں تمہاری خوب آؤ بھگت ہوگی اور تمہاری اتنی خاطر داری کی جائے گی کہ تمہارا دل خوش ہو جائے گا ارشاد ہے کہ وہاں خوش رہو نو عمر خادم سونے کی پلیٹیں اور گلاس لیے انکے ارد گرد گھوم رہے ہوں گے اور وہاں ہر چیز ملے گی جس سے دل کو چین اور آنکھوں کو آرام نصیب ہوگا اور دل جس کی خواہش کریگا اور پھر یہ بھی تھوڑی سی دیر کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے اس آیت میں جنت کا نقشہ کھینچا گیا ہے خلاصہ یہ کہ وہاں قیمتی سے قیمتی کھانے کے برتن اور پینے کے گلاس ہونگے اور خادم کھانے پینے کی چیزیں لیے ہر وقت انکے سامنے حاضر رہیں گے اور جو دل میں آرزو ہوگی وہ پوری ہوگی جو مانگیں گے فوراً ملے گا اور یہ حالت کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے گی۔

یہ جنت ہے

وَتِلْكَ - الْجَنَّةُ - الَّتِيْٓ - اُوْرِثْتُمُوْهَا - بِمَا
اور یہ وہی بہشت ہے کہ وارث بنائے گئے تم اسکے بدلے
كُنْتُمْ - تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ - فِيْهَا - فَاكِهَةٌ
تھے تم کرتے واسطے تمہارے اس میں میوے ہیں
كَثِيْرَةٌ - مِّنْهَا - تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ - الْمُجْرِمِيْنَ
بہت سے کہ ان میں سے تم کھاتے ہو تحقیق حکم نہ ماننے والے
فِيْ - عَذَابِ - جَهَنَّمَ - خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ
بیچ عذاب جہنم کے ہمیشہ رہیں گے نہیں ہلکا کیا جائے گا
عَنْهُمْ - وَهُمْ - فِيْهِ - مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا
ان پر سے اور وہ بیچ اس کے ناامید پڑے ہوں گے اور نہیں
ظَلَمْنٰهُمْ - وَلٰكِنْ - كَانُوْا - هُمُ - الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾
ظلم کیا ہم نے ان پر اور لیکن تھے وہ وہی ظلم کرنے والے
وَنَادَوْا - يٰمٰلِكُ - لِيَقْضِ - عَلَيْنَا - رَبُّكَ ط
اور پکاریں گے وہ اے مالک چاہیے کہ فیصلہ ہی کر دے ہمارا رب تیرا

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا
یہ وہی بہشت ہے جو میراث پائی تم نے ان کاموں کے
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ
بدلے میں جو تم کرتے تھے تمہارے واسطے اس میں بہت
كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ
میوے ہیں ان میں سے کھاتے رہو البتہ جو گنہگار ہیں
فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ
وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہلکا نہ ہوگا
عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا
وہ ان پر سے اور وہ اس میں پڑے ہوں گے آس ٹوٹے اور ہم
ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾
نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہی بے انصاف تھے
وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ط
اور پکاریں گے اے مالک کہیں تیرا رب ہمارا فیصلہ ہی کر دیتا

اُوْرِثْتُمْ (وارث بنائے گئے تم) ماضی مجہول ہے اِیْرَاث سے جسکا مادہ و۔ ر۔ ث سے وَرِثٌ کے معنی باپ دادا کا مال ہاتھ لگ جانا۔ ایراث اسکا متعدی ہے یعنی کسی کے باپ دادا کے مال کا اس کو مالک بنا دینا جہاں مطلب یہ ہے کہ تمہارے باپ آدم کی میراث اللہ کے فضل سے تمہارے اچھے اعمال کی بدولت تمہیں واپس مل گئی۔

ارشاد ہے کہ یہ مقام جہاں تمہارے لیے سونے کے برتن اور من بھاتا کھانا پینا اس کثرت سے مل رہا ہے اور جہاں تیری ہر خواہش پوری ہو رہی ہے یہی وہ جنت ہے جہاں تمہارے باپ آدم کو رکھا گیا تھا۔ اور ایک بھول کی وجہ سے انہیں وہاں سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا گیا تھا اور شرط لگا دی گئی تھی کہ اللہ کی ہدایت کے موافق کام کرو گے تو تمہیں پھر جنت میں بھیج دیا جائیگا آج تمہیں یہ جنت ہمارے فضل سے پھر مل گئی اسلئے کہ تم نے دنیا میں ہمارے سارے حکم مانے اب یہ جنت تمہاری ہے جو ڈھیروں میووں سے بھری ہوئی ہے جتنا بھی چاہو کھاؤ پیو۔ آج ہمارے نافرمانوں کو یہ نعمت نصیب نہیں وہ دنیا میں الجھ کر ہمیں بھولے رہے آج وہ دوزخ میں جائیں گے اور اسی میں ہمیشہ پڑے رہیں گے ان پر سے عذاب ذرا بھی ہٹایا یا کم نہیں کیا جائیگا۔ اور ان کی آس ٹوٹ جائیگی۔ گھبرا گھبرا کر دوزخ کے داروغہ مالک کو پکاریں گے کہ اس سے تو تیرا رب ہمیں موت ہی دے دیتا۔

صاف جواب

قَالَ - اِنَّكُمْ - مَّاكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَ - قَدْ - جِئْنَا - كُمْ
وہ کہے گا تحقیق تم ٹھہرنے والے ہو البتہ تحقیق آئے ہم تمہارے پاس
بِ - الْحَقِّ - وَ لٰكِنَّ - اَكْثَرَكُمْ - لِلْحَقِّ - كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾
ساتھ سچ کے اور لیکن بہت سے تمہارے سچ سے بیزار ہونے والے ہیں
اَمْ - اَبْرَمُوْٓا - اَمْرًا - فَاِنَّا - مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾
کیا ٹھان لی ہے انھوں نے ایک بات پس تحقیق ہم بھی ٹھاننے والے ہیں
اَمْ - يَحْسَبُوْنَ - اَنَّا - لَا - نَسْمَعُ - سِرَّهُمْ
کیا گمان کرتے ہیں وہ کہ ہم نہیں سنتے بھید ان کا
وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى - وَ - رُسُلُنَا - لَدَيْهِمْ
اور خفیہ مشورہ ان کا ہاں ہاں اور بھیجے ہوئے ہمارے پاس ان کے
يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ - اِنْ - كَانَ - لِلرَّحْمٰنِ
لکھتے رہتے ہیں کہہ دے اگر ہوتی واسطے رحمان کے
وَلَدٌ ۖ فَاَنَا - اَوَّلُ - الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾
اولاد پس میں سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوتا

قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ
وہ کہے گا تمھیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے ہم تمھارے پاس سچا
بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾
دین لائے ہیں پر تم بہت لوگ سچی بات سے بُرا مانتے ہو
اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾
کیا انھوں نے ایک بات ٹھہرائی ہے تو ہم بھی کچھ ٹھہرائیں گے
اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ
کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم ان کا بھید اور ان کا مشورہ نہیں جانتے
وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ
کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے
يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ
ہیں تو کہہ اگر رحمٰن کے واسطے
وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾
اولاد ہو تو میں سب سے پہلے پوجوں

ماکثون (ٹھہرنے والے ہیں) اسم فاعل ہے م۔ک۔ث سے مُکْثٌ کے معنی ٹھہرنا سورۃ القصص میں اسکی ماضی مَکَثَ گزر چکی ہے فعل میں حدوث اور اسم فاعل میں دوام کے معنی پائے جاتے ہیں اسلیے یہاں اس کے معنی ہمیشہ ٹھہرنے والے کئے گئے ہیں اَبْرَمُوْا فعل ماضی اور مُبْرِمُوْنَ اسم فاعل ہے اِبْرَامٌ سے جو ب۔ر۔م سے بنا ہے بَرْمٌ کے معنی دوہرا کر کے بُننے کے ہیں۔جس سے تاگا مضبوط ہو جاتا ہے اسی سے اِبْرَام کے معنی پختہ اور مضبوط ارادہ کرنے کے ہیں جب دوزخی ایک مدت تک برابر چلاتے رہیں گے کہ اے رب اس سے تو ہمیں مار ہی ڈال تو مالک دوزخ کا داروغہ انہیں یہ مختصر جواب دیگا کہ تم ہمیشہ اسی میں رہو گے اس وقت دوزخیوں کو جو تکلیف ہوگی اس کا اندازہ مشکل ہے اللہ بچائے یہ سب حالات سنانے کے بعد اللہ کا انکار کرنے والوں کو ارشاد ہے کہ ہم نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہے اور سچی باتیں بتا دی ہیں لیکن تم ان باتوں سے کتراتے ہو اور ناک بھوں چڑھاتے ہو اس کا کیا علاج کیا ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ لوگوں کو قرآن کی باتیں نہ سننے دیں گے؟ اچھا ہم بھی اسی کی سزا دینے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں ان کا خیال ہے کہ ہم ان کے بھید نہیں جانتے اور خفیہ باتیں نہیں سنتے۔ یہ غلط ہے ہم سب جانتے اور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ہر وقت جو ان کے پاس ہیں وہ سب کچھ لکھتے رہتے ہیں جو قیامت کے دن انکے سامنے آئیگا۔

اللہ کی بابت غلط خیال

ان آیتوں میں مکہ کے کافروں کو خبردار کیا گیا ہے کہ تمہاری چالبازیاں اللہ کو سب معلوم ہے اگر تم نے اسلام سے لوگوں کے روکنے کا پکا ارادہ کر لیا ہے تو ہم نے بھی پکا ارادہ کر لیا ہے کہ اسلام دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا اور تمہاری اس کو روکنے کی سب تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی اور تم منہ کی کھاؤ گے مکہ کے کافروں نے جب دیکھا کہ جو کوئی قرآن مجید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے سنتا ہے فوراً اس کا اثر قبول کر لیتا ہے اور اسلام کی طرف جھک جاتا ہے تو انہوں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا انہوں نے کہا اگر ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے تو اسلام ہر جگہ پھیل جائے گا اور پھر کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گی مسلمان دندناتے پھریں گے اور تم اپنا سا منہ لے کر رہ جاؤ گے اس لیے ابھی سے اس کا بندوبست ضروری ہے کہ یہ دین پھیلنے نہ پائے اس کے بعد سب کے مشورے سے یہ طے پایا کہ ہم میں سے جو اسلام قبول کر چکا ہے اگر وہ آزاد ہے تو اس کا رشتہ دار اگر غلام ہے تو اس کا آقا اسے ڈانٹے ڈپٹے سزائیں دے تاکہ وہ دق ہو کر اسلام چھوڑ دے اور باہر سے آنے والوں کو شہر میں گھسنے سے پہلے اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ ایک شخص نئی باتیں بتانے والا پیدا ہوا ہے وہ معاذ اللہ خبطی ہے اس کی بات نہ سننا بلکہ اس کے پاس بھی نہ بھٹکنا۔ وہ تمہیں (نعوذ باللہ) گمراہ کر دے گا۔ اس کی بات میں جادو کا سا اثر ہے چنانچہ ہر ایک نے یہ قول و اقرار کیا کہ ایسا ہی کریں گے اور اس پر عمل شروع کر دیا اس کا جواب ان آیتوں میں دیا جا رہا ہے کہ اللہ نے بھی پکا فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ تمہاری ساری تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی تم ذلیل ہو گے اور اسلام کا بول بالا ہو کر رہے گا۔ اور ایسا ہی ہوا مسلمانوں نے اپنے رشتہ داروں اور آقاؤں کے ہاتھ سے ایسی اذیتیں جھیلیں جن کے بیان ہی سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں پھر بھی اسلام سے کوئی نہ پھرا کافروں نے ہر جگہ ذلت اٹھائی آخر بدر کی لڑائی ہوئی اور اس نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ انہیں سمجھا دو کہ اسلام تو تمہارے بھلے کی کہتا ہے اور تمہارے غلط خیالات کو صحیح کرنا چاہتا ہے بھلا تم نے جو اللہ کی اولاد مقرر کی ہے اور ان کی نئی نئی شکلوں میں پوجا شروع کر دی ہے، یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ تو بالکل ناممکن ہے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر بالفرض پختہ دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ کے اولاد ہے تو میں تو اللہ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑھ کر عبادت کرنے والا ہوں میں اس کی اولاد کی ویسی ہی عزت اور عبادت کرنے کے لیے تیار ہوں جیسے ان کے شایانِ شان ہے سنا دانو! کیسی باتیں کرتے ہو کہیں اللہ کی اولاد کا خیال بھی کسی بھلے مانس کے دل میں گذر سکتا ہے۔

اللہ ان باتوں سے پاک ہے

سُبْحٰنَ ۔ رَبِّ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَ ۔ الْاَرْضِ ۔
پاکی ہے پالنے والے کی آسمانوں کے اور زمین کے
رَبِّ ۔ الْعَرْشِ ۔ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَ ۔ ذَرْهُمْ
عرش والے کی اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں پس چھوڑ دے انہیں
یَخُوْضُوْا ۔ وَ یَلْعَبُوْا ۔ حَتّٰی ۔ یُلٰقُوْا
مشغول رہیں اور کھیلیں یہاں تک کہ جا ملیں
یَوْمَ ۔ هُمُ ۔ الَّذِیْ ۔ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ
دن سے اپنے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور وہی
الَّذِیْ ۔ فِی ۔ السَّمَآءِ ۔ اِلٰهٌ ۔ وَّ ۔ فِی الْاَرْضِ
ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں
اِلٰهٌ ۔ وَ ۔ هُوَ ۔ الْحَكِیْمُ ۔ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾
معبود ہے اور وہ نکتہ شناس ہے جاننے والا

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
پاک ذات ہے وہ رب آسمانوں کا اور زمین کا
رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ
صاحب عرش کا ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں اب ان
یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلٰقُوْا
کو چھوڑ دے بک بک کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ ملیں
یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ
اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور وہی ہے
الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ
جس کی بندگی ہے آسمان میں اور جس کی بندگی ہے زمین میں
اِلٰهٌ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾
اور وہی ہے حکمت والا سب سے خبردار

اللہ کی بابت جو تم غلط بیانیاں کرتے ہو وہ ان سے بالکل پاک ہے وہ تو آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار ہے اور عرش کا مالک و مختار ہے اس اکیلے کا حکم سب پر چلتا ہے اسے نہ اولاد کی ضرورت ہے نہ مددگار کی حاجت وہ تو خود اکیلا سب پہ حاوی اور قابض ہے اور جو ہے اس کا بندہ اور تابع فرمان ہے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ یہ لوگ تو دنیا کے مشغلوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور نرے کھیل کود سے کام رکھتے ہیں۔ ان کو اسی میں پھنسا رہنے دو اور کھیل کود میں دل بہلا لینے دو یہاں تک کہ قیامت کا دن جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے آموجود ہو اور ان کو معلوم ہو جائے کہ جن باتوں کے اندر یہ دنیا میں پھنسے ہوئے تھے وہ بالکل نکمی اور بےکار تھیں اب سوا اس کے کہ ان پر پچھتائیں اور ان کے لیے کوئی کام نہیں اور پچھتانا بھی ایک دن دو دن کا نہیں بلکہ اللہ جانے کب تک کا سنو اگر انسان بنتا ہے اور مصیبتوں سے چھوٹتا ہے تو اللہ کی بابت اپنے خیالات درست کرو قرآن مجید نے تمہاری سمجھ کے مطابق اس کی صفتیں تمہیں بتا دی ہیں سنو اسی نے یہ سارا جہان پیدا کیا اور وہی سب کو پالتا ہے اور زمین سے لے کر آسمانوں تک سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اسکے اپنے خاص خاص حالات کے مطابق ساری ضرورتیں مہیا کرتا ہے ساری خلقت زمین سے آسمان تک اس کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے نہ آسمانوں میں کوئی اس قابل ہے جو معبود بن سکے اور نہ زمین میں کوئی جاندار یا بے جان معبود بننے کے قابل ہے ہر جگہ وہی اکیلا معبود ہونے کا حق دار ہے اور کوئی نہیں کیونکہ فقط وہی حکمت والا اور علم والا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی نہیں

وَ ـ تَبٰرَكَ ـ الَّذِىۡ ـ لَهٗ ـ مُلۡكُ ـ السَّمٰوٰتِ
اور بابرکت ہے وہ کہ جس کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی
وَ ـ الۡاَرۡضِ ـ وَمَا ـ بَيۡنَهُمَا ۚ وَ ـ عِنۡدَ ـ هٗ
اور زمین کی اور جو ان دونوں میں ہے اور اسی کے پاس ہے
عِلۡمُ ـ السَّاعَةِ ۚ وَ ـ اِلَيۡهِ ـ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿٨٥﴾
خبر قیامت کی اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تم
وَلَا ـ يَمۡلِكُ ـ الَّذِيۡنَ ـ يَدۡعُوۡنَ ـ مِنۡ
اور نہیں مالک ہیں وہ جنہیں وہ پکارتے ہیں سوائے
دُوۡنِهِ ـ الشَّفَاعَةَ ـ اِلَّا ـ مَنۡ ـ شَهِدَ
اس کے سفارش کے مگر جنھوں نے اقرار کیا
بِ ـ الۡحَقِّ ـ وَ ـ هُمۡ ـ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٨٦﴾
حق کا اور وہ جانتے بھی ہیں

وَتَبٰرَكَ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ
اور بڑی برکت ہے اس کی جس کا راج ہے آسمانوں
وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۚ وَعِنۡدَهٗ
اور زمینوں میں اور جو کچھ اس کے بیچ میں ہے اور اسی کے
عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿٨٥﴾
پاس ہے قیامت کی خبر اور اسی تک پھر کر پہنچ جاؤ گے
وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ
اور وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں اس کے سوا سفارش کا
دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ
اختیار نہیں رکھتے مگر جس نے سچی گواہی
بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٨٦﴾
دی اور ان کو خبر تھی

تبارک (برکت والا ہے) اسکا مادہ ب۔ ر۔ ک بَرَكَةٌ کے معنی خود بخود بڑھوتری اور زیادتی کے ہیں یعنی اسکی خوبیاں اندر اندر آپ ہی آپ بڑھتی ہیں۔ ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل ساری خوبیوں کا سرچشمہ ہے جن کی کوئی انتہا نہیں اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں یعنی اللہ وہ ذات بابرکت ہے جس کے قبضہ میں آسمان اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ سب کی بادشاہت ہے فرش سے عرش تک اسکا راج ہے اور یہ بھی اس کو خبر ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ جس دن سارے مردے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور وہ تمہارے عملوں کے مطابق تمہاری بابت فیصلہ کرے گا کہ کون بُرا ہے کون اچھا ہے تم نے جو غلط خیالات قائم کر رکھے ہیں کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اور اللہ سے تمہاری سفارشیں کریں گے اور تمہیں دنیا میں جو چاہو گے دلوا دیں گے اور قیامت کے دن بھی تمہاری سفارش کر کے عذاب سے بچا لیں گے یہ سب بے بنیاد ہیں اچھی طرح کان کھول کے سن لو کہ سفارش کسی کے اختیار میں نہیں یہ جو تم اللہ کے سوا اور چیزیں کو پکارتے ہو۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں یا بُت ہوں یا کوئی ہوں یہ بالکل بے اختیار ہیں اگر سفارش کریں گے بھی تو وہ لوگ جنہیں اللہ عزوجل سفارش کرنے کی اجازت دیگا اور یہ اجازت ان ہستیوں میں سے بعض کو دی جا سکتی ہے جنہوں نے دنیا میں زبان سے سچی باتوں کا اقرار کر لیا تھا اور دل سے اچھی طرح جان بوجھ کر انہیں مان لیا تھا اور وہ سچی باتیں یہ ہیں کہ اللہ ایک ہے اور سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے آخری رسول ہیں اور قیامت آنی ہے اور اللہ کے سوا کسی میں نہ طاقت ہے نہ قدرت اس لیے فقط اسی سے مانگنا چاہیے ؎

جان بوجھ کر ہٹ دھرمی

وَ - لَ - اِنْ - سَاَلْتَ - هُمْ - مَنْ - خَلَقَهُمْ

اور البتہ اگر پوچھے تو ان کو کس نے پیدا کیا انہیں

لَ - يَقُوْلُ - نَّ - اللّٰهُ - فَ - اَنّٰى - يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾

البتہ کہیں ضرور اللہ نے پس کہاں پھرے چلے جارہے ہیں

وَ - قِيْلِهٖ - يٰا - رَبِّ - اِنَّ - هٰٓؤُلَآءِ

اور قسم کہنے کی اس کے اے میرے رب تحقیق یہ لوگ

قَوْمٌ - لَّا - يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ

ایک قوم ہیں کہ نہیں ایمان لاتے پس منہ موڑ

عَنْهُمْ - وَ - قُلْ - سَلٰمٌ - فَسَوْفَ

ان سے اور کہہ سلام ہے پس عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

جان لیں گے

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ

اور اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے بنایا

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾

تو کہیں گے اللہ نے پھر الٹ کہاں سے جاتے ہیں

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

قسم ہے رسول کے اس کہنے کی اے رب یہ لوگ

نصف قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ

یقین نہیں لائے سو تو ان کی طرف

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ

ع ٢٠ ١٣ سے منہ پھیرے اور کہہ سلام ہے آخر کو آپ

يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

معلوم کر لیں گے

وقیلہ (قسم اس کے قول کی) وقسمیہ ہے قیل وقال اور قول کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کہنا یا بات کرنا اِصْفَحْ منہ پھیر لے امر ہے صَفْحٌ سے جو اسی سورت کے اوّل میں گزر چکا ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ لوگ عبادت اوروں کی کرتے پھرتے ہیں مگر جب ان سے پوچھو تو تمہیں کس نے بنایا؟ تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ اللہ نے پھر جب اللہ کو اپنا خالق یعنی بنانے والا مانتے ہیں تو اوروں کے آگے سر کیوں جھکاتے ہو غیروں کے آگے ماتھا کیوں ٹیکتے ہیں یہ سیدھے چلتے چلتے بہک کیوں گئے اور الٹے کیوں چلنے لگے آخر اپنے خالق کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف مڑنے کی لت کہاں سے پڑ گئی آگے قسم کھا کر دھمکایا گیا ہے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں کسی چیز کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی طرف خاص طور پر توجہ کی جائے یہاں یہ جتلانا مقصود ہے کہ لوگوں نے اس قدر ڈھٹائی اور بے پرواہی اختیار کی کہ ہمارے رسولؐ کو ہماری جناب میں صاف کہنا پڑا کہ میں نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا غرض ہر طرح سے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر یہ لوگ ایسے اکھڑ مزاج ہیں کہ میری بات ہی نہیں سنتے اور ایمان سے دور بھاگتے ہیں ہم نے رسولؐ کی یہ بات سن لی ہے اور ہم اپنے رسولؐ کی ان سرکش لوگوں کے مقابلہ میں ضرور مدد کریں گے اب اے رسولؐ تم ان سے کوئی جھگڑا نہ کرو اور ان کی طرف سے منہ پھیر لو اور یہ کہہ کر کہ "اچھا سلام" چپکے ہو جاؤ۔ ان کی جلدی بُری گت بننے والی ہے اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور حقیقت معلوم ہو گی۔

سُوْرَۃُ الزُّخرف کیا سکھاتی ہے

عرب کے لوگوں سے خطاب کیا جا رہا ہے اور ارشاد ہو رہا ہے کہ تم نے اس کتاب کو جو حق بات کھلم کھلا کہتی ہے کچھ سنا۔ سمجھا؟ اسے دیکھو اس پر غور کرو۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں اچھی تعلیم دے کر دنیا بھر کے انسانوں کے لیے نمونہ بنایا جائے۔ تم اسے سمجھو اور سارے جہان کو سمجھاؤ۔ ہم نے اسے عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب بنایا ہے اس کا مرتبہ بہت بلند ہے اور اس میں سراسر دانائی کی باتیں بھری ہوئی ہیں یہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کو نہ کوئی بدل سکتا ہے اور نہ بگاڑ سکتا ہے۔ یہ جو تمہارے حد سے زیادہ گستاخ لوگ اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اس کی وجہ سے اس خیر و برکت کے خزانے کا نازل ہونا بند نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں دنیا بھر کی بہتری ہے۔ تم نہ مانو گے تو اور جو تم سے زیادہ سمجھ دار ہیں وہ مانیں گے ہم نے پہلی قوموں میں بھی رسول بھیجے تھے۔ ان میں سے بے وقوفوں کا برتاؤ ان کے ساتھ بھی اچھا نہیں رہا۔ پھر کیا ہوا ہم نے انہیں ان کی گستاخیوں کی سزا دی۔ اب ان کی کہانیاں ہی رہ گئیں۔ ہم نے ان کے حالات تمہیں اس کتاب میں سنا دیئے ہیں تاکہ تم عبرت پکڑو اتنا تو تم بھی اقرار کرتے ہو۔ کہ یہ ساری کائنات اللہ نے پیدا کی۔ پھر اللہ کی ہدایت پر کیوں نہیں چلتے وہ زبردست سب کچھ جاننے والا ہے زمین میں تمہارے چلنے پھرنے کے راستے اسی نے بنائے۔ آسمان سے مینہ برسایا۔ اس سے زمین کو ہرا بھرا کیا جب وہ مرجھا کر مردہ ہو جاتی ہے۔ تو اسے پانی برسا کر پھر زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح تمہیں بھی مرنے کے بعد زندہ کرے گا اسی نے تمہارے سوار ہو کر پھرنے کیلیئے دریا میں کشتیاں اور خشکی میں چوپائے جانور بنائے کیا تمہیں اس کا شکر ادا نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھو جب ان پہ سوار ہو تو اللہ کا احسان یاد کرو اور کہو اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے انہیں ہمارا تابع فرمان کیا ورنہ ہم میں کیا طاقت تھی کہ ہم ان سے کام لیتے ہمیں لوٹ کر اپنے رب کے پاس ہی جانا ہے دیکھو اللہ کی اولاد کوئی نہیں۔ جو ہے اس کا بندہ ہے اس کی بیٹیاں ماننا تمہارا جھوٹ ہی جھوٹ ہے اپنے گمراہ باپ دادا کے دین کی پیروی مت کرو قرآن کا بتایا ہوا راستہ ان کے راستہ سے بہتر ہے دیکھو ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے باپ کو گمراہ پاکر اس کا طریقہ چھوڑا اور اللہ کو اپنا اکیلا معبود مانا اور اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کر گئے تم ان کی اولاد ہو اس لیے ان کی مانو وہ ٹھیک راستہ بتاتے ہیں دنیا کے مال و دولت میں کچھ نہیں دھرا۔ اصل چیز عاقبت ہے اور وہ مسلم پرہیزگاروں کے لیے ہوگی اللہ سے غافل ہو جانا شیطان کے قبضہ میں آجانا ہے کافروں کی بہت بُری گت بننے والی ہے۔ جس طرح فرعون اور اس کے لوگوں کی گت بنی اس کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بابت بتلایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی قدرت کا نمونہ ہیں۔ اور قیامت کی نشانی ہیں قیامت میں شک کی گنجائش نہیں اُس دن سوا متقیوں کے سب دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے جنت بڑے آرام کی جگہ ہے اگر وہاں جانا ہے تو اللہ کے ساتھ شرک کرنا چھوڑ دو۔ جو اللہ کو نہیں مانتے ان کی آخرت خراب ہو گئی ۔

سورت الدُّخان

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چوالیسویں اور حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتوں میں سے پانچویں سورت ہے۔ اس میں دُخان کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام سورت الدخان ہے دخان کی تشریح آگے آئے گی یہ سورت مکہ کے قیام کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی اور اس میں تین رکوع ہیں۔

مکہ کے لوگوں نے جب قرآن سنا تو جو دل کے صاف اور انصاف پسند تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ غیر معمولی کلام ہے اور دنیا میں اپنا رنگ جما کر رہے گا بعض لوگ شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے بعض جو سخت دل تھے صاف انکار کر بیٹھے ارشاد ہوا کہ اس قرآن میں غور تو کرو یہ تو بہت ہی صاف اور واضح کتاب ہے اسے ہم نے ایک بڑی برکت والی رات میں نازل کیا کیونکہ ہمیں انسان کو سخت خطروں سے خبردار کرنا تھا۔ اسی رات میں ہمارے ہاں ہر ہونے والے کام کی بابت حکم جاری ہوتا ہے۔ یہ تیرے رب کی رحمت کا ظہور ہے۔ جو ساری کائنات کا پالنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مارنا اور زندہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے وہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ شک میں پڑے ہیں اور کھیل کود میں پھنسے ہوئے ہیں اچھا اب اس وقت کا انتظار کرو جب ہر جگہ دھواں ہی دھواں پھر جائے گا اور لوگ سخت دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے گھبرا کر کہیں گے کہ اے رب اس عذاب کو ہم سے دور کر دے ہم ایمان لے آئیں گے بھلا وہ کب ایمان لانے والے ہیں ان کے پاس رسول کھلی باتیں لے کر آئے اور انہوں نے انہیں جھٹلا دیا ہم چند روز کے لیے عذاب روک دیتے ہیں لیکن یہ پھر وہی کریں گے جو پہلے کیا یاد رکھو قیامت کے دن سخت پکڑ ہو گی اور تمہاری ڈھٹائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ ان سے پہلے فرعون نے بھی ایسا ہی کیا تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بڑے معتبر رسول تھے جھٹلایا انہوں نے نشانیاں دکھائیں اور کہا کہ مجھے مت ستاؤ یا تو ایمان لے آؤ یا مجھے چھوڑ دو کہ بنی اسرائیل کو تمہاری غلامی سے چھڑا کر کہیں اور لے جاؤں مگر فرعون نے ان کی کوئی بات نہ مانی آخر اسے اور اس کے لشکر کو سمندر میں غرق کر دیا گیا اور وہ ساری آرام کی چیزیں چھوڑ کر یہاں سے چلتے بنے۔ کوئی اتنا بھی نہ ہوا جو انہیں روتا ذرا سی دیر میں معاملہ ختم ہو گیا اور بنی اسرائیل کو ان سے نجات ملی یہ فرعون تھا ہی مغرور پھر ہم نے بنی اسرائیل کو نوازا اور ان پر بڑے بڑے احسان کئے یہ عرب کے مشرک بھی اب ان مغروروں ہی کی چال چل رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ موت کے بعد پھر زندگی نہیں۔ بس مر گئے سو مر گئے تم کہتے ہو پھر جینا ہو گا اچھا ہمارے باپ دادا کو تو پھر زندہ کر کے دکھاؤ۔ نادانو تم سے بھی زبردست لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ تم تو کیا ہو جو وہ تھے۔ ہوش کی دوا کرو۔ یہ دنیا یہ آسمان یہ زمین کوئی کھیل نہیں اس کا بڑا زبردست نتیجہ نکلنا ہے جو قیامت کو معلوم ہو گا اچھے لوگ جنت میں جائیں گے۔ ان کے لیے ہزاروں نعمتیں تیار ہیں۔ برے لوگ جہنم رسید ہوں گے۔ نہیں مانتے تو انتظار کرو وقت آنے پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔

آیاتها ٥٩ (٤٤) سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (٦٤) رکوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

قرآن حق ہے!

حٰمٓ ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ
حا میم قسم کتاب کھلی ہوئی کی تحقیق ہم اتارا ہم نے اس کو بیچ
لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ③ فِيْهَا يُفْرَقُ
ایک رات برکت والی کے تحقیق ہم ہیں ہم انجام سے ڈرانے والے اس رات میں صادر کیا جاتا ہے
كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ④ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا
ہر کام جچا تلا حکم ہو کر ہمارے پاس سے تحقیق ہم ہیں
مُرْسِلِيْنَ ⑤ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
بھیجنے والے رحمت سے تیرے رب کی تحقیق وہ وہی ہے سننے والا
الْعَلِيْمُ ⑥ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
جاننے والا جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ میں ہے
اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ
اگر ہو تم یقین کرنے والے نہیں کوئی معبود سوا اس کے زندہ کرتا ہے اور
يُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧
مارتا ہے رب تمہارا اور رب باپ دادا تمہارے کا اگلے

حٰمٓ ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ
حم قسم ہے اس کتاب واضح کی ہم نے اسے ایک برکت کی رات میں
لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ③ فِيْهَا يُفْرَقُ
اتارا ہم ہیں ڈرانے والے اسی میں جدا ہوتا ہے
كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ④ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا
ہر کام جانچا ہوا حکم ہو کر ہمارے پاس سے ہم بھیجنے والے
مُرْسِلِيْنَ ⑤ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
ہیں رحمت سے تیرے رب کی وہی ہے سننے والا
الْعَلِيْمُ ⑥ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
جاننے والا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ بیچ میں ہے
اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ
اگر تم کو یقین ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں جلاتا اور
يُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧
مارتا ہے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب

يُفْرَقُ (جدا کر دیا جاتا ہے) مضارع مجہول ہے ف۔ر۔ق سے اسکا مصدر فرق اور فرقان ہے جسکے معنی جدا کر دینے اور علیحدگی کے ہیں مضبوط طے شدہ۔ اَمْرًا يُفْرَقُ سے حال ہے یعنی جو کام طے ہو جاتا ہے اسکا حکم اسی رات میں صادر ہوتا ہے۔ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (برکت والی رات) روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رات شعبان کی پندرھویں رات ہے۔ اس رات سارے سال کے کام طے ہو کر انکی بابت حکم دے دیا جاتا ہے کہ یہ اس طرح ہونگے۔

ارشاد ہے کہ اس صاف صاف باتوں والے قرآن کے نازل کرنے کا فیصلہ لیلۃ مبارکہ میں ہوا اور حکم دے دیا گیا کہ شب قدر میں۔ جو رمضان میں ہے اسے دنیا کے آسمان پر نازل کیا جائے اور پھر رفتہ رفتہ دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چنانچہ رمضان کی اسی رات سے جس کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ قرآن حکیم نازل ہونا شروع ہوا اور تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر ٢٣ سال میں پورا نازل ہو گیا۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے جو تیرا رب ہے اپنی رحمت سے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے رسول بنا کر بھیجا کیونکہ انسان کو کھری باتیں سنانا اور برے انجام سے ڈرانا ضروری تھا۔ اور تیرا رب وہی ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کا رب ہے وہ سب کی سنتا ہے۔ اور سارے حالات سے واقف ہے اگر تم اس کا یقین کر لو تو تمہارا بیڑا پار ہو جائے اس کے سوا کوئی نہیں جس کی پوجا کی جائے زندہ کرنا اور مارنا اسی کے اختیار میں ہے وہ تمہارا بھی رب ہے اور جو تمہارے باپ دادا پہلے گزر چکے ہیں۔ ان کا بھی رب ہے۔ اس لیے اس قرآن سے لو لگاؤ۔

بُری عادت چھُٹنی مشکل ہے

بَلۡ۔ هُمۡ۔ فِيۡ۔ شَكٍّ۔ يَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾ فَارۡتَقِبۡ
نہیں جی وہ تو شک میں ہیں کھیلتے ہوئے پس راہ دیکھ
يَوۡمَ۔ تَاۡتِيۡ۔ السَّمَآءُ۔ بِدُخَانٍ۔ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۰﴾
اس دن کی جب آئے آسمان لیکر دھواں ظاہر
يَّغۡشَى۔ النَّاسَ ؕ هٰذَا۔ عَذَابٌ۔ اَلِيۡمٌ ﴿۱۱﴾
جو ڈھانک لے لوگوں کو یہ ہے عذاب دکھ دینے والا
رَبَّنَا۔ اكۡشِفۡ۔ عَنَّا۔ الۡعَذَابَ۔ اِنَّا۔ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾
اے ہمارے رب دور کر دے ہم سے یہ عذاب تحقیق ہم ایمان لانے والے ہیں
اَنّٰى۔ لَهُمُ۔ الذِّكۡرٰى۔ وَقَدۡ۔ جَآءَهُمۡ
کہاں سے ہو ان کے لیے سمجھنا اور تحقیق آچکا ان کے پاس
رَسُوۡلٌ۔ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ۔ تَوَلَّوۡا۔ عَنۡهُ۔ وَقَالُوۡا
رسول صاف کہنے والا پھر پھر گئے وہ اس سے اور بولے
مُعَلَّمٌ۔ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا۔ كَاشِفُوا۔ الۡعَذَابِ
پڑھایا ہوا ہے دیوانہ تحقیق ہم کھولنے والے ہیں عذاب
قَلِيۡلًا۔ اِنَّكُمۡ۔ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾
کچھ دن تک تحقیق تم وہی کرنے والے ہو

بَلۡ هُمۡ فِيۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾ فَارۡتَقِبۡ
کوئی نہیں وہ دھوکے میں ہیں کھیلتے سو تو اس دن کا
يَوۡمَ تَاۡتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۰﴾
انتظار کر کہ لائے آسمان دھواں صریح
يَّغۡشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۱﴾
جو لوگوں کو گھیر لے یہ ہے دردناک عذاب
رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾
اے رب ہم سے اس عذاب کو دور کر ہم یقین لاتے ہیں
اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ
ان کو سمجھنا کہاں ملے اور ان کے پاس کھول کر
رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا
سنانے والا رسول آ چکا پھر اس سے پیٹھ پھیری اور کہنے لگے
وقف لازم مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الۡعَذَابِ
سکھایا ہوا ہے باؤلا ہم وہ عذاب تھوڑی مدت تک
وقف لازم قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾
کھولے دیتے ہیں تو تم پھر وہی کرو گے

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کی یہ صفات سن کر یہ لوگ ہنسی میں ٹال دیتے ہیں اور جو کچھ سوچنے والے ہیں وہ شک و شبہ میں پھنس جاتے ہیں اور ان کا دل نہیں چاہتا کہ یقین کریں پھر اپنے کھیل اور میلوں ٹھیلوں کی طرف نظر کر کے وہ کام کی باتوں کی طرف زیادہ توجہ بھی نہیں دیتے اور رکھتے ہیں اگر اللہ ہی کو اکیلا معبود مان لیا تو یہ سب ٹھاٹھ باٹ پڑا رہ جائیگا۔ اور یہ ساری چہل پہل غائب ہو جائیگی آگے ارشاد ہے کہ لوگ غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں اب تو یہ جبھی چونکیں گے جب وہ آفت بھرا دن آویگا جب ہر طرف گرد و غبار آسمان پر چھا جائیگا اور دھواں لوگوں کو گھیرے گا اور وہ بڑا دکھ بھرا عذاب ہوگا اور یہ گھبرا کر چلائیں گے کہ لے رب یہ عذاب ہمارے اوپر سے ہٹا دے ہم ایمان لاتے ہیں یہ دھواں قیامت کے قریب ہر جگہ چھا جائیگا یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے مکہ معظمہ میں بڑا قحط پڑا اور بھوک کے مارے ہر طرف دھندلا نظر آنے لگا ارشاد ہے کہ آفت میں پھنس کر تو یہ ایسی باتیں کہتے ہیں لیکن یہ سبق سیکھنے والے نہیں ہمارے رسولؐ نے صاف صاف سمجھایا تو اسے کہہ دیا کہ سکھایا پڑھایا آدمی ہے اپنی عقل نہیں رکھتا اچھا ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب ہٹا لیں تو دیکھ لینا پھر یہ پہلی سی بیہودہ حرکتیں کرنے لگیں گے ؎

سزا ٹل نہیں سکتی

یَوْمَ - نَبْطِشُ - الْبَطْشَةَ - الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا
جس دن ہم پکڑیں گے پکڑ بڑی تحقیق ہم
مُنْتَقِمُوْنَ (۱۶) وَلَقَدْ - فَتَنَّا - قَبْلَهُمْ - قَوْمَ
انتقام لینے والے ہیں اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے ان سے پہلے قوم کو
فِرْعَوْنَ - وَجَآءَهُمْ - رَسُوْلٌ - كَرِيْمٌ (۱۷) اَنْ - اَدُّوْٓا
فرعون کی اور آیا ان کے پاس پیغمبر معزز کہ سپرد کرو میرے
اِلَيَّ - عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ - لَكُمْ - رَسُوْلٌ - اَمِيْنٌ (۱۸) وَ
اللہ کے بندوں کو تحقیق میں تمہاری طرف بھیجا ہوا ہوں امانتدار اور
اَنْ - لَّا - تَعْلُوْا - عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ - اٰتِيْكُمْ - بِسُلْطٰنٍ
یہ کہ مت چڑھو اللہ کے مقابلے کو تحقیق میں لاتا ہوں تمہارے پاس سند
مُّبِيْنٍ (۱۹) وَاِنِّيْ - عُذْتُ - بِرَبِّيْ - وَرَبِّكُمْ - اَنْ
کھلی اور تحقیق میں نے پناہ لی ساتھ اپنے رب کے اور تمہارے رب کے اس سے کہ
تَرْجُمُوْنِ (۲۰) وَاِنْ - لَّمْ - تُؤْمِنُوْا - لِيْ - فَاعْتَزِلُوْنِ (۲۱)
پتھروں سے مارو تم مجھے اور اگر نہیں یقین کرتے میرا تو مجھ سے پرے ہٹ جاؤ

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا
جس دن پکڑیں گے ہم بڑی پکڑ تحقیق ہم
مُنْتَقِمُوْنَ (۱۶) وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ
بدلہ لینے والے ہیں اور ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو جانچ چکے ہیں
فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ (۱۷) اَنْ اَدُّوْٓا
اور ان کے پاس عزت والا رسول آیا کہ خدا کے بندوں کو
اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (۱۸) وَّ
میرے حوالے کرو تحقیق میں تمہارے پاس معتبر بھیجا ہوا آیا ہوں کہ
اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ
اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو میں تو تمہارے پاس کھلی سند
مُّبِيْنٍ (۱۹) وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ
لاتا ہوں اور میں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں
تَرْجُمُوْنِ (۲۰) وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ (۲۱)
اس بات سے کہ مجھے سنگسار کرو اور اگر تم میرا یقین نہیں کرتے تو مجھ سے پرے ہٹ جاؤ۔

ارشاد ہے کہ آخر قیامت کا ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ان سے ان کی نافرمانیوں کا پورا پورا بدلہ لیا جائیگا اور بڑا سخت عذاب دیا جائے گا جو ٹلنے کا نام نہ لے گا۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ یونہی چھوٹ جائیں گے ہم انہیں سزا دیکر رہیں گے ہم ان سے ان کے کرتوتوں کا بدلہ لینے والے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آگے فرعون اور ان کے ساتھیوں کا حال ہے جس سے اس بیان کی توضیح ہوتی ہے ارشاد ہے کہ ہم نے ان سے پہلے فرعون کے لوگوں کا امتحان لیا کہ دیکھیں یہ اپنے بُرے کاموں سے باز آتے ہیں یا نہیں اس غرض سے ان کے پاس ایک باعزت رسول موسیٰ (علیہ السلام) کو بھیجا انہوں نے ان سے کہا کہ اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ مت بناؤ یعنی بنی اسرائیل کو میرے حوالے کرو اور انہیں اپنی غلامی سے نجات دو میں معتبر رسول ہوں دیکھو اللہ سے سرکشی مت کرو میں تمہیں اپنے رسول ہونے کی کھلی نشانیاں دکھا رہا ہوں۔ مجھے تم دھمکیاں کیا دے رہے ہو میں ان سے ڈرنے والا نہیں مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے۔ جو فقط میرا ہی نہیں بلکہ خود تمہارا بھی پروردگار ہے میں اس کی پناہ میں ہوں تم مجھے کسی طرح جان سے نہیں مار سکتے۔ تم اگر میری بات نہیں مانتے اور اللہ پر ایمان لاکر اسکا حکم نہیں بجالاتے تو تم جانو مگر مجھے ستاؤ مت۔ میرے راستہ سے ہٹ جاؤ اور مجھے بنی اسرائیل کو یہاں سے نکال کر لے جانے دو۔

بُروں کا انجام

الثلثة

فَدَعَا ۔ رَبَّهٗۤ ۔ اَنَّ ۔ هٰۤؤُلَآءِ ۔ قَوْمٌ ۔ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾
پس پکارا اس نے اپنے رب کو کہ تحقیق یہ لوگ بدکار ہیں
فَ ۔ اَسْرِ ۔ بِعِبَادِیْ ۔ لَيْلًا ۔ اِنَّكُمْ ۔ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾
پس جا ساتھ میرے بندوں کے راتوں رات البتہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا
وَ ۔ اتْرُكِ ۔ الْبَحْرَ ۔ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ ۔ جُنْدٌ
اور چھوڑ دریا کو ٹھہرا ہوا تحقیق وہ لشکر سب
مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَمْ ۔ تَرَكُوْا ۔ مِنْ ۔ جَنّٰتٍ ۔ وَّ
ڈوبنے والے ہیں کتنے ہیں چھوڑ گئے وہ باغوں میں سے اور
عُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّ زُرُوْعٍ ۔ وَّ مَقَامٍ ۔ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾
چشمے اور کھیتیاں اور گھر شاندار
وَّ نَعْمَةٍ ۔ كَانُوْا ۔ فِيْهَا ۔ فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ
اور سامان عیش کہ تھے وہ اس میں خوش گپیاں کرتے ایسا ہی ہوا
وَ اَوْرَثْنٰهَا ۔ قَوْمًا ۔ اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا ۔ بَكَتْ
اور وارث بنا دیا ہم نے اس کا ایک قوم کو دوسری پس نہ روئے
عَلَيْهِمُ ۔ السَّمَآءُ ۔ وَالْاَرْضُ ۔ وَمَا ۔ كَانُوْا ۔ مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع
ان پر آسمان اور زمین اور نہ ہوئے وہ ڈھیل دیئے گئے

الثلثة

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾
پھر اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ لوگ گنہگار ہیں
فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾
پھر لے نکل میرے بندوں کو راتوں رات تو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے
وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ
اور چھوڑ جا دریا کو ٹھہرا ہوا البتہ وہ لشکر ڈوبنے
مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ
والے ہیں چھوڑ گئے وہ بہت سے باغ اور
عُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾
چشمے اور کھیتیاں اور گھر عمدہ
وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ
اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے ایسا ہی ہوا
وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ
اور وہ سب ہم نے دوسری قوم کے ہاتھ میں دے دیا پھر نہ رویا ان
ع ٢٩ ١٤ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾
پر آسمان اور زمین اور نہ ان کو ڈھیل دی گئی

فرعون اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے والوں نے حضرت موسیٰؑ کی بات نہ مانی تو حضرت موسیٰؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ اے اللہ یہ لوگ تو جرم پر جرم کئے جا رہے ہیں۔ میری ایک نہیں سنتے حکم ہوا کہ تم میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ اور دریا کا رخ کرو ضرور یہ لوگ تمہارے پیچھے آئیں گے جب تم سمندر پار چلے جاؤ تو اس میں تم راستے بنے ہوئے چھوڑ جاؤ گے یہ بھی تمہارے پیچھے اس میں اتر پڑیں گے پانی باہم مل جائے گا۔ اور یہ سارے کے سارے غرق ہو جائیں گے ان کے سارے باغ چشمے کھیتیاں اور خوش وضع گھر اور آرام کے سامان سے بھرے ہوئے جہاں یہ دل لگی کی باتیں کیا کرتے تھے۔ ان سے خالی ہو جائیں گے اور دوسری قوم ان کی مالک بن جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر دریا پار اتر گئے اور فرعون لشکر سمیت ڈوب گیا نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی دم بھر میں دنیا ان کے وجود سے پاک ہو گئی اس سے عبرت حاصل کرو۔

اللہ کی قدرت

وَ - لَقَدْ - نَجَّيْنَا - بَنِيْٓ - اِسْرَآءِيْلَ - مِنَ الْعَذَابِ
اور تحقیق نجات دی ہم نے بنی اسرائیل کو عذاب سے
الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ - فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ - كَانَ
قوت والے کے جانب فرعون کے تحقیق وہ تھا
عَالِيًا - مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ - لَقَدِ
اونچا حد سے باہر جانے والوں میں سے اور البتہ تحقیق
اخْتَرْنٰـهُمْ - عَلٰى - عِلْمٍ - عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾
پسند کیا ہم نے انہیں جان کر اوپر جہان والوں کے
وَ - اٰتَيْنٰـهُمْ - مِّنَ الْاٰيٰتِ - مَا - فِيْهِ
اور دیں ہم نے انہیں نشانیوں میں سے وہ جن میں تھی
بَلٰٓؤٌا - مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ - هٰٓؤُلَآءِ - لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾
آزمائش کھلی تحقیق یہ لوگ البتہ کہتے ہیں
اِنْ - هِيَ - اِلَّا - مَوْتَتُنَا - الْاُوْلٰى - وَ - مَا
نہیں موت مگر یہی موت پہلی اور نہیں
نَحْنُ - بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا - بِاٰبَآئِنَآ
ہم دوبارہ اٹھائے جانے والے پس لاؤ ہمارے باپ دادا کو
اِنْ - كُنْتُمْ - صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾
اگر ہو تم سچے

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ
اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کی مصیبت سے
الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
بچا نکالا جو فرعون کی طرف سے تھی بیشک وہ
عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ
چڑھ رہا تھا حد سے بڑھ جانے والا اور ہم نے
اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾
انہیں جان بوجھ کر جہان کے لوگوں سے پسند کیا
وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ
اور ہم نے ان کو نشانیاں دیں جن میں صریح
بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾
مدد تھی یہ لوگ کہتے ہیں اور کچھ
اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا
نہیں ہمارا یہی مرنا ہے پہلا اور ہم کو
نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ
پھر اٹھنا نہیں بھلا لے تو آؤ ہمارے
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾
باپ دادا کو اگر تم سچے ہو

ارشاد ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کی مصیبت سے نجات دی وہ بہت بڑا سرکش تھا پھر ان کو جانتے بوجھتے ہوئے اس وقت کے سارے جہان والوں پر فضیلت دی اور ان پر انعامات کی بوچھاڑ کر دی تاکہ ان کی آزمائش ہو جائے کہ نیک راہ اختیار کرتے ہیں یا بد فرعون اور بنی اسرائیل کا قصہ سنا کر ارشاد ہے کہ یہ عرب کے مشرک قیامت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ مر گئے تو پھر دوبارہ اٹھنا کیسا اور کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کو مانتے ہو تو بھلا ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو تو زندہ کر کے دکھا دو۔ ہم زبانی دعووں کو تو ہرگز نہیں مانتے۔

سمجھ سے کام لو!

اَ. ھُمْ - خَيْرٌ - اَمْ - قَوْمُ - تُبَّعٍ ۙ وَّ - الَّذِيْنَ - مِنْ
کیا وہ بہتر ہیں یا قوم تبع کی اور وہ جو ان سے
قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ - كَانُوْا - مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾
پہلے تھے تباہ کردیا ہم نے انھیں تحقیق وہ تھے جرم کرنے والے
وَمَا - خَلَقْنَا - السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضَ - وَمَا - بَيْنَهُمَا
اور نہیں بنایا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو بیچ میں ہے ان دونوں کے
لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا - خَلَقْنٰهُمَآ - اِلَّا - بِالْحَقِّ - وَلٰكِنَّ
کھیلنے والوں کی طرح اور نہیں بنایا ہم نے ان دونوں کو مگر ساتھ حق کے اور لیکن
اَكْثَرَهُمْ - لَا - يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ - يَوْمَ - الْفَصْلِ
اکثر ان کے نہیں جانتے تحقیق دن فیصلہ کا
مِيْقَاتُهُمْ - اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ - لَا - يُغْنِيْ
مقرر وقت ہے ان کا سب کا وہ دن کہ نہ کام آئے
مَوْلًى - عَنْ - مَّوْلًى - شَيْـًٔا - وَّلَا - هُمْ
ساتھی کسی ساتھی کے کچھ اور نہ وہ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا - مَنْ - رَّحِمَ - اللّٰهُ ۭ
مدد کیے جائیں مگر جس پر رحم کرے اللہ
اِنَّهٗ - هُوَ - الْعَزِيْزُ - الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾
تحقیق وہ وہی زور آور رحم والا ہے

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ
بھلا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے
قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾
پہلے تھے ہم نے انھیں غارت کردیا بے شک وہ گنہ گار تھے
وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
اور ہم نے جو آسمان اور زمین اور جو اس کے بیچ میں ہے
لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ
بنایا تو کوئی کھیل نہیں بنایا ہم نے تو انھیں ٹھیک کام کا بنایا
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ
پر بہت لوگ سمجھتے نہیں تحقیق فیصلہ کا دن ان
مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ
سب کے وعدہ کا دن ہے جس دن کوئی رفیق کسی
مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ
رفیق کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ان کو مدد
يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ
پہنچے گی مگر جس پر اللہ رحمت کرے
۳ ع ۱۳ ۱۵ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾
بے شک وہی ہے زبردست رحم والا

تُبَّع (یمن کا بادشاہ تھا) اس کی قوم زبردست تھی میقات (مقرر وقت) ارشاد ہے کہ یہ لوگ تبع کی قوم سے اور جو لوگ مثلاً عاد اور ثمود وغیرہ ان سے پہلے گذرے ہیں ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں ہم نے انہیں تو ان کے برے اعمال کی وجہ سے تباہ کر ڈالا پھر یہ کون ہوتے ہیں جو ہم سے بچ جائیں گے سنو ہم نے جو یہ آسمان زمین اور ان کے اندر کی کائنات بنائی ہے یہ کھیل کے طور پر نہیں بنائی بلکہ یہ ایک سوچی سمجھی تجویز کے مطابق بنائی ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے اچھا ان سب کے لیے ایک فیصلہ کا دن مقرر ہے جس دن کوئی کسی کا نہ ہوگا۔ اور نہ کسی کو کسی سے کوئی مدد مل سکے گی۔ ہاں جس پر اللہ رحم کرے اس کا بیڑا پار ہے وہی قوت والا اور رحم کرنیوالا ہے۔

دوزخ کا نقشہ

اِنَّ - شَجَرَتَ - الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ - الْاَثِیْمِ (۴۴)
تحقیق درخت زقوم کا کھانا ہے گنہ گار کا
کَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِیْ - فِی - الْبُطُوْنِ (۴۵) كَغَلْیِ - الْحَمِیْمِ (۴۶)
جیسے پگھلا ہوا تانبا اُبلتا ہے اندر پیٹوں کے مانند اُبلنے کھولتے پانی کے
خُذُوْهُ - فَاعْتِلُوْهُ - اِلٰى - سَوَآءِ - الْجَحِیْمِ (۴۷) ثُمَّ
پکڑ لو اسے پس کھینچو اسے طرف بیچوں بیچ دوزخ کے پھر
صُبُّوْا - فَوْقَ - رَاْسِهٖ - مِنْ - عَذَابِ - الْحَمِیْمِ (۴۸)
انڈیلو اس کے سر پر عذاب سے جلتے پانی کے
ذُقْ ۚ اِنَّكَ - اَنْتَ - الْعَزِیْزُ - الْكَرِیْمُ (۴۹)
لے چکھ تحقیق تو تو ہی ہے بڑا زوردار مرتبہ والا
اِنَّ - هٰذَا - مَا - كُنْتُمْ - بِهٖ - تَمْتَرُوْنَ (۵۰)
تحقیق یہ ہے وہی کہ تھے تم ساتھ اس کے دھوکے میں پڑے ہوئے

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْاَثِیْمِ (۴۴)
یقیناً سیہنڈ کا درخت گنہ گار کا کھانا ہے
كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ (۴۵) كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ (۴۶)
جیسا پگھلا ہوا تانبا پیٹوں کے اندر ایسا کھولتا ہے جیسے کھولتا پانی
خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (۴۷) ثُمَّ
پکڑو اس کو اور دھکیلتے ہوئے لے جاؤ دوزخ کے بیچوں بیچ پھر
صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ (۴۸)
اس کے سر پر ڈالو جلتے پانی کا عذاب
ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ (۴۹)
لے چکھ تو ہی ہے بڑا عزت والا سردار
اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ (۵۰)
یہ وہی ہے جس میں تم دھوکے میں پڑے تھے

زَقُّوْم (سیہنڈ) یہ لفظ سورۃ والصّٰفّٰت میں گزر چکا ہے۔ مُهْلٌ (پگھلا ہوا تانبا) تیل کی کالی تلچھٹ کو بھی مُهْل کہتے ہیں یہ زقوم کے پھل کا گودا ہوگا غَلْیٌ کھولنا يَغْلِیْ (کھولے گا) یہ غَلْیٌ سے مضارع ہے اِعْتِلُوْا (کھینچتے ہوئے لے جاؤ) امر ہے ع۔ت۔ل سے عَتْلٌ کے معنی گھسیٹتے ہوئے لے جانا ہے۔

اللہ اور رسول کا انکار کرنے والوں کو اس جگہ کی کیفیت بتائی جاتی ہے جہاں انہیں مرنے کے بعد جانا ہوگا انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ انہیں سخت مصیبت سے پالا پڑے گا یہ جو اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کر کے گناہ سمیٹ رہے ہیں۔ انہیں زقوم کے درخت کا رس پینے کو ملے گا جو زیتون کے تیل کی کالی تلچھٹ کی طرح کا ہوگا یا پگھلے تانبے کی طرح سمجھ لو وہ پیٹ میں پہنچتے ہی اس طرح جوش میں آجائے گا جیسے کھولتا ہوا پانی تمام آنتیں وغیرہ جل اٹھیں گی۔ حکم ہوگا کہ اس ہمارے نافرمان بندے کو پکڑ لو اور زنجیروں سے کھینچتے ہوئے جہنم کے بیچ کے حصے میں پہنچا دو اوپر سے اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو جو باہر سے اندر تک جلاتا ہوا چلا جائے اور وہ اس کا دکھ چکھے اور اس سے کہہ دو کہ لے اب مزہ چکھ تو وہی تو ہے جو دنیا میں بڑا زبردست بنا پھرتا تھا۔ اور لوگ تجھے بڑا آدمی سمجھتے تھے۔ یہی وہ عذاب ہے جس کا حال دنیا میں سن کر تم خاطر میں نہ لاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم یہ وہمی باتیں نہیں مانتے۔

پرہیزگاروں کا انعام

اِنَّ - الْمُتَّقِیْنَ - فِیْ - مَقَامٍ - اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ - جَنّٰتٍ
تحقیق پرہیزگار ہیں بیچ جگہ امن کی بیچ باغوں
وَّعُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ - مِنْ سُنْدُسٍ - وَّ اِسْتَبْرَقٍ
اور چشموں کے پہنے ہوئے ہیں کپڑے باریک ریشم کے اور گاڑھے ریشم کے
مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَ - زَوَّجْنٰهُمْ - بِحُوْرٍ
آمنے سامنے بیٹھے ایسا ہی ہوگا اور شادی کریں گے ہم ان کی ساتھ خوبصورت
عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ یَدْعُوْنَ - فِیْهَا - بِكُلِّ - فَاكِهَةٍ
بڑی آنکھوں والیوں کے طلب کریں گے وہ اس میں ہر قسم کا میوہ
اٰمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ - فِیْهَا - الْمَوْتَ - اِلَّا
چین سے بیٹھے نہ چکھیں گے بیچ اس کے موت مگر
الْمَوْتَةَ - الْاُوْلٰى - وَ وَقٰىهُمْ - عَذَابَ - الْجَحِیْمِ ﴿۵۶﴾
ایک موت پہلی اور بچا لیا انھیں دکھ سے دوزخ کے
فَضْلًا - مِّنْ - رَّبِّكَ - ذٰلِكَ - هُوَ - الْفَوْزُ
فضل سے طرف رب تیرے کے یہ یہی کامیابی ہے
الْعَظِیْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا - یَسَّرْنٰهُ - بِلِسَانِكَ - لَعَلَّهُمْ
بڑی پس بات یہی ہے کہ آسان کر دیا ہم نے اسے بان تیری میں تاکہ وہ
یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ - اِنَّهُمْ - مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾
یاد رکھیں پس انتظار کر بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ جَنّٰتٍ
بیشک ڈرنے والے چین کے گھر میں ہیں باغوں میں
وَّعُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ
اور چشموں میں پہنتے ہیں پوشاک ریشمی پتلی اور گاڑھی
مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ
ایک دوسرے کے سامنے اسی طرح ہوگا اور بیاہ دیں گے ہم انھیں حوریں
عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ
بڑی آنکھوں والیاں منگوائیں گے وہاں ہر میوہ
اٰمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا
دل جمعی سے وہاں نہ چکھیں گے موت مگر جو پہلے
الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۵۶﴾
آ چکی اور بچایا انھیں دوزخ کے عذاب سے
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
تیرے رب کے فضل سے یہی ہے بڑی مراد
الْعَظِیْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ
ملنی سو یہ قرآن آسان کر دیا ہم نے اسے تیری بولی میں
ع ۳ ۱۶ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾
تاکہ وہ یاد رکھیں اب تو راہ دیکھ وہ بھی راہ تکتے ہیں

پہلے گنہ گاروں کا حال بیان ہوا اب اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچنے والوں کا حال سن لو وہ آرام و آسائش کی جگہ باغوں اور چشموں کے درمیان باریک اور موٹے ریشمی کپڑے پہنے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے خوبصورت بیویاں ان کے ساتھ ہونگی جو پھل چاہیں گے آرام سے بیٹھے بیٹھے ملے گا ایک دفعہ مر چکے سو مر چکے پھر موت کا نام تک نہ سنیں گے مرنا کیسا یہ سب اللہ کا فضل ہو گا یہی بڑی بھاری کامیابی ہے اے رسول ہم نے تو تیری زبان میں یہ سب کچھ آسان کر کے سمجھا دیا اب نہ ماننے والوں کا کیا انکے آگے آجائیگا یہ پڑے سوچیں کہ کچھ پہ کچھ آفت (معاذ اللہ) آنے والی ہے ۔

سُورۃ الدّخان پر نظر

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن انسان کے لیے اس راستہ کو بالکل واضح کر دیتا ہے جو اس دنیا میں اس کی زندگی بسر کرنے کے لیے مقرر کیا جا چکا ہے اس کو چاہیے کہ اس پر غور کرے اور اس سے ہدایت حاصل کرے یہ اس دفتر میں جسے لوح محفوظ کہتے ہیں لکھا ہوا محفوظ ہے۔ اور ایک نہایت مبارک رات میں اس کے دنیا میں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا کائنات کے انتظام کے بارے میں ضروری حکم ہر سال اسی رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیے جاتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ یہ تو ہمیں بھیجنا ہی تھا۔ کیونکہ ہماری رحمت انسان کو بے یار و مددگار کیسے چھوڑ سکتی تھی آسمان زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزیں ہمیں نے پیدا کیں اور ہمیں ان سب کی پرورش اور دیکھ بھال کرتے ہیں یقین کرو کہ زندگی اور موت دینا اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور تمہارا اور تمہارے باپ دادا سب کا وہی رب ہے کچھ یہ عرب کے لوگ یا انہی کی طرح سوچنے والے اس میں شک کرتے ہیں ان پر دنیا ہی میں عذاب بھیجا جائیگا اگر یہ راہ راست پر آگئے تو خیر ورنہ مرنے کے بعد بہت ہی سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے فرعون کی قوم کے حال پر غور کرو انہوں نے سرکشی اختیار کی ہم نے انہیں سمجھانے کے لیے ایک بڑا معزز رسول بھیجا (ان کا نام حضرت موسیٰؑ تھا) انہوں نے فرعون اور اسکی قوم کو بہت سی نشانیاں دکھائیں جن کے بعد ان کے سچا رسول ہونے میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر سمجھایا کہ اللہ کو اپنا رب مانو اس کے آگے جھکو تمہارے لیے یہی بہتر ہے ورنہ تم جانو۔ بہرحال بنی اسرائیل کو تمہاری غلامی اور تمہارے ظلم و ستم سے چھڑانا ضروری ہے میں انہیں نکال کر یہاں سے لے جاتا ہوں۔ تم اس کام میں رکاوٹ نہ ڈالو۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی آخر ان پر طرح طرح کے عذاب آئے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ عذاب آتا تو کہتے کہ اے موسیٰؑ اس عذاب کو اپنے رب سے دعا مانگ کر دور کرا دے ہم تیری بات ماننے کو تیار ہیں لیکن جب عذاب ہٹ جاتا تو پھر ویسے ہی ڈھیٹ بن جاتے آخر حکم ہوا۔ کہ اے موسیٰ بنی اسرائیل کو راتوں رات نکال کر دریا کی طرف کا راستہ لو چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل کی فرعون نے لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا اور دریا میں راستے بنے ہوئے دیکھ کر لشکر سمیت اس میں اتر پڑا لیکن ان کے اترتے ہی دریا بدستور جیسا تھا ویسا ہو گیا اور وہ سب ڈوب گئے اور ان کے ملک پر دوسرے قابض ہو گئے وہ سب مر کھپ گئے کسی نے ان پر ایک آنسو بھی نہ بہایا اور بنی اسرائیل کو ان کے ظلم و ستم سے نجات ملی قیامت میں فرعون اور ان کے ساتھیوں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا لوگو قیامت میں شک مت کرو دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ یہ ایک دن فنا ہو کر رہے گی سارے انسان اللہ کے سامنے حاضر کیئے جائیں گے ان کے عملوں کا حساب ہو گا بُرے عملوں والے دوزخ میں اور اچھے عملوں والے جنّت میں جائیں گے۔ دوزخ میں دکھ ہی دکھ ہے اور جنت میں آرام ہی آرام ہے اب اگر تمہیں یہ نصیحت ماننی ہے تو مانو ورنہ بہت جلد تمہاری بُری گت بننے والی ہے۔

سورۃ الجاثیہ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی پینتالیسویں اور حامیم سے شروع ہونے والی سورتوں میں سے چھٹی سورت ہے اور اس میں چار رکوع ہیں مکہ کے زمانے کے درمیانی دنوں میں نازل ہوئی اس کا نام سورۃ الجاثیہ ہے جس کے معنی گھٹنوں کے بل بیٹھ جانے کے ہیں اسکی تشریح سورت کے آخری رکوع میں آئے گی اس سورت میں انسان کو بتایا گیا ہے۔ کہ یہ قرآن مجید اللہ نے نازل کیا ہے۔ جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ اس کی پہچان کی نشانیاں آسمان زمین اور خود تمہاری اور دیگر جانداروں کی پیدائش میں موجود ہیں ایمان والے اور یقین لانے والے انہیں دیکھ کر اللہ کو پہچان سکتے ہیں۔ جن میں عقل ہے وہ دنیا کے حالات میں تبدیلیاں دیکھکر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک قاعدے کے مطابق ہو رہا ہے۔ رات اور دن کا باقاعدہ ایک دوسرے کے بعد آتے رہنا پھر وقت پر مینہ برسنا اور اس کے ذریعے مرجھائی اور مری ہوئی زمین کا دوبارہ تر و تازہ اور زندہ ہو جانا اور اس میں سے انسان اور دیگر جانداروں کے کھانے پینے کی چیزوں کا پیدا ہونا اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اے رسول ہم یہی جچی تلی باتیں تجھے اس قرآن میں بتاتے ہیں۔ ان لوگوں نے ہمارے کہنے کو اور ہماری باتوں ہی کو نہ مانا تو پھر اور کیا مانیں گے اس سے بہتر باتیں اور کیا ہو سکتی ہیں یاد رکھو جو قرآن کی آیتیں سن کر عاجزی سے سر نہیں جھکاتا اور بہرا بن جاتا ہے۔ اس کی شامت آنے والی ہے اور جو ان آیتوں کی جان بوجھ کر ہنسی اڑائے وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہونے والا ہے ایسے لوگ دوزخ کی طرف جا رہے ہیں قرآن سے منہ موڑ کر جو کچھ یہ اس دنیا میں کر رہے ہیں مرنے کے بعد یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ مال و دولت سب یہیں پڑا رہ جائیگا اور یہ خود سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے قرآن مجید سیدھا راستہ بتا رہا ہے جو اس پر نہ چلیں گے۔ وہ دردبھری آفتوں کا شکار ہوں گے اور سنو اللہ نے سمندر میں کشتیاں چلانے کا سلیقہ تمہیں عطا کر کے تمہارے لیے راستے کھول دیئے ہیں۔ اور آسمان اور زمین کو حکم دے دیا ہے کہ تمہارے کام میں لگے رہیں تمہیں اس کا شکر کرنا چاہیے بہر حال ایمان والوں کو ان انکار کرنے والوں کے جال میں پھنس کر رہ جانا نہ چاہیے۔ وہ اچھے کاموں کی کوشش کریں انہیں اس کا بہت اچھا بدلہ ملے گا اور ان نافرمانوں کو اللہ سخت سزا دے گا۔ مسلمانوں تمہارے لیے یہ قرآن کافی ہے۔ اسے چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی جو ہوا و ہوس میں گرفتار ہیں ہرگز پیروی مت کرو اچھے اور برے ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے نادان اور گمراہ ہیں ان کی نظر آگے نہیں جاتی یہ مر کر جینے کو نہیں مانتے یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے حقیقت یہی ہے۔ جو ہم نے اس قرآن میں ظاہر کر دی ہے اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ سب ہو کر رہے گا۔

اٰیَاتُهَا ٣٧ (٤٥) سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٥) رُکُوْعَاتُهَا ٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کی نشانیاں

حٰمٓ (١) تَنْزِيْلُ ۔ الْكِتٰبِ ۔ مِنَ اللّٰهِ ۔ الْعَزِيْزِ
حامیم اتارنا کتاب کا طرف سے اللہ کے ہے زبردست
الْحَكِيْمِ (٢) اِنَّ ۔ فِى السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ۔ لَاٰيٰتٍ
حکمت والا تحقیق بیچ آسمانوں کے اور زمین کے البتہ نشانیاں ہیں
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (٣) وَ ۔ فِىْ ۔ خَلْقِكُمْ ۔ وَمَا ۔ يَبُثُّ ۔ مِنْ
واسطے ماننے والوں کے اور بیچ پیدائش تمہاری کے اور جو پھیلا رکھے ہیں جانوروں
دَآبَّةٍ ۔ اٰيٰتٌ ۔ لِّقَوْمٍ ۔ يُّوْقِنُوْنَ (٤) وَاخْتِلَافِ ۔ الَّيْلِ
ہیں نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے جو یقین رکھتے ہیں اور بدلنے میں رات
وَالنَّهَارِ ۔ وَمَآ ۔ اَنْزَلَ ۔ اللّٰهُ ۔ مِنَ السَّمَآءِ ۔ مِنْ رِّزْقٍ
اور دن کے اور جو اتارا اللہ نے آسمان سے سامان رزق کا
فَاَحْيَا ۔ بِهِ ۔ الْاَرْضَ ۔ بَعْدَ ۔ مَوْتِهَا ۔ وَتَصْرِيْفِ ۔ الرِّيٰحِ ۔ اٰيٰتٌ
پس زندہ کیا ساتھ اسکے زمین کو پیچھے مر جانے کے اسکے اور بدلنے میں ہواؤں کے نشانیاں
لِّقَوْمٍ ۔ يَّعْقِلُوْنَ (٥) تِلْكَ ۔ اٰيٰتُ اللّٰهِ ۔ نَتْلُوْهَا ۔ عَلَيْكَ ۔ بِالْحَقِّ
ہیں واسطے اس قوم کے جو سمجھتے ہیں یہ آیتیں ہیں اللہ کی پڑھتے ہیں ہم انھیں تجھ پر ساتھ حق کے

حٰمٓ (١) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ
حٰم کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست
الْحَكِيْمِ (٢) اِنَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ
حکمتوں والا ہے بے شک آسمان میں اور زمین میں ماننے والوں کے
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (٣) وَفِىْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ
لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور تمہارے بنانے میں اور جس قدر جانور پھیلا رکھے
دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (٤) وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ
ہیں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں اور رات دن کے بدلنے
وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ
میں اور اللہ نے آسمان سے جو روزی دیا ہے پھر اس سے زمین کو
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ
مرجانے کے بعد زندہ کردیا اور ہواؤں کے بدلنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (٥) تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
کے لیے جو سمجھ سے کام لیتے ہیں اور یہ اللہ کی باتیں ہیں جو ہم تجھ کو ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں

رِزْق (روزی) ہر نفع کی چیز کو رزق کہتے ہیں یہاں اس سے مراد پانی ہے جس پر زمین کی ساری پیداوار کی بنیاد ہے یَبُثُّ پھیلاتا ہے ۔ بَثٌّ سے فعل مضارع ہے اس کی ماضی بَثَّ سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے ۔ بِالْحَقِّ (ساتھ حقیقت کے) بہت جگہ آیا ہے ۔ حق وہی ہے جو ٹھیک واقعی اور درست ہے۔

ارشاد ہے کہ قرآن مجید اللہ کا نازل کیا ہوا ہے جو قوت والا اور پکی اور یقینی بات کہنے والا ہے اللہ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں آسمان اور زمین کی طرف دیکھتے ہی آدمی کہہ اٹھے گا کہ ان کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور کوئی نہیں پھر انسان اور حیوانات کی ساخت میں غور کرے گا تو کہے گا کہ ہاں اللہ ہی ان سب کا بنانے والا ہے پھر دنیا کے حالات کو ادلتے بدلتے دیکھ کر کہ کبھی رات ہے کبھی دن کبھی زمین خشک ہو کر مردہ ہو جاتی ہے ۔ پھر جب مینہ برستا ہے ۔ تو جی اٹھتی ہے ۔ اور خوب پھولتی پھلتی ہے اس کی عقل پورے طور پر مان لے گی کہ یہ باتیں سوا اللہ کے کسی کے بس کی نہیں اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ پکی باتیں جن میں شک کی گنجائش ہی نہیں اللہ صاف تجھے سناتا ہے اور یہ بالکل حقیقت کے مطابق ہیں۔

ایک ضروری سوال

فَ - بِ - اَیِّ - حَدِیْثٍ - بَعْدَ - اللّٰهِ
پس ساتھ کون سی بات کے بعد اللہ کے
وَ - اٰیٰتِ - هٖ - یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾
اور آیتوں کے اس کی ایمان لائیں گے

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ
پھر اللہ اور اس کی باتوں کو چھوڑ کر کون سی
وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾
باتوں کو مانیں گے

پہلے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا گیا کہ یہ کتاب یعنی قرآن مجید جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سنا رہے ہیں یہ اللہ نے اتاری ہے جو درحقیقت عزت اور قوت والا ہے اور ساتھ ہی ہر چیز کی جڑ بنیاد تک سے واقف ہے اس لیے اس کی ہر بات واقع کے مطابق اور بالکل ٹھیک اور سچی ہوتی ہے اگر کوئی پوچھے کہ اللہ کون ہے تو اس کو بتا دیا گیا کہ جو ایمان لانے یعنی ٹھیک بات ماننے اور سچ کے آگے گردن جھکانے کے لیے تیار ہے وہ آسمان اور زمین کو دیکھ کر ہی کہہ اٹھے گا کہ سچ مچ اللہ کے سوا کسی میں طاقت نہیں جو اتنی بڑی بڑی چیزیں بنا کر کھڑی کر دے پھر جو اپنی اور دوسرے جانداروں کی پیدائش اور بناوٹ میں غور کرے گا اسکا اس بات پر یقین بڑھتا جائے گا پھر دن رات کے ایک دوسرے کے بعد باقاعدہ آنے جانے مینہ برسنے اور اس کے ذریعے خشک زمین کے ترو تازہ اور ہری بھری ہو جانے کے نظام کو دیکھ کر اس کی عقل بھی اس نتیجہ پر پہنچے گی کہ یہ سب اللہ ہی کی قدرت کا ظہور ہے اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان آیتوں میں اپنی قدرت کی نشانیاں تمہیں پڑھ کر سنا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ٹھیک بات بتا رہے ہیں جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں یہ لوگ اگر ہماری بات نہیں سنتے اور ہماری نشانیوں کو پوری طرح نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے یہاں سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کائنات میں ہر بات اور ہر چیز اللہ کی قدرت کی نشانی ہے ان آیتوں میں بڑی بڑی نشانیاں گنوا کر اشارہ کیا جا رہا ہے۔ کہ انسان کو ان سب چیزوں سے کس طرح کام لینا اور ان سے اپنا تعلق کس طرح قائم کرنا چاہیے ظاہر ہے کہ انسان ان کا غلط استعمال اور ان کی بابت غلط خیالات قائم کر سکتا ہے ان نشانیوں کے بیان کرنے کے ساتھ قرآن مجید میں ان کا صحیح استعمال کرنا اور ان کی بابت صحیح خیالات قائم کرنا بھی بتایا ہے اور بالحق سے اسی کی طرف اشارہ ہے (واللہ اعلم) یعنی قرآن مجید میں کائنات کی چیزوں اور ان کے عجیب وغریب انتظام ہی کا بیان نہیں بلکہ بیان کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انسان ان کی بابت اپنا عقیدہ اور عمل کیسے درست کرے عقیدہ کی درستی یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر اللہ کو پہچانے اور پھر جتنا علم بڑھتا جائے اتنا ہی اللہ پر ایمان بڑھتا جائے عمل کی درستی یہ ہے۔ کہ ہر چیز سے اسی طرح کام لے جس طرح قرآن مجید میں بتایا گیا ہے اور جس طرح حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چلنا سکھایا ہے۔

منکروں کا انجام

وَیْلٌ ۔ لِّکُلِّ ۔ اَفَّاکٍ ۔ اَثِیْمٍ ⑦ یَّسْمَعُ ۔ اٰیٰتِ
خرابی ہے واسطے ہر جھوٹ باندھنے والے گنہ گار کے جو سنتا ہے آیتیں

اللّٰہِ ۔ تُتْلٰی ۔ عَلَیْہِ ۔ ثُمَّ ۔ یُصِرُّ ۔ مُسْتَکْبِرًا
اللہ کی پڑھی جاتی ہیں اوپر اس کے پھر اڑ جاتا ہے بڑا بن کر

کَاَنْ ۔ لَّمْ ۔ یَسْمَعْ ۔ ھَا ۚ فَبَشِّرْہُ ۔ بِعَذَابٍ
گویا نہیں سنتا انہیں پس خوشخبری دے اسے عذاب

اَلِیْمٍ ⑧ وَاِذَا ۔ عَلِمَ ۔ مِنْ ۔ اٰیٰتِنَا
دردناک کی اور جب جان لیتا ہے آیتوں میں سے ہماری

شَیْئًا ۔ نِ ۨاتَّخَذَ ھَا ۔ ھُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ
کچھ بنا لیتا ہے اسے ہنسی وہ لوگ

لَھُمْ ۔ عَذَابٌ ۔ مُّھِیْنٌ ⑨ مِنْ
واسطے ان کے عذاب ہے ذلت والا آگے

وَّرَآئِھِمْ ۔ جَھَنَّمُ ۚ
ان کے دوزخ ہے

وَیْلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ ⑦ یَّسْمَعُ اٰیٰتِ
ہر جھوٹے گنہگار کے لیے خرابی ہے کہ اللہ کی باتیں سنتا ہے

اللّٰہِ تُتْلٰی عَلَیْہِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَکْبِرًا
جو اس کے پاس پڑھی جاتی ہیں پھر غرور سے ضد کرتا

کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا ۚ فَبَشِّرْہُ بِعَذَابٍ
ہے گویا سنا ہی نہیں سو اس کو ایک دردناک عذاب

اَلِیْمٍ ⑧ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا
کی خوشخبری سنا دے اور جب ہماری باتوں میں سے

شَیْئَا ۨاتَّخَذَھَا ھُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ
کسی کی خبر پائے تو اس کو ٹھٹھا ٹھہرائے ایسوں کو

لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ⑨ مِنْ
ذلت کا عذاب ہے ان کے

وَّرَآئِھِمْ جَھَنَّمُ ۚ
پرے دوزخ ہے

اَفَّاکٌ (جھوٹ جوڑنے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے اِفْکٌ سے جو سورۃ نور میں گزرا اَثِیْمٌ (گنہ گار) صفت مشبہ ہے اثم سے جو بہت جگہ آچکا ہے۔ یُصِرُّ (اڑ جاتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے اصرار سے جس کا مادہ ص۔ ر۔ ر ہے صَرٌّ کے معنی باندھ دینے اور اکٹھا کرنے کے ہیں۔ اصرار بُری بات پر جم جانا۔ وَرَآءٌ (سامنے) اس کا مادہ و۔ ر۔ ی ہے اور یہ اسم مکان ہے جس کے معنی پیچھے کے ہیں۔ اور کبھی آگے کے بھی ہوتے ہیں اور سوا کے معنی میں بھی آتا ہے یہاں اسم مکان ہے اور مِنْ قبل اور مِنْ بعد کی طرح اس پر بھی مِنْ زیادہ کر دیا جاتا ہے ارشاد ہے کہ جس نے اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھیں اور ان سے غلط نتیجے نکالے اور بُرے کام کرتا رہا اللہ کی نازل کی ہوئی آیتیں سنیں پھر ڈھیٹ بن گیا اور شیخیاں بگھارنے لگے جیسے سنا ہی نہیں اس کا انجام بہت بُرا ہوگا اس کے لیے دکھ بھرا عذاب تیار ہے پس یہی اس کے لیے خوش خبری سمجھ لو۔ اس کا طرزِ عمل یہ ہے کہ جب ہماری آیتیں اسے معلوم ہوئیں تو ان کے ساتھ ہنسی اور ٹھٹھا کرنے لگا۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے جس سے ان کی ساری شیخی کر کری ہو جائے گی وہ دنیا میں کیا بڑے بنے پھرتے ہیں۔ آخرت میں انہیں ذلت سے واسطہ پڑے گا۔ ان کے آگے جہنم ہے۔ مکہ میں ایک ایسا ہی شخص نضر بن الحرث تھا وہ

آخرت کا خسارہ

وَلَا - یُغْنِیْ - عَنْهُمْ - مَّا - کَسَبُوْا - شَیْـًٔا وَّلَا
اور نہ فائدہ دے گا ان کو جو کمایا انھوں نے ذرا بھی اور نہ
مَا اتَّخَذُوْا - مِنْ - دُوْنِ اللّٰہِ - اَوْلِیَآءَ ۚ وَلَهُمْ
وہ جنھیں پکڑا انھوں نے اللہ کے سوا ساتھی اور واسطے انکے
عَذَابٌ - عَظِیْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا - هُدًی ۚ وَالَّذِیْنَ - کَفَرُوْا
عذاب ہے بڑا یہ ہے ہدایت اور جنھوں نے انکار کر دیا
بِاٰیٰتِ - رَبِّهِمْ - لَهُمْ - عَذَابٌ - مِّنْ رِّجْزٍ - اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾
ساتھ آیتوں کے رب اپنے کی انکے لیے عذاب ہے سزائے دردناک سے
اَللّٰہُ - الَّذِیْ - سَخَّرَ - لَکُمُ - الْبَحْرَ - لِتَجْرِیَ
اللہ ہی ہے جس نے مسخر کیا واسطے تمھارے دریا کو تاکہ چلیں
الْفُلْکُ - فِیْهِ - بِاَمْرِهٖ - وَلِتَبْتَغُوْا - مِنْ فَضْلِهٖ
کشتیاں بیچ اس کے ساتھ حکم اس کے کے اور تاکہ ڈھونڈو تم فضل اس کے
وَلَعَلَّکُمْ - تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ - لَکُمْ - مَّا
اور تاکہ تم شکرگزار ہو اور مسخر کیا واسطے تمھارے جو ہے
فِی السَّمٰوٰتِ - وَمَا فِی الْاَرْضِ - جَمِیْعًا - مِّنْهُ ؕ
بیچ آسمانوں کے اور جو بیچ ہے زمین کے سب کا سب اسی کی طرف سے

وَلَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا کَسَبُوْا شَیْـًٔا وَّلَا
اور ان کے ذرا بھی کام نہ آئے گا جو کمایا تھا اور نہ وہ
مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَلَهُمْ
جنھیں اللہ کے سوا رفیق پکڑا تھا اور ان کے لیے بڑا
عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًی ۚ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا
عذاب ہے یہ ہے ہدایت اور جو اپنے رب کی آیتوں
ع ۱۱ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾
سے منکر ہیں ان کے لیے ایک بلا کا دردناک عذاب ہے
اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ
اللہ وہ ہے جس نے دریا کو تمھارے بس میں کر دیا کہ اس
الْفُلْکُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ
میں جہاز چلیں اس کے حکم سے اور تاکہ تم اس کا فضل
وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا
تلاش کرو اور تاکہ تم حق مانو اور جو آسمانوں اور زمین
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ
میں ہے تمھارے کام میں لگا دیا سب کو اپنی طرف سے

رِجْزٌ (دکھ، درد، عذاب) رِجز اور رُجز دونوں کے معنی ایک ہیں نجاست پلیدی سخت تکلیف عذاب یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں ارشاد ہے کہ ایسے سرکش لوگ آخرت میں خالی ہاتھ ہوں گے دنیا میں اکٹھا کیا ہوا مال و متاع وہاں کچھ کام نہ آئے گا اللہ کو چھوڑ کر جنہیں انہوں نے اپنا یار و مددگار بنایا تھا۔ وہ ان سے منہ موڑ کر چلتے بنیں گے بڑے عذاب سے پالا پڑے گا اگر تمہارے ہوش درست ہیں تو یہ قرآن تمہارے لیے ہدایت نامہ ہے جنہوں نے اس سے منہ موڑا ان کے لیے دکھ بھرا عذاب تیار ہے دیکھو اللہ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں اپنے اوپر اس کے احسانات دیکھو گہرے سمندروں اور دریاؤں کو تمہارا یار اور مددگار بنا دیا۔ اللہ کے حکم سے تم ان پر کشتیاں اور جہاز چلاتے ہو اور ان کے ذریعہ تجارت وغیرہ کر کے بڑے بڑے فائدے اٹھاتے ہو اور ایک سمندر ہی کیا آسمان اور زمین کی ساری چیزوں کو اپنی رحمت سے حکم دے دیا کہ تمہاری ہی خدمت گزاری میں لگی رہیں۔

صبر کی نصیحت

اِنَّ ۔ فِیْ ۔ ذٰلِکَ ۔ لَاٰیٰتٍ ۔ لِقَوْمٍ ۔ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾
تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے جو سوچتے ہیں
قُلْ ۔ لِلَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ یَغْفِرُوْا ۔ لِ ۔ الَّذِیْنَ ۔ لَا
کہہ دے واسطے ان کے جو ایمان لائے بخشیں واسطے ان کے نہیں
یَرْجُوْنَ ۔ اَیَّامَ ۔ اللّٰهِ ۔ لِیَجْزِیَ ۔ قَوْمًا ۔ بِ ۔ مَا
امید رکھتے اللہ کے دنوں کی تاکہ بدلہ دے وہ ایک قوم کو عوض اس کا جو
کَانُوْا ۔ یَکْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ ۔ عَمِلَ ۔ صَالِحًا
تھے وہ کمائی کرتے جس نے کام کیا نیک
فَ ۔ لِ ۔ نَفْسِهٖ ۚ وَ ۔ مَنْ ۔ اَسَآءَ ۔ فَ ۔ عَلَیْهَا ز
پس واسطے جان اپنی کے اور جس نے بدی کی پس اوپر جان اپنی کے
ثُمَّ ۔ اِلٰی ۔ رَبِّ ۔ کُمْ ۔ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾
پھر طرف رب اپنے کے لوٹائے جاؤ گے تم

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾
اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو دھیان کرتے ہیں
قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا
ایمان والوں سے کہہ دو ان سے درگزر کریں جو اللہ
یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا
کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ وہ ایک قوم کو سزا
کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
دے بدلہ اس کا جو وہ کماتے تھے جس نے بھلا کام کیا
فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ز
تو اپنے واسطے اور جس نے برا کیا سو اپنے حق میں
ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾
پھر تم اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے

اَیَّامَ اللّٰهِ (اللہ کے دن) سورۃ ابراہیم میں گزر چکا ہے اس سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ نے فرمانبرداروں کو انعام یا نافرمانوں کو سزا دی ایام اللہ کی امید نہ رکھنے والے وہ لوگ ہوئے جو اس کی رحمت سے مایوس اور اس کے عذاب سے بے خوف ہیں ارشاد ہے کہ سوچنے والے ان سب باتوں کو دیکھ کر ضرور اللہ کو پہچان لیں گے کہ اس نے ہر چیز کو انسان کے تابع فرمان کر دیا اور اتنی عقل دی کہ ان سے کام لینے کے قاعدے دریافت کرے اور ان کے مطابق ان سے ہر طرح کے فائدے حاصل کرے آخر انسان میں اتنی لیاقت کہاں سے آئی کہ کوئی چیز جس سے وہ کام لینا چاہے اس کی خدمت سے انکار نہیں کرتی بلکہ بہت سی چیزیں خود بخود بغیر اس کی کوشش سے اسی کے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ یہ سب اللہ کی رحمت کی نشانی ہے لیکن پھر بھی بہت سے لوگ اللہ کو نہیں مانتے اسکے بعد اللہ کے ماننے والوں کو دنیا میں رہنے کا قاعدہ بتایا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو اس کی رحمت سے دنیا میں مزے سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اللہ کو نہیں مانتے نہ اس کی رحمت کی امید رکھیں اور نہ اس کے عذاب سے ڈریں ان سے اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو خود ان سے بدلہ لینے کا ارادہ مت کرو اللہ پر معاملہ چھوڑ دو وہ ان کو سزا دیگا یا تو خود تمہارے ہی ہاتھوں انہیں سزا دلوا دیگا یا خود ہی ان پر کوئی بلا نازل کر دیگا تم تو یہ سمجھ لو کہ جو بھلا کریگا تو اپنے لیے۔ برا کریگا تو اپنے لئے پھر آخر ایک دن قیامت کا آئیگا تم سب اللہ کے آگے حاضر ہو گئے اس دن سب کا حساب رتی رتی چکا دیا جائے گا۔

ایک قوم کی مثال

وَلَقَدۡ - اٰتَيۡنَا - بَنِيۡٓ - اِسۡرَآءِيۡلَ - الۡكِتٰبَ
اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب
وَالۡحُكۡمَ - وَالنُّبُوَّةَ - وَرَزَقۡنٰهُمۡ - مِّنَ - الطَّيِّبٰتِ
اور حکومت اور پیغمبری اور دیں ہم نے انھیں ستھری چیزیں
وَفَضَّلۡنٰهُمۡ - عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿١٦﴾ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ
اور فضیلت دی انھیں جہان والوں پر اور دیں ہم نے انھیں
بَيِّنٰتٍ - مِّنَ - الۡاَمۡرِ ۚ فَمَا - اخۡتَلَفُوۡۤا - اِلَّا
صاف باتیں احکام میں سے پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے مگر
مِنۡۢ بَعۡدِ - مَا - جَآءَهُمُ - الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡيًا ۢ
بعد اس کے کہ آگیا ان کے پاس علم ضد سے
بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ - رَبَّ - كَ - يَقۡضِىۡ - بَيۡنَهُمۡ - يَوۡمَ
درمیان اپنے تحقیق رب تیرا فیصلہ کرے گا درمیان انکے دن
الۡقِيٰمَةِ - فِيۡمَا - كَانُوۡا - فِيۡهِ - يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿١٧﴾
قیامت کے بیچ اس کے کہ تھے وہ اس میں اختلاف کرتے

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا بَنِيۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ الۡكِتٰبَ
اور دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور
وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ
حکومت اور پیغمبری اور ستھری چیزیں کھانے کو
وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿١٦﴾ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ
دیں اور ان کو جہان پر بزرگی دی اور ان کو دین کی
بَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا
کھلی باتیں دیں پھر انھوں نے جو پھوٹ ڈالی
مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡيًا ۢ
تو سمجھ میں آچکنے کے بعد آپس کی
بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ
ضد سے بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ
الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿١٧﴾
کرے گا جس بات میں وہ جھگڑتے تھے۔

اَمر (حکم) یعنی بعض باتوں کے کرنے اور بعض کے نہ کرنے کا حکم ہے انہی احکام کے مجموعہ کو دین کہتے ہیں یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ ارشاد ہے کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں باوجود اس کے بہت سے لوگ اللہ کو نہیں مانتے بلکہ بعض تو کھلم کھلا انکار ہی کر بیٹھتے ہیں ایسے آدمیوں کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ انکا انجام اچھا نہ ہوگا انہیں بنی اسرائیل کے حالات سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے انہیں ہم نے کتاب تورات دی حکومت عطا فرمائی اور بہت سے نبی انکی ہدایت کیلئے بھیجے کھانے پینے کی صاف ستھری چیزیں عطا فرمائیں اور ان کے زمانے میں انہیں سارے جہان والوں سے بڑھا چڑھا کر رکھا اچھی زندگی بسر کرنے کا طریقہ انہیں واضح طور پر بتا دیا۔ اگر وہ چاہتے تو اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی ٹھیک راستہ پر ڈال سکتے تھے لیکن وہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہوگئے آپس ہی میں چوٹیں چلنے لگیں۔ ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر رہنے اور اس کو دبا کر رکھنے کی فکر میں مبتلا ہوگیا بہت سے فرقے بن گئے آخر دنیا میں اپنی بات کو کھو بیٹھے اور آخرت کا عذاب بھی سمیٹا۔ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہم ان کے سارے جھگڑوں کا فیصلہ کردیں گے اور ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

دنیا کی اصلاح

ثُمَّ - جَعَلْنٰکَ - عَلٰی - شَرِیْعَۃٍ - مِّنَ الْاَمْرِ
پھر کر دیا ہم نے تجھے اوپر ایک راستہ کے دین کے
فَ - اتَّبِعْھَا - وَلَا - تَتَّبِعْ - اَھْوَآءَ - الَّذِیْنَ - لَا
پس چلا چل اس پر اور مت چل خواہشوں پر ان کی جو نہیں
یَعْلَمُوْنَ ⑱ اِنَّ - ھُمْ - لَنْ - یُّغْنُوْا - عَنْکَ
جانتے تحقیق وہ ہرگز کام نہ آئیں گے تیرے
مِنَ اللّٰہِ - شَیْئًا ؕ وَ اِنَّ - الظّٰلِمِیْنَ - بَعْضُھُمْ
اللہ کے ہاں کچھ اور تحقیق ظالم لوگ بعض ان کے
اَوْلِیَآءُ - بَعْضٍ ۚ وَاللّٰہُ - وَلِیُّ - الْمُتَّقِیْنَ ⑲
رفیق ہیں بعض کے اور اللہ رفیق ہے پرہیزگاروں کا

ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ
پھر ہم نے تجھے دین کے ایک راستہ پر ڈالا
فَاتَّبِعْھَا وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا
سو تو اسی پر چل اور نادانوں کی خواہشوں پر
یَعْلَمُوْنَ ⑱ اِنَّھُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْکَ
مت چل وہ اللہ کے سامنے تیرے ہرگز ذرا بھی
مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُھُمْ
کام نہ آئیں گے اور بے انصاف ایک دوسرے
اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ⑲
کے رفیق ہیں اور اللہ رفیق ہے ڈرنے والوں کا

اَلْمُتَّقِیْنَ (پرہیزگار) متقی کی جمع ہے۔ متقیوں سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈر کر ان کاموں سے بچتے اور پرہیز کرتے ہیں جن سے اللہ نے روکا ہے۔

ارشاد ہے کہ جب بنی اسرائیل نے دنیا میں باہمی فرقہ بندی اور خواہشوں کی پیروی کا دروازہ کھول دیا اور اپنی بادشاہت سے سوا ظلم وستم کے اور کوئی کام نہ لیا تو ہم نے اے ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو دین کا راستہ سمجھانے کے لیے تمہیں بھیجا اور بُری باتوں کو پوری طرح کھول کر بتا دیا اور بنی اسرائیل وغیرہ کی شرارتیں بھی بتا دیں جن میں پھنس کر انہوں نے دین کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ تاکہ تم اس سے بچو اب تمہیں اور تمہارے ماننے والوں کو ہماری ہدایتوں کے مطابق چلنا چاہیے اور نادانوں کی باتوں کو بالکل نہ سننا چاہیے۔ کیونکہ ان کی باتیں بے کار ہیں ان پر چل کر تم اصلی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ پھر اللہ بھی ان نادانوں کی باتوں سے راضی نہیں ان لوگوں نے ظلم وستم پر کمر باندھ لی ہے اور باہم ایک دوسرے کی مدد کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ تاکہ اپنا جتھا بنا کر صحیح راستے سے پورے زور کے ساتھ لوگوں کو روکیں اللہ ان کا ساتھی یا حمایتی نہیں۔ یہ لوگ اللہ کا حکم نہیں مانتے بلکہ اس کے خلاف چلتے ہیں۔ اللہ تو ان کا ساتھی مددگار اور حمایتی ہے۔ جو اس کے غضب سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہیں اور ہر کام کرنے سے پہلے خوب سوچ لیتے ہیں اور جاننے والوں سے پوچھ لیتے ہیں کہ یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے طریقے کے خلاف تو نہیں اللہ نے جن باتوں سے منع کیا ہے۔ وہ بالکل صاف ہیں۔ ان کے پیچھے پڑنا اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔

قرآن مجید کیا ہے؟

هٰذَا ۔ بَصَآئِرُ ۔ لِلنَّاسِ ۔ وَهُدًى ۔ وَّ
یہ سوجھ بوجھ کی باتیں ہیں واسطے لوگوں کے اور ہدایت اور
رَحْمَةٌ ۔ لِّقَوْمٍ ۔ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾
رحمت واسطے ان لوگوں کے جو یقین رکھتے ہیں

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّ
یہ سوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے اور سیدھی راہ اور
رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾
رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں

پہلے ارشاد ہوا کہ بنی اسرائیل کو نیک چلنی کا صاف راستہ بتا دیا گیا اور زندگی کا ٹھیک راستہ سمجھانے کے لیے ان میں نبی بھی بہت ہوئے پھر انہیں حکم اور طاقت بھی عطا ہوئی۔ وہ عقل سے کام لیتے تو خود بھی ٹھیک چلتے اور دوسروں کو بھی ٹھیک چلاتے لیکن انہوں نے یہ غضب کیا کہ اللہ کے حکموں کی پیروی کرنے کی بجائے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی میں پھنس گئے اور ہر ایک یہ کوشش کرنے لگا کہ میں سب سے بڑا بن جاؤں اور دوسرے میرے خدمت گار ہو کر رہیں چنانچہ دنیا میں فساد کا بازار گرم ہو گیا اور ہر جگہ ابتری پھیل گئی۔

پھر ارشاد ہے کہ دنیا کی حالت درست کرنے کی خاطر اب ہم نے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو زندگی کا سیدھا اور صحیح راستہ بتانے کے لیے لوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اب تم کسی کی مت سنو کیونکہ سب لوگ اپنے اپنے غلط راستے اختیار کر چکے ہیں کوئی اس قابل نہیں جو ٹھیک بات کہتا ہو۔ یہ سب نادان ہیں۔ ان کی بات سننے سے اللہ کے ہاں کسی کا بھلا نہیں ہو سکتا یہ گمراہی میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور گناہوں پہ کمر باندھ رکھی ہے۔ اللہ تو ان کا یار اور مددگار ہے جو اس کے غضب سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہیں۔ حق بات سننا چاہو تو وہ یہ ہے کہ یہ قرآن حکیم ایسی باتیں بتاتا ہے جنہیں دنیا کے لوگ اگر سنیں اور سمجھیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں اور سیدھا راستہ صاف نظر آنے لگے جو لوگ اس کی باتوں پر یقین کر کے اس راستہ پر چلنے کا ارادہ کر لیں گے جو یہ بتاتا ہے۔ تو یہ ان کے لیے سراسر رحمت اور ہدایت ثابت ہوگا اور وہ ادھر اُدھر بھٹکتے پھرنے کے بجائے ہمیشہ کی کامیابی کی ڈگر پر چل پڑیں گے اور انہیں سیدھا راستہ صاف نظر آنے لگے گا۔ یہاں ذرا ٹھہر کر ہمیں جو اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں۔ سوچنا چاہیے۔ کہ ہم نے بھی کہیں وہی غلطی تو نہیں کی جو ہم سے پہلے بنی اسرائیل نے کی تھی یہاں کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے۔ کہیں ہم آج قرآن شریف کو چھوڑ کر دوسروں کی باتیں ماننے پر تلے ہوئے تو نہیں۔

بہت بڑا دھوکا

اَمْ - حَسِبَ - الَّذِيْنَ - اجْتَرَحُوا - السَّيِّاٰتِ
کیا خیال کر لیا ان لوگوں نے جنھوں نے کمائیں برائیاں
اَنْ - نَّجْعَلَهُمْ - كَ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَ
کہ کردینگے ہم انھیں مانند ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور
عَمِلُوا - الصّٰلِحٰتِ لا سَوَآءً - مَّحْيَا - هُمْ - وَ
کیے انھوں نے کام نیک برابر جینا ان کا اور
مَمَاتُ - هُمْ ط سَآءَ - مَا - يَحْكُمُوْنَ (۲۱)
مرنا ان کا بُرا ہے جو وہ حکم لگاتے ہیں

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ
کیا وہ جنھوں نے برائیاں کمائی ہیں خیال کرتے ہیں
اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
کہ ہم انھیں ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو یقین لائے
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ
اور بھلے کام کیے کہ ایک سا ہو جائے ان کا
مَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۲۱)
جینا اور مرنا بُرے دعوے ہیں جو وہ کرتے ہیں

اِجْتَرَحُوْا (کمایا انہوں نے ماضی کا صیغہ ہے اِجْتِرَاحٌ سے جو ج - ر - ح سے بنا ہے۔ جَرْحٌ کے معنی کمانے کے ہیں اِجْتِرَاحٌ بھی اسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اسی سے جوارح بنا ہے جس کے معنی ہیں وہ اعضا جن سے انسان کام کرتا اور کماتا ہے جَارِحَةٌ شکاری جانور کو بھی کہتے ہیں۔ سورت معائدہ میں گزر چکا ہے۔ ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے برائی پر کمر باندھ رکھی ہے ہر وقت لچپن اور چھین جھپٹ میں مصروف رہتے ہیں دین کے حکموں سے منہ موڑ لیا ہے اور اللہ رسول اور قرآن کو کوئی اہمیت نہیں دیتے قرآن کی آئیوں کو موڑ توڑ کر اپنی مرضی کے مطابق انکا مطلب بیان کرتے ہیں ان سے پوچھو کہ کیا تم یونہی چھوٹ جاؤ گے اور تمہارے بُرے کاموں کی سزا تمہیں نہ ملیگی اور تمہارا مرنا جینا بھی انہی لوگوں کا سا ہو جائیگا جو اللہ پر ایمان لائے ان کے فرمانبردار بن کر رہے اور جن کاموں کو اس نے بُرا کہا ہے ان سے بچتے رہے کیا تم یہ سوچتے ہو کہ تمہارا اور ان کا حال دنیا میں اور مرنے کے بعد ایک جیسا ہوگا اگر تمہارا خیال ہے تو نہایت غلط ہے اور اگر تم یہ فیصلہ کیئے بیٹھے ہو تو یہ بہت بُرا فیصلہ ہے ہرگز اس دھوکے میں نہ رہنا حقیقت کچھ اور ہے اور تمہارے اس خیال سے بالکل مختلف ہے۔ ایماندار اور اچھے کام کرنیوالے لوگوں میں اور تم میں بہت فرق ہے انہوں نے اللہ کو مانا اس کے رسول کی اطاعت پر کمر باندھی اور قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کی ان کو دنیا میں بھی اطمینان کی زندگی نصیب ہوگئی اور مرنے کے بعد بھی انہیں جنت میں ہمیشہ کا آرام اور چین نصیب ہوگا اور تم نے شرارت دنگے اور فساد پر کمر باندھی اور لوگوں کو بُری طرح ستانا اختیار کیا تمہاری زندگی بھی پریشانی اور بے چینی میں بسر ہوگی اور مرنے کے بعد بھی تمہارا بُرا حشر ہوگا تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جہاں انتہائی جسمانی اور روحانی تکلیف سے پالا پڑے گا اور کچھ بنائے نہ بنے گی ۔

جہان کی پیدائش

وَ خَلَقَ ۔ اللّٰهُ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضَ ۔ بِالْحَقِّ
اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو ساتھ حق کے
وَ لِتُجْزٰی ۔ كُلُّ ۔ نَفْسٍۢ ۔ بِمَا ۔ كَسَبَتْ ۔ وَ ۔ هُمْ
اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر جی کو بعوض اس کے جو کمایا اس نے اور وہ
لَا ۔ يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَ ۔ فَ ۔ رَاَيْتَ ۔ مَنِ ۔ اتَّخَذَ
نہ ظلم کیے جائیں گے کیا پس دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے پکڑا
اِلٰهَهٗ ۔ هَوٰىهُ ۔ وَ اَضَلَّهُ ۔ اللّٰهُ ۔ عَلٰى ۔ عِلْمٍ
معبود اپنا خواہش کو اپنی اور بھٹکا دیا اسے اللہ نے اوپر علم کے
وَّ خَتَمَ ۔ عَلٰى ۔ سَمْعِهٖ ۔ وَ ۔ قَلْبِهٖ ۔ وَ ۔ جَعَلَ
اور مہر کر دی اوپر کان اس کے کے اور دل اسکے کے اور کر دیا
عَلٰى ۔ بَصَرِهٖ ۔ غِشٰوَةً ؕ
اوپر آنکھ اس کی کے پردہ

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ
اور اللہ نے آسمان اور زمین بنائے جیسے چاہئیں
وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ
اور تاکہ ہر کوئی اپنی کمائی کا بدلہ پائے اور ان پر
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ
ظلم نہ ہوگا بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش
اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ
کو اپنا حاکم ٹھہرا لیا اور اللہ نے اسے راہ سے بچلا دیا باوجودیکہ
وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ
تھا جانتا بوجھتا اور اس کے دل پر اور کان پر مہر لگا دی
عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ
اور اس کی آنکھ پر اندھیری ڈال دی

علیٰ علم مراد یہ ہے کہ جانتا بوجھتا ہو کر۔ غِشَاوَۃٌ (اندھیری) سورت البقرہ کے پہلے رکوع میں گزر چکا ہے چھوٹا سا پردہ جو آنکھ کو ڈھک دے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اتنی بڑی دنیا صرف دیکھنے کے لیے ہی نہیں ہے یہ اتنا دور دور تک پھیلا ہوا آسمان اور یہ زمین کا دور تک پھیلا ہوا فرش بے کار نہیں بنایا گیا ہے۔ یہ رات کی اندھیری میں چمکتے ہوئے تارے یہ ٹھنڈی روشنی والا دلکش چاند یہ روشن اور گرم سورج اس لیے نہیں کہ ان سے ذرا دل بہلایا جائے یا اپنے جذبات کو بُری طرح ظاہر کیا جائے اس دنیا کو بڑی حکمت سے سوچ سمجھ کر اللہ عزوجل نے ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کی بناوٹ اور اس کے عجیب انتظام کو دیکھ کر انسان اپنے اور ان سب کے پیدا کرنیوالے کو پہچانے اور اس کی بندگی میں لگ جائے اور وہ کام کرے جو اللہ کے رسول نے انہیں بتائے یہ کارخانہ انسان کے امتحان کے لیے بنایا گیا ہے۔ آخر میں ایک دن اس امتحان کا نتیجہ سنایا جائیگا اور جو انسان نے اس کارخانہ میں رہ کر کام کیا ہے۔ اس کی مزدوری اس دن ملے گی اور جنہوں نے وہ کام نہیں کئے جو انہیں کرنے چاہئیں تھے۔ انہیں صاف جواب دے دیا جائیگا کہ تمہارے لیئے آج سوا حسرت اور افسوس کے کچھ نہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جو اس ساری کائنات کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ آدمی اسے خود پورے طور پر نہیں سمجھ سکتا اس لیے اللہ نے اپنے رسول بھیج کر اسے بالکل ظاہر کر دیا۔

غلط چال

جب یہ حقیقت اللہ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دے کر اس میں ظاہر کر دی تو اب انسان کو اپنے خیالات اور اپنے کاموں کو اس کے مطابق درست کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے اب انسان کے لیے یہ کس طرح جائز ہے کہ وہ اس دنیا کی چیزوں کو کھیل سمجھے اس کے بنانے کی غرض کو سمجھتے ہوئے بھی انہیں اپنی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بنائے اور خواہش کی پیروی کر کے اپنا جی خوش کرے اور بے نکیل کے اونٹ کی طرح جیسے چاہے اچھلتا پھرے۔ قرآن حکیم نے صاف بتا دیا ہے کہ اللہ نے یہ سب کچھ انسان کے امتحان کے لیے بنایا ہے۔ اس سارے کارخانہ میں جو چیز بھی ہے۔ دل لبھانے والی ہے اور انسان کو خواہشوں کی پوٹ بنا کر اس میں چھوڑ دیا ہے اور پھر یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ اے انسان تیرا کام خواہشوں کو لگام دینا ہے اور ان سے اندھا دھند کام نہیں لینا۔ بلکہ ہم اپنے رسول کی معرفت جو طریقہ بتائیں اس کے مطابق انہیں چلانا ہے۔

اے عرب والو! ہمارے رسول نے ہمارا قرآن تمہیں پڑھ کر سنا دیا ہے اور اس پر عمل کرنا بھی بتا دیا ہے پھر تمہارے ذریعہ قرآن حکیم کا پیغام جہاں بھر کے انسانوں کو پہنچا دیا جائے گا۔ اس کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں صرف توجہ کی ضرورت ہے یہ سب انتظام کر دیئے جانے کے بعد تعجب ہے کہ کوئی شخص غلط چال چلے اور خواہشوں کا غلام بن جائے۔

ارشاد ہے کہ ذرا اس آدمی کو دیکھنا جو اپنی خواہشوں کی پوجا کرتا ہے۔ اور رات دن ان ہی کی خدمت گزاری میں لگا رہتا ہے یہ ایسا نادان تو نہیں کہ بات نہ سمجھتا ہو۔ اسے فقط دنیا کے مزوں کا چسکا پڑ گیا ہے۔ وہ ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ اللہ نے انسان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ جو جس طرف جھکتا ہے اسی کے مناسب اللہ اس کے لیے سامان کر دیتا ہے۔ جب یہ پڑھا پڑھا کر ٹیڑھی چال چلنے لگا اور گمراہ ہو گیا تو اللہ نے بھی اسے گمراہ ہی کر دیا یہاں تک کہ گناہوں کی شامت سے اس کے کانوں پر مہر لگ گئی۔ دل پتھر کی طرح سخت ہو گیا اور آنکھوں پر پردہ پڑ گیا۔ یہ اس کی اپنی ہی بدچلنی کا نتیجہ ہے۔ جب اس نے جانتے بوجھتے ہو کر اللہ کی بات نہ مانی تو اب کون ہے جو اسے سیدھے راستے پر ڈالے۔ کیا تم لوگ ان باتوں پر غور نہیں کرتے۔ یہ کچھ ایسی مشکل تو نہیں جو سمجھ میں نہ آئیں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان بُرے کام کرتے کرتے سخت دل بن جاتا ہے۔ گویا دل پر مہر لگ گئی۔ قرآن کو جانتا ہے مگر اس کی بات نہیں مانتا جب تک وہ خواہشوں کی پیروی نہ چھوڑے گا۔ بد سے بدتر ہوتا چلا جائے گا۔ اگر کوئی اپنا بھلا چاہتا ہے۔ تو اسے چاہیے کہ قرآن حکیم کی باتیں سنے ان پر غور کرے اور خواہشوں کو اللہ کے حکم کے تابع کر دے ورنہ اس کا بُرا حشر ہو گا۔

بعض نادان انسان

فَمَنْ - يَّهْدِيْ - هِ - مِنْ بَعْدِ - اللّٰهِ ؕ اَ فَ لَا
اور کون ہدایت کرے گا اس کو سوا اللہ کے کیا پس نہیں
تَذَكَّرُوْنَ (۲۳) وَقَالُوْا - مَا - هِيَ - اِلَّا - حَيَاتُنَا
دھیان کرتے تم اور کہا انھوں نے نہیں یہ مگر زندگی ہماری
الدُّنْيَا - نَمُوْتُ - وَ نَحْيَا - وَمَا - يُهْلِكُ - نَا - اِلَّا
دنیا کی مرتے ہیں ہم اور جیتے ہیں ہم اور نہیں مارتا ہمیں مگر
الدَّهْرُ ۚ وَمَا - لَهُمْ - بِذٰلِكَ - مِنْ - عِلْمٍ ۚ
زمانہ اور نہیں ان کے پاس اس کا کوئی علم
اِنْ - هُمْ - اِلَّا - يَظُنُّوْنَ (۲۴)
نہیں وہ مگر اٹکل کرتے ہیں

فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا
پھر اسے اللہ کے سوا کون راہ پر چلائے سو کیا تم
تَذَكَّرُوْنَ (۲۳) وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا
غور نہیں کرتے اور کہتے ہیں یہی ہمارا دنیا کا جینا ہے
الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا
جو کچھ ہے اور کچھ نہیں اور ہم جو مرتے ہیں سو
الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ
زمانہ کے اثر سے اور ان کو اس کی کچھ خبر نہیں ہے
اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (۲۴)
محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں

ارشاد ہے کہ جب کوئی آدمی جان بوجھ کر انجان بن جائے اپنی بات پر اڑا رہے۔ کوئی لاکھ سمجھائے ایک نہ سمجھے تو دنیا کے مقررہ قاعدے کے مطابق وہ سخت پتھر جیسا ہو جائے گا۔ اس کے کان سوا اپنی خواہش کی آواز کے اور کوئی آواز نہ سنیں گے۔ اس کا دل سوا عارضی مزوں کی باتوں کے اور کسی طرف نہ دیکھے گا۔ اسکی آنکھوں کو سوا کھیل تماشوں کے اور کچھ نظر نہ آئیگا ایسے انسان کے راہ راست پر آنے کی کوئی صورت نہیں کیونکہ انسان کے کان آنکھ اور دل ہی ہیں جو اس کے لیے زندگی کا طریقہ مقرر کرتے ہیں جب یہی کسی کام کے نہ رہے اور انہی نے غلط راستہ پر کسی انسان کو چلانے کی ٹھان لی تو اب وہ سیدھا چلے تو کیسے چلے اب تو اللہ ہی کو منظور ہو۔ تو وہ درست ہو سکتا ہے اگر اللہ ہی نے اسے گمراہی میں چھوڑ دیا تو اب اور کوئی اسکو ہدایت نہیں کر سکتا۔ ان باتوں پر تم غور کیوں نہیں کرتے۔ کہ تباہی سے بچو آگے ارشاد ہے کہ یہ لوگ دنیا کی طرف ہی دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسے دنیا میں اور جاندار ہیں ایسے ہی ایک انسان بھی ہے۔ بدن کی قوتیں کام کرتی رہیں کھانے پینے کو ملتا رہا موسمی حالات موافق رہے تو جیتے رہے اور جب ان میں سے کسی میں کچھ نقصان پیدا ہو گیا تو مر گئے اور یہ سب کچھ تو زمانہ کی حالت کے ادل بدل پر موقوف ہے جیسے دنیا کی اور چیزوں پر موسم اور زمانہ کا اثر ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی انسان پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن ایسے خیالات کے قائم کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں یہ تو اٹکل پچو بے تکی باتیں ہیں۔ اصلی باتوں کا انہیں علم نہیں دنیا پر لٹو ہو گئے اور کہنے لگے بس یہی ہے جو کچھ ہے آگے کچھ نہیں ان سب باتوں کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ قرآن کی باتیں نہیں سنتے۔ ان کی نگاہ دنیا سے اوپر نہیں اٹھتی ان کے دل میں سوچنے اور غور کرنے کی عادت نہیں رہی اسکا نتیجہ ظاہر ہے یہی ہوگا کہ ہر شخص دنیا ہی کے آرام کی چیزیں سمیٹنے کی فکر کریگا اور یہی سمجھے گا کہ اس کے سوا اسے اور کوئی کام نہیں چنانچہ دیکھ لو آجکل دنیا میں کیا شور مچ رہا ہے ؁

دھاندلی

وَ - اِذَا - تُتۡلٰی - عَلَیۡہِمۡ - اٰیٰتُ - نَا
اور جب پڑھی جائیں اوپر ان کے آیتیں ہماری
بَیِّنٰتٍ - مَّا - کَانَ - حُجَّتَ - ہُمۡ
صاف صاف نہیں ہوتی حجت ان کی
اِلَّاۤ - اَنۡ - قَالُوا - ائۡتُوۡا - بِاٰبَآءِ - نَاۤ
مگر یہ کہ کہیں لے آؤ باپ دادا ہمارے
اِنۡ - کُنۡتُمۡ - صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾
اگر ہو تم سچ کہنے والے

وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا
اور جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جائیں
بَیِّنٰتٍ مَّا کَانَ حُجَّتَہُمۡ
کھلی کھلی تو ان کی اور کچھ دلیل نہیں
اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ
مگر یہی کہ کہتے ہیں کہ لے آؤ ہمارے باپ
اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾
دادا کو اگر تم سچے ہو

پہلی آیت میں ان لوگوں کا حال بتایا گیا جنہیں سوا دنیا کی ظاہری باتوں کے اور کچھ نہیں سوجھتا۔ وہ لوگ دنیا میں جینے کا مطلب سوا اس کے کچھ نہیں سمجھتے کہ جب تک دم میں دم ہے اس وقت تک انسان اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے میں لگا رہے۔ اچھی سے اچھی چیزوں پر خود قبضہ کرے اور دوسروں کو کچھ نہ لینے دے جو اس کے آگے ہاتھ جوڑنے کو تیار ہوں انہیں فقط اس لیے کہ وہ اس کی خدمت کے لیے جیتے رہیں کچھ تھوڑا سا کبھی کبھی دے دے غرض جب تک جیئے مزے اڑائے اور جب موت آجائے تو مر جائے ایسے لوگوں کی سمجھ ٹیڑھی ہے۔

ارشاد ہے کہ انہیں ہماری صاف صاف آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن میں انہیں روشن دلیلیں اس بات کی بتائی جاتی ہیں کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندگی ملے گی جو ہمیشہ رہے گی اور اس کے لیے پھر موت نہیں اس زندگی کا آرام اگر حاصل کرنا ہے تو قرآن مجید کے حکم پر چلو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو ورنہ ہمیشہ دکھ اور عذاب میں رہو گے تو انہیں اس کا کوئی معقول جواب تو بن نہیں پڑتا ہاں دھاندلی پر اُتر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تو یہ بات نہیں مانتے کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہوگا۔ اب اگر تم اپنی بات کو سچا ثابت کرنا چاہتے ہو۔ تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھا دو ورنہ ہم تمہارے کہنے پر تمہاری وہ بات کیوں مانیں جو تجربہ سے ثابت نہیں ہوتی۔ اس آیت میں ان لوگوں کی غلطی کھولی گئی ہے جو اس بات کو جو تجربہ سے ثابت نہ ہو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ بعض باتیں ایسی ہیں جنہیں معتبر آدمی کے کہنے سے ماننا پڑتا ہے گو خود انہیں۔ دیکھا نہ ہو اور نہ ان کا تجربہ ہو سکتا ہو۔ ایسی باتوں کے ماننے کے لئے فقط کہنے والا سچا ہونا چاہیے جس کی سچائی اس کے برتاؤ سے اور سچے لوگوں کی گواہی سے ثابت ہو چکی ہو۔ اس کے بعد اس کی بات نہ ماننا دھینگا مشتی کے سوا کچھ نہیں۔

سیدھا جواب

قُلِ ۔ اللّٰهُ ۔ يُحْيِيْكُمْ ۔ ثُمَّ ۔ يُمِيْتُكُمْ
کہدے اللہ زندہ کرتا ہے تمہیں پھر مارے گا تمہیں
ثُمَّ ۔ يَجْمَعُكُمْ ۔ اِلٰى ۔ يَوْمِ ۔ الْقِيٰمَةِ
پھر جمع کرے گا تمہیں طرف دن قیامت کے
لَا رَيْبَ ۔ فِيْهِ ۔ وَلٰكِنَّ ۔ اَكْثَرَ ۔ النَّاسِ
نہیں کچھ شک بیچ اس کے اور لیکن بہت لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾
نہیں جانتے

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ
تو کہہ کہ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے اور مارے گا
ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
پھر تم کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن
لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
اس میں کچھ شک نہیں پر بہت لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ ع
سمجھتے نہیں

ع ٣ ١٩

اس آیت میں ان لوگوں کو جواب دینا سکھایا گیا ہے۔ جو اناپ شناپ اپنی ہی ہانکتے رہتے ہیں وہ یہ تو فیصلہ پہلے ہی کر چکے ہوتے ہیں کہ اپنے سوا کسی کا کہنا ماننا ہی نہیں چاہیے۔ چاہے کچھ ہی ہو جائے اس لیے وہ ٹالنے کے لیے کوئی ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس سے وہ وقت پر اپنا پیچھا چھڑا لیں خواہ وہ بات بے تکی ہی کیوں نہ ہو ظاہر ہے کہ ان سے کہا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن سب آدمیوں کو دوبارہ زندہ کر دیا جائیگا اور وہ جواب میں کہتے ہیں کہ دنیا ہی میں زندہ کر کے دکھا دو ارشاد ہے کہ ان سے صاف بات کہہ دو کہ دنیا میں تو خود تمہیں زندہ کر کے اللہ نے اپنی قدرت کا نمونہ دکھا دیا اب اور کیا چاہتے ہو اسی طرح جب تمہارا وقت آ جائے گا تمہیں مار ڈالے گا اب پھر تم ویسے ہی نیست و نابود ہو گئے جیسے پہلے تھے۔ اب پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کر کے قیامت کے دن سب کو ایک جگہ اکٹھا کریگا اس لیے تمہیں موت کے بعد زندہ کرنے میں تو شک کی گنجائش نہیں اب رہا قیامت کا سوال سو اس کی بابت یہ سن لو کہ اس کا آنا لازمی ہے ہمارے رسول کے کہنے کو مان لو۔ جو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی بات کہتا ہے جو ہم نے اس کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اور نہ جاننا چاہتے ہیں اس سیدھے سادے جواب میں بعض ایسی باتوں کی طرف اشارے نکلتے ہیں جن سے جاہل تو جاہل پڑھے لکھے تک غافل ہیں ایک تو یہ کہ جو شخص کج بحثی پر اتر آئے۔ اس کے ساتھ بات بڑھانا فضول ہے اس کے سامنے سادے الفاظ میں سچی بات کہہ کر خاموش ہو جانا چاہیے وہ چاہے مانے یا نہ مانے سچی بات کا انکار کر کے وہ کبھی نہ کبھی اور کہیں نہ کہیں ضرور نقصان اٹھائے گا اور پچھتائے گا۔

اس آیت میں یہ بھی ارشاد ہے کہ علم حاصل کرنے کا ذریعہ صرف تجربہ ہی نہیں معتبر آدمی کی خبر بھی علم کا ذریعہ ہے بلکہ عوام کیلئے سائنس کا علم بھی اسی طرح حاصل ہوتا ہے تجربے صرف چند لوگ کرتے ہیں باقی سب تو ان سے سنکر ہی مانتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ کی قدر نہیں پہچانی اس لیے ان کی بات لوگ نہیں مانتے۔

سچی خبر

وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَیَوۡمَ
اور اللہ ہی کا راج آسمانوں میں اور زمین میں اور جس دن
تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یَوۡمَئِذٍ یَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۲۷﴾
قیامت قائم ہوگی اس دن جھوٹے خراب ہوں گے
وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً ۟
اور تو ہر فرقہ کو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہیں

وَ ۔ لِلّٰہِ ۔ مُلۡکُ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَیَوۡمَ
اور واسطے اللہ کے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور جس دن
تَقُوۡمُ ۔ السَّاعَۃُ ۔ یَوۡمَئِذٍ ۔ یَّخۡسَرُ ۔ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۲۷﴾
قائم ہوگی قیامت اس دن ٹوٹے میں رہیں گے جھٹلانے والے
وَتَرٰی ۔ کُلَّ ۔ اُمَّۃٍ ۔ جَاثِیَۃً ۟
اور دیکھے گا تو ہر قوم کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی

انسان کے لیے علم حاصل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں سامنے کی موجودہ چیزوں کو دیکھ کر ان سے نتیجے نکالنا یا کسی معتبر آدمی کے منہ سے خبر سن کر جان لینا قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں آنکھوں کے سامنے جو کچھ موجود ہے یا جو کچھ ہو رہا ہے ان کو دیکھ کر ہر آدمی اپنی سمجھ اور سوچ کے مطابق مختلف نتیجوں پر پہنچتا ہے اور پھر ان کے مطابق اپنی رائے قائم کرتا ہے اور اس رائے کے مطابق کام کرتا ہے عام لوگوں کی رائے بس اتنی ہوتی ہے ۔ کہ پکے پھل دیکھے تو سمجھ لیا کہ یہ کھاتے کے ہیں اور انہیں کھا لیا جو کچھ زیادہ سمجھ رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کا بھی ان میں حق ہے اس لیے ایک دوسرے کی رضامندی سے کھانا چاہیے جو اور زیادہ سمجھدار ہیں ۔ وہ مل کر رہنے سہنے کے قاعدے اور قانون بناتے ہیں ۔ تاکہ آپس میں جھگڑا نہ ہو قرآن مجید انسان کو بتاتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ زیادہ سمجھ رکھنے والوں کی رائے پر چلو ۔ لیکن سب میں زیادہ سمجھدار وہ ہے جو کائنات کے موجود ہونے اور ایک مقرر قاعدے کے مطابق چلنے پر غور کرکے اس نتیجہ پر پہنچے اس کا بنانے والا ایک اللہ ہے ۔ اور آسمانوں اور زمین میں ہر جگہ اسی کا حکم چلتا ہے پھر حالات کے الٹ پھیر دیکھ کر وہ یہ نتیجہ نکالے کہ انسان کے کاموں کی ایک دن جانچ ہوگی اور قیامت کا ایک دن آئے گا جس دن وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے حکموں کو نہ مانا تھا اور ناد انوں کی باتوں میں آ گئے تھے ۔ بڑے خسارہ میں رہیں گے جو یہ باتیں بتائے وہی سب سے بڑا سمجھدار ہے اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ نے انہیں وحی کے ذریعے وہ کچھ سمجھایا جو دوسروں کی سمجھ میں پوری طرح نہ آیا اور پھر ساری کام کی باتیں قرآن حکیم میں جمع کرکے آپ کو دے دیں کہ انسان کو بتا دیں اب ان کی بتائی ہوئی باتوں پر چلو اور لوگ ایسی پختہ اور مفید باتیں نہیں بتا سکتے ۔ اور وہ باتیں یہ ہیں ۔ ساری کائنات کا حاکم اللہ ہے قیامت ضرور آئیگی اور اللہ کے نافرمان اس دن بڑے ٹوٹے میں رہیں گے ۔ ہر قوم اور فرقہ کے ہوش گم ہو جائیں گے اور دہشت کے مارے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے ۔

قیامت کا حال

كُلُّ اُمَّةٍ تُدۡعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ
ہر فرقہ اپنے اپنے دفتر کے پاس بلایا جائے گا
اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۸﴾
آج بدلہ پاؤگے تم اس کا جو تم کرتے تھے
هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ
یہ ہمارا دفتر ہے بتاتا ہے تمہارے کام
بِالۡحَـقِّ ؕ
ٹھیک ٹھیک

كُلُّ - اُمَّةٍ - تُدۡعٰى - اِلٰى كِتٰبِهَا
ہر فرقہ بلایا جائے گا طرف کتاب اپنی کے
اَلۡيَوۡمَ - تُجۡزَوۡنَ - مَا - كُنۡتُمۡ - تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۸﴾
آج کے دن بدلہ دیئے جاؤگے تم اس کا جو تھے کرتے
هٰذَا - كِتٰبُ - نَا - يَنۡطِقُ - عَلَيۡكُمۡ
یہ لکھا ہوا ہے ہمارا بولتا ہے اوپر تمہارے
بِ - الۡحَقِّ ؕ
ساتھ سچائی کے

کتاب (مکتوب) یہ مصدر بھی ہے یعنی لکھنا اور بمعنی اسم مفعول بھی ہے یعنی لکھی ہوئی چیز۔ ان کی کتاب سے مراد ان کا اعمالنامہ ہے اور ہماری "کتاب" سے مراد ہے ہمارا لکھا ہوا پہلے معلوم ہو چکا کہ بعض ایسی باتوں اور ایسے حالات کا علم جس کا جاننا انسان کی بہتری کے لیے ضروری ہے صرف وحی کے ذریعے ہو سکتا ہے اور وحی اس انسان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ جو اس کے لیے موزوں ہو۔ ایسے انسان کو اللہ اپنا رسول مقرر کرتا ہے۔ اس کی عقل سچی بات کو فوراً قبول کر لیتی ہے وہ وحی میں اپنی طرف سے کچھ نہیں ملاتا۔ اللہ جو وحی اس پر بھیجتا ہے وہ جوں کی توں اس کے بندوں تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کو پہچانو اور اس کی بات مانو۔ آخری نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آخری کتاب جو وحی کے ذریعہ ان کے پاس بھیجی گئی۔ وہ یہ قرآن حکیم ہے۔ اس کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا۔ نہ رسول اور نہ وحی کے ذریعے کوئی کتاب بھیجی جائے گی ۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے اس رسول کی بات نہ مانی اور اس کتاب کے حکموں پر عمل نہ کیا۔ بلکہ دونوں کو (نعوذ باللہ) جھوٹا سمجھا وہ مرنے کے بعد سخت نقصان میں رہیں گے ان لوگوں کی ساری ٹولیاں قیامت کے دن خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ ہر ٹولی کے ہر شخص کے سامنے اس کا اعمالنامہ کھول کر رکھ دیا جائے گا اور پھر ان سب سے کہا جائے گا۔ کہ اپنا اپنا اعمالنامہ پڑھو۔ اس میں وہ سب کچھ لکھا ہے۔ جو تم دنیا میں کرتے رہتے تھے۔ تمہارا چھوٹا بڑا ہر کام اس میں درج ہے۔ اور ہر ایک کام کا اس کے مناسب بدلہ دیا جائے گا۔ ارشاد ہوگا کہ یہ تمہارے کاموں کا بہی کھاتہ ہے یہ تمہارے کرتوتوں کا کچا چٹھا ہے جو ہمارے حکم سے ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتوں نے لکھا ہے۔ اس میں ذرا کمی بیشی نہیں یہ ٹھیک ٹھیک وہی بتاتا ہے جو تم نے کیا۔ یہ باتیں ہیں جنہیں کوئی آدمی دیکھ کر یا تجربہ سے معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ فقط اللہ کا رسول ہی بتا سکتا ہے۔ جس کو اس کی خبر وحی کے ذریعے دی گئی ہو۔

مومن نیک کام کرنے والے

اِنَّا ۔ كُنَّا ۔ نَسْتَنْسِخُ ۔ مَا ۔ كُنْتُمْ ۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾
تحقیق ہم تھے ہم لکھواتے جاتے جو تھے تم کرتے
فَاَمَّا ۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
پس رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے انھوں نے
الصّٰلِحٰتِ ۔ فَ يُدْخِلُ هُمْ ۔ رَبُّ هُمْ
اچھے پس داخل کرے گا انھیں رب ان کا
فِيْ ۔ رَحْمَتِ هٖ ۔ ذٰلِكَ ۔ هُوَ ۔ الْفَوْزُ
بیچ رحمت اپنی کے یہ وہی ہے کامیابی
الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾
ظاہر

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾
ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے رہتے تھے
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
سو جو لوگ یقین لائے اور انھوں نے نیک
الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ
کام کیے تو ان کا رب انھیں اپنی رحمت
فِيْ رَحْمَتِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
میں داخل کرے گا یہ جو ہے یہی ہے صریح
الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾
مراد ملنی

نَسْتَنْسِخُ (لکھواتے تھے) مضارع کا صیغہ ہے۔ اِسْتِنْسَاخ سے جس کا مادہ ن۔س۔خ ہے نسخ کے معنی لکھنے کے ہیں۔ اِسْتِنْسَاخ کہہ کر یا حکم دے کر لکھوانا۔

قرآن مجید کی بات ماننی ہے۔ تو سن لو وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک جہاں جہاں انسان بستے ہوں انہیں پکار کر سنا دو اور خوب اچھی طرح سمجھا دو کہ دنیا میں جو کچھ کرو ذرا سوچ سمجھ کر کرنا اور قدم پھونک پھونک کر رکھنا اللہ نے تم میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ اپنے دو فرشتے بٹھا رکھے ہیں اور انہیں حکم دے رکھا ہے۔ کہ یہ شخص جو کچھ کرے فوراً لکھ لو یہاں تک کہ اگر کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھائے آنکھ کا اشارہ کرے یا انگلی ہلائے۔ تو لکھ لو۔ کہ اس نے فلاں وقت فلاں چیز کی طرف نگاہ اٹھائی، اشارہ کیا انگلی ہلائی قیامت میں ہر شخص کے کام جو اس نے ارادہ سے کیا یہاں تک کہ ذرا سی حرکتیں اور اشارے تک لکھے ہوئے ملیں گے اور ان کاموں کو قرآن کے حکموں سے ملا کر دیکھا جائیگا اور یہی حکم تمہارے کاموں کے تولنے کے لیے ترازو بن جائیں گے پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور دوسرا یہ ہے کہ جن کاموں کو قرآن کریم نے اچھا کہا ہے وہ کرو جس شخص میں یہ دو باتیں پائی جائیں گی۔ اسے اللہ اپنی رحمت سے جنت میں داخل کریگا۔ یہی وہ سب سے بڑی کامیابی ہے جسے انسان حاصل کر سکتا ہے اور اس کا حاصل کرنا کچھ ایسا مشکل بھی نہیں۔ بشرطیکہ انسان ادھر توجہ کرے یہ ہے دینِ اسلام کا نچوڑ کہ ایمان لاؤ اور قرآن کے حکم کے مطابق اچھے کام کرو بس بیڑا پار ہے شیطان وہی ہے جو اس سے روکے۔

انکار کرنے والے

وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاسْتَکْبَرْتُمْ وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

اور رہے وہ لوگ جو کفر کر بیٹھے کیا پس نہ تھیں آیتیں پڑھی جاتیں اوپر تمہارے پس بڑے بن بیٹھے تم اور تھے تم ایک گروہ مجرموں کا

اور جو منکر ہوئے (ان سے پوچھیں) کیا تم کو میری باتیں سنائی نہ جاتی تھیں پھر تم نے غرور کیا اور ہو گئے تم گنہگار لوگ

ارشاد ہے کہ اب ان لوگوں کا حال بھی سن لو جو اس قرآن کی طرف سے منہ موڑ بیٹھے اور کہنے لگے ہم تو اسی بات کا یقین کریں گے جسے آنکھوں سے دیکھ لیں گے سنی سنائی بات ہم نہیں مانتے حقیقت میں ان کی یہ بات ہے عجیب کیونکہ بہت سی باتیں معتبر آدمی کے کہنے سے دنیا میں ماننی پڑتی ہیں اور بغیر مانے کام نہیں چلتا بلکہ بعض اوقات نہ ماننے سے بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہر شخص دیکھ نہیں سکتا اور نہ اسے تجربہ کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ پھر بھی وہ انہیں ایسا ہی مانتا ہے جیسے کہ وہ دیکھ کر یا تجربہ کر کے مانتا اور اس کی وجہ صرف یہی ہوتی ہے۔ کہ کہنے والا ان کے نزدیک معتبر اور سچا آدمی ہوتا ہے قرآن حکیم کے ماننے کی جڑ یہی ہے کہ اس کے لانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور دیانتداری سورج کی طرح روشن ہے انہوں نے دنیا کے فائدے پر لات ماری نہ مال چاہا نہ مرتبہ طلب کیا اور جب بے مطلب مال اور مرتبہ دونوں ہاتھ جوڑ کر خدمت میں حاضر ہوئے تو دونوں سے منہ موڑ لیا اور فرمایا دنیا میں کیا رکھا ہے۔ یہ کتنے دن کی ہے میں اسے لے کر کیا کروں گا غرض تکلیفیں اٹھائیں مصیبتیں جھیلیں۔ کسی سے بھی کبھی کچھ نہ مانگا اور محض اللہ کے حکم سے انسان کی دونوں جہان کی بھلائی کا سامان کر گئے لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ ایسے عالی دماغ اور بے غرض مقدس انسان سے زیادہ معتبر کون ہو سکتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ ان لوگوں سے اللہ عزوجل خود دریافت فرمائے گا کہ میری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی گئیں اور میرے رسولؐ نے انہیں پڑھ کر سنایا پھر تم نے انہیں سن کر مانا کیوں نہیں۔ ہمارے رسولؐ معتبر سچے اور دیانتدار ہونے کو تم سب مانتے تھے پھر ان کی بات کیوں نہ مانی اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ تم خود ہٹ دھرم تھے اور اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے۔ تم بُرے کاموں میں پھنسے رہنے کے عادی ہو چکے تھے۔ تم نے اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھا اور ہمارے حکم کے آگے گردن جھکانے کو تمہارا جی نہ چاہا۔

غرور کا ثبوت

وَ - اِذَا - قِیْلَ - اِنَّ - وَعْدَ - اللّٰهِ - حَقٌّ
اور جب کہا جاتا کہ وعدہ اللہ کا سچ ہے
وَّ السَّاعَةُ - لَا - رَیْبَ - فِیْهَا - قُلْتُمْ
اور قیامت نہیں شک بیچ اس کے کہتے تھے تم
مَّا - نَدْرِیْ - مَا السَّاعَةُ - اِنْ - نَّظُنُّ
نہیں جانتے ہم کیا ہے قیامت نہیں گمان کرتے ہم
اِلَّا - ظَنًّا - وَّ - مَا - نَحْنُ
مگر یونہی سا گمان اور نہیں ہم
بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾
یقین کرنے والے

وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
اور جب کہتے کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے
وَّ السَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ
اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں تم کہتے تھے
مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ
ہم نہیں سمجھتے قیامت کیا ہے ہم کو فقط
اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ
ایک خیال سا آتا ہے اور ہمیں
بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾
یقین نہیں ہوتا

بیان ہو رہا ہے کہ اللہ عزوجل کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب قرآن مجید اس کی طرف سے لاکر لوگوں کو دی اسے پڑھ کر سنایا اور اس پہ عمل کرنے کا طریقہ بتایا۔ اب جو لوگ ان سب کا انکار کرتے ہیں ان کے پاس انکار کی کوئی وجہ نہیں وہ صرف دنیا کے عارضی مزوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے تو بس یہی دنیا ہے جو کچھ ہے ہمیں کیا ضرورت پڑی کہ اللہ رسول اور قرآن کو مان کر خواہ مخواہ پابندیوں میں پھنس جائیں اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں ان سے اللہ عزوجل قیامت کے دن پوچھے گا کہ تم نے ہماری آیتوں کا انکار کیوں کر دیا وہ تو ہم نے اپنے معتبر رسول کے ہاتھ بھیجی تھیں جن کو تم بھی سچا اور دیانت دار مانتے تھے ارشاد ہے کہ ان کے انکار کی وجہ سوا غرور اور تکبر کے کچھ نہیں انہوں نے غرور میں پھنس کر گناہوں پر کمر باندھی اور جب ان سے کہا گیا کہ قیامت برحق ہے اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اس کے آنے میں شک وشبہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں تو آنکھ اٹھا کر بے پرواہی سے کہنے لگے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے یہ محض ایک فرضی اور وہمی گھڑی ہوئی بات ہے ہمیں بھی کچھ خیال سا تو کبھی کبھی آتا ہے۔ کہ شاید آ ہی جائے لیکن یہ خیال بھی صرف تمہارے کہنے سے پیدا ہوتا ہے کہ تم ہر وقت یہی رٹ لگائے جاتے ہو کہ قیامت آئے گی اور گنہگاروں کو ان کے برے کاموں کی سزا ملے گی بھلا ایسی باتوں کا ہم یقین کیسے کرلیں۔ صرف ایک خیال سا آتا ہے۔ اور گزر جاتا ہے۔ ہم اس کا یقین کرنے والے نہیں یہی ان لوگوں کا طریقہ ہے جو معتبر اور سچے لوگوں سے بات سن کر اس کا یقین نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ دیکھ لیں تو مانیں ایسے لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہ

بُروں کا بُرا انجام (۱)

وَ ـ بَدَا ـ لَهُمْ ـ سَيِّاتُ ـ مَا ـ عَمِلُوْا
اور کھل جائیں واسطے انکے برائیاں اس کی جو انھوں نے کیا
وَحَاقَ ـ بِهِمْ ـ مَّا ـ كَانُوْا ـ بِهٖ
اور گھیرے انھیں جو تھے وہ ساتھ اس کے
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ ـ قِيْلَ ـ الْيَوْمَ
ہنسی کرتے اور کہہ دیا جائے گا آج کے دن
نَنْسٰـ ـكُمْ ـ كَمَا ـ نَسِيْتُمْ ـ لِقَآءَ
ہم بھلا دیں گے تمہیں مانند اسکے کہ بھلا دیا تھا تم نے ملنا
يَوْمِكُمْ ـ هٰذَا
دن اپنے اس کا

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا
اور کھل جائیں ان پر ان کاموں کی برائیاں جو انھوں
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
نے کیے تھے اور الٹ پڑے ان پر وہ چیز جس کا وہ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ
ٹھٹھا کرتے تھے اور حکم ہوگا کہ آج ہم تم کو
نَنْسٰـكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ
بھلا دیں گے جیسے تم نے اس دن کی ملاقات
يَوْمِكُمْ هٰذَا
کو بھلا دیا تھا

حَاقَ (گھیر لیا) ماضی کا صیغہ ہے ۔ ح ۔ و ۔ ق یا ح ۔ ی ۔ ق سے حوق یا حیق کے معنی ہر طرف سے گھیر لینا پہلے گزر چکا ہے ۔

ارشاد ہے کہ قیامت میں جو کچھ ہوگا وہ بھی سن لو یہ لوگ جو اس وقت اس کے آنے کا یقین نہیں کر رہے اور کاموں کی جزا سزا کو گھڑی ہوئی بات بتلاتے ہیں اور اس کی ہنسی اڑاتے ہیں قیامت کے دن ان سب کا کیا کرایا سب ان کے سامنے رکھ دیا جائیگا اور وہ اپنے ہر کام کو کھلم کھلا دیکھ لیں گے اور جزا سزا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے سچ مچ ان کے سر پر الٹ پڑے گی اور وہ چاروں طرف سے ان کی لپیٹ میں آجائیں گے اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور گھبرا گھبرا کر ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں گے کہ کہیں کوئی جگہ مل جائے جہاں جاکر چھپیں یا کہیں کوئی ایسا شخص یا ایسی چیز نظر آجائے جس سے مدد مانگیں اور وہ کسی طرح انہیں اس عذاب سے چھڑا لے لیکن سوا عذاب کے کہیں کچھ نظر نہ آئے گا۔

اللہ عزوجل اپنا حکم انہیں سنا دے گا کہ جیسے تم دنیا میں قیامت کو بھلا بیٹھے تھے اور کہہ دیا تھا کہ قیامت کی ہم سے ملاقات کبھی نہ ہوگی ۔ اسی طرح ہم آج تم کو بھلا دیں گے اور قیامت کے ڈراؤنے عذاب تم سے آکر ملاقات کرتے رہیں گے اور جب ہم ہی نے بھلا دیا تو پھر تمہارا پوچھنے والا کون ہو سکتا ہے وہاں تو سوا ہمارے رحم و کرم کے اور کوئی بچانے والا نہیں۔

بُروں کا بُرا انجام (ب)

وَ مَاۡوٰىکُمُ ۔ النَّارُ ۔ وَمَا ۔ لَکُمۡ ۔ مِّنۡ
اور ٹھکانا تمھارا آگ ہے اور نہیں واسطے تمہارے کوئی
نّٰصِرِیۡنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِکُمۡ ۔ بِاَنَّکُمُ ۔ اتَّخَذۡتُمۡ
مددگاروں میں سے یہ اس لیے کہ تم پکڑا تم نے
اٰیٰتِ ۔ اللّٰہِ ۔ ھُزُوًا ۔ وَّ غَرَّتۡکُمُ
نشانیوں کو اللہ کی ٹھٹھا اور دھوکا دیا تمھیں
الۡحَیٰوۃُ ۔ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ ۔ لَا
زندگانی نے دنیا کی پس آج نہ
یُخۡرَجُوۡنَ ۔ مِنۡہَا ۔ وَ ۔ لَا ۔ ھُمۡ
وہ نکالے جائیں گے اس سے اور نہ انھیں
یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۳۵﴾
منانے کی اجازت دی جائے گی

وَمَاۡوٰىکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ
اور تمھارا گھر دوزخ ہے اور کوئی تمھارا
نّٰصِرِیۡنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِکُمۡ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذۡتُمۡ
مددگار نہیں یہ تم پر اس واسطے ہے کہ تم نے اللہ
اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا وَّغَرَّتۡکُمُ
کی باتوں کو ٹھٹھا بنایا اور دنیا کی زندگانی
الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ لَا
پر بہکے رہے سو آج نہ ان کا
یُخۡرَجُوۡنَ مِنۡہَا وَلَا ھُمۡ
نکالنا منظور ہے اور نہ ان سے
یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۳۵﴾
توبہ مطلوب ہے

یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ (منانے یا توبہ کرنے کی اجازت دیئے جائیں گے) مضارع مجہول ہے استعتاب سے جس کے معنی ہیں معافی مانگنے کی اجازت چاہنا اس کی تحقیق سورۃ حٰم السجدہ میں گزری ہے ۔

اس کے ساتھ ہی ان سے کہہ دیا جائے گا۔ کہ قیامت کے صدمے بھگت چکنے کے بعد تمہارا ٹھکانا اور گھر آگ ہے اور جیسے قیامت کے دن تمہاری بات پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ اسی طرح دوزخ سے بچانے کے لیئے بھی کوئی مددگار تمہیں نہ ملے گا مرنے کے بعد مددگار صرف اللہ ہے اور کوئی نہ سفارش کرنے والا ہے نہ مددگار۔ مگر وہاں جسے وہ اپنی رحمت سے سفارش کرنے کی اجازت دے اب اس کی وجہ بھی سن لو۔ تمہاری ایسی گت یوں بنے گی کہ تم نے دنیا میں اللہ کی آیتوں کو سنا اور سن کر ہنسی میں اڑا دیا تم نے اللہ کی نشانیاں دیکھیں اور ان کا ٹھٹھا بنا لیا۔ تم دنیا کی ظاہری چہل پہل اور رونق پر ریجھ گئے۔ اور اس کی بہکانے والی ٹیپ ٹاپ پر لٹو ہو گئے۔ ہمارے رسولؐ نے تمہیں سمجھایا۔ تم نے ایک نہ سنی اس لیے آج تمہیں نہ دوزخ سے نکلنا نصیب ہو گا اور نہ تمہیں اس کا موقعہ دیا جائے گا کہ توبہ کر کے اللہ کو راضی کرو اس کا موقعہ تو دنیا ہی تھا ۔

خوبی اللہ کیلئے ہے

فَ - لِ - اللّٰہِ - الْحَمْدُ - رَبِّ
پس واسطے اللہ ہی کے ہے سب خوبی پالنے والا
السَّمٰوٰتِ - وَرَبِّ - الْاَرْضِ - رَبِّ
آسمانوں کا اور پالنے والا زمین کا پالنے والا
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَہُ - الْکِبْرِیَآءُ
جہانوں کا اور اسی کے لیے بڑائی
فِی - السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضِ - وَ - ھُوَ
بیچ آسمانوں کے اور زمین کے اور وہی ہے
الْعَزِیْزُ - الْحَکِیْمُ ﴿۳۷﴾
زبردست حکمت والا

فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ
سو سب خوبی اللہ ہی کے واسطے ہے جو
السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ
آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے سارے
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ
جہان کا رب ہے اور اسی کے لیے بڑائی ہے
فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ
آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۳۷﴾
زبردست حکمت والا

ع ۴ / ۲۰

جو لوگ اپنی ہی بات پر اڑے رہنا پسند کرتے ہیں اور جو چیز سامنے نہ ہو اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ان کا انجام بیان کر دیا گیا در حقیقت ان کا یہ ماننا اس وجہ سے ہے کہ ان کے دلوں کو دنیاوی زندگی کے عارضی مزے پسند آگئے ہیں انہوں نے ان کو اس دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ کہ جو کچھ ہے یہی دنیا ہے جب تک دم میں دم ہے جتنی موج اڑا سکو نہیں اڑالو جب دم نکل گیا قصہ ختم ہوا۔ آگے کچھ نہیں قیامت ایک من گھڑت کہانی ہے اس پر یقین کرنا ان کے نزدیک بیچ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بعض باتیں اچھی ہیں اور بعض بری کچھ کام ٹھیک ہیں کچھ غلط۔ جو کام ٹھیک کرے گا مرنے کے بعد اسے ہمیشہ کی راحت و آرام کی زندگی ملے گی اور جو غلط کام کرے گا اسے دکھ اور درد والا عذاب نصیب ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اسے کیسے مان لیں ان کے نزدیک سیدھی بات یہ ہے کہ دنیا میں بلا روک ٹوک جو چاہے کرو۔ اگر یہ موقع کھو دیا۔ تو آگے کچھ نہیں۔

ارشاد ہے کہ تم مانو یا نہ مانو واقعہ یہ ہے کہ ساری خوبیاں اللہ ہی کی ہیں تمہیں جو کچھ ملا ہے اسی کے فضل و کرم سے ملا ہے۔ آسمان، زمین، سارا جہان اسی کی رحمت اور عنایت سے قائم ہے وہی سب سے بڑا ہے آسمان اور زمین میں کوئی اس کی برابری نہیں کر سکتا اس کی قوت کے آگے کسی کی قوت نہیں چلتی۔ پھر وہ ہر چیز کی تہ تک سے واقف ہے۔ اس لیے دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی اس نے اپنی حکمت سے مقرر کی ہے اور جو اس نے کہہ دیا وہ ہو کر رہے گا سورۃ الجاثیہ ختم ہوئی۔

سورت الجاثیہ کیا بتاتی ہے؟

قرآن حکیم اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے اگر پوچھو کہ اللہ کون ہے تو سن لو اللہ کی نشانیاں سارے جہان میں پھیلی پڑی ہیں۔ جو ماننا چاہے وہ آسمان اور زمین ہی کو دیکھ کر اسے مان سکتا ہے ان میں ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے ایک مقررہ قاعدے کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہے پھر انسان اپنی ہی پیدائش اور بناوٹ میں غور کر کے اپنا یقین بڑھا سکتا ہے پھر دوسرے جانداروں کو دیکھ کر یقین کا مرتبہ اور بھی اونچا ہو سکتا ہے دن رات کا ایک دوسرے کے بعد یا قائم آتے رہنا۔ مینہ برس کر مردہ زمین کا دوبارہ زندہ ہو جانا ہواؤں کا کبھی ادھر کبھی اُدھر چلنا عقلمند کو اللہ کا ماننے والا بنا کر رہتا ہے۔ پھر قرآن مجید کی آیتوں میں جو سچی باتیں بتائی گئی ہیں وہ حقیقت کو بالکل کھول دیتی ہیں اگر ان باتوں کو نہ مانا تو پھر اور کیا مانو گے یاد رکھو جنہوں نے یہ آیتیں سن کر ان سے منہ موڑ لیا اور اپنی ہی رائے پر اڑے رہے ان کی شامت آنی یقینی ہے۔ وہ جہنم میں داخل ہوں گے جنہوں نے ہماری آیتوں کی ہنسی اڑائی ان کو دکھ بھرا عذاب ملے گا ان کی دنیا کی شان و شوکت کچھ کام نہ آئے گی اور ان کے بناوٹی معبود اور دیوتا وہاں ان کی مدد نہ کر سکیں گے قرآن یہی سمجھاتا ہے جس نے اس کی بات نہ مانی وہ بڑی آفتوں اور مصیبتوں میں پھنسے گا۔ اس لیے اللہ کو مانو۔ دیکھو اس نے تمہارے لیے سمندر میں کشتیاں چلا دیں اور آسمان زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے کام میں لگا دیا اسے پہچانو اور اس کا شکر ادا کرو جو لوگ یہ بات نہ مانیں کہ اللہ نافرمانوں کو سزا دے گا تو اے اللہ کے ماننے والو ان کی گستاخی سے درگزر کرو ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو اور اپنے کام میں لگے رہو جو اچھا بنے گا تو اپنے لیے اور جو برا بنے گا تو اپنے لیے ہم نے بنی اسرائیل کو حکومت عطا کی۔ ان میں نبی بھیجے مگر انہوں نے خود غرضی اختیار کی اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ حکومت کو ظلم کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا نبیوں کے کہنے کی پروا نہ کی ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہو گا۔ اس کے بعد ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح دین دے کر بھیجا۔ ان سے کہہ دیا کہ اس دین کی پیروی کرو اور کسی کی بات مت سنو اللہ کے ہاں کوئی کام نہ آئے گا ظالم لوگ آپس میں مل کر سچ کو مٹانا چاہیں تو بلا سے۔ اللہ اپنے فرمانبردار بندوں کا ساتھی اور مددگار ہے۔ یقین کرنے والوں کے لیے قرآن میں نصیحت اور ہدایت بھری پڑی ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ بھلے برے سب کا ایک حشر ہو گا۔ اپنی عقل مت چلاؤ موت اور دوبارہ زندگی سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ قیامت برحق ہے جو اللہ کی بات نہ مانیں گے وہ اس دن گھاٹے میں رہیں گے۔ قرآن نے ٹھیک بات بتا دی ہے۔ جو اس میں کہہ دیا وہ ہو کر رہے گا خوبی ساری اللہ کے لیے ہے۔

سورت الاحقاف

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چھیالیسویں سورت ہے مکہ کے قیام کے زمانہ میں نازل ہوئی اور اس میں چار رکوع ہیں اور یہ ان سورتوں میں جو حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں ساتویں اور آخری سورت ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ قرآن حکیم اللہ نے نازل کیا ہے جو بڑی عزت، قوت اور حکمت والا ہے اس نے آسمان اور زمین کو ایک مقررہ منصوبے کے تحت اور ہو بہو اس کے مطابق بنایا ہے اور ایک زمانہ تک یہ نظام چلتا رہے گا اور آخر ختم ہو جائے گا اور قیامت قائم ہوگی جو لوگ اس کا انکار کر بیٹھے وہ بُرے کاموں کی سزا کا ڈراوا اس کان سنتے ہیں اور اس کان اڑا دیتے ہیں ان سے کہہ دو کہ اللہ سے منہ موڑ کر تم جن کو مدد کے لیے پکارتے ہو بتاؤ تو کیا انھوں نے زمین کا کچھ حصہ بنایا یا آسمان کے بنانے میں وہ شریک تھے اگر کسی پہلی کتاب میں یہ لکھا ہو یا کوئی یقینی بات اس کی بابت پہلے سے مشہور چلی آتی ہو تو بتاؤ ورنہ اچھی طرح سن لو کہ یہ جھوٹے معبود تمہارے نہ دنیا میں کام آئیں گے نہ آخرت میں بلکہ وہاں تو یہ تمہارے کھلم کھلا دشمن ہو جائیں گے ۔

یہ لوگ قرآن کی آیتوں کا اثر دیکھ کر اسے جادو بتاتے ہیں ان سے کہہ دو کہ یہ قرآن میں نے تمہیں گھڑ لیا بلکہ یہ تو اللہ نے بھیجا ہے اور میں بھی اللہ کے پہلے رسولوں کی طرح ایک رسول ہوں دیکھو یہودیوں کے عالم اس کی شہادت دیتے ہیں اور بہت سے ایمان بھی لے آئے ہیں تم بدقسمت ہو کہ اپنی ہی ضد پہ اڑے ہوئے ہو پھر تمہیں ہدایت ہو تو کیسے ہو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ دین حق ہوتا تو ہمارے بڑے بڑے لوگ اسے مانتے اسے تو وہ لوگ مان رہے ہیں جو کم درجے کے ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ یہ گھڑی ہوئی پرانی بات ہے ان کا کہنا غلط ہے۔ یہ تو نبیوں اور کتابوں کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے پہلے موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے اب یہ قرآن عربی زبان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور نیک لوگوں کو ٹھیک راستہ سکھاتا ہے۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر ان میں سے بعض اس کے احکام بجالاتے ہیں۔ ان کا انجام اچھا ہوگا اور بعض نافرمانی کرتے ہیں ان کا انجام بُرا ہوگا۔ ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تمہیں جو لینا تھا لے چکے اب آخرت میں تمہارے لیے سوا عذاب کے کچھ نہیں اس کے بعد عاد کا قصہ سنا کر عبرت دلائی گئی ہے۔ کہ انھوں نے دنیا میں بھی اپنی سرکشی کا مزا چکھا اور آخرت کا عذاب بھی سمیٹا اس کے بعد جنوں کا ذکر ہے کہ ان میں سے بھی کچھ اس قرآن کو سن کر ایمان لائے اور پھر جا کر اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی آخر میں توجہ دلائی گئی ہے کہ یہی اللہ جس نے اپنی قدرت سے آسمان اور زمین بنا ڈالے اور کچھ تھکاوٹ محسوس نہ کی وہی یہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے چنانچہ وہ زندہ ہوں گے اور قیامت قائم ہوگی اور نافرمان سخت سزا پائیں گے ۔

اٰیَاتُھَا ۳۵ (۴۶) سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ (۶۶) رُکُوْعَاتُھَا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ کو پہچانو!

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ ۔ الْکِتٰبِ ۔ مِنَ اللّٰہِ ۔ الْعَزِیْزِ
حامیم اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے زبردست
الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ مَا ۔ خَلَقْنَا ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضَ ۔ وَمَا
حکمت والا نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو
بَیْنَھُمَآ ۔ اِلَّا ۔ بِالْحَقِّ ۔ وَاَجَلٍ ۔ مُّسَمًّی ط ۔ وَالَّذِیْنَ
بیچ میں ہے انکے مگر ساتھ حق کے اور مدت مقرر کے اور جو لوگ
کَفَرُوْا ۔ عَمَّآ ۔ اُنْذِرُوْا ۔ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ قُلْ ۔ اَرَءَیْتُمْ
کافر ہوئے جس سے وہ ڈرائے جاتے ہیں منہ پھیرنے والے ہیں کہہ دے بھلا دیکھو تو
مَّا ۔ تَدْعُوْنَ ۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ اَرُوْنِیْ ۔ مَاذَا ۔ خَلَقُوْا
جسے پوجتے ہو تم اللہ کے سوا دکھاؤ تم کیا ہے جو پیدا کیا انھوں نے
مِنَ الْاَرْضِ ۔ اَمْ ۔ لَھُمْ ۔ شِرْکٌ ۔ فِی السَّمٰوٰتِ ط
زمین سے یا ان کے لیے شرکت ہے آسمانوں میں

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ
حٰمٓ کتاب کا اتارنا اللہ زبردست حکمت والے
الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
کی طرف سے ہم نے جو آسمان اور زمین اور جو اس کے
بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ط وَالَّذِیْنَ
بیچ میں ہے بنایا سو حق کے مطابق اور ایک مقرر مدت تک اور
کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ
جو منکر ہیں وہ ڈر کو سن کر منہ پھیر لیتے ہیں تو کہہ بھلا دیکھو تو
مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا
جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ تو انھوں نے زمین
مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ط
میں کیا بنایا یا ان کا آسمانوں میں کچھ ساجھا ہے

الجزء ۲۶

پچھلی سورت میں سمجھایا گیا ہے کہ یہ دنیا جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے اس کی چہل پہل اور ظاہری رونق کو دیکھ کر دھوکا مت کھاؤ اور یہ مت سمجھو کہ جیسے اس کی چیزیں بنتی اور مٹتی رہتی ہیں اور جیسے اس کے حالات بدلتے رہتے ہیں اسی طرح انسان بھی بن گیا اور مٹ جائے گا اور قصہ ختم ہو جائے گا بات یہ نہیں بلکہ انسان مر کر دوبارہ زندہ ہوگا اور اس کے کاموں کا اسے پورا پورا پھل ملے گا۔ اس سورت کے شروع ہی میں کہہ دیا گیا کہ یہی باتیں ہیں جو یہ قرآن سکھاتا ہے اسے اللہ نے نازل کیا ہے جو قوت والا اور بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ سنو! یہ آسمان اور زمین اور ان کے بیچ میں جو کچھ ہے یہ ایک پختہ اور طے شدہ منصوبہ کے مطابق بنایا گیا ہے اور یہ سارا کارخانہ ایک مقررہ وقت تک رہے گا اس کے مٹنے کے بعد انسان ایک نئے ماحول میں دوبارہ پیدا ہوگا اور نافرمانوں کو پوری پوری سزا ملے گی اس سچے ڈراوے کو منکر لوگ کترا کر چلے جاتے ہیں اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں ان لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جو اوروں کو پوجتے ہو ذرا یہ تو بتلاؤ کہ ان تمہارے گھڑے ہوئے معبودوں نے زمین کا کچھ حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کچھ ساجھا ہے۔ یہ جن کے پیچھے تم پڑے ہوئے ہو ان کے کچھ کارنامے تو دکھلاؤ ○

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اِیْتُوْنِیْ - بِکِتٰبٍ - مِّنْ قَبْلِ - ھٰذَآ - اَوْ اَثٰرَۃٍ -
آؤ میرے پاس ساتھ ایک کتاب کے پہلے کی اس سے یا مشہور بات
مِّنْ عِلْمٍ - اِنْ - کُنْتُمْ - صٰدِقِیْنَ ④ وَمَنْ
یقینی اگر ہو تم سچے اور کون ہے
اَضَلُّ - مِمَّنْ - یَّدْعُوْا - مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
زیادہ گمراہ اس شخص سے جو پکارے اللہ کے سوا
مَنْ - لَّا یَسْتَجِیْبُ - لَهٗٓ - اِلٰی - یَوْمِ الْقِیٰمَةِ
اس کو جو نہ کہنا مانے اس کا قیامت کے دن تک
وَهُمْ - عَنْ - دُعَآئِهِمْ - غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا
اور وہ پکار سے ان کی بے خبر ہو اور جب
حُشِرَ - النَّاسُ - كَانُوْا - لَهُمْ - اَعْدَآءً
اکٹھے کیے جائیں لوگ ہوں وہ واسطے ان کے دشمن
وَّكَانُوْا - بِعِبَادَتِهِمْ - كٰفِرِيْنَ ⑥
اور ہو جائیں ان کی بندگی سے انکار کرنے والے

اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ
لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی علم جو چلا
مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ وَمَنْ
آتا ہو اگر تم سچے ہو اور اس سے
اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے
مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
جو اس کی پکار کو قیامت کے دن تک نہ پہنچے اور
وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا
ان کو ان کے پکارنے کی خبر نہیں اور لوگ
حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً
جب جمع ہوں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور
وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥
ان کے پوجنے سے منکر ہوں گے

اِیْتُوْنِیْ (آؤ میرے پاس) امر ہے ا - ت - ی سے اَتٰی اور اِتْیَانٌ کے معنی آنے کے ہیں یہاں ب سے متعدی ہو گیا۔ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ کے معنی ہیں لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اَثٰرَۃٌ (مشہور بات جو پہلے سے چلی آتی ہو) اسم مصدر ہے ا-ث-ر سے اَثَرٌ کے معنی بات نقل کرنے کے ہیں اور جو بات نقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ وہ اَثٰرَۃٌ ہے ماثور بھی اسی سے ہے مِنْ عِلْمٍ یعنی وہ بات علم کی ہو۔ خیالی اور وہمی نہ ہو۔

شروع کی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ اللہ کو مانو اسی نے یہ کتاب نازل کی اور اسی نے آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے خوب سوچ سمجھ کر بنایا۔ اسکے بعد کی آیتوں میں توحید سکھائی جا رہی ہے یعنی اللہ کو اسطرح مانو کہ اسکے ساتھ اسکا کسی بات میں کوئی شریک نہیں جو لوگ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرتے ہیں ان سے پوچھو کہ اس نے زمین کا کوئی حصہ بنایا یا وہ آسمانوں کے بنانے میں شریک تھا ارشاد ہے کہ قرآن پاک تو شرک سے روکتا ہے اب تم اس سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب دکھاؤ جس میں شرک کی تعلیم دی گئی ہو یا کوئی یقینی بات لاؤ جو ہمیشہ عالموں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ آخر تم بھی سوچو کہ یہ کتنی بڑی نادانی اور غلطی ہے کہ اس چیز یا شخص سے مدد طلب کی جائے جو آواز ہی نہیں سنتا اور روز قیامت تک کبھی کوئی چیز کسی کو دے سکتا ہے قیامت کو یہ تمہارے معبود تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری عبادت کو ٹھکرا دیں گے۔

قرآن کے ساتھ برتاؤ

وَاِذَا ۔ تُتْلٰی ۔ عَلَیْھِمْ ۔ اٰیٰتُنَا ۔ بَیِّنٰتٍ ۔ قَالَ

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں کھلی کھلی تو کہتے ہیں

الَّذِیْنَ ۔ کَفَرُوْا ۔ لِلْحَقِّ ۔ لَمَّا ۔ جَآءَھُمْ ۙ

وہ جو کافر ہوئے سچی بات کو جب آئی وہ ان تک

ھٰذَا ۔ سِحْرٌ ۔ مُّبِیْنٌ ؕ (٧) اَمْ ۔ یَقُوْلُوْنَ ۔ افْتَرٰىهُ ؕ

یہ جادو ہے کھلا ہوا کیا وہ کہتے ہیں کہ بنا لایا ہے اسے

قُلْ ۔ اِنِ ۔ افْتَرَیْتُهٗ ۔ فَلَا ۔ تَمْلِکُوْنَ ۔ لِیْ

کہہ اگر بنا لایا ہوں میں اسے پس نہیں بس میں تمہارے میرے لیے

مِنَ اللّٰہِ ۔ شَیْئًا ؕ ھُوَ اَعْلَمُ ۔ بِمَا ۔ تُفِیْضُوْنَ

اللہ کے سامنے کچھ ۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مصروف رہتے ہو تم

فِیْهِ ؕ کَفٰی ۔ بِهٖ ۔ شَهِیْدًا ۔ بَیْنِیْ ۔ وَ

جس میں کافی ہے وہ گواہ میرے درمیان اور

بَیْنَکُمْ ؕ وَ ۔ ھُوَ ۔ الْغَفُوْرُ ۔ الرَّحِیْمُ (٨)

تمہارے درمیان اور وہی بخشنے والا ہے مہربان

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ

اور جب انھیں ہماری کھلی کھلی باتیں سنائی جائیں تو منکر

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ ۙ

سچی بات کو جب ان تک پہنچی

ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ؕ (٧) اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ

کہتے ہیں یہ صریح جادو ہے کیا کہتے ہیں کہ بنا لایا ہے اسے

قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِکُوْنَ لِیْ

تو کہہ اگر میں بنا لایا ہوں تو تم اللہ کے سامنے میرا ذرا بھی

مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ؕ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ

بھلا نہیں کر سکتے اس کو ان باتوں کی جن میں تم لگ رہے ہو

فِیْهِ ؕ کَفٰی بِهٖ شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَ

خوب خبر ہے اور میرے اور تمہارے بیچ حق بتانے والا

بَیْنَکُمْ ؕ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (٨)

کافی ہے اور وہی ہے بخشنے والا مہربان

تُفِیْضُوْنَ مصروف ہوتم لگے ہوئے ہوتم مضارع کا صیغہ ہے اِفَاضَۃٌ سے جس کا مادہ ف ۔ ی ۔ ض ہے یَفِیْضُ کے معنی بہہ پڑنا جاری ہو جانا اَفَاضَ اس کا متعدی ہے جس کا مضارع یُفِیْضُ ہے یعنی بہا دیا ۔ جاری کر دیا جس کام میں انسان ہر وقت لگا رہے اس کو گویا وہ بہا رہا ہے ۔ اس لیے محاورہ میں اسکے معنی ہو گئے مصروف رہنا لگے رہنا ارشاد ہے کہ جب ان لوگوں کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور ان میں بالکل سچی باتیں بتائی جاتی ہیں اور یہ دل میں انکی سچائی کا اثر محسوس کرتے ہیں تو وہ لوگ جو انکار پر تلے ہوئے ہیں یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ تو صاف جادو ہے انہیں کوئی معقول بہانہ ان کے نہ ماننے کا نہیں ملتا بعض لوگ اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیتیں اس نے خود گھڑ لی ہیں اور اللہ کے نام لگا دی ہیں ان سے کہو کہ اللہ کے سامنے میں ایسی جرأت نہیں کر سکتا اگر کروں تو اس کے غضب سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا تم تو کیا چیز ہو جو بچاؤ گے اسی طرح وہ تمہارے مکر و فریب سے بھی خوب واقف ہے اور تمہارے حیلے بہانے اچھی طرح جانتا ہے میں اسی کی گواہی پیش کرتا ہوں کہ یہ جو میں کہہ رہا ہوں سچ ہے اور اسی کی طرف سے ہے اللہ کی گواہی بالکل کافی ہے ۔ اگر تم یہ باتیں چھوڑ دو تو وہ تمہیں معاف کر دیگا یہ اسی کی رحمت ہے کہ ان گستاخیوں کے باوجود تم لوگ تباہی سے اب تک بچے ہوئے ہو جب سزا کا وقت آئے گا تو جو جھوٹا ہو گا اس کی پوری پوری کم بختی آئے گی ۔

نبوت کا سلسلہ

قُلْ ۔ مَا ۔ كُنْتُ ۔ بِدْعًا ۔ مِّنَ الرُّسُلِ ۔ وَ ۔ مَآ
کہہ دے نہیں ہوں میں نیا رسولوں میں سے اور نہیں
اَدْرِیْ ۔ مَا ۔ يُفْعَلُ ۔ بِیْ ۔ وَلَا ۔ بِكُمْ ؕ اِنْ ۔ اَتَّبِعُ
جانتا میں کیا معاملہ کیا جائے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ نہیں پیروی کرتا میں
اِلَّا ۔ مَا ۔ يُوْحٰٓى ۔ اِلَیَّ ۔ وَ ۔ مَآ ۔ اَنَا ۔ اِلَّا ۔ نَذِيْرٌ
مگر اس کی جو وحی کیا گیا میری طرف اور نہیں میں مگر ڈرانے والا
مُّبِيْنٌ ﴿۹﴾ قُلْ ۔ اَرَءَيْتُمْ ۔ اِنْ ۔ كَانَ ۔ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
صاف صاف کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہوا یہ اللہ کے پاس سے
وَّكَفَرْتُمْ ۔ بِهٖ ۔ وَ شَهِدَ ۔ شَاهِدٌ ۔ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور نہ مانا تم نے اسے اور گواہی دے چکا ایک گواہ بنی اسرائیل میں سے
عَلٰى ۔ مِثْلِهٖ ۔ فَاٰمَنَ ۔ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ ۔ اللّٰهَ
اس جیسی کتاب پر پھر ایمان لے آیا اور تکبر کیا تم نے تحقیق اللہ
لَا يَهْدِی ۔ الْقَوْمَ ۔ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾
نہیں ہدایت کرتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ
تو کہہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور مجھے معلوم نہیں
اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ
کیا معاملہ ہونا ہے مجھ سے اور تم سے میں اسی پر چلتا ہوں
اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ
جو مجھے حکم ملتا ہے اور میرا کام تو یہی ہے کھول کر ڈر
مُّبِيْنٌ ﴿۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
سنا دینا تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ اللہ کے ہاں سے آیا
وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ
ہو اور تم نے اسے نہیں مانا اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ گواہی دے
عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
چکا ایک ایسی کتاب کی جیسی پھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا بیشک
لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ ع ۱ ۱
اللہ گنہگاروں کو راہ نہیں دکھاتا

بِدْعٌ انوکھا۔ نیا صفت کا صیغہ ہے ب ۔ د ۔ ع سے بَدْعٌ کے معنی انوکھا ہونا بِدْعٌ نئی انوکھی چیز جس کے برابر کی پہلے کوئی چیز نہ ہوئی ہو بَدْعٌ کے معنی نئی چیز بغیر نمونہ کے نکالنے کے بھی ہیں اسی سے بِدْعَۃٌ ہے جسے اردو میں بدعت لکھتے ہیں یعنی ایسی چیز جس سے ملتی جلتی پہلے کوئی چیز نہیں ؛

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میں دنیا میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور مجھ سے پہلے دنیا میں اور بھی رسول آتے رہے ہیں نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں مجھے خود تو اس کا بھی علم نہیں کہ میرے ساتھ آئندہ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ خبر کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میں تو اسی پر چلتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھے وحی کے ذریعے بتایا جاتا ہے۔ اسی کے مطابق صاف صاف بُرے انجام سے ڈراتا ہوں دیکھو تم بنی اسرائیل کو بڑا پڑھا لکھا سمجھتے ہو تم نے ان کے عالموں سے پوچھ کر بھی دیکھ لیا اور انہوں نے گواہی دے دی کہ ہاں ایک آخری رسول آخری کتاب لے کر آنے والا ہے اور پھر ان میں سے بعض ایمان بھی لے آئے۔ اور مان لیا کہ یہی وہ آخری رسول ہیں۔ جو آخری کتاب لے کر آئے ہیں پھر بھی تم اپنے ہی غرور اور تکبر میں پھنسے ہوئے ہو۔ اس غرور اور ضد کا کیا ٹھکانا ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اور اس کی کتاب کو نہیں مانتے یہ صریح ظلم ہے سچ ہے اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا اور وہ ٹھیک راستہ پر نہیں چل سکتے ؛

نہ ماننے کا بہانہ

وَقَالَ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - لِلَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا -
اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے
لَوْ كَانَ خَيْرًا - مَّا - سَبَقُوْنَآ - اِلَيْهِ ۭ وَ - اِذْ
اگر ہوتا یہ اچھا نہ پہل کرتے یہ ہم سے اس کی طرف اور جب
لَمْ - يَهْتَدُوْا - بِهٖ - فَسَيَقُوْلُوْنَ - هٰذَآ
نہ ہدایت پائی اس سے تو پھر یہی کہیں گے یہ تو
اِفْكٌ - قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ - قَبْلِهٖ - كِتٰبُ
جھوٹ ہے پرانا اور پہلے اس کے کتاب تھی
مُوْسٰٓى - اِمَامًا - وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا - كِتٰبٌ
موسیٰ کی رہنما اور رحمت اور یہ کتاب
مُّصَدِّقٌ - لِّسَانًا - عَرَبِيًّا - لِّيُنْذِرَ - الَّذِيْنَ
اس کو سچا بتلانے والی ہے زبان عربی کی تاکہ ڈر سنائے ان کو جنھوں نے
ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى - لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫
ظلم کیا اور خوشخبری واسطے نیک لوگوں کے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اور کہنے لگے منکر ایمان والوں سے اگر یہ دین بہتر ہوتا
لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ
تو یہ اس پر ہم سے پہلے نہ دوڑتے اور جب اس کے
لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ
بتلانے سے راہ پر نہیں آئے تو اب یہ کہیں گے یہ بہت پرانا
اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ
جھوٹ ہے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی
مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ
راہ ڈالنے والی اور رحمت اور یہ کتاب ہے عربی
مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ
زبان میں اس کی تصدیق کرتی تاکہ گنہگاروں کو ڈر سنائے
ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫
اور نیکی کرنے والوں کو خوش خبری

عرب کے لوگ یہود کو بڑا عالم اور پہلے زمانے کے حالات سے باخبر سمجھتے تھے انہیں امید تھی کہ وہ ان کی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور ان کے ساتھ ہو کر اسلام کا مقابلہ کریں گے لیکن ان کی یہ امید برنہ آئی یہود کے عالموں نے صاف کہہ دیا کہ ہاں ایک آخری رسول آخری کتاب لے کر آنے والا ہے بلکہ بعض بڑے عالموں مثلاً عبداللہ بن سلام نے آپ کو دیکھتے ہی کہہ دیا کہ ہاں آپ ہی وہ آخری رسول ہیں جن کی آمد کی خبر تورات میں ہے۔ عرب کے کافر اس سے بڑے مایوس ہوئے اور بات نہ ماننے کا ایک نیا بہانہ گھڑا جس کی قلعی ان آیتوں میں کھولی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ اب ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر اسلام کوئی اچھا دین ہوتا تو سب سے پہلے ہم میں سے معزز اور اونچے درجہ کے لوگ اسے اختیار کرتے کمزور لوگ اور لونڈی غلام اس کے ماننے میں پہل نہ کرتے ان لوگوں کو چونکہ ماننا منظور ہی نہیں اس لیے وہ سارے پہلے پچھلے آسمانی دین کو پرانا ڈھکوسلا قرار دیں گے یہ ان کا کہنا بالکل غلط ہے واقعہ یہ ہے کہ آسمانی دین کو پہلے تورات نے پھیلایا جسے موسیٰؑ لے کر آئے اور ہدایت اور رحمت کا راستہ انسان کے لیے کھولا پھر اب اسی کی تائید اور تصدیق کرتا یہ عربی قرآن نازل ہوا۔ تاکہ شریروں اور ظالموں کو ان کے انجام سے ڈرا دے اور نیک لوگوں کو اصل راستہ دکھا دے جس پر انہیں چلنا چاہیے اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دے کہ ان کا انجام اچھا ہوگا۔

خوف اور رنج سے چھٹکارا

اِنَّ - الَّذِيْنَ - قَالُوْا - رَبُّنَا - اللّٰهُ - ثُمَّ
تحقیق جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر
اسْتَقَامُوْا - فَلَا خَوْفٌ - عَلَيْهِمْ - وَ - لَا
اسی پر جمے رہے پس نہیں خوف اوپر ان کے اور نہ
هُمْ - يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ - اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
وہ غمگین ہوں گے یہ لوگ جنت والے ہیں
خٰلِدِيْنَ - فِيْهَا ۚ جَزَآءً - بِمَا - كَانُوْا
ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے بدلہ اس کا جو تھے وہ
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾
کرتے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ
جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر
اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
اس پر ثابت قدم رہے تو یقیناً ان کے لیے نہ خوف
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہی لوگ بہشت والے
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا
ہیں اور سدا اسی میں رہیں گے ان کاموں کے بدلے
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾
ہیں جو وہ کرتے تھے

پہلی آیتوں میں ارشاد ہوا تھا کہ جو لوگ اس دین کو نہ مانیں گے جسے قرآن مجید نے صاف اور ستھرا کر کے انسان کے سامنے آخری طور پر رکھ دیا ہے۔ وہ لوگ ظالم ہیں اور ان کا وہی حشر ہوگا جس سے قرآن مجید نے انہیں ڈرا دیا ہے۔ اور جو لوگ نیک راستہ پر چلنا چاہتے ہیں۔ ان کو وہ سب انعامات ملیں گے جن کی قرآن شریف نے خوش خبری دی ہے۔ ان آیتوں میں اس کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر انسان چاہتا ہے کہ اس کا انجام اچھا ہو اور وہ ناگوار باتوں سے پیش آنے کے خوف سے اور ناامیدی کے رنج سے ہمیشہ کے لیے نجات پا جائے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے جو کوئی اس راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا وہ خوف اور رنج سے چھٹکارا نہیں پا سکتا وہ راستہ اس آیت میں دو مختصر جملوں کے اندر بتا دیا گیا ہے اور یہی دین اسلام کا خلاصہ ہے۔ یعنی انسان کو چاہیے کہ دو باتیں اختیار کرے اوّل تو سچے دل سے اقرار کرے کہ میرا رب اللہ ہے دوسرے اس بات پر ثابت قدم رہے۔ جس نے یہ دو باتیں پوری کر دیں وہ یقیناً آخر کار خوف اور رنج سے ہمیشہ کے لیے نجات پا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں جنت میں جگہ ملے گی اور وہ بھی تھوڑے دن کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے کسی قسم کا خوف ان کے پاس نہ بھٹکے گا اور نہ انہیں مایوسی سے پالا پڑے گا۔ کیونکہ انہیں ہر چیز خواہش کرتے ہی فوراً ملے گی۔ آگے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کو رب مان کر اور اس پر جمے رہنے کی ٹھان کر انسان یقیناً وہی نیک کام کرے گا جو قرآن اسے بتائے گا اور جنت اور جس کی نعمتیں اسی کی جزا ہوں گی۔

نیک لوگ کون ہوتے ہیں؟

وَوَصَّیْنَا - الْاِنْسَانَ - بِوَالِدَیْہِ - اِحْسَانًا
اور حکم دیا ہم نے انسان کو ساتھ والدین اپنے کے نیک سلوک کا
حَمَلَتْہُ - اُمُّہٗ - کُرْھًا - وَّوَضَعَتْہُ - کُرْھًا
اٹھائے رہی اس کو ماں اس کی تکلیف کے ساتھ اور جنا اس کو تکلیف کے ساتھ
وَحَمْلُہٗ - وَفِصٰلُہٗ - ثَلٰثُوْنَ - شَھْرًا
اور حمل اس کا اور دودھ چھڑائی اس کی تیس مہینوں میں ہوئی
حَتّٰۤی اِذَا - بَلَغَ - اَشُدَّہٗ - وَبَلَغَ - اَرْبَعِیْنَ
یہاں تک کہ جب پہنچا قوت اپنی کو اور پہنچا چالیس
سَنَۃً - قَالَ - رَبِّ - اَوْزِعْنِیْۤ - اَنْ - اَشْکُرَ
سال کو تو کہا اے میرے رب نصیب کر مجھے کہ شکر کروں
نِعْمَتَکَ - الَّتِیْۤ - اَنْعَمْتَ - عَلَیَّ - وَعَلٰی - وَالِدَیَّ
احسان تیرے کا جو کیا تو نے مجھ پر اور اوپر ماں باپ میرے کے

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا
اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا حکم دیا۔
حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا
پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اسکو تکلیف سے
وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا
اور اس کا حمل میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینہ میں ہوتا ہے
حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ
یہاں تک کہ جب اپنی قوت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوا
سَنَۃً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْکُرَ
کہنے لگا اے میرے رب میری قسمت میں کر کہ تیرے
نِعْمَتَکَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ
احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا

اچھے کام کرنے والوں کو اچھی جزا اور بُرے کام کرنے والوں کو سزا ملے گی یہ قاعدہ اچھی طرح سمجھا دینے کے بعد اب اس آیت میں واضح کیا جا رہا ہے اچھے کام کرنے والے کون ہوتے ہیں اور بُرے کام کرنے والے کون عام قاعدے کے مطابق ہر ایک انسان کی پیدائش ماں اور باپ کے ذریعے ہوتی ہے اور اس کی پرورش بھی ہوش سنبھالنے تک ماں باپ ہی کرتے ہیں اور بچہ کو آرام پہنچانے کی خاطر خود مشقتیں جھیلتے ہیں ان کے لیے انسان کو ماں باپ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے ہر انسان کو ماں باپ کا شکر ادا کرتے رہنے کی ہدایت کی ہے۔ اس میں ماں کا حق زیادہ ہے کیونکہ اسے حمل سے لے کر دودھ چھڑانے تک بڑی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور ڈھائی سال تک وہ بچے کی ہی خدمت میں لگی رہتی ہے۔ خود انسان کی اپنی ذمہ داری اس وقت شروع ہوتی ہے جب وہ ہوش سنبھال لیتا ہے خاص کر جب کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت جو نیک ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم کے آگے سر جھکاتا ہے۔ اور ماں باپ کا ادب بجا لاتا ہے۔ اور اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اسے اپنے احسانات کا جو اس نے خود اس پر اور اس کے ماں باپ پر کئے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نیک لوگ کون ہوتے ہیں؟

وَاَنْ - اَعْمَلَ - صَالِحًا - تَرْضٰىهُ - وَاَصْلِحْ - لِيْ
اور یہ کہ کروں میں نیک کام راضی ہو تو جس سے اور سنوار دے میرے لیے
فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ - تُبْتُ - اِلَيْكَ - وَ - اِنِّيْ
بیچ اولاد میری کے تحقیق میں نے رجوع کیا طرف تیری اور تحقیق میں
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ - الَّذِيْنَ - نَتَقَبَّلُ
فرمانبرداروں میں سے ہوں یہ ہیں وہ لوگ کہ قبول کرتے ہیں ہم
عَنْهُمْ - اَحْسَنَ - مَا - عَمِلُوْا - وَنَتَجَاوَزُ - عَنْ
ان سے بہتر کام جو انھوں نے کیے اور درگزر کرتے ہیں
سَيِّاٰتِهِمْ - فِيْٓ - اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ - وَعْدَ
برائیوں سے ان کی بیچ جنت والوں کے وعدہ
الصِّدْقِ - الَّذِيْ - كَانُوْا - يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾
سچا جس کا تھے وہ وہ وعدہ کیے جاتے

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ
اور یہ کہ نیک کام جس سے تو راضی ہو کروں اور مجھ کو
فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ
میری اولاد نیک دے میں نے تیری طرف توبہ کی اور میں
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ
حکم بردار ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے بہتر کام
عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
جو انھوں نے کیے ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیاں
سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ
ہم معاف کر دیتے ہیں رہنے والے جنت کے لوگوں میں سچا
الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾
وعدہ جو ان سے کیا جاتا ہے

وعد الصدق (سچا وعدہ) ترکیب میں حال ہے۔

وہ کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے ان نیک کاموں کی توفیق دے جنہیں تو پسند کرتا ہے اور میری اولاد کو نیک کر اور اچھے کاموں میں میرا فرمانبردار بنا دے میں نے تیری طرف رجوع کیا تیرا حکم بجالانے پہ کمر باندھ لی ہے اس آیت پہ نیک لوگوں کی تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے نیک آدمی ہوش سنبھالتے ہی سب سے پہلے اللہ کو پہچانتا ہے وہ اس کے احسانات سے اپنے آپ کو اور اپنے ماں باپ میں گھرا ہوا دیکھتا ہے۔ وہ اللہ سے ان احسانات کے شکر ادا کرنے کی توفیق طلب کرتا ہے۔ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کے لیے اللہ کے حکم کے مطابق تیار ہو جاتا ہے۔

اور اپنی اولاد کے لیے نیک اور صالح ہونے کی دعا کرتا ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اس کے فرمانبردار ہونے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے نیز اللہ سے نیک کام کرنے کی توفیق مانگتا ہے اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک کام ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معاف کر دیتے ہیں یہی جنت میں جانیوالے لوگوں میں سے ہیں ان سے جو وعدہ ہم قرآن مجید میں کر چکے ہیں وہ پورا کیا جائے گا اور وہ دیکھ لیں گے کہ ہمارا وعدہ سچا تھا۔

بُرے لوگ

وَالَّذِیْ - قَالَ - لِوَالِدَیْهِ - اُفٍّ - لَّکُمَآ
اور وہ جس نے کہا اپنے ماں باپ کے تف ہے واسطے تمہارے
اَ - تَعِدَانِ - نِیْٓ - اَنْ - اُخْرَجَ - وَقَدْ - خَلَتِ
کیا وعدہ دیتے ہو مجھے کہ نکالا جاؤں گا میں قبر سے اور تحقیق گزر چکیں
الْقُرُوْنُ - مِنْ قَبْلِیْ ج وَهُمَا - یَسْتَغِیْثٰنِ - اللّٰهَ
قومیں پہلے مجھ سے اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے
وَیْلَكَ - اٰمِنْ - اِنَّ - وَعْدَ اللّٰهِ - حَقٌّ
ناس ہو تیرا ایمان لا تحقیق وعدہ اللہ کا سچا ہے
فَیَقُوْلُ - مَا - هٰذَآ - اِلَّآ - اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾
پس کہتا ہے نہیں یہ مگر پرانے قصے پہلوں کے
اُولٰٓئِكَ - الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ - فِیْٓ -
یہی ہیں وہ کہ ثابت ہو چکا ان پر عذاب کا حکم بیچ
اُمَمٍ - قَدْ خَلَتْ - مِنْ قَبْلِهِمْ - مِّنَ الْجِنِّ
ان قوموں کے جو گزر چکیں ان سے پہلے جنوں میں سے
وَالْاِنْسِ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾
اور آدمیوں سے تحقیق وہ تھے نقصان اٹھانے والے

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَآ
اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا میں تم سے بیزار ہوں
اَتَعِدَانِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ
کیا تم مجھے وعدہ دیتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ
الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ج وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ
مجھ سے پہلے بہت سی جماعتیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے
وَیْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
فریاد کرتے ہیں کہ اے خرابی تیری تو ایمان لے آ بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے
فَیَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾
تو وہ کہتا ہے یہ سب کہانیاں ہیں پہلوں کی
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ
یہ وہ لوگ جن پر عذاب کی بات ثابت ہوئی شامل
اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ
اور فرقوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں جنوں کے
وَالْاِنْسِ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾
اور آدمیوں کے بے شک وہ ٹوٹے میں پڑے ہیں

ارشاد ہے کہ ایک آدمی وہ ہے جو اپنے ماں باپ کا باوجود ان کے اتنے احسانات کے خیال نہیں کرتا اور نہ اللہ کو پہچانتا ہے - بلکہ ماں باپ کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتا ہے - اور کہتا ہے کہ میں تمہارے طریقہ کو پسند نہیں کرتا کیا تم مجھے یہ سکھاتے ہو کہ مرنے کے بعد میں دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے نکلوں گا۔ حالانکہ مدت سے لوگ مرتے چلے آ رہے ہیں آج تک ایک بھی زندہ ہو کر قبر سے نہ نکلا ماں باپ یہ سن کر اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور بیٹے سے کہتے ہیں تجھے کیا ہو گیا خدا کی سنو اور جلدی سے ایمان لے آ اللہ کا وعدہ سچا ہے اس پر وہ کہتا ہے کہ یہ تو پرانے قصے کہانیاں ہیں ان میں کیا دھرا ہے ارشاد ہے کہ یہی لوگ ہیں جو عذاب سمیٹ رہے ہیں اور یہ انہی منکروں میں شامل ہیں جو ان سے پہلے جنوں اور آدمیوں میں سے گزرے ان لوگوں نے اپنا نقصان کر لیا وہ نقصان میں رہنے والے ہیں اور ان کے لیے آئندہ سوا آفتوں اور مصیبتوں کے کچھ نہیں ۔

کاموں کا بدلہ

وَلِكُلٍّ ۔ دَرَجٰتٌ ۔ مِّمَّا ۔ عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ
اور واسطے ہر ایک کے درجے ہیں اس سے جو انھوں نے کیا اور تاکہ پورے دے انھیں
اَعْمَالَ ۔ هُمْ ۔ وَ هُمْ ۔ لَا ۔ يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ
کام ان کے اور وہ نہ ظلم کیے جائیں گے اور جس دن
يُعْرَضُ ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ
پیش کیے جائیں گے جنھوں نے کفر کیا اوپر آگ کے گنوا دیں تم نے
طَيِّبٰتِكُمْ ۔ فِيْ ۔ حَيَاتِكُمُ ۔ الدُّنْيَا ۔ وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ
لذتیں اپنی بیچ اپنی زندگانی دنیا کی اور فائدہ اٹھا چکے ساتھ انکے
فَالْيَوْمَ ۔ تُجْزَوْنَ ۔ عَذَابَ ۔ الْهُوْنِ ۔ بِمَا
پس آج بدلہ دیے جاؤ گے عذاب ذلت کا بدلے اس کے
كُنْتُمْ ۔ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ فِي الْاَرْضِ ۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ
جو تھے تم اتراتے دنیا میں بغیر حق کے
وَ ۔ بِمَا ۔ كُنْتُمْ ۔ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾
اور بدلے اس کے جو تھے تم نافرمانی کرتے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ
اور ہر فریق کے لیے ان کے کیے کاموں کے مطابق درجے ہیں اور تاکہ ان کو
اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ
ان کے کاموں کا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا اور جس دن
يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ
منکر آگ کے کنارے پر لائے جائیں گے تم نے اپنے مزے
طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ
دنیا کی زندگانی میں ضائع کر دیے اور ان کو برت چکے
فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا
اب آج ذلت کے عذاب کی سزا پاؤ گے بدلے اس کے
كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ
جو تم ملک میں ناحق غرور کرتے تھے اور اس کے
وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۰ ۲
جو تم نافرمانی کرتے تھے

اَذْهَبْتُمْ (لے گئے تم) ماضی کا صیغہ ہے اِذْھَاب سے جو ذَھَابٌ کا متعدی ہے ذَھَابٌ کے معنی جانا اِذْھَابٌ لے جانا یہاں مراد گنوا دینا ہے ۔

ارشاد ہے قیامت میں ہر شخص کے اور ہر قوم کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ہوں گے اور یہ اس لیے ہوں گے کہ ہر ایک کو ان کے کیے کا پورا پورا پھل مل جائے اور کسی پر ظلم زیادتی نہ ہو اب یہ بھی سن لو کہ قیامت کے دن یہ اللہ کا انکار کرنے والے لوگ دوزخ کے اوپر لا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی تھی۔ تم جو کچھ کرتے تھے۔ سو اس لیے کہ اس کا فائدہ دنیا ہی میں مل جائے۔ نام ہو۔ شہرت ہو۔ دولت ملے تاکہ جی بھر کر کھائیں اور مزے اڑائیں یہ سب کچھ تمہیں دنیا میں مل چکا۔ آج تمہارے لیے اچھی چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں فقط ذلیل کرنے والا عذاب ہے اور یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں خواہ مخواہ اکڑتے پھرتے تھے، اپنی خواہش کے آگے کسی قاعدے قانون کی پروا نہ کرتے تھے بس جو جی میں آیا کر گزرے خواہ کوئی مرے یا جیئے ۔

قومِ عاد

وَاذْكُرْ ۔ اَخَا عَادٍ ۔ اِذْ ۔ اَنْذَرَ ۔ قَوْمَهٗ ۔ بِالْاَحْقَافِ

اور یاد کر بھائی عاد کے کو جب ڈرایا اس نے اپنی قوم کو احقاف میں

وَ ۔ قَدْ ۔ خَلَتِ ۔ النُّذُرُ ۔ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

اور تحقیق گزرے ڈرانے والے پہلے اس سے

وَمِنْ خَلْفِهٖٓ ۔ اَلَّا ۔ تَعْبُدُوْٓا ۔ اِلَّا ۔ اللّٰهَ ۔ اِنِّيْٓ

اور بعد اس کے کہ مت بندگی کرو تم مگر اللہ کی تحقیق میں

اَخَافُ ۔ عَلَيْكُمْ ۔ عَذَابَ ۔ يَوْمٍ ۔ عَظِيْمٍ (۲۱)

ڈرتا ہوں اوپر تمہارے عذاب سے ایک دن بڑے کے

قَالُوْٓا ۔ اَجِئْتَنَا ۔ لِتَاْفِكَنَا ۔ عَنْ ۔ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا

بولے کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ پھیر دے ہمیں ہمارے معبودوں سے پس لے آ تو ہمارے پاس

بِمَا ۔ تَعِدُنَآ ۔ اِنْ ۔ كُنْتَ ۔ مِنَ ۔ الصّٰدِقِيْنَ (۲۲)

ساتھ اس کے کہ وعدہ کرتا تو ہم سے اگر ہے تو سچوں میں سے

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ

اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب اس نے احقاف میں اپنی قوم

وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

کو ڈرایا اور ڈرانے والے اس کے آگے اور اس کے پیچھے گزر

وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّيْٓ

چکے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی مت کرو میں ایک

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۲۱)

بڑے دن کی آفت سے تم پر ڈرتا ہوں

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا

بولے کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے

بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۲)

معبودوں سے پھیر دے سو لے آ ہم پر جو تو وعدہ کرتا ہے اگر تو سچا ہے۔

اَخَا عَادٍ (یعنی ہود علیہ السلام کو) اَحْقَاف (ریت کے اونچے چوکور ٹیلے) حِقْفٌ کی جمع ہے ریت کے ٹیلے جو پہاڑ کی طرح کھڑے ہوں۔

النُّذُر (نذیر کی جمع ہے، ڈرانے والا) پہلی آیتوں میں اللہ کے نافرمان انسانوں کو ان کے برے انجام سے ڈرایا گیا ہے اسی کو واضح کرنے کیلئے ان آیتوں میں قوم عاد کا حال سنایا جاتا ہے کہ وہ اللہ کو نہ مان کر آخر تباہ ہوئے عاد کی قوم یمن میں حضر موت اور نجران کے درمیان رہتی تھی یہ علاقہ اللہ ہناؤ کے صحرا میں آبادی کے قابل ایک حصہ تھا جس کے اردگرد ریت کے ٹیلے پہاڑوں کی طرح کھڑے تھے مگر اس حصے کی زمین پیداوار کے قابل تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام انہی میں سے تھے اللہ عزوجل نے انہیں اپنا رسول مقرر کیا تاکہ وہ اپنی سرکش قوم کو ڈراویں کہ اگر تم نے اللہ عزوجل سے منہ موڑ کر اوروں کی بندگی کی تو تمہارا انجام برا ہوگا ان سے کہہ دیں کہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے کفر اور سرکشی کی وجہ سے تم پر ایک ہولناک دن آئیگا جس میں تم پر عذاب نازل ہوگا۔ یہ لوگ اپنی طاقت میں مست تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے کمزوروں کو ستاتے تھے ظلم وستم پر کمر باندھ رکھی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت سن کر بولے کیا تو ہمارے اندر اس لیے پیدا ہوا ہے کہ ہم سے ہمارے معبود چھڑا دے۔ جا اپنا کام کر ہم تیری سننے والے نہیں اگر ایسا ہی سچا ہے تو جا ہم پر وہ عذاب ابھی لے آ جس سے تو ہمیں آئندہ کے لیئے ڈراتا ہے۔

عاد کا انجام

قَالَ - اِنَّمَا - الْعِلْمُ - عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ - اُبَلِّغُكُمْ - مَّآ
کہا سوا اس کے نہیں کہ اس کا علم ہے پاس اللہ کے اور پہنچاتا ہوں تمھیں وہ کہ
اُرْسِلْتُ - بِهٖ - وَلٰكِنِّيْٓ - اَرٰىكُمْ - قَوْمًا
بھیجا گیا ہوں میں ساتھ اس کے اور لیکن میں دیکھتا ہوں تمھیں ایک قوم
تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا - رَاَوْهُ - عَارِضًا - مُّسْتَقْبِلَ
نادانی کرتی پس جب دیکھا انھوں نے اسے ایک بادل بیچ منہ کے آرہا
اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا - هٰذَا - عَارِضٌ - مُّمْطِرُنَا ۭ
نالوں ان کے کے بولے یہ بادل ہے مینہ برسانے والا ہم پر
بَلْ - هُوَ - مَا - اسْتَعْجَلْتُمْ - بِهٖ ۭ رِيْحٌ - فِيْهَا
نہیں بلکہ یہ وہ ہے کہ جلدی کر رہے تھے تم جس کی آندھی کہ بیچ اس کے ہے
عَذَابٌ - اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ - كُلَّ - شَيْءٍۢ بِاَمْرِ
عذاب دردناک تباہ کر دے گی ہر چیز کو ساتھ حکم
رَبِّهَا - فَاَصْبَحُوْا - لَا يُرٰٓى - اِلَّا - مَسٰكِنُهُمْ ۭ
رب اپنے کے پس صبح کی کہ نہیں دکھائی دیتا تھا کچھ مگر گھر ان کے
كَذٰلِكَ - نَجْزِي - الْقَوْمَ - الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾
اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم ان لوگوں کو جو جرم کرنے والے ہیں

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ
کہا یہ خبر تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو پہنچا دیتا ہوں جو
اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا
کچھ میرے ہاتھ بھیج دیا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی
تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ
کرتے ہو پس جب انھوں نے اسے دیکھا ایک ابر سامنے
اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ
آیا ان کے نالوں کے بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا
بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا
کوئی نہیں یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے آندھی ہے
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ
جس میں دردناک عذاب ہے اکھاڑ پھینکے گی ہر چیز کو اپنے
رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ
رب کے حکم سے پھر کل رہ گئے کہ کوئی نظر نہ آتا تھا سوا ان
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾
کے گھروں کے یوں سزا دیتے ہیں گنہ گار لوگوں کو

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو جواب دیا کہ یہ تو اللہ ہی جانے کہ عذاب کیسا ہے اور کب آئے گا میں کچھ نہیں جانتا میرا کام تو یہ ہے کہ جو پیغام مجھے دے کر بھیجا گیا ہے وہ تمہیں پہنچا دوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت پر اتر آئے ہو اور بڑی نادانی کر رہے ہو آگے ارشاد ہے کہ آخر انہوں نے اس عذاب کو دیکھا اور وہ ایک گہرا ابر تھا جسے دیکھ کر وہ کہنے لگے، آہا ہا خشک سالی دور ہوئی یہ دیکھو کیسی گھٹا اٹھی ہے اب ہمارے سب ندی نالے پانی سے بھر جائیں گے اور پانی کا کال نہ رہے گا نادانوں یہ برسنے والی گھٹا نہیں ہے یہ تو آندھی کا طوفان ہے جس میں بڑا دکھ بھرا عذاب پوشیدہ ہے اس کی سخت ہوا ہر چیز کو تباہ کر کے چھوڑے گی۔ کیونکہ اللہ نے اسے ایسا ہی حکم دیا ہے دوسری جگہ ہے کہ آندھی کے جھکڑ سات دن تک برابر چلتے رہے آدمی۔ درخت۔ جانور سب تنکوں کی طرح اڑ کر پڑے بعد میں جو دیکھا تو وہاں نرے مکانوں کے کھنڈر پڑے تھے اور کچھ نہ تھا۔ ارشاد ہے کہ گنہ گاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

عاد کے آگے تم کیا ہو؟

وَلَقَدْ ۔ مَکَّنّٰھُمْ ۔ فِیْمَآ ۔ اِنْ ۔ مَّکَّنّٰکُمْ ۔ فِیْہِ
اور البتہ تحقیق قدرت دی ہم نے انھیں اس پر کہ نہیں قدرت دی ہم نے تمھیں اس پر اس کے
وَجَعَلْنَا ۔ لَھُمْ ۔ سَمْعًا ۔ وَّاَبْصَارًا ۔ وَّاَفْـِٕدَۃً
اور کیے ہم نے واسطے ان کے کان اور آنکھیں اور دل
فَمَآ ۔ اَغْنٰی ۔ عَنْھُمْ ۔ سَمْعُھُمْ ۔ وَلَآ ۔ اَبْصَارُھُمْ
پس نہ فائدہ دیا انھیں ان کے کانوں نے اور نہ ان کی آنکھوں نے
وَلَآ اَفْـِٕدَتُھُمْ ۔ مِّنْ شَیْءٍ ۔ اِذْ ۔ کَانُوْا
اور نہ ان کے دلوں نے کسی چیز کا کیونکہ تھے وہ
یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۔ وَحَاقَ ۔ بِھِمْ
انکار کرتے آیتوں کا اللہ کی اور گھیر لیا انھیں
مَّا ۔ کَانُوْا ۔ بِہٖ ۔ یَسْتَھْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾
اس نے کہ تھے وہ ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے

وَلَقَدْ مَکَّنّٰھُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّکَّنّٰکُمْ فِیْہِ
اور ہم نے انھیں ان چیزوں کا مقدور دیا تھا جن کا تمھیں
وَجَعَلْنَا لَھُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَۃً ۫
مقدور نہیں دیا اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے
فَمَآ اَغْنٰی عَنْھُمْ سَمْعُھُمْ وَلَآ اَبْصَارُھُمْ
پھر ان کے کام نہ آئے ان کے کان اور نہ ان کی آنکھیں
وَلَآ اَفْـِٕدَتُھُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ کَانُوْا
اور نہ ان کے دل کسی چیز میں اس لیے کہ وہ اللہ کی باتوں
یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَحَاقَ بِھِمْ
کے منکر ہوئے تھے اور الٹ پڑی ان پر وہ بات جس
مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع ۳
کا وہ ٹھٹھا کرتے تھے

اَفْـِٕدَۃً : (دل) فؤاد کی جمع ہے۔ جو سورۃ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے۔ اس سے مراد دل ہے جو دیکھی اور سنی چیزوں سے اثر لیتا ہے۔ اور آدمی کا طرز عمل اس کے مطابق مقرر کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے وہ اپنے دماغ اور دل کی قوتوں سے ٹھیک کام نہیں لے رہے۔ آخر کار ان کے غلط استعمال کرنے کا نتیجہ انہیں بھگتنا پڑے گا۔

ارشاد ہے کہ تمہیں پہلے لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیے دیکھو عاد کی قوم کیسی زبردست تھی ان کے پاس جسمانی طاقت مال اولاد اور مددگار اس قدر تھے کہ تمہارے پاس ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں ان کو آنکھ کان اور سمجھ پوری پوری دی گئی تھی لیکن ان سے انھوں نے غلط کام لیے ان کی عقل ماری گئی انھوں نے جو کچھ دیکھا اس سے وہ یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ ہمارے مزے اڑانے کے لیے ہے حالانکہ سمجھنا یہ چاہیے تھا کہ یہ اللہ کی رحمت ہے جو یہ سب نعمتیں ہمیں ملی ہیں اس لیے اس کا شکر گزار بندہ بن کر رہنا چاہیے۔ انھوں نے کان سے پیغمبروں کی نصیحت نہیں سنی اور ناچ گانے بجانے سنتے رہے ان کے کان آنکھ اور دل سب غلط کام کرتے رہے اس لیے جب اللہ کا قہر نازل ہوا تو یہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور وہی سزا جس سے اللہ کے رسول انہیں ڈراتے تھے اور جسے سن سن کر ہنسی اور ٹھٹھوں میں اڑا دیتے تھے۔ ان کو مل کر رہی اور عذاب نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔

اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں

وَلَقَدْ - اَهْلَكْنَا - مَا حَوْلَكُمْ - مِّنَ الْقُرٰى
اور البتہ تحقیق تباہ کیا ہم نے جو گرد تمہارے ہیں بستیوں سے
وَصَرَّفْنَا - الْاٰيٰتِ - لَعَلَّهُمْ - يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾
اور ہم نے بار بار بتائیں نشانیاں تاکہ وہ باز آجائیں
فَلَوْلَا - نَصَرَهُمُ - الَّذِيْنَ - اتَّخَذُوْا
پس کیوں نہ مدد کی ان کی انھوں نے جنھیں بنایا تھا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ - قُرْبَانًا - اٰلِهَةً ؕ - بَلْ
سوائے اللہ کے تقرب حاصل کرنے کے لیے معبود نہیں بلکہ
ضَلُّوْا - عَنْهُمْ ۚ وَ - ذٰلِكَ - اِفْكُهُمْ
کھوئے گئے وہ ان سے اور وہ جھوٹ تھا ان کا
وَمَا - كَانُوْا - يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾
اور جو تھے وہ خود گھڑتے

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى
اور ہم غارت کر چکے ہیں جتنی تمہارے آس پاس بستیاں
وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾
ہیں اور ہم نے انھیں طرح طرح پھر کر باتیں بتائیں تاکہ وہ لوٹ آئیں
فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
پھر انھیں ان لوگوں کی طرف سے مدد کیوں نہ پہنچی
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ
جن کو اللہ سے ورے معبود بکڑا تھا درجے پانے کو کوئی نہیں
ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ
گم ہو گئے وہ ان سے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور وہ جو
وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾
اپنے جی سے باندھتے تھے

مکہ والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کو نہ ماننے اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں دیکھو تم سے پہلے لوگوں کا حال سرکشی کر کے کیا ہوا قوم عاد کا حال سنانے کے بعد ان آیتوں میں ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کے علاوہ تمہارے آس پاس اور بھی بستیاں تھیں مثلاً ثمود اور قوم لوط ؑ کی بستیاں وہ سب اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے جو دل میں آیا وہ کیا اللہ عزوجل کے رسولوں کا کہنا نہ مانا ان کے کھنڈر تم اپنے سفروں میں دیکھتے ہو ان کو ہم نے بار بار طریقے بدل بدل کر سمجھایا کہ کسی طرح اصل بات کو سمجھ جائیں اور جن غلط طریقوں پر وہ چل رہے ہیں انہیں چھوڑ کر سیدھا راستہ اختیار کریں لیکن انہوں نے ہمارے سمجھانے کا کچھ خیال نہ کیا اور ہمارے رسول کی ایک نہ مانی اللہ کے سوا اوروں سے مرادیں مانگتے رہے طرح طرح کے بتوں کو پوجنے کے بہلنے ایک یہ تراشا کہ اللہ کی درگاہ تو بہت بلند ہے ہماری اس تک پہنچ کہاں یہی ہمارے بت ہمیں اللہ کے قریب پہنچاتے ہیں اور ہمیں اس کے ہاں بڑے درجے دلاتے ہیں ورنہ ہم کہاں اور وہ سب کا مالک کہاں ارشاد ہے کہ ان لوگوں کی ڈھٹائی اور سرکشی کی وجہ سے ان پر ہمارا عذاب آیا تو یہ ان کے معبود ان کے کام کیوں نہ آئے انہیں چاہیے تھا کہ ان کو مدد کے لیے پکارتے کہ اس مشکل وقت میں ہمیں بچاؤ۔ انہوں نے جن کو اللہ کے ہاں اپنا سفارش کرنیوالا ٹھہرایا تھا وہ ان کو عذاب میں گرفتار دیکھ کر کہاں چل دیے انکو چاہیے تھا کہ اس وقت انکی مدد کرتے اور انہیں بچاتے مگر ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا معلوم ہوا کہ ان کی پوجا پاٹ کرنا اور ان سے امیدیں رکھنا محض جھوٹ غلط اور من گھڑت باتیں تھیں ؛؛

قرآن کو جنّوں تک نے مان لیا!

وَاِذْ - صَرَفْنَآ - اِلَيْكَ - نَفَرًا - مِّنَ الْجِنِّ
اور جب موڑا ہم نے طرف تیری ایک جماعت کو جنوں میں سے
يَسْتَمِعُوْنَ - الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا - حَضَرُوْهُ - قَالُوْٓا
سننے لگے وہ قرآن پس جب پاس پہنچے اس کے بولے
اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا - قُضِيَ - وَلَّوْا - اِلٰى - قَوْمِهِمْ - مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾
خاموش ہو جاؤ پس جب پورا ہو چکا واپس پھرے طرف قوم اپنی کے ڈراتے ہوئے
قَالُوْا - يٰقَوْمَ - نَآ - اِنَّا - سَمِعْنَا - كِتٰبًا - اُنْزِلَ
کہا انھوں نے اے قوم ہماری تحقیق ہم سنا ہم نے ایک کتاب کو کہ اتاری گئی ہے
مِنْۢ بَعْدِ - مُوْسٰى - مُصَدِّقًا - لِّمَا - بَيْنَ يَدَيْهِ
بعد موسٰی کے تصدیق کرنے ہوئے واسطے اس کے جو ہے بیچ دونوں ہاتھوں اسکے
يَهْدِيْٓ - اِلَى - الْحَقِّ - وَاِلٰى - طَرِيْقٍ - مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾
راہ دکھاتی ہے طرف سچ کے اور طرف راستہ سیدھے کے

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ
اور جس وقت ہم نے جنوں میں سے کتنے ایک تیری طرف متوجہ کر دیے
يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ - قَالُوْٓا
اور قرآن سننے لگے پھر جب وہاں پہنچ گئے بولے
اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾
چپ رہو پھر جب ختم ہوا تو اپنی قوم کی طرف اُلٹے پھرے
قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ
بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی جو موسٰی کے
مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
بعد اتری ہے سچا کرنے والی سب اگلی کتابوں کو
يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾
سمجھاتی ہے سچا دین اور ایک سیدھی راہ

انسان کے علاوہ دنیا میں ایک اور قسم کے لوگ بھی آباد ہیں جو جن کہلاتے ہیں جس طرح انسان کی پیدائش سنی ہوئی مٹی سے ہے اسی طرح جن کی پیدائش آگ سے ہے اور یہ جو شکل چاہیں اختیار کر لیتے ہیں اپنی اصلی شکل میں یہ آنکھ سے نظر نہیں آتے اور اِدھر اُدھر جہاں چاہیے منڈلاتے پھرتے رہتے ہیں یہ انسان سے جسمانی قوت میں زیادہ طاقتور ہیں اور اسی لیے سرکشی میں بھی انسان سے بڑھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمانؑ کا خادم اور فرمانبردار بنا دیا تھا آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے جنوں کی ایک ٹولی کو گشت کرتے وقت تیری طرف موڑ دیا اور وہ قرآن کی آواز سن کر اس کے سننے کیلیئے تیری طرف متوجہ ہوئے - جب قریب پہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ اور سنو کہ یہ کیا پڑھا جا رہا ہے جب پڑھنا ختم ہوا تو وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور اس سے کہا کہ ہم نے وعظ و نصیحت کی باتیں سنی ہیں اور اس کے مطابق ہم تمہیں بدکاریوں کے انجام سے ڈراتے ہیں موسٰی علیہ السلام کی لائی ہوئی کتاب تورات ہی وہ آسمانی کتاب تھی جسے سب مانتے چلے آتے تھے - حضرت سلیمانؑ نے بھی اسی پر عمل کرنا بتایا آج ہم نے ایک نئی کتاب کو سنا اس میں کہا گیا ہے کہ پہلی کتاب میں جو کچھ کہا گیا وہ اصول کے لحاظ سے بالکل درست تھا - اللہ کی طرف سے جو کتابیں آئیں وہ سب سچی تھیں - اسی راستہ کو صاف کرنے کے لیے اب یہ آخری کتاب اتری ہے اور سیدھے راستے کا پتہ دیتی ہے ٭

جنّوں کا اپنی قوم کو پیغام

يٰقَوْمَنَآ - اَجِيْبُوْا - دَاعِيَ - اللّٰهِ - وَ اٰمِنُوْا
اے قوم ہماری بات مان لو اللہ کی طرف بلانے والی اور ایمان لاؤ
بِهٖ - يَغْفِرْ لَكُمْ - مِّنْ - ذُنُوْبِ - كُمْ - وَ
اس پر بخش دیگا واسطے تمہارے کچھ گناہ تمہارے اور
يُجِرْكُمْ - مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۳۱) وَمَنْ - لَّا
بچالے گا تمھیں عذاب دردناک سے اور جو نہ
يُجِبْ - دَاعِيَ - اللّٰهِ - فَلَيْسَ - بِمُعْجِزٍ
بات مانے گا بلانے والے کی اللہ کی طرف پس نہیں وہ تھکا دینے والا
فِي الْاَرْضِ - وَلَيْسَ - لَهٗ - مِنْ دُوْنِهٖٓ
زمین میں اور نہیں واسطے اس کے سوا اللہ کے
اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ - فِيْ - ضَلٰلٍ - مُّبِيْنٍ (۳۲)
مددگار وہ لوگ گمراہی میں ہیں کھلی

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا
اے ہماری قوم اللہ کے بلانے والے کی مانو اور اس پر یقین لاؤ
بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ
کہ بخش دے تمھیں تمہارے گناہ اور
يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۳۱) وَمَنْ لَّا
بچا دے تمھیں ایک دردناک عذاب سے اور جو کوئی
يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ
اللہ کے بلانے والے کو نہ مانے گا وہ زمین میں بھاگ کر تھکا
فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ
نہ سکے گا اور اس کے سوا اس کا کوئی
اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۲)
مددگار نہیں وہ لوگ بھٹکے ہوئے ہیں صریح

داعی اللہ (بلانے والا اللہ کا) داعی اسم فاعل ہے دُعَاءٌ سے جس کے معنی پکارنے بلانے اور دعوت دینے کے ہیں داعی اللہ اللہ کی طرف یا اللہ کا مقرر کیا ہوا بلانے والا اس سے مراد اللہ کے رسول ہیں۔ یُجِرْ (بچالے گا) اصل میں یُجِیْرُ ہے جو جَارٌ سے مضارع ہے جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہو گیا جنوں کی یہ جماعت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سن کر اور اس سے متاثر ہو کر اپنی قوم میں پہنچی تو اس سے کہا بھائیو! ہم پر قرآن شریف کا بہت بڑا اثر ہوا ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ اس رسول کی جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے بات مانو اور یقین کر لو کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا ہو گا۔ اللہ تمہاری پچھلی شرارتیں معاف کر دیگا اور قیامت کے دکھ بھرے عذاب سے بچالے گا اس کے بغیر چارہ بھی کیا ہے اگر نہ مانا تو اللہ سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔ ساری دنیا میں بھاگے پھرو گے تو بھی اسے اپنے گرفتار کر لینے سے عاجز نہ کر سکو گے۔ آسمان میں پہلے ہی ٹھکانا نہیں وہاں جاتے ہو تو تم پر گولے برسا کر پھر تمہیں زمین ہی کی طرف بھیج دیا جاتا ہے پھر کوئی ایسا بھی نہیں جو اللہ کے مقابلہ میں تمہارا مددگار بن جائے اللہ کی پکڑ سے تو اللہ ہی اپنی رحمت سے بچائے تو بچائے اور کوئی بچانے والا نہیں۔ یاد رکھو جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے ان کی گمراہی بالکل ظاہر اور کھلی ہوئی ہے بھلا اللہ سے بڑھ کر اور کس میں طاقت ہے۔ جس پر بھروسہ کیا جائے۔

قیامت برحق ہے

اَوَ لَمْ - یَرَوْا - اَنَّ - اللّٰہَ - الَّذِیْ
کیا اور نہیں سمجھا انھوں نے کہ اللہ جس نے
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضَ - وَلَمْ - یَعْیَ
پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور نہ تھکا
بِخَلْقِهِنَّ - بِقٰدِرٍ - عَلٰۤى - اَنْ - یُّحْیِ - الْمَوْتٰى
ان کے بنانے میں قادر ہے اس پر کہ زندہ کرے مُردوں کو
بَلٰۤى - اِنَّهٗ - عَلٰى - كُلِّ - شَیْءٍ - قَدِیْرٌ ﴿۳۳﴾
ہاں ہاں تحقیق وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے
وَیَوْمَ - یُعْرَضُ - الَّذِیْنَ - كَفَرُوْا - عَلَى النَّارِ
اور جس دن سامنے کھڑے کیے جائیں گے وہ جنھوں نے کفر کیا آگ کے اوپر
اَلَیْسَ - هٰذَا - بِالْحَقِّ - قَالُوْا - بَلٰى وَرَبِّنَا - قَالَ
کیا نہیں یہ حقیقت کہیں گے ہاں ہاں قسم رب ہمارے کی فرمائے گا
فَذُوْقُوا - الْعَذَابَ - بِمَا - كُنْتُمْ - تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾
پس چکھو عذاب بدلے اس کے کہ تھے تم کفر کرتے

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ
کیا دیکھتے نہیں کہ وہ اللہ جس نے آسمان
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ
اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں
بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى
نہ تھکا وہ قدرت رکھتا ہے کہ مُردوں کو زندہ کرے
بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۳﴾
کیوں نہیں وہ ہر چیز کر سکتا ہے
وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ
اور جس دن منکروں کو آگ کے سامنے لائیں گے
اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ
کیا یہ ٹھیک نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہمارے رب کی
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾
کہے گا تو چکھو عذاب بدلہ اس کا جو تم منکر ہوتے تھے

پچھلی آیتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سن کر جنوں کی ایک جماعت پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم کو سمجھایا کہ ہم نے قرآن سنا وہ ایک سچی کتاب ہے اس لیے ہم سب کو چاہیے کہ اس کی ہدایتوں پر عمل کریں ورنہ قیامت کے دن نافرمانی کی سخت سزا بھگتنی ہوگی ان آیتوں میں سمجھایا جا رہا ہے کہ تم ان جنوں سے گئے گزرے نہیں ہو جنہوں نے قرآن سن کر قیامت کا اور جزا سزا کا یقین کر لیا تمہیں تو زمین اور آسمان کو دیکھ کر ہی اللہ کی قدرت کا اندازہ کر لینا چاہیے کہ جس نے ان کو بنا کر کھڑا کر دیا اور بنانے میں کوئی نقصان محسوس نہیں کی اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے اور زندہ کر کے ان کے اعمال کا قیامت میں حساب لے اور اچھوں کو اچھا بدلہ اور بُروں کو برائی کی سزا دے اگر تمہاری سمجھ میں خود نہیں آتا تو پھر قرآن کا کہنا مانو اس نے تمہیں فیصلہ سنا دیا کہ یقیناً مرنے کے بعد سب دوبارہ زندہ ہوں گے یہ اس کی قدرت سے باہر نہیں پھر یہ بھی سن لو کہ جنہوں نے اسے نہ مانا ان کو قیامت کے دن دوزخ پر لا کر کھڑا کر دیا جائیگا کہ بولو یہ وہی دوزخ ہے یا نہیں جس کا تم انکار کرتے تھے وہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم یہ تو سچ مچ دوزخ ہے ۔ ارشاد ہوگا تو پھر دنیا میں اس کا انکار کرنے کی سزا میں آج اس کا عذاب بھگتو۔

صبر سے کام لو

فَاصْبِرْ - كَمَا - صَبَرَ - اُولُوا - الْعَزْمِ
پس صبر کر جیسے کہ صبر کیا ہمت والوں نے
مِنَ الرُّسُلِ - وَلَا تَسْتَعْجِلْ - لَّهُمْ ۚ - كَاَنَّهُمْ
رسولوں میں سے اور جلدی مت کر واسطے ان کے گویا کہ وہ
يَوْمَ - يَرَوْنَ - مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا
جس دن دیکھ لیں گے جس کا وعدہ کیے گئے ہیں نہیں ٹھہرے تھے
اِلَّا - سَاعَةً - مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ
مگر ایک گھڑی دن میں ہے یہ تو پہنچا دینا ہے پس کیا
يُهْلَكُ - اِلَّا - الْقَوْمُ - الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾
ہلاک کیے جائیں گے مگر لوگ نافرمانی کرنے والے

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ
پس تو ٹھہرا رہ جیسے ہمت والے رسول ٹھہرے
مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَاَنَّهُمْ
رہے ہیں اور ان کے معاملہ میں جلدی نہ کر یہ لوگ جس
يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا
دن اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ ہے تو جیسے
اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ
ڈھیل نہ پائی تھی مگر ایک گھڑی دن کی پہنچا دینا ہے اب
يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع ۹
غارت وہی لوگ ہوں گے جو نافرمان ہیں

انسان کو جتنی سمجھ بوجھ عقل اور دانائی دی گئی ہے وہ اگر اس سے ٹھیک طرح کام لے تو وہ تین باتیں اچھی طرح آپ ہی سمجھ سکتا ہے۔ (۱) آسمان اور زمین کو دیکھ کر وہ ضرور پہچان لے گا کہ ان کا کوئی بنانے والا ضرور ہے اور اس کی قدرت بہت بڑی ہے اور پھر دنیا کے باقاعدہ نظام کو دیکھ کر وہ سمجھ لے گا کہ اس کا قائم کرنے والا بھی وہی ایک ہے اور اس کے مقابلہ کا کوئی نہیں اور وہ اللہ ہے (۲) انسان کو غلط راستہ سے بچانے اور سیدھے راستہ پر ڈالنے کے لیے ضروری تھا کہ اللہ ان میں سے اپنے رسول وقتاً فوقتاً بھیجے چنانچہ رسولوں کا سلسلہ برحق ہے (۳) انسان کی امنگیں اور آرزوئیں اس دنیا کی بساط سے کہیں زیادہ ہیں اس لیئے اس کے لیے دوبارہ زندگی چاہیے جس میں وہ پوری ہوں اس کے بعد قرآن حکیم اس کی راہنمائی کریگا اور بتائے گا۔ کہ اللہ برحق ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں۔ قیامت برحق ہے شریروں اور بدکاروں کو دنیا کے قائم رکھنے کیلیے دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے ورنہ پھر آخرت میں تو ملے گی ہی یہ سب کچھ بتاتے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب عقل اور قرآن دونوں سے یہ باتیں ثابت ہو چکیں تو اب تمہارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ جس طرح پہلے باہمت رسولوں نے صبر کیا اور خود اللہ کی اطاعت میں لگے رہے اسی طرح تم بھی ان کافروں کی شرارت سے مت گھبراؤ ان کے معاملہ میں جلدی مت کرو معاملہ اللہ پر چھوڑ دو جب ان کو سزا ملے گی تو یہ گھبرا کر دنیا کے آرام اور مہلت کو صرف ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے جو بہت جلد گزر گئی اور انہیں ہمیشہ کی مصیبت میں ڈال گئی ارشاد ہے کہ ہم نے انہیں اور تمام انسانوں کو ایک پیغام پہنچا دیا اب شامت الہٰی کی آئے گی جو اس پیغام یعنی قرآن کے مطابق عمل نہ کریں گے اور نافرمان ہو کر دنیا میں رہیں گے ۔

سورۃ الاحقاف کیا سکھاتی ہے؟

اس میں اعلان ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن حکیم اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجی ہے۔ اللہ زبردست اور ساری حقیقت سے واقف ہے اللہ کو آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو دیکھ کر پہچانو اور سن لو کہ اس نے ان سب کو ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور یہ کارخانہ ایک مدت تک قائم رہے گا اس کے بعد فنا ہو جائیگا اور انسان دوبارہ ایک نئے ماحول میں پیدا ہوگا۔ اور قیامت قائم ہوگی اس دن ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ رسول اور قرآن کو ماننے سے دنیا میں انکار کر دیا تھا بُرا حال ہوگا اس ارادے کو آج بہت سے انسان خاطر میں نہیں لاتے اور اللہ کو چھوڑ کر بہت سے مختلف قسم کے معبود اپنے لیئے بنا رکھے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اس دنیا کی پیدائش میں ان تمہارے جھوٹے معبودوں کا کوئی حصہ نہیں نہ کسی اگلی کتاب نے اور نہ کسی معقول روایت نے یہ بتایا کہ اللہ کے سوا اور معبود بھی ہیں جو لوگ ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کی سنیں اور نہ ان کا سوال پورا کر سکیں وہ بہت ہی گمراہ لوگ ہیں قیامت کے دن یہ جھوٹے معبود ان کے دشمن ہوں گے اور کہیں گے تم نے ہماری عبادت ہی نہیں کی اور کی تو جھک مارا افسوس لوگ قرآن سن کر اسے جادو یا خود گھڑا ہوا کلام بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ بنا کر اللہ کے نام لگا دیا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دو کہ ہوش کی دوا کریں میں ایسا کرتا تو مجھے اللہ کی سزا سے نہ تم بچا سکتے نہ کوئی اور میں تو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا نہ میں کوئی انوکھا رسول ہوں میں بھی پہلے رسولوں کی طرح ہی ہوں مجھے خود کچھ معلوم نہیں میں تو وہی جانتا اور کہتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اور تمہیں اس کے مطابق بُرے انجام سے ڈراتا ہوں بنی اسرائیل کے عالم لوگ مجھے پہچان کر وہی رسول مانتے ہیں جس کے آنے کا وعدہ پہلی کتابوں میں ہے اور بہت سے ایمان بھی لا چکے ہیں اب بھی تم نہ مانو تو بڑے ہٹ دھرم ہو یہ لوگ جب فیصلہ کر چکے کہ کچھ بھی ہو ہم اسلام کو نہ مانیں گے تو اب تو نہ ماننے کے بہانے ہی ڈھونڈیں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ توراۃ کے بعد لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن عربی میں نازل ہوا ہے۔ اس میں اسلام کا صاف راستہ کھول دیا گیا ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ جو اللہ کو اپنا رب مان کر اس پر جمے رہیں گے وہ خوف اور رنج سے نجات پائیں گے اور جو نہ مانیں گے وہ پچھتائیں گے سعادتمند انسان اللہ کا اور ماں باپ کا حق ادا کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے بدبخت لوگ وہ ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے اور ماں باپ کے سمجھانے سے بگڑ کر ان سے سخت کلامی کرتے ہیں یہ لوگ انہیں تکمے لوگوں میں داخل ہیں جو اللہ کے دین کو ٹھکرا کر اپنا راستہ الگ بناتے ہیں یہ سب لوگ بڑے نقصان میں رہیں گے اور ان کو آخرت میں سوا جہنم کے عذاب کے کچھ نہ ملے گا۔ اس کے بعد عاد وغیرہ کے حال سے عبرت دلائی ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ تم سے زیادہ زبردست تھے مگر اللہ کے آگے کسی کی کچھ نہ چلی۔ اس کے بعد جنوں پر قرآن کا اثر ہونے کا ذکر ہے اور انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ اللہ کو مانے قیامت کو برحق سمجھے۔ ورنہ سخت سزا ملے گی۔ یہ قرآن کا پیغام ہے جو اس کی نہ سنے گا آخر تباہ ہوگا۔

سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی سینتالیسویں سورت ہے اور اس کے چار رکوع ہیں یہ سورت مدینہ میں ہجرت کے پہلے اور دوسرے سال میں نازل ہوئی اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور ان کے لیے جو انعام تیار ہے اس کی وضاحت کی گئی ہے اور کافروں منافقوں اور ادپرے دل سے اسلام کے ماننے والوں کی برائی کی گئی اور ان کی سزا بتائی گئی ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ دنیا کو شریر لوگوں اور فسادیوں سے پاک کریں اور اس کے لیے لڑنا پڑے تو پوری ہمت اور بہادری سے کام لیں ارشاد ہے کہ جنہوں نے اللہ کو مان کر اچھے کام کیے اور قرآن پر یقین کر کے جو ان کے رب کی طرف سے نازل کی ہوئی سچی کتاب ہے اسے اپنا راہنما بنایا اللہ ان کو برائی سے چھڑا کر ان کی حالت درست کر دے گا اور ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ اللہ کے منکر غلط راستہ پر ہیں اور ایمان والوں نے سچی بات مان لی ہے اللہ نے بھلے اور بروں کے حالات کھول کھول کر بتا دیے ہیں۔ اے مسلمانو! شریروں اور فسادیوں سے لڑنا ہی پڑ جائے تو پھر ان کی گردنیں اڑاؤ اور سستی اور ڈھیلے پن سے کام نہ لو کیونکہ دنیا کا امن شریروں کے فنا کرنے پر موقوف ہے جب تک لڑائی جاری ہے شریروں کو بے دھڑک مارو اور جب سچ کا بول بالا ہو جائے تو انہیں قید کر لو اس کے بعد جیسی مصلحت ہو ان کے ساتھ سلوک کرو۔ اللہ چاہتا تو شریروں کو یونہی ہلاک کر دیتا جیسے پہلے زمانے میں سرکشوں کو ہلاک کیا لیکن اس وقت اس نے یہ بوجھ خود انسان پر ڈال دیا ہے کہ دیکھیں اچھے لوگ فسادیوں کے مٹانے میں کیسی اور کتنی جدوجہد کرتے ہیں۔ اور جو اللہ کے لیے لڑتا ہوا مارا جائیگا اس کو اس کی قربانی کی پوری پوری جزا ملے گی اللہ ان کو ٹھیک راستہ دکھا دیگا اور ان کا حال سنوار دے گا۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا رہے کافر تو وہ بالکل گئے گزرے ہوئے ہیں۔ پہلے لوگوں کے حال سے عبرت پکڑو تم پر واضح ہو جائے گا کہ جو اللہ کا نہ رہا وہ کسی کا بھی نہ رہا اور آخر کار تباہ برباد ہوا۔ سنو! مومن نیک وکار جنت میں جائیں گے اور منکر دنیا میں جانوروں کی طرح کھا پی کر آخر کار جہنم رسید ہوں گے۔ اے رسول! مکہ والے تجھے نکال کر آرام نہ پائیں گے ہم نے ان سے کہیں زیادہ طاقتور بستیاں پہلے ہلاک کر دی ہیں۔ اس کے بعد جنت اور جہنم کا نقشہ کھینچا گیا ہے پھر منافقوں کی قلعی کھولی گئی ہے اور سچے مسلمانوں سے ان کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ لڑائی کی ضرورت اور اہمیت بتائی گئی ہے کیونکہ اس کے بغیر دنیا میں فسادی دب نہیں سکتے منافقوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کا حال سب پر عیاں ہو کر رہے گا اور وہ منہ کی کھائیں گے عرب کے مسلمانوں کو جان و مال سے حق بات کے پھیلانے میں مدد کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور صاف کہہ دیا گیا ہے۔ کہ اگر تم نے اس کام میں کوتاہی کی تو پھر یہ کام تمہارے بدلے اور قوموں میں سے کسی کو دے دیا جائے گا۔ اور وہ اسے زور شور سے انجام دیں گے۔

اٰیَاتُھَا ۳۸ (۹۵) سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِیَّۃٌ (۴۷) رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

منکر اور مومن

اَلَّذِیْنَ۔ کَفَرُوْا۔ وَصَدُّوْا۔ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ
جولوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کے رستے سے کھو دیے اللہ نے
اَعْمَالَھُمْ (۱) وَالَّذِیْنَ۔ اٰمَنُوْا۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ وَاٰمَنُوْا
کیے کرائے کام انکے جولوگ ایمان لائے اور کیے انھوں نے نیک کام اور ایمان لائے
بِمَا۔ نُزِّلَ۔ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ وَّھُوَ الْحَقُّ۔ مِنْ رَّبِّھِمْ۔ کَفَّرَ۔ عَنْھُمْ
اس پر جو اتارا گیا اوپر محمد کے اور وہ حق ہے انکے رب کی طرف سے دور کردیں اللہ نے ان سے
سَیِّاٰتِھِمْ۔ وَاَصْلَحَ۔ بَالَھُمْ (۲) ذٰلِکَ۔ بِاَنَّ الَّذِیْنَ۔ کَفَرُوا
برائیاں انکی اور سنوار دیا حال ان کا یہ بوجہ اس کے کہ جنھوں نے انکار کر دیا
اتَّبَعُوا۔ الْبَاطِلَ۔ وَاَنَّ الَّذِیْنَ۔ اٰمَنُوا۔ اتَّبَعُوا۔ الْحَقَّ
پیروی کی انھوں نے جھوٹ کی اور اس کے کہ جنھوں نے یقین کر لیا پیروی کی انھوں نے حق کی
مِنْ رَّبِّھِمْ۔ کَذٰلِکَ۔ یَضْرِبُ۔ اللّٰہُ۔ لِلنَّاسِ۔ اَمْثَالَھُمْ (۳)
اپنے رب کی طرف سے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے لوگوں کے حالات ان کے

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ
جو لوگ کہ منکر ہوئے اور اوروں کو اللہ کی راہ سے روکا اس کے کیے کام
اَعْمَالَھُمْ (۱) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا
اللہ نے کھو دیے اور جو یقین لائے اور انھوں نے بھلے کام کیے اور مانا
بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ کَفَّرَ عَنْھُمْ
جو محمد پر اترا اور وہی سچا دین ہے ان کے رب کی طرف سے اتار دیں انکی
سَیِّاٰتِھِمْ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ (۲) ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا
برائیاں ان پر سے اور سنوار دیا ان کا حال یہ اس لیے کہ جو منکر ہوئے
اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ
وہ جھوٹی بات پر چلے اور جو یقین لائے انھوں نے سچی بات مانی اپنے
مِنْ رَّبِّھِمْ کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَھُمْ (۳)
رب کی طرف سے یوں بتاتا ہے اللہ ان لوگوں کو ان کے احوال

مبالی : (حال) اس کا مادہ ب۔ و۔ ل ہے اس کے معنی دل۔ حال۔ خیالات طرزِ زندگی کے ہیں۔

قرآن حکیم انسان کو بتاتا ہے کہ دنیا میں زندگی شروع کرنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیا اور اس کی چیزیں اور اس کے ساتھ سارے انسان اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ایک دن سب فنا ہو جائیں گے اور پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ پیدا ہوں گے اور آخرت کی زندگی شروع ہوگی اور وہی انسان کی اصل زندگی ہے یہی وہ حق سچائی یا حقیقت ہے جسے قرآن سمجھانا چاہتا ہے اس لیے دنیا کی زندگی اس طرح بسر کرنی چاہیے کہ آخرت کی زندگی خراب نہ ہو یہ طریقہ اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ان کو قرآن مجید عطا فرما کر بتا دیا ہے۔

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جنہوں نے اس حقیقت سے انکار کر دیا اور دوسروں کو بھی اللہ کے مقرر کئے ہوئے راستہ سے روکا ان کے اعمال آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اس دین کو مان لیا جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں اور وہی انسانوں کے رب کا مقرر کیا ہوا سچا دین ہے ان کی خطائیں اور قصور معاف کر دیئے جائیں گے اور ان کی حالت درست کر دی جائے گی۔ وجہ یہ کہ منکروں نے غلط راستہ اختیار کیا اور ایمان والوں نے صحیح طریقہ مان لیا جو ان کے رب نے ان کے لیے مقرر کیا ہے۔ اللہ لوگوں کو ان کے احوال اسی طرح بتاتا ہے۔

دنیا سے فساد مٹا دو

فَاِذَا - لَقِيْتُمُ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - فَضَرْبَ - الرِّقَابِ

پس جب بھڑ جاؤ تم ان لوگوں سے جنھوں نے انکار کر دیا پس مارو گردنیں

حَتّٰٓى - اِذَآ - اَثْخَنْتُمُوْهُمْ - فَشُدُّوا - الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا

یہاں تک جب ستھراؤ کر دو ان کا پس مضبوط کرو قید پس یا

مَنًّۢا - بَعْدُ - وَاِمَّا - فِدَآءً - حَتّٰى - تَضَعَ - الْحَرْبُ

احسان کرو اسکے بعد اور یا معاوضہ لو یہاں تک کہ ڈال دے لڑائی

اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ - يَشَآءُ - اللّٰهُ - لَانْتَصَرَ - مِنْهُمْ

ہتھیار اپنے یہ ختم ہوا اور اگر چاہتا اللہ البتہ انتقام لے لیتا ان سے

وَلٰكِنْ - لِّيَبْلُوَا۟ - بَعْضَكُمْ - بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ - قُتِلُوْا

اور لیکن تاکہ جانچے بعض تمہارے کو ساتھ بعض کے اور جو لوگ مارے گئے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - فَلَنْ يُّضِلَّ - اَعْمَالَهُمْ ۝۴

اللہ کے راستے میں پس ہرگز نہ ضائع کرے گا اللہ اعمال ان کے

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ

سو جب تک منکروں کے مقابل ہو تو مارو گردنیں

حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا

یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو مضبوط باندھو قید

مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ

پھر یا احسان کیجیے یا معاوضہ لیجیے یہاں تک کہ لڑائی اپنے

اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ

ہتھیار رکھ دے یہ سن چکے اور اگر چاہے اللہ تو ان سے بدلہ لے لے

وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا

پر وہ تمھیں ایک سے دوسرے کو جانچنا چاہتا ہے اور جو لوگ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴

اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ان کے کیے کام ضائع نہ کرے گا

پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان دو قسم کے ہوتے ہیں ایک حق کے اور سچائی کے مان لینے والے اور دوسرے غلط راستہ اختیار کرنے والے ان دونوں کے حالات قرآن شریف میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور بتا دیا گیا ہے۔ کہ مرنے کے بعد دونوں کی حالت ایک سی نہ ہوگی۔ دنیا میں تو دونوں ایک ساتھ رہیں گے لیکن آخرت میں سچے اور جھوٹے بالکل ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے پہلا گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا دوزخ میں۔ یہ تو آخرت میں ہوگا لیکن دنیا میں ملے جلے رہے بغیر چارہ نہیں حق کے ماننے والے کسی کو زبردستی دبانا نہیں چاہتے لیکن باطل پرست اگر زبردستی حق کے دبانے کی کوشش کریں اور دونوں میں لڑائی چھڑ جائے تو حق پسندوں کو کیا کرنا چاہیے یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ حق پسند وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لا کر اچھے کام کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں ان کو ان آیتوں میں ہدایت کی جا رہی ہے کہ اگر مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی چھڑ جائے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ انہیں بے دریغ قتل کریں اور بے جا رعایت نہ کریں کیونکہ امن جبھی ہوگا جب شریروں سے دنیا پاک ہوگی جب خوب قتل کر چکیں تو پھر انہیں قیدی بنا لیں اور بعد میں جیسی مصلحت ہو کریں۔ یا احسان کر کے یونہی چھوڑ دیں یا معاوضہ لے کر چھوڑ دیں جب تک جنگ جاری رہے یہی حکم ہے اللہ کافروں کو اور طرح بھی فنا کر سکتا تھا۔ لیکن جہاد سے اچھوں کی آزمائش مقصود ہے۔ کہ وہ اللہ کے لیے جان دینے میں کوتاہی تو نہیں کرتے جو اللہ کے لیے جان دیگا اللہ اس کو پورا پورا اچھا بدلہ دے گا۔

مع ۳ بعض القصد لہٰذا ذٰلک ولٰکن حسن القصار لما قبلہ و وقف علی ذٰلک ۱۲

فرمانبرداری کا اجر

سَيَهْدِيْهِمْ - وَيُصْلِحُ - بَالَهُمْ ﴿۵﴾ وَيُدْخِلُهُمُ
عنقریب راہ دکھائے گا انھیں اور درست کردے گا حالت انکی اور داخل کرے گا انھیں
الْجَنَّةَ - عَرَّفَهَا - لَهُمْ ﴿۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
جنت میں تعریف کرچکا ہے جس کی واسطے انکے اے وہ لوگو جو
اٰمَنُوْٓا - اِنْ تَنْصُرُوا - اللّٰهَ - يَنْصُرْكُمْ
ایمان لائے ہو اگر مدد کروگے تم اللہ کی مدد کرے گا وہ تمہاری
وَيُثَبِّتْ - اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ
اور جمادے گا تمھارے قدم اور جن لوگوں نے
كَفَرُوْا - فَتَعْسًا - لَّهُمْ - وَاَضَلَّ - اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾
کفر کیا پس بربادی ہے واسطے ان کے اور کھودیے اللہ نے کام ان کے
ذٰلِكَ - بِاَنَّهُمْ - كَرِهُوْا - مَآ - اَنْزَلَ - اللّٰهُ
یہ بوجہ اس کے کہ انھوں نے ناپسند کیا وہ جو اتارا اللہ نے
فَاَحْبَطَ - اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾
پس برباد کردیا اس نے کام ان کے

سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿۵﴾ وَيُدْخِلُهُمُ
ان کو راہ دے گا اور ان کا حال سنوارے گا اور ان کو داخل کریگا
الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
بہشت میں جو انھیں معلوم کرادی ہے اے ایمان والو
اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ
اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمھاری مدد کرے گا
وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ
اور تمھارے پاؤں جمادے گا اور جو لوگ منکر ہوئے
كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾
سو منہ کے بل گرے اور اللہ نے ان کے کام کھودیے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
یہ اس لیے کہ انھیں پسند نہ ہوا جو اللہ نے اتارا سو
فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾
ان کے کیے کام اکارت کردیے

تَعْسًا لَّهُمْ (ناس ہو ان کا) یہ آدمی کہے تو بددعا اور کوسنا ہے اللہ کے کلام میں یہ صریح پیش گوئی ہے۔ تعسًا مفعول مطلق ہے۔ جس کا عامل محذوف ہے اَحْبَطَ (ضائع کردیا) ماضی ہے اِحْبَاطٌ سے جو حَبَطٌ کا متعدی ہے حَبْطٌ ضائع ہونا اِحْبَاط ضائع کرنا اَحْبَطَ اسی سے ماضی کا صیغہ ہے سورۃ الکہف کے آخری رکوع میں حبط سے ماضی کا صیغہ گزرچکا ہے ارشاد ہے کہ اللہ کا حکم بجالانے والوں اور اس کا بول بالا کرنے والوں اور اس کی خاطر جان قربان کرنے کے لیے تیار رہنے والوں کو دنیا میں بھی اجر ملیگا اور آخرت میں بھی دنیا میں تو انہیں اللہ سیدھے راستہ پر قائم کردیگا ان کی مشکلات کو آسان کردیگا ان کے دل سے پریشانی اور رنج وغم دور کردے گا اور آخرت میں انہیں اللہ جنت میں داخل کردے گا۔ جنت کی صورت اور کیفیت اس نے قرآن مجید میں خوب کھول کر پہلے ہی بتادی ہے اور انکو دنیا میں ہی اس کے حالات سے واقف کردیا ہے آگے ایمان والوں کو یقین دلایا جارہا ہے کہ اگر تم نے اللہ کے رسول کا کہنا مانا اور اسلام کو قبول کیا تو تم نے اللہ کا کام کیا اور اس کی مدد کی اسلئے اللہ تمہاری مدد کریگا اور جنہوں نے نہ مانا وہ تباہ ہوں گے اور انکے کام اللہ ضائع کردیگا کیونکہ انہوں نے اللہ کے مقرر کئے ہوئے دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اسلام سے نفرت کرنیوالوں کے خواہ وہ بظاہر کتنے ہی اچھے کام کریں اللہ سب کام بیکار کردے گا آخرت میں وہ کام نہ آئیں گے ۔

دوسروں سے سبق

اَفَلَمْ - يَسِيْرُوْا - فِي الْاَرْضِ - فَ - يَنْظُرُوْا
کیا پس نہیں سیر کی انھوں نے زمین میں پس دیکھتے
كَيْفَ - كَانَ - عَاقِبَةُ - الَّذِيْنَ - مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
کیسا ہوا انجام ان کا جو پہلے تھے ان سے
دَمَّرَ - اللّٰهُ - عَلَيْهِمْ ۫ وَ - لِلْكٰفِرِيْنَ
تباہی ڈالی اللہ نے اوپر ان کے اور واسطے کافروں کے ہیں
اَمْثَالُهَا ⑩ ذٰلِكَ - بِاَنَّ - اللّٰهَ - مَوْلَى
چیزیں مانند اس کے یہ بسبب اس کے کہ اللہ کارساز ہے
الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَ اَنَّ - الْكٰفِرِيْنَ - لَا
ان کا جو ایمان لائے اور یہ کہ کافر لوگ نہیں
مَوْلٰى - لَ - هُمْ ⑪ ع
کوئی مددگار واسطے ان کے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا
کیا وہ ملک میں پھرے نہیں کہ دیکھیں
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
کیسا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے
دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ
اکھاڑ پھینکا اللہ نے ان کو اور منکروں کو ایسی
اَمْثَالُهَا ⑩ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى
ہی چیزیں ملتی ہیں یہ اس لیے کہ اللہ رفیق ہے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا
ان کا جو یقین لائے اور یہ کہ جو منکر ہیں ان کا
مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ ع
رفیق کوئی نہیں

ع ۱۱ ۵

ارشاد ہے کہ جو کچھ ان سے کہا جا رہا ہے بالکل سچ ہے۔ اللہ عزوجل نے دنیا کو ایک پختہ منصوبہ کے مطابق بنایا ہے اور اس میں انسان کے لیئے کام کرنے کا ایک قاعدہ اور قانون مقرر کر دیا ہے۔ اور وہ دینِ اسلام ہے جس میں رسولوں کے ذریعے بتا دیا گیا ہے کہ بعض کام انسان کے لیے نقصان پہنچانے والے ہیں۔ وہ اسے نہ کرنے چاہییں اور بعض فائدہ پہنچانے والے ہیں ان میں اسے لگے رہنا چاہیے۔ خود انسان بغیر رسولوں کے بتائے اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کون سے کام مضر ہیں اور کون سے مفید کیونکہ اس کی زندگی فقط یہی دنیا کی زندگی نہیں۔ بلکہ مرنے کے بعد اسے پھر زندگی ملے گی اور وہی اصل زندگی ہے۔ اس کا آرام انہی کو ملے گا۔ جو اللہ کے قانون کے مطابق دنیا میں چلیں گے۔ جو ایسا کریں گے اللہ ان کی مدد کرے گا۔

ارشاد ہے کہ پہلے لوگوں کے حالات دنیا میں چل پھر کر معلوم کرو جنہوں نے اللہ کو نہ مانا اور اس کے دین پر نہ چلے ان کی کیا حالت ہوئی اللہ نے ان کو اکھاڑ پھینکا تباہ و برباد کر دیا اسی طرح جو اس کے دین کو پہچان کر بھی نہ مانیں گے ان کی بھی یہی گت بنے گی کیا تمہیں ابھی تک یہ نہیں سوجھا کہ جو اللہ کو مانے گا اللہ اس کا حمایتی اور مددگار ہوگا اور جو اسے نہ مانے گا اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا اچھا سنو! اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اسی لیے جس نے اسے نہ مانا وہ تباہ و برباد ہوا۔

دونوں کا انجام

اِنَّ - اللّٰهَ - يُدْخِلُ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا
تحقیق اللہ داخل کرے گا ان کو جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ - جَنّٰتٍ - تَجْرِيْ -
اور انھوں نے کیے کام اچھے باغوں میں جاری ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ - وَالَّذِيْنَ - كَفَرُوْا
نیچے ان کے نہریں اور وہ جنھوں نے انکار کردیا
يَتَمَتَّعُوْنَ - وَيَاْكُلُوْنَ - كَمَا - تَاْكُلُ
فائدہ اٹھا رہے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں جیسے کھائیں
الْاَنْعَامُ - وَالنَّارُ - مَثْوًى - لَّهُمْ ⑫
مویشی اور آگ ٹھکانا ہے واسطے ان کے
وَكَاَيِّنْ - مِّنْ قَرْيَةٍ - هِيَ - اَشَدُّ - قُوَّةً
اور بہت سی بستیاں تھیں کہ وہ بڑھ کر تھیں قوت میں
مِّنْ قَرْيَتِكَ - الَّتِيْ - اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ
اس بستی سے تیری جس نے نکال دیا تجھے ہلاک کر دیا ہم نے انھیں
فَلَا - نَاصِرَ - لَهُمْ ⑬
پس نہیں کوئی مددگار واسطے ان کے

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مقرر اللہ ان کو جو یقین لائے اور کیے بھلے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
کام انھوں داخل کرے گا باغوں میں جن کے نیچے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
نہریں بہتی ہیں اور جو لوگ منکر ہیں برت
يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ
رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں
الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫
اور آگ ان کا گھر ہے
اور
وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً
کتنی بستیاں تھیں جو اس تیری بستی سے جس نے
مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ
تجھے نکالا زور میں زیادہ تھیں ہم نے انھیں غارت کردیا
فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬
پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا

پہلے ارشاد ہوا تھا کہ ہم اپنے فرمانبرداروں کی دنیا اور آخرت دونوں سنوار دیں گے اور نافرمانوں کو بے کسی اور بے بسی نصیب ہوگی اس آیت میں حکم بجالانے والوں سے صاف طور پر وعدہ کیا جارہا ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ ایمان لانے والوں کو جو نیک کام کرتے رہے ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے۔ جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور منکروں سے کہا جارہا ہے کہ تم دنیا کے سامان سے خوب فائدہ اٹھالو اور جانوروں کی طرح اندھا دھند خوب کھاپی لو آخرت میں تمہیں کچھ نہ ملے گا اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جارہا ہے کہ مکہ والوں نے تجھے تیرے شہر مکہ سے چلے جانے پر مجبور کردیا یہ اپنی طاقت اور قوت میں مست ہیں ذرا نہیں سمجھتے کہ ان زیادتیوں کا مزہ عنقریب چکھنا پڑے گا ان سے پہلے ہم بہت سی بستیاں تہس نہس کر چکے ہیں وہ ان سے ساز و سامان اور قوت میں کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں ہم نے ان کا تختہ الٹ دیا اور انہیں مدد کرنے والا کوئی نہ ملا۔

جنّت کیا ہے

اَفَمَنْ ۔ کَانَ ۔ عَلٰی ۔ بَيِّنَةٍ ۔ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔ كَمَنْ
کیا پس جو ہے اوپر صاف راستہ کے اپنے رب کی طرف سے ہے مانند اس کے
زُيِّنَ ۔ لَهٗ ۔ سُوْٓءُ ۔ عَمَلِهٖ ۔ وَاتَّبَعُوْٓا ۔ اَهْوَآءَهُمْ (۱۴)
کہ سجا دیے گئے واسطے اس کے بُرے کام اس کے اور پیروی کی خواہشوں کی اپنی
مَثَلُ ۔ الْجَنَّةِ ۔ الَّتِیْ ۔ وُعِدَ ۔ الْمُتَّقُوْنَ ۔ فِيْهَآ
کیفیت اس جنت کی جس کا وعدہ کیا گیا پرہیزگاروں سے اندر اس کے
اَنْهٰرٌ ۔ مِّنْ ۔ مَّآءٍ ۔ غَيْرِ ۔ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ ۔ مِّنْ
نہریں ہیں پانی کی جو نہیں بدبودار اور نہریں ہیں
لَّبَنٍ ۔ لَّمْ ۔ يَتَغَيَّرْ ۔ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ ۔ مِّنْ
دودھ کی کہ نہیں بدلا مزا اس کا اور نہریں ہیں
خَمْرٍ ۔ لَّذَّةٍ ۔ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ
شراب کی مزیدار واسطے پینے والوں کے اور نہریں ہیں
مِّنْ عَسَلٍ ۔ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ ۔ فِيْهَا ۔ مِنْ كُلِّ
شہد صاف کیے ہوئے کی اور واسطے ان کے ہیں ہر قسم کے
الثَّمَرٰتِ ۔ وَمَغْفِرَةٌ ۔ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ
میووں میں سے اور بخشش رب کی طرف سے ان کے

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ
بھلا ایک جو اپنے رب کے واضح راستہ پر چلتا ہے ویسا ہے جن
زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ (۱۴)
کو بُرا کام بھلا نظر آیا اور جو اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں
مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ
احوال اس بہشت کا جس کا ڈرنے والوں سے وعدہ ہوا ہے اس میں
اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ
نہریں ہیں پانی کی جس میں بو نہیں اور نہریں ہیں
لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ
دودھ کی جس کا مزا نہیں پھرا اور نہریں ہیں
خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ
شراب کی جس میں پینے والوں کے واسطے مزہ ہے اور نہریں ہیں
مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
جھاگ اتارے ہوئے شہد اور ان کے لیے وہاں سب
الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ
طرح کے میوے ہیں اور معافی ہے ان کے رب کی طرف سے

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کو اپنا رب مان چکے اور اس کے مقرر کیے ہوئے صاف راستہ پہ چلے آرہے ہیں وہ ان جیسے نہیں ہو سکتے جنہیں ان کے بُرے کام ہی اچھے لگتے ہیں اور جو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں جیسے کام الگ الگ ہیں ویسے ہی ان کے بدلے بھی الگ الگ ہیں جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا دنیا میں بھلے اور بُرے سبھی قسم کے لوگ ہیں انصاف چاہتا ہے کہ بھلوں کو انعام اور بُروں کو سزا ملے اس کا حل سوا اس کے کیا ہے کہ قیامت ہو اور ہر ایک کو اس کے کاموں کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ملے قرآن حکیم نے بتا دیا کہ مرنے کے بعد بُرے دوزخ میں اور بھلے جنت میں جائیں گے جنت کا حال یہ ہے کہ اس میں دنیا کی ساری مزیدار چیزیں سارے عیبوں اور میل کچیل سے پاک کی ہوئی ملیں گی ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان میں کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جسے پھینکنا پڑے دنیا میں ہر مزے کے ساتھ کچھ نہ کچھ دکھ ہے وہاں نرا مزا ہوگا اور دکھ کا تو نام بھی نہ ہوگا ۔ پھر اللہ کی طرف سے اجازت ہوگی کہ جو چاہے کرو کوئی پکڑ نہیں ؏

دوزخ کا کچھ حال

كَمَنْ - هُوَ - خَالِدٌ - فِي النَّارِ - وَسُقُوا
کیا یہ متقی ہے مانند اسکے کہ وہ ہمیشہ رہنے والا ہے آگ کے اندر اور پلائے گئے وہ
مَاءً - حَمِيمًا - فَقَطَّعَ - أَمْعَاءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ
پانی کھولتا پس کاٹ ڈالا آنتوں کو ان کی اور بعض ان میں سے
مَنْ يَسْتَمِعُ - إِلَيْكَ ۚ حَتَّىٰ - إِذَا - خَرَجُوا
وہ ہیں کہ کان لگاتے ہیں تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلتے ہیں
مِنْ عِنْدِكَ - قَالُوا - لِلَّذِينَ - أُوتُوا - الْعِلْمَ
تیرے پاس سے کہتے ہیں ان لوگوں سے جو دیے گئے علم
مَاذَا - قَالَ - آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ - الَّذِينَ
کیا کہا اس نے ابھی ابھی وہ لوگ ہیں کہ
طَبَعَ - اللَّهُ - عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ - وَاتَّبَعُوا
مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور پیچھے ہوئے وہ
أَهْوَاءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِينَ - اهْتَدَوْا
خواہشوں کے اپنی اور جنھوں نے ہدایت پائی
زَادَهُمْ - هُدًى - وَآتَاهُمْ - تَقْوَاهُمْ ﴿۱۷﴾
بڑھا دیا اس نے انھیں ہدایت میں اور دی انھیں پرہیزگاری ان کی

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا
(کیا جنت والا) اس جیسا ہے جو سدا آگ میں رہے اور کھولتا
مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ
پانی انھیں پلایا جائے تو ان کی آنتیں کاٹ ڈالے اور ان میں
مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا
سے بعض ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب
مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو کہتے ہیں ان سے جنھیں علم ملا ہے
مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی یہ وہی ہیں جن کے دلوں پر
طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا
اللہ نے مہر لگا دی ہے اور جو اپنی خواہشوں پر
أَهْوَاءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا
چلتے ہیں اور جو لوگ راہ پر آئے ہیں ان کی
زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿۱۷﴾
سوجھ اس سے اور بڑھ گئی ہے اور اس ہدایت سے انھیں تقویٰ نصیب ہوا

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کیا ان خوش قسمت لوگوں کے برابر وہ لوگ ہو سکتے ہیں جن کا ہمیشہ کا ٹھکانا آگ ہوگا اور کھولتا پانی پینے کو ملے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر نکل پڑیں گی یہ تو ان لوگوں کا بیان ہوا جو کھلے کافر ہیں ان کے علاوہ کچھ لوگ اور بھی ہیں جو ظاہر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کان لگا کر سنتے ہیں مگر دل کہیں اور ہوتا ہے باہر نکل کر جاننے والوں سے کہتے ہیں کہ ابھی ابھی یہ رسول کیا کہہ رہے تھے۔ گویا یہ جتلاتا ہے کہ ہم تو ان کی بات (معاذ اللہ) قابلِ توجہ ہی نہیں سمجھتے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔ یہ اپنی خواہشوں کے پابند ہیں۔ ہمارے رسول کی باتوں سے تو سیدھے راستہ پر چلنے والے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان باتوں سے ان کی پرہیزگاری بڑھتی ہے اور احتیاط کے ساتھ چلتے ہیں اور ترقی ہوتی ہے۔

اظہارِ حقیقت

فَهَلْ - يَنْظُرُوْنَ - اِلَّا - السَّاعَةَ - اَنْ - تَاْتِيَهُمْ
پس کیا راہ دیکھتے ہیں وہ مگر اس گھڑی کی کہ آجائے ان پر
بَغْتَةً ج فَقَدْ - جَآءَ - اَشْرَاطُ - هَا ج فَاَنّٰى
اچانک، پس تحقیق آگئی ہیں علامتیں اس کی پس کہاں ہوگا
لَهُمْ - اِذَا - جَآءَتْ هُمْ - ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾
ان کے لیے جب آہی گئی وہ ان تک سمجھنا ان کا
فَاعْلَمْ - اَنَّهٗ - لَآ اِلٰهَ - اِلَّا - اللّٰهُ - وَاسْتَغْفِرْ
پس جان لے کہ واقعہ یہ ہے کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اور بخشش مانگ
لِذَنْۢبِكَ - وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ - وَالْمُؤْمِنٰتِ ط وَ
واسطے گناہ اپنے کے اور واسطے مسلمان مردوں کے اور مسلمان عورتوں کے اور
اللّٰهُ - يَعْلَمُ - مُتَقَلَّبَكُمْ - وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾
اللہ جانتا ہے الٹنا پلٹنا تمہارا اور ٹھکانا تمہارا

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ
اب یہی ہے کہ وہ قیامت کا انتظار کرتے ہیں کہ ان پر
بَغْتَةً ج فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ج فَاَنّٰى
اچانک آگھڑی ہو سو اس کی نشانیاں آچکی ہیں جب وہ
لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾
ان پر آپہنچے گی تو پھر ان کو سمجھ پکڑنا کہاں نصیب ہوگا
فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ
سو تو جان لے کہ سوا اللہ کے کسی کی بندگی نہیں اور اپنے گناہ
لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط وَ
کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کیلئے معافی مانگ
ع ۲ ۸ ۶ اللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾
اور اللہ کو تمہاری بازگشت اور تمہارا گھر معلوم ہے

مُتَقَلَّبَ (الٹ پلٹ) مصدر میمی ہے۔ اور تقلب کے معنی میں ہے اس کا مادہ ق - ل - ب قلب کے معنی کسی چیز کے پلٹ دینے کے ہیں مُتَقَلَّب اس کا لازم ہے یعنی پلٹنا اس سے مراد وہ حالتیں ہیں جن میں سے انسان گزرے گا یعنی دنیا کی زندگی پھر موت پھر قبر پھر قیامت پھر حشر پھر حساب وغیرہ۔ ارشاد ہے کہ قرآن حکیم کی ہدایتیں سن چکے مگر انہیں قبول نہ کیا پچھلے نافرمانوں کا انجام دیکھ چکے مگر ٹس سے مس نہ ہوئے جنت دوزخ کا ذکر سن چکے مگر کان پر جوں تک نہ چلی اب کیا یہ لوگ اسی کی راہ دیکھ رہے ہیں کہ قیامت ان کے سر پر اچانک آکھڑی ہو خیر اس میں بھی کچھ دیر نہیں کیونکہ اس کی علامتیں تو ظاہر ہو ہی چکی ہیں۔ سب سے بڑی علامت رسول آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد اب بس قیامت ہی آئے گی اور کوئی اس سے ڈرانے والا اب نہ آئے گا۔ لیکن نادانو! اتنا تو سوچو کہ قیامت کے آنے کے بعد اس کا موقعہ کہاں رہے گا کہ سوچو سمجھو اور سمجھا بھی تو کس کام کا۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تمام انسانوں کو سنایا گیا ہے کہ ابھی سے قیامت کی مصیبتوں سے بچنے کی فکر کرلو سب سے اوّل تو یہ سمجھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے بعد اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھر مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کرو۔ اور یہی عبادت کا خلاصہ ہے جس میں سب برابر ہیں آگے اللہ ہی جانے کہ آدمی کن حالتوں میں سے گزرے گا اور آخر اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا یا جنت ۔

وقت پر بزدلی کیسی؟

وَ - یَقُوْلُ - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا - لَوْلَا - نُزِّلَتْ - سُوْرَۃٌ ج
اور کہتے ہیں وہ جو ایمان لائے کیوں نہ اتاری گئی ایک سورت
فَاِذَآ - اُنْزِلَتْ - سُوْرَۃٌ - مُّحْکَمَۃٌ - وَّ - ذُکِرَ - فِیْھَا
پس جب اتاری گئی سورت پکی باتوں والی اور ذکر کیا اس میں
الْقِتَالُ لا - رَاَیْتَ - الَّذِیْنَ - فِیْ قُلُوْبِھِمْ - مَّرَضٌ
لڑائی کا دیکھا تونے ان کو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے
یَّنْظُرُوْنَ - اِلَیْکَ - نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ - مِنَ الْمَوْتِ ط
تکتے ہیں تیری طرف تکنا بیہوش پڑے ہوئے کا موت سے
فَاَوْلٰی - لَھُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَۃٌ - وَّقَوْلٌ - مَّعْرُوْفٌ قف
پس خرابی ہے واسطے ان کے کہنا ماننا اور کہنا بھلی بات
فَاِذَا - عَزَمَ - الْاَمْرُ قف فَلَوْ - صَدَقُوا
پس جب آ ہی پڑے کام پس اگر وہ سچے ہوں
اللّٰہَ - لَ - کَانَ - خَیْرًا - لَّھُمْ ﴿۲۱﴾
اللہ کے البتہ ہو بہتر ان کے لیے

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَۃٌ ج
اور ایمان والے کہتے ہیں کہ ایک سورت کیوں نہ اتری
فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ وَّذُکِرَ فِیْھَا
پھر جب ایک جانچی ہوئی سورت اتری اور اس میں لڑائی
الْقِتَالُ لا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ
کا ذکر ہوا تو تو ان کو جن کے دل میں روگ ہے دیکھتا ہے تیری طرف
یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ ط
تکتے ہیں جیسے کوئی مرنے کے وقت بیہوش پڑا ہوا تکتا ہے
فَاَوْلٰی لَھُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَۃٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ قف
سو خرابی ہے ان کی حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی
فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ قف فَلَوْ صَدَقُوا
پھر جب کام کی تاکید ہو تو اگر اللہ سے سچے رہیں
اللّٰہَ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ﴿۲۱﴾
تو ان کا بھلا ہے

اَوْلٰی لَھُمْ (خدا کی مار ان پر) عربی میں دھمکانے کا کلمہ ہے۔ اَوْلٰی کا مادہ و - ل - ی۔ وَلِیَ کے معنی میں قریب ہونا یہاں مراد یہ ہے کہ کم بختی ان سے بہت قریب ہے اس آیت میں ان لوگوں کو دھمکایا گیا ہے جو وقت پڑنے پر بزدلی کرتے ہیں ارشاد ہے کہ یہ ایمان لانے والے لوگ مکہ کے سرکش لوگوں کے ستانے سے تنگ آکر کہا کرتے ہیں کہ کاش ہمیں لڑنے کا حکم مل جاتا تو ہم ان موذیوں کو مزا چکھا دیتے کیونکہ اس وقت تک لڑنے کی اجازت نہ تھی پھر جب وہ سورت اتری جس میں خوب جچے تلے مضبوط حکم تھے اور اس میں لڑنے کا حکم ہوا تو ایمان کے کچے اور ظاہرداری برتنے والے لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اے رسول تیری طرف اس طرح تکنے لگے جیسے مرتا ہوا آدمی تکتا ہے ان سے کہہ دو کہ یہ تمہاری بدبختی کی علامت ہے اور ایمان والوں کا کام تو اللہ کا حکم بجا لانا اور زبان سے اچھی باتیں نکالنا ہے۔ یہ ابھی مرے کیوں جاتے ہیں۔ ان بزدلوں کی باری لڑائی میں پہلے کیوں آنے لگی۔ پہلے تو وہ لڑیں گے جو دلیر اور بہادر ہیں البتہ اگر ایسا ہی موقعہ آپڑے کہ ہر ایک کے لئے لڑنا ضروری ہو جائے تو اس وقت ان کی بہتری اسی میں ہے کہ اللہ کے آگے سچے ہو کر دکھائیں اللہ کے اوپر ایمان لانا جس بات کو چاہتا ہے۔ وہ فرمانبرداری ہے۔ اس میں چاہے جان جائے یا رہے ؏

کیا دنیا کا ناس کرنا ہے

فَهَلْ - عَسَيْتُمْ - اِنْ - تَوَلَّيْتُمْ - اَنْ
پس کیا توقع کی جائے تم سے کہ اگر حاکم بن جاؤ تم تو
تُفْسِدُوْا - فِی الْاَرْضِ - وَتُقَطِّعُوْا - اَرْحَامَكُمْ (۲۲)
فساد کرو بیچ زمین کے اور کاٹ ڈالو رشتہ داریاں اپنی
اُولٰٓئِكَ - الَّذِیْنَ - لَعَنَهُمُ - اللّٰهُ -
یہی وہ لوگ ہیں لعنت کی جن پر اللہ نے
فَاَصَمَّهُمْ - وَاَعْمٰٓى - اَبْصَارَهُمْ (۲۳)
پس بہرا کر دیا انھیں اور اندھی کر دیں آنکھیں ان کی
اَفَلَا - یَتَدَبَّرُوْنَ - الْقُرْاٰنَ - اَمْ - عَلٰى
کیا پس نہیں غور کرتے قرآن میں یا اوپر
قُلُوْبٍ - اَقْفَالُ - هَا (۲۴)
دلوں کے قفل ہے ان کے

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ
پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو
تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (۲۲)
ملک میں خرابی ڈالو اور اپنی قرابتیں قطع کر دو
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ
ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی
فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ (۲۳)
پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں
اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى
کیا وہ قرآن میں دھیان نہیں کرتے یا دلوں پر
قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (۲۳)
ان کے قفل لگ رہے ہیں

اَرْحَام (رشتہ داریاں) رَحِمٌ یا رِحْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی قرابت کے ہیں۔

پہلی آیت میں کہا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے اور جنہوں نے اس کے رسول حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی کتاب قرآن حکیم کو اپنا رہنما مان لیا تو ان کو چاہیے۔ کہ جس وقت جو حکم ان کو دیا جائے اس کو بجا لانے کے لیے تیار رہیں ان کو سچے دل سے اللہ کی فرمانبرداری کرنی چاہیے یہی ان کے حق میں بہتر ہے مکہ کے اندر حکم تھا کہ کافروں سے مت لڑو خواہ وہ تم کو کتنا ہی ستائیں تم صبر سے کام لو ان سے جھگڑا مت کرو۔ اب جب تمہیں لڑنے کا حکم مل گیا تو اس کے ماننے میں ٹال مٹول مت کرو۔ بعض بزدل اور ظاہر دار لوگ جن کی لڑنے کے نام سے جان نکلنے لگی۔ اسلام کے نام کو بٹا لگانے والے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ ان سے کہو کہ مقصود تو دنیا سے فساد مٹانا اور آپس میں مل جل کر رہنا ہے۔ اس کے لیے کبھی لڑائی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اب اگر تم فساد مٹانے سے جان چراتے ہو تو ظاہر ہے کہ فساد کو پسند کرتے ہو تو کیا تم سے اس وقت بھی جب تمہیں حکومت مل جائے یہی توقع رکھنی چاہیے کہ تم اس وقت بھی فساد کرو اور قرابت داروں میں کتا چھپی کو چلنے دو گے۔ یہ لوگ جو فساد مٹانے کے لیئے جان پر کھیلنے کے لیئے تیار نہیں ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ یہ حکومت کر کے عدل و انصاف قائم کریں گے۔

فساد مٹانا لڑائی کی غرض ہے

حکومت میں تو اپنی ہی جان کو سکھ پہنچانے میں لگے رہنے کا موقع اور بھی زیادہ ہے لیکن جو لوگ اس میں لگ گئے وہ تو فساد پھیلانے والے ہیں۔ ان سے سوا اس کے اور کیا توقع ہو سکتی ہے کہ تمام قرابتوں اور رشتہ داریوں کو مٹا دیں دنیا میں سے فساد مٹانے اور آپس کے تعلقات قائم رکھنے اور ان کے خیال کرنے کی امید بادشاہت ملنے کے بعد انہیں سے کی جا سکتی ہے جنہوں نے شر اور فساد کے زمانے میں امن اور میل جول بحال کرنے کے لیئے جان و مال دینے تک سے دریغ نہیں کیا۔ یہی لوگ جب حاکم بن جائیں گے تو اپنے اختیارات کو امن و امان قائم رکھنے کے لیے کام میں لائیں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ ان لوگوں پر افسوس ہے کہ یہ لوگ اتنی بات نہیں سمجھتے کہ انسان کی بہتری کس میں ہے۔ سنو! انسان کی بہتری اس میں ہے کہ اللہ کو اپنا اور ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اور اس کا انتظام کرنے والا سمجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری رسول مانے اور قرآن حکیم کو اللہ کی کتاب مان کر اس کے اندر اپنی حالت درست کرنے کی ترکیبیں ڈھونڈ کر نکالے قرآن حکیم اسے بتائے گا کہ انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ اللہ کا سچے دل سے بندہ بن کر رہے اور اس کے سارے حکم جو اس نے قرآن میں دیئے ہیں بجالائے اور ان کے بجالانے کا طریقہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے یہ لوگ جو اللہ کو اس کی قدرت کی نشانیاں دنیا میں دیکھ کر نہیں پہچانتے اور اس کو چھوڑ کر فقط اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں بڑے نادان ہیں یہ لوگ اس قرآن کو کیوں نہیں دیکھتے اور اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے یہ قرآن انہیں بتائے گا کہ اپنی خواہشوں کو چھوڑ دو۔ خواہشیں تمہیں کام کی باتوں سے ہٹا کر ان باتوں میں پھنسا دیں گی جن میں تمہارا سراسر نقصان ہی نقصان ہے ان باتوں میں پھنس کر تم کسی کام کے نہ رہو گے قرآن ان سے کہے گا کہ مصیبت کے وقت صبر سے کام لو فقط اپنے ہی بھلے کے لیئے کسی سے مت لڑو اگر فسادی فساد پھیلانے سے باز نہ آئیں تو ان کا بہادری سے مقابلہ کرو اللہ کا حکم ہے کہ اس وقت اپنی جان کی بھی پرواہ مت کرو کیونکہ دنیا کا بھلا اسی میں ہے۔ کہ فساد مٹے خود انسان بھی شور و شغب لڑائی جھگڑے فساد اور دنگوں میں پھنس کر کہیں کا نہ رہے گا یہ قرآن انہیں بتائے گا کہ جب تم فسادیوں کو دبا چکو اور حکومت تمہارے ہاتھ میں آجائے تو اس وقت اپنے اختیارات سے دنیا میں عدل و انصاف قائم رکھنے کا کام لو آپس کے لڑائی جھگڑے مٹاؤ اور لوگوں کو سکھاؤ کہ آپس میں کوئی کسی کو نہ ستائے کوئی کسی کا حق نہ دبائے سب کی ضرورتیں پوری کرنے کا بندوبست جیسا ہونا چاہیے ویسا بندوبست ہو یہ لوگ قرآن حکیم کی باتوں پر غور کیوں نہیں کرتے اور ان کے دلوں میں اس کی نصیحتیں کیوں نہیں اترتیں۔ کیا ان کے دلوں پر الگ الگ اپنے اپنے تالے لگ گئے۔

منافقوں کا طرزِ عمل

اِنَّ - الَّذِیْنَ - ارْتَدُّوْا - عَلٰٓی اَدْبَارِ - هِمْ
تحقیق جو لوگ الٹے پھر گئے اوپر پیٹھوں اپنی کے
مِّنْۢ بَعْدِ - مَا - تَبَیَّنَ - لَهُمُ - الْهُدَی
بعد اس کے کہ ظاہر ہوچکی واسطے ان کے ہدایت
الشَّیْطٰنُ - سَوَّلَ - لَهُمْ - وَ - اَمْلٰی - لَهُمْ (۲۵)
شیطان نے چکمہ دیا انھیں اور دیر تک زندگانی کا وعدہ کیا ان سے
ذٰلِكَ - بِاَنَّهُمْ - قَالُوْا - لِلَّذِیْنَ
یہ بسبب اس کے کہ انھوں نے کہا ان سے جنھوں نے
كَرِهُوْا - مَا - نَزَّلَ اللّٰهُ - سَنُطِیْعُكُمْ
ناپسند کیا جو اتارا اللہ نے عنقریب پیروی کریں گے تمھاری
فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ - وَاللّٰهُ - یَعْلَمُ
بیچ بعض باتوں کے اور اللہ جانتا ہے
اِسْرَارَهُمْ (۲۶)
خفیہ باتیں کرنا ان کا

اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ
بے شک جو لوگ الٹے پھر گئے اپنی پیٹھ پر
مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی
بعد اس کے کہ ان پر سیدھی راہ ظاہر ہوچکی
الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰی لَهُمْ (۲۵)
شیطان نے بات بنائی ان کے دل میں اور دیر تک جینے کے وعدے کیے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ
یہ اس واسطے کہ انھوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کی اتاری
كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ
ہوئی کتاب سے بیزار ہیں کہا کہ بعض کاموں میں ہم
فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ
تمھاری بات بھی مانیں گے اور اللہ جانتا ہے
اِسْرَارَهُمْ (۲۶)
ان کا خفیہ مشورہ کرنا

سَوَّلَ (اچھا بنا کر دکھایا) ماضی کا صیغہ ہے۔ تَسْوِیْل سے سورۂ یوسف میں اس کا مؤنث کا صیغہ گزر چکا ہے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو بنا سنوار کر دکھانا۔ اِسْرَار (چھپا کر بات کرنا۔ اس کی ماضی کا صیغہ سورۃ الانبیاء میں گزر چکا ہے اس کے معنی ہیں خفیہ باتیں کرنا یا مشورے کرنا۔

ارشاد ہے کہ یہ منافق لوگ اسلام میں داخل ہونے کا اقرار کرنے کے بعد پیٹھ پھیر کر الٹے پھرے جاتے ہیں حالانکہ ان پہ بالکل واضح ہو چکا ہے۔ کہ سچا دین اور سیدھی راہ اسلام ہی ہے۔ ان سے کہہ دو کہ یہ شیطان کے بہکاوے میں آگئے ہیں اس نے ان کے دل میں یہ خیال بنا سنوار کر بٹھا دیا ہے کہ بھلا لڑ کر جان دینے سے کیا فائدہ۔ لڑائی میں نہ جاؤ گے تو بہت دن تک زندہ رہو گے اور موج اڑاؤ گے ابھی تمہیں بہت دن زندہ رہنا ہے لڑ کر جان دینے میں کیا دھرا ہے یہ شیطان کا قابو ان پر اس درجہ سے چل گیا کہ یہ سچے دل سے ایمان نہیں لائے فقط مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے کلمہ پڑھ لیا ہے اور چپکے چپکے یہودیوں وغیرہ سے جو قرآن کو اچھا نہیں سمجھتے کہہ رکھا ہے کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے طرفدار ہیں گو ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ اللہ ان کی ان خفیہ باتوں سے خوب واقف ہے۔

منافقوں کا انجام

فَ - کَیْفَ - اِذَا - تَوَفَّتْھُمُ - الْمَلٰٓئِکَۃُ

پس کیا ہوا جب دنیا سے لے جائیں گے ان کو فرشتے

یَضْرِبُوْنَ - وُجُوْھَھُمْ - وَاَدْبَارَھُمْ ﴿۲۷﴾

پیٹتے ہوں گے وہ چہرے ان کے اور پیٹھیں ان کی

ذٰلِکَ - بِاَنَّھُمُ - اتَّبَعُوْا - مَآ - اَسْخَطَ - اللّٰہَ -

یہ بر سبب اس کے کہ انھوں نے پیروی کی اس بات کی جس نے ناراض کیا اللہ کو

وَکَرِھُوْا - رِضْوَانَہٗ - فَاَحْبَطَ - اَعْمَالَھُمْ ﴿۲۸﴾

اور نفرت کرتے رہے رضامندی سے اسکی پس برباد کیا اس نے کاموں کو ان کے

اَمْ - حَسِبَ - الَّذِیْنَ - فِیْ قُلُوْبِھِمْ - مَّرَضٌ

کیا گمان کیا انھوں نے کہ بیچ دلوں کے ان کے روگ ہے

اَنْ - لَّنْ - یُّخْرِجَ - اللّٰہُ - اَضْغَانَھُمْ ﴿۲۹﴾

کہ ہرگز نہ ظاہر کرے گا اللہ دل کی دشمنیاں ان کی

فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ

پس کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے

یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ ﴿۲۷﴾

مارتے جاتے ہوں گے ان کے منہ پر اور پیٹھ پر

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰہَ

یہ اس لیے کہ وہ اس راہ پر چلے جس سے اللہ بیزار ہے

وَکَرِھُوْا رِضْوَانَہٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ ﴿۲۸﴾

اور اس کی خوشی ناپسند کی پھر اس نے ان کے کام اکارت کر دیے

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے خیال کرتے

اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَھُمْ ﴿۲۹﴾

ہیں کہ ان کے کینے اللہ ظاہر نہ کر دے گا

تَوَفَّتْ (دنیا سے اٹھائیں گے) تَوَفِّیْ سے ماضی کا صیغہ ہے اس کا مضارع سورہ آلِ عمران میں گذر چکا ہے مراد یہ ہے کہ جب وہ مرنے لگیں گے یُخْرِجُ (نکالے گا) مضارع کا صیغہ ہے اخراج سے جس کے معنی نکالنا ہے یہاں اس کے معنی ظاہر کر دینے اور دوسروں کو بتا دینے کے ہیں۔ اَسْخَطَ (ناراض کیا) ماضی کا صیغہ ہے اِسْخَاطٌ سے جو س - خ - ط سے بنا ہے سَخَطٌ کے معنی غصہ اور ناراضی کے ہیں اسخاط اس کا متعدی ہے یعنی ناراض کر دینا اَضْغَانٌ (چھپی ہوئی دشمنیاں۔ کینے) ضِغْن کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کینہ یعنی دل میں چھپی ہوئی عداوت دشمنی ؁

ارشاد ہے کہ یہ منافق لوگ یہ نہیں سوچتے کہ انہیں ایک دن مرنا ہے جب فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں گے اور ان کے منہ اور پیٹھ پر ضرب لگائیں گے اس وقت ان کا حال کیا ہوگا۔ انہیں کچھ تو سوچنا چاہیے یہ گت ان کی اس لیئے بنے گی کہ انہوں نے وہی باتیں اختیار کیں جو اللہ کو ناراض کرتی ہیں اور ان باتوں سے بھاگتے رہے جن سے اللہ راضی ہوتا ہے سو اللہ نے بھی ان کے سارے کام اکارت کر دیئے جب تک اللہ کو نہ مانیں گے ان کے نیک کاموں کا نفع انہیں آخرت میں کچھ نہ پہنچے گا ؁

ارشاد ہے کہ یہ منافق دھوکے باز اس خیال میں نہ رہیں۔ کہ ان کی مسلمانوں سے دلی دشمنی اور کینہ یوں ہی چھپا رہے گا اور اللہ اس سے مسلمانوں کو واقف نہ کرے گا کہ ان کے شر سے بچیں ؁

شانِ ستّاری

وَ لَوْ ۔ نَشَآءُ ۔ لَاَرَيْنٰكَهُمْ ۔ فَلَعَرَفْتَهُمْ
اور اگر ہم چاہیں البتہ دکھادیں ہم تجھ کو وہ لوگ البتہ پہچان چکا ہے تو انھیں
بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَ ۔ لَ ۔ تَعْرِفَ ۔ نَّ ۔ هُمْ ۔ فِيْ ۔ لَحْنِ
ساتھ چہرے انکے کے اور البتہ پہچان لے گا تو ضرور انھیں بیچ طرز
الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ ۔ يَعْلَمُ ۔ اَعْمَالَ ۔ كُمْ ﴿۳۰﴾
گفتگو کے اور اللہ جانتا ہے کاموں کو تمہارے
وَ ۔ لَ ۔ نَبْلُوَنَّكُمْ ۔ حَتّٰى ۔ نَعْلَمَ
اور البتہ آزمائیں گے ہم ضرور تم کو تاکہ جان لیں ہم
الْمُجٰهِدِيْنَ ۔ مِنْ ۔ كُمْ ۔ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ
جہاد کرنے والوں کو تم میں سے اور ڈٹنے والوں کو
وَ ۔ نَبْلُوَا ۔ اَخْبَارَ ۔ كُمْ ﴿۳۱﴾
اور جانچ لیں خبریں تمہاری

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ
اور اگر ہم چاہیں تو تجھ کو وہ لوگ دکھلا دیں سو تو انھیں
بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ
ان کے چہروں سے پہچان تو چکا ہے اور آگے بات کے ڈھب سے
الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾
پہچان لے گا اور اللہ کو تمہارے سب کام معلوم ہیں
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ
اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے تاکہ معلوم کرلیں جو تم میں
الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ
لڑائی کرنے والے ہیں اور قائم رہنے والے ہیں
وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾
اور تمھاری خبریں تحقیق کرلیں

اللہ عزوجل کسی کے عیب اور برائیاں دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا مگر اس وقت جب اس میں کوئی مصلحت ہو مثلاً اچھے لوگوں کو ان کی برائیوں سے بچانا ہو اس وقت حسب ضرورت جتلا دیتا ہے پہلے ارشاد ہوا کہ یہ منافق اس گھمنڈ میں نہ رہیں۔ کہ یہ ہمیشہ چھپے دشمن بن کر رہ سکیں گے اور ظاہر میں مسلمانوں سے مل کر ان کے دشمنوں کو ان کے حالات سے مطلع کرتے رہیں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم چاہیں تو ان کا پردہ چاک کردیں اور تو انہیں دیکھتے ہی پہچان لے کہ یہ منافق ہیں اور ان کا حال سب پر ظاہر ہو جائے۔ پھر بھی تیرے سامنے آکر ان کے چہرے ایسے بن جاتے ہیں کہ تو انہیں پہچان ہی لیتا ہے۔ اور پھر ان کے طرزِ کلام سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ یہ مخلص نہیں کیونکہ مخلصوں کے بات کرنے کا ڈھنگ ہی اور ہوتا ہے۔ بہر حال دنیا میں ہر ایک کا پردہ رکھنا منظور ہے ورنہ اللہ کو تو تم میں سے ہر ایک کے کاموں کا علم ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ دنیا میں کسی کو بدنام کرنا مقصود نہیں بلکہ آزمانا مقصود ہے کہ دیکھیں اللہ کے واسطے لڑکر جان دینے کے لیے کون تیار ہوتا ہے اور سختی اور مصیبت کے اندر کون صبر کے ساتھ قائم رہتا ہے منظور یہ ہے کہ ہر ایک کی بابت ٹھیک ٹھیک حالات معلوم ہو جائیں اور جس کے دل میں جو کچھ چھپا ہوا ہے وہ سامنے آجائے۔

نقصان کس کا ہے

اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ کَفَرُوْا ۔ وَصَدُّوْا ۔ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

تحقیق جنھوں نے کفر کیا اور روکا راہ سے اللہ کی

وَشَآقُّوا ۔ الرَّسُوْلَ ۔ مِنْۢ بَعْدِ ۔ مَا تَبَیَّنَ

اور مخالفت کی رسول کی پیچھے اس کے کہ ظاہر ہو چکی

لَھُمُ ۔ الْھُدٰی ۔ لَنْ ۔ یَّضُرُّوا ۔ اللّٰہَ ۔ شَیْئًا ؕ

واسطے انکے راہ سیدھی ہرگز نہ ضرر پہنچائیں گے اللہ کو کچھ

وَسَیُحْبِطُ ۔ اَعْمَالَھُمْ ﴿۳۲﴾ یٰٓاَیُّھَا ۔ الَّذِیْنَ

اور عنقریب ملیامیٹ کر دے گا وہ کام ان کے اے وہ جو

اٰمَنُوْٓا ۔ اَطِیْعُوا ۔ اللّٰہَ ۔ وَاَطِیْعُوا ۔ الرَّسُوْلَ

ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی

وَلَا ۔ تُبْطِلُوْٓا ۔ اَعْمَالَکُمْ ﴿۳۳﴾

اور مت مٹاؤ کیے کام اپنے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

جو لوگ منکر ہوئے اور انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا

وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ

اور مخالف ہو گئے رسول کے بعد اس کے کہ ان پر سیدھی

لَھُمُ الْھُدٰی ۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ؕ

راہ ظاہر ہو گئی وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے

وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ ﴿۳۲﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ

اور وہ ان کے سب کام اکارت کر دے گا اے ایمان والو

اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

اللہ کے حکم پر چلو اور رسول کے حکم پر چلو

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ ﴿۳۳﴾

اور اپنے کیے ہوئے کام ضائع مت کرو

شَآقُّوْا (مخالفت کی انھوں نے) ماضی کا صیغہ ہے شقاق سے جو سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے یہاں اس سے مخالفت کرنا اور دشمنی کرنا مراد ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ ضدی لوگ ہمارے رسول سے دشمنی کر کے اور ہمارے مقرر کئے ہوئے سیدھے راستے پر چلنے سے لوگوں کو روک کر سراسر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ اللہ عزوجل نے انسان کے لیے اسلام کا سیدھا راستہ مقرر کر دیا ہے اور ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ واقعی انسان کے لیے اگر کوئی نجات کا راستہ ہے تو یہی ہے۔ ان سے کہہ دو کہ تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اس کے دین کو نہیں دبا سکتے اور نہ اس کے رسول کو نیچا دکھا سکتے ہو عنقریب تم دیکھ لوگے کہ تمہاری ان سب کرتوتوں کا کیا حشر ہوگا۔ اللہ تمہارے ان سب شرارت بھرے کاموں کو ملیامیٹ کر دے گا۔ اسلام کا بول بالا کرے گا۔ اسلام سے لوگوں کو روکنے کی یہ تمہاری ساری کوششیں بیکار ثابت ہوں گی اور تم برباد ہو کر رہ جاؤ گے اور اسلام کا ڈنکا بجے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کے قدم بقدم چلو اگر تم کوئی اچھا کام دکھاوے کے لیے لوگوں میں اچھا بننے کے لیے یا اپنا دل خوش کرنے کے لیے یا کسی اور دنیاوی غرض کے لیے کرو گے تو وہ یونہی ضائع ہو جائیں گا سب کام اللہ کے رسول کی ہدایت کے موافق کرو ورنہ وہ کسی کام نہ آئیں گے خبردار اپنے کاموں کو اس طرح ضائع مت کرو۔

صاف فیصلہ

إِنَّ - الَّذِينَ - كَفَرُوا - وَصَدُّوا
تحقیق جو لوگ کافر ہوئے اور روکا انھوں نے
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ - ثُمَّ - مَاتُوا - وَهُمْ
اللہ کی راہ سے پھر مرگئے اور وہ
كُفَّارٌ - فَلَنْ - يَغْفِرَ اللَّهُ - لَهُمْ (۳۴) فَلَا
کافر ہی تھے پس ہرگز نہ بخشے گا اللہ ان کو پس نہ
تَهِنُوا - وَتَدْعُوا - إِلَى السَّلْمِ ۖ وَأَنْتُمُ
بزدلی کرو کہ پکارنے لگو طرف صلح کے اور تم ہی ہو
الْأَعْلَوْنَ ۖ وَاللَّهُ - مَعَكُمْ - وَلَنْ
بلند اور اونچے اور اللہ ساتھ ہے تمھارے اور ہرگز نہ
يَتِرَكُمْ - أَعْمَالَكُمْ (۳۵)
نقصان پہنچائے گا وہ تمھیں کاموں میں تمھارے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا
جو لوگ منکر ہوئے اور لوگوں کو اللہ کی
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ
راہ سے روکا پھر مرگئے اور وہ
كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (۳۴) فَلَا
منکر ہی رہے تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا سو تم
تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ۖ وَأَنْتُمُ
بودے نہ ہوئے جاؤ کہ صلح صلح پکارنے لگو غالب
الْأَعْلَوْنَ ۖ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ
تم ہی رہو گے اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور تم
يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ (۳۵)
کو تمھارے کاموں میں نقصان نہ دے گا

لَا تَهِنُوا (مت سست پڑو) نہی کا صیغہ ہے و۔ ہ۔ ن سے وَهْنٌ کے معنی کمزور ہو جانا فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا کے بیچ کی واؤ جمع کی ہے جس کے بعد مضارع منصوب ہوتا ہے۔ يَتِرَ (نقصان پہنچائے گا وہ) مضارع ہے و۔ ت۔ ر سے وَتْرٌ کے معنی گھٹا دینا نقصان دینا یہاں لَنْ آنے سے منصوب ہو گیا۔ انسان کو دنیا میں اتنا اختیار ہے کہ جو راستہ چاہے پسند کرے اور جس طرح چاہے رہے لیکن اس کے لیے فقط ایک راستہ ایسا ہے۔ جس پر چلنے میں اس کا دونوں جہان میں بھلا ہے اور اس کے علاوہ سارے راستے اس کو تباہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔ قرآن مجید اسی سیدھے راستے کو واضح کرنے کے لیے آیا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر چلنے کا طریقہ سکھاتے ہیں یہ راستہ اسلام ہے اور اس کے علاوہ اور سارے راستے کفر کے ہیں جنہوں نے خود کفر کیا وہ اس کی بڑی سزا آخرت میں بھگتیں گے لیکن دنیا میں اگر وہ دوسروں کو زبردستی اسلام سے روکیں گے تو اکثر انہیں یہاں بھی سزا دی جاتی ہے ان آیتوں میں اسی کو کھول کر بیان کیا گیا ہے ﴿ ارشاد ہے کہ کفر کرنے والے اگر کفر ہی کی حالت میں مرگئے تو وہ اللہ کی مغفرت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے اگر وہ دوسروں کو بھی اسلام سے روکیں تو تم اس سے انہیں منع کرو اور اگر وہ فساد پہ اتر آئیں تو انہیں مار مار کر سیدھا کرو اور ہمت نہ ہارو اور نہ فسادیوں سے ڈر کر صلح کی درخواست کرو جب تک وہ فساد سے باز نہ آئیں۔ ان کا پیچھا نہ چھوڑو آخر میں غالب رہو گے اللہ تمہارے ساتھ ہے اور اگر تم اس کا حکم مان کر زندگی بسر کرو گے تو کبھی گھاٹے میں نہ رہو گے تم اسلام پہ قائم رہو گے تو فسادی لوگ آخر کار تم سے دب کر رہیں گے ﴿

ایمان اور تقویٰ

اِنَّمَا - الْحَیٰوۃُ - الدُّنْیَا - لَعِبٌ - وَّلَھْوٌ
اس کے سوا کچھ نہیں کہ زندگی دنیا کی کھیل ہے اور تماشا
وَاِنْ - تُؤْمِنُوْا - وَتَتَّقُوْا - یُؤْتِکُمْ
اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو دے وہ تم کو
اُجُوْرَکُمْ - وَلَا یَسْئَلْکُمْ - اَمْوَالَکُمْ (۳۶)
اجر تمھارے اور نہ مانگے وہ تم سے مال تمھارے
اِنْ - یَّسْئَلْکُمُوْ - ھَا - فَ - یُحْفِکُمْ
اگر مانگے وہ تم سے مال پس تقاضا کرے تم کو
تَبْخَلُوْا - وَیُخْرِجْ - اَضْغَانَ - کُمْ (۳۷)
بخل کرو تم اور باہر نکال لائے وہ کینے تمھارے

اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ
دنیا کا جینا تو کھیل ہے اور تماشا
وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِکُمْ
اور اگر تم یقین لاؤ گے اور بچ کر چلو گے تو تم کو
اُجُوْرَکُمْ وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ (۳۶)
اللہ تمھارا بدلہ دے گا اور تم سے تمھارے مال نہ مانگے گا
اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ
اگر وہ تم سے مال مانگے پھر تم کو تنگ کرے تو
تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ (۳۷)
بخل کرنے لگو اور وہ تمھارے دل کی خفگیاں ظاہر کر دے

یُحْفِ: (سر ہو جائے) اصل میں یُحْفِی ہے ان کی وجہ سے یے گر گئی اِحْفَاءٌ سے مضارع ہے جس کا مادہ ح - ف - د ہے اسی مادہ سے حَفِیٌّ ہے جو سورۃ الاعراف میں گزرا - اِحْفَاءٌ کے معنی بار بار طلب کرنا تقاضا کرنا - سر ہو جانا - اضغان (کینے) ضِغْنٌ کی جمع ہے عداوت کینہ - کپٹ ۔

ایمان والوں کو پہلے ہدایت کی گئی کہ فسادیوں سے جنگ چھڑ جائے تو پھر بودا پن اور بزدلی مت دکھاؤ اور ڈر کر صلح کی درخواست مت کرو آخر میں غالب تم ہی رہو گے فقط صبر و استقلال شرط ہے - اس آیت میں ارشاد ہے کہ دنیا تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں تھوڑی دیر کا کھیل تماشہ ہے اس میں اسی طرح زندگی بسر کرو جیسے اللہ نے بتایا اصل چیز ایمان اور برے کاموں سے بچنا ہے جو انہیں اختیار کرے گا اللہ اسے اس کا بدلہ اور ثواب عطا فرمائے گا وہ تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرتا اگر تمہیں یہ حکم ہوتا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے - سب اللہ کے لیے خرچ کر دو - اور پھر اس کی تاکید کی جاتی اور اس پر اصرار کیا جاتا تو تم پر بہت شاق گزرتا اور اکثر تو کنجوسی پر کمر باندھ لیتے اور کھلم کھلا ناراضی اور خفگی کا اظہار کرنے لگتے اس لیے اللہ نے تمہیں مال دے کر تمہارے ہی پاس رہنے دیا تاکہ خواہ مخواہ کے بوجھ سے تنگ آ کر کہیں ایسا نہ ہو کر دین ہی سے اکتا جاؤ - یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ انسان مال و دولت کو یہ نہ سمجھے کہ میں اس کا مالک ہوں اور یہ میری کمائی ہوئی ہے اور اس لیے اس پر اترانے لگے اس کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا مالک اللہ ہے اور اس نے اپنی مہربانی سے دولت مجھے دے رکھی ہے - یہ اس کی عنایت ہے - کہ اس نے مجھ کو یہ نہیں کہا کہ تم پر اپنی ساری دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا فرض ہے ۔

مال خرچ کرنا

هٰٓاَنْتُمْ - هٰٓؤُلَآءِ - تُدْعَوْنَ - لِتُنْفِقُوْا

یہ تم او لوگو بلائے جاتے ہو تم تاکہ خرچ کرو

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ - مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ

بیچ راہ اللہ کے پس تم میں سے بعض وہ ہے جو بخل کرتا ہے

وَمَنْ - يَّبْخَلْ - فَاِنَّمَا - يَبْخَلُ

اور جو بخل کرے گا پس سوا اس کے نہیں کہ وہ بخل کرے گا

عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ - الْغَنِيُّ - وَاَنْتُمُ

اپنے آپ سے اور اللہ ہر حاجت سے بری ہے اور تم

الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ - تَتَوَلَّوْا - يَسْتَبْدِلْ

حاجت مند ہو اور اگر منہ پھیر لو گے تم لے آئے گا وہ تمہارے بدلے

قَوْمًا - غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ - لَا يَكُوْنُوْٓا

ایک قوم سوا تمہارے پھر نہ ہوں گے وہ

اَمْثَالَ - كُمْ ۝ ۳۸

مانند تمہارے

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا

سنتے ہو تم لوگ تم کو بلاتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ

خرچ کرو پھر تم میں کوئی ایسا ہے کہ نہیں دیتا

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ

اور جو نہ دے گا تو اپنے آپ کو نہ دے گا

عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ

اور اللہ بے نیاز ہے اور تم

الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ

محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ

قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا

اور لوگ بدل دے گا تمہارے سوا پھر وہ تمہاری طرح

اَمْثَالَكُمْ ۝ ۳۸

کے نہ ہوں گے

ع ۱۰ ۸

پہلے ارشاد ہوا کہ اللہ عزوجل تم سے تمہاری دولت طلب نہیں کرتا وہ تمہاری دولت کا محتاج نہیں البتہ وہ تمہیں تمہاری بھلائی کی باتیں بتانا چاہتا ہے۔ سنو تمہارا بھلا اس میں ہے کہ تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو جب تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو تو اب جو وہ کہے وہ کرو۔ اس نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر وہ سب باتیں بتا دی ہیں جو تمہیں کرنی ہی چاہییں تمہیں جو ہدایت کی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو تو اس میں تمہارا ہی بھلا ہے اللہ کو تمہارے مال کی ضرورت نہیں تم اس کا کچھ حصہ بطور زکوٰۃ دے دیا کرو کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ سے محتاجوں پر خرچ کیا جائے تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ اس میں بھی بخل کرتے ہیں۔ ان نادانوں سے کہہ دو کہ اس میں خود تمہارا ہی فائدہ ہے دین کا بھی اور دنیا کا بھی۔ اگر بخل کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے دنیا میں تمہارا جتھا بکھر جائے گا اور آخرت میں ثواب سے محروم رہو گے اور نافرمانی کی سزا الگ بھگتنی پڑے گی۔ اللہ تو احتیاج سے پاک ہے البتہ تم ہر طرح محتاج ہو اگر تم حکم ماننے سے جی چراؤ گے تو اللہ تمہارے بدلے کوئی اور قوم کھڑی کر دے گا اور وہ تمہاری طرح نافرمانی نہ کرے گی۔

سورۃ محمدؐ کیا سکھاتی ہے

جن لوگوں نے اللہ کا انکار کر دیا وہ اپنے نزدیک چاہے جتنے نیک کام کریں اللہ کے ہاں ان کے وہ سب کام بے کار ہیں ان سے انہیں آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا بلکہ بعض کام تو دنیا ہی میں ان کے لیے وبال بن جائیں گے مثلاً اسلام سے روکنے میں جان و مال خرچ کرنا گو وہ اسے اچھا سمجھتے ہیں لیکن آگے چل کر اس طرح خرچ کرنا ان کی تباہی کا باعث ہو جائے گا ہاں جو لوگ اللہ کو مان کر نیک کام کریں گے اور قرآن کو سچا مان کر اس کو اپنا راہنما قرار دیں گے۔ ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی اور ان کی خطاؤں کو معاف کر کے ان کی حالت درست کر دی جائے گی۔ اے مسلمانو! اگر کافر اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں اور ان سے لڑنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو پھر ہمت اور بہادری سے کام لو اور فساد پھیلانے والوں کو مٹا ڈالو جب تک لڑائی جاری ہے۔ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرو کیونکہ دنیا سے فساد کا اور فسادیوں کو مٹانا امن و امان قائم کرنے کے لیے ضروری ہے جب فسادی پست ہو جائیں اور لڑائی رک جائے تو باقی ماندہ فسادیوں کو قید کر لو اور پھر اگر چھوڑ دینے میں مصلحت ہو تو یوں ہی چھوڑ دو ورنہ ان سے کچھ معاوضہ لے لو۔ اللہ فسادیوں کو اور طرح سے بھی تباہ کر سکتا تھا۔ لیکن اس میں اپنے بندوں کی آزمائش مقصود ہے کہ انہیں ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا تاکہ ثابت قدم رہنے والوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا جائے اور جو لڑائی میں مارے جائیں ان کو ان کی قربانی کا بدلہ آخرت میں دیا جائے گا۔ سن لو ان کو بڑی آرام کی جگہ یعنی جنت میں پہنچا دیا جائے گا جہاں ہر قسم کی خوشی اور آرام کا سامان مہیا ہے وہاں ان کے سارے ارمان پورے کیے جائیں گے ان کافروں کو پہلے زمانے کے لوگوں کے حالات دیکھ کر اور سن کر ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ وہ لوگ ان سے بہت زیادہ زبردست تھے لیکن ان کے اعمال کی شامت سے اللہ نے انہیں تباہ کر دیا جب وہی نہ بچے تو یہ کیا بچیں گے دنیا میں انہیں انجام کار اللہ کے سچے دل سے ماننے والوں کے ہاتھ سے نیچا دیکھنا پڑے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ تم میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ پہلے تو بہت بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے تھے۔ لیکن جب دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا تو لگے بزدلی دکھانے اور جان چھڑانے کچھ لوگ بظاہر مسلمانوں میں ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے دل کہیں اور ہیں یہ سب لوگ اپنی خواہشوں کے غلام ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں ان کی آنکھیں قیامت ہی کو کھلیں گی۔ لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ قیامت بھی عنقریب آنے والی ہے اور اس کی علامتیں ظاہر ہوتی گئی ہیں۔

اے مسلمانو! تم توحید کو مضبوط پکڑو اور اپنے لیے اور ایمان والوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہو۔ اسلام کا سیدھا راستہ سچے دل سے اختیار کرو۔ اللہ کی اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو زکوٰۃ ادا کرو اگر تم اسلام قائم نہ کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ اور کوئی قوم پیدا کر دے گا۔ جو اسلام کو پروان چڑھائے گی۔

سُورَۃُ الفتح

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی اڑتالیسویں سورت ہے اور ہجرت کے چھٹے سال صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ واپس آتے وقت نازل ہوئی۔ اس کے چار رکوع ہیں۔ اس سورت میں چند واقعات کی طرف اشارہ ہے ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ مع اصحاب مکہ میں داخل ہوئے اور عمرہ کیا اور اس کے تمام ارکان بخوبی ادا کئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ اسی سال عمرہ کیا جائے گا ان کا شوق دیکھ کر آپ بھی تیار ہو گئے اور عمرہ کے لیے روانہ ہوئے۔ قربانی کا جانور (ہدی) ساتھ لیا اس وقت آپ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار کے قریب آدمی تھے مکہ والوں نے سنا تو کہا کہ ہم ان کو مکہ میں نہ آنے دیں گے اور سوار اور پیادہ کا ایک لشکر آپ کو روکنے کے لیے تیار کیا آپ لڑائی سے بچنے کے لیے تنگ گھاٹیوں میں سے گزرتے ہوئے مکہ کے قریب حدیبیہ میں پہنچے اور وہاں ٹھہر کر مکہ والوں کو کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے فقط عمرہ کرنے آئے ہیں۔ جس کے لیے کسی کو کوئی روک ٹوک نہیں اس کا کچھ جواب نہ ملا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا مکہ والوں نے انہیں روک لیا اور افواہ اڑ گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا یہ سن کر آپ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مسلمانوں سے پختہ عہد لیا کہ اگر لڑائی ہو گئی تو دل و جان سے لڑیں گے۔ اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں مکہ کے قریش یہ خبر سن کر ڈر گئے اور صلح کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ صلح کے لیے تیار ہو گئے اور صلح نامہ لکھا گیا اور آپ نے انہی کی شرطوں پر صلح کر لی۔ صحابہؓ اتنا دبنے کے لیئے تیار نہ تھے۔ یہ طے پایا کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آیندہ سال آکر عمرہ کریں اور یہ کہ دس سال تک ہمارے تمہارے درمیان لڑائی نہ ہو گی۔ چنانچہ آپ نے حدیبیہ ہی میں قربانی کی اور احرام کھول دیا اور واپس مدینہ واپس ہوئے اس وقت یہ سورت نازل ہوئی جس میں صلح حدیبیہ کو ایک عظیم فتح کہا گیا۔ اگلے سال ۷ھ کے شروع میں آپ نے یہودیوں کے شہر خیبر کو فتح کیا اور اس غزوہ میں آپ کے ساتھ فقط وہی لوگ تھے جو صلح حدیبیہ کے وقت آپ کے ہمراہ تھے اس کے بعد ذیقعدہ ۷ھ میں آپ نے صلح کی شرطوں کے مطابق عمرہ کیا اور بخیر و خوبی مدینہ واپس آئے۔

اس کے بعد قریش مکہ نے صلح کے عہد نامہ کی خلاف ورزی کی اور رمضان ۸ھ میں آپ دس ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر تشریف لے گئے اور مکہ کو فتح کیا اس صورت میں بتایا گیا ہے کہ یہ صلح حدیبیہ ایک بڑی فتح ہے چنانچہ لڑائی رکنے کی وجہ سے لوگوں میں میل جول بڑھا اور اسلام کی خوبیاں دیکھ کر لوگ گروہ کے گروہ اسلام میں داخل ہوئے جن میں خالد بن ولید اور عمرو بن عاص بھی تھے اور دو سال کے اندر اندر ہی مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی اسی سورت میں فتح خیبر کی بھی پیشگوئی کی گئی بیعتِ رضوان کرنے والوں کو شاباش دی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صفت بیان کی گئی اور پختہ ایمان والے نیک لوگوں سے مدد کا وعدہ فرمایا گیا۔

اٰیَاتُہَا ۲۹ سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّةٌ (۴۸) رُکُوْعَاتُہَا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

صلح کے شاندار نتیجے

اِنَّا ۔ فَتَحْنَا ۔ لَكَ ۔ فَتْحًا ۔ مُّبِيْنًا ①
تحقیق ہم نے فتح دی تیرے لیے فتح کھلی ہوئی

لِّيَغْفِرَ ۔ لَكَ ۔ اللّٰهُ ۔ مَا تَقَدَّمَ ۔ مِنْ ذَنْۢبِكَ
تاکہ بخش دے تیرے لیے اللہ وہ جو پہلے ہوئے گناہوں سے تیرے

وَمَا ۔ تَاَخَّرَ ۔ وَيُتِمَّ ۔ نِعْمَتَهٗ ۔ عَلَيْكَ
اور جو پیچھے ہوئے اور پوری کر دے نعمت اپنی تجھ پر

وَيَهْدِيَكَ ۔ صِرَاطًا ۔ مُّسْتَقِيْمًا ② وَّ
اور چلائے تجھے راہ سیدھی اور

يَنْصُرَكَ ۔ اللّٰهُ ۔ نَصْرًا ۔ عَزِيْزًا ③
مدد کرے تیری اللہ مدد زبردست

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ①
ہم نے تیرے واسطے فیصلہ کر دیا صریح فیصلہ

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ
تاکہ اللہ معاف کرے تیرے گناہ جو آگے ہو چکے

وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ
اور جو پیچھے رہے اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ② وَّ
اور تجھ کو سیدھی راہ پر چلائے اور

يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ③
مدد کرے اللہ تیری زبردست مدد

حدیبیہ کی صلح نرالے ماحول میں ہوئی کافروں کی ڈھیٹائی اور مسلمانوں کو ہر طرح دبانے کی کوشش دیکھ کر ہمت والے مسلمان ان کو سخت سزا دینے پر تلے ہوئے تھے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر ان سے لڑنے مرنے کے لیے تیار تھے وہ ان کے ستم سہتے سہتے تنگ آ گئے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر و تحمل سے کام لیا اور صلح ہی کو مناسب سمجھا کافروں کی ہر بات مان لی انہوں نے کہا کہ اپنے صلح نامے میں فقط اپنا نام لکھو اور اس کے ساتھ رسول اللہ مت لکھو آپ نے فرمایا اچھا انہوں نے کہا کہ دس سال صلح کی مدت میں اگر ہم میں سے کوئی تم میں چلا جائے تو اسے واپس بھیج دو اور تم میں سے کوئی اگر ہمارے پاس چلا آئے تو ہم اسے واپس نہ بھیجیں گے آپ نے فرمایا اچھا انہوں نے کہا اس وقت واپس چلے جاؤ اگلے سال عمرہ کرنا اور یاد رہے کہ کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو بظاہر اس صلح میں کفار سے دبنے کے آثار تھے لیکن اللہ نے اس سورت میں اس صلح کو بڑی شاندار فتح بتایا اور واقعی دن جوں جوں گزرتے گئے اس کے فائدے ظاہر ہوتے چلے گئے اس آیت میں ہے کہ اے رسولؐ اس صلح میں تم نے بڑے صبر اور تحمل سے کام لیا۔ اس کے انعام میں ہم نے تمہاری ساری اگلی پچھلی خطاؤں کو اور بھول چوک کو معاف کیا اور ہم اپنے انعامات تم پر پورے کر کے رہیں گے اور تمہیں سیدھے راستے سے کبھی نہ ہٹنے دیں گے اور ہماری زبردست مدد ہر وقت تمہیں حاصل رہے گی چنانچہ یہ سب کچھ پورا ہوا اور پورا ہو کر رہے گا۔ اسلام میں بے روک ٹوک لوگوں کے جھتے کے جھتے داخل ہونے لگے اسلام عرب میں ہر طرف پھیل گیا دشمنوں کے دلوں پر رعب بیٹھ گیا اور بڑی بڑی شاندار لڑائیاں آسانی سے فتح ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ سارے جزیرۃ العرب میں کوئی سر اٹھانے کے قابل نہ رہا۔

اللہ کا فضل

هُوَ۔ الَّذِیۡ۔ اَنۡزَلَ۔ السَّکِیۡنَۃَ۔ فِیۡ قُلُوۡبِ۔ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
وہی ہے جس نے اتاری ڈھارس بیچ دلوں ایمان والوں کے
لِیَزۡدَادُوۡۤا۔ اِیۡمَانًا۔ مَّعَ۔ اِیۡمَانِہِمۡ ؕ وَ۔ لِلّٰہِ۔
تاکہ بڑھ جائیں وہ ایمان میں ساتھ ایمان اپنے کے اور واسطے اللہ کے ہیں
جُنُوۡدُ۔ السَّمٰوٰتِ۔ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَکَانَ۔ اللّٰہُ۔ عَلِیۡمًا
لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے اللہ جاننے والا
حَکِیۡمًا ﴿۴﴾ لِّیُدۡخِلَ۔ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ
حکمت والا تاکہ داخل کرے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو
جَنّٰتٍ۔ تَجۡرِیۡ۔ مِنۡ تَحۡتِہَا۔ الۡاَنۡہٰرُ۔ خٰلِدِیۡنَ
باغوں میں چلتی ہیں نیچے جن کے نہریں ہمیشہ رہنے والے
فِیۡہَا۔ وَیُکَفِّرَ۔ عَنۡہُمۡ۔ سَیِّاٰتِہِمۡ ؕ
اس میں اور دور کردے ان سے ان کی برائیاں

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دل میں اطمینان اتارا
لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِہِمۡ ؕ وَلِلّٰہِ
تاکہ ان کا ایمان ان کے ایمان کے ساتھ بڑھ جائے
جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا
اور آسمانوں کے اور زمین کے سب لشکر اللہ کے ہیں اور خبردار
حَکِیۡمًا ﴿۴﴾ لِّیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ
حکمت والا ہے تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں
جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ
کو باغوں میں پہنچا دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ
فِیۡہَا وَیُکَفِّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ ؕ
رہیں ان میں اور ان پر سے برائیاں اتار دے

اس میں شک نہیں کہ حدیبیہ کے موقعہ پر مسلمانوں نے بہادری کا اور رسول اللہ کے فیصلہ پر سر جھکا دینے کا حق ادا کر دیا اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی اپنے جذبات کو اپنے آقا کے حکم کے سامنے دبا دینا کوئی آسان کام نہیں اور وہ بھی اپنے ہوش و حواس میں ہوتے ہوئے اور کچھ سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے اوّل مرتبہ بیعت رضوان کے وقت صحابہؓ نے بہادری کا بے مثال ثبوت دیا اس کے بعد اپنے خلاف مرضی کافروں کے ساتھ صلح کے معاملہ میں رسول اللہ کے فرمان کے آگے گردن جھکا کر اطاعت اور فرمانبرداری ثابت کر دی۔ ارشاد ہے کہ ان میں سے ہر ہر موقع پر اللہ تعالیٰ ہی نے ایمان والوں میں اطمینان اور سکون پیدا کیا اور اس سے ان کے ایمان میں اور ترقی ہوئی۔ آگے ارشاد ہے کہ مسلمانوں کو اللہ کے حکم کے آگے بے چون وچرا سر جھکا دینا چاہیے۔ سنو! وہ تمہیں اگر کوئی لڑائی کا حکم دے گا تو وہ تمہاری ہر طرح مدد بھی کر سکتا ہے۔ آسمان اور زمین کی ساری قوتیں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ سب باتوں سے واقف ہے اور ہر موقعہ کی مصلحت خوب جانتا ہے اس کی فرمانبرداری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنت کے باغوں میں رہنے کی جگہ دیگا۔ جن میں ہر طرف نیچے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی خطاؤں اور برائیوں کو معاف کر کے ان کے نیک کاموں کو قبول فرمائے گا ؛

فسادیوں کا انجام

وَ - كَانَ - ذٰلِكَ - عِنْدَ اللّٰهِ - فَوْزًا - عَظِيْمًا ﴿۵﴾

اور ہے یہ اللہ کے ہاں کامیابی بڑی

وَّيُعَذِّبَ - الْمُنٰفِقِيْنَ - وَالْمُنٰفِقٰتِ - وَالْمُشْرِكِيْنَ

اور تاکہ عذاب دے منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں کو

وَالْمُشْرِكٰتِ - الظَّآنِّيْنَ - بِاللّٰهِ - ظَنَّ - السَّوْءِ ؕ

اور مشرک عورتوں کو جو گمان کرتے ہیں بابت اللہ کے گمان بُرا

عَلَيْهِمْ - دَآئِرَةُ - السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ - اللّٰهُ

ان پر دور ہے برائی کا اور غضب ناک ہوا اللہ

عَلَيْهِمْ - وَلَعَنَهُمْ - وَاَعَدَّ - لَهُمْ - جَهَنَّمَ ؕ

ان پر اور دھتکار دیا انہیں اور تیار کر دی واسطے ان کے دوزخ

وَسَآءَتْ - مَصِيْرًا ﴿۶﴾ وَلِلّٰهِ - جُنُوْدُ - السَّمٰوٰتِ

اور بُرا ہے وہ ٹھکانا اور اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ - اللّٰهُ - عَزِيْزًا - حَكِيْمًا ﴿۷﴾

اور زمین کے اور ہے اللہ قوت والا حکمت والا

وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۵﴾

اور یہ ہے اللہ کے ہاں بڑی مراد ملنی

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

اور تاکہ عذاب دے دغاباز مردوں کو اور دغاباز عورتوں کو اور شرک کرنے والے

وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ

مردوں اور شرک کرنے والی عورتوں کو جو اٹکلیں کرتے ہیں اللہ پر بری اٹکلیں

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ

ان پر پڑے پھیر مصیبت کا اور اللہ غصہ ہوا ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ

اور تیار کی ان کے لیے دوزخ اور

وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

بُری جگہ پہنچنے کی ہے اور اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾

اور زمین کے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

دَآئِرَةُ السَّوْءِ: (مصیبت کا چکر) دائرۃ اسم فاعل ہے دور سے کوئی چیز گول یا گھومنے والی۔ سَوْءِ برائی مصیبت سورۃ الفرقان میں گزر چکا ہے۔ ارشاد ہوا تھا کہ ہم اپنے نیک بندوں کو نیک کاموں کی ہمت اور سختیاں جھیلنے کی طاقت عطا فرماتے ہیں تاکہ انہیں اس کے بدلے جنت میں جگہ دیں ارشاد ہے کہ اللہ کے ہاں انسان کی یہ بڑی کامیابی ہے کہ اسے جنت میں جگہ مل جائے پھر ارشاد ہے کہ کام کا موقع دے کر ظاہری مسلمانوں اور مشرکوں کا پول کھول کر ان کو سزا دینا بھی منظور ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی بابت بُرے گمان رکھتے ہیں اور اسکی مدد سے مایوس رہتے ہیں چنانچہ آپکے ہمراہ مدینہ سے بجز ایک کے کوئی منافق عمرے کے لیے نہ نکلا۔ سوچا کہ ان کو تو مکّہ والے دبوچ کر رکھ دیں گے ہم کیوں انکے ساتھ جا کر تباہی مول لیں۔ ادھر مشرکوں نے سوچا کہ مسلمان عمرہ کے نام سے آرہے ہیں لیکن ارادہ یہ ہے کہ مکہ پر قبضہ کر لیں دونوں نے اللہ کی بابت بُرا گمان کیا پہلوں نے سوچا کہ اللہ کی مدد (نعوذ باللہ) نہ ہوگی اور ہوگی تو نعوذ باللہ اتنے بڑے گروہ کے آگے بے کار ہوگی دوسروں نے اللہ کو ماننے والوں کو دغاباز سمجھا ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو شامت گھیرنے ہی والی ہے۔ اور اللہ ان سے سخت ناراض ہے انکو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بُرا ٹھکانا ہے آسمان اور زمین کے سارے لشکر اللہ کے قبضے میں ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

رسولؐ کا مرتبہ

إِنَّا - أَرْسَلْنٰكَ - شَاهِدًا - وَّمُبَشِّرًا - وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾
تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا
لِ - تُؤْمِنُوْا - بِاللّٰهِ - وَرَسُوْلِهٖ - وَتُعَزِّرُوْهُ - وَ
تاکہ ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور مدد کرو تم اس کی اور
تُوَقِّرُوْهُ ط وَتُسَبِّحُوْهُ - بُكْرَةً - وَّأَصِيْلًا ﴿۹﴾ إِنَّ
تعظیم کرو تم اس کی اور پاکی بیان کرو اس کی صبح اور شام تحقیق
الَّذِيْنَ - يُبَايِعُوْنَكَ - إِنَّمَا - يُبَايِعُوْنَ - اللّٰهَ ط
جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے یقیناً وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے
يَدُ اللّٰهِ - فَوْقَ - أَيْدِيْهِمْ ج فَ - مَنْ - نَّكَثَ
ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھوں ان کے کے پھر جو توڑ بیٹھے
فَ إِنَّمَا - يَنْكُثُ - عَلٰى نَفْسِ - هٖ ج وَ - مَنْ - أَوْفٰى - بِمَا
تو یقیناً وہ توڑتا ہے اوپر جان اپنی کے اور جو پورا کرے اسے جو
عٰهَدَ - عَلَيْهُ - اللّٰهَ - فَسَيُؤْتِيْهِ - أَجْرًا - عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾
معاہدہ کیا اس پر اللہ سے پس عنقریب دے گا اُسے اجر بڑا

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾
ہم نے تجھے بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا
لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ
تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر یقین لاؤ اور اس کی مدد کرو
تُوَقِّرُوْهُ ط وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿۹﴾ إِنَّ
اس کی عظمت رکھو اور اس کی پاکی بولتے رہو صبح اور شام تحقیق
الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط
جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں
يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ
اللہ کا ہاتھ ان کے اوپر ہے سو جو قول توڑ دے
فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ج وَمَنْ أَوْفٰى بِمَا
تو توڑتا ہے اپنے نقصان کو اور جو کوئی پورا کرے اس چیز
عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع ۹
کو جس پر اقرار کیا اللہ سے تو وہ اس کو بہت بڑا بدلہ دے گا۔

ارشاد ہے کہ تمہارا عمرہ کے لیے سفر جس کا انجام صلح حدیبیہ ہوا بڑی خیر و برکت والا ہے اور ہم نے اے رسول تمہیں اسی لیے بھیجا ہے کہ تم مختلف حالتوں میں سے گزرو اور ہر حالت کے مناسب لوگوں کو مفید ہدایتیں کرتے رہو اور اے انسانوں تمہارے لیے موقع ہے کہ رسول کو پہچانو اور اللہ پر ایمان لاؤ اور پھر اللہ کی مدد اس طرح کرو کہ اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس کی بڑائی اور عظمت قائم رکھو اور صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے رہو آگے ارشاد ہے کہ جو لوگ رسولؐ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کسی نیک کام کرنیکا عہد کرتے ہیں وہ اللہ سے عہد کرتے ہیں گویا انہوں نے اللہ کے ہاتھ اپنی جان اپنا مال اپنا آرام سب کچھ بیچ دیا۔ اب ہر ایک کو سمجھ لینا چاہیے کہ جس نے رسول اللہؐ سے بیعت کی اس نے اللہ سے بیعت کی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے ذریعے اللہ ہی کے حکموں پر عمل کرنا سکھانا ہے اب جو کوئی قول و قرار سے پھر جائے گا اور اس کو توڑ ڈالے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ اور رسول کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور جو اس معاہدہ کو پورا کرے گا۔ جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے۔ تو اللہ اسے بڑا اجر دے گا ؎

کمزور ایمان والے

سَیَقُوْلُ ۔ لَکَ ۔ الْمُخَلَّفُوْنَ ۔ مِنَ الْاَعْرَابِ
عنقریب کہیں گے واسطے تمہارے پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں میں سے
شَغَلَتْنَا ۔ اَمْوَالُنَا ۔ وَاَھْلُوْنَا ۔ فَ ۔ اسْتَغْفِرْلَنَا
مشغول رکھا ہمیں مالوں ہمارے نے اور گھر والوں ہمارے نے پس گناہ بخشوا دے ہمارے
یَقُوْلُوْنَ ۔ بِاَلْسِنَتِھِمْ ۔ مَا ۔ لَیْسَ ۔ فِیْ ۔ قُلُوْبِھِمْ ؕ
کہتے ہیں وہ ساتھ زبانوں اپنی کے جو نہیں بیچ دلوں ان کے کے
قُلْ ۔ فَمَنْ ۔ یَّمْلِکُ ۔ لَکُمْ ۔ مِّنَ اللّٰہِ ۔ شَیْئًا ۔
کہہ پس کون مالک ہے واسطے تمہارے اللہ سے کسی چیز کا
اِنْ ۔ اَرَادَ ۔ بِکُمْ ۔ ضَرًّا ۔ اَوْ ۔ اَرَادَ ۔ بِکُمْ ۔ نَفْعًا ؕ
اگر چاہے وہ تمہارے لیے نقصان یا چاہے وہ تمہارے لیے نفع
بَلْ ۔ کَانَ ۔ اللّٰہُ ۔ بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ ۔ خَبِیْرًا ﴿۱۱﴾
بلکہ ہے اللہ ساتھ اس کے جو کرتے ہو تم خبردار

سَیَقُوْلُ لَکَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
اب تجھ سے پیچھے رہ جانے والے گنوار کہیں گے ہم اپنے مالوں
شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَھْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ
کے اور گھر والوں کے کام میں لگ رہ گئے سو ہمارے گناہ بخشوا
یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ ؕ
یہ اپنی زبان سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں
قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ لَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا
تو کہہ کس کا تمہارے واسطے اللہ کے آگے بس چلتا ہے
اِنْ اَرَادَ بِکُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ نَفْعًا ؕ
اگر وہ تمہارا نقصان چاہے یا تمہارا فائدہ چاہے
بَلْ کَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۱﴾
بلکہ اللہ تمہارے سب کاموں سے خبردار ہے

صلح حدیبیہ کے فائدے اور خوبیاں بیان کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی دل و جان سے فرمانبرداری کرنے والوں کی تعریف کرنے کے بعد اب ان لوگوں کا حال بیان کیا جاتا ہے جو برائے نام ایمان لائے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ جو عمرہ کے ارادے سے آپ کے ہمراہ خوشی خوشی روانہ ہوئے نہ گئے تھے۔ یہ لوگ بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ لیکن دل میں کافروں کے ساتھ تھے ان کی بابت راستہ ہی میں اطلاع دے دی گئی کہ یہ دیہاتی لوگ تمہارے مدینہ پہنچتے ہی تمہارے پاس آئیں گے کہ کیا کریں ہمارے گھر والوں کی اور ہمارے سامان کی حفاظت کرنے والا ہمارے پیچھے کوئی نہ تھا۔ اس لیے ہم تمہارے ساتھ جانے سے رہ گئے۔ یہ ہم سے قصور ہوا اب اے رسول اللہ آپ ہماری خطا اللہ کی درگاہ سے معاف کرا دیجئے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ جھوٹے بہانے گھڑتے ہیں ان کے دل میں یہ تھا کہ مکہ والے اب کے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور وہ اب مدینہ واپس نہ آئیں گے۔ ان سے کہہ دو کہ نفع اور ضرر پہنچانا اللہ کے ہاتھ میں ہے تمہارے گھر پر موجود ہونے یا نہ ہونے پر اس کا دارومدار نہیں بلکہ اللہ کے ارادہ پر ہے۔ یہ بہانہ بازیاں بے کار ہیں۔ اللہ کو تمہارا حال پورا پورا معلوم ہے وہ جانتا ہے کہ تم پیچھے کیوں رہ گئے۔ نہیں مانتے تو لو اپنا کچا چٹھا سن لو۔

ساتھ کیوں نہیں گئے؟

بَلْ ۔ ظَنَنْتُمْ ۔ اَنْ ۔ لَّنْ ۔ يَّنْقَلِبَ ۔ الرَّسُوْلُ ۔ وَ
یہ باتیں چھوڑو تم نے گمان کیا کہ ہرگز نہ لوٹیں گے رسول اور
الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اِلٰٓى ۔ اَهْلِيْهِمْ ۔ اَبَدًا ۔ وَ ۔ زُيِّنَ ۔
ایمان والے طرف اہل وعیال اپنے کے کبھی اور سجا دیا گیا
ذٰلِكَ ۔ فِيْ ۔ قُلُوْبِ ۔ كُمْ ۔ وَظَنَنْتُمْ ۔ ظَنَّ ۔ السَّوْءِ
یہ بیچ دلوں تمہارے کے اور گمان کیا تم نے گمان برا
وَكُنْتُمْ ۔ قَوْمًا ۔ بُوْرًا (۱۲) وَمَنْ ۔ لَّمْ ۔ يُؤْمِنْ
اور تھے تم لوگ تباہ ہونے والے اور جو نہ ایمان لایا
بِاللّٰهِ ۔ وَرَسُوْلِهٖ ۔ فَاِنَّا ۔ اَعْتَدْنَا ۔ لِلْكٰفِرِيْنَ
اللہ پر اور اس کے رسول پر پس تحقیق کر رکھا ہے تم نے واسطے کافروں کے
سَعِيْرًا (۱۳) وَلِلّٰهِ ۔ مُلْكُ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ
الاؤ دہکتی آگ کا اور واسطے اللہ کے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی
يَغْفِرُ ۔ لِمَنْ ۔ يَّشَآءُ ۔ وَيُعَذِّبُ ۔ مَنْ ۔ يَّشَآءُ
بخشے جسے چاہے اور عذاب دے جسے چاہے
وَ ۔ كَانَ ۔ اللّٰهُ ۔ غَفُوْرًا ۔ رَّحِيْمًا (۱۴)
اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ
کوئی نہیں تم نے تو یہ خیال کیا تھا کہ رسول اور مسلمان
الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ
اپنے گھر واپس کبھی نہ آئیں گے اور یہ خیال تمہارے
ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ
دل میں کھب گیا تھا اور اٹکل کی تم نے بُری اٹکل
وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا (۱۲) وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ
اور تم لوگ تباہ ہونے والے تھے اور جو کوئی اللہ پر
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
اور اس کے رسول پر یقین نہ لائے تو ہم نے منکروں کے
سَعِيْرًا (۱۳) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
واسطے آگ تیار کر رکھی ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے راج آسمان
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ
کا اور زمین کا جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب میں
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۱۴)
ڈالے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ارشاد ہے کہ یہ غلط کہتے ہیں کہ مال اور اہل وعیال کی حفاظت کرنے والا ان کے پیچھے کوئی نہ تھا اس لیئے وہ تمہارے ساتھ نہیں گئے یہ تو اس لیئے نہیں گئے کہ یہ مسلمانوں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں یہ تو اس خیال میں تھے کہ اب کے یہ رسول اور ان کے ایمان والے ساتھی مکہ والوں کے ہاتھ سے بچ کر آنے والے نہیں انہیں اب واپس گھر آنا نصیب نہ ہوگا اور یہ لوگ یہی چاہتے تھے انہیں یہی خیال اچھا اور ٹھیک معلوم ہوتا تھا۔ لیکن مسلمان کامیابی کے ساتھ مکہ سے واپس آئے اور اللہ جانتا تھا کہ تباہ ہونے والے یہی لوگ ہیں نہ کہ مسلمان خیر اب اچھی طرح سن لو کہ جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا اس کے لیے ہم نے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ہمارے گناہ بخشوا دو تو یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ آسمان اور زمین کا بادشاہ ہے جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب میں مبتلا کرے اگر تم نے سچے دل سے توبہ کی تو وہ تمہیں بخش دے گا وہ غفور الرحیم ہے۔

پیچھے رہ جانے والے

سَیَقُوْلُ ۔ الْمُخَلَّفُوْنَ ۔ اِذَا ۔ انْطَلَقْتُمْ ۔ اِلٰی مَغَانِمَ
عنقریب کہیں گے پیچھے رہ جانے والے جب تم چلو گے غنیمتوں کی طرف
لِتَاْخُذُوْ ۔ هَا ۔ ذَرُوْنَا ۔ نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ ۔ اَنْ
تاکہ لو تم انھیں چلنے دو ہمیں پیچھے چلیں تمہارے چاہتے ہیں یہ کہ
يُّبَدِّلُوْا ۔ كَلٰمَ ۔ اللّٰهِ ۚ قُلْ ۔ لَّنْ ۔ تَتَّبِعُوْنَا ۔ كَذٰلِكُمْ
بدل ڈالیں کہا ہوا اللہ کا کہہ دے کہ ہرگز پیچھے نہ چلو گے تم ہمارے اسی طرح
قَالَ ۔ اللّٰهُ ۔ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ ۔ بَلْ ۔ تَحْسُدُوْنَنَا ۚ
کہہ دیا ہے اللہ نے پہلے سے پس عنقریب کہیں گے بلکہ تم حسد کرتے ہو ہم سے
بَلْ ۔ كَانُوْا ۔ لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ اِلَّا ۔ قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾
نہیں بلکہ ہیں وہ نہیں سمجھتے ہیں مگر تھوڑا

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ
اب پیچھے رہ جانے والے کہیں گے جب تم غنیمتیں لینے کے لیے
لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ
چلو گے چھوڑ دو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں چاہتے ہیں کہ
يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۚ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ
اللہ کا کہا بدل دیں تو کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے
قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۚ
اللہ نے یونہی کہہ دیا ہے پہلے سے پھر اب کہیں گے نہیں تو تم
بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾
ہمارے فائدے سے جلتے ہو کوئی نہیں پر وہ سمجھتے نہیں ہیں مگر تھوڑا سا

ارشاد ہے کہ یہی لوگ جو تمہارے ساتھ مکہ نہیں گئے تھے۔ اس لیے کہ وہاں انہیں مسلمانوں کی اور اگر گئے تو اپنی بھی موت نظر آتی تھی جلدی ہی تمہارے پہنچتے ہی تم سے درخواست کریں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دو چنانچہ جب آپ مع اپنے ساتھیوں کے واپس تشریف لائے تو حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کرو۔ وہاں یہود رہتے تھے اور ایک سال پہلے یعنی ۵ھ ہجری میں قریش اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے اور کسی طرح مسلمانوں کو نشانے سے نہ چوکتے تھے خندق کی لڑائی یعنی غزوۂ احزاب کے باعث یہی تھے خیبر کے یہود میں لڑنے کی سکت نہ تھی اور ان سے مال غنیمت بہ کثرت ملنے کی امید تھی اس لیے منافقوں نے وہاں جانا چاہا تاکہ انہیں بھی غنیمت کا حصہ ملے۔

اللہ نے پہلے ہی حکم دے دیا تھا کہ خیبر پر فقط وہی لوگ چڑھائی کریں گے جو صلح حدیبیہ میں حاضر تھے۔ اس لیے ارشاد ہے کہ کیا یہ اللہ کا حکم بدلنا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ خیبر جانے کی اجازت مانگتے ہیں ان سے کہہ دو کہ اللہ پہلے ہی حکم دے چکا ہے۔ کہ تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے اس کا وہ یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے کوئی حکم نہیں دیا تم ہم سے جلتے ہو اور حسد کی بنا پر کہتے ہو کہ ہم نہ جائیں تاکہ کہیں ہمیں بھی غنیمت کا مال نہ مل جائے اور تمہارے حصہ میں کمی آ جائے ان سے کہہ دو کہ تم اسلام کو اور مسلمانوں کو کچھ یونہی سا سمجھتے ہو۔ یہ لوگ مال غنیمت کے لیے نہیں اللہ کی فرمانبرداری کے لیے لڑتے ہیں۔ یہاں ٹھہر کر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ کیا وہ صرف ملک فتح کرنے کے لیے جنگ کر سکتے ہیں۔

ابھی اور موقعہ آئے گا

قُلْ ۔ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ ۔ مِنَ الْاَعْرَابِ ۔ سَتُدْعَوْنَ ۔ اِلٰی
کہدے پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے عنقریب بلائے جاؤگے تم طرف
قَوْمٍ ۔ اُولِیْ بَاْسٍ ۔ شَدِیْدٍ ۔ تُقَاتِلُوْنَھُمْ ۔ اَوْ ۔ یُسْلِمُوْنَ
ایک قوم کی لڑنے والی سخت لڑوگے تم ان سے یا اسلام لائیں وہ
فَاِنْ ۔ تُطِیْعُوْا ۔ یُؤْتِکُمُ ۔ اللّٰہُ ۔ اَجْرًا ۔ حَسَنًا ۚ وَاِنْ
پس اگر اطاعت کی تم نے دے گا تمھیں اللہ اجر اچھا اور اگر
تَتَوَلَّوْا ۔ کَمَا ۔ تَوَلَّیْتُمْ ۔ مِّنْ قَبْلُ ۔ یُعَذِّبْکُمْ ۔ عَذَابًا
پیٹھ پھیروگے جیسے پیٹھ پھیری تم نے اس سے پہلے عذاب دیگا تمھیں عذاب
اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ لَیْسَ ۔ عَلَی الْاَعْمٰی ۔ حَرَجٌ ۔ وَّلَا
دردناک، نہیں اندھے پر کوئی تنگی اور نہ
عَلَی الْاَعْرَجِ ۔ حَرَجٌ ۔ وَّلَا ۔ عَلَی الْمَرِیْضِ ۔ حَرَجٌ ؕ
لنگڑے پر کوئی تنگی اور نہ بیمار پر کوئی تنگی

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی
ان پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے کہدے آئندہ تمھیں
قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَھُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ
بلائیں گے ایک بڑی سخت لڑنے والی قوم کی طرف تم ان سے لڑوگے
فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِکُمُ اللّٰہُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ
یا وہ مسلمان ہوں گے پھر اگر حکم مانوگے تو اللہ تمھیں اچھا بدلہ دیگا اور
تَتَوَلَّوْا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا
اگر پلٹ جاؤگے جیسے پہلی بار پلٹ گئے تھے تو تم کو ایک
اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا
دردناک عذاب دے گا اندھے پر تکلیف نہیں اور
عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ
نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف

ارشاد ہے کہ ان سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم لڑنے کے ایسے ہی شوقین ہو تو ذرا صبر کرو اس وقت تمہیں لڑائی میں شریک ہونے کا حکم نہیں ملا تو کیا ہوا آگے اور بھی لڑائیاں ہونے والی ہیں اور تمہیں بڑی اور سخت لڑاکا قوموں سے جنگ کے لیے بلایا جائے گا اور ان سے لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ اسلام قبول نہ کریں وہ تمہارے امتحان کا وقت ہوگا کیونکہ وہاں جان ہتھیلی پر رکھ کر جانا ہوگا غنیمت کا خیال نہ ہوگا بلکہ دنیا میں امن و امان اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے جنگ ہوگی ان جنگوں سے مراد وہ جنگیں ہیں جو فتح مکہ کے بعد حنین میں ہوازن اور ثقیف وغیرہ سے یا حضرت صدیقؓ کے زمانے میں مرتدوں سے ہوئیں۔

آگے ارشاد ہے کہ تم نے اس وقت کہنا مانا اور لڑائی میں شرکت کی تو اللہ بہت اچھا اجر دیگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اگر اس وقت بھی اسی طرح پیٹھ دکھا گئے جیسے ابھی دکھائی تو تمہاری آخرت میں وہ گت بنے گی کہ یاد ہی کروگے تمہیں ایسا عذاب ملے گا جس میں دکھ ہی دکھ ہوگا۔

آگے ارشاد ہے کہ فسادیوں سے اعلانِ جنگ ہو جائے تو معذور لوگوں یعنی اندھے لنگڑے اور بیماروں پر اس میں شامل ہونا فرض نہیں یہ تو مضبوط اور تندرست لوگوں کا کام ہے کہ لڑیں۔

عام ضابطہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
اور جو کوئی اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانے گا اس کو اللہ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ
باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں داخل کرے گا اور جو کوئی پلٹ
يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ
جائے گا اس کو دردناک عذاب دیگا تحقیق اللہ ایمان والوں سے
عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ
خوش ہوا جب وہ تجھ سے بیعت کرنے لگے اس درخت کے
الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ
نیچے پھر معلوم کر لیا جو ان کے جی میں تھا پھر
فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ
اتارا ان پر اطمینان اور انعام دیا ان کو ایک
فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً
نزدیک فتح کا اور غنیمتیں بہت سی
يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾
جنھیں وہ لیں گے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

ع ۱۰ ۲

وَ - مَنْ - يُّطِعِ - اللّٰهَ - وَ - رَسُوْلَهٗ - يُدْخِلْهُ - جَنّٰتٍ
اور جو اطاعت کریگا اللہ کی اور رسول اس کے کی داخل کریگا اللہ اسکو باغوں میں
تَجْرِیْ - مِنْ - تَحْتِهَا - الْاَنْهٰرُ - وَ - مَنْ - يَّتَوَلَّ
جاری ہیں نیچے جن کے نہریں اور جو پیٹھ پھیرے گا
يُعَذِّبْهُ - عَذَابًا - اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ - رَضِیَ - اللّٰهُ
عذاب دیگا اسے عذاب دردناک البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ
عَنِ - الْمُؤْمِنِيْنَ - اِذْ - يُبَايِعُوْنَكَ - تَحْتَ
ایمان والوں سے جب بیعت کی انھوں نے تجھ سے نیچے
الشَّجَرَةِ - فَعَلِمَ - مَا - فِیْ - قُلُوْبِ - هِمْ
درخت کے پس جان لیا جو تھا بیچ دلوں ان کے کے
فَاَنْزَلَ - السَّكِيْنَةَ - عَلَيْهِمْ - وَ - اَثَابَ - هُمْ
پس اتارا اطمینان اوپر ان کے اور بدلہ دیا انھیں
فَتْحًا - قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ - مَغَانِمَ - كَثِيْرَةً
ایک فتح نزدیک اور مال غنیمت بہت سا
يَّاْخُذُوْنَهَا - وَ - كَانَ - اللّٰهُ - عَزِيْزًا - حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾
کریں گے وہ اسے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

پہلے ارشاد ہوا کہ اندھوں، لنگڑوں اور بیماروں پر کوئی تنگی نہیں وہ جنگ نہ کر سکتے ہیں کریں اس کے بعد عام قاعدہ تمام لوگوں کے لیے بیان کیا جاتا ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر کام میں جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن میں ہر طرف نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو اللہ کی طرف سے منہ پھیرے گا اس کے اچھے کام بھی آخرت میں کچھ کام نہ آئیں گے اور اسے ایسے عذاب میں مبتلا کیا جائیگا جس میں دکھ ہی دکھ ہے اس کے بعد ان لوگوں کے ایمان اور سچائی کی تعریف کی ہے جنہوں نے اللہ کی راہ پر جان اور مال قربان کرنے کا عہد و پیمان کیا۔ ارشاد ہے۔ کہ اللہ ان لوگوں سے راضی ہو گیا جنہوں نے اے رسول تیرے ہاتھ پر بیعت رضوان کی ان کے دل صاف تھے اللہ نے ان کو اطمینان عطا کیا اور فوراً فتح خیبر اور وہاں کی غنیمتوں سے مالا مال کیا جو ان کے قبضہ میں آئیں اللہ سب پر غالب ہے اور تمام مصلحتوں سے واقف ہے۔

آگے اور فتوحات ہوں گی

وَعَدَكُمُ - اللّٰهُ - مَغَانِمَ - كَثِيْرَةً - تَاْخُذُوْنَهَا
وعدہ کیا تم سے اللہ نے غنیمتوں کا بہت سی کہ لوگے تم ان کو
فَعَجَّلَ - لَكُمْ - هٰذِهٖ - وَكَفَّ - اَيْدِيَ - النَّاسِ
پس جلدی کی واسطے تمہارے اس کی اور روک لیے ہاتھ لوگوں کے
عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ - اٰيَةً - لِّلْمُؤْمِنِيْنَ - وَيَهْدِيَكُمْ
تم سے اور تاکہ ہو وہ نشانی واسطے ایمان والوں کے اور تاکہ چلائے تم کو
صِرَاطًا - مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى - لَمْ تَقْدِرُوْا
راہ سیدھی اور ایک اور فتح کہ نہیں قابو پایا تم
عَلَيْهَا - قَدْ - اَحَاطَ - اللّٰهُ - بِهَا ۭ وَ - كَانَ
اوپر اس کے تحقیق گھیر رکھا ہے اللہ نے اس کو اور ہے
اللّٰهُ - عَلٰى - كُلِّ - شَيْءٍ - قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾
اللہ اوپر ہر شئے کے قدرت رکھنے والا

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا
اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے کہ تم ان کو لوگے
فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ
سو یہ غنیمت تم کو جلدی پہنچا دی اور لوگوں کے ہاتھوں کو
عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ
تم سے روک دیا اور تاکہ یہ مسلمانوں کے واسطے قدرت کا ایک
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا
نمونہ ہو اور تاکہ تم کو سیدھی راہ چلائے اور ایک اور فتح جو
عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ
تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے اور اللہ
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾
ہر چیز کر سکتا ہے

ارشاد ہے کہ مسلمانوں اللہ عزوجل نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے ان میں سے ایک یہ غنیمت جو فتح خیبر سے تمہیں حاصل ہوگی تمہیں ابھی ابھی عطا کر دی اور اس کا بھی بندوبست کر دیا کہ لوگ تم پر دست درازی نہ کر سکیں اور لڑائی نہ ہونے پائے اور نہ غنیمت میں کوئی اور حصہ دار ہو کیونکہ ادھر تو حدیبیہ کی صلح ہوگئی جس کی رو سے کفار قریش یہود خیبر کی مدد نہیں کر سکتے اور ادھر چڑھائی کرنے میں ان لوگوں کو شامل نہ ہونے دیا جو کہ مکہ کی طرف تمہارے ساتھ نہ نکلتے تھے اور حدیبیہ کی صلح اور بیعت رضوان میں شریک نہ تھے۔ یہ اس لیے ہوا کہ فتح خیبر اللہ کی قدرت کا مسلمانوں کے لیے ایک نمونہ بن جائے اور اس کے وعدوں پر ان کا یقین مضبوط ہو جائے اور وہ اللہ کی فرمانبرداری میں اور بھی کوشش کریں اور دین کو اور بھی مضبوطی سے پکڑیں اور اس طرح سیدھی راہ پر بے تکلف چل پڑیں۔

اس کے بعد صلح حدیبیہ کا ایک اور نتیجہ یہ ہوگا کہ تھوڑے دنوں میں تم مکہ فتح کر لو گے گو اس وقت تم اسے فتح نہ کر سکے اور صلح کر کے واپس چلے آئے لیکن اللہ نے اس فتح کے سامان اکٹھے کر دیئے ہیں اور وہ فتح اس کے قابو میں ہے اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔

فتح مسلمانوں ہی کی ہوتی!

وَ - لَوْ - قَاتَلَ - كُمُ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ
اور اگر لڑتے تم سے جنھوں نے کفر کیا البتہ پھیرتے پیٹھ
ثُمَّ - لَا يَجِدُوْنَ - وَلِيًّا - وَّلَا - نَصِيْرًا ۲۲
پھر نہ پاتے دوست اور نہ مددگار
سُنَّةَ - اللّٰهِ - الَّتِيْ - قَدْ خَلَتْ - مِنْ قَبْلُ ۚ وَ
طریقہ اللہ کا جو تحقیق چلا آتا ہے پہلے سے اور
لَنْ - تَجِدَ - لِسُنَّةِ - اللّٰهِ - تَبْدِيْلًا ۲۳ وَهُوَ
ہرگز نہ پائے گا تو اللہ کے طریقہ کے لیے کوئی تبدیلی اور وہی ہے
الَّذِيْ - كَفَّ - اَيْدِيَهُمْ - عَنْكُمْ - وَ - اَيْدِيَكُمْ
جس نے روکے ہاتھ ان کے تم سے اور ہاتھ تمھارے
عَنْهُمْ - بِبَطْنِ - مَكَّةَ - مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
ان سے درمیان مکہ کے بعد اس کے کہ قابو دیا تم کو
عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ - اللّٰهُ - بِمَا - تَعْمَلُوْنَ - بَصِيْرًا ۲۴
ان پر اور ہے اللہ جو کرتے ہو تم دیکھتا

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ
اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیرتے
ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۲۲
پھر نہ کوئی حمایتی پاتے اور نہ مددگار
سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ
رسم پڑی ہوئی ہے اللہ کی جو پہلے سے چلی آتی ہے اور
لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۲۳ وَهُوَ
تو اللہ کی رسم کو بدلتے ہرگز نہ دیکھے گا اور وہی ہے
الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ
جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمھارے ہاتھوں کو
عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
ان سے روکا بیچ شہر مکہ کے بعد اس کے کہ انھیں تمھارے ہاتھ میں
عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۲۴
دے دیا اور اللہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو

ارشاد ہے کہ اگر لڑائی ہو جاتی اور کافر تم سے لڑنے کے لیے نکل آتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر ان کا کوئی نہ بچانے والا ہوتا اور نہ کوئی مدد کرنے والا کیونکہ اللہ نے قاعدہ یہ مقرر کر رکھا ہے کہ جب سچائی پر قائم رہنے والوں کی اور گمراہوں کی لڑائی ہوتی ہے تو حق پرست ہی آخر کار غالب آتے ہیں اور یہ قاعدہ پہلے سے چلا آتا ہے اور ہمیشہ رہے گا کوئی اسے نہ بدل سکتا ہے اور نہ اس میں کمی کر سکتا ہے اور نہ زیادتی ——— اور یہ بھی اللہ ہی نے کیا کہ کفار میں اور تم میں لڑائی نہ ہونے دی دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے روک دیئے اور جو شریر کافر تم میں گھس آئے تھے اور فساد کرنا چاہتے تھے۔ ان کو تمہارے ہاتھوں گرفتار کرا دیا اور اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ کچھ شریر لوگ حدیبیہ میں دنگا کرنے گھس آئے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں پکڑ لیا۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا۔

کفّار کے کرتوت

هُمُ ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ وَصَدُّوْ ۔ كُمْ ۔ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
یہ وہی ہیں جنھوں نے کفر کیا اور روک دیا تمھیں مسجد حرام سے
وَالْهَدْيَ ۔ مَعْكُوْفًا ۔ اَنْ ۔ يَّبْلُغَ ۔ مَحِلَّهٗ ۔ وَ ۔ لَوْلَا ۔
اور قربانی کو جو رہ گئی اس سے کہ پہنچے اپنی جگہ اور اگر نہ ہوتے
رِجَالٌ ۔ مُّؤْمِنُوْنَ ۔ وَ ۔ نِسَآءٌ ۔ مُّؤْمِنٰتٌ ۔ لَّمْ
مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والیاں کہ نہیں
تَعْلَمُوْهُمْ ۔ اَنْ تَطَئُوْ هُمْ ۔ فَتُصِيْبَكُمْ
جانتے تم انھیں اور نہ یہ خطرہ کہ کچل ڈالو گے تم انھیں پھر پہنچے گا تمھیں
مِّنْهُمْ ۔ مَّعَرَّةٌ ۔ بِغَيْرِ ۔ عِلْمٍ ج لِيُدْخِلَ
ان کی وجہ سے صدمہ انجان پن میں تاکہ داخل کرے
اللّٰهُ ۔ فِيْ ۔ رَحْمَتِهٖ ۔ مَنْ ۔ يَّشَآءُ ج
اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
یہ وہی لوگ ہیں جو منکر ہوئے اور تمھیں مسجد حرام سے روکا
وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ وَلَوْلَا
اور نیاز کی قربانی کو بھی بند پڑی ہوئی اس بات سے کہ اپنی جگہ
رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ
تک پہنچے اور اگر نہ ہوتے کتنے ایک مرد ایمان والے اور کتنی ہی عورتیں
تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ
ایمان والیاں جو تم کو معلوم نہیں کہ کہیں تم انھیں پیس ڈالو تو تم پر ان کی
مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ج لِيُدْخِلَ
وجہ سے خرابی میں پڑ جاوے بے خبری سے اس لیے کہ اللہ کو داخل
اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ج
کرتا ہے اپنی رحمت میں جسے چاہے

مَعْكُوْفٌ (رکا ہوا) اسم مفعول ہے ع ۔ ک ۔ ف سے عَكْفٌ کے معنی روک دینا متعدی ہے اس کا لازم عکوف ہے جس کے معنی رک جانا اور یہ سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہے اسی سے اعتکاف بھی بنا ہے مَعَرَّةٌ (گناہ، اذیت، دکھ) اسم ہے ع ۔ ر ۔ ر سے عَرٌّ کے معنی اونٹ کو کھجلی کی بیماری ہو جانا ۔ مَعَرَّةٌ عیب ۔ بیماری ۔ دکھ ۔ گناہ، یہاں یہی مراد ہے ۔

ارشاد ہے کہ مکہ والوں نے کفر پر کمر باندھی اور اے مسلمانو تمہیں کعبہ تک پہنچنے سے روک دیا اور قربانی کا جانور اپنی قربانی کی جگہ نہ پہنچ سکا کیونکہ اسے بھی انھوں نے روک دیا ۔ یہ سب ان کی شرارتیں ہیں اور ہم تمہیں اجازت دے دیتے کہ جاؤ ان سے لڑو اور ان کو تباہ کر دو لیکن کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بھی مکہ میں ہیں جنہیں تم نہیں جانتے خطرہ یہ تھا کہ لڑائی ہوتی تو یہ بھی تمہارے ہاتھ سے مارے جائیں گے ۔ اور پھر تمہیں اس کا افسوس ہوگا کہ ہائے لاعلمی میں یہ کیسی غلطی ہوئی کہ اپنے ہی بھائیوں کو مار ڈالا ۔ اس لیے ہم نے لڑائی کا حکم نہیں دیا ۔ اور حدیبیہ پر باہم صلح کا معاہدہ ہو گیا ۔ اس سے ایک یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ایک طرف تو اللہ کی رحمت سے مسلمان قتل ہونے سے بچ جائیں گے اور دوسری طرف ان کا فروں میں سے بھی جنہیں اللہ چاہے گا ۔ بہت سے صلح کی مدت کے اندر اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اللہ کی خاص رحمت کا حصہ انہیں مل جائے گا ۔

بڑی خیریت گذری

لَوْ - تَزَیَّلُوْا - لَعَذَّبْنَا - الَّذِیْنَ - کَفَرُوْا - مِنْھُمْ
اگر وہ الگ ہوجاتے البتہ عذاب دیتے ہم جنھوں نے کفر کیا ان میں سے
عَذَابًا - اَلِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ - جَعَلَ - الَّذِیْنَ - کَفَرُوْا - فِیْ
عذاب دُکھ والا جب رکھی ان لوگوں نے جو کافر ہوئے بیچ
قُلُوْبِھِمُ - الْحَمِیَّۃَ - حَمِیَّۃَ - الْجَاھِلِیَّۃِ - فَاَنْزَلَ
دلوں اپنے کے ہٹ ہٹ نادانی کی پس اتارا
اللّٰہُ - سَکِیْنَتَہٗ - عَلٰی رَسُوْلِہٖ - وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ
اللہ نے اطمینان اپنا اوپر رسول اپنے کے اور اوپر مومنوں کے
وَاَلْزَمَھُمْ - کَلِمَۃَ التَّقْوٰی - وَکَانُوْٓا - اَحَقَّ - بِھَا
اور لازم کردیا ان پر بول پرہیزگاری کا اور تھے وہ حق دار اس کے
وَاَھْلَھَا ؕ وَکَانَ - اللّٰہُ - بِکُلِّ - شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾ ع
اور اہل اس کے اور ہے اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا۔

لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ
اگر وہ لوگ ایک طرف ہوجاتے تو ہم منکروں پر دردناک
عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ
عذاب کی آفت ڈالتے جب منکروں نے اپنے دلوں میں کد
قُلُوْبِھِمُ الْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ فَاَنْزَلَ
رکھی نادانی کی ضد پھر اللہ نے اپنی
اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ
طرف سے اطمینان اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اتارا
وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا
اور انھیں ادب کی بات پر قائم رکھا اور وہی اس کے لائق
ع ۳ ۱۱ وَاَھْلَھَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾ ع
تھے اور اس کام کے تھے اور اللہ ہر چیز سے خبردار ہے

تَزَیَّلُوْا (ٹل جاتے۔ علیحدہ ہوجاتے) ماضی کا صیغہ ہے۔ تَزَیُّلٌ سے جس کا مادہ ز-ی-ل زَیْلٌ جگہ سے ہٹ جانا تَزَیَّلٌ آپس میں جدا ہوجانا جگہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جانا حَمِیَّۃٌ (ضد۔ ہٹ۔ اڑ) ح-م-ی سے اسم ہے حَمْیٌ اور حِمَایَۃٌ کے معنی بچانا طرفداری کرنا حَمِیَّۃٌ وہ خیال یا جذبہ جو حمایت پر ابھارے حَمِیَّۃُ الْجَاھِلِیَّۃِ وہ ضد یا اڑ جو نادانی سے پیدا ہو۔

ارشاد ہے کہ اگر مکہ کے مسلمان وہاں کے کافروں کے ساتھ نہ رہتے ہوتے تو پھر ہم تمہیں اجازت دے دیتے کہ جاؤ اور کافروں کو تباہ کردو اور ان پر بڑی دکھ درد بھری آفتیں نازل کرتے۔ کیونکہ انہوں نے تو ایسا اندھیر مچایا کہ جہالت کی ضدوں پر اتر آئے اور اپنی ہی شرطیں منوانی چاہیں کہ اس سال واپس جاؤ اگلے سال عمرہ کرنا اور تین دن سے زیادہ مت ٹھہرنا پھر یہ بھی کہا کہ عہدنامہ پر بسم اللہ مت لکھو اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ مت بڑھاؤ وغیرہ یہ سب باتیں مسلمان کو غضب ناک کرنے والی تھیں۔ مگر ہم نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان پیدا کردیا۔ آپؐ نے مکہ والوں کی سب باتیں مان لیں اور اللہ نے مسلمانوں کو ادب اور پرہیزگاری کی بات پر مضبوطی سے جما دیا اور اس بات کے مستحق بھی وہی تھے۔ اور اس کو وہی کر بھی سکتے تھے چنانچہ ہم نے انہیں توفیق دی اور انہوں نے یہی کر کے دکھایا۔ اللہ عزوجل ہر چیز سے واقف اور کھلے اور چھپے سب کا جاننے والا ہے۔

خواب پورا ہو کر رہے گا!

لَقَدْ - صَدَقَ - اللّٰهُ - رَسُوْلَ - هٗ - الرُّءْيَا -
البتہ تحقیق سچا دکھایا اللہ نے رسول اپنے کو خواب
بِ الْحَقِّ ۚ لَتَدْ خُلُنَّ - الْمَسْجِدَ - الْحَرَامَ
حقیقت کے مطابق البتہ ضرور داخل ہو گے تم مسجد حرام میں
اِنْ - شَآءَ - اللّٰهُ - اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ
اگر چاہا اللہ نے بے خوف وخطر مونڈنے والے
رُءُوْسَكُمْ - وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ
اپنے سروں کو اور بال چھوٹے کرنیوالے نہ ڈرتے ہو گے تم
فَعَلِمَ - مَا - لَمْ - تَعْلَمُوْا - فَجَعَلَ
پس جانا اس نے جو نہ جانا تم نے پس کر دی
مِنْ دُوْنِ - ذٰلِكَ - فَتْحًا - قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾
پہلے اس کے ایک فتح قریب کی

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا
اللہ نے سچ کر دکھلایا اپنے رسول کو خواب
بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
تحقیقی کہ تم مسجد حرام میں داخل ہو گے
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ
اگر اللہ نے چاہا آرام سے اپنے سروں کے
رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ
بال مونڈتے اور کترتے ہوئے بے کھٹکے
فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ
پھر جانا اس نے وہ جو تم نہیں جانتے پھر اس سے
مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾
ورے ایک نزدیک فتح مقرر کر دی

حدیبیہ کی صلح کے رو سے اس سال عمرہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے حدیبیہ ہی میں قربانی کر کے اور احرام کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کے واپس مدینہ تشریف لائے۔ اس سے بعض لوگوں کا خیال ہوا کہ آپ نے خواب میں دکھا تھا کہ عمرہ ادا کیا ہے پھر یہ عمرہ کیوں نہ ہوا اس کی بابت آپ نے ان سے کہا کہ تعبیر ضروری نہیں کہ فوراً ہی پوری ہو جائے۔ اس کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئیں ان میں ارشاد ہے کہ اللہ نے جو اپنے رسول کو خواب میں دکھایا وہ بالکل سچا تھا۔ اور واقع میں یوں ہی ہو کر رہے گا لیکن اس سال اس کو ملتوی کر دینے میں بہت سی مصلحتیں تھیں جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے مکہ پر لڑائی ہونا بالفعل مناسب نہ تھا۔ اس لیے وہاں صلح ہو گئی۔ اب انشاء اللہ ایک سال بعد خواب کی تعبیر پوری ہو گئی اور تم اطمینان کے ساتھ بے خوف و خطر مکہ آؤ گے۔ کعبہ کے گرد جو مقدس مسجد ہے اس میں داخل ہو گے اور عمرہ کے ارکان ادا کرو گے اور سارا سر منڈا کر یا بال چھوٹے کر کے احرام کھولو گے اس وقت مکہ پر لڑائی روک کر اس کے بدلے ایک اور فتح تمہارے لیے مقرر کی اور تم عنقریب خیبر پر چڑھائی کر کے اسے فتح کرو گے اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے گا پھر گھر میں آکر آرام سے بیٹھو گے اور صلح حدیبیہ کے اور فائدے حاصل ہونے شروع ہوں گے۔

اسلام اور مسلمان

هُوَ - الَّذِیْٓ - اَرْسَلَ - رَسُوْلَهٗ - بِ - الْهُدٰی - وَ
وہی ہے جس نے بھیجا رسول اپنا ساتھ ہدایت کے اور
دِیْنِ - الْحَقِّ - لِیُظْهِرَهٗ - عَلَی - الدِّیْنِ - كُلِّهٖ ؕ
دین سچائی کے تاکہ غالب کرے اسکو اوپر دین کے ہر ایک ایک کے
وَ - كَفٰی - بِاللّٰهِ - شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ - رَّسُوْلُ
اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا محمد رسول ہیں
اللّٰهِ ؕ - وَالَّذِیْنَ - مَعَهٗٓ - اَشِدَّآءُ - عَلَی - الْكُفَّارِ
اللہ کے اور جو لوگ ساتھ ہیں اس کے زوردار ہیں کفار کے مقابلہ میں
رُحَمَآءُ - بَیْنَهُمْ - تَرٰىهُمْ - رُكَّعًا - سُجَّدًا
نرم دل ہیں آپس میں اے مخاطب تو دیکھے گا انھیں رکوع کرنے والے سجدہ کرنیوالے
یَّبْتَغُوْنَ - فَضْلًا - مِّنَ اللّٰهِ - وَ رِضْوَانًا ز
طلب کرتے ہیں فضل اللہ کا اور مرضی اس کی

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ
وہی ہے جس نے اپنا رسول بھیجا سیدھی راہ پر اور
دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ
سچے دین پر کہ اس کو ہر دین سے اوپر رکھے
وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ
اور اللہ کافی ہے حق ثابت کرنیوالا محمد اللہ کا رسول
اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ
ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر
رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
نرم دل ہیں آپس میں تو ان کو دیکھے گا رکوع اور سجدہ میں
یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز
ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی

ارشاد ہوا تھا کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا اور وہ پورا ہو کر رہے گا بعض مصلحتوں کی بنا پر جسے تم نہیں جانتے مگر اللہ کو معلوم ہیں اس سال وہ پورا نہ ہوا اور تم عمرہ نہ کر سکے لیکن عنقریب تم بخیر و خوبی عمرہ کرو گے اور اس سے پہلے خیبر کو فتح کر لو گے یہ خیال مت کرو کہ اللہ اپنے رسول کی مدد نہ کرے گا اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ ہی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے کہ انسان کو سیدھی راہ پر ڈال دیں اور انہیں سچا دین دیا ہے اور اسی دین کو وہ سب دینوں پر غالب بھی کرے گا۔ کوئی اور دین اس سے بڑھ کر دنیا میں نہ ہو گا۔ کیونکہ اس کی سچائی کا اللہ گواہ ہے اور اس کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہو سکتی ۔

سنو! محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ماننے والے ان کے ساتھی ان لوگوں کے مقابلہ میں جو انہیں نہیں مانتے اور ان کی مخالفت کر کے انہیں ستاتے ہیں۔ سختی کرنے والے اور زور دکھانے والے ہیں۔ لیکن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آتے ہیں اللہ کے سامنے رکوع اور سجدے میں جھکے رہتے ہیں اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جس سے اللہ خوش ہوا۔ ایسے ساتھی اور کسی کو نصیب نہیں ہوئے ۔

صحابہؓ کا حال

سِيْمَاهُمْ - فِيْ وُجُوْهِهِمْ - مِّنْ اَثَرِ - السُّجُوْدِ ؕ
علامت ان کی چہروں پر ہے ان کے اثر سے سجدہ کے
ذٰلِكَ - مَثَلُهُمْ - فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَ - مَثَلُهُمْ
یہ بیان ہے ان کا تورات میں اور بیان ہے ان کا
فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ - اَخْرَجَ - شَطْـَٔهٗ - فَاٰزَرَهٗ
انجیل میں جیسے کھیتی کہ نکالا اس نے پٹھا اپنا پھر قوت دی اسے
فَاسْتَغْلَظَ - فَاسْتَوٰى - عَلٰى سُوْقِهٖ - يُعْجِبُ
پس موٹا ہوا وہ پھر سیدھا ہوا اپنی پنڈلی پر خوش کرتا ہے
الزُّرَّاعَ - لِيَغِيْظَ - بِهِمُ - الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ
کاشتکاروں کو تاکہ غصہ دلائے ان کے ساتھ کافروں کو وعدہ کیا ہے
اللّٰهُ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور کام کیے اچھے
مِنْهُمْ - مَّغْفِرَةً - وَّ - اَجْرًا - عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾
ان میں سے بخشش کا اور ثواب کا بڑے

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ
نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے
ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ
یہ ان کی شان ہے تورات میں اور مثال ان کی
فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ
انجیل میں جیسے کھیتی نے اپنا پٹھا نکالا پھر اس کی
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ
کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر خوش کرتا ہے
الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ
کھیتی والوں کو تاکہ جلائے ان سے کافروں کا جی اللہ نے
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
ان سے جو یقین لائے ہیں اور نیک کام کرنے والے ہیں
مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع ۴ ۱۲
ان میں سے معافی کا اور بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے

معانقہ ۱۵

سِيْمَا علامت۔ نشانی۔ شناخت اسم ہے س - و - م سے سیما اور سُوْمَۃٌ دونوں کے معنی خاص علامت کے ہیں جس سے کوئی چیز پہچانی جائے شَطْأٌ ڈنٹھل۔ بیج پھوٹ کر سب سے پہلے زمین اوپر اُٹھے۔ سُجُوْد ماتھا زمین پر ٹیکنا۔ مصدر ہے س - ج - د سے اسی سجدہ کا لفظ بنا ہے۔ جو اس کا حاصل مصدر ہے۔ اٰزَرَ (مضبوط کیا) ماضی ہے اٰزَرَ جو ا - ز - ر سے بنا ہے اٰزَرَ کے معنی قوت اِیْزَارٌ قوت دینا ہے۔

ارشاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لوگ ہیں ان کے چہرے نماز میں سجدہ کرتے رہنے سے نورانی ہو گئے ہیں اور اسی کی وجہ سے دور سے صاف پہچانے جاتے ہیں۔ تورات اور انجیل میں ان کی یہی شان بیان کی گئی ہے ان کی مثال کھیتی کی سی ہے کہ پہلے ڈنٹھل پھوٹا پھر بڑھا پھر مضبوط ہوا۔ پھر سیدھا بڑھنا شروع ہوا یہاں تک کہ سارا کھیت ہرا بھرا ہو گیا اور بونے والے اسے دیکھ کر باغ باغ ہو گئے اور دشمنوں کا اس سے دل جلنے لگا آگے ارشاد ہے کہ یہ لوگ جو اللہ کو مان کر نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی خطائیں بخش دی جائیں گی اور ان کو اس کا بڑا اچھا بدلہ ملے گا۔ سورۃ الفتح تمام ہوئی۔

سورت الفتح پر ایک نظر

یہ سورۃ شریفہ خاص طور پہ بتاتی ہے کہ دنیا بھر کے انسان اللہ کے بندے ہونے میں سب برابر ہیں ان کے مرتبوں میں جو فرق ہے وہ صرف وہ ہے جو اللہ نے اپنے ہاں مقرر کیا ہے۔ اور اس کی بنیاد اللہ کی عبادت اور اس کے ڈر اور اس سے استغفار کرتے رہنے پر ہے۔ دنیا میں جو بناوٹی فرق خود لوگوں نے پیدا کر رکھے ہیں وہ بالکل عارضی اور بے بنیاد ہیں اللہ کے نزدیک جن باتوں سے درجے بڑھتے ہیں وہ باتیں ان دنیا کی مصنوعی باتوں ذات پات، مال و دولت، زور اور طاقت وغیرہ سے بالکل الگ ہیں۔ ان باتوں میں سب سے آگے آگے انبیاؑ ہیں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو درجہ بدرجہ ان کے سچے دل سے ماننے والے اللہ کی راہ میں جان اور مال خرچ کرنے والے اور اس کے رسولوں کے بتائے ہوئے نیک کاموں کے کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں نبیوں میں آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یہ اللہ کی بندگی میں سب سے آگے آگے ہیں ان کے واسطے جو انہوں نے کام کیا اس پر اس سورت میں انہیں مبارکباد دی گئی ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ ان کا استغفار مقبول ہے۔ اللہ نے ان کے سارے گناہ اگلے پچھلے جو ان کے مرتبہ کے لحاظ سے گناہ کہلائے جاسکتے ہیں سب معاف کر دیئے اور ان کو اپنی نعمتوں سے پورے طور پر مالا مال کرے گا اور ہمیشہ سیدھے راستہ پہ چلائے گا۔ اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی پوری مدد کرے گا۔

اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراہا گیا ہے اور ان کے ساتھیوں کی جنہوں نے اپنی خواہشوں کو چھوڑ کر ہر بات میں آپ کا کہنا مانا اور اللہ کا حکم بجا لانے میں جان تک دینے کو تیار ہو گئے تعریف کی گئی ہے ان کی بابت ارشاد ہوا۔ کہ تمہارا کام یہی تھا۔ جو تم نے کیا اب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ رسول کی عزت اور مدد کرو۔ اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔ تمہارے لئے صلح حدیبیہ بہت سی خوبیوں کا پیش خیمہ ہو گی۔ اور عنقریب خیبر فتح کرلوگے اور اس کے بعد بڑی بڑی فتوحات تمہیں حاصل ہونگی۔

اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں یعنی ان کے صحابہ کی عادتوں اور باتوں کو سراہا گیا ہے اور ان کو باقی مسلمانوں کے لیے دنیا کے ختم ہونے تک نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے قدم بہ قدم چلیں اور وہی عادتیں اور باتیں اختیار کریں جو انہوں نے کیں۔ یعنی اللہ پہ ایمان لائیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانیں دنیا میں فسادیوں اور پھوٹ ڈالنے والوں سرکشوں اور متکبروں کے خلاف اکٹھے ہو جائیں۔ ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں جب تک کہ وہ امن و امان کے ساتھ رہنا نہ اختیار کریں۔ ایمان والوں کو آپس میں میل ملاپ محبت اور اخلاص سے رہنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور ان کے قدم بہ قدم چلنے والے پھلے پھولے ایسے ہی تم بھی پھلو پھولو گے۔

سورت الحجرات اور اس کی تعلیم

یہ قرآن مجید کی انچاسویں ۴۹ سورت ہے مدینہ میں ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی اور اس کے دو رکوع ہیں۔ اس سال عرب کے قبیلے جوق در جوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اعلان کیا اس سورت میں ان کو اور سارے مسلمانوں کو میل جول کے آداب اور قاعدے سکھائے گئے ہیں یہ سورت اسلامی سوسائٹی کا سنگِ بنیاد اور انسانی تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہے۔

ارشاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سردار مان کر ان کی تعظیم و توقیر کرو وہ جو کچھ حکم دیتے ہیں وہ اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے۔ تمہاری اپنی رائے ان کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ جو کچھ کہیں سر جھکا کر سنو! اور خلوص کے ساتھ اس پر عمل کرو۔ ان کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو۔ اندر تشریف رکھتے ہوں تو پکار کر باہر مت بلاؤ صبر سے انتظار کرو اور جب وہ خود باہر تشریف لائیں۔ تو ادب کے ساتھ ان سے ملاقات کرو آپس میں میل جول رکھو اور یہاں تک کہ تم میں اجتماعی قوت اتنی زبردست پیدا ہو جائے۔ کہ جس سے سارے شریر لوگ دبلے رہیں۔ ہر کسی کی بات سن کر بے تحقیق مت مان لیا کرو تاکہ بے کار الجھنوں سے بچے رہو۔ ایمان بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو۔ گناہوں سے بچو اور یاد رکھو کہ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر زیادتی نہ کرنی چاہیے۔ جو ظلم پر کمر باندھے اسے دباؤ اور یوں نہ مانے تو مارو یہاں تک کہ سیدھا ہو جائے دیکھو آپس کے جھگڑے ذرا ذرا سی باتوں سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کسی کو چڑانا اس کے برے برے نام رکھنا جنہیں وہ پسند نہ کرتا ہو باتوں یا اشارہ کنایوں سے کسی کے عیب ظاہر کرنا۔ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا غیبت کرنا۔ چغلی کھانا، کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا اور خواہ مخواہ اسے برا آدمی ٹھہرانا کسی کے دق کرنے کو اس کے عیب ٹٹولنا اس کے بعد معلوم کرنے کی کوشش کرنا۔ تاکہ وہ تمہارے قابو میں آجائے یہ سب بری باتیں ہیں۔ ان سے بچو اور یاد رکھو کہ سب آدمی آپس میں برابر ہیں کوئی کسی پر دھونس جمانے کی کوشش نہ کرے۔ ذات پات خاندان قوم محض ایک دوسرے کی شناخت کے لیے ہیں فوقیت جتلانے کے لیے نہیں۔ سب اللہ کے برابر کے بندے ہیں۔ اس کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا وہی شخص ہوگا۔ جو اس سے زیادہ ڈرے گا اور اس کے ڈر سے تمام گناہوں اور بری باتوں سے بچے گا۔ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے وہ تمہارے دل کی باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ جس نے کلمہ پڑھ لیا۔ وہ مسلمان ہے اب اسے چاہیے کہ اسلام کے مقرر کیے ہوئے طریقہ پر چلے نیک کام کرے برے کاموں سے بچے تاکہ ان کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہو اسلام میں داخل ہو کر کسی پر اپنی فوقیت مت جتاؤ۔ اسلام کو اللہ کی ایک نعمت سمجھو۔ یہ ایمان حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس پر انسان کی نجات کا دارو مدار ہے۔

اٰیاتہا ۱۸ (۱۰۶) سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ (۴۹) رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنیادی اصول

يٰٓاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - لَا تُقَدِّمُوْا - بَيْنَ يَدَيِ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت آگے بڑھو سامنے
اللّٰهِ - وَرَسُوْلِهٖ - وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ - اللّٰهَ - سَمِيْعٌ
اللہ کے اور اس کے رسولؐ کے اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ ہے سننے والا
عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - لَا تَرْفَعُوْٓا
جاننے والا اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بلند کرو
اَصْوَاتَكُمْ - فَوْقَ - صَوْتِ - النَّبِيِّ - وَلَا تَجْهَرُوْا
آوازیں اپنی اوپر آواز نبی کے اور نہ چلاؤ
لَهٗ - بِالْقَوْلِ - كَجَهْرِ - بَعْضِكُمْ - لِبَعْضٍ - اَنْ
اس کے سامنے باتوں میں جیسے چلاتا ہے ایک تمہارا دوسرے پر کہیں
تَحْبَطَ - اَعْمَالُكُمْ - وَاَنْتُمْ - لَا تَشْعُرُوْنَ ②
ضائع ہو جائیں کام تمہارے اور تم جانتے بھی نہ ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ
اے ایمان والو اللہ سے اور اس کے رسول سے آگے
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ سنتا ہے
عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا
جانتا ہے اے ایمان والو اپنی آوازیں بلند
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا
نہ کرو نبی کی آواز کے اوپر اور اس سے
لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ
کڑک کر نہ بولو جیسے ایک دوسرے پر کڑکتے ہو
تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②
کہیں تمہارے کام اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو

فتح مکہ کے بعد ہجرت کے نویں سال آپ کی خدمت میں عرب کے قبیلے مدینہ میں آنے شروع ہوئے اور بہت سے اسلام میں داخل ہو گئے ۔ یہ سورت اسی زمانہ میں نازل ہوئی اور ان لوگوں کو اور عام مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے اور آپ کے پاس حاضر ہونے کے طریقے اور آداب سکھائے آپس میں برتاؤ کرنے کا طریقہ بھی بتایا ۔ چنانچہ سب سے پہلے مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ اور جب کوئی قضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہو تو اس کے فیصلہ کے لیے اپنی رائے مت پیش کرو اللہ کو حاضر ناظر جان کر اس کے غضب سے ڈرتے رہو ۔ وہ تمہاری ساری باتیں سنتا ہے ۔ اور تمہارے سارے حالات سے واقف ہے ۔ جب تک اللہ کا خوف نہ ہوگا تمہارے معاملات درست نہیں ہو سکتے ۔ جب آپ کے ساتھ مجلس میں حاضر ہو تو شور و شغب مت کرو ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تمہاری کانوں میں سنائی نہ دے ۔ جب آپ سے بات کرو تو نرم اور دھیمی آواز سے بولو اور جیسے آپس میں اونچی آواز سے بولتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتے وقت ایسا مت کرو ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا اونچا بولنا آپ کو ناگوار ہو ۔ اگر ایسا ہوا ۔ تو تم کہیں کے نہ رہو گے اور تمہارا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے گا ۔ اور انجان پنے میں سب کچھ کھو بیٹھو گے ۔

آداب ملاقات

اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ یَغُضُّوْنَ ۔ اَصْوَاتَھُمْ ۔ عِنْدَ ۔ رَسُوْلِ اللّٰہِ
تحقیق جو لوگ دھیمی کرتے ہیں آوازیں اپنی پاس رسول اللہ کے
اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ۔ امْتَحَنَ ۔ اللّٰہُ ۔ قُلُوْبَھُمْ ۔ لِلتَّقْوٰی ط
یہی ہیں وہ کہ امتحان لے لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کا واسطے پرہیزگاری کے
لَھُمْ ۔ مَّغْفِرَۃٌ ۔ وَّاَجْرٌ ۔ عَظِیْمٌ ③ اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ یُنَادُوْنَکَ
ان کے واسطے بخشش ہے اور ثواب بڑا تحقیق وہ جو آوازیں دیتے ہیں تجھے
مِنْ وَّرَآءِ ۔ الْحُجُرٰتِ ۔ اَکْثَرُھُمْ ۔ لَا یَعْقِلُوْنَ ④
باہر سے حجروں کے بہت سے ان میں سے نہیں رکھتے عقل
وَلَوْ ۔ اَنَّھُمْ ۔ صَبَرُوْا ۔ حَتّٰی ۔ تَخْرُجَ ۔ اِلَیْھِمْ ۔ لَکَانَ
اور اگر یہ ہوتا کہ وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو نکلتا طرف ان کی البتہ ہوتا
خَیْرًا ۔ لَّھُمْ ط وَاللّٰہُ ۔ غَفُوْرٌ ۔ رَّحِیْمٌ ⑤
بہتر ان کے لیے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ
جو لوگ رسول اللہ کے پاس دبی آواز سے بولتے ہیں
اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط
وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ادب کے واسطے جانچ لیا ہے،
لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ③ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ
ان کے لیے معافی اور بڑا ثواب ہے، جو لوگ تجھے دیوار کے پیچھے سے
مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ④
پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے
وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ
اور اگر وہ صبر کرتے جبتک تو ان کی طرف نکلتا تو ان کے حق
خَیْرًا لَّھُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑤
میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اَلْحُجُرٰت (کمرے، کوٹھڑیاں) حُجْرَۃٌ کی جمع ہے جو ح ۔ ج ۔ ر سے بنا ہے حجر کے معنی روکنے اور گھیر لینے کے ہیں حُجْرَۃٌ وہ بند جگہ جو سونے والے کی حفاظت کرے اور کسی کو باہر سے نہ گھسنے دے یہاں پردہ کا مکان مراد ہے۔ سورت کا نام اسی لفظ پر رکھا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دھیمی آواز سے ادب کے ساتھ بولتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل کو اللہ نے نیک اور پرہیزگار ہونے کے لیے جانچ لیا ہے ان کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی اور ان کے لیے بڑا ثواب تیار ہے باہر کے لوگ اکثر آتے ہی غل مچاتے کہ یا حضرت باہر آئیے ہم ملنے کے لیے آئے ہیں آپ اس وقت اندر مکان میں تشریف فرما ہوتے۔ ان کی بابت ارشاد ہے کہ ان میں سے اکثر آداب ملاقات سے بے خبر ہیں ان سے کہہ دو۔ کہ یہ گنوارپن چھوڑ دیں اور آپ سے ملنے کے لیے آئیں تو چاہیے کہ صبر سے مکان کے باہر انتظار کریں جب آپ باہر تشریف لائیں۔ اس وقت ملاقات کریں اور ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ بولیں یہی ان کے حق میں بہتر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر سے آواز دے کر بلانا سخت بے ادبی ہے۔ خیر نادانی میں ایسا ہو گیا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ لیکن آئندہ جان بوجھ کر ایسا نہ کرنا بلکہ بتائے ہوئے قاعدہ پر عمل کرنا۔

ہر ایک کی مت سنو

یٰٓاَیُّھَا - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْٓا - اِنْ - جَآءَکُمْ - فَاسِقٌۢ
اے وہ جو ایمان لائے ہو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گمراہ
بِنَبَاٍ - فَتَبَیَّنُوْٓا - اَنْ - تُصِیْبُوْا - قَوْمًاۢ - بِجَهَالَةٍ
کوئی خبر لائے پس چھان بین کر دکہیں جا پڑو کسی قوم پر انجان ہونے ہوئے
فَتُصْبِحُوْا - عَلٰی - مَا - فَعَلْتُمْ - نٰدِمِیْنَ ﴿۶﴾
پس ہو جاؤ تم اس بات پر جو تم نے کی پشیمان
وَاعْلَمُوْٓا - اَنَّ - فِیْكُمْ - رَسُوْلَ - اللّٰهِ ؕ
اور جان رکھو کہ تمہارے درمیان رسول اللہ موجود ہیں

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ
اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی گنہ گار خبر لے کر آئے
بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ
تو تحقیق کرلو کہیں کسی قوم پر نادانی سے نہ جا پڑو
فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ﴿۶﴾
پھر کل کو اپنے کیے پر پچھتانے لگو
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ
جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے

اس آیت میں ایک اور نہایت ضروری بات بتائی گئی ہے سو قعہ ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو مصطلق کے پاس جو نیا نیا ایمان لایا تھا ولید بن عقبہ کو بھیجا کہ ان کے حالات معلوم کرے اور ان سے زکوٰۃ وصول کر کے لائے ولید اور بنو المصطلق کے درمیان اسلام سے پہلے کی پرانی عداوت چلی آتی تھی ولید جب ان کے قریب پہنچے تو ان میں سے بہت سے لوگ مل کر ان کے استقبال کے لیے نکلے ولید نے گمان کیا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے ارادے سے آئے ہیں اور واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگ کر چلے آئے اور کہا کہ بنو المصطلق مرتد ہو گئے ہیں۔ آپ نے انہیں سزا دینے کی تیاری کی۔ اتنے میں ان کے کچھ لوگ پہنچے اور عرض کیا کہ ہم لوگ ان کے استقبال کو نکلے تھے کوئی بُری نیت نہ تھی آپ نے خفیہ طور پر خالد بن ولید کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر کہا کہ وہ لوگ اسلام پر قائم ہیں اور میں ان سے زکوٰۃ لے کر آیا ہوں ؎

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! ہر کس و ناکس کی بات پہ اعتماد مت کر لیا کرو اگر کوئی قانون اسلام سے بے پروا شخص کوئی خبر آکر سنائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو اور اس کے پہلے اس کی بات پر یقین مت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کی خبر پر یقین کر کے جلدی سے کسی قوم پر حملہ کر بیٹھو اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ کام غلط ہوا تو پچھتانا پڑے گا۔ یہ نصیحت کر کے قرآن مجید نے بہت سے آپس میں جھگڑوں کا خاتمہ کر دیا کیونکہ وہ اکثر غلط افواہوں کی بنا پر ہوتے ہیں ارشاد ہے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے اندر اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں ؎

رسولؐ کی شان

لَوْ - يُطِيْعُكُمْ - فِيْ - كَثِيْرٍ - مِّنَ الْاَمْرِ - لَعَنِتُّمْ

اگر اطاعت کرتا وہ تمہاری بہت سے کاموں میں مشکل میں پھنس جاتے تم

وَلٰكِنَّ - اللّٰهَ - حَبَّبَ - اِلَيْكُمُ - الْاِيْمَانَ

اور لیکن اللہ نے محبت ڈال دی تمہاری طرف ایمان کی

وَزَيَّنَهٗ - فِيْ قُلُوْبِكُمْ - وَكَرَّهَ - اِلَيْكُمُ

اور سجا دیا اسے تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہاری طرف

الْكُفْرَ - وَالْفُسُوْقَ - وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

کفر اور گناہ اور نافرمانی کی وہی ہیں

هُمُ - الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ۷ فَضْلًا - مِّنَ اللّٰهِ

وہ جو راہ پائے ہوئے ہیں فضل سے اللہ کے

وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ - عَلِيْمٌ - حَكِيْمٌ ۝۸

اور نعمت سے اس کی اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

اور بہت سے کاموں میں وہ تمہاری بات مان لیا کرے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ

تو تم پر مشکل پڑے پر اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت

وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ

ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دل میں کھبا دیا اور تمہارے

الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

دل میں نفرت ڈال دی کفر اور نافرمانی کی وہی ہیں وہ لوگ

هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

جو نیک راہ پر ہیں اللہ کے فضل سے اور احسان

وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸

سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمتوں والا

ارشاد ہے کہ جب تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں تو تمہیں ان کی قدر پہچاننی چاہیے۔ اللہ کے رسول کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی کی رائے کا پابند ہو وہ تو اپنی ذاتی رائے پر بھی نہیں چلتا وہ تو وہی کرتا ہے جس کا اللہ حکم دے اس لیے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر وہ تمہاری رائے پر ہی چلتا ہوتا تو پھر اللہ کے رسول میں اور لوگوں میں فرق ہی کیا رہتا۔ جیسے اور لوگ اپنی خواہشوں پر چل کر اصلی کامیابی کبھی حاصل نہ کر سکے اسی طرح وہ بھی ناکامی کا منہ دیکھتا کیونکہ عوام میں تو ہر شخص اپنے ہی بھلے کی سوچتا ہے۔ اور یہ خود غرضی ہے اس پر دنیا کا نظام نہیں چل سکتا بلکہ ہر طرف مشکلوں ہی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انتظام جب درست ہوگا۔ جب اللہ پر ایمان لے آؤ گے چنانچہ یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ کہ تمہیں ایمان کی محبت دی اور وہ تمہارے دلوں کو سب سے اچھی چیز نظر آنے لگا۔ اللہ نے انکار گمراہی اور نافرمانی کی تمہارے دلوں میں نفرت پیدا کر دی یاد رکھو کہ ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ جو ایمان لاتے اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں لگ گئے جن کو یہ بات حاصل ہو گئی ان پر یقیناً اللہ نے فضل فرمایا اور بڑی نعمت عطا کی۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور سارے بھیدوں سے واقف ہے پھر اس کی فرمانبرداری میں بھلا نہ ہو گا تو کس میں ہو گا؟

جھگڑوں کا علاج

وَاِنْ - طَآئِفَتٰنِ - مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ - اقْتَتَلُوْا - فَاَصْلِحُوْا
اور اگر دو گروہ ایمان والوں میں سے لڑ پڑیں تو ملاپ کرا دو
بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ - بَغَتْ - اِحْدٰىهُمَا - عَلَى الْاُخْرٰى
درمیان انکے پس اگر زیادتی کرے ایک ان میں کا دوسرے پر
فَقَاتِلُوا - الَّتِيْ - تَبْغِيْ حَتّٰى - تَفِيْٓءَ - اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ
پس لڑو تم اس سے جو زیادتی کرے یہاں تک لوٹ آئے وہ اللہ کے حکم کی طرف
فَاِنْ - فَآءَتْ - فَاَصْلِحُوْا - بَيْنَهُمَا - بِالْعَدْلِ
پھر اگر لوٹ آئے وہ پس ملاپ کرا دو ان دونوں میں ساتھ برابری کے
وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ - اللّٰهَ - يُحِبُّ - الْمُقْسِطِيْنَ ⑨
اور انصاف کرو تحقیق اللہ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا
اور اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ
بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى
کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر بڑھا چلا جائے
فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ
تو تم سب اس چڑھائی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ اللہ کے حکم پر
فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ
پھر آ جائے پھر اگر آ گیا تو ان میں برابری کے ساتھ انصاف کرا دو
وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨
اور انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا سب سے پہلا کام ایک ایسی سوسائٹی قائم کرنا ہے جس کے زور اور دباؤ سے ہر شخص سیدھی طرح رہے اور کوئی دنگا فساد نہ کرنے پائے اور نہ کوئی کسی پر زور جتا سکے اس سوسائٹی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر تم میں سے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو تمہاری سوسائٹی کو فوراً آگے بڑھنا چاہیے اور سمجھا بجھا کر دونوں کو ملا دینا چاہیے لیکن اگر سیدھی طرح نہ مانیں بلکہ زبردست کمزور پر چڑھائی کر دے تو ساری سوسائٹی کو زیادتی کرنے والے سے لڑنا چاہیے اور اسے زبردستی آدمی بنانا چاہیے۔ جب وہ دب جائے اور اللہ کا یہ حکم مان لے کہ آپس میں لڑو مت تو پھر ایسی صلح کرا دو۔ جس میں کسی سے کسی کو نیچا دیکھنا نہ پڑے دونوں کا برابر مرتبہ رہے۔ ہر وقت اور ہر حالت میں انصاف کا خیال رکھو۔ اللہ کو وہی لوگ پسند ہیں جو انصاف سے کام لیتے ہیں۔

اس آیت سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ دنیا میں جھگڑے اٹھانے والوں اور فسادیوں کے دبانے کے لیے سوسائٹی اپنی تنظیم کرے اور مل جل کر حکومت قائم کرے۔ تاکہ دنگئی لوگ خواہ اپنے ہوں یا پرائے دبائے جا سکیں حکومت کی صورت یہ ہے کہ اپنے میں سے ایسے شخص کو جو شرع سے واقف ہو اور اللہ سے ڈرتا ہو۔ اپنا سردار بناؤ اور سب اسے نیک مشورہ دینے اور جان و مال سے اس کی مدد کرنے کے لیئے تیار رہو۔

رہنے سہنے کے طریقے

اِنَّمَا۔ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اِخْوَةٌ۔ فَاَصْلِحُوْا۔ بَيْنَ۔ اَخَوَيْكُمْ۔ وَاتَّقُوا
بات یہی ہے کہ ایمان والے بھائی ہیں پس صلح کرادو درمیان اپنے بھائیوں کے اور ڈرو
اللّٰهَ۔ لَعَلَّكُمْ۔ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا۔ الَّذِيْنَ۔ اٰمَنُوْا
اللہ سے تاکہ تم رحم کیے جاؤ اے وہ جو ایمان لائے ہو
لَا۔ يَسْخَرْ۔ قَوْمٌ۔ مِّنْ قَوْمٍ۔ عَسٰۤى۔ اَنْ۔ يَّكُوْنُوْا۔ خَيْرًا۔ مِّنْهُمْ
نہ ہنسی اڑائے ایک قوم دوسری قوم کی ہوسکتا ہے کہ ہوں بہتر ان سے
وَلَا۔ نِسَآءٌ۔ مِّنْ نِّسَآءٍ۔ عَسٰۤى۔ اَنْ۔ يَّكُنَّ۔ خَيْرًا۔ مِّنْهُنَّ ۚ
اور نہ عورتیں عورتوں کی ہوسکتا ہے کہ ہوں بہتر ان سے
وَلَا تَلْمِزُوْۤا۔ اَنْفُسَكُمْ۔ وَلَا۔ تَنَابَزُوْا۔ بِالْاَلْقَابِ ؕ
اور مت برے اشارے کرو آپس میں اور مت چڑاؤ ساتھ ناموں کے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا
مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرادو اور
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ع ۱۰/۱۲
اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو اے ایمان والو کوئی قوم
لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ
کسی قوم سے ٹھٹھا نہ کرے شاید وہ اس سے بہتر ہو اور نہ
وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ
عورتیں اور دوسری عورتوں سے شاید وہ اس سے بہتر ہوں
وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ
اور ایک دوسرے کو عیب مت لگاؤ اور مت نام ڈالو ایک دوسرے کے چڑانے کو

اِخْوَةٌ (بھائی) اَخ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ایک ماں باپ یا ایک باپ کے بیٹے ایک پیشہ یا عقیدے والے بھی اخ (بھائی) کہلاتے ہیں۔ اس وقت اس کی جمع اِخْوَانٌ آتی ہے لَا تَلْمِزُوْا (مت اشارے کرو) نہی کا صیغہ ہے ل۔ م۔ ز سے لَمْزٌ آنکھوں سے یا ہونٹوں سے یا ہاتھوں سے کسی کی برائی ظاہر کرنا۔ اس سے مضارع يَلْمِزُوْنَ سورۃ التوبہ میں گزر چکا ہے۔

قَوْمٌ: اصل عربی میں اس سے مراد صرف مرد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت میں آگے عورتوں کا نام الگ لینے سے ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل دونوں کو قوم کے لفظ میں گڈمڈ کر دیا گیا ہے اصل استعمال سے عورتوں کا اپنا الگ مرتبہ ظاہر ہوتا ہے جسے قائم رکھنا ہے۔

لَا تَنَابَزُوْا (مت چڑاؤ) نہی کا صیغہ ہے۔ تَنَابُزٌ سے جس کا مادہ ن۔ ب۔ ز ہے نَبْزٌ برے نام کو کہتے ہیں تَنَابُزٌ ایک دوسرے کو چڑانے کے لیے برے نام رکھنا۔ اس آیت میں اور کئی اگلی آیتوں میں آپس میں مل جل کر رہنے کا طریقہ بتایا ہے تاکہ خواہ مخواہ آپس میں ان بن نہ ہونے پائے اور اسلامی سوسائٹی جیسی ہونی چاہیے ویسی بنے۔ سب سے پہلے تو یہ بتا دیا گیا ہے کہ مسلمان آپس میں ایسے ہیں جیسے ایک باپ کی اولاد۔ آپس میں بگاڑ ہوتے ہی۔ ان میں ملاپ کرادو ورنہ سزا ملے گی۔ یاد رکھو اللہ کی سزا سے ڈر کر نیک کام کرو گے تو اس کی رحمت کے امیدوار ہو سکتے ہو۔ اس کے بعد عام طور پر جن باتوں سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں ان سے منع کیا گیا ہے مردوں اور عورتوں دونوں کو چاہیے کہ آپس میں ایک دوسرے کی ہنسی نہ اڑائیں اور نہ حقارت کی نظر سے دیکھیں کیونکہ کیا خبر کہ جس کی ہنسی اڑا رہے ہو۔ وہ تم سے بہتر ہو۔ پھر کسی کا عیب آنکھ زبان یا ہاتھ کے اشارے سے ظاہر نہ کرو کسی کے برے نام مت رکھو جس سے وہ چڑتا ہو۔

آپس کا برتاؤ

بِئْسَ - الِاسْمُ - الْفُسُوْقُ - بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ
گناہ ہے بُرا نام (رکھنا) بعد ایمان کے اور جس نے
لَّمْ - يَتُبْ - فَاُولٰٓئِكَ - هُمُ - الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يٰٓاَيُّهَا
توبہ نہ کی پس وہ لوگ وہی ظالم ہیں اے
الَّذِيْنَ - اٰمَنُوا - اجْتَنِبُوْا - كَثِيْرًا - مِّنَ الظَّنِّ ۫
لوگو جو ایمان لائے ہو بچتے رہو بہت سی بدگمانیوں سے
اِنَّ - بَعْضَ - الظَّنِّ - اِثْمٌ - وَّلَا تَجَسَّسُوْا - وَلَا
تحقیق بعض بدگمانی گناہ ہے اور مت ٹٹولا ایک دوسرے کو اور
يَغْتَبْ - بَّعْضُكُمْ - بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ - اَحَدُكُمْ
غیبت کرے ایک تمہارا دوسرے کی کیا پسند کرے گا تم میں سے کوئی
اَنْ - يَّاْكُلَ - لَحْمَ - اَخِيْهِ - مَيْتًا - فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ
کہ کھا جائے گوشت اپنے بھائی مرے کا پس گھن کرتے ہو تم اس سے
وَاتَّقُوا - اللّٰهَ ۭ اِنَّ - اللّٰهَ - تَوَّابٌ - رَّحِيْمٌ ⑫
اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ توجہ کرنے والا مہربان ہے

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ
ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو
لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يٰٓاَيُّهَا
توبہ نہ کرے تو وہی بے انصاف ہیں اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫
ایمان والو تم تہمت لگانے سے بچتے رہو
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا
بے شک بعض تہمت گناہ ہے اور کسی کا بھید مت ٹٹولو
يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ
اور ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہو بھلا تم میں سے کسی کو
اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ
اچھا لگتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے جو مردہ ہو سو تم کو اس سے
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫
گھن آتی ہے اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے

دیکھو۔ مسلمان ہو کر بدمعاش یا غنڈہ کہلانا کتنی بُری بات ہے ان باتوں سے باز آجاؤ۔ جو باز نہ آئے وہ ظالموں میں سے ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ بہت سی بدگمانیاں مت کیا کرو ہر ایک کی طرف سے نیک گمان رکھو۔ بعض بدگمانی تو گناہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ جب اس سے کوئی فساد یا جھگڑا پیدا ہو جائے اور اکثر جھگڑے بدگمانیوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کے حالات کی ٹوہ میں مت لگے رہو تاکہ اس پر دھونس جماؤ اور رازفاش کرنے کی دھمکیاں دے کر کچھ اس سے اینٹھو یہ کمینہ پن ہے اور پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی نہ کرو۔ یہ ایسی بُری بات ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا بھلا تم اسے کیسی بات سمجھتے ہو بس سمجھ لو کہ کسی شخص کی اس کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا اسی جیسا قابلِ نفرت کام ہے۔ یاد رکھو شیطان تمہارے پیچھے ہر وقت پڑا ہوا ہے۔ اور تمہیں بُرے کاموں میں پھنسائے رکھنا چاہتا ہے۔ اگر ان سے بچ کر رہنا ہے تو اللہ کو حاضر و ناضر جان کر اس کے غضب سے ڈرتے رہو ورنہ پھر بُرائی سے بچنے کی کوئی صورت نہیں اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔

ذات پات کی تردید

يٰٓاَيُّهَا - النَّاسُ - اِنَّا - خَلَقْنٰكُمْ - مِّنْ ذَكَرٍ
اے آدم زادو تحقیق ہم پیدا کیا ہم نے تمھیں ایک مرد
وَّاُنْثٰى - وَجَعَلْنٰكُمْ - شُعُوْبًا - وَّقَبَآئِلَ
اور ایک عورت سے اور کر دیا تمھیں بھانت بھانت اور قبیلے
لِتَعَارَفُوْا ۚ - اِنَّ - اَكْرَمَكُمْ - عِنْدَ - اللّٰهِ -
تاکہ آپس میں پہچان رہے تحقیق سب سے زیادہ معزز تم میں اللہ کے نزدیک
اَتْقٰكُمْ ۭ - اِنَّ - اللّٰهَ - عَلِيْمٌ - خَبِيْرٌ ⑬
سب سے متقی ہے تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ
اے آدمیو ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے بنایا
وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ
اور تمھاری ذاتیں اور قبیلے رکھے
لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
تاکہ آپس کی پہچان ہو تحقیق اللہ کے ہاں اس کی
اَتْقٰكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬
عزت بڑی ہے جو پرہیزگار ہے تحقیق اللہ سب کچھ جانتا خبردار ہے

انسان انسان میں باہم جدائی پیدا کرنے والی چیز خودغرضی ہے جتنا اس کو دبایا جائیگا اتنا ہی ایک انسان دوسرے انسان کے قریب ہوتا چلا جائے گا ظاہر ہے کہ جب انسان نے دیکھا کہ میں اکیلا اپنی ساری ضرورتوں کو مہیا نہیں کر سکتا تو اس نے محض اپنا خیال چھوڑ کر دوسروں کی طرف توجہ کرنی شروع کی اور آدمیوں کے جھتے بننے شروع ہو گئے اس کے بعد خودغرضی کی بدترین شکل یعنی ذات پات کی تمیز ظاہر ہوئی اور ایک جتھا دوسرے کو دبانے لگا ذات پات تو اپنا زہر پھیلا ہی رہی تھی کہ اس پر قومیت کا ایک اضافہ اور ہوا اور اس سے جو انسان کی گت بنی اور بن رہی ہے۔ وہ ظاہر ہے یہ سب خودغرضی ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔ اسلام نے اس کو مٹانے اور اس کی حد مقرر کرنے کے لیے انسان کو اصل بات سمجھائی اور کہا کہ یہ ایک دوسرے کو دبانے اور دوسروں پر اپنی فوقیت قائم رکھنے کی دھن تمہاری جان کے لیے گھن ہے۔

سنو! تم سب آدمؑ کی اور حوا کی اولاد ہو، کنبہ، قبیلہ، خاندان وغیرہ ایک دوسرے کو آسانی سے پہچاننے کے مختلف ذریعے ہیں۔ ان کا اتنا خیال مت کرو کہ جوتیوں میں دال بٹنے لگے۔ تم تو یہ سوچو کہ تم سب اللہ عزوجل کے بندے ہو اور سب برابر ہو اللہ جس کو چاہے نوازے دنیا میں تم ایک دوسرے سے بڑھتے چڑھنے کے دھن میں مت لگے رہو۔ اللہ کی بندگی کرو اس کے حکم بجا لاؤ۔ اگر کوئی چاہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا درجہ بڑھ جائے تو اسے اللہ سے ڈر کر برے کاموں سے بچنا چاہیے اللہ کے ہاں اسی سے درجہ بڑھتا ہے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے۔ جو دنیا میں اس سے ڈر کر ان کاموں کے قریب نہیں جاتا جن سے اس نے منع کیا ہے۔ اللہ سے تمہاری کوئی بات چھپی نہیں وہ جانتا ہے۔ کہ کون کتنے پانی میں ہے۔

اسلام اور ایمان

قَالَتِ - الْاَعْرَابُ - اٰمَنَّا ؕ قُلْ - لَّمْ - تُؤْمِنُوْا
کہا دیہاتیوں نے ایمان لائے ہم کہدے ایمان نہیں لائے تم
وَلٰكِنْ - قُوْلُوْٓا - اَسْلَمْنَا - وَلَمَّا - يَدْخُلِ
اور لیکن یہ کہو کہ اسلام کو مانا ہم نے اور ابھی تک نہیں داخل ہوا
الْاِيْمَانُ - فِيْ - قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ - تُطِيْعُوا - اللّٰهَ
ایمان تمھارے دلوں میں اور اگر کہا مانو گے اللہ کا
وَرَسُوْلَهٗ - لَا يَلِتْكُمْ - مِّنْ - اَعْمَالِكُمْ
اور اس کے رسول کا نہ گھٹائے گا تمھارے لیے تمھارے اعمال میں سے
شَيْـًٔا ؕ اِنَّ - اللّٰهَ - غَفُوْرٌ - رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾
کچھ تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا
گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو کہہ تم ایمان نہیں لائے
وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ
پر تم کہو مسلمان ہوئے اور ابھی ایمان تمھارے دلوں
الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ
میں نہیں گھسا اور اگر تم اللہ کے اور اس کے
وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ
رسول کے حکم پر چلو گے تو وہ تمھارے کاموں میں سے کچھ کاٹ
شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾
نہ لے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا يَلِتْ (نہ گھٹائے گا) مضارع کا صیغہ ہے۔ ل - ی - ت سے لَیْتٌ کے معنی کم کرنا۔ گھٹانا اصل میں لَایَلِیْتُ ہے جزا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اس آیت سے اسلام اور ایمان میں فرق ظاہر ہوتا ہے جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اب وہ اسلامی برادری کا آدمی ہے اور کہہ سکتا ہے کہ میں مسلم ہوں اب اسے مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر ان کی طرح رہنا چاہیے اس کو مسلمانوں کے حقوق سارے حاصل ہو گئے لیکن ایمان جب حاصل ہوگا جب وہ کلمہ کے معنی سمجھ کر دل سے اس کا یقین کرے گا اور اس کی نشانیاں اس کے برتاؤ اور عادتوں سے ظاہر ہونے لگیں گی۔ جو آدمی بد دماغ اور اکھڑ ہو بات بات میں لڑتے۔ لوگوں کے عیب ڈھونڈھتا رہے۔ انھیں ستائے غرض وہ باتیں کرے جن سے اوپر کی آیتوں سے منع کیا گیا ہے وہ بھی ایمان کا کچا

اس آیت میں یہی ارشاد ہے۔ کہ گنوار لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ان سے کہہ دو کہ یوں کہا کرو کہ ہم اسلام میں داخل ہوئے ابھی تمہارے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا البتہ اللہ اور رسول کی سچے دل سے فرمانبرداری کرتے رہو گے تو تمہارے دل میں ایمان کی روشنی ظاہر ہونی شروع ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ کے ہاں تمہارے اعمال کی قدر ہو گی اور ان کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور اس میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اگر اللہ کے فرمانبردار رہو گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے رہو گے تو اللہ تمہارے چھوٹے چھوٹے قصور معاف کر دیگا۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے اور رحمت کرنے والا غفور اور رحیم ہے ۔

مومن کون ہیں؟

اِنَّمَا ۔ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ بِاللّٰہِ
وہی ہیں ایمان والے جو ایمان لائے اللہ پر
وَرَسُوْلِہٖ ۔ ثُمَّ ۔ لَمْ یَرْتَابُوْا ۔ وَجٰھَدُوْا
اور اس کے رسول پر پھر نہ شک کیا اور جہاد کیا انھوں نے
بِاَمْوَالِھِمْ ۔ وَاَنْفُسِھِمْ ۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے اللہ کی راہ میں
اُولٰٓئِکَ ۔ ھُمُ ۔ الصّٰدِقُوْنَ (۱۵) قُلْ ۔ اَتُعَلِّمُوْنَ
وہ لوگ وہی ہیں سچے ۔ کہہ دے کیا جتلاتے ہو تم
اللّٰہَ ۔ بِدِیْنِکُمْ ۔ وَاللّٰہُ ۔ یَعْلَمُ ۔ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
اللہ کو اپنا دین اور اللہ جانتا ہے جو ہے آسمانوں میں
وَمَا ۔ فِی الْاَرْضِ ۔ وَاللّٰہُ ۔ بِکُلِّ ۔ شَیْءٍ ۔ عَلِیْمٌ (۱۶)
اور جو ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ
ایمان والے وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر
وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا
ایمان لائے پھر شبہ نہ لائے اور اللہ کی راہ میں اپنے
بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ
مال اور اپنی جان سے لڑے
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۱۵) قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ
وہ لوگ جو ہیں وہی سچے ہیں تو کہہ کیا تم اللہ کو اپنی
اللّٰہَ بِدِیْنِکُمْ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
دینداری جتلاتے ہو اور اللہ کو تو خبر ہے جو کچھ آسمان میں
وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۱۶)
اور زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے

اس آیت میں مومن کی حقیقت تھوڑے سے لفظوں میں بیان کر دی گئی ہے۔ جو اس کو یاد رکھے گا اور کوشش میں لگا رہے گا وہ ایمان کی دولت سے مالامال ہو سکتا ہے۔ ارشاد ہے کہ مومن وہ ہے۔ جس نے اللہ کا اور اس کے رسول کا یقین کر لیا اور پھر اس کے دل میں کوئی شک و شبہ اس میں باقی نہ رہا کہ اللہ اس ساری کائنات کا خالق رب اور مالک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں پھر اللہ کے اور اس کے رسول کے حکم بجا لانے کے لیے ہر وقت جان اور مال سے حاضر رہا۔ ایسے ہی لوگ ہیں۔ جن کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے سچائی اختیار کی اور ٹھیک راستہ پا لیا۔

آگے ان لوگوں سے جو اپنے اسلام میں داخل ہونے کو اس طرح ظاہر کرتے تھے کہ گویا انہوں نے اللہ کے رسول پر کوئی احسان کیا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ کیا اللہ کو یہ جتلانا چاہتے ہو۔ کہ تم نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے۔ نادانو! اللہ کو کیا جتلاتے ہو اس سے تو کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں چھپی ہوئی نہیں۔ وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے اور ہر ایک کا حال اچھی طرح جانتا ہے اگر تم اسلام میں سچ مچ داخل ہو گئے ہو۔ تو یہ اللہ پر یا اس کے رسول پر کوئی احسان نہیں اس میں سراسر تمہارا اپنا بھلا ہے بشرطیکہ تم کام کرو جو اسلام چاہتا ہے۔

اللہ کا احسان مانو

يَمُنُّوْنَ ۔ عَلَيْكَ ۔ اَنْ ۔ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ
احسان جتاتے ہیں تیرے اوپر کہ اسلام لائے وہ تو کہہ
لَّا تَمُنُّوْا ۔ عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ ۔ اللّٰهُ ۔ يَمُنُّ
مت احسان رکھو مجھ پر اسلام کا بلکہ اللہ احسان کرتا ہے
عَلَيْكُمْ ۔ اَنْ ۔ هَدٰىكُمْ ۔ لِلْاِيْمَانِ ۔ اِنْ
تم پر کہ راستہ سجھایا تمھیں ایمان کی طرف اگر
كُنْتُمْ ۔ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ يَعْلَمُ
ہو تم راستی پسند تحقیق اللہ جانتا ہے
غَيْبَ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ
بھید آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ
بَصِيْرٌ ۔ بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾
دیکھ رہا ہے اس کو جو تم کرتے ہو

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ
تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے تو کہہ
لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ
مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان
عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ
کرتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی راہ سجھائی اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
سچ کہو اللہ جانتا ہے چھپے بھید
غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ
آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ
ع ۲ ۸ ۱۴ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع
دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام میں داخل ہوئے انھوں نے کچھ ایسی باتیں کیں، بلکہ منہ سے بھی کچھ ایسا کہا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ان کا آپ پر احسان ہے کہ بغیر لڑے بھڑے آکر اسلام کا اقرار کر لیا اور دوسروں کی طرح آپ کو اس پر مجبور نہ کیا کہ ان کی شرارت کے دبانے کے لیے جنگ کی مصیبت میں پھنسیں۔ ان کی بابت اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ یہ اپنے اسلام لانے کا تجھ پر احسان جتاتے ہیں۔ ان سے صاف کہہ دو کہ یہ تمھارا مجھ پر کوئی احسان نہیں کہ تم نے دین اسلام قبول کیا۔ یہ تو تم پر اللہ کا احسان ہے کہ تم کو ایمان کا راستہ بتا دیا۔ اگر تم سچ کہتے ہو کہ تم مسلمان ہوگئے تو اپنی خوش قسمتی پر فخر کرو کہ اسلام میں داخل ہو کر تمھیں اپنے ایمان اور اعتقاد درست کرنے کا موقع مل گیا اور یہ اللہ کی تم پر بڑی مہربانی ہے۔ اب تم ایسا کرو کہ اسلام سے تمھیں سچ مچ فائدہ پہنچے۔ تم صرف نام اور دکھاوے کے مسلمان مت بنو۔ سچے دل سے اسلام کے مطابق عمل کرو اور یہ مت سمجھو کہ جیسے آدمیوں کو دھوکا دیتے ہو اسی طرح اللہ کو بھی دھوکا دے لوگے۔ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں، وہ آسمان اور زمین کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ خوب سمجھ لو کہ وہ تمھارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ الحمد للہ چھٹی منزل تمام ہوئی۔ ماشاء اللہ۔

درسِ قرآن بورڈ

ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور نے درس قرآن کی ترتیب و تدوین کے لئے ایک بورڈ مقرر کیا ہوا ہے۔ اس بورڈ کے مندرجہ ذیل حضرات نے اس ساتویں منزل کو مرتب کیا۔

۱۔ مولانا خواجہ عبدالحی فاروقی مرحوم سابق صدر شعبۂ اسلامیات و عربی اسلامیہ کالج لاہور۔

۲۔ مولانا حافظ مرغوب احمد صاحب مرحوم منشی فاضل، مولوی فاضل، ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل سابق صدر اسلامیات و عربی ڈھاکہ یونیورسٹی۔

۳۔ الحاج عبدالواحد صاحب ایم۔ اے سابق انسپکٹر آف سکولز۔

سرٹیفکیٹ

میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے سورۃ نمبر، آیت نمبر، پارہ نمبر اور متن میں کوئی کمی و بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے

مولوی محمد منان
رجسٹرڈ پروف ریڈر
حکومت پاکستان

میں نے اس ساتویں منزل درس قرآن کے متن کو حرفاً حرفاً پڑھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اس کے متن میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

مدرس شعبہ تجوید، قاری محمد اقبال
مدرسہ تجوید القرآن، کوچہ کندی گراں، لاہور

فہرست صفحات المنزل السابع (ساتویں)

درس قرآن (ساتویں منزل)	
درس قرآن بورڈ	۲
فہرست مضامین	۳ تا ۱۰
پارہ حٰمٓ ۲۶	۱۱ تا ۳۱
سُورۃ قٓ ۵۰	۱۱ تا ۲۴
سُورۃ الذّٰریٰت ۵۱	صفحہ ۲۵ تا ۳۸
پارہ قال فما خطبکم ۲۷	صفحہ ۳۲ تا ۱۱۹
سُورۃُ الطُّور ۵۲	صفحہ ۳۹ تا ۴۹
سُورۃُ النّجم ۵۳	صفحہ ۵۰ تا ۶۲
سُورۃُ القمر ۵۴	صفحہ ۶۳ تا ۷۳
سُورۃُ الرّحمٰن ۵۵	صفحہ ۷۴ تا ۸۵
سُورۃُ الواقعۃ ۵۶	صفحہ ۸۶ تا ۹۸
سُورۃُ الحدید ۵۷	صفحہ ۹۹ تا ۱۱۸
سُورۃُ المجادلۃ ۵۸	صفحہ ۱۱۹ تا ۱۳۴
پارہ قد سمع اللہ ۲۸	صفحہ ۱۲۰ تا ۲۱۲
سُورۃُ الحشر ۵۹	صفحہ ۱۳۵ تا ۱۵۰
سُورۃُ الممتحنۃ ۶۰	صفحہ ۱۵۱ تا ۱۶۴
سُورۃُ الصّفّ ۶۱	صفحہ ۱۶۵ تا ۱۷۲
سُورۃُ الجمعۃ ۶۲	صفحہ ۱۷۳ تا ۱۷۸
سُورۃُ المنافقون ۶۳	صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۵
سُورۃُ التّغابن ۶۴	صفحہ ۱۸۶ تا ۱۹۳
سُورۃُ الطّلاق ۶۵	صفحہ ۱۹۴ تا ۲۰۳
سُورۃُ التّحریم ۶۶	صفحہ ۲۰۴ تا ۲۱۲
پارہ تبارک الّذی ۲۹	صفحہ ۲۱۳ تا ۳۰۵
سُورۃُ الملک ۶۷	صفحہ ۲۱۳ تا ۲۲۳
سُورۃُ القلم ۶۸	صفحہ ۲۲۴ تا ۲۳۳
سُورۃُ الحاقّۃ ۶۹	صفحہ ۲۳۴ تا ۲۴۲
سُورۃُ المعارج ۷۰	صفحہ ۲۴۳ تا ۲۴۹
سُورۃُ النّوح ۷۱	صفحہ ۲۵۰ تا ۲۵۶
سُورۃُ الجنّ ۷۲	صفحہ ۲۵۷ تا ۲۶۵
سُورۃُ المزّمّل ۷۳	صفحہ ۲۶۶ تا ۲۷۳
سُورۃُ المدّثّر ۷۴	صفحہ ۲۷۴ تا ۲۸۲
سُورۃُ القیامۃ ۷۵	صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۸
سُورۃُ الدّھر ۷۶	صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۷
سُورۃُ المرسلٰت ۷۷	صفحہ ۲۹۸ تا ۳۰۵
پارہ عمّ ۳۰	صفحہ ۳۰۶ تا ۳۱۶
سُورۃُ النّبا ۷۸	صفحہ ۳۰۶ تا ۳۱۴
سُورۃُ النّازعات ۷۹	صفحہ ۳۱۵ تا ۳۲۳
سُورۃُ عبس ۸۰	صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۹
سُورۃُ التّکویر ۸۱	صفحہ ۳۳۰ تا ۳۳۵
سُورۃُ انفطار ۸۲	صفحہ ۳۳۶ تا ۳۴۰
سُورۃُ المطفّفین ۸۳	صفحہ ۳۴۱ تا ۳۴۷
سُورۃُ انشقاق ۸۴	صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۳
سُورۃُ البروج ۸۵	صفحہ ۳۵۴ تا ۳۵۸

سورۃ	نمبر	صفحہ
سُورَۃُ الطَّارِق	۸۶	صفحہ ۳۵۹ تا ۳۶۱
سُورَۃُ الاَعلیٰ	۸۷	صفحہ ۳۶۲ تا ۳۶۴
سُورَۃُ الغَاشِیَۃ	۸۸	صفحہ ۳۶۵ تا ۳۶۸
سُورَۃُ الفَجر	۸۹	صفحہ ۳۶۹ تا ۳۷۵
سُورَۃُ البَلَد	۹۰	صفحہ ۳۷۶ تا ۳۷۹
سُورَۃُ الشَّمس	۹۱	صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۳
سُورَۃُ اللَّیل	۹۲	صفحہ ۳۸۴ تا ۳۸۶
سُورَۃُ وَالضُّحیٰ	۹۳	صفحہ ۳۸۷ تا ۳۸۸
سُورَۃُ اَلَم نَشرَح	۹۴	صفحہ ۳۸۹
سُورَۃُ وَالتِّین	۹۵	صفحہ ۳۹۰ تا ۳۹۱
سُورَۃُ العَلَق	۹۶	صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۳
سُورَۃُ القَدر	۹۷	صفحہ ۳۹۴ تا ۳۹۵
سُورَۃُ البَیِّنَۃ	۹۸	صفحہ ۳۹۶ تا ۳۹۸
سُورَۃُ الزِّلزَال	۹۹	صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۰
سُورَۃُ العٰدِیٰت	۱۰۰	صفحہ ۴۰۱ تا ۴۰۲
سُورَۃُ القَارِعَۃ	۱۰۱	صفحہ ۴۰۳
سُورَۃُ التَّکَاثُر	۱۰۲	۴۰۴
سُورَۃُ العَصر	۱۰۳	۴۰۵
سُورَۃُ الھُمَزَۃ	۱۰۴	۴۰۶
سُورَۃُ الفِیل	۱۰۵	۴۰۷
سُورَۃُ القُرَیش	۱۰۶	۴۰۸
سُورَۃُ المَاعُون	۱۰۷	۴۰۹
سُورَۃُ الکَوثَر	۱۰۸	۴۱۰
سُورَۃُ الکَافِرُون	۱۰۹	۴۱۱
سُورَۃُ النَّصر	۱۱۰	۴۱۲
سُورَۃُ اللَّھَب	۱۱۱	۴۱۳
سُورَۃُ الاِخلَاص	۱۱۲	۴۱۴
سُورَۃُ الفَلَق	۱۱۳	۴۱۵
سُورَۃُ النَّاس	۱۱۴	۴۱۶

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ درس قرآن کا یہ سلسلہ جو کہ مئی ۱۹۵۵ء کو پندرہ روزہ درسِ قرآن رسالہ کی صورت میں جاری کیا گیا تھا۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو مکمل ہوگیا تھا۔ اسی سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ و قائم دائم رکھنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس کو کتابی صورت میں بھی چھپوا دیا جائے۔ چنانچہ جب پہلی منزل کے (سوا پانچ پاروں تک) درس رسالے میں شائع ہوگئے ان کو نظر ثانی کرنے کے بعد از سرِ نو کتابت کروا کر پہلی منزل درسِ قرآن چھپوا دی گئی اس طرح یکے بعد دیگرے سات منزلوں میں یہ سلسلہ خداوند قدوس کے فضل و کرم سے مکمل ہوگیا ہے گویا یہ ساتویں منزل جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس سلسلہ کی آخری منزل ہے اور یہ محض اللہ رب العزت کی عنایت، مہربانی اور فضل و کرم ہے کہ یہ سلسلہ کتابی صورت میں بھی پورا ہوگیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بے سروسامانی کے باوجود اس سلسلہ کو محض اپنے لطف و کرم سے پورا کروا دیا ہے۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ سلسلہ ہر قسم کی اغلاط سے مبرا ہو۔ لیکن پھر بھی غلطی رہنے کا امکان ہو سکتا ہے۔ اس لئے ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ ان کی نظر میں اگر کوئی غلطی آجائے تو مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح ہو سکے۔

دعا کا طالب :- عبد العزیز سیکرٹری ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگس لاہور

فہرست مضامین و آیات المنزل السابع (۷) ساتویں

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
	پارہ حٰمٓ ۲۶			پارۂ قال فما خطبکم ۲۷		۵۳	ذرا ان دلیلوں کو دیکھنا	۱۹ تا ۲۲
۱۱	سورۃ قٓ		۳۲	فرشتوں کا اصل کام	۳۱ تا ۳۶	۵۴	اپنی خواہش چھوڑ دو	۲۳ تا ۲۶
۱۲	مر کر پھر جینا ہوگا	۱ تا ۷	۳۳	نافرمان قومیں	۳۷ تا ۴۰	۵۵	فرشتوں کو غلط سمجھا	۲۷ تا ۲۹
۱۳	قدرت کی نشانیاں (ا)	۶ تا ۸	۳۴	دوسری گناہگار قومیں	۴۱ تا ۴۶	۵۶	انکی پہنچ یہیں تک ہے	۳۰ تا ۳۱
۱۴	قدرت کی نشانیاں (ب)	۹ تا ۱۱	۳۵	آنکھیں کھولو	۴۷ تا ۵۱	۵۷	اچھے لوگ	۳۲
۱۵	منکروں کا انجام	۱۲ تا ۱۵	۳۶	ایسا ہی پہلوں نے کیا (ا)	۵۲ تا ۵۶	۵۸	غلط خیالوں والوں کو تنبیہہ (ا)	۳۳ تا ۴۱
۱۶	نامۂ اعمال کی تیاری	۱۶ تا ۱۹	۳۷	ایسا ہی پہلوں نے کیا (ب)		۵۹	〃 〃 (ب)	۴۲ تا ۵۰
۱۷	موت کے بعد	۲۰ تا ۲۳	۳۸	بندگی کرو	۵۷ تا ۶۰	۶۰	〃 〃 (ج)	۵۱ تا ۵۵
۱۸	اللہ کا حکم	۲۴ تا ۲۷	۳۹	سورۃ الطور		۶۱	اب بھی سمجھ لو	۵۶ تا ۶۲
۱۹	دونوں پر ڈانٹ پڑیگی	۲۸ تا ۳۱	۴۰	اللہ کی قدرت	۱ تا ۱۰	۶۲	سورہ النجم کیا سکھاتی ہے	
۲۰	جنت اور جنت والے	۳۲ تا ۳۵	۴۱	گناہگاروں کا حال	۱۱ تا ۱۵	۶۳	سورۃ القمر	
۲۱	پہلے لوگ	۳۶ تا ۳۷	۴۲	پرہیزگاروں کا انجام	۱۶ تا ۲۰	۶۴	منکروں کا مکراپن	۱ تا ۵
۲۲	اللہ کی عبادت	۳۸ تا ۳۹	۴۳	ایمانداروں کی اولاد	۲۱ تا ۲۲	۶۵	قیامت کو کیا ہوگا ؟	۶ تا ۱۰
۲۳	قیامت آنی ہے۔	۴۰ تا ۴۳	۴۴	جنتیوں کی خوش طبعی	۲۳ تا ۲۸	۶۶	نافرمانوں کا انجام	۱۱ تا ۱۶
۲۴	جو ڈرتا ہو اسے سنا دو	۴۴ تا ۴۵	۴۵	مخالفوں کی بوکھلاہٹ	۲۹ تا ۳۳	۶۷	منکروں کا انجام (ا)	۱۷ تا ۲۲
۲۵	سورۃ الذٰریٰت		۴۶	آخر انکار کی وجہ کیا ہے ؟	۳۴ تا ۳۸	۶۸	〃 〃 (ب)	۲۳ تا ۲۷
۲۶	ہوا اور بارش	۱ تا ۹	۴۷	غلط خیالات	۳۹ تا ۴۲	۶۹	〃 〃 (ج)	۲۸ تا ۳۲
۲۷	قیامت کیا ہے ؟	۱۰ تا ۱۴	۴۸	یہ لوگ ماننے والے نہیں	۴۳ تا ۴۶	۷۰	〃 〃 (د)	۳۳ تا ۳۷
۲۸	پرہیزگاروں کا انعام	۱۵ تا ۱۹	۴۹	انکی اس سے پہلے بھی بری گت بنیگی	۴۷ تا ۴۹	۷۱	〃 〃 (ھ)	۳۸ تا ۴۲
۲۹	اللہ کی نشانیاں	۲۰ تا ۲۳	۵۰	سورۃ النجم		۷۲	جتھے پر مت اتراؤ	۴۳ تا ۴۹
۳۰	بھلوں اور بروں کا ذکر	۲۴ تا ۲۷	۵۱	محمدؐ سچے آخری رسول ہیں	۱ تا ۱۰	۷۳	جزا سزا مقرر ہو چکی ہے	۵۰ تا ۵۵
۳۱	خوشخبری	۲۸ تا ۳۰	۵۲	سب کچھ ٹھیک دیکھا	۱۱ تا ۱۸	۷۴	سورۃ الرحمٰن	

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر شمار صفحہ
۷۵	اللہ کی رحمت کا ظہور	۱ تا ۱۳	۹۹	سورۃ الحدید		۱۲۲	اللہ کی نافرمانی مت کرو	۴ تا ۵
۷۶	پیدائش	۱۴ تا ۲۱	۱۰۰	اللہ کی صفتیں (ل)	۱ تا ۳	۱۲۳	اللہ ہر وقت ساتھ ہے	۶
۷۷	دریا کے فائدے	۲۲ تا ۲۸	۱۰۱	″ ″ (ب)	۴ تا ۶	۱۲۴	قیامت کو سب معلوم ہو جائیگا	۷
۷۸	مخلوق کی بے بسی	۲۹ تا ۳۳	۱۰۲	اللہ کا حکم	۷ تا ۸	۱۲۵	مسلمانوں کو نصیحت	۸ تا ۹
۷۹	قیامت کی سختیاں	۳۴ تا ۳۸	۱۰۳	اللہ کی عنایتیں	۹	۱۲۶	آدابِ مجلس (ل)	۱۰
۸۰	بچنے کا سامان کرلو	۳۹ تا ۴۵	۱۰۴	اصل چیز ایمان ہے	۱۰ تا ۱۱	۱۲۷	″ ″ (ب)	۱۱ تا ۱۲
۸۱	اچھوں کا انجام	۴۶ تا ۵۵	۱۰۵	ایمان کا پھل		۱۲۸	″ ″ (ج)	
۸۲	پاکیزہ بیویاں	۵۶ تا ۶۱	۱۰۶	آخرت کی کامیابی	۱۲	۱۲۹	حکم موقوف ہو گیا	۱۳
۸۳	دو اور باغ	۶۲ تا ۷۱	۱۰۷	الگ کر دیا گیا	۱۳ تا ۱۴	۱۳۰	نہ ادھر نہ اُدھر کے	۱۴ تا ۱۶
۸۴	خوبصورت خواتین	۷۲ تا ۷۸	۱۰۸	اب مسلمان کی باری ہے	۱۵	۱۳۱	شیطانی ٹولہ	۱۷ تا ۱۹
۸۵	اعلانِ عام		۱۰۹	بُروں جیسے مت بنو	۱۶ تا ۱۸	۱۳۲	جیت اللہ ہی کی ہوگی	۲۰ تا ۲۱
۸۶	سورۃ واقعہ		۱۱۰	دنیا میں کیا دھرا ہے	۱۹	۱۳۳	ایمانداروں کا انعام	۲۲
۸۷	احوال قیامت	۱ تا ۹	۱۱۱	دُنیا کی مثال	۲۰	۱۳۴	سورۃ المجادلہ کیا سکھاتی ہے	
۸۸	بڑے درجہ والے	۱۰ تا ۱۹	۱۱۲	نہ گھبراؤ نہ اتراؤ	۲۱ تا ۲۲	۱۳۵	سورۃ الحشر	
۸۹	جنّت کی نعمتیں	۲۰ تا ۲۹	۱۱۳	گھمنڈ کا ہے کا	۲۳ تا ۲۴	۱۳۶	بنی نضیر کا حشر	۱
۹۰	سامانِ عیش	۳۰ تا ۴۱	۱۱۴	فائدے کی ایک اور چیز	۲۵ تا ۲۶	۱۳۷	نیا عذاب	۲ تا ۴
۹۱	دوزخیوں کا حال	۴۲ تا ۴۸	۱۱۵	حضرت عیسٰی کے ماننے والے	۲۷	۱۳۸	ضروریات جنگ	۵ تا ۶
۹۲	اعتراض کا جواب	۴۹ تا ۵۶	۱۱۶	نئے نئے طریقے یا ڈھونگ		۱۳۹	کفار کی جائیداد کا حکم	۷
۹۳	قدرت کی نشانیاں	۵۷ تا ۶۲	۱۱۷	ایمان والوں کو نصیحت	۲۸ تا ۲۹	۱۴۰	ملک کی آمدنی کے مستحق	۸
۹۴	اور نشانیاں دیکھو	۶۳ تا ۶۹	۱۱۸	سورۃ الحدید پر ایک نظر		۱۴۱	انصار کی خوبیاں	۹ تا ۱۰
۹۵	ایک اور نشانی	۷۰ تا ۷۶	۱۱۹	سورۃ المجادلہ		۱۴۲	دولت کی تقسیم	
۹۶	قرآن کیا ہے	۷۷ تا ۸۴		پارہ قد سمع اللہ ۲۸		۱۴۳	منافقوں کا حال (ل)	۱۱
۹۷	تمہیں سوجھتا نہیں	۸۵ تا ۹۱	۱۲۰	ایک عورت کے جھگڑے	۱ تا ۲	۱۴۴	″ ″ (ب)	۱۲ تا ۱۳
۹۸	جھوٹا سمجھنے والے	۹۲ تا ۹۶	۱۲۱	ظہار کا کفارہ	۳	۱۴۵	″ (ج)	۱۴ تا ۱۷

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۴۶	مسلمانوں کا طرزِ عمل	۱۸ تا ۲۰
۱۴۷	قرآن کی تاثیر	۲۱ تا ۲۲
۱۴۸	اللہ کی صفتیں	۲۳ تا ۲۴
۱۴۹	سُورۃ الحشر کے مضامین	
۱۵۰	سُورۃ الحشر سے سبق	
۱۵۱	اَلمُمتَحِنَة	
۱۵۲	ترکِ موالات	۱
۱۵۳	انکی دشمنی معمولی نہیں	۱ تا ۲
۱۵۴	ابراہیمی طریقہ	۳
۱۵۵	مذہبی جھگڑا ختم نہیں ہوسکتا	۴
۱۵۶	یہی تم بھی کرو	۵ تا ۶
۱۵۷	یہ جھگڑا تھوڑے دن کا ہے	۷ تا ۸
۱۵۸	لڑائی کن سے ہے اور کیوں ہے	۹
۱۵۹	ایمان والیوں کو کافروں میں مت بھیجو	
۱۶۰	انصاف کی تعلیم	۱۰
۱۶۱	ایمان کا امتحان	۱۱
۱۶۲	ان سے اقرار لے لو	۱۲ تا ۱۳
۱۶۳	سُورۃ الممتحنہ کیا سکھاتی ہے	(الف)
۱۶۴	〃 〃 〃	(ب)
۱۶۵	سُورَۃ الصّف	
۱۶۶	ڈینگیں مت مارو	۱ تا ۴
۱۶۷	حضرت موسیٰؑ کی قوم	۵
۱۶۸	حضرت عیسیٰؑ کیساتھ سلوک	۶

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۶۹	منکر بڑے ظالم ہیں	۷ تا ۹
۱۷۰	ایمان والوں کو ہدایت	۱۰ تا ۱۲
۱۷۱	حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں کی مثال	۱۲ تا ۱۴
۱۷۲	سُورۃ الصف کا پیغام	
۱۷۳	سُورۃ الجُمُعَة	
۱۷۴	اللہ کی تسبیح	۱ تا ۳
۱۷۵	یہود کی طرح مت بنو	۴ تا ۶
۱۷۶	وہ تو موت سے بھاگتے ہیں	۷ تا ۸
۱۷۷	مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے	۹ تا ۱۰
۱۷۸	آداب جُمعہ	۱۱
۱۷۹	سُورۃ المنافقون	
۱۸۰	منافق جھوٹے ہیں	۱ تا ۳
۱۸۱	موٹے تازے مگر بزدل	۴ تا ۵
۱۸۲	لو اور سنو	۶ تا ۷
۱۸۳	ایک اور بکواس	۸ تا ۹
۱۸۴	مال جوڑنے کیلئے نہیں	۱۰ تا ۱۱
۱۸۵	سُورۃ المنافقون کیا بتاتی ہے	
۱۸۶	سُورۃ التغابن	
۱۸۷	اللہ کی خوبیاں	۱ تا ۳
۱۸۸	منکر مارے گئے	۴ تا ۵
۱۸۹	انہوں نے رسول کو نہ مانا	۶ تا ۸
۱۹۰	قیامت کیا چیز ہے	۹ تا ۱۰
۱۹۱	ہر جگہ اللہ کا حکم جاری ہے	۱۱ تا ۱۳
۱۹۲	برداشت کا سبق	۱۴ تا ۱۶

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۹۳	اللہ کا وعدہ	۱۷ تا ۱۸
۱۹۴	سُورۃ الطلاق	
۱۹۵	طلاق دینے کا طریقہ (ا)	۱
۱۹۶	〃 〃 (ب)	
۱۹۷	طلاق رجعی	۲
۱۹۸	بوڑھیوں اور نابالغ لڑکیوں کی عدت	۳ تا ۴
۱۹۹	حاملہ مطلقہ	۵
۲۰۰	سلجھا ہوا معاملہ	۶ تا ۷
۲۰۱	نافرمان پکڑے جائیں گے	۸ - ۹
۲۰۲	قرآن اور رسولؐ	۱۰ تا ۱۱
۲۰۳	اللہ کی قدرت	۱۲
۲۰۴	سورۃ التحریم	
۲۰۵	بے جا رعایت مت کرو	۱ تا ۲
۲۰۶	خفیہ باتیں	۳
۲۰۷	سخت دھمکی	۴ تا ۵
۲۰۸	مسلمانوں کا اصل کام	۶ تا ۷
۲۰۹	سچے دل سے توبہ کرو	۸
۲۱۰	فسادیوں کا علاج اور انجام	۹ تا ۱۰
۲۱۱	نیکوں کا حال اور انجام	۱۱ تا ۱۲
۲۱۲	سورۃ التحریم کی تعلیم	
	پارۂ تبارک الذی	
۲۱۳	سُورۃ المُلک	
۲۱۴	اللہ ہی کا راج ہے	۱ تا ۳

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر	نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۱۵	روشن ستارے	۴ تا ۶	۲۳۹	بد قسمت	۲۵ تا ۳۲	۲۶۳	پیغامِ حق	۲۰ تا ۲۳
۲۱۶	دوزخ کا حال	۷ تا ۹	۲۴۰	دنیا میں وہ کیسا تھا	۳۳ تا ۴۰	۲۶۴	عنقریب راز کھل جائے گا	۲۴ تا ۲۶
۲۱۷	گناہ کا اقرار	۱۰ تا ۱۴	۲۴۱	جھوٹ چل نہیں سکتا	۴۱ تا ۴۸	۲۶۵	وحی کی حفاظت	۲۷ تا ۲۸
۲۱۸	اللہ کو مانو اور اس سے ڈرو	۱۵ تا ۱۷	۲۴۲	کچھ لوگ نہ مانیں گے	۴۹ تا ۵۲	۲۶۶	سُورۃ المزمّل	
۲۱۹	فضا کا منظر	۱۸ تا ۲۰	۲۴۳	سُورَۃُ المعارج		۲۶۷	انسان کی اصلاح کی تیاری	۱ تا ۶
۲۲۰	اللہ کے سوا کون دے	۲۱ تا ۲۳	۲۴۴	قیامت میں شک مت کرو	۱ تا ۸	۲۶۸	پہلا قدم	۷ تا ۱۱
۲۲۱	قیامت آنی ہے۔	۲۴ تا ۲۷	۲۴۵	قیامت میں کیا ہوگا؟	۹ تا ۱۸	۲۶۹	منکروں کی سزا	۱۲ تا ۱۶
۲۲۲	کڑے سوالات	۲۸ تا ۳۰	۲۴۶	انسانی کمزوریاں اور انکا علاج (ا)	۱۹ تا ۲۷	۲۷۰	عذاب سے نجات کا راستہ	۱۷ تا ۱۹
۲۲۳	سورت الملک سے سبق		۲۴۷	" " (ب)	۲۸ تا ۳۵	۲۷۱	سہولت اور آسانی	
۲۲۴	سُورَۃُ القلم		۲۴۸	ان کافروں کو کیا ہوگیا ہے	۳۶ تا ۴۱	۲۷۲	فرض ادا کرتے رہو	۲۰
۲۲۵	قلم اور تاریخ کی گواہی	۱ تا ۷	۲۴۹	یہ جاہیں اور انکا کام	۴۲ تا ۴۴	۲۷۳	سورۃ المزمّل کیا سکھاتی ہے	
۲۲۶	تم اپنا کام کرو	۸ تا ۱۶	۲۵۰	سُورۃ نوحؑ		۲۷۴	سُورۃ المدثر	
۲۲۷	مغروروں کا حال	۱۷ تا ۲۳	۲۵۱	حضرت نوحؑ کی تبلیغ	۱ تا ۴	۲۷۵	اصلاح انسان کی تیاری	۱ تا ۱۰
۲۲۸	کنجوسوں کے خیالات	۲۴ تا ۳۰	۲۵۲	عرض حال	۵ تا ۹	۲۷۶	منکروں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو	۱۱ تا ۲۱
۲۲۹	واویلا اور ندامت	۳۱ تا ۳۵	۲۵۳	کیا کیا سمجھایا	۱۰ تا ۱۵	۲۷۷	منکر نے کیا کیا	۲۲ تا ۳۰
۲۳۰	آخر یہ ڈھیٹ بن کیوں ہے	۳۶ تا ۴۱	۲۵۴	آخر نہ مانا	۱۶ تا ۲۲	۲۷۸	وہاں فرشتوں سے پالا پڑیگا	
۲۳۱	جب حقیقت کھل جائیگی	۴۲ تا ۴۵	۲۵۵	نتیجہ کیا ہوا	۲۳ تا ۲۶	۲۷۹	ایک ہی چیز میں ہدایت بھی ہے	
۲۳۲	صبر کرو	۴۶ تا ۵۰	۲۵۶	ان سے برائی پھیلے گی	۲۷ تا ۲۸		اور گمراہی بھی	۳۱ تا ۳۷
۲۳۳	ایک اور حرکت	۵۱ تا ۵۲	۲۵۷	سُورَۃُ الجنّ		۲۸۰	عمل کی اہمیت	۳۸ تا ۴۸
۲۳۴	سُورَۃُ الحاقہ		۲۵۸	جنوں کا ایمان لانا	۱ تا ۴	۲۸۱	آخر لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟	۴۹ تا ۵۶
۲۳۵	کچھ قیامت کی بھی خبر ہے	۱ تا ۷	۲۵۹	غلطی کا اعتراف	۵ تا ۸	۲۸۲	سُورۃ المدثر سے سبق	
۲۳۶	منکروں کا انجام	۸ تا ۱۲	۲۶۰	وحی کا انتظام	۹ تا ۱۲	۲۸۳	سُورۃ القیامۃ	
۲۳۷	قیامت کا حال	۱۳ تا ۱۸	۲۶۱	ہم تو ایمان لائے	۱۳ تا ۱۵	۲۸۴	قیامت سے خبردار رہو	۱ تا ۱۰
۲۳۸	خوش قسمت	۱۹ تا ۲۴	۲۶۲	اب اور سنو۔	۱۶ تا ۱۹	۲۸۵	اللہ سے کہیں نہیں بھاگ سکتے	۱۱ تا ۱۹

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۸۶	آخرت کو بھول گئے	۲۰ تا ۳۰
۲۸۷	انسان سوچتا نہیں	۳۱ تا ۳۹
۲۸۸	یقین کیوں نہیں کرتے	۴۰
۲۸۹	سورۃ الدھر	
۲۹۰	پہلے انسان کا نام اور نشان تک نہ تھا	۱ تا ۴
۲۹۱	نیکوں کا انجام	۵ تا ۸
۲۹۲	کھلانے کی غرض	۹ تا ۱۲
۲۹۳	جنت کی نعمتیں (ا)	۱۳ تا ۱۷
۲۹۴	″ ″ (ب)	۱۸ تا ۲۲
۲۹۵	ہمارے لئے جو کچھ ہے قرآن ہی ہے۔	۲۳ تا ۲۷
۲۹۶	اللہ پھر بنا سکتا ہے	۲۸ تا ۳۱
۲۹۷	سورۃ الدھر کیا سکھاتی ہے	
۲۹۸	سورۃ المرسلت	
۲۹۹	ہواؤں اور فرشتوں کا کام	۱ تا ۱۳
۳۰۰	اللہ کی قدرت کو سمجھو (ا)	۱۴ تا ۲۳
۳۰۱	″ ″ (ب)	۲۴ تا ۳۲
۳۰۲	قیامت کیا ہے؟	۳۳ تا ۴۰
۳۰۳	نیک لوگوں کا حال	۴۱ تا ۴۵
۳۰۴	منکروں کو تنبیہ	۴۶ تا ۵۰
۳۰۵	سورۃ المرسلت پر غور	
	پارۂ عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ ۳۰	
۳۰۶	سورۃ النبأ	

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۰۷	یہ پوچھ گچھ کیسی؟	۱ تا ۵
۳۰۸	کام کی باتیں	۶ تا ۱۳
۳۰۹	قدرت کے کرشمے	۱۴ تا ۲۰
۳۱۰	کافروں کا انجام	۲۱ تا ۳۰
۳۱۱	پرہیزگاروں کا انعام	۳۱ تا ۳۷
۳۱۲	یہ سب کچھ قیامت کے دن ہوگا۔	۳۸ تا ۴۰
۳۱۳	سورۃ النباء کیا سکھاتی ہے؟	
۳۱۴	دنیا میں کیسے رہنا چاہیئے	
۳۱۵	سورۃ النازعات	
۳۱۶	فرشتوں کے کام	۱ تا ۱۱
۳۱۷	قیامت میں شک بیکار ہے	۱۲ تا ۱۹
۳۱۸	منکروں کا انجام	٠٠
۳۱۹	فرعون کا انجام	۲۰ تا ۲۸
۳۲۰	زمین کا سامان	۲۹ تا ۳۶
۳۲۱	قطعی فیصلہ	۳۷ تا ۴۲
۳۲۲	قیامت کا ٹھیک وقت	۴۳ تا ۴۶
۳۲۳	سورۃ النازعات پر غور	
۳۲۴	سورۃ عَبَسَ	
۳۲۵	اصلاح کہاں سے شروع ہو	۱ تا ۱۰
۳۲۶	قرآن کا مقصد	۱۲ تا ۲۱
۳۲۷	اللہ کو پہچانو	۲۲ تا ۳۲
۳۲۸	قیامت کیسی ہوگی؟	۳۳ تا ۴۲
۳۲۹	سورۃ عَبَسَ سے سبق	

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۳۰	سورۃ التکویر	
۳۳۱	قیامت کی تصویر (ا)	۱ تا ۱۰
۳۳۲	″ ″ (ب)	
۳۳۳	″ ″ (ج)	۱۱ تا ۱۹
۳۳۴	قرآن کا پیغام	۲۰ تا ۲۸
۳۳۵	قرآن سے فائدہ کون اٹھائیگا	۲۹
۳۳۶	سورۃ الانفطار	
۳۳۷	قیامت میں کیا ہوگا؟	۱ تا ۵
۳۳۸	انسان اپنے رب کو بھول گیا	۶ تا ۱۲
۳۳۹	فیصلہ کا دن	۱۳ تا ۱۹
۳۴۰	سورۃ انفطار کا خلاصہ	
	سورۃ المطففین مکیۃ	
۳۴۱	خود غرضی بری چیز ہے	۱ تا ۶
۳۴۲	بدکاروں کا انجام (ا)	۷ تا ۱۱
۳۴۳	″ ″ (ب)	۱۲ تا ۱۷
۳۴۴	نیکوں کا انعام (الف)	۱۸ تا ۲۴
۳۴۵	اچھے لوگوں کی مہمانی	۲۵ تا ۲۹
۳۴۶	دنیا میں بروں کا طرز عمل	۳۰ تا ۳۴
۳۴۷	کرتوتوں کا بدلہ	۳۵ تا ۳۶
۳۴۸	سورۃ الانشقاق	
۳۴۹	یہ سب کارخانہ تلپٹ ہو جائیگا	۱ تا ۶
۳۵۰	اعمالنامہ کی تقسیم	۷ تا ۱۲
۳۵۱	منکروں کی حالت	۱۳ تا ۱۹
۳۵۲	ایمان کیوں نہیں لاتے	۲۰ تا ۲۳

۳۵۳	نہ ماننے والوں کی سزا	۲۴ - ۲۵	۳۷۸	افسوس جو کرنا تھا نہ کیا	۱۱ تا ۲۰	۴۰۰	قیامت کا زلزلہ (ب)	
	سورۃ البروج		۳۷۹	سورۃ البلد سے سبق			سورۃ العٰدیٰت	
۳۵۴	ستانے والے تباہ ہوئے	۱ تا ۷	۳۸۰	سورۃ والشمس		۴۰۱	گھوڑوں کی وفاداری	۱ تا ۱۱
۳۵۵	ایمان کی وجہ سے دشمنی	۸ تا ۹	۳۸۱	دنیا کی اور انسان کی پیدائش	۱ تا ۸	۴۰۲	گھوڑوں سے سبق	
۳۵۶	ایمان والوں کے دشمنوں کا انجام	۱۰ تا ۱۲	۳۸۲	منکروں کا انجام	۹ تا ۱۵		سورۃ القارعۃ	
۳۵۷	اللہ کی عظمت و شان	۱۳ تا ۲۰	۳۸۲	قوم ثمود کی مثال		۴۰۳	قیامت کیا ہے	۱ تا ۱۱
۳۵۸	جھٹلانا بے کار ہے۔	۲۱ تا ۲۲	۳۸۳	سورۃ اللیل		۴۰۴	سورۃ التکاثر نری دنیا ہی نہیں آخرت بھی	۱ تا ۸
	سورۃ الطارق		۳۸۴	حالات اور اعمال کا اختلاف	۱ تا ۱۰		سورۃ العصر	
۳۵۹	ہر شخص کی دیکھ بھال ہو رہی ہے	۱ تا ۷	۳۸۵	اللہ کی سزا سے مال نہیں بچا سکتا	۱۱ تا ۱۶	۴۰۵	راہ نجات	۱ تا ۳
۳۶۰	جو کر دیا گیا وہ اٹل ہے	۸ تا ۱۴	۳۸۶	آگ سے کون بچے گا	۱۷ تا ۲۱	۴۰۶	سورۃ الھمزۃ وہ اعمال جنکی سزا دوزخ ہے	۱ تا ۹
۳۶۱	منکروں کی کچھ نہ چلے گی	۱۵ تا ۱۷		سورۃ والضحیٰ			سورۃ الفیل	
〃	سورۃ الاعلیٰ		۳۸۷	اللہ نے تجھے ہرگز نہیں چھوڑا	۱ تا ۸	۴۰۷	کعبہ کا واقعہ یاد کرو	۱ تا ۵
۳۶۲	اللہ کی تسبیح کرو	۱ تا ۵	۳۸۸	اب کیا کرنا چاہیئے	۹ تا ۱۱		سورۃ القریش	
۳۶۳	قرآن جوں کا توں باقی رہیگا	۶ تا ۱۳	〃	سورۃ الانشراح		۴۰۸	اللہ کو مانو جو تمہارا محسن ہے	۱ تا ۴
۳۶۴	فلاح کا رستہ	۱۴ تا ۱۹	۳۸۹	مصیبت کے بعد راحت	۱ تا ۸		سورۃ ماعون	
۳۶۵	سورۃ الغاشیہ		〃	سورۃ والتین		۴۰۹	اکھڑ اور بداخلاق لوگ	۱ تا ۷
۳۶۶	قیامت کے دن کیا ہوگا	۱ تا ۹	۳۹۰	انسان کی نجات کا انتظام	۱ تا ۶		سورۃ الکوثر	
۳۶۷	جنتیوں کا حال	۱۰ تا ۱۷	۳۹۱	پھر روز جزا کو کیوں نہیں مانتے	[illegible]	۴۱۰	اللہ کی فرمانبرداری میں لگو	۱ تا ۳
۳۶۸	قدرت کے کرشمے	۱۸ تا ۲۶		سورۃ العلق			سورۃ الکافرون	
۳۶۵	سورۃ الغاشیہ کا خلاصہ		۳۹۲	اللہ کا نام لے کر پڑھ	۱ تا ۱۳	۴۱۱	دین کے بارے میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا	۱ تا ۶
	سورۃ الفجر		۳۹۳	نہ ماننے کا تو تباہ ہو جائے گا	۱۴ تا ۱۹		سورۃ النصر	
۳۷۰	توجہ کے قابل واقعات	۱ تا ۵	۳۹۴	سورۃ القدر		۴۱۲	اللہ کی تسبیح کرو اور بخشش طلب کرو	
۳۷۱	انسان کے خیالات کی اصلاح	۶ تا ۱۳	۳۹۵	قرآن شب قدر میں اترنا شروع ہوا	۱ تا ۵		سورۃ اللھب	
۳۷۲	انسان کیا سوچتا ہے	۱۴ تا ۱۶	۳۹۶	سورۃ البینۃ		۴۱۳	ابولہب اور اسکی بیوی	۱ تا ۵
۳۷۳	ہونا کیا چاہیئے؟	۱۷ تا ۲۲		ہدایت کا لفظ ایک ہی صورت ہے	۱ تا ۴	۴۱۴	سورۃ الاخلاص اللہ کی صفات	۱ تا ۴
۳۷۴	آخری منظر	۲۳ تا ۳۰	۳۹۷	بات تو بہت اچھی بتائی گئی تھی	۵ تا ۷		سورۃ الفلق	
۳۷۵	سورۃ الفجر کی تعلیم		۳۹۸	ایمان والوں کی جزا	۸	۴۱۵	بیرونی خطرات سے اللہ کی پناہ	۱ تا ۵
۳۷۶	سورۃ البلد			سورۃ الزلزال			سورۃ والناس	
۳۷۷	شہری زندگی کی طرف نظر کرو	۱ تا ۱۰	۳۹۹	قیامت کا زلزلہ (ل)	۱ تا ۸	۴۱۶	برے خیالات کے اثر سے پناہ	۱ تا ۶

سورۃ ق

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی پچاسویں سورت ہے اور اسی سے ساتویں اور آخری منزل قرآن حکیم کی شروع ہوتی ہے۔ یہ قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس کے تین رکوع ہیں۔ اس میں ہدایت کی گئی ہے کہ اس قرآن مجید کی طرف پوری توجہ کرو اور اس کو غور سے پڑھو اور سمجھو۔ اس کے بعد تمہیں ذرا شک نہ رہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ انسانوں ہی میں سے ایک انسان برے کاموں کے نتیجوں سے ڈرانے کے لیے آئے اور پھر اسی سے یہ بھی سمجھ میں آجائے گا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ملے گی اور جس نے جو کچھ دنیا میں کیا ہے اس کا اسے بدلہ ملے گا۔ یہ مانا کہ انسان مر کر مٹی ہو جائے گا اور اس کے اجزاء زمین میں بکھر جائیں گے، لیکن اللہ کو معلوم ہے کہ زمین نے انسان کے کون کون سے حصے گھٹائے اور وہ کہاں کہاں ہیں اور یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے، اور وہ یہ سب کچھ جانتا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم ہر جگہ سے سمیٹ کر ان اجزاء کو پھر اکٹھا کریں گے اور انسان پھر زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ یہ واقعی اور سچی بات ہے جو یہ قرآن تمہیں بتاتا ہے۔ اس میں شکلیں مت پیدا کرو، اور اللہ تعالیٰ کو اس کی قدرت سے پہچانو۔ جو اس کی بنائی ہوئی چیزوں سے ظاہر ہے۔ جس نے یہ سب کچھ بنایا اسے انسان کے پہلی دفعہ یا دوسری بار بنانے میں کیا مشکل پیش آسکتی ہے۔ آسمان کی طرف دیکھو، اتنی بڑی چھت بغیر کسی نظر آنے والے سہارے کے کھڑی ہے اور جگمگ جگمگ کر رہی ہے، نہ کوئی سوراخ دکھائی دیتا ہے، نہ کوئی دراڑ نظر آتی ہے۔ پھر زمین کو دیکھو۔ کہ دور دور تک پھیلی ہوئی ہے وزنی پہاڑ اس پر کھڑے ہیں اور قسم قسم کی چیزیں اس میں اگ رہی ہیں۔ پھر اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسا کر میوے اور غلے زمین میں پیدا کیے۔ یہ زمین خشک اور مردہ ہونے کے بعد بارش سے پھر ہری بھری ہو جاتی ہے اور اس میں جان پڑ جاتی ہے اسی طرح انسان بھی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جائے گا۔ اللہ کا انکار کرنے کے پہلے لوگ تباہ ہوئے۔ تم اسے نہ مان کر اپنی تباہی کا سامان کیوں [illegible] انسان کو چاہیے کہ اللہ کو پہچانے اور موت کو یاد رکھے، اور موت کے بعد کی زندگی کو اچھا بنانے کی کوشش کرے۔ دنیا میں جو وہ کر رہا ہے وہ سب لکھا جا رہا ہے، اور قیامت میں وہ اپنے اعمال کے مطابق دوزخ میں جائے گا یا جنت میں۔ انسان اللہ سے منہ موڑ کر دنیا میں جن کو اپنا ساتھی بنا رہا ہے وہ قیامت کے دن اس کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ وہاں تو اسی کی نجات ہوگی جو دنیا میں بے دیکھے اللہ سے ڈرتا رہے گا اور دل سے اللہ کی طرف رجوع کرتا رہے گا۔ اس سے غافل نہ ہوگا۔ یہ وہ تعلیم ہے جو اس سورت میں دی گئی ہے۔ اللہ کو مانو اور دنیا میں اس طرح زندگی گزارو کہ تمہاری کرتوتوں کی وجہ سے تمہاری آخرت کی زندگی بھی خراب نہ ہو جائے۔

سورۃ قٓ مکیۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آیات ۴۵ رکوعات ۳

مر کر پھر جینا ہوگا!

منزل ۷

قٓ ۔ وَ ۔ الْقُرْاٰنِ ۔ الْمَجِیْدِ ① بَلْ ۔ عَجِبُوْٓا ۔
قاف قسم قرآن شاندار کی بلکہ انھوں نے تعجب کیا
اَنْ ۔ جَآءَھُمْ ۔ مُّنْذِرٌ ۔ مِّنْھُمْ ۔ فَقَالَ
کہ آیا ان کے پاس ایک ڈرانے والا انہی میں سے پس کہا
الْکٰفِرُوْنَ ۔ ھٰذَا ۔ شَیْءٌ ۔ عَجِیْبٌ ② ءَ اِذَا ۔
نہ ماننے والوں نے یہ بات ہے اچنبھے کی کیا جب
مِتْنَا ۔ وَکُنَّا ۔ تُرَابًا ۔ ذٰلِکَ ۔ رَجْعٌ
ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی یہ لوٹنا
بَعِیْدٌ ③ قَدْ ۔ عَلِمْنَا ۔ مَا ۔ تَنْقُصُ ۔ الْاَرْضُ ۔
دور ہے تحقیق جانا ہم نے جتنا گھٹاتی ہے زمین
مِنْھُمْ ۚ وَعِنْدَنَا ۔ کِتٰبٌ ۔ حَفِیْظٌ ④ بَلْ ۔ کَذَّبُوْا ۔
ان میں سے اور ہمارے پاس کتاب ہے محفوظ کرنے والی بلکہ انھوں نے جھٹلایا
بِالْحَقِّ ۔ لَمَّا ۔ جَآءَھُمْ ۔ فَھُمْ ۔ فِیْ ۔ اَمْرٍ ۔ مَّرِیْجٍ ⑤
سچ کو جب وہ آیا ان کے پاس پس وہ ایک بات میں ہیں الجھی ہوئی

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا
قٓ قسم ہے اس بڑے شان والے قرآن کی بلکہ ان کو تعجب ہوا
اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ
کہ ان کے پاس انہی میں کا ایک ڈر سنانے والا آیا تو منکر
الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ② ءَ اِذَا
کہنے لگے یہ تعجب کی چیز ہے۔ کیا جب
مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجْعٌۢ
ہم مرجائیں اور مٹی ہوجائیں تو پھر واپس آنا بہت
بَعِیْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ
دور ہے ہم کو معلوم ہے جتنا زمین ان میں سے گھٹاتی
مِنْھُمْ ۚ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ ④ بَلْ کَذَّبُوْا
ہے اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔
بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ فَھُمْ فِیْٓ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ⑤
کوئی نہیں پر سچے دین کو جھٹلاتے ہیں جب ان تک پہنچا سو وہ الجھن میں پڑے ہیں۔

مَرِیْجٌ (الجھا ہوا۔ خلط ملط) صفت کا صیغہ ہے۔ م۔ ر۔ ج سے مَرَجٌ کے معنی مل جانا۔ گڈمڈ ہوجانا۔ مَرِیج ایسی بات جو صاف اور واضح نہ ہو، گڈمڈ۔ قٓ: حروف مقطعات میں سے ہے۔

ارشاد ہے کہ قرآن جو ایک عظیم الشان کتاب ہے ہر طرح سے توجہ کے قابل ہے، اس کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد کسی عقلمند کو اس میں شبہ نہیں رہ سکتا کہ یہ اللہ عزوجل کی بھیجی ہوئی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جو لوگ انکار پر تلے ہوئے ہیں وہ تعجب کرتے ہیں کہ ایک ہم ہی جیسا انسان ایسی باتیں جاننے اور سکھانے کا دعویٰ کرے جو ہم نہیں جانتے اور نہ وہ ہماری سمجھ میں آنے کے قابل ہیں۔

بھلا مرنے کے بعد جب ہم مٹی ہوگئے تو پھر دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے، یہ واپس آنے کا راستہ بہت لمبا اور دور کا ہے، یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ہمیں ان کے بدن کے ذرہ ذرہ کا علم ہے اور ہم جانتے ہیں کہ زمین نے ان کے بدن میں سے کتنا گھٹا دیا ہے وہ گھٹے ہوئے حصے کہاں کہاں ہیں، ایک ایک ذرہ کو جہاں کہیں بھی ہو ہم جانتے ہیں اور اسے پھر لاکر اس کی پہلی جگہ پر بٹھا سکتے ہیں ہمارے پاس تو ایک دفتر ہے جس میں ہر چیز لکھ کر محفوظ کردی گئی ہے۔ اس کی شکل بدل سکتی ہے لیکن وہ ضائع نہیں ہوسکتی۔ افسوس کہ ان سے سچی بات کہی گئی اور یہ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ان کے خیالات صاف صاف نہیں ہیں وہ پیچیدہ اور الجھے ہوئے ہیں۔

قدرت کی نشانیاں (۱)

أَفَلَمْ - يَنْظُرُوْٓا - إِلَى - السَّمَآءِ - فَوْقَ - هُمْ
کیا پس نہیں دیکھتے وہ آسمان کی طرف اوپر اپنے
كَيْفَ - بَنَيْنٰهَا - وَزَيَّنّٰهَا - وَمَا - لَهَا - مِنْ
کیسا بنایا ہم نے اس کو اور سجایا ہم نے اس کو اور نہیں اس کے واسطے کوئی
فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَالْأَرْضَ - مَدَدْنَا - هَا - وَ -
سوراخ اور زمین پھیلایا ہم نے اسے اور
أَلْقَيْنَا - فِيْ - هَا - رَوَاسِيَ - وَأَنْبَتْنَا -
ڈالا ہم نے اس میں پہاڑوں کو اور اگائی ہم نے
فِيْ - هَا - مِنْ كُلِّ - زَوْجٍ بَهِيْجٍ ﴿۷﴾
اس میں ہر ہر قسم کی چیز خوشنما
تَبْصِرَةً - وَّ ذِكْرٰى - لِ - كُلِّ - عَبْدٍ
سمجھانے کے لیے اور یاد دلانے کے لیے واسطے ہر بندہ
مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾
توجہ کرنے والے کے

أَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا إِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ
کیا نہیں دیکھتے آسمان کو اوپر کیسا بنایا ہم نے
كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ
اس کو اور رونق دی اور اس میں کوئی
فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ
سوراخ نہیں اور زمین کو پھیلایا اور
أَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا
اس میں پہاڑ ڈالے اور اس میں اگائی
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ ﴿۷﴾
ہر ہر قسم کی رونق کی چیز
تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ
سمجھانے کو اور یاد دلانے کو اس بندہ کے لیے
مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾
جو رجوع کرے

رَوَاسِيَ (گڑے ہوئے) رَاسِيَةٌ کی جمع ہے، جو ر-س-و سے اسم فاعل ہے اور پہلے گزر چکا ہے ؛

بَهِيْج : (بارونق) صفت کا صیغہ ہے، ب-ہ-ج سے بهجة : رونق، پہلے گزر چکا ہے ؛

ارشاد ہے کہ جو لوگ مر کر دوبارہ جینے کا انکار کرتے ہیں انھوں نے اللہ کو اچھی طرح نہیں پہچانا اور اس کی قدرت کا ٹھیک اندازہ نہیں کیا۔ کیا انھیں آسمان نہیں سجھائی دیتا جو ان کے سر پر ہر طرف چھایا ہوا ہے، اس میں نہ کوئی دراڑ ہے اور نہ کوئی سوراخ، یہ شاندار چھت بغیر کسی ظاہری سہارے کے کھڑی ہے۔ پھر کیا یہ زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس قدر دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور اس پر بڑے بڑے بھاری بھرکم پہاڑ گڑے ہوئے ہیں اور اس میں طرح طرح کی خوشنما اور دل لبھانے والی چیزیں۔ پھل، پھلواری، میوے وغیرہ اُگے ہوئے ہیں، یہ چیزیں ہر ایک کی آنکھوں کے سامنے ہیں اور جو اللہ کا بندہ اللہ کی طرف جھکنے والا ہے اور اس کی طرف توجہ کرنے کے لیے تیار ہے یقیناً اس کے لیے ان چیزوں میں بہت سی باتیں سوجھ بوجھ پیدا کرنے والی موجود ہیں اور ان باتوں کی یاد دلانے والی ہیں جنھیں انسان غفلت میں پھنس کر بھول گیا ہے جو دل سے متوجہ ہوگا وہ انھیں پائے گا۔

قُدرت کی نشانیاں (ب)

وَنَزَّلْنَا ۔ مِنَ السَّمَآءِ ۔ مَآءً ۔ مُّبٰرَكًا
اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی برکت والا
فَاَنْۢبَتْنَا ۔ بِهٖ ۔ جَنّٰتٍ ۔ وَّ حَبَّ
پس اگایا ہم نے پاس سے باغوں کو اور دانے
الْحَصِيْدِ ⑨ وَالنَّخْلَ ۔ بٰسِقٰتٍ ۔ لَّهَا
کٹتی کھیتی کے اور کھجور کے درخت لمبے لمبے جس کے لیے
طَلْعٌ ۔ نَّضِيْدٌ ⑩ رِّزْقًا ۔ لِّلْعِبَادِ
خوشہ ہے گتھا ہوا روزی واسطے بندوں کے
وَاَحْيَيْنَا ۔ بِهٖ ۔ بَلْدَةً ۔ مَّيْتًا
اور زندہ کیا ہم نے اس سے ملک مردہ کو
كَذٰلِكَ ۔ الْخُرُوْجُ ⑪
اسی طرح ہے پھر زندہ ہو کر نکلنا

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا
اور آسمان سے برکت کا پانی اتارا
فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ
پھر ہم نے اس سے باغ اگائے اور اناج
الْحَصِيْدِ ⑨ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا
جن کا کھیت کاٹا جاتا ہے اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا
طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ⑩ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ
خوشہ تہ بہ تہ ہے بندوں کو روزی دینے کے لیے
وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا
اور ہم نے اس سے ایک مردہ دیس زندہ کر دیا
كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪
یونہی ہوگا قبر سے نکل کھڑے ہونا

حَصِيْدِ (کٹا ہوا کھیت) اس کا مصدر حِصَاد ہے اور سورۃ الانعام میں گزر چکا ہے ؞

بَاسِقَاتٌ (لمبی) بَاسِقَـةٌ کی جمع ہے جو ب ۔ س ۔ ق سے بنا ہے ۔ بُسُوْقٌ کے معنی بڑھنا ۔ لمبا ہونا ۔ باسق باسقـة اسی سے اسم فاعل ہے ؞

نَضِيْدٌ (گتھا ہوا) صفت کا صیغہ ہے ۔ ن ۔ ض ۔ د سے نَضْدٌ کے معنی ایک دوسرے سے مل جانا پیوست ہو جانا ؞

ارشاد ہے کہ پھر اس پر غور کرو کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا ۔ جس سے ہر چیز بڑھتی اور پھولتی ہے پھر اس سے زمین میں باغ اُگائے جن میں میوہ دار درخت پھولتے پھلتے ہیں اور ان سے بغیر کاٹے میوہ حاصل ہوتا ہے اور غلہ پیدا کیا جسے کھیت کاٹ کر حاصل کیا جاتا ہے ، کھجور کے لمبے لمبے اونچے درختوں کو دیکھو کہ ان میں کیسے گٹھے ہوئے اور گچھے ہوئے خوشے لگتے ہیں یہ سب ہم نے اپنے بندوں کے لیے رزق کا سامان کیا ہے ، یہی پانی ہے کہ جب برستا ہے تو مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور مرجھائی ہوئی زمین پھر تر و تازہ ہو جاتی ہے ۔ ان سب چیزوں پر غور کرنے سے اللہ کی قدرت صاف نظر آتی ہے ، خاص کر پانی سے مردہ زمین میں دوبارہ جان پڑتی دیکھ کر کسی عقلمند کو اس میں شبہ نہیں رہنا چاہیے کہ اسی طرح انسان مردہ ہو کر پھر زندہ ہوگا ۔ جیسے اللہ کے پاس زمین کے زندہ کرنے کا پانی ہے ایسے ہی اس کے پاس ایسا پانی بھی ہے جس سے مردہ انسان زندہ ہو جائے ۔

منکروں کا انجام

كَذَّبَتْ ـ قَبْلَهُمْ ـ قَوْمُ نُوْحٍ ـ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ
جھٹلایا پہلے ان سے نوح کی قوم نے اور اصحاب الرس نے
وَثَمُوْدُ ⑫ وَعَادٌ ـ وَّفِرْعَوْنُ ـ وَاِخْوَانُ
اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور برادروں نے
لُوْطٍ ⑬ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ـ وَقَوْمُ ـ تُبَّعٍ
لوط کے اور بن والوں نے اور تبع کی قوم نے
كُلٌّ كَذَّبَ ـ الرُّسُلَ ـ فَحَقَّ ـ وَعِيْدِ ⑭
سب نے جھٹلایا رسولوں کو پس ٹھیک ہوگیا ڈرانا میرا
اَفَعَيِيْنَا ـ بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ـ بَلْ ـ هُمْ ـ فِيْ
پس کیا تھک گئے ہم بنا کر پہلی بار نہیں بلکہ وہ شک
لَبْسٍ ـ مِّنْ ـ خَلْقٍ ـ جَدِيْدٍ ⑮ ع
میں ہیں پیدائش سے نئی

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ
جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور کنوئیں والے
وَثَمُوْدُ ⑫ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ
اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کی
لُوْطٍ ⑬ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ
برادری اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم
كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ⑭
ان سب نے ان کو جھٹلایا پھر ٹھیک پڑا میرا ڈرانا
اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ
کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے کوئی نہیں ان کو
لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑮ ع ۵ ۱ ۱۵
نئے بنانے میں دھوکا ہے۔

اَصْحٰبُ الرَّسِّ (کنوئیں والے) رَسٌّ کے معنی پرانے کنوئیں کے ہیں، اَصْحٰبُ الرَّسِّ کنوئیں والے ان کا ذکر سورۂ فرقان میں گزر چکا ہے۔ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ (ایکہ والے) اَیْکَۃٌ گھنے درخت کو کہتے ہیں۔ اصحاب الایکہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ سورۂ الشعراء میں گزر چکا ہے۔ تُبَّعٌ (پیچھے پیچھے چلنے والا) اس کا مادہ ت۔ ب۔ ع تبع پیچھے چلنا۔ تبع سایہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ یہ یمن کے قدیم بادشاہوں کا لقب ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کا اور اس کے رسول کا انکار کرکے کسی نے بھی پھل نہ پایا بلکہ انکار کرنے والے بری طرح ہلاک ہوئے۔ دیکھو کتنی قومیں تمھارے ملک یعنی عربوں کے گرداگرد رہتی تھیں، اور فرعون مصر کا بادشاہ تھا۔ یہ لوگ اپنی شان و شوکت اور قوت پر گھمنڈ کرکے اللہ عزوجل کا انکار کر بیٹھے اور اس کے رسولوں کا کہنا ٹھکرا دیا بلکہ ان کو اذیتیں پہنچائیں ان سب کا حال تمھیں قرآن مجید میں سنا دیا گیا ہے ان کا انجام دنیا میں بھی بہت برا ہوا، اور آخرت میں بھی یہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے انھوں نے اللہ کے رسولوں کو جھوٹا سمجھا جو ان کے پاس سمجھانے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجے گئے تھے اس لیے ان پر اللہ کا وہی عذاب آپڑا جس سے انھیں ڈرایا گیا تھا۔ اے لوگو تمھیں ان کے حالات سن کر ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ کو مانو۔ اس کے رسول کے کہنے پر چلو اور مرنے کے بعد دوبارہ جینے پر ایمان لاؤ۔

ارشاد ہے کہ ہم پہلی بار پیدا کرکے تھک نہیں گئے لوگوں کا دوبارہ پیدا ہونے سے انکار کرنا ان کے پریشان خیال اور شک و شبہ کا نتیجہ ہے، ورنہ ہماری قدرت میں سب کچھ ہے۔

نامۂ اعمال کی تیاری

وَلَقَدْ ۔ خَلَقْنَا ۔ الْاِنْسَانَ ۔ وَ نَعْلَمُ ۔ مَا ۔
اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو
تُوَسْوِسُ ۔ بِهٖ ۔ نَفْسُهٗ ۚ وَ ۔ نَحْنُ ۔ اَقْرَبُ ۔
چپکے چپکے کہتا ہے اس سے اس کا جی اور ہم زیادہ قریب ہیں
اِلَيْهِ ۔ مِنْ حَبْلِ ۔ الْوَرِيْدِ (۱۶) اِذْ ۔ يَتَلَقَّى
اس کی طرف اس کی رگِ جان سے جب لیتے رہتے ہیں
الْمُتَلَقِّيٰنِ ۔ عَنِ الْيَمِيْنِ ۔ وَعَنِ الشِّمَالِ
دو لینے والے ایک دائیں اور بائیں جانب
قَعِيْدٌ (۱۷) مَا يَلْفِظُ ۔ مِنْ ۔ قَوْلٍ ۔ اِلَّا ۔ لَدَيْهِ
بیٹھا ہوا نہیں بولتا کوئی لفظ مگر پاس اس کے
رَقِيْبٌ ۔ عَتِيْدٌ (۱۸) وَجَآءَتْ ۔ سَكْرَةُ الْمَوْتِ
ایک نگہبان تیار رہتا ہے اور آئی بے ہوشی موت کی
بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ ۔ مَا ۔ كُنْتَ ۔ مِنْهُ ۔ تَحِيْدُ (۱۹)
سچ مچ یہ ہے وہ کہ تھا تو جس سے کتراتا پھرتا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا
اور البتہ ہم نے انسان کو بنایا اور ہم جانتے ہیں جو
تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ
باتیں اس کے جی میں آتی ہیں اور ہم اس سے رگِ جان
اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (۱۶) اِذْ يَتَلَقَّى
سے زیادہ قریب ہیں جب لینے جاتے ہیں
الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ
دو لینے والے ایک دائیں اور ایک بائیں
قَعِيْدٌ (۱۷) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ
بیٹھا نہیں بولتا کوئی بات کہ جن کے پاس
رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (۱۸) وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ
ایک راہ دیکھنے والا تیار نہیں ہوتا اور آئی بے ہوشی موت کی
بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (۱۹)
تحقیق یہ وہ ہے جس سے تو ٹلتا رہتا ہے۔

تُوَسْوِسُ (چپکے سے کہتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے و ۔ س ۔ و ۔ س سے وَسْوَسَۃٌ چپکے سے کہنا، برے خیالات پیدا کرنا۔ حَبْلِ الْوَرِیْد (شہ رگ) وہ رگ جس کے کٹنے سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور اس کے ساتھ جان نکل جاتی ہے۔ تَحِیْدُ (کتراتا ہے، ٹلتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے ۔ح ۔ ی ۔ د سے حَیْدٌ راستہ چھوڑ کر اور طرف مڑ جانا۔

ارشاد ہے کہ آدمی کو ہم نے اپنے ارادہ سے پیدا کیا ہے، یہ آپ ہی آپ نہیں بن گیا اور اس کے دل میں جو خیالات گزرتے ہیں ہمیں ذرا ذرا معلوم ہیں اور ہم تو اس سے اتنے قریب ہیں کہ اس کی اپنی جان بھی ہم سے زیادہ اس سے قریب نہیں۔ انسان کے دائیں بائیں دو فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں دائیں طرف والا نیکی لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بدی، آدمی جو لفظ منہ سے نکالتا ہے، اسے ان میں سے کوئی ایک فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے۔ وہ اس کے اعمال کی تاک میں تیار بیٹھا رہتا ہے۔ ادھر اس نے کچھ کہا یا کیا اور ادھر اس نے جھٹ لکھ لیا۔ آخر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آدمی نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کر سکتا ہے اس پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور موت کی علامتیں سچ مچ شروع ہو جاتی ہیں یہ موت کا آنا یقینی ہے کیونکہ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے، اے انسان یہی موت ہے جس سے تو بچتا تھا اور ادھر ادھر کتراتا پھرتا تھا۔ کہ کسی طرح ٹل جائے۔

موت کے بعد

وَ۔ نُفِخَ ۔ فِی الصُّوْرِ ۔ ذٰلِکَ ۔ یَوْمُ ۔ الْوَعِیْدِ ﴿۲۰﴾
اور پھونک ماری گئی صور میں یہ ہے دن ڈرانے کا
وَ جَآءَتْ ۔ کُلُّ نَفْسٍ ۔ مَّعَهَا ۔ سَآئِقٌ ۔ وَّ
اور ہر جی اس کے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا اور
شَهِیْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ ۔ کُنْتَ ۔ فِیْ غَفْلَةٍ ۔ مِّنْ هٰذَا
حال بتانے والا البتہ تحقیق تھا تو اندر غفلت کے اس سے
فَکَشَفْنَا ۔ عَنْکَ ۔ غِطَآءَکَ ۔ فَبَصَرُکَ
پس دور کردیا ہم نے تجھ سے سرڈھکن تیرا پس نگاہ تیری
الْیَوْمَ ۔ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ ۔ قَرِیْنُهٗ
آج کے دن بڑی تیز ہے اور کہا اس کے ساتھی فرشتے نے
هٰذَا ۔ مَا ۔ لَدَیَّ ۔ عَتِیْدٌ ﴿۲۳﴾
یہ ہے جو میرے پاس تیار ہے

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ذٰلِکَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ ﴿۲۰﴾
اور صُور پھونکا گیا یہ ہے ڈرانے کا دن۔
وَجَآءَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ
اور آیا ہر ایک جی اس کے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا اور
شَهِیْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا
ایک احوال بتانے والا تو اس دن سے بے خبر رہا اب ہم
فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ
نے کھول دی تجھ پر سے تیری اندھیری سو آج تیری
الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِیْنُهٗ
نگاہ بڑی تیز ہے اور بولا اس کے ساتھ والا
هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ ﴿۲۳﴾
فرشتہ یہ ہے جو میرے پاس حاضر تھا۔

سَآئِقٌ (چلانے والا جو پیچھے ہو) اسم فاعل ہے۔ س۔ و۔ ق سَوْقٌ چلانا۔ شَهِیْدٌ گواہ۔ غِطَآءٌ (پردہ جو کسی چیز کو ڈھک لے) مادہ غ ۔ ط ۔ و حَدِیْدٌ تیز حِدَّةٌ (تیزی سے) عَتِیْدٌ (تیار، حاضر) صفت کا صیغہ ہے۔ ع۔ت۔ د سے عَتَادٌ (تیار ہوجانا) یا تیار سامان۔

ارشاد ہے کہ جب انسان کو موت آگئی اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوئی، اس کے بعد جب وقت آئے گا تو صور میں پھونک ماری جائے گی۔ اس وقت سب لوگ جہاں بھی ہوں گے پھر زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ ہولناک دن شروع ہو جائے گا جس سے اللہ کے نبی اور رسول اور کتابیں سب ڈراتے چلے آئے ہیں۔ ہر شخص میدانِ قیامت کی طرف دوڑتا چلا جائے گا۔ اس طرح کہ ایک فرشتہ پیچھے سے ہانکتا ہوگا اور دوسرا اس کا اعمال نامہ لیے اس کے ساتھ ہوگا۔ جس میں اس کے چھوٹے بڑے سارے کام لکھے ہوں گے۔ اس وقت ہر شخص سے کہا جائے گا کہ تو دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اس دن کو بھلا بیٹھا تھا۔ تجھ کو ہمارے رسول اسی دن سے ڈراتے تھے مگر تو ان کی ایک نہ سنتا تھا، اور اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ تیری آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے، آج وہ پردے سب ہٹا دیے گئے اور تیری نگاہ تیز ہوگئی۔ اب تجھے وہ دن اور اس کے ہولناک احوال نظر آرہے ہیں ادھر وہ فرشتے جو دنیا میں ہر وقت اس کے ساتھ رہتے تھے، اور جو کچھ وہ کہتا یا کرتا تھا اسے لکھتے جاتے تھے اور جن کا نام کراماً کاتبین ہے۔ اس کا اعمال نامہ اس کے سامنے لا حاضر کریں گے اور کہیں گے یہ تیرا کچا چٹھا ہے، جو میرے پاس تیار اور موجود ہے۔

اللہ کا حکم

اَلْقِيَا - فِيْ جَهَنَّمَ - كُلَّ - كَفَّارٍ - عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾
ڈال دو تم دونوں جہنم میں ہر کفر کرنے والے ضدی
مَنَّاعٍ - لِّلْخَيْرِ - مُعْتَدٍ - مُّرِيْبٍ ﴿۲۵﴾ نِ الَّذِيْ
بھلائی سے روکنے والے حد سے نکل جانے والے شبہ ڈالنے والے کو جس نے
جَعَلَ - مَعَ اللّٰهِ - اِلٰهًا - اٰخَرَ - فَاَلْقِيٰهُ
ٹھہرایا اللہ کے ساتھ معبود دوسرا پس ڈال دو تم اسے
فِي الْعَذَابِ - الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ - قَرِيْنُهٗ
میں عذاب سخت بولا ساتھی شیطان اس کا
رَبَّنَا - مَآ - اَطْغَيْتُهٗ - وَلٰكِنْ - كَانَ
اے رب ہمارے نہیں سرکش کیا میں نے اسے اور لیکن تھا وہ
فِيْ ضَلٰلٍ - بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾
گمراہی میں دور پڑا ہوا۔

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾
تم دونوں ڈال دو دوزخ میں ہر ناشکرے مخالف
مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿۲۵﴾ نِ الَّذِيْ
نیکی سے روکنے والے حد سے بڑھ جانے والے کو شبہ ڈالنے والے کو
جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ
جس نے اللہ کے ساتھ اور کا پوجنا ٹھہرایا سو ڈال دو
فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ
اس کو سخت عذاب میں بولا اس کا ساتھی شیطان
رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ
اے ہمارے رب میں نے اسے شرارت میں نہیں ڈالا پر
فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾
یہ تھا راہ کا بھولا ہوا دور پڑا ہوا۔

عَنِيْدٌ (ضدی) صفت کا صیغہ ہے، ع۔ ن۔ د سے عناد کے معنی جان بوجھ کر ٹھیک بات کی مخالفت کرنا۔ مَنَّاعٌ (روکنے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے م۔ ن۔ ع منع کے معنی روکنا مُعْتَدٍ (حد سے نکل جانے والا) اسم فاعل ہے۔ اِعْتِدَاءٌ سے جس کا مادہ ع۔ د۔ د ہے عَدْوٌ کے معنی دوڑنا۔ اعتداءٌ دوڑتے ہوئے حد سے آگے بڑھ جانا۔ مُرِيْبٌ (شک و شبہ پیدا کرنے والا) اسم فاعل ہے۔ اِرَابَةٌ سے جس کا مادہ ر۔ ی۔ ب ہے، ریب کے معنی شبہ اور شبہ میں پڑنا۔ اِرَابَةٌ اس کا متعدی ہے۔ یعنی دوسرے کو شبہ میں ڈالنا۔ اَطْغَيْتُ (شریر بنانا) ماضی کا صیغہ ہے۔ اِطْغَاءٌ سے جس کا مادہ ط۔ غ۔ ی ہے۔ طُغْيَانٌ انکار میں بڑھ جانا۔ اِطْغَاءٌ اس کا متعدی ہے، دوسرے کو انکار پر آمادہ کرنا۔

ارشاد ہے کہ جب فرشتے ہر ایک کے سامنے اس کا نامۂ اعمال رکھ دیں گے اور مجرم جرم کا اقبال کر لیں گے تو دو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ایسے لوگوں کو جو دنیا میں ہمارا انکار کرتے رہے، دھاندلی پر کمر باندھ لی، نیک کام سے روکتے رہے، شرارت میں حد سے بڑھ گئے، لوگوں کو شک و شبہ میں ڈالتے رہے اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی معبود ٹھہراتے رہے، دوزخ میں جھونک دو۔ یہ کم بخت سخت عذاب کے قابل ہیں۔ یہ اقبالی مجرم عرض کرے گا کہ مجھے تو شیطان مردود نے بہکایا۔ جو ہر دم میرے دم کے ساتھ لگا رہتا تھا۔ شیطان کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اس شخص پر زبردستی نہیں کی تھی کہ برے کام کر اور شرارت کے لیے ہر وقت تیار رہ، یہ تو ایک اشارہ میں خود ہی جھٹ پٹ راستہ سے الگ ہٹ گیا اور بھٹکتے بھٹکتے بہت دور نکل گیا اور بلانے والوں کی ایک نہ سنی۔

دونوں پر ڈانٹ پڑے گی

قَالَ - لَاتَخْتَصِمُوْا - لَدَیَّ - وَقَدْ - قَدَّمْتُ
فرمائے گا مت جھگڑو میرے سامنے حالانکہ تحقیق پہلے ہی بھیج چکا میں
اِلَیْکُمْ - بِالْوَعِیْدِ (۲۸) مَا - یُبَدَّلُ - الْقَوْلُ
تمھاری طرف ڈراوا نہیں بدلی جاتی بات
لَدَیَّ - وَ - مَآ - اَنَا - بِظَلَّامٍ - لِّلْعَبِیْدِ (۲۹)
میرے ہاں اور نہیں میں ظلم کرنے والا بندوں پر
یَوْمَ - نَقُوْلُ - لِجَهَنَّمَ - هَلِ - امْتَلَأْتِ - وَ
جس دن ہم کہیں گے دوزخ سے کیا بھر گئی تو اور
تَقُوْلُ - هَلْ - مِنْ - مَّزِیْدٍ (۳۰) وَاُزْلِفَتِ
وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے اور قریب لائی جائے گی
الْجَنَّةُ - لِلْمُتَّقِیْنَ - غَیْرَ - بَعِیْدٍ (۳۱)
جنت پرہیزگاروں کے لیے کہ دور نہ رہے گی

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ
فرمایا میرے پاس جھگڑا نہ کرو میں تو تمھیں پہلے ہی
اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ (۲۸) مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ
عذاب سے ڈرا چکا تھا میرے پاس بات نہیں
لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (۲۹) ع ۱۴ ۲ ۱۶
بدلتی اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا
یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَ
جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی چکی اور
تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ (۳۰) وَاُزْلِفَتِ
وہ بولے گی کچھ اور بھی ہے اور بہشت ڈرنے
الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ (۳۱)
والوں کے لیے نزدیک لائی جائے گی دور نہیں ہوگی۔

تَخْتَصِمُوْا (جھگڑا مت کرو) نہی کا صیغہ ہے۔ اِخْتِصَامٌ سے جس کا مادہ خ ۔ ص ۔ م ہے۔ خصم کے معنی دوسرے کو بات میں دبا لینا۔ اِخْتِصَام باہم ایک دوسرے کو بات میں دبانے کی کوشش کرنا۔ قَدَّمْتُ (پہلے ہی بھیج دیا میں نے) ماضی کا صیغہ ہے تقدیم سے جو ق ۔ د ۔ م سے بنا ہے۔ قدم کے معنی آگے بڑھانا۔ پہلے ہی بھیج دیا۔ اَمْتَلَئْتِ (بھر گئی تو) ماضی کا صیغہ ہے، اِمْتِلَاءٌ جو م ۔ ل ۔ ء سے بنا ہے۔ مِلْءٌ کے معنی بھرنا۔ اِمْتِلَاءٌ بھر جانا۔

ارشاد ہے کہ جب آدمی اور شیطان دو بدو ہوں گے اور ایک دوسرے پر الزام رکھنے کی کوشش کریں گے تو اللہ ارشاد فرمائے گا۔ میرے سامنے آپس میں جھگڑا مت کرو۔ میں تو تمھارے پاس پہلے ہی دنیا میں رسول اور کتاب بھیج کر آج کے دن کے عذاب سے ڈرا چکا ہوں۔ آج وہی ہوگا جو میں نے اپنی کتاب میں کہہ دیا تھا۔ میری بات بدلی نہیں جاتی۔ جو کہہ دیا وہی ہو کر رہتا ہے اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ جو کرے گا وہ بھرے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ لوگو اس دن کو یاد کرو جب دوزخ سے پوچھا جائے گا کیا تو بھر چکی اور وہ کہے گی، کہ اور کچھ ہے تو لاؤ۔ میرے اندر ڈال دو۔ ادھر جنت پرہیزگاروں سے بالکل قریب کر دی جائے گی اور دور نہ رہے گی۔

جنّت اور جنّت والے

هٰذَا - مَا - تُوْعَدُوْنَ - لِكُلِّ - اَوَّابٍ
یہ ہے وہ جو تم سے وعدہ کیا گیا تھا واسطے ہر جھکنے والے
حَفِيْظٍ (۳۲) مَنْ - خَشِيَ - الرَّحْمٰنَ - بِالْغَيْبِ
نگہداشت کرنے والے کے جو ڈرا رحمٰن سے بے دیکھے
وَ - جَآءَ - بِقَلْبٍ - مُّنِيْبٍ (۳۳) نِ ادْخُلُوْهَا
اور آیا لے کر ایک دل رجوع ہونے والا داخل ہو اس میں
بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ - يَوْمُ - الْخُلُوْدِ (۳۴) لَهُمْ
ساتھ امن کے یہ ہے دن ہمیشگی کا ۔ واسطے ان کے ہے
مَّا - يَشَآءُوْنَ - فِيْهَا - وَلَدَيْنَا
جو چاہیں وہ اس کے اندر اور ہمارے پاس
مَزِيْدٌ (۳۵)
اور زیادہ ہے

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ
یہ ہے جس کا تم سے وعدہ ہوا تھا ہر ایک رجوع کرنے والے
حَفِيْظٍ (۳۲) مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ
یاد رکھنے والے کے واسطے جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے
وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (۳۳) نِ ادْخُلُوْهَا
اور دل لایا رجوع کرنے والا چلے جاؤ اس میں
بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (۳۴) لَهُمْ
سلامت یہ ہے دن ہمیشہ رہنے کا وہاں ان کے
مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا
واسطے ہے جو چاہیں اور ہمارے پاس
مَزِيْدٌ (۳۵)
زیادہ بھی ہے۔

حفیظ نگہداشت کرنے والا، اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کے حکم یاد رکھتا ہے اور انھیں پابندی کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ مُنِیْبٌ (رجوع کرنے والا) اسم فاعل ہے۔ اِنَابَۃٌ سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر بات میں ہر وقت اللہ ہی کی طرف رجوع رہتا ہے اور یہی معنی توبہ کے بھی ہیں جس کا مطلب ہے جہاں کوئی خطا ہوئی وہیں اللہ کی طرف رجوع کیا اور اس سے معافی مانگی۔ سَلٰمٌ چین۔ امن امان و حاصل مصدر ہے یعنی وہ ہر حالت میں بے چینی سے بچے رہنے کے یقین سے پیدا ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ دنیا میں احتیاط سے رہتے تھے اور گناہوں سے بچ بچ کر چلتے تھے، آخرت میں جنت ان کے قریب لائی جائے گی اور ان میں اور جنت میں کچھ فاصلہ نہ رہے گا۔ پھر ان سے کہا جائے گا لو دیکھو یہ ہے وہ جنت جس کا تم سے قرآن میں وعدہ کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہ ان لوگوں کے لیے تیار ہے، جو ہر وقت اللہ ہی کا خیال رکھتے ہیں اور اس کے حکموں کو یاد رکھتے اور پابندی کے ساتھ بجا لاتے ہیں، اب جاؤ امن چین کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہ دن ایسا ہے کہ جس میں جسے جنت مل گئی، وہ اس میں ہمیشہ رہنے کا حقدار ہو گیا، جو وہاں گیا وہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔ نہ کبھی اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ اُکتا کر خود نکلنا چاہے گا۔ کیونکہ اس میں اس کو ہر چیز ملے گی، جس کی وہ خواہش کرے گا۔ پھر وہ کہیں اور جانے کا نام کیوں لینے لگا۔ اور جب اسے یقین ہو جائے گا کہ یہاں سے اسے نکالا بھی نہ جائے گا تو پھر اس کی خوشی کا کیا ٹھکانا ہے۔ اس کے بعد یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ جنت تو تمہارے لیے ہی ہے لیکن ہمارے پاس اس کے علاوہ اور بھی ہے۔ جو ہم عنایت کریں گے اس سے جو خوشی ہو گی اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

پہلے لوگ

وَ - کَمْ - اَھْلَکْنَا - قَبْلَھُمْ - مِّنْ قَرْنٍ - ھُمْ
اور بہت سے ہلاک کر چکے ہم پہلے ان سے پہلے زمانے والے کہ جو
اَشَدُّ - مِنْھُمْ - بَطْشًا - فَنَقَّبُوْا - فِی الْبِلَادِ
سخت تھے ان سے پکڑ میں۔ پس بھاگ دوڑ کرنے لگے شہروں میں
ھَلْ - مِنْ - مَّحِیْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ - فِیْ - ذٰلِکَ
کیا ہے کوئی جائے پناہ تحقیق اس کے اندر
لَذِکْرٰی - لِمَنْ - کَانَ - لَہٗ - قَلْبٌ - اَوْ -
البتہ یاد دہانی ہے واسطے اس کے کہ ہے جس کے لیے دل یا
اَلْقَی - السَّمْعَ - وَ - ھُوَ - شَھِیْدٌ ﴿۳۷﴾
لگادے کان اور ہو وہ حاضر دل والا

وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ ھُمْ
اور ہم ان سے پہلے کتنی جماعتیں تباہ کر چکے ہیں جن کی
اَشَدُّ مِنْھُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ
قوت ان سے زبردست تھی پھر لگے شہروں میں کریدنے
ھَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
کہ کہیں بھاگ جانے کا ٹھکانا ہے اس میں
لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ
سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے اندر دل ہے یا
اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ﴿۳۷﴾
جو کوئی کان لگائے دل لگا کر

نَقَّبُوْا (ڈھونڈا، جستجو کی انھوں نے) ماضی کا صیغہ، تَنْقِیْبٌ سے جس کا مادہ ن۔ ق۔ ب ہے معنی کھودنا تنقیب بہت زور سے تلاش کرنا، اَلْقٰی ڈال دے۔ ماضی ہے اِلْقَاءٌ سے جس کا مادہ ل۔ ق۔ ی لِقَاءٌ۔ ملنا۔ اِلْقَاءٌ ملا دینا۔ ڈالنا۔ اَلْقَی السَّمْعَ ڈالے کان۔ یعنی کان لگا دے۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو ان لوگوں کے حال سے سبق حاصل کرنا چاہیے جو ان سے پہلے گزرے اور خوب غور سے سوچنا چاہیے کہ انھوں نے کیا کیا اور جو کچھ کیا اس کا نتیجہ کیا ہوا اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے بہت سی قوموں کو ان سے پہلے تباہ کر دیا وہ ان سے زیادہ طاقتور لوگ تھے اور دوسروں پر بہت زور سے حملہ کرتے تھے۔ اور ان میں دوسروں کو دبا لینے کی ان سے کہیں زیادہ قوت تھی، وہ اپنے آگے کسی کی نہ سنتے تھے، انھوں نے رسولوں کے کہنے کی بھی پروا نہ کی اور سمجھے کہ یہ بھی معمولی لوگ ہیں اور ہمیں دبا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ان پر بھی ظلم و ستم کرنے پر کمر باندھی یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے ہیں اور انھیں سمجھاتے آئے ہیں کہ یہ ظلم و ستم چھوڑ دو اور اللہ کے فرمانبردار بندے بن کر دنیا کی زندگی بسر کرو۔ آخر وہ کسی طرح نہ مانے تو ہم نے ان پر اپنا عذاب بھیجا اور انھوں نے گھبرا کر چاروں طرف ٹٹولنا شروع کیا کہ کہیں کوئی بھاگ کر بچنے کی جگہ مل جائے تو جان بچائیں۔ لیکن اللہ سے بچ کر بھاگنے کی جگہ کہاں ملتی تھی۔ چنانچہ سب کے سب تباہ ہوئے۔ یہ بے وقوف اللہ کے آگے جھک جاتے تو ان کو دنیا میں اتنی سخت سزا نہ بھگتنی پڑتی اور آخرت کے صدموں سے بھی بچ جاتے، ان باتوں میں ان لوگوں کے لیے جو دل رکھتے ہیں یا کان لگا کر توجہ سے سنتے ہیں بڑی نصیحت ہے، جو نہ مانیں گے وہ پچھتائیں گے۔

اللہ کی عبادت

وَ لَقَدْ - خَلَقْنَا - السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضَ - وَمَا
اور البتہ تحقیق بنایا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ہے
بَیْنَهُمَا - فِیْ - سِتَّةِ - اَیَّامٍ - وَّ - مَا - مَسَّنَا
ان دونوں کے اندر چھ دن میں اور نہ چھوا ہمیں
مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ - عَلٰی - مَا - یَقُوْلُوْنَ
کسی قسم کی تکان نے پس صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں
وَ - سَبِّحْ - بِ - حَمْدِ - رَبِّكَ - قَبْلَ - طُلُوْعِ
اور پاکی بیان کر ساتھ خوبی رب اپنے کے پہلے نکلنے سے
الشَّمْسِ - وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾
سورج کے اور پہلے ڈوبنے کے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
اور ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان
بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﷺ وَّمَا مَسَّنَا
کے بیچ میں ہے چھ دن میں اور ہم کو کچھ تکان
مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ
نہیں ہوئی سو تو سہتا رہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اور
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ
پاکی بول اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ سورج نکلنے سے
الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾
پہلے اور ڈوبنے سے پہلے

فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دن میں، اس کا ذکر پہلے کئی جگہ مثلاً سورۂ الاعراف وغیرہ میں گزر چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رفتہ رفتہ بنے۔ لُغُوْبٌ (تھک کر چور ہو جانا) مصدر ہے ل ۔ غ ۔ ب سے کسی کام کے بعد تھک کر نڈھال ہونا +

ارشاد ہے کہ انسان کا اس دنیا میں بس یہی کام ہے کہ اللہ کو پہچانے اور اس کی بندگی میں لگ جائے جو اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کام میں لگ گئے انھوں نے اپنی تباہی کا سامان کر لیا۔ انسان کی پچھلی تاریخ اس کی گواہ ہے بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے سرکش یہاں گزرے جو سمجھتے تھے کہ بس ہم ہی ہم ہیں جو چاہیں کریں، کوئی ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتا، یہ لوگ کچھ دن پھولے پھلے۔ بہت کچھ سیکھا بہت کچھ کیا۔ لیکن جو سیکھنا اور کرنا تھا، وہی نہ سیکھا اور نہ کیا +

پہلی آیتوں میں کہا جا چکا ہے کہ اپنے سے پہلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرو اور ان کی سی سرکشی اختیار نہ کرو۔ آخر اللہ کا پہچاننا کیا مشکل ہے۔ اس کی قدرت کو دیکھو۔ یہ آسمان اور زمین تمھاری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آخر یہ کس نے بنائے۔ خود نہیں سوجھتا تو لو ہم بتاتے ہیں کہ یہ ہم نے بنائے اور چھ دن میں مکمل کیے لیکن اس کی وجہ سے ہمیں ذرا بھی تکان نہ ہوئی۔ یہود و نصاریٰ وغیرہ کا یہ خیال غلط ہے کہ اللہ نے چھ دن کام کیا اور ساتویں دن (نعوذ باللہ) تھک کر آرام کیا۔ ان لوگوں کی باتیں صبر سے سنتے جاؤ لیکن اپنے کام سے غافل مت ہو۔ وہ کام یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اور اس کی یاد میں مصروف ہو جاؤ اور سورج نکلنے سے پہلے اور پھر غروب ہونے سے پہلے خاص طور پر اس کا ذکر کرو اور اس کی اچھی صفتیں یاد کرو اور کہو کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور ساری خوبیوں کا مالک ہے +

قیامت آنی ہے

وَمِنَ - الَّيْلِ - فَسَبِّحْهُ - وَ - اَدْبَارَ
اور رات کے کچھ حصہ میں پس پاکی بیان کر اس کی پیچھے
السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ - يَوْمَ - يُنَادِ - الْمُنَادِ
نماز کے اور کان لگا کر سن ایک دن آئے گا کہ پکارے گا پکارنے والا
مِنْ مَّكَانٍ - قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ - يَسْمَعُوْنَ
جگہ سے قریب کی جس دن سنیں گے
الصَّيْحَةَ - بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ - يَوْمُ
چیخ سچ مچ وہ ہوگا دن
الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا - نَحْنُ - نُحْيٖ - وَنُمِيْتُ
نکل پڑنے کا بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں
وَاِلَيْنَا - الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾
اور طرف ہمارے لوٹنا ہے

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ
اور کچھ رات میں اس کی پاکی بیان کر پیچھے
السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ
سجدہ کے اور کان رکھ جس دن پکارے پکارنے والا
مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ
نزدیک کی جگہ سے جس دن چنگھاڑ
الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ يَوْمُ
سنیں گے تحقیق وہ ہے دن
الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ
نکل پڑنے کا ہم ہیں جلاتے اور مارتے
وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾
اور ہم تک ہے سب کو پہنچنا۔

اَدْبَارَ السُّجُوْدِ (بعد سجدہ کرنے کے یعنی نماز پڑھنے کے) اَدْبَارَ۔ دُبُرٌ کی جمع ہے، دُبُرٌ کے معنی پیچھے کے ہیں، سُجُوْدٌ مصدر ہے۔ سجدہ کرنا۔ نماز پڑھنا۔ اس سے مراد ہے، فرض نماز پڑھ کر ذکر کرنا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ بار۔ الحمد للہ ۳۳ بار۔ اللہ اکبر ۳۴ بار اور ایک بار لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر کہے اس کے گناہ صغیرہ بخش دیے جاتے ہیں، پہلے ارشاد ہوا کہ سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے نماز پڑھو جس میں فجر کی نماز اور ظہر و عصر کی نمازیں آگئیں ؁

اس آیت میں ارشاد ہے کہ رات کا کچھ حصہ بھی نماز میں گزارو۔ اس میں مغرب اور عشا کی نمازیں آگئیں اور نماز کے بعد اللہ کی تسبیح اور حمد و ثنا کیا کرو۔ جس کا طریقہ اوپر بیان ہوا ؁

اس کے بعد قیامت کے آنے کا ذکر ہے کہ اے انسان کان لگا کر سن۔ ایک دن ہمارا فرشتہ صور پھونکے گا اور ہر شخص اس کی چیخ کو ایسے سنے گا جیسے کہ اس کے پاس ہی سے آواز آ رہی ہے اور یہ آواز سچ مچ کی ہوگی جس کا مطلب ہر ایک یہ سمجھے گا کہ اے انسان اٹھ کھڑے ہو۔ آج کا دن باہر نکل کھڑے ہونے کا ہے۔ یاد رکھو یہ سب کچھ اسی طرح ہو کر رہے گا۔ پس یقین کرو کہ ہم ہی نے پہلی بار زندہ کیا اور ہم ہی ماریں گے اور مرنے کے بعد ہم ہی پھر تم سب کو دوبارہ زندہ کریں گے اور تم سب جہاں بھی ہوگے اٹھ کر باہر میدان میں نکل کھڑے ہوگے اور پھر فرشتے سب کو للکارتے ہوئے ہمارے دربار میں سامنے لا کر حاضر کر دیں گے، اور تم سب لوٹ کر ہمارے پاس آ جاؤ گے ؁

جو ڈرتا ہو اُسے سُنا دو

يَوْمَ ۔ تَشَقَّقُ ۔ الْاَرْضُ ۔ عَنْهُمْ ۔ سِرَاعًا

یاد کرو وہ دن جب پھٹ پڑے گی زمین ان پر سے اور وہ دوڑتے ہونگے

ذٰلِكَ ۔ حَشْرٌ ۔ عَلَيْنَا ۔ يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ

یہ اکٹھا کرنا ہے ہمارے اوپر آسان ہم

اَعْلَمُ ۔ بِمَا ۔ يَقُوْلُوْنَ ۔ وَمَآ ۔ اَنْتَ

خوب جاننے والے ہیں اس کو جو وہ کہتے ہیں اور نہیں تو

عَلَيْهِمْ ۔ بِجَبَّارٍ قف فَذَكِّرْ ۔ بِالْقُرْاٰنِ

اوپر ان کے زبردستی کرنے والا بس یاد دِلا ساتھ قرآن کے

مَنْ ۔ يَّخَافُ ۔ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾

اسے جو ڈرے میرے ڈرانے سے

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ط

جس دن زمین پھٹ کر وہ سب نکل پڑیں دوڑتے ہوئے

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ

یہ اکٹھا کرنا ہم کو آسان ہے ہم

اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ

خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور تو ان پر زور

عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ قف فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

کرنے والا نہیں ہے سو تو قرآن سے اسے سمجھا

مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع ۳ ۱۶ ۱۷

جو میرے ڈرانے سے ڈرے۔

جَبَّار (قوت سے دبانے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ج۔ ب۔ ر سے جَبْرٌ کے معنی دبانا۔ جَبَّارٌ وہ جو مار مار کر سیدھا کرے۔ اور زبردستی منوائے ؏

وَعِيْدٌ (ڈراوا، دھمکی) اصل میں وَعِيْدِيْ ہے۔ یعنی میری دھمکی سے۔ وقف کی وجہ سے ی گر گئی۔

ارشاد ہے کہ اس دن کو ہرگز مت بھولو جس دن زمین پھٹ پڑے گی اور سب مردے اس کے اندر سے زندہ ہو کر نکل کھڑے ہوں گے۔ اللہ عز و جل سب کو اپنے سامنے اکٹھے ہونے کا حکم دے گا اور وہ سب دوڑتے ہوئے حشر کے میدان کی طرف جھپٹیں گے ؏

ارشاد ہے کہ یہ سب کو سمیٹ کر ایک جگہ اکٹھا کر دینا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں بڑی آسان بات ہے۔ ہم سارے اگلے پچھلے لوگوں کو گھیر کر ایک جگہ جمع کر دیں گے۔ جو لوگ قیامت کے دن اور اللہ کے سامنے اکٹھے ہو کر حاضر ہونے کا انکار کرتے ہیں، انھیں باتیں بنانے دو، ان کی ساری باتیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کا معاملہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہم ان سے اچھی طرح نمٹ لیں گے۔ تم کو ہم نے ان پر زبردستی کرنے کے لیے نہیں بھیجا۔ تمھارا فرض یہ نہیں ہے کہ ان کو مار مار کر سیدھا کرو اور اپنی بات منوا کر چھوڑو۔ تمھارا کام اچھی طرح سمجھا کر کہہ دینا ہے کوئی سنے یا نہ سنے، مانے یا نہ مانے۔ اس لیے تم بس اتنا کرو کہ جو ہماری ان سزاؤں سے ڈرتا ہو جو ہم نے منکروں کے لیے بیان کی ہیں اسے قرآن پڑھ پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دو۔ تاکہ وہ ان سے بچنے کا سامان کر لے ؏

سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰت

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی (۵۱) اکیاونویں سورت ہے اور مکہ کے قیام کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ قرآن مجید ان باقاعدہ باتوں کی طرف توجہ دلا کر جو اس دنیا میں ہو رہی ہیں، ان سے انسان کو وہ نتیجے نکالنا سکھاتا ہے جن پر اس کے تمام کاموں کی بنیاد ہونی چاہیے، یہ نتیجے وہ تین بڑے اصول ہیں جن پر اسلام کا دارومدار ہے اور جن کو ہر رسول اپنے اپنے زمانہ میں مناسب طریقے سے بتاتے چلے آئے ہیں یعنی توحید، رسالت اور قیامت، سارے جہان کا بنانے والا اور قائم رکھنے والا ایک اللہ ہے، اس نے انسان کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے رسول دنیا میں بھیجے۔ جن میں سے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہر انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا اور دنیا میں جو اس نے کیا ہے، اس کا پھل پائے گا۔ اس کو معاد کہتے ہیں، اس سورت میں اسی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ارشاد ہے کہ تم نے ہواؤں کے چلنے پر کبھی غور نہیں کیا۔ جب خشکی اور گرمی بڑھ جاتی ہے تو پہلے آندھیاں آتی ہیں، اور گرد و غبار ادھر ادھر اڑاتی ہیں، پھر یہی ہوائیں پانی سے بھرے بادل اٹھا لاتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ چل کر انہیں جگہ جگہ لے جاتی ہیں، اور ادھر ادھر اللہ کے حکم کے مطابق بارش برساتی ہیں، اس سے سمجھ لو کہ جیسے ہواؤں کے چلنے کا ایک مقصد ہے اسی طرح انسان کی اس دنیا کی زندگی کا بھی مقصد ہے اس کے کاموں کے نتیجے ایک دن نکلیں گے اور انصاف کے ساتھ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا، اور جس نے یہ ہر جگہ ہوائیں چلائیں جالدار راستوں والا آسمان بنایا ہے، وہی قیامت کے دن انسان کی قسمت کا فیصلہ کرے گا، قیامت کا انکار وہی کریں گے جو بدنصیب ہیں، یہ اپنی اٹکلیں چلاتے ہیں اور رسول اور قرآن کے کہنے کا یقین نہیں کرتے، اگر تم میں خود اتنی عقل نہیں کہ قیامت کو سمجھو۔ تو سنو کہ بدکار لوگوں کو اس دن دوزخ میں ڈالا جائے گا اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ یہ ان شرارتوں کی سزا ہے جو تم نے دنیا میں کیں اور جنھوں نے دنیا میں نیک کام کیے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے، وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے مغفرت مانگتے ہیں اور اپنے مال کا ایک حصہ مفلسوں اور حاجت مندوں کی مدد کرنے میں خرچ کرتے ہیں، آسمان اور زمین کی ساری نشانیاں اور خود انسان کے اندر کی نشانیاں یہی بتاتی ہیں کہ یہ کارخانہ ایک دن ختم ہوگا اور قیامت قائم ہوگی اور سارے رسولوں نے بھی یہی بتایا ہے جنھوں نے ان کی بات نہ مانی۔ وہ تباہ ہوئے اللہ نے اپنے رسولوں کی مدد کی اور ان کے نہ ماننے والوں کو تباہ کیا۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیسا اللہ کا فضل ہوا اور نافرمانیوں کی وجہ سے قوم لوطؑ کی کیا گت بنی۔ اسی طرح عاد، ثمود اور نوح کی قوم بھی نافرمانی کر کے تباہ ہوئی۔ تمھیں آفتوں سے بچنا ہے۔ تو یقین کرو کہ یہ آسمان اور زمین ایک اللہ نے بنائے اور قسم قسم کی ملتی جلتی چیزیں پیدا کیں۔ تم اس کی پناہ لو اور کسی طرف مت جھکو، شرک مت کرو، اللہ کا انکار مت کرو۔ وہی تمھیں رزق دیتا ہے اور تم سے بس یہی چاہتا ہے کہ اس کی عبادت کرو، وہ تمھاری چیزوں کا محتاج نہیں، جو اسے نہ مانے گا اسے وہی سزا ملے گی جو پہلے منکروں کو ملی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہوا اور بارش

وَالذّٰرِیٰتِ ۔ ذَرْوًا ۝١ فَ ۔ الْحٰمِلٰتِ ۔ وِقْرًا ۝٢
قسم بکھیرنے والیوں کی اڑا کر پھر اٹھانے والیوں کی بوجھ کو
فَالْجٰرِیٰتِ ۔ یُسْرًا ۝٣ فَالْمُقَسِّمٰتِ ۔ اَمْرًا ۝٤
پھر چلنے والیاں نرمی سے پھر بانٹنے والیاں حکم کے مطابق
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ ۔ لَصَادِقٌ ۝٥ وَاِنَّ ۔ الدِّیْنَ
تحقیق جو وعدہ کیا گیا ہے تم سے البتہ سچ ہے اور تحقیق انصاف
لَوَاقِعٌ ۝٦ وَالسَّمَآءِ ۔ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧ اِنَّكُمْ ۔ لَفِیْ
البتہ ہونے والا ہے قسم آسمان جال والے کی تحقیق تم البتہ بیچ
قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨ یُؤْفَكُ ۔ عَنْهُ ۔ مَنْ ۔ اُفِكَ ۝٩
ایک بات کے پڑے ہو جو اختلاف والی ہے پھرا جاتا ہے اس سے وہی جو پھرا گیا۔

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۝١ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝٢
قسم ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر پھر اٹھانے والی ہیں بوجھ کو
فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۝٣ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝٤
پھر چلنے والی نرمی سے پھر بانٹنے والی حکم سے
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝٥ وَّاِنَّ الدِّیْنَ
بیشک جو تم سے وعدہ کیا ہے سو سچ ہے اور بیشک انصاف ہونا
لَوَاقِعٌ ۝٦ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧ اِنَّكُمْ لَفِیْ
ضروری ہے قسم ہے جال دار آسمان کی تم ایک جھگڑے
قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝٩
کی بات میں پڑے ہو جس سے وہی باز آئے گا جو پھرا گیا ہے

الذّٰرِیٰت وا اڑا کر بکھیرنے والیاں، ذَارِیَۃٌ کی جمع ہے جو ذ ۔ ر ۔ و سے اسم فاعل مؤنث ہے۔ ذَرْوٌ اس کا مصدر ہے جو بعد میں مفعول مطلق کے طور پر مذکور ہے ذَرْوٌ کے معنی ہیں، اڑا کر پھیلا دینا۔ یہاں جو چار صفتیں مذکور ہیں ان کا موصوف الرّیاح ہے جو یہاں مقدر ہے حُبُک راستے، حُبِیْکَۃٌ کی جمع ہے، جس کے معنی راستہ کے ہیں ذَاتِ الْحُبُکِ جالدار راستوں والا یعنی جس میں سیاروں وغیرہ کے بے شمار ادھر ادھر خوشنما راستے بنے ہوئے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہواؤں کو دیکھتے ہو کہ تیزی کے ساتھ گرد وغبار اڑا کر ادھر ادھر بکھیرتی ہوئی چلنے لگتی ہیں، پھر پانی سے بھرے بوجھل بادل اٹھاتی ہیں، اور اس کے بعد آہستہ آہستہ چل کر انہیں ادھر ادھر لے جاتی ہیں اور جگہ جگہ اللہ کے حکم کے مطابق مینہ برساتی ہیں، یہ سب کام وہ ایک معین نظام اور مقررہ قاعدہ کے مطابق انجام دیتی ہیں اس پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ سب باتیں جو دنیا کے شروع سے لے کر آخر تک کی بابت بتائی جاتی ہیں سب سچی ہیں اور یہاں کی ساری چہل پہل اور کارروائیوں کا ایک دن انجام ظاہر ہوگا۔ یعنی قیامت قائم ہوگی اور انسان کو اس کے اعمال کی جزا سزا دی جائے گی۔ یہ آسمان جس پر ستاروں کا جال بچھا ہوا ہے اور آپس میں گتھم گتھا روشن راستے بنے ہوئے نظر آتے ہیں ایک دن ان کا رنگ بدلے گا اور کچھ اور ہی سماں بندھے گا۔ تم لوگوں نے قیامت کی بابت خواہ مخواہ آپس میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں یہ تو اسی سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر نظام کی ایک مقررہ قاعدہ کی بنا پر ابتدا ہوتی ہے اور پھر وہ ایک بات پر جا کر ختم ہو جاتا ہے، جو گویا اس کی غرض تھی، دنیا کا نظام بھی ایسا ہی ہے یہ ایک دن ختم ہوگا اور اس کا نتیجہ ظاہر ہوگا۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو قسمت کا پھٹا اور پیچ پیچ کا سر پھرا ہوگا۔

قیامت کیا ہے؟

قُتِلَ - الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾ اَلَّـذِيْنَ - هُـمْ
برباد ہوں اٹکل چلانے والے وہ کہ ہیں وہ
فِيْ غَمْرَةٍ - سَاهُوْنَ ﴿١١﴾ يَسْـئَلُوْنَ - اَيَّانَ
غفلت میں بھول ہے پوچھتے ہیں کب ہے
يَوْمُ - الدِّيْنِ ﴿١٢﴾ يَوْمَ - هُـمْ - عَلَى النَّارِ
دن جزا کا وہ دن جبکہ وہ آگ کے اوپر الٹ
يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾ ذُوْقُوْا - فِتْنَتَكُمْ - هٰذَا
پلٹ کیے جائیں گے چکھو چالبازیاں اپنی یہ
الَّذِيْ - كُنْتُمْ - بِهٖ - تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾
ہے کہ تھے تم جس کی جلدی کرتے

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ هُمْ
مارے گئے اٹکل دوڑانے والے وہ جو
فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿١١﴾ يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ
غفلت میں بھول رہے ہیں پوچھتے ہیں کب ہے
يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ
انصاف کا دن جس دن وہ آگ پر الٹے سیدھے
يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا
پڑیں گے چکھو اپنی شرارت کا مزہ یہ ہے
الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾
جس کی تم جلدی کرتے تھے۔

غَمْرَةٌ (منجدھار) ہر چیز کی سختی اور زیادتی۔ پانی کا بھنور۔ انتہا درجہ کی مشغولیت۔ يُفْتَنُوْنَ (الٹ پلٹ کیے جائیں گے) مضارع کا صیغہ ہے، ف۔ ت۔ ن سے۔ فَتْنٌ کے معنی، مبتلا کرنا یا ہونا فتنۃ بھی اسی سے بنا ہے، دھوکا، فریب، شرارت، یہاں اس سے مراد ہے کہ وہ آگ میں بری طرح جھونکے جائیں گے، خَرّٰصُوْنَ (اٹکل کرنے والے) خَرّٰصٌ کی جمع ہے، جو خ۔ ر۔ ص سے مبالغہ کا صیغہ ہے، خَرْصٌ کے معنی اندازہ کرنا۔ خرّاصٌ وہ شخص جو یقینی بات کے مقابلہ میں اپنی گھڑی ہوئی بے سند بات پر اڑا رہے ۔

مکہ کے کافر توحید کے مقابلہ میں شرک اور اللہ کی عبادت کے بدلے بتوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور اپنی بات پر اتنے اڑے ہوئے تھے کہ شہر کے ناکوں پر اپنے آدمی بٹھا دیے تھے تاکہ باہر سے آنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے اور آپ کی بات سننے سے روکیں ۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنے غلط اصول اور بے بنیاد باتوں کے چکر میں پھنس کر سچی اور کام کی باتوں کو بھول گئے ہیں۔ ان کو قیامت یاد دلائی جاتی ہے تو ہنس کر کہتے ہیں کہ کب آئے گی، وہ تمھاری قیامت۔ اللہ اللہ!! اس غفلت کا کیا ٹھکانا ہے۔ دنیا کے تھوڑے دن کے مزوں اور عیش و آرام کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ کا دکھ اور عذاب سمیٹ رہے ہیں ان سے کہہ دو کہ سنو قیامت کا دن وہ ہوگا جس میں تمھیں دوزخ میں اٹھا کر پٹک دیا جائے گا اور تم اس میں بری طرح جلوگے۔ دکھ سے چلاؤگے تو فرشتے کہیں گے یہ تو تمھاری اپنی کرتوتوں کی سزا اور شرارتوں کا بدلہ ہے۔ یہی وہ عذاب ہے جس کی تم دنیا میں جلدی کرتے تھے اور بے پروائی سے کہتے تھے کہ آنا ہے تو ابھی کیوں نہیں آ جاتا۔

پرہیزگاروں کا انعام

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ⑮
اللہ ڈرنے والے باغوں اور چشموں کے درمیان ہیں
اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا
لیتے ہیں وہ جو انھیں رب نے دیا اس سے پہلے وہ تھے
قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ⑯ كَانُوْا قَلِيْلًا
نیکی کرنے والے وہ تھے رات
مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ⑰ وَبِالْاَسْحَارِ
کو تھوڑا سوتے اور تھے صبح کے وقتوں میں
هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ
معافی مانگتے اور ان کے مالوں میں
حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ⑲
حصّہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوؤں کا۔

اِنَّ - اَلْمُتَّقِيْنَ - فِيْ - جَنّٰتٍ - وَّعُيُوْنٍ ⑮
تحقیق بچ کر چلنے والے بیچ باغوں کے اور چشموں کے ہیں
اٰخِذِيْنَ - مَآ - اٰتٰهُمْ - رَبُّهُمْ - اِنَّهُمْ - كَانُوْا
لینے ہیں جو دیا انھیں رب نے ان کے تحقیق وہ تھے
قَبْلَ - ذٰلِكَ - مُحْسِنِيْنَ ⑯ كَانُوْا - قَلِيْلًا
پہلے اس کے نیک کام کرنے والے تھے وہ کہ تھوڑا تھا
مِّنَ الَّيْلِ - مَا - يَهْجَعُوْنَ ⑰ وَ - بِالْاَسْحَارِ
رات میں سے جو سوتے تھے اور ساتھ صبح کے
هُمْ - يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱ وَفِيْٓ - اَمْوَالِهِمْ
وقتوں کے وہ استغفار کرتے تھے اور ان کے مالوں میں
حَقٌّ - لِّلسَّاۗىِٕلِ - وَالْمَحْرُوْمِ ⑲
حق تھا واسطے سائل اور مفلس کے

مَايَهْجَعُوْنَ (سونا ان کا) مَا مصدریہ ہے مَايَهْجَعُوْنَ کا مطلب هُجُوْعُهُمْ ہے یعنی وہ ایسے تھے کہ ان کا رات کا سونا تھوڑا سا تھا کیونکہ وہ عبادت کے لیے اٹھتے تھے۔ سَائل جو لوگوں کے آگے اپنی حاجت بیان کرے اور ان سے کچھ مانگے۔ مَحْرُوْم جو لوگوں سے مانگے نہیں، مگر محتاج ہو، یہ لوگ زکوٰۃ کے حق دار ہیں۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے آگے سر جھکایا اور جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے انھیں اس کے ڈر سے چھوڑا یہ لوگ متقی ہیں۔ ان لوگوں کو قیامت کے دن بڑا انعام ملے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو رہنے کے لیے باغ دیے جائیں گے جن کے اندر جابجا چشمے بہتے ہوں گے۔ اللہ اپنی نعمتیں انھیں دے رہا ہوگا اور وہ ان نعمتوں کو شکر گزاری کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے لے رہے ہوں گے۔ یہ لوگ کون ہوں گے؟ یہ وہ ہوں گے جو دنیا میں گناہوں اور فضول باتوں سے بچتے رہے۔ اور کہا کہ ان باتوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس لیے ہم انھیں چھوڑتے ہیں وہ تماشوں اور تفریح گاہوں سے بھاگنے والے اور ان نیک کاموں کے اختیار کرنے والے ہوں گے جنھیں کرنے کا اللہ نے حکم دیا تھا، یہ لوگ وہ ہوں گے جو ساری رات سو کر غفلت میں نہیں گزارتے تھے، بلکہ نیند چھوڑ کر راتوں کو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے اور جب صبح کا وقت ہوتا تھا تو اللہ کی درگاہ میں اپنے گناہوں کے بخشے جانے کی دعائیں کرتے تھے اور ان کی کمائی کا ایک حصہ ان لوگوں کی مدد کے لیے نکال کر الگ رکھ دیا جاتا تھا، جو ضرورت سے تنگ آکر لوگوں سے مالی امداد مانگتے تھے اور ان لوگوں کے واسطے جو مانگنے کے لیے نکل تو نہیں سکتے تھے لیکن ویسے ضرورت مند اور مدد کے محتاج تھے۔

اللہ کی نشانیاں

وَ - فِي الْاَرْضِ - اٰيٰتٌ - لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ
اور زمین میں نشانیاں ہیں واسطے یقین لانے والوں کے اور
فِيْٓ - اَنْفُسِكُمْ - اَفَلَا - تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ
خود اندر تمہارے کیا پس نہیں دیکھتے تم اور
فِي السَّمَآءِ - رِزْقُكُمْ - وَ - مَا - تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾
آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو وعدے کیے گئے تم
فَوَرَبِّ السَّمَآءِ - وَالْاَرْضِ - اِنَّهٗ - لَحَقٌّ
پس قسم رب کی آسمان اور زمین کے تحقیق وہ البتہ سچ ہے
مِّثْلَ - مَآ - اَنَّكُمْ - تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾
مانند اس کے کہ تم بولتے ہو

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے واسطے اور
فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ
خود تمہارے اندر سو کیا تم کو سوجھتا نہیں اور
فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾
آسمان میں ہے تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا گیا
فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ
اور قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ بات حق ہے
مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع ۱۸
جیسے کہ تم بولتے ہو

پہلی آیتوں میں ارشاد ہوا کہ نہروں والے باغوں میں وہ لوگ جائیں گے جو برے کاموں سے دنیا میں بچتے رہے۔ راتوں کو کم سوتے اور صبح کو اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہے اور اپنے مال کا ایک حصہ مانگنے والوں اور ضرورت مندوں کے لیے الگ رکھتے رہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان کا برے کاموں سے بچنا اور نیک کاموں میں لگے رہنا کسی دنیاوی غرض یا غلط معبودوں کی خاطر نہ تھا بلکہ وہ فقط اللہ عزوجل کی ناراضی کے ڈر سے برے کاموں سے بچتے تھے اور محض اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے نیک کاموں میں لگے رہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ پرہیزگاری اور نیکوکاری جس سے جنت حاصل ہوتی ہے وہی ہے جو خالص اللہ کے لیے ہو ورنہ نام نمود اور دنیا کے فائدے حاصل کرنے کے لیے جو پرہیزگاری اور نیکوکاری ہوگی۔ وہ آخرت میں کچھ کام نہ آئے گی۔ اور اگر یہ پوچھیں کہ اللہ کیا ہے اور کہاں ہے، تو سن لو کہ اللہ کو اس کی نشانیوں سے پہچان سکتے ہو، اس کی نشانیاں زمین اور آسمان میں سب جگہ پھیلی ہوئی ہیں، بلکہ خود تمہارے اپنے اندر موجود ہیں۔ مگر یہ نشانیاں انہی کے لیے ہیں جو یقین کرنے کے لیے تیار ہیں اور آنکھوں سے جو دیکھتے ہیں ان سے ٹھیک اور گہرا نتیجہ نکالتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی عقل سے انہی نتیجوں پر پہنچیں گے جو یہ قرآن حکیم انھیں بتا رہا ہے اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ زمین میں ہو رہا ہے اس کا حکم اوپر آسمان ہی سے اترا ہے۔ یہاں تک کہ رزق کا دارومدار بھی نہ تمہاری کمائی اور محنت پر نہیں بلکہ اس کا انتظام بھی اوپر ہی سے ہوتا ہے۔ یہ باتیں کہ اللہ ایک ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے ایسی ہی سچ اور واقعی ہیں جیسے تمہارا بولنا یعنی جیسے تمھیں اپنے بولنے میں شبہ نہیں ایسے ہی اس میں بھی شبہ کی گنجائش نہیں۔

بھلوں اور بُروں کا ذکر

هَلْ - اَتٰىكَ - حَدِيْثُ - ضَيْفِ - اِبْرٰهِيْمَ
کیا آئی تیرے پاس بات مہمانوں کے ابراہیم کی
الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ - دَخَلُوْا - عَلَيْهِ
جو عزت والے تھے جب داخل ہوئے اس کے پاس
فَقَالُوْا - سَلٰمًا ؕ قَالَ - سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ
پس کہا انھوں نے سلام کہا سلام یہ لوگ ہیں
مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ - اِلٰٓى - اَهْلِ - هٖ
اجنبی پس جلدی جلدی گیا طرف گھر والوں کے اپنے
فَجَآءَ - بِ - عِجْلٍ - سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَ - هٗٓ
پس آیا لے کر ایک بچھڑا گھی میں تلا ہوا پس قریب کیا اسے
اِلَيْهِمْ - قَالَ - اَلَا - تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾
ان کی طرف کہا کیا نہیں کھاتے تم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ
کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات
الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ
پہنچی ہے جب اس کے پاس اندر پہنچے
فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ
تو بولے سلام وہ بولا سلام یہ اوپرے
مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ
لوگ ہیں پھر دوڑا اپنے گھر کو
فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ
اور لایا ایک بچھڑا گھی میں تلا ہوا پھر ان کے سامنے
اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾
رکھا کہا کیوں تم کھاتے نہیں

پہلے کہا گیا کہ اس دنیا کا سارا کارخانہ ایک روز درہم برہم ہو جائے گا اور انسان بھی سارے اپنی اپنی عمریں ختم کر کے یہاں سے چلتے بنیں گے۔ ہر انسان کو لازم ہے کہ دنیا کے واقعات پر غور کر کے سمجھے کہ وہ کس طرح باقاعدہ طور پر چل رہے ہیں۔ جو کچھ بھی یہاں ہو رہا ہے اس کا کچھ نہ کچھ نتیجہ آگے چل کر نکلنا ہے۔ کوئی کام بے نتیجہ نہیں ہوتا۔ ہواؤں کے چلنے ہی کو دیکھو تو یہ کبھی تیزی سے اور کبھی نرمی سے چلتی ہیں اور ان کا کام وقت پر بارش کا انتظام کرنا ہے۔ جب اس پر غور کرو گے تو ضرور سمجھ لو گے کہ انسان جو کچھ کام اس دنیا میں کر رہا ہے ان کا بھی ایک دن نتیجہ نکلے گا۔ قیامت قائم ہوگی اور انسان کے کاموں کی جانچ پڑتال کی جائے گی اچھوں کو انعام ملے گا اور بروں کو سزا دی جائے گی، اس جزا سزا کے نظام کا نمونہ دنیا میں بھی ایک حد تک قائم ہے تاکہ اس کو دیکھ کر قیامت کے دن کی جزا سزا کا یقین ہو جائے۔ اس کے لیے ابراہیم کے حالات سنو اور قوم لوط کا انجام یاد کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک دن کچھ لوگ بطور مہمان کے آئے اور کہا سلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا اور یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ یہاں کے نہیں، کہیں باہر سے آئے ہیں جلدی جلدی گھر گئے کہ ان کے کھانے کا بندوبست کریں اور وہاں سے بچھڑے کا گوشت گھی میں تل کر ان کے آگے لا کر رکھا اور کہا کہ نوش فرمائیے۔ جب دیکھا کہ وہ کھاتے نہیں، تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔ معلوم ہوا کہ مہمان نوازی ایک اچھا کام ہے اور خوش خلقی کی نشانی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور لوگوں کو زبانی اچھے کاموں کی ترغیب دیتے تھے اور عملی طور پر خود اچھے کام کر کے دکھاتے تھے۔

خوش خبری

فَاَوْجَسَ ۔ مِنْهُمْ ۔ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا ۔ لَا تَخَفْ ۭ
پس دل میں چھپایا ان کی جانب سے ڈر بولے مت ڈر
وَبَشَّرُوْهُ ۔ بِغُلٰمٍ ۔ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ
اور خوشخبری دی اسے ایک لڑکے علم والے کی پس آئی
امْرَاَتُهٗ ۔ فِيْ ۔ صَرَّةٍ ۔ فَصَكَّتْ ۔ وَجْهَهَا
عورت اس کی پکارتی ہوئی پس پیٹا چہرہ اپنا
وَقَالَتْ ۔ عَجُوْزٌ ۔ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا
اور بولی بڑھیا بانجھ بولے وہ
كَذٰلِكِ ۙ قَالَ ۔ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ ۔ هُوَ
ایسا ہی فرما دیا ہے رب تیرے نے تحقیق وہی ہے
الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾
حکمت والا جاننے والا

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ
پھر جی میں گھبرایا ان کے ڈر سے بولے تو مت ڈر
وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ
اور اس کو ایک لڑکے ہوشیار کی خوشخبری دی پھر سامنے
امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا
سے اس کی عورت بولتی ہوئی آئی پھر اپنا ماتھا پیٹا
وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا
اور کہنے لگی بڑھیا بانجھ (جنے گی) وہ بولے
كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
تیرے رب نے یوں ہی کہا وہ جو ہے وہی
الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾
ہے حکمت والا خبردار

اَوْجَسَ (دل میں محسوس کیا) ماضی کا صیغہ ہے، ایجاس سے جو و ۔ ج ۔ س سے بنا ہے وجس کے معنی چھپ جانا۔ ایجاس چھپانا۔ مراد یہ ہے کہ چپکے چپکے دل میں ان سے ڈرنے لگے کہ یہ کون لوگ ہیں جو کھاتے نہیں۔

صَرَّۃٍ (چیخ پکار) اس کا مادہ ص ۔ ر ۔ ۃ ہے، صَرَّۃ زور کی آواز۔ اسی سے صریر بنا ہے۔

ارشاد ہے کہ جب ان مہمانوں نے کہنے پر بھی نہ کھایا۔ تو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ان کی طرف سے خوف پیدا ہوا۔ یہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے تھے، انسانوں کی شکل بنا کر آئے تھے، کہنے لگے کہ ہم سے ڈرو مت ہم تمہارے لیے خوش خبری لائے ہیں، تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بہت ہوشیار اور علم والا ہوگا۔

ان کی بیوی حضرت سارہ کہیں کونے میں کھڑی سن رہی تھیں، یہ سن کر کہ ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا چیختی چلاتی باہر آگئیں، اور چہرہ پر زور سے ہاتھ مارا جیسے کہ عورتیں تعجب کے وقت مارا کرتی ہیں اور کہا کہ ہیں! ایک بڑھیا عورت سدا کی بانجھ کے ہاں لڑکا ہوگا۔

فرشتوں نے کہا کہ خبر یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے، یہ تو اللہ نے جو تیرا رب ہے ہمارے ہاتھ کہلا بھیجا ہے اس کی حکمتیں وہی جانے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور وہ ہر کام سے اور اس کے کرنے کے طریقے سے خوب واقف ہے۔

فرشتوں کا اصل کام

قَالَ ۔ فَمَا ۔ خَطْبُكُمْ ۔ اَيُّهَا ۔ الْمُرْسَلُوْنَ (٣١)
کہا پس کیا مقصد ہے تمہارا اے بھیجے جانے والو
قَالُوْٓا ۔ اِنَّآ ۔ اُرْسِلْنَآ ۔ اِلٰى قَوْمٍ ۔ مُّجْرِمِيْنَ (٣٢)
بولے تحقیق ہم بھیجا گیا ہے ہمیں ایک قوم کی طرف جو مجرم ہے
لِنُرْسِلَ ۔ عَلَيْهِمْ ۔ حِجَارَةً ۔ مِّنْ طِيْنٍ (٣٣)
تاکہ بھیجیں ہم اوپر ان کے پتھر مٹی کے
مُّسَوَّمَةً ۔ عِنْدَ ۔ رَبِّكَ ۔ لِلْمُسْرِفِيْنَ (٣٤)
جس پر علامت بنی ہوتی ہے نزدیک رب تیرے کے واسطے حد سے گزرنے والوں کے
فَاَخْرَجْنَا ۔ مَنْ ۔ كَانَ ۔ فِيْهَا ۔ مِنَ
پس نکال لیا ہم نے جو تھا اس میں ایمان والوں
الْمُؤْمِنِيْنَ (٣٥) فَمَا ۔ وَجَدْنَا ۔ فِيْهَا
میں سے پس نہ پایا ہم نے اس میں
غَيْرَ ۔ بَيْتٍ ۔ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (٣٦)
سوا ایک گھر کے مسلمانوں میں سے

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (٣١)
بولا پھر کیا مطلب ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ
قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (٣٢)
وہ بولے ہمیں ایک گنہگار قوم پر بھیجا ہے
لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (٣٣)
کہ ہم ان پر مٹی کے پتھر چھوڑیں
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ (٣٤)
نشان پڑے ہوئے تیرے رب کے ہاں حد سے نکل چلنے والوں کے لیے
فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ
پھر بچا نکالا ہم نے جو تھا وہاں
الْمُؤْمِنِيْنَ (٣٥) فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا
ایمان والا پھر ہم نے وہاں مسلمانوں کا ایک
غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (٣٦)
گھر کے سوا کوئی گھر ہی نہ پایا۔

خَطْبٌ (مقصد، غرض) یہ لفظ سورۂ الحجر میں گزر چکا ہے۔ مُسَوَّمَةٌ (نشان لگے ہوئے) اسم مفعول ہے تسویم سے جو س۔ و۔ م سے بنا ہے۔ مُسَوَّمَةٌ علامت اور نشان کو کہتے ہیں، اسی سے سِیما بنا ہے جو سورۃ الفتح کے آخری رکوع میں گزرا۔ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (پتھر مٹی کے) یعنی وہ مٹی کے سخت کھنگر ہوں گے۔ پانی کے بنے ہوئے اولوں کے پتھر نہ ہوں گے۔ لِلْمُسْرِفِيْنَ (حد سے نکل جانے والے) مسرف کی جمع ہے، وہ شخص جو حد سے نکل جائے، یہاں اس سے مراد لوط علیہ السلام کی قوم ہے جن کا قصہ کئی جگہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے سوال کیا کہ تمہارا آنے کا یہاں اصل مقصد کیا ہے انھوں نے کہا کہ ہمیں ایک برا کام کرنے والی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے، تاکہ ہم ان پر اوپر سے بڑے بڑے پتھر برسائیں جن پر اللہ کی طرف سے پہلے ہی نشان لگا دیا گیا ہے کہ اللہ کی مقرر کی ہوئی فطری حدوں سے نکل جانے والوں کے تباہ کرنے کے لیے مقرر ہو چکے۔

آگے ارشاد ہے کہ جب قوم پر پتھراؤ ہوا تو اس سے پہلے ہم نے ایمان والوں کو حکم دے دیا کہ اس بستی سے باہر چلے جاؤ۔ لیکن اس شہر میں اللہ کے مقرر کیے ہوئے سیدھے راستہ پر چلنے والا ایک گھر کے سوا کوئی گھر نہ تھا اور یہ گھر لوط علیہ السلام کا تھا، جو اپنی قوم کو ہر طرح سمجھاتے تھے کہ اس بدکاری سے جو تم کرتے ہو باز آ جاؤ۔ چنانچہ ان کو بچا لیا گیا۔

نافرمان قومیں

وَ تَرَكْنَا فِيهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَ فِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اور باقی رکھا ہم نے اس میں نشانی ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰ کے حال میں نشانی ہے جب بھیجا ہم نے اسے فرعون کے پاس سند دے کر پھر اس نے اپنے زور پر منہ موڑ لیا اور بولا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا پھر ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ الزام اسی پر تھا۔

وَ تَرَكْنَا - فِيهَآ - اٰيَةً - لِّلَّذِيْنَ - يَخَافُوْنَ

اور چھوڑ دی ہم نے اس کے اندر نشانی واسطے ان کے جو ڈرتے ہیں

الْعَذَابَ - الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَ - فِيْ - مُوْسٰٓى - اِذْ

عذاب دردناک سے اور موسیٰ کے قصہ میں نشانی ہے جبکہ

اَرْسَلْنٰهُ - اِلٰى - فِرْعَوْنَ - بِسُلْطٰنٍ

بھیجا ہم نے اسے فرعون کی طرف ساتھ سند

مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى - بِرُكْنِهٖ - وَ - قَالَ

کھلی کے پس منہ موڑا اس نے اپنے بل پر اور کہا

سٰحِرٌ - اَوْ - مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ

یہ جادوگر ہے یا دیوانہ پس پکڑا ہم نے اسے

وَ جُنُوْدَهٗ - فَنَبَذْنٰهُمْ - فِي الْيَمِّ - وَ هُوَ

اور لشکروں کو اس کے پس ڈال دیا ہم نے انھیں دریا میں اور وہی

مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾

قابلِ ملامت تھا۔

مُلِيْمٌ (ملامت زدہ) اسم فاعل ہے۔ اَلْاَمَةُ سے جس کا مادہ ل۔ و۔ م لوم اور ملامت دونوں کے معنی سرزنش کرنا، بُرا کہنا، اَلْاَمَةُ کے معنی برا کہنا، جھڑکنا بھی ہے اور قابلِ ملامت کام کرنا بھی یہاں دوسرے معنی مراد ہیں مُلِيْمٌ قابلِ ملامت جو ایسا کام کرے جس پر اسے جھڑکا جائے ؛

ارشاد ہے کہ اس بستی کو ہم نے تباہ کر دیا اور اس میں تباہی کی نشانیاں باقی رکھیں جو اب تک وہاں موجود ہیں تاکہ انھیں دیکھ کر وہ لوگ عبرت پکڑیں جو دکھ بھرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ایسا کام نہ کریں جس سے ایسا عذاب آیا کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے؛

ارشاد ہے کہ ان کے قصہ میں بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے فرعون کے سمجھانے کے لیے بھیجا کہ سرکشی کو چھوڑ اور اللہ عزّ وجل کا بندہ بن کر رہ۔ لیکن اسے اپنی قوت اور لاؤ لشکر پر بڑا گھمنڈ تھا، اس لئے موسیٰ علیہ السلام سے بے رخی برتی اور انھوں نے معجزے دکھائے تو کہا کہ یہ تو جادوگر ہے، یا پھر (نعوذ باللہ) اس کی عقل جاتی رہی اور دماغ میں خلل ہے جو یہ ایسی باتیں بتاتا ہے کیا مجھ فرعون سے بھی بڑا کوئی ہے ؛

ارشاد ہے کہ ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور دریا میں غرق کر دیا۔ زیادتی اسی کی تھی ہم نے اس پر ظلم نہیں کیا۔ اسی نے سرکشی پر کمر باندھی ؛

دوسری گنہ گار قومیں

وَ - فِیْ - عَادٍ - اِذْ - اَرْسَلْنَا - عَلَیْهِمُ - الرِّیْحَ
اور عاد میں نشانی ہے جب بھیجی ہم نے ان پر آندھی
الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا - تَذَرُ - مِنْ - شَیْءٍ - اَتَتْ
منحوس نہیں چھوڑتی کوئی چیز کہ گزرے
عَلَیْهِ - اِلَّا - جَعَلَتْهُ - كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِیْ
اس پر مگر کرڈالے اسے مانند چورے کے اور
ثَمُوْدَ - اِذْ - قِیْلَ - لَهُمْ - تَمَتَّعُوْا - حَتّٰی
ثمود میں جب کہا گیا ان سے نہال ہو لو کچھ
حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا - عَنْ اَمْرِ - رَبِّهِمْ
وقت تک پس منہ موڑا حکم کی طرف سے اپنے رب کے
فَاَخَذَتْهُمُ - الصّٰعِقَةُ - وَ - هُمْ - یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾
پس پکڑ لیا انھیں کڑک نے اور وہ دیکھتے تھے
فَمَا - اسْتَطَاعُوْا - مِنْ قِیَامٍ - وَّمَا - كَانُوْا
پس نہ سکت رہی کھڑے ہونے کی اور نہ تھے وہ
مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ - قَوْمَ - نُوْحٍ - مِّنْ - قَبْلُ
بدلہ لینے والے اور تباہ کیا نوح کی قوم کو اس سے پہلے
اِنَّهُمْ - كَانُوْا - قَوْمًا - فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾
تحقیق وہ تھے لوگ شرارتی

وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ
اور عاد میں نشانی ہے جب ہم نے ان پر منحوس آندھی
الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ
بھیجی کسی چیز کو نہیں چھوڑتی جس پر گزرے
عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِیْ
مگر کرڈالے اس کو چورے کی طرح اور ثمود
ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی
میں نشانی ہے جب ان سے کہا فائدہ اٹھالو ایک وقت
حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
تک پس شرارت کرنے لگے ہٹ کر اپنے رب کے
فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾
حکم سے پھر پکڑا انھیں کڑک نے اور وہ دیکھتے تھے
فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا
پھر نہ ہو سکا ان سے کہ اٹھیں اور نہ ہوئے کہ
مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ
بدلہ لیں اور نوح کی قوم کو ہلاک کیا اس سے
ع ۲ ۴۳ ۱ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾
پہلے تحقیق وہ نافرمان لوگ تھے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی پہچان اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر بہت آسان ہے۔ جنھوں نے اللہ کو باوجود سمجھانے کے نہ مانا اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ عاد کی قوم بڑی سرکش تھی، اس کی جو حالت ہوئی اس میں نافرمانوں کے لیے سبق ہے اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہم نے ان پر سخت آندھی بھیجی جس میں سوا تباہی اور بربادی کے کچھ نہ تھا۔ جس چیز پر وہ گزری اسے گلی ہوئی ہڈیوں کی طرح چورا چورا کر دیا اور وہ سب بالکل دنیا سے مٹ گئے۔ اسی طرح ثمود کی قوم کا بھی برا انجام ہوا انھیں کہہ دیا گیا کہ تین دن کے اندر اندر جو کرنا ہے کر لو اس کے بعد اگر اسی طرح ڈھیٹ بنے رہے تو پھر تمھاری خیر نہیں ان بدبختوں نے اللہ کے حکم کی کچھ پروا نہ کی بلکہ اور زیادہ شیطان بن پر کمر باندھ لی۔ آخر ایک زور کی کڑک ہوئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مر کر پڑے ہلنے جلنے تک کی طاقت نہ رہی اور نہ کچھ کرتے دھرتے بن پڑا ان سے پہلے نوح کی قوم کو بھی ہم نے تباہ کیا، انھوں نے بھی نافرمانی پر کمر باندھ لی تھی۔

آنکھیں کھولو

وَالسَّمَآءَ ۔ بَنَيْنٰهَا ۔ بِاَيْىدٍ ۔ وَّ ۔ اِنَّا
اور آسمان بنایا اسے ہم نے ساتھ قوت کے اور تحقیق ہم
لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ ۔ فَرَشْنٰهَا ۔ فَنِعْمَ
البتہ وسعت دینے والے ہیں اور زمین بچھا ہم نے اسے پس اچھے ہیں
الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ ۔ كُلِّ شَيْءٍ ۔ خَلَقْنَا
بچھانے والے ہم اور ہر چیز کے بنائے ہم نے
زَوْجَيْنِ ۔ لَعَلَّكُمْ ۔ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا ۔ اِلَى
جوڑے تاکہ تم سوچو سمجھو پس دوڑو اللہ
اللّٰهِ ۔ اِنِّيْ ۔ لَكُمْ ۔ مِّنْهُ ۔ نَذِيْرٌ ۔ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾
کی طرف تحقیق میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے والا ہوں کھلا
وَلَا ۔ تَجْعَلُوْا ۔ مَعَ اللّٰهِ ۔ اِلٰهًا اٰخَرَ ۔
اور مت ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ معبود کوئی اور
اِنِّيْ ۔ لَكُمْ ۔ مِّنْهُ ۔ نَذِيْرٌ ۔ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾
تحقیق میں تمہیں اس کی طرف ڈرانے والا ہوں کھلا

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا
اور ہم نے آسمان کو بنایا ہاتھ کے بل سے اور ہمیں
لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ
سب مقدور ہے اور زمین کو ہم نے بچھایا سو کیا خوب
الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا
بچھانا جانتے ہیں ہم اور ہر چیز کے بنائے ہم نے
زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى
جوڑے تاکہ تم دھیان کرو سو بھاگو اللہ
اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾
کی طرف میں تمہیں اس کی طرف سے کھول کر ڈراتا ہوں
وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
اور اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود مت ٹھہراؤ
اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾
میں تمہیں اس کی طرف سے ڈر سناتا ہوں کھول کر۔

اَيْىدٍ (زور۔ قوت) اس کے معنی قدرت اور طاقت کے ہیں اور یہ یَدٌ کی جمع بھی ہے جس کے معنی ہاتھ کے ہیں اور اس سے قوت بھی مراد ہوتی ہے۔ مُوْسِعُوْنَ (فراخی اور وسعت والے) مُوْسِعٌ کی جمع ہے، 'اِیْسَاعٌ' سے اسم فاعل ہے اس کا مادہ و۔س۔ع ہے۔ وُسْعٌ کے معنی طاقت، بس اور زور کے ہیں، اِیْسَاعٌ کے معنی طاقت ور، صاحب قوت اور وسعت ہونا۔ مُوْسِعٌ وہ شخص ہے جس کی طاقت وسیع ہو، جس کے بس میں سب کچھ ہو۔

ارشاد ہے کہ تم نے ہماری قدرت دیکھ لی کہ ہم نے نافرمانوں اور سرکشوں کو کیسا تباہ کیا۔ ان کو خیال بھی نہ تھا کہ اللہ کے پاس اس قدر طاقت ہے کہ جس کا اندازہ کسی کو نہیں۔ ہر سرکش قوم کو اس طرح ہلاک کیا کہ اسے سان گمان بھی نہ تھا کہ یہ بھی تباہی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ پھر ہماری قدرت کا کچھ اندازہ اس سے کر لو کہ ہم نے آسمان جیسی بڑی چیز اپنی قوت اور قدرت سے بنا ڈالی' جس سے ظاہر ہے کہ ہم میں بڑی وسیع طاقت ہے۔ پھر زمین کا بچھونا بچھایا۔ اس سے سمجھو کہ ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں۔ پھر ہر چیز کو بنا کر اس کے مقابل کی چیز بھی بنائی، مثلاً گرم، سرد، اونچی، نیچی، مزیدار، بے مزہ اس سے تم خود ہی سوچ کر سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ جب سب کچھ ہمارا ہے تو پھر ہماری ہی طرف بھاگنا چاہیے ہمارا انکار مت کرو اور نہ ہمارا کوئی شریک یا ہمارے برابر کا مانو اور دونوں باتوں کا انجام برا ہے۔

ایسا ہی پہلوں نے کیا (۱)

كَذٰلِكَ ۔ مَاۤ ۔ اَتَى ۔ الَّذِيْنَ ۔ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ مِّنْ
اسی طرح نہیں آیا ان کے پاس جو ان سے پہلے کوئی بھی
رَّسُوْلٍ ۔ اِلَّا ۔ قَالُوْا ۔ سَاحِرٌ ۔ اَوْ ۔ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾
رسول مگر کہا انھوں نے جادوگر ہے یا دیوانہ
اَتَوَاصَوْا ۔ بِهٖ ۚ بَلْ ۔ هُمْ ۔ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾
کیا وصیت کی انھوں نے اس کی نہیں بلکہ وہ لوگ ہی سرکش ہیں تھے
فَتَوَلَّ ۔ عَنْهُمْ ۔ فَمَاۤ ۔ اَنْتَ ۔ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ
پس منہ موڑ لے ان سے پس نہیں تو ملامت کیا گیا اور یاد دلا
فَاِنَّ ۔ الذِّكْرٰى ۔ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا
پس تحقیق یاد دلانا فائدہ دلاتا ہے ایمان والوں کو اور نہیں
خَلَقْتُ ۔ الْجِنَّ ۔ وَالْاِنْسَ ۔ اِلَّا
پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو مگر
لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾
تاکہ عبادت کریں وہ میری

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ
اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو
رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾
رسول آیا اس کو یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ
اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾
کیا ایک دوسرے کو یہی وصیت کرتے ہیں پر یہ لوگ شریر
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ
سو تو ان کی طرف سے منہ موڑ لے اب تجھ پر الزام نہیں اور سمجھاتا
فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا
رہ کہ سمجھانا ایمان والوں کے کام آتا ہے اور میں نے
خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا
جو جن اور آدمی بنائے سو
لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾
اپنی بندگی کو

تَوَاصَوْا (آپس میں وصیت کر چکے ہیں) ماضی کا صیغہ ہے۔ تَوَاصِی سے جس کا مادہ و ۔ ص ۔ ی ہے۔ وَصِیَّۃٌ کسی کے کوئی کام سپرد کرنا یا وہ کام جو کسی کے سپرد کیا جائے حکم۔ تَوَاصِیٌّ اصل میں تَوَاصِیُ ہونا چاہیے، تعلیل کے بعد تَوَاصِی ہو گیا۔ تَوَاصِی کے معنی آپس میں ایک دوسرے کو کہتے رہنا۔ خاص کر مرتے وقت کسی کو کچھ کام سپرد کر جانا۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اللہ کے رسول کی بات نہیں سنتے اور نہ اللہ کو اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر عقل سے پہچانتے ہیں اور نہ قرآن مجید کے کہنے سے اس کی طرف دھیان کرتے ہیں، یہی حال ان لوگوں کا تھا، جو ان سے پہلے گزرے، ان میں سے اکثر ایسے ہی تھے کہ اللہ کے رسول کو جادوگر یا دیوانہ کہہ کر ٹال دیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مرتے مرتے ایک دوسرے کو کہہ جاتے ہیں کہ خبردار اللہ کی طرف بلانے والوں کی بات نہ سننا۔ خیر وصیت تو کیا کرتے البتہ شرارت اور ڈھٹائی میں ایک ہی جیسے ہیں، جیسے پہلوں نے سرکشی کی ایسے ہی یہ بھی سرکشی کرتے ہیں۔ بہرحال اے رسول تم اپنا فرض ادا کر چکے، اب اگر یہ نہ مانیں تو تم پر کوئی دوش نہیں، تم سمجھانے کا حق ادا کر چکے، اب اگر یہ نہ مانیں تو یہ جانیں، تم ان کی طرف سے منہ موڑ لو اور ان لوگوں کی طرف توجہ کرو جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں۔

ایسا ہی پہلوں نے کیا[ب]

اور تمھاری بات توجہ سے سنتے ہیں اور ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ سن کر حق بات مان لیں گے۔ ایسے لوگوں کو تمھارا سمجھانا کام دے گا اور ان کو اس سے نفع پہنچے گا یا تو وہ ایمان لے آئیں گے یا اگر ایمان لا چکے ہیں تو انھیں ایمان پر جم جانا نصیب ہوگا۔ ان کے شک شبہے زائل ہو جائیں گے، انھیں زندگی کا مقصد سمجھا دو اور کہہ دو کہ ہم نے دو قسم کی مخلوق کو امتیازی سمجھ عطا کی ہے اور وہ جن اور انسان ہیں، ان دونوں کو باقی مخلوق کی طرح اللہ کے مقرر کردہ قدرتی قانون اور قاعدوں کا پابند تو رہنا ہے ہی، لیکن چونکہ ان میں عقل اور ارادہ اوروں سے زیادہ موجود ہے اس لیے انھیں چاہیے کہ اس عقل سے اللہ کو پہچانیں اور ارادہ کر کے اس کے حکم بجا لائیں، اگر ایسا نہ کیا تو گویا انھوں نے اپنی عقل اور ارادہ سے ٹھیک ٹھیک کام نہیں لیا اور ان دونوں صفتوں کو بے کار کر کے چھوڑ دیا۔ ہم نے تو انھیں عقل اور سمجھ اسی لیے دی ہے کہ وہ اس سے صحیح نتیجے نکالیں اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا اللہ ہے اس نے ہماری رہنمائی کے لیے اپنے رسول بھیجے جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں، اور قرآن آخری کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا ہے، کہ جو اس میں لکھا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرو اسی کا نام اللہ کی عبادت ہے۔ یعنی سوچ سمجھ کر اپنے ارادہ اور اختیار سے اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے پر جسے شرع کہتے ہیں چلنا۔

جن اور انسان کا یہی فرض ہے اور ان کو سمجھ عقل اور ارادہ دے کر پیدا کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ شرع پر چلیں۔ اگر انھوں نے اپنی عقل نری دنیا ہی کے کاموں میں صرف کر دی اور اپنے ارادہ کو صرف کھیل کود ہی میں لگا دیا تو انھوں نے وہ اصلی غرض پوری نہیں کی جس کے لیے یہ صفتیں انھیں دی گئی تھیں مرنے کے بعد اس کی بابت ان سے سختی کے ساتھ پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی عقل اور اپنے ارادے سے کیا کام لیا۔ کیا تمھیں یہ صفتیں اس لیے دی گئی تھیں کہ تم صرف سائنس کے پیچھے پڑ جاؤ اور ساری دنیا میں اپنے تجربوں کے ذریعے نئی نئی ایجادات کرو۔ مشینیں اور کلیں بناؤ۔ دنیا میں آرام کے نئے نئے ذریعے دریافت کرو، ایک دوسرے کو دبانے کے لیے تباہ کن ہتھیار نکالو۔

یاد رکھو کہ یہ سب عقل کا برباد کر دینا ہے۔ اگر اس سے اللہ کو نہ پہچانا تو کچھ بھی نہ کیا۔ مرنے کے بعد جب اللہ کے سامنے حاضر ہوگے تو وہ تم سے پوچھے گا کہ عقل اور ارادہ سے تم نے کیا کام لیا۔ کیا تم اس وقت یہی جواب دو گے کہ ہم نے اسی سے ریلیں بنائیں، ہوا پر اڑے، ایٹم بم بنائے، مادی قوتوں کو قابو کیا؟ اس وقت تم سے کہہ دیا جائے گا کہ ہم نے تمھیں ارادہ اور عقل اس لیے نہیں دیے تھے کہ ان سے صرف یہی کام کرو۔ یہ تو اس لیے دیے تھے کہ تم ہمیں پہچان کر ہماری عبادت کرو۔

بندگی کرو

مَآ - اُرِیْدُ - مِنْھُمْ - مِّنْ رِّزْقٍ - وَّ - مَآ
نہیں چاہتا میں ان سے روزانہ کی کمائی اور نہیں

اُرِیْدُ - اَنْ - یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ - اللّٰہَ - ھُوَ
چاہتا ہوں کہ مجھے کھلائیں تحقیق اللہ وہی

الرَّزَّاقُ - ذُوالْقُوَّۃِ - الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾ فَـاِنَّ
روزی دینے والا ہے قوت والا سکت والا پس تحقیق

لِلَّذِیْنَ - ظَلَمُوْا - ذَنُوْبًا - مِّثْلَ - ذَنُوْبِ
ان لوگوں کا جنھوں نے ظلم توڑا بھرا ڈول ہے مانند ڈول

اَصْحٰبِھِمْ - فَلَا - یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَیْلٌ
ان کے ساتھیوں کے پس نہ جلدی کریں مجھ سے پس تباہی ہے

لِّلَّذِیْنَ - كَفَرُوْا - مِنْ - یَّوْمِھِمُ - الَّذِیْ
واسطے ان کے جنھوں نے انکار کردیا اس دن سے ان کے جس کا

یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۳ ۱۴ ۲
وعدہ کیے گئے وہ

مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ
میں ان سے روزینہ نہیں چاہتا اور نہیں

اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ
چاہتا کہ مجھے کھلائیں اللہ جو ہے وہی

الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ
روزی دینے والا ہے زور آور مضبوط سو ان

لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ
گنہگاروں کا بھی ڈول بھر چکا ہے جیسے اس کے

اَصْحٰبِھِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَیْلٌ
ساتھیوں کا ڈول بھرا اب مجھ سے جلدی نہ کریں سو منکروں کے

لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِھِمُ الَّذِیْ
لیے خرابی ہے اور اس دن سے جس کا ان سے

یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع
وعدہ ہو چکا ہے

رِزْقٌ (روزی) یہاں اس سے مراد ہے روزانہ کچھ نہ کچھ کما کر دینا جیسا عرب کے لوگ اپنے غلاموں سے چاہتے تھے، یُطْعِمُوْنِ اصل میں یُطْعِمُوْنِیْ ہے، وقف کی وجہ سے ی گر گئی، ایسے ہی یَسْتَعْجِلُوْنِ میں ی ہے جو وقف سے گر گئی، ذَنُوْب ڈول جو پانی سے بھر چکا ہو، یا بھرنے کے قریب ہو، ذَنُوْبٌ کہلاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ میں اپنے بندوں سے یہ نہیں چاہتا کہ مجھے روزانہ کچھ نہ کچھ کما کر دیں یا مجھے کھانا کھلانے کا بندوبست کریں جیسا کہ تم اپنے بندوں سے چاہتے ہو تمھارے نزدیک بندگی یہ ہے کہ تمھارا بندہ تمھیں روزانہ کچھ کما کر لا دے تاکہ تمھاری ضروریات پوری ہوں۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں تو ان سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے حکم پر چلیں اور دنیا میں میرا مقرر کیا ہوا راستہ اختیار کریں، ان کی ساری ضرورتیں بھی میں ہی پوری کروں گا کیونکہ مجھ میں قوت اور اختیار دونوں موجود ہیں اور دونوں پورے اور مکمل ہیں۔ جو مجھے نہیں مانتا اور اپنی خواہش پر چلتا ہے وہ ظالم ہے اور ظالموں کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور اب ڈوبا ہی چاہتا ہے تو اب مجھ سے سزا دینے کی جلدی مت کرو۔ قیامت آنے والی ہے اس دن ان لوگوں کی بری گت بنے گی جو مجھے نہیں مانتے۔ وہ دن وعدہ کے مطابق آ کر رہے گا اور جب سر پر آ جائے گا تو کچھ بنائے نہ بنے گی۔ سورۃ الذاریات ختم ہوئی ؏

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

سورۃ الطور

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی باونویں (۵۲) سورت ہے۔ اس کے دو رکوع ہیں اور قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی شاندار چیزوں کی طرف توجہ دلا کر انسان کو بتایا گیا ہے کہ ان سے ان کے بنانے والے کی قدرت کا تصور کرے اور ان کو اپنا اکیلا معبود مانے، اس کے رسول کی پیروی کرے، قرآن مجید کو اس کی سچی کتاب تسلیم کرے۔

اے انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ نافرمانوں کے لیے اللہ کا عذاب آ کر رہے گا، کسی کی مجال نہیں جو اسے ٹال دے، وہ اس دن آئے گا جب آسمان لرز کر پھٹ پڑے گا اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ جب وہ دن آ جائے گا۔ اس دن اللہ اس کے رسول اور اس کے قرآن کو جھوٹا سمجھنے والوں کی شامت آ جائے گی۔ یہ لوگ جو دنیا کے اندر کھیل کود میں عمر گنوا رہے ہیں اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اس دن جہنم کی آگ میں دھکیل دیے جائیں گے اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے، اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تمھیں اب بھی نہیں سوجھتا۔ اب تم چیخو چلاؤ یا خاموش رہو، بہرحال تمھیں اسی میں رہنا پڑے گا اور یہ تمھارے ہی کرتوتوں کی سزا ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ جو دنیا میں ہماری باتوں کو سچا مان کر اور ہمارے عذاب سے ڈر کر بری باتوں سے بچتے تھے اس دن باغوں کے اندر آرام اور اطمینان سے بیٹھے ہوں گے اور اللہ کی نعمتوں سے لطف اٹھا رہے ہوں گے، ان کو اللہ دوزخ سے بچا لے گا اور ان سے کہے گا کہ کھاؤ پیو، یہاں کھانے پینے سے بدہضمی نہ ہوگی اور نہ کوئی اور برا نتیجہ ہوگا۔ یہ ان کاموں کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ وہ آرام سے گدوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کو خوبصورت بیبیاں ملیں گی اور ان کے ساتھ ان کے بال بچوں کو بھی ان سے ملا دیا جائے گا بشرطیکہ انھوں نے بھی انہی کی طرح ایمان لا کر وہی نیک کام کیے ہوں گے جو انھوں نے کیے تھے، اس روز ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا اور جیسے جس کے کام تھے ویسا ہی اسے بدلہ ملے گا، نیکوں کے لیے جنت میں صاف ستھرے نوعمر خدمتگار ان کو ہر دم کھانے پینے کی چیزیں جنھیں ان کا دل چاہے گا لا لا کر دینے کے لیے حاضر رہیں گے۔ جنتی ایک دوسرے سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم ڈرتے تھے کہ معلوم نہیں ہمارا کیا حشر ہوگا اور اللہ سے دعا کرتے تھے کہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے سو اس نے ہمیں بچا لیا۔ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔

آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو ان کے کام کی باتیں سناتے رہو یہ سچی باتیں ہیں۔ یہ لوگ جو ان کو جادو، شعر اور اٹکل پچو باتیں کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے یہ تو اللہ کا کلام ہے۔ اگر یہ نہیں مانتے تو اب ہمارے عذاب کا انتظار کریں وہ ان کو آ کر دبوچ لے گا اور اس سے پہلے دنیا میں بھی انھیں سزا ملے گی۔ آپ صبر سے اللہ کے حکم کی تعمیل کیے جائیں۔ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے، رات کو اور صبح کو اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی عبادت اور حمد و ثنا میں مشغول رہیں۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ ۵۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۵ اٰيَاتُهَا ۴۹ - رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کی قدرت

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ
قسم ہے طور کی اور کتاب لکھی ہوئی کی بیچ کاغذ
مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ
پھیلے ہوئے کے اور گھر آباد کی اور چھت
الْمَرْفُوْعِ ۝۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ
اونچی اٹھائی ہوئی کی اور سمندر جوش مارتے ہوئے کی تحقیق
عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ
عذاب تیرے رب کا البتہ واقع ہونے والا ہے نہیں اس کا کوئی
دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹
دفع کرنے والا جس دن تھرتھرائے گا آسمان تھرتھرانا
وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰
اور چلیں گے پہاڑ چلنا

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ
قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی کشادہ ورق
مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ
میں اور آباد گھر کی اور اونچی
الْمَرْفُوْعِ ۝۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ
چھت کی اور ابلتے ہوئے دریا کی بے شک
عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ
تیرے رب کا عذاب ہو کر رہے گا اس کا ہٹانے والا
دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹
کوئی نہیں جس دن آسمان لرزے کپکپا کر
وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰
اور پھریں پہاڑ چل کر

طُور (پہاڑ) مراد وہ پہاڑ ہے، جس پر موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ ملی، کتاب مسطور (لکھی ہوئی کتاب) قرآن مجید یا لوح محفوظ۔ رَقّ (جھلی) اس کو ورق کی طرح بنا کر اس پر لکھا کرتے تھے۔ بَیْتُ الْمَعْمُوْر (آباد گھر) اس سے مراد کعبہ یا اس کے مقابل ساتویں آسمان پر فرشتوں کا کعبہ ہے۔ اَلسَّقْفُ الْمَرْفُوْع (اونچی چھت) اس سے مراد آسمان ہے۔ مَسْجُوْر (لبریز) پانی سے بھرا ہوا۔ البَحْرُ الْمَسْجُوْر سے مراد سمندر یا وہ عظیم الشان دریا ہے جو عرش اور دیگر آسمانوں کے درمیان موجیں مار رہا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی ان عظیم الشان چیزوں کو دیکھ کر سمجھ لو کہ وہ بڑی قدرت والا ہے، اس نے یہ سب کارخانہ پیدا کر کے انسان کو اس میں رکھ دیا ہے تاکہ وہ اپنی عقل سے اللہ کو پہچانے اور دنیا میں اسی طرح زندگی بسر کرے جیسے اس نے حکم دیا۔ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ جو کچھ وہ یہاں کرے گا، اس کی جزا سزا پورے طور پر قیامت کے دن ملے گی۔ اچھی طرح کان کھول کر سن لو کہ اللہ کا عذاب بدکاروں کو پکڑ کر رہے گا، اس کو آنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اگر اس سے بچنا ہے۔ تو اللہ کی قدرت دیکھ کر اس پر ایمان لاؤ اور اس کی باتوں کو بالکل سچ مانو۔ قیامت کا منظر بڑا ڈراؤنا ہوگا۔ آسمان لرزنے اور کپکپانے لگے گا۔ اس کا لرزہ اس زور کا ہوگا کہ وہ اس سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ پہاڑ جگہ سے اکھڑ جائیں گے، اور ہوا میں روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ ایک دن اس کی ہر چیز بگڑ کر رہے گی۔ اس کے بعد نیا انتظام ہوگا اور انسان اپنے اعمال کا حساب دینے میدانِ حشر میں حاضر ہوگا۔

گنہ گاروں کا حال

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ⑫ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑭ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ⑮ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ

سوخرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو باتیں بناتے ہیں کھیلتے ہوئے جس دن دھکیلے جائیں گے دوزخ کی طرف دھکیل کر یہ ہے وہ آگ جسے تم جھوٹ جانتے تھے اب بھلا یہ جادو ہے یا تمھیں سوجھتا نہیں چلے جاؤ اندر پھر تم صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تمھارے لیے

فَوَيْلٌ - يَّوْمَئِذٍ - لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ الَّذِيْنَ هُمْ - فِيْ - خَوْضٍ - يَّلْعَبُوْنَ ⑫ يَوْمَ - يُدَعُّوْنَ اِلٰى - نَارِ - جَهَنَّمَ - دَعًّا ⑬ هٰذِهِ - النَّارُ الَّتِيْ - كُنْتُمْ - بِهَا - تُكَذِّبُوْنَ ⑭ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ - اَمْ - اَنْتُمْ - لَا تُبْصِرُوْنَ ⑮ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا - اَوْ - لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ - عَلَيْكُمْ ۭ

پس خرابی ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے جو باتیں بناتے ہیں کھیلتے ہوئے وہ دن کہ دھکیلے جائیں گے طرف آگ دوزخ کے دھکے دے کر یہ ہے وہ آگ کہ تھے تم جسے جھوٹ سمجھتے کیا پس جادو ہے یہ یا تم نہیں دیکھتے گھس جاؤ اس میں پس صبر کرو تم یا نہ صبر کرو تم برابر ہے تمھارے لیے

خَوْضٍ (ڈوب جانا) یہاں بکواس اور فضول باتیں بنا مراد ہے جس میں لوگ لگے ہوئے یا ڈوبے رہتے ہیں۔
يُدَعُّوْنَ (دھکیلے جائیں گے) مضارع مجہول ہے د۔ع۔ع سے اس کا مصدر دَعًّا ہے جو اس کے بعد مذکور ہے۔ اس کے معنی ہیں دھکے دے دے کر آگے بڑھانا۔

ارشاد ہے کہ جب وہ دن آئے گا تو لوگ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ اللہ کے رسول نے بتایا تھا اور قرآن مجید نے سمجھایا تھا وہ بالکل ٹھیک اور درست تھا۔ لیکن یہ لوگ آج ان باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ من گھڑت باتیں ہیں۔ معاذ اللہ جھوٹ کا طومار ہے۔ ان کو سنتے ہیں اور منہ موڑ کر چل دیتے ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہو جاتے ہیں، طرح طرح کی باتوں، قصہ کہانیوں، افسانوں، ناولوں اور حکایتوں سے جی بہلاتے ہیں، موت کا خیال بھی نہیں آنے دیتے اور اگر کبھی کبھی یہ خیال ستاتا ہے تو نشہ پانی، شراب، کباب، ناچ گانوں میں مشغول ہو کر اسے دفع کر دیتے ہیں — غرض انہی فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد ان لوگوں کی شامت آئے گی فرشتے دھکے دے دے کر انھیں دوزخ کی آگ کی طرف لے جائیں گے اور جب وہ آگ کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا دیکھتے ہو۔ یہی وہ آگ ہے جس کو تم دنیا میں جھوٹ اور من گھڑت بات سمجھتے تھے، لو یہ تمھارے سامنے موجود ہے، اب بتاؤ کہ کیا یہ کوئی شعبدہ نظر بندی یا جادو کا کھیل ہے۔ دنیا میں تم ہمارے رسول کو جادوگر اور ان کی باتوں کو جادو کا منتر بتاتے تھے۔ اب بتاؤ کہ یہ کیا ہے۔ اب بھی ویسے ہی اندھے بنے رہو گے جیسے دنیا میں تھے۔ اچھا اب اس کے اندر جاؤ۔ صبر کرو یا چیخو چلاؤ بہر حال تمھیں اس میں رہنا ہو گا۔

پرہیزگاروں کا انجام

اِنَّمَا ۔ تُجْزَوْنَ ۔ مَا ۔ كُنْتُمْ ۔ تَعْمَلُوْنَ ⑯ اِنَّ
اور کچھ نہیں بدلہ دیا جا رہا ہے تمھیں اس کا جو تھے تم کرتے تحقیق
الْمُتَّقِيْنَ ۔ فِيْ ۔ جَنّٰتٍ ۔ وَّ ۔ نَعِيْمٍ ⑰ فٰكِهِيْنَ ۔ بِمَآ
بچ کر چلنے والے بیچ باغوں کے ہیں اور نعمتوں کے شغل کرتے ہوئے ساتھ اس کے
اٰتٰىهُمْ ۔ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ ۔ رَبُّهُمْ ۔ عَذَابَ
جو دیا انھیں رب نے ان کے اور بچا لیا انھیں ان کے رب نے عذاب
الْجَحِيْمِ ⑱ كُلُوْا ۔ وَاشْرَبُوْا ۔ هَنِيْٓـًٔا ۔ بِمَا
دوزخ کے کھاؤ اور پیو رچتا پچتا بدلے اس کے
كُنْتُمْ ۔ تَعْمَلُوْنَ ⑲ مُتَّكِـِٕيْنَ ۔ عَلٰى ۔ سُرُرٍ
جو تھے تم کرتے تکیہ لگائے اوپر تختوں کے
مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ ۔ بِحُوْرٍ ۔ عِيْنٍ ⑳
برابر برابر بچھے ہوئے اور بیاہ دیا ہم نے انھیں حوروں بڑی آنکھوں والیوں کے

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑯ اِنَّ
وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے جو ڈرنے والے
الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ⑰ فٰكِهِيْنَ بِمَآ
ہیں وہ باغوں میں اور نعمت میں ہیں کھاتے پیتے ہوئے میوے جو
اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ
ان کے رب نے انھیں دیے اور ان کے رب نے انھیں دوزخ کے
الْجَحِيْمِ ⑱ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا ۢ بِمَا
عذاب سے بچا لیا کھاؤ اور پیو رچتا ہوا بدلہ ان کاموں کا جو
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑲ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ
تم کرتے تھے تکیہ لگائے بیٹھے تختوں پر برابر بچھے
مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ⑳
ہوئے قطار باندھ کر اور بیاہ دیں ہم نے انھیں حوریں بڑی آنکھوں والی

فٰكِهِيْنَ (دل بہلاتے۔ میوہ کھاتے) فاکھۃ کی جمع ہے جوف۔ ک۔ ہ سے اسم فاعل ہے۔ فَكَهٌ اور فَكَاهَةٌ کے معنی ہیں ہنسی، خوش طبعی کرنا، دل بہلانا، شغل کرنا۔ اسی سے فکاھتہ حاصل مصدر ہے، یعنی ہنسی دل لگی۔ پہلے اس سے بنے ہوئے بہت سے لفظ گزر چکے ہیں۔ حُوْر۔ حَوْرَاءُ کی جمع ہے۔ خوبصورت آنکھوں والی۔ عِيْنٌ۔ عَيْنَاءُ کی جمع ہے۔ بڑی آنکھوں والی۔ حُوْرٌ عِيْنٌ وہ عورتیں جن کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی تناسب کے ساتھ ہو، اور جن کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں۔ کیوں چھوٹی آنکھیں خوب صورتی کو بٹہ لگاتی ہیں۔

ارشاد ہے کہ دوزخ والوں سے کہا جائے گا کہ یہ عذاب اور دکھ اور کچھ نہیں تمھارے ہی ان برے کاموں کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ دوسری طرف اچھے کام کرنے والے جو اللہ کے ڈر سے دنیا میں گناہوں سے بچتے تھے انھیں جنت کے باغوں میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر نعمت موجود ہو گی، وہ ان چیزوں کو خوشی خوشی کھا پی رہے ہوں گے جو اللہ نے انھیں دیں۔ انھیں اللہ اپنے فضل سے دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا۔ ان سے کہا جائے گا خوب کھاؤ پیو تمھیں کھانے پینے سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ یہ لوگ آراستہ گدے دار بڑی بڑی چوکیوں پر آرام سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کی شادی ایسی دلہنوں سے کر دی جائے گی جن کی خوب صورت اور بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی۔ آنکھوں کی موزونیت اور بڑی بڑی ہونے پر حسن کا دارومدار ہے۔

ایمانداروں کی اولاد

وَالَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَاتَّبَعَتْهُمْ - ذُرِّيَّتُهُمْ
اور جو لوگ ایمان لائے اور پیچھے چلی ان کے اولاد ان کی
بِاِيْمَانٍ - اَلْحَقْنَا - بِهِمْ - ذُرِّيَّتَهُمْ - وَ - مَآ
ساتھ ایمان کے ملا دیں گے ہم ان کے ساتھ اولاد کو ان کی اور نہ
اَلَتْنٰهُمْ - مِّنْ - عَمَلِهِمْ - مِّنْ شَيْءٍ - كُلُّ
کم کریں گے ہم ان کے لیے ان کے کئی کاموں سے ذرا سی بھی ہر
امْرِیٍٔ - بِمَا - كَسَبَ - رَهِيْنٌ (۲۱) وَاَمْدَدْنٰهُمْ
شخص ساتھ اس کے جو کمایا اس نے پھنسا ہوا ہے اور مدد کریں گے ہم انکی
بِفَاكِهَةٍ - وَّ - لَحْمٍ - مِّمَّا - يَشْتَهُوْنَ (۲۲)
ساتھ میوے اور گوشت کے اس سے جو وہ چاہیں گے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ
اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ان کی راہ پر چلی
بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ
ایمان کے ساتھ ہم نے ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیا اور ان سے
اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ
ان کا کیا کچھ نہیں گھٹایا ہر
امْرِیٍٔ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (۲۱) وَاَمْدَدْنٰهُمْ
آدمی اسی کمائی میں پھنسا ہے اور تار باندھ
بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (۲۲)
دیا ہم نے ان پر میووں کا اور گوشت کا جس چیز کو جی چاہے۔

اَلَتْنَا (گھٹایا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے اِلَاتَۃٌ سے جو ل ۔ ی ۔ ت سے بنا ہے۔ لَیْتٌ کے معنی کم دینا گھٹا دینا لَاتَۃٌ کے بھی یہی معنی ہیں رَہِیْن (گروی رکھا ہوا) یہ رَھْنٌ سے اسم مفعول ہے۔ رہن کے معنی گرو یا گروی رکھنا رَہِیْن وہ چیز جس کو گروی رکھا جائے یا وہ شخص جسے ضمانت میں دیا جائے۔ امداد (مدد دینا) اس سے مراد لگاتار دیتے رہنا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو دنیا میں اللہ پر ایمان لائے اور اس کے حکم کے مطابق چلے اور پھر ان کی اولاد اور ان کے رشتہ دار بھی انہی کی طرح ایمان لا کر نیک کام کرتے رہے تو ہم ان کی ایسی اولاد اور ایسے رشتہ داروں کو جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے گو ان کے عمل اپنے بزرگوں کے عملوں کی طرح زیادہ شاندار نہ ہوں اور یہ ہمارا فضل ہوگا، اور اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ ہم ان بزرگوں کے عملوں میں سے کچھ لے کر انھیں گھٹا دیں گے اور ان کی اولاد کو دے دیں گے۔ نہیں ان کے بزرگوں کے عمل ویسے ہی رہیں گے جیسے تھے ان میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی یہ محض ان کے خوش کرنے اور اطمینان دینے کے لیے ہوگا کہ ان کے ایماندار بچوں اور ساتھیوں کو ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کی وہی اولاد اور اس کے وہی رشتہ دار اور دوست اس کے ساتھ ہوں گے جو ایمان والے ہوں گے اور جہاں تک ہو سکا ہوگا ان کے قدم بہ قدم چلے ہوں گے لیکن جو بے ایمان اور بدکار ہوں گے، ان کو ان سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور وہ وہاں ہوں گے جہاں ان کی بے ایمانی اور بدعملی انھیں لے جائے گی۔ اسی مطلب کو آگے یہ کہہ کر واضح کر دیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ جڑا ہوا ہوگا جہاں اس کے اعمال اسے لے جائیں گے وہیں اسے جانا پڑے گا۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم ان کی پسند کی چیزیں میوے اور گوشت جو وہ چاہیں گے انھیں لگاتار پہنچاتے رہیں گے۔ کبھی کوئی چیز ان کی پسند کی روکی نہ جائے گی۔

جنتیوں کی خوش طبعی

يَتَنَازَعُوْنَ - فِيْهَا - كَاْسًا - لَّا - لَغْوٌ - فِيْهَا
چھینا جھپٹی کریں گے آپس میں اس پیالے کی کہ نہیں بکواس اس میں
وَلَا - تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ - عَلَيْهِمْ - غِلْمَانٌ
اور نہ گناہ میں پھنسانا اور گھومیں گے ان کے آس پاس کم عمر خادم
لَّهُمْ - كَاَنَّهُمْ - لُؤْلُؤٌ - مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ
ان کے گویا وہ موتی ہیں چھپائے ہوئے اور متوجہ ہوگا
بَعْضُهُمْ - عَلٰى - بَعْضٍ - يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا
بعض ان کا بعض کی طرف بات چیت کرتے ہوئے کہیں گے
اِنَّا - كُنَّا - قَبْلُ - فِيْٓ - اَهْلِنَا - مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾
تحقیق ہم تھے ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں ڈرنے والے
فَمَنَّ - اللّٰهُ - عَلَيْنَا - وَوَقٰىنَا - عَذَابَ
پس احسان کیا اللہ نے ہم پر اور بچا لیا ہمیں عذاب سے
السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا - كُنَّا - مِنْ - قَبْلُ - نَدْعُوْهُ
گرم ہوا کے تحقیق ہم تھے ہم پہلے ہی پکارتے تھے اسے
اِنَّهٗ - هُوَ - الْبَرُّ - الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾
وہ ہے ہی محسن مہربان

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا
جھپٹتے ہیں وہاں پیالا اس شراب کا جس میں نہ بکنا ہے
وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ
اور نہ گناہ میں ڈالنا اور پھرتے ہیں ان کے پاس نوعمر خدمتگار
لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ
ان کے گویا وہ موتی ہیں اپنے غلاف کے اندر اور بعض نے
بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا
بعض کی طرف منہ کیا آپس میں پوچھتے ہوئے بولے ہم
اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾
اس سے پہلے اپنے گھروں میں ڈرتے رہتے تھے
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ
پھر ہم پر اللہ نے احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب
السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ
سے بچا لیا ہم اس کو پہلے ہی پکارتے تھے
اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾
بے شک وہی ہے نیک سلوک کرنے والا مہربان

تَاْثِيْم (گناہ میں پھنسانا) اِثْمٌ کا متعدی ہے۔ اِثْمٌ کے معنی گناہ میں پھنسانا یعنی جنت کی شراب میں بہکنا، بکواس کرنا اور گناہ کی طرف راغب کرنا نہ ہوگا، مَكْنُوْن (غلاف میں چھپایا ہوا) اسم مفعول ہے ک۔ن۔ن سے کَنٌّ کے معنی ڈھانکنا، چھپانا۔ مَكْنُوْنٌ چھپاکر ڈھانک کر رکھا ہوا۔ غِلْمَانٌ (نوعمر لڑکے) غلام کی جمع ہے، نوعمر خادم اور بچے کو کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جنتیوں کے سامنے شراب سے بھرے ہوئے جام پیش کیے جائیں گے اور وہ ہنسی دل لگی کے طور پر آپس میں شراب سے بھرے ہوئے پیالے ایک دوسرے سے چھینیں گے وہ شراب ایسی ہوگی کہ جس کی وجہ سے عقل زائل نہ ہوگی، نہ اس کو پی کر بکواس کرنے لگیں گے اور نہ گناہ اور بیہودہ کاموں کی طرف رغبت ہوگی اور نوعمر خدمتگار ان کے آس پاس گھومتے پھر رہے ہوں گے جو ایسے پاک صاف ستھرے ہوں گے گویا چھپاکر رکھے ہوئے موتی ہیں جن کو گرد و غبار چھو بھی نہیں گیا۔ جنتی ایک دوسرے کی طرف منہ کرکے بات چیت پوچھ گچھ کریں گے۔ سب اللہ کی حمد و ثنا کریں گے اور کہیں گے کہ دنیا میں ہمیں اپنے گھروں کے اندر ڈر لگتا تھا اور دل پریشان رہتا تھا کہ دیکھیے آخرت میں کیسی بنے۔ اللہ نے ہم پر اپنا بڑا فضل کیا کہ لُو سے اور تپتی ہوئی آفت سے ہمیں بچا لیا ہم دنیا میں اس سے دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ دوزخ سے بچانا۔ آج اس نے اپنے کرم سے ہمیں بچا لیا بے شک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔

مخالفوں کی بوکھلاہٹ

فَذَكِّرْ ۔ فَمَآ ۔ اَنْتَ ۔ بِنِعْمَتِ ۔ رَبِّكَ ۔ بِكَاهِنٍ
پس تو سمجھائے جا پس نہیں تو ساتھ مہربانی رب اپنے کے کاہن
وَّلَا ۔ مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾ اَمْ ۔ يَقُوْلُوْنَ ۔ شَاعِرٌ
اور نہ دیوانہ کیا کہتے ہیں یہ ایک شاعر ہے
نَّتَرَبَّصُ ۔ بِهٖ ۔ رَيْبَ ۔ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ
راہ دیکھ رہے ہیں ہم اسی پر گردش کا زمانہ کی کہہ دے
تَرَبَّصُوْا ۔ فَاِنِّیْ ۔ مَعَكُمْ ۔ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾
راہ دیکھتے جاؤ پس میں بھی تمھارے ساتھ راہ دیکھنے والوں میں سے ہوں
اَمْ ۔ تَاْمُرُهُمْ ۔ اَحْلَامُهُمْ ۔ بِهٰذَآ ۔ اَمْ
کیا حکم دیتی ہیں عقلیں ان کی اسی کا یا
هُمْ ۔ قَوْمٌ ۔ طَاغُوْنَ ﴿٣٢﴾ اَمْ ۔ يَقُوْلُوْنَ
وہ ایک قوم ہے ڈھٹائی کرنے والی کیا کہتے ہیں
تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ ۔ لَّا ۔ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾
گھڑ لایا ہے اسے نہیں بلکہ نہیں یقین کرتے وہ

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ
پس تو انھیں سمجھائے جا کہ تو اپنے رب کے فضل سے نہ غیب کی
وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ
خبریں دینے والا ہے اور نہ دیوانہ۔ کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے
نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ
ہم اس پر زمانہ کی گردش کے منتظر ہیں۔ کہہ دے
تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾
منتظر رہو میں بھی تمھارے ساتھ منتظر ہوں
اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ
کیا ان کی عقلیں انھیں یہی سکھاتی ہیں یا
هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٣٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ
یہ لوگ شریر ہیں یا کہتے ہیں کہ قرآن یہ
تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾
خود بنا لایا ہے کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے

کاھن (غیب کی باتیں بتانے والا سیانا) اسم فاعل ہے ک۔ ھ۔ ن سے کَهَانَةٌ کے معنی غیب کی خبریں بیان کرنا۔ عرب کے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے کہ ہمیں جن غیب کی خبریں بتاتے ہیں، لوگ ان سے آئندہ کی بابت پوچھا کرتے تھے اور وہ اٹکل پچو باتیں بتاتے رہتے تھے، ان کا پیشہ ہی یہی تھا۔ تَرَبَّصُوْا ماضی کا صیغہ اور اَلْمُتَرَبِّصِيْنَ جو مُتَرَبِّصٌ کی جمع ہے، اسم فاعل ہے۔ تَرَبُّصٌ سے جو ر۔ ب۔ ص سے ہے۔ رَبْصٌ کے معنی انتظار کرنا تَرَبُّصٌ کے بھی یہی معنی ہیں۔ اَحْلَامٌ۔ حِلْمٌ کی جمع ہے جس کے ایک معنی عقل ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ تو یونہی باتیں بناتے رہیں گے، کبھی آپ کو کاہن کبھی مجنون کہیں گے۔ ان کی پروا مت کرو اور ان کا برا بھلا انھیں سمجھاتے رہو۔ تم اللہ کے فضل سے نہ کاہن ہو اور نہ مجنوں معلوم نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، یہ ہمارے رسول کو شاعر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تھوڑے دن میں اور شاعروں کی طرح یہ بھی گردش زمانہ سے ختم ہو جائے گا۔ تم ان سے کہہ دو اچھا انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں، دیکھو آگے ہوتا کیا ہے۔ کیا ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں جو ان کو ایسی ہی باتیں سکھاتی ہے یا ان کی گھٹی میں ضد اور سرکشی پڑی ہے، بھلا اس قرآن کی بابت یہ ان کا کہنا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے کہ یہ تو اس نے آپ گھڑ لیا ہے اور اللہ کا نام لگا دیا ہے، کیسی نادانی کی بات ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ یقین نہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

آخر انکار کی وجہ کیا ہے؟

فَلْيَاْتُوْا ـ بِحَدِيْثٍ ـ مِّثْلِهٖۤ ـ اِنْ ـ كَانُوْا
پس چاہیے کہ لے آئیں کوئی بات اس جیسی اگر ہیں وہ
صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ ـ خُلِقُوْا ـ مِنْ ـ غَيْرِ شَيْءٍ
سچے کیا بنا دیئے گئے وہ بغیر کسی بنانے والے کے
اَمْ ـ هُمُ ـ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ ـ خَلَقُوا ـ السَّمٰوٰتِ
یا وہی خود بنانے والے ہیں کیا انھوں نے پیدا کیے آسمان
وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ ـ لَّا ـ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ ـ عِنْدَهُمْ
اور زمین نہیں پر نہیں یقین لاتے وہ کیا پاس ان کے ہیں
خَزَآئِنُ ـ رَبِّكَ ـ اَمْ ـ هُمُ ـ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾
خزانے تیرے رب کے یا وہی سب کے مختار ہیں
اَمْ ـ لَهُمْ ـ سُلَّمٌ ـ يَّسْتَمِعُوْنَ ـ فِيْهِ ۚ
کیا پاس ان کے کوئی سیڑھی ہے سنتے ہوں جس پر چڑھ کر
فَلْيَاْتِ ـ مُسْتَمِعُهُمْ ـ بِسُلْطٰنٍ ـ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾
پس چاہیے کہ لے آئے سننے والا ان کا کوئی سند کھلی ہوئی

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا
پھر چاہیے کہ کوئی بات اسی طرح کی لے آئیں اگر وہ
صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ
سچے ہیں کیا وہ آپ ہی آپ بن گئے ہیں
اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ
یا وہی بنانے والے ہیں کیا آسمانوں کو اور زمین کو
وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ
انھوں نے بنایا کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں رکھتے کیا ان کے پاس
خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾
تیرے رب کے خزانے ہیں یا وہی داروغہ ہیں
اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ
کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر وہ سن آتے ہیں
فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾
پس چاہیے کہ لے آئے جو سنتا ہے ایک کھلی ہوئی سند

مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ (بغیر کسی شے کے) جو یہاں شے سے بنانے والا اور پیدا کرنے والا مراد ہے۔ مُصَيْطِرُوْنَ (با اختیار، عہدہ دار) مُصَيْطِر کی جمع ہے۔ اس کی اصل سطر ہے، اس میں ی بڑھا کر رباعی کر لیا ہے اور س کو ط کے قریب ہونے کی وجہ سے ص کر لیا ہے۔ سطر کے معنی لکھنا سَيْطَرَةٌ کے معنی حکم چلانا۔ مُسَيْطَرٌ حکم چلانے والا با اختیار حاکم۔

ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن کو سچ مچ رسول کا خود گھڑا ہوا سمجھتے ہیں تو یہ بھی اہل زبان ہیں کوئی اس جیسی کتاب خود گھڑ کر دکھائیں۔ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے، ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ پھر تو یوں سمجھو کہ یہ یقین نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ کیا یہ بات ہے کہ تیرے رب کے خزانے ان کے قبضہ میں آگئے ہیں، یا انھوں نے زبردستی اپنی قوت کے بل پر ان سب چیزوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ جو بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہیں تو کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر سب غیب کی باتیں سن کر آتے ہیں اگر یہ بات ہے تو وہ سیڑھی پر چڑھ کر غیب کی باتیں سننے والا کوئی اور کھلی ہوئی سند پیش کرے کہ یہ سچ مچ غیب کی باتیں ہیں، جو وہ سن کر آیا ہے ورنہ بے دلیل دعویٰ عقل کو قبول نہیں ہوتا۔

غلط خیالات

اَمْ ۔ لَهُ ۔ الْبَنٰتُ ۔ وَ ۔ لَكُمُ ۔ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾
کیا واسطے اس کے بیٹیاں ہیں اور واسطے تمھارے بیٹے ہیں
اَمْ ۔ تَسْـَٔلُهُمْ ۔ اَجْرًا ۔ فَهُمْ ۔ مِّنْ ۔ مَّغْرَمٍ
کیا مانگتا ہے تو ان سے اجرت سو وہ تاوان میں
مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ ۔ عِنْدَ ۔ هُمُ ۔ الْغَيْبُ
دبے جاتے ہیں کیا پاس ان کے بھید کی بات ہے
فَهُمْ ۔ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ ۔ يُرِيْدُوْنَ ۔ كَيْدًا
سو وہ لکھ لیتے ہیں کیا ارادہ رکھتے ہیں داؤ کا
فَالَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ هُمُ ۔ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾
پس جو لوگ منکر ہوئے وہی داؤ میں آتے ہیں
اَمْ ۔ لَهُمْ ۔ اِلٰهٌ ۔ غَيْرُ اللّٰهِ ۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
کیا واسطے ان کے کوئی معبود ہے اللہ کے سوا پاک ہے اللہ
عَمَّا ۔ يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾
اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾
کیا اس کے ہاں بیٹیاں ہیں اور تمھارے ہاں بیٹے
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ
کیا تو ان سے کچھ بدلہ مانگتا ہے سو ان پر تاوان کا
مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ
بوجھ ہے کیا ان کو بھید کی خبر ہے
فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا
سو وہ لکھ رکھتے ہیں کیا کچھ داؤ کرنا چاہتے ہیں
فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾
سو جو منکر ہیں وہی آتے ہیں داؤ میں
اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی حاکم ہے وہ اللہ ان کے
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾
شریک بنانے سے پاک ہے۔

مَغْرَمٍ (تاوان، ڈنڈ) وہ چیز یا پیسہ جو زبردستی کسی کو دینا پڑے۔ مُّثْقَلُوْنَ بوجھل، دبے ہوئے۔ مُثْقَلٌ کی جمع ہے جو اِثْقَال سے اسم مفعول ہے اس کا مادہ ث۔ ق۔ ل ہے۔ ثِقْلٌ بوجھ۔ اِثْقَال بوجھل کرنا۔ مُثْقَل بوجھل کیا ہوا یعنی دبا ہوا۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے اپنے لیے تو بیٹے پسند کیے اور اللہ کے نام بیٹیاں لگا دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اللہ کو ٹھیک طور پر سمجھا ہی نہیں، کیونکہ وہ اسے (نعوذ باللہ) اپنے سے بھی گھٹیا سمجھتے ہیں، اس لیے اس کے احکام کی پروا نہیں کرتے۔ اے رسول کیا یہ تمھاری بات اس لیے نہیں سنتے کہ تم ان سے سنانے کی اجرت طلب کرتے ہو اور یہ انھیں گراں گزرتا ہے یا یہ غیب کی باتوں سے واقف ہیں اور انھیں انھوں نے لکھ رکھا ہے، اس لیے یہ آپ کی بات سننی ضروری نہیں سمجھتے، کیا یہ چاہتے ہیں کہ مکر و فریب اور دھوکے بازی سے حق کو دبا دیں سو انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان سب داؤ پیچ اور چھل بٹّل کا وبال خود انھیں پر پڑنے والا ہے۔ یہ حق کو کیا دباتے خود ہی دب جانے والے ہیں۔ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ان کے کوئی اور معبود ہیں جو ان کی حمایت کریں گے اور اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے۔ توبہ کرو اللہ کے سوا اور کون معبود ہو سکتا ہے۔ ان کے شرک سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا وہ ویسا ہی بے مثال معبود ہے جیسے ہمیشہ سے ہے۔

یہ لوگ ماننے والے نہیں

وَاِنْ - یَّرَوْا - کِسْفًا - مِّنَ السَّمَآءِ - سَاقِطًا
اور اگر دیکھیں ایک ٹکڑا آسمان کا گرتا ہوا
یَقُوْلُوْا - سَحَابٌ - مَّرْکُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ
تو کہنے لگیں بادل ہے تہ پر تہ جما ہوا پس چھوڑ ان کو
حَتّٰی - یُلٰقُوْا - یَوْمَهُمُ - الَّذِیْ - فِیْهِ
یہاں تک کہ جا ملیں دن سے اپنے وہ کہ جس میں وہ
یُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ یَوْمَ - لَا یُغْنِیْ - عَنْهُمْ
گر پڑیں گے جس دن نہ کام آئے گا ان کے
کَیْدُهُمْ - شَیْئًا - وَّلَا - هُمْ - یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾
داؤ ان کا کچھ اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے

وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا
اور اگر آسمان سے ایک تختہ گرتا ہوا دیکھیں کہیں
یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ
یہ بادل ہے گاڑھا سو تو ان کو چھوڑ دے
حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ
یہاں تک کہ اپنے اس دن کو دیکھ لیں جس دن ان پر بجلی کی
یُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ
کڑک پڑے گی جس دن ان کا داؤ ذرا بھی کام
کَیْدُهُمْ شَیْئًا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾
نہ آئے گا اور نہ ان کو مدد پہنچے گی

مَرْکُوْمٌ (موٹا تہ بہ تہ) ر-ک-م سے اسم مفعول ہے اسی سے مضارع یَرْکُمُ سورۃ الانفال میں گزر چکا ہے رَکْمٌ کے معنی ایک دوسرے پر تہ بہ تہ جما کر اکٹھا اور موٹا کر دینا۔ یُصْعَقُوْنَ (بے ہوش کر کے گرا دیے جائیں گے) اسی سے اسم صفت صَعِقٌ سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کی ضد اور سرکشی اور ڈھٹائی کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کو قائل کرنے کے لیے ان کا کہنا کر بھی دیا جائے تو بھی یہ نہ مانیں گے، اور نہ ماننے کا کوئی نہ کوئی بہانہ نکال لیں گے۔ منکر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ٹالنے کے لیے اپنے خیال میں مشکل سے مشکل شرط لگا دیتے تھے کہ اگر فلاں بات ہو جائے تو ہم جانیں کہ تم سچے ہو، مثلاً کہتے تھے کہ ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر ان کی یہ شرط بھی پوری کر دی جائے اور ایک ٹکڑا آسمان کا ان پر گرنے لگے اور یہ آنکھوں سے دیکھ لیں، کہ ہاں سر پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر رہا ہے تو بھی یہ ماننے والے نہیں اس وقت بھی یہ کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں، یہ تو ایک گرا با دل ہے جس کی تہیں ایک دوسری پر جم گئی ہیں، حسب معمول برس برسا کر کھل جائے گا۔ بھلا ایسے لوگوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ یہ سیدھا راستہ اختیار کر لیں گے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو، یہ سمجھانے سے نہ مانیں گے، ان کو جو یہ چاہیں کرنے دو۔ آخر ان کے سر پر ایک دن آنے والا ہے جب یہ زور کی کڑک سے بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ ان کی یہ چالیں، ان کے یہ داؤ گھات سب رکھے رہ جائیں گے نہ ہوشیاری سے کام بنے گا اور نہ بھاگتے بن پڑے گی۔ ان کا کوئی ساتھی نہ ہو گا اور نہ کہیں سے انھیں مدد مل سکے گی۔

ان کی اس سے پہلے بھی بُری گت بنے گی

وَاِنَّ ۔ لِلَّذِيْنَ ۔ ظَلَمُوْا ۔ عَذَابًا ۔ دُوْنَ
اور تحقیق واسطے ان کے جنھوں نے ظلم کیا عذاب ہے پہلے
ذٰلِكَ ۔ وَلٰكِنَّ ۔ اَكْثَرَهُمْ ۔ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾
اس کے اور لیکن بہت سے ان کے نہیں جانتے
وَاصْبِرْ ۔ لِحُكْمِ ۔ رَبِّكَ ۔ فَاِنَّكَ ۔ بِاَعْيُنِنَا
اور صبر کر واسطے حکم رب اپنے کے پس تحقیق تو سامنے ہے آنکھوں ہماری کے
وَسَبِّحْ ۔ بِحَمْدِ ۔ رَبِّكَ ۔ حِيْنَ ۔ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾
اور تسبیح کر ساتھ خوبیوں کے رب اپنے کی جس وقت کھڑا ہو تو
وَمِنَ الَّيْلِ ۔ فَسَبِّحْهُ ۔ وَاِدْبَارَ
اور کچھ رات کے وقت پس پاکی بیان کر اس کی اور پیٹھ پھیرتے وقت
النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾
تاروں کے

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ
اور ان گنہگاروں کے لیے اس سے ورے ایک عذاب ہے
ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾
پر ان میں کے بہت سے نہیں جانتے
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا
اور تو اپنے رب کے حکم کا منتظر ٹھہرا رہ تو تو ہماری آنکھوں کے
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾
سامنے ہے اور پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ جس وقت تو اٹھتا
وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ
اور کچھ رات میں اس کی پاکی بول اور تاروں کے
النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع ۲/۴
پیٹھ پھیرتے وقت

پہلے جو کچھ بیان ہوا وہ تو عذاب تھا جو آخرت میں ان کے لیے تیار ہے، اس کے لیے کہا گیا تھا کہ اگر یہ نصیحت نہیں سنتے اور ڈرانے کو خاطر میں نہیں لاتے تو ان کو چھوڑ دو اور جو ان کا جی چاہے کرنے دو، ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ یہ سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ اٹھنے تک کی طاقت نہ رہے گی، دنیا میں جو یہ کرتے تھے وہ وہاں ان کے کچھ کام نہ آئے گا، کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ کہیں سے کوئی مدد نہ ملے گی۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ وہ آفت تو ان پر قیامت کے دن پڑے گی لیکن اس سے پہلے دنیا ہی میں ان کی بُری گت بننے والی ہے۔ یہ اپنی غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان میں سے بہت سے نہیں جانتے کہ دنیا میں یہ ان کا شیطان پن بہت دن نہ چلے گا؛

سنو ابھی دنیا کو ابھی کچھ دن قائم رکھنا ہے شریروں کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اپنے ظلم وستم سے اس کو وقت سے پہلے تباہی میں ڈال دیں۔ اس لیے ان کو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں سزا ملے گی۔ اب اے رسول تم اللہ کے حکم کا صبر کے ساتھ انتظار کرو۔ ہم تمھیں برابر دیکھ رہے ہیں اور تمھاری حفاظت کریں گے۔ تم اپنے رب کی عبادت اور حمد وثنا میں لگے رہو، خاص کر جب تم مجلس سے اٹھو اور جب رات کو جاگ کر کھڑے ہو تو کچھ وقت عبادت میں صرف کرو اور صبح کو جب تارے پیٹھ پھیر کر غائب ہوں تو اللہ کی عبادت کرو۔

سُوْرَۃُ النَّجْمِ

ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کی یہ ترپنویں سورت ہے یہ قیام مکہ کے شروع کے زمانہ میں نازل ہوئی اور اس کے تین رکوع ہیں۔ اس سورت میں مکہ کے لوگوں کو اور دنیا بھر کے انسانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں آنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ستاروں کے غائب ہو جانے کے بعد سورج کا نکلنا۔ ستاروں کے بعد سورج کا آنا ایک نظارہ ہے جس سے سمجھ لینا چاہیے کہ اسی طرح رسولوں کے بعد آخری نبی کا آنا ضروری ہے اور جیسے ستارے اور سورج اپنے مقررہ قاعدے سے نہیں ہٹتے اور بغیر بھٹکے اور غلطی کیے سیدھے راستہ پر چلتے ہیں اسی طرح ان سے پہلے رسول اور یہ آخری رسول ٹھیک راستہ پر منزل مقصود کی طرف سیدھے بڑھ رہے ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہکے اور نہ غلط راستہ پر چلے۔ ان کے اوپر اللہ نے ایک بڑی قوت والے فرشتے کے ذریعے اپنی وحی بھیجی، یہ فرشتہ دو بار اپنی اصلی شکل میں انھیں دکھائی دیا۔ ایک اس وقت جب وہ ابتدا میں ایک مرتبہ وحی لے کر آیا۔ اس وقت وہ آسمان کے اونچے کنارے پر نمودار ہوا، اور پھر ان سے قریب ہوتا گیا اور سورۃ المدثر کے شروع کی آیتیں سکھائیں اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب، جب وہ سدرۃ المنتہیٰ اللہ کے نور سے جگمگا رہا تھا، اس وقت ان کی نگاہ نہ بہکی اور نہ چوکی اور انھوں نے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اب تم بتاؤ کہ ان کی بات نہ سننا اور طرح طرح کے نام والی دیویوں کو پوجنا کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے، ان کی تو حقیقت ہی کچھ نہیں۔ صرف تم نے گھڑ کر ان کے عجیب عجیب نام رکھ لیے ہیں، یہ محض غلط خیالات کی پیروی ہے۔ انسان کا ہر خیال ٹھیک نہیں ہوتا۔ بات وہی صحیح ہے۔ جو اللہ نے اپنے رسول کی معرفت کہی۔ فرشتوں کی بابت غلط خیال مت قائم کرو۔ وہ اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں اور اس کے سامنے بے بس ہیں۔ جو لوگ انھیں عورتیں بتاتے ہیں اور ان کے عورتوں ہی کے نام رکھتے ہیں، وہ غلطی میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اے رسول تم ان کی بات مت سنو۔ ان کا علم دنیا ہی تک محدود ہے، یہ آخرت کو نہیں مانتے، ان کے علم کی پہنچ بس یہیں تک ہے کہ جو کچھ ہے دنیا ہی ہے، حالانکہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور جو کچھ ہے آخرت ہی ہے۔ خبردار برے کام مت کرو۔ تم اللہ کے ڈر سے بڑے بڑے برے کاموں سے بچوگے تو وہ تمھارے چھوٹے چھوٹے قصور معاف کر دے گا۔ اس کی مغفرت وسیع ہے، دیکھو یہ خیال غلط ہے، کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ جو کرے گا وہی بھرے گا۔ یہ باتیں پہلے رسولوں کے صحیفوں میں لکھ دی گئی تھیں، ان پر غور کرو۔ تم سے پہلے بہت سی ضدی قومیں تباہ ہو چکی ہیں، انھوں نے سرکشی کر کے سوائے تباہی کے کچھ نہ پایا۔ اچھی طرح سن لو۔ قیامت کچھ دور نہیں اس کا ٹھیک وقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ جس میں عقل ہے۔ وہ قرآن کی باتوں کو ہنسی کھیل نہیں سمجھتا بلکہ ان کو سن کر دل سے اللہ کی طرف جھکتا ہے اور فقط اسی کو سجدہ کرتا ہے۔ یہ سورۃ آیت سجدہ پر ختم ہوئی۔

سورۃ النّجم مکّیۃ وھی اِثْنَانِ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | وَّسِتُّوْنَ اٰیَۃً وّثلٰث رکوعاتٍ

محمدؐ سچے آخری رسول ہیں!

وَالنَّجْمِ ۔ اِذَا ۔ هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ۔ ضَلَّ ۔ صَاحِبُكُمْ ۔ وَمَا
قسم تارے کی جب وہ غائب ہونے لگے نہیں گمراہ ہوا ساتھی تمہارا اور نہ
غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ ۔ عَنِ ۔ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ ۔ هُوَ
راستہ سے ہٹا اور نہیں بولتا وہ اپنی خواہش نفسانی سے نہیں وہ
اِلَّا ۔ وَحْيٌ ۔ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ ۔ شَدِيْدُ ۔ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ
مگر وحی جو بھیجی گئی سکھایا اسے سخت قوتوں والے نے زور دار نے
فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَ ۔ هُوَ ۔ بِالْاُفُقِ ۔ الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ ۔ دَنَا
پس سیدھا ہوا اور وہ ساتھ آسمان کے بلند کنارے کے تھا پھر قریب آیا
فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ ۔ قَابَ ۔ قَوْسَيْنِ ۔ اَوْ ۔ اَدْنٰى ﴿۹﴾
پھر اور بڑھا پس تھا بقدر دو کمانوں کے یا اور بھی قریب
فَاَوْحٰى ۔ اِلٰى ۔ عَبْدِهٖ ۔ مَاۤ ۔ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾
پس وحی کی طرف اپنے بندے کے جو وحی کی

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا
قسم ہے تارے کی جب گرے تمہارا رفیق بہکا نہیں اور نہ
غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ
بے راہ چلا اور وہ اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بولتا یہ تو
اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ
بھیجا ہوا حکم ہے اس کو سکھلایا ہے سخت قوت والے زور آور نے
فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا
پھر سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارہ پر تھا پھر نزدیک ہوا
فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾
اور لٹک آیا پھر دو کمان کے برابر فرق رہ گیا یا اس سے بھی نزدیک
فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾
پھر اللہ نے اپنے بندے پر حکم بھیجا جو بھیجا

هَوٰى (گرا۔ نیچے اترا) ماضی کا صیغہ ہے ہ ۔ و ۔ ی سے اس کا مصدر هُوِیٌّ ہے جس کے معنی ہیں اونچی جگہ سے نیچے چلے جانا۔ نگاہ سے غائب ہوجانا۔ ضلّ ضلال سے ہے اور غوىٰ غوایۃ سے۔ ضلال کے معنی بے مقصد بھٹکے پھرنا غَوَایَۃٌ کے معنی مقصد کی طرف کا سیدھا راستہ چھوڑ دینا۔ مِرَّۃٌ قوت اس کے اصل معنی رسی کی کئی لڑیں ملا کر بٹنا ہیں جس سے وہ مضبوط ہوجاتی ہے۔ استوىٰ ہر عضو اپنی اپنی جگہ جمایا، مراد یہ ہے کہ اصلی شکل میں ظاہر ہوا، تَدَلّٰى (نیچے لٹک آیا) ماضی ہے تَدَلِّی سے جس کا مادہ د ۔ ل ۔ و ہے دَلْو ڈول کو کہتے ہیں، تدلّی ڈول کا پانی کے قریب کنوئیں میں پہنچنا، مراد یہ ہے کہ وہ قریب آ ناگیا۔ قاب (مقدار) ق ۔ و ۔ ب سے قَابَ قَوْسَيْنِ دو کمانوں کی مقدار کے برابر۔

ارشاد ہے کہ تارے قاعدہ کے مطابق نکلتے اور غائب ہوتے ہیں اور کبھی اپنی راہ سے بے قاعدہ نہیں ہٹتے، اسی طرح یہ تمہارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ بے مقصد بھٹکے پھرتے ہیں اور نہ مقصد کی طرف جانے والی سیدھی راہ سے الگ ہوتے ہیں، یہ اپنی خوشی سے کچھ نہیں کہتے، جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی وحی ہوتی ہے، اللہ نے وہ وحی ان کے پاس ایک فرشتے یعنی جبریلؑ کی معرفت بھیجی جو بڑی قوت والے مضبوط اور توانا ہیں، وہ ان کے سامنے اپنی اصل شکل میں آسمان کے اونچے کنارے پر ظاہر ہوئے، پھر قریب اور پھر اور قریب پہنچے، یہاں تک کہ درمیان میں دو کمان کا فاصلہ رہ گیا پھر اللہ نے ان کے ذریعے اپنے بندے محمدؐ کی طرف جو وحی بھیجنی تھی بھیجی۔

سب کچھ ٹھیک دیکھا

مَا - کَذَبَ - الْفُؤَادُ - مَا - رَاٰی ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ
نہیں جھوٹ کہا دل نے اسے جو دیکھا کیا پس جھگڑتے ہو تم اس سے
عَلٰی - مَا - یَرٰی ⑫ وَلَقَدْ - رَاٰهُ - نَزْلَةً
اوپر اس کے جو دیکھا اور البتہ تحقیق دیکھا اس نے اس کو اترتے
اُخْرٰی ⑬ عِنْدَ - سِدْرَةِ - الْمُنْتَهٰی ⑭ عِنْدَهَا
ایک بار اور نزدیک بیری کے جو انتہائی حد پر ہے پاس اس کے
جَنَّةُ - الْمَاْوٰی ⑮ اِذْ - یَغْشَی - السِّدْرَةَ
جنت ہے رہنے کی جب ڈھانک رہا تھا بیری کو
مَا - یَغْشٰی ⑯ مَا - زَاغَ - الْبَصَرُ - وَمَا
جو ڈھانک رہا تھا نہیں مڑی نگاہ اور نہ
طَغٰی ⑰ لَقَدْ - رَاٰی - مِنْ اٰیٰتِ - رَبِّهِ
حد سے بڑھی البتہ تحقیق دیکھا اس نے نشانیوں میں سے اپنے رب کی
الْکُبْرٰی ⑱
بہت بڑی نشانیوں کو

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ
جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو کچھ دیکھا کیا تم اس سے جھگڑا
عَلٰی مَا یَرٰی ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً
کرتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا اور اس نے اسے اترتے ہوئے دیکھا
اُخْرٰی ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ⑭ عِنْدَهَا
ہے ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس
جَنَّةُ الْمَاْوٰی ⑮ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ
بہشت ہے آرام سے رہنے کی جب چھا رہا تھا سدرہ پر جو
مَا یَغْشٰی ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا
چھا رہا تھا اور بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے
طَغٰی ⑰ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ
بڑھی بے شک اس نے اپنے رب کے بڑے
الْکُبْرٰی ⑱
نمونے دیکھے

ارشاد ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت آنکھ سے دیکھا اسے ان کے دل نے غلط نہیں بنایا بلکہ کہا کہ آپ کی آنکھ اس وقت بالکل ٹھیک دیکھ رہی تھی اور یہ واقعی وہی جبریل فرشتے ہیں جو اللہ کی طرف سے وحی لے کر آتے ہیں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا اور پھر انھوں نے قریب آکر اور جھک کر آپ کو وحی پہنچائی اور رسول کے دل کو پورا پورا اطمینان ہو گیا کہ یہ جو کچھ ہوا اور دیکھا سب سچ تھا، تو پھر اب اس کی بابت فضول بحث کیوں کرتے ہو اور جھگڑے کیوں نکالتے ہو اور مان کیوں نہیں لیتے کہ واقع ایسا ہی ہوا۔ جیسا رسول کہتے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ آپ نے جبریلؑ کو ایک دفعہ اور اصلی شکل میں دیکھا اور وہ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے قریب تھا، جو نیچے سے اوپر پہنچنے کی انتہائی حد کے پاس بیری کا ایک درخت ہے اور اسی کے قریب آرام سے رہنے کی جنت ہے۔ اس وقت اس درخت کو ایسے نوروں نے چاروں طرف گھیر رکھا تھا جس کا بیان نہیں کیا جا سکتا، بس وہ تھا جیسا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نہ ترچھی ہوئی نہ ٹیڑھی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ بس سیدھی اسی چیز تک پہنچ کر رک گئی جسے دکھانا منظور تھا۔ اس وقت آپ نے اپنے رب کی قدرت اور اس کے جمال کے وہ نمونے دیکھے جو عظمت اور شان میں سب سے بڑے تھے۔

ذرا ان دیویوں کو دیکھنا

اَفَرَءَيْتُمُ - اللّٰتَ - وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ
کیا پس دیکھا تم نے لات کو اور عزّیٰ کو اور منات کو
الثَّالِثَةَ - الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ - الذَّكَرُ
تیسری پچھلی کیا تمھارے لیے نر
وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ - اِذًا - قِسْمَةٌ
اور اس کے لیے مادہ یہ اس صورت میں بانٹ ہے
ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ - هِيَ - اِلَّآ - اَسْمَآءٌ
ظالمانہ نہیں یہ مگر نام
سَمَّيْتُمُوْهَآ - اَنْتُمْ - وَاٰبَآؤُكُمْ - مَّآ
رکھ لیا ہے ان کو تم نے اور باپ دادا نے تمھارے نہیں
اَنْزَلَ - اللّٰهُ - بِهَا - مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ
اتاری اللہ نے اس کی کوئی سند نہیں
يَّتَّبِعُوْنَ - اِلَّا - الظَّنَّ - وَ - مَا - تَهْوَى - الْاَنْفُسُ ۚ
پیروی کرتے وہ مگر گمان کی اور جو چاہیں دل

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ
بھلا تم دیکھو تو لات اور عزّیٰ کو اور تیسری
الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ
پچھلی منات کو کیا تم کو بیٹے ملے
وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ
اور اس کو بیٹیاں یہ بانٹا تو بہت
ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ
بھونڈا یہ سب نام ہیں جو تم نے اور
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ
تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان
اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ
کی کوئی سند نہیں اتاری محض اٹکل
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ
پر چلتے ہیں اور جو جیوں کی امنگ ہے

ضِیْزٰی (ٹیڑھی، راستہ سے ہٹی ہوئی، ظالمانہ) صفت مؤنث کا صیغہ ہے ض۔ی۔ز سے ضیز کے معنی ہیں ٹیڑھا پن اور کجی، لات، عزّیٰ، منات، وہ دیویاں ہیں، جن کو عرب پوجا کرتے تھے، لات طائف والوں کی، عزّیٰ قریش اور کنانہ وغیرہ کی اور منات، مدینہ کے اوس اور خزرج کے بت تھے اور مؤنث تھے، ان میں سے لات اور عزّیٰ مکہ کے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ مقبول تھے، اور مناۃ دور والوں کا بت تھا اس لیے تیسرے درجہ کا تھا۔

اللہ عزوجل کی شان اور اس کی بڑی عظمت والی ان نشانیوں کا بیان کرکے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین و آسمان میں دیکھیں اور انھیں دیکھ کر اللہ پر یقین کامل کیا۔ اب ان دیویوں کا بیان ہے جنھیں عرب پوجتے تھے، ارشاد ہے کہ ذرا ان بتوں کو دیکھو جنھیں یہ لوگ پوجتے اور اللہ کی (نعوذ باللہ) بیٹیاں کہتے ہیں، یہ ان گھڑ بے جان پتھر پوجنے کے قابل کہیں ہوسکتے ہیں تماشا یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کی اولاد کو بیٹیاں بناتے ہیں، یہ کس قدر بے انصافی اور ظلم ہے۔ اول تو اس کی اولاد ہونا ناممکن ہے اور پھر وہ بھی معاذاللہ بیٹیاں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ محض چند نام ہیں اور کچھ نہیں، جو انھوں نے اور ان کے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں، اللہ نے انھیں کبھی یہ نہیں بتایا، نہ اس کی قطعاً کوئی سند اس نے اتاری، یہ محض ان کی خیالی باتیں ہیں اور ان کے دل کی بے جا خواہشیں جو اس رنگ میں ظاہر ہو رہی ہیں، ان بیکار باتوں میں کیا رکھا ہے۔

اپنی خواہش چھوڑو

وَلَقَدْ ۔ جَآءَھُمْ ۔ مِّنْ رَّبِّھِمْ ۔ الْھُدٰی (۲۳)
اور البتہ تحقیق آچکی ان کے پاس ان کے ربّ کی طرف سے راہ سوجھ کی (دیکھنے)
اَمْ ۔ لِلْاِنْسَانِ ۔ مَا ۔ تَمَنّٰی (۲۴) فَلِلّٰہِ ۔ الْاٰخِرَۃُ
کیا انسان کو مل جاتا ہے جو وہ چاہے پس اللہ کے لیے ہے آخرت
وَ ۔ الْاُوْلٰی (۲۵) وَ ۔ کَمْ ۔ مِّنْ ۔ مَّلَکٍ
اور دنیا اور بہت سے فرشتے ہیں
فِی السَّمٰوٰتِ ۔ لَا تُغْنِیْ ۔ شَفَاعَتُھُمْ
آسمانوں میں کام نہیں دیتی سفارش ان کی
شَیْئًا ۔ اِلَّا ۔ مِنْۢ بَعْدِ ۔ اَنْ ۔ یَّاْذَنَ
کچھ مگر بعد اس کے کہ اجازت دے
اللّٰہُ ۔ لِمَنْ ۔ یَّشَآءُ ۔ وَ ۔ یَرْضٰی (۲۶)
اللہ جس کے لیے وہ چاہے اور پسند کرے

وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنْ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی (۲۳)
اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے (دیکھئے)
اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ۝ فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ
کہیں آدمی کو ملتا ہے جو وہ چاہے سو اللہ کے ہاتھ ہے
وَالْاُوْلٰی (۲۵) وَکَمْ مِّنْ مَّلَکٍ ع ۲۵/۵
سب بھلائی پچھلی اور پہلی اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے
فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُھُمْ
ہیں کچھ کام نہیں آتی ان کی سفارش
شَیْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ
مگر جب اللہ حکم دے جس کے لیے
اللّٰہُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی (۲۶)
چاہے اور پسند کرے

ارشاد ہے کہ ان سے اور ان سے پہلے ان کے باپ دادا سے جو غلطی ہوئی تو اس کی بنا جہالت اور نادانی پر تھی، انھیں کوئی صحیح راستہ بتانے والا نہ ملا تھا اور یہ جو ان کا جی چاہتا تھا کرتے تھے لیکن اب تو انھیں خواب غفلت سے چونکنا چاہیے۔ اب تو ان کے پاس کوئی عذر نہیں کہ ایسی غلط باتوں میں پھنسے رہیں۔ اب تو ان کے رب نے ان کے پاس ہدایت بھیج دی اور اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم دے کر انھیں حکم دے دیا کہ انھیں یہ اللہ کی کتاب پڑھ کر سنا دو اور ساتھ ہی اس پر عمل کر کے بھی دکھا دو۔ اب بھی کیا یہ یہی کہے جائیں گے کہ یہی دیویاں ہمارے کام بنائیں گی اور ہماری مدد کریں گی۔ ان سے کہہ دو بات یہ نہیں ہے کہ انسان جو سوچے وہ اسے مل بھی جائے سو یہ سارے خیالات لچر پوچ اور یہ ساری باتیں بے بنیاد ہیں۔ ہر چیز کا مالک اللہ ہے، جو کچھ دنیا میں ملے گا وہ بھی اسی کے فضل اور مہربانی سے ملے گا اور آخرت میں بھی جو کچھ دے گا وہی دے گا اور تم نے جو یہ خیال دل میں جما رکھا ہے کہ اللہ تک ہماری رسائی کہاں ہمیں تو یہی بت سفارش کر کے اس سے دلوائیں گے جو کچھ دلوائیں گے تو اس کے ہاں تو فرشتوں کی بھی سفارش نہیں چلتی یہ بت تو کس گنتی میں ہیں۔ آسمانوں میں بہت سے فرشتے اللہ کے ہاں بڑے مرتبے والے ہیں، لیکن ان کی مجال نہیں کہ اس کی درس گاہ میں سفارش کر کے کسی کو کچھ دلوا دیں، وہ بھی اگر سفارش کر سکتے ہیں تو صرف اسی وقت جب اللہ انھیں اجازت دے کہ ہاں سفارش کرو اور اس وقت بھی وہ صرف اسی کی سفارش کر سکتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو اور چاہتا ہو کہ اس کے لیے سفارش سنی جائے۔

فرشتوں کو غلط سمجھا

اِنَّ - الَّذِيْنَ - لَا يُؤْمِنُوْنَ - بِالْاٰخِرَةِ
تحقیق جو لوگ نہیں ایمان لاتے آخرت پر
لَيُسَمُّوْنَ - الْمَلٰٓئِكَةَ - تَسْمِيَةَ - الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾
البتہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے نام رکھنا عورت کا سا
وَمَا - لَهُمْ - بِهٖ - مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ
اور نہیں انھیں اس کی کچھ خبر نہیں پیروی کرتے وہ
اِلَّا - الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ - لَا يُغْنِيْ - مِنَ
مگر گمان کی اور تحقیق گمان نہیں کام دیتا اصلی
الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ - عَنْ
بات میں کچھ پس منہ موڑ لے اس سے
مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ - ذِكْرِنَا - وَ - لَمْ - يُرِدْ
جو پھر جائے ہماری یاد سے اور نہ چاہے
اِلَّا - الْحَيٰوةَ - الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾
مگر زندگی دنیا کی

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے
لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾
وہ فرشتوں کے زنانے نام رکھتے ہیں
وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ
اور ان کو اس کی کچھ خبر نہیں محض اٹکل پر چلتے
اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ
ہیں اور اٹکل ٹھیک بات میں کچھ کام
الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ
نہیں آتی سو تو اس پر دھیان
مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ
نہ کر جو ہماری یاد سے منہ موڑے
اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾
اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا

ارشاد ہے کہ یہ لوگ جو منہ اٹھا کر جو چاہے کہہ دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو آخرت کو نہیں مانتے۔ انھیں اس کا فکر تو ہوتا ہی نہیں کہ مرنے کے بعد ہماری ہر بات کی جانچ کی جائے گی اور منہ سے اگر ایسی ویسی بات نکل گئی تو اس کی پکڑ ہوگی اور سب سے زیادہ پکڑ اس بات کی ہوگی کہ اللہ عزوجل کو دنیا میں اچھی طرح کیوں نہ پہچانا اور اس کے ساتھ گستاخی سے کیوں پیش آئے۔ اگر ان کو اپنی عقل سے کچھ نہیں سوجھتا تو رسول کے سمجھانے سے تو سمجھ جانا چاہیے اور قرآن کی آیتیں پڑھ کر تو ان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کے ویسے ہی نام رکھتے ہیں جیسے عورتوں کے رکھے جاتے ہیں۔ انھیں ذرا خبر نہیں کہ یہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اٹکل پچو جو منہ میں آیا بک دیا۔ بھلا اصلی بات کہیں اٹکل پچو باتوں سے حاصل ہوتی ہے، اصلی بات تو جاننے والا ہی بتا سکتا ہے۔ ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسولؐ جب یہ لوگ اتنی بات نہیں سمجھتے، اپنی ہی بے تکی ہانکتے جاتے ہیں اور ہماری باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک جو کچھ ہے دنیا ہی ہے۔ یہیں کے آرام حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں تو اب ان کی باتوں کی اور شرارتوں کی پروا مت کرو۔ تمھیں جو کہنا تھا کہہ چکے، پھر اب یہ جانیں اور ان کا کام۔

اُن کی پہنچ یہیں تک ہے

ذٰلِكَ - مَبْلَغُهُمْ - مِّنَ - الْعِلْمِ - اِنَّ - رَبَّكَ
یہیں تک ہے رسائی ان کے علم کی تحقیق تیرا رب
هُوَ - اَعْلَمُ - بِمَنْ - ضَلَّ - عَنْ - سَبِيْلِهٖ ۙ
وہی خوب جانتا ہے اسے جو بہکا اس کی راہ سے
وَ - هُوَ - اَعْلَمُ - بِمَنِ - اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَ - لِلّٰهِ
اور وہی خوب واقف ہے اس سے جس نے راہ پائی اور اللہ ہی کا ہے
مَا - فِي السَّمٰوٰتِ - وَ مَا - فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ
جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو زمین میں ہے تاکہ بدلہ دے
الَّذِيْنَ - اَسَاۗءُوْا - بِمَا - عَمِلُوْا - وَ يَجْزِيَ
انھیں جنھوں نے برے کام کیے اس کا جو انھوں نے کیا اور بدلہ دے انھیں
الَّذِيْنَ - اَحْسَنُوْا - بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾
جنھوں نے اچھے کام کیے اچھا بدلہ

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ
بس ان کی سمجھ یہیں تک پہنچی تحقیق تیرا رب ہی
هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ
خوب جانتا ہے اسے جو اس کی راہ سے بہکا
وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ
اور وہی خوب جانتا ہے اسے جو راہ پر آیا اور اللہ ہی کا
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ
ہے جو کچھ آسمانوں میں، اور زمین میں ہے تاکہ وہ برائی
الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ
والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے
الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾
اور بھلائی والوں کو بھلائی دے

مَبْلَغ (پہنچنے کی جگہ۔ انتہا) اسم ظرف اور مصدر میمی ہے ب، ل، غ سے بلوغ کے معنی پہنچنا۔ مبلغ کے معنی پہنچ یا پہنچنے کی حد۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد فقط دنیا ہی کی زندگی کو ٹھہرالیا ہے، ان کی عقل اس سے اوپر نہیں جاتی۔ ان کے نزدیک جو کچھ ہے یہی دنیا ہے، بس رات دن اسی کی ادھیڑ بن میں رہتے ہیں کہ ہمیں یہاں کی زندگی کی سہولتیں ملیں، ہم سائنس میں ترقی کریں۔ کلیں ایجاد کریں۔ اللہ کی مخلوق کو دبا کر اپنا کام نکالیں، کسی کو اپنے آگے ابھرنے نہ دیں، اچھا انھیں جو چاہیں کرنے دو۔ اللہ کو جو تیرا رب ہے خوب معلوم ہے کہ کون گمراہ ہے اور کون راہ پر ہے، انھوں نے دنیا کو سمجھا ہی نہیں، اس کی تو ہر چیز آسمانوں میں ہو، یا زمین میں، اللہ کے قبضہ میں ہے، انسان کو یہاں اس لیے رکھا ہے کہ دیکھیں کون برے کام کرتا ہے اور کون نیک اور اچھے کام اختیار کرتا ہے۔

ہر انسان کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد اس کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی۔ جن لوگوں نے برے کام کیے ہوں گے ان کو سزا ملے گی اور جنھوں نے اچھے کام کیے ہوں گے انھیں ان کا بہت اچھا بدلہ ملے گا۔

یہاں ٹھہر کر ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ جو لوگ سائنس ہی کو انسان کی ترقی سمجھتے ہیں کیا وہ قرآن کا مطلب ٹھیک طور پر نہیں سمجھے۔

اچھّے لوگ

اَلَّذِیْنَ - یَجْتَنِبُوْنَ - کَبٰٓئِرَ - الْاِثْمِ - وَالْفَوَاحِشَ
وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے

اِلَّا - اللَّمَمَ ؕ اِنَّ - رَبَّکَ - وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ ؕ
مگر تھوڑا سا قصور تحقیق رب تیرا کشادہ بخشش والا ہے

ھُوَ - اَعْلَمُ - بِکُمْ - اِذْ - اَنْشَاَکُمْ
وہ خوب جانتا ہے تمھیں جب پیدا کیا تمھیں

مِّنَ الْاَرْضِ - وَاِذْ - اَنْتُمْ - اَجِنَّۃٌ - فِیْ
زمین سے اور جب تم تھے چھپے ہوئے پیٹوں

بُطُوْنِ - اُمَّھٰتِکُمْ ۚ فَلَا - تُزَکُّوْٓا
میں ماؤں کے اپنی پس مت ستھرا کہو

اَنْفُسَکُمْ ؕ ھُوَ - اَعْلَمُ - بِمَنِ - اتَّقٰی ﴿۳۲﴾
اپنے آپ کو وہی خوب جانتا ہے اسے جس نے پرہیزگاری کی

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ
جو کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے

اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ ؕ
مگر کچھ آلودگی بے شک تیرے رب کی بخشش میں بڑی سمائی ہے

ھُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ
وہ تمھیں خوب جانتا ہے جب تمھیں زمین سے

مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ فِیْ
بنا نکالا اور جب تم ماؤں کے پیٹ میں

بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ ۚ فَلَا تُزَکُّوْٓا
بچے تھے سو اپنی خوبیاں مت

اَنْفُسَکُمْ ؕ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾ ع ۲
بیان کرو وہی خوب جانتا ہے اس کو جو بچ کر چلا

اللَّمَمَ (بھڑ جانا، چھو جانا) اس کا مادہ ل - م - م ہے۔ اَلَمَّ کے معنی قریب پہنچ گیا۔ لَمَمٌ اسی سے حاصل مصدر ہے، مراد یہ ہے کہ گناہ کے قریب پہنچنا۔ اَجِنَّۃٌ (بچے ماں کے پیٹ میں) جنین کی جمع ہے۔ جس کا مادہ ج - ن - ن ہے۔ جَنَّ کے معنی چھپ جانا۔ جنین بچے کو کہتے ہیں جب تک وہ ماں کے پیٹ میں ہو۔

پہلے ارشاد ہوا کہ ان لوگوں کو جنھوں نے اچھے کام کیے اچھا بدلہ ملے گا۔ یہاں اس کا بیان ہے کہ اچھے کام کرنے والوں سے کیا مراد ہے۔ ارشاد ہے کہ اچھے کام کرنے والے وہ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بیحیائی کی باتوں اور کاموں سے بچتے ہیں۔ بڑے بڑے گناہوں کو سورۂ بنی اسرائیل - سورۂ الفرقان وغیرہ میں خوب کھول کر بیان کر دیا گیا ہے مثلاً قتل، لوٹ مار، زنا، چوری وغیرہ یا وہ چیز جس سے گناہوں کی طرف رغبت ہو، مثلاً شراب خوری، ناچ گانا وغیرہ۔ جو لوگ ان گناہوں سے دور بھاگتے ہیں اور کبھی جان بوجھ کر ان میں نہیں پڑتے وہ نیک لوگ ہیں ان سے اگر چھوٹے موٹے قصور ہو جائیں تو وہ معاف کر دیے جائیں گے۔ ان سے بچے بغیر آدمی نیک نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ زبان سے کہتا پھرے کہ میں اچھا ہوں

ارشاد ہے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ اچھا کون ہے اور برا کون ہے۔ اپنی بابت ڈینگیں مت مارو، انسان غلاظت میں لت پت پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کے نزدیک اچھا وہی ہے جو گناہوں سے بچے۔

غلط خیال والوں کو تنبیہ (۱)

أَفَرَءَيْتَ ۔ الَّذِي ۔ تَوَلّٰى (٣٣) وَأَعْطٰى ۔ قَلِيْلًا
کیا پس دیکھا تو نے اسے جس نے منہ پھیرا اور دیا کچھ تھوڑا سا
وَّأَكْدٰى (٣٤) أَعِنْدَهٗ ۔ عِلْمُ ۔ الْغَيْبِ ۔ فَهُوَ
اور رک گیا کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے پس وہ
يَرٰى (٣٥) أَمْ ۔ لَمْ ۔ يُنَبَّأْ ۔ بِمَا ۔ فِيْ ۔ صُحُفِ
دیکھ رہا ہے کیا خبر نہیں دیا گیا ساتھ اس کے جو ہے صحیفوں میں
مُوْسٰى (٣٦) وَإِبْرٰهِيْمَ ۔ الَّذِي ۔ وَفّٰى (٣٧) أَلْ ۔ لَّا
موسیٰ کے اور ابراہیم کے جس نے پورا کر دیا قول کہ نہ
تَزِرُ وَازِرَةٌ ۔ وِّزْرَ ۔ أُخْرٰى (٣٨) وَ ۔ أَنْ ۔ لَّيْسَ ۔ لِلْإِنْسَانِ
اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور یہ کہ نہیں واسطے انسان کے
إِلَّا ۔ مَا ۔ سَعٰى (٣٩) وَأَنَّ ۔ سَعْيَهٗ ۔ سَوْفَ ۔ يُرٰى (٤٠)
مگر جو کوشش کرے وہ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی
ثُمَّ ۔ يُجْزٰىهُ ۔ الْجَزَآءَ ۔ الْأَوْفٰى (٤١)
پھر بدلہ دیا جائے گا وہ اس کا بدلہ پورا پورا

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلّٰى (٣٣) وَأَعْطٰى قَلِيْلًا
بھلا تو نے دیکھا اسے جس نے منہ پھیر لیا اور لایا تھوڑا سا
وَّأَكْدٰى (٣٤) أَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ
اور سخت نکلا کیا اس کے پاس غیب کی خبر ہے۔ سو وہ
يَرٰى (٣٥) أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِيْ صُحُفِ
دیکھتا ہے کیا اسے اس کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے
مُوْسٰى (٣٦) وَإِبْرٰهِيْمَ الَّذِي وَفّٰى (٣٧) أَلَّا
ورقوں میں ہے اور ابراہیم کے جو قول میں پورا اترا کہ کوئی
تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى (٣٨) وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ
اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور یہ کہ آدمی کو وہی
إِلَّا مَا سَعٰى (٣٩) وَأَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (٤٠)
ملتا ہے جو اس نے کمایا اور یہ کہ اس کی کمائی اسے دکھلانی ضرور ہے
ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفٰى (٤١)
پھر اس کا پورا پورا بدلہ ملنا ہے۔

أَكْدٰى (رک گیا) ماضی کا صیغہ ہے۔ اِكْدَاءٌ سے جو ک۔ د۔ ی سے بنا ہے۔ کُدْیٌ کے معنی ہاتھ روک لینا، بخل کرنا۔

دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اسلام کی باتوں پر تھوڑا بہت یقین کیا، اس کے بعد دل سخت کر لیا، یا تھوڑا سا کچھ دے دیا۔ اس کے بعد ہاتھ کھینچ لیا۔ ایسا ہی ایک شخص ولید بن مغیرہ تھا کہ اسلام لانا چاہتا تھا لیکن نہ لایا کسی نے اس سے کہہ دیا کہ کیوں اپنے بزرگوں کا طریقہ چھوڑتا ہے اس نے کہا اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں دوسرے نے جواب دیا کہ مجھے اتنی رقم دے تیرے بدلے میں عذاب بھگت لوں گا، اس نے کچھ تو دے دیا لیکن بعد میں پتھر بن کر بیٹھ گیا۔ ایسے لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ کیا یہ غیب کی بات جانتا ہے جو اس نے یقین کر لیا کہ میرے بدلے دوسرا عذاب بھگت لے گا۔ اس سے کہہ دو کہ کیا تو نے وہ باتیں نہیں سنیں جو موسیٰؑ اور ابراہیم کے صحیفوں میں لکھی ہوئی تھیں ابراہیمؑ تو قول کے پکے تھے، اور جو کہتے تھے اسے پورا کر کے چھوڑتے تھے، وہاں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے اور اب پھر قرآن حکیم میں بھی اسے دہرایا جاتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا جو کرے گا سو بھرے گا۔ ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے، اسے قیامت میں اس کا بدلہ ملے گا جو وہ دنیا میں کر جائے گا۔ اس کی دوڑ دھوپ اور کوششیں ساری قیامت کے دن جانچی جائیں گی اور اسے ان کا پورا پورا بدلہ ملے گا اس لیے ہر شخص کو اسلام کا فرمانبردار ہونا چاہیے اور جو نیک کام اسلام نے بتائے ہیں انہی کے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

غلط خیال والوں کو تنبیہ (ب)

وَاَنَّ - اِلٰی - رَبِّكَ - الْمُنْتَهٰی (۴۲) وَاَنَّهٗ - هُوَ
اور یہ کہ طرف رب تیرے کی پہنچنا ہے اور یہ کہ اسی نے
اَضْحَكَ - وَاَبْكٰی (۴۳) وَاَنَّهٗ - هُوَ - اَمَاتَ
ہنسایا اور رلایا اور یہ کہ وہ اسی نے موت دی
وَاَحْيَا (۴۴) وَاَنَّهٗ - خَلَقَ - الزَّوْجَيْنِ - الذَّكَرَ
اور زندہ کیا اور یہ کہ اسی نے پیدا کیا جوڑا نر
وَالْاُنْثٰی (۴۵) مِنْ - نُّطْفَةٍ - اِذَا - تُمْنٰی (۴۶) وَ
اور مادہ ایک بوند سے جب وہ ڈالی جائے اور
اَنَّ - عَلَيْهِ - النَّشْاَةَ - الْاُخْرٰی (۴۷) وَاَنَّهٗ - هُوَ
یہ کہ اسی کے ذمہ ہے۔ پیدائش دوسری اور یہ کہ اسی نے
اَغْنٰی - وَاَقْنٰی (۴۸) وَاَنَّهٗ - هُوَ - رَبُّ - الشِّعْرٰی (۴۹)
دولت دی اور خزانہ دیا اور یہ کہ وہی ہے پروردگار شعری کا
وَاَنَّهٗ - اَهْلَكَ - عَادَا - الْاُوْلٰی (۵۰)
اور یہ کہ وہ تباہ کیا اس نے عاد پہلے کو

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی (۴۲) وَاَنَّهٗ هُوَ
اور یہ کہ تیرے رب تک سب کو پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی
اَضْحَكَ وَاَبْكٰی (۴۳) وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ
ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا اور
وَاَحْيَا (۴۴) وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ
جلاتا ہے اور یہ کہ اسی نے جوڑا بنایا نر
وَالْاُنْثٰی (۴۵) مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی (۴۶) وَ
اور مادہ ایک بوند سے جب ٹپکائی جائے اور
اَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی (۴۷) وَاَنَّهٗ هُوَ
یہ کہ اس کے ذمہ ہے دوسری دفعہ اٹھانا اور یہ کہ اسی نے
اَغْنٰی وَاَقْنٰی (۴۸) وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی (۴۹)
دولت دی اور خزانہ دیا اور یہ کہ وہی ہے رب شعریٰ کا
وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰی (۵۰)
اور یہ کہ اسی نے غارت کیا عاد پہلے کو

تُمْنٰی (بہائی جائے) مضارع مجہول مؤنث ہے اِمْنَاءٌ سے جس کا مادہ م ۔ ن ۔ ی ہے ۔ مَنْیٌ کے معنی بہانا اتارنا، نازل کرنا۔ اِمْنَاءٌ کے معنی بھی یہی ہیں ۔ منیٰ بھی اسی سے ہے جہاں حاجی حج کے موقع پر قربانی کرتے ہیں جس میں خون بہایا جاتا ہے، یہاں یہ مراد ہے کہ جب بوند ٹپکائی جائے ۔ اَقْنٰی مالدار کیا، ماضی ہے اقناءٌ سے جس کا مادہ ق ۔ ن ۔ ی ہے قَنْیٌ کے معنی کمانا، اِقْنَاءٌ کمائی کی طاقت دینا ۔ مالدار کرنا ۔ قُنْيَةٌ کمایا ہوا مال ذخیرہ ۔ الشعریٰ ایک بڑے ستارہ کا نام ہے جسے عرب پوجتے تھے ۔

ارشاد ہے کہ سب کو آخر اللہ ہی کے پاس پہنچنا ہے ۔ وہی ہر ایک کو اس کے کیے کا پھل دے گا، وہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے ۔ اسی نے ایک بوند پانی سے جب وہ ماں کے پیٹ میں پہنچ جاتی ہے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا اور وہی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا ۔ اسی نے اپنے رحم و کرم سے تمہیں مال و دولت دی اور کمائی کی قوت عطا کی اور یہ ستارہ شعریٰ جس کو بعض عرب نے پوجنا شروع کر دیا ہے اور سمجھتے ہیں کہ اسی کے اثر سے انھیں ملتا ہے یہ جو کچھ ملتا ہے اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور وہی اسے پالتا اور روشنی دیتا ہے، اسی نے ہود کی قوم عاد کو اس کی نافرمانی اور کفر کی سزا میں تباہ اور برباد کیا ۔ اسی طرح جو اس کی نافرمانی کرے گا آخر کار تباہ و برباد ہوگا ۔

غلط خیالات والوں کو تنبیہ (ج)

وَثَمُوْدَا۔ فَمَا۔ اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ۔ نُوْحٍ۔ مِّنْ قَبْلُ
اور تباہ کیا ثمود کو پس نہ باقی چھوڑا اور نوح کی قوم ان سے پہلے
اِنَّهُمْ۔ كَانُوْا۔ هُمْ۔ اَظْلَمَ۔ وَ اَطْغٰی ﴿۵۲﴾
تحقیق وہ تھے وہ زیادہ ظالم اور سرکش
وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا۔ مَا۔ غَشّٰی ﴿۵۴﴾
اور مؤتفکہ کو دے ٹپکا پس اوپر سے گرا اس پر جو گرا
فَبِاَيِّ۔ اٰلَآءِ۔ رَبِّكَ۔ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾
پس ساتھ کون سی نعمتوں کے رب اپنے کی شک میں پڑے گا تو

وَثَمُوْدَاۡ فَمَآ اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ
اور ہلاک کیا ثمود کو پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے نوح کی قوم
اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ﴿۵۲﴾
کو ہلاک کیا وہ تو اور بھی ظالم اور شریر تھے۔
وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾
اور الٹی ہوئی بستی کو ٹپک دیا پھر آپڑا اس پر جو آپڑا
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾
اب تو اپنے رب کی کیا کیا نعمتیں جھٹلائے گا۔

ثَمُوْدُ (عاد کی پچھلی قوم) یہ حضرت صالح کی قوم کا نام ہے۔ اَلْمُؤْتَفِكَةُ (اوندھی گرنے والی بستیوں کا اکٹھا نام ہے) جن میں لوط کی قوم بستی تھی۔ اٰلَاءُ (نعمتیں) اِلّٰی کی جمع ہے جس کا مادہ ا۔ ل۔ ی ہے۔ اِلٰی اور اُلٰی نعمت کو اور مہربانی سے کچھ دینے کو کہتے ہیں (تتمارٰی) (شک کرے گا تو) مضارع ہے تَمَارِی سے جو اصل میں تمادُیٌ تھا۔ تعلیل کے بعد تَمَارِی ہوگیا۔ اس کا مادہ م۔ ر۔ ی ہے۔ اسی سے مِرْيَةٌ بنا ہے جو سورہ حٰم السجدہ میں گزرا۔ اس کے معنی شک اور جھگڑا کرنے کے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ثمود نے (جو عاد اُخریٰ کہلاتا ہے۔ کیونکہ پہلے عاد کے بعد اُبھرا اور اسی کی طرح سے سرکشی شروع کردی) جب وہی رویہ اختیار کیا تو صالح کو ہم نے اپنا رسول مقرر کرکے ان کو سمجھانے کو بھیجا۔ لیکن جب ان کے سمجھانے کو وہ خاطر میں نہ لائے تو ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا میں تباہ کردیا اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ اسی طرح ان سے پہلے قوم نوح کو ہم نے ان کے برے کاموں کی سزا دی اور ان کو تباہ کردیا۔ یہ نوح کی قوم حضرت نوح کو ہمیشہ دکھ اور تکلیف پہنچاتی رہی یہی لوگ تھے جنھوں نے آپس میں آدمیوں کے درجوں میں فرق کیا۔ مالدار بڑے بن کر بیٹھ گئے اور محنتیوں اور مزدوروں کو ذلیل قرار دے دیا، یہ ان کا سب سے پہلا جرم تھا، وہ سب سے زیادہ ڈھیٹ اور اڑیل بھی تھے۔

آگے ارشاد ہے کہ لوط کی قوم نے بدمعاشی اور بدکاری پر کمر باندھی تو ہم نے ان کی بستیوں کو اٹھا کر الٹ ڈال دیا اور اوپر سے ان پر پتھر برسائے اور ان کا نام و نشان تک نہ رہا۔ ارشاد ہے کہ دنیا کا شریروں سے پاک کرنا ہماری بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کے بغیر دنیا کا قائم رہنا ناممکن ہے، اسی میں اچھے کام کرکے اپنی دنیا اور آخرت دونوں سنوار سکتے ہیں انھیں تباہ نہ کیا جاتا تو آج تم نہ ہوتے، پھر اللہ کا شکر کیوں نہیں کرتے اور اس کی فرمانبرداری کیوں نہیں کرتے۔

اب بھی سمجھ لو

هٰذَا ۔ نَذِيْرٌ ۔ مِّنَ ۔ النُّذُرِ ۔ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ
یہ ہے ایک ڈرانے والا ڈرانے والوں پہلوں میں سے قریب آ گئی
الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ ۔ لَهَا ۔ مِنْ ۔ دُوْنِ ۔ اللّٰهِ
آنے والی گھڑی نہیں اس کے لیے سوائے اللہ کے
كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ ۔ هٰذَا ۔ الْحَدِيْثِ ۔ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾
کوئی کھولنے والا کیا پس اس بات سے تم تعجب کرتے ہو
وَتَضْحَكُوْنَ ۔ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ
اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم
سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا ۔ لِلّٰهِ ۔ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدۃ
کھیل کرتے ہو پس سجدہ کرو اللہ کے لیے اور بندگی کرو اللہ کی

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ
یہ پہلے ڈرسنانے والوں میں کا ایک ڈرسنانے والا ہے آ پہنچی
الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
آنے والی نہیں اللہ کے سوا کوئی اس کو کھول کر
كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾
دکھانے والا کیا تمھیں اس بات سے تعجب ہوتا ہے
وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ
اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم
سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدۃ ع ۳
کھلاڑیاں کرتے ہو سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی بندگی کرو

اَزِفَتْ (قریب آ لگی) ماضی کا صیغہ ہے، اَزَفٌ اور اُزُوْفٌ کے معنی قریب آ جانا ہیں، اسی سے اٰزِفَۃٌ ہے جو قیامت کا نام ہے، کَاشِفَۃٌ (کھولنے والا) یہ عَاقِبَۃٌ کی طرح مصدر ہے اور یہاں مصدر بمعنی فاعل ہے یعنی کھولنے والا سَامِدُوْنَ (کھلاڑیاں کرنے والے) یہ سامد کی جمع ہے جو س۔ م۔ د سے اسم فاعل ہے، اس کا مصدر سُمُوْدٌ ہے، جس کے معنی ہیں غرور کرنا، بے پروائی سے گانے لگنا۔ منکر جب قرآن کی یہ باتیں سنتے تو ہنستے ٹھٹھے اڑانے لگتے تھے۔

پہلی آیتوں میں بیان کیا جا چکا کہ اپنے اردگرد، نیچے، اوپر جو کچھ تمھیں نظر آتا ہے اس سے اللہ کی قدرت صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں جسے انسان اپنا معبود ٹھہرائے جو اوروں کی طرف جھکتے ہیں غلطی کرتے ہیں۔ اسی غلطی سے انسان کو بچانے کے لیے اللہ عزوجل نے اپنے رسول وقتاً فوقتاً بھیجے اور ان کو کتابیں دیں جن میں ساری کام کی باتیں بتا دی گئیں، ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں اور انسان کو برے کاموں کے نتیجوں سے ڈرانے آئے ہیں اور یہ کتاب اللہ کی بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے جس میں سب کتابوں کی ساری کام کی باتیں جمع کر دی ہیں کیا اس کی باتیں سن کر تم تعجب کرتے ہو اور انھیں سن کر ہنستے ہو حالانکہ اللہ سے ڈر کر رونے کا مقام ہے۔ یاد رکھو، قیامت آنے ہی والی ہے، اسے کوئی نہیں ٹال سکتا، اور نہ اللہ کے سوا اس کی اصلی حالت یا اس کے آنے کا صحیح وقت، کوئی اور بتا سکتا ہے۔ یہ مگر اپن جو تم نے اختیار کر رکھا ہے چھوڑو اور اللہ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ اور صرف اسی کی بندگی اختیار کرو۔

سورۃ النجم کیا سکھاتی ہے؟

انسان جب اپنے ارد گرد کی چیزوں کو گہری نظر سے دیکھے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ ہر ایک کی جگہ، رفتار، ٹھہرنا اور چلنا اندھا دھند نہیں بلکہ ایک قانون اور مقررہ دستور کے تحت ہے، یہاں تک کہ آسمان پر جو تارے نظر آتے ہیں، ان کا چمکنا، نکلنا اور غائب ہونا بھی ایک معین طریقے اور ڈھنگ سے ہوتا ہے، اس لیے اسے اس نتیجے پر پہنچنا چاہیے کہ انسان کے افراد بھی قابلیتوں اور کاموں کے لحاظ سے جو ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں تو ان کا اختلاف بھی سرسری اور بے قاعدہ نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کا دیکھنا، سننا، سمجھنا اور نتیجے نکالنا ایک اٹل قانون اور نظام کے تحت ہے۔ ہر ایک دماغ جو سوچتا ہے اور ہر ایک کا دل جو فیصلے کرتا ہے۔ اس کا ایک مقصد ہے جو حاصل ہو کر رہے گا، اور ہر ایک کی ایک غرض ہے، جو پوری ہو کر رہے گی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ سوچتے ہیں اور کہتے ہیں اس کا مقصد انسان کو سیدھے راستہ پر ڈالنا ہے۔ انھوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا ہے اس کا انھیں یقین ہو چکا ہے۔

انسانوں کو اپنی زندگی کے کامیاب بنانے کے لیے چند اصول کا پابند ہونا لازم ہے اور وہ اصول انھیں ایک فرشتہ کے ذریعے بتائے گئے ہیں جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلی شکل میں دو بار دیکھا۔ وہ آسمان کے کناروں پر ظاہر ہوا۔ پھر رفتہ رفتہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا پھر اور قریب ہوا اور جھکا یہاں تک کہ دونوں کے درمیان دو کمان کا فاصلہ رہ گیا، پھر اس فرشتہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ باتیں سنائیں جو آپ کے دل میں اتر گئیں اور آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ اللہ کا فرشتہ جبریلؑ ہے جسے اللہ عزوجل نے بھیجا ہے اور جو کچھ یہ مجھے سنا رہا ہے وہ اللہ کا پیغام ہے، جو اس نے انسان کی ہدایت کے لیے دنیا میں بھیجا ہے دوسری مرتبہ انھوں نے جبریلؑ کو معراج میں آسمان کی انتہائی بلندی پر دیکھا جہاں ہر طرف اللہ کا نور جلوہ گر تھا، اور اس کے قریب ہی جنت بھی تھی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ دیکھا، انھیں اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں نظر آئیں، نہ آنکھ نے دیکھنے میں غلطی کی اور نہ دل نے سمجھنے میں کچھ کمی کی، لہٰذا اے انسانو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانو۔ قرآن حکیم کو سنو اور سمجھو اور اس کے مطابق چلو، یہ تمھارے اپنے بنائے ہوئے معبود بے کار ہیں، اللہ ہی معبود برحق ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، فرشتے اس کے بندے ہیں، جو اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دیے ہیں۔ قیامت برحق ہے، اس دن ہر انسان کو اس کے کاموں کا بدلہ ملے گا، تمھیں چاہیے کہ دنیا میں بڑے بڑے گناہوں سے بچو، اللہ تمھاری چھوٹی چھوٹی تقصیروں کو معاف کر دے گا۔

انھیں باتوں کو سمجھانے کے لیے اور بدکاری کے انجام سے ڈرانے کے لیے پہلے بھی اللہ کے رسول آئے، اور انھوں نے انسان کو اس کے کام کی باتیں سمجھائیں، اب آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سمجھانے اور ڈرانے کے لیے آئے ہیں، اس لیے ان کی بات سنو، اللہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑو اور اسی کی بندگی کرو روایت ہے کہ جب آپ نے سورۃ النجم کو اس طرح ختم کیا، اور سجدہ کیا تو اور لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ مشرک تک بھی آپ کے ساتھ سجدہ میں گر پڑے اور پیشانی خاک پر رکھ دی یہ آیت سجدہ ہے۔

سورۃ القمر

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن حکیم کی ۵۴ چوّن سورت ہے اور مکہ کے قیام کے زمانے کی ابتدا میں نازل ہوئی اور اس میں تین رکوع ہیں۔ اس سورت میں کہا گیا ہے کہ قیامت برحق ہے وہ ضرور آ کر رہے گی اور چاند کا پھٹ جانا اس کی قطعی نشانی ہے، ان لوگوں پر تعجب ہے کہ ان کو نشانیوں پر نشانیاں دکھائی جاتی ہیں لیکن یہ ان کو جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں، نادانو ہر کام کا وقت مقرر ہے اور ہر بات اپنے اپنے وقت پر ہو کر رہے گی، اے ہمارے رسول یہ انکار ہی پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ان سے منہ پھیر لو۔ جب قیامت آئے گی سب مُردے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور ٹڈی دل کی طرح پھیل جائیں گے اور اللہ کے سامنے حاضر ہونے کے لیے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑیں گے اور کہتے جائیں گے کہ آج کا دن بڑا کٹھن ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ دنیا میں یہ اس دن سے غافل ہیں اور اپنے اپنے شغلوں میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ کسی کی نہیں سنتے لیکن آخر کار بچ نہیں سکتے۔ پہلے لوگوں نے ہماری باتوں کو جھٹلایا اور اس کی سزا پائی۔ یہ بھی اگر جھٹلاتے ہی رہے تو سزا پائیں گے۔ دیکھو نوح کی قوم نے نوح کا کہنا نہ مانا، انھیں سمجھاتے سمجھاتے ایک زمانہ گزر گیا۔ لیکن لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر کار پانی کا زبردست طوفان آیا اور سب پانی میں ڈوب مرے۔ اللہ نے جنھیں بچانا تھا وہ نوح کی بنائی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر بچ گئے، ان کو چاہیے کہ ان کے حال سے عبرت حاصل کریں۔ قرآن میں صاف صاف سب کچھ سمجھا دیا گیا ہے۔ جس کو ماننا ہو مان لے قوم نوح کے بعد پھر عاد کی باری آئی، انھوں نے بھی اپنے رسول ہود کا کہنا نہ مانا، آخر ہوا کا سخت جھکڑ چلا اور انھیں اٹھا کر پٹک دیا اور سب ہلاک ہو گئے، پھر ثمود آئے اور اسی طرح سرکشی پر کمر باندھی۔ حضرت صالح علیہ السلام کا کہنا نہ مانا۔ آخر زور کی کڑک ہوئی اور ان کے پتے پھٹ گئے، اور مر کر سب اوندھے منہ گر پڑے۔

پھر لوط علیہ السلام کی قوم کا بھی بُرا حشر ہوا۔ انھوں نے اپنے رسول لوط علیہ السلام کا کہنا نہ مانا۔ انھوں نے لاکھ ڈرایا کہ دیکھو بُرا کام چھوڑ دو ورنہ مارے جاؤ گے مگر انھوں نے ایک نہ سنی۔ فرشتے ان کے پاس آدمیوں کی شکل میں مہمان بن کر آئے تو ان کے ستانے پر تل گئے۔ آخر لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم راتوں رات اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے باہر چلے جاؤ۔ پھر صبح کے وقت ان گنہ گاروں کی بستیاں اٹھا کر اوندھی ڈال دیں۔ اور ان پر پتھروں کا مینہ برسا دیا۔ اسی طرح فرعون نے سرکشی پر کمر باندھی اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا سمجھانا خاطر میں نہ لایا۔

آخر سمندر میں اپنے لشکروں سمیت ڈوب مرا۔ قرآن حکیم کی باتیں صاف ہیں۔ قیامت آ کر رہے گی اور ہر ایک کو اس کے کیے کا پھل ملے گا، جو ہمارا کہنا مانے گا، اسے جنت میں بڑا مرتبہ ملے گا۔

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۴) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اٰيَاتُهَا ۵۵ رُكُوْعَاتُهَا ۳

منکروں کا مکرا پن

اِقْتَرَبَتِ - السَّاعَةُ - وَانْشَقَّ - الْقَمَرُ ① وَاِنْ
قریب آگئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر
يَّرَوْا - اٰيَةً - يُّعْرِضُوْا - وَيَقُوْلُوْا - سِحْرٌ - مُّسْتَمِرٌّ ②
دیکھیں وہ نشانی منہ موڑ لیں اور کہیں جادو ہے گزرنے والا
وَكَذَّبُوْا - وَاتَّبَعُوْٓا - اَهْوَآءَهُمْ - وَكُلُّ اَمْرٍ
اور جھٹلایا انھوں نے اور پیروی کی اپنی خواہشوں کی اور ہر کام
مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ - جَآءَهُمْ - مِّنَ - الْاَنْۢبَآءِ
ٹھہرا ہوا ہے اور البتہ تحقیق آچکی ہیں ان تک خبروں میں سے
مَا - فِيْهِ - مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ - بَالِغَةٌ
ایسی کہ اس میں ڈانٹ ہے دانائی پوری
فَمَا - تُغْنِ - النُّذُرُ ⑤ فَتَوَلَّ - عَنْهُمْ
پس نہ فائدہ دیا ڈرانے والوں نے پس منہ موڑ لے ان سے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ
قیامت پاس آگئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر
يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ②
وہ کوئی نشانی دیکھیں تو ٹل جائیں اور کہیں جادو ہے پہلے سے چلا آتا
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ
اور جھٹلایا اور اپنی خوشی پر چلے اور ہر کام وقت پر
مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ
ٹھہرا رکھا ہے اور ان کے پاس احوال پہنچ چکے ہیں
مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ
جن میں ڈانٹ ہو سکتی ہے پوری عقل کی بات ہے
فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
پھر ڈر سنانے والے ان میں اثر نہیں کرتے سو تو ان کی طرف سے ہٹ آ

دنیا کا نظام باقاعدہ چلتے دیکھ کر انسان کو یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے جس نے خوب سمجھ کر اس کی ہر کل اپنی اپنی جگہ پر بٹھائی ہے اور وہ ایک مقرر طریقہ سے چل رہی ہے دن رات کا برابر ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا، سورج اور چاند کا اپنے وقت پر نکلنا اور غائب ہونا، وقت پر خوشگوار ہواؤں کا چلنا اور قاعدہ کے مطابق بارش ہونا زمین کا خشک ہو جانے کے بعد ہرا بھرا ہو جانا ان سب باتوں کی طرف توجہ دلا کر انسان سے کہا گیا ہے کہ ان کے اور اپنے خالق اور رب کو پہچانے۔ پھر اس نظام کے خلاف بھی کبھی کچھ ہوتا رہتا ہے، زلزلے آتے ہیں، طوفان برپا ہوتے ہیں، وبائیں وغیرہ آتی ہیں۔ یہ سب اس بات کی نشانیاں ہیں کہ یہ سب کچھ ایک وقت ختم ہو جائے گا۔ رسولوں کے معجزے بھی اسی کو بتاتے ہیں کہ دنیا کو چلتا دیکھ کر مغرور نہ ہو جا تا کہ یہ کارخانہ یونہی چلتا رہے گا۔

ارشاد ہے کہ قیامت کو بس آیا ہی سمجھو نبیؐ کے اشارے سے چاند کا پھٹ جانا۔ قیامت کی یقینی علامت ہے لیکن ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ صحیح بات نہیں سمجھتے اور ایسی نشانیوں کو آتا جاتا جادو قرار دے کر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں نشانیوں کو جھوٹا قرار دیتے ہیں اور اپنی خواہشیں پوری کرنے میں لگ جاتے ہیں ان سے کہہ دو کہ ہر چیز اپنے وقت پر آکر رہے گی اور اگر پھر بھی ان کے کان نہ کھلیں۔ تو ان کی طرف سے منہ پھیر لو اور جو سنے اسے سنا دو۔

قیامت کو کیا ہوگا؟

يَوْمَ - يَدْعُ - الدَّاعِ - إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾
وہ دن کہ پکارے گا پکارنے والا طرف ایک چیز ناگوار کے
خُشَّعًا - أَبْصَارُهُمْ - يَخْرُجُونَ - مِنَ الْأَجْدَاثِ
جھکی ہوئی آنکھیں ان کی نکلیں گے قبروں سے
كَأَنَّهُمْ - جَرَادٌ - مُّنتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِينَ - إِلَى - الدَّاعِ
گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی دوڑتے ہوئے طرف اس پکارنے والے
يَقُولُ - الْكَافِرُونَ - هَٰذَا - يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾ كَذَّبَتْ
کہتے جائیں گے منکر لوگ یہ دن ہے سخت جھٹلایا
قَبْلَهُمْ - قَوْمُ - نُوحٍ - فَكَذَّبُوا - عَبْدَنَا - وَقَالُوا
ان سے پہلے نوح کی قوم نے پس جھوٹا بتایا ہمارے بندے کو اور بولے
مَجْنُونٌ - وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا - رَبَّهُ
دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا پس پکارا اس نے اپنے رب کو
أَنِّي - مَغْلُوبٌ - فَانتَصِرْ ﴿١٠﴾
کہ میں بے بس ہوں پس تو بدلہ لے

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾
جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف پکارے گا
خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ
آنکھیں جھکائے نکل پڑیں قبروں سے
كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ
جیسے پھیلی ہوئی ٹڈی دوڑتے جائیں اس پکارنے والے
يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾ كَذَّبَتْ
کے پاس کہتے جائیں منکر یہ دن سخت ہے ان سے پہلے
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا
نوح کی قوم جھٹلا چکی ہے سو جھوٹا کہا ہمارے بندہ کو اور
مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهُ
بولے دیوانہ ہے اور جھڑک دیا اسے پھر پکارا اس نے
أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴿١٠﴾
اپنے رب کو کہ میں عاجز ہو گیا ہوں تو بدلہ لے

نُکُرٌ (ناگوار - اوپری) صفت کا صیغہ ہے ن-ک-ر سے جس سے انکار منکر وغیرہ بنے ہیں نُکُرٌ وہ چیز جس سے دل گھبرائے خُشَّعٌ (آنکھیں جھکائے) خَاشِعٌ کی جمع ہے عاجزی سے نیچی نظریں کیے اَجْدَاثٌ قبریں جَدَثٌ کی جمع ہے قبر کو کہتے ہیں یا جہاں مردہ پڑا ہوا ۔ مُهْطِعِيْنَ (گھبراہٹ میں دوڑتے ہوئے) مُهْطِعٌ کی جمع ہے جو اِهْطَاعٌ سے اسم فاعل ہے اس کا مادہ ہ-ط-ع ہے هَطْعٌ اور اِهْطَاعٌ دونوں کے معنی ڈرتے ہوئے دوڑنا ؛

ارشاد ہے کہ قیامت کا دن جسے یہ لوگ اب کچھ نہیں سمجھتے وہ دن ہوگا کہ اسرافیل صور میں پکاریں گے کہ چلو میدان حشر کی طرف جو ایسی ہولناک جگہ ہوگی کہ انہوں نے پہلے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی، ڈر کے مارے آنکھیں جھکائے اپنی اپنی جگہ سے نکل کھڑے ہوں گے اور ٹڈی دل کی طرح پھیل جائیں گے اور اس دہلانے والی آواز پہ ڈرتے ہوئے دوڑتے چلے جائیں گے اور منہ سے کہتے جائیں گے - یہ دن تو بڑا کٹھن اور سخت ہے، خیر قیامت کو تو عذاب بھگتنا ہی پڑے گا مگر دیکھیے منکروں پر دنیا میں بھی مصیبتیں پڑ چکی ہیں ؛

ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے ڈھٹائی پر کمر باندھی، نوح علیہ السلام کے سمجھانے پر کچھ دھیان نہ کیا اور کہا تو یہ کہا کہ نعوذ باللہ یہ ایک پاگل اور دیوانہ شخص ہے یہ کہہ کر انہیں جھڑک دیا۔ نوح علیہ السلام ان کی شرارتیں جھیلتے رہتے آخر مجبور ہو کر اپنے رب کو پکارا کہ میں تو ان لوگوں کے ہاتھ سے عاجز آگیا۔ یہ کسی طرح میری نہیں سنتے اب تو ہی ان سے ڈھٹائی کا بدلہ لے ؛

نافرمانوں کا انجام

فَفَتَحْنَا ۔ اَبْوَابَ ۔ السَّمَآءِ ۔ بِمَآءٍ ۔ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾
بس کھول دیئے ہم نے دروازے آسمان کے ساتھ پانی زور سے گرنے والے کے
وَّفَجَّرْنَا ۔ الْاَرْضَ ۔ عُيُوْنًا ۔ فَالْتَقَى ۔ الْمَآءُ
اور پھاڑ دیئے زمین کے چشمے بس مل گیا پانی
عَلٰٓى اَمْرٍ ۔ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ ۔ عَلٰى
ایک کام پورا کرنے کو جو ٹھہر چکا تھا اور سوار کیا ہم نے اسے اوپر
ذَاتِ ۔ اَلْوَاحٍ ۔ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ ۔ بِاَعْيُنِنَا
ایک تختوں والی میخوں والی چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے
جَزَآءً ۔ لِّمَنْ ۔ كَانَ ۔ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ ۔ تَّرَكْنٰهَا
بدلہ لینے کو اس کا جو تھا جھٹلایا گیا اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے
اٰيَةً ۔ فَهَلْ ۔ مِنْ ۔ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ
اسے نشانی کے لیے بس کیا ہے کوئی سیکھنے والا بس کیسا
كَانَ ۔ عَذَابِيْ ۔ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾
رہا عذاب میرا اور ڈرانا میرا

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾
پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دہانے ٹوٹ کر برسنے والے پانی کے
وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ
اور زمین سے چشمے بہا دیئے پھر مل گیا سب پانی ایک کام پر
عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى
جو ٹھہر چکا تھا اور ہم نے نوح کو ایک تختوں
ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا
والی اور کیلوں والی کشتی پر سوار کر دیا جو چلتی تھی ہماری آنکھوں
جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ
کے سامنے اس کی طرف سے بدلہ لینے کو جس کی قدر نہ کی جاتی تھی اور ہم نے اسے
اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ
نشانی کے لیے رہنے دیا پس کیا ہے کوئی سیکھنے والا پھر کیسا
كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾
تھا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا

مُنْهَمِرٌ (زور سے گرنے والا)، اسم فاعل ہے اِنْهِمَارٌ سے جو ہ ۔ م ۔ ر سے بنا ہے۔ هَمْرٌ کے معنی پانی کا زور سے اوپر سے گرنا۔ اِنْهِمَارٌ کے معنی زور سے گرنا یا بہنا۔ دُسُرٌ (کیلیں۔ میخیں) دِسَارٌ کی جمع ہے جس کے معنی کیل یا میخ کے ہیں۔ ذَاتُ دُسُرٍ سے مراد کشتی ہے جس کے تختے باہم کیلوں سے ٹھوک کر جڑ دیئے جاتے ہیں۔ نُذُرٌ (ڈرانا۔ ڈراوا) یہ خلاف قیاس باب افعال کا مصدر ہے اور اس کے معنی وہی ہیں جو اِنْذَارٌ کے معنی ہیں۔

ارشاد ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی شرارت اور ہٹ دھرمی سے عاجز ہو کر ہمیں پکارا تو ہم نے آسمان کے دہانے کھول دیئے اور وہاں سے موسلا دھار پانی گرنا شروع ہو گیا ادھر زمین سے جوش مار کر چشمے پھوٹ پڑے اور پانی ابلنا شروع ہوا۔ یہ اوپر اور نیچے کے پانی جمع ہوئے اور زمین سمندر بن گئی، سب چیزیں اور آدمی ڈوب گئے۔ فقط نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی ایک کشتی میں بیٹھ کر بچ گئے جو انہوں نے بڑے بڑے تختوں کو کیلوں سے ٹھونک کر میخوں سے جڑ کر پہلے ہی ہماری ہدایت کے مطابق بنا رکھی تھی، اور باقی سب ڈوب گئے اور ہم نے اس کشتی اور طوفان کے واقعہ کا ذکر باقی رکھا۔ تاکہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے جو سمجھے کہ میرا عذاب اور ڈرانا ایسا ہی ہوتا ہے اور ڈرے کہ میری فرمانبرداری کرے۔

منکروں کا انجام (الف)

وَلَقَدْ - يَسَّرْنَا - الْقُرْاٰنَ - لِلذِّكْرِ - فَهَلْ - مِنْ
اور البتہ تحقیق آسان کردیا ہم نے قرآن واسطے ذکر کے پس کیا ہے کوئی
مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ كَذَّبَتْ - عَادٌ - فَكَيْفَ - كَانَ
ذکر کرنے والا جھٹلایا عاد نے پس کیسا ہوا
عَذَابِيْ - وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ اِنَّآ - اَرْسَلْنَا - عَلَيْهِمْ
عذاب میرا اور ڈرانا میرا تحقیق ہم- بھیجا ہم نے ان پر
رِيْحًا - صَرْصَرًا - فِيْ - يَوْمِ - نَحْسٍ - مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾
جھکڑ سخت ایک دن منحوس گذر جانے والے میں
تَنْزِعُ - النَّاسَ - كَاَنَّهُمْ - اَعْجَازُ - نَخْلٍ
اکھاڑتا تھا آدمیوں کو گویا وہ تنے ہیں کھجور
مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ - كَانَ - عَذَابِيْ - وَنُذُرِ ﴿٢١﴾
اکھڑی ہوئی کے پس کیسا ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا
وَلَقَدْ - يَسَّرْنَا - الْقُرْاٰنَ - لِلذِّكْرِ
اور البتہ تحقیق آسان کردیا ہم نے قرآن واسطے ذکر کے
فَهَلْ - مِنْ - مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾
پس کیا ہے کوئی ذکر کرنے والا

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ
اور ہم نے قرآن کو آسان کر دیا سمجھنے کو پھر ہے کوئی
مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ
سوچنے والا جھٹلایا عاد نے پھر کیسا ہوا عذاب میرا اور
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
کھڑکھڑانا ہم نے ان پر تند ہوا
رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾
بھیجی ایک نحوست کے دن جو پیچھے لگے
تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ
اکھاڑ مارا لوگوں کو گویا وہ کھجور
مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٢١﴾
کی جڑیں اکھڑی پڑیں پس کیسا ہوا عذاب میرا اور کھڑکھڑانا
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
اور ہم نے قرآن کو آسان کر دیا سمجھنے کو
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ ع
پھر ہے کوئی سوچنے والا

ذکر (یاد کرنا) اس سے مراد سبق حاصل کرنا ہے مُدَّكِرٌ (یاد کرنے والا) اسم فاعل ہے اِدِّكَارٌ سے جو ذکر سے بنا ہے اصل میں اِذْتِكَارٌ ہے باب افتعال سے ت کو حسب قاعدہ دال کر لیا اور دال اور ذال کو باہم ادغام کر دیا اس طرح مُدَّتَكِرٌ مُدَّكِرٌ یا مُذَّكِرٌ ہو گیا مُنْقَعِرٌ (اکھڑا ہوا) اسم فاعل ہے اِنْقِعَارٌ سے جو ق - ع - ر سے بنا ہے قَعْرٌ کے معنی بچھاڑ اِنْقِعَارٌ بچھڑ جانا - اکھڑ کر گر پڑنا ۔

ارشاد ہے کہ قرآن سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی نصیحت ماننے کو تیار ہو۔ اے لوگو، دیکھو عاد نے ہماری نافرمانی کی ہم نے اس پر عذاب بھیجا اور وہ سخت عذاب تھا، ان پہ آندھی کا ایک سخت جھکڑ آیا وہ دن ان کے لیے بڑا منحوس تھا جو گزر گیا اب اوروں کے لیے یہ منحوس نہیں ہے، اس آندھی نے آدمیوں کو اٹھا اٹھا کر دے پٹکا اور وہ موٹے تازے اور لمبے ہونے کی وجہ سے ایسے نظر آئے، جیسے کھجور کے تنے اکھڑے پڑے ہیں، اس سے عبرت حاصل کرو، قرآن سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی نصیحت ماننے کے لیے تیار ہو ۔

منکروں کا انجام (ب)

كَذَّبَتْ - ثَمُوْدُ - بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا - اَبَشَرًا
جھٹلایا ثمود نے ڈرانے والوں کو بس کہنے لگے کیا ایک آدمی
مِّنَّا - وَاحِدًا - نَّتَّبِعُهٗٓ - اِنَّآ - اِذًا - لَّفِيْ
ہم میں سے اکیلا پیروی کریں ہم اس کی تحقیق ہم اس وقت البتہ بیچ ہیں
ضَلٰلٍ - وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ - الذِّكْرُ - عَلَيْهِ
گمراہی اور جنون میں کیا ڈالا گیا ذکر اسی پر
مِنْۢ - بَيْنِنَا - بَلْ - هُوَ - كَذَّابٌ - اَشِرٌ ﴿٢٥﴾
ہم سب میں سے؛ بلکہ وہ جھوٹا ہے شیخی باز
سَيَعْلَمُوْنَ - غَدًا - مَّنِ - الْكَذَّابُ - الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾
عنقریب جان لیں گے کل کون ہے جھوٹا شیخی باز
اِنَّا - مُرْسِلُوا - النَّاقَةِ - فِتْنَةً - لَّهُمْ
تحقیق ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی آزمائش کو ان کی
فَارْتَقِبْهُمْ - وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾
بس دیکھتا رہ انہیں اور برداشت کر

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا
ثمود نے ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا پھر کہنے لگے ہم ہیں کا ایک
مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ
آدمی اکیلا کیا ہم اس کے کہنے پر چلیں گے تو ہم غلطی میں ہیں
ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ
اور دیوانگی میں کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت اتری
مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾
کوئی نہیں وہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا ہے۔
سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾
اب کل کو جان لیں گے کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا
اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ
ہم ان کے جانچنے کے واسطے اونٹنی بھیجتے ہیں
فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾
سو دیکھتا رہ انہیں اور سہتا رہ

نُذُرٌ ڈرانے والے نَذِیْر کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں ڈرانے والا اور یہ مصدر بھی ہے جس کے معنی ہیں ڈرانا سُعُر (جنون) اس کے مادہ کے معنی بہت سے ہیں جیسے آگ بھڑکانا، بھاگنا، دوڑنا وغیرہ عموماً سب میں تیزی اور جوش پایا جاتا ہے اسی سے اس کے معنی جنون کے ہوگئے اَشِرٌ (بڑائیاں) مارنے والا۔ شیخی خورہ) صفت کا صیغہ ہے ا۔ش۔ر سے اَشَرٌ کے معنی بہت سے ہیں جن میں سے ایک شیخی بگھارنے کے ہیں اور یہاں یہی مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ اس طرح ثمود کی قوم نے سرکشی کی اور اپنے رسول صالحؑ کی بات نہ مانی، انھوں نے انہیں سمجھایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ کو مانو اور میری سنو، کہنے لگے کیا خوب ہمارے ہی جیسا آدمی اور وہ بھی بے یارو مددگار۔ نہ کوئی اس کے ساتھ جتھا نہ لاؤ لشکر ایسے بے حیثیت آدمی کی بات مانیں تو کیا ہماری عقل ماری گئی ہے، کوئی آسمان کا فرشتہ ہوتا یا سردار یا بادشاہ ہوتا تو ایک بات بھی تھی، کیا ہم میں ایک یہی رہ گیا تھا کہ اسے ہمارا سمجھانے والا مقرر کیا گیا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ جھوٹا اور فریبی ہے۔ ڈینگیں مارتا ہے، بڑھ بڑھ کر باتیں بناتا ہے۔ ارشاد ہے کہ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا، فریبی اور بڑبولا کون ہے۔ ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجیں گے، اے صالح تو صبر کے ساتھ ان کی حالت دیکھتا رہ۔ کہ یہ کیا کرتے ہیں، اور ان کی کیا گت بننے والی ہے۔

منکروں کا انجام (ج)

وَنَبِّئْهُمْ - اَنَّ - الْمَآءَ - قِسْمَةٌ ۢ - بَيْنَهُمْ ۚ
اور خبر دے انہیں کہ پانی کی بانٹ ہے ان کے درمیان
كُلُّ شِرْبٍ - مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا - صَاحِبَ - هُمْ
پینے کی ہر باری حاضری کا وقت ہے پس پکارا انہوں نے اپنے ساتھی کو
فَتَعَاطٰى - فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ - كَانَ - عَذَابِيْ
پس وار کیا پس کاٹ ڈالا پس کیسا ہوا عذاب میرا
وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ - اَرْسَلْنَا - عَلَيْهِمْ - صَيْحَةً
اور ڈرانا میرا تحقیق ہم ۔ بھیجی ہم نے ان پر کڑک
وَّاحِدَةً - فَكَانُوْا - كَهَشِيْمِ - الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾
ایک پس ہو گئے جیسے چورا باڑ لگانے والے کا
وَلَقَدْ - يَسَّرْنَا - الْقُرْاٰنَ - لِلذِّكْرِ
اور البتہ تحقیق ۔ آسان کر دیا ہم نے ۔ قرآن ۔ واسطے یاد کرنے کے
فَهَلْ - مِنْ - مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾
پس کیا ہے ۔ کوئی ۔ یاد کرنے والا

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ ۢ بَيْنَهُمْ ۚ
اور سنا دے ان کو کہ ان میں پانی کا بانٹنا ہے
كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ
ہر باری پر پہنچنا چاہیے پھر انہوں نے اپنے رفیق کو پکارا
فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ
پھر اس نے ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور
وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً
میرا کھڑکھڑانا ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیج دی
وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾
پس رہ گئے جیسے رُندی ہوئی باڑ کانٹوں کی
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
اور ہم نے قرآن آسان کر دیا سمجھنے کو
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾
پھر ہے کوئی سوچنے والا

شِرْبٌ (پانی پینے کی باری) سورۃ الشعراء میں گذر چکا ہے مُحْتَضَرٌ (حاضر ہونے کا مقام یا وقت) اسم ظرف ہے اِحْتِضَارٌ سے جو ح ۔ ض ۔ ر سے بنا ہے، حضور اور احتضار دونوں کے معنی حاضر ہونا ہیں مُحْتَضَر مصدر بھی ہو سکتا ہے فَتَعَاطٰى (وار کیا) ماضی کا صیغہ ہے تَعَاطِيْ سے جو اصل میں تَعَاطُوٌ ہے تعلیل کے بعد تَعَاطِيْ ہو گیا اس کا مادہ عَطْوٌ جس کے معنی لے لینے کے ہیں تَعَاطِيْ کسی کام کو کر ڈالنا ۔ عَقَرَ (کاٹ ڈالا) عَقْرٌ کے معنی تلوار سے پاؤں کاٹ ڈالنا ۔ کوچیں کاٹنا ۔ اَلْمُحْتَظِرُ (باڑھ لگانے والا) اسم فاعل ہے اِحْتِظَارٌ سے جو ح ۔ ظ ۔ ر سے بنا ہے، حظر اور احتظار دونوں کے معنی کسی چیز کے ارد گرد باڑھ لگانا ۔ هَشِيْم (جو باڑھ میں سے چورا ہو کر بکھر جائے) صفت کا صیغہ ہے (ہ ۔ ش ۔ م سے جس کے معنی توڑنا ہے)، یہاں فعیل بمعنی مفعول ہے ارشاد ہے کہ ایک اونٹنی ان میں بھیجی گئی اور کہہ دیا گیا کہ پانی پلانے کی باری مقرر کر لو، ایک دن تمہارے مویشی پئیں اور دوسرے دن یہ اونٹنی پیئے ۔ باری کا خیال رکھو ۔ ثمود کے مالداروں پر یہ بات شاق گزری ۔ ان کے جانور پیاسے رہنے لگے ۔ آخر ایک شخص ان میں سے کام کرنے پر آمادہ ہو گیا ۔ اس کمبخت نے اونٹنی پر وار کیا اور اس کو کاٹ ڈالا ۔ اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر عذاب آیا اور ایک زور کی چنگھاڑ ہوئی اور وہ گر کر مر گئے ۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو اور قرآن سے نصیحت حاصل کرو ۔ اس سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے ۔

منکروں کا انجام (د)

كَذَّبَتْ - قَوْمُ - لُوطٍ - بِالنُّذُرِ (۳۳) إِنَّا - أَرْسَلْنَا

جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو تحقیق بھیجا ہم نے

عَلَيْهِمْ - حَاصِبًا - إِلَّا - آلَ - لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُمْ

ان پر پتھر برسانے والی ہوا سوا لوط کے گھر والوں کے بچا دیا ہم نے انہیں

بِسَحَرٍ (۳۴) نِعْمَةً - مِنْ - عِنْدِنَا كَذَٰلِكَ

صبح سویرے فضل سے اپنی طرف سے اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم

نَجْزِي - مَنْ - شَكَرَ (۳۵) وَلَقَدْ - أَنْذَرَهُمْ

اس کو جو شکر کرے اور البتہ تحقیق ڈرا دیا تھا

بَطْشَتَنَا - فَتَمَارَوْا - بِالنُّذُرِ (۳۶) وَلَقَدْ

اس نے ان کو پکڑ سے ہماری پس جھگڑے پیدا کئے ڈرانے میں اور البتہ

رَاوَدُوهُ - عَنْ - ضَيْفِهِ - فَطَمَسْنَا - أَعْيُنَهُمْ

تحقیق طلب کیا اس سے اس کے مہمانوں کو پس مٹا ڈالیں ہم نے آنکھیں ان

فَذُوقُوا - عَذَابِي - وَنُذُرِ (۳۷)

کی پس چکھو عذاب میرا اور ڈرانا میرا

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ (۳۳) إِنَّا أَرْسَلْنَا

لوط کی قوم نے ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا ہم نے ان پر پتھر برسانے

عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُمْ

والی آندھی بھیجی سوا لوط کے گھر کے ان کو ہم نے

بِسَحَرٍ (۳۴) نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَٰلِكَ

بچا دیا پچھلی رات سے اپنے فضل سے ہم یوں ہی

نَجْزِي مَنْ شَكَرَ (۳۵) وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ

بدلہ دیتے ہیں اسے جو حق مانے اور وہ انہیں ہماری پکڑ

بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (۳۶) وَلَقَدْ

سے ڈرا چکا تھا پھر ٹھکرانے لگے ڈرانے کو اور اس سے

رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ

اس کے مہمانوں کو لینے لگے پس ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں

فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ (۳۷)

اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا

نذر (ڈراوے) اس کے بعد ونف کی وجہ سے یائے متکلم گر گئی - اسی طرح پہلی آیتوں میں بھی ہوا - لیکن اس کے معنی باقی رہے ۔

ارشاد ہے کہ لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی اسی طرح ڈھٹائی پہ کمر باندھی، انہوں نے لوط علیہ السلام کا کہنا نہ سنا اور اللہ کی طرف سے ڈرانے والے جو کہتے چلے آئے تھے اسے جھوٹ سمجھا - آخر ان پر اللہ کا عذاب آیا - لوط علیہ السلام سے کہہ دیا گیا - کہ صبح ہوتے ہوتے اس شہر سے باہر چلے جاؤ اور اپنے گھر کے لوگوں کو ساتھ لیتے جاؤ، اللہ نے اپنے فضل سے انہیں بچا لیا - کیوں کہ وہ اللہ کے فرمانبردار اور شکر گذار بندے تھے اور جو اللہ کا شکر کرتا رہے، اسے اللہ مصیبتوں سے نجات دیتا ہے ۔

لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھانے میں کوئی کسر نہ رکھی - لیکن وہ ان کے ڈراوے کو خاطر میں نہ لائے - اور اس میں حجتیں کرنے لگے، انہوں نے چاہا اور کوشش کی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کو جو انسان کی صورت میں فرشتے تھے ان سے چھین لیں - ہم نے ان کی آنکھیں چپٹ کر دیں اور وہ اندھے ہو کر ادھر ادھر دھکے کھاتے پھرے، پھر ان کو عذاب نے آ پکڑا اور ان کا وہی انجام ہوا جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا ۔

منکروں کا انجام (۵)

وَلَقَدْ ـ صَبَّحَهُمْ ـ بُكْرَةً ـ عَذَابٌ ـ مُّسْتَقِرٌّ (۳۸)
اور البتہ تحقیق صبح آگیا ان پر سویرے عذاب مقرر کیا ہوا
فَذُوْقُوْا ـ عَذَابِیْ ـ وَ ـ نُذُرِ (۳۹) وَلَقَدْ ـ يَسَّرْنَا
پس چکھو عذاب میرا اور ڈرانا میرا اور البتہ تحقیق آسان کر
الْقُرْاٰنَ ـ لِلذِّكْرِ ـ فَهَلْ ـ مِنْ ـ مُّدَّكِرٍ (۴۰) وَلَقَدْ
دیا ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے پس کیا ہے کوئی یاد کرنے والا اور البتہ تحقیق
جَآءَ ـ اٰلَ فِرْعَوْنَ ـ النُّذُرُ (۴۱) كَذَّبُوْا
آئے فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے جھٹلایا انہوں نے ہماری
بِاٰيٰتِنَا ـ كُلِّهَا ـ فَاَخَذْنٰهُمْ ـ اَخْذَ ـ عَزِيْزٍ
نشانیوں کو پس پکڑا ہم نے انہیں پکڑنا زبردست
مُّقْتَدِرٍ (۴۲) اَكُفَّارُكُمْ ـ خَيْرٌ ـ مِّنْ ـ اُولٰٓئِكُمْ
قابو کرنے والے کا کیا انکار کرنیوالے تمہارے بہتر ہیں ان سے
اَمْ ـ لَكُمْ ـ بَرَآءَةٌ ـ فِى الزُّبُرِ (۴۳)
یا تمہارے لیے معافی نامہ ہے کتابوں میں۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (۳۸)
اور صبح سویرے ان پر عذاب پڑا جو ٹھہر چکا تھا
فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ (۳۹) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا
اب میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے
الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۴۰) وَلَقَدْ ع ۲
آسان کر دیا پھر ہے کوئی سوچنے والا؟ اور فرعون
جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ (۴۱) كَذَّبُوْا
والوں کے پاس ڈرانے والے پہنچے فرعون والوں نے ہماری
بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ
نشانیوں کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں پکڑا پکڑنا
مُّقْتَدِرٍ (۴۲) اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ
زبردست کا قابو میں سے کر اب تم میں جو منکر ہیں کیا ان سب سے بہتر
اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ (۴۳)
ہیں یا تمہارے لیے فارغ خطی لکھ دی گئی ہے ورقوں میں

ارشاد ہے کہ صبح سویرے ان پر عذاب آپڑا اور یہ عذاب ان کے واسطے پہلے ہی مقرر ہو چکا تھا۔ یعنی اگر سمجھانے بجھانے سے انہوں نے اپنی بری عادتوں سے توبہ نہ کی تو ان کی بستیاں اوپر اٹھا کر اوندھی ڈال دی جائیں گی اور اوپر سے ان پر پتھر برسائے جائیں گے جنہیں ہوا اڑا کر لائے گی یہی عذاب تھا جو ان کے لیے مقرر ہو چکا تھا۔ اور یہی وہ مصیبت تھی، جس سے انہیں ڈرایا جا رہا تھا، اب اسے چکھو اور اپنے کیے کی سزا بھگتو۔

ارشاد ہے کہ قرآن کے اندر ایسی ہی عبرتناک باتیں کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں جن کا سمجھنا مشکل نہیں، جو ذرا دھیان لگائے گا بات پالے گا البتہ جو سنے ہی نہیں اور دھیان ہی نہ دے تو اس کا کیا علاج۔ آگے ارشاد ہے کہ اس طرح مصر کے فرعون کے لوگوں نے سرکشی اختیار کی اور غلط راستے پر چل پڑے۔ ان کے پاس ڈرانے والے آئے۔ اور ان کی تنبیہہ کے لیے انہیں بہت سی نشانیاں دکھائی گئیں۔ لیکن انہوں نے سب کو جھوٹا کہہ کر ٹال دیا۔

آخر ہم نے انہیں سخت سزا دی اور فرعون اور اس کے سارے اہلی موالی دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ کیا اس وقت جو انکار پر تلے ہوئے ہیں وہ ان سے زیادہ طاقتور ہیں، یا ان کے پاس کوئی لکھی ہوئی سند موجود ہے کہ تم چاہے کچھ ہی کرو تم سے کچھ نہ کہا جائے گا۔

جتھے پر مت اِتراؤ

اَمْ - يَقُوْلُوْنَ - نَحْنُ - جَمِيْعٌ - مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾
کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم اکٹھے ہیں غالب رہنے والے
سَيُهْزَمُ - الْجَمْعُ - وَيُوَلُّوْنَ - الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ
عنقریب شکست کھائے گی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے یہ لوگ بلکہ
السَّاعَةُ - مَوْعِدُهُمْ - وَالسَّاعَةُ - اَدْهٰى - وَ
قیامت وعدہ کا وقت ہے ان کا اور قیامت زیادہ مصیبت والی ہے اور
اَمَرُّ ﴿٤٦﴾ اِنَّ - الْمُجْرِمِيْنَ - فِيْ - ضَلٰلٍ - وَّ
زیادہ کڑوی تحقیق گنہ گار غلطی میں ہیں اور
سُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ - يُسْحَبُوْنَ - فِي النَّارِ
پاگل پن میں جس دن گھسیٹیں جائیں گے آگ میں
عَلٰى وُجُوْهِهِمْ - ذُوْقُوْا - مَسَّ - سَقَرَ ﴿٤٨﴾
اپنے مونہوں کے بل چکھو چھوت آگ کی
اِنَّا - كُلَّ - شَيْءٍ - خَلَقْنٰهُ - بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾
تحقیق ہم ہر چیز پیدا کیا ہم نے اسے ساتھ خاص اندازے کے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾
کیا کہتے ہیں ہم سب کا مجمع ہے بدلہ لینے والا
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ
اب مجمع شکست کھائے گا اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بلکہ
السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ
ان کے وعدہ کا وقت قیامت ہے اور وہ گھڑی بڑی
اَمَرُّ ﴿٤٦﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ
آفت ہے اور بڑی کڑوی بیشک گنہ گار غلطی میں پڑے ہیں اور
سُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ
سودا میں جس دن آگ میں اوندھے منہ گھسیٹے
عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾
جائیں گے چکھو مزہ آگ کا
اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾
ہم نے ہر چیز پہلے ٹھہرا کر بنائی

وقف لازم

اَدْهٰى (زیادہ مصیبت والی) افعل تفضیل ہے د۔ ہ۔ ی سے دَاهِيَةٌ کے معنی مصیبت ادھی اس سے بڑھ کر مصیبت اَمَرُّ (زیادہ کڑوا) اَفْعَل تفضیل ہے م۔ ر۔ ر۔ سے مُرٌّ کے معنی کڑوا۔ اَمَرُّ اور بھی بڑھ کر کڑوا۔ یعنی دنیا کی مصیبت اور دکھ تو اس کے آگے ہے جو آخرت میں پلّے پڑے گا۔

ارشاد ہے کہ اس پر مغرور نہ ہونا۔ کہ ہماری جماعت بہت بڑی ہے اور ہم مقابلہ میں غالب رہیں گے یہ جماعت تو عنقریب تتر بتر ہونے والی ہے اور یہ سب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ چنانچہ غزوہ بدر اور احزاب میں یہی ہوا۔

ارشاد ہے کہ اس کے بعد پھر قیامت کا دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ مصیبت سے بھرا اور کہیں زیادہ ناگوار ہوگا۔ سنو یہ لوگ جو اس وقت بدی سے باز نہیں آتے گمراہ لوگ ہیں اور اپنی دھن میں پاگل بنے ہوئے ہیں انھیں کچھ نہیں سوجھتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے جس دن آگ میں منہ کے بل ڈال کر انھیں گھسیٹا جائے گا اس دن ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ ان سے کہا جائے گا لو اب چکھو آگ کی لپٹیں اور تیزی۔ یقین جانو کہ یہ سب باتیں ہو کر رہیں گی ہمارے علم میں ہر چیز کا اندازہ اور نقشہ وضع قطع اور ظاہر ہونے کا وقت سب کچھ پہلے سے موجود ہے اور سب کچھ اسی کے مطابق ہو کر رہے گا۔

جزا سزا مقرر ہو چکی ہے

وَمَا ۔ اَمْرُنَا ۔ اِلَّا ۔ وَاحِدَۃٌ ۔ كَلَمْحٍ ۔ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾
اور نہیں حکم ہمارا مگر ایک کلمہ جیسے جھپکانا آنکھ کا
وَلَقَدْ ۔ اَهْلَكْنَآ ۔ اَشْيَاعَكُمْ ۔ فَهَلْ ۔ مِنْ
اور البتہ تحقیق تباہ کر دیئے ہم ساتھی تمہارے پس کیا ہے کوئی
مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ ۔ فَعَلُوْهُ ۔ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾
یاد کرنے والا اور ہر چیز کہ کیا انہوں نے اس کو ورقوں میں ہے۔
وَكُلُّ ۔ صَغِيْرٍ ۔ وَّكَبِيْرٍ ۔ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ
اور ہر چھوٹا اور بڑا پہلے ہی لکھا ہوا ہے تحقیق
الْمُتَّقِيْنَ ۔ فِيْ جَنّٰتٍ ۔ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ
احتیاط کرنے والے بیچ باغوں اور نہروں کے ہیں بیچ
مَقْعَدِ ۔ صِدْقٍ ۔ عِنْدَ ۔ مَلِيْكٍ ۔ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾
ٹھکانے مضبوط کے نزدیک بادشاہ قدرت والے کے

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾
ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے جیسے نگاہ کی ایک جھپک
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ
اور ہم تمہارے ساتھ والوں کو برباد کر چکے ہیں پھر ہے کوئی
مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾
سوچنے والا اور جو چیز انہوں نے کی ہے وہ ورقوں میں لکھی گئی
وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ
اور ہر چھوٹا اور بڑا لکھا جا چکا جو
الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ
لوگ ڈرنے والے ہیں باغوں میں ہیں اور نہروں میں سچی
ع ۳ ۱۵ ۱۰ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾
بیٹھک میں بیٹھے اس بادشاہ کے نزدیک جس کا سب پر قبضہ ہے

امر (حکم) کے بہت سے معنی ہیں۔ حکم، کام، بات یہاں یہ سب مراد ہو سکتے ہیں لَمْحٌ (دیکھنا) اس کے معنی کسی کی طرف نگاہ کرنے کے ہیں یہاں مراد پلک جھپکنا ہے۔ ب کے ساتھ متعدی ہو گیا۔ یعنی آنکھ جھپکانے۔ جیسے چشم زدن کہتے ہیں مَقْعَدِ صِدْقٍ (سچائی کا مقام) مراد یہ ہے کہ وہ اصلی جگہ ہو گی، کوئی مصنوعی یا بناوٹی چیز نہ ہو گی۔ صدق کے معنی ہیں ٹھوس۔ اصلی غیر مصنوعی۔ جو محض دکھاوے کے لیے نہ بنائی گئی ہو جیسے جلسوں وغیرہ میں بڑی بڑی جگہیں بنا دیتے ہیں، ادھر جلسہ ختم ہوا اور ادھر جگہ غائب ۔

ارشاد ہے کہ ہمارے علم میں ہر چیز کی شکل و صورت، جگہ، وقت سب سے پہلے ہی موجود ہے جب وقت آتا ہے تو ہم فقط ایک لفظ کُن کہہ دیتے ہیں اور وہ ہو جاتی ہے بالکل ایسے جیسے آنکھ جھپکائی اور جو سامنے تھا ایک دم نظر آ گیا۔ اسی طرح ہم نے ایک دفعہ کُن کہا اور اسی وقت جو ہونا تھا ہو گیا۔ تم ہمارے علم اور قدرت کا انکار کرتے ہو، حالانکہ ہم نے تمہارے ہم خیال دم بھر میں تباہ کر ڈالے۔ اگر اب کوئی اس سے سبق حاصل نہ کرے تو اس کا کیا علاج۔ خوب سمجھ لو کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں برابر نامۂ اعمال میں لکھا جا رہا ہے اور ایک ان کے اعمال ہی کیا ہر چھوٹی یا بڑی اور ہر کام چھوٹا ہے یا بڑا پہلے ہی لکھا ہوا موجود ہے اس کے مطابق پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں کے درمیان رہیں گے اور جو ان کی جگہ ہو گی، وہ واقعی اور مستقل ہو گی اور وہ اس شہنشاہ کے قریب ہوں گے۔ جو سب سے زیادہ قوت اور قدرت والا ہے ۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ

ترتیب کے لحاظ سے قرآن کی پچپنویں سورت ہے اور اس کے تین رکوع ہیں، مکہ کے ابتدائی زمانہ قیام میں نازل ہوئی۔اس کا نام رحمٰن ہے۔ جو اللہ عزّ وجل کا نام ہے اور اس میں اس نام کی برکتیں اور تاثیریں ، جو سارے جہان میں پھیلیں ہیں بہ تفصیل گنوائی گئی ہیں یہ سورت ان کافروں کے جواب میں نازل ہوئی۔ جن سے کہا گیا تھا، کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ انہوں نے کہا۔ ہم رحمٰن سے واقف نہیں۔ تیرے کہنے سے کیسے سجدہ کرلیں۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ کہ کبھی تو تُو اللہ کی عبادت کا اور اسے سجدہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور کبھی کہتا ہے۔ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جسے تُو کہے ہم اسی کو سجدہ کرنے لگیں ۔

سورہ بنی اسرائیل میں ان سے کہا گیا کہ اللہ اور رحمٰن دونوں اللہ ہی کے نام ہیں اور یہ بھی کہا اس کے اور بھی بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔ اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ سارا جہان اللہ ہی کی رحمت کا ظہور ہے۔ دیکھو اس کی رحمت کی نشانیاں ہم تمہیں گنوا دیتے ہیں۔ دنیا میں اے آدمیوں اور جنوں تم ہی دو سمجھ دار اور ذمہ دار مخلوق ہو۔ کیا تم اپنی سمجھ سے کام لیتے ہوئے اللہ کی ان رحمتوں کی نشانیوں میں سے کسی نشانی کا انکار کر سکتے ہو؟ سنو یہ رحمٰن ہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔ انسان کو بولنا سکھایا۔ سورج چاند ایک مقرر طریقے سے بنائے، چھوٹے بڑے پودے اور درخت اُگائے۔ دنیا کا نظام عدل اور انصاف پر قائم کیا۔ ترازو عدل کی علامت بنائی۔ تاکہ لین دین کے وقت مول تول میں کمی زیادتی نہ ہو۔ زمین میں بہت سے مزیدار پھل، خوشبودار پھول اور غلّہ اور جانوروں کا چارہ اگایا۔ ان میں سے تم کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ انسان کی پیدائش پر غور کرو۔ جنوں کی خلقت کو سوچو۔ نظامِ عالم پر غور کرو۔ سمندر اور دریاؤں کو دیکھو۔ دونوں ملتے ہیں۔ مگر ہر ایک کے پانی کا مزا الگ الگ ہے۔ ان میں سے، موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں ان کے اوپر چلتی ہیں، پھر ہر ایک چیز کی شکل اور حالت بدلتی رہتی ہے۔ اس سے فنا کا سبق سیکھو دنیا میں ہر چیز کو اس کی ضرورت کی چیزیں اللہ ہی دیتا ہے۔ تم دنیا میں کوئی اس کا بنایا ہوا قانون نہیں توڑ سکتے، آخرت میں تم سب کو اپنے اپنے کاموں کا بدلہ ملے گا۔ اس لئے جنت اور دوزخ دونوں بنا رکھی ہیں۔ اچھے لوگ جنت میں اور بُرے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ جنت میں عیش و عشرت کا سارا سامان موجود ہوگا۔ اور دوزخ الگ دہک رہی ہوگی اور اس میں شرارے اڑ رہے ہوں گے۔ اب بتاؤ کہ تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت کا انکار کرو گے، ہر چیز اپنی جگہ پر اور ہر انتظام اپنے موقعہ پر موجود ہے۔ یہ اللہ کی رحمت کا ظہور ہے، عظمت اور بڑائی اسی کے لیے ہے۔

لہٰذا اسی کے آگے جھکو ۔۔۔! ۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

اللہ کی رحمت کا ظہور

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ
رحمٰن نے سکھایا قرآن پیدا کیا
الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴ اَلشَّمْسُ
انسان کو سکھایا اس کو بولنا سورج
وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ
اور چاند ساتھ ایک حساب کے ہیں اور گھاس اور درخت
يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷
سجدہ کرتے ہیں اور آسمان بلند کیا اس کو اور قائم کی ترازو
اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ
کہ نہ گڑبڑ کرو ترازو میں اور قائم کرو وزن کو
بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ
ساتھ انصاف کے اور نہ گھٹاؤ تول اور زمین
وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ
رکھا اس کو واسطے مخلوق کے اس میں میوہ ہے اور کھجوریں
ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ
غلاف والی اور دانے اور بھس والے
وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳
اور پھول خوشبودار پس کونسی نعمتیں اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ
رحمٰن نے سکھایا قرآن بنایا
الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴ اَلشَّمْسُ
آدمی پھر سکھلایا اس کو بات کرنا سورج
وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ
اور چاند کے لیے ایک حساب ہے اور جھاڑ اور درخت
يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷
سجدہ میں مشغول ہیں اور آسمان کو اونچا کیا اور ترازو رکھی
اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ
کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں اور سیدھی ترازو تولو
بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ
انصاف سے اور تول کر گھٹاؤ مت اور زمین
وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ
کو بچھایا خلق کے واسطے اس میں میوہ ہے اور کھجوریں
ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ
جن کے میوہ پر غلاف ہیں اور اس میں اناج ہے جس کے ساتھ بھس
وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳
ہے اور پھول خوشبودار اور پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے

بِحُسْبَانٍ ۔ رفتار کے ساتھ (یعنی ان کا نکلنا۔ چھپنا۔ بڑھنا۔ گھٹنا سب ایک ہی قاعدے اور حساب سے ہے) النَّجْمُ بے تنا کی روئیدگی، گھاس پھونس جھاڑ وغیرہ اَلْعَصْفُ چھلکا۔ بھوسہ اَكْمَام۔ كِمٌّ کی جمع ہے۔ میوہ کے اوپر کا غلاف۔ چھلکا۔

ارشاد ہے کہ اللہ ہی رحمٰن ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی انسان کو بنایا اور اسے بولنا سکھایا۔ سورج چاند قاعدے سے بندھے ہیں چھوٹے بڑے درخت اسی کے آگے جھکتے ہیں اور اس کے مقرر کیے ہوئے قاعدے کے پابند ہیں آسمان کو بلند کیا اور اس کے اجزا کو برابر تول دیا تاکہ تم بھی اسی طرح ترازو سے تول کر کام کرو اور تول میں زیادتی یا کمی نہ کرو۔ زمین کو مخلوق کیلیے بچھا دیا اور اس میں میوے کھجوریں غلاف دار اور غلہ بھوسے والا اور خوشبو والے پھول پیدا کر دیئے۔ اب تم انسانوں اور جنوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے۔

پیدائش

خَلَقَ ۔ الْاِنْسَانَ ۔ مِنْ ۔ صَلْصَالٍ ۔ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾
پیدا کیا انسان کو بجتی مٹی سے مانند ٹھیکری کے
وَخَلَقَ ۔ الْجَآنَّ ۔ مِنْ مَّارِجٍ ۔ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾
اور پیدا کیا جن کو شعلہ سے آگ کے
فَبِاَیِّ ۔ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ ۔ الْمَشْرِقَیْنِ
پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں مالک دو مشرق کا
وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ ۔ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
اور مالک دو مغرب کا پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی جھٹلاؤ
تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ ۔ الْبَحْرَیْنِ ۔ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾
گے تم دونوں جاری کیے دو دریا کہ ملتے جلتے ہیں
بَیْنَهُمَا ۔ بَرْزَخٌ ۔ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ
درمیان ان کے ایک آڑ ہے کہ نہیں توڑنے پاتے دونوں پس کیا کیا
اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا ۔ تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾
نعمتیں رب اپنے کی جھٹلاؤ گے تم دونوں

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾
بنایا آدمی کو کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا
وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾
اور بنایا جن کو آگ کی لپٹ سے
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ
پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں مالک دو مشرق
وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
اور مالک دو مغرب کا پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب
تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾
کی جھٹلاؤ گے دونوں چلائے دو دریا مل کر چلنے والے
بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ
ان دونوں میں ہے ایک پردہ تاکہ ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾
پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

صَلْصَال (خشک مٹی) ایسی سوکھی جو کھن کھن بجے فَخَّار ٹھیکرا۔ مَارِج خالص شعلہ جس میں دھواں نہ ہو مَشْرِقَیْن یعنی گرمی اور سردی کے الگ الگ سورج نکلنے کی جگہ مَرَجَ (جاری کیا) ماضی کا صیغہ ہے م۔ ر۔ج سے مَرْجٌ کے معنی چھوڑ دینا۔ آزادی سے بہنے دینا بَرْزَخٌ (روک) دو چیزوں کے درمیان آڑ جو دونوں کو الگ الگ رکھے ۔

اللہ عزوجل نے انسان کو اور جن کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ اس کی عبادت کریں، عبادت کے معنی ہیں اللہ کو پہچان کر اس کے سامنے جھکیں۔ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب اسی کے لیے ہے کہ انہیں دیکھ کر اللہ کو پہچانیں۔ کہ اس نے یہ سب چیزیں ہمارے فائدے کے لیے پیدا کیں اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اسی لیے ہو رہا ہے کہ اللہ کی قدرت دیکھ کر انسان اور جن اس کا اقرار کریں اور اس پر ایمان لا کر اس کی مرضی کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کریں۔ انسان اور جن کو اسی لیے پیدا کیا، اور دونوں کی پیدائش الگ چیزوں سے ہوئی۔ انسان کو مٹی سے اور جن کو آگ کے خالص شعلہ سے بنایا، پھر ہر موسم میں سورج کو الگ الگ جگہوں سے نکالا اور چھپایا تاکہ موسم کی تبدیلیوں سے زمین میں مختلف چیزیں پیدا ہوں، پانی کو میٹھا اور کھاری بنایا۔ تاکہ دونوں سے مختلف قسم کے فائدے حاصل ہوں اور سمندر میں دونوں قسم کے پانی موجود ہیں لیکن وہ ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ہمیں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے ۔

دریا کے فائدے

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾
نکلتے ہیں ان دونوں میں سے موتی اور مونگا
فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ
پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم اور اسی کے ہیں
الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ
جہاز کھڑے ہوئے دریا میں مانند پہاڑوں کے پس کیا
اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا
کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم ہر شخص جو زمین پر ہے
فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ
فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گا چہرہ تیرے رب کا جو بزرگی
وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾
اور عظمت والا ہے پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾
نکلتا ہے ان دونوں میں سے موتی اور مونگا
فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ
پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور اسی کے
الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ
ہیں جہاز اونچے کھڑے دریا میں جیسے پہاڑ پھر کیا کیا
اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا
نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے جو کوئی زمین پر ہے
فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ
فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی ذات تیرے رب کی بزرگی
وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾
اور عظمت والی پس کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

اَلْمُنْشَئٰتُ (بلند کئے ہوئے) مُنْشَاَۃٌ کی جمع جو اسم مفعول مؤنث ہے اِنْشَا سے جس کا مادہ ن۔ش۔ء نَشَاءٌ کے معنی بڑھنا۔ اونچا ہونا اِنْشَا کے معنی بڑھانا۔ اونچا کرنا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ اَعْلَام (پہاڑ) عَلَمٌ کی جمع ہے جھنڈا پہاڑ۔ وَجْہٌ (چہرہ) وہ حصہ جو سامنے نظر آئے اور سب چیزوں کو ڈھانک لے اس سے مراد ذات کا ظہور ہے۔

انسان دنیا کی ظاہری چیزوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میری ہیں اور میرے فائدے کے لیے ہیں، اس لیے میں ان کے لینے کی کوشش کروں گا اور کسی اور کو نہ لینے دوں گا مگر جب کہ وہ مجھ سے مانگے یہی وہ خیال ہے جو آخر کار انسان کی تباہی کا باعث ہوگا۔ قرآن حکیم اس خیال سے انسان کو ہٹانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اے انسان انہیں دیکھ کر اللہ کی پہچان اور اس کی بندگی میں لگ جا۔ اس سورت میں خاص اسی بات پر زور دیا گیا ہے۔ جو کچھ ہے، اللہ نے انسان کے فائدے کے لیے بنایا ہے، ان چیزوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے رب کا احسان ماننا اور اس کا شکر ادا کرنے میں لگے رہنا چاہیئے۔

ارشاد ہے کہ دریا اور سمندر سے موتی اور مونگا نکلتا ہے اور بڑے بڑے اونچے پہاڑ کی طرح کے جہاز ان پر کھڑے ہیں، یہ سب لے انسان تیرے فائدہ کے لیے ہیں۔ لیکن ان میں دل نہ لگا اور اپنے رب کو یاد رکھ ایک دن یہ سارے جاندار فنا ہو جائیں گے اور فقط اللہ کی عظمت اور بڑائی باقی رہے گی۔

مخلوق کی بے بسی

يَسْئَلُهٗ ۔ مَنْ ۔ فِي السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ۔ كُلَّ
سوال کرتے ہیں اس سے جو ہیں آسمانوں میں اور زمین میں ہر وقت
يَوْمٍ ۔ هُوَ ۔ فِيْ شَاْنٍ ۲۹ فَبِاَيِّ ۔ اٰلَاۗءِ ۔ رَبِّكُمَا
وہ کسی نہ کسی کام میں ہے پس کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ۳۰ سَنَفْرُغُ ۔ لَكُمْ ۔ اَيُّهَ ۔ الثَّقَلٰنِ ۳۱
جھٹلاؤ گے تم عنقریب فارغ ہو جائیں گے ہم تمہارے لیے اے جن و انس
فَبِاَيِّ ۔ اٰلَاۗءِ ۔ رَبِّكُمَا ۔ تُكَذِّبٰنِ ۳۲ يٰمَعْشَرَ
پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم اے گروہ
الْجِنِّ ۔ وَالْاِنْسِ ۔ اِنِ ۔ اسْتَطَعْتُمْ ۔ اَنْ
جن کے اور انسان کے اگر ہو سکے تم سے کہ
تَنْفُذُوْا ۔ مِنْ ۔ اَقْطَارِ ۔ السَّمٰوٰتِ
باہر چلے جاؤ کناروں سے آسمانوں کے
وَالْاَرْضِ ۔ فَانْفُذُوْا ۔ لَا تَنْفُذُوْنَ ۔ اِلَّا ۔ بِسُلْطٰنٍ ۳۳
اور زمین کے تو باہر چلے جاؤ نہیں نکل سکو گے مگر ساتھ پروانہ راہداری کے

يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ
جو کوئی آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اسی سے مانگتے ہیں، ہر روز
يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۲۹ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا
اس کا ایک کام ہے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ۳۰ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۳۱
کی جھٹلاؤ گے ہم جلد فارغ ہونے والے ہیں تمہارے لیے اے دو بھاری قافلو!
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۳۲ يٰمَعْشَرَ
پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اے
الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ
جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم سے ہو سکے
تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے
وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۳۳
نکل بھاگو تو نکل بھاگو نہیں نکل سکو گے بغیر سند کے

یَوْم دن۔ اس کے معنی وقت کے بھی ہیں اور وقت کے حصہ کے بھی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔
شَاْن (حال۔ ضروری کام) شأن کے معنی بہت سے ہیں، یہاں مراد کام ہے۔ یعنی اللہ ہر وقت نئی تجلی فرماتا رہتا ہے اور نت نئے کام انجام دیتا رہتا ہے۔ ثَقَلَانِ (دو بڑی بھاری مخلوق) ثَقَلٌ کا تثنیہ ہے، جس کے معنی ہیں کوئی نفیس یا اہم چیز۔ یہاں ثقلان سے مراد آدمی اور جن ہیں جو ذمہ دار ہونے کی وجہ سے دو اہم مخلوق ہیں۔
ارشاد ہے کہ زمین و آسمان میں جتنی زندہ مخلوق ہے سب اپنی اپنی ضرورتوں کے لیے اس کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اور وہ ہر وقت ان کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے اور ہر لمحہ اس کا نیا کام ہے، مارنا، جلانا، بیمار کرنا، تندرست کرنا، بڑھانا، گھٹانا، کسی سے لینا، کسی کو دینا یہ سب اللہ کی شانیں ہیں، اس کے بعد دنیا کے کام ایک دن ختم ہو جائیں گے اور اللہ عزوجل نئی شانوں سے جلوہ گر ہوگا، حساب، کتاب، جزا سزا کا دور شروع ہوگا اور وہاں اللہ کی اور ہی شان نظر آئے گی۔ اس کے بعد سارے جنوں اور انسانوں کو ارشاد ہے کہ آسمان اور زمین پر ہر جگہ ہماری حکومت ہے۔ تم میں سے کسی میں بھی یہ طاقت نہیں کہ ہماری حکومت کی سرحد سے باہر چلا جائے۔ اگر کسی کا خیال ہو کہ وہ آسمان اور زمین کی حد سے باہر نکل سکتا ہے تو وہ کوشش کر کے دیکھ لے اور باہر نکل جائے۔

قیامت کی سختیاں

فَبِاَيِّ - اٰلَآءِ - رَبِّكُمَا - تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ
پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم چھوڑ دیئے جائیں گے
عَلَيْكُمَا - شُوَاظٌ - مِّنْ - نَّارٍ ڏ وَّ نُحَاسٌ
تم پر شعلے آگ کے اور دھواں
فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ - اٰلَآءِ - رَبِّكُمَا
پس نہ بدلہ لے سکو گے تم پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا - انْشَقَّتِ - السَّمَآءُ
جھٹلاؤ گے تم دونوں پس جب پھٹ جائے آسمان ج
فَكَانَتْ - وَرْدَةً - كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾
پس ہو جائے سرخ جیسے رنگا ہوا چمڑا
فَبِاَيِّ - اٰلَآءِ - رَبِّكُمَا - تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾
پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ
پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم پر
عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ
آگ کے صاف اور دھواں ملے ہوئے شعلے چھوڑیں جائیں
فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
گے پھر تم بدلہ نہیں لے سکتے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب
تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ
کی جھٹلاؤ گے پھر جب آسمان پھٹ جائے گے
فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾
تو ہو جائے گلابی جیسے نری
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾
پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۔

شُوَاظٌ (شعلہ) دھوئیں کے صاف شعلہ کو کہتے ہیں، اس کا مادہ ش - و - ظ ہے شَوْظٌ کے معنی بھڑکنے کے ہیں نُحَاسٌ شعلہ کے ساتھ کا دھواں، اس کا مادہ ن - ح - س نحس، گھٹیا چیز کو کہتے ہیں اسی سے نحاس بنا ہے (تانبا) جو سونے چاندی سے گھٹیا اور دھواں جو شعلہ سے گھٹیا ہے۔ دِھَان سرخ رنگا ہوا چمڑہ - نری - اس کا مادہ د - ھ - ن دھن چکنائی اور تیل کو کہتے ہیں دِھَان وارنش کیا ہوا یا کمایا ہوا اور سرخ رنگا ہوا چمڑا

ارشاد ہے کہ چاہے جتنی کوشش کرلو تم آسمان اور زمین کے کناروں سے باہر نہیں نکل سکتے۔ جب تک ہماری اجازت نہ ہو، زور اور بل کے سہارے باہر کوئی نہیں جا سکتا کیونکہ ہم سے زیادہ زور آور نہیں ہے ۔

آگے ارشاد ہے کہ سرکش لوگوں پر خواہ وہ جن ہوں یا آدمی آگ کے بھڑکتے ہوئے خالص شعلے چھوڑے جائیں گے ، اور دھواں بھی ان کے گرد بھر جائے گا اور ان سے نہ وہ بچ سکیں گے اور نہ وہ بدلہ لے سکیں گے ۔

ارشاد ہے کہ یہ آسمان ایک دن پھٹ جائے گا اور اس کا رنگ رنگے ہوئے چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ اور ان سزاؤں کی خبر بھی تمہارے حق میں نعمت ہے تاکہ ان کی پریشانی سے بچنے کا سامان کرلو۔ پھر اللہ کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے، تم ہر طرح کی نعمتوں سے گھرے ہوئے ہو ۔

بچنے کا سامان کر لو

فَيَوْمَئِذٍ ۔ لَّا يُسْئَلُ ۔ عَنْ ۔ ذَنْۢبِهٖٓ ۔ اِنْسٌ
پس اس دن جب یہ ہوگا نہ پوچھے جائیں گے اپنے گناہوں کی بابت آدمی
وَّلَا ۔ جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ ۔ اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا ۔ تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾
اور نہ جن پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم
يُعْرَفُ ۔ الْمُجْرِمُوْنَ ۔ بِسِيْمٰهُمْ ۔ فَ ۔ يُؤْخَذُ
پہچانے جائیں گے مجرم لوگ اپنی شکل سے پس پکڑے جائیں
بِالنَّوَاصِيْ ۔ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ ۔ اٰلَآءِ
گے ساتھ پیشانی کے بالوں کے اور پاؤں کے پس کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا ۔ تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ ۔ جَهَنَّمُ ۔ الَّتِيْ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم یہ جہنم ہے کہ
يُكَذِّبُ ۔ بِهَا ۔ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ
جھوٹ قرار دیتے تھے اس کو مجرم لوگ گھومیں گے وہ
بَيْنَهَا ۔ وَبَيْنَ ۔ حَمِيْمٍ ۔ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ
درمیان اس کے اور درمیان کھولتے گرم پانی کے پس کیا کیا
اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا ۔ تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾
نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ
پھر اس دن کسی آدمی سے اور جن سے اس کے گناہوں کی
وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾
پوچھ نہ ہوگی پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے
يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ
گنہگار اپنے چہرے سے پہچانے جاتیں گے پھر پکڑا جائے گا
بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
پیشانی کے بالوں سے اور پاؤں سے پھر کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے یہ دوزخ ہے جسے گنہگار
يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ
جھوٹ بتاتے تھے۔ پھریں گے وہ
بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ
اس کے اور کھولتے پانی کے درمیان پھر کیا کیا
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾
نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

نَوَاصِيْ (پیشانی کے بال) نَاصِيَةٌ کی جمع ہے پیشانی کو اور اس کے بڑھے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں۔ اٰنٍ (انتہائی گرم کھولتا ہوا) اس کا مادہ ا۔ ن۔ ی ہے اَنْیٌ کے معنی سخت گرم ہونا اٰنی اسی سے اسم فاعل ہے، وقف کی وجہ سے ی گر گئی۔

ارشاد ہے کہ قیامت میں بدکاروں کے چہرے اور حلیہ ہی سے ظاہر ہو جائے گا کہ یہ مجرم ہیں اس کے لیے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی البتہ الزام قائم کرنے کے لیے ان سے سوال ہوگا، کسی کی پیشانی کے بال اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر کھینچے ہوئے دوزخ میں جھونک دیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ لو یہ ہے وہ دوزخ، جسے تم دنیا میں ایک جھوٹی اور بناوٹی چیز سمجھتے تھے۔ پھر وہ کبھی دوزخ کی آگ میں جلیں گے اور کبھی کھولتے ہوئے پانی میں گھومیں گے۔ ان باتوں سے ہم تمہیں ابھی سے خبردار کیے دیتے ہیں، تاکہ ان سے بچنے کا سامان کر لو اور یہ اطلاع تمہارے لیے ایک نعمت ہے۔ پھر اللہ کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے۔

اچھوں کا انجام

وَلِمَنْ ۔ خَافَ ۔ مَقَامَ ۔ رَبِّهٖ ۔ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾
اور واسطے اس کے جو ڈرا کھڑا ہونے سے سامنے اپنے رب کے دو باغ ہیں
فَبِاَیِّ ۔ اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا ۔ تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ
پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم بہت سی
اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَیِّ ۔ اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا ۔ تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾
شاخوں والے پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم
فِیْهِمَا ۔ عَیْنٰنِ ۔ تَجْرِیٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَیِّ ۔ اٰلَآءِ
ان دونوں میں دو چشمے ہیں جو بہتے ہیں پس کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِیْهِمَا ۔ مِنْ ۔ كُلِّ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم ان دونوں میں ہر
فَاكِهَةٍ ۔ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَیِّ ۔ اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا
میوہ کی دو قسم ہیں پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ ۔ عَلٰی ۔ فُرُشٍۭ
جھٹلاؤ گے تم تکیہ لگائے ہوئے بچھونوں پر
بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ
استر ان کے سبز ریشم کے اور پھل دونوں باغوں کے
دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَیِّ ۔ اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا ۔ تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾
قریب ہوں گے پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾
اور جو کوئی اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ
ہیں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے جن میں بہت
اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾
سی شاخیں ہیں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔
فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
ان دونوں میں دو چشمے بہتے ہیں پھر کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان دونوں میں ہر میوہ
فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
قسم قسم کا ہوگا پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب
تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ
کی جھٹلاؤ گے بچھونوں پر جن کے استر
بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ
اطلس کے ہوں گے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور میوہ ان
دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾
باغوں کا جھک رہا ہوگا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

ذَوَاتَانِ (والیاں) ذات کا تثنیہ ہے افنان کی طرف مضاف ہے جو فَنَنٌ کی جمع ہے فَنَنٌ ٹہنی۔ شاخ۔ اسی لیے اس کا نون گر گیا ذَوَاتَا اَفْنَانٍ ہو گیا جس کے معنی ہیں شاخوں والے بطائن (استر) بِطَانَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا مقابل ظِهَارَةٌ ہے جس کے معنی اَبرا ہیں اِسْتَبْرَقٌ تافتہ ایک قسم کا ریشمی دبیر کپڑا۔ برے کام کرنے والوں کا ذکر پہلے ہو چکا۔ اب پرہیزگاروں کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ جو اللہ کے ڈر سے برے کاموں سے دنیا میں بچتے رہے ان کو دو باغ ملیں گے۔ جن میں پھیلی ہوئی شاخوں والے گھنے درخت ہوں گے، اور جن میں دو چشمے اور قسم قسم کے میوے ہوں گے۔ جنت والے ان باغوں میں مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، ان مسندوں کے استر ریشمی موٹے کپڑے کے ہوں گے، اور ظاہر ہے کہ اَبرا اور بھی بڑھیا ہوگا۔ ان دونوں باغوں کے پھل اتنے اونچے نہ ہوں گے کہ توڑنے میں دقت ہو، یہ اللہ کی نعمتیں نیک لوگوں کو ملیں گی لیکن شرط یہ ہے کہ دنیا میں اللہ پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں

پاکیزہ بیویاں

فِيْهِنَّ ۔ قٰصِرٰتُ ۔ الطَّرْفِ ۙ لَمْ ۔ يَطْمِثْهُنَّ
اس کے اندر عورتیں ہیں روکنے والی نگاہ کو نہیں ان کو چھوا کسی
اِنْسٌ ۔ قَبْلَهُمْ ۔ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ ۔ اٰلَآءِ
آدمی نے پہلے ان سے اور نہ کسی جن نے پس کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ ۔ الْيَاقُوْتُ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم جیسے کہ وہ ہیں یاقوت
وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ ۔ اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا
اور مرجان پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ ۔ جَزَآءُ ۔ الْاِحْسَانِ
جھٹلاؤ گے تم کیا بدلہ اچھے کام کرنے کا ہے
اِلَّا ۔ الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ ۔ اٰلَآءِ ۔ رَبِّكُمَا
مگر اچھا بدلہ پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾
جھٹلاؤ گے تم

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ
ان میں عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں نہ قریب پہنچا ان کے
اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
ان سے پہلے کوئی آدمی اور نہ کوئی جن پھر کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے وہ کیسی جیسے کہ لعل
وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
اور مونگا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ
جھٹلاؤ گے اور کیا بدلہ ہے نیکی کا
اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
مگر نیکی پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب
تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾
کی جھٹلاؤ گے۔

قٰصِرٰت : (روکنے والی)، قَاصِرَۃٌ کی جمع ہے، جو قَاصِرٌ کا مونث ہے، اس کا مادہ ق۔ص۔ر ہے قَصْرٌ کے معنی روک لینا۔ طَرف نگاہ قٰصِرٰتُ الطَّرف نگاہ روکنے والی یعنی نیچی نگاہ رکھنے والی عورتیں لَمْ يَطْمِثْ (نہ چھوا) مضارع منفی ہے، ط۔م۔ث سے طمث کے معنی چھونا، ٹھہرنا، قریب پہنچ جانا۔ یعنی کوئی ان کے قریب تک کبھی نہ گیا ہوگا۔ نیک مرد کی خوشی اس وقت پوری ہوتی ہے جب اس کے پاس ایسی بیوی ہو جو حیادار ہو۔ اس کے سوا کسی اور کی طرف نہ دیکھنے والی ہو۔ اس لیے جنت میں اس کی خوشی پوری کرنے کے لیے ایسی عورتیں دی جائیں گی جن کا کام صرف اپنے مرد کا خوش کرنا ہوگا۔ وہ کنواری اور حیادار ہوں گی، نہ وہ کسی اور مرد کی طرف نگاہ اٹھائیں گی اور نہ اپنے مرد کی اور بیویوں سے جھگڑیں گی۔ ان کی خوشی اپنے مرد کی خوشی میں ہوگی، وہ یاقوت اور مرجان کی طرح ہی خوش رنگ اور قابل قدر ہوں گی۔

اِحْسَان: اچھا کام کرنا۔ حُسن کا متعدی ہے۔ حُسن اچھا ہوتا ہے۔ احسان اچھا کام کرنا۔
اس کے بعد ارشاد ہے کہ دنیا میں نیک کام کرنے کا بدلہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ آخرت میں نیکوں کو انعام واکرام سے مالامال کیا جائے۔ پھر تم اپنے رب کو نہ مان کر کیوں اپنا ناس کر رہے ہو؟

(٢) دو اور باغ

وَمِنْ - دُوْنِهِمَا - جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ - اٰلَاۤءِ - رَبِّكُمَا
اور ان دو کے سوا دو باغ اور ہیں پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَيِّ - اٰلَاۤءِ - رَبِّكُمَا
جھٹلاؤ گے تم دونوں گہرے سبز پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ
جھٹلاؤ گے تم ان دونوں میں دو چشمے ہیں جوش مارتے ہوئے پس کیا کیا
اٰلَاۤءِ - رَبِّكُمَا - تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا - فَاكِهَةٌ
نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم ان دونوں میں میوے ہیں
وَّنَخْلٌ - وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ - اٰلَاۤءِ - رَبِّكُمَا
اور کھجوریں اور انار پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ - خَيْرٰتٌ - حِسَانٌ ﴿٧٠﴾
جھٹلاؤ گے تم ان میں بہت اچھی خوبصورت عورتیں ہیں
فَبِاَيِّ - اٰلَاۤءِ - رَبِّكُمَا - تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾
پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا
اور ان دو کے سوا اور دو باغ ہیں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے
تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا
رب کی جھٹلاؤ گے گہرے سبز جیسے سیاہ پھر کیا کیا نعمتیں
تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان دونوں میں دو چشمے ہیں ابلتے ہوئے پھر کیا کیا
اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ
نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں میوے ہیں
وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا
اور کھجوریں اور انار پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾
جھٹلاؤ گے ان سب باغوں میں اچھی خوبصورت عورتیں ہیں
فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾
پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم

مُدْهَآمَّتٰنِ (گہری سبز) مُدْهَامَّةٌ کا تثنیہ ہے جو ادھیمام سے اسم فاعل مونث ہے، اس کا مادہ د۔ ہ۔ م دُهْمَةٌ کے معنی سیاہی کے ہیں اسی سے اَدْهَمُ بنا ہے، جو مشکی گھوڑے کو کہتے ہیں مُدْهَامَّةٌ سے مراد یہاں گہرا سبز ہے جو دور سے کالا نظر آئے نَضَّاخَتٰنِ: زور سے اچھل کر نکلنے والا نَضَّاخَةٌ کا تثنیہ ہے جو ن۔ ض۔ خ سے مبالغہ کا صیغہ ہے نَضْخٌ کے معنی چشمہ کا زور سے ابلنا خَيْرٰتٌ (بہت اچھی) خَيْرَةٌ کی جمع ہے، ہر وہ چیز جس میں بہت سی خوبیاں ہوں۔

ارشاد ہے کہ جنتیوں کو دو مذکورہ بالا باغوں کے علاوہ دو اور باغ ملیں گے، جن میں گھنے سایہ دار درخت ہوں گے جن کی سبزی گہری ہوگی اور دو چشمے زور سے اچھل اچھل کر بہہ رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوے سے لدے پھندے درخت ہوں گے۔ کھجور اور انار کثرت ہوں گے اور ساری خوبیوں والی خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ جن کے ہونے سے تنہائی کی وحشت دور ہوگی اور باغ بھیانک نہ رہیں گے۔ صحیح ہے تنہائی میں دل کا گھبرانا لازمی ہے۔ اس لیے اس کا پہلے ہی بندوبست کر دیا گیا ہے۔ اب بتلاؤ کہ اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ اس نے تمہارے لیے ہر چیز مہیا کر دی ہے۔ پھر شکر گزار نہ ہونے کے کیا معنی —!

خوبصورت خواتین

حُوْرٌ - مَّقْصُوْرٰتٌ - فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ
خوبصورت آنکھوں والی رکی رہنے والی خیموں میں پس کیا کیا
اٰلَآءِ - رَبِّكُمَا - تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ - يَطْمِثْهُنَّ
نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم نہیں چھوا ان کو
اِنْسٌ - قَبْلَهُمْ - وَلَا - جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ - اٰلَآءِ
کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے پس کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا - تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ - عَلٰى - رَفْرَفٍ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم تکیہ لگائے ہوئے مسند پر
خُضْرٍ - وَّعَبْقَرِيٍّ - حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ - اٰلَآءِ
سبز کے اور قیمتی بچھونے نفیس پس کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا - تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ - اسْمُ - رَبِّكَ
رب اپنے کی جھٹلاؤ گے تم برکت والا نام تیرے رب کا
ذِي الْجَلٰلِ - وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾
جو بڑائی والا اور بزرگی والا ہے۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ
خوش چشم خیموں میں رکی رہنے والی پھر کیا کیا
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ
نعمتیں رب اپنے کی جھٹلاؤ گے نہیں ہاتھ لگایا ان کو
اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے پھر کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے بیٹھے سبز مسندوں
خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
پہ اور قیمتی نفیس بچھونوں پہ پھر کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے بڑی برکت ہے تیرے رب کے نام
ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾
کی جو بڑائی والا اور عظمت والا ہے۔

رَفْرَف: (مسند) ریشمی باریک کپڑا رَفْرَفٌ کہلاتا ہے، نیز اس کے معنی بچھونے اور فرش کے بھی ہیں۔ عَبْقَرِيٌّ: (تخت مسند) ہر چیز جو بڑی کاریگری سے بنائی گئی ہو۔ یہاں اس سے مراد بچھونا ہے۔

ارشاد ہے کہ جنت کوئی سنسان خالی جگہ نہ ہوگی، بلکہ وہاں خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی، جو اپنے خیموں سے باہر نہ پھرتی ہوں گی۔ بلکہ اپنے اپنے خیموں کے اندر رہنے والی ہوں گی، اور پاکیزہ اور صاف ستھری ایسی کہ جن کی طرف ان جنتیوں سے پہلے کسی آدمی یا جن نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا ہوگا۔ وہاں یہ جنت میں جانے والے لوگ قیمتی ریشمی گدوں پہ اور بڑھیا بچھونوں پہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ یہ سب کچھ اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے آرام کا سامان تیار کر رکھا ہے اور یہ سب اسی کے نام کی برکت ہے۔ دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں اسی ایک اللہ کی شانِ رحمانی کا ظہور ہے ورنہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ کیا ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی تم اللہ کا انکار کر سکتے ہو، اور اس کے رحمان ہونے میں شک کرتے ہو، اے آدمیو! اور اے جنو! اگر تم ایسا کرتے ہو تو یہ تو بڑی ہٹ دھرمی ہے۔

اعلانِ عام

اس سورت میں سمجھداروں کو جھنجھوڑا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ غفلت میں زندگی بسر کرنے کا نتیجہ تمہارے لیے برا ہوگا ۔ سب سے پہلے تم عقل سے یہ کام لو کہ اللہ کو پہچانو اور یقین کرو کہ تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اسی نے اپنی رحمت سے تمہیں پیدا کیا اور آسمان و زمین اور اس کے اندر کی ساری چیزیں سورج ، چاند ، تارے ، سمندر ، دریا ، درخت ، غلّے ، پھل ، پھول ، میوے ، سردی گرمی بارش وغیرہ سب تمہارے فائدے کے لیے بنائیں ۔ اوّل تو اپنی ہی بناوٹ میں غور کرو ، اسی کے اندر تمہیں اس کی قدرت اور حکمت کی بیشمار نشانیاں ملیں گی ۔ پھر اپنی اردگرد کی چیزوں پر نظر کرو ۔ ہر چیز ایک مقرر قاعدے اور نظام کے تحت ملتی جلتی پیدا ہوتی اور مٹتی دکھائی دے گی ، ان سب میں اسی کا جلوہ نظر آئے گا ، اس لیے اس کا اقرار کرو اور پھر اس کی کتاب مقدّس یعنی قرآن حکیم کو اپنی زندگی کا رہنما بناؤ ۔ یہ تم کو بتائے گا ، کہ تم خود اور یہ سب چیزیں ایک دن فنا ہو جائیں گی ، فقط اللہ کی ذات باقی رہے گی ، اور اس کے بعد پھر ایک نئی شان سے ظاہر ہوگی ۔ قیامت قائم ہوگی اور جو کچھ قرآن میں کہا جا رہا ہے اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بتا رہے ہیں ، وہ سب کچھ ہو کر رہے گا ۔ سارے انسان اکٹھے ہو کر میدانِ حشر میں آئیں گے ، ان کو ان کا اعمال نامہ دکھایا جائے گا ، دوزخ اور جنت کو سامنے لایا جائے گا ، دوزخ دکھ اور عذاب کی جگہ ہوگی ۔ اس میں ان لوگوں کو داخل کیا جائے گا جنھوں نے دنیا میں اللہ کو نہ پہچانا ہوگا اور قرآن کو چھوڑ کر اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑے رہے ہوں گے ۔ جنت میں ساری آرام کی چیزیں تیار ہوں گی اور ان میں وہ لوگ جائیں گے جنھوں نے اپنی زندگی قرآن کے مطابق بسر کی ہوگی ، اس نے جن چیزوں کو برا بتایا ہے ، ان سے بچتے اور جن چیزوں کو اچھا بتایا انہیں کرتے رہے ہوں گے ۔ ان کے لیے چار جنتیں تیار ہیں ۔ جن میں ستھری اور صاف کھانے پینے کی چیزیں خوبصورت اور پاکیزہ بیویاں ہوں گی ۔ دنیا میں جیسے آرام اور تکلیف ملی جلی نظر آتی ہیں جنت میں ایسا نہ ہوگا ۔ مثلاً کھانے کے ساتھ بدہضمی ، پاخانہ ، پیشاب کی حاجت وغیرہ کچھ نہ ہوگی اور وہاں عورتوں کو بچہ جننے کی تکالیف اٹھانی نہ پڑیں گی ۔ وہاں عورتیں مردوں کی تکلیف کا باعث بالکل نہ ہوگی ۔ وہ شرم اور حیا والی گھروں کے اندر رہنے والی ، مردوں کو سکھ دینے والی ہوں گی ۔ بعض بدنصیب عورتوں کی بے حیائی اور بے شرمی ضد اور ہٹ دھرمی سے دنیا میں جو تکلیف مردوں کو پہنچتی ہے اس کا وہاں نام و نشان بھی نہ ہوگا ۔ جنت کی عورتوں کی جو صفتیں اس سورت میں بیان کی گئی ہیں ، اس سے آج کل کی عورتوں کو سبق لینا چاہیئے اور وہی صفتیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں ۔ جنہیں عورتوں کے لیے اچھا بتایا گیا ہے ۔ مثلاً شرم و حیا کے ساتھ گھر میں رہنا اور اپنی ہٹ دھرمی سے مردوں کے لیے باعث تکلیف نہ ہونا ؛

سُورۃُ الواقعہ
(۵۶)

ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کی چھپنویں سورت ہے اور قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اس کے تین رکوع ہیں، اس میں انسان کو قیامت کے حالات سے آگاہ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ قیامت میں زمین کپکپانے لگے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اور غبار بن کر اڑنے لگیں گے، اس دن انسان کے تین گروہ ہو جائیں گے۔ دوزخی، عام جنتی لوگ اور خاص بڑے مرتبے والے لوگ۔ جو لوگ دائیں طرف والے ہوں گے۔ وہ عام جنتی لوگ ہوں گے اور جو بائیں والے ہوں گے وہ دوزخ میں جانے والے ہوں گے اور جو لوگ ایمان لانے اور نبی کے سچا ماننے میں سب سے آگے آگے تھے وہ بلند درجے والے لوگ ہوں گے ان میں بہت سے تو وہ ہوں گے جو پہلے زمانہ میں گذرے اور کچھ ان میں سے بھی ہوں گے جو ان کے بعد آئے، یہ اس دن سونے اور جواہرات کے جڑاؤ تختوں پر براج رہے ہوں گے اور ان پر آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کے سامنے کم سن خدمت گار جو ہمیشہ ایک ہی عمر کے رہیں گے کھانے پینے کا سامان لیے حاضر رہیں گے، خوبصورت عورتیں انہیں ملیں گی جو خوبی اور صفائی میں موتی کی طرح ہوں گی۔ وہاں کوئی بکواس نہ ہوگی ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آوازیں اور دل خوش کن الفاظ سنائی دیں گے۔ دائیں طرف والے میوں سے لدے ہوئے سایہ دار درختوں کے نیچے اونچے اونچے مسندوں پر بیٹھے ہوں گے، چشمے ان کے آس پاس بہہ رہے ہوں گے پاکیزہ کنواری ہم عمر بیویاں ان کے ساتھ ہوں گی، ان لوگوں میں پہلے زمانہ کے لوگ بھی بکثرت ہوں گے اور پچھلے زمانے کے بھی بہت سے ہوں گے، بائیں طرف والوں کا حال قابلِ افسوس ہوگا۔ گرم ہوا، کھولتا پانی۔ دھوئیں کی تہیں چاروں طرف سے انہیں گھیرے میں لیے ہوں گی، یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بڑے مالدار اور معزز تھے، ہمیشہ بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا رہتے تھے، قیامت کے قائل نہ تھے۔ ان کو ان کے کیے کی سزائیں ملیں گی۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے لوگو تم اپنے پیدا کرنے والے کو کیوں نہیں مانتے۔ اس نے تمہیں ایک بوند پانی یعنی نطفہ سے پیدا کیا، پھر تمہارے لیے موت مقرر کی اور مرنے کے بعد تمہیں پھر زندہ کرے گا، اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اسے پہچانو۔ کھیتی سے غلہ پیدا کرنے والا وہی ہے، میٹھا پانی دینے والا وہی ہے، درختوں سے آگ اسی نے نکالی۔ جس سے تم فائدہ اٹھاتے ہو۔ اس کی حرارت اور تیزی کو دیکھ کر کبھی دوزخ کی آگ کو بھی یاد کر لیا کرو، اللہ کے بندو! ہم قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن بڑے مرتبے والی کتاب ہے۔ جس سے نیک دل اور پاک صاف لوگ ہی فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ اللہ نے نازل کی ہے، اسے مانو اور اس کے مطابق زندگی بسر کرو۔ ورنہ پھر بڑی آفت میں پھنس جاؤ گے، بس اللہ ہی کی حمد و ثنا میں لگے رہو۔

سُوْرَۃُ الْوَاقِعَہ مَکِّیَّۃٌ وَھِیَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اٰیاتہا ۹۶ رکوعاتہا ۳

احوالِ قیامت

اِذَا ۔ وَقَعَتِ ۔ الْوَاقِعَۃُ ① لَیْسَ ۔ لِوَقْعَتِہَا
جب ہو جائے گی ۔ ہونے والی ۔۔۔ نہیں ہونے میں
کَاذِبَۃٌ ② خَافِضَۃٌ ۔ رَّافِعَۃٌ ③ اِذَا
اس کے کچھ جھوٹ نیچا کرنے والی اونچا اٹھانے والی جب
رُجَّتِ ۔ الْاَرْضُ ۔ رَجًّا ④ وَّبُسَّتِ ۔ الْجِبَالُ
ہلائی جائے زمین ہلایا جانا سخت اور توڑ دیئے جائیں گے پہاڑ
بَسًّا ⑤ فَکَانَتْ ۔ ھَبَآءً ۔ مُّنْۢبَثًّا ⑥
ریزہ ریزہ پس ہو جائیں گے غبار پھیلا ہوا
وَّکُنْتُمْ ۔ اَزْوَاجًا ۔ ثَلٰثَۃً ⑦ فَاَصْحٰبُ
اور ہو جاؤ گے تم قسمیں تین پس داہنے
الْمَیْمَنَۃِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ⑧ وَ
والے کیا خوب ہیں داہنے والے اور
اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَۃِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَۃِ ⑨
بائیں والے کیا برے ہیں بائیں والے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ① لَیْسَ لِوَقْعَتِہَا
جب ہو پڑے ہو پڑنے والی نہیں ہے اس کے ہو پڑنے
کَاذِبَۃٌ ② خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ③ اِذَا
میں کچھ جھوٹ پست کرنے والی بلند کرنے والی جب
رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ④ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ
لرزنے لگے زمین کپکپا کر اور ریزہ ریزہ ہوں
بَسًّا ⑤ فَکَانَتْ ھَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ⑥
پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر پس ہو جائیں اڑتا ہوا غبار
وَّکُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَۃً ⑦ فَاَصْحٰبُ
اور تم ہو جاؤ تین قسم پر پھر داہنے
الْمَیْمَنَۃِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ⑧ وَ
والے کیا خوب ہیں داہنے والے اور
اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَۃِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَۃِ ⑨
بائیں والے کیا برے لوگ ہیں بائیں والے

وَاقِعَۃٌ (ہونے والی) اسم فاعل ہے و۔ق۔ع سے اور واقعہ کا مونث وقوع کے معنی ہو جانا، یہاں واقعہ سے مراد قیامت ہے
کَاذِبَۃٌ (جھوٹ) یہ اسم فاعل کے وزن پر حاصل مصدر ہے رَجٌّ (ہلا دینا) اس کا مادہ ر۔ج۔ج ہے رُجَّتْ اسی سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بَسٌّ ریزہ ریزہ کر دینا، بُسَّتْ اسی سے ماضی مجہول ہے یعنی ایسے ہو جائیں گے، جیسے روغن میں لت کئے ہوئے سَتُّو۔ بَسٌّ کے اصل معنی یہی ہیں یعنی ستو کو روغن میں پھینٹنا۔ مُنْۢبَثٌّ (بکھرا ہوا) اسم فاعل ہے اِنْۢبِثَاثٌ سے جس کا مادہ ب۔ث۔ث بث کے معنی پھیلانا بکھیرنا انبثاث اس کا لازم ہے۔ یعنی پھیل جانا۔ بکھر جانا۔

ارشاد ہے کہ قیامت کو نہ بھولو یہ یقیناً آ کر رہے گی۔ کچھ لوگوں کو پست اور ذلیل کر دے گی اور کچھ لوگوں کا درجہ بلند کر دے گی، زمین میں سخت زلزلہ آئے گا۔ پہاڑ پس کر آٹا ہو جائیں گے اور گھی میں گندھے ہوئے ستوؤں کی طرح نرم اور غبار بن کر ہر طرف بکھر جائیں گے۔ انسانوں کا یہ حال ہوگا کہ ان کے تین گروہ بن جائیں گے، ایک وہ جن کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ جنہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا، پہلے لوگ عرش کے دائیں طرف جمع ہوں گے اور دوسرے اس کی بائیں طرف۔ تیسرے گروہ کا ذکر آگے آتا ہے۔

بڑے درجہ والے

وَالسّٰبِقُوْنَ ۔ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ ۔ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾
اور جنہوں نے پہل کی وہ اوّل رہیں گے وہ لوگ مقرب ہیں
فِیْ جَنّٰتِ ۔ النَّعِیْمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾
باغوں میں نعمت کے ڈھیر سارے پہلوں میں سے
وَقَلِیْلٌ ۔ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۴﴾ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾
اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے اپنے اپنے تخت جواہر جڑے پر
مُّتَّكِـِٕیْنَ ۔ عَلَیْهَا ۔ مُتَقٰبِلِیْنَ ﴿۱۶﴾ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ
تکیہ لگائے ان پر آمنے سامنے آس پاس پھرتے ہوں گے
وِلْدَانٌ ۔ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ
ان کے نوعمر خادم ہمیشہ نوعمر رہنے والے بنے ہوئے آب خورے
وَّاَبَارِیْقَ ۙ وَكَاْسٍ ۔ مِّنْ ۔ مَّعِیْنٍ ﴿۱۸﴾
اور ٹونٹی دار جگ اور پیالہ صاف چشمہ کی شراب کا
لَّا یُصَدَّعُوْنَ ۔ عَنْهَا ۔ وَلَا ۔ یُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾
نہ سر بھاری ہو اس سے اور نہ بکواس کریں ۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾
اور آگے بڑھنے والے سو آگے بڑھنے والے وہ لوگ ہیں مقرب
فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾
نعمت کے باغوں میں انبوہ ہے پہلوں میں سے
وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۴﴾ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾
اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں سے بیٹھے ہیں جڑاؤ تختوں پر
مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ﴿۱۶﴾ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ
تکیہ لگائے ان پر ایک دوسرے کے سامنے لیے پھرتے ہیں ان کے
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ
پاس لڑکے سدا ایک رہنے والے آبخورے
وَّاَبَارِیْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۱۸﴾
اور کوزے اور پیالہ نتھری شراب کا
لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾
جس سے نہ سر دکھے اور نہ بکواس ہو

اَلسَّابِقُوْنَ (آگے بڑھنے والے) مراد یہ ہے کہ جنہوں نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر اپنے نبی کو مانا اور اسلام لائے وہ آخرت میں بھی پہلے درجہ میں ہوں گے ثُلَّۃٌ (بہت سارے) اسم ہے ث۔ل۔ل سے ثُلَّۃٌ آدمیوں کی بڑی جماعت مَوْضُوْنَۃٌ (جڑاؤ) اسم مفعول ہے و۔ض۔ن وَضْنٌ کے معنی سونے کی تاروں سے بننا اور جواہر سے جڑنا مُخَلَّدُوْنَ (ہمیشہ ایک سال) مُخَلَّدٌ کی جمع ہے، جو تخلید سے اسم مفعول ہے اس کا مادہ خ۔ل۔د ہے خلود کے معنی ہمیشہ رہنا تخلید کسی کی حالت کو پائیدار بنا دینا کہ کبھی نہ بدلے اَکْوَابٌ کُوْبٌ کی جمع ہے جو آبخورے کو کہتے ہیں۔ جس کی ٹونٹی نہیں ہوتی اباریق۔ ابریق کی جمع ہے۔ جو ٹونٹی دار صراحی کو کہتے ہیں۔ یہ فارسی لفظ ہے یُنْزِفُوْنَ عقل سے خالی ہوں گے مضارع ہے انزاف سے جو ن۔ ز۔ ف سے بنا ہے نَزْفٌ کے معنی کنوئیں کا سارا پانی نکال دینا۔ اِنْزَافٌ لازم ہے۔ یعنی خالی ہو جانا۔ یہاں بے ہوش ہونا مراد ہے ؛

ارشاد ہے کہ جو سب سے پہلے ایمان لائے ان کے درجے سب سے بلند ہوں گے۔ ان کا درجہ اللہ کے قریب ہوگا۔ ان میں پہلے زمانہ والوں کی تعداد زیادہ ہوگی اور پچھلوں کی کم۔ نعمت سے بھرپور باغوں میں سونے سے بنے ہوئے جڑاؤ تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ نو عمر خادم جو ہمیشہ نو عمر رہیں گے۔ ان کے سامنے صاف شراب کے پیالے اور صراحیاں لیے پھر رہے ہوں گے، جس کو پی کر نہ سر میں درد ہوگا اور نہ بہکی بہکی باتیں کریں گے۔

جنّت کی نعمتیں

وَفَاكِهَةٍ - مِّنْ - مَّا - يَتَخَيَّرُونَ ﴿۲۰﴾ وَ - لَحْمِ - طَيْرٍ
اور میوہ اس میں سے جو وہ پسند کریں اور گوشت پرندوں
مِّمَّا - يَشْتَهُونَ ﴿۲۱﴾ وَحُورٌ - عِينٌ ﴿۲۲﴾ كَأَمْثَالِ
کا ایسا جو وہ چاہیں اور خوبصورت بڑی آنکھوں والیاں مانند نمونوں
اللُّؤْلُؤِ - الْمَكْنُونِ ﴿۲۳﴾ جَزَاءً - بِمَا - كَانُوا
موتیوں کے صدف میں چھپے بدلہ اس کا جو تھے وہ
يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُونَ - فِيهَا - لَغْوًا - وَلَا
کرتے نہیں سنیں گے اس میں نکمی بات اور نہ
تَأْثِيمًا ﴿۲۵﴾ إِلَّا قِيلًا - سَلَامًا - سَلَامًا ﴿۲۶﴾
گناہ کی مگر بول سلام سلام
وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۙ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿۲۷﴾
اور داہنے والے کیا ہیں داہنے والے
فِي - سِدْرٍ - مَّخْضُودٍ ﴿۲۸﴾ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ﴿۲۹﴾
بیریوں میں بے کانٹوں کی اور کیلے تہ بہ تہ

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ
اور میوہ جو نسا میوہ پسند کرلیں اور اڑتے جانوروں
مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۲۱﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿۲۲﴾ كَأَمْثَالِ
کا گوشت جس قسم کو جی چاہے اور گوری عورتیں بڑی آنکھوں والی جیسے
اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿۲۳﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا
موتی کے دانے اپنے غلاف کے اندر بدلہ ان کاموں کا جو وہ
يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا
کرتے تھے نہیں سنیں گے وہاں بکواس اور نہ
تَأْثِيمًا ﴿۲۵﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿۲۶﴾
گناہ کی بات مگر ایک بولنا سلام سلام
وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۙ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿۲۷﴾
اور داہنے والے کیا کہنے داہنے ہاتھ والوں کے
فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ﴿۲۸﴾ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ﴿۲۹﴾
رہتے ہیں بیری کے بے کانٹوں کے درختوں میں اور کیلے تہ بہ تہ

قِيْلَ (بات بولنا) مصدر ہے ق۔ و۔ ل سے قال اور قول اور قیل تینوں اسی سے مصدر ہیں اور سب کے ایک ہی معنی ہیں مَخْضُوْد : (جس کے کانٹے کاٹ ڈالے گئے ہوں) اسم مفعول ہے خ۔ ض۔ د سے خَضْدٌ کے معنی کانٹا درخت کے کانٹے چھانٹ ڈالنا طَلْحٍ: (ایک چوڑے پتوں والا درخت) یہاں اس سے مراد مفسروں نے کیلا لیا ہے مَنْضُوْد : (رکھتے ہوئے) اسم مفعول ہے ن۔ ض۔ د سے نَضْدٌ کے معنی اکٹھا کردینا یہ لفظ نَضِیْد کے ہم معنی ہے (جو سورہ قٓ میں گذرا یعنی گتھا ہوا، تہ بہ تہ)۔

ارشاد ہے کہ ان مقرب اونچے درجے والوں کو میوے بھی ملیں گے اور وہ وہی میوے ہوں گے جنہیں وہ پسند کرتے ہوں گے یا پسند کریں گے۔ اور جس پرندے کا جس قسم کا گوشت چاہیں گے انہیں ملے گا۔ ان کو خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والیاں بیویاں ملیں گی۔ اور وہ ایسی پاک صاف اور براق ہوں گی، جیسے صدف کے اندر موتی ہوتا ہے اور یہ سب کچھ ان نیک کاموں کا بدلہ ہوگا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ جنت کے اندر فضول باتیں ان کے کانوں میں نہ پڑیں گی نہ وہ ایسی باتیں کہیں گے یا سنیں گے جن کو سن کر گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو بے حیائی کا ذکر اور فحش باتیں کہنے سننے میں نہ آئیں گی۔ ہر طرف مبارک سلامت کا شور ہوگا۔ آگے داہنے والوں کا ذکر ہے، یہ لوگ بڑے خوش قسمت ہوں گے، ان کے گرد بے کانٹوں کی بیریاں اور کیلے کے گچھے اور درخت پھیلے ہوں گے۔

سامانِ عیش

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّ
اور سایہ دراز — اور پانی بہتا ہوا — اور
فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾
میوہ بہت سا — نہ توڑا گیا — اور نہ روکا گیا
وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾
اور مسند اونچے — تحقیق ہم پیدائش دی ہم نے ان عورتوں کو اچھی پیدائش
فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾
پس کر دیا ہم نے کنواری — پسندیدہ — ہم عمر
ع لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾
واسطے داہنے والوں کے — بہت سے پہلوں میں سے
وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ
اور بہت سے پچھلوں میں سے — اور بائیں والے
مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾
کیا ہیں وہ بائیں والے

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّ
اور سایہ لمبا — اور پانی بہتا ہوا — اور
فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾
میوے بہت — نہ اس میں سے ٹوٹا اور نہ روکا ہوا
وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾
اور بچھونے اونچے — ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان پر اٹھایا
فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾
پھر ان کو کنواری کر دیا — پیار دلانے والی ہم عمر
لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾
داہنے والوں کے واسطے — انبوہ ہے پہلوں میں سے
وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ
اور انبوہ ہے پچھلوں میں سے — اور بائیں والے
مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾
کیسے بائیں والے

مسکوب (بہتا ہوا) اسم مفعول ہے س ک ب سے سَکْبٌ کے معنی پانی گرانا بہانا۔ عُرُب (محبوبہ) عَرُوْبٌ کی جمع ہے۔ وہ عورت جسے دیکھ کر خاوند کو پیار آئے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ جن کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور عرش کی دائیں جانب کھڑے ہوں گے انہیں ایسے باغ ملیں گے جن میں سرسبز بیریوں کے درخت ہوں گے جن میں کانٹے نہ ہوں گے، اور گھنے کیلوں کے یا اسی طرح کے کسی لذیذ پھل کے پیڑوں کے جن میں اوپر تلے تہ بہ تہ پھل لگے ہوں گے وہاں کا سایہ دور دور تک پھیلا ہوا ہوگا، پانی کے چشمے بہ رہے ہوں گے اور بہت سارے میووں سے باغ لدا ہوگا، نہ کسی نے وہ میوے توڑے ہوں گے اور نہ ان کے توڑنے کی ممانعت ہوگی۔ یہاں اونچے اونچے تخت ان کے لئے بچھے ہوں گے جن پہ مسند تکیے لگے ہوں گے اور وہ ان پر آرام سے بیٹھے ہوں گے وہاں ان کی دنیا والی بیویاں ہوں گی جنہیں نئے سرے سے پیدا کیا گیا ہوگا۔ ساری بوڑھی عورتیں جوان ہو جائیں گی اور ہمیشہ کنواری اور چست و چالاک ہی رہیں گی وہ اپنے خاوندوں کی پسندیدہ اور پیاری ہوں گی یہ سب داہنے جانب والوں کی خاطر کیا جائے گا۔ ان میں بہت سے پہلے لوگوں میں سے اور بہت سے پچھلوں میں سے ہوں گے۔ یہی وہ جماعت ہے جن میں سارے ایماندار نیک کام کرنے والے شامل ہوں گے۔ آگے بائیں جانب والوں کا ذکر ہے ارشاد ہے کہ ان بائیں جانب والوں کا حال کیا پوچھتے ہو۔ اس کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

دوزخیوں کا حال

فِیْ سَمُوْمٍ - وَّ حَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ - مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾
گرم بھاپ میں اور کھولتے پانی میں اور سایہ میں دھوئیں کے
لَّا بَارِدٍ - وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ - كَانُوْا - قَبْلَ
نہ ٹھنڈا نہ آرام کا تحقیق وہ تھے پہلے
ذٰلِكَ - مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا - يُصِرُّوْنَ
اس سے بڑے اچھے حال میں اور تھے اڑے ہوئے
عَلَى - الْحِنْثِ - الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا
ایک بڑے گناہ بھاری پر اور تھے وہ
يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا - مِتْنَا - وَكُنَّا - تُرَابًا
کہا کرتے کہ جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی
وَّعِظَامًا - ءَاِنَّا - لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ
اور ہڈیاں کیا سچ مچ ہم ضرور دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور کیا
اٰبَآؤُنَا - الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾
ہمارے باپ دادا بھی جو پہلے گزرے

فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾
تیز بھاپ میں اور جلتے پانی میں اور دھوئیں کے سایہ میں
لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ
نہ ٹھنڈا نہ مزے کا وہ لوگ اس سے پہلے
ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ
خوش حال تھے اور ضد کرتے تھے
عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا
ایک بڑے گناہ پر اور کہا کرتے تھے
يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
کہ جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو چکے
وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ
کیا ہم اٹھائے جائیں گے اور کیا
اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾
ہمارے باپ دادا بھی

سَمُوْم (گرم ہوا) یہاں اس سے مراد وہ بھاپ ہے جو جلد کے مساموں میں گھس جائے گی اور بدن کو جھلس دے گی، یَحْمُوْم (دھواں) اس کا مادہ ح۔م۔م ہے حُمَمَۃٌ کالے سیاہ رنگ کو کہتے ہیں، یہاں یَحْمُوْم سے مراد کالا سیاہ دھواں ہے، کَرِیْمٌ دل خوش کرنے والا، صفت کا صیغہ ہے ک۔ر۔م سے کَرَامَۃٌ شفقت، مہربانی۔ کَرِیْمٌ ہر وہ شخص یا چیز جو دل کو خوش کرے اور راحت پہنچائے

ارشاد ہے کہ دوزخ والے گرم ہوا اور بھاپ اور کھولتے پانی میں جھلس رہے ہوں گے، کالا سیاہ دھواں دوزخ سے اٹھ کر ان کو ہر طرف سے ڈھانپ لے گا اور سر پہ سائبان کی طرح چھا جائے گا۔ اس کے سایہ میں ٹھنڈک کا نام نہ ہوگا اور نہ وہ دل کو یا بدن کو آرام اور راحت پہنچائے گا۔ یہ دوزخ میں جلنے والے وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بڑے مزے اڑاتے تھے اور اپنے سامنے کسی کو کچھ نہ سمجھتے تھے اور سب سے بڑے پاپ پر اڑے ہوئے تھے، جو اللہ کا انکار یا اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔ یہ لوگ قیامت کا ذکر سن کر کہتے تھے کہ کہیں مر کر بھی کوئی جیتا ہے۔ جب ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئیں اور وہ بھی گل سڑ گئیں تو ان میں دوبارہ جان کیسے پڑ جائے گی۔ ہمارے باپ دادا مدتوں سے مرے پڑے ہیں، آج تک کوئی ان میں سے دوبارہ زندہ ہو کر نہ آیا تو ہم کیسے زندہ ہو جائیں گے؟

اعتراض کا جواب

قُلْ - اِنَّ - الْاَوَّلِيْنَ - وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ
کہہ دے تحقیق پہلے اور پچھلے البتہ اکٹھے ہونے والے
اِلٰی - مِيْقَاتِ - يَوْمٍ - مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ - اِنَّكُمْ
ہیں وقت پر ایک دن کے جو مقرر ہے پھر تحقیق تم اے
اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ - الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ
گمراہ لوگو جھٹلانے والو البتہ کھانے والے ہو
مِنْ - شَجَرٍ - مِّنْ - زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِــُٔوْنَ
ایک درخت سے زقوم کے پھر بھرنے والے ہو
مِنْهَا - الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ - عَلَيْهِ
اس سے پیٹ پھر پینے والے ہو اس پر
مِنَ - الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ - شُرْبَ
جلتے پانی میں سے پھر پینے والے ہو سخت پیاسے
الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا - نُزُلُهُمْ - يَوْمَ - الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾
اونٹ کا سا پینا یہ مہمانی ہے ان کی انصاف کے دن

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ
تو کہہ دے کہ اگلے اور پچھلے سب اکٹھے ہونے والے ہیں
اِلٰی مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ
ایک مقرر دن کے وقت پر پھر تم جو ہوا ے
اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ
بہکے ہوؤ جھٹلانے والو البتہ کھاؤ گے
مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِــُٔوْنَ
سینڈھ کے ایک درخت سے پھر اس سے
مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ
پیٹ بھرو گے پھر اس پر ایک جلتا ہوا
مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ
پانی پیو گے پھر پیو گے جیسے پئیں
الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾
تونسے ہوئے اونٹ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن

اَلْهِيْمُ (سخت پیاسے اونٹ) جمع ہے اَهْيَم اور هَيْمَاءُ کی جو صفت کے مذکر اور مونث صیغے ہیں، اس کا مادہ هُيَام ہے۔ جس کے معنی سخت پیاس کے ہیں۔ اونٹ کی پیاس بہت تیز ہوتی ہے کیونکہ وہ بہت دن کے بعد پانی پیتا ہے اس لیے جب پیتا ہے تو بہت پیتا ہے ۔

ارشاد ہے کہ ان سب لوگوں سے جو مر کر دوبارہ جینے اور قیامت کا انکار کرتے ہیں کہہ دو کہ پہلے اور پچھلے جتنے مر چکے ہیں یا مریں گے سب دوبارہ زندہ ہو کر قیامت کے دن ٹھیک وقت پہ ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اس میں انکار کرنے والے اور ملنے والے سبھی ہوں گے لیکن انکار کرنے والے اچھی طرح کان کھول کر سن لیں کہ وہ گمراہ ہیں۔ کیونکہ وہ سچ بات کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ ان کا حشر یہ ہونے والا ہے کہ انہیں کھانے کو ایک کانٹے دار درخت جو سیہنڈ یعنی تھوہر جیسا ہو گا ملے گا، اور بھوک میں اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے کیونکہ اور کچھ وہاں نہ ہو گا۔ پھر اس کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا اور وہ پیاسے اونٹوں کی طرح اسے پئیں گے۔ کیونکہ بھوک اور پیاس دونوں کی شدت ہو گی۔ اسی لئے تھوہر کھائیں گے اوپر سے جلتا ہوا پانی پئیں گے یہ کیا دنیا میں خوشی خوشی دندناتے پھرتے ہیں آخر ایک دن مرنا ہے۔ پھر مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے اور انصاف کا دن آنا ہے اس دن ان کی مہمانی یہی ہو گی ۔

قدرت کی نشانیاں

نَحْنُ ۔ خَلَقْنٰكُمْ ۔ فَلَوْلَا ۔ تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَرَءَيْتُمْ
ہم نے ہی پیدا کیا تمہیں پس کیوں نہیں تصدیق کرتے کیا پس دیکھا

مَّا ۔ تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ ۔ تَخْلُقُوْنَهٗٓ ۔ اَمْ
تم نے اسے جو تم ٹپکاتے ہو کیا تم تم پیدا کرتے ہو اسے یا

نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ ۔ قَدَّرْنَا
ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے ٹھہرا دی

بَيْنَكُمُ ۔ الْمَوْتَ ۔ وَمَا ۔ نَحْنُ ۔ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾
تمہارے درمیان موت اور نہیں ہم پیچھے رہ جانے والے

عَلٰٓى ۔ اَنْ ۔ نُّبَدِّلَ ۔ اَمْثَالَكُمْ ۔ وَنُنْشِئَكُمْ
اس سے کہ بدل کر لے آئیں تم جیسے اور پیدا کر دیں تمہیں

فِىْ ۔ مَا ۔ لَا ۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ ۔ عَلِمْتُمُ
ایسی حالت میں کہ تم نہیں جانتے اور البتہ تحقیق جان چکے ہو

النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى ۔ فَلَوْلَا ۔ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾
تم پیدائش پہلی پس کیوں نہیں دھیان کرتے

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَرَءَيْتُمْ
ہم نے تمہیں بنایا پس کیوں نہیں سچ مانتے بھلا دیکھو تو

مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ
جو پانی تم ٹپکاتے ہو اب تم اسے بناتے ہو یا

نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا
ہم بنانے والے ہیں ہم ٹھہرا چکے ہیں

بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾
تم میں مرنا اور ہم عاجز نہیں

عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ
اس بات سے کہ تمہاری طرح کے لوگ بدلے میں لے آئیں اور اٹھا کر

فِىْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
کھڑا کریں تمہیں جہاں تم نہیں جانتے تم جان چکے ہو

النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾
پہلا اٹھان پھر یاد کیوں نہیں کرتے

تُمْنُوْنَ: (ٹپکاتے ہو) مضارع کا صیغہ ہے اِمْنَاءٌ سے جس کا مادہ م۔ن۔ی ہے مَنِیٌّ نطفہ اِمْنَاءٌ نطفہ رحم میں پہنچانا، یہاں یہی مراد ہے مَسْبُوْقِيْنَ (پیچھے رہ جانے والے) مسبوق کی جمع ہے جو س۔ب۔ق سے بنا ہے سَبَقَ کے معنی آگے نکل جانا سَابِق آگے نکل جانے والا مَسْبُوْق وہ ہے جس سے کوئی آگے نکل جائے اور وہ پیچھے رہ جائے، مراد عاجز ہو جانا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہماری قدرت کی نشانیاں دیکھو اور ہمیں مانو۔ دیکھو تمہارے پیدا کرنے والے ہم ہی ہیں۔ کبھی خیال بھی کیا کہ تم نطفہ رحم میں ٹپکا کر الگ ہو جاتے ہو۔ اب رحم مادر میں اس سے بچہ کون بناتا ہے، ظاہر بات ہے کہ ہمیں اپنی قدرت سے بناتے ہیں، تمہیں اس کے بنانے میں کوئی دخل نہیں، ہمیں نے بنایا اور ہمیں نے تمہارے لیے موت مقرر کر دی ہم اس سے بھی عاجز نہیں کہ تمہیں یہاں سے کہیں اور لے جائیں اور تمہاری جگہ اور مخلوق تم ہی جیسی بسا دیں۔ آگے ارشاد ہے کہ تم جانتے ہو اور اب بتانے سے بھی تمہیں معلوم ہو گیا کہ ہم نے ہی تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ اب تم اس سے یہ کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ ہم نے تمہیں جیسے پہلی بار بنایا، ایسے ہی دوبارہ بھی بنا سکتے ہیں۔ سوچ سمجھ کا کام یہی ہے کہ جو چیزیں معلوم ہو چکیں ان ہی سے نامعلوم چیزوں کا بھی کسی قدر پتہ لگا لو۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب ہو ___ یا اس کا انکار کیا جائے، غرض اللہ کو اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو اور یقین کرو کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جاؤ گے۔

اور نشانیاں دیکھو

اَفَرَءَيْتُمْ ـ مَّا ـ تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ

کیا پس دیکھا تم نے جو تم بوتے ہو کیا تم اگاتے ہو اسے

اَمْ ـ نَحْنُ ـ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ ـ نَشَآءُ

یا ہم ہیں اگانے والے اگر چاہیں

لَجَعَلْنٰهُ ـ حُطَامًا ـ فَظَلْتُمْ ـ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾

البتہ کر ڈالیں اسے ریزہ ریزہ پس ہو جاؤ تم حیران

اِنَّا ـ لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ ـ نَحْنُ ـ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾

کہ ہم البتہ ڈنڈ بھرنے والے ہو گئے بلکہ ہم تو بے نصیب ہو گئے

اَفَرَءَيْتُمُ ـ الْمَآءَ ـ الَّذِيْ ـ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾

کیا پس دیکھا تم نے پانی کو جو تم پیتے ہو

ءَاَنْتُمْ ـ اَنْزَلْتُمُوْهُ ـ مِنَ ـ الْمُزْنِ ـ

کیا تم نے اتارا اسے بادل سے

اَمْ ـ نَحْنُ ـ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾

یا ہم ہیں اتارنے والے

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ

بھلا دیکھو تو جو تم بوتے ہو کیا تم اس کو اگاتے ہو

اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ

یا ہم ہیں اگانے والے اگر ہم چاہیں تو اس کو

لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾

روندی ہوئی گھاس کر ڈالیں پھر تم سارے دن باتیں بناتے رہو

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾

کہ ہم تو قرضدار رہ گئے بلکہ بے نصیب ہو گئے

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾

بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ

کیا تم نے اسے بادل سے اتارا

اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾

یا ہم ہیں اتارنے والے

تَفَكَّهُوْنَ: حیران رہ جاؤ، اس کا مصدر تَفَكُّهٌ اور مادہ ف۔ک۔ہ ہے جس کے ایک معنی حیران ہو کر باتیں بنانے کے ہیں اور یہاں یہی مراد ہیں۔ پہلے اس کی طرف توجہ دلائی کہ انسان کا پیدا کرنے والا اللہ ہے پہلے اس نے اسے یونہی زمین سے بنا کر کھڑا کر دیا، اس کے بعد مرد و عورت کے فعل کو اس کی پیدائش کا ذریعہ قرار دیا، دونوں صورتوں میں خالق وہی ایک اللہ ہے۔ اب اس کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ دنیا میں تمہاری زندگی برقرار رکھنے کے لیے سامان بھی ہمیں نے پیدا کیے ہیں، مثلاً زمین سے غلہ وغیرہ کا پیدا کرنا، اس میں بھی تمہارا کام فقط اتنا ہے کہ بیج زمین میں ڈال کر بیٹھ جاؤ آگے تم کچھ نہیں کرتے اور نہ تمہارے بس کا کچھ کرنا ہے، ہمارے ہی حکم اور قدرت سے زمین سے اس کا بیج پھوٹتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو کچھ بھی پیدا نہ ہو یا پیدا ہوتے ہی سوکھ کر جھڑ پڑے اور ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جائے اور تم حیرت میں تکتے رہ جاؤ اور کہنے لگو افسوس محنت یونہی گئی، بونے، جوتنے کا خرچ بھی مفت کا ڈنڈ ہی رہا اور ہمارے پلہ خاک بھی نہ پڑا۔ دیکھا تم نے جیسا حال بچہ کی پیدائش میں ہے کہ اللہ چاہے تو پیدا ہو ورنہ کچھ بھی نہ ہو۔ ایسا ہی غلہ وغیرہ کے اگنے کا حال ہے اب اپنی دوسری ضرورت کی چیز یعنی پانی کی طرف دیکھو، اسے ہم بادل سے برساتے ہیں یا تم برساتے ہو۔

ایک اور نشانی

لَوْ نَشَآءُ ۔ جَعَلْنٰهُ ۔ اُجَاجًا ۔ فَلَوْلَا ۔ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
اگر چاہیں ہم البتہ کریں اسے کھاری پس کیوں نہیں شکر کرتے تم
اَفَرَءَيْتُمُ ۔ النَّارَ ۔ الَّتِيْ ۔ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾
کیا دیکھا تم نے آگ کو جسے تم سلگاتے ہو
ءَاَنْتُمْ ۔ اَنْشَاْتُمْ ۔ شَجَرَتَهَآ ۔ اَمْ ۔ نَحْنُ
کیا تم نے پیدا کیا درخت اس کا یا ہم ہیں
الْمُنْشِــُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ ۔ جَعَلْنٰهَا ۔ تَذْكِرَةً
پیدا کرنے والے ہم کیا ہم نے اسے یاد دہانی
وَّمَتَاعًا ۔ لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ ۔ بِاسْمِ ۔ رَبِّكَ
اور برتنے کی چیز واسطے مسافروں کے پس پاکی بول ساتھ نام رب اپنے
الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَآ ۔ اُقْسِمُ ۔ بِمَوٰقِعِ ۔ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾
کے جو بڑا ہے پس قسم کھاتا ہوں ساتھ گرنے تاروں کے
وَاِنَّهٗ ۔ لَقَسَمٌ ۔ لَّوْ ۔ تَعْلَمُوْنَ ۔ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾
اور بیشک وہ البتہ قسم ہے اگر تم سمجھو بڑی

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
اگر چاہیں ہم اس کو کھارا کر دیں پھر کیوں نہیں احسان مانتے
اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾
بھلا دیکھو تو آگ کو جسے تم سلگاتے ہو
ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ
کیا اس کا درخت تم نے پیدا کیا یا ہم ہیں
الْمُنْشِــُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً
پیدا کرنے والے ہم ہی نے تو وہ درخت بنایا یاد
وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ
دلانے کو اور برتنے کو جنگل والوں کے لیے سو بول پاکی اپنے رب کی
الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ ع ۲ ۱۵
جو سب سے بڑا ہے سو میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں
وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾
اور اگر سمجھو تو یہ قسم بڑی قسم ہے۔

اُجَاج (کھاری۔کڑوا) سورہ فاطر میں گزر چکا ہے اَلْمُقْوِیْن (جنگل میں اترنے والے) مُقْوٍ کی جمع ہے جو اصل میں مُقْوِیٌ تھا اِقْوَاءٌ سے تعلیل کے بعد مُقْوٍ ہو گیا اس کا مادہ ق۔و۔ی ہے القواء چٹیل زمین کو کہتے ہیں جس میں گھاس درخت وغیرہ کچھ نہ ہو اَقْوَاء کے معنی ایسے جنگل میں پہنچ جانا یا ٹھہرنا۔ اَلنُّجُوْم (ستارہ۔قسط) انجم کی جمع ہے جس کے مادہ ن۔ج۔م کے معنی ظاہر ہونے اور نکلنے کے ہیں۔ اس لیے نجم کے معنی گھاس، یا جو زمین سے شروع میں پھوٹے ستارہ اور قسط کے ہیں۔ یعنی تھوڑا تھوڑا وقتاً فوقتاً ادا کرنا۔

ارشاد ہے کہ ہم سارے پانی کو کھاری بنا دیتے تو کیا ہوتا۔ تمہیں شکر گزار ہونا چاہیے کہ پانی میٹھا بنایا۔ آگے ارشاد ہے کہ تم نے آگ کو بھی دیکھا جسے تم لکڑیوں کو گھس کر نکالتے ہو۔ عرب میں چقماق خاص درخت کی بنتا تھا۔ کیا اس کا درخت تم نے پیدا کیا یا ہم نے۔ ظاہر ہے کہ ہم نے پیدا کیا اور جنگل بیابان میں رہنے یا جانے والوں کے لیے آگ بنانے کی سہولت کر دی۔ اب تم اللہ کی تسبیح کرو جو بزرگ و برتر ہیں۔ آگے ایک اور بڑی نعمت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور وہ قرآن مجید ہے، جو ستاروں کی طرح اپنے وقت پہ طلوع ہوتا ہے۔ جس کی آیتیں وقتاً فوقتاً حسب موقع و محل نازل ہوتی رہتی ہیں۔

قرآن کیا ہے؟

إِنَّهٗ ۔لَقُرْاٰنٌ ۔كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ ۔كِتٰبٍ ۔مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾
تحقیق وہ البتہ قرآن ہے قدر والا لکھا ہوا ایک کتاب محفوظ میں
لَّا يَمَسُّهٗٓ ۔اِلَّا ۔الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ ۔مِّنْ
نہیں چھوتے اسے مگر پاک صاف ہستیاں اتارا گیا طرف سے
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا ۔الْحَدِيْثِ
جہانوں کے پالنے والے کے کیا پس ساتھ اس کلام کے
اَنْتُمْ ۔مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ ۔رِزْقَكُمْ
تم سستی کرتے ہو کرتے ہیں نصیب اپنا
اَنَّكُمْ ۔تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ ۔اِذَا
یہ کہ تم جھٹلاتے ہو پس کیوں نہیں ہوتا جب
بَلَغَتِ ۔الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ ۔حِيْنَئِذٍ
کہ پہنچ جاتی ہے جان حلق تک اور تم اس وقت تک
تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾
دیکھ رہے ہوتے ہو

إِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾
بیشک یہ قرآن ہے عزت والا لکھا ہوا ہے ایک پوشیدہ کتاب میں
لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ
اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنائے گئے ہیں اتارا ہوا ہے
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ
پروردگار عالم کی طرف سے اب کیا اس بات میں
اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ
تم سستی کرتے ہو اور اپنا حصہ تم یہی لیتے ہو
اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا
کہ اسے جھٹلاتے ہو پھر کیوں نہیں جس وقت
بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ
کسی کی جان حلق کو پہنچتی ہے اور تم اس وقت
تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾
دیکھ رہے ہوتے ہو،

کریم: سخی فائدہ پہنچانے والا، کریم کے معنی پہلے گذر چکے ہیں۔ یہاں اس سے مراد مرتبہ والا، فیاض ہر ایک کو فائدہ پہنچانے والا ہے۔ مُدْهِنُوْنَ (ٹال مٹول کرنے والا) اسم فاعل ہے اِدْهَانٌ سے جس کا مادہ د۔ ہ۔ ن ہے دھن تیل کو کہتے ہیں اِدھان تیل لگا کر ملنا، خیال نہ کرنا، کوئی اہمیت نہ دینا۔

رِزْقٌ: (روزی۔ حصہ) وہ مقرر حصہ جو کسی کو ملے یا کوئی لے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن میں سے انہیں بس یہی نصیب ہوا کہ اسے جھٹلاتے ہیں۔ پہلے تاروں کے چھپنے اور نکلنے کی طرف توجہ دلا کر ارشاد ہوتا ہے کہ اسی طرح یہ قرآن بھی ٹھہر ٹھہر کر نازل ہوا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ بڑے رتبہ والا ہے اور ہر ایک کو نفع پہنچانے کے لیے تیار ہے اور یہ لوح محفوظ میں جوں کا توں لکھا ہوا ہے جس کو فقط پاک صاف فرشتے ہی ہاتھ لگاتے ہیں، اسے سارے جہان کے پالنے والے نے نازل کیا ہے۔ تاکہ انسان کی تربیت پوری پوری ہو جائے ایسی شاندار اور مفید کتاب سے تم فائدہ نہیں اٹھاتے اور اس کان سے سن کر اس کان سے اڑا دیتے ہو۔ تمہیں اور کچھ نصیب نہ ہوا سوا اس کے کہ اس کو جھٹلاتے رہو۔ اچھا اب اگر تم اللہ کو نہیں مانتے تو جب جانیں جب مرتے ہوئے آدمی کی جان بچا لو اور اسے مرنے نہ دو۔

تمہیں سوجھتا نہیں

وَنَحْنُ ۔ اَقْرَبُ ۔ اِلَيْهِ ۔ مِنْكُمْ ۔ وَلٰكِنْ ۔ لَّا
اور ہم زیادہ قریب ہیں۔ اس کے تم سے اور لیکن تم نہیں
تُبْصِرُوْنَ ۸۵ فَلَوْلَآ ۔ اِنْ ۔ كُنْتُمْ ۔ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۸۶
دیکھتے پس کیوں نہیں اگر ہو تم خود مختار
تَرْجِعُوْنَهَآ ۔ اِنْ ۔ كُنْتُمْ ۔ صٰدِقِيْنَ ۸۷
لوٹا لائے ہوا سے اگر ہو تم سچ کہنے والے
فَاَمَّآ ۔ اِنْ ۔ كَانَ ۔ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۸۸
پس جو اگر ہوا وہ قرب کے مرتبہ والوں میں سے
فَرَوْحٌ ۔ وَّرَيْحَانٌ ۔ وَّجَنَّتُ ۔ نَعِيْمٍ ۸۹
پس راحت اور رزق ہے اور باغ نعمت کا
وَاَمَّآ ۔ اِنْ ۔ كَانَ ۔ مِنْ ۔ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۹۰
اور جو اگر ہوا وہ داہنے والوں میں سے
فَسَلٰمٌ ۔ لَّكَ ۔ مِنْ ۔ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۹۱
پس سلام تیرے لیے داہنے والوں میں سے

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا
اور ہم تم سے زیادہ اس کے پاس ہیں پر تم
تُبْصِرُوْنَ ۸۵ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۸۶
دیکھتے نہیں پھر کیوں نہیں اگر تم ہو نہیں کسی کے حکم میں
تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۸۷
تو لوٹا لاتے جان کو اگر تم سچے ہو
فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۸۸
سو جو اگر وہ ہوا مقرب لوگوں میں
فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۸۹
تو راحت ہے اور روزی ہے اور نعمت کا باغ
وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۹۰
اور اگر ہوا وہ داہنے والوں میں
فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۹۱
تو سلام پہنچے تجھے داہنے والوں سے

مَدِيْنِيْنَ (زیر حکم) مَدِيْنٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے د۔ی۔ن سے دین کے معنی زیر فرمان کرنا، محکوم بنانا۔ رَيْحَانٌ (رزق) اسم ہے ر۔و۔ح سے روح کے معنی خوشی اور راحت رَيْحَان سامان عیش، فراخ روزی۔ سَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ یعنی اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے کوئی کھٹکا نہیں کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔

ارشاد ہو رہا ہے کہ جب کسی کی جان نکلنے لگتی ہے اور دم حلق میں ہوتا ہے تو تم ٹکر ٹکر دیکھتے ہو اور ہم اور ہمارے فرشتے اس سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں اور اس کی اندرونی حالت تک جانتے ہیں مگر تم نہیں دیکھتے۔ اب یہ بتاؤ کہ اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو اور خود جو چاہو کر سکتے ہو تو بھلا اس مرنے والے کی جان تو لوٹا لاؤ یا اسے نکلنے ہی نہ دو تم اپنی باتیں سچے ہو تو تبھی مانے جاؤ گے۔ جب ایسا کر دکھاؤ گے ورنہ کیوں خواہ مخواہ باتیں بناتے ہو۔

اب اس مرنے والے کا حال سنو اگر وہ بڑے اور قریب کے مرتبے والا ہے تو پھر اس کے لیے راحت اور آرام اور نفیس چیزیں ہیں اور نعمتوں سے بھرا ہوا باغ اور اگر داہنے والوں میں ہے تو پھر اسے ہر طرف مبارک، سلامت کی آوازیں سنائی دیں گی اور کہا جائے گا کہ تو بے فکر رہ تو داہنے ہاتھ والوں میں ہے۔

جھوٹا سمجھنے والے

وَاَمَّآ ۔ اِنْ ۔ كَانَ ۔ مِنَ ۔ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾
اور جو اگر ہوا وہ جھٹلانے والوں سے گمراہوں سے
فَنُزُلٌ ۔ مِّنْ ۔ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ ۔ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾
پس مہمانی ہے جلتے پانی کی اور ڈال دینا آگ میں
اِنَّ ۔ هٰذَا ۔ لَهُوَ ۔ حَقُّ ۔ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ
تحقیق ۔ یہ البتہ یہی ہے ٹھیک ٹھیک یقینی پس پاکی بیان
بِاسْمِ ۔ رَبِّكَ ۔ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾
کر ساتھ نام اپنے رب بزرگ کے

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾
اور اگر وہ جھٹلانے والوں بھٹکنے والوں میں سے ہوا
فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾
تو مہمانی ہے جلتا پانی اور آگ میں ڈالنا
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ
بیشک یہی بات ہے یقین کے لائق پس پاکی بول
بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾
اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا ہے۔

حَقُّ الْيَقِيْنِ اخالص اور واضح یقین الیقین وہ چیز جو ثابت ہو جائے۔ حقّ کے معنی ٹھیک جیسا ہونا چاہیے حَقُّ الْيَقِيْنِ الیسا یقین جیسا ہونا چاہیے۔

ارشاد ہے اگر مرنے والا شخص ایسا ہے کہ رسول اور قرآن کی بتائی ہوئی باتوں کو جھوٹا سمجھتا ہے اور سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے تو اس کے لیے کھولتا ہوا پانی تیار ہے جس سے اس کی ضیافت کی جائے گی اور پھر اسے آگ میں داخل کر دیا جائے گا

اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ جو کچھ کہا جا رہا ہے یہ بالکل یقینی بات ہے اور بالکل صحیح جس میں شک وشبہ کی کچھ گنجائش نہیں۔ اگر کسی کو یہ باتیں غلط معلوم ہوتی ہیں تو ہوا کریں، ہو گا وہی جو قرآن میں کہہ دیا گیا ہے اور جو رسول نے خوب کھول کھول کر بتا دیا۔ اس لیے اگر آخرت کے عذاب سے بچنا ہے تو اللہ کے نام کی تسبیح جپا کرو۔ اور اس کی عظمت اور بڑائی دل میں بھٹاؤ۔ سورۃ الواقعہ ختم ہوئی، اس میں انسان کو مرنے کے بعد کا حال خوب واضح طور پر سمجھا دیا گیا ہے جو لوگ اسلام کو اپنا دین ٹھہرا چکے انہیں چاہیئے کہ جو باتیں انہیں قرآن میں بتائی گئی ہیں ان پر پورا یقین کریں اور کوئی عادت ایسی نہ ڈالیں جس سے اس میں منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے آخرت کی زندگی تباہ ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی باتوں کو اگر ماننا ہے تو سیدھی طرح مانو۔ یہ مت کرو کہ جو تمہارا جی چاہتا ہے اس کو ملتے چلے جاؤ اور قرآن کے معنی توڑ موڑ کر اسی کے مطابق بنا لو۔ آخر مرنا ہے اور مرنے کے بعد حساب کتاب ہونا برحق ہے پھر یا تو جنت میں ٹھکانا ہو گا یا دوزخ میں جگہ ملے گی۔ ان دو کے سوا اور کوئی صورت نہیں، اس کا یقین اچھی طرح کر لو۔

سورۃ الحدید

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی ستاونویں سورت ہے۔ مدینہ میں ہجرت کے آٹھویں یا نویں سال میں نازل ہوئی۔ اس میں چار رکوع ہیں۔ اس سورت میں پہلے اللہ عزوجل کی صفتیں بیان کی گئی ہیں، تاکہ جو اسلام میں داخل ہوچکے ہیں وہ اسے اچھی طرح پہچان لیں اور جو اسلام میں داخل نہیں ہوئے وہ اللہ کی بزرگی اور بڑائی سن کر اس کا مقرر کیا ہوا دین یعنی اسلام اختیار کر لیں۔ اللہ کی پاکی ہر چیز بیان کر رہی ہے خواہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں جو چیزیں بول نہیں سکتیں، وہ اپنی حالت دکھا کر اور جو بول سکتی ہیں وہ حالت دکھا کر بھی اور زبان سے بتا رہی ہیں کہ ہم میں نہ کوئی طاقت ہے نہ قوت، زبردست اور قوت والا فقط اللہ ہے، زمین میں اور آسمانوں میں اسی کی حکومت ہے۔ وہی مارتا ہے۔ وہی جلاتا ہے، اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے اسے ہر چیز کا علم ہے، اسی نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ وہی آسمانوں کا اور زمین کا مالک ہے۔ دن رات کا ظہور اسی کی قدرت کی نشانی ہے، اس پہ ایمان لاؤ اور اس کے رسول کو مانو اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس کو اس کی راہ میں خرچ کرو۔ مال آنی جانی چیز ہے۔ پہلے دوسروں کے پاس تھا جو تم سے پہلے تھے اور اب تمہارے پاس ہے، جیسے وہ چھوڑ کر چلے گئے ویسے ہی تم بھی چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا۔ ان کے لیے اجر ان سے زیادہ ہے جنھوں نے بعد میں خرچ کیا۔ کیونکہ پہلے ضرورت زیادہ تھی۔ اللہ نے اپنا رسول تمہارے پاس بھیجا تاکہ وہ تمہیں جہالت کی اندھیریوں میں سے نکال کر علم کی روشنی میں لائے۔ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ گویا تم اللہ کو قرض دے رہے ہو یقین رکھو کہ وہ تمہارا قرض چکا دے گا اور اپنے فضل سے اور بہت کچھ دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ؂

جو لوگ دنیا میں اللہ کو نہیں مانتے ان کا قیامت میں بُرا حال ہو گا۔ وہ مدد کے لیے چلائیں گے لیکن ان کو ٹکا سا جواب دے دیا جائے گا اور کوئی ان کی بات نہ پوچھے گا۔ دیکھو دنیا میں کچھ نہیں رکھا یہ تھوڑے دن کا کھیل تماشا ہے۔ جو [illegible] سے آخرت کی زندگی ہے۔ دنیا کا انتظام عارضی انتظام ہے اور اس میں ساری سہولت کی چیزیں رکھ دی گئی ہیں کہ تم فارغ البال ہو کر اللہ کی عبادت میں لگو اور جو تمہارے پاس ہو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ مال و دولت وغیرہ پر مت اتراؤ بلکہ اس سے خود فائدہ اٹھاؤ اور دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ، عدل و انصاف قائم رکھو سارے رسول یہی سکھاتے چلے آئے ہیں، اور یہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں سکھانے آئے ہیں ؂

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ
اٰيَاتُهَا ۲۹ رُكُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کی صفتیں (ل)

سَبَّحَ ۔ لِلّٰهِ ۔ مَا ۔ فِي ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ۚ وَ
تسبیح کرتا اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور
هُوَ ۔ الْعَزِيْزُ ۔ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ ۔ مُلْكُ ۔ السَّمٰوٰتِ
وہ ہے زبردست حکمتوں والا واسطے اسی کے راج ہے
وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ ۔ وَيُمِيْتُ ۚ وَ ۔ هُوَ ۔ عَلٰى ۔ كُلِّ
آسمانوں کا اور زمین کا زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز کے اوپر
شَيْءٍ ۔ قَدِيْرٌ ② هُوَ ۔ الْاَوَّلُ ۔ وَالْاٰخِرُ
قدرت رکھتا ہے وہی ہے پہلا اور پچھلا
وَالظَّاهِرُ ۔ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ ۔ بِكُلِّ ۔ شَيْءٍ ۔ عَلِيْمٌ ③
اور ظاہر اور باطن اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے
هُوَ الَّذِيْ ۔ خَلَقَ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضَ ۔ فِيْ
وہی ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین
سِتَّةِ ۔ اَيَّامٍ ۔ ثُمَّ ۔ اسْتَوٰى ۔ عَلَى ۔ الْعَرْشِ ۭ
چھ دن میں پھر قائم ہوا عرش پہ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ
اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا اسی کے لیے راج ہے آسمانوں
وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
کا اور زمین کا جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ
سکتا ہے اور وہی ہے سب سے پہلا اور سب سے پچھلا
وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③
اور باہر اور اندر اور وہ سب کچھ جانتا ہے
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ
وہی ہے جس نے آسمان اور زمین
سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ
چھ دن میں بنائے اور پھر قائم ہوا عرش پہ

سَبَّحَ (تسبیح کرتا ہے) ماضی کا صیغہ ہے تسبیح سے جس کا مادہ س ۔ ب ۔ ح ہے اور جس کا حاصل مصدر سبحان ہے اس کے معنی ہیں کسی کی بابت کچھ کہنا کہ وہ عیب اور نقص سے پاک ہے ۔ ارشاد ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں اس کی حالت بتا رہی ہے کہ اس کے اندر کچھ نہ کچھ کمی ہے ۔ اس کمی سے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور مبرّا اور منزہ ہے جو بولنا جانتے ہیں وہ زبان سے بھی کہتے ہیں سبحان اللہ جس کا مطلب بالکل یہی ہے کہ میں اللہ کو اس کمی سے پاک قرار دیتا ہوں ، جو مجھ میں ہے ۔ اس طرح وہ ہر کمی سے پاک ہو گیا ۔ پس وہ سب سے زبردست اور مرتبہ میں سب سے بلند ہے اور ہر ایک بھید سے واقف ہے ، اسی لیے آسمان اور زمین میں اسی کا راج ہے زندہ کرنا اور مارنا اسی کا کام ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ، سب سے پہلا بھی وہی ہے اور سب سے آخر بھی وہی رہے گا ۔ سب سے اوپر بھی وہی ہے اور ہر ایک چھپی ہوئی جگہ میں بھی وہی ہے ۔ اس کو ہر چیز کا علم ہے کوئی شے ایسی نہیں جو اسے معلوم نہ ہو ۔ یہ آسمان اور زمین جو تم دیکھ رہے ہو ان کے بن جانے کا اس نے حکم دیا اور وہ بن گئے اور رفتہ رفتہ چھ دن میں جا کر ان کی تکمیل ہوئی ۔ لیکن یہ دن وہ نہیں جو دنیا میں ہوا کرتے ہیں ان کی حقیقت اللہ ہی جانے ، ساری کائنات کا انتظام اس کے ہاتھ میں ہے تخت سلطنت اسی کے قبضہ میں ہے اور وہ اس پر قابض ہے ۔

اللہ کی صفتیں (ب)

يَعْلَمُ۔ مَا۔ يَلِجُ۔ فِي الْاَرْضِ۔ وَ۔ مَا۔ يَخْرُجُ
وہ جانتا ہے جو اندر جاتا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے
مِنْهَا۔ وَمَا۔ يَنْزِلُ۔ مِنَ السَّمَآءِ۔ وَمَا
اس سے اور جو اترتا ہے آسمان سے اور
يَعْرُجُ۔ فِيْهَا ؕ وَهُوَ۔ مَعَكُمْ۔ اَيْنَ۔ مَا۔ كُنْتُمْ ؕ
جو چڑھتا ہے اس میں اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو
وَاللّٰهُ۔ بِمَا۔ تَعْمَلُوْنَ۔ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ۔ مُلْكُ
اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے اسی کی ہے بادشاہی
السَّمٰوٰتِ۔ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى۔ اللّٰهِ۔ تُرْجَعُ
آسمانوں کی اور زمین کی اور طرف اللہ کی رجوع کرتے ہیں
الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ يُوْلِجُ۔ الَّيْلَ۔ فِي النَّهَارِ
سب کام داخل کرتا ہے رات کو دن میں
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ۔ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ۔ عَلِيْمٌۢ
اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور وہ جاننے والا ہے
بِذَاتِ۔ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾
دلوں کی بات

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
جانتا ہے جو اندر جاتا ہے زمین کے اور جو اس سے نکلتا ہے
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا
اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس
يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ
میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ
ہو اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے آسمانوں اور زمین
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
کا راج اسی کے لیے ہے اور سب کام اللہ ہی تک
الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
پہنچتے ہیں ۔ داخل کرتا ہے رات کو دن میں
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ
اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اس کو دلوں
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾
کی بات کی خبر ہے ۔

زمین کے اندر پانی اور بیج وغیرہ جو کچھ جاتا ہے اللہ کو اس کا علم ہے اور اس میں سے جو نکلتا ہے۔ مثلاً کھیتی درخت وغیرہ اسے بھی وہ جانتا ہے۔ آسمان سے بارش وغیرہ یا احکام شرعیہ جو کچھ نیچے اترتے ہیں اور بندوں کے بھلے برے اعمال جنہیں فرشتے لے کر اوپر چڑھتے ہیں سب اسے معلوم ہیں، اور تم جہاں ہو اور جس حال میں ہو وہ تمہارے ساتھ موجود ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ برابر دیکھتا ہے۔ کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں اور نہ تم اس سے چھپا سکتے ہو تم اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے کیونکہ آسمانوں میں اور زمین میں ہر جگہ اسی کی عملداری ہے۔ اور آخرکار ہر بات کا فیصلہ وہی کرے گا یہ اسی کی قدرت ہے، جس کی بدولت کبھی دن گھٹتا ہے اور رات بڑی ہو جاتی ہے اور کبھی رات گھٹ کر دن بڑا ہو جاتا ہے اور تمہاری نیتیں، ارادے اور دل کے اندر کی باتیں وہ اچھی طرح جانتا ہے ۔

اللہ کا حکم

اٰمِنُوْا ۔ بِاللّٰهِ ۔ وَرَسُوْلِهٖ ۔ وَاَنْفِقُوْا ۔ مِمَّا
ایمان لاؤ اللہ پر اور رسول پر اس کے اور خرچ کرو اس میں سے
جَعَلَكُمْ ۔ مُّسْتَخْلَفِيْنَ ۔ فِيْهِ ۔ فَالَّذِيْنَ
کہ کیا اس نے تمہیں نائب اس میں پس وہ جو
اٰمَنُوْا ۔ مِنْكُمْ ۔ وَاَنْفَقُوْا ۔ لَهُمْ ۔ اَجْرٌ
ایمان لائے تم میں سے اور خرچ کیا انہوں نے واسطے ان کے ثواب
كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا ۔ لَكُمْ ۔ لَا تُؤْمِنُوْنَ ۔ بِاللّٰهِ
ہے بڑا اور کیا ہو گیا تمہیں کہ نہیں ایمان لاتے اللہ پر
وَالرَّسُوْلُ ۔ يَدْعُوْكُمْ ۔ لِتُؤْمِنُوْا ۔ بِرَبِّكُمْ
حالانکہ رسول بلا رہا ہے تمہیں کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر
وَقَدْ ۔ اَخَذَ ۔ مِيْثَاقَكُمْ ۔ اِنْ ۔ كُنْتُمْ
اور تحقیق لے چکا ہے وہ عہد تمہارا اگر ہو تم
مُّؤْمِنِيْنَ ⑧
ماننے والے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا
یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو جو اس نے تمہارے
جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ
ہاتھ میں نائب مقرر کر کے دیا ہے اس سے خرچ کرو پس تم میں جو لوگ
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ
یقین لائے ہیں اور خرچ کرتے ہیں ان کے لیے بڑا
كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
ثواب ہے اور انہیں کیا ہوا کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے
وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ
اور رسول تمہیں بلاتا ہے کہ اپنے رب پر یقین لاؤ
وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
اور وہ تم سے پکا عہد لے چکا ہے اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ⑧
ماننے والے ہو۔

مُسْتَخْلَفِيْنَ (خلیفہ بنا کر تمہیں) مُسْتَخْلَفٌ کی جمع ہے ۔ جو اِسْتِخْلَافٌ سے اسم مفعول ہے اس کا مادہ خ ل ف ہے خِلَافَةٌ کسی کی جگہ کام کرنا اِسْتِخْلَافٌ کے معنی کسی کو اپنا کام کرنے کے لیے مقرر کرنا ۔ جو شخص دوسرے کی جگہ کام کرے اسے اس کا خلیفہ کہتے ہیں ؛

ارشاد ہے کہ جب تم اللہ کو مان چکے اور اس کی صفتیں معلوم کر چکے تو اب اس پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کو مانو جب تم طرح اس کے بس میں ہو اور کہیں جا کر اس سے چھپ نہیں سکتے تو اب سوا اس کے اور کیا رہ گیا کہ اس کے حکم بجا لاؤ اور اپنا مال جیسے وہ کہے خرچ کرو ۔ یاد رکھو جو کچھ تمہارے پاس ہے سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے ۔ تم سے پہلے یہ مال و متاع دوسروں کے پاس تھا وہ اسے چھوڑ کر چل دیئے ۔ اب اللہ نے ان کی جگہ تمہیں خلیفہ بنایا ہے ۔ اس میں سے تم جو کچھ ایمان لا کر خرچ کرو گے اس کا تمہیں بڑا اجر ملے گا ۔ تمہارے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ نہیں جب رسول بھی تم سے صاف صاف یہی کہہ رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور تم پیدا ہونے سے پہلے اللہ سے اس کا اقرار بھی کر چکے ہو کہ ہم تجھے اپنا رب مانتے ہیں اور پھر رسول کے ہاتھ پر بھی تم بیعت کر چکے ہو کہ ہم جان و مال سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے ۔ اب اگر تم واقعی ایمان لے آئے ہو تو اللہ کے حکم پر چلو ؛

اللہ کی عنایتیں

هُوَالَّذِیْ - یُنَزِّلُ - عَلٰی عَبْدِهٖۤ - اٰیٰتٍۢ - بَیِّنٰتٍ
وہی ہے جو اتارتا ہے اپنے بندے پر آیتیں کھلی
لِّیُخْرِجَكُمْ - مِّنَ - الظُّلُمٰتِ - اِلَى النُّوْرِ ؕ - وَاِنَّ
تاکہ نکالے تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف اور تحقیق
اللّٰهَ - بِكُمْ - لَرَءُوْفٌ - رَّحِیْمٌ ۝۹ وَمَا
اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے اور کیا
لَكُمْ - اَلَّا - تُنْفِقُوْا - فِیْ سَبِیْلِ - اللّٰهِ
ہوگیا تمہیں کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں
وَلِلّٰهِ - مِیْرَاثُ - السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضِ ؕ
اور اللہ کے لیے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی
لَا یَسْتَوِیْ - مِنْكُمْ - مَّنْ اَنْفَقَ - مِنْ
نہیں برابر ہے تم میں سے وہ جس نے خرچ کیا
قَبْلِ الْفَتْحِ - وَقٰتَلَ ؕ
فتح سے پہلے اور لڑائی کی

هُوَالَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ
وہی ہے جو اپنے بندے پر صاف آیتیں اتارتا ہے
لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ
کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے میں نکال لائے اور
اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝۹ وَمَا
اللہ تم پر نرمی کرنے والا مہربان ہے اور تم کو
لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے
وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
اور اللہ ہی کے پاس ہر چیز پہنچ کر رہتی ہے آسمانوں اور زمین میں
لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ
برابر نہیں تم میں جس نے فتح سے پہلے خرچ
قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ
کیا اور لڑائی کی

عَبْد اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ (فتح سے پہلے) اس فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس سے پہلے بڑی تنگی میں تھے میراث (ورثہ) ہر وہ چیز جو آدمی مرنے کے بعد دوسروں کے لیے چھوڑ جائے اسی کو ترکہ بھی کہتے ہیں، اسلام کے اندر مال کا کیا مرتبہ ہے اور آمد و خرچ کا انتظام انسان کو کیا کرنا چاہیئے اس مسئلہ کو قرآن نے بہت ہی عمدہ طریقہ سے سلجھا دیا ہے جس میں کوئی پیچیدگی نہیں، مال انسان کی معمولی ضرورتیں پوری کرنے کا ذریعہ ہے، اس لیے نہیں کہ ایک شخص کے پاس اس کی ضرورت سے کہیں زائد مال کا ڈھیر ہوتا چلا جائے اور دوسرے منہ تکتے رہ جائیں۔ اسی بات سے دنیا میں ایک اندھیر مچا ہوا ہے

ارشاد ہے کہ اللہ نے اپنا رسول بھیج کر انسان کو ہر تاریکی سے بچا لیا اور قرآن کی صاف اور کھلی آیتیں بھیج کر اسے روشنی میں لاکھڑا کر دیا، یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ اب بھی اگر تم گمراہی میں پھنسے رہو، تو بڑے تعجب کی بات ہے، اچھی طرح سمجھ لو کہ مال کا اصل مالک فقط اللہ ہے۔ انسان اسے یہیں چھوڑ کر چل دیتا ہے اور وہ اللہ ہی کے پاس رہ جاتا ہے جنہوں نے سخت ضرورت کے وقت مال خرچ کیا، وہ ان سے بہتر ہیں۔ جنہوں نے خرچ تو کیا، لیکن اس وقت جس وقت شدید ضرورت نہ رہی ❖

اصل چیز ایمان ہے!

اُولٰٓئِكَ ۔ اَعْظَمُ ۔ دَرَجَةً ۔ مِّنَ الَّذِيْنَ
وہ لوگ زیادہ بڑے ہیں درجہ میں ان سے جنہوں نے
اَنْفَقُوْا ۔ مِنْۢ بَعْدُ ۔ وَقٰتَلُوْا ۔ وَكُلًّا
خرچ کیا اس کے بعد اور لڑائی کی اور ہر ایک سے
وَّعَدَ ۔ اللّٰهُ ۔ الْحُسْنٰى ۔ وَاللّٰهُ ۔ بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ
وعدہ کیا ہے اللہ نے بھلائی کا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو
خَبِيْرٌ ⑩ مَنْ ۔ ذَا الَّذِيْ ۔ يُقْرِضُ ۔ اللّٰهَ
خبردار ہے کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو
قَرْضًا ۔ حَسَنًا ۔ فَيُضٰعِفَهٗ ۔ لَهٗ ۔ وَلَهٗٓ
قرض اچھا پس دگنا کر دے وہ اسے اس کے لیے اور اس کے
اَجْرٌ ۔ كَرِيْمٌ ⑪ يَوْمَ ۔ تَرَى ۔ الْمُؤْمِنِيْنَ
لیے ثواب ہے خاطر خواہ جس دن دیکھے تو ایمان والوں کو
وَالْمُؤْمِنٰتِ ۔ يَسْعٰى ۔ نُوْرُهُمْ ۔ بَيْنَ
اور ایمان والیوں کو کہ دوڑتی ہے روشنی ان کے سامنے
اَيْدِيْهِمْ ۔ وَبِاَيْمَانِهِمْ
ان کے ہاتھوں کے اور داہنی طرف ان کی

اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ
ان لوگوں کا درجہ ان سے بڑا ہے جو اس کے بعد
اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۚ وَكُلًّا
خرچ کریں اور لڑائی کریں اور اللہ نے سب
وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خوبی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ کو خبر ہے جو تم
خَبِيْرٌ ⑩ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ
کرتے ہو کون ہے ایسا جو اللہ کو اچھی طرح قرض
قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ
دے پھر وہ اس کو اس کے واسطے دونا کر دے اور اسے
اَجْرٌ كَرِيْمٌ ⑪ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ
عزت کا اجر دے جس دن تو ایمان والے مردوں
وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ
اور ایمان والی عورتوں کو دیکھے کہ ان کی روشنی ان کے آگے اور
اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ
ان داہنے دوڑتی ہوئی چلتی ہے۔

اللہ کے نزدیک وہ عمل مقبول ہے جو ایمان کے ساتھ ہو ورنہ وہ آخرت میں کسی کام نہ آئے گا۔ لوگ خیرات دان پن کرتے ہیں لیکن اگر وہ اس لیے نہیں کرتے کہ اللہ کا حکم ہے بلکہ نام و نمود یا کسی دنیا کے فائدے کے لیے کرتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اس سے دنیا کا فائدہ ہو جائے لیکن مرنے کے بعد اس کا کوئی فائدہ نہیں، پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جتنا ایمان ہوگا اتنا ہی عمل کا فائدہ ہوگا۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے فتح سے پہلے مال اللہ کے واسطے دیا ان کا ایمان کامل تھا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے پنپنے کے ظاہری اسباب کچھ نہ تھے محض اللہ کے وعدوں پر یقین کر کے انہوں نے جان و مال خرچ کیا، اس لیے وہ ان سے درجہ میں بڑھ کر ہیں۔ جنہوں نے مسلمانوں کی فتح آنکھوں سے دیکھ لی اور پھر جان و مال خرچ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ یوں ہر ایک ایمان رکھنے والا اللہ کے لیے جب بھی خرچ کرے گا۔ اس کا نتیجہ بھلا ہوگا۔

ایمان کا پھل

یہ ہرگز مت سمجھنا۔ کہ کوئی کام جو تم کروگے وہ بیکار جائے گا۔ اللہ کو تمہارے چھوٹے اور بڑے ہر کام کی خبر ہے جو کام اچھا ہوگا اس کا بدلہ اچھا ہوگا اور برے کام کا بدلہ برا ہوگا۔ اور سنو یہ جو کچھ تم اللہ کے لیے خرچ کرتے ہو اور اس کے حکم کی تعمیل کے لیے خیرات (داد و دہش) کرتے ہو اس کو یوں سمجھو کہ تم اللہ کو قرض دے رہے ہو اللہ کی صفتیں تم سن چکے ہو۔ وہ فیاض ہے، وہ بخشش کرنے والا ہے، وہی سب کچھ دیتا ہے یہ جو تمہیں حکم دیا ہے کہ تم خرچ کرو یہ اس لیے ہے کہ تمہیں اس کے بدلے دنیا اور آخرت میں اور بہت سا دے۔ اگر اس کے حکم پر خرچ نہ کروگے اور ہاتھ کھینچ کر بیٹھ رہوگے تو اس میں سراسر تمہارا ہی نقصان ہے۔ بندے کا بھلا اسی میں ہے کہ آقا کا حکم مانے۔ اس لیے تمہیں موقعہ دیا گیا ہے کہ آگے بڑھ کر خوشی خوشی اس کے حکموں کی تعمیل کرو۔

ارشاد ہے کہ ایمان والو! یہ روپیہ جو تم اللہ کے لیے خرچ کر رہے ہو یہ تم اللہ کو گویا قرض دے رہے ہو اس خرچ کرنے میں فقط اسے راضی کرنے کا خیال رکھو اور غنیمت سمجھو کہ اس نے تمہیں اس کا موقعہ دیا کہ تم اس کا حکم مان کر اسے خوش کرو۔ تم اگر یہ قرض خوشی سے کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور ٹال مٹول کے بغیر دوگے تو وہ اسے فیاضی کے ساتھ کئی گنا کرکے واپس کرے گا۔ دنیا میں بھی تمہیں اس کی بدولت فتح و ظفر نصیب ہوگی اور مالا مال ہوجاؤگے اور آخرت میں اس کا ایسا بدلہ ملے گا کہ تم خوش ہوجاؤگے اور اپنی قسمت پر فخر کروگے۔

آخرت کے دن پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا، لیکن وہاں اندھیرا اتنا زبردست ہوگا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھے گا۔ اس وقت ایمان والوں کا ایمان ان کے کام آئے گا اور ان کو اپنے سامنے کی طرف اور دائیں طرف اس کی بدولت روشنی ہی روشنی نظر آئے گی اور ان کے ساتھ آگے بڑھے گی۔ چنانچہ وہ اس روشنی میں راستہ دیکھتے ہوئے پل صراط پر سے گزر جائیں گے۔ سامنے جو روشنی ہوگی وہ ایمان اور یقین کی ہوگی اور دائیں طرف کی روشنی ان نیک کاموں کی ہوگی جو انہوں نے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاکر قرآن کے مطابق کیے ہوں گے۔ یہ روشنی منکروں کو نصیب نہ ہوگی۔

آخرت کی کامیابی

بُشْرٰىكُمُ ۔ الْيَوْمَ ۔ جَنّٰتٌ ۔ تَجْرِيْ ۔ مِنْ
خوش خبری تمہارے لیے آج باغات ہیں کہ بہتی ہیں
تَحْتِهَا ۔ الْاَنْهٰرُ ۔ خٰلِدِيْنَ ۔ فِيْهَا ؕ
نیچے جن کے نہریں ہمیشہ رہو گے اس میں
ذٰلِكَ ۔ هُوَ الْفَوْزُ ۔ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ
یہ بات یہی ہے کامیابی بڑی جس دن
يَقُوْلُ ۔ الْمُنٰفِقُوْنَ ۔ وَالْمُنٰفِقٰتُ ۔ لِلَّذِيْنَ
کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ان سے جو
اٰمَنُوا ۔ انْظُرُوْنَا ۔ نَقْتَبِسْ ۔ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ
ایمان لائے انتظار کرو ہمارا کہ روشنی لیں ہم نور سے تمہارے
قِيْلَ ۔ ارْجِعُوْا ۔ وَرَآءَكُمْ ۔ فَالْتَمِسُوْا
کہا جائے گا واپس جاؤ پیچھے کی طرف اپنی پس ڈھونڈو
نُوْرًا ؕ
نور

بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
خوشخبری تم کو آج کے دن باغ ہیں کہ جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
نہریں بہتی ہیں سدا رہو ان میں سے جو
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ
ہے یہی ہے بڑی مراد ملنی جس دن
يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ
کہیں گے دغا باز مرد اور دغا باز عورتیں ایمان والوں
اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ
سے ہماری راہ دیکھو ہم بھی روشنی لیں تمہارے نور سے
قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا
کوئی کہے گا لوٹ جاؤ پیچھے پھر ڈھونڈ لو
نُوْرًا ؕ
روشنی

ارشاد ہے کہ اس دن ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اپنے ایمان اور نیک کاموں کی روشنی میں پل صراط سے گذرنا شروع کریں گے۔ ان کو اس دن خوشخبری یہ دی جائے گی کہ تمہارے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور تم انہی باغوں میں ہمیشہ رہو گے، یہی وہ انجام ہے جو سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اس لیے کہ جو خوش نصیب جنت میں پہنچ گیا۔ اس کی ساری مرادیں یقیناً پوری ہو گئیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ اس سے خوش ہو گیا۔

دوسری طرف اللہ کے انکار کرنے والے پل صراط پر سے گذر ہی نہ سکیں گے۔ شروع ہی میں کٹ لٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے مگر جو لوگ منافق تھے یعنی ظاہر میں مسلمانوں سے ملے ہوئے تھے مگر دل میں ان کے دشمن تھے۔ انہیں ان کی ظاہری حالت کے لحاظ سے پل صراط پر سے گذرنے کی اجازت دی جائے گی اور وہ وہاں بھی ایمان والوں کی روشنی میں آگے بڑھنا چاہیں گے، لیکن ایمان والے جلدی جلدی آگے بڑھ جائیں گے اور یہ اندھیرے میں رہ جائیں گے۔ اس وقت وہ ایمان والوں کو پکاریں گے کہ ٹھہر جاؤ ہم بھی تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھائیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم واپس جاؤ اور وہاں سے روشنی لے کر آؤ۔ دوسروں کی روشنی سے تم یہاں فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

الگ کر دیا گیا

فَضُرِبَ۔ بَیْنَهُمْ۔ بِسُوْرٍ۔ لَّهٗ۔ بَابٌ
پس جدائی کر دی جائے گی درمیان ان کے ایک دیوار کہ جس کا ایک دروازہ ہوگا
بَاطِنُهٗ۔ فِیْهِ۔ الرَّحْمَةُ۔ وَظَاهِرُهٗ
اندر اس کے اس میں رحمت ہو گی اور باہر اس کا
مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ یُنَادُوْنَهُمْ۔ اَلَمْ
اس طرف عذاب ہو گا پکاریں گے وہ منافق انہیں کیا نہ
نَكُنْ مَّعَكُمْ۔ قَالُوْا۔ بَلٰى۔ وَلٰكِنَّكُمْ۔ فَتَنْتُمْ
تھے ہم تمہارے ساتھ۔ کہیں گے ہاں تھے تو مگر تم فریب دیا تم نے
اَنْفُسَكُمْ۔ وَتَرَبَّصْتُمْ۔ وَارْتَبْتُمْ۔ وَغَرَّتْكُمُ
اپنے آپ کو اور راہ دیکھی تم نے اور شک میں پڑ گئے اور بہکایا تم کو
الْاَمَانِیُّ۔ حَتّٰى۔ جَآءَ۔ اَمْرُ اللّٰهِ۔
آرزوؤں نے یہاں تک کہ آگیا حکم اللہ کا
وَغَرَّكُمْ۔ بِاللّٰهِ۔ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾
اور بہکایا تمہیں اللہ کے نام سے بہکانے والے نے

فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ
پس کھڑی کر دی جائے ان کے بیچ میں ایک دیوار جس میں ایک
بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ
دروازہ ہوگا جس کے اندر رحمت ہوگی اور باہر کی طرف
مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ یُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ
عذاب پکاریں گے وہ کیا ہم
نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ
تمہارے ساتھ نہ تھے کہیں گے کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو بھلا دیا
اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ
اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے اور بہک گئے
الْاَمَانِیُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ
اپنے خیالوں پر یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچے
وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾
اور تم کو بہکا دیا اللہ کے نام سے اس دغاباز نے

ضُرِبَ (لگا دینا۔ بنا دینا) اس لفظ کے بہت سے معنی ہیں جو پہلے جا بجا گزر چکے ہیں ان میں ایک بنا کر کھڑا کر دینا بھی ہیں جو یہاں مراد ہیں اَمَانِیُّ: (جھوٹی آرزوئیں) اُمْنِیَّةٌ کی جمع ہے جو سورۃ الانبیاء میں گزرا (فضول بیہودہ خیالات)۔

ارشاد ہے کہ منافق ایمان والوں سے یہ درخواست کر رہے ہوں گے کہ ٹھہر جاؤ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے لو کہ اتنے میں ان منافقوں اور ایمان والوں کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ ایمان والے تو اس دروازے میں سے اندر کی طرف چلے جائیں گے جہاں اللہ کی رحمت ہی رحمت ہوگی اور منافق باہر کھڑے رہ جائیں گے۔ اس باہر کے رخ کی طرف دکھ اور عذاب ہوگا۔ اس وقت منافق ایمان والوں کو پکاریں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اب تم ہمیں چھوڑ کر کیوں چل دیئے۔ ایمان دار جواب دیں گے کہ ساتھ تو تم بیشک تھے لیکن محض زبانی جمع خرچ کرتے تھے، تمہارے خیالات کچھ اور ہی تھے، تم نے اپنی خواہشوں کے پھندے میں پھنس کر اپنے آپ کو دھوکا دیا اور مسلمانوں کے مٹ جانے کی راہیں دیکھتے رہے، اسلام کی طرف سے شک و شبہ میں پڑ گئے یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے تمہیں موت نے آن دبایا اور تمہیں توبہ نصیب نہ ہوئی۔ شیطان نے تمہیں ورغلایا کہ اللہ سے مت ڈرو، موجیں اڑاؤ اور آخرت کا عذاب تو کچھ بھی نہیں ۔۔۔

اب مسلمانوں کی باری ہے

فَالْيَوْمَ ـ لَا يُؤْخَذُ ـ مِنْكُمْ ـ فِدْيَةٌ ـ وَّلَا
پس آج کے دن نہ لیا جائے گا تم سے فدیہ اور نہ
مِنَ الَّذِيْنَ ـ كَفَرُوْا ۚ مَاْوٰىكُمُ ـ النَّارُ ۭ هِيَ
ان سے جو انکار کر بیٹھے ٹھکانا تمہارا آگ ہے وہی
مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾ اَلَمْ ـ يَاْنِ
ساتھی ہے تمہاری اور برا ہے ٹھکانا وہ کیا نہیں آیا وقت
لِلَّذِيْنَ ـ اٰمَنُوْٓا ـ اَنْ تَخْشَعَ ـ قُلُوْبُهُمْ
ان کے لیے جو ایمان لائیں اور جھک جائیں دل ان کے
لِذِكْرِ ـ اللّٰهِ ـ وَمَا ـ نَزَلَ ـ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا
اللہ کی یاد کے لیے اور جو اترا ہے سچا دین اور نہ
يَكُوْنُوْا ـ كَالَّذِيْنَ ـ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ـ مِنْ قَبْلُ
ہوں مانند ان لوگوں کے جنہیں دی گئی کتاب اس سے پہلے

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا
سو آج تم سے فدیہ قبول نہ ہوگا اور نہ
مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ
منکروں سے تم سب کا گھر دوزخ ہے وہی
مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾ اَلَمْ يَاْنِ
تمہاری رفیق ہے۔ اور بری جگہ پہنچے کی کیا ایمان والوں کے
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ
لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے گڑگڑائیں
لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا
اور اس سے جو اترا ہے سچا دین اور ان جیسے
يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ
نہ ہوں جنہیں ان سے پہلے کتاب ملی تھی۔

فِدْيَةٌ: (جان کا بدلہ) یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے۔ جو چیز جان بچانے کے لیے دی جائے لَمْ يَاْنِ (نہیں وقت آیا) يَاْنِ اصل میں يَاْنِيْ مضارع کا صیغہ ہے ا۔ن۔ی سے اَنْيٌ کے معنی وقت آنا لَمْ کی وجہ سے ی گر گئی اَلَمْ يَاْنِ (نہیں وقت آیا) استفہام اقراری ہے یعنی آ گیا۔

ایمان والے منافقوں سے کہیں گے کہ تم نے دنیا میں دوغلے پن سے کام لیا، ظاہر میں ہمارے ساتھی بنے رہے اور چپکے چپکے ہماری جڑ کاٹنے کی کوشش میں لگے رہے۔ اس لیے آج ہماری روشنی تمہارے کام نہ آئے گی اور نہ کچھ دے دلا کر جان چھڑا سکو گے۔ کافروں کا اور تمہارا اس بارے میں ایک سا حال ہے۔ تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ آج تمہارا ساتھی وہی ہے ہم نہیں یقیناً تمہارا انجام برا ہو گا۔

آگے مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ اب تمہارے لیے وقت آ گیا ہے کہ تم اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکو اور یہ سچی باتیں جو تمہیں بتائی جا رہی ہیں ان کو دل سے مانو۔ دیکھو تم ایسا نہ کرنا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے کیا۔ یہ ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے، جنہوں نے دین اسلام کو قبول کر لیا۔ یعنی قبول کر لینے کے یہ معنی نہیں کہ زبان سے کہہ دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور چھٹی پائی۔ بلکہ تمہیں چاہیئے کہ سچے دل سے اللہ کو یاد کرو۔ اس کے آگے گڑگڑاؤ اور جو اس نے کہا ہے وہ کرو۔

بُروں جیسے مت بنو

فَطَالَ - عَلَيْهِمُ - الْاَمَدُ - فَقَسَتْ - قُلُوْبُهُمْ ط
لمبی ہوگئی ان کے لیے مدت پس سخت ہوگئے دل ان کے
وَكَثِيْرٌ - مِّنْهُمْ - فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا - اَنَّ
اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہے جان رکھو کہ
اللّٰهَ - يُحْيِ الْاَرْضَ - بَعْدَ مَوْتِهَا ط قَدْ
اللہ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد تحقیق
بَيَّنَّا - لَكُمُ - الْاٰيٰتِ - لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾
بیان کردیں ہم نے تمہارے لیے نشانیاں تاکہ تم عقل سے کام لو
اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ - وَالْمُصَّدِّقٰتِ - وَاَقْرَضُوا
تحقیق صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والیاں عورتیں اور جنہوں نے قرض
اللّٰهَ - قَرْضًا حَسَنًا - يُّضٰعَفُ - لَهُمْ - وَلَهُمْ
دیا اللہ کو قرض اچھا دگنا کردیا جائے گا ان کے لیے اور ان
اَجْرٌ - كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾
کے لیے مزدوری ہے عزت کی

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ط
پھر دراز ہوگئی ان پر مدت پھر ان کے دل سخت ہوگئے
وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ
اور بہت سے ان میں نافرمان رہے جان لو کہ
اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط قَدْ
اللہ زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے ہم
بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾
نے کھول کر پتے بتا دیے ہیں اگر تم میں سمجھ ہے
اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا
تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد اور عورتیں اور قرض دیتے
اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ
ہیں اللہ کو اچھی طرح ان کو دونا ملتا ہے اور ان کے لیے
اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾
عزت کا ثواب ہے۔

اَلْمُصَّدِّقِيْنَ: خیرات کرنے والے مرد، اَلْمُصَّدِّقٰتِ خیرات کرنے والی عورتیں اصل میں اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ ہے جو تَصَدَّقَ سے بنے ہیں

ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! تم کو ان پہلے لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے جن کے پاس اللہ کے رسول کتاب لے کر آئے اور ان کو اچھے چال چلن سکھائے، پہلے پہل تو اچھے لوگوں نے ان کی بات مانی اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ سے زندگی بسر کرنی شروع کی لیکن جب بہت دن گذر گئے تو لوگوں نے وہ باتیں چھوڑ دیں اور ان کے دل سخت ہوگئے، اور وہ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر رسولوں کے طریقہ کو چھوڑ بیٹھے اور ان میں سے اکثر ان کی نافرمانی کھلم کھلا کرنے لگے۔ تم ایسا نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح خوش حال بنادے گا، جس طرح وہ خشک اور مردہ زمین کو دوبارہ تروتازہ اور جاندار کر دیتا ہے۔ اگر تم عقل سے کام لو تو زمین کے دوبارہ سبز ہوجانے ہی سے سمجھ جاؤ گے کہ گمنام اور ذلیل لوگ اللہ کے حکم بجا لاکر نامور اور عزت والے ہوسکتے ہیں۔ یاد رکھو جو لوگ اپنا مال نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور ثواب کی امید پر اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ دے دینے کے لیے تیار رہیں ان کو بہت بڑا ثواب ملے گا اور ان کے لیے ایسا اجر تیار ہے جس سے وہ باغ باغ ہوجائیں گے۔

دنیا میں کیا دھرا ہے

وَالَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - بِاللّٰهِ - وَرُسُلِهٖٓ - اُولٰٓئِكَ
اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر وہ لوگ
هُمُ - الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ - عِنْدَ - رَبِّهِمْ
وہی ہیں سچے ایمان والے گواہی دینے والے اپنے رب کے سامنے
لَهُمْ - اَجْرُهُمْ - وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ - كَفَرُوْا
ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کی روشنی اور جنہوں نے انکار کیا
وَكَذَّبُوْا - بِاٰيٰتِنَآ - اُولٰٓئِكَ - اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (19)
اور جھوٹا کہا ہماری آیتوں کو یہ دوزخ والے
اِعْلَمُوْٓا - اَنَّمَا - الْحَيٰوةُ - الدُّنْيَا - لَعِبٌ
جان لو کچھ نہیں زندگانی دنیا کی مگر کھیل
وَّلَهْوٌ - وَّزِيْنَةٌ - وَّتَفَاخُرٌۢ - بَيْنَكُمْ
اور تماشا اور بناؤ سنگار اور بڑائیاں مارنی آپس میں
وَتَكَاثُرٌ - فِي الْاَمْوَالِ - وَالْاَوْلَادِ ۭ
اور بڑھتی ڈھونڈنی مال میں اور اولاد میں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ
اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر وہی
هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ
سچے ایمان والے اور اپنے رب کے سامنے لوگوں کا احوال بتانے والے
لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ہیں اور ان کے لیے اب اور روشنی ہے اور جو لوگ منکر ہوئے
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (19) ع ۲ ۱۸
اور ہماری باتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔
اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ
جان رکھو کہ دنیا کی زندگانی یہی کھیل تماشا
وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ
اور بناؤ اور آپس میں بڑائیاں کرنی
وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ
اور بہتات ڈھونڈھنی مال کی اور اولاد کی۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کے سچا ہونے کا یقین کیا اور اپنی باتوں اور کاموں سے اسلام کا بہترین مذہب ہونا ثابت کرتے رہے یہ لوگ اللہ عز و جل کے نزدیک سچے ایمان والے اور اسلام کو نیک نام کرنے والے ہیں، ان کو ان کا ثواب ملے گا اور انہیں کے پاس قیامت میں روشنی بھی ہوگی۔ اور جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور قرآن کی آیتوں کو جھوٹا سمجھا انہی کے لیے دوزخ بنی ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ دنیا کی حقیقت سن لو۔ کھیل کود، تماشا، بناؤ سنگھار، آپس میں ایک دوسرے پر فوقیت جتانا اور ہر ایک کا اس کوشش میں لگے رہنا کہ کسی طرح میرے پاس سب سے زیادہ مال و دولت جمع ہو جائے اور ڈھیر ساری اولاد، تاکہ میں اور وں سے بات میں زیادہ رہوں۔ بس اس زندگی کی یہ کائنات ہے لیکن آخر اس کا انجام کیا ہوتا ہے جب عمر کے ساتھ قوتیں گھٹنی شروع ہوئیں پھر نہ کھیل تفریح میں جی لگتا ہے، نہ تماشے دیکھنے کی سکت رہتی ہے۔ ہاں آدمی کچھ کچھ شیخیاں بگھارتا رہتا ہے اور اپنے پچھلے کارنامے فخر کے طور پر سناتا رہتا ہے، مال اور اولاد پر اتراتا ہے لیکن آخر کار جب موت نے ٹینٹوا آدبایا تو نہ مال کام آتا ہے نہ اولاد کچھ کر سکتی ہے ۔

دنیا کی مثال

كَمَثَلِ ۔ غَيْثٍ ۔ اَعْجَبَ ۔ الْكُفَّارَ ۔ نَبَاتُهٗ ۔ ثُمَّ
جیسے مثال ایک بارش کی کہ خوش کیا کسانوں کو اس کے سبزے نے پھر
يَهِيْجُ ۔ فَتَرٰىهُ ۔ مُصْفَرًّا ۔ ثُمَّ ۔ يَكُوْنُ
زور پر آتا ہے پھر تو دیکھتا ہے زرد پھر ہو جاتا ہے
حُطَامًا ۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ ۔ عَذَابٌ ۔ شَدِيْدٌ
چورا چورا اور آخرت میں عذاب ہے سخت
وَّمَغْفِرَةٌ ۔ مِّنَ اللّٰهِ ۔ وَرِضْوَانٌ ۔ وَمَا
اور بخشش دینا اللہ کی جانب سے اور رضامندی اور نہیں
الْحَيٰوةُ ۔ الدُّنْيَآ ۔ اِلَّا ۔ مَتَاعُ ۔ الْغُرُوْرِ ﴿٢٠﴾
زندگانی دنیا کی مگر سامان دھوکے کا
سَابِقُوْٓا ۔ اِلٰى مَغْفِرَةٍ ۔ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ وَجَنَّةٍ
دوڑو تم معافی کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف
عَرْضُهَا ۔ كَعَرْضِ ۔ السَّمَآءِ ۔ وَالْاَرْضِ
پھیلاؤ جس کا ہے مانند پھیلاؤ آسمان اور زمین کے

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ
جیسے ایک مینہ کی حالت جس کا سبزہ کسانوں کو اچھا لگا پھر
يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ
وہ زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے کہ زرد ہو گیا پھر ہو جاتا ہے
حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ
روندی ہوئی گھاس اور آخرت میں سخت عذاب ہے
وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا
اور اللہ کی معافی اور رضامندی بھی ہے اور دنیا
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿٢٠﴾
کی زندگانی تو فقط دغا کی پونجی ہے۔
سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ
اپنے رب کی معافی کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف
عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
جس کا پھیلاؤ زمین و آسمان کے پھیلاؤ جیسا ہے۔

اَلْكُفَّارُ (کاشتکار لوگ) یہ کافر کی جمع ہے، جو ک۔ ف۔ ر سے بنا ہے، کافر کے ایک معنی کاشتکار کے ہیں اور یہاں وہی مراد ہیں۔

يَهِيْجُ (زور پکڑتا ہے) مضارع ہے ہ۔ ی۔ ج سے هَيْجٌ کے معنی اٹھنے اور لہلہانے کے ہیں۔

ارشاد ہے کہ دنیا کی مثال ایسی سمجھو جیسے مینہ برسا اور زمین سے کھیتیاں نکل پڑیں، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آئے گا۔ اور کاشتکار اسے دیکھ کر نہال ہو گئے۔ پھر وہ کھیتیاں لہلہائیں اور بڑھیں پھر سوکھ کر زرد ہو گئیں۔ پھر انہیں جانوروں نے روند کر چورا چورا کر دیا۔ ایسے ہی دنیا کی بہار بھی چند روزہ ہے آخر جاتی رہے گی۔ اور آخرت شروع ہو گی۔ جہاں دو چیزیں تیار ہیں سخت عذاب اور اللہ کی بخشش اور رضامندی انہیں سے انسان کو پالا پڑے گا۔ دنیا تو فنا ہو جانے والی ہے اور جو کچھ یہاں نظر آ رہا ہے فقط عارضی طور پہ دل لبھانے والا سامان ہے۔ لوگ اسے دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں کہ یہ پائیدار چیزیں ہیں، حالانکہ مرنے کے بعد کچھ بھی نہیں رہتا۔ اس لیے ان چیزوں سے دل لگا کر کیا کرو گے، تمہارے لیے انجام کار یہی بہتر ہے کہ اللہ کی طرف دوڑو اور اس جنت کے حاصل کرنے کی فکر کرو، جس کی وسعت اس قدر ہے جس قدر آسمان و زمین کی وسعت ہے۔ وہاں نہ کوئی پابندی ہے نہ کوئی قید۔ جو چاہے کرو۔

نہ گھبراؤ نہ اتراؤ

اُعِدَّتْ - لِلَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - بِاللّٰهِ - وَرُسُلِهٖ
تیار کی گئی ہے واسطے ان کے جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر
ذٰلِكَ - فَضْلُ - اللّٰهِ - يُؤْتِيْهِ - مَنْ يَّشَآءُ
یہ فضل اللہ کا ہے عطا کرے اسے جسے چاہے
وَاللّٰهُ - ذُو الْفَضْلِ - الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾ مَآ
اور اللہ بڑے فضل والا ہے نہیں
اَصَابَ - مِنْ - مُّصِيْبَةٍ - فِي الْاَرْضِ
پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں
وَلَا - فِيْٓ - اَنْفُسِكُمْ - اِلَّا - فِيْ - كِتٰبٍ - مِّنْ
اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ کتاب میں ہے پہلے
قَبْلِ - اَنْ - نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ - ذٰلِكَ - عَلَى اللّٰهِ
اس کے کہ پیدا کریں ہم اس کو تحقیق یہ اللہ پر
يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا - تَاْسَوْا - عَلٰي - مَا
آسان ہے تاکہ نہ غمگین ہو تم اس پر جو جاتا رہا
فَاتَكُمْ - وَلَا تَفْرَحُوْا - بِمَآ - اٰتٰىكُمْ ۭ
ہاتھ سے اور نہ اتراؤ اس پر جو دیا اس نے تمہیں۔

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ
تیار رکھی ہے ان کے واسطے جو ایمان لائے اللہ پر اور اس
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ
کے رسولوں پر یہ اللہ کا فضل ہے دے اس کو جسے چاہے
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾ مَآ
اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔ کوئی
اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ
آفت نہیں پڑتی ملک میں
وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ
اور نہ تمہاری جانوں میں جو کتاب میں لکھی ہو اس سے
قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
پہلے کہ ہم اسے دنیا میں پیدا کریں بیشک یہ آسان ہے
يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا
اللہ پر تاکہ غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ نہ آیا
فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ
اور نہ شیخی کیا کرو اس پر جو تمہیں اس نے دیا۔

لَا تَاْسَوْا: (غمگین نہ ہو) مضارع منفی ہے ا-س-ی اَسٰی کے معنی رنج و غم کے ہیں لَاتَاْسَوْنَ تھا۔ لِكَيْلَا کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔

ارشاد ہے کہ جنت ان کے لیے تیار کر دی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے اور وہ بڑے فضل والا ہے۔ آگے مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت کے وقت گھبرایا مت کرو اور نہ خوشحالی پر اترایا کرو۔ دنیا میں کوئی عام مصیبت یا کسی آدمی پر کوئی خاص آفت نہیں آتی مگر وہی جو اللہ نے لوح محفوظ میں پہلے ہی لکھ دی ہے اور اللہ کے لیے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ اس کے علم میں سب کچھ ہے اور جو جانتا ہو اس کو لکھ دینا کچھ مشکل نہیں ہوسکتا۔ اسی کو تقدیر کہتے ہیں اور یہ بھید اس لیے بتادیا ہے کہ تم کو مصیبت میں صبر کرنا آسان ہو جائے اور نعمت کے وقت اللہ کا شکر کرو اور اتراتے نہ پھرو کہ میں مالدار ہوں اور پیسے والا ہوں ؏

گھمنڈ کاہے کا!

وَاللّٰهُ - لَا يُحِبُّ - كُلَّ - مُخْتَالٍ - فَخُوْرٍ ﴿۲۳﴾
اور اللہ نہیں پسند کرتا کسی اترانے والے گھمنڈی کو

الَّذِيْنَ - يَبْخَلُوْنَ - وَيَأْمُرُوْنَ - النَّاسَ
جو لوگ کنجوسی کرتے ہیں اور حکم دیتے لوگوں کو

بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ - يَّتَوَلَّ - فَاِنَّ - اللّٰهَ - هُوَ
بخیل بننے کا اور جو منہ پھیرلے پس تحقیق اللہ وہ

الْغَنِيُّ - الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ - اَرْسَلْنَا - رُسُلَنَا
بے پرواہ ہے خوبیوں والا ہے البتہ تحقیق بھیجا ہے ہم نے اپنے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ - وَاَنْزَلْنَا - مَعَهُمُ - الْكِتٰبَ
کو ساتھ نشانیوں کے اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ کتاب

وَالْمِيْزَانَ - لِيَقُوْمَ - النَّاسُ - بِالْقِسْطِ ۚ
اور ترازو تاکہ قائم ہوں لوگ عدل پہ

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿۲۳﴾
اور اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ
وہ جو آپ نہ دیں اور دوسروں کو بھی نہ دینا سکھائیں

بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ
اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ

الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا
بے پرواہ ہے اور خوبیوں والا ہم نے اپنے رسول بھیجے ہیں

بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
نشانیاں دے کر اور ان کے ساتھ اتاری کتاب

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ
اور ترازو تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر

مُخْتَالٌ: (اترانا) اسم فاعل ہے اِخْتِیَالٌ سے جس کا مادہ خ۔ی۔ل ہے اور خُیَلَاءُ کے معنی تکبّر اور غرور کے ہیں مُخْتَال متکبر۔ مغرور۔ اترانا۔

میزان: ترازو۔ یہاں اس سے مراد ہے انصاف قائم کرنے کے لیے ماپ تول کے ذریعے اور شرعی قانون قِسط (عدل و انصاف) کئی جگہ گذر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کو ایسا کوئی شخص پسند نہیں جو اپنی دولت پر اتراتا پھرتا ہو اور لوگوں کے سامنے اپنی بڑائیاں مارتا ہو یہی لوگ ہیں جو خود بھی بخیل اور کنجوس ہوتے ہیں اور دوسروں سے بھی کہتے رہتے ہیں کہ پیسہ لٹانے کی چیز نہیں ہے اسے جوڑ کر جمع کرکے رکھو۔

آگے ارشاد ہے کہ ہم نے تو کہہ دیا کہ پیسہ ہو تو اللہ کی راہ میں جیسے اس نے بتایا خرچ کرو اور اب اگر کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرلے تو اپنا ہی کچھ کھوئے گا۔ اللہ کو تو کسی چیز کی حاجت نہیں، وہ بے پروا اور ساری خوبیوں کا مالک ہے، خرچ کرو گے تو اپنے ہی نفع کے لیے کروگے جس کا اللہ نے سخیوں سے وعدہ کیا ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم نے انسانوں کی ہدایت کا پورا پورا بندوبست کر دیا ہے، چنانچہ اپنے رسولوں کو بھیجا، انہیں کتاب دی اور ماپ تول کا سامان پیدا کر دیا اور قانون بنا دیئے تاکہ لوگ ظلم و زیادتی سے باز آئیں اور عدل و انصاف قائم کریں۔

فائدے کی ایک اور چیز

وَاَنْزَلْنَا - الْحَدِيْدَ - فِيْهِ - بَاْسٌ - شَدِيْدٌ
اور اتارا ہم نے لوہا جس میں لڑائی ہے سخت
وَّمَنَافِعُ - لِلنَّاسِ - وَلِيَعْلَمَ - اللّٰهُ - مَنْ
اور منفعتیں ہیں لوگوں کے لیے اور تاکہ معلوم کرے اللہ کون
يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ - بِالْغَيْبِ ۭ - اِنَّ - اللّٰهَ
مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے تحقیق اللہ
قَوِيٌّ - عَزِيْزٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ - اَرْسَلْنَا
قوت والا زبردست ہے اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے
نُوْحًا - وَّاِبْرٰهِيْمَ - وَجَعَلْنَا - فِيْ
نوح کو اور ابراہیم کو اور رہنے دیا
ذُرِّيَّتِهِمَا - النُّبُوَّةَ - وَالْكِتٰبَ - فَمِنْهُمْ
ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو پس بعض ان میں
مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ - مِّنْهُمْ - فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾
راہ پر ہیں اور بہت سے ان میں کہنا نہیں مانتے

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ
اور ہم نے اتارا لوہا اس میں سخت لڑائی ہے
وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ
اور لوگوں کے کام چلتے ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کرلے کہ
يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے بن دیکھے بیشک اللہ
قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا
زور آور ہے زبردست اور ہم نے نوح اور ابراہیم
نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ
کو بھیجا اور ٹھہرادی دونوں
ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ
کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب پھر کوئی ان میں
مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾
راہ پر ہے اور بہت ان میں نافرمان ہیں

ان آیتوں میں پہلے یہ بیان چلا آ رہا ہے کہ دنیا میں زندگی بسر کرنا آدمی کے لیے کوئی آسان کام نہیں، ایک طرف تو دنیا کے کھیل تماشے اس کے دل کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، دوسری طرف رنج و غم اور مصیبتوں سے پالا پڑتا ہے، پھر جو کسی بات میں ذرا بڑھ گیا وہ اوروں پر اپنی فوقیت جتانا اور دوسرں کو دبا کر رکھنا چاہتا ہے۔ دنیا سے دل ہٹانے کے لیے یوں کہا گیا کہ یہ کچھ دن کا میلہ ہے ایک دن ختم ہو جائے گا۔ اصل زندگی آخرت کی ہے اس لیے اس کو درست کرنے کی کوشش کرو، خوشحالی میں نہال اور مصیبت میں نڈھال ہونے سے یوں روکا کہ یہ سب تقدیری باتیں ہیں، اس لیے خوشحالی میں شکر اور مصیبت میں صبر کرو اور معاملہ اللہ پہ چھوڑ دو۔ اب اس کے بعد ظلم و زیادتی کرنے والوں کا علاج بتایا جا رہا ہے۔ پہلے کہا گیا کہ رسولوں کا کہا مانو، وہ تمہیں انصاف کرنا سکھائیں گے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ظالم یوں نہ مانیں تو ان کے دبانے کے لیے ان سے لڑو۔ اس کے لیے لوہے کو پیدا کیا گیا کہ اس سے ہتھیار بناؤ، اور ظالموں کا سر کچلو۔ لیکن کسی ذاتی فائدے کے لیے نہیں، بلکہ اس لیے کہ اللہ کا عدل اور انصاف کا قانون جاری ہو۔ لڑائی کا مقصد صرف یہی ہے اور اسی میں انسان کا امتحان ہے۔ لیکن انسان غلطی کرتا رہا ہے۔ دیکھو نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا اور پھر ان کی اولاد میں پیغمبری کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن پھر بھی سیدھے رستے پر تھوڑے ہی سے لوگ چلے اور بہت سے نافرمانی ہی پر کمر باندھے رہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے

ثُمَّ ۔ قَفَّیْنَا ۔ عَلٰٓی ۔ اٰثَارِهِمْ ۔ بِرُسُلِنَا ۔ وَقَفَّیْنَا
پھر بھیجا ہم نے ان کے نشان قدم پر اپنے رسولوں کو اور پیچھے بھیجا ہم نے

بِعِیْسَی ۔ ابْنِ ۔ مَرْیَمَ وَاٰتَیْنٰهُ ۔ الْاِنْجِیْلَ
عیسیٰ ابن مریم کو اور دی ہم نے اسے انجیل

وَجَعَلْنَا ۔ فِیْ قُلُوْبِ ۔ الَّذِیْنَ ۔ اتَّبَعُوْهُ
اور ڈال دی ہم نے دلوں میں ان کے جنہوں نے پیروی کی اس کی

رَاْفَةً ۔ وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِیَّةَ ۔ نِ ابْتَدَعُوْهَا
نرمی اور مہربانی اور ترک دنیا جو انہوں نے نئی بات نکال لی

مَا ۔ كَتَبْنٰهَا ۔ عَلَیْهِمْ ۔ اِلَّا ۔ ابْتِغَآءَ ۔ رِضْوَانِ
نہیں فرض کیا تھا ہم نے ان پر مگر کیا انہوں نے خوشنودی اللہ

اللّٰهِ ۔ فَمَا ۔ رَعَوْهَا ۔ حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا
کی حاصل کرنے کو پس نہ رعایت کی اس کی جیسے چاہیے تھی رعایت اسکی پس دیا ہم

الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ مِنْهُمْ ۔ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِیْرٌ
نے انھیں جو جو ایمان لائے ان میں سے اجر ان کا اور بہت

مِّنْهُمْ ۔ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾
سے ان میں سے نافرمان ہیں

ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّیْنَا
پھر پیچھے بھیجے ان کے قدموں پر اپنے رسول اور پیچھے بھیجا ہم نے

بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ ۙ
مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو اور دی ہم نے اسے انجیل

وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ
اور رکھ دی اس کے ساتھ چلنے والوں کے دل میں

رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِیَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا
نرمی اور مہربانی اور ایک دنیا کا ترک کرنا جو انہوں نے

مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ
نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ ان پر مگر انہوں نے اللہ کی

اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا
رضامندی چاہنے کے لیے کیا پھر نہ نبایا اسے جیسا نباہنا چاہیے تھا

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِیْرٌ
پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں ایماندار تھے ان کا بدلہ دیا اور ان

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾
میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان کے بعد انہیں جیسی باتیں سکھانے کے لیے ہم نے اپنے رسول بھیجے اور پھر عیسیٰؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کو انجیل عطا فرمائی پھر جن لوگوں نے سچے دل سے ان کی بات مانی ان کے دل میں نرمی اور شفقت پیدا کی۔ آگے چل کر انہوں نے دنیا کے لوگوں کے ظلم سے تنگ آ کر دنیا سے الگ رہنا اختیار کیا اور فقیر بن کر گوشہ میں جا بیٹھے۔ ملنا جلنا، کاروبار، شادی وغیرہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ ہم نے ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ رہو۔ انہوں نے اپنی طرف سے اللہ کو راضی کرنے کے لیے ایک بات نکالی مگر وہ ان سے اچھی طرح نہ چل سکی۔ آگے چل کر اس کے پردہ میں وہ دنیا کے فائدے تلاش کرنے لگے۔ یہ بہت بری بات تھی کہ دین کے نام سے ایک ڈھونگ رچا کر دنیا طلب کی جائے۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں ایماندار تھے اچھا بدلہ دیا۔ لیکن ان میں سے اکثر ایسے کام کرنے لگے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ وہ لوگ محروم رہے ۔

نئے نئے طریقے یا ڈھونگ

اس آیت میں صاف طور پر سمجھایا گیا ہے کہ دین میں اپنی طرف سے کوئی نئی بات مت نکالو، عبادت کا جو سیدھا سادھا طریقہ قرآن مجید میں سکھایا گیا ہے اسی کو قائم رکھو، یہ مت سمجھو کہ تمہارے نکالے ہوئے طریقے اللہ کو زیادہ پسند آئیں گے اور جو باتیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیں اور نہ ان کے بعد صحابہ اور تابعین نے کیں ان سے تم کچھ پھل پاؤ گے۔ عیسائیوں کا حال بیان کر کے ہمیں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ دنیا کے سارے کام چھوڑ کر اور فقط کونے میں بیٹھ کر ہم اللہ کی رضامندی زیادہ حاصل کر سکیں گے۔ لیکن یہ ان کی غلطی تھی۔ اللہ نے یہ انہیں حکم نہیں دیا تھا کہ دنیا کے سارے کام چھوڑ کر الگ تھلگ جا بیٹھو یہ ایسی بات نہیں جو دنیا میں نبھ سکے۔

آخر وہ اسے صحیح طور پر نہ چلا سکے، اور اس طرح خانقاہوں اور عبادت خانوں میں بیٹھنے والے دوسروں کے سر پر جو دنیا کے معمولی کاروبار میں مشغول تھے اپنا بوجھ ڈالنے والے بن گئے اور صورت یہ ہو گئی کہ ان پر دھونس جما کر ان سے نذر نیاز زبردستی اینٹھنے لگے اور دعویٰ کیا کہ ہم اللہ کے در پر پڑے ہیں، تمہارا فرض ہے کہ ہماری خدمت کرو اور ساری ضرورت کی چیزیں ہمیں لا لا کر دو، ورنہ اگر تم نے ہاتھ کھینچا تو ہماری بددعا سے تمہارا ناس ہو جائے گا۔ چنانچہ زبردستی دوسروں سے سب کچھ وصول کیا اور درویشی کے پردے میں خوب گلچھرے اڑانے لگے اور کوئی برائی ایسی نہ رہی جو ان سے بچی ہو۔ نئی نئی باتیں جو دین میں نکالی جائیں ان میں پہلے پہل خواہ کتنی ہی اچھی نیت ہو آگے چل کر وہ صرف دنیا کے دھوم دھڑکے ہو کر رہ جاتی ہیں اور دنیا کے آرام حاصل کرنے کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں رہتا آج ہم کتنی باتیں دیکھ رہے ہیں جو ممکن ہے کہ ان کے نکالنے والوں نے اچھی نیت سے نکالی ہوں لیکن اب وہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ دنیا کے منافع بے محنت اور مشقت حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائیں۔ اب وہ سب باتیں بھیک مانگنے کا ایک معزز طریقہ بن کر رہ گئی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ محتاج سائل عاجزی کے ساتھ اللہ کے نام پہ کچھ مانگتا ہے اور یہ مذہب کے پردے کے اندر کے منگتے زبردستی لوگوں سے سب کچھ اینٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیر مرشدوں کو نذر نیاز نہ دی تو دونوں جہان میں روسیاہ ہو گے۔ یہ وہی عیسائیوں کی نقل ہے اور کچھ نہیں۔ مسلمانوں کے لیے تو سیدھا راستہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین قائم کر گئے، نئی نئی باتیں اور رسمیں اس دین میں نکالنے کا کوئی موقعہ نہیں بس وہی کرو جو انہوں نے کیا۔

ایمان والوں کو نصیحت

يَاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوا - اتَّقُوا - اللّٰهَ - وَاٰمِنُوْا
اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ
بِرَسُوْلِهٖ - يُؤْتِكُمْ - كِفْلَيْنِ - مِنْ رَّحْمَتِهٖ
اس کے رسول پر دے گا تمہیں دو حصے اپنی رحمت سے
وَيَجْعَلْ - لَّكُمْ - نُوْرًا - تَمْشُوْنَ - بِهٖ - وَيَغْفِرْ
اور کر دے گا واسطے تمہارے روشنی کہ چلتے رہو گے اس کے ساتھ اور بخش
لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ - غَفُوْرٌ - رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا - يَعْلَمَ
دے گا تم کو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تاکہ نہ جانیں
اَهْلُ الْكِتٰبِ - اَلَّا - يَقْدِرُوْنَ - عَلٰي - شَيْءٍ - مِّنْ
کتاب والے کہ نہیں حاصل کر سکتے وہ کچھ بھی اللہ کے
فَضْلِ اللّٰهِ - وَاَنَّ الْفَضْلَ - بِيَدِ اللّٰهِ -
فضل میں سے - بات یہ ہے کہ فضل اللہ اللہ کے ہاتھ میں ہے
يُؤْتِيْهِ - مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ - ذُو الْفَضْلِ
عطا کرے اسے جسے چاہے اور اللہ فضل والا ہے
الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾
بڑے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا
اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول
بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ
پر یقین لاؤ وہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا
وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ
اور تم کو روشنی دے گا جسے لیے پھرو اور تمہیں
لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ
معاف کر دے گا اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے تاکہ کتاب
اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ
والے یہ نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کوئی چیز نہیں
فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ
پا سکتے اور جان لیں یہ کہ بزرگی اللہ کے ہاتھ میں
يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ کا فضل
الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع ۴ / ۲۰
بڑا ہے

کفلین (دو حصے) کِفْلٌ کا تثنیہ ہے۔ کِفْلٌ حصہ، نصیب اٰمَنُوْا (ایمان لائے) یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لائے اور رسول سے مراد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؛

ارشاد ہے کہ تم لوگ عیسٰی علیہ السلام کو سچا نبی مان چکے اب اللہ سے ڈرو اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ اور ان کو اللہ کا رسول مانو تاکہ تمہیں دہرا ثواب ملے، اور تمہیں ایسی روشنی نصیب ہو جس میں تم راستہ دیکھتے ہوئے سیدھے چلے چلو اور تمہاری لغزشیں اور خطائیں معاف کر دی جائیں، یاد رکھو اللہ معاف کر دینے والا اور رحمت کرنے والا ہے ؛

آگے ارشاد ہے کہ اے موسٰیؑ اور عیسٰیؑ کے ماننے والو تم مایوس مت ہو کہ تمہارے نبی تم میں سے مدت ہوئی چلے گئے اب تمہیں وہ درجے کہاں حاصل ہوں گے جو نبیؐ کے ساتھ رہنے والوں کو ہوتے ہیں لو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول تمہارے اندر موجود ہیں۔ ان کے ساتھ ہو کر بڑے بڑے درجے حاصل کرو، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جس پر چاہے اپنا فضل کرے وہ بڑے فضل والا ہے ؛

سورۃ الحدید پر ایک نظر

اس سورت میں مسلمانوں کو وہ طریقہ اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے جس کے مطابق انہیں چلنا چاہیے۔ اول تو انہیں اپنے عقیدے اور خیالات درست کرنے چاہئیں پھر ان کے مطابق اپنی اجتماعی زندگی کا نقشہ قائم کرنا چاہیے اور پھر اس نقشہ کو سامنے رکھ کر اس پر اپنی عملی زندگی کی تعمیر کرنی چاہیے، سب سے پہلے یہ سمجھو کہ تمہارا مالک اور معبود اللہ ہے، ہماری آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت اتنی نہیں کہ اسے دنیا میں دیکھ لیں، لیکن عقل بتاتی ہے کہ آسمان اور زمین میں کوئی ہستی نہیں جو اپنی حالت سے اور بولتا آتا ہو تو زبان سے بھی یہ نہ بتا رہی ہو کہ اللہ مجھ سے بڑا ہے اور مجھ میں جو کمی ہے اور نقص ہے وہ اس سے پاک ہے۔ قوت ساری اسی میں ہے، اور وہ سب کی حقیقت سے واقف ہے، وہ ہر جگہ اور ہر جانب موجود ہے، وہ سب کچھ جاننے والا ہے، آسمان اور زمین اسی نے پیدا کیے انتظام سارا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کے سارے کام وہ دیکھ رہا ہے، ایک دن وہ ان کا فیصلہ کر دے گا اور اچھے کاموں کا اچھا بدلہ اور برے کاموں کی سزا دے گا۔ جب یہ مان چکے اور قیامت کی جزا و سزا پر پورا یقین ہو گیا تو اب دنیا میں اس طرح رہو کہ مرنے کے بعد کی زندگی خراب نہ ہو اور دنیا کا کام بھی بن جائے۔

اس کے لیے پہلی ہدایت یہ ہے کہ جس کو اللہ نے کوئی چیز دوسرے سے زیادہ دی ہے، وہ اسے دوسرے کو مدد پہنچانے میں خرچ کرے اور یہ مدد اس خیال سے کرے کہ اللہ کا حکم ہے۔ جو شخص اپنا مال اللہ کے حکم کے مطابق ایسے وقت میں خرچ کرے گا جب عام مسلمانوں کی حالت درست کرنے کے لیے اس کی سخت ضرورت ہے تو اس کا ثواب اس سے زیادہ ہوگا جو کسی اور موقع پر خرچ کرے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کا ایمان زیادہ مضبوط ہے۔ بہرحال ضرورت مندوں کی مدد کے لیے جب بھی اور جتنا بھی کوئی خرچ کرے گا اس کا ثواب اس کے مطابق اسے ملے گا۔ جو اللہ کے لیے خرچ کرتا ہے، وہ گویا اللہ کو قرض دیتا ہے۔ اللہ اس کا قرض چکا دے گا اور اپنے فضل سے اور زیادہ بھی بہت کچھ دے گا، مسلمانوں کو ہر وقت خیال رکھنا چاہیے وہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا اور جنت تک پہنچنے کے لیے مشکلات سے بھرا ہوا راستہ طے کرنا ضروری ہوگا۔ اس کے لیے روشنی انہی کو نصیب ہوگی جو دنیا میں اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ بے ایمان اندھیرے میں بھٹکتے ہوئے جہنم رسید ہوں گے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ دنیا کوئی دن کا کھیل ہے۔ مرنے کے بعد جنت ملے گی یا دوزخ میں ٹھکانا ہوگا۔ اس لیے دنیا سے دل نہ لگاؤ۔ اللہ کا حکم مانو۔ مصیبت میں صبر سے کام لو، خوشحالی میں اللہ کا شکر ادا کرو، اللہ کو شیخی باز اور بخیل لوگ پسند نہیں، شریروں کو سب مل کر دباؤ اور دنیا کے کام اس طرح کرو جیسے کوئی مسافر اپنے دیس میں پہنچنے کے لیے کرتا ہے۔ دوسرے مذہب والے اگر اسلام اختیار کریں گے تو انہیں دوہرا اجر ملے گا۔

سُوْرَۃُ الْمُجَادِلَہ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن کی اٹھاونویں ۵۸ سورت ہے اور مدینہ کے اندر چھٹے یا پانچویں سال ہجری میں نازل ہوئی ۔ اس کے تین رکوع ہیں ۔ اس کے شروع میں ظہار کا فیصلہ سنایا گیا ہے ۔ اسلام سے پہلے عرب میں یہ قاعدہ جاری تھا کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تو میری ماں ہے تو وہ ساری عمر کے لیے اس پر حرام ہو جاتی تھی ۔ اسی طرح گو ماں نہ کہے مگر ماں کے کسی حصہ بدن سے جس کا دیکھنا اس کے لیے منع ہے اپنی بیوی کو تشبیہہ دے تو اس کا بھی یہی حکم تھا ۔ اسلام میں بھی ایک شخص اوس بن الصامت اپنی بیوی خولہ بنت ثعلب کو یہ کہہ بیٹھا کہ تو تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے ۔

اس پر خولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتی پیٹتی آئی اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے لیے کیا حکم ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی بابت میرے پاس کوئی وحی الٰہی اب تک نہیں آئی میں وحی کے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ بظاہر تو اس کا اثر وہی ہونا چاہیے جو اب تک ہوتا رہا ہے ۔ اس پر خولہ جھگڑنے لگی کہ یوں تو میرا گھر تباہ ہو جائے گا ۔ میری اولاد کہیں کی نہ رہے گی ۔ میرے پاس رہے تو بھوکی مرے گی اس کے پاس رہی تو وہ اس کی خبر گیری اچھی طرح نہ کر سکے گا ۔ گھر جا کر وہ اللہ عزوجل سے دعا کرنے لگی کہ میرے جھگڑے کا فیصلہ اپنے رسول پر وحی بھیج کر فرما دیجیے میرا اور کوئی ٹھکانا نہیں جہاں میں فریاد لے کر پہنچوں ۔

اس سورت میں ایسی عورتوں کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ کر دیا گیا ہے اور اس سورت کی شروع کی آیتیں اسی کے لیے وقف ہیں ۔ ارشاد ہے کہ ماں کہنے سے یا اس کے ساتھ تشبیہہ دینے سے بیوی کو طلاق نہیں ہو جاتی ۔ بیوی اسی کی رہتی ہے اور گھر بنا رہتا ہے ۔ لیکن وہ اس سے صحبت نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنی اس فضول بکواس کا کفارہ (بدلہ) نہ ادا کرے اب مسلمانوں کو اس حکم کی پابندی کرنی چاہیے ۔ اس کے خلاف کیا تو آخرت میں سخت عذاب ہو گا ۔ اللہ کو ہر ایک کاموں کا علم ہے اور وہ ہر وقت ہر جگہ ہر آدمی کے ساتھ ہے ۔ قیامت کے دن ہر ایک کے اعمال اس کے سامنے رکھ دے گا اور ان کے مطابق جزا سزا دے گا ۔ آگے منافقوں کو ان کی ناشائستہ حرکات سے روکا گیا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ تم خفیہ بات چیت فقط نیک کاموں کے لیے کرو ۔ گناہ اور رسول کی نافرمانی کے منصوبے گھڑنے کے لیے خفیہ مشورے ہرگز مت کرو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا احترام کرو ۔ وہاں فضول باتیں بنانے مت بیٹھ جاؤ ۔ جو لوگ ظاہر میں مسلمان ہیں اور باطن میں اسلام کے دشمن ہیں ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب تیار ہے اور دنیا میں بھی اللہ سے مقابلہ کر کے کوئی شخص نہیں جیت سکتا ۔ ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے سامنے اپنے کنبہ ، قبیلہ ، مال و دولت یہاں تک کہ جان کو بھی کچھ نہیں گردانتے ، ایسے لوگوں کے لیے جنت تیار ہے ، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ۔

سُوْرَۃُ مُجَادِلَۃٍ مَدَنِیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵ اٰیَاتُھَا ۲۲ ، رُکُوْعَاتُھَا ۳

ایک عورت کے جھگڑے

قَدْ سَمِعَ - اللّٰهُ - قَوْلَ - الَّتِیْ - تُجَادِلُكَ
تحقیق سن لیا اللہ نے کہنا اس عورت کا جو جھگڑتی تھی تجھ سے

فِیْ زَوْجِهَا - وَتَشْتَكِیْۤ - اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ - یَسْمَعُ
اپنے خاوند کی بابت اور شکایت کرتی تھی اللہ سے اور اللہ سن رہا تھا

تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ - اللّٰهَ - سَمِیْعٌۢ - بَصِیْرٌ ①
گفتگو تم دونوں کی بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ - مِنْكُمْ - مِّنْ نِّسَآئِهِمْ
جو لوگ ظہار کرتے ہیں تم میں سے اپنی بیویوں میں سے

مَّا - هُنَّ - اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ - اُمَّهٰتُهُمْ - اِلَّا - الّٰٓئِیْ
نہیں وہ مائیں ان کی نہیں ان کی مائیں مگر وہی جنہوں

وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ - لَیَقُوْلُوْنَ - مُنْكَرًا
نے جنا ان کو اور تحقیق وہ البتہ کہتے ہیں فضول

مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ - اللّٰهَ
بات اور جھوٹ اور تحقیق اللہ تعالیٰ

لَعَفُوٌّ - غَفُوْرٌ ②
البتہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ
اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے جھگڑتی تھی

فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ
اور اپنے خاوند کے حق میں جھینکتی تھی اللہ کے آگے اور اللہ تم

تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ①
دونوں کے جواب سوال سنتا ہے بیشک اللہ دیکھتا اور سنتا ہے

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ
جو لوگ تم میں سے ماں کہہ بیٹھیں اپنی عورتوں کو

مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ
وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے

وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا
ان کو جنا اور تحقیق وہ لوگ ایک ناپسند اور

مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
جھوٹی بات بولتے ہیں اور اللہ معاف

لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ②
کرنے والا بخشنے والا ہے۔

تَحَاوُرٌ (بات چیت جواب سوال کرنا) اس کا مادہ ح-و-ر ہے حَوْر کے معنی لوٹنا واپس آنا مُحَاوَرَۃ اسی سے ہے تَحَاوُر اور مُحَاوَرہ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی ایک دوسرے سے یا آپس میں بات چیت کرنا یُظٰھِرُوْنَ کا مصدر ظِہار ہے ظ-ہ-ر سے بنا ہے ظَھْرٌ پیٹھ کو کہتے ہیں ظہار کے فقہی معنی ہیں کہ کسی کو اپنی بیوی سے کہہ دینا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ یعنی تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔

ارشاد ہے کہ جو عورت (خولہ بنت ثعلبہ) تیرے پاس اپنے خاوند اوس بن الصامت کی بابت جھگڑنے آئی تھی اور اللہ کے سامنے بھی فریاد و زاری کرتی تھی اس کی بات ہم نے سن لی ہم نے اس کی بات اور تیرے جو اس کو جواب دیا اور پھر جو اس نے تجھے جواب دیا سب سن رہے تھے اللہ سب کچھ دیکھتا سنتا ہے سنو کوئی شخص اگر اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تو میری ماں ہے یا تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے تو اس سے اس کی بیوی اس کی ماں نہیں ہو جاتی ماں تو اس کی وہی ہے جس نے اسے جنا یہ تو ایک فضول اور لچر لوچ بات ہے۔ اگر ایسی بات منہ سے نکل جائے تو اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو وہ قصور معاف کرنے والا اور گناہ بخشنے والا ہے وہ عورت بدستور اس کی بیوی ہے ہاں وہ اس کے قریب نہیں جا سکتا جب تک کہ وہ کفارہ ادا نہ کر دے جس کا آگے بیان ہے۔

ظہار کا کفّارہ

وَالَّذِیْنَ ۔ یُظٰہِرُوْنَ ۔ مِنْ نِّسَآئِہِمْ ۔ ثُمَّ
اور جو لوگ ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے پھر
یَعُوْدُوْنَ ۔ لِمَا ۔ قَالُوْا ۔ فَتَحْرِیْرُ ۔ رَقَبَۃٍ
لوٹیں اس کی طرف جس کے لیے کہا تھا پس آزاد کرنا ہے ایک گردن کا
مِّنْ قَبْلِ ۔ اَنْ ۔ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِکُمْ ۔ تُوْعَظُوْنَ
پہلے اس کے کہ چھوئیں ایک دوسرے کو یہ نصیحت کیے جاؤ گے تم
بِہٖ ؕ وَاللّٰہُ ۔ بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ ۔ خَبِیْرٌ ③ فَمَنْ
ساتھ اس کے اور اللہ اس چیز کو جو تم کرتے ہو خبر رکھتا ہے پس جو
لَّمْ ۔ یَجِدْ ۔ فَصِیَامُ ۔ شَہْرَیْنِ ۔ مُتَتَابِعَیْنِ
نہ پاوے پس روزے رکھے دو ماہ کے لگاتار
مِنْ قَبْلِ ۔ اَنْ ۔ یَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ ۔ لَّمْ ۔ یَسْتَطِعْ
اس سے پہلے کہ چھوئیں ایک دوسرے کو پس جو طاقت نہ رکھے
فَاِطْعَامُ ۔ سِتِّیْنَ ۔ مِسْکِیْنًا ؕ ذٰلِکَ ۔ لِتُؤْمِنُوْا
پس کھانا کھلانا ساٹھ محتاج کو یہ اس لیے کہ ایمان لاؤ

وَالَّذِیْنَ یُظٰہِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ ثُمَّ
اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں اپنی عورتوں کو پھر
یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ
کرنا چاہیں وہی جس کے لیے کہا تھا تو آپس میں ہاتھ لگانے
مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ
سے پہلے ایک بردہ آزاد کرنا چاہیے اس سے تمہیں نصیحت ہو
بِہٖ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ③ فَمَنْ
گی اور اللہ خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو پھر جو کوئی
لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَہْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ
نہ پائے تو دو مہینے کے روزے ہیں لگاتار
مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ
پہلے اس سے کہ آپس میں چھوئیں پس جو یہ نہ کر سکے
فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ؕ ذٰلِکَ لِتُؤْمِنُوْا
تو کھانا دینا ساٹھ محتاجوں کا یہ حکم اس لیے ہے کہ فرمانبردار ہو جاؤ

یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا (یعنی پھر کرنا چاہیں وہی صحبت جس (سے رکنے) کے لیے ظہار کیا تھا) یہاں یعودون کے معنی بصلہ لام واپس لینے کے ہیں۔ یعنی پھر تعلقات جنسی قائم کرنا اور ظہار کو واپس لیں۔

ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ بیٹھے یا ماں کی پیٹھ کے برابر کہہ بیٹھے (اَنْتِ عَلَیَّ کَظَہْرِ اُمِّیْ) اور پھر اس قول سے پھرنا چاہے اور بیوی کے پاس جانا چاہے تو اسے ایک غلام یا ایک لونڈی کو جس کا وہ مالک ہو آزاد کرنا چاہیے اس سے پہلے وہ اس سے صحبت جنسی دوبارہ قائم نہیں کر سکتا، گو وہ اس کی بیوی رہے گی اور محض ظہار یعنی ماں کہنے سے طلاق نہ ہوگی۔ اس سزا سے تمہیں نصیحت ہوگی اور آئندہ ایسی فضول بات منہ سے نہ نکالو گے۔ پھر اگر تم کسی غلام یا لونڈی کے مالک نہیں ہو تو دو مہینے کے ایک ساتھ روزے رکھو بیچ ایک روزہ بھی مت چھوڑو اور اگر تم میں اتنے روزے لگاتار رکھنے کا دم نہیں ہے تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یہ سب کچھ اس لیے کہا جا رہا ہے کہ تم اسلام سے پہلے کی باتوں اور جاہلیت کے رسم و رواج کو دھتا بتاؤ اور سچے دل سے اللہ پر یقین کر کے اس کی باتیں مانو اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانو اور وہ جو کہیں اس پر یقین کر کے عمل کرو۔

اللہ کی نافرمانی مت کرو

بِاللّٰهِ - وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ - حُدُوْدُ - اللّٰهِ ؕ
اللہ پر اور اس کے رسول پر اور یہ حدیں اللہ کی ہیں
وَ-لِلْكٰفِرِيْنَ - عَذَابٌ - اَلِيْمٌ ④ اِنَّ - الَّذِيْنَ
اور واسطے منکروں کے عذاب ہے دردناک تحقیق جن لوگوں نے
يُحَآدُّوْنَ - اللّٰهَ - وَرَسُوْلَهٗ - كُبِتُوْا - كَمَا
ناراض کیا اللہ کو اور اس کے رسول کو ذلیل ہوئے وہ جیسے
كُبِتَ - الَّذِيْنَ - مِنْ قَبْلِهِمْ - وَقَدْ
کہ ذلیل ہوئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور تحقیق
اَنْزَلْنَآ - اٰيٰتٍ - بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ
اتاری ہیں ہم نے آیتیں صاف صاف اور واسطے منکروں کے
عَذَابٌ - مُّهِيْنٌ ⑤ يَوْمَ - يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ
عذاب ہے ذلیل کرنے والا جس دن کہ اٹھائے گا اللہ
جَمِيْعًا - فَيُنَبِّئُهُمْ - بِمَا - عَمِلُوْا ؕ
ان سب کو پس جتلائے گا انہیں جو انہوں نے کیا

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ
اللہ کے اور اس کے رسول کے یہ حدیں اللہ کی باندھی ہوئی ہیں
وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④ اِنَّ الَّذِيْنَ
اور منکروں کے واسطے دردناک عذاب ہے جو لوگ اللہ کی
يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا
اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ خوار ہوئے ہیں جیسا کہ
كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ
خوار ہوئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے
اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ
بہت صاف آیتیں اتاری ہیں اور منکروں کے لیے
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑤ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ
ذلت کا عذاب ہے جس دن کہ اللہ ان سب کو
جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ
اٹھائے گا پھر ان کو ان کے کئے کام جتلائے گا۔

يُحَآدُّوْنَ (خلاف چلتے ہیں، کہنا نہیں مانتے) مضارع کا صیغہ ہے مُحَادَّةٌ سے جس کا مادہ ح۔د۔د ہے حِدَّةٌ تیزی اور غضب مُحَادَّةٌ غضب دلانا۔ مخالفت کرنا كُبِتُوْا پچھاڑ دینا ذلیل کر دینا، ماضی کا صیغہ ہے ك ب ت سے كَبْتٌ کے معنی گرا دینا ذلیل کر دینا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، ان کے باہر مت جاؤ۔ جو اللہ کا اور اس کے مقرر کیے ہوئے قاعدوں اور حدود کا خیال نہیں کرتے وہ دکھ دینے والے عذاب میں پھنسیں گے۔ یاد رکھو جو لوگ اللہ کا کہنا نہ مانیں گے اور اس کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں پر نہ چلیں گے، وہ ذلیل اور خوار ہوں گے جیسے کہ ان سے پہلے لوگ اللہ کی نافرمانی کر کے تباہ و برباد ہوئے۔ اسی طرح اللہ کے حکموں کے خلاف چلنے والے اور خود اپنے لیے آپ قاعدے مقرر کرنے والے اس وقت بھی اور آئندہ بھی منہ کی کھائیں گے اور تباہ ہوں گے ہم تو کھلی کھلی اور صاف صاف آیتیں اپنے رسول کی معرفت بھیج چکے، اب جو انہیں نہ مانیں گے اور اپنی ہی چلائیں گے ان کو ایسا عذاب ملے گا جو ذلت اور رسوائی میں پھنسا دے گا۔ عنقریب ایک دن آنے والا ہے کہ اللہ سب کو اکٹھا کرے گا اور ان کو بتا دے گا کہ لو یہ وہ کام ہیں جو تم نے دنیا میں کیے ہیں۔

اللہ ہر وقت ساتھ ہے

اَحْصٰهُ - اللّٰهُ - وَنَسُوْهُ ؕ - وَاللّٰهُ - عَلٰى
شمار کر رکھا ہے اسے اللہ نے اور وہ بھول گئے اور اللہ اوپر
كُلِّ - شَيْءٍ - شَهِيْدٌ ⑥ اَلَمْ - تَرَ - اَنَّ
ہر چیز کے نگاہ رکھنے والا ہے کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ
اللّٰهَ - يَعْلَمُ - مَا - فِي السَّمٰوٰتِ - وَمَا
اللہ جانتا ہے جو ہے آسمانوں میں اور جو
فِي الْاَرْضِ ؕ - مَا يَكُوْنُ - مِنْ نَّجْوٰى -
ہے زمین میں نہیں ہوتا کوئی مشورہ
ثَلٰثَةٍ - اِلَّا - هُوَ - رَابِعُهُمْ - وَلَا خَمْسَةٍ
تین کا مگر وہ ہوتا ہے چوتھا ان کا اور نہ پانچ کا
اِلَّا - هُوَ - سَادِسُهُمْ - وَلَا - اَدْنٰى - مِنْ - ذٰلِكَ
مگر ہوتا ہے چھٹا ان کا اور نہ کم اس سے
وَلَا - اَكْثَرَ - اِلَّا - هُوَ - مَعَهُمْ - اَيْنَ - مَا - كَانُوْا
اور نہ زیادہ مگر وہ ہوتا ہے ساتھ ان کے جہاں کہیں وہ ہوں

اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى
اللہ نے وہ سب گن رکھے ہیں اور وہ بھول گئے اور اللہ کے
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑥ اَلَمْ تَرَ اَنَّ ع
سامنے ہر چیز ہے تو نے نہیں دیکھا کہ
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
اللہ کو معلوم ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى
زمین میں ہے کہیں مشورہ نہیں ہوتا
ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ
تین کا جہاں وہ ان میں چوتھا نہیں ہوتا اور نہ پانچ کا
اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ
جہاں وہ ان میں چھٹا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کم
وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا
اور نہ زیادہ جہاں وہ ان کے ساتھ نہیں ہوتا جہاں کہیں وہ ہوں

نَجْوٰى (سرگوشی) سورۃ الانبیاء میں گذر چکا ہے۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کا انکار کر بیٹھے ان کو ایسا عذاب ملے گا کہ ان کا سارا زور نکل جائے گا اور ساری عزت خاک میں مل جائے گی۔ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ ان کے کرتوتوں سے ناواقف ہے اس نے تو ان کا ذرا ذرا سا کام ایک ایک کر کے لکھ رکھا ہے گو وہ خود اس کو بھول بھال گئے یہ تو ان لوگوں سے متعلق تھا جنہوں نے کھلم کھلا اسلام کا انکار کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر تل گئے ان کے علاوہ کچھ اور لوگ تھے جو منافق تھے۔ یہ مسلمانوں میں بغلی گھونسہ بن کر رہتے تھے اور کسی موقعہ پر ان کو ستانے سے نہ چوکتے تھے۔ اور کچھ نہیں تو یہی سہی کہ جہاں کچھ مسلمان اکٹھے دکھائی دیئے تو تین چار منافق الگ الگ ہو کر چپکے چپکے باتیں کرنے لگے تاکہ مسلمان یہ سمجھ لیں کہ وہ ہمیں ستانے کی کوئی خفیہ سازش کر رہے ہیں۔ یہ محض مسلمانوں کا دل جلانے کے لیے تھا۔ ویسے ملتے میں بڑے ہنس مکھ بڑے ملنسار بنتے تھے اور کوئی اعتراض کا موقعہ نہیں دیتے تھے آپ نے انہیں منع کیا کہ ایسی شبہ کی کارروائیاں چھوڑ دو لیکن باز نہ آئے۔ اسی آیت میں آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اللہ ہر وقت ان کے ساتھ ہے، جہاں کہیں وہ ہوں اور ان کی سب باتیں دیکھتا ہے، یہ تین ہوں، پانچ ہوں، یا اس سے کم و بیش ہوں اللہ ان میں ایک زائد فرد کی حیثیت سے ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔

قیامت کو سب معلوم ہو جائے گا

ثُمَّ ۔ يُنَبِّئُهُمْ ۔ بِمَا ۔ عَمِلُوْا ۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
پھر خبر دے گا انہیں اس کی جو انہوں نے کیا قیامت کے دن

اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ بِكُلِّ ۔ شَيْءٍ ۔ عَلِيْمٌ ⑦ اَلَمْ
تحقیق اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے کیا نہ

تَرَ ۔ اِلَى ۔ الَّذِيْنَ ۔ نُهُوْا ۔ عَنِ النَّجْوٰى ۔
دیکھا تو نے طرف ان کی جنہیں منع کیا گیا سرگوشی سے

ثُمَّ ۔ يَعُوْدُوْنَ ۔ لِمَا ۔ نُهُوْا ۔ عَنْهُ
پھر کیے جاتے ہیں وہی کہ روکا گیا انہیں جس سے

وَيَتَنٰجَوْنَ ۔ بِالْاِثْمِ ۔ وَالْعُدْوَانِ
وہ کان میں کہتے ہیں گناہ اور سرکشی

وَمَعْصِيَتِ ۔ الرَّسُوْلِ ؗ وَاِذَا ۔ جَآءُوْكَ
اور نافرمانی کی بات رسول کی اور جب آتے ہیں تیرے پاس

حَيَّوْكَ ۔ بِمَا ۔ لَمْ ۔ يُحَيِّكَ ۔ بِهِ ۔ اللّٰهُ ۙ
دعا دیتے ہیں تجھے ایسی کہ نہیں دعا دی تجھے ویسی اللہ نے

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
پھر ان کو قیامت کے دن جتلا دے گا جو کچھ انہوں نے

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑦ اَلَمْ
کیا بیشک اللہ کو ہر چیز معلوم ہے تو نے

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى
نہ دیکھا ان لوگوں کو جنہیں کانا پھوسی منع ہوئی

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ
پھر بھی وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے

وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
اور کان میں باتیں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ؗ وَاِذَا جَآءُوْكَ
اور رسول کی نافرمانی کی اور جب تیرے پاس

حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ
آئیں تو تجھ کو وہ دعا دیں جو دعا اللہ نے تجھ کو نہیں دی

حَيَّوْا (دعا سلام کرنا) ماضی کا صیغہ ہے اور لَمْ يُحَيِّ (نہیں دعا دی) مضارع کا صیغہ ہے تَحِيَّةٌ سے پہلا اصل میں حَيَّيُوْا اور دوسرا يُحَيِّيُ تھا وہ تعلیل کے بعد حَيَّوْا ہو گیا اور اس کی آخری ے لم کی وجہ سے گر گئی۔

پھر ارشاد ہے کہ ان کے کام جو دنیا میں کرتے ہیں رتی رتی اللہ کو معلوم ہیں۔ قیامت کے دن انہیں وہ بتلا دے گا کہ تمہارے کرتوت یہ تھے۔ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں پھر ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو دیکھ تو سہی انہیں منع کر دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چپکے چپکے باتیں مت کرو۔ ان کی عادت تھی کہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر کے ہنس کر یا اشارے کر کر کے مسلمانوں کو چڑاتے اور آپؐ کسی بات کا حکم دیتے تو چپکے سے ہنسی کا سا منہ بنا کر کہتے ایسا مشکل کام ہم سے کہاں ہو سکے گا۔ اس سے ان کو منع کیا گیا کہ یہ تو مسخروں کی سی حرکتیں ہیں انہیں چھوڑو لیکن وہ کب باز آنے والے تھے۔ یہاں ان کا پول کھولا جا رہا ہے کہ یہ لوگ پھر وہی گناہ سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں کیسے چلے جا رہے ہیں ایک اور گستاخی یہ تھی اللہ نے تو آنے والے کو السلام علیکم کہنا سکھایا ہے، یہ دبی زبان سے اسام علیکم کہتے ہیں سام کے معنی موت اور تباہی کے ہیں اور دعا سلام میں بھی شرارت سے باز نہیں آتے۔ جس سے ان کی طبیعت کی خباثت صاف ظاہر ہے۔

مسلمانوں کو نصیحت

وَيَقُوْلُوْنَ - فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ - لَوْلَا - يُعَذِّبُنَا
اور کہتے ہیں اپنے دلوں ہیں کیوں نہیں عذاب کرتا ہمیں
اللّٰهُ - بِمَا - نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ - جَهَنَّمُ ۚ
اللہ بدلے اس کے جو ہم کہتے ہیں کافی ہے انہیں جہنم
يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ - الْمَصِيْرُ ⑧ يٰٓاَيُّهَا
داخل ہوں گے وہ اس میں پس برا ہے ٹھکانا اے
الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْٓا - اِذَا - تَنَاجَيْتُمْ - فَلَا
وہ جو ایمان لائے ہو جب تم چپکے باتیں کرو تو مت کرو
تَتَنَاجَوْا - بِالْاِثْمِ - وَالْعُدْوَانِ - وَمَعْصِيَتِ
سرگوشیاں گناہ کی اور سرکشی کی اور نافرمانی کی
الرَّسُوْلِ - وَتَنَاجَوْا - بِالْبِرِّ - وَالتَّقْوٰى ؕ
رسول کی اور سرگوشیاں کرو نیکی کی اور پرہیزگاری کی
وَاتَّقُوا - اللّٰهَ - الَّذِيْٓ - اِلَيْهِ - تُحْشَرُوْنَ ⑨
اور ڈرو اللہ سے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے

وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا
اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں عذاب کیوں
اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ
نہیں کرتا کافی ہے انہیں دوزخ
يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧ يٰٓاَيُّهَا
اس میں داخل ہوں گے سو بری جگہ پہنچے اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا
ایمان والو جب تم کان میں بات کرو تو
تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ
گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی
الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ
کی بات مت کرو اور بات کرو احسان کی پرہیزگاری کی
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨
اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تمہیں جمع ہونا ہے۔

تَنَاجَيْتُمْ ماضی لَاتَتَنَاجَوْا نہی اور تَنَاجَوْا امر کے صیغے ہیں تَنَاجِیْ سے جو اصل میں تَنَاجُوٌ ہے اور نَجْوٰی سے بنا ہے تعلیل کے بعد تَنَاجِیْ ہو گیا۔

منافقوں کی ڈھٹائی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ جب آپ کے پاس حاضر ہوتے تو سلام بھی بگاڑ کر کرتے تھے اور پھر دل میں کہتے کہ اگر یہ اللہ کا رسول ہے تو اللہ کو ہماری اس گستاخی کی ہمیں سزا دینی چاہیئے اللہ ہمیں ہمارے اس طرح کہنے کی سزا کیوں نہیں دیتا۔ ارشاد ہے کہ اس کی سزا ایک ہی دفعہ ملے گی اور وہ یہ کہ وہ قیامت کے دن جہنم رسید ہوں گے، کیا یہ سزا ان کے لیے کافی نہیں جو یہ کسی اور سزا کی راہ دیکھ رہے ہیں جہنم، تو جہاں یہ پہنچیں گے بہت بری جگہ ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم کبھی ان منافقوں کی سی حرکتیں مت کرو۔ جب کبھی خفیہ باتیں کرو تو وہ گناہ بے ادبی اور نافرمانی کی نہیں بلکہ نیکی اور گناہوں سے بچنے کی ہونی چاہئیں، دیکھو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو، یاد رکھو تمہیں سب کو ایک دن اللہ کے دربار میں جمع ہونا ہے اور وہ سب چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل کے جلسوں میں بعض لوگ جاتے ہی اس لیے ہیں کہ واعظ صاحب کی ہنسی اڑائیں اس کی بُری طرح تنقید کریں اور اس کو چڑائیں۔

آدابِ مجلس (۱)

اِنَّمَا - النَّجْوٰى - مِنَ الشَّيْطٰنِ - لِيَحْزُنَ -
بات ہی ہے کہ کانا پھوسی شیطانی کام ہے تاکہ رنجیدہ کرے
الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَلَيْسَ - بِضَآرِّهِمْ - شَيْئًا
ان کو جو ایمان لائے اور نہیں وہ ضرر پہنچانے والا انہیں کچھ
اِلَّا - بِاِذْنِ - اللّٰهِ ؕ وَعَلَى - اللّٰهِ - فَلْيَتَوَكَّلِ
مگر ساتھ اللہ کے حکم کے اور اللہ ہی پر چاہیئے کہ بھروسہ کریں
الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩ يٰۤاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْۤا
ایمان والے اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو
اِذَا - قِيْلَ - لَكُمْ - تَفَسَّحُوْا - فِى الْمَجٰلِسِ
جب کہا جائے تم سے جگہ چھوڑ کر بیٹھو مجلسوں میں
فَافْسَحُوْا - يَفْسَحِ - اللّٰهُ - لَكُمْ ۚ
پس چھوڑ دو جگہ کشادگی کر دے گا اللہ تمہارے لیے

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ
یہ کانا پھوسی جو ہے سو شیطان کا کام ہے تاکہ دل گیر کرے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا
ایمان والوں کو اور وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
بدوں اللہ کے حکم کے اور چاہیے کہ بھروسہ کریں اللہ
الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا
پر ایمان والے اے ایمان والو
اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ
جب کوئی تم سے کہے کہ مجلسوں میں کھل کر بیٹھو
فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ
تو کھل جاؤ اللہ کشادگی دے گا تمہیں۔

تَفَسَّحُوْا (جگہ چھوڑو) امر کا صیغہ ہے تَفَسُّحٌ سے جو ف-س-ح سے بنا ہے فَسْحٌ کے معنی کشادہ کرنا۔ اسی سے اِفْسَحُوْا امر اور يَفْسَحُ مضارع کا صیغہ ہے یعنی کشادگی کرو گے تو اللہ تمہارے لیے کشادگی کر دے گا۔ اس آیت میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ مجلس کے اندر دو یا زیادہ آدمی آپس میں خفیہ بات نہ کریں تاکہ دوسروں کو یہ خیال نہ ہو کہ ہم سے چھپانے کی کوئی بات ہے اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو تو مجلس سے باہر آنے کے بعد کریں تاکہ دوسروں کو خواہ مخواہ بدگمانی کا موقعہ نہ ملے۔

ارشاد ہے کہ چپکے چپکے بات کرنا شیطانی حرکت ہے تاکہ اس سے ایمان والوں کو رنج پہنچے یہ منافقوں کا کام ہے لیکن یہ لوگ ایسی حرکتیں کر کے مسلمانوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ نفع نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں، نفع نقصان کسی اور کے اختیار میں نہ سمجھیں۔

اس کے بعد مسلمانوں کو سکھایا ہے کہ جب کوئی نیا آدمی آئے اور منتظمان مجلس حاضرین سے کہیں کہ اس کو جگہ دینے کے لیے تھوڑا تھوڑا سا کھسک جائیے یا وہ آنے والا خود یہ درخواست کرے تاکہ اس کے لیے بھی گنجائش نکل آئے تو حاضرین کو چاہیے کہ اس کے لیے جگہ نکالنے کو کچھ سرک جائیں اور اسے جگہ دیں۔ اس کے بدلے اللہ انہیں فراخی اور وسعت عطا فرمائے گا۔

آدابِ مجلس (ب)

وَاِذَا ۔ قِيْلَ ۔ انْشُزُوْا ۔ فَانْشُزُوْا ۔ يَرْفَعِ
اور جب کہا جائے اٹھ جاؤ پس اٹھ جاؤ بلند کر دے گا

اللّٰهُ ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ
اللہ ان کو جو ایمان لائے تم میں سے اور جنہیں

اُوْتُوا ۔ الْعِلْمَ ۔ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ ۔ بِمَا
دیا گیا علم مرتبے اور اللہ اس کو جو

تَعْمَلُوْنَ ۔ خَبِيْرٌ ⑪ يٰۤاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ
تم کرتے ہو جاننے والا ہے اے وہ لوگو

اٰمَنُوْۤا ۔ اِذَا ۔ نَاجَيْتُمُ ۔ الرَّسُوْلَ ۔ فَقَدِّمُوْا
جو ایمان لائے ہو جب چپکے سے بات کہو تم رسول سے پس پہلے دیدو

بَيْنَ ۔ يَدَيْ ۔ نَجْوٰىكُمْ ۔ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ
پہلے اپنی بات کرنے سے کچھ صدقہ یہ

خَيْرٌ ۔ لَّكُمْ ۔ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ ۔ لَّمْ ۔ تَجِدُوْا
بہتر ہے تمہارے لیے اور زیادہ پاکیزہ پس اگر نہ پاؤ تم

فَاِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ غَفُوْرٌ ۔ رَّحِيْمٌ ⑫
پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ
اور جب کوئی کہے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ
ان کے جو تم میں سے ایمان اور علم رکھتے ہیں ان کے

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
درجے بلند کر دے گا اور اللہ کو خبر

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
ہے جو تم کرتے ہو اے ایمان والو جب

اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا
تم رسول کے کان میں بات کہنا چاہو تو اپنی بات کہنے

بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ
سے پہلے کچھ خیرات کر دو یہ تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا
حق میں بہت بہتر اور ستھرا ہے پھر اگر نہ پاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫
تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مجلس میں اگر انتظام اور قاعدہ کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وہ محض ایک بھیڑ بھاڑ کا حکم رکھتی ہے اس میں نہ کوئی کسی کی سن سکے گا نہ اپنی کہہ سکے گا اور سوا شور و شغب و غل غپاڑے کے کوئی کام کی بات نہ ہو سکے گی، اس لیے اس کے لیے قاعدہ مقرر کیا جا رہا ہے۔ اول تو یہ ہے کہ اس کا کوئی صدر مقرر ہو اور اس کے حکم کے مطابق چلا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے صدر خود آپ ہیں اور وہ وہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وحی ہوگی۔ کچھ لوگ آپ کی مجلس میں بدتمیزی کرتے تھے اس لیے ان کو حکم سنایا جا رہا ہے کہ مجلس میں آنے والے کو جگہ دو اور اگر جگہ نہ ہو اور کسی سے کہا جائے تو تم یہاں سے اٹھ جاؤ تو اسے فوراً اٹھ جانا چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی آپ سے فائدہ حاصل کرنے کا موقعہ ملے، بیکار جم کر بیٹھ جانا کوئی کام کی بات نہیں اس میں برا نہ ماننے کی کوئی بات نہیں، ایمان والے اور عالم لوگ اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتے اور قانون کی پابندی عاجزی اور انکساری کے ساتھ فوراً کرتے ہیں اس فرمانبرداری کے عوض میں اللہ ان کے درجے بلند کرتا ہے اور اگر یہی لوگ اپنے مرتبہ و درجہ کا خود خیال کرنا شروع کر دیں اور اس بات میں بگڑنے لگیں کہ ہمیں اچھی جگہ کیوں نہ بٹھایا۔ یا ہم سے اٹھ جانے کو کیوں کہا تو پھر اللہ کے ہاں ان کی قدر نہ ہوگی۔

آدابِ مجلس (ج)

ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہ بات نہ ہونی چاہیئے کہ لوگ اپنے لیے سب سے اچھی اور قریب کی جگہ پسند کریں اور وہاں جم کر بیٹھ جائیں اور نئے آنے والے کے لیے تھوڑا سا سرک کر جگہ نہ نکالیں اور اگر کوئی کہے صاحب ذرا ذرا سرک جایئے تاکہ نئے آنے والے بھی بیٹھ سکیں تو ناک بھوں چڑھائیں۔ یہ ایمان والوں اور عالموں کی شان نہ ہونی چاہیئے ورنہ وہ اللہ کے ہاں درجہ نہ پائیں گے۔ آگے اور بد تمیزی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ منافق اپنی بڑائی جتانے کو آنحضرت کے پاس پہنچ کر چپکے چپکے آپ کے کان میں باتیں کرتے تھے تاکہ لوگ سمجھیں کہ ان کو آپ کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل ہے بعض نادان مسلمان بھی ان کے دیکھا دیکھی موقع تاک کر انہی جیسی حرکتیں کرنے لگتے اور آپ کے پاس پہنچ کر بہت دیر تک آپ کے کان میں کچھ کچھ کہتے رہتے۔ آپ لحاظ کی وجہ سے کسی سے کچھ نہ کہتے اور ان کو اس طرح باتیں کرنے دیتے۔ مگر اس سے ایک تو دوسروں کو آپ کے ارشادات سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ نہ ملتا، دوسرے آپ بھی اگر اٹھنا چاہتے تو مروت کی وجہ سے نہ اٹھتے اس سے آپ کو تکلیف ہوتی۔ اس لیے اس آیت میں حکم دیا گیا کہ جو آپ کے پاس پہنچ کر کان میں بات کرنا چاہے اسے چاہیئے کہ اللہ کے واسطے کچھ خیرات دے دیا کرے۔ منافق یہ حکم سنتے ہی بیٹھ رہے کیونکہ وہ اس کے لیے تیار نہ تھے کہ کچھ خرچ کر کے آپ سے اس طرح باتیں کریں۔ انہیں پیسہ اس سے زیادہ پیارا تھا۔ مخلص مسلمان فوراً سمجھ گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح باتیں کرنا اللہ کو پسند نہیں۔ اس لیے یہ شرط لگائی ہے۔ جس کے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہ ہوتا اسے اس شرط سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ پھر بھی اس شرط کا عام اثر یہ ہوا کہ لوگ اس طرح بات کرنے سے سرک گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ایمان والو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنی ہو تو پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو۔ اس سے ایک تو غریبوں کا کام چلے گا۔ دوسرے نیّت کا خالص ہونا معلوم ہو جائے گا۔ اسی لیے فرمایا ہے کہ خیرات کرنے سے تمہاری نیت پاک صاف ہو جائے گی اور خیالات نکھر کر اجلے ہو جائیں گے۔ ہاں اگر کسی کے پاس دینے کو نہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے یہ حکم ہوتے ہی منافق تو اس لیے بیٹھ رہے کہ ان پر خیرات کرنا شاق گذرا اور مسلمان سمجھ گئے کہ اس طرح بات کرنے سے روکنا مقصود ہے۔ اس کے بعد آگے کی آیت میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا ۞

حُکم موقوف ہو گیا

ءَ اَشْفَقْتُمْ ۔ اَنْ ۔ تُقَدِّمُوْا ۔ بَيْنَ ۔ يَدَیْ
کیا ڈر گئے تم کہ پہلے ادا کرو آگے

نَجْوٰىكُمْ ۔ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ ۔ تَفْعَلُوْا
سرگوشی اپنی کے صدقے پس جب نہ کیا تم نے

وَتَابَ ۔ اللّٰهُ ۔ عَلَيْكُمْ ۔ فَاَقِيْمُوا ۔ الصَّلٰوةَ
اور عنایت کی اللہ نے تم پر پس قائم رکھو نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۔ وَاَطِيْعُوا ۔ اللّٰهَ ۔
اور دیتے رہو زکوٰۃ اور کہا مانو اللہ کا

وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ ۔ خَبِيْرٌۢ ۔ بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ ۱۳ ع
اور اس کے رسول کا اور اللہ خبر رکھنے والا ہے اس کی جو تم کرتے ہو

اَلَمْ ۔ تَرَ ۔ اِلَى ۔ الَّذِيْنَ ۔ تَوَلَّوْا ۔ قَوْمًا
کیا نہ دیکھا تو نے طرف ان کے جو دوست بنے اس قوم کے

غَضِبَ ۔ اللّٰهُ ۔ عَلَيْهِمْ ؕ
کہ غضبناک ہوا اللہ ان پر

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ
کیا تم ڈر گئے کہ کان کی بات سے پہلے

نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا
خیراتیں دیا کرو سو جب تم نے نہ کیا

وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
اور اللہ نے تم کو معاف کر دیا تو اب نماز قائم رکھو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کے اور اس کے

وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۱۳ ع ۲/۲
رسول کے حکم پر چلو اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا
کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اس قوم کے دوست ہوئے

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ
ہیں جن پر اللہ کا غصہ ہوا

اَشْفَقْتُمْ (ڈر گئے تم) ماضی کا صیغہ ہے اِشْفَاقٌ سے اس سے اسم فاعل مُشْفِقُوْنَ سورۃ المومنون میں گذرا ہے یعنی ڈرے تم ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر چپکے سے کان میں بات کرنے کے لیے حکم ہوا کہ جسے اس طرح بات کرنی ہو وہ پہلے کچھ صدقہ ادا کرے اس حکم کے سنتے ہی سب نے آپ کے پاس آکر چپکے چپکے بات کرنی چھوڑ دی۔ منافقوں نے تو اس لیے کہ پیسے نکال کر دوسروں کو دیتے تو ان کی جان نکلتی تھی، اور مسلمانوں نے اس لیے کہ یہ طریقہ بات کرنے کا اللہ کو پسند نہیں اس لیے صدقہ کی شرط لگائی ہے بہر حال اس پر عام طور پر عمل کی نوبت نہ آئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم نے صدقہ کے ڈر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے چپکے بات کرنی چھوڑ دی حکم کا مقصد حاصل ہو گیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے یہ شرط تم پر سے اٹھا لی۔ اب تم مقررہ نمازیں با قاعدہ ادا کرتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری پر کمر باندھ لو اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کو تمہارے سارے کاموں کی خبر ہے ؛ آگے ارشاد ہے کہ ان منافقوں کو ذرا دیکھنا انہوں نے یہود سے میل جول پیدا کیا ہے جن پر اللہ عزوجل نے اپنا غضب نازل کیا۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے انہیں کچھ فائدہ حاصل ہو گا ؛

نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

مَا هُمْ ـ مِّنْكُمْ ـ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ ـ
نہ وہ تم میں ہیں اور نہ ان میں اور قسم کھاتے ہیں
عَلَى الْكَذِبِ ـ وَهُمْ ـ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ
جھوٹ پر اور وہ جانتے ہیں تیار کر رکھا
اللّٰهُ ـ لَهُمْ ـ عَذَابًا ـ شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ ـ سَآءَ
اللہ نے ان کے واسطے عذاب سخت تحقیق بُرا ہے
مَا ـ كَانُوْا ـ يَعْمَلُوْنَ ⑮ اِتَّخَذُوْا ـ اَيْمَانَهُمْ
جو ہیں وہ کرتے بنا رکھا ہے قسموں کو اپنی
جُنَّةً ـ فَصَدُّوْا ـ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ـ فَلَهُمْ
ڈھال پس روکتے ہیں اللہ کی راہ سے پس ان کے لئے ہے
عَذَابٌ ـ مُّهِيْنٌ ⑯ لَنْ ـ تُغْنِيَ ـ عَنْهُمْ
عذاب ذلیل کرنے والا ہرگز نہ فائدہ دیں گے انہیں
اَمْوَالُهُمْ ـ وَلَآ ـ اَوْلَادُهُمْ ـ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ط
مال ان کے اور نہ کام آئے گی اولاد ان کی اللہ کے آگے کچھ

مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ
نہ وہ تم میں ہیں اور نہ ان میں ہیں اور جھوٹ بات پر
عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ
قسمیں کھاتے ہیں اور ان کو خبر ہے اللہ نے
اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَآءَ
ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بیشک برے کام
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑮ اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ
ہیں جو وہ کرتے ہیں اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر
جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ
رکھا ہے پھر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں سو ان کو ذلت
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑯ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
کا عذاب ہے۔ نہ چھڑا سکیں گے انہیں ان
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ط
کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے ہاتھ سے ذرا بھی۔

جُنَّةٌ (ڈھال۔ سپر) اس کا مادہ ج۔ ن۔ ن ہے۔ اس سے بہت سے الفاظ پہلے گذر چکے ہیں جن میں سے ہر ایک میں کسی نہ کسی طرح کے چھپانے اور ڈھانک لینے کے معنی ہیں جُنَّةٌ ڈھال کو کہتے ہیں، جو اپنے پیچھے چھپا کر چوٹ سے بچاتی ہے ۔

ارشاد ہے کہ یہ منافق نہ مسلمان ہیں نہ یہودی کیونکہ پورے طور نہ ان میں شامل ہیں نہ ان میں۔ مسلمانوں کے آگے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور ستم یہ ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں۔ حالانکہ دل سے وہ ان کے دشمن ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں۔ ان جھوٹی قسموں سے وہ ڈھال کا کام لیتے ہیں۔ کیونکہ جہاں مسلمانوں نے ان کو سزا دینی چاہی وہیں قسم کھا لی کہ ہم تو مسلمان ہیں اور سزا سے بچ گئے ادھر اسلام کے پردے میں چھپ کر چپکے چپکے لوگوں کو اللہ کے مقرر کیے ہوئے سیدھے راستہ پر آنے سے روکتے ہیں۔ اس پر ان کو ذلیل اور رسوا کرنے والا عذاب ملے گا۔ اس وقت جب کہ ان کا مال کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اولاد ہی کچھ کر سکے گی۔ یہ چیزیں شاید دنیا میں ان کے کچھ دن کام تو آئیں اللہ عزوجل کے ہاتھ سے انہیں ان میں سے کوئی چیز نہ چھڑا سکے گی۔

شیطانی ٹولہ

اُولٰٓئِكَ ۔ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ ۔ فِيْهَا ۔
وہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ ۔ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ۔ جَمِيْعًا ۔
سدا رہیں گے جس دن اٹھا کھڑا کرے گا اللہ سب کو

فَيَحْلِفُوْنَ ۔ لَهٗ ۔ كَمَا ۔ يَحْلِفُوْنَ ۔ لَكُمْ ۔
پس قسمیں کھائیں گے اس کے سامنے جیسا کہ قسمیں کھاتے ہیں تمہارے سامنے

وَيَحْسَبُوْنَ ۔ اَنَّهُمْ ۔ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ ۔ اِنَّهُمْ ۔ هُمُ
اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھی راہ پر ہیں خبردار تحقیق وہ وہی

الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ ۔ عَلَيْهِمُ ۔ الشَّيْطٰنُ
اصل جھوٹے ہیں غالب آگیا ہے ان پر شیطان

فَاَنْسٰهُمْ ۔ ذِكْرَ ۔ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ ۔ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ
پس بھلا دیا انہیں اللہ کا ذکر وہ لوگ شیطان کی ٹولی ہیں

اَلَآ ۔ اِنَّ ۔ حِزْبَ ۔ الشَّيْطٰنِ ۔ هُمُ ۔ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾
خبردار تحقیق ٹولی شیطان کی وہی ٹوٹے والے ہیں

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا
وہ لوگ دوزخ کے ہیں اور اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا
پڑے رہیں گے جس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا

فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ
پھر قسمیں کھائیں گے اس کے آگے جیسے تمہارے آگے کھاتے ہیں

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
اور خیال کرتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں سن رکھو وہی

الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ
ہیں اصل جھوٹے شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے پھر

فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ
انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ لوگ ہیں شیطان کا لشکر

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾
سن رکھو شیطان کے لشکر ہی خراب ہوتے ہیں۔

اِسْتَحْوَذَ : گھیرا ڈال لیا ہے ان کے گرد، ماضی کا صیغہ ہے اِسْتِحْوَاذٌ سے جس کا مادہ ح۔و۔ذ ہے حَوْذٌ کے معنی گھیر لینا حَاذَ گھیر لیا اِسْتَحْوَذَ (ہر طرف سے گھیر لیا قابو میں کر لیا) حِزْبُ (پارٹی ۔ گروہ) یعنی وہ شیطان کے مرید اور اس کے طرفدار ہیں ✽

ارشاد ہے یہ لوگ جن کے لچھن اوپر بیان ہوئے دوزخ میں داخل ہوں گے اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ قیامت کے دن اللہ ان سب کو زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کر دے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تم نے مکاری اور چالبازی کیوں اختیار کی۔ وہ اپنی دنیا کی عادت کے مطابق اللہ کے آگے بھی قسم کھا جائیں گے جیسے وہ تمہارے آگے قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں اور ان کی اس قدر مت ماری گئی ہوگی کہ وہ سمجھیں گے کہ وہ کچھ مفید کام کر رہے ہیں اور اس سے ان کی جان آفت سے چھوٹ جائے گی۔ اچھی طرح سن لو کہ وہ جھوٹے اور مہا پاپی ہیں۔ وہ شیطان کے اڑنگے میں آگئے ہیں اور ان پر اس کا داؤ پورا پورا چل گیا ہے۔ اس نے انہیں پوری طرح اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ ان کا گروہ شیطانی گروہ ہے یاد رکھو شیطان کا گروہ کبھی پنپنے والا نہیں یہ انجام کار مارا جائے گا اور بری طرح منہ کی کھائے گا۔ اور جس پر یہ اترا رہا ہے۔ یہ سب کچھ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا ✽

حبیت اللہ ہی کی ہوگی

اِنَّ - الَّذِیْنَ - یُحَآدُّوْنَ - اللہَ - وَ - رَسُوْلَہٗ
تحقیق جن لوگوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی
اُولٰٓئِکَ - فِی الْاَذَلِّیْنَ ⑳ کَتَبَ - اللہُ -
وہ لوگ ذلیل ترین لوگوں میں ہیں لکھ دیا اللہ نے
لَاَغْلِبَنَّ - اَنَا وَ رُسُلِیْ ط اِنَّ - اللہَ - قَوِیٌّ
البتہ ضرور غالب رہوں گا میں اور میرے رسول تحقیق اللہ قوت والا
عَزِیْزٌ ㉑ لَا تَجِدُ - قَوْمًا - یُّؤْمِنُوْنَ
زبردست ہے نہ پائے گا تو کسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہیں
بِاللہِ - وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ - یُوَآدُّوْنَ - مَنْ
اللہ پر اور دن پچھلے پر کہ دوستی کریں اس سے جو
حَآدَّ اللہَ - وَرَسُوْلَہٗ - وَلَوْ - کَانُوْٓا - اٰبَآءَھُمْ
خلاف چل رہا ہو اللہ کے اور اس کے رسول کے اور اگرچہ ہوں وہ باپ ان کے
اَوْ اَبْنَآءَھُمْ - اَوْ - اِخْوَانَھُمْ - اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ط
یا بیٹے ان کے یا بھائی ان کے یا کنبہ والے ان کے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ
جو لوگ اللہ کے اور اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں،
اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ⑳ کَتَبَ اللہُ
وہ سب سے بے قدر لوگوں میں ہیں اللہ لکھ چکا کہ
لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ط اِنَّ اللہَ قَوِیٌّ
میں غالب ہوں گا اور میرے رسول بیشک اللہ زور آور ہے
عَزِیْزٌ ㉑ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ
زبردست تو کسی قوم کو جو اللہ پر اور پچھلے دن پر
بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ
یقین رکھتے ہوں نہ پائے گا کہ دوستی کریں ایسوں
حَآدَّ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ
سے جو اللہ کے اور اس کے رسول کے مخالف ہوئے خواہ وہ
اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ط
ان کے اپنے باپ بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے ہوں

یُوَآدُّوْنَ (دوستی کریں) مضارع کا صیغہ ہے مُوَادَّۃٌ سے جو و۔د۔د سے بنا ہے وُدٌّ کے معنی دلی محبت، گہرا میل جول
عَشِیْرَۃٌ ایک باپ دادا کی اولاد۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے اللہ کا اور اس کے رسول کا کہا نہ مانا اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف چال چلن اختیار کیا وہ سب سے زیادہ ذلیل لوگوں میں سے ہیں گو ظاہر میں بڑھے چڑھے نظر آئیں تو کیا آخر ان کے سارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے اور آخرت میں تو ان کی وہ گت بنے گی کہ یاد ہی کریں گے اللہ نے لکھ دیا کہ انجام کار اللہ کی اور اس کے رسولوں کی فتح ہو گی اور جو ان کے خلاف چلے گا اور دشمنی کرے گا وہ منہ کی کھائے گا ؛

آگے ارشاد ہے کہ اے رسول جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے قیامت کا یقین کر لیا وہ لوگ کبھی ان لوگوں سے دوستی نہ کریں گے جو اللہ کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتے اور اس طریقہ سے رہتے سہتے ہیں کہ گویا وہ کسی کو کچھ نہیں گردانتے اور مرنے کے بعد ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ ایمان والے ایسے لوگوں کو منہ نہیں لگاتے خواہ ان کے اپنے باپ بیٹے، بھائی اور جدی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ ایسے جو کچھ نہ کریں تھوڑا ہے کیونکہ اپنی خواہش ہی ان کا قانون ہے اگھڑی میں اولیا، گھڑی میں بھوت؛

ایمان داروں کا انعام

أُولَٰئِكَ - كَتَبَ - فِي قُلُوبِهِمُ - الْإِيمَانَ
وہ لوگ لکھ دیا اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان
وَأَيَّدَهُم - بِرُوحٍ - مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ
اور مدد کی ان کی ایک روح دے کر اپنی طرف سے اور داخل کرے گا
جَنَّاتٍ - تَجْرِي - مِن - تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
انہیں باغوں میں کہ چلتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں
خَالِدِينَ - فِيهَا ۚ رَضِيَ - اللَّهُ - عَنْهُمْ
ہمیشہ رہیں گے اس میں راضی ہوا اللہ ان سے
وَرَضُوا - عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ - اللَّهِ ۚ
اور راضی ہوئے وہ اس سے یہ لوگ ہیں اللہ کا گروہ
أَلَا - إِنَّ - حِزْبَ - اللَّهِ - هُمُ - الْمُفْلِحُونَ ۲۲
سن رکھو تحقیق گروہ اللہ کا وہی فلاح پانے والے ہیں

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ
اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے
وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ
اور ان کی اپنے غیب کے فیض سے مدد کی ہے اور ان کو اپنے
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا
وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ
اور وہ اللہ سے راضی ہوئے وہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں
أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۲۲
سنتا ہے جو اللہ کا گروہ ہے وہی مراد کو پہنچنے والا

ع ۳

كَتَبَ (لکھ دیا) ماضی ہے لفظ ک ت ب. كَتْبٌ کے معنی لکھنا ہیں اور کسی چیز کے محفوظ کر دینے اور جما دینے کے بھی ہیں، یہاں یہی مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے اور یقین کر لیا کہ آخرت آنے والی ہے اور قیامت قائم ہو گی اور ہر آدمی کے کاموں کی جو اس نے دنیا میں کیے جانچ پڑتال ہو گی ان کا ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کو نہیں مانا اور قیامت کا انکار کر بیٹھے دوستی اور محبت کا رشتہ نہیں رہتا اور نہ وہ ان سے دلی میل جول اور قریبی تعلقات رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں سے بھی کنارہ کش ہو جاتے ہیں، ہاں جہاں تک اپنے سے ہو سکتا ہے اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئیں۔ تاکہ ان کے کام درست ہو جائیں کیوں کہ ان کا مقصد انسان کی اصلاح ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ نے ایمان اور یقین کو خوب مضبوطی سے بٹھا دیا ہے۔ ان کی دنیا بھی درست ہو گی اور وہ آخرت میں بھی چین سے رہیں گے۔ انہیں سرسبز باغ رہنے کو ملیں گے جن میں ہر طرف نہریں ہوں گی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں حزب اللہ کا خطاب حاصل ہے اور یہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہوں گے اور مراد کو پہنچیں گے۔

سورت المجادلۃ کیا سکھاتی ہے

اس میں جاہلیت کی ایک رسم کو مٹایا گیا ہے اور اس میں اور سورۃ احزاب میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ زبان کے کہہ دینے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ ماں کہہ دینے سے بیوی ماں نہیں ہو جاتی اور کسی کو زبان سے بیٹا کہہ دینے سے وہ کہنے والے کا واقعی بیٹا نہیں ہو جاتا۔ اصلی رشتے زبانی باتوں سے نہیں بدلتے۔ ہاں بعض صورتوں میں فضول باتوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اس سورت میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ جو قانون اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں، ان سے باہر مت جاؤ اور اپنی دنیا کی زندگی اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون کی حد کے اندر رہ کر بسر کرو، پچھلے لوگوں کے حالات دیکھو۔ وہ اللہ کے قانون توڑ کر آخر کار برباد ہوئے۔ اگر تم نے بھی ایسا کیا تو تم بھی تباہ ہو کر رہو گے۔ دنیا میں اس خیال کو دل میں بٹھا کر زندگی بسر کرو کہ اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے خواہ تم اکیلے ہو یا بہت سے ہو، اللہ ہر وقت اور ہر جگہ تمہارے پاس موجود ہے اور جو کچھ تم باتیں کرتے ہو وہ سب جانتا ہے اگر تم اس بات کو سمجھتے ہو تو ایسی باتیں مت کرو جس سے وہ ناراض ہو۔ جو لوگ اسلام کو محض ایک ہنسی کھیل سمجھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی سے پیش آتے تھے ان کو بتایا گیا ہے کہ ہوش کی دعا کرو۔ فضول باتیں کر کے کیوں اپنی آخرت اور دنیا دونوں کا ناس کر رہے ہو۔

اس کے بعد مسلمانوں کو مجلس کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ جب کوئی کسی مجلس میں جائے تو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ اور یہ ہرگز نہ سمجھے کہ میں بڑا آدمی ہوں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ میرا اچھی طرح استقبال کریں اور سب سے آگے بٹھائیں، یہ فضول خیال ہے۔ جو بیٹھے ہیں وہ آنے والے کے لیے تھوڑا تھوڑا کھسک کر جگہ نکال دیں اور جو آیا ہے وہ اکڑفوں چھوڑ کر جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے اور کسی آؤ بھگت کے انتظار میں نہ رہے۔ تواضع اختیار کرے، فرعونیت سے بھاگے۔ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والوں کے مرتبے بڑھاتا ہے۔ خاص کر عالموں کو نہ چاہیئے کہ اس بات پر بگڑ جائیں کہ ان کی جیسی چاہیئے قدر نہ کی گئی اور خفا ہو کر چل دیں۔ عالم ایسی خفیف حرکتوں سے باز رہیں تو ان کے لیے اچھا ہے۔ اللہ ان کے مرتبے اس عجز وانکسار کی بدولت اور بڑھائے گا۔ آدمیوں کو دو گروہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ شیطان والے اور اللہ والے۔ شیطان والے وہ ہیں جو ہمیشہ اللہ اور رسول کے مقرر کیے ہوئے راستے سے بھاگتے ہیں اور منکرین کے عارضی جاہ وجلال کے رعب میں آ کر ان کے بتائے ہوئے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ یہ لوگ ناکام ہوں گے۔ اللہ والے وہ ہیں جو اللہ کے مقرر کیے ہوئے طریقہ کی پابندی کرتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیاب ہوں گے۔

سورة الحشر

(۵۹)

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی انسٹھویں سورت ہے اور مدینہ میں ہجرت کے چوتھے سال نازل ہوئی۔ اس میں تین رکوع ہیں۔ اس میں بنی نضیر پر چڑھائی کا ذکر ہے۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مشرق کی طرف چند میل کے فاصلے پر اپنے مضبوط قلعوں میں رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو بنی نضیر نے آپؐ سے معاہدہ کیا تھا کہ ہم مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہ کریں گے۔ یہ بڑے مالدار تھے اور تعداد میں بہت تھے۔ غزوہ احد ۳ھ کے بعد یہ اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے۔ کیونکہ اُحد میں مسلمانوں کا خاصا نقصان ہوا تھا، اس سے یہود سمجھے کہ مسلمان کمزور ہو گئے اور کعب بن اشرف ان کے سردار نے مکہ جا کر وہاں کے مشرکوں سے عہد کیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف مکہ والوں کا ساتھ دیں گے۔ ایک مرتبہ بنی نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دے کر بلایا اور قتل کرنے کا سامان کر لیا۔ ایک دفعہ آپؐ ایک دیوار کے نیچے ٹھہرے تھے انھوں نے اوپر سے چکی کا بھاری پاٹ آپؐ کے اوپر پھینک دیا۔ لیکن ہر دفعہ اللہ نے اپنے فضل سے آپؐ کو بچا لیا۔ اس لیے ان کو سزا دینے کی ضرورت پیش آئی۔ کعب بن اشرف غدار کو ایک مسلمان محمدؓ بن مسلمہ نے ٹھکانے لگایا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، اور انھوں نے تنگ ہو کر صلح چاہی۔ حکم ہوا کہ قلعہ خالی کر دو اور جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ اور جو سامان اپنے ساتھ لے جا سکو لے جاؤ۔ جو باقی بچے اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہیں جس کو چاہیں دیں اس موقعہ پر بھی منافقوں نے ان یہودیوں سے ہمدردی دکھائی تھی اور ان سے کہہ رکھا تھا کہ مسلمان تم سے لڑے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور مسلمانوں سے لڑیں گے اور تم کو جلاوطن کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ وطن چھوڑ دیں گے۔ مگر جب بنی نضیر پر بپتا پڑی تو منافق نہ انؓ کے ساتھ ہو کر لڑے اور نہ جب انہیں وطن چھوڑنا پڑا ان کے ساتھ گئے۔ بنی نضیر مدینہ اور اس کے پاس کے اپنے قلعے خالی کر کے کچھ خیبر اور کچھ شام چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے املاک و سامان کے مالک بن گئے آپؐ نے یہ سب کچھ مہاجرین میں بانٹ دیا۔ اس طرح انصار کے سر سے مہاجرین کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور انصارؓ کے دو مفلس قبیلہ کو بھی اس میں سے مدد دی گئی۔ اس سورت میں انہی سب باتوں کا بیان ہے۔ بنی نضیر کا ان کی غدّاری کی وجہ سے مدینہ سے نکالا جانا، ان کے مال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنا، اس کی تقسیم، منافقوں کا رویہ اور ان کی بری عادتوں کی تشریح وغیرہ اس میں موجود ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو پرہیزگاری کی ہدایت اور آخرت کی زندگی کی تیاری اور اس کے لیے دنیا ہی میں ذخیرہ اکٹھا کرنے کی نصیحت ہے، پھر اللہ عزوجل کی صفات حمیدہ کے ذکر پر سورت کو ختم کر دیا گیا ہے اس سورۃ کی یہ آخری آیتیں آیۃ الکرسی، سورۃ الفاطر، سورۃ الحدید کی شروع کی آیتوں اور قل ہو اللہ احد کی طرح توحید کی خاص تعلیم دیتی ہیں ÷

سُورَۃُ الحَشرِ مَدَنِیَّۃٌ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اٰیَاتُھَا ۲۴، رکوعاتھا ۳

بنی نضیر کا حشر

سَبَّحَ ۔ لِلّٰہِ ۔ مَا ۔ فِی ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَمَا
تسبیح کرتا ہے اللہ کی جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے
فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَھُوَ ۔ الۡعَزِیۡزُ ۔ الۡحَکِیۡمُ ① ھُوَ
زمین میں اور وہ ہے زبردست حکمت والا وہی
الَّذِیۡۤ ۔ اَخۡرَجَ ۔ الَّذِیۡنَ ۔ کَفَرُوۡا ۔ مِنۡ ۔ اَھۡلِ
ہے جس نے نکالا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کتاب
الۡکِتٰبِ ۔ مِنۡ دِیَارِھِمۡ ۔ لِاَوَّلِ ۔ الۡحَشۡرِ ؕ
والوں میں سے ان کے گھروں سے پہلی بار نکالے جانے پر
مَا ۔ ظَنَنۡتُمۡ ۔ اَنۡ ۔ یَّخۡرُجُوۡا ۔ وَ ظَنُّوۡۤا ۔
نہیں گمان تھا تمہارا کہ وہ نکلیں گے اور انہوں نے سوچا تھا
اَنَّھُمۡ ۔ مَّانِعَتُھُمۡ ۔ حُصُوۡنُھُمۡ ۔ مِّنَ اللّٰہِ ۔
کہ وہ بچالیں گے انہیں ان کے قلعے اللہ سے
فَاَتٰھُمُ ۔ اللّٰہُ ۔ مِنۡ حَیۡثُ ۔ لَمۡ ۔ یَحۡتَسِبُوۡا ۫
پس آیا ان کے پاس اللہ اس جگہ سے کہ انہیں خیال تک نہ تھا

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور
فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ① ھُوَ
زمین میں ہے اور وہی ہے زبردست حکمت والا وہی
الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَھۡلِ
ہے جس نے نکال دیا کتاب والوں کے منکروں کو
الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِھِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ
ان کے گھروں سے لشکر کے پہلے اجتماع پر
مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا وَظَنُّوۡۤا
تم نے اٹکل نہ کی تھی کہ وہ نکلیں گے اور وہ خیال
اَنَّھُمۡ مَّانِعَتُھُمۡ حُصُوۡنُھُمۡ مِّنَ اللّٰہِ
کرتے تھے کہ انہیں ان کے قلعے اللہ کے ہاتھ سے بچالیں گے
فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا ۫
پھر اللہ ان پر آ پہنچا جہاں سے انہیں خیال بھی نہ تھا

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ وہ لوگ جو اہل کتاب میں سے کافر تھے اس سے مراد بنی نضیر ہیں جو یہودیوں کا بڑا مالدار اور جنگجو قبیلہ تھا اور مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ان کے مضبوط قلعے تھے اَوَّلُ الۡحَشۡرِ (پہلی مڈبھیڑ یا پہلا دیس نکالا) اول کے معنی پہلا حشر کے معنی اکٹھا کرنا اور شہر بدر کرنا دونوں ہیں، پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ مسلمان لشکر ان کے لیے پہلے ہی بار اکٹھا ہوا تو اسی سے وہ گھبرا گئے دوسری بار چڑھائی کی نوبت ہی نہ آئی۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ مطلب ہوا کہ عرب سے یہ پہلا دیس نکالا تھا جو یہودیوں کو نصیب ہوا۔ اس میں وہ کچھ خیبر اور کچھ شام چلے گئے۔ دوسری بار دیس نکالا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ملا جب وہ خیبر سے بھی نکالے گئے اور سارے یہود و نصاریٰ کے ساتھ عرب سے نکل کر شام میں چلے گئے۔

ارشاد ہے کہ آسمان اور زمین میں جو چیز ہے اللہ کی پاکی کا اقرار کر رہی ہے اور درحقیقت تمام قوت اور دانائی اللہ ہی کے اندر ہے وہی ہے جس نے بنی نضیر کو پہلی بار یا پہلے ہی حملہ میں ان کے قلعوں سے نکال دیا تمہارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ ایسی آسانی سے نکل جائیں گے ادھر ان کو یہ گھمنڈ تھا ان کے قلعے ان کو غضب الٰہی سے بچالیں گے لیکن یہ نہ سمجھے کہ اللہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دے گا اور وہ سارا ساز و سامان مکمل ہوتے ہوئے بھی بھاگ نکلیں گے۔

نیا عذاب

وَ۔ قَذَفَ۔ فِیْ قُلُوْبِهِمُ۔ الرُّعْبَ۔ یُخْرِبُوْنَ
اور ڈال دی ان لوگوں کے دلوں میں دہشت خراب کرنے لگے
بُیُوْتَهُمْ۔ بِاَیْدِیْهِمْ۔ وَاَیْدِی۔ الْمُؤْمِنِیْنَ
گھر اپنے ہاتھوں سے اپنے اور ہاتھوں سے مسلمانوں کے
فَاعْتَبِرُوْا۔ یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝۲ وَلَوْلَآ۔ اَنْ
پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو اور اگر نہ ہوتا یہ کہ
كَتَبَ۔ اللّٰهُ۔ عَلَیْهِمُ۔ الْجَلَآءَ۔ لَعَذَّبَهُمْ
لکھ دیا تھا اللہ نے ان پر وطن سے نکلنا البتہ عذاب دیتا
فِی الدُّنْیَا ؕ وَلَهُمْ۔ فِی الْاٰخِرَةِ۔ عَذَابُ
انہیں دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں ہے عذاب
النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ۔ بِاَنَّهُمْ۔ شَآقُّوا۔ اللّٰهَ۔ وَرَسُوْلَهٗ ۚ
آگ کا یہ بوجہ اس کے کہ وہ خلاف چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے
وَمَنْ یُّشَآقِّ۔ اللّٰهَ۔ فَاِنَّ۔ اللّٰهَ۔ شَدِیْدُ۔ الْعِقَابِ ۝۴
اور جو خلاف چلا اللہ کے پس تحقیق اللہ سخت سزا دینے والا ہے

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ
اور ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب اجاڑنے لگے اپنے گھر
بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ
اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سو
فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝۲ وَلَوْلَآ اَنْ
اے آنکھ والو عبرت پکڑو اور اگر یہ بات
كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ
نہ ہوتی کہ اللہ نے ان پر جلاوطن ہونا لکھ دیا تھا تو ان
فِی الدُّنْیَا ؕ وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ
کو دنیا میں عذاب دیتا اور آخرت میں ان کے لیے آگ کا
النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ
عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور اس
وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۴
کے رسول کے اور جو اللہ کا مخالف ہوا تو اللہ کا عذاب سخت ہے۔

پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ بنی نضیر کو اپنی جماعت اور قوت پر ناز تھا، ان کے پاس مضبوط قلعے تھے مکہ کے مشرکوں سے ساز باز کر رکھی تھی، مدینہ کے منافقوں نے انہیں اکسا رکھا تھا۔ وہ مسلمانوں کے حملے سے بالکل نڈر تھے۔ لیکن اللہ کے پاس اپنے دشمنوں کے زیر کرنے کے بے شمار ذریعے ہیں۔ اس نے انہیں ایسی آفت میں پکڑا کہ جس کا انہیں سان گمان بھی نہ تھا اس آیت میں اس آفت کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا! دھر تو اپنے سردار کعب بن اشرف کے قتل ہونے سے ان کا دم نکل گیا اور ادھر مسلمانوں نے اچانک ان کے قلعوں پر دھاوا بول دیا اور وہ سٹ پٹا گئے اور مکانوں کے دروازے، تختے وغیرہ اکھاڑنے لگے تاکہ بھاگتے وقت جتنا سامان ہو سکے ساتھ لے جائیں۔ مسلمانوں نے بھی اس توڑ پھوڑ میں ان کا ہاتھ بٹایا اور ان کے گھر گرانے شروع کر دیئے تاکہ وہ رہ ہی نہ سکیں۔ کیونکہ ایسے غداروں کا نکل جانا ہی بہتر ہے۔ سمجھدار لوگوں کے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ بدعہدی اور غداری کا نتیجہ خراب ہوتا ہے اور ظاہری اسباب پر بھروسا کرنا نادانی ہے۔ بہر حال جلاوطنی ان کی تقدیر میں تھی جو بچ گئے نہیں تو کچھ اور سزا ملتی اور بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے لیکن آخرت کی سزا ان کی بدستور باقی ہے اور وہ آگ میں جھونکے جائیں گے یہ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی سزا ہے یاد رکھو اللہ کا عذاب سخت ہے اور اس کے مخالفوں پر نازل ہوگا۔

ضروریاتِ جنگ

مَا قَطَعْتُمْ - مِّنْ - لِّيْنَةٍ - اَوْ - تَرَكْتُمُوْهَا -
جو کاٹی تم نے کوئی کھجور یا چھوڑ دیا اسے
قَآئِمَةً - عَلٰٓى - اُصُوْلِهَا - فَبِاِذْنِ اللّٰهِ - وَلِيُخْزِيَ
کھڑی اپنی جڑوں پر بس اللہ کے حکم سے تاکہ ذلیل
الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَمَآ - اَفَآءَ اللّٰهُ - عَلٰى - رَسُوْلِهٖ
کرے نافرمانوں کو اور جو لوٹایا اللہ نے اپنے رسول پر
مِنْهُمْ - فَمَآ - اَوْجَفْتُمْ - عَلَيْهِ - مِنْ خَيْلٍ - وَّلَا
ان کا مال پس نہیں دوڑائے تم نے اس کے لیے کوئی گھوڑے اور
رِكَابٍ - وَّلٰكِنَّ - اللّٰهَ - يُسَلِّطُ - رُسُلَهٗ - عَلٰى
نہ اونٹ اور لیکن اللہ قابو دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس چیز
مَنْ يَّشَآءُ - وَاللّٰهُ - عَلٰى - كُلِّ - شَيْءٍ - قَدِيْرٌ ⑥
پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا
جو کھجور کا درخت تم نے کاٹ ڈالا یا اپنی جڑ پر کھڑا
قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ
رہنے دیا سو اللہ کے حکم سے اور تاکہ رسوا کرے
الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
نافرمانوں کو اور جو ان کا مال اللہ نے اپنے رسول کی
مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا
طرف منتقل کیا سو تم نے ان کے لیے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ
رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى
لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے غلبہ
مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑥
دیتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

لِیْنَۃٌ (کھجور) یہ مدینہ کی ایک خاص قسم کی بڑھیا کھجور ہے عَجْوَۃٌ بھی کہتے ہیں اَوْجَفْتُمْ (دوڑایا تم نے) ماضی کا صیغہ ہے اِیْجَافٌ سے جس کا مادہ و۔ج۔ف ہے وَجْفٌ اور وَجِیْفٌ کے معنی زور زور سے ہلنے یا دھڑکنے کے ہیں اِیْجَافٌ گھوڑے کے زور سے دوڑانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اَفَآءَ منتقل کیا۔ ماضی کا صیغہ ہے اِفَاءَۃٌ سے جو ف۔ی۔ء سے بنا ہے واپس کرنا لوٹانا جو مال بے لڑے بھڑے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے وہ فَیٌٔ ہے اور جو لڑائی کر کے حاصل ہو وہ غنیمت ہے کبھی دونوں کو بھی فیٔ کہہ دیتے ہیں۔ رکاب اونٹوں کے ریوڑ کو کہتے ہیں اس کی جمع رکائب ہے خَیل گھوڑوں کے گلے کو کہتے ہیں۔

جب بنو نضیر اپنے قلعہ میں چھپ کر بیٹھ گئے اور مسلمانوں نے ہر طرف سے قلعوں کا محاصرہ کر لیا تو آپ نے اجازت دی کہ ان کے درخت کاٹو، اور باغ اجاڑو۔ اس پر کچھ کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے۔ کافروں نے طعنہ دیا کہ مسلمانوں کو تو فساد سے منع کیا جاتا ہے، کیا پھل دار درختوں کا کاٹنا فساد نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے مسلمانو! تم نے جو درخت کاٹے یا بدستور کھڑے رہنے دیئے وہ سب اللہ کے حکم کے مطابق تھا اور ان سے نافرمان غداروں کو ذلیل کرنا مقصود تھا تاکہ وہ طیش میں آ کر لڑنے کے لیے باہر نکلیں اور لڑائی کے لیے میدان بھی کسی قدر صاف ہو جائے۔

آگے ارشاد ہے کہ بنو نضیر نے منقولہ مال اور غیر منقولہ املاک جائداد اور باغ وغیرہ تم سے لڑ بھڑ کر غنیم سے نہیں چھینے اس لیے وہ فیٔ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں ہیں، وہ جس طرح چاہیں عام لوگوں کے فائدہ کے لیے اس کی آمدنی خرچ کریں غنیمت غیر منقولہ کا بھی یہی حکم اور غنیمت منقولہ کا حکم سورۃ الانفال میں گذرا۔

کفار کی جائداد کا حکم

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى
جو لوٹایا اللہ نے اپنے رسول کی طرف گاؤں والوں کا مال
فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
پس وہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے اور ہے واسطے قرابتداروں اور یتیموں
وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ
اور مسکینوں اور مسافروں کے تاکہ ایسا نہ ہو کر رہ جائے ہو کر
دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ
دستگرداں پونجی درمیان تونگروں کے تمہارے اور جو
اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا
دے تمہیں رسول سو اس کو لے لو اور جو
نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ
روکے وہ تمہیں اس سے پس رک جاؤ اور ڈرو اللہ سے
اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦
تحقیق اللہ سخت عذاب دینے والا ہے

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى
جو مال بستیوں والوں کا اللہ اپنے رسول کی طرف منتقل کیا
فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیم
وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ
اور مسکین اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ تم میں سے
دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ
دولت مندوں کے لین دین میں نہ آ جائے اور رسول
اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا
جو تم کو دے وہ لے لو اور جس سے
نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ
منع کرے اسے چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو
اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦
بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اس آیت میں اَفَآءَ لغوی معنی میں مستعمل ہے جس کے اندر غنیمت بھی شامل ہے لیکن یہاں جو حکم ہے وہ املاک غیر منقولہ کے لیے ہے جیسے زمین اور باغ۔ ارشاد ہے کہ جو مال بے لڑے بھڑے گاؤں والوں سے ہاتھ آئے خواہ کسی طرح ہاتھ آیا ہو وہ اللہ نے اپنے رسول کو دیا ہے اس کا اور اسی طرح غنیمت غیر منقولہ کا یہ حکم ہے کہ اس کی آمدنی میں سے رسول یا آپ کے نائب حاکم آپ کے قرابتداروں کو خواہ وہ محتاج ہوں یا نہ ہوں دے سکتے ہیں اور عام یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر بھی خرچ کر سکتے ہیں۔ رفاہ عام کے کام بھی اس سے چلیں گے تاکہ سارے لوگوں کی مل جل کر ضروریات پوری ہوں یہ نہ ہو کہ وہ املاک مالداروں کے ہتھے چڑھ جائے اور انہی کے اندر لین دین وراثت وغیرہ کے ذریعے منتقل ہوتی رہے اور ضرورت مند منہ دیکھتے رہ جائیں اس میں سے جو کچھ رسول یا ان کا نائب اور خلیفہ کسی کو دے دیے وہ لے لے اور جس سے وہ روکے اس سے رک جائے۔ مسلمانوں کو ہر وقت اور ہر بات میں اللہ سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے ورنہ یاد رکھو اللہ کا عذاب سخت ہے سورہ الانفال میں بیان ہوا کہ جو اثاثہ منقولہ مثلاً روپیہ، پیسہ، ہتھیار وغیرہ دشمن سے لڑ کر چھینا جائے، اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے اور باقی ان لشکریوں کا ہے۔ جنہوں نے اس لڑائی میں حصہ لیا اور جو مال بغیر لڑے ملے وہ سارے کا سارا اور نیز ان کی جائیداد غیر منقولہ خواہ لڑ کر ملے یا یونہی وہ سب کا سب اللہ اور رسول کا ہے، ان کی آمدنی اس طرح خرچ ہو گی جیسے یہاں بیان کیا گیا ہے۔

ملک کی آمدنی کے مستحق

لِلْفُقَرَآءِ - الْمُهٰجِرِيْنَ - الَّذِيْنَ - اُخْرِجُوْا
واسطے ان مفلسوں کے جو ہجرت کر کے آئے جو دور کر دیئے گئے
مِنْ دِيَارِهِمْ - وَاَمْوَالِهِمْ - يَبْتَغُوْنَ - فَضْلًا
اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے تلاش کرتے ہیں فضل
مِّنَ اللّٰهِ - وَرِضْوَانًا - وَّيَنْصُرُوْنَ - اللّٰهَ -
اللہ کا اور خوشنودی اور مدد کرتے ہیں اللہ کی
وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ - هُمُ - الصّٰدِقُوْنَ ﴿۸﴾
اور اس کے رسول کی یہ لوگ یہی ہیں سچے
وَالَّذِيْنَ - تَبَوَّؤُ - الدَّارَ - وَالْاِيْمَانَ - مِنْ
اور واسطے ان کے جنہوں نے قرار پکڑا اس گھر میں اور ایمان میں ان
قَبْلِهِمْ - يُحِبُّوْنَ - مَنْ - هَاجَرَ - اِلَيْهِمْ - وَلَا
سے پہلے محبت کرتے ہیں اس سے جو ہجرت کرے آیا ان کی طرف اور
يَجِدُوْنَ - فِيْ - صُدُوْرِهِمْ - حَاجَةً - مِّمَّآ - اُوْتُوْا
نہیں پاتے اپنے دلوں میں احتیاج اس چیز کی جو مہاجرین کو دی گئی

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا
یہ مال ان مفلس وطن چھوڑنے والوں کے لیے جو نکالے ہوئے آئے ہیں
مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا
اپنے گھروں سے اور مال چھوڑ کر ڈھونڈتے ہوئے اللہ
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ
کا فضل اور اس کی رضامندی اور اللہ کی اور اس کے رسول
وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۸﴾
کی مدد کرنے کو یہی ہیں سچے لوگ
وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ
اور ان لوگوں کے لیے جو ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں
قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا
جگہ پکڑے ہوئے ہیں محبت کرتے ہیں ان سے جو وطن چھوڑ کر ان کے پاس آئے
يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا
اور اپنے دل میں اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے تنگی نہیں پاتے۔

تَبَوَّءُوْا سے ٹھکانا بنانا ماضی کا صیغہ ہے تَبَوُّءٌ سے جس کا مادہ ب۔و۔ء ہے بَوْءٌ کے معنی لوٹنے کے ہیں تَبَوُّءٌ ٹھہرنے اور لوٹنے کی جگہ مقرر کی۔ اس کا متعدی بَوَّأَ ہے یعنی کسی کو ٹھہرنے اور لوٹنے کی جگہ دی۔ اسی سے اسم ظرف مُبَوَّءٌ سورہ یونس میں گذرا حَاجَةٌ (جس چیز کی ضرورت ہو) ایسی چیز کسی کے پاس دیکھ کر اس کے خود لینے کی جو خواہش پیدا ہوتی ہے اسے رشک کہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ اگر بدنیتی بھی ہو تو وہ حسد ہو جاتا ہے ؂

ارشاد ہے کہ یہ مال جو دشمن سے کسی طرح حاصل ہوا (لڑ کر یا بے لڑے اور طریقوں سے) اس میں مالداروں کا کوئی حق نہیں یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو مفلس ہیں (جن کا گھر اور مال سب کچھ چھٹ گیا، اور دشمنوں نے انہیں خالی ہاتھ وطن سے نکل جانے پر مجبور کر دیا یہ لوگ اللہ کی فضل کی تلاش اور جستجو میں اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ مہاجر ہیں۔ اب ان کی سچائی اور خلوص میں کچھ شک نہیں اور نیز ان کے لیے ہے جو شہر میں پہلے سے بستے ہیں اور مہاجروں کے آنے سے پہلے ہی دولت ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں، یہ انصار ہیں جو مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان بے گھر حاجتمندوں کو دیا جائے ان کے دل میں اس کے خود لینے کی خواہش نہیں پیدا ہوتی وہ رشک و حسد دونوں سے پاک ہیں ؂

انصار کی خوبیاں

وَيُؤْثِرُوْنَ - عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ - وَلَوْ كَانَ - بِهِمْ
اور زیادہ عزیز رکھتے ہیں انہیں اپنی جانوں سے اور اگرچہ ہو ان کو
خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ - يُّوْقَ - شُحَّ - نَفْسِهٖ
فاقہ اور جو بچا لیا گیا لالچ سے اپنے جی کے
فَاُولٰٓئِكَ - هُمُ - الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ۹ وَالَّذِيْنَ
پس وہ لوگ وہی ہیں فلاح پانے والے اور ان لوگوں کیلئے
جَآءُوْ - مِنْ بَعْدِ - هِمْ - يَقُوْلُوْنَ - رَبَّنَا
جو آئے ان کے بعد اور کہتے ہیں اے رب ہمارے
اغْفِرْ لَنَا - وَلِاِخْوَانِنَا - الَّذِيْنَ - سَبَقُوْنَا - بِالْاِيْمَانِ
بخش دے ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جنہوں نے پہل کی ہم سے ایمان لانے میں
وَلَا تَجْعَلْ - فِيْ قُلُوْبِنَا - غِلًّا - لِّلَّذِيْنَ
اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ ان کی طرف سے جو
اٰمَنُوْا - رَبَّنَآ - اِنَّكَ - رَءُوْفٌ - رَّحِيْمٌ ۝ ۱۰
ایمان لائے اے رب ہمارے تحقیق تو شفیق مہربان ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ اپنے اوپر
خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ
فاقہ ہو اور جو اپنے جی کے لالچ سے بچا یا گیا
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ۹ وَالَّذِيْنَ
پس وہ لوگ ہیں مراد پانے والے اور ان لوگوں
جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
کے واسطے جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے رب ہم کو
اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ
بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں داخل
وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ
ہوئے اور ہمارے دل میں ایمان والوں سے بیر نہ رکھ
اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۱۰ ع ۲
اے رب تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔

خَصَاصَةٌ (فقر۔ احتیاج) یعنی خود اپنی ضرورت۔ شُحٌّ (لالچ) یہ لفظ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے غِلٌّ (بغض کینہ)
ارشاد ہے کہ یہ انصار مہاجرین کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور خود بھوکے رہ کر انہیں کھلاتے ہیں ان کی ضرورتوں کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنی خواہش، لالچ اور حرص کو دبا سکتے ہیں اور دل کی لگن پر قابو رکھ سکتے ہیں وہی لوگ کامیاب بامراد ہیں، بھلا لالچی اپنے سوا کسی اور کو پنپتے کب دیکھ سکتا ہے۔
آگے ارشاد ہے کہ یہ مشترکہ کوشش سے حاصل کیا ہوا یا مفت ہاتھ لگا ہوا دشمن کا مال قیامت تک ان ضرورت مندوں کا حق ہے جو مذکورہ بالا لوگوں کے بعد دنیا میں آئے اور ان کے قدم بہ قدم چلے اور اپنے لیے مغفرت کی دعا کرتے وقت انہیں بھی یاد رکھا اور یوں کہتے رہے کہ اے رب ہمارے ہماری خطائیں معاف فرما اور ان کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا کر دنیا میں زندگی بسر کر گئے۔ اے اللہ ہمارے دل میں ان کی طرف سے کینہ اور بغض نہ پیدا کر۔ اے رب خطائیں اور لغزشیں کس سے نہیں ہوتیں لیکن تو بڑا شفقت والا اور رحم کرنے والا ہے انہیں اور ہمیں سب کو معاف فرما۔

دولت کی تقسیم

جو لوگ دولت کے کمانے اور اس کی تقسیم میں یورپ والوں کا اتباع کر رہے ہیں اور ان کی اکنامکس (اقتصادیات) پر جان دے رہے ہیں اور اسے بڑی محنت سے حاصل کر رہے ہیں وہ ذرا گریبان میں منہ ڈالیں اور سوچیں کہ قرآن حکیم اس بارے میں کیا کہتا ہے اور پہلے مسلمانوں نے اس سے متعلق کیا وطیرہ اختیار کیا تھا۔ ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ بنی نوع انسان کا سچا ہمدرد اور مددگار یہ قرآن مجید اور اس کا اصلاح کردہ مذہب اسلام ہی ہے اور اس کے سوا سارے طریقے اپنے اپنے حلوے مانڈے کی خیر منانے کا ڈھونگ بن کر رہ گئے ہیں اور کچھ نہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ تمہاری ساری قوتیں بدنی اور دماغی اللہ کی دی ہوئی ہیں، انہیں اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے اس کی مقرر کی ہوئی شرع کے قوانین کے مطابق کام میں لاؤ۔ یہ قوانین قرآن حکیم میں موجود ہیں اور ان کے سمجھانے اور جاری کرنے کے لیے اللہ عزوجل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور نائب مقرر کیا ہے اور آپ کے بعد آپ کے کام کو جاری رکھنا اور اسلامی زندگی کا نمونہ قائم کرنا آپ کی امت کا کام ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ جن چیزوں کی ہر انسان کو اپنی زندگی دنیا میں آرام اور آسائش سے بسر کرنے کے لیے ضرورت پڑتی ہے وہ کسی ایک شخص یا ایک جماعت کے پاس اس طرح جمع نہ ہو جانی چاہئیں کہ باقی لوگ ان سے محروم رہ جائیں۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ کوئی آدمی یا چند آدمیوں کا جتھا ان کو دوسروں سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لے اور کہے کہ یہ دولت میں نے اپنی عقل اور تدبیر سے کمائی ہے، اس لیے مجھے اختیار ہے کہ اسے جس طرح چاہوں خرچ کروں یا روک رکھوں۔ دولت بظاہر ایک شخص کی محنت ہے لیکن دراصل اجتماعی قوت سے حاصل ہوتی ہے اس لیے ہر شخص کو اپنی محنت کا بدلہ اس میں سے اتنا ملنا چاہیئے کہ اس کی جائز ضرورتیں اٹکی نہ رہیں اور باقی کمائی بیت المال میں جمع ہونی چاہیئے۔ بیت المال کی نگرانی دیانت دار ایمان والوں کے ذمے ہے اور وہی اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں ان دیانت دار ایمان والوں کو اس کا انتظام کرنے کے لیے آگے آنا چاہیئے۔ اور ان کا آگے کرنا ساری امت کا فرض ہے۔ ہر شخص آپ سے آگے نہ بڑھے کہ میں ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لوں اور دوسروں پر حکومت کروں بلکہ آگے وہی بڑھے جسے لوگ اس قابل سمجھ کر آگے بڑھائیں۔

اسلام نے مسجدوں کے ذریعے سب کو مقررہ اوقات پر ایک جگہ جمع ہونے کی تاکید کی ہے۔ اس لیے ہر شخص ہر ایک کے حالات سے اچھی طرح واقف رہ سکتا ہے اور ضرورت کے وقت سب سے اچھے شخص کو آگے بڑھانا آسان ہے۔ جو شخص اس بڑھانے سے آگے بڑھیں اور اپنے منہ میاں مٹھو بن کر چودھراہٹ نہ چاہیں، ان کا فرض ہے کہ اللہ سے ڈر کر مسلمانوں کی کمائی ہوئی دولت کی تقسیم کا بندوبست کریں اور کسی فرد بشر کو احتیاج میں سسکتا ہوا نہ چھوڑیں۔

منافقوں کا حال (۱)

اَلَمْ - تَرَ - اِلَی الَّذِیْنَ - نَافَقُوْا - یَقُوْلُوْنَ
کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو دھوکے باز ہیں کہتے ہیں
لِاِخْوَانِهِمُ - الَّذِیْنَ - کَفَرُوْا - مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ
اپنے ان بھائیوں سے جو کافر ہوئے کتاب والوں میں سے
لَئِنْ - اُخْرِجْتُمْ - لَنَخْرُجَنَّ - مَعَکُمْ - وَلَا نُطِیْعُ
البتہ اگر تم نکالے گئے تو البتہ ہم نکلیں گے ساتھ تمہارے اور کہا نہیں گے
فِیْکُمْ - اَحَدًا - اَبَدًا - وَّاِنْ - قُوْتِلْتُمْ
تمہارے بارے میں کسی کا کبھی اور اگر لڑائی کی گئی تم سے
لَنَنْصُرَنَّکُمْ - وَاللّٰهُ - یَشْهَدُ - اِنَّهُمْ
البتہ مدد کریں گے ہم تمہاری اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ تحقیق
لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ - اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ
وہ البتہ جھوٹے ہیں البتہ اگر وہ نکالے گئے تو نہ نکلیں گے
مَعَهُمْ ج
وہ ان کے ساتھ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ
کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دغاباز ہیں کہتے ہیں
لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ
اپنے بھائیوں سے جو کافر ہیں اہل کتاب میں سے
لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ وَلَا نُطِیْعُ
اگر تمہیں کوئی نکال دے گا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے
فِیْکُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ
معاملہ میں کبھی کسی کا کہا نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوئی
لَنَنْصُرَنَّکُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ
تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ
لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ
جھوٹے ہیں اگر وہ نکالے جائیں تو یہ ان کے ساتھ
مَعَهُمْ ج
نہ نکلیں گے

ان آیتوں میں منافقوں کا بیان ہے مسلمانوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ایک فرقہ مدینہ میں ایسا ہی تھا جو آپ سب پر بڑا بن کر رہنا چاہتا تھا۔ ان کا سردار عبداللہ بن اُبَی تھا یہ اس کوشش میں تھا کہ میں سب پر حکم چلاؤں مدینہ میں جب اسلام پھیلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مکہ کے مشرکوں سے تنگ آکر مع اپنے خاص لوگوں کے وہاں آگئے تو عبداللہ بن اُبَی اور اس کے پیروکاروں کے ہوش جاتے رہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے کھلم کھلا دشمنی مناسب نہ سمجھی اور سمجھے کہ یہ اسلام کوئی دن کا کھیل ہے۔ اس سے کیوں بگاڑیں۔ چنانچہ وہ بظاہر مسلمان ہو گئے مگر چپکے چپکے مسلمانوں کے دشمنوں سے ساز باز کرتے رہے اور ان کی جڑ کھودنے میں لگے رہے لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ ان آیتوں میں ان لوگوں کا بیان ہے اور حقیقت ہے کہ اگر وحی کے ذریعہ ان کا پردہ فاش نہ ہوتا تو یہ پوشیدہ کانٹا بنے رہتے۔ ارشاد ہے کہ ان منافقوں نے بنی نضیر کے یہودیوں سے جو مسلمانوں کے کھلم کھلا دشمن تھے اور مکہ کے مشرکوں سے ساز باز رکھتے تھے۔ خفیہ معاہدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور اگر لڑائی ہوئی تو تمہارے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑیں گے۔ ارشاد ہے کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ پرلے درجے کے فریبی اور جھوٹے ہیں اگر یہود نکالے گئے تو یہ دغا باز ان کے ساتھ نہ نکلیں گے

منافقوں کا حال (ب)

وَلَئِنْ ۔ قُوْتِلُوْا ۔ لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ
اور البتہ اگر ان سے لڑائی ہوئی نہ مدد کریں گے ان کی اور البتہ اگر
نَّصَرُوْهُمْ ۔ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۔ ثُمَّ ۔ لَا يُنْصَرُوْنَ (۱۲)
مدد کریں گے ان کی تو یقیناً پھیریں گے پیٹھ پھر انہیں کہیں سے مدد نہ ملے گی
لَاَنْتُمْ ۔ اَشَدُّ ۔ رَهْبَةً ۔ فِيْ صُدُوْرِهِمْ
یقیناً تمہارا سخت تر ڈر ہے ان کے دلوں میں
مِّنَ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ ۔ بِاَنَّهُمْ ۔ قَوْمٌ ۔ لَّا يَفْقَهُوْنَ (۱۳)
بہ نسبت اللہ کے یہ بوجہ اس کے کہ وہ لوگ ہیں ناسمجھ
لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ ۔ جَمِيْعًا ۔ اِلَّا ۔ فِيْ قُرًى
نہ لڑیں گے تم سے اکٹھے مگر گاؤں میں
مُّحَصَّنَةٍ ۔ اَوْ مِنْ ۔ وَّرَآءِ ۔ جُدُرٍ
جو قلعہ بند ہیں یا پیچھے سے دیواروں کے
بَاْسُهُمْ ۔ بَيْنَهُمْ ۔ شَدِيْدٌ
لڑائی ان کی آپس میں سخت ہے

وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ
اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر
نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (۱۲)
مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر کہیں مدد نہ پائیں گے
لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ
البتہ ان کے دلوں میں تمہارا ڈر اللہ کے ڈر سے زیادہ
مِّنَ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (۱۳)
ہے یہ اس لیے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے
لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى
تم سے سب مل کر لڑ نہ سکیں گے مگر بستیوں کے کوٹ
مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ
میں یا دیواروں کی اوٹ میں
بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ
ان کی آپس میں لڑائی سخت ہے

قُرٰی (گاؤں) قَرْيَة کی جمع ہے جُدُرٌ (دیواریں) جِدَارٌ کی جمع ہے۔ منافقوں کی بابت ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ اول درجہ کے دغا باز اور جھوٹے ہیں، زبان سے تو یہودیوں سے اقرار کرتے ہیں، کہ اگر تمہیں دیس نکالا ملا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے لیکن ان کا ارادہ کبھی ان کے ساتھ نکلنے کا نہیں ہے اور نہ یہ کبھی ان کے ساتھ نکلیں گے اور اگر یہود سے مسلمان لڑے تو یہ یہودیوں کا ساتھ دے کر مسلمانوں سے لڑیں گے بھی نہیں اور نہ یہود کو مدد دیں گے اور اگر مدد دی بھی تو عین لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں گے۔ مسلمانوں سے لڑتے ان کا دم نکلتا ہے پھر ان کو خود بھی کہیں سے مدد نہ ملے گی۔ یہ اوروں کی مدد تو کیا کرتے۔ ان کے دل پر مسلمانوں کی بہادری کا سکہ بیٹھا ہوا ہے، یہ بے وقوف لوگ اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے۔ جتنا مسلمانوں سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں اتنی سمجھ ہی نہیں کہ اللہ کی قدرت کا اندازہ کریں، ورنہ یہ ظاہرداری اور کفر اختیار ہی نہ کرتے اور یہ کیا منکروں میں سے کسی میں بھی اتنی سکت نہیں کہ مسلمانوں کے سامنے دوبدو جنگ میں ٹھہر سکیں، ہاں آبادیوں کے اندر قلعہ میں چھپ کر یا دیواروں کی اوٹ میں سے اچانک وار کر سکتے ہیں، البتہ اگر ان کی آپس میں لڑائی ہو تو ایک دوسرے کے مقابلہ میں بڑی سختی سے لڑتے ہیں مگر مسلمانوں سے لڑتے ہوئے ڈرتے ہیں ۞

منافقوں کا حال (ج)

تَحْسَبُهُمْ ۔ جَمِيْعًا ۔ وَقُلُوْبُهُمْ ۔ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ
گمان کرے تو انہیں اکٹھے حالانکہ دل ان کے الگ الگ ہیں یہ بوجہ
بِاَنَّهُمْ ۔ قَوْمٌ ۔ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ
اس کے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے جیسے بات ان لوگوں کی
مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ قَرِيْبًا ۔ ذَاقُوْا ۔ وَبَالَ ۔ اَمْرِهِمْ ج
جو ان سے پہلے تھے ابھی ابھی چکھا انہوں نے برا نتیجہ کرتوتوں کا اپنے
وَلَهُمْ ۔ عَذَابٌ ۔ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ ج كَمَثَلِ ۔ الشَّيْطٰنِ
اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک جیسے مثال شیطان کی
اِذْ ۔ قَالَ ۔ لِلْاِنْسَانِ ۔ اكْفُرْ ج ۔ فَلَمَّا ۔ كَفَرَ
جب کہے وہ انسان سے کہ انکار کردے پس جب اس نے انکار کیا
قَالَ ۔ اِنِّيْ ۔ بَرِيْٓءٌ ۔ مِّنْكَ ۔ اِنِّيْٓ ۔ اَخَافُ ۔ اللّٰهَ ۔ رَبَّ
تو کہے میں الگ ہوں تم سے تحقیق میں ڈرتا اللہ سارے جہان
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ ۔ عَاقِبَتَهُمَآ ۔ اَنَّهُمَا ۔ فِي النَّارِ
کے رب سے پس ہے انجام دونوں کا کہ دونوں آگ میں ہیں ع
خَالِدَيْنِ ۔ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ ۔ جَزٰٓؤُا ۔ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾
ہمیشہ رہنے والے اس میں اور یہی ہے سزا بدکاروں کی

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ
تو سمجھے وہ اکٹھے ہیں حالانکہ دل ان کے جدا جدا ہو رہے ہیں یہ
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ ج كَمَثَلِ الَّذِيْنَ
اس لیے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے جیسے ان لوگوں کا قصہ
مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ج
جو ان سے پہلے قریب ہی ہو چکے ہیں انہوں نے اپنے کام کی سزا
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ ج كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ
پائی سو ان کے لیے دردناک عذاب ہے جیسے شیطان کا قصہ
اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ج فَلَمَّا كَفَرَ
جب وہ انسان سے کہے کہ منکر ہو جا جب وہ منکر ہو گیا
قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
تو کہے میں تجھ سے الگ ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ
سارے جہان کا رب ہے پھر دونوں کا انجام یہی ہے کہ وہ دونوں
خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ ع ۲ / ۵
آگ میں ہمیشہ رہیں اور گنہگاروں کی سزا یہی ہے

ارشاد ہے کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بڑا ایکا ہے لیکن بات یہ ہے کہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ بیوقوف ہیں سمجھتے ہیں کہ ظاہری اتفاق سے کام نکل جائے گا۔ ان کا حال وہی ہوگا جیسا ابھی ابھی ان سے پہلے مکہ کے مشرکوں کا اور یہود بنی قینقاع کا ہوا۔ رمضان ۲ھ میں بدر کی لڑائی کے اندر مکہ کے مشرکوں کا تہس نہس ہو گیا اور اسی سال شوال میں بنی قینقاع کے یہود جلاوطن کیے گئے اور ان سب کے لیے آخرت کا دردناک عذاب ابھی باقی ہے۔ ان کا رویہ شیطان کا سا ہے کہ پہلے تو آدمی سے کہتا ہے کہ اللہ کا انکار کردے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو پیٹھ موڑ کر چل دیتا ہے کہ میرا تیرا کیا واسطہ میں سارے جہان کے رب اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں میں کون تو کون۔ یہ سب اس کی جھوٹی باتیں ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ شیطان اور جو اس کے بہکاوے میں آیا دونوں دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ برے کام کرنے والوں کا انجام آخرکار یہی ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا طرزِ عمل

يٰٓاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوا - اتَّقُوا - اللّٰهَ - وَلْتَنْظُرْ
اے لوگو! جو ایمان لائے ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھے
نَفْسٌ - مَّا - قَدَّمَتْ - لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا - اللّٰهَ ط
ہر شخص کیا بھیج رہا ہے کل کے واسطے اور ڈرو اللہ سے
اِنَّ - اللّٰهَ - خَبِيْرٌ - بِمَا - تَعْمَلُوْنَ (۱۸) وَلَا
تحقیق اللہ خبر رکھتا ہے اس کی جو تم کرتے ہو اور مت
تَكُوْنُوْا - كَالَّذِيْنَ - نَسُوا - اللّٰهَ - فَاَنْسٰهُمْ ط
بنو مانند ان لوگوں کے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پس بھلا دیا اللہ
اَنْفُسَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ - هُمُ - الْفٰسِقُوْنَ (۱۹)
نے ان کو خود کو وہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں
لَا يَسْتَوِيْٓ - اَصْحٰبُ النَّارِ - وَاَصْحٰبُ
نہیں برابر ہوتے آگ والے اور جنت
الْجَنَّةِ ط اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ - هُمُ - الْفَآئِزُوْنَ (۲۰)
والے جنت والے وہی ہیں جو مراد کو پہنچے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور چاہیے کہ ہر جی
نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط
دیکھ لے کیا بھیجا ہے کل کے واسطے اللہ سے ڈرتے رہو
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۸) وَلَا
تحقیق اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو اور ان
تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ ط
جیسے مت ہو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے بھلا دیئے
اَنْفُسَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۱۹)
ان کے جی وہ لوگ وہی ہیں نافرمان
لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ
برابر نہیں دوزخ والے اور بہشت
الْجَنَّةِ ط اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۲۰)
والے بہشت والے جو ہیں وہی ہیں مراد پانے والے

غَدٌ (آنے والا کل) اصل میں غَدْوٌ ہے اس کی آخر کی واؤ گر گئی۔ یہاں اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

یہودیوں کے اور منافقوں کے طرزِ عمل کا ذکر ہو چکا ہے ان لوگوں کے ہتھکنڈے نہ دنیا ہی میں زیادہ دن چلیں گے اور نہ مرنے کے بعد ان کو چین اور آرام نصیب ہوگا۔ دنیا میں ان کا انجام وہی ہوگا جو پہلے نافرمان لوگوں کا ان سے پہلے اور ان کی آنکھوں کے سامنے بھی ہو چکا ہے آخرت کے لیے انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں اس لیے وہ کسی چیز کے مستحق نہ ہوں گے اور وہاں بھی انہیں کچھ نہ ملے گا۔ اس کے بعد ان آیتوں میں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ انہیں دنیا میں کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے تاکہ وہ یہاں بھی سب سے اونچے رہیں اور قیامت کے دن بھی ان کو آرام و اطمینان کی زندگی کا مژدہ سنایا جائے۔ ارشاد ہے کہ تم جو اللہ پر ایمان لا چکے ہو اللہ سے ڈر کر ان چیزوں سے بچتے رہو جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔ اس کے بعد یقین کر لو کہ دنیا ختم ہونے والی ہے اور اس کے بعد قیامت آئے گی۔ تم دنیا میں ایسے کام کر رکھو جو وہاں کام آئیں اور اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے سارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔ اے ایمان والو ان لوگوں جیسے مت بنو جو اللہ کو بھلا بیٹھے اور اس لیے اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔ یہی لوگ اللہ کے بنائے ہوئے قانون توڑنے والے ہیں۔ یاد رکھو دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنتی ہی وہ لوگ ہیں جن کی ساری مرادیں بھر آئیں ؛

قرآن کی تاثیر

لَوْ - اَنْزَلْنَا - هٰذَا - الْقُرْاٰنَ - عَلٰى جَبَلٍ
اگر نازل کرتے ہم یہ قرآن ایک پہاڑ پر
لَّرَاَيْتَهٗ - خَاشِعًا - مُّتَصَدِّعًا - مِّنْ خَشْيَةِ
البتہ دیکھتا تو اسے دب جاتا اور پھٹ جاتا اللہ کے خوف
اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ - الْاَمْثَالُ - نَضْرِبُهَا - لِلنَّاسِ
سے اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں انہیں واسطے لوگوں کے
لَعَلَّهُمْ - يَتَفَكَّرُوْنَ (۲۱) هُوَ اللّٰهُ - الَّذِيْ
تاکہ وہ سوچیں وہ اللہ ہے جس کے سوا
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ - وَالشَّهَادَةِ ۚ
کوئی معبود نہیں جاننے والا چھپے اور کھلے کا
هُوَ الرَّحْمٰنُ - الرَّحِيْمُ (۲۲)
وہ بڑا مہربان رحم والا ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ
اگر ہم یہ قرآن ایک پہاڑ پر اتارتے
لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ
تو تو دیکھ لیتا کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے
اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ
ہم یہ مثالیں لوگوں کو سناتے ہیں
لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۲۱) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ
کہ وہ غور کریں وہ اللہ ہے جس
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ
کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ جانتا ہے جو پوشیدہ ہے اور ظاہر
هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۲۲)
وہ ہے بڑا مہربان رحم والا

خَاشِعًا (انکسار کے ساتھ جھکنا) اس کا مادہ خ۔ش۔ع ہے خشوع کے معنی کسی سے دب کر اس کے سامنے سر جھکانا
مُتَصَدِّعٌ (پھٹ جانے والا) اسم فاعل ہے تَصَدُّع سے جس کا مادہ ص۔د۔ع صَدْعٌ کے معنی توڑ دینا۔ اس طرح کہ ٹکڑے جدا نہ ہوں تَصَدُّعٌ اس کا لازم ہے یعنی پھٹ جائے اس طرح کہ ٹکڑے الگ الگ نہ ہوں۔

ارشاد ہے کہ اس قرآن حکیم میں جو باتیں بتائی جا رہی ہیں ان کے اندر سچائی اور حقانیت کی زبردست تاثیر پوشیدہ ہے کہ اگر وہ کچھ بھی ظاہر ہو جائے تو پہاڑ خوف سے لرزنے لگیں اور پھٹ جائیں اس بیان سے یہ مقصود ہے کہ انسان قرآن کی عظمت و شان کا اندازہ کر لے اور اس کی باتوں کو سوچے سمجھے یہاں تک کہ اس کے دل میں اس کا اثر ظاہر ہو اور وہ اس کی نصیحتوں سے جتنا فائدہ اٹھا سکتا ہے اٹھائے۔ اللہ عزوجل کا صحیح تصور اس کے دل میں قائم ہو اور وہ اس کا فرمانبردار بندہ بن جائے کیونکہ اسی پر اس کی دنیا اور آخرت کے سنورنے کا دارومدار ہے۔

آگے اللہ کی عظمت و شان کا بیان ہے جس نے قرآن حکیم اتارا۔ ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کیونکہ اس کے سوا کسی میں اس کی سی صفتیں نہیں ہو سکتیں، وہ چھپی اور کھلی ساری چیزوں کا علم رکھتا ہے اس کی رحمت بہت بڑی ہے، وہ ہر ایک پر مہربان ہے۔

اللہ کی صفتیں

هُوَ - اللّٰهُ - الَّذِیْ - لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ
وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے
الْقُدُّوْسُ - السَّلٰمُ - الْمُؤْمِنُ - الْمُهَيْمِنُ - الْعَزِيْزُ
ہرعیب سے پاک ہرآفت سے سالم امان دینے والا پناہ میں لینے والا زبردست
الْجَبَّارُ - الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ - اللّٰهِ - عَمَّا
دباؤ والا بڑائی والا پاک ہے اللہ اس سے جسے
يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ - اللّٰهُ - الْخَالِقُ - الْبَارِئُ
وہ شریک کرتے ہیں وہ اللہ ہے بنانے والا ڈھالنے والا
الْمُصَوِّرُ - لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ
صورت کھینچنے والا اسی کے ہیں نام اچھے اچھے تسبیح کرتا ہے
لَهٗ - مَا - فِي السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضِ ۚ
اس کی جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں
وَهُوَ - الْعَزِيْزُ - الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع
اور وہی ہے زبردست حکمت والا

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ
وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ بادشاہ ہے
الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ
پاک ذات سب عیبوں سے سالم امان دینے والا پناہ میں لینے والا زبردست
الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا
دباؤ والا صاحب عظمت پاک ہے اللہ اس سے کہ
يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ
شریک بتلانے سے وہ اللہ ہے بنانے والا نکال کھڑا کرنے والا
الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ
صورت کھینچنے والا اسی کے ہیں سب عمدہ نام پاکی بولتا ہے
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
اس کی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع
اور وہ ہے زبردست حکمت والا

ان آیتوں میں سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کی بزرگی عظمت اور بڑائی کا اندازہ اس کی ان صفتوں کو سامنے رکھ کر کرو۔ اس کی صفتیں تو ان گنت ہیں جو شمار میں آ ہی نہیں سکتیں لیکن تم ان صفتوں پر جو آگے بیان کی جا رہی ہیں غور کرو گے تو اس سے تمہیں اللہ کا صحیح تصور کرنے میں مدد ملے گی۔ پہلی آیت میں کہا گیا کہ فقط اللہ ہی معبود ہے اور کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔ اس کو ہر چیز کا علم ہے خواہ وہ چھپی ہو یا کھلی، کوئی اسے دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے اس کی رحمت عام ہے وہ ہر ایک پر مہربان ہے اس آیت میں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، اس کی سب پر حکومت ہے، وہ ہر برائی اور عیب سے پاک ہے۔ اس کو کوئی آفت چھو بھی نہیں سکتی، وہی امان دینے والا، وہی پناہ دینے والا ہے قوت ساری اسی کے ہاتھ میں ہے، اس سے سب دبے ہوئے ہیں ساری بڑائی اسی میں ہے، اس کا کوئی شریک کہاں، وہ تو سب سے نرالا ہے۔ اسی نے پیدا کیا۔ اسی نے ہر ایک کے کل پرزے بٹھائے، اسی نے ہر ایک کی صورت بنائی، اچھے اچھے سارے نام اسی کے ہیں، زمین میں یا آسمانوں میں جو چیز بھی ہے اپنا حال دکھا کر اور زبان سے بھی اس کے پاک ہونے کا اقرار کرتی ہے، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور ہر چیز کی حقیقت سے خوب واقف ہے ۔

سورۃ الحشر کے مضامین

یہ سورت مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ انسانی سوسائٹی کو ہر قسم کی برائیوں اور شرارتوں سے پاک صاف رکھنا مسلمانوں کا سب سے زیادہ ضروری فرض ہے، شریر لوگوں کو سمجھاؤ اور اگر وہ سمجھانے پر بھی شرارت سے باز نہ آئیں اور کھلم کھلا قول وقرار سے پھر جائیں تو پھر ضروری ہے کہ ان سے جنگ کی جائے، یہاں تک کہ بُرے لوگ دب جائیں۔ ان کے دب جانے کے بعد ان سے ملی ہوئی دولت زمین اور جائداد کے مالک مالدار لوگ بن کر نہیں بیٹھ سکتے بلکہ اس میں ہر ایک ضرورت مند کا حق ہے اس لیے اگرچہ اس کا اصل مالک تو اللہ ہے لیکن انتظامی حیثیت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ اور اختیار میں ہیں۔ اب وہ اس کی آمدنی سے اپنے قرابت والوں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کی مدد کریں گے۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ جو پہلے ہی دولتمند ہیں وہی اس پر بھی قبضہ جما بیٹھیں اور وہ انہی کے درمیان ہر تی پھرتی رہے اور جن کی محنت اور کوشش سے وہ حاصل ہوئی ہے منہ دیکھتے رہ جائیں ۔

مسلمان اس ہدایت پر چل کر اپنا مالی نظام درست کر سکتے ہیں اول تو ان کے حاکم دیانتدار اور قابل اعتبار ہونے چاہئیں۔ ان کو سمجھنا چاہیئے کہ ان کو امت کے سنبھالنے کے لیے وہی کرنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ آپ نے کبھی اپنے پاس پیسہ جمع نہیں کیا، جو آپ کو ملا وہ دوسروں کے ساتھ مل بانٹ کر کھایا۔ کبھی یہ نہ کہا کہ مفلسوں کو اللہ نے مفلس بنایا ہے لہٰذا انہیں چاہیئے کہ جو انہیں کوئی کچھ دے دے اسی پر صبر کر کے بیٹھ رہیں اور مالدار کو اللہ نے مال دیا ہے اس لیے وہ اس سے گلچھرے اڑائے۔ یہ آپ کا طریقہ نہیں اس لیے اسلام سے اسے کوئی واسطہ نہیں۔ اس نے جو کسی کو مالدار اور کسی کو مفلس بنایا اس میں آدمی کا امتحان ہے اور ہر ایک کے اوپر جو فرض ہے وہ کھول کر بیان کر دیا گیا ہے ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کون اپنا فرض اچھی طرح انجام دیتا ہے۔ امت کا فرض ہے کہ اپنا حاکم اسے بنائے یا تسلیم کرے جو نری باتیں بنا کر خوش کرنے والا نہ ہو بلکہ ہر شخص کی ضروریات کو بآسانی پورا کرنے پر کمر باندھ لے اور ملک کی آمدنی عوام کی حالت درست کرنے میں صرف کر دے اور آپ اس میں سے اتنا ہی لے جتنے میں اس کی ضروریات آسانی سے پوری ہو سکتی ہوں ۔

آج کل کے نظام ہائے حکومت جو دنیا میں رائج ہیں ان کے دعوے تو بڑے بڑے ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ ملک کی آمدنی کا بہت بڑا حصہ ان ہی کے ہاتھ میں جاتا ہے جو حاکم بن بیٹھے ہیں حالانکہ رعایا کا اکثر حصہ ادنیٰ درجہ کی ضروریات زندگی سے بھی محروم ہے یہ لوگ بڑے دعوے کر کے حکومت سنبھالتے ہیں لیکن آگے چل کر بس یہی کرتے ہیں کہ اپنا گھر بھر لیں اور دوسروں سے کہیں کہ کماؤ اور ہمیں دو ۔

سورت حشر سے سبق

یہ سورت سکھاتی ہے کہ ایک سوسائٹی قائم کرو۔

۱ ۔ اس سوسائٹی کی اجتماعی قوت ایسی ہونی چاہیے جس کے سامنے بُرے کام کرنے والے بے بس ہو جائیں اور کوئی شخص ایسا کام نہ کرنے پائے جس سے کوئی فساد کھڑا ہو اور آپس میں جھگڑے ہونے لگیں ۔ یہ ایسی سوسائٹی ہو جائے گی تو اس کا رعب اور دبدبہ اتنا ہوگا کہ باہر کے لوگ بھی اس کے رعب میں آجائیں گے اور دشمنوں کے چھکے چھوٹ جائیں گے ۔ جیسے یہود بنی نضیر جو کہ بڑے جتھے والے اور مالدار تھے ۔ لیکن جب مسلمان جو ان کے مقابلہ میں بے سروسامان تھے اکٹھے ہو کر ان کے قلعوں پر چڑھ گئے تو ان پر ان کا اتنا رعب ہوا کہ بھاگتے ہی بن پڑی کیونکہ مسلمانوں کے پاس اتفاق کی قوت اتنی زبردست تھی جس کے آگے کوئی نہ ٹھہر سکتا تھا ۔

۲ ۔ مسلمانوں کے آپس کے تعلقات کی بنا خلوص اور ہمدردی پر ہونی چاہیئے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نفاق نہ برتیں ۔ یہ نہ ہو کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ ۔ ہر ایک دوسرے کے لیے وہی چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے کسی کو کسی سے بڑھ کر رہنا اور اس کو دبا کر نہ رکھنا چاہیے ۔ اگر کسی کے پاس کوئی چیز اوروں سے زیادہ ہو تو اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے تیار رہنا چاہیئے ۔

۳ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے حاکم اور سردار ہیں ۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ آپ کا حکم بجالانے کے لیے تیار رہے اور کبھی اس راستہ پر نہ چلے جس پر آپ نہ چلے ہوں ، یا جس پر چلنے سے آپ نے منع فرمایا ہو ۔ آپ کے بعد مسلمانوں کا پہلا فرض ہے کہ اپنا ایک سردار مقرر کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا پابند ہو اور سب اس کی فرمانبرداری کریں اور اس کی فرمانبرداری اور خیر خواہی پر ہر وقت تلے رہیں ۔ اس سردار کو چاہیئے کہ امت کے سمجھدار لوگوں سے مشورہ کر کے تمام امت کے حالات درست کرے اپنے ہی قدح کی خیر نہ منائے بلکہ ہر ایک کو اس کے مناسب کام میں لگائے اور کام کرنے والوں کی محنت سے جو حاصل ہو اس سے ان کے آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا بندوبست کرے ۔ اپنی ضرورتیں کم کرے اور سب کے ساتھ اسی طرح رہے جیسے اور رہتے ہیں ۔

۴ ۔ آدمیوں کے کام جب درست ہونگے جب وہ اللہ کو مان کر اس کے حکموں پر چلیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا طریقہ اختیار کریں گے ۔

۵ ۔ قیامت پر ایمان لائے بغیر انسان کے کام درست نہیں ہو سکتے خوب سمجھ لو کہ مرنے کے بعد اچھوں کو جزا اور بروں کو سزا ملے گی

۶ ۔ اللہ پر ایمان اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل ، قیامت کا یقین یہ تین چیزیں ہیں جن کے بغیر اصلی کامیابی کبھی حاصل نہیں کر سکتا ظاہری دھوم دھڑ کا صرف ایک عارضی چیز ہے ، موت ایک دن گلا آدبائے گی اور آخر کار اللہ عزوجل سے پالا پڑے گا ۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی ساٹھویں سورت ہے اس کے دو رکوع ہیں اور ہجرت کے آٹھویں سال مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ مسلمان اور مکہ کے کافروں کے درمیان حدیبیہ کی صلح ہوئے دو سال گذر چکے تھے صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی اور دو سال تک ان شرطوں پر جو صلح کے وقت ٹھہری تھیں دونوں طرف سے برابر عمل ہوتا رہا۔ ان کے رُو سے جو کافر مسلمان ہو کر مدینہ آتا آپ اسے پھر مکہ کے کافروں کے حوالہ کر دیتے اور جو مسلمان مرتد ہو کر مکہ والوں میں چلا جاتا تو مکہ والے اسے مسلمانوں کو واپس نہ دیتے۔ اسی زمانہ میں کچھ عورتیں اسلام قبول کر کے مکہ سے مدینہ چلی آئیں۔ چونکہ شرطوں میں عورتوں کے واپس کرنے کا صراحتہً کوئی ذکر نہ تھا اور واپس بھیجنے میں بڑی قباحت تھی اس لیے آپ نے انہیں واپس نہ بھیجا۔ قریش کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ عورتیں بھی شرط میں داخل ہیں لہٰذا واپس کی جائیں۔ ظاہر ہے واپس کفار میں جا کر ان کی بُری گت بنتی۔ اس لیے اس سورت کے آخری حصہ میں اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا گیا کہ مسلمان ہو کر جو عورت گھر چھوڑ کر تمہارے اندر آ جائے وہ اپنے کافر خاوند کے نکاح سے باہر ہو گئی۔ اب جو مسلمان اس سے نکاح کرے وہ اس کے پہلے کافر خاوند کو ہرجانہ کے طور پر وہ روپیہ ادا کرے جو اس نے اس بیوی پر خرچ کیا تھا۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان عورت کفر اختیار کر کے کافروں میں جا ملے تو کافر اسے واپس نہ بھیجیں۔ مگر اس سے شادی کرنے والا اس کے پہلے مسلمان خاوند کو ہرجانہ میں اتنا روپیہ دے جو وہ اس پر خرچ کر چکا ہے۔ مسلمانوں نے اس حکم کو سر آنکھوں پر رکھا مگر کفار نے روپیہ دینے سے انکار کر دیا اور حکم نہ مانا۔ لیکن عورتوں کی واپسی پر اصرار چھوڑ دیا۔ صلح کے دو سال بخیریت گذر گئے دو سال بعد ۸ھ میں مکہ کے کافروں نے صلح کو کھلم کھلا توڑ ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ کہا لیکن خفیہ طور پر مکہ دھاوا کرنے کی تیاری کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ مکہ والوں کو اس کی خبر نہ پہنچنے پائے ورنہ پھر لڑائی ہو گی اور حرم مکہ میں خونریزی کرنی پڑے گی ایک مسلمان حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ نے اپنی بیوی بچوں کو جو مکہ میں رہ گئے تھے بچانے کے لیے قریش کو ایک خفیہ خط لکھا اور اس میں کہا کہ آنحضرتؐ ٹڈی دل لشکر لے کر مکہ پر چڑھائی کرنے ہی والے ہیں اور اللہ ان کی ضرور مدد کرے گا۔ تم سے جو ہو سکے کر لو اور ایک عورت کے ہاتھ خط مکہ روانہ کر دیا۔ آپ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی اور آپؐ نے حضرت علی رضؓ اور چند صحابہ کو اس عورت کے پیچھے بھیجا اور وہ اس سے وہ خط چھین لائے۔ حاطب رضؓ سے باز پرس ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اکیلا ہوں، میں نے سوچا کہ اس طرح میرے بال بچے کافروں کے ہاتھ سے بچ جائیں اور فتح تو آپؐ کی بہرحال ہو ہی جائے گی۔ آپؐ نے اس کا قصور معاف کیا۔ سورت کے پہلے حصہ میں اس کی بابت بھی ہدایتیں ہیں ❊

سورۃ الْمُمْتَحِنَۃ مدنیۃ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ رکوعات ۲- اٰیاتُھا ۱۳

ترکِ موالات

یٰاَیُّھَا۔ الَّذِیْنَ۔ اٰمَنُوْا۔ لَاتَتَّخِذُوْا۔ عَدُوِّیْ
اے لوگو! جو ایمان لائے ہو مت بناؤ میرے دشمن کو
وَعَدُوَّکُمْ۔ اَوْلِیَآءَ۔ تُلْقُوْنَ۔ اِلَیْھِمْ
اور اپنے دشمن کو دوست کہ پیغام بھیجو تم ان کی طرف
بِالْمَوَدَّۃِ۔ وَقَدْ۔ کَفَرُوْا۔ بِمَا۔ جَآءَکُمْ
خیر خواہی سے حالانکہ تحقیق انکار کر چکے وہ اس کا جو آیا تمہارے پاس
مِّنَ الْحَقِّ۔ یُخْرِجُوْنَ۔ الرَّسُوْلَ۔ وَاِیَّاکُمْ
سچائی بھرا دین نکالتے ہوئے رسول کو اور تم کو
اَنْ۔ تُؤْمِنُوْا۔ بِاللّٰهِ۔ رَبِّکُمْ۔ اِنْ۔ کُنْتُمْ
اس لیے کہ تم ایمان لائے اللہ پر جو تمہارا رب ہے اگر تم ہو
خَرَجْتُمْ۔ جِھَادًا۔ فِیْ۔ سَبِیْلِیْ۔ وَابْتِغَآءَ
نکلے لڑنے کو میری راہ میں اور ڈھونڈنے میری
مَرْضَاتِیْ ق
رضامندی (تو ایسا مت کرو)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ
اے ایمان والو نہ پکڑو میرے اور
وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ
اپنے دشمنوں کو دوست کہ پیغام بھیجو تم انہیں
بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ
دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہوئے ہیں اس سے جو تمہارے پاس
مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ
آیا سچا دین نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو
اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّکُمْ ؕ اِنْ کُنْتُمْ
اس لیے کہ تم اللہ کو مانتے ہو جو تمہارا رب ہے اگر تم
خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ
میری راہ میں لڑنے کو اور میری رضامندی طلب
مَرْضَاتِیْ ق
کرنے کو نکلے ہو۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو اسلام کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور الٹے آپ کے دشمن ہو گئے یہ قبیلہ قریش کے لوگ تھے اور آپ ان کے سب سے اونچے گھرانے میں تھے۔ انہوں نے اتنی سختی کی کہ آپؐ کو آپ کے ساتھیوں کو جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا مکہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد آپس میں لڑائی شروع ہو گئی جو صلح حدیبیہ پر ختم ہوئی قریش نے دو سال بعد صلح توڑ ڈالی اور پھر لڑائی شروع ہو گئی آپ چاہتے تھے کہ خون خرابہ نہ ہو اور مسلمان اچانک جا کر مکہ پر قبضہ کر لیں ایک آدمی نے کسی اپنی مصلحت کی بنا پر قریش کو آپ کے ارادہ کی اطلاع دی، خط پکڑا گیا اور آپ نے لکھنے والے کو معافی دے دی۔ اس کی بابت اس سورت میں ہدایت کی گئی ہے کہ جب لڑائی چھڑ جائے تو دشمن کی خیر خواہی کسی مسلمان کے لیے زیبا نہیں اور دشمن بھی ایسا جو اللہ کا اور تمہارا دونوں کا دشمن ہے اور جس نے جھگڑے کی بنیاد مذہب کو بنایا ہے اور اللہ پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے تم کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ ارشاد ہے کہ پس اگر تم میری خاطر لڑنے کے لیے نکلے ہو اور میری رضامندی کے طالب ہو تو ایسے دشمن سے جو مذہب کی خاطر تم سے دشمنی اور بیر رکھتا ہے لڑائی کے زمانہ میں تعلقات منقطع کر لو۔ کیونکہ مذہب کو لڑائی کا سبب بنانا انسان کا سب سے بڑا جرم ہے اس لیے جب تک انہیں سیدھا نہ کر لو ان سے ہمدردی کے کوئی معنی نہیں ○

ان کی دشمنی معمولی نہیں

تُسِرُّوْنَ - اِلَيْهِمْ - بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَ - اَنَا - اَعْلَمُ
چھپا کر پیغام بھیجتے ہو تم ان کی طرف دوستی کے حالانکہ میں خوب جانتا ہوں
بِمَآ - اَخْفَيْتُمْ - وَمَآ - اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ
جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کوئی
يَّفْعَلْهُ - مِنْكُمْ - فَقَدْ - ضَلَّ - سَوَآءَ
کرے یہ تم میں سے پس تحقیق گمراہ ہوا سیدھے
السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ - يَكُوْنُوْا - لَكُمْ
راستے سے اگر پکڑ لیں وہ تمہیں تب بھی رہیں گے تمہارے
اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا - اِلَيْكُمْ - اَيْدِيَهُمْ
دشمن اور کھولیں گے تمہارے اوپر اپنے ہاتھ
وَاَلْسِنَتَهُمْ - بِالسُّوْٓءِ - وَوَدُّوْا - لَوْ
اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ اور چاہیں گے کہ کسی طرح
تَكْفُرُوْنَ ②
تم بھی کافر ہو جاؤ

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ
تم ان کو دوستی کے پیغام چھپا کر بھیجتے ہو اور مجھ کو خوب معلوم
بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ
ہے جو تم نے چھپایا اور جو ظاہر کیا اور جو کوئی
يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ
تم میں سے یہ کام کرے تو وہ بھول گیا سیدھی
السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ
راہ اگر تم ان کے ہاتھ آ جاؤ تو تمہارے
اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ
دشمن ہو جائیں اور تم پر اپنے ہاتھ
وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ
اور زبانیں چلائیں برائی کے ساتھ اور چاہیں کہ کسی طرح
تَكْفُرُوْنَ ②
تم بھی منکر ہو جاؤ

ارشاد ہے کہ تم ان کی طرف دوستی کے پیغام چھپا کر بھیجتے ہو اور سمجھتے ہو کہ کسی کو معلوم نہ ہو گا حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپا کر کرتے ہو اور جو تم کھلم کھلا کرتے ہو۔ جو ان کی طرف خفیہ دوستی کا پیغام بھیجتا ہے وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہے ان کا تو یہ حال ہے کہ اگر بالفرض وہ تمہیں زیر کر لیں اور تم پر قابو پا جائیں تو پھر بھی دشمنی نہ چھوڑیں حالانکہ جب دشمن ہار مان گیا تو پھر اس سے دشمنی کرنا اور ستانا بھلے مانسوں کا کام نہیں۔ لیکن ان کا اس قدر سر پھرا ہوا ہے کہ ہتھیار ڈال دو تب بھی یہ تم پر ہاتھ اور زبان چلانا نہ چھوڑیں گے اور تمہیں بُری طرح ستائیں گے کیونکہ ان کے دل میں یہ خنّاس سمایا ہوا ہے کہ تم نے ان کا پرانا دین کیوں بدلا۔ ان کا دل تو یہ چاہتا ہے کہ تم بھی کسی طرح اسلام کا انکار کر دو اور انہی کا مذہب پھر اختیار کر لو۔

یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان کسی سے اس لیے نہیں لڑتے کہ زبردستی لوگوں کو مسلمان بنائیں بلکہ اس لیے لڑتے ہیں کہ دنیا میں سب صلح پسند لوگوں کے ساتھ مل کر رہیں اور ایسا ماحول پیدا کریں کہ جس میں سوچ سمجھ کر جس کا جیسے جی چاہے وہی مذہب اختیار کرے اور کوئی اپنا مذہب زبردستی دوسروں پر نہ ٹھونسے اور نہ مذہب پھیلانے کے لیے لڑے۔

ابراہیمی طریقہ

لَنْ ۔ تَنْفَعَكُمْ ۔ اَرْحَامُكُمْ ۔ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ
ہرگز نہ نفع دیں گے تمہیں کنبہ والے تمہارے اور نہ کام آئے گی اولاد تمہاری
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ ۔ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ
قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اللہ تمہارے درمیان اور اللہ
بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ ۔ بَصِيْرٌ ③ قَدْ ۔ كَانَتْ
اس کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے تحقیق ہے تمہارے
لَكُمْ ۔ اُسْوَةٌ ۔ حَسَنَةٌ ۔ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
لیے چلنے کا طریقہ اچھا ابراہیم میں
وَالَّذِيْنَ ۔ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا ۔ لِقَوْمِهِمْ
اور جو لوگ ساتھ تھے اس کے جبکہ کہہ دیا اپنی قوم سے
اِنَّا ۔ بُرَءٰٓؤُا ۔ مِنْكُمْ ۔ وَمِمَّا ۔ تَعْبُدُوْنَ
تحقیق ہم بے لاگ ہیں تم سے اور ان سے جنہیں تم پوجتے ہو
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫
اللہ کے سوا

مواقعہ ۲ ... السماء ... ۱۲

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ
ہرگز کام نہ آئیں گے تمہارے کنبہ والے اور نہ تمہاری اولاد
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ
قیامت کے دن وہ تم میں فیصلہ کرے گا اور اللہ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ
دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو تم کو
لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
ابراہیم کی اچھی چال چلنی چاہیے
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ
اور ان کی جو ان کے ساتھ تھے جب انہوں نے اپنی قوم
اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ
سے کہہ دیا کہ ہم تم سے الگ ہیں اور ان سے جنہیں تم پوجتے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫
ہو اللہ کے سوا

چونکہ حاطب بن بلتعہ نے اپنی صفائی میں یہ عذر پیش کیا تھا کہ میرے بال بچے قریش مکہ کے درمیان رہ گئے ہیں اس لیے میں نے یہ سوچا کہ ان کی خیر خواہی جتاؤں گا تو وہ اس کے بدلے میرے بیوی بچوں کی حفاظت کریں گے اور یہ میں جانتا ہوں کہ فتح بہر حال آپ کی ہو گی میرے اطلاع دینے نہ دینے سے حرج واقع نہ ہو گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ تمہاری آل اولاد قیامت میں تمہارے کچھ کام نہ آئے گی وہاں تو تم سب کا فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے اور وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور ان کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ وہاں نہ کنبہ والوں کی کچھ چلے گی اور نہ اولاد کچھ کام دے گی۔ وہاں تو انہی کا کام بنے گا جنہوں نے دنیا میں اللہ کی اطاعت کر کے اس کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کر لی ہو گی۔ تمہیں سر بسر ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے طریقہ پر چلنا چاہیے۔ انہوں نے جب اسلام اختیار کر لیا تو منکروں سے موقع پر صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان بتوں سے جنہیں تم نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا ہے بالکل بیزار ہیں۔ ہمیں ان سے اور جب تک تم ان کی پوجا کرتے رہو گے تو تم سے بھی کوئی سروکار نہیں۔ ہم اور، تم اور۔

مذہبی جھگڑا ختم نہیں ہو سکتا

كَفَرْنَا - بِكُمْ - وَبَدَا - بَيْنَنَا - وَبَيْنَكُمُ - الْعَدَاوَةُ
انکار کیا ہم نے تمہارا اور ظاہر ہو گئی ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی
وَالْبَغْضَاءُ - اَبَدًا - حَتّٰى - تُؤْمِنُوْا - بِاللّٰهِ
اور بیر ہمیشہ کے لیے یہاں تک کہ ایمان لاؤ تم اللہ
وَحْدَهٗٓ - اِلَّا - قَوْلَ - اِبْرٰهِيْمَ - لِاَبِيْهِ
اکیلے پر ہاں اتنا ضرور کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے
لَاَسْتَغْفِرَنَّ - لَكَ - وَمَآ - اَمْلِكُ - لَكَ
البتہ مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اور نہیں مالک ہوں میں تیرے لیے
مِنَ اللّٰهِ - مِنْ شَيْءٍ ۭ - رَبَّنَا - عَلَيْكَ - تَوَكَّلْنَا
اللہ سے کوئی چیز دلوانے کا اے رب ہمارے تجھی پر بھروسہ کیا ہم
وَاِلَيْكَ - اَنَبْنَا - وَاِلَيْكَ - الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾
اور تیری ہی طرف رجوع کیا ہم نے اور تیرے ہی طرف لوٹنا ہے

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ
ہم تم سے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی
وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
اور بیر کھل پڑا ہے ہمیشہ کو یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ پر یقین لاؤ
وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ
مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ سے
لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ
کہ میں تیرے لیے معافی مانگوں گا اور اللہ کے ہاتھ سے میں
مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا
تیرے نفع کی کسی چیز کا مالک نہیں اے ہمارے رب ہم تجھ پر بھروسہ
وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾
کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور سب کو تیری طرف پھر آنا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے طریقے سے نفرت کرتے ہیں اور چونکہ تم نے مذہب کو جھگڑے کی بنیاد ٹھہرایا اس لیے ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بیزاری پیدا ہو گئی۔ اب تو جب ہی ملاپ ہو سکتا ہے جب تم فقط ایک اللہ وحدہ لاشریک لہٗ پر ایمان لاؤ۔ ہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اتنا ضرور کہا کہ میں اللہ سے تیرے لیے معافی مانگوں گا۔ لیکن یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اللہ کی جناب سے کوئی چیز تجھے ایسی دلوا سکوں جو تیرے کام آئے۔ اتنا کہہ کر وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے اور پھر ان کی طرف منہ نہیں کیا اور اللہ عزوجل سے دعا کی کہ اے ہمارے رب ہمارا سہارا اب تو ہی ہے، ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور بہرحال آخر کار سب کو تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ نبیوں کا کہنا نہ ماننے والوں نے بات یہیں تک نہ رکھی کہ نہ مانا تھا تو چپ چاپ بیٹھ جاتے، انہوں نے یہ ستم کیا کہ نبیوں کے اور ان کے ماننے والوں کے دشمن ہو گئے اور ان کو ستانا شروع کر دیا اور لوگوں کو ان کا کہنا ماننے سے روکنے لگے۔ یہ بات قابلِ برداشت نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اس میں انسان کی ضمیر کی آزادی پر ضرب پڑتی ہے۔

یہی تم بھی کرو

رَبَّنَا ۔ لَا تَجْعَلْنَا ۔ فِتْنَةً ۔ لِّلَّذِيْنَ
اے رب ہمارے مت کر ہمیں ذریعہ آزمائش واسطے ان کے جو
كَفَرُوْا ۔ وَاغْفِرْ لَنَا ۔ رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ
کافر ہوئے اور بخش دے ہمیں اے رب ہمارے تحقیق تو
اَنْتَ ۔ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤ لَقَدْ ۔ كَانَ
تو ہی ہے زبردست حکمت والا البتہ تحقیق ہے
لَكُمْ ۔ فِيْهِمْ ۔ اُسْوَةٌ ۔ حَسَنَةٌ ۔ لِّمَنْ ۔ كَانَ
تمہارے لیے ان لوگوں میں نمونہ اچھا واسطے اس کے جو ہے
يَرْجُوا ۔ اللّٰهَ ۔ وَالْيَوْمَ ۔ الْاٰخِرَ ۗ وَمَنْ
امید رکھتا اللہ کی اور روز آخرت کی اور جو منہ
يَّتَوَلَّ ۔ فَاِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ هُوَ ۔ الْغَنِيُّ
پھیرے پس تحقیق اللہ وہی ہے بے پرواہ
الْحَمِيْدُ ⑥
خوبیوں والا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ
اے رب ہمارے مت جانچ ہم پر کافروں کو اور
كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ
ہم کو معاف کر دے اے رب ہمارے
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤ لَقَدْ كَانَ
تو ہی ہے زبردست حکمت والا البتہ تم کو
لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ
ان کی بھلی چال چلنی چاہیے جو کوئی اللہ کی اور
يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۗ وَمَنْ
پچھلے دن کی امید رکھتا ہے اور جو
يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ
کوئی منہ پھیرے تو اللہ وہی ہے بے پرواہ
الْحَمِيْدُ ⑥
سب تعریفوں والا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا بیان ہو رہا ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ سے منہ موڑ کر بتوں کو پوجتے ہیں اور انہیں سے مراد طلب کرتے ہیں۔ تو انہوں نے قوم سے تعلق بالکل قطع کر لیا اور اللہ سے دعا کی کہ ہم سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا۔ اے رب ہمیں کافروں کے نرغے سے نکال کہ وہ ہمیں ایذا نہ دے سکیں اور تختۂ مشق نہ بنا سکیں۔ ہماری خطائیں بخش دے، بیشک تو سب سے بڑھ کر قوت والا ہے، سب کی حقیقت سے واقف ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ اے اسلام پر چلنے والو تم میں سے جس کی آس اللہ سے لگی ہوئی ہو اور آخرت میں اپنی بھلائی چاہتا ہو تو اس کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اختیار کیا اس کو چاہیئے کہ وہ ان لوگوں سے جو مذہب کی بنا پر ان سے عناد کرتے ہوں کوئی تعلق نہ رکھیں جب تک کہ وہ مذہبی آزادی کو تسلیم نہ کر لیں اور انسانیت کے اصول پر مل جل کر رہنے کے لیے تیار نہ ہوں۔ ہاں جو اللہ کا اور آخرت کا منکر ہے تو وہ جانے اور اس کا کام۔ اللہ کو کسی کی پرواہ نہیں۔ وہی بہرحال سب خوبیوں کا مالک ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔

یہ جھگڑا تھوڑے دن کا ہے

عَسَى - اللّٰهُ - اَنْ - يَّجْعَلَ - بَيْنَكُمْ - وَبَيْنَ
امید ہے اللہ سے کہ کر دے وہ درمیان تمہارے اور درمیان

الَّذِيْنَ - عَادَيْتُمْ - مِّنْهُمْ - مَّوَدَّةً - وَاللّٰهُ
ان کے کہ عداوت ہے تمہاری جن سے دوستی اور اللہ

قَدِيْرٌ - وَاللّٰهُ - غَفُوْرٌ - رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ لَا يَنْهٰىكُمُ
قدرت والا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے نہیں روکتا تمہیں

اللّٰهُ - عَنِ الَّذِيْنَ - لَمْ - يُقَاتِلُوْكُمْ
اللہ ان لوگوں سے جو نہیں لڑے تم سے

فِي الدِّيْنِ - وَلَمْ - يُخْرِجُوْكُمْ - مِّنْ
دین کے بارے میں اور نہیں نکالا تمہیں سے

دِيَارِكُمْ - اَنْ - تَبَرُّوْهُمْ - وَتُقْسِطُوْا - اِلَيْهِمْ
تمہارے گھروں کہ نیکی کرو تم ان سے اور انصاف کرو ان کے ساتھ

اِنَّ - اللّٰهَ - يُحِبُّ - الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۸﴾
تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ
امید ہے کہ اللہ تم میں اور جو تمہارے

الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ
دشمن ہیں دوستی کر دے اور

قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ لَا يَنْهٰىكُمُ
اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اللہ تم کو منع

اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ
نہیں کرتا کہ ان لوگوں سے جو تم سے دین پر نہیں لڑتے

فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ
اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا

دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ
ان سے بھلائی اور انصاف کا سلوک کرو

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۸﴾
بیشک اللہ انصاف والوں کو چاہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ کوئی دن کی بات ہے کہ تم میں ان لوگوں کے شریروں سے عداوت اور دشمنی ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ عنقریب اللہ تمہارے اور ان کے درمیان صلح صفائی کرا دے گا۔ شریر دب جائیں گے اور جو اس وقت تم سے دشمنی کر رہے ہیں، وہ تمہارے دوست بن جائیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد یہی ہوا مکہ والے تقریباً سب اسلام میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ گھل مل گئے۔ ساری لڑائی جاتی رہی اور بھائیوں کا سا میل ملاپ ہو گیا۔

آگے ارشاد ہے کہ اللہ یہ نہیں کہتا کہ سارے غیر مذہب والوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکو۔ جو لوگ اسلام تو نہیں لائے لیکن تم سے دین کے بارے میں لڑتے بھی نہیں اور نہ تمہیں اس وجہ سے کہ تم مسلمان ہو تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے اللہ منع نہیں کرتا اور نہ ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنے سے روکتا ہے۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے جو لوگ مل جل کر رہنا چاہیں اور آپس میں عدل و انصاف کے سارے معاملے طے کرنے کے لیے تیار ہوں، کسی پر غیر مذہب ہونے کی وجہ سے ظلم یا زیادتی نہ کریں ان کے ساتھ مل جل کر رہو ان سے کوئی لڑائی نہیں۔

لڑائی کن سے ہے اور کیوں ہے؟

اِنَّمَا ۔ يَنْهٰكُمُ ۔ اللّٰهُ ۔ عَنِ ۔ الَّذِيْنَ ۔ قَاتَلُوْكُمْ
بات بس یہ ہے کہ منع کرتا ہے تمکو اللہ ان لوگوں سے جو لڑے تم سے
فِي الدِّيْنِ ۔ وَاَخْرَجُوْكُمْ ۔ مِّنْ دِيَارِكُمْ
دین میں اور نکالا انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے
وَظٰهَرُوْا ۔ عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ ۔ اَنْ
اور مدد کی تمہارے نکالنے میں کہ
تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ ۔ يَّتَوَلَّهُمْ ۔ فَاُولٰٓئِكَ
دوستی کرو ان سے اور جو دوستی کرے ان سے پس وہ لوگ
هُمُ ۔ الظّٰلِمُوْنَ ۹
وہی ظلم کرنے والے ہیں

اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ
اللہ تو تم کو ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین پر لڑے
فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا
وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ
اور تمہارے نکالنے میں شریک ہوئے کہ
تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ
ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے پس
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۹
وہی لوگ گنہگار ہیں

ظٰهَرُوْا مدد کی انہوں نے ماضی کا صیغہ ہے مُظَاهَرَةٌ سے جس کا مادہ ظ۔ھ۔ر ظہر کے معنی پیٹھ کے ہیں جس سے لفظ ظہار بنا ہے اور سورۃ المجادلہ میں اس کا ذکر گذر چکا ہے، دوسرے معنی ظہر کے جب یہ مصدر ہو تو اس کے معنی غالب آنے کے ہیں، اسی سے مظاہر بنا ہے جس کے معنی مدد کرنے اور آپس میں ایک دوسرے کی پیٹھ ٹھونکنے کے ہیں جس سے مراد مدد کرنا ہوتا ہے ۔

ارشاد ہے کہ البتہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے اور میل جول بڑھانے سے منع کرتا ہے جو دین اور مذہب کی آزادی تسلیم نہیں کرتے بلکہ لوگوں سے صرف اس لیے لڑتے ہیں کہ وہ ان کے مذہب پر نہیں۔ جنہوں نے محض اس وجہ سے کہ تم مسلمان ہو تم سے لڑائی کی ٹھان لی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکال باہر کیا یا نکالنے والوں کی مدد اور ہمت افزائی کی ایسے لوگوں سے دوستی اور میل جول مناسب نہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم کے لقب کے سزاوار ہیں اور جو ان سے دوستی کرے گا وہ بھی ظالموں میں شامل ہے ۔

اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ ان غیر مسلموں کے ساتھ مل جل کر رہا جاسکتا ہے جو کسی سے محض اس بنا پر کہ یہ ہمارے مذہب کا نہیں بیر اور دشمنی نہیں رکھتے ۔ لڑائی فقط ان سے ہے جو مذہب کو لڑائی جھگڑے کی بنیاد ٹھہرائیں اور مسلمانوں سے کہیں کہ یا تو ہمارا مذہب اختیار کرو ورنہ اس دیس سے نکل جاؤ ۔

ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو لڑنا چاہیئے یہاں تک کہ ان کی عقل درست ہو جائے اور بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ انصاف پسندوں سے میل رکھنا ضروری ہے ۔ خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں ۔ اللہ کو انصاف پسند لوگ اچھے لگتے ہیں ۔

ایمان والیوں کو کافروں میں مت بھیجو!

یٰۤاَیُّهَا - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْۤا - اِذَا - جَآءَكُمُ - الْمُؤْمِنٰتُ
اے وہ جو ایمان لائے ہو جب آئیں تمہارے پاس ایمان والیاں
مُهٰجِرٰتٍ - فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ - اَعْلَمُ
ہجرت کر کے تو جانچ لو انہیں اللہ خوب جانتا ہے
بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ - عَلِمْتُمُوْهُنَّ - مُؤْمِنٰتٍ
ان کے ایمان کو پس اگر جان لو تم انہیں ایمان والیاں
فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ - اِلَى - الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ
پس نہ لوٹاؤ تم انہیں کافروں کی طرف نہیں وہ عورتیں حلال
لَّهُمْ - وَلَا هُمْ - یَحِلُّوْنَ - لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ
ان کافروں کیلئے اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کے لئے اور دے دو ان کو
مَّاۤ - اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ - عَلَیْكُمْ - اَنْ
جو انھوں نے خرچ کیا اور نہیں کوئی گناہ تم پر کہ
تَنْكِحُوْهُنَّ - اِذَاۤ - اٰتَیْتُمُوْهُنَّ - اُجُوْرَهُنَّ ؕ
نکاح کرو ان سے جب کہ دے دو تم انہیں مہر ان کے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ
اے ایمان والو جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں
مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ
تو ان کو جانچ لو اللہ ان کے ایمان کو خوب
بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ
جانتا ہے پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں
فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ
تو انہیں کافروں کی طرف مت پھیرو نہ یہ عورتیں ان کافروں
لَّهُمْ وَلَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ
کو حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کو حلال ہیں اور ان کو دے دو جو
مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ
ان کا خرچ ہوا ہو اور تم پر گناہ نہیں کہ
تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ
تم ان سے نکاح کر لو جب ان کے مہر دے دو

اس آیت میں فیصلہ کیا گیا کہ صلح حدیبیہ میں جو شرط ہوئی تھی کہ مکہ والوں سے جو اسلام قبول کر کے مدینہ آجائے گا وہ پھر مکہ بھیج دیا جائے گا۔ اس میں عورتیں داخل نہیں۔ اگر کوئی عورت اسلام لا کر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئے تو اس کا نکاح مشرک خاوند سے ٹوٹ گیا۔ اب اسے واپس نہ بھیجنا چاہیئے ؎

ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جب کوئی ایمان والی عورت مکہ سے ہجرت کر آئے تو اس کے ایمان کا حال تو اللہ کو ہی معلوم ہے لیکن تم بھی ظاہر میں اس کی جانچ کر لیا کرو۔ اگر وہ چند باتوں کی پابندی کا اقرار کر لیں جن کا ذکر آگے آتا ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسلام کی خاطر ہی وطن چھوڑ کر آئی ہیں، کوئی دنیاوی و نفسانی غرض نہیں۔ اب انہیں کافروں میں مت بھیجو کیوں کہ نہ یہ عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لیے حلال۔ اب تم وہ روپیہ جو اس سے پہلے کافر خاوند نے اس پر خرچ کیا تھا یعنی مہر وغیرہ وہ اس کافر کو واپس کر دو۔ اس کے بعد اگر کوئی مسلمان اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ مہر دے کر نکاح کر سکتا ہے اور یہ مہر نئے مہر سے مقرر ہو گا، جتنا بھی ہو ؎

انصاف کی تعلیم

وَ۔ لَاتُمْسِکُوْا۔ بِعِصَمِ۔ الْکَوَافِرِ۔ وَ سْئَلُوْا
اور مت قائم رکھو نکاح کے تعلقات کافر عورتوں سے اور طلب کرو

مَآ۔ اَنْفَقْتُمْ۔ وَلْیَسْئَلُوْا۔ مَآ اَنْفَقُوْاؕ۔ ذٰلِکُمْ
جو تم نے خرچ کیا اور کافر طلب کرلیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ

حُکْمُ اللّٰهِؕ یَحْکُمُ۔ بَیْنَکُمْؕ۔ وَاللّٰهُ۔ عَلِیْمٌ
اللہ کا حکم ہے وہ حکم کرتا ہے درمیان تمہارے اور اللہ جاننے والا

حَکِیْمٌ ⑩ وَاِنْ۔ فَاتَکُمْ۔ شَیْءٌ۔ مِّنْ
حکمت والا ہے اور اگر رہ جائے تم میں سے کوئی تمہاری

اَزْوَاجِکُمْ۔ اِلَی الْکُفَّارِ۔ فَعَاقَبْتُمْ
بیبیوں میں سے کافروں کی طرف پھر تمہاری نوبت آئے

فَاٰتُوا۔ الَّذِیْنَ۔ ذَهَبَتْ۔ اَزْوَاجُهُمْ
تو دے دو انہیں کہ چلی گئیں بیبیاں ان کی

مِّثْلَ۔ مَآ۔ اَنْفَقُوْاؕ
اتنا جتنا خرچ کیا انہوں نے

وَلَا تُمْسِکُوْا بِعِصَمِ الْکَوَافِرِ وَسْئَلُوْا
اور اپنے قبضہ میں کافر عورتوں کے ناموس نہ رکھو اور تم مانگ لو

مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْیَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْاؕ ذٰلِکُمْ
جو تم نے خرچ کیا اور وہ کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا

حُکْمُ اللّٰهِؕ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ
یہ اللہ کا فیصلہ ہے وہ تم میں فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے

حَکِیْمٌ ⑩ وَاِنْ فَاتَکُمْ شَیْءٌ مِّنْ
والا حکمت والا ہے اور اگر تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں

اَزْوَاجِکُمْ اِلَی الْکُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ
کافروں کی طرف جاتی رہیں پھر تمہاری باری آئے

فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ
تو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں ان کو دے دو جتنا انہوں نے

مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْاؕ
خرچ کیا

پہلی آیت میں ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورتوں کو کفار میں واپس بھیجنے سے منع کر دیا گیا، مکہ والوں نے اس پر کوئی جھگڑا نہ کیا اور صلح بدستور قائم رہی۔ اس آیت میں ان عورتوں کی بابت حکم ہے جو مسلمان کے نکاح میں تھیں مگر خاوند کے ساتھ مدینہ میں نہ آئیں، بلکہ وہیں مکہ میں رہ گئیں۔ ایسی عورت سے مسلمان کا نکاح ٹوٹ گیا اب جو کافر ان سے نکاح کرے وہ اس مسلمان کو وہ مال واپس کر دے جو اس نے اس عورت کو دیا تھا یعنی مہر وغیرہ اسی طرح جیسے کہ وہ مسلمان اس کافر کو وہ روپیہ ادا کرے گا جو اس نے اپنی بیوی پر خرچ کیا تھا جو مسلمان ہو کر ہجرت کر آئی اور اس مسلمان نے اس سے نکاح کر لیا اس حکم پر مسلمان عمل کرنے کو تیار ہو گئے لیکن کافروں نے روپیہ دینا منظور نہ کیا۔ اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہوا کہ مسلمان عورت جو کافروں میں چلی گئی یا رہ گئی اور کافر اس پر خرچ کیا ہوا روپیہ مسلمان کو واپس نہیں کرتے تو تم بھی جب تمہاری باری آئے اس کافر عورت کا روپیہ جو تم میں مسلمان ہو کر چلی آئے اس کافر کو نہ دو جو اس سے نکاح کرے۔ بلکہ وہ روپیہ اس مسلمان کو دے دو جس کی عورت اسے چھوڑ کر کافروں میں چلی گئی ہے اور اگر اس میں سے اس کا خرچ کیا ہوا روپیہ دے کر کچھ بچ رہے تو وہ اس کافر کو پہنچا دو۔

ایمان کا امتحان

وَ اتَّقُوا - اللّٰهَ - الَّذِیْٓ - اَنْتُمْ - بِهٖ - مُؤْمِنُوْنَ ⑪
اور ڈرو اللہ سے کہ تم جس پر ایمان لائے ہو
یٰٓاَیُّهَا - النَّبِیُّ - اِذَا - جَآءَكَ - الْمُؤْمِنٰتُ
اے نبی جب آئیں تمہارے پاس ایمان والیاں
یُبَایِعْنَكَ - عَلٰٓی - اَنْ - لَّا یُشْرِكْنَ - بِاللّٰهِ
اقرار کرتی ہوں تجھ سے اس کا کہ نہ شریک کریں گی اللہ کا
شَیْـًٔا - وَّلَا یَسْرِقْنَ - وَلَا یَزْنِیْنَ - وَلَا
کسی کو اور نہ چوری کریں گی اور بدکاری نہ کریں گی اور نہ
یَقْتُلْنَ - اَوْلَادَهُنَّ - وَلَا یَاْتِیْنَ - بِبُهْتَانٍ
قتل کریں گی اولاد کو اپنی اور نہ لائیں گی کوئی بے اصل بات
یَّفْتَرِیْنَهٗ - بَیْنَ - اَیْدِیْهِنَّ - وَاَرْجُلِهِنَّ
کہ گھڑ لیں وہ اسے درمیان ہاتھوں اپنے کے اور پاؤں اپنے کے
وَلَا - یَعْصِیْنَكَ - فِیْ مَعْرُوْفٍ
اور نہ نافرمانی کریں گی تیری نیک بات میں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪
اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تمہیں یقین ہے
یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ
اے نبی جب آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں
یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ
بیعت کرنے کو اس بات پر کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ
شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا
ٹھہرائیں اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور
یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ
اپنی اولاد کو مار نہ ڈالیں اور طوفان باندھ کر نہ لائیں
یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ
اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں
وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ
اور کسی بھلے کام میں تیری نافرمانی نہ کریں۔

اوپر جو حکم بیان ہوئے ان میں سے کافروں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کرنے کی تاکید سمجھ میں آتی ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر مسلمان مفلس ہو اور کافر کا حق ادا نہ کر سکے تو بیت المال میں سے کافر کا حق ادا کیا جائے۔ اس سے زیادہ اور کیا انصاف ہوگا۔ اسی لیے ارشاد ہے کہ اس قدر انصاف وہی کر سکتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو، تم اے مسلمانو اللہ پر ایمان رکھتے ہو اس لیے اس سے ڈر کر کرو جو کچھ کرو اور انصاف کا نمونہ دنیا میں قائم کر دو۔ آگے ان عورتوں کی جانچ کا طریقہ بتایا گیا ہے جس سے ہجرت کرنے والیوں کا ایمان پرکھا جائے گا۔

ارشاد ہے کہ جب ایمان والی عورتیں اے رسول تمہارے سامنے یا تمہارے نائب کے سامنے ان باتوں کا زبانی اقرار کرنے کے لیے تیار ہوں، کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی اولاد کو قتل نہ کریں گی (جیسے اسلام سے پہلے لوگ قتل کر دیتے تھے اور اپنے ارادے سے اور ہوش و حواس میں ہوتے ہوئے کسی پر جھوٹا دعویٰ نہ کریں گی جھوٹا الزام نہ لگائیں گی، جھوٹی قسمیں نہ کھائیں گی، کسی اور کی اولاد کو اپنی اولاد یا اپنے شوہر کی اولاد نہ بتائیں گی اور آپ شرع کے مطابق جو حکم ہمیں دیں گے ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، اور دل و جان سے آپ کے ایسے حکم کی تعمیل کریں گی۔

ان سے اقرار لے لو

فَبَايِعْهُنَّ ۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ اِنَّ
پس بیعت لے ان سے اور مغفرت طلب کر ان کے لیے اللہ سے بیشک

اللّٰهَ ۔ غَفُوْرٌ ۔ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے اے وہ جو

اٰمَنُوْا ۔ لَا تَتَوَلَّوْا ۔ قَوْمًا ۔ غَضِبَ اللّٰهُ
ایمان لائے ہو مت دوستی کرو ان لوگوں سے کہ غضبناک ہوا اللہ

عَلَيْهِمْ ۔ قَدْ يَئِسُوْا ۔ مِنَ الْاٰخِرَةِ
ان پر مایوس ہو چکے وہ دار آخرت سے

كَمَا ۔ يَئِسَ ۔ الْكُفَّارُ ۔ مِنْ
جیسے کہ مایوس ہو چکے منکر سے

اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬
قبر والوں

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ
تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگ

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ
مت دوستی کرو ان لوگوں سے جن پر اللہ غصہ ہوا

عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ
وہ آس توڑ چکے آخرت سے

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ
جیسے منکروں نے قبروں سے

ع ۲ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬
آس توڑ دی

بَايِعْهُنَّ (بیعت لے ان سے) بَايِعْ امر کا صیغہ مُبَايَعَةٌ سے بنا ہے بیع کے معنی بیچ دینا ہیں مُبَايَعَة باہم خرید وفروخت یا معاملہ کرنا۔ یہ لفظ سورہ توبہ میں گزر چکا ہے۔ اس سے مراد ہے اللہ کے رسول یا آپ کے نائب کے سامنے شرع کے پابند رہنے کا اقرار کرنا اس اجر کے بدلے جو اللہ نے شرع کے پابند رہنے والوں کے لیے مقرر کیا ہے۔ پہلے ارشاد ہوا تھا کہ جب ہجرت کر کے ایمان والیاں عورتیں تمہارے پاس چلی آئیں تو ان کی جانچ کر لو۔ یہاں اس جانچ کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول جب تمہارے سامنے ایمان والی عورتیں ان باتوں سے بچنے کا جن کا ذکر ہوا اقرار کرنے کے لیے تیار ہوں اور زبان سے کہہ دیں کہ وہ شرک، چوری، زنا، اولاد کے قتل کرنے اور جھوٹے الزام لگانے سے بچیں گی اور شرع میں جن باتوں کا حکم ہے ان میں تمہاری فرمانبرداری کریں گی تو ان سے یہ اقرار لے لو اور سمجھ لو کہ وہ مسلمان ہیں ان کے لیے اللہ سے استغفار کرو اور یقین رکھو کہ اللہ خطائیں بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ اس کا خیال رکھو کہ جن لوگوں سے اللہ ناراض ہے ان سے دوستی مت گانٹھو۔ یہ لوگ مرنے کے بعد جزا سزا کے قائل نہیں اور آخرت کی زندگی کو نہیں مانتے انہیں امید نہیں ہے کہ مرنے کے بعد پھر زندگی ملے گی۔ وہ تو ان لوگوں سے جو مر گئے دوبارہ ملنے کی آس توڑ چکے۔ ان کے نزدیک تو بس یہی دنیا ہے جو کچھ ہے کہتے ہیں ہمیں جو کچھ کرنا ہے کر لیں۔ مرنے کے بعد کچھ نہیں جو مرا وہ ہمیشہ کے لیے گیا۔

سورۃ الممتحنہ کیا سکھاتی ہے (۱)

اس سورت میں غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دشمن کون ہیں اور دشمنی کی جڑ کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ جناب رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد مکہ میں ۱۳ سال تک رہے اور وہاں کے آدمیوں کو سمجھایا کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا پاٹ مت کرو ان لوگوں نے کہا کہ جو ہم کر رہے ہیں یہ ہمارا قدیم دین ہے جس پر ہمارے باپ دادا چلتے رہے۔ اس کو ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر تم کوئی اور دین نکالو گے تو ہم اسے نہ خود قبول کریں گے نہ کسی اور کو قبول کرنے دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تم قرابت داری کا خیال کرو اور جو میرا دین قبول کرے اسے کچھ نہ کہو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔ انہوں نے کہا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم تیرا دین نہ خود مانیں گے نہ کسی اور کو ماننے دیں گے۔ ان کا یہ طرز عمل آدمی کی ضمیر کی آزادی کا گلا گھونٹنا تھا۔ جو اس آزادی کو مٹانا چاہے وہ اسلام کا اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔ یہی انسانی آزادی مٹانا دشمنی کی جڑ ہے۔

اس سورت سے معلوم ہوا کہ جو اس آزادی کو مٹانا چاہے وہ اللہ کا اور مسلمانوں کا دشمن ہے پہلے سے سمجھا دو کہ تم کسی دین کو مانو یا نہ مانو۔ لیکن کسی کو دین کے قبول کرنے سے مت روکو۔ اگر وہ مان جائے تو اس کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرو اور مل جل کر رہنے کے جو اصول ہیں ان کے مطابق اس سے معاملہ کرو۔ جو لوگ اس پر راضی نہ ہوں انہیں چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ۔ پھر بھی اگر وہ ستائیں تو ان سے پوری قوت سے مقابلہ کرو اور جب تک وہ دینی آزادی کے قائل نہ ہو جائیں ان سے لڑتے رہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام محض ملک فتح کرنے اور بادشاہی کرنے کے لیے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مذہب کے پرچار کرنے کی آزادی دنیا میں قائم رہے اور جس کا جی چاہے سوچ سمجھ کر جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ میل جول کی جڑ صرف عدل و انصاف پر ہے۔ اس کی بنا کسی مذہب پر نہیں مسلمانوں کو قرآن سکھاتا ہے کہ اگر تم قرآن اور رسول کی سنت پر مضبوطی سے قائم رہو گے تو سلطنت اور حکومت تمہارے قدم چومے گی۔ تمہیں اس کے لیے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ لڑو تو اس سے لڑو جو اسلام کو پھیلنے سے روکے اور بجائے انسانیت کے اصول کے خاص اپنے دینی عقائد کو میل جول کی بنیاد ٹھہرائے اور کہے کہ جو میرے مذہب کو نہیں مانتا میں اسے منوا کے ہی چھوڑوں گا اور اس سے زبردستی اسلام یا اس کا جو مذہب ہو چھڑوا کر رہوں گا۔ یہ لوگ ظالم ہیں اور انسان کو اپنی خواہش کے مطابق غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ انسانیت کے دشمن ہیں، ان کا مٹانا ہر عقلمند انسان کے فرائض میں سے ہے۔ یہی اسلامی جہاد ہے یہ ملک گیری کے لیے نہیں بلکہ انسان کی حریت اور مذہبی آزادی قائم رکھنے کے لیے ہے۔

سُورۃ الممتحنہ کیا سکھاتی ہے (ب)

اس سورت میں ہے کہ جو کوئی کسی دین کو زبردستی منوانے یا کسی دین کو مٹانے کے لیے دوسروں کو دبانے اور مجبور کرنے پر اتر آئے وہ اللہ کا اور اے مسلمانو تمہارا دشمن ہے ایسے لوگوں سے جب لڑائی چھڑ جائے تو کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ ان میں سے کسی کی طرف کسی وجہ سے دوستی کا ہاتھ بڑھائے ان سے سب متفق ہو کر لڑو اور جب تک وہ اپنی ضد نہ چھوڑیں ان کا مار مار کر کچومر نکال دو۔ یہ لوگ انسان کی ضمیر کی آزادی مٹانا چاہتے ہیں۔ ان سے ہمدردی کرنا انسانیت کا خون کرنا ہے۔ یہ راستی اور سچائی کے دشمن ہیں ان سے لڑنے میں اپنے مال اور جان اور اولادوں کی کا کچھ خیال نہ کرو۔ یہ نقصان ظاہری اور عارضی ہے ان لوگوں کے ٹھیک بنانے سے سچ کا بول بالا ہو گا اور اس سے جو فائدہ ہو گا وہ عارضی نقصان کی پوری پوری تلافی کر دے گا دنیا میں آزادی کا دور دورہ ہو گا اور کوئی کسی کو بے جا طور پر نہ دبا سکے گا ؏

جن لوگوں نے اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے محض سلطنت حاصل کرنے اور دوسروں پر بادشاہ بن کر بیٹھنے کے لیے جنگ کی وہ اپنے اس فعل کے خود ذمہ دار ہیں، اسلام ان کی حمایت نہیں کرتا جو لوگ مذہب کی آزادی کے قائل ہیں اور مذہب کی بنا پر کسی سے دشمنی اور عناد نہیں رکھتے اور نہ مسلمانوں کو محض اس بنا پر ستاتے ہیں کہ وہ اسلام چھوڑ کر ان کا اپنا مذہب کیوں نہیں اختیار کرتے ان لوگوں کے ساتھ احسان کرنے اور انصاف اور رواداری کا برتاؤ کرنے اور خوش خلقی کے ساتھ ضروری میل جول رکھنے سے اسلام منع نہیں کرتا جیسا کہ اس سورت میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے۔ اس سورت میں مسلمانوں کی ظاہری پہچان یہ رکھی گئی ہے کہ ایمان کا اقرار کرنے کے بعد جو شخص شرک، چوری، زنا، قتل، جعل سازی اور دھوکے سے بچتے رہنے کا اقرار کرے وہ مسلمان ہے ؏

اس کے بعد اس کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ قرآن کی تعلیم کے مطابق مقرر کیا ہے اس پر چلنے کی کوشش کرے، کسی اور طریقہ کی نقل نہ کرے اور نہ کسی کی عارضی اور مادی ظاہری کامیابی سے مرعوب ہو ؏

اسلام کے طریقہ میں انسان کی جسمانی اور روحانی دونوں کی ترقی کا خیال رکھا گیا ہے، اور دوسرے طریقے یا تو محض مادی اور جسمانی ترقی کا خیال کرتے ہیں یا خال خال بے تکے پن سے محض روحانی نجات حاصل کرنے کو اپنا مقصد بنائے ہوئے ہیں اور وہ بھی غلط طور پر ؏

سُورۃ الصّف

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی اکسٹھویں (۶۱) سورت ہے۔ اس کے دو رکوع ہیں اور یہ مدینہ میں غالباً صلح حدیبیہ کے قریب ۶ھ میں نازل ہوئی۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کو کون سا کام پسند ہے ایک جگہ کچھ مسلمان جمع ہو کر اپنی بہتری کی بابت گفتگو کر رہے تھے۔ بات یہاں ٹھہری کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ اللہ کو کونسا کام پسند ہے تو ہم وہی کام دل وجان سے اختیار کرتے۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔

ارشاد ہوا کہ لو ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ اللہ کو کون سا کام پسند ہے لیکن یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ اللہ کو زبان سے باتیں کرنا اور ڈینگیں مارنا اور کام کے وقت بیٹھ دکھا جانا بالکل پسند نہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ جو زبان سے کہو وہ کر کے بھی دکھا دو اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ آدمی زبان سے تو کہے کہ میں یہ کروں گا وہ کروں گا لیکن کر کے کچھ نہ دکھلائے ۔

سنو! اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ تم ان لوگوں کے سامنے جو اللہ کے دشمن ہیں لڑائی کرتے وقت اس طرح ڈٹ جاؤ کہ جیسے تم ایک دیوار ہو۔ جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔ جس میں نہ جھکاؤ ہے نہ ٹیڑھ ہے، نہ سوراخ ہے نہ رخنہ ہے یعنی ذرا سی بھی کمزوری نہیں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں یہی عادت تھی کہ زبان سے بڑے بڑے دعوے کرتے تھے، کوئی جانے کہ بڑے بہادر ہیں اور دشمن کے چھکے چھڑا دیں گے لیکن جب لڑائی کا وقت آتا تو منہ پھیر کر چل دیتے بلکہ بعض وقت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دے دیتے کہ یہ کام ہمارے بس کا نہیں تو جان تیرا رب۔ یہی کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا۔ جب انہوں نے کہا کہ دیکھو میں اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے جو رسول ہوئے ان کو سچا کہتا ہوں اور اپنے بعد خاتم النبیینؐ کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ یہ بھی ڈینگیں مارتے تھے کہ جب یہ آخری رسول آئیں گے تو ہم ان کے ساتھ ہو کر فسادیوں کو تباہ و برباد کر دیں گے لیکن جب آپ تشریف لائے تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ تو جادو کا کھیل ہے اور صاف مکر گئے۔ یہ سب لوگ ظالم ہیں، ان کی ریس نہ کرنا۔ مسلمانو! تمہارا دین سچا تمہارے رسول سچے۔ دیکھو اپنے عقیدے اور عمل دونوں انہی کی ہدایت کے مطابق درست کر لو۔ پھر دنیا میں تم ہی غالب رہو گے اور آخرت میں بھی سرخرو ہو گے اور انعام و اکرام سے مالا مال ہو گے ۔

مسلمانو! اللہ کے دین کی مدد کرو اور اسے مناسب طریقہ سے پھیلاؤ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے محنت اور تکلیف اٹھا کر ان کا دین پھیلایا، ایسے لوگوں کی اللہ مدد فرماتا ہے ۔

سورۃ الصف مدنیۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیاتہا ۱۴، رکوعاتہا ۲

ڈینگیں مت مارو

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾
اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی ہے زبردست، حکمت والا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾
اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾
بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے ہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾
اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

سَبَّحَ - لِلّٰهِ - مَا - فِي - السَّمٰوٰتِ - وَمَا - فِي
پاکی بیان کرتا ہے اللہ کی جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے
الْاَرْضِ ۚ - وَهُوَ - الْعَزِيْزُ - الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾
زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا
يٰۤاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - لِمَ - تَقُوْلُوْنَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو
مَا - لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ - مَقْتًا - عِنْدَ اللّٰهِ
جو نہیں کرتے بڑی بری بات ہے بیزاری کی اللہ کے نزدیک
اَنْ - تَقُوْلُوْا - مَا - لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ - اللّٰهَ
کہ تم جو کہتے ہو نہیں کرتے تحقیق اللہ
يُحِبُّ - الَّذِيْنَ - يُقَاتِلُوْنَ - فِيْ سَبِيْلِهٖ
پسند کرتا ہے ان کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں
صَفًّا - كَاَنَّهُمْ - بُنْيَانٌ - مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾
صف باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی

مَرْصُوْصٌ (سیسہ پلایا ہوا) اسم مفعول ہے رَصٌّ سے رَصٌّ کے معنی خوب ملا کر جوڑ دینے کے ہیں کہ بیچ میں جھری نہ رہے رَصَاصٌ سیسہ کو کہتے ہیں کیونکہ اس کے اجزا باہم ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ دیوار کے جوڑوں میں سیسہ پگھلا کر بھر دینے سے دیوار خوب مضبوط اور باہم چسپاں ہو جاتی ہے ایسی دیوار کو مرصوص کہتے ہیں۔ سورت کے شروع میں کہا گیا ہے کہ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ صاف صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ عز وجل ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور وہ سب پر غالب ہے اور اسے ہر بات کی جڑ اور اصل معلوم ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ اے ایمان والو تم منہ سے ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ زبان سے تو بہت کچھ کہہ دو لیکن وقت پڑنے پر کچھ نہ کرو۔ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ زبان سے بڑے بڑے دعوے کرتے پھرتے ہیں کہ ہمیں موقعہ دیا جائے تو ہم یہ انتظام کریں اور یہ کام کریں لیکن جب موقعہ ہاتھ آتا ہے تو دم دبا کر کھسک جاتے ہیں وہ نکمے نکھٹو اور ناکارہ لوگ ہیں:

آگے ارشاد ہے کہ اللہ تو سب سے زیادہ یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کا حکم بجا لانے کے لیے دشمن کے مقابلہ میں مضبوط دیوار کی طرح ڈٹ جاؤ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم

وَاِذْ - قَالَ - مُوْسٰی - لِقَوْمِهٖ - يٰقَوْمِ - لِمَ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے میری قوم کیوں
تُؤْذُوْنَنِيْ - وَقَدْ - تَّعْلَمُوْنَ - اَنِّيْ
ستاتے ہو تم مجھے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا - زَاغُوْٓا - اَزَاغَ
رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف پس جب ٹیڑھے ہو گئے ٹیڑھا کر دیا
اللّٰهُ - قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ - لَا يَهْدِي - الْقَوْمَ
اللہ نے ان کے دلوں کو اور اللہ ہدایت نہیں کرتا ان لوگوں کو
الْفٰسِقِيْنَ ۝۵
جو نافرمان ہیں

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھ کو
تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ
کیوں ستاتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ میں
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ
تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب وہ پھر گئے تو اللہ
اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
نے ان کے دل پھیر دیے اور اللہ نافرمان لوگوں کو راہ
الْفٰسِقِيْنَ ۝۵
نہیں دکھاتا

زَاغُوْا (ٹیڑھے ہو گئے) ماضی کا صیغہ ہے ز - ی - غ زَيْغٌ کے معنی ٹیڑھے ہونے کے اور ٹیڑھے چلنے کے ہیں۔ سورۂ آل عمران میں یہ لفظ گذر چکا ہے اَزَاغَ (ٹیڑھا کر دیا) اسی مادہ سے ماضی کا صیغہ ہے اَزَاغَةٌ جو زَيْغٌ کا متعدی ہے۔ یعنی ٹیڑھا کر دینا ؛

پہلے ارشاد ہے کہ ایک مسلمان کو زیادہ باتیں بنانے والا نہیں زیادہ کام کرنے والا آدمی ہونا چاہیئے ورنہ وہ اللہ کو پسند نہیں ہوتا، اسی بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے یہودیوں کا حال بیان کر کے اس کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ وہ بولنے میں بہت دلیر اور کام کرتے وقت پیچھے ہٹ جانے والے لوگ تھے ؛

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ تم مجھے اپنے طرزِ عمل سے بہت دکھ پہنچا رہے ہو حالانکہ میری باتیں دیکھ کر تم جان چکے ہو کہ مجھے اللہ نے تمہاری طرف رسول مقرر کر کے بھیجا ہے۔ تم جانتے بوجھتے ہو کر انجان بنے جاتے ہو اور ایسے کام کرتے ہو جن سے مجھے رنج پہنچتا ہے۔ زبان سے تو تم بڑے فرمانبردار بنتے ہو لیکن جب میں تھوڑے دنوں کے لیے چلا گیا تو پیچھے سے بچھڑا پوجنے لگے، اور عمالقہ سے لڑنے کا وقت آیا تو یہ کہہ کر بیٹھ رہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا رب دونوں ان سے جا کر لڑو ہم تو یہاں سے سرکیں گے بھی نہیں ؛

بنی اسرائیل جب ٹیڑھی چال چلے تو اس کی شامت سے ان کے دل سخت ہو گئے اور اللہ کے مقررہ قانون کے مطابق وہ ٹیڑھے ہی ہوتے چلے گئے اللہ نافرمانوں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا کیونکہ وہ سیدھے ہونے کے قابل ہی نہیں رہتے ؛

حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ سلوک

وَاِذْ - قَالَ - عِيْسَى - ابْنُ مَرْيَمَ - يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل
اِنِّيْ - رَسُوْلُ اللّٰهِ - اِلَيْكُمْ - مُّصَدِّقًا - لِّمَا
تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف سچا ماننے والا اسے جو
بَيْنَ يَدَيَّ - مِنَ التَّوْرٰىةِ - وَمُبَشِّرًا
آگے میرے دوہاتھوں کے ہے توراۃ سے خوشخبری دینے والا
بِرَسُوْلٍ - يَّاْتِيْ - مِنْۢ بَعْدِي - اسْمُهٗٓ - اَحْمَدُ
ایک رسول کی کہ آئے گا بعد میرے نام اس کا ہے احمد
فَلَمَّا - جَآءَهُمْ - بِالْبَيِّنٰتِ - قَالُوْا
پس جب آیا وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر بولے
هٰذَا - سِحْرٌ - مُّبِيْنٌ ﴿٦﴾
یہ جادو ہے کھلا

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل
اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا
میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں یقین کرنے والا اس
بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا
جو مجھ سے پہلے آئی توراۃ اور خوشخبری سنانے والا
بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ
ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہے
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا
پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا کہنے لگے
هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦﴾
یہ صریح جادو ہے

یہودیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سلوک بیان کرنے کے بعد اب ان کا سلوک حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا، اے اسرائیل (یعقوبؑ) کی اولاد میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، میں توراۃ کو سچا کہتا اور مانتا ہوں جو مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور وہ رسولوں کے سلسلے کا آخری رسول ہوگا اس کا نام احمد ہوگا۔ جب وہ آئے تو اس کا کہنا ماننا اور اس کے قدم بہ قدم چلنا تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو یہودیوں نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی، حالانکہ وہ اچھی طرح پہچان چکے تھے کہ یہ وہی رسولؐ ہیں، جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، یہ لوگ پہلے زبانی طور پر ڈینگیں مارا کرتے تھے کہ جب یہ آخری رسول آئیں گے تو ہم ان کے ساتھ ہو کر دنیا سے فسادیوں کا قلع قمع کر دیں گے مگر آپ کے تشریف لانے کے بعد وہ زبانی باتیں بھول بھال گئے اور اپنی کتاب کا وہ حصہ جس میں یہ بشارت درج تھی جان بوجھ کر چھپا دیا اور کہنے لگے۔ کہ جو کچھ آپ کی باتوں کا اور علامتوں کا اثر ہوتا ہے وہ کھلا ہوا جادو ہے۔

مُنکر بڑے ظالم ہیں!

وَمَنْ - اَظْلَمُ - مِمَّنِ - افْتَرٰى - عَلَى اللّٰهِ
اور کون بڑھ کر ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر
الْكَذِبَ - وَهُوَ - يُدْعٰٓى - اِلَى الْاِسْلَامِ
جھوٹ اور وہ بلایا جا رہا ہے اسلام کی طرف
وَاللّٰهُ - لَا يَهْدِي - الْقَوْمَ - الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾
اور اللہ راہ نہیں سجھاتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں
يُرِيْدُوْنَ - لِيُطْفِـُٔوْا - نُوْرَ - اللّٰهِ - بِاَفْوَاهِهِمْ
چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے مونہوں سے
وَاللّٰهُ - مُتِمُّ - نُوْرِهٖ - وَ - لَوْ - كَرِهَ
اور اللہ پورا کر کے رہے گا اپنی روشنی خواہ برا مانیں
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْٓ - اَرْسَلَ - رَسُوْلَهٗ
کافر لوگ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول
بِالْهُدٰى - وَدِيْنِ - الْحَقِّ - لِيُظْهِرَهٗ - عَلَى
ساتھ ہدایت کے اور دین سچے کے تاکہ غالب کرے اسے
الدِّيْنِ - كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ - كَرِهَ - الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾
دین پر سارے اور اگرچہ ناک بھوں چڑھائیں مشرک لوگ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
اور اس سے زیادہ بے انصاف کون ہے جو اللہ پر
الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ
جھوٹ باندھے حالانکہ اس کو مسلمان ہونے کے لیے بلاتے
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾
ہیں اور اللہ بے انصاف لوگوں کو راہ نہیں دیتا
يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ
چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی اپنے منہ سے بجھا دیں
وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ
اور اللہ کو اپنی روشنی پوری کرنی ہے اور منکر بڑے
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ
برا مانیں وہی ہے جس نے اپنا رسول راہ کی
بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى
سوجھ دے کر بھیجا ہے اور سچا دین تاکہ سب دینوں
الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ ع ۹
اوپر کرے اور اگرچہ وہ پڑے برا مانیں شرک کرنے والے

جب ان لوگوں کا جان بوجھ کر یہ کرتوت ہے تو اب تم ہی بتاؤ کہ اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ کے نام وہ باتیں لگائے جو اس نے نہ کہیں اور نہ کہنے کی اجازت دی حالانکہ اسے اس کی بہتری کی طرف بلایا جا رہا ہے کہ اللہ کے حکم کے آگے سر جھکائے بہرحال اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ وہ ظالموں اور بے انصافوں کو سیدھی راہ نہیں سجھاتا۔ ان کی بے جا مخالفت کسی کام نہ آئے گی اور ان کا انجام بہت برا ہوگا۔ یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہوگئی کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی فارقلیط (احمد) ہیں جس کی بشارت انجیل میں موجود ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اسلام کی روشنی کو منہ سے باتیں بنا کر اور پھونک مار کر بجھا دیں۔ سن رکھو کہ یہ کبھی نہ ہوگا اور اللہ ان کی مرضی کے خلاف اپنی روشنی کو مکمل کر کے رہے گا۔ اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے اور وہ اس دین کو دنیا کے سارے دینوں پر غلبہ دینے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ خواہ مشرکوں کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھائے ؂

ایمان والوں کو ہدایت

يَاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - هَلْ - اَدُلُّكُمْ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا میں بتاؤں میں تمہیں
عَلٰى تِجَارَةٍ - تُنْجِيْكُمْ - مِّنْ عَذَابٍ - اَلِيْمٍ ⑩
ایک تجارت جو بچالے تمہیں ایک عذاب دردناک سے
تُؤْمِنُوْنَ - بِاللّٰهِ - وَرَسُوْلِهٖ - وَتُجَاهِدُوْنَ
تم ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - بِاَمْوَالِكُمْ - وَاَنْفُسِكُمْ
اللہ کی راہ میں ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے
ذٰلِكُمْ - خَيْرٌ - لَّكُمْ - اِنْ - كُنْتُمْ - تَعْلَمُوْنَ ⑪
یہ سب سے اچھی بات ہے تمہارے لیے اگر ہو تم جانتے
يَغْفِرْ لَكُمْ - ذُنُوْبَكُمْ - وَيُدْخِلْكُمْ - جَنّٰتٍ
اللہ بخش دے گا تمہارے لیے گناہ تمہارے اور داخل کر دے گا تمہیں ایسے باغوں میں
تَجْرِيْ - مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ - وَمَسٰكِنَ - طَيِّبَةً
بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں اور گھروں پاکیزہ میں
فِيْ جَنّٰتِ - عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ - الْفَوْزُ - الْعَظِيْمُ ⑫
باغوں میں رہنے کے یہی ہے کامیابی بڑی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ
اے ایمان والو میں تمہیں ایسی سوداگری
عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩
بتاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچالے
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ
ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ
اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪
یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ
بخش دے گا وہ تمہارے گناہ اور داخل کر دے گا تمہیں
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً
باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ستھرے گھروں میں جو
فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫
کے باغوں کے اندر یہ ہے بڑی کامیابی

مسلمانوں کو بڑھ چڑھ کر کوری باتوں سے منع کرنے اور کام کے آدمی ہونے کی ترغیب دینے کے بعد اب ان کے لیے ایک علمی اور عملی پروگرام بیان کیا جا رہا ہے۔

ارشاد ہے کہ جب تم اللہ کو مان چکے تو اب ہم تمہیں تمہارے کام کی بابت بتاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا اور اس کے رسول کا دل سے یقین کر لو اور اللہ کے احکام کو بجا لانے کی کوشش میں لگ جاؤ۔ اگر تم میں سمجھ ہے تو تمہارے لیے اس سے بہتر کوئی بات نہیں۔ اس کی بدولت اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ تمہیں نہروں والے باغوں میں داخل کر دے گا اور تمہارے رہنے کے لیے اچھے اچھے صاف ستھرے مکان دے گا جو سدابہار والے باغوں میں تمہارے رہنے کے لیے بنے ہوں گے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ دین اسلام کا خلاصہ یہی ہے جو ان دو آیتوں میں بتا دیا گیا۔ اللہ پہ ایمان لاؤ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانو اور پھر اس طریقہ پہ کام کرنے میں لگ جاؤ جو قرآن اور سنتِ رسول سے ثابت ہو چکا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں کی مثال

وَاُخْرٰی ـ تُحِبُّوْنَهَا ـ نَصْرٌ مِّنَ ـ اللّٰهِ
اور ایک اور بات کہ پسند کرتے ہو تم اسے مدد اللہ کی
وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَبَشِّرِ ـ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ یٰۤاَیُّهَا
اور فتح عنقریب اور خوشخبری دے ایمان والوں کو اے
الَّذِیْنَ ـ اٰمَنُوْا ـ كُوْنُوْا ـ اَنْصَارَ ـ اللّٰهِ ـ كَمَا
لوگو جو ایمان لائے ہو ہو جاؤ مددگار اللہ کے جیسے
قَالَ ـ عِیْسَى ـ ابْنُ ـ مَرْیَمَ ـ لِلْحَوَارِیّٖنَ ـ مَنْ
کہ کہا عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کون
اَنْصَارِیْۤ ـ اِلَى ـ اللّٰهِ ؕ قَالَ ـ الْحَوَارِیُّوْنَ
مدد کرتا ہے میری اللہ کی راہ میں بولے حواری
نَحْنُ ـ اَنْصَارُ ـ اللّٰهِ ـ فَاٰمَنَتْ ـ طَّآىِٕفَةٌ
ہم ہیں مددگار اللہ کے پس ایمان لایا ایک گروہ
مِّنْۢ بَنِیْۤ ـ اِسْرَآءِیْلَ ـ وَكَفَرَتْ ـ طَّآىِٕفَةٌ
بنی اسرائیل میں سے اور انکار کر بیٹھا ایک گروہ
فَاَیَّدْنَا ـ الَّذِیْنَ ـ اٰمَنُوْا ـ عَلٰى ـ عَدُوِّهِمْ
پس زور آور کیا ہم نے انہیں جو ایمان لائے تھے ان کے دشمن کے مقابلہ میں
فَاَصْبَحُوْا ـ ظٰهِرِیْنَ ﴿۱۴﴾
پس ہو گئے وہ غالب رہنے والے

وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ
اور ایک اور چیز جسے تم چاہتے ہو اللہ کی مدد اور
وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ یٰۤاَیُّهَا
جلدی فتح اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو اے
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا
ایمان والو تم اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسے
قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ
مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اپنے ساتھیوں سے
اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ
کون ہے جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے ساتھیوں
نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ
نے کہا ہم ہیں اللہ کے مددگار اور بنی اسرائیل کا ایک
مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ
فرقہ ایمان لایا اور ایک فرقہ منکر ہو گیا
فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ
پھر ہم نے ایمان والوں کو قوت دی ع اور ان کے دشمنوں پر
فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ﴿۱۴﴾
پھر وہ غالب ہو رہے

ع ۵

اَلْحَوَارِیُّوْنَ اصحاف دل مخلص لوگ، یہ حَوَارِیّ کی جمع ہے جو اسم منسوب ہے حوار کی طرف اس کا مادہ ح و ر ہے، حَوَرٌ کے معنی گورا چٹا ہونا۔ اسی سے حُور بنا ہے جو پہلے گزرا۔ حَوَارِیٌّ دھوبی کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے دھو کر سفید کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی دعوت کو جنہوں نے پہلے قبول کیا وہ دھوبی تھے ہو سکتا ہے کہ اس سے ان کے دل کی صفائی اور خلوص کی طرف اشارہ ہو۔

ارشاد ہے کہ ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا بدلہ دنیا میں عنقریب ملنے والا ہے جسے تم پسند کرتے ہو وہ یہ کہ بہت جلد دین ماننے والوں پر اللہ کی مدد سے فتح نصیب ہوگی۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے ایمان والو تم اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھیوں نے جواب دیا تھا اور بالاتفاق بول اٹھے تھے کہ آپ اللہ کے مددگار چاہتے ہیں جو آپ کے حمایتی ہوں سو ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ اس کے بعد بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ انکار کر بیٹھے ہم نے مومنوں کی مدد کی وہ اپنے مخالفوں پر غالب آگئے۔

سورت الصّف کا پیغام

اس سورت میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ بہت سے لوگ منہ سے تو بہت کچھ کہتے ہیں مگر کرتے کچھ نہیں ہتم اس بری عادت سے بچو اور منہ سے صرف اتنی ہی بات کہو جو تم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا موقعہ آئے تو کر سکتے ہو۔ اس کی توضیح کے لیے یہودیوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زبانی تو بہت کچھ کہتے رہتے تھے کہ ہم بڑے بڑے کام کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں، جس وقت آپ حکم دیں گے ہم جان پر کھیل جائیں گے لیکن جب موقعہ آتا تو ایسے ایسے صاف جواب دیتے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بڑی اذیت پہنچتی۔ دوسری مثال ان کے وقت پر جان چرا جانے کی ان کا وہ برتاؤ ہے جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ انہوں نے انہیں سمجھایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ نے مجھے تمہاری ہدایت کے لیے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ میں ان باتوں کو جو توراۃ میں کہی گئیں، راست اور درست بتاتا ہوں اور عملی طور پر انہیں اصول کا پابند ہوں جو اس میں سکھائے گئے ہیں تمہیں بتاتا ہوں کہ میرے بعد آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے ان کی تم فرمانبرداری کرنا انہوں نے زبانی تو بڑے بڑے دعوے کیے کہ ہم اس آخری رسولؐ کے طرفدار ہوں گے اور ان کے حکم سے ذرا منہ نہ پھیریں گے لیکن جب آپ تشریف لائے اور نشانیوں سے صاف معلوم ہو گیا کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی تشریف آوری کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی تھی تو انہوں نے پست خیالات کے زیر اثر آپ کو رسول ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تو معاذ اللہ کوئی بڑا جادوگر ہے اور وہ رسول جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ تو اب آئے گا اور ہمیں میں سے ہو گا۔ ان کی اس بداعمالیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گمراہی میں بڑھتے ہی چلے گئے اور ظالموں کی فہرست میں ان کا نام سب سے اول لکھا گیا۔ افسوس ہے کہ مسلمان اس سورت کا سکھایا ہوا سبق بھول گئے اور انہی گمراہ لوگوں کی سی اپنی عادت بنالی، یعنی زبانی شیخیاں بہت بگھارنا اور کام کے وقت جان چرانا۔ حالانکہ ان سے صاف کہہ دیا گیا ہے کہ تم اللہ پر سچے دل سے ایمان لاؤ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو اور اللہ کی راہ میں لڑو۔ ایسا کرو گے تو آخرت میں آرام کی زندگی ملے گی اور دنیا میں بھی سب پر غالب رہو گے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے حواریوں کے حال سے ظاہر ہے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کی اور اللہ نے ان کی مدد کی اور جن یہودیوں نے انہیں مانا اور ان کے قدم بہ قدم چلے وہ بھی ان لوگوں پر غالب آگئے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانا۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں لڑنے سے مراد ان لوگوں سے لڑنا ہے جو دنیا میں فساد مچاتے ہیں اور محض اختلاف مذہب کی وجہ سے لوگوں کو ستاتے ہیں +

سُورۃ الجمعۃ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی باسٹھویں (۶۲) سورت ہے اور مدینہ میں ۲ ھ اور ۴ ھ کے درمیان نازل ہوئی اس میں دو رکوع ہیں۔ اس سورت میں دنیا بھر کے انسانوں سے کہا گیا ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے اس میں سے ہر ایک کی قوت محدود ہے اور اپنی حد سے آگے بالکل کام نہیں کر سکتی۔ اسے کسی نہ کسی موقع پر اپنی لاچاری کا احساس ہوتا ہے ایک فقط اللہ کی ذات ہے جس کی قوت اور طاقت لامحدود ہے۔ اس کا حکم ہر وقت ہر ایک پر چلتا ہے۔ اس لیے ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے اور حقیقت میں اصلی حکومت اور بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ وہ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک وصاف ہے۔ پھر سب سے زبردست وہی ہے کوئی اس کے آگے چوں نہیں کر سکتا۔ اس کا ہر کام حکمت اور دانائی سے بھرپور ہوتا ہے۔ دیکھو اس نے انسان کو مہذب اور شائستہ بنانے کا کیسا عجیب انتظام کیا۔ اس نے پہلے عرب کے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک امی رسول بھیجا، جس نے باوجود پڑھے لکھے نہ ہونے کے اللہ کی کتاب کی آیتیں انہیں پڑھ پڑھ کر سنائیں، ان کو مہذب اور شائستہ بنایا اور انہیں دانشمندی کی باتیں سکھائیں جن کا لوہا بڑے بڑے داناؤں اور سورماؤں نے مان لیا اور اقرار کیا کہ اس سے بڑھ کر دانائی کی باتیں نہیں ہو سکتیں یہ اس کا فضل تھا کہ اس نے عرب کو ان باتوں سے فیض حاصل کرنے کا سب سے پہلا موقعہ دیا اور پھر ان کے ذریعہ دنیا بھر کے انسانوں کو وہ دانائی کی باتیں پہنچا دیں جن سے ہر فرقہ اور ہر ملک کے نصیب ور لوگ قیامت تک فیض حاصل کرتے رہیں گے ۞

پھر ارشاد ہے کہ مسلمانوں کو ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ قرآن وحدیث کی تعلیم سے غافل ہو جائیں اور دنیا کے عارضی نفع حاصل کرنے میں لگ جائیں۔ ورنہ پھر ان کی وہی مثل ہو گی جو یہودیوں پر چسپاں ہوتی ہے کہ گدھے کی طرح کتابوں کا انبار پیٹھ پر لادے پھرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان میں کیا ہے فقط چرنے اور پیٹ بھرنے سے کام رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی بری گت بنے گی، یہ سمجھدار ہو کر گدھے بنے چلے جاتے ہیں ۞

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ایمان والوں کو اگر گدھا نہیں بننا، تو چاہیئے کہ جمعہ کی اذان سنتے ہی دوڑ کر نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہو جائیں اور غور سے خطبہ سنیں اور نماز پڑھیں۔ اس وقت لین دین خرید و فروخت کھیل تماشے سب چھوڑ دیں، دھیان سے جی لگا کر نماز ادا کریں ۞

نماز کے بعد اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں، لیکن اللہ کو نہ بھولیں اور ہر وقت اس کی یاد دل میں رکھیں اور اسی کا ذکر وردِ زبان رہے۔ یہ مت سمجھو کہ نماز میں مشغول ہوں گے تو کمائی میں خلل واقع ہو گا۔ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہی دے گا جو کچھ دے گا ۞

سورۃ الجمعۃ مدنیۃ وھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ احدیٰ عَشْرَۃ ایۃ ونیھا رکوعان

اللہ کی تسبیح

يُسَبِّحُ - لِلّٰهِ - مَا - فِي السَّمٰوٰتِ - وَمَا
تسبیح کرتا ہے اللہ کی جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے
فِي الْاَرْضِ - الْمَلِكِ - الْقُدُّوْسِ - الْعَزِيْزِ
زمین میں بادشاہ سب عیبوں سے پاک زبردست
الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ - بَعَثَ - فِي - الْاُمِّيّٖنَ
حکمت والا وہی ہے جس نے بھیجا ہے ان پڑھ لوگوں میں
رَسُوْلًا - مِّنْهُمْ - يَتْلُوْا - عَلَيْهِمْ - اٰيٰتِهٖ - وَيُزَكِّيْهِمْ
ایک رسول انہی میں سے پڑھتا ہے ان کے سامنے آیتیں اس کی اور پاک صاف
وَيُعَلِّمُهُمُ - الْكِتٰبَ - وَالْحِكْمَةَ ۗ - وَاِنْ
کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور دانائی اور تحقیق تھے
كَانُوْا - مِنْ - قَبْلُ - لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَ
وہ اس سے پہلے البتہ گمراہی صریح میں اور
اٰخَرِيْنَ - مِنْهُمْ - لَمَّا - يَلْحَقُوْا - بِهِمْ ۭ
دوسروں کے لیے بھی انہی میں سے کہ اب تک نہیں ملے وہ ان سے
وَهُوَ - الْعَزِيْزُ - الْحَكِيْمُ ③
اور وہ زبردست دانا

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ
زمین میں ہے بادشاہ پاک ذات زبردست
الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ
حکمتوں والا وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ
اٹھایا انہی میں سے سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور سنوارتا
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ
ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور عقل مندی اور اس
كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَ
سے پہلے وہ صریح بھول میں پڑے ہوئے تھے اور
اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ
اس رسول کو انہی میں سے ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی اٹھایا جو
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③
ابھی ان میں نہیں ملے اور وہی ہے زبردست حکمت والا

تسبیح : پاک کہنا ہے۔ مضارع ہے تسبیح سے تسبیح کے معنی ہیں کسی کے پاک ہونے کا اپنی زبان سے اقرار کرنا۔
ارشاد ہے کہ ہر چیز جو آسمان میں ہے اور زمین میں ہے اپنی زبان سے یا اپنی حالت دکھا کر ظاہر کر رہی ہے کہ اللہ پاک ہے وہی بادشاہ مطلق ہر برائی اور عیب سے پاک قوت میں کامل اور دانائی میں یکتا ہے۔ اس نے ایسے لوگوں میں جو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں جانتے تھے اور کھلم کھلا گمراہی میں پھنسے ہوئے تھے ایک رسول انہی میں سے بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کی عادتیں درست کرتا ہے اور ان کا خیال چلن سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے اور اسی رسول کو دوسرے لوگوں کے لیے بھی رسول مقرر کیا جو ان میں ابھی شامل نہیں ہوئے اور جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔ یہی اللہ ہے جو قوت اور دانائی میں کامل اور یکتا ہے۔
ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سارے انسانوں کے لیے جو ان کے زمانے میں تھے اور جو ان کے بعد آئیں گے رسول ہیں۔

یہود کی طرح مت بنو

ذٰلِكَ ۔ فَضْلُ اللّٰهِ ۔ يُؤْتِيْهِ ۔ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
یہ بزرگی اللہ کی ہے دیتا ہے وہ اسے جسے چاہے
وَاللّٰهُ ۔ ذُو الْفَضْلِ ۔ الْعَظِيْمِ ④ مَثَلُ الَّذِيْنَ
اور اللہ بڑائی والا ہے بڑی مثال ان لوگوں کی جن پر
حُمِّلُوا ۔ التَّوْرٰىةَ ۔ ثُمَّ ۔ لَمْ ۔ يَحْمِلُوْهَا
لادی گئی توراۃ پھر نہ اٹھایا انہوں نے اسے
كَمَثَلِ ۔ الْحِمَارِ ۔ يَحْمِلُ ۔ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ
مانند ہے مثال گدھے کی جو کہ اٹھائے پیٹھ پر کتابیں بری ہے
مَثَلُ ۔ الْقَوْمِ ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَذَّبُوْا ۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ
مثال ان کی جنہوں نے جھٹلایا آیتوں کو اللہ کی
وَاللّٰهُ ۔ لَا يَهْدِي ۔ الْقَوْمَ ۔ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ
اور اللہ نہیں راہ سجھاتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں کہہ دے
يٰۤاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ ۔ هَادُوْۤا ۔ اِنْ ۔ زَعَمْتُمْ ۔ اَنَّكُمْ
اے وہ لوگو جو یہودی ہوگئے ہو اگر گمان کرتے ہو تم کہ تم
اَوْلِيَآءُ ۔ لِلّٰهِ ۔ مِنْ ۔ دُوْنِ ۔ النَّاسِ
دوست ہو اللہ کے سوا سب لوگوں کے
فَتَمَنَّوُا ۔ الْمَوْتَ ۔ اِنْ ۔ كُنْتُمْ ۔ صٰدِقِيْنَ ⑥
پس تمنا کرو موت کی اگر ہو تم سچے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
یہ بڑائی اللہ کی ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④ مَثَلُ الَّذِيْنَ
اور اللہ کا فضل بڑا ہے ان لوگوں کی مثال جن پر
حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا
توراۃ لادی گئی پھر انہوں نے نہ اٹھائی
كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ
جیسے مثال گدھے کی کہ پیٹھ پر کتابیں لے چلتا ہے بری
مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ
مثال ہے ان کی جنہوں نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ
اور اللہ بے انصاف لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا تو کہہ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ
اے یہودی ہونے والو اگر تمہیں دعویٰ ہے کہ تم
اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ
اللہ کے دوست ہو سب لوگوں کے سوا
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥
تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو

ارشاد ہے کہ عظمت اور بڑائی اللہ کے لیے ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بڑائی عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ دیکھو اس نے کتنا بڑا احسان کیا کہ رہتی دنیا تک تمام انسانوں کی ہدایت کا حضرت محمد رسول اللہ کے ذریعے پورا پورا بندوبست کر دیا۔ اب اگر لوگوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو وہ یقیناً اس گدھے کی طرح ہیں جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہیں لیکن وہ ان سے فائدہ کچھ نہیں اٹھاتا۔ دیکھو یہودیوں نے یہی کیا کہ ان پر توراۃ کی پابندی کی ذمہ داری ڈالی گئی لیکن انہوں نے اس کی پروا نہ کی نہ اس کے حکموں پر چلے اور نہ اس کی حفاظت ہی کی۔ ظالموں کو بری بری چیزوں ہی سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ سنا تم نے باوجود اس قدر غفلت کے یہودی دعویٰ کرتے ہیں کہ انسانوں میں سے ان کے سوا اللہ کا دوست کوئی نہیں۔ اے رسول ان سے کہہ دے اگر یہی بات ہے تو مر جانے کی آرزو کرو تاکہ سیدھے اللہ کے پاس پہنچ جاؤ۔ جینے کیوں ہو

وہ تو موت سے بھاگتے ہیں

وَلَا۔ یَتَمَنَّوۡنَهٗۤ۔ اَبَدًاۢ۔ بِمَا۔ قَدَّمَتۡ
اور نہ چاہیں گے وہ موت کبھی بوجہ اس کے کہ پہلے بھیج چکے
اَیۡدِیۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ۔ عَلِیۡمٌۢ۔ بِالظّٰلِمِیۡنَ ﴿۷﴾
ہاتھ ان کے اور اللہ خوب واقف ہے ظلم کرنے والوں سے
قُلۡ۔ اِنَّ۔ الۡمَوۡتَ۔ الَّذِیۡ۔ تَفِرُّوۡنَ۔ مِنۡهُ
کہہ دے تحقیق وہ موت کہ بھاگتے ہو تم اس سے
فَاِنَّهٗ۔ مُلٰقِیۡكُمۡ۔ ثُمَّ۔ تُرَدُّوۡنَ۔ اِلٰی
پس تحقیق وہ ملنے والی ہے تم سے پھر لوٹائے جاؤ گے تم طرف
عٰلِمِ۔ الۡغَیۡبِ۔ وَالشَّهَادَةِ۔ فَیُنَبِّئُكُمۡ
جاننے والے چھپے اور کھلے کے پس جتلا دے گا وہ تمہیں
بِمَا۔ كُنۡتُمۡ۔ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾ ع
وہ جو تھے تم کرتے

وَلَا یَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتۡ
اور وہ اپنا مرنا کبھی نہ چاہیں گے ان کاموں کی وجہ سے جنہیں ان
اَیۡدِیۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ﴿۷﴾
کے ہاتھ بھیج چکے اور اللہ کو سب گنہگار معلوم ہیں
قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِیۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ
تو کہہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ
فَاِنَّهٗ مُلٰقِیۡكُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی
تم سے آملے گی پھر تم اس چھپے اور کھلے کے
عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمۡ
جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تم کو جتلا
بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾ ع
دے گا جو تم کرتے تھے

ارشاد ہوا کہ یہودی نہ توراۃ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں اور نہ ان کی حفاظت کرتے ہیں، حالانکہ ان پر یہ دونوں باتیں فرض تھیں باوجود اس کے دعویٰ اتنا بڑا کرتے ہیں کہ سارے انسانوں کے اندر بس ہم ہی ہیں جو اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ جنت ہمارے ہی لیے بنی ہے اور مرتے ہی ہم اس میں جابراجیں گے۔ ان سے کہو کہ اگر یہی بات ہے تو مرنے کی تمنا کیوں نہیں کرتے اور دنیا کی دولت سمیٹنے میں کیوں لگے رہتے ہو۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تمہیں ہر وقت موت کی آرزو کرتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ فوراً جنت میں جا کر دندناؤ ؛

آگے ارشاد ہے کہ ان کی تو حالت یہ رہی ہے کہ دنیا کی خاطر دین کو ہمیشہ پیٹھ کے پیچھے پھینکتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ وہی روش اختیار کی ہے جو توراۃ کے حکموں کے بالکل خلاف تھی۔ انہیں معلوم ہے کہ مرے پیچھے ان کی بری گت بننے کی کیونکہ انہوں نے وہ کام ہی نہیں کیے جن کی بدولت آخرت میں ان کا بھلا ہو۔ پھر یہ دنیا کو چھوڑ کر جانے کی تمنا کس بات پر کر سکتے ہیں یہ ہمیشہ ظلم و ستم اور بے انصافی پر ہی کمر باندھے رہے اور اللہ ان سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ ظالموں کا حال خوب جانتا ہے ان سے کہہ دے کہ جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو اور جس سے بچنے کے لیے بڑے بڑے مضبوط قلعے رہنے کے لیے بناتے ہو وہ تو آ کر رہے گی اور تم مر کر اللہ کے سامنے پیش ہو گے جو ہر چھپے اور کھلے سے واقف ہے وہ تمہیں بتلا دے گا کہ دنیا میں تمہارے کرتوت کیا تھے اور آخرت میں اس کی کیا سزا ملے گی ؛

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے

يٰٓاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْٓا - اِذَا - نُوْدِيَ - لِلصَّلٰوةِ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز کے لیے
مِنْ - يَّوْمِ - الْجُمُعَةِ - فَاسْعَوْا - اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ
جمعہ کے دن پس لپکو اللہ کے ذکر کی طرف
وَذَرُوا - الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ - خَيْرٌ - لَّكُمْ - اِنْ
اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر
كُنْتُمْ - تَعْلَمُوْنَ (۹) فَاِذَا - قُضِيَتِ - الصَّلٰوةُ
ہو تم جانتے پس جب پوری ہو چکے نماز
فَانْتَشِرُوْا - فِي الْاَرْضِ - وَابْتَغُوْا - مِنْ
تو چلو پھرو زمین میں اور تلاش کرو کچھ
فَضْلِ - اللّٰهِ - وَاذْكُرُوا - اللّٰهَ - كَثِيْرًا
فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت زیادہ
لَّعَلَّكُمْ - تُفْلِحُوْنَ (۱۰)
تاکہ تم فلاح پاؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ
اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کی
مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ
اذان ہو تو اللہ کی یاد کے لیے دوڑو
وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۹) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ
تمہیں سمجھ ہے پھر جب نماز تمام ہو چکے
فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ
تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل
فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا
ڈھونڈو اور اللہ کو بہت یاد کرو
لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۱۰)
کہ تمہارا بھلا ہو

اِنْتَشِرُوْا (ادھر ادھر چلے جاؤ) امر کا صیغہ اِنْتِشَارٌ سے جو ن۔ ش۔ ر سے بنا ہے نَشْرٌ کے معنی پھیلانا اِنْتِشَارٌ پھیل جانا۔ یہ لفظ سورہ الاحزاب میں گذر چکا ہے۔ اس سے مراد ہے اٹھ کر اپنے کام میں لگو۔ یہ بتا کر کہ یہودیوں نے توراۃ کے حکموں پر عمل نہیں کیا مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ تم قرآن کے حکموں پر عمل کرو۔ یہودیوں کے لیے ہفتہ کا دن صرف عبادت کے لیے مقرر تھا اور وہ اس سارے دن کوئی اور کام نہ کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور ہفتہ ہی کا دن شکار کا مقرر کیا۔ تمہارے لیے جمعہ کا دن اکٹھے ہو کر نماز پڑھنے کا مقرر کیا جاتا ہے۔ تم اس دن ایسا کرو کہ جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان دے دی جائے تو کاروبار چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو اور مسجد میں حاضر ہو کر خطبہ سنو اور نماز ادا کرو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ اور سمجھ سے کام لوگے تو اس بات کو خوب سمجھ جاؤ گے۔ پھر جب نماز پوری ہو چکے تو تمہیں اجازت ہے کہ اٹھ کر مسجد کے باہر جاؤ اور اپنے اپنے کمائی کے دھندو میں لگو۔ لیکن اللہ کا ذکر ہر وقت کرتے رہو اور دنیا کے مشغلوں میں پھنس کر اسے کبھی نہ بھولو۔ اسی میں تمہاری نجات اور کامیابی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ÷

آداب جمعہ

وَاِذَا - رَاَوْا - تِجَارَةً - اَوْ - لَهْوًا -
اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کھیل تماشا
انْفَضُّوْٓا - اِلَيْهَا - وَتَرَكُوْكَ - قَآئِمًا -
تو اٹھ کر چل دیں اس کی طرف اور چھوڑ جائیں تجھے کھڑا
قُلْ - مَا - عِنْدَ اللّٰهِ - خَيْرٌ - مِّنَ
کہہ دے جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے کھیل سے
اللَّهْوِ - وَمِنَ التِّجَارَةِ - وَاللّٰهُ - خَيْرُ
اور سوداگری سے اور اللہ سب سے اچھا
الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١﴾
رزق دینے والا ہے

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا
اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا
انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا
تو متفرق ہو جائیں اس کی طرف اور تجھے کھڑا چھوڑ جائیں
قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ
تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشے
اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ
اور سوداگری سے بہتر ہے اللہ بہتر ہے
الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١﴾
روزی دینے والا

پہلے کہا گیا کہ جب جمعہ کی آذان دے دی جائے تو سارے کام چھوڑ کر خطبہ سننے اور نماز ادا کرنے کے لیے جمع ہو جاؤ۔ علماء نے کہا ہے کہ اس اذان سے مراد وہ آذان ہے جو خطبہ سے پہلے خطیب کے سامنے کھڑے ہو کر دی جاتی ہے کیونکہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت فقط وہی اذان دی جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں اس سے پہلے ایک اور اذان دی جانے لگی اور سب نے اجماع کر لیا کہ ایک آذان خطبہ کی آذان سے پہلے ہونی چاہیئے۔ اب حکم یہ ہے کہ خطبہ کی اذان کے بعد تو خرید و فروخت قطعاً حرام ہے اور پہلی اذان کے بعد اس کے حرام ہونے میں اختلاف ہے۔ بہتر یہی ہے کہ پہلی آذان کے بعد ہی کاروبار چھوڑ کر نماز کے لیے حاضر ہو جائے۔

اس آیت میں حکم ہے کہ آذان کے بعد خطبہ اور نماز سے فارغ ہوتے تک سب کام چھوڑ دو۔ بعض لوگوں نے شروع میں ایک دفعہ ایسا کیا کہ آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اسی وقت ایک قافلہ غلّہ لے کر مدینہ پہنچا اور چونکہ شہر میں غلّہ کی مانگ تھی اس لیے بعض لوگ خطبہ میں سے اٹھ کر قافلہ کی دھوم دھام دیکھنے اور اس سے غلّہ لینے کے لیے دوڑے خیال ہوگا کہ نماز میں آ کر شریک ہو سکیں گے۔ اس طرزِ عمل سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ تمہیں خطبہ دیتے چھوڑ کر خرید و فروخت کرنے اور تماشا دیکھنے کے لیے اٹھ گئے وہ غلط راستہ پر چلے۔ ان سے کہو کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے خطبہ چھوڑ کر چل دینا اس لیے کہ کہیں قافلہ کا غلّہ ختم نہ ہو جائے اور ہم نہ خرید سکیں تو کھائیں گے کہاں سے غلط بات ہے اللہ کے پاس ان چیزوں سے کہیں زیادہ اچھی چیزیں ہیں۔ وہ انہی کے لیے ہیں جو اس کے حکم پر پورے طور پہ چلتے ہیں۔ اس سورت میں سکھایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم سے فائدہ اٹھاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر چلو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودیوں کی طرح دین کو چھوڑ بیٹھو اور سوا نام کے اسلام کے تمہارے اندر کچھ باقی نہ رہے ایسا ہوا کہ تم دنیا اور آخرت کی خیر اور برکتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن کی تریسٹھویں سورت ہے اور سنہ ۵ھ کے اندر مدینہ میں نازل ہوئی ۔ اس میں دو رکوع ہیں۔ اس سال منافقوں نے زبان درازی پر کمر باندھی تھی ۔ یہ سال غزوۂ احد سنہ ۳ھ اور غزوۂ احزاب سنہ ۵ھ کے درمیان تھا منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبیّ ابھی اس خیال میں تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ سے نکال کر وہاں کا سردار بن کر بیٹھ جائے ۔ مسلمانوں سے بظاہر تو اچھی طرح ملتا تھا لیکن چپکے چپکے لوگوں کو اکساتا رہتا تھا کہ انہیں دق کریں تاکہ وہ مدینہ سے نکل جائیں اور میدان اس کے ہاتھ آجائے ۔

اس سورت میں منافقوں کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا گیا ہے کہ یہ منافق لوگ دنیا میں دولت عزت اور اپنے حمایتی پیدا کرنے کے فکر میں لگے رہتے ہیں تم ان چیزوں سے دل نہ لگاؤ ۔ کیونکہ جس نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے وہ کہیں کا نہ رہا تھوڑے دن میں وہ مرجائے گا اور دنیا کی چیزیں یہیں چھوڑ جائے گا اور آخرت میں پچھتائے گا کہ افسوس میں نے دنیا میں یہاں کے لیے کچھ نہ کیا جو آج کام آتا ۔ وہ کہے گا کہ کاش دنیا میں اسے کسی طرح پھر جانا مل جائے تو آخرت کے لیے بہت سا سامان اکٹھا کرلے ۔ لیکن یہ اس کی تمنا بے کار ہوگی ۔ کیونکہ موت کے بعد دنیا میں پھر آنا نہیں ہوسکتا۔

اس سورت میں منافقوں کی بابت کہا گیا ہے کہ یہ منہ پر تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد رصلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں لیکن دل میں اس کا انکار کرتے ہیں ۔ یہ لوگ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں ، جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے کام چل جائے گا اور لوگ انہیں سچا سمجھ کر ان کی بات مان لیں گے ۔ یہ لوگ بزدل اور ڈرپوک ہیں ذرا سے کھٹکے سے ان کا دم نکل جاتا ہے کہ اب ہم پر کوئی آفت آئی ۔ ان کا ڈیل ڈول تو خاصا ہے لیکن دل بڑا بودا ہے ۔ اس پر بھی شیخیاں مارتے پھرتے ہیں کہ ہمارے برابر کوئی نہیں ۔ ہمیں کیا غرض پڑی ہے ۔ کہ ہم حضرت محمد رصلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا سردار بنائیں ۔ یہی منافق تو ہیں جن کا سردار کہتا پھرتا ہے کہ ان مہاجروں کو مالی امداد مت دو ۔ یہ دق ہوکر آپ ہی بھاگ جائیں گے ۔ اس نے ایک سفر میں کہا کہ اب کے مدینہ پہنچتے ہی ہم سارے معزز لوگ ان ذلیل و پست مسلمانوں کو باہر نکال کریں گے ۔

یہ سب نری بکواس ہے ، مال و دولت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اور عزت اور ذلت سب اسی کے قبضہ میں ہے ۔ وہ جسے چاہے دے ۔ مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ کو مت بھولو اسی سے بیڑا پار ہوگا ۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اٰیاتھا ۱۱ رکوعاتھا ۲

منافق جھوٹے ہیں

اِذَا - جَآءَكَ - الْمُنٰفِقُوْنَ - قَالُوْا - نَشْهَدُ
جب آتے ہیں تیرے پاس منافق کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں
اِنَّكَ - لَرَسُوْلُ - اللّٰهِ ۘ - وَاللّٰهُ - يَعْلَمُ - اِنَّكَ
کہ تحقیق تو البتہ رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تحقیق تو
لَرَسُوْلُهٗ ؕ - وَاللّٰهُ - يَشْهَدُ - اِنَّ - الْمُنٰفِقِيْنَ
البتہ رسول ہے اس کا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ
لَكٰذِبُوْنَ ① اِتَّخَذُوْٓا - اَيْمَانَهُمْ - جُنَّةً
البتہ جھوٹے ہیں بنایا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال
فَصَدُّوْا - عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ - اِنَّهُمْ
پس روکتے ہیں اللہ کے راستہ سے تحقیق وہ لوگ
سَآءَ - مَا - كَانُوْا - يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ
برا ہے جو ہیں وہ کرتے یہ بوجہ
بِاَنَّهُمْ - اٰمَنُوْا - ثُمَّ - كَفَرُوْا - فَطُبِعَ - عَلٰى
اس کے کہ وہ ایمان لائے پھر انکار کر گئے پس مہر لگ گئی
قُلُوْبِهِمْ - فَهُمْ - لَا يَفْقَهُوْنَ ③
دلوں پر ان کے پس وہ نہیں سمجھتے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ
جب تیرے پاس منافق آئیں تو کہیں ہم قائل ہیں
اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ
کہ تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو
لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق
لَكٰذِبُوْنَ ① اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً
جھوٹے ہیں انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ
ہے پھر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں برے کام ہیں
سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ
جو یہ لوگ کر رہے ہیں یہ اس لیے
بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى
کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہوگئے پھر ان کے دل پر
قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③
مہر لگ گئی سو وہ اب کچھ نہیں سمجھتے

ارشاد ہے کہ یہ منافق لوگ جن کی زبان پر کچھ اور ہے اور دل میں کچھ اور ہے، جب اے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پاس آتے ہیں تو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم آپ کو دل سے اللہ کا رسول مانتے ہیں۔ بات تو یہی ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور اللہ اسے خوب جانتا ہے لیکن تمہیں یہ بھی بتائے دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ وہ دل سے تمہیں اللہ کا رسول مانتے ہیں اور یہ ہیں ہی جھوٹے لپاٹی جھوٹ بولنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ تو غرض کے بندے ہیں، مسلمانوں سے جان بچانے کے لیے فوراً قسمیں کھا لیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر جب موقعہ ملتا ہے تو دوسروں سے یہ مسلمانوں کی برائیاں کرکے انہیں مسلمان ہونے سے روکتے ہیں یہ کیسا برا کام ہے۔ ان کی زبان پر ایمان اور دل میں کفر ہے اسی کی شامت سے ان کی عقل چلتی بنی۔ اب ان کی سمجھ میں خاک نہیں آتا۔

موٹے تازے مگر بزدل

وَاِذَا ۔ رَاَيْتَ ۔ هُمْ ۔ تُعْجِبُكَ ۔ اَجْسَامُهُمْ ۔ وَ

اور جب دیکھے تو انہیں توخوش کریں تجھے بدن ان کے اور

اِنْ يَّقُوْلُوْا ۔ تَسْمَعْ ۔ لِقَوْلِهِمْ ۔ كَاَنَّهُمْ

اگر بولیں وہ تو تو سنے بات ان کی گویا وہ

خُشُبٌ ۔ مُّسَنَّدَةٌ ۔ يَحْسَبُوْنَ ۔ كُلَّ ۔ صَيْحَةٍ

لکڑیاں ہیں سہارے لگائی ہوئی گمان کرتے ہیں ہر چیخ و پکار کو

عَلَيْهِمْ ۔ هُمُ ۔ الْعَدُوُّ ۔ فَاحْذَرْهُمْ ۔ قَاتَلَهُمُ ۔

اپنے اوپر وہی ہیں دشمن پس بچ ان سے غارت کرے ان کو

اللّٰهُ ۔ اَنّٰى ۔ يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا ۔ قِيْلَ ۔ لَهُمْ

اللہ کہاں پھرے جا رہے ہیں اور جب کہا جائے ان سے

تَعَالَوْا ۔ يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ ۔ رَسُوْلُ ۔ اللّٰهِ ۔ لَوَّوْا

آؤ بخشش مانگے تمہارے لیے اللہ کا رسول موڑ لیتے

رُءُوْسَهُمْ ۔ وَرَاَيْتَهُمْ ۔ يَصُدُّوْنَ ۔ وَهُمْ

ہیں سر اپنے اور تو دیکھتا ہے انہیں کہ رکتے ہیں اور

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ ۔ عَلَيْهِمْ ۔ اَسْتَغْفَرْتَ

تکبر کرنے والے ہیں برابر ہے ان کے لیے خواہ تو بخشش طلب

لَهُمْ ۔ اَمْ ۔ لَمْ ۔ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ

کرے ان کے لیے یا نہ بخشش طلب کرے تو ان کے لیے

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ

اور جب تو انہیں دیکھے تو اچھے لگیں تجھے ان کے ڈیل ڈول

اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ

اور اگر بات کہیں سنے تو ان کی بات گویا وہ ہیں جیسے لکڑی

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ

دیوار سے لگا دی جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر

عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قَاتَلَهُمُ

بلا آئی وہی ہیں دشمن ان سے بچتا رہ اللہ ان کی گردن

اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

مارے کہاں پھرے جاتے ہیں اور جب ان سے کوئی کہے

تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا

آؤ تم کو اللہ کا رسول معاف کرا دے تو اپنے

رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ

سر مٹکاتے ہیں اور تو دیکھے کہ وہ رکتے ہیں اور

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ

غرور کرتے ہیں برابر ہے ان کے لیے تو ان

لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ

کی معافی چاہے یا نہ چاہے

ارشاد ہے کہ دیکھنے میں تو یہ لوگ بڑے ہٹے کٹے ہیکڑ جوان معلوم ہوتے ہیں ایسے کہ دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے اور باتیں بنانے میں بھی طاق ہیں ایسی لچھے دار گفتگو کرتے ہیں کہ بس سنتے ہی جاؤ۔ لیکن اندر سے کسی کام کے نہیں۔ ایسے ہیں جیسے لکڑیوں کے بڑے بڑے گدے کو سہارا لگا۔ تو کھڑے ہیں ورنہ چاروں شانے چت پڑے ہیں۔ ڈرپوک ایسے کہ جہاں کوئی ذرا بھی شور و غل ہوا سمجھے کہ بس ہماری آفت آئی سچ ہے جس کے کرتوت کھوٹے ہوتے ہیں اسے ہر وقت کھٹکا ہی لگا رہتا ہے کہ اب کچھ ہوا۔ خدا ان کا ناس کرے، یہ کہاں سے اس قدر بہکے کہ سیدھے ہونے کا نام ہی نہیں لیتے اگر کوئی ان سے کہے کہ کیا واہی تباہی کام کرتے پھرتے ہو، رسول اللہ کے پاس آؤ وہ تمہارے لیے بخشے جانے کی دعا کریں گے تو منہ پھیر کر اکڑ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے استغفار یا نہ کرنا برابر ہے یہ بالکل گئے گذرے ہوئے۔

لو اور سنو

لَنْ - يَّغْفِرَ - اللّٰهُ - لَهُمْ ۭ اِنَّ - اللّٰهَ - لَا يَهْدِي
ہرگز نہ بخشے گا اللہ انہیں تحقیق اللہ راہ نہیں دکھاتا
الْقَوْمَ - الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ - الَّذِيْنَ - يَقُوْلُوْنَ
ان لوگوں کو جو بدکار رہیں یہی ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں
لَا تُنْفِقُوْا - عَلٰى مَنْ - عِنْدَ - رَسُوْلِ اللّٰهِ
مت خرچ کرو ان پر جو پاس ہیں رسول اللہ کے
حَتّٰى - يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ - خَزَاۗىِٕنُ
یہاں تک کہ تتر بتر ہوجائیں وہ اور اللہ کے لیے ہیں خزانے
السَّمٰوٰتِ - وَالْاَرْضِ - وَلٰكِنَّ - الْمُنٰفِقِيْنَ
آسمانوں کے اور زمین کے اور لیکن یہ بدباطن لوگ
لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦
نہیں سمجھتے

لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا بیشک اللہ راہ نہیں دکھاتا
الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
نا فرمان لوگوں کو وہی ہیں جو کہتے ہیں
لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
کہ مت خرچ کرو ان پر جو رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں
حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ
یہاں تک کہ متفرق ہوجائیں اور اللہ کے پاس
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں لیکن منافق
لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦
نہیں سمجھتے

يَنْفَضُّوْا بکھر جائیں، مضارع کا صیغہ ہے اِنْفِضَاضٌ سے جوف ـض ـض سے بنا ہے فَضّ کے معنی توڑ دینا بکھیر دینا انفضاض اس کا لازم ہے، ٹوٹ جانا۔ بکھر جانا۔

ارشاد ہے کہ ان کے خیالات نکمے اور عمل بے کار ہیں ۔ یہ اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگتے ہیں۔ جب کوئی سمجھانے سے سمجھے ہی نہیں تو وہ گرا کیا سنبھلے گا۔ ان کے لیے تم استغفار کرو یا نہ کرو۔ اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ کیونکہ بدکاروں اور نافرمانوں کو اللہ سیدھا راستہ نہیں دکھاتا اور وہ سدا بھٹکے ہی پھریں گے

آگے ارشاد ہے کہ یہ وہی لوگ تو ہیں جن کے سردار نے کسی سفر میں مہاجرین اور انصار کے درمیان کوئی جھگڑا اس کر کہہ دیا تھا کہ اے مدینہ والو تم ہی نے ان مہاجروں کو منہ لگا رکھا ہے تم اگر ان کو خرچ نہ دو اور مالی مدد ان سے روک لو تو یہ ابھی تنگ آکر ادھر ادھر بھاگ جائیں اور تتر بتر ہو جائیں۔

ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین میں جس قدر مال اور دولت ہے وہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے کیا وہ اپنے فرمانبرداروں کو اور اپنے رسول کے مددگاروں کو بھوکا مار دے گا۔ بات یہ ہے کہ ان منافقوں کی سمجھ جاتی رہی ہے، یہ اتنی بات نہیں سمجھ سکتے کہ اللہ مسلمانوں کو بہت کچھ دینے والا ہے۔

ایک اور بکواس

يَقُوْلُوْنَ ۔ لَئِنْ ۔ رَّجَعْنَآ ۔ اِلَى الْمَدِيْنَةِ
کہتے ہیں البتہ اگر لوٹے ہم مدینہ کی طرف
لَيُخْرِجَنَّ ۔ الْاَعَزُّ ۔ مِنْهَا ۔ الْاَذَلَّ ؕ وَ ۔ لِلّٰهِ
البتہ ضرور نکال دے گا زور والا اس میں سے کمزور کو اور اللہ کے
الْعِزَّةُ ۔ وَلِرَسُوْلِهٖ ۔ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَلٰكِنَّ
لیے ہے زور اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے اور لیکن
الْمُنٰفِقِيْنَ ۔ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ يٰۤاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ
منافق لوگ نہیں جانتے اے لوگو جو
اٰمَنُوْا ۔ لَا تُلْهِكُمْ ۔ اَمْوَالُكُمْ ۔ وَلَآ ۔ اَوْلَادُكُمْ
ایمان لائے ہو نہ غافل کردیں تمہیں تمہارا مال اور نہ تمہاری اولاد
عَنْ ۔ ذِكْرِ ۔ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ ۔ يَّفْعَلْ ۔ ذٰلِكَ
اللہ کی یاد سے اور جس نے کیا ایسا
فَاُولٰٓئِكَ ۔ هُمُ ۔ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹
پس وہ لوگ وہی خسارہ میں ہیں

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ
کہتے ہیں اگر ہم مدینہ میں پھر گئے تو وہاں سے
لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ
زور آور لوگ کمزور لوگوں کو نکال دیں گے اور زور تو
الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ
اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا اور ایمان والوں کا اور لیکن
الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ع ۸ ۱۲
منافق نہیں جانتے اے ایمان والو
اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ
تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
یاد سے غافل نہ کریں اور جو یہ کام کریں گے
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹
وہی لوٹے میں رہیں گے

منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے کسی سفر میں سنا کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کا کچھ جھگڑا ہو گیا۔ اس پر اس نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ زہر اگلا کہ مدینہ والے ان مہاجروں کو خرچ دیتے ہیں اس لیے وہ اتنے ڈھیٹ ہو گئے ہیں کہ اوروں کے منہ آتے ہیں۔ مدینہ والوں کو چاہیے کہ ان کو ذرا بھی خرچ نہ دیں ابھی ابھی ان کا جتھا ٹوٹ جائے گا اور یہ بھی کہا کہ اب کے مدینہ پہنچ کر ان مٹھی بھر کمزور لوگوں کو ہم جو ان سے کہیں زیادہ زور اور قوت والے ہیں نکال باہر کریں گے ؛

اس آیت میں ان منافقوں کے خیالات کی خبر دی گئی ہے اور بتلا دیا گیا ہے کہ زور اور قوت اور عزت والا اللہ ہے اور اس کے رسول اور اس کے ایمان والے بندے ہیں۔ ان کی سمجھ میں اتنی بات نہیں آتی تو یہ عقل مند ہونے کا دعوےٰ کیوں کرتے ہیں ؛

اس کے بعد ایمان والوں کو ارشاد ہے کہ دیکھو ان بے وقوفوں کی طرح دنیا کے اندر مال اور اولاد ہی میں جی لگا مت بیٹھ جانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ کی یاد چھوڑ بیٹھو۔ جو لوگ دنیا ہی میں پھنسے ہوئے ہیں اور مال اور اولاد ہی کی محبت میں گرفتار ہیں اور اللہ کو بھول گئے ہیں وہ لوگ بڑے گھاٹے میں رہیں گے ؛

مال جوڑنے کے لیے نہیں

وَاَنْفِقُوْا ۔ مِنْ ۔ مَّا ۔ رَزَقْنٰكُمْ ۔ مِّنْ قَبْلِ
اور خرچ کرو اس میں سے جو دیا ہم نے تمہیں پہلے اس کے
اَنْ ۔ يَّاْتِيَ ۔ اَحَدَكُمُ ۔ الْمَوْتُ ۔ فَيَقُوْلَ
کہ آجائے کسی کو تم میں سے موت پھر کہنے لگے
رَبِّ ۔ لَوْلَآ ۔ اَخَّرْتَنِيْٓ ۔ اِلٰٓى ۔ اَجَلٍ ۔ قَرِيْبٍ
اے میرے رب کیوں نہ مہلت دی تو نے مجھے ایک قریب کی مدت تک
فَاَصَّدَّقَ ۔ وَاَكُنْ ۔ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾
تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں سے
وَلَنْ ۔ يُّؤَخِّرَ ۔ اللّٰهُ ۔ نَفْسًا ۔ اِذَا ۔ جَآءَ
اور ہرگز نہ مہلت دے گا اللہ کسی جی کو جب آپہنچی
اَجَلُهَا ۔ وَاللّٰهُ ۔ خَبِيْرٌ ۔ بِمَا
مدت اس کی اور اللہ خبردار اس سے جو
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع
تم کرتے ہو

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اور جو کچھ ہمارا دیا ہوا ہے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں
اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ
سے کسی کو موت آپہنچے تب کہے
رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ
اے رب کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھے ایک تھوڑی سی
فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾
مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں
وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ
اور اللہ کسی جی کو ہرگز ڈھیل نہ دے گا جب اس کا
اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا
وعدہ آپہنچا اور اللہ کو خبر ہے جو تم
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع
کرتے ہو۔

مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ مال کو جوڑ کر مت رکھو، اس میں سے کچھ اللہ کے واسطے بھی خرچ کرو۔ دیکھو نیک کاموں میں خرچ کرنے کا موقعہ فقط اسی وقت تک ہے جب تک موت آ کر گلا نہیں دباتی۔ اس سے پہلے جو کچھ نیک کاموں میں خرچ کرنا ہے کر لو۔ ورنہ جب موت نے آ دبایا تو سوا افسوس اور حسرت کے کچھ پلے نہ پڑے گا۔ نہ مال کا جمع کیا ہوا ڈھیر اس وقت کام آئے گا اور نہ اولاد کچھ کر سکے گی۔ آدمی یہی کہتا ہوا چل بسے گا کہ کاش کہ تھوڑے دن اور جینا مل جاتا تو کام بن جاتا۔ کہے گا اے رب مجھے کچھ دن جینے دے تاکہ میں خوب خیرات کروں اور صدقے دوں اور نیک لوگوں کی طرح زندگی بسر کر کے ان کے اندر داخل ہو جاؤں۔

ارشاد ہے کہ اے نادان انسان کان کھول کر سن لے کہ جب کسی کی موت کا وقت آپہنچا اور اس کی جان لبوں پر آ گئی پھر اسے ہرگز دنیا کی زندگی اور نہیں مل سکتی۔ اگر ہوش و حواس برقرار رہنے تک کچھ نہ کیا تو بس پھر ترکی تمام شد۔ اس سے پہلے جو نیک کام کرنا ہے کر لو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ کیا بتاتی ہے؟

سچے مسلمانوں کا ایسے لوگوں سے کبھی پیچھا نہ چھوٹا جو ظاہر میں تو بڑے بھاری مسلمان بنے پھرتے ہیں لیکن دل میں نہ ایمان ہے نہ یقین۔ یہ لوگ ان لوگوں کو بیوقوف سمجھتے ہیں جو سچے دل سے ایمان لا کر اللہ کی فرمانبرداری اور رسول کی اطاعت پر تلے ہوئے ہیں ان کے مقابلے میں دنیا کی دولت اور عزت کے پیچھے ہاتھ دھو کر نہیں پڑتے۔ یہ لوگ دیکھنے میں خوب ہٹے کٹے مسٹنڈے موٹے تازے ہیں بولنے پر آئیں تو سماں باندھ دیں وہ چکنی چپڑی باتیں بنائیں کہ اچھے اچھوں کے ان کی طرف کان لگ جائیں۔ ایسی ایسی دھواں دھار تقریریں کریں تو لوگ سن کر حیران رہ جائیں اور کہیں اللہ اللہ کیا ہی خوب بولنے والا شخص ہے رولا دینا اور ہنسا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جی چاہتا ہے سنے ہی جاؤ زبانی طور پر بڑے بڑے وعدوں کی بھرمار کہ میں یہ کر دوں گا اور وہ کر دوں گا لیکن اندر سے بالکل کھوکھلے۔ کام کے وقت ننھے بیچارے جیسے کچھ دم ہی نہیں۔ ذرا سا کھٹکا ہوا تو دم دبا کر بھاگے اور کہیں ڈھونڈھے پتہ نہ ملا۔ تاریخ ایسے لوگوں کی کہانیوں سے بھری پڑی ہے۔ انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کو زک دی اور جب ان کی کرتوتوں کا بھانڈا پھوٹ گیا تو چلتے پھرتے نظر آئے اور کہیں اور جا کر اپنا ٹھیا بنا لیا۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع ہوئے تو آج تک ختم ہونے میں نہیں آتے مسلمانوں پر جب بھی کوئی آفت آئی وہ انہی کے دم سے آئی۔ یہ لوگ ایسے کائیاں ہوتے ہیں کہ قانون کی زد میں کبھی نہیں آتے بالا ہی بالا ہیئت پھیر بدل کرتے رہتے ہیں۔ عوام ان سے دق، دین ان سے نالاں، دنیا ان سے پریشان۔ غرض ایک ایسی مصیبت ہیں جس کا کوئی علاج نہیں۔ منہ پر کچھ دل میں کچھ۔ ان کے کاٹے کا منتر نہیں اگر دیکھنا چاہیں تو آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں۔ سچے مسلمانوں کے لیے کوئی چارہ نہیں سوا اس کے کہ ان سے اللہ کی پناہ مانگیں اور ان کے رویہ سے دور بھاگتے رہیں ان کو دو چیزیں الو بنائے ہوئے ہیں، مال اور اولاد اور خاص طور پر مال ✤

اسی لیے سورت کے آخر میں ہدایت کی گئی ہے کہ اے ایمان والو مال کا مالک اللہ ہے اور وہی مال دینے والا بھی ہے مال جمع کرنے کے لیے نہیں دیا جاتا۔ اسے تھوڑا بہت نیک کاموں میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے حسب مقدور خرچ کرتے رہا کرو۔ ورنہ مرتے وقت پچھتاتے پچھتاتے جان نکل جائے گی اور خرچ کا سارا موقعہ جاتا رہے گا باقی اللہ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے ✤

سورۃ التغابن

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چونسٹھویں (۶۴) سورت ہے اور مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال نازل ہوئی اس میں دو رکوع ہیں یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان مکہ والوں کی انتہائی بدسلوکی کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑ چھاڑ کر مدینہ ہجرت کر کے آ رہے تھے بہت سے لوگ اس مشکل میں پھنسے ہوئے تھے کہ ان کا مال، بیوی، بچے، گھر وغیرہ جو کچھ تھا مکہ ہی میں تھا۔ ادھر دیگر رشتہ دار ان پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ اسلام کو چھوڑ دیں اور اپنے گھر سے بے گھر نہ ہوں۔ بہت سے بیوی بچوں کو ساتھ نہ لے جا سکتے تھے کیونکہ ان کے پاس سواری اور سفر خرچ کا بندوبست نہ تھا۔ ان کے بچے ان کے سر ہو رہے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔ غرض مسلمان عجب کش مکش میں مبتلا تھے، بہت سے بیوی بچوں کو چھوڑ کر چلے آئے تھے کچھ ابھی وہیں ٹھٹک رہے تھے، ان حالات میں یہ سورت نازل ہوئی اور اسلام کا ڈنکا بجایا۔ مرنے کے بعد کی مصیبتوں کا حال بتا کر ان سے ڈرایا۔

ارشاد ہوا کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کر رہی ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ سارے ملک کا مالک ہے اور ساری خوبیاں اس کے اندر جمع ہیں۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا پھر ان میں سے بعض نے تو اللہ کو مانا اور اس پر ایمان لائے اور بعض بالکل انکار کر بیٹھے۔ تعجب ہے۔ کیا ان انکار کرنے والوں کو ان لوگوں کا حال معلوم نہیں جو ان سے پہلے تھے۔ ان پر اللہ کا انکار کرنے سے دنیا ہی میں بڑی بڑی مصیبتیں پڑ چکی ہیں اور ابھی آخرت کا عذاب ان کے لیے باقی ہے ان کے پاس اللہ کے رسول آئے اور اپنے رسول ہونے کی صاف صاف کھلی نشانیاں پیش کیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہم اپنے ہی جیسے آدمی کو اپنا ہادی اور اپنا پیشوا کیسے بنا لیں اس وجہ سے وہ اللہ ہی کا انکار کر بیٹھے۔ اللہ کو ان کی کیا پرواہ تھی چشم زدن میں انہیں غارت کر دیا یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی تم کہہ دو کہ قسم ہے رب کی وہ ضرور آئے گی اور تمہیں اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو اللہ کو مانو اور اس کے رسول کو مانو۔ قرآن مجید کی روشن آیتوں کو مانو ورنہ قیامت کے دن بڑے ٹوٹے میں رہو گے۔ اس دن نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور بدکار جہنم میں دھکیل دیئے جائیں گے۔

اے انسانو! مصیبت اللہ ہی بھیجتا ہے۔ ایمان والے اس کی غرض و غایت سمجھ جاتے ہیں بے ایمان بھٹ بھیڑے مارتے پھرتے ہیں۔ سنو تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں۔ ان کی وجہ سے کوئی نیک کام مت چھوڑو۔ ان سے تو تمہاری آزمائش مقصود ہے۔ اپنا مال اللہ کے واسطے دوسروں کے لیے خرچ کرو یہ سمجھو کہ یہ تم اللہ کو قرض دے رہے ہو۔ وہ بڑا فیاض ہے، تمہارا سارا قرض چکا دے گا اور اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا۔

سورۃ التغابن مدنیۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱ یاتھا ۱۸ ، رکوعاتھا ۲

اللہ کی خوبیاں

یسبح ۔ للہ ۔ ما ۔ فی السموت ۔ وما
تسبیح کرتا ہے اللہ کی جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے
فی الارض لہ ۔ الملک ۔ ولہ الحمد
زمین میں اسی کے لیے ہے بادشاہی اور اسی کے لیے ساری خوبی
وھو ۔ علی کل شیء ۔ قدیر ① ھو ۔ الذی
اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہی ہے جس نے
خلقکم ۔ فمنکم ۔ کافر ۔ ومنکم ۔ مؤمن
بنایا تمہیں پس کوئی تم میں انکار کرنے والا ہے اور کوئی تم میں ایمان لانے والا ہے
واللہ ۔ بما ۔ تعملون ۔ بصیر ② خلق
اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے پیدا کیے اس نے
السموت ۔ والارض ۔ بالحق ۔ وصورکم
آسمان اور زمین جیسے وہ ہونے چاہئیں اور نقشہ کھینچا تمہارا
فاحسن ۔ صورکم والیہ ۔ المصیر ③
پس اچھی بنائیں صورتیں تمہاری اور اسی کی طرف لوٹنا ہے

یسبح للہ ما فی السموت وما
پاکی بول رہا ہے اللہ کی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
فی الارض لہ الملک ولہ الحمد
زمین میں ہے اسی کا راج ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے
وھو علی کل شیء قدیر ① ھو الذی
اور وہی ہر چیز کر سکتا ہے وہی ہے جس نے
خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن
تمہیں بنایا پھر کوئی تم میں سے منکر ہے اور کوئی ایماندار
واللہ بما تعملون بصیر ② خلق
اور اللہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو بنایا
السموت والارض بالحق وصورکم
آسمانوں کو اور زمین کو تدبیر سے اور صورت کھینچی
فاحسن صورکم والیہ المصیر ③
تمہاری پھر تمہاری صورت اچھی بنائی اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے

ارشاد ہے کہ کائنات کی ہر چیز بے جان ہو یا جاندار، آسمان میں ہو یا زمین میں اپنی حالت سے ظاہر کر رہی ہے اور اگر زبان رکھتی ہے تو منہ سے بھی کہہ رہی ہے کہ اللہ ہر عیب، نقص اور کمی سے دور اور پاک صاف ہے حقیقت میں بادشاہی اسی کی ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔ خوبیاں ساری اسی میں ہیں۔ اگر کسی کا راج نظر آتا ہے یا کسی میں کوئی خوبی دکھائی دیتی ہے تو اسی کے راج کی ایک جھلک اور اسی کی خوبیوں کا عکس ہے نہ کسی میں زور ہے نہ قوت۔ اگر کچھ ہے بھی تو اسی کا دیا ہوا ہے اس کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے جو چاہے کرے کوئی روکنے والا نہیں وہی ہے جس نے اے انسانو! تمہیں پیدا کیا۔ پھر کوئی اسے مانتا ہے کوئی نہیں مانتا۔ کیونکہ نوعِ انسان کی بناوٹ میں ماننے نہ ماننے دونوں کی استعداد رکھ دی گئی ہے۔ اس لیے کہیں یہ ظاہر ہوتی ہے کہیں وہ اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ بہرحال اللہ ہر ایک کے کام کا اس کے مناسب بدلہ دے گا۔ اس کی قدرت دیکھو کہ اس نے آسمان اور زمین ایسے ہی بنائے جیسے ہونے چاہئیں پھر تمہاری صورتوں کے نقشے کھینچے پھر تمہیں اچھی سے اچھی شکلیں دیں اور تمہیں ساری مخلوقات کا خلاصہ بنایا آخر کا سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے سدا رہے نام اللہ کا۔

منکر مارے گئے

يَعْلَمُ ۔ مَا ۔ فِي السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ۔ وَيَعْلَمُ
جانتا ہے　جو آسمانوں میں ہے　اور زمین میں　اور جانتا ہے
مَا تُسِرُّوْنَ ۔ وَمَا ۔ تُعْلِنُوْنَ ۔ وَاللّٰهُ
جو تم چھپا کر کرتے ہو　اور جو علانیہ کرتے ہو　اور اللہ
عَلِيْمٌ ۔ بِذَاتِ ۔ الصُّدُوْرِ (٤) اَلَمْ ۔ يَاْتِكُمْ
جاننے والا ہے سینوں کے اندر کی بات　کیا نہیں آئی تمہارے پاس
نَبَؤُا ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ مِنْ ۔ قَبْلُ
خبر　ان کی　جنہوں نے کفر کیا　اس　سے　پہلے
فَذَاقُوْا ۔ وَبَالَ ۔ اَمْرِهِمْ ۔ وَلَهُمْ ۔ عَذَابٌ
پس چکھا انہوں نے وبال　کرتوت اپنے کا　اور واسطے ان کے عذاب
اَلِيْمٌ (٥) ذٰلِكَ ۔ بِاَنَّهٗ ۔ كَانَتْ ۔ تَّاْتِيْهِمْ
ہے دکھ بھرا　یہ اس لیے　کہ قصہ یہ تھا کہ تھے آتے ان کے پاس
رُسُلُهُمْ ۔ بِالْبَيِّنٰتِ ۔ فَقَالُوْٓا
رسول　نشانیاں لے کر　پس وہ کہتے کہ

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ
جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور جانتا
مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ
ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھول کر کرتے ہو اور
عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (٤) اَلَمْ يَاْتِكُمْ
اللہ کو معلوم ہے جی کی بات　کیا تمہیں ان لوگوں کی
نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ
خبر نہیں پہنچی جو منکر ہو چکے ہیں پہلے پھر انہوں نے
فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اپنے کام کی سزا چکھی　اور ان کے لیے دردناک
اَلِيْمٌ (٥) ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ
عذاب ہے　یہ اس لیے کہ ان کے رسول ان کے پاس
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا
نشانیاں لائے　تو وہ کہتے

ذَاتِ الصُّدُوْر لفظی معنی سینوں والی۔ اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو دلوں میں چھپی ہوئی ہیں، یہ پہلے گذر چکا ہے۔ ارشاد ہے زمین اور آسمان میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ سب جانتا ہے اور خواہ تم کوئی بات چھپا کر کرو یا کھلم کھلا کرو وہ سب سے واقف ہے۔ وہ تو دل کے اندر کے خیالات اور بھیدوں تک کو اچھی طرح جانتا ہے اب بتاؤ کہ اس سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟

آگے ارشاد ہے کہ اے مغرور اور سرکش انسانو! کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں جو تم سے پہلے اسی دنیا میں رہتے تھے اور اللہ کا انکار کر بیٹھے تھے۔ سنو! جو کچھ انہوں نے کیا ان کے سامنے آیا انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے منہ کی کھائی اپنے برے اعمال کا خمیازہ بھگتا اور ان کے لچھن دنیا ہی میں رنگ لائے۔ کچھ طوفان میں مرے، کچھ زلزلوں سے تباہ ہوئے کسی کے زور کی کڑک سے پتے پھٹ گئے کسی پر پتھر برسے۔ بغرض اللہ کو بھلا کر کوئی بھی پنپنے نہ پایا۔ دنیا ہی میں تباہ و برباد ہو گئے اور ابھی تو آخرت کا عذاب انہیں چکھنا ہے جو بہت ہی دکھ دینے والا ہے۔ آخر ان کی یہ گت کیوں بنی۔ اس لیے کہ انہوں نے ایسے کام کرنے شروع کر دیئے جو انسان کے لیے بالکل زیبا نہ تھے اور پھر جب ان کے پاس انہی میں سے اللہ کے رسول پختہ نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ کیا ہمیں ہماری طرح کے بشر راستہ سجھائیں گے۔ اگر راستہ دکھانا تھا تو اللہ ہمارے پاس فرشتہ بھیجتا (باقی صفحہ ۱۸۹)

انھوں نے رسول کو نہ مانا

اَبَشَرٌ - يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا - وَتَوَلَّوْا -
کیا آدمی ہدایت کریں گے ہمیں پس منکر ہوگئے اور منہ پھیر لیا
وَّاسْتَغْنَى - اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ - غَنِيٌّ - حَمِيْدٌ ۶
اور بے پرواہی کی اللہ نے اور اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا
زَعَمَ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْٓا - اَنْ - لَّنْ - يُّبْعَثُوْا ۭ
زور سے کہتے ہیں یہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے وہ
قُلْ - بَلٰى - وَ - رَبِّيْ - لَتُبْعَثُنَّ - ثُمَّ - لَتُنَبَّؤُنَّ
تو کہہ یہ بات نہیں قسم ہے میرے رب کی البتہ ضرور اٹھائے جاؤ گے تم پھر البتہ ضرور جتلایا
بِمَا - عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ - عَلَى - اللّٰهِ - يَسِيْرٌ ۷
جائے گا تمہیں جو تم کرتے تھے اور یہ اوپر اللہ کے آسان ہے
فَاٰمِنُوْا - بِاللّٰهِ - وَرَسُوْلِهٖ - وَالنُّوْرِ
پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر
الَّذِيْٓ - اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ - بِمَا - تَعْمَلُوْنَ
جو ہم نے اتارا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو
خَبِيْرٌ ۸
خوب واقف ہے

اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا
کیا ہمیں آدمی راہ سمجھائیں گے پھر منکر ہوئے اور منہ موڑ لیا
وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۶
اور اللہ نے بے پرواہی کی اور اللہ ہے بے پرواہ خوبیوں والا
زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ
منکر دعوے کرتے ہیں کہ انہیں کوئی ہرگز نہ اٹھلنے کا
قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ
تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے رب کی تمہیں بیشک اٹھانا ہے پھر تمہیں جتلانا ہے
بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۷
جو کچھ تم نے کیا اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ
سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کے نور پر
الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
جو ہم نے اتارا اور اللہ کو تمہارے سب کام
خَبِيْرٌ ۸
کی خبر ہے

(صفحہ ۱۸۸ سے آگے) یہ کہہ کر انھوں نے رسولوں کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا کہ جیسے ہم ویسے تم۔ تم ہم پر بڑائی جتانے والے کون؟ اللہ عزوجل نے بھی ان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اسے اس کی پرواہ کیا ہے کہ کوئی اسے اور اس کے رسولوں کو مانتا ہے یا نہیں، وہ بے پرواہ ہے اس میں جتنی خوبیاں ہوسکتی ہیں سب موجود ہیں۔ ان کافروں نے رسولوں کا انکار تو کیا ہی تھا مرکر دوبارہ جینے کا بھی انکار کر بیٹھے۔ اب کیا تھا بے فکری کے ساتھ اپنی جیوانی خواہشیں پوری کرنے میں لگ گئے۔ اے رسول ان سے کہہ دو کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قسم ہے اپنے رب کی تم دوبارہ ضرور زندہ ہوگے اور جہاں کہیں بھی ہوگے اس جگہ سے اٹھ کھڑے ہوگے اور تمہیں تمہاری کرتوتوں سے مطلع کر دیا جائے گا۔ اللہ کے لیے یہ کیا مشکل ہے۔ بس خیریت اسی میں ہے کہ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس نورانی قرآن پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا ہے۔ اللہ کو تمہارے سارے کاموں کی خبر ہے۔

قیامت کیا چیز ہے؟

يَوْمَ ۔ يَجْمَعُكُمْ ۔ لِيَوْمِ ۔ الْجَمْعِ ۔ ذٰلِكَ ۔ يَوْمُ
جس دن اکٹھا کرے گا تمہیں جمع ہونے کے دن وہ دن دن ہے
التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ ۔ يُؤْمِنْ ۔ بِاللّٰهِ ۔ وَ ۔ يَعْمَلْ
ہار جیت کا اور جو ایمان لایا اللہ پر اور کام کیا
صٰلِحًا ۔ يُكَفِّرْ ۔ عَنْهُ ۔ سَيِّاٰتِهٖ ۔ وَيُدْخِلْهُ
اچھا دور کر دے گا اللہ اس سے برائیاں اس کی اور داخل کرے گا لے
جَنّٰتٍ ۔ تَجْرِيْ ۔ مِنْ ۔ تَحْتِهَا ۔ الْاَنْهٰرُ
باغوں میں جاری ہیں نیچے ان کے نہریں
خٰلِدِيْنَ ۔ فِيْهَآ ۔ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ ۔ الْفَوْزُ
رہیں گے انہیں میں ہمیشہ یہ کامیابی
الْعَظِيْمُ ⑨ وَالَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ وَكَذَّبُوْا
ہے بڑی اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلا بیٹھے
بِاٰيٰتِنَآ ۔ اُولٰٓئِكَ ۔ اَصْحٰبُ النَّارِ ۔
ہماری نشانیاں وہ لوگ ہیں دوزخ والے
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ ۔ الْمَصِيْرُ ⑩
ہمیشہ رہیں گے اس میں اور برا ٹھکانا ہے

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ
جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا جمع ہونے کے دن وہ ہے دن
التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ
ہار جیت کا اور جو اللہ پر ایمان لایا اور اس نے کام
صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ
بھلا کیا اس پر سے اس کی برائیاں اتار دے گا اور ایسے
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
باغوں میں اسے داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
گی ہمیشہ انہیں میں رہا کریں گے یہی ہے بڑی
الْعَظِيْمُ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
کامیابی اور جو لوگ منکر ہوئے اور انہوں نے ہماری
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ
آیتیں جھٹلائیں وہ لوگ دوزخ والے ہیں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑩
ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور بری جگہ جا پہنچے

التغابن (ہار جیت) اس کا مادہ غ۔ب۔ن ہے غبن کے معنی ہیں گھاٹا پہنچانا تغابن کے معنی ہیں کسی کا نقصان ۔

۔ انسان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں کام آنے والی جو باتیں ہیں وہ قرآن حکیم میں خوب واضح کر کے اچھی طرح سمجھا دی گئی ہیں اب کسی کے لیے یہ عذر باقی نہیں کہ میری تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں۔ ان باتوں کا سمجھنا عربی میں بھی کچھ مشکل نہیں۔ جو عربی نہیں جانتے ان کے لیے ہر زبان میں اس کا ترجمہ موجود ہے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اس دن کو یاد رکھو جو سب کے ایک جگہ جمع ہونے کا دن ہے۔ اس دن اللہ تم سب کو میدانِ حشر میں اکٹھا کر دے گا۔ اس دن کوئی گھاٹے میں رہے گا اور کوئی خوب نفع کمائے گا۔ آگے بیان کیا گیا ہے کہ نفع میں کون رہیں گے اور گھاٹے میں کون؟ — ارشاد ہے کہ جس نے دنیا میں اللہ پر ایمان لا کر نیک کام کیے ہوں گے وہ فائدہ اٹھائیں گے ان سے اگر کوئی قصور ہوا ہو گا تو وہ ایمان اور نیک کاموں کی بدولت معاف کر دیا جائے گا اور انہیں نہر والے باغوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل کر دیا جائے گا اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جس نے اللہ کا انکار کر دیا ہو گا اور اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلایا ہو گا اسے دوزخ میں جگہ ملے گی اور بے ایمان سدا وہیں رہے گا اور یہ دوزخ برا ٹھکانا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ آمین ۔

ہر جگہ اللہ کا حکم جاری ہے

مَآ - اَصَابَ - مِنْ - مُّصِيْبَةٍ - اِلَّا - بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر ساتھ اجازت اللہ کے
وَ - مَنْ - يُّؤْمِنْۢ - بِاللّٰهِ - يَهْدِ - قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ
اور جو ایمان لائے گا اللہ پر راہ سجھا دے گا اللہ دل کو اس کے اور اللہ
بِكُلِّ - شَيْءٍ - عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا - اللّٰهَ
ہر چیز کا جاننے والا ہے اور فرمانبرداری کرو اللہ کی
وَاَطِيْعُوا - الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ - تَوَلَّيْتُمْ - فَاِنَّمَا
اور کہنا مانو رسول کا پس اگر منہ پھیر لو تم پس بات یہی ہے
عَلٰى - رَسُوْلِنَا - الْبَلٰغُ - الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ
اوپر ہمارے رسول کے پہنچا دینا ہے کھول کر اللہ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ - فَلْيَتَوَكَّلِ
کوئی معبود نہیں اس کے سوا اور اللہ ہی پہ چاہیے کہ بھروسہ کریں
الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْٓا
ایمان والے اے لوگو جو ایمان لائے ہو
اِنَّ - مِنْ - اَزْوَاجِكُمْ - وَاَوْلَادِكُمْ - عَدُوًّا
تحقیق بعض بیبیاں تمہاری اور اولاد تمہاری دشمن ہیں
لَّكُمْ - فَاحْذَرُوْا - هُمْ ۚ
تمہاری پس احتیاط کرو ان سے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
بدوں حکم اللہ کے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی
وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ
اور جو کوئی اللہ پہ یقین کرے گا اللہ اس کے دل کو راہ بتا دے گا
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
اور اللہ کو ہر چیز معلوم ہے اور اللہ کا حکم مانو
وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا
اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ موڑو تو ہمارے
عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ
رسول کا تو یہی کام ہے کھول کر پہنچا دینا اللہ کے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
سوا کوئی معبود نہیں اور چاہیے کہ ایمان والے
الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اللہ پہ بھروسہ کریں اے ایمان والو
اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا
تمہاری بعض بیوی اور اولاد تمہاری دشمن ہیں
لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ
سو ان سے بچتے رہو

مسلمان اس وقت سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ مکہ کے شورہ پشت لوگوں نے انہیں گھر چھوڑ کر شہر سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان آیتوں میں ان کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو مصیبت آتی ہے اللہ کی اجازت سے آتی ہے اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور حکمت ہوتی ہے۔ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اللہ ان کے دل کو تھام لیتا ہے اور وہ اسے صبر سے برداشت کرتے ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ کس وقت کس چیز کی ضرورت ہے تم تو بس یہ کرو کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں لگ جاؤ۔ اگر تم نے اس سے منہ پھیر لیا تو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا کچھ نہ بگڑے گا۔ رسول کا کام تو یہی ہے کہ تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دے آگے ماننے نہ ماننے کے ذمہ دار تم ہو۔ یاد رکھو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ایمان والوں کو چاہیے کہ اسی پر بھروسہ کریں اور اے ایمان والو یہ بھی یاد رکھو کہ بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے ساتھ دشمنی کرتی ہیں کہ تم کو اللہ کا حکم بجا لانے سے روکتی ہیں ان سے ہوشیار رہو۔

برداشت کا سبق

وَ اِنْ ۔ تَعْفُوْا ۔ وَ تَصْفَحُوْا ۔ وَ تَغْفِرُوْا ۔ فَاِنَّ
اور اگر معاف کرو اور در گذر کرو اور بخش دو پس تحقیق
اللّٰهَ ۔ غَفُوْرٌ ۔ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ ۔ اَمْوَالُكُمْ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور کچھ نہیں تمہارے مال
وَ اَوْلَادُكُمْ ۔ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ ۔ عِنْدَهٗۤ ۔ اَجْرٌ
اور تمہاری اولاد آزمائش کے لیے ہیں اور اللہ اس کے پاس ثواب ہے
عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا ۔ اللّٰهَ ۔ مَا ۔ اسْتَطَعْتُمْ
بڑا پس ڈرو اللہ سے جہاں تک تم سے ہو سکے
وَ اسْمَعُوْا ۔ وَ اَطِيْعُوْا ۔ وَ اَنْفِقُوْا ۔ خَيْرًا
اور سنو اور کہنا مانو اور خرچ کرو یہی بہتر ہے
لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ ۔ يُّوْقَ ۔ شُحَّ ۔ نَفْسِهٖ
تمہارے لیے اور جو بچالیا گیا لالچ سے اپنے من کے
فَاُولٰٓئِكَ ۔ هُمُ ۔ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾
پس وہ لوگ وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ
اور اگر معاف کرو اور در گذر کرو اور بخشو تو اللہ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ
بخشنے والا مہربان ہے تمہارے مال
وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ
اور تمہاری اولاد یہی ہیں جانچنے کو اور اللہ کے پاس بڑا
عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ
ثواب ہے سو اللہ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہو سکے
وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا
اور سنو اور مانو اور خرچ کرو اپنے
لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ
بھلے کو اور جو کوئی اپنے جی کے لالچ سے بچایا
فَاُولٰٓئِكَ ۔ هُمُ ۔ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾
گیا سو وہی لوگ مراد کو پہنچے

بعض بیویاں اور بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی کو دینی یا دنیاوی نقصان پہنچ جاتا ہے اگر کبھی ایسا ہو جائے تو آدمی بعض وقت سر پکڑ کر رہ جاتا ہے اور اسے ان بیوی اور بچے پر جس کی وجہ سے اسے نقصان پہنچا ہو بہت طیش آتا ہے اور چاہتا ہے کہ انہیں سخت سزا دے ایسے موقع کے لیے آیت میں کہا گیا ہے کہ تم اگر عقل اور بردباری سے کام لو اور ان کا قصور معاف کر دو اور گناہ بخش دو تو اس کا انجام اچھا ہوگا اور اس فراخ دلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تمہارے اپنے قصور معاف کر دے گا۔ وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ بیوی بچوں کی وجہ سے نقصان پہنچ جانے میں آدمی اگر سوچے تو اس کا اپنا بھی قصور ہوتا ہے۔ اس لیے نرا ان پر غصہ اتارنا درست نہیں ہو سکتا۔ بات یہ ہے کہ آدمی کا مال اور اس کی اولاد خود اس کی آزمائش کے ذریعے ہیں۔ ان کے ساتھ سلوک کرنے میں ہوش مندی سے کام لینا اور اللہ کے حکموں کی پابندی کرنا ثواب کا باعث ہے۔ اللہ کے پاس بڑے بڑے اجر ہیں اس لیے تمہیں چاہیے کہ حتی المقدور اللہ کے حکموں کی پابندی کرو، اس کی بات سنو، اس کی اطاعت کرو۔ آدمی بعض وقت لالچ اور جوش میں آ جاتا ہے۔ مال اور گھر والوں کے ساتھ بخل اور زیادتی کر بیٹھتا ہے۔ جو آدمی لالچ اور جوش کو دبا سکیں گے کامیابی ان کے قدم چومے گی ؀

اللہ کا وعدہ

اِنْ ۔ تُقْرِضُوا ۔ اللّٰهَ ۔ قَرْضًا ۔ حَسَنًا
اگر قرض دو اللہ کو قرض اچھا
يُّضٰعِفْهُ ۔ لَكُمْ ۔ وَيَغْفِرْ ۔ لَكُمْ ۔ وَاللّٰهُ
دگنا کرکے دے اسے تمہارے لیے اور بخش دے تمہیں اور اللہ
شَكُوْرٌ ۔ حَلِيْمٌ ﴿١٧﴾ عٰلِمُ ۔ الْغَيْبِ ۔ وَالشَّهَادَةِ
قدرداں ہے برداشت والا جاننے والا چھپے اور کھلے کا
الْعَزِيْزُ ۔ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾
زبردست حقیقتوں سے واقف

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
اگر تم اللہ کو قرض دو اچھی طرح قرض دینا
يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ
وہ تمہیں دونا کرکے دے اور تمہیں بخش دے اور اللہ
شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٧﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
قدرداں ہے تحمل والا پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾
زبردست حکمت والا

ع ۱۶

ارشاد ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں مال خرچ کرنا بے کار نہ جائے گا اگر تم ان لوگوں کی جو واقعی ضرورتمند ہیں ضرورتیں پوری کرو گے اور عوام کی بہتری کے لیے فراخدلی کے ساتھ روپیہ خرچ کرو گے اور تمہاری غرض یہ ہوگی کہ اللہ تم سے خوش ہو جائے " تو سمجھ لو کہ تم اللہ کو قرض دے رہے ہو اور اس قرض دینے میں تم کبھی گھاٹے میں نہ رہو گے۔ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے جو مال خرچ کرو گے اللہ تمہیں اس سے کہیں زیادہ عطا فرمائے گا اور تمہارے قصوروں اور کوتاہیوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ نیک کاموں کی قدر کرنے والا ہے۔ وہ تمہارے تھوڑے سے نیک کام کا بہت زیادہ ثواب دیتا ہے۔ وہ تحمل اور درگذر کرنے والا بھی ہے۔ خطا کرنے والوں کو فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنی خطاؤں پر ندامت کا اظہار کریں اور گناہوں سے توبہ کر لیں اور سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اسے تمہاری ظاہری کاموں اور چھپی ہوئی نیتوں کا پورا پورا علم ہے اور اس میں زبردست قوت اور دانائی پوری پوری موجود ہے۔ ہر ایک کو اس کے کاموں اور نیتوں کو جانچ کر ان سب کا مناسب بدلہ دے گا۔

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کی حالت سے ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح اللہ عزوجل کے بس میں ہے اور اللہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ انسان کو اس نے سب سے اچھی صورت اور شکل عطا کی ہے وہ اس کے ہر کام اور بھید سے واقف ہے۔ پھر بھی اکثر انسان اس کو نہیں مانتے اور اس کے حکم کے خلاف چلتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا سزا دے گا۔ نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ دوزخ میں رہیں گے۔ تمہیں چاہیے کہ بیوی، مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ سے غافل نہ ہو، اولاد کی اچھی تربیت کرو، مال کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرو۔ اس کا نتیجہ بہت اچھا پاؤ گے۔

سورۃ الطلاق

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی پینسٹھویں سورت ہے اور مدینہ میں ۶ھ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع ہیں سورۃ البقرہ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی اور اس میں طلاق کے احکام بیان کر دیئے گئے تھے۔ اس سورت میں اس کے مناسب وقت اور موقعے بتائے گئے ہیں تاکہ طلاق کو غصہ نکالنے اور عورت کو ستانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ طلاق دینا اچھی بات نہیں۔ اس کو سزا کے طور پر استعمال نہ کرنا چاہیے اور نہ اسے ہنسی کھیل سمجھنا چاہیے اس لیے بتایا گیا ہے کہ جب طلاق دو تو ایسے وقت دو کہ عدت پوری ہو سکے۔ اس میں کمی زیادتی نہ ہو اور مرد عورت دونوں کو چاہیئے کہ عدت کو اچھی طرح یاد رکھیں تاکہ کوئی غلطی نہ ہو اور کوئی برا نتیجہ نہ نکلے۔ اس لیے طلاق کا بہترین وقت وہ طہر ہے جس میں مرد بیوی کے قریب نہ گیا ہو۔ کیونکہ عدت کی مدت تین حیض ہے، اب اگر حیض کی حالت میں طلاق دی تو وہ حیض عدت میں شمار نہ ہو گا اور اس کے آگے کے تین حیض گننے پڑیں گے اور عدت لمبی ہو جائے گی اور اگر اس طہر میں دی جس میں بیوی کے پاس جا چکا ہے تو اچھی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ عدت تین حیض گزرنے پر ختم ہو گی یا حمل کے بعد۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حمل رہ گیا ہو۔ دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ طلاق دیتے ہی گھر سے نہ نکال دیں۔ عدت کے زمانے میں عورت کو بھی نہ چاہیئے کہ گھر سے باہر نکلے، ہاں عورت سے اگر کوئی بے حیائی کا کام سرزد ہو جائے یا ہر وقت کی تو تو میں میں سے ناک میں دم ہو تو اسے گھر سے نکالا جا سکتا ہے۔ تیسری بات اس سے یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تین طلاق اک دم نہ دینی چاہئیں بلکہ ہر مہینے ایک دفعہ میں ایک طلاق دینی چاہیئے تاکہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرنے کا موقع رہے۔ جب عدت ختم ہونے لگے تو سوچ لے کر رکھنا ہے یا چھوڑنا جو بھی کرنا ہو اس طرح کیا جائے کہ خواہ مخواہ عورت کو یا اپنے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جو کام بھی کرو اللہ سے ڈر کر کرو، اس صورت میں اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اس کے بعد کم عمر آئسہ اور حاملہ عورت کی عدت بتائی گئی ہے۔ پھر نصیحت کی گئی ہے کہ عدت کی حالت میں عورت کے آرام کا خیال رکھو اور اس سے اگر بچے کو دودھ پلواؤ تو اس کا معاوضہ دو اور اگر اسے راضی نہ کر سکو تو کوئی اور دودھ پلانے والی مقرر کرو۔

پھر ارشاد ہے کہ عورتوں کے حقوق پورے کرنے میں شریعت کی پوری پوری پابندی کرو ورنہ تمہیں اسی طرح سزا مل سکتی ہے جیسے تم سے پہلے نافرمان لوگوں کو دی گئی۔ شریعت کے اصل قوانین قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف سمجھا دیئے تاکہ تم جہالت کے اندھیرے سے نکل کر علم کے اجالے میں آ جاؤ۔ اس فرمانبرداری کے بدلے تمہیں جنت ملے گی۔ آسمان اور زمین کی پیدائش سے اور پھر تمام عالم کو ایک مقررہ نظام کے مطابق چلانے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کا اظہار مقصود ہے اسے پہچانو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ایاتها ۱۲ ، رکوعاتها ۲

طلاق دینے کا طریقہ

يَاَيُّهَا - النَّبِيُّ - اِذَا - طَلَّقْتُمُ - النِّسَآءَ
اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو
فَطَلِّقُوْهُنَّ - لِعِدَّتِهِنَّ - وَاَحْصُوا - الْعِدَّةَ
پس طلاق دو انہیں وقت پر عدت ان کی کے اور گنو عدت کو
وَاتَّقُوا - اللّٰهَ - رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ -
اور ڈرو اللہ اپنے رب سے مت نکالو انہیں
مِنْ بُيُوْتِهِنَّ - وَلَا يَخْرُجْنَ - اِلَّآ - اَنْ
ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ لائیں
يَّاْتِيْنَ - بِفَاحِشَةٍ - مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ
وہ کوئی بے حیائی کھلی اور یہ
حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ - حُدُوْدَ اللّٰهِ
حدیں ہیں اللہ کی اور جو آگے نکلے اللہ کی حدوں سے
فَقَدْ - ظَلَمَ - نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ
پس تحقیق ظلم کیا اس نے اپنی جان پر اے مخاطب تمہیں خبر نہیں
لَعَلَّ اللّٰهَ - يُحْدِثُ - بَعْدَ - ذٰلِكَ
شاید اللہ پیدا کر دے اس کے بعد
اَمْرًا ①
کوئی اور بات

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو
فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ
تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو
وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ
اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے ان کو ان کے گھروں سے
مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ
مت نکالو اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو صریح
يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ
بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی
حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ
باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے بڑھے
فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ
تو اس نے اپنا برا کیا اس کو خبر نہیں شاید
لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ
اللہ اس کے بعد کوئی نئی صورت
اَمْرًا ①
پیدا کر دے

جب شرع میں طلاق کی اجازت ہو گئی تو لوگوں نے بے سوچے سمجھے اندھا دھند جب جی چاہا طلاق دینی شروع کر دی اس سے عورتوں کا بھی نقصان ہوا اور کبھی خود بھی پچھتانا پڑا اس لیے اس سورت میں اس کی تشریح کر دی گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ طلاق صرف اسی وقت دینی چاہیے جب سخت ضرورت ہو اور اس کے سوا چارہ نہ ہو۔

ارشاد ہے کہ طلاق ایسی حالت میں دو کہ عدت کی مدت میں کمی بیشی نہ ہو۔ اگرچہ طلاق جب بھی دو گے ہو جائے گی لیکن اس سے خواہ مخواہ کسی کو تکلیف دینا یا خود مشقت جھیلنا منظور نہیں۔ اس لیے ایسے طہر کی حالت میں طلاق دو جس میں بیوی سے خلوت نہ کی ہو تاکہ عدت بلا کمی بیشی پوری ہو جائے اور عدت کا شمار بھی کرتے رہو اور جو کام کرو اللہ سے ڈر کر کرو۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

طلاق دینے کا طریقہ

طلاق دینے کے بعد بیوی کو گھر سے مت نکالو البتہ جب وہ کھلم کھلا بے حیائی کا کام کریں تو مضائقہ نہیں عورتوں کو طلاق کے بعد خود بھی گھر سے نہ نکلنا چاہیئے اور طلاق ٹھہر ٹھہر کر قاعدہ کے مطابق دو۔

پہلے ایسے طہر کی حالت میں جیسا اوپر بیان ہوا ایک طلاق رجعی دو، پھر ایک مہینہ یا حیض گذرنے کے بعد اگر چھوڑنا ہی ہے تو دوسری طلاق دے دو یا میل ملاپ (رجعت) کر لو۔ دوسری طلاق کے بعد بھی دوسرے مہینہ یا حیض گذرنے تک رجعت کا اختیار باقی ہے اگر دوسرے مہینے یا حیض کے بعد تیسری طلاق دے دی تو اب عورت نکاح سے بالکل نکل گئی۔ اب رجوع نہیں کر سکتے اس کا حکم سورۃ البقرہ میں گذر ا۔ آگے ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ہر کام کی حدیں مقرر کر دی ہیں ان حدوں کے اندر کر کام کرو۔ جس نے اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کا خیال نہ کیا اور ان کو توڑ کر آگے نکل گیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تمہیں ٹھہر ٹھہر کر طلاق دینے کا طریقہ اس لیے سکھایا جا رہا ہے کہ کیا خبر بیچ میں کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے رائے بدل جائے اور میاں بیوی میں صلح ہو جائے اس لیے چاہیے کہ رجوع کرنے کا موقعہ ایک طلاق رجعی دینے کے بعد ۳ ماہ یا تین حیض کے ختم تک باقی رہے۔

لوگ اکثر وقت بے وقت منہ سے طلاق کا لفظ نکال بیٹھتے ہیں اور بعد میں پریشانی اور خلجان میں پھنس جاتے ہیں اس کا فیصلہ تو مفتیوں کی طرف رجوع کرنے سے ہی ہو گا کہ اب کیا کیا جائے۔ پھر بھی طلاق کی بابت کچھ نہ کچھ معلومات ہر شخص کو ہونی چاہئیں۔ اس لیے یہاں موٹی موٹی باتیں بیان کر دی جاتی ہیں جو حنفی مسلک کے مطابق ہیں۔ ”میں نے طلاق دی“ کا لفظ منہ سے نکالتے ہی طلاق پڑ جاتی ہے۔ خواہ ہنسی میں ہو یا نادانی اور بے خیالی میں اس لیے اس کو کوئی معمولی گھر کی یا گالی سمجھ کر بے سوچے سمجھے منہ سے نہ نکالنا چاہیئے۔ ”میں نے تجھے طلاق دی“ کہنے سے عورت پر ایک طلاق پڑ جاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد ٹھہر جائے پھر دوسری بار دوسرے مہینہ میں طلاق دے ان دو طلاقوں کے بعد بغیر دوبارہ نکاح کے بیوی سے میل جول کر سکتا ہے۔ اگر تیسری طلاق دے دی تو پھر حلالہ کے بغیر اس عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس کا بیان سورۃ البقرہ میں گذرا۔ اگر ایک یا دو طلاق رجعی دینے کے بعد پوری عدت گزر گئی یعنی تین حیض آ چکے تو عورت سے نکاح ٹوٹ گیا۔ لیکن دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے ہو سکتا ہے۔ اگر تین طلاق ایک ہی بار دے دیں تو اب عورت سے کوئی تعلق نہ رہا، اب دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتا۔ مسنون طریقہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ یعنی ٹھہر ٹھہر کر تین مہینہ میں تین طلاق دے۔ اس کے علاوہ اور طریقہ طلاق بدعی کہلاتا ہے۔ طلاق بہرحال ہو جاتی ہے لیکن گناہ لازم آتا ہے اور بعض دفعہ عمر بھر پچھتانا پڑتا ہے، طلاق کی معمولی پوری عدت تین حیض ہے۔ اس درمیان میں عورت کو گھر سے نہ نکالنا چاہیئے اور اس کا نان نفقہ دینا چاہیئے۔ باقی احکام کچھ سورۃ البقرہ میں گذرے، کچھ آگے اسی سورت میں آتے ہیں۔

طلاق رجعی

فَاِذَا ۔ بَلَغْنَ ۔ اَجَلَهُنَّ ۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ
پھر جب پہنچنے لگیں وہ مدت کو اپنی پس روک لو انہیں
بِمَعْرُوْفٍ ۔ اَوْ ۔ فَارِقُوْهُنَّ ۔ بِمَعْرُوْفٍ ۔
موافق دستور کے یا چھوڑ دو موافق دستور کے
وَّاَشْهِدُوْا ۔ ذَوَيْ ۔ عَدْلٍ ۔ مِّنْكُمْ ۔ وَاَقِيْمُوا
اور گواہ کر لو دو معتبر شخص اپنے میں سے اور ادا کرو
الشَّهَادَةَ ۔ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ ۔ يُوْعَظُ ۔ بِهٖ ۔ مَنْ
گواہی اللہ کی خاطر یہی ہے کہ سمجھ لے گا جس سے وہ شخص
كَانَ ۔ يُؤْمِنُ ۔ بِاللّٰهِ ۔ وَالْيَوْمِ ۔ الْاٰخِرِ ۬ وَمَنْ
جو ہے ایمان لاتا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور جو
يَّتَّقِ ۔ اللّٰهَ ۔ يَجْعَلْ ۔ لَّهٗ ۔ مَخْرَجًا ﴿۲﴾
ڈرے گا اللہ سے کردے گا وہ اس کے لیے چھٹکارہ
وَّيَرْزُقْهُ ۔ مِنْ ۔ حَيْثُ ۔ لَا يَحْتَسِبُ ؕ
اور روزی دے گا اسے اس جگہ سے کہ گمان نہ تھا اسے

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ
پھر جب پہنچ جائیں وہ اپنی مدت کے ختم کے قریب تو یا تو رکھ لو انہیں
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
دستور کے مطابق یا چھوڑ دو
وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا
اور اپنے دو معتبر گواہ بنا لو اور سیدھی طرح
الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ
گواہی دو اللہ کے واسطے اس بات سے سمجھ جائے گا جو کوئی
كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ وَمَنْ
یقین رکھتا ہو گا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور جو
يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿۲﴾
کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کا گذارہ کر دے گا
وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ
اور اسے روزی دے گا جہاں سے اسے خیال بھی نہ ہو

اس آیت میں اسی حکم کا بیان ہے جس کا خلاصہ پہلے سبق میں گذرا یعنی جو کوئی اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دے اور اس کی عدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائے تو اسے اختیار ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لے اور وہ پھر میاں بیوی بن کر رہیں یا اگر چھوڑنا ہو تو پوری عدت گذر جانے دے نکاح فسخ ہو جائے گا۔ لیکن دونوں صورتوں میں انسانیت اور شرافت کا خیال رکھو، رجعت کرلو تو اس لیے نہیں کہ عدت کی مدت بڑھ جائے اور عورت خواہ مخواہ دق ہو۔ طعن و تشنیع سے بھی زبان نہ روکو اور چھوڑو تو بھی نفرت اور لعن طعن یا اور کسی طرح زبان درازی مت کرو دونوں صورتوں میں دو گواہ مقرر کر لیا کرو تاکہ تہمت وغیرہ سے بچو اور گواہی کا موقع آئے تو سیدھی اور صاف بات کہو اور سمجھو کہ اللہ کا حکم بجا لا رہے ہو، ان قیمتی نصیحتوں سے فائدہ وہی اٹھائے گا جس کا اللہ پر ایمان ہو گا اور جسے قیامت کے دن کا یقین ہو گا ورنہ اسلام سے پہلے نکاح طلاق کے بارے میں کو دوسری طرح بھی عورتوں سے کیا کیا بدسلوکی نہ ہوتی تھی۔ اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین ہی انسان کو بے انصافی اور ظلم سے روک سکتا ہے۔ یہی وہ اکسیر ہے جس کی بدولت انسان ہر مشکل سے نجات پا سکتا ہے۔ اللہ کی فرمانبرداری میں مشکلات سے مت ڈرو وہ مشکلات سے نکل بھاگنے کا سامان کر دے گا اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کو روزی بھی اس جگہ سے پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ تھا کہ کچھ ملے گا۔

بوڑھیوں اور نابالغ لڑکیوں کی عدت

وَمَنْ - يَّتَوَكَّلْ - عَلَى اللّٰهِ - فَهُوَ - حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ
اور جو بھروسہ رکھے اللہ پر پس اللہ کافی ہے اسے تحقیق
اللّٰهَ - بَالِغُ - اَمْرِهٖ ؕ قَدْ - جَعَلَ - اللّٰهُ - لِكُلِّ
اللہ پورا کر کے رہتا ہے کام اپنا تحقیق کر رکھا ہے اللہ نے ہر
شَيْءٍ - قَدْرًا ③ وَالّٰٓئِیْ - يَئِسْنَ - مِنَ - الْمَحِيْضِ
چیز کا اندازہ اور جو عورتیں مایوس ہو چکیں حیض سے
مِنْ نِّسَآئِكُمْ - اِنِ - ارْتَبْتُمْ - فَعِدَّتُهُنَّ - ثَلٰثَةُ
تمہاری عورتوں میں سے اگر شک میں پڑ جاؤ تم پس عدت ان کی تین
اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِیْ - لَمْ - يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ - الْاَحْمَالِ
مہینے ہے اور وہ بھی جنہیں حیض نہیں آتا اور حمل والیاں
اَجَلُهُنَّ - اَنْ - يَّضَعْنَ - حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ
عدت ان کی یہ ہے کہ وضع کر دیں حمل اپنا اور جو
يَّتَّقِ اللّٰهَ - يَجْعَلْ - لَّهٗ - مِنْ - اَمْرِهٖ - يُسْرًا ④
ڈرے گا اللہ سے کر دے گا اللہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ
اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے تو اللہ اس کو کافی ہے تحقیق
اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ
اللہ اپنا کام پورا کر لیتا ہے اللہ نے ہر چیز کا اندازہ
شَيْءٍ قَدْرًا ③ وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ
رکھا ہے اور جو عورتیں تمہاری عورتوں میں
مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ
حیض سے ناامید ہو گئیں اگر تم کو شبہ رہ گیا تو ان کی عدت تین
اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ
مہینہ ہے اور ایسے ہی جنہیں حیض نہیں آیا اور جن کے پیٹ میں
اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ
بچہ ہے ان کی عدت یہ ہے کہ وضع کر دیں حمل اپنا اور جو کوئی
يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④
اللہ سے ڈرتا رہے گا اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا

بَالِغُ اَمْرِهٖ (پورا کرتا ہے اپنا کام) اس کے لفظی معنی ہیں پہنچتا ہے اپنے کام تک کیونکہ بالغ اسم فاعل ہے بلوغ سے جس کے معنی پہنچنا ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے اِنِ ارْتَبْتُمْ (شبہ میں رہو تم) یعنی عموماً طلاق کی مدت تین حیض ہے اگر تمہیں شبہ ہو جائے کہ جیسے بڑی عمر یا کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آتا ان کی عدت کیا ہوگی تو سن لو کہ ان کی عدت تین مہینہ ہے۔

پہلے ارشاد ہوا کہ جو شخص اللہ سے ڈر کر برے کاموں سے بچتا رہے تو اللہ اس کی مشکلیں آسان کر دیتا ہے اور وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اُسے ملنے کا سان گمان بھی نہ تھا اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کے فرمانبردار لوگ جو اپنی حاجتیں پوری کرنے والا اسی کو سمجھتے ہیں اور اسباب کو اسی کے اختیار میں مانتے ہیں اللہ ان کے کام بنانے کے لیے کافی ہے۔ اللہ جس کام کو چاہے فوراً پورا کر دیتا ہے لیکن اس کے ہاں ہر چیز کے ہونے کا وقت اور طریقہ مقرر ہے اس لیے دیر یا سویر ہو سکتی ہے۔ آگے پھر طلاق کے احکام بیان کیے جاتے ہیں کہ عدت کا شمار حیض سے ہے لیکن جس عورت کو بڑی عمر کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو یا چھوٹی عمر کی وجہ سے حیض ابھی نہ آیا ہو اس کو اگر طلاق دی جائے تو اس کی عدت کا شمار مہینوں سے ہوگا اور تین مہینہ کے بعد اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ اگر طلاق کے وقت عورت حاملہ تھی تو اس کی عدت بچہ ہونے سے پوری ہو گی خواہ جلدی ہو یا دیر میں۔ آگے ارشاد ہے کہ جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو اللہ اس کے سب کام آسان کر دیتا ہے۔

حاملہ مطلقہ

ذٰلِكَ - اَمْرُ اللّٰهِ - اَنْزَلَهٗۤ - اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ
یہ حکم ہے اللہ کا اتارا اس نے تمہاری طرف اور جو
يَّتَّقِ - اللّٰهَ - يُكَفِّرْ - عَنْهُ - سَيِّاٰتِهٖ - وَيُعْظِمْ
ڈرے اللہ سے دور کر دے گا وہ اس سے برائیاں اس کی اور بڑا کر دیگا
لَهٗۤ - اَجْرًا ۝٥ اَسْكِنُوْهُنَّ - مِنْ حَيْثُ
اس کے لیے اجر رکھو انہیں جہاں تم
سَكَنْتُمْ - مِّنْ وُّجْدِكُمْ - وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ
رہتے ہو اپنے مقدور کے مطابق اور مت ضرر پہنچاؤ انہیں
لِتُضَيِّقُوْا - عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ - كُنَّ - اُولَاتِ
تاکہ تنگی کرو ان پر اور اگر ہوں وہ حمل
حَمْلٍ - فَاَنْفِقُوْا - عَلَيْهِنَّ - حَتّٰى
والیاں پس خرچ کرو ان پر یہاں تک کہ
يَضَعْنَ - حَمْلَهُنَّ ۚ
جن چکیں وہ بچہ اپنے پیٹ کا

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ
یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو کوئی
يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ
اللہ سے ڈرتا رہے اللہ اس پر سے اس کی برائیاں اتار دے گا
لَهٗۤ اَجْرًا ۝٥ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ
اور اسکو بڑا ثواب دے گا اور ان کو رہنے کے واسطے گھر دو
سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ
جہاں تم آپ رہو اپنے مقدور کے موافق اور ان کو ایذا دینا مت چاہو
لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ
تاکہ تنگ کرو ان کو اور اگر وہ حاملہ ہوں
حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى
تو ان پر خرچ کرو جب تک وہ
يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ
بچہ نہ جنیں

مِنْ وُّجْدِكُمْ (اپنے مقدور کے موافق) وُجد کے معنی مالداری کے ہیں جسے اردو میں بل بوتا بھی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ جتنی تمہاری آمدنی میں سمائی ہو ۔ پہلے ارشاد ہوا کہ جو کام بھی کرو پہلے یہ سوچ لو کہ اللہ اس سے ناراض تو نہیں ہوگا۔ اسے تقویٰ کہتے ہیں اسی سے اتقا بنا ہے جس کے معنی اللہ کے ڈر سے گناہ نہ کرنا یہ سورہ نور میں گذر چکا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا۔ اللہ اس کے کام آسان کر دے گا۔ ارشاد ہے کہ یہ اللہ کے حکم ہیں جو اللہ نے تمہاری طرف بھیجے ہیں جو ان کا پابند ہوگا۔ اللہ اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اس کا بڑا ثواب ہوگا۔ آگے ارشاد ہے کہ طلاق دی ہوئی عورت کو عدت کے اندر رہنے کا ٹھکانا دو جیسا بھی تمہیں میسر ہے اور اسے مت ستاؤ اس خیال سے کہ یہ تنگ ہو کر ہمارے گھر سے چلی جائے۔ حنفیہ کے ہاں یہ حکم ہر مطلقہ کے لیے ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی جب وہ پیٹ سے تھی یعنی حاملہ تھی تو اس کی عدت اس وقت پوری ہو گی جب وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن چکے گی۔ خواہ اس میں کتنے ہی دن لگیں۔ اس مدت کے اندر اس مرد پر جو اس حالت حمل میں اسے طلاق دے چکا ہے اس کا نان نفقہ دینا ہوگا یہ نہ ہوگا کہ اور طلاق دی ہوئی عورتوں کی طرح تین مہینہ تک نان و نفقہ دے کر بند کر دے، نہیں اس کو وضع حمل تک اس کا خرچہ اٹھانا ہوگا ۔

سُلجھا ہُوا معاملہ

فَاِنْ - اَرْضَعْنَ - لَكُمْ - فَاٰتُوْهُنَّ - اُجُوْرَهُنَّ ۚ
پس اگر وہ دودھ پلائیں وہ تمہارے لیے پس دو انہیں اجرت ان کی
وَاْتَمِرُوْا - بَيْنَكُمْ - بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ
اور بات مانو آپس میں نیکی کے ساتھ اور اگر
تَعَاسَرْتُمْ - فَسَتُرْضِعُ - لَهٗٓ - اُخْرٰى ⑥
ان بن ہو جائے تمہاری پس پلائے گی اس کے لیے کوئی اور عورت
لِيُنْفِقْ - ذُوْسَعَةٍ - مِّنْ - سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ
چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت میں سے اور جو کوئی
قُدِرَ - عَلَيْهِ - رِزْقُهٗ - فَلْيُنْفِقْ - مِمَّآ - اٰتٰىهُ
تنگی کر دی گئی اس پر روزی اس کی پس چاہیے کہ خرچ کرے اس سے جو دیا
اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ - اللّٰهُ - نَفْسًا - اِلَّا - مَآ
اللہ نے نہیں تکلیف ڈالتا اللہ کسی شخص پر مگر بقدر اس کے جو
اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ - اللّٰهُ - بَعْدَ - عُسْرٍ - يُّسْرًا ⑦
دیا اسے عنقریب کردیگا اللہ بعد سختی کے آسانی

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ
پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو انہیں ان کا بدلہ دو
وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ
اور آپس میں نیکی سکھاؤ اور اگر
تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ⑥
آپس میں ضد کرو تو اس کی خاطر کوئی اور عورت دودھ پلائے گی
لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ
چاہیے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے موافق خرچ کرے اور جس
قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ
کو تنگی روزی ملتی ہو تو جیسا اللہ نے اسے دیا خرچ کرے
اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ
اللہ کسی پر تکلیف نہیں رکھتا مگر اسی قدر جو
اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦
اسے دیا اب اللہ سختی کے پیچھے کچھ آسانی کردے گا

اِئْتَمِرُوْا (بات قبول کرو) امر کا صیغہ ہے اِئْتِمَارٌ سے جو ا-م-ر سے بنا ہے اَمْرٌ کے معنی بات حکم اِئْتِمَارٌ آپس میں ایک دوسرے کی بات ماننا۔ باہم فیصلے کرنا اسی سے مُؤْتَمَرٌ بنا ہے جس کے معنی وہی ہیں جو آج کل کانفرنس یا کانگرس سے سمجھے جاتے ہیں یعنی مجلس شوریٰ۔ مراد یہ ہے کہ آپس میں سوچ سمجھ کر اور ایک دوسرے کی سن کر فیصلے کرو تَعَاسَرْتُمْ آپس میں اختلاف کر بیٹھو، ماضی کا صیغہ ہے تَعَاسُرٌ سے جس کا مادہ ع-س-ر ہے عسر کے معنی مشکل اور تنگی کے ہیں تَعَاسُرٌ آپس میں کسی بات پر اتفاق نہ کرنا۔ ہر ایک کا اپنی بات پر اڑ جانا ؂

ارشاد ہے کہ طلاق دی ہوئی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو چکی۔ اب اگر بچہ کو اس لیے دودھ پلوانا ہے تو اس کو دودھ پلانے کی اجرت دو جیسے کسی اور کو دیتے ہو اور آپس میں بھلے مانسوں کی طرح معاملات طے کیا کرو، یہ نہیں کہ فقط اپنی ہی فائدہ کی بات پر اڑے بیٹھے اور دوسرے کا خیال ہی نہ کیا اور اگر آپس میں ضد اور نا اتفاقی ہو جائے اور عورت دودھ پلانے کے لیے اپنی شرطیں منوانی چاہے اور تم اپنی ہی کہے جاؤ تو اس کو جانے دو کسی اور عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کر لو اور اسی پر کیا موقوف ہے ہر مالدار کو چاہیے کہ دل کھول کر خرچ کرے، ہاں مفلس اتنے ہی پاؤں پھیلائے جتنی چادر ہو۔ اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ جو تنگی میں خوشی سے خرچ کرے تو اللہ اس کی تنگی جلدی ہی دور کردے گا۔

نافرمان پکڑے جائیں گے

وَكَاَيِّنْ ۔ مِّنْ ۔ قَرْيَةٍ ۔ عَتَتْ ۔ عَنْ ۔ اَمْرِ
اور بہت سی بستیاں تھیں سرکشی کی انہوں نے فرمان سے
رَبِّهَا ۔ وَرُسُلِهٖ ۔ فَحَاسَبْنٰهَا ۔ حِسَابًا
اپنے رب کے اور اس کے رسولوں کے پس حساب لیا ان سے حساب
شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا ۔ عَذَابًا ۔ نُّكْرًا ﴿٨﴾
سخت اور عذاب دیا ہم نے انہیں عذاب انوکھا
فَذَاقَتْ ۔ وَبَالَ ۔ اَمْرِهَا ۔ وَ ۔ كَانَ
پس چکھا انہوں نے برا نتیجہ اپنے کام کا اور ہوا
عَاقِبَةُ ۔ اَمْرِهَا ۔ خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ
انجام ان کے کام کا نقصان تیار کر رکھا ہے اللہ نے
لَهُمْ ۔ عَذَابًا ۔ شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا ۔ اللّٰهَ
ان کے لیے عذاب سخت پس ڈرتے رہو اللہ سے
يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۛ
اے عقل والو جو ایمان لے آئے ہو

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ
اور کتنی بستیاں اپنے رب کے اور اس کے رسولوں کے حکم
رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا
سے نکل چکیں پس ہم نے انہیں سخت حساب
شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾
میں پکڑا اور ان پر ان دیکھی آفت ڈالی
فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ
پھر انہوں نے اپنے کام کی سزا پائی اور آخر ان کے
عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ
کام میں لوٹا آ گیا اللہ نے ان کے
لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
واسطے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے
يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ
سوائے عقل والو جن کو یقین ہے اللہ سے ڈرتے رہو

شریعتِ اسلام میں جو حکم دیئے گئے ہیں ان کے مطابق کام کرنے کی تاکید کی جا رہی ہے ۔ خاص طور پر عورتوں سے سلوک کے بارے میں جو ہدایتیں اوپر دی گئی ہیں ان کا پورا خیال رکھنا چاہیئے ۔

ارشاد ہے کہ پہلے زمانہ میں بہت سی بستیاں ایسی گذر چکی ہیں جنھوں نے اللہ کے حکموں کی پروا نہ کی ۔ حالانکہ وہ اللہ ہی کی نگرانی میں پنپ رہے تھے کہ وہی ان کا رب تھا ۔ اس احسان فراموشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان سے سختی کے ساتھ ان کے کاموں کا حساب لیا اور جب ان کا قصور ثابت ہوگیا تو ان کو دنیا ہی میں سخت سزا دی اور وہ یہاں سے بری طرح نیست و نابود ہوگئے ابھی آخرت کا عذاب ان کے لیے اور باقی ہے ۔ ان کا دنیا کا عذاب ایسا سخت تھا جو کسی نے دیکھا نہ سنا اور ہر ایک کے لیے سب سے انوکھا عذاب تھا ۔ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کرکے برا نتیجہ پایا اور انہیں آخر میں جاکر سراسر نقصان ہی نقصان اٹھانا پڑا اس کے بعد انہیں آخرت کا عذاب بھگتنا پڑے گا اور وہ اس سے بھی سخت عذاب ہوگا ۔ ان نافرمانوں کا حال سن کر اے سوچ سمجھ والو ، ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ کہیں ایسی غلطی نہ کر بیٹھو جس سے تم پر اللہ کا عذاب نازل ہو ۔ ہم نے تمہاری نصیحت کے لیے یہ قرآن نازل کر دیا ہے ۔

قرآن اور رسول

قَدْ ۔ اَنْزَلَ ۔ اللّٰهُ ۔ اِلَيْكُمْ ۔ ذِكْرًا ۝۱۰ رَّسُوْلًا
تحقیق اتارا اللہ نے تمہاری طرف قرآن رسول ساتھ
يَّتْلُوْا ۔ عَلَيْكُمْ ۔ اٰيٰتِ ۔ اللّٰهِ ۔ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ
کہ پڑھتا ہے تم پر آیتیں اللہ کی صاف صاف سنانی والی تاکہ نکالے
الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ وَعَمِلُوا ۔ الصّٰلِحٰتِ ۔ مِنَ
ان کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے کام اچھے کیے
الظُّلُمٰتِ ۔ اِلَى النُّوْرِ ۔ وَمَنْ ۔ يُّؤْمِنْ ۔ بِاللّٰهِ
اندھیروں سے اجالے کی طرف اور جو ایمان لایا اللہ پر
وَيَعْمَلْ صَالِحًا ۔ يُّدْخِلْهُ ۔ جَنّٰتٍ ۔ تَجْرِيْ
اور اس نے کام کیا اچھا داخل کرے گا اسے باغوں میں بہتی ہیں
مِنْ ۔ تَحْتِهَا ۔ الْاَنْهٰرُ ۔ خٰلِدِيْنَ ۔ فِيْهَآ
جن کے نیچے نہریں رہیں گے انہی میں
اَبَدًا ۔ قَدْ ۔ اَحْسَنَ ۔ اللّٰهُ ۔ لَهٗ ۔ رِزْقًا ۝۱۱
ہمیشہ بیشک اچھا دیا اللہ نے اسے رزق

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ رَّسُوْلًا
بیشک اللہ نے تم پر نصیحت اتاری یہ رسول
يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ
جو تمہارے سامنے کھول کر سنانے والی اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے تاکہ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ
ان لوگوں کو جنہوں نے یقین لا کر بھلے کام کیے اندھیروں سے
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ
اجالے میں نکالے اور جو اللہ پر یقین لائے
وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
اور کچھ بھلائی کرے اس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
نیچے نہریں بہتی ہیں سدا انہی میں رہیں گے
اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝۱۱
البتہ اللہ نے اسے خوب روزی دی

رَسُوْلًا اس سے پہلے وَاَرْسَلْنَا مقدر مانا جائے گا۔

ارشاد ہے کہ تمہیں اللہ کے حکم معلوم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ تمہارے پاس ہم نے گھر بیٹھے ہی نصیحتوں کا مجموعہ بھیج دیا ہے اور وہ یہ قرآن ہے جسے ہمارا رسول لے کر آیا ہے۔ اب یہ رسول تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان آیتوں میں صاف صاف اور کھلی نصیحتیں بھری پڑی ہیں اور ان آیتوں کے اس رسول کے ہاتھ بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ جو کوئی انہیں سن کر اللہ پر ایمان لائے اور اس کو اپنا اکیلا معبود بنائے اور اچھے کام کرنے پر کمر باندھ لے اسے اللہ شک و شبہ کے اندھیروں سے نکال کر یقین اور ہدایت کی روشنی میں لے آئے گا اور اس روشنی میں اسے صاف معلوم ہو جائے گا کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے اب اس کا انعام بھی سن لو جو کوئی اللہ پر ایمان لائے گا اور نیک کام کرے گا اسے اللہ مرنے کے بعد ایسے باغوں میں جگہ دے گا جن کے اندر نیچے نیچے جا بجا نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پھر یہ جگہ عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے ہو گی تاکہ اسے یہ کھٹکا نہ رہے جیسے دنیا میں تھا کہ ان چیزوں سے کیا دل لگائیں یہ تو تھوڑے دن کی ہیں۔ ایسے لوگوں کے نصیب کھل گئے اور اللہ نے انہیں بہت اچھا انعام دیا۔

اللہ کی قدرت

اَللّٰهُ - الَّذِيْ - خَلَقَ - سَبْعَ - سَمٰوٰتٍ
اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان۔
وَّمِنَ الْاَرْضِ - مِثْلَهُنَّ - يَتَنَزَّلُ - الْاَمْرُ
اور زمین بھی انہی کی طرح نازل ہوتا رہتا ہے اس کا حکم
بَيْنَهُنَّ - لِتَعْلَمُوْٓا - اَنَّ - اللّٰهَ - عَلٰى - كُلِّ
ان کے درمیان تاکہ جان لو تم کہ اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ - قَدِيْرٌ - وَّاَنَّ - اللّٰهَ - قَدْ - اَحَاطَ
چیز کے قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ نے البتہ گھیر رکھا ہے
بِكُلِّ - شَيْءٍ - عِلْمًا ﴿۱۲﴾
ہر چیز کو علم میں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے
وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ
اور اتنی ہی زمین بھی اترتا ہے اس کا حکم
بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
ان کے اندر تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز
شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ
کر سکتا ہے اور اللہ کے علم میں
بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ ع ۲ ۱۸
ہر چیز کی سمائی ہے

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کی بابت تمہارے دل میں شبہے آنے ہی نہ چاہئیں۔ کیونکہ تم آسمانوں کو اپنے سر کے اوپر دیکھ رہے ہو پھر اس کے بنانے والا سوا اللہ کے کون ہو سکتا ہے۔ پس سمجھ لو کہ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمینیں بھی اتنی ہی بنائیں ان کے درمیان اللہ کے حکم نازل ہوتے رہتے ہیں اور سب کا انتظام باقاعدہ ہوتا رہتا ہے۔ اس سے اس کی قدرت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل کے علم کے اندر ہر چیز ہے کوئی ایسی چیز نہیں جسے وہ اندر سے باہر سے ہر طرف سے اور ہر طرح سے پورے طور پر نہ جانتا ہو۔ ایسی قدرت اور ایسے علم والے کا انکار کیسے ہو سکتا ہے جس نے ان سارے آسمانوں اور زمینوں کا عظیم الشان کارخانہ بنا کر ایسے اعلیٰ درجے کے انتظام کے ساتھ چلا رکھا ہو۔ یہ جو فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کی تعداد برابر ہے اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ ہر آسمان اس کے بسنے والوں کے اعتبار سے زمین بھی ہے اس میں اشارہ ہے کہ ہر آسمان میں آبادی ہے اور اس آبادی کے لیے وہی آسمان زمین بھی ہے۔ اور دوسرے آسمان اس کے لیے نرے آسمان ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہر آسمان آسمان بھی ہے اور زمین بھی۔ اس لیے دونوں کی تعداد برابر ہے۔

سورۃ الطلاق تمام ہوئی۔ اس سورت میں عورتوں کے حقوق کی بابت کچھ حکم بیان کرکے بتایا گیا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ دنیا میں زندگی اللہ کے بتائے ہوئے قاعدوں کے مطابق بسر کرے اور سب کے حقوق اللہ کو حاضر ناظر جان کر اور اس کے عذاب سے ڈر کر ادا کرے اور پہلے منکروں کے حال سے عبرت حاصل کرے کہ اللہ کی نافرمانی کرکے ان کا کیسا برا حال ہوا۔

آخر میں کہا گیا ہے کہ اللہ کا علم اور اس کی قدرت آسمان اور زمین کی پیدائش اور انتظام سے ظاہر ہے۔

سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چھیاسٹھویں[٦٦] سورت ہے اور اس کے دو رکوع ہیں، یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی۔ سورت الطلاق میں مردوں کو تاکید کی گئی تھی کہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور انسانیت کا سلوک کریں یہاں تک کہ طلاق دینے کے بعد بھی وحشیوں کی طرح پیچھا چھڑانے کی کوشش نہ کریں، بلکہ عدت کے زمانے میں ان کے اخراجات کے کفیل ہوں انہیں گھر میں رہنے کی جگہ دیں اور دل آزاری کی باتیں نہ کریں۔ اس سورت میں عورتوں کو بتایا گیا ہے کہ مردوں کی نرمی اور نیکی سے دلیر ہو کر ان کو دبانے کی کوشش نہ کریں اور نہ زیر بار کرنے والی فرمائشوں سے ان کا ناک میں دم کریں۔ مردوں کو چاہیئے کہ عورتوں کے ساتھ رعایت کرنے میں کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں جو شریعت کے خلاف ہو عورتوں اور مردوں کو ہمیشہ کے لیے آرام سے رہنے کی ہدایتوں کا موقعہ ان معمولی واقعات کو بنایا گیا جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ظاہر ہوئے اور گو وہ زیادہ خیال کرنے کے قابل نہ تھے پھر بھی احتمال تھا کہ آگے چل کر لوگوں میں یہ زیادہ خطرناک صورت اختیار کر سکتے ہیں واقعہ یہ تھا کہ آپ کی نرم دلی اور اخلاق کی بدولت آپ کی بعض ازواجِ مطہرات میں چند غیر معمولی فرمائشیں کرنے کی جرأت ہوئی اور آپ نے ان کو خوش کرنے کے لیے بعض باتوں کو جو شرع میں حلال تھیں اپنے اوپر حرام کر لیا تاکہ بلا وجہ گھر میں ناراضی نہ پھیلے۔ اس بات میں خطرہ تھا کہ آگے چل کر عورتیں مردوں پر بے جا دباؤ ڈالنے لگیں گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دے کر چاہیں گی اور ہماری خاطر خود تکلیف اٹھائیں اور ہماری خواہشیں پوری کریں۔ اس لیے اس کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ عورتوں کی مرضی کا اتنا خیال مت کرو کہ حلال چیزیں تک اپنے اوپر حرام کر لو یا کوئی ایسی بات کر بیٹھو جو شرع میں جائز نہ ہو۔ حقیقت میں بہت سی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہر شخص اپنے فرائض کو نہیں دیکھتا بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ دوسرے کو میری رعایت کرنے کا حکم ہے اس لیے اسے رعایت کرنی چاہیئے۔ بیٹا سمجھتا ہے کہ باپ کو اولاد کے پالنے اور ان پر شفقت کرنے کا حکم ہے اس لیے اسے چاہیئے کہ اپنا فرض ادا کرے، یہ نہیں دیکھتا کہ مجھے بھی ان باتوں کا خیال چاہیئے جو میرے اوپر فرض کی گئی ہیں، دوسروں کے فرائض دوسرے سنبھالیں گے۔ اگر ہر شخص اپنے فرائض کے ادا کرنے میں لگ جائے اور دوسروں کی نیکی پر تکیہ کر کے آپ نیکی کرنا نہ چھوڑ دے تو دنیا کے سارے کام درست ہو جائیں گے۔ آدمی آپس کے لڑائی جھگڑوں کا الزام ہمیشہ دوسروں کے سر لگاتا ہے، حالانکہ سب سے پہلے اسے یہ دیکھنا چاہیئے کہ میں نے اپنا فرض ادا کرنے میں تو کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اس سورۃ سے سب سے بڑی نصیحت یہی نکلتی ہے کہ ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنا فرض ادا کرے۔ یہ نہ کہے کہ دوسرا اپنا فرض ادا کیے جائے اور میں اس کا فائدہ اٹھاتا رہوں اور خود کچھ نہ کروں ؏

سورة التحريم مدنية وهي اثنتا عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بے جا رعایت مت کرو

يٰۤاَيُّهَا ۔ النَّبِيُّ ۔ لِمَ ۔ تُحَرِّمُ ۔ مَآ ۔ اَحَلَّ اللّٰهُ

اے نبی کیوں حرام کرتا ہے تو جو حلال کیا اللہ نے

لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ ۔ مَرْضَاتَ ۔ اَزْوَاجِكَ ۚ وَاللّٰهُ

تیرے لیے طلب کرتا مرضی بیویوں کی اپنی اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ ۔ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ

بخشنے والا مہربان ہے بیشک اللہ نے مقرر کر دیا ہے تمہارے لیے

تَحِلَّةَ ۔ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ ۔ مَوْلٰىكُمْ ۚ

کھول ڈالنا قسموں تمہاری کا اور اللہ تمہارا مالک ہے

وَهُوَ ۔ الْعَلِيْمُ ۔ الْحَكِيْمُ ②

اور وہی جاننے والا حکمت والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ

اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے

لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۚ وَاللّٰهُ

تجھ پر چاہتا ہے تو اپنی عورتوں کی رضامندی اور

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے اللہ نے تمہارے اوپر مقرر کر دیا

تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ

ہے کہ تم اپنی ایسی قسمیں کھول ڈالو اور اللہ تمہارا مالک ہے

وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

اور وہی ہے سب کچھ جاننے والا حکمت والا

فَرَضَ (طریقہ بتا دیا ہے) یعنی اگر کوئی ایسی بات نہ کرنے کی قسم کھا لے جیسے وہ جانتا ہے کہ شرع میں جائز ہے تو اس قسم کی پابندی لازم نہیں کفارہ دے کر توڑ سکتا ہے تَحِلَّةٌ (کھول ڈالنا۔ توڑ ڈالنا) یہ ح۔ ل۔ ل سے باب تفعیل کا مصدر ہے یعنی حلال کر لینا۔ مطلب یہ ہے کہ کفارہ دے کر قسم توڑ ڈالنا ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اپنی ازواج مطہرات کے گھر عصر کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے ایک دفعہ حضرت زینبؓ کے ہاں معمول سے زیادہ دیر لگی۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو معلوم ہوا کہ زینبؓ نے آپ کو شہد پلایا تھا اس لیے دیر لگی۔ انہوں نے ایسی ترکیب کی کہ آپؐ نے ان کو خوش کرنے کے لیے قسم کھا لی کہ میں شہد نہ پیوں گا لیکن تم کسی سے نہ کہنا کیونکہ اگر زینب تک بات پہنچ گئی تو اسے خواہ مخواہ رنج ہوگا۔ بات معمولی تھی لیکن اس سے روکا گیا تاکہ آئندہ اس کی سند پکڑ کر بیویاں خاوندوں سے ضد کر کے جائز باتیں نہ چھڑا لیں۔ اس لیے مسلمانوں کو ہدایت کرنے کے لیے ارشاد ہوا کہ اے نبیؐ بیویوں کی رضامندی اس حد تک نہیں ڈھونڈھنی چاہیئے کہ ان کی خاطر جائز باتیں تک چھوڑنے کی قسم کھا بیٹھو۔ کہیں یہ طریقہ آگے رائج نہ ہو جائے خیر اللہ اپنی مہربانی سے قصور معاف کرنے والا ہے لیکن ایسی قسموں کا پورا کرنا ضروری نہیں، کفارہ دے کر انہیں توڑ ڈالنے کا طریقہ ہم نے مقرر کر دیا ہے ؛

آخر اللہ تمہارا مالک ہے اور تم اس کے بندے ہو پھر بھی وہ جو حکم دیتا ہے خوب سمجھ بوجھ کر کسی مصلحت کی بنا پر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے اور مصلحتوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ کہیں بیویاں خاوندوں سے ایسی فرمائش نہ کرنے لگیں جن سے انہیں نامناسب باتوں میں پھنس جانا پڑ جائے ؛

خفیہ باتیں

وَاِذْ ۔ اَسَرَّ النَّبِیُّ ۔ اِلٰی ۔ بَعْضِ ۔ اَزْوَاجِهٖ
اور جب چپکے سے کہی نبی نے اپنی عورتوں سے
حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا ۔ نَبَّاَتْ ۔ بِهٖ ۔ وَاَظْهَرَهُ
ایک بات پھر جب اس نے خبر کر دی اس بات کی کہ ظاہر کر دیا اس کو
اللّٰهُ ۔ عَلَیْهِ ۔ عَرَّفَ ۔ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ
اللہ نے نبی پر تو نبی نے جتلا دی کچھ اس میں سے اور ٹال
عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا ۔ نَبَّاَهَا ۔ بِهٖ ۔ قَالَتْ
دی کچھ بس جب بتلایا عورت کو یہ بولی
مَنْ ۔ اَنْۢبَاَكَ ۔ هٰذَا ۭ قَالَ ۔ نَبَّاَنِیَ ۔ الْعَلِیْمُ
کس نے خبر کر دی تجھے اس کی کہا خبر کر دی مجھے سب کچھ جاننے
الْخَبِیْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ ۔ فَقَدْ
والے خبردار نے اور اگر توبہ کرو تم دونوں اللہ کے سامنے پس تحقیق
صَغَتْ ۔ قُلُوْبُكُمَا ۚ
مڑ گئے ہیں دل تمہارے

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ
اور جب نبی نے اپنی کسی عورت سے ایک بات
حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ
چھپا کر کہی پھر جب اس نے اس کی خبر کر دی اور اللہ نے
اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ
نبی کو یہ جتلایا تو نبی نے اس میں سے کچھ جتلا دی اور کچھ
عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ
ٹلا دی پھر جب عورت کو بات وہ جتلائی بولی
مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ
تجھے یہ کس نے بتا دی کہا مجھے اس خبردار واقف
الْخَبِیْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ
نے بتایا اور اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو تمہارے
صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ
دل جھک پڑے ہیں غلطی کی طرف

اس آیت میں ان حالات کی طرف اشارہ ہے جن کے اندر وہ حکم نازل ہوا جو پچھلی آیت میں گذرا حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو آپ کا حضرت زینبؓ کے ہاں شہد پینے کے لیے ٹھہرنا ناگوار ہوا۔ دونوں نے صلاح کی کہ آپ سے شہد پینا چھڑوانا چاہیے، جب آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کے منہ سے کچھ بو آ رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تو فقط شہد پیا تھا، پھر جب حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی آپؐ سے یہی کہا۔ آپؐ نے ان سے چپکے سے کہا کہ میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا، مگر کسی سے کچھ کہنا نہیں لیکن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہہ دیا اس پر آپ نے حضرت حفصہؓ سے فقط اتنا کہا کہ تم نے میرا راز عائشہؓ کو بتا دیا لیکن اس پر کچھ خفگی کا اظہار نہیں کیا اور غصہ کو تحمل کے ساتھ ضبط کر لیا۔ اسی کو آیت میں کہا ہے کہ کچھ بات بتا دی اور کچھ ضبط کر لی۔ حفصہؓ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ میں نے راز کی بات کسی سے کہہ دی ہے آپؐ نے فرمایا اللہ نے بتایا ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور سب باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ آگے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے خطاب فرمایا۔ ارشاد ہے کہ دونوں کو اللہ کے سامنے توبہ کرنی چاہیے کیونکہ تم نے سیدھے راستے سے کسی قدر قدم ہٹا لیا ہے اور تمہارے دل غلطی کی طرف جھک گئے ہیں۔ آئندہ ایسی باتوں سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ یہ ٹھیک نہیں ؞

سخت دھمکی

وَاِنْ ۔ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ ۔ فَاِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ هُوَ
اور اگر سازش کی تم دونوں نے اس کے خلاف پس تحقیق اللہ وہ
مَوْلٰىهُ ۔ وَجِبْرِيْلُ ۔ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ
ساتھی ہے اس کا اور جبریل اور نیک ایمان والے
وَالْمَلٰٓئِكَةُ ۔ بَعْدَ ۔ ذٰلِكَ ۔ ظَهِيْرٌ ④
اور فرشتے بعد اس کے مددگار ہیں
عَسٰى ۔ رَبُّهٗٓ ۔ اِنْ ۔ طَلَّقَكُنَّ ۔ اَنْ ۔ يُّبْدِلَهٗٓ
قریب ہے رب اس کا اگر نبی طلاق دے دے تمہیں کہ بدلا میں دے
اَزْوَاجًا ۔ خَيْرًا ۔ مِّنْكُنَّ ۔ مُسْلِمٰتٍ
بیبیاں بہتر تم سے اطاعت کرنے والی
مُّؤْمِنٰتٍ ۔ قٰنِتٰتٍ ۔ تٰٓئِبٰتٍ ۔ عٰبِدٰتٍ
ایمان والی اللہ کی طرف جھکنے والی توبہ کرنے والی بندگی کرنے والی
سٰٓئِحٰتٍ ۔ ثَيِّبٰتٍ ۔ وَّاَبْكَارًا ⑤
روزہ دار بیوہ اور کنواری

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ
اگر تم دونوں اس پر چڑھائی کرو گی تو اس کا رفیق
مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ
اللہ ہے اور جبریلؑ اور نیک بخت ایمان والے
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④
اور اس کے پیچھے فرشتے مددگار ہیں
عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ
اگر نبی تم سب کو چھوڑ دے تو ابھی اس کا رب بدلہ
اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ
میں دے اسے عورتیں تم سے بہتر حکم بردار
مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ
یقین رکھنے والیاں نماز میں کھڑی ہونے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت
سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤
کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں بیاہیاں اور کنواریاں

تَظٰهَرَا: (مل جاؤ دونوں) تثنیہ کا صیغہ ہے تَظَاهُرٌ کی ماضی کا تَظَاهُرٌ کا مادہ ظَهْرٌ ہے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ ایک دوسرے کی کمر کو سہارا دینا یہاں مراد ہے کہ باہم ایکا کر لینا عَلَيْهِ (اس کے خلاف) ظَهِيْرٌ کے معنی مددگار کے ہیں، یہاں خبر مفرد ہے اگرچہ مبتدا کی جمع ہے کیونکہ فعل اور فعول مفرد تثنیہ جمع کے لیے مفرد ہی مستعمل ہوتے ہیں سَائِحَاتٌ (روزہ دار) سَائِحَةٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل مونث ہے سَيْحٌ سے سَيْحٌ کے معنی بہنے یا سیاحت کرنے کے ہیں روزہ دار کو سَائِحٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ دن کو بغیر کھائے گذار دیتا ہے ثَيِّبٰتٍ ثَيِّبَةٌ کی جمع ہے اس کا مادہ ث ی ب ہے ثَيْبٌ کے معنی چھوڑنا ثَيِّبَةٌ وہ عورت جو خاوند سے اس کے مرجانے کی وجہ سے جدا ہو جائے اَبْكَار (کنواری، دوشیزہ) بِكْرٌ کی جمع ہے۔ وہ عورت جس کی شادی نہ ہوئی ہو۔

ارشاد ہے کہ تم دونوں نے نبی کے خلاف آپس میں سازباز کر لی تو تم نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکو گی، کیونکہ اللہ ان کے ساتھ ہے، جبریل اور نیک ایمان والے اس کے طرفدار اور سارے فرشتے اس کے مددگار ہیں اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ تم میں کوئی خاص خوبی ہے اور تم سب سے بہتر ہو اس لیے تمہیں رسول کی بیبیاں ہونے کا شرف حاصل ہوا اگر نبی آج تمہیں طلاق دے دیں تو کل اللہ انہیں تمہارے بدلے اور بیبیاں دے دیگا جو بڑی عبادت گذار اور فرمانبردار ہوں گی۔

مسلمانوں کا اصل کام

يٰۤاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ قُوْۤا ۔ اَنْفُسَكُمْ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنی جانوں کو
وَاَهْلِيْكُمْ ۔ نَارًا ۔ وَّقُوْدُهَا ۔ النَّاسُ ۔ وَالْحِجَارَةُ
اور گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔
عَلَيْهَا ۔ مَلٰٓئِكَةٌ ۔ غِلَاظٌ ۔ شِدَادٌ
اس پر مقرر ہیں فرشتے سخت کلام زبردست
لَّا يَعْصُوْنَ ۔ اللّٰهَ ۔ مَآ ۔ اَمَرَهُمْ ۔ وَيَفْعَلُوْنَ
نہیں نافرمانی کرتے اللہ کی اس میں جو وہ حکم دیں انہیں اور کرتے ہیں
مَا ۔ يُؤْمَرُوْنَ ۞ ۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا
جس کا حکم کیا جاتا ہے انھیں اے لوگو جو انکار کر چکے
لَا تَعْتَذِرُوا ۔ الْيَوْمَ ۔ اِنَّمَا ۔ تُجْزَوْنَ
مت بہانے ڈھونڈو آج کے دن تم تو فقط بدلہ پاؤ گے اسی کا
مَا ۔ كُنْتُمْ ۔ تَعْمَلُوْنَ ۞ ۷
جو تھے تم کرتے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ
اے ایمان والو اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ
وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں
عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ
جس پر تندخو زبردست فرشتے مقرر ہیں
لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ
نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی اس میں جو انہیں فرمائے اور وہی
مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞ ۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
کرتے ہیں جو حکم ہو اے منکر ہو جانے والو
لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ
مت بہانے بتلاؤ آج کے دن ع وہی بدلہ پاؤ گے
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ ۷
جو تم کرتے ہو

ان آیتوں میں کہا جا رہا ہے کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ کے سارے حکم بجا لائیں اور اپنی خواہشوں کو اللہ کے خلاف بغاوت نہ کرنے دیں۔ شرع کی پابندی اپنے لیے لازم قرار دیں اور اپنے ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو بھی شرع کے اوپر چلنا سکھائیں ورنہ پھر دوزخ سے پالا پڑے گا۔ ارشاد ہے کہ دوزخ سے بچنے کی بس یہی ایک صورت ہے کہ ہر شخص دنیا میں اسی طرح زندگی بسر کرے جیسی یہ قرآن بسر کرنی سکھاتا ہے اس کا طریقہ تمہارے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں جنہیں ذرا ذرا سی بات پر اسی لیے ٹوکا جا رہا ہے کہ ان کی زندگی تمہارے لیے نمونہ بن جائے۔ تم اسی طرح اپنی بیویوں اور بال بچوں سے سلوک کرو جیسے رسول کو ہدایت کی جا رہی ہے۔ یاد رکھو دوزخ اللہ کا انکار کرنے والوں اور پتھر کے بتوں کے لیے بنی ہے۔ وہی اس کا ایندھن بنیں گے۔ دوزخ پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جن کی شکلیں ڈراونی مزاج سخت اور کلام ہولناک ہے اور وہ اللہ کے حکم سے منہ نہیں موڑتے اور اس کے حکم کے بجا لانے میں سستی اور کوتاہی نہیں کرتے۔ منکروں کو قیامت کے دن ارشاد ہوگا کہ آج تمہارا کوئی عذر نہ سنا جائے گا اور تمہیں جو سزا ملے گی۔ وہ انہی باتوں اور کاموں کی سزا ہوگی جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

سچے دل سے توبہ کرو

يٰٓاَيُّهَا ۔ الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ تُوْبُوْٓا ۔ اِلَى اللّٰهِ ۔ تَوْبَةً
اے لوگو جو ایمان لائے ہو توبہ کرو اللہ کے آگے توبہ
نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى ۔ رَبُّكُمْ ۔ اَنْ ۔ يُّكَفِّرَ ۔ عَنْكُمْ
سچی امید ہے رب تمہارا کہ دور کر دے تم سے
سَيِّاٰتِكُمْ ۔ وَيُدْخِلَكُمْ ۔ جَنّٰتٍ ۔ تَجْرِيْ ۔ مِنْ
برائیاں تمہاری اور داخل کر دے تمہیں ایسے باغوں میں کہ بہتی ہیں
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ ۔ لَا يُخْزِي ۔ اللّٰهُ ۔ النَّبِيَّ ۔ وَالَّذِيْنَ
جن کے نیچے نہریں اس دن نہ رسوا کرے گا اللہ نبی کو اور ان کو جو
اٰمَنُوْا ۔ مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ ۔ يَسْعٰى ۔ بَيْنَ ۔ اَيْدِيْهِمْ
ایمان لائے ساتھ اس کے نور ان کا دوڑتا ہو گا سامنے ان کے
وَبِاَيْمَانِهِمْ ۔ يَقُوْلُوْنَ ۔ رَبَّنَآ ۔ اَتْمِمْ لَنَا ۔ نُوْرَنَا
اور داہنے ان کے کہتے ہوں گے اے رب ہمارے پورا کر ہمارے لیے نور ہمارا
وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ ۔ عَلٰى ۔ كُلِّ ۔ شَيْءٍ ۔ قَدِيْرٌ ⑧
اور بخش دے ہمیں تحقیق تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً
اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی
نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ
توبہ امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں
سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
دور کر دے اور تمہیں باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ
بہتی ہیں اس دن اللہ نبی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
ایمان لائے ذلیل نہ کرے گا ان کی روشنی ان کے آگے اور داہنے
وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا
دوڑتی ہو گی کہتے ہوں گے اے رب ہماری روشنی پوری کر دے
وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧
اور ہمیں معاف کر دے تو سب کچھ کر سکتا ہے

نَصُوْحٌ: خالص۔ سچی۔ صفت کا صیغہ ہے ن ص ح سے نَصِيْحَتٌ کے معنی ہیں سچی خیر خواہی نَصُوْحٌ مذکر اور مؤنث کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے یعنی سچے دل سے کی ہوئی بات۔

ارشاد ہے کہ آدمی سے قصور ہو سکتا ہے، اس لیے ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ کے آگے خالص سچے دل سے توبہ کرتے رہا کریں، اسی میں ان کی نجات ہے۔ اے ایمان والو امید ہے کہ سچی توبہ کرنے سے اللہ تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں جنت میں داخل کر دیگا جس میں نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یاد رکھو قیامت کے دن اللہ اپنے نبی کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا اور شرمندہ نہ کرے گا۔ ایمان والوں کے آگے اور دائیں جانب نور دوڑتا چلے گا اور وہ کہتے جائیں گے کہ اے ہمارے رب ہمارا نور مکمل کر دے تاکہ ہمیں یہاں کا اندھیرا پریشان نہ کرے اور ہمارے گناہوں کو بخش دے ہماری خطاؤں سے درگزر کر اور ہمارے قصور معاف فرما۔ تیری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو ہر وقت اللہ کے آگے توبہ کرتے رہنا چاہیے تاکہ ان کے قصور معاف کیے جائیں اور جنت میں جگہ ملے۔ یہی طریقہ ہے جس سے دوزخ سے بچا جا سکتا ہے ایسا کام کوئی نہ کریں جس سے اس طریقہ میں خلل آئے۔

فسادیوں کا علاج اور انجام

يٰاَيُّهَا ۔ النَّبِيُّ ۔ جَاهِدِ ۔ الْكُفَّارَ ۔ وَالْمُنٰفِقِيْنَ
اے نبی لڑائی کر منکروں سے اور دغا بازوں سے
وَاغْلُظْ ۔ عَلَيْهِمْ ۔ وَمَاْوٰهُمْ ۔ جَهَنَّمُ
اور سختی کر ان پر اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے
وَبِئْسَ ۔ الْمَصِيْرُ ۝۹ ضَرَبَ اللّٰهُ ۔ مَثَلًا
برا ہے ٹھکانا وہ بیان کی اللہ نے مثال
لِّلَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوا ۔ امْرَاَتَ ۔ نُوْحٍ ۔ وَّامْرَاَتَ
ان کے لیے جو منکر ہوئے عورت نوح کی اور عورت
لُوْطٍ ۔ كَانَتَا ۔ تَحْتَ ۔ عَبْدَيْنِ ۔ مِنْ
لوط کی تھیں وہ دونوں نکاح میں دو بندوں کے ہمارے بندوں
عِبَادِنَا ۔ صَالِحَيْنِ ۔ فَخَانَتٰهُمَا ۔ فَلَمْ يُغْنِيَا
میں سے جو نیک تھے پس خیانت کی ان دونوں کے ساتھ پس کام آئے
عَنْهُمَا ۔ مِنَ اللّٰهِ ۔ شَيْئًا ۔ وَّقِيْلَ ۔ ادْخُلَا
وہ دونوں ان کے اللہ کے آگے کچھ بھی اور کہہ دیا گیا داخل ہو
النَّارَ ۔ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰
دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ
اے نبی منکروں سے اور دغا بازوں سے لڑائی کر
وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ
اور ان پر سختی کر اور ان کا گھر دوزخ ہے
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۹ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
اور وہ بری جگہ جا پہنچے اللہ نے منکروں کے واسطے
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ
ایک مثال بتائی نوح کی عورت کی اور لوط کی
لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ
عورت کی وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں
عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا
کے گھر میں تھیں انہوں نے ان سے چوری کی پس وہ دونوں
عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا
اللہ کے آگے کچھ کام نہ آئے اور حکم ہوا پہلی جانے
النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰
آگ میں جانے والوں کے ساتھ

اس میں سے پہلی آیت سورۃ التوبہ میں گذر چکی ہے ۔ یہاں پھر یاد دلایا جا رہا ہے کہ جو لوگ دنیا میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں وہ دو قسم کے لوگ ہیں ۔ ایک تو وہ جو کھلم کھلا اللہ کو جو عدل و انصاف کا سرچشمہ ہے نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ دنیا میں بس ہم ہی ہم ہیں جو چاہے کریں کوئی پوچھنے والا نہیں یہ لوگ امن و امان کے کھلے دشمن ہیں ۔ ان سے اگر وہ سیدھی طرح نہ مانیں تو جنگ کرو اور ان کا قلع قمع کردو ۔ ورنہ یہ کسی کو چین سے نہ رہنے دیں گے دوسرے وہ لوگ ہیں جو بظاہر تم سے ملے ہوئے ہیں لیکن چپکے چپکے تم سے ہر وقت دشمنی پر آمادہ رہتے ہیں ان سے چوکنا رہو اور ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آؤ ۔ یہاں تک کہ جب قانوناً ان کا فتنہ ثابت ہو جائے ۔ اس وقت ان کو سخت سزا دو ۔ اس کے بعد ان اسلام کے دشمنوں کا حال واضح کرنے کے لیے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال بیان کی ہے ۔ وہ ان کے گھر میں بظاہر ملی جلی رہتی تھیں لیکن دل میں دشمنوں کی حمایت کا خبط سمایا ہوا تھا ۔ ان کے شوہر اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے اور اللہ نے انہیں اپنا رسول مقرر کیا تھا لیکن جب وقت نافرمانوں پر اللہ کا عذاب آیا تو یہ اپنی بیویوں کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے اور ان کے کچھ کام نہ آئے ۔ دنیا میں وہ نافرمانوں کے ساتھ تباہ ہوئیں اور آخرت میں انہیں اور دوزخیوں کے ساتھ دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا ۔

نیکوں کا حال اور انجام

وَضَرَبَ - اللّٰهُ - مَثَلًا - لِّلَّذِيْنَ - اٰمَنُوا - امْرَاَتَ
اور بیان کی اللہ نے مثال واسطے ان کے جو ایمان لائے عورت کی
فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ - قَالَتْ - رَبِّ - ابْنِ - لِيْ - عِنْدَكَ
فرعون کی جب کہا اس نے اے میرے رب بنا میرے لیے پاس اپنے
بَيْتًا - فِي الْجَنَّةِ - وَنَجِّنِيْ - مِنْ فِرْعَوْنَ
ایک گھر جنت میں اور نجات دے مجھے فرعون سے
وَعَمَلِهٖ - وَنَجِّنِيْ - مِنَ - الْقَوْمِ
اور اس کے کام سے اور نجات دے مجھے سے لوگوں
الظّٰلِمِيْنَ ⑪ وَمَرْيَمَ - ابْنَتَ - عِمْرٰنَ
ظالم اور مریم بیٹی عمران کی
الَّتِيْٓ - اَحْصَنَتْ - فَرْجَهَا - فَنَفَخْنَا فِيْهِ
جس نے محفوظ رکھا اپنی شرمگاہ کو پس پھونک دی ہم نے اس میں
مِنْ رُّوْحِنَا - وَصَدَّقَتْ - بِكَلِمٰتِ - رَبِّهَا
ایک روح اپنی طرف سے اور سچ کہا اس نے باتوں کو اپنے رب کی
وَكُتُبِهٖ - وَكَانَتْ - مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ⑫
اور اس کی کتابوں کو اور تھی وہ بندگی کرنے والوں میں

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ
اور اللہ نے ایک مثال ایمان والوں کی بتلائی فرعون کی
فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ
عورت جب بولی اے رب بنا میرے واسطے
بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ
ایک گھر بہشت میں اپنے پاس اور بچا نکال مجھے فرعون سے
وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ
اور اس کے کام سے اور بچا نکال مجھے ظالم
الظّٰلِمِيْنَ ⑪ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ
لوگوں سے اور مریم بیٹی عمران کی
الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ
جس نے اپنی چھپی جگہ کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں
مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا
اپنی طرف سے ایک جان پھونک دی اور سچا جانا اس نے اپنے رب
ع ۵ ۲۰ وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ⑫
کی باتوں کو اور کتابوں کو اور وہ تھی بندگی کرنے والوں میں

ارشاد ہے کہ ایمان والوں کے لیے اللہ نے فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران کا حال بیان کیا۔ حضرت آسیہ نے حضرت موسیٰ کو فرعون کے سامنے پرورش کیا وہ بعد میں حضرت موسیٰ کی طرفدار اور فرعون کے کرتوتوں سے بیزار رہیں۔ فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کو بہت ستایا اور آخر قتل کر دیا۔ وہ دعا کرتی رہتی تھیں کہ اے میرے رب مجھے فرعون سے اور اسکی کرتوتوں سے چھڑا اور مجھے اپنا قرب نصیب کر اور جنت میں میرے لیے ایک مکان تیار کر دے۔ آخر اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور وہ شہید ہو کر اپنے رب کے پاس جنت میں پہنچ گئیں۔

حضرت مریم علیہا السلام عمران کی بیٹی تھیں، وہ اللہ کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں، نہ انھوں نے شادی کی اور نہ کبھی برے کام کرنے کا خیال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا انھوں نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک ماری جس سے وہ حاملہ ہو گئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ اللہ کی بندی اللہ کی ساری باتوں کو ٹھیک اور سچا مانتی تھیں اور اس کی کتابوں پر اس کا ایمان تھا اور بڑی محنت اور تندہی سے مردوں کی طرح اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مصروف رہتی تھیں۔ ساری عمر اللہ کی بندگی میں گذاری آخر اللہ نے انہیں آخرت میں بڑے درجے عطا کیے۔

سُورۃ التحریم کی تعلیم

اس سورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے کہ اگرچہ بیویوں سے مردوں کو نیک سلوک کرنا چاہیئے، یہاں تک کہ طلاق دیتے وقت بھی اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ عورت کو کوئی تکلیف یا کوفت نہ ہو۔ پھر بھی عورتوں کی رعایت اس حد تک ٹھیک نہیں کہ تم ان کی خاطر حلال چیزوں کو بھی اپنے اوپر حرام کر لو اگر تم نے ایسا کیا تو اور لوگوں کو تو ان کی بیویاں ذرا بھی چین نہ لینے دیں گی، جب کوئی شخص ان کی فرمائش پوری کرنے میں ہچر مچر کرے گا جھٹ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دے کہ ان کی جان کھا جائیں گی اس لیے اے نبی تمہیں بیویوں کی بیجا خاطر داری سے بچنا چاہیئے اور تم نے جو شہد نہ پینے کی یا کسی عورت کے پاس نہ جانے کی جس کے پاس جانا قانوناً تمہارے لیے حلال ہے، اپنی کسی بیوی کو خوش کرنے کے لیے قسم کھائی ہو تو اس قسم کو توڑ دو اور اس کا کفارہ ادا کر دو اور آئندہ کسی بیوی کو خوش کرنے کے لیے حلال چیز کو اپنے اوپر حرام مت کرو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اسی سورت میں ازواج مطہرات کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کی نرم طبیعت اور خوش خلقی سے بے جا فائدہ نہ اٹھائیں۔ آئندہ نبیؐ تمہاری کسی ناجائز فرمائش کو پورا نہ کریں گے۔ تم انہیں دق کرنے سے توبہ کرو۔ ورنہ اگر انہوں نے تمہیں طلاق دے دی۔ تو اللہ اور جبریلؑ اور سارے نیک مسلمان نبی کے طرفدار ہوں گے اور تمہارے بدلے انہیں اور بیویاں مل جائیں گی جن میں وہ صفتیں ہوں گی جو نیک عورتوں میں ہونی چاہئیں۔ نیک عورتوں کی عادتیں یہ بیان کی گئی ہیں کہ وہ بیوہ ہوں یا کنواری اپنے بڑوں کا اور خاوندوں کا کہنا ماننے والی ایماندار، نماز پڑھنے والی۔ توبہ کرتے رہنے والی، اللہ کی عبادت میں مصروف رہنے والی ہوتی ہیں۔

اس کے بعد مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم چلیں۔ مردوں سے کہا گیا ہے کہ گھر والوں کا اچھی طرح سے دنیا میں گذارے کا بندوبست کرنے کے بعد تمہارا یہ بھی فرض ہے کہ انہیں دوزخ سے بچاؤ اور اس سے بچنا شرع کے پابند ہونے ہی سے ہو سکتا ہے۔ نافرمان لوگ اور مشرک اور ان کے بت دوزخ کا ایندھن بنیں گے اور قیامت کے دن ان کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ مسلمان مرد اور عورتوں کو اس طرح نہ ہونا چاہیئے۔ شرع کی پابندی کا بدلہ انہیں یہ ملے گا کہ انہیں خوشنما سرسبز باغوں میں داخل کیا جائے گا۔

کافروں کی مثال حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی سی ہے اور مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی حضرت آسیہؑ اور عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریمؑ کی سی ہے۔ اس سورت کو سمجھ کر ذرا اس پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ آج کل کی آزادی پسند عورتوں کا رویہ کہاں تک اس کے مطابق ہے۔

سُوْرَةُ الْمُلْك

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی سڑسٹھویں سورت ہے اور قیام مکّہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع ہیں۔ اس سورت میں ان لوگوں کو ہدایت کی گئی ہے جو اللہ کا نام تو لیتے تھے لیکن اس کو ایسا نہ مانتے تھے جیسا ماننا چاہیئے تھا ان سے کہا گیا ہے کہ اللہ کو اس طرح مانو کہ اس کی خوبیاں اسی کے اندر سے آپ ہی آپ ابل رہی ہیں، کسی باہر کی چیز کا ان میں کوئی دخل نہیں ہے، سارے جہان کا وہی بادشاہ ہے سارا زور قوت اور طاقت اسی کے قبضہ میں ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، یہ ساری مخلوقات اسی نے پیدا کی ہے، ہر طرف اسی کی قدرت کا ظہور ہے، سات آسمان اسی نے پیدا کیے جو آپس میں ایک دوسرے کے اوپر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس نے ہر چیز کو قاعدے اور طریقے سے بنایا ہے ہر چیز اپنی اپنی مناسب جگہ پر موجود ہے اور اپنا کام پورا کر رہی ہے۔ جتنا اس کی مخلوقات کو غور سے دیکھو گے تمہاری حیرت بڑھتی جائے گی۔ دیکھتے دیکھتے تھک جاؤ گے لیکن اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ آسمان تاروں سے جگمگا رہا ہے کچھ روشن چیزیں ٹوٹ کر ادھر ادھر بھاگتی نظر آتی ہیں۔ یہ آگ کے گولے ہیں جن سے شیطانوں کو مار بھگایا جاتا ہے تاکہ دنیا میں غلط خبریں نہ پھیلائیں انہیں شیطانوں کے لیے دوزخ بنائی گئی ہے اور اسی میں وہ لوگ بھی داخل کیے جائیں گے جو اللہ کو بالکل نہیں مانتے۔ دوزخ کا جوش و خروش دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے فرشتے ان سے پوچھیں گے کیا دنیا میں تمہیں اس آگ سے ڈرانے والے نہیں آئے جو تم آج اس میں جھونک دینے کے لیے یہاں لائے گئے ہو۔ وہ کہیں گے آئے تو تھے لیکن ہم ان کا ڈرانا خاطر میں نہ لائے اور ان کو جھوٹا سمجھا وہ اپنی ڈھٹائی کا اقرار کریں گے اور کہیں گے اگر ہم سمجھ سے کام لیتے اور رسولوں کی بات سنتے تو آج اس آفت میں نہ پھنستے۔ برخلاف ان کے اللہ سے ڈرنے والے نیک بندے اس دن چین اور آرام سے ہوں گے اور ان کو بڑا اجر ملے گا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور ان کے رسولوں کا یقین کر کے ان باتوں کو مانا جو ان کے لیے آنکھوں سے اوجھل تھیں۔ آگے انسان کو نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو اور اس کے عذاب سے ڈرو۔ اس نے اپنے نہ ماننے والوں کو دنیا ہی میں بڑی بڑی سزائیں دی ہیں۔ اس پر ایمان لائے بغیر کسی کی نجات نہیں ہو سکتی۔ تم خود ہی سوچو کہ ایک شخص منہ اٹھائے ہوئے سیدھے راستہ پر چل رہا ہے اور دوسرا منہ اوندھائے گرتا پڑتا ادھر ادھر بھٹکتا پھر رہا ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس لیے اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانو اور قیامت پر یقین کرو۔ اس کے بغیر سوا بھٹکتے پھرنے کے کچھ پلے نہ پڑے گا ؎

سُورَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ — ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

اللہ ہی کا راج ہے

تَبٰرَكَ ۔ الَّذِيْ ۔ بِيَدِهِ ۔ الْمُلْكُ ۔ وَ ۔ هُوَ
برکت والا ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں ہے بادشاہی اور وہ
عَلٰى ۔ كُلِّ ۔ شَيْءٍ ۔ قَدِيْرُ ۝١ نِ الَّذِيْ ۔ خَلَقَ
اوپر ہر ایک چیز کے قدرت رکھتا ہے جس نے بنائی
الْمَوْتَ ۔ وَالْحَيٰوةَ ۔ لِيَبْلُوَكُمْ ۔ اَيُّكُمْ ۔ اَحْسَنُ
موت اور زندگی تاکہ جانچے تمہیں کونسا تم میں ہے زیادہ اچھا
عَمَلًا ۔ وَهُوَ ۔ الْعَزِيْزُ ۔ الْغَفُوْرُ ۝٢ الَّذِيْ
کام میں اور وہ زبردست بخشنے والا ہے جس نے
خَلَقَ ۔ سَبْعَ ۔ سَمٰوٰتٍ ۔ طِبَاقًا ۔ مَا تَرٰى
پیدا کیے سات آسمان اوپر تلے نہیں دیکھے گا تو
فِيْ ۔ خَلْقِ ۔ الرَّحْمٰنِ ۔ مِنْ ۔ تَفٰوُتٍ ۔ فَارْجِعِ
پیدا کرنے میں رحمٰن کے کوئی خلل پس لوٹا تو
الْبَصَرَ ۔ هَلْ ۔ تَرٰى ۔ مِنْ ۔ فُطُوْرٍ ۝٣
نگاہ کیا دیکھتا ہے تو کوئی درز

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ
بڑی برکت ہے اس کی جس کے ہاتھ میں راج ہے اور وہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝١ نِ الَّذِيْ خَلَقَ
سب کچھ کر سکتا ہے جس نے بنایا
الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ
مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے کہ کون تم میں اچھا
عَمَلًا ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝٢ الَّذِيْ
کام کرتا ہے اور وہ زبردست بخشنے والا جس نے
خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۗ مَا تَرٰى
سات آسمان بنائے تہہ بہ تہہ کیا تو رحمٰن کے
فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۗ فَارْجِعِ
بنانے میں کچھ فرق دیکھتا ہے پھر دوبارہ
الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝٣
نگاہ کر کہیں نظر آتی ہے تجھ کو کوئی دراڑ

طِباق (طبقہ طبقہ یعنی اوپر تلے اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے) تفٰوُت (فرق) اس کا مادہ ف۔و۔ت ہے فوت کے معنی ہاتھ سے نکل جانا۔ تفاوت آپس میں فرق ہونا یعنی جو چیز ایک میں ہے دوسرے میں نہیں فُطُور (شگاف، درز) فَطر کی جمع ہے، دراڑ، شکستگی۔

انسانوں کے اندر دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو سرے سے اللہ کو مانتے ہی نہیں وہ منکر اور کافر ہیں، دوسرے وہ جو اللہ کا نام تو لیتے ہیں لیکن اسے ٹھیک طور پر جیسا سمجھنا چاہیئے نہیں سمجھتے۔ اس کا نتیجہ شرک ہوتا ہے اسلام پہلے لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ کو مانو ورنہ پچھتاؤ گے۔ دوسروں کو سمجھاتا ہے کہ اللہ کی بابت اپنے خیالات درست کرو، چنانچہ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اللہ ایک ہے اور سارے جہان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ برکت والا ہے یعنی اس کی خوبیاں ساری اپنی ہیں اور ان میں کبھی کوئی کمی یا نقص نہیں ہوتا بلکہ خود بخود بڑھتی رہتی ہیں، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، اس نے تمہیں زندگی دی اور وہی موت دے گا۔ اس مرنے جینے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارا امتحان لیا جائے کہ اس عارضی زندگی میں کون اچھے کام کرتا ہے اور کون برے، ساری قوت اسی میں ہے اور وہ خطائیں بخشنے والا ہے منکروں کو ارشاد ہے کہ اوپر تلے سات آسمان اسی نے بنائے، ان میں ہر بات ایک مضبوط نظام اور قاعدہ کے ساتھ چل رہی ہے جس میں کسی جگہ کوئی خلل یا خلا نہیں ہے نہ کوئی ٹوٹ پھوٹ ہے نگاہ اٹھا کر دیکھو اور پھر دیکھو آخر اسی نتیجہ پر پہنچ کر رہو گے۔

روشن ستارے

ثُمَّ ۔ ارْجِعِ ۔ الْبَصَرَ ۔ كَرَّتَیْنِ ۔ یَنْقَلِبْ ۔ اِلَیْكَ
پھر لوٹا نگاہ کو بار بار پھر آجائے گی تیری طرف

الْبَصَرُ ۔ خَاسِئًا ۔ وَّهُوَ ۔ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ
وہ نگاہ دھتکاری ہوئی اور وہ تھکی ہوگی اور البتہ تحقیق

زَیَّنَّا ۔ السَّمَآءَ ۔ الدُّنْیَا ۔ بِمَصَابِیْحَ
سجایا ہم نے آسمان قریب کا ساتھ چراغوں کے

وَجَعَلْنٰهَا ۔ رُجُوْمًا ۔ لِّلشَّیٰطِیْنِ ۔ وَاَعْتَدْنَا
اور کیا ہم نے انھیں مارنے کے پتھر واسطے شیطانوں کے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لَهُمْ ۔ عَذَابَ ۔ السَّعِیْرِ ﴿۵﴾ وَلِلَّذِیْنَ
ان کے لئے عذاب دہکتی آگ کا اور واسطے ان کے جو

كَفَرُوْا ۔ بِرَبِّهِمْ ۔ عَذَابُ ۔ جَهَنَّمَ
انکار کر بیٹھے اپنے رب کا عذاب ہے جہنم کا

وَبِئْسَ ۔ الْمَصِیْرُ ﴿۶﴾
اور برا ٹھکانا ہے وہ

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ
پھر دو دو بار لوٹا کر نگاہ کر تیرے پاس تیری نگاہ لوٹ

الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ
آئے گی رد ہو کر اور تھک کر اور ہم نے

زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ
سب سے قریب والے آسمان کو رونق دی چراغوں سے

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا
اور کیا ہم نے ان کو مارنے کے پتھر شیطان کے واسطے اور ان کے

لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ﴿۵﴾ وَلِلَّذِیْنَ
واسطے دہکتی آگ تیار کر دی اور جو لوگ

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ
اپنے رب سے منکر ہوئے ان کے واسطے دوزخ کا عذاب ہے

وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۶﴾
اور بری جگہ جا پہنچے

كَرَّتَیْنِ (بار بار) كَرَّةٌ کا تثنیہ ہے كَرَّةٌ کے معنی ہیں لوٹ کر حملہ کرنا۔ یہاں تثنیہ تکثیر کے لیے ہے یعنی بار بار حملہ کرنا خَاسِئًا (دھتکارا ہوا) اسم فاعل ہے خَسَاءٌ سے خَسْئًا (لازم) کے معنی ڈانٹ کھا کر نکلنا۔ سورہ المومنون میں گزر چکا ہے حَسِیْرٌ (تھکا ہوا) صفت کا صیغہ ہے ح۔س۔ر سے جس کے معنی کوفت اٹھانا ہے حسیر درماندہ ؛

ارشاد ہے کہ قدرت کے منظر کو پھر دیکھو اور بار بار دیکھو۔ تمہاری نگاہ تھک کر واپس آجائے گی مگر اللہ کی کاریگری میں کوئی نقص نہ پاسکے گی۔ دیکھو تمہارے قریب کے آسمان میں ستارے روشن چراغوں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ انہیں چراغوں میں سے آگ کے شعلے نکل کر شیطانوں کو مار بھگاتے ہیں جو اوپر چڑھ کر غیب کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ دنیا میں اس کے اندر جھوٹ سچ ملا کر لوگوں کو پھسلائیں اور ان کو گمراہ کریں ان کے واسطے آگ کے دہکتے شعلے تیار ہیں۔ ایسے ہی جو دنیا میں اللہ کا اقرار نہیں کرتے بلکہ اس کے انکار پر تلے ہوئے ہیں وہ بھی سن رکھیں کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب تیار ہے اور یہ جہنم برا ٹھکانا ہے یہ باتیں بیان کرکے دونوں قسم کے آدمیوں کو سمجھایا جارہا ہے تاکہ جو اللہ کو نہیں مانتے وہ اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اسے مانیں اور جو مانتے ہیں وہ اللہ کی اعلیٰ صفتوں سے واقف ہوجائیں تاکہ شرک سے بچیں ؛

دوزخ کا حال

اِذَآ ۔ اُلْقُوْا ۔ فِيْهَا ۔ سَمِعُوْا ۔ لَهَا ۔ شَهِيْقًا
جب ڈالے جائیں گے اس میں سنیں گے اس کا دہاڑنا
وَّ ۔ هِيَ ۔ تَفُوْرُ (۷) تَكَادُ ۔ تَمَيَّزُ ۔ مِنَ الْغَيْظِ
اور وہ جوش مارتی ہوگی قریب ہے کہ پھٹ پڑے غصہ سے
كُلَّمَآ ۔ اُلْقِيَ ۔ فِيْهَا ۔ فَوْجٌ ۔ سَاَلَهُمْ
جب بھی ڈالا جائے گا اس میں کوئی گروہ پوچھیں گے ان سے
خَزَنَتُهَآ ۔ اَلَمْ ۔ يَاْتِكُمْ ۔ نَذِيْرٌ (۸) قَالُوْا
محافظ اس کے کیا نہ آیا تھا تمہارے پاس ڈرانے والا، کہیں گے
بَلٰى ۔ قَدْ ۔ جَآءَنَا ۔ نَذِيْرٌ ۵ فَكَذَّبْنَا
ہاں ضرور آیا تھا ہمارے پاس ڈرانے والا پس جھٹلایا ہم نے
وَقُلْنَا ۔ مَا ۔ نَزَّلَ ۔ اللّٰهُ ۔ مِنْ ۔ شَيْءٍ ۚ
اور کہا نہیں اتاری اللہ نے کوئی چیز
اِنْ ۔ اَنْتُمْ ۔ اِلَّا ۔ فِيْ ۔ ضَلٰلٍ ۔ كَبِيْرٍ (۹)
نہیں تم مگر گمراہی میں بڑی

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا
جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا دھاڑنا سنیں گے اور وہ جوش
وَّهِيَ تَفُوْرُ (۷) تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ
مار رہی ہوگی ایسا لگتا ہے کہ جوش سے پھٹ پڑے گی
كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ
جس وقت کوئی گروہ اس میں پڑے گا اس سے دوزخ
خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۸) قَالُوْا
کے داروغہ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ پہنچا تھا
بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۵ فَكَذَّبْنَا
وہ بولیں گے کیوں نہیں ہمارے پاس ڈرانے والا پہنچا تھا پھر ہم نے اسے جھٹلایا
وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ
اور کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (۹)
تم تو بڑے بہکاوے میں پڑے ہوئے ہو

شَهِيق : (زور کی ڈراؤنی آواز) ش۔ہ۔ق حاصل مصدر ہے تَفُوْر (جوش مارتی ہے) مضارع کا صیغہ ہے ف۔و۔ر سے فَوْر کے معنی جوش مارنا فوارہ اسی سے بنا ہے تَمَيَّزُ : (پھٹ پڑے) مضارع کا صیغہ ہے تَمَيُّزٌ سے اصل میں تَتَمَيَّزُ سے پہلی ت استعمال میں گر گئی۔ اس کا مادہ م۔ی۔ز ہے جس کے معنی جدا کر دینا ہیں تَمَيُّزٌ اس کا لازم ہے یعنی اجزا کا الگ الگ ہو جانا؛

پہلے ارشاد ہوا کہ خبیث روحیں جنہیں شیاطین کہتے ہیں دنیا میں فتنہ فساد پھیلانے کے لیے ادھر ادھر منڈلاتی رہتی ہیں ان کو مار بھگانے کے لیے ستاروں میں سے چمکتے ہوئے گولے نکلتے ہیں اور انہیں دفع کر دیتے ہیں۔ آخرت میں انہیں دہکتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا اور انہیں کے ساتھ وہ لوگ بھی جہنم رسید ہوں گے جو دنیا میں اللہ کا انکار کر بیٹھتے تھے۔ ارشاد ہے کہ جب یہ لوگ گروہ گروہ بنا کر داخل کیے جائیں گے تو اس کے اندر سے زوردار اور ڈراؤنی آوازیں نکلتی ہوئی سنیں گے اور وہ اس قدر جوش خروش میں ہوگی گویا غصہ میں آپے سے باہر ہوتی جا رہی ہے اور عنقریب پھٹ پڑے گی۔ ان میں سے جب کوئی گروہ دوزخ میں جھونکا جائے گا تو دوزخ کے نگہبان فرشتے ان سے کہیں گے تم یہاں کیسے آ پھنسے۔ کیا دنیا میں اللہ کے رسول تمہارے پاس اس سے ڈرانے نہیں پہنچے تھے۔ وہ غم بھری آواز میں جواب دیں گے کہ کیوں نہیں ہمارے پاس ڈرانے والے آئے تھے لیکن ہم نے ان سے کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو اللہ نے نہ تمہیں رسول بنا کر بھیجا اور نہ تمہارے اوپر وحی نازل کی یہ تو تم نے خود بخود غلط راستہ اختیار کیا ہے اور صحیح راستہ سے بہت دور نکل گئے ہو ہم تمہاری نہیں سنتے

گناہ کا اقرار

وَقَالُوا - لَوْ كُنَّا - نَسْمَعُ - اَوْ - نَعْقِلُ - مَا - كُنَّا - فِيٓ
اور کہیں گے اور اگر ہوتے ہم سنتے یا سمجھتے نہ ہوتے ہم میں
اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوا - بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا
دوزخ والوں پس اقرار کیا انہوں نے اپنے جرم کا پس دور ہوں
لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ - الَّذِيْنَ - يَخْشَوْنَ
دوزخ والے تحقیق وہ لوگ جو ڈرتے ہیں
رَبَّهُمْ - بِالْغَيْبِ - لَهُمْ - مَّغْفِرَةٌ - وَّاَجْرٌ - كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾
اپنے رب سے دیکھے بغیر واسطے ان کے بخشش ہے اور اجر بڑا
وَاَسِرُّوْا - قَوْلَكُمْ - اَوِ اجْهَرُوْا - بِهٖ ۭ اِنَّهٗ - عَلِيْمٌ
اور چھپاؤ تم بات اپنی یا ظاہر کرو اسے تحقیق وہ جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا - يَعْلَمُ - مَنْ - خَلَقَ
دلوں کے بھید کیا نہ جانے گا وہ جس نے پیدا کیا
وَهُوَ - اللَّطِيْفُ - الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾
اور وہ باریک بین اور خبردار ہے۔

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيٓ
اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخ والوں
اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا
میں نہ ہوتے سو اپنے گناہ کے قائل ہو گئے اب
لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
دفع ہو جائیں دوزخ والے جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے
رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾
ہیں بن دیکھے ان کے لیے معافی ہے اور بڑا ثواب
وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
تم اپنی بات چھپا کر کہو یا کھول کر وہ جی کے بھید
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط
جانتا ہے بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا
وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ ع ۱۴
اور وہی ہے بھید جاننے والا خبردار

سحقاً (دور دور) سحقاً لہ گھرکی اور ڈانٹ کا کلمہ ہے جیسے سقیا لہ ورعیا لہ شاباشی اور دعا کے کلمے ہیں ترکیب میں یہ مفعول مطلق ہے جسکا فعل محذوف ہے۔ اس آیت میں دوزخیوں کے افسوس اور پچھتاوے کو ظاہر کیا گیا ہے ارشاد ہے کہ وہ دوزخ کے نگہبانوں کے جواب میں یہ بھی کہینگے کہ ہائے ہمارے کان پھوٹ گئے تھے ہائے ہماری عقل ماری گئی تھی ورنہ رسولوں کا کہنا سنتے اور اس پر غور کرتے اور آج دوزخیوں کیساتھ دوزخ میں نہ جھونکے جاتے۔ آگے ارشاد ہے کہ دوزخ کو دیکھکر انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور آخر انہیں معلوم ہو گیا کہ انہوں نے رسولوں کا کہنا دنیا میں نہ مان کر بڑا بھاری گناہ کیا جسکی وجہ سے آج اس مصیبت میں گرفتار ہوتے لیکن اسوقت کا ماننا کچھ کام نہ آئیگا اور دوزخ والوں کو کہہ دیا جائے گا کہ دور ہو جاؤ لعنت ہے تم پر اسکے بعد ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنے رب سے اسے دیکھے بغیر ڈرتے تھے۔ انہیں بخش دیا جائے گا اور بڑا انعام ملے گا۔ اس کے بعد لوگوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ کوئی بات چھپا کر کرو یا کھلم کھلا کرو اللہ کو معلوم ہے اور وہ تو تمہارے دلوں کے بھیدوں تک سے خوب واقف ہے بھلا جس نے بنایا وہ نہ جانے گا تو کون جانے گا۔ جب کہ اس کی صفت یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی تہ تک پہنچ جاتا ہے اور اندر باہر کے سارے حالات سے خبردار ہے۔

اللہ کو مانو اور اس سے ڈرو

هُوَ - الَّذِیْ - جَعَلَ - لَکُمُ - الْاَرْضَ - ذَلُوْلًا
وہی ہے جس نے کیا تمہارے لیے زمین کو تمہارے نیچے پست
فَامْشُوْا - فِیْ مَنَاکِبِهَا - وَکُلُوْا - مِنْ رِّزْقِهٖ
پس چلو پھرو اس کے اونچے حصوں تک اور کھاؤ اللہ کی دی ہوئی روزی
وَاِلَیْهِ - النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ - مَّنْ
اور اسی کی طرف زندہ ہو کر جانا ہے کیا بے خوف ہو گئے تم اس سے
فِی السَّمَآءِ - اَنْ یَّخْسِفَ - بِکُمُ - الْاَرْضَ
جو آسمان میں ہے کہ دھنسا دے تمہیں لے کر زمین کو
فَاِذَا هِیَ - تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ - اَمِنْتُمْ
پس ناگاہ وہ ہلنے لگے یا بے خوف ہو گئے تم
مَّنْ فِی السَّمَآءِ - اَنْ یُّرْسِلَ - عَلَیْکُمْ
اس سے جو آسمان میں ہے کہ بھیج دے تمہارے اوپر
حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ - کَیْفَ - نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾
پتھر برسانے والی ہوا پس عنقریب جان لوگے کیسا رہا میرا ڈرانا

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا
وہی ہے جس نے تمہارے آگے زمین کو پست کیا
فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ
اب چلو پھرو اس کے کندھوں پر اور کھاؤ اللہ کی دی ہوئی روزی
وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ
اور اسی کی طرف زندہ ہو کر جانا ہے کیا تم اس سے جو
فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ
آسمان میں ہے نڈر ہو گئے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے
فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ
پھر بھی وہ لرزنے لگے یا نڈر ہو گئے اس سے
مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ
جو آسمان میں ہے کہ تم پر پتھروں کا مینہ برسا
حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾
دے سو جان لوگے کیسا ہے ڈرانا میرا

ذَلُوْلٌ مطیع، فرمانبردار، صفت کا صیغہ ہے۔ ذ۔ ل۔ ل سے ذلۃ کے معنی بچائی، پستی ذَلُوْلٌ نیچا، پست حکم بردار مناکب کندھے منکب کی جمع ہے۔ جس کے معنی کندھا ہیں مناکب سے مراد زمین کے اٹھے ہوئے حصے پہاڑیاں ہیں باقی الفاظ پہلے گذر چکے ہیں نذیر ڈرانا، انذار کا حاصل مصدر ہے اصل میں نذیری ہے، وقف کی وجہ سے یائے متکلم گر گئی۔ انسان کا پہلا کام دنیا میں یہ ہے کہ اللہ کو پہچانے۔

ارشاد ہے کہ اللہ وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر اور تابع فرمان کر دیا۔ اب تم اس کے اونچے حصوں تک چل پھر سکتے ہو۔ اب اللہ نے زمین میں سے جو تمہارے لئے پیدا کیا اس میں سے کھاؤ مگر یاد رکھو کہ مر کر پھر جینا ہے اور اللہ ہی کے سامنے پیش ہونا ہے اور خوب سمجھ لو کہ زمین پر بھی آسمان کی طرح اللہ ہی کا حکم چلتا ہے یہ مت سمجھو کہ تم زمین کے پورے حاکم ہو اللہ سے ڈرتے رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کے حکم سے زمین لرزنے لگے اور تم اسکے اندر دھنس جاؤ یا اللہ تمہارے اوپر ایسی سخت آندھی بھیج دے کہ وہ پتھر برسا کر تمہیں تباہ کر دے۔ ہمیشہ خیال رکھو کہ تم سے ایسا کوئی کام نہ ہونے پائے جس سے اللہ نے منع کیا ہے اگر اللہ تم سے ناراض ہو گیا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ تم پر دنیا ہی میں عذاب آسکتا ہے اور نہیں تو آخرت میں تو نازل کر رہے گی ان باتوں پر یقین کرو ورنہ وہ وقت قریب ہے جب یہ باتیں جن سے تمہیں ڈرایا جا رہا ہے تمہارے سامنے آجائینگی اور پھر تم کچھ نہ کر سکو گے۔

فضا کا منظر

وَلَقَدْ - كَذَّبَ - الَّذِيْنَ - مِنْ قَبْلِهِمْ
اور البتہ تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے
فَكَيْفَ - كَانَ - نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَ - لَمْ - يَرَوْا
پس کیسا رہا انکار میرا کیا اور نہیں دیکھا انھوں نے
اِلَى الطَّيْرِ - فَوْقَ - هُمْ - صٰٓفّٰتٍ - وَّيَقْبِضْنَ
پرندوں کی طرف اوپر اپنے پر کھولے اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں
مَا - يُمْسِكُهُنَّ - اِلَّا - الرَّحْمٰنُ - اِنَّهٗ - بِكُلِّ
نہیں تھامے ہوتا انھیں کوئی مگر اللہ رحمٰن تحقیق وہ ہر چیز
شَيْءٍ - بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ - هٰذَا - الَّذِيْ - هُوَ
کو دیکھنے والا ہے بھلا کون ہے وہ جو ہے
جُنْدٌ - لَّكُمْ - يَنْصُرُكُمْ - مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ
لشکر تمھارا کہ مدد کرے تمھاری سامنے رحمٰن کے
اِنِ - الْكٰفِرُوْنَ - اِلَّا - فِيْ - غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾
نہیں ہیں انکار کرنے والے مگر دھوکے میں

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
اور جھٹلا چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا
پھر کیسا ہوا میرا انکار اور کیا دیکھتے نہیں ہو
اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ
اڑتے ہوئے جانوروں کو اپنے اوپر اڑتے ہوئے پر کھولے ہوئے
مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِكُلِّ
اور پر جھپکتے ہوئے کوئی نہیں تھام رہا انھیں سوا رحمٰن کے اس
شَيْءٍ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ
کی نگاہ میں ہے ہر چیز بھلا یہ جو تمھاری فوج
جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ
ہے ان میں سے کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں تمھاری مدد
اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾
کرے منکر نرے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

وقف لازم — وقف غفران وقف منزل

نَكِيْرِ (انکار) یہ انکار کا حاصل مصدر ہے ایسے ہی جیسے نذیر انذار کا۔ اس کے بعد یائے متکلم ہے جو وقف کی وجہ سے گر گئی صٰٓفّٰتٍ (پر کھولے، پر باندھے) سورۃ والصّٰفّٰت میں گذر چکا ہے یَقْبِضْنَ (سمیٹ لیتے ہیں، سکیڑ لیتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ ق۔ ب۔ ض سے قبض کے معنی روکنا، سمیٹ لینا۔ مُراد یہ ہے کہ پھیلے ہوئے پر سمیٹ کر ملانے لگتے ہیں جُنْدٌ تمامیتوں کا گروہ۔ لشکر اور فوج۔ سورۃ والصّٰفّٰت میں گذر چکا ہے ارشاد ہے کہ ان سے پہلے لوگ اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہہ چکے ہیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انکار کر کے تباہ ہوئے۔ ان لوگوں کو ان کے حال سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

آگے ارشاد ہے کہ زمین اور آسمان میں تو اللہ کا حکم چلتا ہی ہے ان کی درمیانی فضا میں بھی وہی حکمران ہے۔ اپنے سر کے اوپر پرندوں کو اڑتے نہیں دیکھتے۔ کبھی پر پھیلائے ہوئے اور کبھی سکیڑ کر ہلاتے ہوئے انہیں ہوا میں بغیر سہارے کون تھامے ہوئے ہے۔ سنو اللہ نے انہیں اپنی رحمت اور قدرت سے تھام رکھا ہے اس کی ہر چیز پر نگاہ ہے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ یہ تمہارے حمایتی، تمہارا لاؤ لشکر جتنے بھی ہیں ان میں کوئی ایسا ہے کہ اللہ کے عذاب سے تمہیں بچا سکے یا اس کی بھیجی ہوئی آفتوں سے چھڑا سکے۔ ہرگز نہیں۔ اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار ہے نہ کوئی بچانے والا۔ یہ اللہ کے نہ ماننے والے تو نرے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور شیطان کے بہکاوے میں آگئے ہیں۔

اللہ کے سوا کون دے

اَمَّنْ - هٰذَا - الَّذِيْ - يَرْزُقُكُمْ - اِنْ
بھلا کون ہے وہ جو رزق دے تمہیں اگر
اَمْسَكَ - رِزْقَهٗ ۚ بَلْ - لَّجُّوْا - فِيْ عُتُوٍّ -
روک دے اللہ رزق اپنا نہیں بلکہ اڑ گئے ہیں وہ سرکشی پر
وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ - يَّمْشِيْ - مُكِبًّا - عَلٰى
اور نفرت پر کیا پس وہ جو چلتا ہو گرا ہوا اوپر
وَجْهِهٖٓ - اَهْدٰٓى - اَمَّنْ - يَّمْشِيْ - سَوِيًّا
منہ اپنے سیدھی راہ پر ہے یا جو چلتا ہے سیدھا
عَلٰى صِرَاطٍ - مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ - هُوَ - الَّذِيْٓ
راستہ پر سیدھے کہہ دے وہی ہے جس نے
اَنْشَاَكُمْ - وَ جَعَلَ - لَكُمُ - السَّمْعَ - وَ
پیدا کیا تمہیں اور بنا دیے تمہارے لیے کان اور
الْاَبْصَارَ - وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا - مَّا - تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾
آنکھیں اور دل بہت کم شکر کرتے ہو تم

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ
بھلا وہ کون ہے جو تمہیں روزی دے اگر
اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ
اپنی روزی روک دے کوئی نہیں پر اڑ رہے ہیں وہ
وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى
شرارت اور بدکنے پر بھلا ایک جو اوندھا اپنے منہ کے
وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا
بل چلے وہ سیدھی راہ پائے گا یا وہ شخص جو سیدھا
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ
ایک سیدھی راہ پر ہے تو کہہ وہی ہے جس نے
اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ
تمہیں بنا کھڑا کیا اور بنا دیے تمہارے واسطے کان اور
الْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾
آنکھیں اور دل تم بہت تھوڑا حق مانتے ہو۔

اَمَّنْ (بھلا کون) اصل میں اَمْ مَنْ ہے قرآنی رسم خط میں ملا کر لکھا جاتا ہے عُتُوٌّ (سرکشی) مصدر ہے جس کی دوسری شکل عِتِیًّا ہے جو سورہ مریم میں گذری اس کا مادہ ع۔ت۔و ہے جس کے معنی تکبّر اور حد سے باہر نکل جانے کے ہیں۔

ارشاد ہو رہا ہے کہ تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمہیں تمہاری ضرورت کی چیزوں کا دینا دلانا بند کر دے تو اور کون ہے جو تمہیں کچھ دے گا۔ کیا یہ تمہارے اہالی موالی یہ تمہارے جھوٹے معبود یہ تمہارے دوست اور مددگار تمہیں کچھ دے سکتے ہیں۔ یہ تمہاری دھاندلی یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور ٹھیک باتوں سے دور بھاگنا ہی ہے جو تمہیں اپنی ہی بات پر اڑنا سکھاتا ہے ورنہ تمہارا دل گواہی دے رہا ہے کہ کوئی کچھ نہیں دے سکتا۔

آگے ارشاد ہے کہ منزل مقصود تک وہی پہنچ سکتا ہے جو سیدھا منہ اٹھائے سیدھے راستہ پر اپنے مقصد کی طرف بڑھ رہا ہو جو اوندھا منہ کے بل گرتا پڑتا ٹیڑھے راستہ پر چلے وہ کیسے کامیابی کا منہ دیکھے گا اے رسول تم انہیں بتا دو کہ تمہیں اللہ نے پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل دیئے۔ یہی تین قوتیں ہیں جن کے بل پر دنیا میں تمہارے کام چلتے ہیں۔ مگر تم ان سے وہ کام نہیں لیتے جو لینا چاہیئے۔ تم میں بہت تھوڑے ہیں جو ان سے اللہ کو پہچان کر اس کا حق ادا کرتے ہیں۔

قیامت آنی ہے!

قُلْ - هُوَ الَّذِیْ - ذَرَاَكُمْ - فِی الْاَرْضِ
کہدے وہی ہے جس نے پھیلایا تمہیں زمین پر
وَاِلَیْهِ - تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَیَقُوْلُوْنَ - مَتٰی
اور اسی کے پاس اکٹھے کیے جاؤگے اور کہتے ہیں کب پورا
هٰذَا الْوَعْدُ - اِنْ - كُنْتُمْ - صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾
ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم سچے
قُلْ - اِنَّمَا - الْعِلْمُ - عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا
کہدے بات یہی ہے کہ علم اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو فقط
نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا - رَاَوْهُ - زُلْفَةً
ڈرانے والا ہوں کھلم کھلا اور جب دیکھیں گے اسے قریب آلگا
سِیْٓئَتْ - وُجُوْهُ - الَّذِیْنَ - كَفَرُوْا - وَقِیْلَ
بگڑ جائیں گے چہرے ان کے جنھوں نے کفر کیا تھا اور کہہ دیا جائے گا
هٰذَا - الَّذِیْ - كُنْتُمْ - بِهٖ - تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾
یہ ہے وہ جو تھے تم اس کو طلب کرتے

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ
تو کہہ وہی ہے جس نے بکھیر دیا تمہیں زمین میں اور
وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی
اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤگے اور کہتے ہیں کب ہوگا
هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾
یہ وعدہ اگر تم سچے ہو
قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا
تو کہہ خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میرا کام تو
نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً
یہی ہے کہ کھول کر ڈر سنا دوں پھر جب دیکھیں گے کہ وہ پاس
سِیْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقِیْلَ
آلگا تو منکروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور کہیں گے
هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾
یہی ہے جسے تم مانگتے تھے

ذَرَءَ (پھیلانا) ماضی کا صیغہ ہے ذ۔ ر۔ ء سے ذَرْءٌ کے معنی بکھیرنا۔ پھیلانا زُلْفَةً (نزدیکی) اس کے وہی معنی ہیں جو زُلفی کے ہیں زُلفیٰ سورہ سبا میں گذرا یہ حاصل مصدر ہے اور دونوں جگہ مفعول مطلق کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ سِیْٓئَتْ (بگاڑ دیئے گئے) ماضی مؤنث مجہول ہے س۔ و۔ ء سے سُوْءٌ کے معنی غمگین کرنا مراد یہ ہے کہ رنج اور پریشانی کے مارے چہروں کا رنگ اڑ جائے گا۔ تَدَّعُوْنَ (طلب کرنا) مضارع ہے اِدِّعَاءٌ سے افتعال ہے زور سے طلب کرنا۔

ارشاد ہے کہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلایا اور پھر تم اکٹھے ہو کر اسی کے پاس پہنچ کر رہوگے۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ لوگ قیامت کے آنے میں شک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم غلط کہتے ہو کہ قیامت آئے گی۔ اگر سچے ہو تو بتاؤ کب آئے گی ان سے کہہ دو کہ یہ تو اللہ ہی جانے کب آئے گی میں تو فقط صاف الفاظ میں ڈرانے والا ہوں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جب یہ لوگ قیامت کی نشانیوں دیکھ کر یقین کر لیں گے کہ ہاں اب قیامت قریب آگئی تو ان منکروں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ ان پر اداسی چھا جائے گی اور ہول کے مارے ان کا حلیہ بگڑ جائے گا۔ اس وقت ان سے کہہ دیا جائے گا کہ یہ ہے وہ قیامت جس کی تمہیں جلدی پڑ رہی تھی اور جس کی بابت تم تقاضا کر رہے تھے کہ آنی ہے تو آکیوں نہیں جاتی۔

کڑے سوالات

قُلْ - اَرَءَيْتُمْ - اِنْ - اَهْلَكَنِيَ - اللّٰهُ - وَمَنْ
تو کہہ بھلا بتاؤ تو اگر ہلاک کردے مجھ کو اللہ اور جو
مَّعِيَ - اَوْ - رَحِمَنَا ۙ - فَمَنْ - يُّجِيْرُ - الْكٰفِرِيْنَ
میرے ساتھ ہیں یا رحم کرے ہم پر پس کون پناہ دے گا منکروں کو
مِنْ - عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ - هُوَ - الرَّحْمٰنُ
سے دردناک عذاب کہہ دے وہی ہے رحمٰن
اٰمَنَّا - بِهٖ - وَعَلَيْهِ - تَوَكَّلْنَا ۚ - فَسَتَعْلَمُوْنَ
ایمان لائے ہم اس پر اور اسی پر بھروسہ کیا ہم نے پس عنقریب جان لو گے تم
مَنْ - هُوَ - فِيْ - ضَلٰلٍ - مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾
کون ہے میں گمراہی کھلی
قُلْ - اَرَءَيْتُمْ - اِنْ - اَصْبَحَ - مَآؤُكُمْ
کہہ دے بھلا دیکھو تو اگر ہو جائے تمہارا پانی
غَوْرًا - فَ - مَنْ - يَّاْتِيْكُمْ - بِمَآءٍ - مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾
نیچے غائب پس کون آئے گا تمہارے پاس لے کر پانی صاف

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ
تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ ہلاک کرے مجھے اور میرے
مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ
ساتھ والوں کو یا ہم پر رحم کرے پھر وہ کون ہے جو منکروں
مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ
کو دردناک عذاب سے بچائے تو کہہ وہی رحمٰن ہے ہم نے
اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ
اسے مانا اور اسی پر بھروسہ کیا سو عنقریب تم جان لو گے
مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾
کون پڑا ہے کھلی گمراہی میں
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ
تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہو جائے تمہارا پانی
غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾
خشک پھر کون ہے جو لائے تمہارے پاس صاف پانی

مکہ کے لوگ جنہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا چپکے بیٹھنے والے نہ تھے وہ دل میں مسلمانوں کو کوستے کاٹتے رہتے تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ یہ لوگ کہیں نہ کہیں غارت ہو جائیں تو ہمارا پیچھا چھوٹے۔ ان لوگوں میں اتنی آدمیت نہ تھی کہ اپنے کام سے کام رکھتے اور مسلمانوں کو ان کا کام کرنے دیتے ان سے بیر اور دشمنی نہ رکھتے اور نہ ان کو ستاتے۔ ان کی بابت کہا جا رہا ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دے ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہمارے مرنے جینے سے تمہارا کیا فائدہ ہوگا۔ ہمارا حال جو کچھ بھی ہو تم تو کسی طرح بھی قیامت کے دن دکھ والے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

ارشاد ہے یہ تو بتاؤ کہ ہم پر اللہ نے اپنا فضل و کرم کیا تو تمہیں اس سے کیا فائدہ یا نقصان پہنچے گا تمہیں تو بہرحال تمہارے برے کرتوتوں کی وجہ سے بہت سخت عذاب مل کر رہے گا۔ اس سے تمہیں بچانے والا کون ہے۔ اول تو دنیا ہی میں تمہیں سزا مل جائے گی ورنہ آخرت میں تو تمہارا حال خراب ہو کر رہیگا۔ ہم تو اللہ پر جو رحمٰن ہے ایمان لا چکے اور اسی کے رحم و کرم پر ہمیں پورا بھروسہ ہے تمہیں ابھی معلوم ہو جائیگا کہ کھلم کھلا گمراہ ہم تھے کہ تم اچھا پھر یہ بتاؤ کہ پانی جو تم برتتے ہو اگر زمین میں اتنا نیچا چلا جائے کہ غائب ہو جائے تو پھر صاف پانی کون دیگا۔ ہے کوئی ایسا ہے اگر ہم سے پوچھو۔ تو ہم تو صاف کہہ دیں گے کہ اللہ دے گا جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

سورۃ الملک سے سبق

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے کام اسی وقت درست ہوں گے جب وہ اللہ کو مانے گا اور اس کی ذات میں اس کی کسی صفت میں اس کے برابر کسی کو نہ ٹھہرائے گا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہو تو یہ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس قرآن لے کر آئے ہیں ان کو اللہ کا سچا رسول مانو۔ یہ قرآن تمہیں سچی اور کھری باتیں بتائے گا اور یہ رسول تمہارے سامنے ان کی تشریح کریں گے اور اس کے حکموں پر عمل کر کے تمہیں بتائیں گے کہ اس طرح عمل کرو تاکہ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں جگہ کی زندگی سنور جائے۔ دیکھو اللہ میں ساری خوبیاں اس کی اپنی ہیں کسی اور سے حاصل نہیں ہوئیں۔ ان میں کسی قسم کی کمی یا نقصان کبھی نہیں ہوتا۔ وہ ہر لحظہ نئی شان اور نرالی آن بان سے جلوہ گر ہوتی رہتی ہیں۔ اس نے تمہیں دنیا میں زندگی بخشی ہے جہاں تم کچھ دن رہ کر مر جاؤ گے۔ اس سے تمہارا امتحان مقصود ہے کہ دیکھیں کون دنیا میں نیک کام کرتا ہے تاکہ مرنے کے بعد اسے ہمیشہ کی آرام کی زندگی ملے۔ یقین کرو کہ سارے جہان میں اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور وہی اصل میں سب کا مالک اور بادشاہ ہے۔ سات آسمان اور زمین اسی نے پیدا کیے اور سب کو قرینے سے اور پہلے سجا دیا۔ انسان کی ہدایت کے لئے اپنے رسول بھیجے اور شیطانوں کو تاروں کے جلتے گولے مار کر بھگا دیا۔ اب وہ انسان کو سوا غلط باتوں کے کچھ نہیں بتا سکتے۔ اب جو لوگ ان کی پیروی کریں گے وہ ان ہی کے ساتھ جہنم رسید ہوں گے جو شیطانوں اور ان کے ماننے والوں کے لئے تیار ہے۔ سو تم اللہ کی نافرمانی کر کے اس کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔ وہ چاہے تو زلزلہ بھیج کر تمہیں زمین میں دھنسا دے اور چاہے تو تمہارا رزق روک لے۔ پہلے لوگ اسی کی نافرمانی کر کے تباہ ہو چکے ہیں۔ تم نا فرمانی سے باز آؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری بھی اسی طرح شامت آ جائے۔ منکروں کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔ اللہ کا اتنا بڑا جیسے کیا ہے۔ تمہارے کان آنکھیں اور دل تو اسی کے دیئے ہوئے ہیں اور تمہارے سارے کام اسی سے چلتے ہیں۔ یقین رکھو قیامت ضرور آئے گی۔ رسول تو اس سے فقط ڈرانے والے ہیں۔ ... وقت تو اللہ ہی جانتا ہے۔ وہی جانتے ہیں کہ کب آ جائے، مگر جب آ گئی تو پھر منکروں کی خیر نہیں۔ مارے ہول کے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہہ دیا جائے گا یہ تو یہ قیامت ہے جس کے آنے کا تم وقت پوچھتے تھے۔

منکروں کو ارشاد ہے کہ تم مسلمانوں کے پیچھے ... ہو ... پڑے ہو ... کے پیچھے پڑے ہو کے۔ مسلمانوں کا تو اللہ ہی ہے اور وہی ان کا والی وارث ہے۔ وہی ان کے سب کام بناتے ہیں۔ کا تم کہو کہ تمہیں اس کے عذاب سے کون بچائے گا۔

سُورَۃُ الْقَلَمْ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی اڑسٹھویں ۶۸ سورت ہے مکہ کے قیام کے زمانہ کے پہلے دنوں میں نازل ہوئی اور اس کے دو رکوع ہیں جس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لوگوں سے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہو سکتا اور یہ بت جنہیں تم پوج رہے ہو یہ پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں یہ سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ مکہ والے اپنی پرانی رسموں پر جمے ہوئے تھے۔ ان کے خیال میں بھی نہ تھا کہ ان کے طریقہ سے بہتر کوئی اور طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ سے یہ نئی بات سنکر کہنے لگے کہ تم تو (نعوذ باللہ) دیوانے ہو جو ایسی باتیں کہتے ہو جو ہم میں سے کسی نے نہ کہیں اور نہ سنیں۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ (معاذ اللہ) تمہاری عقل میں کچھ فتور ہے۔ ایسی حالت میں یہ سورت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ اے رسول تمہاری باتوں کو سب دیکھ رہے ہیں اور عقلمند اس کو لکھ کر قیامت تک کے لئے چھوڑ جائیں گے کہ یہ سب انتہائی دانائی کی باتیں ہیں۔ یہ قرآن جس کو تم زبانی سنا رہے ہو۔ یہ قلم سے بھی لکھا جائے گا اور قیامت تک محفوظ رہے گا اور تمہاری دانائی اور ہوشیاری کی گواہی دیتا رہے گا کہ تم اللہ کے فضل سے دیوانے اور مجنون نہیں بلکہ عقلمندوں کے سردار اور راہنما ہو اور تمہارا سبق سب سے بڑھا ہوا اور سب سے اچھا ہے۔ ان لوگوں کو آگے چل کر معلوم ہوگا اور تم خود بھی دیکھ لوگے کہ پاگل اور دیوانے خود یہی لوگ تھے اور تم عقلمند اور ہوشیار تھے۔ سیدھا راستہ تو اللہ ہی دکھاتا ہے اور وہی فیصلہ کرے گا کہ کون صحیح کہتا تھا اور کون غلط اب تم ان کی بات ہی نہ سنو جو تمہیں غلط اور جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ غلط چلنے والے کون ہیں کسی کا مالدار اور صاحب اولاد ہونا اس بات کی علامت نہیں کہ وہ اچھا ہے اور اسی کی بات ماننے کے قابل ہے۔ مال تو آنی جانی چیز ہے۔ کبھی کسی کے پاس۔ کبھی کسی کے پاس۔ ہم تمہیں ایک مالدار گھرانے کا حال بتائے دیتے ہیں کہ غلط فہمی اور غلط کاری سے اس کا کیا حشر ہوا۔ چشم زدن میں ان کا مال سب غارت ہو گیا اور وہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔ سنو اصل چیز اللہ سے ڈر کر برے خیالات سے دور رہنا اور برے کاموں سے بچنا ہے' ایسے لوگوں کو مرنے کے بعد بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی۔ اور وہ ہمیشہ چین اور آرام کے ساتھ عیش کرتے رہیں گے۔ یہ مت سمجھنا کہ پرہیزگار اور گناہگار برابر ہو سکتے ہیں اچھائی کا بدلہ اچھا اور برائی کا بدلہ برا مل کر رہے گا۔ یہ لوگ غلط خیالات پر قائم ہیں اور ان کے کام برے ہیں۔ ان کے پاس اس کی کوئی سند نہیں کہ یہ ٹھیک راستہ پر ہیں۔ قیامت کی جب حقیقت کھلے گی تو ان کی آنکھیں بھی کھلیں گی اب تم ان کی بدسلوکی پر صبر کرو اور اللہ کے احکام دل و جان سے بجا لاتے رہو۔ نیکی کا انجام اچھا ہے۔

سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اِثْنَانِ　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　وَخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ

قلم اور تاریخ کی گواہی

نٓ وَالْقَلَمِ - وَمَا - یَسْطُرُوْنَ ① مَآ - اَنْتَ
نٓ قسم قلم کی　اور جو　وہ لکھتے ہیں　نہیں　تو
بِنِعْمَۃِ - رَبِّکَ - بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ - لَکَ
فضل سے　رب اپنے کے　کوئی دیوانہ　اور تحقیق　تیرے لیے
لَاَجْرًا - غَیْرَ - مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّکَ - لَعَلٰی
اجر ہے　نہ　ختم ہونے والا　اور تحقیق تو　البتہ
خُلُقٍ - عَظِیْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ - وَیُبْصِرُوْنَ ⑤
ایک خلق پر ہے　جو بڑا ہے　پس عنقریب دیکھے گا تو　اور دیکھ لیں گے وہ
بِاَیِّکُمُ - الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ - رَبَّکَ - ھُوَ
کون سا تم میں سے　دیوانہ ہے　تحقیق　رب تیرا　وہی
اَعْلَمُ - بِمَنْ - ضَلَّ - عَنْ - سَبِیْلِہٖ
خوب جانتا ہے　اس کو　جو بہکا　سے　اس کی راہ
وَھُوَ - اَعْلَمُ - بِالْمُھْتَدِیْنَ ⑦
اور وہی　خوب جانتا ہے　راستہ پا لینے والوں کو

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ
نٓ قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں　اپنے رب
بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَکَ
کے فضل سے تو دیوانہ نہیں　اور تیرے واسطے
لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّکَ لَعَلٰی
ثواب ہے بے انتہا　اور تو پیدا ہوا ہے
خُلُقٍ عَظِیْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ⑤
بڑے خلق پر　سو اب تو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے
بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ
کہ تم میں کون دیوانہ ہے　بے شک تیرا رب ہی خوب
اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ
جانے اس کو جو اس کی　راہ سے بہکا
وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ⑦
اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو

نٓ: حروف مقطعات میں سے ہے۔ جن کے معنی اللہ بہتر جانتا ہے۔ مَمْنُوْنٌ منقطع۔ اسم مفعول ہے م۔ن۔ن سے مَنٌّ کے معنی کاٹ ڈالنا۔ مَمْنُوْنٌ جس کا سلسلہ کٹ گیا ہو۔ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ جس کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ مَفْتُوْنٌ (دیوانہ) اسم مفعول ہے ف۔ت۔ن فَتْنٌ کے معنی دیوانہ کر دینا۔ مَفْتُوْنٌ جس کی مت ماری گئی ہو۔ یہ سورت حروف مقطعات میں سے ایک حرف کے ساتھ شروع ہوتی ہے

اس کے بعد ارشاد ہے کہ قلم اور اہل قلم کی تحریریں جب تک دنیا قائم ہے اس بات پر گواہ ہیں کہ اے رسول تجھ پر اللہ عزّ وجل کا خاص فضل ہے۔ اللہ نے تجھ کو اپنی طرف سے وہ علم و فضل عطا کیا ہے جس کی ان نادانوں کو جھلک بھی نصیب نہیں تیری عادتیں اور اخلاق بہت ہی بڑھے ہوئے اور عالیشان ہیں۔ تیری عقل بات کی تہ تک پہنچتی ہے۔ بھلا ایسا شخص کہیں مجنون ہو سکتا ہے۔ تیرے لئے تو اللہ کے ہاں اتنا اجر اور ثواب تیار ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں یہ جو تجھے (نعوذ باللہ) پاگل کہتے ہیں یہ خود ہی پاگل ہیں اور تھوڑے ہی دن میں تمہیں بھی اور انہیں بھی دونوں کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ تم دونوں میں دیوانہ اور مجنون کون تھا۔ اللہ کو تو اس کا علم پہلے ہی سے ہے کہ اس کے راستہ سے ہٹا ہوا کون ہے اور سیدھے راستہ پر کون چل رہا ہے۔ لیکن آگے چل کر دنیا بھی اس کو دیکھ لے گی کہ گمراہ کون تھا اور راستہ پر کون۔

تم اپنا کام کرو!

فَلَا ۔ تُطِعِ ۔ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا ۔ لَوْ تُدْهِنُ
بس نہ اطاعت کر جھٹلانے والوں کی پسند کرتے ہیں کسی طرح تو نرم پڑے
فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ ۔ كُلَّ ۔ حَلَّافٍ ۔ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾
پس وہ بھی نرم پڑیں اور مت اطاعت کر کسی قسمیں کھانے والے کمینے
هَمَّازٍ ۔ مَّشَّآءٍ ۔ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ ۔ لِّلْخَيْرِ
طعنہ دینے والے کی پھرنے والے باتیں لگانے والے روکنے والے کی بھلائی سے
مُعْتَدٍ ۔ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّ ۔ بَعْدَ ۔ ذٰلِكَ
حد سے بڑھنے والے گنہگار اکھڑ بعد اس
زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ ۔ كَانَ ۔ ذَا ۔ مَالٍ ۔ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾
بدنام کی کیونکہ ہے وہ مال دار اور بیٹوں والا
اِذَا ۔ تُتْلٰى ۔ عَلَيْهِ ۔ اٰيٰتُنَا ۔ قَالَ ۔ اَسَاطِيْرُ
جب پڑھی جائیں اس کے سامنے آیتیں ہماری کہے افسانے ہیں
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ ۔ عَلَى ۔ الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾
پہلوں کے عنقریب داغ دیں گے ہم اس کو ناک کے اوپر

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ
سو تو جھٹلانے والوں کا کہنا مت مان وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تو نرم
فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾
پڑے تو وہ بھی نرم ہوں اور تو کہنا مت مان کسی قسمیں کھانے والے کمینہ کی
هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ
طعنہ دینے چغلی کھاتا پھرنے بھلے کام سے روکے حد سے
مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ
بڑھے بڑا گنہ گار اکھڑ سب کے پیچھے
زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾
بدنام اس واسطے کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ
جب اس کو ہماری باتیں سنائیں کہے یہ پہلوں کی
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾
کہانیاں ہیں اب ہم اس کی ناک پر داغ دیں گے

تُدْهِنُ (خاطر داری کرے تو) مضارع کا صیغہ ہے اِدْهَانٌ سے جس کا مادہ د۔ہ۔ن ہے دُهْنٌ (تیل)، دَهْنٌ تیل ملنا اِدْهَانٌ کسی کے خوش کرنے کو اصل بات چھپا کر غلط بات کہہ دینا چکنی چپڑی باتیں کرنا۔ يُدْهِنُوْنَ بھی اسی سے بنا ہے یعنی وہ بھی ایسی ہی خوش کرنے والی باتیں کریں۔ عُتُلٌّ بیٹو۔ اکھڑ۔ اجڈ خُرْطُوْمٌ (ناک) یہ لفظ اکثر ہاتھی کی ناک یعنی سونڈ کو کہتے ہیں
ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول جب ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ ٹھیک بات کرنے والے کو پاگل بتاتے ہیں تو یہ تو گئے گزرے ہوئے ان میں سے کسی کی بات مت مانو۔ یہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم ان کی خاطر سچ چھپاؤ اور غلط باتیں کرو۔ اس کے بعد یہ تمہاری بات سنیں گے۔ کیونکہ غلط باتیں ان کی گھٹی میں پڑی ہیں۔ بعض کے اخلاق تو ایسے گرے ہوئے ہیں کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں پھر بھی لوگ ان کا یقین نہیں کرتے۔ یہ لوگ بات بات میں طعنہ دیتے ہیں۔ چغلی کھاتے پھرتے ہیں۔ کسی کو نیک کام نہیں کرنے دیتے۔ حد کے اندر نہیں رہتے۔ کھلم کھلا برے کام کرتے ہیں۔ سخت مزاج اور اکھڑ ہیں اور اس کے ساتھ ہی رسوا اور بدنام بھی ہیں وہ اپنے مال و دولت اور بیٹوں پر اتراتے ہیں اور جب انہیں قرآن حکیم کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یونہی پچھلے لوگوں کے قصے اکٹھے کر لئے ہیں اور انہیں سناتے پھرتے ہیں اچھا یہ جاتے کہاں ہیں، ان کی ناک پر ہم داغ لگائیں گے یہ سب باتیں ایک شخص ولید بن مغیرہ میں جمع تھیں جو قریش کا ایک سردار تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے لیکن حکم عام ہے کہ ایسے لوگوں کی بات مت سنو۔

مغروروں کا حال

اِنَّا ۔ بَلَوْنٰهُمْ ۔ كَمَا ۔ بَلَوْنَآ ۔ اَصْحٰبَ ۔ الْجَنَّةِ ۚ
تحقیق ہم آزمایا ہم نے انھیں جیسے آزمایا ہم نے باغ والوں کو
اِذْ ۔ اَقْسَمُوْا ۔ لَيَصْرِمُنَّهَا ۔ مُصْبِحِيْنَ ⑰ وَلَا
جب قسم کھائی انھوں نے البتہ میوہ توڑیں گے اس کا صبح ہوتے اور نہ
يَسْتَثْنُوْنَ ⑱ فَطَافَ ۔ عَلَيْهَا ۔ طَآئِفٌ ۔ مِّنْ
کہا انشاء اللہ پس گھوم گیا اس باغ پر ایک گھومنے والا سے
رَّبِّكَ ۔ وَهُمْ ۔ نَآئِمُوْنَ ⑲ فَاَصْبَحَتْ
رب تیرا اور وہ سوتے رہے پس صبح ہوگیا وہ باغ
كَالصَّرِيْمِ ⑳ فَتَنَادَوْا ۔ مُصْبِحِيْنَ ㉑ اَنِ
جیسے کٹی کھیتی پھر لوے آپس میں صبح ہوتے ہی کہ
اغْدُوْا ۔ عَلٰى ۔ حَرْثِكُمْ ۔ اِنْ ۔ كُنْتُمْ ۔ صٰرِمِيْنَ ㉒
سویرے چلو اپنی کھیتی پر اگر ہو تم کاٹنے والے
فَانْطَلَقُوْا ۔ وَهُمْ ۔ يَتَخَافَتُوْنَ ㉓
پھر چل پڑے اور وہ آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ
ہم نے انھیں آزمایا جیسے باغ والوں کو آزمایا تھا
اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ⑰ وَلَا
جب ان سب نے قسم کھائی کہ اس کا میوہ صبح ہوتے توڑیں گے
يَسْتَثْنُوْنَ ⑱ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ
اور انشاء اللہ نہ کہا پھر پھیرا کر گیا ان پر کوئی پھیرا کرنے والا
رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ⑲ فَاَصْبَحَتْ
تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوتے ہی رہے پھر صبح تک ہوگیا
كَالصَّرِيْمِ ⑳ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ㉑ اَنِ
جیسے کٹی ہوئی کھیتی پھر صبح ہوتے ہی آپس میں پکارے کہ
اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ㉒
اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو کاٹنا ہے
فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ㉓
پھر چلے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے تھے

لَا یَسْتَثْنُوْنَ (انشاء اللہ نہ کہتے تھے) مضارع ہے۔ اِسْتِثْنَاءٌ سے جس کا مادہ ث۔ن۔ی ثَنْیٌ کے معنی موڑ دینا اِسْتِثْنَاء کے معنی عام حکم سے کسی چیز کو خارج کرنا یا مراد یہ ہے کہ اپنے ارادہ کے ساتھ اللہ کے ارادہ کی شرط لگا دینا۔ صَرْمٌ کے معنی کاٹنے کے ہیں صَرِیْم اور صارم اسی سے بنے ہیں یَتَخَافَتُوْنَ (کھسر پھسر کرتے تھے) اس مادہ سے سورۃ بنی اسرائیل میں لا تخافت گذر چکا ہے۔ ارشاد ہے کہ ان مغرور مکہ والوں کو کہہ دو کہ مال و دولت پر نہ اترائیں یہ تو آدمی کی آزمائش کا ایک ذریعہ ہے کہ دیکھیں پیسہ والا ہو کر اس کا دماغ ٹھیک رہتا ہے یا نہیں۔ اس جانچ کی مثال سن لو یمن میں چند بھائی تھے جن کو ایک باغ اور کھیت باپ سے وراثت میں ملا تھا باپ تو صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا لیکن یہ بیٹے ایسے بخیل نکلے کہ کسی محتاج کو کچھ نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ باغ اور کھیتی تیار تھی، یہ سب رات کو یوں پختہ ارادہ کر کے سوئے کہ صبح کھیتی اور پھل کاٹ ڈالیں گے اور انشاء اللہ نہ کہا۔ رات کو یہ تو سوتے ہی رہے ادھر آندھی کا ایک جھکڑ آیا۔ باغ میں آگ لگ گئی۔ سب کچھ جل کر خاک ہو گیا فقط ٹھنٹھ باقی رہ گئے۔ جیسے کھیت کٹنے کے بعد باقی رہ جاتے ہیں۔ یہ لوگ صبح حسب معمول سو کر اٹھے تو آپس میں کہا کہ ہمیں سویرے چلنا چاہیے۔ تاکہ جلدی جلدی پھل توڑ لیں اور کھیت کاٹ لیں۔ غرض صبح سویرے چل پڑے اور چلتے چلتے آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے وہ باتیں کیا تھیں ان کا آگے بیان آئے گا۔

کنجوسوں کے خیالات

اَنْ ۔ لَا ۔ یَدْخُلَنَّهَا ۔ الْیَوْمَ ۔ عَلَیْكُمْ
کہ نہ داخل ہونے پائے اس میں آج تمہارے پاس
مِّسْكِیْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا ۔ عَلٰى حَرْدٍ ۔ قٰدِرِیْنَ ﴿۲۵﴾
کوئی محتاج اور چل پڑے صبح پختہ ارادہ کرکے زور کے ساتھ
فَلَمَّا ۔ رَاَوْهَا ۔ قَالُوْۤا ۔ اِنَّا ۔ لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾
پس جب دیکھا اسے بولے ضرور ہم البتہ راہ بھول گئے
بَلْ ۔ نَحْنُ ۔ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ
نہیں بلکہ ہم محروم رہ گئے کہا
اَوْسَطُهُمْ ۔ اَلَمْ ۔ اَقُلْ ۔ لَّكُمْ ۔ لَوْلَا
منجھلے نے ان کے کیا نہیں کہا تھا میں نے تم سے کیوں نہیں
تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا ۔ سُبْحٰنَ ۔ رَبِّنَاۤ
تسبیح کرتے (اللہ کی) بولے پاک ہے رب ہمارا
اِنَّا ۔ كُنَّا ۔ ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ ۔ بَعْضُهُمْ
تحقیق ہم تھے ظلم کرنے والے پس متوجہ ہوا ایک ان کا
عَلٰى ۔ بَعْضٍ ۔ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
دوسرے کی طرف الزام دھرنا

اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ
کہ اس باغ میں تمہارے پاس کوئی محتاج اندر نہ
مِّسْكِیْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ ﴿۲۵﴾
آنے پائے اور چل پڑے سویرے لپکتے ہوئے زور کے ساتھ
فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾
پھر جب اسے دیکھا بولے ہم تو راہ بھول گئے
بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ
نہیں ہماری تو قسمت پھوٹ گئی ان کا
اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا
منجھلا بولا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ اللہ کی
تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ
تسبیح کیوں نہیں کرتے بولے پاک ذات ہے ہمارے رب
اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
کی ہم ہی تقصیر وار تھے پھر ایک دوسرے کی
عَلٰى بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
طرف منہ کرکے الزام دھرنے لگے

حَرْدٌ (ٹھان کر) حرد کے معنی قصد کے ہیں مراد یہ ہے کہ دل پختہ کئے ہوئے آگے بڑھے قادرینْ (اپنی قدرت پر بھروسہ کرتے ہوئے) یہ قادر کی جمع ہے جو قُدْرَۃٌ سے اسم فاعل ہے۔ یعنی اپنے زور اور بل پر یقین کئے ہوئے۔ ارشاد ہے کہ یہ تینوں بھائی آپس میں چپکے چپکے یہ صلاح کرتے ہوئے چل پڑے کہ اتنی جلدی کام کرلینا چاہیئے کہ کوئی محتاج سائل پاس نہ پھٹکنے پائے۔ اس لئے ذرا سویرے روانہ ہوئے دل میں مگن تھے کہ جاتے ہی سارا میوہ توڑ کر گھر لے جائیں گے لیکن جب باغ کی جگہ پہنچے تو وہاں کچھ نہ تھا۔ آنکھیں مل مل کر دیکھنے لگے کہ کہیں ہم راستہ تو نہیں بھول گئے پھر جو خیال کیا تو چلائے۔ ہائے ہائے ہم تو خالی ہاتھ رہ گئے باغ تو سارا اُجڑا اور جلا پڑا ہے افسوس صد افسوس! منجھلا بھائی کچھ خدا ترس تھا بولا میں تو تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ اللہ کے ذکر اور تسبیح سے مت چوکو اور اس کی رضامندی ڈھونڈو ورنہ کہیں کچھ نہیں رکھا کہنے لگے اللہ سب عیبوں سے پاک ہے قصور ہمارا ہی ہے کہ ہم نے وہ نہیں کیا جو کرنا چاہیے تھا۔ ہم نے ناشائستہ حرکتیں کیں اور غلط کام کئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے کی طرف منہ کرکے لگے آپس میں ایک دوسرے پر الزام دھرنے۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔

واویلا اور ندامت

قَالُوا ۔ يٰوَيْلَنَآ ۔ إِنَّا ۔ كُنَّا ۔ طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾
کہنے لگے اے شامت ہماری بے شک ہم تھے سرکش
عَسٰى ۔ رَبُّنَآ ۔ أَنْ ۔ يُّبْدِلَنَا ۔ خَيْرًا ۔ مِّنْهَآ
امید ہے اپنے رب سے کہ بدلہ میں دے ہمیں بہتر اس سے
إِنَّآ ۔ إِلٰى ۔ رَبِّنَا ۔ رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ
بیشک ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں ایسا ہوتا ہے
الْعَذَابُ ۔ وَلَعَذَابُ ۔ الْاٰخِرَةِ ۔ أَكْبَرُ م
عذاب اور البتہ عذاب آخرت کا سب سے بڑا ہے
لَوْ ۔ كَانُوْا ۔ يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ إِنَّ ۔ لِلْمُتَّقِيْنَ
اگر ہوتے یہ جانتے تحقیق واسطے پرہیزگاروں کے
عِنْدَ ۔ رَبِّهِمْ ۔ جَنّٰتِ ۔ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ أَفَنَجْعَلُ
پاس ان کے رب کے باغ ہیں نعمت بھرے کیا پس کر دیں گے ہم
الْمُسْلِمِيْنَ ۔ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾
فرمانبرداروں کو مانند مجرموں کے

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾
بولے اے خرابی ہماری ہم ہی تھے حد سے بڑھنے والے
عَسٰى رَبُّنَآ أَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ
شاید ہمارا رب بدلہ میں دے ہمیں اس سے بہتر ہم اپنے
إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ
رب سے آرزو رکھتے ہیں یوں آتی ہے آفت
الْعَذَابُ ط وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ م
اور آخرت کی آفت تو سب سے بڑی ہے اگر
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ ع ٣
انھیں سمجھ ہوتی البتہ ڈرنے والوں کے لیے
عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ أَفَنَجْعَلُ
ان کے رب کے پاس نعمت کے باغ ہیں کیا ہم
الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾
حکم برداروں کو گنہ گاروں کے برابر کر دیں گے

جب آپس میں خوب باتیں بنا چکے اور کچھ کام نہ بنا تو سب مل کر بولے کہ ہائے افسوس زیادتی ہماری ہی تھی۔ ہم نے اللہ کے احکام سے سرکشی کی محتاجوں کا حق نہ نکالا لالچ میں پھنس کر بخل پر کمر باندھی اور سمجھے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ اللہ کو بھول کر آنے جانے والی چیزوں سے دل لگایا۔ آخر سزا ملی اور وہ بھی سخت۔ اب ہم خالی ہاتھ ہیں اور ہمارے پلے کچھ نہیں۔ ہاں اپنے رب سے آس نہیں ٹوٹی۔ اب اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، امید ہے کہ وہ ہم پر رحم و کرم فرما کر اس باغ سے بہتر کوئی اور باغ دے دے۔ آگے ارشاد ہے کہ اس سے انسان کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ اللہ کے غضب سے نڈر ہو کر اپنی ہی دھن میں لگا رہنا بہت بری بات ہے۔ ہر وقت اللہ ہی سے لو لگائے رکھنا چاہیئے اس سے غافل ہو جانا اور ظاہری اسباب ہی میں پھنسا رہنا خرابی کے لچھن ہیں۔ اللہ کا عذاب اسی طرح آتا ہے۔ دنیا میں یہ اس کا تھوڑا سا نمونہ ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے۔ جب دنیا ہی کا تھوڑا عذاب نہیں ٹل سکتا تو آخرت کا عذاب تو کون ٹال سکتا ہے۔ اگر انسان اس بات کو سمجھ لے تو بیڑا پار ہے۔ سنو جو پرہیزگار ہیں۔ ان کے لئے اللہ کے ہاں راحت اور آرام کے باغ ہیں۔ ذرا سوچو تو سہی کیا اللہ فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دے گا۔

آخر یہ ڈھیٹ پن کیوں ہے

مَا لَکُمْ ـ کَیْفَ ـ تَحْکُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ ـ لَکُمْ
کیا ہوگیا ہے تمھیں کیسے حکم لگا دیتے ہو کیا تمہارے پاس
کِتٰبٌ ـ فِیْہِ ـ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ ـ لَکُمْ ـ فِیْہِ
کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھ لیتے ہو ٹھیک تمہارے لیے اس کتاب میں
لَمَا ـ تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ ـ لَکُمْ ـ اَیْمَانٌ ـ عَلَیْنَا
البتہ وہی ہے جو تم پسند کرتے ہو کیا تم نے قسمیں رکھی ہیں ہم سے
بَالِغَۃٌ ـ اِلٰی ـ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ـ اِنَّ ـ لَکُمْ
پہنچنے والی قیامت کے دن تک کہ بیشک تمہارے لیے
لَمَا ـ تَحْکُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْہُمْ ـ اَیُّہُمْ
وہی ہے کہ جس کا تم فیصلہ کرلو پوچھ ان سے کون ان میں سے
بِذٰلِکَ ـ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ ـ لَہُمْ ـ شُرَکَآءُ
اس بات کا ذمہ دار ہے کیا ان کے پاس کچھ شریک ہیں
فَلْیَاْتُوْا ـ بِشُرَکَآئِہِمْ ـ اِنْ ـ کَانُوْا ـ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾
پس چاہیے کہ لے آئیں اپنے اپنے شریک اگر ہیں وہ سچے

مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَکُمْ
کیا ہوگیا تمھیں بات کیسے ٹھہرا لیتے ہو کیا تمہارے پاس
کِتٰبٌ فِیْہِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَکُمْ فِیْہِ
کوئی کتاب ہے جس میں پڑھ لیتے ہو اس میں ملتا ہے تمھیں جو
لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا
تم پسند کرلو کیا تم نے ہم سے قسمیں لے لی ہیں
بَالِغَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّ لَکُمْ
قیامت کے دن تک پہنچنے والی کہ تم کو ملے گا جو تم
لَمَا تَحْکُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْہُمْ اَیُّہُمْ
ٹھہراؤ گے ان سے پوچھ ان میں کون اس
بِذٰلِکَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَہُمْ شُرَکَآءُ
کا ذمہ لیتا ہے کیا ان کے لیے کوئی شریک ہیں
فَلْیَاْتُوْا بِشُرَکَآئِہِمْ اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾
پھر تو چاہیے اپنے اپنے شریکوں کو لے آئیں، اگر وہ سچے ہیں

ف مکے کا فر لوگ اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے وہ اور کسی کو خاطر میں ہی نہ لاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر مسلمانوں کو دعویٰ ہے کہ انکو اللہ کے ہاں بڑے درجے ملیں گے تو ہم کو ان سے بھی بڑھ کر درجے ملیں گے۔ کیونکہ ہمیں دنیا میں ان سے بڑھ کر درجہ حاصل ہے پھر آگے چلکر کیوں نہ حاصل ہوگا۔ ان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ آخرت کے درجے اور مرتبے تو ان کو ملیں گے جنہوں نے یہاں اللہ کو ماننے کی طرح مانا اور اس کی فرمانبرداری پر کمر باندھی۔ یہ لوگ جنہوں نے اللہ کے رسول کو نہ مانا اور اس نے جو اللہ کا فرمان انہیں پہنچایا اسے ٹھکرا دیا کیسے سمجھ بیٹھے کہ آخرت میں بھی انہیں کو درجے ملیں گے۔ کیا اللہ کو ایسا نعوذ باللہ بے انصاف سمجھ لیا ہے کہ اپنے فرمانبرداروں کو اور نافرمانوں کو برابر کردے گا بلکہ جیسا کہ یہ خیال کرتے ہیں ان کو ان سے بھی بڑھا دیگا۔ ان کو ہو کیا گیا کہ یہ ایسے ایسے عجیب فیصلے خود بخود کر بیٹھتے ہیں کیا ان کے پاس کوئی اللہ کی کتاب ہے جس میں اُنہوں نے یہ پڑھا ہے کہ جو تم چاہو گے وہی ملے گا ان سے پوچھو تو سہی کہ تم میں اس بات کے ثابت کرنے کا ذمہ کون لیتا ہے کہ اللہ کے ہاں سب برابر ہیں کیا ان سے اللہ عزّ وجل نے قسمیں کھا کر کہہ دیا ہے کہ تمہیں ہمیشہ اچھے ہی حال میں رکھا جائیگا۔ اُنہوں نے اللہ کے سوا کوئی اور حمایتی بنا رکھے ہیں۔ اگر یہ سچے ہیں تو ان اپنے حمائیتوں کو ذرا سامنے تو لائیں۔ تاکہ دیکھا جائے کہ ان میں کتنا زور ہے۔

جب حقیقت کھل جائے گی

يَوْمَ - يُكْشَفُ - عَنْ سَاقٍ - وَّيُدْعَوْنَ - اِلَى السُّجُوْدِ
جس دن کھول دی جائے ساق اور بلائے جائیں وہ سجدہ کرنے کو
فَلَا - يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً - اَبْصَارُهُمْ
پس نہ کرسکیں وہ جھکی ہوئی آنکھیں ان کی
تَرْهَقُهُمْ - ذِلَّةٌ وَقَدْ - كَانُوْا - يُدْعَوْنَ
ڈھانکے ہوئے ان کو ذلت اور تحقیق تھے وہ بلائے جاتے
اِلَى السُّجُوْدِ - وَهُمْ - سَالِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِيْ
سجدہ کرنے کو اور وہ ہٹے کٹے تھے پس چھوڑ دے مجھے
وَمَنْ - يُّكَذِّبُ - بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
اور اسے جو جھٹلائے اس بات کو ہم انھیں فتہ رفتہ لیے جاتے ہیں
مِّنْ - حَيْثُ - لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِيْ
اس طرح کہ وہ جانتے نہیں اور مہلت دے رہا ہوں
لَهُمْ اِنَّ - كَيْدِيْ - مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾
انھیں تحقیق داؤ میرا پکا ہے

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ
جس دن کھول دی جائے ساق اور وہ سجدہ کرنے کو بلائے جائیں
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ
پھر نہ کرسکیں ان کی آنکھیں جھکی پڑتی ہوں گی
تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ
چڑھی آتی ہوگی ان پر ذلت اور پہلے انھیں سجدہ کرنے کو بلاتے
اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِيْ
رہے اور وہ اچھے خاصے تھے اب مجھ کو اور
وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
ان لوگوں کو چھوڑ دے جو اس بات کو جھٹلائیں اب ہم ان کو
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِيْ
سیڑھی سیڑھی اتاریں گے جہاں سے انھیں پتہ بھی نہیں اور ان کو
لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾
ڈھیل دیے جاتا ہوں بے شک میرا داؤ پکا ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ اجس دن ساق کھول دی جائیگی ، ساق کا لفظ سورۃ النمل میں گذرا ہے۔ یہاں عرب کے ایک محاورہ کے مطابق اس کا استعمال ہے ساق کھول دینے کے معنے محاورہ میں جو چیز چھپی ہوئی تھی اس کے کھول دینے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اللہ ایسی صورت میں تجلی فرمائیگا۔ جو اب تک ظاہر نہ ہوئی تھی۔ اُمْلِيْ (ڈھیل دونگا میں انہیں) اسکی ماضی اَمْلٰى سورت محمدؐ میں گذر چکی ہے

ارشاد ہے کہ اللہ عزّ وجل کی قیامت میں ایسی تجلی ظاہر ہوگی جس سے اِسے سب پہچان لیں گے اور جو دنیا میں اللہ پر ایمان لے آئے تھے اور نماز پڑھتے تھے وہ اس وقت سب کے سب سجدہ میں گر پڑیں گے وہ جنہوں نے دنیا میں اللہ کو نہ مانا تھا وہ اس وقت اسے مان جائیں گے لیکن باوجود اسکے کہ سجدہ کرنا چاہیں گے نہ کرسکیں گے۔ ان کی آنکھیں دہشت اور شرمندگی سے نیچی ہوجائیں گی ادھر طرف سے انہیں ذلت گھیرلے گی۔ یہ اِس لئے ہوگا کہ دنیا میں جب وہ خوب ہٹے کٹے تھے انہیں ایمان لاکر سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا لیکن اُنہوں نے اس حکم کو نہ مانا۔ اب اس نہ ماننے کی شامت سے اسوقت باوجود اللہ کے پہچان لینے کے سجدہ میں نہ جھک سکیں گے اور ہکّا بکّا رہ جائیں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ ہم نے یہ سب کچھ انہیں بتلا دیا ہے۔ اب اگر ہماری بتلائی ہوئی بات نہ مانیں تو ان کا معاملہ ہمارے اوپر چھوڑ دو ہم انہیں آہستہ آہستہ نیچے عذاب کی طرف اُتار رہے ہیں۔ سنو میں انہیں مہلت دے رہا ہوں۔ میری خفیہ تدبیر بہت پختہ ہوتی ہے اس کو یہ سمجھ بھی نہیں سکتے۔

صبر کرو

اَمْ ۔ تَسْئَلُهُمْ ۔ اَجْرًا ۔ فَهُمْ ۔ مِّنْ مَّغْرَمٍ ۔ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾
کیا مانگتا ہے تو ان سے کچھ اجرت پس وہ تاوان میں دبے جا رہے ہیں
اَمْ ۔ عِنْدَهُمُ ۔ الْغَيْبُ ۔ فَهُمْ ۔ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ
کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے پس وہ لکھ لیتے ہیں پس راہ دیکھ
لِحُكْمِ ۔ رَبِّكَ ۔ وَلَا ۔ تَكُنْ ۔ كَصَاحِبِ ۔ الْحُوْتِ م
حکم کی اپنے رب کے اور مت ہو مانند مچھلی والے کے
اِذْ ۔ نَادٰى ۔ وَهُوَ ۔ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَآ ۔ اَنْ ۔ تَدٰرَكَهٗ
جب پکارا اس نے اور وہ غم میں گھٹ رہا تھا اگر نہ ہوتا کہ سنبھالتی اسے
نِعْمَةٌ ۔ مِّنْ ۔ رَّبِّهٖ ۔ لَنُبِذَ ۔ بِالْعَرَآءِ ۔ وَهُوَ
نعمت اس کے رب کی البتہ ڈالا جاتا چٹیل میدان میں اور وہ
مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ ۔ رَبُّهٗ ۔ فَجَعَلَهٗ
مذمت کیا گیا ہوتا پس نوازا اسے اس کے رب نے پس کر دیا اسے
مِنَ ۔ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾
نیکوں میں

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾
کیا تو ان سے کچھ حق مانگتا ہے سو ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔
اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ
کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے سو وہ لکھ لاتے ہیں اب تو استقلال
لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ م
سے اپنے رب کے حکم کی راہ دیکھتا رہ مت ہو جیسا وہ مچھلی والا
اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ
جب پکارا اس نے اور وہ غصہ میں بھرا ہوا تھا اگر اس کو نہ
نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ
رب کا احسان نہ سنبھالتا تو پھینکا گیا ہی تھا چٹیل میدان
مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ
میں اور وہ مذمت کیا گیا ہوتا پس نوازا اس کو اس کے رب نے
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾
پس کر دیا اس کو نیکوں میں

مُّثْقَلُوْنَ ۔ مُثْقَلٌ کی جمع ہے ۔ بوجھ میں دبا ہوا ۔ اِثْقَال سے اسم مفعول ہے جو ث ۔ ق ۔ ل سے بنا ہے ۔ ثِقْل بوجھ اِثْقَال بوجھل کر دینا صَاحِبُ الْحُوْتِ سے حضرت یونسؑ مراد ہیں ۔ مَكْظُوْمٌ (جذبات کو دبائے ہوئے) اَلْعَرَآءُ جنگل جہاں درخت نہ ہوں ۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول آخر یہ تیری بات کیوں نہیں مانتے ۔ تو انہیں ایسی باتیں بتا رہا ہے جن میں ان کا سراسر بھلا ہے ۔ اور پھر تو ان سے کچھ اجرت بھی طلب نہیں کرتا جس کے بوجھ میں دبے جا رہے ہوں اور دبتے ہوئے دم نکلتا ہو ۔ کیا انکے پاس غیب کی خبر آ جاتی ہیں جنہیں وہ لکھ کر رکھ لیتے ہیں جب انہیں سے کوئی بات بھی نہیں تو پھر یہ انکی نری ہٹ دھرمی اور ضد ہے جو یہ تیری نہیں سنتے ۔ اسکا تو بس یہی علاج ہے کہ تم صبر سے اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور ذرا نہ گھبراؤ ۔ ایسا مت کرو جیسا یونس علیہ السلام نے کیا کہ قوم کی ضد اور ہٹ دھرمی سے تنگ آ کر کہدیا کہ تم پر فلاں دن اللہ کا عذاب آ جائیگا اور وہاں سے چل دیئے ۔ کشتی میں سے دریا میں پھینکے گئے اور ایک مچھلی نے انہیں نگل لیا ۔ اسوقت غم اور غصہ کی حالت میں اللہ کو پکارا ۔ اسوقت ایک تو اپنی قوم پر غصہ دوسرے بے اجازت عذاب کے دن کے مقرر کر دینے کا بھاگ آنے کا رنج ۔ اس پر مچھلی کے پیٹ میں قید ہونے کا غم تنگ آ کر دعا کی ۔ اگر اللہ کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد چٹیل میدان میں برے حال میں پڑے رہتے ۔ آخر اللہ نے اپنا رحم کیا ۔ اور سب تکلیفوں سے نجات دے کر اپنا برگزیدہ بندہ بنایا اور نیک لوگوں میں داخل کر لیا ۔

ایک اور حرکت

وَاِنْ - یَّكَادُ - الَّذِیْنَ - كَفَرُوْا - لَیُزْلِقُوْنَكَ
اور تحقیق قریب ہیں وہ جو کافر ہوئے کہ ہٹا دیں تجھے
بِاَبْصَارِهِمْ - لَمَّا - سَمِعُوا - الذِّكْرَ
گھور گھور کر اپنی آنکھوں سے جب سنتے ہیں یہ قرآن
وَيَقُوْلُوْنَ - اِنَّهٗ - لَمَجْنُوْنٌ ⑤١ وَمَا
اور کہتے ہیں تحقیق وہ البتہ دیوانہ ہے اور نہیں
هُوَ - اِلَّا - ذِكْرٌ - لِّلْعٰلَمِیْنَ ⑤٢
وہ قرآن مگر یاددہانی جہان بھر کے لیے

وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ
اور منکر لوگ تو لگ ہی رہے ہیں کہ پھسلا دیں تجھ کو
بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ
اپنی نگاہوں سے جب سنتے ہیں قرآن
وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ⑤١ وَمَا وقف لازم
اور کہتے ہیں وہ تو دیوانہ ہے اور قرآن تو
هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ⑤٢ ع ١٩ ٢ ٤ ساہم
نصیحت ہے جہان والوں کے لیے

اِنْ (تحقیق) یہاں اِنَّ کا مخفف ہے اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے اور خبر پر لام داخل ہے لَیُزْلِقُوْنَ (پھسلا دیں ڈگا دیں) یُزْلِقُوْنَ مضارع ہے۔ اِزْلَاقٌ سے جو ز۔ل۔ق سے بنا ہے مجرد ذَلَقٌ اور مزید اِزْلَاقٌ دونوں کے معنی پھسلا دینا جگہ سے ہٹا دینا اس پر لام اُن کی علامت ہے کہ یہاں اِنْ اِنَّ کا مخفف ہے ——— ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول جب تم قرآن پڑھتے ہو اور یہ منکر لوگ اسے سنتے ہیں تو تمہیں تیز تیز غصہ کی نگاہوں سے بری طرح گھورتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈراؤنی آنکھیں دکھا کر تمہیں قرآن سنانے سے روکنا چاہتے ہیں اور آوازے کستے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہو گیا ہے مگر یہ تو جہالت اور غصہ میں خود ہی پاگل بن رہے ہیں اور کچھ نہیں یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت نامہ ہے اس میں انہیں وہ ساری اچھی باتیں یاد دلائی گئی ہیں جنہیں یہ بھولے بیٹھے ہیں۔ ان کی اس قسم کی حرکتوں سے تم بالکل نہ گھبراؤ اور اپنے کام میں برابر لگے رہو۔ آگے چل کر یہی قرآن انسان کو تباہی سے بچانے کا ذریعہ بنے گا اور یہ جو اس وقت اس کے انکار پر تُلے ہوئے ہیں عنقریب منہ کی کھائیں گے۔

سُورۃ القلم ختم ہوئی۔ اس سورت میں پہلے ہی سے بتا دیا گیا ہے کہ اس قرآن سے دنیا میں خیر و برکت پھیلے گی اور لکھنے والے ان کی بابت گواہی دیں گے کہ اس نے سچ مچ دنیا کی کایا پلٹ دی۔ انسان کو خوب سمجھا دیا کہ انسان کیلئے کونسی عادتیں مفید ہیں اور کونسی مضر۔ جو لوگ پرانی خراب رسموں کو اپنا دین بنائے ہوئے ہیں اور قرآن کے مٹانے کے درپے ہیں۔ ان کی کچھ نہ چلے گی۔ اس میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ مال و دولت پر مسرور ہو کر بری عادتوں میں پھنس جانا اور قرآن کے سکھائے ہوئے طریقے سے منہ پھیر لینا اور جو اپنا جی چاہے وہی کرنا خرابی کے لچھن ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اپنی بربادی کا سامان اکٹھا کرتے ہیں' انہیں دنیا میں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ غلطی پر تھے ورنہ مر کر تو آنکھیں کھل ہی جائیں گی اور سوا حسرت اور افسوس کے کچھ پلے نہ پڑے گا۔

سُوْرَۃُ الْحَاقَۃِ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی انہترویں[۶۹] سورت ہے۔ اور قیام مکہ کی درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو[۲] رکوع ہیں۔ اس میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور دنیا والوں کو صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ یہ دنیا ایک روز ختم ہو کر رہے گی اور اس کے ختم کے وقت بڑے ہولناک حادثے ہوں گے۔ دنیا کے اندر زندگی اس حقیقت کو سامنے رکھ کر بسر کرنی چاہیئے۔ جن لوگوں نے اسے نہ مانا اور بے فکری سے جو دل میں آیا کرنا شروع کر دیا ان کو ان کے اعمال کی سزا اول تو دنیا ہی میں مل گئی ورنہ مرنے کے بعد جب انہیں دوسرے جہان سے پالا پڑے گا تو وہاں تو ان کی بہت ہی بری گت بنے گی۔ اچھی طرح سن لو۔ کہ وہ آخری گھڑی آنے والی ہے جب صور پھونکا جائیگا۔ اور ایک ہولناک آواز پیدا ہوگی جو دمبدم بڑھتی جائے گی۔ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ زمین کا کونہ کونہ زلزلے سے ہل جائے گا۔ اور یہ اور اس کے پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ چاروں طرف فرشتے پرے باندھے کھڑے ہوں گے۔ قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے اور وہ خفیہ راز جو دنیا میں عام طور پر معلوم نہ تھے کھل کر سب کے سامنے آجائیں گے اور کسی سے کوئی بات چھپی نہ رہے گی۔ ہر ایک کے اعمال نامے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں گے۔ جس کے دائیں ہاتھ میں اس کا اعمالنامہ آئے گا۔ وہ اسے خوشی خوشی ہر ایک کو دکھاتا پھرے گا کہ مجھے تو معلوم تھا کہ میرے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور میں ایسے کاموں سے دنیا میں بچتا تھا۔ جن سے پکڑ کا اندیشہ تھا۔ یہ شخص جنت میں داخل ہو گا جہاں پھلوں سے لدے ہوئے باغ ہوں گے اور وہ ان کے اندر ہمیشہ نازونعمت میں رہے گا اور جس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں آئے گا وہ کہے گا کہ کاش یہ مجھے نہ ملتا تو اچھا ہوتا کہ اپنے کرتوتوں کا حساب نہ دینا پڑتا۔ کاش میں ہمیشہ مرا ہی پڑا رہتا۔ آج نہ میری دولت کام آئے گی اور نہ میری سلطنت مجھے بچا سکے گی۔ حکم ہو گا کہ اس مردود کو پکڑو۔ گلے میں طوق ڈالو کھینچتے ہوئے لے جاؤ۔ اور جہنم میں ڈال دو اور زنجیروں میں جکڑ دو کہ ہل جل بھی نہ سکے۔ یہ وہی تو ہے جو دنیا میں اللہ کا انکار کرتا تھا، محتاجوں کی خبر نہ لیتا تھا۔ آج اس کے لئے یہاں کچھ نہیں سوا اس کے جو ایسے نابکاروں کو ملنا چاہیئے۔

آگے ارشاد ہے کہ اے انسانو! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ قرآن میری ہی بھیجی ہوئی سچی کتاب ہے۔ اسے رسولؐ نے خود نہیں گھڑا۔ اگر گھڑتا تو ہم اسے سخت سزا دیتے یہ پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے اور وہ کافروں کے لئے حسرت کا باعث ہوگی۔

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِثْنَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

کچھ قیامت کی بھی خبر ہے۔

الْحَاقَّةُ ① مَا الْحَاقَّةُ ② وَمَا - اَدْرٰىكَ - مَا
سچ مچ ہونے والی کیا ہے سچ مچ ہونے والی اور کس نے بتایا تجھے کیا ہے
الْحَاقَّةُ ③ كَذَّبَتْ - ثَمُوْدُ وَعَادٌ - بِالْقَارِعَةِ ④
وہ سچ مچ ہونے والی جھٹلایا ثمود اور عاد نے اس کوٹنے والی کو
فَاَمَّا - ثَمُوْدُ - فَاُهْلِكُوْا - بِالطَّاغِيَةِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ
پس وہ جو ثمود تھے سو وہ تباہ کردیے گئے گرجدار زلزلہ سے اور وہ جو عاد تھے
فَاُهْلِكُوْا - بِرِيْحٍ - صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ⑥ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ
ہلاک کیے گئے ایک آندھی سے ٹھنڈی قابو سے باہر چلائے رکھا اسے ان پر
سَبْعَ - لَيَالٍ - وَّثَمٰنِيَةَ - اَيَّامٍ - حُسُوْمًا - فَتَرَى - الْقَوْمَ
سات رات اور آٹھ دن متواتر پس دیکھے تو اس قوم کو
فِيْهَا - صَرْعٰى - كَاَنَّهُمْ - اَعْجَازُ - نَخْلٍ - خَاوِيَةٍ ⑦
اس میں چت گرا پڑا ہوا گویا کہ وہ تنے ہیں کھجور کے کھوکھلے

اَلْحَاقَّةُ ① مَا الْحَاقَّةُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
وہ ثابت ہونے والی کیا ہے وہ اور تو نے کیا سوچا کیا
الْحَاقَّةُ ③ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ④
ہے وہ ثمود اور عاد نے اس کوٹ ڈالنے والی کو جھٹلایا
فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ
تو ثمود تو اچھال کر غارت کردیے گئے اور عاد سو
فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ⑥ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ
برباد ہوئے ٹھنڈی سنّاٹے کی ہوا سے جو ہاتھوں سے نکل جائے مقرر کردیا
سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ
اسے ان پر سات رات اور آٹھ دن تک لگاتار پھر تو ان لوگوں کو
فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ⑦
اس میں چت گرا ہوا دیکھے گویا وہ تنے ہیں کھجور کے

الحاقۃ (مقرر شدہ) اسم ہے ح۔ق۔ق سے القارعة کوٹنے والی اسم ہے ق۔ر۔ع سے (طاغیۃ) ط۔غ۔و (حسوما) لگاتار ح۔س۔م سے جسم کاٹنے کے بعد داغنا حُسُوْم حاسم کی جمع ہے اور یہاں حال ہے صَرْعیٰ صریع کی جمع ہے ص۔ر۔ع کے معنی پچھاڑنا یا سب گرا دینا۔

اسلام کا دارومدار تین باتوں کے زبانی اقرار پر ہے اللہ ایک ہے حضرت محمدؐ اس کے رسول ہیں اور قیامت برحق ہے جس نے ان تین باتوں کا اقرار کرلیا وہ مسلمان ہے اب اس کا فرض ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے کہ آپ فرمائیں کہ میں زندگی کیسے بسر کروں، آپ اس سے فرمائیں گے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے میں اس کے مطابق چلتا ہوں تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ میں نے قرآن پر چلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے۔ میں اور میرے صحابہؓ اور ان کے تابعین اس کے علمبردار ہیں۔ اس قرآن کو اپنے سامنے رکھو اس میں غور کرتے رہو اور سمجھو کہ یہ انہیں تین باتوں کی تشریح ہے جن کا تم اقرار کرچکے ہو۔

اس صورت میں قیامت کا حال بیان کیا گیا ہے جس کے برحق ہونے کا ایک مسلمان اقرار کرچکا ہے ارشاد ہے کہ قیامت ضرور آنی ہے جنہوں نے اسے نہ مانا وہ آخر تباہ ہوئے۔ یہ سب چیزوں کو ریزہ ریزہ کردیگی۔ ثمود نے نہ مانا تو کڑک اور زلزلے سے تباہ ہوئے اب انکا اسی قیامت سے پالا پڑیگا جسکا وہ انکار کرتے تھے۔ اس سے پہلے عاد تھے انہوں نے بھی ایسی ہی سرکشی اختیار کی تھی انہیں آندھی کے تیز اور تند جھکڑوں سے تباہ کردیا گیا جو سات رات اور آٹھ دن برابر چلتی رہی اور وہ اڑ اڑ کر گر پڑے گویا وہ کھجور کے اندر سے خالی تنے ہیں۔

منکروں کا انجام

فَهَلْ تَرٰى لَهُم مِّنۢ بَاقِيَةٍ ⑧ وَجَآءَ
پھر تو ان میں کا کوئی بچا دیکھتا ہے اور فرعون
فِرْعَوْنُ وَمَن قَبْلَهُۥ وَالْمُؤْتَفِكَٰتُ
اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹ جانے والی بستیاں خطائیں
بِالْخَاطِئَةِ ⑨ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ
کرتے ہوئے آئے پھر انھوں نے اپنے رب کے رسول کا حکم نہ مانا پھر
أَخْذَةً رَّابِيَةً ⑩ إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ
ان کو پکڑا سخت پکڑنا جس وقت پانی ابلا ہم نے
حَمَلْنَٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ⑪ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ
تم کو چلتی کشتی میں لاد لیا تاکہ اس کو تمھاری
تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَٰعِيَةٌ ⑫
یادگاری کے لیے رکھیں اور محفوظ رکھے اسے سننے والا کان

فَہَلْ ۔ تَرٰی ۔ لَہُمْ ۔ مِنْ ۔ بَاقِیَۃٍ ⑧ وَجَآءَ
پس کیا دیکھتا ہے تو ان میں کا کوئی بچا ہوا اور آئے
فِرْعَوْنُ ۔ وَمَنْ قَبْلَہٗ ۔ وَالْمُؤْتَفِکٰتُ
فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹی ہوئی بستیاں
بِالْخَاطِئَۃِ ⑨ فَعَصَوْا ۔ رَسُوْلَ ۔ رَبِّہِمْ ۔ فَاَخَذَہُمْ
خطائیں کرتے پس نافرمانی کی انھوں نے رسول کی اپنے رب کے پس پکڑا اس نے انھیں
اَخْذَۃً ۔ رَّابِیَۃً ⑩ اِنَّا ۔ لَمَّا ۔ طَغَا الْمَآءُ
پکڑنا سخت تحقیق ہم جب جوش مارا پانی نے
حَمَلْنٰکُمْ ۔ فِی الْجَارِیَۃِ ⑪ لِنَجْعَلَہَا ۔ لَکُمْ
اٹھایا ہم نے تمھیں چلتی کشتی میں تاکہ کردیں ہم اسے تمھارے لیے
تَذْکِرَۃً ۔ وَّتَعِیَہَآ ۔ اُذُنٌ ۔ وَّاعِیَۃٌ ⑫
یاد دہانی اور محفوظ رکھے اسے کان حفاظت سے رکھنے والا

بَاقِیَۃٌ: نفس کی صفت ہے جو یہاں مذکور نہیں۔ اَلْمُؤْتَفِکٰتُ (الٹی ہوئی بستیاں) اس سے قوم لوطؑ مراد ہے یہ لفظ پہلے گذر چکا ہے
خَاطِئَۃٌ اسم ہے خَطَآءٌ سے (گناہ) اس کے لئے دوسرا لفظ خَطِیْئَۃٌ ہے جو سورۃ البقرہ میں گذرا ہے رَابِیَۃٌ اسم فاعل ہے ر۔ب۔و سے (اونچا اٹھنا) رَابِیَۃٌ سے یہاں مراد نمایاں اور سخت سزا ہے۔ تَعِیَ (محفوظ رکھے) مضارع مونث ہے و۔ع۔ی سے۔ اسی سے وَاعِیَۃٌ اسم فاعل مونث ہے وَعْیٌ حفاظت سے بچا کر رکھنا۔

ارشاد ہے کہ قوم عاد اسی طرح تباہ ہوئی کہ ایک متنفس بھی ان میں سے نہ بچا۔ اسی طرح مصر کے فرعون نے اور اس سے پہلے اور لوگوں نے اور قوم لوطؑ نے برے کام اختیار کئے اور قیامت کو بھول گئے۔ ہم نے انہیں بھی سخت سزا دی۔ اسی طرح جب نوحؑ کے زمانہ میں پانی کا سخت طوفان آیا اور پانی نے جوش مارا تو اس سے کوئی نہ بچا اور سب ڈوب گئے۔ لیکن ہم نے کچھ آدمیوں اور جانوروں کو کشتی کے ذریعہ بچا لیا۔ ورنہ آج تم بھی نہ ہوتے۔ تم انہی کی اولاد تو ہو جنہیں ہم نے کشتی میں بٹھا کر بچا لیا تھا جو پانی میں ادھر ادھر تیرتی رہی۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ ہماری اس عنایت اور مہربانی کو یاد رکھے اور خاص کر جو لوگ باتیں سن کر انہیں یاد رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ اس واقعہ کو خوب دھیان میں رکھیں اور سمجھیں کہ اللہ اپنے فرمانبرداروں کو بچا لیتا ہے اور نافرمانوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

قیامت کا حال

فَاِذَا ۔ نُفِخَ ۔ فِی الصُّوْرِ ۔ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ
پس جب پھونکا جائے صور میں پھونکنا ایک اور
حُمِلَتِ ۔ الْاَرْضُ ۔ وَالْجِبَالُ ۔ فَدُكَّتَا ۔ دَكَّةً
جگہ سے اٹھا لیے جائیں زمین اور پہاڑ پھر کوٹ دیا جائے کوٹنا
وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ ۔ وَّقَعَتِ ۔ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾
ایک دم پس اس دن آجائے گی وہ آنے والی گھڑی
وَانْشَقَّتِ ۔ السَّمَآءُ ۔ فَهِيَ ۔ يَوْمَئِذٍ ۔ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾
اور پھٹ جائیں گے آسمان پس وہ اس دن بکھرے ہوئے ہوں گے
وَّالْمَلَكُ ۔ عَلٰٓى ۔ اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ ۔ عَرْشَ
اور فرشتے ان کے کناروں پر ہوں گے اور اٹھائیں گے عرش
رَبِّكَ ۔ فَوْقَهُمْ ۔ يَوْمَئِذٍ ۔ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ
تیرے رب کا اپنے اوپر اس دن آٹھ (فرشتے) اس دن
تُعْرَضُوْنَ ۔ لَا تَخْفٰى ۔ مِنْكُمْ ۔ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾
تم سامنے کیے جاؤ گے نہ چھپی رہے گی تمہاری کوئی چیز

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ
پھر جب صور میں پھونکا جائے ایک بار پھونکنا اور
حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً
زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں پھر انہیں ایک ہی دفعہ کوٹ
وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾
دیا جائے پھر اس دن ہو پڑے ہو پڑنے والی
وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾
اور آسمان پھٹ جائے پھر وہ اس دن بکھر جائے ۔
وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ
اور فرشتے ہوں گے اس کے کناروں پر اور تیرے رب کا عرش
رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ
اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے اس دن تم
تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾
حاضر کیے جاؤ گے اور تمہاری کوئی چھپی بات چھپی نہ رہے گی

دَكَّةً (کوٹ کر ریزہ ریزہ کرنا) مصدر ہے د۔ ك۔ ك سے اور اس سے دُكَّتَا ماضی مجہول تثنیہ مؤنث کا صیغہ ہے (باہم ٹکرا کر پاش پاش کر دیئے گئے) وَاهِيَةٌ (کمزور بے دم) اسم فاعل مؤنث ہے و۔ ہ۔ ی سے وَهْیٌ کے معنی کمزور ہوا اس کی جمع واہیات ہے جو اردو میں بیہودہ اور فضول کے معنی میں مستعمل ہے۔ اَرْجَآءٌ (کنارے) رَجَاءٌ کی جمع ہے جو ر۔ ج۔ و سے اسم ہے کسی چیز کے کنارے کو کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے ان کا انجام دنیا میں تو تم نے سن لیا۔ اب سنو آخرت کا حال۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ صور میں ایک پھونک ماری جائے گی۔ یکایک زلزلہ آئے گا زمین و آسمان ادھر اٹھا کر ٹپک دیئے جائیں گے اور ایک دم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یہی قیامت ہو گی اسوقت آسمان پھٹ جائے گا اور ٹوٹ کر بکھر جائے گا فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے نظر آئیں گے اور عرش الٰہی کو جسے اس وقت چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے اور پھر تم سب اللہ عزوجل کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔ تمہاری ساری چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔ نیکی اور بدی سب آنکھوں کے سامنے آ جائے گی اور ہر ایک اپنے اپنے کاموں کو اور ان کے نتیجوں کو دیکھ لے گا۔

خوش قسمت

فَاَمَّا - مَنْ - اُوْتِیَ - كِتٰبَهٗ - بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ
پس رہا وہ جسے دیا گیا اعمالنامہ اس کا داہنے ہاتھ میں اس کے پس کہے گا
هَآؤُمُ - اقْرَءُوْا - كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ - ظَنَنْتُ
لو بھئی پڑھو اعمالنامہ میرا تحقیق میں خیال رکھتا تھا
اَنِّیْ - مُلٰقٍ - حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ - فِیْ - عِیْشَةٍ
اس کا کہ میں ملنے والا ہوں اپنے حساب سے پس وہ ہے زندگی کی حالت میں
رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ - جَنَّةٍ - عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا
پسندیدہ باغ میں اونچے میوے جس کے
دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا - وَاشْرَبُوْا - هَنِیْٓــًٔا - بِمَآ
قریب ہیں کھاؤ اور پیو رچتا پچتا بدلے اس کے جو
اَسْلَفْتُمْ - فِی الْاَیَّامِ - الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾
بھیجا تم نے بیچ دنوں گزرے ہوؤں کے

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ
سو جسے اس کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں ملا وہ کہے گا
هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ
لیجیو میرا اعمالنامہ پڑھیو میں نے اس بات کا خیال
اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ
رکھا تھا کہ مجھے اپنے حساب سے پالا پڑے گا سو وہ ہے من مانی
رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا
زندگی میں اونچے باغ میں جس کے میوے
دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــًٔا بِمَآ
جھکے پڑے ہیں کھاؤ اور پیو جی بھر کے بدلے اس کے
اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾
جو تم پہلے دنوں میں آگے بھیج چکے

هَاؤُمُ (لو) اسم فعل ہے معنی خُذْ ... دوسرے کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے بات سے پہلے کہتے ہیں قُطُوْفٌ (توڑنے کے قابل پھل) قِطْفٌ کی جمع ہے پکا پھل جو توڑا جاتے۔

ارشاد ہے کہ میدان قیامت میں سب انسان اللہ کے سامنے جمع ہوں گے اس وقت سب کی چھپی ہوئی باتیں ظاہر ہو جائینگی اور ہر ایک کو اس کا اعمالنامہ پکڑا دیا جائے گا جو کسی کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔ جس شخص کا اعمالنامہ اسکے دائیں ہاتھ دیا جائے گا۔ اس کے دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جائیگی۔ اس کی ساری کلفتیں جاتی رہیں گی۔ وہ خوشی خوشی سب کو اپنا اعمالنامہ دکھاتا پھرے گا۔ کہے گا لو یہ میرا اعمالنامہ ہے، ذرا پڑھو تو سہی کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ میں نے تو پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ ایک دن میرے سارے کاموں کا جو میں دنیا میں کر رہا ہوں حساب ہو گا۔ اس لئے بس وہی کرتا تھا جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا تھا یا اجازت دی تھی اور جن کاموں سے منع کیا گیا تھا اس سے رک جاتا تھا اس شخص کو آرام و راحت کی زندگی اس کی مرضی کے موافق ملے گی۔ اسے ایک عالیشان باغ رہنے کو ملے گا جس کے درختوں کے پھل جھکے پڑے ہونگے بڑی آسانی سے انہیں توڑیگا اور کہدیا جائے گا کہ یہ تیرے ان اچھے اعمال کا پھل ہے جو تو نے دنیا میں کئے تھے۔ وہ ہمارے پاس پہنچے اور آج یہ ان کا بدلہ ہے آج خوب کھا اور خوب پی۔ سب آسانی سے ہضم ہوتا چلا جائے گا اور کوئی تکلیف ذرا بھی نہ ہوگی۔

بد قسمت

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ
اور جسے اس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملا وہ کہے گا
یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ
کیا اچھا ہوتا جو مجھے میرا اعمالنامہ نہ ملتا اور مجھ کو خبر نہ ہوتی
مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾
کہ میرا حساب کیا ہے کسی طرح میری موت ختم کر جاتی
مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ
کچھ کام نہ آیا میرے میرا مال جاتی رہی مجھ سے
سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ
میری حکومت اس کو پکڑو پھر طوق ڈالو اس کے پھر اس کو آگ
صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ
کے ڈھیر میں ڈال دو پھر اس کو ایک زنجیر میں جکڑ دو جس کا
ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾
طول ستر گز ہے

وَاَمَّا ۔ مَنْ ۔ اُوْتِیَ ۔ کِتٰبَهٗ ۔ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ
اور رہا وہ جو دیا گیا اعمالنامہ اپنا اپنے بائیں ہاتھ میں پس کہے گا
یٰلَیْتَنِیْ ۔ لَمْ ۔ اُوْتَ ۔ کِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ ۔ اَدْرِ
اے کاش میں نہ دیا جاتا میں اعمالنامہ اپنا اور نہ جانتا
مَا ۔ حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾
کیا ہے حساب میرا کاش وہی (موت) ہو جاتی فیصلہ کرنے والی
مَاۤ اَغْنٰی ۔ عَنِّیْ ۔ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ ۔ عَنِّیْ
نہ فائدہ دیا مجھے مال نے میرے نکل گئی میرے ہاتھ سے
سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ ۔ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ
سلطنت میری پکڑ لو اسے پھر طوق ڈالو اس کے پھر دہکتی آگ
صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ۔ ذَرْعُهَا ۔ سَبْعُوْنَ
ڈال دو اسے اس میں پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر
ذِرَاعًا ۔ فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾
گز ہے پس جکڑ دو اسے

ذَرْعٌ لمبائی ذِرَاعٌ اسکی جمع ہے ذرع کے اصل معنی ہیں ایک ہاتھ کی لمبائی اس کے بعد مطلق لمبائی کے معنی میں مستعمل ہونے لگا پھر ہر ناپنے کی چیز کو ذرع کہنے لگے جیسے گز وغیرہ۔ اس آیت میں ذرع جس مقدار کے لئے آیا ہے اللہ ہی کو معلوم ہے دنیا کا گز مراد نہیں ان آیتوں کے آخر میں ہ وقف کے لئے زیادہ کی گئی ہے تَامِیَۃ میں ہ نہیں تائے تانیث ہے اُسْلُکُوْہُ داخل کر دو اسے س۔ل۔ک سے امر ہے مَسْلَکٌ کے معنی کسی چیز کے اندر داخل کر دینا یہاں زنجیر سے ہر طرف سے جکڑ دینا مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں آئے گا وہ اپنا سر پیٹ لے گا اور کہے گا کاش یہ مجھے نہ ملتا کاش مجھے اپنے حساب کتاب کی خبر ہی نہ ہوتی۔ کاش وہی موت جو مجھے آئی تھی میرا قصہ ہمیشہ کے لئے ختم کر چکی ہوتی اور مرنے کے بعد میں زندہ ہی نہ ہوا ہوتا، ہائے ہائے دنیا میں میرے پاس کس قدر مال تھا لیکن آج یہاں وہ کچھ کام نہ آیا۔ دنیا میں میری حکومت چلتی تھی ہر ایک میرے اشارے پر کھڑا تھا۔ لیکن یہاں تو وہ ساری حکومت غت ربود ہو گئی۔ کوئی میری طرف رُخ ہی نہیں کرتا۔ یہ شخص اسی طرح چیخ پکار کر رہا ہوگا کہ بارگاہِ الٰہی سے حکم صادر ہوگا کہ اسے گرفتار کر لو اس کی گردن میں طوق ڈال دو اور لے جا کر آگ کے ڈھیر میں جھونک دو اور ستر گز لمبی زنجیر میں اس کو اچھی طرح جکڑ دو۔ تاکہ ہل جل نہ سکے اور چپ چاپ پڑا جلا کرے اور وہ ذرا سی راحت جو ہلنے جلنے سے نصیب ہوتی ہے وہ بھی اسے نصیب نہ ہو۔ یا اللہ ہمیں عذاب سے بچائیو! آمین!

دنیا میں وہ کیسا تھا؟

اِنَّهٗ - كَانَ - لَا يُؤْمِنُ - بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا
تحقیق وہ تھا کہ ایمان نہ لاتا تھا اللہ بزرگ، وبرتر پر اور نہ
يَحُضُّ - عَلٰى طَعَامِ - الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ - لَهُ
آمادہ کرتا تھا کھلانے پر محتاج کے پس نہیں اس کے لیے
الْيَوْمَ - هٰهُنَا - حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا - طَعَامٌ - اِلَّا مِنْ
آج یہاں کوئی حمایتی اور نہ کھانا مگر
غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ - اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ
دھوون زخموں کا نہ کھائے اسے کوئی مگر خطاکار پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں
بِمَا - تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ - لَقَوْلُ
اس کی جو تم دیکھتے ہو اور جو تم نہیں دیکھتے یہ قول ہے
رَسُوْلٍ - كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ - بِقَوْلِ - شَاعِرٍ
پیغامبر معزز کا اور نہیں یہ قول شاعر کا

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا
وہ تھا کہ اللہ کا یقین نہ کرتا جو سب سے بڑا ہے اور نہ
يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ
تاکید کرتا تھا فقیر کے کھانے کی سو آج اس کا
الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ
یہاں کوئی دوست نہیں اور نہ اسے کھانا ملے مگر زخموں
غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ
کا دھوون کہ جسے کوئی نہ کھائے مگر گنہگار سو قسم کھاتا ہوں
بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ
ان کی جو تم دیکھتے ہو اور ان کی جو تم نہیں دیکھتے یہ ہے ایک
رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ
معزز پیغام لانے والے کا قول اور نہیں یہ کسی شاعر کا قول

يَحُضُّ (آمادہ کرتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے ح۔ض۔ض سے حَضٌّ اُکسانا، ابھارنا، ترغیب دینا غِسْلِيْن (جو زخم سے بہے یعنی دھوون) غُسْل سے بنا ہے جس کے معنی دھونے کے ہیں یہاں وہ پیپ لہو مراد ہے جو دوزخیوں کے بدن سے بہے گی۔

ارشاد ہے کہ آج یہ دوزخی اپنی بدقسمتی پر روتا ہے دنیا میں اسے کچھ ہوش نہ آیا جب اللہ کے رسُول نے اسے اچھی طرح سمجھایا کہ اللہ کو مانو اور محتاج کی مدد کرو۔ لیکن اس نے نہ اللہ بزرگ وبرتر کو مانا اور نہ محتاج کو کھانا کھلایا کہ اس کی دیکھا دیکھی اور بھی کھلاتے جب دنیا میں اس نے نہ اللہ کو مانا اور نہ کسی کو پُوچھا تو آج یہاں اسے پوچھنے والا اور اس کا یار اور مددگار کون ہوگا دنیا میں اللہ بزرگ وبرتر کو مانتا تو آج وہ اس پر رحم کرتا اور اگر اس نے کسی محتاج کو کھلایا پلایا ہوتا۔ تو آج اسے نعمتیں کھانے کو ملتیں اب اس کے کھانے کو کچھ نہیں۔ مگر یہی جو دوزخیوں کے زخموں سے بہہ بہہ کر نکل رہا ہے جسے کوئی نہیں کھاتا مگر وہی جس نے دنیا میں ہمیشہ وہ کام کئے جن سے اسے منع کیا گیا تھا۔ اچھا اب اسے جانے دو اور وہ بات سنو جو تمہیں دنیا میں کرنی ہے سنو جو کچھ تمہیں دکھائی دیتا ہے اور جو دکھائی نہیں دیتا ہے .... میں ان سب کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ قرآن ایک نہایت عزت والے رسُول تمہیں سُنا رہے ہیں۔ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ جس میں بے کار تک بندی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

جھوٹ چل نہیں سکتا

قَلِيْلًا - مَّا - تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا - بِقَوْلِ - كَاهِنٍ
بہت کم ہے جو یقین کرتے ہو تم اور نہ یہ قول ہے کاہن کا
قَلِيْلًا - مَّا - تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ تَنْزِيْلٌ - مِّنْ
بہت کم ، دھیان کرتے ہو تم یہ اتارا گیا ہے سے
رَّبِّ - الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ - تَقَوَّلَ - عَلَيْنَا
پروردگار عالم اور اگر یہ جھوٹ بنا لاتا ہم پر
بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾ لَاَخَذْنَا - مِنْهُ
کچھ باتیں البتہ پکڑ لیتے ہم اس کا
بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ - لَقَطَعْنَا - مِنْهُ
دایاں ہاتھ پھر البتہ کاٹ ڈالتے ہم اس کی
الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَمَا - مِنْكُمْ - مِّنْ اَحَدٍ - عَنْهُ
گردن پس نہیں تم میں سے کوئی اس سے
حَاجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِنَّهٗ - لَتَذْكِرَةٌ - لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾
روکنے والا اور تحقیق یہ البتہ یاد دہانی ہے پرہیزگاروں کے لیے

قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ
تم بہت کم یقین کرتے ہو اور نہ یہ کہنا ہے کاہن کا
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ
تم بہت کم دھیان کرتے ہو یہ اتارا ہوا ہے جہان
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا
کے رب کا اور اگر یہ ہم پر کوئی بات
بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ
بنا لاتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ
بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ
پکڑ لیتے پھر اس کی گردن کاٹ
الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ
ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اسے
حَاجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾
بچا لیتا اور یہ نصیحت ہے ڈرنے والوں کے لیے

قَلِيْلًا مَّا (بہت تھوڑا) مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے اور یا تقلیل کے لئے ہے کَاهِنٌ (غیب کی خبروں کا مدعی) وہ شخص جو جنوں اور پریوں سے خبریں منگانے کا دعویٰ کرے۔ اقاویل (باتیں) اقوال کی جمع اور قول کی جمع الجمع ہے۔ وَتِيْن رگ جان یعنی وہ رگ جس کے کاٹنے سے موت آجاتی ہے۔ لَاَخَذْنَا الآیۃ اگلے وقتوں میں رواج تھا کہ جس کو قتل کرنا ہوتا۔ تو جلاد اس کا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر تلوار سے گردن اڑا دیتا تھا،

ارشاد ہے کہ تم میں ایمان کی کمی ہے اس لئے اس قرآن کو شاعر کا کلام کہتے ہو اور تم سوچتے بھی کم ہو اسلئے اسے کاہن کا قول کہتے ہو ورنہ کبھی اس کو کسی سیانے کا کلام نہ بتاتے۔ کیونکہ وہ ایسا پر معنی کلام بنا ہی نہیں سکتا۔ تمہیں اتنا نہیں سوجھتا کہ اگر کوئی ہمارا نام لگا کر اپنا یا کسی اور کا گھڑا ہوا کلام سناتا اور کہتا کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر اور اسے بے بس کر کے اس کا خاتمہ ہی کر دیتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کر سکتے اور بالفرض کرتے تو تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ہمارے ہاتھ سے انہیں بچا لیتا اور سزا سے روک دیتا۔ بات یہ ہے کہ تمہاری سمجھ ہی ٹیڑھی ہو گئی ہے سیدھی طرح سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ورنہ سیدھی بات ہے کہ یہ قرآن احتیاط سے چلنے والے پرہیزگاروں کو اچھی باتیں بتاتا ہے۔ اور ان کے مفید مطلب باتیں انہیں یاد دلا دیتا ہے۔

کچھ لوگ نہ مانیں گے

وَاِنَّا - لَنَعْلَمُ - اَنَّ - مِنْكُمْ - مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾
اور تحقیق ہم البتہ جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض جھٹلانے والے ہیں
وَاِنَّهٗ - لَحَسْرَةٌ - عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾
اور تحقیق وہ البتہ پچھتاوا ہے نہ ماننے والوں کے لیے
وَاِنَّهٗ - لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحْ
اور تحقیق وہ البتہ یقینی حقیقت ہے پس پاک کہہ
بِاسْمِ - رَبِّكَ - الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾
نام کو اپنے رب بزرگ کے

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾
اور ہم کو معلوم ہے کہ بعض تم میں سے جھٹلاتے ہیں
وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾
اور یہ پچھتاوا ہے منکروں کے لیے
وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحْ
اور وہ یقین کرنے کے قابل ہے پاکی بیان کر
ع بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾
اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا ہے

ارشاد ہے کہ اس قرآن میں ساری باتیں ایسی ہیں جو انسان کے لئے ہر وقت مفید ہیں۔ ایمان والے اور سمجھ والے اسے پڑھ کر اس میں ذرا شک نہیں کر سکتے کہ یہ اس مہربان مربی کا کلام ہے جو سارے جہان کی ساری ضرورتیں پوری کرتا ہے اس لئے وہ انسان کو اسکے کام کی باتیں بتائے بغیر کیسے چھوڑ دیتا۔ چنانچہ یہ قرآن انسان کی اصل ضرورت پوری کرنے لئے نازل کیا گیا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بہت سے انسان اس کی قدر نہ کریں گے اور اس کو (معاذ اللہ) من گھڑت باتوں کا ایک مجموعہ بتا کر اپنا راستہ لیں گے۔ لیکن وہ جاتے کہاں ہیں۔ عنقریب دنیا کا رنگ بدلنے والا ہے اور یہ جو اس وقت انکار کر رہے ہیں۔ آخر کار پچھتائیں گے کہ افسوس ہم نے پہلے ہی قرآن کو کیوں نہ مان لیا۔ کہ آج بُرا دن نہ دیکھتے۔ پھر اس کے بعد آخرت کی زندگی آنے والی ہے وہاں تو یہ قرآن کو نہ ماننے والے اپنی کوتاہ بینی اور تنگ نظری پر اتنا پچھتائیں گے کہ یاد ہی کریں گے بہرحال سمجھ داروں کے لئے یہ قرآن بالکل یقینی حقیقت ہے اور ایسی حقیقت سوا اللہ کے اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ اس لئے اے رسولؐ تو زبان سے کہہ اور دل سے یقین کر کہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور اس کا نام سب سے زیادہ مقدس ہے، اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا ـــ سُورۃ الحاقہ تمام ہوئی کیا اس کے زور دار اثر سے بھرے ہوئے الفاظ انسان کو چونکا دینے کے لئے کافی نہیں۔ ایسی بے لاگ اور دل میں بیٹھ جانے والی عبارت کو سُن کر کون ایسا سنگدل ہوگا جس کا دل نہ پگھل جائے گا انسان کی نجات بس اسی میں ہے کہ وہ اس قرآن کو سُنے اور اس کی باتوں پر یقین کرے اور مان لے کہ مرنے کے بعد ہر شخص پھر زندہ کیا جائے گا اور اس کے کرتوت اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ جنہوں نے دنیا میں قرآن کو مان کر قیامت پر یقین کر لیا تھا وہ خوش خوش پھریں گے اور اس کے نہ ماننے والے ایسی آفت میں پھنسیں گے کہ جان پر ہی بن جائے گی۔ رہے پاک نام اللہ کا۔

سورۃ المعارج

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی سترھویں سورت ہے، نبوت کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو رکوع ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ کو قرآن مجید کی وہ آیتیں پڑھ کر سنائیں جن میں اللہ کے نافرمانوں کو عذاب کا ڈراوا دیا گیا تھا تو کفار ہنسی اڑانے لگے۔ ان میں سے ایک کافر نضر بن حارث یا ابوجہل کسی نے نادانی میں یہاں تک کہہ دیا کہ اے اللہ اگر یہ بات سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی اور دردناک عذاب بھیج دے۔ اس سورت میں ان کافروں کو جواب دیا گیا ہے کہ یہ عذاب مانگنے والا نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کیسی آفت طلب کر رہا ہے۔ عذاب تو ان پر جو ہمارے رسول کے کہنے کو سچا نہیں سمجھتے آ کر ہی رہے گا اور جب آئے گا تو اس کو کوئی ٹال نہ سکے گا۔ کیونکہ وہ اللہ عزّ وجل کی طرف سے ہوگا اور اس کی بات کا ٹالنے والا کون ہو سکتا ہے۔ اچھا اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو تم صبر کرو۔ ان کی نگاہ اتنی دُور تک نہیں جاتی کہ قیامت کو دیکھ سکیں۔ لیکن وہ ہمارے نزدیک بالکل قریب ہے جب قیامت آئے گی آسمان پگھل جائیں گے۔ پہاڑ رنگین اون کی طرح اُڑنے لگیں گے۔ لوگ اپنے قریب کے رشتہ داروں تک کو نہ پوچھیں گے کیونکہ انہیں ان کی ساری حقیقت نظر آ جائے گی کہ وہ کیسے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی جان کی پڑی ہوگی۔ ہر ایک چاہے گا کہ میری اولاد، بیوی، بھائی، کنبہ، قبیلہ بلکہ ساری دنیا سب مجھ سے لے لیں مگر کسی طرح میری جان چھوڑ دیں۔ لیکن یہ نہ ہوگا۔ وہاں تو بُرے لوگوں کا دہکتی ہوئی آگ سے پالا پڑے گا جو ان کی ہڈی پسلی توڑ کر جلا دے گی۔ وہ ان لوگوں کو پکار پکار کر بلائے گی جو رسول اور قرآن کی بات نہ سنتے تھے اور کوئی سمجھاتا تو پیٹھ موڑ کر چل دیتے تھے اور دنیا کے ساز و سامان جمع کرنے میں لگے رہتے تھے، روپیہ پیسہ احتیاط سے گن گن کے رکھتے تھے دُنیا میں اللہ کو نہ مانتے تھے، دنیا ہی میں پھنسے ہوئے تھے، ذرا سی تکلیف ہوئی تو چلّا اٹھے اور جب مال ہاتھ لگا تو اسے سب سے چھپا کر الگ رکھ دیا۔

یاد رکھو آخرت میں نجات انہی کو نصیب ہوگی جو ہمیشہ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہیں گے۔ مسکین، محتاج اور بے بس کی مالی امداد کرتے رہے ہوں گے، قیامت پر ایمان لائیں گے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہیں گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے رہے ہوں گے۔ سوا اپنی بیویوں اور باندیوں کے کسی کی طرف ارادۃً نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھا ہوگا۔ امانت دار رہے ہوں گے، قول و قرار کا خیال رکھا ہوگا۔ ایسے لوگ جنت میں عزت کے ساتھ داخل ہوں گے۔ جنت ہر شخص کو ملنے والی نہیں، صرف انہی کو ملے گی جو اللہ کو مان کر اس کے سارے حکم بجا لائیں گے۔ ان لوگوں کا بُرا حال ہوگا۔ جو دنیا میں اللہ کی نافرمانی پر کمر باندھے رہے۔

سورۃ المعارج مکیۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایاتھا ۴۴ رکوعاتھا ۲

قیامت میں شک مت کرو

سَاَلَ - سَآئِلٌ - بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ① لِّلْكٰفِرِيْنَ
مانگا ایک مانگنے والے نے اس عذاب کو جو آ پڑنے والا ہے منکروں پر
لَيْسَ - لَهٗ - دَافِعٌ ② مِّنَ - اللّٰهِ
نہیں اس کا کوئی ہٹانے والا وہ اللہ کی طرف سے ہوگا
ذِي الْمَعَارِجِ ③ تَعْرُجُ - الْمَلٰٓئِكَةُ - وَالرُّوْحُ
جو چڑھنے درجوں والا ہے چڑھیں گے فرشتے اور روحیں
اِلَيْهِ - فِيْ يَوْمٍ - كَانَ - مِقْدَارُهٗ - خَمْسِيْنَ
اس کی طرف اس دن کہ ہوگی لمبائی اس کی پچاس
اَلْفَ - سَنَةٍ ④ فَاصْبِرْ - صَبْرًا - جَمِيْلًا ⑤
ہزار سال پس صبر کر تو صبر کرنا اچھا
اِنَّهُمْ - يَرَوْنَهٗ - بَعِيْدًا ⑥ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ⑦
تحقیق وہ دیکھتے ہیں اسے دور اور ہم دیکھتے ہیں اسے قریب
يَوْمَ - تَكُوْنُ - السَّمَآءُ - كَالْمُهْلِ ⑧
جس دن ہو جائیں گے آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ① لِّلْكٰفِرِيْنَ
مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب جو منکروں پر پڑنے والا ہے
لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ② مِّنَ اللّٰهِ
کوئی اسے ہٹانے والا نہیں آئے گا اللہ کی طرف سے
ذِي الْمَعَارِجِ ③ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ
جو چڑھتے درجوں والا ہے چڑھیں گے فرشتے اور روح
اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ
اس کی طرف اس دن جس کی لمبائی پچاس
اَلْفَ سَنَةٍ ④ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ⑤
ہزار سال ہے سو صبر کر بھلی طرح کا صبر
اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ⑥ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ⑦
وہ اسے دور دیکھتے ہیں اور ہم اسے نزدیک
يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ⑧
جس دن آسمان ایسا ہوگا جیسے پگھلا ہوا تانبا

ذی المعارج (زینوں والا، معارج معراج کی جمع ہے عرج - ع ر ج سے اسم آلہ ہے عروج۔ چڑھنا۔ معراج چڑھنے کا ذریعہ۔ سیڑھی زینہ اور ذی المعارج - وہ جس تک درجہ بدرجہ چڑھ کر پہنچا جاتا ہے۔ المھل۔ تیل کی تلچھٹ۔ پگھلی ہوئی دھات، روغن قیر ایک قسم کا سیاہ تیل، یہ لفظ سورۃ الدخان میں گذر چکا ہے۔

کافروں سے جب کہا گیا کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو تو یہ ہنسی اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ عذاب آتا ہے تو ابھی کیوں نہیں آجاتا۔

ان سے کہا جا رہا ہے کہ ایک مانگنے والا اللہ کا عذاب ابھی مانگتا ہے اسکو یہ خبر نہیں کہ یہ عذاب کیا چیز ہے یہ وہ چیز ہے کہ جب آئے گا تو ہٹائے نہ ہٹے گا۔ یہ اللہ کی طرف سے ہوگا اور اس دن ہوگا جس کی لمبائی دنیا کے حساب سے پچاس ہزار سال ہوگی۔ اسدن فرشتے اور تمام مخلوقات کی روحیں سب اللہ کے روبرو ہوں گے اور ہر انسان سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اگر یہ اس دن کو نہیں مانتے اور ہنس ہنس کر ابھی عذاب مانگتے ہیں تو تم صبر سے کام لو اور جلدی نہ کرو۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہ قیامت کو کہتے ہیں کہ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ بھلا قیامت کہاں رکھی ہے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ جلدی آنے والی ہے جب قیامت آئے گی تو یہ ساری کایا پلٹ جائے گی۔ آسمان پگھل کر ایسے بہنے لگیں گے جیسے پگھلی ہوئی دھات یا روغن قیر۔

قیامت میں کیا ہوگا؟

وَتَکُوْنُ - الْجِبَالُ - کَالْعِهْنِ ⑨ وَلَا - یَسْـَٔلُ
اور ہوں گے پہاڑ جیسے رنگ برنگ کی اُون اور نہ پوچھے گا
حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ⑩ یُّبَصَّرُوْنَهُمْ - یَوَدُّ - الْمُجْرِمُ
دوست دوست کو دکھا دیے جائیں انھیں وہ چاہے گا گنہگار
لَوْ - یَفْتَدِیْ - مِنْ عَذَابِ - یَوْمِئِذٍ - بِبَنِیْهِ ⑪
کاش بدلے میں دیتا عذاب سے چھٹنے کے لیے اس دن کے اپنے بیٹوں کو
وَصَاحِبَتِهٖ - وَاَخِیْهِ ⑫ وَفَصِیْلَتِهِ - الَّتِیْ
اور اپنی بیوی کو اپنے بھائی کو اور کنبے کو جس میں
تُؤْوِیْهِ ⑬ وَمَنْ - فِی الْاَرْضِ - جَمِیْعًا
وہ رہتا تھا اور جو زمین پر ہیں سب کو
ثُمَّ - یُنْجِیْهِ ⑭ کَلَّا - اِنَّهَا - لَظٰی ⑮
تاکہ بچالے اپنے آپ کو ہرگز نہیں تحقیق وہ بھڑکتی آگ ہے
نَزَّاعَةً - لِّلشَّوٰی ⑯ تَدْعُوْا - مَنْ - اَدْبَرَ
کھینچ لینے والی کلیجا بلائے گی اسے جو پیٹھ پھیرتا تھا
وَتَوَلّٰی ⑰ وَجَمَعَ - فَاَوْعٰی ⑱
اور منہ موڑ کر چل دیتا تھا اور جوڑتا تھا اور سنبھال کر رکھتا تھا

وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ ⑨ وَلَا یَسْـَٔلُ
اور پہاڑ ہوں گے جیسے اون رنگی ہوئی اور نہ پوچھے گا
حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ⑩ یُّبَصَّرُوْنَهُمْ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ
دوست دوست کو سب انھیں نظر آجائیں گے گنہگار
لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ ⑪
چاہے گا کسی طرح چھڑوائی میں دے دے اُس دن کے عذاب کے اپنے بیٹوں کو
وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ⑫ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ
اور اپنی بیوی کو اور بھائی کو اور اپنے گھرانے کو جس میں
تُؤْوِیْهِ ⑬ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا
رہتا تھا اور جتنے زمین پر ہیں سب کو
ثُمَّ یُنْجِیْهِ ⑭ کَلَّا اِنَّهَا لَظٰی ⑮
پھر اپنے آپ کو بچالے ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے
نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ⑯ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ
کلیجہ کھینچ لینے والی پکارتی ہے اسے جس نے پیٹھ
وَتَوَلّٰی ⑰ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ⑱
پھیری اور پھر کر چلا گیا اور جوڑا اور حفاظت سے رکھا۔

اَلْعِهْنُ (اون) خاص کر رنگی ہوئی اُون حَمِیْم (قریبی دوست، رشتہ دار) اسم ہے ح-م-م سے اسکے معنی بہت سے ہیں انمیں سے ایک نزدیک اور قریب کے ہیں یہاں یہی مُراد ہیں فَصِیْلَة (کنبہ) تُؤْوِیْ (ٹھہراتا ہے) مضارع ہے اِیْوَاءٌ جس کا مادہ ا-و-ی ہے اَوٰی ٹھہرا یعنی کُنبہ جو اسے اپنے اندر جگہ دیئے ہوئے تھا۔ لَظٰی جہنم کا نام ہے شَوٰی (اعضا) شَوَاۃٌ کی جمع ہے۔ کھال کا ٹکڑا۔ کوئی سا عضو۔

ارشاد ہے کہ قیامت آئے گی تو پہاڑ رنگ برنگ کی اُون کی طرح اڑتے پھریں گے، دوست دوست کو نہ پوچھے گا۔ دیکھیں گے مگر کسی کو کسی سے کام نہ ہوگا۔ اپنی اپنی پڑی ہوگی یہ جو دنیا میں اللہ عزوجل کی نافرمانی پر کمر باندھے ہوئے ہیں۔ آخرت میں انمیں سے ہر شخص کہیگا کاش کسی طرح میری اولاد، بیوی، بھائی اور سارے گھر والے بلکہ دنیا میں جو کوئی ہے سب کو میرے بدلے لے لیتے اور میں عذاب سے بچ جاتا۔ مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ ہر ایک آدمی اپنے کئے کا نتیجہ خود بھگتے گا کسی اور شخص یا مال دولت کو اپنے چھڑانے کیلئے نہ دے سکیگا۔ وہاں تو جو برا کام کریگا اسے دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ سے پالا پڑیگا وہ اسکی کھال کھینچ کر اعضا کو الگ الگ کرکے رکھ دیگی وہ ان لوگوں کو پکار کر اپنی طرف بلائیگی جو نصیحت نہ سنتے تھے اچھے کاموں سے بھاگتے تھے اور دولت سمیٹتے اور جمع کرنے میں لگے رہتے تھے

انسانی کمزوریاں اور اُن کا علاج (الف)

اِنَّ - الْاِنْسَانَ - خُلِقَ - هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ
تحقیق انسان بنا ہے بزدل جب پہنچے اسے
الشَّرُّ - جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا - مَسَّهُ - الْخَيْرُ
برائی گھبرا جانے والا اور جب پہنچے اسے بھلائی
مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا - الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ - هُمْ
ہاتھ روک لینے والا مگر نماز پڑھنے والے وہ جو اپنی
عَلٰى صَلَاتِهِمْ - دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ
نماز پر جمے رہتے ہیں اور وہ لوگ
فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ - حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ
جن کے مال میں حق مقرر ہے مانگنے والے کا
وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ - يُصَدِّقُوْنَ
معذور کا اور وہ جو سچا مانتے ہیں
بِيَوْمِ - الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ - هُمْ
روز جزا کو اور وہ جو
مِّنْ عَذَابِ - رَبِّهِمْ - مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾
اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ
بے شک آدمی بنا ہے جی کا کچا جب اسے برائی پہنچے
الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ
تو بے صبرا اور جب اسے بھلائی پہنچے تو
مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ
بے توفیقا مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر
عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ
قائم ہیں اور جن کے مال
فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ
میں حصہ مقرر ہے مانگنے والوں کا
وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ
اور ہارے ہوئے کا اور جو انصاف کے دن پر
بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ
یقین رکھتے ہیں اور جو لوگ کہ اپنے
مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾
رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

هَلُوْعٌ (کم ہمت) صفت کا صیغہ ہے۔ ہ۔ل۔ع سے هَلَعٌ کے معنی بزدلی کرنا هَلُوْعٌ بزدل، بے حوصلہ۔ ڈرپوک۔

ارشاد ہے کہ انسان پیدائشی طور پر کم ہمت، ذرا سے دکھ میں گھبرا جانے والا اور جب کچھ مال ہاتھ آجائے تو دینے سے ہاتھ روک لینے والا ہے بے صبری گھبراہٹ کنجوسی اسکی گھٹی میں پڑی ہے۔ اب اسکی ٹھیک تربیت کا انتظام نہ ہوا اور بڑا ہو کر بھی وہ انہی لتوں میں پھنسا رہے تو اس کا دنیا میں بھی گذارا مشکل سے ہوگا اور برے حال میں زندگی گذرے گی اور مرکر تو اسے سوا بے چینی اور بے آرامی کے کچھ ملنے کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ اب اگر انسان اپنی بھلائی چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ ایسی سوسائٹی بنائے جس میں ہر کام اللہ کے لئے کیا جاتا ہو۔ ہر شخص دوسروں کے ساتھ مل کر پابندی کے ساتھ اللہ کی بندگی کے لئے مقرر اوقات پر حاضر ہو اور نماز کبھی نہ چھوڑے اور اپنے مال میں سے کچھ حصہ فقیروں محتاجوں کے لئے نکالے اور ہر کام میں اس کا خیال رکھے کہ مرنے کے بعد قیامت میں اس کا بدلہ ملے گا اگر اچھا کام ہوا تو بدلہ اچھا ملے گا اور برا کام ہوا تو بدلہ برا ہوگا۔ اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہے اور برے کاموں کے نزدیک بھی نہ جائے۔

انسان کی کمزوریاں اور ان کا علاج (ب)

إِنَّ - عَذَابَ - رَبِّهِمْ - غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ
تحقیق عذاب ان کے رب کا بے خوف ہونے کی چیز نہیں اور وہ لوگ
هُمْ - لِفُرُوجِهِمْ - حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا - عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ
جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی منکوحہ بیویوں پر
أَوْ - مَا - مَلَكَتْ - أَيْمَانُهُمْ - فَإِنَّهُمْ - غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾
یا جن کے مالک ہوئے داہنے ہاتھ ان کے پس تحقیق وہ قابل ملامت نہیں
فَمَنِ ابْتَغَىٰ - وَرَاءَ - ذَٰلِكَ - فَأُولَٰئِكَ - هُمُ
پس جو ڈھونڈے سوا اس کے پس وہ لوگ وہی ہیں
الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ - هُمْ - لِأَمَانَاتِهِمْ - وَعَهْدِهِمْ
حد سے باہر جانے والے اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کی اور اپنے عہد و پیمان کی
رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ - هُمْ - بِشَهَادَاتِهِمْ - قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾
نگہبانی کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں کو سیدھی طرح ادا کرتے ہیں
وَالَّذِينَ هُمْ - عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ - يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾
اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں
أُولَٰئِكَ - فِي جَنَّاتٍ - مُكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾
یہی لوگ باغوں میں ہوں گے عزت کے ساتھ

إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ
بے شک اپنے رب کے عذاب سے کسی کو نڈر نہ ہونا چاہیے اور جو اپنی
هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ
شہوت کی جگہ کو تھامے ہیں مگر اپنی بیویوں سے
أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾
اور اپنی باندیوں سے سو ان پر کچھ ملامت نہیں
فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
پھر جو اس کے سوا ڈھونڈھیں تو وہی ہیں حد سے
الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
بڑھنے والے اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے قول کو
رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾
نباہتے ہیں اور جو لوگ اپنی گواہیوں پر سیدھے ہیں
وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾
اور جو اپنی نماز سے خبردار ہیں
ع ۱ / ۳۵ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾
وہی لوگ ہیں جو باغوں میں ہیں عزت سے

ارشاد ہے کہ اللہ کا عذاب چیز ہی ایسی ہے کہ جس سے بے خوف ہو کر بیٹھا نہیں جا سکتا۔ اس لئے انسان کا اس سے ہر وقت ڈرتے رہنے ہی میں بھلا ہے، غافل ہوا اور مارا گیا۔ آگے ارشاد ہے کہ جو مصیبت سے بچنا چاہے اسے چاہیئے کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتا ہے اسے اس کی تو اجازت ہے کہ اپنی جنسی خواہش اپنی بیوی یا باندی کے ساتھ پوری کرے، اس کے سوا اگر کوئی اور ذریعہ شہوت پوری کرنے کا اختیار کرے گا تو گناہ کی حد میں آجائے گا اور اخلاقی اور شرعی حد سے باہر چلا جائے گا اور اسے یہ بھی چاہیئے کہ جو چیزیں اس کے پاس امانت کے طور پر ہیں ان کا خیال رکھے اور جو قول و قرار اس نے کیا ہے اسے نبھاہے اور گواہی دینی پڑے تو سچی گواہی دے اور کسی کا حق نہ مارے۔ نیز چاہیئے کہ اپنی نماز کا پورا دھیان رکھے۔ ایسے ہی لوگوں کا بھلا ہوگا اور یہی لوگ آخر کار جنت میں عزت و احترام کے ساتھ داخل ہوں گے۔

ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے؟

فَمَالِ ۔ الَّذِيْنَ ۔ كَفَرُوْا ۔ قِبَلَكَ ۔ مُهْطِعِيْنَ ۝۳۶
پس ہوا کیا ان کو جو کافر ہوئے کہ تیری طرف دوڑتے آتے ہیں
عَنِ الْيَمِيْنِ ۔ وَعَنِ الشِّمَالِ ۔ عِزِيْنَ ۝۳۷ اَيَطْمَعُ
دائیں سے اور بائیں سے ٹولیاں بناکر کیا آرزو رکھتا ہے
كُلُّ ۔ امْرِئٍ ۔ مِّنْهُمْ ۔ اَنْ ۔ يُّدْخَلَ ۔ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝۳۸
ہر شخص ان میں سے کہ داخل ہو جائے گا نعمت بھرے باغ میں
كَلَّا ۭ اِنَّا ۔ خَلَقْنٰهُمْ ۔ مِّمَّا ۔ يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ فَلَآ
ہرگز نہیں ہم نے بنایا انھیں اس سے جنھیں جانتے ہیں وہ پس نہیں بات
اُقْسِمُ ۔ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ ۔ اِنَّا
قسم کھاتا ہوں میں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ تحقیق ہم
لَقٰدِرُوْنَ ۝۴۰ عَلٰٓي ۔ اَنْ نُّبَدِّلَ ۔ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ
البتہ قادر ہیں اس کو کہ بدل کرلے آئیں بہتر ان سے
وَمَا ۔ نَحْنُ ۔ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝۴۱
اور نہیں ہم پیچھے ہٹا دیتے جانے والے

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝۳۶
پھر منکروں کو کیا ہوا ہے دوڑتے آتے ہیں تیری طرف
عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝۳۷ اَيَطْمَعُ
دائیں سے اور بائیں سے غول کے غول کیا ان میں سے
كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝۳۸
ہر شخص طمع رکھتا ہے کہ نعمت کے باغ میں داخل ہوگا۔
كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ فَلَآ
ہرگز نہیں ہم نے انھیں بنایا ہے جس سے کہ وہ بھی جانتے ہیں
اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا
سو قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی تحقیق ہم
لَقٰدِرُوْنَ ۝۴۰ عَلٰٓي اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ
کر سکتے ہیں کہ بدل کرلے آئیں ان سے بہتر
وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝۴۱
اور ہمارے قابو سے نہ نکل جائیں گے

قِبَلَ (طرف جانب) مُهْطِعِيْنَ (لپکتے آتے ہیں) مُهْطِعٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے اِهْطَاعٌ سے جس کا مادہ ہ۔ط۔ع هَطَعَ اور اَهْطَعَ دونوں کے معنی دوڑ کر آنے اور لپکنے کے ہیں عِزِيْنَ (گروہ گروہ) عِزَةٌ کی جمع ہے عِزْوٌ سے بنا ہے اور اسمائے عددمہ الاعجاز میں سے ہے۔ آدمیوں کے جتھے کو کہتے ہیں۔ مَسْبُوْقِيْنَ (پیچھے رہ جانے والے) مسبوق کی جمع ہے جو س۔ب۔ق سے اسم مفعول ہے سابقٌ کے معنی آگے نکل جانے والا مسبوق وہ جس سے دوسرے آگے نکل جائیں۔

ارشاد ہے کہ انسان کی نجات کی صورت تو ہم بتا چکے ہیں اب ان کافروں کا یہ حال کیا ہے کہ تیری طرف ہر طرف سے جتھے کے جتھے دوڑتے چلے آتے ہیں تاکہ تیری مخالفت کریں اور ہنسی اڑائیں کیا انہیں یہ امید ہے کہ بغیر ایمان اور عمل صالح کے انہیں جنت میں آرام و آسائش والے باغ مل جائیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا ہم نے تو انسان کو جیسا اور جس سے بنایا ہے یہ بھی جانتے ہیں۔ پھر بے قاعدہ کام کیوں ہونے لگا۔ اس کی بناوٹ میں کم ہمتی اور بزدلی داخل ہے اس میں اصل ہمت انہی باتوں سے پیدا ہوگی جن کا اوپر بیان ہوا۔ اسکے سوا کوئی بات نہیں۔ میں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم ایسا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں کہ ان کو یہاں سے چلتا کردیں اور انکے بدلے ان سے بہتر لوگ لا بسائیں۔ ہمیں کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ یہ ہمارے قابو سے نکل جائیں اور ہم عاجز ہو کر رہ جائیں۔

یہ جائیں اور اُن کا کام

فَذَرْهُمْ ۔ یَخُوضُوا ۔ وَیَلْعَبُوا ۔ حَتّٰی ۔ یُلٰقُوا
پس چھوڑ ان کو کہ باتیں بنائیں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ جاملیں
یَوْمَهُمُ ۔ الَّذِی ۔ یُوعَدُونَ (۴۲) یَوْمَ ۔ یَخْرُجُونَ
اس دن اپنے جس کا وعدہ کیا گیا جس دن نکل پڑیں گے
مِنَ الْاَجْدَاثِ ۔ سِرَاعًا ۔ کَاَنَّهُمْ ۔ اِلٰی ۔ نُصُبٍ
قبروں سے جلدی جلدی گویا کہ وہ طرف مقرر نشان کے
یُّوفِضُونَ (۴۳) خَاشِعَةً ۔ اَبْصَارُهُمْ ۔ تَرْهَقُهُمْ ۔ ذِلَّةٌ
دوڑ رہے ہیں جھکی ہوئی آنکھیں ان کی ڈھانکے ہوئے ان کو ذلت
ذٰلِكَ ۔ الْیَوْمُ ۔ الَّذِی ۔ کَانُوا ۔ یُوعَدُونَ (۴۴)
یہ ہے وہ دن جس کا تھے تم وعدہ کئے گئے

فَذَرْهُمْ یَخُوضُوا وَیَلْعَبُوا حَتّٰی یُلٰقُوا
سو چھوڑ دے ان کو کہ باتیں بنائیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ مل
یَوْمَهُمُ الَّذِی یُوعَدُونَ (۴۲) یَوْمَ یَخْرُجُونَ
جائیں اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ ہے، جس دن قبروں سے
مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ
نکل پڑیں گے دوڑتے ہوئے جیسے کہ کسی نشان کی طرف دوڑ
یُّوفِضُونَ (۴۳) خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ
رہے ہیں ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چڑھی
ذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِی کَانُوا یُوعَدُونَ (۴۴)
آتی ہوگی یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

خَوْض، کسی شغل میں محو ہو جانا، پہلے گذر چکا ہے اَلْاَجْدَاث (قبریں) جَدَثٌ کی جمع ہے۔ قبر کو کہتے ہیں۔ نُصُب (کھڑی کی ہوئی چیز۔ نشانی)، ن۔ص۔ب سے نُصُبٌ کے معنی جا کر کھڑا کر دینا۔ یُوفِضُونَ (دوڑتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے اِیْفَاض سے جو ۔ن۔ض سے بنا ہے وَفَضَ اور اَوْفَضَ دونوں کے معنی ہیں۔ تیزی سے دوڑنا۔

ارشاد ہے کہ جب ہم انہیں سب کچھ بتا چکے اور انہوں نے نہ مانا تو اب ان سے کچھ نہ کہو۔ انہیں اپنی ہنسی، دل لگی، کھیل کود میں مصروف رہنے دو عنقریب وہ دن آنے والا ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب آجائے گا۔ سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جلدی جلدی بھاگیں گے۔ گویا ایک نشان مقرر کر دیا گیا ہے اور سب اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ڈر کے مارے آنکھیں جھکی ہوں گی، ذلت نے ہر طرف سے ڈھانک رکھا ہوگا۔ لو یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

سُورۃ المعارج تمام ہوئی۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کو کھیل نہ سمجھو، وہ ایک دن آکر رہے گی۔ انسان اگر ابتدائی کمزوریوں پر قابو پانا اور کامیاب زندگی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ کی عبادت کرے اپنے مال میں سے محتاجوں کا حصہ نکالے، آخرت کا یقین کرے، اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے کیونکہ وہ ڈرنے کی چیز ہی ہے جنسی خواہش صرف اپنی منکوحہ بیوی سے پوری کرے اور سب طریقے ممنوع ہیں۔ اپنی ذمہ داری اور قول و قرار پورے کرے، گواہی ٹھیک دے، وقت پر نماز پڑھے تب کہیں جا کر جنت نصیب ہو تو ہو۔

سُورَۃ نُوح علیہ السلام

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی اکہترویں سُورت ہے اور قیامِ مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع ہیں۔ اس سورت میں شروع سے لے کر آخر تک نوح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس کی قوم بہت سی بداعمالیوں میں مبتلا تھی جس کی جڑ یہ تھی کہ وہ اللہ عزّ وجل کو بھول بیٹھے تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے ان کے پانچ بت مشہور تھے جن کے نام اس سورت میں بتائے گئے ہیں۔ اصل میں بتوں کی پُوجا انہی سے شروع ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ یہ اپنے بعض لوگوں کو سب سے بڑا مانتے تھے اور ان کی حد سے زیادہ تعظیم و توقیر کرتے تھے جب یہ مر گئے تو انہوں نے ان کی یادگاریں قائم کر کے ان کی تعظیم شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ شیطان نے انہیں سمجھایا کہ جو تمہارا کوئی بڑا پیر مر جائے تو اس کا پتھر کا مجسمہ بنالو اور اس کی ویسی ہی تعظیم کرو جیسی تم ان کی زندگی کے وقت ان کی کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہی مجسمے ان کے معبود بن گئے اور وہ اللہ کو بالکل بھلا بیٹھے۔ ان ہی لوگوں سے ذات پات کی بنیاد پڑی اور یہ بُت پرستی کا لازمی نتیجہ تھا۔ آدمی کے اونچے نیچے درجے مقرر ہو گئے اور مرتبہ کی اونچ نیچ کی وبا پھیل گئی۔ بتوں کی پوجا اور ذات پات کی تفریق ان لوگوں سے شروع ہو کر دنیا میں دُور دُور پھیلی، مصر، عراق، ہندوستان وغیرہ سب جگہ اس کا رواج ہو گیا اور آج بھی یہ دونوں آفتیں دنیا میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں اور باوجود اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں کے دنیا ان کی گرفت سے پورے طور سے نہیں چھوٹی۔ انکی شکلیں بدلتی رہیں مگر اصل ہر طرح قائم رہی۔

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہر طریقہ سے اپنی قوم کو سمجھایا کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا مت کرو اور ہر آدمی کی عزت اس کے مرتبے کے مطابق برقرار رکھو مگر حد سے آگے مت بڑھو جب ان کی قوم نے ان کی بات نہ سُنی تو انہوں نے اللہ عزّ وجل کی بارگاہ میں فریاد کی اور عرض کیا کہ میں نے ہر طرح انہیں سمجھایا لیکن ان کے کان پر جوں نہ چلی، یہ اپنے بتوں ہی پر اڑے رہے۔

آخر میں حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے حق میں بددُعا کی اور اللہ سے التجا کی کہ یہ لوگ دنیا میں اسی طرح رہتے چلے گئے تو دُنیا میں سوا شر و فساد کے اور کچھ نہ دکھائی دے گا۔ آخر اللہ نے پانی کا طوفان بھیج کر سب کو غرق کر دیا مگر وہی لوگ اور جانور بچے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں بیٹھ گئے تھے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور تھوڑے سے ان کے ماننے والے اور لوگ تھے۔ اور طوفان کے بعد آدمی اور جانوروں کی نسل انہی سے چلی جو بچ رہے تھے۔

سورۃ نوح مکیۃ وھی ثمان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وعشرون ایۃ ورکوعان

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ

اِنَّآ ۔ اَرْسَلْنَا ۔ نُوْحًا ۔ اِلٰی قَوْمِہٖٓ ۔ اَنْ ۔ اَنْذِرْ
تحقیق ہم بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ ڈرا دے
قَوْمَكَ ۔ مِنْ ۔ قَبْلِ ۔ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ ۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①
اپنی قوم کو پہلے اس کے کہ پہنچے ان تک عذاب دردناک
قَالَ ۔ يٰقَوْمِ ۔ اِنِّیْ ۔ لَكُمْ ۔ نَذِيْرٌ ۔ مُّبِيْنٌ ②
کہا نوح نے اے قوم میری تحقیق میں تمہارے لیے ڈرانے والا ہوں کھلم کھلا
اَنِ ۔ اعْبُدُوا ۔ اللّٰهَ ۔ وَاتَّقُوْهُ ۔ وَاَطِيْعُوْنِ ③
کہ عبادت کرو اللہ کی اور ڈرو اس سے اور اطاعت کرو میری
يَغْفِرْ لَكُمْ ۔ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ۔ وَيُؤَخِّرْكُمْ ۔ اِلٰٓى
بخش دے تمہارے لیے کچھ گناہ تمہارے اور مہلت دے گا تمہیں ایک وقت
اَجَلٍ ۔ مُّسَمًّى ۔ اِنَّ ۔ اَجَلَ اللّٰهِ ۔ اِذَا
مقرر تک تحقیق اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب
جَآءَ ۔ لَا يُؤَخَّرُ ۔ لَوْ ۔ كُنْتُمْ ۔ تَعْلَمُوْنَ ④
آجائے گا تو ٹلایا نہ جائے گا اگر تم سمجھتے ہو

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ
ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو
قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①
ڈرا اس سے پہلے کہ پہنچے ان پر دردناک عذاب
قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ②
بولا اے میری قوم میں تم کو سناتا ہوں کھول کر
اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③
کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو
يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى
تاکہ وہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تمہیں ایک
اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا
مقررہ وعدہ تک جب آپہنچے گا وہ جس کا اللہ نے
جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ وقف لازم
وعدہ کیا تو وہ پیچھے نہ ہٹے گا کاش تم سمجھتے

يٰقَوْمِ = يَا قَوْمِیْ ۔ اَطِيْعُوْنِ : اَطِيْعُوْنِیْ ۔ آدم علیہ السلام جو سب سے پہلے انسان ہیں خود نبی تھے اور انکی اولاد نے انکی ہدایتوں ے مطابق دنیا میں رہنا سہنا اختیار کیا۔ آبادی بڑھی تو ان کے بیٹوں میں سے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا اور یہ پہلا گناہ تھا انسان سے سرزد ہوا۔ اس کے بعد آبادی بڑھتی رہی اور گناہ بھی ساتھ ساتھ بڑھتے رہے۔ لوگوں کے سمجھانے کو اللہ کے نبی آتے رہے، آنکہ ایک زمانہ آیا جس میں لوگ اللہ کو بھلا بیٹھے اور اپنے بزرگوں ہی کو سب کچھ سمجھنے لگے۔ جب وہ بزرگ نہ رہے تو ان کے بت بنا ئے تاکہ ان کی یاد تازہ رہے۔ کچھ دن بعد بزرگوں کو تو بھول بھال گئے اور بتوں ہی کو اپنا رب اور معبود بنا بیٹھے۔ اس وقت اللہ نے وح کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ اپنی قوم کو سمجھا اور کہو کہ اس سے پہلے کہ تم پر اللہ کا عذاب نازل ہو سنبھل جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسکے عذاب سے ڈرو۔ میں جو کہوں وہ کرو اس سے امید ہے کہ تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دنیا میں عذاب سے بچ جاؤ گے اور تمہیں اور تمہارے بعد انسانوں کو ان کے مقرر موت کے وقت تک جینے دیا جائے گا ورنہ اگر اللہ کے وعدوں کے پورا ہونے کا وقت آگیا اور تم غفلت سے نہ چونکے تو پھر ذرا مہلت نہ ملیگی اور نافرمانی ہی کی حالت میں مارے جاؤ گے کاش تم اتنی بات سمجھ لو

عرضِ حال

قَالَ ۔ رَبِّ ۔ اِنِّیْ ۔ دَعَوْتُ ۔ قَوْمِیْ ۔ لَیْلًا ۔ وَّ
بولا اے میرے رب تحقیق میں بلایا میں نے اپنی قوم کو رات اور
نَهَارًا ۵ فَلَمْ ۔ یَزِدْهُمْ ۔ دُعَآءِیْٓ ۔ اِلَّا
دن پس نہ بڑھایا انھیں میرے پکارنے نے مگر
فِرَارًا ۶ وَاِنِّیْ ۔ كُلَّمَا ۔ دَعَوْتُهُمْ ۔ لِتَغْفِرَ لَهُمْ
بھاگنا اور تحقیق میں جب کبھی بلایا میں نے انھیں تاکہ بخش دے تو ان کو
جَعَلُوْٓا ۔ اَصَابِعَهُمْ ۔ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ ۔ وَاسْتَغْشَوْا
رکھ لیں انھوں نے انگلیاں اپنی اپنے کانوں میں اور لپیٹ لیے
ثِیَابَهُمْ ۔ وَاَصَرُّوْا ۔ وَاسْتَكْبَرُوا ۔ اسْتِكْبَارًا ۷
کپڑے اپنے اور جم گئے اور تکبر کیا بڑا تکبر
ثُمَّ ۔ اِنِّیْ ۔ دَعَوْتُهُمْ ۔ جِهَارًا ۸ ثُمَّ ۔ اِنِّیْٓ
پھر تحقیق میں بلایا ان کو پکار پکار کر پھر تحقیق میں
اَعْلَنْتُ ۔ لَهُمْ ۔ وَاَسْرَرْتُ ۔ لَهُمْ ۔ اِسْرَارًا ۹
علانیہ کہا میں نے ان سے اور چپکے سے کہا میں نے ان سے چھپا کر

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ
بولا اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور
نَهَارًا ۵ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا
دن پھر وہ میرے بلانے سے اور زیادہ
فِرَارًا ۶ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ
بھاگنے لگے اور میں نے جب کبھی انھیں بلایا تاکہ تو انھیں بخشے
جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا
ڈالنے لگے انگلیاں اپنے کانوں میں اور لپیٹنے لگے اپنے
ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۷
اوپر کپڑے اور ضد کی اور غرور کیا بڑا غرور
ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۸ ثُمَّ اِنِّیْٓ
پھر میں نے انھیں بر ملا بلایا پھر میں نے ان سے
اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۹
کھول کر کہا اور چپکے سے چھپ کر کہا۔

اَصَابِعُ اِصبعٌ کی جمع ہے، انگلی اٰذانٌ اُذُنٌ کی جمع ہے۔ کان۔ اِسْتَغْشَوْا (ڈھانک لیا انہوں نے، ماضی ہے اسْتِغْشَاءٌ کپڑا اوڑھ ڈھانک لینا اس کا مضارع یَسْتَغْشُوْنَ سُورۃ ہود میں گذر چکا ہے۔ اَصَرُّوْا (جم گئے) ماضی کا صیغہ ہے اِصْرَارٌ اردو میں مستعمل ہے جم جانا

حضرت نوح علیہ السلام ایک مدت تک اپنی قوم کو سمجھاتے رہے لیکن ان کے کان پر جوں تک نہ چلی اِس کان سُنا اُس کان اڑا اس کی ایک بات بھی نہ مانی۔ آخر جب نوحؑ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے اور سمجھانے کا کچھ اثر نہ دیکھا تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے میں نے انکو رات کو بھی بلایا اور دن کو بھی کہ آؤ میری بات سنو مگر یہ میرے بلانے سے اور بھی زیادہ مجھ سے دُور بھاگے اور میری بات تک سننا گوارا نہ کیا جب بلایا جبھی اپنے کانوں میں انگلیاں دبے لیں، اپنے ارد گرد کپڑے لپیٹ کر ان میں گھس گئے تاکہ کسی طرح میری آواز انکے کان تک پہنچے اور اپنے بُرے کاموں پر اور بھی زیادہ اڑ گئے اور دل میں ٹھان لی کہ ہم تو یہی کریں گے جو کر رہے ہیں اور اکڑ گئے کہ ہم سے بڑا کون جو ہمیں سمجھائے۔ سب سے بڑے تو ہم ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ پھر بھی میں نے اپنا کام نہ چھوڑا اور انہیں پکار پکار کر سمجھایا۔ مجمع میں بھی ان سے چیخ چیخ کر کہا اور علیحدہ علیحدہ بھی صاف صاف الفاظ میں سمجھایا اور اشارے کنایوں میں بھی اپنا مطلب واضح کیا، غرض سمجھانے کا کوئی طریقہ نہ چھوڑا۔

کیا کیا سمجھایا؟

قُلْتُ - اسْتَغْفِرُوْا - رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ - كَانَ - غَفَّارًا ۝۱۰
ں کہا میں نے بخشش طلب کرو اپنے رب کی تحقیق وہ ہے بخشنے والا
سِلِ السَّمَآءَ - عَلَيْكُمْ - مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّيُمْدِدْكُمْ
بھیجے گا آسمان سے تمھارے اوپر پانی لگا تار برستا ہوا اور بڑھائے گا تمھیں
مْوَالٍ - وَّبَنِيْنَ - وَيَجْعَلْ - لَّكُمْ - جَنّٰتٍ - وَّ
ذریعہ مال کے اور بیٹوں کے اور کردے گا تمھارے لیے باغات اور
جْعَلْ - لَّكُمْ - اَنْهٰرًا ۝۱۲ مَا لَكُمْ - لَا تَرْجُوْنَ
دے گا تمھارے لیے نہریں کیا ہوا تمھیں نہیں امید رکھتے
لِلّٰهِ - وَقَارًا ۝۱۳ وَ قَدْ - خَلَقَكُمْ - اَطْوَارًا ۝۱۴
ذ کے لیے بڑائی کی اور تحقیق پیدا کیا اس نے تمھیں بھانت بھانت
مْ - تَرَوْا - كَيْفَ - خَلَقَ اللّٰهُ - سَبْعَ - سَمٰوٰتٍ
نہ دیکھا تم نے کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان
بَاقًا ۝۱۵ وَّجَعَلَ - الْقَمَرَ - فِيْهِنَّ - نُوْرًا
بدرجہ اور کیا چاند کو ان کے اندر روشنی

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰
تو میں نے کہا اپنے رب سے گناہ بخشواؤ بیشک وہ ہے بخشنے والا
يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّيُمْدِدْكُمْ
چھوڑ دے تم پر آسمان کی دھاریں اور بڑھا دے گا تمھیں
بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ
مال اور بیٹوں سے اور بنا دے گا تمھارے لیے باغ اور
يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ
بنا دے گا تمھارے لیے نہریں کیا ہوا تمھیں کیوں نہیں
لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۳ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴
امید رکھتے اللہ کی بڑائی سے اور اسی نے بنایا تمھیں طرح طرح سے
اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
کیا تم نے دیکھا نہیں کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان
طِبَاقًا ۝۱۵ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا
تہ بہ تہ اور رکھا ان میں چاند کو روشنی

حضرت نوحؑ بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے ہیں کہ میں نے انہیں ہر طرح سمجھایا اور ان سے کہا کہ تمہارے کرتوت تو اب تک بُرے ہے ہیں اور ان کا بُرا نتیجہ تمہیں بھگتنا پڑے گا اس سے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے ہاں اگر تم میری سنو تو اپنے آپ کو اس سے بچا سکتے ہو۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ اپنے مالک اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس سے کہو کہ اے ہمارے رب ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، ہمارے گناہ معاف کر۔ وہ رحیم اپنے بندوں کے جو اس کی طرف جھکیں، گناہ معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ گناہ بخشنے والا ہے تمہارے پچھلے قصور معاف کر دیگا اور اپنی رحمت سے آسمان سے تمہارے اُوپر زور کی بارش برسا دیگا جس سے زمین سیراب ہو جائے گی اور جل تھل یک ہو جائے گا، ندی نالے تالاب خوب بھر جائیں گے اور قحط سے نجات ملے گی۔ پیداوار خوب ہوگی، مالدار ہو جاؤ گے، تندرستی ٹھیک ہو جائے گی۔ بیٹے بہت سے پیدا ہونے لگیں گے آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت اور بڑائی کے قائل نہیں ہوتے اور اس کے آگے جھک کر دنیا اور آخرت کی نعمتیں نہیں سمیٹتے، تمہیں اسی نے تو پیدا کیا ہے۔ اور مختلف حالات میں پالا ہے، تمہیں سوجھتا نہیں کہ اللہ نے ایک دوسرے کے اوپر نیچے سات آسمان بنا دیئے اور چاند کو روشنی کا ذریعہ بنایا۔

آخر نہ مانا

وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ
اور کیا سورج کو جلتا چراغ اور اللہ نے اگایا تم کو
مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا
زمین سے اگانا پھر لوٹائے گا وہ تمھیں اس میں
وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ
اور نکالے گا تمھیں نکالنا اور اللہ نے بنایا تمھارے لیے
الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا
زمین کو بچھونا تاکہ تم چلو پھرو اس کے راستوں
فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ
وسیع پر کہا نوح نے اے رب میرے تحقیق انھوں نے نافرمانی کی میری
وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ
اور پیروی کی اس کی کہ نہیں بڑھایا اس کو اس کے مال نے اور اولاد نے
اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾
مگر نقصان میں اور چال چلی انھوں نے چال بہت بڑی

وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَ
اور سورج کو رکھا جلتا ہوا چراغ اور اللہ نے تمھیں ز
مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْ
سے اگایا جما کر پھر دوبارہ ڈالے گا تمھیں ا
وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَـ
اور نکالے گا تمھیں باہر اور اللہ نے تمھارے لیے
الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُـ
زمین کو بچھونا بنایا تاکہ چلو اس کے کشادہ
فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْ
راستوں پر نوح نے کہا اے رب میرے انھوں نے م
وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُ
نہ مانا اور مانا ایسے کا جس کو اس کے مال سے اور اولاد سے
اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾
اور زیادہ ٹوٹا ہوا اور داؤ کیا بڑا داؤ

ارشاد ہے کہ اللہ نے سات آسمان بنا کر ان میں چاند کو روشنی کا ذریعہ بنایا اور سورج کو ایک جلتا چراغ کرکے رکھ دیا جو روشنی بھی دیتا ہے اور گرمی بھی پھیلاتا ہے پھر اللہ کی قدرت کو اپنی پیدائش پر غور کرکے سمجھو۔ پہلے اس نے تمہارے بدن کے اجزاء زمین میں پرورش کرکے ان سے تمہیں جیتا جاگتا انسان بنا کر کھڑا کر دیا۔ یہ بھی ایسے ہی ہوا جیسے درخت زمین سے اُگے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ تم چل پھر سکتے ہو وہ ایک جگہ کھڑے رہتے ہیں، پھر مر جاؤ گے اور دوبارہ مٹی میں مل جاؤ گے۔ اس کے بعد قیامت کو وہ پھر تمہیں اٹھا کر کھڑا کر دے گا اور تم زمین سے نکل کر باہر آجاؤ گے پھر اس کی قدرت کی ایک اور شان دیکھو کہ تمہارے چلنے پھرنے کے لئے زمین کا لمبا چوڑا فرش دور تک بچھا دیا اور اس میں فراخ اور کشادہ راستے بنا دیئے کہ جہاں چاہے دل کھول کر آؤ جاؤ۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو یہ سب کچھ سمجھایا مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ جیسا کہ آج کل بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض آدمی سمجھتے ہی نہیں اور اپنی ہی رٹے جاتے ہیں۔ آخر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ تو میری بات نہیں مانتے اپنے رئیسوں اور مالداروں کی بات سنتے اور مانتے ہیں جو اپنے مال اور اولاد پر اتراتے ہیں لیکن وہ ان کی تباہی کا باعث ہوئے ہیں، یہ لوگ بڑے داؤ گھات میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی اور کبھی نوحؑ کی بات نہ سنے۔

نتیجہ کیا ہوا؟

وَقَالُوْا - لَا تَذَرُنَّ - اٰلِهَتَكُمْ - وَلَا تَذَرُنَّ
اور کہا کبھی نہ چھوڑنا تم اپنے معبودوں کو اور کبھی نہ چھوڑنا تم
وَدًّا - وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ - وَيَعُوْقَ - وَ
ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور
نَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا - كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ
نسر کو اور بہکا دیا انھوں نے بہت سوں کو اور نہ بڑھا
الظّٰلِمِيْنَ - اِلَّا - ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا - خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ
ظالموں کو مگر گمراہی میں بسبب اپنے گناہوں کے
اُغْرِقُوْا - فَاُدْخِلُوْا - نَارًا ۙ فَلَمْ - يَجِدُوْا - لَهُمْ
غرق کر دیا گیا انھیں پس داخل کیے گئے آگ میں پس نہ پائے انھوں نے اپنے لیے
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ - اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ - نُوْحٌ - رَّبِّ - لَا
اللہ کو چھوڑ کر کوئی مددگار اور کہا نوح نے اے رب مت
تَذَرْ - عَلَى الْاَرْضِ - مِنَ الْكٰفِرِيْنَ - دَيَّارًا ﴿۲۶﴾
چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کوئی چلتا پھرتا

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ
اور بولے ہرگز نہ چھوڑیو اپنے معبودوں کو اور ہرگز نہ چھوڑیو
وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَ
ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور
نَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ
نسر کو اور بہکایا بہتوں کو اور نہ زیادہ ہوا
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ
بے انصافوں کو مگر بھٹکنا اپنے گناہوں سے وہ
اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ
ڈبائے گئے پھر آگ میں ڈالے گئے پھر انھوں نے اپنے واسطے
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا
اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پائے اور کہا نوح نے اے رب
تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾
منکروں کا ایک گھر بسنے والا زمین پر نہ چھوڑ

مِمَّا۔ مِنْ مَا ہے۔ مِنْ کے ساتھ مَا زائد کر دیا گیا ہے جس کے کوئی معنی نہیں۔ لیکن محاورہ میں ایسا ہی بولتے ہیں ۔حضرت نوح علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہے ہیں کہ یہ لوگ ہر وقت بڑے بڑے داؤ گھات کرتے رہتے ہیں کہ دیکھو ود سواع یغوث یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑنا۔ یہ ان کے بُت تھے۔ جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ بُت پرست بتوں کے خاص خاص نام رکھ لیتے ہیں جیسا کہ یونانیوں وغیرہ کی خرافات میں دیکھا جاتا ہے اور جیسا کہ ہندوؤں میں چلا آتا ہے۔ عرض کیا کہ اس طرح سے ان لوگوں نے بہت سوں کو سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا ہے انکی گمراہی اور بھی بڑھا دے تاکہ یہ جلدی عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ ہو جائیں ۔ یہ اس لئے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کی طرف سے بالکل مایوس ہو چکے تھے اور ان کے ایمان کی توقع ہی جاتی ہی رہی تھی۔ آخر وہ وقت آیا کہ وہ اپنے گناہوں اور تقصیروں کی وجہ سے پانی کے زبردست طوفان میں غرق کر دیئے گئے اور مرتے ہی آگ میں جلنے لگے۔ اللہ کو چھوڑ کر بے یار و مددگار ہو گئے۔ کوئی ان کے کام میں نہ آیا حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے لئے بد دعا کی تھی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ یا الٰہی ان کافروں میں سے ایک کو بھی چلتا پھرتا یا گھر میں بستا مت چھوڑ۔ دیّار کے دونوں معنی ہیں کیونکہ وہ دور سے بنا ہے یا دار سے۔

اُن سے بُرائی پھیلے گی

اِنَّکَ - اِنْ - تَذَرْهُمْ - یُضِلُّوْا - عِبَادَکَ - وَلَا
تحقیق تو اگر چھوڑ دیا تو نے انھیں بہکائیں گے تیرے بندوں کو اور نہ
یَلِدُوْٓا - اِلَّا - فَاجِرًا - کَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ
جنیں گے مگر بدکار سچائی کا منکر اے میرے رب
اغْفِرْ لِیْ - وَلِوَالِدَیَّ - وَلِمَنْ - دَخَلَ - بَیْتِیَ
بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو داخل ہو میرے گھر میں
مُؤْمِنًا - وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ - وَالْمُؤْمِنٰتِ - وَلَا
ایمان لاکر اور ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو اور نہ
تَزِدِ - الظّٰلِمِیْنَ - اِلَّا - تَبَارًا ﴿۲۸﴾
بڑھا ظالموں کو مگر تباہی

اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا
اگر تو ان کو چھوڑ دے گا یہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے اور جو
یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ
جنیں گے سو ڈھیٹ حق کا منکر اے رب
اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ
بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر
مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا
میں ایمان دار آئے اور ایمان والے مردوں کو اور
تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾
ایمان والی عورتوں کو اور گنہ گاروں پر یہی برباد ہونا بڑھتا رکھ

حضرت نوح علیہ السلام عرض کر رہے ہیں کہ ان لوگوں میں اس قدر گمراہی پھیل گئی ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی زندہ بچا تو سوا اسکے کہ اسی طرح دوسروں کو بھی سیدھے راستہ سے ہٹا کر ٹیڑھے راستہ پر چلائے اور کچھ نہ کریگا۔ ان میں اسکی صلاحیت ہی نہیں ہی کہ سچی اور سیدھی باتوں کو سمجھیں، یہ ہمیشہ غلط باتوں ہی میں پھنسے رہیں گے اور ٹیڑھی چال چلیں گے انہوں نے کہا یا اللہ اگر تو نے انہیں زمین میں اسی طرح بستا اور چلتا پھرتا رہنے دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی جو اولاد ہوگی وہ بھی ان ہی کے قدم بہ قدم چلے گی۔ وہ ہمیشہ بُرے کام کریں گے اور سچی باتوں کا انکار کئے جائیں گے اے اللہ تو ان سب کو ختم کر دے اور اگر مجھ سے اپنے فرض کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی اور قصور ہوا ہو تو اسے معاف کر اور میرے ماں باپ کی مغفرت کر اور جو کوئی ایمان لاکر میرا ساتھی ہوا ہے اور میرے گھر میں یا میری کشتی میں یا عبادت گاہ میں داخل ہو گیا ہے اس کو بھی بخش دے اور قیامت تک جتنے مرد اور جتنی عورتیں تجھ پر ایمان لائیں اور تیری باتوں کو مانیں ان کی مغفرت فرما اور جو لوگ حق سے پھریں اور سچی باتوں کا انکار کریں ان کے لئے تباہی کے سوا کچھ نہ بڑھا کیونکہ وہ خود بھی ڈوبیں گے اور دوسروں کو بھی لے ڈوبیں گے۔

سورۃ نوح تمام ہوئی یہ ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہی غلط خیالوں میں پھنسے رہتے ہیں اور کسی کے سمجھانے سے راہ راست پر نہیں آتے بیش قیمت نصیحتوں سے پُر ہے۔ خدا کے لئے ان لوگوں کی قدر کرو جو تمہیں بغیر کسی اپنی ذاتی غرض کے اللہ کے مقرر کردہ دین پر قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اپنی سوسائٹی کو اس قدر مت بگڑنے دو کہ وہ ہر ایک کے لئے بگڑنے کا سبب بن جائے ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین۔

سُوْرَةُ الْجِنّ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی بہترویں سورت ہے اور قیام مکہ کے آخری دنوں میں نازل ہوئی۔ اس میں دو رکوع ہیں اس سورت میں ایک مادی مخلوق کا ذکر ہے جسے عربی میں جن کہتے ہیں اور جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ نے جو چیز بنائی ہے وہ مادہ سے بنائی ہے .... مادہ تین صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ ٹھوس، سیال یعنی بہنے والا مادہ کی یہ دونوں قسمیں انسان کی آنکھ سے نظر آتی ہیں۔ مادہ کی ایک صورت اور ہے جو اس قدر شفاف ہے کہ آنکھ سے نظر نہیں آتی مثلاً ہوا۔ اس کے اندر سب سے بڑھ کر لطیف جزء کو نور اور اس سے کسی قدر گھٹ کر لطیف کو نار کہتے ہیں جو نور سے پیدا ہوتے وہ فرشتے ہیں اور جو آگ سے پیدا ہوتے وہ جن ہیں اللہ نے کچھ فرشتے بنائے جو زمین پر یا اس کے قریب رہتے ہیں، باقی فرشتے اور جن اپنی اپنی جگہ زمین پر اور اس کے آس پاس رہتے ہیں اور انسان اسے آنکھ سے نہیں۔ لیکن اندرونی حس سے محسوس کرتا ہے جسے مشرک کہتے ہیں۔ جن اکثر زمین پر منڈلاتے رہتے ہیں۔ ان میں عقل ہے اور بات کو سمجھتے ہیں اس لئے ان کو بھی قرآن مجید ہدایت کرتا ہے کہ اللہ کو مانو اور ارادہ کے ساتھ اس کی عبادت کرو۔ یہ بھی انسانوں کی طرح اچھے اور برے دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ اس سورت میں ذکر ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ بعض جنوں نے قرآن سنا اور اس سے متاثر ہو کر ایمان لائے اور پھر جا کر اپنی قوم کو ہدایت کی کہ تم بھی ایمان لاؤ۔ اس سے پہلے سورۃ الاحقاف میں اس کا ذکر گذر چکا ہے کہ کچھ جن اس وقت جب آپ صبح کے وقت نماز میں قرآن مجید تلاوت فرما رہے تھے ادھر سے گذرے۔ قرآن شریف کے پڑھنے کی آواز سنی تو ٹھہر کر غور سے سننے لگے۔ اس کے بعد کئی بار جن آپ سے آکر ملے اور قرآن کو آپ سے سمجھا۔ اس سورت میں پہلی بار جنوں کے قرآن سننے کا ذکر ہے اور اس کو سن کر جو انہوں نے خیالات ظاہر کئے۔ ان کا بیان ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جنوں کا یہ حال بتا کر ان سب انسانوں اور جنوں سے سب سے کہہ دو کہ اگر وہ ہماری راہ پر چلتے تو ہم انہیں دنیا میں بھی خوش حالی عطا فرماتے اور اپنی نعمت سے مالا مال کرتے، تاکہ دیکھیں کہ کون ہمارا شکر کرتا ہے اور یہ بھی سن لو کہ جو ہمیں بھول کر بیٹھ رہے گا، ہم اسے پریشانیوں میں پھنسا دیں گے اور یہ پریشانیاں بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔ دیکھو! مسجدیں اللہ کی عبادت کے لئے ہیں۔ ان میں کسی اور کو اللہ کے ساتھ مت پکارو اور ہمارے عبادت گذار بندے کی ہنسی مت اڑاؤ اور اس کے گرد ستانے کے لئے مت جمع ہو۔

آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو۔ مجھے حکم ہے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں اور اس کے بندوں کو اس کا پیغام پہنچا دوں۔ اب جو میری بات نہ مانے گا پچھتائے گا۔

سورۃ الجن مکیۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وھی ثمان عشرون اٰیۃ وّرکوعان

جنوں کا ایمان لانا

قُلْ - اُوْحِیَ - اِلَیَّ - اَنَّهُ - اسْتَمَعَ - نَفَرٌ - مِّنَ
کہہ دے وحی کی گئی ہے میری طرف کہ واقعہ یہ ہے کہ غور سے سنا چند شخصوں نے سے
الْجِنِّ - فَقَالُوْٓا - اِنَّا - سَمِعْنَا - قُرْاٰنًا - عَجَبًا ①
جنوں پھر کہا انھوں نے کہ تحقیق ہم سنا ہم نے ایک قرآن نرالا
یَّهْدِیْٓ - اِلَى الرُّشْدِ - فَاٰمَنَّا - بِهٖ - وَلَنْ نُّشْرِكَ
کہ ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ کی پس یقین کیا ہم نے اس کا اور ہرگز نہ شریک کریں گے ہم
بِرَبِّنَآ - اَحَدًا ② وَّاَنَّهٗ - تَعٰلٰى - جَدُّ - رَبِّنَا
اپنے رب کے ساتھ کسی کو اور تحقیق حال یہ ہے کہ بلند ہے شان ہمارے رب کی
مَا - اتَّخَذَ - صَاحِبَةً - وَّلَا - وَلَدًا ③ وَّاَنَّهٗ
نہیں رکھی اس نے بیوی اور نہ اولاد اور یہ کہ
كَانَ - يَقُوْلُ - سَفِيْهُنَا - عَلَى اللّٰهِ - شَطَطًا ④
واقعہ یہ ہے کہ بناتا تھا بے وقوف ہم میں سے اللہ کے اوپر بڑھ چڑھ کر باتیں

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ
تو کہہ مجھے حکم ملا کہ جنوں کے کئی لوگ سن گئے
الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ①
پھر کہنے لگے ہم نے سنا ہے ایک عجیب قرآن
یَّهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ
جو نیک راہ سجھاتا ہے سو ہم اس پر یقین لائے اور ہم کسی
بِرَبِّنَآ اَحَدًا ② وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا
کو اپنے رب کا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور یہ کہ ہمارے رب کی شان
مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ③ وَّاَنَّهٗ
اونچی ہے نہیں رکھی اس نے بیوی اور نہ بیٹا یہ کہ ہم میں کا
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ④
بے وقوف اللہ پر بڑھا کر باتیں کرتا ہے۔

اِسْتَمَعَ ا کان لگا کر سنا، ماضی کا صیغہ اِسْتِمَاعٌ سے جو س۔م۔ع سے بنا ہے سَمْعٌ سننا اِسْتِمَاع کان لگا کر غور سے سننا جَدٌّ شان مرتبہ عظمت شَطَطٌ (حد سے بڑھی ہوئی بات) سیاہ جھوٹ، حد سے زیادہ غلط بات۔

ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو سنا دے کہ مجھے اللہ کی طرف سے خبر ملی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے مجھے قرآن پڑھتے دیکھ کر کان لگا کر سنا اس کے بعد اپنی قوم میں جا کر کہنے لگے یہ تو ایک عجیب کلام ہے جو ہم نے سنا، یہ تو بالکل سیدھا راستہ سمجھاتا ہے۔ ہم نے تو اسے دل سے مان لیا اور اس پر یقین لائے۔ ہم تو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ ہم سمجھ گئے کہ ہمارے رب کی شان سب سے اونچی ہے اس سے بڑا کوئی نہیں۔ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد۔ یہ سب باتیں ہمارے احمقوں نے گھڑی ہیں۔ سب سے بڑا احمق ابلیس ہے جس نے اللہ کی بابت بڑی بڑی غلط باتیں منہ سے نکالی ہیں ان کو ہمارے اندر پھیلایا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جیسے آدمیوں میں بعض لوگ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور حد سے زیادہ جھوٹ اور غلط خیالات رکھتے ہیں، ایسے ہی جنوں میں بھی غلط خیالات رکھنے والے اور اناپ شناپ باتیں کرنے والے موجود ہیں

غلطی کا اعتراف

وَّاَنَّا - ظَنَنَّآ - اَنْ - لَّنْ - تَقُوْلَ - الْاِنْسُ - وَالْجِنُّ
اور یہ کہ ہم نے گمان کیا کہ ہرگز نہ کہیں گے آدمی اور جن
عَلَی اللّٰہِ - کَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّہٗ - کَانَ - رِجَالٌ
اللہ کے بارے میں جھوٹ اور یہ کہ بات یہ ہے کہ تھے کتنے ہی مرد
مِّنَ الْاِنْسِ - یَعُوْذُوْنَ - بِرِجَالٍ - مِّنَ الْجِنِّ
آدمیوں میں سے کہ پناہ لیتے تھے کتنے ہی مردوں کی جنوں میں سے
فَزَادُوْھُمْ - رَھَقًا ﴿۶﴾ وَّاَنَّھُمْ - ظَنُّوْا - کَمَا
پس بڑھایا انھوں نے انکو سرکشی میں اور یہ کہ خیال کیا آدمیوں نے جیسا
ظَنَنْتُمْ - اَنْ - لَّنْ - یَّبْعَثَ - اللّٰہُ - اَحَدًا ﴿۷﴾ وَّ
خیال کیا تم نے کہ ہرگز نہ اٹھائے گا اللہ کسی کو اور
اَنَّا - لَمَسْنَا - السَّمَآءَ - فَوَجَدْنٰھَا
بیشک ہم نے ٹٹولا ہم نے آسمان کو پس پایا ہم نے اس کو
مُلِئَتْ - حَرَسًا - شَدِیْدًا - وَّشُھُبًا ﴿۸﴾
بھرا ہوا چوکیداروں سخت سے اور انگاروں سے

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ
اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ
عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ
ہرگز نہ بولیں گے اور آدمیوں میں سے کتنے مرد تھے
مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ
کہ جنوں میں کتنے مردوں کی پناہ پکڑتے تھے پھر تو وہ
فَزَادُوْھُمْ رَھَقًا ﴿۶﴾ وَّاَنَّھُمْ ظَنُّوْا کَمَا
زیادہ سرکش ہو گئے اور یہ کہ ان کو خیال تھا جیسا کہ
ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا ﴿۷﴾ وَّ
تم کو خیال تھا کہ اللہ کسی کو ہرگز نہ اٹھائے گا اور یہ کہ
اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰھَا
تحقیق ہم نے آسمان کو ٹٹول دیکھا پھر اس کو پایا کہ
مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُھُبًا ﴿۸﴾
بھر رہے ہیں اس میں چوکیدار اور سخت انگارے

رَھَقٌ: سرکشی۔ بددماغی، اصل میں اس کے معنی ڈھانک لینے کے ہیں ہر چیز جو باہر سے ڈھانکے یا اندر سے۔ رَھَقٌ ہے اندر سے بعض خیالات ڈھانک لیتے ہیں جیسے اپنے بڑا ہونے کا خبط جس کا نتیجہ سرکشی اور بددماغی ہوتا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کو جنوں کا حال سنا دو وہ قرآن سنکر گئے تو اپنی قوم سے کہنے لگے کہ پہلے ہمارا یہ خیال تھا کہ آدمی اور جن اللہ کی بابت جھوٹی باتیں نہ کہیں گے لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا بہت سے آدمی اور جن اللہ کی بابت جھوٹی باتیں بناتے ہیں اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے آدمی جنوں کو اپنا محافظ اور مددگار مان لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان جنوں کا دماغ اور بھی بگڑ جاتا ہے کہ ادھر ہم اتنے بڑے ہیں کہ لوگ ہماری پناہ میں آنا چاہتے ہیں پھر انہوں نے کہا کہ بہت سے آدمیوں کا بھی یہ خیال ہے جیسے تم میں سے بھی بہت سوں کا ہے کہ مرنے کے بعد اللہ دوبارہ نہ اٹھائے گا اس لئے جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے جو مزے اڑانے ہیں یہیں اڑا لو اس کے بعد کچھ نہیں پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو وہاں کی تو کایا پلٹی ہوئی پائی بڑے بڑے جنگی اور سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور ہر ناکے پر فرشتے سازو سامان سے لیس کھڑے ہیں اور ہر جگہ آگ کے دہکتے ہوئے گولے تیار ہیں اور ہم میں سے کسی کو پاس نہیں پھٹکنے دیتے۔ یہ سامان بلا وجہ نہیں ہے قرآن سنکر ہم سمجھے کہ یہ سب اسکے نازل ہونے کی تیاریاں تھیں

وحی کا انتظام

وَاَنَّا ۔ كُنَّا ۔ نَقْعُدُ ۔ مِنْهَا ۔ مَقَاعِدَ ۔ لِلسَّمْعِ
اور یہ کہ ہم ہم بیٹھا کرتے تھے آسمان کے ٹھکانوں پر سننے کے لیے
فَمَنْ ۔ يَّسْتَمِعِ ۔ الْاٰنَ ۔ يَجِدْ لَهٗ ۔ شِهَابًا ۔ رَّصَدًا ۙ (۹)
پس جو سننا چاہتا ہے اب پاتا ہے اپنے لیے دہکتا انگارا گھات میں
وَاَنَّا ۔ لَا نَدْرِيْٓ ۔ اَشَرٌّ ۔ اُرِيْدَ ۔ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ
اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ آیا برائی کا ارادہ کیا گیا ان کے ساتھ جو زمین پر ہیں
اَمْ ۔ اَرَادَ بِهِمْ ۔ رَبُّهُمْ ۔ رَشَدًا ۙ (۱۰) وَّاَنَّا ۔ مِنَّا
یا ارادہ کیا ہے ان کے لیے ان کے رب نے ہدایت کا اور یہ کہ ہم میں
الصّٰلِحُوْنَ ۔ وَمِنَّا ۔ دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا ۔ طَرَآئِقَ
نیک لوگ بھی ہیں اور ہم میں ان کے خلاف بھی ہیں تھے ہم کئی راستوں پر
قِدَدًا ۙ (۱۱) وَّاَنَّا ۔ ظَنَنَّآ ۔ اَنْ ۔ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ
پھٹے ہوئے اور یہ کہ سمجھ لیا ہم نے کہ ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے اللہ کو
فِي الْاَرْضِ ۔ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ ۔ هَرَبًا ۙ (۱۲)
زمین میں اور ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے اس کو بھاگ کر

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ
اور یہ کہ ہم آسمان کے ٹھکانوں میں بیٹھا کرتے تھے سننے کے واسطے
فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (۹)
پھر جو کوئی اب سننا چاہے وہ اپنے واسطے ایک انگارہ گھات میں پائے
وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ
اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ برا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر
اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (۱۰) وَّاَنَّا مِنَّا
یا ان کے رب نے ان کے حق میں راہ پر لانا چاہا ہے اور یہ کہ
الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآئِقَ
کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی اس کے سوا ہم کئی راہ پر پھٹے
قِدَدًا (۱۱) وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ
ہوئے تھے اور یہ کہ ہمارے خیال میں آ گیا کہ اللہ سے زمین
فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا (۱۲)
میں چھپ نہ جائیں اور نہ اس کو بھاگ کر تھکا دیں گے۔

طَرَآئِقَ (فرقے) طَرِیْقَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کا مادہ ط۔ ر۔ ق ہے طَرْقٌ کے بہت سے معنی ہیں یہاں طریقۃ سے مراد گروہ جس کا اپنا راستہ الگ ہو قِدَدًا (ٹکڑے ٹکڑے) قِدَّۃٌ کی جمع ہے ق۔ د۔ د سے بنا ہے قَدٌّ کے معنی کاٹنے کے ہیں قِدَّۃٌ وہ ٹکڑا جو کاٹ کر الگ کر دیا گیا ہو رَصَدٌ (گھات میں لگا ہوا) مفرد اور جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے ــــ ارشاد ہے کہ ان جنوں نے جو قرآن حکیم کی آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر واپس گئے اپنی قوم سے کہا کہ پہلے ہم کوئی موقعہ کی جگہ ڈھونڈھ کر آسمان کے کسی کونے میں بیٹھ جاتے تھے۔ تاکہ فرشتوں کی گفتگو سنیں اور آئندہ ہونے والی باتوں کی سن گن لے کر اور کچھ اپنی طرف سے ملا کر زمین میں پھیلائیں لیکن اب تو یہ حال ہے کہ ہم میں سے جو کوئی آسمان کی باتیں سننے جاتا ہے وہ آگ کا گولہ اپنے لئے تیار پاتا ہے جو اس کے پیچھے دوڑ کر بھگا دیتا ہے یا جلا دیتا ہے، یہ نیا انتظام اس نئے کلام یعنی قرآن کی حفاظت کے لئے ہے تاکہ شریر جن اس کے اندر کچھ اور نہ ملانے پائیں اب یہ معلوم نہیں کہ اس قرآن کو سارے لوگ مان کر ثواب کے مستحق ہونگے۔ یا اس کا انکار کر کے عذاب سمیٹیں گے ہمارے اندر پہلے ہی نیک اور بد دونوں قسم کے لوگ ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کے نازل ہونے کے بعد یہ اختلاف مٹتا ہے یا اور بڑھتا ہے ہمیں تو یقین ہو گیا کہ اطاعت کے بغیر چارہ نہیں نافرمانی کر کے نہ ہم کہیں زمین میں اللہ سے چھپ سکتے ہیں نہ کہیں اور بھاگ کر جان بچا سکتے ہیں

ہم تو ایمان لائے!

وَّاَنَّا ۔ لَمَّا ۔ سَمِعْنَا ۔ الْهُدٰٓى ۔ اٰمَنَّا
اور یہ کہ ہم جب سنا ہم نے ہدایت کو ایمان لے آئے ہم
بِهٖ ۔ فَمَنْ ۔ يُّؤْمِنْ ۔ بِرَبِّهٖ ۔ فَلَا
اس پر پس جو ایمان لایا اپنے رب پر پس نہ
يَخَافُ ۔ بَخْسًا ۔ وَّلَا ۔ رَهَقًا ⑬ وَّاَنَّا
ڈرے گا وہ نقصان سے اور نہ دباؤ سے اور یہ کہ کچھ
مِنَّا ۔ الْمُسْلِمُوْنَ ۔ وَمِنَّا ۔ الْقٰسِطُوْنَ ؕ
ہم میں فرمانبردار ہیں اور ہم میں کچھ گمراہ ہیں
فَمَنْ ۔ اَسْلَمَ ۔ فَاُولٰٓئِكَ ۔ تَحَرَّوْا
پس جو فرمانبردار ہوگئے پس انھوں نے بھانپ لیا
رَشَدًا ⑭ وَاَمَّا ۔ الْقٰسِطُوْنَ ۔ فَكَانُوْا
سیدھا راستہ اور وہ جو راہ سے ہٹ گئے پس ہوگئے
لِجَهَنَّمَ ۔ حَطَبًا ⑮
دوزخ کا ایندھن

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا
اور جب ہم نے راہ کی بات سن لی تو اس کو مان لیا
بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا
پھر جو کوئی اپنے رب پر یقین لائے گا سو وہ نہ
يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ⑬ وَّاَنَّا
نقصان سے ڈرے گا اور نہ زبردستی سے اور یہ کہ
مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ
کچھ ہم میں حکم بردار ہیں اور کچھ بے انصاف
فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا
سو جو حکم پر چل پڑے انھوں نے اختیار کر لیا
رَشَدًا ⑭ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا
سیدھا راستہ اور جو بے انصاف ہیں وہ دوزخ
لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ⑮
کا ایندھن ہوئے

رَهَقٌ (بے جا دباؤ) یہ لفظ ابھی گذر چکا ہے، یہاں اس سے مراد بدسلوکی اور ذلت ہے۔ اَلْقَاسِطُوْنَ (بے راہ) قَاسِطٌ کی جمع ہے جو ق۔س۔ط سے اسم فاعل ہے اس سے ایک مصدر قِسْطٌ ہے جس کے معنی عدل اور انصاف کرنے کے ہیں اور ایک قَسْطٌ اور قُسُوْطٌ ہے جس کے معنی بے انصافی اور راہ سے ہٹ جانے کے ہیں۔ تَحَرَّوْا (پسند کرلیا۔ اختیار کرلیا) ماضی ہے تَحَرِّیْ سے جو ح۔ر۔ی سے بنا ہے حَرٰی بہتر اور مناسب بات تَحَرِّیْ بہتر اور مناسب بات اختیار کرنا۔

ارشاد ہے کہ اسلام قبول کرنے والے جنوں نے کہا کہ جب واقعہ یہ ہے کہ ہم اللہ سے چھپ کر رہ نہیں سکتے۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں تو ہم نے تو اس قرآن کو سنتے ہی مان لیا اور اس پر ایمان لے آئے اب ہمیں اس کا خوف نہیں کہ ہمارا حق مارا جائے یا ہم پر زیادتی ہوگی، کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ خوف ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہم سے بعض لوگ فرمانبرداری کے لئے تیار ہیں اور کچھ لوگ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ لیکن فرمانبرداری کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ٹھیک فیصلہ کیا اور سیدھی راہ اختیار کی اور جنھوں نے سرکشی کی اور اپنی ہی ہٹ پر اڑے رہے وہ لوگ مرنے کے بعد دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے اور جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

اب اور سنو

وَّاَنْ ۔ لَّوِ اسْتَقَامُوْا ۔ عَلَى الطَّرِيْقَةِ
اور یہ وحی ہوئی کہ اگر لوگ قائم ہو جاتے سیدھے راستے پر
لَاَسْقَيْنٰهُمْ ۔ مَّآءً غَدَقًا ⑯ لِّنَفْتِنَهُمْ ۔ فِيْهِ
البتہ پلاتے ہم انھیں پانی ڈھیر سارا تاکہ آزمائیں ہم انھیں اس میں
وَمَنْ ۔ يُّعْرِضْ ۔ عَنْ ذِكْرِ ۔ رَبِّهٖ ۔ يَسْلُكْهُ
اور جو منہ پھیرے گا یاد سے اپنے رب کی داخل کرے گا وہ اسے
عَذَابًا ۔ صَعَدًا ⑰ وَّاَنَّ ۔ الْمَسٰجِدَ ۔ لِلّٰهِ
عذاب چڑھنے ہیں اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لیے ہیں
فَلَا تَدْعُوْا ۔ مَعَ اللّٰهِ ۔ اَحَدًا ⑱ وَّاَنَّهٗ
پس مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو اور یہ کہ حال یہ ہے کہ
لَمَّا ۔ قَامَ ۔ عَبْدُ اللّٰهِ ۔ يَدْعُوْهُ كَادُوْا
جب کھڑا ہو بندہ اللہ کا کہ پکارے اسے قریب ہوتا ہے
يَكُوْنُوْنَ ۔ عَلَيْهِ ۔ لِبَدًا ⑲
کہ ہو جائیں لوگ اس پر اکٹھے

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ
اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ راستے پر سیدھے رہتے
لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ⑯ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ
تو ہم ان کو پلاتے پانی جی بھر کر تاکہ ان کو اس میں جانچیں
وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ
اور جو کوئی اپنے رب کی یاد سے منہ موڑے گا اسے وہ چڑھتے
عَذَابًا صَعَدًا ⑰ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ
عذاب میں ڈال دے گا اور مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے
فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ⑱ وَّاَنَّهٗ
ہیں سو اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو اور یہ کہ
لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا
جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا کہ اس کو پکارے تو اس پر
يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ⑲ ع
لوگوں کے ٹھٹھ بندھنے لگے ہیں۔

صَعَدٌ (چڑھتا ہوا) یعنی سخت عذاب جو بڑھتا ہی جائے لِبَدَ (جگھٹے)، لبدۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں شیر کی گردن کے ڈھیر سارے بال یہاں مراد انبوہ اور بھیڑ ہے۔ صَعَدٌ (چڑھتا ہوا) یعنی عذاب جو ہر دم بڑھتا چلا جاتے۔ مساجد کے معنی مسجدوں کے ہیں وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا کا عطف اَنَّهُ اسْتَمَعَ پر ہے قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ کے بعد شروع سورت میں ہے یعنی مجھ پر یہ بھی وحی ہوئی ہے کہ اگر تم سب آدمی اور جن سیدھے راستہ پر چلتے اور نیکی کی راہ اختیار کرتے تو ہم تمہیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دیتے، قحط اور خشک سالی سے نجات دیتے، پورے طور پر تمہیں اور تمہاری زمینوں کو سیراب کرتے اور ظاہر اور باطن ہر طرح کے فائدے تمہیں پہنچاتے اور تمہیں آزماتے کہ تم ہماری نعمتوں کا شکر کرتے ہو یا نہیں۔ بندوں کی آزمائش دو طرح ہوتی ہے۔ تنگی یا فراخی سے۔ تنگی کی آزمائش سخت ہے۔ اس میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے جس میں بہت کم لوگ پورے اترتے ہیں، اس سے ہم تمہیں بچا لیتے اور فراخی دے کر آزمائش نسبتاً آسان ہے، اس میں فقط شکر درکار ہے یہی آسان طریقہ آزمائش کا ہم تمہارے لئے مقرر کر دیتے۔ یاد رکھو جو اللہ کے ذکر سے منہ پھیرے گا اس کو دن دونا رات چوگنا عذاب ملے گا اور اس کی پریشانیاں بڑھتی ہی چلی جائیں گی اور مجھ پر یہ بھی وحی ہوئی ہے کہ مسجدیں یا سجدے فقط اللہ ہی کے لئے ہیں اس لئے تمہیں چاہیئے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کرو اور نہ مسجدوں میں کسی اور کو پکارو اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب اللہ کا بندہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو انکے گرد لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو جاتے ہیں۔

پیغام حق

قُلْ - اِنَّمَآ - اَدْعُوْا - رَبِّيْ - وَلَآ - اُشْرِكُ - بِهٖٓ
کہدے سوائے اس کے نہیں میں پکارتا ہوں اپنے رب کو اور نہیں شریک کرتا اس کا
اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ - اِنِّيْ - لَآ - اَمْلِكُ - لَكُمْ - ضَرًّا
کسی کو کہدے تحقیق میں نہیں مالک ہوں میں تمہارے لیے برائی کا
وَّلَا - رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ - اِنِّيْ - لَنْ - يُّجِيْرَنِيْ
اور نہ راہ پر لانے کا کہدے تحقیق میں ہرگز نہ بچائے گا مجھے
مِنَ - اللّٰهِ - اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ - اَجِدَ - مِنْ دُوْنِهٖ
اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ پاؤں گا میں اس کو چھوڑ کر
مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا - مِّنَ اللّٰهِ - وَرِسٰلٰتِهٖ
کوئی پناہ کی جگہ مجھے تو فقط پہنچانا ہے اللہ کی طرف سے اور اسکے پیغاموں کو
وَمَنْ - يَّعْصِ اللّٰهَ - وَرَسُوْلَهٗ - فَاِنَّ - لَهٗ
اور جو نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی پس تحقیق اس کے لیے ہے
نَارَ - جَهَنَّمَ - خٰلِدِيْنَ - فِيْهَآ - اَبَدًا ﴿۲۳﴾
آگ جہنم کی رہا کریں گے اسی میں سدا

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ
تو کہہ میں تو بس اپنے رب کو پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک
اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا
نہیں کرتا تو کہہ تمہارا برا میرے اختیار میں نہیں
وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ
اور نہ راہ پر لانا تو کہہ مجھے اللہ کے ہاتھ سے کوئی
مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ
نہیں بچائے گا اور اس کے سوا کہیں پناہ کی جگہ
مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ
نہ پاؤں گا مگر اللہ کی طرف سے پہنچانا ہے اور اس کے
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ
پیغام لانے ہیں اور جو اللہ کے رسول کا حکم نہ مانے
نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾
سو اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے رہا کریں گے اس میں ہمیشہ

مُلْتَحَدًا: پناہ کی جگہ۔ اسم ظرف ہے اِلْتِحَادٌ سے جو ل ح د سے بنا ہے لحد کے معنی ایک طرف ہٹ جانا مُلْتَحَدٌ وہ جو سب الگ ہٹی ہوئی ہو ـــــ پہلے ارشاد ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں لوگ انکے گرد اتنے جمع ہو جاتے ہیں جتنے شیر کے گردن کے بال ہوتے ہیں مسلمان تو قرآن سننے کے شوق میں اور کافر آپ کے ستانے کے خیال سے آپ کے گرد جمع ہونے لگتے ہیں۔ اے ہمارے رسول ان کافروں سے کہہ دو کہ تم مجھے کیوں ستاتے ہو۔ میں تو کوئی بری بات نہیں کہتا، میں تو بس یہی کرتا ہوں کہ اللہ کو پکارتا ہوں جو میرا رب ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ تم بھی یہی کرو۔ کیونکہ اس میں سراسر تمہارا نفع ہے نہ مانو تو میرے اختیار میں نہیں کہ نافرمانی کی تمہیں سزا دوں اور نہ تمہیں سیدھے راستہ پر لانا میرے بس کی بات ہے میں تمہیں تو نفع یا نقصان کیا پہنچاتا خود اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر آج میں بالفرض اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی کر دوں تو کوئی نہیں جو مجھے اللہ کی سزا سے بچا لے اور کوئی جگہ نہیں جہاں میں جا کر اس سے چھپ سکوں۔ میری خیریت تو بس اسی میں ہے اور اسی سے مجھے اللہ کی پناہ حاصل ہو سکتی ہے کہ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کو اس کا پیغام پہنچا دوں اور اس کے حکم انہیں سنا دوں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جو میری نہ مانے گا اس کو اگرچہ میں سزا نہیں دے سکتا لیکن اللہ اسے ضرور سزا دے گا۔ اس نے اپنے نافرمانوں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے اور وہ سدا اسی میں پڑے رہیں گے اللہ بچائے۔ آمین!

عنقریب راز کھل جائے گا

حَتّٰٓی - اِذَا - رَاَوْا - مَا یُوْعَدُوْنَ
یہاں تک کہ جب دیکھ لیں گے وہ جس کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے
فَسَیَعْلَمُوْنَ - مَنْ - اَضْعَفُ - نَاصِرًا - وَّاَقَلُّ
پس اسی وقت جان لیں گے کون زیادہ کمزور ہے مددگاروں کے لحاظ سے اور زیادہ
عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ - اِنْ - اَدْرِیْٓ - اَقَرِیْبٌ - مَّا
گنتی ہے کہدے نہیں جانتا میں آیا قریب ہے وہ
تُوْعَدُوْنَ - اَمْ - یَجْعَلُ - لَهٗ - رَبِّیْٓ - اَمَدًا ﴿۲۵﴾
جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یا کردے اس کے لیے میرا رب ایک مدت
عٰلِمُ الْغَیْبِ - فَلَا یُظْهِرُ - عَلٰی - غَیْبِهٖٓ
وہ بھید سے واقف ہے پس نہیں مطلع کرتا اپنے بھید پر
اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا - مَنِ - ارْتَضٰی - مِنْ رَّسُوْلٍ
کسی کو مگر جسے وہ منتخب کرے اپنے رسولوں میں سے

حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ
یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو کچھ ان سے وعدہ ہوا
فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ
تب جان لیں گے کس کے مددگار کمزور اور گنتی میں تھوڑے
عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا
ہیں تو کہہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ
تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾
ہوا ہے وہ نزدیک ہے یا اس کو میرا رب ایک مدت کے بعد لائے گا
عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ
وہ بھید کا جاننے والا ہے سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی
اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ
کسی کو مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو

ارشاد ہے کہ یہ کافر تیرے گرد ستانے کو جمع ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اور اس کے ساتھی کل مٹھی بھر کمزور آدمی ہیں اور ہم بھرے جتھے والے اور زور آور یہ ہمارے مقابلہ میں کیا کر سکتے ہیں۔ اچھا اس وقت تو یہ جو جی میں آتا ہے منہ اٹھا کر کہہ دیتے ہیں۔ لیکن عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ جس کے آنے کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ اس وقت انہیں صاف صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ تھوڑے اور کمزور ساتھیوں والا کون ہے۔ ہمارا رسُول یا یہ خود۔ اس دن انہیں یہ معلوم ہوگا کہ ان کا کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اب اگر یہ کہیں کہ اس وعدے کا وقت کب آئے گا تو ان سے کہہ دو کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ وہ وقت قریب ہے یا اس کے لئے میرے رب نے کوئی مدت مقرر کر دی ہے۔ جس کے گذرنے پر وہ آئے گا کیونکہ اس کے بھید وہی جانے۔ غیب کا جاننے والا وہی ہے اور وہ غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ مگر اس پر جسے وہ اپنا رسول منتخب کر لے۔ یہاں سے معلوم ہوا اور ایسی ہی اور آیتیں سورۂ آلِ عمران میں اور دوسری سورتوں میں گذر چکی ہیں کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے اور کوئی غیب دان نہیں۔ ہاں اللہ اپنے رسولوں کو جتنی غیب کی باتیں جاننے کی ضرورت ہوتی ہے حسب مصلحت بتا دیتا ہے اور جو وہ نہ بتائے وہ انہیں بھی معلوم نہیں۔

وحی کی حفاظت

فَاِنَّهٗ ۔ یَسْلُكُ ۔ مِنْۢ بَیْنِ ۔ یَدَیْهِ ۔ وَمِنْ
بس تحقیق وہ دوڑاتا ہے آگے آگے اس کے اور پیچھے
خَلْفِهٖ ۔ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ ۔ اَنْ ۔ قَدْ
اس کے نگہبان تاکہ جان لے کہ تحقیق
اَبْلَغُوْا ۔ رِسٰلٰتِ ۔ رَبِّهِمْ ۔ وَاَحَاطَ ۔ بِمَا
پہنچا دیئے انھوں نے پیغام اپنے رب کے اور گھیر رکھا ہے اس نے جو کچھ
لَدَیْهِمْ ۔ وَاَحْصٰى ۔ كُلَّ ۔ شَیْءٍ ۔ عَدَدًا ﴿۲۸﴾
ان کے پاس ہے اور پوری کرلی ہے ہر شے کی گنتی

فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ
سو وہ چلاتا ہے اس کے آگے اور
خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ
پیچھے چوکیدار تاکہ جانے کہ انھوں نے
اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا
اپنے رب کے پیغام پہنچائے اور قابو میں رکھا اس نے
لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع ۲ ۱۲
جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی گن لی

ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی غیب کی خبریں اپنے رسولوں کو ان کی شان، مرتبے اور موقعہ کے مطابق وحی کے ذریعے بھیجتا ہے اور وحی کی خوب حفاظت کی جاتی ہے اور اس کے آگے پیچھے فرشتوں کے پہرے دار اور نگہبان بنائے جاتے ہیں تاکہ شیطان اور شتونگڑے اس میں کوئی بات اپنی طرف سے نہ ملا سکیں اور ان کا کوئی دخل اس میں نہ ہونے پائے اسقدر احتیاط اسلئے کی جاتی ہے کہ اللہ دیکھ لے کہ وحی کے فرشتے نے اور اللہ کے رسول نے اس کے پیغام جوں کے توں اللہ کے بندوں تک پہنچا دیئے ہیں یوں ہر چیز اللہ کے قابو اور حفاظت میں ہے کوئی اس کی بھیجی ہوئی وحی میں خلط ملط نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ پہرے چوکیاں حسب مصلحت اظہار شان و شوکت کیلئے لگائی گئی ہیں، ورنہ اللہ عزّوجل نے ہر چیز کو ایک ایک کرکے گن رکھا ہے۔ کوئی چیز اسکے علم سے باہر نہیں۔ سورۃ جن تمام ہوئی اس سورت میں کہا گیا ہے کہ یہ قرآن مجید ہر قسم کی سمجھ دار جاندار مخلوق کیلئے خواہ آدمی ہوں یا جن اللہ کا پیغام ہے جو اس کو سنکر مان لے گا، اس کے مطابق چلے گا اور اسکے حکم بجا لائے گا اس کی دنیا اور آخرت دونوں درست ہو جائیں گی۔ دنیا میں اسے فراغت اور اطمینان کی زندگی گزارنے کے لئے سارے سامان مل ہی جائیں گے اور آخرت میں عذاب سے نجات پائے گا اور جس نے اسے نہ مانا اسے آخرت میں دن دونے اور رات چوگنے عذاب سے پالا پڑے گا۔ اگر تم عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ کے سوا کسی کے آگے مت جھکو اور مسجدوں میں سوا اس کے کسی اور کو مت پکارو۔ ورنہ شرک میں پھنس جاؤگے اور بڑی مشکل پڑے گی۔ یہ قرآن ہر ایک کو فقط اللہ کی عبادت کرنے کی اور شرک سے بچنے کی ہدایت کرتا ہے اسے بڑی احتیاط سے فرشتے کے ہاتھ فرشتوں کی حفاظت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا گیا ہے اور وہ اسے سب کو سناتے ہیں اور اس پر خود عمل کرنا سکھاتے ہیں۔ ان کے خلاف چلوگے تو قیامت کے دن بے یار و مددگار رہ جاؤگے

سُورَۃُ الْمُزَّمِّل

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی تہترویں سورت ہے اور مکہ میں ابتدائی زمانہ کے اندر نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع ہیں۔ اس سورت میں حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ماننے والوں کو بتایا گیا ہے کہ انہیں دنیا میں انسان کی ظاہری اور باطنی ترقی کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔ جس وقت یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ اس وقت رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کا حکم تھا تاکہ تنہائی میں جب کہ آدمی دن کے شوروغل سے دور ہوتا ہے دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا موقع ملے اس سلسلہ میں ارشاد ہے کہ رات کو اٹھ کر کچھ وقت اللہ کی یاد میں صرف کرو۔ تقریباً آدھی رات یا اس سے کچھ کم نماز پڑھو اور باقی وقت آرام کرو۔ نماز میں قرآن مجید جتنا نازل ہو چکا ہے ٹھہر ٹھہر کر اور ایک ایک حرف اور لفظ الگ الگ ادا کر کے پڑھو۔ رات کے وقت عبادت کرنے میں مشقت تو ہوتی ہے۔ لیکن بات جو قرآن بتانی چاہتا ہے دل میں خوب بیٹھ جاتی ہے۔ عنقریب ہم اے رسول تمہاری طرف بڑا شاندار وزنی کلام بھیجنے والے ہیں اور اس کے لئے تیاری کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ اس کے بعد تمہیں دن بھر انسان کی اصلاح کے لئے بڑا کام کرنا پڑے گا۔ رات کی عبادت اللہ کی طرف پورا دھیان دینے کے لئے بہت اچھا ذریعہ ہے۔ تم اس کی مشق کرو کہ سب سے کٹ کر بالکل اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ اس کے سوا تمہارا اور اس سارے جہان کا پالنے والا کوئی نہیں۔ اس لئے اسی کو اپنے سارے کام سپرد کرو۔ اور کسی سے کوئی التجا نہ کرو۔ اگر گمراہ لوگ تمہیں باتیں بنائیں یا برا کہیں تو اس کی پروا نہ کرو۔ بغیر لڑے بھڑے ان سے الگ رہو۔ یہ اگر دنیا کے سازوسامان میں مست لوگ تمہاری بات نہیں سنتے بلکہ ستاتے اور تمہارا دل دکھاتے ہیں تو ان کا معاملہ ہم پر چھوڑ دو۔ ہمارے پاس ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے۔ وہ قیامت کا دن قریب ہے جبکہ زمین اور پہاڑ زلزلے سے لرز کر پاش پاش ہو جائیں گے۔

اس کے بعد انسانوں سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے پاس اپنے رسولؐ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے جیسے کہ فرعون کے پاس اس کی ہدایت کے لئے رسول بھیجا تھا۔ فرعون نے ہمارے رسولؑ کی بات نہ مانی اور وہ بری طرح تباہ ہوا۔ اگر تمہیں دنیا اور آخرت کی مصیبتوں سے بچنا ہے تو اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ ہمارے رسولؐ کو مانو اور قرآن حکیم کی ہدایت کے مطابق چلو ورنہ قیامت کا دن بڑا ہولناک ہے اور وہ ضرور آکر رہے گا۔

اس کے بعد رات کی نماز میں تخفیف کر دی گئی کہ آسانی سے جتنی پڑھ سکو پڑھو اس کے بدلے جو فرض نمازیں پانچ وقت کی مقرر کی گئی ہیں، ان کو پابندی کے ساتھ ادا کرو، زکوٰۃ دیتے رہو۔ کیونکہ یہ تم گویا اللہ کو قرض دے رہے ہو اور وہ اسے ادا کرے گا، وہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔

ایاتہا ۲۰ سورۃ المزمل — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ — رکوعاتہا ۲

انسان کی اصلاح کی تیاری

یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ ۔ الَّیْلَ ۔ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۲
اے کپڑوں میں لپٹنے والے قیام کر رات کو مگر تھوڑی سی رات
نِّصْفَهٗۤ ۔ اَوِ انْقُصْ ۔ مِنْهُ ۔ قَلِیْلًا ۝۳ اَوْ زِدْ
آدھی اس کی یا گھٹا دے اس میں سے کچھ یا بڑھا دے
عَلَیْهِ ۔ وَرَتِّلِ ۔ الْقُرْاٰنَ ۔ تَرْتِیْلًا ۝۴ اِنَّا
اس پر اور صاف صاف پڑھ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر تحقیق ہم
سَنُلْقِیْ ۔ عَلَیْكَ ۔ قَوْلًا ۔ ثَقِیْلًا ۝۵ اِنَّ نَاشِئَةَ
عنقریب ڈالیں گے تجھ پر ایک کلام وزنی تحقیق اٹھنا
الَّیْلِ ۔ هِیَ اَشَدُّ ۔ وَطْاً ۔ وَّاَقْوَمُ ۔ قِیْلًا ۝۶
رات کا وہ ہے سخت روندنے والا اور زیادہ سازگار ہے بات کہنے کیلیے

یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۲
اے کپڑوں میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو مگر تھوڑی سی رات
نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝۳ اَوْ زِدْ
آدھی رات یا تھوڑا سا کم کر دے یا اس پر
عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝۴ اِنَّا
زیادہ کر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف ہم
سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝۵ اِنَّ نَاشِئَةَ
ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بات وزن دار البتہ رات کو اٹھنا
الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۝۶
روندتا ہے سخت اور سیدھی نکلتی ہے بات

اَلْمُزَّمِّلُ (کپڑے گر دلیپٹے ہوئے) اسم فاعل ہے اِزَّمُّلٌ سے جو اصل میں تَزَمُّلٌ ہے اس لئے مُزَّمِّلٌ اصل میں مُتَزَمِّلٌ ہے اسکا مادہ ز۔م۔ل ہے جس کے معنی بہت سے ہیں مگر یہاں ڈھانک دینا چھپا دینا مُراد ہے تَزَمُّلٌ اس کا لازم ہے یعنی کپڑے لپیٹ کر انمیں چھپ جانا۔ تَرْتِیْلَ اس طرح پڑھنا کہ ایک ایک لفظ اور حرف اچھی طرح ادا ہو اور خوب سمجھ میں آئے رَتِّلْ اسی سے امر کا صیغہ ہے نَاشِئَةَ (رات کو اُٹھنا) یہ قیاس کے خلاف مصدر ہے جیسے کَاذِبَةٌ خَاطِئَةٌ ۔ وَطَاءٌ (روندنا) اس کے معنی پاؤں سے روندنا ہیں مراد یہ ہے کہ اس میں مشقت ہے وَطَاءٌ کے ایک معنی موافق کرنا اور ملا دینا بھی ہیں۔ یعنی وہ دل اور زبان کو خوب ملا دیتا ہے اور موافق کر دیتا ہے یہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں لپٹنے والا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے' اس لئے کہ آپ کافروں کی زبان درازی سے اداس ہو کر اور کپڑا اوڑھ کر چپ چاپ لیٹ جاتے تھے اور نیز پہلی وحی کے بعد اس قدر تھک گئے تھے کہ گھر میں آکر لیٹ گئے اور فرمایا کہ مجھ پر کمبل وغیرہ ڈال دو اور نماز پڑھتے وقت بھی اپنا کپڑا اوڑھ لیتے تھے اسطرح خطاب کرنے میں شفقت پائی جاتی ہے ارشاد ہے کہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے اٹھو اور آئندہ کے کام کرنے کی تیاری کرو اپنی قوتوں کے بڑھانے کیلئے رات کو اٹھ اللہ کے سامنے کھڑے ہو جاؤ تھوڑا سا حصہ آرام کے لئے چھوڑ دو آدھی رات یا اس سے کسیقدر کم و بیش عبادت میں صرف کرو اور جو قرآن کا حصہ نازل ہو چکا ہے اسے نماز میں کھڑے ہو کر خوب صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اس طرح کہ ایک ایک لفظ سمجھ میں آئے اور اس کے معنی ذہن نشین ہو جائیں آئندہ ہم تمہارے اوپر ایک بہت شاندار کلام یعنی قرآن پورا نازل کرنیوالے ہیں اس کا بھاری بوجھ اٹھانے کیلئے پہلے سے ریاضت اور ورزش کر لو یہ ورزش رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا ہے کیونکہ اسمیں رات کے آرام کو خوب روندا جاتا ہے اور نفس کی خواہشیں پامال کی جاتی ہیں اور اس وقت بات بھی دل

پہلا قدم

اِنَّ ۔ لَكَ ۔ فِي النَّهَارِ ۔ سَبْحًا طَوِيْلًا ⑦ وَاذْكُرِ
تحقیق تیرے لیے دن میں کام ہے لمبا اور جپے جا
اسْمَ ۔ رَبِّكَ ۔ وَتَبَتَّلْ ۔ اِلَيْهِ ۔ تَبْتِيْلًا ⑧ رَبُّ
نام اپنے رب کا اور مل جا اس سے کٹ کر پروردگار
الْمَشْرِقِ ۔ وَالْمَغْرِبِ ۔ لَآ اِلٰهَ ۔ اِلَّا ۔ هُوَ ۔ فَاتَّخِذْهُ
مشرق کا اور مغرب کا نہیں کوئی معبود سوا اس کے پس بنا اس کو
وَكِيْلًا ⑨ وَاصْبِرْ ۔ عَلٰى ۔ مَا ۔ يَقُوْلُوْنَ
کارساز اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں
وَاهْجُرْهُمْ ۔ هَجْرًا ۔ جَمِيْلًا ⑩ وَذَرْنِيْ
اور چھوڑ ان کو چھوڑنا اچھی طرح اور چھوڑ مجھے
وَالْمُكَذِّبِيْنَ ۔ اُولِي النَّعْمَةِ ۔ وَمَهِّلْهُمْ ۔ قَلِيْلًا ⑪
اور جھٹلانے والوں کو جو نعمت والے ہیں اور مہلت دے انہیں تھوڑی سی

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ⑦ وَاذْكُرِ
البتہ دن میں تمہیں لمبا شغل رہتا ہے اور اپنے
اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ⑧ رَبُّ
رب کا نام لیے جا اور اس کی طرف چھوٹ کر چلا آ سب سے الگ ہو کر
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ
مشرق اور مغرب کا مالک کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے سو پکڑ لے اسے
وَكِيْلًا ⑨ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ
کام بنانے والا اور جو کچھ کہتے ہیں سہتا رہ اور چھوڑ دے
وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩ وَذَرْنِيْ
ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا اور مجھ کو اور جھٹلانے والوں
وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪
کو جو آرام سے رہتے ہیں چھوڑ دے اور ڈھیل دے انہیں تھوڑی سی

سَبْحٌ ۔ شغل۔ کام، اس کے معنی آسانی اور سہولت سے چلنا پھرنا ہیں یہاں اس سے مراد مختلف شغلوں اور کاموں کا پورا کرنا ہے تَبَتَّلْ امر ہے اس کا مادہ ب۔ت۔ل ہے۔ بَتِّلْ (قطع کر) اس کا مادہ ب۔ت۔ل ہے۔ بَتْلٌ کے معنی کاٹنا۔ تَبَتُّلٌ بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی بالکل کاٹ ڈالنا۔ مراد یہ ہے کہ ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ عزّوجل سے لو لگاؤ۔

ارشاد ہے کہ دن میں چونکہ تمہیں اور بہت سے کام رہتے ہیں جن میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا اور دیگر نجی کام کاج بھی شامل ہیں اس لئے اللہ کے ساتھ خاص تعلق پیدا کرنے کے لئے رات کا کچھ وقت عبادت کے لئے مخصوص کر دو اور دن کو اور شغل کرو جو لوگوں کے میل جول سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت بھی اللہ کو نہ بھولو۔ دنیا کے کام کاج کے اندر بھی اللہ کو ہر وقت یاد رکھو اور دل میں اس کا نام لیتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا کے شغل تمہیں اللہ کی راہ سے غافل کر دیں۔ اللہ ہی ہر جگہ ہر چیز کا دن میں رات میں نگہبان اور پالنے والا ہے۔ اصل دلی تعلق اس کے سوا کسی سے نہ ہونا چاہیئے۔ اپنے سارے کام اس کے سپرد کر دو اور اس کے سوا کسی کو اپنا کارساز اور مددگار مت سمجھو اور یہ آرام سے کھاتے پیتے لوگ جو تمہیں ساحر مجنوں وغیرہ نام دیتے ہیں اور تمہارے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں اسے صبر کے ساتھ برداشت کرو، ان سے لڑائی جھگڑا مت کرو ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو اور کچھ دن انہیں مہلت دو ابھی ان سے لڑنے کا وقت نہیں آیا۔ ابھی اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی قوتوں کو چمکاؤ اور جگاؤ۔

منکروں کی سزا

اِنَّ - لَدَیْنَآ - اَنْكَالًا - وَّ جَحِیْمًا ﴿١٢﴾ وَّطَعَامًا
تحقیق ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دہکتی آگ اور کھانا
ذَا غُصَّةٍ - وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ﴿١٣﴾ یَوْمَ
گلے میں پھنسنے والا اور عذاب دردناک جس دن
تَرْجُفُ الْاَرْضُ - وَالْجِبَالُ - وَكَانَتِ الْجِبَالُ
کانپے کی زمین اور پہاڑ اور ہوجائیں گے پہاڑ
كَثِیْبًا - مَّهِیْلًا ﴿١٤﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ - اِلَیْكُمْ
ریت کے ٹیلے بہتے ہوئے تحقیق ہم بھیجا ہم نے تمہاری طرف
رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا - عَلَیْكُمْ - كَمَآ - اَرْسَلْنَآ
رسول گواہی دینے والا تمہاری جیسے کہ بھیجا ہم نے
اِلٰى فِرْعَوْنَ - رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ فَعَصٰى - فِرْعَوْنُ
فرعون کی طرف ایک رسول پس نافرمانی کی فرعون نے
الرَّسُوْلَ - فَاَخَذْنٰهُ - اَخْذًا - وَّبِیْلًا ﴿١٦﴾
اس رسول کی پس پکڑا ہم نے اسے پکڑنا عبرتناک

اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِیْمًا ﴿١٢﴾ وَّطَعَامًا
البتہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ کا ڈھیر اور کھانا
ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ﴿١٣﴾ یَوْمَ
گلے میں اٹکنے والا اور عذاب دردناک جس دن
تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ
کہ کانپے گی زمین اور پہاڑ اور ہوجائیں گے پہاڑ
كَثِیْبًا مَّهِیْلًا ﴿١٤﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ
ریت کے تودے پھسلتے ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا
رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ
تمہاری باتوں کا بتانے والا جیسے ہم نے فرعون کے
اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ
پاس رسول بھیجا پھر فرعون نے رسول کا کہنا
الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا ﴿١٦﴾
نہ مانا پھر پکڑا ہم نے وبال کی پکڑ

غُصَّةٌ (گلے میں پھنس جانا) گلے میں کسی چیز کے پھنس جانے کو جو آسانی سے نیچے نہ اُترے غصہ کہتے ہیں۔ تَرْجُفُ (لرزے گا) مضارع کا صیغہ ہے۔ ر۔ج۔ف سے رَجْفٌ کے معنی زور سے ہلنا۔ لرزنا۔ كَثِیْبٌ (ریت کا ٹیلا۔ ڈھیر) مَهِیْل گرایا ہوا۔ اسم مفعول ہے۔ ھ۔ی۔ل سے ھَیْلٌ کے معنی خاک کا گرانا۔ پھیلانا۔ مَھِیْل گرایا ہوا۔ نیچے ڈھلکتا ہوا۔ وَبِیْل (سخت) صفت کا صیغہ ہے و۔ب۔ل سے وَبْلٌ کے معنی زور سے مارنا۔ وَبِیْل زور سے پڑنے والا۔ سخت دکھ پہنچانے والا۔ ارشاد ہے کہ ان انکار کرنے والوں کے لئے ہمارے پاس بیڑیاں، زنجیریں اور دہکتی ہوئی آگ اور حلق میں پھنس جانے والا کھانا اور دکھ بھرا عذاب تیار ہے جو قیامت کے دن انہیں ملے گا جب زمین لرزتی ہوگی اور پہاڑ ریت کے تودہ بن کر نیچے بیٹھے جا رہے ہوں گے اور انکی خاک پھسل رہی ہوگی۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے لوگو ہم نے تمہاری طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اسی طرح جیسے مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ فرعون نے تو یہ کیا کہ ہمارے رسول موسیٰؑ کا کہنا نہ مانا اور ان کو جھوٹا بتا دیا اس لئے فرعون پر اس نافرمانی کا وبال پڑا اور ہم نے اسے زور سے پکڑا کہ اس کے انجر پنجر ڈھیلے ہوگئے اور وہ بری طرح تباہ ہوگیا۔ اب تم کہو کیا کہتے ہو؟

عذاب سے نجات کا راستہ

فَكَيْفَ ۔ تَتَّقُوْنَ ۔ اِنْ ۔ كَفَرْتُمْ ۔ يَوْمًا ۔ يَّجْعَلُ
پس کس طرح بچوگے اگر منکر ہوگئے تم اس دن سے جو کر ڈالے گا
الْوِلْدَانَ ۔ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ ۔ السَّمَآءُ ۔ مُنْفَطِرٌ ۔ بِهٖ
بچوں کو بوڑھا آسمان پھٹ جائے گا اس کے آتے ہی
كَانَ ۔ وَعْدُهٗ ۔ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ ۔ هٰذِهٖ ۔ تَذْكِرَةٌ
ہے وعدہ اس کا پورا کیے جانے والا تحقیق یہ یاددہانی ہے
فَمَنْ ۔ شَآءَ ۔ اتَّخَذَ ۔ اِلٰى ۔ رَبِّهٖ ۔ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ
پس جو چاہے پکڑے اپنے رب کی طرف راستہ تحقیق
رَبَّكَ ۔ يَعْلَمُ ۔ اَنَّكَ ۔ تَقُوْمُ ۔ اَدْنٰى ۔ مِنْ ۔ ثُلُثَيِ
تیرا رب جانتا ہے کہ تو کھڑا ہوتا ہے قریب دو تہائی
الَّيْلِ ۔ وَنِصْفَهٗ ۔ وَثُلُثَهٗ ۔ وَطَآئِفَةٌ ۔ مِّنَ الَّذِيْنَ
رات کے اور آدھی رات اور تہائی رات اور کچھ لوگ ان لوگوں میں سے جو
مَعَكَ ۔ وَاللّٰهُ ۔ يُقَدِّرُ ۔ الَّيْلَ ۔ وَالنَّهَارَ
تیرے ساتھ ہیں اور اللہ اندازے سے مقرر کرتا ہے رات اور دن

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ
پس کیونکر بچوگے اگر منکر ہوگئے اس دن سے جو لڑکوں کو
الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ
بوڑھا کر ڈالے گا آسمان اس دن پھٹ جائے گا
كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ
اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے یہ تو نصیحت ہے
فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ
پھر جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے بےشک
رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ
تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات کے نزدیک
الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ
کھڑا ہوتا ہے اور آدھی رات کے اور تہائی رات کے اور کتنے ہی
مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
لوگ تیرے ساتھ کے اور اللہ ناپتا ہے رات کو اور دن کو

وِلْدَانٌ (لڑکے)، ولید کی جمع ہے جو و۔ل۔د سے فعیل بمعنی مفعول ہے لڑکے کو کہتے ہیں۔ شِيْبٌ (بوڑھے) اَشْيَبُ کی جمع ہے جو ش۔ی۔ب سے صفت کا صیغہ ہے شَيْبٌ کے معنی بڑھاپا اَشْيَبُ بوڑھا۔ ارشاد ہے کہ اگر تم نے ہمارے رسول کا کہنا نہ مانا اور اس قرآن پر عمل نہ کیا تو پھر اللہ کے عذاب سے کیسے بچوگے اگر دنیا میں بچ بھی گئے تو قیامت کے دن تو نہیں بچ سکتے۔ وہ ایسا ڈراؤنا اور ہولناک دن ہوگا کہ اسے دیکھ کر مارے ڈر کے لڑکے بوڑھے ہوجائیں گے آسمان پھٹ پڑے گا۔ یاد رکھو اس دن کا وعدہ پکا ہے، پورا ہو کر رہے گا۔ بہرحال ہم نے یہ قرآن تمہیں سمجھانے اور یاد دلانے کے لئے بھیج دیا ہے اس میں تمہاری بھلائی کی ساری باتیں سمجھا دی گئی ہیں، یہ ایک نصیحت نامہ ہے، یہ ہر ایک کو اس کے رب اللہ کی طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ بتاتا ہے۔ اب جو چاہے اس راستہ کو اختیار کر سکتا ہے اور اپنے رب کے پاس پہنچ کر اس کی رضامندی حاصل کر سکتا ہے آگے ارشاد ہے کہ اے رسول ہم نے دیکھ لیا کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے ہمارے حکم کی تعمیل خوب کی اور تہجد کے لئے راتوں کو اٹھے، کبھی دو تہائی کے قریب کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات نماز میں کھڑے کھڑے گذاری، رات اور دن کا اندازہ تو اللہ ہی خوب کر سکتا ہے تمہیں وقت کے اندازہ میں دشواری پیش آئی اور بہت سے ساری ساری رات کھڑے رہے اور عبادت کرتے رہے تاکہ

سہولت اور آسانی

عَلِمَ ۔ اَنۡ ۔ لَّنۡ ۔ تُحۡصُوۡہُ ۔ فَتَابَ ۔ عَلَیۡکُمۡ
جان لیا اس نے کہ ہرگز نہ پورا کرسکوگے تم اسے پس معاف کردیا تمہیں
فَاقۡرَءُوۡا ۔ مَا ۔ تَیَسَّرَ ۔ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ
پس پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سے جان لیا
اَنۡ ۔ سَیَکُوۡنُ ۔ مِنۡکُمۡ ۔ مَّرۡضٰی ۙ وَاٰخَرُوۡنَ
کہ ہوں گے تم میں سے بیمار اور کتنے اور
یَضۡرِبُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۔ یَبۡتَغُوۡنَ ۔ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ ۙ
پھریں گے زمین میں تلاش کرتے ہوئے اللہ کے فضل میں سے
وَاٰخَرُوۡنَ ۔ یُقَاتِلُوۡنَ ۔ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ
اور کتنے اور لڑتے ہوں گے اللہ کے راستہ میں
فَاقۡرَءُوۡا ۔ مَا ۔ تَیَسَّرَ ۔ مِنۡہُ ۙ
پس پڑھو جتنا آسان ہو اس میں سے

عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡہُ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ
اس نے کہ جانا کہ تم اسے پورا نہ کرسکوگے سو تم پر معافی
فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ
بھیج دی اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے جانا کہ
اَنۡ سَیَکُوۡنُ مِنۡکُمۡ مَّرۡضٰی ۙ وَاٰخَرُوۡنَ
کتنے ہی تم میں بیمار ہوں گے اور کتنے اور لوگ
یَضۡرِبُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ یَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ ۙ
پھریں گے ملک میں اللہ کے فضل کو ڈھونڈتے
وَاٰخَرُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۫ۖ
اور کتنے لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے
فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنۡہُ ۙ
سو پڑھ لیا کرو جتنا اس میں سے آسان ہو

لَنۡ تُحۡصُوۡا ؛ ہرگز پورا نہ کرسکوگے ۔ اصل میں تُحۡصُوۡنَ ہے لَنۡ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا ۔ مضارع کا صیغہ ہے ۔ اِحۡصَاءٌ سے اس کی ماضی سورت المجادلہ میں گذر چکی ہے پورا پورا شمار کرلینا ۔ مَرۡضٰی ؛ بیمار ، مریض کی جمع ہے ۔

ارشاد ہے کہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کو ہمیشہ پوری طرح نباہنا مشکل ہے اسلئے اس نے تمہیں اس سے معاف کردیا ۔ لوگوں کو وقت کا اندازہ مشکل تھا ۔ اس وجہ سے تہجد کی نماز میں بڑی دقت ہوتی تھی ۔ چنانچہ کوئی ایک سال تک فرض رہنے کے بعد اس سے معافی دی گئی ۔ اب جس سے اٹھا جائے اور جتنا پڑھا جائے تہجد میں پڑھ لے اور وقت کی اور مقدار تلاوت کی کوئی قید نہیں ۔

ارشاد ہے کہ پھر یہ بھی دیکھا گیا کہ تم میں سے بعض بیمار بھی ہوں گے اور کمائی کی فکر میں سفر کرتے ہوں گے ، علم سیکھنے دور تک جائیں گے ۔ پھر کچھ لوگ دشمنان اسلام سے لڑنے بھی نکلے ہوں گے اور پوری طرح رات کو اُٹھ کر نماز نہ پڑھ سکیں گے ۔ اس لئے عام مسلمانوں کے لئے تہجد اب فرض نہیں رہا ۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم جاری ہوا کہ تہجد پڑھا کریں اور عام حکم یہ ہوگیا کہ جس سے ہوسکے رات کو اٹھ کر جتنی نماز پڑھ سکے پڑھ لے اور قرآن بھی جتنا آسانی سے پڑھا جاسکے تلاوت کرے ۔ ابتدا میں تہجد فرض تھا ۔ اس لئے کہ مسلمانوں کو عبادت میں محنت ومشقت کی عادت اور خواہشوں پر قابو کرنے کی مشق ہوجائے اور اس طرح ریاضت اور محنت کرکے آئندہ اللہ کے احکام بجا لانے کے لئے تیار ہوجائیں ۔

فرض ادا کرتے رہو

وَاَقِیْمُوا - الصَّلٰوۃَ - وَاٰتُوا - الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا
اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور قرض دو
اللہَ - قَرْضًا - حَسَنًا ؕ وَمَا - تُقَدِّمُوْا
اللہ کو قرض اچھا اور جو آگے بھیجو گے
لِاَنْفُسِکُمْ - مِّنْ خَیْرٍ - تَجِدُوْہُ - عِنْدَ اللہِ - ھُوَ
تم اپنے واسطے کوئی نیکی پاؤ گے تم اسے اللہ کے پاس اسے
خَیْرًا - وَّاَعْظَمَ - اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا - اللہَ ؕ
بہتر اور زیادہ بڑھی ہوئی ثواب میں اور معافی مانگو اللہ سے
اِنَّ - اللہَ - غَفُوْرٌ - رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾
تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا
اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو قرض دو
اللہَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا
اچھی طرح قرض دینا اور جو کچھ کوئی نیکی اپنے
لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللہِ ھُوَ
واسطے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر
خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللہَ ؕ
اور ثواب میں زیادہ پاؤ گے اور اللہ سے معافی مانگو
اِنَّ اللہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾
بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ شروع میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور صحابہ ہونے کا درجہ حاصل کر لیا ان کے لئے ایک سال تک تہجد کی نماز فرض کی گئی اور کہا گیا کہ تمہارے مخالف لوگ خواہ کتنا ہی تمہیں ستائیں تم صبر کرو اور ان سے لڑنا تو درکنار سخت کلامی سے بھی پیش نہ آؤ۔ بعد میں یہ دیکھ کر ان میں بعض بیمار اور ضعیف ہوں گے اور بہت سے روزی یا علم کی تلاش میں سفر بھی کریں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے مسلمانوں پر رات کو اٹھ کر نماز تہجد پڑھنا فرض نہ رہا اور صرف فرض نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرنا ضروری کر دیا گیا۔

ارشاد ہے کہ تہجد کی نماز نفل کی حیثیت رکھتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسے ضرور ادا کرتے رہیں گے مگر اور لوگ جی چاہے جتنی ادا کریں یا ادا نہ کریں، ہاں فرض نمازیں باقاعدہ ادا کرتے رہیں اور غریبوں کے لئے اپنے مال میں سے مقررہ حصہ قاعدہ کے مطابق نکالتے رہیں اس کے علاوہ بھی جو کچھ خالص نیت کے ساتھ نادار اور مفلسوں کے لئے اپنے خرچ کریں گے وہ گویا اللہ کو قرض دیں گے۔ یہ قرض خوشی اور فراخدلی سے دینا چاہیئے کیونکہ اللہ یہ ادا کر دیگا اور جو کچھ ان کے لئے نیکی کی جائے گی وہ اس کا بہت اچھا بدلہ دے گا اور اس کا ثواب بہت بڑا ہوگا اس کے ساتھ ہی اللہ سے مغفرت بھی مانگتے رہا کرو۔ کیونکہ بشر سے اللہ کی عبادت میں کچھ نہ کچھ تقصیر ہو ہی جاتی ہے استغفار کرتے رہو گے تو وہ تمہارے قصور معاف کر دے گا۔ وہ غفور و رحیم ہے۔ نمازوں کے ادا کرنے زکوٰۃ دینے، صدقہ اور خیرات اور نیک کام کرتے رہنے کا ثواب قیامت کے دن بہت بڑا ملے گا۔ بشرطیکہ یہ سب کام اللہ کے لئے اس کی رضامندی حاصل کرنے کو نیک نیتی سے کئے جائیں۔ سورۃ مزمل تمام ہوئی۔

سُورۃ المزمل کیا سکھاتی ہے

گنتی کے چند آدمیوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھانپا کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں۔ آخر صحیح علامتوں کو ٹھیک ٹھیک دیکھ کر سچے دل سے آپ کو اللہ کا رسُول مان لیا اور آپ کی ہدایت کے مطابق چلنا شروع کر دیا آگے چل کر انہوں نے آپ کی رہنمائی میں جو کچھ کر کے دکھایا اس سے آج تک دنیا حیرت میں ہے بڑے بڑے عقلمندوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قدر حیرت انگیز انقلاب دنیا میں اتنے قلیل زمانے میں اُنہوں نے کس طرح برپا کر دیا۔ تاریخ پر نظر ڈلتے ہیں تو انہیں اس کیلئے کوئی خاص تیاری نظر نہیں آتی۔ جو کچھ نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ چند بے سروسامان لوگ بڑے بڑے سامان والے دشمنوں کے بیچ میں گھرے ہوئے ہیں، نہ کوئی فوجی تعلیم ہے نہ جنگی ورزش ہے حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم جنہیں اللہ کا رسول مان کر انہوں نے ان کی پیروی اختیار کی تھی۔ انہیں صرف قرآن مجید کی چند آیتیں سنا دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ میں تو بس وہی تم سے کہتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعے بھیجا جاتا ہے' معاملہ اللہ رب العالمین کے سپرد ہے' ہوگا وہی جو وہ فیصلہ کرے گا درحقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ آپ اپنی طرف سے نہ کوئی تدبیر بتاتے تھے نہ کوئی ہدایت کرتے تھے مسلمانوں کی تیاری یہی تھی کہ اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات پر آنکھیں بند کر کے تعمیل کرنا ان کا کام ہے خواہ اس میں مشقتیں جھیلنی ہوں اور خواہ کسی قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے' بس یہی ان کی تیاری تھی اور یہی ان کا سارا ساز و سامان تھا۔ جب یہ سورت نازل ہوئی اور آپ نے انہیں پڑھ کر سنایا تو سب دل و جان سے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور آپ سب سے پیش پیش تھے اس میں انہیں بتایا گیا کہ رات کو اُٹھ کر دو تہائی یا آدھی رات اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اور اسے حاضر ناظر جان کر قرآن شریف پڑھا کرو اور اس کے معانی پر غور کیا کرو۔ کیونکہ رات کا وقت شور وغل سے دور ہوتا ہے تم اچھی طرح قرآن پڑھ کر اس کے معانی پر غور کر سکتے ہو۔ رات اس طرح گذارو۔ صبح اُٹھ کر دن بھر اوروں کی طرح کام کر ولیکن اللہ کو ہر وقت یاد رکھو اور یقین جانو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر تمہارے اِرد گرد کے لوگ تمہیں عجیب لوگ سمجھ کر ستائیں اور بدسلوکی سے پیش آئیں تو ان کو جواب نہ دو، نہ ان سے لڑو جھگڑو۔ جو کہیں وہ صبر سے سنو۔ جو کریں وہ تحمل کے ساتھ برداشت کرو۔ بس یہی ورزش تھی جو ایک سال تک برابر ان سے کرائی گئی۔ ایک سال کے بعد حکم ہوا کہ اب تہجد تمہارے اوپر فرض نہیں رہا۔ ہاں رسول اللہ اسے حسب معمول ادا کرتے رہیں گے۔ اب فرض نمازیں جو تمہارے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ بس انہیں پابندی کے ساتھ وعدے کے مطابق ادا کرتے رہو اور جو کچھ کماؤ اس میں سے کچھ حصہ ناچار مفلسوں اور ناداروں کے لئے نکال دو اور ہر وقت حاجتمندوں کے لئے حسب مقدور خرچ کرتے رہو اور یہ سمجھو کہ جو کچھ تم دوسروں کی مدد کے لئے خرچ کر رہے ہو یہ تم اللہ کو قرض دے رہے ہو اور اللہ بہت بڑھا چڑھا کر اسے ادا کر دے گا اور اس کے ساتھ ہی اللہ کی مغفرت طلب کرتے رہا کرو۔ بس یہی تعلیم تھی جو انہیں دی گئی اور اسی سے ہوا جو کچھ ہوا۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چوہترؔویں سورت ہے یہ مکہ کے قیام کے شروع زمانہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو رکوع ہیں۔ اس سورت کے نازل ہونے سے پہلے آپ فقط اپنے گھر والوں کو اور ان مسلمانوں کو قرآن سناتے اور سمجھاتے تھے جو آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ اس سورت میں آپ کو حکم ہوا کہ قرآن مجید کا عام اعلان کرو اور سارے لوگوں کو اس کا پیغام دو۔ یہی تمہارا فرض ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سورت ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے سورۃ اقراء کی پہلی آیتیں نازل ہوئیں اس کے بعد کچھ دن وحی رکی رہی پھر سورۃ المدثر نازل ہوئی اور اسی کے قریب غالباً اس کے بعد سورۃ المزمل اتری۔ سورۃ المزمل میں آدمی کی اپنی اندرونی اصلاح کے لئے ہدایت ہے اور سورۃ المدثر میں دوسروں کی اصلاح کا بیان ہے المدثر کے معنی بھی قریب قریب وہی ہیں جو المزمل کے ہیں یعنی چادر میں لپٹنے والا۔ ان دونوں سورتوں میں آپ کو اسطرح خطاب کیا گیا ہے کیونکہ آپ وحی کے وقت یا اس کے بعد اور اکثر عبادت کرتے وقت بھی کپڑا، چادر یا کمبل وغیرہ اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے۔

اس سورت میں پہلے آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی عادتیں ایسی بناؤ جو ایک عظیم الشان مصلح کے شایان شان ہیں۔ اس کے بعد عرب کے ایک مشہور شاعر ولید بن مغیرہ کا بیان ہے جو قرآن مجید کو سن کر اس کا گردیدہ ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ مسلمان ہو جائے کہ اتنے میں ابوجہل کو خبر ہو گئی اور وہ دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ کیا غضب کرتے ہو اپنی ساری عزت خاک میں ملائے دے رہے ہو باپ دادا کا دین چھوڑ کر اس کا دین اختیار کر رہے ہو جو کل کا تمہارے سامنے کا بچہ ہے۔ ولید نے بہت کچھ سوچا آخر ابوجہل کے طرز سے کہدیا کہ ہاں یہ قرآن ایک جادو کا منتر ہے جو پہلے سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے اس میں اس کا فریعنی ولید کو دھمکی دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے لئے سخت عذاب تیار ہے۔ پھر جہنم کی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ وہ ایک سخت مصیبت کی جگہ ہے اور اس میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو قرآن کو نہیں مانتے یا مانتے ہوئے اس کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اس سے اسطرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شیر کی آواز سن کر بھاگتے ہیں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس اللہ کا پیغام الگ الگ آنا چاہیئے۔ اس لئے یہ دوسروں کے تابع ہو کر رہنا نہیں چاہتے۔ یہ بالکل ایک خام خیال ہے اللہ عزوجل نے انسان کی ہدایت کے لئے انہیں میں سے اپنے رسول مقرر کر کے ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً بھیجے ہیں۔ اب اسی سلسلہ میں یہ آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے ہیں اور ان کو قرآن حکیم دیا گیا ہے کہ وہ اسے دنیا بھر میں پھیلا دیں اور اس کا پیغام سب کو سنا دیں۔ اب یہ قرآن سارے انسانوں کے لئے ایک نصیحت نامہ ہے جس کا جی چاہے اس کی بات سنے اور اس کی نصیحتوں پر عمل کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے ڈر سے برائیوں سے بچو اور اپنے قصوروں کی اس سے معافی مانگو۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

اصلاح انسان کی تیاری

یٰۤاَیُّهَا - الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ
اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا ہو پس ڈرا دے اور اپنے رب کی
فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤
پس بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھ اور گندگی پس دور رہ اس سے
وَلَا تَمْنُنْ - تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ - فَاصْبِرْ ⑦
اور نہ احسان کر زیادہ طلب کرنے کو اور اپنے رب کے لیے صبر کر
فَاِذَا - نُقِرَ - فِي النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ - يَوْمَئِذٍ
جب پھونکا جائے صور میں بس وہ اس دن
يَّوْمٌ - عَسِيْرٌ ⑨ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ - غَيْرُ - يَسِيْرٍ ⑩
وقت ہے سخت کافروں پر نہیں آسان

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ
اے لحاف میں لپٹنے والے کھڑا ہو اور پھر ڈر سنا دے اور اپنے رب کی
فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤
بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ
وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ⑦
اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بہت بدلہ چاہے اور اپنے رب کے
فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ
حکم کی راہ دیکھ پھر جب بجنے لگے وہ کھوکھری چیز پس وہ اس
يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ⑨ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ⑩
دن مشکل دن ہے نہیں آسان منکروں پر

اَلْمُدَّثِّرُ (لحاف اوڑھنے والے) اصل میں اَلْمُتَدَثِّرُ ہے جو اسم فاعل ہے تَدَثُّرٌ سے تَدَثُّرٌ کے معنی دِثار اوڑھ لینا اور دِثار وہ کپڑا ہے جو گرم ہونے کے لئے اُوپر سے اوڑھ لیا جائے جیسے کمبل، رضائی لحاف۔ اَلرُّجْزَ (ناپاکی) اس سے مراد گندے کام ہیں جن میں بُت پرستی بھی داخل ہے۔ نُقِرَ (بجایا جاتے) ماضی مجہول ہے ن۔ ق۔ ر نَقْرٌ کے معنی بجانا نَاقُوْرٌ (بگل۔ ڈھوتو) اندر سے خالی نلی جو پھونک مارنے سے بجے یہاں اس سے مراد صُور ہے حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہو رہا ہے کہ اے چادر میں لپٹے ہوتے اُٹھو اور اپنے کام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انسانوں کو ڈرا دو کہ اللہ کا رسول تمہارے پاس اللہ کا پیغام لیکر آگیا ہے اگر یہ پیغام تم نے نہ سنا اور اس کو مان کر اس پر عمل نہ کیا تو تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا۔ تمہیں دنیا میں رسوائی حاصل ہوگی اور آخرت میں سخت عذاب۔

اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اپنے لباس کو پاک رکھو۔ گندگی سے، گندی باتوں اور گندے کاموں سے الگ رہو۔ کسی کے ساتھ احسان اس ارادہ سے مت کرو کہ اس سے اس کا بڑھ چڑھ کر بدلا لیا جائے گا۔ ہمت بلند رکھو۔ اللہ کے لئے دوسروں کی مدد جو ہو سکے کرو بدلہ اور انعام کے خیال سے مت کرو۔ اللہ کی راہ میں جو مشقتیں اور مصیبتیں پیش آئیں انہیں صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کرو اور اللہ کی مدد کی ہر وقت اُمید رکھو۔ جب قیامت آئے گی اور صور پھونکا جائے گا وہ دن اور اس میں یہ صور پھونکنے کا وقت خاص طور پر کٹھن ہوگا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کا انکار کیا ہوگا ان کو اس دن بڑی مشکل کا سامنا ہوگا اور ان کی جان پر بن جاتے گی۔

منکروں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو

ذَرْنِيْ . وَمَنْ . خَلَقْتُ . وَحِيْدًا ﴿١١﴾ وَّجَعَلْتُ
چھوڑ مجھے اور اسے جسے میں نے پیدا کیا تنہا اور کر دیا
لَهٗ . مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿١٢﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿١٣﴾
اس کے لیے مال پھیلایا ہوا اور بیٹے ہر جگہ حاضر
وَّمَهَّدْتُّ . لَهٗ . تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ . يَطْمَعُ
اور تیار کر دیا اس کے لیے خوب سامان پھر امید رکھتا ہے
اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا . اِنَّهٗ . كَانَ . لِاٰيٰتِنَا
کہ اور بھی دوں ہرگز نہیں تحقیق وہ ہے ہماری آیتوں کا
عَنِيْدًا ﴿١٦﴾ سَاُرْهِقُهٗ . صَعُوْدًا ﴿١٧﴾ اِنَّهٗ
نہ ماننے والا عنقریب چڑھوا دوں گا اسے چڑھائی پر تحقیق اس نے
فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ . كَيْفَ . قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ
سوچا اور رائے قائم کی پس مرے وہ کیسی رائے قائم کی پھر
قُتِلَ . كَيْفَ . قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ . نَظَرَ ﴿٢١﴾
وہ مرے کیسی رائے قائم کی پھر دیکھا

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾ وَّجَعَلْتُ
چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جسے میں نے پیدا کیا اکیلا اور میں نے
لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿١٢﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿١٣﴾
اسے مال دیا پھیلا کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے
وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ
اور اس کے لیے خوب تیاری کر دی پھر لالچ رکھتا ہے کہ
اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا
اور بھی دوں ہرگز نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا
عَنِيْدًا ﴿١٦﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿١٧﴾ اِنَّهٗ
مخالف اب میں اس سے بڑی چڑھائی چڑھواؤں گا اس
فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ
نے فکر کیا اور دل میں ٹھہرا لیا سو مارا جائیو کیسا ٹھہرایا پھر
قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾
مارا جائیو کیسا ٹھہرایا پھر نگاہ کی

مکہ کا ایک رئیس ولید بن مغیرہ بڑی دولت والا تھا اس کے بیٹے بھی بہت سے تھے جنکی تعداد دس لکھی ہے اور ہر وقت گھر ہی میں رہتے اور ہر مجلس میں شامل ہوتے اور باپ کا وقار بڑھاتے، یہ شاعر بھی تھا اور زبان خوب جانتا ہے یہ آپ سے قرآن سنکر بہت متاثر ہوا اور قریب تھا کہ ایمان لے آئے اتنے میں ابوجہل وغیرہ اسکے پاس پہنچے اور کہا کیوں اپنا اور اپنے باپ دادا کا نام ڈبوتے ہو اتنے بڑے آدمی ہو کر ایک بچے کی پیروی کرتے کیا اچھے لگو گے۔ یہ سنکر وہ سوچ میں پڑ گیا اور سوچ سوچ کر کافروں کے خوش کرنے کو یہ رائے ظاہر کی کہ یہ کلام جادو ہے اور جادو کے بڑے اُستادوں سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے ایمان والوں کی جنت کی نعمتوں کا ذکر سُنا تو بولا مجھے جیسے یہاں سب کچھ ملا ہے وہاں بھی ملے گا ان آیتوں میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اسکو میں نے پیدا کیا تو یہ تنہا تھا اسکے پاس کچھ نہ تھا میں نے ہی اسے مال و دولت، حکومت، اولاد اور عزت سب کچھ دیا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ مرنے کے بعد بھی اسی کو سب کچھ ملے گا یہ اسکا خیال خام ہے اسنے تو ہماری آیتیں سنکر ان کی مخالفت پر کمر باندھ لی اسکو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھایا اتارا جائیگا اسنے خوب سوچکر ہماری آیتوں کی بابت ایک رائے قائم کی اور پھر نظر اٹھا کر لوگوں کی طرف دیکھا جو سارے کے سارے اسکے فیصلہ کے منتظر بیٹھے تھے کہ دیکھیں یہ ہماری باتوں کا کیا جواب دیتا ہے۔

منکر نے کیا کیا؟

ثُمَّ - عَبَسَ - وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ - اَدْبَرَ - وَاسْتَکْبَرَ ﴿۲۳﴾
پھر تیوری چڑھائی اور ترش رو ہوا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا
فَقَالَ - اِنْ - هٰذَآ - اِلَّا - سِحْرٌ - یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾
پھر کہا نہیں یہ مگر جادو پہلے سے چلا آتا ہے
اِنْ - هٰذَآ - اِلَّا - قَوْلُ - الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِیْهِ
نہیں یہ مگر کلام آدمی کا عنقریب داخل کروں گا اسے
سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ - اَدْرٰىکَ - مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾
آگ میں اور کس نے بتایا تجھے کیا ہے وہ آگ
لَا تُبْقِیْ - وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ - لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾
نہ باقی رکھے اور نہ بچا چھوڑے جھلس دینے والی آدمی کو
عَلَیْهَا - تِسْعَةَ - عَشَرَ ﴿۳۰﴾
اس پر مقرر ہیں انیس چوکیدار

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ ﴿۲۳﴾
پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھتھایا پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا
فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾
پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا
اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِیْهِ
اور کچھ نہیں یہ آدمی کا کہا ہوا ہے اب اس کو آگ
سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾
میں ڈالوں گا اور تو کیا سمجھا کہ آگ کیسی ہے
لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾
نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے آدمیوں کو جلا دینے والی
عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾
اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں

لَوَّاحَةٌ جھلس دینے والی، جلا کر بگاڑ دینے والی، مبالغہ کا صیغہ ہے ل۔و۔ح سے لَوْحٌ کے معنی بگاڑ دینے متغیر کرنے کے ہیں
ارشاد ہے کہ اس کافر نے سوچ کر ایک رائے قائم کی پھر نگاہ اُٹھا کر دیکھا، پھر ماتھے پر بل ڈالا، پھر ترش رو ہوا، پھر منہ پھیر لیا اور اکڑنے لگا پھر بولا کچھ نہیں یہ تو جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے یہ تو آدمی ہی کا کلام ہے اور کسی کا نہیں۔ خیر جاتا کہاں ہے اس کی اس گستاخی کی اسے میں یہ سزا دوں گا کہ اسے دوزخ میں ڈال دوں گا اور تمہیں کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے وہ کوئی معمولی آگ نہیں بلکہ ایسی ہی تیز آگ ہے کہ سب کچھ جلا ڈالے گی اور کچھ بھی نہ چھوڑے گی اور جلا جلا کر بدن کا حلیہ بگاڑ دے گی۔ پھر اس پر انیس نگہبان پہرہ دے رہے ہیں۔ یہ ایک خاص شخص کی سزا کا بیان ہے۔ لیکن اس میں وہ ہر شخص شامل ہے جو ماں کے پیٹ سے اکلوتا اور مفلس پیدا ہوا ہو پھر وہ اللہ کے فضل سے بڑا مالدار اور دولتمند ہو گیا ہو، اور اس کے بہت سے بیٹے بھی ہو گئے ہوں، زمین جائیداد دور دور تک پھیلی پڑی ہو، لوگ اس کے اشارے پر چلتے ہوں، نوکر چاکر کام میں لگے ہوں اور آپ فراغت کی زندگی بسر کر رہا ہو، بیٹے ہر وقت اس کے ساتھ حاضر ہوں، اللہ کی آیتیں سنکر ان کی ہنسی اڑائے۔ جنت کی نعمتیں سنکر بے پرواہی سے کہے، کہ یہ سب نعمتیں مجھے ملیں گی جیسے یہاں مل رہی ہیں۔ ایسے لوگوں کا وہی حشر ہوگا جو یہاں بیان کیا گیا ہے۔

وہاں فرشتوں سے پالا پڑے گا

وَمَا - جَعَلْنَآ - اَصْحٰبَ النَّارِ - اِلَّا مَلٰٓئِكَةً - وَّمَا
اور نہیں بنائے ہم نے دوزخ کے نگہبان مگر فرشتے اور نہیں
جَعَلْنَا - عِدَّتَهُمْ - اِلَّا - فِتْنَةً - لِّلَّذِيْنَ - كَفَرُوْا ۙ
رکھی ہم نے گنتی ان کی مگر جانچنے کو ان لوگوں کے جو کافر ہوئے
لِيَسْتَيْقِنَ - الَّذِيْنَ - اُوْتُوا الْكِتٰبَ - وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ
تاکہ یقین کریں وہ جنھیں دی گئی کتاب اور بڑھے ان لوگوں کا
اٰمَنُوْٓا - اِيْمَانًا - وَّلَا يَرْتَابَ - الَّذِيْنَ - اُوْتُوا الْكِتٰبَ
جو ایمان لائے ایمان اور نہ شک میں پڑیں وہ لوگ جنھیں دی گئی کتاب
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ - وَلِيَقُوْلَ - الَّذِيْنَ - فِيْ قُلُوْبِهِمْ
اور ایمان والے اور تاکہ کہیں وہ لوگ کہ دل میں جن کے
مَّرَضٌ - وَّالْكٰفِرُوْنَ - مَاذَآ - اَرَادَ اللّٰهُ - بِهٰذَا مَثَلًا ؕ
روگ ہے اور کافر لوگ کیا ارادہ کیا ہے اللہ نے اس سے مثال دے کر

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا
اور ہم نے جو دوزخ پر داروغہ رکھے ہیں سو فرشتے ہی ہیں اور ان
جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ
کی جو گنتی رکھی ہے سو منکروں کے جانچنے کو تاکہ یقین کرلیں
لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ
وہ لوگ جنھیں کتاب ملی ہے اور ایمان والوں کا ایمان
اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
بڑھے اور جن کو کتاب ملی ہے وہ اور مسلمان
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
دھوکا نہ کھائیں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دل میں روگ
مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ
ہے اور منکر کہیں کیا غرض تھی اللہ کو اس مثل سے

اَصْحٰبُ النَّارِ (دوزخ کے داروغہ۔ چوکیدار) اصحٰب صاحب کی جمع ہے صاحب کے معنی ساتھی کے ہیں اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ کے ساتھی وہ بھی ہیں جو اس میں جلنے کے لئے اندر داخل ہوئے اس معنی میں کفار اصحٰب النار ہیں اور دوزخ کے ساتھی وہ بھی ہیں جو اسکے انتظام اور دیکھ بھال کے لئے اس کے پاس رہتے ہیں، اس معنی کے لحاظ سے اصحٰب النار اس کے نگہبان ہوئے۔ یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔ اس سے پہلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ دوزخ پر انیس ۱۹ پہرے دار مقرر ہیں۔

یہ سن کر کافر ہنسی اڑانے لگے کہ ہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں انیس ۱۹ ہمارا کیا بگاڑلیں گے۔ ایک پہلوان نے کہا کہ سترہ ۱۷ کو تو میں ہی کافی ہوں دو سے تم بھگت لینا۔ اس آیت میں ان سے کہا جا رہا ہے کہ دوزخ کے نگہبان تو فرشتے ہیں۔ جن میں سے ایک ہی نے قوم لوطؑ کی بستی کو اُٹھا کر الٹ دیا تھا۔ تم سب مل کر بھی ایک فرشتے سے نہیں جیت سکتے انیس سے تو کیا جیتوگے اور انیس کی تعداد تو ہم نے کافروں کی جانچ کے لئے رکھی ہے کہ دیکھیں وہ اس کو مان کر ڈرتے ہیں یا اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ اہل کتاب کو تو اپنی کتاب سے یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے وہ اور ایمان والے بے چون وچرا اسے مان ہی لیں گے اور قرآن کی سچائی کے قائل ہو جائیں گے اور کافروں کی بے تکی باتوں سے ان میں سے کسی کے دل میں شک و شبہ پیدا نہ ہوگا البتہ دل کے روگی یعنی منافق اور کھلم کھلا انکار کرنے والے کہیں گے کہ ۱۹ کی تعداد کی کیا ضرورت تھی اس سے کم زیادہ میں کیا ہرج تھا۔ یہی ان کی جانچ ہے۔

ایک ہی چیز میں ہدایت بھی ہے اور گمراہی بھی

كَذٰلِكَ - يُضِلُّ اللّٰهُ - مَنْ يَّشَآءُ - وَيَهْدِيْ - مَنْ
اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے
يَّشَآءُ - وَمَا - يَعْلَمُ - جُنُوْدَ - رَبِّكَ - اِلَّا
چاہے اور نہیں جانتا لشکروں کو تیرے رب کے مگر
هُوَ - وَمَا هِيَ - اِلَّا - ذِكْرٰى - لِلْبَشَرِ (۳۱) كَلَّا
وہ خود اور نہیں وہ مگر سمجھانا لوگوں کو ہرگز کچھ اور مت سمجھو
وَالْقَمَرِ (۳۲) وَالَّيْلِ - اِذْ - اَدْبَرَ (۳۳) وَالصُّبْحِ
قسم چاند کی اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرے اور صبح کی
اِذَآ اَسْفَرَ (۳۴) اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ (۳۵) نَذِيْرًا
جب روشن ہو تحقیق وہ دوزخ البتہ ایک ہے الناک چیزوں سے ڈرانے والی
لِّلْبَشَرِ (۳۶) لِمَنْ - شَآءَ - مِنْكُمْ - اَنْ
لوگوں کو اس کو جو چاہے تم میں سے کہ
يَّتَقَدَّمَ - اَوْ يَتَاَخَّرَ (۳۷)
آگے بڑھے یا پیچھے رہے

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ
یوں بھٹلاتا ہے اللہ جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے
يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا
اور تیرے رب کے لشکر کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ ہی اور وہ
هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (۳۱) كَلَّا ع ۱/۲ ۱۵
تو سمجھانا ہے لوگوں کو سچ کہتا ہوں اور قسم ہے
وَالْقَمَرِ (۳۲) وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (۳۳) وَالصُّبْحِ
چاند کی اور رات کی جب پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب
اِذَآ اَسْفَرَ (۳۴) اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ (۳۵) نَذِيْرًا
روشن ہو وہ دوزخ تو بڑی چیزوں میں سے ایک ہے لوگوں کو
لِّلْبَشَرِ (۳۶) لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ
ڈرانے والی ہے جو کوئی تم میں سے
يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ (۳۷)
آگے بڑھے یا پیچھے رہے

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل قرآن حکیم کی آیتوں میں اصل اور سچی بات بتا دیتا ہے اور یہی بات کھوٹے کھرے کو الگ الگ کرکے رکھ دیتی ہے ایماندار کہتے ہیں کہ ہم نے یقین کرلیا کہ بات تو یونہی ہے چاہے ہماری سمجھ میں آئے چاہے نہ آئے کیونکہ اللہ نے کہہ دیا ہے کہ یونہی ہے ان لوگوں کو اللہ نے سیدھا راستہ دکھایا اور جن کے دل اللہ کو نہیں مانتے وہ اس بات میں حیل وحجت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری عقل میں نہیں آتی۔ یہ لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ نے سیدھی راہ سے ہٹا دیا۔ اس طرح ایک ہی آیت بعض کے لئے ہدایت اور بعض کے لئے گمراہی کا باعث بن جاتی ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ اللہ کے لشکر بے شمار ہیں جنہیں اسکے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان میں سے دوزخ کا اور اس کے محافظوں کا ذکر دیا ہے تاکہ لوگ سن کر اللہ کے غضب سے ڈریں۔ لوگوں کا شک وشبہ سب فضول ہے حقیقت یہی ہے کہ قیامت بڑی بڑی ہولناک اور ڈراونی چیزوں میں سے ایک ہے واقعی اس سے ہر عاقل بالغ کو ڈرنا چاہیئے تمہیں اسکے آنے میں اگر کچھ شبہ ہو تو دنیا میں چاند کی حالت پر غور کرو۔ اس کا بڑھنا اور پھر گھٹ جانا تمہیں بتا دیگا کہ یہ دنیا بھی جو اس وقت بہت اچھی اور بڑھی ہوئی نظر آرہی ہے گھٹتے گھٹتے ایک دن نیست ونابود ہوجائے گی ایسے ہی اندھیری رات کے بعد روشن دن کا آنا بتاتا ہے کہ اس دنیا کی حقیقت جو اس وقت چھپی ہوئی ہے ایک دن صاف ظاہر ہوجائے گی۔

عمل کی اہمیت

كُلُّ. نَفْسٍ. بِمَا. كَسَبَتْ. رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحٰبَ
ہر شخص اس میں جو اس نے کمایا پھنسا ہوا ہوگا مگر دائیں
الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ
طرف والے کہ وہ باغوں میں ہونگے پوچھتے ہوں گے مجرموں
الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ. فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا
کا حال کیا چیز لے آئی تمہیں دوزخ میں وہ کہیں گے
لَمْ. نَكُ. مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ. نُطْعِمُ
نہ تھے ہم نماز پڑھنے والوں میں اور نہ تھے ہم کھلاتے
الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا. نَخُوضُ. مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾
محتاج کو اور تھے ہم دھنسے رہتے باتوں میں دھنسنے والوں کے ساتھ
وَكُنَّا. نُكَذِّبُ. بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰى. أَتٰنَا
اور تھے ہم جھٹلاتے جزا سزا کے دن کو یہاں تک کہ آ گئی ہمیں
الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ. شَفَاعَةُ. الشّٰفِعِينَ ﴿٤٨﴾
موت پس نہ نفع دے گی انھیں سفارش سفارش والوں کی

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحٰبَ
ہر ایک جی اپنے کیے ہوئے کاموں میں پھنسا ہے مگر داہنی
الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ
طرف والے باغوں میں ہیں پوچھتے ہیں گنہ گاروں
الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا
کا حال تم کس وجہ سے جا پڑے دوزخ میں وہ بولے
لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ
ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور محتاج کو کھانا نہ
الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾
کھلاتے تھے اور باتوں میں دھنسنے والوں کے ساتھ ہم بھی دھنسے رہتے تھے
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰى أَتٰنَا
اور جھٹلاتے تھے انصاف کے دن کو یہاں تک کہ آ پہنچی
الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِينَ ﴿٤٨﴾
ہم پر یقینی بات پس کام نہ آئے گی ان کے سفارش کرنے والوں کی سفارش

اَصْحٰبُ الْيَمِينِ (دائیں طرف والے) یہ لفظ پہلے سورۃ واقعہ میں گذر چکا ہے اس سے مُراد وہ لوگ ہیں جو دنیا میں رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے۔ نَخُوْضُ (گھسے رہے ہم) مضارع کا صیغہ ہے۔ خ۔ و۔ض خوض کا لفظ سُورۃ الطور میں گذر چکا ہے اس کے معنی ڈبکی لگانے کے ہیں یہاں اس سے مراد وہ لوگ جو بیکار بحث مباحثہ میں پھنسے رہتے ہیں۔ خَائِضِين خائض کی جمع ہے جو خوض سے اسم فاعل ہے وہ شخص جو اپنے مطلب میں لگا ہے اور کسی کی نہ سُنے ارشاد ہے کہ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی شغل میں لگا ہوا ہے اسکا نتیجہ اسے بھگتنا پڑے گا وہ اپنے اعمال میں قید ہے اور انکی بندش میں جکڑا ہوا ہے اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ البتہ وہ لوگ جو دنیا میں اسی سیدھے راستے پر چلے جو اللہ نے ان کے لئے اپنے رسول کی معرفت مقرر کیا تھا، وہ کسی بندش میں جکڑے ہوئے نہ ہوں گے وہ باغوں کے اندر آزاد پھر رہے ہوں گے، دوزخ والوں کو دوزخ میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم نے ایسے کیا جرم کئے تھے جن کی سزا میں آج ایسی آفت میں پھنسے ہوئے ہو۔ وہ کہیں گے ہم نے دنیا میں نماز کی پروا نہ کی اپنے مال سے گھمنڈ کرتے اتراتے رہے، حاجتمندوں کی خبر نہ لی قیامت کو جھوٹ سمجھا اور دنیا میں دنیاداروں کے ساتھ انہیں کے دھندوں میں پھنسے رہے یہاں تک کہ موت آگئی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو کسی سفارش کرنے

آخر لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟

فَمَا ۔ لَهُمْ ۔ عَنِ ۔ التَّذْكِرَةِ ۔ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ
پس کیا ہوا انہیں کہ نصیحت سے منہ موڑتے ہیں گویا وہ
حُمُرٌ ۔ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ ۔ مِنْ ۔ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾
گدھے ہیں بدکنے والے جو بھاگ کھڑے ہوئے ہیں شیر سے ڈر کر
بَلْ ۔ يُرِيْدُ ۔ كُلُّ ۔ امْرِئٍ ۔ مِّنْهُمْ ۔ اَنْ ۔ يُّؤْتٰى
بلکہ چاہتا ہے ہر مرد ان میں کا کہ دیے جائیں اسے
صُحُفًا ۔ مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ ۔ لَّا يَخَافُوْنَ
لکھے ہوئے فرمان کھلے ہرگز نہیں بلکہ نہیں ڈرتے وہ
الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ ۔ اِنَّهٗ ۔ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ
آخرت سے چھوڑو تحقیق وہ ایک یاد دہانی ہے پس جو چاہے
ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا ۔ يَذْكُرُوْنَ ۔ اِلَّآ ۔ اَنْ ۔ يَّشَآءَ اللّٰهُ
اسے یاد کرے اور نہ یاد کریں گے مگر یہ کہ چاہے اللہ
هُوَ ۔ اَهْلُ ۔ التَّقْوٰى ۔ وَاَهْلُ ۔ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾
اسے حق ہے اس کا کہ ڈرا جائے اس سے اور وہی بخشنے والا ہے

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ
پھر انھیں کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہیں گویا وہ
حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾
بدکنے والے گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگے ہیں
بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى
بلکہ ان میں کا ہر ایک مرد چاہتا ہے کہ اس کو
صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ
کھلے ہوئے ورق ملیں کوئی نہیں پر وہ آخرت سے نہیں
الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ
ڈرتے کوئی نہیں یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے
ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ
اسے یاد کرے اور وہ یاد نہ کریں مگر کہ اللہ چاہے
هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾ ع
وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور وہی ہے بخشنے کے لائق

حُمُرٌ (گدھے) حِمَارٌ کی جمع ہے حِمَارٌ کی جمع حَمِیْرَہ بھی ہے۔ سورۃ لقمٰن میں گذری مُسْتَنْفِرَةٌ (بدکنے والے) اسم فاعل مؤنث، اِسْتِنْفَارٌ سے جس کا مادہ ن۔ف۔ر ہے نَفْرٌ کے معنی بھاگ جانا اِسْتِنْفَارٌ بھاگنے کے لیے تیار رہنا۔ اسے بدکنا کہتے ہیں یہاں اس سے جنگلی گدھے مراد ہیں قَسْوَرَةٌ (شیر) اسکا مادہ ق۔س۔ر ہے قَسْرٌ کے معنی دبانا۔ زبردستی کرنا قَسْوَرٌ اور قَسْوَرَةٌ شیر کو کہتے ہیں اس کے معنی شکاریوں کے شور و غل کے بھی ہیں مطلب یہ ہے کہ جہاں شور و غل یا شیر کا دھاڑنا سنا فوراً بھاگ پڑے اَهْلُ التَّقْوٰى اہل کے معنی والا تقویٰ کے معنی ڈر کے اور بچنے کے ہیں اہل التقویٰ سے مراد یہ ہے کہ وہ ذات جس کے ڈر سے برے کاموں سے بچنا چاہیے۔
ارشاد ہے کہ یہ لوگ قرآن کی آیتیں سننا نہیں چاہتے اور انہیں سنکر ایسے بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شیر کی آواز یا شکاریوں کا غل شور سنکر سرپٹ بھاگتے ہیں۔ بات یہی ہے کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں رسول ہوں اور میرے اوپر صاف صاف کتابیں اتریں یا کم سے کم اللہ کی طرف سے حکم اترے کہ اس رسول کو مانو۔ ان لوگوں کو آخرت کی پکڑ کا ڈر نہیں بلکہ وہ آخرت کو ملتے ہی نہیں۔ لوگو یہ باتیں چھوڑو۔ قرآن سب کے لئے نصیحت اور ہدایت ہے، ایک پڑا تم تو کیا ہوا جس کا جی چاہے اسکی بات مانکر نفع اٹھائے لیکن مانیں تو جب اللہ انہیں ہدایت دے، اللہ ہی کی وہ ذات ہے جس سے ڈرنا چاہیئے اور وہی ایسا زبردست ہے جس سے

سورۃ المدثر سے سبق

اس سورت میں سکھایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے بعد آپ کی امت کے فاضل لوگوں کو اسلام کا پیغام تمام انسانوں تک پہنچانا ضروری ہے اس کے لئے اپنے اندر پانچ صفتیں پیدا کرنی چاہئیں (۱) اپنی زبان اور اپنے اعمال سے ظاہر کریں کہ اللہ سب سے بڑا ہے اس کے سوا کسی سے نہ ڈرنا ہے نہ کسی سے کچھ مانگنا ہے (۲) بدن کو کپڑوں کو اور سب سے زیادہ دل کو غرض ظاہر اور باطن دونوں کو صاف ستھرا رکھیں (۳) ناپاک اور گندی باتوں اور کاموں سے دور رہیں سب سے گندی اور ناپاک بات اور کام شرک ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس سے پرہیز کریں (۴) اپنی ہمت اور اپنا ارادہ بلند رکھیں۔ کسی پر یہ توقع رکھ کر احسان نہ کریں کہ آگے چل کر وہ ان کے ساتھ ان سے بڑھ کر احسان کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو فائدہ کسی اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے پہنچائیں (۵) اللہ کے حکموں پر چلنے میں اور اس کی فرمانبرداری میں جو مشقتیں اور مشکلیں پیش آئیں انہیں اللہ کے واسطے صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کریں۔ معلوم ہوا کہ ان پانچ باتوں کے اختیار کئے بغیر تبلیغ کا کام جیسا ہونا چاہیے ویسا نہیں ہو سکتا۔ انہیں کی تشریح کے لئے آگے کہا گیا ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرانا ہے کہ اس دن اللہ کا انکار کرنے والے سخت آفتوں میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو لوگ مال اولاد دنیاوی سازوسامان کے گھمنڈ میں اللہ، قرآن اور آخرت کا انکار کر بیٹھتے ہیں ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں ان سے بھگت لوں گا۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے جس کا انتظام فرشتوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس انتظام کی جو صورت یہاں بتا دی گئی ہے اس سے لوگوں کا امتحان مقصود ہے۔ اچھے لوگ اس کو بے چوں وچرا مان لیں گے اور برے لوگ اس پر طرح طرح کے اعتراض کریں گے کہ یہ انتظام اس طرح کیوں ہوا۔ اس طرح کیوں نہ ہوا۔ ان سے کہہ دو کہ آخرت کے عذاب اور دوزخ وغیرہ کی بابت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اب جو کوئی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ آرام اور چین سے فقط وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ کے حکموں کی تعمیل کی ہوگی۔ دوزخ میں وہ لوگ جائیں گے جنہوں نے نماز، روزہ، اللہ کے لئے خیرات، زکوٰۃ سب کچھ چھوڑ دیا ہوگا۔ اور اس کی بجائے دنیا کے تمام مشغلوں اور یہاں کے عیش کے سازوسامان کے بڑھانے میں دل وجان سے مشغول رہے ہوں گے۔

انسان کو چاہیئے کہ قرآن حکیم کو سنے اور سمجھے اور اس کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرے۔ اس کے نہ ماننے کے لئے بہانے نہ تراشے اور نہ اس کے صاف صاف حکموں کا مطلب اپنی خواہش کے مطابق گھڑے۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی سے ڈرنا چاہیئے اور اسی سے مغفرت مانگنی چاہیئے۔

سُورَۃُ القِیَامَۃ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن حکیم کی پچھترویں سورت ہے اور مکہ میں قیام کے زمانہ کے شروع میں نازل ہوا۔ اس کے دو رکوع ہیں۔ اس سورت میں انسان کے نفس کی ذمہ داریوں کو اور قیامت کے دن اعمال کی جزا سزا ملنے کو اس مخصوص انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جو قرآن حکیم کے سوا کہیں اور دیکھا نہیں جاتا۔ نفس کا ترجمہ جی کیا جاتا ہے۔ یہ اصل انسان ہے جس پر بدن کا خول چڑھا ہوتا ہے۔ روح اسی کے اندر ہوتی ہے اور سمجھ، خواہش اور نفرت تین اصلی صفتیں اس میں موجود ہیں۔ جن پر انسان کی ہر حرکت اور ہر کام کا دارومدار ہے۔ اس کی سمجھ اگر خواہش اور نفرت کے اثر سے دب جائے تو یہ نفس امارۃ ہو جاتا ہے اور بدن سے برے کام کرنے کو کہتا ہے۔ اگر کبھی سمجھ غالب ہو اور کبھی خواہش یا نفرت سے دب جائے تو پھر یہ نفس لوامہ ہو جاتا ہے اور موقع پا کر برے کاموں پر ملامت کرتا۔ جب سمجھ ٹھیک ہو اور خواہش اور نفرت اس کے فیصلہ کے مطابق کام کرے تو پھر یہ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور اس کی بے چینی اور گھبراہٹ جاتی رہتی ہے اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے انسان کی بھلائی کی اس وقت تک امید رہتی ہے۔ جب تک اس کا نفس برے کام پر اسے ملامت کرتا رہے۔ ایسے آدمی پر نصیحت کا اثر ہوتا ہے اور آگے چل کر وہ برائی سے بچنے لگتا ہے اور اطمینان حاصل کر کے نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔

اس سورت میں اشارہ ہے کہ قیامت سے ڈر کر نفس لوامہ اپنا کام تیزی سے کرتا ہے۔ اس لئے اسے سمجھایا جا رہا ہے کہ موت کے بعد انسان کو پھر زندہ کیا جائے گا اور اسے ان برے کاموں کی جو اس نے دنیا میں کئے تھے سزا ملے گی اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہ دن ضرور آئے گا اس میں انسان کو ذرا شک نہ کرنا چاہیئے۔ اس دن سورج اور چاند کی روشنی جاتی رہے گی اور اللہ عزوجل کی تجلی کے سامنے آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ انسان دنیا میں قیامت کے تصور سے بھاگتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے اس کی دنیا کی عیش کی زندگی میں خلل پڑتا ہے لیکن مرنے کے بعد اس کو سوا اللہ کے کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ انسان خواہشوں میں پھنس کر اللہ کو اور قیامت کو بھول جاتا ہے ورنہ اگر سمجھ سے کام لے تو ان کو یاد رکھنا مشکل نہیں کیونکہ جو سمجھ جائے گا وہ ضرور قرآن کی طرف رجوع کرے گا اور آپؐ نے اس قرآن کو جوں کا توں انسانوں کو پہنچا دیا اور اس پر عمل کرنا بھی بتا دیا قرآن تو انسان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو قیامت کے دن اللہ کا دیدار نصیب ہوگا جس سے ان کے دل باغ باغ ہو جائیں گے۔ برے لوگوں کو مایوسی سے پالا پڑے گا اور ان کے چہروں پر اداسی چھائی ہوگی انسان کو اس کے موت کا وقت یاد دلایا ہے جبکہ ہر شخص جان کنی کی مصیبت میں پھنس کر دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور کوئی ایسا نہ ہوگا جو اسے بچا سکے۔ اس کے بعد انسان کو اس کی غفلت پر ملامت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ مت سمجھنا کہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب نہ لیا جائے گا حساب ضرور ہوگا اور جزا سزا مل کر رہے گی۔

سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ مَكِّيَّةٌ (۷۵) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اٰیَاتُهَا ۴۰ رکوعاتها ۲

قیامت سے خبردار رہو

لَا - اُقْسِمُ - بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ① وَلَآ اُقْسِمُ - بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ②

نہیں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور بات یہ نہیں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنیوالے نفس کی

اَيَحْسَبُ - الْاِنْسَانُ - اَلَّ - نْ نَّجْمَعَ - عِظَامَهٗ ③

کیا گمان کرتا ہے آدمی کہ ہرگز جمع نہ کریں گے ہم ہڈیاں اس کی

بَلٰى - قٰدِرِيْنَ - عَلٰٓى - اَنْ نُّسَوِّيَ - بَنَانَهٗ ④ بَلْ

ہاں ضرور قدرت رکھتے ہوئے اس پر کہ ٹھیک بٹھا دیں پور پور اس کے بلکہ

يُرِيْدُ - الْاِنْسَانُ - لِيَفْجُرَ - اَمَامَهٗ ⑤ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ

چاہتا ہے انسان یہ کہ بدکاری کرے آگے اپنے پوچھتا ہے کب ہے

يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ⑥ فَاِذَا - بَرِقَ - الْبَصَرُ ⑦ وَخَسَفَ

دن قیامت کا پس جب کھلی کی کھلی رہ جائے آنکھ اور گہنا جائے

الْقَمَرُ ⑧ وَجُمِعَ - الشَّمْسُ - وَالْقَمَرُ ⑨ يَقُوْلُ

چاند اور ایک جیسے ہو جائیں سورج اور چاند کہے گا

الْاِنْسَانُ - يَوْمَئِذٍ - اَيْنَ - الْمَفَرُّ ⑩

انسان آج کے دن کہاں بھاگوں

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ① وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ②

قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں جی کی جو برائی پر

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ③

ملامت کرے کیا آدمی خیال رکھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ④ بَلْ

کیوں نہیں ہم اس کی پوریاں ٹھیک کر سکتے ہیں بلکہ

يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ⑤ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ

آدمی چاہتا ہے کہ اپنے سامنے ڈھٹائی کرے پوچھتا ہے کہ قیامت

يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ⑥ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ⑦ وَخَسَفَ

کا دن کب ہوگا پھر جب آنکھ چندھیانے لگے اور چاند گہنا

الْقَمَرُ ⑧ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ⑨ يَقُوْلُ

جائے اور سورج اور چاند اکٹھے ہوں اس دن

الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ⑩

آدمی کہے گا کہاں چلا جاوے بھاگ کر

لَآ اُقْسِمُ (تمہارے خیالات درست نہیں) قسم کھانے سے پہلے لَا استعمال ہوتا ہے تاکہ جو کچھ لوگ سوچتے ہیں اس کو غلط قرار دیکر صحیح بات کر بیان کی جائے۔ نَفْسٌ (اندر والا جی)، لَوَّامَةٌ (ملامت کرنیوالا) مبالغہ کا صیغہ ہے ل۔و۔م سے لَوْمٌ ملامت کرنا۔ لوامۃ ملامت کرنیوالا۔ النفس ضمیر، وہ اندرونی قوت جو انسان کو برائی پر ملامت کرتی ہے بَنَانٌ پور وے انگلیوں کے جوڑ اسم جمع ہے اس کا مفرد بَنَانَةٌ ہے بَرِقَ (پتھرا جانا) ماضی ہے بَرَقٌ سے جس کے معنی ہیں آنکھ کو دہشت کے مارے کچھ دکھائی نہ دینا۔ مَفَرٌّ جائے فرار اسم ظرف یا مصدر میمی ہے۔

دو عظیم الشان چیزوں کی جن کا آپس میں بڑا تعلق ہے قسم کھا کر ارشاد ہے کہ جو تم سوچ رہے ہو غلط ہے اور میں جو کہتا ہوں صحیح قیامت کا دن بڑا ڈراونا ہے اور آدمی کی ضمیر بڑی اہم چیز ہے جو برائی پر اسے ملامت کرتی ہے ان دونوں پر غور کرو تمہیں معلوم ہو جائے قیامت کے دن برائی کا بہت برا بدلہ ملیگا کیا انسان اس بھول میں ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں دوبارہ نہ جوڑ سکیں گے یہ خیال غلط ہے ہم میں انگلیوں کے چھوٹے چھوٹے جوڑوں تک کے ٹھیک بٹھا دینے کی طاقت ہے ہم اسکو پھر ٹھیک ٹھاک کر کے اٹھا بٹھائیں گے اتنا سمجھ لینا کچھ نہیں۔ مگر انسان تو مکر اٹن گیا ہے اور چاہتا ہے کہ جتنی زندگی رہ گئی ہے فسق و فجور اور برے کاموں میں گذار دوں۔ سنو! جسدن اللہ کے جلال کا ظہور ہوگا آنکھیں پتھرا جائیں گی اور چاند سورج دونوں کی روشنی کا نور ہو جائیگی۔ اس دن انسان گھبرا کر کہے گا اب کہاں بھاگ کر جاؤں

اللہ سے کہیں نہیں بھاگ سکتے

كَلَّا - لَا وَزَرَ ⑪ اِلٰى - رَبِّكَ - يَوْمَئِذِ - نِ الْمُسْتَقَرُّ ⑫

ہرگز نہیں کوئی بچاؤ طرف تیرے رب کے ہے اس دن جا ٹھہرنا

يُنَبَّؤُا - الْاِنْسَانُ - يَوْمَئِذٍ بِمَا - قَدَّمَ - وَاَخَّرَ ⑬

خبر دی جائے گی انسان کو اس دن اس کی جو آگے بھیجا اس نے اور جو پیچھے چھوڑا

بَلِ الْاِنْسَانُ - عَلٰى نَفْسِهٖ - بَصِيْرَةٌ ⑭ وَّلَوْ اَلْقٰى

بلکہ انسان اپنے آپ کو دیکھنے والا ہے اگرچہ پیش کرے گا

مَعَاذِيْرَهٗ ⑮ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ - لِتَعْجَلَ

عذرات اپنے مت ہلا ساتھ اس کے زبان اپنی تاکہ یہ جلدی لے لے تو

بِهٖ ⑯ اِنَّ - عَلَيْنَا - جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ⑰

اسے تحقیق ہمارے اوپر ہے اکٹھا کرنا اس کا اور پڑھنا اس کا

فَاِذَا - قَرَاْنٰهُ - فَاتَّبِعْ - قُرْاٰنَهٗ ⑱ ثُمَّ

پس جب پڑھیں ہم اس کو پس پیچھے پیچھے چل اس کے پھر

اِنَّ - عَلَيْنَا - بَيَانَهٗ ⑲

تحقیق ہمارے اوپر ہے کھول دینا اس کا

كَلَّا لَا وَزَرَ ⑪ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ ⑫

کوئی نہیں کہیں نہیں بچاؤ اس دن جا ٹھہرنا ہے تیرے رب کی طرف

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ⑬

اس دن انسان کو جتلا دیں گے جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ⑭ وَّلَوْ اَلْقٰى

بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ دلیل ہے اور پڑا لا ڈالے

مَعَاذِيْرَهٗ ⑮ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ

اپنے بہانے نہ چلا تو اپنی زبان اس کے پڑھنے پر

بِهٖ ⑯ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ⑰

تاکہ اس کو جلدی سیکھ لے ہمارے ذمے ہے جمع کر دینا تیرے سینے

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ⑱ ثُمَّ

میں اور تیری زبان سے پڑھنا پھر جب ہم فرشتے کی زبان پڑھنے لگیں تو

اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ⑲

ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے پھر اسے کھول کر بتانا ضرور ہمارے ذمے ہے

وَزَرٌ (پہاڑ) اس سے مُراد پناہ کی جگہ ہے کیونکہ اکثر عرب پہاڑ ہی میں پناہ لیتے تھے بَصِيْرَةٌ (دیکھنے والا۔ گواہ) اس میں ت مبالغہ کے لئے ہے یا یہ شواہد مقدر کی صفت ہے معاذیر (حیلے بہانے) مِعْذَارٌ کی جمع ہے جس کا مادہ ع۔ ذ۔ ر ہے عُذْرٌ کے معنی وجہ اور سبب کے ہیں جو کسی کام کیلئے بیان کیا جائے معذار وہ بات جو عذر بن سکے' قرآن مصدر ہے جس کے معنی پڑھنا ہیں اور اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو پڑھی جائے

ارشاد ہے کہ آج تو تم قیامت کا انکار کر رہے ہو۔ لیکن قیامت کے دن بھاگنے کی جگہ ڈھونڈے نہ ملے گی۔ اچھی طرح سن لو کہ اس دن تمہیں جواب یہ ملے گا کہ یہاں کوئی پناہ کی جگہ نہیں' یہاں تو تم اللہ کے سامنے سب کے سب حاضر ہوگے اور تمہیں تلا دیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا جو نہ کرنا تھا اور کیا نہ کیا جو کرنا تھا' ارشاد ہے کہ انسان دنیا ہی میں اپنے کرتوتوں سے خود اچھی طرح واقف ہے اور جانتا ہے کہ میں بُرے کام کر رہا ہوں۔ لیکن بُری صحبت اور شیطان کے بہکانے سے کام بُرے ہی کرتا ہے اور کرنے کے بہت سے بہانے تراش لیتا ہے۔ آگے قرآن کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جو انسان کی ہدایت کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ جب ہمارا بھیجا ہوا فرشتہ تمہارے سامنے قرآن پڑھے تو تم اسے زبان سے اسی وقت مت پڑھو۔ اس خیال سے کہ کہیں بھول نہ جاؤں بلکہ غور سے سنو' یاد کرانا اور اس کا مطلب واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے یہ تمہیں سنتے ہی بغیر محنت کے یاد ہو جائے گا اور اس کا مطلب بھی سمجھ میں آجائے گا۔

آخرت کو بھول گئے

كَلَّا - بَلْ - تُحِبُّونَ - الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَ - تَذَرُونَ
ہرگز نہیں بلکہ تم پسند کرتے ہو اسے جو ابھی ملے اور چھوڑتے ہو اسے
الْآخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوهٌ - يَوْمَئِذٍ - نَاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ إِلَىٰ
جو بعد میں ملے بہت سے چہرے اس دن ترو تازہ ہوں گے اپنے
رَبِّهَا - نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوهٌ - يَوْمَئِذٍ - بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾
رب کی طرف دیکھنے والے اور بہت سے چہرے اس دن اداس ہوں گے
تَظُنُّ - أَنْ - يُفْعَلَ - بِهَا - فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّا - إِذَا
سوچتے ہوئے کہ پڑنے والی ہے ان پر کمر توڑ مصیبت ہرگز نہیں جب
بَلَغَتِ - التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيلَ - مَنْ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَظَنَّ
آ پہنچے جان ہنسلی تک اور کہیں کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا اور جان لے
أَنَّهُ - الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ - السَّاقُ - بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾
کہ وہ جدائی ہے اور مل جائے پنڈلی ساتھ پنڈلی کے
إِلَىٰ - رَبِّكَ - يَوْمَئِذٍ - الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾
تیرے رب کی طرف ہے آج کے دن روانگی

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُونَ
کوئی نہیں پر تم چاہتے ہو جو جلد ملے اور چھوڑتے ہو جو دیر میں
الْآخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ إِلَىٰ
آئے کتنے منہ اس دن تازہ ہوں گے اپنے
رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾
رب کی طرف دیکھنے والے اور کتنے منہ اس دن اداس ہوں گے
تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّا إِذَا
خیال کرتے ہیں کہ آئے گی ان پر وہ جس سے کمر ٹوٹے ہرگز نہیں جس
بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَظَنَّ
جان ہنسلی تک پہنچے اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا اور وہ
أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾
سمجھے کہ اب جدائی کا وقت آیا اور پنڈلی پر پنڈلی لپٹ گئی
إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾
اس دن تیرے رب کی طرف ہے کھینچ کر چلا جانا

العاجلة (جو جلد مل جائے) سے مُراد دنیا ہے۔ نَاضِرَةٌ (ترو تازہ) اسم فاعل مؤنث ہے ن ض ر سے نَضْرٌ کے معنی سرسبزی، ہشاش بشاش ہونا۔ بَاسِرَةٌ (اداس، غمگین) اسم فاعل مؤنث ہے ب س ر سے بَسْرٌ کے معنی ترش رو ہونا فَاقِرَةٌ (کمر توڑنے والی) اسم فاعل مؤنث ف ق ر سے فَقْرٌ کے معنی کمر کے مہرے توڑ دینا۔ فاقرة سے مراد سخت مصیبت ہے التَّرَاقِيَ سینہ کے اوپر کی گول ہڈیاں تَرْقُوَةٌ کی جمع جس کا مادہ ر ق ی ہے رَقْيٌ کے معنی چڑھنا۔ ترقوة ہنسلی جس پر سانس چڑھ کر پہنچتا ہے۔ مَسَاقٌ (ہانکنا) مصدر میمی ہے پیچھے سے ہانک کر آگے بڑھانا، رَقْيٌ کے ایک معنی منتر پڑھنا بھی ہیں، آیت میں رَاقٍ اسی سے اسم فاعل ہے جس کی ی وقف سے گر گئی۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے انکار کی وجہ فقط یہ ہے کہ یہ لوگ صرف دنیا کے فائدوں کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ یاد رکھو قیامت کے دن کچھ لوگوں کے چہرے کھِلے ہوئے ہونگے۔ انہیں اپنے رب کا دیدار نصیب ہوگا اور کچھ لوگوں کے چہرے اداس اور بگڑے ہونگے انہیں یقین ہوگا کہ ان پر بڑا بھاری عذاب آپڑنے والا ہے لوگو فضول خیال چھوڑو اس وقت کو یاد کرو جب آدمی کا سانس گلے میں پہنچ جائیگا اور دم نکلنے والا ہوگا اور اسے یقین ہوگا کہ اب بچھڑنے کا وقت آگیا۔ بدن کے اکڑنے سے پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے لگے گی لوگ کہیں گے کوئی ایسا منتر پڑھنے والا ہوتا جو اس کی جان بچالیتا۔ بس یہی وہ وقت ہے جب آخرت کی طرف روانگی شروع ہو جائیگی اور آدمی اپنے رب سے ملنے کیلئے ہانک دیا جائے گا

انسان سوچتا نہیں

فَ ۔ لَا ۔ صَدَّقَ ۔ وَلَا صَلّٰی ۝۳۱ وَلٰکِنْ ۔ کَذَّبَ ۔ وَ
پس نہ تو سچا مانا اور نہ نماز پڑھی اور سچا ئی کو اس کے جھٹلایا اور

تَوَلّٰی ۝۳۲ ثُمَّ ۔ ذَھَبَ ۔ اِلٰٓی ۔ اَھْلِہٖ ۔ یَتَمَطّٰی ۝۳۳
منہ موڑا پھر چلا اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا

اَوْلٰی ۔ لَکَ ۔ فَاَوْلٰی ۝۳۴ ثُمَّ ۔ اَوْلٰی ۔ لَکَ ۔ فَاَوْلٰی ۝۳۵
کمبختی تیری پھر کم بختی تیری پھر کمبختی تیری پھر کمبختی تیری

اَیَحْسَبُ ۔ الْاِنْسَانُ ۔ اَنْ ۔ یُّتْرَکَ ۔ سُدًی ۝۳۶
کیا گمان کرتا ہے انسان کہ چھوڑ دیا جائے گا یوں ہی

اَلَمْ ۔ یَکُ ۔ نُطْفَۃً ۔ مِّنْ ۔ مَّنِیٍّ ۔ یُّمْنٰی ۝۳۷ ثُمَّ
کیا نہ تھا وہ ایک بوند منی کی ٹپکائی گئی پھر

کَانَ ۔ عَلَقَۃً ۔ فَخَلَقَ ۔ فَسَوّٰی ۝۳۸ فَجَعَلَ
ہوا وہ جما ہوا خون پس بنایا اس نے پھر ٹھیک کیا پس کر دیں

مِنْہُ ۔ الزَّوْجَیْنِ ۔ الذَّکَرَ ۔ وَالْاُنْثٰی ۝۳۹
اس کی دو قسمیں نر اور مادہ

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۝۳۱ وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَ
پس نہ یقین لایا اور نہ نماز پڑھی پھر جھٹلایا اور

تَوَلّٰی ۝۳۲ ثُمَّ ذَھَبَ اِلٰٓی اَھْلِہٖ یَتَمَطّٰی ۝۳۳
منہ موڑا پھر اپنے گھر کو اکڑتا ہوا گیا

اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝۳۴ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝۳۵
خرابی تیری پھر خرابی تیری پھر خرابی تیری پھر خرابی تیری

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ۝۳۶
کیا انسان خیال کرتا ہے کہ چھوڑا رہے گا بے قید

اَلَمْ یَکُ نُطْفَۃً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ۝۳۷ ثُمَّ
بھلا وہ ایک منی کی بوند نہ تھا جو ٹپکی پھر

کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۝۳۸ فَجَعَلَ
جما ہوا خون تھا پھر اس نے بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا پھر

مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ۝۳۹
اس سے نر اور مادہ کا جوڑا بنایا

یَتَمَطّٰی: (اکڑتا ہوا) مضارع کا صیغہ ہے۔ تَمَطِّیْ سے جس کا مادہ م۔ط۔و ہے اس کے معنی دراز کرنا اور بڑھانا ہیں۔ تَمَطّٰی بدن کو کھینچ تان کر اکڑتے ہوئے چلنا جو تکبر اور غرور کی نشانی ہے اَوْلٰی لَکَ (خرابی ہے تیرے لئے) یہ دھمکانے کا کلمہ ہے جیسے اُردو میں کہتے ہیں تیری شامت ہی آنے والی ہے' یہ سورہ محمد میں گذر چکا ہے۔ مَنِیّ' کا مادہ م۔ن۔ی ہے اس کے معنی سیال چیز کے بہنے کے ہیں' اسی سے اِمْنَاءٌ ہے جس کے معنی ہیں کسی سیال چیز کا بہانا اور ٹپکانا اس سے مراد مادہ تولید کا عورت کے رحم میں ٹپکانا ہے۔

ارشاد ہے کہ چاہیئے تو یہ تھا کہ انسان ہماری آیتوں کو سن کر ان کا یقین کرتا اور سر تسلیم جھکاتا لیکن اس نے ایسا نہ کیا بلکہ نہ ہماری آیتوں کو سچا جانا اور نہ ہماری عبادت پر کمر باندھی اور آیتیں سنکر مٹکتا ہوا چل دیا اس طرح کہ اس کی چال ڈھال سے ہماری آیتوں کی تحقیر ظاہر ہوتی تھی۔ اے انسان تیرے اس رویئے کی شامت سے تیرے اوپر آفت آنے والی ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ انسان کا یہ خیال غلط ہے کہ اس کے اعمال کی جانچ پڑتال نہ ہوگی اور وہ باز پرس کے شکنجہ میں جکڑا نہ جائے گا۔ اے انسان اپنی پیدائش کے طریقہ کو سوچ۔ منی کی ایک بوند سے اللہ نے تجھے ہر طرح ٹھیک ٹھاک کر کے بنا کھڑا کیا اور اس میں سے نر اور مادہ کے جوڑے بنا ڈالے

یقین کیوں نہیں کرتے

اَلَیْسَ - ذٰلِکَ - بِقٰدِرٍ - عَلٰٓى - اَنْ
کیا نہیں　یہ بنانے والا　قدرت رکھتا ہے　اس پر کہ
یُّحْیِۦَ - الْمَوْتٰى ۝۴۰
زندہ کردے　مردوں کو

اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ۝۴۰
کیا یہ خدا مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا

ارشاد ہورہا ہے کہ اگر انسان اس پر غور کرے کہ وہ پیدا کیسے ہوا تو اس کو اس کا یقین کرلینا کچھ مشکل نہیں کہ جس نے پہلی اسے بنا ڈالا وہ مرنے کے بعد پھر اسے زندہ کرسکتا ہے انسان کی پیدائش اس طرح ہوتی ہے کہ مرد غذا کھاتا ہے جس میں غلہ، سبزی ترکاری، گوشت، میوہ وغیرہ ہوتا ہے یہ سب چیزیں نباتات اور حیوانات کے بے جان بدن سے حاصل ہوتی ہیں ان سے اس کے اندر خون اور اس کے ایک حصہ سے ایک سیال (بہتی ہوئی) چیز بنتی ہے۔ جسے منی کہتے ہیں۔ مرد اس کو عورت کے رحم میں ٹپکاتا ہے۔ بس اسی کی بوندوں سے جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا بنتا ہے اور آگے عورت کے پیٹ میں شکلیں بدل کر انسان بنتا ہے اور اس کی دو قسمیں نر اور مادہ بن جاتی ہے تاکہ پیدائش کا یہی سلسلہ جاری رہے۔ اس پر غور کرے انسان کی سمجھ میں آجائے گا کہ اسی طرح مرنے کے بعد بے جان چیزوں سے اس کا بدن دوبارہ بن جائے گا اور اس کی روح پھر اس میں داخل ہوجائے گی۔ آخر اس میں ایسی بات کیا ہے جس کا ہونا مشکل ہے جس طرح انسان پہلی دفعہ پیدا ہوا اسی طرح دوبارہ پیدا ہوسکتا ہے اور ہوجائے گا اور دنیا میں نر مادہ کا ملنا جو اس کا طریقہ کچھ دن کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ وہ نہ رہے گا۔ بلکہ آدم کی پیدائش کی طرح زمین سے بن بن کر جو جیسا تھا ویسا ہی نکل کھڑا ہوگا سورۃ القیامۃ تمام ہوئی۔ یہ ایک سوال پر ختم ہوتی ہے، حدیثوں میں آیا ہے کہ اس کے بعد ایماندار قاری کو کہنا چاہیئے۔ بَلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى یعنی اے اللہ بیشک تو دوبارہ پیدا کرنے پر ہر طرح قادر ہے، تیری ذات سب سے پاک اور برتر ہے۔ اس سورت میں ان آدمیوں کو خبردار کیا گیا ہے جو قیامت کے قائل نہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کے لئے یہی دنیا کی زندگی ہے جو کچھ ہے ان سے کہا گیا ہے کہ قیامت کا دن بڑے معرکہ کا ہے اور ضرور آکر رہے گا اس کے ماننے میں بہانہ بازیاں مت کرو۔ بلکہ اس کی آفتوں سے بچنے کی تیاری کرو۔ اللہ کو مانو اس کے حکم بجالاؤ یہ حکم تمہیں اس قرآن کے اندر سب بتا دیئے گئے ہیں جسے جبرائیلؑ فرشتہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ سنایا اور انہیں سنتے ہی یاد ہوگیا اور انہوں نے اسے لوگوں کو پڑھ کر سنایا، اس کا مطلب بتایا اور اس پر خود عمل کرکے اوروں کو عمل کرنا سکھایا۔ انسان اتنا تو جانتا ہے کہ موت ایک دن آنی ہے اس سے نہ کوئی بچ سکتا ہے اور نہ کسی کو بچا سکتا ہے لیکن اتنا اور مان لینا چاہیئے کہ جس نے پہلے انسان کو بنایا وہی اسے مرنے کے بعد دوبارہ بنائے گا اور اس کا حساب لے گا۔

سُوْرَۃُ الدَّھْرِ

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن کی چھہترویں سورت ہے اور مکہ میں ابتدائی زمانہ کے اندر نازل ہوئی۔ اس میں دو رکوع ہیں۔ اس میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ وہ پہلے نہ تھا پھر اللہ نے اسے اپنی قدرت سے بنایا اور سننے اور دیکھنے کی قوتیں عطا فرمائیں، ارادہ اور اختیار دیا اور دنیا میں بھیج دیا تاکہ آزمایا جائے کہ وہ اپنی قوتوں سے کیا کام لیتا ہے۔ رسولوں کے ذریعے اسے خبردار کر دیا کہ تیرے لئے بعض باتیں مفید ہیں اور بعض مضر۔ پھر مفید باتیں کھول کر بتا دیں اور مضر باتوں کو بھی واضح کر دیا۔ اب جو اللہ کے بتائے ہوتے مفید کام کرے گا۔ اُسے مرنے کے بعد آرام واطمینان کی زندگی نصیب ہو گی جو کبھی ختم نہ ہوگی اور جو اس کی ہدایت کے مطابق عمل نہ کریں گے بلکہ وہ باتیں اختیار کریں گے جو خود انہیں اچھی معلوم ہوں گی انہیں آخرت میں دُکھ بھری زندگی نصیب ہوگی اور وہ اس وقت تک عذاب میں مبتلا رہیں گے جب تک وہ دنیاوی خواہشوں کی گندگی سے پاک صاف نہ ہو جائیں گے۔ بعض بدبخت اس گندگی میں اس قدر لتھڑے ہوئے ہوں گے کہ شاید کبھی پاک ہی نہ ہوں، نیک لوگوں کو جنت میں رکھا جائے گا جہاں انہیں کثرت اور افراط سے تمام نعمتیں ملیں گے۔ نیک لوگوں کی بابت بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے قول کے سچے اور بات کے پکے ہوتے ہیں جو بات اپنے اوپر لازم کرلیں اسے پورا کرکے رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی بتائی ہوئی ..... اور لازم کی ہوئی باتوں کو ماننے کے اہل ہیں۔ یہ لوگ قیامت سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اس روز کی مصیبتیں عام ہوں گی۔ یہی لوگ ہیں جو دنیا میں محتاجوں، یتیموں اور قیدیوں کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور ان کی مدد کے لئے تیار رہتے ہیں، اپنی حاجتیں روک کر ان کی حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس میں ان کی یہ غرض نہیں ہوتی کہ ان سے بدلہ چاہیں یا ان پر احسان جتائیں وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک خالص اللہ کے لئے کرتے ہیں۔ نہ تم سے اس کا اچھا بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ قیامت کے روز ہمارا رب ہم سے ناراض نہ ہو۔ ایسے لوگوں کو اللہ قیامت کی مصیبتوں سے نجات دے گا اور ان کو خوشی اور آرام عطا فرمائے گا یہ جنت میں جائیں گے جہاں نہ گرمی ہوگی نہ سردی۔ پہننے کو نرم ریشمی کپڑے اور کھانے کو ہر قسم کے تروتازہ میوے اور پھل انہیں ملیں گے۔ سخت گرمی اور سردی کا وہاں نام نہ ہوگا۔ ہر طرف میووں سے لدے ہوئے درخت ان کے گرد چھائے ہوئے ہوں گے خوش شکل بنے ٹھنے خادم دوڑ دوڑ کر ان کے کام کر رہے ہوں گے اور یہ آرام سے مسندوں پر گدّے تکیے لگائے بیٹھے ہونگے اس کے بعد ارشاد ہے کہ دنیا میں ہم نے یہ قرآن انسان کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ تم اس کے سوا کسی کی نہ بات مانو نہ یقین کرو۔ صبح شام اللہ کی عبادت کرو۔ تم اور لوگوں کی طرح دنیا میں مت پھنسو۔ اس قرآن سے وہی فائدہ اٹھائے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے گا۔

سورۃ الدھر مکیۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وھی احدی وثلثون اٰیۃ وفیھا رکوعان

پہلے انسان کا نام ونشان تک نہ تھا

هَلْ - اَتٰى - عَلَى الْاِنْسَانِ - حِيْنٌ - مِّنَ الدَّهْرِ
ضرور آیا ہے انسان پر ایک وقت زمانے سے کہ
لَمْ يَكُنْ - شَيْـًٔا - مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا - خَلَقْنَا
نہ تھا وہ کوئی چیز قابل ذکر تحقیق ہم پیدا کیا ہم نے
الْاِنْسَانَ - مِنْ نُّطْفَةٍ - اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ
انسان کو ایک بوند ملی جلی سے کہ جانچیں ہم اسے
فَجَعَلْنٰهُ - سَمِيْعًا - بَصِيْرًا ② اِنَّا - هَدَيْنٰهُ
پس کردیا اسے سننے والا دیکھنے والا تحقیق ہم ہم نے اسے
السَّبِيْلَ - اِمَّا - شَاكِرًا - وَّ - اِمَّا - كَفُوْرًا ③ اِنَّآ
راہ دکھائی یا حق شناس اور یا ناشکرا تحقیق ہم
اَعْتَدْنَا - لِلْكٰفِرِيْنَ - سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④
تیار کیں ہم نے ناشکروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ
انسان پر کبھی ایسا وقت زمانے میں گزرا ہے کہ وہ کوئی
لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا
چیز نہ تھا جو زبان پر آئی ہو ہم نے آدمی کو
الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ
ایک دو رنگی بوند سے بنایا ہم ایسے پلٹتے رہے
فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ
پھر کردیا اسے سنتا . دیکھتا ہم نے اسے راہ
السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ
سجھائی یا وہ حق ماننا ہے یا ناشکری کرتا ہے ہم نے منکروں
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④
کے واسطے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ

هَلْ : حرف استفہام ہے مگر ماضی پر تحقیق کے لئے بھی آتا ہے یہاں تحقیق ہی کے معنی ہیں دَهْرٌ (زمانہ) اَمْشَاج (بہت سی چیزوں سے مل کر بنا ہوا) یہ مشیج اور مشج کی جمع ہے جس کے معنی مخلوط کے ہیں نطفہ کو امشاج اس لئے کہا ہے کہ وہ غذا سے بنتا ہے جس میں بہت سی چیزیں ہوتی ہیں. سلاسل زنجیریں سِلْسِلَةٌ کی جمع ہے اَغْلَال (لوہے کے طوق) غُلٌّ کی جمع ہے لوہے کا حلقہ جو گلے میں پڑے۔

ارشاد ہے کہ زمانہ کا ایک حصہ انسان پر ایسا بھی آیا ہے کہ جس میں اس کا نام ونشان بھی نہ تھا اور نہ وہ اس قابل تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے پھر ہم نے اسے ایک سیال چیز کی بوند سے جو بہت سی چیزوں سے مل کر بنتی ہے بنا ڈالا یہ ارادہ کرکے کہ اسے آزمائش میں ڈالیں گے چنانچہ اسے سننے دیکھنے کی قوتیں دیں پھر سوچ سمجھ دے کر دلیلوں سے راہ سمجھائی اور اختیار دیا کہ یا ہمارا شکر گزار بندہ بن یا ناشکری پر کمر باندھ۔ چنانچہ بعض نے ہمیں پہچان کر اور ہم پر ایمان لاکر ہماری بندگی پر کمر باندھی اور بعض ہمیں بھول بھال کر بیٹھ رہے اور کفر اختیار کیا اور اپنی خواہشیں اندھا دھند پوری کرنے میں لگ گئے۔ ان کافروں اور خواہشوں میں گرفتار رہ جانے والوں کے لئے ہم نے زنجیریں اور گلے میں ڈالنے کے لئے لوہے کے طوق تیار کر رکھے ہیں. تاکہ ان میں جکڑ کر انہیں دہکتی ہوئی دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے جو ان کے لئے بنا دی گئی ہے۔

نیکوں کا انجام

إِنَّ - الْأَبْرَارَ - يَشْرَبُونَ - مِنْ كَأْسٍ
تحقیق نیک لوگ پئیں گے ایک پیالہ سے
كَانَ - مِزَاجُهَا - كَافُورًا ۝٥ عَيْنًا - يَشْرَبُ
کہ ہوگی ملاوٹ اس کی کافور ایک چشمہ کہ پیتے ہیں
بِهَا - عِبَادُ اللَّهِ - يُفَجِّرُونَهَا - تَفْجِيرًا ۝٦
اس کو بندے اللہ کے نالیاں نکالتے ہیں اس کی بہت سی
يُوفُونَ - بِالنَّذْرِ - وَيَخَافُونَ - يَوْمًا
پورا کرتے ہیں وہ جو مان لیں اور ڈرتے ہیں اس دن سے
كَانَ - شَرُّهُ - مُسْتَطِيرًا ۝٧ وَيُطْعِمُونَ
کہ ہوگی جس کی مصیبت پھیلنے والی اور کھلاتے ہیں
الطَّعَامَ - عَلَىٰ حُبِّهِ - مِسْكِينًا - وَ
کھانا محبت میں اس کی محتاج اور
يَتِيمًا - وَأَسِيرًا ۝٨
یتیم کو اور قیدی کو

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ
نیک لوگ بے شک پئیں گے پیالہ
كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝٥ عَيْنًا يَشْرَبُ
جس میں کافور ملا ہوا ہوگا ایک چشمہ ہے جس سے
بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝٦
اللہ کے بندے پیتے ہیں چلاتے ہیں اس کی نالیاں
يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا
اور وہ منت کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے
كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝٧ وَيُطْعِمُونَ
ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیل پڑے گی اور کھانا کھلاتے ہیں
الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَ
اس کی محبت میں محتاج کو اور
يَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨
یتیم کو اور قیدی کو

پہلے ارشاد ہوا کہ ہم نے انسان کو بنا کر اسے سمجھ عطا کی اور پھر بتایا کہ دنیا میں بعض چیزیں تیرے لئے مفید ہیں اور بعض مضر۔ ان چیزوں کو ہم نے اپنے رسولؐ اور اپنی کتاب کے ذریعے صاف صاف بتا دیا ہے کہ اے انسان تجھے اختیار ہے کہ تو بُرا راستہ اختیار کر یا ہمارا بتایا ہوا اچھا راستہ پسند کر اور سن لے کہ جو ہم پر ایمان نہ لائے گا اور ہمارا کہنا نہ مانے گا بلکہ اپنی خواہشوں کے پھندے میں پھنسا رہے گا، اُسے مرنے کے بعد لوہے کی زنجیروں میں کس کر اور گلے میں لوہے کے حلقے ڈال کر دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائیگا۔

آگے ارشاد ہے کہ جو لوگ نیکی کی راہ اختیار کریں گے وہ جنت کے چشمہ سے پیالے بھر بھر کر پیئں گے جو کافور کی طرح صاف رنگ ٹھنڈے اور خوشبو دار ہونگے اور اس چشمہ سے وہ اپنے لئے جہاں چاہیں گے اور جتنی چاہیں گے نالیاں بہالیں گے یہ ضروری نہ ہوگا کہ چل کر آئیں تو پیئں ورنہ پیاسے بیٹھے رہیں۔ ان کے اشارہ کرتے ہی جہاں وہ ہوں گے وہیں اس چشمہ کی ایک نالی بہنے لگے گی۔ یہ نیک لوگ وہ ہیں جو دنیا میں جن فرائض کا ذمہ لیتے ہیں ان کو ادا کرتے ہیں اور قیامت کی مصیبت سے ڈرتے ہیں جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی اور اللہ کی محبت میں محتاجوں یتیموں اور کسی قید میں یا مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے مال میں سے انہیں کھانا کھلاتے ہیں خواہ اس کے لئے اپنی کوئی ضرورت ترک کرنی پڑے۔

کھلانے کی غرض

إِنَّمَا - نُطْعِمُكُمْ - لِوَجْهِ - اللّٰهِ - لَا نُرِيْدُ
پس کھلاتے ہیں ہم تمہیں واسطے خوشنودی اللہ کے نہیں چاہتے ہم
مِنْكُمْ - جَزَآءً - وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ إِنَّا - نَخَافُ
تم سے بدلہ اور نہ شکرگزاری تحقیق ہم ڈرتے ہیں
مِنْ رَّبِّنَا - يَوْمًا - عَبُوْسًا - قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾
اپنے رب کی طرف سے ایک دن بگڑے چہرے والے سخت مصیبت والے سے
فَوَقٰهُمُ - اللّٰهُ - شَرَّ - ذٰلِكَ - الْيَوْمِ - وَلَقّٰهُمْ
پس بچا لیا انھیں اللہ نے برائی سے اس دن کی اور ملا دیا انھیں
نَضْرَةً - وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰهُمْ - بِمَا
تروتازگی اور خوشی سے اور بدلہ دیا انھیں اس پر کہ
صَبَرُوْا - جَنَّةً - وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ
صبر کیا انھوں نے جنت کا اور ریشمی لباس کا بیٹھے ہوئے تکیہ لگائے
فِيْهَا - عَلَى - الْاَرَآئِكِ
اس میں (شاہی) تختوں پر

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ
ہم جو تم کو کھلاتے ہیں تو خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو
مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ إِنَّا نَخَافُ
نہ تم سے ہم بدلہ چاہیں اور نہ شکرگزاری ہم اپنے رب سے
مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾
ایک اداسی والے دن سے ڈرتے ہیں
فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ
پھر اللہ نے ان کو اس دن کی برائی سے بچا لیا اور دلادی
نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰهُمْ بِمَا
ان سے تازگی اور خوش وقتی اور ان کو ان کے صبر پر
صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ
بدلہ دیا باغ کا اور ریشمی پوشاک کا تکیہ لگائے بیٹھیں
فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ
اس میں تختوں کے اوپر

لِوَجْهِ اللّٰهِ (اللہ کی توجہ حاصل کرنے کو) وَجْهٌ سے یہاں مراد رضامندی اور توجہ ہے شُكُوْر (شکر کرنا) مصدر ہے عَبُوْسٌ (ترش رُو) صفت کا صیغہ ہے ع۔ب۔س سے عَبَسٌ کے معنی بُرا منہ بنانا عَبُوْسٌ سے مراد ایسا دن جس میں ہر طرف پریشانی اور اداسی چھائی ہوتی ہو قَمْطَرِيْرٌ (سخت مصیبت والا) اس کا مادہ ق۔م۔ط۔ر چار حرفی ہے اسی سے یہ صفت کا صیغہ ہے اس سے مراد ہے بہت آفتوں والا۔ لَقّٰى (ملا دیا) تَلْقِيَة کی ماضی ہے جو لِقَاءٌ سے بنا ہے اس کا مضارع مجہول۔ سُوْرَة حٰمٓ السجدہ میں گذر چکا ہے نَضْرَةٌ (بشاشت) اس سے اسم فاعل نَاضِرَة سُوْرَة القِيٰمَة میں گذرا۔ اَرَآئِكَ (شاہی تخت) اَرِيْكَة کی جمع ہے جس کے معنی ہیں خوب سجا ہوا تخت اور مسہری۔

ارشاد ہے کہ نیک لوگ حاجتمندوں کو کھانا کھلاتے وقت دل میں یہی خیال رکھتے ہیں کہ ہم تمہیں اس لئے کھلاتے ہیں کہ ہم سے اللہ راضی ہو جائے نہ ہم تم سے اس کا کچھ بدلہ چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر ادا کرو، ہمیں تو قیامت کے دن اللہ کی ناراضی سے ڈر لگتا ہے وہ دن بڑی پریشانی اور سختی کا ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں کو اس دن کی آفتوں اور پریشانیوں سے اللہ بچالے گا اور ان کو تر و تازہ چہرے اور دلی خوشی عطا فرمائے گا اور دنیا میں جو انہوں نے صبر کے ساتھ اللہ کے حکم بجا لانے میں تکلیفیں جھیلیں تھیں، ان کے بدلے انہیں جنت میں داخل کرے گا اور ریشمی لباس پہننے کو دے گا وہ وہاں بادشاہوں کی طرح سجے سجائے تختوں اور مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

جنّت کی نعمتیں (الف)

لَا يَرَوْنَ - فِيْهَا - شَمْسًا - وَّلَا - زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾
نہ دیکھیں گے اس میں دھوپ اور نہ سردی
وَدَانِيَةً - عَلَيْهِمْ - ظِلٰلُهَا - وَذُلِّلَتْ - قُطُوْفُهَا
اور قریب پائیں گے اپنے اوپر سائے اس کے اور اختیار میں دے دیئے جائیں گے پھل اس کے
تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ - عَلَيْهِمْ - بِاٰنِيَةٍ - مِّنْ
ہر طرح اور گھومیں گے ان کے گرد برتن لیے کے
فِضَّةٍ - وَّاَكْوَابٍ - كَانَتْ - قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠
چاندی اور آبخورے کہ ہوں گے شیشے کے شیشے بھی
مِنْ فِضَّةٍ - قَدَّرُوْهَا - تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ
چاندی کے اندازہ کر لیں گے ان کا پورا اور پلائے جائیں گے
فِيْهَا - كَاْسًا - كَانَ - مِزَاجُهَا - زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾
اس میں ایک پیالہ کہ ہوگی آمیزش اس میں سونٹھ کی

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾
نہیں دیکھتے وہاں دھوپ اور نہ سخت سردی
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا
اور جھک رہیں ان پر اس کی چھائیں اور ان کے گچھے لٹکا کر
تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ
پست کر رکھے ہیں اور لوگ لیے پھرتے ہیں ان کے پاس چاندی
فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠
کے برتن اور آبخورے شیشے کے شیشے چاندی
مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ
کے کہ جن کو اندازے سے بھرا ہوا ہوگا اور وہاں انہیں
فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾
پیالے پلائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی

۱ قرأ حفص بغیر الالف فی الوصل فیھما ووقف علی الاول بالالف وعلی الثانی بغیر الالف ۱۲

زَمْهَرِيْر (شدت کی سردی) اس کا مادہ ز-م-ہ-ر چار حرفی ہے زَمْهَرَةٌ کے معنی شدّت کے ہیں اِزْمَهَرَّ فعل لازم ہے سخت اور شدید ہو جانا۔ اس کا استعمال سردی کی شدّت کے لئے ہوتا ہے۔ ظِلٰلُهَا (اس کے سائے) ضمیر جنّت کی طرف راجع ہے اور اس سے وہاں کے درخت مراد ہیں۔ قُطُوْفٌ (پھل) قطف کی جمع ہے اور سورۃ الحاقہ میں یہ لفظ گذر چکا ہے۔ قَوَارِيْر (شیشے کے برتن، قَارُوْرَةٌ کی جمع ہے چھوٹی بوتل گلاس یا شیشی۔ مگر جنّت کے قواریر چاندی کے ہوں گے اور شیشہ کی طرح چمکدار اور شفاف ہوں گے تقدیر کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں۔ یہاں یہ مُراد ہے کہ آب خوروں میں اتنا ہی شربت ہوگا جتنا پینے والا پینا چاہے گا۔
زنجبیل (ادرک۔ سونٹھ)

ارشاد ہے کہ جنّت میں گرمی کی تپش اور سردی کی شدّت نہ ہوگی بلکہ معتدل موسم ہوگا اور میوہ دار درختوں کی سایہ دار شاخیں جنتیوں پر جھکی پڑی ہوں گی اور ان کے میوے ایک اشارے میں ان کے پاس آجائیں گے۔ چاندی کے پیالوں اور شیشہ کی طرح چمکتی ہوئی چاندی کے گلاسوں میں ان کو شربت پلایا جائے گا۔ جن میں شربت کی مقدار اتنی ہی ہوگی جتنی وہ چاہیں گے اور ایک شربت کا پیالہ انہیں ایسا ملے گا۔ جس میں زنجبیل کا مزہ اور اس کی سی مفرح تاثیر ہوگی۔ جس کے پیتے ہی طبیعت باغ باغ ہو جائے گی۔

جنّت کی نعمتیں (ب)

عَیْنًا ۔ فِیْھَا ۔ تُسَمّٰی ۔ سَلْسَبِیْلًا (۱۸) وَ یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ
ایک چشمہ جو اس میں ہے کہلاتا ہے سلسبیل اور پھرتے ہونگے انکے آس پاس
وِلْدَانٌ ۔ مُّخَلَّدُوْنَ ۔ اِذَا ۔ رَاَیْتَھُمْ ۔ حَسِبْتَھُمْ
نوعمر خادم جو ہمیشہ نوعمر ہی رہیں گے جب تُو دیکھے گا انھیں گمان کریگا انھیں
لُؤْلُؤًا ۔ مَّنْثُوْرًا (۱۹) وَ اِذَا ۔ رَاَیْتَ ۔ ثَمَّ ۔ رَاَیْتَ
موتی بکھرے ہوئے اور جب دیکھے گا تو وہ جگہ تو دیکھے گا
نَعِیْمًا ۔ وَّمُلْكًا ۔ كَبِیْرًا (۲۰) عٰلِیَھُمْ ۔ ثِیَابُ ۔ سُنْدُسٍ
نعمت اور بادشاہی بڑی اوپر ان کے کپڑے ہوں گے باریک ریشم کے
خُضْرٌ ۔ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۔ وَّحُلُّوْٓا ۔ اَسَاوِرَ ۔ مِنْ فِضَّةٍ
سبز اور دبیز اور پہنائے جائیں گے وہ کنگن چاندی کے
وَسَقٰىھُمْ ۔ رَبُّھُمْ ۔ شَرَابًا ۔ طَھُوْرًا (۲۱) اِنَّ ۔ ھٰذَا
اور پلائے گا انھیں ان کا رب شراب پاک کرنے والی تحقیق یہ
كَانَ ۔ لَكُمْ ۔ جَزَآءً ۔ وَّكَانَ ۔ سَعْیُكُمْ ۔ مَّشْكُوْرًا (۲۲)
ہے تمھارا بدلہ اور ہوئی کوشش تمھاری کامیاب

عَیْنًا فِیْھَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا (۱۸) وَیَطُوْفُ عَلَیْھِمْ
ایک چشمہ ہے اس میں جس کو کہتے ہیں سلسبیل اور پھرتے ہوں گے ان
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَیْتَھُمْ حَسِبْتَھُمْ
کے پاس لڑکے ہمیشہ یکساں رہنے والے جب تو ان کو دیکھے تو خیال
لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (۱۹) وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ
کرے کہ موتی بکھرے ہوئے ہیں اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت
نَعِیْمًا وَّمُلْكًا كَبِیْرًا (۲۰) عٰلِیَھُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ
اور سلطنت بڑی دیکھے گا تو ان کی اوپر کی پوشاک
خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ؗ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ
باریک ریشم کے سبز کپڑے ہونگے اور دبیز اور انھیں چاندی کے کنگن
وَسَقٰىھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (۲۱) اِنَّ ھٰذَا
پہنائے جائیں گے اور پلائے گا انھیں ان کا رب شراب جو دل کو پاک کریگی
كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا (۲۲) ع
یہ ہے تمھارا بدلہ اور تمھاری کمائی ٹھکانے لگی

عَالِیَ (اوپر) یہاں فوق کے معنی میں ظرف مکان کے طور پر استعمال ہوا ہے سُنْدُسٌ اِسْتَبْرَقٌ سُورۃ الکھف میں گذر چکے ہیں۔ سَعْیٌ مَّشْکُوْرٌ کامیاب کوشش۔

ارشاد ہے کہ یہ زنجبیل دنیا کی سی نہ ہوگی بلکہ وہ ایک چشمہ ہے مزیدار، خوشگوار شربت کا اور اسی لئے اسے سلسبیل کہتے ہیں جس کے معنی ہیں صاف مزیدار بہتا ہوا پانی جو گلے میں ذرا نہ اٹکے۔ پھر جنتیوں کے ارد گرد پاک صاف نوعمر خادم ٹہل کرتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ یکساں رہیں گے عمر کے اثر سے ان کی شکل میں کوئی تغیر تبدل نہ آئے گا دیکھنے میں وہ چلتے پھرتے ایسے معلوم ہونگے جیسے موتی بکھرے ہوئے ہوں۔ اگر کوئی اس منظر کو دیکھ پائے تو اسے ہر جگہ نعمت ہی نعمت اور حکومت کی بڑی شان نظر آئے۔ جنتی اپنے ماحول کا بادشاہ ہوگا اور ان کے کپڑے سبز باریک ریشم کے بھی ہونگے اور دبیز بھی۔ ان کو جنت میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، پھر اللہ کی طرف سے ایک قسم کی شراب پینے کو ملے گی جو بالکل پاک صاف اور مفرح ہوگی اور یہ نیک لوگوں کا بدلہ ہوگا اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

ہمارے لئے جو کچھ ہے قرآن ہے

إِنَّا - نَحْنُ - نَزَّلْنَا - عَلَيْكَ - الْقُرْآنَ - تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾
تحقیق ہم ہم نے اتارا تجھ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے
فَاصْبِرْ - لِحُكْمِ - رَبِّكَ - وَلَا تُطِعْ - مِنْهُمْ - آثِمًا - أَوْ
پس راہ دیکھ حکم کی اپنے رب کے اور کہنے میں نہ آ ان میں سے کسی گناہگار یا
كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ - اسْمَ - رَبِّكَ - بُكْرَةً - وَ
منکر کے اور لیتا رہ نام اپنے رب کا صبح اور
أَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ - فَاسْجُدْ - لَهُ - وَ - سَبِّحْهُ
شام اور رات میں سے کسی وقت پس سجدہ کر اسے اور تسبیح کر
لَيْلًا - طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ - هَؤُلَاءِ - يُحِبُّونَ - الْعَاجِلَةَ
رات کے بڑے حصہ میں تحقیق یہ لوگ پسند کرتے ہیں جلدی ملنے والے کو
وَيَذَرُونَ - وَرَاءَهُمْ - يَوْمًا - ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾
اور چھوڑ بیٹھے ہیں سامنے اپنے ایک دن بھاری

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾
ہم نے اتارا تجھ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ
سو تو اپنے رب کے حکم کا انتظار کر اور ان میں سے کسی گناہگار یا
كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَ
ناشکرے کا کہنا مت مان اور اپنے رب کا نام صبح اور شام
أَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ
لیتا رہ اور کسی وقت رات کو سجدہ کر اور اس کی پاکیزگی
لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ
بیان کر رات کے بڑے حصہ میں یہ لوگ جلدی مل جانے والے کو
وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾
چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے چھوڑ رکھا ہے ایک بھاری دن کو

العَاجِلَۃ (دنیا) پہلے سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ میں گذر چکا ہے — اوپر بیان ہوا کہ نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور وہاں کی طرح طرح کی نعمتوں سے محظوظ ہونگے۔ اب اس کا بیان ہے کہ نیک لوگوں کو جنت میں جانے کے لئے اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے، عام لوگوں کے لئے یہ حکم ہے کہ رسُول کی پیروی کرو اور زندگی انہی کے قدم بہ قدم چل کر بسر کرو۔ ان آیتوں میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ تم اپنی زندگی قرآن کے مطابق بناؤ تاکہ دوسرے لوگ بھی تمہیں دیکھ کر تمہاری ہی سی زندگی اختیار کریں۔

ارشاد ہے کہ ہم نے زندگی کو قرآن کے مطابق بنانے کے لئے قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر تھوڑا تھوڑا اتارا ہے تاکہ زندگی کا ہر پہلو آہستہ آہستہ اس کے مطابق درست ہوتا چلا جائے۔ اسی لئے عین موقعہ پر جس حکم کی ضرورت ہوئی اسی کی بابت ایک یا چند آیتیں نازل کردیں تاکہ لوگ سہولت کے ساتھ رسولؐ سے ان پر عمل کرنا سیکھ لیں اور اسی طرح عمل کرتے ہوئے رفتہ رفتہ آگے بڑھتے چلے جائیں اب تم کسی فاسق یا کافر کا کہنا ہرگز نہ مانو خواہ وہ کتنا ہی لالچ دیں ان کی ایک نہ سنو صبح شام اللہ کا نام لو اور اسکا ذکر کرو رات کا وقت کچھ عبادت میں گذارو پھر زیادہ رات گئے اٹھ کر تہجد کے وقت اللہ کی تسبیح وحمد وثنا کرو یہ لوگ جو تمہاری نہیں سنتے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی محبت میں پھنس گئے ہیں انہیں قیامت کا یقین نہیں۔ افسوس ہے اس ہولناک اہم دن سے غفلت برت رہے ہیں اور سب کچھ جلدی جلدی یہیں لینا چاہتے ہیں آخرت انکے نزدیک

اللہ پھر بنا سکتا ہے

نَحْنُ - خَلَقْنٰهُمْ - وَشَدَدْنَآ - اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا
ہم نے پیدا کیا اور مضبوط کیا ہم نے سراپا ان کا اور جب
شِئْنَا - بَدَّلْنَآ - اَمْثَالَهُمْ - تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ
چاہیں بدل کر لے آئیں انھیں جیسے ہم بدلنا چاہیں تحقیق
هٰذِهٖ - تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ - شَآءَ - اتَّخَذَ - اِلٰى
یہ یاد دہانی ہے پس جو چاہے اختیار کرے طرف
رَبِّهٖ - سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا - تَشَآءُوْنَ - اِلَّآ - اَنْ
اپنے رب کی راستہ اور نہ چاہو گے تم مگر جیساکہ
يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ - كَانَ - عَلِيْمًا - حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾
چاہے اللہ تحقیق اللہ ہے جاننے والا حکمت والا
يُّدْخِلُ - مَنْ - يَّشَآءُ - فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ
داخل کرے جسے چاہے اپنی رحمت میں اور جو ظالم ہیں
اَعَدَّ - لَهُمْ - عَذَابًا - اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾
تیار کر رکھا ہے ان کے لیے عذاب دردناک

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا
ہم نے انھیں بنایا اور مضبوط کیے ان کے جوڑ اور بند اور ہم
شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ
جب چاہیں لے آئیں ان جیسے لوگ بدل کر یہ تو
هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى
نصیحت ہے پھر جو چاہے بنالے اپنے رب کی
رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ
طرف راستہ اور تم نہیں چاہو گے مگر جو
يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾
اللہ چاہے بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا ہے
يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ
جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے اور جو گنہگار ہیں
اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾
ان کے واسطے دردناک عذاب ہے

اَسْرٌ (بدن سارا) اَسْر کے معنی تمام اور پورے کے ہیں یعنی سارا بدن اسکے ایک ایک جوڑ سمیت۔ پہلے ارشاد ہوا کہ اکثر لوگ دنیا کے ساز اور سامان کے سمیٹنے میں لگے ہوتے ہیں کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ یہاں سب کچھ ابھی ابھی مل جاتا ہے آخرت کس نے دیکھی ہے اور پھر جب مر کھپ گئے اور بدن ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گیا تو پھر دوبارہ کیسے بنے گا۔ اس آیت میں اس کا جواب ہے، ارشاد ہے کہ ان کو پہلے بھی ہمیں نے پیدا کیا اور جب وقت آئے گا تو ان کو مٹا کر انہی جیسی صورتیں دوبارہ بنا کر کھڑی کر دیں گے، آخر مر جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے میں ایسی کیا دشواری ہے جسے ہم دور نہیں کر سکتے۔

بہرحال ہم کسی پر زبردستی نہیں کرتے کہ ہماری بات مانو۔ البتہ یہ قرآن ہم نے بھیج دیا ہے کہ لوگوں کو صحیح حالات اور واقعات بتا کر ان کی کامیابی کا راستہ انہیں بتا دیں۔ اب جو چاہے بڑے شوق سے اپنے رب کے راضی کرنے کا راستہ اپنے لئے اختیار کرے۔ لیکن انسان کا چاہنا بھی جب ہی ہو سکتا ہے جب اللہ چاہے وہ ہر ایک کی قابلیت اور استعداد سے واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مصلحت کس میں ہے اس علم اور حقیقت شناسی کی رُو سے وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے اندر داخل کر لیتا ہے، رہے کھوٹی طبیعت والے

سُورۃ الدّھر کیا سکھاتی ہے

اس سورت میں انسان کو اس کی زندگی کا راز بتا دیا گیا ہے۔ ایک وقت ایسا تھا کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ بلکہ سرے سے اس کا وجود ہی نہ تھا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ ہم نے اسے سیال یعنی بہتی ہوئی چیز سے بنایا۔ یہ سیال شئے کیسے بنی۔ ابتدا میں بہت سے عناصر آپس میں ملتے اور الگ ہوتے رہے۔ جب مناسب اجزا رل گئے تو پھر انہیں خمیر کرنے کے لئے پانی ڈال دیا گیا پھر اس بنی ہوئی کیچڑ سے اس کے بدن کا ڈھانچہ بنا اور اس میں اس کی روح جو پہلے ہی بنائی جا چکی تھی داخل کر دی گئی اور یہ جیتا جاگتا انسان بن کر اُٹھ بیٹھا اس کے بعد اس کا جوڑا اسی مادہ سے بن گیا۔ پھر یہ قاعدہ مقرر ہو گیا کہ پیدائش کا مادہ مرد کے اندر غذا سے بنے، پھر مرد عورت دونوں ملیں اور یہ مادہ مرد سے عورت کے اندر جائے اور کچھ اس میں وہاں سے شامل ہو کر عورت کے رحم میں اس کی پرورش ہو۔ پہلے بچہ پیدا ہو اور پھر رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے لڑکا ہو، جوان ہو پھر بوڑھا ہونا شروع ہو جائے، پھر جب اس کا وقت آجائے تو مر جائے، اس کے بعد دوبارہ پیدا ہو تاکہ اس کے دنیا کے عمر بھر کے کاموں کو جانچ کر دیکھا جائے اور جس کے اعمال جنت کے قابل ہوں اسے جنت میں بھیج دیا جائے اور بدکاروں کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے۔

پھر ارشاد ہے کہ دوزخ بڑی دُکھ اور آفت کی جگہ ہے۔ اس سے بچ کر اگر جنت میں جانا ہے تو دنیا میں اپنی زندگی قرآن کے بتائے ہوئے طریقے اور قاعدے کے مطابق بسر کرو۔ اس کے سوا جنت میں جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اس سورت میں جنت کی نعمتوں کا کھول کر ذکر کر دیا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہاں انسان اپنی خواہش کے مطابق جس طرح چاہے گا آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کرے گا نہ وہاں زور کی گرمی ہوگی نہ کڑاکے کی سردی۔ موسم ہمیشہ خوشگوار رہے گا کھانے پینے، پہننے اور رہنے سہنے کا سارا سامان، تفریح کے سارے ذریعے آرام۔ خوشی، اطمینان، غرض آدمی جو چاہے گا سب کچھ اسے ملے گا۔ بُری خواہشیں وہاں نام کو بھی نہ ہوں گی جو چاہے گا وہ اچھا ہی ہوگا۔ اور اسے چاہنے کے ساتھ ہی فوراً ملے گا۔ کسی چیز کے انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔ ساتھ ہی دوزخ کی بابت بتا دیا گیا ہے کہ وہ انتہائی وحشت افسردگی اداسی اور دکھ درد کی جگہ ہوگی اور وہاں جو جائے گا اسے ایسی مصیبتیں اٹھانی پڑیں گی کہ یہاں جن کا اندازہ مشکل ہے۔ وہاں انتہا کی گرمی اور تپش ہوگی۔ جس میں آدمی جھلس کر رہ جائے گا یا پھر انتہا کی سردی ہوگی جس سے جان پر بن آئے گی۔ موت نہ جنت میں ہوگی نہ دوزخ میں۔ اس لئے نہ جنت کبھی چھنے گی اور نہ دوزخ کی تکلیف سے کبھی پیچھا چھوٹے گا۔ لیکن ہاں اللہ کی رحمت کے طفیل چھٹکارا مل سکتا ہے۔ اللہ کو ہر چیز اور ہر شخص کے رتی رتی حالات معلوم ہیں اور وہ ہر ایک کی قابلیت اور استعداد جانتا ہے، پھر اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کس چیز میں کیا مصلحت ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ اسی کی طرف جھکے اور عرض کرے۔ کہ اے چھپے اور کھلے سے واقف اللہ مجھے تمام آفتوں سے بچا اور جنت میں داخل کر! آمین!

سورۃ المرسلٰت

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی ستترویں سورت ہے یہ مکہ کے اندر ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اور اس کے ڈور کو
ہیں ۔اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور جو لوگ دنیا میں ہماری آیتوں کو جھوٹا کہتے ہیں اور ہمارے رسو
کی ہدایت کے مطابق نہیں چلتے ان کو اسدن خرابی اور تباہی سے پالا پڑے گا ۔ دیکھو دنیا میں جو طاقتیں کام کر رہی ہیں ان میں س
سے نمایاں ہوا اور فرشتے ہیں ۔ ہوا کی حالت یہ ہے کہ جب دھیمی دھیمی چلتی ہے ۔ تو بڑے فائدے پہنچاتی ہے، بدن سے چھوتی ہے تو
خوش ہوتا ہے لیکن جب یہی ہوا تیز ہوجاتی ہے اور زور سے چلنے لگتی ہے تو اس کا اور اثر ہوتا ہے وہ ادھر ادھر سے بادل گھ
لاتی ہے ۔اور انہیں جگہ جگہ پھیلاتی ہے، اکٹھی چیزوں کو بکھیرتی ہے ۔ اسی سے سمجھ لو کہ دنیا میں انسان جن چیزوں سے دل لگا
ہوئے ہے وہ ایک دن اپنا اور ہی رنگ ظاہر کریں گی ۔کچھ چیزیں تو ابر رحمت پھیلا کر ان لوگوں کو جو انہیں پسند کرتے
خوشحال اور سرسبز کر دیں گی، بعض اپنے پسند کرنے والوں کو اٹھا کر ایک اور ہی جگہ پہنچا دیں گی جو ان کے حال کے مناسب
گی اور اس طرح لوگوں کی ایک جماعت کو دوسری جماعت سے جدا کر دیں گی ۔فرشتے اسی ہوا کی مدد سے دنیا میں اللہ کا پیغ
آواز اور الفاظ کے ذریعے اس کے رسولوں کو پہنچاتے رہے تاکہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ پیش کر سکیں کہ ہم نے تو وہی کیا جو آپ
ہمیں کرنے کو کہا تھا اور سمجھ دار لوگ دنیا ہی میں ڈر کر نافرمانی سے باز رہیں دنیا میں ان دونوں طاقتوں کے طرزِ عمل پر غور کر
سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قیامت واقعی آکر رہے گی اور دنیا کے کام اس کے اندر اور ہی رنگ میں ظاہر ہونگے ۔جو ان سے یہ نتیجہ
نکالتے ۔ان کی اس دن بری گت بنے گی ۔جب سب نیست و نابود ہوجائیں گے ۔آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ اڑتے پھر
رسول اپنے اپنے مقرر وقت پر اپنی اپنی اُمتوں کو لے جا کر دربار رب العزت میں حاضر ہوں گے ۔ان سب باتوں کو اسی دن
لئے اٹھا رکھا ہے اور وہی دن فیصلہ کا ہے ۔اب تمہارا کام یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کو اس کی قدرت کے کارنامے دیکھ کر پہچانو ۔ا
نے انسان کو پیدا کیا، زمین کو بنایا اور پہاڑوں سے اسے مضبوط کیا ۔تمہارے لئے خالص پانی پینے کو دیا ۔ دیکھو اگر تم میں سے کسی
ان باتوں کو جھٹلایا تو اس کو سخت سزا ملے گی ۔ اسے دوزخ میں داخل کیا جائیگا جس میں آرام کی کوئی صورت نہ ہوگی آگ کے او
اونچے اونچے اور بڑے بڑے شعلے اس میں سے نکل رہے ہونگے ۔اس دن کسی کا کوئی عذر یا بہانہ سنا نہ جائے گا اس دن کے عذاب
اگر بچنا چاہتے ہو تو آج ہی اللہ کے فرمانبردار بندے بن جاؤ ۔ ورنہ بہت پچھتاؤ گے ۔ اللہ کے فرمانبردار بندے اس دن سرسبز
خوشگوار چشموں کے درمیان موج اڑا رہے ہوں گے ۔کھانے کے لئے ہر قسم کے میوے موجود ہوں گے، خواہ کتنا ہی کھائیں ۔ سب
پچتا چلا جائے گا اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ خوب کھاؤ! پیو! یہ تمہاری فرمانبرداری کا انعام ہے اللہ کے نافرمان لوگ
دن دنیا میں مزے اڑالیں، آخرت میں ان کے لئے کچھ بھی نہیں ۔

اٰيَاتُهَا ۵۰ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ (۳۳) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ رُكُوْعَاتُهَا ۲

ہواؤں اور فرشتوں کا کام

وَالْمُرْسَلٰتِ ۔ عُرْفًا ① فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ②
قسم چلنے والیوں کی بھلائی کے لیے   پس جھونکا دینے والیوں کی شدت سے
وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ③ فَالْفٰرِقٰتِ ۔ فَرْقًا ④ فَالْمُلْقِيٰتِ
اور پھیلانے والیوں کی اٹھاکر   پھر پھاڑنے والیوں کی بانٹ کر   پھر لانے والوں کی
ذِكْرًا ⑤ عُذْرًا ۔ اَوْ ۔ نُذْرًا ⑥ اِنَّمَا ۔ تُوْعَدُوْنَ
وحی کو   عذر کرنے کے لیے یا ڈرانے کے لیے   تحقیق جو کچھ وعدہ کیا گیا تم سے
لَوَاقِعٌ ⑦ فَاِذَا ۔ النُّجُوْمُ ۔ طُمِسَتْ ⑧ وَاِذَا السَّمَآءُ
البتہ وہ ہونا ہے   پس جب ستارے مٹادیے جائیں   اور جب آسمان
فُرِجَتْ ⑨ وَاِذَا الْجِبَالُ ۔ نُسِفَتْ ⑩ وَاِذَا الرُّسُلُ
کھول دیا جائے   اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کردیے جائیں   اور جب رسولوں کا
اُقِّتَتْ ⑪ لِاَيِّ ۔ يَوْمٍ ۔ اُجِّلَتْ ⑫ لِيَوْمِ ۔ الْفَصْلِ ⑬
وقت مقرر ہوجائے   واسطے کس دن کے لیے یہ ملتوی کیا گیا سب   واسطے فیصلہ کے دن کے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ① فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ②
قسم ہے دل کو خوش کرنیوالی چلتی ہواؤں کی پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی
وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ③ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ④ فَالْمُلْقِيٰتِ
پھر اٹھاکر ابھارنے والیوں کی پھر بانٹ کر پھاڑنے والیوں کی پھر فرشتوں کی
ذِكْرًا ⑤ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ⑥ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ
جو وحی اتار کر لاتے ہیں   الزام اتارنے کو یا ڈر سنانے کو   تحقیق جو تم
لَوَاقِعٌ ⑦ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ⑧ وَاِذَا السَّمَآءُ
سے وعدہ ہوا وہ ضرور ہونا ہے   پھر جب تارے مٹادیے جائیں اور آسمان میں
فُرِجَتْ ⑨ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ⑩ وَاِذَا الرُّسُلُ
جھڑکے پڑجائیں اور جب پہاڑ اڑائے جائیں   اور جب رسولوں کا مقرر وقت ج
اُقِّتَتْ ⑪ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ⑫ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ⑬
ہوجائے ان چیزوں میں کس دن کے لیے دیر ہے اس فیصلہ کے دن کے واسطے

عُرْفًا (فائدہ پہنچانا، خوش کرنا) العاصفات (زور سے چلنے والیاں) عَصْفٌ سے اسم فاعل مؤنث ہے اَلْعَاصِفَةُ کی جمع ہے جس کے معنی زور سے چلنے والی کے ہیں، ان سب سے مُراد ہوائیں ہیں اَلْمُلْقِيٰتِ (لا ڈالنے والے) مُلْقِيَةٌ کی جمع ہے اِلْقَاءٌ سے اسی سے مُراد فرشتے ہیں مادہ ل۔ق۔ی ہے اور بہت جگہ پہلے گذر چکا ہے عذر کسی کام کی وجہ سے بیان کرنا نُذْر ڈرانا طُمِسَتْ (مٹائی گئی) اس کا مادہ ط۔م۔س ہے طَمْسٌ مٹانا سورۂ یٰسین میں گذر چکا ہے۔ نُسِفَتْ (چکنا چور کردیئے گئے) اس کا مادہ ن۔س۔ف ہے اور سورۂ طٰہٰ میں گذر چکا ہے اُقِّتَتْ اصل میں وُقِّتَتْ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے اُجِّلَتْ (ملتوی کی گئی) تاجیل سے مادہ ا۔ج۔ل ہے اجل کے معنی وقت تاجیل وقت مقرر کرنا ــــ ارشاد ہے کہ من بھاتی ہواؤں کی قسم، ہوا کے جھکڑوں کی قسم، بادل اٹھانے والی ہواؤں کی قسم بادلوں کو پھاڑ کر جگہ جگہ حکم پھیلانے والی ہواؤں کی قسم، فرشتوں کی قسم جو اللہ کی طرف سے وحی لاتے ہیں جو اچھے کاموں کی سند یا وجہ پیش کرتی ہے یا بُرے کاموں کے انجام سے ڈراتی ہے، دنیا میں ہوائیں اور فرشتے جو یہ کام کر رہے ہیں۔ ان پر غور کرو تو یقین آجائے گا کہ قیامت ضرور آئے گی اس دن ستارے مٹ جائیں گے آسمان کے دروازے کھل جائیں گے رسولوں کے لئے وقت مقرر کردیا جائے گا کہ اللہ کے دربار میں اپنی اپنی اُمتوں کو لے کر حاضر ہوں یہ سب باتیں قیامت کے لئے اٹھا کر رکھ دی گئی ہیں، اسوقت تک یہ دنیا یوں ہی قائم رہیگی۔ جو چاہے کرو۔ یاد رکھو قیامت ہی وہ دن ہے جسمیں انسان

اللہ کی قدرت کو سمجھو (الف)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ⑭ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
اور کیا تمہیں معلوم ہے کیا ہے فیصلے کا دن خرابی ہے اس دن
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑮ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ⑯ ثُمَّ
جھٹلانے والوں کی کیا ہم نے نہیں مار کھپایا پہلوں کو پھر
نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ⑰ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ
ان کے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلوں کو گنہ گاروں کے ساتھ ہم ایسا
بِالْمُجْرِمِيْنَ ⑱ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑲
ہی کیا کرتے ہیں خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی
اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ⑳ فَجَعَلْنٰهُ
کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو حقیر پانی سے پھر اسے رکھا
فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ㉑ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ㉒
ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں ایک مقررہ وعدہ تک
فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ㉓
پھر اسے مکمل کر سکے سو ہم کیا خوب قدرت والے ہیں

وَمَآ - اَدْرٰىكَ - مَا - يَوْمُ - الْفَصْلِ ⑭ وَيْلٌ - يَّوْمَئِذٍ
اور کس نے بتایا تجھے کیا ہے فیصلہ کا دن خرابی ہے اس دن
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑮ اَلَمْ - نُهْلِكِ - الْاَوَّلِيْنَ ⑯ ثُمَّ
واسطے جھٹلانے والوں کے کیا نہیں ہلاک کیا ہم نے پہلوں کو پھر
نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ⑰ كَذٰلِكَ - نَفْعَلُ
پیچھے بھیجیں گے ان کے پچھلوں کو اسی طرح کیا کرتے ہیں ہم
بِالْمُجْرِمِيْنَ ⑱ وَيْلٌ - يَّوْمَئِذٍ - لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑲
مجرموں کے بارے میں خرابی ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے
اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ - مِّنْ مَّآءٍ - مَّهِيْنٍ ⑳ فَجَعَلْنٰهُ
کیا نہیں پیدا کیا ہم نے تمہیں ایک پانی حقیر سے پس رکھ دیا ہم نے اسے
فِيْ - قَرَارٍ - مَّكِيْنٍ ㉑ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ㉒
ایک محفوظ ٹھکانے میں ایک مدت مقرر تک
فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ - الْقٰدِرُوْنَ ㉓
پس اندازہ کیا ہم نے پس کیا ہی اچھے اندازہ کرنے والے ہیں ہم

مَّهِيْنٍ : وہ جس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو صفت کا صیغہ ہے۔ م۔ ہ۔ ن سے مَهَانَةٌ کے معنی کمزور اور حقیر ہونا قَدَرٌ : اندازہ کرنا۔ جب ہو تو اس سے مراد اندازہ کی ہوئی چیز ہوتی ہے یہاں مقرر مدت مراد ہے ارشاد ہے کہ قیامت کے دن وہ سارے حادثے ہونگے جن کا ذکر کیا گیا وہی آخری فیصلہ کا دن ہے تم جانتے بھی ہو کہ وہ فیصلہ کا دن کیسا ہوگا۔ اس دن اُن لوگوں کی جنہوں نے دنیا میں اللہ کو اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کو نہ مانا تھا پوری پوری شامت آئے گی پھر ارشاد ہے کہ تم نے ہمیں سمجھا کیا ہے۔ ہم نے بہت سی قومیں پہلے تباہ کر دیں۔ اب جو ان کے پیچھے آئی ہیں انہیں بھی ہم تباہ کر دیں گے، بُرے کام کرنے والے اسی طرح ہمارے ہاتھوں تباہ ہوتے رہتے ہیں، پھر ایک دن ہم سب کو تباہ کر دیں گے۔ پھر قیامت کے دن سب کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ اس دن جھٹلانے والوں کا بہت بُرا حال ہوگا۔ یہ مت کہو کہ ہم دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے۔ آخر پہلے بھی تو ہمیں نے پیدا کیا۔ ابتدا میں انسان کچھ بھی نہ تھا۔ پھر ہم نے ایک پانی (منی) تیار کیا جو ایک ذلیل اور حقیر چیز تھی۔ پھر اسے محفوظ بچہ دانی میں رکھا۔ ایک مقررہ مدت تک وہ اس میں ٹھہرا رہا۔ ہم نے اس کے لئے ٹھیک اندازہ سے سارے پرورش کے سامان تیار کر دیئے پھر دیکھو ہم کیسے اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔

اللہ کی قدرت کو سمجھو (ب)

وَيْلٌ ۔ يَّوْمَئِذٍ ۔ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ ۔ نَجْعَلِ ۔ الْاَرْضَ
خرابی ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے کیا نہیں کیا ہم نے زمین کو
كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً ۔ وَّ اَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّ جَعَلْنَا ۔ فِيْهَا
اکٹھا کرنے والی زندوں کی اور مردوں کی اور رکھے ہم نے اس میں
رَوَاسِيَ ۔ شٰمِخٰتٍ ۔ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ ۔ مَّآءً ۔ فُرَاتًا ﴿٢٧﴾
بوجھل پہاڑ اونچے اور پلایا ہم نے تمہیں پانی بہت میٹھا
وَيْلٌ ۔ يَّوْمَئِذٍ ۔ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْطَلِقُوْآ ۔ اِلٰى ۔
خرابی ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے چلو طرف اس کے
مَا ۔ كُنْتُمْ ۔ بِهٖ ۔ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْآ ۔ اِلٰى ۔ ظِلٍّ
کہ تھے تم جس کو جھٹلاتے چلو طرف اس سایہ کے
ذِيْ ۔ ثَلٰثِ ۔ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَا ۔ ظَلِيْلٍ ۔ وَّلَا ۔ يُغْنِيْ
جو تین شاخوں والا ہے نہ ٹھنڈی چھاؤں والا اور نہ بچائے
مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا ۔ تَرْمِيْ ۔ بِشَرَرٍ ۔ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾
تپش سے گرمی کی البتہ وہ پھینکتی ہے انگارے مانند محل کے

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ
خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی کیا ہم نے نہیں بنائی زمین
كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا
سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو اور اس میں بوجھ کے
رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾
لیے اونچے پہاڑ رکھے اور تمہیں میٹھا پانی پیاس بجھانے والا پلایا
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْطَلِقُوْآ اِلٰى
خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی چل کر دیکھو اس چیز کو
مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْآ اِلٰى ظِلٍّ
جسے تم جھٹلاتے تھے چلو ایک چھاؤں میں
ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ
جس کی تین شاخیں ہیں نہ گہری چھاؤں کی اور نہ تپش میں
مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾
کچھ کام آنے والی وہ آگ کی چنگاریاں پھینکتی ہے جیسے محل

كِفَاتٌ (وہ جگہ جہاں سب ملے جلے پڑے ہوں) یہ ک۔ ف۔ ت سے اسم ہے کَفْتٌ کے معنی ملانا۔ جوڑنا کفاتٌ اکٹھے ہونے کی جگہ۔ رَوَاسِي (بوجھل پہاڑ) رَاسِيَةٌ کی جمع ہے یہ لفظ سورۃ الانبیا اور دیگر مقامات میں گذر چکا ہے شٰمِخٰتٌ (بلند۔ اونچے) شَامِخَةٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل مؤنث ہے۔ ش۔ م۔ خ سے شَمْخٌ کے معنی بلند ہونا۔ ظِلٌّ (سایہ۔ چھاؤں) یہاں اس سے سائبان مراد ہے ظَلِيْلٌ اسی سے صفت کا صیغہ ہے، گہری چھاؤں والا۔ لَهَبٌ (گرم لپٹ)، آگ کی ہو یا سورج کی شَرَرٌ (چنگاریاں۔ انگارے)، چنگاری کو شرارہ کہتے ہیں اسکا مفرد شَرَرَةٌ یا شَرَارَةٌ ہے۔ قَصْرٌ (محل) وسیع۔ فراخ مکان — ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جھٹلانے والے بڑی مصیبت میں پھنسیں گے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ انسان مٹی سے بنا ہے اور مٹی ہی میں مل جائے گا۔ زمین نے زندوں اور مردوں دونوں کو ملا رکھا اور سمیٹ رکھا ہے دیکھو اسمیں اونچے اونچے پہاڑ گڑے ہوئے ہیں اور میٹھے پانی کے چشمے جاری ہیں جن سے تمہیں خوشگوار پانی پینے کو ملتا ہے' اسی زمین میں سب کچھ ہے اسی سے تم پیدا ہو اسی سے پھر بن جاؤ گے اس واقعہ کو جھٹلانے سے تمہارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ قیامت میں منکروں سے کہا جائیگا۔ چلو دوزخ کی طرف جسے تم جھٹلاتے تھے تم پر ایک سائبان دھوئیں کا اوپر دائیں بائیں تین طرف سے چھایا ہوگا جس میں نہ سایہ ہے نہ گرمی

قیامت کیا ہے

كَاَنَّهٗ ـ جِمٰلَتٌ ـ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ ـ يَّوْمَئِذٍ
گویا وہ اونٹ ہیں زرد خرابی ہے اس دن
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا ـ يَوْمُ ـ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا
واسطے جھٹلانے والوں کے یہ وہ دن ہے کہ وہ نہ بولیں گے اور نہ
يُؤْذَنُ ـ لَهُمْ ـ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ ـ يَّوْمَئِذٍ
اجازت ہوگی ان کو کہ وہ عذر پیش کریں خرابی ہے اسی دن
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا ـ يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ
واسطے جھٹلانے والوں کے یہ ہے فیصلہ کا دن اکٹھا کردیا ہم نے تمھیں
وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ ـ كَانَ ـ لَكُمْ ـ كَيْدٌ
اور پہلوں کو پس اگر ہے تمھارے پاس کوئی داؤ
فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ ـ يَّوْمَئِذٍ ـ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾
تو کرلو مجھ پر خرابی ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
گویا وہ زرد اونٹ ہیں خرابی ہے اس دن جھٹ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾
والوں کی یہ وہ دن ہے کہ وہ نہ بولیں گے ا
يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَ
انھیں اجازت ہو کہ توبہ کریں خرابی ہے اس
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْ
جھٹلانے والوں کی یہ ہے فیصلہ کا دن جمع کیا ہم
وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْ
اور اگلوں کو پھر اگر تمھارا کوئی داؤ ہے تو مجھ
فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْن
چلالو خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں

جِمٰلَتٌ : اونٹوں کا ڈھیر، جَمَلٌ کی جمع ہے جو عرب میں اونٹ کو کہتے ہیں۔ صُفْرٌ : کالے یا زرد ۔ اَصْفَرُ کی جمع ہے۔ کَیْدٌ : چارہ۔ حیلہ۔ داؤ، اسی سے کِیْدُوْا امر کا صیغہ ہے ن اصل میں نی ہے وقف کی وجہ سے ی گرگئی جس کے معنی یہاں لڑ لو ہیں ـــــ ارشاد ہوا کہ دوزخ کے شرارے یا انگارے اتنے بڑے بڑے ہونگے جیسے شاہی محل بڑے بڑے ہوتے ہیں اور پھر وہ ٹوٹ پھوٹ کر زرد اونٹوں کی طرح نظر آئیں گے۔ اس بات کو سچ مانو۔ جو اسے جھوٹا سمجھیں گے۔ ان کی قیامت کے دن گت بنے گی۔ اس دن کا حال سنو! منکروں سے اس دن کہہ دیا جائے گا کہ لو یہ ہے قیامت کا دن یہاں تم بول سکو گے۔ ہول کے مارے تمہاری زبان بند ہو جائے گی اور بولے بھی تو وہ بولنا بیکار ہوگا اور بالکل نہ بولنے کے برابر۔ آج جس نے یہ بات اچھی طرح نہ سمجھ لی تو قیامت کے دن اس کا بُرا حال ہوگا۔ اس دن کسی کا کوئی عذر نہ سُنا جائے گا اور نہ اس کو اجازت دی جائے گی کہ نہ ماننے کی وجہ بتاؤ۔ کیونکہ جب قرآن میں اس قدر صاف صاف سب کچھ بتادیا گیا تو نہ ماننے کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ دن تو فقط اس لئے ہوگا کہ دنیا میں جس نے جو کچھ کیا تھا اس کی بابت اسے بتا دیا جائے کہ وہ جنت کے جانے کے قابل ہے یا جہنم رسید ہونے کے۔ اب جو اس بات کو نہیں مانتا وہ ایسی مصیبت میں پھنسے گا کہ جان پر بن آئے گی۔

نیک لوگوں کا حال

اِنَّ - الْمُتَّقِيْنَ - فِىْ ظِلٰلٍ - وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ
تحقیق پرہیزگار درمیان سایوں اور چشموں کے ہیں اور
فَوَاكِهَ - مِمَّا - يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
میووں کے اس قسم کے جو وہ چاہیں کھاؤ اور پیو
هَنِيْٓـًٔۢا - بِمَا - كُنْتُمْ - تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا
مزے سے بدلے اس کے جو تھے تم کرتے تحقیق ہم
كَذٰلِكَ - نَجْزِى - الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ
اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم اچھے کام کرنے والوں کو خرابی ہے
يَّوْمَئِذٍ - لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾
اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ
اللہ سے ڈرنے والے ہیں وہ سایوں میں ہوں گے اور چشمے ان کے گرد
فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
ہوں گے اور میوے جس قسم کے وہ چاہیں کھاؤ اور پیو
هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا
مزے سے بدلے اس کے جو تم نے کام کیے تھے ہم نیکی
كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ
کرنے والوں کو یونہی بدلہ دیتے ہیں خرابی ہے
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی

هَنِيْٓءٌ (خوشگوار) صفت کا صیغہ ہے ہ۔ن۔ء سے هَنَاءٌ کے معنی خوشگوار ہونا، مزیدار ہونا۔ رچتا پچتا۔ پہلے قیامت کا حق ہونا بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ اُس دن ہر آدمی کے کاموں کی جو اس نے دنیا میں کئے تھے۔ جانچ پڑتال ہوگی اور جنہوں نے آخرت کو بالکل بھلا کر دنیا ہی کے فائدوں سے اور یہیں کے عیش و آرام سے دل لگا رکھا تھا، اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کو کچھ نہ گردانا تھا۔ ان کی حالت بہت بُری ہوگی، ان کو دھوئیں کے سائبان کے نیچے ہانکتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور اس کے شعلے انہیں چاروں طرف سے لپٹ کر گھیر لیں گے۔ ان آیتوں میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے دنیا میں اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق زندگی بسر کی ہوگی اور اس کے غضب سے ڈر کر گناہوں سے بچتے اور بُرے کاموں سے پرہیز کرتے رہے ہوں گے۔ یہ لوگ محشر میں عرش کے سایہ میں اور جنت کے اندر وہاں کے سرسبز درختوں کے سایہ میں ہوں گے جہاں ہر طرف ٹھنڈے پانی کے اور دوسری پینے کی مزیدار چیزوں کے چشمے ہر طرف بہہ رہے ہونگے اور ان کے من بھاتے میوے ہر طرف سے جھکے پڑ رہے ہونگے اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ آج بے روک ٹوک یہ مزیدار چیزیں جتنی چاہے کھاؤ پیئو۔ یہاں زیادہ کھانے، پینے سے کوئی شکایت پیدا نہ ہوگی، جیسے دنیا میں ہوا کرتی تھی۔ ہر وقت یا ٹھہر ٹھہر کر جیسے چاہو اور جتنا چاہو نوش کرو۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں احتیاط کے ساتھ بچ بچ کر چلتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف ہو جائے۔ ہمارے ہاں ایسے اچھے چال چلن والوں کا یہی بدلہ ہے کہ آج انہیں عیش و عشرت کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ اس دن ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا تھا۔ بُری طرح شامت آئے گی۔

منکروں کو تنبیہ

كُلُوْا ۔ وَتَمَتَّعُوْا ۔ قَلِيْلًا ۔ اِنَّكُمْ ۔ مُجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾
کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ کچھ دن تحقیق تم مجرم ہو
وَيْلٌ ۔ يَّوْمَئِذٍ ۔ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ
خرابی ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے ، اور جب کہا جائے
لَهُمْ ۔ ارْكَعُوْا ۔ لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ ۔ يَّوْمَئِذٍ
ان سے جھک جاؤ نہیں جھکتے خرابی ہے اس دن
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ ۔ حَدِيْثٍ ۔ بَعْدَهٗ
واسطے جھٹلانے والوں کے پس کس بات پر اس کے بعد
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۲ ۲۲
یقین لائیں گے

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾
تھوڑے دن کھالو اور برت لو بے شک تم گنہ گار ہو
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ
خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی اور جب ان سے
لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
کہیے جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے خرابی ہے اس دن
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ
، جھٹلانے والوں کی اب اس کے بعد کس بات پر یقین
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾
لائیں گے ۔

اوپر کی آیتوں میں نیک اور پرہیزگار لوگوں کا بیان ہو چکا کہ وہ لوگ محشر میں عرش کے سایہ کے نیچے اور جنت میں میوہ دار درختوں کے گھنے سائے میں ہونگے اور ان کے ہر طرف سہانے چشمے بہہ رہے ہوں گے اور ہر طرف لذیذ پختہ میوے درختوں پر جھوم رہے ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ بے روک ٹوک خوب کھاؤ پیو۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے دنیا میں کئے تھے۔

اس کے بعد اب ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے جنہوں نے قرآن حکیم کی باتوں کو کوئی وقعت نہ دی اور انہیں جھوٹا سمجھا کہ دنیا نے تمہارا دل موہ لیا ہے اور تم یہاں کے عارضی مزوں پر ریجھ رہے ہو۔ تمہاری حالت پر افسوس ہے۔ یہ دنیا تو کوئی دن کا کھیل تماشا ہے۔ اس میں کیا دل لگانا اگر کچھ دن تھوڑا بہت آرام اٹھا بھی لیا تو کیا۔ تمہارا نام تو مجرموں میں لکھا ہوا ہے مرتے ہی تمہارے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پڑ جائیں گی اور تم اللہ کی عدالت میں پیش ہونے کے لئے ہانک دیئے جاؤ گے۔ اچھی طرح سن لو کہ یہ تمہارا دنیا کا عیش و آرام تھوڑے ہی دن کا ہے۔ اچھا ہم تمہیں مہلت دیتے ہیں، چونکہ تم دنیا کو پسند کر چکے۔ اس لئے کچھ روز کھا پی لو، مرنے کے بعد تمہارے لئے کچھ نہیں۔ افسوس ان لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ ان سے لاکھ کہا جائے کہ اللہ کے آگے سر جھکاؤ۔ سر آنکھوں سے اس کا حکم بجا لاؤ۔ ان کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ یہ دین کی باتوں کو بناوٹی اور جھوٹا سمجھنے والے مرنے کے بعد بہت پچھتائیں گے۔ آخر اس قدر صاف صاف اور واضح ہو جانے کے بعد اب یہ اور کن باتوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ جنہیں مانیں گے۔ اب آئندہ اور کوئی وحی نہیں آئے گی جو آنی تھی آ چکی۔

سورۃ المرسلٰت پر غور

اللہ کو اپنا اکیلا معبود اور حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول اور قرآن حکیم کو اللہ کا کلام ماننے کے بعد قرآن کے حکم ماننے کے سوا کسی مسلمان کا کوئی اور کام نہیں رہتا۔ وہ انہیں اچھی باتوں پر چلنے، اچھے کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کی ہدایت کرتا ہے اس سے فقط یہی نہیں کہ انسان کی دنیا کی زندگی درست ہوتی ہے، بلکہ مرنے کے بعد کی زندگی بھی ایسے چین و آرام سے بسر ہوگی۔ جو یہاں خیال میں بھی پوری طرح نہیں آسکتی۔ اس لئے اسلام کی پہلی تعلیم یہ ہے کہ انسان کی زندگی فقط اس دنیا ہی کی زندگی نہیں ہے کہ موت پر ختم ہو جائے۔ مرنے کے بعد ہر انسان دوبارہ پیدا ہوگا اس کی اصل زندگی وہی ہے جو اس کے دوبارہ پیدا ہونے کے بعد شروع ہوگی اور کبھی ختم نہ ہوگی۔ یہ دنیا کی زندگی تو فقط اس لئے ہے کہ اس میں ہمیشہ کی زندگی کے اچھا بنانے کی کوشش کی جائے۔ جس کا نام آخرت کی زندگی ہے اور اس زندگی کے بعد موت نہیں ہے، اصل میں انسان، قرآن کو بھی اچھی طرح سمجھے گا۔ جب وہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے کا اور آخرت کی زندگی کا قائل ہوگا۔ ورنہ قرآن اس کے لئے کسی کام کی چیز نہ ہوگا۔ کیونکہ انسان یہی سمجھتا رہے گا کہ بس جو کچھ ہے، یہی دنیا کی زندگی ہے مرنے کے بعد کچھ ہونیوالا نہیں۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہے یہیں کرلو۔ آگے کچھ نہیں رکھا۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اس خیال کو دل میں خوب بٹھا کر شروع کرو کہ ہمارا اصل کام دنیا میں اپنی آخرت کی زندگی کا درست کرنا ہے اسی لئے ان سورتوں میں جو ابتدائے اسلام میں مکہ کے اندر نازل ہوئیں، اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ آخرت کی زندگی کا یقین کرو اور اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ مرنے کے بعد ہر شخص زندہ کیا جائے گا اور اس کے بعد پھر قیامت کا دن آئے گا۔ جس میں تمام اگلے پچھلے انسانوں کو جنہوں نے اس دنیا میں کبھی زندگی بسر کی تھی۔ اکٹھا کیا جائے گا اور ہر ایک کے سامنے اس کے تمام کاموں کا جو اس نے دنیا میں کئے تھے۔ دفتر کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ اور پھر ہر ایک کو فیصلہ سنا دیا جائے گا کہ یہ تمہارے کام قرآن کے خلاف اور یہ کام قرآن کے مطابق ہیں۔ قرآن کے خلاف کام کرنے والوں کے لئے دوزخ اور اس کے مطابق کام کرنے والوں کے لئے جنّت ہے اب جو جس کے قابل ہے وہ وہاں چلا جائے، اس سورت میں قیامت کا انکار کرنے والوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ عقل سے کام لیں اگر دنیا کے حالات پر اور ان قوتوں کے طرزِ عمل پر جو یہاں کام کر رہی ہیں غور کریں گے تو ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ یہاں کا سارا کارخانہ انسان کی آخرت کی تیاری کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ یہاں کے حالات کا تغیّر و تبدّل بتا رہا ہے کہ ایک دن پورا تغیر ہو جائے گا اور یہ کارخانہ فنا ہو جائے گا اور آخرت کی زندگی شروع ہو جائے گی۔ یہی آخری بات ہے جو وحی کے ذریعے بتا دی گئی ہے، اب اس کے بعد اور کوئی بات وحی کے ذریعے نہ بتائی جائے گی۔ سنا ہے تو مان لو۔ ورنہ تم جانو تمہارا کام۔

سُوْرَةُ النَّبَاءِ

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت قرآن حکیم کی اٹھترویں سوُرت ہے قیام مکہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی اور اس میں دُو رکوع ہیں...... قرآن کی سورتوں میں جب اس پر زور دیا گیا ہے کہ قیامت برحق ہے ایک دن اس دنیا کی زندگی ختم ہو جائے گی اور مرے ہوئے انسان ایک مدت کے بعد پھر زندہ ہوں گے اور میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے ان کے ان کاموں کی جو انہوں نے دنیا میں کئے تھے جانچ پڑتال ہوگی۔ اور ہر ایک کے لئے آخری فیصلہ سنا دیا جائے گا کہ کون شخص کہاں جائیگا جنت میں یا دوزخ میں۔ کیونکہ ان دو کے سوا اور کوئی ٹھکانا کسی کے لئے نہیں ہے۔ یہی دن قیامت کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قیامت کے حالات جو قرآن مجید میں بیان ہوئے پڑھ کر سنائے تو کافر لوگ جو دنیا میں مست تھے ہنسی اڑانے لگے اور پوچھنے لگے کہ یہ تمہاری قیامت کب آئے گی۔ جو ذرا زیادہ سمجھدار تھے انہوں نے کہا کہ ہاں آئے گی کسی نے کہا ہمیں تو یقین نہیں آتا کہ آئے گی۔ کسی نے کہا جو کچھ اس دن گذرے گا بدن کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ غرض لوگ اسی قسم کے مختلف خیال ظاہر کرتے رہے۔ اس سورت میں ان لوگوں سے جو قیامت کی بابت سچ مچ جاننا چاہتے ہیں یا مزاح کے طور پر سوال کرتے ہیں کہا جا رہا ہے کہ قیامت پر قرآن مجید کے کہنے سے ایمان لے آؤ۔ اس کی بابت جو وہ بتاتا ہے، اسے اسی طرح مان لو جیسے وہ بتاتا ہے۔ ورنہ اگر اس کا انکار کر دیا اور اپنے عقل گھوڑے دوڑانے لگے۔ تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ بہت بری گت بنے گی۔ تمہیں چاہیئے کہ جتنا بتایا گیا ہے اسے مان کر اپنے اخلاق اس قرآن کے مطابق درست کرو۔ اور قیامت کی حقیقت اپنی عقل سے دریافت کرنے میں وقت ضائع مت کرو۔ بلکہ اس دن کی مصیبت سے بچنے کی کوشش کرو۔ ایسی باتوں میں بحث مباحثہ سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا سوا اس کے کہ آپس میں اختلاف اور تو تو میں میں ہو۔ ذرا غور کرو۔ کہ ہم نے اپنی قدرت سے تمہارے لئے تمہاری زندگی کا پورا پورا انتظام دنیا میں کافی مدت تک کے لئے کر دیا ہے۔ اس وقت کو خواہ مخواہ جھگڑوں اور مباحثوں میں ضائع مت کرو اور کسی کی بابت فیصلے صادر مت کرو۔ کہ یہ صحیح ہے یہ غلط ہے۔ چاہیئے۔ کہ ہر انسان تنہا بھی اور دوسروں سے مل جل کر بھی اپنی نجات کا بندوبست کرے۔ دنیا میں اس کا موقع نہیں کہ کسی آدمی کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔ فیصلہ قیامت کے دن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر ہوگا۔ اس دن انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق الگ الگ کر دیا جائے گا۔ اچھے کام کرنے والے جنت میں برے کام کرنے والے دوزخ میں جائیں گے دنیا اس لئے نہیں کہ تم آپس میں فیصلے کر کے الگ الگ فرقے اور جدا جدا قومیں بن جاؤ اس کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ کہ کون برا ہے کون اچھا ہے اس دن کے عذاب سے ہم تمہیں ڈرائے دیتے ہیں، جب تمہارے اعمال تمہارے سامنے ہوں گے اور کافر لوگوں کے منہ پر یہ ہوگا۔ کاش ہم مٹی ہی میں ملے رہتے اور یہ آفت سر نہ پڑتی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اٰیَاتُھَا ۴۰ سُوْرَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ ۷۸ رکوعاتُھَا ۲

یہ پوچھ گچھ کیسی؟

عَمَّ ۔ يَتَسَآءَلُوْنَ ۞ عَنِ ۔ النَّبَاِ ۔ الْعَظِيْمِ ۞
کس چیز کی بابت پوچھتے ہیں وہ ایک بڑی خبر کی بابت
الَّذِيْ ۔ هُمْ ۔ فِيْهِ ۔ مُخْتَلِفُوْنَ ۞ كَلَّا
جو کہ ہیں وہ اس میں اختلاف کرنے والے ہرگز نہیں
سَيَعْلَمُوْنَ ۞ ثُمَّ ۔ كَلَّا ۔ سَيَعْلَمُوْنَ ۞
عنقریب جان لیں گے پھر ہرگز نہیں عنقریب جان لیں گے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۞ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۞
لوگ آپس میں کیا بات پوچھتے ہیں پوچھتے ہیں ایک بڑی خبر کی بابت
الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۞ كَلَّا
جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ہرگز نہیں
سَيَعْلَمُوْنَ ۞ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۞
اب جان لیں گے پھر ہرگز نہیں اب جان لیں گے

عَمَّ (کسی کی بابت) اصل میں عن ۔ مَا ہے نون کو میم میں ادغام کر دیا اور ما کا آخری الف گرا دیا۔ یَتَسَآءَلُوْنَ (آپس میں پوچھتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ تَسَاءُلٌ ہے۔ جو سُوَالٌ سے بنا ہے' یہ لفظ سورۃ الصّٰفّٰت میں اور دیگر مقامات میں گذر چکا ہے۔ نَبَا (خبر) سُوْرَةُ الشُّعراء میں گذر چکا ہے یہاں اس سے مراد واقعہ ہے۔ ارشاد ہے کہ قرآن میں قیامت کا ذکر سنکر یہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ یہ قیامت کیا چیز ہے بعض ہنسی اڑانے کے لہجے میں اور بعض صاف انکار کے طور پر ان سے کہہ دو کہ جس چیز کی بابت تم پوچھ رہے ہو وہ بڑی ڈراؤنی چیز ہے۔ اسے قرآن حکیم نے تم پر جتنا اس دنیا میں واضح کیا جا سکتا ہے۔ واضح کر دیا ہے اس سے زیادہ نہ تم اپنی عقل سے اس کی تحقیق کر سکتے ہو اور نہ جان سکتے ہو اور نہ زیادہ جاننے کی ضرورت ہے۔ حقیقت تو اس کی تم پر جبھی کھلے گی جب وہ تمہارے سر پر ہی آجائے گی۔ آخر یہ لوگ قیامت کی جستجو میں کیوں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ یوں ہی ڈھکوسلا ہے۔ ہے کچھ بھی نہیں۔ کوئی کہتا ہے مر کر کون دوبارہ جیتا ہے ہمیں تو اس کا یقین نہیں۔ کیونکہ یہ سمجھ میں آنے کی چیز ہی نہیں' یونہی لوگوں کے ڈرانے کے لئے بات گھڑ لی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد دکھ یا آرام ہوا بھی تو فقط روح کو ہوگا۔ بدن سے اسے کوئی واسطہ نہیں۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ان سے کہہ دو کہ آدمی کو مرتے دیر نہیں لگتی۔ جس وقت موت یہ ظاہری آنکھیں پٹ کر دے گی۔ . . . .

. . . . . اس وقت تم پر ساری بات کھُل جائے گی۔ اس وقت ہم تم سے کہے دیتے ہیں کہ تم اپنی عقل سے قیامت کی بابت کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ اگر قرآن کے کہنے سے قیامت کا یقین کر لو تو بہتر ہے۔ ورنہ وہ کبھی کچھ دور نہیں۔ عنقریب وہ تمہارے سر پر آ کھڑی ہوگی اور تم جان لوگے کہ یہ ہے قیامت۔ ہم پھر کہے دیتے ہیں کہ عقل سے یہ معما حل نہیں ہو سکتا۔ اگر ہمارے کہنے سے نہ مانا تو تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا اور سر پکڑ کر روؤ گے۔

کام کی باتیں

اَلَمۡ - نَجۡعَلِ - الۡاَرۡضَ - مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّالۡجِبَالَ
کیا نہیں کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو
اَوۡتَادًا ﴿۷﴾ وَّخَلَقۡنٰكُمۡ - اَزۡوَاجًا ﴿۸﴾ وَّجَعَلۡنَا
میخیں اور پیدا کیا تم کو جوڑے اور کیا ہم نے
نَوۡمَكُمۡ - سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّجَعَلۡنَا - الَّيۡلَ - لِبَاسًا ﴿۱۰﴾
تمہاری نیند کو راحت اور کر دیا ہم نے رات کو اوڑھنا
وَّجَعَلۡنَا - النَّهَارَ - مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيۡنَا - فَوۡقَكُمۡ
اور کر دیا ہم نے دن کو کمائی کا وقت اور بنائے ہم نے تمہارے اوپر
سَبۡعًا - شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّجَعَلۡنَا - سِرَاجًا - وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾
سات سخت آسمان اور بنایا ہم نے ایک چراغ چمکتا

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّالۡجِبَالَ
کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو
اَوۡتَادًا ﴿۷﴾ وَّخَلَقۡنٰكُمۡ اَزۡوَاجًا ﴿۸﴾ وَّجَعَلۡنَا
میخیں نہیں بنایا اور تم کو ہم نے بنایا جوڑے جوڑے اور تمہاری
نَوۡمَكُمۡ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾
نیند کو تمہاری تکان دفع کرنے کا ذریعہ بنایا اور رات کو اوڑھنا بنایا
وَّجَعَلۡنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيۡنَا فَوۡقَكُمۡ
اور دن کو کمائی کرنے کو بنایا اور تمہارے اوپر سات
سَبۡعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّجَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾
سخت آسمان بنائے اور ایک چمکتا چراغ بنایا

مِهَادٌ، بچھونا ہموار دور تک پھیلا ہوا فرش۔ اوتاد میخیں، وَتَدٌ کی جمع ہے۔ مَعَاشٌ، زندگی، زندگی کی ضروریات حاصل کرنے کا وقت۔ شِدَادٌ مضبوط، محکم، شَدِيۡدٌ کی جمع ہے وَهَّاجٌ چمکدار صفت کا صیغہ ہے و۔ ہ۔ ج سے وَهۡجٌ آگ کی یا سورج کی تپش۔ گرم روشنی۔ پہلے فرمایا کہ قیامت کا نام سنکر یہ لوگ اس کی تحقیق میں مصروف ہوگئے اور لگے عقلی گھوڑے دوڑانے حالانکہ ان کی عقل اس قابل نہیں کہ وہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکے اس لئے ان کو اس پر یقین کرلینا چاہیئے تھا جو انہیں رسولؐ نے وحی کے ذریعے قیامت کی بابت بتایا تھا۔ کیونکہ غیب کی باتوں کا اتنا علم کافی ہے جس پر دنیاوی زندگی کی بنیاد رکھی جاسکے اور اتنا علم قرآن مجید سے بخوبی حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد قیامت کی بابت زیادہ بحث مباحثہ میں مت پڑو۔ اب تم دنیا میں اللہ عزوجل کی قدرت دیکھو اس نے ایسی چوڑی چکلی زمین تمہارے لئے فرش کی طرح بچھادی اور اس میں پہاڑوں کو میخوں کی طرح ٹھونک دیا تاکہ اس کی ریتلی مٹی مضبوط اور پائیدار ہوجائے۔ زمین ہی سے انسان کو پیدا کیا اور تمہارے مرد اور عورت کے جوڑے بنائے۔ اسی طرح ہر شے کے لئے اس کا جوڑا بنایا تاکہ ایک دوسرے کی کمی پوری کرے پھر نیند کو آرام اور راحت کا ذریعہ بنایا۔ جس کا اندھیرا پردہ کی طرح سب پر چھا جاتا ہے اور سب کو چھپالیتا ہے دن کو محنت اور کام کاج کے لئے مقرر کیا۔ اوپر سات آسمان بنائے۔ جس میں نہ کوئی دراڑ دکھائی دیتی ہے اور نہ کوئی سوراخ نظر آتا ہے۔ پھر سورج کو روشنی اور گرمی پہنچانے کے لئے پیدا کردیا۔ جو مشعل کی طرح سر کے اوپر جگمگا رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

قدرت کے کرشمے

وَّاَنْزَلْنَا ۔ مِنَ الْمُعْصِرٰتِ ۔ مَآءً ۔ ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾
اور اتارا ہم نے پانی بھری بدلیوں سے پانی زور سے بہتا
لِّنُخْرِجَ ۔ بِهٖ ۔ حَبًّا ۔ وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿١٦﴾
تاکہ نکالیں ہم اس سے غلہ اور سبزی اور باغات گھنے
اِنَّ ۔ يَوْمَ ۔ الْفَصْلِ ۔ كَانَ ۔ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ
تحقیق فیصلہ کا دن ہے ایک مقرر وقت جس دن
يُنْفَخُ ۔ فِي الصُّوْرِ ۔ فَتَاْتُوْنَ ۔ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾
پھونکا جائے گا صور پس چلے آؤ گے تم گروہ در گروہ
وَّفُتِحَتِ ۔ السَّمَآءُ ۔ فَكَانَتْ ۔ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾
اور کھول دیا جائے گا آسمان پس ہو جائے گا وہ دروازے دروازے
وَّسُيِّرَتِ ۔ الْجِبَالُ ۔ فَكَانَتْ ۔ سَرَابًا ﴿٢٠﴾
اور جگہ سے ہلا دیا جائے گا پہاڑوں کو کہ پس ہو جائیں گے چمکتا ریتا

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾
اور پانی بھرے بادلوں سے پانی کا ریلا اتارا
لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿١٦﴾
تاکہ اس سے ہم اناج اور سبزہ نکالیں اور باغ پتوں میں لپٹے ہوئے
اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ
بے شک یہ فیصلے کے دن کا ایک وقت ٹھہرا ہوا ہے جس دن
يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾
صور پھونکا جائے گا پھر تم چلے آؤ گے گروہ گروہ
وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾
اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے ہو جائیں گے
وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾
اور پہاڑ چلا دیے جائیں گے تو ہو جائیں گے چمکتا ریتا

الْمُعْصِرٰتِ (پانی سے بھرے ہوئے) اس کا مادہ ع۔ص۔ر ہے جس کے معنے نچوڑنے اور عرق ٹپکانے کے ہیں۔ یہ مُعْصِرَةٌ کی جمع ہے اس سے مراد پانی سے بھرے ہوئے بادل یا ہوائیں ہیں جن سے مینہ برسنے لگے۔ ثَجَّاجٌ (زور سے بہنے والا) اسم مبالغہ ہے ث۔ج۔ج سے ثَجٌّ کے معنی بہانا، اِنْثِجَاجٌ موسلا دھار بارش جس سے ندی نالے بہنے لگیں۔ اَلْفَافٌ (گھنے پتوں والے) لِفٌّ کی جمع ہے وہ باغ جس کے درختوں کے پتے گھنے اور گتھے ہوئے ہوں۔ سرسبز سَرَابٌ (صحرا کی ریت پانی کی طرح چمکتی ہوئی) سورۃ النور میں گذر چکا ہے۔ ارشاد ہے کہ پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے ہم نے موسلا دھار مینہ برسایا تاکہ زمین میں سے غلہ، سبزی اور گھنے پتوں والے باغ اس کے ذریعے اُگائیں۔ ان سب نعمتوں پر غور کرو اور سوچو کہ سارا سامان انسان کی اس دنیا کی زندگی کے لئے اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس سے ایمان والے اور کفر کرنے والے یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دنیا میں تو کسی کو شکر کی جزا یا ناشکری کا پورا بدلہ نہیں دیا جاتا۔ لیکن ایک دن ایسا ضرور آنے والا ہے جس میں ایمان والوں اور کفر کرنے والوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ اس کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا صور پھونک دیا جائے گا اور لوگ جوق در جوق میدان حشر میں آنے لگیں گے۔ آسمان کے دروازے کھل جائیں گے پہاڑ چمکدار ریتے کی طرح ہو جائیں گے۔

کافروں کا انجام

إِنَّ - جَهَنَّمَ - كَانَتْ - مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ
تحقیق دوزخ ہے تاک میں واسطے سرکشوں کے
مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ - فِيهَآ - أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوقُونَ
ٹھکانا پڑے رہیں گے اس میں مدتوں نہ چکھیں گے
فِيهَا - بَرْدًا - وَّلَا - شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا - حَمِيمًا - وَّ
اس میں ٹھنڈک اور نہ پینے کی چیزیں مگر گرم پانی اور
غَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً - وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ - كَانُوا
پیپ یہ بدلہ ہوگا پورا پورا تحقیق وہ تھے
لَا يَرْجُونَ - حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوا - بِآيَاتِنَا
نہ توقع رکھتے حساب کی اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو
كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ - شَيْءٍ - أَحْصَيْنَاهُ - كِتَابًا ﴿٢٩﴾
مکرا کر اور ہر چیز کو گھیر رکھا ہے ہم نے اسے لکھ کر
فَذُوقُوا - فَلَنْ - نَّزِيدَكُمْ - إِلَّا - عَذَابًا ﴿٣٠﴾
پس چکھو مزا پس ہرگز نہ بڑھائیں گے ہم تم پر مگر عذاب

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ
بے شک دوزخ تاک میں ہے شریروں کا
مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوقُونَ
ٹھکانا وہ رہیں گے اس میں مدتوں نہ وہاں کچھ ٹھنڈک
فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَّ
کا مزہ چکھیں گے اور نہ کچھ پینے کو ملے گا مگر گرم پانی اور
غَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا
بہتی پیپ پورا بدلہ ان کو حساب کی توقع
لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
نہ تھی اور وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے
كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾
تھے مکرا کر اور ہم نے ہر چیز لکھ کر گن رکھی ہے
ع فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾
اب مزہ چکھو کہ ہم تم پر نہ بڑھاتے جائیں گے مگر عذاب

مِرْصَادٌ (رصدگاہ گھات میں بیٹھنے کی جگہ) اس کا مادہ رص د ہے رَصَدٌ کے معنی گھات میں بیٹھنا اور وہ لوگ جو گھات میں بیٹھیں۔ اس معنی میں یہ سورۃ الجن میں گذر چکا ہے اَحْقَابٌ (صدیوں) حُقُبٌ کی جمع ہے ۸۰ سال یا اس سے زیادہ کو کہتے ہیں یہاں احقاب سے مراد درازیٔ مدت ہے۔ غَسَّاقٌ (پیپ۔ کچ لہو) یہ لفظ سورۃ ص میں گذر چکا ہے۔ وِفَاقٌ (اعمال کے موافق) اسم مصدر ہے مُراد یہ ہے کہ عذاب ویسا ہی شدید ہوگا۔ جیسا ان کا گناہ یعنی شرک شدید تھا۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں اچھے بُرے سب ملے جلے رہتے ہیں لیکن قیامت کے دن انکو الگ کر دیا جائیگا۔ بُرے لوگ جنہوں نے اللہ کو اُسکے حکموں کو نہ مانا تھا دوزخ میں جائینگے یہ دوزخ انکی تاک میں ہے اور وہی سرکشوں اور ڈھیٹ لوگوں کا ٹھکانا ہے اور وہ وہاں اسمیں صدیوں پڑے رہیں گے جنکا کوئی شمار نہیں وہاں انہیں ٹھنڈک نصیب نہ ہوگی پیاس حد سے زیادہ ہوگی مگر پینے کو کھولتا ہوا پانی یا زخموں سے بہتی پیپ کے سوا کچھ نہیں ملیگا اور یہ انکے کرتوتوں کی بالکل ٹھیک اور پوری سزا ہوگی انہوں نے بھی تو غضب ہی کر دیا تھا کہ قیامت کے دن حساب کی پرواہ ہی نہیں کرتے تھے اور اللہ کی آیتوں کو جان بوجھ کر برابر جھٹلاتے چلے جاتے تھے انہوں نے سمجھا ہی نہیں کہ ہم ان کا ذرا ذرا سا فعل لکھکر محفوظ کرتے جا رہے ہیں اچھا اب اپنی کرتوتوں کا مزہ چکھو جیسی تمہاری سرکشی دنیا میں دمبدم بڑھتی جاتی تھی ایسے ہی آج ہمارے عذاب بھی تمہارے لئے

پرہیزگاروں کا انعام

اِنَّ : لِلْمُتَّقِيْنَ - مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾
تحقیق واسطے پرہیزگاروں کے کامیابی ہے بہت سے باغ اور انگور
وَّكَوَاعِبَ - اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا - دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا
اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی اور پیالہ چھلکتا نہ
يَسْمَعُوْنَ - فِيْهَا - لَغْوًا - وَّلَا - كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً
سنیں گے اس میں بکواس اور نہ جھوٹ بدلہ
مِّنْ رَّبِّكَ - عَطَآءً - حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ - السَّمٰوٰتِ
تیرے رب کی طرف سے انعام پورا پورا جو رب ہے آسمانوں کا
وَالْاَرْضِ - وَمَا بَيْنَهُمَا - الرَّحْمٰنِ - لَا يَمْلِكُوْنَ
اور زمین کا اور جو ان دونوں کے بیچ میں ہے بڑا مہربان نہیں مجال رکھتے وہ
مِنْهُ - خِطَابًا ﴿٣٧﴾
اس سے بات کرنے کی

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾
بے شک ڈر والوں کو ان کی مراد ملنی ہے باغ اور انگور
وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا
اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی اور پیالے چھلکتے نہ
يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً
سنیں گے وہاں بک بک اور نہ مکرانا یہ بدلہ ہوگا
مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ
تیرے رب کا حساب سے دیا ہوا جو آسمانوں کا اور زمین
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ
کا رب ہے اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے بڑی رحمت والا
مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾
قدرت نہیں کہ کوئی اس سے بات کرے

مَفَازًا (کامیابی) فوز سے مصدر میمی ہے سورۃ الزمر میں گذر چکا ہے۔ کَوَاعِبَ (اٹھتی جوانی والی عورتیں) کَاعِبٌ کی جمع ہے۔ جو ک۔ ع۔ ب سے اسم فاعل ہے اور صرف مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے تائے تانیث کی ضرورت نہیں کَعْب کے معنی اونچا ہونا۔ ابھرنا۔ کاعب وہ عورت جس کے اعضاء سینہ وغیرہ ابھر رہے ہوں۔ اَتْرَاب (ہم عمر) سورۂ صٓ میں گذر چکا ہے۔ دِهَاق (کناروں تک بھرا ہوا) حِسَابٌ (جچا تلا۔ کافی) صفت کا صیغہ ہے۔ ح۔ س۔ ب سے بنا ہے اس کے معنی وہی ہیں جو حَسْبُ کے ہیں۔ یعنی کافی۔ اللہ کے نہ ماننے والوں کا انجام بتا کر اب ان لوگوں کے انعام کا ذکر ہے جو اللہ سے ڈر کر دنیا میں برے کاموں سے بچتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ دنیا میں اللہ کو مان کر اس کے حکم کے مطابق چلنے والوں کے لئے آخرت میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے ان کی فطری خواہشوں کے پورا کرنے کا پورا پورا سامان وہاں ان کے لئے موجود ملے گا۔ کھانے کے لئے میوے اور جنسی تسکین کے لئے اٹھتی جوانی والی عورتیں اور پینے کے لئے پاکیزہ شراب سے لبریز جام تیار رہیں گے۔ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں فضول بکواس نہیں سنیں گے اور نہ وہاں جھوٹ یا فریب دہی کا نشان ہوگا۔ اللہ کی طرف سے انہیں انکے اعمال کا بھرپور بدلہ ملے گا۔ وہی اللہ جو آسمان زمین اور ان کے بیچ کی ساری چیزوں کا رب اور پالنے والا اور بڑی رحمت والا ہے اسی کی مجال نہ ہوگی۔ جو اس کے سامنے بات کرے۔

یہ سب کچھ قیامت کے دن ہوگا

يَوْمَ ـ يَقُوْمُ ـ الرُّوْحُ ـ وَالْمَلٰٓئِكَةُ ـ صَفًّا ـ لَّا
جس دن کھڑے ہوں گے روح اور فرشتے صف باندھے ایک بھی نہ
يَتَكَلَّمُوْنَ ـ اِلَّا ـ مَنْ ـ اَذِنَ ـ لَهُ ـ الرَّحْمٰنُ
بولے گا مگر وہ کہ اجازت دے جسے رحمٰن
وَقَالَ ـ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ ـ الْيَوْمُ ـ الْحَقُّ ـ فَمَنْ
اور کہے ٹھیک بات وہ ہے دن وہ حق آنے والا پس جو
شَآءَ ـ اتَّخَذَ ـ اِلٰى ـ رَبِّهٖ ـ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ
چاہے بنائے طرف اپنے رب کے ٹھکانا تحقیق ہم
اَنْذَرْنٰكُمْ ـ عَذَابًا ـ قَرِيْبًا ـ يَّوْمَ ـ يَنْظُرُ
ڈرا دیا ہم نے تمھیں ایک عذاب سے جو قریب ہے جس دن دیکھ لے گا
الْمَرْءُ ـ مَا ـ قَدَّمَتْ ـ يَدٰهُ ـ وَيَقُوْلُ ـ الْكٰفِرُ
آدمی جو آگے بھیجا دونوں ہاتھوں نے اس کے اور کہے گا اللہ کا منکر
يٰلَيْتَنِيْ ـ كُنْتُ ـ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾
اے کاش میں ہوتا میں مٹی

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا
جس دن روح اور فرشتے قطار باندھ کر کھڑے ہوں گے کوئی
يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
نہیں بولے گا مگر جسے رحمٰن حکم دے
وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ
اور بولے بات ٹھیک یہ ہے دن برحق پھر جو کوئی
شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ
چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا ہم نے
اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ
تمھیں ایک نزدیک آنے والی آفت کی خبر سنا دی جس دن
الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ
آدمی دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر
يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾
کہے گا کسی طرح میں مٹی ہوتا

رُوْحٌ : (جان) اس سے مراد ساری پاکیزہ روحیں ہیں یعنی اللہ کے مقرب بندے انبیاءؑ اولیاء، شہدا اور صالحین مراد ہیں ارشاد ہے کہ انسان کو اس کے کاموں کا جو اس نے دنیا میں کئے بدلہ اس دن ملے گا جبکہ پاکیزہ روحیں اور فرشتے اللہ کے دربار میں صف باندھ کر کھڑے ہونگے۔ کسی کی مجال نہ ہوگی کہ وہاں کچھ بول سکے گا مگر جسے اللہ بولنے کی اجازت اور حکم دیگا اور وہ وہی بات کہیگا۔ جو مناسب اور درست ہوگی۔ اللہ عزّوجل کے جلال کے آگے سب کی زبان بند ہوگی۔ کسی کی شفاعت بھی وہی کر سکے گا جسے اللہ شفاعت کرنے کی اجازت دیگا۔ آگے ارشاد ہے کہ قیامت کا دن ضرور آ کر رہے گا۔ کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ اس دن وہی لوگ دکھ اور رنج سے نجات پائیں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ کی رضامندی حاصل کر لی ہوگی اور اس کا حکم بجا لانے کے لئے ہر وقت تیار رہے ہونگے آج اس زندگی میں ہر شخص کو موقعہ حاصل ہے کہ اللہ کی بندگی کر کے اس کے پاس قیامت کے دن اپنے ٹھہرنے کی جگہ بنا لے آگے ارشاد ہے کہ ہمنے اپنی کتاب اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکر ہر شخص کو ڈرا دیا ہے کہ موت کچھ دور نہیں برے آدمی کو مرتے ہی عذاب سے پالا پڑیگا اور قیامت کے دن اس کی بری گت بنے گی اس دن اللہ کا انکار کرنیوالے یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مٹی ہوتے تاکہ اس دن کی مصیبت سے بچ جاتے۔

سُورۃ النبأ کیا سکھاتی ہے

اسلام میں تین چیزوں کا دل سے مان لینا ضروری ہے، جتنا ان پر یقین ہوگا اتنا ہی ایمان کامل ہوگا اور دونوں جہان کی کامیابی نصیب ہوگی۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں (۱) اللہ ایک ہے (۲) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں جن پر قرآن نازل ہوا (۳) قیامت برحق ہے یعنی مرنے کے بعد انسان کو ایک دن پھر زندہ کیا جائے گا۔ اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا سزا دی جائے گی۔ قرآن مجید انسان کو یہی بتاتا ہے کہ ان تین چیزوں کا زبان سے اقرار کرو اور دل میں ان کا یقین بٹھا کر قرآن کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرو۔ ان باتوں کا یقین کرنا ایمان ہے اور انسان کے کام وہی نیک عمل آئے گا جو ایمان کے ساتھ کیا جائے گا۔ اس لئے قرآن مجید کی ان سورتوں کے اندر جو مکہ میں نازل ہوئیں انہی تین باتوں کو مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہے۔ تاکہ یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں اور جب ان پر اعتقاد جم جائے تو عملی زندگی شروع کی جائے۔ ان باتوں کے دل میں جمانے کے لئے اللہ کی عبادت نہایت ضروری چیز ہے۔ چنانچہ نماز پہلے ہی سے اسی لئے مقرر کر دی گئی۔ گو اس کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوئی۔ پھر مدینہ میں جا کر عبادت کی تمام شکلیں معین کر دی گئیں۔

اس سورت میں قیامت کی تشریح کی گئی ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ اس کی بابت قرآن مجید میں جتنا بتا دیا گیا ہے اسی کو مان کر اس کی مصیبتوں سے چھٹکارا پانے کی فکر کرو۔ اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کی بابت بحث کرنا اور عقلی تحقیق و تفتیش سے اس کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کرنا بیکار ہی نہیں بلکہ مضر ہے۔ کیونکہ اس میں پھنس کر آدمی وہ کام نہیں کر سکتا جو اس دن کی مصیبت سے اسے بچائیں۔ پس جو قرآن میں اس سے متعلق کہا گیا ہے اسے مان لو اور دنیا کی زندگی میں جتنا آرام اور نعمتیں اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ ان پر غور کر کے اللہ کو پہچانو اور اس کی . . . .

. . . رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات ملے۔ دنیا کی زندگی فقط اسی لئے ہے کہ اس میں آخرت کی تیاری کی جائے۔ یہاں یہ فیصلے کرنے میں مت پھنسو کہ کون اچھا ہے اور کون بُرا۔ اسی سے وہ سارے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں جن میں پھنس کر انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ یہاں کی نعمتوں کو صرف اپنے لئے بٹورنے میں مشغول مت ہو۔ ان میں سارے جانداروں کا ہر ایک کی ضرورت کے مطابق حق ہے۔ بجائے اس کے کہ آدمی یہاں کی دھن دولت عزت شہرت حاصل کرنے میں پھنسے ہر شخص کو صرف اللہ کی عبادت اور اس کے بتائے ہوئے کام کرنے میں اور بری باتوں سے بچنے میں دھیان لگانا چاہیئے۔

دنیا میں کیسے رہنا چاہیئے

اس سورت سے سمجھ میں آتا ہے۔ کہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ انسان کی عقل ان کے سمجھنے سے عاجز ہے۔ ان پر اگر کوئی غور کرنے بیٹھ جائے تو وہ ایک ایسے نتیجے پر پہنچے گا جس سے اوروں کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے دوسرا دوسرے نتیجے پر پہنچے گا اور پھر کچھ پہلے کے طرفدار ہو جائیں گے اور کچھ دوسرے کے اور اس طرح انسان مختلف فرقوں میں بٹ جائے گا۔ قرآن مجید کا مقصد یہ ہے کہ ایسی باتوں کا ایک ایسا تصور پیش کرے جسے ہر ایک آدمی بے چون وچرا مان لے اور اس طرح سب آدمی متفق ہو کر ان کاموں میں ہمہ تن لگ جائیں۔ جو ان کے لئے مفید ہیں۔ ان باتوں میں سب سے اہم بات انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ دنیا میں انسان کیوں ہے اور اسے یہاں کونسے کاموں میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اگر ہر انسان کو محض اس کی عقل پر چھوڑ دیا جائے تو ہر ایک سوچنے والا اپنی زندگی کا مقصد نرالا ہی قرار دے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سوچنے والوں نے جنہیں ہم فلسفی کہتے ہیں۔ اس سوال کا کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے الگ الگ جواب دیا ہے اور ہر ایک فلسفی کے ماننے والے انہی کے فیصلہ کو مان کر اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ قرآن مجید نے بتایا کہ اس زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان اس زندگی کے سنوارنے میں لگ جائے جو اس کے بعد ملنے والی ہے۔ دنیا کی زندگی تھوڑے دن کی ہے اور زندگی اس کے بعد ملنے والی ہے وہ ہمیشہ کی زندگی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کو ایک مدت تک قائم رکھنے کے لئے مرد عورت کے جوڑے بنائے گئے تاکہ پیدائش کا سلسلہ جاری رہے۔ آسمان سے پانی برسنے کا انتظام کیا گیا جس سے انسان کے کھانے پینے کی چیزیں غلے، میوے سبزیاں اور چشمے پیدا ہوئے۔ دن رات بنا انسان کی محنت اور آرام کے وقت مقرر کیئے۔ اب تم یہ سمجھ لو کہ یہ سب چیزیں اللہ نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں اور ہر انسان ان سے فائدہ اٹھانے کا حقدار ہے۔ اس لئے کوئی کسی کو ان سے فائدہ اٹھانے سے نہ روکے، بلکہ ان سے ہر ایک کو فائدہ پہنچ کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ تاکہ ہر ایک کو اپنی آئندہ زندگی سنوارنے میں سہولت اور آسانی ملے تمہیں لازم ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش مت کرو۔ دنیا کے عیش و آرام کو زندگی کا مقصد مت ٹھہراؤ یہاں یہ فیصلے مت کرو۔ کہ فلاں شخص اچھا ہے۔ فلاں برا۔ سب مل کر قرآن کے مطابق اپنے عقیدے درست کرو اور اچھے کاموں میں لگ جاؤ۔ اس کا فیصلہ کون اچھا ہے کون برا۔ قیامت کے دن ہوگا۔ اسدن سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ہر انسان کے سامنے اس کے سارے کام جو اس نے دنیا میں کئے پیش کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس کے ساتھ وہی سلوک ہوگا۔ جس کا قرآن میں صاف صاف ذکر کر دیا گیا ہے۔

سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ

قرآن مجید کی ترتیب کے لحاظ سے اس سورۃ کا عدد اناسی ہے اور اس کے دو رکوع ہیں۔ قیام مکہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں بھی قیامت کے حالات واضح کئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ دنیا میں پھنسے رہنے والے آخرت کی سختی برداشت کرنے کے بعد آخرت کے عذاب میں پھنسیں گے۔ قیامت قائم ہوگی۔ پہلے پے در پے زلزلوں سے یہ زمین تباہ کر دی جائے گی۔ اس کے بعد دوبارہ بنے گی اور انسان پھر جی اٹھیں گے اور میدانِ حشر میں اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے اکٹھے ہوں گے۔ دنیا میں انسان کی جان نکالنے کے لئے اور مرنے کے بعد اسے سارے مرحلوں میں سے گذار کر اس کے ٹھکانے پر پہنچانے کے لئے اور وہاں اس کے عذاب یا آرام کا انتظام کرنے کے لئے خاص فرشتے مقرر ہیں جو اس سے متعلق سارے کام انجام دیتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کا انکار کر کے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر اس میں مشغول رہنا اختیار کیا۔ اس کی جان فرشتے ان کے اندر ڈوب کر ان کے رگ پٹھوں میں گھس کر گھسیٹ کر باہر نکالتے ہیں۔ کیونکہ ان کی روح اس زندگی سے اس قدر مانوس ہے کہ بدن میں سے نکلنا نہیں چاہتی۔ لیکن ایمان والے نیک بندوں کی روحیں ایسی آسانی سے نکلتی ہیں جیسے ایک قیدی جانور پنجرے کا دروازہ کھلتے ہی پھر سے اڑ جاتا ہے۔ فرشتے ان دونوں کی روحیں لینے آتے ہیں اور پھر لے کر فضا میں تیرتے ہوئے آسمان پر پہنچتے ہیں اور آگے بڑھ کر جس کو جہاں پہنچانا ہوتا ہے پہنچا دیتے ہیں اور وہاں اس کے رہنے اور زندگی گزارنے کے بندوبست میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ اے لوگو! اس دن کو مت بھولو جب زمین پر لگاتار زلزلے آئیں گے اور لوگوں کے دل دھڑکنے لگیں گے اور آنکھیں جھک جائیں گی۔ افسوس ہے یہ لوگ اس کا یقین نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ بلکہ اس کو ہنسی میں یہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں کہ میاں ہڈیاں گل سڑ جانے کے بعد بھی کوئی دوبارہ پیدا ہوا ہے جو ہم ہوں گے۔ کوئی عقل میں آنے کی بات ہے۔ کہ دنیا کے مزے اس لئے چھوڑے جائیں کہ دوبارہ زندہ ہو کر پھر مزے اڑائیں گے اور کبھی نہ مریں گے۔ ہم اسے نہیں مانتے کہ دنیا میں ایک پابندی کی زندگی بسر کرنے کے بعد ایک اور زندگی آئے گی۔ جس میں آزادی اور اطمینان سے ہمیشہ کے لئے رہنا ملے گا۔ ایسے لوگوں کے لئے فرعون کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے دنیا کی خاطر دین کو چھوڑا تھا۔ دیکھو اس کو اسے دنیا ہی میں کیسا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ اور وہ یہاں سے بھی نامراد گیا۔ کیا تم اس سے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ دنیا میں انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ وہ سامان عیش اکٹھا کرنے میں ہی رہتا ہے کہ موت گلا آ دباتی ہے جس نے آسمان زمین پہاڑ اور میدان پیدا کر دیئے اور کائنات کا مکمل انتظام کر دیا اس کے نزدیک دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ قیامت کو برحق مان کر کرو جو کچھ کرو۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فرشتوں کے کام

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ① وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ②
قسم گھسیٹ لانے والوں کی ڈوب کر اور چھڑانے والوں کی جھپٹ کر
وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ③ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ④
اور تیرنے والوں کی تیزی سے پھر بڑھنے والوں کی جھپٹ کر
فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ⑤ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑥
پھر انتظام کرنے والوں کی حکم کے مطابق جس دن کپکپائے گی کپکپانے والی
تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ⑦ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ
پیچھے آئے گی اس کے پیچھے آنے والی بہت سے دل اس دن
وَّاجِفَةٌ ⑧ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ⑨ يَقُوْلُوْنَ
دھڑکنے والے ہوں گے آنکھیں ان کی نیچے جھکی ہوئی یہ لوگ کہتے ہیں
ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ⑩ ءَاِذَا
کیا یقیناً ہم البتہ لوٹائے جائیں گے پہلی حالت میں کیا جب
كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ⑪
ہو جائیں گے ہم ہڈیاں گلی ہوئی

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ① وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ②
قسم گھسیٹ لانے والوں کی اور چھڑا دینے والوں کی بند کھول کر
وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ③ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ④
اور تیرنے والوں کی تیزی سے پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر
فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ⑤ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑥
پھر کام کرنے والوں کی حکم پر جس دن کانپے کانپنے والی
تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ⑦ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ
اس کے پیچھے آئے دوسری کتنے دل اس دن
وَّاجِفَةٌ ⑧ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ⑨ يَقُوْلُوْنَ
دھڑکتے ہوں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی لوگ کہتے
ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ⑩ ءَاِذَا
کیا ہم پھر الٹے پاؤں آئیں گے کیا جب
كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ⑪
ہو چکیں گے ہڈیاں کھوکھری

نَشْطٌ (بند کھول دینا) نَاشِطَات (کھول دینے والے۔ ڈھیلا کر دینے والے) نَاشِطَةٌ کی جمع ہے جو ن۔ش۔ط سے اسم فاعل ہے، یہاں فرشتے مراد ہیں۔ رَجْفٌ (ہل جانا) اسی سے تَرْجُفُ مضارع اور رَاجِفَةٌ اسم فاعل مونث ہے یہاں اس سے زمین مراد جو زلزلہ سے ہل جائے گی۔ رَادِفَةٌ (پیچھے آنے والی) اس سے بھی زمین مراد ہے جو دوسری دفعہ ہلے گی وَاجِفَةٌ (دھڑکنے والی) فاعل ہے۔ و۔ج۔ف سے وَجْفٌ (دھڑکنا)، حَافِرَةٌ (پہلی پیدائش) اسم ہے۔ حَفْرٌ سے جس کے معنی کھود کر نکالنا ہے، پانی د
نَخِرَةٌ (بوسیدہ) صفت کا صیغہ ہے۔ ن۔خ۔ر سے نَخْرٌ کے معنی گل جانا۔

ارشاد ہے کہ انسان کی جب موت آتی ہے تو فرشتے اس کی جان نکالتے ہیں۔ کافروں کی جان ان کے بدن میں گھس کر مشکل گھسیٹتے ہیں اور ایمان والوں کی آہستہ سے آسانی کے ساتھ نکال لیتے ہیں یہ فرشتے ہوا میں تیرتے ہوئے اترتے ہیں پھر انسان کی روح کو لیکر تیزی سے جاتے ہیں اور اس کے عذاب یا ثواب کا جیسا انہیں حکم دیا جاتا ہے بندوبست کرتے ہیں انسان مرنے کو تو جاتا ہے لیکن اسے چاہیئے باتوں پر غور کرے جو مرنے کے وقت ہوتی ہیں سمجھے کہ اسے ایک دن پھر جی اٹھنا ہے اس دن زمین میں لگاتار زلزلے آئیں گے اور سے دل دھڑکنے لگیں گے آنکھیں جھک جائیں گی ان لوگوں کو اس کا یقین کیوں نہیں آتا کہتے ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں گل کر ریزہ ریزہ

قیامت میں شک بیکار ہے

قَالُوْا - تِلْكَ - اِذًا - كَرَّةٌ - خَاسِرَةٌ ⑫ فَاِنَّمَا
کہنے لگے یہ تو پھر لوٹنا ہوا خسارہ والا پس کچھ نہیں
هِيَ - زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬ فَاِذَا - هُمْ
وہ تو صرف جھڑکی ہے ایک پس اسی وقت وہ ہوں گے
بِالسَّاهِرَةِ ⑭ هَلْ - اَتٰىكَ - حَدِيْثُ - مُوْسٰى ⑮
میدان میں کیا آئی ہے تیرے پاس بات موسیٰ کی
اِذْ - نَادٰىهُ - رَبُّهٗ - بِالْوَادِ - الْمُقَدَّسِ
جب پکارا اسے اس کے رب نے ایک میدان پاک
طُوًى ⑯ اِذْهَبْ - اِلٰى - فِرْعَوْنَ - اِنَّهٗ - طَغٰى ⑰
یعنی طویٰ میں جا تو فرعون کے پاس تحقیق اس نے سرکشی کی
فَقُلْ - هَلْ - لَّكَ - اِلٰٓى - اَنْ - تَزَكّٰى ⑱ وَ
پس کہہ کیا تو آنا چاہتا ہے اس کی طرف کہ پاک ہو جائے تو اور
اَهْدِيَكَ - اِلٰى - رَبِّكَ - فَتَخْشٰى ⑲
راہ دکھاؤں میں تجھے تیرے رب کی طرف پس تو ڈرے

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ⑫ فَاِنَّمَا
بولے پھر تو یہ آنا ہے ٹوٹے کا پھر وہ تو صرف
هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬ فَاِذَا هُمْ
ایک جھڑکی ہے پھر تبھی وہ آ رہیں
بِالسَّاهِرَةِ ⑭ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮
میدان میں کیا تیرے پاس موسیٰ کی بات پہنچی ہے
اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
جب اس کے رب نے اسے پکارا اس میدان میں جس کا
طُوًى ⑯ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰
نام طویٰ ہے جا فرعون کے پاس اس نے سر اٹھایا ہے
فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ وَ
پھر کہہ کیا تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے اور
اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ⑲
تجھے تیرے رب کی راہ بتاؤں پھر تجھے ڈر ہو

زَجْرَةٌ (ڈانٹ ڈپٹ) ز ج ر سے زَجْرٌ مصدر ہے اس کے معنی گھرکنا۔ زور کی آواز سے کوئی حکم دینا اس میں ت وحدت کی ہے۔ سَاهِرَةٌ (جاگنے والی) اس کا مادہ س ہ ر۔ سَهْرٌ کے معنی بیداری کے ہیں۔ سَاهِرَةٌ اس سے اسم ہے جس کے معنی چوڑی زمین کے ہیں۔ چونکہ وہ بھی دن رات نباتات کے لئے کام کرتی رہتی ہے گویا ہمیشہ جاگتی ہے۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو مرکر دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں۔ قرآن مجید میں موت کے بعد دوبارہ زندگی کا ذکر سن کر کہتے ہیں کہ جب مٹی میں مل گئے اور ہڈیاں گل کر راکھ ہو گئیں تو پھر ان میں دوبارہ جان کیسے پڑ جائے گی اور ہم پہلے کی طرح دوبارہ زندہ ہو کر کیسے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اگر ایسا ہوا تو دوبارہ زندہ ہونا ہمارے لئے تو بڑے خسارے کا باعث ہوگا۔ ہم تو اس وقت بالکل ہی گئے گزرے ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہم دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے رہے اور اسی کے سامان کے پیچھے پڑے رہے۔ یہ ان کا کہنا تمسخر کے طور پر تھا کہ میاں بادلے ہوئے ہو مر کر جینا کیسا۔

ارشاد ہے کہ ہمارے نزدیک تو دوبارہ زندہ کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ صور میں سے ایک زور کی آواز نکلے گی اور سب زمین پر کھڑے دکھائی دیں گے۔ ان کو چاہیئے کہ اگر ان کی عقل میں دوبارہ پیدا ہونا نہیں آتا تو قرآن کے کہنے ہی سے مان لیں۔

منکروں کا انجام

ورنہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کا قصّہ سنا دو۔ ان سے کہو کہ تمہیں خبر بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے رسول تھے جب طور پہاڑ کے نیچے کے میدان میں سے گذر رہے تھے جس کا نام طُویٰ ہے تو انہیں ہم نے پکارا۔ یعنی دور سے پہاڑ پر آگ دکھا کر اشارہ کیا کہ ادھر چلے آؤ۔ چنانچہ وہ اپنے بکری کے ریوڑ اور بیوی کو میدان میں چھوڑ کر اس خیال سے آگ کی طرف گئے کہ وہاں سے آگ لاکر بیوی کے گرم کرنے کا سامان کریں جو حاملہ تھیں اور جنگل کی سردی سے کانپ رہی تھیں۔ اللہ نے اس طرح سے انہیں پکارا اور جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو اس میں سے آواز آئی۔ اے موسیٰ ڈرو نہیں پاؤں سے جوتی اتار کر آگے بڑھو۔ یہ ہماری تجلی کا پاک اور مقدس مقام ہے۔ یہاں گندی چیزوں کا کچھ کام نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دو وہ اژدہا بن جائے گی۔ اور پھر ایک ہیبت ناک سانپ کی طرح ادھر ادھر پھنکار مارتے ہوئے دوڑے گی اور جو اسے دیکھے گا دہشت کے مارے کانپنے لگے گا۔ لیکن تم اس سے ذرا نہ ڈرنا۔ دوڑ کر اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ لینا۔ وہ پھر ویسی ہی لاٹھی بن جائے گی جیسے پہلی تھی، ڈر دور کرنے کے لئے بازو بدن سے ملا لیا کرو ڈر جاتا رہے گا۔ پھر اپنا ہاتھ بغل کے نیچے رکھ کر نکالو گے تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگے گا۔ جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ یہ دونوں نشانیاں لے کر مصر چلے جاؤ اور وہاں کے لوگوں کا حال درست کرو۔ تمہارا بھائی ہارون نبوّت میں تمہارا شریک ہے وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اس بادشاہ کا نام فرعون ہے اور وہ حکومت کے گھمنڈ میں اس قدر پھول گیا ہے کہ ہم کو بھول گیا اور کہتا ہے۔ جو کچھ ہوں میں ہوں سب جگہ میرا حکم چلتا ہے۔ مجھ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ جس کا حکم مانوں۔ یہ ایک طرح کا خبط ہے۔ جو اس کے سر میں سما گیا ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اے سرپھرے بادشاہ یہ تیری سرکشی اللہ کو پسند نہیں۔ جو سب کا حاکم ہے، یہ گندا اور ناپاک خیال ہے جو تیرے دل میں بُری طرح جم گیا ہے۔ اسے دل سے نکالے گا۔ جب تو پاک صاف ہو۔ اب اگر تو چاہتا ہے کہ غرور اور تکبر کی نجاست سے پاک ہو جائے تو میری سُن، میں تجھ کو بتا دوں گا کہ تیرا اور سارے جہان کا مالک اور بادشاہ اللہ ہے اور وہی تیرا رب ہے۔ جب تو اس کی قدرت اور قوت کو سمجھ جائے گا تو تیرے دل میں اس کا ڈر اور خوف پیدا ہوگا۔ اور تیرا سر اس کے آگے جھک جائے گا۔ جب اپنی بڑائی کا خبط دل سے نکل جائے گا۔ تب کہیں جاکر تو آدمی بنے گا۔

فرعون کا انجام

فَاَرٰىهُ - الْاٰيَةَ - الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾
پھر دکھائی اسکو اسکے رب کی نشانی بڑی پس اس نے جھٹلایا اور کہا نہ مانا
ثُمَّ - اَدْبَرَ - يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ - فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ
پھر پیٹھ پھیر لی تدبیر ڈھونڈتے ہوئے پس اکٹھا کیا پھر اونچی آواز سے بولا تو کہا
اَنَا - رَبُّكُمُ - الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ - اللّٰهُ - نَكَالَ
میں رب ہوں سب سے بلند پس پکڑا اسے اللہ نے سزا میں
الْاٰخِرَةِ - وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ - فِيْ - ذٰلِكَ - لَعِبْرَةً
آخرت کی اور دنیا کی تحقیق اس کے اندر البتہ عبرت ہے
لِّمَنْ - يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ - اَشَدُّ - خَلْقًا - اَمِ
واسطے اس کے جو ڈرے کیا تم زیادہ مشکل ہو بنانے میں یا
السَّمَآءُ - بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ - سَمْكَهَا - فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾
آسمان اس نے بنا لیا اسے بلند کر دی اٹھان اس کی پھر ٹھیک کیا اسے

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾
پھر اسے وہ بڑی نشانی دکھائی پھر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی
ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ
پھر پیٹھ پھیر کر چلا حیلہ تلاش کرتا ہوا پھر سب کو جمع کیا پھر پکارا تو کہا
اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ
میں ہوں تمہارا رب سب سے اوپر پھر اللہ نے پکڑا اسے آخرت کی
الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً
اور دنیا کی سزا میں بے شک اس میں سوچنے کی جگہ ہے
ع ۲۶ لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ
۳ اس کے لیے جس کے دل میں ڈر ہے کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا
السَّمَآءُ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾
آسمان کا اس نے اسے بنا لیا اونچا کیا اس کا ابھار پھر اس کو ٹھیک کیا

نَكَالَ (سزا) اسم ہے ن۔ک۔ل سے نَكْلٌ کے معنی عبرتناک سزا دینا نکال وہ سزا جسے دوسرا دیکھ کر ڈر جائے۔ سَمْكٌ (ابھار۔اٹھان) یہاں یہ ارتفاع کا ہم معنی ہے۔ یعنی آسمان کی بناوٹ بہت اونچی اُٹھائی۔

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ زیادہ شیخی نہ بگھار ہوش کی دوا کر۔ اللہ سب سے بڑا ہے اس نے تیرے بھانے کے لئے مجھے اپنا رسول مقرر کر کے تیری طرف بھیجا ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے فرعون کو سب سے بڑی نشانی دکھائی۔ لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ اژدہا بن گئی ہاتھ بغل میں رکھ کر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگا۔ وہ ڈرا مگر بدبختی نے زور کیا تو ان کے معجزہ کو جادو کہا اور ان کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کی طرف سے پیٹھ موڑ کر لگا تدبیریں ڈھونڈنے کہ کسی طرح موسیٰؑ کو شکست دی جائے۔ اپنے لوگوں کو جمع کیا اور بڑے زور سے چیخا کہ لوگو! میں تمہارا سب سے اونچا اور بلند مرتبہ رب ہوں۔ اللہ عزوجل کو اس کی یہ بکواس ناپسند ہوئی دنیا میں بھی اسے بُری طرح تباہ کیا اور آخرت میں بھی اس کے لئے دکھ بھرا عذاب تیار ہے۔ اس کے کام اور اس کے انجام پر غور کرنے سے وہ لوگ سبق حاصل کر سکتے ہیں جن کے دل میں ڈر ہے، جو لوگ دوبارہ جی اُٹھنے کو نہیں مانتے، ان سے پوچھو کہ انسان جیسی چھوٹی سی چیز بنانی زیادہ مشکل ہے یا آسمان جیسا بڑا عظیم الشان کارخانہ بنانا۔ آسمان کو اللہ نے بنا کر کھڑا کر دیا اور اس کو اتنا اونچا اٹھایا کہ نگاہ بھی اس کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتی پھر پیدا کر کے اس کے سارے کل پُرزے اپنی اپنی جگہ ٹھیک بٹھا دیئے اور اسے ہموار کر دیا۔

زمین کا سامان

وَ اَغْطَشَ ۔ لَیْلَهَا ۔ وَ اَخْرَجَ ۔ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ
اور سیاہ کردیا اس کی رات کو اور ظاہر کیا اس کی دھوپ کو اور زمین کو
بَعْدَ ذٰلِكَ ۔ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ ۔ مِنْهَا ۔ مَآءَهَا ۔ وَ
بعد اس کے پھیلایا اسے نکالا اس میں سے پانی اس کا اور
مَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ ۔ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ
چارہ اس کا اور پہاڑ جمایا ان کو نفع کے لیے تمہارے
وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا ۔ جَآءَتِ ۔ الطَّآمَّةُ
اور تمہارے مویشی کے پس جب آ پہنچے وہ آفت
الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ یَوْمَ ۔ یَتَذَكَّرُ ۔ الْاِنْسَانُ ۔ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾
سب سے بڑی جس دن یاد کرے گا انسان جو کمایا اس نے
وَ بُرِّزَتِ ۔ الْجَحِیْمُ ۔ لِمَنْ ۔ یَّرٰى ﴿۳۶﴾
اور ظاہر کردی جائے گی دوزخ اس کے لیے جو دیکھے

وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ
اور تاریک کیا اس کی رات کو اور کھول نکالی اس کی دھوپ اور اس کے
بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ
بعد زمین کو بچھایا زمین سے اس کا پانی اور چارہ
مَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ
باہر نکالا اور پہاڑوں کو قائم کیا تمہارے اور تمہارے
وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ
چوپایوں کے کام چلانے کو پھر جب وہ بڑا ہنگامہ
الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾
آئے گا جس دن آدمی یاد کرے گا جو اس نے کمایا
وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰى ﴿۳۶﴾
اور ظاہر کردیں گے دوزخ کو جو چاہے دیکھے

اَغْطَشَ: سیاہ کردیا، اس کا مادہ غ۔ط۔ش غَطَشٌ اندھیرے کو کہتے ہیں اَغْطَشَ تاریک ہوگیا۔ متعدی اور لازم دونوں
ضُحٰی: دھوپ چڑھنے کا وقت، جب سورج خوب چمک جائے، مراد روز روشن ہے۔ اَلطَّآمَّةُ: آفتوں کا مجموعہ، اس کا مادہ ط۔
م ہے طَمٌّ کے معنی بھرجانا۔ طَآمَّةٌ وہ چیز جو آفتوں سے پُر ہو۔ بُرِّزَتْ: سامنے ظاہر کردی جائے، ماضی مجہول ہے۔ تَبْرِیْزٌ
جس کا مادہ۔ ب۔ ر۔ ز ہے بُرُوْزٌ ظاہر ہونا۔ تَبْرِیْزٌ ظاہر کرنا۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے رات کو تاریک اور سیاہ اور دن کو روشن اور اُجالے والا بنانے کا انتظام سورج کے ذریعہ کردیا۔ جب سورج سامنے آتا ہے تو دن کا اُجالا ہوجاتا ہے اور جب سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو اندھیری رات ہوجاتی ہے پھر اس سورج میں سے زمین کو الگ کرکے فرش کی طرح بچھادیا۔ اور اس میں سے پانی نکالا اور اس کے ذریعے سے آدمیوں اور مویشیوں کے لئے غلہ اور چارہ زمین میں سے پیدا کیا۔ تاکہ جب تک زندگی ہے کھائیں پئیں اور اپنا اپنا کام کریں، تھوڑے دن کے بعد یہ سب کچھ ختم ہوجائے گا اور وہ بڑی آفتوں سے بھری ڈراؤنی گھڑی آجائے گی۔ جس کا نام قیامت ہے اس دن انسان کے سامنے وہ سب کچھ آجائے گا۔ جو اس نے دنیا میں کیا تھا۔ اور ہر شخص کی آنکھوں کے سامنے دوزخ کو کھلم کھلا لاکر رکھ دیا جائے گا۔

قطعی فیصلہ

فَاَمَّا - مَنْ - طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ - الْحَیٰوةَ
پس بات یہ ہے کہ جس نے سرکشی کی اور اختیار کیا زندگی کو
الدُّنْیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ - الْجَحِیْمَ - هِیَ -
دنیا کی پس تحقیق دوزخ ہی ہے
الْمَاْوٰی ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا - مَنْ - خَافَ - مَقَامَ
ٹھکانا اور بات یہ ہے کہ جو ڈرا کھڑا ہونے سے سامنے
رَبِّهٖ - وَنَهَی - النَّفْسَ - عَنِ الْهَوٰی ﴿۴۰﴾
اپنے رب کے اور روکا اپنے آپ کو خواہش سے
فَاِنَّ - الْجَنَّةَ هِیَ - الْمَاْوٰی ﴿۴۱﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ
پس تحقیق جنت ہی ہے ٹھکانا پوچھتے ہیں تجھ سے
عَنِ السَّاعَةِ - اَیَّانَ - مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾
قیامت کی بابت کب ہوگا آٹھہرنا اس کا.

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ
پس جس نے شرارت کی اور دنیا کا جینا
الدُّنْیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ
بہتر سمجھا پس اس کا ٹھکانا دوزخ ہی
الْمَاْوٰی ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ
ہے اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے
رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ﴿۴۰﴾
سے ڈرا اور اپنے جی کو خواہش سے روکا
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴿۴۱﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ
سو اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے تجھ سے پوچھتے ہیں
عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾
وہ گھڑی کب ہوگا اس کا قیام

طَغٰی (حد سے بڑھا) ماضی کا صیغہ ہے ط غ ی سے طغیان اس کا مصدر ہے جس کے معنی سرکشی کے ہیں مُرْسٰی (ٹھہر، قیام) مصدر میمی ہے باب افعال سے اس کا مادہ (ر س و) ہے رَسْوٌ کے معنی ٹھہر جانا۔ گڑ جانا۔ اِرْسَاءٌ ٹھہرانا۔ گاڑنا یہی معنی مُرْسٰی کے ہیں مراد ہے۔ آ کر ٹھہر جانا ؛

ارشاد ہے کہ دوزخ بُرے لوگوں کے لیے اور جنت اچھے لوگوں کے لیے بنی ہے۔ اب اچھی طرح کان لگا کر سن لو جس نے نافرمانی کی اور جو پیغام اللہ نے اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا ہے۔ اسے نہ سنا بلکہ سر موڑ کر اپنے ہی دھندوں میں پھنسا رہا۔ آخرت کی زندگی کو کچھ نہ گردانا۔ اسی دنیا کی زندگی کو اختیار کیا اور کہہ دیا کہ مجھے آخرت کی زندگی سنوارنے کے لیے یہاں کی رنگ رلیاں چھوڑنی منظور نہیں۔ میں تو یہیں کے مزے چاہتا ہوں۔ اس کا ٹھکانا مرنے کے بعد سوا دوزخ کے اور کوئی نہیں اور جس نے برائی اور گناہ کی باتوں کو اس کے ڈر سے چھوڑا کہ ایک دن اپنے رب کے سامنے حاضر ہو کر کھڑا ہوتا ہے۔ اگر میں نے آج اس کی نافرمانی کی تو کل اسے کیا جواب دوں گا ایسے شخص کا ٹھکانا مرنے کے بعد جنت کے سوا اور کوئی نہیں لیکن ایسے لوگوں کا کیا علاج کہ صاف طور پر جانتے ہوئے کہ دنیا میں سدا رہنا نہیں ایک نہ ایک دن موت آ کر گلا دبائے گی اور ہر ایک کو یہ چون و چرا سب کچھ یہیں چھوڑ کر چل دینا ہوگا۔ ہنسی کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ ذرا بتائیے تو سہی کہ وہ قیامت کی گھڑی کب آ کر اپنے ڈیرے جمائے گی ؛

قیامت کا ٹھیک وقت

فِيْمَ ۔ اَنْتَ ۔ مِنْ ۔ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى
کس چیز میں ہے تو اس کے ذکر سے متعلق طرف
رَبِّكَ ۔ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ ۔ اَنْتَ
تیرے رب کے ہے آخری پہنچ اس کی اس کے سوا کچھ نہیں کہ تو
مُنْذِرُ ۔ مَنْ ۔ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ
ڈرانے والا ہے اسے جو ڈرتا ہے اس سے گویا وہ
يَوْمَ ۔ يَرَوْنَهَا ۔ لَمْ يَلْبَثُوْٓا ۔ اِلَّا
جس دن دیکھیں گے اسے نہ ٹھہرے تھے مگر
عَشِيَّةً ۔ اَوْ ۔ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾
ایک شام یا اس کی صبح

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى
تجھ کو اس کے ذکر سے کیا کام اس کی
رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ
پہنچ ہے رب کی طرف ہے تو تو اسے ڈر
مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ
سنانے کے واسطے ہے جو اس سے ڈرتا ہے جس دن
يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا
اسے دیکھیں گے تو ایسا لگے گا کہ دنیا میں نہ ٹھہرے تھے
عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾
مگر ایک شام یا اس کی صبح

فِيْمَ اصل میں فِيْ مَا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز میں حرف جر کے ساتھ مل کر ما استفہامیہ کا الف بولنے اور لکھنے دونوں میں گر جاتا ہے۔ ضُحٰی صبح جب سورج خوب چڑھ جائے اور روشن ہو جائے تو وہ ضحٰی کا وقت کہلاتا ہے۔ اس کے بعد جب سورج ڈھل جائے کے بعد اس کی روشنی دھیمی پڑ جائے تو عَشِيَّة کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ہر عشیہ سے پہلے ضحٰی کا ہونا لازم ہے۔ اس لئے ضحٰی کو اس کی طرف مضاف کر دیا۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کے آنے کا ٹھیک وقت بتاؤ۔ بھلا ان باتوں سے تجھے کیا تعلق۔ یہ بات کہ قیامت آنے کا ٹھیک وقت کیا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے اور آخر کار اس کی بابت یہی کہنا پڑے گا کہ اللہ ہی جانے کب آئے گی اے رسول تیرا کام یہ نہیں کہ قیامت کے آنے کا وقت لوگوں کو بتائیے۔ تُو تو اس شخص کو جو قیامت کا قائل ہے۔ اور ڈرتا ہے کہ جانے اس وقت میرا کیا حال ہو اور مجھ پر کیا گزرے یہ بتانے آیا ہے کہ وہ بڑی مصیبتوں اور آفتوں کا دن ہے۔ جو چاہتا ہے کہ اس دن کی مصیبتوں اور آفتوں سے بچ جائے تو اسے لازم ہے۔ کہ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسولؐ کا کہنا مانے قرآن حکیم کی باتوں پر عمل کرے۔ ورنہ جو لوگ قیامت کو نہیں مانتے اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں اور بے پروائی سے کہہ دیتے ہیں کہ اوّل تو قیامت کوئی چیز ہے ہی نہیں بالفرض اگر آئی بھی تو مدتوں کے بعد آئے گی ابھی سے اس کے فکر میں گھلنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے لوگ جب قیامت کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے ہائے یہ ابھی سے کیوں آگئی۔ ابھی تو ہم نے دنیا میں ایک ہی شام یا ایک ہی صبح گزاری تھی۔ اس نے ایسی جلدی آکر اس کا خاتمہ کیوں کر دیا۔

سُوْرَةُ النَّازِعَات پَرْ غَوْر

اس سورت میں انسان کو غفلت کی نیند سے چونکایا گیا ہے۔ اور اسے بتایا گیا ہے۔ کہ تجھے خبر بھی ہے کہ تو کدھر جا رہا ہے۔ اور تیرا انجام کیا ہونے والا ہے۔ اے غافل موت کو مت بھول تو دیکھ رہا ہے۔ کہ لوگ تیرے سامنے آگے پیچھے مرتے چلے جا رہے ہیں۔ کل ایک آدمی دیکھنے میں چنگا بھلا تھا اور خوب جی لگا کر اپنا کاروبار چلا رہا تھا۔ آج سنا کہ وہ غریب چل بسا۔ بڑے بڑے لوگ یہاں آئے اور کچھ دن تک اپنا زور دکھاتے رہے۔ لوگوں نے ان کا لوہا مانا ان کے آگے ہاتھ جوڑے آخر کار ایک دن ایسا آیا کہ خود وہی لوگ انہیں کاندھوں پر اٹھا کر مٹی میں دبا آئے یا کسی اور طرح ان کے بدن کو مٹا کر بیٹھ رہے۔ تھوڑے ہی دن میں ان کا نام و نشان تک نہ رہا۔ لوگ انہیں بھول بھال گئے۔ اس لیے اے انسان تجھے چاہیے کہ موت کو ہر وقت یاد رکھے۔ اچھی طرح سن لے کہ ایک دن ہمارے فرشتے فضا میں بے تکان تیرتے ہوئے آئیں گے اور ہر ایک آدمی کے بدن سے اس کی روح نکال لیں گے۔ جس کا دل دنیا میں لگا ہوا تھا۔ اور انہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا تھا۔ کہ یہاں سے چل دینا ہوگا۔ ان کی روح فرشتے ان کے بدن میں گھس کر زبردستی باہر کھینچیں گے اور جو اللہ کے فرماں بردار بندے تھے ان کی روح ایسی آسانی سے نکل آئے گی جیسے پنجرے کا دروازہ کھلتے ہی ایک قیدی پرندہ پھر سے اڑ جاتا ہے۔

یاد رکھو! کہ ایک دن یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ زلزلے کے لگاتار ایسے جھٹکے آئیں گے کہ اس کے انجر پنجر ڈھیلے ہو جائیں گے۔ سمندر سوکھ جائے گا۔ یہ مت سمجھنا کہ جب ہڈیاں گل سڑ گئیں۔ تو ان میں پھر جان نہیں پڑ سکتی یہ تو اللہ کے نزدیک بڑی آسان بات ہے۔ فرشتہ صور پھونک مارے گا اور ہر شخص جہاں جس حالت میں ہوگا زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور حشر کے میدان میں موجود نظر آئے گا۔ اس دن اس شخص کی شامت آئے گی جس نے دنیا میں اللہ کو نہ مانا تھا۔ اس کے رسولوں کی بات نہ سنی تھی اور قرآن کی باتوں کو ہنسی میں اڑا دیا تھا۔

سنو! تم سے پہلے بڑے بڑے سرکش لوگ دنیا میں آئے انہی میں سے ایک فرعون تھا۔ اس نے اللہ کی نافرمانی پر کمر باندھی اس نے اپنے رب کو نہ پہچانا بلکہ خود خدائی کا دعوے کر بیٹھا۔ اس کی طرف موسیٰ علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر آئے اس نے ان کی ایک نہ سنی آخر انجام کیا ہوا۔ دنیا میں اللہ نے اسے سمندر میں غرق کر دیا اور آخرت میں وہ دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ اے دنیا کے عیش کے متوالو! اچھی طرح سن لو کہ مرنا ضرور ہے اس کے بعد جنت ہے یا دوزخ ان دو کے سوا اور کوئی ٹھکانا نہیں۔

سُوْرَۃُ عَبَسَ

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۸۰ ہے اور مکہ کے قیام کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس میں اور اس کے بعد کی ساری سورتوں میں ایک ایک رکوع ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ مال و دولت ناموری اور شہرت کے حاصل ہونے سے کوئی شخص قابل قدر اور لائق تعظیم نہیں ہو جاتا۔ قابل قدر انسان وہ ہے جو اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائے اور اچھی باتیں سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کے کچھ لوگ جو ان میں بڑے مالدار تھے۔ اور بااثر سمجھے جاتے تھے۔ جمع تھے۔ اور آپ انہیں اسلام کی خوبیاں سمجھا رہے تھے۔ اس لیئے کہ شاید ان کی سمجھ میں آجائے کہ اسلام ہی وہ طریقہ ہے جس پر چل کر انسان اپنی دونوں جہاں کی زندگی سنوار سکتا ہے اگر یہ اسلام میں داخل ہوگئے تو ان کی دیکھا دیکھی سارے مسلمان ہو جائیں گے اور اپنی زندگی قرآن کے اصول کے اوپر ڈھال لیں گے۔ اور ان کی بدولت ہر جگہ اسلام کا ڈنکا بج جائے گا۔ آپ ان سے گفتگو میں مصروف تھے۔ کہ ایک نابینا آدمی جنہیں ابن ام مکتوم کہتے تھے۔ آپ کے پاس بے دھڑک چلے آئے اور آتے ہی کہنے لگے اے اللہ کے رسول مجھے وہ باتیں بتایئے۔ جو اللہ نے آپ کو بتائی ہیں تاکہ میں ان کو سمجھ کر ان پر عمل کروں اور اللہ کے نزدیک سرخرو ہوں وہ اسلام قبول کر چکے تھے اور اب اس کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے تھے۔ ایسے موقعہ پر ان کا آنا آپ کو ناگوار ہوا۔ کیونکہ انہوں نے آتے ہی اپنی باتیں شروع کر دیں اور اس سے ان باتوں کا جو آپ قریش کے سرداروں سے کر رہے تھے سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس بات سے آپ کے چہرے مبارک پر خفگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس وقت یہ سورت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ جو شخص اسلام قبول کر کے اس کی باتیں سمجھنے تمہارے پاس آئے فوراً توجہ کا مستحق ہے اگرچہ وہ کوئی بڑا آدمی نہ ہو تم اسلام کی باتیں اسے سکھاؤ۔ کیونکہ اس سے اسے نفع پہنچنے کی قوی امید ہے ان لوگوں کا حال جنہیں تم اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہو ابھی معلوم نہیں کہ مانیں گے یا نہ مانیں گے اس وقت تو وہ اسلام سے منہ موڑے ہوئے ہیں جو اسلام کو مان چکا ہے وہ پاکیزہ عادتوں والا بن سکتا ہے۔ جس نے مانا ہی نہیں وہ پاک صاف کیسے بن سکتا ہے مسلم کی اصلاح کی کوشش اس بات سے پہلے ہونی چاہیے۔ کہ غیر مسلم کو سمجھا کر مسلم بنایا جائے۔

اسی سلسلہ میں ان باتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ جو پہلے ایک مسلم کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیں۔ کیونکہ جب تک وہ خود نہ سمجھ لے گا اوروں کو کیا سمجھائے گا۔ وہ باتیں یہ ہیں کہ اللہ کو اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دنیا میں رہنے کے سارے سامان کر دیئے۔ اس کے بعد قیامت کے دن اللہ کے سامنے حاضر ہو کر سرخرو ہونے کے لیے دنیا میں وہ کام کرو جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اور ان کاموں سے رک جاؤ جن سے اس نے روکا ہے۔

سورۃ عَبَسَ مکیۃ وھی اثنان اربعون بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اٰیۃ وفیھا رکوع واحد وکذا الخ

اصلاح کہاں سے شروع ہو!

عَبَسَ ۔ وَ تَوَلّٰٓی (۱) اَنْ ۔ جَآءَهُ
تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا کہ آیا اس کے پاس
الْاَعْمٰی (۲) وَمَا ۔ یُدْرِیْكَ ۔ لَعَلَّهٗ
نابینا اور کس نے بتلایا تجھے یہ شاید وہ
یَزَّکّٰٓی (۳) اَوْ یَذَّکَّرُ ۔ فَتَنْفَعَهُ ۔ الذِّکْرٰی (۴)
پاک ہو جاتا یا نصیحت سنتا پس کام آتی اس کے نصیحت
اَمَّا ۔ مَنِ ۔ اسْتَغْنٰی (۵) فَاَنْتَ ۔ لَهٗ
بات یہ ہوتی کہ جو کوئی بے پروائی کرتا ہے سو تو اس کے
تَصَدّٰی (۶) وَمَا ۔ عَلَیْكَ ۔ اَلَّا ۔ یَزَّکّٰی (۷)
فکر میں ہے اور نہیں تجھ پر دوش اس کا کہ وہ پاک نہیں ہوتا
وَاَمَّا ۔ مَنْ ۔ جَآءَكَ ۔ یَسْعٰی (۸) وَهُوَ
اور یہ بات کہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا اور وہ
یَخْشٰی (۹) فَاَنْتَ ۔ عَنْهُ ۔ تَلَهّٰی (۱۰)
خوف رکھتا ہے سو تو اس سے توجہ ہٹاتا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی (۱) اَنْ جَآءَهُ
تیوری چڑھائی اور منہ موڑ لیا اس وجہ سے کہ اس کے پاس
الْاَعْمٰی (۲) وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ
اندھا آیا اور تجھے کیا خبر شاید وہ
یَزَّکّٰٓی (۳) اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی (۴)
سنورتا یا سوچتا تو اس کے کام آتا تیرا سمجھانا
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی (۵) فَاَنْتَ لَهٗ
وہ جو پروا نہیں کرتا سو تو اس کی فکر میں ہے
تَصَدّٰی (۶) وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّکّٰی (۷)
اور تجھ پر کچھ الزام نہیں کہ وہ درست نہیں ہوتا
وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی (۸) وَهُوَ
اور جو تیرے پاس آیا دوڑتا اور وہ
یَخْشٰی (۹) فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی (۱۰)
ڈرتا ہے سو تو اس سے تغافل کرتا ہے۔

عَبَسَ (چین بجبیں ہوا) ماضی کا صیغہ ہے ع ۔ ب ۔ س سے عَبْسٌ اور عُبُوْسٌ کے معنی تیوری چڑھانا۔ اس مادہ سے عَبُوْسٌ سورۃ الدھر میں گزر چکا ہے۔ تَصَدّٰی (در پے ہوا ۔ تعرض کیا) ماضی کا صیغہ ہے تَصَدِّیْ سے جس کا مادہ ص ۔ د ۔ ی ہے ۔ صَدٰی کے معنی کسی کام کی طرف ہمہ تن توجہ کرنا۔ تَصَدِّیْ کسی کام کے پیچھے پڑ جانا۔ تَلَهّٰی (اعراض کیا) تَلَهِّیْ سے ماضی کا صیغہ ہے جس کا مادہ ل ۔ ہ ۔ و ہے ۔ لَهْوٌ کے معنی کھیل کے ہیں۔ تَلَهّٰی عَنْهُ کسی سے منہ موڑ کر اور اپنے کام میں لگ گیا۔

ارشاد ہے کہ ہمارے رسول پاکؐ کے پاس جب ابن ام مکتوم نابینا آئے۔ تو آپ کی پیشانی پر بل پڑ گیا۔ کیونکہ آپ اس وقت قریش کے بڑے لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے اس وقت اس نابینا کا آنا اور اپنی بات کہنی شروع کر دینا۔ آپ کو ناگوار ہوا۔ اے ہمارے رسولؐ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ کہ اس کے آنے سے حرج ہوا۔ شاید اسے تمہاری باتوں سے دل و جان کی پاکیزگی نصیب ہو جاتی یا قرآن کی آئتیں سنتا اور سمجھتا تو اسے اس سے نفع پہنچتا۔ تم ان کے سمجھانے میں لگے ہوئے ہو جو تمہاری پروا نہیں کرتے اور برائیوں سے پاک صاف ہونا نہیں چاہتے اور نہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ تمہارے اوپر ان کا سمجھانا ضروری نہیں وہ برائیوں میں لت پت رہنا چاہتے ہیں تو رہنے دو تم پر کوئی الزام نہیں۔ لیکن جو اللہ سے ڈر کر تمہارے پاس دوڑا آتا ہے اور تمہاری نصیحت ماننے کو تیار ہے تمہیں اس سے منہ موڑنا مناسب نہیں۔

قرآن کا مقصد

كَلَّا - اِنَّهَا - تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ - شَآءَ
بات یہ نہیں تحقیق وہ تو نصیحت نامہ ہے پس جو چاہے
ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ - مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ
پڑھے اسے بیچ ورقوں کے عزت والے بلند رکھے ہوئے
مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ - سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ
بہت پاک صاف بیچ ہاتھوں لکھنے والوں بلند مرتبہ
بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ - الْاِنْسَانُ - مَآ - اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾
نیکوکار کے مارا جائیو آدمی کیا ہی ناشکر ہے وہ
مِنْ - اَيِّ - شَيْءٍ - خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾ مِنْ - نُّطْفَةٍ
کس چیز سے پیدا کیا اسے ایک بوند سے
خَلَقَهٗ - فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾ ثُمَّ - السَّبِيْلَ
پیدا کیا اسے پس ٹھیک کیا اسے پھر راہ
يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ - اَمَاتَهٗ - فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾
آسان کردی اس کے لیے پھر مردہ کیا اسے پھر قبر میں رکھا یا اسے

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ
یوں نہیں یہ تو نصیحت ہے پھر جو چاہے
ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ
اسے پڑھے لکھا ہے عزت والے ورقوں میں اونچے رکھے
مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ
ہوئے نہایت ستھرے ان لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو بڑے درجہ
بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾
والے نیکوکار ہیں مارا جائے آدمی کیسا ناشکرا ہے
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ
کس چیز سے اسے بنایا ایک بوند سے بنایا اسے
خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ
پھر اندازہ پر رکھا اسے پھر اسے راہ آسان
يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾
کردی پھر اسے مردہ کیا پھر اسے قبر میں رکھوایا

سَفَرَةٌ (لکھنے والے) سَافِرٌ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے۔ س۔ ف۔ ر سے سَفْرٌ کے معنی لکھنا سَافِر لکھنے والا بَرَرَةٌ (نیک کام کرنے والے) بَارٌّ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے ب۔ ر۔ ر سے بَرٌّ کے معنی نیک کام کرنا اسی سے بَرٌّ صفت مشبہ ہے جس کی جمع اَبْرَارٌ ہے اور بَارٌّ اسم فاعل ہے جس کی جمع بَرَرَةٌ ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ قرآن اس لئے نہیں ہے کہ اس کے سنانے کے لیے کسی کی خوشامد کی جائے اسے تم بلا رد و رعائت ہر ایک کو سناؤ بلکہ جو اس کے سننے کیلئے خود دوڑا آئے اسے خوب اچھی طرح سناؤ اور مطلب سمجھاؤ کیونکہ اسے اس سے فائدہ پہنچنے کی امید ہے تمہارا کام اسے قرآن سنانا اور سمجھانا ہے جو اسے سننا اور سمجھنا چاہتا ہے جو نہیں چاہتا وہ جانے اور اس کا کام تم اسے چھوڑ دو تم تو اس کی طرف توجہ کرو جو اسے کان لگا کر سنے اور اس پر عمل کرنا چاہے۔ قرآن کو ہرگز کسی کے سر زبردستی ڈالنا مقصود نہیں۔ یہ تو سارے انسانوں کیلئے نصیحت نامہ اور ہدایت نامہ ہے۔ جس کا جی چاہے اس سے نصیحت اور ہدایت حاصل کرے یہ بڑی مقدس اور پاک صاف کتاب ہے اور مقدس ورقوں پر لکھی ہوئی لوح محفوظ میں موجود ہے۔ وہاں سے اسے فرشتے نقل کرتے ہیں جو بڑے نیک اور معزز ہیں اور پھر اسے ہمارے رسولؐ تم تک پہنچاتے ہیں یہ انسان کی بدنصیبی ہے کہ اس کی قدر نہ کرے۔ اللہ نے انسان کو ایک منی کی بوند سے پیدا کر کے اس میں بڑی بڑی صلاحیتیں رکھ دیں ہیں۔ پھر اسے مر کر قبر میں جانا ہے۔ اسے اپنے رب سے ڈرنا چاہیے۔

اللہ کو پہچانو

ثُمَّ - اِذَا - شَآءَ - اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا - لَمَّا
پھر جب چاہے گا دوبارہ زندہ کردے گا اسے خبردار ابھی تک نہیں
يَقْضِ - مَآ - اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ - الْاِنْسَانُ
پورا کیا اس نے جو حکم دیا اسے پس چاہیے کہ دیکھے آدمی
اِلٰى - طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا - صَبَبْنَا - الْمَآءَ
طرف اپنے کھانے کی کہ ہم نے اوپر سے ڈالا پانی
صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ - شَقَقْنَا - الْاَرْضَ - شَقًّا ﴿۲۶﴾
ایک طریقہ سے پھر چیرا ہم نے زمین کو ایک طریقہ سے
فَاَنْۢبَتْنَا - فِيْهَا - حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا - وَّ - قَضْبًا ﴿۲۸﴾
پھر اگایا ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری
وَّزَيْتُوْنًا - وَّ - نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾
اور زیتون اور کھجور اور باغات گھنے
وَّفَاكِهَةً - وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا - لَّكُمْ - وَ - لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾
اور میوہ اور چارہ فائدہ کے لیے تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا
پھر جب چاہا اٹھا نکالا اس کو ہرگز نہیں پورا
يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ
نہ کیا اس نے جو حکم دیا تھا پس چاہیے کہ دیکھے انسان
اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ
اپنے کھانے کو کہ ہم نے اوپر سے گرتا ہوا
صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾
پانی ڈالا پھر زمین کو پھاڑ کر چیرا
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾
پھر اس میں اگایا اناج اور انگور اور ترکاری
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾
اور زیتون اور کھجوریں اور گنجان باغ
وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾
اور میوہ اور گھاس تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے کام چلانے کو

قَضْبٌ (ترکاری) وہ درخت جس کے پتے خوب پھیلے ہوئے ہوں یہاں مراد انسان کے کھانے کے مطلب کی ترکاریاں ہیں حَدَآئِقَ (باغات) حَدِيْقَةٌ کی جمع ہے۔ غُلْبٌ گنجان (گھنے) اَغْلَبُ اور غُلْبَاءُ کی جمع وہ باغ جو درختوں سے بھرا پڑا ہو۔ اَبٌّ گھاس چراگاہ ؏

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل ہی نے انسان کو ایک بوند پانی سے پیدا کیا اور اس کی تمام قوتیں اور سارے اعضاء ایک اندازے کے ساتھ سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق اپنی اپنی جگہ درست بٹھا دیے پھر اس کے لیے ہر کام کا راستہ آسان کر دیا مرنے کے بعد اس کی لاش کو بے حرمتی سے بچانے کے لیے قبر میں رکھنے کی ہدایت کر دی۔ اس کے بعد جب وہ چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کریگا ابھی اسے دوبارہ زندگی عطا کرنے کا وقت نہیں آیا ہے کیونکہ ابھی دنیا کے قائم رکھنے کا مقصد پورے طور پر حاصل نہیں ہوا اور وہ مقصد یہ ہے کہ جس انسان کی قسمت میں ہدایت حاصل کرنا ہو وہ یہاں سے حاصل کرے اور اللہ کو پہچان لے جسے انسان اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر آسانی سے پہچان سکتا ہے۔ آدمی اپنے کھانے پینے کے سامان ہی کی طرف دیکھے کہ اللہ نے قاعدے کے ساتھ پہلے مینہ برسایا پھر زمین کو چیر کر اس میں سے غلہ پھل ترکاریاں اگائیں زیتون اور کھجور جیسی کارآمد چیزیں پیدا کیں درختوں سے بھرے میوہ دار باغ بنائے چراگاہیں چارہ سے بھر دیں تاکہ انسان اور دیگر جانور اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کچھ دن کھائیں پیئیں اور زندہ رہیں ؏

قیامت کیسی ہوگی؟

فَإِذَا - جَاءَتِ - الصَّاخَّةُ (۳۳) يَوْمَ - يَفِرُّ
پس جب آئے گی کان پھوڑنے والی جس دن بھاگے
الْمَرْءُ - مِنْ - أَخِيهِ (۳۴) وَ أُمِّهِ - وَ
آدمی سے اپنے بھائی اور اپنی ماں سے اور
أَبِيهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهِ وَ بَنِيهِ (۳۶)
اپنے باپ سے اور اپنی ساتھ والی سے اور اپنے بیٹوں سے
لِكُلِّ - امْرِئٍ - مِنْهُمْ - يَوْمَئِذٍ - شَأْنٌ
واسطے ہر آدمی کے ان میں سے اس دن ایسی حالت ہوگی
يُغْنِيهِ (۳۷) وُجُوهٌ - يَوْمَئِذٍ - مُسْفِرَةٌ (۳۸)
جو پھنسائے گی اسے کتنے ہی چہرے اس روز چمکتے
ضَاحِكَةٌ - مُسْتَبْشِرَةٌ (۳۹) وَوُجُوهٌ - يَوْمَئِذٍ
ہنستے خوشیاں مناتے (ہوں گے) اور کتنے ہی چہرے اس دن ہوں گے
عَلَيْهَا - غَبَرَةٌ (۴۰) تَرْهَقُهَا - قَتَرَةٌ (۴۱) أُولَٰئِكَ
کہ ان پر غبار ہوگا چھا رہی ہوگی ان پر سیاہی وہ لوگ
هُمُ - الْكَفَرَةُ - الْفَجَرَةُ (۴۲)
وہ ہیں اللہ کے نہ ماننے والے بدکار

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (۳۳) يَوْمَ يَفِرُّ
پھر جب وہ کان پھوڑنے والی آئے جس دن کہ بھاگے
الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ (۳۴) وَأُمِّهِ وَ
مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور
أَبِيهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (۳۶)
اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے
لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ
ان میں سے ہر مرد کو اس دن ایک فکر لگا ہوا ہوگا جو اس کے
يُغْنِيهِ (۳۷) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ (۳۸)
لیے کافی ہے کتنے منہ اس دن روشن ہنستے
ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ (۳۹) وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ
خوشیاں کرتے ہوں گے اور کتنے چہرے اس دن
عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (۴۰) تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۴۱) أُولَٰئِكَ
(ہوں گے) جن پر گرد ہوگی ان پر سیاہی چڑھی آتی ہوگی یہ لوگ
هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (۴۲)
وہی ہیں جو منکر ہیں ڈھیٹ

الصَّاخَّة، زور کی کڑک، اسم ہے ص خ ۔ ۃ سے صَخّ کے معنی زور کی چیخ یا کڑک جس سے کان بہرے ہوجائیں یہاں قیامت مراد ہے جس میں ایسے زور کی کڑک ہوگی کہ کان کے پردے پھٹ جائیں گے ۔ مُسْفِرَةٌ (روشن۔ چمکتے) اسم فاعل مونث ہے اِسْفَارٌ سے اس کی ماضی اَسْفَرَ سورۃ المدثر میں گزر چکی ہے اسکے معنی ہیں چمکنا مُسْفِرَةٌ کے معنی چمکتے ہوئے اَلْكَفَرَةُ کافر کی جمع ہے اللہ کا انکار کرنے والا اَلْفَجَرَةُ فاجر کی جمع ہے گناہوں میں پھنسا ہوا۔ ارشاد ہے کہ دنیا میں جو تمہارے عیش و آرام کا انتظام کیا گیا ہے ۔ یہ عارضی ہے اور اس لئے کیا گیا ہے کہ تم آخرت کی تیاری کرو دنیا ایک دن ختم ہو کر رہے گی اور قیامت قائم ہوگی ۔ اس دن پہلا صور پھونکا جائے گا۔ اور اس کی آواز ایسی سخت ہوگی کہ کانوں کو بہرا کر دیے گی ان کے ساتھ اس زور کا زلزلہ آئے گا کہ زمین پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی کچھ بھی نہ رہے گا۔ پھر ایک مدت کے بعد دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس سے سب آدمی دوبارہ زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور میدان حشر میں جمع ہوں گے اس دن ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ بھائی ۔ ماں ۔ باپ ۔ بیوی ۔ بچے ۔ سب سے آدمی دور بھاگے گا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھ سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگیں اس دن نیک لوگ ہشاش بشاش ہوں گے اور ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے اور بدکار گنہگار لوگوں کے چہروں سے اداسی اور گھبراہٹ ٹپک رہی ہوگی ؏

سورۃ عبس سے سبق

یہ سورت ہمیں سکھاتی ہے کہ اسلام میں سب آدمی برابر ہیں اور ہر ایک کو حق ہے کہ اس کے حکموں پر عمل کر کے اللہ کے ہاں درجہ حاصل کرے ۔ اسلام کی تعلیم دینے والوں کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کی خوشامد میں نہ لگیں جو اپنے بڑے ہونے پر مغرور رہیں اور لوگ ان کی مالداری یا شہرت کی وجہ سے ان کی عزت کرتے ہیں ۔ بلکہ جو شخص امیر ہو یا فقیر علم دین کا سچے دل سے طالب ہو کر آئے اس کی طرف توجہ کرنا ان کا فرض ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو سنوارنا چاہتا ہے ۔ اللہ کے ہاں دنیا کا مرتبہ اور یہاں کی عزت کسی کام کی نہیں جب کہ وہ انسان کو مغرور بنا دے اس کے ہاں تو عجز و انکسار کے ساتھ اس کے حکموں پر عمل کرنا دیکھا جاتا ہے ایک مفلس اور نادار شخص جسے کوئی نہیں پوچھتا اللہ کی فرماں برداری کر کے اس کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل کر سکتا ہے ۔ اور ایسے شخص کی مدد کرنا ان لوگوں کا سب سے پہلا کام ہے جو علم دین کے سمجھنے اور جاننے والے ہیں ۔ اس صورت سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے ۔ کہ انسان کا اصل کام دنیا میں قرآن حکیم کا سمجھنا ہے جو شخص اپنی اصلی کامیابی چاہتا ہے تو وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اس دنیا کی زندگی تھوڑے دن کی ہے ۔ انسان اگر چاہے تو اس تھوڑی سی مدت میں ہمیشہ کی عیش اور آرام کی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے جو مرنے کے بعد شروع ہو گی ۔ انسان کو اس سورت میں غور کرنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے نہیں تھا پھر اللہ عزوجل نے اسے پیدا کیا جس چیز سے وہ بنا وہ ایک پانی کی طرح کی بہنے والی چیز ہے جسے نطفہ کہتے ہیں ۔ پھر رفتہ رفتہ وہ نطفہ بڑھ کر انسان بنا اور اس کی ساری جسمانی اور روحانی قوتیں مناسب طور پر ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئیں ۔ اللہ نے اس کے لیے کھانے پینے کا سامان اس طرح کیا کہ آسمان سے مینہ برسایا جس کی بدولت زمین سے غلہ، پھل، میوہ، گھاس چارہ سب کچھ پھوٹ نکلا ۔ اس کی مدد کے لیے مویشی پیدا کر دیے ۔ غلہ، میوہ، ترکاری وغیرہ اس کے اپنے کھانے کے کام آیا اور گھاس، پھوس، چارے وغیرہ سے مویشیوں کا پیٹ بھرا ۔ اسے چاہیے کہ اپنی پیدائش پر غور کر کے اور اپنی زندگی قائم رکھنے کا یہ سارا انتظام دیکھ کر اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو پہچانے اور اس کے حکم کے مطابق دنیا کی زندگی بسر کرے ۔ کیونکہ اسے ایک دن مرنا ہے پھر ایک دن یہ زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے اور یہ بنا بنایا کارخانہ سب اجڑ جائے گا اس کے بعد اللہ کے حکم سے ایک وقت آئے گا کہ سب انسان دوبارہ زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور حشر کے میدان میں اللہ کے روبرو حاضر ہوں گے ۔ اس دن نہ دنیا کا مال و جاہ کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد، رشتہ دار، دوست، احباب کچھ مدد کر سکیں گے ۔ بلکہ ہر شخص ان سے دور بھاگے گا اس وقت اللہ کے فرماں بردار اچھے لوگ خوش و خرم ہوں گے اور نافرمانوں کے چہروں پر اداسی چھائی ہو گی ۔

سورۃ التکویر

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۸۱ ہے مکہ کے اندر شروع کے زمانے میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں انسان کو غفلت کی نیند سے چونکایا گیا ہے کہ اس دنیا کی زندگی ناپائیدار ہے جو ایک دن ختم ہو گی اور یہ سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اور وہ باتیں ظاہر ہوں گی جو اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ اس دن سورج کی روشنی اور گرمی نام کو بھی نہ رہے گی۔ ستارے ماند پڑھ جائیں گے۔ پہاڑ جگہ سے ہل کر ادھر ادھر اڑتے پھریں گے۔ انسان کو نہ اپنا ہوش رہے گا نہ اپنے مال و متاع کا۔ گابھن اونٹنیاں تک آوارہ پھر رہی ہوں گی۔ حالانکہ اس وقت ان کی حفاظت خاص طور پر کی جاتی ہے وحشی جانور جو آدمی سے بھاگتے ہیں پریشان ہو کر آبادی میں گھس آئیں گے۔ شیر۔ بکری۔ آدمی۔ بن مانس سب آپس میں رل مل جائیں گے۔ سمندر کا پانی گرم آگ ہو جائے گا آدمیوں کے ان کے اعمال کے مطابق گروہ بنا دیے جائیں گے زندہ گاڑی ہوئی لڑکیوں سے پوچھا جائے گا۔ کہ انہیں کس جرم میں جان سے مارا گیا۔ ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی اور اس کے اندر کی ساری چیزیں نظر آنے لگیں گی دوزخ کو دہکا دیا جائے گا۔ جنت کو قریب کر دیا جائے گا۔ اس وقت ہر شخص کو صاف صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ کیا لے کر حاضر ہوا۔ قیامت کے قائم ہونے کا یہ نقشہ کھینچ کر انسان سے کہا گیا ہے۔ کہ جس طرح آسمان اور زمین کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح انسان کے حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ جس زمانے میں جیسا حال ہوتا ہے۔ اس کے مطابق ہدایت کا سامان کر دیا جاتا ہے۔ اللہ کا کوئی نہ کوئی رسول ان کو غلط راستے سے ہٹانے اور سیدھے راستہ پر قائم کرنے کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ ایک زمانے تک دنیا میں گمراہی کا اندھیرا چھایا رہا ہے۔

اس کے بعد اب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت کی روشنی دے کر بھیجا گیا ہے۔ کہ انسان کو سیدھی راہ سمجھا دیں۔ ان کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا۔ اس قرآن کو معمولی کتاب مت سمجھو۔ قرآن ایک بڑے معتبر، امانتدار معزز اور مکرم فرشتے کے ذریعے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اس میں وہ باتیں بتا دی گئی ہیں۔ جس سے انسان بے خبر ہے۔ یعنی ایک دن یہ دنیا فنا ہو جائے گی۔ اور انسان ایک اور عالم میں دوبارہ پیدا ہو گا۔ پھر اس کے ان کاموں کی جو اس نے دنیا میں کئے تھے۔ جانچ پڑتال ہو گی۔ جو قرآن کی ہدایت پر چلا ہو گا۔ اسے جنت ملے گی اور جنہوں نے اسے نہ مانا ہو گا۔ اسے دوزخ میں جانا ہو گا۔ یہ قرآن دنیا بھر کے انسانوں کو یہی پیغام پہنچاتا ہے۔

سورۃ التکویر مکیۃ وھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ تسع وعشرون اٰیۃ رکوعھا ۱

قیامت کی تصویر (۱)

اِذَا - الشَّمْسُ - كُوِّرَتْ ۝١ وَاِذَا - النُّجُوْمُ
جب سورج لپیٹ دیا جائے اور جب تارے
انْكَدَرَتْ ۝٢ وَاِذَا - الْجِبَالُ - سُيِّرَتْ ۝٣
ماندپڑ جائیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں
وَاِذَا - الْعِشَارُ - عُطِّلَتْ ۝٤ وَاِذَا - الْوُحُوْشُ
اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں اور جب وحشی جانور
حُشِرَتْ ۝٥ وَاِذَا - الْبِحَارُ - سُجِّرَتْ ۝٦
اکٹھے ہو جائیں اور جب سمندر تنور کی طرح جھونکے جائیں
وَاِذَا - النُّفُوْسُ - زُوِّجَتْ ۝٧ وَاِذَا
اور جب لوگوں کی ٹولیاں بنا دی جائیں اور جب
الْمَوْءٗدَةُ - سُئِلَتْ ۝٨ بِاَيِّ - ذَنْۢبٍ
جیتی گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ میں
قُتِلَتْ ۝٩ وَاِذَا - الصُّحُفُ - نُشِرَتْ ۝١٠
ماری گئی اور جب اعمال نامے پھیلا دئے جائیں

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَاِذَا النُّجُوْمُ
جب سورج کی دھوپ لپیٹ دی جائے اور جب تارے
انْكَدَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣
ماندپڑ جائیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں
وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤ وَاِذَا الْوُحُوْشُ
اور جب بیاتی اونٹنیاں چھٹی پھریں اور جب جنگل کے جانور
حُشِرَتْ ۝٥ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦
ال جائیں اور جب دریا جھونکے جائیں
وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝٧ وَاِذَا
اور جب جیوں کے جوڑے باندھے جائیں اور جب
الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ
جیتی گاڑ دی گئی سے پوچھیں کہ کس گناہ میں
قُتِلَتْ ۝٩ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠
ماری گئی اور جب اعمال نامے کھولے جائیں

كُوِّرَتْ (لپیٹ دیا جائے) ماضی مجہول کا صیغہ ہے تَكْوِيْر سے جس کا مادہ ک ۔ و ۔ ر ہے كَوْرٌ کے معنی پھیلی ہوئی چیز کو لپیٹ کر تہہ کر دینا، تکویر کے بھی یہی معنی ہیں اور یہی اس سورت کا نام بھی ہے ۔ مراد یہ ہے کہ سورج کی پھیلی ہوئی شعاعیں لپیٹ کر تہہ کر دی جائیں گی ۔ اور اس کی روشنی جاتی رہے گی ۔ عِشَارٌ (گابھن اونٹنیاں) عُشَرَاءُ کی جمع ہے جو عَشْرٌ سے صفت کا صیغہ ہے عروس کو کہتے ہیں عُشَرَاءُ صفت مؤنث ہے ۔ وہ اونٹنی جس کو گابھن ہوئے دس مہینے ہو گئے ہوں اور بچہ جننے والی ہو یا جن چکی ہو ۔ اس وقت اس کی بڑی قدر ہوتی ہے ۔ اور خاص طور پر اس کی حفاظت کی جاتی ہے ۔ وُحُوْش (جنگلی جانور) وَحْش کی جمع ہے جو خود اسم جمع ہے اور جس کا مفرد وحشی ہے وہ جانور پرندے وغیرہ جو آدمی سے اور آپس میں بھی ایک دوسرے سے بھاگتے ہیں ۔

سُجِّرَتْ (ابلنے لگیں گے) ماضی مجہول ہے ۔ تَسْجِيْر سے جس کا مادہ س ۔ ج ۔ ر ہے سجر کے معنی ایندھن ڈال کر تنور کی آگ بھڑکانا ۔ تَسْجِيْر کے معنی جوش میں لانا ۔ کھولانا ۔ مَوْءٗدَةٌ زندہ گاڑی گئی، اسم مفعول ہے ۔ وَأْد سے وَأْدٌ کے معنی زندہ گاڑ دینا عرب میں یہ بری رسم پڑ گئی تھی کہ بیٹی پیدا ہوتی تو اسکا بے رحم باپ اسے جیتی جاگتی کو گڑھا کھود کر اس میں دبا دیتا کیونکہ وہ سمجھتا کہ بیٹی تو شادی کر کے دوسرے کو دیجائیگی اور اسکو وہ اپنے لیئے ننگ و عار سمجھتا تھا ۔

قیامت کی تصویر (ب)

ارشاد ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا کا یہ سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ ساری چیزیں یہاں کی فنا ہو جائیں گی۔ سورج کی پھیلی ہوئی شعاعیں جن سے روشنی اور گرمی پیدا ہوتی ہے ہر جگہ اجالا ہو جاتا ہے اور دھوپ نکل آتی ہے لپیٹ کر ختم کر دی جائیں گی اور اس کی روشنی گرمی اور دھوپ بالکل جاتی رہے گی تارے جو دور سے چمکتے نظر آتے ہیں ان کی روشنی غائب ہو جائے گی پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے اور ہوا میں اڑتے پھریں گے آدمی ایسے بدحواس ہو جائیں گے کہ اونٹنیوں کو جو بچہ جننے کے قریب ہوں گی یا بچہ جن چکی ہوں گی یوں ہی چھوڑ دیں گے اور وہ ادھر ادھر بھٹکتی پھریں گی حالانکہ یہی وقت ہے کہ جب وہ خوب نفع پہنچاتی ہے اور آدمی ان کی خوب حفاظت کرتا ہے۔ جنگلی جانور ہرن، شیر، نیل گائیں، چھوٹے پرندے باز شکرے سب ایک جگہ اکھٹے ہو جائیں گے نہ کوئی کسی سے بھاگے گا اور نہ کوئی کسی کو پکڑے گا سمندر آگ کی طرح گرم ہو کر اس طرح جوش مارے گا جیسے تنور کی آگ ایندھن جھونکنے سے بھڑکتی ہے، آدمیوں کے ان کے اعمال کے مطابق گروہ بنا دیئے جائیں گے۔ زندہ گاڑی ہوئی لڑکیوں سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تمہیں کس گناہ میں قتل کیا گیا تھا۔ تاکہ ان کے ماں باپ کو معلوم ہو جائے کہ دنیا میں وہ بڑی غلط فہمی میں پھنسے ہوئے تھے۔ کہ یہ ہماری اولاد ہے۔ ہم جیسا چاہیں ان کے ساتھ سلوک کریں حالانکہ انہیں یہ سمجھنا چاہیے تھا۔ کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا ہے اور وہی ان کا مالک ہے۔ اس نے ہمیں امانت کے طور پر انہیں دیا ہے۔ کہ ان کو اس کے حکم کے مطابق پالیں پوسیں اور احتیاط کے ساتھ ان کی خبر گیری کریں۔ اس دن اللہ ان سے اس طرح جواب طلب کرے گا۔ کہ ان کے سامنے ان زندہ گاڑی گئی لڑکیوں سے پوچھے گا کہ تم نے کیا گناہ کیا تھا۔ جس کی وجہ سے تمہارے باپ نے تمہیں زندہ گاڑ دیا۔

ظاہر ہے کہ وہ یہی کہیں گی کہ ہم بالکل بے گناہ تھیں۔ ہمارے باپ نے ہم پر ظلم کیا کہ اس بے رحمی کے ساتھ ہمیں مارا۔ اس دن ہر آدمی کا اعمال نامہ کھول کر اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اور وہ اس کے اندر اپنا ہر چھوٹا بڑا اچھا برا کام لکھا پائے گا اور خوب سمجھ جائے گا کہ دنیا کے اندر جو وہ سمجھے بیٹھا تھا کہ مجھے اختیار ہے جو چاہے کروں یہ غلط تھا۔ آج اسے اپنے برے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

قیامت کی تصویر (ج)

وَ اِذَا - السَّمَآءُ - كُشِطَتْ (۱۱) وَ - اِذَا
اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی اور جب
الْجَحِيْمُ - سُعِّرَتْ (۱۲) وَ اِذَا - الْجَنَّةُ
دوزخ بھڑکائی جائے گی اور جب جنت
اُزْلِفَتْ (۱۳) عَلِمَتْ - نَفْسٌ - مَّآ - اَحْضَرَتْ (۱۴)
قریب لائی جائے گی جان لے گا ہر شخص کیا لایا وہ
فَلَآ - اُقْسِمُ - بِالْخُنَّسِ (۱۵) الْجَوَارِ
پس نہیں کچھ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والوں کی چلنے والوں کی
الْكُنَّسِ (۱۶) وَ الَّيْلِ - اِذَا - عَسْعَسَ (۱۷)
چھپ جانے والوں کی اور رات کی جب پھیل جائے
وَ الصُّبْحِ - اِذَا - تَنَفَّسَ (۱۸) اِنَّهٗ - لَقَوْلُ
اور صبح کی جب وہ روشن ہو تحقیق یہ قرآن اللہ کا قول ہے
رَسُوْلٍ - كَرِيْمٍ (۱۹)
ایک ایلچی عزت والے کا

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ (۱۱) وَاِذَا
اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی اور جب
الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ (۱۲) وَاِذَا الْجَنَّةُ
دوزخ دہکائی جائے گی اور جب بہشت پاس
اُزْلِفَتْ (۱۳) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ (۱۴)
لائی جائے گی جان لے گا ہر جی جو لے کر آیا
فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (۱۵) الْجَوَارِ
سو میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں
الْكُنَّسِ (۱۶) وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ (۱۷)
اور چھپ جانے والوں کی اور رات کی جب پھیل جائے
وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (۱۸) اِنَّهٗ لَقَوْلُ
اور صبح کی جب وہ ظاہر ہو بے شک یہ قول ہے
رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۱۹)
پیغامبر عزت والے کا

كُشِطَتْ (کھال اتاری جائے) ماضی مجہول ہے۔ ک۔ ش۔ ط سے كَشْطٌ کھال اتارنا اَلْخُنَّسِ (پیچھے ہٹنے والے) اَخْنَسُ اور خُنْسَآءُ کی جمع ہے جو صفت کے صیغے ہیں۔ خ۔ ن۔ س سے خُنُسٌ کے معنی ہیں پیچھے ہٹنا۔ اَلْكُنَّسِ (چھپ جانے والے) اَكْنَسُ اور كَنْسَاءُ کی جمع ہے جو صفت کے صیغے ہیں۔ ک۔ ن۔ س سے كَنْسٌ کے معنی ہیں گھر میں گھس جانا، ان دونوں سے مراد تارے ہیں عَسْعَسَ (پھیل جائے) کالی ہو جائے رباعی ہے۔ عَسٌّ سے عَسٌّ کے معنی تاریک ہونے اور پھیل جانے کے ہیں عَسْعَسَ اس سے رباعی ہے اور اس میں مبالغہ ہے۔ معنی وہی ہیں۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آسمان کا پردہ اٹھایا جائے گا اور اس کے اندر سب چیزیں باہر نکل آئیں گی، دوزخ کو دہکایا اور بھڑکایا جائے گا، جنت کو قریب لایا جائے گا۔ اس وقت ہر انسان کو معلوم ہو گا کہ وہ دنیا سے اپنے ساتھ کیا سامان لایا ہے۔ جو یہاں کام آنے کے قابل ہے۔ قیامت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں اس کی خبر قرآن میں دے دی گئی ہے۔ اور قرآن کی باتیں بالکل سچی ہیں۔ اس میں کوئی بات واقع کے خلاف نہیں کی گئی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تاروں کی حرکتیں کبھی آگے بڑھنا۔ کبھی پیچھے ہٹنا۔ کبھی سیدھے چلنا۔ رات کا آنا۔ صبح کا نمودار ہونا یقینی واقعات ہیں۔ اسی طرح وحی کا آنا بھی ایک یقینی واقعہ ہے، یہ قرآن وحی ہے جسے ایک بڑے معزز قاصد جبریل نے پڑھ کر سنایا۔

قرآن کا پیغام

ذِیْ قُوَّۃٍ ۔ عِنْدَ ۔ ذِی الْعَرْشِ ۔ مَکِیْنٍ ﴿۲۰﴾
قوت والا نزدیک عرش والے کے مرتبہ والا
مُّطَاعٍ ۔ ثَمَّ ۔ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا ۔ صَاحِبُکُمْ
بات مانی جاتی ہے اس کی وہاں امانتدار اور نہیں ساتھی تمہارا
بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ ۔ رَاٰہُ ۔ بِالْاُفُقِ
دیوانہ اور البتہ تحقیق دیکھا اس نے اس فرشتے کو کنارے
الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا ۔ ھُوَ ۔ عَلَی الْغَیْبِ ۔ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾
صاف پر اور نہیں وہ ساتھی غیب کے بتلانے میں بخل کرنے والا
وَمَا ۔ ھُوَ ۔ بِقَوْلِ ۔ شَیْطٰنٍ ۔ رَّجِیْمٍ ﴿۲۵﴾
اور نہیں یہ قرآن قول شیطان مردود کا
فَاَیْنَ ۔ تَذْھَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ ۔ ھُوَ ۔ اِلَّا ۔ ذِکْرٌ
پس کہاں جا رہے ہو تم نہیں یہ قرآن مگر یاددہانی
لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ ۔ شَآءَ ۔ مِنْکُمْ
واسطے جہان والوں کے واسطے اس کے جو چاہے تم میں سے
اَنْ ۔ یَّسْتَقِیْمَ ﴿۲۸﴾
کہ سیدھا چلے

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ﴿۲۰﴾
قوت والا عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا۔
مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُکُمْ
سب کا مانا ہوا وہاں کا معتبر اور تمہارا رفیق کچھ
بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ
دیوانہ نہیں اس نے اس فرشتہ کو دیکھا آسمان کے کھلے
الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾
کنارے کے پاس اور وہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں
وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۲۵﴾
اور یہ کسی شیطان مردود کا کہا ہوا نہیں ہے۔
فَاَیْنَ تَذْھَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ
پھر تم کدھر جا رہے ہو یہ تو جہان بھر کے واسطے
لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ
ایک نصیحت ہے اس کے لیے جو کوئی تم میں سے چاہے
اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ﴿۲۸﴾
کہ سیدھا چلے

ارشاد ہے کہ اس قاصد یعنی جبریلؑ کی ساری دماغی قوتیں حافظہ یادداشت اور بیان بالکل درست ہیں وہ نہ کوئی چیز بھلاتا ہے اور نہ کسی چیز کے ٹھیک طور پر بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ عزوجل کے ہاں اس کا بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ کی بارگاہ کے مقرب فرشتے سب اس کی بات مانتے ہیں کیونکہ انہیں اس پر پورا اعتماد ہے۔ ایسا معتبر قاصد اس قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم جانتے ہو۔ یہ تمہارے ہی اندر پیدا ہوئے تمہارے ہی سامنے پلے اور بڑھے۔ تم ہمیشہ ان کی راست بازی کے قائل اور دیانتداری کے مداح رہے ہو انہوں نے نہ تمہیں کبھی دھوکا دیا اور نہ تمہیں کوئی نقصان پہنچایا۔ تمہیں ان کی سچائی میں کبھی کوئی شبہ نہیں ہوا۔ یہ جبریلؑ کو آسمان کے صاف کنارے پر مشرق کی طرف پہلے دیکھ چکے ہیں جب وہ ہمارا پیغام لے کر ان کے پاس آیا انہوں نے اسے پہچان لیا اور جو غیب کی باتیں اس سے سنیں وہ جوں کی توں تمہیں پہنچا دیں۔ یہ قرآن کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے پھر اس میں شک و شبہ کیسا یہ تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت نامہ ہے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہے وہ اس سے فائدہ اٹھائے

قرآن سے فائدہ کون اٹھائے گا

وَمَا - تَشَآءُوْنَ - اِلَّآ - اَنْ - یَّشَآءَ
اور نہ چاہو گے تم مگر جبکہ چاہے
اللّٰہُ - رَبُّ - الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾
اللہ پروردگار سارے جہان کا

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ
اور تم جبھی چاہو جب اللہ سارے
اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾
جہان کا مالک چاہے۔

ع ۲۹

پہلے ارشاد ہوا تھا کہ یہ قرآن ایک معزز معتبر اور امانتدار فرشتے جبریل علیہ السلام لے کر آئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حرف بہ حرف جوں کا توں پہنچا دیا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بےکم وکاست دنیا بھر کے انسانوں تک پہنچا دیا اور ان کے لیے ان کی کام کی ساری باتیں معلوم کر لینے کا ذریعہ ہمیشہ کے لیے مہیا کر کے چھوڑ دیا اب جس کا جی چاہے کہ اپنے بھلائی کی سیدھی راہ اختیار کرے تو وہ قرآن کی ہدایت پر چلے اس کو ہمیشہ کی آرام اور کامیابی کی زندگی نصیب ہو گی۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ بہت سے انسان اچھی خاصی سمجھ اور عقل رکھتے ہوئے بھی اس قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس کی وجہ اس آیت میں بیان کر دی گئی ہے ؛

ارشاد ہے کہ یہ تو اللہ کی رحمت کا ظہور تھا۔ کہ اس نے انسان کو پیدا کر کے اس کی ہدایت کا بھی قرآن بھیج کر پورا پورا سامان کر دیا۔ اور یہ قرآن حکیم اپنے رسولؐ کے ہاتھ دنیا میں بھیج دیا۔ لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جن کی قسمت میں اس سے فائدہ اٹھانا لکھا ہے، بدبخت لوگ اس سے بھاگیں گے اور انہی باتوں پر اڑے رہیں گے جو انہیں ان کے باپ دادا سکھا گئے ہیں۔ یا دنیا کے عارضی عیش وعشرت ہی میں پھنسے رہنا پسند کریں گے یا مزاج کے ایسے ضدی اور ہٹی ہوں گے کہ کسی کی نہ سنیں گے۔ اپنی ہی دھن میں لگے رہیں گے۔ یہ وہ قسمت کے ہیٹے لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے سیدھے راستے پر چلانا نہ چاہا۔ کیونکہ ان میں سیدھے چلنے کی استعداد ہی نہ تھی۔ اللہ ہی سارے جہان کا پروردگار اور حاکم ہے۔ اس نے ہر ایک کے لیے اس کے فائدے کی چیزیں بنا دی ہیں۔ لیکن ان سے فائدہ وہی اٹھائے گا۔ جسے وہ چاہے گا۔ سورۃ التکویر تمام ہوئی ؛

اس سورت میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ ایک روز دنیا کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ سارے انسان فنا ہو جائیں گے۔ اس کے بعد قیامت آئے گی اور ہر آدمی پھر زندہ ہو کر اللہ عزوجل کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینے حاضر ہو گا۔ اور ان کے مطابق دوزخ یا جنت میں جائے گا۔ دوزخ سے نجات اسی کو حاصل ہو گی۔ جس نے دنیا میں قرآنِ کریم کی ہدایتوں کے مطابق زندگی بسر کی ہو گی ؛

سورۃ الانفطار

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۸۲ ہے اور یہ قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی ۔

اس میں انسان کو قیامت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔ اس کو بتلایا گیا ہے کہ اس وقت کو مت بھول جو یقیناً آکر رہے گا۔ آسمان جس میں نہ کوئی پھٹن نظر آتی ہے ۔ نہ دراڑ۔ بالکل پھٹ جائے گا اور اس پر جو یہ ستارے اپنی اپنی جگہ پر قرینے سے سجے نظر آتے ہیں۔ تتر بتر ہو کر بکھر جائیں گے سمندر ابل پڑیں گے ۔ اور جگہ چھوڑ کر آپس میں گڈمڈ ہو جائیں گے زمین کے اندر کی سب چیزیں باہر نکل پڑیں گی مردے قبروں سے یا جہاں کہیں بھی ہوں گے باہر نکل آئیں گے ۔

اس کے بعد انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ دنیا میں وہ جو کام کرے گا اس کا نتیجہ اسے آخرت میں بھگتنا ہوگا۔ اسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ دنیا میں آپ ہی آپ نہیں آگیا ہے۔ اس کا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی اس کی پرورش کرتا ہے اس کے فرشتے اس کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتا اور کرتا ہے ۔ فوراً لکھ لیتے ہیں اور اس کا اعمال نامہ تیار ہوتا رہتا ہے۔ قیامت میں یہی اعمال نامہ ہر شخص کو اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ اس وقت اسے صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا کام کیے ۔ جو اسے نہ کرنے چاہییں تھے ۔ اور کیا کام چھوڑے جو اسے کرنے چاہئیں تھے اور دنیا میں اس کے بعد اس کے کاموں کا کیا اثر باقی رہا ۔

قرآن مجید میں خوب کھول کر بتا دیا گیا ہے ۔ کہ انسان کو کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے ۔ اس کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے ۔ اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانے اور قرآن کے مطابق زندگی بسر کرے ۔ قیامت کا یقین کرے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ وہاں ہر شخص اپنا ذمہ دار آپ ہوگا ۔ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا ۔ وہاں اللہ عزوجل کے سوا کسی کا حکم نہ چلے گا ۔ اس خیال میں نہ رہنا کہ وہاں یہ تمہارے معبود تمہیں بچا لیں گے یا تمہارے بڑے رشتہ دار تمہارے کسی کام آجائیں گے وہاں تو کوئی کسی کو نہ پوچھے گا بلکہ ایک دوسرے کو دور ہی سے دیکھ کر بھاگیں گے ۔ غرض کوئی شخص کسی کے کام نہ آئے گا بلکہ اور کسی کے کام تو کیا آتا اپنی ہی نہ نبیڑ سکے گا ۔ اس وقت ہر ایک کا فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا ۔ کوئی کچھ نہ کر سکے گا ۔ منہ دیکھتے رہ جائیں گے ، البتہ اللہ جسے اجازت دے گا وہ اللہ کی درگاہ میں اس کے بندوں کی سفارش کر سکے گا اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے ۔

اٰيَاتُهَا ۱۹ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ رُكُوْعُهَا ۱

قیامت میں کیا ہوگا؟

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ

اِذَا - السَّمَآءُ - انْفَطَرَتْ ① وَ اِذَا
جب آسمان پارہ پارہ ہوجائے گا اور جب
الْكَوَاكِبُ - انْتَثَرَتْ ② وَاِذَا - الْبِحَارُ
ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور جب دریا
فُجِّرَتْ ③ وَاِذَا - الْقُبُوْرُ - بُعْثِرَتْ ④
ابل پڑیں گے اور جب قبریں تلپٹ کردی جائیں گی
عَلِمَتْ - نَفْسٌ - مَّا - قَدَّمَتْ
جان لے گا ہر شخص جو آگے بھیجا
وَ اَخَّرَتْ ⑤
اور جو پیچھے چھوڑا

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① وَاِذَا
جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب
الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② وَاِذَا الْبِحَارُ
تارے جھڑ پڑیں گے اور جب دریا
فُجِّرَتْ ③ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ④
ابل پڑیں گے اور جب قبریں زیروزبر کردی جائیں گی
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ
ہر شخص جان لے گا کیا آگے بھیجا
وَاَخَّرَتْ ⑤
اور کیا پیچھے چھوڑا

اِنْفَطَرَتْ (پھٹ جائے گی) ماضی مؤنث ہے اِنْفِطَارٌ سے جس کا مادہ ف۔ط۔ر ہے۔ فَطْرٌ شگاف اس کی جمع فُطُوْر سورۃ الملک میں گزر چکی ہے۔ اِنْفِطَار یعنی میں سے پھٹ جانا۔

اِنْتَثَرَتْ پھیل جائے، بکھر جائے، ماضی مؤنث ہے۔ اِنْتِثَارٌ سے جس کا مادہ ن۔ث۔ر ہے نثر کے معنی بکھیر دینا۔ اِنْتِثَارٌ اس کا لازم ہے۔ بکھر جانا۔ فُجِّرَتْ (پھوٹ پڑے) ماضی مجہول ہے۔ تَفْجِيْر سے زور سے نکل پڑنے کا بندوبست کرنا۔ سورت بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے۔ بُعْثِرَتْ (اکھاڑ کر پھینک دی جائے گی) اس کا مادہ ب۔ع۔ث۔ر رباعی ہے بَعْثَرَۃٌ کھود کر اوپر تلے پھینک دینا۔

ارشاد ہے کہ جب یہ آسمان جسے تم صحیح و سالم اپنے اوپر دیکھ رہے ہو پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور یہ تارے جو تمہیں چمکتے ہوئے نظر آرہے ہیں ٹوٹ کر بکھر جائیں گے اور سمندر اور دریا جوش مار کر ابل پڑیں گے۔ اور زمین پر پھیل جائیں گے۔ جب قبریں الٹ دی جائیں گی اور اس کے اندر کی چیزیں باہر آپڑیں گی۔ اس وقت قیامت کا ظہور ہوگا اور انسان نے جو کچھ دنیا میں کیا تھا سب اس کے سامنے آجائے گا، خواہ شروع عمر میں کیا ہو یا آخر میں، خواہ اس کا اثر بعد میں باقی رہا ہو یا نہ رہا ہو۔ سب ذرہ ذرہ معلوم ہو جائے گا۔

انسان اپنے رب کو بھول گیا

يَاَيُّهَا - الْاِنْسَانُ - مَا - غَرَّكَ - بِرَبِّكَ
اے انسان کس چیز نے دھوکا دیا تجھے تیرے رب کے بارے میں
الْكَرِيْمِ ⑥ الَّذِيْ - خَلَقَكَ - فَسَوّٰكَ
جو کریم ہے جس نے پیدا کیا تجھے پس ٹھیک کیا تجھے
فَعَدَلَكَ ⑦ فِيْ - اَيِّ - صُوْرَةٍ
پس برابر کیا تجھے بیچ جس صورت کے
مَّا شَآءَ - رَكَّبَكَ ⑧ كَلَّا - بَلْ
چاہا جوڑ دیا تجھے ہرگز نہیں بلکہ
تُكَذِّبُوْنَ - بِالدِّيْنِ ⑨ وَاِنَّ
جھٹلاتے ہو تم انصاف کے دن کو اور تحقیق
عَلَيْكُمْ - لَحٰفِظِيْنَ ⑩ كِرَامًا
تم پر مقرر ہیں البتہ نگہبان عزت والے
كَاتِبِيْنَ ⑪ يَعْلَمُوْنَ - مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫
لکھ لینے والے جانتے ہیں جو تم کرتے ہو

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ
اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے
الْكَرِيْمِ ⑥ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ
بہکایا جس نے تجھے بنایا پھر تجھے ٹھیک کیا
فَعَدَلَكَ ⑦ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ
پھر برابر کیا جس صورت میں چاہا
مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ⑧ كَلَّا بَلْ
تجھے جوڑ دیا ہرگز نہیں پر تم
تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ⑨ وَاِنَّ
انصاف کے دن کے ہونے کو جھوٹ جانتے ہو تم پر تو
عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ⑩ كِرَامًا
نگہبان مقرر ہیں عزت والے
كَاتِبِيْنَ ⑪ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫
عمل لکھنے والے جانتے ہیں وہ جو تم کرتے ہو

غَرَّ (دھوکے میں ڈال دیا) ماضی کا صیغہ ہے۔ غُرُوْرٌ سے جس کا مادہ غ۔ ر۔ ر ہے جس سے بہت لفظ پہلے گزر چکے ہیں۔ سَوّٰی (جوڑا یا اور بندوبست کیا) ماضی کا صیغہ ہے۔ تَسْوِيَةٌ سے جو س۔ و۔ ی سے بنا ہے۔ کل پرزے ٹھیک ٹھیک جگہوں پر بٹھانا عدل (برابر کیا) ماضی ہے، ع۔ د۔ ل سے عدل کے معنی برابر کرنا۔ تاکہ کہیں کمی بیشی نہ رہے مراد یہ ہے کہ مزاج میں اعتدال پیدا کیا ۔

ارشاد ہے انسان اپنے پروردگار کی بابت اپنی غلط فہمی کی وجہ سے دھوکے میں پڑ گیا۔ کچھ لوگ تو کہنے لگے کہ ہمارا کوئی رب ہے ہی نہیں ہمارے ساتھ تو جو کچھ ہو رہا ہے۔ خود بخود ہو رہا ہے۔ کچھ اپنی کمزوریاں دیکھ کر اتنا مان گئے کہ کوئی رب ہے۔ لیکن وہ ایک نہیں بہت سے ہیں جو مل جل کر جہان کا کام چلا رہے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک تو ہے لیکن وہ بڑا رحم والا ہے۔ ہم جو چاہے کریں۔ وہ ہمیں معاف کر دے گا۔ ان آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ سنو! تمہارا رب ایک ہے اور وہ کریم ضرور ہے لیکن وہ قادر اور حکیم بھی ہے۔ اس نے انسان کو سڈول بدن اور معتدل مزاج دے کر بنایا ہے لیکن ہر ایک کی شکل و صورت چال ڈھال الگ الگ رکھی ہے اس لیے ہر ایک کے کام جدا جدا ہیں اور ظاہر ہے کہ اسی لیے ہر ایک کا انجام دوسرے کے انجام سے مختلف ہو گا۔ چنانچہ ضروری ہو گیا کہ اس کے فیصلے کا ایک دن مقرر ہو اور امانتدار فرشتے مقرر کر دیے جائیں کہ ہر انسان کے اعمال ایک ایک کر کے لکھتے رہیں۔ سن لو کہ اس کا انتظام ہو گیا ہے۔ اور ہوشیار، خبردار فرشتے اس کام کے لیے مقرر کر دیے گئے ہیں۔ وہ تمہارے کام جانتے ہیں اور انہیں فوراً لکھ لیتے ہیں ۔

فیصلہ کا دن

إِنَّ - الْأَبْرَارَ - لَفِي - نَعِيمٍ ⑬ وَإِنَّ
تحقیق نیک لوگ البتہ جنت میں ہیں اور تحقیق
الْفُجَّارَ - لَفِي - جَحِيمٍ ⑭ يَصْلَوْنَهَا
بدکار البتہ دوزخ میں ہیں داخل ہوں گے اس میں
يَوْمَ الدِّينِ ⑮ وَمَا - هُمْ - عَنْهَا
جزا کے دن اور نہیں وہ اس سے
بِغَائِبِينَ ⑯ وَمَا - أَدْرَاكَ - مَا
غائب ہونے والے اور کس نے بتایا تجھے کیا ہے
يَوْمُ الدِّينِ ⑰ ثُمَّ - مَا - أَدْرَاكَ - مَا
جزا کا دن پھر کس نے بتایا تجھے کیا ہے
يَوْمُ الدِّينِ ⑱ يَوْمَ - لَا - تَمْلِكُ - نَفْسٌ
جزا کا دن وہ دن کہ نہ مالک ہوگا کوئی شخص
لِنَفْسٍ - شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ - يَوْمَئِذٍ - لِلَّهِ ⑲
واسطے کسی شخص کے کسی چیز کا اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ⑬ وَإِنَّ
بے شک نیک لوگ بہشت میں ہوں گے اور بے شک
الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ⑭ يَصْلَوْنَهَا
گنہ گار دوزخ میں ہوں گے ڈالے جائیں گے
يَوْمَ الدِّينِ ⑮ وَمَا هُمْ عَنْهَا
اس میں انصاف کے دن اور وہ اس سے جدا ہونے والے
بِغَائِبِينَ ⑯ وَمَا أَدْرَاكَ مَا
نہ ہوں گے اور تجھ کو کیا خبر ہے کہ انصاف
يَوْمُ الدِّينِ ⑰ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا
کا دن کیسا ہے پھر بھی تجھے کیا خبر کہ انصاف
يَوْمُ الدِّينِ ⑱ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ
کا دن کیسا ہے جس دن کوئی شخص کسی شخص کا کچھ
لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ⑲
بھی بھلا نہ کر سکے گا اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے

اَبْرَار (نیک لوگ) بَرٌّ کی جمع ہے۔ فُجَّار (بدکار لوگ) فَاجِر کی جمع ہے اس کی جمع فَجَرَۃٌ بھی ہے جو سورۃ عبس میں گزر چکی ہے
یَصْلَوْنَ (جلیں گے) مضارع کا صیغہ ہے ص۔ل۔ی۔ صَلَّی النَّار کے معنی آگ میں جلنا۔ جھلسنا۔

ارشاد ہے کہ ہر انسان کے کام جو دنیا میں کر رہا ہے۔ فرشتے لکھ رہے ہیں جو اسی کام کے لیے مقرر ہیں کہ ہر ایک کا کام دیکھتے ہیں اور کرنے کے ساتھ ہی فوراً لکھ لیتے ہیں قیامت کے دن ہر ایک کا کام قرآن حکیم کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے گا۔ جو اس کے مطابق ہوگا۔ وہ نیک کام ہوگا اور اس کا کرنے والا نیکوں میں شمار ہوگا۔ اور جو کام اس کے خلاف ہوگا وہ برا سمجھا جائے گا اور اس کے کرنے والے کا شمار بدکاروں میں ہوگا۔ پھر نیک لوگ جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور وہ ہمیشہ آرام و آسائش کے ساتھ وہیں رہیں گے اور بدکار لوگ دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے۔ جہاں وہ اس کی گرمی اور تپش سے بیتاب ہوں گے لیکن نہ اس سے نکل ہی سکیں گے اور نہ دم بھر کے لیے اس سے جدا ہو سکیں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے یہ سب کچھ قیامت میں ہوگا۔ جس کی بابت تفصیل کے ساتھ کچھ زیادہ نہیں بتایا جا سکتا۔ مختصر یہ کہ وہ بڑا ہولناک اور ڈراؤنا دن ہوگا۔ ہر طرف مصیبت ہی مصیبت نظر آئے گی اتنا اور سن لو کہ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آ سکے گا۔ کوئی کسی کو ذرہ بھر بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ وہاں فقط اللہ ہی کا حکم چلے گا اور کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔

سورۃ انفطار کا خلاصہ

سورۃ انفطار تمام ہوئی۔ اس میں ہر انسان کو بتایا گیا ہے کہ اے انسان تو کس غفلت میں پھنسا ہوا ہے۔ ہوش کی دوا کر ایک دن یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ ستارے ٹوٹ کر جھڑ پڑیں گے۔ سمندر دریا جوش مار کر ابل پڑیں گے اور آپس میں مل جائیں گے قبریں الٹ پلٹ کر دی جائیں گی، ہر طرف ہو کا عالم ہوگا۔ پھر جب اللہ کو منظور ہوگا عالم آخرت کا ظہور ہوگا۔ سب انسان پھر زندہ کئے جائیں گے اور ہر ایک کے سامنے اس کا اعمال نامہ آ جائے گا۔ ہر ایک کو اپنے کاموں کی ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ یہ باتیں کسی خاص شخص قوم یا فرقے کو نہیں بتائی جا رہی ہیں۔ بلکہ ہر انسان سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ ہر ایک ان کو اچھی طرح سمجھ لے اور اپنے رب کو دنیا ہی میں پہچان لے کہ وہ کریم اور مہربان ضرور ہے لیکن ہر انسان کو اس نے اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور ہر ایک کی صورت شکل اور استعداد الگ الگ مقرر کی ہے قیامت کے دن ہر ایک کا حساب لیا جائے گا۔ اور جیسے جس کے کام ہوں گے ویسی ہی اسے جزا سزا ملے گی۔ دنیا میں جو وہ کر رہا ہے اسے معتبر فرشتے لکھ رہے ہیں حساب کتاب کے دن کوئی کسی کا مددگار یا حمایتی یا سفارشی نہ ہوگا۔ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہ چلے گا۔ اور فیصلہ وہی ہوگا۔ جو وہ کرے گا۔

سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَکِّیَّۃٌ

ترتیب کے لحاظ سے سورت کا عدد ۸۳ ہے اور یہ انہی سورتوں میں سے ایک ہے جو قیام مکہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئیں اس سورت میں ایک ایسی برائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں انسان خود غرضی اور لالچ کی وجہ سے پھنس جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں یہ برائی نمایاں طور پہ مدین والوں میں ظاہر ہوئی وہ لوگ ناپ تول میں دوسروں کے لیے کمی کرتے تھے۔ خود لیتے تو ٹھیک بلکہ کچھ زیادہ ناپ کر لیتے اور دوسرے کو دیتے تو کچھ کم دیتے حضرت شعیبؑ نے انہیں سمجھایا کہ ایسی بے انصافی سے وہ دنیا کی کسی بڑی آفت میں پھنس سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے انسان کی اجتماعی زندگی کا بگڑ جانا یقینی ہے اور یہی زندگی انسان کے لیے دنیا میں ضروری ہے۔ اس میں اگر باہمی معاملات صاف نہ رہے تو فساد کا زبردست خوف ہے۔ یہ برائی عرب میں بھی بڑی حد تک موجود تھی۔ قرآن کی اس سورت میں بتایا گیا ہے۔ کہ اس میں دنیا کے علاوہ آخرت کی خرابی بھی ہے۔ قیامت کے دن ایسا کرنے والے سخت مصیبت میں پھنسیں گے جب کہ انہیں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اس کا جواب دینا ہوگا کہ بتاؤ تم نے دنیا میں ایسا کیوں کیا تھا۔ کیا تمہیں قرآن میں بتایا نہیں گیا تھا۔ کہ برے کام کی سزا مرنے کے بعد دوزخ میں جانا ہے۔ اس سورت میں جنت اور دوزخ کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جنت میں وہ جائیں گے۔ جنہوں نے دنیا میں اللہ سے ڈر کر برے کام چھوڑے ہوں گے اور اپنے اچھے کام اختیار کیے ہوں گے۔ جنت کی زندگی میں آرام ہی آرام ہے دکھ اور رنج کا وہاں کچھ کام نہیں اور دوزخ کی زندگی میں دکھ اور رنج کے سوا کچھ نہیں اور آرام اور اطمینان کا وہاں نام نہیں۔

اٰيَاتُهَا ٣٦ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ رکوعها ١

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ (٨٣)

خود غرضی بری چیز ہے

وَيْلٌ - لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① الَّذِيْنَ - اِذَا - اكْتَالُوْا

خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ کہ جب ماپ کریں

عَلَى النَّاسِ - يَسْتَوْفُوْنَ ② وَاِذَا - كَالُوْهُمْ

لوگوں سے تو پورا پورا لیں اور جب ماپ کردیں انھیں

اَوْ - وَّزَنُوْهُمْ - يُخْسِرُوْنَ ③ اَلَا - يَظُنُّ

یا تول کردیں انھیں توگھٹا کردیں کیا نہیں یقین رکھتے

اُولٰٓئِكَ - اَنَّهُمْ - مَّبْعُوْثُوْنَ ④

یہ لوگ کہ وہ اٹھائے جانے والے ہیں

لِيَوْمٍ - عَظِيْمٍ ⑤ يَّوْمَ - يَقُوْمُ - النَّاسُ

واسطے ایک دن بڑے کے جس دن کہ کھڑے ہوں گے لوگ

لِرَبِّ - الْعٰلَمِيْنَ ⑥

سامنے پروردگار عالم کے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا

گھٹانے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے ماپ کرلیں

عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ② وَاِذَا كَالُوْهُمْ

تو پورا بھرلیں اور جب انھیں ماپ

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ③ اَلَا يَظُنُّ

کریا تول کردیں تو گھٹا کردیں کیا یہ لوگ خیال

اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ④

نہیں رکھتے کہ انھیں اس بڑے دن کے واسطے

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑤ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ

اٹھنا ہے جب لوگ جہان کے مالک کے

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑥

سامنے کھڑے ہوں گے۔

اَلْمُطَفِّفِيْنَ (کم کرکے دینے والے) اَلْمُطَفِّفُ کی جمع ہے جو تَطْفِيْفٌ اسم فاعل ہے اس کا مادہ ط۔ف۔ف ہے۔ طَفَّ کے معنی ہیں کم ہوجانا۔ تَطْفِيْف کم کردینا۔

ارشاد ہے۔ کہ جو لوگ آپ تو دوسروں سے اپنا حق پورا پورا وصول کرتے ہیں۔ لیکن دوسروں کو دیتے ہیں تو ناپ تول میں کچھ کمی کردیتے ہیں۔ ان لوگوں کا انجام اچھا نہیں۔ وہ بڑی مصیبت میں پھنسیں گے۔ ان کے حق میں بہتر یہی ہے کہ ناپ تول کے معاملہ میں انصاف سے کام لیں۔ آپ دوسروں سے لیتے وقت پورا پورا لیتے ہیں تو دوسروں کو بھی دیتے وقت پورا پورا دیں۔ ان لوگوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مرکر دوبارہ جینا ہوگا اور سب لوگ اٹھ کر اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ اپنے ہی نفع کے خیال میں کیوں پھنسے ہوئے تھے اور دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنا خزانہ بھرنے کے فکر میں ہر وقت کیوں لگے رہتے تھے۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ اس جہان کا پیدا کرنے والا جیسے تمہارا رب ہے۔ ایسے ہی وہ سارے جہان کا بھی رب ہے۔ اگر دنیا میں تم دوسروں پر زیادتی کروگے تو قیامت میں تم سے اس کا جواب طلب کیا جائے گا کہ تم نے بے انصافی سے کیوں کام لیا اور یہ کیسے سمجھ لیا کہ ہم چاہے جو کچھ کریں کوئی ہم سے پوچھنے والا نہیں یہ ہے قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ یعنی اللہ سے ڈر کر برے کاموں سے بچو ورنہ اس کی سخت سزا دے گا۔

بدکاروں کا انجام (۱)

کَلَّآ - اِنَّ - کِتٰبَ - الْفُجَّارِ - لَفِیْ - سِجِّیْنٍ ۞ ۷
ہرگز نہیں تحقیق اعمال نامہ بدکاروں کا البتہ سجین میں ہے
وَمَآ - اَدْرٰىكَ - مَا - سِجِّیْنٌ ۞ ۸ کِتٰبٌ
اور کس نے بتایا تجھے کیا ہے سجین ایک دفتر ہے
مَّرْقُوْمٌ ۞ ۹ وَیْلٌ - یَّوْمَئِذٍ - لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۞ ۱۰
لکھا ہوا خرابی ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے
الَّذِیْنَ - یُكَذِّبُوْنَ - بِیَوْمِ - الدِّیْنِ ۞ ۱۱
جو جھٹلاتے ہیں روز جزا کو
وَمَا - یُكَذِّبُ - بِهٖٓ - اِلَّا - كُلُّ
اور نہیں جھٹلاتا اسے کوئی مگر ہر شخص
مُعْتَدٍ - اَثِیْمٍ ۞ ۱۲
حد سے نکل جانے والا گنہ گار

کَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۞ ۷
ہرگز نہیں بے شک گنہ گاروں کا اعمال نامہ سجین میں ہے۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ۞ ۸ كِتٰبٌ
اور تجھ کو کیا خبر کہ سجین کیا ہے وہ ایک لکھا ہوا
مَّرْقُوْمٌ ۞ ۹ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۞ ۱۰
دفتر ہے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے
الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۞ ۱۱
جو انصاف کے دن کو جھوٹ جانتے ہیں
وَمَا یُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ
اور اسے وہی جھٹلاتا ہے جو بڑھ نکلنے والا
مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۞ ۱۲
گنہ گار ہے

سِجِّیْنٌ (دفتر محفوظ) اسم ہے س-ج-ن سِجْنٌ کے معنی قید خانے کے ہیں۔ سِجِّیْن وہ جگہ یا دفتر جہاں چیزیں بڑی حفاظت سے رکھی جاتی ہوں۔

مَرْقُوْمٌ (نشان لگا ہوا) اسم مفعول ہے ر-ق-م سے یہاں رقم کے معنی ہیں کوئی خاص علامت لگا دینا۔

ارشاد ہے کہ یہ تمہارا خیال بالکل غلط ہے۔ کہ ہم جا ہے جو کچھ کریں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہرگز ایسا خیال مت کرو۔ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ برابر لکھا جا رہا ہے اور وہی تمہارا اعمالنامہ ہے ہر برے شخص کا اعمالنامہ اس کے مرنے کے بعد ایک دفتر میں محفوظ کر دیا جاتا ہے جس کا نام سجین ہے اس اعمال نامہ پر ایک خاص علامت یا مہر لگا دی جاتی ہے۔ جس سے وہ فوراً پہچان لیا جائے گا۔

قیامت کے دن یہ اعمال نامہ نکال کر اسے دے دیا جائے گا۔ اس دن لوگوں کی بہت بری گت بنے گی جو نبیوں کی باتوں کو جھوٹ سمجھتے ہیں اور جزا سزا کے دن کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں۔ کہ قیامت یونہی جھوٹ موٹ کی گھڑی ہوئی بات ہے یاد رکھو قیامت کو کوئی سمجھ دار سنجیدہ آدمی نہیں جھٹلائے گا۔ بلکہ جس کا دماغ چل گیا ہوگا اور جس کی عقل فکر کی مقرر حدوں کو توڑ کر باہر نکل چکی ہو گی۔ بدکاری کو وہ اپنا شغل بنا چکا ہوگا۔ اور گناہوں میں پھنسا رہتا ہوگا۔

بدکاروں کا انجام (ب)

اِذَا ۔ تُتْلٰی ۔ عَلَيْهِ ۔ اٰيٰتُنَا ۔ قَالَ
جب پڑھی جائیں اس کے سامنے ہماری آیتیں کہے
اَسَاطِيْرُ ۔ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ كَلَّا ۔ بَلْ ۔ رَانَ
کہانیاں ہیں پہلوں کی ہرگز نہیں بلکہ زنگ ہوگیا ہے
عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ۔ مَّا ۔ كَانُوْا ۔ يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾
ان کے دلوں پر وہ جو تھے کمائی کرتے
كَلَّا ۔ اِنَّهُمْ ۔ عَنْ ۔ رَّبِّهِمْ ۔ يَوْمَئِذٍ
ہرگز نہیں تحقیق وہ سے اپنے رب اس دن
لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ ۔ اِنَّهُمْ ۔ لَصَالُوا
البتہ روک دیے جائیں گے پھر تحقیق وہ البتہ گرنے والے ہیں
الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ ۔ يُقَالُ ۔ هٰذَا
دوزخ میں پھر کہا جائے گا یہ ہے
الَّذِيْ ۔ كُنْتُمْ ۔ بِهٖ ۔ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾
وہ کہ تھے تم جس کو جھٹلاتے

اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ
جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جائیں کہے
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ
کہانیاں ہیں پہلوں کی کوئی نہیں پر زنگ
عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾
بن گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
کوئی نہیں وہ اس دن اپنے رب سے
لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا
روک دیے جائیں گے پھر یقیناً وہ دوزخ میں
الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا
گرنے والے ہیں پھر کہا جائے گا یہ
الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾
وہی ہے جسے تم جھوٹ جانتے تھے۔

رَانَ (زنگ ہوکر جم گیا) ماضی کا صیغہ ہے۔ د ۔ ی ۔ ن ، رَیْنٌ کے معنی میل۔ زنگ ؂

ارشاد ہے کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہماری آیتیں فرضی اور خرافاتی باتوں کا مجموعہ ہو، یہ کہنا ان لوگوں کی سمجھ کا قصور ہے جنہیں ان کی رشد و ہدایت کی روشنی سجھائی نہیں دیتی۔ ان کی عقل پر غلط خیالات کی میل جم گئی ہے اور دلوں پر برے اعمال کی نحوست زنگ بن کر بیٹھ گئی ہے۔ ان کی نظر میں یہ آئتیں پرانی حکایتوں کا طومار اور اگلے قصے کہانیوں کے انبار ہیں۔ یہ ان آیتوں میں بتائی ہوئی باتوں کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ آخر کار اس کفر اور انکار کا وبال ان کے اوپر پڑنے والا ہے ؂

قیامت میں جب ایماندار اپنے رب کے دیدار سے مشرف اور محظوظ ہوں گے یہ بدبخت دیدار سے محروم رہیں گے۔ اور اپنی قسمت کو روئیں گے۔ حکم ہوگا کہ ان کو اٹھا کر دوزخ میں ٹپک دو۔ ان کے لیے آج یہاں اور کچھ نہیں فقط جہنم کی آگ میں جلنا اور دکھ اور رنج کی وجہ سے چیخنا چلانا ہے۔ اس پر یہ ایک اور کوفت ہوگی کہ ان سے کہا جائے گا۔ کیوں کچھ اپنی ڈھٹائی کا مزہ چکھا یہی ہے وہ دوزخ جس سے تمہیں دنیا میں ہمارے رسول ڈراتے تھے مگر تم ان کا کہنا خاطر میں نہ لاتے تھے ؂

نیکوں کا انعام

كَلَّآ - إِنَّ - كِتٰبَ - الْاَبْرَارِ - لَفِيْ
ہرگز نہیں تحقیق اعمال نامہ نیکوں کا البتہ
عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ - اَدْرٰىكَ - مَا - عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾
علیین میں ہے اور کس نے بتایا تجھے کیا ہے علیین
كِتٰبٌ - مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ - الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾
ایک دفتر ہے لکھا ہوا دیکھتے ہیں اسے اللہ کے مقرب بندے
اِنَّ - الْاَبْرَارَ - لَفِيْ - نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ
تحقیق نیک لوگ البتہ نعمت اور آرام میں مسہریوں پر بیٹھے
يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ - فِيْ - وُجُوْهِهِمْ
دیکھتے ہوں گے پہچانے گا تو چہروں پر ان کے
نَضْرَةَ - النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾
تروتازگی نعمت کی

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ
ہرگز نہیں بے شک نیکوں کا اعمال نامہ علیین
عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾
میں ہے اور تجھ کو کیا خبر علیین کیا ہے
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾
ایک لکھا ہوا دفتر جسے نزدیک والے (فرشتے) دیکھتے ہیں
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ
بے شک نیک لوگ آرام میں مسندوں پر بیٹھے
يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ
دیکھتے ہوں گے تو ان کے چہروں پر آرام و آسائش
نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾
کی تازگی پائے گا۔

عِلِّيِّيْنَ ۔ عِلِّيُّوْنَ (ایک بلند مقام ہے) یہ جمع کی شکل میں ایک مقام کا نام ہے جو بہت بلندی پر واقع ہے۔ اور جہاں نیک لوگوں کے اعمالنامے محفوظ ہیں۔

نَضْرَةٌ (رونق۔ تازگی بشاشت) اسم ہے ن۔ض۔ر سے نعیم، خوشحالی۔ آرام کی زندگی اسم ہے۔ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ خوشی کی زندگی کی رونق۔

ارشاد ہے کہ بُرے اور اچھے کبھی ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ بُروں کا حال تو تم سن چکے اب اچھے لوگوں کا حال سنو۔ ان کے اعمالنامے عِلِّيِّيْنَ میں محفوظ ہیں۔ لیکن تمہیں کیا خبر کہ عِلِّيِّيْنَ کیا ہے۔ سنو! وہ ایک دفتر ہے جہاں نیک لوگوں کے اعمالنامے حفاظت سے رکھے جاتے ہیں اور وہاں اللہ کے وہ بندے جو مرتبہ میں اللہ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور وہ وہیں حاضر رہتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے نیک بندے راحت اور آرام سے مسندوں اور مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور جنت کے دلفریب منظر دیکھ رہے ہوں گے ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے۔ ہر شخص جو انہیں دیکھے گا ان کے چہرے کی رونق اور بشاشت ہی سے پہچان لے گا کہ وہ دل میں بہت خوش اور مگن ہیں۔ ان کی حالت ان لوگوں سے بالکل مختلف ہوگی جو دنیا میں برے کاموں میں عمر بھر پھنسے رہے۔ انہیں یہ چین یہ آرام یہ راحت کہاں نصیب ہوگی۔ جنت کا خوشنما منظر اور اللہ کا دیدار ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوگا۔ اچھے لوگ اس سب کا لطف اٹھا رہے ہوں گے۔

اچھے لوگوں کی مہمانی

يُسْقَوْنَ - مِنْ رَّحِيْقٍ - مَّخْتُوْمٍ ﴿٢٥﴾ خِتٰمُهٗ
پلائے جائیں گے خالص شراب سربمہر مہر جس کی
مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ - فَلْيَتَنَافَسِ
مشک پر لگی ہے اور اسی کی طرف بس چاہیے کہ آگے بڑھیں
الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهٗ - مِنْ
آگے بڑھنے والے اور ملاوٹ اس کی سے
تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا - يَّشْرَبُ - بِهَا
تسنیم کی جو ایک چشمہ ہے پیتے ہیں جس میں سے
الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾ اِنَّ - الَّذِيْنَ - اَجْرَمُوْا
اللہ کے مقرب بندے تحقیق جو لوگ گنہگار تھے
كَانُوْا - مِنَ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا
تھے وہ ان سے جو ایمان لائے تھے
يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾
ہنسی کرتے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿٢٥﴾ خِتٰمُهٗ
پلائی جائے گی انھیں خالص شراب مہر لگی ہوئی جمی ہوئی مہر
مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
اس کی مشک پر اسی کی طرف بڑھنا چاہیے
الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ
بڑھنے والوں کو اور ملونی اس میں ہے
تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا
تسنیم کی جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے
الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا
مقرب پیتے ہیں یہ گنہگار لوگ
كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
ایمان والوں پر ہنسا
يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾
کرتے تھے۔

رَحِيْقٍ (خالص شراب) اس کا مادہ ر-ح-ق ہے جس کے معنی خالص ہوتے ہیں۔ اسی سے رَحِيْقٌ اور رُحَاقٌ دونوں خالص شراب کے نام سے ہیں خِتَامٌ (مہر لگانے کا مسالہ) یہاں عموماً موم یا لاکھ لگا کر اس پر مہر جماتے ہیں۔ جنت کی شراب کی بوتلوں کے منہ پر مشک رکھ کر مہر جمائی ہوئی ہو گی۔ يَتَنَافَسَ امر غائب کا صیغہ ہے مُتَنَافَسٌ سے جس کا مادہ ن-ف-س ہے نفاسۃ اور نفیس اسی سے بنے ہیں تَنَافُسٌ کے معنی ہیں نفیس چیز کے لینے میں مقابلہ کرنا۔ مُتَنَافِسٌ اسی سے اسم فاعل ہے جس کی جمع مُتَنَافِسُوْنَ ہے۔
تَسْنِيْم جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے۔

ارشاد ہے کہ نیک لوگ جنت کے خوشنما منظروں کے نظارے سے مسندوں پر بیٹھے لطف اٹھا رہے ہوں گے۔ وہاں ان کو پینے کے لیے خاص ستھری شراب دی جائے گی جس کی بوتلوں پر مشک سے مہریں جمائی گئی ہوں گی اور اس میں تسنیم کا پانی ملایا گیا ہو گا۔ جو جنت میں ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے مقرب لوگ پانی پیئیں گے۔ اسی کا پانی اس شراب میں ملا کر ان نیک لوگوں کو پلایا جائے گا۔ دنیا کی گندی بدمزہ عقل بگاڑنے والی شراب میں کیا دھرا ہے جو نفیس چیزوں کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ اس جنت کی شراب حاصل کرنے کیلئے دل و جان سے کوشش کریں یعنی دنیا میں ایمان لا کر نیک کام کریں اور برے کام چھوڑ دیں آگے بُروں اور اچھوں کا ایک اور حال بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ برے لوگ دنیا میں اچھوں کی ہنسی اڑاتے ہیں اور انہیں بیوقوف سمجھتے ہیں۔

دنیا میں بُروں کا طرزِ عمل

وَاِذَا - مَرُّوْا - بِهِمْ - يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾
اور جب گزرتے ہیں ان کے پاس آنکھ کے اشارے کرتے ہیں
وَاِذَا - انْقَلَبُوْٓا - اِلٰٓى اَهْلِهِمُ - انْقَلَبُوْا
اور جب واپس آتے ہیں اپنے گھر تو واپس آتے ہیں
فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا - رَاَوْهُمْ - قَالُوْٓا - اِنَّ
دل لگی کرتے اور جب دیکھتے ہیں انھیں کہتے ہیں بیشک
هٰٓؤُلَآءِ - لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ - اُرْسِلُوْا
یہ لوگ البتہ گمراہ ہیں حالانکہ نہیں بھیجے گئے وہ
عَلَيْهِمْ - حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ - الَّذِيْنَ
اوپر ان کے چوکیدار پس آج وہ لوگ
اٰمَنُوْا - مِنَ الْكُفَّارِ - يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾
جو ایمان لائے کافروں پر ہنسنے ہیں

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾
اور جب ان کے پاس ہو کر نکلتے ہیں تو آپس میں آنکھ مارتے ہیں
وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا
اور جب اپنے گھر لوٹتے ہیں تو باتیں بناتے
فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ
لوٹتے ہیں اور جب انھیں دیکھتے ہیں کہتے ہیں یہ لوگ
هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا
بے شک بہک رہے ہیں اور انھیں ان پر نگہبان
عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ
بنا کر نہیں بھیجا سو آج ایمان والے
اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾
منکروں سے ہنستے ہیں۔

يَتَغَامَزُوْنَ (باہم آنکھ سے اشارے کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے تَغَامُزٌ ہے جس کا مادہ غ - م - ز ہے۔ غمزۃ آنکھ کے اشارے کو کہتے ہیں۔ تَغَامُزٌ آپس میں اشارے کرنا۔ فَكِهِيْنَ (ہنسی اڑاتے) فَكِهٌ کی جمع ہے دل لگی کرنیوالا اس کا مادہ ف - ک - ہ ہے جس سے بنے ہوئے لفظ سورت الواقعہ اور دوسری سورتوں میں گزر چکے ہیں ۔

ارشاد ہے کہ یہ دنیادار گنہ گار لوگ جب دنیا میں ان دیندار پرہیز گار لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں۔ تو انکھیوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور اشارے کرتے ہیں کہ ان بے وقوف عقل کے کچے لوگوں کو ذرا دیکھنا کہ نماز روزے وعظ و نصیحت ہی میں پھنسے رہتے ہیں اور کھیل تماشہ تفریح ہنسی دل لگی ناچنا گانا حسینوں میں دل بہلانا سب کچھ چھوڑ رکھا ہے بھلا دیکھو تو سہی جب دنیا میں یہی مزے چھوڑ بیٹھے تو اور کیا رکھا ہے جس کے لیے جینے کی تمنا کریں سارے لوگ ترقی کرتے چلے جا رہے ہے سائنس سے کیا کیا نئی چیزیں نکال لی ہیں اور یہ جو اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں دن بدن گرتے چلے جا رہے ہیں ۔

ان دنیاداروں سے یہ تو پوچھو کہ تم ان لوگوں کے پیچھے کیوں پڑے ہو کیا تمہیں دنیا میں ان کا چوکیدار مقرر کیا گیا ہے کہ ان کی نگرانی کرو اور ان سیدھے سادے لوگوں کو جو کسی کی برائی میں نہیں گمراہ اور احمق بتاؤ۔ تم اگر ان کی نہیں سننا چاہتے تو تم جانو۔ ستو یا مت سنو خواہ مخواہ ان کی جان کیوں کھائے جاتے ہو ۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ قیامت کے دن پانسہ پلٹ جائے گا اور ان ایماندار پرہیزگار کی باری آئے گی اور وہ ان اللہ کو چھوڑ بیٹھنے والوں دین کے انکار کرنے والوں کی ہنسی اڑائیں گے ۔

کرتوتوں کا بدلہ

...ِ الْاَرَآئِكِ ۔ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ
...دوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں تحقیق
...ثُوِّبَ ۔ الْكُفَّارُ ۔ مَا ۔ كَانُوْا
...ردیا گیا کافروں کو اس کا جو وہ تھے
...عَلُوْنَ ﴿۳۶﴾
...تے

عَلَى الْاَرَآئِكِ لا يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ
مسندوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں منکروں نے
ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا
اب اس کا بدلہ پایا ہے جو وہ
يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾
کرتے تھے۔

ع

ثُوِّبَ (بدلہ دیا گیا) ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ تَثْوِيْبٌ سے جس کا مادہ ث۔ و۔ ب ہے۔ ثَوْبٌ کے معنی ہیں لوٹنا۔ واپس آنا
ب کام کا بدلہ۔ تَثْوِيْبٌ بدلہ دینا۔ جزا دینا۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں انکار کرنے والے ایمان والوں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے اور ایماندار صبر سے برداشت کرتے تھے۔ قیامت
دن ایماندار انکار کرنے والوں کی ہنسی اڑائیں گے اور کہیں گے کہ کیا اس ہنسی کا مزہ چکھا جو تم اڑاتے تھے۔ متکبر لوگ اپنے کئے پر
ن ہوں گے اور پچھتائیں گے کہ کاش ہم نے ان ایمان والوں کا کہنا مان لیا ہوتا۔ دنیا میں ان ہی جیسے ہو جاتے تو آج یہ روزِ بد دیکھنا
ب نہ ہوتا۔ سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ تمام ہوئی۔ اس میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو کہ تم سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ یہ بری
ہے کہ تم اپنے ہی قدح کی خیر مناؤ اور دوسروں کا خیال نہ کرو۔ ہر شخص کو یاد رکھنا چاہیے کہ اپنے نفع کے لیے دوسروں کو نقصان
پہنچانا ایسی بات ہے۔ جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے جو ایسا کرے گا۔ اس کی قیامت کے دن بڑی شامت آجائے گی۔

اس سورت میں ہر انسان کو صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک بعض کام برے ہیں ان سے بچنا چاہیے اور بعض کام
ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ انہی کاموں کو اختیار کرے جو اللہ کے نزدیک اچھے ہیں۔ اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جو کچھ وہ کر
ہے۔ اسے فرشتے برابر لکھ رہے ہیں جب وہ مر جائے گا تو اس کا اعمالنامہ ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا جائے گا وہ محفوظ جگہ بروں
کے لیے سجین اور اچھوں کے لیے علیین مقرر کر دی گئی ہے۔ ہر ایک کے اعمالنامے پر ایک خاص نشانی لگی ہوئی ہوگی جس سے وہ
فوراً پہچان لیا جائے گا اور قیامت کے دن ہر ایک کو اس کا اپنا اعمالنامہ دے دیا جائے گا۔

اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں سے وہی شخص بچ سکتا ہے جسے یہ یقین ہو کہ قیامت آنے والی ہے اور ایک روز
کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تم نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کیوں کی تھی تمہیں تو اس کے
ل نے صاف صاف بتا دیا تھا۔ کہ ایک دن ہر ایک کے اعمال کی پوچھ گچھ ہوگی برے دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے اور
جنت میں مزے اڑائیں گے۔ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

سورۃ الانشقاق

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۸۴ ہے اور یہ قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس میں انسان کو توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ قرآن کی باتیں کوئی گھڑے ہوئے قصے یا افسانے نہیں ہیں۔ اس میں سراسر حقیقت کا اظہار ہے ⊙

سنو! یہ آسمان اور زمین باوجود شاندار اور مضبوط نظر آتے کے اللہ عزوجل کے حکم کے تابع ہیں اور اور اس کے فرمان کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں جب تک وہ انہیں اس شکل میں قائم رکھنا چاہتا ہے یہ قائم ہیں۔ جس وقت وہ حکم دے گا کہ ختم ہو جاؤ۔ یہ ختم ہو جائیں گے یہ اس کے حکم کے خلاف نہیں چل سکتے۔ چنانچہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا زمین اپنے اندر کی سب چیزیں باہر پھینک کر چلتی بنے گی اے انسان سن تو اس دنیا میں محنت مشقت اٹھاتے اٹھاتے ایک دن یہاں سے چل دے گا اور اپنے رب کے سامنے پیش ہو گا دنیا میں تو بہت خوش نظر آتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تو ہمیشہ اسی طرح رہے گا۔ لیکن یہ تیرا خیال غلط ہے دنیا کے حالات کے تغیر و تبدل سے سمجھ لے کہ تجھے بہت سے مرحلوں سے گزرنا ہو گا۔ پھر یہ سب باتیں سنتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ پر ایمان لا کر اس کے سامنے کیوں نہیں جھکتے۔ بعض لوگ اللہ کا انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ اچھا اللہ کو ان کا کچا چٹھا معلوم ہے۔ مرنے کے بعد ایماندار نہایت اچھی حالت میں ہونگے اور بدکار سر پکڑ کر روئیں گے ⊙

اس وقت ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ بتا دنیا کے اندر تو کن مشغلوں میں پھنسا رہا جو تجھے اس کا ہوش نہ آیا کہ ایک دن دنیا کو چھوڑ کر چل دینا ہو گا اور اپنے رب کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ آج تجھے اپنے اعمال کیا یاد ہوں گے۔ لے یہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ کر دیکھ کہ دنیا میں تو نے کیا کو تک کئے چنانچہ ہر ایک کو اس کا اعمالنامہ دے دیا جائے گا جس کا اعمالنامہ اس کے دائیں ہاتھ میں آئے گا۔ اس کو حساب میں کچھ مشکل نہیں پڑے گی اور جس کو پیٹھ کے پیچھے سے اس کے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑا دیا جائے گا۔ وہ مشکل میں پھنس جائے گا ⊙

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

یہ کارخانہ تلپٹ ہو جائے گا

اٰيَاتُهَا ۲۵ سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۸۴ رُكُوْعُهَا ۱

ـ السَّمَآءُ ـ انْشَقَّتْ ⓵ وَ ـ اَذِنَتْ
آسمان پھٹ پڑے گا اور کان لگائے گا
رَبِّهَا ـ وَ حُقَّتْ ⓶ وَ ـ اِذَا ـ الْاَرْضُ
اپنے رب کے اور اسی لائق ہے اور جب زمین
مُدَّتْ ⓷ وَ ـ اَلْقَتْ ـ مَا ـ فِيْهَا ـ وَ تَخَلَّتْ ⓸
کھینچی جائے گی اور ڈال دے گی جو اس میں ہے اور خالی ہو جائے گی
اَذِنَتْ ـ لِرَبِّهَا ـ وَ حُقَّتْ ⓹ يٰۤاَيُّهَا
کان لگائے گی طرف اپنے رب کے اور وہ اسی لائق ہے اے
اِنْسَانُ ـ اِنَّكَ ـ كَادِحٌ ـ اِلٰى
انسان تحقیق تو مشقت اٹھانیوالا ہے طرف
بِّكَ ـ كَدْحًا ـ فَمُلٰقِيْهِ ⓺
اپنے کے طرح طرح کی پس ملنے والا ہے اس سے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ⓵ وَ اَذِنَتْ
جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب
لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ⓶ وَ اِذَا الْاَرْضُ
کا حکم سن لے گا اور آسمان اسی لائق ہے اور جب زمین
مُدَّتْ ⓷ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ⓸
پھیلا دی جائے گی اور نکال ڈالے گی جو اس میں ہے اور خالی ہو جائے گی
وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ⓹ يٰۤاَيُّهَا
اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور زمین ہے بھی اسی لائق اے
الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى
آدمی تجھے اپنے رب تک پہنچنے میں سراسر تکلیف
رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ⓺
اٹھانی ہے پھر اس سے ملنا ہے

اَذِنَتْ (سن لیا) ماضی مونث ہے اَذْنٌ سے جس کے معنی ہیں کان لگا کر سننا مصدر ہے۔ ا۔ ذ۔ ن سے اُذُنٌ کان کو کہتے ہیں۔ حُقَّتْ (لائق اور سزاوار ہے) ماضی مجہول مونث ہے ح۔ ق۔ ق سے حَقٌّ مصدر کے معنی واجب کر دینا مقرر کر حُقَّتْ مقرر کردی گئی وہ زمین اسلئے کہ سُنے کَدْحٌ (مشقت اٹھانا) کَادِحٌ اسی سے اسم فاعل ہے۔ محنت مشقت کرنے والا۔

ارشاد ہے کہ یاد رکھو کہ ایک وقت آنے والا ہے جب یہ آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا کیونکہ اس کے موجود رہنے کی مدت ختم ہو جائے گی اور اللہ اسے حکم دیتے گا کہ پھٹ کر غائب ہو جا۔ اور وہ خود اس کے حکم کی تعمیل کرے گا اور اس کا کام ہی یہ ہے کہ اللہ کا حکم مانے۔ ادھر زمین کو کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا۔ جتنی چیزیں اس کے اندر رہیں سب باہر نکل پڑیں گی اور وہ خالی ہو جائے گی۔ پہاڑ ٹیلے وغیرہ سب مٹ کر برابر ہو جائیں گے زمین کی بابت یہی اللہ کا حکم ہوگا اور وہ اس کے حکم کی تعمیل کرے گی۔ اور اس کا کام ہی ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرے۔ اے انسان سن لے کہ تجھے دنیا میں محنت اور مشقت کی زندگی بسر کرنی ہے، خواہ وہ محنت اور مشقت اللہ کے حکموں کے بجا لانے میں ہو یا اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں ہو۔ اس کے بعد اللہ کا حکم تیرے لیئے صادر ہو چکا ہے۔ کہ مر کر دوبارہ زندہ ہو گا اور تجھے اس کا پھل مل کر رہے گا۔ جو تو نے دنیا میں کیا۔

اعمالنامہ کی تقسیم

فَاَمَّا۔ مَنْ۔ اُوْتِیَ۔ کِتٰبَہٗ۔ بِیَمِیْنِہٖ ﴿۷﴾
پس جو دیا گیا کتاب اپنی اپنے دائیں ہاتھ میں
فَسَوْفَ۔ یُحَاسَبُ۔ حِسَابًا۔ یَّسِیْرًا ﴿۸﴾
پس عنقریب حساب لیا جائے اس سے حساب آسان
وَّیَنْقَلِبُ۔ اِلٰٓی۔ اَهْلِهٖ۔ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾
اور لوٹے گا طرف لوگوں اپنے کے خوش خوش
وَاَمَّا۔ مَنْ۔ اُوْتِیَ۔ کِتٰبَہٗ۔ وَرَآءَ
اور وہ جو دیا گیا کتاب اپنی پیچھے
ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ۔ یَدْعُوْا۔ ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾
پیٹھ اپنی کے پس عنقریب پکارے گا وہ موت کو
وَّیَصْلٰی۔ سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾
اور داخل ہوگا آگ میں

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ﴿۷﴾
سو جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں ملا
فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴿۸﴾
تو اس سے آسان حساب لیں گے
وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾
اور وہ اپنے لوگوں کے پاس خوش ہو کر پھر آئے گا
وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ
اور جسے اس کا اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے
ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾
سے ملا سو وہ موت موت پکارے گا
وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾
اور آگ میں پڑے گا

ثُبُوْرٌ (تباہی۔موت) یہ لفظ سورۃ الفرقان میں گزر چکا ہے ۔

ارشاد ہے کہ انسان کو دنیا میں اس کا خیال رکھنا چاہیے ۔ کہ وہ یہاں محنت و مشقت کرتا کرتا آخر کار مرجائے گا اور پھر دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور اپنے رب کے سامنے پیش ہوگا اور جو کچھ اس دنیا میں کیا ہوگا وہ سارے کا سارا باقاعدہ لکھا ہوا اس کو دے دیا جائے گا ۔ یہ اس کا اعمالنامہ ہوگا ۔ جو کسی کے داہنے ہاتھ میں سامنے سے ملے گا اور کسی کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا ۔ کیونکہ اعمالنامہ بانٹنے والے اس کے سامنے آکر اس کی صورت تک دیکھنا پسند نہ کریں گے ، پیچھے سے اس کے ہاتھ میں پکڑا کر چلے جائیں گے ۔

جس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا وہ اسے پڑھ کر خوشی سے پھولا نہ سمائے گا اور مسکراتا ہوا خوشی خوشی اپنے عزیزوں اور مسلمان بھائیوں کے پاس اپنی مسرت کا حال سناتا ہوا آئے گا ۔ لیکن جس کا اعمالنامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے پکڑا جائے گا وہ ہائے واویلا مچانے لگے گا اور موت کو پکارے گا کہ آکر اس کا خاتمہ کر دے ۔ تاکہ اس کی جان ان آفتوں سے چھوٹے جو اسے اس پر پڑتی نظر آرہی ہوں گی ۔ لیکن وہاں موت کہاں ؟ وہاں تو اسے دوزخ کی آگ سے پالا پڑے گا اور اسے اس کی دہکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا ۔

منکروں کی حالت

اِنَّہٗ - کَانَ - فِیْٓ اَھْلِہٖ - مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾
تحقیق وہ تھا اپنے اہل وعیال میں خوش وخرم
اِنَّہٗ - ظَنَّ - اَنْ - لَّنْ - یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾
تحقیق وہ گمان کیا تھا اس نے کہ ہرگز نہ واپس جائے گا
بَلٰٓی اِنَّ - رَبَّہٗ - کَانَ - بِہٖ - بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾
ہاں ہاں تحقیق رب اس کا تھا اسے دیکھنے والا
فَلَآ - اُقْسِمُ - بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّیْلِ
پس کچھ نہیں قسم کھاتا ہوں میں شفق کی اور رات کی
وَمَا - وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ - اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾
اور جو سمٹ آئے اور چاند کی جب وہ مکمل ہو جائے
لَتَرْکَبُنَّ - طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾
البتہ ضرور چڑھو گے تم درجہ بہ ایک درجہ کے

اِنَّہٗ کَانَ فِیْٓ اَھْلِہٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾
وہ اپنے گھر میں بے غم ہو رہا تھا۔
اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾
اس نے خیال کیا تھا کہ وہ پھر کر نہ جائے گا
بَلٰٓی اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾
کیوں نہیں اس کا رب اسے دیکھتا تھا
فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّیْلِ
سو قسم شام کی سرخی کی اور رات کی
وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾
اور وہ جو چیزیں اس میں سمٹ آتی ہیں اور چاند کی جب پورا ابھر جائے
لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾
کہ تم کو چڑھنا ہے سیڑھی پہ سیڑھی

یَحُوْرُ (لوٹے گا) مضارع کا صیغہ ہے ح-و-ر سے حور کے معنی بہت سے ہیں یہاں لوٹنا۔ واپس جانا مراد ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہ وہی تو ہے کہ دنیا کے اندر اپنے گھر والوں میں خوش وخرم رہتا تھا آخرت کا خیال تک دل میں نہ لاتا تھا۔ اور اگر کوئی اس سے کہتا کہ دنیا میں اس قدر مت پھنسو کہ آخرت کو بھول کر بھی یاد نہ کرو تو کہتا میاں جانے بھی دو آخرت کیا چیز ہے دیکھتے نہیں دنیا میں کیا کیا مزے ہیں اور نئی نئی ایجادوں سے کتنی ترقی ہوگئی ہے۔ اس کے دل میں یہ بیٹھ گیا تھا۔ کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا اور اللہ کے سامنے حساب کتاب کے لیے پیش ہونا ایک وہمی بات ہے اس لیے وہ دنیا میں جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اے انسان اچھی طرح سن لے کہ تو ضرور اللہ کے روبرو حساب دینے کھڑا ہوگا۔ تیرا رب تیرے سب کام دیکھ رہا ہے اور تیرے سارے حالات سے واقف ہے۔ اس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ برے کام کرنے والوں کو سزا دی جائے گی اور اچھا کام کرنے والے ہمیشہ راحت اور آرام سے رہیں گے۔ ہرگز یہ مت خیال کر کہ اس ادلتی بدلتی دنیا میں تیرا حال ایک سا رہے گا کیا دیکھا نہیں کہ دن ختم ہو کر شام آتی ہے۔ شفق کی سرخی پھیلتی ہے۔ پھر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ پھر چاند نکلتا ہے پہلے چھوٹا سا نظر آتا ہے پھر بڑھ کر پورا ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح بڑھتا ہے اسی طرح اے انسانو تم بھی مختلف حالات میں گزر رہے ہو بچپن۔ جوانی۔ بڑھاپا۔ موت تو سب جانتے ہیں یہ بھی جان لو کہ موت کے بعد بھی حالات بدلیں گے۔ انسان سب کے سب پھر زندہ ہو جائیں گے اور پھر ان حالات میں سے گزریں گے جو ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

ایمان کیوں نہیں لاتے؟

فَمَا - لَهُمْ - لَا يُؤْمِنُونَ ۝۲۰ وَإِذَا
پس کیا ہوا انھیں کہ نہیں ایمان لاتے اور جب (السجدۃ)
قُرِئَ - عَلَيْهِمُ - الْقُرْاٰنُ - لَا يَسْجُدُوْنَ ۝۲۱
پڑھا جاتا ہے ان پر قرآن تو نہیں سجدہ کرتے
بَلِ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا
بلکہ جنھوں نے انکار کیا
يُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ وَاللّٰهُ - اَعْلَمُ - بِمَا
وہ جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے اسے جو
يُوْعُوْنَ ۝۲۳
وہ محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَاِذَا
پھر کیا ہوا ہے انھیں کہ یقین نہیں لاتے اور جب (السجدۃ)
قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝۲۱
ان کے سامنے قرآن پڑھیے وہ سجدہ نہیں کرتے
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اوپر سے اور یہ کہ منکر
يُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو
يُوْعُوْنَ ۝۲۳
ان کے اندر بھرا ہوا ہے۔

يُوْعُوْنَ حفاظت سے رکھے ہوئے ہیں مضارع کا صیغہ ہے۔ اِیْعَاءٌ جس کا مادہ و۔ع۔ی ہے۔ وَعْیٌ اور اِیْعَاءٌ دونوں کے معنی سمیٹ کر رکھنا ہیں یہاں اس سے ان کے فاسد اور برے خیالات مراد ہیں ٭

ارشاد ہے کہ جب زمانہ کی حالت ادلتی بدلتی دیکھ کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی بھی حالتیں اسی طرح بدلتی رہتی ہیں اور بدلیں گی تو پھر انہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ جیسے بچپن کے بعد جوانی جوانی کے بعد بڑھاپا اور بڑھاپے کے بعد موت آتی ہے ایسے ہی موت کے بعد قبر حشر نشر حساب کتاب اعمال کی جانچ، پل صراط سے گزرنا یہ سارے مرحلے پیش آئیں گے اور ہر ایک مرحلہ بعد کے مرحلہ کا پیش خیمہ ہوگا۔ کوئی وجہ نہیں کہ یہ قرآن کی خبروں کو سچا نہ مانیں اور وہ جو ان مرحلوں سے گزرنے کے لیئے تیاری کرنا سکھاتا ہے۔ اسے دل و جان سے منظور نہ کریں۔ بجائے اس کے یہ لوگ قرآن کی ہدایت کے خلاف چلتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل کے سامنے نہیں جھکتے اور اسے سجدہ نہیں کرتے بلکہ بعض انکار کرنے والے تو قرآن مجید کو نعوذ باللہ جھوٹا تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ ان کے دلوں میں جو برے جذبات اور خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں خوب جانتا ہے۔ ان کے برے اعمال کی انہیں یقیناً سزا ملے گی ٭

نہ ماننے والوں کی سزا

فَبَشِّرْهُمْ ۔ بِعَذَابٍ ۔ اَلِيْمٍ (۲۴) اِلَّا
پس خوشخبری سنا انھیں عذاب دکھ دینے والے کی مگر
الَّذِيْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ وَعَمِلُوا ۔ الصّٰلِحٰتِ
وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے انھوں نے اچھے
لَهُمْ ۔ اَجْرٌ ۔ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۲۵)
ان کے لیے ثواب ہے نہ نبڑنے والا

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۴) اِلَّا
سو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے مگر
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جو لوگ یقین لائے اور کام بھی انھوں نے اچھے کیے
ع ۲۵ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۲۵)
ان کے لیے ثواب ہے بے انتہا۔

اس کے سب الفاظ پہلے گزر چکے ہیں۔ ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دو کہ دنیا میں تم جو کچھ کر رہے ہو اس کا پھل مرنے کے بعد آخرت میں ضرور مل کر رہے گا۔ کسی کا کام اکارت نہ جائے گا۔ برے کام کرنے والے دکھ بھرا عذاب اٹھائیں گے۔ اور ایمان لاکر اچھے کام کرنے والے بہت اچھا بدلہ پائیں گے جو کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے گا۔ سورۃ الانشقاق ختم ہوئی۔

اس سورۃ میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ دنیا کا حال یکساں نہیں رہتا ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ آخر کار ایک دفعہ ایسا تغیر ہوگا کہ سب کچھ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اس کے بعد انسان کو پھر زندہ کیا جائے گا اور اس کے کاموں کا حساب لیا جائے گا، بدکار لوگ دوزخ میں سخت عذاب بھگتیں گے اور نیکوکار جنت میں جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ آرام سے رہیں گے۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْج

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۸۵ ہے اس سورت میں ان لوگوں کو دھمکی دی گئی ہے جو مسلمانوں کو ستاتے تھے اور مسلمانوں کو دلاسا دیا گیا ہے، اس میں یمن کے شہر نجران کے یہودی بادشاہ ذونواس کے حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس نے ایک خندق کھود کر اس میں آگ دہکائی اور ایماندار عیسائیوں کو اس میں ڈال کر جلا دیا۔ عیسائیوں نے جلنا منظور کیا۔ لیکن اپنا دین نہ چھوڑا۔ آخر یہ بادشاہ تباہ ہوا اور بعد میں اس کے ملک یعنی یمن پر حبش کے بادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔ جو "عام الفیل" تک رہا (عام الفیل وہ سال ہے جس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے) ذونواس اور یہودی لوگ خندق کے پاس بیٹھے ایمان دار عیسائیوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ وہ آگ بھڑک کر سارے شہر میں پھیل گئی اور سب کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرکے مکہ کے کافروں کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے مردوں اور عورتوں کو صرف ان کے ایمان کی وجہ سے ستانا ستانے والوں کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ جو دیر یا سویر انہیں نصیب ہو کر رہتی ہے۔ دنیا میں اگر بچ بھی گئے تو مرنے کے بعد آخرت میں وہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ اور ایمان والے صبر و تحمل کے ساتھ اپنے ایمان پر قائم رہنے کی بدولت جنت میں داخل ہو کر ہمیشہ آرام کی زندگی بسر کریں گے۔ اس کے بعد تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ عزوجل کی گرفت بڑی سخت ہے وہ بڑی قدرت والا ہے وہ غفور رحیم، مالک و مختار ہے۔ اس لئے اس کا حکم مانو جو اس قرآن میں موجود ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

ستانے والے تباہ ہوئے!

اٰيَاتُهَا ٢٢ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (٨٥) رُكُوْعُهَا ١

وَالسَّمَآءِ - ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ
قسم آسمان برجوں والے کی اور اس دن کی جس دن کا
الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ - وَّمَشْهُوْدٍ ③
وعدہ کیا گیا ہے اور حاضر ہونے والے کی اور جس میں حاضر ہوتے ہیں
قُتِلَ - اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ
مارے گئے خندق والے جو آگ تھی
ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ - هُمْ - عَلَيْهَا - قُعُوْدٌ ⑥
ایندھن والی جب وہ اس کے اوپر بیٹھے تھے
وَّهُمْ - عَلٰى - مَا - يَفْعَلُوْنَ
اور وہ اس پر جو کرتے تھے
بِالْمُؤْمِنِيْنَ - شُهُوْدٌ ⑦
ساتھ ایمان والوں کے گواہ تھے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ
قسم آسمان کی جس میں برج ہیں اور اس دن کی
الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ③
جس کا وعدہ ہے اور حاضر ہونے والے دن کی اور اس دن
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ
کی جس میں حاضر ہوتے ہیں مارے گئے کھائیاں کھودنے والے جو
ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ⑥
آگ تھی ایندھن والی جب وہ اس پر بیٹھے تھے
وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ
اور جو وہ مسلمانوں کے ساتھ کرتے تھے
بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ⑦
اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

ذَاتِ الْبُرُوْجِ (برجوں والا) بُرُوج بُرْجٌ کی جمع ہے۔ برج بلند عمارت یا کسی عمارت کا اٹھا ہوا علیحدہ حصہ، یہاں آسمان کے وہ ١٢ حصے مراد ہیں، جن میں سے سورج سال بھر میں گزرتا ہے اور ہر برج میں سے گزرنے کی مدت ایک مہینہ ہوتی ہے۔ الیوم الموعود سے قیامت کا دن مراد ہے شاھد (حاضر ہونے والا سے) مراد جمعہ کا دن ہے جو ہر ہفتہ آموجود ہوتا ہے مَشْهُوْدٌ (جس میں لوگ حاضر ہوں) اس سے مراد عرفہ کا دن ہے یعنی ٩ ذی الحجہ جس میں حج کے لئے سب لوگ جمع ہوتے ہیں۔ آسمان، قیامت، جمعہ اور عرفہ کی قسم سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ اللہ ہر جگہ اور ہر زمانے کا مالک ہے۔ اس لئے اس کا نافرمان کبھی اور کہیں نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ یمن کا یہودی بادشاہ اور اس کے اہالی موالی جنہوں نے ایماندار عیسائیوں کو جلانے کے لئے خندق کھود کر اس میں بہت سا ایندھن جلا کر آگ دہکائی تھی۔ تباہ و برباد ہوئے۔ یہ لوگ خندق کے ارد گرد بیٹھے ان کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اور اپنی طاقت اور اختیار کا اثر دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ نجران کے ان یہودیوں کو سزا دے رہے تھے جو ایک عیسائی راہب کے سمجھانے سے حضرت عیسٰیؑ پر ایمان لے آتے تھے۔ اور اوروں کو بھی سمجھاتے تھے کہ حضرت عیسٰیؑ کی تعلیم سے فائدہ اٹھاؤ۔ وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ یہودی حضرت عیسٰیؑ کو رسول نہ مانتے تھے اور طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ نجران یمن کے علاقے میں تھا۔ اور یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس کے زیر فرمان تھا۔ اس لئے اس نے ان عیسائی ہو جانے والوں کو یہ سزا دی۔ تاکہ اور لوگ ڈر جائیں اور عیسائی نہ بنیں۔

ایمان کی وجہ سے دشمنی

وَمَا ۔ نَقَمُوْا ۔ مِنْهُمْ ۔ اِلَّآ ۔ اَنْ ۔ يُّؤْمِنُوْا
اور نہیں بدلہ لیا انھوں نے ان سے مگر اس کا کہ ایمان لائے وہ
بِاللّٰهِ ۔ الْعَزِيْزِ ۔ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِىْ
اللہ پر جو زبردست ہے خوبیوں والا ہے اور جس
لَهٗ ۔ مُلْكُ ۔ السَّمٰوٰتِ ۔ وَالْاَرْضِ ۔ وَاللّٰهُ
کے لیے بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ
عَلٰى ۔ كُلِّ ۔ شَىْءٍ ۔ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ
اوپر ہر چیز کے نگاہ رکھنے والا ہے تحقیق
الَّذِيْنَ ۔ فَتَنُوا ۔ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَالْمُؤْمِنٰتِ
جنھوں نے مصیبت میں ڈالا مسلمان مردوں اور عورتوں کو
ثُمَّ ۔ لَمْ ۔ يَتُوْبُوْا
پھر نہ توبہ کی

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا
اور ان سے بدلہ نہ لیتے تھے مگر اسی بات کا کہ وہ یقین لائے
بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِىْ
اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا جس کا
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ
راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ
عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ
کے سامنے ہے ہر چیز تحقیق
الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو دین سے
ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا
بچلائیں اور پھر توبہ نہ کریں

نَقَمُوْا (بدلہ لیا) ماضی کا صیغہ ہے ن۔ق۔م سے نَقْمٌ کے یہاں وہی معنی ہیں جو انتقام کے ہوتے ہیں یعنی بدلہ لینا۔ فَتَنُوْا (آفت میں ڈالا) ماضی کا صیغہ ہے ف۔ت۔ن سے فَتْنٌ اور فُتُوْنٌ کے معنی مصیبت میں پھنسانا آزمائش میں ڈالنا۔ سورۃ طٰہٰ میں گزر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ وہ یہودی ان لوگوں کو جو آگ میں ڈال کر جلا رہے تھے تو اس لئے نہیں کہ انھوں نے کوئی جرم کیا تھا۔ ایسی سزا تو باغیوں کو بھی نہیں دیتے۔ وہ تو انھیں فقط اس لئے جلا رہے تھے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے تھے۔ جو یقیناً اس کا حق رکھتا ہے۔ کہ اس پر ایمان لایا جاتے۔ کیوں کہ وہ سب سے زیادہ قوی اور زبردست ہے اور اس کے اندر ساری خوبیاں موجود ہیں۔ آسمان میں اور زمین میں اسی کی بادشاہت ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہی سب کا مالک اور ہر چیز کے حالات سے خوب واقف ہے اور وہ ہر بات اور ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ ایسے باخبر مالک و مختار کے ماننے والوں پر ایسا ظلم کرنا خالی نہیں جا سکتا۔ وہ ان ظالموں سے ضرور بدلہ لے گا۔ چنانچہ ان ظالموں کو اس نے برباد کر دیا۔ اسی طرح وہ اب بھی ظالموں کو برباد کر دے گا۔ اچھی طرح سن لو کہ جو لوگ ان ایمان والے مردوں اور ایمان لانے والی عورتوں کو دکھ پہنچائیں گے اور اپنی حرکت سے باز نہ آئیں گے تو ان کی خیر نہیں۔

ایمان والوں کے دشمنوں کا انجام

فَلَهُمْ - عَذَابُ - جَهَنَّمَ - وَ - لَهُمْ
پس ان کے لیے عذاب ہے دوزخ کا اور ان کے لیے
عَذَابُ الْحَرِيقِ ⑩ اِنَّ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا
عذاب ہے جلنے کا تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا - الصّٰلِحٰتِ - لَهُمْ - جَنّٰتٌ
اور کیے انھوں نے نیک کام ان کے لیے باغ ہیں
تَجْرِيْ - مِنْ - تَحْتِهَا - الْاَنْهٰرُ ۭ ذٰلِكَ
بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں یہ ہے
الْفَوْزُ - الْكَبِيْرُ ⑪ اِنَّ - بَطْشَ
کامیابی بڑی تحقیق گرفت
رَبِّكَ - لَشَدِيْدٌ ⑫
تیرے رب کی البتہ سخت ہے

فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ
ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لیے
عَذَابُ الْحَرِيقِ ⑩ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
عذاب ہے جلنے کا بے شک جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ
اور انھوں نے بھلائیاں کیں ان کے لیے باغ ہیں
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ ذٰلِكَ
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ ہے
الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ⑪ اِنَّ بَطْشَ
ان کے لیے بڑی کامیابی بیشک تیرے رب
رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ⑫
کی پکڑ زبردست ہے

حَرِیْق (سوزش۔تپش) یہ حاصل مصدر ہے احتراق سے جو ح ۔ ر ۔ ق سے بنا ہے حَرْقٌ کے معنی جلانا احتراق جلنا ، حریق ۔جلن ۔تپش ۔ بَطْشٌ (گرفت ۔پکڑ) اس سے ماضی کا صیغہ ہے ۔ سورۃ الشعراء میں گزر چکا ہے ۔

ارشاد ہے کہ جو ایمانداروں کو محض ان کے ایمان کی وجہ سے دکھ پہنچائیں گے اور باوجود سمجھانے کے ان کے ستانے سے باز نہ آئیں گے وہ مرنے کے بعد دوزخ کا عذاب بھگتیں گے اور آگ میں جلیں گے ۔ ایسے فسادیوں کو اپنے فساد پھیلانے کا نتیجہ دنیا میں بھی ملے گا ۔ جیسا کہ خندق میں جلانے والوں کو ملا جن کا اوپر بیان ہوا ۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یقینی اور طے شدہ امر ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ کو دل سے اپنا معبود اور رب مان کر اس کا حکم بجالائیں گے ۔ اور اچھے کام کریں گے ۔ ان کو مرنے کے بعد جنت میں داخل کر دیا جائے گا ۔ اور وہاں ہرے بھرے پھلے پھولے باغوں میں محلوں کے اندر رہیں گے جن کے درختوں اور محلوں کے نیچے نہریں ہر طرف بہتی ہوں گی اور ہر طرف بہار ہی بہار نظر آئے گی ۔ درحقیقت جن کو جنت نصیب ہو گی یقیناً وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے اور انہوں نے سب سے بڑی کامیابی حاصل کر لی ۔ دنیا میں جتنے سرکش لوگ اپنی دھن میں مست ہیں اور رسول کا سمجھانا خاطر میں نہیں لاتے ۔ وہ کان کھول کر سن لیں کہ اللہ کے برابر کسی میں قوت اور طاقت نہیں ۔ اس کے نافرمان اس کی سخت گرفت سے نہیں بچ سکتے اور نہ اس کی گرفت سے کوئی انہیں چھڑا سکتا ہے ۔

اللہ کی عظمت و شان

إِنَّهُ - هُوَ - يُبْدِئُ - وَيُعِيدُ ⑬
تحقیق وہ وہی ابتدا کرتا ہے اور وہی لوٹاتا ہے
وَ - هُوَ - الْغَفُورُ - الْوَدُودُ ⑭ ذُو الْعَرْشِ
اور وہ ہے بخشنے والا محبت والا عرش والا
الْمَجِيدُ ⑮ فَعَّالٌ - لِمَا - يُرِيدُ ⑯
شان والا کرگزرنے والا جو چاہے
هَلْ - أَتٰكَ - حَدِيثُ - الْجُنُودِ ⑰
کیا آئی تجھ تک بات لشکروں
فِرْعَوْنَ - وَ - ثَمُودَ ⑱ بَلِ - الَّذِينَ
فرعون اور ثمود کی بلکہ وہ جنھوں نے
كَفَرُوا - فِي - تَكْذِيبٍ ⑲ وَاللّٰهُ
کفر کیا جھٹلانے میں مصروف ہیں اور اللہ
مِنْ - وَرَائِهِمْ - مُحِيطٌ ⑳
ہر طرف سے انھیں گھیرے ہوئے ہے۔

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ⑬
بے شک وہی پہلے بناتا ہے اور وہی دوبارہ بنائے گا
وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ⑭ ذُو الْعَرْشِ
اور وہی ہے بخشنے والا محبت کرنے والا عرش کا مالک
الْمَجِيدُ ⑮ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ⑯
بڑی شان والا جو چاہے کر ڈالنے والا
هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ⑰
کیا تجھے بات پہنچی فرعون اور
فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ⑱ بَلِ الَّذِينَ
ثمود کے لشکروں کی بلکہ منکر لوگ
كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ⑲ وَاللّٰهُ
جھٹلانے ہیں لگے ہوئے ہیں اور اللہ
مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ⑳
نے ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔

جب تک اللہ کی قدرت اور قوت کو جیسا پہچاننا چاہیے نہ پہچان لیا جائے آدمی کے خیالات کی تنظیم نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں ساری سرکشی تمام فسادات اور ساری خرابی اسی لیے پھیلی ہوئی ہے کہ اللہ کو اس کا اقرار کر لینے والے تک بھی اس طرح نہیں مانتے جس طرح ماننا چاہیے اور تو کیا مانیں گے ان آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے سب کچھ پہلی بار بھی اسی نے بنایا اور دوبارہ بھی وہی بنائے گا۔ وہ دنیا میں بھی سزا دیتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا۔ پھر یہ بھی جان لو کہ وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا بھی ہے وہی سب سے بڑے تخت و سلطنت کا مالک ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں اس لیے اس کی بخشش کی امید بھی رکھو اور اس سے ڈرتے بھی رہو۔ وہ بڑے بڑے سرکشوں کو ذرا سی دیر میں تباہ کر ڈالتا ہے۔ فرعون اور ثمود کا حال تم نے سنا وہ کتنے سرکش تھے۔ مگر اس کے سامنے کسی کی کچھ نہ چلی۔ منکر لوگ بڑی غلطی میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ہر وقت قرآن کی آیتوں کو اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے ہی میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن وہ ہر طرح اللہ کے قبضے میں ہیں اور اس کی سزا سے کہیں نہیں بچ سکتے۔

جھٹلانا بیکار ہے

بَلْ ۔ هُوَ ۔ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ
کچھ نہیں وہ قرآن ہے بزرگی والا لوح
مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾
محفوظ کے اندر

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ
کوئی بات نہیں قرآن بڑا شان والا ہے لکھا ہوا
مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾
لوح محفوظ میں

ارشاد ہے کہ ان کے جھٹلانے سے قرآن کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی شان بہت بڑی ہے اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ تو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جہاں سے کسی کی مجال نہیں جو اسے مٹا سکے کیونکہ وہ تو ایک ایسی تختی ہے جس کی حفاظت کا پورا انتظام کر دیا گیا ہے اس پر جو لکھا گیا ہے وہ نہ کبھی مٹ سکتا ہے اور نہ کوئی اسے مٹا سکتا ہے سورۃ البروج تمام ہوئی۔ اس سورت میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے۔ کہ جو اللہ کو سچے دل سے مان چکے ان کے مخالف کبھی نہیں پنپ سکتے مخالف لوگ اس وجہ سے بے فکر ہو کر نہ بیٹھ جائیں کہ انہیں آزادی حاصل ہے اور ان کے پاس قوت اور طاقت سب کچھ ہے وہ جو چاہے کریں کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ ان کی خام خیالی ہے۔ ان کو مہلت دی جا رہی ہے کہ شاید سب نہیں تو کچھ ہی سنبھل جائیں، ورنہ جب اللہ نے انہیں پکڑ لیا تو پھر وہ چھوٹ نہیں سکتے ۔

سُوْرَةُ الطَّارِق

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد چھیاسی[۸۶] ہے اور یہ قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ دنیا میں انسان جو کچھ کرتا ہے۔ وہ لکھ لیا جاتا ہے۔ اور جب وقت آئے گا اور قیامت قائم ہو گی تو اس کے سامنے اس کا اعمالنامہ پیش کر دیا جائے گا۔ اگر قیامت میں شبہ ہو اور سمجھ میں نہ آئے کہ مرنے کے بعد انسان پھر کیسے پیدا ہو گا تو انسان کو اپنی پہلی پیدائش پر غور کرنا چاہیے کہ جس نے پہلی بار منی کی ایک اچھل کر نکلنے والی پانی کی بوند سے انسان کو پیدا کر دیا۔ یقیناً اسی طرح وہ دوبارہ بھی اسے زندہ کر سکتا ہے۔ قیامت کی دن انسان کی ساری چیزیں جنہیں وہ چھپا کر رکھتا تھا۔ اور تمام باتیں جنہیں وہ چھپ کر کرتا تھا۔ بالکل ظاہر ہو جائیں گی اور مجرموں کو سزا سے بچانے کے لیے ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ملے گا ۔

ارشاد ہے کہ یہ قیامت کے آنے کی خبر جو قرآن میں دی گئی ہے۔ یہ کوئی جھوٹ موٹ کی بناوٹی بات نہیں ہے۔ بالکل قطعی اور فیصلہ شدہ بات ہے۔ اب ان کافروں سے جو تمہیں ستا رہے ہیں کہہ دو کہ تمہاری کچھ نہ چلے گی۔ تمہاری ساری تدبیریں بے کار ہو جائیں گی اور اسلام کا بول بالا ہو کر رہے گا اس وقت ان کافروں کو مہلت دو۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

ہر شخص کی دیکھ بھال ہو رہی ہے

اٰیَاتُھَا ١٧ سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ - ٨٦ رُکُوْعُھَا ١

وَالسَّمَآءِ - وَالطَّارِقِ ① وَمَآ - اَدْرٰکَ
قسم آسمان کی اور رات کو آنے والے کی اور کس نے بتایا تجھے
مَا - الطَّارِقُ ② النَّجْمُ - الثَّاقِبُ ③
کیا ہے رات کو آنے والا تارا چمکدار
اِنْ - کُلُّ - نَفْسٍ - لَّمَّا - عَلَیْھَا - حَافِظٌ ④
نہیں کوئی شخص مگر اس کے اوپر ایک نگہبان مقرر ہے
فَلْیَنْظُرِ - الْاِنْسَانُ - مِمَّ - خُلِقَ ⑤ خُلِقَ
پس چاہیے کہ دیکھے انسان کس چیز سے پیدا کیا گیا پیدا کیا گیا
مِنْ مَّآءٍ - دَافِقٍ ⑥ یَّخْرُجُ - مِنْ بَیْنِ
ایک پانی اچھلتے ہوئے جو نکلتا ہے درمیان سے
الصُّلْبِ - وَالتَّرَآئِبِ ⑦
پیٹھ اور سینے کے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰکَ
قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں آنے والے کی اور تو کیا
مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③
سمجھا کہ اندھیرے میں آنے والا کیا ہے وہ تارا ہے چمکتا ہوا
اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ ④
کوئی جی نہیں جس پر ایک نگہبان نہیں
فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ
اب انسان دیکھ لے کہ کاہے سے بنا ہے بنا ہے
مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ
ایک اچھلتے ہوئے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ
الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦
اور چھاتی کے بیچ سے

طَارِقٌ : (اندھیرے میں آنے والا اسم فاعل ہے - ط - ر - ق سے طُرُوْقٌ کے معنی میں ٹھوکنا، کوٹنا رات کو آنے والے کو دروازہ ٹھونکنا، بجانا پڑتا ہے - اس لیے اسے طارق کہنے لگے - دَافِقٍ (کودنے والا - اسم فاعل ہے - د - ف - ق دَفْقٌ کے معنی ہیں کودنا - اچھلنا تَرَائِب (سینہ) تَرِیْبَۃٌ کی جمع ہے سینہ کے اوپر کے حصہ کو کہتے ہیں ○

ارشاد ہے کہ آسمان کی طرف نظر کرو اور رات کے وقت چمکدار تاروں کے اپنے اپنے وقت پر نکلنے کو دیکھو تم کو ایک عجیب نظام نظر آئے گا جس میں کسی قسم کا خلل نہیں واقع ہوتا - جیسے اس آسمانی نظام کی حفاظت کی جاتی ہے - اسی طرح ہر ایک انسان کے ساتھ کچھ فرشتے رہتے ہیں جو اسے بلاؤں سے بچاتے ہیں اور اس کے اعمال لکھتے ہیں - انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور دنیا میں اس کی حفاظت کا انتظام کیا پھر مرنے کے بعد اسے وہ دوبارہ پیدا کرے گا - اور ہر ایک کے اعمال کے مطابق اسے بدلہ دے گا اللہ کی قدرت کا اندازہ اپنی پہلی پیدائش پر غور کر سکتے ہو - انسان کی پیدائش نطفہ سے ہے - اور وہ انسان کے اندر اسی غذا سے پیدا ہوتا ہے جو وہ کھاتا ہے - پھر مرد اور عورت کے ملنے سے کود کر مرد کی پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے اور عورت کے رحم میں پرورش پا کر انسان بن جاتا ہے - یہ قاعدہ اللہ نے عام انسان کے پہلی مرتبہ پیدا ہونے کا مقرر کیا - اسی طرح مرنے کے بعد دوسری بار پیدا ہونے کا قاعدہ بھی وہ مقرر کر سکتا ہے اس میں شبہ کی کیا بات ہے - مگر دوبارہ پیدا ہونے کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں - جنہوں نے اپنی پہلی پیدائش پر غور نہیں کیا - غور کرنے والے اس میں شبہ نہیں کرتے ○

جو کہہ دیا گیا وہ اٹل ہے!

اِنَّهٗ - عَلٰی - رَجْعِهٖ - لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ
تحقیق وہ اس کے دوبارہ لوٹانے پر البتہ قادر ہے جس دن
تُبْلَى - السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا - لَهٗ - مِنْ
جانچے جائیں گے بھید پس نہیں واسطے انسان کے کوئی
قُوَّةٍ - وَّلَا - نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ
قوت اور نہ مددگار قسم آسمان
ذَاتِ الرَّجْعِ - ⑪ وَالْاَرْضِ - ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫
چکر کاٹنے والے کی اور زمین پھٹ جانے والی کی
اِنَّهٗ - لَقَوْلٌ - فَصْلٌ ⑬ وَّمَا - هُوَ
تحقیق وہ البتہ بات ہے فیصلہ کن اور نہیں وہ
بِالْهَزْلِ ⑭
ہنسی کھیل

اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ
بیشک وہ اس کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہے جس دن
تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ مِنْ
بھید جانچے جائیں گے تو اس وقت انسان میں نہ
قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ
کچھ زور ہوگا اور نہ اس کا کوئی مددگار قسم ہے چکر
ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫
مارنے والے آسمان کی اور زمین پھٹ جانے والی کی
اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا هُوَ
بے شک یہ دو ٹوک بات ہے یہ کوئی ہنسی
بِالْهَزْلِ ⑭
کی بات نہیں

سَرَآئِر (بھید) سَرِیْرَۃٌ کی جمع ہے۔ (اندر چھپی ہوئی چیز) ذَاتِ الرَّجْعِ (بار بار لوٹنے والا) جس کے چکر کاٹنے سے موسم کی تبدیلی ہوتی ہے۔ بارش آتی ہے۔ ذَاتِ الصَّدْعِ (پھٹ جانے والی) جس کے پھٹنے سے غلّہ اگتا ہے۔

ارشاد ہے کہ جس نے پہلے پیدا کر دیا وہ یقیناً دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو پہلی مرتبہ بنانا زیادہ مشکل ہے۔ جب ایک دفعہ بن گئی تو دوبارہ بنانا تو آسان ہے۔ بہر حال قیامت آنی ہے اور انسان دوبارہ پیدا ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینے اپنے رب کے سامنے ضرور حاضر ہوگا۔ سارے بھید ظاہر ہو جائیں گے کوئی بات چھپی نہ رہے گی انسان بالکل بے بس ہوگا جس کا جرم ثابت ہو جائے گا۔ اس کے سزا سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ اس میں نہ اپنا کچھ زور ہوگا اور نہ کوئی اس کا حمایتی اور مددگار ہوگا۔ یہ باتیں جو انسان کو بتائی جا رہی ہیں۔ دنیا کے حالات کے تغیرات پر غور کرنے سے اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ بالکل سچ ہیں جیسے آسمان کے حالات بدلنے سے بارش ہوتی ہے۔ اور زمین پھٹ کر اس میں سے غلہ گھاس وغیرہ پھوٹ نکلتے ہیں۔ اسی طرح ایک دن حالات ایسے بدلیں گے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اور پھر ایسے حالات نمودار ہوں گے کہ ان کے مناسب جو کچھ ضروری ہوگا دوبارہ پیدا ہو جائے گا یہ بات قطعی اور فیصلہ شدہ ہے کوئی ہنسی دل لگی کی بات نہیں ہے جو یونہی منہ سے نکل گئی ہو۔

منکروں کی کچھ نہ چلے گی

اِنَّهُمْ ۔ يَكِيْدُوْنَ ۔ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَّاَكِيْدُ
تحقیق وہ تدبیر کر رہے ہیں ایک تدبیر اور میں تدبیر کر رہا ہو
كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ ۔ الْكٰفِرِيْنَ ۔ اَمْهِلْهُمْ
ایک تدبیر پس مہلت دے منکروں کو مہلت دے انہیں
رُوَيْدًا ﴿١٧﴾
تھوڑے دن

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَّاَكِيْدُ
البتہ وہ ایک داؤ کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور میں ایک داؤ
كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ
کرنے میں لگا ہوا ہوں سو منکروں کو کچھ دن
رُوَيْدًا ﴿١٧﴾
ڈھیل دے

ع ۱۷

رُوَيْدًا (ٹھہر ٹھہر کر) یہ مصدر مصغّر ہے ر۔و۔د سے اس کی تصغیر و ترخیم یعنی تلفظ کو سہل بنانے کے لیے ہے ۔

ارشاد ہے کہ یہ قیامت کے منکر لوگ اعمال کے نتیجوں سے غافل ہو کر اسلام کی مخالفت میں جوڑ توڑ کر رہے ہیں اور اس کو ناکام بنانے کے لیے کوشش میں لگے ہوئے ہیں ۔ بہر حال یہ یاد رکھیں کہ میں بھی اپنی تدبیر کر رہا ہوں اور وہ خفیہ خفیہ اپنا کام کر رہی ہے ۔ ظاہر ہے کہ میری تدبیر کے آگے ان کے چھل بٹے نہ چلیں گے اور انہیں سزا مل کے رہے گی ۔ اس لیئے ان کو تھوڑے دن اور مہلت دو ۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا ۔ سورۃ الطارق ختم ہوئی ۔ اس میں اسلام کے مخالفوں کو بتایا گیا ہے ۔ کہ انسان ضرور دوبارہ پیدا ہو گا ۔ اور اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا مفسدوں کو عنقریب دنیا میں ہی کچھ مزہ مل جائے گا ۔

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۸۷ ہے ۔ قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اس میں بتایا گیا ہے ۔ کہ اللہ عزوجل نے ہر چیز پیدا کی اور اس کی قابلیتوں کا اندازہ کیا پھر جہاں تک اسے پہنچنا تھا ۔ وہاں تک پہنچنے کی اسے راہ بتائی ۔ جانداروں کے لیے چارہ اور غلہ پیدا کیا پھر اسے خشک کر کے ذخیرہ کرنے کا راستہ کھولا انسان کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ۔ اس کے بعد آپ کو ارشاد ہے کہ یہ قرآن ہم آہستہ آہستہ سارے کا سارا تمہیں پڑھا دیں گے اور تم اس میں سے کوئی حصہ بھولنے نہ پاؤ گے ۔ لیکن ہاں جو اللہ بھلانا چاہے گا ۔ وہ تم بھول جاؤ گے کیونکہ اس کی آئندہ ضرورت ہی نہ پڑے گی ۔ اللہ تمام چھپی اور کھلی مصلحتوں اور بھیدوں سے واقف ہے ۔ وہ تمہیں ساری کام کی باتیں سہولت کے ساتھ کرنے کا طریقہ بتا دے گا ۔ اب تم وعظ و نصیحت ان لوگوں کو کرو جن سے یہ امید ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے ۔ ہاں تبلیغ عام کرو ۔ جس کے دل میں خوف خدا اور عاقبت کا ڈر ہو گا ۔ وہ تمہارا پیغام مانے گا ۔ اور بدبخت لوگ تمہاری نہ سنیں گے ۔ جو نہ مانے گا ۔ وہ دوزخ میں داخل ہو گا ۔ جہاں وہ نہ زندہ ہو گا نہ مردہ بلکہ ہمیشہ مصیبت میں بسر کرے گا انسان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جس نے ستھرا اور پاکیزہ بن کر اللہ کا نام لیا اور نماز پڑھی اس نے کامیابی حاصل کی لیکن لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ دنیا ہی کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور پائدار ہے یہی پیغام حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں موجود ہے اور سارے نبی اسی کی تبلیغ کرتے چلے آتے ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کی تسبیح کرو!

اٰیَاتُھَا ۱۹ سُورَۃُ الاَعلیٰ مَکِّیَّۃٌ (۸۷) رُکُوْعُھَا ۱

سَبِّحِ ۔ اسْمَ ۔ رَبِّکَ ۔ الْاَعْلَی ① الَّذِیْ
تسبیح کر نام کی رب اپنے کے جو سب سے بلند ہے جس نے
خَلَقَ ۔ فَسَوّٰی ② وَالَّذِیْ ۔ قَدَّرَ
پیدا کیا پھر ہر جوڑ کو ٹھیک ٹھیک بٹھا دیا اور جس نے اندازہ ٹھہرایا
فَھَدٰی ③ وَالَّذِیْ ۔ اَخْرَجَ ۔ الْمَرْعٰی ④
پھر راہ دکھائی اور جس نے زمین سے نکالا چارہ
فَجَعَلَہٗ ۔ غُثَآءً ۔ اَحْوٰی ⑤
پھر کر دیا اسے کوڑا سیاہ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ① الَّذِیْ
پاکی بیان کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر ہے جس نے
خَلَقَ فَسَوّٰی ② وَالَّذِیْ قَدَّرَ
بنایا پھر ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ ٹھہرایا
فَھَدٰی ③ وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ④
پھر راہ بتائی اور جس نے چارہ نکالا
فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحْوٰی ⑤
پھر کر ڈالا اس کو کوڑا سیاہ

سَوّٰی : (درست اور ٹھیک کیا) ماضی ہے تَسْوِیَۃٌ سے سورۃ الانفطار میں گزر چکا ہے ۔

قَدَّرَ (اندازہ لگایا گیا) ماضی کا صیغہ ہے ۔ تقدیر سے اور بار بار گزر چکا ہے یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کی قابلیت کا اندازہ کر کے اس کی مقدار مقرر کی ۔ غُثَآءٌ (کوڑا کرکٹ) اسم ہے ۔ غ ۔ ث ۔ و سے وہ خشک گھاس پھوس جسے پانی بہالے جائے اور کونے میں اکٹھا کر دے (اَحْوٰی ۔ سیاہی مائل سبز یا سرخ) صفت مشبہ ہے ح ۔ و ۔ ی سے حُوَّۃٌ سانولا رنگ ۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ذریعے آپ کے ماننے والوں کو ارشاد ہے کہ زبان سے کہو اور دل سے مانو کہ اللہ جو سب سے اوپر اور بلند ہے ۔ ہر عیب اور کمی سے پاک ہے اور اس کا نام بڑا مقدس اور منزہ ہے وہی ہے جس نے سب کچھ بنایا اور ہر ایک مخلوق کے کل پرزے ٹھیک ٹھیک اپنی اپنی جگہ پر بٹھائے ۔

پھر ہر ایک انسان کی حد اس کی قابلیت کے اندازہ سے مقرر کی اور ہر ایک کو اس کے کمال تک پہنچنے کا راستہ سجھایا ظاہر ہے کہ ہر ایک کے کمال کی حد اس کی قابلیت کے مطابق ہو گی پھر یہ بھی اسی کا کام ہے کہ جانوروں کے لیے چارہ زمین سے اگایا ۔ پھر اس کو سکھا کر سیاہی مائل اور ہلکا پھلکا کر دیا جسے پانی کی رو بہا کر اِدھر اُدھر لے جاتی ہے ۔ اور وہ اس کے اوپر جمع ہو جاتا ہے ۔ اب چونکہ انسان کی قابلیت چاہتی تھی کہ اس کے لیے زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ واضح کر دیا جائے اس لیے ہم نے اسے ہمارے رسول تیرے اوپر قرآن نازل کیا ۔ اب ہم اسے آہستہ آہستہ تجھے پڑھائیں گے ۔ اور تجھے اس کا ایک ایک حرف اور ہر لفظ ہمیشہ کے لیے یاد ہو جائے گا ۔ اور تو اس میں سے کوئی چیز بھولنے نہ پائے گا ۔ مگر وہ بات جس کے یاد رکھنے کی ضرورت نہ ہو گی ۔ ہم اسے اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق بھلا دیں گے ۔ جیسا کہ آگے ارشاد ہے ۔

قرآن جوں کا توں باقی رہے گا

سَنُقْرِئُكَ - فَلَا - تَنْسٰٓى (٦) اِلَّا - مَا
ابھی ہم پڑھائیں گے تجھے پس نہ بھولے گا تو مگر جو
شَآءَ - اللّٰهُ ؕ - اِنَّهٗ - يَعْلَمُ - الْجَهْرَ - وَمَا
چاہے اللہ تحقیق وہ جانتا ہے ظاہر کو اور جو
يَخْفٰى ؕ (٧) وَنُيَسِّرُكَ - لِلْيُسْرٰى (٨)
چھپا ہوا ہے اور بآسانی پہنچائیں گے ہم تجھے طرف آسانی کے
فَذَكِّرْ - اِنْ - نَّفَعَتِ - الذِّكْرٰى ؕ (٩) سَيَذَّكَّرُ
پس سمجھا دے اگر نفع دے سمجھانا عنقریب سمجھے گا
مَنْ يَّخْشٰى (١٠) وَيَتَجَنَّبُهَا - الْاَشْقَى (١١) الَّذِىْ
وہ جو ڈرے گا اور بچے گا اس سے بڑا بدبخت جو
يَصْلَى - النَّارَ - الْكُبْرٰى (١٢)
داخل ہو گا آگ میں سب سے بڑی

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى (٦) اِلَّا مَا
البتہ ہم تجھے پڑھائیں گے پھر تو نہ بھولے گا مگر جو
شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا
اللہ چاہے وہ جانتا ہے کھلے کو اور جو چھپا
يَخْفٰى ؕ (٧) وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى (٨)
ہوا ہے آہستہ آہستہ پہنچائیں گے ہم تجھے آسانی تک
فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ (٩) سَيَذَّكَّرُ
تو سمجھا دے اگر فائدہ کرے سمجھانا جس کو ڈر ہو گا
مَنْ يَّخْشٰى (١٠) وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (١١) الَّذِىْ
سمجھ جائے گا اور بچے گا اس سے بڑا بدقسمت وہ جو
يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (١٢)
بڑی آگ میں داخل ہو گا۔

ارشاد ہے کہ یہ قرآن ہم تمہیں اس طرح پڑھائیں گے کہ تمہارے دل میں بیٹھ جائے گا اور تم اس میں سے کچھ نہ بھولنے پاؤ گے۔ سوا اس کے کہ جس کی ضرورت نہ رہی ہو اور ہم اسے بھلانا بھی چاہیں اور جس کے بھلانے میں کوئی حرج نہ ہو۔ سنو! اللہ عزوجل جس نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے۔ تمام کھلی ہوئی باتوں اور چھپے ہوئے بھیدوں سے واقف ہے اور اچھی طرح جانتا ہے کہ انسان کے لیے نفع پہنچانے والی بات کیا ہے۔ اور اسے ضرر پہچاننے والی بات کون سی ہے۔ چنانچہ ہم اس مقصد کے پورا کرنے کے لیے تمہارے لیے سہولتیں پیدا کر دیں گے اور تمہارے ذریعے سے انسان کے لیے ایک مکمل اور آسان طریقہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کا مقرر ہو جائے گا۔ اب تم ایسا کرو کہ جو لوگ تمہاری باتیں سننے کے لیے تیار ہوں اور قرآن کی ہدایت سے پورا نفع اٹھانا چاہیں۔ انہیں اس کی باتیں اچھی طرح سمجھا دو اور ان پر عمل کرنا سکھا دو تاکہ وہ دوسروں کے لیے نمونہ بنیں اور لوگ ان کو دیکھ دیکھ کر قرآن کے مطابق چلنا سیکھیں تمہارے وعظ سے وہ شخص ضرور فائدہ اٹھائے گا جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو گا لیکن جس بدبخت کی قسمت میں ہدایت پانا ہے ہی نہیں وہ تمہاری نصیحت کی باتوں سے بھاگے گا اور ان سے بچتا پھرے گا۔ یہی وہ شخص ہے جو مرنے کے بعد اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہنم کی زبردست آگ میں گرے گا اور ہمیشہ اس میں جلتا رہے گا۔ ان آیتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلامی معاشرے میں اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کی ایک ایسی منظم جماعت ضرور موجود ہونی چاہیے جو کسی دنیاوی غرض سے نہیں بلکہ محض اسلام کی خوبیاں انسان پر ظاہر کرنے کے لیئے اللہ کے واسطے قرآن و حدیث کا علم حاصل کرے اور دوسروں کے لیئے پیشوا بنے۔

فلاح کا راستہ

ثُمَّ ۔ لَا یَمُوْتُ ۔ فِیْهَا ۔ وَلَا یَحْیٰی ⑬ قَدْ
پھر نہ مرے گا اس میں اور نہ جئے گا تحقیق
اَفْلَحَ ۔ مَنْ ۔ تَزَکّٰی ⑭ وَذَکَرَ ۔ اسْمَ
فلاح پائی اس نے جو پاک صاف ہوا اور یاد کیا نام
رَبِّهٖ ۔ فَصَلّٰی ⑮ بَلْ ۔ تُؤْثِرُوْنَ ۔ الْحَیٰوةَ
رب اپنے کا پھر نماز پڑھی بلکہ تم اختیار کرتے ہو زندگی
الدُّنْیَا ⑯ وَالْاٰخِرَةُ ۔ خَیْرٌ ۔ وَّاَبْقٰی ⑰
دنیا کی حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی
اِنَّ ۔ هٰذَا ۔ لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ⑱ صُحُفِ
یہی ہے البتہ صحیفوں میں پہلے صحیفے
اِبْرٰهِیْمَ ۔ وَمُوْسٰی ⑲
ابراہیم اور موسیٰ کے

ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ⑬ قَدْ
پھر اس میں نہ مرے گا اور نہ جئے گا بے شک
اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ⑭ وَذَکَرَ اسْمَ
اس کا بھلا ہوا جو سنور گیا اور اپنے رب کا نام لیا
رَبِّهٖ فَصَلّٰی ⑮ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ
پھر نماز پڑھی کوئی نہیں تم دنیا کے جینے کو
الدُّنْیَا ⑯ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ⑰
ترجیح دیتے ہو اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا
اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ⑱ صُحُفِ
یہی لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں میں ابراہیم
اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ⑲
اور موسیٰ کے صحیفوں میں

ارشاد ہو رہا ہے کہ جو قرآن حکیم کے حکموں کو نہ مانے گا وہ سب سے بڑا بدبخت ہے اس کا انجام یہ ہوگا کہ مرنے کے بعد وہ بڑی تیز دہکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا پھر اس میں اس کی بہت بری گت بنے گی مصیبتوں اور دکھوں سے بھری ہوئی کوئی زندگی نہیں اس لیے اس کا شمار زندہ لوگوں میں نہ ہوگا۔ لیکن ادھر اس کو موت بھی نہ آئے گی۔ تاکہ مر کر ہی مصیبتوں سے چھوٹ جائے۔ اس لیے اس کا شمار مردوں میں بھی نہ ہوگا۔ غرض دوزخ والے دوزخ میں نہ مریں گے نہ جئیں گے۔ جب تک اس میں رہیں گے مصیبتوں ہی میں دن کاٹیں گے۔

پھر ارشاد ہے کہ کامیاب یقیناً وہ شخص ہے۔ جو پلیدیوں اور نجاستوں سے الگ رہے اور بری عادتوں سے بھی بچا رہے۔ نماز سے پہلے اگر غسل ضروری ہو تو غسل کرے ورنہ وضو ہی کر کے پاک صاف ہو۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہے اور نماز پڑھے۔ جو آدمی پاکیزگی اور ستھرائی کا طریقہ اختیار کرے گا اور نماز پڑھتا رہے گا۔ وہ یقیناً آخرت میں کامیاب ہوگا لیکن مصیبت یہ ہے کہ لوگ آخرت کا خیال نہیں کرتے اور اسی دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لیکن جو آخرت چھوڑ کر اسی کو اختیار کرتے ہیں وہ کیسے فلاح پا سکتے ہیں۔ آخر میں ارشاد ہے کہ یہی وہ پیغام ہے جو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں میں درج تھا۔ اب وہی پیغام یہ قرآن انسان کو پہنچاتا ہے۔

سورۃ الاعلیٰ تمام ہوئی۔ اس سے ہمیں یہ سیکھنا ہے کہ اللہ عزوجل کو پہچانیں اور اس پر ایمان لائیں اور حضرت محمد رسول اللہ کے طرز عمل کو اپنے لیے نمونہ قرار دیں جو سراسر قرآن کی تعلیم کے مطابق ہے اگر ہم ایسا کریں گے تو یقیناً دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہونگے بھائیو! اس پیغام کو سنو اور اس کو دل و جان سے قبول کرو۔

سُوْرَۃُ الْغَاشِیَہ

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۸۸ ہے اور یہ قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس میں قیامت کے دن کے ہولناک واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ قیامت ایک مصیبت ہوگی جو ہر طرف سے کائنات پر چھا جائے گی اور سب کو ہر طرف سے ڈھانپ لے گی انسانوں کے اس دن دو بڑے گروہ ہوں گے۔ ایک گروہ کے چہروں پر ذلت مشقت اور تکان کے آثار نمایاں ہوں گے ان کا ٹھکانا بھی دوزخ ہوگا۔ جہاں وہ دہکتی ہوئی آگ میں جلیں گے اور کھولتے چشمے کا پانی پیئں گے ان کے لیے کھانے کو کانٹوں دار جھاڑ ہوں گے جن سے نہ وہ موٹے ہوں گے اور نہ ان کی بھوک بجھے گی دوسرے گروہ کے چہرے خوشی اور بشاشت سے دمک رہے ہوں گے اور وہ اپنے دنیا کے کاموں سے مطمئن اور خوش وخرم ہوں گے۔ وہ اونچے اونچے باغوں میں ہوں گے۔ جہاں کوئی لغویات سننے میں نہ آئیں گی چشمے ہر طرف سے بہہ رہے ہوں گے اونچے اونچے تخت بچھے ہوں گے۔ اور آبخورے لذیذ شربتوں سے بھرے سامنے رکھے ہوں گے غالیچے برابر بچھے ہوں گے مخمل کے گدے چاروں طرف پھیلے ہوں گے۔ اس کے بعد انسان کی توجہ دلائی گی ہے کہ اللہ کی مخلوقات کو دیکھ کر اس کی قدرت اور حکمت کا اندازہ کرلے اور اس کی عبادت میں مصروف ہو جائے ان مخلوقات میں سے ایک اونٹ ہے۔ جس کی بابت مشہور ہے۔ کہ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔ منہ ہونٹ۔ گردن۔ ٹانگیں غرض جو کچھ ہے۔ نرالے ہی انداز کا ہے۔ لیکن آن ٹیڑھے۔ بانکے۔ لمبے اعضا کو جوڑ کر اللہ عزوجل نے ایک چلتا پھرتا خاص طور کی سمجھ اور عادتیں رکھنے والا شاندار جانور بنا دیا ہے جس کے بغیر خشک ملکوں میں سفر اور باربرداری کا کام اب تک بھی مکمل نہیں ہوتا ہے۔ دوسری مخلوق آسمان ہے کہ جسے اٹھا کر بغیر سہارے ہمارے سر پر کھڑا کر دیا ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ جتنے اونچے جاؤ اتنا ہی اونچا نظر آتا ہے جتنا تھا۔ پھر پہاڑوں کو دیکھو جن کے کہیں خوشنما کہیں ہولناک منظر دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور پھر زمین ہے جس کے عجائبات کا آج تک پورا اندازہ نہیں ہوسکا۔ ان چیزوں کو دیکھو اور ان سے ان کے پیدا کرنے والے کی عظمت کا اندازہ کرو۔

بہرحال اے رسول تمہارا کام سمجھا دینا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے تمہیں زبردستی بات منوانے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہے۔ جو منہ پھیرے گا اور انکار کرے گا۔ اللہ اسے زبردست عذاب دے گا۔ آخر سب ہماری طرف لوٹ کر آئیں گے اور ہم ہی ان کا حساب لیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قیامت کے دن کیا ہوگا

اٰیَاتُهَا ۲۶　　سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۸۸)　　رُكُوْعُهَا ۱

هَلْ - اَتٰىكَ - حَدِيْثُ - الْغَاشِيَةِ ①
کیا آئی تیرے پاس　بات　اس ڈھانپ لینے والی کی

وُجُوْهٌ - يَّوْمَئِذٍ - خَاشِعَةٌ ② عَامِلَةٌ
کتنے منہ　اس دن　ذلیل عاجز خستہ　عمل کرنے والے

نَّاصِبَةٌ ③ تَصْلٰى - نَارًا - حَامِيَةً ④ تُسْقٰى
مشقت اٹھانے والے　داخل ہوں گے آگ - دہکتی ہوئی میں　پلائے جائیں گے

مِنْ - عَيْنٍ - اٰنِيَةٍ ⑤ لَيْسَ - لَهُمْ - طَعَامٌ
ایک چشمے　کھولتے ہوئے سے　نہ ہوگا　واسطے ان کے　کھانا

اِلَّا - مِنْ - ضَرِيْعٍ ⑥ لَّا يُسْمِنُ - وَلَا يُغْنِيْ
مگر کانٹے دار جھاڑ کا　جو نہ موٹا کرے　اور نہ بے پرواہ کرے

مِنْ - جُوْعٍ ⑦ وُجُوْهٌ - يَّوْمَئِذٍ - نَّاعِمَةٌ ⑧
بھوک سے　کتنے منہ　اس دن　تر و تازہ ہوں گے

لِّسَعْيِهَا - رَاضِيَةٌ ⑨
اپنی کوشش سے　راضی ہوں گے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ①
تجھے کچھ خبر پہنچی　اس ڈھانپ لینے والی کی

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ② عَامِلَةٌ
کتنے منہ اس دن ذلیل　محنت کش اور

نَّاصِبَةٌ ③ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ④ تُسْقٰى
تھکے ہوئے ہوں گے　دہکتی ہوئی آگ میں گریں گے　پانی پئیں گے

مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ⑤ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ
ایک کھولتے ہوئے چشمے کا　ان کے پاس کوئی کھانا نہیں

اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ⑥ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ
مگر کانٹوں دار جھاڑ　جو نہ موٹا کرے اور نہ بھوک

مِنْ جُوْعٍ ⑦ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ⑧
میں کام آئے　کتنے منہ اس دن ترو تازہ ہوں گے

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ⑨
اپنی کمائی سے راضی

اَلْغَاشِيَة قیامت اسم مونث ہے غ - ش - ی سے غشیان کے معنی اوپر سے ڈھانک لینا سورۃ طٰہٰ - الاعراف وغیرہ میں گزر چکا ہے - عَامِلَةٌ (کام میں پھنسے ہوئے) اسم فاعل مونث ہے ع - م - ل سے یہاں عمل کے معنی کام کی مشقت میں پھنسا ہوا ہوتا ہے نَّاصِبَةٌ (تھک کر چور) اسم فاعل مونث ہے - ن - ص - ب - سے نَصَبٌ کے معنی کام کرتے کرتے تھک جانا اٰنِيَةٌ (انتہائی گرم) اسم فاعل مونث ہے ا - ن - ی سے اَنٰی کے معنی انتہا درجہ کا گرم ہو جانا اسکا مذکر اٰنٍ سورۃ الرحمٰن میں گزر چکا ہے - ضَرِيْعٌ (کانٹے دار سوکھی گھاس) ایک قسم کی کانٹوں دار گھاس ہے جس کی تازہ قسم کو شبرق اور سوکھی ہوئی کو ضریع کہتے ہیں ارشاد ہے کہ کیا تو نے اس آفت کا ذکر کسی سے سنا ہے جو سارے جہان کو آکر ڈھانک لے گی سنو وہ قیامت ہے جسکی سختیاں اور مصیبتوں کا تم یہاں ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتے - اس دن بعض لوگوں کے چہرے تو ایسے ہوں گے جیسے سخت کام کرنیوالوں کے نڈھال اور تھک کر چور چہرے ہوتے ہیں ان پر ذلت برس رہی ہوگی - یہ وہ لوگ ہیں جو دوزخ کی دہکتی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے - پیاس لگے گی تو گرم کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پینے کو ملے گا - ان کو وہاں کے کھانے کے لیے فقط ایک قسم کی سوکھی کانٹے دار گھاس ملیگی جس سے نہ غذائیت ہی حاصل ہوگی اور نہ بھوک ہی مٹے گی دوسری طرف ایسے لوگ ہوں گے جنکے چہرے ہشاش بشاش ہونگے انہوں نے دنیا میں جو اللہ کیلیے کوشش کیساتھ نیک کام کیے تھے ان کا نتیجہ دیکھکر وہ مطمئن اور خوش ہو رہے ہونگے ۔

جنّتیوں کا حال

فِیْ۔ جَنَّۃٍ۔ عَالِیَۃٍ ⑩ لَّا تَسْمَعُ۔ فِیْھَا
میں باغ اونچے کان میں ان کے نہیں پڑتی اس میں
لَاغِیَۃً ⑪ فِیْھَا۔ عَیْنٌ۔ جَارِیَۃٌ ⑫
لغویات اس میں چشمہ ہے بہتا ہوا
فِیْھَا۔ سُرُرٌ۔ مَّرْفُوْعَۃٌ ⑬ وَّ اَکْوَابٌ
اس میں تخت ہیں اونچے اٹھائے ہوئے اور آبخورے ہیں
مَّوْضُوْعَۃٌ ⑭ وَّ نَمَارِقُ۔ مَصْفُوْفَۃٌ ⑮
رکھے ہوئے اور غالیچے ہیں برابر برابر بچھے ہوئے
وَّ زَرَابِیُّ۔ مَبْثُوْثَۃٌ ⑯ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ
اور گدے ہیں ادھر ادھر بکھرے ہوئے کیا پس نہیں نظر کرتے وہ
اِلَی الْاِبِلِ۔ کَیْفَ۔ خُلِقَتْ ⑰
اونٹوں کی طرف کیسے پیدا کیے

فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ⑩ لَّا تَسْمَعُ فِیْھَا
اونچے باغ میں نہ سنیں گے اس میں
لَاغِیَۃً ⑪ فِیْھَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ ⑫
بکواس اس میں ایک بہتا ہوا چشمہ ہے
فِیْھَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَۃٌ ⑬ وَّ اَکْوَابٌ
اس میں اونچے بچھے ہوئے تخت ہیں اور آبخورے
مَّوْضُوْعَۃٌ ⑭ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَۃٌ ⑮
سامنے چنے ہوئے اور غالیچے برابر بچھے ہوئے
وَّ زَرَابِیُّ مَبْثُوْثَۃٌ ⑯ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ
اور مخمل کے گدے جا بجا پھیلے ہوئے بھلا کیا اونٹوں کی
اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ⑰
طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے ہیں

(فیھا لازم)

لَاغِیَۃً (فضول بکواس) اسم مصدر ہے ل - غ - و سے لاغیہ کے وہی معنی ہیں جو لغو کے ہیں۔ سورۃ الواقعہ میں گزر چکا ہے اکواب (آبخورے) کُوْبٌ کی جمع ہے، کُوْبٌ پانی کا برتن جس کا دستہ نہ ہو سورۃ الواقعہ میں گزر چکا ہے۔ نَمَارِقُ گاؤ تکیے نُمْرُقٌ کی جمع ہے۔ گاؤ تکیہ یا موٹا نرم گدا زَرَابِیُّ (قالین) زربیۃٌ کی جمع ہے۔ قالین یا غالیچے کو کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ جن کے چہرے قیامت میں ہشاش بشاش ہوں گے ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک باغ ہو گا۔ جس میں کیچڑ اور دلدل بالکل نہ ہو گی۔ بلکہ وہ اونچے صاف شفاف جگہ پر واقع ہو گا اور اس میں ایسے لوگ بالکل نہ ہوں گے جو فضول بک بک کرتے ہوں۔ ایسی بے کار اور لغو باتیں جنت والوں کے کان میں نہ پڑیں گی۔ اس باغ میں ایک چشمہ ہو گا جو ہر طرف بہہ رہا ہو گا اور ہر طرف اونچی اونچی جگہوں پر عالیشان تخت بچھے ہوں گے اور گلاس مفرح شربت سے بھرے سامنے سجے ہوں گے۔ بیٹھنے کے لیے ہر طرف مسند۔ گدے۔ اور تکیے پھیلے پڑے ہوں گے۔ جہاں چاہیں آرام سے بیٹھیں۔ اے لوگو! اللہ ان سب باتوں کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کی مخلوق پر نظر ڈالو۔ اسی دنیا میں ایسی ایسی چیزیں اس نے پیدا کیں ہیں۔ جن میں اللہ کی قدرت کے کرشمے صاف نظر آتے ہیں ذرا اونٹوں کی طرف ہی دیکھو کہ اس کی کیسی عجیب و غریب ساخت ہے۔

قُدرت کے کرشمے

وَاِلَى السَّمَآءِ ـ كَيْفَ ـ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَ ـ اِلَى
اور طرف آسمان کی کیسا بلند کیا گیا وہ اور طرف
الْجِبَالِ ـ كَيْفَ ـ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَاِلَى ـ الْاَرْضِ
پہاڑوں کی کیسے جماکر کھڑے کیے گئے اور طرف زمین کی
كَيْفَ ـ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ ـ اِنَّمَآ ـ اَنْتَ
کیسی صاف بچھائی گئی وہ بس یاد دلائے جا سوائے اس کے نہیں کہ تو ہے
مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ ـ عَلَيْهِمْ ـ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾
یاد دلانے والا نہیں تو ان پر مسلط
اِلَّا ـ مَنْ ـ تَوَلّٰى ـ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ
مگر ہاں جس نے منہ موڑا اور کفر کیا پس عذاب دے گا اسے
اللّٰهُ ـ الْعَذَابَ ـ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ ـ اِلَيْنَآ
اللہ عذاب بڑا تحقیق ہماری طرف
اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ ـ اِنَّ ـ عَلَيْنَا ـ حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾
لوٹنا ہے ان کا پھر تحقیق ہمارے ذمہ ہے حساب ان کا

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَاِلَى
اور آسمان کو کہ کیسا اسے بلند کیا ہے اور پہاڑوں
الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ
کو کہ کیسے کھڑے کر دیئے ہیں اور زمین کو کہ کیسی
كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ
صاف بچھائی ہے سو تو سمجھائے جا تیرا کام ہی
مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾
سمجھانا ہے تو ان پر داروغہ نہیں
اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ
مگر جس نے منہ موڑ لیا اور منکر ہو گیا سو اللہ اسے عذاب
اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ
دے گا بڑا عذاب بے شک ان کو ہمارے
اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾
پاس پھر آنا ہے پھر ہم نے ان سے حساب لینا ہے۔

مُصَيْطِرٍ : زبردستی کرنیوالے، اصل میں مُسَيْطِرٌ ہے جو اسم فاعل ہے سَيْطَرَةٌ سے سَيْطَرَةٌ کے معنی زبردستی کرنا ہیں مُسَيْطِرٌ وہ شخص جو دوسروں پر مسلط کیا گیا ہو کہ زبردستی قانون کی پابندی کرائے کوتوال داروغہ ط کے قریب آنے کی وجہ سے س کو ص سے بدل لیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ کائنات کی نمایاں چیزوں پر غور نہیں کرتے ورنہ ان کو اللہ عزوجل کی قدرت کا کچھ اندازہ ہو جاتا اور قیامت کی بابت یقین کر لیتے اوّل تو اونٹ ہی کی بناوٹ اللہ کی قدرت اور حکمت ظاہر کرتی ہے پھر سر کے اوپر چھایا ہوا بلند آسمان بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ کہ بغیر ظاہری سہارے کے سر پر چھت کی طرح چھایا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر پہاڑ کیسی مضبوطی کے ساتھ سیدھے کھڑے ہیں اور زمین کس قدر صاف بچھی ہوئی ہے۔ لوگ ان چیزوں پر غور کریں تو ان سے انہیں اللہ کی قدرت کا کچھ پتہ چل سکتا ہے اور پھر یہ ان باتوں کا جو انہیں قیامت جنت اور دوزخ کی بابت بتائی جارہی ہیں اچھی طرح یقین کر سکتے ہیں بہر حال اے ہمارے رسول تمہارا کام تو قرآن کی باتوں کو صاف صاف کھول کر سمجھا دینا اور بتا دینا ہے۔ ہم نے تمہیں ان پر کوتوال یا داروغہ بنا کر مسلط نہیں کیا ہے کہ ان کو زبردستی مار مار کر سیدھا کر دو تم تو بس سمجھائے جاؤ۔ اب اگر کوئی نہیں سمجھتا اور تمہاری بات نہیں مانتا اور منہ پھیر کر چل دیتا ہے اور انکار کئے جاتا ہے تو اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو وہ اسے ایسا عذاب چکھائے گا کہ جس سے بڑا کوئی عذاب نہیں۔ یہ بالکل طے شدہ بات ہے کہ یہ سب مرنے کے بعد ہمارے ہی پاس لوٹ کر آئیں گے اور ہم نے اس کا ذمہ لے لیا ہے۔ کہ ان کے دنیا کے کرتوتوں کا ان سے رتی رتی حساب لیں گے اور ان کو اس کی سزا جزا دیں گے سورۃ الغاشیہ تمام ہوئی۔

سورۃ الغاشیہ کا خلاصہ

اس سورت میں انسان کو زندگی کی حقیقت سمجھا دی گئی ہے۔ کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہے جو قیامت کے دن کے فیصلہ کے بعد شروع ہوگی۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ لوگوں سے اسے زبردستی منوایا جائے۔ رسول تو فقط اس لیے تشریف لائے ہیں کہ انسان کو قرآن کا مطلب سمجھا دیں اور اس پر عمل کر کے دکھا دیں۔ ان کا کام یہ نہیں کہ نافرمانوں کے ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال دیں اور زبردستی اپنی بات منوا کر چھوڑیں۔ بہرحال اچھی طرح سمجھ لو کہ قیامت کے دن بدکاروں کا حال برا ہوگا۔ اور نیک لوگ جو قرآن کو مان کر اس پر خلوص کے ساتھ عمل کرتے ہیں خوش و خرم ہوں گے اور جنت کے باغوں میں چین سے بیٹھے ساری نعمتوں سے محظوظ ہو رہے ہوں گے جو اس کا انکار کرے اسے چھوڑ دو۔ آخر تو سب ہمارے پاس ہی آئیں گے۔ ہم ہر ایک سے ذرہ ذرہ کا حساب لیں گے اور ان کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دیں گے۔ جو دوزخ میں جائیں گے انہیں کانٹے دار درخت کھانے کو ملیں گے اور پینے کو کھولتا ہوا پانی یا بدن سے بہتی ہوئی پیپ ملے گی۔ ان چیزوں سے نہ پیٹ بھرے گا۔ اور نہ پیاس بجھے گی۔ بلکہ الٹی اور بے چینی اور پریشانی بڑھے گی۔

سُورَةُ الفَجرِ

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ٨٩ ہے اور یہ ان سورتوں میں سے ہے۔ جو قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئیں اس سورت میں صبح کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی قسم کھا کر ان باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جن کا اس سورت میں ذکر ہے یعنی انسان کی عزت اور ذلت کا معیار اس کا خوشحال اور دولت مند ہونا نہیں۔ اللہ کے ہاں اس کی عزت اور ذلت اس کے اعمال اور برتاؤ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ آدمی دولت اور مال ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اور جب مل جائے تو اترا تا پھرتا ہے۔ اور نہ ملے تو منہ بنا کر پڑ جاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے انسانو! تمہارا حال یہ ہے کہ تم مال کے پیچھے دیوانوں باولوں کی طرح دوڑتے ہو اور اس کے حاصل کرنے میں جائز اور ناجائز طریقوں کی پروا نہیں کرتے۔ یاد رکھو کہ ہم تمہاری ہر بات دیکھتے رہتے ہیں۔ اور وقت آنے پر سب کچھ تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیں گے۔ اس دن تمہیں معلوم ہوگا کہ اللہ نافرمانوں کو سخت ترین سزا دینے والا ہے اور وہ اپنے فرمانبردار بندوں کو اپنی رحمت سے جنت کے اندر داخل کرنے والا ہے لیکن اس وقت معلوم ہونے سے انسان کو فائدہ نہ ہوگا۔ فائدہ تو جب پہنچ سکتا ہے جب ان باتوں کو اللہ کے رسول کے سمجھانے اور قرآن کے اندر غور کرنے سے یہیں دنیا میں مان لیا جائے۔ نجات کا دارومدار اس پر ہے کہ دنیا میں سوچ سمجھ سے کام لے کر ان سب باتوں کو دل سے مانے جو اللہ نے اپنے رسول بھیج کر اور انہیں قرآن دے کر اچھی طرح واضح کر دی ہیں۔ ورنہ مرنے کے بعد تو حقیقتِ حال سب معلوم ہو جائے گی اس وقت ماننا کچھ کام نہ دے گا۔ وہاں تو فقط اچھے کاموں کی جزا ملے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

توجہ کے قابل واقعات

اٰیاتھا ۳۰ سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَکِّیَّةٌ (۸۹) رُکُوْعُھَا ۱

وَالْفَجْرِ ① وَلَيَالٍ - عَشْرٍ ②
قسم فجر کی اور راتوں دس کی
وَّالشَّفْعِ - وَالْوَتْرِ ③ وَالَّيْلِ - اِذَا
اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب
يَسْرِ ④ هَلْ - فِيْ - ذٰلِكَ - قَسَمٌ
وہ چلے تحقیق اس میں شاندار قسم ہے
لِّذِيْ - حِجْرٍ ⑤
واسطے عقل مندوں کے

وَالْفَجْرِ ① وَلَيَالٍ عَشْرٍ ②
قسم فجر کی اور دس رات کی
وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ③ وَالَّيْلِ اِذَا
اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب
يَسْرِ ④ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ
وہ چلے ان چیزوں کی قسم معتبر ہے
لِّذِيْ حِجْرٍ ⑤
ہر عقلمند کے نزدیک

فَجْر (پو پھٹنے کا وقت) اَلَّيْل (رات) یہ وقت فجر کے مقابلہ کا ہے۔ کیونکہ جیسے اس کے بعد روشنی بڑھتی رہتی ہے اسی طرح رات کے بڑھنے سے روشنی گھٹتی چلی جاتی ہے۔

لَيَالٍ عَشْرٍ (دس رات) ہر مہینہ میں دس پہلی دس پچھلی اور دس بیچ کی راتیں ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر دس کی کیفیت الگ الگ ہوتی ہے۔

اَلشَّفْع اَلْوَتْر (جفت اور طاق) یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

اِذَا يَسْرِ (جب چلے) اصل میں یَسْرِیْ ہے اذا کی وجہ سے آخر میں جزم ہوگیا اور یا گر گئی۔ اس کا مادہ س - ر - ی سُریٰ کے معنی رات کے اندھیرے میں چلنا۔ یہاں خود رات کا چلنا مراد ہے۔

ارشاد ہے کہ فجر اور رات مہینہ کی دس دس راتوں کا مجموعہ اور جفت اور طاق ان حالتوں میں سے ہر حالت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اور یہ اختلاف غور کے قابل ہے۔ اور اس کی قسم کھا کر اس کی طرف توجہ دلائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اسی طرح آدمی کے اپنے حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا کے سارے ادلتے بدلتے حالات ختم ہو جائیں گے اور آخرت کا دور دورہ ہوگا۔ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں انسان کے اپنے حالات کیسے بدلے اور ان کا کیا نتیجہ ہوا ان کا بیان سنو اور اس سے اپنے لیے مفید نتیجے نکالو اور پھر ایسی باتیں اختیار کرو جن سے آخرت میں بھلا ہو اور آرام کی زندگی ملے۔

انسان کے خیالات کی اصلاح

اَلَمْ - تَرَ - كَيْفَ - فَعَلَ - رَبُّكَ - بِعَادٍ (٦)
کیا نہ دیکھا تو نے کیسا معاملہ کیا تیرے رب نے ساتھ عاد
اِرَمَ - ذَاتِ الْعِمَادِ (٧) الَّتِیْ - لَمْ - يُخْلَقْ
ارم کے ستونوں والے وہ جو کہ نہیں بنایا گیا
مِثْلُهَا - فِی الْبِلَادِ (٨) وَ ثَمُوْدَ - الَّذِيْنَ
اس جیسا شہروں میں اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے
جَابُوا الصَّخْرَ - بِالْوَادِ (٩) وَ فِرْعَوْنَ
کاٹے سخت پتھر وادی میں اور فرعون کے ساتھ
ذِی الْاَوْتَادِ (١٠) الَّذِيْنَ - طَغَوْا - فِی الْبِلَادِ (١١)
جو میخوں والا تھا یہ وہ تھے جنھوں نے سرکشی کی ملکوں میں
فَاَكْثَرُوْا - فِيْهَا - الْفَسَادَ (١٢) فَصَبَّ
پس بہت مچایا ان میں فساد پس ڈال دیا
عَلَيْهِمْ - رَبُّكَ - سَوْطَ - عَذَابٍ (١٣)
ان پر تیرے رب نے کوڑا عذاب کا

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (٦)
کیا تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیسا معاملہ کیا
اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (٧) الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ
جو ارم میں تھے بڑے ستونوں والے کہ ان جیسی عمارتیں سارے
مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ (٨) وَ ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ
شہروں میں کہیں نہیں بنیں اور ثمود کے ساتھ جنھوں
جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (٩) وَ فِرْعَوْنَ
نے وادی میں پتھروں کو تراشا اور میخوں والے
ذِی الْاَوْتَادِ (١٠) الَّذِيْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ (١١)
فرعون کے ساتھ یہ سب وہ تھے جنھوں نے ملکوں میں سر اٹھایا
فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ (١٢) فَصَبَّ
اور پھر ان ملکوں میں بہت سی خرابی ڈالی پھر پھینکا
عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (١٣)
تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا

اِرَمَ عاد کے باپ دادوں میں سے ایک کا نام ہے۔ یا اسی شہر کا نام ہے۔ جہاں عاد رہتے تھے۔ ذَاتِ الْعِمَادِ (ستونوں والے) عاد کی صفت ہے یہ لوگ اونچے ستونوں والی عمارتیں بناتے تھے یا شہر ارم کی صفت ہے کہ اس میں اونچے اونچے ستونوں کی عمارتیں بنی ہوئی تھیں، جابوا (کاٹتے تھے) ماضی کا صیغہ ہے ج۔ و۔ ب سے جَوْبٌ کے معنی کاٹنے اور تراشنے کے ہیں۔ صَخْرٌ سخت چٹان) یہ لوگ بڑے سنگ تراش تھے۔ چٹانوں کو کاٹ کر ان کے گھر بناتے تھے۔ ذِی الْاَوْتَادِ (میخوں والے) ذی کے معنی والا اوتاد وَتَدٌ کی جمع ہے میخ کو کہتے ہیں۔ فرعون بڑے لاؤ لشکر والا تھا۔ جسے خیمے طنابیں گاڑنے کے لیے بہت سی لوہے کی میخوں کی ضرورت پڑتی تھی۔ نیز وہ لوگوں کو چت لٹا کر چاروں ہاتھ پاؤں میں میخ ٹھونک کر زمین سے جما دیتا تھا۔

ارشاد ہے کہ عاد اپنے وقت میں بڑے سخت اور طاقتور لوگ تھے۔ بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے اور سمجھتے کہ ان کی طاقت ہمیشہ بنی رہے گی۔ اسی طرح ان کے بعد ثمود کی قوم ہوئی۔ یہ لوگ پہاڑوں کو کاٹ کر گھر بناتے اور اس میں رہتے تھے۔ کہ ہم ہمیشہ ایسے ہی دندناتے رہیں گے۔ ایسے ہی مصر کا بادشاہ فرعون تھا بڑے سامان اور لشکر والا تھا۔ وہ بھی سمجھتا تھا کہ میری طاقت ہمیشہ بنی رہے گی۔ چنانچہ ان سب لوگوں نے اپنے اپنے وقت میں شر اور فساد پھیلایا اور کمزوروں کو دبایا۔ آخر اللہ کے عذاب نے انہیں آگھیرا اور وہ طرح طرح کی آفتوں میں پھنس کر دنیا سے چلتے بنے۔

انسان کیا سوچتا ہے؟

اِنَّ - رَبَّكَ - لَبِالْمِرْصَادِ ⑭ فَاَمَّا
تحقیق رب تیرا البتہ گھات میں ہے پس یہ جو
الْاِنْسَانُ - اِذَا مَا - ابْتَلٰىهُ - رَبُّهٗ - فَاَكْرَمَهٗ
انسان ہے جب کبھی جانچتا ہے اسے اس کا رب پس عزت دیتا ہے
وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ - رَبِّيْٓ - اَكْرَمَنِ ⑮
اور نعمت عطا کرتا ہے اسے پس کہتا ہے میرے رب نے عزت بخشی مجھے
وَاَمَّآ - اِذَا مَا - ابْتَلٰىهُ - فَقَدَرَ
اور یہی ہے کہ جب کبھی جانچتا ہے اسے اس کا رب پیمانہ سے دیتا ہے
عَلَيْهِ - رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ - رَبِّيْٓ
اسے رزق اس کا تو کہتا ہے میرے رب نے
اَهَانَنِ ⑯
رسوا کیا مجھے

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ⑭ فَاَمَّا
بے شک تیرا رب گھات میں ہے سو یہ جو آدمی
الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ
ہے جب اس کو اس کا رب جانچے پھر اس کو عزت
وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ⑮
دے اور نعمت دے تو کہے میرے رب نے مجھے عزت دی
وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ
اور جس وقت اسے جانچے پھر اس پر روزی کی
عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ
کھینچ کرے تو کہے میرے رب نے
اَهَانَنِ ⑯
مجھے ذلیل کیا

اَكْرَمَنِ اصل میں اَكْرَمَنِيْ ہے ی وقف کی وجہ سے گرگئی۔ اَهَانَنِ اصل میں اَهَانَنِيْ ہے ی وقف کی وجہ سے گرگئی یہ اَهَانَةٌ سے ماضی ہے۔ اِهَانَةٌ کے معنی ذلیل کرنا رسوا کرنا۔

ارشاد ہے کہ اللہ جس نے سارے جہان کو پیدا کیا اور اس میں ادلتے بدلتے حالات رکھے ہر شخص کو کام کرتے بھانپ رہا ہے۔ ہر ایک پہ اس کی نگاہ ہے۔ ہر ایک کے اعمال کے مطابق اسے دنیا اور آخرت دونوں میں جزا سزا دیتا ہے۔ آگے انسان کی حالت کا بیان ہے کہ کسی انسان کو اللہ عزت مرتبہ مال و دولت خوب عطا کرتا ہے۔ تو وہ بڑا خوش ہوتا ہے۔ اور اتراتا پھرتا ہے کہ اللہ نے مجھے عزت اور دولت دونوں دے کر مجھ پر بڑا کرم کیا ہے۔ دوسری طرف اگر کسی انسان کو نپی تلی روزی دیتا ہے۔ اور اس کے پاس خرچ کرنے کے بھی گنے ہوئے پیسے ہوتے ہیں۔ تو وہ ناک بھوں چڑھاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ایسا ذلیل اور حقیر کر دیا کہ لوگوں کی نگاہ میں میری ذرا بھی وقعت نہیں۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ دنیا میں تونگری یا مفلسی ہر ایک کو ملتی ہے اس سے اس کا امتحان لینا مقصود ہے۔ یہ اترانے کے لیے یا منہ بنا کر بیٹھنے کے لیے نہیں ہے۔

ہونا کیا چاہیے؟

كَلَّا - بَلْ - لَّا تُكْرِمُوْنَ - الْيَتِيْمَ (۱۷) وَلَا
ہرگز نہیں بلکہ تم عزت نہیں کرتے یتیم کی اور نہیں
تَحٰٓضُّوْنَ - عَلٰى - طَعَامِ - الْمِسْكِيْنِ (۱۸)
ترغیب دیتے آپس میں اوپر کھانے محتاج کے
وَتَاْكُلُوْنَ - التُّرَاثَ - اَكْلًا لَّمًّا (۱۹)
اور کھا جاتے ہو مردہ کا مال کھانا سب سمیٹ کر
وَّتُحِبُّوْنَ - الْمَالَ - حُبًّا - جَمًّا (۲۰) كَلَّا - اِذَا
اور محبت کرتے ہو مال سے محبت بہت ہرگز نہیں جب
دُكَّتِ - الْاَرْضُ - دَكًّا دَكًّا (۲۱) وَّجَآءَ -
برابر کردی جائے زمین کوٹ کوٹ کر اور آئے
رَبُّكَ - وَالْمَلَكُ - صَفًّا صَفًّا (۲۲) وَجِایْٓءَ
تیرا رب اور فرشتے پرے کے پرے اور لائی جائے
يَوْمَئِذٍۭ - بِجَهَنَّمَ ۙ - يَوْمَئِذٍ - يَّتَذَكَّرُ
اس دن دوزخ اس دن سوچے گا
الْاِنْسَانُ - وَاَنّٰى - لَهُ - الذِّكْرٰى (۲۳)
انسان اور کہاں موقع اس کے لیے سوچنے کا

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (۱۷) وَلَا
کوئی نہیں بر تم یتیم کو عزت سے نہیں رکھتے اور آپس
تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (۱۸)
میں محتاج کے کھلانے کی تاکید نہیں کرتے
وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا (۱۹)
کھا جاتے ہو مردہ کا مال سارا سمیٹ کر
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۲۰) كَلَّآ اِذَا
اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر کوئی نہیں جب
دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۲۱) وَّجَآءَ
پست کردی جائے زمین کوٹ کوٹ کر اور تیرا رب
رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (۲۲) وَجِایْٓءَ
آئے اور فرشتے قطار در قطار اور اس
يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ
دن لائی جائے دوزخ اس دن آدمی
الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى (۲۳)
سوچے گا اور کہاں ملے اسے سوچنا

تَحٰٓضُّوْنَ (اکسانے۔ترغیب دیتے) مضارع کا صیغہ ہے۔ تَحَاضّ سے اصل میں تَتَحَاضَضُوْنَ ہے استعمال میں پہلی تے گر گئی اور ضاد کو ضاد میں ادغام کر دیا۔ اس کا مادہ ح۔ض۔ض ہے۔ حَضٌّ کے معنی ابھارنا۔اکسانا۔تَحَاضٌّ کے معنی ایک دوسرے کو اکسانا لَمًّا (جمع کر کے سمیٹ کے) مادہ ل۔م۔م ہے لَمٌّ سب سمیٹ لینا پہلے گذر چکا ہے جَمٌّ (ڈھیر۔زیادہ) صفت کا صیغہ ہے ج۔م۔م سے جَمٌّ بہت زیادہ چیز اور ڈھیر کو کہتے ہیں۔ دُكَّتْ کوٹ دی جائے ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ د۔ک۔ک سے دَكٌّ کے معنی کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دینا دَكًّا اس کے بعد مفعول مطلق کے طور پر مذکور ہے۔ ارشاد ہے کہ مال اس لیے نہیں ملا کہ اعزاز اور نہ مفلسی ذلت کی کوئی نشانی ہے۔ یہ تو دنیا کے مختلف حالات ہیں جن میں سے گزار کر ہر شخص کا امتحان مقصود ہے انسان کو چاہیے کہ مال ملا ہے تو اس سے یتیموں کی پرورش کرے مسکینوں کو خود بھی کھلائے اور دوسروں کو بھی کھلانے کو کہے مال جمع کرنے کے لیے نہیں عنقریب قیامت آئے گی اور سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اور دربار الٰہی منعقد ہوگا۔ جہنم کو سامنے لاکر رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت انسان کی آنکھیں کھلیں گی لیکن اس وقت سمجھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ سمجھنا ہے تو آج سمجھ لو ورنہ پھر خیر نہیں۔

آخری منظر

يَقُوْلُ - يٰلَيْتَنِيْ - قَدَّمْتُ - لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾
کہے گا اے کاش کہ بھیج دنیا میں پہلے بوقت زندگی اپنی کے
فَيَوْمَئِذٍ - لَّا يُعَذِّبُ - عَذَابَهٗٓ - اَحَدٌ ﴿۲۵﴾
پس اس دن نہ عذاب دے گا اس کا سا عذاب کوئی اور
وَّلَا يُوْثِقُ - وَثَاقَهٗٓ - اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا
نہ گرفتار کرے گا اس کا سا گرفتار کرنا کوئی اے
النَّفْسُ - الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْٓ - اِلٰى
نفس اطمینان حاصل کیے ہوئے واپس چل طرف
رَبِّكِ - رَاضِيَةً - مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ
رب اپنے کے خوش خوش پسند کیا ہوا پس داخل ہو
فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾
بندوں میں میرے اور داخل ہو جنت میں میری

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾
کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں کچھ اپنی زندگی میں آگے بھیج دیتا
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾
پھر اس دن اس کا سا عذاب نہ دے گا کوئی اور
وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا
نہ باندھے گا اس کا باندھنا کوئی اے وہ جی
النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى
جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ
کی طرف تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس داخل
فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾
ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں

لِحَيَاتِيْ (اپنی زندگی کے زمانے میں) یعنی جب دنیا میں زندہ تھا۔ یہ لام وقت ظاہر کرتا ہے جیسے لِعِدَّتِهِنَّ میں جو سورۃ الطلاق میں گزرا يُوْثِقُ (باندھے گا) مضارع کا صیغہ ہے اِیْثَاقٌ سے جو اصل میں اِوْثَاقٌ ہے جو و - ث - ق سے بنا ہے وُثُوْقٌ اعتماد مضبوطی اِیْثَاقٌ مضبوط کرنا جکڑنا۔ اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (وہ نفس جسے اطمینان حاصل ہو گیا ہو) نفس کی تین حالتیں سورۃ اِلْقِيٰمَة میں بیان ہوئیں جن کی بنا پر اس کا لقب امارۃ - لوامۃ - مطمئنّۃ ہوتا ہے۔ راضیۃ خوش اسم فاعل مؤنث ہے - ر۔ض۔و سے رضا کے معنی کسی سے خوش ہو جانا مَرْضِيَّةً (پسندیدہ) اسم مفعول مونث ہے۔ ر۔ض۔و سے رضو کے معنی انتخاب کرنا پسند کرنا ؂

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن وہ شخص جس نے دنیا میں اللہ کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن حکیم کا کہنا نہ مانا تھا۔ کہے گا جب کہ اس وقت اس کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ کاش میں جب دنیا میں زندہ تھا۔ اس وقت ایسے نیک کام کر لیتا۔ جو آج یہاں کام آتے۔ افسوس لوگ آج اللہ کو بالکل بھول چکے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن اللہ اپنے نافرمانوں کو ایسا سخت عذاب دے گا۔ جو دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔ اور ایسی کڑی بندش میں جکڑے گا۔ کہ کوئی ویسی بندش میں نہیں جکڑ سکتا ؂

اس کے مقابلہ میں جس شخص نے اللہ کی باتوں سے دنیا میں مطمئن ہو کر نیک عمل کئے تھے اور ان باتوں میں کوئی شک و شبہ اس کے دل میں نہ رہا تھا۔ اس سے کہا جائے گا کہ آج تو اپنے رب کی طرف خوشی خوشی چل تو اس سے خوش اور وہ تجھے اپنا بندہ بنانے میں خوش۔ ارشاد ہو گا۔ کہ آج تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں رہ ؂

سورۃ الفجر کی تعلیم

یہ سورت انسان کو ایک بہت ہی ضروری بات بتاتی ہے۔ جس کی طرف وہ بہت کم توجہ کرتا ہے۔ حالانکہ اس کو اچھی طرح سمجھے بغیر اسے کبھی کامیابی کی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ انسان دنیا کی ظاہری حالتوں کے الٹ پھیر میں الجھ کر رہ جاتا ہے وہ صبح شام کے تغیر و تبدل کو دلچسپی کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس سے لطف اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ موسم کے تغیر تبدل سے مزا اٹھاتا ہے۔ اور ہر موسم میں اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کے سامان اکٹھے کرتا ہے۔ وہ دنیا کی چیزوں کو مختلف تعداد میں جمع ہوتے دیکھتا ہے بعض تعداد دو پر تقسیم نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً ۱-۳-۵ وغیرہ انہیں وہ طاق کہتا ہے اور بعض دو پر تقسیم ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ۲-۴-۶-۸ وغیرہ ان کا نام جفت رکھتا ہے۔ پھر ان میں سے کسی کو اپنے لیے مبارک اور بعض کو منحوس سمجھتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی زندگی کو فقط بیرونی حالات کا مجموعہ قرار دیتا ہے۔ اگر اسے مال ملنے لگتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر مفلسی نصیب ہوتی ہے۔ تو رنجیدہ اور اداس ہوتا ہے ۞

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسان زندگی کے مختلف حالات کو زندگی مانتا ہے اور انہیں کے ادھیڑ پن میں مصروف ہو جاتا ہے۔ مال و دولت کو زندگی کا خلاصہ سمجھتا ہے اور اسی کے جمع کرنے میں لگ جاتا ہے۔ پیسہ نہیں ہوتا تو اس کے فکر میں اس کی جان پر بن آتی ہے۔ انسان کو اس سورت میں بتایا گیا ہے۔ کہ تیری زندگی کچھ اور ہی چیز ہے۔ مالداری اور مفلسی میں کچھ نہیں رکھا۔ اصل زندگی اللہ عزوجل پر ایمان لانا اور اس کے آگے سر جھکا کر اس کے حکم بجالانے کا نام ہے۔ دنیا کے حالات میں تغیر و تبدل رکھ کر اور خود انسان کے اپنے حالات کو مختلف بنا کر انسان کا امتحان لینا مقصود ہے۔ اسے چاہیے کہ جس حال میں ہو یا جس ماحول میں ہو۔ اس کے مطابق اور مناسب اللہ کے حکموں کی تعمیل کرے اور ہر حال میں اللہ کو راضی کرنے کی دھن میں لگا رہے۔ اگر مالدار ہے۔ تو یتیموں اور محتاجوں کی مدد میں اپنا مال صرف کرے۔ اس کے جمع کرنے میں نہ لگ جائے بلکہ جتنا اللہ نے دیا ہے۔ اس میں سے اپنے اہل و عیال اور محتاج رشتہ داروں کی ضرورتیں پوری کرے اور اچھے اخلاق سیکھے اور سکھائے۔ انسان کو اپنے سے پہلوں کے حالات سے سبق سیکھنا چاہیے۔ ان لوگوں نے زندگی کے اصل مقصد کو بھلا دیا۔ اور دنیاوی شان و شوکت کے حاصل کرنے میں لگ گئے اور سمجھے کہ مال و زر اکٹھا کرنا اور دوسروں کو دبا کر رکھنا ہی اصل زندگی ہے۔ اس کا خمیازہ انہوں نے بھگتا اور اللہ نے انہیں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر کے تباہ کیا اور آخرت میں وہ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ زندگی کی اصل کامیابی اس میں ہے کہ ہر حالت میں اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری کو آنکھوں کے سامنے رکھے۔ خوشحالی میں اس کا شکر کرے اور محتاجوں اور مسکینوں کی مدد کرے۔ اگر تنگ دستی ہو تو اپنے آپ کو نہ ذلیل سمجھے اور نہ دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ بلکہ بہر حال میں اللہ کا حکم بجالائے اور اس کا بندہ بن کر رہے۔ ایسے ہی لوگ جنت کے مستحق ہوں گے ۞

سورۃ البلد

ترتیب قرآنی کے مطابق اس سورت کا عدد ۹۰ ہے اور یہ مکہ میں بہت ہی شروع کے زمانے میں نازل ہوئی پہلی سورت میں انسان کو بتایا گیا کہ دنیا کے اولتے بدلتے حالات کی دلچسپیوں اور زنکروں میں ہر وقت مت پھنسے رہا کرو تمہیں ہر حال میں اپنی زندگی سنوارنے کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اور وہ عقیدے اور کام اختیار کرنے چاہئیں جس سے تمہارا دنیا وآخرت دونوں میں بھلا ہو۔ اس سورت میں انسان کو شہر کے اندر مل جل کر رہنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کیونکہ انسان شہر بنائے بغیر اجتماعی زندگی بسر نہیں کرسکتا اور اجتماعی زندگی انسان کی اصل زندگی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے اس لیے شہر والوں پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ان کا اسے علم ہونا چاہیے ٭

ارشاد ہے کہ اس شہر مکہ کی حالت پر غور کرو جہاں اے رسول خود تمہیں رہنا پڑ رہا ہے شہر کی زندگی میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہاں باہمی رشتوں اور قرابتوں کا لحاظ ہر کام میں کرنا پڑتا ہے اور ہر شخص کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ محنت اور مشقت کرنی ضروری ہوتی ہے انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہر طرح اللہ کی قدرت کے تحت ہے اسے اس بات پر اترانا نہ چاہیے کہ اس کے پاس بہت سا مال ہے اور وہ اسے جیسے اور جس طرح چاہے خرچ کرسکتا ہے کوئی اس کا دیکھنے والا اور اس سے پوچھ گچھ کرنے والا نہیں ہے۔ انسان کو نہ چاہیے کہ اللہ عزوجل کو بھول جائے۔ اللہ نے اس کی بہترین شکل بنائی۔ دو آنکھیں۔ ایک زبان اور دو ہونٹ دیئے۔ جس سے اس کا چہرہ بالکل ہی موزوں ہوگیا پھر اسے سمجھ اور عقل عطا فرمائی جس سے اگر وہ ٹھیک کام لے تو اپنا بھلا برا اچھی طرح پہچان سکتا ہے۔ اور سمجھ سکتا ہے۔ کہ کن باتوں میں اس کا نفع ہے اور کن باتوں میں نقصان ہے۔ افسوس ہے کہ اس سے اتنا نہ ہوسکا کہ دین کے اونچے اونچے اور بڑے بڑے کام انجام دیتا۔ قیدیوں کو چھڑاتا۔ حاجت مندوں کی حاجتوں کو پوری کرنے کا بندوبست کرتا مسکینوں کو مصیبت سے نجات دیتا قحط کے زمانے میں اپنے جمع کیے ہوئے غلہ میں سے مفلسوں کی خبرگیری یتیموں کی خیر خبر رکھتا نادار رشتہ داروں کی ہر طرح مالی اور جانی مدد کرتا۔ پھر اس کے ساتھ ہی اللہ پر ایمان لاتا اور لوگوں سے کہتا کہ مصیبت کے وقت گھبرایا مت کرو صبر سے کام لے کر اللہ کی طرف رجوع کیا کرو۔ آپس میں ایک دوسرے پر شفقت اور مہربانی کیا کرو۔ جو لوگ شہری زندگی کے ان فرائض کو ادا کریں گے۔ اللہ پر ایمان لائیں گے۔ اور آپس میں نیک کاموں کے اندر میل جول بڑھائیں گے۔ یہ لوگ ہر جگہ کامیاب رہیں گے دنیا اور آخرت دونوں جگہ ان کا بھلا ہوگا۔ لیکن جو لوگ ہماری آیتوں کو خاطر میں نہ لائیں گے۔ ان کو جھوٹ سمجھیں گے۔ وہ لوگ بدبختی میں گرفتار ہوں گے۔ دنیا میں جیسے تیسے گزر کرنے کے بعد جب وہ قیامت میں دوبارہ پیدا ہوں گے۔ تو ان کو آگ میں ڈال دیا جائے گا جو انہیں ہر طرف سے گھیرے لے گی ٭

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ۹۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۲۰ - رُكُوْعُهَا ۱

شہری زندگی کی طرف نظر کرو

لَآ - اُقْسِمُ - بِهٰذَا - الْبَلَدِ ۱ وَاَنْتَ حِلٌّ
یہ بات نہیں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور تو ٹھہرا ہوا ہے
بِهٰذَا - الْبَلَدِ ۲ وَوَالِدٍ - وَّمَا وَلَدَ ۳ لَقَدْ
اس شہر میں اور والد کی اور جو پیدا ہوا اس کے ہاں البتہ تحقیق
خَلَقْنَا - الْاِنْسَانَ - فِيْ كَبَدٍ ۴ اَيَحْسَبُ - اَنْ
پیدا کیا ہم نے انسان کو مشقت میں پھنسا ہوا گمان کرتا ہے وہ کہ
لَّنْ - يَّقْدِرَ - عَلَيْهِ - اَحَدٌ ۵ يَقُوْلُ - اَهْلَكْتُ
ہرگز نہ قدرت رکھتا ہے اس پر کوئی کہتا ہے خرچ کر ڈالا میں نے
مَالًا - لُّبَدًا ۶ اَيَحْسَبُ - اَنْ - لَّمْ - يَرَهٗ
مال ڈھیر سارا کیا گمان کرتا ہے کہ نہیں دیکھا اسے
اَحَدٌ ۷ اَلَمْ - نَجْعَلْ - لَّهٗ - عَيْنَيْنِ ۸
کسی نے کیا نہیں بنائیں ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں
وَلِسَانًا - وَّشَفَتَيْنِ ۹ وَهَدَيْنٰهُ - النَّجْدَيْنِ ۱۰
اور زبان اور ہونٹ دو اور سجھائے ہم نے اسے دو راستے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۱ وَاَنْتَ حِلٌّ
قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تو اترا ہوا ہے
بِهٰذَا الْبَلَدِ ۲ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۳ لَقَدْ
اس شہر میں اور باپ کی اور اس کی اولاد کی تحقیق
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۴ اَيَحْسَبُ اَنْ
ہم نے محنت میں گرفتار بنایا انسان کو کیا وہ یہ خیال
لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۵ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ
رکھتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا کہتا ہے میں نے
مَالًا لُّبَدًا ۶ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ
ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا کیا وہ یہ خیال رکھتا ہے کہ اس
اَحَدٌ ۷ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۸
کو کسی نے نہیں دیکھا بھلا ہم نے نہیں دیں اسے دو آنکھیں
وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۹ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۱۰
اور زبان اور دو ہونٹ اور دکھلا دیں اسے دو گھاٹیاں

حِلٌّ (نازل مقیم) اسم ہے ح - ل - ل سے حَلَّ کے معنی اترنا - نازل ہونا اسی سے حَلَالٌ بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں جائز جو حرام کے مقابل ہے اگر حِلٌّ اس سے اسم مانا جائے تو اس کے معنی ہوں گے۔ کسی کام کرنے کی اجازت رکھنے والا اس وقت یہ اس کی طرف اشارہ ہوگا کہ اے رسول اس شہر میں تمہیں ایک دفعہ قتل اور قید کرنے کی اجازت ہوگی یعنی فتح مکہ کے دن کَبَدٌ محنت مشقت سے مراد یہ ہے کہ انسان محنت اور کام کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے لُبَدٌ (ڈھیر سارا) لِبْدَةٌ کی جمع ہے۔ جس کی ایک جمع لِبَدٌ ہے۔ جو سورۃ الجن میں گزری نجدین نجْدٌ کا تثنیہ منسوب ہے۔ نجد اونچے مقام کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد اونچا اور بڑا درجہ ہے۔ یعنی بھلے برے میں تمیز کرنا ارشاد ہے کہ تم جو سوچتے ہو وہ بات نہیں ہے۔ اس شہر مکہ کی حالت کو دیکھو جسے ایک روز نمونہ کا شہر بننا ہے اور جس میں ہمارا رسول ایک دن بہ حیثیت فاتح داخل ہوگا۔ انسان اور اس کی اولاد کے اکٹھے ہونے سے شہری زندگی شروع ہوتی ہے۔ ہر انسان کو اپنے شہری فرض ادا کرنے چاہییں۔ کسی کو نکما ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ اس پر ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔ مالدار اتراتا نہ پھرے کہ میں نے جیسے چاہا ڈھیر مال خرچ کر دیا۔ وہ سمجھے کہ میں ہر طرح سے اللہ کے بس میں ہوں اور وہ میرے سب کام دیکھ رہا ہے انسان کو اللہ ہی نے چہرہ کو خوبی عطا کی دو آنکھیں ایک زبان اور دو ہونٹ اپنی اپنی جگہ سجا دیئے اور پھر عقل دی جس سے کام لے کر وہ اپنے فائدے اور نقصان کو پہچانے۔

افسوس جو کرنا تھا نہ کیا

فَلَا - اقْتَحَمَ - الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَا - اَدْرٰىكَ
پس نہ داخل ہوا وہ گھاٹی میں اور کس نے بتایا تجھے
مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ - رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ - اِطْعٰمٌ - فِيْ
کیا ہے وہ گھاٹی چھڑانا گردن کا یا کھانا کھلانا
يَوْمٍ - ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا - ذَا - مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾
دن بھوک والے میں یتیم کو جو قرابت والا ہو
اَوْ مِسْكِيْنًا - ذَا - مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ - كَانَ
یا محتاج کو جو خاک میں مل رہا ہو پھر ہو
مِنَ الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَتَوَاصَوْا - بِالصَّبْرِ
ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور آپس میں نصیحت کی صبر کی
وَتَوَاصَوْا - بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ - اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾
اور آپس میں نصیحت کی رحم کرنے کی یہی لوگ خوش نصیب ہیں
وَالَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - بِاٰيٰتِنَا - هُمْ
اور جنھوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا وہی ہیں
اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ - نَارٌ - مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾
بدبخت ان پر آگ ہے بند کی ہوئی

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَا اَدْرٰىكَ
پس وہ گھاٹی پر آکر نہ دھمکا اور تو کیا سمجھا کیا ہے
مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ
وہ گھاٹی آزاد کرنا اسیر کا یا بھوک کے
يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾
دن میں کھلانا یتیم کو جو قرابت والا ہے
اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ
یا محتاج کو جو خاک میں مل رہا ہے پھر ہو
مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
ایمان والوں میں جو آپس میں تحمل کی تاکید کرتے ہیں اور رحم
وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾
کھانے کی آپس میں نصیحت کرتے ہیں وہ لوگ بڑے نصیب والے ہیں
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ
اور جو ہماری آیتوں سے منکر ہوئے وہ
اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾
کم بخت ہیں انہی کو آگ میں مونددیا ہے

اِقْتَحَمَ (ہمت کر کے گھس گیا) ماضی ہے اِقْتِحَامٌ سے جو ق - ح - م سے بنا ہے تَحَمٌ کے معنی بے دھڑک اندر چلے آنا اِقْتَحَمَ کے بھی یہی معنی ہیں۔ مگر ذرا مبالغہ کے ساتھ مَسْغَبَةٌ (بھوک) مصدر میمی ہے س - غ - ب سغب اور سغبة دونوں کے معنی بھوک کے ہیں بھوک کے دن سے مراد قحط کا زمانہ ہے مَتْرَبَةٌ (مٹی خاک) مصدر میمی ہے ت - ر - ب سے تُرَاب اور مَتْرَبَة دونوں کے معنی مٹی کے ہیں۔ مٹی میں ملنے سے مراد محتاج ہونا ہے۔ مُؤْصَدَةٌ (سب طرف سے بند) اسم مفعول مؤنث ہے ایصاد سے جس کا مادہ ا - ص - د ایصاد کے معنی ہر طرف سے بند کر دینا۔ انسان کی اجتماعی زندگی چاہتی ہے۔ کہ ہر شخص اپنی خواہشوں کو روک کر جو کچھ اس کے پاس ہے دوسروں کے لیے خرچ کرے اور چونکہ یہ دشوار کام ہے اسلیئے ایسا سمجھو جیسے پہاڑ پر چڑھنا۔ انسان کو چاہیے کہ غلاموں اور قیدیوں کو دوسروں کی گرفت سے نجات دلائے اور جب غلہ مہنگا ہو اور لوگ بھوک کے مر رہے ہوں تو اپنے رشتہ دار یتیموں کو اور خاک پر پڑے ہوئے محتاجوں کو کھانا کھلائے اور اس کے ساتھ ہی اللہ پر ایمان لائے اور لوگوں کو تحمل اور برداشت کی تلقین اور آپس میں رحم کھانے کی تاکید کرتا رہے۔ جو یہ باتیں اختیار کرے گا وہ بڑا خوش قسمت ہے دوسری طرف جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کریں گے وہ بڑے بدقسمت لوگ ہیں۔ ان کی دنیا میں تو خیر جیسے تیسے بسر ہو جائے گی اور گرتے پڑتے قبر تک پہنچ جائیں گے لیکن مرنے کے بعد انہیں دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا اور آگ میں ڈال کر ہر طرف سے اس کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

سورۃ البلد سے سبق

اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ اسلام میں ایک شہری کے فرائض کیا ہیں تو اسے اس سورت کو غور سے پڑھنا چاہیے اور گہرے فکر سے کام لینا چاہیے اسے اس کا پتہ بخوبی چل جائے گا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ ہی کے باشندے ہیں۔ لیکن اس وقت مکہ والوں نے ان کے ساتھ اس قدر بدسلوکی پر کمر باندھی تھی کہ جس کا ذکر سن کر ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس میں انسان کو بتایا گیا ہے۔ کہ شہر بنا کر رہنا انسان کی فطری ضرورت ہے کیونکہ جب انسان گھر بساتا ہے اور اولاد ہونی شروع ہوتی ہے تو خواہ مخواہ آبادی بڑھ جاتی ہے۔ آپس میں مل جل کر رہنے کا سب سے پہلا اصول یہ ہے۔ کہ ہر انسان سمجھ لے کہ معاشی زندگی میں وہ نکمے پڑے رہنے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے ہر ایک انسان کو اپنے مقدور بھر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے میں کوشش محنت اور مشقت کرنی چاہیے۔ چونکہ ہر ایک کی ذہنی اور جسمانی قوتیں یکساں نہیں ہیں اس لیے ہر ایک کی کوشش کا نتیجہ الگ الگ ہوگا۔ کسی کا دماغ تیز ہوگا۔ کسی کے ہاتھ پاؤں خوب چلتے ہوں گے۔ کوئی تھوڑی سی کوشش سے مالدار ہو جائے گا۔ کوئی پاپڑ بیلنے کے باوجود بہت تھوڑا کما سکے گا۔ بہرحال مالدار ہو یا مفلس ہر ایک شخص کو خیال رکھنا چاہیے کہ جس نے یہ ساری کائنات پیدا کی ہے۔ اسی کے قدرت کے تحت میں بھی ہوں۔ مالدار کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے مال کو جس طرح چاہے خرچ کرے خوب گلچھڑے اڑائے اور دوسروں کو ترسا ترسا کر خوب کھائے پیئے شادی بیاہ میں بے تکا خرچ کرے اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کرائے۔ وہ یاد رکھے کہ اس کے کرتوت اس کا مالک اور رب خوب دیکھ رہا ہے۔ کیا یہ اپنے رب کو پہچانتا نہیں۔ اس کی آنکھیں زبان ہونٹ اسی نے اس کے چہرے پہ سجائے ہیں اسی نے اسے اتنی عقل دی ہے کہ اپنے بھلے بُرے کو اچھی طرح پہچان لے۔ اچھا اے انسان اب سن لے کہ تجھے اپنی خواہشیں دبا کر اپنی دولت کس طرح خرچ کرنی چاہیے۔ جو شخص دوسرے کی غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہو یا کسی اور مصیبت میں پھنسا ہوا ہو۔ اس کی گردن اس غلامی اور مصیبت سے چھڑانے میں اپنی دولت صرف کر قحط کے زمانے میں یتیموں اور محتاجوں کو کھلا پلا اور ان کو بھوک پیاس کی آفتوں سے نجات دینے میں مدد کر۔ اللہ پر ایمان لا اور لوگوں کو اچھے اخلاق سکھا۔ ان کو تعلیم دے۔ کہ مصیبت سے گھبرائیں نہیں صبر اور تحمل سے کام لیں اور باہم ایک دوسرے پر رحم اور مہربانی کرتے رہیں۔ جنہوں نے ان اصولوں کی پابندی کی وہ لوگ واقعی خوش قسمت ہیں۔ اور ان کا دونوں جہاں میں بھلا ہو گا۔ اور جنہوں نے قرآن حکیم کی آیتوں کو جھوٹ موٹ کی باتیں سمجھا وہ بدبخت شقی اور کم نصیب ہیں۔ انہیں دنیا ہی میں معلوم ہو جائے گا کہ وہ سراسر غلط چال چل رہے تھے۔ اور پھر جب مرنے کے بعد وہ دوبارہ پیدا ہوں گے۔ تو ان کی سزا یہ ہو گی کہ وہ آگ کے ڈھیر میں ڈال دیئے جائیں گے۔ ان کے چاروں طرف آگ ہی آگ ہو گی اور کھڑکیاں دروازے سب بند کر دیئے جائیں گے۔

نعوذ باللہ

سورۃ الشّمس

ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۹۱ ہے اور یہ مکّہ میں پہلی سورت کے ساتھ ہی نازل ہوئی۔ پچھلی سورت میں انسان کو شہری زندگی کے اصول سمجھائے گئے تھے۔ اس سورت میں اسے اپنی ذاتی اصلاح کا طریقہ بتایا جارہا ہے کیونکہ کسی انسان کو اپنی زندگی بہتر بنانے سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کا انتظام اس پر قائم ہے کہ اس میں ایک دوسرے کی مقابل کی چیزیں پیدا کی گئی ہیں۔ سورج کی گرم۔ چاند کی ٹھنڈی روشنی دن کا اجالا۔ رات کی تاریکی اونچا آسمان اور نیچی زمین دنیا کی گرمی اور ٹھنڈک اجالے اور اندھیرے بلندی اور پستی کا نمونہ انسان کے اپنے اندر موجود ہے اس کے نفس میں بھلائی اور برائی دونوں کی استعداد رکھ دی گئی ہے۔ اگر یہ بھلائی کی طرف جھکے گا تو زندگی میں کامیاب ہوگا اور برائی کی طرف جھکے گا تو تباہ وبرباد ہوگا۔

ثمود کی قوم کے حالات پر نظر کرو۔ وہ لوگ برائی کی طرف مائل ہوئے اور ان کے ایک بدبخت شخص نے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی کو کاٹ کر ڈال دیا۔ آخر اللہ نے اس قوم کو تباہ کیا کیونکہ اللہ کے اختیار میں سب کچھ ہے اور اسے اپنے کام کے نتیجوں کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اس سورت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے جس طرح عالم کے ظاہری انتظام کے لیے سورج، چاند، دن، رات اور زمین بنائے ہیں۔ اسی طرح انسان کی ہدایت کا بھی اسی سے ملتا جلتا انتظام کیا ہے۔ انسان کا بدن تو عالم ظاہری سے تعلق رکھتا ہے اس لیے وہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھائے گا۔ جو عالم ظاہری کے انتظام کی غرض سے بنی ہیں۔ جیسے سورج چاند وغیرہ لیکن اس کے اندر ایک چیز اور ہے جسے نفس یا روح کہتے ہیں۔ اس کے لیے دنیا کے ظاہری سامان میں پھنس جانا تباہی کا باعث ہے اس لیے اسے سیدھی راہ بتانے کے لیے الگ بندوبست کیا گیا ہے دنیا کے سورج کی طرح ایک اندرونی سورج ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کے بعد آپ کے صحابہ اور علماء امت چاند کی طرح ہیں جس طرح چاند سورج سے روشنی لے کر ہر جگہ پھیلاتا ہے اسی طرح صحابہ اور علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نورِ ہدایت لے کر دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ یہ اگر ذرا کسی کو زیادہ ملا تو وہ اس کے لیے گویا دن ہے۔ اور تھوڑا سا ملا تو وہ رات ہے۔ اس طرح ظاہری نظام کی طرح ایک روحانی نظام بھی اندر اندر چل رہا ہے۔ جس سے آدمی کا نفس بھلائی کو برائی سے الگ پہچان سکتا ہے۔ اور چونکہ نفس کو اختیار حاصل ہے۔ کہ بھلائی کو پسند کرے یا برائی میں پھنس کر رہ جائے اس لیے انسان کی ایک جماعت دوسری جماعت سے الگ نظر آتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ جس نے برائی کو جان کر یا غفلت سے کسی طرح اختیار کیا اس کا انجام برا ہوگا جیسے ثمود کی قوم کا ہوا۔

سورة والشمس مَكِّيَّةٌ ۹۱ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اٰيٰتُهَا ۱۵ رُكُوْعُهَا ۱

دنیا اور انسان کی پیدائش

وَالشَّمْسِ - وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ - اِذَا
قسم سورج کی اور اس کی چڑھی ہوئی دھوپ کی اور چاند کی جب وہ
تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ - اِذَا - جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ
اس کے پیچھے آئے اور دن کی جب وہ روشن کرے اسے اور رات کی
اِذَا - يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ - وَمَا بَنٰهَا ۝۵
جب وہ ڈھانک لے اسے اور آسمان کی اور جس نے قائم کیا اسے
وَالْاَرْضِ - وَمَا - طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ - وَّمَا
اور زمین کی اور جس نے پھیلایا اسے اور انسان کے جی کی اور جس
سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا - فُجُوْرَهَا - وَتَقْوٰىهَا ۝۸
نے ٹھیک کیا اسے پس اندر ڈالی اس کے بدکاری اس کی اور پرہیزگاری اس کی

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا
قسم سورج کی اور اس کے دھوپ چڑھنے کی اور چاند کی جب اس کے
تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ
پیچھے آئے اور دن کی جب اسے روشن کرے اور رات کی
اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵
جب اسے ڈھانک لے اور آسمان کی اور جیسا اسے بنایا
وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا
اور زمین کی اور جیسا کہ اسے پھیلایا اور جی کی اور جیسا کہ
سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸
اسے ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اسے ڈھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی

طَحٰهَا پھیلایا۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ ط - ح - و طَحْوٌ کے معنی کسی چیز کو پھیلانا - بچھانا

فجور ٹھیک راستہ سے ہٹ جانا پہلے گزر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ سورج کو اور اس کی دھوپ چڑھنے کے وقت کو دیکھو - چاند پر نظر ڈالو جب وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلتا ہے سورج کی روشنی گرم ہے - چاند کی ٹھنڈی - پھر دن کو دیکھو جو سورج کو ظاہر کرتا اور چمکاتا ہے - پھر رات کو دیکھو جب وہ آکر سورج کو چھپا لیتی ہے - اور ڈھانک لیتی ہے آسمان کی طرف نظر کرو اور اس نظام کو سوچو جس نے اسے ایک حال پہ اپنی جگہ ٹھہرا رکھا ہے - زمین کو دیکھو اور اس نظام پر غور کرو جس کے تحت وہ دور دور تک پھیلی ہوئی ہے - پھر انسان کے نفس کی طرف دھیان کرو کہ کس نے اس کے اندر دنیا کی ہر چیز کا نمونہ اور ہر حالت کا نشان اپنی اپنی مناسب جگہ بٹھا رکھا ہے - اور اس کو اس قدر سمجھ دی ہے کہ غلط اور صحیح راستہ میں فرق کرے اور اتنی طاقت دی ہے کہ چاہے تو غلط راستہ اختیار کرے اور چاہے صحیح راستہ پر چلے ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد تم اللہ کی عجیب صنعت اور قدرت کا کچھ اندازہ کر سکو گے اس کے بعد نہیں اس کا سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی عقل اور طاقت کو اپنی اصلاح میں صرف کرے اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اور اس کی نازل کی ہوئی کتاب کی روشنی میں صحیح راستہ پر چلا چلے - اسی میں اس کی بھلائی اور کامیابی ہے - اگر ایسا نہ کیا تو وہ اپنا ناس کرے گا اور سراسر نقصان اٹھائے گا اور اپنی بد اعمالیوں کا پھل اوّل تو دنیا ہی میں اسے مل جائے گا اور اگر یہاں بچ گیا تو آخرت میں تو بہر حال سزا پائے گا ؏

منکروں کا انجام

قَدْ - اَفْلَحَ - مَنْ - زَكّٰىهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ - خَابَ

تحقیق کامیاب ہوا جس نے پاک کیا اسے اور تحقیق نامراد ہوا

مَنْ - دَسّٰىهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ - ثَمُوْدُ - بِطَغْوٰىهَآ ﴿١١﴾

جس نے خاک میں دبایا اسے جھٹلایا ثمود نے بوجہ سرکشی اپنی کے

اِذِ - انْۢبَعَثَ - اَشْقٰىهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ - لَهُمْ

جب کہ اٹھ کھڑا ہوا بدبخت ترین ان کا پس کہا ان سے

رَسُوْلُ اللّٰهِ - نَاقَةَ اللّٰهِ - وَسُقْيٰهَا ﴿١٣﴾

اللہ کے رسول نے خیال رکھو اللہ کی اونٹنی کا اور اس کی پینے کی باری کا

فَكَذَّبُوْهُ - فَعَقَرُوْهَا ۪ فَدَمْدَمَ

پس جھوٹا ٹھہرایا انھوں نے اسے پس ٹانگیں کاٹ دیں اونٹنی کی پس تباہی ڈالی

عَلَيْهِمْ - رَبُّهُمْ - بِذَنْۢبِهِمْ - فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾

ان پر ان کے رب نے بہ سبب گناہ کے ان کے پس برابر کر دیا انھیں

وَلَا - يَخَافُ - عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾

اور نہیں ڈرتا وہ نتیجہ سے اس کے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ

تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اسے سنوار لیا اور نامراد ہوا

مَنْ دَسّٰىهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿١١﴾

جس نے خاک میں ملا چھوڑا جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ

جب اٹھ کھڑا ہوا ان میں کا بڑا بدبخت پھر ان سے اللہ کے

رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿١٣﴾

رسول نے کہا خبردار ہو اللہ کی اونٹنی سے اور اس کی پانی پینے کی باری سے

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۪ فَدَمْدَمَ

پھر انھوں نے جھٹلایا پھر ان کے پاؤں کاٹ دیئے پھر تباہی ڈالی

عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾

ان پر ان کے رب نے بہ سبب ان کے گناہوں کے پھر سب کو برابر کر دیا

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾

اور وہ نہیں ڈرتا ان کے انجام سے

طَغْوٰی (سرکشی) یہ ط - غ - و سے اسم مصدر (حاصل مصدر ہے) اس کے معنی ہیں قانون کی حد سے باہر نکل جانا۔ دَسّٰی (خاک ڈالنا مٹی میں دبانا) دَسَّسَ ہے د - س - س سے آخری س کو یا سے بدل لیا گیا۔ دَسّٰی اور دَسَّسَ کے معنی ایک ہیں دَسٌّ دَسَّ کا اور تدسیس دسس کا مصدر ہے۔ دوسرے میں مبالغہ ہے۔ دَمْدَمَ (تباہ کرنا) دَمْدَمَةٌ (تباہ کرنا) د - م - م سے رباعی ہے اس کے بعد علیٰ آئے تو یہ تباہ کرنے کے معنی دیتا ہے۔۔۔ ارشاد ہے کہ پہلی آیتوں میں انسان کو بتا دیا گیا کہ دنیا کی بناوٹ میں ایک دوسرے سے مخالف باتیں اور قوتیں داخل ہیں۔ یہ متضاد باتوں کا مجموعہ جب بن کر تیار ہو گیا اور اس کے اجزا اپنی اپنی جگہ ٹھیک ٹھیک کام دینے لگے تو اس کا خلاصہ اور نمونہ انسان کی بناوٹ میں رکھا گیا چنانچہ جب انسان کا نفس بنا تو انسان میں یہ سب باتیں موجود تھیں۔ فرق اتنا تھا کہ اس کو کافی سمجھ بھی دی گئی تھی۔ جس سے اسے معلوم ہو سکتا تھا کہ ان باتوں میں سے بعض اس کے لیے مفید ہیں اور بعض مضر اسلیے اسے چاہیے کہ اپنے نفس کو اس طرح سدھائے کہ مضر باتیں مفید باتوں پر غالب نہ آنے پائیں ورنہ نتیجہ اسکے لیے اچھا نہ ہوگا۔ اسی لیے ارشاد ہے کہ جس انسان نے اپنے نفس کو اس طرح سدھایا کہ وہ برائیوں میں لت پت نہ ہونے پائے اور ہمارے رسول اور کتاب [illegible] کر اپنے آپ کو نقصان دینے والی باتوں سے بچایا وہ شخص ہر طرح کامیاب ہوگا اور آخر اپنی مراد کو پہنچے گا لیکن جو اپنے نفس کو برائیوں میں پھنسا دے گا اور اسے مضر باتوں سے بچانے کی فکر نہ کریگا وہ سراسر نقصان میں رہیگا اور مرنے کے بعد دکھ درد میں زندگی گزارے گا یہ ہے وہ بیش بہا نصیحت جو اس سورت میں انسان کو دی گئی ہے اور سورت کے آخری حصہ میں اسکو قوم ثمود کی مثال دیکر اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے ۔

قوم ثمود کی مثال

ثمود کی قوم نے سرکشی کی اور اپنے نبی حضرت صالحؑ کا کہنا نہ مانا۔ ان کی آزمائش کے لیے اللہ نے ان میں ایک اونٹنی پہاڑ سے نکال کر بھیجی جس کا قصہ سورۃ الاعراف اور الشعرآء میں گزر چکا ہے اور حضرت صالحؑ نے ان کو ہدایت کر دی کہ اس کی حفاظت کرو اور جس دن اس کے پانی پینے کا دن ہو اس دن اپنے کسی جانور کو پانی نہ پلاؤ۔ ثمودؑ کے مالداروں پر یہ شاق گزرا۔ آخر ان کا ایک آدمی قدار بن سالف اٹھا اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔ اللہ نے اس نافرمانی کی سزا میں قوم کی قوم کو کڑک اور زلزلے سے تباہ کر دیا۔ اللہ جب سزا دینے پر آتا ہے تو وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ لوگ اس سے بگڑ بیٹھیں گے اور بغاوت پھیل جائے گی۔ کیونکہ اس سے زیادہ زبردست کوئی نہیں۔ سورۃ الشمس تمام ہوئی۔ اور اس سے جو سیکھنا ہے وہ واضح ہے۔

سُوْرَۃُ الَّیْلِ

ترتیب قرآنی کے مطابق اس سورت کا عدد بانوے [92] ہے اور یہ مکہ کے اندر شروع ہی کے زمانے میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں مختصر اور واضح طور انسان کے ارادوں کا اور کاموں کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا اور ان پر ہر ایک کے لیے مختلف نتیجے مرتب ہونا بتایا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ جیسے دنیا میں مختلف حالات اور باتیں ہیں ایسے ہی انسان کی کوششیں بھی مختلف ہیں جو جیسا راستہ اختیار کرے گا اس کے لیے اس پر چلنے کی آسانیاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی برا ہو گا تب بھی اس کے لیے اس پر چلنے کا سامان میسر ہو جائے گا۔ لیکن پہلے کا انجام اچھا ہو گا دوسرے کا برا۔ اس کے بعد اچھے اور برے راستہ کی نشانیاں واضح کر دی گئی ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ کس راستہ پر چل کر انسان کہاں پہنچے گا۔ فیاضی سے نیک کاموں میں مال خرچ کرنا۔ اللہ سے ڈر کر بری باتوں اور کاموں سے بچنا اور قرآن حکیم کی بتائی ہوئی اچھی باتوں کو سچ ماننا اور ان کو بے چون و چرا قبول کر لینا یہ سب اچھے راستے کی نشانیاں ہیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ٹھیک راستہ پر چل رہے ہیں۔ برخلاف اس کے بخل کرنا۔ اللہ کی بتائی ہوئی باتوں سے بے پرواہی کرنا، جنت اور دوزخ کی ہنسی اڑانا۔ اچھے کاموں اور اچھی عادتوں کو محض بناوٹی باتیں سمجھنا اور کہنا کہ یہ بعض لوگوں نے کسی غرض سے گھڑ لی ہیں۔ یہ سب برے راستہ کی نشانیاں ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ غلط راستہ پر چل رہے ہیں۔ جن لوگوں نے اچھا راستہ اختیار کیا وہ آرام آسائش کی جگہ یعنی جنت میں پہنچ جائیں گے اور جنہوں نے برا راستہ اختیار کیا وہ مشکل میں پھنس جائیں گے اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہو گا۔ مال اور دولت پر مغرور ہونا بے کار ہے۔ یہ انسان کے کسی کام نہ آئے گا۔ یہ صرف اسی کو نفع دے گا جو اسے اللہ عزوجل کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرے گا اور کسی پر احسان نہ جتائے گا۔ ایسے لوگ جنت میں ہنسی خوشی جائیں گے اور باقی ماندہ دوزخ میں جلیں گے۔

سُوْرَۃُ الَّیْلِ مَکِّیَّۃٌ (۹۲) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اٰیٰتُھَا ۲۱ رُکُوْعُھَا ۱

حالات کا اور اعمال کا اختلاف

وَالَّیْلِ - اِذَا - یَغْشٰی ۝۱ وَالنَّھَارِ - اِذَا
قسم رات کی جب ڈھانک لے اور دن کی جب
تَجَلّٰی ۝۲ وَمَا - خَلَقَ - الذَّکَرَ - وَالْاُنْثٰٓی ۝۳
روشن ہو اور جس نے پیدا کیے نر اور مادہ
اِنَّ - سَعْیَکُمْ - لَشَتّٰی ۝۴ فَاَمَّا - مَنْ -
تحقیق کوشش تمہاری الگ الگ ہے پس رہا وہ جس نے
اَعْطٰی - وَاتَّقٰی ۝۵ وَصَدَّقَ - بِالْحُسْنٰی ۝۶
دیا اور پرہیزگار رہا اور سچ جانا بھلی بات کو
فَسَنُیَسِّرُہٗ - لِلْیُسْرٰی ۝۷ وَ - اَمَّا - مَنْۢ
پس عنقریب سہل کر دیں گے ہم اس پر آرام آسانی اور رہا وہ جس نے
بَخِلَ - وَاسْتَغْنٰی ۝۸ وَکَذَّبَ
بخل کیا اور غنی بن بیٹھا اور جھٹلایا
بِالْحُسْنٰی ۝۹ فَسَنُیَسِّرُہٗ - لِلْعُسْرٰی ۝۱۰
بھلی بات کو پس عنقریب سہل کر دیں گے ہم ان پر سختی

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝۱ وَالنَّھَارِ اِذَا
قسم رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب
تَجَلّٰی ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰٓی ۝۳
روشن ہو اور اس کی جو اس نے نر مادہ پیدا کیے
اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ۝۴ فَاَمَّا مَنْ
تمہاری کمائی طرح طرح کی ہے سو جس نے
اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝۶
دیا اور ڈرتا رہا اور بھلی بات کو سچ کہا
فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ۝۷ وَاَمَّا مَنْۢ
تو ہم اسے سہج سہج آسانی میں پہنچا دیں گے اور جس نے نہ دیا
بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝۸ وَکَذَّبَ
اور بے پروا رہا اور بھلی بات کو
بِالْحُسْنٰی ۝۹ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ۝۱۰
جھوٹ جانا تو ہم اسے سہج سہج سختی میں پہنچا دیں گے

شَتّٰی (متفرق۔ الگ الگ) شَتِیْتٌ کی جمع ہے جو۔ ش ۔ ت ۔ ت سے اسم صفت ہے شَتٌّ پراگندگی۔ بکھرنا شَتِیْتٌ کے معنی پراگندہ بکھرا ہوا۔

ارشاد ہے کہ جس طرح دنیا میں حالات بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی اندھیرا ہے کبھی اجالا اور جیسے یہاں کی چیزیں مختلف ہیں۔ بعض نر ہیں بعض مادہ اسی طرح ہر انسان کی طبیعت اور مزاج بھی ایک دوسرے سے الگ ہے۔ اور اسی لیے ان کے کاموں میں بھی اختلاف ہے کسی پر ایک دھن سوار ہے تو کوئی ایک اور ہی کام میں لگا ہوا ہے۔ اتنا جان لینے کے بعد یاد رکھو کہ ہر انسان کے ہر اس کام کا جو وہ جان بوجھ کر کرتا ہے اور جس کے لیے وہ دل و جان سے کوشش میں لگا ہوا ہے۔ ایک نتیجہ نکلے گا۔ جو اس کے حق میں اچھا ہوگا یا برا اس کے لیے ایک خاص مقرر ہے۔ اسے دھیان لگا کر سنو! اللہ فرماتا ہے جو شخص فیاض طبیعت ہوگا۔ اور اپنے مال اور ہنر سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے گا۔ اللہ سے ڈر کر بری باتوں سے بچے گا اور قرآن میں جو اچھی باتیں بتائی گئی ہیں۔ ان کو دل سے سچا مانے گا۔ اسے ہم آہستہ آہستہ آرام اور آسائش میں پہنچا دیں گے اور جو اپنے مال اور ہنر سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچائے گا بلکہ ہاتھ کھینچ کر بیٹھ جائے گا بخل پر کمر باندھے گا۔ بے پروا بن کر زندگی بسر کرے گا۔ اور اسلام کی اچھی باتوں کو جھوٹ جانے گا۔ اس کے لیے ہم تنگی اور سختی کی راہ آسان کر دیں گے اور وہ وہاں آہستہ آہستہ پہنچ جائے گا اور اپنے کئے کا پھل پائے گا۔

اللہ کی سزا سے مال نہیں بچا سکتا

وَمَا - یُغْنِیْ - عَنْہُ - مَالُہٗٓ - اِذَا - تَرَدّٰیؕ ⑪
اور نہ فائدہ دے گا اسے مال اس کا جب نیچے گرے گا
اِنَّ - عَلَیْنَا - لَلْھُدٰی ⑫ وَ - اِنَّ - لَنَا - لَلْاٰخِرَۃَ
تحقیق ہمارے ذمہ ہے البتہ راہ دکھانا اور تحقیق ہمارے پاس ہے البتہ آخرت
وَالْاُوْلٰی ⑬ فَاَنْذَرْتُکُمْ - نَارًا - تَلَظّٰی ⑭
اور دنیا پس ڈرا دیا میں نے تمہیں آگ سے جو بھڑک رہی ہے
لَا یَصْلٰھَآ - اِلَّا - الْاَشْقَی ⑮ الَّذِیْ -
نہ داخل ہوگا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے
کَذَّبَ - وَتَوَلّٰی ⑯
جھوٹ جانا اور منہ پھیر لیا

وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗٓ اِذَا تَرَدّٰیؕ ⑪
اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ گڑھے میں گرے گا
اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی ⑫ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ
ہمارے ذمہ ہے سمجھا دینا اور ہمارے ہاتھ میں آخرت
وَالْاُوْلٰی ⑬ فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی ⑭
اور دنیا ہے سو میں نے تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی خبر سنا دی
لَا یَصْلٰھَآ اِلَّا الْاَشْقَی ⑮ الَّذِیْ
اس میں وہی گرے گا جو بڑا بدبخت ہے جس نے
کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ⑯
جھٹلایا اور منہ پھیر لیا

مَا یُغْنِیْ عَنْہُ (نہ کام آئے گا) تَرَدّٰی گڑھے یا کنوئیں میں گرا، ماضی کا صیغہ ہے تَرَدِّیْ سے جو ر - د - ی سے بنا ہے۔ رَدْیٌ اور رَدَیَانٌ کے معنی اونچی جگہ سے نیچے گرنا۔ تَرَدِّیْ کے بھی یہی معنی ہیں تَلَظّٰی (بھڑک رہی ہے)، ماضی کا صیغہ ہے تَلَظِّیْ سے جو ل - ظ - ی سے بنا ہے۔ لَظٰی کے معنی شعلہ کے ہیں۔ اور یہ جہنم کا نام بھی ہے۔ تَلَظّٰی جو اصل میں تَتَلَظّٰی ہے۔ بھڑکنا، شعلے مارنا۔

ارشاد ہے کہ انسان جب دنیا میں بُرے کام اختیار کرتا ہے تو اس کی سزا اسے ضرور ملتی ہے۔ کبھی دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور ملیگی اور جب وہ گڑھے میں گرے گا تو کوئی اس کا بچانے والا نہ ہوگا۔ کسی کا مال اسے اس سزا سے نہیں بچا سکتا۔ مال اس معاملہ میں کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ آگے ارشاد ہے کہ راہ سجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ زبردستی ہم کسی پر نہیں کرتے اور دنیا اور آخرت سب ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہر جگہ جزا سزا دے سکتے ہیں۔ سنو میں تمہیں دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں وہی گرے گا۔ جو بڑا بدنصیب ہوگا جو ہماری باتوں کو جھٹلائے گا اور منہ موڑ کر چل دے گا۔

آدمی کو اس دھوکے میں نہ رہنا چاہیے کہ اسے آخرت میں بھی اسی طرح رشوت لے کر چھوڑ دیا جائیگا جیسے وہ دنیا کے حاکموں کی سزا سے مال دے کر بچ جاتا ہے۔ وہاں کا حاکم تو اللہ عزوجل ہے۔ جو ہر حاجت سے پاک ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کا مال وہاں بھی کام آئے گا اوّل تو جس قدر اثاثہ اس کے پاس ہے وہ اسے یہیں چھوڑ کر چل دے گا۔ اور بالفرض وہاں اس کے پاس ہوا بھی تو وہاں اسے لینے والا کوئی نہیں اللہ پورے طور پر بے نیاز ہے اور اس کی درگاہ کے مقرب لوگ اسی سے لیتے ہیں۔ جو کچھ لیتے ہیں وہ کسی اور کی طرف کیوں دیکھنے لگے جب وہاں نہ سفارش چلے گی نہ رشوت تو اب اچھی طرح سمجھ لو کہ گنہ گاروں کے لیے وہاں دہکتی ہوئی آگ تیار ہے۔ اس میں صرف وہی شخص گرے گا جس نے دنیا میں رسول کا کہنا نہ مانا تھا اور قرآن کی طرف سے منہ موڑ لیا تھا۔ اس وقت اسے معلوم ہوگا کہ وہ سب سے زیادہ بدبخت ہے کیونکہ اس کا بچانے والا تو کوئی کیا ہوتا۔ کوئی اس کی بات پوچھنے والا بھی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کے دن کسی سے بچائے۔ آمین

آگ سے کون بچے گا؟

وَسَيُجَنَّبُهَا - الْاَتْقَى ⑰ الَّذِيْ - يُؤْتِيْ
اور عنقریب بچا لیا جائے گا اس سے وہ بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے
مَالَهٗ - يَتَزَكّٰى ⑱ وَمَا - لِاَحَدٍ - عِنْدَهٗ
مال اپنا پاک صاف ہونے کے لیے اور نہیں کسی کا اس پر
مِنْ - نِّعْمَةٍ - تُجْزٰٓى ⑲ اِلَّا - ابْتِغَاءَ -
کوئی احسان جس کا بدلہ دیا جائے لیکن ڈھونڈنے کو
وَجْهِ - رَبِّهِ - الْاَعْلٰى ⑳ وَلَسَوْفَ - يَرْضٰى ㉑
رضامندی رب اپنے سب سے برتر کی اور البتہ عنقریب راضی ہو گا وہ

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ⑰ الَّذِيْ يُؤْتِيْ
اور بڑے ڈرنے والے کو اس سے بچا دیں گے جو مال اپنا دیتا ہے
مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ⑱ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ
دل پاک کرنے کو اور اس پر کسی کا احسان
مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ⑲ اِلَّا ابْتِغَاءَ
نہیں جس کا بدلہ دے مگر اپنے رب کی مرضی
وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ⑳ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ㉑
حاصل کرنے کے لیے جو سب سے برتر ہے اور وہ راضی ہو گا

ارشاد ہے کہ دوزخ کی آگ سے اس کو بچا لیا جائے گا۔ جو برے کاموں سے سب سے زیادہ بچتا ہے اور اپنا مال اس لیے خرچ کرتا ہے کہ بخل طمع حرص وغیرہ سے اپنے دل کو پاک کرے دکھاوا یا نام نمود اسے منظور نہیں ہوتا اور نہ اس پر کسی کا احسان ہے جسے وہ اتارنے کے لیے مال دیتا ہے۔ اس کا تو مقصد مال خرچ کرنے سے فقط اپنے رب کی رضامندی حاصل کرنا ہے۔ یہ اس کا مقصد بہت جلد حاصل ہو کر رہے گا اور اسے راضی اور خوش و خرم کر دیا جائیگا یہی حکم سب کے لیے ہے۔ لیکن یہ باتیں حضرت ابوبکر صدیقؓ میں سب موجود تھیں۔ اس لیے ان کے لیے یہ خاص خوشخبری ہے سورۃ الیل تمام ہوئی اس میں انسان کو صاف صاف بتا دیا گیا ہے۔ کہ ہر شخص کے دنیا میں ویسے ہی کام ہوں گے جیسی اس کی طبیعت ہو گی اور جیسا اس کے مزاج کا تقاضا ہو گا اور ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق جزا سزا ملے گی۔ جو اپنے اخلاق سنوارے گا۔ وہ دونوں جہان میں کامیاب ہو گا اور برے اخلاق والا دوزخ میں گریگا اس کا مال اسے نہ بچا سکے گا۔

سُورَۃُ الضُّحٰی

قرآن کی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ۹۳ ہے۔ اور یہ مکہ کے اندر شروع کے زمانے میں نازل ہوئی نازل ہونے کا موقع یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابتدا میں جبرئیلؑ دو ایک مرتبہ وحی لے کر آئے اور پھر ایک مدت دراز تک وحی کا آنا بند رہا۔ اس پر مخالف کہنے لگے کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اللہ نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے ناراض ہو گیا۔ آپ کو اس کا بڑا رنج ہوا اور غمگین رہنے لگے۔ تھوڑے دن بعد یہ سورت نازل ہوئی اور آپ کو یقین دلایا گیا کہ تیرا رب تجھ سے ناراض نہیں ہے۔ بلکہ آئندہ تجھے وہ کچھ ملنے والا ہے کہ تو راضی ہو جائے گا تیرے مخالف لوگ جو کچھ کہتے ہیں یہ سب غلط ہے دنیا میں اجالا اور اندھیرا باری باری سے آتا ہے۔ اندھیرے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے بعد اجالا نہ ہو گا۔ یہ اللہ نے اپنی حکمت سے دنیا میں قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ یہاں کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں اور ہر حالت کے مطابق جیسا مناسب ہوتا ہے۔ انتظام کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے کہ تیرے رب نے تجھ پر بڑی مہربانیاں کی ہیں۔ یتیم ہونے کی حالت میں تیری پرورش کا بندوبست کیا تجھے گمراہی میں ادھر ادھر بھٹکنے سے بچایا اور تجھے مالدار کیا یقین کر کہ تیرا انجام اس سے بھی زیادہ بہتر ہو گا۔ یہ پیشگوئی اس وقت کی جا رہی ہے کہ آپ کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہے اور ساری آبادی نے آپ کے خلاف کمر باندھ رکھی ہے۔ اس وقت کون سمجھ سکتا تھا کہ آپ کی حالت بہت اچھی ہو جائے گی۔ آخر وہی ہوا جو اس سورت میں کہا گیا تھا۔ اور آئندہ تقریباً دس سال میں وہ حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ جس کو دیکھ کر دنیا آج تک دنگ ہے۔

سورۃ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اٰیٰتُہَا ۱۱ - رُکُوْعُہَا ۱

اللہ نے تجھے ہرگز نہیں چھوڑا

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَالَّیْلِ۔ اِذَا۔ سَجٰی ﴿۲﴾
قسم ہے دھوپ چڑھنے کی اور رات کی جب چھا جائے
مَا وَدَّعَکَ۔ رَبُّکَ۔ وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَۃُ
نہ تو چھوڑا تجھے تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا اور البتہ پچھلی حالت
خَیْرٌ لَّکَ۔ مِنَ الْاُوْلٰی ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ
بہتر ہے تیرے لیے پہلی سے اور البتہ عنقریب
یُعْطِیْکَ۔ رَبُّکَ۔ فَتَرْضٰی ﴿۵﴾ اَلَمْ یَجِدْکَ
دے گا تجھے رب تیرا پس تو راضی ہو جائے گا کیا نہیں پایا تجھے
یَتِیْمًا۔ فَاٰوٰی ﴿۶﴾ وَوَجَدَکَ۔ ضَآلًّا
یتیم پس ٹھکانا دیا اور پایا تجھے بھٹکتا
فَهَدٰی ﴿۷﴾ وَوَجَدَکَ۔ عَآئِلًا۔ فَاَغْنٰی ﴿۸﴾
پس راہ دکھائی اور پایا تجھے مفلس پس مالدار کیا

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾
قسم دھوپ چڑھنے کی اور رات کی جب چھا جائے
مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَۃُ
تیرے رب نے تجھے نہ رخصت کیا اور نہ بیزار ہوا اور البتہ پچھلی
خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ
حالت تیرے لیے بہتر ہے پہلی سے اور ابھی دے گا تجھے
یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ﴿۵﴾ اَلَمْ یَجِدْکَ
تیرا رب پھر تو راضی ہوگا بھلا نہیں پایا
یَتِیْمًا فَاٰوٰی ﴿۶﴾ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا
تجھے یتیم پھر ٹھکانا دیا تجھے اور پایا تجھے بھٹکتا
فَهَدٰی ﴿۷﴾ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ﴿۸﴾
پھر راہ دکھائی اور پایا تجھے مفلس پھر غنی کر دیا

سَجٰی (چھا جائے) ماضی کا صیغہ ہے۔ س۔ ج۔ و سے سَجْوٌ کے معنی ڈھانک لینا۔ قَلٰی (ناراض ہوا) ماضی کا صیغہ ہے۔ ق۔ ل۔ ی سے قَلیٌ کے معنی دشمنی، ناراض۔ عَائِلٌ (نادار، مفلس) اسم فاعل ہے عَیْلَۃٌ (مفلسی) سے جو سورۃ توبہ میں گزرا ہے۔

ارشاد ہے کہ چاشت کے وقت پر نظر کرو جس وقت دھوپ خوب چمکتی ہے اور رات کو دیکھو جب وہ سب پر چھا جاتی ہے اور سب کو ڈھانپ لیتی ہے۔ یہ تو دنیا کی ادلتی بدلتی حالتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کے بعد آتی جاتی رہتی ہیں۔ ان سے اصل شے نہیں بدلتی۔ اگر اے رسولؐ کچھ دن تجھ پر وحی نہیں آئی۔ تو یہ ایک عارضی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تیرے رب کی خاص توجہ تیری طرف سے ہٹ گئی ہے۔ اور وہ تجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ اے ہمارے رسولؐ یقین رکھ کہ آگے چل کر تیری پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر ہونے والی ہے اور تجھ کو تیرا رب اپنے خزانۂ رحمت سے اتنا کچھ دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا اپنے اوپر ہماری پہلی مہربانیاں یاد کرو۔ تو یتیم تھا۔ ہم نے تیری پرورش اور حفاظت کا بندوبست کیا چنانچہ پہلے تجھے تیرے دادا عبد المطلب نے پھر تیرے چچا ابوطالب نے تیری حمایت کی پھر مدینہ کے لوگ تیرے معین اور مددگار ہوئے ہم نے تجھے ادھر ادھر پریشانی میں بھٹکنے نہ دیا بلکہ سارے فضول کھیل کود سے بچا کر اپنی طرف متوجہ کر لیا پھر تجھے مفلس پا کر حضرت خدیجہؓ کے ذریعے مالدار کیا۔ ان عنایتوں کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ تیرا رب جس نے تجھ پر اتنی مہربانیاں کیں تجھے چھوڑ دے گا۔

اب کیا کرنا چاہیے

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨ وَاَمَّا
سو جو یتیم ہو اسے مت دبا اور جو
السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩ وَاَمَّا
مانگتا ہو اسے مت جھڑک اور جو تیرے رب کا
بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪
احسان ہے سو بیان کر

فَـا مَّـا ۔ الْيَـتِيْمَ ۔ فَـلَا تَقْهَرْ ⑨ وَاَمَّا
پس وہ جو یتیم ہو پس مت ڈانٹ اسے اور وہ جو
السَّـآئِلَ ۔ فَـلَا ۔ تَنْهَرْ ⑩ وَ ۔ اَمَّـا
مانگتا ہے مت جھڑک اسے اور وہ جو
بِنِعْمَـةِ ۔ رَبِّكَ ۔ فَحَدِّثْ ⑪
نعمت ہے تیرے رب کی پس بیان کر

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول اب تم اللہ کے فضل پر پورا بھروسہ کرو کسی یتیم کو تنگ نہ کرو اور اسے کسی طرح نہ ستاؤ اور اگر کوئی حاجت مند تم سے سوال کرے تو اس کو گھرکو مت اور جھڑکو مت اور اللہ نے جو تم پر مہربانیاں اور عنایتیں کیں ہیں ان کا شکرگزاری کی نیت سے ذکر کرتے رہا کرو سورۃ الضحیٰ تمام ہوئی۔ یہ سورت بہ طفیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایمان والے کی زندگی کا سہارا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے حالات کی عارضی تبدیلیوں سے تنگ دل نہ ہونا چاہیے بلکہ اس اصلی خیال پر جمے رہنا چاہیے کہ اللہ کی توجہ اور مہربانی ایمانداروں پر ہر وقت رہتی ہے اس لیے کسی حال میں اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ اس کی پچھلی عنایتوں کو یاد کر کے آئندہ کی بہتری کی اس کے فضل سے توقع رکھنی چاہیے اور اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ کسی مصیبت زدہ بےکس جذبات کو تمہاری ذات سے ٹھیس نہ لگے۔ یتیموں پر مہربانی کرو مانگنے والوں کو مت جھڑکو اور اللہ کی مہربانیوں کا ذکر کرتے رہا کرو۔
کیونکہ یہ بھی شکرگزاری میں داخل ہے مفسر کہتے ہیں کہ آج کل کے سائلوں کو جھڑکنا جائز ہے۔ کیونکہ وہ نرمی سے نہیں مانتے اور چچڑی ہو کر چمٹ جاتے ہیں ؛

سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح

قرآن کی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد چورانوے ۹۴ ہے ، یہ سورت اس سے پہلی سورت کے قریب ہی نازل ہوئی۔ اس میں بھی آپ کو یقین دلایا گیا ہے کہ جیسے تم پر پہلے مہربانیاں ہوتی رہی ہیں اسی طرح آئندہ بھی ہوں گی۔ اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو اور عارضی مصیبتوں سے مت گھبراؤ یقیناً ہر سختی کے بعد آسانی لازمی ہے۔ تمہارا نام دنیا میں بلند ہوگا اور ہر جگہ اذانوں میں پکارا جائے گا۔ اب تم جب اپنے معمولی کاموں سے فارغ ہو تو اللہ کی عبادت کے لیے کھڑے ہو جاؤ اس کی بندگی میں محنت کرو اور اللہ ہی سے دل لگاؤ۔ یہ سورت جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی مصیبتوں کا ہمت کے ساتھ مقابلہ کرنا سکھاتی ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کے لیے تسلی اور تشفی کا بےمثال سبق ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اپنے متعلقہ معمولی کاموں سے فارغ ہو کر کیا کام کرے ؛

اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو جو نعمت یا سمجھ ملی ہے وہ سب اللہ عزوجل کی جانب سے ہے۔ ہر موقعہ پر وہی سیدھا راستہ سجھاتا ہے۔ وہی مصیبتوں اور مشکلوں سے چھڑاتا ہے۔ عزت ملتی ہے۔ تو اسی کی طرف سے شہرت اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ تو اس کی عنایت سے ایک قاعدہ ہر وقت دل میں رکھو اور پھر کسی مشکل کی پرواہ مت کرو اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر مشکل دو آسانیوں کے بیچ میں ہوتی ہے اس کے اوّل بھی آسانی ہوتی ہے اور آخر میں بھی ؛

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ ۹۴ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اٰيَاتُهَا ۸ - رُكُوْعُهَا ۱

مصیبت کے بعد راحت

اَ - لَمْ نَشْرَحْ - لَكَ - صَدْرَكَ ① وَ - وَضَعْنَا
کیا نہیں کھول دیا ہم نے تیرے لیے سینہ تیرا اور اتار کر رکھ دیا
عَنْكَ - وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ - اَنْقَضَ - ظَهْرَكَ ③
تجھ پر سے تیرا بوجھ وہ جس نے توڑ رکھی تھی کمر تیری
وَ - رَفَعْنَا - لَكَ - ذِكْرَكَ ④ فَ - اِنَّ - مَعَ - الْعُسْرِ
اور بلند کیا ہم نے تیرے لیے ذکر تیرا پس تحقیق ساتھ دشواری کے
يُسْرًا ⑤ اِنَّ - مَعَ - الْعُسْرِ - يُسْرًا ⑥ فَ - اِذَا
آسانی ہے تحقیق ساتھ دشواری کے آسانی ہے پس جب
فَرَغْتَ - فَانْصَبْ ⑦ وَ - اِلٰى - رَبِّكَ - فَارْغَبْ ⑧
فارغ ہو تو کھڑا ہو جا اور طرف اپنے رب کے پس رغبت کر

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① وَوَضَعْنَا
کیا ہم نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا اور تجھ پر سے تیرا
عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③
بوجھ اتار کر رکھ دیا جس نے تیری پیٹھ جھکا دی تھی
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ
اور ہم نے تیرا ذکر بلند کیا سو البتہ مشکل کے ساتھ
يُسْرًا ⑤ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥ فَاِذَا
آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے سو جب ع
فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧ ۱ ع ۱۵
تو فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب سے دل لگا

اس زمانے میں جب یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد دشمن بہت زیادہ اور ماننے والے بہت کم تھے دشمنوں کے ہاتھوں جو اذیتیں آپ نے برداشت کیں۔ اس کی ہمت آپؐ میں انہی آیتوں سے پیدا ہوئی جن میں بے دھڑک اعلان کر دیا گیا کہ تیرے دل میں برداشت کی طاقت ہماری عطا کی ہوئی ہے اور منصب رسالت کی بھاری ذمہ داریوں کے کمر توڑنے والے بوجھ اٹھانے کی ہمت تجھے ہمیں نے دی اور تیرا ذکر پیغمبروں اور فرشتوں میں ہمیں نے بلند کیا۔ آئندہ تیرا نام تا قیامت ہر جگہ آذانوں میں پکارا جائے گا۔ یاد رکھ ہر مشکل کے ساتھ دو آسانیاں لگی ہوئی ہیں تیری دنیا کی مشکلیں بھی تمام آسان ہونے والی ہیں۔ اب تیرا کام یہ ہے۔ کہ تجھے جب اپنے کام سے فراغت حاصل ہو تو اللہ کی عبادت کے لیے کمربستہ ہو کر ڈٹ جا اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اللہ سے دل لگا۔ سورۃ الانشراح تمام ہوئی۔ اس سے ہمیں یہ سیکھنا چاہیے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں اور اس کا شکر ادا کریں مشکل میں ہمت نہ ہاریں اللہ کی عبادت محنت کے ساتھ کریں اور اسی سے لو لگائیں وہ ہر مشکل کو آسان کر دے گا۔

سُوْرَةُ وَالتِّيْنِ ۹۵

قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد پچانوے ہے اور قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں انسان کی جسمانی اور روحانی پرورش کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کی ہر طرح کی ترتیب اور پرورش کا انتظام کر دیا۔ پھر اس کی بناوٹ بھی ایسی بنائی جو ہر طرح سے اچھی ہے۔ ہمارے رسول اور ہماری کتابیں سب اسی کی گواہی دیتی ہے۔ اس میں سب طرح کی قوتیں اچھی اور بری جمع ہیں۔ اسے اگر اس کی بری قوتوں نے دبا لیا تو یہ سب سے نیچے چلا جائے گا اور اگر اس نے اچھی باتیں اختیار کیں تو اسے اس کا اچھا بدلہ ملے گا جو کبھی نہ نبڑے گا۔ جب آدمی کو اس امتحان میں پھنسا دیا گیا۔ تو اب کون ہے جو قیامت کے دن کو اور جزا سزا کو جھوٹا سمجھے گا۔ یاد رکھو یہ دنیا اس اٹل قانون اور فیصلے کے تحت ہے۔ جو اس کے لیے اللہ نے جو احکم الحاکمین ہے مقرر کیا ہے۔

سورۃ والتین مکیۃ ۹۵ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اٰیاتُھا ۸ - رکوعُھا ۱

انسان کی نجات کا انتظام

وَالتِّیْنِ - وَالزَّیْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝۲
قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی
وَھٰذَا - الْبَلَدِ - الْاَمِیْنِ ۝۳ لَقَدْ -
اور اس شہر امن والے کی البتہ تحقیق
خَلَقْنَا - الْاِنْسَانَ - فِیْٓ - اَحْسَنِ - تَقْوِیْمٍ ۝۴
ڈھالا ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں
ثُمَّ - رَدَدْنٰهُ - اَسْفَلَ - سٰفِلِیْنَ ۝۵
پھر لوٹا دیا ہم نے اسے سب نیچوں سے نیچے
اِلَّا - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا - وَعَمِلُوا - الصّٰلِحٰتِ
مگر جو ایمان لائے اور عمل کیے انھوں نے اچھے
فَلَهُمْ - اَجْرٌ - غَیْرُ - مَمْنُوْنٍ ۝۶
پس ان کے لیے ثواب ہے نہ ختم ہونے والا

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝۲
قسم انجیر اور زیتون کی اور طور سینین کی
وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝۳ لَقَدْ
اور اس امن والے شہر کی ہم نے
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝۴
انسان کو خوب اندازے پر بنایا ہے
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝۵
پھر اس کو نیچوں سے نیچے پھینک دیا
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مگر جو یقین لائے اور انھوں نے کام بھی اچھے کیے
فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶
سو ان کے لیے ثواب ہے بے انتہا

تَقْوِیْم : (بناوٹ - سانچا) یہ اسم مصدر ہے ق - و - م سے قوم کے معنی کھڑا ہو جانا۔ تقویم کھڑا کر دینا۔ یہاں اس کا استعمال خاکہ۔ نقشہ سانچے کے معنی میں ہوا ہے۔ یہاں اس سے مراد انسان کی ساخت اور بناوٹ ہے جس میں ظاہری اور باطنی خوبیاں جمع ہیں۔

مَمْنُوْن (کٹا ہوا۔ نبڑا ہوا) اسم مفعول ہے۔ م - ن - ن سے مَنٌّ کے معنی کاٹ ڈالنا ختم کر دینا۔ غَیْرُ مَمْنُوْن جو ختم نہ ہو اور نہ نبڑے انجیر اور زیتون کی طرف پہلے توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ یہ دونوں انسان کی بدن کے لیے غذا کا بہت اچھا ذخیرہ ہیں۔ اس کے بعد طور سینین کو یاد دلایا۔ جسے طور سینا بھی کہتے ہیں۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ ملی جس میں انسان کی روحانی غذا کا کافی سامان موجود ہے۔ اس کے بعد شہر مکہ کا ذکر کیا جہاں آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری کتاب نازل ہوئی اور انسان کی بدنی اور روحانی دونوں غذاؤں کا خوب کھول کر بیان کر دیا گیا انسان کی پرورش اور تربیت کے اس پورے سامان کا ذکر کر کے ارشاد ہے۔ کہ انسان کو ہم نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے اور اس میں ظاہری اور باطنی قوتیں دونوں نہایت مناسب طور پر رکھی گئی ہیں۔ پھر اس کے لیے پرورش اور ہدایت کا بھی پورا پورا انتظام کر دیا ہے۔ لیکن دنیا میں اسے سب سے نیچے درجہ میں پھینک دیا گیا ہے۔ تاکہ اس کا امتحان ہو کہ یہ اپنی اچھی قوتوں کے تابع ہو کر ترقی کرتا ہے۔ یا بری قوتیں اسے اپنے پھندے میں پھنسا لیتی ہیں۔ اب اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص اچھی قوتوں کے تابع ہو کر رہے گا اور اچھے کام کرے گا اور ساتھ ہی اللہ پر ایمان لائے گا۔ اسے ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہ ہو گا اور ایسی ترقی نصیب ہو گی جو اس دنیا سے رخصت ہو کر بھی برابر جاری رہے گی اور جو برے کاموں میں پھنسا رہے گا۔ وہ دنیا میں بھی پریشانی میں گرفتار ہو گا اور آخرت میں بری سزا پائے گا۔

پھر روزِ جزا کو کیوں نہیں مانتے

فَمَا ۔ یُکَذِّبُ ۔ کَ ۔ بَعْدُ ۔ بِالدِّیْنِ ⑦
پھر کونسی چیز جھوٹا کہلوا رہی ہے تجھ سے اس کے بعد دین کو
اَلَیْسَ ۔ اللّٰہُ ۔ بِاَحْکَمِ ۔ الْحٰکِمِیْنَ ⑧
کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ⑦
پھر اس کے بعد تو دین کو کیوں جھٹلائے
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ⑧ ع
کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے۔

یُکَذِّبُ (جھوٹ جاننے پر آمادہ کرتا ہے۔ مضارع کا صیغہ ہے تَکْذِیْبٌ سے کِذْبٌ سے بنا ہے۔ کِذْب جھوٹ کو کہتے ہیں تکذیب کے معنی یہاں جھوٹ سمجھنے پر آمادہ کرنا ہیں۔

ارشاد ہے کہ جب معلوم ہو گیا۔ کہ انسان کو ہر طرح کی قوتوں میں سے حصہ دے کر دنیا میں سب سے نیچے پھینک دیا گیا ہے۔ تاکہ یہ اپنی کوشش سے اللہ کو پہچان کر اچھے کام کرے اور اوپر چڑھے اور اللہ سے اس کا سب سے اچھا بدلہ لے تو اب کوئی وجہ نہیں کہ قیامت کو نہ مانا جائے۔ آخر انسان کے لیے اتنا بندوبست کر کے اور اسے عقل اور سمجھ دے کر پھر اسے کیا یونہی چھوڑ دیا جائے گا اور برے کو سزا اور اچھے کو جزا نہ دی جائے گی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد سب کو خاک میں ملا کر چھوڑ دے۔ اللہ احکم الحاکمین کی نسبت تو ایسا گمان ہو ہی نہیں سکتا۔ سورۃ التین ختم ہوئی اس میں زبردست دلیل کے ساتھ انسان کو سمجھایا گیا ہے۔ کہ قیامت ضرور آئے گی اور بروں کو سزا اور اچھوں کو جزا دی جائے گی۔ اگر اللہ کو یہ منظور نہ ہوتا تو وہ انسان کی ہدایت کا اتنا زبردست انتظام دنیا میں کیوں کرتا۔

سُوْرَۃُ الْعَلَق

قرآن کی ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ۹۶ ہے۔ اور یہ مکہ میں ابتدائی زمانہ کے اندر نازل ہوئی بلکہ اس کی پہلی پانچ آیتیں سب سے پہلی وحی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ آپ بہت دن سے غارِ حرا میں اللہ سے لو لگائے بیٹھے تھے آخر ایک دن حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر آئے اور آپ سے کہا اِقْرَاْ (پڑھو) آپ نے کہا مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) جبرئیلؑ نے آپ کو زور سے دبایا اور پھر وہی کہا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے زور سے دبا کر کہا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ (پڑھو اپنے رب کے نام کی برکت اور مدد سے اگر پڑھے ہوئے نہیں تو کیا ہے۔ اللہ کا نام لینا تمہیں پڑھنا سکھا دے گا وہ جو صفت جس میں چاہے پیدا کر سکتا ہے تمہارا رب وہ ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا اور انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ اب تم اپنے رب کا نام لے کر پڑھو وہ بڑا کریم ہے اسی نے انسان کو سب کچھ قلم کے ذریعے سے سکھایا اور جو وہ نہ جانتا تھا اسے بتایا۔ یہاں تک پہلی وحی میں نازل ہوا۔ اس کے بعد جب مکہ والوں نے آپ کی بات نہ سنی اور ستانے پر تل گئے اور ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھنے میں ستایا اور مغروروں کی سی باتیں کیں تو آگے کی آیتیں نازل ہوئیں۔

ارشاد ہوا کہ انسان بے پروا ہو کر سرکشی پر کمر باندھتا ہے اس کو جاننا چاہیے کہ وہ پھر دوبارہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جائے گا جو اس سے پوچھے گا کہ بتا سرکشی کس گھمنڈ پر کی تھی۔ آگے ابوجہل کی ہٹ دھرمی کا بیان ہے۔ اور اس کو سختی کے ساتھ دھمکایا گیا ہے۔

سُوْرَۃُ الْعَلَقِ ۹۶ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اٰيَاتُهَا ۱۹ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کا نام لے کر پڑھ

اِقْرَاْ - بِاسْمِ - رَبِّكَ - الَّذِيْ - خَلَقَ (۱) خَلَقَ
پڑھ ساتھ نام رب اپنے کے جس نے پیدا کیا پیدا کیا
الْاِنْسَانَ - مِنْ عَلَقٍ (۲) اِقْرَاْ - وَرَبُّكَ - الْاَكْرَمُ (۳)
انسان کو جمے ہوئے خون سے پڑھ اور رب تیرا بڑا فیاض ہے
الَّذِيْ - عَلَّمَ - بِالْقَلَمِ (۴) عَلَّمَ - الْاِنْسَانَ - مَا لَمْ
جس نے سکھایا بذریعہ قلم کے سکھایا انسان کو جو وہ
يَعْلَمْ (۵) كَلَّآ - اِنَّ - الْاِنْسَانَ - لَيَطْغٰٓى (۶)
نہ جانتا تھا ہرگز نہیں تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے
اَنْ رَّاٰهُ - اسْتَغْنٰى (۷) اِنَّ - اِلٰى - رَبِّكَ - الرُّجْعٰى (۸)
اس لیے کہ دیکھتا ہے اپنے آپ کو بے پروا تحقیق طرف رب تیرے کے لوٹنا ہے
اَرَءَيْتَ - الَّذِيْ - يَنْهٰى (۹) عَبْدًا - اِذَا - صَلّٰى (۱۰)
ذرا دیکھ اس شخص کو جو روکتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے
اَرَءَيْتَ - اِنْ - كَانَ - عَلَى الْهُدٰٓى (۱۱) اَوْ - اَمَرَ
کیا اچھا ہوتا اگر ہوتا وہ ٹھیک راہ پر یا کہتا
بِالتَّقْوٰى (۱۲) اَرَءَيْتَ - اِنْ - كَذَّبَ - وَتَوَلّٰى (۱۳)
پرہیزگاری کرنے کو کیا ہوا اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (۱) خَلَقَ
پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے اس نے
الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۲) اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (۳)
آدمی کو جمے ہوئے خون سے بنایا پڑھ اور رب بڑا کریم ہے
الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (۴) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ
جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہ
يَعْلَمْ (۵) كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (۶)
جانتا تھا کوئی نہیں آدمی اس سے سرچڑھتا ہے
اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (۷) اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (۸)
کہ اپنے آپ کو بے پروا دیکھے بے شک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے
اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى (۹) عَبْدًا اِذَا صَلّٰى (۱۰)
تو نے اسے دیکھا جو منع کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے
اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى (۱۱) اَوْ اَمَرَ
بھلا دیکھ تو اگر ہوتا نیک راہ پر یا سکھاتا
بِالتَّقْوٰى (۱۲) اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (۱۳)
ڈرنا بھلا دیکھ تو اگر جھٹلایا اور منہ موڑا

عَلَقٌ (جما ہوا خون) سورۃ الْمُؤْمِنُوْنَ میں گزر چکا ہے۔ اَلْاَكْرَمُ (سب سے زیادہ خطاؤں سے درگزر کرنے والا اور بے دھڑک دینے والا) اسم تفضیل ہے۔ ک - ر - م سے کَرَمٌ مہربانی درگزر یا نی بہت سی اچھی صفتوں کا مجموعہ ہے۔ کریم وہ جس میں یہ سب صفتیں ہوں۔ اَلْاَكْرَمُ اس کا اَفْعَلُ تفضیل ہے۔ الرُّجْعٰى لوٹنا مصدر ہے ر - ج - ع سے واپس جانا۔ ارشاد ہے کہ اے محمدؐ اللہ کے حکم سے اس کا نام لے کر پڑھ۔ تیرا رب وہی ہے جس نے یہ سارا جہان پیدا کیا۔ وہ جانتا ہے کہ کونسی چیز کس طرح پیدا کی جاتی ہے۔ اس کی قدرت کا اندازہ اس سے کر کہ اس نے انسان کو ایک بے جان مادہ سے پیدا کیا۔ جو ایک جمے ہوئے خون کی شکل کا تھا نہ کچھ جانتا تھا نہ پوچھتا تھا اسی نے اسے سب کچھ جو وہ نہ جانتا تھا۔ سکھایا اور سکھانے کا ذریعہ قلم کو بنایا لیکن باوجود اس کے انسان عموماً غلطی پر ہے بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے پروا اور آزاد دیکھ کر کھیل کھیلتا ہے اور سرکشی کرتا ہے۔ لیکن بات یہ نہیں ہے البتہ وہ مر کر دوبارہ اپنے رب کی طرف لوٹے گا۔ اس ابوجہل کو دیکھو کہ وہ اللہ کے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ اس کا بھلا اس میں تھا کہ سیدھے راستہ پر چلتا اور دوسروں کو بھی چلاتا لیکن افسوس اس نے جھٹلانے پر کمر باندھی اور منہ موڑ لیا۔

نہ مانے گا تو تباہ ہو گا

اَلَمْ يَعْلَمْ - بِاَنَّ - اللّٰهَ - يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا - لَئِنْ
کیا اتنا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے ہرگز نہیں البتہ اگر
لَّمْ - يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾
نہ باز آیا توالبتہ ضرور گھسیٹیں گے ہم پیشانی کے بال پکڑ کر
نَاصِيَةٍ - كَاذِبَةٍ - خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ
کیسی پیشانی جو جھوٹی اور گنہ گار ہے پس بلالے
نَادِيَهُ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ - الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾
جتھے کو اپنے ہم بھی بلاتے ہیں پیادوں کو السجدة
كَلَّا - لَا تُطِعْهُ - وَاسْجُدْ - وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾
مت مان اس کی بات اور سجدہ کر اور نزدیک ہو

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ
کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھتا ہے کوئی نہیں اگر
لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾
باز نہ آئے گا تو ہم چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے
نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ
کیسی چوٹی جھوٹی گنہ گار اب بلالے اپنے
نَادِيَهُ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾
مجلس والوں کو ہم بھی بلاتے ہیں پیادوں کو السجدة
ع ۱۹ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾
کوئی نہیں اس کا کہنا مت مان اور سجدہ کر اور نزدیک ہو

لَنَسْفَعَنْ (البتہ ہم ضرور گھسیٹیں گے) مضارع متکلم بالام تاکید و نون تاکید خفیفہ ہے۔ س۔ ف۔ ع سَفْعٌ کے معنی کھینچنا اور گھسیٹنا ہے۔ زَبَانِيَةَ (سزا دینے والے پیادے) زِبْنِيَةٌ کی جمع ہے۔ جو ز۔ ب۔ ن سے اسم ہے زَبْنٌ کے معنی پکڑ کر دفع کرنا زبنیہ وہ سرکاری پیادہ جو حکم ملتے ہی کسی شخص کو دھکے دے کر مار مار کر نکال دے اور دفع کر دے۔

ارشاد ہے کہ اس شخص نے سرکشی اختیار کی اور یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ میرے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ اور سمجھا کہ بس میں ہی میں ہوں جو چاہے کروں ہرگز یہ بات نہیں اگر یہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے اور گڑھے میں ڈال دیں گے اس کی پیشانی جھوٹ اور دغا بازی سے بھری ہوئی ہے اور نافرمانی اور گناہ سے پر ہے۔ اب اگر یہ کہتا ہے کہ میرے طرفدار اور حمایتی بہت ہیں تو اس سے کہہ دو کہ انہیں بلا لے ہم بھی اپنے سزا دینے والے پیادوں کو پکار لیتے ہیں۔ ہرگز یہ بات نہیں جو یہ سوچ رہا ہے تم اس کی ایک مت سنو اپنے رب کو سجدہ کرو اور اللہ کی نزدیکی حاصل کرو چنانچہ بدر کے دن یہی ہوا کہ مسلمانوں نے اس کے مغرور سر کے بال پکڑ کر اسے گھسیٹا اور کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور آخرت میں فرشتے اس کے بال پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اسے دوزخ میں جھونک دیں گے۔

سورۃ العلق **تمام** ہوئی اس میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے قرآن سکھایا اور اس میں انسان کو کام کی ساری باتیں بتا دیں۔ اب اگر کوئی ابوجہل کی طرح سرکشی اختیار کرتا ہے۔ تو اس کو دین دنیا میں ویسی ہی سزا ملے گی۔ جیسی اسے ملی اس میں گُر کی بات یہ بتائی ہے کہ انسان اپنے آپ کو طاقتور اور لشکر والا دیکھ کر سمجھتا ہے کہ میں جو چاہے کر سکتا ہوں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کا رب یعنی اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ اسی کے پاس لوٹ کر جائے گا اور کئے کی سزا پائے گا۔

سورۃ القدر

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ستانوے ہے اور یہ مکہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس قرآن مجید کا دنیا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول شب قدر میں شروع ہوا۔ جو رمضان کے عشرۂ آخر میں سے کوئی سی رات ہے۔ یہ رات قدر و منزلت کے لحاظ سے ہزار مہینے سے زیادہ وقعت رکھتی ہے۔ اور اسی رات میں وہ سارے حکم جو اللہ تعالیٰ نے سال بھر کے لیے مقرر ہو چکے ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر نیچے اترتے ہیں۔ اور اس وقت سے خیر و برکت کا خاص نزول ہوتا ہے۔ اور سلامتی کا اور امن و امان کا منظر ساری رات عالم میں صبح کے طلوع ہونے تک چھایا رہتا ہے۔ قرآن اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کے ذریعہ نازل ہونا شروع ہوا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے دنیا میں انسان کی ہدایت کے لیے نازل کرنے کا فیصلہ شعبان کی پندرہویں رات کو ہوا۔ پھر لیلۃ القدر میں اسے لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا اور بیت العزت میں رکھا گیا۔ پھر وہاں سے جبرئیلؑ علیہ السلام اسے موقعہ بہ موقعہ تھوڑا تھوڑا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے رہے۔ اور تیئیس سال کی مدت میں پورا قرآن آپ کو پہنچا دیا۔ اسی لیئے لیلۃ القدر کی بڑی فضیلت ہے۔ اس سورت میں کہا گیا ہے۔ کہ یہ ایک رات جسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

حدیث میں اس کی بابت آیا ہے۔ کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاکر اور اس سے ثواب کی پختہ امید رکھ کر اس رات کو اللہ کی عبادت کرے گا۔ اس کے سارے گناہ جو وہ اس سے پہلے کر چکا ہوگا معاف کر دیئے جائیں گے۔ یہ رات کب ہے اور کون سی ہے۔ اس کی بابت حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رات اس ارادہ سے باہر نکلے تھے۔ کہ اس کی بابت لوگوں کو بتا دیں کہ یہی وہ رات ہے۔ جسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ لیکن آپ نے باہر آتے ہی دیکھا۔ کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی آپس کی لڑائی کی شامت سے لیلۃ القدر کو تم سے چھپا دیا گیا۔ اب تم اس کو تلاش کرو گے تو تمہیں ملے گی اور شاید اسی میں تمہارے لیے بہتری ہو۔ اب تم اسے رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ اسی لیے آپ نے رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں اعتکاف کرنے کی سنت جاری کی تاکہ شاید لیلۃ القدر میں عبادت کرنے کا موقعہ ہاتھ آ جائے۔ کیونکہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ اس سورت سے معلوم ہوتا ہے پھر اس کی جستجو کے لیے اور راتوں میں بھی عبادت نصیب ہوگی۔

سورۃ القدر مکیۃ ٩٧ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ ایاتہا ٥ - رکوعہا ١

قرآن شب قدر میں اترنا شروع ہوا

اِنَّآ - اَنْزَلْنٰہُ - فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ١ وَمَآ
تحقیق ہم اتارا ہم نے اسے شب قدر میں اور کس
اَدْرٰکَ - مَا - لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ٢ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ
بتایا تجھے کیا ہے شب قدر شب قدر
خَیْرٌ - مِّنْ - اَلْفِ - شَھْرٍ ٣ تَنَزَّلُ - الْمَلٰٓئِکَۃُ
بہتر ہے ہزار ماہ سے اترتے ہیں فرشتے
وَالرُّوْحُ - فِیْھَا - بِاِذْنِ - رَبِّھِمْ - مِّنْ - کُلِّ
اور جبریل اس میں حکم سے اپنے رب کے سے ہر
اَمْرٍ ٤ سَلٰمٌ ھِیَ - حَتّٰی - مَطْلَعِ - الْفَجْرِ ٥
کام امن و امان ہے وہ صبح کے طلوع ہونے تک

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ١ وَمَآ
ہم نے اسے اتارا شب قدر میں اور تو نے
اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ٢ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ
کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار
خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ٣ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ
مہینے سے بہتر ہے اس میں فرشتے
وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِّنْ کُلِّ
اور روح اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے
اَمْرٍ ٤ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ٥
امان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

منزل ٧ ع ٥ / ٢٢

ارشاد ہے کہ ہم نے یہ قرآن شب قدر میں اتارا شب قدر کی بابت تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ایک رات ہزار ماہ سے بہتر ہے اس رات جبرئیل دیگر فرشتوں کے ساتھ دنیا میں ہر کام کی بابت جو اس سال ہونے ہیں احکام لے کر اترتے ہیں اور صبح تک امن و امان اور خیر و برکت کا نزول ہوتا رہتا ہے سورۃ القدر تمام ہوئی سورۃ الدخان میں شعبان کی پندرھویں رات کی بابت بھی کہا گیا ہے۔ جو یہاں لیلۃ القدر کی بابت کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں راتوں کا آپس میں تعلق ہے۔ ایک میں اجمالی اور دوسری میں تفصیلی احکام نازل ہوتے ہیں۔ سورۃ البینۃ قرآن کی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد اٹھانوے ٩٨ ہے۔ اور یہ مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال نازل ہوئی۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ دنیا میں دیندار اور بے دین دونوں کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ یہود نصاریٰ اور مشرک دونوں اللہ کا انکار کر بیٹھے تھے اور اپنے اپنے معبود الگ الگ بنا کر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور آپس میں لڑائی جھگڑوں اور فساد کا بازار گرم تھا۔ کوئی عقل مند یا زور آور آدمی ایسا نہ تھا کہ جو لوگوں کو سمجھا کر سیدھے راستہ پر ڈال دے۔ ایک فقط یہی صورت رہ گئی تھی کہ ایک بڑے مرتبہ والا عظیم الشان اللہ کا رسول آئے اور صاف ستھری آیتیں پڑھ کر سنائے جن میں ساری پکی اور پختہ باتیں موجود ہوں۔ چنانچہ وہ رسول آیا اور بات بالکل واضح ہو چکی۔ لیکن لوگ پھر بھی اپنی ضد اور ہٹ کی وجہ سے ویسے ہی فرقہ بندی اور جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کو اتفاق اور اتحاد کا کہہ دیا گیا تھا۔ کہ اللہ کو مانو نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور یہی پختہ اور مکمل دین ہے مگر انہوں نے اسے نہ مانا اب یہ اہل کتاب اور مشرک لوگ بھی سن لیں کہ وہ بدترین مخلوق ہیں اور مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ ہاں جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک کاموں میں اس دنیا کے اندر لگے رہیں گے وہ بہترین مخلوق ہیں۔ انہیں مرنے کے بعد جنت ملے گی اور وہ اللہ سے اور اللہ ان سے راضی ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ نجات کا اصل ذریعہ اللہ کا ڈر ہے۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مدنيّة ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ۔ اٰيٰتُهَا ۸ رکوعها ۸

ہدایت کی فقط ایک ہی صورت ہے

لَمْ يَكُنِ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ - وَ
نہ تھے وہ لوگ جو اللہ کے منکر ہوئے کتاب والوں میں سے اور
الْمُشْرِكِيْنَ - مُنْفَكِّيْنَ - حَتّٰى - تَاْتِيَهُمُ - الْبَيِّنَةُ ①
مشرکوں میں سے باز آنے والے یہاں تک کہ آئے ان کے پاس صاف بات کھلی
رَسُوْلٌ - مِّنَ اللّٰهِ - يَتْلُوْا - صُحُفًا - مُّطَهَّرَةً ②
ایک رسول اللہ کی طرف سے جو پڑھے ورقے پاک صاف
فِيْهَا - كُتُبٌ - قَيِّمَةٌ ③ وَمَا - تَفَرَّقَ - الَّذِيْنَ
جن میں لکھی ہوئی ہوں مضبوط باتیں اور نہیں الگ الگ ہوئے وہ جنہیں
اُوْتُوا الْكِتٰبَ - اِلَّا - مِنْ - بَعْدِ مَا - جَآءَتْهُمُ - الْبَيِّنَةُ ④
دی گئی کتاب مگر بعد اس کے کہ آگئی ان کے پاس صاف کھلی بات

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ
جو لوگ منکر ہیں اہل کتاب اور مشرک وہ باز آنے والے
الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ①
نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی بات پہنچے
رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ②
اللہ کا ایک رسول پاک ورق پڑھتا ہوا
فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ
جن میں مضبوط باتیں لکھی ہوں اور اہل کتاب میں پھوٹ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④
پڑی سو جب کہ ان کے پاس کھلی بات آ چکی

مُنْفَكِّيْنَ (باز آنے والے) مُنْفَكٌّ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے۔ اِنْفِكَاكٌ سے جو ف۔ ک۔ ک سے بنا ہے۔ فَكٌّ کے معنی جدا کر دینا چھڑا دینا۔ روک دینا سورۃ البلد میں گزر چکا ہے اِنْفِكَاك اس کا لازم ہے الگ الگ ہو جانا چھوڑ دینا۔ باز آجانا بَيِّنَةٌ (صاف واضح بات) سورۃ الاعراف وغیرہ میں گزر چکا ہے۔ كُتُبٌ (لکھی ہوئی باتیں) کتاب کی جمع ہے۔ جو لکھی ہوئی چیز کو کہتے ہیں قَيِّمَةٌ (کھری راسخ مضبوط) قَيِّمٌ جو سورۃ الروم میں گزر چکا ہے۔ کی مونث ہے۔ یعنی مضبوط ۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں دین کی صورت بگڑ چکی تھی۔ کتاب والے ہوں یا مشرک سب اللہ کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ انہیں سمجھانا کسی کے بس کا نہ تھا فقط ایک صورت تھی کہ اللہ کا ایک معزز رسول ایک نئی کتاب لے کر آئے جس میں ساری مضبوط باتیں جمع ہوں اور وہ انہیں پڑھ کر سنائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پہلے حضرت عیسیٰؑ اور ان کے بعد آخری رسول محمد رسول اللہ علیہ وسلم صاف صاف باتیں لے کر آئے لیکن لوگوں نے دونوں بار انہیں ٹھکرا دیا حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اختلاف کر کے بہت سے فرقے یہودیوں عیسائیوں کے بن گئے اور پھر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پہچان لینے کے باوجود ضد پر اتر آئے اور نئے نئے فرقے بنا کر بیٹھ گئے چنانچہ اب تک بجائے اس کے کہ دین اسلام پر متحد ہو جاتے اپنا اپنا دین لیے بیٹھے ہیں اور ہر گروہ اپنے دین کو سب سے اچھا سمجھتا ہے اور دوسرے کے دین کے مٹانے کی فکر میں ہے اسلام کے صاف پیغام کے بعد اس ہٹ دھرمی کا نہ کوئی موقع ہے اور نہ اس پر جمے رہنے کا کوئی معقول عذر ہے۔ قرآن نے سمجھا دیا کہ ملک قومیت وطنیت انسان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کے تعصب میں پھنس کر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی تیاری کرتے رہنا انسانیت کا خون کرنا ہے سیدھی بات ہے کہ سیدھا راستہ انسان کے لیے ایک ہی ہے۔ اپنا رب فقط اللہ کو مانے اور اسی کے آگے جھکے اس کی عبادت کرے اور جو کچھ اس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد ہے وہ محتاجوں اور ضرورتمندوں کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری کرنے کیلئے خرچ کرے اسی بنیاد پر انسان کو اپنی تنظیم قائم کرنی چاہیے اور سب فاسد سے بیچ اور بے کار ہیں

بات تو بہت اچھی بتائی گئی تھی

وَمَآ - اُمِرُوْٓا - اِلَّا - لِيَعْبُدُوا - اللّٰهَ - مُخْلِصِيْنَ
اور نہیں حکم ہوا تھا انھیں مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کی خالص کر کے
لَهُ - الدِّيْنَ ۵ حُنَفَآءَ - وَيُقِيْمُوا - الصَّلٰوةَ
اس کے لیے اطاعت منہ موڑ کر سب سے اور قائم رکھیں نماز
وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ - وَ ذٰلِكَ - دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (۵)
اور دیتے رہیں زکوٰۃ اور یہی ہے راستہ مضبوط لوگوں کا
اِنَّ - الَّذِيْنَ - كَفَرُوْا - مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
تحقیق جو لوگ انکار کر بیٹھے اللہ کا کتاب والوں میں سے
وَالْمُشْرِكِيْنَ - فِيْ - نَارِ - جَهَنَّمَ - خٰلِدِيْنَ - فِيْهَا
اور مشرکوں میں سے آگ میں ہوں گے جہنم کی ہمیشہ رہنے والے اسی میں
اُولٰٓئِكَ - هُمْ - شَرُّ الْبَرِيَّةِ (۶) اِنَّ
وہ لوگ وہی ہیں بدترین خلائق تحقیق
الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے انھوں نے اچھے
اُولٰٓئِكَ - هُمْ - خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۷)
وہ لوگ وہ ہیں بہترین خلائق

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
اور ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں خالص اسی کی
لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
بندگی منہ موڑ کر اور نماز قائم کریں
وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (۵)
اور زکوٰۃ دیں اور یہی راہ ہے مضبوط لوگوں کی
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اور وہ جو منکر ہوئے اہل کتاب
وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
اور مشرک دوزخ کی آگ میں ہوں گے سدا رہیں گے
اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (۶) اِنَّ
اس میں اور وہ لوگ ہیں سب خلق سے بدتر وہ لوگ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جو ایمان لائے اور کیے انھوں نے بھلے کام
اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۷)
وہ لوگ ہیں سب خلق سے بہتر

حُنَفَآءَ (سب سے منہ موڑنے والے) حنیف کی جمع ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا لقب ہے اور سورۃ النساء وغیرہ میں گزر چکا ہے سب سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف جھکنے والا۔ اَلْبَرِيَّةَ (مخلوق) فعیل بمعنی مفعول ہے ب ر ء سے بَرْءٌ کے معنی پیدا کرنا بَرِيَّةٌ - خلق۔ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ یعنی دین الامۃ القیمۃ۔

ارشاد ہے کہ لوگوں کو آخری رسول نے کچھ اور تو نہیں کہا تھا۔ فقط یہی کہا تھا کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور سب کو چھوڑ کر خالص دین کے ساتھ اسی کی فرمانبرداری کرو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو یہی ہمیشہ سے مستحکم اور مضبوط امت کا طریقہ رہا ہے پھر خبر نہیں اس پر سب متحد کیوں نہیں ہو جاتے بہرحال وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک جو اللہ کا انکار کر بیٹھیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ اور یہی ہیں مخلوق میں سب سے برے لوگ۔ ہاں جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے وہ لوگ مخلوق میں سب سے اچھے ہیں۔ یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سارے انسانوں کے لیے ہے کسی خاص قوم یا گروہ کا مذہب نہیں جو لوگ اسلام کو نہ ماننے کا یہ بہانہ ڈھونڈھتے ہیں کہ یہ تو فقط مسلمانوں کا مذہب ہے ہمیں اس سے کیا سروکار، ہمارا مذہب وہی ہے جو قدیم سے ہمارے ملک کا اور ہمارے باپ دادا کا مذہب چلا آتا ہے یہ لوگ بڑی سخت غلطی کر رہے ہیں قرآن کا اعلان ہے کہ تمام انسانوں کیلئے خواہ وہ یورپ کے ہوں یا پچھم کے کالے ہوں یا گورے دین فقط ایک ہے اور وہ اسلام ہے قرآن ہر انسان کو یہی سمجھانے آیا ہے جو نہ مانے گا اسے مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ وہ سخت غلطی پر تھا۔

ایمان والوں کی جزا

جَزَآؤُهُمْ - عِنْدَ - رَبِّهِمْ - جَنّٰتُ - عَدْنٍ
بدلا ان کا نزدیک ان کے رب کے باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے
تَجْرِیْ - مِنْ - تَحْتِهَا - الْاَنْهٰرُ - خٰلِدِیْنَ
چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں گے
فِیْهَآ - اَبَدًا - رَضِیَ - اللّٰهُ - عَنْهُمْ - وَرَضُوْا - عَنْهُ
ان میں ہمیشہ راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے
ذٰلِكَ - لِمَنْ - خَشِیَ - رَبَّهٗ ﴿۸﴾
یہ واسطے اس کے ہے جو ڈرا اپنے رب سے

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ
ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں باغ ہیں ہمیشہ رہنے کو
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ
بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں رہیں گے اس میں
فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
ہمیشہ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی
ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾
یہ اسے ملتا ہے جو ڈرے اپنے رب سے

عَدْنٌ (ہمیشہ رہنے کے لیے) اسم مصدر ہے جس کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ ارشاد ہے کہ ایمان لا کر نیک کام کرنے والوں کی جزا اللہ کے ہاں یہ ہے۔ کہ ان کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ تیار ہیں جن کے نیچے مقاموں پر نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ انہی باغوں میں ہمیشہ رہیں گے اور سب سے بڑی بات یہ ہوگی کہ اللہ ان سے راضی ہوگا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یاد رکھو یہ مرتبہ اسے ملے گا جو دنیا میں اللہ سے ڈر کر برے کاموں سے بچے گا اور اس کی نافرمانی نہ کرے گا۔ سورۃ البینہ تمام ہوئی اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ دنیا کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ آدمیوں کے درست ہونے کی کوئی صورت نہ تھی سوا اس کے کہ ان کے پاس اللہ کا رسول آئے اور کھری کھری باتیں اس کی کتاب میں سے پڑھ کر انہیں سنائے۔ تعجب اور افسوس ہے کہ اس سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور اب تک برابر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں انہیں بتایا گیا تھا کہ سب طرف سے ہٹ کر اللہ کی خالص دل سے بندگی کرو نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ ہر پائدار امت کا یہی طریقہ رہا ہے اور یہی رہے گا۔ لیکن آدمیوں کو اور کچھ سوجھی انہوں نے کہا کہ یہ تو ایک خاص قوم کا مذہب ہے ہم اسے کیوں مانیں ہم اپنا مذہب مانیں گے۔

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ننانوے 99 ہے مدینہ کے شروع کے زمانے میں نازل ہوئی اس میں انسان کو اس سخت واقعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس کا نام قیامت ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی خداوند عالم زمین کو حکم دے گا کہ اپنے آپ کو ہلا ڈالے چنانچہ اس میں جتنا سخت زلزلہ ہو سکتا ہے آئے گا۔ کوئی اونچی عمارت ٹیلہ پہاڑ وغیرہ باقی نہ رہے گا۔ ساری زمین ہموار چٹیل میدان ہو جائے گی اور اپنے اندر کی ساری چیزیں باہر نکال پھینکے گی۔ سونا چاندی قیمتی معدنیات سب چیزیں باہر نکل پڑیں گی اور سارے انسان حیرت زدہ ہو کر کہیں گے کہ آج زمین کو کیا ہو گیا اس وقت زمین اپنی ساری خبریں کہہ ڈالے گی کہ مجھ پر رہتے ہوئے انسان نے کیا کیا کوتک کئے زمین کا ہر حصہ وہ ساری باتیں بتائے گا جو انسان نے وہاں کی ہوں گی کیونکہ اللہ نے اسے یہی حکم دیا ہوگا کہ سب کچھ کہہ ڈالے سارے انسان اپنی اپنی قبروں سے یا جہاں کہیں بھی ہوں گے اپنے اپنے اعمال کے مطابق گروہ گروہ بن کر باہر نکل پڑیں گے۔ تاکہ ہر ایک کے اعمال اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں ہر ایک اپنی اپنی ذرہ ذرہ بھلائی برائی جو اس نے کی ہوگی اپنے سامنے دیکھ لے گا۔

سورۃ الزلزال مدنیۃ ۹۹ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اٰیٰتُھَا ۸ رکوعھا ۱

قیامت کا زلزلہ (۱)

اِذَا - زُلْزِلَتِ - الْاَرْضُ - زِلْزَالَهَا ۝۱
جب ہلاڈالی جائے گی زمین جنبش سے اپنی
وَاَخْرَجَتِ - الْاَرْضُ - اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ
اور باہر نکال ڈالے گی زمین بوجھ اپنے اور کہے گا
الْاِنْسَانُ - مَالَهَا ۝۳ یَوْمَئِذٍ - تُحَدِّثُ - اَخْبَارَهَا ۝۴
انسان کیا ہوگیا اسے اس دن کہہ ڈالے گی زمین خبریں اپنی
بِاَنَّ - رَبَّكَ - اَوْحٰی - لَهَا ۝۵ یَوْمَئِذٍ - یَّصْدُرُ
کیونکہ تیرے رب نے حکم دیا اسے اس دن باہر نکلیں گے
النَّاسُ - اَشْتَاتًا - لِّیُرَوْا - اَعْمَالَهُمْ ۝۶ فَمَنْ
لوگ مختلف گروہوں میں تاکہ دکھائے جائیں انھیں اعمال ان کے بس جس نے
یَّعْمَلْ - مِثْقَالَ - ذَرَّةٍ - خَیْرًا - یَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ
کی ہوگی برابر ذرہ کے بھلائی دیکھے گا وہ اسے اور جس نے
یَّعْمَلْ - مِثْقَالَ - ذَرَّةٍ - شَرًّا - یَّرَهٗ ۝۸
کی ہوگی برابر ذرہ کے برائی دیکھے گا وہ اسے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱
جب ہلا ڈالا جائے زمین کو اس کے بھونچال سے
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ
اور نکال باہر کرے زمین اپنے اندر کے بوجھ اور آدمی
الْاِنْسَانُ مَالَهَا ۝۳ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴
کہے گا اس کو کیا ہوگیا اس دن وہ اپنی باتیں کہہ ڈالے گی
بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۝۵ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ
اس واسطے کہ تیرے رب نے اسے حکم بھیجا اس دن باہر آئیں گے
النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝۶ فَمَنْ
لوگ مختلف گروہوں میں کہ انھیں ان کے عمل دکھائے جائیں گے سو
یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ
جس نے ذرہ بھر بھلائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے
یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝۸ ع ۲ ۲۴
ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا

زُلْزِلَتْ : (ہلادی جائے) ماضی مجہول ہے فعل رباعی سے جس کا مصدر زَلْزَلَةٌ اور زِلْزَال ہے اس کے معنی ہیں زور سے ہلا ڈالنا ۔ زِلْزَالَهَا یعنی زمین کے زبردست بھونچال سے یَصْدُرُ لوٹیں گے مضارع کا صیغہ ہے ۔ ص ۔ د ۔ ر سے مصدر کے معنی کسی جگہ سے جاکر واپس آنا ۔ یعنی انسان دوبارہ زمین پر واپس آئے گا ۔ اَشْتَاتٌ (بکھرے ہوئے) شَتٌّ کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے متفرق کے معنی میں ہے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بھانت بھانت کی جماعتوں میں بٹے ہوئے نکلیں گے ۔

ارشاد ہے کہ انسان کیا دنیا میں پھول کر اور اپنے رب کو بھول کر بیٹھا ہے بہر کر زمین میں ملنے والا ہے ۔ لیکن یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جائے گا ۔ ایک دن زمین کو زور سے ہلا دیا جائے گا ۔ پہاڑ ٹیلے کچھ نہ رہیں گے ۔ یہاں سے وہاں تک صاف میدان ہو جائے گا اس دن زمین اپنے اندر کی ساری چیزیں باہر نکال کر پھینک دے گی ، جتنی قیمتی چیزیں اس کے اندر ہیں سب آپ ہی آپ باہر نکل پڑیں گی آج انسان یہاں بڑی محنت سے سونا ۔ چاندی ۔ کوئلہ ۔ تیل ۔ اس کے اندر سے کھود کر نکالتا ہے ۔ اس دن یہ سب چیزیں خودبخود باہر آجائیں گی اور کوئی لینے والا نہ ہوگا انسان حیرت سے تکے گا کہ آج اس زمین کو کیا ہوگیا ہے ۔ خودبخود ساری چیزیں اپنے اندر سے باہر پھینکے دے رہی ہے ۔

قیامت کا زلزلہ (ب)

اس دن زمین کا ایک اور حال عجیب ظاہر ہوگا۔ اللہ جو اس کا رب ہے اسے حکم دے گا کہ آج وہ سب باتیں بیان کر دے جو انسان نے تیرے اوپر بستے وقت کی ہیں۔ چنانچہ زمین کا ہر حصہ وہ ساری باتیں بیان کر دے گا جو کسی وقت انسان نے وہاں کی ہوں گی کہیں سے آواز آئے گی کہ یہاں چوری کی گئی کہیں سے قتل ظلم لوٹ مار کی خبریں سنائی جا رہی ہوں گی یہ تو زمین کا حال ہوگا۔ انسان پر یہ بیبت رہی ہوگی کہ ہر ایک انسان زمین کے اندر سے جس میں وہ مر کر مل گیا تھا۔ اٹھ کر دوبارہ باہر نکلے گا پھر سارے انسان اپنے اپنے اعمال کے مطابق ٹولیوں میں بٹ جائیں گے کوئی چوروں کی ٹولی ہوگی کوئی زناکاروں کی کوئی شرابیوں کی لٹیروں کی اور ظالموں وغیرہ کی ہوگی اور ہر ایک میدان حشر کی طرف دوڑے گا۔ تاکہ وہاں اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے جس نے ذراسی بھی بھلائی کی ہوگی وہ اس کے آگے آجائے گی اور جس نے ذراسی بھی برائی کی ہوگی وہ اس کے سامنے موجود ہو جائے گی۔ سورۃ زلزال تمام ہوئی اس میں قیامت کا وہ مختصر مگر جامع نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ جسے انسان کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ہرگز کسی کو یہ خیال نہ ہونا چاہیے کہ میں دنیا میں آزاد ہوں جو چاہوں کر سکتا ہوں کسی کو حق نہیں کہ میرے کاموں میں دخل دے۔ اسے خیال رکھنا چاہیے کہ خود زمین بلکہ خود اس کے ہاتھ پاؤں تک بھی اس کا سارا حال ہو بہو کہہ ڈالیں گے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گی۔ اچھے کام ہوں گے۔ تو سکھ پائے گا برے ہوں گے تو دکھ اٹھائے گا۔

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد سو ہے۔ اور یہ مکہ کے قیام کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی اس سورت میں انسان کی توجہ گھوڑوں کی طرف متوجہ کی گئی ہے۔ جن سے تمام انسان خاص کر عرب بہت سے کام لیتے ہیں اور وہ بالکل ان کی خواہش کے مطابق ان کا کام انجام دیتے ہیں اور وہ بھی محض اس لیے کہ ان کے مالک ان کے لیے چارہ اور پانی کا خاطر خواہ انتظام کرتے ہیں۔ عرب کے گھوڑے اپنے مالک کے وفادار خاص طور پر مشہور ہیں۔ اس لیئے ان کو اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ تم نے گھوڑے سے یہ سبق سیکھا ہوتا۔ کہ اپنے مالک کے خادم اور وفادار بنتے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ انسان اپنے رب کا جس نے اسے سب کچھ دیا ناشکرا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی آنکھوں سے گھوڑوں کی اپنے مالک سے وفاداری اور اس کی شکرگزاری صاف صاف دیکھ رہا ہے۔ انسان کو مال جمع کرنے کی دھن نے بھی کہیں کا نہ رکھا یہ ہر وقت اپنے فائدے کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور اپنے رب اور مالک کا اسے خیال بھی نہیں آتا۔ اچھا عنقریب قبروں میں سے سب دوبارہ زندہ کر کے نکال لیئے جائیں گے اور دلوں میں جو خیالات بھرے ہوئے تھے۔ وہ سب ظاہر ہو جائیں گے اس روز انسان سمجھے گا اور اس کو جتلا بھی دیا جائے گا۔ کہ اللہ اس کے سارے حالات سے واقف ہے۔

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ۔۔۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔۔۔ اٰيَاتُهَا ۱۱ رُكُوْعُهَا ۱

گھوڑوں کی وفاداری

وَالْعٰدِيٰتِ ۔ ضَبْحًا (۱) فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (۲)
قسم دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپتے ہوئے ۔ پھر روشن کرنے والے آگ جھاڑ کر
فَالْمُغِيْرٰتِ ۔ صُبْحًا (۳) فَاَثَرْنَ ۔ بِهٖ ۔ نَقْعًا (۴)
پھر لوٹ ڈالنے والے صبح کو ۔ پھر اٹھائیں اس میں گرد
فَوَسَطْنَ ۔ بِهٖ ۔ جَمْعًا (۵) اِنَّ ۔ الْاِنْسَانَ
پھر بیچ میں گھسیں اس وقت فوج میں ۔ تحقیق انسان
لِرَبِّهٖ ۔ لَكَنُوْدٌ (۶) وَاِنَّهٗ ۔ عَلٰى ۔ ذٰلِكَ
اپنے رب کا البتہ ناشکرا ہے ۔ اور تحقیق وہ اس پر البتہ
لَشَهِيْدٌ (۷) وَاِنَّهٗ ۔ لِحُبِّ ۔ الْخَيْرِ ۔ لَشَدِيْدٌ (۸)
گواہ ہے ۔ اور بیشک وہ مال کی محبت میں البتہ سخت ہے
اَفَلَا ۔ يَعْلَمُ ۔ اِذَا ۔ بُعْثِرَ ۔ مَا ۔ فِي الْقُبُوْرِ (۹)
کیا پس نہیں جانتا جب باہر نکالا جائے گا جو کچھ قبروں میں ہے
وَحُصِّلَ ۔ مَا ۔ فِي الصُّدُوْرِ (۱۰) اِنَّ
اور سامنے آجائے گا جو کچھ سینوں میں ہے ۔ تحقیق
رَبَّهُمْ ۔ بِهِمْ ۔ يَوْمَئِذٍ ۔ لَّخَبِيْرٌ (۱۱)
رب ان کا ان کی اس دن خبر رکھتا ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (۱) فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (۲)
قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر پھر آگ سلگانے والے جھاڑ کی
فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا (۳) فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا (۴)
پھر غارت کر ڈالنے والے صبح کو پھر اٹھانے والے اس میں گرد
فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا (۵) اِنَّ الْاِنْسَانَ
پھر اس وقت فوج میں گھس جانے والے ۔ بے شک آدمی اپنے
لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ (۶) وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ
رب کا ناشکرا ہے ۔ اور وہ آدمی اس کام کو سامنے
لَشَهِيْدٌ (۷) وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۸)
دیکھتا ہے ۔ اور آدمی مال کی محبت میں بہت پکا ہے
اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ (۹)
کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال لیا جائے جو قبروں میں ہے
وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ (۱۰) اِنَّ
اور باہر لایا جائے جو کچھ دلوں میں ہے ۔ بیشک
رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (۱۱)
ان کے رب کو اس دن ان کی سب خبر ہے

ع ۲۱ ۲۵

ضَبْحٌ (زور سے سانس لینا) دوڑتے وقت گھوڑوں کا ہانپنا اَلْمُغِيْرَات (ایک دم حملہ کرنے والے) مُغِيْرَةٌ کی جمع ہے ۔ جو اِغَارَةٌ سے اسم فاعل ہے اس کا مادہ غ ۔ و ۔ ر ہے غَوْرٌ کسی کے پیچھے پکڑنے کو دوڑنا ۔ اِغَارَةٌ چھاپا مارنا ۔ لوٹنے کے لیے حملہ کرنا اَثَرْنَ اٹھاتے ہیں ماضی کا صیغہ ہے ۔ اِثَارَةٌ سے جس کا مادہ ث ۔ و ۔ ر ہے ثَوْرٌ کے معنی جوش اِثَارَةٌ خاک اکھاڑ کر اڑانا نَقْعٌ غبار دھول جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے اُڑے اور ہر جگہ چھا جائے كَنُوْد (نمک حرام) صفت کا صیغہ ہے ک ۔ ن ۔ د سے كُنُوْدٌ احسان فراموش کرنا بُعْثِرَ نکال کر باہر لایا جائے ماضی مجہول ہے ۔ بُعْثَرَةٌ رباعی سے جس کے معنی پھیلانا اور بکھیر دینا ہیں ۔

ارشاد ہے کہ گھوڑوں کی طرف غور کرو کہ یہ اپنے مالک کے کیسے وفادار خادم ہوتے ہیں اس کے اشارے پر زور سے دوڑتے ہیں اور ہانپتے جاتے ہیں اور پتھر پر سم مار کر آگ جھڑاتے ہیں اور آدمیوں کو پیٹھ پر اٹھا کر صبح ہی صبح لوٹنے کے لیے اچانک حملہ کر دیتے ہیں ۔ اپنے ٹاپوں سے گرد و غبار اُڑاتے ہیں اور اسی وقت دشمنوں کی جماعت میں گھس جاتے ہیں ۔ اور اپنے مالک کیلئے جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتے ۔ (آگے کے سبق میں)

گھوڑوں سے سبق

کیا انسان کو اس سے یہ سبق نہیں سیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں دل و جان سے حاضر رہے اور جو حکم ہو فوراً بجالائے افسوس برخلاف اس کے انسان اپنے رب کا احسان بھول جاتا ہے اور اس کی ناشکری کرتا ہے۔ حالانکہ یہ گھوڑوں اور بعض اور جانوروں کے حالات اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ یہ اس قدر خود غرض ہے کہ دنیا کا مال و متاع جمع کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اور جب کچھ فاعدہ حاصل ہو جائے تو مگن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اپنے رب کا خیال بھی نہیں کرتا۔ اس کو یہ معلوم نہیں کہ ایک دن جو کچھ قبروں میں گڑا ہوا ہے۔ سب کو باہر نکال لیا جائے گا اور انسان کے دل میں جو کچھ خیالات بھرے ہوئے تھے سب کھلم کھلا سامنے رکھ دیئے جائیں گے اس وقت ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ اپنے بندوں کے حال سے ذرہ ذرہ واقف ہے اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں گی۔ اور غفلت کا پردہ سامنے سے ہٹ جائے گا۔ سورۃ العٰدیٰت تمام ہوئی اس میں انسان کو سرزنش کی گئی ہے کہ وہ مالک کی وفاداری اور شکرگزاری میں گھوڑوں سے بھی گیا گزرا ہے گھوڑا اپنے مالک کی خاطر جان تک کی بازی لگا دیتا ہے اور ایک اشارے میں جدھر کہے چل پڑتا ہے۔ بڑے خطروں میں مالک کی طرف کود پڑتا ہے لیکن انسان کو اس کا بھی پتہ بہت کم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو اس کی ساری ضرورت کی چیزیں ہر وقت دیتا رہتا ہے۔ اسے اس کا شکرگذار اور فرمانبردار ہو کر رہنا چاہیے انسان دنیا کے فائدے اور مال و متاع حاصل کرنے کی دھن میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔ حالانکہ گھوڑوں اور دیگر جانوروں کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنے مالک کے کیسے فرمانبردار ہیں۔ اچھا ایک دن وہ زمین میں سے اٹھ کر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا اور دیکھ لے گا کہ وہ اس کا حال سارا جانتا ہے۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَة

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ایک سو ایک ہے مکہ کے قیام کے شروع ہی کے زمانے میں نازل ہوئی۔ اس میں انسان کو قیامت سے ڈرایا گیا ہے۔ کہ اس سے غافل ہو کر مت بیٹھ رہنا۔ جب وہ آئے گی انسان کے ہوش و حواس بگاڑ دے گی اور اندر سے باہر تک ہر چیز کو زور سے ہلا ڈالے گی آدمی پروانوں اور پتنگوں کی طرح ادھر ادُھر بکھرے ہوں گے اور بے تحاشا دوڑے چلے جا رہے ہوں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑ رہے ہوں گے اس دن ہر انسان کے اعمال تولے جائیں گے جن کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا انہیں خوشی اور خرمی نصیب ہوگی اور جن کا نیک اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے اس بات کو دھیان میں رکھ کر انسان کرے جو کچھ کرے۔

اس سورت میں قیامت کے واقعہ کو بہت ہی صاف الفاظ میں واضح کر دیا گیا ہے اب کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ اس مضمون پر قرآن شریف میں خاص طور پر زور نہیں دیا گیا۔ اس سورت میں کسی مضمون کو نہیں چھیڑا گیا فقط اتنا ہی کہا گیا ہے اور بہت زوردار الفاظ میں کہا گیا ہے کہ قیامت میں شک کی گنجائش نہیں اس میں شک مت کرو وہ آئے گی تو سب چیزوں کو ہلا ڈالے گی اور آدمی اس طرح بکھرے ہوئے ہوں گے جیسے پروانے چراغ کے گرد پھیلے ہوتے ہیں پھر ان کو جمع کر کے ان کا حساب لیا جائے گا جن کے اچھے اعمال وزنی ہوں گے وہ نجات پائیں گے اور جن کے ہلکے ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے۔

سورۃ القارعۃ مکیۃ ١٠١ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اٰيَاتُهَا ١١ رُكُوْعُهَا ١

قیامت کیا ہے؟

اَلْقَارِعَةُ (١) مَا الْقَارِعَةُ (٢) وَمَآ اَدْرٰىكَ
کھڑکھڑانے والی کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی اور کس نے بتایا تجھے
مَا الْقَارِعَةُ (٣) يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ
کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی جس دن ہوں گے آدمی
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (٤) وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ
مانند پروانوں کے بکھرے ہوں گے اور ہوں گے پہاڑ
كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (٥) فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ
مانند رنگین اُون دُھنکی ہوئی کے پس وہ جو بھاری ہوئے
مَوَازِيْنُهٗ (٦) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (٧) وَاَمَّا
اعمال اس کے پس وہ ہے بیچ عیش پسندیدہ کے اور وہ
مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (٨) فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (٩)
جو ہلکے ہوئے اعمال اس کے پس ٹھکانا اس کا گڑھا ہوگا
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ (١٠) نَارٌ حَامِيَةٌ (١١)
اور کس نے بتایا تجھے کیا ہے وہ آگ ہے دہکتی ہوئی

اَلْقَارِعَةُ (١) مَا الْقَارِعَةُ (٢) وَمَآ اَدْرٰىكَ
وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی اور تو کیا سمجھا
مَا الْقَارِعَةُ (٣) يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ
کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی جس دن لوگ بکھرے ہوئے
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (٤) وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ
پتنگوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ جیسے
كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (٥) فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ
رنگی ہوئی اون دھنی ہوئی پس وہ جس کی تول
مَوَازِيْنُهٗ (٦) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (٧) وَاَمَّا
بھاری ہوئی من مانی زندگی میں ہوگا اور جس کی
مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (٨) فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (٩)
تول ہلکی ہوئی تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہوگا
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ (١٠) نَارٌ حَامِيَةٌ (١١) ع ٢٢ / ٢٦
اور تو کیا سمجھا وہ کیا ہے آگ ہے دہکتی ہوئی

ارشاد ہے کہ قیامت جب آئے گی پکڑ کر ہلا ڈالے گی - اس کا حال سنو آدمی پروانوں اور پتنگوں کی طرح بکھرے ہوں گے پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح اڑ رہے ہوں گے - اس دن جس کے اچھے کام بھاری ہوئے وہ خوش و خرم ہوگا۔ اور جس کے اچھے کام ہلکے ہوئے وہ گہرے گڑھے میں گرے گا جہاں دہکتی ہوئی آگ ہو گی سورۃ القارعہ تمام ہوئی - انسان کو چاہیے کہ جو کچھ کرے سوچ سمجھ کر کرے اس کے اعمال کا حساب ہوگا۔ اور جزا سزا ملے گی۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُر

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ایک سو دو ۱۰۲ ہے - مکہ کے اندر ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اس وقت عرب کے لوگ قبیلوں کے اندر بٹے ہوئے تھے - اور ہر قبیلہ دوسرے سے مال و دولت، عزت، شہرت میں بڑھا رہنا چاہتا تھا - یہاں تک کہ اپنے آدمیوں کی تعداد بھی دوسروں سے زیادہ دکھانا چاہتا تھا - دنیا کے جھگڑوں میں اس قدر پھنسے رہنے سے نہ اللہ کا خیال باقی رہتا ہے اور نہ آخرت کا کچھ دھیان آتا ہے لوگوں کو اس پر جھڑکا جا رہا ہے کہ دنیا کے سامان کی زیادتی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش عمر بھر کرتے رہتے ہو یہاں تک کہ موت آجاتی ہے - اور قبر میں جا پہنچتے ہو بلکہ وہاں بھی اپنے آدمیوں کی تعداد دوسروں سے زیادہ ثابت کرنے کے لیے قبروں کو گننے لگتے ہو کہ ہمارے مردے تمہارے مردوں سے زیادہ ہیں - عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مال، اولاد، احباب و اقارب کی زیادتی کسی کام کی چیز نہیں ہے۔

سورۃ التکاثر مکیۃ ۱۰۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ایتھا ۸ رکوعھا ۱

نری دنیا ہی نہیں آخرت بھی ایک چیز ہے

اَلْهٰكُمُ ۔ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى ۔ زُرْتُمُ ۔ الْمَقَابِرَ ۝۲
بھلائے رکھا تمھیں ایک دوسرے سے بڑھنے نے یہاں تک کہ دیکھ لیں تم نے قبریں
كَلَّا ۔ سَوْفَ ۔ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ ۔ كَلَّا ۔ سَوْفَ
ہرگز نہیں عنقریب جان لوگے تم پھر ہرگز نہیں عنقریب
تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا ۔ لَوْ ۔ تَعْلَمُوْنَ ۔ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵
جان لوگے تم ہرگز نہیں کاش جانتے تم یقین کا جاننا
لَتَرَوُنَّ ۔ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ ۔ لَتَرَوُنَّهَا ۔ عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷
البتہ ضرور دیکھوگے تم دوزخ کو پھر البتہ ضرور دیکھوگے تم اسے یقین کی آنکھ سے
ثُمَّ ۔ لَتُسْئَلُنَّ ۔ يَوْمَئِذٍ ۔ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸
پھر البتہ پوچھے جاؤگے تم اس دن بابت نعمتوں کی

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲
غفلت میں رکھا تمھیں بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ قبریں جا دیکھیں
كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ
کوئی نہیں عنقریب جان لوگے پھر کوئی نہیں آگے
تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵
جان لوگے کوئی نہیں اگر جانو تم یقین کرکے
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷
بیشک تمھیں دیکھنی ہے دوزخ پھر دیکھنا ہے یقین کی آنکھ سے
ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸
پھر اس دن تم سے آرام کی حقیقت پوچھیں گے

عِلْمَ الْيَقِيْنِ دلیلوں سے اس قدر جان لینا کہ یقین آجائے۔ عَيْنَ الْيَقِيْنِ وہ یقین جو آنکھوں سے دیکھ کر اور مشاہدہ سے ہوتا ہے۔ سورۃ الواقعہ میں حق الیقین گزر چکا ہے۔ جو یقین کا آخری درجہ ہے جو دلیلوں سے اور مشاہدوں سے حاصل کئے ہوئے یقین سے کہیں زیادہ ہے
تَكَاثُر (کثرت میں مقابلہ) اس کا مادہ ک۔ ث۔ ر ہے كَثْرَةٌ زیادتی میں مقابلہ۔

ارشاد ہے کہ تمہیں دنیا کے اندر مال اور اولاد ساز و سامان میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش نے اپنے اندر الجھا رکھا ہے اور آخرت سے غافل کر رکھا ہے یہاں تک کہ مر کر قبروں میں جا پہنچتے ہو اور وہاں بھی آپس میں مقابلہ رہتا ہے کہ دیکھیں کس کی قبریں زیادہ ہیں یہ حد درجہ کی غفلت اور بھول ہے خبردار اس خیال میں نہ رہنا کہ جو کچھ ہے دنیا ہی ہے عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اصل چیز آخرت ہے۔ کاش تمہیں نظر و فکر سے اس کا یقین ہو جاتا تو اچھے رہتے ورنہ اس غفلت کی سزا دوزخ ہے اور وہ تم مرتے ہی دیکھ لوگے پھر قیامت کے دن تو آنکھوں سے دیکھ کر یقین آجائے گا اس دن تم سے پوچھا جائیگا کہ دنیا کی نعمتیں غفلت میں کیوں برباد کیں اپنے منعم حقیقی اللہ کو راضی کرنے کا کام ان سے کیوں نہ لیا۔ سورۃ التکاثر تمام ہوئی۔

سُوْرَةُ الْعَصْر

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ایک سو تین ۱۰۳ ہے اور یہ مکہ کے اندر نازل ہونے والی پہلی سورتوں میں سے ہے اس میں کہا گیا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے زمانہ کی قدر کرے یہ دم بہ دم گھٹتا چلا جائے گا اور آخر میں انسان خسارہ اور ٹوٹا اٹھائے گا۔ اگر خسارے اور ٹوٹے سے بچنا ہے۔ تو اس میں یہ کام کرو کہ اللہ پر ایمان لاؤ نیک کام کرو آپس میں ایمانداری اور راستی کی نصیحت کرو اور ایک دوسرے کو ہدایت کرو کہ اچھے کاموں میں جو مشکلات پیش آئیں انہیں صبر و استقلال کے ساتھ جھیلنا چاہیے۔ اور مصیبتوں کی پروا نہ کرکے شریعت پر قائم رہنا چاہیے۔

سورۃ العصر مکیۃ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اٰیَاتُھَا ۳ رُکُوۡعُھَا ۱

راہِ نجات

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ - الۡاِنۡسَانَ - لَفِیۡ - خُسۡرٍ ﴿۲﴾
قسم زمانہ کی تحقیق انسان البتہ خسارے میں ہے
اِلَّا - الَّذِیۡنَ - اٰمَنُوۡا - وَعَمِلُوا - الصّٰلِحٰتِ
مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے انھوں نے اچھے
وَتَوَاصَوۡا - بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا - بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾
اور کہتے رہے دین پر قائم رہنے کو اور کہتے رہے برداشت کرنے کو

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ﴿۲﴾
قسم عصر کی البتہ انسان ضرور ٹوٹے میں رہے گا
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مگر جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کیے اور آپس میں
وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾ ع ۳ / ۲۸
تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور تحمل کی

تَوَاصَوۡا آپس میں حکم کرتے رہے ماضی کا صیغہ ہے تَوَاصِی سے جو اصل میں تَوَاصُیٌ ہے بعد تعلیل کے تَوَاصِیۡ ہوگیا۔ اس کا مادہ و۔ ص۔ ی سے وَصۡیٌ اس کا مصدر ہے کسی کو کوئی کام سپرد کرنا حکم کرنا تَوَاصِیۡ باہم ایک دوسرے کو کہتے رہنا۔ وَصِیَّۃ اسی سے اسم ہے سورۃ البقرہ میں اور کئی جگہ گزر چکا ہے۔ اَلۡحَقُّ (سچائی حقیقت) یہاں اس سے مراد وہ سچائی ہے جو وحی کے ذریعے انسان کو بتائی گئی یعنی دین اسلام صَبۡرٌ (تحمل برداشت پختہ ہمت) اچھے کاموں میں دل سے لگے رہنا۔ برے کاموں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ان دونوں میں پختہ ہمت کی ضرورت ہے۔ ارشاد ہے کہ زمانہ ہر لمحہ گزرتا چلا جا رہا ہے۔ اگر زمانہ کو یونہی گزرنے دیا۔ تو انسان گھاٹے میں رہے گا؛

اسے یہ چار باتیں کرنی چاہئیں: (۱) اللہ پر، اس کے رسول پر اور آخرت پر ایمان لائے۔ (۲) ایک دوسرے سے مل جل کر نیک کاموں میں مصروف رہے (۳) آپس میں ایک دوسرے کو حق اور سچائی پر قائم رہنے کی ہدایت کرتا رہے۔ (۴) اچھے کاموں سے کبھی اکتائے نہیں۔ اور مصیبت میں ہمت نہ ہارے اور دوسروں سے بھی یہی کہتا رہے۔ جنھوں نے یہ باتیں اختیار نہ کیں ان کے حالات اور ان کی تاریخ دیکھو ان کو کبھی اصلی کامیابی نہ نصیب ہوئی اور نہ ہوگی۔ سورۃ العصر تمام ہوئی۔ ان چھوٹی سی تین آیتوں میں وہ سب کچھ کہہ دیا ہے۔ جو انسان کو معلوم ہونا چاہیے سارا قرآن اسی کی تفصیل ہے۔ انسان اس سورت کے مضمون پر غور کرتا رہے تو بیڑا پار ہے ؀

سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃ

ترتیب قرآنی کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ایک سو چار ۱۰۴ ہے اور یہ قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس میں انسان کو خبردار کیا گیا ہے۔ کہ جن کاموں اور باتوں میں وہ یہاں ہر وقت پھنسا رہتا ہے وہ اسے انجام کار دوزخ میں لے جاکر جھونک دیں گی اکثر انسانوں کا طرزِ عمل یہ ہے کہ دوسروں کو اپنے سے کم درجہ کا سمجھ کر ان کا بیان حقارت سے کرتے ہیں اور انھیں طعنے دیتے ہیں اور ان کے عیب سچے یا جھوٹے اچھالتے رہتے ہیں اور ان کا اپنا خاص شغل یہ ہے کہ پیسہ جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اسے بار بار گن گن کر تجوریوں میں رکھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ پیسہ ہی سب کچھ ہے اور وہ سب آفتوں سے بچالے گا یاد رکھو کہ پیسہ کسی کے پاس ہمیشہ نہ رہے گا۔ اگر تمہارے یہی لچھن رہے تو مرنے کے بعد دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جاؤ گے اور پھر ہر طرف سے اس کے دروازے بند کر دیے جائیں گے ؀

سورة الهمزة مكية ۱۰۴ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اٰيٰتها ۹ رکوعها ۱

وہ اعمال جن کی سزا دوزخ ہے

وَيْلٌ - لِّكُلِّ - هُمَزَةٍ - لُّمَزَةِ ۝۱ الَّذِيْ - جَمَعَ
تباہی ہے واسطے ہر طعنہ زن عیب جو کے جو جوڑتا ہے
مَالًا - وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ يَحْسَبُ - اَنَّ - مَالَهٗٓ
مال اور گنتا ہے اسے گمان کرتا ہے کہ مال اس کا
اَخْلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا - لَيُنْۢبَذَنَّ - فِي الْحُطَمَةِ ۝۴
ہمیشہ رکھے گا اسے ہرگز نہیں البتہ پھینکا جائے گا وہ ضرور حطمہ میں
وَمَا - اَدْرٰىكَ - مَا - الْحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ - اللّٰهِ
اور کس نے بتایا تجھے کیا ہے حطمہ آگ ہے اللہ کی
الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِيْ - تَطَّلِعُ - عَلَى - الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷
سلگائی ہوئی جو جا پہنچے گی دلوں پر
اِنَّهَا - عَلَيْهِمْ - مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِيْ - عَمَدٍ - مُّمَدَّدَةٍ ۝۹
تحقیق وہ آگ ان پر موندی جائے گی بیچ ستونوں دراز کے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝۱ الَّذِيْ جَمَعَ
خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے کی جس نے مال سمیٹا اور
مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ
گن گن کر رکھا خیال کرتا ہے کہ اس کا مال سدا
اَخْلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝۴
اس کے ساتھ رہے گا کوئی نہیں پھینکا جائے گا وہ حطمہ میں
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللّٰهِ
اور تو کیا سمجھا حطمہ کیا ہے اللہ کی سلگائی
الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷
ہوئی آگ ہے جو دل کو جھانک لیتی ہے
اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹ ع ۲۵
اس میں ان کو بند کر دیا ہے لمبے لمبے ستونوں میں

هُمَزَةٍ (لوگ کنے والا۔ طعنے دینے والا) اسم صفت ہے ھ۔م۔ز سے ھمز کے معنی کوئی چیز چبھونا باتوں سے اشاروں سے دوسروں کا دل دکھانا۔ اسی سے ھمّاز سورۃ القلم میں گزر چکا ہے۔ لُمَزَةٍ (لوگوں کے عیب بیان کرنے والا چغل خور) اسم صفت ہے ل۔م۔ز سے لَمْزٌ کے معنی زبان سے یا اشارے سے کسی کا عیب کھولنا پیٹھ پیچھے کسی کی برائیاں کرنا اَخْلَدَ (ہمیشہ زندہ رکھنا) ماضی کا صیغہ ہے اخلادٌ سے جو خ۔ل۔د سے فعل متعدی ہے خلود ہمیشہ رہنا اخلاد ہمیشہ رکھنا اَلْحُطَمَةُ پاؤں میں روند کر توڑ ڈالنے والی اسم صفت ہے۔ ح۔ط۔م سے حَطْمٌ توڑ ڈالنا یہاں دوزخ کو یہ نام دیا گیا ہے۔ مُؤْصَدَةٌ بند کی ہوئی ہر طرف سے سوراخ دروازہ کھڑکی بند کی ہوئی، اسم مفعول مؤنث ہے ایصاد سے جس کا مادہ و۔ص۔د ہے وَصْدٌ کے معنی ایک جگہ قائم ہو جانا۔ اِیْصَادٌ دروازے بند کر دینا عَمَدٌ ستون کی جمع ہے جو پہلے سورۃ والفجر میں گزر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ لوگوں کو منہ پر طعنے دے دے کر برا کہنے والا پیٹھ پیچھے کسی کے عیب ظاہر کرنے والا مال کے جمع کرنے میں لگے رہنے والا اور گمان کرنے والا کہ یہ مال مجھے ہمیشہ زندہ رکھے گا اور ہمیشہ میرے پاس رہے گا سخت آفت میں پھنسے گا بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ اس کا خیال غلط ہے وہ مرے گا اور دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ جو باہر سے اندر دل تک جا پہنچے گی اس آگ کے بڑے بڑے ستونوں کے درمیان ہر طرف سے دروازے بند کر کے اسے قید کر دیا جائے گا۔

سُوْرَۃُ الْفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ ۱۰۵ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ایاتہا ۵ رکوعاتہا ۱

کعبہ کا واقعہ یاد کرو

اَلَمْ - تَرَ - کَیْفَ - فَعَلَ - رَبُّکَ - بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ①
کیا نہ دیکھا تونے کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ
اَلَمْ - یَجْعَلْ - کَیْدَھُمْ - فِیْ تَضْلِیْلٍ ② وَّاَرْسَلَ
کیا نہ کردیا داؤ ان کا بے کار اور بھیج دیے
عَلَیْھِمْ - طَیْرًا - اَبَابِیْلَ ③ تَرْمِیْھِمْ - بِحِجَارَۃٍ
ان پر اڑتے جانور غول کے غول مارتے تھے ان کو پتھر یاں کے
مِّنْ سِجِّیْلٍ ④ فَجَعَلَھُمْ - کَعَصْفٍ - مَّاْکُوْلٍ ⑤
کنکر کی پس کر دیا انہیں جیسے بھس کھایا ہوا

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ①
کیا تو نے نہ دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا کیا
اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ② وَّاَرْسَلَ
کیا ان کا داؤ غلط نہیں کر دیا اور ان پر اڑتے
عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ③ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ
جانور بھیجے غول کے غول پھینکتے تھے ان پر پتھر یاں
مِّنْ سِجِّیْلٍ ④ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ⑤ ع ۱/ ۵/ ۳۰
(کنکر) کی پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کھایا ہوا

تَضْلِیْل (گمراہ کرنا) ناکام کر دینا مراد ہے۔ حِجَارَۃ پتھر حَجَر کی جمع ہے۔ سِجِّیْل کنکر سورۃ ہود میں گزر چکا ہے عَصْفٌ (چارا کا چورا) پہلے گزر چکا ہے۔ قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ۱۰۵ ہے اور مکہ کے اندر نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں ہے اس سورت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ابرہہ نے جو حبش کے بادشاہ کی طرف سے یمن کا حاکم تھا۔ کعبہ کو ڈھانے کے لیے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی کر دی تھی۔ تاکہ لوگ اس کے کعبہ کی طرف جو اس نے صنعاء یمن میں بنایا تھا رجوع کریں۔ جب یہ کعبہ کے قریب پہنچا تو آسمان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ جمع ہوئے اور ان پر کنکریاں برسا کر انہیں تباہ کر دیا۔

ارشاد ہے کہ ابھی حال ہی کا واقعہ ہے تم میں سے بہت سوں کو یاد ہوگا کہ ہم نے ہاتھی والوں کو ان کے مقصد میں بری طرح ناکام کیا۔ جب وہ کعبہ کے سامنے آئے تو ان کے سر پر غول کے غول پرندے آکر جمع ہو گئے اور ان پر سخت کنکریاں پھینکیں جن سے وہ تباہ ہو گئے جس پر پڑی وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اور سارا لشکر ایسا نظر آتا تھا جیسے بھس جسے جانور کھاتے کھاتے چھوڑ دیتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ۵۰ دن پہلے ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اسی روز پیدا ہوئے جس دن یہ واقعہ ہوا اس کے یاد دلانے سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ہم نے جیسے کعبہ کی حفاظت کی اسی طرح ہم اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے اور وہ ملت ابراہیمی کو نئے سرے سے دنیا میں پھیلائیں گے کوئی فسادی اور شریر آدمی یا فرقہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

سُوْرَۃُ الْقُرَیْش

قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اس کا عدد ایک سو چھ ہے اور مکہ کے اندر شروع زمانے میں نازل ہوئی اس میں قریش کو یاد دلایا گیا ہے کہ تم جاڑے میں یمن کی طرف اور گرمی میں شام کی طرف تجارتی قافلوں میں جاتے ہو اور وہاں سے نفع کما کر اور کام کی چیزیں لاکر آرام اور اطمینان کے ساتھ مکہ میں رہتے ہو جہاں تمہیں نہ فاقوں کا خوف نہ لڑائی کا ڈر۔ پھر تم کعبہ کے رب کی عبادت کیوں نہیں کرتے جس نے تمہارے لیے یہ سب کچھ سہولتیں پیدا کر دیں۔

سورۃ القریش مکیۃ ۱۰۶ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اٰیٰتُھَا ۴ رکوعھا ۱

اللہ کو مانو جو تمہارا محسن ہے

لِاِیْلٰفِ ۔ قُرَیْشٍ (١) اٖلٰفِھِمْ ۔ رِحْلَۃَ
بوجہ مانوس کرنے قریش کے مانوس کرنے کے انھیں سفر سے
الشِّتَآءِ ۔ وَالصَّیْفِ (٢) فَلْیَعْبُدُوْا ۔ رَبَّ
جاڑے اور گرمی کے پس چاہیے کہ عبادت کریں وہ رب کی
ھٰذَا ۔ الْبَیْتِ (٣) الَّذِیْٓ ۔ اَطْعَمَھُمْ ۔ مِّنْ
اس گھر کے وہ رب جس نے کھانا دیا انھیں
جُوْعٍ ۬ ۙ وَّ ۔ اٰمَنَھُمْ ۔ مِّنْ ۔ خَوْفٍ (۴)
بھوک میں اور امن دیا انھیں ڈر سے

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ (١) اٖلٰفِھِمْ رِحْلَۃَ
اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو مانوس رکھنا ان کو جاڑے
الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ (٢) فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ
کے اور گرمی کے سفر سے تو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی
ھٰذَا الْبَیْتِ (٣) الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ
بندگی کریں جس نے انھیں بھوک میں کھانا دیا
جُوْعٍ ۬ ۙ وَّاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ (۴)
اور ڈر میں امن دیا

مکہ ایک خشک اور پتھریلی زمین میں واقع ہے اس میں زراعت نہیں ہو سکتی اس لیے وہاں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس سرزمین میں قریش جو نضر بن کنانہ کی اولاد کا لقب تھا۔ رہتے تھے۔ ان کو سال بھر میں دوبار سفر کرنا پڑتا تھا۔ جاڑے میں یمن کی طرف جو گرم ملک ہے۔ اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد ملک ہے اور وہاں ہر قسم کی خوب پیداوار ہوتی ہے اور چونکہ قریش کعبۃ اللہ کے خادم تھے جس کی حرمت تمام عرب کے دل میں تھی۔ اس لیے ان کی سب خدمت کرتے تھے۔ چاروں طرف لوٹ مار کا بازار گرم رہتا تھا۔ لیکن مکہ والوں سے کوئی کچھ نہ کہتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے کچھ دن پہلے یمن کے حبشی حاکم ابرہہ نے کعبہ پر ہاتھی لے کر چڑھائی کر دی تھی۔ اس سے سارے شہر کے برباد ہونے کا زبردست خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس سے انہیں تھوڑے دن ہی پہلے غیر متوقع طور پر نجات ملی تھی۔ اس سورت میں قریش کو اس طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ ساری باتیں اللہ کی طرف سے ہیں جو اس کعبہ کا رب ہے اسی نے تمہارے دل میں ڈالا کہ یمن اور شام کا سالانہ سفر کیا کرو جس سے تمہیں خاطر خواہ نفع پہنچے گا۔ پھر کعبہ کے طفیل لوگوں کے دلوں میں قریش کی عظمت بٹھائی اور سب کو ان کی خدمت پر آمادہ کیا۔ ابرہہ کے لشکر پر پرندوں کے غول سے کنکریاں پھنکوا کر انہیں تباہ کیا۔ اس لیے قریش کو چاہیے کہ اللہ کی بندگی پر جو اس کعبہ کا رب ہے۔ کمر باندھیں اور اس کے رسول کو نہ ستائیں ورنہ بڑی سزا ملے گی۔

سُوْرَۃُ الْمَاعُوْن

قرآنی ترتیب کے مطابق اس کا عدد ایک سو سات ہے اور قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اس میں مکہ کے ولید بن مغیرہ وغیرہ قسم کے شریروں کو دھمکی دی گئی ہے۔ اور آگے چل کر منافقوں کی عادتوں کی بھی قلعی کھولی ہے جو مدینہ والوں کے ایک فرقہ نے اختیار کی تھیں مکہ کے یہ لوگ ایسے سنگدل تھے کہ اعمال کی سزا کے قائل نہ تھے۔ انتہا درجہ کے بخیل اور بے رحم تھے کسی پر ترس نہ کرتے تھے مدینہ میں منافق لوگ نماز میں دیکھا دیکھی شریک ہو جاتے اور دکھاوے کو نیک بنے رہتے۔ یہ سب لوگ اتنے بخیل تھے کہ معمولی روزمرہ کے برتنے کی چیزیں بھی اٹھا کر رکھ دیتے تھے کہ کوئی استعمال نہ کرلے۔ یہ سورت ان سب بخیل۔ تنگ دل اور ریاکاروں کو بتاتی ہے کہ یہ اپنے حق میں اپنے برے اعمال سے کانٹے بو رہے ہیں۔

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ ١٠٧ ‏ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ‏ اٰيَاتُهَا ٧ ‏ رُكُوْعُهَا ١

اکھڑ اور بد اخلاق لوگ

اَرَءَيْتَ - الَّذِيْ - يُكَذِّبُ - بِالدِّيْنِ ①
کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جو جھٹلاتا ہے جزا سزا کو
فَذٰلِكَ - الَّذِيْ - يَدُعُّ - الْيَتِيْمَ ② وَلَا
پس یہ وہی ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو اور نہیں
يَحُضُّ - عَلٰى - طَعَامِ - الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ
آمادہ کرتا کھانے پر مسکین کے پھر تباہی ہے
لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ - هُمْ - عَنْ
واسطے ان نمازیوں کے جو کہ وہ سے
صَلَاتِهِمْ - سَاهُوْنَ ⑤ الَّذِيْنَ - هُمْ
اپنی نماز بے خبر ہیں وہ کہ جو
يُرَآءُوْنَ ⑥ وَيَمْنَعُوْنَ - الْمَاعُوْنَ ⑦
دکھاوا کرتے ہیں اور روک رکھتے ہیں برتنے کی چیز

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ①
تو نے اسے دیکھا جو جزا کے دن کو جھٹلاتا ہے
فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② وَلَا
سو یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور نہیں
يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ
آمادہ کرتا محتاج کے کھلانے پر پھر خرابی ہے
لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ
ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے
صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ الَّذِيْنَ هُمْ
بے خبر ہیں وہ جو دکھاوا
يُرَآءُوْنَ ⑥ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦ ع ١ / ٣٢
کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگی نہیں دیتے

مَاعُوْنَ (معمولی برتنے کی گھریلو چیزیں) اسم ہے م - ع - ن سے مَعْنٌ کے معنی آسانی سے ہو جانا اسی سے لفظ مَعِيْنٌ بنا ہے جو سورۃ الملک میں گزرا یعنی آسانی سے بہنے والا - اس سورت کے باقی الفاظ سب گزر چکے ہیں ◆

ارشاد ہے کہ اس آدمی کو ذرا دیکھنا جو روز جزا کو نہیں مانتا اور اس لیے بھلے برُے اعمال میں تمیز نہیں کرتا - چنانچہ اس نے یہ اندھیر مچا رکھا ہے - کہ یتیم کو دھکے دے کر نکال دیتا ہے - اور محتاج کو نہ آپ کھلاتا ہے نہ دوسروں سے کہتا ہے کہ انہیں کھلاؤ - ایسے لوگوں کی پوری پوری شامت آنے والی ہے - ایسے ہی ان لوگوں کی بھی جو ظاہر میں مسلمان ہیں لیکن نماز پڑھتے ہیں تو دھیان کہیں اور ہوتا ہے - ہر کام دکھاوے کے لیے کرتے ہیں اور اتنے کنجوس ہیں کہ روز مرّہ کی کام آنے والی چیزوں کو دوسروں سے روک کر رکھتے ہیں - مثلاً دیا سلائی، سوئی دھاگا - دیگچی وغیرہ جو ضرورت کے وقت آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف مانگ لیا کرتے ہیں - وہ کسی کو نہیں دیتے - ان باتوں کا انجام اچھا نہیں ان سے بچنا چاہیے ◆

سُوْرَةُ الْكَوْثَر

قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ١٠٨ ہے مکہ میں ابتدائی زمانۂ بعثت کے اندر نازل ہوئی اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی گئی ہے - کہ عالم کی ساری خیر و برکت ہم نے تمہیں عطا کر دی اب تم اپنے رب کی عبادت میں جان و مال سے مصروف ہو جاؤ جو لوگ تمہیں کہتے ہیں کہ اس کا نام و نشان باقی رکھنے والی کوئی نرینہ اولاد نہیں دراصل انہی کا نام و نشان مٹنے والا ہے ◆

سورۃ الکوثر مکیۃ (۱۰۸)　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○　　اٰیاتھا ۳　رکوعھا ۱

اللہ کی فرمانبرداری میں لگو

اِنَّآ - اَعْطَیْنٰکَ - الْکَوْثَرَ ۱ فَصَلِّ
تحقیق ہم دیا ہم نے تجھے کوثر بس نماز پڑھ
لِرَبِّکَ - وَانْحَرْ ۲ اِنَّ - شَانِئَکَ
واسطے رب اپنے کے اور قربانی کر بلاشک تیرا دشمن
هُوَ - الْاَبْتَرُ ۳
وہی ہے پچھا کٹا

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۱ فَصَلِّ
بے شک ہم نے تجھے کوثر دیا سو اپنے
لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۲ اِنَّ شَانِئَکَ
رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر بے شک جو تیرا دشمن
هُوَ الْاَبْتَرُ ۳
ہے وہی رہ گیا پچھا کٹا

الکوثر سب سے بڑی اچھی چیز اسم رباعی ہے ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں ساری بھلائیاں اور خوبیاں جمع ہو گئی ہوں۔ یہاں اس سے مراد قرآن حکیم ہے جو حشر کے دن حوض کوثر کی شکل میں نمودار ہو گا۔

اَبْتَرُ دم کٹا صفت کا صیغہ ہے ب۔ ت۔ ر۔ بَتْرٌ سے دم کاٹ دینا۔ مراد وہ شخص ہے جس کا نام لیوا ہی کوئی نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم کا جب انتقال ہو گیا تو مکہ میں آپ کے دشمن بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب یہ اپنی زندگی میں جو کر سکے کرلے اس کے بعد اس کا نام اور کام چلانے والا کوئی نہیں ایسے شخص کو ان کے ہاں ابتر کہتے ہیں۔ جس کے لیے ہندی لفظ پنوتا ہے۔

اس سورت میں آپ کو دلاسا دیا گیا ہے کہ ساری خیر و خوبی کا مجموعہ یہ قرآن حکیم ہے جو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو عطا کر دیا۔ جو اس سے یہاں فائدہ اٹھائے گا۔ اسی کو قیامت کے دن حوض کوثر سے پانی پینے کو ملے گا باقی سب پیاسے رہیں گے ان لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں کہنے دو تمہیں جو یہ ابتر کہہ رہے ہیں۔ یہ خود ہی اس لقب کے مستحق ہیں۔ تم بے فکری کے ساتھ بدن اور دل دونوں سے کام لے کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہو کر نماز پڑھو اور جان و مال اس کی راہ میں قربان کرو اور جیسے یہ مشرک بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے لیئے جانور ذبح کرتے ہیں تم یہ سب کچھ اللہ کے لیے کرو تمہارا نام دنیا اور آخرت میں روشن ہو گا اور تمہارے دشمن حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔

سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ

ترتیب قرآنی کے مطابق اس سورت کا عدد ۱۰۹ ہے اور یہ مکہ میں ابتدائے بعثت کے زمانے میں نازل ہوئی۔ جب کہ مکہ کے کافروں نے آپ سے کہا کہ آؤ دین کے بارے میں آپس میں کچھ سمجھوتا کرلیں، ایک سال تمہارا دین چلے اور ایک سال ہمارا دین اور اس طرح سب مل جل کر رہیں۔ اللہ کو ہم بھی مانتے ہیں پھر آپس میں سمجھوتہ کیوں نہ ہو جائے اس سورت میں ان سے صاف کہہ دیا گیا کہ اللہ کو جیسا ہم مانتے ہیں۔ ویسا تم نہیں مانتے اس بارے میں ہمارا تمہارا سمجھوتا ناممکن ہے۔ اسلام لگی لپٹی نہیں رکھتا یا اسے مانو یا تم جانو تمہارا کام۔

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۔۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔۔ اٰيَاتُهَا ٦ رُكُوْعُهَا ١

دین کے بارے میں کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا

قُلْ - يٰٓاَيُّهَا - الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ
کہدے اے انکار کرنے والو نہیں پوجتا ہیں
مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ - اَنْتُمْ - عٰبِدُوْنَ
جسے تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجنے والے ہو
مَآ - اَعْبُدُ ③ وَلَآ - اَنَا - عَابِدٌ - مَّا
جسے میں پوجتا ہوں اور نہ میں پوجنے والا ہوں جسے
عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ - اَنْتُمْ - عٰبِدُوْنَ - مَآ
تم نے پوجا اور نہ تم پوجنے والے ہو جسے میں
اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ - دِيْنُكُمْ - وَلِيَ - دِيْنِ ⑥
پوجتا ہوں تمہارے لیے دین تمہارا اور میرے لیے دین میرا

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ
تو کہہ اے منکرو میں اسے نہیں پوجتا
مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ
جسے تم پوجتے ہو اور نہ تم اسے پوجو جسے
مَآ اَعْبُدُ ③ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا
میں پوجتا ہوں اور نہ مجھے اسے پوجنا ہے جسے
عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ
تم نے پوجا اور نہ تمہیں پوجنا ہے اسے جسے
اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥ ع ٢٢
میں پوجوں تمہارے لیے تمہاری راہ اور میرے لیے میری راہ

ارشاد ہے کہ دین کے بارے میں جو یہ کافر تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کو ہم بھی مانتے ہیں فرق یہ ہے کہ ہم ان بتوں کو اللہ کی درگاہ میں اپنا سفارش کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اس لیئے اللہ کو بھی ہم پوجنے کو تیار ہیں۔ ادھر تمہیں چاہیے کہ تم بھی کبھی کبھی بتوں کے پوجنے میں کچھ مضائقہ نہ سمجھو۔ ان سے کہہ دو کہ تم جنہیں پوجتے ہو میں نے انہیں نہ کبھی پوجا اور نہ کبھی پوج سکتا ہوں۔ علاوہ بریں تمہارا پوجنے کا طریقہ اور ہے تم ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے ہو۔ تالیاں بجاتے ہو۔ شور مچاتے ہو۔ ہم ادب کے ساتھ اللہ کی عبادت بجالاتے ہیں۔ جب معبود الگ اور عبادت کا طریقہ الگ تو ہم میں پھر دین کے بارے میں باہم سمجھوتا کیسے ممکن ہے اس لیئے اچھی طرح سن لو کہ یا تو اسلام کو پوری طرح مانو اور یا باپ دادا کی بت پرستی پر قائم رہنے کا فیصلہ کرو ایک دن ہمارے تمہارے درمیان اللہ عزوجل فیصلہ فرمادے گا اس وقت تک ہمارا دین ہمارے لیئے اور تمہارا تمہارے لیے اس سورت میں معلوم ہوا کہ دین کے معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جاسکتی۔ کسی کی خاطر ہم دین کے مقرر طریقے سے ایک انچ بھی نہیں ہٹ سکتے۔

سُوْرَةُ النَّصْر

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ایک سو دس ہے اور یہ ان سورتوں میں سے ہے جو آخر میں نازل ہوئیں، اس کو مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں مانا جاتا ہے۔ لیکن یہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہجرت کے دسویں سال میں نازل ہوئی اس وقت سارا عرب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ اور لوگ ہر طرف سے آکر اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اس سورت کے نازل ہوتے ہی حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ اب رسول اللہؐ ہمارے پاس سے بلالیے جائیں گے، کیونکہ دنیا میں تبلیغ اسلام کا کام جو آپ کے ذمہ تھا جب ختم ہوچکا تو اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لیے آپ رونے لگے۔ واقعی یہ بات طرز بیان سے ظاہر ہے۔

سُورَةُ النَّصْرِ مدنية ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اٰيَاتُهَا ۳ رکوعها ۱

اللہ کی تسبیح کرو اور بخشش طلب کرو!

إِذَا ۔ جَاءَ ۔ نَصْرُ اللّٰهِ ۔ وَالْفَتْحُ ① وَرَأَيْتَ
جب آجائے مدد اللہ اور فتح اور دیکھے تو
النَّاسَ ۔ يَدْخُلُونَ ۔ فِيْ ۔ دِيْنِ ۔ اللّٰهِ
لوگوں کو کہ داخل ہو رہے ہیں دین میں اللہ کے
أَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ ۔ بِحَمْدِ ۔ رَبِّكَ
گروہ کے گروہ پس تسبیح کر خوبیاں بیان کر کے اپنے رب کی
وَاسْتَغْفِرْهُ ۔ إِنَّهُ ۔ كَانَ ۔ تَوَّابًا ③
اور بخشش مانگ اس سے تحقیق وہ ہے توجہ کرنے والا

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَأَيْتَ
جب اللہ کی مدد اور اس کا فیصلہ پہنچ چکے اور تو اللہ کے
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ
دین میں لوگوں کو غول کے غول داخل ہوتے
أَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
دیکھے تو پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیوں
وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ③ ع ۳۵
کے ساتھ اور گناہ بخشوا اس سے بے شک وہ معاف کرنے والا ہے

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے مشکل الفاظ سب سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ارشاد ہے کہ جب اللہ عزوجل کی مدد تمہارے شامل حال ہوئی اور تمہارے سارے دشمن تم سے دب گئے اور مکہ فتح کر لیا جس سے تمام عرب نے سمجھ لیا کہ فیصلہ اسلام کے حق میں ہوا اور مخالف ہار گئے اور سب طرف سے لوگ گروہ کے گروہ آ آ کر اللہ کے دین اسلام میں داخل ہونے لگے تو رسول کے بھیجنے کی غرض پوری ہو چکی اور دنیا میں جو تمہیں انسان کی تنظیم اور خلافت الٰہیہ کے قیام کا کام کرنا تھا۔ اس کی پختہ بنیاد قائم ہو گئی۔ تو اب تم ہمہ تن اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ۔ اس کا شکر ادا کرو اللہ کے تمام عیبوں اور کوتاہیوں سے پاک ہونے کا زبان سے اقرار کرو اس کی خوبیوں کا ذکر کرو اور چونکہ وہ تمہارا رب اور محافظ ہے اس لیے بندہ ہونے کی حیثیت سے اس سے معافی مانگو اور اس کی بخشش طلب کرو اور دل و جان سے اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور سب کو چھوڑ کر اس سے دھیان لگاؤ۔ اس کے سوا کسی سے دلی تعلق نہ رکھو وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جو بندہ بن کر اس کی طرف جھکے وہ فوراً اس کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اور اس کو اپنی بخششوں اور عطاؤں سے مالامال کرتا ہے۔ یہ سورت آخر عمر میں اتری اور آپ سمجھ گئے کہ اب یہاں کا کام ختم ہوا۔ اب آخرت کا سفر درپیش ہے۔

سُورَةُ اللَّهَبِ

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ایک سو گیارہ ہے ابولہب آنحضرتؐ کے حقیقی چچا عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب کا لقب تھا۔ یہ آپ سے دشمنی کرنے میں سب سے آگے آگے تھا۔ یہ مجمع میں آپ پر پتھر پھینکتا اور ہاتھ ہلا ہلا کر لوگوں کو آپ کی باتیں سننے سے روکتا۔ اس کی بیوی اُمِ جمیل آپ کے راستہ میں کانٹے دار جھاڑیاں ڈالتی اور دشمنی کی آگ اپنے فعلوں اور باتوں سے بھڑکاتی۔ یہ سورت ان دونوں کے حق میں نازل ہوئی اور ان کی کھلم کھلا تباہی کی پیشگوئی کی گئی بدر کے سات روز بعد ابولہب کے ایک زہریلی پھنسی نکلی اور سب نے اسے گھر سے باہر نکال کر ڈال دیا۔ مرنے کے بعد اس کی لاش حبشی غلاموں نے لکڑی سے سرکا کر ایک گڑھے میں پھینک دی صرف یہی ایک شخص ہے جس کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے۔

سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اٰيٰتُهَا ٥ رُكُوْعُهَا ١

ابولہب اور اس کی بیوی

تَبَّتْ - يَدَا - اَبِىْ لَهَبٍ - وَّتَبَّ ١ مَا - اَغْنٰى
تباہ ہوگئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور تباہ ہوا وہ نہ کام دیا
عَنْهُ - مَالُهٗ - وَمَا - كَسَبَ ٢ سَيَصْلٰى - نَارًا
اسے مال نے اس کے اور جو اس نے کمایا عنقریب جا پڑے گا ایک آگ
ذَاتَ لَهَبٍ ٣ وَّامْرَاَتُهٗ - حَمَّالَةَ - الْحَطَبِ ٤
شعلہ والی میں اور اس کی بیوی لادکر لانے والی ایندھن
فِىْ جِيْدِهَا - حَبْلٌ - مِّنْ مَّسَدٍ ٥
گردن میں اس کی ایک رسی ہے مضبوط ریشوں کی

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ١ مَآ اَغْنٰى
ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو اس کا مال
عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ٢ سَيَصْلٰى نَارًا
اور جو اس نے کمایا اس کے کام نہ آیا اب وہ لپٹیں مارتی
ذَاتَ لَهَبٍ ٣ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ٤
آگ میں پڑے گا اور اس کی جورو جو سر پر ایندھن لیے پھرتی ہے
فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ٥
اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی

ع ٥
٣٦

ابولہب حضرت کا چچا تھا۔ لہب آگ کی لپٹ یا شعلہ کو کہتے ہیں اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کا یہ لقب پڑ گیا تھا حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (ایندھن اٹھاکر لانے والی) سنا ہے وہ باوجود مالدار ہونے کے بخل کی وجہ سے ایندھن جنگل سے خود چن کر لاتی تھی۔ مَسَد مضبوط بٹی ہوئی رسی) وہ رسی جو مونجھ ناریل یا کھجور کے ریشوں سے خوب مضبوط گتھ کر بٹی جاتی ہے اور اوپر سے کھردری اور سخت ہوتی ہے اور بدن میں چبھتی ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ ابولہب کیا ہاتھ مٹکا مٹکا کر لوگوں کو اپنی باتوں سے ورغلاتا ہے۔ اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے اور یہ خود تباہ و برباد ہوگا اس کی کمائی اولاد اور دولت اس کے کام نہ آئے گی۔ دنیا میں رسوا ہوگا اور مرنے کے بعد شعلہ مارتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کی بیوی کا بھی یہی حشر ہوگا۔ یہی جا ایندھن اٹھاکر لاتی پھرتی ہے۔ اس کی گردن میں ایک مضبوط موٹی رسی پڑ جائے گی۔ سنا ہے کہ وہ اسی طرح مری کہ اس کے گلے میں اس گٹھے کی رسی جو وہ اٹھاکر لا رہی تھی پھنس گئی اور سانس رک کر دم نکل گیا۔ اس سورت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے دشمن ضرور تباہ ہوں گے۔ خواہ وہ رسول کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ان کا رشتہ مال دولت عزت انہیں آفت سے نہ بچا سکے گی۔

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاص

قرآنی ترتیب کے مطابق اس سورت کا عدد ایک سو بارہ ١١٢ ہے اور اسے ان سورتوں میں شامل کیا گیا ہے جو قیام مکہ کے شروع کے زمانہ میں نازل ہوئیں اس میں ان سب خیالات کا رد کر دیا گیا ہے جو اللہ کی بابت لوگوں نے قائم کر رکھے تھے بلکہ اب بھی قائم کر رکھے ہیں مجوسی دو مستقل خدا مانتے ہیں، یزدان اور اہرمن پہلا بھلائی کا اور دوسرا برائی کا۔ بعض لوگ اللہ کو بھی ان چیزوں کا محتاج مانتے ہیں جن کا محتاج انسان ہوتا ہے۔ مثلاً دربار کا کام کرنے والے نوکر چاکر مددگار وغیرہ بعض لوگ اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور بشر کو اس کے برابر خدا ٹھہراتے ہیں۔ بعض لوگ اور چیزوں کو اس کے برابر کا ٹھہراتے ہیں اس سورت میں ان سب خیالات کو غلط قرار دیا گیا اور خالص توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔ جس شخص کو یہ معلوم کرنا ہو کہ اسلام میں اللہ کا کیا تصور پیش کیا گیا ہے۔ وہ اس سورت کو پڑھے اور اس پر غور کرے۔

سورۃ الاخلاص مکیۃ ۱۱۲ ‏ ‏ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ‏ ‏ اٰیاتہا ۴ رکوعہا ۱

اللہ کی صفتیں

قُلْ - هُوَ - اللّٰهُ - اَحَدٌ ① اَللّٰهُ
کہہ دے وہ اللہ ایک ہے اللہ
الصَّمَدُ ② لَمْ - يَلِدْ ۙ وَ - لَمْ
کسی کا محتاج نہیں نہیں جنا اس نے کسی کو اور نہ
يُوْلَدْ ③ وَ - لَمْ - يَكُنْ - لَّهٗ
جنا اسے کسی نے اور نہیں ہے اس کا
كُفُوًا - اَحَدٌ ④
ہمسر کوئی

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① اَللّٰهُ
تو کہہ وہ اللہ ایک ہے اللہ
الصَّمَدُ ② لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ
بے نیاز ہے نہ کسی کو اس نے جنا اور نہ کسی نے
يُوْلَدْ ③ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ
اسے جنا اور نہیں اس کے
كُفُوًا اَحَدٌ ④
جوڑ کا کوئی

اَلصَّمَدُ (بے پروا۔ جسے کسی کی حاجت نہ ہو) اس کا مادہ ص ۔ م ۔ د جس کے معنی ٹھوس مضبوط اور کسی کی مدد سے بے پروا ہونے کے ہیں ۔ کُفُوًا (جوڑ کا۔ برابر ہمسر)

مشرکین عرب نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت سے منع کرتے ہیں تو پوچھا کہ آخر بتایئے تو کہ وہ اللہ کیسا۔ اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ جس میں صاف صاف اللہ کا تصور پیش کیا گیا ہے ۔ ارشاد ہوا کہ اللہ اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے ۔ اسے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے ۔ اور وہ خود سب کے لیے سہارا ہے ۔ اس کے کوئی اولاد نہیں نہ اس کا کوئی باپ یا ماں ہے اس کے جوڑ کا کوئی نہیں جو مرتبہ میں اس کے برابر کا ہو پھر اس کے بیوی کہاں سے ہو سکتی ہے کیونکہ وہ تو برابر کے مرتبہ کی ہونی چاہیے ۔ اس میں مجوسی، یہودی ، عیسائی غرض تمام فرقوں کے ان خیالات کو غلط قرار دے دیا گیا ہے ۔ جو وہ اللہ کی بابت رکھتے ہیں۔

سُورَةُ الْفَلَق

قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اس سورت کا عدد ایک سو تیرہ ہے اور یہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں سکھایا گیا ہے کہ انسان بہت سے خطروں میں گھرا ہوا ہے ۔ جو اس کے ارد گرد دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان خطروں سے محفوظ رہنے کے لیے اسے چاہیے کہ یوں کہا کرے کہ میں اس رب کی جو رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر صبح کی روشنی نکالتا ہے ۔ پناہ مانگتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی تمام مخلوقات کے شر سے محفوظ رکھے ۔ خاص کر اندھیرے تاریکی کے شر سے جو منتر پڑھ پڑھ کر تانت ۔ ڈوری یا بال میں گرہ لگاتی اور اس پر پھونک مارتی جاتی ہیں ۔ اور حسد کرنے والے کے شر سے جس وقت وہ میرے ستانے پر آمادہ ہو جائے ۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۱۱۳ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اٰیاتھا ۵، رکوعاتھا ۱

بیرونی خطروں سے اللہ کی پناہ

قُلْ - اَعُوْذُ - بِرَبِّ - الْفَلَقِ ① مِنْ - شَرِّ - مَا
کہہ پناہ لی میں نے صبح کے رب کی برائی سے اس کی جو
خَلَقَ ② وَمِنْ - شَرِّ - غَاسِقٍ - اِذَا - وَقَبَ ③
اس نے پیدا کیا اور برائی سے اندھیرے کی جب وہ چھا جائے
وَمِنْ شَرِّ - النَّفّٰثٰتِ - فِي الْعُقَدِ ④ وَمِنْ
اور برائی سے پھونکنے والیوں کی گرہوں میں اور
شَرِّ - حَاسِدٍ - اِذَا - حَسَدَ ⑤
برائی سے حاسد کی جب وہ حسد کرے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ① مِنْ شَرِّ مَا
تو کہہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آیا ہر چیز کی بدی سے
خَلَقَ ② وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ③
جو اس نے بنائی اور اندھیرے کی بدی سے جب سمٹ آئے
وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ④ وَمِنْ
اور عورتوں کی بدی سے جو گرہوں میں پھونک ماریں اور
ع ۵ / ۳۸ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤
حاسد کی بدی سے جب وہ حسد کرے

اَلْفَلَقُ (صبح) فَلْقٌ کے معنی چیر دینے کے اور پھاڑ دینے کے ہیں اسی سے اِنْفَلَقَ فعل لازم ہے۔ جو سورۃ الشعرأ میں گذرا یعنی پھٹ گیا فَلَقٌ اسی سے اسم ہے۔ یعنی صبح کی روشنی جو اندھیرے کو پھاڑ کر نکلتی ہے۔ غَاسِقٌ (سیاہ کالی اندھری رات یا کوئی اور تاریکی) اسی سے غَسَقٌ کا لفظ سورۃ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے۔ وَقَبَ (پھیل جائے) ماضی کا صیغہ ہے۔ و - ق - ب سے وَقُوْبٌ چھا جانا۔ پھیل جانا اَلنَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (گرہوں میں پھونک مارنے والیاں) عورتیں دشمن کو کوسا کرتی ہیں۔ بعض عورتیں عرب میں یہ بھی کرتی تھیں کہ کسی آدمی کو کوس کوس کر ایک تانت کے ٹکڑے میں گرہیں لگائی جاتیں اور ان میں پھونک مارتی جاتیں۔ پھر اس تانت کو کہیں گاڑ دیتیں اس سے اس شخص پر بُرا اثر پڑتا تھا۔ جس کے نام سے وہ کوسنیں اور گرہ لگاتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے میں یہ حربہ بھی عورتوں نے استعمال کیا تھا۔
حَاسِدٌ ح - س - د سے اسم فاعل اور حَسَدَ اس سے ماضی کا صیغہ ہے حَسَدٌ کے معنی ہیں کسی کی بہتری سے جلنا اس سورت میں سکھایا گیا ہے۔ کہ ہر بری چیز کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگو اور زبان سے یہ لفظ کہو جو اس سورت میں ہیں تمہارے دل کو قوت حاصل ہو گی اور کسی کی برائی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ اس سورت میں ان چیزوں کا ذکر کر دیا گیا ہے جن سے لوگوں کو اصلی یا وہمی تکلیف ہو جاتی ہے ⁂

سُوْرَةُ النَّاس

ترتیب قرآنی کے مطابق اس سورت کا عدد ۱۱۴ ہے اور یہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلی سورت میں بیرونی مخلوقات کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے اس لیے ان دونوں سورتوں کا اکٹھا نام اَلْمُعَوِّذَتَانِ ہے یعنی بیرونی اور اندرونی برائیوں سے پناہ مانگنے والی دو سورتیں۔ ان میں سکھایا گیا ہے۔ کہ انسان اور ساری سمجھدار مخلوق اللہ کے ہر طرح قبضہ میں ہے۔ وہی ان کا پالنے والا ہے اور وہی ان کا بادشاہ اور وہی معبود ہے۔ اس لیئے اسی سے شیطانوں کے ورغلانے اور بہکانے سے پناہ مانگو جو چھپ چھپ کر دل میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں خواہ وہ شیطان آدمیوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے اور کہو کہ اللہ ان سب گھنے شریروں کی ریشہ دوانیوں سے ہمیں بچا۔ آمین ⁂

سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ ۱۱۴ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اٰیَاتُہَا ۶ رُکُوْعُہَا ۱

بُرے خیالات کے اثر سے پناہ

قُلْ ۔ اَعُوْذُ ۔ بِرَبِّ النَّاسِ ① مَلِکِ النَّاسِ ②
کہہ پناہ لی میں نے لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی
اِلٰہِ النَّاسِ ③ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۥ الْخَنَّاسِ ④
لوگوں کے معبود کی برائی سے وسوسہ ڈالنے والے دبک جانے والے کی
الَّذِیْ ۔ یُوَسْوِسُ ۔ فِیْ صُدُوْرِ ۔ النَّاسِ ⑤
جو بُرے خیالات ڈالتا ہے دلوں میں لوگوں کے
مِنَ الْجِنَّۃِ ۔ وَالنَّاسِ ⑥
جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① مَلِکِ النَّاسِ ②
تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی
اِلٰہِ النَّاسِ ③ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۥ الْخَنَّاسِ ④
لوگوں کے معبود کی اس کی بدی سے جو پھسلائے اور چھپ جائے
الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ⑤
وہ جو لوگوں کے دلوں میں برے خیال ڈالتا ہے
مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ ⑥
جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے

وَسْوَاس (براخیال) یہ اسم رباعی ہے و۔س۔و۔س سے وَسْوَسَۃٌ اور وَسْوَاس وہ براخیال یا وہم ہے۔ جو دل میں آئے یہاں ذُوْ محذوف ہے۔ اصل میں ذوالوسواس ہے یعنی وسوسہ اور بُرے خیالات ڈالنے والا شیطان خواہ جن ہو یا آدمی۔ اَلْخَنَّاس (چھپ جانے والا دبک جانے والا) یہ صفت کا صیغہ ہے خ۔ن۔س سے خَنَسٌ کے معنی پیچھے ہٹ جانا۔ دبک جانا برے خیالات ڈالنے والا اس وقت اپنا کام کرتا ہے جب آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو۔ جب اللہ کی انسان یاد کرتا ہے تو بہکانے والا پیچھے ہٹ جاتا ہے کہ جب اللہ کی یاد سے غافل ہوگا تو پھر اپنا داؤ کروں گا۔ اسی سے اَلْخُنَّس کا لفظ سورۃ التکویر میں گزر چکا ہے۔

ارشاد ہے کہ بہکانے والوں اور بُرے خیالات دل میں ڈالنے والوں سے اس طرح پناہ مانگو کہ میں لوگوں کے رب بادشاہ اور معبود سے یعنی اللہ سے اس بہکانے اور ورغلانے والے شیطان کی شرارت سے پناہ مانگتا ہوں جو آدمی کو غافل پاکر اپنا داؤ کرتا ہے اور دل میں وسوسے اور برے خیالات ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے جو ان دونوں سورتوں کو پڑھتا رہے گا وہ ہر طرح کی برائی سے محفوظ رہے گا۔ اس سورت کے ساتھ قرآن حکیم کا ترجمہ تمام ہوا۔ انسان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن اُس کی ہدایت کے لیے دنیا میں آیا ہے یہ کسی خاص فرقے یا ملک کے لیئے نہیں ہے۔ بلکہ دنیا بھر کے انسانوں کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے انسان کو چاہیے کہ سب سے پہلے وہ ان باتوں پر یقین کرے (۱) دنیا ایک مقرر قانون اور قاعدے کے مطابق چل رہی ہے۔ (۲) اس کے بنانے والا اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں (۳) انسان کی زندگی صرف دنیا کی زندگی نہیں ہے بلکہ اس کی اصلی زندگی مرنے کے بعد شروع ہوگی (۴) انسان جو کچھ کرے قرآن کے حکم کے مطابق کرے اور جن باتوں سے اس نے روکا ہے ان سے رک جائے اسی سے اس کی آخرت کی زندگی درست ہوگی افسوس ہے کہ انسان نے اپنے بیکار خیالات میں پھنس کر قرآن مجید کی طرف توجہ نہ کی بعض نے کہا کہ یہ صرف عرب کے لیے آیا ہے اور وہی اس کو مانیں تو مانیں بعض نے کہا کہ دنیا میں اور بہت سی چیزیں کرنے کی ہیں۔ قرآن حکیم پر غور کرنے کے لیے وقت کہاں ہے غرض سب نے قرآن سے منہ موڑ لیا اور جو اسے مانتے ہیں انہوں نے اسے صحیح طریقے سے دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا نتیجہ یہ ہے کہ انسان مادی ترقی ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے افسوس اس کا انجام سوا تباہی کے کچھ نظر نہیں آتا اے انسان ہوش میں آ۔ الحمد للہ درس قرآن کا یہ سلسلہ پورا ہوا۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ۝